فہم دین

جلد اول

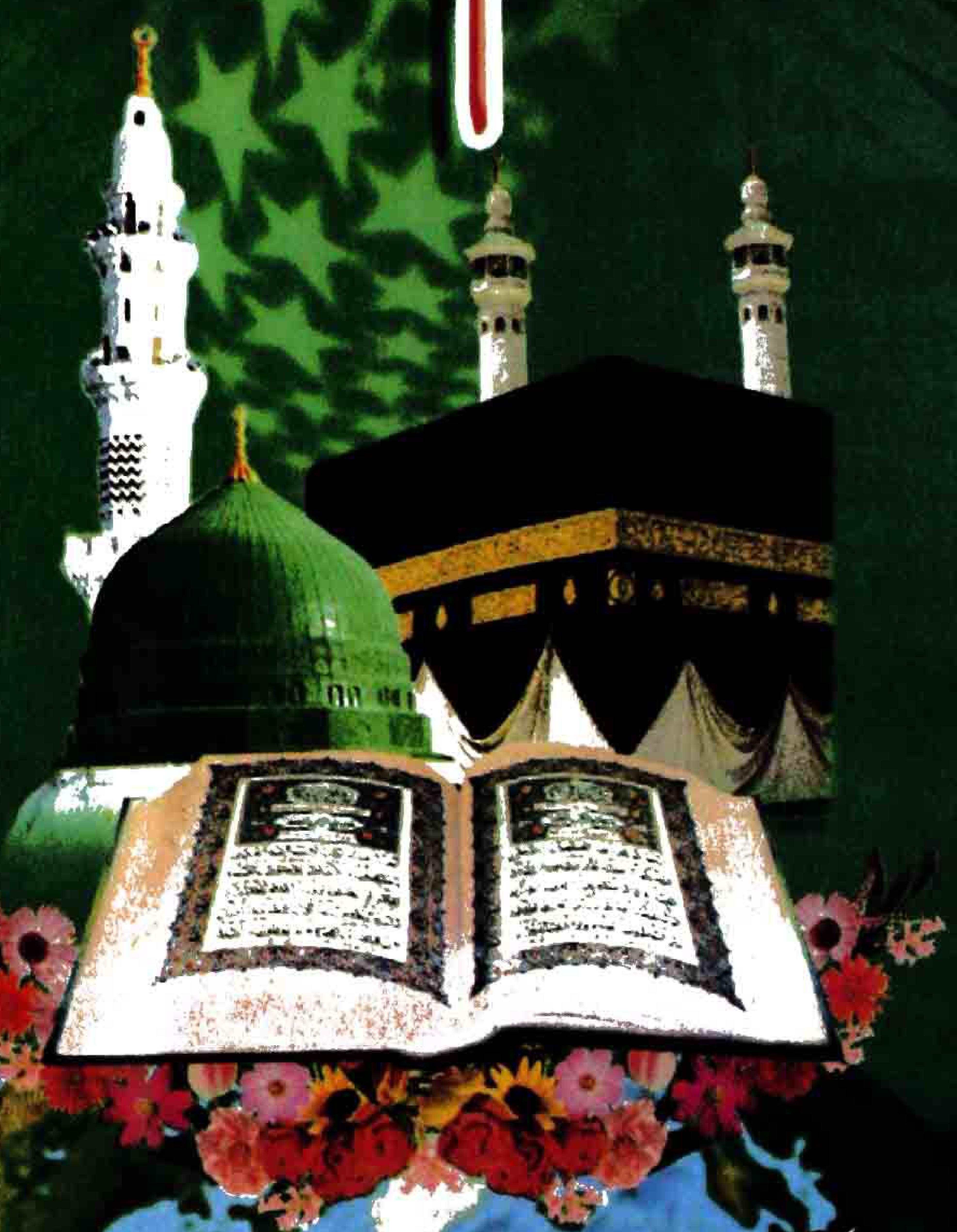

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6۔ مرکز الاویس دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

اِنَّكَ لَتَهدِي اِلٰى صِرَاطٍ مُّستَقِيمٍ

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین

القرآن

سلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہم دین

جلد اوّل

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

اہتمام

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب............فہم دین جلد اوّل

افادات............مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب............مولانا عبدالکریم جلالی صاحب

طبع پنجم............اگست 2008ء

طبع ششم............اکتوبر 2008ء

تعداد............600

بااہتمام............شیخ محمد سرور اویسی

قیمت............260روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور/مکتبہ فیضان مدینہ لالہ موسیٰ
مکتبہ فیضان مدینہ گکھڑ/ مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ
ڈسکہ/ مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں/ قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور/ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
رضا بک شاپ گجرات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

انتساب

جنید زمان، حافظ الحدیث، امام العصر

حضرت پیر محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی فضاء معارف میں

قلب ونظر کو بالیدگی

اور

عقل وخرد کو آسودگی

ملی

محمد اشرف آصف جلالی

Marfat.com

پہلی کرن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

فہم دین اور قرآن وسنت کی تعلیمات رضائے الٰہی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہیں انہیں پر عمل پیرا ہونے سے بندے کو ربّ ذوالجلال کا قرب اور دربارِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مقبولیت میسر آتی ہے۔

آج جبکہ نت نئی الحادی تحریکیں اٹھ رہی ہیں جگہ جگہ عریانی فحاشی کے اڈے قائم ہیں۔ نام نہاد روشن خیالی کا سیلاب طغیانیوں پر ہے فسق وفجور کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے۔ بدعقیدگی اور بدعملی کے سوداگر گلی گلی محلے محلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ منافقت اور خیانت کی دکانوں پر رش بڑھ رہا ہے اور ایمان اور امانت کے گاہک کم ہو رہے ہیں دین حق کا معاملاتی حصہ سرد خانے کی نظر ہوتا جا رہا ہے اور غیروں کے قوانین اور ضابطے رواج پا رہے ہیں۔ ایسے میں اھلِ حق کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے صبح وشام کچھ نہ کچھ کر گذرنے کا جذبہ نبض تپش آمادہ رکھے ہوئے ہے اس سلسلہ کی ایک کڑی ''فہم دین کورس'' ہے۔ جس کا بارھواں سالانہ پروگرام ''بھٹی میرج ھال'' گوجرانوالہ میں ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام ۶ اکتوبر ۲۰۰۵ء یکم رمضان ۱۴۲۶ھ، ۱۳ اکتوبر/ ۲۶ رمضان منعقد ہوا ربّ ذوالجلال کے فضل وکرم سے صبح کی پھیلتی روشنی کے ساتھ ساتھ فہم دین کا نور بھی پھیلتا رہا۔

فاضل محتشم مولانا محمد عبدالکریم جلالی صاحب کیسٹ سے قرطاس پر منتقل کرنے میں عرق ریزی کی اور محترم شیخ محمد سرور اویسی صاحب نے طباعت کا بندوبست کیا اور انہیں اور پروگرام منعقد کرنے والے تمام اراکین ادارہ کو اجر عظیم اللہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اشرف آصف جلالی

۲۸ شعبان ۱۴۲۷

۲۲ ستمبر ۲۰۰۶

Marfat.com

کلمہ تحسین

استاذ الاساتذہ شرفِ ملّت

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

پاکستان تمام مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ یہ دُنیا کا واحد ملک ہے جو دوقومی نظریے کی بناء پر قائم کیا گیا' اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ اس میں نظامِ مصطفےٰ ﷺ نافذ کیا جائے گا اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ کیا جائے گا لیکن یہاں ایک با اثر طبقہ ایسا بھی ہے جو ''روشن خیالی'' کی آڑ لے کر لادینیت کو فروغ دینا چاہتا ہے اور ''جدت پسندی'' کے بہانے دین اسلام کی بنیادی اقدار اور تعلیمات ہی کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

ایسے ماحول میں اُن علماء کی ضرورت بڑھ جاتی ہے جو ایک طرف تو قرآن و حدیث اور فقہ وعقائد کا گہرا ادراک وشعور رکھتے ہوں' دوسری طرف عصری تعلیمات سے بھی آراستہ ہوں' جو کسی بھی پلیٹ فارم پر جدت پسندوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پورے اعتماد کے ساتھ بات کریں اور اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کریں۔

الحمد للہ! مولانا علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ اس معیار پر پورے اُترتے ہیں' انہوں نے علوم دینیہ اپنے دور کے عظیم علماء حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ (بھکھی شریف) مولانا محمد نواز نقشبندی اور ملک المدرسین مولانا علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حاصل کئے۔ کافی عرصہ جامعات بغداد شریف میں پڑھتے رہے اور پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ

Marfat.com

مدرس بھی ہیں اور خطیب بھی، وہ شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، وہ شیخ الحدیث بھی ہیں اور مناظر بھی، وہ جسمانی طور پر ہی نہیں، علمی اعتبار سے بھی قد آور شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت میں ان جیسے علماء کثرت سے پیدا فرمائے۔

گوجرانوالہ کی جامع مسجد رضائے مجتبیٰ، پیپلز کالونی میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ اسی مسجد میں "ادارہ صراطِ مستقیم" کے زیر اہتمام رمضان المبارک میں درس قرآن کا اہتمام کیا گیا، چونکہ ان کے دروس معقول، مدلل اور معلوماتی ہوتے ہیں اس لئے احباب نے نہ صرف انہیں ریکارڈ کیا، بلکہ انہیں نقل کر کے شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا، مقام مسرت ہے کہ ان کے چھبیس دروس کو یکجا کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ صرف عوام ہی کیلئے نہیں بلکہ نوجوان علماء کیلئے بھی کارآمد ثابت ہوگا۔

۹ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ، ۳ ستمبر ۲۰۰۶ء　　　　محمد عبدالحکیم شرف قادری

Marfat.com

میزان حروف

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ایک سنجیدہ اور متین سکالر

ملک محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز

صدر کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، عہدِ حاضر میں منفرد حیثیت اور مرتبہ و مقام کے حامل ایک مخلص، محنتی اور ذی شعور دینی اسکالر ہیں۔ جن کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے بیک وقت بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ بے مثال مدرس ہر دلعزیز خطیب، سنجیدہ اور متین قلمکار، غیر جانبدار محقق، منصف مزاج مفتی، بیسیوں کتب کے مصنف، حاضر جواب مناظر، دردِ دل رکھنے والے مبلغ و مصلح اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ وہ تعلّق داریاں نبھانا جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ بھکھی شریف (منڈی بہاؤالدین) گوندل فیملی کی ایک پارسا شخصیت صوفی غلام سرور صاحب کے بیٹے ہیں۔ زہد و تقویٰ اور ذوقِ عبادت انہیں اپنے عہد کے عظیم بزرگوں حضرت حافظ الحدیث مولانا پیر سیّد محمد جلال الدین شاہ صاحب مشہدی، حضرت شیخ الاسلام قائدِ اہلسنت مولانا امام شاہ احمد نورانی قدس سرہ کی خدمتِ بابرکت میں رہنے سے نصیب ہوا۔ وہ پاک سر زمین پر انقلاب نظامِ مصطفیٰ ﷺ، اتحادِ اہلسنت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے، اصلاحِ معاشرہ اور پاک سرزمین کو مغربی تہذیب اور نام نہاد روشن خیالی کی یلغار سے محفوظ رکھنے کیلئے ہمہ وقت مصروف جہد رہتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بلا شبہ ایک ہشت پہلو شخصیت کے مالک ہیں۔ میں نے انہیں بہت قریب سے تو نہیں لیکن خاصا قریب سے دیکھا ہے وہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسا دین کے کسی حقیقی نمائندہ کو ہونا چاہئے۔

وہ شاعر بھی ہیں اگر چہ اس فن میں مزید ریاضت کی ضرورت اور کمال کے حصول کیلئے مزید محنت کی اہمیت سے انکار نہیں بہر حال وہ اچھے شاعر ہیں اس بات سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ شعری لطافتوں کو چھوڑ کر حکمت و دانش کی ریاضتوں کو شعر کی خصوصیّت بنانا کوئی معمولی کام نہیں جبکہ حضرت آصف جلالی یہ کام بخوبی اور کثرت کیساتھ سرانجام دیتے ہیں بلکہ میرا خیال ہے وہ اپنے شعبے کے بنجر ماحول میں بادِ صبا کے دلکشا جھونکے کی طرح ہیں۔ ان کے کلام میں رنگِ تغزل غالب ہے پڑھنے کا انداز اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ تقریر سے قبل مشاعرے کا سا سماں بَرپا کر دینا بھی تو کوئی معمولی بات نہیں ہوتی لیکن وہ ایسا بھی کر گزرتے ہیں۔

ان کی شاعری ایسے ہی منصّہ شہود پر آرہی ہے جس طرح زمین پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ ان کرنوں میں حدّت، بیداری، جلال اور جمال سب کچھ ہوتا ہے۔ جلالی صاحب کے پُر جلال کلام میں بھی یہ سب کچھ محسوس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جلالی صاحب کے وقت کا سب سے زیادہ مصرف علوم دینیہ کی درس و تدریس ہے بالخصوص درسِ نظامی کی تدریس میں وہ بھکھوی اور بندیالوی طریق کا سنگھم، رضوی اور خیر آبادی سلسلے کے حسین امتزاج ہیں آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے کثیر دینی، ملّی اور مسلکی مشاغل کے باوجود فارغ التحصیل ہونے کے

Marfat.com

بعد کریما سے لیکر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی پڑھایا ہے اور مسلسل پڑھا رہے ہیں گذشتہ سال آپ کے تلامذہ کی پہلی کھیپ چالیس کی تعداد میں جامعہ جلالیہ سے دورۂ حدیث مکمل کر کے فارغ ہوئی۔ جو ملک کے طول وعرض میں تدریس وتبلیغ اور اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں مولانا محمد عابد جلالی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا محمد اکرم جلالی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا فیض الرسول نورانی مدرس جامعہ دارالقرآن غازی آباد لاہور، مولانا عابد حسین غزالی مدرس جامعہ عثمانیہ لاہور، مولانا محمد اعظم اشرفی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا شفیع اللہ مدرس جامعہ چشتیہ رضویہ پہاڑ پور سرحد (لکّی مروت سرحد) صاحبزادہ محمد انوار حاشمی مدرس جامعہ حنفیہ انوار القرآن سکندر آباد میانوالی، مولانا شبیر احمد مدرس جامعہ سیفیہ ایبٹ آباد، مولانا محمد آصف نعمانی مدرس جامعۃ الامام ابی حنیفہ لاہور، وغیرہ شامل ہیں۔

مزاح خامی نہیں خوبی ہے مزاح سے انسان تازہ دم ہو جاتا ہے گھٹن اور تھکان ختم ہو جاتی ہے ماحول میں دلچسپی اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر جلالی کے مزاج میں مناسب مقدار میں مزاح بھی پایا جاتا ہے۔ وہ مزاح کو مذاق نہیں بننے دیتے خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب مزاح کو مذاق بنا دیا جائے۔ مزاح سے شگفتگی اور مذاق سے خفگی کی کیفیات جنم لیتی ہیں۔ مزاح، سچی اور گہری بات کا حامل جبکہ مذاق سطحی نوعیت کی ایک شئے ہے ڈاکٹر جلالی بڑے پُروقار انداز میں بڑی آسانی کے ساتھ، مزاح مزاح میں بڑی گہری بات کر کے آگے گزر جاتے ہیں یوں وہ یاروں کے یار بلکہ یاروں کی بہار بن کر اپنی ہردلعزیزی اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ

Marfat.com

کرتے چلے جارہے ہیں۔

بڑا پن یہ ہے کہ بڑا ہونے کے باوجود اپنی بڑائی کو انکساری کے ساتھ تبدیل کیا جائے۔ بہت سارے علم سے کورے ڈھینگیں مارتے تو اکثر دیکھے جاتے ہیں۔لیکن میں نے ڈاکٹر جلالی کو ''صراحی سرنگوں ہوکر بھرا کرتی ہے پیمانہ'' کی اقبالی نصیحت پر بڑی سختی سے اکثر عمل پیرا دیکھا ہے۔ وہ ایک دیہاتی بلکہ خالص ''پینڈو'' آدمی ہیں اس لئے رواداری کے تمام تقاضے ہمہ وقت انکے پیش نظر رہتے ہیں۔ وہ موجودہ گئے گزرے دَور میں نئی نسل کا بھرم ہیں۔

ان کی اضافی خوبی یہ بھی ہے کہ ان کا مشائدہ بہت تیز ہے اور اپنے مشاہدے کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کر دینے کا کمال بھی رکھتے ہیں۔اپنی پوری بات کو پوری تاثیر کے ساتھ چند لفظوں میں بیان کر دینا بڑا کمال ہے۔تصنیف وتالیف کی دنیا میں بھی ان کا کام لائق ستائش اور قابل داد ہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ''توحید باری تعالیٰ'' کے موضوع پر اپنے استادِ محترم مفتی بغداد بحر العلوم حضرت علامہ عبدالکریم محمد المدرس کے نہایت مدلل اور ایمان افروز مضمون کا اُردو ترجمہ کیا۔ سرزمین عراق پر اپنے قیام کے دوران مشاہدہ ومطالعہ اور تحقیق کے بعد آپ نے اس حوالے سے تحریر ''سرزمین عراق میں عید میلاد النبی ﷺ'' اور ساتھ ہی ''میلاد النبی کی شرعی حیثیت مع امارات میں عید میلاد النبی ﷺ'' مرتب کیں جو اپنے موضوع پر نہایت جامعیت کی حامل ہیں اور عوام وخواص کے لئے نفع کا باعث ہیں۔

''یورپ میں اسلام کے پھیلتے ہوئے اثرات مع صیہونی دہشت گردی

Marfat.com

کی تاریخ سے چند صفحات'' کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلّم لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے فاضل مولف کی دلچسپی، سوچ اور فکری صلاحیت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے عالم دین کی نظر زمانے پر ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہے تا کہ دینی اسکالرز زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر بات کر سکے اور وہ موثر ہو۔

''علوم غیب مصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے جذبہ عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشاری کے عالم میں کتابچہ اس زمانے میں لکھا جب آپ بھکھی شریف میں استاذ العلما شیخ العرب والعجم امام المناطقہ مولانا ملک عطا محمد بندیالوی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں رہ کر حصولِ علم میں مصروف تھے۔ گویا زمانہ طالب علمی کی حسین یادگار بھی ہے اور حضور رسول رحمت ﷺ کے عطائی علم غیب پر ایک عمدہ کوشش وکاوش ہے جو عقیدے اور عقیدت کا حسن ظاہر کرتی ہے۔ ''امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق'' محبت عقیدت، علم اور تحقیق میں لپٹی روح پرور تحریر ہے۔

عشرہ مبشرہ کا ذکر نہایت دلنشین انداز میں کیا اور اسے ''جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے نام شائع کیا گیا۔

''چٹا گانگ میں چند روز اور تذکرہ شیر بنگال'' اپنی جگہ پر مستقل سفرنامہ ہے اور بہت عمدہ سفرنامہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت شیر بنگلہ قادری سیّد عزیز الحق شاہ قدس سرہ، کے احوال وآثار پر بھی کام ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے موضوع پر معلومات کا عظیم خزانہ ہے۔

''فہم دین کورس'' جو ماہ صیام میں منعقد کئے جاتے ہیں ان کو کیسٹوں سے

Marfat.com

اتار کر غالباً چھ حصوں میں شائع کیا گیا ہے جن میں فہم زکوٰۃ، منصب نبوّت اور عقیدۂ مومن، محبتِ الٰہی اور اس کی چاشنی، فہم دین اور ہماری ذمّہ داریاں خاصی اہمیت کی حامل ہیں اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک، پیپلز کالونی گوجرنوالہ کے چیئرمین شیخ محمد سرور اویسی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کہ ساری کتب انہوں نے بڑے اہتمام سے شائع کی ہیں۔ شیخ محمد سرور اویسی کا ذوق اشاعت و طباعت ہے کہ انہوں نے جو بھی کتاب شائع کی اس کے آخر میں دو تین تین مختلف موضوعات کے حامل مضامین بھی شاملِ اشاعت کر دیئے ہیں۔ اس سے اتنا ضرور ہوا ہے کہ مختلف مضامین چھپ کر محفوظ ہو گئے

ڈاکٹر محمد آصف جلالی جو کہ اکثر لکھنے پڑھنے میں ہی مصروف رہتے ہیں آپ نے بلاشبہ اب تک سینکڑوں موضوعات پر قلم اٹھایا اور علمی مواد کو جمع کیا، تحقیق کا حق ادا کیا اور مذہب مہذّب اہلِ سُنت و جماعت کی وکالت کا فریضہ نبھایا۔

آپ نے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کئے اور آپ کے خطابات سے خلق خدا کو دور دور تک فائدہ ہوا جس میں متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، ھانگ کانگ، قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بہترین مناظر بھی ہیں انہوں نے زمانۂ طالب علمی سے ہی میدانِ مناظرہ میں قدم رکھا اب تک متعدد بھر قابلِ ذکر کامیاب مناظرے کر چکے ہیں فقہ حنفی ان کا خاص موضوع ہے۔ ”فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات“ جہاں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی بہترین کاوش ہے وہاں فنِ مناظرہ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کے لئے مینارۂ نور اور چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

Marfat.com

منڈی بہاؤالدین (پنجاب) کے قریب میں موضوع مرالہ ہے وہاں ڈاکٹر جلالی نے "دعا بعد از نماز جنازہ" کے موضوع پر ایک تاریخ ساز اور فیصلہ کن مناظرہ کیا جو آپ کے زمانہ طالب علمی کے مناظروں میں سے اہم مناظرہ ہے۔ جبکہ زمانہ طالب علمی ہی میں ملنوالی کلاسکے گوجرنوالہ میں رفع یدین پر تاریخی مناظرے میں فتح حاصل کی۔

آپ فتنہٗ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تحریر و تقریر دونوں محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس حوالے سے ایک خالص علمی نوعیّت کا کردار ادا کیا آپ نے اس فتنہٗ کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے عملی جوابات دیئے۔

"ظہور امام مہدی علیہ اسلام مع رفع حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور قادیانی" کے نام سے کتابچہ اپنی نوعیّت کے منفرد کاوش ہے۔ آپ نے معجزہ مصطفیٰ ﷺ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات و افکار کے حوالے سے "امام اعظم بحیثیت بانی فقہ" خالص علمی و تحقیقی انداز میں کتاب کی تالیف کی۔ "خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام" کے عنوان سے ان کی کتاب اپنے موضوع پر منفرد شان کی حامل ہے اور خاصے کی شئے ہے۔ "نمازِ تراویح ۲۰ رکعت" کے اثبات میں خوب کتاب لکھی۔ ان کی تازہ کتاب "ربطِ ملت اور اہلِ سُنّت و جماعت کی ذمہ داریاں" اپنی جگہ پر دعوتِ فکر و عمل ہے۔

"محبت ولی کی شرعی حیثیّت" تصوّف سے محبت رکھنے والوں کے لئے تو خاص تحفہ ہے جبکہ عامۃ المسلمین کے لئے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والی بہترین کتاب ہے۔ ان کی تقریریں جس کے ماحول میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور

پھوار کی طرح ہیں ان کے سامعین ان جھونکوں اور پھوار کو آبشار بنتا دیکھتے ہیں۔ اور خوب محفوظ و مستفید اور مستفیض ہوئے ہیں۔

میرے استاد اور محبوب شاعر و قلمکار مخدوم محترم ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی نے ایک دفعہ کہا تھا ''توحید اور رسالت کے امتزاج سے وہ تکمیل میسر آتی ہے جو بندہ مومن کے سراپے میں انقلاب آفرین دلآویزی پیدا کر دیتی ہے۔'' ڈاکٹر جلالی جب توحید و رسالت کے عنوانات سے گفتگو کرتے ہیں۔ تو واقعی وہ انقلاب آفرین ولآویزی محسوس ہوتی ہے۔ جو اس موضوع کا ہی خاصہ ہے۔

ان کا وجود اہلسنت بلکہ اہلِ اسلام کی عزت ہے۔ ہمارا معاشرتی ماحول خاصا افسوس ناک ہے۔ آج جبکہ کسی باعزت شخصیّت کے وقار کو بحال رکھنا ایک مسئلہ ہے خدا خیر کرے۔ بدگمانیاں، الزام تراشیاں' جیلسی پن' پتہ نہیں کیا کیا گُل کھلائے گا ؟ ایسے ماحول میں ڈاکٹر محمد اشرف جلالی کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ان کا نام وقار کا استعارہ ہے۔ میرے ان الفاظ میں نہ تو کوئی بناوٹ ہے اور نہ ہی یہ الفاظ کسی تکلف کا ثمرہ ہیں۔ بلکہ میرے دل کی آواز ہیں جو قلم کے ذریعے قرطاس پر بکھر رہے ہیں خداوند متعال اس عظیم فرد کو ہر حاسد کے حسد اور بدنیّتوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔

آپ ''ادارہ صراط مستقیم'' کے پلیٹ فارم سے جگہ جگہ درسِ قرآن اور فکرِ آخرت کانفرنسز میں مصروف رہتے ہیں آپ کی تقریباً دو ہزار موضوعات پر مشتمل آڈیو، اور ویڈیو کیسٹس اور سیڈیز ملک میں اور بیرون ملک میں پھیل چکی ہیں۔ آپ کی ویب سائٹ ''صراطِ مستقیم'' کے نام سے پوری دنیا میں پیغامِ حق سنا رہی ہے۔

Marfat.com

مفسرِ قرآن مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور کے پرنسپل اور شیخ الحدیث ہیں۔ علم واہل علم سے ان کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے کیوں نہ ہو وہ ماضی قریب میں برصغیر کے عظیم مدرس وفقیہ اور ولیٔ کامل حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد پیر سیّد جلال الدین شاہ قدس سرہ بانی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے براہِ راست مرید باصفا ہیں اور انہی کے تربیّت یافتہ ہیں۔ بلکہ ڈاکٹر جلالی صاحب کو حضرت حافظ الحدیث کی کرامت کہا جاتا ہے۔ گیارہ سال آپ نے عظیم درس گاہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حاضرہ کر اکتسابِ فیض کیا۔

قرآن کریم کے ساتھ ان کا تعلق بڑا مستحکم ہے۔ اور انہیں خدا کی کتاب کے ساتھ دلی محبت ہے۔ انہوں نے فقط سات ماہ کی قلیل سی مدّت میں قرآن کریم حفظ کیا اس کے بعد مسلسل مصلیٰ سناتے رہے اور اب تک ۲۲ مصلّے سنا چکے ہیں۔ جامعہ پنجاب سے عربی میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے زیر اہتمام الشہادۃ العالمیہ کے امتحان میں پورے پاکستان کو ٹاپ کیا۔ قائدِ اہلسنت شیخ الاسلام حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی قدس سرہ کے فرمان اور ایماء پر مدرسہ قادریہ بغداد شریف (عراق) حصولِ علم کے لئے گئے۔ وہاں انہوں نے مختلف یونیورسٹیوں کے اصحابِ علم فضل سے استفادہ کیا متعدد لائبریریوں اور مخطوطات کے مراکز میں تحقیق و تدقیق کے مراحل طے کئے بہت سی روحانی درگاہوں میں زیارت و فاتحہ کے ساتھ مطالعہ کتب کا اہتمام کیا اور انٹرنیشنل مفکرین اور سکالرز سے اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا انہوں نے مستنصریہ یونیورسٹی بغداد شریف

سے جدید عربی میں ڈپلومہ کیا اور وہاں پر اپنی برتری کو برقرار رکھتے ہوئے اوّل پوزیشن حاصل کی نیز آپ نے سرزمینِ عراق میں علم وفن کی اتھارٹی حضرت مفتی شیخ عبدالکریم محمد المدرس قدس سرہ کے حلقے میں دربارِ غوث اعظم میں خوب اکتساب کیا اور دیگر وظائف اور رُوحانی اجازتوں کے علاوہ بالخصوص اجازت تدریس علوم سے نوازے گئے۔ جو شیخ نے اپنے بہت ہی کم شاگردوں کو دی ہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے عربی ادب میں فقہ حنفی کے مخطوط پر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ ممتاز ماہرِ تعلیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ان کے ایڈوائزر رہتے تھے۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ بغداد معلیٰ میں حضور پُرنُور غوث العالمین غوث الثقلین میراں محی الدّین سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے آستانہ مبارکہ پر نمازِ تراویح میں پورا قرآن سنایا۔ جو حضرت محبوب سبحانی غوثِ صمدانی سیّدنا غوث الانس والجان رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کی قبولیّت کی بین دلیل ہے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہویں والے پیر کے دربار میں گیارہواں مصلیٰ سنایا۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اہلِ زبان کی طرح عربی بولتے ہیں۔ انہیں عربی زبان وادب پر پوری طرح عبور حاصل ہے انہوں نے کئی کتابوں کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور عربی زبان میں متعدد آرٹیکل ہیں۔ عرب دنیا سے جب بھی کوئی معزز مہمان اس پاک وطن کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ترجمانی کے لئے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کو دعوت دی جائے۔

آپ بریلی شریف کی تجلی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کی تعلیمی خدمات کا ایک حوالہ ہیں۔ آپ کو اگرچہ فاضل بغداد شریف بھی کہا جاتا ہے۔ مگر

Marfat.com

بقول آپ کے آپ تعلیمی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے "میڈان جامعہ محمدیہ" ہیں۔ اور حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کے عظیم المرتبت صاحبزادگان جناب حضرت پیر سیّد مظہر قیوم مشہدی، حضرت پیر سید محمد محفوظ مشہدی اور حضرت پیر سید محمد عرفان مشہدی صاحب کی طرف سے تکمیلِ علوم کے سلسلہ میں سرپرستی پر ممنون ہیں اور انکے نہایت معتمد گردانے جاتے ہیں۔

ہمارا بھائی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی بہت زیادہ پڑھتا ہے۔ مجھے خورشید گیلانی نے ایک دفعہ بتایا تھا کہ "میں نے شاید زندگی میں اتنی روٹیاں نہیں کھائی ہوں گی جتنی کتابیں پڑھ لی ہیں" میں ڈاکٹر جلالی کے معاملہ کو بھی مطالعہ کے باب میں اس سے مختلف نہیں سمجھتا۔

وہ مقبولیت اور احترام کے مشترکہ سرحدوں کے مسافر ہیں۔ وہ ایک وسیع الظرف، مہمان نواز اور دل کے غنی انسان ہیں۔ عصری تقاضوں سے خوب آشنا ہیں۔ اور گروہ بندیوں اور دھڑے بندیوں کے ماحول میں ایک واضح مؤقف رکھنے کے باوجود ڈاکٹر صاحب تمام سُنی طبقات میں برابری کی بنیاد پر ایک محترم مقام کے حامل ہیں۔

الحمدللہ ان کا حافظہ، کمال حافظہ ہے اور نا قابلِ یقین حد تک ان کی یاداشت بے مثال ہے۔ ڈاکٹر جلالی کی آواز تو دلوں سے ہمکلام ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ منبر ومحراب، مسندِ تدریس اور سجادہ کی آبرو ہیں۔ ان جیسے چند افراد مزید تیار کر لئے جائیں تو معاشرتی سطح پر اندھیرے ٹھکانے لگ جائیں اور عہدِ زوال اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ میری رائے ہے کہ ڈاکٹر جلالی کے قلم سے ٹپکنے اور اس کی زبان سے ادا

Marfat.com

ہونے والے الفاظ نہ صرف یہ کہ محبوب بن جاتے ہیں بلکہ وہ امر ہو جاتے ہیں میں نے لوگوں کو ان کے الفاظ کو محفوظ کرتے دیکھا ہے۔ اور واقعی ڈاکٹر جلالی کی باتیں اس قابل ہیں کہ انہیں محفوظ کیا جائے کیوں کہ انکی باتیں انکی ہی نہیں بلکہ دین، معاشرہ، ملک، ملّت اور اُمّت ہی سے متعلّق اسلامی مؤقف کی ترجمان باتیں ہیں جن کا ابلاغ ہمارا دینی وقومی فریضہ ہے۔ اب ان کے دروس قرآن کو ''فہم دین'' کے نام سے شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ جو پوری قوم کے لئے خوش آئند ہے۔ جناب ڈاکٹر آصف جلالی صاحب کے لئے کہوں گا کہ

جب بھی دیکھا تجھے عالم نو دیکھا ہے مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ موصوف کی سعی کو اپنی بارگاہ عالی جناب میں شرفِ قبول بخشے اور ملّت واُمّت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

غبار راہِ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور

صدر۔ کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان

۱۰ ستمبر ۲۰۰۶

اسلامک میڈیا سنٹر لاہور

0300-9429027

Marfat.com

باب نمبر 1

فہمِ دین اور ہماری ذمہ داریاں

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَحْمَدُکَ اَللّٰھُمَّ یَا مُجِیْبَ کُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

(پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۲)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ اَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ اور حضور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سیدِ سرورا ں، حامیِ بیکساں، ختم الرسل، مولای کُل، احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد اربابِ فکر ودانش نہایت ہی معزز و محتشم سامعین حضرات!

Marfat.com

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ماہ رمضان المبارک کی نورانی صبح میں حضرات وخواتین کو "ادارہ صراط مستقیم" کے زیر اہتمام "بھٹی میرج ہال" میں فہم دین کورس کے پہلے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام کا آنا اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جن حضرات نے "فہم دین کورس" کیلئے کوششیں کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے۔ رحمت کے دروازے کھل چکے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور شیطانوں کو جکڑا جا چکا ہے۔ وجد وسوز کے ماحول میں موسم بہار اور تقویٰ و پرہیز گاری کی ہواؤں میں آج ہم اس تاریخی پر وقار اور روحانی پروگرام کا اللہ کے نام سے آغاز کر رہے ہیں۔

وہی مالک و مولیٰ اور ہمارا خالق اور پروردگار ہمیشہ جس کے نام کی برکت سے ہی ہر دور میں چراغاں ہوا اور ہر اچھا کام اس کے نام سے شروع کیا جاتا ہے اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے تمام امور اختتام کو پہنچتے ہیں۔ رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت عافیت کے ساتھ یہ پروگرام سننے سنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ساتھ اس پروگرام میں انٹرنیٹ پر پوری دنیا میں حاضرین و ناظرین شریک ہیں۔ رب ذوالجلال ان کی نیک تمناؤں کو پورا فرمائے اور ہم سب کو فہم دین کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین

میں نے قرآن مجید کی سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے اور یہی آیت کریمہ ہمارے آج کے موضوع کی روشنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

تا کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں۔

محترم حضرات وخواتین:

آج کے درس میں جو ہمارا موضوع ہے اُس کے دو حصے ہیں۔ ''فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں''۔ پھر فہم دین دو لفظوں سے مرکب ہے ایک فہم ہے اور دوسرا دین ہے۔ دین کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک اصطلاحی معنی ہے۔

۱۔ پہلے ہم دین کی لغوی واصطلاحی تعریف کرتے ہیں۔

دین کا لغوی معنی: عادت، جزاء، مکافات، فیصلہ، طاقت اور سر تسلیم خم کرنا دین کا اصطلاحی معنی ہیں۔

قَانُوْنٌ سَمَاوِيٌّ سَائِقٌ لِذَوِي الْعُقُوْلِ اِلَى الْخَيْرِ بِالذَّاتِ

دین سماوی قانون کو کہتے ہیں جو عقلمندوں کو خیر بالذات کی طرف چلا کے لے جائے۔ اور وہ آسمانی قانون جو ذوی العقول کی خیر بالذات کی طرف رہنمائی کرے اور اُن کو خیر بالذات کی طرف لے جائے۔

كَالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ النَّازِلَةِ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(دستور العلماء ۱/ ۱۱۸)

Marfat.com

جس طرح کہ احکام شرعیہ جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں۔ یہ انسانوں کی خیر بالذات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے انسان جس وقت ان احکام کو سمجھ لیتا ہے اور پھر عمل کرتا ہے تو اُس کو خالق کائنات دونوں جہانوں کی بہتریاں عطا فرما دیتا ہے۔

دین، ملت اور شریعت قریب قریب معانی رکھنے والے الفاظ ہیں۔ ہم جس وقت لفظ دین بولتے ہیں تو اُس سے مراد خاص دین ہوتا ہے۔

ویسے تو کوئی بھی جس کا ضابطۂ حیات اچھا ہو یا بُرا ہو اُس پر دین کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ لیکن فہم دین میں ہم جس لفظ دین کو اپنے اِس شعار میں رکھے ہوئے ہیں۔

اس دین سے مراد وہ لفظ دین ہے جو قرآن مجید میں یوں بولا گیا:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

خالق کائنات جل جلالہٗ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اسلام کو جو دین کی حیثیت سے بیان کیا گیا تو یہ تمام شعبہ جات پر محیط ہے۔ پوری تاریخ کہ اس کا تعلق علوم کے لحاظ سے ہے یا اعمال کے لحاظ سے ہے یا عبادت نظریات کے لحاظ سے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب کو لفظ دین جامع ہے اس واسطے ہمارا سبق فہم دین کورس ہے کہ جس میں ہم تمام شعبہ جات جن پر دین محیط ہے اور وہ قرآن وسنت کے احکام کا گلدستہ جس کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُس میں اس موقعہ پر مختلف ایام میں اہم موضوعات میں سے تھوڑا تھوڑا سیکھیں گے اور انشاء اللہ

Marfat.com

آگے یہ سلسلہ چلتا اور بڑھتا چلا جائے گا۔

فہمِ دین اور ہماری ذمہ داریاں:

فہم کا لفظ تو بالکل آسان سا ہے کہ دین کو سمجھنا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

سب سے پہلے فہم دین کیلئے جو ذمہ داری ہے وہ گھر سے نکلنا ہے۔ فہم دین کیلئے سفر کرنا ہے اور فہم دین کے شوق میں قدم اٹھا کر فہم دین کی منزل کی طرف رواں دواں ہونا ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ایک گروہ نکلے۔

نَفَرَ اسی سفر کو کہتے ہیں یعنی گھر سے نکلنا اور بالخصوص دین متین کے حصول کیلئے اور سمجھ کیلئے اور تعلیم کیلئے سیکھنے کیلئے سفر کرنا۔

فہم دین میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

سب سے پہلی ذمہ داری:

فہم دین کیلئے سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے آرام وسکون کو چھوڑ کر اور اپنے گھر کی مصروفیات کو چھوڑ کر فہم دین کیلئے تھوڑی بہت صعوبتیں برداشت کرنا اور فہم دین کیلئے گھر سے نکلنا ہے۔

آج ہمارے لئے تو یہ بطور سعادت چند قدم رہ گئے کہ گھروں سے نکلیں اور فہم دین کیلئے ایک جگہ پر پہنچیں لیکن ہمارے اسلاف نے اس سلسلہ میں کئے مہینے سفر کیا اور مہینوں کے سفر سے اُن کا شوق ماند نہیں پڑا بلکہ مسلسل سفر کرنے سے اُن کو لذت

Marfat.com

محسوس ہوئی اور فہم دین کیلئے انہوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ وقف کر دیا۔

یہاں تک کہ بخاری شریف ۱/۱۷ میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مہینے کا سفر صرف ایک حدیث کیلئے کیا وہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک حدیث پڑھنے کیلئے پہنچے۔ ایسی درجنوں نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں کہ جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس امت نے فہم دین کیلئے کتنی صعوبتوں والے سفر طے کئے اور بلآخر انہوں نے اپنی منزل کو پالیا تو فہم دین کیلئے سفر کرنے میں کتنی عظمتیں ہیں اور اُس کے اندر کتنا عروج ہے اس کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلم شریف میں یہ فرمان موجود ہے۔

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم ص ۳۲)

''جو بندہ ایسے راستے پر چلے کہ جس میں علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے اس راستے کی وجہ سے جنت کی طرف جانے والا راستہ آسان کر دیتا ہے''۔

فہمِ حدیث:

جو بندہ دنیا کے مقصد کیلئے نہیں علم کے حصول کیلئے ایک رستے پہ چل نکلا تو اللہ اُس کے ان قدموں کی وجہ سے اُس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرمائے گا۔

یہ قدم جو اٹھا کے دنیا میں گلی میں چلا محلے کی سڑکوں پہ چلتا ہوا دین کے علم کے حصول کیلئے نکلا تو اگرچہ یہ اُس کیلئے کوئی ایسی دشواری نہیں تھی لیکن اُدھر جنت کا راستہ کتنا مشکل ہے وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک راستہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جس بندے کو یہ مقصود ہو کہ وہ جنت میں آسانی سے داخل ہو جائے پل صراط پر چلتے ہوئے اُسے کوئی مشکل نہ ہو۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ اور اپنا مکان تلاش کرنے میں اُسے کوئی الجھن نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ طلب علم کیلئے سفر کرے تو اللہ ان قدموں کی وجہ سے اُس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔

آج آپ نے اس سلسلہ میں تھوڑا سا سفر کیا اگرچہ ہمیں اسلاف کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں ہے کہ انہوں نے جگر پگھلایا' سواریاں تھکائیں اور پھر انہوں نے ایسا مقصد حاصل کیا۔

اب اللہ کے فضل سے ہمارے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں لیکن پھر بھی نیند چھوڑ کے گھر سے نکلنا آرام چھوڑنا اور اپنے دل کو سہارا دے کر فہم دین کی طرف چلے آنا مشکل ہے۔ اس پر آسانی کتنی بڑی ہے یہ دنیا کا راستہ اس پر چلنا اور اس کو کراس کرنا تو آسان سا ہے لیکن جنت کا راستہ بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

سَهَّلَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ اُس بندے کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا' جو دنیا میں فہم دین کیلئے' دین پڑھنے' کیلئے قدم اٹھا کے نکلے گا اور چلے گا۔ تو اس واسطے یہ پہلی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آپ نے یہ سفر کیا اور میری یہ گذارش ہے حضرات وخواتین سے کہ ابھی آپ نے اس سبق کے آغاز میں جو لذت محسوس کی ہو گی اس سے کہیں زیادہ روشنی اور لذتیں آگے ہیں اور دنیا میں' مشکلات اور مصیبتیں بھی درمیان میں آسکتی ہیں لیکن اس پر جو اجر ملنے والا ہے وہ بہت بڑی آسانیوں کا اجر ہے وہ جنت کہ جس

Marfat.com

کے بارے میں لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں اور وہاں تو بندہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہ راہ علم کا فیضان ہے کہ جو بندہ اس پہ چلتا ہے اللہ اُس کیلئے جنت کی راہیں بالکل آسان کر دیتا ہے۔

یہاں تک حدیث میں آتا ہے کہ وہ بندہ دنیا میں اپنے گھر کو اتنا نہیں پہچانتا جتنا جنت میں اپنے گھر کو آسانی سے پہچان لے گا کسی بندے کے بتائے بغیر فوراً جنت میں اپنے محل میں پہنچ جائے گا۔

اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں:

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر کبیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عُتَقَاءِ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ

جس بندے کو یہ شوق ہے کہ وہ جہنم سے آزاد بندوں کی زیادرت کرے۔

فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْمُتَعَلِّمِيْنَ (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

اُس کو علم دین ڈھونڈنے والوں کی زیارت کر لینی چاہیئے۔

جو دین کی طلب میں گھر سے نکلے ہیں اور جن کو دین پڑھنے کا شوق ہے۔ اور دین پڑھنے کا ذوق ہے یہ لوگ عتقآء من النّار ہیں۔ ان کو جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے تو جس کو جہنم سے آزاد لوگوں کی زیارت کا شوق ہو اُسے ایسے لوگوں کی زیارت کرنی چاہیئے تو دین کے حصول کیلئے نکلے ہیں۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھا کے کہا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے:

مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ اِلٰی بَابِ عَالِمٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ. (تفسیر کبیر،۱/۲۱۰)

ہر وہ شخص جو علم کے حصول کیلئے کسی عالم دین کے پاس جاتا ہے

یَخْتَلِفُ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آتا ہے اور جاتا ہے۔

دونوں سفر وہاں پہنچنے کا بھی اور واپس آنے کا بھی۔

ان دونوں اسفار میں اُن کو کیا ملتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

میرا رب اُس کو ہر قدم پر ایک سال کی بندگی کا ثواب دیتا ہے۔

عِبَادَۃَ سَنَۃٍ سال کی بندگی کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

راہِ علم میں اٹھنے والے قدم کتنے بابرکت ہیں۔ دین کے شوق میں گھر سے نکلنا کتنی بڑی سعادت ہے۔ ان کو اس لئے جہنم سے آزاد قرار دے دیا گیا کہ ایک ایک قدم پر سال کی بندگی کا ثواب مل رہا ہے اور صرف یہ ہی نہیں۔

بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بَنٰی لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے جتنے بندوں نے دین کو سیکھنے کیلئے قدم اٹھائے ہیں اور جتنی خواتین دین کے حصول کیلئے باپردہ ہو کر دین کے شوق میں گھر

Marfat.com

سے نکلی ہیں اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ان کے ہر قدم پر ایک شہر آباد کرو۔

مَدِيْنَةً فِي الْجَنَّةِ

جنت میں اُن کیلئے ایک شہر آباد کردو اور ایک شہر تعمیر کردو۔ پھر فرمایا:

يَمْشِيْ فِي الْاَرْضِ تَسْتَغْفِرُ لَهُ

کتنے مبارک قدم ہے کہ جب بندہ چلتا ہے آتے وقت اور جاتے وقت زمین پہ قدم رکھتا ہے تو زمین نیچے سے اس بندے کیلئے گناہوں کی معافی مانگتی ہے جب قدم اٹھاتا ہے پھر بھی وہ گناہوں کی معافی مانگتی ہے۔ یہ بندے کیلئے آٹومیٹکلی کتنی نیکیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کو آتے وقت اور جاتے وقت صرف علم کا شوق ہے باقی یہ سفر یقیناً کعبہ کی طرف نہیں۔ اس کا یہ سفر مسجد اقصیٰ کی طرف نہیں لیکن کتنا بابرکت سفر ہے کہ ہر قدم پر نیچے سے زمین کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ اُس کیلئے دعائیں مانگ رہی ہے جتنے قدم زیادہ اٹھا کے آئے گا اتنی دعائیں زیادہ ہونگی اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو مامور کردیا کہ تو نے اس کا بوجھ بھی اٹھانا ہے اور دعائیں بھی کرنی ہیں یہ بندہ یا خاتون ان کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے محض اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام سننے کیلئے اور ظلمتوں اور اندھیروں میں اسلام کی روشنی عام کرنے کیلئے انہوں نے عزم قصد اور ارادہ کرلیا ہے تو خالق کائنات نے اُن کو یہیں سے عظمتیں عطا فرمانا شروع کر دی ہیں۔ ہر قدم پر جنت میں شہر آباد ہو رہا ہے اور زمین پہ جب قدم رکھ کے چلا جا رہا ہوتا ہے تو زمین اُس کیلئے گناہوں کی معافی مانگ رہی ہوتی ہے۔

پھر اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

يُصْبِحُ وَيُمْسِيْ مَغْفُوْرًا لَهُ

پھر شان یہ ملتی ہے کہ جب ہر قدم پر زمین گناہوں کی معافی مانگ رہی ہے تو پھر بندے کے گناہ کہاں باقی رہ جائیں گے۔ صبح ہو یا شام بندے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔

يُصْبِحُ وَ يُمْسِيْ مَغْفُوْرًا لَهُ

صبح کے وقت جب دیکھا جاتا ہے تو بخشا ہوا ہوتا ہے اور شام کے وقت بھی بخشا ہوا ہوتا ہے یہ سارے انعامات راہ علم میں جانے کی وجہ سے بندے کو میسر آتے ہیں

شَهِدَتِ الْمَلَآئِكَةُ لَهُمْ بِاَنَّ هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ

اور فرشتے یہ گواہی دے رہے ہوتے ہیں کہ اے کائنات کی مخلوقات تم دیکھ لو یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے:

اس واسطے اس کو معمولی مقصد نہیں سمجھنا چاہیئے اور یہ معمولی مرتبہ نہیں ہے ۔آپ دیکھیں جب کوئی بندہ عمرہ شریف کیلئے جاتا ہے تو کتنے شوق سے اور حج ادا کرنے کیلئے جاتا ہے تو کس قدر شوق سے جاتا ہے۔ تو یہ بھی رمضان المبارک کی برکتوں سے کتنا مالا مال ہے۔ گھر سے نکلتے وقت بڑے شوق سے قدم اٹھاتے ہیں اور یہ سارے کا سارا سفر اس چاہت میں ہونا چاہیئے کہ مجھے سکون کیسے آئے گا اگر میری روحانی غذا جو روزہ کے باوجود مجھے مل رہی ہے نہ ملے گی تو مجھے چین کیسے آئے گا۔

اس واسطے پابندی کے ساتھ اس طرف بڑھنا ہے اور اس لذت و چاشنی کو محسوس کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس دین کے اندر رکھی ہیں۔

Marfat.com

پھر:

حضرت سیدعمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس سلسلے میں فرمان بھی موجود ہے:
فہم دین کی طرف سفر کرنے میں بندے کو کتنی عظمتیں ملتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الرَّجُلَ لِیَخْرُجَ مِنْ مَنْزِلِهٖ وَ عَلَیْهِ مِنَ الذُّنُوْبِ مِثْلُ جَبَلِ تِهَامَةَ. (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے علم کے حصول کیلئے تو اُس کے کندھے پر تہامہ پہاڑ کے وزن کے برابر گناہ ہوتے ہیں۔

چونکہ گناہ کا بوجھ غیر محسوس ہوتا ہے اگر بیدار خیال ہو تو محسوس بھی ہونے لگتا ہے۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جس وقت بندہ گھر سے نکلتا ہے تو اُس کے کندھے پر تہامہ کے پہاڑ جتنے گناہ ہوتے ہیں لیکن ہوتا کیا ہے؟

اِذَا سَمِعَ الْعِلْمَ

جب وہ علم کی بات سنتا ہے، علم صحیح کی قرآن وسنت کی بات سنتا ہے فہم دین کی بات سنتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاسْتَرْجَعَ عَلٰی ذُنُوْبِهٖ

اُس کا دل بیدار ہوتا ہے گناہوں سے تائب ہوتا ہے گناہوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

Marfat.com

وَانصَرَفَ اِلٰی مَنزِلِهٖ

وَلَیسَ عَلَیہِ ذَنبٌ (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

فرمایا ''جب وہ گھر واپس پہنچتا ہے تو ایک چھٹانک بھی گناہ کا اُس کے کندھے پر باقی نہیں رہتا۔

وہ تہامہ کے پہاڑ جتنے جو بندے کے کندھے پر گناہ تھے وہ سارے گناہ مجلس علم کی برکت سے جھڑ گئے۔

مجلس علم میں پہنچنے کے بعد صحت عقیدہ کی بنیاد پر اور قرآن وسنت کی حقیقی روشنی کی وجہ سے اُس کو نیکی کی چاشنی ملتی ہے اور گناہوں سے اُس نے توبہ کر لی جب آیا تھا تو کتنا بوجھل تھا کہ اُس کے کندھوں پر گناہوں کا پہاڑ تھا لیکن جب جا رہا ہے تو:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت امام رازی نے اس کو روایت کیا جب وہ گھر پہنچتا ہے تو تمام کے تمام گناہ اس کے کندھوں سے گر چکے ہوتے ہیں۔

وَلَیسَ عَلَیہِ ذَنبٌ

اس حال میں گھر پہنچتا ہے تو اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ اتر چکا ہوتا ہے۔ اتنا بہترین عمل ہے جس کو آج ہم شروع کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے محض معلومات میں اضافہ ہی نہیں ہوگا اس کی وجہ سے ہماری روح کو غذا ہی نہیں ملے گی۔ اس کی وجہ سے علمی ماحول میں بیٹھنے کی توفیق ہی نہیں ملے گی۔ بلکہ اتنا فائدہ ہوگا کہ وہ گناہ جو پہاڑ کی شکل اختیار کر چکے تھے اللہ کے فضل سے وہ گناہ گر جائیں گے اور بندے کے کندھے بالکل گناہوں سے خالی ہو جائیں گے۔ بندے کو ریلیف مل جائے گا اور اُس بندے کیلئے تقویٰ کا حصول بالکل آسان ہو جائے گا۔

Marfat.com

یہاں ایک لحہ کیلئے یہ بھی غور کر لیجئے۔

جب ہمارا یہ جزوی سا عمل اور تھوڑا سا عمل ہے تو اُس کیلئے بھی ہمیں ان احادیث سے اور آثار سے بڑے حوصلے مل رہے ہیں لیکن اُن لوگوں کا کتنا بڑا مقام ہے جو گھر سے نکلتے ہیں اور پھر دس دس سال تک پڑھتے رہتے ہیں۔ پڑھ کے پوری طرح علم کے سمندر پیتے ہیں پھر واپس اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو اس سلسلے میں بھی ہمیں اپنے بچوں میں سے اپنی اولاد میں سے ایسے لوگ تیار کرنے چاہیئے جو اس راستے میں نکلیں پھر مسلسل پڑھتے رہیں تا کہ اُن کی وجہ سے پورے خاندان کیلئے ایک عظمتوں کا روشن مینار قیامت تک کیلئے روشنی تقسیم کرتا رہے۔

فہم دین کی طرف سفر کرنے کے بعد مجلس علم میں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے۔

دوسری ذمہ داری:

مجلس علم میں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے۔

یہ ذمہ داری پہلی ذمہ داری سے زیادہ اہم ہے۔

اگر آپ نے سفر کر لیا لیکن جب مجلس علم میں بیٹھے علم دین کی کلاس میں پہنچ گئے تو نیند آ گئی' سو گئے' اُس کے بعد خیال گھر چلا گیا اُس کے بعد خیال اور سوچ دوکان پہ چلی گئی تو اب کتنا بڑا خسارہ ہو گا وہ مقدس سفر کہ جس کے قدم قدم پر ثواب ملنا تھا۔ اب بیٹھ کر اُس کو بے خبری کے انداز میں گزار دیا' دائیں بائیں دیکھتے رہے اور اصل مقصد کی طرف متوجہ نہ ہوئے کرسی پہ بیٹھے ہوئے سو گئے تو یہ انسان کیلئے خسارے کا سودا بن جائے گا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جتنا بڑا منصب ہو اتنی بڑی ذمہ داری ہوتی

Marfat.com

ہے۔ایک چوکیدار کی ذمہ داری اور طرح کی ہے اور ایک حکمران کی ذمہ داری اور طرح کی ہے۔جس کے ذمے تھوڑا سا کام ہے اُس کی ذمہ داری بھی تھوڑی ہے۔اُس کی اجرت بھی تھوڑی ہے اور جس کی بہت بڑی ڈیوٹی ہے ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور اُس کا انعام بھی بہت زیادہ ہے۔

تو آپ اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں بیٹھتے وقت کتنا محتاط ہو کر بیٹھنا ہے اور کتنا بیدار ہو کے بیٹھنا ہے کہ ہم ایسے بیٹھیں جیسے محفل میں بیٹھنے کا صحیح حق ہے کیونکہ اس کے لئے اہتمام ایسا ہے کہ ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور حاضری بھی ایسے ہونی چاہیئے جو اُس اہتمام کے شایان شان ہو۔

صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ
یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ اِلَّا
نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ
وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ
وَ حَفَّتْھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ
وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری اُمت میں سے کچھ لوگ حضرات وخواتین کسی گھر میں اکٹھے ہو جائیں پھر اللہ کا قرآن پڑھا جائے

Marfat.com

اور پھر اُس کا درس دیا جائے

تو اُن لوگوں کے دلوں پر سکون کی برسات ہوتی ہے

اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اور فرشتے آ کے ان کا طواف کرتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ حریم قدس میں فرشتوں کے سامنے ہر ایک کا نام لیتا ہے

اب آپ ذرہ غور کریں اس حدیث شریف کے معانی و مفہوم میں کہ فرشتے طواف کرنے آئے ہوئے ہوں اور ہم کرسیوں پر سوئے ہوں تو اس سے کتنا غلط تاثر اُجاگر ہوگا اور کتنا بندے کا نقصان ہو جائے گا۔ فرشتے آئے ہیں اللہ نے اُن کو بھیجا ہے کہ جاؤ یہ آرام کا وقت چھوڑ کر گھر سے نکلے ہیں اور میرا دین سمجھنے کے شوق سے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تمہیں میں بندگی کا ثواب دوں گا تم ان کے گرد چکر لگاؤ وہ تمہارے گرد چکر لگانے کیلئے آ گئے' اُن کو اس پر بندگی کا ثواب ملے گا اور اگر ہم کسی اور چکر میں پڑے ہوئے ہوں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہماری حاضری ہے اُس میں کتنی خرابی لازم آئے گی کہ وہ فرمائے گا میں نے فرشتوں کو بھیجا ہے کہ تم ان کے گرد چکر لگاؤ یہ اس وقت اتنے عظیم ہو گئے ہیں کیونکہ:

يَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ

آپس میں قرآن کا درس سن رہے ہیں اور لے رہے ہیں یہ عظیم ہو گئے ہیں' فرشتو! ان کے گرد چکر لگاؤ تم کو بندگی کا ثواب دوں گا اگر اس میں ہم نے ذمہ داری کا احساس پیدا نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غضب پہ آ جائے کہ دیکھو میں نے ان کے اہتمام کیلئے فرشتوں کو بھیجا ہے اور یہ پھر آ کے سوئے ہوئے ہیں تو اس واسطے آپ بہت

Marfat.com

بڑے منصب پر پہنچ گئے ہیں اور یہاں اس منصب کی پھر ذمہ داریاں بھی ہیں۔

ان کو بھی پیش نظر رکھنا ہے اور بالکل دوسرا کسی قسم کا کوئی خیال ذہن میں نہ آنے پائے اور نیند کو پیچھے گھر میں چھوڑ کر آ جانا ہے۔ تا کہ پھر بار بار جگانے کی ضرورت نہ پڑے اور تمام درس میں اس حدیث کو سامنے رکھیں کہ سکون کی برسات ہو رہی ہے اور رحمت نے ڈھانپ لیا ہے اور اُس کی آغوش میں ہم سب موجود ہیں اور فرشتے ہمارا طواف کر رہے ہیں اور پھر:

ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ حریم قدس میں، فرشتوں کے سامنے ہر ایک کی حاضری لگا رہا ہے یہ درس قرآن فرش زمین پر ہو رہا ہے اور اس کو سننے کیلئے بے تاب فرش زمین پر بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش بریں پر تمہاری حاضری لگا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ہمارا ہر ایک کا نام لے رہا ہے ہمارا سو فیصد یقین ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہم کو یقین ہے۔

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے ہمیں تو ہرگز خبر نہ ہوتی اُن کی بات پر یہ بات بیان کر رہے ہیں۔

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

جو کچھ ہونے والا ہے اُن کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دیکھ کر آپ نے بتا دیا:

ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ

کوئی بھی غافل نہ رہے اللہ تعالیٰ ذکر کر رہا ہے فرشتوں کے سامنے کہ اے

Marfat.com

فرشتو! فلاں بھی فہم دین میں آیا ہے اور فلاں بھی آیا ہوا ہے۔ فلاں خود آیا ہے اور فلاں کا ساتھ بیٹا بھی آیا ہے اور اس کے دوست بھی آئے ہیں اور فلاں کی ہمشیرہ بھی آئی ہے فلاں کی والدہ بھی آئی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ حریم قدس میں فرشتوں کے سامنے حاضری لگا رہا ہے تو اُس حاضری کا اہتمام ہونا چاہیئے اور پھر اس لحاظ سے بھی کہ آج تو حاضری لگے لیکن کل ہی ناغہ ہو جائے یہ قسمت کی بات ہے پتہ نہیں کہ بعد میں کوئی ایسا موقع بنتا ہے کہ نہیں بنتا آئندہ ماہ رمضان المبارک میں کتنے ہم میں سے ہونگے اور کتنے نہیں ہونگے پھر افسوس کرتے رہو گے کہ:

موسم بھی تھا بیج بھی دامن میں تھا مگر
بونے کا وقت خواب تغافل میں کھو دیا

اب وقت ہے اور اس میں پوری طرح بیداری کے ساتھ اور اپنے تمام ذرائع کو بروئے کار لا کر جتنے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا سکتے ہو یہ آپ کی ان کیلئے خیر خواہی ہے کہ اُن کو پتہ نہ چلے آپ برکات لوٹتے رہیں کتنا نقصان ہو جائے گا سب کو آپ بتائیں کہ ایسی بہار آباد ہو گئی ہے۔ خود بھی اس میں آنا ہے اور اوروں کو بھی اس میں لانا ہے اس کی وجہ سے برکت جو حاضری میں ہو گی کہ جب اللہ کے دربار میں حاضری لگے گی تو یہ بھی ذکر ہو گا کہ یہ خود بھی آیا ہے اور اتنے لوگوں کو ساتھ بلا کے بھی لایا ہے اور اتنے لوگوں تک اس نے دعوت کو پہنچایا ہے۔

اس وقت حاضری کے دوران کی جو صورتحال تھی اس پر میں ذمہ داری کے لحاظ سے تبصرہ کر رہا ہوں اب دیکھو:

Marfat.com

ایک شخص بڑی قیمتی زمین خریدے وہ زمین زرخیز بھی ہو اُس کو سیراب بھی کرے اُس میں ہل بھی چلائے اور پھر موسم بھی کاشت کا آجائے پھر وہ قیمتی بیج اُس زمین میں بو دے لیکن چڑیوں سے اُس کی حفاظت نہ کرے چڑیاں آ کے چگ جائیں تو بتاؤ پہلے سارے عمل کا اُس کو کوئی فائدہ ہوگا؟

جو اُس نے قیمتی زمین خریدی اور زمین کا میرہ ہونا' زرخیز ہونا اور پھر اُس کو پانی لگانا اور پھر موسم کا بھی ہونا اور قیمتی بیج بھی ہونا ساری چیزیں اُس نے کر لیں لیکن ایک آخری چیز کو اُس نے چھوڑ دیا کہ کھیت میں جب اُس بیج نے بکھیرا تو اس نے بیج بونے کے بعد چڑیوں سے اُس کی حفاظت نہیں کی خود آ کر سو گیا۔ تو وہ بیج کیسے جڑ نکالے گا کیسے کونپل نکلے گی، کیسے اُس پر ہریالی آئے گی' اب وہ امید رکھے کہ میں فصل کاٹوں گا تو وہ کہاں سے فصل کاٹے گا تو آپ نے یہاں پہنچنے تک جتنا بھی کام کیا اور جو درس ہو رہا ہے تو یہ بیج کاشت کیا جا رہا ہے' بیج بھی بڑا قیمتی ہے آپ کے دلوں کی زمین بھی بڑی زرخیز ہے۔ رمضان شریف کا موسم بھی بڑا اچھا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے اس کی چڑیوں سے نگرانی نہ کی تو پھر عید کے دن آپ کہیں کہ فہم دین کورس میں سے نیکیوں کا خرمن ملنا چاہیئے پھر اُمید عبث اور رائیگاں ہوگی تو نیند اس وقت جو آپ کو آئے گی تو یہ وہ چڑیاں ہیں جو فصل کا بیج چگ کر بندے کو بالکل محروم کر دیتی ہیں۔

یہ نیند اور باقی دیگر خیالات جو ہیں ان کو آپ نے اپنے لئے دشمن سمجھنا ہے کہ اس وقت سب کچھ ہم نے کر لیا پھر اوپر سے اگر نیند آ گئی تو یہ یوں ہے کہ بیج چڑیاں چگ گئیں تو پھر پیچھے آپ کیلئے کوئی چیز ایسی نہیں ہوگی کہ جس سے وہ ساری فضیلتیں مل سکیں جو حدیث شریف سے مجلس علم میں بیٹھنے سے ملتی ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

یہاں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے کہ بات کو توجہ کے ساتھ سمجھنا ہے اس ذہن کو بچا بچا کے نہ رکھیں ۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اس کو اچھی طرح کھپائیں ۔ باقی باتوں میں باریک بینی کے ساتھ سوچتے ہو تو یہاں بھی کوئی بخل نہ کیجئے اگر کوئی بات مشکل ہے تو اُس میں بھی پوری طرح توجہ کیجئے۔

موسم بہار ایسا ہے اور زمین کی زرخیزی بھی ہے اور بیج بھی بڑا اچھا ہے ۔ ضرور فصل رنگ لائے گی انقلاب انشاء اللہ آئے گا۔ لیکن آپ نے پوری توجہ کے ساتھ آپ نے اس میں سہل پسندی کو ترک کر دینا ہے اور دین کی اچھی باتیں سمجھنے کا ذوق پیدا ہو شوق کے ساتھ ساتھ یہ آداب بھی پیش نظر رکھیں۔

اس کے لئے یہ مثال سامنے رکھیں۔

آپ اس وقت سلیکٹڈ لوگ ہیں اس وقت سوسائٹی میں سے اس محفل میں آپ آبیٹھے ہیں اور آپ پیچھے رہنے والوں کیلئے بھی نمائندہ ہیں۔ آپ ایسی دنیا سے آئے ہیں جن کے پیچھے دنیا بلک رہی ہے اور پیاس سے جان بلب ہو چکے ہیں آپ گھڑا بھرنے کیلئے آگئے ہیں کہ میں خود پانی پی لوں اور پیاسوں کو جا کے پلاؤں اور اگر گھڑا ہی آپ اُلٹا رکھ دیں تو دوسروں کی طرف کس طرح آپ لے جاسکیں گے ۔ پچھلے جو تڑپ رہے ہیں اُن کی انتظار کیسے ختم ہوگی اور اُن کو آپ کیسے پلاسکیں گے یا یہ کہ بارش برس رہی ہے آپ اس طرف توجہ نہیں کر رہے اپنی باتوں میں مصروف ہو جائیں گے تو پھر بہت سے لوگ جو غیر حاضر ہیں کسی جہت سے بھی اُن تک جو پیغام پہنچانا ہے اُن کی تڑپ اور پیاس کو بجھانے کیلئے یہ بات ضروری ہے یہاں ذمہ داری کے ساتھ اور بیداری کے ساتھ تشریف رکھیں اور اچھی طرح اپنے دلوں کے گھڑ کے بھر کے لے

Marfat.com

جائیں تاکہ رہتی دنیا تک اس سوغات کو تقسیم کرتے رہیں۔

فہم دین کی تیسری ذمہ داری:

تیسری ذمہ داری یہاں سے جانے کے بعد ہے۔

فہم دین کورس کی تیسری ذمہ داری باقی دو ذمہ داریوں سے اہم ذمہ داری ہے یہاں جو کچھ آپ نے سنا اگر یہیں پلو جھاڑ کے اُس کو چھوڑ دیا تو اپنے آپ کو اس سے فائدہ نہیں ہوگا دیگر لوگوں کو اس کا فائدہ کیا ہوگا۔

تو جو سنا جائے اُس میں جو عمل کی حیثیت ہے عمل والا سبق ہے فوراً اُس کے بارے میں خاکہ بنایا جائے کہ میں اس پر عمل کیسے کروں گا۔ پہلے تو مجھے اتنا پتہ نہیں چلا کہ یہ کام اتنا ضروری تھا اور اتنے سال مجھ سے قضا ہوتا رہا۔ اب میں اس کو نہیں چھوڑوں گا تو فوراً اُس پر عمل کیلئے اپنی پلاننگ کرے۔ یہ تیسری ذمہ داری ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد جو آپ نے سنا ہے اس پر عمل کیسے کرنا ہے۔

اور اُس کو اپنی سیرت میں کیسے اتارنا ہے۔ اُس سے سیرت کو کیسے معطر کرنا ہے اور کیسے منور کرنا ہے۔ یہ تیسرے نمبر پر ذمہ داری ہے اور پھر جو آپ نے سنا ہے اس کو اپنے آپ تک محدود ہی نہیں رکھنا بلکہ آگے لوگوں تک بھی پہنچانا ہے جو کسی طرح اس فہم دین کورس میں نہیں آسکا۔ وہاں آپ نے جا کر دستک دینی ہے اور اس فہم دین کا پیغام پہنچانا ہے اور یہ بڑی ذمہ داری ہے اس کی برکت آج ہی نہیں بلکہ اُس دن بھی ہوگی سب گلاب چہرے جس دن مرجھا چکے ہونگے۔ اگر آج آپ نے سن کے آگے سنایا تو اللہ تعالیٰ اُس دن بھی تمہیں گلاب کی طرح مسکراتا رکھے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث صحیح ہے:

Marfat.com

نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ
فَحَفِظَھَا وَ وَعَاھَا وَ اَدَّاھَا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوش رکھے

نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ

اللہ تعالیٰ اُس بندے کو تر و تازہ رکھے۔ غم اُس کے قریب نہ آئے۔

سَمِعَ مَقَالَتِیْ

جس نے میرے دین کی بات کو سنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوشیاں دے جس نے میری بات کو سنا۔

فَحَفِظَھَا اُس کو یاد کر لیا

وَوَعَاھَا اُس کو محفوظ کر لیا

وَاَدَّاھَا اور پھر اُس نے وہ بات جا کر کسی بندے کو سنا دی۔

اب اس مقام پر اُن تینوں مراحل کا ذکر ہے جو قرآن مجید کی آیت میں موجود ہیں۔

سَمِعَ مَقَالَتِیْ میری بات کو سنا اور پھر ذمہ داری کیا ہے۔

فَحَفِظَھَا پھر اُس نے حدیث کو یاد کر لیا۔

وَوَعَاھَا اُس کو اپنے پاس محفوظ رکھا

وَاَدَّاھَا اُس کو اپنے پاس رکھ کے بھلا ہی نہیں دیا بلکہ اُس نے آگے دوسروں کے سامنے اُس کو بیان بھی کر دیا۔ جس طرح آیت کریمہ میں ہے:

Marfat.com

لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ دین میں فقاہت حاصل کرے۔

وَلِيُنْذِرُوْا پھر واپس جا کے اوروں کو بھی ڈرائیں۔

دوسروں تک بھی یہ پیغام پہنچائیں تاکہ دوسرے بھی عذاب سے بچ جائیں ان تینوں ذمہ داریوں کے نیچے درجنوں ذمہ داریاں ہیں۔

یہ ذمہ داریاں آیت سے بھی سمجھ آ رہی ہیں اور حدیث شریف سے بھی سمجھ آ رہی ہیں۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ

یا اللہ! اُس بندے کو خوش رکھ جس نے میری بات کو سنا اور سن کے اس کو یاد کر لیا۔

آپ اس درس کو یاد کریں اور دوسروں تک یہ پیغام عام کریں اس کا فائدہ کیا ہوگا جب حشر کے دن سارے لوگ مرجھائے ہوئے ہونگے' پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے' گرے پڑے ہونگے' بڑے بڑے تاجوروں کے تاج اُچھل چکے ہونگے' بڑی بڑی اونچی کرسیوں والے نیچے گرے پڑے ہونگے' اُس وقت کیا ہوگا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے میرا قول یاد کیا پھر آگے دوسروں کو سنا دیا اللہ تعالیٰ اس کو اونچی کرسی پہ بٹھائے گا۔

اس کو اللہ خوش رکھے گا' اس کو اللہ تر و تازہ رکھے گا' اس کا چہرہ نہیں مرجھائے گا' حشر کی اُس تپش کے اندر بھی جب سورج سوا نیزے پہ آچکا ہوگا اُس کا گلاب جیسا چہرہ نہیں مرجھائے گا۔ اس واسطے اُس میں فہم دین کی ایک ایسی چمک موجود ہوگی اور ایسی تری اس میں موجود ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آباد و شاد رکھے گا۔

پھر یہ بھی غور کیجئے۔

Marfat.com

ایک دعا ہمارے اساتذہ کریں ہمارے والدین رشتہ دار دوست بہن بھائی اور ہمارے بزرگان دین کریں تو اُس کی بھی بڑی قیمت ہوتی ہے۔ لیکن یہ دعا ان پیغمبر کی ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا خصوصی کوٹہ عطا فرما رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دعا مانگتے ہیں تو وہ اللہ کی بارگاہ سے قبولیت کا سہرا پہن کر آتی ہے۔ تو وہ دعا جو آج سے صدیوں پہلے مانگی گئی اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں گے تو اُس کے مستحق بن جائیں گے اگر ہم بھی اس پیغام کو سن کے آگے دوسروں کو سنائیں گے تو ہم بھی اس کے مصداق بن جائیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ساری بگڑیاں بن جائیں گی اور ساری الجھنیں اور مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے لحاظ سے کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرمائے گا۔

فہم دین کے لحاظ سے یہ حدیث بھی اہم ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے اپنی نعت شریف سنی پھر اُن کے لئے دعائیں کیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ محض کوئی شعروں کی صورت میں جواب نہیں دیتے تھے بلکہ وہ مبلغ بھی تھے اور اسلام کے محافظ تھے وہ صرف چند عربی کے اشعار پڑھنے والے نہیں تھے نعت پڑھنا پھر بھی ایک فضیلت ہے جو بھی آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتا ہے وہ بھی اچھا کام کر رہا ہے۔ لیکن اُس کا مقام کتنا اونچا ہے کہ جس کے لئے اُس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے سوز سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ

Marfat.com

اے اللہ! اس بندے کو خوش رکھ جو قیامت کے قریب بھی جا کے میری حدیث کو یاد کرے گا۔نعت کے ساتھ یہ شوق بھی ہونا چاہیئے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام نے تو اس دین کے سمجھنے کیلئے دعائیں مانگی ہیں اور کتنے درد کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوش رکھے گا جو حدیث سنے گا پھر اُس کو یاد کرے گا۔

وَوَعَاھَا ۔اُس کو اپنے پاس محفوظ رکھے گا اُس کو بھلائے گا نہیں بلکہ اُسے یاد رکھے گا اور دوسروں کو وہ بات سنا دے گا تو اس ذمہ داری کے شوق میں بھی ہمیں یہ احادیث یاد کرنی چاہئیں کہ جن کے وصف ہم اُردو زبان میں بیان کریں تو وہ اتنے اچھے لگتے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اپنے جملے ہیں وہ تو جو کہ عظمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔جن میں حکمت ہے اور جن میں روشنی ہے۔اس سے قبر بھی روشن ہوتی ہے۔ان احادیث کو اور آیات کو یاد کرنے کا بھی بہت زیادہ شوق ہونا چاہیئے اور ان کو آگے پڑھ کے سنانے کا بھی شوق ہونا چاہیئے۔

ایک وہ بدبخت شخص ہے جس کو فلمی گانے آتے ہیں اور وہ گانے گا تا رہتا ہے۔اس سے تو وہ اچھا ہے جو نعت شریف کے اشعار پڑھتا ہے۔اس سے آگے درجہ قرآن مجید کی آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ہے کہ ہمارے بچوں کے کانوں میں مسلسل یہ آوازیں پڑتی رہیں وہ ان آوازوں کو آہستہ آہستہ یاد کرلیں اور پھر اوروں کو سنائیں۔

ایک شخص وہ ہے کہ جس کے بچوں کو گانے آتے ہیں اور دوسرا شخص وہ ہے کہ جس کے بچوں کو اچھی اچھی نعتیں آتی ہیں لیکن وہ کتنا ہی خوش قسمت انسان ہے کہ جس

Marfat.com

کا بچہ چار یا پانچ سال کا ہے وہ یہ حدیث پڑھتا ہے۔

نَضَّرَ اللّٰہُ عبداً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا وَوَعَاھَا وَاَدَّاھَا

اب تصور کرو کوئی کتنا ہی بڑا شاعر کیوں نہ ہو آخر وہ لفظ تو اسی کے ہیں لیکن یہ لفظ تو میرے محبوب علیہ السلام کے ہیں جو لفظ میرے محبوب علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہیں اور خود قرآن مجید کی جو آیات ہیں یہ چھوٹوں کو بھی آتی ہوں اور بڑوں کو بھی آتی ہوں اور یہ وہ ذمہ داری ہے کہ جو کہ پہلے سیکھا پھر آئے دوسروں کو کچھ سکھایا جائے جس کی وجہ سے بندے کیلئے عمل کرنا بالکل سہل و آسان ہو جائے گا۔

ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بھی ہوگی اور دوسرا اس کو شرمندگی بھی ہو گی کہ میں لوگوں کو یہ پڑھ کے سناتا ہوں یہ لوگ کیا کہیں گے کہ ہمیں تو سناتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا جب آپ دوسروں تک پیغام پہنچائیں گے تو آپ کیلئے معاشرے میں ایک ایسا ماحول بنے گا کہ آپ عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ میں نے خود یہ درس سنا اور جا کے لوگوں سے کہا لیکن میرا عمل اس کے خلاف ہے تو لوگ مجھے کیا کہیں گے لیکن حقیقت میں نیت کی سوئی ہمیشہ اللہ کی ذات کی طرف ہونی چاہیئے کہ لوگ کوئی بات کہتے ہیں یا نہیں کہتے۔ صرف اور صرف محض اللہ کی رضا کیلئے جو سنا ہے اس پر عمل بھی کرنا ہے اور لوگوں تک اس کو پہنچانا بھی ہے اس سلسلے میں آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی سن لیجئے۔

لوگ اپنے دوستوں کو تحائف دیتے ہیں اور بہترین تحفہ تمام تحائف میں سے کون سا ہے۔ میرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ علیشان ہے:

نِعْمَ الْعَطِیَّةُ وَ نِعْمَ الْھَدِیَّةُ کَلِمَةُ الْحِکْمَةِ

Marfat.com

تَسْمَعُهَا ثُمَّ تَحْمِلُهَا اِلٰی اَخٍ لَّکَ مُسْلِمٍ تُعَلِّمُهٗ اِیَّاهَا

(احیاء العلوم ص ۲۱)

تم مکمل بات سنو اور اُس کے اچھی طرح حامل بن جاؤ سمجھو پھر آگے جا کر اس کو بیان کرو۔ نصف بات سن کے آگے بیان کرنا ہوسکتا ہے بیان کچھ کیا جا رہا ہو آپ آگے جا کے کچھ بیان کرتے رہیں تو یہ بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ جو بات سمجھی ہے پوری سمجھی ہے۔ پوری سمجھانی ہے اگر غلط مسئلہ ایک جہت سے بھی ہو گیا تو اُس سے آگے بہت بدی پھیل سکتی ہے۔ اس کو یاد کرنے کے ذرائع بہت ہیں۔ اس پیغام اچھی طرح یاد کر کے دوسروں تک پہنچائیں تو یہ ایک تحفہ بھی بن گیا ہے۔ یہ علم و حکمت کا تحفہ ایسا ہو گیا ہے جو آپ کو قبر میں بھی فائدہ دے گا اور حشر میں بھی فائدہ دے گا اور دوست کو بھی فائدہ دے گا۔

آپ نے کسی کو موٹر سائیکل کا تحفہ دیا تو وہ دنیا میں رہ گئی نہ آپ کے ساتھ گئی نہ دوست کے ساتھ گئی لیکن یہ فہم دین کا تحفہ جو آپ یہاں سے وصول کر رہے ہیں اور آگے جا کے اس کی تبلیغ کریں گے اور اس کو تقسیم کریں گے تو یہ ایسا عظیم تحفہ ہے جو آپ کے پاس پھر بھی رہے گا آگے بھی منتقل ہو گا یہ تحفہ صرف یہاں ہی پاس نہیں رہے گا بلکہ قبر میں بھی پاس ہو گا اور آپ اپنے دوست کو اتنا قیمتی تحفہ دے رہے ہیں جو کبھی ٹوٹنے والا ہی نہیں ہے۔

یہ فہم دین کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ تینوں ذمہ داریاں جو آپ کے سامنے میں نے بیان کی ہیں ان تینوں کو آپ نے پیش نظر رکھنا ہے۔ اس وقت کو اور اللہ کی دی ہوئی توفیق کو غنیمت سمجھیں ہو سکتا ہے کل صحت ہی نہ ہو وقت ہی نہ ہو آپ کسی مقدمہ میں یا

Marfat.com

کسی جیل میں پہنچ جائیں یہ وقت جو ہے اس کو آپ ہر لحاظ سے غنیمت سمجھیں اور کل پر بات نہ ڈالیں کہ اگلے سال کر لیں گے یا اُس سے اگلے سال کر لیں گے یہی سب کچھ ہے۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ جہاں تک پیغام پہنچا سکتے ہو آپ یہ پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔ ایک بندہ بھی آپ کی کوشش سے درس قرآن میں آ گیا تو اُس کا عقیدہ محفوظ ہو جائے گا اور عمل سلامت ہو جائے گا تو یہ پوری دنیا سے بہتر ہے۔

ایک ہے پوری دنیا خرید کے صدقہ کرنا اور ایک ہے ایک بندے کو راہ راست کی طرف لگا دینا۔ یہ ایک بندے کو ہدایت کی طرف مائل کرنا یہ اُس دنیا کو صدقہ کرنے کے مقابلے میں بڑی نیکی ہے۔

اس واسطے جنونی بن کے شوق کے ساتھ اس کو مشن سمجھ کے آگے بڑھائیں۔ یہ کوئی رسم ورواج یا کوئی کاروائی نہیں بلکہ یہ صراط مستقیم کی آپ کے دروازہ پر دستک ہے اور یہ دستک مسلسل ہوتی رہے گی۔

اور یہ سعادت صرف ہمارے لئے ہے ہم چند قدم اٹھائیں گے ہمیں وہ دین مل جائے گا جو ہمارے اسلاف نے ہزار ہزار میل سفر طے کر کے جس کو حاصل کیا تھا وہ سارا سمٹ کے اکٹھا ہو کر ہمارے پاس آ گیا ہے اب بھی بد نصیبی ہو گی اگر ہم ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دیں گے۔

بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ نے جب صالح بن حیان کو حدیث پڑھائی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ

Marfat.com

تین بندے ایسے ہیں کہ جن کواللہ ڈبل اجر دے گا۔

۱۔ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَ اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوئی یہودی یا عیسائی تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ آپ سے پہلے اور نبی کو مانتا تھا اور پھر وہ آپ پر بھی ایمان لایا تو اس کواللہ ڈبل اجر عطا فرمائے گا

۲۔ دوسرا مملوک غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرتا ہے اس کو بھی ڈبل اجر ملے گا۔

۳۔ مالک کی خریدی ہوئی لونڈی تھی وہ اس کے ساتھ مباشرت کرتا پھر اُس نے اچھا ادب سکھایا اور تعلیم بھی دی پھر اُس کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد اُس سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ڈبل اجر دے گا۔

یہ حدیث شریف جس وقت عامر شعبی نے صالح بن حیان کو پڑھائی تو خوش طبعی میں کہنے لگا

اَعْطَيْنَا كَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ

میں نے بغیر کسی شے کے تمہیں یہ حدیث پڑھادی ہے۔

اَعْطَيْنَا كَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ

میں نے تمہیں یہ جو حدیث پڑھائی ہے اس کے بدلے میں میں نے کوئی عوض نہیں مانگا اور نہ ہی تم نے کوئی عوض مجھ کو دیا۔

اے صالح بن حیان میں نے تم کو یہ حدیث بغیر عوض کے پڑھادی ہے یہ حدیث کتنی بڑی ہے۔

Marfat.com

وَقَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ

حالانکہ اس سے چھوٹی حدیث کیلئے مدینہ شریف کی طرف سفر کیا جاتا تھا۔ پھر وہ حدیث آتی تھی اور میں نے تم کو مفت میں پڑھادی ہے۔ عامر شعبی کا یہ جملہ ہے کہ ہم اس سے کم کیلئے مدینہ شریف کا سفر کرتے تھے۔ پھر جا کے ہمیں ایسی حدیث میسر آتی تھی اور میں نے تجھ کو مفت میں پڑھادی ہے۔

تو آج ہمارے لئے سعادت ہے کہ وہ کچھ دین کا حصہ جو ہمارے اسلاف نے اکٹھا کیا ہمیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہم نے اُس کو کچھ پڑھ لیا اور آپ کو اللہ نے توفیق دی آپ آ کے بیٹھ گئے اور یہ ادارہ صراط مستقیم کے منتظمین کو یہ توفیق دی انہوں نے اہتمام کر دیا۔ اب یہ چھوٹی سی بات ہے تھوڑی سی کوشش کریں گے تو صدیوں کا سفر طے ہو جائے گا اور ہزار ہا میل کا سفر جو ہمارے اسلاف نے کیا تو اور پھر یہ نور اکٹھا ہوا وہ ہم کو چند منٹوں میں اور مختصر سے وقت میں حاصل ہو جائے گا۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ سارا شبنمی سلسلہ ماہ رمضان المبارک کے ان لمحات میں ہمارے سامنے ہے میری دعا ہے کہ خالق کائنات صحت و عافیت کے ساتھ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

Marfat.com

باب نمبر 2

محبتِ الٰہی اور اس کی چاشنی

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بُک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (سورہ البقرہ، آیت ۱۶۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور پُرنور شافع یوم النشور دستگیرِ جہان غمگسارِ زماں سیدِ سروراں حامیٔ بے کساں امام المرسلین خاتم النبیین احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب' اربابِ فکر ودانش' اصحابِ محبت ومودّت' حاملینِ عقیدہ اہلسنّت' نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہِ رمضان المبارک کی پُرنور صبح میں آج

Marfat.com

ادارہ "صراط مستقیم" کے زیر اہتمام فہمِ دین کورس کے دوسرے اہم موضوع میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع "محبت الٰہی اور اُس کی چاشنی" ہے۔ میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جلالہٗ اپنی محبت ہمیں زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے کی سعادت عطا فرمائے

میں نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۵ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے خالق کائنات جَلّ جلالہٗ کا فرمان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

قرآن مجید میں خالق کائنات جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے سوا اور محبوب بنا لیتے ہیں۔ وہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی شدید قسم کی محبت کرتے ہیں

خالق کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام پر بڑی وضاحت کے ساتھ اس محبت کے مضمون کو بیان کیا ہے۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُكُمْ وَ اَبْنَآءُكُمْ (سورہ التوبہ، آیت ۲۴)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

وَاِخْوَانُكُمْ اور تمہارے بھائی

وَاَزْوَاجُكُمْ اور تمہاری عورتیں

وَعَشِيْرَتُكُمْ اور تمہارا کنبہ اور تمہارا خاندان

Marfat.com

وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور تمہاری تجارت کے مال اور کمائی کے مال

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اور تمہارے پسند کے مکان

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں۔

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

(پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۲۴)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ یہ بیان کر دیا کہ اس انسان کی جتنی بھی رشتہ داریاں ہیں یا اُس کی محبت کے جتنے بھی زاویے ہیں اُن سب کو سمیٹ کر اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھنڈا بلند ہونا چاہیئے۔

ایک طرف اُس کی محبت اپنے باپ کے ساتھ ہے۔ اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی زوجہ کے ساتھ ہے' اپنے کمائے ہوئے مال کے ساتھ ہے' اپنی تجارت کے ساتھ ہے' اپنی کوٹھی اور بنگلے کے ساتھ ہے اور دوسری طرف اُس کی محبت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور جہاد کے ساتھ ہے جب یہ محبتیں آپس میں متعارض ہو جائیں اور مقابل آ جائیں تو مومن وہ ہوگا جو ان ساری چیزوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بلند کرے گا اور ان دو ذوات کی

Marfat.com

محبت کو باقی تمام ذوات کی محبتوں پہ غالب کر دے گا۔

تو اس آیت کریمہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی تفصیل کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی بیان کیا تا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کوئی فرق ہے۔ خالق کائنات جیسے دوسری چیزوں کی محبت ہم سے چھڑوانا چاہتا ہے ایسے ہی کہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ ذکر کر کے اس بات کو واضح کیا کہ اللہ باقی ہر چیز کی محبت تو چھڑانا چاہتا ہے۔

وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابل میں آجائے لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اپوزیشن نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اسی واسطے اپنی محبت کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف میں اس بات کو ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مستعمل پانی حاصل کر رہے تھے اور اُسے چوم رہے تھے' ماتھوں پہ لگا رہے تھے۔ اُن سے جب پوچھا گیا:

مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''میرے صحابہ تم ایسا کیوں کرتے ہو' میں وضو کرتا ہوں اور تم میرے وضو کے پانی کیلئے تڑپتے رہتے ہو' جھگڑا کر کے اس کو حاصل کرتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس مقام پر صحابہ کرام کا جواب یہ تھا

لِحُبِّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یہ کام اللہ تعالیٰ کی محبت اور آپ کی محبت کیلئے ہم کرتے ہیں۔

Marfat.com

وہاں پر وضو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' خالق کائنات تو اعضاء سے بھی پاک ہے لیکن اُس مستعمل پانی کے بارے میں صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ اس پانی سے ہمیں دونوں محبتوں کی خوشبو آتی ہے۔

اس واسطے قرآن وسنت میں یہ دونوں محبتیں ہمیشہ یکجا رہی ہیں اور ان کو یکجا ہی بیان کیا گیا ہے اور نفس الامر میں ان دونوں محبتوں کا ایک ہی حکم ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت الٰہی کا حکم جب اپنی اُمت کو دیا تو اس کا انداز بھی بڑا منفرد قسم کا تھا۔

آپ کا فرمان طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے علاوہ حدیث شریف کی متعدد کتب میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَحِبُّوْا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعَمِهٖ

(جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۹)

اے میرے صحابہ تم اللہ سے محبت کرو اس واسطے کہ وہ تمہیں نعمت کی غذا دیتا ہے اور وہ تمہیں نوازتا ہے اور وہ تم پر اپنے ابر کرم کی برسات جاری رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے جو باعث ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر سرفہرست اس چیز کو ذکر کیا کہ مومن کو آغاز محبت میں کم از کم اس چیز کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ رب جو کھلاتا ہے' پلاتا ہے اور ہر وقت اُس کے کرم کی برسات ہو رہی ہے۔ تو اُس رب سے ضرور پیار کرنا چاہیئے اُس سے ضرور محبت کرنی چاہیئے جب کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں اُس کا فضل ہم پہ برس نہ رہا

Marfat.com

ہو اور کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ جس میں اُس کے انعامات اور نوازشات کا سلسلہ جاری نہ ہو تو پھر ہمیں بھی اُس کے ساتھ محبت کرنی چاہیئے اور اُس محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دعا میں اکثر یہ جملہ استعمال کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ (شعب ایمان، صفحہ ۳۸۲)

اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے لئے میرے کان کے مقابلے میں اور میری آنکھ کے مقابلے میں اور نہایت سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں زیادہ کر دے۔

یعنی انسان کو اپنے کان اور اپنی آنکھ سے بڑی محبت ہے کہ یہ میرے اعضاء سلامت رہیں اور طبعی طور پر بندہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے پیار کرتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ دعائیہ جملہ ہے:

وہ کہتے ہیں کہ ہر جہت کی جو محبت ہے اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونی چاہیے اور وہ ہمیشہ اس کے غلبے اور کثرت کی دعا مانگتے رہتے تھے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع میں خالق کائنات جل جلالہٗ کی محبت کا بڑا انوکھا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اس کی محبت کو واضح کیا:

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کو روایت کیا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک نوخیز ولی کا تذکرہ ایک اللہ کے ولی کی بچپن میں اللہ کے ساتھ جو محبت تھی اور اس کی جو چاشنی تھی

Marfat.com

اُس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا۔

آپ تصور کریں کہ وہ کتنے پائے کے ولی ہونگے کہ جن کا تعارف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کَانَ یُبْرِءُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

اُس ولی کی عمر اگرچہ چھوٹی سی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کا مقام اتنا بڑا تھا کہ اللہ کے وہ نوخیز اور نونہال ولی جس مادرزاد اندھے کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیتے تھے اللہ اُس کو آنکھیں عطا فرما دیتا تھا۔ جس مریض پر وہ ہاتھ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ اُس کو شفا عطا فرما دیتا تھا۔ یعنی اتنا بڑا مقام و مرتبہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں تھا۔ اُن کا اظہار اس طرح ہوا کہ ایک قافلہ میں وہ ولی موجود تھے۔ سامنے ایک شیر راستہ روکے کھڑا تھا' کوئی بندہ اُس راستے سے گزر نہیں سکتا تھا تو قافلہ والے بہت پریشان تھے تو دور کھڑے ہو کر اُس اللہ کے ولی نے ایک چھوٹا سا پتھر پھینکا وہ شیر اُس پتھر کے لگنے کی وجہ سے مر گیا اور تمام کے تمام قافلہ کا وہاں سے گزرنا آسان ہو گیا۔

اس کے بعد بات چلتی گئی' چلتی گئی یہاں تک کہ اُس کے پاس پہنچی تو اُس وقت کا جو حکمران تھا وہ بڑا ہی فاسق و فاجر تھا بلکہ اُس نے اپنی الوہیت کا اعلان کر رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے آپ کو معبود قرار دیتا تھا۔ اُس کے وزراء میں سے جب ایک شخص نابینا ہو گیا تو اُس کو کسی نے بتایا کہ ایک اللہ کا ولی ہے وہ ہاتھ پھیرتا ہے تو آنکھیں بالکل درست ہو جاتی ہیں لہٰذا وہ وزیر جب اُس ولی کے پاس پہنچا اور کہنے لگے کہ اتنے اونٹ ہیرے اور جواہرات کے پیش کروں گا آپ میری آنکھوں کا علاج کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ مجھے تیرے ان نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اُس ولی نے جب وزیر کی

Marfat.com

آنکھوں پہ ہاتھ رکھا تو اُس وزیر کی آنکھیں درست ہو گئیں اور بالکل روشن ہو گئیں۔

اس طرح بادشاہ کے قرب میں اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کا چرچا پہنچا تو بادشاہ نے اُس کو اپنے لئے خطرے کی گھنٹی سمجھا۔ اگر اس حق پرست کی یوں تشہیر ہوتی گئی تو خلق خدا اس کی طرف مائل ہو جائے گی اور پھر جو یہ پیغام دے گا تو لوگ اُس کو تسلیم کر لیں گے۔ جس کے نتیجے میں میرا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ تو اُس نے اپنی حکومت کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کے ساتھ دشمنی کی۔ اُس کو شہید کرنے کا اُس نے ارادہ کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب اُس بچے کو گرفتار کیا گیا تو بادشاہ نے اُس سے سوال کیا:

وَلَکَ رَبٌّ غَیْرِیْ

کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے۔ یہ بڑا عجیب سوال تھا اُس بادشاہ کو اپنے الٰہ ہونے پر اتنا گھمنڈ تھا کہ پوچھنے لگا کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے ولی نے بادشاہ کو جواب دیا:

نَعَمْ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ

ہاں اللہ صرف میرا ہی خدا نہیں بلکہ وہ تیرا بھی خدا ہے۔ میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔ میں اُس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اُس کی محبت میں جیتا ہوں اور اُس کی محبت نے مجھے یہ انعام دیا ہے کہ میں نے زندگی کے کچھ لمحات اُس کے قرب میں گزارے ہیں' اُس کی عبادت میں مصروف رہا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ شان میرے ہاتھوں کو عطا کر دی کہ میں ہاتھ پھیرتا ہوں' بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اندھوں کی آنکھیں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے میرے ہاتھ کی برکت سے روشن ہو جاتی ہیں۔

جس وقت بادشاہ نے دیکھا کہ اس پر کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی

Marfat.com

اور یہ میرے سامنے بھی اپنے رب کی بات کر رہا ہے تو اُس نے یہ منصوبہ بنایا کہ اس کو کسی طرح راستے سے ہٹایا جائے تو اُس نے خصوصی ٹیم ترتیب دی کہ اس بچے کو پہاڑ پر لے جاؤ جب تم چوٹی پر پہنچ جاؤ تو وہاں سے اس کو پہاڑ سے نیچے گرا دو تا کہ نیچے آنے تک اس کی ہڈیاں بھی سلامت نہ رہیں۔ یہ جو میری سلطنت میں معاذ اللہ ایک فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے میں اس سے سلطنت کو بچا سکوں گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "جب حکومت کے سپاہی اُس بچے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے جس وقت چوٹی پر جا کر اُس کو نیچے گرانے لگے تو فوراً اللہ کے ولی نے اپنا رابطہ اپنے رب سے بحال کیا اُن کی زبان پر یہ لفظ آ گئے:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

اے اللہ! یہ مجھے ہلاک کرنے کیلئے اپنی تدبیر کر رہے ہیں اور میرا سب کچھ تو ہے اگر تو اس پر راضی ہے کہ مجھے اس پر گرا دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ تیری جو مشیت ہے اُس کے لحاظ سے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا۔ یہ اپنا کام کر رہے ہیں تو اپنی قدرت کا اظہار کر دے۔ جس وقت اُس بچے نے یہ دعا کی تو اُس پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس انداز میں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی تو سلامت رہا لیکن بادشاہ کے جو سپاہی اُس بچے کو گرانے پہاڑ پہ چڑھے تھے وہ سارے نیچے گرے اور ان کے پرخچے اڑ گئے اور وہ سارے کے سارے لقمہ اجل بن گئے۔

وہ پہاڑ سے مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا اور شہر کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ کو انتظار تھا کہ ابھی میری ٹیم واپس آتی ہے اور میرے سپاہی آ کے بتاتے ہیں کہ وہ کیسے گرا اور کیسے اُس کی ہڈیاں ٹوٹیں اور کیسے اُس کی جان نکلی۔

لیکن جب اُس نے اللہ کے ولی کو دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ وہ بچہ تو صحیح

Marfat.com

سلامت واپس پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ نے جب پوچھا تو اللہ کے ولی نے کہا "میرے ساتھ جو گئے تھے مجھے ہلاک کرنے کیلئے اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا' مجھے ہلاکت سے بچالیا ہے اور مجھے محفوظ رکھا ہے"۔

بادشاہ کیلئے یہ بات مزید خطرناک تھی کہ میں نے جن کو ان کے ساتھ بھیجا تھا وہ سارے مر گئے اور یہ بچ گیا۔ اب مزید اس کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے۔

پھر اُس بادشاہ نے ایک نئی ٹیم تشکیل دی اور کہنے لگا کہ اب اس کو کشتی پر سوار کر لو اور سمندر کے درمیان میں پہنچ کر اس کو کشتی سے دھکا دے دو تا کہ یہ پانی میں ڈوب جائے اور تم واپس آ جاؤ۔

جب اُس کو بادشاہ کے سپاہی لے کر سمندر کے وسط میں پہنچ گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان سپاہیوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی کو پکڑ لیا اور نیچے گرانا چاہتے تھے تو اس ولی نے پھر وہی لفظ بولے اور اپنے رب کو پکارا:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ

اے اللہ! جو تیری مشیت ہے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا تجھے میں پکار رہا ہوں۔ تیری محبت کی وجہ سے اے اللہ یہ میرے دشمن بن گئے ہیں اور یہاں گرانے کیلئے آ گئے ہیں۔

جس وقت اللہ کے ولی نے پھر یہ دعا کی تو وہ کشتی اس انداز میں ہچکولے کھانے لگی کہ اللہ کا ولی تو محفوظ رہا لیکن جتنے لوگ گرانے گئے تھے وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے' پانی میں ڈوب گئے اور وہ سلامتی کے ساتھ پھر ساحل پہ پہنچ گیا۔

جب وہ صحیح سلامت شہر میں پہنچ گیا تو پھر بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے یہ میری تدبیر اور میرے حملوں کے باوجود مر ہی نہیں رہا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا

Marfat.com

کہ اس کا رب کتنی قدرتوں والا ہے اور اُس کی وہ کس انداز سے حفاظت کر رہا ہے اور اس کا اللہ کتنا قادر مطلق ہے اور اُس کے حکم کے سامنے کسی کا کوئی بس چلتا ہی نہیں۔ اُس بادشاہ کو تعجب تھا اور مزید سوچ رہا تھا کہ میں اس بندے کو راستے سے کیسے ہٹاؤں۔ اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا اور اس کے الفاظ کی تاثیر میری رعایا پر اثر کر جائے گی اور لوگ اس کے خدا کو ماننا شروع کر دیں گے۔

وہ ایسا سوچ ہی رہا تھا کہ اللہ کے اس ولی نے کہا:

کہ تم مجھے کبھی بھی مار نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ تم وہ طریقہ اپنا لو جو میں تمہیں بتاتا ہوں تو بادشاہ بڑا خوش ہوا کہ یہ خود ہی اپنے مرنے کا طریقہ مجھے بتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ تم ساری رعایا و عوام کو ایک میدان میں اکٹھا کر لو اور وہاں مجھے ایک ستون پر کھڑا کر دو اور مجھے وہاں کھڑا کرنے کے بعد اپنے ترکش سے ایک تیر نکالو اور اُس تیر کو جب تم کمان میں رکھو تو چلانے سے پہلے یہ الفاظ بولو:

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ

اس بچے کے رب کے نام کے ساتھ میں تیر مارتا ہوں۔

جب تم میرے اللہ کا نام لے کر مجھے تیر مارو گے تو پھر میری شہادت ہو جائے گی اگر نہ تم جس طرح بھی مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرو کے میرا رب مجھے اس طرح نہیں مرنے دے گا۔

یہ میری محبت ہے اگر میرے رب کے نام سے مجھے تیر لگے گا تو اس سے مجھے اتنی لذت ملے گی اُس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس سے میرا جو مقصد ہے وہ پورا ہو سکے گا اُس کا بھی تمہیں اندازہ نہیں کہ میں اپنی جان دے کر رب کے پیغام کو کس طرح آگے پہنچاؤں گا۔

Marfat.com

لہذا تم اپنے ترکش سے تیر نکال کے میرے رب کے نام سے مجھے مارو اور تیر مارتے وقت اپنی زبان سے یہ لفظ بولو:

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

اس بچے کا جو رب ہے میں اُس کے نام کے ساتھ یہ تیر مارتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ تو ہم فوراً کرتے ہیں۔ سلطنت میں اعلان ہو گیا کہ سارے ایک گراؤنڈ میں اکٹھے ہو جائیں۔ لہذا تمام کے تمام لوگ ایک گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ دور دور تک ایک جم غفیر تھا۔

ایک سٹیج پر نوخیز ولی کو کھڑا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

بِسْمِ اللہِ جب اُس نے کہا اگرچہ اُس وقت اللہ کے ولی کی طرف موت کا حملہ ہو رہا تھا لیکن اُن کو بڑی لذت آ رہی تھی کہ جو اپنے زمانے میں اپنے الہ ہونے کے دعوے کر رہا تھا آج اگرچہ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں لیکن اُسی کی زبان سے میں اپنے رب کا نام نکلوا رہا ہوں۔ وہ میرے رب کو مان رہا ہے اور میرے رب کا نام لے کر مجھے تیر مار رہا ہے۔ لہذا وہ ولی لذت محسوس کر رہے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں میری جان تو نکلے گی لیکن اس انداز میں نکلے گی جو میرے رب کا باغی بنا ہوا تھا اور زبان پر لفظ لانا ہی نہیں چاہتا تھا۔

میں اپنی جان دے دوں گا لیکن اُس کی زبان سے میں اپنے رب کا نام ضرور نکلواؤں گا' جب اُس کی زبان سے اپنے رب کا نام سنوں گا تو موت جیسی تلخی بھی مٹھاس میں بدل جائے گی۔

Marfat.com

بھرے مجمع میں جب بادشاہ نے ترکش سے تیر نکالا اور بسم اللہ پڑھ کے جب اُس نے چلایا تو وہ بچے کے کان پٹی پہ آ کے لگا تو اپنا ہاتھ اٹھا کے اپنی کان پٹی پہ رکھا تو اسی کے ساتھ ہی وہ جام شہادت نوش کر گیا۔ جس وقت مجمع عام نے دیکھا کہ یہ بادشاہ سے مرتا ہی نہیں تھا اس نے پہاڑ پر چڑھایا پھر بھی بچ گیا' اس نے سمندر میں گرانے کی کوشش کی پھر بھی بچ گیا۔ اب جس وقت اس کو مارا گیا تو یہ آواز دی گئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

جب یہ آواز تمام مجمع میں گونجی تو ایک طرف اُس بچے کی شہادت ہو رہی تھی دوسری طرف پورا مجمع یہ نعرہ لگا رہا تھا:

آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ (ابن کثیر جلد ا، ص ۵۲۶)

ہم اس بچے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز

اللہ کے ولی کے اندر جو حرارت ہے وہ اثر کر کے ہی رہتی ہے۔ انہوں نے کہاں ایک ایک کو پکڑ کر پیغام دیتا تھا اور اللہ کی محبت کا پیغام بانٹتا تھا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ کہاں بادشاہ نے ایک ہی مقام پر سب کو اکٹھا کر دیا۔ اگرچہ اُس کا تو خون بہہ رہا تھا مگر یہ بادشاہ جو ہمیں کہتا تھا کہ مجھے سجدہ کرو اور اپنے رب ہونے کے دعوے کرتا تھا آج اس بچے کے رب کا نام لے رہا ہے تو پھر سچا تو وہی رب ہے جو اس بچے کا رب ہے جس کے اندر اتنے کمالات ہیں تو سب نے بیک آواز کہا:

آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ

پورے مجمع کیلئے اللہ کی محبت کو پیش کرتے ہوئے اور اللہ کی محبت کی چاشنی کو

Marfat.com

بانٹتے ہوئے اس انداز میں اپنی جان پیش کی کہ اُن کی روح نکل رہی تھی اور تمام لوگوں کے دلوں میں اللہ کا پیغام داخل ہوتا جارہا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس اللہ کے ولی کی قبر کی کھدائی اتفاقی طور پر ہوگئی۔ ابن کثیر نے اس کو لکھا ہے اور متعدد کتب حدیث میں یہ بات موجود ہے

وأُصْبُعُهُ عَلٰى صُدْغِهٖ كَمَا وَضَعَهَا حِيْنَ قُتِلَ

(ابن کثیر ص ۵۲۷، جلد ۴، مکتبہ حقانیہ پاکستان)

اب تک صدیاں گزر گئیں تھیں' ہزاروں سال پہلے کی ایک اُمت کے ولی کا جسد اطہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ظاہر ہوا تو اُن کا ہاتھ یہیں کان پر موجود تھا۔ بدن سلامت تھا اور چہرے پر تازگی تھی۔

اللہ کے نام پر جس نے اپنی جان دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کو محفوظ رکھا۔ اس حدیث کو حضرت امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

اس انداز سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرایت کرجاتی ہے کہ جب بندہ زندہ رہتا ہے اُس محبت کی تاثیر ہوتی ہے۔ وہ دنیا سے جاتا ہے تو پھر بھی اُس سے اللہ کی محبت کی تاثیر دوسرے لوگوں تک پہنچ رہی ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کمال ہے کہ جہاں یہ آجاتی ہے وہاں خاکی بدن بھی محفوظ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اُسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے اور اُس کی علامات:

اس سلسلے میں امت کے اولیاء کرام کی بہت سی تشریحات موجود ہیں۔ ایک دن حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا جو بہت بڑی اس اُمت کی ولیہ ہیں۔ اُن کے پاس حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت رابعہ نے اُن سے پوچھا:

Marfat.com

مَا تَعُدُّوْنَ السَّخَا فِيْكُمْ

اے حضرت سفیان یہ تو بتاؤ تمہارے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہیں۔ سخا کا مطلب کیا ہے تو حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سخا کی دو مختلف تعریفیں ہیں۔

وَامَّا عِنْدَ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا

(۱) ایک تعریف ہے ابنائے دنیا کے نزدیک

(۲) اور دوسری ہے ابنائے آخرت کے نزدیک

سخاوت کی ایک تعریف دنیا والوں کے لحاظ سے ہے اور دوسری تعریف آخرت والوں کے لحاظ سے ہے۔

حضرت سفیان ثوری کہنے لگے کہ دنیا والے سخاوت اس کو کہتے ہیں

فَالَّذِىْ يَجُوْدُ بِمَالِهٖ

جو شخص اپنا مال صدقہ کردے اور بے دریغ خرچ کردے لہو ولعب میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہتری کیلئے اُس کو سخاوت کہا جاتا ہے جو اپنا مال دے دنیا والے اُس کو سخاوت کہتے ہیں۔

اَمَّا عِنْدَ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ

لیکن آخرت والوں کے نزدیک سخاوت یہ ہے۔

فَهُوَ الَّذِىْ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ

جو اپنا مال نہیں اپنی جان بھی اللہ کیلئے دے دیں۔

صرف مال ہی نہ دیں بلکہ اپنی صلاحتیں رگڑ رگڑ کر اللہ کیلئے ختم کریں، اپنے بدن کو اللہ کیلئے پیش کردیں اور اپنے آپ کو اللہ کیلئے صدقہ کردیں اپنی ہی سخاوت کرے یہ تعریف آخرت والوں کے لحاظ سے ہے۔ یہ سخاوت کی تعریف ہے یہ دونوں تعریفیں ہی

Marfat.com

بہت اہم تھیں۔

مگر حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

فَقَالَتْ یَا سُفْیَانُ اَخْطَاْتَ فِیْھَا

اے سفیان تو نے سخاوت کی تعریف صحیح نہیں کی۔

سخاوت کی جو تعریف تم نے مجھے بتائی یہ درست نہیں ہے تو حضرت سفیان کہنے لگے "پھر تم ہی اس کی تعریف کرو کہ سخاوت کس کو کہتے ہیں"۔

اَنْ تَعْبُدُوْہُ حُبًّا لَّہٗ لَا یَطْلُبُ جَزَآءٍ (شعب ایمان جلد ا، ص ۲۷۳)

سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت محض اُس سے پیار کیلئے کرو اور کسی جزاء کیلئے نہ کرو یہ ہے سخاوت کی تعریف۔

ایک تھا مال دنیا ایک تھا اپنے بدن کی سخاوت کرنا۔ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں نہیں بلکہ سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ تعالی کی عبادت صرف اُس لئے کرو کہ وہ تمہارا محبوب ہے۔ اللہ سے پیار کیلئے اور اُس کے شوق کیلئے تم اُس کی عبادت کرو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے حصول کیلئے اللہ کی عبادت کرے اور جہنم سے بچنے کیلئے عبادت کرے۔

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی یہ دونوں باتیں پیش نظر نہ ہوں' نہ جنت کا حصول پیش نظر ہو اور نہ ہی جہنم سے آزادی پیش نظر ہو۔

حالانکہ ان دونوں باتوں میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس سے اگلا مقام ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی تھیں کہ اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کی عبادت محض اُس کی محبت کیلئے کی جائے کہ وہ محبوب ہے ہم اُس کو سجدہ کریں وہ محبوب حقیقی ہے وہ فرمانے لگیں یہ سخاوت ہے کہ:

Marfat.com

بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس لئے کرتا ہے کہ اُس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے۔ وہ محبت بندے کو مجبور کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا محبوب ہے کہ اُس کو سجدہ کیا جائے اُس کے حکم پر جہاد کیا جائے' اُس کے فرمان پر اپنے قیمتی مال کی زکوٰۃ دی جائے اور اُس کے کہنے پر حج کی ادائیگی کیلئے سفر کیا جائے۔ طلب جزاء کیلئے نہیں بلکہ صرف محبت الٰہی کیلئے بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔ یہ وہ سخاوت ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جس کا اظہار کیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لحاظ سے کہ وہ کھلاتا ہے' پلاتا ہے۔ یہ اس راستے میں ڈالنے کیلئے آغاز ہے اور اہم بات ابتداء کے لحاظ سے ہے جب وہ چلتا جاتا ہے' چلتا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اُس کو اتنی لذت ملتی ہے پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی اُس کے نزدیک بڑی قدر منزلت ہے لیکن عبادت کو صرف اس انداز میں کر رہا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی محبت ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

بیہقی نے شعب ایمان میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے ایک ولی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی علامت کیا ہے ہم کیسے سمجھیں گے کہ فلاں بندہ اللہ سے محبت کرتا اور فلاں نہیں کرتا تو انہوں نے مختصر سے جملے میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ

اِذَا کَانَ عَطَائُہٗ اِیَاکَ وَ مَنْعُہٗ سَوَائٌ (ابو نعیم فی الحلیۃ، جلد ۸، صفحہ ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں محب وہ ہے کہ جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا اور منع دونوں برابر ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازشات ہوں پھر بھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محرومی ہو پھر بھی یہ دونوں حالتیں برابر ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی طرف سے مسلسل نوازشات ہو رہی ہیں تو پھر بھی وہ خوش ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف آزمائش آ گئی ہے تو پھر بھی خوش ہے۔

اُس کے نزدیک عطا سے مراد نوازشات کا ملنا اور منع سے مراد اُس کی طرف سے نوازشات و انعامات کا رک جانا اور منقطع ہو جانا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے صوفی ہیں اس کو انہوں نے اپنے انداز میں بیان کیا کہ بندہ محبت ایزدی میں کمال کو تب پہنچتا ہے۔ آغاز تو پہلے بھی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے انعامات کی بارش ہو تو خوش ہو اور جب اُدھر سے محرومی کا سامنا ہو تو پھر اگرچہ طبیعت مرجھا بھی جائے یہ ابھی ابتدائی مراحل ہیں لیکن جو بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں عروج تک پہنچ جائے اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہو جاتی ہیں۔

اگر اللہ نواز رہا ہے تو پھر بھی یہ اُس سے پیار کرتا ہے اور اگر اُس کی طرف سے منع ہو جائے اور اُس کی طرف سے اگر محرومی کا سامنا ہو تو پھر بھی وہ انعامات سے محرومی کی شکایت نہیں کرتا۔ زبان پر تو کیا دل میں خیال تک بھی نہیں کرتا۔ دونوں حالتوں میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایسے مسکراتا ہے اور اُس کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے۔

خالق کائنات اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ اس کی مجھ سے محبت محض میری ذات کی وجہ سے ہے۔ یہ میری نعمتوں کی وجہ سے متوجہ نہیں ہے بلکہ محض میری ذات کی وجہ سے ہے اگر میں دیتا ہوں تو پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے اور اگر میں روک لیتا ہوں پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے یہ محبت ایزدی کا وہ عروج کا نقطہ ہے جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو بیان کیا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک اللہ کے ولی کا

Marfat.com

پیغام بہت اچھا لگا جب وہ کہنے لگے:

اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّبِّیْ اَعْبُدُہٗ رِجَاءً لِّلْجَنَّةِ فَقَطْ

(شعب ایمان ۱/۳۷۲، اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۴/۵۳)

اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کہنے لگے ''مجھے حیا آتی ہے کہ میں صرف جنت کی طلب میں اُس کی بندگی کروں۔ صرف میرا مقصود جنت کا حصول ہو اور میں اُس کی بندگی کرتا رہوں مجھے ایسی بندگی کرنے میں حیا آتی ہے''۔

اگرچہ بندے کو جنت بھی مطلوب ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

جنت کا سوال کوئی معیوب نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ جنت کو مقصود سمجھنا اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہے۔

جنت کو مقصود بنا لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ ہی نہ ہو تو وہ فرمانے لگے کہ بندگی میں مجھے حیا آتی ہے کہ اگر میں صرف جنت کے حصول کیلئے سجدے کرتا رہوں اور میری چاہت کا مرکز میرے رب کی ذات نہ ہو تو میں ایسی بندگی میں حیا محسوس کرتا ہوں۔ میں تو وہ بندگی کرتا ہوں جس میں میری توجہ سرفہرست خالق کی طرف ہوتی ہے اور ضمناً جنت کا خیال آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ ورنہ میں اپنی تمام توجہ اپنے رب کی طرف رکھتا ہوں اور سجدے کرتے وقت' جہاد کرتے وقت' دن رات اُس کا ذکر کرتے وقت یہ میں خیال ہی نہیں کرتا کہ مجھے اس کے صلے میں جنت ملے گی۔ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کے صلے میں میرا رب اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

اور کہنے لگے اگر میں ایسا کروں گا تو مجھ اور ایک مزدور میں فرق کیا رہے گا ایک شخص مزدوری دنیا کی کر رہا ہے اُس مزدوری کے پیش نظر یہ ہے کہ میں یہ کام کروں تو مجھے

Marfat.com

اتنے پیسے مل جائیں۔

تو فرمانے لگے میں اُس اجیر کی طرح ہو جاؤں گا لیکن میرے نزدیک محبت ایزدی کا یہ مرتبہ ہے کہ میں اس کو ہمیشہ سرفہرست رکھتا ہوا اور اس محبت کی وجہ سے ہر وقت مسرور رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں میں سر جھکا تا ہوں تو یہ وہ چاشنی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو محبت کی شکل میں عطا فرماتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ

مَنْ یُّحِبُّ اللّٰہَ

اُس بندے کی علامت کیا ہے جو اللہ سے پیار کرے۔

مَنْ یُّحِبُّہُ اللّٰہُ (شعب ایمان ۱/۳۶۹)

اور اُس بندے کی علامت کیا ہے کہ اللہ جس سے پیار کرے

یہ تو لازمی بات ہے کہ جو اللہ سے پیار کرے گا اللہ تعالیٰ اُس بندے سے ضرور پیار کرے گا۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ

فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

اور یہاں تک فرمایا:

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

اے میرے محبوب علیہ السلام ان لوگوں سے فرما دو جو مجھ سے پیار کرنا چاہتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پھر تم میرے پیچھے پیچھے آجاؤ میری سنت کو اپنا لو میری اتباع کر لو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

Marfat.com

پھر اللہ تم سے پیار کرے گا۔

یہ لازمی بات ہے جو بندہ محبت ایزدی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یقیناً اللہ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے کی محبوبیت دے دیتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ سرفہرست محبوبیت پوری کائنات میں سے خواہ وہ فرشتے ہوں' انبیاء علیہم السلام ہوں' صدیق ہوں یا شہداء وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا حبیب قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اُس کے مرتبے کے مطابق مقام محبوبیت عطا فرماتا ہے۔

یہاں تک فرما دیا کہ جو میرے محبوب علیہ السلام کے نقش قدم پہ چلے گا وہ صرف میرا محب ہی نہیں ہوگا۔

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اُس کو اللہ محبوب بنالے گا۔

جب ان دو علامات کے بارے میں حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا گیا کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔

یہ خدا رسیدہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دشت محبت میں گزار دی جنہوں نے محبت کا فلسفہ سمجھانے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ جن کے دل کا ہر محلہ اور ہر گلی اور ہر مکان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد رہتا تھا۔

اُن کے الفاظ میں بھی بڑی تاثیر ہے آج ہم اُن کا ایک ایک لفظ پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو دل کو تازگی ملتی ہے کہ واقعی وہ ذات کتنی عظمت والی ہے جو اپنی محبت کا ایک قطرہ بے قرار دل میں منتقل کر دیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کو سمندر کی شکل عطا فرما دیتا ہے

Marfat.com

اور روح کو وہ محبت عطا کر دیتا ہے جو دنیا کے کسی نظارے میں اور دنیا کی کسی مصروفیت میں اور دنیا کے کسی حسن میں وہ لذت نہیں ہے جو خالق کائنات جل جلالہٗ اپنی محبت میں لذت عطا فرما رکھی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا تو فرمانے لگے:

مَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَھُوَ مَشْغُوْلٌ بِعِبَادِتِہٖ سَاجِداً وَّ رَاکِعاً

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اُس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے، کبھی سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع کرتا ہے۔ یہ بندے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے اس مضمون کو بیان کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ محض ہم کوئی کاروائی ہی نہیں کر رہے بلکہ ہم ان سب باتوں کو سیرت میں اتارنا چاہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

ھُوَ مَشْغُوْلٌ بِعِبَادِتِہٖ سَاجِدًا وَّ رَاکِعاً

وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے کبھی وہ سجدے کرتے ہوئے مصروف رہتا ہے اور کبھی وہ رکوع کی حالت میں مصروف رہتا ہے۔

اِنْ عَجَزَ عَنْ ذٰالِکَ اِسْتَرْوَحَ اِلٰی ذِکْرِ اللِّسَانِ

اگر وہ سجدہ کر کر کے تھک جائے، قیام سے تھک جائے، رکوع کر کر کے تھک جائے، سجدہ کرتے کرتے تھک جائے تو پھر بھی وہ غافل نہیں رہتا بلکہ وہ ذکر لسان کی طرف آجاتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہتا ہے اور بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا رہتا ہے اور اگر زبان سے ذکر کرتے کرتے تھک جائے، عاجز آجائے تو پھر

اِسْتَرْوَحَ اِلٰی ذِکْرِ الْقَلْبِ وَالتَّفَکُّرِ

Marfat.com

پھر وہ بندہ دل کے ذکر کی طرف آجاتا ہے۔ پہلے صرف ظاہری اعضاء سے ذکر کر رہا تھا۔ سجدہ کر رہا تھا' رکوع کر رہا تھا' قیام کر رہا تھا۔ اس سے جب عاجز آ گیا تو پھر زبان سے ذکر شروع کر دیا اور جب وہ زبان سے بھی عاجز آ گیا تو پھر اُس نے اپنے دل کو اللہ کی یاد کا یوں محور بنالیا ہے اور گہوارہ بنالیا ہے کہ ہر وقت اپنے دل و دماغ میں وہ اللہ کی ذات کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ اس کی ذات کے بارے میں اُس کی صفات کے بارے میں اُس کی شان کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔

فرمانے لگے:

یہ اُس بندے کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اس بندے کی علامت کیا ہے جس سے اللہ پیار کرتا ہے چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتے۔ بندے کو دیکھ سکتے ہیں تو بندہ محبوبیت ایزدی کے درجے پر فائز ہو چکا ہو اُس بندے کے اندر ہمیں کیا چیز نظر آئے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

بندے کے اندر پیار کا یہ رنگ نظر آئے گا۔

اَمَّا مَنْ يُّحِبُّهُ اللّٰهُ

لیکن وہ جس بندے سے اللہ پیار کرے تو

اَعْطَاهُ سَخَاوَةً كَسَخَاوَةِ الْبَحْرِ

وَ شَفْقَةً كَشَفْقَةِ الشَّمْسِ

وَتَوَاضُعًا كَتَوَاضُعِ الْاَرْضِ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ''اُس بندے میں تین چیزیں سرفہرست نظر آئیں گی۔ پہلے نمبر پر سخاوت' دوسرے نمبر شفقت اور تیسرے نمبر پر تواضع

Marfat.com

اور عاجزی تمہیں نظر آئے گی۔

(۱) سخاوت: اُس بندے میں سخاوت کیسے نظر آئے گی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو ایسی سخاوت دیتا ہے کہ جتنی سخاوت اللہ نے سمندر کو عطا فرما رکھی ہے۔ کوئی آئے چلو بھر لے' کوئی آئے ڈول بھر لے' کوئی آئے اور زیادہ لے جائے' اُس بندے کے اندر سخاوت ایسی ہوتی ہے جیسے سمندر کے اندر سخاوت ہوتی ہے

(۲) شفقت: بندے میں شفقت کیسے نظر آئے گی۔ فرمانے لگے

شَفَقَةً كَشَفَقَةِ الشَّمْسِ

اُس بندے کی شفقت سورج کی شفقت کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یوں نہیں کرتا کہ میں بادشاہ کے دربار کو تو روشن کروں گا مگر فقیر کی کٹیا میں چاندنی داخل نہیں ہونے دوں گا۔

اُس کی شفقت ایسی ہے کہ دائیں بائیں' آگے پیچھے ہر طرف اپنی کرنیں بھیجتا ہے۔ اپنے اُجالے بانٹتا ہے سب کو برابر حصہ دیتا ہے اور گورے کالے چھوٹے بڑے کے ساتھ امیر و غریب کے ساتھ' عربی عجمی کے ساتھ برابر سلوک کرتا جاتا ہے۔

ایسے ہی اللہ اُس بندے کو جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ سورج جیسی شفقت عطا فرما دیتا ہے۔

پھر

(۳) تواضع: بندے میں تواضع کیسے نظر آئے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

اَعْطَاهُ تَوَاضُعًا كَتَوَاضُعِ الْاَرْضِ (شعب ایمان ۱/۳۶۹)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو زمین جیسی تواضع عطا فرما دیتا ہے کہ زمین نیچے لیٹی ہوئی ہے۔ اُس پہ عاصی بھی قدم رکھ کے چل رہے ہیں۔ نیک بھی چل رہے ہیں اور کب سے اُس نے اپنے آپ کو نیچے بچھایا ہوا ہے اور کبھی اُس نے تھکاوٹ کا احساس بھی ظاہر نہیں کیا اُس نے کہا ہو کہ اے لوگو! میں تھک گئی آج ایک بوجھ کہیں اور لے جاؤ نہیں نہیں پوری طرح تواضع کے ساتھ نیچے لیٹی ہوئی ہے۔

فرمایا ''ایسے ہی اللہ تعالیٰ اُس بندے کو جس کے ساتھ اللہ نے محبت کی ہے اُس کو زمین جیسی تواضع دے دیتا ہے''۔

پھر وہ تکبر نہیں کرتا' وہ اکڑتا نہیں' وہ مغرور نہیں ہوتا' وہ لوگوں سے جب اچھی بات سنتا ہے تو پھر بھی وہ خوش ہوتا ہے جب کچھ لوگ اُس پر طعنہ زنی کرتے ہیں تو پھر بھی اُس کے تیور نہیں بدلتے۔ اُس کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتے وہ زمین جیسی تواضع کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ اُس سے جو بھی سلوک کیا جائے وہ اپنی اُس تواضع کو برقرار کرتا ہے۔

یہ علامات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس شخصیت کی بیان کر دیں کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ پیار کرتا ہے۔

اب جس وقت ہم ان علامات پر غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے اور اُس کی علامات کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے دین سے بھی محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن سے بھی محبت کریں۔ محبت اس کا نام ہے اگر حکم سخت آ گیا تو ہم کہیں کہ یہ محبت تو ہم سے نہیں ہوتی۔ یہ سردی کی رات ہے یخ بستہ رات ہے اور ہوا میں شمشیر کی سی تیزی ہے اور اب ہمارا جو رب ہے وہ کہتا ہے کہ اٹھو ٹھنڈے پانی سے وضو کرو اور میرے دربار میں کھڑے ہو جاؤ تو اب یہ محبت کہے کہ یہ تو نہیں ہوتا' کچھ اور کر لوں گا' نہیں نہیں اللہ سے محبت کا

Marfat.com

تقاضا یہ ہے کہ اپنی عقل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع کردو۔ اگر معاملہ سمجھ آرہا ہے پھر بھی مانو اگر معاملہ سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی مانو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پر اُس کے ہر حکم کے پابند بن جانا۔ اُس کے سارے احکامات کو ماننا اور امر پر عمل کرنا اور نواہی سے باز رہنا یہ اُس محبت کا تقاضا ہے جس کو پورے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اور آج کی ہماری گفتگو کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور قرآن مجید نے واضح کردیا کہ ایمان والوں کی شان کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

اگرچہ بتوں کے پجاری کہتے تو ہیں کہ ہم بتوں سے پیار کرتے ہیں مگر انہیں کہاں نصیب ایسا پیار جیسا ہم اپنے اللہ سے کرتے ہیں۔

بتوں کے پجاری مشکل وقت پر بتوں سے بے زار ہو جاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں اور سرکشی کا اعلان کردیتے ہیں اور اُن سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا علمبردار جس طرح کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ کا ولی کیسے اپنی محبت کا اظہار کیا جب اُس کو اتنے امتحانات سے گزارہ گیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا نعرہ بروقت بلند کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ایمان والوں کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اُس کے مقابلے میں اگر باپ کی محبت آجائے تو وہ بھی نیچے رہے گی۔ بیٹے کی محبت آجائے اُس کو بھی روند دیا جائیگا۔ والدہ کی محبت اللہ کے حکم کے مقابلے میں آجائے تو اُس کو بھی پیچھے ہٹادیا جائے گا۔

معاشرے کی محبت سوسائٹی کی محبت کسی چیز کی محبت بھی جو اللہ تعالیٰ کی محبت

Marfat.com

کے مقابلے میں آ رہی ہے اُس کو روند دیا جائے گا۔

یہ محبت اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس جہت سے باپ کی محبت اللہ کیلئے والدہ کی محبت اللہ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اولاد سے محبت اور اپنے شیخ سے محبت اپنے استاد سے محبت یہ ساری سمت کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں شامل ہو جاتی ہیں اور ان محبتوں کو برقرار رکھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے لیکن جو محبت اللہ تعالیٰ کی اپوزیشن بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ٹکرانے والی ہو تو اُس محبت کو روند کر اللہ کی محبت کا جھنڈا بلند کیا جائے گا یہ اس آیت کریمہ کا مطلب ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

ایمان والے اپنے خدا سے ایسی محبت کرتے ہیں جتنی محبت بتوں کے پجاری بھی اپنے بتوں سے نہیں کرتے۔

اب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اُس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی شریعت سے محبت ہو اللہ تعالیٰ کے احکام سے محبت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اُس کا کتنا بڑا تقاضا ہوگا۔ وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنا رکھا ہے اُن سے بھی پیار کیا جائے۔

اس واسطے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ

اے میرے صحابہ تم مجھ سے بھی محبت کرو کیوں؟ لحب اللہ اس واسطے جو تمہارا خالق ہے وہ میرا محب ہے۔

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ

Marfat.com

اللہ سے محبت کرو وہ تمہیں کھلاتا ہے' پلاتا ہے۔ یہ اللہ کی محبت کے تقاضے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس کے بعد جو اپنی محبت کا ذکر کیا۔ فرمایا "اللہ ہی کی محبت کا تقاضا ہے کہ تم مجھ سے بھی محبت کرو' مجھ سے محبت نہیں کرو گے تو تم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا پورا ہی نہیں کیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے تو محبت کرو لیکن اللہ جس سے محبت کرتا ہے اُس کو تم چھوڑ جاؤ' اُن کی محبت سے تم پیچھے ہٹ جاؤ' اُن سے تم عداوت وبغض رکھ نہیں سکتے"۔

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ (جامع ترمذی حدیث ۳۷۸۹)

مجھ سے تم اس لئے محبت کرو کہ میں تمہارے رب کا بھی محبوب ہوں۔ لہذا اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے بھی محبت کرو۔ یہ ہے اہل حق کا محبت ایزدی میں فلسفہ یہاں محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی علیحدہ چیز ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کامل تب ہوگی بندے کے اندر جب وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام اولیاء کرام سے صدیقیں شہداء سے اللہ کیلئے پیار کررہا ہوگا تو پھر محبت ایزدی کے تقاضے پورے ہوتے نظر آئیں گے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف اسلامی جو مقام ہے وہ کتنا اونچا ہے ان کی محبت کیا تھی اور اُن کو جو محبت ایزدی کا جو فلسفہ حاصل تھا۔

اس مقام پر حضرت جنید بغدادی سری سقطی کے حوالے سے بات کررہے ہیں مجھے بار باران کے مزار کی حاضری نصیب ہوئی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن سری سقطی سے ایک مکالمہ سنا۔ وہ کہنے لگے میں عالم روحانیت میں اپنے رب سے گفتگو کررہا تھا اور میرا رب بول رہا تھا میں سن رہا تھا۔

Marfat.com

خالق کائنات نے فرمایا کہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو سب ہی میری محبت کے دعوے کرنے لگے۔ میں نے انسان کو پیدا کیا تو انہوں نے میری محبت کا دعویٰ کیا۔ یہاں بطور مثال یہ کہا گیا ہے کہ میں نے دنیا کو پیدا کر دیا تو اب وہ سارے جو محبت کے دعوے کر رہے تھے اُن کی محبت میں فرق آنے لگا۔

فَاشْتَغَلُوْا بِهَا مِنْ عَشْرَةِ الْآفِ تِسْعَةَ الْآفِ وَ بَقِيَ اَلْفٌ

(شعب ایمان ا/۴/۳۷)

فرمایا ''یوں سمجھو کل میں نے ۱۰۰۰۰ دس ہزار بندے پیدا کئے سب کا دعوی تھا کہ اے اللہ ہم تیرے بڑے محب ہیں''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں نے دنیا پیدا کر دی وہ دنیا میں مصروف ہو گئے اُن دس ہزار میں سے نو ہزار جو میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے وہ دنیا کی محبت میں پڑ گئے اور میری محبت کے اندر وہ جھوٹے نکلے یعنی جو حقیقی تقاضا تھا وہ پورا نہ کر سکے''۔

پھر خالق کائنات نے فرمایا

بَقِيَ اَلْفٌ

ایک ہزار باقی رہ گیا تو پھر

خَلَقْتُ الْجَنَّةَ

میں نے جنت کو پیدا کیا ہے جب میں نے جنت کو پیدا کیا تو اُن ہزار میں سے ۹ سو جنت کے پیچھے پڑ گئے۔ انہوں نے میری بندگی کی لیکن غالب خیال جنت کا تھا تو ۹ سو جنت کی طرف چلے گئے باقی ایک سو پیچھے رہ گیا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

فَسَلَّطْتُ عَلَيْهِمْ شَيَاءَ مِنَ الْبَلَاءِ

میں نے کسی آزمائش میں اُن کو ڈال دیا' بیماری آ گئی یا کسی پریشانی میں ڈال دیا۔

Marfat.com

فَاشْتَغَلُوا عَنِّیْ بِالْبَلَاءِ

وہ اُس کے پیچھے پڑ گئے۔اُن کے پیشِ نظر یہ تھا کہ یہ بیماری دور ہو جائے یہ اس طرح ہو جائے ہر وقت یہی دعا مانگتے رہتے تھے۔

خالق کائنات فرماتا ہے اُن سو میں ۹۰ نوے لوگ بیماری والے معاملے میں چلے گئے۔دس پیچھے رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اُن سے پوچھا میرے بندو میں نے دُنیا بھی پیدا کی' میں نے جنت بھی پیدا کی' میں نے بیماری بھی بھیجی پھر بھی کوئی چیز میری محبت سے پیچھے ہٹا ہی نہیں سکی۔وہ کہنے لگے اے اللہ! ہمیں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے نہ دنیا میں ڈوبے نہ جنت کیطرف متوجہ ہوئے اور نہ ہی بیماری ہمیں متوجہ کر سکی۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَنْتُمْ عَبِیْدِیْ حَقًّا (شعب ایمان ۱/۳۷۴)

تم ہو میرے سچے بندے تم نے حق ادا کر دیا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا ہے۔
اگر چہ ہماری بساط مختصر سی ہے ہمارے اندر صلاحیت چھوٹی سی ہے۔

اَنْتُمْ عَبِیْدِیْ حَقًّا

یہ بات اُن بندوں کی ہے کہ جن کے دل سمندر ہیں لیکن یہ سبق تو ہمارے لئے بھی ہے ہم بھی تو کوشش کریں کہ محض محبت ایزدی کیلئے ہر کام کیا جائے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ آج کی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

Marfat.com

باب نمبر 3

منصبِ نبوّت اور عقیدۂ مومن

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَحْمَدُکَ اَللّٰھُمَّ یَا اللّٰہُ خَلَقْتَنَا وَ ھَدَیْتَنَا وَ اَنْقَذْتَنَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ مَحَوْتَ الظُّلْمَۃَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَ عَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک و تعالیٰ جَلَّ جلالہٗ وعَمَّ نوالہٗ واَعظمَ شانہٗ واَتمَّ برھانہٗ کی حمد و ثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیۂ درود و سلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر و محراب اربابِ فکر و دانش، غیور اہلِ حق، اہلِ اسلام نہایت ہی محتشم حضرات و خواتین!

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہمِ دین

Marfat.com

کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات آج کی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع نہایت ہی اہم ہے اور وہ ہے

''منصب نبوت اور عقیدہ مومن''

میری دعا ہے کہ خالق کائنات اس نورانی صبح میں درس قرآن میں ہماری اس حاضری کو قبول فرمائے اور ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم اور اس کی ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۲۴ کا ایک حصہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کیا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (سورہ انعام، آیت نمبر ۱۲۴)

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس جگہ پہ رکھے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ فلاں شخص کو نبی بنا دیا جائے اور کچھ کہتے تھے ولید بن مغیرہ کو نبی بنا دیا جائے۔ کچھ کہتے تھے عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی بنا دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ مکہ شریف کا ایک بڑا مالدار آدمی تھا۔ وہ کہتا تھا میری عمر بھی زیادہ ہے اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے۔ لہذا مجھے نبی بنایا جائے۔ لوگوں کے مختلف زاویے تھے اور اس بارے میں اپنی تجاویز پیش کر رہے تھے کہ فلاں نبی ہونا چاہیئے' فلاں نبی ہونا چاہیے۔

تو خالق کائنات جل جلالہ نے یہ آیت نازل کر کے اس بات کو واضح کیا کہ میں جانتا ہوں منصب نبوت کیا ہے؟ اور اس کا اہل کون ہے۔ اس پر میں نے کس کو فائز کیا ہے یہ حقیقت میں ہی جانتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات جل جلالہ نے جب یہ حکم دے دیا

Marfat.com

کہ آپ اعلان نبوت فرمائیں تو اُس وقت کفار مکہ کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آرہی تھی جس کو قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

(سورہ زخرف، آیت ۳۱)

وہ کہتے کہ قرآن مجید دوشہروں میں سے ایک بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا قریتین سے مراد مکہ شریف اور طائف ہیں۔

طائف میں ان کے نزدیک نبوت کا امیدوار عروہ بن مسعود تھا اور مکہ شریف میں نبوت کا امیدوار ولید بن مغیرہ تھا تو ان کے نزدیک نبوت کیلئے کوالی فیکیشن چاہیئے تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں پوری کر رہے ہیں اور ان پر قرآن مجید کو نازل کرنا چاہیئے تھا۔ یہ زیادہ مالدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کہاں نازل کر دیا۔

وہ جو اپنے طور پر ایک نبوت کا منصب سمجھے ہوئے تھے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے ان کی بات کو رد کیا اور واضح کر دیا کہ میں جانتا ہوں میری یہ ذمہ داری کتنی بڑی ہے اور کتنے بڑے آدمی کو یہ دی جاتی ہے اور اُس کے اندر کتنی صلاحیتیں ہونی چاہئیں۔ ان سب چیزوں کا مجھے علم ہے اور اُسی کے مطابق میں اپنی رسالت عطا کرنے والا ہوں۔

اب دیکھئے کہ:

اُس ماحول میں لوگوں کو منصب نبوت کا کیا پتہ ہوگا جبکہ منصب الوہیت سے وہ اتنے غافل تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب وہ ایک پتھر کی پوجا کرتے تھے اگر اُن کو اُس پتھر سے کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تھا تو وہ پہلے کو پھینک دیتے تھے اور نئے پتھر کی بندگی شروع کر دیتے تھے تو جن کے نزدیک معیار الوہیت اتنا گرا ہوا ہو وہ منصب نبوت کو کیا پہچان سکیں گے۔ وہ اپنی طرف سے لا فزنی کر رہے تھے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں منصب نبوت کو بیان بھی کر دیا اور واضح کر دیا کہ میں نے جن کو یہ تاج پہنایا ہے' میں نے ازل سے اُن کو منتخب کر رکھا تھا اور اُن کے اندر یہ صلاحیتیں موجود ہیں

Marfat.com

کہ انہیں ہی یہ تاج پہنایا جائے گا اور یہ نبوت کا آخری تاج ہے جو اُن کے سر پر سجایا گیا ہے اور اُن کو نبوت عطا کر دی گئی ہے۔

قرآن مجید کی آیات کا اگر سرسری جائزہ مرتب کیا جائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کا مقام و مرتبہ اس بات کو معین کرتا ہے کہ معیار نبوت اور منصب نبوت کتنا بڑا ہے اور اس کیلئے مومن کو کس طرح محتاط رہنا چاہیئے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ کیا رکھنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور آپ کا منصب نبوت میں جو مقام ہے اُس کیلئے اس آیت کریمہ میں غور کیا جائے جو سورہ فجر کی آیت نمبر ۷۲ ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (پارہ ۱۴، سورہ الحجر، آیت ۷۲)

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمہاری عمر کی قسم بے شک وہ لوگ اپنے نشے میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ لفظ عَمر اور لفظ عُمر آپس میں دونوں مترادف ہیں۔ ہم اپنی زبان میں عمر کا لفظ بولتے ہیں کہ فلاں کی عمر اتنی ہے اور عمر کی لغت بھی موجود ہے۔

لَعَمْرُكَ

اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کی قسم اٹھا رہا ہے اس پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانوں سے ایک ذات ہے کہ جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ

مجھے تمہاری عمر کی قسم ہے یہ قسم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تابناک تھی اور اُس کی کتنی عظمتیں تھیں۔ خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو کتنی اپنی رضا عطا فرما رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا رہا ہے اور جس عمر کی قسم اٹھا رہا ہے اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک

Marfat.com

کا ہر ہفتہ کی قسم اٹھا رہا ہے۔ اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک کا ہر ہفتہ اور اُس کا ہر گھنٹہ اور اُس کا ہر منٹ اور اُس کا ہر سیکنڈ اس لائق ہونا چاہیے کہ رب اُس کی قسم اٹھا سکے اگر اُس عمر کا معاذ اللہ کوئی دن' کوئی گھنٹہ' کوئی لمحہ ایسا ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو پھر اُس عمر کی قسم کیسے اٹھائی جا سکے گی۔ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عمر مبارک کی قسم اٹھا کر اپنی طرف سے یہ واضح کر دیا کہ یہ وہ ذات ہے کہ جن سے میں ایک لمحہ بھی ناراض نہیں ہوا اور یہ وہ ذات ہے کہ جس نے ایک دن تو کیا ایک گھنٹہ تو کیا ایک سیکنڈ بھی میرے حکم کی نافرمانی نہیں کی یہ وہ ہیں کہ ہر وقت جنہوں نے میری خوشنودی کے کام کئے ہیں۔

ان کی زندگی اتنی عظیم ہے کہ میں خالق ہو کر بھی ان کی قسم اٹھا سکتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور زندگی کا جو لفظ میں بول رہا ہوں لفظ عمر کا ترجمہ کرتے ہوئے ''تو اس میں یہ بھی ہے خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کی ہے یا اعلان نبوت کے بعد کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل زندگی کی خالق کائنات جل جلالہ نے قسم اٹھا کر یہ واضح کر دیا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں موقع پر ان کو فلاں جھڑکی میری طرف سے ملی یا معاذ اللہ اس طرح کا کوئی سلسلہ ہوا نہیں۔ پوری کی پوری زندگی اتنی عظیم ہے اور مومن کیلئے ماننا لازم ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے اتنا مقام دیا ہے کہ زندگی کے ہر لمحے کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول بھی ہو رہا تھا اور خالق کائنات صرف اُن پر خوش ہی نہیں بلکہ اُن کی زندگی کے ہر لمحے کی قسم بھی اُٹھا رہا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مقدس زندگی جس کو خالق کائنات نے اس انداز میں بیان کیا اب ہمارے لئے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ ہم کبھی بھی زبان کھولتے ہوئے اس مقدس زندگی کے کسی لمحے پر تنقید نہ کریں اور یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ اُن کی زندگی کی قسم اٹھائے اور ہماری زبانوں سے ان کی زندگی کے کسی لمحے پر

Marfat.com

تنقید ہو کہ فلاں وقت یہ ہو گیا تھا' فلاں وقت یہ ہو گیا تھا۔

خالق کائنات نے آپ کی زندگی کی قسم اٹھا کر منصب نبوت کی عظمت کو واضح کر دیا ہے اور قیامت تک کیلئے مسلم امہ کے ہر فرد کیلئے یہ لازم کر دیا ہے کہ کبھی بھی ان کی زندگی' ان کی ذات' ان کی صفات اور ان کی ہر حالت کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ نہ بولو اگر کوئی ایسی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ قسم ہی نہ اٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ خالق ہو کر جو ہر وقت ہر جہت سے واقف ہے اور ہر لمحے کے پیچھے جو محرکات ہیں وہ بھی جانتا ہے جب اُس نے ان کی زندگی کو اتنا عظیم قرار دے دیا ہے کہ اس کی قسم اٹھا رہا ہے۔ مومن تو آپ کا امتی ہے جب وہ خالق ہو کر اس کی قسم اٹھاتا ہے تو مومن کو اس مقدس زندگی کے ہر لمحے کے بارے میں اپنا ہر وقت یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر لمحے کو عظمت والا بنایا ہے اور کوئی سیکنڈ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جا سکے۔

دوسری طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ نوح، آیت ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک تمہارے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ غیر ممنوں کا مطلب ہے غیر مقطوع، غیر منقوص جس میں کبھی نقصان نہیں ہوگا کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

خالق کائنات جل جلالہ آپ کو ایسا اجر عطا فرمانے والا ہے اور ایسے جملے اور ایسی آیت کے ساتھ اللہ نے اس بات کو ثابت کیا جس میں تاکید بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے معاملات کو بھی خالق کائنات جل جلالہ نے یوں بیان کیا ہے:

ایک تو ہے ایمان والوں کیلئے

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؀

(پارہ ۳۰، سورہ التین، آیت ۶)

Marfat.com

ایمان والوں کیلئے بھی اجر غیر ممنون کو بیان کیا گیا ہے لیکن بالخصوص ایک ذات کو معین کر کے یہ بتا دیا کہ تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں ہے اور تمہارا اجر بے حساب ہے۔

وہ غیر مقطوع ہے کبھی اس کا اختتام ہوگا ہی نہیں اور کبھی اس کی انتہا ہی نہیں ہو گی یہ وہ خالق کائنات کا اعلان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کے لحاظ سے کہ خالق کائنات اتنی عظمتیں دینے والا ہے کہ جن عظمتوں کا حد یا کنارہ کوئی انسان معلوم کر ہی نہیں سکتا۔ واضح اور کثیر عظمتیں آپ کو عطا کر دی گئیں ہیں۔

تو کسی بندے کی کیا مجال کہ ان عظمتوں کے انقطاع کے لحاظ سے بات کرتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنقید کرے یا کسی عیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف کرے۔ خالق کائنات نے اس آیت کریمہ کے اندر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال کے لحاظ سے جو ہر قسم کے عیب کی نفی ہے اس نفی کو رب ذوالجلال نے واضح فرما دیا ہے۔

بالخصوص اس مقام پر یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ خالق کائنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی شان عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے اس مقام پر یہ فرما رہا ہے:

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ تو یہ اصل میں جواب تھا

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ ن، آیت ۱،۲،۳)

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ آپ اللہ کی نعمت کی وجہ سے مجنوں نہیں ہیں

مطلب کیا تھا کہ آپ کی صفتیں جب بیان ہو رہی ہیں اُس وقت بعض آپ کے اجر میں کوئی کمی نہیں لیکن جب آپ کسی کے اعتراض کا بوجھ اٹھاتے ہیں' کوئی شخص آپ پہ تنقید کرتا ہے۔ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اُس کی گور گردن اس تنقید سے جہنمی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی تمہاری شان رکھی ہے کہ وہ جتنی آپ پر تنقید

Marfat.com

کرے گا اللہ تعالیٰ اتنا ہی آپ کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔ چونکہ پیچھے تنقید کا معاملہ تھا کہ کچھ لوگوں جب آپ کو مجنوں کہہ کر آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ہم نے آپ کی شان اتنی عظیم بنادی ہے کہ یہ معاملہ تو ایسا ہے یہ شخص اپنی طرف سے کوئی بات کرتا ہے تو اُس کیلئے جو وعید ہوگی اور جو عذاب ہوگا وہ اپنی جگہ لیکن تمہارے اس میں کوئی خسارہ نہیں ہے۔ ہم اس پر بھی ایسے اجر کا اعلان کر رکھا ہے۔ تمہارے لئے کہ بے حساب اور بغیر اعداد و شمار تمہیں عطا کرنے والا جس میں کبھی بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جس کا کبھی بھی اختتام نہیں ہوگا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اسی کے فوراً بعد فرمادیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کہ میں اپنی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں تم صاحب خلق عظیم ہو۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خلق آپ کیلئے یوں ہے جسے مولیٰ کیلئے مملوک کی حیثیت ہوتی ہے۔ خالق کائنات نے تمام اچھے اخلاق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یوں بیان فرمادیا ہے۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥ (پارہ ۲۲، سورہ یٰسین، آیت ۱، ۲، ۳)

یہاں پر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہے اس کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے حتمی طور پر بیان فرمادیا۔ آپ سیدھے راستے پر ہیں ہر وقت آپ کو ثبات حاصل ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ بھی فرمادیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی مُّسْتَقِیْمٍ (پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۶۷)

آپ صراط مستقیم پر بھی ہیں اور ہدایت مستقیم پر بھی ہیں تو ان آیات کے اندر اُس شان کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے۔

Marfat.com

اور صرف یہ ہی نہیں سینکڑوں آیات بلکہ پورا قرآن مجید ہی ایسا ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو بیان بھی کر رہا ہے اور اس چیز کو بھی ہمارے لئے واضح کر رہا ہے کہ ہمارا عقیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ سے کتنا واضح ہونا چاہیئے کہ نہ تو آپ کی ذات پر کوئی تنقید ہو اور نہ ہی آپ کی صفات پر کوئی تنقید ہو نہ ہی آپ کی تعلیمات پر تنقید ہو اور نہ ہی تنقید واضح لفظوں میں ہو اور نہ ہی اشارہ اور کنایہ کے لحاظ سے ہو اور کسی طرح بھی کوئی ایسا انداز ہی نہیں ہونا چاہیئے کہ جس سے یہ لگے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر کوئی کلمہ کہا جا رہا ہے۔ اس انداز میں ہر وقت ماننا لازم ہے کہ کوئی بھی عیب کی نسبت کبھی بھی معمولی سی عیب کی نسبت آپ کی ذات وصفات اور کردار کی طرف نہ ہونے پائے تو یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن وسنت نے مومن کیلئے واضح کیا ہے۔

اب اس سلسلے میں مسلم شریف کی ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں جس سے یہ ثابت اور واضح ہوگا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہو کہ جس پر کسی کو تنقید کرنے کی کوئی گنجائش مل جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اتنا بلند و بالا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ (مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الوسوسۃ، ص ۱۸)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام سے ارشاد فرما رہے تھے اور یہ خطاب پوری انسانیت کو تھا کہ اے انسانو! تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان بھی ہوتا ہے اور ایک فرشتہ بھی ہوتا ہے۔ اُس فرشتے کی ڈیوٹی بھی انسان کے ساتھ لگادی گئی ہے اور اُس جن کی بھی ڈیوٹی انسان کے ساتھ لگادی گئی ہے۔

Marfat.com

جنّ سے مراد یہاں شیطان ہے اور جو اُس کی ذریت ہے ہر بندے کے ساتھ شیطان کی بھی ڈیوٹی ہے اور فرشتے کی بھی ڈیوٹی ہے۔ فرشتہ اُس کو نیکی کی طرف مائل کرتا ہے اور شیطان اُس کو بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر وقت یہ دونوں انسان کیلئے قرین ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اگر فرشتہ غلبہ پا جاتا ہے تو وہ بندہ مومن اچھی عادات والا ہوتا ہے اور اگر شیطان کے کہنے کو انسان زیادہ مانتا ہے تو وہ فاسق و فاجر ہوتا ہے یا کافر بن جاتا ہے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات صحابہ کرام کے سامنے بیان کی تو عجیب سوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے پوچھ لیا:

وَاِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوۃ باب الوسوسۃ ص ۱۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ منصب نبوت کو کتنا حساس سمجھتے تھے۔

آج کا کوئی شخص ہو سکتا ہے یہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کیلئے یہ بیان کر دیا ہے تو پھر آپ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

صحابہ کرام نے پہلے جملے سے یہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ باقاعدہ سوال کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی ذات مبارکہ کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آپ کے ساتھ کسی شیطان کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہو اور معاذ اللہ آپ کو وسوسے ڈالتا ہو جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاِیَایَ

آپ نے فرمایا ہاں ''میرے صحابہ! میرے ساتھ بھی ایک شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی

لٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ

لیکن میرے صحابہ پھر کیا ہوا شیطان میرے پاس آیا تو تھا لیکن شیطان ہو کے میرے قرب کی وجہ سے وہ شیطان رہ نہیں سکا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی اُس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگی تو تھی
لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی پاور دی' اتنی طاقت دی ہے' اتنا رعب دیا ہے کہ

فَاَسْلَمَ

شیطان ہو کے میرا کلمہ پڑھ گیا۔ فاسلم اُس نے کلمہ پڑھ لیا وہ بھی مطیع ہو گیا اور فرمانبردار ہو گیا وہ تھا تو شیطان لیکن جب میرے پاس آیا تو میری صحبت اس پر بھی اثر کر گئی وہ اور ہیں کہ جن پر شیطان کے تیر چلتے ہیں اور شیطان وسوسات ڈالتا ہے اور راستے سے بھٹکاتا ہے اور اللہ کی اطاعت سے دور لے جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میرے ساتھ شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور یہ تقاضا تھا تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ محبوب وہ ہیں جن کے خلاف شیطان حملہ کرنے نکلا تھا لیکن اللہ نے ان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ شیطان کافر نہیں رہ سکا۔ بلکہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

لَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الوسوسۃ، ص ۱۸)

اب مجھے شیطان مشورہ تو دیتا ہے مگر نیکی کا مشورہ دیتا ہے، کبھی بھی مجھے مشورہ برائی کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے مشورہ غفلت کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے بھٹکانے کی بات نہیں کرتا' کبھی بھی مجھے راہ راست سے ہٹانے کی بات نہیں کرتا۔ وہ میرے ساتھ لگایا گیا تھا جو فرشتے میرے ساتھ ہیں اُن کی عظمتیں اپنی جگہ پر ہیں کہ انہیں میری وجہ سے اتنی عظمتیں ملی ہیں لیکن وہ شیطان جس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگائی گئی تھی اس نے میری اطاعت کو قبول کرلیا ہے اور اُس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

اب شیطان ہونے کے باوجود جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب صورتحال یہ ہے کہ اب یہ مجھے اچھائی کا مشورہ دیتا ہے' کبھی بھی مجھے برائی کا مشورہ نہیں دیتا اب اس حدیث صحیح سے وہ سارے وسوسات دور ہو گئے۔

جو آج کے کچھ لوگوں کی اختراع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ ہم جیسے ہیں' اُن پر بھی شیطان کا حملہ ہو جاتا ہے وہ بھی یہ کر سکتے ہیں وہ بھی فلاں کام

Marfat.com

کر سکتے ہیں۔ اُن سے بھی فلاں صغیرہ ہو سکتا ہے یا فلاں مقام پر بھٹکنے کا احتمال موجود ہے جب میرے محبوب علیہ السلام نے واضح کر دیا کہ ڈیوٹی تو اُس کی میرے ساتھ تھی اور وہ بھی تقاضا خداوندی کی برابری تھی اور اللہ نے مجھے اتنی طاقت اور اتنی توفیق دی ہے کہ میں نے اس پر اپنے ایسے اثرات مرتب کر دیئے ہیں۔

فَاَسْلَمَ اب اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ جس نے بھٹکانا تھا اب وہ خود راہ راست پہ آچکا ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذات وصفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال اور معمولات میں ایسی کی ہو جو دوسرے عام لوگوں میں معمولی خلاف اولی باتیں آسکتی ہیں۔ ایسا اب وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس واسطے جو بھٹکانے والا تھا وہ آپ کی نورانیت کے عکس کی وجہ سے راہ راست پہ آچکا ہے۔

صحیح مسلم میں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

فَاَسْلَمَ

اس کو محدثین کرام نے دو طرح پڑھا:

ایک وجہ فَاَسْلَمُ مضارع کے صیغے کے ساتھ مجہول پڑھا گیا۔

اب اس وقت اس کا معنی یہ ہو گا کہ میرے ساتھ شیطان تو لگایا گیا لیکن میں اس سے محفوظ رکھا گیا' اُس کا کوئی بس مجھ پر نہیں چلتا' میں سلامت رکھا گیا ہوں' میں اس سے سالم ہوں' مجھ پر اُس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ:

فَاَسْلَمَ فعل ماضی کے ساتھ پڑھا ہے۔

اب اس کے مطابق اس کے دو معانی ہیں

(۱) اسلم کا ایک معنی ہے کہ وہ مطیع ہو گیا' فرمانبردار ہو گیا' اگرچہ اب بھی وہ شیطان

Marfat.com

ہے اگر چہ اب بھی کافر ہے لیکن وہ میرا مطیع ہو گیا ہے۔اب وہ میری نافرمانی اور سرکشی نہیں کرتا، بغاوت نہیں کرتا کہ میں راہ راست پر جا رہا ہوں اور وہ مجھے سامنے روکنے کی کوشش کرے، وہ مطیع وفرمانبردار ہو گیا۔

اس میں اطاعت بھی آسکتی ہے اور اسلام لانا بھی آسکتا ہے۔

(۲) اسلم کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔وہ اگر چہ شیطان تھا لیکن یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام ہے کہ جن کے دربار میں شیطان بھی آیا تو آپ نے اُس کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

اسلم پر بحث کرتے ہوئے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں لکھا:

کہ یہ معنی لینا کہ شیطان نے اسلام قبول کر لیا تو یہ کوئی بعید نہیں ہے اس پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صحیح معنی ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کیلئے آیا تو تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آتے ہی اُس کو اسلام نصیب ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث ایسے محقق ہیں جو علی الاطلاق محقق ہیں اور برصغیر پاک وہند کے پہلے جامع محدث ہیں۔

وہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۸۱ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ہیچ محل استبعاد نیست درآن کہ مولی تعالیٰ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خودرا

بایں فضل وکرامت ممتاز ومخصوص گردانیدہ باشد

(اشعۃ اللمعات جلد ا، ص ۸۱)

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اللہ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور وہ تو شانیں اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے تو اُس نے اپنے محبوب کو یہ عظمت بھی عطا فرما دی کہ اوروں کے شیطان تو ان کو بھٹکاتے ہیں اور ان کے پاس جو شیطان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اُس شیطان کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

Marfat.com

اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دلیل پیش کی:
اَلْعِلَلُ الْمُتَنَاهِيَه میں ابن جوزی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:
كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً وَ شَيْطَانِیْ مُسْلِماً
آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہا السلام کس شیطان تو کافر تھا' لیکن میرا شیطان بھی مسلمان ہے:
كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً
حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا۔
یہ یاد رکھیں کہ ابلیس ایک وہ جزی حقیقی آگے اُس کی ذریت میں سے ہر ایک ابلیس اور شیطان کہا جا سکتا ہے خود ابلیس کو بھی شیطان کہا جا سکتا اور اُس کی ذریت کو بھی شیطان کہا جا سکتا ہے۔
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں "جو شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا وہ تو کافر تھا' اُسی کی اولاد میں اگر چہ اُسی کی اولاد ہونے کے لحاظ سے اُس کو شیطان ہی کہا جائے گا۔ لیکن میرے ساتھ آنے کی وجہ سے اُس کو مسلمان کہا جائے گا۔ شیطان چونکہ یہ میری طرف منسوب ہو گیا ہے یہ میرے پاس آ گیا ہے۔
شَيْطَانِیْ مُسْلِمًا ۔ اتحاد سادہ المتقیں میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے۔
اَلنِّهَايَةُ الْجَزْرِيَةُ . میں اس کو روایت کیا گیا ہے۔
اس سے بھی اس معنی کی وضاحت ہو گئی' اس کی تائید ہو گئی کہ اسلم کا معنی یہ کرنا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور دوسرے مقام پر حدیث شریف اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ وہ آیا تو تھا۔ میرا قرین شیطان اور فرشتے کو بتایا تو گیا تھا لیکن
فَاَسْلَمَ

Marfat.com

میری تجلیاں جب شیطان پہ پڑی ہیں تو وہ میرے ساتھ کافر نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ نے میرے قرب کی وجہ سے اُس کو اسلام عطا فرما دیا ہے۔

یہ مختصر سی گفتگو جو تھی وہ منصب نبوت کے متعلق تھی۔ اس کو قرآن و سنت، آیات اور ایک حدیث سے ثابت کیا اور اس سے پتہ چلا کہ وہ لوگوں کی محض خرافات ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کمی کی نسبت کی جائے اور کسی طرح کے وسوسے یا پھسلن یا اسی طرح کی کسی بات کو منسوب کیا جائے۔ ہرگز ایسا نہیں جب وہ باعث ہی ختم ہو گیا وہ علت ہی ختم ہو گئی تو اب اُس کا کوئی اثر مرتب کیا ہو گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسی واسطے اتنی عظیم قرار پائی ہے کہ خالق کائنات نے اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی یا اعلان نبوت کے بعد کی زندگی اور اس میں سے ہر لمحے کو اتنا عظیم قرار دیا کہ خود رب ذوالجلال نے اُس کی قسم اٹھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ حکم دے دیا:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۹)

کہ تم پر یہ لازم ہے کہ تم اس محبوب علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کرو۔ یہ وہ فرض ہے جو ہر سانس میں فرض ہے کچھ فرائض زندگی میں ایک بار کچھ سال میں ایک بار ہیں اور کچھ فرائض دن میں پانچ بار ہیں لیکن یہ فرض مومن پر زندگی کے ہر سانس میں ہے کہ بندہ مومن تب رہے گا جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب سے پاک مانتا رہے گا اور اس عقیدے پر برقرار رہے گا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو معمولی سا بھی عیب قرار دیا جا سکتا ہو۔ اپنا عقیدہ مستحکم رکھنے سے ہی بندہ اپنے ایمان کی لذت کو محسوس کر سکتا ہے اور ایمان اُس کو برقرار رہ سکتا ہے۔ اگر معمولی سی لغزش بھی منصب نبوت کے بارے میں ہو جائے گی تو اُس کو کہیں دور پھینک دیا جائے گا۔

رب ذوالجلال نے تو یہ بھی برداشت نہ کیا:

کہ جب صحابہ کرام راعنا کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ

Marfat.com

کرنا چاہتے تھے تو پھر یہی بات منافقین بطور گالی استعمال کر رہے تھے۔

تو خالق کائنات نے ان صحابہ کو بھی اس لفظ کے کہنے سے منع کر دیا کہ اگر چہ تم تو اچھے معنی میں لیتے ہو کہ اے نبی ہماری رعایت کرو، ہمیں بھی ساتھ ملا لو جو تم بول رہے ہو، ذرہ ٹھہر جاؤ ہم اس کو لکھ لیں۔ اللہ فرماتا ہے اگر چہ تم تو رعایت والا معنی لیتے ہو منافقین گالی والا معنی لیتے ہیں۔ ہم ایسا لفظ بھی محبوب کے بارے میں برداشت نہیں کرتے کہ جس کا ایک معنی خرابی والا ہو۔

اس کے بعد اے میرے محبوب کے صحابہ تم راعنا نہ کہو بلکہ تم انظرنا کہو۔ یہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہے کہ صحابہ کرام کو بھی حساس کر دیا گیا اگر چہ نیت تمہاری بالکل ٹھیک ہے لیکن اب یہ لفظ بولنا تم پر حرام ہے۔ اس کے بعد جو یہ لفظ بولے گا اس کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ مقام نبوت کیلئے زیادہ سے زیادہ محتاط رویہ ضروری ہے۔ جب خالق کائنات کو یہ بھی برداشت نہیں جس لفظ کے دو معنی ہیں ایک معنی بُرا ہو اور دوسرا معنی اچھا ہو اور بولنے والے اچھے کی نیت سے بول رہے ہوں۔ اللہ فرماتا ہے پھر بھی مجھے یہ لفظ پسند نہیں تم صرف وہ لفظ بولو جس میں صرف اچھا معنی ہو، دوسرا معنی اُس میں موجود ہی نہ ہو۔ وہ لفظ تم بولو جس کا ہر معنی عظمت و تجلی پر مشتمل ہو۔ وہ لفظ بول کے میرے نبی علیہ السلام کی شان بیان کرو۔

مومن کا عقیدہ:

مومن کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہونا چاہیئے کہ جس میں بظاہر اعتراض کی گنجائش بنتی ہو، مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس کو اعتراض کی شکل میں بیان کرے یا لوگوں کے ذہن میں وسوسے پیدا کرے نہیں نہیں بلکہ اُس کو اپنے ذہن کی سوئی وہیں رکھنی چاہیئے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام و مرتبہ عیب سے پاک ہے یہ جو بات سامنے آگئی ہے یہ سمجھنے کے لائق ہے اس کو سمجھو اور یہ ہمارا دعویٰ ہے۔

Marfat.com

رب کعبہ کی قسم قرآن وسنت میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کا کوئی عیب نکلتا ہو جہاں کوئی عیب کسی کو نظر آئے گا وہاں توجہ کریں گے تو عظمتوں کے کئی گلستان آباد نظر آئیں گے۔اب دیکھئے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہیں۔

جامع ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی، باب دعا یامقلب القلوب، حدیث ۳۵۲۲، مشکوۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص ۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے دلوں کو بدل دینے والے

ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی باب دعامقلب القلوب حدیث ۳۵۸۷)

میرا دل اپنے دین پر پکا رکھ۔

اپنے دین پر میرے دل کو پکا رکھ تو دلوں کو بدلنے والا ہے۔مگر میرا دل یہیں پکا رکھ۔میرے دل کو تبدیل نہ کر' یہ دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مانگتے ہیں۔

ثَبِّتْ قَلْبِىْ میرا دل دین پر ثابت رکھ

شاید آج کے ماحول کا کوئی بندہ یہ بات سنتا تو کہتا کہ دیکھو رسول پاک کو بھی اپنے دل کا خطرہ ہے اور ہر وقت یہ دعائیں مانگتے ہی رہتے ہیں کہ اے اللہ! میرا دل کو یہیں ثابت رکھ کیا آپ کو اپنے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں میرا دل صراط مستقیم سے ہٹ نہ جائے' یہ کوئی بعید نہیں۔آج کے ماحول میں ایسے عناصر موجود ہیں آپ اس کے گواہ ہیں جو ایسی باتوں سے فوراً ایسے نتائج اخذ کرتے ہیں اور اس سے بھی کہیں بڑی باتیں

Marfat.com

کر جاتے ہیں مگر میں قربان جاؤ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ پر جب اُن کے مجمع میں بار بار یہ دعا مانگی گئی تو اُن میں سے کسی شخص نے بھی یہ اخذ نہیں کیا کہ نبی علیہ السلام اپنی بات کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس لفظ سے اپنا معاملہ سمجھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ صحابہ کے بارے میں نہیں بول رہے تھے بلکہ اپنے بارے میں بول رہے تھے "ثبت قلبی" یہ نہیں فرمایا "ثبت قلوبنا" اے اللہ ہمارے دلوں کو ثابت رکھ۔ دعا یہ ہے کہ ثبت قلبی اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پہ ثابت رکھ۔

لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سوال کیا تھا قربان جاؤ منصب نبوت کو سمجھنے والے اُس کو کتنا سمجھتے ہیں اور اُس پر کتنا پہرہ دیتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

آمَنَّا بِکَ ہم آپ پر ایمان لے آئے

آمَنَّا جِئْتَ بِهٖ اور ہم آپ کی شریعت پر بھی ایمان لے آئے۔ ہم نے آپ کو بھی مانا اور آپ کی شریعت کو بھی مانا۔

فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی خطرہ ہے کہ ہمارا دل ہٹ جائے گا۔

تَخَافُ عَلَيْنَا یہ جملہ بڑا قابل غور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات ثَبِّتْ قَلْبِیْ سے کی کہ میرا دل ثابت رکھ ادھر صحابہ کہتے ہیں تخاف علینا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ جو دعائیں مانگتے ہیں یہ بات ہماری ہے۔ بات آپ کے دل کی نہیں، یہ بات ہمارے دل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں صحابہ نے یہ نہیں سمجھا کہ ان کو ابھی تک معاذ اللہ پک اور یقین نہیں کہ میرا کیا بنتا ہے اور بار بار ثبت قلبی کہتے ہیں۔

Marfat.com

کسی کو یہ خدشہ ہی نہیں ہوا۔ صحابہ کرام سمجھ گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل کی دعا مانگ رہے ہیں۔ حقیقت میں ہمارے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔

هَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا

اگر یہ اندیشہ سرکار کے بارے میں ہوتا تو ان کا سوال یہ ہوتا وہ کہتے

هَلْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِكَ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ابھی تک آپ کو اپنے بارے میں بھی خطرہ ہے کہ دل ہدایت سے ہٹ جائے گا، کسی صحابی نے یہ جملہ کہ جس سے ظاہر طور پر یہ اخذ کیا جا سکتا تھا مگر کسی نے بھی یہ مطلب اخذ نہیں کیا۔ انہوں نے سمجھا ہوا تھا کہ ایسے معاملے ہمارے لئے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ یوں دعا کر رہے ہیں کہ ثبت قلبی اے اللہ! میرے دل کو ثابت رکھ لیکن مراد یہ ہے کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دلوں کو ثابت رکھ۔

اس بات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر منطبق نہیں کیا کہ وہ یہ چرچا شروع کر دیتے کہ ہمارے نبی علیہ السلام دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب ان کا دل معاذ اللہ دین سے ہٹ جائے۔ ایسا کسی قسم کا کوئی خدشہ اُن کو نہیں ہوا جس طرح کہ آج کے پروپیگنڈے شروع ہو جاتے ہیں۔ تمام صحابہ اتفاق سے ماننے والے ہیں کہ ایسے الفاظ سے مراد اُمت ہوتی اُن کی نسبت اُمت کی طرف ہوتی ہے اور اُن کا معاملہ امت کی طرف ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دعا کو اپنے بارے میں سمجھا اور پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ہمارے بارے میں خوف ہے'' تو آپ نے فرمایا:

نَعَمْ ہاں مجھے تمہارے بارے میں ہے۔

یہ یاد رکھو میرے محبوب علیہ السلام نے بالآخر یہ گارنٹی بھی دے دی تھی۔

بخاری شریف میں ہے:

Marfat.com

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

(بخاری شریف ۱/۵۸۵، مکتبہ قدیمی)

میرے صحابہ اب مجھے تمہارا کوئی خطرہ ہی نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے تم مشرک نہیں بنو گے، میں گارنٹی دے رہا ہوں۔ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ اُس وقت ابھی ابتدائی مراحل تھے اور اُن کو ابھی مزید تیار کرنا چاہتے تھے اور پکا کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے تصرفات کا بیان کرنا چاہتے تھے۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰہِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص ۲۲)

اس واسطے مجھے تم پر خوف ہے کہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جو اُس کی شان کے لائق انگلیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو بدلتا ہے۔ تو اس واسطے میں تمہارے لئے دعا مانگ رہا ہوں تا کہ تمہارے دل مستحکم رہیں اور پکے رہیں اور نیتجتاً آپ نے یہ ارشاد فرمایا: قسم اٹھا کے

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اب تم کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی محبت آ جائے اور تم اُس میں لگ جاؤ لیکن اب تم میں کبھی شرک نہیں آ سکے گا تو مطلب یہ تھا اس حدیث کو بیان کرنے کا کہ کوئی ایسا لفظ حدیث شریف میں آ جائے کہ جس میں کوئی ایسی صورتحال نظر آ رہی ہو۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس سے اعتراض اخذ کرے۔ مومن کی یہ شان ہے کہ اُس کو اس پس منظر میں دیکھے جس طرح پہلے مومنین نے دیکھا ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا

(پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۱۳۷)

Marfat.com

اگر ایمان چک کرنا چاہتے ہو۔ صحابہ کرام جیسا ایمان بنا لو پھر ایمان معتبر ہوگا تو اُن کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ جہاں لفظ میں گنجائش بنتی بھی تھی لیکن انہوں نے وہاں گنجائش کسی قسم کی نہیں آنے دی اور اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ بات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی نہیں بلکہ ہمارے دلوں کی بات کی جا رہی ہے اور وہ بھی ایک جہت کے لحاظ سے ورنہ بعد میں اُن کے دلوں کے بارے میں بھی اپنی بشارت کی خبر عطا فرما دی۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو عقیدہ ہے اور اُس کی ایک تفصیلی حیثیت ہے اُس کو بھی بخاری شریف بیان کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر تشریف فرما تھے ۔ بخاری شریف جلد ا ص ۳۷۹ پر یہ حدیث شریف ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تشریف فرما ہیں۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشرکین کی طرف سے سفیر بن کر بیبہ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخصیت کا جنہوں کا کلمہ پڑھ لیا اور اُن کا نبی مان لیا اب وہ اُن کا ادب کیسا کرتے ہیں۔

منصب نبوت کے بارے میں اُن کا عقیدہ کیا ہے۔ منصب نبوت کے بارے میں یہ جو پہلے مسلمان ہیں ان کا عقیدہ کیا ہے؟

صحیح بخاری میں وہ حقیقت موجود ہے۔ اللہ کے فضل سے آپ کو تسکین حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی وہ چمک آج ہمیں عطا فرما رکھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عروہ بن مسعود آئے وہ کٹر مشرک تھے اور ابتدائی گفتگو میں پہلی کوئی باتیں گڑ بڑ بھی کرتے رہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا تو تلوار کی نوک سے اُن کو پیچھے ہٹایا اور ایک بہت سخت جملہ بھی اُن کے بارے میں بول دیا۔

اس انداز میں عروہ بن مسعود بیٹھے ہوئے تھے کہ اپنی آنکھ کے آخری حصے کے

Marfat.com

ساتھ نگاہیں پھیر کے دیکھ رہے تھے کہ یہ جو لوگ کلمہ گو ہیں نبی علیہ السلام کو ماننے والے ہیں ۔یہ کیا مانتے ہیں۔ماننے کا مطلب کیا ہے جب کسی کو نبی تسلیم کرلیا جاتا ہے تو اُس کو کیا مانا جاتا ہے۔یہ وہ مشاہدہ کرر ہے تھے تاکہ وہ قریش کو جاکے بیان کریں کہ یہ صورتحال تھی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی گیا ہوں اور میں ایک پیغمبر کی بارگاہ میں بھی آیا ہوں میں ان کے درمیان فرق کرنا چاہتا ہوں ان دونوں درباروں میں فرق کیا ہے؟

عروۃ بن مسعود حدیبیہ میں بیٹھ کے سب کچھ دیکھتے رہے جب واپس پہنچے تو اُس نے یہ بات بیان کردی کہنے لگے:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ (بخاری جلد ا، صفحہ ۳۷۹، قدیمی کتب خانہ)

گفتگو کے آغاز میں اچھی گفتگو کی کہنے لگا

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ

میں بہت سے بادشاہوں کے پاس گیا۔

وَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَ کِسْرٰی وَالنَّجَاشِیْ

میں قیصر کے پاس بھی گیا۔میں نجاشی کے پاس بھی گیا میں کسریٰ کے پاس بھی گیا اگر چہ یہ اُس وقت مشرک تھے اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگے:

وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

خدا کی قسم ہے میں نے آج تک کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جتنی تعظیم مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا

میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا۔

یُعَظِّمُ اَصْحَابُہٗ

Marfat.com

اُس کے اصحاب اُس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں۔

مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً

جو تعظیم اصحاب رسول نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں اتنی تعظیم میں نے کسی دربار میں نہیں دیکھی۔ میں قیصر کے پاس گیا، کسریٰ کے پاس گیا' میں نجاشی کے پاس گیا' میں نے ایسی تعظیم کہیں نہیں دیکھی جتنی تعظیم یہ صحابہ اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اب غور سے اس بات کو سننا اور یہ آج بھی حق کا معیار ہے۔ منصب نبوت اور عقیدہ مومن کے لحاظ سے کہ وہ پہلے مومن جنکا ایمان رجسٹرڈ ایمان تھا اور اللہ نے جس ایمان کو معیار بنا رکھا تھا۔

عروہ بن مسعود نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کچھ اُس نے قریش کو بتا دیا۔

صحابہ کرام کے عقیدے کا عروہ بن مسعود پر اتنا اثر ہوا۔ حضرت عروہ بن مسعود کے دلوں سے بتوں کی محبت ختم ہوگئی۔ اُن کے دل پر اسی محبت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ جس شخص کو قریش نے نبوت کا امیدوار بنایا ہوا تھا اور جھگڑے کرتے تھے۔ اے اللہ تو نے اس کو نبی بنانا تھا۔ یہ نبوت کے زیادہ لائق ہے تو اللہ تعالیٰ فرما رہا تھا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

مجھے زیادہ علم ہے کہ میری رسالت کس کے پاس ہونی چاہیئے اور نبوت کس کو دوں گا۔ جس عروہ کو تم نبی بناتے ہو' یہ تو میرے نبی کی غلامی کا امیدوار بننے والا ہے اور واقعی وہ غلام بن گئے اور منصب شہادت پر بھی فائز ہوئے۔

یہ عروہ بن مسعود حدیبیہ میں صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھ کر جب واپس پہنچا تو اس نے سب کچھ بیان کر دیا' سب سے پہلا جملہ یہ تھا:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

اے قریش میں حیران رہ گیا ہوں لوگ اپنے محبوب سے پیار کرتے ہی رہتے ہیں لیکن میں نے آج وہ محبوب دیکھے ہیں اُن کی ایسی تعظیم دیکھی ہے کہ جس تعظیم کی

Marfat.com

مثال مجھے کائنات میں نظر نہیں آئی۔ میں جہاں دیدہ انسان ہوں' میں نے آج پہلی بار دیکھا اب حدیبیہ سے ہو کے آیا ہوں یہ مسلمان اپنے نبی کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اُنکو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کے محبوب علیہ السلام جب اپنے ہونٹوں سے اپنا تھوک مبارک جدا کرتے ہیں۔ ان کے صحابہ اُس کا بھی ادب کرتے ہیں۔ اُس تھوک مبارک کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ کیسے ادب کرتے ہیں کہ اُس کو زمین پہ نہیں گرنے دیتے' اپنی ہتھیلیوں پہ سجاتے ہیں اور ہتھیلی پہ لینا بھی اگر چہ بڑا ادب ہے۔ ہتھیلی پہ لے کے کپڑے سے صاف کرلیا جائے۔ عروہ کہتے ہیں میں دیکھتا رہا ہوں ایسا بھی نہیں کہ وہ لعاب ہتھیلیوں پہ لے کے رومالوں سے صاف کر دیں۔

دَلَکَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ

جس کو ملتا تھا وہ ماتھے پہ لگا لیتا تھا۔

اب عقیدہ مومن کس انداز میں نمایاں ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے لوگ جنہوں نے براہ راست دین حاصل کیا آج تو ہمیں طعنے مل سکتے ہیں کہ تم غلو نے کرلیا ہے۔ تم یہ پرست ہو گئے یہ تو ہم پرستی ہے۔ اب ان کو کون توھم پرست کہے گا' کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ حق پرست لوگ ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی بات ہوتی تو فوراً آپ اُن کو روک دیتے۔ آپ نے صحابہ کو روکا نہیں بلکہ خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اب یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہیں' جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو وصول کیا تھا تو کیا بتا رہے تھے لوگو یہ نہ سمجھنا کہ یہ ہمارے جیسے ہیں ہم ان جیسے ہیں۔ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو اُس رسالت مآب کی مثال کہاں سے آئے گی۔

لعاب دہن کی تعظیم ہو رہی ہے اور اُس کا ادب ہو رہا ہے اور عقیدہ مومن واضح کیا جا رہا ہے۔ وہ عقیدہ مومن کہ جس کو دیکھ کر کٹر مشرک مومن ہو گیا۔ وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے منصب نبوت اتنا عظیم سمجھا ہوا تھا کہ اب جن کا کلمہ پڑھ لیا

Marfat.com

ہے۔اُن کے لعاب دہن کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے اور نخامۃ گاڑھے تھوک کو کہتے ہیں۔ پتلا تھوک اتنا نفرت والا نہیں ہوتا جتنا بلغمی اور گاڑھا تھوک قابل نفرت ہوتا ہے لیکن یہاں میرے محبوب علیہ السلام کا جو تھوک ہے وہ تھوک تو نہیں تھا بلکہ وہ تو گل مقدس کی پتیوں پر لوح محفوظ کا شبنم تھا اور چشمہ رحمت کی جھاگ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہونٹوں سے یہ جھاگ جدا ہوتا ہے۔ صحابہ نیچے نہیں گرنے دیتے' ماتھوں پہ لگا کر صحابہ قیامت تک کے آنے والے لوگوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ ان کا لعاب دہن بھی اتنا برکت دیتا ہے کہ ہم ماتھوں پہ لگا کر سورج چاند ستاروں سے مقابلہ کر رہے ہیں اور بعد میں آنے والو یہ عقیدہ رکھنا کہ جس کے لعاب کی مثال نہیں ملتی' اُس رسالت مآب کی مثال کیسے آسکے گی۔

اب اس مقام پر اختصار ملحوظ خاطر ہے۔

دوسرے نمبر پر عروہ بن مسعود کہنے لگے اے قریش میں نے ان کے صحابہ کو دیکھا۔

اِذَا اَمَرَهُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَهُ

وہ ایسے بھی نہیں کہ وہ لعاب دہن سے تو پیار کریں اور کام کی باری آئے تو سارے پیچھے ہٹ جائیں اور خون دینے کی باری آئے تو پیچھے ہٹ جائیں۔ نہیں میں نے دیکھا ہے:

اِذَا اَمَرَهُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَهُ

جب اُن کے نبی علیہ السلام حکم دیتے ہیں تو سارے ہی تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ یہ کام میرے حصے میں آئے اور میں یہ کام کر کے آؤں

تیسرے نمبر پہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بڑا ہی حیران ہوا کہ

اِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ

جب ان کے نبی علیہ السلام وضو کرتے ہیں تو ان کے دیوانے مستعمل پانی بھی نیچے نہیں گرنے دیتے۔ لعاب دہن تو پھر بھی بدن سے پیدا ہوا تھا لیکن یہ پانی جو بھی

Marfat.com

مشکیزے میں تھا اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگا ہے تو اب اس کو اتنا عظیم سمجھا جا رہا ہے' نہ اُس کو نیچے گرنے دیتے ہیں' نہ اُس کی بے ادبی ہونے دیتے ہیں۔ اُس کو چومتے اور ماتھے پہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں لوگو! پہلے یہ پانی عام تھا اب عظمت والے پیکر سے لگ کے یہ پانی بھی عظمت والا بن گیا ہے۔

منصب نبوت اور عقیدہ مومن کو سمجھنے کیلئے یہ کتنا حسین موقع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اُس پانی کی بھی تعظیم کر رہے ہیں بلکہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے استعمال بھی کرتے ہیں۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ مستعمل پانی نیچے نہیں گرنے دیتے اُس وقت پانی کو حاصل کرنے کیلئے صحابہ کی حالت یہ ہوتی ہے

کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ

پانی حاصل کرنے کیلئے وہ جھگڑا بھی کرتے ہیں۔ ویسے تو آپس میں شیر و شکر ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں لیکن اس مقابلے میں پانی حاصل کرنے کیلئے جھگڑا بھی کرتے ہیں اور میرے نبی علیہ السلام نے ایک بار بھی منع نہیں فرمایا۔

نہ طبعی وجہ سے کہ گھبراہٹ آ گئی ہو کہ یہ کیا تم نے رش کیا ہوا ہے پیچھے ہٹو' مجھے وضو کرنے دو۔ وہ جو لکڑی کے عاشق کو گلے سے لگانے والے ہوں وہ ان عاشقوں کو کیسے پیچھے ہٹا سکتے تھے' نہ طبعی وجہ سے منع فرمایا اور نہ شرعی وجہ سے منع فرمایا۔ صحابہ پانی لیتے رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرماتے رہے اور قیامت تک کیلئے لوگوں کو یہ عقیدہ ملتا رہا کہ جس کو نبی مان لیا جائے۔ اُن کو خطاؤں سے اتنا پاک مانا جاتا ہے۔ اُن کے بدن کو اتنا نورانی مانا جاتا ہے کہ اُس بدن سے جو پانی لگ جائے اُس پانی کا بھی ادب کیا جاتا ہے اور اس انداز میں ادب کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

مَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِهٖ

Marfat.com

اب پانی تو تھوڑا سا ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو چودہ سو ہیں' کئی مقام پر ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اب ہر ایک کو ایک ایک قطرہ کیسے ملے گا تو اُن کی محبت نے خود فیصلہ کرلیا کہ جس صحابی کے ہاتھ پہ ایک قطرہ گرا ہے۔ بھائیو! اُس ہاتھ کو ہی ہاتھ لگا لیتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ

جس کو پانی نہیں ملتا تھا وہ اُس تر ہاتھ کو ہاتھ لگاتا تھا جس پر پانی کا ایک قطرہ گرا ہے وہ کیا ثابت کر رہے تھے۔ لوگو ہم تو ھم پرست نہیں ہم حق پرست ہیں اور اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ منصب نبوت کی جو عظمت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کا بدن تو عظمت والا ہے ہی بدن کی تو کوئی مثال نہیں۔ اُس جسم سے جو پانی لگا وہ بھی بے مثال اور وہ پانی جس ہاتھ پہ لگا وہ بھی بے مثال ہے۔ اب صحابہ کرام اُس ہاتھ کو ہاتھ لگا کر اس حیثیت کو واضح کر رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو چیز کئی سلسلوں سے منسوب ہو جاتی ہے وہ چیز بھی ہمارے نزدیک محترم اور عظمت والی بن جاتی ہے۔

چوتھے نمبر پر عروہ بن مسعود قریش کو جا کر یہ بتاتے ہیں کہ یہ بھی دیکھو اے قریش

اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ

اُن کے پاس بیٹھنے والے شیر دل جن سے حکومتیں کانپتی ہیں وہ اپنے نبی علیہ السلام کے پاس یوں سانس روک کے بیٹھے ہیں کہ اُن میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ بولے اور اپنے آواز اونچی کرے۔ باقی خاموش بیٹھے ہیں جن نے مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ ہی بولتا ہے لیکن اس انداز سے کہ وہ اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا نہیں ہونے دیتا۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

جو اللہ نے منصب نبوت کا ادب سکھایا ہے۔ اُس کو ادا کر رہے ہیں اُن میں سے کوئی اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچی نہیں ہونے دیتا اور یہ ادب بعد والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اپنے جیسوں کا ادب کون کرتا ہے۔ آج کچھ لوگ اُن کی ذات کے برابر ذات اُٹھائے پھرتے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں اُن کی ذات برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اُن کی

Marfat.com

بات کے برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اپنی بات کو بھی پست رکھا جائے گا۔

پانچویں نمبر پر عروہ بن مسعود قریش سے کہتا ہے:

مَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظْرَ تَعْظِیْماً لَّہٗ (بخاری شریف جلد ۱، ص ۳۷۹)

اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پوری آنکھ کھول کے اُن کی طرف دیکھ رہا ہو۔ سارے دیکھنے کے مشتاق تو بڑے تھے۔ اُن کی اُس وقت عید ہوتی تھی جب رسول علیہ السلام کی دید ہوتی تھی وہ مشتاق بڑے تھے مگر ادب اتنا تھا کہ کہیں براہ راست آنکھیں چار ہونے سے توہین نہ ہو جائے۔

حالانکہ آنکھ کا نور بڑا نازک ہے جب بندہ دیکھتا ہے تو یہ کوئی تپش نہیں ہے جس سے دوسرے بندے کو تکلیف ہو یہ اگرچہ نرم نور ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس سے بھی زیادہ نرم ہے۔

صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھتے ہیں آنکھیں کھول کھول کے نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا سائیڈوں اور آنکھ کے کناروں سے دیکھتے ہیں۔

تَعْظِیْماً لَّہٗ

اے قریش وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے میں ان کی تعظیم کرتے ہیں

اب آپ دیکھیں کہ یہ وہ پانچ باتیں ہیں جن کو حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نوٹ کیا اور اُن پر اس کا اثر ہوا اور قریش کو جا کر انہوں نے لرزہ براندام کر دیا اور قریش واقعی مرعوب ہوئے کہ ہم سمجھتے تھے کہ وہ ایسے ہوں جیسے شاید کہ بادشاہ کے سپاہی ہوتے ہیں جب جنگ ہوگی کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ رہ جائیں گے۔

یہاں بادشاہ اور سپاہی والا معاملہ نہیں بلکہ یہاں تو منصب نبوت کے ادب والا معاملہ ہے اور یہ لوگ ایسے نہیں کہ وہ بھاگ جائیں گے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بار بار جس کا مشاہدہ کیا وہ بتا رہے تھے کہ کہیں لعاب ماتھے پہ لگایا جا رہا ہے اور پانی کو اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ کام کرنے والے کوئی بدھو لوگ نہیں تھے

Marfat.com

بلکہ یہ وہ لوگ تھے جن کو زمانہ سلام کہتا ہے۔ یہ کون تھے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو لعاب دہن لگا رہے یہ جاہل بدھو نہیں تھے۔ بھائیو!

یہ صدیق وعمر تھے رضی اللہ عنہما

یہ طلحہ وزبیر تھے رضی اللہ عنہما

یہ سعد وسعید تھے رضی اللہ عنہما

جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ماتھے پر لگا کر بعد والوں کو بتا رہے تھے تم کروڑوں مل جاؤ ہمارے قدموں کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہم ان کو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کا لعاب دہن بھی ہم ماتھوں پہ سجاتے ہیں۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو پانچ چیزیں بیان کی ہیں یہ محبت کا جذبہ ہے رب کعبہ کی قسم ہے۔ اگر آج کوئی اس کھوج میں نکلے کہ آج یہ عقیدہ کہاں رہتا ہے آج اس کا مسکن کیا ہے۔ آج یہ عقیدہ کس سینے میں موجود ہے اور بلاخوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں۔

یہ عقیدہ سنی کے سینے میں آج بھی موجود ہے۔

دوسری طرف کا کوئی محدث شیخ الحدیث مفتی جس کا سبق ہی یہ ہے کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں' ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں۔ اُن کے بھی دو قدم ہیں' ہمارے بھی دو قدم ہیں اُن سے جب پوچھو گے کہ نبی علیہ السلام کے لعاب دہن کا مرتبہ کیا ہے تو جو ذات کے مرتبے ایسے بیان کر رہے ہیں وہ لعاب کے مرتبے کو کیا بیان کریں گے۔ لیکن اہل حق اہل اسلام تم میں سے کوئی سادہ سا بندہ جو ریڑھی لگانے والا ہے' نہ محدث' نہ مفتی' نہ حافظ' نہ قاری' نہ عالم ہو اُس سے پوچھو اگر تجھے لعاب دہن مل جائے تو کیا قیمت دو گے۔

وہ کہے گا جان دے دوں گا' لعاب دہن لے لوں گا۔

یہ ہے عقیدہ مومن کی چمک جو آج بھی اللہ کے فضل سے ہمارے اہلسنت کے سینے میں موجود ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 4

محاسبۂ نفس اور اس کا طریق کار

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیٔ بے کساں، امام المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود عرض کرنے کے بعد

رب ذوالجلال کی توفیق اور فضل سے ماہِ رمضان المبارک کی ایک سہانی صبح میں ادارہ "صراط مستقیم" کی طرف سے فہمِ دین کورس کے چوتھے درس میں ہمیں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

Marfat.com

میری دُعا ہے رب ذوالجلال ہماری آمد کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے ہمارا آج کا موضوع بھی بڑا اہم موضوع ہے۔

''محاسبۂ نفس اور اُس کا طریقِ کار''

میری دُعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہمیں اس نُورانی موسم میں محاسبۂ نفس کی دعوت سمجھ کر عملاً اس محاسبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس عمل کا ہمیں ربِّ ذوالجلال اَجر وثواب عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو پیدا فرما کے اس کو جان دے کر صحت دے کر اور مختلف قسم کی سہولتیں دے کر خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کو اس دُنیا کی زندگی میں آخرت کی تیاری کا حکم دیا۔

چونکہ مادہ پرستی کی گرد وغبار سے اور نفسانی خواہشوں اور لذّات کی وجہ سے انسان کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد بھول جاتا ہے۔اس کو ساتھ ساتھ محاسبہ کی دعوت دی گئی
خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآنِ مجید برہانِ رشید میں بڑے محبت بھرے انداز میں متوجہ کیا:

سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۸ میں خالقِ کائنات کا فرمان ہے:
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ۔ اے ایمان والو
اِتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اللہ سے ڈرو
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
اور ہر جان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کیلئے آگے کیا بھیج رکھا ہے۔
وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اور اللہ سے ڈرو

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۲۸، سورہ الحشر، آیت ۱۸)

بے شک رب ذوالجلال تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ڈرنے کا حکم دیا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا O Belivers!

اِتَّقُوا اللّٰهَ Fear Allah

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

and let every soul should see that what it sent

for the tomorrow.

مَا قَدَّمَتْ . جو اس نے بھیجا لِغَدٍ کل کیلئے

قرآن مجید کی اس آیت سے پتہ چل رہا ہے کہ دنیا اور آخرت دو ہی چیزیں ہیں۔ دنیا کو آج سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور آخرت کو کل سے تعبیر کیا جا رہا ہے گویا کہ دو دن پوری زندگی کا خلاصہ ہے۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے محاسبۂ نفس کا پیغام دیا

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

ہر نفس کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اُس نے کل کیلئے آگے اپنے رب کے پاس کس چیز کو مقدّم کیا ہے اور کیا بھیجا ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس بات سے بھی لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں اُس کو جاننے والا ہوں۔ خالقِ کائنات نے آیۂ مبارکہ میں دوبار ڈرنے کا حکم دیا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ اس میں بھی ڈرنے کا حکم ہے۔

Marfat.com

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اس میں ڈرنے کا حکم ہے۔

تو اس میں دو بار ڈرنے کا حکم دے کر محاسبہ کے مضمون کو خالق کائنات جل جلالہ نے موکد بنا کر پیش کر دیا یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک اللہ کے اوامر کی ادائیگی جو اُس نے ہم پہ فرض کیا اُس کو بجالانا دوسرا ہے اس کی نواہی سے اجتناب کرنا جن باتوں سے اُس نے منع کیا اُن سے دور رہنا تو دونوں میں ہی ڈرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے اِتَّقُوا اللّٰهَ کا تعلق فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ہے کہ فرائض مجھ سے ڈرتے ہوئے ادا کرو اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو میں نے تم پر حرام کیا اُن سے بھی مجھ سے ڈرتے ہوئے بچتے رہو تو خالق کائنات جل جلالہ نے بڑے ہی جامع اور خوبصورت انداز میں پیش کر دیا ہے اور کتنا ابھی باقی ہے اور جو پیش کر دیا وہ کیا اس لائق ہے کہ تم اُس کو لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو سکو۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ندامت سے سر ہی نہ اُٹھا سکو جو عمل ہے وہ اتنا قبیح ہے اتنا گندہ ہے کہ اُس کو ساتھ لے کے رب کے دربار میں کھڑا ہونا ہی بڑا مشکل ہو جائے۔ اس واسطے تم اُس سے ڈرو اور آج محاسبہ کرو کہ ہم جو کچھ رب کے دربار میں لے کے کھڑے ہونگے وہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ہم اس لائق تو ہوں کہ وہاں ہم حاضر ہو سکیں کہیں ان اعمال کی ندامت کی وجہ سے ہم اپنا سر جھکائے اپنے آپ کو قبیح صورت کے اندر سمجھیں۔ جس کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا ہی مشکل ہو جائے۔

خالق کائنات جل جلالہ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (پارہ ۲۸، سورہ الحاقہ، آیت ۱۸)

جس دن تم سب کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔

کوئی جان اُس دن چھپ نہیں سکے گی کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ باقی سب تو پیش

Marfat.com

ہو جائیں گے اور اُن کا نامہ اعمال سامنے ہوگا اور پوری کائنات کی آنکھیں لگی ہوئی ہونگی اُن کے دن رات کے معاملے میں دفتر کھولے جارہے ہونگے اور میں ایسے میں چھپ جاؤں گا۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا اور کوئی بھی چھپ نہیں سکے گا اور ہر ایک کے تمام معاملات کو برسر عام رکھا جائے گا۔ اُس دن جو ندامت ہوگی اُس سے بچنے کیلئے آج محاسبہ کرتے ہوئے یوں اپنی زندگی گزارو کہ کل ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بلکہ اتنی پاکیزہ زندگی ہو محاسبہ کے عمل کے نیچے کہ اللہ کی رحمت بڑھ کے اس کو اپنے گلے لگالے۔

خالقِ کائنات اُس کو انعامات سے نوازتا ہوا میدانِ حشر میں فردوس کی طرف روانہ فرمادے۔ رب ذوالجلال کا سورۃ الغاشیہ کی آیت نمبر ۲۵ اور ۲۶ میں یہ فرمان ہے:

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَہُمۡ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ (پارہ ۳۰، سورہ الغاشیہ، آیت ۲۵، ۲۶)

ہماری طرف ہی سب نے لوٹنا ہے اور ہم نے ہی سب کا حساب کرنا ہے تو اُس حساب سے پہلے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم خود پہلے اپنا حساب کرتے رہیں۔

ایک تو ہم حساب کے عادی بن چکے ہونگے اپنی ذات کا حساب اپنی مصروفیات کا حساب اپنے معمولات کا حساب جب ہم خود کرتے ہونگے وہاں آسانی پیدا ہو جائے گی اور دوسرا روزانہ کے محاسبہ سے ہماری ایسی صورتحال بن جائے گی کہ غلطیاں بہت کم رہ جائیں گی اور نیکیاں بہت زیادہ ہونگی تو خالق کائنات جل جلالہٗ کی بارگاہ میں جب حساب ہورہا ہوگا تو رب ذوالجلال اپنے فضل سے اپنے اس بندے کو نوازرہا ہوگا۔

قرآن مجید نے محاسبہ کی اس دعوت کو اتنے خوبصورت طریقے سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اس کی وضاحت کی اور اپنے فرامین کی

Marfat.com

روشنی میں اس کے ہر مرحلے کو مزین کیا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک یہ پیغام اس انداز میں پہنچا کہ وہ لوگ جنہوں نے کبھی حشر کے حساب کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا اور جو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہر وقت سوئے رہتے تھے اُن کے نزدیک محاسبہ کی یہ دعوت اتنی تیز ہوگئی کہ سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور فرمان جس کو امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع کبیر میں نقل کیا:

ابن ابی دنیا نے محاسبۃ النفس کتاب کے اندر اس کا ذکر کیا ہے۔ مدارج السالکین میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (مدارج السالکین ۱/۱۹۹)

قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے تم خود اپنا حساب کرو، اپنا محاسبہ کرو اپنے معمولات کو دیکھو۔ اپنے اعمال کی تلاشی لو تفتیش کرو کہ تم سے جو کام ہو رہے ہیں وہ کس نوعیت کے ہیں کیا اُن میں کسی نظرِ ثانی کی صورت ہے کیا اُس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے یا وہ سارے بالکل صحیح ہیں یا اُن کاموں کی جگہ تمہاری سیرت میں کچھ اور کام ہونے چاہیئے۔

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ . خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا .

قبل اس کے کہ تمہارا وزن کیا جائے خود بھی اپنا وزن کیا کرو۔

اپنے اعمال کا وزن خود کیا کرو۔ قبل اس کے کہ وہ یوم الدین آجائے جس دن اعمال کی ویلیو وزن کے لحاظ سے ہوگی۔ کافر کے اعمال کا کوئی وزن نہیں نکلے گا اگرچہ وہ کتنی بڑی سماج کی خدمت کر رہا ہو اور کتنے لوگوں کے ساتھ اُس نے اچھا سلوک کیا ہو۔

Marfat.com

قیامت کے دن اُس کا یہی عمل ہوگا کہ ایک چھٹا نگ بھر بھی اُس کا وزن نہیں نکلے گا۔
لیکن یہ مومن کی شان ہے کہ اگر اُس نے کسی ایک پیاسے کو بھی ایک گھونٹ پانی کا پلایا ہوگا تو خالق کائنات جل جلالہٗ اُس کو احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعوت دیا کرتے تھے۔

زِنُوْا ۔ تم خود اپنے اعمال کا وزن کرو اور اپنے اعمال کو دیکھو کہ اُس میں خلوص کا کتنا حصہ ہے۔ اُس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا کتنا حصہ ہے اور اُس میں ریا کی کتنی ملاوٹ ہے اور اُس میں لوگوں کے لحاظ سے دکھلاوا کتنا شامل ہو چکا ہے۔ خود اپنے اعمال کا وزن کرو قبل اس کے کہ رب ذوالجلال کی طرف سے ترازو رکھا جائے اور وزن کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وَ تَزَیَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَکْبَرِ

سب سے بڑی پیشگی کیلئے بھی تم تیاری کرو۔

اور جو سب سے بڑی نمائش ہے آج انسان ایک چھوٹے سے فنکشن میں جاتا ہے اُس سے پہلے تیاری کرتا ہے کہ میرا بدن صاف ہو میرے کپڑوں پر کوئی داغ نہ ہو۔ چھوٹی سی تقریب میں جانے کیلئے اتنا اہتمام کرتا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وہ بزم حشر کہ جس میں کروڑوں انسان ہوں گے اور اُن کے سامنے تمہیں پیش کیا جائے گا اُس دن کیلئے بھی تو تیاری کرو کہ کسی وجہ سے سفید چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ اُس دن کے اُن لمحات سے بچنے کیلئے آج بندے کو محاسبہ کرنا چاہیئے اور تیاری کرنی چاہیئے تاکہ اُس عرض اکبر کے دن بھی خالق کائنات جل جلالہٗ اُس کو وہ مقام عطا فرمائے کہ جس کی وجہ سے حشر میں بھی اُس کی

Marfat.com

تحسین ہو رہی ہو۔ لوگ دیکھیں تو چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر اش اش کر اُٹھیں اور پوچھیں کیا یہ اللہ کے نبی کا چہرہ ہے یا اس زمانے کے غوث کا چہرہ ہے۔ یہ کون انسان ہیں کہ جن کے چہرے پر نور کی بارش ہو رہی ہے تو عرض اکبر کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا شریعت کی زبان میں اس کو محاسبہ نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

محاسبۂ نفس کا طریقِ کار:

آج ماحول میں اس کا طریق کار ہمارے لئے اَز حَد ضروری ہے۔ ہم کسی رواجی اور رسمی پروگرام میں نہیں۔ ہم اس کو اپنی سیرت میں اتارنا چاہتے ہیں کہ محاسبہ کا ایک طریقہ جو قرآن وسنت کے احکام سے ماخوذ ہے اور اس کے اندر ہزاروں نصوص کی خوشبو موجود ہے۔ وہ پیغام سن کر اپنی ذات پر اُس کو لاگو کریں اور اگر کسی میں پہلے محاسبہ کا شوق نہیں ہے تو وہ آج اپنے آپ کو اس بات کی طرف لگالے کہ میں اپنا محاسبہ کروں گا، اپنا حساب لوں گا اور خود اپنی تفتیش کروں گا۔ یہ رمضان المبارک کے موسم بہار کی رحمتوں سے اُمید ہے۔ انشاء اللہ جو اس طرف متوجہ ہوگا اللہ تعالیٰ اُس کے دل کے تمام حصے صاف فرمادے گا اور اس کے آئینہ ادراک کو روشن فرمادے گا۔

محاسبۂ نفس کے لحاظ سے وسیع اسلامی لٹریچر میں جو کچھ ملتا ہے اُس کے لحاظ سے میں نے اس کے تین بڑے طریقے جو سب مل کر ایک ہی طریقہ بنتا ہے اُس کو میں نے ترتیب دیا۔

محاسبہ نفس کے تین بڑے طریقے:

پہلا طریقہ: موازنہ کا ہے

دوسرا طریقہ: مخابرۃ کا ہے

تیسرا طریقہ: مشاہدہ کا ہے

جب یہ تینوں چیزیں مل جائیں گی تو محاسبہ مکمل ہو جائے گا۔

Marfat.com

پہلا طریقہ: ''موازنہ''

موازنہ کا مطلب کیا ہے کہ انسان تین کام کرے ان تین کاموں کے مجموعے کو موازنہ کہا جائے گا۔

(۱) ''انعامات اور عبادات میں موازنہ''

سب سے پہلے بندہ یہ موازنہ کرے کہ مجھ پر میرے رب کے انعامات کتنے ہیں اور میری طرف سے میرے رب کی بندگی کس طرح کی ہے۔ یہ کمپیر یٹو سٹڈی اس بات کی کرے کہ میرا رب مجھ پہ کتنی نعمتیں برسا رہا ہے۔ ہر دن میں کیا ہر گھنٹے میں کیا ہر منٹ کا ہی حساب ہم سے نہیں ہو سکے گا۔

محاسبہ نفس کا جو سب سے پہلا سبق ہے وہ اس بات کا موازنہ ہے۔ انسان یہ موازنہ کرے کہ آج مجھ پر میرے رب کے انعامات کتنے ہوئے اور دن میں میں نے اپنے رب کی بندگی کتنی کی۔

ان دو چیزوں کو سامنے رکھے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی طرف سے انعامات کو اور اپنی طرف سے بندگی کو کہ ادھر سے مجھے دیا کیا جا رہا ہے اور ادھر سے میں پیش کیا کر رہا ہوں۔ ان دو چیزوں کو سب سے پہلے موازنہ میں رکھے گا تو بندے کیلئے محاسبہ کے کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی اور یہ بات بھی بندے کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیدار بصیرت کے ساتھ کھوج لگانے اور جج منٹ کرے کہ کتنے انعامات میرے رب کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ انسان اپنی زندگی کے ایک لمحہ میں اپنے رب سے جو کچھ وصول کر رہا ہے۔ رب کعبہ کی قسم ہے بندہ کروڑ سال کی زندگی میں بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

ایک حدیث شریف سے اس مضمون کو واضح کرتا ہوں۔

امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا ہے اور اس حدیث کو اُس نے

Marfat.com

صحیح قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔

صحابہ کہتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الزواجر،۲/۴۰۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمانے لگے ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ سے رخصت ہو کے گئے ہیں اور انہوں نے میرے سامنے ایک بہت بڑے عابد وزاہد بندے کا تذکرہ کیا ہے۔

جبریل علیہ السلام کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ لِلّٰهِ عَبْدًا مِنْ عِبَادِهٖ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا تھا۔

عَبَدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ

اُس نے پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔ پانچ سو سال تک سمندر کے اندر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کیلئے اللہ تعالیٰ کا کرم یہ تھا کہ پورا سمندر تو کھاری پانی کا تھا لیکن اُس کیلئے پہاڑی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر رکھا تھا اور وہاں ایک انار کا درخت اگایا تھا جس پر روزانہ تازہ انار لگتا تھا اور وہ عابد انار کھاتا تھا۔

ویسے تو موسم کے لحاظ سے سال میں ایک بار پھل لگتا ہے لیکن اللہ نے اُس کو اتنا نواز رکھا تھا کہ روزانہ نیا انار لگتا اور وہ اُس کو تناول کرتا تھا۔ اُس نے پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔

جس وقت اُس کے وصال کا وقت قریب آیا تو اُس نے اپنی ایک عجیب چاہت کا اظہار کیا۔

Marfat.com

سَئَالَ رَبَّهٗ عِنْدَ وَقْتِ الْاَجَلِ اُس نے موت کے وقت یہ سوال کیا۔

اَنْ یَقْبِضَهٗ سَاجِداً

اے اللہ! زندگی بھر جو میں نے تجھے سجدہ کیا تو مجھے اتنی لذت ملی ہے' میں چاہتا ہوں کہ میری روح بھی اسی حالت میں نکلے۔ جب میرا سر سجدے میں ہو تو میری روح نکل جائے۔ اس واسطے کہ میں چاہتا ہوں جیسے میں دنیا سے جاؤں ویسے ہی میں آخرت میں اُٹھوں تو جو عمل کرتے ہوئے انسان جاتا ہے۔ وہی عمل کرتے ہوئے بندہ اٹھتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرا سر سجدے میں ہو اور روح نکل جائے اور کل قیامت کے دن لوگ پتہ نہیں کیسے کیسے اُٹھیں گے اور مجھے تو حالت سجدہ میں اُٹھنے کا شرف مل جائے گا۔ ایک تو میری یہ چاہت ہے کہ اے اللہ حالتِ سجدہ میں میری روح نکل جائے اور دوسری چاہت یہ ہے۔

وَاَنْ لَّا یَجْعَلَ لِلْاَرْضِ وَلَا لِشَیْءٍ یُفْسِدُهٗ عَلَیْهِ سَبِیْلًا حَتّٰی یَبْعَثَهٗ وَهُوَ سَاجِدًا (الزواجر،۲/۴۰۲)

نہ تو زمین میرا جسم کھائے اور نہ ہی کوئی اور چیز میرے جسم کو خراب کر سکے۔ میرا جسم نہ گلنے پائے' نہ سڑنے پائے' نہ پھٹنے پائے جس طرح میں سجدے میں سر رکھوں' قیامت تک ایسے ہی رہوں۔

میرے جسم پر کسی چیز کا حملہ نہ کر سکے اور میرا جسم سلامت رہے اور اسی انداز میں مرنے کے بعد بھی میرا سر سجدے میں رہے۔ یہ دو چیزیں اُس نے اللہ سے مانگ لیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا کو قبول فرمالیا اُس نے سجدے میں سر رکھا ہوا تھا کہ روح نکل گئی اور حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں اب بھی ہم جس وقت آتے جاتے ہیں تو اسی جزیرہ سے گزر کر آتے ہیں۔ اب تک اُس

Marfat.com

کا بندہ سلامت ہے اور ویسے ہی اُس نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قیامت کا دن ہوگا وہ بندہ جب قبر سے اٹھے گا' حشر بپا ہوگا تو خالق کائنات فرشتوں سے بڑی خوشی سے کہے گا:

اُدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِیْ

میرے اس بندے کو جنت میں داخل کر دو' کس طرح بِرَحْمَتِیْ میری رحمت کے صدقے اس کو جنت میں داخل کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ کا اعلان ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو' تو وہ شخص بول پڑے گا' کہے گا:

یَا رَبِّ بَلْ بِعَمَلِیْ

یا اللہ! رحمت کا حوالہ نہ دو بلکہ میرے عمل کی وجہ سے مجھے جنت دو' میں نے آخر پانچ سو سال سجدہ کیا' کیا میں اس کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہوں۔

بَلْ بِعَمَلِیْ.

مجھے میرے عمل کی وجہ سے جنت دے دو۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ فرشتوں سے فرمائے گا:

اُدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِیْ

اس بندے کو جنت میں میری رحمت سے لے جاؤ۔

وہ دوبارہ بولے گا نہیں یا رب

بَلْ بِعَمَلِیْ.

Marfat.com

میرے عمل سے مجھے جنت میں داخل فرما۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تیسری بار فرمائے گا۔

اُدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِیْ

اس کو میری رحمت سے جنت میں لے جاؤ۔

وہ بندہ تیسری بار بھی کہے گا ''نہیں یارب''

بَلْ بِعَمَلِیْ

نہیں میرے رب میرے عمل کی وجہ مجھے جنت عطا فرما۔

جب وہ تیسری بار کہے گا تو خالق کائنات جل جلالہ فرمائے گا:

قَایِسُوْا عَبْدِیْ بِنِعْمَتِیْ عَلَیْهِ

اے فرشتو! اب اس کو اٹھا کے میرے سامنے کھڑا کرو۔ اب ہم حساب کریں گے اس کو اپنے عمل پہ اتنا بھروسہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے پانچ سو سال مجھے سجدہ کر کے اس نے میری نعمتوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ چلو اب گنتے ہیں۔ میری نعمتیں بھی گن لو اس کا عمل بھی گن لو اس نے پانچ سو سال مجھے سجدہ کیا ہے تو میرے انعامات بھی دیکھو۔

قَائِسُوْا عَبْدِیْ بِنِعْمَتِیْ عَلَیْهِ وَ بِعَمَلِیْ

اب میری نعمت اور اس کے عمل کا موازنہ کرو۔

میری نعمتیں اس پر کتنی ہیں اور اس کا عمل کتنا ہے۔

پھر موازنہ شروع ہو جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَتُوْجَدُ نِعْمَۃُ الْبَصَرِ قَدْ اَحَاطَتْ بِعِبَادَۃِ خَمْسِ مِائَۃِ سَنَۃٍ

(الزواجر، ۲/۲۰۲)

Marfat.com

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے جو دی ہوئی آنکھ ہے۔ صرف اس ایک نعمت کو ایک طرف رکھا جائے گا اور اُس کی پانچ سو سال کی بندگی کو ایک طرف رکھا جائے گا۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

آنکھ والی نعمت پانچ سو سال والے عمل پہ بھاری ہو جائے گی۔ محض آنکھ کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اس کی بندگی کو پیش کرو، آنکھ والی نعمت کا حق بھی پورا نہیں ہوا''۔

پورا بدن باقی ہے بدن کے اجزاء باقی ہیں اعضاء باقی ہیں پھر جو اُس کیلئے اللہ تعالیٰ نے بندوبست کئے ہوئے تھے وہ ساری نعمتیں ابھی باقی ہیں۔ اُس کھاری سمندر میں اللہ تعالیٰ اُس کو میٹھا پانی دیتا تھا اور اُس کے لئے تازہ انار پیدا کرتا تھ۔ وہ کروڑوں انعامات ابھی باقی ہیں۔

ابھی صرف آنکھ والی نعمت کا حساب ہوا تو اُس کی بندگی تو ساری ختم ہو گئی۔ خالق کائنات فرمائے گا اے فرشتو! اب اس کو لے جاؤ اور جہنم میں داخل کر دو۔

میرے انعامات اس پر کتنے ہیں اور اس کا عمل تو انعامات کے لحاظ سے بہت تھوڑا ہے۔ اس نے خود پیش کش کی ہے کہ میرے عمل کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے تو عمل کے لحاظ سے فیصلہ یہ ہے کہ میری نعمتیں تم پر بہت زیادہ ہیں اور تیرا عمل بڑا تھوڑا ہے۔

اب وہ بندہ کہے گا نہیں مولا مجھے اپنی رحمت سے ہی جنت عطا فرما دے اور بالآخر اُس کو رحمت سے جنت عطا فرما دی جائے گی۔

لیکن اس وقت ہمارے موضوع میں اس حدیث کا یہ حصہ ہے کہ موازنہ میں سب سے پہلے یہ بات لازم ہے کہ دیکھا جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کتنے ہیں اور میری طرف سے عمل کتنا ہے جب یہ دونوں چیزیں اس حدیث کی روشنی میں دیکھی

Marfat.com

جائیں گی تو آج کون پانچ سو سال سجدے میں سر رکھنے والا ہے' جب اُس پانچ سو سال عابد وزاہد کی عبادت ایک نعمت کا جواب نہیں بن سکی تو ہمارے یہ سجدے کس نعمت کا جواب بن سکیں گے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس کے اندر موازنہ کرتے ہوئے محاسبہ کا ذوق پیدا ہوگا کہ اُدھر مسلسل انعامات ہیں' ہر سانس میں کروڑوں نعمتیں ہیں اور میری طرف سے تو بالکل محدود سا عمل ہے۔ اس کی وجہ سے اپنا محاسبہ کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

موازنہ کیلئے دوسری بات یہ ہے:

(۲) ''حسنات وسیات میں موازنہ''

بندہ اپنے حسنات اور سیات میں موازنہ کرے۔ پہلا تھا اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اپنے اعمال میں موازنہ۔ دوسرا یہ ہے کہ اپنے اعمال میں جو نیک ہیں اُن کو شمار کرنا اور جو بُرے ہیں اُن کو شمار کرنا۔ ان کا موازنہ کرنا کہ آخر میں نے چوبیس گھنٹے جو گزارے ہیں تو ان میں سے کتنے وہ کام ہیں اُن کو جب میں کر رہا تھا تو میرے رب کی رحمت خوش ہو رہی تھی۔ کتنے وہ کام ہیں کہ جن کی وجہ سے میرا خدا ناراض ہو رہا تھا۔

انسان خود اپنے اعمال کے لحاظ سے خود موازنہ کرے کہ کتنے کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے ہیں اور کتنے کام اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جس کی وجہ سے بندے کے گناہ جھڑنا شروع ہو جائیں گے یہ تجربے کی بات ہے بلکہ یہ بھی ہم سب کا ہوم ورک ہے کہ ہم رات جب یہ لکھتے ہیں کہ کتنی آمدنی تھی اور کتنا خرچ ہوا۔

یہ اپنے مال کے لحاظ سے لکھتے ہیں۔ نامہ اعمال کے لحاظ سے بھی تھوڑا سا لکھیں آج میں نے کتنے گناہ کیے اور کتنے وہ کام تھے کہ جن میں میں اپنے رب کے حکم پہ سربسجود ہو چکا تھا اور میں اپنے رب کی فرمانبرداری کا حق پورا کر رہا تھا۔ جس وقت بندہ اپنے کاموں میں ان دو چیزوں کے لحاظ سے موازنہ شروع کر دے گا تو اُس بندے کیلئے

Marfat.com

موازنہ کی پہلی سٹیپ آسان ہو جائے گی۔اب روزانہ جب یہ کام کرتا رہے گا چالیس دن تک یہ کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمید ہے کہ اُس کے گناہوں میں واضح کمی واقع ہو چکی ہوگی اور اُس کیلئے آگے نیکی کی طرف بڑھنا بہت ہی آسان ہو چکا ہوگا۔

موازنہ کے اندر تیسری بات یہ ہے:

(۳) ''ماحول کے لحاظ سے موازنہ''

موازنہ میں تیسری بات یہ ہے کہ ماحول کے لحاظ سے بندہ اپنا موازنہ کرے آخرانسان تو اشرف المخلوقات ہے۔اس کو مخدوم کائنات بنایا گیا ہر چیز اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے تو یہ دیکھے کہ میں مخدوم ہو کے اللہ تعالیٰ کا کتنا حکم مان رہا ہوں اور باقی مخلوقات جو خادم ہے وہ کتنا حکم مان رہی ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ جن چیزوں پر مجھے فضیلت دی گئی ہے وہ عمل میں مجھ سے آگے نکل گئی۔ یہ موازنہ کرے کہ کتنا بڑا سورج ہے اور کتنا بڑا چاند ہے۔

انہوں نے تو آج تک اپنی ڈیوٹی میں ناغہ نہیں کیا تو میں پانچ وقت ناغہ کیوں کرتا ہوں۔وہ وقت پر آتے ہیں اور وقت پر جاتے ہیں۔وہ تو لیٹ نہیں ہوتے تو آخر میں ہی نماز میں لیٹ کیوں ہوتا ہے۔میں ہی اللہ تعالیٰ کے دربار سے غیر حاضر کیوں ہو جاتا ہوں۔

خالق کائنات کا قرآن بول رہا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ
كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (پارہ ۲۳، سورہ یٰسین، آیت ۴۰)

یہ ہماری روح کی غذا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

Marfat.com

کہ سورج چاند کو پکڑ لے اور چاند سورج کو پکڑ لے یعنی چاند سورج کا راستہ روک کے بیٹھ جائے اور سورج چاند کا راستہ روک کے بیٹھ جائے۔ ایسا نہیں ہوتا۔

كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

وہ سب اپنے حصے میں رہتے ہیں جب وہ کسی کا غصب نہیں کرتے تو بندو تم دوسروں کا راستہ کیوں روکتے ہو؟ تم دوسروں کے حق کی طرف کیوں جاتے ہو؟ وہ اپنی ڈیوٹی پر اتنی پابندی سے ہیں کہ وہ کبھی لیٹ نہیں ہوتے۔

تمہیں بھی اپنے رب کی ڈیوٹی پوری کرنی چاہیئے۔ انہیں ایک بار اللہ نے حکم دیا۔ ہمیشہ کے پابند ہو گئے، کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ:

رات دن سے پہلے آجائے اور دن رات سے پہلے آجائے بلکہ

كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

وہ اپنے اپنے مدار میں رہ کر اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اپنی حرکت میں موجود ہیں تو یہ ماحول کی دعوت ہے انسان کو کہ ہر چیز ڈیوٹی پہ ہے، زمین اپنا کام کر رہی ہے ہمیں کھانے کو دیتی ہے اور جانور اپنا کام کر رہے ہیں۔ ہمیں دودھ دینے کیلئے اور پلانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کئے ہوئے ہیں اور گوشت کیلئے پیش کئے ہوئے ہیں۔

پوری کائنات نے خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر جو اللہ نے ان کی لگائی ہے ہر چیز پابندی کر رہی ہے تو بندے کو یہ موازنہ کرنا چاہیئے کہ میرے دائیں طرف جو درخت ہے اس نے پابندی کی تو میں نے کتنی کی۔ زمین پابند ہے تو میں کتنا پابند ہوں۔ آسمان پابند ہے تو میں کتنا پابند ہوں۔ پورے ماحول کو دیکھ کے بندہ اپنا موازنہ کرے تو محاسبہ کا پہلا مرحلہ انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

محاسبۂ نفس کا دوسرا طریقہ محابرہ کا ہے۔

Marfat.com

مخابرہ کا معنی: مخابرہ کا جدید عربی میں لغوی معنی جاسوسی ہے۔ یعنی کسی کی جاسوسی کرنا اور مخابرات کا پورا ایک شعبہ ہوتا ہے تو موازنہ کے بعد مخابرہ سے محاسبہ نفس کا طریقہ کار کیا ہے۔ سب سے پہلے تین قسم کا موازنہ کیا جائے اور اس کے بعد مخابرہ سے بندہ مخابرہ کے معاملے میں اپنے آپ کو محتاط رکھے اور مخابرہ کے معاملے میں اپنے آپ کو بیدار رکھا جائے۔

آدمی کام کرتے وقت گھبراتا ہے کہ میں یہ کام کر رہا ہوں کہیں میری جاسوسی نہ ہو جائے اور کہیں اس کام پر کوئی اور مطلع نہ ہو جائے۔ خالق کائنات نے بندے کو محاسبہ کی طرف مائل کرنے کیلئے اس کو ایک نظام مخابرہ بھی دیا ہے کہ اے بندے تو گناہ کرے گا تو کس سے چھپ کے کرے گا اور کس زمین پہ کرے گا۔ کیا اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین بھی ہے جہاں تو بیٹھ جائے اور پھر تو چھپ سکے۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۵)

جس ذات کو نیند ہی نہیں آتی اور اُونگھ ہی نہیں آتی اُس سے تو چھپ کیسے سکے گا اور تو گناہ کرے گا تو کس زمین پہ کرے گا۔ یہ زمین بھی تو کمپیوٹر ہے اللہ کا اُس میں یہ فیڈ ہو رہا ہے کہ جو قدم اُس پہ رکھا گیا تھا وہ قدم چوری کرنے کیلئے اٹھایا گیا تھا یا وہ قدم نماز پڑھنے کیلئے اُٹھایا گیا تھا ہر قدم جب رکھا جاتا ہے زمین اُس کی گواہ بنتی ہے۔ اُس کے بارے میں وہ رپورٹ دینے والی ہے۔

مخابرہ ایسی چیز ہے جب انسان اس کے بارے میں پوری طرح بیدار مغز ہو جائے گا۔ اُس کیلئے مخابرہ کا دوسرا مرحلہ بھی آسان ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس سلسلے میں متوجہ کیا بلکہ مخابرہ کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کی:

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (پارہ ۳۰، سورہ زلزال، آیت ۴)

قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن زمین اپنی خبریں بیان کردے گی۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی:

ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے صحابہ!

اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا (الزواجر ۲/۴۰۶)

تم جانتے ہو زمین کی اخبار کیا ہیں جو قرآن کہہ رہا ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا

زمین اُس دن اپنی خبریں شائع کردی گی۔ اپنی خبریں عام کردے گی وہ زمین کی کیا خبریں ہیں۔ اے میرے صحابہ تم جانتے ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کمال ادب سے کہا:

اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام خوب جانتے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا (الزواجر ۲/۴۰۶)

آپ نے فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہیں کہ زمین ہر بندے کے بارے میں جو زمین پر آیا ہے قیامت کے دن اُس کے عمل کی خبر دے گی۔ ہر بندہ اور ملک میں جتنے بھی لوگ رہتے ہیں خواہ وہ کسی خطے پہ رہتے ہیں۔ آخر وہ رہتے تو زمین کے اندر ہی ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے پورا نظام نیچے بچھایا ہوا ہے۔

زمین قیامت کے دن ہر بندے کے بارے میں خبر دے گی۔ انداز کیا ہوگا

عَمِلَ كَذَا وَ كَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَ كَذَا (الزواجر ۲/۲۰۶)

زمین کہے گی اے اللہ! اس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ اُس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا اور اُس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ تاریخ بھی بتائے گی، وقت بھی بتائے گی، کام بھی بتائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو قرآن پاک میں نازل کر کے بندے کو مخابرہ کے لحاظ سے بھی محاسبہ نفس کی طرف متوجہ کیا کہ تو جہاں بھی چھپے گا آخر وہ زمین کا حصہ ہوگا یا تو خود زمین کے اوپر یا زمین کے اوپر جو چیز رکھی گئی ہے وہ ہوگی اور ہر چیز جو زمین کے اوپر ہے زمین اُس کو نوٹ کر رہی ہے اور وہ زمین بتائے گی جہاں بھی بندہ چھپ کے جائے گا زمین اُس کو بیان کرے گی جب اتنا بڑا جاسوس اے بندے! تیرے پیچھے لگا ہوا ہے تو اُس جاسوس سے اپنے آپ کو بچالے۔ اُس جاسوس نے تو کوئی بات بھی نہیں چھوڑنی اپنا آپ فکر اور آج محاسبہ کر آج سوچ کے قدم رکھ چھپتا ہے تو سوچ کے چھپ کہ تو زمین پہ چھپ رہا ہے۔

ایک تو اللہ تعالیٰ خود دیکھ رہا ہے لیکن پھر اُس نے نظام عدل بنا رکھا ہے۔ اے بندے! میں خود بیان نہیں کرتا میری زمین بیان کر دے گی۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (پارہ ۲۶، سورہ ق، آیت ۱۸)

ہم نے فرشتے بھی ساتھ رکھے ہوئے ہیں جو تم لفظ بولتے ہو زبان سے نکلتا جاتا ہے۔ فرشتے اُس کو فوراً لکھ لیتے ہیں۔ جہاں بھی تم ہوتے ہو وہ فوراً لکھ لیتے ہیں۔ یہ رپورٹر بھی ساتھ ہیں نظر نہیں آتے مگر وہ بھی لکھ رہے ہیں، زمین کے بارے میں ہمیں

Marfat.com

پتہ ہی نہیں چلتا کہ جو ہم نے برائی کی وہ زمین بھی نوٹ کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخابرہ کے اس نظام پر مطلع کر دیا کہ وہ بھی جاسوسی کر رہی ہے بلکہ اس سے زیادہ خود بندے کا بدن بندے کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے اور قیامت کے دن ہر ہر گناہ کے بارے میں یہ گواہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں تو پھر آج بندے کو اچھا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ تو ہر چیز میری جاسوس ہے یہ ہاتھ میرا پیارا ہاتھ جس کو بچا بچا کے رکھتا ہوں' تھوڑا زخم ہو جائے تو اس کی پٹی کرتا رہتا ہوں۔ یہ میرے پیارے قدم میرے خلاف جاسوس ہیں اگر میں اللہ تعالیٰ کا نہیں بنوں گا تو یہ میرے کیسے بنیں گے۔ یہ میرے خلاف بولیں گے۔ میرے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ وہ چیز ہے جو بندے کو محاسبہ کی طرف مجبور کرتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں نامہ اعمال گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے)

صحابہ کرام کہتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ

(تفسیر ابن کثیر ۶/۲۴-۲-۵۷۲)

کیا خوبصورت محفل تھی۔

سیماب پا تھیں کیا اُن لوگوں کی قسمتیں
حصے میں آئیں جن کے وہ مہتاب صحبتیں

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بزم میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کا جم غفیر تھا۔ اچانک محبوب علیہ السلام نے مسکرانا شروع کر دیا۔ بظاہر اُس مسکراہٹ کا کوئی

Marfat.com

سبب نہیں تھا نہ کسی نے کوئی ایسی بات کی اور نہ کسی کا کوئی ایسا عمل سامنے آیا کہ اُس پر مسکراہٹ کا اظہار کیا جائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تو کتنا خوبصورت منظر تھا۔

خود سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَا اَضْحَكُ

میرے صحابہ تمہیں پتہ ہے کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو' مجھے ہنسی کیوں آئی ہے۔ تمہیں پتہ ہے کہ میری یہ مسکراہٹ کس وجہ سے ہے۔ یہ سوال کر کے جب آپ نے پوچھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں ہم نے عرض کی:

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

کتنا ادب ہے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی مسکراہٹ کا سبب آپ کا رب زیادہ جانتا ہے اور آپ زیادہ جانتے ہیں۔

آپ خود بیان فرما دیں کہ اس مسکراہٹ کی وجہ کیا ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے صحابہ میں بیٹھا تو یہاں ہوں مگر تمہیں پتہ نہیں نگاہ کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔

مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ

آپ نے فرمایا کہ آج میں یہاں بیٹھ کے میدانِ حشر کو دیکھ رہا ہوں۔ میدانِ حشر سامنے ہے اور وہاں اپنے رب کے سامنے بندہ جو گفتگو کر رہا ہے اُس کو سن کے آج مجھے ہنسی آ گئی ہے اور سادے سے بندے کی گفتگو پر مجھے تعجب آیا ہے کہ اپنے رب سے کیسی سادہ گفتگو کر رہا ہے اور کس انداز سے وہ اپنے رب کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ بندے کی جو حشر کے دن اپنے رب سے گفتگو ہے مجھے اُس کی طرف توجہ کرنے سے

marfat.com

فہم دین

جلد دوئم

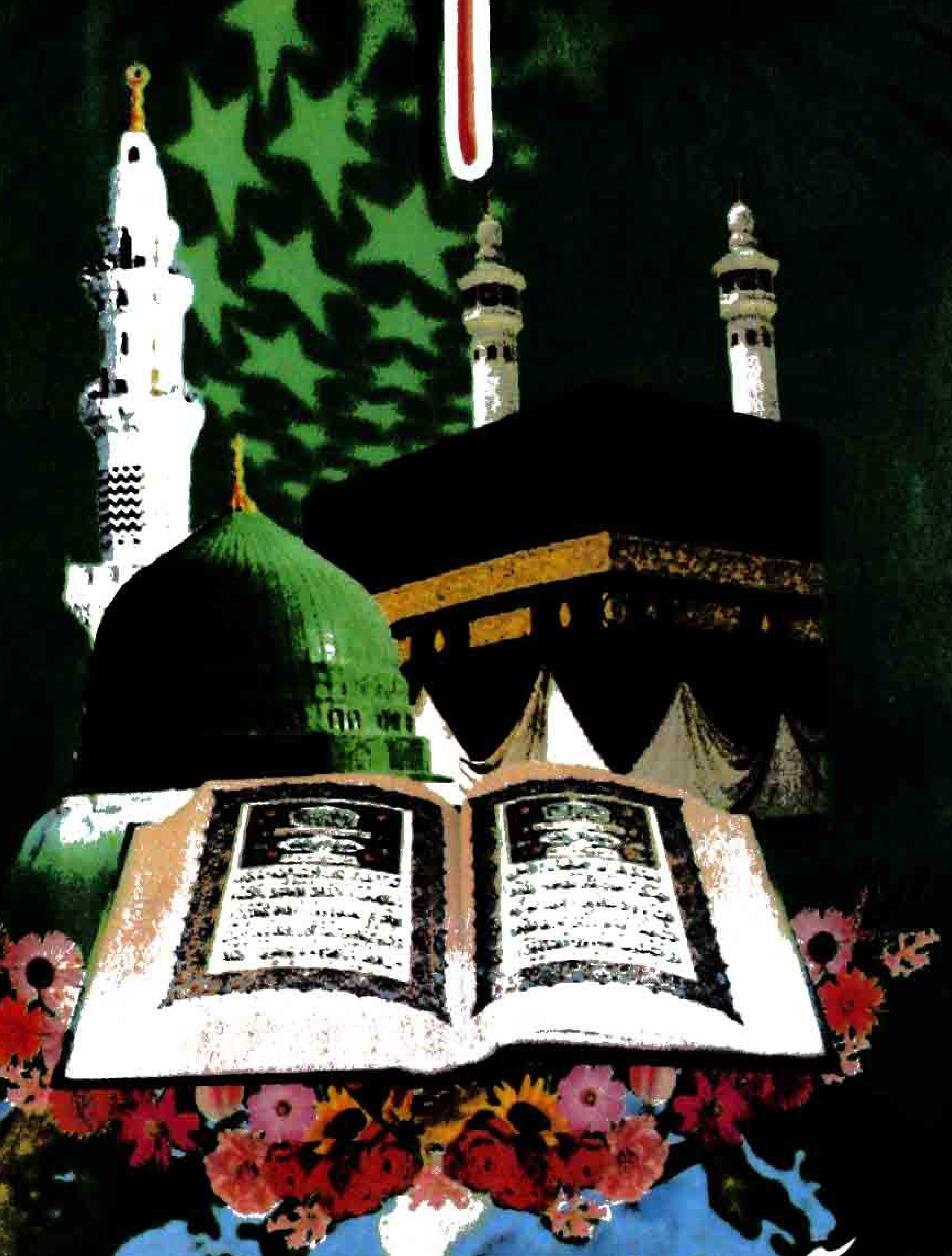

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6-مرکز الاولیس دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
القرآن

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد دوم

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

اہتمام

ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب.........فہم دین جلد نمبر دوم

افادات.........مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب.........مولانا عبدالکریم جلالی صاحب

پروف ریڈنگ.......محمد نعیم اللہ خاں قادری

طبع پنجم.........اگست 2008ء

صفحات.........472

تعداد.........600

باہتمام.........شیخ محمد سرور اویسی

قیمت.........260

ملنے کے پتے

صراط مستقیم پبلی کیشنز کھیالی اڈہ گوجرانوالہ

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور/ مکتبہ فیضان مدینہ لالہ موسیٰ/مکتبہ فیضان مدینہ گھکڑ/ مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ/ مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں/قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور/رضا بک شاپ گجرات/ جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاولدین

Marfat.com

صراطِ مستقیم

شاعر صلاح الدین سعیدی

عظمتوں کا اک حوالہ ہے صراطِ مستقیم
پستیوں میں اک ہمالہ ہے صراطِ مستقیم

عصر حاضر کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ اور
منفرد، یکتا، نرالا ہے صراطِ مستقیم

والیٔ بغداد کا یہ ہے روحانی سلسلہ
معرفت کی مے کا پیالہ ہے صراط مستقیم

خیر آبادی کا امیں اور وارث فکر رضا
فقہ حنفی کا اجالا ہے صراطِ مستقیم

ہے محمد کی عطا سردار احمد کا جلال
نسبتوں کا بول بالا ہے صراطِ مستقیم

Marfat.com

شاہ جلال الدین کے فیضان علمی کی نمود
بھکھی لنگر کا نوالہ ہے صراط مستقیم

یہ ادارہ ہے نظام مصطفیٰ کا پہرہ دار
شہ نورانی کا جیالا ہے صراط مستقیم

علم اور تقویٰ کا ہے اس دور میں کوہِ گراں
فقر کی گودی کا پالا ہے صراطِ مستقیم

حضرتِ آصف جلالی اس کے ہیں روحِ رواں
انہوں نے سانچے میں ڈھالا ہے صراطِ مستقیم

حضرتِ آصف جلالی چاند ہیں اس دور کے
اور ان کے گرد ہالہ ہے صراطِ مستقیم

علم کی پھیلا رہا ہے ہر طرف یہ روشنی
ظلمتِ شب کا ازالہ ہے صراطِ مستقیم

مجھ سے گر پوچھے کوئی جنت کا سیدھا راستہ
اے سعیدی لامحالہ ہے صراط مستقیم

Marfat.com

فہرست مضامین

جلد نمبر 2

marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 14 اسلام میں دوستی کا معیار اور طریقِ کار

دوستی دین ہے	۱۹
بری دوستی کا وبال	۲۱
اچھے دوست اور برے دوست کی مثال	۲۴
اچھی دوستی کا حسن	۳۱
دنیا و آخرت میں نیکی کی دوستی کا فائدہ	۳۳
آخرت میں صالحین کی محبت کا فائدہ	۳۶
دوستی کا طریقِ کار	۴۵

باب نمبر 15 سود اور اس کی اقسام

ایمان کے بچاؤ کے لئے سود سے بچو	۵۳
سود اضافہ نہیں نقصان ہے	۵۴
سود خور کی بھیانک صورتحال	۵۶
سود خور کے لئے اعلانِ جنگ	۵۷
ترکِ سود پر انعام	۵۹
ربا کا لغوی معنی	۶۳

Marfat.com

ربا کی شرعی تعریف	۶۳
ایک وضاحت	۶۴
سود کی شرط	۶۴
ربا کی اقسام	۶۴
سود خوروں پر لعنت	۶۵

باب نمبر 16 ہم اور ہمارے عقائد

شانِ الوہیت کے بارے میں ہمارا عقیدہ	۸۹
عقیدہ کا مطلب	۹۰
توحید کیا ہے	۹۱
الوہیت کیا ہے	۹۱
مختلف مترجمین کا ترجمہ	۹۹
محمد جوناگڑھی کا ترجمہ	۹۰
شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ	۱۰۱
فتح محمد جالندھری کا ترجمہ	۱۰۲
امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ	۱۰۳

Marfat.com

عقیدہ شانِ رسالت	۱۰۵
وصفِ بشریت	۱۰۸

باب نمبر 17 اسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی

اسوۂ حسنہ کا وسیع مفہوم	۱۲۰
اسوۂ حسنہ کے ترک پر وعید	۱۲۱
رسول اللہ ﷺ بحیثیت نذیر	۱۲۴
انبیاء علیہ السلام کے مخلص احباب کی علامت	۱۲۸
فیشن پرستی کی مذمت	۱۳۰
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت امام یعقوبؒ کی بحث	۱۳۳
مردوں کے لئے عورتوں سے مشابہت جائز نہیں	۱۳۶
ناجائز زینت اختیار کرنے کا وبال	۱۳۸
فیشن پرستوں کا جہنم میں منظر	۱۴۰
بچوں کو دودھ نہ پلانے والی ماؤں کا مواخذہ	۱۴۲
تارکینِ سنت سے رسول ﷺ کی بیزاری	۱۴۵
حاملینِ سنت کی فضیلت	۱۴۷

Marfat.com

برائی کے خلاف جہاد کے مراتب	

باب نمبر 18 مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موت، موت میں فرق ہے	۱۵۶
زندگی اور تدفین بھی	۱۵۸
درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری	۱۶۰
حیاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسیں ہے	۱۶۶
حیاتِ شہداء آڑ سے بالاتر حیات	۱۶۷
حیاتِ انبیاء علیہ السلام امت کا اتفاقی عقیدہ	۱۶۸
حیاتِ انبیاء علیہ السلام حدیث کی روشنی میں	۱۶۹
ردِ روح کا مطلب	۱۷۹
حیاتِ مستمر	۱۸۲
مؤمن کی حیات برزخی	۱۸۲

باب نمبر 19 ترکِ تقلید اور اس کی تباہ کاریاں

حبل اللہ سے مراد	۱۸۸
مسئلہ تقلید سمجھنے کے لئے ابتدائی بات	۱۸۸

Marfat.com

تقلید کی تعریف	۱۹۲
تقلید کی اقسام	۱۹۳
تقلید صحیح کی اقسام	۱۹۶
اولی الامر سے مراد	۲۰۰
صحابہ کرام کے طبقات	۲۰۲
حدیث بیئر بضاعۃ	۲۰۷
تارک تقلید کے لئے عذاب	۲۱۳
فقہاء کے بے ادب پر وبال	۲۱۵

باب نمبر 20 جہاد اور دہشت گردی میں فرق

جہاد کی تعریف	۲۲۱
دہشت گردی اور جہاد میں فرق	۲۲۳
پہلا فرق: جہاد اللہ کی رضا ہے، دہشتگردی نفسانی خواہش ہے	۲۲۳
عظمت مجاہد فی سبیل اللہ	۲۳۳
دوسرا فرق: دہشتگردی فتنہ، جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے	۲۳۶
تیسرا فرق: دہشتگردی کا انجام محرومی اور جہاد کا انجام اللہ کی رحمت	۲۳۸

Marfat.com

چوتھا فرق: دہشتگردی ظلم، جہاد مظلوم کی حمایت	۲۳۹
پانچواں فرق: دہشتگردی تکبر، جہاد عاجزی	۲۴۱
چھٹا فرق: دہشتگردی عدم ایمان کی علامت، جہاد پختہ ایمان کی علامت	۲۴۲
ساتواں فرق: دہشتگردی بے ضابطہ، جہاد با ضابطہ	۲۴۳
جہاد تصور نبوی ﷺ اور سنت ہے	۲۴۵

باب نمبر 21

تصوف اور اسلام

تصوف کی وجہ تسمیہ	۲۵۷
تصوف کی تعریف	۲۵۸
ضرورتِ تصوف	۲۶۱
تصوف کا پس منظر	۲۶۲
صحابہ اور تصوف	۲۶۵
مجلسِ نبوی کی تاثیر	۲۶۶
فرشتوں سے مصافحہ	۲۷۲
تغیرات زمانہ	۲۷۴
مراتب تصوف	۲۷۵

Marfat.com

تصوف کتاب وسنت کا ذیلی شعبہ	۲۷۷
تصوف اور اتباعِ سنت	۲۷۹
مقامِ صوفی	۲۸۱
مسلکِ صوفی	۲۸۲

باب نمبر 22 حواسِ نبوی

سننے کی قوت	۲۹۱
دیکھنے کی قوت	۲۹۹
چکھنے کی قوت	۳۰
چھونے کی قوت	۳۱۲
سونگھنے کی قوت	۳۱۶

باب نمبر 23 جنتی آنکھ

جنتی آنکھ کی پہلی قسم	۳۲۵
جنتی آنکھ کی دوسری قسم	۳۲۹
جنتی آنکھ کی تیسری قسم	۳۲۹
جنتی آنکھ کی چوتھی قسم	۳۳۱

Marfat.com

پاک آنکھ پاک دل	۳۳۳
پاکیزہ آنکھ پاکیزہ زبان	۳۳۶
روزے کی اقسام	۳۳۹
اللہ کے سایہ رحمت میں بیٹھنے والے مہمان	۳۴۳

باب نمبر 24 اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن

وقت کی تعریف	۳۶۱
وقت کی دوسری تعریف	۳۶۲
وقت کی تیسری تعریف	۳۶۴
وقت کی چوتھی تعریف	۳۶۶
استعمال کے لحاظ سے وقت کی اقسام	۳۶۷
حضرت جنید بغدادیؒ کا حضرت سری سقطیؒ سے سوال	۳۷۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی	۳۷۳
دنیا کی زندگی کی حیثیت	۳۷۵
صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مصروفیات کا شرعی توازن	۳۷۷
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو	۳۸۰

Marfat.com

رزقِ حلال کی تلاش عبادت ہے	۳۸۵

باب نمبر 25 اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

زخم، زخم امتِ مسلمہ	۳۹۲
نگاہِ نبوت اور لمحہ موجود	۳۹۴
اسلامی دنیا کے وسائل اور غیروں کی بندر بانٹ	۳۹۵
ع اخوت کا یہ مطلب ہے چبھے کانٹا جو کابل میں	۳۹۷
مسلم امہ پر فکری یلغار	۳۹۸
مسلمان سر میں انگریزی دماغ	۳۹۹
بری صحبت سے بچاؤ	۴۰۲
مواصلاتی نظام جام کرنے کی ضرورت	۴۰۳
اسلامی صحافت کے زریں اصول	۴۰
عوام کے لئے غیر مسلموں سے ڈائیلاگ کی ضرورت	۴۰۸
اقتصادی زبوں حالی کا چیلنج	۴۱۱
یہود و نصاریٰ کے ڈر سے ان کی دوستی	۴۱۳
یہود اور توہین الوہیت	۴۱۵

Marfat.com

نام نہاد روشن خیالوں کی دلیل اور اس کا جواب	۴۱۶
ذلت ورسوائی کا سبب	۴۱۸
عزت وعروج کے حصول کا طریقہ	۴۲۰
میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول	۴۲۱

باب نمبر 26 مومن کا مقصدِ حیات

العصر کے معانی	۴۲۸
مراقبہ کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۱
ولایت کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۱
موالات کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۲
صلوات کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۳
عزت کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۴
اطاعت کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۵
شہادت کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۶
قیامت کے لحاظ سے مؤمنین کا تذکرہ	۴۳۷
نیک عمل کا قبر میں ثمرہ	۴۴۵
گناہوں کی وجہ سے دنیا میں وبال کا ظہور	۴۴۹

Marfat.com

برے کاموں سے دوسروں کو روکنا	۴۵۶
قرآن سنا کر گمراہی پھیلانے والے	۴۶۱
شیطان انسان کا بھیڑیا ہے	۴۶۳

Marfat.com

باب نمبر 14

اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com
Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور شافع یوم النشور دستگیرِ جہاں غمگسارِ زماں سیدِ سروراں حامیٔ بے کساں امام المرسلین خاتم النبیین احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب ارباب فکر ودانش اصحاب محبت ومودّت حاملین عقیدہ اہلسنت نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہِ رمضان المبارک کی سعادتوں پُرنور صبح میں اُدارہ صراطِ مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے چودھویں درس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ راہِ علم میں ہمارے اس سفر کو قبول فرمائے اور ربِّ ذوالجلال ہمیں منزل پر پہنچنے کی توفیق عطا

Marfat.com

فرمائے۔ آمین

آج کی گفتگو کا موضوع

''اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار'' ہے

ہر شخص اپنی زندگی میں کسی نہ کسی سے دوستی کا رابطہ قائم کرتا ہے۔ دوستی کو اپناتے وقت کس قدر بندے کو حساس ہونا چاہیئے اور دوست کے انتخاب میں اُس کو کتنی احتیاط برتنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیئے۔

''دوستی دین ہے''

حدیث نمبر ۱: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

(مشکوٰۃ شریف، بحوالہ ترمذی ص ۴۲۷)

بندے کا دین وہی ہوتا ہے جو اُس کے دوست کا دین ہوتا ہے۔ تو پھر تم میں کسی کو دوستی قائم کرتے وقت یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کے ساتھ اپنی دوستی قائم کر رہا ہے۔

سادہ سے الفاظ میں مطلب یہ بنے گا کہ شریعت مطہرہ کی نگاہ میں دوستی دین کا نام ہے۔ دوستی میں کس قدر بندے کو جانچ پڑتال کر کے کسی کو دوست بنانا چاہیئے۔ یہ اتنا ہی اہم امر ہے جتنا کوئی شخص دین قبول کرتے وقت سوچتا ہے کہ میں اس دین میں داخل ہو رہا ہوں تو میں اس میں زندگی کیسے گزاروں گا۔

کیا اس کے تقاضے پورے کر سکتا ہوں یا نہیں کر سکتا یا اس کے تقاضے کیا کیا ہیں؟ جن کو مجھے ہر سانس میں پیش نظر رکھنا ہے۔

جس طرح دین بندے سے جدا نہیں ہوتا اور اُس کو دین کے ساتھ رہ کے پوری زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی دوستی کا بھی احاطہ ہے جو بندے کے ساتھ

Marfat.com

چمٹ جاتی ہے تو ہر صبح و شام ہر دن ہر رات ہر گھڑی ہر لمحہ میں اُس دوستی کا بندے کے اوپر ایک اثر ہوتا ہے۔ تو اس واسطے دوست بناتے وقت صرف اسی معیار پر دوست نہ بنا لیا جائے کہ گزرتے گزرتے سرِ راہ کسی سے ملاقات ہوگئی تو وہیں سے ایک ملاقات پر ہی دوستی کی بنیاد رکھ لی جائے۔

شریعت میں آپ جس کو دوست بنانا چاہتے ہیں اُس کو بار بار دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر اُس کے بعد اس کو بندہ دوستی کیلئے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ:

حدیث نمبر۲: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (مشکوٰۃ شریف)

بندہ اُسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ آج وہ محبت کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ نمبر ۴۲۶، بحوالہ بخاری و مسلم)

اگر اُس کو جنت میں کسی کا ساتھ چاہیئے تو پھر آج اُسے جنتی سے محبت کرنی چاہیئے۔ اگر جہنم میں کسی کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو پھر آج جہنمی کے ساتھ اُس کو پیار کرنا چاہیئے۔ دوستی کا معیار کتنا اونچا ہونا چاہیئے جتنا جنتی کا بلند معیار ہے اور جنتی کی عظمت ہے۔ ان فرامین کو ابتدائً پیش نظر رکھنے سے ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ دوستی جس کو عارضی سمجھ کر اور ایک عمومی معاملہ قرار دے کر اس کے سلسلے میں احتیاط نہیں کی جاتی اور بندہ کسی کے ساتھ محبت و الفت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ ہرگز اسلام کو پسند نہیں۔ اسلام میں دوستی چونکہ دین کی حیثیت میں ہے اور دوستی کا معیار دین کا معیار ہے تو پھر دوست کے انتخاب میں بھی انسان کو اچھی طرح اس معیار کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

آیہ مبارکہ: اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے:

اَلْاَخِلَّاۤءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

(سورہ الزخرف، آیت ۶۷)

بڑے گہرے دوست قیامت کے دن آپس میں دشمن بن جائیں گے۔ مگر وہ

Marfat.com

کہ جن کی دوستی کا معیار تقویٰ اور جن کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے یہ لوگ آپس میں قیامت کے دن دشمن نہیں بنیں گے بلکہ ان کی دوستی قیامت کے دن زیادہ نکھر جائے گی۔

آج دنیا میں تو دوسری دوستیاں ساتھ ملی ہوئی ہیں لیکن قیامت کے دن چونکہ دوسری دوستیاں مٹ چکی ہوں گی تو دوستی کا یہی ماحول باقی رہ جائے گا۔ اس واسطے قیامت کا دن گھٹیا دوستیوں کے خاتمے کا دن اور قیامت کا دن عمدہ دوستی کی حکومت اور راج کا دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ اُس دوستی کو مزید واضح کر دے گا۔ ایسی دوستی والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

بُری دوستی کا وبال:

قرآن مجید برہان رشید میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کی دوستی کا ذکر کیا کہ جس نے اچھی دوستی کو چھوڑ کر بُری دوستی کو پسند کیا۔ تو وہ جس وقت قیامت کے دن اٹھے گا تو اپنے ہاتھ افسوس سے کاٹ رہا ہوگا کہ میں نے دوست کے سلسلے میں احتیاط سے کام کیوں نہ لیا۔

عقبہ بن معیط رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اصرار کرنے لگا کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں، میں دوسرے لوگوں کی بھی دعوت پکاتا ہوں تو آج آپ کی بھی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ جب اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا ”میں تمہاری دعوت تب کھاؤں گا جب تم میرے اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کو تسلیم کرلو گے تو عقبہ بن ابی معیط نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد امیہ بن خلف کو جب عقبہ بن معیط کے اسلام لانے کا پتہ چلا چونکہ یہ دونوں امیہ بن خلف اور عقبہ بن معیط گہرے دوست تھے تو امیہ بن خلف عقبہ بن

Marfat.com

معیط کے پیچھے پڑ گیا کہ تم نے یہ دین قبول کیوں کیا اور تم اس سے دست بردار ہو جاؤ۔
عقبہ بن ابی معیط امیہ بن خلف کے سامنے اپنے ایمان کو مضبوط نہ رکھ سکا ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا تو اُس نے اسلام سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔
آیت نمبرا: اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی دو آیات کا نزول فرمایا:
یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یَا لَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلاً (پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۲۷)
قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہوگا۔
یَا لَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرسول سَبِیْلاً.
اور کہے گا:
کاش کہ میں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کو اپنائے رکھتا۔ ان کے راستے پر رہتا' ان کی سنت پہ چلتا' ان کے دین کو مانتا' ان کے نظام اوران کے کیلئے میں اپنی زندگی کو وقف کر دیتا۔
آیت نمبر۲: یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلاً
(پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۲۸)
کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا' میں امیہ بن خلف کے ساتھ نہ بیٹھتا۔ یہ ایک شخص جس نے دوستی کے سلسلے میں غلطی کی رب ذوالجلال نے آیات کا نزول کیا اور پھر اس میں عموم رکھا۔ لفظ اَلظَّالِمُ بھی عام کہہ دیا اور فُلاں بھی عام کہہ دیا۔
وہ ایک بلند دوستی سے نیچے گرا اور ایک جہنمی کی دوستی میں مضبوط ہو گیا اور قیامت تک کیلئے اس آیت نے انسانیت کیلئے اس اصول کو واضح کر دیا کہ آج بھی دین بنیاد کی جو دوستی ہے اس کو چھوڑ کر محض دنیا کی بنیاد کی حیثیت میں جس دوستی کو اپنایا جا رہا ہے اور اُس میں چلا جاتا ہے تو اس کو اسی انجام کا سامنا ہوگا۔
قیامت کے دن ہاتھ کاٹتا پھرے گا' کف افسوس ملتا پھرے گا اور بار بار کہتا

Marfat.com

پھرے گا کاش میں اتنی اچھی سنگت چھوڑ کے اتنی بُری سنگت کو قبول نہ کرتا۔ آج جو شخص تقویٰ کے سائبان کے نیچے بیٹھتا ہے۔ آج جو شخص پرہیزگاری کے موسم موجود رہتا ہے آج جو شخص ایسی بزم کا جلیس اور قرین ہے کہ جہاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے انوار برستے ہیں۔ یہ حشر کے دن اپنے انہیں لمحات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا' میں نے کیسی خوبصورت زندگی گزاری ہے۔

لیکن آج جو ایسی بزم سے اٹھ کر کسی ایسی بزم میں چلا جائے جہاں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور نحوستیں ہیں تو قیامت کے دن ہاتھ ملتا رہے گا' افسوس کرتا رہے گا کہ میں نے کتنا نقصان کیا اور میں نے دوستی کے سلسلے میں کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ آج جو شخص کسی شرابی کے پاس بیٹھتا ہے' چور یا ڈاکو کے پاس بیٹھتا ہے' کسی لٹیرے یا فریبی کے پاس بیٹھتا ہے' کسی بدعقیدہ یا بدکردار کے پاس بیٹھتا ہے' اُسے کل حشر کو پتہ چلے گا کہ اس نے کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

جو اس مجلس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے پاس آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور خوش عقیدہ لوگوں کے ماحول میں رہتا ہے۔ اچھے کردار والے انسانوں کے ساتھ رہتا ہے تو اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اُس کیلئے سعادت افزاء ہو سکتا ہے۔ چاند کی چمک اُس کو میسر آ سکتی ہے۔ اس واسطے انسان کی طبیعت کے اندر یہ چیز واقع ہے کہ طبیعت چوری کرتی ہے۔

ایک طبیعت دوسری طبیعت سے چیزیں عکس کرتی ہے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انسان کی طبیعت دوسری طبیعت کے پیچھے لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ویسے اپنے طور پر کبھی فولاد کی طرح ہے' کبھی ریشم کی طرح ہے' کبھی اس کا یہ خیال ہے کہ میں کسی سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا جو میرے اپنے نظریات ہیں وہی رکھوں گا۔ لیکن کوئی حالت اُس پہ ایسی بھی آئی ہوتی ہے کہ وہ فولادی طبیعت' شبنمی طبیعت بنی ہوئی ہوتی ہے اُسے پتہ ہی نہیں چلتا تو دوسری جگہ سے کوئی چیز فوراً اس کی طبیعت میں شامل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

طبیعت جب دوسری طبیعت سے چوری کر رہی ہو تو اس شخص کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ میری طبیعت کہاں سے چوری کر رہی ہے اور کیا چوری کر رہی ہے اگر کسی مرد حق پرست کی بارگاہ میں بیٹھا ہے تو جس وقت اُس نے آہ بھری ہے ہوسکتا ہے کہ وہ سوز اس کے سینے میں بھی داخل ہو جائے اور اس کا سینہ بھی باغ باغ ہو جائے اور اگر کسی سرکش اور اللہ تعالیٰ کے بھگوڑے کے ساتھ بیٹھا ہے تو جس وقت وہ گناہوں کی پلاننگ کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اس نیک کے دل میں بھی وہ وسوسہ شامل ہو جائے۔

تو اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا جب دوستی کا اتنا زیادہ اثر ہوسکتا ہے' اس کی تاثیر ہوسکتی ہے تو شروع سے دوست ہی اچھا بنالو تا کہ اُس کے بعد کوئی پہرہ نہ دینا پڑے' کوئی پہرہ نہ لگانا پڑے جو بھی ہوگا اچھا ہوگا۔

ادھر سے نور ملتا رہے گا' فیض بڑھتا رہے گا' نیکی کی دعوت ملے گی' نیکی کی خوشبو ملے گی اور نیکی کا پیغام ملے گا۔ انسان کبھی غافل بھی ہوگا تو پھر بھی وہ مستفیض ضرور ہوتا رہے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی کی راہوں سے گزرتا ہوا جب آخرت کے اندر داخل ہو رہا ہوگا تو یہی دوستی جو دنیا کے اندر محض زندگی کے شب و روز گزارنے کا وسیلہ تھی اُس کے لئے جنت میں جانے کا بھی ذریعہ بن جائے گا۔

اچھے دوست اور بُرے دوست کی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرامین ہمارے لئے اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ دوستی کا معیار کتنا اونچا ہونا چاہیئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف ''بحوالہ بخاری و مسلم'' کے صفحہ ۴۲۶ پر موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر اچھے اور بُرے دوست کے کردار کو واضح کر دیا۔ ایک چھوٹی سی مثال میں دریا کو کوزے کے اندر بند کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

حدیث شریف: عَنْ ابیْ مُوسیٰ الاشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ حَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَ نَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَن یُحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً۔" (مشکوۃ المصابیح، ص۴۲۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ

اچھے دوست کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے کستوری کا بنڈل اُٹھایا ہوا ہو اور بُرے دوست کی مثال لوہار کی بھٹی جیسی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے دوست کی مثال بیان کرنے کے بعد اُس کے تین کردار بیان کر دیئے۔ آپ نے فرمایا:

حَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ
وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً"

اچھا کستوری والا دوست تین حال سے خالی نہیں ہوگا۔ ایک نہ ایک کام اُن میں سے ضرور ہو کے رہے گا۔

(۱) یا تو وہ اتنا سخی ہے اتنا فیاض ہے کہ جونہی تم اُس کے پاس بیٹھے اس نے نوازشات کر دیں۔ اُس نے کستوری کا حصہ تمہیں بھی دے دیا۔ اب بھی محرومی نہیں ہوئی کہ اُس کے پاس جو سوز تھا اُس کو بانٹ کے نصف حصہ یا اُس کا کچھ تمہیں بھی عطا کر دیا

(۲) اگر اُس طرف سے نوازشات کا سلسلہ تیز نہیں لیکن تمہاری طرف سے تڑپ اتنی ہے کہ تم نے قیمتاً وہ کستوری خرید لی، کستوری جس وقت موجود ہوگی تو وہ کستوری والا مفت میں تمہیں دے سکتا ہے یا پھر تم اُس سے خرید سکتے ہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں ہی نہ ہو۔

(۳) اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو کستوری کا کمال یہ ہے کہ خود بخود ناک تک اُس

Marfat.com

کی خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ اگر دینے والا دیتا نہیں اور لینے والا لیتا نہیں۔ لیکن یہ کستوری کی اپنی شان ہے یہ اُس خوشبو کی اپنی مہک ہے اور اُس کی وجہ سے اُس کا اپنا فیض ہے۔ وہ فیض پہنچتا ہے اور جو کستوری والے کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ کستوری کا مالک نہیں تھا لیکن اُس کے پاس آ کے بیٹھ گیا ہے۔ یہ کستوری والے نے اُس کو حصہ دیا' نہ اس نے اُس سے خریدا ہے لیکن کستوری پر تو پہرہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ خوشبو اس تک پہنچی اور بیٹھنے والے کا دماغ بھی معطر ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک اپنے بہتر فرد کی حیثیت کو اُجاگر کر دیا۔ آپ نے فرمایا ''میری امت کا مصلح میری اُمت کا پرہیزگار میری امت کا متقی انسان میری اُمت میں جو صالح اور اللہ کا ولی ہے۔ اُس کا کردار ایسا ہی رہے گا۔ اُس کے پاس جو بھی آ کے بیٹھ جائے گا وہ کبھی بھی محروم نہیں رہے گا۔ اُس کے ساتھ دوستی کرنے والے کو کبھی بھی نقصان نہیں ہوگا۔ چونکہ تین صورتوں میں ایک کردار تو سامنے آ ہی جائے گا یا اُس نیک انسان میں اس قدر نیکی پھیلانے کی تڑپ ہے کہ جو بھی آتا ہے اُس کو تقویٰ کا گلدستہ پیش کر دیتا ہے جو بھی اُس کے پاس بیٹھتا ہے اُس کو اصلاح کیلئے ضرور متوجہ کرتا ہے۔ اُس میں یہ تڑپ ہے کہ زمانے میں اندھیرے کیوں ہے؟ اُس کے اندر یہ سوز ہے کہ آخر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کیوں ہو رہی ہے۔ ہر وقت وہ اس درد کے اندر مبتلا ہے کہ آخر یہ زمانہ فیشن کے پیچھے تو لگا ہوا ہے۔ سنت نبوی کو زندہ کیوں نہیں کیا جا رہا۔ جب اُس میں تڑپ زیادہ ہو گی تو پاس بیٹھنے والے کو وہ خود ہی متوجہ کر کے اُس کے دامن کو معمور کر دے گا۔ اُس کو دوستی کی وہ شمع عطا کر دے گا جس سے دنیا میں اُس کا سینہ روشن ہو گا اور برزخ میں قبر اور عقبیٰ میں جنت میں اُس کا گھر روشن ہو جائے گا۔

دوسری طرف جو آنے والا ہے اُس کا شوق اتنا بڑھ گیا۔ پہلے وہ جانتا نہیں تھا لیکن جب وہ کستوری کے پاس پہنچا۔ اب وہ کہتا ہے اگرچہ گھر میں کچھ رہے یا نہ رہے یہ کستوری تو ضرور ہونی چاہیئے۔ میں خود بھوکا رہ لوں گا' میں بچوں کے کپڑے تھوڑے خرید

Marfat.com

لوں گا۔لیکن یہ کستوری تو میں ضرور خرید کے لے جاؤں گا۔اُس نے اپنا یہ شوق ظاہر کیا کہ جس کی بنیاد پر نیک انسان کی نیکی نے اُس کی طرف رُخ کرلیا۔اللہ کے ولی نے اپنے فیض کا دروازہ اُس کیلئے کھول دیا یا اچھی سیرت والے ایک انسان نے اُس کو اپنا دوست بنالیا۔اُس کو اپنی دوستی میں قبول کرلیا۔اب اس کا نتیجہ بھی یہ ہوگا کہ زندگی گزرتی جائے گی ۔یہ تعلق نکھرتا جائے گا اور وہ دن کہ جس دن حشر کے طوفانوں میں گھرے رشتوں کے پیوند ڈھیلے ہو جائیں گے اور دوستیوں کے جس دن پر خچے اڑ جائیں گے۔یہ دوستی بھی اُس دن رنگ لا رہی ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ اگر چہ وہ اچھا انسان وہ اتنی تڑپ نہیں رکھتا یا اس کو اتنا اہل نہیں سمجھ رہا اور دوسری طرف یہ اتنا اہل نہیں کہ خود اپنی قابلیت ظاہر کر کے کستوری لے لے۔آپ نے فرمایا یہ کستوری کی اپنی شان ہے کہ وہ دماغ کو ضرور معطر کر کے چھوڑتی ہے ۔لہذا نیکی کا اپنا ایک ذائقہ ہے۔نیکی کی اپنی ایک لذت ہے۔خدا کی قسم آج کے زمانے میں بھی یہ تجربہ کی بات ہے جس شخص کو یہ سمجھا جا رہا تھا کہ وہ بڑا فاسق و فاجر ہے۔اُس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ ایمانیات اور یقینیات سے شاید بالکل بے بہرہ ہے لیکن ایک بات نے اُس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا کہ قرآن وسنت کو سننے کے بعد اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ انسان کے اندر ایسی صلاحیت موجود ہے کہ جس وقت تھوڑی سی اُس کی تشنگی بجھتی ہے اُس کی روح سیراب ہوتی ہے۔وہ خود متوجہ ہوتا ہے اور یہ کمال ہے اس نیکی کی خوشبو کا یہ کمال ہے محبت الٰہی اور محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جس وقت اس کا تھوڑا سا حصہ بندے کو میسر آتا ہے۔بندہ بے چین ہو کے خود زیادہ کے حصول کیلئے متوجہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اُس کی دوستی کا معیار بلند ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے دوست کو لوہار کی بھٹی کے ساتھ تعبیر کیا۔ اُس کا کردار بیان کیا۔آپ نے فرمایا "وہاں پر دو صورتیں ہیں، تین نہیں۔اچھے دوست کے تین کردار ہیں اور بُرے دوست کے دو کردار ہیں" اور وہ کون کون سے ہیں؟

Marfat.com

(۱) اِمَّا اَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَکَ

یا تو چنگاریاں پڑیں گی، تمہارے کپڑے جلا دیں گی۔ اُس بھٹی سے چنگاریاں نکلیں گی۔ تمہارا جو بڑا خوبصورت لباس ہے اُس میں پھٹن آجائے گی وہ جل جائے گا۔

(۲) اما اَنْ تجِدَ مِنْهُ رِیْحَۃً خَبِیْثَۃً

یا پھر اُس کی برائی کی اور بدی کی بَدبُو تجھ تک پہنچے گی۔ لوہار جس وقت لوہا گرم کر رہا ہے، لوہا پگھل رہا ہو یا تو چنگاریاں نکلیں گی اور تمہارے کپڑے جلا دیں گی یا پھر بدبو ضرور آتی رہے گی۔ اگر کپڑے نہ بھی جلے بدبو کا آنا لازمی بات ہے۔ قربان جاؤں ماہ مدینہ تمہارے حکمت بھرے کلمات پر تم نے دل کے ہر ہر راز کو کھول کر بیان کر دیا۔ شاید ہم گناہوں میں ڈوبے رہتے اور دوستی کے سلسلے میں ہمیں قیامت تک کوئی رہنمائی نہ ملتی۔ آپ نے دوستی کے سلسلے میں بھی ہمیں کتنی رہنمائی عطا فرما دی ہے۔ وہ مجرم انسان جو کہ بُرا ہے، بدکردار ہے۔ مجرم ہے بھگوٹا ہے اور سرکش ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے وہ بغاوت کرنے والا ہے۔ اُس کے پاس بیٹھنے سے اُس کی بات سننے سے اُس کی مجلس میں جانے سے ہمیں کتنا ڈرنا چاہیئے کہ کپڑے جل جائیں گے یا بدبو ضرور آئے گی یہ بدن جو تقویٰ کی پوشاک ہے اس میں نشان بن جائیں گے۔ یہ جل جائے گی اس کا حسن ختم ہو جائے گا۔ تمہارے کردار کی پوشاک اور تمہارے تقویٰ کا لباس محفوظ نہیں رہے گا۔ لیکن اگر تم اس کو بچا کے رکھنا چاہتے ہو تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کبھی ایسی بھٹی کے قریب نہ جاؤ۔

وہ بُرا انسان اس حیثیت میں بیٹھا ہے خود تو بُرا ہے لیکن اُس کی بُرائی آگے اثر کر جائے گی اور تمہاری نیکی کو وہ بدی میں بدل دے گی۔ اگر آگ تیز نہیں ہے مطلب کیا ہے کہ وہ بُرا خاموش ہو کے بیٹھا ہے پھر بھی اُس کی برائی ضرور تم پہ اثر کر دے گی۔ آج انسان سوچتا ہی نہیں کہ میں کس مجلس میں جا رہا ہوں۔ میں کس محفل میں جا رہا ہوں۔ یہ ضرب المثل تو مشہور ہے کہ انسان کو اپنے دوست اور دشمن کے لحاظ واضح فرق رکھنا چاہیئے۔

Marfat.com

A man is KNOWN by the company he keeps

انسان اپنی کمپنی اور صحبت سے پہچانا جاتا ہے لیکن اس کو اپنی عملی زندگی میں پوری طرح اتارتا نہیں۔ آخر میں کس کی صحبت میں جا رہا ہوں۔ اُس شخص کا کتنا گندہ عقیدہ ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی بھی توہین کر دیتا ہے۔ وہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی تنقید کرتا ہے۔ وہ شخص تو اولیاء اللہ کے خلاف بھی زبان نکالتا ہے۔ اگر میں اُس کے پاس بیٹھوں گا تو میری عقیدت کا لباس جل کے راکھ ہو جائے گی۔ اگر میں اُس کے قرب میں بیٹھوں گا تو میرا اپنا ایمان اور اس کی لذتیں ختم ہو جائیں گی۔

لہذا کسی بھی بد کردار یا بد عقیدہ انسان کی طرف قدم اٹھانے سے پہلے اُس سے ہاتھ ملانے سے پہلے اُس کے پاس بیٹھنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم لوہار کی بھٹی کی طرف جا رہے ہو اور جو حشر وہاں جانے والے کا ہوتا ہے اُسی کا تمہیں بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور سامنا کرنا پڑے گا اور اگر انسان محتاط ہو کے رہے گا اور میرے محبوب علیہ السلام کے اس ایک فرمان کے زیر سایہ آ جائے گا تو دوستی بھی مکمل ہو جائے گی اور دوستی دائمی بھی میسر آ جائے گی۔

دوستی صرف ایک ہی پکّی ہے' باقی ساری دوستیاں عارضی ہیں۔ عارضی اس واسطے ہیں کہ انسان جب کسی سے دوستی کرتا ہے تو اُس کا کوئی نہ کوئی باعث ہوتا' کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ اُس کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے۔ اس کو دوستی کرتے وقت اُس کی کوئی بات اچھی لگتی ہے۔ اب جو دوستی کا نکتہ تھا اگر وہ نکتہ نہیں بدلے گا تو ہمیشہ مفید رہے گا اور پھر دوستی بھی ہمیشہ برقرار رہے گی اور اگر وہ باعث بدل جائے گا تو دوستی بدل جائے گی۔ اب دیکھئے:

اگر دوستی دنیاوی مقصد کیلئے کی گئی تھی تو حشر کا دن ہوگا۔ حشر کے دن دنیاوی مقاصد والی دوستی بندے کیلئے مصیبت بن جائے گی۔ جس وقت دوستی کا باعث بدلے گا تو دوستی بدل جائے گی۔ دنیا میں آپس میں معانقہ کر رہے تھے اُس دن ایک دوسرے پر تھوک رہے ہونگے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ہے کہ یہ دوسرے پر الزام لگائے گا' وہ اس پر الزام لگائے گا' یہ کہے گا اس نے مجھے گمراہ کیا۔ وہ کہے گا اس نے مجھے گمراہ کیا۔ اب یہ دوستی قائم نہ رہ سکی۔ بدل گئی اس واسطے جو دوستی کا سبب تھا وہ مفید نہ رہا۔ دنیا میں تو اُس کو مفید سمجھا جا رہا تھا۔ دنیا میں اُس سے اِس بندے کو مفاد یہ ملتا تھا۔ عقبیٰ میں وہی وبالِ جان بن گیا ہے لیکن اگر دوستی کا سبب نہیں بدلے گا تو دوستی بھی نہیں بدلے گی۔ وہ سبب کون سا ہے وہ دوستی جو دین کی بنیاد پر ہو وہ دوستی جو تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔ یہ میدان محشر میں بھی مفید ہو گی عقبیٰ میں بھی یہ نکتہ تبدیل نہیں ہوگا اور آخرت میں بھی اس کا سبب متغیر نہیں ہوگا۔ جب سبب تبدیل نہیں ہوگا تو مسبب بھی تبدیل نہیں ہوگا۔ لہذا حشر کے میدان میں بھی دین والی اس دوستی کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

الاخلاء سے مراد ہے پکے دوست۔ قیامت کے دن وہ دشمن بن چکے ہوں گے مگر جو متقی ہیں یہ اُس دن دشمن نہیں ہونگے۔ بلکہ ایک دوسرے کا شکریہ ادا کریں گے۔ جس نے کسی کی بات سن کے نماز پڑھنا شروع کردی تھی۔ وہ قیامت کے دن اُس کو سلام کرے گا۔ شاید اگر تم نہ ملتے میں تو جہنمی بن جاتا۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں کہ تم نے مجھے دعوت نماز دی تھی تو میں نے نماز پڑھنا شروع کردی۔

لیکن جو شخص کسی کے کہنے پر شرابی بنا ہے۔ حشر میں جب اُس کو ملے گا تو اُس پہ تھوکے گا اور اُس سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ اے مجرم تو خود بھی جہنمی تھا تو نے مجھے بھی جہنمی بنا دیا۔ اگر آج ایک خاتون کسی کے پاس بیٹھی دوسری خاتون سے اُس کو دعوت پردہ مل گئی اور اُس نے اپنے آپ کو محجوب کر لیا۔ پردے کی پابندی کر لی تو حشر میں جب ان دو کی ملاقات ہو گی تو یہ دونوں ایک دوسرے کی ممنون ہوں گی جس نے دعوت دی ہے وہ اس لئے ممنون ہے کہ اس کے کہنے پر ایک عورت کو بہت بڑا مقام مل رہا ہے۔ لہٰذا

Marfat.com

یہ اس کی مستقل نیکی ہے اور جس کو ملا ہے وہ اس پر ممنون ہے اگر یہ مجھے دعوت نہ دیتی اور میں چہرے کی عریانی کے ساتھ بازاروں میں چلتی پھرتی رہتی اور آج جہنم میں پہنچ جاتی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بہترین دوستی کے مناظر دکھائے گا۔ باقی سارے اُس دن ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہونگے۔ لیکن یہ دوستی اُس دن بھی اپنا رنگ دکھلا رہی ہوگی۔

اچھی دوستی کا حسن:

اچھی دوستی سے بندے کو کس قدر حسن ملتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن مٹی سے خوشبو آئی تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی سے سوال کیا کہ اے مٹی تُو تو مٹی ہے تجھ میں خوشبو کہاں سے آ گئی۔ تو مٹی نے جواب دیا:

بگفتا من گلے ناچیز بودم　　　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشں در من اثر کرد　　　وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم　(گلستان سعدی)

وہ کہنے لگی ٹھیک ہے میں مٹی ہوں لیکن کچھ دن میں پھول کے ساتھ بیٹھی رہی ہوں۔

من گلے ناچیز بودم

میں تو ناچیز مٹی تھی۔ کیچڑ تھی میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔

ولیکن مدتے با گل نشستم

لیکن ایک مدت میں نے پھول کے ساتھ وقت گزارا ہے۔

جمال ہمنشں در من اثر کرد

یہ جو مجھ سے خوشبو آ رہی ہے یہ میری نہیں میرے دوست کی خوشبو ہے۔

وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

میں تو وہی مٹی ہوں جو نالی میں ہوتی ہے۔ اُس سے بد بو آتی ہے اور آج مجھ سے خوشبو آ رہی ہے تو یہ کردار میرے اُس دوست کا ہے جس نے مجھے خوشبو والا بنا دیا ہے۔ یہی ہر شخص قیامت کے دن آواز دے رہا ہوگا۔ جس نے کسی کے درس کو سن لیا، کسی کی صحبت

Marfat.com

میں بیٹھ گیا، کسی اللہ کے ولی کی نگاہ کے نیچے آ گیا اور اُس نے اپنے آپ کو صحیح کر لیا۔ اب حشر کے دن جب اُس سے خوشبو آ رہی ہو گی اور وہ اتنی خوشبو بڑھ سکتی ہے کہ فرشتوں کو تعجب ہو کہ یہ کیسا انسان ہے؟

وُجُوْهُهُمُ النُّوْرُ علی منابرَ مِنَ النُّوْرِ

چہرہ بھی نور کا ہے اور منبر بھی نور کا ہے کیا یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ کیا یہ کوئی اللہ کا نبی ہے' یہ کون انسان ہے اُس وقت اندر کی خوشبو بول رہی ہو گی کہ میں تو ایک حقیر سا انسان تھا۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد

مجھ میں ایک اللہ کے بندے کی تاثیر اثر کر گئی جس کی بنیاد پر آج حشر میں بھی میری خوشبو کو محسوس کیا جا رہا ہے۔

محتشم سامعین حضرات!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (سورہ البقرہ، آیت ۲۵۴)

قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں کوئی بیع نہیں ہو گی اور کوئی دوستی نہیں ہو گی اور کوئی شفاعت نہیں ہو گی۔

اب اس کو بھی کچھ لوگوں نے وظیفہ بنایا ہوا ہے اور یہی ہر وقت درس دیتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ وہ اور ہیں جن کی دوستیوں کے چراغ بجھ جائیں گے۔ اللہ والوں کی دوستی کے چراغ اُس دن بھی روشنی دے رہے ہونگے وہ اور ہیں کہ جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا اور جس کا کوئی شفیع نہیں ہو گا۔ وہ اور ہیں کہ جن کو کوئی چھڑانے والا نہیں ہو گا۔ یہ قرآن تو اعلان کر رہا ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

وہ اور دوست ہیں جو دشمن بن جائیں گے۔

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

Marfat.com

جن کی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ یہ دشمن نہیں اُس دن بھی دوست ہی رہیں گے۔ جہاں معیار بدلے گا نکتہ بدل جائے گا۔ سبب بدل جائے گا وہ تو اُس دن مارے مارے پھر رہے ہوں گے اُن کو کوئی بچا نہیں سکے گا۔

اب کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اگر صرف یہی پڑھا جائے کہ قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن کوئی دوستی کام نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ پھر انسان کو دوستی کرنی ہی نہیں چاہیئے اور کبھی بھی کسی کے ساتھ رابطہ رکھنا ہی نہیں چاہیئے جبکہ اللہ نے حکم دیا اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تمہیں اپنے خلیل کو سوچ کر منتخب کرنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ اسکی حیثیت دین کی سی ہے۔ اگر اچھا دوست بنالو گے تو وہ مفید ثابت ہوگا اور قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ باقی دوستیوں کے پیوند ڈھیلے ہو جائیں لیکن دین والی دوستی کے اُس وقت بھی بند بڑے مضبوط رہیں گے۔

دنیا و آخرت میں نیک کی دوستی کا فائدہ:

بلکہ جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو مطلقاً دوستی کی نفی نہیں نہ ہی اس کو درس قرآن میں بیان کرنا چاہیئے بلکہ ایسی دوستی جو اسلامی نقطہ نظر سے ہے وہ دنیا میں بھی ایک سرمایہ ہے اور عقبیٰ میں اور جنت میں بھی ایک سرمایہ ہے۔ ایسی دوستی کے تو وارے ہی نیارے ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام کا صحیح مسلم میں فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر آئے ہوئے تھے اور مجالس ذکر کو تلاش کر رہے تھے۔ مجالس ذکر کو تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پر پہنچے۔

هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۷، قدیمی کتب خانہ)

ایک فرشتے نے آواز دی ادھر آجاؤ کام بن گیا ہے۔ ایک جگہ درس قرآن ہو رہا ہے۔ ایک جگہ مجلس ذکر سے ایک جگہ محفل ذکر آباد ہے۔ آؤ یہاں اپنی رحمت کے برتان کے کھڑے ہو جائے۔ محفل ہوتی رہی، درس ہوتا رہا۔ جب اجتماع ختم ہوا تو فرشتے واپس اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور میرے

Marfat.com

بندوں کوتم نے کیسے پایا۔

فرشتوں نے عرض کی ''یا اللہ! وہ عظیم لوگ تھے' وہ بیٹھے تھے' تجھے یاد کر رہے تھے' تیرا ذکر کر رہے تھے' تیری بات سن رہے تھے اور سنا رہے تھے۔ خالق کائنات فرشتوں سے فرمائے گا کیا میرے بندے مجھ سے کچھ مانگتے بھی تھے۔ فرشتے کہیں گے ہاں اے اللہ! وہ تجھ سے وہ تیری رحمت مانگتے تھے۔ تیری جنت مانگتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا وہ کسی چیز سے بچنا بھی چاہتے تھے۔ فرشتے کہیں گے ہاں وہ جہنم سے بچنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اعلان فرما دیتا ہے۔ فرشتو گواہ ہو جاؤ جو کچھ انہوں نے مانگا میں نے انہیں دے دیا اور جس سے انہوں نے بچنے کی خواہش کی میں نے ان کو جہنم سے آزاد کر دیا' میں نے اُن کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

یہ حدیث بڑی تفصیل کیساتھ ہے لیکن اس وقت اختصار پیش نظر ہے۔ فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے علی الاعلان اتنی رحمت کا نزول دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے۔ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ میں نے اُن کو معاف کر دیا تو فرشتوں نے کہا:

یَا رَبِّ فِیْهِم فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ

اے اللہ! جن بندوں کی ہم نے بات کی اور جن کی معافی کا تم نے اعلان کیا اُن میں ایک بندہ ایسا تھا جو صرف خاطی نہیں بلکہ خَطَّاء ہے۔ خاطی ہے معمولی گنہگار لیکن خَطَّاء مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت پاپی مجرم اور گنہگار۔

اے اللہ! اُس محفل میں تو ایک ایسا بندہ بھی بیٹھا ہوا تھا جو بہت زیادہ گناہ کرنے والا تھا اور وہ بہت بڑا مجرم تھا تو کیا تو نے اُس کو بھی معاف کر دیا ہے۔

وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ

وہ تو گزر رہا تھا۔ فَجَلَسَ مَعَهُمْ

بس سرِ راہ اُس نے کہا دیکھوں تو سہی کیا ہو رہا ہے۔ وہ بھی آ کے بیٹھ گیا۔ وہ گھر سے اس نیت سے آیا ہی نہیں تھا۔ وہ تو کسی اور کام جا رہا تھا۔ وہاں سے گزر رہا تھا اور

Marfat.com

وہاں آ کے بیٹھ گیا۔تو کیا اس کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا:

لَهُ غَفَرْتُ

اُس کو بھی میں نے خاص طور پر معاف کر دیا ہے۔لہٗ کو مقدم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے۔ پہلے عمومی مغفرت تھی لیکن خاص طور پر اُس کا نام لے کر اُس کی معافی کا اعلان کیا۔ہاں فرشتو! لَهُ غَفَرْتُ ۔اُس کو بھی میں نے معاف کر دیا۔کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

میں ان کو نہیں دیکھتا بلکہ میں ان کے دوستوں کو دیکھتا ہوں۔یہ بیٹھا آ کے کن لوگوں کے ساتھ ہے۔یہ کس مجلس میں بیٹھا ہے۔یہ کس محفل میں بیٹھا ہے۔یہ کس اجتماع میں بیٹھا ہے۔یہ کس کی صحبت میں بیٹھا یہ کس پیغام کو سننے کیلئے بیٹھا ہے۔

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

جن لوگوں کیلئے میں نے پہلے اعلان کیا وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ان کے پاس بیٹھ جانے والا کبھی شقی نہیں ہوتا۔لہذا یہ دوستی جو دین کی بنیاد پر ہے۔اگر چہ تھوڑی سی آ گئی' بائی چانس آ گئی پھر بھی اتنی مفید ہو جائے گی کہ اس دنیا کے اندر بھی جس وقت آج بھی فرشتے واپس اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچیں گے اُس وقت اعلان کر دیا جائے گا۔ٹھیک ہے اگر کوئی دیکھنے کیلئے آیا تھا اس کا نظریہ سننے کا نہیں تھا۔ویسے گزرتے گزرتے بیٹھ گیا۔فرشتو!

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

کچھ کام کسی کے دوستوں کی وجہ سے کر دیئے جاتے ہیں۔اگر چہ اس کی چند منٹ کی دوستی بنی تھی اور کچھ وقت کیلئے آ کے بیٹھا ہے۔میں نے اوروں کی وجہ سے اُس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیا ہے۔

Marfat.com

اب ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مطلقاً دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں تو دوستوں کی وجہ سے اُس مجرم کو بخشا جا رہا ہے۔

آخرت میں صالحین کی صحبت کا فائدہ:

جہاں دنیا میں نیک بندے کی صحبت کا فائدہ ہے۔ عقبیٰ میں بھی اتنا ہی فائدہ ہے کہ انسان اُس فائدے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ امام نسائی نے اس کو نسائی کے باب زیادۃ الایمان ۲/۲۶۹ میں ذکر کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مُجَادَلَۃُ اَحَدِکُمْ فِی الْحَقِّ یَکُوْنُ فِی الدُّنْیَا بِاَشَدَّ مُجَادَلَۃً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِرَبِّھِمْ فِیْ اِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ اُدْخِلُوْا النَّارَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِخْوَانُنَا کَانُوْا یُصَلُّوْنَ مَعَنَا وَ یَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَتُحِبُّوْنَ مَعَنَا فَاَدْخَلْتَھُمُ النَّارَ قَالَ فَیَقُوْلُ اذْھَبُوْا فَاَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْھُمْ قَالَ فَیَاتُوْنَھُمْ فَیَعْرِفُوْنَھُمْ بِصُوَرِھِمْ۔

آج کے اس سبق میں ہمارے لئے ایک محاسبہ ہے کہ اپنے دوستوں کی فہرست پر نظر ثانی کریں۔ اگر کہیں دوستی گمراہ ہو چکی ہے تو اُس کو راہ راست پہ لایا جائے۔ اگر دوستی کا قبلہ درست نہیں تو اُس کا قبلہ درست کیا جائے۔ اگر دوستی کے اندر کوئی خلل ہے تو آج وقت ہے وہاں بند باندھا جائے۔ چونکہ معمولی سا سوراخ بھی بُری دوستی کا انسان کے ذہن کو گڑھا بنا سکتا ہے۔ پورا اُس کا ذہن گندا ہو جائے گا اور اگر دوستی کا سارا ماحول ستھرا رہے گا تو پھر اُس کا پورا پیکر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کیلئے بھی قابل رشک بن جائے گا۔

یہ بات بھی یقیناً ہمارے پیش نظر ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر بُروں کے ساتھ ہم نہیں بیٹھیں گے تو بُرے صحیح کیسے ہونگے۔ ہم بیٹھیں گے تو پھر صحیح ہونگے۔ ہاں جس میں

Marfat.com

یہ طاقت ہے کہ بُرے کی برائی پر اس کی نیکی غالب آجائے گی تو وہ اُس کے ساتھ ضرور بیٹھے۔ اُس کا تو یہ مشن ہونا چاہیئے۔ اُن کو پکڑے ستھرا کر کے صراط مستقیم پر کھڑا کر دے۔ اُن کے چہرے دھو کر اللہ کی رحمت کے لائق بنا کر اس دربار میں کھڑا کر دے۔ یہ بہت بڑا کام ہے لیکن جو خود بھی ان کے پیچھے گڑھے میں گر جائے اُس کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اُن کے پاس بیٹھے۔ جو شخص کسی بدعقیدہ کی بات کا جواب نہیں دے سکتا اُس کیلئے حرام ہے کہ وہ بدعقیدہ کی بات کو سنے۔ اُس کے پاس بیٹھے۔ اُس کی باتوں سے جو گندگی ٹپکے گی اس کے عقیدے میں ایسی حالت پیدا ہو جائے گی کہ جس سے ایمان کی لذت ختم ہو جائے گی اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ یہ اس کی وجہ سے یہ دائمی جہنمی بن جائے یا کسی ایسے راستے کی طرف نکل جائے۔ کوئی لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں زبان سے نکل جائے۔ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں تو اس بات کو ضرور پیش نظر رکھا جائے جو کسی کو پکڑ کے بچا سکتا ہے وہ تو ضرور بچانے جائے اور جو اپنا بھی سب کچھ گنوا سکتا ہے کسی کے پاس بیٹھ کر اُسے اُس مجلس سے کروڑ مرتبہ بہتر ہے' کہیں تنہائی میں بیٹھ کر ذکر و فکر کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے تنہائی والے فیض کو مجمع عام پہ جاری فرما دے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا کمال ہوتا ہے کہ وہ اتنے کامل ہو جاتے ہیں کہ ایک اُن کا سفر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ اس کو سیر الی اللہ کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلووں میں مست ہوتے ہیں۔ یہ سیر فی اللہ کا سفر ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف توجہ کرتے ہیں' یہ سیر من اللہ کا سفر ہے۔

اب جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف آرہے ہوتے ہیں تو بظاہر یہ کام بڑا مشکل ہوتا ہے۔ وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلووں سے کچھ وقت نکال کے بندوں کو بھی دیکھے۔ بُروں کو دیکھے اُن کے ساتھ بیٹھے' اُن کی سوسائٹی میں رہے' لیکن یہ کام بڑا لازمی ہے کہ اگر یہ نہیں بیٹھے گا تو پھر بُروں کو نیک کون بنائے گا؟

Marfat.com

اس واسطے اللہ تعالیٰ سے جو فیض لیا ہے وہ پھر بندوں میں بانٹنا چاہتا ہے۔اب اس کے اندر ایسی طاقت موجود ہے کہ یہ بیٹھتا ہے تو انہیں بھی نیک بنا کے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے اور اس کردار میں سرفہرست ہیں پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کردار ہے۔پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور پھر صلحاء کا کردار ہے۔وہ اس انداز میں بیٹھتے ہیں اور سب کچھ اس انداز میں لے جاتے ہیں کہ جو پہلے انسانیت کے اندر ناسور بنے ہوئے تھے ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ان کی صحبت میں آ کر انہیں وہ سوز ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے دربار کا مہمان بنا لیتا ہے۔

اس کی مثال مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کی:

سمندر سے بخارات اُٹھے' وہ بادل کی شکل اختیار کر گئے' بادل برسا تو اُس بارش کے نزول کے وقت کچھ جگہ پاک تھی' کچھ پلید تھی۔کہیں تو وہ اچھے ماحول میں برس رہا تھا اور کہیں اُس نے درختوں کے پتوں پر برس کر اُن کا غبار اُتار رہا تھا کہیں گندگی پڑی تھی' بارش کا پانی سیلاب کی شکل میں آیا اُس گندگی کو بہا کے لے گیا لیکن تھوڑا سا پانی خود گندہ ہو جاتا ہے۔مگر وہ بارش ایسی تیز برسی کہ اُس نے سارے میل بھی اتارے' سارے غبار بھی اتارے اور سب کچھ مل کے جب وہ پانی سمندر میں شامل ہو گیا تو اُس وقت نہ پلید تھا' نہ اُس کے اندر کوئی بدبو تھی' نہ ہی کوئی گندگی تھی۔اُس نے زمانے کا گند نکالا ہے اور پھر سب کچھ صاف بھی کر دیا ہے۔

اگر ایسی صلاحیت ہے تو پھر ضرور جا کے بیٹھ جانا چاہیئے اور اگر ایسی نہیں تو اپنے آپ کو ضرور محفوظ رکھنا چاہیئے۔

محتشم سامعین حضرات!

آخرت میں بھی ہماری دوستی جس بنیاد پر ہے۔اہل حق کی یہ دوستی آخرت میں بھی کام دینے والی ہے۔وہ اور مجرم ہیں جن کیلئے دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔یہ اہل حق جن

Marfat.com

کو خالق کائنات نے اچھی دوستی دی ہے۔ اس بنیاد پر عقبیٰ میں کتنا فیض ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا مُجَادَلَةُ اَحَدِكُمْ فِي الْحَقِّ يَكُوْنُ فِي الدُّنْيَا بِاَشَدِّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِرَبِّهِمْ فِيْ اِخْوَانِهِم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے حق کیلئے اتنا جھگڑا نہیں کرے گا جتنا آخرت میں اپنے دوستوں کیلئے جھگڑا کرے گا''۔ کوئی شخص بھی دنیا میں اتنا جھگڑا نہیں کرے گا۔ خواہ اُس نے ساری زندگی کہیں لڑتے لڑتے گزار دی ہو' کہیں اپنے پلاٹ کا کیس لڑ رہا تھا' کہیں اپنی فیکٹری کا کیس لڑ رہا تھا' اُس نے اپنا حق حاصل کرتے کرتے زندگی گزار دی ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کوئی شخص دنیا میں اتنا بڑا مجادلہ اور اتنا سخت جھگڑا اپنے کسی حق کیلئے نہیں کرتا جتنا جھگڑا قیامت کے دن اپنے رب سے اپنے دوست کے بارے میں کرے گا۔

جھگڑا اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ یہ جھگڑا محبت والا جھگڑا ہے جو جھگڑا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (پارہ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۷۵)

یہ اگرچہ ہم سے جھگڑا کر رہے ہیں مگر ہیں یہ حلم والے۔ ورنہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے اور بچ جائے تو آپ نے فرمایا ''قیامت کے دن جو بندہ اپنے دوست کے بارے میں جھگڑا کرے وہ اتنا سخت ہوگا کہ یہ جھگڑا دنیا میں اپنے حق کیلئے کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا''۔

جھگڑے کا اندر کس طرح ہوگا اور وہ دوست کون سے ہیں؟ یہ جنت میں چلا گیا' دوست جہنم میں چلے گئے' اب یہ جھگڑا کرتا ہے۔

ربنا اِخْوَانُنا کانوا یُصَلُّوْنَ معنا وَیَصُوْمُوْنَ معنا

Marfat.com

اے اللہ! ہمارے کچھ بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے میں بھی شریک ہوتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے لیکن اُن سے کچھ غلطیاں ہوگئیں۔

فَاَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ

تو نے اُن کو جہنم میں داخل کر دیا۔ اب ہم جنت میں ہیں ہمارے دوست جہنم میں ہیں۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یہ کسی مفتی کا فتویٰ یا کسی مفکر کی فکر نہیں۔ یہ اُس نگاہ کا تبصرہ ہے جو حشر کو یوں دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رائی کے دانے کو دیکھا جاتا ہے۔ جو کچھ وہاں ہو رہا ہوگا آپ آج اُس کو سن رہے ہیں۔ آپ فرما رہے ہیں کوئی بھی دنیا میں اتنا جھگڑا کسی کام کیلئے نہیں کرتا جتنا جھگڑا اچھی دوستی والا دوست کیلئے کر رہا ہوگا۔

وہ کہیں گے یا اللہ! اَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ تو نے ان کو آگ میں داخل کر دیا۔ اب ہم جنت میں ہیں اور ہمارے دوست جہنم میں ہیں تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کو جہنم سے نکال کے جنت میں لے آئیں۔ اب دیکھنا یہ دوستی جو دین والی ہے رائیگاں نہیں جائے گی۔

اللہ کے بندوں کی دوستی آخرت میں تتر بتر نہیں ہوگی وہ اور مجرمین ہیں جن کا ایمان سے تعلق نہیں۔ اُن کی دوستیوں کے کوئی فائدے نہیں ہونگے لیکن ایمان والوں کی دوستی کا اتنا فائدہ ہے کہ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں وہ جھگڑا کر رہے ہونگے کہ اے اللہ! اب تو نے اُن کو جہنم میں داخل کر دیا، ہمیں جنت میں چین نہیں آرہا، ہمارے دوستوں کو بھی جنت عطا فرمادے۔

اب اللہ تعالیٰ کیا فرمائے گا۔ میرے محبوب علیہ السلام کے گل قدس کے پتیوں سے جب یہ موتی جھڑے ہونگے تو کیا منظر ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع میں آپ ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہ ساری باتیں غائب کی ہیں اور مستقبل کے

Marfat.com

حالات کی ہیں۔

آپ نے فرمایا ''جس وقت اپنے ربّ سے جنتی یہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو تو نے جہنم میں بھیج دیا' وہ ہمارے ساتھ نیکیاں کرتے تھے' کچھ جرموں کی وجہ سے وہ جہنم میں چلے گئے۔ جس وقت مومنین بولیں گے تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائے گا بکواس بند کرو' تمہیں جنت مل گئی' اس پر اکتفا کرو' شکر کرو کہ تمہیں جنت مل گئی ہے۔ تم اوروں کی کیوں بات کرتے ہو' ہرگز یہ اللہ تعالیٰ نہیں فرمائے گا بلکہ کیا حکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِذْهَبُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ

جاؤ جس جس کو تم پہچانتے ہو اس کو نکال لو۔

مَنْ عَرَفْتُمْ ۔ جس کو پہچانتے ہو اُس دن پتہ چلے گا کہ داتا صاحب سے دوستی کا فائدہ کیا ہے۔ اُس دن پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ تعارف کا فائدہ کیا ہے۔ دنیا میں ہم ایک سلیک رکھتے ہیں کہ فلاں وزیر سے ہونی چاہیئے۔ فلاں مشیر سے ہونی چاہیئے۔ تھانے میں جائیں گے تو وہ بچالیں گے' یہ چھوٹے چھوٹے تھانوں کی رہائی کیلئے یہ چھوٹی چھوٹی سچی دوستیاں ان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ جہنم کا تھانہ اُس سے جو نکلوائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا۔

اللہ فرمائے گا جاؤ ''مَنْ عَرَفْتُمْ'' جس کو تم پہچانتے ہو۔ یہ کتنا بڑا معیار نکلا۔ یہ معیار نہیں ہے کہ جس کی نیکی پچاس فیصد سے چلو اُس کو نکال کے لے آؤ' جس کی چالیس فیصد ہے چلو اُس کو نکال کے لے آؤ' جس کی تیس فیصد ہے اُس کو نکال کے لے آؤ' نہیں نہیں پہلے نمبر پر اللہ نے فرمایا ''مَنْ عَرَفْتُمْ'' جس جس کو تم پہچانتے ہو وہ جس حال میں بھی ہے۔ وہ کلمہ گو تھا لیکن اب وہ جہنمی بنا ہوا ہے۔ جاؤ اُنکو پکڑ کے جنت میں پہنچا دو۔

یہ مومن جہنم میں جا کے دیکھیں گے۔ یہ اللہ کے ولی کی پاور ہے کہ وہ جو جہنم

Marfat.com

کے ہزار سال کی مسافت پر گزرے تو اُس پر راشہ طاری ہو جاتا ہے اور پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ یہ قریب جا کے دیکھیں گے کہ کون کون تھا جو میرے ساتھ محبت کرتا تھا۔ یا میں جس کو پہچانتا ہوں۔ بعض کو گھٹنوں تک عذاب ہو رہا ہوگا' بعض کو نصف پنڈلیوں تک عذاب ہو رہا ہوگا۔ یہ ہاتھ بڑھائیں گے وہ جہنم جو اتنا گہرا ہے کہ کنارے سے اگر پتھر پھینکیں تو ستر سال پیندے تک جانے میں لگ جاتے ہیں۔ یہ ہاتھ بڑھائیں گے تو اُن جہنمیوں کو نکال کے جنت میں داخل کر دیں گے۔

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ وَلَا خُلَّةٌ

حشر کے دن وہ ہے کہ جس دن کوئی دوستی نہیں ہوگی۔ وہ اور دوستی ہے جس کی قرآن اس مقام پر نفی کر رہا ہے اور یہ اور دوستی ہے۔ ''الا المتقین'' سے جس کا اثبات کیا جا رہا ہے اور آج ہم دوستی کا سروے کرتے وقت اس دوستی کے داعی ہیں کہ وہ دوستی آج ہماری اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہونی چاہیئے جو میدان حشر میں بھی فائدہ دے رہی ہوگی۔

جس وقت وہ مومنین پہچاننے والوں کو نکال لیں گے تو پھر وہ اللہ کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ اے اللہ! جس کے بارے میں تو نے حکم دیا تھا وہ تو ہم نے نکال لئے لیکن تڑپ ابھی باقی ہے کہ پیچھے بھی موجود ہیں' اُن کو بھی نکالنا چاہیئے۔ اگر ہم اُن کو جانتے نہیں' اُن کو بھی نکالنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا چلو ٹھیک ہے۔

اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ دِيْنَارٍ

جس کے دل میں ایک دینار جتنا بھی ایمان ہے اس کو بھی نکال لو۔ یہ چلے جائیں گے اُن کو نکال لیں گے۔ پھر وہ کہیں گے یا اللہ! ہم نے ایک دینار والے بھی نکال لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا:

مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ نِصْفُ دِيْنَارٍ

Marfat.com

جس کے دل میں نصف دینار ایمان ہے اُس کو بھی نکال لو۔ لہذا وہ مومنین اُن کو بھی نکال لیں گے۔ پھر اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ ذَرَّةً

جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے' چلو اُس کو نکال کے لے آؤ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کتنا بڑا معیار ہوگا۔ آپ کے غلام جو آپ کی غلامی میں زندگی بسر کرتے رہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے جنت دی ہے۔ وہ بھی اپنے دوستوں کے بارے میں اتنا جھگڑا کر رہے ہونگے۔ تو یہ ہے وہ پکی دوستی جو دین کی بنیاد پر ہوگی' تو یہ اُس دن آپس میں جھگڑیں گے نہیں۔ یہ ایک دوسرے کو دیکھ کے نفرت نہیں کریں گے۔

یہ ایک دوسرے کو دیکھ کر اُس دن چہرہ نہیں پھیریں گے بلکہ ایک دوسرے پر خوش ہو رہے ہونگے کہ دوستی نے دونوں جانب سے اپنا فائدہ دکھا دیا ہے۔

یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الاحادیث ۳/۲۲۱ پر اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انه يُنَادِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قیامت کا دن ہوگا تو محشر میں اعلان ہوگا۔

اَيْنَ فُقَرَاءُ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم

اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیر لوگ کہاں ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا جس وقت یہ اعلان ہوگا تو یہ سارے فقراء اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اعلان کیا جائے گا ''قوموا'' کھڑے ہو جاؤ۔

تَصَفَّحُوْا صُفُوْفَ الْقِيَامَةِ

Marfat.com

یہ لوگوں کی جو صفیں میدان محشر میں موجود ہیں ان ساری کی چھان بین کرو اور ان کو غور سے دیکھو۔ ''تَصَفَّحُوْا'' ان میں سے یہ پہچانو۔

مَنْ اَطْعَمَكُمْ فِیْٓ اُكْلَةً طُعْمَةً

اس کروڑ کی لائن میں کون ہے۔ اے فقیرو! جس نے تمہیں میری وجہ سے کھانا کھلایا ہو' پھر اس میں یہ حکم ہوگا کہ اس میدان محشر میں جتنے لوگ کھڑے ہیں' ان میں سے اُس بندے کو جدا کرو۔ ''مَنْ اَرْوٰی فِیْٓ شَرْبَةً'' جس نے میری وجہ سے تجھے ایک گھونٹ پانی کا پلایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''من کسا کم فی'' دیکھو اس میدان میں کون ہے' جس نے تجھے میری وجہ سے کپڑا پہنایا ہوگا۔ اب میدان حشر ہے۔ جہاں بادشاہ تو سفارش نہیں کر سکیں گے' جہاں بڑی بڑی اونچی کرسیوں والے گرے پڑے ہونگے اور بڑے بڑے تاجوروں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوگا۔ اس دن پتہ چلے گا کہ فقیر کتنا بڑا وزیر ہوتا ہے اور فقیر کتنا بڑا امیر ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب یہ نشانی لگا دیں گے۔ اے اللہ! اس لائن میں ۱۰ (دس) بندے ہیں۔ ان کا فلاں فلاں نام ہے۔ فلاں لائن میں اتنے ہیں' فلاں لائن میں اتنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ سے جب یہ عرض کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

خُذُوْا بِیَدِهٖ اَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ

چل فقیر اُس کا بازو پکڑ اُس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ میدان میں یہ دوستی کام دے رہی ہے' جو دین کی وجہ سے ہے' جو دوستی دنیاوی مقاصد کی وجہ سے ہو اور جو بُرے عقیدے کی بنیاد پر ہو۔ اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اُن کیلئے جہنم ہے' اُن کیلئے کوئی ناصر نہیں' اُن کیلئے کوئی نصیر نہیں' اُن کیلئے کوئی ولی نہیں' اُن کیلئے کوئی شفیع نہیں' اُن کو کوئی بچانے والا نہیں۔ لیکن اس بنیاد پر جو دوستی ہے اس کے اندر جہاں کہیں کوئی کمی رہ گئی اُس

Marfat.com

میں پھر بچانے کیلئے پہرہ موجود ہے۔اس انداز میں فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اجازت دے گا اور ایک ایک فقیر کئی ہزاروں کو جنت میں لے جا رہا ہوگا۔
محتشم سامعین حضرات!

''دوستی کا طریق کار''

پہلا مرحلہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ دوستی کا طریق کار کیا ہونا چاہیے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ دوستی کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ جب تم کسی کے دوست بنو یا کسی کو دوست بناؤ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۷، بحوالہ ترمذی)

سب سے پہلے نمبر پر ''فَلْیَسْئَالُہٗ عَنْ اِسْمِہٖ'' اس کا نام پوچھنا چاہیئے۔
دوسرے نمبر پر ''وَاسْمِ اَبِیْہِ'' اُس کی ولدیت پوچھنی چاہیئے۔
تیسرے نمبر پر ''وَمِمَّنْ ھُوَ'' اُس کا قبیلہ پوچھنا چاہیئے کہ وہ کس خاندان سے ہے۔وہ کس قبیلے سے ہے یہ قبیلہ اس لئے نہیں پوچھنا کہ وہ یہ دیکھے کہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا چھوٹے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔کیونکہ چھوٹے بڑے کا اسلام میں لحاظ دولت کے لحاظ سے نہیں بلکہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔لہذا پوچھنے کا مقصد تعارف ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ وہ کس گھرانے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔یہ بنیادی تعارف ہے دوستی کے طریق کار میں اور اتنا انٹرویو کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔
پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
فَاِنَّہٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّۃِ
جب اتنا تعارف ہوگا تو محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ابتدائی طور پر یہ پوچھو۔
دوسرا مرحلہ:
دوستی کا طریق کار میں دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اُس کی محبت اپنے دل میں رکھو۔

Marfat.com

اُس کی محبت کو دل میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سامنے نظر آتا ہو تو پھر محبت کی وجہ سے اُس کے پیغام سے محبت کرو اُس کے کردار سے محبت کرو اُس کے عمل سے محبت کرو

تیسرا مرحلہ: ''صحبت اختیار کرنا''

دوستی کے طریق کار میں تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اپنے دوست کی صحبت اختیار کرنا اور اس محبت کے معیار میں ہمارے لئے اتنی وسعت موجود ہے کہ ہمارے لئے کئی صدیوں کے سفر کو سمیٹ کر ایک بالشت کی مسافت سے بھی کم کر دیا گیا ہے۔

آج ہم دوستی کرتے وقت یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا تعلق حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے ہونا چاہیئے۔ ہمارا تعلق حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہیے۔ ہمارا تعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہیئے تو فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ میں نے تو اُن کو دیکھا ہی نہیں ہے تو اُن سے دوستی کیسے کروں گا۔ میں تو اُن کے پاس بیٹھا ہی نہیں تو میری محبت اُن سے کیسے ہو سکے گی؟ میں نے تو اُن کے زمانے کو پایا ہی نہیں تو میں اُن کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہوں۔

ہماری اس الجھن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں سے پہلے حل کر دیا تھا' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ (بخاری و مسلم میں یہ حدیث شریف موجود ہے)

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۶)

ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔

کیف تَقُولُ فِی رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ

اُس شخص کے بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے مگر اُن کے ساتھ لاحق نہیں ہو سکا۔ محبت کرتا ہے لیکن اُن کے عمل تک وہ نہیں پہنچ سکا' جتنا وہ کرتے تھے یا اُن سے محبت تو کرتا ہے لیکن اُن کا زمانہ نہیں پا سکا تا کہ اُنکو دیکھ سکے۔ محبت اُن

Marfat.com

سے کرتا ہے مگر اُن کے طبقے میں شامل نہیں ہو سکا' پیچھے رہ گیا ہے تو کیا اس کی دوستی ہو سکے گی۔ جس وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طریقہ کار پوچھا جا رہا تھا تو میرے محبوب علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا "گھبراؤ نہیں"۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

محشر کے دن آدمی اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ پیار کرتا ہے۔ اگرچہ درمیان میں چودہ صدیوں کا فاصلہ ہے پھر بھی اُس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ پیار کرتا ہے' دیکھنا بھی شرط نہیں اور پاس بیٹھنا بھی ضروری نہیں' محبت کرلو ان اللہ کے نیک ولیوں سے امام اعظم ابوحنیفہ سے ان فقہاء مجتہدین سے' صحابہ کرام اہل بیت اطہار سے اور بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واسطے آپ نے فرمایا کہ درمیان والے فاصلے ہم نے ختم کر دیئے ہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

پندرھویں صدی کا بھی محبت کر کے سرکار تک پہنچ سکتا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جنت میں سیٹ پا سکتا ہے۔ جہاں ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بھی اُس کو حاصل ہوتا رہے گا۔ اس مقام پر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو کہا تھا جن سے عرض کیا تھا کہ قیامت کیلئے میری اتنی تیاری نہیں ہے مگر میں اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا ہے۔ اس واسطے قیامت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ قیامت کب آئے گی تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

تم انہیں کے ساتھ ہو گے جن کے ساتھ تمہارا پیار ہے۔

جب صحابہ کرام نے یہ جملہ سنا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

Marfat.com

فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَام
فَرْحُهُمْ بِهَا

میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو میں اچھی طرح جانتا ہوں' کوئی شخص بھی اسلام لانے کے بعد اتنا خوش نہیں ہوا تھا۔ جتنا اس جملے پہ خوش ہو گیا ہے۔ اگر چہ اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا پھر بھی ایسی خوشی نہیں ہوئی۔ اُسے مال غنیمت ملا پھر بھی ایسی خوشی نہیں ہوئی جو کچھ بھی کسی کو ملا اُس کو ایسی خوشی نہیں ہوئی۔ جتنی اس جملے کی خوشی ہوئی ہے' جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

تمہیں قیامت کے دن اُنہیں کا ساتھ ملے گا جن کے ساتھ تمہارا پیار ہوگا۔ یہ وہ جملہ ہے جس نے قیامت تک ہر مومن کے حل کی پیاس بجھائی ہے۔

یہ ٹھیک ہے آج ہم فراق میں ہیں' ہجر میں ہیں' جدائی ہے' تڑپ ہے' ہمیں آج آنکھوں کو وہ منظر نظر نہیں آتا کہ جس کی تڑپ میں زندگی بسر ہو جاتی ہے اور اُن کی دید کیلئے تڑپتے رہتے ہیں۔ راتوں کو انتظار ہوتا ہے' آنکھوں سے آنسو بھی بہتے رہتے ہیں اور پھر بھی کبھی مراد ملتی ہے' کبھی مراد نہیں ملتی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق کار میں واضح فرما دیا تمہارا کام محبت کرنا ہے ہم وہاں تمہیں ملائیں گے جہاں ملے ہوئے بچھڑ جاتے ہیں۔ جس مقام پر بیٹا باپ سے' باپ بیٹے سے' ماں بیٹی سے' بھائی بھائی سے اور بیٹی ماں کو چھوڑ رہی ہوگی اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ مشکوۃ ۴۲۷

گویا یہ ہیں وہ غوث پاک جن سے تو میرے لئے پیار کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود ملاقات کروا رہا ہوگا تو اس بنیاد کی دوستی کے اتنے فائدے ہیں کہ دنیا میں بھی انسان کو خوشبو میسر آتی ہے اور عقبیٰ میں بھی خوشبو ہے۔ آج اس کو بیان کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ:

Marfat.com

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰہُ یُعْطِیْنِی الصَّلَاحَ

میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اگر چہ خود صالح نہیں ہوں لیکن ان سے محبت اس لئے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیکی عطا فرمائے گا۔

صحبت روشن ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
آب بھی پاتا ہے قیمت ملتا ہے جب شیر سے

ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جس سے ہماری محبت ہے۔اُن کی بہت بڑی حیثیت ہے۔اس بنیاد پر ہمیں یہ کہنے میں سعادت بھی حاصل ہے۔

ذرۂ خاکم ولے با مہر دارم دوستی
پائے خوباں تا فرازِ آسماں خواہم شدن

میں ذرہ ہوں' میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔لیکن دوستی میری سورج کے ساتھ ہے' سورج کی کرن پڑتی ہے تو ذرہ اڑ کے سورج تک پہنچ جاتا ہے۔ہم اس واسطے اس دوستی کے قائل ہیں کہ یہ دوستی ذروں کو آفتاب بنانے والی ہے اور کانٹوں کو گلاب بنانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا حظ وافر عطا فرمائے۔آمین

وآخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

================

Marfat.com

باب نمبر 15

سود اور اس کی
اقسام

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اخْتَصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِيْمِ

وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِتَائِيْدِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برہانہٗ کی حمد وثناء اور شفیع محشر، مالکِ کوثر محبوب دلبر احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکرودانش، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے پُر کیف لمحات میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہمِ دین کورس کے پندرھویں درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے

Marfat.com

میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کو قرآن وسُنّت کا فہم عطا فرمائے۔ قرآن وسُنّت کی ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
ہماری آج کی گفتگو کا موضوع

''سود اور اُس کی اقسام'' ہے

ربّ ذوالجلال کے دربار میں دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سب کو سودی کاروبار کی نحوست سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی اقتصادیات کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ قرآن مجید میں سے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ کی تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی۔ اس مقام پر تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حرمتِ ربوا کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور اُمّتِ مُسلمہ کو ہمیشہ سود سے محفوظ رہنے کا حکم دیا ہے۔
خالقِ کائنات کا فرمان ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ بقرہ ۲۷۵)

Allah Made Trade Lawful and Made Interest Unlawful

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہی ایک مسلمان کیلئے کسی حکم کے اثبات یا نفی کیلئے امر یا نہی کیلئے کافی ہے لیکن حرمت سود کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔

ایمان کے بچاؤ کیلئے سود سے بچو:

اگر اپنا ایمان بچانا چاہتے ہو تو پھر اپنے کاروبار کو سود سے بچا کے رکھو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ میں ارشاد فرماتا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا اُس سے بچو اگر تم ایماندار ہو۔ یہ

Marfat.com

میرا حکم تمہارے ایمان کی وجہ سے ہے۔ میں ایمانداروں کو ایسی گندگی سے بچانا چاہتا ہوں جو کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اُن کو ابتدائی خطاب اس بات کا ہے کہ وہ کفر سے نکلیں اور ایمان قبول کریں اور جو ایماندار ہیں اگر وہ ایمان کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں' ایمان کی مٹھاس، چاشنی اور لذت محسوس کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو پھر تم سودی کاروبار سے بچو۔ سودی کاروبار سے بچنا حقیقت میں اپنے ایمان کو بچانا ہے۔

سود اضافہ نہیں نقصان ہے:

عمومی طور پر انسان اس لئے پریشان ہوتا ہے کہ اُسے جب سود میں کئی اضافے نظر آتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے اگر میں سود کی طرف متوجہ نہیں ہوتا' سودی کاروبار نہیں کرتا تو شاید میرا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید میں یہ بھی ہمیں سوچ دی ہے کہ تمہیں خود اپنے فائدے کا اتنا پتہ نہیں' جتنا تمہارے خالق کائنات کو تمہارے فائدے کا پتہ ہے' ہو سکتا ہے ایک فائدے کو تم فائدہ سمجھو لیکن حقیقت میں وہ نقصان ہو اور ایک نقصان کو تم نقصان سمجھو لیکن حقیقت میں وہ فائدہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

میں نے احکام دیتے ہوئے وہی حکم دیا جس میں تمہارا فائدہ ہے اور نقصان نہیں ہے۔ رب کائنات جل جلالہٗ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔ سود سے جو کمائی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُس کو میں مٹا دیتا ہوں' اُس کو ختم کر دیتا ہوں' جتنا بھی اُس میں اضافہ ہوتا ہے اور بظاہر جتنی بھی آمدنی ہو رہی ہے۔ رب کائنات فرماتا ہے وہ

Marfat.com

حقیقت میں تمہارا خسارہ ہے۔ تمہیں محسوس نہیں ہوتا' دنیا میں بھی سود کی کمائی نقصان ہے اور عقبیٰ میں بھی نقصان ہے۔ دنیا میں اُس کے نقصان ہونے کا مطلب ابن حجر زواجز میں بیان کرتے ہیں:

سود کی کمائی انسان کے ایسے کاموں میں لگ جاتی ہے کہ جس سے اُس کو کمائی کا دنیا میں بھی کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ایسے ایسے امراض میں اور ناجائز مقدمات میں اور مختلف قسم کی جو حادثاتی صورتیں ہیں ان کے اندر وہ پیسہ لگتا ہے اور بندے کو مختلف الجھنوں کے اندر پھنسا دیتا ہے۔

اور عقبیٰ میں کیا ہوگا۔ عقبیٰ میں یہ ہے کہ جو بندہ سودی پیسہ کھاتا ہے تو جب وہ عقبیٰ میں دیکھے گا تو دنیا میں جو حج کیا تھا وہ بھی نامہ اعمال میں نظر نہیں آئے گا' جو روزے رکھے گا وہ بھی غائب ہو چکے ہوں گے جو اُس نے نمازیں پڑھیں تھیں وہ اس کے نامہ اعمال میں نظر نہیں آئیں گی تو اُس وقت وہ ہائے ہائے کرے گا کہ میں نے اتنی کوشش سے حج بھی کیا تھا' میں نے روزے بھی رکھے تھے اور میں نے نمازیں بھی پڑھیں تھیں اور میں صدقہ وخیرات بھی کرتا رہا اور آج میری نیکیوں کے اندر اُن میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہے تو اُس وقت اُسے پتہ چلے گا کہ اللہ نے تو دنیا میں فرما دیا تھا:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے' دنیا میں بھی اُس کی کمائی ناجائز جگہوں پہ لگ جاتی ہے اور عقبیٰ میں اُس کا سود نیکیوں کو ختم کر دے گا تو دونوں مقامات پر انسان کو سود کا نقصان ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو اللہ تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے۔

Marfat.com

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے بندہ ایک دینار خرچ کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ اُحد پہاڑ کی شکل اختیار کر چکا ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

مَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَفِیْہِ مَلَکٌ یُنَادِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خلفًا

ہر دن ایک فرشتے کی یہ ڈیوٹی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ جس بندے نے تیرے راستے میں خرچ کیا ہے اُس کو اُس مال کی جگہ اور عطا فرما ۔اُس نے جتنا خرچ کیا اُس کی جگہ اُسے اور عطا فرما دے۔ دنیا میں بھی کمی نہیں آتی' عقبیٰ میں بھی کمی نہیں آتی تو یہ مومن کی سوچ کا معیار ہونا چاہیئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو گھاٹا قرار دیا ہے تو ہم اُس کو کس لحاظ سے اضافہ سمجھتے ہیں اور پھر جس وقت صدقہ اور خیرات میں اتنی افزائش تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور ہر وہ اسلوب اختیار کرنا چاہیئے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا زیادہ سے زیادہ حصول ہو سکے۔

سودخور کی بھیانک صورت حال:

سود خور کے بارے میں جو اُس کی حشر کے دن بھیانک صورتحال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ
یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن جب قبروں سے اُٹھیں گے تو وہ پاگل ہو چکے ہونگے۔ وہ ایسے چلیں گے جیسے کوئی بندہ مخبوط الحواس ہوتا ہے کہ جس کو شیطان

Marfat.com

نے چھو کے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ جس طرح دنیا میں تم دیکھتے ہو کہ کچھ لوگ جن پر جنوں کا حملہ ہوتا ہے' اُن کی جو صورتحال ہوتی ہے حشر کے دن یہ انسان اگر چہ دنیا میں زیرک تھا' سمجھدار تھا' عقلمند تھا لیکن جب قبر سے اُٹھے گا تمام اہل حشر اُسے دیکھیں گے کہ پاگلوں کی طرح چل رہا ہوگا یہ اس وجہ سے کہ وہ دنیا میں سود کھاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتا رہا۔ حکم عدولی کرتا رہا جس کی وجہ سے حشر کے دن اُس کو بیوقوف اور پاگل کی شکل پیش کر دیا جائے گا۔

سود خور کیلئے اعلان جنگ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سود کھانے کے عمل کو اتنی بڑی جسارت قرار د... ہے گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے مترادف ہے اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکتا ہے اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ انسان احساس ہی نہیں کرتا کہ اُس نے سود کھا کے کتنی بڑی جسارت کر لی ہے' کتنا بڑا وہ جرم کر رہا ہے جس کو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کمائی بڑی میٹھی ہے اور یہ پیسے بڑے اچھے ہیں اور اس کی وجہ سے میری زندگی میں بڑی بہار ہے لیکن حقیقت میں وہ بہار نہیں ہے وہ تو جہنم کا ایندھن ہے جو اُس نے وصول کر لیا ہے۔ اللہ کا یہ قرآن ہمارا نصاب زندگی ہے۔ اگر ہم اس کو سن کر نہیں ڈریں گے تو یہ قرآن کہتا ہے کہ جو مجھ کو سن کر نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے۔ ... کو اپنی زندگی کا احساس کرنا چاہیئے۔

لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا

قرآن ڈراتا ہی اُس کو ہے جو زندہ ہو' جو قرآن سن کے نہیں ڈرتا وہ قرآن کی روشنی میں اور نقطہ نظر سے وہ مردہ انسان ہے تو اس زندگی کا بھی ہمیں احساس کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ایک لفظ ہی ہمارے لئے کافی تھا۔ لیکن اُس نے بار بار قرآن مجید میں

Marfat.com

جھنجھوڑا ہے اس کے باوجود بھی ہمیں ڈر نہیں آتا اور ہم اپنے کیے ہوئے پر پشیمان نہیں ہوتے اور اپنے رویے پر نظر ثانی نہیں کرتے تو پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم مردہ ہو چکے ہیں اور ہمارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کی یہ ہدایت دلوں پہ دستک دیتی ہے۔ یہ خود زندگی ہے اس کو جو اچھی طرح سنتا ہے۔ خالق کائنات اُسے دونوں جہاں میں چمک والی زندگی عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا یقین کر لو۔ اگر تم سود سے باز نہیں آتے تو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے ہو تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکتا ہے۔ وہ ایک لمحہ سے پہلے اگر چاہے تو زمین کو اُٹھا کے آسمانوں تک پہنچا کے پلٹ دے اور نیست و نابود کر دے۔

اُس کے ساتھ کس کی جسارت ہے یہ آج بھی اگر کوئی سودی کاروبار کر کے زندہ ہے تو اُس کو یہ مہلت دے دی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چھتری کے صدقے کہ وہ جلد توبہ کر لے باز آ جائے اور اس بدی سے منہ پھیرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جلوؤں میں آباد ہو جائے یہ جو اس کو مہلت دی جا رہی ہے یہ مہلت توبہ کیلئے ہے۔

ورنہ پہلی امتوں کو ایسے معاملات پر فوراً گرفت کر کے رکھ دیا جاتا تھا اور اُس کیلئے بڑی تیزی سے مواخذہ آ جاتا تھا۔ ہمارے لئے اس میں بھی سہولت رکھی گئی ہے اور چانس دیا گیا ہے کہ اپنے رویے کو تبدیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کر لو

Marfat.com

اور اس کو سمجھ لو کہ سودی کاروبار کوئی معمولی سا جرم نہیں۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو اپنے ساتھ اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دے دیا ہے کہ جو ایسا کر رہے ہیں تو وہ ایسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے رب اور اپنے رسول علیہ السلام کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہو۔ سوچنے پہ آئے تو ایسا مسلمان کون ہو سکتا ہے جو ایسا سوچ بھی سکے۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ کے بارے میں سوچ بھی سکے' کوئی بھی مومن ایسا نہیں ہو سکتا تو اتنا رچ بس گیا اور یہ سود کی جو نحوست ہے اس کے سلسلے میں اپنے ضمیر کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور شرعی معیار کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

ترک سود پر انعام:

جو ہمارا رب ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اُس سے بڑھ کے ہم سے پیار کون کر سکتا ہے اور اُس سے بڑھ کے شفقت کس کی زیادہ ہو سکتی ہے۔ اتنا شفیق رب ہے اگر اس میں حقیقی طور پر ہمارا نقصان ہوتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی اس سے منع نہ کرتا' وہ ہمارے فائدے کیلئے ہمیں حکم دے رہا ہے کہ سود سے بچو' بیع کو ہم نے تمہارے لئے جائز قرار دے دیا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ اُسے کسی اور کی بات پر نہیں چلنا چاہیئے۔ اپنے رب کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیئے تو اللہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ کے ساتھ جب پکار رہا ہے' بلا رہا ہے تو وہ کتنے پیار سے بلا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے جو سود میں نے تم پہ حرام کیا تو دیکھو بولتے وقت میں کتنے پیار سے بول رہا ہوں۔ میں اپنا نام تجھے دے کر تمہیں مومن کہہ کے پکار رہا ہوں' مجھے یہ پسند نہیں کہ تم جہنم میں جلو اور جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔ اس لئے تمہیں پہلے سمجھا رہا ہوں کہ سود سے باز آ جاؤ اور جہنم سے اپنے آپ کو محفوظ کر لو۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے ترک سود پر بھی انعام کا

Marfat.com

اعلان فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اے ایمان والو! یہ دونا دو سود نہ کھاؤ' اللہ تعالیٰ سے ڈرو' اگر تم سود نہیں کھاؤ گے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

حقیقت میں یہ کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کامیابی ہے۔ایک کامیابی وہ ہے جو دنیاداروں کی نگاہ میں ہو تو ہم نے کلمہ اپنے رب کا پڑھا ہے' کسی دنیادار کا تو کلمہ نہیں پڑھا تو ہمیں کامیابی و ناکامی میں معیار وہ سامنے رکھنا چاہیے جو ہمارے رب کا قائم کردہ معیار ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جتنا بھی سمجھو چونکہ سود نہیں لیا تو آمدنی تھوڑی ہوئی ہے اس کو کبھی بھی اپنی ناکامی نہ قرار دو اور اس کو کبھی بھی خسارہ نہ سمجھو "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو قرآن مجید کے دیئے ہوئے خطوط کے مطابق زندگی بسر کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ اس پر بندے کو دائمی کامیابی دینے کا اعلان فرما رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ
لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ

(بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۲۷۹)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَیَاتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ

ایک زمانہ لوگوں پہ آجائے گا ''لا یبالی المرء بما اخذ المال'' اُس وقت بندہ یہ خیال ہی نہیں کرے گا کہ اُس کی آمدنی کیسے ہو رہی ہے۔ اُس کا مال کہاں سے آرہا ہے' مال کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟

اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ

جو روزی ہے یہ حلال ذرائع سے ہے یا حرام ذرائع سے ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس وقت مقصود صرف اور صرف مال کا حصول ہو گا۔ اُس کے ذریعے کی تفتیش نہیں کی جائے گی کہ یہ مال جس کاروبار سے آرہا ہے کیا وہ کاروبار شریعت میں جائز ہے یا ناجائز ہے۔ وہ بیع باطل ہے یا بیع صحیح ہے۔ وہ یہ دیکھے گا ہی نہیں بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ مال ملتا ہے یا نہیں ملتا۔

میرے محبوب علیہ السلام نے جس زمانے کی نشاندہی کی تھی آج وہی زمانہ ہے اس طرف تو دوڑ دھوپ ہے کہ پیسہ ملنا چاہیئے لیکن اس طرف کوئی کم ہی دیکھتا ہے کہ ملتا ہے تو کس دروازے سے ملتا ہے یہ آرہا ہے تو کس ذریعے سے آرہا ہے۔ یہ کہیں حرمت کے سوراخ سے تو نہیں آرہا کہ جو میرے دل کے تقدس کو بھی پلید کر دے گا اور یہ کہیں ایسے ذریعے سے تو نہیں آرہا کہ جس کو شریعت نے مسترد کر رکھا ہو۔ یہ مومن کی شان ہے کہ وہ پیسہ لیتا ہے لیکن یہ ضرور دیکھتا ہے کہ یہ آ کہاں سے رہا ہے۔ یہ میرے کس کاروبار کی وجہ سے ہے جو اس بنیاد پر پیسہ آتا ہے۔ وہ بندے کو فتنے میں مبتلا نہیں کرتا۔ اُس سے بندہ فساد کے دھانے میں نہیں گرتا۔ وہ پیسہ بندے کو چین سے رکھتا ہے اور اُس کیلئے عقبیٰ میں معاون بن جائے گا اور آخرت کے سنوارنے کیلئے سبب بن جاتا ہے لیکن

Marfat.com

جو پیسہ ایسے ذرائع سے آرہا ہے کہ جو ذرائع ہی ناجائز ہیں جونہی گھر میں داخل ہوتا ہے فتنے ہیں فساد ہیں نحوست ہے بے اتفاقی ہے۔ ناجائز مقدمات ہیں' مختلف حادثات ہیں' مختلف قسم کی بیماریاں ہیں اور وہ درد اور بیماریاں کہ جس کے بارے میں کچھ سنا ہی نہیں تھا اس طرح کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام اُس سود کی وجہ سے ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت مسلمہ کیلئے حرام فرمادیا ہے بلکہ سود کے احکام کو قرآن مجید سے دیکھیں تو لگتا ہے کہ یہ کسی امت میں بھی جائز نہیں تھا اور ہمیشہ اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ النساء میں یہ بھی ہے

اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ (پارہ ۶، سورہ النساء، آیت ۱۶۱)

پہلی امتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جب اُن کی ہلاکتوں کا ذکر کرتا ہے کہ وہ تباہ و برباد کیوں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سود لیتے تھے۔

وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ

حالانکہ اُن کو منع کیا گیا تھا تو ساری امتوں کو اسی وباء سے روکا گیا اور اس مصیبت سے بچایا گیا اور سود کو اُن کیلئے ناجائز قرار دیا گیا۔

حرمت ربا:

اُمت مسلمہ کیلئے بھی جب احکام بتدریج آرہے تھے تو آٹھ ہجری میں یا ۹ ہجری میں ایک روایت کے مطابق اس حرمت کا حکم آگیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح تفصیل کے ساتھ اپنے صحابہ کرام کو یہ بات سمجھادی اور ہمیشہ کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قسم کی آلودگی سے محفوظ ہوگئے۔

Marfat.com

اب اس بات کو دیکھنا کہ یہ سود جس کے بارے میں اتنی واضح نصوص موجود ہے یہ ہے کیا چیز اور اس کی اقسام کتنی ہیں؟

سود قرآن مجید کے لفظ ربا کا ترجمہ ہے۔ اس کو انگلش میں انٹرسٹ کہتے ہیں۔

ربا کا لغوی معنی:

ربا کا لغوی معنی ''بڑھنا'' ہے۔ عربی زبان میں جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو افزائش کے بارے میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ

(سورۃ الحج، آیت نمبر ۵)

جب ہم نے زمین پر پانی نازل کیا تو سبزہ اُگا اور بڑھتا چلا گیا۔ رَبَتْ اُس میں اضافہ ہوا وہ بڑھا تو ربا کا لغوی معنی اضافہ ہونا بڑھنا ہے۔ یہ ربا کی لغوی طور پر حقیقت ہے۔

ربا کی شرعی تعریف:

فِی الشَّرْعِ فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِی مُعَاوَضَۃِ مَالٍ بِمَالٍ

(دستور العلماء، جز نمبر ۲، صفحہ ۱۲۸)

جس وقت مال کا مال سے سودا ہو رہا ہے ایک طرف مال زیادہ ہو دوسری طرف مال تھوڑا ہو اور مال کا تعلق بھی اُن چیزوں سے ہو جو مکیلی ہیں یا موزونی ہیں تو ایک طرف جو اضافہ ہے اُس کے عوض میں دوسری طرف سے کچھ بھی نہ ہو تو اُس کو شریعت مطہرہ میں ربا کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

... یہ وضاحت یہ ہے کہ ہم تجارت میں جتنی چیزیں لیتے اور دیتے ہیں

ان کی ... قسمیں ہیں

(۱) موزونی (۲) مکیلی (۳) مزروع (۴) معدود (۵) اموال قیمہ

(۱) موزونی: وہ مال جن کا وزن کیا جائے تو ان کو موزونی کہتے ہیں۔

(۲) مکیلی: وہ مال جن کو ٹوپہ سے ناپا جائے جن کا کیل کیا جائے تو اُن کو مکیلی کہتے ہیں

(۳) مزروع: وہ مال کہ جن کی گزوں سے پیمائش کی جائے تو اُن کو مزروع کہتے ہیں

(۴) معدود: وہ مال جن کو گنتی کے لحاظ سے بیچا جائے درجنوں کے لحاظ سے بیچا جائے تو اُس کو معدود کہتے ہیں۔

(۵) قیمہ: وہ مال جن کا تعلق جانوروں سے ہو تو اُن کو اموال قیمہ کہتے ہیں۔

یہ پانچ قسم کے اموال ہیں:

سود کی شرط:

سود کیلئے شرط یہ ہے کہ سود اُن اموال میں بنے گا جو زیادتی کے لحاظ سے سود ہے یعنی ربا الفضل کے لحاظ سے سود اُن چیزوں میں بنتا ہے جو مکیلی ہوں یا موزونی ہوں جن کو تولہ جاتا ہے یا کسی پیمانہ کے ساتھ اُن کو ناپا جاتا ہے تو اُن میں ربا الفضل ہوتا ہے۔

رباء کی دو قسمیں ہیں

(۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئۃ

(۱) ربا الفضل:

وہ مال جس میں حقیقی طور پر اضافہ ہے جیسا کہ ایک طرف ایک ٹوپہ ہے

Marfat.com

دوسری طرف ڈیڑھ ٹوپہ ہے۔ایک طرف ایک کلو ہے دوسری طرف ڈیڑھ کلو ہے یہ ربا الفضل ہے۔

(۲) ربا النسیئۃ:

وہ مال جس میں بظاہر اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اُس میں ادھار ہوتا ہے اور اُدھار کے لحاظ سے اُس چیز میں اضافہ ہے۔ایک طرف ایک سو روپیہ نقد ہے دوسری طرف ایک سو روپیہ اُدھار ہے۔اب اس میں نقد کے اندر اُدھار کے مقابلے میں اضافہ موجود ہے تو ان چیزوں کو ابتدائی طور پر ذہن میں رکھ کر ہم نے مسئلہ سود کو سمجھنا ہے۔اس کے تحت ہم ایک قانون بیان کریں گے تو اس سے سینکڑوں نہیں ہزاروں مسائل اس کے نیچے آجائیں گے۔جن کا حکم آپ خود اپنے طور پر معلوم کر سکتے ہیں۔

فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِیْ مُعَاوَضَۃِ مَالٍ بِمَالٍ

مال کا مال کے ساتھ جب سودا ہو رہا ہو تو وہاں پر سود متوقع ہو سکتا ہے۔اگر ایک طرف مال ہو اور دوسری طرف مال نہ ہو بلکہ کسی کی مزدوری ہو محنت ہو منافع ہو تو اس کو ہم سود کے زمرے میں نہیں لاسکیں گے۔

سود کیلئے یہ ضروری ہے کہ جانبین میں مال ہو اور مال کا مال کے ساتھ عقد کیا جا رہا ہو اور پھر ایک طرف اضافہ ہو۔وہ اضافہ یا تو حقیقی طور پر ہو یا حکمی طور پر ہو اور اُس اضافے کے عوض میں کوئی چیز بھی موجود نہ ہو دونوں مالوں میں سے ایک میں حقیقی طور پر اضافہ ہو جیسے:

ایک طرف ایک کلو گندم ہو اور دوسری طرف ڈیڑھ کلو گندم ہو تو دوسری طرف مال میں آدھا کلو جو زائد ہے۔یہ اضافہ حقیقی طور پر ہے کیونکہ ایک طرف کے مال کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔کلو کلو تو آپس میں برابر ہو گیا جبکہ آدھا کلو زائد ہو گیا۔اس

Marfat.com

میں نصف کلو کی زیادتی حقیقی طور پر ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دونوں مالوں میں سے ایک مال میں حکمی طور پر اضافہ ہو جیسے ایک طرف بھی ایک کلو گندم ہے اور دوسری طرف بھی ایک گندم ہے۔لیکن ایک طرف ایک کلو گندم ابھی پیش کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف دو مہینے کے بعد پیش کی جائے گی تو یہاں بھی اضافہ ہے اور یہ بھی سود ہے۔یہاں پر جو اضافہ ہے یہ حکمی طور پر اضافہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز مکیلی اور موزونی نہ ہو بلکہ وہ ایسی چیز ہو جس کو گزوں سے ناپا جاتا ہے مثلاً ایک طرف ۱۰ گز کپڑا ہو اور دوسری طرف سات گز کپڑا ہو تو یہ بیع ناجائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر ایک طرف ایک بکری اور دوسری طرف دو بکریاں ہوں تو یہ بیع جائز ہے۔ان کا تعلق چونکہ اموال قیمیہ کے ساتھ ہے ان میں بھی ربا نہیں ہے۔ایک بکری کا سودا دو بکریوں کے ساتھ ایک گائے کا سودا دو گائے کے ساتھ کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی عددی چیزوں میں بھی ربا نہیں بنے گا۔یعنی فضل کے لحاظ سے ایک طرف ایک انڈہ ہے اور دوسری طرف دو انڈے ہیں۔ان کا آپس میں سودا کیا جا رہا ہے تو یہاں بھی اضافہ لینا ناجائز نہیں ہے لیکن ان ساری صورتوں میں اُدھار پھر بھی ناجائز ہے جس وقت کپڑے کا گزوں کے لحاظ سے سودا ہو رہا ہو تو جس مجلس میں ایک بندہ اپنا کپڑا پیش کرے اُسی مجلس میں دوسرا بھی اپنا کپڑا پیش کر دے اس طریقے سے دونوں سود سے بچ جائیں گے۔

مسئلہ: اگر مکیلی اور موزونی چیزیں خلاف جنس بیچی جا رہی ہوں تو اُن میں اضافہ جائز ہے لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔جب مال کا مال سے سودا ہو رہا ہو تو ہر حال میں اُدھار

Marfat.com

ناجائز ہے وہ سود بن جائے گا۔

لیکن اگر پیسوں کا مال سے سودا ہو تو اس میں اُدھار جائز ہے۔ آپ نے روپے سے کوئی مال خریدا تو اُس کا معاملہ اور ہے اُس میں ادھار کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: مکیلی اور موزونی مال کی بیع کرنا اسی لحاظ سے کہ مکیلی مال کی آپس میں بیع ہو رہی ہو اور موزونی مال کی آپس میں بیع ہو رہی ہو تو اس میں ادھار اور اضافہ دونوں ناجائز ہیں

یعنی گندم کی گندم کے بدلے یا سونے کے سونے کے بدلے بیع ہو رہی ہو تو اُس میں اُدھار اور اضافہ دونوں ناجائز ہیں لیکن اگر موزونی کی مکیلی مال کے ساتھ اور مکیلی کی موزونی مال کے ساتھ بیع ہو رہی ہو تو اُس وقت اضافہ جائز ہے اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

مکیلی اور موزونی مالوں کے علاوہ دیگر مالوں میں یعنی معدودی اور مزروعی اور قیمیہ مالوں کی آپس میں بیع ہو رہی ہو تو اُس میں اضافہ جائز ہے لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

اگر ان سب مالوں کی بیع پیسوں کے بدلے ہو رہی ہو تو اُس وقت اضافہ اور اُدھار دونوں جائز ہیں۔

یہ جو ہم نے قانون بنا رکھا ہے کہ مکیلی اور موزونی میں اضافہ اور ادھار ناجائز ہے لیکن اگر گز والی ہے تو اُس میں اضافہ ناجائز نہیں ہے۔ اس میں کم زائد سودا ہو سکتا ہے صرف ایک مجلس میں ہونا چاہیئے۔ یہ قانون ہم نے کہاں سے اخذ کیا تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا معیار ہے۔ اُس معیار کے مطابق ہم نے یہ سب کچھ بیان کیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں کو بیان کیا اور وہ چھ چیزیں ایک وجہ

Marfat.com

(۶) اَلْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ یَداً بِیَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا

نمک بدلے نمک کے برابر برابر ہو معین معین کے ساتھ ہو اگر اس میں اضافہ ہوگا تو وہ سود بن جائے گا۔

یہ چھ چیزیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہیں۔ یہ مجتہد کی فقاہت کا کمال ہے کہ ان چھ چیزوں سے چھ لاکھ کا حکم معلوم کرتا ہے اور ان چھ چیزوں سے کروڑوں چیزوں کا حکم معلوم کر لیا۔ اس واسطے ہم نے ان چھ چیزوں میں غور کیا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق کس چیز سے ہے؟

کیا گزوں سے ان کی پیمائش کی جاتی ہے۔ کیا گنتی کے ساتھ ان کو بیچا جاتا ہے یا یہ اموال قیمہ میں سے ہیں۔ نہیں نہیں ہم نے جب بنظر غائر دیکھا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق کس چیز سے ہے تو پتہ چلا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق یا کیل کے ساتھ ہے یا وزن کے ساتھ ہے یا ٹوپے کے لحاظ سے ان کا ناپ کیا جاتا ہے یا وزن کے لحاظ سے ان کو تولا جاتا ہے تو اب ربا کا حکم ان چیزوں میں ہی بند نہیں رہے بلکہ ان چھ چیزوں کے علاوہ جن چیزوں میں کیل یا وزن والا وصف موجود ہے تو اُن چیزوں کی بیع کے لحاظ سے شریعت نے ہمیں پابند کر دیا کہ جب تم بیع کرو تو برابر برابر ہو اور وہ اپنی جنس سے ہو۔ یعنی گندم گندم کے مقابلے میں' باجرہ باجرہ کے بدلے میں' جَو جَو کے بدلے میں' چاول چاول کے بدلے میں' جب اپنی ہی جنس سے سودا ہو رہا ہو تو وہاں دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے ایک کو بھی چھوڑا گیا تو سود بن جائے گا۔

نہ تو وہاں وزن اور کیل میں اضافہ ہونا چاہیئے اور نہ ہی وہاں کسی طرح کا ادھار ہونا چاہیئے۔ یہ دونوں باتیں پیش نظر اُس وقت ہوں گی جس وقت دو صفتیں اُس میں موجود ہیں: وہ چیز مکیلی یا موزونی ہو اور اپنی ہی جنس کے مقابلے میں بیچی جا رہی ہو اور

Marfat.com

جنس

اگر یہ دونوں صفتیں چیز میں موجود نہیں تو پھر اضافہ تو جائز ہو جائے گا اور اُدھار پھر بھی ناجائز رہے گی۔

مثال کے طور پر اگر وہ چیز مکیلی یا موزونی نہیں ہے تو اضافہ اب جائز ہوگا لیکن ادھار پھر بھی ناجائز ہے۔ ایسے گندم کو جو کے بدلے میں بیچا جا رہا ہے یا گندم کو چاول کے بدلے میں بیچا جا رہا ہو تو اُس وقت اضافہ جائز ہے۔

ایک بوری دے کر دو بوریاں بھی لے سکتے ہو اور ایک بوری دے کر چار بوریاں بھی لے سکتے ہو لیکن اب بھی ناجائز ہے۔ اُدھار نہیں ہونا چاہیئے تو یہ ایک ایک مختصر سا اس مسئلے کے بارے میں جائزہ ہے۔

اس کو اگر آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تو آپ اس سے ہزاروں چیزوں کے حکم معلوم کر سکتے ہیں۔

اُدھار والی صورت میں مزید تھوڑا سا غور کر لینا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز مکیلی یا موزونی ہو اُس کا اپنی جنس کے ساتھ سودا ہو رہا ہو اور دونوں چیزیں برابر ہیں اس میں اضافہ تو نہیں لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

مکیلی یا موزونی چیز میں اضافہ بھی ہو تو پھر بھی اُدھار ناجائز ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی چیز مکیلی یا موزونی نہیں ہے تو پھر بھی اُس میں ادھار ناجائز رہے گا۔ سود میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ جید اور ردی سود میں برابر ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جَیِّدُھَا وَ رَدِیْھَا سَوَاءٌ (الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۵، ص ۳۷۱۱)

جید اور ردی سود کے معاملے میں برابر ہیں۔ یعنی ایک طرف بڑی اعلیٰ قسم کی گندم ہے اور ردی ... ایک کلو اعلیٰ قسم کی گندم سے دو کلو ردی

Marfat.com

گندم خریدی جاسکتی ہے تو اب آپ یہ کہیں کہ ایک طرف جید ایک کلو رکھ لیں اور دوسری طرف ردی دو کلو رکھ لیں ایسا کرلیں تو ایسا کرنا ناجائز ہے۔اس میں وزن کو دیکھا جائے گا۔جید یا رڈی ہونے کو نہیں دیکھا جائیگا۔

ایک سلسلے میں ایک تو یہ حدیث ہے۔دوسری طرف ایک اور حدیث شریف ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَ بِتَمَرٍ جَنِيْبٍ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ خیبر سے ایک شخص کھجوریں لے کر آ گیا جس وقت اُس نے کھجوریں پیش کیں تو وہ بہت عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے مسئلہ سمجھانے کیلئے پوچھ لیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلُّ تَمَرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا

(مسلم شریف،جلد۲،ص۲۶)

کیا خیبر کی ساری کھجوریں ہی اس طرح کی ہیں۔بڑی عمدہ کھجوریں ہیں کیا وہاں رڈی کھجوریں نہیں ہوتی تو صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رڈی کھجوریں بھی ہوتی ہیں وہاں پر جید اور ردی کھجوروں میں اتنا فرق ہے۔

اِنَّا لَنَاخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلٰثِ

یہاں تک کہ ہم جید کھجور ایک کلو دے کر ہم دو کلو رڈی کھجوریں لے لیتے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس طرح نہ کرو'' جس وقت صحابی نے یہ کہا کہ عمدہ کھجور دے کر اس سے ہم ڈبل لے لیتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ سود ہے' وزن برابر رکھنا پڑے گا' عمدہ اور رڈی کا اس میں لحاظ نہیں کیا

Marfat.com

جائے تو تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ایسا نہ کرو"۔

اگر تم کو مجبوری ہے کہ عمدہ تھوڑی ہے اور گزارہ زیادہ دن کرنا ہے۔ عمدہ کے بدلے میں ردّی زیادہ مل جائے گی، ردّی سے جید کے مقابلے میں کئی دن ہو جائے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں اُس کے مطابق گزارہ کرتے رہنا"۔

بع الجمعَ بالدراھم ثُمّ ابتع بالدراھم جَنیباً

اگر تمہارے پاس ردّی کھجوریں ہیں لیکن خریدنا اچھی چاہتے ہو تو ردّی کھجوروں کو درہموں کے بدلے میں بیچو اُس کا ویسے سودا کرو اور جتنے درہموں کی وہ چیز فروخت ہو اُتنے درہموں کی اچھی کھجوریں خرید لو۔

اگر تمہارے پاس اچھی کھجوریں ہیں لیکن تم ردّی کھجوریں خریدنا چاہتے ہو تو اچھی کو درہموں کے بدلے میں بیچو اور اُن درہموں سے پھر ردّی کھجوریں خریدو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم پر شفقت ہے کہ آپ نے دنیا کے معاملات کس طرح ہمارے لئے حل کر کے دکھا دیئے ہیں۔ اب اس اسلام پر کوئی شکوہ کرے کہ اس کا تعلق صرف مسجد کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق صرف محراب کے ساتھ ہے۔ نہیں، نہیں، اس کا تعلق تو زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ ہے اور ہر معاملے کے ساتھ ہے اور یہ اُس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک ہر معاملہ اس کی مرضی کے مطابق نہیں چلایا جاتا۔

اب دوکاندار دوکان پہ بیٹھے ہوئے سودا بیچتے وقت یہ سوچتا ہے کہ میں بھی راضی ہوں اور گاہک بھی راضی ہے۔ اب ناراض کون ہوگا۔ اسلام کہتا ہے مجھ سے بھی پوچھو ناں میں بھی راضی ہوں یا نہیں ہوں۔

اسلام بھی راضی ہونا چاہتا ہے اگر اسلام اُس معاہدے پر راضی ہو گیا تو پھر وہ

Marfat.com

معاہدہ درست ہوگا۔ پھر وہ لقمہ لقمہ حلال ہوگا اور اگر اسلام ناراض ہوگا اگر چہ یہ دونوں راضی ہورہے ہیں تو اسلام کے ناراض ہونے کی شکل میں ان کا لقمہ حرام ہو جائے گا۔ خود بھی حرام کھائیں گے اور لوگوں کو بھی حرام کھلائیں گے۔ اس واسطے اسلام کی ان شقوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے' جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں کو کھول کے ہمارے سامنے بیان فرمادیا ہے۔

ایسے ہی ایک طرف سونا کی ڈلی ہے اور دوسری طرف سونے کا زیور ہے۔ اب زیور بنانے میں بڑی محنت لگتی ہے اور بڑا قیمتی زیور ہے۔

اب ان کی قیمت کو نہیں دیکھا جائے گا وزن کو دیکھا جائے گا۔ ایک طرف اگر زیور ہے تو دوسری طرف اتنے وزن کی سونے کی ڈلی ہونی چاہیئے اگر اس سودے میں کسی طرف سے کمی زیادتی ہوگی تو اس میں ربا پایا جائے گا۔ دونوں طرف سے برابری لازم ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تر پہلوں کو واضح فرمادیا ہے۔ ایسے ہی جہاں معمولی سی کمی زیادتی کا خدشہ ہے تو اسلام نے اس بیع کو حرام قرار دے دیا ہے۔

ایک طرف کھجور کے اوپر پھل لگا ہوا ہے اور تازہ کھجوریں ہیں۔ دوسری طرف اتنی ہی کھجوریں نیچے پڑی ہوئی ہیں۔ اب ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ یہ دو بوریاں کھجوروں کی جو میرے گھر میں پڑی ہوئی ہیں میں یہ کھجوریں دے دیتا ہوں اور فلاں کی کھجور کے اوپر کھجوریں لگی ہوئی ہیں وہ میں لے لیتا ہوں۔ میں اپنی یہ کھجوریں دے کر کھجور پر لگی کھجوریں لے لیتا ہوں تو اب اگر چہ یہ دونوں راضی ہو جائیں گے مگر شریعت راضی نہیں ہوگی۔

اس واسطے یہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو بوریاں ہیں اوپر چار بوریاں ہوں اور یہ دو بوریاں ہیں لیکن کھجور کے اوپر ایک بوری کھجوروں کی ہو تو شریعت کو یہ مقصود نہیں کہ کسی

Marfat.com

ایک کو نقصان ہو جائے۔ جس جگہ پر کمی زیادتی کا وہم بھی ہو گا وہاں یہ ربا کا حکم آ جائے گا۔ لہذا جو پھل درخت کے اوپر لگا ہوا ہے اس کی بیع اُس پھل کے ساتھ کرنا جو اُتارا گیا ہے اوپر کھجوریں ہیں نیچے چھوہارے ہیں۔ اُن کی آپس میں بیع ہو رہی ہے چونکہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہے کہ کتنی بوریاں ہیں، کتنے کلو ہیں، کتنے من ہیں تو اس لحاظ سے شریعت مطہرہ نے ہر ایسی بیع کو سود کے زمرے میں داخل کر دیا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت مطہرہ کسی بندے کو بھی نقصان میں نہیں دیکھنا چاہتی۔

ایسے ہی ایک طرف گندم کا ڈھیر لگا ہوا ہے دوسری طرف گندم ابھی خوشوں میں ہے یہ ان دونوں کی آپس میں بیع کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی گندم کا ڈھیر ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ میں وہ لے لوں جو ابھی تک گندم خوشوں میں ہے۔ دوسرے کو بھی ضرورت ہے وہ آپس میں بیع کرتے ہیں۔ ایک طرف دو بوریاں ہیں اور دوسری طرف گندم خوشوں کے اندر ہے۔ اُس کی بھریاں باندھی ہوئی ہیں۔ اب یہ آپس میں بیع کر لیتے ہیں یہ دونوں آپس میں اگرچہ راضی ہیں مگر شریعت ناراض ہے۔ اس واسطے یہ ممکن ہے کہ وہ جو بھریاں گندم کے خوشوں کی باندھی ہوئی ہیں اُس میں سے جس وقت گندم نکلے تو وہ اس سے کہیں زائد نکل آئے یا اس سے کہیں کم نکل آئے اس میں چونکہ احتمال موجود ہے۔

برابر ہونے کی تو محض اتفاقی صورت ہے۔ احتمال کی بنیاد پر شریعت حرمت کا فتویٰ دیتی ہے۔ اس واسطے ایسے معاملے میں بھی شریعت مطہرہ نے یہ ناجائز قرار دے دیا ہے کہ اس طرح کی بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلی قسم کی بیع کو مزابنہ کہا جاتا ہے۔

بیع مزابنہ:

Marfat.com

بیع مزابنہ یہ ہے کہ ایک طرف درخت کے اوپر پھل ہو اور دوسری طرف پھل خرمن میں کاٹ کے رکھا ہوا ہو تو اس کو بیع مزابنہ کہا جاتا ہے۔

بیع محاقلہ:

ایک طرف پھلوں کے اندر ہو اور دوسری طرف باہر ہو تو اس کو بیع محاقلہ کہتے ہیں۔

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

(مسلم شریف جلد ۲، ص ۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ اب دیکھو ایک شخص اگر دوکان پہ بیٹھ جاتا ہے۔

اُس کو بیع کا اسلامی قانون ہی نہیں آتا تو کتنا بڑا مجرم بن جائے گا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے بازار میں دوکانداروں کا ٹیسٹ لیا اُن سے پوچھا ربا کیا ہوتا ہے؟ ربا کی قسمیں کتنی ہیں؟ بیع باطل کیا ہوتی ہے' بیع فاسد کیا ہوتی ہے' جن لوگوں کو جواب نہ آیا تو حضرت عمر فاروق نے وہیں لٹا کر اُن کو کوڑے لگوائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں شرم نہیں آئی تم کتنے اونچے منصب پر بیٹھے ہو اسلامی سلطنت کی اس سیٹ پر تم سمجھتے ہو کہ پڑھے بغیر اس پہ بیٹھا جا سکتا ہے۔ چلو پہلے شریعت کا قانون پڑھ کر بیع کے بارے میں شریعت کا قانون کیا ہے پھر تمہیں حق ہے کہ تم ترازو ہاتھ میں پکڑ کر سودا تول سکتے ہو۔ اگر تمہیں پتہ ہی نہیں تو محلے میں تم خود حرام ہی کھا رہے ہو اور محلے والوں کو بھی حرام کھلا رہے ہو۔ جب بیع ہی ناجائز ہو جائے گی تو سارا رزق حرام ہو جائے گا۔

Marfat.com

اب دیکھو ان مسائل پہ کون غور کرے گا۔ اگر ہم توجہ نہیں کریں گے تو توجہ کرنے کیلئے کوئی نئی قوم آئے گی۔ آج اسلام کا یہ آدھا حصہ معطل ہو چکا ہے۔ آج اسلام کی اس شق پر کوئی توجہ ہی نہیں کر رہا اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ اگر توجہ نہ ہوئی تو نمازیں بھی رائیگاں ہو جائیں گی۔ اگر سود چلتا رہا تو روزے بھی ضائع ہو جائیں گے۔ لہذا ہمیں اپنے معاملاتی شعبے میں بھی گریبان میں جھانک کے دیکھنا چاہیئے کہ ہم اسلام کی برکت سے کتنے دور ہو چکے ہیں اور کتنی نحوستیں ہمارے کاروبار میں دائیں بائیں داخل ہو چکی ہیں۔

ہم تمام نحوستوں سے اپنے کاروبار کو پاک اور صاف کرنا یہ بھی وقت کا ایک چیلنج ہے۔ ہم اس کو قبول کریں اور ہم اس کیلئے کوشش کریں۔ اس انداز میں کہ ہمارا ہر معاملہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہو۔ جہاں بائع اور مشتری راضی ہو رہے ہوں وہاں شریعت بھی راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام بھی راضی ہو رہے ہوں۔

اس بحث کے آخر میں دو احادیث پیش کرتا ہوا اپنی گفتگو کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔

اگر چہ یہ موضوع گھنٹوں کا نہیں بلکہ سالوں کا موضوع ہے اور اس میں ابتدائی طور پر بالکل تھوڑی سی گفتگو کی اور اس کے جو شعبہ جات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور اُن کے اندر مسائل کا استخراج اُس کے دلائل کو تلاش کرنا یہ ایک بہت طویل بحث ہے۔ لیکن آج جس ماحول میں ہم دھکیلے جا چکے ہیں اس سے نکلنے کیلئے ہمیں قرآن وسنت کی ان تشریحات کو سامنے رکھ کے غور کرنا چاہیئے کہ ہم کتنے باہر ہیں اور کتنے ڈوب چکے ہیں او جو ڈوبے ہوئے ہیں اُن کو ہم نے نکالنا کیسے ہے اور نکلنا کیسے ہے۔ یہ لمحہ ہمارے لئے اس محاسبہ کا ہے کہ رمضان المبارک کے اس برکت والے ماحول میں دل نرم ہو چکے

Marfat.com

ہیں۔ ویسے تو طبیعت میں کبھی فرعونیت ہوتی ہے اور کبھی نمرودیت ہوتی ہے۔ شاید کوئی ایسی باتوں کو سمجھنے سے کہے کہ یہ مسئلے ان مولویوں نے کہیں سے بنا لئے کہ ہمیں لقمہ بھی نہیں کھانے دیتے' اتنی پابندیاں لگا رہے ہیں۔

خدارا یہ مولویوں کے مسئلے نہیں ہیں یہ اللہ اور اُس کے رسول کا پیغام ہے اور میں نے پڑھ کے بحیثیت وکیل آپ کو سنایا ہے اور یہ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے کہ ہم نے جو کلمہ پڑھا ہے اس کلمہ کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہمارا لقمہ حلال ہونا چاہیئے۔ ہمارا لقمہ پاک ہونا چاہیئے' ورنہ ہم میں اور یہودیوں' عیسائیوں اور مشرکوں میں اس دنیاوی معاملے میں فرق کیسے رہ جائے گا۔ آخر وہ دنیا کرتے ہیں تو صرف دنیا کرتے ہیں ہم تو دنیا میں دین کرنے والے ہیں تو پھر دُنیا وہ ہونی چاہیئے جن کو دین نے پناہ دے رکھی ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰا وَ مُوکِلَہٗ وَ شَاھِدَہٗ وَ کَاتِبَہٗ (مسلم شریف، جلد۲، ص ۲۷، مکتبہ قدیمی کتب خانہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھلانے پر اور سود کھانے پر اور سودی کاروبار کا گواہ بننے والے پر اور سودی کاروبار کو لکھنے والے پر۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں آئے ہیں رحمت بن کر ہیں۔ آخر آپ نے کتنے دکھ کے ساتھ لعنت کی ہوگی وہ جو پیغام رحمت بن کے آئے ہیں جو رحمت للعالمین ہیں اور جان رحمت ہیں' جن کی ہر ادا رحمت ہے۔ آخر اتنا کیوں غصے میں آ گئے اور اتنا کیوں اُن کو دکھ ہوا اور یہ الفاظ کیوں

Marfat.com

بول دیئے۔ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سرکار مدینہ نے لعنت کی جو سراپا رحمت ہیں۔ لعنت کے الفاظ سے واضح کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا کام کر رہا ہے تو پھر وہ میری رحمتوں کی اُمید کس وجہ سے رکھتا ہے۔ اُس نے مجھے تنگ کیا۔ اُس نے میرے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اُس نے میرے رب کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ہمیں اکڑتا رہے اور ہمیں وہ جنگ کا اعلان کرتا رہے اور ہم پھر بھی اُس پہ رحمت برساتے رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود اس کیلئے دعا نقصان کر رہا ہوں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرما رہے ہیں۔ آپ شخصی لعنت نہیں فرما رہے تھے بلکہ مبہم لعنت کر رہے تھے۔ سود کھانے والا' سود کھلانے والا اور سود کا گواہ بننے والا اور سود کو لکھنے والا ایسا بدبخت انسان ہے کہ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

آج اس ماحول کو دیکھ لو کہ کون سود سے بچتا ہے اور کون سود سے نہیں بچتا۔ کس نے اپنے دامن کو بچا رکھا ہے اور کون ڈوب چکا ہے۔

رب کعبہ کی قسم ہے اگر آج ہم نے نہ سوچا تو پھر کب سوچیں گے۔ ایک یہ آسمان سر سے ہٹ جائے اور زمین قدموں سے نکل جائے' ہمیں پھر سوچنے کا کوئی لمحہ ہی نہ ملے۔

آج اپنے دل کے تمام گوشوں میں جھانک کے دیکھو۔ اپنے اقتصادیات کی پوری طرح تفتیش کرو۔ اگر کہیں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے آج خدا کی قسم ایک آنسو بہاؤ گے اگلے دفتر صاف ہو جائیں گے اور اس میں پکی توبہ کر لو گے۔ اللہ کے دربار سے پکی اُمید

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا اور انسان کبھی بھوکا نہیں مرے گا۔ اُس نے خود رزق کے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ اس واسطے اس سود سے بچنے کا پکا عزم کرنا چاہیئے اور یہ بھی سمجھو کہ آج انسان یہ سوچتا ہے کہ میں کوئی غلطی نہیں کر رہا۔ ایک طرف تو اللہ و رسول کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔ دوسری طرف وہ کام ہے جس کو وہ اپنے طور پر لفظوں میں بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً

اَیْسَرُهَا مِثْلُ اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ

ربا کے تہتر شعبے ہیں۔ اُن تہتر میں سے سب سے ہلکا شعبہ یہ ہے کہ بندہ اپنی والدہ سے شادی کرے۔

اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ

ان تہتر شعبوں میں بڑے بڑے بھاری شعبے بھی ہیں، جن میں بڑا بڑا گناہ ہوتا ہے لیکن سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ بندہ اپنی والدہ سے شادی کرے، اپنے والدہ سے نکاح کرلے۔

اب کون ہے جو ایسا کرتا ہو، کون ہے جو ایسا سوچ بھی سکتا ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ یہ تعلق قائم کرے۔ ایسا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ اُس کو شرم آتی ہے تو آخر نبی علیہ السلام نے جو فرمایا اس کے بارے میں بھی سوچنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احساس کو بیدار کرو، ہمارے خلاف

Marfat.com

جنگ کا چیلنج تم نے کیا اور پھر یہ اتنا بڑا گھناؤنا جرم ہے کہ ماں کے ساتھ شادی کے مترادف جب کام ہو رہا ہو اور اس کو سمجھے بندہ کہ معشیت ہے، گزارہ کرنا ہے، ویسے کیسے گزارہ ہو سکے گا۔

میرے بھائیوں نہیں، نہیں گزارہ ضرور ہوتا رہے گا۔ اس سودی نظام کی جڑیں کھینچ کے کاٹ ڈالو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ خود اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 16

ہم اور ہمارے
عقائد

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْن

اَمَّابَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ

کی حمد وثنا اور حضور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

اربابِ فکر ودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو تقویٰ کے موسم بہار اور روحانی ماحول میں ادارۂ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے سولھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کاروانِ علم کا یہ سفر اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ربِ ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسُنت کے فہم کے ساتھ ساتھ اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع

"ہم اور ہمارے عقائد ہے"

میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ ہمیں اپنے عقائد کو سمجھنے اور ان کے دلائل کو یاد رکھنے اور ان کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 181 تلاوت کی ہے۔

خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ کا فرمان ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ

"اور ہمارے بنائے ہوؤں میں سے ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں"۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ایک کمیونٹی کا تذکرہ اُن کی ھدایت اور عدل کی بنیاد پر کیا ہے۔اُن کے افکار عقائد اور نظریات اتنے شُستہ اور شائستہ ہونگے کہ جس کی بنیاد پر وہ خود ھدایت یافتہ قرار پائیں گے اور پھر دوسروں کو راہِ راست کی طرف بلانے کا عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ نے ہمیشہ کیلئے اُن کو اپنی وحی کا موضوع بنا دیا ہے۔

وہ انصاف اور عدل پر قائم رہیں گے، اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے عقیدہ اور عمل میں کسی طرح کا کوئی غلو نہیں ہوگا جس حد تک کسی چیز کو ماننا چاہیے اُس حد تک ہی اُس کو مانتے ہیں نہ تو تنقیص کرتے ہیں کہ جو ماننے کا حق ہو اتنا نہ مانیں بلکہ اُس سے کم مانیں اور نہ ہی غلو کرتے ہیں، کہ جتنا نہیں ماننا چاہیے تھا، اُتنا مان جائیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ وصف اس انداز میں بیان کیا، کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، ھدایت کے علمبردار ہیں، اور وہ تمام عقائد نظریاتِ کردار اور معاملات کے لحاظ سے عدالت پر قائم ہیں، اور عدالت اُن کو میسر ہے، اس مقام پر جس وقت ہم دیکھتے ہیں، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے، جو کہ جامع ترمذی میں ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا جس کا عقیدہ و عمل بے غبار ہوگا۔

اور وہ ہمیشہ قیامت تک موجود رہے گی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی مَنْصُورِیْنَ لَا یَضُرُّ هُمْ مَنْ خَذَ لَهُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ (ترمذی شریف ص: ۵۸۴)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ میری اُمت کی ایک جماعت موجود رہے گی اور وہ منصور ہوگی اُن کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جائے گی۔

لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

اُن کا ساتھ چھوڑ جانے والے اُن کو نقصان نہیں دے سکیں گے۔

Marfat.com

حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

ایک طرف تو اس جماعت کا طائفہ منصورہ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے شامل حال اپنی مدد رکھے گا، کہ جیسے بھی حالات آجائیں گے وہ حق کا پرچم ضرور بلند کرتے رہیں گے، اور کبھی بھی اُن کو اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

اُن کے ساتھ تعاون چھوڑ جانے والے اُن کے ساتھ تعاون سے پیچھے رہ جانے والے اور ان کا ساتھ چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں دے سکیں گے، جو ساتھ چلیں گے ان کو سعادت ملے گی جو کبھی بھی آزمائش کی گھڑی میں ساتھ چھوڑ جائیں گے اور کسی بھی ابتلاء کی وجہ سے کاروان کی مشکل کی وجہ سے ساتھ چھوڑ جائیں گے یا پھر دوسری طرف سے کسی آفر یا مادی فائدہ کی وجہ سے اہل حق کا جو ساتھ چھوڑ جائیں گے تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، حق والوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، حق والے پھر بھی اپنی آواز بلند کرتے رہیں گے۔

حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت آجائے گی یہ حق والے اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے یہ حدیث شریف امام ترمذی کے قول کے مطابق حسن غریب حدیث شریف ہے، سند کے لحاظ سے اس پر کوئی قدح یا جرح نہیں ہے۔

اس کے بارے میں ہر طبقہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اسمیں ہمارا ذکر کیا جا رہا ہے، اور ہم ہی وہ جماعت ہیں، کہ جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی تھی، اور بتا دیا تھا، اگرچہ یہ آج ہمارا موضوع نہیں ہے کہ تفصیلاً اُس جماعت کی نشانیوں کو بیان کیا جائے، لیکن سرفہرست جو اس حدیث سے نشانی سمجھ آرہی ہے اس حدیث سے مراد یقیناً وہی جماعت ہو سکتی ہے، کہ جس کا پہلے نمبر پر یہ

Marfat.com

عقیدہ ہو کہ ہمارے نبی علیہ السلام قیامت تک کی خبر دے سکتے ہیں، جن کا عقیدہ ہی یہ ہو کہ وہ کل کی بات بھی نہیں جانتے اور اس حدیث کا مصداق بننے کی کوشش کریں، تو یہ اُن کی بڑی بھول ہوگی۔

پہلے یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے کل کو بھی جانتے ہیں پَرسوں کو بھی جانتے ہیں، اس صدیوں کو بھی جانتے ہیں قیامت کے حالات کو بھی جانتے ہیں، اور جو حق پر قائم رہیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں، اور جو لالچ میں آ کے چھوڑ جائیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے گی جو تاریخ کے تمام لحات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع مطالعے کو اور علم کو تسلیم کرے گا، اب وہ اس بشارت کا مستحق بن سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کی بنیاد پر واضح کردیا ہے کہ اے حق پرستو کبھی گھبرانہ جانا میں بہت پہلے سے تمہاری حوصلہ افزائی کر رہا ہوں، لوگ اس جماعت کے ساتھ آتے بھی رہیں گے اور ساتھ چھوڑتے بھی رہیں گے آزمائش کا سلسلہ بھی آتا رہے گا لیکن تمہارا یہ وطیرہ ہونا چاہیے، کہ کسی کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے تمہارے کلمۂ حق میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آنی چاہیے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قیامت تک ایسی جماعت موجود رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اھلِ حق اھلِ سُنت و جماعت وہ طائفہ منصورہ ہیں اور وہ اُمۃ ہیں جو ھادی بالحق ہیں، اور عدالت پر قائم ہیں۔

ان کے عقائد اُن کے نظریات اور کردار کے لحاظ سے جو تاریخ کا ایک تسلسل ہے وہ اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ وہ نکہت و نُور کا سلسلہ جس کا ایک سرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزمِ صفہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دوسرا ہمارے سینوں کے ساتھ ہے، وہ سارے کا سارا نکہت و نُور کا سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیوں کے گذر

Marfat.com

جانے کے باوجود بھی ہمیں وہ صداقت اور حقانیت عطا فرما رکھی ہے، جس کو ہم اپنے عقائد کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں اور یہی چمک ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی، اس چمک پر موجود رہنے والے انسانوں کیلئے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہوگا کہ جس کی بنیاد پر اگر کوئی ساتھ چھوڑتا ہے، تو اُس کی وجہ سے ان کو کوئی نقصان ہو سکے یہ قافلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو منزل مراد تک پہنچائے گا۔

ہمارے عقائد کے لحاظ سے جو مضمون ہے وہ بہت طویل ہے اس وقت اس مختصر سے پیریڈ میں ان موضوعات کو چھیڑ بھی نہیں سکتے، چہ جائیکہ تفصیلاً گفتگو ہو سکے، لیکن جو چند اہم باتیں ہیں اُن کو اس وقت زیر بحث لاتے ہیں۔

شانِ الوھیّت کے بارے میں ہمارا عقیدہ

ربِّ ذوالجلال کی ذات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہماری جانوں کا خالق ہے ہمارا مالک ہے ہمارا اُسکی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے وہ حیّ قیوم ہے وہ ازلی ہے وہ اَبدی ہے وہ دائمی ہے اُس پر کبھی زوال نہیں آسکتا وہ سب کو نوازتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اُس کو نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ آتی ہے نہ وہ تھکتا ہے نہ کہیں وہ جاتا ہے کہ اس کے پیچھے سلطنت خالی ہو جائے، وہ ایسے امور سے پاک ہے، اُس کا علم اتنا وسیع ہے کہ ہم ایک حصے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اُس کی ذات اجزاء سے پاک ہے، وہ ترکیب سے پاک ہے وہ جز بھی نہیں اور کُل بھی نہیں ہے جزو کا بھی خالق ہے اور کُل کا بھی خالق ہے، اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اسکی ذات بھی ہر عیب سے پاک ہے اور اسکی صفات بھی ہر عیب سے پاک ہیں، وہ رب رحمتوں والا ہے اور اسقدر کائنات پر شفقتیں کرتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے کروڑ سال بھی میسر کرے ایک لمحہ میں جو اللہ تعالیٰ کے اس پر انعامات ہو رہے ہیں ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

ربّ کائنات کی ذات کے بارے میں ہمارے جو عقائد ہیں اُن کے لحاظ سے یہ بات سرِفہرست ہے کہ ہم صرف اُسے ہی معبود مانتے ہیں، اُسکے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے۔ رب ذوالجلال کے سوا کسی چیز کو اگر کوئی شخص سجدہ کرتا ہے، تعظیم کی وجہ سے کررہا ہے تو حرام کرتا ہے، اگر عبادت کی وجہ سے کرتا ہے تو کفر کرتا ہے، خالق کائنات جل جلالہ ہی معبود ہے اور وہی مسجود ہے وہی معبود برحق ہے اسی کو ہم سجدہ کرتے ہیں اس کے سوا کسی کیلئے بھی کسی دور میں سجدہ روا نہیں رکھا گیا۔

عقیدہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز اس حد تک غالب ہو جائے کہ جانب مخالف ذہن سے ختم ہو جائے اور ایک ہی چیز کا راج ہو جائے اسکو عقیدہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

القضیۃُ یجزِم بھا العقلُ

وہ قضیہ کہ جس کے ساتھ عقل کو جزم ہو جائے، یعنی اس کے بارے میں صرف خیال نہ ہو' تصور نہ ہو' صرف وہم نہ' ہو صرف ظن نہ ہو' بلکہ اس حد تک اس کے بارے میں سوچ غالب ہو کہ جانب مخالف کو انسان جائز ہی نہ سمجھے

رب ذوالجلال کو ہم ایک مانتے ہیں، یہ ہمارا عقیدہ ہے اسکا مطلب کیا ہوگا، کہ اسکے برعکس رب دو ہوں ہم ذہنی طور پر اس کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور اسکا معمولی سا خیال ہمارے نزدیک حرام ہے، اور عقل اسکا تصور بھی نہیں کرتی، اس طرف نہ خیال ہے نہ وہم ہے نہ ظن ہے، کوئی چیز بھی نہیں اس حد تک ہمارے ذہن میں یہ بات راجح ہے، کہ دوسرے پہلو کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اور ہم اپنے ذہن کے لحاظ سے پوری طرح اس پر مطمئن ہیں اور پکے ہیں، اور سو فیصد سے بھی زائد ہمارے عقیدے کی حقیقت ہمارے ذہن میں غالب ہے، کہ رب ذوالجلال واحد احد ہے، اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے، اسکی حقیقت ہمارے خیال سے بلند و بالا ہے، اسکی ذات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اسکی صفات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے۔

Marfat.com

اس مقام پر یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہم جس وقت اقرار کرتے ہیں، تو اسکا مطلب کیا ہوتا ہے۔

توحید کیا ہے؟

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوھیت میں کسی اور کو شریک نہ ماننا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی الوھیت میں کسی کو شریک مانے گا، تو اس نے توحید کی خلاف ورزی کی ہے، اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

الوھیت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی الوھیت دو چیزوں کا نام ہے، کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا

1 واجب الوجود ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی واجب الوجود نہیں ہے اور ربّ ذوالجلال کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، وہی واجب الوجود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

یہ توحید کا خلاصہ ہے اور یہ توحید کا گلدستہ ہے، یہ واجب الوجود ہونا نہ مجازی ہو سکتا ہے اور نہ ہی عطائی ہو سکتا ہے، نہ کسی کیلئے کسی معنٰی کے لحاظ سے اسکا کوئی جواز ہو سکتا ہے کہ کوئی تقسیم کرے ایک واجب الوجود حقیقی ہے، اور ایک واجب الوجود مجازی ہے، یا کوئی یہ کہے کہ ایک مستحق عبادت حقیقی ہے اور ایک مستحق عبادت مجازی ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں واجب الوجود مجازی ہو ہی نہیں سکتا واجب الوجود عطائی ہو ہی نہیں سکتا۔

مستحق عبادت کوئی مجازی ہو ہی نہیں سکتا، صرف ایک ہی ذات ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی واجب [illegible] د ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، کہ ہمیں ہر وقت

Marfat.com

اس کی لذت محسوس ہوتی ہے، کہ ہم صرف ایک ہی رب کو سجدہ کرتے ہیں اور اُسکو ہی مستحق عبادت سمجھتے ہوئے اُس کو ہی واجب الوجود سمجھتے ہیں۔

اسمیں جو واجب الوجود کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اسکو تھوڑا سمجھنے کی ضرورت ہے اس کائنات میں تین مفہوم ہیں۔

(۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود

1 واجب الوجود:۔

اُس ذات کو کہا جاتا ہے کہ جس کا وجود ہر حال میں لازم ہو کبھی بھی اُسکا وجود معدوم نہ ہو سکے، کبھی بھی اُس کو زوال نہ آسکے کبھی وہ نیست نہ ہو سکے، کبھی وہ فنا نہ ہو سکے، ہر حال میں اس کا وجود لازم ہے، ماضی میں بھی لازم تھا اب بھی لازم ہے، مستقبل میں بھی وہ وجود موجود رہے گا، لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس پر نفی نہیں آسکتی وہ آج بھی ہے پہلے بھی تھا، کل بھی ہوگا جب سب کچھ ھلاک ہو جائے گا، پھر بھی وہ وجود موجود ہوگا، وہ وجود واجب ہے اور وہ صرف ایک ہی ذات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو واجب الوجود کا مطلب یہ ہوا کہ جسکا ہونا ہر حال میں لازم ہو اور کبھی بھی اسکے وجود پر عدم نہیں آسکتا اور کبھی بھی وہ زوال پذیر نہیں ہو سکتا۔

(۲) ممکن الوجود:

ممکن وہ ہے کہ جس میں کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے، نہ ہر وقت اسکا عدم ضروری ہے اور نہ ہر وقت اسکا وجود ضروری ہے کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے۔

جسطرح کہ ہم سارے ممکن ہیں، ایک وقت تھا کہ ہم معدوم تھے ہماری کوئی حقیقت نہیں تھی، اور اب وقت آیا ہم موجود ہو گئے اور پھر وقت آئے گا ہم معدوم ہو جائیں گے تو ممکن کبھی موجود ہوتا ہے اور کبھی معدوم ہوتا ہے، کبھی اس میں عدم ہوتا ہے اور کبھی اس میں وجود ہوتا ہے۔

Marfat.com

جس طرح کہ ترازو کے دو پلڑے ہیں کبھی ایک بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا بھاری ہو جاتا ہے ماضی میں جس وقت ہم پیدا ہوئے تھے ہمارے عدم کا پلڑا بھاری تھا، آج ہمارے وجود کا پلڑا بھاری ہے پھر موت کی تلوار لٹک رہی ہے جب موت کی تلوار چل جائے گی تو پھر عدم کا پلڑا بھاری ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بھی موجودات ہیں اُن کا تعلق خواہ کسی چیز کے ساتھ ہو کسی صنف، کسی نوع، کسی جنس کے ساتھ ہو وہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، ایک وقت تھا وہ نہیں تھیں جب اللہ نے اُن کو پیدا نہیں کیا تھا تو عدم تھا، پھر وقت آیا وجود آ گیا۔ پھر فنا ہے تو عدم لوٹ آئے گا، تو ان تمام چیزوں کو ممکنات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) ممتنع الوجود:

ممتنع وہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو جسطرح واجب کا مطلب تھا کہ اُس کا ہر حال میں ہونا لازم ہے اسی طرح ممتنع کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو، نہ اُس کو ماضی میں وجود ملا اور نہ اب وجود ملا ہے اور نہ ہی کبھی اس کو وجود مل سکتا ہے۔

اسکی مثال شریک باری تعالیٰ ہے، میرے رب کا شریک نہ ماضی میں تھا نہ اب ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے اس کا ہر حال میں عدم لازم ہے اسکا ہر حال میں معدوم ہونا لازم ہے وہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا اس کو کبھی وجود مل ہی نہیں سکتا وہ پایا ہی نہیں جا سکتا۔

تو یہ کل تین مفہوم ہیں ان میں سے جس کو ہم واجب الوجود کہہ رہے ہیں وہ رب کائنات کی ذات ہے باقی ساری ممکنات ہیں، اُس کے ممتنع کا سلسلہ ہے تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس کو واجب الوجود کہا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کوئی بڑی سے بڑی ذات اور کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ہرگز وہ واجب الوجود نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ذات کو کسی ولی پیغمبر رسول یا نبی اور کسی بھی مخلوق کے فرد کو اس کے سوا واجب الوجود نہیں مانتے سب کو اس کی مخلوق مانتے ہیں اور وقت تھا وہ نہیں تھے پھر وجود آیا پھر اس کے بعد موت کا ذائقہ بھی چکھنا پڑا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حیی قیوم ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی اور اُس کو ہی واجب الوجود کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ دوسرا پہلو مستحق عبادت ہونا ہے

(۳) مستحق عبادت ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، بلکہ اختصار سے یوں کہہ دوں کہ اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، یہ آسان سا جملہ ہے اور یہ ہزاروں مفہوم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

رب کائنات کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، معیار الوھیت یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے وہ مستحق عبادت ہے، یہ چیزیں نہ عطائی ہوسکتی ہیں اور نہ مجازی ہوسکتی ہیں، اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بیسیوں شانیں اپنے بندوں کو عطا فرما رکھی ہیں۔

قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی وصف اپنے بندوں کو مجازاً دے رکھے ہیں اور اُس سے شرک نہیں ہوا مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

اللہ مومنوں کا ولی ہے ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

ا۔ ظلمت سے نور کی طرف نکالنا اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان کی ہے۔

الٓرٰ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

پ۱۳ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱)

Marfat.com

اے میرے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ پر کتاب نازل ہی اس واسطے کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جائیں وہی بات جو تیسرے پارے میں اپنے لئے کی وہی بات تیرھویں پارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمادی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی آگیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(سورۃ ابراھیم آیت نمبر ۵)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا تھا اور کہا تھا کہ تم قوم کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جاؤ۔

تو اب یہ وصف واجب الوجود کی طرح کا نہیں، واجب الوجود والا وصف مجازاً نہیں دیا جاسکتا، مستحق عبادت والا وصف عطائی نہیں ہوسکتا لیکن مدد کرنا مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ظلمت کے اسیروں کو نور کا سفیر بنادینا اور ظلمت کے قیدیوں کو نور کا مہمان بنادینا کفر میں ڈوبے ہوؤں کو فردوس کا وارث بنادینا ان کی مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ان کو اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر کھڑا کرنا یہ اللہ کے اِذن سے اللہ کے پیغمبر اور نبی علیہ السلام بھی کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ڈیوٹی لگارکھی ہے، اور ان کا یہ منصب قرار دے دیا ہے کہ یہ میرے اذن سے لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نُور کی طرف لے جاتے ہیں۔

میں بھی لوگوں کو ظلمت سے نُور کی طرف نکالتا ہوں اور میرے اذن سے تم بھی یہی کام کرنے والے ہو۔

لہٰذا لوگوں نے جو خودساختہ توحید بنارکھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے عطائی اوصاف بھی کسی میں نہیں ہوسکتے اگر مانیں جائیں گے تو شرک لازم آجائے گا قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اُن کی وہمی توحید کا رد کرتی ہیں۔

Marfat.com

اب دیکھو اللہ تعالیٰ واضح طور پر اپنے لئے فرما رہا تھا کہ میں لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہوں اور پھر فرمایا میرے نبی علیہ السلام بھی نکالتے ہیں اب بات تو لفظ کے لحاظ سے ایک ہی ہے اگرچہ نکالنے میں بڑا فرق ہے۔

لیکن دونوں پر ایک ہی وصف کا اطلاق کیا جا رہا ہے۔

تو پتہ چلا کہ الوھیت ایسی چیز ہے جو کسی کو نہیں دی جا سکتی ایک لمحہ کیلئے بھی الوھیت مجازی مل ہی نہیں سکتی، الوھیت کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی لیکن یہ شعبہ جات جو ہیں۔

کہیں بدر میں فرشتوں کو بھیج کر جب مدد کرواتا ہے، تو اس بات کو واضح کر دیتا ہے اگرچہ یہ میرے بندے ہیں لیکن میری مدد کا مظہر بن کے میرے بندوں کی مدد کر سکتے ہیں، اور اسکو شرک نہ کہنا میں اپنے بندوں سے اپنے بندوں کی مدد کروا دیتا ہوں۔

اسمقام پر جو میں نے یہ جملہ بولا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

شاید کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو ادھر بار بار یہ کہہ رہے ہو کہ اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور ادھر کہتے ہو کہ ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کی صفت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے تو شرک اس سے ہو گیا، آپس میں اشتراک ہو گیا، آپس میں مشارکت ہو گئی، ایک صفت اللہ تعالیٰ کیلئے مان لی اور وہی صفت نبی علیہ السلام کیلئے بھی مان لی۔

تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں اور میں اسی بات پر قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں جس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر اس لحاظ سے غیر کی مانی جائے گی تو شرک لازم آ جائے گا میرے رب کی کوئی ایسی صفت نہیں جو اس کو کسی نے دی ہو، اور اللہ کو اس چیز کا مالک کسی اور نے بنایا ہو، جس صفت کا حصول اس نے غیر سے کیا ہو، جس میں تصرف وہ غیر کے اذن سے کرتا ہو، اور غیر کی قدرت سے کرتا ہو میرے رب کی ایک صفت

Marfat.com

بھی ایسی نہیں ہے میرے نبی علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیا علیہم الرحمۃ کی کوئی صفت بھی ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے دینے کے بغیر ہو ساری اللہ تعالیٰ کے دینے کے ساتھ ہیں، شرک تب لازم آتا تھا یا تو ساری اللہ تعالیٰ کی عطائی مان لی جائیں، یا کوئی ایک عطائی مان لی جاتی یا ان اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی ذاتی مان جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اس میں توفیق اور اذن کا کوئی دخل نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے ساتھ بھی کسی پیغمبر یا ولی کی صفت کا اشتراک لازم آہی نہیں رہا، اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات ذاتی ہیں اور ان میں کسی کی عطا کا کوئی دخل نہیں لیکن جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اولیا کرام ہیں اپنے طور پر تو پتا بھی نہیں ہلا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ ان کی آنکھ کا اشارہ ہوتا ہے تو کائنات بدل جاتی ہے۔

اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کا مظہر بنا دیا، لہذا میرے رب کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

اگر یہاں بولا جا رہا ہے اور بولنے کی اجازت قرآن دے رہا ہے کہ یہ تم کہہ سکتے ہو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ماہ مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتے ہیں، قرآن مجید دونوں طرح کہنا جائز قرار دے رہا ہے۔

لیکن ہر ایک کا یہ عقیدہ ضرور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے وہ نکالنے میں نہ تو کسی کی اجازت کا محتاج ہے اور نہ کسی کی طاقت کا محتاج ہے اور نبی علیہ السلام ظلمت سے نور کی طرف اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نکالتے ہیں، اُس کی دی ہوئی توفیق سے نکالتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

اللہ تعالیٰ کی ذات کو جسطرح یہ ماننا لازم ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ایسے ہی یہ بھی ماننا لازم ہے کہ اُس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں بھی آج بہت زیادہ بگاڑ پیدا کیا جارہا ہے۔ جو چیزیں بندوں میں عیب سمجھی جاتی ہیں۔اُن کو اللہ تعالیٰ کیلئے عیب نہیں سمجھا جارہا،مکر کرنا بندے میں عیب ہے، دھوکہ دینا عیب ہے اور جھوٹ بولنا اگر بندے کے اندر یہ صفت ہو تو عیب ہے اگر بندے میں یہ صفتیں عیب ہیں تو کیا مولیٰ میں اللہ تعالیٰ میں یہ صفتیں عیب نہیں ہوں گی، مگر فریب، دھوکہ، دغا، جھوٹ یہ ساری عیب کی باتیں ہیں، میرا رب تو کروڑ مرتبہ اس سے پاک ہے، کسی طرح بھی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ ہمیشہ سے ہے، ازل میں سب کچھ جانتا تھا اور ازل میں اُس کو سب کچھ پتہ تھا، کوئی بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھا جائے گا کہ جس کے اندر یہ بیان کیا جائے کہ ایسا ہوا تو پھر رب کو پتہ چلا، ایسا کام رونما ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم آیا، ایسا تو ہرگز نہیں ہے، ہمارا رب تو ہر وقت جانتا ہے، ہمیشہ سے جانتا ہے، یہ کائنات ابھی تک نہیں بنی تھی، پھر بھی جانتا تھا، اور کائنات کو بنایا تو اب بھی ہر وقت سب کو جاننے والا ہے، ایک لمحہ کیلئے بھی ہم اُس کیلئے کوئی ایسی حالت نہیں جانتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کیلئے معاذ اللہ کسی جہالت کو تسلیم کرلیا جائے وہ ہر وقت جاننے والا ہے اور ہر کسی کو جاننے والا ہے۔

اب آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا جو ایسا کہتا ہو، تو میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ پڑھتا ہوں اور اس کا مختلف ترجمہ کرنے والوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ آپ کو سناتا ہوں، اردو میں آپ کو واضح طور پر پتہ چل جائے گا کہ ترجمہ میں کس چیز کا اقرار کیا جارہا ہے اور کس انداز سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لحاظ سے معاذ اللہ جہالت کا ایک وہم پیدا کیا جارہا ہے، کہ ایسا ہوا تو پھر علم آیا اگر ایسا نہ ہوتا تو علم نہ آتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ سے ہے، اور کبھی اُس علم میں انقطاع ہونے والا نہیں ہے۔

Marfat.com

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

(سورۃ البقرہ' آیت نمبر ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ قبلہ جس پر آپ تھے ہم نے اُسی پر آپ کو پکا کیا کیوں؟ اِلَّا لِنَعْلَمَ تا کہ ہم ظاہر کریں، کہ کون ہے جو رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون ہے جو قدموں کے بل پھر جاتا ہے۔

یہ قبلے والا معاملہ ہم نے اس لئے کیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے، اصل میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے تو اُس وقت کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب مدینہ شریف میں آپ تشریف لے گئے، تو کچھ وقت کیلئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور پھر آپ کا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان کر رہا ہے۔

مختلف مترجمین کا ترجمہ:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

محمد جونا گڑھی: اس کا جو کیا ہوا ترجمہ ہے اور جو حاجیوں کے ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے اور سعودی حکومت چھاپ چھاپ کے اُس کو اپنے عقائد و نظریات کی ترویج کیلئے مفت تقسیم کرتی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ اُس نے اس طرح کیا۔

ترجمہ:

جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا تا کہ ہم

Marfat.com

جانلیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تابعدار کون ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو قبلہ پہلے تھا وہی ہم نے کچھ وقت کیلئے پکا کر دیا، ایسا ہم نے کیوں کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِلَّا لِنَعْلَمَ

ترجمہ: اس کا کیا ہے، تاکہ ہم جان لیں ہم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تاکہ ہم جان لیں کہ کون ہے جو پکا مومن ہے اور کون ہے جو پھر جائے گا۔

اس محاورے سے آپ سب واقف ہیں کہ اس میں خرابی کون سی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب پڑھی تاکہ میں جان لوں کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ درس سنا تاکہ جان لوں کہ روزے کے مسائل کیا ہیں۔

تاکہ مجھے پتہ چل جائے، تاکہ ہم جان لیں، اس کا مطلب کیا ہوگا کہ پہلے نہیں جانتے، اب جانیں گے، قبلہ کی تبدیلی سے پہلے ہم نہیں جانتے کہ کون پکا مومن ہے اور کون کافر ہے، کون ہمیشہ ساتھ رہے گا اور کون چھوڑ جائے گا۔

اور کون یہ سمجھے گا کہ مدار تو محبوب علیہ السلام کی اداؤں پر ہے۔

یہ جدھر پھرتے ہیں ہم ادھر پھر جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ واضح کرنا چاہتا ہے، لیکن خالق کائنات جل جلالہ تو ازل سے جانتا ہے، کہ کون مومن ہے۔ اور کون منافق ہے، تو یہ کیسے ہوا۔

ہم نے آپ کے قبلہ کو پکا کیا تاکہ ہم جان لیں اس سے علم کا حدوث لازم آئے گا۔ کہ پہلے علم نہیں اب علم پیدا ہوگا، اب علم آئے گا تو جو علم بعد میں تھا اُس کی جگہ پہلے معاذ اللہ جہالت ہوگی اور میرا رب تو ہر جہالت سے پاک ہے۔ تو پھر اس کا مطلب کیا بنا تاکہ ہم جان لیں۔

اب آپ خود دیکھیں کہ اردو میں ایسا ترجمہ کرنا قرآن مجید کی ترجمانی نہیں

Marfat.com

ہے، کہ باب علم یعلم کا معنیٰ کر دیا، علم اُس نے جانا یعلم وہ جانتا ہے۔

نہیں نہیں اس جگہ وہ ترجمہ کرنا پڑے گا جس میں لفظ کا بھی لحاظ ہو اور پورے قرآن کا بھی لحاظ ہو اور رب کی شان کا بھی لحاظ ہو، ادھر صرف کا لحاظ کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے دربار سے پھر جائیں تو اُس علم کا فائدہ کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تو ازل سے جانتا ہے، کہ میں جب قبلہ بتاؤں گا تبدیلی ہوگی، کون پیچھے رہے گا اور کون محبوب علیہ السلام کا ساتھ دے گا، وہ تو ازل سے جانتا ہے۔ اب اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں چلے گا وہ تو پہلے ہی جانتا ہے۔ بعد میں اُس کی تفصیل سامنے آجائے گی۔

لیکن جو شخص یہ ترجمہ پڑھے گا تاکہ ہم جان لیں کیونکہ وہ خالی الذہن ہوگا وہ یہی عقیدہ بنا کے بیٹھ جائے گا کہ جیسے ہم کوئی کام کرتے ہیں تو بعد میں علم آجاتا ہے، بیان سنتے ہیں تو علم آجاتا ہے، اور کتاب پڑھتے ہیں تو علم آجاتا ہے، شاید ایسے واقعہ ہوا تو اللہ کو علم آگیا، یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ماننا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت جانتا ہے، ماضی سے جانتا ہے، اور کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ

ترجمہ: اسی واسطے کہ معلوم کرلیں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا، ہم نے یہ کام کیا تاکہ معلوم کرلیں۔

یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس کا معنیٰ کیا بنتا ہے، مثلاً آپ کہتے ہیں۔ کہ میں جا رہا ہوں تاکہ معلوم کرلوں، پہلے تو مجھے علم نہیں ہے اب مجھے علم آجائے گا، میں نے یہ کام اس لئے کیا تاکہ معلوم کرلوں، میں نے یہ خط اس لئے پڑھا تاکہ معلوم کرلوں کہ

Marfat.com

بھائی کا حال کیا ہے۔

تو ”تا کہ معلوم کرلوں“ والے الفاظ دلالت کرر ہے ہیں، کہ پہلے معلوم نہیں تھا اب معلوم ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ اُس وقت بھی جس وقت جب اور کب کا تصور بھی نہین تھا جاننے والا تھا۔

فتح محمد جالندھری کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ

جس قبلے پر تم پہلے تھے اُس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون ہمارے پیغمبر کا تابع ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔

کہ معلوم کریں اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ پہلے تو معاذ اللہ معلوم نہیں اب معلوم کریں۔

اب دیکھو بظاہر تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی آڑ میں شان رسالت کی گستاخیاں کی جاتی ہیں اور جب توحید کا معاملہ آیا وہاں بھی یہ لوگ اتنے کچے ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے اندر جو سرفہرست بات تھی اُسی کے لحاظ سے معاذ اللہ اتنا دھوکہ دیا جارہا ہے، اور اس انداز سے ترجمہ کیا جارہا ہے کہ قرآن مجید کی ترجمانی کا خیال نہیں کیا جارہا۔

میرے رب کی توحید کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں کی جاسکتی جہالت بہت بڑا عیب ہے اور میرا رب ہر لحہ اس عیب سے پاک ہے۔

ماضی میں بھی حال میں بھی مستقبل میں بھی ہر عیب سے منزہ ہے۔

لہٰذا یہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر رٹے رٹائے لفظ کام نہیں دیتے جہاں کام دیتی ہے تو بارگاہ نبوت سے ملی ہوئی روشنی کام دیتی ہے۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت عشاق کے سالار بریلی کے تاجدار

امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

ترجمہ: اے محبوب تم جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون سے لوگ ہیں جو پھرنے والے ہیں۔

اس مقام پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمارہا ہے وہ تو ازل سے جانتا ہے اِلَّا لِنَعْلَمَ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم ظاہر کر دیں یہ نہیں کہ ”تا کہ ہم جانیں جانتا تو وہ پہلے بھی ہے، لیکن لوگوں کو پتہ نہیں کہ کون مومن ہے کون کافر ہے۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ تا کہ ہم ظاہر کر دیں۔ اور ہمارے علم کا اظہار ہو جائے۔

ہم تو ماضی سے جانتے تھے لوگوں کو اب پتہ چل جائے، اِلَّا لِنَعْلَمَ ہمارے علم کا ظہور ہو جائے ہم اپنے علم کو ظاہر کرنے کیلئے کہ جو ہم جانتے ہیں وہ ہمارے بندوں کو بھی پتہ چل جائے، ہم نے قبلہ والا مسئلہ بنا دیا تا کہ لوگوں کیلئے ظاہر کر دیں۔ کہ کون ہے وہ جو رسول علیہ السلام کا پکا غلام ہے، اور کون وہ ہے جو پیچھے پھر جانے والا ہے۔

اب دیکھو یہ ہے ایمان کا تقاضا کہ جس میں لفظوں کو یوں پڑھا جاتا ہے کہ رب کی شان سامنے ہے وہ ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہونے دے گی، اور ضمیر یہ برداشت ہی نہیں کرے گا، کہ ہم لفظ کی ایسی پابندی کریں کہ اللہ تعالیٰ کی شان کی توہین کر ڈالیں نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مقام پر اس کی ایسی وضاحت کی ہے اور اس انداز میں اس کو بیان کیا ہے تا کہ ہم ظاہر کر دیں“

اب اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

Marfat.com

لفظ کا ترجمہ بھی ہو جائے گا اور قرآن مجید کی ترجمانی بھی ہو جائے گی۔

محتشم سامعین حضرات۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں مکر کا لفظ بولنا کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ مکر کیا، معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دیا، یہ ساری باتیں اُن لوگوں کے ترجمے میں موجود ہیں، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

جب ایک بندہ مکّار ہو تو وہ بڑا معیوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بولنا اور اُس کی طرف مکر کی نسبت کرنا۔

آخر اردو میں اگر ترجمہ کیا جا رہا ہے تو اُردو محاورے کو عربی محاورے کے تابع کرنا پڑے گا، کوئی بھی عربی جاننے والا مَکَرُوْا اور مَکَرَ اللّٰہ کو پڑھے گا تو اُن کے اندر اپنے ادب کی لذت ہے کہ خالق کائنات نے مکر اللہ کا لفظ محض مقابلے کیلئے بول دیا، اسمیں لفظ مکر حقیقی معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مکر تو اُن کیلئے حقیقت میں ہے کہ انہوں نے مکر کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اُن کے مکر کا جواب دیا اور خفیہ تدبیر کی۔

اب یہ جس طرح عربی جاننے والے کو خود پتہ ہے وہ یہ الفاظ پڑھ کے مکر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کرے گا، اردو والے کو بھی تو حوصلہ کرنا چاہیے اور شرم کرنی چاہیے کہ بات جب اللہ تعالیٰ کے دربار کی ہو رہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے اردو ادب کو تابع کر دینا چاہیے اور اس انداز میں ترجمہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کسی عیب کی نسبت نہ ہو سکے۔

ایسے ہی جھوٹ کا معاملہ ہے، اُس کیمپ کے لوگوں نے جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے کتابیں لکھیں اور آخر سوئی یہاں پہ آ کے رک گئی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جھوٹ کا لفظ بولا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا نہیں جھوٹ بول سکتا ہے۔

Marfat.com

اُس میں بولنے کی صلاحیت ہے، مگر بولتا نہیں ہم اللہ تعالیٰ کو عظیم مانتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا نہیں ہے لیکن چونکہ اُس کی ہر چیز پہ قدرت ہے تو پھر جھوٹ پر بھی قدرت ہے، جھوٹ بول سکتا ہے، اگر چہ وہ بولتا نہیں۔

تو اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے باقاعدہ اس بارے میں ایک کتاب لکھ دی آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی وہ جھوٹ بول سکتا ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں، عیب کی صلاحیت ہونا کوئی کمال تو نہیں ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، وہ جھوٹ بول سکتا ہی نہیں، وہ ہر چاہت پہ قادر ہے اور اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر محمود پر قادر ہے، مذموم کی تو بات نہیں ہے۔

اس واسطے جہاں بھی تمہیں ادب رسالت پر جا کر حتمی بات ملے گی وہ بھی اس امت برحق کی ہے، اور طائفہ منصورہ کی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا تھا، وہاں بھی ان اھل حق نے اس کو مکمل کر کے دکھایا ہے۔

عقیدہ شانِ رسالت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت کے بارے میں جو ہمارا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات وصفات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق مانتے ہیں ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مخلوق نہیں مانتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عبد مانتے ہیں مگر وہ عبد جو عبدِ خاص ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنا عبد کہہ کے پکارتا ہے۔

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل بشر مانتے ہیں، اور اس میں کسی کو کسی طرح کا کوئی شک نہیں، بشریت قرآن مجید کا مضمون ہے اور ہمارے عقیدہ کا حصّہ ہے، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیوب سے پاک مانتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ خالق ہونے میں بے مثال ہے، اُس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، کوئی عیب نہیں، اور مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے جس ذات کو سرفہرست تمام عیوب سے پاک بنایا ہے وہ ذات ہمارے محبوب علیہ السلام کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے لحاظ سے اخلاق کے لحاظ سے صفات کے لحاظ سے علوم کے لحاظ سے کمالات کے لحاظ سے اوصاف کے لحاظ سے اختیارات کے لحاظ سے محبوب علیہ السلام کو اتنا عظیم بنا دیا ہے کہ ہمارا طائرِ فکر بھی اُس بلندی تک پرواز نہیں کرسکتا، جہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے جھنڈے آغاز میں لہرا رہے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

یہاں پر یہ بات ہر ایک کے عقیدے میں ہے کہ کوئی سادہ سے سادہ انسان بھی ہو تو اُس سے پوچھ لو وہ یہ نہیں کہے گا کہ ہم نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، ہرگز کسی کا عقیدہ نہیں، کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ ہم نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ٹکڑا مانتے ہیں، بیٹا ہونا بھی نہیں اور ٹکڑا بھی نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ تو ٹکڑے سے اور جزو سے پاک ہے کیونکہ وہ تو جزو کا بھی خالق ہے اور کُل کا بھی خالق ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ولد اور بیٹے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ عبد خاص ہیں، اور وہ سیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جلوہ گر ہوئے ہیں، لیکن اس نورانیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کی بشریت ظلمت ہوتی ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کی بشریت اس انداز کی ہے کہ جب انداز بشر میں جلوہ گر ہو رہے تھے ولادت کے وقت بھی دور دور تک بصرہ کے محلات بھی روشن ہو چکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نور مانتے ہیں۔

Marfat.com

نُوْرٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو جو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم مانتے ہیں تو اس کا مطلب ٹکڑا ماننا نہیں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیوں کا محور مانتے ہیں جسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویسے تو ہر چیز اُس نے پیدا کی اور ہر چیز میں اُسی نے روح پھونکی لیکن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي (سورۃ ص آیت نمبر ۷۲)

میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ روح کے دو حصے بن گئے ایک اللہ تعالیٰ میں رہی اور ایک حضرت آدم علیہ السلام میں آ گئی نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں یہ قرآن ہے یہ کسی کی بنائی ہوئی داستان تو نہیں ہے جس کا لفظ وہاں بھی آیا ہے جیسے ہم۔

"نور مِنْ نُورِ اللّٰہِ" کہتے ہیں، وہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِي میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو مطلب یہ تھا کہ جو روح میں نے ان کو دی ہے وہ جس قدر میرے جلووں کا مظہر ہے دوسری روحیں نہیں ہیں۔

ایسے ہی نورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ کا مطلب ٹکڑا ہونا نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا جو پوری مخلوق سے بڑھ کر اللہ کے جلووں کا مظہر بنا ہوا تھا۔

آپ "نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ" ہیں پوری کائنات سے بلند و بالا ہیں اور یہ واضح فرق ہے لوگ محض لفظ نور کے اطلاق سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ شرک ہو گیا، نہیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جو نور ہے وہ نورِ خالق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے وہ نور مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کا نور پیدا کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا

Marfat.com

ہونے والا تو درمیاں میں کتنا فرق ہے، شرک تو تب ہو جب ہم اس نور کو بھی نور خالق مانتے ہوں کہ یہ بھی نور ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔

پیدا ہونے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے نور کو کسی نے پیدا نہیں کیا، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

یہ وہ بات ہے جو شرک کی جڑیں کاٹ رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ بھی نور ہے اور نبی علیہ السلام بھی نور ہیں، مگر وہ اللہ نور ہیں جس نور کو ہم جسم نہیں کہہ سکتے اور یہ وہ نور ہیں کہ جس کو جسم کہہ سکتے ہیں اللہ کی ذات وہ نور ہے کہ جس کی کوئی ھیئت نہیں ہے چونکہ جو حدود کے اندر بند ہو وہ معبود نہیں ہوتا اور یہ شکل وصورت والے ہیں حدود کے اندر نور ہے اس واسطے درمیان میں کروڑوں درجے کا فرق۔

وصفِ بشریت

بشریت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے اس مخلوق کو فائدہ لینا آسان ہو سکا، اگر محبوب علیہ السلام کے نور میں حجاب بشریت نہ ہوتا تو جو آتا جل کے راکھ ہو جاتا، کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ بنتا کوئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ بنتا تو اللہ نے اس نور کو یہ حجاب بشریت عطا کیا ہے بشریت طے شدہ عقیدہ ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا بات ہے نور ہونے کی یا نور نہ ہونے کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو سعادت بخشی ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مان رہے ہیں اور ہمارے پاس قرآن بھی ہے حدیث بھی ہے لیکن جن لوگوں کو آج تک سمجھ نہیں آئی وہ بالکل اس مسئلے میں کورے ہیں، اُن کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے آیت تو آیت رہی حدیث شریف بھی اُن کے پاس نہیں ہے، جو اُن کے موقف کو ثابت کرتی ہو، محض جان چھڑانے کیلئے بحث کو غلط رنگ دے رہے ہیں. ورنہ اُن کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

Marfat.com

اسواسطے بشریت والی آیات ہمارے خلاف کوئی بندہ تب پڑھے جب ہم نے بشریت کا انکار کیا ہو، بشریت کا انکار تو کفر ہے، کوئی بشریت کا منکر اھل حق میں ہے ہی نہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں، مگر ہم بشریت کو یوں بیان نہیں کرتے جیسے وہ بیان کرتے ہیں۔

کسی حقیقت کو ماننا اور چیز ہے مگر اس کے انداز بیان کو بنانا اور چیز ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بندے کی والدہ اُس کے باپ کی بیوی ہی ہے یہ حقیقت ہے لیکن اس کو اس انداز میں تو کوئی بھی بیان نہیں کرتا، بیان کرتا ہے اُس کو والدہ کہہ کے، اس کو امی کہہ کے اُس کو باپ کی بیوی کہہ کے کوئی بھی بیان نہیں کرتا۔

بلاتمثیل بشریت تو ایک حقیقت ہے لیکن اُس کو یوں بیان کرو جو اُس کے کمال کا طریقہ ہے، اور یوں اُس کو بیان نہ کرو جو توہین کا طریقہ ہے، بشریت حقیقت ہے، اس واسطے کوئی ہمارے خلاف بشریت والی آیات نہ پڑھے وہ تب ہو جب ہم نے انکار کیا ہو، ہم تو خود بار بار کہہ رہے ہیں۔

کسی سادہ سے سادہ سنی سے پوچھ لو اُس کا یہی عقیدہ ہے بشریت تو سرکار کی ہے لیکن جھگڑا اصل میں نورانیت کا ہے اب تم سامنے آجاؤ، ہم نورانیت ثابت کرتے ہیں تم ایک بھی آیت پیش کرو، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ نُوْرًا

اے نبی ہم نے تجھے نور نہیں بنایا۔ ایک آیت تم پیش کرو ایک آیت کیا تم ایک حدیث لے آؤ، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو لَسْتُ بِنُوْرٍ

میں باقی سب کچھ ہوں مگر نور نہیں ہوں، یا ایک قول صحابی کا لے آؤ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی نے کہا ہو "مَا کَانَ نَبِیُّنَا نُوْرًا" کہ ہمارے نبی علیہ السلام نور نہیں تھے، سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے۔ آیت تو آیت رہی

Marfat.com

حدیث تو حدیث رہی ضعیف تو ضعیف رہی صحابی کا قول بھی کوئی نہیں پیش کر سکتا۔

چونکہ وہ بالکل خالی ہیں، بات کو غلط رنگ دیا جا رہا ہے، بشر کی آیات کی رٹ لگائی جا رہی ہیں، وہ تب ہو جب انکار بشریت موجود ہو، وہ تو ہے ہی نہیں اصل میں بات ہے نور ہونے کی، یا نور نہ ہونے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۵)

تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب اسمیں نور سے مراد ہم نے ہی نہیں اُن کے بڑوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی ہے، پھر قرآن مجید کی دیگر آیات پھر احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال اور پوری امت کا تسلسل سے عقیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا ہے پوری امت میں کوئی ایک شخص بھی تمہیں ایسا نہیں ملے گا، جو محدث مفتی فقیہ اور کوئی قابل ذکر انسان ہو اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی کر رہا ہو۔

پوری طراط مستقیم پر جو لائٹنگ ہے وہ میرے محبوب علیہ السلام کے عقیدہ نورانیت کی ہے۔

محتشم سامعین حضرات

اس سلسلے میں بشریت والی آیات کے پڑھنے کا کوئی موقع نہیں وہ کوئی منکر ہوتا تو پڑھی جاتیں اصل یہ مسئلہ ہے چونکہ اُن کے پاس دلیل نہیں ہے لہٰذا بحث کو غلط رنگ دیا جا رہا ہے یہ آپ اچھی طرح نوٹ کر لیں، کوئی بڑے سے بڑا ہو اُن سے پوچھ لیں ہمارے کئی سال گذر گئے ہیں آج تک کوئی بندہ اس کا جواب دے ہی نہیں سکا، یہ حقیقت ہے کہ ہم بشریت کا اقرار کرنیوالے ہیں، اور نورانیت کا بھی اقرار کرنے والے ہیں۔

ہمارے ہاں نہ بشریت کا انکار ہے اور نہ نورانیت کا انکار ہے، لیکن اُن کے ہاں نورانیت میں ہے، وہ چاہیں تو دلیل دیں۔ وہ ایک بھی آیت ایسی کہ جس میں نور

Marfat.com

کی نفی کی گئی ہو وہ موجود نہیں ہے۔

بشر تو ظاہر الجلد کو کہتے ہیں، کبھی وہ مٹی کا بھی ہو سکتا ہے اور کبھی وہ نور کا بھی ہو سکتا ہے سولویں پارے میں حضرت جبریل علیہ السلام کو بشر کہا جا رہا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (سورہ مریم، آیت ۱۷)

حالانکہ جبریل علیہ السلام تو نور ہیں، تو پتہ چلا کہ بشریت کوئی نور کی اپوزیشن نہیں ہے۔ کہ ہر جگہ یہ دور دور رہیں، کبھی اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔

جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں، نور کا انکار کرنے کیلئے خاص طور پر نور کی نفی والی آیت پڑھنی پڑے گی یا حدیث پڑھنا پڑے گی۔

باقی جو لفظ مثل ہے، وہ بھی گھنٹوں کی بحث ہے بالخصوص اس کے بارے میں ہمارا لیکچر ''مفہوم قرآن بدلنے کی واردات'' موجود ہے، اُس کو آپ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ تمام بشر والی آیات کا مطلب بیان کیا کہ بشر کا مطلب کیا ہے۔

اسمیں میں مثل کا لفظ آ گیا اس کا مطلب یہی کہ ان کو تم مخلوق سمجھو خالق نہ سمجھو جسطرح لوگو تم مخلوق ہو اسی طرح یہ بھی مخلوق ہیں۔

جسطرح تمہارا خالق اللہ ہے ان کا خالق بھی اللہ ہے، یہ مثل کا مطلب ہے نہ کہ ہر وقت یہ رٹ لگائے رکھو کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں اُن کے بھی دو قدم ہیں ہمارے بھی دو قدم ہیں یہ لفظ مثل کا تقاضا نہیں ہے کہ ہر جہت میں اُنکو اپنا مثل بنالو، اور اسی پر ہی لیکچر دیتے رہو، ورنہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے، سورۃ الانعام آیات نمبر 38۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۖ (سورۃ الانعام آیات نمبر 38)

کائنات میں جتنے چوپائے ہیں، اور جتنے پرندے ہیں وہ تمہاری مثل امت ہیں اب سب کو کہا کہ وہ تمہاری مثل ہیں، دابۃ میں خنزیر بھی ہے دابۃ میں کتا ہے، اور

Marfat.com

پرندوں میں کوّا بھی ہے ساری چیزیں آگئیں۔

اب کون ہے توحید پرست جو روزانہ یہ آیت پڑھ کے درس دیتا ہو اور کہتا ہو کہ ہم کتے جیسے ہیں ہم کوّے جیسے ہیں، ہم خنزیر جیسے ہیں۔

آیت کا ترجمہ پڑھے اور آیت میں مثل پڑھے اگر ایسا نہیں ہوتا اسمیں توھین سمجھتے ہو، کہ وہ تو مثل ہے مخلوق ہونے کے لحاظ سے اب اسکو سبق نہیں بنانا کہ ہر وقت ہم کتے کیساتھ مثل ہی بنتے رہیں، اگر یہ بیان کرنے سے تمہاری توھین ہوتی ہے، تو وہ بیان کرنے سے تمہارے انداز میں ہمارے محبوب علیہ السلام کی توھین ہوتی ہے، وہ آیت اگر مثل والی ہے تو یہ بھی مثل والی ہے۔

امم امثالکم، پھر ان کی مثلیت کے بھی دعوے کیا کرو، کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں کتوں کی مثل بنادیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں خنزیروں کی مثل بنادیا، اس انداز میں تو کوئی توحید بیان نہیں کرتا۔

آخر وہاں ہی جا کے ہاتھ ڈالا جاتا ہے، جن کے قدموں کی خاک تک بھی کوئی کروڑ سال تک بھی نہیں پہنچ سکتا، وہ مقام اتنا بلند و بالا ہے۔

فلک کو اس بلندی پر بھی وہ عظمت نہیں حاصل

جبین خاک سے پوچھو مقامِ نقشِ پا کیا ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے جو غبار لگ جاتا ہے اُس کے مقام تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا، یہ اُن کو بھول ہو چکی ہے، ہم ٹھنڈے دل سے دعوت فکر دیتے ہیں۔

اس مقدس ماحول کی وساطت کو لے کر وہ لوگ سوچیں اگر کوئی غلط فہمی واقعی دور کرنا چاہتا ہے تو ہم ہر لحاظ سے اُس کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے ویسے بھی تیار ہیں ہم نے قرآن وسنت کے یہ دلائل پیش کردیئے ہیں۔

Marfat.com

اب ہر شخص جو اس عقیدے پر نہیں ہے بات سن رہا ہے یا بالواسطہ بعد میں سنے گا حذارا ایک مرتبہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں بیٹھ کے سوچے تو سہی کہ آخر نبی علیہ السلام کو ماننے کا مطلب کیا ہے۔

اور اسکی حقیقت کیا ہے، اور اسکا ہم سے کسطرح کا تقاضا کیا جارہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اگر ہم نور کہیں تو اس پر فتوے ہیں۔

تو میں پوچھتا ہوں اگر کسی صحابی کو ہی کوئی نور کہہ دے اور صحابہ ہی کہہ دیں تو پھر اُن پر فتوی کیا ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذی النورین ہونے کا مطلب تو سب کو آتا ہی ہے لیکن میں آج اُس صحابی کا نام بتاتا ہوں جس کو ذی النور کہا جاتا تھا ذی کا معنی ہے والا، ذی النور نور والا ہے تو وہ صحابی مگر اُس کا نام کیا ہے نور والا۔

اصل میں اُن کا نام طفیل بن عمرو دوسی ہے۔

الاصابۃ جلد نمبر 3 صفحہ 922 پر ان کے بارے میں وضاحت سے لکھا ہے جس وقت طفیل بن عمرو دوسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آ کے کلمہ پڑھا تو محبوب علیہ السلام سے کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کیلئے بھی دعا کردو بڑی بگڑی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ہدایت عطا فرما دے۔

اِبْعَثْنِی اِلَیْهِمْ

مجھے اُن کی طرف مبلغ بنا کے بھیج دو اپنی قوم کو میں جا کے سمجھاتا ہوں۔

وَاجْعَلْ لِّی آیَۃً

لیکن مجھے کوئی نشانی بھی دو کہ میں تمہارا مبلغ ہوں۔ مجھے قوم کی طرف مبلغ بناؤ لیکن ایسے نہیں کہ میں اُن کے پاس جاؤں وہ مجھے مانیں گے نہیں کہ تو دو دنوں میں کہاں مبلغ بن کے آ گیا ہے، مجھے نشانی بھی دو مجھے دیکھیں تو مانیں واقعی نور والے کا مبلغ بن

Marfat.com

کے آیا ہے، جس وقت انہوں نے یہ کہا تو میرے محبوب علیہ السلام کے یہ لفظ تھے، اب دعا سنو جس کے لفظوں سے خاکی نور بن جائیں اُن کے اپنے نور کا عالم کیا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ لَهٗ

اے اللہ میرے طفیل کے ماتھے میں نور پیدا کردے، جب آپ نے دعا مانگی تو کوئی دیر نہیں لگی فَسَطَعَ نُوْرٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ

دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی لاٹ نکلنے لگی، اتنا نور آنکھوں کے درمیان میں آیا اب آپ یہ دیکھیں۔

بعض لوگ بحث میں آ کے کہتے ہیں "قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" میں معنوی نور ہے علم کا نور ہے روشنی اور ھدایت مراد ہے۔

میں کہتا ہوں جس کے لفظوں سے حسی نور فوراً بن جائے اُن کے اپنے حسی نور کا عالم کیا ہوگا، اب یہاں پر حسی نور ہے جو پیشانی میں نظر آرہا ہے، اور حسی ہی مانگا گیا، جس وقت وہ نور پیشانی میں آ گیا، تو اُس کا انداز کیا تھا، وہ اس انداز میں نور چمک رہا تھا کہ حضرت طفیل کہنے لگے،

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا تو فوراً قبول ہوگئی۔

اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَقُوْلُوْا مُثْلَهٗ

مگر مخالفوں کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ وصف کو عیب بنا دیتے ہیں، اور اُن کے ہاں انسان جتنا بھی بڑا ہو اُس کا دوسرا پہلو تلاش کرتے ہیں۔

اب میرا نور چمکے گا ہوسکتا ہے کوئی کہہ دے یہ دیکھو اس کا چہرہ ہی بدل گیا ہے۔ نور کو ان لفظوں میں بھی بیان کرسکتا ہے، وہ مثلہ کہنا شروع کردیں۔

آپ اسطرح کریں کہ نور بھی رہے اور کسی جگہ منتقل بھی ہوجائے۔

جس وقت انہوں نے دوبارہ عرض کی تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کوئی بات نہیں۔

Marfat.com

فَتَحَوَّلَ اِلٰی طَرَفِ سَوطِہٖ

آپ نے فرمایا چھڑی آگے کرو ہم اُس میں ڈال دیتے ہیں، چھڑی میں نور کو منتقل کر دیا۔

كَانَ يُضِيْئُ لَهٗ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ

اندھیری راتوں میں وہ چھڑی نور کا کام دیتی تھی، جدھر چلتے تھے نور پھیلتا تھا، جدھر جاتے تھے اُس چھڑی کی وجہ سے روشنی پھیلتی تھی۔

اب دیکھو صحابہ کرام یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم طفیل بن عمرو کو اب طفیل نہیں کہتے ہم کہتے "ذی النور" نور والا

جس کے پاس آنے والا ایک لمحہ میں نور والا بن جائے، وہ خود کتنے بڑے نور والے ہوں گے یہ نور معنوی نہیں حسی نور ہے، معنوی نور تو ویسے ہی ساتھ آ گیا کہ ھدایت موجود ہے اب مجوزہ ٹائم اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

یہ دو باتیں ابتدائی طور پر شان الوھیت اور شان رسالت کے لحاظ سے جو گفتگو آپ نے سماعت کی ہے، اسے خود بھی محفوظ رکھنا ہے اور اس کو بے دھڑک بیان کرنا ہے کوئی اس پہ اعتراض کرے کو کسی مقام پر بلکہ ہر جگہ جا کر حق کو ثابت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

نہ ہم اللہ کی ذات پر کسی کو توھین کرنے دیں گے اور نہ ہی نبی علیہ السلام کی ذات میں کسی کو توہین کرنے دیں گے ہمارا رب اپنے خالق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہے اور ہمارے نبی علیہ اسلام اُس کی سب سے اعلیٰ مخلوق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 17

اسوۂ حسنہ اور

فیشن پرستی

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

• • • • • • • • • • • • • • • •

اَمَّابَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ
الْاٰخِرَ وَذَکَرَاللّٰهَ کَثِیْرًا ○
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

• • • • • • • • • • • • • •

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْاصَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰه

• • • • • • • • • • • • • •

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اعظم شانہ اتم برھانہ

کی حمد وثنا اور حضور اکرم نور مجسم شفیع محشر مالک کوثر محبوب دلبر احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش محتشم معزز حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے سترہویں سبق میں آج ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

اور آج ہماری یہ بھی سعادت ہے کہ آج کے پروگرام کی صدارت آفتاب طریقت سید آفتاب احمد شاہ صاحب حفظ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ چورہ شریف فرما رہے ہیں۔

آج کا موضوع بھی بہت اہم موضوع ہے

اُسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی

میری دعا ہے کہ خالق جل جلالہ ہم سب کو اُسوۂ حسنہ پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو فیشن پرستی کی نحوست سے محفوظ فرمائے۔

محترم حضرات وخواتین۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پہ کتنا کرم ہے، کہ ہمیں روزانہ صبح کو قرآن وسنت کے ایک نئے باغ کی سیر کا موقع مل رہا ہے۔ جس سے یقیناً عقل ونظر کو تازگی مل رہی ہے۔ اور کردار اور سیرت کو استوار کرنے کیلئے ہمیں بہترین موقع میسر آرہا ہے۔

کیونکہ ہمارا پروگرام کانوں کی سوغات نہیں۔ بلکہ کردار سازی اور سیرت کا ایک کورس ہے میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں اس موسم بہار میں حقیقی مقاصد عطا فرمائے۔

ہمارے دل میں تقویٰ کا معیار بلند فرمائے۔

میں نے قرآن مجید میں سے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ

Marfat.com

وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے یقیناً تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے کس کیلئے "لِمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ" اُس بندے کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہو۔ "وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ" اور آخرت کے دن کی بھی امید رکھتا ہے۔ "وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا" اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔

قرآن مجید کی سورۃ احزاب کی آیت نمبر **21** میں مسلم اُمہ کیلئے جو سوز دروں ہے اور نسخہ کیمیا ہے۔اُس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔"فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ" کے جو الفاظ ہیں یہ پورے نظام شریعت کو محیط ہیں اور انسانی لائف کوٹ کے لحاظ سے ہمہ جہت دوام اسمیں موجود ہے۔"فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ" یہاں پر اسکا متعلق مفہوم کے لحاظ سے بناتے جائیں گے۔

تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی معمولات کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عبادات کے لحاظ سے

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی چلنے پھرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میدان جنگ میں شجاعت کا کردار ادا کرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف مصائب پر صبر کرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی راہ حق میں قربانیاں دینے اور ایثار کے لحاظ۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نماز کی ادائیگی کے لحاظ سے

"فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ" کا متعلق نحو کے لحاظ سے ہم بناتے جائیں گے تو اس کے لحاظ سے اسلام کی تمام تر تعلیمات سمٹ کے اسی ایک آیت کے اندر آجائیں گی اور ان سے یہ

Marfat.com

واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا عمدہ اسوۂ حسنہ دیا ہے اور آپ کے نقش قدم میں کتنی وسعتیں ہیں کہ خالق کائنات جل جلالہ نے کسی شخص کے لئے کبھی ایسی پیاس نہیں چھوڑی کہ جسے ضرورت ہو لیکن اسوۂ حسنہ اُسے پورا نہ کرے جس کو تڑپ ہو لیکن اسوۂ حسنہ میں اس کی تڑپ کا کوئی علاج موجود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کردار اور عظمت کے لحاظ سے اتنی چمک دی ہے اور اس چمک کے لحاظ سے پھر انسانوں کو اس چمک کے اندر زندگی کا سفر طے کرنے کا حکم فرما رہا ہے۔

مطلقاً نہیں بلکہ یہاں بھی انسانیت کو جھنجھوڑ کے پیغام دیا ہے حالانکہ پہلے یہ کہہ دینا کافی تھا

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ

کہ یقیناً تمہارے لئے ہے اب لَکُمْ کے بعد خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا عام لوگوں کیلئے نہیں خاص لوگوں کیلئے جو دائرہ اسلام میں آ گئے اُس سے پہلے تو ان کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے جو اسلام میں آئے گا پھر اسوۂ حسنہ اپنائے گا۔

لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ

یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کا شوق رکھتا ہے اور آخرت پر یقین رکھتا ہے غافل نہیں رہتا اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے رب ذوالجلال نے اس کو اس منزل کے حصول کیلئے جو بہترین رہنما دیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم ہے انسان ادھر دیکھتا جائے گا اور اپنی زندگی کا سفر طے کرتا چلا جائے گا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت نمبر 63 میں اس بات کو واضح کیا کہ اگر کوئی شخص سنت نبوی کو ترک کرتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بغاوت کرتا ہے یا سرکار کے نقش قدم کو نظر انداز کر دیتا ہے اس کو اس عمل کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس کیلئے کتنی بڑی وعید ہے۔

Marfat.com

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۃ النور آیت نمبر 63)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اَمرُ سے مراد سنت ہے امر نبوت سے مراد منہاج نبوت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے تو خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرما رہا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی مخالفت کرتا ہے اس کو ڈرنا چاہئے اس کے پاس کہیں فتنہ نہ آجائے یا عذاب الیم نہ آجائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرنے والے کو دو چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دنیا کی زندگی میں فتنہ آئے گا اور عقبیٰ میں عذاب الیم آجائے گا، دنیا کی زندگی میں فتنہ کیا ہوگا۔

اس سلسلے میں واضح طور پر تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے۔

اَلزَّلَازِلُ وَالْاَهْوَالُ

اُس وقت زلزلے آجائیں گے ہولناکیاں آجائیں گی۔ جو قوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریعت اور سرکار کے نظام سے بغاوت کرے گی یا پیچھے ہٹے گی تو کیا ہوگا تباہی ہوگی۔ (تفسیر رازی ۱۲/۲/۴۳ میں)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

فتنہ یہ ہے کہ لوگوں میں قتل وغارت شروع ہو جائے گی بلاوجہ انسانوں کا خون بہتا رہے گا اگر سنت نبوی پہ اسوۂ حسنہ پر عمل ہوگا تو پھر بہاریں ہی بہاریں ہیں ہر لحہ امن کے پھول برسیں گے ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وآشتی کی بہار آئے گی

Marfat.com

لیکن اگر اس اسوۂ حسنہ کو چھوڑا گیا تو اسکی وعیدیں بڑی سخت ہیں اور یہ اسوۂ حسنہ کے شرعی معیار کے لحاظ سے وعید سخت ہوگی۔ کہ اُس کا تعلق فرض کے ساتھ تھا واجب کیساتھ یا سنت کے ساتھ تھا۔ اُسی کی حیثیت سے وعید بھی مرتب ہوگی۔

یہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر جو زلازل کا کہہ دیا گیا ہے اور فرمان ایزدی ہے اس میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے۔ کوئی یہ نہ کہے بندوں میں کتنے عیسائی ہیں اور کتنے بت پرست ہیں، کتنے یہودی ہیں اس کے پاس تو زلزلے نہیں آتے ہمارے پاس زلزلے آرہے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔

میرے بھائیوں جو بچہ زمین پر گھٹنوں کے بل چل رہا ہو اس کو گرنے کا خطرہ نہیں ہوتا لیکن جو شہسوار ہو اس کیلیئے گر جانے کا خدشہ ہوتا ہے جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور وہ بھٹکے ہوئے ہیں، اور وہ دھتکارے ہوئے ہیں، اور اُنکا کوئی مقام ہی نہیں ہے وہ تو ویسے ہی گرے ہوئے ہیں، یہ اصل میں جو باگ کھینچی جاتی ہے تو اُن کی جن کا کوئی مرتبہ ہے جن کی کوئی حیثیت ہے، اور جن کو کوئی مرتبہ دینے کا اعلان کر رکھا ہے۔

تو لہٰذا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اگر تم نے مان کر بھی میرے محبوب علیہ السلام کی سنت سے سرکشی کی اور ان کے دین اور نظام کو پس پشت ڈال دیا، اور تم نے ٹھیکے غیروں سے کروانا شروع کر دیئے تو پھر جان لو۔

اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ سورۃ النور آیت ۶۳

دنیا میں ایسا فتنہ آجائے گا اور آخرت میں عذاب الیم کا سامنا کرنا پڑ جائے گا، لہٰذا امن دنیا میں بھی اسکا ہے اور آخرت کا امن بھی اسی لحاظ سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنے نفس کی خواہش اور چاہت پر مقدم کیا جائے، اور زندگی کے ہر میدان کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے نظام کا جھنڈا بلند کر دیا جائے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی جب وضاحت کی بخاری ومسلم میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔کتنا حسین انداز ہمارے محبوب علیہ السلام کا ہے، آپ نے ایک غیر محسوس چیز کو محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر واضح کر دیا کہ میری سنت کی حیثیت تم میں کیا ہے۔

جو سنت اور اُسوۂ حسنہ کو سن کے عمل کرتا ہے وہ کس طرح ہلاکت سے بچ جاتا ہے اور جو عمل نہیں کرتا اپنے نفس کی خواہش پہ عمل کرتا ہے، جب اُس کے سامنے قرآن مجید کی بات آتی ہے یا سنت نبوی کی بات آتی ہے تو وہ اپنی خواہش کی بات سامنے لے آتا ہے، اور ضدی بنتا ہے اور ہٹ دھرم بنتا ہے۔

حق سُن کر بھی حق پر عمل نہیں کرتا، اُس کی حیثیت کیا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۱۹)

مَثَلُ مَابَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ

(حجۃ اللہ البالغہ ۱/۴۸۵)

آپ نے فرمایا میری مثال اور میری شریعت کی مثال اور میری امت کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو قوم کے پاس آتا ہے اور اُن سے کہتا ہے، ''اِنِّی رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ''، میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایک بہت بڑا لشکر تم پہ حملہ کرنے کیلئے آرہا ہے، اُس کے آنے سے پہلے پہلے اپنا بندوبست کرلو، اگر وہ لشکر پہنچ گیا اور تم یہاں موجود ہوئے تو وہ کچھ کو قتل کر دے گا اور کچھ کو قیدی بنالے گا، تمہاری عزتیں لوٹ لے گا اور وہ تمہیں ذلیل ورسوا کرے گا، لہٰذا میرا کام تم کو اطلاع دینا تھا۔

اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ

بے شک میں نذیر عریاں ہوں، آنکھوں سے دیکھ کے آیا ہوں لشکر آرہا ہے اور

Marfat.com

اُس کے آنے سے پہلے پہلے اپنا بندوبست کرلو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جس وقت وہ نذیر عریان اعلان کرتا ہے۔

فالنجا فالنجا

لوگو بچ جاؤ لوگو بچ جاؤ بڑا زبردست لشکر حملہ کر رہا ہے۔

جو لوگ اس کی بات سن رہے ہوتے ہیں، اُن کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَادْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا

کچھ لوگ تو واقعی ڈر گئے اور انہوں نے فیصلہ کرلیا، کہ یہ بندہ بھی سچا ہے اور اسکی زباں سے صداقت نکلتی ہے، یقیناً سچی بات کر رہا ہے۔

تو فوراً اندھیرے میں ہی رات کو نکل جانا چاہیے، اگر لشکر آ گیا اور صبح کے وقت ہم پکڑے گئے تو ہم رسوا ہو جائیں گے، انہوں نے نذیر عریان کی بات کو مان لیا۔

تو وہ فوراً رات کو ہی نکل گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فَنَجَوْا انہوں نے لشکر کے حملے سے نجات پالی، عزت بچ گئی جان بچ گئی وہ محفوظ ہو گئے اُن کو نذیر عریان کی خبر کا فائدہ پہنچ گیا۔

لیکن دوسری طرف طائفہ کہتا ہے

كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ

دوسرے گروہ نے نذیر عریان کو جھٹلا دیا وہ کہنے لگا تمہاری باتیں سچ نہیں ہیں بس تم تو دھمکیاں ہی دیتے رہتے ہو اور ڈراتے رہتے ہو، کوئی لشکر نہیں آ رہا ہمیں چین سے سونے دو، چین سے بیٹھنے دو، رات کا وقت آرام کا ہے، اور تم ہمارے آرام میں خلل ڈال رہے ہو، ہم رات کدھر جائیں، انہوں نے نذیر عریان کی بات پر کوئی توجہ نہیں کی، تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ

جب صبح ہوئی تو اُس گاؤں میں وہ موجود تھے، جہاں سے ڈرایا گیا تھا کہ لشکر

Marfat.com

کے آنے سے پہلے نکل جاؤ وہ وہیں موجود ہے۔

فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشَ

جب صبح ہوئی تو لشکر بھی آ گیا۔

اَهْلَكَهُمْ وَاجتاهم　　　　حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۴۸۵

اُس لشکر نے حملہ کر دیا اُن کی گردنیں اتار دیں اُن لوگوں کا خون بہا دیا۔

اُن کو نیست و نابود کر دیا، اُن کو تباہ و برباد کر دیا۔

آپ نے فرمایا جیسے وہ نذیر عریان آیا تھا اور اُس نے قوم کو ایک لشکر کی خبر دی تھی، اور اُس قوم میں سے کچھ نے مانا تھا اور کچھ نے نہیں مانا تھا۔

جنہوں نے مان لیا تھا وہ بچ گئے اور جنہوں نے نہیں مانا تھا وہ ناکام ہو گئے فرمایا میری امت اور انسانیت تم اُس لشکر کو نہیں دیکھتے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے، وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہے وہ لشکر آئے گا، تمہیں پکڑ کر جہنمی بنا دے گا تم جہنم کے شعلوں میں جلتے رہو گے، میں تمہیں ڈرانے آیا ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے سب کو دیکھا ہوا ہے اور میں تمہیں بتا رہا ہوں، میری بات مانو لو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے شیطان سے بچ جاؤ گے اور شیطان کے پنجوں کے اسیر نہیں بن سکو گے، اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو شیطان کے چیلے بن جاؤ گے، شیطان کا لشکر آ جائے گا تمہیں قیدی بنا لے گا، زندگی بھر چھوٹ نہیں سکو گے تمہیں رسوا کر دے گا۔

اب جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کو سن کر فوراً محتاط ہوا کہ یہ محبوب جو بولتے ہیں سچ بولتے ہیں، ان کی زبان سے ہمیشہ صداقت نکلتی ہے اور پھر واضح بتا رہے ہیں کہ میں نے آنکھوں سے لشکر کو دیکھا ہے اور وہ آ رہا ہے وہ شہوت کا لشکر ہے وہ خواہش کا لشکر ہے وہ معصیت اور عصیان کا لشکر ہے وہ اللہ کے دربار سے بغاوت کا لشکر ہے، وہ شیطانی وساوس کا لشکر ہے، بندو میں نے تمہیں اپنی شریعت کا حصار دے دیا ہے، اپنی سنت کا قلعہ دے دیا ہے۔

Marfat.com

چلو میری سنت کے قلعے میں داخل ہو جاؤ چلو میرے اسلام کے دائرے میں آجاؤ فرمایا جس نے میری بات کو سنا اور میری بات کو مان لیا اُس نے باقی سب کام چھوڑ کے میری شریعت کو اپنا لیا میرے طریقے پر آ گیا۔ میرے نقش قدم پر آ گیا۔

وہ تو اس لشکر سے بچ گیا، زندگی آزاد گذارے گا، غلام نہیں ہوگا، اگرچہ بالکل فقیر سا ہو وہ زمانے کا سب سے بڑا امیر قرار پائے گا اور زندگی چین سے گزرے گی اور عقبی بھی چین سے اُسے میسر آ جائے گی۔

جس نے میری بات کو سن کے ان سنی کر دی میری بات سن کر وہ ڈرا نہیں ہے۔ وہ شخص جس نے میری بات کو سن لیا لیکن اُس کے فوراً رونگٹے کھڑے نہیں ہوئے جو میں نے ڈرایا تھا، کہ دنیا کی محبت کا حملہ ہو جائے گا، شہوت اور خواہش کا حملہ ہو جائے گا، جہنم کے وساوس کا حملہ ہو جائے گا، اُس نے سنا نہیں وہ کہنے لگا میں خود بہتر جانتا ہوں، مجھے پتہ ہے کہ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے۔ میں اپنے نفع نقصان کو خود جاننے والا ہوں، اُس نے جب نقش قدم کی طرف نہیں دیکھا، اُسوہ حسنہ کو نہیں دیکھا، میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، وہیں بیٹھا رہا اپنے سودی کاروبار میں، وہی بیٹھا رہا اپنی ناجائز تجارت میں، وہیں بیٹھا رہا اپنے دوستوں کی انجمن میں، وہیں بیٹھا رہا عریانی فحاشی کے ماحول میں، وہیں ترک سنت کے انداز میں بیٹھا رہا، لشکر آ گیا شیطان نے پکڑ لیا ذلیل و رسوا بنا دیا، زندگی بھر اسی دائرے کے اندر رہے گا، جب سانس نکلے گی جہنم اُس کے استقبال کیلئے ہوگی۔

میرے محبوب علیہ السلام نے چند جملوں کے اندر ایک جامع صورت حال ایک محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر اُس غیر محسوس عمل کو جو سنت کی حکمت ہے، جو سنت کا فائدہ ہے جو نقش قدم کی برکت ہے اور جو اسوۂ حسنہ کا حصار ہے، اسکو محبوب علیہ وسلم نے بیان کر کے قیامت تک کے لئے اپنی امت کو شمع نور عطا فرما دی ہے۔

اب اسکی ہر جہت گھنٹوں بحث کی متقاضی ہے، لیکن اسوقت ہمارا چونکہ محدود

Marfat.com

ٹائم ہے، ہم گفتگو کو مزید اس انداز میں آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِی اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ

آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی آئے ہیں، اُن کی امت میں اُن کے حواریون ہوتے تھے۔ لفظ حواری کا مطلب ہے خالص پکا امتی، اُن کے مخلص امتی ہوتے تھے۔

وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ

اور اُن پیغمبروں کے ایسے اصحاب ہوئے تھے جو ہمیشہ اُنکی سنت پر عمل کرتے تھے۔

تو کیا ہوا یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ

وہ اُن کے امر کی اقتداء کرتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہِمْ خُلُوْفٌ

جب وہ لوگ چلے گئے تو بعد میں نئی نسلیں پیدا ہوئیں۔

یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ

وہ باتیں کہتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے۔

وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/۴۸۳)

اور وہ کام کرتے ہیں جس کا شریعت نے حکم ہی نہیں دیا۔

ایسی نسلیں اور ایسی قومیں بعد میں ہوتی رہیں۔

آپ نے فرمایا اے میری امت تم بھی میری بات سمجھ لینا، ایسا نہ ہو کہ میری شریعت کا رنگ آہستہ آہستہ مدھم پڑ جائے، اور پھر تم اپنی خواہشات اور شہوتوں کے اسیر بن جاؤ اور اپنے بنائے ہوئے نظام اور اپنی بنائی ہوئی سوچ کے مطابق زندگی گذارنا شروع کردو، جسطرح میرے اصحاب نے مجھ سے نور حاصل کیا اور عمل کر کے دکھا دیا،

Marfat.com

تابعین اُن سے لیں گے تبع تابعین اُن سے لیں گے فرمایا قیامت تک جب میری سنت کا رنگ غالب رہے گا، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے خصوصی نجات عطا فرمادے گا۔

محتشم سامعین حضرات

آج کے ماحول میں اس موضوع پر بات کرنا بھی بہت مشکل ہے اور بات سننا بھی بہت مشکل ہے ''اُسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی'' یہ جو دو چیزیں ہیں، کمپیر یٹو سٹڈی کے لحاظ سے جب ان کا منظر دیکھتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کہاں سنت اور کہاں آج ہمارے فیشن، کہاں وہ سنت کا نور اور کہاں ہمارے گھروں کے اندر نحوست اور ہمارے کردار کے اندر نحوست آیئے ذرہ تھوڑا سا ان دونوں شعبہ جات کے لحاظ سے دیکھتے ہیں، مرد وزن کے لحاظ سے خواتین اور رجال کے لحاظ سے کہاں کہاں گڑبڑ ہوگئی اور اُسوۂ حسنہ سے انسان دور ہٹتا گیا۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں قبل ہر بات یوں کھول کے بیان کردی تھی جسطرح آج کے ماحول کو دیکھ کے بیان کی جاتی ہے۔

اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز بھی اُن سے چھپی ہوئی نہیں تھی، اور سب کچھ دیکھ کر اپنی امت کو ھدایت فرما رہے تھے۔

یہ حدیث شریف جو میں بیان کرنے لگا ہوں اس کا مضمون بڑا ہی کڑوا ہے، اور بالخصوص خواتین اسلام کو بڑی توجہ کیساتھ سننا چاہیے اور یہ کسی مفتی کا فتویٰ نہیں اور یہ کسی مفکر کی فکر نہیں ہے، یہ اُس زباں کی بات ہے جب تک ''وَحْیٌ یُوحیٰ'' کی تار نہیں ملتی اُس وقت تک وہ زبان نہیں کھلتی صحیح بخاری شریف جلد نمبر 2 صفحہ 725 پر یہ حدیث شریف موجود ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

بات کچھ اسطرح ہے کہ وہ ایک دن تقریر کر رہے تھے، جسطرح آج ہمارا موضوع ہے، فیشن پرستی کے خلاف تو وہ سنت کی عظمت کو اجاگر کر کے فیشن پرستی کا جو اس وقت فوراً حملہ ہو رہا تھا، اُس سے بچانے کیلئے مختلف صحابیات اور خواتین کو وہ درس دے رہے تھے، درس دیتے دیتے یہ لفظ انہوں نے بول دیئے۔

Marfat.com

لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَوشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ وَالْمُغَیِّرَاتِ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔ (بخاری جلد نمبر ۲/ ۷۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو تندولے لگاتی ہیں اور تندولے لگواتی ہیں، الواشمات، جو کسی اور کو تندولے لگائے، المتوشمات وہ جو کسی سے تندولے لگوائے، اس پر لعنت کی کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، مبہم الفاظ کے ساتھ لعنت کر رہے تھے۔

تندولہ اس وقت یہی تھا کہ چھوٹا سا جسم پر زخم کر کے اُس کو [illegible] سے بھر دیا جاتا پھر ہمیشہ اُس کا نشان نظر آتا ہے، یہ صرف عورتوں میں ہی قبیح نہیں مردوں میں بھی قبیح ہے، اور جس شخص کے بدن پر تندولہ ہے، جب تک اُسکو اتارے گا نہیں اُس کو طہارت حاصل نہیں ہوگی، اگر امام ہے تو اُس کی اقتداء ناجائز ہو جائیگی، اُس تندولہ کی وجہ سے ایسی صورتحال ہو کہ اُس کو اُتارنے کیلئے بدن کو کاٹنا پڑتا ہو تو پھر کچھ اُس میں چھوٹ دی گئی ورنہ اگر تھوڑے بہت زخم کر کے بھی کسی دوائی سے وہ زخم اتارا جا سکتا ہے تو اُس کو اتارا جائے گا تو پھر جسم کو طہارت حاصل ہوگی ورنہ طہارت حاصل نہیں ہوگی یہی صورتحال خواتین کیلئے ہے، یہ واشمات اور متوشمات کے لحاظ سے پہلا جملہ تھا۔

دوسرے نمبر پر اَلْمُتَنَمِّصَاتِ

اُن عورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، کون سی عورتیں۔

تَرْقِیْقُ الْحَوَاجِبِ لِلتَّحْسِیْنِ

تنمیص کہتے ہیں اپنے ابرو باریک کرنا حسن کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ لفظ بول رہے ہیں ''متنمصات'' وہ عورتیں جو کہ حسن کیلئے اپنے ابرو بالوں کو نوچ کے باریک کرتی ہیں، یا کسی طریقے سے ابرو کو باریک کرتی ہیں اُن پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

تیسرے نمبر پر، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ

Marfat.com

وہ عورتیں جو عمر کو چھوٹا ظاہر کرنے کیلئے اپنے دانت ریتیوں سے باریک کرتی ہیں۔

وَهِيَ الَّتِي تَفْرِقُ مَابَيْنَ الثَّنَايَا بِالْمِبْرَدِ

جو عورتیں سامنے کے دانتوں میں چھوٹی سی ریتی لے کر خلا بناتی ہیں عمر کو چھوٹا ظاہر کرنے کیلئے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، یہ اُس وقت کا ایک نیا فیشن چلنے والا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُس کی مخالفت میں بول رہے تھے، جب آپ نے یہ تند و تیز تقریر کر دی تو بات چلتے چلتے بنی اسد کی ایک خاتون تک پہنچی، جن کو حضرت اُمّ یعقوب کہا جاتا تھا۔

اُم یعقوب نے جب یہ درس سنا تو بڑے غصے میں آگئیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جھگڑا شروع کر دیا کہ اتنے سخت لفظ تم نے بول دیئے، لعنت کے لفظ تم نے بول دیئے، کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے تند و لے لگانے والی پر اور تند و لے لگوانے والی پر اور اپنے ابرو باریک کرنے والی پر اور اپنے دانتوں کو ریتی سے رگڑنے والی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، آپ نے اتنا بڑا حکم دے دیا۔

جب انہوں نے آکے یہ کہا وہ بھی کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں اور نہ ہی اس لئے جھگڑ رہی تھی کہ اُن کے کردار میں کوئی ایسی چیز تھی حقیقت میں لفظ لعنت کی جو بڑائی ہے کہ لعنت بہت بڑی بات ہوتی ہے، اس پر ان کو تعجب تھا، جب انہوں نے آکے جھگڑا کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا، کہنے لگے۔

مَالِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: بخاری ۲/ ۷۲۵

اے اُمّ یعقوب ہوش سے بولو یہ میں اپنی طرف سے نہیں کر رہا یہ میرے پاس نبی علیہ السلام کی امانت ہے، میرے رسول علیہ السلام نے یہ لعنت کی تھی، اُن کے یہ لفظ ہیں اور اُن کی زبان سے یہ لفظ نکلے تھے، میں کون ہوتا ہوں اُن عورتوں کو لعنتی قرار دینے والا کہ جو ایسے کام کر رہی ہوں یہ اُس زباں سے بڑے دکھ سے لفظ نکلے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کی رحمت بنایا ہے، کس انداز میں ان کو یہ

Marfat.com

برداشت ہو سکا کہ وہ یہ بول رہے تھے۔اور انہیں بولنا پڑا اور لازم ہو گیا کہ ان کو رد کیا جائے تا کہ بعد میں ایسی خرافات پیدا نہ ہو جائیں، میرے محبوب علیہ السلام علیہ السلام کا وسیع مشاہدہ دیکھو کہاں آج کے یہ بیوٹی پارلر اور کہاں اُس وقت کا نظام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واضح کر رہے تھے، میری امت میں تم سے رب کو سجدے بھی کرواؤں گا، اور تمہارے کردار کو بھی ستھرا کروں گا۔

مجھے یہ برداشت نہیں کہ تمہارے کردار اور تمہاری سیرت کے اندر فیشن آ جائے جس کی وجہ سے تمہارے معاملات بگڑ جائیں، نہیں نہیں، میں نے تو ہر لمحہ رو رو کے تمہارے لئے دعاء رحمت کی ہے، لیکن اگر تم میری سنت کو چھوڑ کے فیشن کو گلے سے لگالیا، تو اس زبان سے میں لعنت کا اعلان کر رہا ہوں، کہ جو میری سنت کو ترک کر کے ایسے کاموں میں پڑ جائے گا خالق کائنات ناراض ہو جائے گا، اور اُس کی ناراضگی اس لعنت کی شکل میں ظاہر ہو جائے۔

اب دیکھیئے کہاں یہ معاملات اور کہاں آج کی عورت کا فیشن، دخترِ اسلام کو سوچنا چاہیے، کہ اُس نے کلمہ اسلام پڑھا ہے تو کس بنیاد پر کہ میں اپنی چاہت کو رب کی چاہت کے تابع کروں گی، میں اپنی خواہش کو نبی علیہ السلام کی سنت کے تابع کروں گی، جو ہمارے محبوب علیہ السلام کو پسند ہے، وہی ہمیں پسند ہوگا۔

جو چادر زہرہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت ہے، وہی ہمیں میسر آ جائے گی، یہ کردار ایک اسلامی خاتون کا ہونا چاہیے۔

جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُمّ یعقوب رضی اللہ عنہا کو یہ کہا کہ اُمّ یعقوب میں اُس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول علیہ السلام نے لعنت کی ہے، تو اُمّ یعقوب کہنے لگی اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن مجھے بھی آتا ہے۔ کہاں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، کہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

Marfat.com

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام میں سے فقیہ تھے، کہنے لگے کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تمہیں قرآن آتا ہے۔ یقیناً اُن کا فقاہت قرآن کے لحاظ سے بڑا اونچا مقام ہوگا۔

حضرت اُمّ یعقوب رضی اللہ عنہا کہنے لگی۔

لَقَدْ قَرَاْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ

دو گتوں کے درمیان جو قرآن ہے وہ مجھے آتا ہے تفسیر بھی مجھے آتی ہے مجھے سب کچھ آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

لِاَنْ كُنْتِ قَرَاْتِيْهِ وَجَدْتِيْهِ

اگر تم قرآن پڑھتی تو تمہیں ضرور پتہ چلتا، تم نے لفظ کو تو پڑھا ہے لیکن تم نے روح کو حاصل نہیں کیا، قرآن مجید میں تمہیں یہ نظر نہیں آیا۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (بخاری ۲/ ۷۲۰)

اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں روکیں اُس سے رک جاؤ۔

اگر چہ اس آیت میں مستقل عورتوں کے لفظ موجود نہیں ہیں لیکن اس کو قرآن کی طرح ماننا پڑے گا۔ اسواسطے کہ یہ فرمان صاحب قرآن کا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ کے الفاظ بولے ہیں۔

اسواسطے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو یہ محبوب علیہ السلام فرمائیں وہ میری طرف سے حکم ہے، اُس کو تم حاصل کرو اُس کو تم قبول کرو، اور اُس کے مطابق زندگی بسر کرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو میں نے فیشن پرستی کے خلاف عورتوں کے حقوق کے لحاظ سے بیان کر دیا ہے، یہ قرآن مجید کا حصہ ہے۔

اے ام یعقوب رضی اللہ عنہا یہ مسئلہ تم بھی سمجھ لو اور ساری خواتین کو بھی یہ مسئلہ سمجھا دو یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوئی۔

Marfat.com

جہاں آج ہم سنت کے لحاظ سے بحث کر رہے ہیں، وہاں سنت کی آئنی حیثیت بھی سامنے آ گئی، کچھ لوگ اس غلطی میں بھی مبتلا ہیں کہ ہمارے لئے صرف قرآن کافی ہے، ہمیں سنت کی ضرورت ہی نہیں اور صرف قرآن ہمارے لئے کافی ہے۔ اُس قرآن نے ہی تو سنت کو لازم کر دیا ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی آئینی حیثیت ہے، کہ جس کو ماننا قرآن کو ہی ماننا ہے، اور پھر اس کی تشریحات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ استدلال کر کے اس کو بیان کر رہے ہیں، یہ وہ نور ہے جو رب فقہاء کو عطا فرمایا ہے۔

قرآن و سنت کے ساتھ جو فقہ کا تعلق ہے، وہ بھی اس مقام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس طرح بتدریج احکام ثابت ہوتے ہیں اور اُن احکام کو امت کیلئے بیان کر دیا جاتا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

خواتین کے لئے یہ حدیث بخاری ایک نہیں بہت زیادہ دیگر پہلو بھی ہیں۔ لیکن اسوقت ٹائم کا اختصار ہے، خواتین کو یہ بات روح میں اتارنی چاہیے، یہ معاملات جن کو بظاہر چھوٹے چھوٹے سمجھا جا رہا ہے اور پتہ نہیں آج اس سلسلہ میں کتنی ترقی ہو گئی ہو گی ہمیں پتہ نہیں اب اس سے آگے کیا کچھ ہوتا ہے۔

یہ معمولی سی چیز جو بنیادی تھی اُس پر جب لعنت کا حکم ہے تو آگے اپنے چہرے کے حسن کیلئے سرجری کروانا اور اسکے علاوہ جو دیگر خرافات بن چکے ہیں یہ سارے شریعت مطہرہ کے لحاظ سے کسی قدر ناجائز ہیں، کس قدر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور اُس پر پھٹکار برستی ہے جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔

اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ

وہ جو اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز کو بدلتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو شکل دی تھی اور جو حسن دیا تھا اور جس طرح کا چہرہ دیا تھا، اُس کو بدلنے کی کوشش کرتی ہیں۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع الفاظ دے دیئے، جس سے قیامت تک کے مسائل کو نکالا جا سکتا ہے اور رہنمائی حاصل کی جا سکی ہے۔

کہ ہم نے جن کا کلمہ پڑھا ہے چونکہ انہوں نے جنت لے جانے کا ذمہ بھی اٹھایا ہوا ہے، تو پھر زندگی یوں گذارنی پڑے گی، جس کو دیکھ کے اُن کو خوشی محسوس ہو رہی ہو اور یاد رکھیں۔

یہ معاملہ صرف خواتین کے لحاظ سے ہی نہیں یقیناً آج بھی اس دور میں وہ عظیم خواتین ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے سنت نبوی پر عمل کرنے کی جرأت عطا فرما رکھی ہے اور اس سلسلہ میں وہ کردار ادا کر رہی ہیں۔

جن میں تھوڑی سی کمزوری ہے ان کو اس پیغام سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اور آج وقت ہے توبہ کر لیں گی تو بہار آ جائے گی وہ سارے گناہ جو پہلے تھے وہ ایک آنکھ کا ایک آنسو جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے ٹپکے گا تو اُس سے ساری سیاہیاں دور ہو جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ نیا نور عطا فرما دے گا، دوسری طرف جو مردوں کا معاملہ ہے۔ وہ بھی آج دیکھنے میں جو صورتحال نظر آ رہی ہے۔

ہماری ملت کے نوجوانوں کی کیا کیا صورتیں بن گئی ہیں، کیا بالوں کے انداز کیا کپڑوں کے انداز کیا رہن سہن کے انداز کیا چلنے پھرنے کے انداز اور کیا زیب و زیبائش اور کیا نقش و نگار۔

مرد بھی وہ کر رہے ہیں آج کل ایسا سنگھار
دیکھ کے مردانگی روتی ہے جس پے بار بار
کان میں بالی گلے میں چین ہاتھوں میں کڑا
یا الٰہی وقت کیسا آ کے لڑکوں پہ پڑا

یہ کیسی صورتحال بن گئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت فرما دیا تھا۔ آپ کا یہ فرمان مسند امام احمد جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 339 پر موجود ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ. مسند امام احمد ۱/۳۳۹

جو لوگ مردوں میں عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو وہ ہیں تو مرد لیکن عورتوں جیسا چال چلن بناتے ہیں، عورتوں جیسے بال اور عورتوں جیسا انداز اور عورتوں جیسی چیزیں اور عورتوں جیسا میک اپ اور عورتوں جیسی خوشبوئیں عورتوں جیسا انداز۔

عورتوں جیسی خوشبوئیں اس سے مراد سرخی اور اس طرح کی چیزیں ہیں کہ جس میں رنگ بھی شامل ہو یہ ساری چیزیں کہ جن کی وجہ سے مرد کی عورت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

یہ ایسا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں ۔ نے تھوڑی سی تفریح کی ہے نہیں نہیں وہ لعنت کا مستحق بن گیا ہے۔

اسواسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

مرد کو اپنی ادا کے لحاظ سے مرد نظر آنا چاہیے اور عورت کو اپنی ادا کے لحاظ سے لباس کے لحاظ سے عورت بن کے رہنا چاہیے۔

اگر مرد بھی ٹیڑھا بن جائے گا اور اُس کے کردار میں کجی آجائے گی تو محبوب علیہ السلام نے واضح لفظوں میں اُس کی بھی گرفت کی ہے۔

فرمایا بچ کے رہو تم نے کسی فلمی ایکٹر کا کلمہ نہیں پڑھا تم نے ماہ مدینہ کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، سنت دیکھنی ہے تو اُنکی کردار دیکھنا ہے تو اُن کا نقش قدم ہے تو اُن کا ہم کیوں کسی کی طرح اپنے حلیے بگاڑ لیں، ہم کیوں کسی کنجر کو دیکھ کر اپنے بدن کا لباس تبدیل کر دیں، اپنے رہن سہن کا طریقہ تبدیل کر دیں، نہیں نہیں ہمارے لئے گنبد خضراء کی ہریالی کافی ہے، اور وہ ہریالی ایسی ہے کہ

Marfat.com

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

جو فیشن کر کے چاندنی لینا چاہتا ہے تو یہ چاندنی نہیں ہے بلکہ اندھیرا ہے، چاندنی وہ ہے جو محبوب علیہ السلام کی سنت کی چاندنی ہے۔

اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہیے کہ کہاں کہاں کوئی ایسا کام ہو رہا ہے کہ جس سے ہم نے عورتوں کیساتھ تشابہ بنائی ہوئی ہو آجکل یہ بھی بڑا وبال ہے کہ کچھ مردوں نے عورتوں والے لباس پہننے شروع کر دیئے وہ متشبھین بالنساء ہیں، مرد ہو کے عورتوں کیساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ کچھ دین کے حوالے سے سٹیج پہ آنے والے نعت خواں قسم کے کچھ لوگ انہوں نے عورتوں والے کپڑے پہننے شروع کر دیئے ہیں، جبکہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کیساتھ لعنت کا استحقاق ہے، شاید اُن کو پتہ نہیں چل رہا، اُن کو اپنے مرد ہونے پر شک ہو گیا ہے، یا لعنت کے بارے میں اُن کو یقین نہیں ہو رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
متشبھین وہ لوگ جو عورتوں کے ساتھ تشابہ اختیار کر رہے ہیں وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور خالق کائنات جل جلالہ کی لعنت کے مستحق بنتے جا رہے ہیں۔

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم فرمان جس کا تعلق معراج کی شب سے ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا مشاہدہ کیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کا مشاہدہ کرتے ہوئے چند مناظر نظر آئے، آپ نے وہ بیان کیے ہیں۔ بیہقی نے اُس کو بیان کیا ہے، ابن حجر نے ازواجر میں لکھا ہے۔

جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 15 پر یہ حدیث شریف ہے۔
لما عرج بی مشکوٰۃ شریف: ۴۲۹

Marfat.com

معراج کی شب جب مجھے بہت اوپر پہنچادیا گیا تو

مَرَرْتُ بِرِجَالٍ

میں جہنم کا مشاہدہ کر رہا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں کچھ مردوں کے پاس سے گزرا تو کیا صورتحال تھی فرمایا۔

تُقْرَضُ جُلُوْدُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ

آگ کی قینچیوں سے اُن کے بدن کاٹے جارہے تھے۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں نے کہا۔

مَنْ هٰوُلَآءِ

یہ کون لوگ ہیں۔ یہ رسول اکرم نے جو سوال کیا یہ کلام کے اسلوب کے تقاضے کے مطابق کیا ورنہ جو فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبریں دیتے ہیں خود وہاں چل پھر رہے ہوں اور پتہ نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے، اگر ان کے پاس اُم حارثہ آتی ہیں اور کہنے لگی بدر میں میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے، اگر وہ جنت میں پہنچا ہے پھر تو صبر کرتی ہوں، اگر وہ جنت میں نہیں پہنچا تو مجھے رونے کی تو اجازت دے دو۔

تو میرے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے حارثہ کی ماں تم ایک جنت کی بات کرتی ہو، میرے اللہ تعالیٰ کی کئی جنتیں ہیں۔

وَاِنَّ اِبْنَكِ لَفِى الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى

اور تیرا بیٹا اے حارثہ وہ تو سب سے اونچی جنت میں بیٹھا ہوا ہے۔

جو فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبر دیں، وہاں عرش پہ پہنچیں تو وہاں حقیقتاً معاملہ سامنے نہ ہو۔

یہ نہیں محض وہ ایک حسن کلام تھا، اور حضرت جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی تھی کہ تم ساتھ بیان کرتے جاؤ، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں۔

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَّذِیْنَ یَتَزَیَّنُوْنَ لِلزِّیْنَةِ

یارسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ مرد ہیں جو دنیا میں ناجائز زینت اختیار کرتے تھے۔ زینت جائز بھی ہے اُس پر باقاعدہ اجر وثواب ہے اور اُس کا باقاعدہ حکم ہے۔ کہ انسان کے کپڑے صاف ہوں چہرہ دھلا ہوا ہو اُس آدمی کیلئے بحیثیت سنت سرمہ لگانا اور بحیثیت سنت خوشبو لگانا یہ انبیاء کی سنت ہے، اور اسکی بہت بڑی فضیلت ہے۔

مردوں کی خوشبو جس میں رنگت نہ ہو خوشبو آرہی ہو یہ خوشبو اُس کیلئے جائز ہے لیکن آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے وہ زینت اختیار کی جس کو حرام کیا گیا تھا، ایسے انداز میں بال رکھے ایسے انداز میں کپڑے سلائے ایسے انداز میں انہوں نے بناؤ سنگھار کیا، ایسے انداز میں اپنی زندگی میں چلتے پھرتے رہے کہ جس کو شریعت مطہرہ نے ناجائز قرار دیا تھا اور انہوں نے فیشن کو اپنایا تھا اور سنت کو پس پشت ڈالا تھا، فیشن کا جھنڈہ یہ اپنی طرف سے لہرارہے تھے جب یہ اس انداز میں زندگی کے شب روز گزار کے پہنچیں گے تو یہ اُن کی اُس وقت صورتحال ہوگی، کہ ان کے بدن کو آگ کیقنچیوں سے کاٹا جائے گا اور پھر اُن سے کہا جائے گا یہ ہے وہ فیشن جو تم دنیا میں کرتے تھے، یہ ہیں وہ تمہارے بالوں کے انداز اور یہ ہیں وہ تمہارے لباس اور یہ ہے وہ تمہارا غیر کے طریقے پر چلنے کا طریقہ جو تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر انگریزوں کے پیچھے اقتداء کر دی تھی مغرب زدہ بن کر اُن کی عادات کو اپنے معمولات کا حصہ بنالیا۔ اب قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ اس جرم کی پاداشمیں کہ جو فیشن کی طرف آگئے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، میں دیکھ کے آیا ہوں کہ اُن کو اِس انداز میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں عذاب دیا جا رہا ہوگا کہ اُن کے بدن قینچیوں سے کاٹے جارہے ہوں گے۔

دوسری طرف:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ثُمَّ مَرَرْتُ بِجُبٍّ مُنْتَنِ الرِّيحِ

Marfat.com

پھر میرا گزر ایک گڑھے کے پاس سے ہوا جس سے بد بو آ رہی تھی۔
بہت بڑا گڑھا تھا اُس سے بہت زیادہ بد بو آ رہی تھی۔

سمعت فيه اصواتاً شديدة

اور بڑی شدید آوازیں مجھے آ رہی تھی، ہائے ہائے کی اور بڑی دکھ بھری آوازیں اور بڑی کراہتی ہوئی آوازیں مجھے آ رہی تھیں۔

میں نے جبرئیل سے پوچھا

من هولآء: اے جبریل یہ کون ہیں۔

تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔

نساء كن يتزين للزينة　　الزواج ۲/۱۵

یہ تمہاری امت کی وہ عورتیں ہیں کہ جنہوں نے حلال زینت کو چھوڑ کے حرام زینت اختیار کی، جس حد تک شریعت مطہرہ میں جائز تھا، اُس سے تجاوز کر گئیں اُس سے آگے نکل گئیں اور یہ وہ کرتوت کرتی رہیں جو شریعت میں ممنوع تھے اور اپنے آپ کو سنوارتی اور نکھارتی رہیں، اور وہ دنیا میں سمجھتی تھیں کہ شاید دنیا میں اسکا بڑا فائدہ ہے، اس میں بڑی بھلائی ہے، اور یہ ایک رمُز ٹِمنٹ ہے، یہ ایک ہماری تفریح ہے، ہم اسطرح کے کپڑے پہن لیتی ہیں، اس طرح کی زیب و زیبائش کرتی ہیں اور اسطرح چلتی پھرتی ہیں، میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے ان کو جہنم کے گڑھے میں بد بو کی حالت میں دیکھا۔

جو آج معاشرے کے اندر یہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے فیشن کیا، تو ہم نے معاشرے کو چمک دی، اور ہم نے زمانے کو خوشبو دی، نہیں نہیں جو خلاف سنت کام ہے وہ خوشبو نہیں وہ بد بو ہے، ہمارے محبوب علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھ کے آئے ہیں۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مطلب کیا تھا اگر ہمیں آج پتہ نہ چلتا تو قیامت آ جاتی اور آگے حساب یہ ہوتا کہ آگ کی قینچیاں آ جاتیں اور وہ گڑھے آ جاتے ہم قف

Marfat.com

افسوس ملتے کاش کہ دنیا میں پتہ چل جاتا تو ہم ایک دن بھی فیشن کو نہ اپناتے ہم اُس فیشن پر تھوکتے، ہم اُسکو مسترد کرتے، ہم قدموں کے نیچے اس کو روند ڈالتے، یہ کتنا ذلیل اور سوا کرنے والا ہے، یہ اُس وقت افسوس ہوتا لیکن یہ ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے، آپ نے سب کچھ بیان کر کے ہمیں بتا دیا ہے۔

فرمایا میں تو تمہارے لئے مثل والد ہوں، تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ تم نے قضائے حاجت میں بیٹھنا ہے تو کس طرح بیٹھنا ہے، سب کچھ میں بتانے آیا ہوں، کوئی چیز بھی تمہارے لئے ایسی چھوڑ کے نہیں جاؤں گا کہ ابھی ضرورت ہو اور میں نے بیان کرنا بند کر دیا ہو، فرمایا میری امت اب اس پر عمل کرنا تمہارا کام ہے، میں نے سب کچھ بتا دیا اور پھر میں آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور میں دیکھ کے آیا ہوں کہ انداز کیا ہے۔

اگر تم میری سنت کے آئینہ میں رہو گے تو اتنا نور ملے گا، فردوس کے بالا خانے ہونگے جنت کا جمعہ بازار ہوگا، جنت دار السلام کا ماحول ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے بندوں کو یہ پیغام دے رہا ہوگا تم نے دنیا میں میرے لئے اپنے آپ کو پابند کیا تھا، تو آج تمہیں اپنا دیدار کرا رہا ہوں۔

یہ پابندیاں تھوڑی سی ہیں، اس پر جو اجر و ثواب ملنے والا ہے وہ بہت زیادہ ہے، آج دیکھئے کتنے ایسے مقام آ گئے، گننے لگیں تو گنتے گنتے ٹائم کتنا گزر جائے، جو آج فیشن کی شکل میں چل رہا ہے۔

اور ماں بیٹے پہ خوش ہے کہ میرا بیٹا نئے نئے انداز روز اپناتا ہے، بعض جگہ تو کچھ سادہ ماں اپنے بیٹوں کے ایسے انداز پر اُن کو خوشی ہے، وہ اُن کو روکتی نہیں بلکہ وہ مسلسل خوش ہو رہی ہیں۔

بھائی بھائی پہ باپ بیٹے پہ حالانکہ فلاح کا مدار یہ ہے اور حقیقی پیار یہ ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی سنت کے رنگ میں نظر آئیں تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے

Marfat.com

اور اگر تھوڑی سی بھی گڑ بڑ نظر آئے تو باپ پر یہ لازم ہے کہ وہ ادب سکھائے ضرور بتائے اور خود بھی پیکر سنت بنا ہوا ہو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنے گھر کو اسطرح وہ گہوارہ سنت بنا دے۔

جب تھوڑا سا بھی فیشن آتے دیکھ لے تو اُس فیشن کو بھگا دے آگے اپنے گھر سے باہر نکال کے یہ نعرہ لگائے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور نبی علیہ السلام کی رسالت کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، جو اُن کو پسند ہو گا وہ میرے گھر میں بات چل سکے گی اور جو انہیں پسند نہیں ہے اُس بات پر میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

خواتین کیلئے یہ بات بھی قابل غور ہے۔

معراج کی شب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گذرے اسکو ابن کثیر نے البدایہ کی جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 652 پر روایت کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاِذَا بِنِسَاءٍ يَنْهَشُ ثَدْيَهُنَّ الْحَيَاتُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں اچانک چند عورتوں کے پاس سے گذرا اُن کے پستان پر سانپ ڈس رہے تھے اور اُن کے گوشت کو نوچ رہے تھے پستانوں پر سانپ چمٹے ہوئے تھے۔

قُلْتُ مَا بَالُ هٰؤُلَآءِ

میں نے کہا جبریل ان عورتوں کا کیا جرم ہے۔

کہ اتنے زہریلے جہنم کے سانپ ان عورتوں کے نازک حصے پر چمٹے ہوئے ہیں۔ تو جواب دیا گیا۔

هٰؤُلَآءِ الَّتِي يَمْنَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ اَلْبَانَهُنَّ

یہ وہ ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔

Marfat.com

(یمنعن اولادھن البانھن) کہا کیا معاملہ ہے، جو ہمارے نبی علیہ السلام نے بیان نہ کیا ہو، اگر کمی ہے تو ہمارے عمل میں ادھر سے تو کوئی کمی نہیں ہے۔

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذھن کے فلک پر جو سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک اُن کے جواب تحریر کر چکی تھی

یہ نیڈو کے ڈبے تو آج پیتے ہیں، مگر نگاہ نبوت نے فیصلے پہلے فرما دیئے تھے محبوب علیہ السلام نے واضح کر دیا اور جو منظر تھا بیان کر دیا، کوئی ماں یہ معمولی سمجھے، اپنا دودھ ہوتے ہوئے اپنی بچی یا بچے کو دودھ نہیں پلایا تو اُس نے کتنا بڑا جرم کیا، میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے سانپ دیکھے وہ ڈس رہے تھے اور امت کو یہ بتا اس لئے دیا کہ میری امت کی کوئی خاتون ایسا کام نہ کرے۔

ورنہ ایسا خمیازہ اُس کو بھگتنا پڑے گا۔

اب کیا اپنے ننھے منھے پھول جیسے بیٹے کا منہ اچھا ہے یا جہنم کے سانپوں کے ڈنگ اچھے ہیں، ان خواتین کیلئے آج یہ مشعل راہ ہے۔

آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مشعل راہ ہے کہ مختلف لوگوں کے تبصرے اور مختلف مغرب زدہ خواتین کی باتیں اور اُن کے چکروں میں ہرگز نہ آئیں جو محبوب علیہ السلام نے بہار عطا فرمائی ہے یہ وہ بہار ہے جو دنیا کی بھی بہار ہے اور عقبیٰ کی بھی بہار ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں سے خطاب

دونوں طرف کی ایک ایک بات سامنے رکھ رہا ہوں اور یہ ہمارا مشترکہ سبق ہے، یہ ہماری روح کا پیغام ہے۔

یہ حدیث طبرانی کی جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 123 پر ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے۔

قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُو اللُّحٰی

اپنی داڑھیاں بڑھاؤ اور اپنی موچھوں کو پست کرو۔

وَلَا تَمْشُوا فِی الْاَسْوَاقِ اِلَّا عَلَیْکُمُ الْاُزُرُ

بازاروں میں چلتے ہوئے جانگیے پہن کے یا چھوٹے نکر پہن کے نہ نکلو گھٹنے ڈھانپے ہوئے ہونے چاہیں۔

علیکم الازر: بازاروں میں تم یوں چلو کہ یہ گھٹنے چھپے ہوئے ہوں آج کا یہ بھی فیشن ہے، صبح سب سے پہلا ناجائز کام نماز کے ناغے کے بعد یہ کیا جارہا ہے کہ ابھی منہ بھی دھونا ہے، سکوٹر پہ بیٹھ گئے ہیں، کچھا پہنا ہوا ناشتہ لینے جارہے ہیں، جبکہ محبوب علیہ السلام ادھر مدینہ شریف سے دیکھ رہے ہیں، کہ یہ کیسا میرا امتی ہے یہ کیسا عمل ہے اور یہ کیا کر رہا ہے۔

فرمایا سن لو۔

میرا طریقہ سامنے رکھو کسی فلمی سٹار کو نہ دیکھو۔

حسن دیکھنا ہے تو میرے دربار سے دیکھو، میں نے تمہارے لئے داڑھی کو زیور بنایا ہے، میں نے تمہارے لئے اسکو حلیۃ قرار دیا ہے۔ یہ حلیۃ المومن ہے، یہ مومن کا زیور ہے اسکو زیور سمجھو، اسکو قتل نہ کرو، اسکو سامنے رکھو، اس سے پیار کرو، اسکو بوجھ نہ سمجھو۔

غیروں کے کہنے پر میری سنت کو ترک نہ کرو۔

میری امت یہ یاد رکھو میں نے فیصلہ دے دیا ہے۔

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَیْرِنَا

جس نے میری سنت پہ عمل نہیں کیا وہ میرا ہے ہی نہیں، میں اُسکو قبول نہیں کرتا، وہ میرا نہیں ہے، جس نے میری سنت پہ عمل نہ کیا۔

مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَیْرِنَا ہمارے غیر کے طریقے پر چلا، ہمارے دشمن کے

Marfat.com

طریقے پر چلا یہودی کے طریقے پہ چلا عیسائی کے طریقے پہ چلا اور وہ غیروں کی با
پہ چلتا رہا۔ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں
اُس سے بیزاری کا اعلان کر رہا ہوں۔

مسلسل ان لفظوں کے ساتھ فرمادیا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ داڑھی بڑھا
لو اور مونچھیں پست کرلو اور بازاروں میں اس انداز سے نہ چلو کہ گھٹنے ننگے ہوں اور آپ
نے اس کے فوراً بعد یہ فرمایا

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَیْرِنَا

وہ میرا نہ بنے جو میری سنت پہ عمل نہیں کرتا۔

کیوں وہ میرے بارے میں دعوے کرتا ہے، کیوں وہ میرا بن کے اعلان کر
رہا ہے، میرا وہی بن کے اعلان کرے جو میری سنت پہ عمل کرنے والا ہے۔

اور جو عمل کرنیوالا ہوگا اُس کو یہ ضرورت نہیں کہ وہ کہتا رہے کہ وہ میرا ہے بلکہ
میں خود کہوں گا کہ وہ میرا بن چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ (الترغیب والترھیب ۱/۸۰)

جو میری سنت پہ قائم رہے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اگرچہ درجے کا فرق تو پھر بھی ہوگا لیکن اسکو دیدار ہوتا رہے گا۔

اب سرکار نے خود اُس کو اپنا بنا لیا ہے، سنت پہ عمل کرنے کے ساتھ اتنی
سعادتیں مل جائیں گی۔

اگر پیچھے رہیں گے تو کس قدر بدبختی ہے اور کس قدر شقاوت ہے۔

یہ جو دین ہے اس کو اگر ہم نہیں مانیں گے تو اس پر عمل کرنے والی کون سی قوم
آئے گی اس پہ عمل اور کس نے کرنا ہے، اور کون سی قوم پیدا ہوگی۔

یہ ہمارا نصب ہے، یہ ہماری زندگی کی روشنی ہے، یہ ہماری قبر کا نور ہے، یہ

Marfat.com

ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے، یہ ہمارے لئے وہ چمکتا ہوا نقش قدم ہے، اسواسطے آج یہ عہد کرنا ہے، جہاں جہاں کمی ہے وہاں توبہ کرتے ہوئے اپنے عمل کو صحیح کرنا چاہیے۔

اس سلسلے میں یہ باتیں یقیناً کڑوی بھی ہیں لیکن مجھے امید ہے اور یقین ہے کہ یہ جو تقویٰ کا موسم بہار ہے اور فہم دین کی برکت ہے۔

اسواسطے اس کو دل ضرور قبول کرے گا، کیونکہ یہ اُس محبوب علیہ السلام کا فرمان ہے جو دلوں میں رہتے ہیں، اُن کا دیا ہوا سوز ہے اُن کی دی ہوئی تڑپ ہے، یہ ہماری ڈیوٹی ہے، ہم اُن کے ایک نوکر ہونے کی حیثیت سے شریعت پر پہرہ دینے کے پابند ہیں۔ اگر ہم نہیں بولیں گے تو ہمیں گونگا شیطان کہا جائے گا۔

یہ وہ منصب ہے جس کو نبھانا بڑا لازم ہے۔

ؔ میں صورت گل دست صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے میرا جوشِ جنوں میری قبا چاک

کوئی داد دیتا ہے یا نہیں دیتا واہ واہ کرتا ہے یا ہائے ہائے کرتا ہے، ہمیں اُس سے غرض نہیں ہم نے وفا کرنی ہے دربار رسالت کیساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنت کا پیغام امت کو دیا ہے، وہ ہمارے پاس امانت ہے، وہ روح کی غذا ہے، اُس کو پہچانا اور اُس کو پھیلانا یہ امت کے علماء کی اور افراد کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

اسواسطے بلا جھجک اس پیغام کو پہنچانا چاہیے، جب پہنچے گا تو تبدیلی ہوگی ضرور اصلاح ہوگی، یہ چیز ایسی نہیں کہ جس کو ذہن قبول نہ کرے اور باغی بن جائے، نہیں نہیں۔

خدا کی قسم ہے، اس سے ضرور انقلاب برپا ہوتا ہے۔

ہمارے پاس سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں:۔ یہی باتیں مجرموں کو بدلتی ہیں اور انہی سے کانٹے گلاب بنتے ہیں۔

اور انہیں سے ذرے آفتاب ۔بنتے رہے، انہیں کی وجہ سے صبح نور کے اندر چراغاں ہوتا رہا۔

Marfat.com

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان آج ہمیں سہارا دے رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

(الترغیب والترھیب، ۱/۸۰)

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِی فَلَهٗ اَجْرُمِاۃِ شَهِیْدٍ

آپ نے فرمایا جس نے فساد امت کے وقت میری سنت کے جھنڈے کو بلند کر دیا۔ خود اس پر عمل کیا اور لوگوں کو اُس پر عمل کی دعوت دی۔

جس نے اُس وقت میری سنت کو زندہ کیا اُس کو سو شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا۔ لہٰذا کتنا آسان سا کام ہے۔

اپنے بدن پر سنت کا راج اور اپنے گھر میں سنت کا راج اور اپنے دوستوں میں سنت کا راج اور اپنی بزم میں سنت کا راج اپنے محلے میں سنت کا راج اپنے ملک میں سنت کا راج یہ سوسائٹی میں سنت کا رنگ اس سے اتنی برکتیں آجائیں گی۔

ایک سنت زندہ کرو گے تو سو شہید کا ثواب پاجاؤ گے۔

ایک بار شہید ہونا ہی بڑی بات ہوتی ہے، لیکن یہ سنت کا نور ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ جس کی وجہ سے بندے کو اتنی بلندی دیتا ہے کہ ایک ہی عمل پر اُس کو سو شہید کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

اب میں مشترکہ ذمہ داری کی بات کرتا ہوا گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔

کہ پہلی امتوں میں بھی انبیاء آئے تو ان کے کچھ حواریون بنے، انہوں نے عمل کیا بعد میں لوگ آ کے بگڑ گئے، انہوں نے انبیاء کی سنت کو چھوڑ دیا۔

فرمایا میرے صحابہ یہ بات آگے پہنچا دو، اگر میری امت پر ایسا وقت آجائے تو اُس وقت جو نیک لوگ ہونگے اُن کا کردار کیا ہونا چاہیے۔

جب لوگ ڈوب رہے ہیں فیشن میں بے حیائی میں عریانی میں فحاشی میں بے

Marfat.com

پردگی میں حرام خوری میں حرام کاری میں تو ایسے میں میرے صحابہ کا کردار کیا ہونا چاہیے، کیا اُن کو خاموش ہو کے کسی کونے میں بیٹھ جانا چاہیے یا کچھ کردار ادا کرنا چاہیے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ

جس نے اُن کے ساتھ جہاد کیا۔

(بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ) جب میری سنت کو مٹا کر فیشن کو بڑھایا جا رہا ہوگا تو اُس وقت جو اپنے ہاتھ سے جہاد کرے گا تو وہ مومن ہے۔

(فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ

جو اپنی زبان سے جہاد کرے گا فھو مومن تو وہ بھی مومن ہے۔

(فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ جو اپنے دل سے اُس فیشن پرستوں سے نفرت کرے گا، تو وہ بھی مومن ہے، اگرچہ پہلا مومن بڑے درجے کا دوسرا اُس سے چھوٹے درجے کا اور تیسرا سب سے چھوٹے درجے کا ہے۔

اس کے بعد میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

وَلَیْسَ وَرَآءَ ذَالِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ

فرمایا اس کے بعد جو شخص نہ ہاتھ سے فیشن کے خلاف جہاد کرتا ہے اور نہ ہی سنت کے تارکین کے خلاف اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے اور نہ ہی اپنے دل سے اُن کو برا سمجھتا ہے اور نہ ہی ملامت کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا: لَیْسَ وَرَآءَ ذَالِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃَ خَرْدَلٍ

اُس بندے کے دل میں جس کو یہ تینوں حالتیں حاصل نہیں ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں رتی بھر بھی اُس کو ایمان حاصل نہیں ہے۔

(لَیْسَ وَرَآءَ ذَالِکَ تین ہی صورتیں ہیں یا تو ہاتھ سے یا زبان سے پھر دل سے اگر ان میں کچھ بھی نہیں تو پھر وہ مومن کس چیز کا ہے۔

Marfat.com

ہماری شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو ادھر یہ خاموشی سے بیٹھا ہو ہمیں اُس تقویٰ کی ضرورت کیا ہے۔

خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے
حق نے کر دیں دہری دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

مومن ہونے پر تین درجات آج آپ نے سن لئے، یہ آپ پر قرض ہے۔ اس کو اتارنا ہے، خود بھی ہم نے سنت کا پیکر بننا ہے۔

نحوست اور فیشن کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

ان تین درجات میں سے اولین حیثیت حاصل کرنی چاہیے۔

یہ ایک درد بھرا پیغام تھا جو میں نے عرض کر دیا۔

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شاعر مشرق کہہ رہے تھے۔

خوب ہے تجھ کو شعار صاحب بطحا کا پاس،
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقہء خاتم میں گردوں تھا اسیر
اے سلیماں تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
غافل اپنے آشیاں کو آکے پھر آباد کر
نعمہء زن ہے طور معنیٰ پے کلیم نکتہ بین

آخر دعونا اَنِ الحمد اللہ رب العٰلمین

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 18

مسئلہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ

وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًارَّحِیْمًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِالْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اتم برھانہ، واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں ختم الرسل مولاکل احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

نہایت ہی محتشم علماء کرام ارباب فکر ودانش اور معزز حضرات وخواتین رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو اس نورانی ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے اٹھارہویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ آپ سب کو اور اُن حضرات کو جو نیٹ پر اس پروگرام کو ملاحظہ کر رہے ہیں، سب کو اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع **مسئلہ حیات النبی ﷺ** ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے محبوب اور تمام کائنات کے تاجدار تمام رسل علیھم السلام کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی حیات برزخی جسّی حقیقی دنیاوی کیساتھ روضہ پاک میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وعدہ الٰہی کے مطابق آپ پر موت کا لمحہ طاری ہوا لیکن وہ موت ہمیشہ کیلئے برقرار نہ رہ سکی اور دوسرے ہی لمحہ میں آپ کی روح مبارک کو بدن میں لوٹا دیا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس حیات کی بدولت روضہ پاک میں زندہ ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے علم کی وجہ سے امت کے احوال پر مطلع بھی ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کی حیات دی ہے جس کی وجہ سے وہ دور و نزدیک سے سن بھی لیتے ہیں

Marfat.com

اور جو اُن کو سلام کہتا ہے وہ سن کر اس کے سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں یہ ہمارے ہاں ہرگز تصور نہیں کہ کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس ایک لحہ موت کا انکار کرتا ہو وہ حقیقت ہے اور قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔

لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ موت ایسی موت نہیں تھی جسطرح کہ دیگر ذی روح افراد پر آتی ہے اور اس کے بعد اسکا تسلط ہو جاتا ہے۔

یہاں موت کی حقیقت کچھ اور تھی اور وہ بھی باقاعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چاہت کے مطابق آئی تھی۔ خالق کائنات نے آپ کو باقاعدہ اختیار دیا تھا اور اس اختیار کے مل جانے کے بعد پھر آپ نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمایا تھا جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ اس سے برعکس ہے۔

تو ہمیں موت کے اطلاق کے لحاظ سے بھی اور موت کے آنے کے لحاظ سے بھی پھر دوسرے لوگوں میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طور پر فرق کرنا چاہیے جو کہ عقیدہ کا حصہ ہے۔

بخاری شریف کی حدیث نمبر 3654 میں یہ بات موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں یہ الفاظ بولے تھے

اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَاعِنْدَه

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے دنیا اور اس چیز کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ خالق کائنات نے ایک بندے کو اختیار دے دیا اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بولے تو سارے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین اس پر خاموش بیٹھے تھے لیکن حضرت سیدنا صدیق

Marfat.com

اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دیگر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ اس میں ایسی کون سی پریشانی کی وجہ ہے کہ جس کا اظہار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رو کے کر رہے ہیں تو کہنے لگے کہ ہمیں بعد میں اسکا پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا تھا کہ اللہ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے تو اُس بندے سے مراد خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی اور اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ تو اس اختیار پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمالیا دیگر لوگوں کا خیال ادھر نہیں جارہا تھا لیکن جو مزاج شناس نبوت تھے حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ فوراً اُن کی سوچ پہنچ گئی کہ یہ مسئلہ کیا ہو رہا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کی خبر دے رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر پتہ چلا کہ دوسرے لوگوں کو اور دوسری ذوات کو موت آتی ہے تو فرشتہ آرہا ہے اور روح قبض کر لیتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے نہ وہ کسی سے پوچھتا ہے نہ مشورہ کرتا ہے لیکن یہ وہ ذات ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ تمہاری مرضی ہے، چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیئے ہوئے اختیار پر خود اپنی مرضی کے ساتھ اس بات کا چناؤ کر لیا کہ میں نے کار نبوت مکمل کر دیا پیچھے میرے صحابہ کرام کام چلائیں گے اور پھر آگے ہمیشہ اس امت کے علماء برحق کام کرتے رہیں گے اور میں نے اپنے رب کے پاس جانے کو پسند کر لیا ہے۔ تو پسند اختیار کی تھی تو یہ جو موت کا آنا تھا اسکا بھی دیگر تمام قسم کی اموات سے باقاعدہ طور پر فرق موجود تھا۔ وہ آئی وعدہ الٰہی پورا ہو گیا۔ روح مبارک نکلی اور اس کے بعد کوئی ایسی جگہ نہیں تھی اس بدن سے زیادہ

Marfat.com

افضل ہوتی چونکہ جو بھی روح نکلتی ہے اگر اچھی ہے تو اسکو پہلے سے اچھا مقام دیا جاتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے زیادہ مقدس روح کون ہوگی اور جس بدن میں اس نے اتنے سال گذارے ہیں اس سے مقدس کونسی جگہ ہوگی۔

یہاں تک کہ سب علماء کے اتفاق سے عرش عظیم سے بھی بدن نبوی کی عظمت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کو زیادہ عظمت عطا فرمائی گئی ہے۔

یہاں تک کہ وہ مٹی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے مس ہوئی تو اُس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے وہ روح مبارک جو قبض کی تھی اُس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں واپس لوٹا دیا اس کے بعد وہ جو وعدہ تھا وہ پورا ہوا اور برزخ کا پردہ درمیان میں آ گیا۔

اگر چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کے لحاظ سے پردہ موجود تھا چونکہ اُن کے لحاظ سے وصال کے سارے تقاضے مکمل ہو چکے تھے لہذا اُن پر لازم تھا کہ وہ قبر کی بھی تیاری کرتے اور مرحلہ تکفین و تدفین کے اندر بھی شریک ہوتے۔

جس طرح خالق کائنات جل جلالہ نے شہدا کو واضح طور پر احیاء کہا ہے۔ زندہ کہا ہے۔

وَلَا تَقُولُو لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات" بَلْ اَحْيَآء

جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں تو ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن اسکے باوجود وہاں انکار نہیں کیا گیا کہ جب وہ زندہ ہیں تو ہم اُن کا جنازہ کیوں پڑھیں ان کو ہم دفن کیوں کریں زندہ ہونے کے باوجود یہ سارے کام کیے گئے تو ایسے ہی یہ بھی صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی ڈیوٹی تھی کہ وہ اس کام میں ضرور شرکت کریں۔

Marfat.com

یہ میں وضاحت اس لئے کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ محض اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ پھر صحابہ نے معاذ اللہ زندہ نبی کو دفن کیا؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا ایسا کر کے انہوں نے کتنی بڑی بے ادبی کی؟ یہ ہرگز ایسا نہیں تھا وہاں چونکہ برزخ کا پردہ درمیان میں آچکا تھا اس کے لحاظ سے صحابہ کرام پر یہی لازم تھا اور انہوں نے ادب کے سارے تقاضے پورے کئے اور اپنی ڈیوٹی مکمل کی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کو ایک لمحہ کے بعد آپ کے بدن میں لوٹا دیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو شہدا کرام کی حیات سے کہیں زیادہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔ جس کو شریعت مطہرہ میں اور قرآن وسنت میں تفصیل کے ساتھ جو آپ کی حیات کی شہدا کرام کی حیات پر فوقیت ہے اس کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

ان مختصر سی تمہید کے بعد یہ بات اب ذہن میں رکھیں کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے ایک لمحہ کے آنے کا انکار کرتا ہو یقیناً حیّ قیوم صرف ایک ذات ہے اور حیّ لایموت صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ وہ ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا اور موت کا جو لمحہ تھا وہ اپنے اختیار سے پسند کیا۔ وہ موت آئی اس کے بعد برقرار نہیں رہ سکی خالق کائنات جل جلالہ نے روح کو واپس لوٹا دیا ہے اور اب وہ زندہ ہیں اور یہ وہ زندہ ہیں جو حیّ یموت ہیں۔ یہ محبوب علیہ السلام حی بھی ہیں اور موت کا ذائقہ چکھا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو حیّ لایموت ہے نہ اس پر موت آسکتی ہے اور نہ ہی کبھی آئی ہے اور نہ ہی کبھی آئی گی وہ ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا قرآن مجید برہان رشید میں فرمان ہے۔

Marfat.com

سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۶۴ ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اے میرے محبوب علیہ السلام جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔ جَآءُوْكَ

تمہارے پاس آجائیں۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

وہاں آپ کے پاس آکر اللہ سے اپنی گناہوں کی معافی مانگیں۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

اور رسول بھی اُن کیلئے سفارشی بن جائیں۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

تو وہ گنہگار اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا پالیں گے اور بہت مہربان پالیں گے۔

خالق کائنات جل جلالہ کا یہ قرآن اور یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اگرچہ ہر جگہ ہے لیکن جب جاوک کے تقاضے پورے ہوں گے تو پھر لوجدوا اللہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پالیں گے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لیتا ہے لیکن فرمایا جب اُن کو ایسی مشکل آگئی کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اب معافی چاہتے ہیں تو اُن کو آپ کے پاس آنا ہوگا آپ کے پاس جب وہ آئیں گے تو اس کی بنیاد پر وہ معافی مانگیں گے اور آپ اُن کی سفارش کردیں گے اور اس سفارش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ آپ نے فلاں امتی کی سفارش تو کرنی ہے لیکن فلاں کی نہیں کرنی یہ بھی کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ سفارشی

Marfat.com

بلااذن کا مطلب یہ ہے کہ جونام اللہ نے لیا ہے اُسی کی سفارش کرنی ہے باقی کی نہیں کرنی۔

اذن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذن عام دے دیا کہ جس کی بھی چاہتے ہو اُس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ اُس کی سفارش فرما سکتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفارش فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُس کو قبول کرلیتا ہوں اور جو گنہگار دعا کیلئے پہنچتا ہے اُس کی دعا قبول کرتا ہوں اُس کیلئے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اُس وقت اگر کسی سے ایسا ہو جاتا تھا تو وہ پہنچتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے دکھ کا درماں فرمادیتے اور بعد میں آج بھی اگر کسی کے پاس ایسے اسباب ہیں تو وہ وہاں چلا جائے اور اگر ایسا نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے ساتھ امتی کا ایسا تعلق ہے کہ یہ جہاں بیٹھا ہوا اُن پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے۔ وہ اُس پورے ماحول کو زیرتوجہ کرلیتے ہیں۔ یہ جس وقت اپنی درخواست کو پیش کرتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حیات کیساتھ اس امتی کی سفارش فرمادیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے اس سلسلے میں دیگر حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 1 اور صفحہ نمبر 532 پر یہ حقیقت موجود ہے اور بالخصوص اس لئے اسکا حوالہ دے رہا ہوں کہ منکر حیات اس شخص کو اپنا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

امام حافظ ابن کثیر نے یہ روایت کیا کہ امام عتبی کہتے ہیں

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد میں روضہ پاک پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جاء اعرابی

ایک دیہاتی آگیا، ایک بدو آیا

Marfat.com

فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اُس نے آ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا جو کہ پوری امت کا مزاج تھا اور ہے کہ وہ ایسے نہیں کہ معاذ اللہ مٹی میں مل گئے ہوں جو آتا ہے بولتا ہے اس کی سنتے ہیں اور سن کے جواب بھی دیتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

جب اُس شخص نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا

امام عتبی بیٹھے ہیں اور یہ سب کچھ سن رہے ہیں تو اس شخص نے جو دیہاتی تھا سادہ تھا لیکن انداز اسکا بڑا عجیب تھا اور مبنی بر حقیقت تھا کہنے لگا۔

سَمِعْتُ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا.

میں نے اللہ کا یہ کلام سنا کہ جب تم جانوں پہ ظلم کر بیٹھو تو ان کے پاس آجاؤ اور وہاں آکر اپنی بات بیان کر دو وہاں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یہ سفارش کریں گے تمہارا کام بن جائے گا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد وہ شخص کہتا ہے۔

قَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کے پاس آگیا ہوں اور خود نہیں آیا آیت کا حوالہ دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں پہنچ جایا کرو۔

میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ مُسْتَغْفِرًا لِذَ نْبِیْ

اس حال میں کہ میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اللہ سے بخشش چاہتا ہے۔ مُسْتَشْفِعًا بِکَ

اور اس حال میں پہنچا ہوں کہ آپ سے سفارش بھی کروانا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

مُسْتَشْفِعًا بِکَ

اس میں ک ضمیر خطاب ہے یعنی سرکار کو اپنے سامنے موجود سمجھتے ہوئے کہا مستشفعا بک میں آپ کی سفارش چاہتا ہوں کہ آپ بھی میری سفارش فرمادیں تا کہ خالق کائنات جل جلالہ میرے لئے درِتوبہ کھول دے اور رحمتوں کا نزول ہو جائے۔

یہ کہنے کے بعد اُس نے بڑی محبت سے یہ اشعار پڑھے جو آج بھی روضہ مبارک کے ستون کی جالی پر لکھے ہوئے ہیں، اگرچہ ظالموں نے بہت کچھ مٹا دیا لیکن یہ اشعار ابھی تک وہاں لکھے ہوئے ہیں۔ جو اُس وقت امام عتبی سن رہے تھے اور دیہاتی مومن اشعار پڑھ رہا تھا کہتا ہے۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ

فِيْهِ الْعِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے لوگ بھی اس زمین میں دفن ہوئے آپ ان سب کے سردار ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

قاع اُس زمین کو کہتے ہیں جو پہاڑوں سے تھوڑی سی ہٹ کے ہو اور وادی کے اندر آئی ہوئی ہو اور وہ اونچی پہاڑی نہ ہو تو آپ اس زمین کے اندر آرام فرما ہیں ۔آپ کا بدن مبارک یہاں پر موجود ہے۔

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

آپ کے بدن کی خوشبو سے آپ کے اعضاء کی خوشبو سے یہ زمین بھی خوشبودار ہوگئی ہے اور جو دور دور تک پہاڑیاں اور ٹیلے ہیں سب سے خوشبو آرہی ہے اس جگہ جو اُس کا انداز ہے وہ بھی بڑا نرالہ ہے۔

Marfat.com

یا خَیرَ مَنْ یہ بھی لوگوں کو جو لفظ یا پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعد از وصال یہ نہیں بولنا چاہیے پہلے بھی اُس نے آ کے یا رسول اللہ کہا اور پھر یا خیر من دُفِنَتْ جتنے بھی اس مرحلہ تدفین میں پہنچے جتنے بھی اس جگہ دفن ہوئے اُن سب میں سے آپ بہتر ہیں میں آپ کو خطاب کر رہا ہوں۔اور فرمانے لگا

نَفسِی الْفِدَاءُ لِقَبرٍ وَاَنْتَ سَاکِنُہٗ

میری جان اس قبر پہ فدا ہو جائے جس میں آپ موجود ہیں آپ کی ذات تو ذات رہی لیکن میرے محبوب علیہ السلام

نَفُسِی الْفِدَاءُ لِقَبرٍ وَاَنْتَ سَاکِنُہٗ

کتنا ادب ہے کہ جس قبر میں آپ محوِ آرام ہیں جس جگہ آپ آرام فرما رہے ہے۔میری جان بھی اس جگہ پہ فدا ہو جائے۔

فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

یہ قبر جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس میں پاکدامنی ہے۔اس میں کائنات کا جود آرام فرما ہے اور اس کے اندر کائنات کا کرم موجزن ہے اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو جود عفاف اور کرم کے ساتھ تعبیر کر رہا ہے کہ یہ عام نہیں جس طرح کوئی مردہ کسی قبر کے اندر پڑا ہو یہ قبر تو کائنات میں سب سے بڑا مرکز برکت ہے اور مرکز عطا ہے۔

فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

زمانے بھر میں کہیں سے بھی اتنا نہیں ملتا جتنا یہاں سے ملتا ہے۔فیہ الجو د یہاں پر جود وسخا ہے اور یہاں پر عفاف اور تقدس ہے والکرم اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کرم کے مناظر نظر آ رہے ہیں۔

جس قبر کے اندر اے محبوب علیہ السلام آپ تشریف فرما ہیں۔

Marfat.com

امام عتبی کہتے ہیں وہ دیہاتی یہ اشعار پڑھ کے رخصت ہو گیا میں وہاں بیٹھا تھا کہتے ہیں۔ اسی دوران

غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ

مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا میری آنکھیں فوراً بند ہو گئیں، میں جب نیند میں پہنچا تو

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا وہاں بیٹھے بیٹھے ابھی وہ دیہاتی گیا ہی تھا کہ اُس کی برکت کی وجہ سے میرا بھی کام بن گیا میں نے جب آنکھیں بند کیں مجھ پر نیند طاری ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرمانے لگے۔

یَا عَتَبِی اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیَّ

اے عتبی میرا وہ امتی جو ابھی درخواست پیش کر کے گیا ہے تم اُس کے پیچھے جاؤ اُس کو جا کر فَبَشِّرْہُ یہ خوشخبری سنا دو۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَہٗ

اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما رہا ہے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد کی بات ہے۔

ایمان ہو تو ایسا ہو اور ایمان جب ایسا ہے تو کام بھی ایسا ہی بن جاتا ہے وہ سادہ انسان آ کے جھگڑ پڑا اللہ نے فرمایا تھا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ

اب میں آ گیا ہوں اور میں اسی عقیدے سے آیا ہوں کہ آپ میری سفارش کریں گے اب میں بول رہا ہوں میری سن لو اور میری سفارش کر دو اور کس خوبصورت انداز میں اُس نے اشعار پڑھے جو آج بھی امت کے تسلسل میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور جس وقت بات ہوئی ہے زیادہ دیر نہیں لگی وہ فارغ ہوئے ہیں اب کام تھا کہ حضور علیہ السلام سنتے سمجھتے پھر دربار میں سفارش کرتے پھر اللہ تعالیٰ معاف کرتا

Marfat.com

اور پھر اس امتی کا کام بن جاتا۔

چند لمحوں میں یہ سارے مراحل پورے ہو گئے ہیں محبوب علیہ السلام نے سن بھی لیا اور سمجھ بھی لیا ہے اسکا مقصد کیا ہے یہ جان بھی لیا ہے اور پھر اللہ سے رابطہ بھی کر لیا ہے اور اللہ سے بخشوا بھی لیا ہے اور پھر یہ خوشخبری سنوا بھی دی ہے کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ صرف یہ نہ سمجھنا کہ ابھی تمہاری درخواست پیش ہوئی ہے بلکہ اس درخواست پر اللہ نے جواب دیا ہے کہ میں اس کی بھی خبر دے رہا ہوں کہ میں نے درخواست کر دی ہے اور میرے رب نے تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ظاہری حیات جو بعد از وصال ہے یہ ہمارے نزدیک حسی ہے حقیقی ہے اور دنیاوی ہے اور یہ حیات شہداء کی حیثیت سے کہیں بالاتر ہے۔ شہدا کو ایسی حیات نہیں ملتی۔ جس طرح کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور یہ واضح ہے کہ جب شہدا کو آپ کے صدقے ملی ہے تو ان کی حیات کی حیثیت اور ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کی حیات کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

اس واسطے حضرت شیخ عبدالحق مدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت لکھا جواب یہ اختلاف کی بات چلی ہے اُس وقت کوئی اسکا وجود نہیں ملتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اپنی کتاب سفر السعادات کے اندر اس بات کو تحریر کر دیا۔

سفر السعادات کے صفحہ نمبر 172 پر لکھتے ہیں۔

(کہ حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حسی دنیاوی موصوف اند)

حسی کا مطلب یہ ہے کہ یوں نہیں کہ حیات ہے لیکن اُن کے بدن کو پتہ ہی نہیں کہ میں زندہ ہوں یا میں مردہ ہوں۔ حیات حسی ہے جو انہیں خود محسوس ہوتی ہے اور

Marfat.com

کوئی کشف والا ہوتو اسے بھی محسوس ہو جاتی ہے اور بعض لوگوں کو وہ خود محسوس کروا دیتے ہیں یہ حیات حسی ہے۔

اور آپ کی حیات دینوی ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جو دنیا میں آثار مرتب ہوتے ہیں وہ سرکار کی حیات پر اور انبیاء علیھم السلام کی حیات پر بھی مرتب ہوتے ہیں کوئی بلائے اس کی بات کو سن لینا سمجھ لینا قبر میں نماز پڑھ لینا اور قبر میں اللہ کا دیا ہوا رزق کھالینا قبر کے اندر رہتے ہوئے حالات پر مطلع رہنا،قبر کے اندر رہتے ہوئے امت کے حالات سے واقف ہونا اور جو سلام کرے اُس کے سلام کا جواب دینا اور جو مدد چاہے اللہ کے اذن سے اُس کی مدد کر دینا۔یہ حیات حسی اور دنیوی کا مطلب ہے۔

موصوف اندبالاتر از حیات شهداء

یہ انبیاء علیھم السلام کی جو حیات ہے یہ حیات شہدا سے کہیں زیادہ اونچی ہے

کہ ایں حیات معنوی اخروی است

کہ شہداء کی جو حیات ہے وہ معنوی ہے وہ حسی نہیں اور ان کی حیات اُخروی ہے وہ دنیوی نہیں اور انبیاء علیھم السلام کی حیات حسی ہے اور حقیقی ہے اور دنیوی ہے اسی وجہ سے ہی تو خالق کائنات نے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیھم السلام کا جب وصال ہو جاتا ہے تو اُن کی زوجہ سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔کسی حال میں بھی نہیں ہوسکتا۔اسواسطے کہ جن کے شوہر زندہ ہوں اُن سے آگے کسطرح نکاح ہو سکتے ہیں۔لیکن شہدا جس کے بارے میں قرآن بل احیاء کہہ رہا ہے وہ زندہ ہیں لیکن پھر بھی ایسی زندگی نہیں جیسی انبیاء کی زندگی ہو۔اسواسطے شہداء کی وفات کے بعد اُن کی ازواج کا آگے نکاح ہوسکتا ہے لیکن انبیاء علیھم السلام کو اللہ نے ایسی زندگی عطا کر رکھی ہے کہ جو شہداء کرام کی حیات سے اتنی بالاتر ہے کہ ان کے عقد میں جواز واج

ہیں

Marfat.com

آ گئی ہیں وہ ان کے وصال کے بعد کسی اور کے عقد میں نہیں جا سکتیں۔ تو کتنی سوچنے کی بات ہے کہ قرآن نے جن کو بل احیاء کہا اُن کی حیات تو بندے تسلیم کرلیں۔ لیکن جن کے صدقے میں اُن کو حیات ملی ہے اُن کی حیات کا انکار کردیں۔ حیات شہداء ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ حیات انبیاء اس سے بڑی حقیقیت ہے اور اتنی بڑی حقیقت ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس وقت لکھا۔

دریں مسئلہ ہیچ کس رااز علماء امت خلاف نیست

حیات انبیاء کے بارے میں پوری امت میں سے ایک عالم دین کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اندر انہوں نے اس بات کا اعلان کیا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری کے بعد اپنی اس حقیقت کو کہ امت اس وقت تک جس عقیدے پر موجود تھی بیان اور واضح کردیا کہ امت میں سے کوئی انسان بھی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو اور اُس نے انکار کیا ہو یہ بعد کی پیداوار ہے جو کچھ لوگوں نے اپنے اختلافات بنائے اور اس قطعی عقیدے کے خلاف بھی بولنا شروع کردیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ السلام کی حیات مبارکہ امت کا اتفاقی مسئلہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی امت اس عقیدے کی لطافت کو محسوس کرتی ہے اس واسطے بچے بچے سے پوچھ لو

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا مطلب کیا ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو یہ کہے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے نہیں نہیں بلکہ بچہ بچہ بولے گا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو جب اُن کی رسالت کے ڈنکے بج رہے ہیں تو اُن کی حیات کے بھی ڈنکے بج رہے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

Marfat.com

اس سلسلے میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تشریحات فرمادی ہیں کہ اب مزید کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور شک کا کوئی پہلو بھی باقی نہیں رہا

سنن ابوداؤد شریف کی حدیث نمبر 1047

باب فضل یوم الجمة و لیلة الجمعة

یہی حدیث شریف ابن ماجہ میں حدیث نمبر 1636 ہے۔

اور یہی حدیث نسائی شریف میں موجود ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

میری امت تمہارے افضل دنوں میں سے ایک افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اور بھی افضل ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن کی فضیلت کی تاریخ کیا ہے فرمایا فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا یوم میلاد ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ وَفِیْہِ قُبِضَ

اور اسی دن آپ کا وصال بھی ہوا۔ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعِقَۃُ

اسی کے اندر صور پھونکا جائے گا جب قیامت برپا ہوگی اور اسی دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اس دن کی یہ حیثیت بیان کرتے ہوئے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے جب یہ ماضی اور مستقبل کے لحاظ سے اتنا تاریخی دن ہے تو میری امت مجھے بھول نہ جانا۔

اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ

اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا۔ اب اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ مقصود کیا ہے کہ قیامت اسی دن میں ہے تو یہ دن سخت ترین ہوگا تو اس میں وہ کام

Marfat.com

کرلو جس کی برکت سے سختی ٹل جائے اور اُس دن حشر کی ہولناکیاں ہیں اُس دن کہا جائے گا پہلے ان کا اس دن یہی معمول ہوتا تھا جب درود وسلام کے سائے تلے بیٹھے تھے۔ اگرچہ آج قیامت ہے مگر ان کا آج وہ اعزاز برقرار ہونا چاہیے۔

قیامت کے دن کا تعارف کروا کے فرمایا پھر جب یہ بات ہے کہ اسی دن قیامت آئے گی تو میری امت مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا اور یہ بات بھی ضمناً عرض کردوں کہ جمعہ کو ہماری عید کہا گیا۔

اَلْجُمُعَةُ عِيدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ

جمعہ مسلمانوں کیلئے عید کا دن ہے۔ لیکن یہ ایک پیغمبر علیہ السلام کا یوم وصال بھی ہے تو پتہ چلا کہ اگر انبیاء علیھم السلام کے ولادت کے دن اگر وصال ہو جائے تو اُس دن کا عید ہونا پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ پھر بھی عید ہوتا ہے، جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو ہی پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن وصال ہو گیا لیکن پھر بھی ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہ جمعہ تمہاری عید ہے۔ اسواسطے کہ جو ولادت سے نور آیا تھا وہ وصال کی وجہ سے ختم نہیں ہو گیا پھر بھی باقی ہے اور ایسے ہی ہمارے محبوب علیہ السلام کی آمد اور تمام مسئلہ ہے اسکو زیر غور کر لیجئے۔ اب اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اس دن مجھ پر کثرت سے دورد پڑھنا۔ کیوں فرمایا۔

فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ

اس واسطے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارا درود سنتا رہوں گا تم پڑھتے رہو گے۔ فَاكْثِرُوْا

مجھ پر زیادہ درود پڑھنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا کوئی درود سن نہیں رہا اور پہنچ نہیں رہا۔ تمہارا درود پہنچے گا اور میں سنوں گا۔

Marfat.com

قالوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال پوچھ کے ہماری الجھن کو دور کر دیا۔ کہنے لگے یا رسول اللہ علیہ وسلم

كَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلٰوتُنَا وَقَدْ اَرَمْتَ

ابھی تو ہم حاضر خدمت میں ہیں درود پڑھتے ہیں لیکن ایک وقت وہ بھی آجائے گا جب وعدہ الٰہی پورا ہوگا ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ آپ اپنے روضہ پاک میں تشریف لے جائیں گے۔ تو پھر ہم کیسے درود پڑھیں گے۔

اب تو ہم سامنے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور آپ سنتے ہیں اور آپ تو درود پڑھنے کا حکم قیامت تک کی ساری امت کو دے رہے ہیں۔ تو جب آپ کا وصال ہو جائے گا موت آجائے گی وقد ارمت کا معنیٰ ہے کہ جب آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو پھر کیا ہوگا تو پھر کس کو ہم درود سنائیں گے۔ کون درود سنے گا۔ کس کو درود پڑھیں گے اور کس عقیدہ سے ہم درود پڑھیں گے جب یہ سوال کیا گیا تو میرے محبوب علیہ السلام کی مقدس زبان سے یہ لفظ نکلے جس نے قیامت تک کے عاشقوں کو سکون کے پیالے پلا دیئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

میرے صحابہ موت کی باتیں کیا کرتے ہو اور بوسیدہ ہونا یا پرانا ہونا اس کا تمہارے نزدیک کیا تصور ہے۔ وہ اور ہیں جو مرتے ہیں مر جاتے ہیں۔ سن لو بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے وہ کسی بھی پیغمبر کو چھیڑ نہیں سکتی جسم کو کھا نہیں سکتی۔ اللہ کے نبی کا جسم قبر میں بھی سلامت ہوتا ہے۔ اب سوال اور جواب کی مناسبت سنیئے۔

سوال یہ نہیں تھا کہ جسم سلامت رہے گا یا نہیں رہے گا اور محض ایک تھوڑا سا تصور پیش کیا گیا تھا۔ اصل مسئلہ تھا درود پہنچنے کا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات کی جلد نمبر 1 کے اندر اسکی

Marfat.com

وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حیات سے اتنا واضح طور پر کنایہ ہے کہ بدن پڑا ہوا اور اس میں کوئی حیات نہ ہو اور احساس نہ ہو تو پھر صلوۃ پڑھنے کا فائدہ کیا ہوگا اور سوال کے جواب کی حیثیت کیا ہوگی یہ کنایہ ہے کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لفظ بولنا کہ ہمارے جسم محفوظ رہیں گے۔ اس میں یہ اعلان تھا کہ ہماری حیات برقرار رہے گی جو تم پڑھتے رہو گے ہم اُس کو سنتے رہیں گے۔

آپ نے واضح طور پر فرما دیا۔

حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ پیغمبر کے جسم کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اگلی حدیث میں یہ لفظ تفصیل سے آجائیں گے لیکن یہاں پر یہ فرمایا کہ زمین پر اجساد انبیاء کو حرام کر دیا گیا تو کہاں تک ان لوگوں کی سوچ جو بیان توحید میں یہاں تک گذر جاتے ہیں کہ جب تک معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لفظ نہ بول دیں کہ وہ مٹی میں مل گئے اور ساتھ ارد گرد کی باتیں نہ کریں تو ان کو چین نہیں آتا۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تو اس حقیقت کو قیامت تک کیلئے واضح کر رہی ہے فرمایا صرف میرا ہی نہیں مجھ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے اجسام اور میرا جسم قبور کے اندر محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سب کو حیات عطا فرماتا ہے۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی عظمت ہے لیکن جو لوگ درپے ہی اس کے ہیں کہ ہم نے کوئی رخنہ تلاش کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں درود پیش تو کیا جاتا ہے لیکن خود نہیں پہنچتا اور خود نہیں سنتے کوئی سناتا ہے تو پھر سنتے ہیں، وہاں فرشتے جا کے پیش کرتے ہیں تو سن لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی ہمارے ہی عقیدہ کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علی وسلم مر کے مٹی میں مل گئے ہوتے پھر تو جا کر ہزار فرشتے بھی آوازیں دیتے رہتے تو کون اُن کی آواز کو سنتا۔

Marfat.com

سرکار اُس کو سنتے ہیں تو فرشتے وہاں جا کے پہنچاتے ہیں تو پتہ چلا کہ آپ سننے کے قابل ہیں اور اس طرح کوئی بھی نہیں سنتا جس طرح کہ وہ سنتے ہیں اور اس قدر چمک قبر مبارک میں موجود ہے۔ فرشتوں کا پیش کیا ہوا درود سنتے ہیں اور یہ معروضۃ کے الفاظ اس واسطے ہیں کہ یہاں سے کوئی بولے گا تو آپ کے کان سن نہیں سکیں گے جو فرش پہ بیٹھ کے آسمان کی آوازیں سن لیتے ہیں وہ یہاں سے وہاں تک سنتے ہیں اصل میں یہ ادب اور احترام ہے۔ کس کا؟

ایک تو درود شریف کا دوسرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا کہ یہ ادب سے پیش ہونا چاہیے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور جا کے پیش کر دیتے ہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس دربار کا ادب اتنا زیادہ ہے کہ انہیں خود تکلف نہ کرنا پڑے اُن کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے جیسے درجنوں احادیث میں ہے کہ کسی وقت کوئی سبحان اللہ کہتا ہے الحمد اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور اللہ کے دربار میں جا کے پیش کر دیتے ہیں تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ اللہ کو ویسے سنائی نہیں دے رہا تھا فرشتے لے گئے ہیں تو پھر پتہ چلا نہیں نہیں جیسے وہاں یہ بات نہیں ایسے ہی اللہ کے فضل سے یہاں بھی یہ بات نہیں ہے۔ ہر جگہ سے خود بھی سن لیتے ہیں لیکن ادب یہ ہے کہ فرشتے دربار میں پیش کر دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث شریف ''ابن ماجہ'' کے ''باب ذکر وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے اندر ہے اور حدیث کا نمبر 1637 ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

Marfat.com

اب اس حدیث شریف کا مضمون پہلی حدیث سے مختلف ہے آگے جا کے سوال ایک طرح کا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو کیوں؟ فرمایا یہ دن یوم مشہود ہے، مشہود شہادت سے بنا ہے کہ اس دن گواہی دینے والے تمہارے بارے میں گواہی وصول کرنے کیلئے آتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی بارگاہ میں جا کے گواہی دینی ہوتی ہے۔ وہ آ کے دیکھتے ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو، وہ کون ہیں۔ فرمایا

تَشۡهَدُهُ الۡمَلَائِكَةُ

اس دن فرشتوں کی خصوصی ڈیوٹی ہوتی ہے جاؤ اور زمین پر جا کے دیکھو کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور یہ بھی اللہ نے نظام بنا رکھا ہے جانتا تو ویسے بھی ہے لیکن وہ فرشتوں کو بھیجتا ہے۔

ہمارے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں میری امت اس دن درود کثرت سے پڑھو کیونکہ فرشتے آئیں گے اور جب تم مجھ پر درود پڑھ رہے ہو گے تو حاضری اچھی لگ جائے گی۔ یہ علت بیان کر دی کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو یہ نہیں فرمایا کہ میں کوئی تمہارا محتاج ہوں فرمایا نہیں فائدہ تمہارا ہے۔

اَكۡثِرُوۡا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوۡمَ الۡجُمۡعَةِ

کثرت سے تم مجھ پر درود پڑھو کیوں انہ مشھود یہ یوم مشہود ہے۔

تَشۡهَدُهٗ الۡمَلَائِكَةُ

فرشتے آ کے مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں پھر جا کے اللہ کے دربار میں تمہاری کاروائی بیان کرتے ہیں جب وہ آئیں گے تم درود و سلام پڑھ رہے ہو گے رب کے دربار میں جا کے کہہ دیں گے اور ساتھ تمہارے ہفتے بھر کا کیا ہوا بھی پیش ہوگا ہر ایک کار جسٹر اللہ کے دربار میں سامنے ہوگا، چونکہ ایک روزانہ کا حساب ہے اور ایک ہفت روزہ ہے۔ ماہانہ ہے اور

Marfat.com

سالانہ ہے تو جب ہفتے بھر کے تمہارے اعمال اللہ کے دربار میں سامنے ہونگے ہوسکتا ہے کہ کتنی کجی اُس میں ہوگی، ہوسکتا ہے کتنی خطائیں ہوں، ہوسکتا ہے کتنی قابل گرفت باتیں ہوں۔ لیکن جب ساتھ یہ بھی پہنچے گا کہ آج یا اللہ جب ہم آئے تھے تو وہ درود پڑھ رہا تھا اور جب گئے تھے تو پھر بھی وہ درود پڑھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوی امید ہے کہ وہ ہفتے بھر کے گناہوں کو اسی صدقے میں معاف فرمادے کہ فرشتو ٹھیک ہے ہفتہ بھر تو اس سے ایسا ہوتا رہا لیکن تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ درود پڑھ رہا تھا اور میرے محبوب علیہ السلام کو یاد کر رہا تھا۔ تو ان حکمتوں کے پیش نظر اور ان کے علاوہ بھی درجنوں حکمتیں موجود ہیں میرے محبوب علیہ السلام نے فرمادیا۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ اس دن فرشتے تمہیں دیکھنے کیلئے آتے ہیں اور اُن کو تم تب اچھے لگو گے جب تم میرے ساتھ محبت کر رہے ہو گے۔ درود پڑھتے رہنا تاکہ فرشتے تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اللہ کے دربار میں تمہاری اچھی حاضری لگوادیں۔ اس کے ساتھ آپ نے ایک اور جملہ ارشاد فرمادیا اور یہ بھی قیامت تک کے غلاموں کیلئے بہت بڑا سندیسہ ہے۔ فرمایا

اِن احدًالَن یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا

فرمایا کہ کوئی بھی تم میں جب درود پڑھے گا آج یا کل قیامت سے ایک صدی پہلے یا قیامت تک جب بھی یہاں بیٹھا ہوا یا دور کہیں جدھر سے بھی سلام پڑھے گا وہ سلام مجھ پہ پیش ہوگا تو کیا ہوگا میں سنوں گا کتنا سنوں گا فرمایا۔

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا

اُس وقت تک سنوں گا جس وقت تک وہ سنائے گا، میں تھکوں گا نہیں میں تھکاوٹ کا اظہار نہیں کروں گا کہ یہ امتی مجھے آرام ہی نہیں کرنے دیتے بار بار سلام کہہ رہے ہیں اور بار بار صلوۃ کہہ رہے ہیں مجھے بار بار توجہ کرنا پڑتی ہے۔ فرمایا نہیں نہیں ایسی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت ہے، اگر کروڑ بلائیں گے تو میں کروڑ کا سنوں گا۔

Marfat.com

اگر ارب بلائیں گے تو میں ان سب کا سنوں گا۔کوئی بھی پڑھتا جائے گا میں سنتا جاؤں گا اور یہ میں نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہے۔کوئی بھی اس طرح نہ پڑھے اس لہجے میں نہ پڑھے اس عقیدے سے نہ پڑھے کہ میں جو پڑھ رہا ہوں وہ ہواؤں میں شامل ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں ادھر حاضری لگ بھی رہی ہے یا نہیں لگ رہی یا جواب بولا ہے یہ سنا گیا ہے یا نہیں سنا فرمایا۔ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا

اگر اس نے سو بار پڑھا ہے میں سو بار سنوں گا اس نے ہزار بار پڑھا ہے تو میں ہزار بار سنوں گا۔اگر وہ گھنٹہ پڑھے گا تو میں گھنٹہ کان لگاؤں گا اگر دو گھنٹے پڑھے گا تو میں دو گھنٹے سنوں گا۔ پہلے وہ پڑھنا بس کرے گا پھر میں اپنا کان پیچھے ہٹاؤں گا۔

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا

اب ان الفاظ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ یہ حیثیت ہوتی ہے کہ آپ بغیر روح کے لیٹے ہوئے ہیں بدن تو سلامت ہے۔باقی فرشتوں کا کام ہے کہ وہ صلوۃ وصول کریں اور وہ جواب دیتے رہے اور اگر یہ ایک حیثیت ہوتی تو ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں یہ نہ فرماتے بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں سنتا رہتا ہوں۔

کب تک میں سنتا ہوں "حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا" پہلے پڑھنے والا فارغ ہوتا ہے پھر میں اُس کی طرف سے فارغ ہوتا ہوں اور یہ واضح بتا دیا ہے کہ کوئی غفلت و سستی کے ساتھ مجھے سلام نہ کہے یاد تو مجھے کر رہا ہو لیکن دھیان کہیں اور ہو تو پھر یہ بے ادبی ہو جائے گی، مجھے یاد بھی کرنا اس عقیدے کے ساتھ کہ ہر وقت مسلسل تمہاری بات پہنچ رہی ہے اور میں تمہاری طرف توجہ بھی کر رہا ہوں۔

ایسے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

قلت میں نے کہا وَبَعْدَ الْمَوْتِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب موت کا وقت آجائے گا تو پھر کیا ہوگا موت کے بعد کیسا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَ نْبِیَاءِ وَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقْ

فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھا نہیں سکتی تو مطلب اسکا کیا ہے آپ نے خود بیان کر دیا۔فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ

پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے قبر میں بھی "نَبِیَّ اللّٰہِ حَیٌّ" اللہ کا نبی زندہ ہے تو یہ کیسی زندگی ہے کیا محسوس یا غیر محسوس حسی یا غیر حسی اُس کا دنیاوی عادات کے ساتھ تعلق ہے کہ نہیں آپ نے فرمایا یرزق قبر میں اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے یوں نہ سمجھو کہ جس طرح ٹیسٹ ٹیوب میں کوئی پڑا ہوا اور غیر محسوس ہو اور اس کی کوئی حیثیت نہ ہو فرمایا نہیں نہیں اللہ کا پیغمبر اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور زندگی اس حالت کی ہوتی ہے کہ وہ رزق وصول بھی کرتا ہے اور رزق تناول بھی کرتا ہے اور رزق اس مقام کے لائق ہوتا ہے۔تو میرے محبوب علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ اے ابو درداء سب تک میرا پیغام پہنچا دینا وہ اور ہیں جو مر کے مر جاتے ہیں۔یہ اللہ کے پیغمبر ہیں جو موت کا ذائقہ لے کے بھی زندہ رہتے ہیں۔

اب "نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ" "اللہ کا نبی زندہ ہے۔یہ نعرہ ہمارا بنایا ہوا نہیں ہے یہ تو محبوب علیہ السلام کا پڑھایا ہوا نعرہ ہے۔نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ۔

اللہ کا نبی زندہ ہے اُدھر یہ ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

وہ بھی حی ہے یہ بھی حی ہے لیکن فرق زمین و آسمان سے بھی زائد ہے وہ حی ہے اس کو حیات کسی نے عطا نہیں کی یہ حی ہیں اُس کی دی ہوئی حیات سے حی ہیں اور وہ زندہ

Marfat.com

ہیں۔ وہ ایسا حی ہے کہ جس پر زوال نہیں جس پر موت نہیں جن پر ایک لمحہ کیلئے بھی فنا نہیں، جس پر کوئی ایسا حملہ ہو نہیں سکتا۔ یہ بھی حی لیکن موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد بھی حی ہیں موت ضرور آئی تھی وعدہ پورا ہو گیا تھا، مگر خالق کائنات جل جلالہ نے ایسی چمک دی ہے جس کی بنیاد پر پورا بدن چمکتا ہے اور حیات برقرار ہو جاتی ہے۔

اب دیکھئے قرآن مجید تو یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرے۔

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

ہم اُس کو پاکیزہ زندگی دیں گے محض نیکی کی بنیاد پر لیکن وہ سینہ جس میں نبوت موجود ہو وہ مٹی میں مل جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا "فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ" کے الفاظ کے ساتھ کہ ہر مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے اور اسی سے لذت ملتی ہے۔ مجھے اس معاملے پر بڑا افسوس ہے کہ وہ امتی ہو کیسے سکتا ہے اور اُس کو ایمان کی چاشنی کیسے مل سکتی ہے جو اپنے نبی کو معاذ اللہ مٹی میں ملا ہوا سمجھتا ہو اور انکے بارے میں لفظ مردہ بولتا ہو اور اس طرح کی باتیں کرتا ہو۔ اس کو ایمان کی لذت یا ایمان کا پتہ کیسے چل سکتا ہے، ہم تو ہر لمحہ ایمان کی لذت محسوس ہی اس لئے کر رہے ہیں کہ جن کا کلمہ پڑھا ہے خالق کائنات نے اُن کو یوں چمک دی ہے کہ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عرض کر رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کو روایت کرتے ہیں ؓ

یہ حدیث شریف ابوداؤد میں بھی ہے اور بیہقی نے الدعوات کبیر میں بھی اس کو روایت کیا یہ مشکوۃ المصابیح کے صفحہ 86 پر موجود ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

آپ نے فرمایا جو بھی مجھے سلام کہتا ہے یا کہے گا اللہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دے گا چونکہ اُس وقت تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بات تھی ساری بعد کے معاملے کی۔ کہ جب وصال ہو جائے گا تو پھر کیا ہوگا تو میرے محبوب علیہ السلام نے یہ الفاظ بول دیئے "مَا مِنْ اَحَدٍ".

عربی گرائمر کے لحاظ سے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آج پڑھے یا دس صدیوں بعد پڑھے چھوٹا پڑھے یا بڑا پڑھے۔ عربی پڑھے یا عجمی پڑھے اردو میں سلام پڑھے یا انگلش میں پڑھے عربی میں پڑھے یا پشتو میں پڑھے جو بھی مجھے سلام کہے جس طرح بھی سلام کہے جس وقت بھی سلام کہے جس جگہ سے بھی سلام کہے جو بھی مجھے سلام کہے گا۔

رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ

مجھ میں میری روح موجود ہوگی۔

حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَام

یہاں تک کہ سن کے خود جواب ارشاد فرماؤں گا۔ اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ" اللہ مجھ پر میری روح لوٹا دے گا، یہ الفاظ بڑے قابل غور ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روح پہلے بدن سے نکل چکی ہوگی جب قبر پر کوئی سلام کہے گا تو روح واپس آجائے گی۔ اس سے بہت تکلیف لازم آئے گی۔ اس واسطے کہ وہاں کوئی سال میں ایک دو سلام تو نہیں جاتے وہاں تو لاکھوں فرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں اور لاکھوں عرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں تو اگر ہر سلام کے وقت آئے اور پھر نکل جائے

Marfat.com

پھر آئے اور پھر نکل جائے تو پھر یہ ایک تکلیف کا معاملہ بن جائے گا حالانکہ سلام کا مطلب تو ایک راحتوں کی دعا ہے تو خالق کائنات نے یہ بندوبست کر رکھا ہے۔

رڈروح کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کے جمال میں یوں مستغرق ہیں کہ وہ توجہات اللہ کے دربار میں زیادہ ہیں لیکن جب امتیوں کا سلام پہنچتا ہے تو ادھر سے توجہ اللہ کے حکم سے ان پر بھی فرما دیتے ہیں۔ کہ یہ تمہارے غلام ہیں اگرچہ تمہیں دیکھ نہیں سکے اب دور سے قریب سے پڑھ رہے ہیں، ان پر توجہ کردو یہ ردروح کا مطلب ہے فرمایا کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا جائے گا کہ میں اُدھر سے عالم ملکوت سے جو استغراق ہوتا ہے اُس مشاہدہ سے نکل کر ادھر بھی توجہ کروں گا اور جو سلام کہے گا اُس کا جواب میں اپنے کسی سیکرٹری سے نہیں دلواؤں گا میرے غلامو سہارا رکھو اور خوش ہو جاؤ تم مجھے کہتے ہو سلامت رہو میں تمہیں کہتا ہو سلامت رہو میں خود جواب دوگا۔

اس میں کتنی لذت ہے اور اس میں غمزدوں کیلئے کتنا سہارا ہے اور قیامت تک کیلئے یہ کتنا بڑا ہمارے لئے حصار ہے کہ انسان جہاں کہیں غموں کی دھوپ میں جھلنے لگے فوراً اس دربار میں سلام کہے فائدہ اسکا کتنا ہوگا۔ یہ کہے گا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

میں آپ کیلئے سلامتی کی دعائیں کر رہا ہوں تو ادھر سرکار مدینہ کہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتِیْ

اے میرے امتی میں تجھے سلامتی میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سرکار جس کیلئے سلامتی کی دعا کر دیں اُسے غم نڈھال کیسے کر سکتے ہیں تو یہ قیامت تک کیلئے اُن لوگوں کو جو بالخصوص بعد میں آنے والے تھے ایک ذریعہ دے دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے دربار سے دور نہ سمجھو وہ تمہیں پہنچانتے ہیں اور تمہارے سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور جواب دینا پہلے سننے کو مستلزم ہے اگر کوئی سنائی نہ دے تو

Marfat.com

جواب کیسے دے یہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا اقتضاء النص سے یہ ماننا پڑے گا اس مقام پر کہ پہلے سنتے ہیں پھر جواب دیتے ہیں اور پھر جب بیک وقت کروڑوں کے پہنچ رہے ہوں تو ان کے ہاں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اتنا وسیع مطالعہ ہے کہ ہر لمحہ جو جو بولتا ہے اس کو جانتے ہیں اور اس کو اسی طرح کا جواب دیتے ہیں جس طرح کا وہ سلام کرتا ہے وہ محبت جو اس نے ظاہر کی ہے اسی طرح اپنی طرف سے محبت کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

تو یہ ردروح کا مطلب ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اسکو بیان کیا ہے ردروح کے اس پورے معنی پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے اشعۃ اللمعات کی جلد نمبر 1 اور صفحہ نمبر 407 پر تفصیل سے اس بات کو بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو صحابہ کرام سے گفتگو نہیں کرتے تھے ادھر سے توجہ پھیر لیتے تھے، نگاہیں ہٹا لیتے تھے آنکھیں بند کر لیتے تھے جب وحی کے نزول کا وقت گزر جاتا جو گھنٹہ تھا آدھا گھنٹہ پانچ منٹ وہ جب گزر جاتا تو پھر صحابہ کرام کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا گیا ہے تو کیا جب وحی نازل ہو رہی تھی تو روح بدن سے نکل گئی تھی نہیں نہیں روح بدن میں موجود تھی۔ لیکن ساری توجہ روح کے خالق [redacted] کی طرف تھی۔ اب مخلوق کی طرف کر دی ہے تو ایسے ہی قبر شریف میں موجود ہیں جس وقت ان غلاموں کا سلام پہنچتا ہے اللہ کی توفیق سے اُس کے اذن کے مطابق اپنے غلاموں پر جو توجہ فرماتے ہیں اس کو ردّروح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اب یہاں سے جو نکتہ اخذ ہوا وہ کتنا حسین نکتہ ہے یہ حدیث شریف ہی اصل میں اس عقیدے کو ثابت کر رہی ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام پر موت آئی تو صرف ایک لمحہ کیلئے اُس کے بعد نہیں کیوں اس واسطے کہ جس وقت وہ لمحہ پورا ہوا فورا

Marfat.com

ایسی بات سامنے آئی۔ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین موجود تھے اور آج ہمارے لحاظ سے مثال کے طور پر پاکستان کے اندر کوئی ایک منٹ بھی نہیں بتا سکتا کہ جس میں کہیں نہ کہیں سے صلوۃ کا نذرانہ پیش نہ کیا جارہا ہو۔

ایک نہیں بیک وقت ہزاروں پیش کررہے ہونگے اور پھر دیگر مخلوقات میں اب صحابہ کرام کا جونہی لمحہ وصال کے بعد اگلہ لمحہ آیا تو صحابہ کرام کی طرف سے سلام پہنچ چکا تھا جب صحابہ کرام کی طرف سے سلام پہنچ چکا تھا تو پھر یہ حدیث شریف ہے کہ جب بھی سلام آئے گا تو میری روح لوٹا دی جائے گی، اب پہلا سلام جو بعد از وصال [redacted] پہنچا تو وعدے کے طور پر روح کو حقیقی طور پر لوٹا دیا گیا اور اس وقت سے لیکر قیامت تک رب کعبہ کی قسم ہے ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرے گا جو سلام سے خالی ہے۔ جب سلام ہمیشہ کیلئے موجود ہے تو پھر روح بھی بدن میں موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن روح سے خالی صرف ایک لمحہ کیلئے ہے اُس پر ہمیشہ امت کا عقیدہ رہا ہے اور اس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے یہ صرف

بجریان سنت الٰہی موت است بیکرار

اللہ کی سنت کو پورا کرنے کیلئے تھا جو قانون تھا اور وہ بھی اختیار کے ساتھ اور چاہت کے ساتھ

وبعد ازاں ہیچ زمانہ خالی نیست

اُس وقت سے لیکر ہمیشہ تک کوئی ایک منٹ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں محبوب علیہ السلام کا بدن روح سے خالی ہو ہر وقت وہ روح بدن میں موجود ہے۔ حیات حسی حقیقی دنیاوی اس انداز میں اس میں جلوہ گر ہے کہ جو جو پکارتا ہے وہ سنتے بھی ہیں، جس طرح کہ آپ نے ابھی امام عتبی کی بات سنی اعرابی کا آپ نے سلام سن بھی لیا اور سن کے امداد

Marfat.com

بھی فرمادی ہے۔اس واسطے امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمام بحث کو سمیٹ کے ان اشعار میں بند کر دیا۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

کوئی ہمارے بارے میں یہ پراپیگنڈہ نہ کرے کہ یہ موت مانتے ہی نہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
اُس آن کے بعد اُن کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضاء مانی ہے

یہ موت کا اتنا فلسفہ تھا کہ وہ آئی ہے اور پھر حیات لوٹا دی گئی ہے اور سارے انبیاء علیہم السلام کا معاملہ یہی تھا، اسواسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کا منظر بیان کرتے ہوئے خود یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں موجود ہے، حدیث کا نمبر 2375 ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ

جس رات مجھے سیر کرائی گئی اُس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

Marfat.com

پاس سے گذرا، عِندَ الکُثَیبِ الاَحمَرِ

سرخ ٹیلے کے پاس سے

وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبرِہٖ

وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں اور پھر یہ دیکھو کہ وہ سفر کتنی تیزی کا تھا اس وقت آپ براق پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر اتنی تیزی کے باوجود بھی نگاہ نبوت قبروں کے اندر بھی دیکھ سکتی ہے۔

حالانکہ تیزی میں بندے کا بھائی بھی سڑک پہ کھڑا ہو اُس کو بھی نہیں پہچان سکے گا لیکن براق کی بجلی سے تیز رفتاری میں گذرتے ہوئے اس وقت روڈ پہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نہیں تھے قبر کے اندر تھے لیکن پھر بھی محبوب علیہ السلام نے دیکھ لیا اور فرمایا اور اس حقیقت کو واضح کرنا تھا کہ ہیں تو قبر کے اندر مگر حیات حسی ہے، حیات حقیقی ہے اگرچہ برزخ کے اندر ہیں مگر دینوی اس انداز سے ہے کہ جیسے دنیا میں نماز پڑھتے ہوئے قیام کیا جاتا ہے قبر میں بھی قیام کر رہے ہیں۔ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، یہ کوئی گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ تو محبوب علیہ السلام سے پڑھی ہوئی باتیں ہیں۔

وہ اجساد جن پر خالق کائنات نے اتنا کرم کیا اور ان کو نبوت کا مرکز بنا دیا اور اتنی تجلیات عطا فرما دیں کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اُس کے بعد خالق کائنات اُن کو ایسی حیات دے دیتا ہے کہ جس کی بدولت وہ کھڑے بھی ہیں اور نماز بھی پڑھ رہے ہیں، حیات سلامت ہے ذہانت موجود ہے عقل ہے حافظہ ہے سب کچھ ہے اور پھر نماز ادا کر رہے ہیں تو یہ شان ہے اللہ کے رسولوں کی کہ خالق کائنات جل جلالہ اُن کو مرنے کے بعد ایسی حیات عطا فرما دیتا ہے۔

یہ معاملہ تو ایک تحقیقی تاریخی معاملہ ہے اور اس پر جو دلائل ہیں وہ ایک انبار ہے لیکن ہم تو یہ بیان کر رہے ہے کہ محبوب علیہ السلام کو جن نگاہوں نے دیکھا اور جہاں

Marfat.com

جہاں بھی ایمان جلوہ گر ہو گیا اگرچہ صحابیت پر فائز نہ ہو سکے لیکن آپ کی چمک ایسی ہے کہ جس سینے پر پڑ گئی وہ سینہ بھی قبر میں مدینہ بن گیا، آپ کے بارے میں ایسا سوچنا کہ قبر میں مر کر مٹی میں مل گئے ہیں یہ تو کتنی بڑی بے وقوفی اور کم ظرفی ہے کہ کلمہ بھی پڑھیں اور یہ باتیں بھی کرتے ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام کا اتنا واضح عقیدہ ہے۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 76 پر موجود ہے کہ جس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا تو انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ جب مجھے دفن کرنا تو پھر کیا کرنا

اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ

میری قبر کے گرد دائرہ بنا کے کھڑے ہو جانا کیوں؟

حَتّٰی اَسْتَأْنِسَ بِکُمْ

تاکہ تمہیں دیکھ کر قبر میں میرا دل لگ جائے۔

وَاَعْلَمَ مَا اُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّیْ

تاکہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دینے میں آسانی پیدا ہو جائے، تم ذکر کرتے رہو گے میں سنتا رہوں گا جواب دینا آسان ہو جائیں گے، تو حقیقت میں اُن کیلئے کوئی مشکل کا معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ تعلیم تھی بعد والوں کیلئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہت زیادہ عظمت ہے اور آپکی حیات کی حیات شہداء سے کہیں زیادہ عظمت ہے یہ تو آپ کے غلاموں میں درجہ بدرجہ ایسی روشنی موجود ہے کہ قبر میں جا کے بعد والوں کو دیکھ کے قبر میں دل لگا سکتے ہیں اور یہ کوئی توہم پرست نہیں بلکہ صحابی ہیں جو حکم دے رہے ہیں کہ تم پڑھتے رہنا میں سنتا رہوں گا تو یہ وہ انداز ہے جو شریعت مطہرہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک کو عطا فرمایا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 19

ترکِ تقلید اور
اس کی تباہ کاریاں

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی آلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلّ جَلالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور شافع محشر، مالکِ کوثر، محبوبِ دلبر، قائد الاولیاء، قائد الانبیاء، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، محتشم ومعزز حضرات وخواتین ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہمیں ان پُرکیف لمحات میں سہانی صبح کے اندر ادارہ "صراط مستقیم" کے فہم دین کورس کے 19 انیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ ہماری روزانہ کی یہ حاضری اور روزانہ کا یہ وظیفہ اپنے دربار میں قبول فرمائے اور خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ یہاں شرکت کرنے والے تمام حضرات کو اور خواتین اور بذریعہ انٹرنیٹ شرکت کرنے والے تمام احباب کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے مالامال فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے

"ترکِ تقلید کی تباہ کاریاں"

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ ہم سب کو قرآن وسُنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسُنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے میں نے قرآنِ مجید برہانِ رشید کی آیت کریمہ جو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 103 ہے تلاوت کی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تم آپس میں تفرقہ نہ کرو۔

Marfat.com

دینِ متین وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے دربار تک رسائی ملتی ہے اور ایک انسان اللہ تعالیٰ کے دربار اور اسکی بارگاہ کا مقرّب بن جاتا ہے۔

حَبلِ اللہ سے مراد مفسرین نے مختلف معانی لئے ہیں۔

حبل اللہ قرآن بھی ہے سُنت بھی ہے سارا دین اللہ کی رسّی ہے۔ اس سلسلہ میں امام طحطاوی نے دُرمختار کے حاشیہ میں جو معنی بیان کیا وہ تقریباً تمام معانی کا جامع ہے۔ رسّی میں مختلف چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور اُن کا وجود یکجا محسوس ہوتا ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللہ کی رسّی سے مراد قرآنِ وسُنت کی روشنی میں جو فقہ کا بہت بڑا ذخیرہ اُمّت کو میسر آیا ہے وہ ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اُس کے بارے میں فرمارہا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا

هِيَ التَّمَسُّكُ بما بَيَّنَهَا الْفُقَهَآءُ مِنَ الْعُلُوْمِ

فقہا نے مہارت حاصل کرنے کے بعد قرآنِ مجید کی آیات اور احادیث نبوی کو ملا کر جو تشریحات کی ہیں وہ ساری کی ساری اللہ کی رسّی ہے۔

پھر اس کی تقلید کرنا اور اس کو ماننا یہ اس رسّی کو پکڑنا ہے۔

تو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُمّتِ مُسلمہ پر یہ لازم کر دیا ہے کہ قرآن وسُنت کو اس انداز میں مانو کہ اس کی فقاہت تمہارے سامنے ہو اور اس کے بعد اپنا تعلّق پھر پوری زندگی اس کے ساتھ رکھو۔ جو فقہا اور آئمہ تمہیں قرآن وسُنت کی تعلیم تمہارے وقت کی ضرورت کے مطابق اور آئندہ حالات کے لحاظ سے دینے والے ہیں اور ان کے ساتھ کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ کرو۔

Marfat.com

ترکِ تقلید اور اس کی تباہ کاریاں

اس موضوع کو سمجھنے سے پہلے ہمیں ابتدا میں یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تقلید کیا چیز ہے اور اس کا دائرہ کار کہاں تک ہے اور اسکی شرعی حیثیت کیا ہے پھر پتہ چلے گا کہ اس کو ترک کرنے سے خرابی کیا لازم آئے گی۔

ایک وہ احکام ہیں جو بالکل بدیہی ہیں واضح ہیں ان کا بیان قرآن مجید میں اور سنت میں واضح طور پر ہے تو ایسے احکام میں کسی طرح کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر نماز کی فرضیت ہے تو اس میں آپ کہیں کہ ہم کسی کی تقلید کرتے ہوئے اسکو پانچ نہیں مانتے ہیں تو یہ وہ امور ہیں جن کے اندر تقلید چلتی ہی نہیں براہ راست قرآن وسنت میں ایسا واضح لکھا ہوا ہے لہذا روزے کی فرضیت نماز کی فرضیت حج کی فرضیت یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے اندر تقلید موثر نہیں ہوتی اور جائز نہیں ہوتی ان کو تقلید کے بغیر ہی مانا جاتا ہے اور تقلید کی اسمیں ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری طرف وہ احکام ہیں کہ جن کا واضح بیان قرآن وسنت میں نہیں ہے تو ایسے احکام کے اندر کسی نہ کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے۔

اب یہاں سے یہ بھی ذہن میں پکا بٹھالینا چاہیے کہ جو لوگ یہ شورش برپا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن مجید جب موجود ہے تو تم قرآن کو چھوڑ کر کسی امام کے پیچھے چلتے ہو تو ان کے سامنے اس موقف کو واضح کر دیجئے کہ جو احکام قرآن وسنت میں بدیہی طور پر موجود ہیں اس میں ہم کسی کی تقلید کرتے ہی نہیں اور ان میں براہ راست قرآن وسنت سے ہی ان احکام کو مانا جاتا ہے۔

اب نماز کی فرضیت اس لئے نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کہا ہے تو ہم اس کو فرض مانتے ہیں۔ یہ چونکہ بدیہی طور پر موجود ہے۔ بدیہی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ کسی ایسے لفظ سے فرضیت ہم پر کی گئی ہو جو دو معانی

Marfat.com

میں مشترک ہے اب پتہ نہیں اس کا کون سا معنی مراد لینا ہے اور کون سا نہیں لینا یا اس میں ترجیح کس کو دینی ہے اور کس کو ترجیح نہیں دینی یا تاریخ کے لحاظ سے اس میں ناسخ ومنسوخ کی حیثیت کیا ہے ایسی کوئی بھی چیز درمیان میں موجود نہیں۔ جن احکام کو اور امور کو بدیہی طور پر بیان کیا گیا ہے ان میں ہم تقلید کسی کی کرتے ہی نہیں۔ چہ جائیکہ کوئی ہم پر اعتراض کرے کہ تم نے ان چیزوں میں کسی کو اپنا امام بنایا ہوا ہے تو ایسے تمام امور میں ہمارے ہاں کوئی تقلید نہیں ہوتی لیکن دوسری طرح کے جو احکام ہیں۔ ان میں تقلید کے بغیر کسی کا بھی گذارہ نہیں یہ ظاہر ہے اور علیحدہ بات ہے کچھ تقلید کرتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہے اور کچھ کرتے ہیں لیکن چھپاتے ہیں۔

تو دوسری طرح کے احکام مثال کے طور پر یوں ہیں۔ قرآن مجید مُطلّقہ کا حکم جب بیان کیا گیا کہ جس عورت کو طلاق ہو جائے تو اس کی مدّت کا حکم سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 228 میں ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ

وہ عورتیں جن کو طلاق ہو جائے اپنے آپ کو روک کے رکھیں یعنی طلاق کے بعد آگے ابھی شادی نہ کریں کتنی دیر تک؟ ثَلَاثَۃَ قُرُوْءٍ تین قرو، اب قرو، قرء'' کی جمع ہے قرء کا اطلاق حیض پر بھی کیا جاتا ہے اور طُہر پر بھی کیا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں آپس میں متضاد ہیں ماہواری کے دن کے حکم اور ہیں اور طہارت کے دن کے احکام اور ہیں لفظ ایک ہے لیکن معنی دو ہیں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں۔ جب ایک لفظ بنیادی طور پر دونوں کیلئے ہی وضع کیا گیا ہو تو اس لفظ کو معنی کے درمیان مشترک سمجھا جاتا ہے۔

لفظ کو جب واضع نے بنایا تھا تو دونوں کے معنی سامنے تھے یہ نہیں کہ ایک معنی حقیقی ہے اور دوسرا معنی مجازی ہے۔ بلکہ دونوں ہی معنی حقیقی ہیں تو جب ایک لفظ کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی حقیقی ہیں لیکن دونوں میں فرق

Marfat.com

زمین و آسمان کا ہے۔ ایک ہے حیض اور دوسرا ہے طہر۔ اگر حیض والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روک کے رکھے اور اگر طہر والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تین طہر تک اپنے آپ کو روک کے رکھے۔ تو دونوں کے تقاضے میں آپس میں فرق آجائے گا۔

تو اب لفظ ایک ہے اس کے معنی دو ہیں۔ اگرچہ یہ مسئلہ لکھا ہوا آیت قرآن میں ہے لیکن چونکہ لفظ کے دو معنی ہیں وضع کے لحاظ سے لفظ کا دونوں معانی کے ساتھ ایک جیسا تعلق ہے۔ تو ہمیں اب ترجیح چاہیے۔

جس سے یہ پتہ چلے کہ اس سے مراد حیض ہے طہر نہیں تو اس ترجیح کے اندر امام کی تقلید کی جاتی ہے اور ہم سے وہ لوگ بہتر جانتے تھے اور اُنکے علوم زیادہ تھے۔ قرآن وسُنت پر مہارت زیادہ تھی اور معرفت وادراک زیادہ تھا۔ لہٰذا اب ان دو معانی میں سے ایک کو معیّن کرنے کیلئے کہ جن کیلئے قرآن مجید میں ایک ہی لفظ استعمال ہوگیا۔ اب کسی امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔ تو یہ وہ مقام ہے جہاں پر تقلید کے بغیر گذارہ نہیں ہوگا۔

وہ احکام اور ہیں کہ جہاں پر تقلید کرنا جائز نہیں، ہمارے نزدیک بھی اور بدیہی طور پر قرآن وسُنت میں موجود ہے لیکن یہ جو ایک مثال میں نے دی ہے ایسے متعدد مواقع ہیں کہ جہاں وہ مسئلہ اگرچہ قرآن مجید میں ہے۔ اگرچہ سنّت میں ہے لیکن اسکی حتمی حیثیّت تک پہنچنے کیلئے ہمیں کسی راہنما کی ضرورت ہے۔ کہ جس کا علم کے ساتھ رابطہ اور بارگاہِ نبوّت سے تعلق ہمارے مقابلے میں بہت قریب ہے۔ وہ جس وقت ایک معنی کو ترجیح دے دیں گے دلائل کی روشنی میں تو ہم دلیل پوچھے بغیر ہی ان کی بات کو مان لیں گے اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔

اب یہ دو طرح کی احکام کی نوعیّت تھی، ان میں سے تقلید کا دائرہ کار پہلے احکام کے ساتھ نہیں دوسرے قسم کے احکام کیساتھ ہے اور اس کے لحاظ سے کوئی ایسی عقلی طور پر یا

Marfat.com

منطقی طور پر رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قباحت ہے۔اس واسطے ان کے پاس جب ایسے ذرائع نہیں ہیں تو دونوں معانی میں ایک کو ترجیح دینے کیلئے اس کو امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔لغوی طور پر تقلید کا معنی ہار پہنانا ہوتا ہے۔

ابن نجیم نے تقلید کی تعریف یہ کی ہے

الحُجَج

اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَى الْحُجَجِ بِلَاحُجَّةٍ مِّنْهَا

تقلید یہ ہے کہ اس کے قول پر عمل کر لینا جو نہ تو اللہ کی ذات ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور نہ ہی وہ قول اجماعِ اُمّت کے لحاظ سے ہے۔

ان تینوں سے علیحدہ قول ہے، اس کا قول اپنے ہاں دلیل پر مبنی ہے۔

لیکن اس سے دلیل پوچھے بغیر اس کے قول کو تسلیم کرنا اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔

دلائل والی بات کو دلیل کے تقاضے کے بغیر ماننا اس کو تقلید کہا جاتا ہے اور لغوی معنی کے لحاظ سے دستور العلماء میں یہ لکھا ہے۔

كَاَنَّ هٰذَا الْمُتَتَبِّعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَيْرِ وَفِعْلَه قَلَادَةً فِيْ عُنُقِهٖ

اس بندے نے جس کی تقلید کی اس کے قول کو یا اس کے فعل کو اپنے گلے میں ہار کی طرح ڈال لینا تو اس شخص کو اس ذات کا مقلّد کہا جاتا ہے۔تقلید کے اندر جو یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ تقلید میں دلیل کا تقاضا نہیں کیا جاتا اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے

عربی زبان میں اس کو سمجھنے میں یا تو مخالفین نے غلطی کی یا پھر جان بوجھ کر خیانت کرتے ہیں اور یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ تقلید یہ ہے کہ جس قول کی کوئی دلیل نہیں اُسے مان لینا، حالانکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس کی دلیل ہے اس کو دلیل کے تقاضا کے بغیر مان لینا۔

اپنی جگہ وہ قول دلائل پر مبنی ہے۔اُس کی سُنّت سے بھی دلیل ہے اُس کی قرآن مجید سے بھی دلیل ہے لیکن یہ جس نے عمل کرنا ہے۔اس کا یہ کام نہیں کہ پہلے دلیل یاد کرے اور پھر عمل کرے۔یہ اس ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے دلیل کا

Marfat.com

مواخذہ کئے بغیر اس کے بادلیل قول کو مان کے آگے اس پہ عمل کرنا شروع کردے۔
اس واسطے کہ عمل ایسی چیز ہے اگر اس کیلئے دلیل کو ماننا لازمی قرار دے دیا جائے تو پھر یا تو کسی کی ساری زندگی عمل کے بغیر گذر جائیگی یا آدھی زندگی عمل کے بغیر گذر جائے گی۔ اُس کا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ایک شخص حج کرنا چاہتا ہے، اب وہ حج کرنے پہنچا اُس نے طواف کرنا ہے اُس نے وہاں پہ سعی کرنی ہے وقوف کرنا ہے اب اس پر یہ طریقہ ماننا لازم ہے لیکن اس طریقے کے دلائل جاننا لازم نہیں۔

حج مجھ پر لازم ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، میں نے سعی کرنی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔

ہو سکتا ہے دلیل یاد کرنے سے پہلے حج کے دن ہی گذر جائیں اور اس کا سارا سفر ہی رائیگاں ہو جائے۔ ایسے مرحلے زندگی کے ہر کیلئے جو اسلام کا حکم ہے عمل کرنے والے کیلئے اس کو جان کر عمل کرنا لازم ہے اور اگر اس پر لازم کر دیا جائے کہ پہلے دلیل جانے گا تو پھر عمل ہوگا تو جتنا لمحہ دلیل کے ڈھونڈنے میں دلیل کے یاد کرنے میں گذر جائے گا وہ سارے کا سارا اس کی زندگی کا وقت رائیگاں چلا جائے گا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ عوام اپنے سارے دین کے دلائل سمجھ کے اس پر عمل کر رہے ہوں۔
ہمارے ہاں تو چونکہ ویسے تقلید رائج ہے۔ لیکن جو لوگ اسکو نا جائز کہتے ہیں اگر وہ اپنی جامعہ تلاشی لیں تو ان کے ہاں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مانی جائے گی یا تو ان کی عوام جن کو انہوں نے عدم تقلید کے راستے پر چلایا وہ زندگی کا ایک حصہ عمل کی چھٹی پہ گذار رہے ہیں کہ جس میں ان کو سارے احکام کے دلائل ہی نہیں آتے۔ ان کو قرآن مجید کے احکام کی آیات کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں اور ان کو احکام کی احادیث کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں چہ جائیکہ وہ احکام آتے ہوں تو اس بنیاد پر عمل نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس دلیل نہیں ہے تو ترکِ دلیل کی بنیاد پر ان کے نزدیک عمل نہیں ہوگا۔ جب عمل نہیں ہوگا تو زندگی کا ایک حصّہ یا ساری زندگی عمل سے خالی ہو جائے گی اور اگر دلیل

Marfat.com

جانے بغیر عمل کیا جارہا ہو تو پھر تقلید پر کس چیز کا اعتراض کرتے ہیں مقلد نے امام کے با دلیل قول کو تقاضا، دلیل کے بغیر مان لیا کہ اس کا اپنے ہاں جو دلیل ہے وہ طے شدہ ہے وہ تسلیم شدہ ہے لیکن اس پر عمل کرنے والی عوام کیلئے لازم نہیں کہ ہر دلیل کو ڈھونڈ کے یاد کر کے پھر عمل کرے اس سے پہلے بھی اس کیلئے عمل کرنا جائز ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں جو غیر مقلد ہے اگر عمل کر رہا ہے تو پھر مقلد کی صورتحال پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو راہِ عمل میں ڈالے ہوئے ہے، اگر نہیں کر رہا تو یہ بھی بہت بڑا خسارہ ہے۔

کہ اس کی محدودسی زندگی عمل کے بغیر ہے، تو عمل کیلئے محض حکم جاننا کافی ہے، حکم کی دلیل جاننا ضروری نہیں ہے اور دلیل جاننا یہ علماء کا کام ہے۔ فقہاء اور مجتہدین کا کام ہے۔

اس واسطے عمومی طور پر یہ بات سامنے رکھی جاتی ہے کہ حکم کو معلوم کرلیا جائے اور اس حکم کو اس بنیاد پر تسلیم کرلیا جائے کہ امام نے دلیل کی پوری تحقیق کر لی ہے اور وہ اس کے نزدیک ثابت ہے، ہم تک یہ حکم پہنچ گیا ہے۔

اور ہم اس حکم پر دلیل ماننے کے بعد ناغہ نہیں کریں گے اس پر عمل کرتے چلے جائیں گے اس مقام پر دلیل جاننا لازم نہیں۔

تقلید کی اقسام

تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقلید صحیح (۲) تقلید فاسد

تقلید صحیح اس طرح ہے کہ ایک شخص نے کسی کو پڑھتے ہوئے سنا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس نے بھی پڑھنا شروع کردیا

اب جب اس نے یہ پڑھا تو اس سے پوچھا گیا کہ تم یہ کلمہ کیوں پڑھتے ہو تو اس نے کہا

وَجَدْتُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُوْنَ ھٰذِہِ الْکَلِمَةَ

میں نے مومنین کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور وہ جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں

فَیَکُوْنُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ عِنْدَاللّٰہِ تَعَالیٰ

Marfat.com

اس بنیاد پر ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان سمجھا جاتا ہے۔

میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں تو ان کو اللہ کے ہاں مسلمان قرار دے دیا جاتا ہے قُلْتُهَا اَيْضًا، میں نے بھی یہ کلمہ پڑھ لیا۔

لِاَ كُوْنَ مُسْلِماً

تا کہ میں بھی مسلمان بن جاؤں۔

اس نے تقلید کی کہ فلاں شخص کلمہ پڑھ رہا ہے پڑھتا اس لئے ہے کہ وہ مومن ہو جائے تو اللہ کے نزدیک وہ مومن شمار ہوتا ہے تو میں نے بھی اسکو دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا تا کہ میں بھی اللہ کے نزدیک مومن بن جاؤں۔ تو یہ تقلید بالکل صحیح تقلید ہے جس میں اس نے پوری صورتحال کو سامنے رکھ لیا اور جو اس کے عمل کی غرض تھی اس کو سامنے رکھ کر خود بھی وہ کام کرنا شروع کر دیا۔

اب اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے خواہ مخواہ کسی کے پیچھے لگ کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو یہ غیر معتبر ہو جائے نہیں یہ معتبر ہوگا تو جب اسلام کی بنیاد کے اندر تقلید جائز ہے اور وہ مؤثر ہوتی ہے تو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لحاظ سے تقلید کو غیر مستند کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

آغاز اسلام کے اندر جب دیکھ کر کسی کو کلمہ پڑھا اس بنیاد پر کہ وہ پڑھ کے مومن ہوا تو میں بھی پڑھ کر مومن ہو جاتا ہوں۔ اس پر اس نے تقلید کر لی اور اس کو محمود قرار دیا گیا اس بنیاد پر اس کو مومن قرار دیا گیا تو یہ آغاز میں تقلید کا جب ایسا حسین منظر موجود ہے تو اختتام تک اور زندگی کے انجام تک جو شعبہ جات درمیان میں آئیں گے جن کا تعلق اُصول دین کے ساتھ نہیں ہوگا، بلکہ فروغ کیساتھ ہوگا ان کے اندر بندے کو ہر حال میں تقلید کرنا پڑے گی۔

دوسری حیثیت تقلیدِ فاسد کی ہے وہ کیا ہے کہ

Marfat.com

کسی نے کلمہ پڑھا کسی کو دیکھ کر تو جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کلمہ کیوں پڑھا تو وہ کہنے لگا قُلْتُ مَاقَالُوْا جوانہوں نے کہا میں نے بھی کہہ دیا۔

وَلَا اَدْرِیْ مَاھِیَ اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا وہ کلمہ پڑھ رہے تھے میں نے بھی پڑھ لیا اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا ۴ اس لحاظ سے جب اس نے کہا تو اب یہ تقلید فاسد ہے۔

اس بنیاد پر کہ اس کو جب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی نہیں ہوگی کہ لا الہ الا اللہ میں اللہ کا جوذکر کر رہا ہے۔ یہ اللہ کی ذات کا نام ہے اور وہ خود اقرار کر رہا لَا اَدْرِیْ مَـاھِیَ میں نہیں جانتا کہ یہ ہے کیا میں یہ نہیں جانتا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا کہ وہ پڑھ رہے تھے۔

تو تقلید فاسد ہوگی۔ اس بنیاد پر وہ مومن قرار نہیں پائے گا اور اس کو مسلمان نہیں کہہ سکیں گے تو ہم جس تقلید کے داعی ہیں، وہ تقلید تقلیدِ صحیح ہے اس کی آگے دو قسمیں ہیں، ایک تقلید محمود اور دوسری ہے تقلیدِ مذموم۔

تقلید صحیح کی اقسام

(۱) تقلید محمود (۲) تقلید مذموم

تقلید محمود وہ ہے جس کی شریعت میں تعریف کی گئی ہے۔

اور تقلید مذموم وہ ہے جس کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں بار بار یہ آیا ہے کہ جس وقت مشرکین مکہ کو یہ کہا جا رہا تھا کہ آؤ تم کلمہ پڑھ لو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 104 میں ہے

وَاِذَاقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَااَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْ نَاعَلَیْہِ اٰبَاءَ نَا

جب اُن سے کہا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف آجاؤ اور رسول علیہ السلام کی طرف آجاؤ تو کیا کہتے ہیں۔ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَاءَ نَا جس طریقے پر ہم

Marfat.com

نے اپنے آباء اجداد کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں سُنّت کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا

تو یہ لوگ بھی ایک قسم کی تقلید کررہے تھےلیکن اُن کی مذمت کی گئی انکار رَدّ کیا گیا کہ یہ تمہارا قول درست نہیں، تمہارے آباء کے پاس ان دکھوں کا علاج کہاں ہے جو تمہارے رب کے پاس موجود ہے اور تمہارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔ تم اس گمراہی سے نکلو اور اسلام کے اندر داخل ہو جاؤ، ان کے اس طریقے کو جو وہ کہتے تھے جو آباء کا دین تھا وہ ہمارے لئے کافی ہے ہم اسی پر رہیں گے ناظرین ہم اس تقلید کے علمبردار نہیں ہیں۔ یہ بھی کسی کا غلط پراپیگنڈہ ہے، اگر وہ تقلید کے رَدّ میں ایسی آیات پڑھتا ہے تو ہم خود اسکا رَدّ کرتے ہیں۔ یہ تقلید تقلیدِ مذموم ہے ایک فیصد بھی ایسی تقلید جائز نہیں ہے اس واسطے کہ جن کی تقلید کی جارہی ہے وہ خود کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ خود مشرک ہیں ان کے پیچھے جانے والے کیسے بچ سکیں گے۔ ہم اُس تقلید کے داعی ہیں کہ جس میں امام بھی صراطِ مستقیم پہ جارہا ہے اور تقلید والے بھی صراطِ مستقیم پہ جارہے ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں اسکا ذکر موجود ہے۔

اگر باپ دادا کا حوالہ دے کر ان کی پیروی کرنا تقلید ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی تقلید کا ذکر کیا تھا۔

اور سورۃ یوسف کی آیت نمبر 38 میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آپ اپنا موقف واضح کریں۔ آپ کسی ملّت پر ہیں، کیا کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

میں نے اتباع کی اپنے آباء کی ملّت کی،باپ دادا کی اتباع کی وہ کون ہیں

Marfat.com

فرمایا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اب یہاں بھی حوالہ باپ دادا کا دیا جا رہا ہے لیکن یہ محمود ہے مذموم نہیں اسکی مذمت نہیں کی گئی اسکی شریعت نے تعریف کی ہے۔

آج ہمارے ہاں یک طرفہ ٹریفک چلتی ہے، مسلسل مشرکین والی آیات پڑھی جا رہی ہیں باپ دادا کا حوالہ دے کر اس کو چسپاں ہم پہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو وہ باپ دادا کی بات کرتے تھے تو قرآن نے رد کیا اور تم بھی کہتے ہو کہ یہ بات چونکہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور یہ فلاں نے کی ہے تو ہم اس کو ماننے والے ہیں، دیکھو باپ دادا کی بات کو ماننا اسکو قرآن مسترد کر رہا ہے۔

بھائیو یہ کتنا بڑا قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ظلم ہے، وہ بات ان لوگوں کی ہے جن کے باپ دادا بُرے ہیں اور جس کے آباء اجداد کفر و شرک میں ہیں۔ اب پچھلے بھی اُدھر ہی چلے جائیں گے لیکن جن کے آباء اجداد اور جن کے پیشوا پہلے گزرے ہوئے صراطِ مستقیم کا مینار ہوں تو پیچھے جانے والے بھی صراطِ مستقیم کی چمک ضرور ہوں گے۔

اس واسطے یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاۗءِيْ

میں نے بھی اپنے آباء کی ملّت کی پیروی کی، اُن کی اتباع کی، انکے پیچھے چلا اور اس کو واضح کر دیا کہ مطلقاً باپ دادا کی روش پہ چلنا یہ مطلقاً ناجائز نہیں ہے مطلقاً یہ مذموم نہیں ہے۔ مطلقاً یہ کام بُرا نہیں ہے یہ تب بُرا ہے کہ اگر باپ دادا بُرے ہیں اگر وہ مشرک ہیں اگر وہ گمراہ ہیں تو ٹھیک ہے ان کے پیچھے جانے کی قرآن مجید کی اجازت نہیں دی، لیکن اگر وہ اچھے ہیں تو قرآن کہتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ

تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو پہلے میری طرف جھک کے منزل تک

Marfat.com

پہنچ گئے ہیں تم بھی پیچھے پیچھے چلو تمہیں بھی میرا دربار نظر آ جائے گا۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کا نقطہ نظر اس انداز سے میں پورے مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کسی جہت سے اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کے ذہن میں ہوگا تو بعد میں جواب دیں گے۔

سورۃ النسآء کی آیت نمبر 59 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی۔

ان تین کی تم اطاعت کرو لیکن یہ فرق واضح کر دیا کہ یہ تیسری اطاعت پہلی دو کے سائے میں ہے کوئی مستقل نہیں ہے، اس واسطے پہلے اللہ تعالیٰ نے دو بار اَطِیعُوا بولا ہے

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

تیسری بار اللہ تعالیٰ نے اَطِیعُوا نہیں بولا بلکہ عطف ڈال دیا وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اب اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تیسری ذات کون سی ہے۔

آج یہ بھی ایک نعرہ لگایا جاتا ہے کہ بس اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کے سوا کوئی چیز نہیں اور کچھ نہیں، ہم مانیں گے تو جو یہ کہتا کہ ہم اور کوئی نہیں مانیں گے تو اُولِی الْاَمْر کا لفظ جان کیسے سکتا ہے۔

اس پر اسکا یقین کیسے ہوگا اگر اس کو نہیں مانے گا تو قرآن کو کیسے مان سکے گا اللہ تعالیٰ تو تین اطاعتوں کا حکم دے رہا ہے، دو مستقل ہیں اور تیسری ان کے ضمن میں ہے۔

Marfat.com

اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اطاعت کرو اس ذات کی جو تم میں سے امر والی ذات ہے نہ وہ اللہ کی ذات ہے اور نہ وہ رسول علیہ السلام کی ذات ہے وہ تم میں سے ایک امتی کی ذات ہے۔

لیکن وہ ذات اتنی بڑی ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے اس کے کردار کو دیکھ کر اور اس کے علوم کو دیکھ کر اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا ہے۔

اسمقام پر مفسر بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطا بن سائب اور حضرت امام مجاہد حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اجمعین یہ سارے کہتے ہیں کہ اولی الامر سے فقہاء مراد ہیں۔

(جامع البیان للطبری ۴/۲۰۶۔۲۰۷ دار الفکر)

وہ لوگ جنہوں نے قرآن پاک میں درک حاصل کیا اور ایک مقام تک پہنچ گئے۔ مرتبہ اجتہاد تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میری اطاعت کرو اور میرے محبوب علیہ السلام کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اطاعت سمٹ کے دو بن جائیں گی اور دو پھر ایک بن جائے گی۔ لیکن تینوں کو بیان کر دیا۔

جو احکام بدیہی طور پر ہیں وہاں تو اسکی کی تقلید کی ضرورت نہیں لیکن جہاں پر ایسے سینکڑوں مواقع ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان دو معانی میں سے کون سا معنیٰ مراد ہے یا ہمارا جو نیا مسئلہ پیش ہو گیا ہے یہ کس آیت کے زمرے میں آ رہا ہے اور اس کی دلیل کونسی چیز بن سکتی ہے۔ تو اسمقام پر اولی الامر مسئلہ حل کرتے ہیں اور ان کے حل کو شریعت مطہرۃ نے پہلی دو اطاعتوں کے زیر سایہ قرار دے دیا ہے، اسی واسطے

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

اب یہ بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی ذات نہ صرف الوہیت والی ہے نہ رسالت والی ہے لیکن ہدایت میں ھادی مہدی بن گئے ہیں لوگوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم کر دیا۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

لوگو تم پر میری سنّت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سُنّت بھی لازم ہے اس پر خصوص میں خلفا کا ذکر کر دیا اور عموم میں تمام صحابہ کرام کا ذکر کر دیا۔ اب وہ ہدایت کے ستارے بنے ہیں اور جو ان کی ہدایت کو مان کے چلے گا۔

اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے کوئی نیا دین اختیار کر لیا اور وہ اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کے کسی اور کے پیچھے چل رہا ہے نہیں خود انہوں نے اس کے پیچھے چلایا ہے، لہذا صحابہ کرام کی اقتداء اور اتباع کے اندر جو چیز اس کو حاصل ہوگی یہ بھی اولی الامر کا ایک حصہ ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی رضا کا حصول عطا فرمائے گا۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے، لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ صحابہ کرام کیا تقلید کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔ وہ اس وقت حنفی تھے، مالکی تھے، حنبلی تھے یا شافعی تھے ان کی حیثیت کیا تھی، تو میرے بھائیوں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ صحابہ کرام میں دو طرح کے لوگ تھے ایک وہ تھے جو مقام اجتہاد پر فائز تھے اور مجتہد تھے اور دوسرے وہ تھے جو مقلد تھے، صحابہ کرام میں مجتہد بھی تھے مقلد بھی تھے اور صورتحال یہ تھی کہ ابن قیم

Marfat.com

نے "اعلام الموقعین" میں اس کو بیان کیا ہے کہ:

''صحابہ کرام میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی تھے ان میں سے سات شخصیات کثیر الفتاویٰ تھیں ۔ ان میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱ دار الکتاب العربی)

اگر چہ اُن میں سے ہر شخص ہی ہم سے تو کروڑ درجہ بہتر ہے اور ان کے علم کے مقابلے میں ہمارے بڑے سے بڑے عالم دین کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن آخر اُن میں سے بھی درجات تھے۔ اُن میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی ہیں۔ ان اصحاب فتویٰ میں بھی درجات تھے۔ ابن قیم نے المکثرون، المتوسطون، المقلون کے عناوین کے تحت By Name سب کا ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱)

اب جب وہ اصحاب فتوی ہیں تو مطلب یہ بنا کہ باقی سارے ان کی مانتے ہیں ورنہ وہ اصحاب فتوی کیسے بنتے جب ان سے کوئی فتوی ہی نہ پوچھتا تو پوچھتا وہ ہے جو پوچھ کے عمل کرے گا ۱۴۹ اُن میں سے اصحاب فتوی ہیں اور باقی ہزاروں سارے اُن کے مقلدین ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ فتاوی ہمارے سامنے موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ہے مصنف عبدالرزاق ہے، تہذیب لآ ثار ہے۔

سیر اعلام النبلاء میں بعض آثار ہیں، بہت سی کتابوں کے اندر صحابہ کرام کے فتوے ہیں، امام ابو بکر محمد بن موسیٰ جو بہت بڑے محدث تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ بیس کتابوں میں اکھٹے کیے ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/۲۱)

اور اندازہ وہ ہے جو ہمارے ائمہ فقہا کا انداز ہے کیا جب ان (صحابہ) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے حکم بیان کیا اسکی دلیل بیان نہیں کی تو پتہ کیا چلا کہ

Marfat.com

صاحب فتویٰ صحابی کہہ رہے ہیں مجھ سے پوچھنے والے صحابی میں نے جو مسئلہ بیان کیا
تم پر اسکی دلیل جاننا لازم نہیں حکم ماننا لازم ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
اپنے فقہاء سے فتویٰ پوچھ رہے ہیں۔ ۱۴۹ مفتی صحابہ کرام کے جب فتوے دیتے ہیں تو
وہ فتویٰ اس انداز میں دیتے ہیں جیسے مقلد کو سمجھایا جاتا ہے۔ اُن کو ساتھ دلیل کا بیان
ہی نہیں کرتے بلکہ وہ صرف حکم بیان کرتے ہیں اور حکم سن کر صحابی مان جاتے ہیں اور
عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب ایک صحابی جو خود ہدایت کے ستارے ہیں وہ
دوسرے مجتہد صحابی کی تقلید کرتے وقت دلیل نہیں پوچھتے بلکہ وہ دلیل کے بغیر آنکھیں
بند کر کے اُن کے پیچھے چل کے عمل کرتے ہیں۔ تو ہدایت کے رہنما بنتے ہیں، تو ہم اگر
ایسا کریں گے تو اس میں کونسی قباحت موجود ہوگی۔

۱۴۹ اصحاب فتویٰ ہیں اور ان کے فتاوی ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پاس
موجود ہیں اور انداز وہ ہے جو بعد والے فقہاء کا انداز ہے کہ دلیل کو بیان نہیں کیا بلکہ
صرف مسئلہ بیان کیا ہے، حکم بیان کیا ہے اور اگر عمل کرنے والے کیلئے دلیل کا ماننا لازم
ہوتا جس طرح کہ آج کچھ لوگوں نے موقف اپنا لیا ہے تو چاہیے تھا کہ قرآن میں ہر حکم
کیساتھ دلیل ہوتی، پھر اس حکم پر سنت سے دلیل ہوتی پھر صحابہ کرام مانتے اور کہتے کہ
اب تم نے تقاضے پورے کر لئے ہیں، اب ہم اس پہ عمل کریں گے، مگر قربان جاؤں
ایمان صحابہ کرام پہ انہوں نے اپنے اماموں کی بات آنکھیں بند کر کے مان لی ہیں کہ یہ
ان پر ہے انہوں نے ان مسائل کی تحقیق کر لی ہے۔ لہذا یہ جب تحقیق کر چکے ہیں تو
ہمیں اب دلیل کے مطالبہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس انداز میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ذات
کے قول کو بغیر دلیل کے مان جانا اسے ہی تقلید کہا جاتا ہے۔

اب صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین میں فتویٰ دینے والے ۱۴۹ ہیں اور پھر

Marfat.com

ہر ایک کے کچھ نہ کچھ ماننے والے ہیں، تو اس واسطے واضح طور پر یہ صورتحال نہ بنی جسطرح کہ بعد میں حنفی مالکی، حنبلی شافعی کہلوایا گیا۔ لہذا اس وقت اصحاب فتوی اور مجتہدین جو بیان کرنے والے ہیں وہ ایک ایک شہر کے ایک ایک مفتی کو ماننے والے ہیں۔کوفہ والے اپنے مفتی کو' مدینہ والے اپنے مفتی کو' مکہ شریف والے اپنے مفتی کو' یہاں تک کے جب دوسرے صحابی کا اُن کے سامنے قول پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگے

لانأخذ بقولِکَ وَندَعُ قولَ زَیْدٍ

اے ابن عباس تمہاری بات مان لیں اور زید کی بات چھوڑ دیں، نہیں ہم پہلے بھی اُن کی بات مانتے ہیں تو بعد میں بھی ان کی ہی مانیں گے، تو یہ تقلید شخصی کا بھی ایک دستور تھا بخاری شریف میں پورا قصہ۔ یوں ہے عن عکرمۃ اَنّ اھلَ المدینۃ سَألوا ابنَ عباس عن امرأۃٍ طَافت ثُمّ حَاضَتْ قال لھم تَنفِر قالوا لا نأخُذ بقولک ونَدَعُ قولَ زید۔ (بخاری جلد۱/ ۲۳۷ طبع کراچی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ شریف نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر ایک عورت نے طواف افاضہ کرلیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (کیا اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ساقط ہو جائے گا وہ گھر چلی جائے تو اہل مدینہ نے کہا ہم حضرت زید بن ثابت کا قول ترک کر کے تمہارا قول نہیں مانیں گے۔

باقاعدہ خلفاء راشدین نے اس کی وضاحت کی تھی۔ اسواسطے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مقام پر تقریر فرمارہے تھے تو آپ نے اس تقریر کے اندر اس بات کو واضح فرمادیا جس وقت شعبہ جات کی تقسیم ہو رہی تھی کہ کسی طرح فتوی لیا جائے گا اور کس طرح آگے اس کے اوپر عمل کیا جائے گا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں بیان کررہے تھے کہ جس شخص نے قرائت کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت اُبَیّ بن

Marfat.com

کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس نے وراثت کی بات پوچھنی ہو وہ حضرت زید بن ثابت کے پاس جائے اور جس نے فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے تو اب یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ نعرہ محض جذباتی ہے کہ ہمیں کسی اور کے فتوے کی ضرورت نہیں سب کچھ قرآن مجید میں ہے جب سب کچھ واضح طور پر جزی جزی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر قرآن کروڑوں سپاروں کا قرآن ہوتا۔

پھر سب کچھ اس انداز میں تفصیل سے آجاتا اب قرآن مجید میں ہے تو سب کچھ مگر اُس سب کچھ تک ہر ایک سوچ نہیں پہنچ سکتی کوئی کوئی سوچ پہنچتی ہے اُس مقام تک۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی میاد
وہ فکر خدداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

اُس مقام تک پہنچنا یہ خاص لوگوں کا معاملہ ہے

اب جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ تقسیم کر رہے تھے اور وہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ورنہ تو یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تمہیں ان شعبہ جات کو تقسیم کرنے کیلئے کیا ضرورت ہے۔ سب کچھ تو قرآن میں ہے اور سنت میں ہے وہ پڑھنے کی دعوت دو تم کیوں لوگوں کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دہلیز پر بھیجتے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجتے ہو۔ ان کو قرآن وسنت کی طرف بھیجو۔ وہ بہتر جانتے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ان کی طرف بھیجنا۔ حقیقت میں قرآن وسنت کی وضاحت کردیں گے، اگر ان کے عمل نہیں

Marfat.com

کرنا تھا تو پھر اُن کے پاس جانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی۔ پتہ چلا کہ وہ ان کے پاس جاتے بھی تھے اور پوچھتے بھی تھے اور پوچھ کر عموماً بغیر دلیل کا مطالبہ کئے عمل کر کے تقلید کا اثبات بھی فرما رہے تھے

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف عرض کر کے اس مفہوم کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی گفتگو سے اب تک یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمیں تقلید کرنا پڑے گی اور دلیل کا جاننا عوام کے ذمہ کی بات نہیں بلکہ حکم کا جاننا ان کیلئے کافی ہے۔

اگر دلیل کو لازم کر دیا گیا تو عمر برباد ہو جائیگی یا منافقت آ جائے گی کہ زبان سے کچھ کہا جا رہا ہے اور عمل بغیر دلیل جاننے کے کیا جا رہا ہے اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ آج کے زمانہ کا ایک دوکاندار ریڑھی لگانے والا وہ جب یہ دعوی کرتا ہے کہ میں غیر مقلد ہوں تو پھر وہ عمل تب کرے جب اُسے ساری دلیلیں آتی ہوں۔ جس کو اسلام کی ابتدائی معلومات کا پتہ نہیں اس کو ہر حکم کی دلیل کہاں سے آئی گی۔ تو پھر وہ اپنے موقف کے خلاف زندگی بسر کر رہا ہے لیکن یہ اصل حقائق ہیں کہ جن کو وہ روشنی شروع سے ملی ہے۔ عوام کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ حکم جان لیں اگر اُس حکم کی دلیل نہیں آتی تو پھر بھی عمل صحیح ہوگا، اگر جانیں گے تو یہ اُن کا شوق ہوگا۔ لیکن عمل کی صحت کیلئے حکم کا جان لینا کافی ہوگا۔

اب میں ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جو میں نے کہا کہ امام کی ضرورت ہے حدیث کو سمجھنے کیلئے، اصل میں یہ قرآن وسنت ہی کی طرف پہنچاتے ہیں اور کہیں نہیں لیجاتے ہم اس لئے ان کو مانتے ہیں کہ ان کی اقتداء میں بندہ قران وسنت کی حقیقی تعلیم تک پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ صرف لفظ پڑھ لینے سے اور صرف سند کو دیکھ لینے سے بندہ لفظوں کے ہیر پھیر میں تو رہ سکتا ہے، مگر حقیقت نگر میں کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اب دیکھئے اس حدیث شریف کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت

Marfat.com

کرتے ہیں اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح حدیث ہے۔ یہ حدیث طحاوی شریف کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 11 اور 15 پر موجود ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم كَانَ يَتَوَضَّاءُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے ایک کنوے سے وضو کرتے تھے۔ وہ کنواں ایسا تھا کہ جس میں کبھی گندگی بھی پڑ جاتی تھی۔

فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُلْقٰى فِيْهِ اَلْجِيَفُ وَالْمَحَائِضُ

اس کنوے میں مردہ کتے بھی کبھی پڑے ہوتے ہیں اور کبھی اس میں حیض والے کپڑے بھی گرے ہوتے ہیں، تو آپ اس سے وضو کر لیتے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

اِنَّ الْمَاءَ لَايَنْجُسُ

بے شک پانی پلید نہیں ہوتا۔

یہ لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اب اس حدیث شریف کی محض جو آدمی سند پڑھ لے گا کہ حدیث صحیح ہے تو کیا وہ حق تک پہنچ جائے گا۔ کبھی بھی وہ حق تک نہیں پہنچے گا، اسواسطے کہ لفظ کیا ہیں۔

اِنَّ الْمَآءَ لَايَنْجُسُ

کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں، تو کیا کسی ذی عقل انسان کی عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ پانی وہ چیز ہے جو پلید ہو ہی نہ سکے۔

اِنَّ الْمَاءَ لَايَنْجُسُ

اسکا واضح ترجمہ یہ ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا، تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ جو

Marfat.com

کچھ بھی پانی سے ہو جائے وہ پلید ہوتا ہی نہیں، اُس میں خواہ اتنی گندگی پڑی ہو پھر بھی چونکہ پانی چیز ہی ایسی ہے جو پلید ہی نہیں ہو تو یہ کیسے ہو سکے گا۔

جبکہ ادھر میرے محبوب علیہ السلام تو فرماتے ہیں

اگر گھڑے میں کتا منہ ڈال گیا تو اُس کو سات مرتبہ ڈھیلا رگڑ کے صاف کرو۔

پھر وہ صاف ہوگا ورنہ وہ صاف نہیں ہوگا، تو گھڑا یا برتن پلید کیسے ہوا اگر پانی پلید نہیں ہوا، پہلے پانی کو پلید مانا جائے گا۔ اُس کی وجہ سے وہ گھڑا پلید مانا جائے گا۔

جس سے وہ پلید پانی لگا ہوا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درجنوں احادیث ہیں۔ اس بارے میں کہ جس میں پانی کے پلید ہونے پر اس کے احکام بیان کیے ہیں۔

کنوے میں اگر کبوتر مرجائے تو اتنے ڈول نکالو بلی مرجائے تو اتنے ڈول نکالو اگر پانی پلید ہونے والی چیز ہی نہیں، تو پھر اُس کو پاک کرنے کا مطلب کیا ہے تو پتہ چلا کہ حدیث کو صحیح ماننے کیلئے بہت کچھ دیکھنا پڑے گا۔

سند بھی بڑی لازم ہے لیکن سند کے ساتھ اسکی عملی صحت کو بھی دیکھنا پڑے گا، دیگر احادیث سامنے رکھیں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ

الماء سے ہر پانی کی بات نہیں کی جارہی، خاص پانی کی بات کی جارہی ہے، اسمقام پر امام کی ضرورت ہے کہ جو ذخیرہ احادیث پر پوری مہارت رکھتا ہے، ساری احادیث کو سامنے رکھتا ہے اور پھر درمیان سے معنی نکال کے سپرد کر دیتا ہے، لوگو تم گمراہ نہ ہو جانا کہ تم حدیث کے لفظ رٹ لو کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں جو کچھ اُس کیساتھ ہو جائے اتنے کلو اُس میں گندگی پڑی ہو وہ پلید ہوتا ہی نہیں، چونکہ حدیث کے لفظ ہیں، نہیں نہیں

یہ مجتہد کی شان ہے کہ وہ حدیث کا صحیح معنی بیان کر کے بتادے گا کہ

Marfat.com

صرف سند نہ دیکھو صرف الفاظ نہ دیکھو پورے ذخیرہ احادیث کو دیکھو تو پھر پتہ چل جائے گا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔

اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

بیر بضاعۃ ایک کنواں ہے جو چشمہ نما ہے، پیچھے سے پانی آتا ہے۔ آگے باغ کو جاتا ہے، اُس کی حیثیت انھار کے پانی کی سی ہے، اُس میں کبھی کپڑا حیض کا گرا یا کوئی ایسی چیز گری وہ نکال لی گئی اُس کے بعد پانی بہتا رہا نیا پانی آ گیا۔ اب جس وقت نیا پانی آیا تو اس صورتحال میں صحابہ کرام کو یہ تشویش ہوئی کہ پہلے یہاں ہی تو پلید پانی تھا۔ اس کنوے کے اندر دیواروں سے پلید پانی لگا ہوا تھا، اب اُس کے بعد پاک پانی پیچھے سے آ گیا ہے۔

تو وہ پلید پانی جو کنویں سے نکل گیا لیکن وہ اینٹوں سے ساتھ لگا ہوا تھا اُس کی وجہ سے نیا آنے والی پانی بھی پلید ہو جائے گا۔

تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریعت مطہرۃ میں گنجائش موجود ہے چونکہ یہ قلیل نہیں ہے، بلکہ ماء کثیر ہے پیچھے سے مسلسل پانی آ رہا ہے وہ جو اینٹوں وغیرہ سے کچھ پلید پانی لگا ہوا تھا وہ اس لئے آنے والے پانی سے بہہ جائے گا۔ اس کے بارے میں کوئی تشویش نہ رکھو اسواسطے کہ جب پانی بہہ جائے اور پلیدی نکال لی جائے اور اُس کا اثر ختم ہو جائے تو پانی پلید نہیں رہتا پاک ہو جاتا ہے۔

اب کہاں یہ مطلب کہ کتا اندر ہی پڑا ہوا ہو اور کہا جائے کہ پانی پاک ہے، پانی سے بدبو آ رہی ہے تو حدیث پڑھی جائے، انّ الماء لا ینجس

پانی پلید نہیں ہوتا اگرچہ بدبو آ رہی ہو، ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا یہ پس منظر تھا جن میں مخصوص پانی کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا وہ پانی

Marfat.com

نہیں کہ جس میں کتا مرا ہوا اور ڈوبا ہوا ہو پھر بھی سرکار فرما رہے ہوں کہ میں اس سے وضو کرتا ہوں، یہ پلید نہیں ہوتا، اسکا تصور کرنا بھی کتنی بڑی غلطی ہے، مطلب یہ تھا کہ پانی پلید نکل گیا پیچھے پاک پانی آ گیا۔ پلیدی بھی دور کر دی گئی اور پانی جو اس وقت موجود ہے اس میں پلیدی کا نہ رنگ ہے نہ پانی کے ذائقے پر اُس پلید چیز کا اثر ہے اور نہ ہی اُس سے بدبو آ رہی ہے اگرچہ کچھ پانی بعد والا پہلے پانی کے ساتھ ملاقات ضرور کرے گا لیکن محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ شریعت میں گنجائش ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر جب پانی کثیر ہو تھوڑے پانی کا پھر بھی وہی مسئلہ ہے۔

کثیر پانی کی شکل میں سرکار نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمَاءَ لَا يَنْجُسُ

اے صحابہ کرام تم اب اس کو پاک سمجھو اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو، اب اگر اس کو پہلے مفہوم میں رکھا جائے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ (ترمذی حدیث نمبر ۶۸)

تم میں سے کوئی شخص بھی کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اسواسطے کہ وہ پانی پلید ہو جائے گا اور تمہارا غسل ناجائز ہو جائے گا تو اگر

اِنَّ الْمَاءَ لَا يَنْجُسُ

کا مطلقاً یہ مطلب ہے کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیوں کیا اور پیشاب والے پانی کو پلید کیوں قرار دیا اور دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، جس سے مطلب بالکل سامنے آ جائے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَنْجُسُ

زمین پلید نہیں ہوتی، تو اب کا کیا مطلب ہے کہ جتنا بھی گندگی کا ڈھیر

Marfat.com

پڑا ہوا ہو اُس پر نماز پڑھو وہ پلید نہیں ہوتی، نہیں

بلکہ اسکا مطلب یہ ہے

لَا تَبْقٰی نَجَسَۃً

زمین پلید باقی نہیں رہتی، کہ ایک مرتبہ پلید ہوگئی ہو تم سمجھو کہ قیامت تک پلید ہی رہے گی پاک نہیں ہوگی فرمایا نہیں نہیں۔

اگر وہاں سورج کی روشنی پڑگئی بدبو دور ہوگئی پلیدی کی کوئی نشانی وہاں موجود نہیں رہی تو اب وہ زمین پاک ہوگئی ہے، زمین پلید نہیں ہوتی مطلب یہ ہے کہ جب وہاں سے نجاست دور ہو جائے پھر بعد میں بھی پلید نہیں رہتی بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

جیسے ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پر بالٹی پانی کی بہاؤ اب اگر زمین پلید نہیں ہوتی تھی تو اس پر پانی کیوں انڈیلا اور اس کو صاف کیوں کروایا۔

مطلب یہ تھا کہ پلید ہو تو جاتی ہے مگر یوں نہ سمجھنا کہ اب یہ قیامت تک پلید ہی رہے گی جب نجاست اٹھالی جائے اور زمین کو کھرچ لیا جائے یا وہاں سے بدبو تک ختم ہو جائے تو اب اس کے بارے میں وہم نہ کرو کہ یہ پلید ہے زمین ایسی چیز نہیں جو پلید ہی باقی رہے بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

تو جیسے یہ معاملہ تھا ایسے ہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے

اِنَّ الْمَاءَ لَا یَنْجُسُ

اگر پانی پلید ہو جائے تو اس کے بعد نہ سمجھو کہ اب وہاں جتنا بھی پانی آئے گا وہ پلید ہی ہوگا نہیں، جب اگلا پانی نکل جائے گا تو پچھلا پلید نہیں ہوگا اور کثیر کی شکل میں اس کے اندر طہارت موجود ہوگی اور اس میں وضو کرنیکی کوئی قباحت موجود نہیں

Marfat.com

ہوگی بشرطیکہ اس سے پانی لیا جارہا ہے اس میں بھی گندگی نہیں ہے اور بدبو بھی اس پر غالب نہیں ہے اس کے علاوہ ذائقہ پر بھی گندگی کی تاثیر نہیں اور رنگ کے لحاظ سے بھی تاثیر نہیں اب اس کو پاک سمجھا جائے گا اسکے ساتھ وضو کرلیا جائے گا۔

اب آپ کو اس حدیث سے اندازہ ہوگا

یہ احادیث جو میں پڑھ رہا ہوں سند کے لحاظ سے ساری صحیح ہیں۔ اگر بندہ صرف لفظوں کے اوپر ڈٹ جائے۔

اِنَّ الْمَاءَ لَایُنْجُسُ

تو کہاں تک بندہ تباہ ہوجائے گا، کتنی بڑی تباہی اس کے مقدر میں آجائے گی کہ وہ ہر پلید چیز کو پاک سمجھنا شروع کردے گا یہاں سند کو دیکھنا محض کام نہیں دے گا، یہاں عملی صحت کو مانا جائے گا جس کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

اِذَ اصَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیُ

جب حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ سند کے لحاظ سے بھی صحیح ثابت ہوجائے اور عملی طور پر بھی صحیح ثابت ہوجائے تو اب وہ حدیث مانی جائے گی اس کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں مانا جائے گا یہاں تک ضعیف حدیث کو بھی امام صاحب نے قیاس پر مقدم کردیا۔

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ایک پورا باب لکھا ہے کہ جس کے اندر وہ سارے مسائل ہیں کہ جن میں امام صاحب ضعیف حدیث کو بھی قیاس ترجیح دیتے ہیں اور اپنے قیاس کو روک کر ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اس کی امثلہ بہت زیادہ ہیں، بطور مثال میں نے ایک حدیث آپ کے سامنے پڑھی ہے کہ جس مقام پر حدیث کو حدیث مانتے ہوئے بھی ہمیں ضرورت ہے کہ اس بات کی حقیقت کو

Marfat.com

کس کے کہنے پر مان لیا جائے کہ وہ تقابل کون دور کردے گا اور اس طرح سارے علوم کو ملا کر نتیجہ کون نکالے گا اور روح کون نکال کے دے گا، وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ جس میں حدیثیں اکٹھی ہو رہی تھیں لیکن ان احادیث میں تطبیق اور ان کو سامنے رکھ کر سب سے ایک بات ہی نکالنا یہ مجتہد کی شان ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس امتی کیلئے اور اس مقلد کیلئے اگر خود ایک نماز کا مسئلہ تحقیق کے بعد اسکو پڑھنا پڑتا کہ میں پوری نماز کے مسائل کی دلیل جانوں تو ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا پھر اختلافات یاد کرتا پھر نماز پڑھنا شروع کرتا عمر گذر جاتی وہ خائب خاسر ہو جاتا، یہ راہ تقلید ہے کہ جس نے بندے کو مختصر وقت میں عمل کی لائن کے قابل بنا دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں اور آیات میں ہمیں ترکِ تقلید کے لحاظ سے جو خرابیاں ہوتی ہیں اس پر بھی بڑا مواد ملتا ہے۔

قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

جہنمیوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم جہنمی کیسے بنے تو وہ کہنے لگے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

اگر ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو ہم جہنمی نہ بنتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسمقام پر تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ویسے تو ایک ہی بات کافی تھی نسمع ہم سن لیتے نعقل ہم سمجھ لیتے اگر ایک لفظ آجاتا تو کافی تھا لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں بعض از مفسرین نسمع را بر تقلید و نعقل را بر تحقیق و اجتہاد حمل نمودہ اند کہ ہر دو راہ نجات اند

"بعض مفسرین نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق و اجتہاد پر حمل کیا ہے کہ دونوں نجات کے راستے ہیں تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹)

نسمع

ہم کسی کی سن کے تقلید کر لیتے اور نعقل یا ہم میں یہ صلاحیت ہوتی کہ ہم خود

Marfat.com

سوچ لیتے، ہم نہ خود اجتہاد تک پہنچے اور نہ کسی کی تقلید کی نتیجہ یہ نکلا کہ ہم گرتے گرتے اس مقام تک پہنچ گئے کہ جس کے آگے اور خُسران کی وادی نہیں ہے۔ انسان جب راہ تقلید سے تھوڑا سا ہٹتا ہے آغاز میں کچھ اچھا ہے لیکن پھر ہٹتے ہٹتے وہاں تک پہنچتا ہے کہ اس سے زیادہ آگے گہرہ کوئی جہنم کا گڑھا ہی نہیں ہے، تجربہ کے اندر آپ نے دیکھا جو تقلید کی راہ سے ہٹے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز ہو یہ غیر تقلید کے درخت پہ لگنے والے کانٹے ہیں آگے کیا انجام ہوا بھٹکتے گئے گرتے گئے اور آگے چلے گئے لیکن جو راہ تقلید پہ رہا اس کے گرد قرآن وسنت کی تعلیمات کا پہرہ تھا اور وہ بدستور اپنی صحت پر قائم ہے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ یہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگوں کا انداز ہے جو تقلید کو چھوڑ کے بڑھے تو خطرہ ہے کہ وہ چلتے چلتے مرتد ہو جائیں گے مرتد ہونے سے ایسی دہلیز تک پہنچ جائیں گے جہاں صرف ہلاکت کے اور کوئی چیز نہیں ہوگی۔

بخاری ومسلم کی حدیث صحیح میں ہے۔ بخاری میں ۱/ ۱۸۷ پر ہے

کہ جس وقت قبر کے اندر امتحان ہوتا ہے تو وہاں پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جائیگا تو ایک شخص کا جواب یہ ہوگا۔

ھاھا، لَا اَدْرِیْ

میں نہیں جانتا۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب وہ یہ جواب دے گا تو فرشتے اُس کو ماریں گے۔

لَادَرَيْتَ وَلَاتَلَيْتَ

لا دریت" تو نے خود آپ ہی غور نہیں کیا' ولا تلیت' اور کسی غور کرنے والے کی تقلید بھی تم نے نہ کی' دونوں میں سے ایک کام تو کر لیتے یا تو خود مقام اجتہاد تک پہنچ جاتے یا پھر کسی مجتہد کی تقلید کر لیتے جبکہ تم نے دونوں کام چھوڑ دیئے۔

Marfat.com

فَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ

لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ اُس کو مارا جائے گا۔ کہ یہ جس وادی پر تم پہنچے ہوا سکا آغاز اُس وقت ہی ہو گیا تھا جب دو کاموں میں سے ایک کام بھی تجھ میں موجود نہیں تھا۔ تم زندگی اس طرح گذارتے رہے چلتے چلتے بھٹکتے بھٹکتے پہلے فقہاء پر عدم اعتماد کیا پھر محدثین پر بھی کر دیا۔ پھر اہل قرآن پر پھر قرآن پر بھی عدم اعتماد کر دیا پھر دہریہ بن گیا۔ یہ ایک مسلسل گمراہی کی چین ہے، جو عدم تقلید سے شروع ہوتی ہے اور جہنم کے گڑھے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں ایسی ہلاکتوں سے بچا کے رکھا ہوا ہے درمیان میں ایمان وتقوی کا ایسا پہرہ ہے اور اُن ائمہ کی تقلید کا جو قرآن وسنت سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں جانے دیتے۔

قران وسنت کے حصار میں بندے کو پوری زندگی کا راہی بنا دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات اس سلسلہ میں یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے۔

ہمارے ہاں جو ترک تقلید کا ایک رواج چلا تو تجربہ کی بات ہے جب یہ چلا تھا اُس وقت خطرناک نہیں تھا خود یہ لوگ ماضی میں آغاز کے اندر ائمہ کا اتنا ادب کرتے تھے اسقدر ائمہ سے انکو محبت تھی لیکن چلتے چلتے آج وہی لوگ ایسی ایسی باتیں بولتے ہیں یہ وہ فطری پراگرس ہے عدم تقلید کے اندر ہلاکت کی کہ انکے اپنے آباء جو کچھ کہتے ہیں یہ آج ان کا کہا ہوا چھوڑ گئے۔ جہاں سے عدم تقلید کی روش نکلی تھی۔ اُس وقت کا ایک واقعہ مولانا داؤد غزنوی کی سوانح عمری میں صفحہ نمبر 384 پہ لکھا ہے کہ

مولانا عبدالجبار غزنوی کا امرتسر میں مدرسہ تھا جس کا نام مدرسہ غزنویہ تھا وہاں ان کے مدرسہ میں ایک مولانا پڑھتے تھے جو امرتسر کی تیلیاں والی مسجد کے خطیب تھے اُسکا نام عبدالعلی تھا۔

Marfat.com

مولانا عبدالجبار کی کلاس میں اُن کے شاگرد عبدالعلی نے کہہ دیا کہ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں یہ اُس کے لفظ تھے کیونکہ یہ بڑے کا نام یوں ہی لیتے ہیں جیسے چھوٹا بھائی ہوتا ہے۔ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں کیوں؟ انہیں تو صرف سترہ حدیثیں آتی تھیں مجھے اُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ لہٰذا اُن سے میں اچھا ہوں آج تو یہ بات ہر چھوٹے بڑے کا وظیفہ بنی ہوئی ہے لیکن جب یہ گمراہی کا سلسلہ شروع ہوا تھا اُس وقت ابھی ہدایت کے آثار کافی باقی تھے۔

عبدالجبار غزنوی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور اُس نے اپنے شاگرد کو ڈانٹ کر مدرسہ سے نکال دیا۔ تم کون ہوتے ہو چلے جاؤ تم امام ابو حنیفہ سے برابری کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اُن کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور تمہیں اتنی زیادہ آتی ہیں۔ میں تمہیں نہیں پڑھاؤں گا تم اتنے بڑے گستاخ ہو۔

انہوں نے اپنے درس سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا کہ مولانا اتنا بڑا جرم بھی کیا تھا کہ وہ تعلیم سے محروم ہو گیا۔ چاہیے یہ تھا کہ تھوڑی زجر و توبیخ کے بعد قبول کر لیتے تو مولانا عبدالجبار غزنوی کہنے لگے۔

مجھے خطرہ ہے کہ یہ شخص مرتد ہو جائے گا۔ اب گواہ موجود ہیں ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ مدرسہ غزنویہ کا وہ مولوی عبدالعلی جو تیلیاں والی مسجد کا خطیب تھا وہ قادیانی بن گیا جب وہ قادیانی بنا تو لوگوں نے آکے عبدالجبار غزنوی سے کہا جو خود غیر مقلد تھے لیکن ابھی آغاز تھا تو اتنا ادب واحترام ائمہ کرام کا تھا۔ اُن کی غیرت سے یہ برداشت نہیں ہوسکا کہ زمانے کا امام ہو اور ایک چھوٹی سے مسجد کا امام اُن کا چیلنج کرتا پھرے۔

لوگوں نے عبدالجبار غزنوی سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ بندہ مرتد ہو جائے گا۔ غیب تو خدا جانتا ہے تو کہنے لگا میں غیب تو نہیں جانتا لیکن ایک حدیث شریف سے مجھے یہ پتہ چل گیا تھا کہ جس شخص نے امام اعظم ابو حنیفہ پہ تنقید کی

Marfat.com

وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکے گا، کیوں؟

کہنے لگا میں نے یہ حدیث شریف پڑھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حدیث قدسی ہے۔

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

کہ جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کو جنگ کا چیلنج کرتا ہوں۔

تو عبدالجبار غزنوی کے لفظ تھے کہ امام ابوحنیفہ بالیقین اللہ کے ولی ہیں اور اس بندے نے اُن کی توہین کی ہے۔توہین کے بعد مجھے خطرہ تھا کہ کہیں اس کی پاداش میں ہم بھی نہ مارے جائیں۔ میں نے اس واسطے اس کو اپنے مدرسہ سے نکال دیا ہے لوگو تم نے دیکھ لیا کہ وہ بات بالکل سچی ہوگئی۔اُس نے امام صاحب پہ تنقید کرنا شروع کی تھی آہستہ آہستہ یہ نہیں کہ اُس نے صرف فقہ پہ تنقید کی ہو اُس نے تنقید سنت پر بھی کر دی اُس نے قرآن پہ بھی کردی اور اُس نے امام الانبیاء علیہ السلام پہ بھی کردی اور بالآخر یہ نتیجہ نکلا کر وہ مرتد ہوگیا۔ یہ گمراہی کی ایک چین (Chain) ہے اور ترکِ تقلید کی جو تباہ کاریاں ہیں وہ سامنے آرہی ہیں۔

اس واسطے انسان جتنا محدود ہوتا ہے اور اپنے گرد شریعت کے پہرے کو پکا کر لیتا ہے اتنی اُس کیلئے رہنمائی زیادہ ہوتی ہے اور وہ گمراہی سے بچتا جاتا ہے۔جب تھوڑا سا وہ پردہ اٹھاتا ہے کہ کوئی نہیں امام بھی تو بندے ہی تھے اُن کے مقابلے میں آتا۔ پھر محدثین کے مقابلے میں آجاتا ہے پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آجاتا ہے۔یہ اُس کی گمراہی کی آخری حد ہوتی ہے یہ ہیں ترک تقلید کی تباہ کاریاں۔

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ تمام لوگوں کو ان تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔آمین

وآخر دعونا اَنِ الْحَمْدُ اللہ رب العالمین

Marfat.com

باب نمبر 20

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ شِفَاءً لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَ اَخْرَجَ بِہٖ عِبَادَہٗ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْمَاحِیْ آثَارِ الْکُفْرِ وَالشُّرُوْرِ الْاُ مِّی الْعَالِمِ بِالْبُطُوْنِ وَالظُّھُوْرِ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ بَذَلُوْا مُھَجَھُمْ فِیْ ابْتِغَاءِ، مَرْضَاتِہٖ وَ اجْتَھَدُوْا فِیْ اِتِّبَاعِ سُنَنِہٖ وَ صِنِعَاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلَہُ النَّبِیِّ الْکَرِیْمُ.

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَا ئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ ا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نُورِ مجسّم شفیع معظّم ختم الرسل مولای کُل احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب اربابِ فکر ودانش معزز ومحتشم حضرات وخواتین:

ربّ ذوالجلال کے فضل وکرم اور توفیق سے ان پُرنور لمحات میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہم دین کورس کے بیسویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ تمام کی شرکت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ربّ ذوالجلال اُمّتِ مُسلمہ کو میدانِ جہاد میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری آج کی گفتگو کا موضوع "جہاد اور دہشت گردی میں فرق" ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.

بے شک اللہ نے مومنین سے خرید لیا ہے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے قرآن مجید میں جابجا جہاں جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہاں اسکی حیثیات کو بھی بیان کردیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاد کیا ہے اور دہشت گردی کیا ہے۔

جہاد لغت میں مشقت اور کوشش کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت میں اسکی تعریف یہ ہے

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں

Marfat.com

بَذْلُ الْجُهْدِ فِیْ قِتَالِ الْکُفَّارِ، لِاَعْلَاءِ کَلِمَۃِ اللّٰہِ

کافروں کے ساتھ لڑکر اپنی کوششوں کو صرف کرنا اللہ کے کلمہ کو اونچا کرنے کیلئے

اس مقام پر اور دیگر مقام پر جو جہاد کی تعریف کی گئی ہے ہر جگہ پر اعلاء کلمۃ اللہ کا ذکر ضرور موجود ہے کہ جہاد میں پیش نظر یہ ہے کہ قربانی دیکر کوشش کر کے بندہ اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرے۔ اب اس تعریف سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ جہاد اصلاح کا نام ہے۔ جہاد فساد کے خاتمے کا نام ہے جہاد بگڑے ہوئے لوگوں کی بگڑی بنانے کا نام ہے۔ اس میں مقصود اور سرفہرست ہدف کسی کو مارنا نہیں کسی کا لہو بہانا نہیں کسی کے ٹکڑے کرنا نہیں مقصود ہے کلمۃ اللہ کو بلند کرنا۔ اگر کوئی ویسے ہی اللہ کے دین کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اسکو دعوت دی جاتی ہے وہ مان جاتا ہے تو اب اسے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا

اگر ہر حال میں اسلام کو مطلوب یہ ہوتا کہ خون بہایا جائے اور لوگوں کو حراساں کیا جائے اور لوگوں کے ٹکڑے کیے جائیں تو کبھی بھی جہاد میں سب سے پہلے دعوت کو نہ رکھا جاتا۔ جبکہ جہاد کا پہلا اہم حصہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ جہاد کرنا ان کو دعوت دی جائے۔ ان کو سمجھایا جائے کہ ہم تمھارے خلاف کیوں ہیں اور تم سے کیوں لڑنا چاہتے ہیں۔ تمھارے لئے یہ دعوت اسلام ہے قبول کرلو یہ پہلا حصہ ہے اسکے بعد اگر وہ دعوت کو قبول نہیں کرتے تو دعوت اسلام کو ٹھکرانے کا ایک جرم کر رہے ہیں۔ جس کے بعد ان پر حملہ کیا جائے گا اور ان کے خلاف لڑائی کی جائے گی۔ جب اعلاء کلمۃ اللہ پیش نظر ہے تو سب سے پہلے دعوت کی شکل میں اسلام نے اس

Marfat.com

بات کو واضح کر دیا کہ خون خرابہ سے قبل اور لڑائی سے پہلے یہ دعوت پیش کی گئی ہے اور یہ دعوت امن کی دعوت ہے چین کی دعوت ہے اور اتنی جامع دعوت ہے جو قبول کرلے گا دنیا میں مسلم اُمہ کی گولیوں سے اور تلواروں سے بچ جائے گا۔ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچ جائے گا۔ تو یہ جہاد ایک اصلاح کا پیغام ہے جو کہ بندے کو دونوں جہاں کے اندر سرفراز کرتا ہے۔

دہشت گردی اور جہاد میں فرق

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا تھا تو یہ ان پر لازم کر دیا تھا کہ لڑنے سے پہلے ان کو دعوت دو

مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَم

اگر تمہاری دعوت پر اور تمہاری تبلیغ پر ایک شخص نے بھی اسلام کو قبول کر لیا تو یہ تمہارے لئے پوری دنیا کے مقابلے میں بہتر ہوگا۔

پہلا فرق جہاد اللہ کی رضا دہشت گردی نفسانی خواہش ہے

تو سب سے پہلے جہاد کے اندر دعوت ہے۔ اس چیز نے واضح کر دیا کہ دہشت گردی اور جہاد میں بنیادی طور پر کتنا فرق ہے۔ کہ دہشت گردی کا دعوت پیغام اور ایمان و دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا اصلاح اور خیر کے کسی پہلو کیساتھ کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ سراسر فساد ہے۔ شر ہے اور لوگوں کے اندر خواہ مخواہ بے چینی پیدا کرنا ہے۔ جبکہ جہاد وہ پیغام جو بندے کو دنیا میں بھی امن دینا چاہتا ہے اور آخرت میں بھی امن دینا چاہتا ہے۔ اس مقام پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے

بدلے میں خرید لیا ہے

جب یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جانیں بیچ چکے ہیں تو کیا کرتے ہیں

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں

فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ

اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔

وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ

اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ سچا وعدہ ہے تورات میں انجیل میں اور قرآن میں

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ

اللہ سے بڑھ کے وعدہ میں سچا قول کس کا ہو سکتا ہے تو خوش ہو جاؤ اس بیع پر

جو تم نے اللہ کے ساتھ کی ہے اس سودے پر خوش ہو جاؤ

وَذَالِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمِ

یہ بہت بڑی کامیابی ہے اب اس آیت کریمہ میں جو جہاد کی حیثیت واضح

کی گئی تو اس میں دوسرا بڑا فرق ہمارے سامنے واضح ہے کہ دہشت گردی بندے کا

ایک جنون اور ایک بندے کی خواہش ہے اور وہ اپنی ایک وحشت اور بربریت کو نفس

Marfat.com

الامر میں ثابت کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیش نظر اور کوئی چیز نہیں جسکو وہ دین کے لحاظ سے حاصل کرنا چاہتا ہو، جبکہ جو مجاھد جہاد میں نکلا ہے تو اس کو وہ سودا مجبور کر رہا ہے جو اس نے اللہ کے دربار میں کیا ہے۔ اصل میں یہ قرض اتارنے نکلا ہے اسواسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے اسکی جان کو خرید لیا۔ اور جنت اسکے نام لگا دی ۔تو اب یہ اس کے ذمہ ہے کہ جنت جب اسکو مل چکی ہے تو یہ اپنی طرف اپنی جان بھی اللہ کے دربار میں پیش کر دے ۔تو خالق کائنات کے دربار میں جان کا نذرانہ پیش کرنا اس پر ایک فرض تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ میں کب یہ جان اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ جب وقت جہاد آیا تو یہ اپنی جان کی ادائیگی کیلئے خالق کائنات کے دربار میں جان کو پہنچانے کیلئے باہر نکل آیا ہے۔

اب اسکا تعلق اپنی خواہش کیساتھ نہیں اسکی تلوار چلانے کا تعلق اپنے دل کی کسی چاہت کیساتھ اور نفسانی خواہش کیساتھ نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے جان دینا چاہتا ہے کہ اللہ نے اس کی جان کو پسند کر لیا اس کے دربار میں ہر سودا بکتا نہیں وہ خالص سودے ہیں جو وہاں اس کے دربار کے لائق ہوتے ہیں اور اس معیار کے ہوتے ہیں اور پھر ان کو قبول کر لیا جاتا ہے لہذا مجاھد تو اللہ کے شکر کے جذبہ سے سرشار ہو کر نکل رھا ہے۔

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

کہ ہر شخص کی جان کی یہ قدر رہی نہیں کہ اللہ اس کو قبول کر لے۔ میرے جان کو میرے رب نے قبول کر لیا ہے۔ لہذا یہ قرض اتارنے کے لئے کہ جنت مجھے مل

Marfat.com

چکی جان ابھی تک میرے پاس موجود ہے یہ جان میں جان آفرین کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ انداز شکر میں شوق شہادت میں اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نفس میں کسی لذات وخواہش کا کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ دہشت گرد اپنی جنونیت کو ایک چین دینا چاہتا ہے لوگوں کو بے چین کر کے اپنی بربریت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات اس آیت نے ثابت کر دی کہ اللہ کا بندہ جب تلوار چلا رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اسکی کسی خواہش کا تلوار چلانے میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف اور صرف اپنے رب کی رضا کے حصول کے پیش نظر تلوار چلاتا ہے۔

تو خالق کائنات اس کے عمل کو قبول فرما کے اس کو فردوس بالا میں بلند مقام عطا فرماتا ہے اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس معاملے کو بیان کیا ہے اول تو یہ ہے کہ خرید اتو اس چیز کو جاتا ہے جو اپنی نہ ہو جو پہلے ہی اپنی ہو اُس کو خریدا نہیں جاسکتا۔ دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خریدنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى اللہ نے خرید لیا۔ خریدتا وہ ہے جو محتاج ہوتا ہے جبکہ اللہ تو کسی چیز کا محتاج نہیں ہے تو پھر خریدنے کا مطلب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جو مومن کی جان کیساتھ جو پیار ہے اور مومن کی جان کی حیثیت اور شان جو ہے اس کو واضح کرنا چاہتا ہے۔ اگر چہ مومن میرا ہی پیدا کردہ ہے۔ میری ہی مخلوق ہے میرے ہی ملک میں ہے لیکن میں نے اسکو اعزازی طور پر جان دی ہے۔ جب دی ہے تو اس سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ لیکن اب جب لے رہا ہوں تو معاوضہ دے کر لے رہا ہوں۔ حالانکہ مفت دی ہوئی چیز ویسے بھی لی جائے تو کوئی قباحت نہیں

Marfat.com

تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مومنین میں تمھیں ایک فریق سمجھ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تمھیں میں نے گویا مالک بنا دیا اور تم سے یہ خرید رہا ہوں۔ حالانکہ یہ تمھاری جان پہلے بھی میرے ملک میں ہے۔ لیکن لفظ اشتریٰ سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے مشتری کی سودے کے ساتھ ایک چاہت ہوتی ہے وہ قیمتی سودہ لے کر اس کو اپنے قریب ظاہر کرتا ہے۔ کہ میرے اس پیسے سے اتنا پیار نہیں جتنا اس سودہ سے پیار ہے۔ میں بھی یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری جنت بڑی قیمتی ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اے مومنوں تمھاری جانوں سے مجھے اتنا پیار ہے کہ اتنا جنت سے پیار نہیں ہے۔ میں جنت دیکر تم سے جان وصول کر رہا ہوں۔ صرف یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ تمھاری جانوں کا میرے دربار میں مقام ظاہر ہو جائے۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حرف با جنت پر داخل کیا۔ مطلب کیا بنا کہ جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خریدا گیا۔ اصل سودا مومن کی جان ہے اور جنت قیمت ہے۔ ہمیشہ سودا کا مرتبہ قیمت سے بڑا ہوتا ہے۔ چونکہ بندہ قیمت دیکر اپنے آپ سے پیسے کو دور کر کے سودے کو قریب کر لیتا ہے اور اس کی عظمت کو واضح کرتا ہے۔

یوں بھی تو ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ اس کے بندوں نے اللہ سے جنت خرید لی ہے۔ اپنی جانیں بیچ کر۔ تو اس سے قیمت جنت کی ظاہر ہوتی اور جان کی حیثیت ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کی جان کو یوں اسکو شان عطا فرما دی ہے اصل میں مقصود تمھاری جان ہے۔

جنت تو اس کا عوض اور معاوضہ ہے۔ جو اس کے بدلے میں دیا جا رہا ہے

Marfat.com

تا کہ پتہ چل جائے کہ ایک فقیر سا مومن بھی اللہ کے دربار میں کتنا امیر ہے۔ خالق کائنات کی وہ جنت جسکا ایک مربع فٹ پوری دنیا سے قیمتی ہے وہ جنت دیکر اپنے بندے سے اسکی جان کو خرید رہا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

پھر اللہ تعالیٰ نے بالجنۃ نہیں فرمایا بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اگر بِالْجَنَّةِ ہوتا اور جنت تمھیں اس کے بدلے میں مل جائے گی۔ جنت اس کا بدلہ ہے لیکن بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ کا مطلب یہ ہے کہ بِاَنَّ الْجَنَّةَ ثَابِتَةٌ "لَهُمْ" کہ بندو جنت تو میں تمھارے نام لگا چکا ہوں۔ صرف اس کو معاہدے ہی میں نہیں رکھا گیا بلکہ تمھارے نام کردی ہے۔ بان الجنۃ ثابتۃ" لھم جنت تمھیں مل چکی ہے تمھارے نام لگ چکی ہے۔ صرف ایک تھوڑا سا معاملہ باقی ہے۔ اسکے بعد تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ اب یہ تمھارے ذمہ ہے کہ تم اپنی جان کس وقت پیش کرتے ہو۔ وقت آتا ہے تو پھر جو تمھارے پاس ادھاری میری جان ہے اور پھر تم اسکی قیمت بھی لے چکے ہو یہ تم کس وقت ادا کرتے ہو۔ اس فلسفے کو جب ایک مومن سمجھتا ہے۔ تو بوقت شہادت اس شوق سے نکل رہا ہے کہ یہ جان تو میری ہے ہی نہیں میں تو اسکی قیمت وصول کرچکا ہوں۔ اب میں نے ادائیگی کرنی ہے۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

نہ کوئی شور مچاتا ہے اور نہ ہائے ہائے کرتا ہے نہ شکوہ کرتا ہے نہ شکایت کرتا ہے

Marfat.com

بلکہ خوش ہوکر اپنی جان لے کر رب کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے میری جان کو قبول کرلیا ہے۔ اب دیکھو کتنا واضح فرق ہے اس دہشت گرد میں اور مجاہد میں وہ دہشت گرد اپنے نفس کا پجاری ہے اپنی خواہش کا اسیر بنا ہوا اور اپنے نفس کی خواہش کو وہ ثابت کرنے کے لیے تلواریں چلا رہا ہے اور بندوں کو کاٹ رہا ہے اور دھما کے کر رہا ہے لیکن یہ مجاھد اللہ کی رضا کے اندر اس کو اس قدر دوام مل چکا ہے کہ یہ اللہ کے دربار میں اس شوق سے پہنچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کو قبول کرلیا۔ اور یہ اپنی طرف سے ان کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے۔

اسکے بعد رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے۔

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کو مارتے ہیں اور خود شہادت پا لیتے ہیں۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ

یہ جہاد کا جو فلسفہ ہے یہ صرف قرآن میں نہیں بلکہ تورات میں بھی یہی ہے اور انجیل میں بھی یہی ہے تورات اور انجیل کو ساتھ ملا دیا آج جن لوگوں نے جہاد پر جو اعتراضات کا سلسلہ باندھنا تھا بالخصوص انھیں کی طرف سے یہ اعتراض ہونا تھا یہود کی طرف سے اور نصاریٰ کی طرف سے تو خالق کائنات نے اس سے اس بات کو واضح کردیا کہ قرآن کے حکم جہاد کو تم دہشت گردی قرار نہ دو یہ وہ حکم ہے جو تمھاری تورات میں بھی ہے اور تمھاری انجیل میں بھی ہے۔ یہ ایک مشترکہ اصلاح کا پیغام

Marfat.com

ہے اور یہ ایک مشترکہ خوشخبری ہے اور ایک مشترکہ بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو جنت کا وعدہ کرر کھا تھا وہ ان تمام کتابوں کے اندر موجود ہے۔ اے لوگوں تمھیں خوش ہونا چاہیے۔ تم سے تمھارے رب نے وعدہ کرلیا۔

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ کون پورا کرسکتا ہے

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ

خوش ہوجایئے یہ جو تمھیں سودا کرنے کا وقت مل گیا ہے۔ اپنی جان تم نے دے دی یہ تو ویسے بھی چلی جانی تھی تم نے بحیثیت مومن کلمہ پڑھ کر یہ معاہدہ کرلیا ہے۔ کہ اے اللہ یہ جان تیری ہے جب وقت آئے گا تو میں پیش کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اسکو کوئی بندہ خسارہ نہ سمجھے۔ اسمیں ھلاکت ہوجائے گی نقصان ہوجائے گا نہیں نہیں اگر اس انداز میں اللہ کے لیے جان دے دوگے تو یہ جان کا دینا بہت بڑی کامیابی قرار پائے گا۔ اس وقت اسمیں جہاں غیروں کی طرف سے جہاد پر مختلف اعتراضات کا سامنا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث کی نصوص سے ہم اس کی حیثیت کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں اور ابھی تک بنیادی طور پر دو فرق بیان ہوئے ہیں۔

یہ یاد رکھیں کہ ہم اسلام میں جو جہاد ہے اس کا دفاع کررہے ہیں لیکن کسی گروہ نے اپنی طرف سے کوئی جہاد کا تصور بنا رکھا ہے تو اس کے لحاظ سے ہم ان

Marfat.com

کی وکالت نہیں کرر ہے۔ ہم اسلام کے تصور جہاد اور مسلم امہ کا جو جہاد ہے اس جہاد کی حیثیت کو واضح کرر ہے ہیں۔ چونکہ اس میں اتنے لطیف امور ہیں اور محتاط باتیں ہیں ہم کسی کے بارے میں اپنی طرف سے کیا گواہی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آ گیا تھا صحیح مسلم شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر پوچھا یارسول اللہ ﷺ

اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ

ایک شخص جہاد کرتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مال غنیمت ملے۔ بڑی تلواریں چلاتا ہے لیکن مقصد مال غنیمت ہے اور ایک شخص بڑے جہاد کرتا ہے لیکن مقصد شہرت ہے۔ کہ میری تشہیر ہو جائے اور میرا چرچا ہو جائے اور ایک شخص اسواسطے جہاد کرتا ہے تا کہ اس کی شجاعت کا اظہار ہو جائے اور یہ پتہ چل جائے کہ وہ کتنا نڈر اور صف شکن مجاہد ہے۔ اَوْ یَرٰی مَکَانَهٗ وہ اپنی حیثیت کو واضح کردے کہ میں ڈرپوک یا بزدل نہیں ہوں۔ اور شیر دل انسان ہوں۔

تین شقیں پیش کر کے صحابی نے جب آپ سے پوچھا کہ ان میں فی سبیل اللہ جہاد کس آدمی کا ہے۔ وہ شخص جو غنیمت کے پیش نظر کرر ہا ہے۔ یا جو تشہیر کے لیے کرر ہا ہے یا جو اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے کرر ہا ہے ان میں سے فی سبیل اللہ جہاد کس کا ہے۔ تو میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ پوچھا گیا پھر فی سبیل اللہ کس کا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

فی سبیل اللہ جہاد صرف اس کا ہے کہ جس کے دل میں گھر سے نکلتے وقت میدان جہاد میں موجود رہتے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے وقت۔ ہر وقت یہی خیال ذہن میں رہتا ہے کہ میں اس لئے لڑ رہا ہوں تا کہ میرے رب کا دین غالب آجائے۔ اور میرے رب کا کلمہ بلند ہو جائے۔ میرے رب کے دین کا جھنڈا اونچا ہو جائے۔ جو شخص اس نیت کے زیر سایہ پورا سفر جہاد کر لیتا ہے تو میرے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کے جہاد کو فی سبیل اللہ کا جہاد کہا جائے گا۔ لیکن اگر کسی کی کوئی غرض درمیان میں حائل ہو گی تو وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہو گا۔ اور اسکی وہ عظمت نہیں ہے جو قرآن وسنت بیان کر رہا ہے۔ قرآن وسنت میں جس جہاد کی عظمت ہے وہ یہی ہے کہ جو صرف اس لئے کیا جا رہا ہے تا کہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے۔

رسول کریم ﷺ نے جب یہ حیثیات بیان کیں تو یہاں سے دہشت گردی سے اور بھی فرق زیادہ واضح ہو گیا۔ ایک یہ ہے کہ انسان کسی غیر کے لحاظ سے وہ کسی غلط سوچ میں ہے۔ کہ اس نے صرف کسی کو ذلیل کرنے کا سوچ رکھا ہے بدامنی پیدا کرنے کے لیے سوچ رکھا ہے اور کوئی مقصد ذہن میں نہیں۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ اگر چہ وہ جن پہ حملہ کر رہا ہے وہ کافر ہیں اور ان کو ہی مارنا چاہتا ہے۔ لیکن اپنے ذہن میں ایک نیت بری بھی ہے۔ تو جہاد اس حد تک اس کے عمل سے جدا ہو کر رہ گیا ہے کہ جو اپنی نیت میں فتور ملے کے آگیا ہے اللہ اس کو بھی جہاد نہیں کہتا۔ چہ جائیکہ

Marfat.com

جس کی نیت اور جس کا حملہ اور جس کی جہت ہی ٹیڑھی ہو چکی ہے اس کی حیثیات ہی تبدیل ہو چکی ہوں۔ جو محض لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی جو کاروائیاں ہیں جہاد نے اپنے آپ کو اس سے جدا کر لیا ہے۔ کہ ہمارے جہاد پر اس کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ کرے۔ اسواسطے کہ ہم نے جہاد کی بنیاد کا پیغام ہی اصلاح سے رکھا ہے۔ اس اصلاح کی وجہ سے اس کے جتنے بھی منصوبہ جات ہونگے۔ اگلی قوم کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ تھوڑا سا بھی فساد و فتور نیت کے اندر آ جائیگا۔ تو وہ جہاد خود بخود اسلامی حیثیت سے باہر نکل جائیگا۔ اسلام میں اسی جہاد کا نام دیا جا رہا ہے کہ جس میں صرف اور صرف نیت کی سوئی اس جگہ رکی ہوئی ہے۔ کہ ہم لڑیں گے تا کہ ہمارے رب کا دین غالب آ جائے۔ اس کی عظمت کو رسول اللہ ﷺ نے اس انداز میں واضح کیا ہے۔ آپ فرمانے لگے

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ

جنت میں سو درجات ہیں

اَعَدَّ هَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

وہ درجات اللہ نے مجاھدوں کے لیے جو فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں ان کے لیے وہ درجات تیار کر رکھے ہیں۔ تو وہ درجہ جو جنت میں مجاھد کو ملے گا اور کئی درجات ہیں۔ اس درجے کی بلندی کتنی ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے

کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

Marfat.com

دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ اوراس میں اسطرح کا سو درجہ اللہ تعالیٰ نے مجاھدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اب دیکھو جب جہاد اسلامی میں ایک صف شکن شیر گھر سے نکلتا ہے۔ اور اسلام کے لیے اپنی جان پیش کر دیتا ہے۔ یا اسلام کے دشمنوں کو مارتا ہے۔ تو اللہ کے ہاں اسکا عمل کتنا مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اتنی بلندی رکھی ہے کہ جنت کے اندر اتنے اونچے درجات کے لحاظ سے اس کے لیے سو درجات کا اعلان کر دیا ہے۔ آگے جتنا خلوص ہوگا۔ جتنی کوشش ہوگی اسی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اس کے مقام کو بلند فرماتا جائیگا۔

یہ حدیث شریف ابن کثیر کے صفحہ نمبر 456 پر موجود ہے

ایک دن رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے آ کے پوچھا۔

عَلِّمْنِیْ عَمَلًا اَنَالُ بِهٖ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

یارسول اللہ مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتا دیں۔ کہ جس کی وجہ سے مجھے فی سبیل اللہ مجاہدین جتنا ثواب مل جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے مجھے ایک بات کا جواب دو۔

هَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تُصَلِّیَ فَلَا تَفْتُرْ

کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آج تم نماز کی نیت کرلو اور پھر اس میں فتور نہ آئے۔ وہ نماز ٹوٹنے نہ پائے۔ یہاں تک کہ تمھاری روح نکلے تو پھر تمھاری نماز کا سلام ہو۔ آج شروع کرو اور اس وقت تک تم نماز پڑھتے رہو۔ کیا تم ایسی نماز پڑھ

Marfat.com

سکتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ

اَنَا اَضْعَفُ مِنْ ذَالِکَ

دو دنوں کی تین دنوں کی نہیں پڑھی جا سکے گی پوری زندگی کی ایک نماز میں تو بڑا کمزور ہوں۔ ایسی نہیں پڑھ سکتا۔ تو محبوب علیہ السلام نے دوسرا سوال کیا۔

اَتَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ فَلَا تُفْطِرْ.

کیا یہ طاقت ہے کہ آج روزہ رکھ لو اور جب روح نکلے تو افطار کرو۔ اتنا لمبا روزہ رکھ سکتے ہو۔ تو وہ کہنے لگے۔

اَنَا اَضْعَفُ مِنْ ذَالِکَ

یا رسول اللہ ﷺ ایک ہفتے کا روزہ نہیں رکھ سکوں گا پوری زندگی کا روزہ کیسے رکھ سکتا ہوں میں تو بڑا کمزور ہوں ایسا روزہ نہیں رکھ سکتا.

اب دیکھیے مجاھد کی شان کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھا کے فرمایا۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِیْ لَوِاسْتَطَعْتَ ذَالِکَ مَاوَجَدْتَ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے خود تسلیم کیا کہ میں نماز پوری دنیا کی نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر تم نماز شروع کرتے اور پوری زندگی وہ جاری رہتی اور آج روزہ رکھتے اور موت تک وہ روزہ باقی رہتا اگر تم

Marfat.com

ایسا روزہ رکھ سکتے اور ایسی نماز پڑھ سکتے پھر بھی رب کعبہ کی قسم ہے تم مجاہد کا ثواب نہیں پا سکتے تھے۔

جو مجاہد کو میدان جہاد میں اجر ملتا ہے وہ کسی چلے سے نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ اور وہ کسی دوسرے عمل سے نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ یہ تم نے خود تسلیم کرلیا کہ ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ایسا روزہ نہیں رکھ سکتے لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکتے ہوتے پھر بھی وہ اجر نہ ملتا جو خالق کائنات کے دین کی سربلندی کے لیے اس شیر دل انسان کو ملتا ہے۔ جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کافر کے سامنے ڈٹ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ اس پہ حملے کرتا ہے اور خود زخم کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند ترین مرتبہ جنت میں عطا فرماتا ہے

۳ دوسرا فرق

محتشم سامعین حضرات: **دہشت گردی فتنہ، جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے**

جہاد کے فرق کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر یہ بات قرآن مجید سے سمجھ آتی ہے۔ کہ دہشت گردی ایک فتنہ ہے جب کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ دہشت گردی سے فتنہ جنم لیتا ہے۔ مگر جہاد ہے ہی اس لیے کہ فتنے کو ختم کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 39 میں فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوا هُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو جہاد فتنے کے خاتمے کے لیے ہے اور جب فتنہ ختم ہو جائے تو دین سارے کا سارا اللہ کے

Marfat.com

لیے ہو جائے۔ اللہ کا دین زمین پر غالب آجائے اور رائج ہو جائے دہشت گردی کے ہر ہر لفظ میں فتنہ ہے۔ اور اس کے ہر ہر حرف میں فتنہ ہے۔ اس کی ہر ہر جہت میں فتنہ ہے۔ لیکن جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے۔ جہاد ہر وقت فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ جہاد اس تحریک کا نام ہے۔ جس سے فساد کو ختم کر کے زمین کو اصلاح سے بھرا جا رہا ہے۔ لہذا کتنی بڑی زیادتی ہوگی کہ دو متضاد چیزوں کو آپس میں ایک کہہ دیا جائے۔ آگ کو پانی کہہ دیا جائے۔ قرآن یہ واضح کر رہا ہے کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ اور دہشت گردی تو خود ایک فتنے کا نام ہے۔ لہذا کبھی بھی ان دونوں کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ جہاد وہ جہاد ہے کہ جس کو اللہ نے فتنے کے خاتمہ کا سبب بنایا ہے۔

اب ایک طرف ایک سرجن ایک مریض کا بدن کاٹ رہا ہے دوسری طرف ایک سفاک درندہ کسی کو چھریوں سے ذبح کر رہا ہے۔ اب کیا دیکھنے والا دونوں کے عمل کو ایک ہی کہہ دے گا۔ کہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ایک وہ ہے جو اس جان کی زندگی کا سبب بن جائے گا تو گویا اس نے اس کو زندہ کیا اور اجر عظیم کا مستحق بن گیا۔ اور دوسرے کو قاتل قرار دے کر جھنمی بتا دیا جائیگا۔ اب بظاہر عمل ایک تھا کہ انسان کے بدن کو دونوں ہی کاٹ رہے ہیں۔ مگر ایک کا کاٹنا اصلاح کے لیے ہے اور دوسرے کا کاٹنا فساد کے لیے ہے۔ اسی بات کو ہی اسلام نے اجاگر کر دیا ہے۔ کہ وہ جو فتنہ انگیزی ہے اس کا تعلق دہشت گردی کے ساتھ ہے۔ لیکن اسلام جو جہاد چاہتا ہے۔ اگر چہ اسمیں کہیں خون بھی بہہ جائیگا۔ کوئی بدن کٹ بھی جائے گا مگر بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ فتنہ ختم ہو جائے گا اور اللہ کے دین کے پھولوں سے

Marfat.com

اللہ کی زمین ہموار ہو جائے گی

تیسرا فرق

دہشت گردی کا نام محرومی ہے جبکہ جہاد کا انجام اللہ کی رحمت ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 218 میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهَ

وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ کیا ہیں اور کس چیز کے امیدوار ہیں ان کے لیے اللہ کی رحمت ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ

رحمت ایزدی ان کے لیے خاص کردی گئی ہے۔ یہ مجاہد کی شان ہے جو رحمتوں کے تاج پہننے والا ہے۔ اور اس کو رحمت کے جام پلائے جائیں گے۔

دوسری طرف جو انسانوں میں دہشت گردی پیدا کرتا ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام نے واضح کردیا ہے کہ جو آج بازوؤں میں اسلحہ لیکر چکر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرائے۔

آپ نے فرمایا جو آج مسلم اُمہ کے افراد کو ڈرائے گا۔ اس کو کل قیامت کا خوف ڈرائیگا۔ اور قیامت کے احوال میں وہ ڈوب جائے گا۔ یہاں تک اس بات کو امۃ مسلمہ کے لیے پابندی کے ساتھ واضح کردیا کہ تم بازاروں میں ننگا اسلحہ لے کر

Marfat.com

بازاروں میں نہیں چل سکتے۔ ان کو تم نہیں ڈرا سکتے۔ اسواسطے جو اپنا رُعبُ ودہشت قائم کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔ کیونکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کی مخلوق کو خواہ مخواہ ڈرایا جائے۔ اسکے عوض میں اس کے لیے جہنم کی ہولناکیاں ہوں گی۔ یہ مجاھد کی شان ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا۔ کہ اس کا کوئی اور مقصد ہی نہیں ہوتا۔ مقصد ہی اللہ کی رحمت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس مجاھد کو اپنی رحمت سے نوازنے والا ہے۔

چوتھا فرق

دہشت گردی ظلم ہے جبکہ جہاد مظلوم کی حمایت ہے

اللہ تعالیٰ نے اسکی حیثیات کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید میں جو فرق بیان کیے ہیں۔ ان کے لحاظ سے بھی یہ کتنا واضح فرق ہے کہ جہاد کی حکمت مظلوم کی مدد کرنا جہاد ظلم نہیں ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ تو جتنا ظالم اور مظلوم میں فرق ہے اتنا جہاد اور دہشت گردی میں فرق ہے۔ جہاد کی جو مشروعیت تھی وہ تھی ہی اس لئے تا کہ مظلوم کا حوصلہ بڑھایا جائے۔ مظلوم کے ساتھ تعاون کیا جائے اور مظلوم کو بچایا جائے۔ مظلوم کی مدد کیجائے۔ جبکہ دہشت گرد ظالم ہے اپنے ظلم کا دھندہ کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا

فرمایا کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے حالانکہ زمین کے اندر

Marfat.com

کمزور لوگ ہیں مرد ہیں عورتیں ہیں بچے ہیں یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس ظالم بستی سے نکال دے اور مسلم امہ کے سپوت تم اپنے گھر بیٹھے رہو اور تم ان کی مدد کو نہیں پہنچتے ان عورتوں کی مدد کو جو ظالم کی چکی میں ھیں۔ ان بچوں کی مدد کے لیے جو مظلوم بنے ہوئے ہیں۔ اور مستضعفین جس کو زمین میں مجبور کر کے روک لیا گیا ہے۔ اور ان کی آزادی کو چھین لیا گیا ہے۔ اے مسلم امۃ نکلو اور جہاد کا فرض ادا کرو۔ ان کی جا کے مدد کرو اور ظالم کے ہاتھ توڑ دو مظلوموں کو وہاں سے آزاد کر لو یہ جہاد ہے کہ جس کا مقصد ہی مظلوم کو نجات دلوانا ہے۔ اور جو قومیں مظلوم ہیں۔ مقہور ہیں۔ ان کو آزادی کی دہلیز تک پہنچانا ہے۔ جہاد تو سراسر مظلومیت کی حیثیت کو تحفظ دینے والا ہے۔ ظلم کے پردے چاک کر کے ظالم خونخوار بھیڑیوں کو پیچھے ہٹا کر مظلوم کو سہارا اور ریلیف دینا چاہتا ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ اور دہشت گرد خود ظالم ہے۔ کسی طرح بھی دہشت گردی کو جہاد کے نام کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا۔ ان دونوں میں اتنا ہی فرق واضح ہے۔ جتنا زمین و آسمان کے درمیان فرق موجود ہے۔ جہاد ظالموں کے ہاتھ توڑنے کے لیے آیا ہے جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور بربریت کا نام ہے۔ قرآن مجید نے اس عظمت کو واضح کر دیا۔

وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا

کہ جہاد کی جو کال قبول کرتا ہے۔ جہاد پر جو لبیک کہتا ہے۔ اس نے ان آہوں کا جواب دیا۔ جو اللہ سے کہہ رہے تھے کہ اے اللہ ہمیں کوئی ناصر دے دے۔ ہمیں کوئی مددگار دے دے ہمیں کوئی ولی دے دے۔ یہ مدد کو چل نکلا اس نے جب

Marfat.com

مدد کی تو یہ مظلوموں کی دعا کا ایک حصہ بن گیا جو اللہ نے مظلوموں کی قبول کر لی۔ اور اس کے دل میں ڈال دیا کہ چلو تم اور ان کے دفاع کے لیے کام کرو تو یہ اللہ کی نیابت لے کر آگے میدان میں نکلا ہے اور اللہ کی مخلوق کو ظلم سے نکالنے کے لیے کردار ادا کیا ہے۔ اسواسطے دہشت گردی اور جہاد میں واضح طور پر فرق موجود ہے۔ کہ یہ جہاد ظلم کا خاتمہ ہے اور مظلوم کی حمایت ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور دہشت گردی کرنے والا بڑا ظالم ہے۔

پانچواں فرق
دہشت گردی تکبر ہے جہاد عاجزی ہے

اللہ تعالیٰ میدان جہاد میں اس انداز میں مجاہد کو دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے اندر کوئی تکبر نہ ہو کوئی ریا نہ ہو یہ نکلتا ہے۔ تو سراپا عاجزی وانکساری کا پیکر بن کے جبکہ دہشت گرد ایک خونخوار بھیڑیا ہے متکبر مزاج ہے اور وہ اپنے غرور اور گھمنڈ میں پوری طرح اسکا ذہن بھرا ہوا ہے۔ اور اسکے نشے میں مست ہو چکا ہے۔ مومن مجاہد کی شان ایسی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 47 میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَاءَ النَّاسِ

ان لوگوں کی طرح جہاد کے لیے نہ نکلو جو اتراتے ہوئے نکلے تھے۔ اور دکھلاوے کے لیے وہ نکلے تھے۔

وہ دکھلاوا کر رہے تھے اور اترا رہے تھے۔ اب یہاں سے کیا سمجھ آئی کہ مجاہد گھر سے نکلے تو عاجزی وانکساری کیساتھ نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ ہی کسی پر اپنا رعب طاری کرنا چاہتا ہو۔ عاجزی کی علامت بن کر مجاہد گھر سے نکلتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد ہے جن کا عاجزی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جس کا انکساری

Marfat.com

کیساتھ کوئی رابطہ ہی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنی جوانی کے گھمنڈ میں ہے۔ اپنی پاور کے غرور میں ہے۔ اور لوگوں کا امن وسکون غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم غیر مسلموں کے سامنے جہاد کی اس حیثیت کو قرآن وسنت سے واضح کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے جہاد کو ہرگز دہشت گردی کیساتھ نہ ملاؤ دہشت گرد متکبر اور مغرور انسان ہوتا ہے۔ جبکہ مجاہد کو اللہ تعالیٰ نے عاجزی وانکساری کا تاج پہنایا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا ہے کہ ان دونوں میں واضح طور پر فرق موجود ہے)

چھٹا فرق

دہشت گردی عدم ایمان کی علامت جہاد پختہ ایمان کی علامت

خالق کائنات نے اس مقام کو جو جہاد کا مقام ہے۔ اسکو مومن کی کامیابی کے لیے ایک امتحان قرار دیا ہے۔ تو پتہ چلا کہ اسکو یہ کام امتحان کے پیش نظر کرنا پڑے گا۔ کہ یہ ایک مرحلہ ہے جب اس سے وہ گذرے گا تو اگلی منزل کو پالے گا۔ جبکہ دہشت گرد جو ہے وہ خود ایسے امتحان سے نہیں گزر رہا اس لئے کہ وہ امتحان تب دے جب وہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہو۔ وہ اس کلاس میں شامل ہی نہیں ہے تو اس کا امتحان کس طرح ہوگا۔ اب اس طرف مجاہد کا امتحان کیسے ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۴۲

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ

تو اس سے پتہ چلا کہ مسلم امہ کا یہ شیر اللہ کی لگائی ہوئی ڈیوٹی کے پیش نظر امتحان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اسکو جانا پڑے گا۔ یہ نکلے گا اور شوق سے جائے گا۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد اس کلاس میں شامل ہی نہیں۔ اسکا یہ امتحان

Marfat.com

ہی نہیں ہے۔ یہ مومن کی اس انداز کی شان ہے کہ جس میں یہ امتحان اس پر لازم کردیا گیا ہے۔ یہ امتحان میں داخل ہے اور امتحان دے رہا ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلے گا کہ جس وقت مشکلات میں بھی وہ ڈٹ کے مقابلہ کرتا رہیگا۔ خالق کائنات مخلوق کو ثابت کردے گا۔ لو دیکھ لو میں تو پہلے ہی جانتا تھا لیکن اب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ خواہ مخواہ اونچی جنت کا وارث نہیں بن رہا۔ بلکہ اس نے باقاعدہ امتحان دیا ہے اس کے نتیجے کے طور پر اسکو بڑی جنت عطا کی جارہی ہے۔

ساتواں فرق

دہشت گردی بے ضابطہ، جہاد باضابطہ ہے

اسکے بعد قرآنی آیات سے جو فرق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے ضابطے دیئے ہیں جبکہ دہشت گردی کا کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے۔ جہاد باضابطہ ہے اور جہاد کے ضابطوں کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 94 میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا

اے ایمان والو جب اللہ کے راستے میں چل رہے ہو تو چھان بین کرو اچھی طرح غور سے کوئی سستی نہ ہونے دو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

جو تمہیں سلام دے دے اور کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو تم اس کے لفظوں کا احترام کرو۔

پھر بھی اس کی گردن نہ کاٹو، اب تم پر حرام ہو چکا ہے تم اس کو چھیڑ نہیں سکتے تم اس کو مار نہیں سکتے۔ اب یہ ضابطہ ہے۔ اگر اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ جو سامنے آتا ہے اس کو اڑاتے جاؤ۔ جو کچھ وہ بولتا ہے اس کو اس حال

Marfat.com

میں مت چھوڑو اس کے پرخچے اڑادو نہیں نہیں بلکہ خالق کائنات نے لازم کردیا کہ تم پر فرض ہے چھان بین کرلو دیکھ لو اور جب کوئی زبان سے اقرار کر جاتا ہے اور کلمہ پڑھ جاتا ہے تو اس کے بعد اگر تمھیں اس پر غصہ آیا ہوا ہے لیکن ایمان دار کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے غصہ کو قدموں کے نیچے روند ڈالے گا۔ اور اس کلمہ کا ضرور لحاظ کرے گا جو مخالف نے اپنی زبان سے پڑھ لیا ہے۔

اب بے ضابطہ دہشت گردی کو باضابطہ جہاد کے ساتھ ملا دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی ایک معاملے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اتنی جھڑکی دی فرمایا ھَلَّاشَقَقْتَ قَلْبَہٗ

جب ان کے سامنے ایک شخص نے کلمہ پڑھا تو انھوں نے سمجھا کہ وہ ڈر کے پڑھ رہا ہے انھوں نے پھر بھی مار دیا محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم اس کا سینہ چیر کے دیکھ لیتے۔ کہ کیا وہ سچا کلمہ پڑھ رہا ہے یا جھوٹا پڑھ رہا ہے۔ تمھیں احترام کرنا چاہیے تھا۔ تم نے کیوں نہیں اسکا احترام کیا۔ تمھیں اس وقت تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے تھی۔ یہ اسلام کے اندر پابندیاں ہیں۔ ایسا نہیں کہ جو آئے اور جس انداز میں بھی آئے تو ہر حال میں تم نے اپنا غصہ نکالنا ہے۔ اور لوگوں کو مارنا بھی ہے۔ نہیں نہیں، میرے محبوب علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا پھر نفس الامر میں وہ صورتحال آ گئی۔ صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں ایک شخص کے خلاف لڑ رہا ہوں میدان جنگ میں وہ کافر ہے میں مومن ہوں اس نے مجھے تلوار ماری میرا بازو کٹ گیا۔ اب میں نے تلوار اٹھائی تو اس نے درخت کے پیچھے ہو کے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا تجھے اپنی تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے۔ تو صحابی کہنے لگے کہ اس نے تو میرا بازو کاٹ دیا ہے تو آپ نے فرمایا میرے صحابی یاد رکھو اگر اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی تم نے تلوار

Marfat.com

چلائی تو مطلب کیا ہوگا کہ تم کلمے کی سر بلندی کے لیے نہیں بلکہ تم اپنے غصے کو نکالنے کے لیے جہاد کر رہے ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر تم اس کے بعد بھی تلوار چلاؤ گے تو تمھارا وہ درجہ ہوگا جو کلمہ پڑھنے سے پہلے اسکا درجہ تھا۔ اور اس کا وہ درجہ ہوگا جو تلوار چلانے سے پہلے تمھارا درجہ تھا۔

اسواسطے اپنی خواہش کو اس دین کی عظمت کے تابع رکھنا ہے۔ اس بات کو رسول اکرم ﷺ نے بیان کر کے قیامت تک کے لیے اس پروپیگنڈہ کو ختم کر دیا۔ وہ اور ہیں جو اپنی خواہش کو مسلط کرنے کے لیے لوگوں کے سر اتارتے ہیں۔ اسلام وہ ہے جو صرف خیر کے پیش نظر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور اسکو یہ آپریشن ان کی اصلاح کے لیے کرنا پڑ رہا ہے۔ اور اگر اس کے بغیر ہی وہ صحیح ہو گئے ہیں تو ہرگز اسلام انکا خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔

جہاد تصوّر نبوی ﷺ اور سنت ہے

اسمقام پر رسول اکرم ﷺ نے جو ہمیں تصور جہاد دیا ہے۔ اس سے اگر احادیث کو دیکھا جائے اور وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں تو بہت سے فروق دہشت گردی سے واضح ہوتے ہیں۔ سر فہرست جہاد کا جو تصور ہے اس میں نسبت کا تصور ہے۔ جہاد میں مجاہدین کی نیت کا اعتبار ہے۔ اور اس کے لحاظ سے اس نیت کے اندر صحت عقیدہ شامل ہے۔ اور ان تمام جہات کو سامنے رکھتے ہوئے مومن جہاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں کی نسبت کی وجہ سے اسکو کامیابی عطا فرماتا ہے۔

جبکہ دہشت گرد خود ظالم ہے۔ اسکا تعلق دہشت گردوں کے ساتھ ہے اسکا تعلق کسی ولی کے ساتھ نہیں ہے۔ اسکا ان نسبتوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا وہ دہشت گردی ہمارے جہاد کے ساتھ کسی طرح بھی منسلک نہیں کی جاسکتی اسواسطے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان صحیح بخاری کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 406 پر موجود ہے۔

Marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ میرے وصال کے بعد ایک زمانہ آئے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے ایک خبر نہیں کئی خبریں اکٹھی ہیں۔ فرمایا

یَغزُوْ فِئَام مِنَ النَّاسِ

دو فوجیں لڑنے کے لیے اکٹھی ہو جائیں گی۔ ایک طرف میرے ماننے والے ہیں اور دوسری طرف کفار ہیں۔ جس وقت مسلم امہ کی فوج لڑنے لگے گی۔ تو سب سے پہلے ایک اعلان ہوگا۔ اعلان کیا ہے۔

هَلْ مِنكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ

کیا پوری اسلامی فوج میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے جس نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔ فوجیں آمنے سامنے ہیں۔ کافروں کے مقابلے میں مسلم امہ کی فوج اس میں سرفہرست تیاری کے لیے جو کام کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ تلاش کیا جا رہا ہے کہ کوئی ایسا ہے کہ جس کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو تو اتنے میں ایک شخص بولتا ہے۔ ہاں میں موجود ہوں میں رسول پاک ﷺ کا صحابی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جنگ چھڑ جائے گی۔

يُفْتَحُ لَهُمْ

اس ایک بندے کی وجہ سے ان کو فتح مل جائے گی۔

یہ جہاد کا تصور ہے اس بالخصوص سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آج جہاد کو بعض لوگوں نے بدنام کیا تو انھیں چیزوں سے پیچھے ہٹ کر۔ اب ایک شخص رسول اکرم ﷺ کا محض صحابی ہے خود رسول نہیں اس کا اتنا فائدہ ہے کہ جو جہاد کر رہے ہیں۔ سارے اس عقیدے پر ہیں کہ اگر ہم میں کوئی ایسی شخصیت موجود ہے تو پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اسواسطے کہ وہ بڑی نسبت والی شخصیت ہے۔ اور بڑی عظمت والی شخصیت ہے۔ کہاں یہ عقیدہ اور کہاں یہ کہنا کہ نبی بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

Marfat.com

ان کا ہونا یا نہ ہونا معاذ اللہ برابر ہے۔ وہ ایک پوسٹ مین کی طرح آئے تھے اور چلے گئے۔ یہ کتنی دور باتیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمادیا جہاد کا تصور یہ ہے کہ ان عظمتوں کو ساتھ رکھا جائے گا اور فوجیں آمنے سامنے ہیں پوچھا جائے گا میرے صحابی کے بارے میں تو ایک شخص میرا صحابی نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ساری فوج کو فتح عطا فرمائے گا۔

پھر دوبارہ کسی زمانے میں جنگ ہوگی تو پھر سوال ہوگا۔

هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

سب کو یہ پتہ ہے اب صحابہ کا تو کوئی دور نہیں رہا۔ کوئی بھی صحابی نہیں ہوسکتا۔ لیکن کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کا صحابی ہو یعنی تابعی ہو۔

تو فوج میں اعلان ہوگیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے کسی صحابی کی صحبت حاصل کی ہو۔ اس کے پاس بیٹھا ہو۔ تو ایک شخص نے جواب دیا ہاں میں نے ایک صحابی کی زیارت کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اسکے بعد جنگ چھڑ گئی۔ جنگ شروع ہوگئی۔ آپ نے فرمایا

فَيُفْتَحُ لَهُمْ

اس صحابی کی برکت کی وجہ سے اللہ نے ان کو فتح عطا فرمادی۔

پھر رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کچھ عرصہ کے بعد پھر جنگ ہوگی۔ جب فوجیں آمنے سامنے آجائیں گی تو یہ اعلان ہوگا۔

هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ صَحْبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

کوئی شخص تم میں ایسا بھی ہے جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کے صحابی کا صحابی ہو۔

Marfat.com

کوئی ایسی نسبت والا بھی ہے۔ جب یہ پوچھا جائے گا تو جواب ملے گا ہاں موجود ہوں

فَيُفْتَحُ لَهُمْ

جب جنگ شروع ہوگی تو اللہ اس کی برکت سے ان کو فتح عطا فرمائے گا۔

لہذا جہاد کا یہ تصور بھی دہشت گردوں سے جہاد کو واضح کر رہا ہے۔ کہ دہشت گرد مجرم ہے اسکا تعلق مجرمین کیساتھ ہے۔ اسکا تعلق تقوی و پرہیزگاری کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ نہیں ہے۔ لہذا وہ نکلتا ہے تو اس پر کسی تقویٰ کا سایہ نہیں کسی پرہیزگاری کا سایہ نہیں۔ کسی نسبت یا عظمت کا اس کے سفر کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ایک مجاہد جس وقت نکلتا ہے تو اس کے سامنے یہ ساری چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ وہ ادب سے جاتا ہے باادب ہوتا ہے۔ اور ادب والوں کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور خالق کائنات جل جلالہ صرف ادب کی جہت پر ان کو فتح عطا فرما دیتا ہے۔ تو یہ وہ نصوص ہیں جن سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ کہ خالق کائنات نے کس قدر جہاد کو مقدس عظیم اور معطر بنایا ہے۔ کہ جس کی ہر جہت میں اللہ تعالیٰ نے کئی عظمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی دی ہوئی اس تعلیم کا حصہ تھا۔ جس وقت جنگ یمامہ میں صحابہ کرام مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑ رہے تھے یہ ختم نبوت کی پہلی جنگ تھی۔ اور اس جنگ کے اندر کچھ ایسے اصول سامنے آگئے۔ جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آج جس وقت مسلم امہ کے سپوت بے جگری سے لڑتے ہیں۔ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس پر اعتراض کیے جاتے ہیں۔ اور وہ مقامات جہاں مسلم امہ کے افراد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کوئی پرواہ نہیں کرتے اور جان جاتی ہے تو جائے مگر وہ کفار کا پوری طرح صفایا کرنے کے لیے سب کچھ تیار کر دیتے ہیں۔ ایسی حیثیات کو بھی اسلام نے اجاگر کیا ہے۔

تو مخصوص دائرے کے اندر شرائط کے ساتھ اگر وہ ایسا لمحہ اپنے اختتام کے

Marfat.com

لحاظ خودکشی بھی قرار دیا تا ہو تو ایسے مراحل بھی صحابہ کرام نے طے کیے ہیں۔ مسلم امہ کا جھنڈا انھوں نے بلند کیا ہے۔

اسواسطے جس وقت جنگ یمامہ میں جو کئی ہفتوں تک جاری رہی مسیلمہ کذاب کے حامیوں کی بہت زیادہ پاور تھی تقریبا چالیس ہزار افراد تھے اور دوسری طرف چند ہزار صحابہ کرام تھے۔ جو حضرت خالد بن ولید کے زیر کنٹرول چل رہے تھے۔

یا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اس جنگ کے اندر البدایہ والنھایہ کی ساتویں جلد میں ہے۔ اسکے علاوہ درجنوں ماخذ میں ہے۔

کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس اور حضرت صالح مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنھما ان دونوں نے اپنے لئے بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ اپنے لئے انھوں نے گڑھے نکالے اور اپنا آدھا دھڑ زمین میں گاڑھ لیا۔ پھر یہ ایک خودکشی کے مترادف تھا کہ سامنے دشمن ھیں تیر ماریں گے بھاگنے کی تو گنجائش رکھو۔ اگر تم غالب نہیں آسکتے جان تو بھاگ کے بچالو۔ لیکن ان کا شوق یہ تھا کہ قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے اس انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باغی کے خلاف لڑیں گے۔ کہ ہم یہیں شہید ہو جائیں گے۔ انھوں نے اپنے آپ کو زمین میں گاڑھا ہوا تھا اور دونوں کو وہاں شہادت ہوگی۔ قیامت تک راہ محبت میں وہ نقش ثبت کر رہے ہیں۔ کہ مسلم امہ کو اگر کسی ایسے مرحلے میں اس طرح کا کردار ادا کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہ جائے تو وہ ایسا بھی کردار ادا کرے۔ ایسا کردار ادا کرے اپنی جان پیش کر کے اپنے دین کو ہمیشہ کا تحفظ فراہم کردے۔ اسی جنگ میں جب مسلمانوں کو فتح ہونے لگی تو مسیلمہ کذاب کے سارے حواری بھاگ کے قلعے میں داخل ہو گئے قلعے کا دروازہ انھوں نے بند کر دیا۔ پھر وہاں کیا ہوا تھا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

Marfat.com

اَلْقُوْنِیُ

میرے دوستوں ٹھیک ہے انھوں نے دروازہ بند کردیا تو میں کھولوں گا مجھے ایک تختے پہ بٹھادو اور تختے کو نیزوں کے ساتھ اونچا کرو۔ اونچا کر کے قلعے کی دیوار تک لیجاؤ۔ ایک تمھارے قد پھر بازوؤں کی بلندی پھر نیزوں کی بلندی اتنے تک قلعے کی دیوار آجائے گی۔ دیوار تک پہنچ جاؤں تو تختے کو الٹا کردو میں اندر گر جاؤں گا۔ جو ہوا میں سنبھال لوں گا۔ اب اندر دشمنوں کی فوج ہو ان کے پاس تیر تلوار ہوں۔ ایک تنہا آدمی ہزاروں کے اندر چلا جائے یہ بظاہر موت کو چومنا تھا خودکشی کے مترادف تھا لیکن جب ان کو گرایا گیا اتنا بلند جذبہ تھا کہ گرتے ہی سنبھل گئے اور تلواریں چلاتے چلاتے قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اکیلئے شیر نے قلعے کا دروازہ جاکے کھول دیا۔ اور مسلم امہ کے سپوت اندر داخل ہوگئے۔ اور مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کو تہہ تیغ کردیا تو یہ شعور بھی ہمیں صحابہ نے دیا ہے کہ جب حالات ایسے ہوجائیں گے تو مخصوص طریقوں کے ساتھ مشروط طور پر اگر ایسا کام بھی کرنا پڑجائے گا تو ضرور کرو تاکہ اسلام کا جھنڈہ ہر دور میں لہراتا رہے۔

اس سبق کو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے حضرت فضیل بن ایاز کو جو شعر لکھے تھے ان شعروں میں اپنی اس ادا کو بیان کردیا جو ایک اسلامی مجاہد کی ہوتی ہے۔ کہنے لگے۔

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اَنَّکَ فِی الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

اے حرم کی عبادت کرنے والے اگر تو ہمیں دیکھے، جب ہم اسلام کے لیے حملے کرتے ہیں اس وقت تو ہمیں دیکھ لے ہماری اس وقت پلٹنے جھپٹنے کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ تو تجھے اپنی عبادت لعب محسوس ہو۔ جھکنا اٹھنا رکوع میں اگرچہ یہ بہت

Marfat.com

بڑا کام ہے لیکن جب ہم جہاد کے اندر پلٹتے ہیں تو اس شان کو دیکھو جو ہماری شان ہے۔ تمھیں اپنی عبادت حقیر سی لگنے لگے اور کہنے لگے۔

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

یہ بھی بڑی عظمت ہے کہ بندے کے رخسار آنسو سے تر رہیں اور اللہ کے خوف سے آنسو نکلیں اور اس کے رخسار تر ہو جائیں لیکن تمھیں یہ مبارک کہ تمھارے رخسار تمھارے آنسوؤں سے تر رہتے ہیں لیکن ہمارے خون سے ہمارے سینے تر رہتے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرتے ہوئے آگے نکلتے ہیں۔

نُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

ہمارے سینوں کو ہمارے خونوں کے ساتھ مہندی لگ جاتی ہے

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُم وَنَحْنُ عَبِيرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

فرمانے لگے کہ خوشبو لگانے کا بڑا فلسفہ ہے۔ بڑا ثواب ہے لیکن تمھارے لئے خوشبو کستوری اور ہماری خوشبو کیا ہے۔

رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

جب گھوڑے دوڑاتے ہیں ان کے سموں سے جو غبار اڑتا ہے۔ وہ ہمارے چہرے کی خوشبو بن جاتی ہے۔ ہم اس خوشبو پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

یہ ایک مجاہد اور ایمان دار کی حالت ہوتی ہے۔ اس انداز میں آگے بڑھتا ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں جہاد اسلامی کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

Marfat.com

باب نمبر21

تصوف اور اسلام

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

تصوّف اور اسلام

نَحْمَدُہٗ حَمْدًا کَثِیْراً وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَاٰلِہِ الْعَظِیْم وَاَصْحَابِہِ الضَّخِیْمِ.

اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلآ ئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا صَلُّوْا
عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور پُرنور شافع یوم النشور دستگیرِ جہاں غمگسارِ زماں سیدِ سروراں حامیٔ بیکساں خاتم النبین رحمتہ اللعالمین احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفٰے ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

نہایت ہی محتشم علماء کرام معزز حضرات وخواتین:

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو نہایت ہی پُروقار تقریب میں ادارہ "صراط مستقیم" کی طرف سے فہم دین کورس کے اکیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کی شرکت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ربِ ذوالجلال ہمیں قرآن وسُنّت کے فہم کے ساتھ ساتھ اسکے ابلاغ وتبلیغ اور اس پرعمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ربِ ذوالجلال کی دی ہوئی توفیق سے راہِ علم میں ہمارا سفر بڑی کامیابی کے ساتھ ہمیں ہماری منزل کے قریب کررہا ہے۔ دعا ہے خالق کائنات ہمیں منزل تک رسائی کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بھی بہت اہم ہے۔ اور وہ ہے۔

"تصوّف اور اسلام"

اس موضوع میں تصوف کی حقیقت اور اسلام میں تصوف کی اہمیّت اور ضرورت پر گفتگو ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی حقیقت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ پیغام آگے پہنچانے کی ہمت عطا فرمائے۔

marfat.com

Marfat.com

میں نے قرآن کی سورۃ الشمس کی آیت نمبر 9 کی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰاهَا

Undoutedly he attainted to his gool who cleaned it,soul.

اس شخص نے کامیابی حاصل کرلی جس نے اپنے نفس کو ستھرا کرلیا۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو جب پیدا کیا تو اس کو ایک چمکتا دل دیکر دُنیا میں بھیجا۔ لیکن بلوغ کے بعد معاشرے کے اثرات کی وجہ سے اسکے دل پر کئی قسم کے پردے آلودگی اور غبار کی وجہ سے پڑ جاتے ہیں۔ آئینہ ادراک دُھندلا ہو جاتا ہے تو جو شخص پھر کوشش کرتا ہے اور اپنے دل کا میل اتارتا ہے۔ یا اپنے دل کو وہ میلا نہیں ہونے دیتا اسے پاک اور صاف رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کامیاب شخص قرار دے رہا ہے۔

اس سلسلے میں جو کوشش ہے اسکو بہت بڑے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۶۹ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

وہ لوگ جو ہماری ذات کے بارے میں جہاد کرتے ہیں۔ ہمیں ڈھونڈھنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمیں راضی کرنے کے بارے میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

Marfat.com

تو ہم خود ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ ان کو اپنی ذات کا پتہ دیتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انسانی نفس کی آلودگی کو دور کرنا

یہ تصوف کا مین کردار ہے وہ دل جو کسی طرح بھی خالق کائنات جل جلالہ کے نور سے منقطع ہو کر جزوی طور پر یا کلی طور پر اس میں اندھیرے جب چھانے لگیں تو تصوف سے تعبیر کیوں کیا جاتا ہے۔

اَلصُّوْفِيَهِ وَالتَّصَوُّفُ کتاب میں اسکی سب سے پہلی وجہ یہ بیان کی ہے،

ا. اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصَّفَا

تصوف صفا سے مشتق ہے۔ صفا کا معنی تصیفیۃ کا معنی تصفیۃ ہے تو اس کے اندر دل کا تصفیۃ دیا جاتا ہے۔ تو جو لوگ اس کام میں مصروف رہتے ہیں اس کو صوفی کہا جاتا ہے۔ اور انکے اس شعبہ کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے

تصوف صفوۃ سے مشتق ہے، صفوۃ کا معنی صفات کے ساتھ متصف کے ساتھ متصف ہونا ہے تو چونکہ تصوف سے ایک انسان کے کمالات سے متصف ہوتا ہے، تو اس واسطے اس کردار کو تصوف کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کہ اس میں صفوہ والی حیثیت آگئی، صفات کے ساتھ انسان مزین ہو گیا اور متصف ہو گیا۔

(تیرا معنی نسبت کے لحاظ سے ہے)

اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصَّفْوَةِ

Marfat.com

تصوف اور صوفی کے الفاظ اسواسطے بولے جاتے ہیں کہ جولوگ اپنے آپ کو زندگی کے معمولات کے لحاظ سے صُفّہ والوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ جس طرح صفۃ پر رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ جو کہ انقطاع اور تجرد کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور دنیاوی آلائشوں سے منقطع ہوکر فقط اللہ کی طرف متوجہ رہتے تھے تو بعد میں وہ جماعت جو اپنے آپ کو اس دائرے کے اندر محدود رکھنے لگی تو اس مشابہت کی بنیاد پر کہ اُن کا تعلق صُفّہ کے ساتھ زندگی گزارنے کا ایک تعلق بن گیا ہے تو ان حضرات کو صوفی کہا جانے لگا۔ اوران کے اس کردار کو تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا۔

اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌ مِنَ الصُّوْفِ

تصوف صوف سے مشتق ہے۔ صوف ایک قسم کا لباس تھا۔ جو اس وقت اس قسم اور فن کے لوگوں نے پہننا شروع کیا۔ کہ جس میں عاجزی وانکساری تھی۔ اس لباس کی وجہ سے انکو صوفی کہا جانے لگا۔ اوران کے اس وصف کو تصوف کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

تصوف کی تعریف

اگر ہم تصوف کی تعریف کو جو بحثیت علم اور بحثیت فن ہے۔ اس کو دیکھیں تو اس سلسلہ میں حضرت احمد بن مرزوق کے قول۔ کے مطابق تصوف کی تقریبا دوہزار تعریفیں ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ امت نے اس میں کتنی دلچسپی لی اور تصوف کے فن اور بحثیت علم اسکو کس طرح ایسا رواج ملا اور کتنی دل کی کشش کیساتھ اسکی طرف توجہ کی گئی۔ کہ ہر شخص نے اس فن میں جو کمال حاصل کیا یا اس نے انسانوں کے اندر اس فن کی وجہ سے انقلاب محسوس کیا۔ اوردلوں کی تطہیر کے لحاظ سے اسے جو اس کے

Marfat.com

کمالات نظر آئے تو اس نے اُسی لحاظ سے تصوف کے علم کی تعریف کی ایک جامع تعریف ان دو ہزار تعریفات میں سے یہ ہے۔

اَلتَّصَوُّفُ هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ النَّفْسِ مَحْمُوْدُهَا وَ مَذْمُوْمُهَا وَ كَيْفِيَّةُ تَطْهِيْرِهَا مِنَ الْمَذْمُوْمِ مِنْهَا وَ تَحْلِيَتُهَا بِالْاِتِّصَافِ بِمَحْمُوْدِهَا وَ كَيْفِيَّةُ السُّلُوْكِ وَالسَّيْرِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

تصوف وہ علم ہے کہ جس کی وجہ سے نفس کے حالات کو پہچانا جاتا ہے

مختلف علوم کے مختلف موضوعات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر طب کا موضوع بدن انسان ہے۔ صحت و مرض کے لحاظ سے کہ انسان تندرست ہے یا بیمار ہے۔ بدن کی یہ حالتیں جاننا طب کا موضوع ہے۔ لیکن نفس کی حالتوں کا جاننا کس لحاظ سے

مَحْمُوْدُهَا اَوْ مَذْمُوْمُهَا

کہ نفس کی یہ حالت کیا شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہے تو وہ اس کی حالت محمود ہے۔ اور اگر مطابق نہیں تو مذموم ہے۔ تو وہ علم جس کی وجہ سے بدن نہیں نفس کے احوال کو پہچانا جائے کہ ان میں سے پسندیدہ احوال کونسے ہیں اور ان میں مذموم احوال کونسے ہیں۔ ایسے علم کو علم تصوف کہا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں یہ ہی نہیں بلکہ اسمیں پہلے نمبر پر نفس کے احوال کو پہچاننا اور شناخت کرنا اس سے تو یہ پتہ چلے گا کہ نفس بیمار ہے یا صحیح ہے لیکن اگر وہ بیمار ہے تو تصوف کی تعریف کا دوسرا حصہ یہ ہے۔

وَ كَيْفِيَّةُ تَطْهِيْرِهَا مِنَ الْمَذْمُوْمِ مِنْهَا وَ تَحْلِيَتُهَا بِالْاِتِّصَافِ بِمَحْمُوْدِهَا

پھر یہ جاننا کہ اسمیں جو حالت بری ہے اس بری حالت سے نفس کو پاک کیسے

Marfat.com

کیا جاسکتا ہے۔ پہلے یہ ہے کہ یہ جاننا کہ نفس کے حالات میں سے اچھی حالتیں کونسی ہیں۔اور بری کونسی ہیں۔اگر کوئی بری ہے تو پھر تصوف یہ ہے کہ اس طریقے کو جاننا کہ جس کی بنیاد پر نفس اور روح کی اس بری حالت کو دور کر کے نفس کو غسل دیا جاسکتا ہے۔ اور پھر نفس کو ستھرا کیا جاسکتا ہے۔

وَ تَحۡلِیَتُهَا بِالۡاِتِّصَافِ بِمَحۡمُوۡدِهَا .

اس میں دو شعبے ہیں۔مذموم کو دور کر کے نفس کو پھر اچھی صفت کیساتھ متصف کیا جاسکتا ہے۔تیسرے نمبر پر یہ ہے۔

وَ کَیۡفِیَّةُ السُّلُوۡکِ وَالسَّیۡرِاِلَی اللّٰهِ

نفس کو صاف کرنے کے بعد پھر اللہ کی طرف سفر کیسے کیا جاسکتا ہے۔اس طریقے کو پہچاننا۔اس مجموعی کردار کو تصوف کہا جاتا ہے۔

سب سے پہلے نفس کی حالتوں کو جاننا کہ محمود کونسی ہیں اور مذموم کونسی ہیں۔نفس کے احوال اچھے کونسے ہیں اور برے کونسے ہیں۔پھر جو برے ہیں ان کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے۔چونکہ نفس تو ایک ایسی چیز ہے جو غیر محسوس ہے۔یوں تو نہیں کہ بدن پر پانی ڈالا غسل کرلیا تو گندگی دور ہوگئی۔اب نفس جو ایک غیر محسوس چیز ہے اس کو دھونے کا طریقہ بھی بڑا عجیب طریقہ ہوگا۔وہ طریقہ پڑھ لینا کہ اب نفس بری خصلتوں سے پاک کیسے کیا جائے گا۔اور اس بری خصلت کی جگہ نفس میں اچھی خصلت کو آباد کیسے کیا جائے گا۔اور اس کے بعد جب نفس میں اچھی خصائص آگئیں اب یہ جاننا کہ اس تیاری کے بعد اللہ کے دربار کا سفر کیسے کیا جائے گا۔یہ سلوک کی منزل کہا جاتا ہے۔ جسمیں ایک انسان تین مراحل سے گذرتا ہوا سب سے پہلے اپنے نفس کی تلاشی لے

Marfat.com

رہا تھا پھر اس کے احوال کو جان کے اگر برے تھے تو ان کو بدل کر اچھے لا رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے رب کے دربار کی طرف سفر شروع کر دیا۔ یہ وہ علم ہے کہ جس کو تصوف کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے الفاظ میں اسلام کی تمام تر تعلیمات کا گلدستہ محسوس ہوتا ہے۔ اسواسطے اول سے لیکر آخر تک اسلام اسی چیز کا نام ہے کہ انسان اپنے آپ کو اتنا ستھرا بنا لے کہ وہ اپنے رب کے دربار میں شایان شان ہو جائے۔ اور اس کو اپنے رب کے دربار میں قبول کر لیا جائے۔

تصوف کی اس حقیقت کیساتھ اب یہ بات ہم دیکھیں گے کہ تصوف کی آخر ضرورت کیا ہے۔ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ یہ دوسری صدی ہجری میں یہ لفظ متعارف ہوا۔ تو اس کی ضرورت کیا پڑی؟ یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر کوئی صوفی نہیں ہو سکتا۔ لیکن لفظ تصوف کا تعارف دوسری صدی ہجری میں ہوا۔

اس کی ضرورت بھی دوسری صدی ہجری میں محسوس کی جانے لگی۔ اصل میں رسول اکرم ﷺ نے جس سوسائٹی کو اپنے انوار و تجلیات کے زیر سایہ پروان چڑھایا تھا۔ انھیں اسقدر عظیم بنا دیا تھا کہ انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی اور نصاب یا کورس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جس طرح آپ فقہ کے لحاظ سے پہلے یہ سن چکے ہیں۔

ان کے دل ہی علوم کے صندوق تھے۔ نہ ان کو کسی اصول کے بنانے کی ضروت تھی نہ کوئی کتاب پڑھنے کی ضرورت تھی۔ اور نہ ہی کسی طرح آگے قانون سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ ''تو ایک نگاہ رسول علیہ السلام سے جو پڑھتے ہے ہم وہ ہزار کتاب سے بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اور سرکار کی تجلی سے ان کا دل جتنا روشن ہوتا تھا۔ ہم تزکیے کے ہزار کورسز سے بھی وہ کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ اور یقیناً اس حقیقت تک

Marfat.com

نہیں پہنچ سکتے۔تو ان کو یہ ضرورت نہ تھی کہ اسطرح کی صورتحال سے اپنے نفس کو صاف کیا جائے پاک کیا جائے اسواسطے کہ وہاں آفتاب نبوت کی کرنیں براہ راست ان کے سینوں پر پڑ رہی تھیں۔اور

یُخْرِجُ هُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

کا جو کردار تھا اس کی وجہ سے ان کو اتنا مطہر اور اتنا مقدس بنا دیا گیا تھا کہ انھیں اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔رسول اکرم ﷺ کی مقدس نگاہ کی انوار و تجلیات ہی ان کے دلوں کو ادراک کے آئینے کی حیثیت سے روشن کرنے کے لیے وہ ساری چیزیں کافی تھیں۔لیکن امت کا کارواں آگے چلا تو کیا ہوا ہر محاذ میں ضرورت پڑی یہاں تک کہ جو زبان وہ بولتے تھے وہ بھی محفوظ نہ رہنے لگی اس میں اجنبی لفظ شامل ہوئے۔اب ضرورت محسوس ہوئی کہ گرائمر کو مرتب کر دیا جائے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود دئلی کو یہ کہہ دیا کہ تم نحو کو ترتیب دو قانون لکھو۔کہ زیر کہاں آئے گی زبر کہاں آئے گی۔یہ پیمانے اور یہ جو قواعد ہیں ان کو ترتیب دے دو۔اب پہلے یہ نہیں تھا۔اب ضرورت محسوس ہوئی کہ اجنبی زبانیں اسمیں شامل ہو رہی ہیں۔اگر ایسا ہوتا رہا تو عرب کو اپنی لغت کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔کہ اس کی حیثیت کیا تھی۔ایسے ہی

علم شریعت کی تدوین کے لحاظ سے جب خطرہ محسوس ہوا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تدوین کی اور شریعت کو مدون کیا۔

بعد والے مرحلے میں محدثین نے حدیثوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔تو یہ سارے کام ضرورت کے پیش نظر تھے۔تو جس طرح ان میدانوں میں ضرورت محسوس

Marfat.com

کی جارہی تھی۔ ایسے ہی عمل میدان میں ضرورت تھی۔ کہ نئی نئی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں۔ اور پھر شیطان کے وساوس روزانہ انسانوں کو گندہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں تو کوئی ایسا شعبہ بھی ہونا چاہیے جس سے وہ کیفیت محفوظ کی جائے جو رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کے عمل کی ہوتی تھی۔ تو جس طرح علم کے لحاظ سے پہرہ کی ضرورت پڑ گئی کہ پرانا علم جو ہے اسکو محفوظ کیا جائے۔ تاکہ علم اٹھ نہ جائے اور بعد والوں کا نقصان نہ ہو جائے۔ تو ایسے ہی عمل کی جو بلندیں تھیں۔ ان کو محفوظ کرنے کے لیے اور بگاڑ سے عمل کو بچانے کے لیے اور آئندہ کی بہتری کے لیے جس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اسی کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے پاس ہوتے ہوئے جو عمل کی کیفیت تھی اب کیفیت ایسی چیز ہے کہ جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے خود دل میں ایک نور پیدا کرنا پڑتا ہے۔ ایک چاشنی اور ایک ذوق پیدا کرنا پڑتا ہے۔ تو ایسے اصول بنا دیئے گئے کہ جن پر انسان جب چلے گا تو اس کا تعلق بارگاہ نبوت کے ساتھ مضبوط ہو جائے گا۔ اور مستقبل کی راہوں کو امت مسلمہ کے لیے تلاش کرنا آسان ہو جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عہد مقدس گزرتا جارہا تھا۔ اور وہ جو زمین پر چلتے پھرتے تقوی کے ماڈل تھے اٹھتے جارہے تھے تو اب مادہ پرستی کا حملہ ہو رہا تھا۔ خواہش اور سیم وزر کی چیزیں جب جب انسانی ضمیر کو سرنگوں کرنا چاہتی تھیں اور انسان کو شکست دینا چاہتی تھیں۔ تو اب صلحاء نے کہا کہ ہمیں اسکا جواب دینے کے لیے کوئی ایسی پاور بنانی چاہیے کہ جس کی وجہ سے ایسی ڈھال ہمارے پاس ہو کر ... مادہ پرستی کے حملے جو ہیں

Marfat.com

ان سے اپنے دل کو بچالیں اور امت کی متاع کو محفوظ کرلیں۔ تو اس ردعمل میں مادہ پرستی کا ایک شور اٹھا اور امت پر حملہ ہو گیا تو اس وقت تصوف کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا گیا۔ تا کہ اس مادہ پرستی اور اس خواہش پرستی کے جو جراثیم ہیں امت مسلمہ میں داخل نہ ہو سکیں اور ایسا مقدس نصاب ہو کہ جن کے پڑھنے سے پھر وہی ذوق تازہ ہوتا رہے۔ جو تعلیمات رسول اکرم ﷺ حاصل کرنے والوں کو بظاہر ملتا جارہا تھا۔

اب اس سلسلے میں چند احادیث کو میں درمیان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس یہ پتہ چلے گا کہ واقعی ایک تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔ اور جب ہر عمل کا کوئی نہ کوئی ردعمل ہوتا ہے۔ اور جب شیطان کی طرف سے ایسا حملہ ہو رہا تھا پھر اللہ والوں نے دفاع کے لیے کوئی ضرور کردار ادا کرنا تھا۔ تو یہ تصوف کی بنیاد اس ضرورت کے پیش نظر بحیثیت فن رکھی گئی ورنہ حقیقت تو اسکی پہلے بھی موجود تھی۔ اور ان کو رسول علیہ السلام کی تجلیوں کیساتھ حاصل ہو رہا تھا۔ اور اب بعد میں ملنا تھا مختلف وظیفوں سے عبادتوں، ریاضتوں سے لیکن حقیقت پہلے موجود تھی تو اسکا اسلام کی حقیقت کے ساتھ تعلق ہے۔

یہ اس لئے آج واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج کچھ لوگ تصوف کے خلاف ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہماری لگائی گئی ڈیوٹی ہے۔ کہ ہم نے اس پر بھی تنقید کرنی ہے۔ یہ امت کا وہ دستور ہے کہ جس کی بنیاد پر شروع سے لیکر آج تک تقویٰ وطہارت کی دولتوں کو محفوظ کیا جاتا رہا۔ اور اس کے نتیجے میں آج تک اس کی برکات امت میں نظر آرہی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے دل میں اللہ کی محبت کا رنگ تھا اور جو کچھ آپ کو میسر تھا۔ وہ یقیناً صحابہ کرام کے پاس موجود نہیں تھا۔ اور صحابہ کرام جب تک آپکے پاس بیٹھے

Marfat.com

رہتے تھے جو کچھ حالت اس وقت ہوتی تھی جب وہ جا کے کاروبار میں لگ جاتے تھے اس وقت وہ حالت نہیں ہوتی تھی۔ اگر چہ جب وہ کاروبار میں تھے کسب حلال میں تھے۔ اس وقت بھی عبادت ہی کر رہے تھے۔ اس وقت بھی انکی حالت یہ ہے کہ اگر بعد والے غوث قطب کروڑ مل جائیں پھر بھی اس حالت کو نہیں پہنچ سکتے لیکن بہرحال وہ حالت اس حالت سے کم درجے کی تھی کہ جب ماہ نبوت کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا دیدار ان انکی آنکھوں میں ہوتا تھا۔

ایسی حالت کے اندر وہ دل کی کیفیات ہوتی تھیں وہ جب دور بیٹھے ہوتے تھے۔ یقیناً وہ حالت نہیں ہوتی تھی۔ جب یہ کارواں آگے گزر کے تابعین کے وادیوں میں داخل ہو رہا تھا ان تابعین کی وہ حالت نہیں تھی جو صحابہ کرام کے دل میں حالت موجود تھی۔ اب یہ سوچ لو وہ تابعین کہ جن کی صدی کو خیر القرون میں شامل کیا گیا ہے۔ اور جن کے بارے میں یہ آگیا ہے کہ ان کے قریب بھی جہنم کی آگ نہیں جائے گی۔ اسواسطے کہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔ لیکن بتدریج تبدیلی ضرور آرہی تھی۔ اور ایک تغیر آرہا تھا۔ دل کی دنیا کے لحاظ سے۔ اگر چہ زھد تابعین کی امت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اتنا بڑا زھد وتقویٰ تھا تابعین کا لیکن صحابہ کرام کے مقابلے میں تبدیلی آچکی تھی۔ تو جب مسلسل ایک انحطاط آرہا تھا۔ اور تبدیلی کی طرف ایک میلان بڑھ چکا تھا تو اب اس تصوف کی ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ پہلے لوگوں کو تو بارگاہ نبوت سے ملا ہوا جو فیض براہ راست جو پایا ہے اور پھر بالواسطہ ان کے لیے بہت بڑا حصہ موجود ہے۔ اور اب ہمیں ہر جہت کے لحاظ سے چونکہ سامنا کرنا ہے۔ ہر شخص ایسا نہیں کہ جس کا دل اتنا بارگاہ نبوت سے ملا ہوا ہو کہ آج بھی ویسا ہی فیض

Marfat.com

حاصل کر سکے اگر چہ ادھر سے تو کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن ہر شخص کی صلاحیت اجاگر کرنے میں ان کو وقت لگے گا وہ صلاحیت کو زندہ کرنے والا فن اور تابندہ کرنے والی چیز جسکو تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس انداز میں ضرورت محسوس کرتے ہوئے امت کے صالحین نے ایک نصاب کی شکل امت کو تصوف کا کورس عطا فرمادیا ہے۔

یہ جو میں نے بیان کیا اسکی حدیث سے ہمیں واضح طور پر مثال نظر آتی ہے۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں موجود ہے۔ حدیث نمبر ۲۸۵۰ اور مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔ حضرت ابوذر غفاری اس حدیث کے راوی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ ایک دن فرمانے لگے

وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً

میرے صحابہ کرام اگر تمھیں اتنا پتہ چل جائے جتنا مجھے پتہ ہے اور اتنا علم تمھیں آجائے جتنا مجھے ہے تو پھر تم زیادہ روتے رہو۔ اور بہت کم ہنسنا آئے۔ تم روتے ہی رہو۔ تمھیں جو آج وقت ملتا کہ جس میں ہنس لیتے ہو۔ اور اپنے کاروبار میں جا کے لگ جاتے ہو۔ تمھیں وہ علوم حاصل نہیں ہیں جو مجھے حاصل ہیں۔

ایک تو یہاں سے یہ بھی پتہ چلا کہ مجموعی طور وہ صحابہ کرام کہ جن کے ایک چلو علم کا ہم کروڑوں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے محبوب علیہ السلام کے علم کا عالم کیا ہوگا کہ ان سب کے مقابلے میں فرمادیا کہ تمھیں وہ معلومات نہیں ہیں۔ جو میرے رب نے مجھے معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اور پھر علم خوف پیدا کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر عمل آتا ہے تو اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ کوئی امتی نبی علیہ السلام سے عمل میں کیسے بڑھ سکے گا جب صدیق و عمر عثمان و علی طلحہ وزبیر سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ آگے

Marfat.com

نہیں جاسکتے تو آج کا کوئی امتی عمل میں آگے کیسے جاسکتا ہے۔ تمھیں اگر مجھ جتنا علم آجائے تو پھر تم اکثر روتے رہو اور بہت کم تمھیں ہنسنے کا کوئی موقع ملے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَتَلَذَّذْ تُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرَشَاتِ

تم میں کسی کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ اپنے گھر اپنی اھلیہ کیساتھ ایک رات بھی بسر کرسکے اتنا خوف طاری ہوجائے وہ بستر پر لذت حاصل کرنا بھول جائے۔

وَلَخَرَ جْتُمْ اِلَا الصَّعَدَاتِ

تم جنگلوں کی طرف نکل جاؤ، صحراؤں کی طرف اپنے گھر آنے کا نام نہ لو کسی کی طرف دیکھ نہ سکو کسی سے کلام نہ کرسکو۔ ہر وقت آنسو بہتے رہیں۔ اور تم جنگلوں صحراؤں میں پڑے رہو۔

تُجَارُوْنَ اِلَى اللهِ

گڑگڑا کے اللہ سے دعائیں مانگتے رہو عاجزی کرتے رہو انکساری اور تضرع میں زندگی گذارتے رہو۔ تم آبادیوں سے باہر نکل جاؤ۔ جنگلوں میں جاکے ڈیرے لگالو ساری زندگی تم اسی حالت میں گذاردو نہ تم بیوی کے پاس بیٹھ سکو نہ بچوں کے پاس بیٹھ سکو نہ معاشرہ اور سوسائیٹی میں رہ سکو۔ اگر تمھیں میری جتنی معلومات ہوتیں۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے گھر میں ٹھہر نہ سکتا اور تم نکل جاتے چونکہ تمھیں وہ کیفیات میسر نہیں جو کیفیات مجھے میسر ہیں۔

اسوقت میرے صحابہ گھر میں بیٹھ لیتے ہو اھل وعیال کو بھی ٹائم دیتے ہو کاروبار کو بھی دے لیتے ہو۔ چونکہ تمھیں وہ کیفیات میسر نہیں جو مجھے ہیں۔ اور یہ میری

Marfat.com

برداشت ہے کہ وہ سب کچھ موجود بھی ہے۔ پھر بھی تمھیں پاس بٹھاتا بھی ہوں اور سینے سے لگاتا بھی ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ بیان کیا۔تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ لفظ بولے۔

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ

کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔کوئی حیثیت نہ ہوتی درخت ہوتا میں کوئی انسان نہ ہوتا۔انسان سے تو مواخذہ بڑا ہے انسان پر تو ذمہ داریاں بہت ہیں۔اسکے لیے کیفیات بڑی اہم ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری جو منفرد قسم کے صوفر ہیں اس امت کے یوں بولنے لگے کاش میں ایک درخت ہوتا مجھے کاٹ دیا جاتا۔اب تصور کرو کہ رسول اکرم ﷺ کی اپنی کیفیات کس قدر بلند و بالا ہیں۔اور ان کے مقابلے میں صحابہ کرام اگر ان میں ہر ایک صوفی کڑوڑ یا صوفیوں سے بڑا صوفی لیکن محبوب علیہ السلام کے قلب اطہر کے مقابلے میں انکو وہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔اسواسطے واضح طور پر فرمادیا۔اگر تمھیں ایسا علم میسر ہوتا تو پھر ایسا ہوتا۔تو چونکہ ایسا علم تمھیں میسر نہیں ہے۔لہذا اس کے جواب میں جو چیز آنی تھی وہ بھی تم اس وقت موجود نہیں ہے۔تم اس وقت میرے پاس بیٹھتے ہو کاروبار بھی کرتے ہو۔اگر چہ ہر لمحہ ان کا سعادتوں میں گزرتا ہے لیکن وہ مسئلہ کہ سارے گھر ہی چھوڑ جاتے جنگل میں چلے جاتے اور ہر وقت روتے ہی رہتے ایسی صورتحال نہیں تھی تو اس سے پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے صحابہ کرام کو فیض ملا ہے اور صحابہ کرام جب تک رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہیں اس

Marfat.com

وقت حالت اور درجے کی ہے۔ اور وہاں سے نکل کر جب اپنے کام پہ چلے گئے ہیں اگرچہ حکم خداوندی پر گئے ہیں لیکن اب دل کی وہ حالت نہیں رہی جو پہلے محبوب علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔

یہ حدیث شریف مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی ہیں ان کا بیان ہے کہتے ہیں

لَقِیَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ

مجھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے تو مجھ سے انہوں نے پوچھا

کَیْفَ اَنْتَ

اے حنظلہ کیا حال ہے تو میں نے کہا

نَافَقَ حَنْظَلَۃُ

حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مجھ سے پوچھا۔ کہ اے حنظلہ تیرا حال کیا ہے تو میں نے کہا حال کیا ہونا ہے میں تو منافق ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاتَقُوْلُ

اے حنظلہ کیا کہتے ہو۔ یہ کیسی بات ہے تم تو پکے صحابی ہو تم کیسے کہہ رہے ہو کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اب یہاں سے یہ بھی اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے دل کی تلاشی کتنی لیتے گے۔ اور کس حد تک اس کھوج میں تھے دل کی حالت کیا رہتی ہے۔ اور تقابل کرتے رہتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے زیر سایہ بیٹھے ہوتے ہیں اس وقت حالت کیا ہوتی ہے اور جب گھر بیوی بچوں کے پاس چلے جاتے ہیں اس وقت حالت کیا ہوتی ہے اب

Marfat.com

کیا دور تک حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے سوچا ہوا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر وجہ کیا ہے۔ کیا منافقت سمجھتے ہو۔ تو حضرت حنظلہ کہنے لگے وہ یہ ہے۔

نَکُوْنُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ تو کیا ہوتا ہے۔

یُذَکِّرُنا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ

آپ ہمیں قرآن پڑھ کے سناتے ہیں۔ جنت کا منظر سامنے ہوتا ہے۔ جنت کے بارے میں درس ہوتا ہے۔ کبھی جہنم کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ تو جس وقت ہم آیات کو سنتے ہیں تو کیا ہوتا ہے۔

حَتّٰی کَاَنَّا رَائِیْ عَیْنٍ

یوں لگتا ہے کہ جیسے جنت کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ایسا رسول اکرم ﷺ کا انداز ہوتا ہے کہ لفظوں سے ہمیں جنت نظر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب جہنم سے ڈراتے ہیں۔ تو یوں لگتا ہے کہ جہنم کا ہم نے مشاہدہ کرلیا ہے۔ تو جنت کو دیکھ کر بندگی کا مزید شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور جہنم کے ان شعلوں کی وجہ سے برے کاموں سے مزید بےزاری پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ اس وقت تک حالت ہوتی ہے جب تک ہم رسول اکرم ﷺ کے دربار میں موجود ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ایک وقت آتا ہے۔

اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ

جب ہم اجازت لے کے گھروں کو جاتے ہیں۔

عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ

Marfat.com

تو ہم اپنی ازواج کے پاس اپنے بیٹوں کے پاس جا کے معروف ہو جاتے ہیں۔ والضیعات اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ گھر چلے جاتے ہیں۔ اہل وعیال کو بھی ٹائم دیتے ہیں۔ کاروبار کو بھی ٹائم دیتے ہیں۔ تو جب وہاں جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔

فَفَسِینَا کَثِیراً

وہ پہلے والی لذت نہیں رہتی جو اس وقت تھی جب رسول اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھی۔ وہ لذت برقرار نہیں رہتی جب ہم گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ صورتحال جب میں تبدیلی دیکھی کہ وہاں اور ہے اور گھر میں اور ہے۔ تو میں نے اسکو منافقت کہہ دیا ہے۔ کہ اب منافقت آ گئی حنظلہ منافق ہو گیا کہ جیسی حالت سرکار کے سامنے ہوتی ہے وہی گھر میں ہونی چاہیے۔ آخر گھر میں آنے کے بعد بیوی بچوں کے پاس آنے کے بعد کاروبار میں لگ جانے کے بعد دل کی حالت تبدیل کیوں ہو جاتی ہے۔ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کی تلاشی لی یہ مرض بیان کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسکی تصدیقات کی کہنے لگے۔

اِنَّا لَنَلقیٰ مِثلَ ھٰذَا

حنظلہ یہ تو ہم بھی محسوس کرتے ہیں۔ جو بات تم نے محسوس کی وہ ہم بھی محسوس کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ہماری حیثیت اور ہوتی ہے۔ لیکن جب گھروں کو چلے جاتے ہیں تو دل کی حالت اور ہوتی ہے۔ اور پھر یہ یقین سے سمجھیں کہ انکی وہ گھروں کی دل کی حالت جس پر ان کو اس وقت اعتراض تھا وہ بعد والے صوفیا سے کروڑ درجہ اونچی حالت تھی۔ لیکن پھر بھی وہ خیر الوقت کے سب سے بڑے قائد ہیں۔ امت کے اندر سے انہیں یہ چاہیے تھا کہ مزید اسمیں کوئی چمک پیدا ہونی چاہیے۔

Marfat.com

جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا۔ حنظلہ یہ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں کہنے لگے چلو دونوں ہم چلتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے جا کے پوچھتے ہیں۔

یہ دونوں جس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور ساری بات بیان کردی۔ صدیق اکبر کہتے ہیں کہ حنظلہ آئے میں نے حال پوچھا تو یہ کہتے ہیں میں منافق ہو گیا ہوں اور پھر میں نے پوچھا منافقت کیا ہے تو انہوں نے یہ صورتحال بیان کردی۔ یارسول اللہ ﷺ اب اسکا حکم کیا ہے۔

تو میرے محبوب علیہ السلام کا جواب یہ تھا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ

میرے صحابہ سن لو میرے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَکُوْنَ عِنْدِیْ وَ فِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ۔

میرے صحابہ یہ فرق تو آخر ظاہر ہونا ہی ہے۔ اگر یہ بھی ظاہر نہیں ہوگا تو تمھیں میرے دربار کی عظمت کا پتہ کیسے چلے گا۔ ایسی تو کچھ تبدیلی آنی چاہیے سن لو۔

اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَکُوْنَ عِنْدِیْ

میری پاس رہتے ہوئے جو تمھاری حالت ہوتی ہے اگر وہی بعد میں بھی رہے

لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ

پھر تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے آجائیں۔ فرشتے آکے تم سے مصافحہ کریں۔

عَلٰی فُرُشِکُمْ

Marfat.com

کہاں کعبہ جاؤ تو اور وہ تم سے مصافحہ کرنے آئیں یا بیت المقدس میں پہنچو اور وہ مصافحہ کرنے اتریں فرمایا نہیں تم اپنے بستروں پہ بیٹھو گے وہ آ کے تم سے مصافحہ کریں گے۔

وَفِی طُرُقِکُمْ

تمہارے راستوں میں لائنیں بنا کے کھڑے ہوں گے تم سے مصافحہ کرنے کے لیے۔

لٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً سَاعَۃً

لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ یہ منافقت نہیں ہے۔ بلکہ تمہارا ایمان پکا ہے۔ تمہارے اندر یقین پکا ہے۔ تمہارا تقویٰ پکا ہے تمہاری طہارت پکی ہے۔ لیکن آخر ساعت ساعت کا فرق ہوتا ہے۔ دربار نبوت والی گھڑی اور ہوتی ہے۔ کارخانہ کی گھڑی اور ہوتی ہے۔ وہ بھی اگرچہ عظمت موجود ہے۔ لیکن یہ فرق درمیان میں رکھا گیا۔ اور اسکو منافقت سے تعبیر نہ کرو یہ تبدیلی باہر جا کے کچھ آنی ہوتی ہے۔ اور تم اپنے خلوص کو برقرار رکھو۔ اللہ اسی پر تمہیں کامیابیاں عطا فرمانے والا ہے۔

تو تمہید میں شروع میں اس انداز کی تبدیلی چونکہ اس وقت بزم سے اٹھ کے بھی آجاتی تھی۔ اب یہ صحابہ کرام اپنے فیلڈ میں موجود ہیں۔ تو ان کو بہت سوز حاصل ہے اور بہت ساز ہے تقویٰ و پرہیزگاری کا بہت رنگ موجود ہے۔ بالآخر جس وقت تابعین کا عہد آرہا تھا اور صحابہ کرام اٹھتے جارہے تھے ایک تقابلی جائزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پیش کیا۔

جس سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ اب واقعی اس فن اور کورس کی ضرورت پڑرہی تھی۔ کہ جس کو تصوف کے نام سے صالحین نے لوگوں میں متعارف کروایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حدیث شریف بخاری میں اور مشکوٰۃ کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔ کہ جب انہوں نے تابعین کے کچھ طریقے دیکھے تو فرمانے لگے۔

Marfat.com

اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ

اے تابعین تم کچھ کام ایسے کرتے ہو جو کہ تمھارے نزدیک بال سے بھی زیادہ باریک ہیں۔ یعنی ان کاموں کا چھٹانگ بھی وزن نہیں چہ جائیکہ پہاڑ جتنا وزن ہو۔ تم کچھ ایسے کام کرتے ہو جو تمھارے نزدیک تمھاری آنکھوں میں بال سے بھی وہ کام باریک ہیں۔ اور معمولی سے کام ہیں۔

کُنَّا نَعُدُّ هَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ

لیکن وہی کام ہم رسول علیہ السلام کی ظاہری حیات میں مہلکات سے شمار کرتے تھے۔ آج جس کام کو تم سمجھتے ہو کہ کوئی نہیں اسکا بوجھ بال جتنا ہی ہوگا۔ معمولی سی کوئی غلطی ہے یہ کوئی جرم نہیں ہے جس کو تم یہ سمجھتے ہو ہم اسے پہاڑ سمجھا کرتے تھے۔ یہ ہمارے تقویٰ کا جو تقاضا تھا اور ہم جس راہ سے گذر کے آئے ہیں۔ اور ہم نے جو رسول اکرم ﷺ سے پڑھ کے اور سیکھ کے بلند معیار پایا تھا۔ ہم جن چیزوں کو پہاڑ سمجھتے تھے آج تم ان چیزوں کو بال سمجھ رہے ہو۔

اب یہ تابعین کا زمانہ جو خیرو القرون میں سے ہے۔ اور جو تابعین تقویٰ کے پہاڑ ہیں اور بعد والوں سے ہزار مرتبہ افضل ہیں۔ لیکن حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو تبدیلی محسوس کی تھی اس کو انھوں نے بیان کردیا کہ ہمارے نزدیک جو مہلکات میں سے کام تھے۔ اور جس کی وجہ سے بندہ ھلاک ہوجاتا ہے۔ اب تمھارے اندر وہ رائج ہو رہے ہیں اور تم ان کو مہلکات نہیں سمجھتے تم ان کو اپنے لیے کیا سمجھتے ہو۔ یہ معمولی ہیں اور بال سے بھی باریک ہیں تو یہ ایک اسطرح تبدیلی کا ایک تسلسل تھا۔ کہ اب تو تابعین کا زمانہ ہے۔ اس سے آگے جس وقت بات نکلے گی۔ تو

Marfat.com

مزید ان کا اعتبار گر جائے گا۔ اب ضرورت تھی ایسی چیز کی جو دوسری صدی ہجری کے اندر ہی تصوف کے نام سے پورا ایک شعبہ رائج کر دیا گیا کہ جن کے قوانین اور جس کے ضابطوں سے پھر لوگوں نے اپنے سینوں کو منور کیا اور دلوں پر پڑے ہوئے غبار کو اتار کے اپنے آپ کو وہی چمک دلائی جو بارگاہ نبوت سے ان کے لیے پہنچ رہی تھی۔

ایسی صورتحال میں اس کی مثال یوں سمجھو کہ

ایک مریض کو دوائی پینے کے لیے میسر ہے میٹھا شربت ہے۔ اس کو کہیں درد ہو رہا ہے اور اس درد کے لیے وہ شربت موجود ہے۔ وہ پیے گا تو شربت اس جگہ تک اس کے حلق سے ہوتا ہوا پہنچ جائے گا۔ لیکن دوسرے کو شربت میسر ہی نہیں۔ اور اس کے پاس صرف ایک مالش ہے اب جہاں اس مالش نے پہنچنا ہے وہ منہ کے ذریعے استعمال ہی نہیں کر سکتا۔ اس سے نیا پرابلم بن جائے گا تو اب وہ اس کی مالش سینے کے اوپر کرے گا، رگڑے گا تو آہستہ آہستہ اس کے بدن کی مسام سے ہوتی ہوئی اندر داخل ہوگی اور بڑے وقت کے بعد تدریجاً وہاں پہنچے گی جہاں پر شربت ایک منٹ میں پہنچ گیا تھا۔ فوراً گھونٹ بھرنے سے وہاں پہنچا لیکن مالش میں بڑی کوشش کرنی پڑے گی ۔ رگڑنا پڑے گا پھر تھوڑی تھوڑی جا کے آگے پہنچے گی اور بڑی دیر کے بعد جہاں ضرورت تھی وہاں جا کے اپنا کام کرنا شروع کر دے گی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تو وہ تھے جو گھونٹ پینے والے تھے۔ لیکن بعد والوں کو اب ضرورت پڑ رہی تھی کہ اسطرح کی مالش کے ساتھ انکی تبدیلی ان کے اندر رونما کی جائے تصوف کی حقیقت کے اندر ان کو یہ نصاب دے دیا گیا کہ بعد میں بھی اب گذارہ تو کرنا ہے اور وہ حالت حاصل کرنے کی کوشش تو کرنی ہے۔ تو یہ صوفیا نے تجربات سے ہمیں ایک نصاب دے دیا کہ جسکی روشنی میں آج بھی دل کو چمک دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں یہاں پر مجموعی طور پر تین چیزیں ہیں۔

اس کو معراج التَّشوُّف الی حقائق التصوُّف میں بیان کیا گیا ہے۔

اَوَّلُهٗ عِلمٌ وَاَوْسَطُهٗ عَمَلٌ وَآخِرُهٗ مَوْهِبَةٌ

تصوف میں سب سے پہلے علم دوسرے نمبر پر اس میں عمل ہے اور تیسرے نمبر پر اس عمل پر مرتب ہونے والا اللہ کا فضل ہے۔

پہلے علم آتا ہے پھر علم کی وجہ سے جس وقت وہ اپنے آپ کو اسکے مطابق ڈھالتا ہے تو اللہ اسکی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی طرف سے ولایت کا ثمرہ مرتب فرمادیتا ہے۔

اس سلسلے میں علم کتنا ضروری ہے۔

حضرت امام مالک کا یہ قول ایفاظ الھِمَم کے صفحہ نمبر ۶ پر موجود ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

جو صوفی تو بنے علم دین حاصل نہ کرے تو امام مالک فرماتے ہیں۔ وہاں زندیق بننے کا خطرہ ہے۔ ہوسکتا ہے وہ زندیق بن جائے۔

وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ

جو علم تو پڑھے گا مگر تصوف کی طرف مائل نہ ہو فَقَدْ تَفَسَّقَ ہوسکتا ہے وہ فاسق بن جائے۔ وہ فاسق بن گیا۔

Marfat.com

وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَهُمَا

جوان دونوں کے درمیان جمع کرتا ہے۔ فَقَدْ تَحَقَّقَ تو وہ حقیقت میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ حقیقت کو پالیتا ہے، تو یہ بھی ہمارے ہاں دونوں شعبے موجود ہیں، فقاہت کا بھی اور تصوف کا بھی اوران کے درمیان جمع ہے لیکن یہ بعد میں ہے کہ ڈیوٹی کسی کی ایک شعبے میں ہے اور کسی کی دونوں شعبوں کے ساتھ ہے لیکن حقیقت ہر حال اُسے ملے گی جس کے اندر دونوں شعبے حقیقت میں موجود ہوں آگر چہ وہ ڈیوٹی کسی ایک کی کر رہا ہے وہاں فقاہت بھی ہو اور وہاں تصوف بھی ہو اسکے بعد

• جَمَعَ بَیْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

خالق کائنات جل جلالہ اس کو منزل حقیقت عطا فرما دیتا ہے۔

اسکے بعد سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مدارج السالکین جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۲۴ پر ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

اَلطُّرُقُ کُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ عَلَى الْخَلْقِ اِلَّا عَلٰى مَنِ قْتَفٰى آثَارَ الرَّسُوْلِ ﷺ

مخلوق کے لیئے اللہ کی طرف جانے والے سارے راستے بند ہیں۔ صرف اسی کے لیے کھلتے ہیں جو سُنّتِ نبوی کی پیروی کرتا ہے۔ جو یہ چاہے کہ سُنّت کو چھوڑ کے اللہ کو جا ملے سُنت کو چھوڑ کے وہ خدار سیدہ بن جائے سنت کو چھوڑ کے وہ صوفی یا ولی یا صالح بن جائے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسا پائے کا صوفی اور صوفیوں کے سالار

Marfat.com

کہتے ہیں کہ اس کو کبھی راستہ نہیں ملے گا۔ بھٹکتا رہے۔ گرتا رہے گا ڈگمگاتا رہے گا۔ وہی راہ پا سکے گا جو سنت کی روشنی میں اللہ کے دربار کی طرف بڑھ رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو خود اپنی منزل کا پتہ عطا فرما دے گا۔

حضرت ابوحفص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَنْ لَمْ یَزِنْ اَفْعَالَهٗ وَاَحْوَالَهٗ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَمْ یتّهم خَوَاطِرَهٗ فَلَایُعَدُّ فِیْ دِیْوَانِ الرِّجَالِ

(مدارج السالکین، جلد۲، ص۵۲۴)

جو شخص روزانہ اپنے معمولات کو قرآن وسنت کے ساتھ وزن نہیں کرتا۔ اپنے معمولات کو رکھ کے قرآن وسنت سے چیک نہیں کرتا۔ تو اسکا نام ولیوں کے رجسٹر میں لکھا ہی نہیں جاتا۔

اسکا نام ولیوں میں لکھا جاتا ہے۔ جو اپنے دل کی حالت بھی اور اپنے اعمال و احوال کو قرآن وسنت کے سامنے رکھ کے چیک کرتا ہے کہ واقعی قرآن وسنت نے میرے ان کاموں کی تائید کی ہے روزانہ اس کام میں لگا رہتا ہے اسکا نام ولیوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یہ قول بھی مدارج السالکین میں موجود ہے۔ فرمانے لگے۔

صوفی کو بڑا باضبط ہونا چاہیے۔ حوصلہ والا اور اسکے اندر برداشت کی بڑی طاقت ہونی چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تھوڑا سا نور ملے تو اس سے ہی اسکا سینہ پھٹ جائے۔

صوفی کے لیے تین چیزوں کی پابندی بڑی ضروری ہے۔

پہلے نمبر پر ضروری بات یہ ہے

Marfat.com

لَا یُطْفِی نُوْرُ مَعْرِفَتِہٖ نُوْرَ وَرْعِہٖ

اس کی معرفت کا نور اسکی پرہیزگاری کے نور کو بجھا نہ سکے۔ معرفت آئے اور پرہیزگاری چلی جائے۔ معرفت کا دیا روشن ہو اور پرہیزگاری کا چراغ بجھ جائے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ صوفی وہ ہوگا جس کی معرفت کا نُور اس کی پرہیزگاری کے دیئے کو بجھا نہ سکے بلکہ مزید اس کو روشن کر رہا ہو۔

دوسرے نمبر پر ضروری بات یہ ہے۔

وَلَا یَتَکَلَّمُ بِبَاطِنٍ فِیْ عِلْمٍ یَنْقُضُ عَلَیْہِ ظَاہِرُ الْکِتَابِ

وہ کوئی ایسی باطنی باتیں نہ چھیڑے اور ایسے باطنی اسرار کہ جس کو ظاہر قرآن رد کر رہا ہو اپنی طرف سے کوئی امرِ دین بنا کے نہ پیش کرتا رہے۔ اگر ایسا کرے گا تو پھر بھی اسکا ہاضمہ درست نہیں رہا تصوف سے باہر آ رہا ہے اس کا تصوف کے لحاظ سے ہاضمہ تب درست ہے کہ اس میں ایسی برداشت ہو۔ اگر کوئی مخفی اسرار اس کو نظر آتے ہیں تو پہلے قرآن سے انکو چیک کرے۔ قرآن انکی حمایت کر رہا ہو تو پھر ان کو بیان کرے۔ ورنہ وہ ایسے اسرار کو ہرگز ظاہر نہ کرے۔

تیسرے نمبر پر ضروری بات یہ ہے۔

وَلَا تَحْمِلُہُ الْکَرَامَاتُ عَلٰی ھَتْکِ اَسْتَارِ مَحَارِمِ اللّٰہِ

اس کی کرامتیں اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے پردوں کو پھاڑنا شروع نہ کر دیں اس کی کرامتوں سے محارم کے پردے پھٹنے نہ شروع ہو جائیں۔ یہ اگر پابندی کر سکے گا تو اس کو صوفی کہا جا سکے گا۔ یہ تینوں چیزیں ضروری ہیں۔

ان تینوں چیزوں کو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف اور صوفی کے

Marfat.com

لیے لازم قرار دیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو عمل کی حیثیت ہے اسکو بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

مجمع عام میں اپنے دوستوں میں یہ کہہ دیا۔

لَوْنَظَرْ تُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ اِلٰی اَنْ یَرْتَفِعَ فِیْ الْهَوَاءِ

اگر ایک شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کو اتنی کرامتیں دی گئی ہیں کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے تم اس کو بغیر کسی سبب کے ہوا میں اُڑتے دیکھ لیا۔

فَلَا تَغْتَرُّوْا بِهٖ

اس سے ہی اس کے فریب میں نہ آجاؤ۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ کسی کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کے اس پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ کہ یہ کوئی بڑا ولی ہے ایک بات دیکھو اگر اس میں پکا ہے تو پھر تم اس کو مان جاؤ۔ ورنہ اس سے اپنے آپ کو بچا لو۔

آپ فرماتے ہیں۔

حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَهٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ

یہاں تک کہ تم یہ دیکھو کہ اسکا معاملہ اللہ کے امر و نہی کے ساتھ کیا ہے۔ جب اَقِیْمُوْا کا حکم ہوتا ہے کیا نماز پڑھتا ہے یا نہیں۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کا موسم آتا ہے تو کیا روزے رکھتا ہے یا نہیں اسکو اللہ کے اوامر اور نواھی کے لحاظ سے بھی چیک کر لو۔

وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَاَدَاءِ الشَّرِیْعَةِ

شریعت کی پابندی دیکھو حدود اللہ کا پہرہ دیکھو۔ یہ دیکھنے کے بعد اب تم اسکو

Marfat.com

تسلیم کر جاؤ۔ اسکے سوا کوئی ہوا میں چھلانگیں بھی لگاتا پھرے اڑتا بھی پھرے اس کو ماننے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ بغیر شریعت کے پہرے کے مان جاؤ گے تو وہ فریب ہوگا۔ وہ روحانیت نہیں ہوگی۔ روحانیت اس کو کہا جائے جب شریعت کے پہرے کے اندر یہ کمال نظر آرہا ہوگا۔

اور یہ بھی ظاہر کرنا بعض کے نزدیک مجبوری ہے اسکے بارے میں بڑے بڑے عجیب لفظ بولے حتی الوسع کوشش کرے کہ اسکا ظہور ہی نہ ہو اور کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔ تو یہ صورتحال ہے کہ ظاہر ہو جائے تو پھر یہ دیکھو کیا شریعت کی پابندی موجود ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کہتے ہیں اگر ایسی صورتحال ہے پابندی کی تو وہ یقیناً اللہ کا ولی ہے۔ اسکو تم تسلیم کر سکتے ہو۔

آپ اپنے خادم کو لے کر ایک شخص کو ملنے گئے جس کے بارے میں اس نے اپنی تشہیر کروا رکھی تھی کہ میں اللہ کا ولی ہوں۔ حضرت بایزید بسطامی جب اس کو ملنے گئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو کھڑا تھا اس کو کھانسی آگئی۔ جب اسکو کھانسی آئی تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔

حضرت بایزید بسطامی نے اپنے ساتھی سے کہا چلو واپس چلتے ہیں سلام بھی نہ کہا۔ ملاقات کرنے گئے تھے۔ سلام بھی نہیں کہا۔ جب واپس نکلنے لگے تو اپنے اس دوست سے کہا جو ساتھ موجود تھا۔

هٰذَا غَيْرُ مَامُوْنٍ عَلٰى اَدَبٍ مِّنْ آدَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَيْفَ يَكُوْنُ مَاْمُوْنٌ عَلٰى مَايَدَّعِيْهِ

فرمانے لگے جو بندہ نبی علیہ السلام کی ایک سنت کے ساتھ انصاف نہیں کر سکا

Marfat.com

وہ طریقت کے ساتھ انصاف کیسے کر سکے گا۔ جس کو یہ پتہ نہیں کہ نبی علیہ السلام کا ادب اس معاملہ میں کیا ہے۔ جو یہ نہیں کر سکا تو وہ اپنے دعویٰ میں کیسے سچا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی یہ وہ لوگ ہیں جو تصوف کے ستون ہیں اور ان کی تعلیمات میں تصوف کی تعلیمات ہیں۔ آپ نے ملنے سے اجتناب کیا اور فوراً واپس آگئے۔ فرمایا یہ بندہ صوفی نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے کہ میں نے اسمیں سنت کی خلاف ورزی دیکھ لی ہے۔

اس سلسلے میں صوفی جب پابندی کر کے آگے مراتب کو پاتا ہے۔ اسکی حالت کیا ہوتی ہے۔

معراج التشوّف الی حقائق التصوف کے صفحہ پانچ ۵ پر لکھا ہے۔

اَلصُّوْفِیُّ کَا لْاَرْضِ یطوہ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ

صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے۔ اس پر نیک بھی قدم رکھ کے چلتا ہے برا بھی چلتا ہے۔

وَکَا لسَّماءِ تَظِلُّ کُلَّ شَیءٍ

اور اس کی حقیقت آسمان جیسی ہوتی ہے اپنوں پہ بھی سایہ کرتا ہے غیروں پہ بھی کرتا ہے

وَکَا لْمَطَرِ یَسْقِیُ کُلَّ شَیءٍ

اور وہ بارش کی طرح ہوتا ہے ہر ایک کو ہی پلا دیتا ہے۔ یہ اس کی حالت ہوتی ہے یہ اس کی فیاضی ہوتی ہے۔ کہ اللہ کے ولی کا دروازہ کھلا ہے۔ یہ اسکی سخاوت ہے کہ جو بھی آئے وہ چلّو بھر کے لے جائے۔

لیکن اسکو آج کچھ لوگوں نے غلط پس منظر میں سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے بورڈ لگوائے کہ روحانیّت حاصل کروا گرچہ تعلق تمھارا کسی مذہب سے ہو خواہ یہودی ہو خواہ عیسائی ہو خواہ ہندو ہو روحانیت حاصل کرنے کے لیے آجاؤ۔

Marfat.com

تو روحانیت کے لیے بھی شرط تو آج اسلام ہے اگر وہ نہیں ہے تو روحانیت کہاں سے آئے گی۔ کچھ ایسا کہتے کہتے رہ گئے کچھ اب بھی ایسے پوسٹر چھپوا رہے ہیں۔ روحانیت کوئی معجون ہے۔ کہ جس مسلک سے بھی ہو وہ آپ دے دیں گے اور روحانیت آجائے گی۔ نہیں نہیں سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ صوفی کا دروازہ تو کھلا ہے لیکن جو بھی آئے آئے لیکن ایسا نہیں کہ جو آئے ویسا ہی چلا جائے۔ جب آئے تو لے کے وہ ایمان جائے۔ آئے اور لے کے تقویٰ جائے۔ آئے اور لے کے تحفہ شعار ایمان جائے۔ یہ اس کی حالت ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں ایسا صوفی ہوں کہ نہ میں اپنے مسلک کا اظہار کرتا ہوں اور نہ میرا تعلق کسی مسلک کے ساتھ ہے اور نہ ہی میں کسی مسلک کا نمائندہ ہوں نہ اور کسی مسلک کا میں علمبردار ہوں اھلسنت و جماعۃ سے میرا کوئی تعلق نہیں میں سب کا ہوں۔ تو اس کے بارے میں ہرگز اسکی روحانیت اور اسکے تصوف کا اسلام نے کوئی تحفظ نہیں دیا اور نہ ہی کوئی حقیقت ہو سکتی ہے۔

میرے بھائیو۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑا صوفی کون ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ جن کا نام برکت کے لیے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ مکتوب شریف میں انھوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا یہ مکتوب لکھ کر اسکو واضح کیا کہ صوفی کو مسلک کے لحاظ سے کتنا مضبوط ہونا چاہیے۔ اور اسکی کیا حیثیت ہونی چاہیے۔

اگر تمام احوال و مواجید را بما دھند و حقیقت ما را بعقائد اھلسنت و جماعت متحلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمیدانم۔

فرمانے لگے اگر میرے مرید اور میرے ماننے والے دوسرے لوگ ہر کمال ہی

Marfat.com

میرا بیان کریں میرے مواجید میری حالتیں میری کیفیتیں اور میری کرامتیں بیان کرتے کرتے تھک جائیں مگر مجھ کو سنی نہ کہیں۔

جز خرابی ہیچ نمید انم

میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے میری خرابیاں بیان کی ہیں خوبیاں بیان نہیں کیں۔

اگر حقیقت مار العقائد اہلسنت و جماعت متحلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمید انم

انہوں نے مجھ کو صوفی کہا سالک کہا غوث کہا ابدال کہا جو کچھ کہتے رہے مگر میرا تعارف اس لحاظ سے نہیں کروایا کہ یہ عبید اللہ احرار سنی بھی ہیں۔تو فرمانے لگے جز خرابی ہیچ نمہید انم یہ سارا کچھ خراب ہے جو انھوں نے کہا مجھے کچھ بھی نہیں کہا۔میرا تو تعارف انھوں نے کروایا ہی نہیں کہ میں ہوں کیا

دوسرے نمبر پر فرمانے لگے

اگر تمام خرابی مارا بر ما جمع کند و حقیقت مار العقائد اہلسنت و جماعت بنوازند

اگر ہر عیب میرے اوپر جمع کر دے مجھ کو جو کہنا چاہے کہ دے۔کہے یہ چور ہے یہ ظالم ہے یہ فلاں ہے فلاں ہے۔میرا ہر عیب بیان کرے اور تمام عیب میری طرف منسوب کر دے لیکن

حقیت مار العقائد اہلسنت و جماعت بتوازند باکے ندارم

ہر عیب میری طرف منسوب کر کے مجھ کو سنی کہیں تو میں سمجھوں گا کہ کوئی میرا نقصان نہیں ہوا۔میرے بارے میں جو کہدے حقیقت تو میں خود جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔اور میرا کردار کتنا پاک ہے لیکن میرا تعارف کروانے والوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ اب یہ کتنی پرانی داستانیں ہیں۔اور یہ کیسے اساتین ہیں تصوف کے لحاظ سے انھوں نے اس بات کو واضح کر دیا کہ صوفی کے دروازے کے کھلے ہونے کا مطلب یہ نہیں

Marfat.com

ہے کہ اس صوفی کا مسلک اھلسنت و جماعۃ نہیں ہوگا۔ اور اس کے بغیر ہی صوفی بن جائے گا۔ اور اس کے بغیر ہی وہ سب کچھ بن جائے گا۔ فرمایا نہیں نہیں

یہ خرابی ہوگی اس میں کسی طرح کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا کمال صوفی کے تعارف میں یہ ہونا چاہیے کہ اللہ نے اسے مسلک کی حقانیت عطا فرمارکھی ہے۔

یہاں یہ بات بھی کھل کے سامنے آگئی کہ یہاں کچھ کا بنایا ہوا نظریہ کہ یہ کچھ متعصب مولویوں نے ایسے نام بنادیئے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب حضرت داتا گنج بخش علی ھجویر رحمۃ اللہ علیہ اگر اپنے آپ کو اھلسنت نہ کہلوائیں اور انکو چین نہ آئے اسمیں ہمارا کیا قصور ہے۔ اگر ہم نے اس کے لیے اس آواز کو بلند کیا۔ یقیناً ہمارا دوسری ملتوں کے سامنے تعارف محظ اسلام ہے لیکن اسلام کے اندر جب رخنے ڈالے جائیں اور لوگ جُدا راستے بنالیں تو ان سے بھی اپنے آپ کو الگ تھلگ بنانا اور کہنا کہ ہمارا وہ جرم نہیں جو وہ کررہے ہیں۔ تو یہ شناخت بھی تو ضروری ہے۔ اسواسطے حضرت داتا گنج بخش علی ھجویری ہوں یا حضرت معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ عنہ ایسے لوگ اس بات کو لازم کررہے ہیں۔ کہ یہ شناخت ضرور ہونی چاہیے۔ اور اس حکمت عملی اور نرمی کے ساتھ یہ سوغات عطا کی جائے۔ تاکہ بہتری ہوتی جائے۔ انکی بھی کایا پلٹتی جائے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی برکتوں کو سب کے شامل حال فرمادے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصوف کی حقیقت کے تقاضے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 22

حواس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْلِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِی یَفْقَھُوا قَوْلِی.

اَحْمَدُکَ اللّٰھُمَّ یَامُجِیبَ کُلِّ سَائِل. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِل. وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ ذَوِی الْفَضَائِل.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِااللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الاَمِیْن

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِالْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وَعَمَّ نوالُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات مفخر موجودات زینتِ بزم کائنات دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں قائد المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود سلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب اربابِ فکرو دانش نہائت ہی معزز محتشم حضرات وخواتین

رمضان شریف کے پُر کیف ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کیطرف سے فہم دین کورس کے بائیسویں سبق کی ہم سب کو سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کیلیئے یہ کورس دونوں جہاں میں عظمتوں کا سبب بنائے اور خالق کائنات اسکے لفظ لفظ کو ہمارے لیے روشنی اور خوشبو کی حیثیت عطا فرمائے ہمارا آج کا موضوع ہے

حواسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ موضوع بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے نہایئت اہم موضوع ہے کہ رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات نے جو حواس عطا کیے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حواس کے لحاظ سے بھی باقی تمام مخلوقات سے ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

آج کی گفتگو کا تعلق صرف حواس خمسہ ظاہرہ کیساتھ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت، چکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت چھونے کی قوت، ان کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات

Marfat.com

نے کتنی انفرادیت عطا فرمائی ہے اور اس لحاظ سے وہ حواس باطنہ ہیں یا بالخصوص نبوت کے خصوصی حواس۔اس وقت گفتگو حواس خمسہ ظاہرہ کے لحاظ سے ہے۔میں نے قرآن مجید برہان رشید سے سورۃ انعام کی آیت نمبر 125 ایک سو پچیس تلاوت کی ہے خالق کائنات جل جلالہ فرماتا ہے

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ.

Allah knows well where to place his messenger ship.

''خالق کائنات جل جلالہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسی مقام پر رکھے گا اور روز ازل سے اس نے کن لوگوں کو اپنی رسالت کیلئے منتخب فرمایا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا جب اس عرب کے ماحول میں اظہار ہو رہا تھا تو کئی لوگوں کو رشک پیدا ہو رہا تھا کہ خالق کائنات جل جلالہ یہ نبوت ہمیں عطا فرماتا بالخصوص ولید بن مغیرہ کا یہ تقاضا تھا اور اس کے حامی بڑے دلائل دیتے تھے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس فلاں صلاحیت بھی ہے مال اتنا زیادہ ہے نبوت اس کو ملنی چاہیئے تھی تو خالق کائنات جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه جو رسول بنانیوالا ہے وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ رسالت کا حقدار کون ہے اسی واسطے جب اس نے رسولوں کا انتخاب کیا تو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تخلیق کیا اور سب سے پہلے آپ کو ظہور کے مرحلہ پر سب سے بعد میں فائز کر کے ختم نبوت کا تاج آپ کو پہنا دیا اور آپ کو اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ایسے حواس عطا فرمائے کہ جن کی بنیاد پر ہر شخص یہ عقلی طور پر بھی فیصلہ کر سکتا

Marfat.com

ہے کہ نبوت ایک ایسی انفرادیت اور ایک ایسی عظمت ہے جو رب کائنات ازل سے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس خمسہ میں سے سب سے پہلے آپ کی جو بات کو سننے کی صلاحیت ہے اس پر گفتگو کرتے ہیں۔

سننے کی قوت

حدیث نمبر 1

مسند امام احمد جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 173 پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اِنّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ کچھ بھی دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ بھی سن لیتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ایسی آوازیں بہت سی ہیں جو تمہارے کانوں کو سنائی نہیں دیتی وہ میرے کانوں کو سنائی دیتی ہیں (اس تمہید کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)

اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ

آسمان سے ایک آواز آئی ہے میرے صحابہ تم نے وہ آواز نہیں سنی جو میں نے سنی ہے آسمان سے جو آواز آئی میں نے اُس کی آواز کو ہی نہیں سنا بلکہ میں اس کے سبب کو بھی جانتا ہوں کہ آواز کیوں نکلی ہے اور وہ نکلنی چاہیے تھی۔ اَطّت عربی زبان میں اس آواز کو کہتے ہیں جو لکڑی کی بنی ہوئی چیز کی چولوں سے آواز آتی ہے جب بوجھ زیادہ ہوتا ہے تو چولوں سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

ایسی آواز آسمان سے جب نکلی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں اس آواز کو سنا اور یہ کوئی چار پانچ میل کی دوری سے سننے کا عمل نہیں تھا حدیث صحیح کے مطابق زمین سے لیکر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اتنی دوری سے جو آواز نکلی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لفظوں کیساتھ کہ صحابہ کو متنبہ کیا

اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْن وہ آوازیں جو تم نہیں سنتے میں وہ بھی سنتا ہوں اتنی دور سے آواز نکلی تھی اور وہ آواز میں نے سنی وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ اور آسمان کا حق بنتا ہے کہ اس کی یہ آواز نکلے۔

لَیْسَ فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ

فرمایا اس آسمان میں کوئی جگہ بھی چار انگلیوں کے برابر خالی نہیں کہ جس میں کسی فرشتے نے سجدے میں سر نہ رکھا ہو تو چونکہ آسمان سارا بھر گیا ہے

لَیْسَ فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ

چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ کہیں خالی نہیں ہے پورے آسمان پر فرشتے اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں تو اس بنیاد پر آسمان پر جو رش ہو گیا ہے اس کی بنیاد پر آسمان کی یہ آواز نکلی ہے اور فلک کی اس آواز کو میں نے سن لیا ہے۔

اب رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جہاں اس سے ہمیں سماعت کا اندازہ ہو رہا ہے وہاں رویئت کا پتہ بھی چل رہا ہے کہ آپ کا مشاہدہ کہاں تک ہے اور آسمان کی جو آبادی ہے اس کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیع مطالعہ کتنا ہے۔ ایک ہے آسمان کو اجمالی طور پر جاننا اور ایک ہے آسمانوں کے چپے چپے کو جاننا تو چپے چپے کو جانتے ہوئے ہی یہ فرما دیا کہ کوئی چپہ بھی خالی نہیں ہے کہ جس میں فرشتے نے سر نہ رکھا ہو۔

اب سماعت کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہمارے

marfat.com

Marfat.com

لیے اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جب اتنی دور سے سن سکتے ہیں تو یہاں سے تو مدینہ شریف ایسا دور ہی نہیں ہے کہ اس سماعت میں کوئی رکاوٹ آجائے۔ جب زمین پر تھے تو آسمان کی آواز کو سن رہے تھے اور جب آسمان پر تھے تو

صحاح کی حدیث شریف ہے

یَابِلَالُ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ

جب بلال مکہ شریف میں چل رہے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج کی رات آسمانوں پر موجود تھے تو فرمایا جنت میں اپنے آگے آگے میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ سنی ہے۔ تو یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سننے کی پاور ہے اور سننے کی طاقت ہے کہ جس کو ہم کسی پیمانے کیساتھ محدود طور پر بیان نہیں کر سکتے اسکی ایسی بلندیاں ہیں کہ ہمارا طائر فکر اسکی بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف اس سماعت میں یہ عظمت ہے کہ عمومی طور پر دور سے سنے یا قریب سے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر الفاظ ہونگے تو کانوں میں سننے کی صلاحیت ہے اگر آواز حروف اور صوت نہیں ہوگی تو کان نہیں سن سکیں گے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کان وہ کان ہیں کہ جن کیلئے سماعت کیلحاظ سے لفظوں کا ہونا ضروری ہی نہیں اگرچہ الفاظ بھی نہ ہوں آواز بھی نہ ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کان مبارک پھر بھی سن لیتے ہیں۔

حدیث نمبر 2 (مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۵۴۲ پر)

اس سلسلہ میں ابوداؤد شریف میں حدیث شریف ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودیہ نے ایک بکری روسٹ کی اور اس کو زہر آلود کیا اور بالخصوص زیادہ زہر اُسکی اگلی ٹانگوں میں شامل کیا اُسے پتہ تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم بکری کی اگلی ٹانگ کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں اس میں زیادہ زہر ملا کر

اَھْدَتْھَا لِرَسُولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

وہ بکری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تحفے میں پیش کردی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ کرام نے اس سے کھانا شروع کردیا۔

فَاَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اَلزِّرَاعَ

آپنے بکری کی دستی پکڑلی اور اگلی ٹانگ کا گوشت کھانا شروع کیا۔ صحابہؓ کرام علیھم الرضوان بھی ساتھ تھے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ

فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا میرے صحابہ ہاتھ پیچھے ہٹالو اور بکری کا گوشت تناول مت کرو۔ وَاَرْسَلَ اِلَی الْیَھُوْدِیَۃِ اور اس یہودیہ کیطرف پیغام بھیجا اور اس کو بلایا) جب وہ پہنچی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

سَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ

کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا تو وہ کہنے لگی۔

مَنْ اَخْبَرَکَ

آپکو کس نے بتایا ہے میں نے زہر تو ملایا تھا میرا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر سچے نبی ہونگے تو ان کو پتہ چل جائیگا اور اگر جھوٹے ہونگے تو پھر ویسے یہ ختم ہوجائینگے دنیا سے چلے جائینگے میں نے زہر تو ملایا ہے لیکن آپکو یہ اطلاع کس نے دی ہے اور آپکو خبر کس نے دی ہے۔ خبر کے الفاظ تھے مَنْ اَخْبَرَکَ۔ آپکو خبر کس نے دی کہ اس میں زہر ہے میں نے بڑی خفیہ پلاننگ سے ملایا تھا اور آپ تک پہنچایا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں آپکو

Marfat.com

اس کا پتہ کیسے چل گیا۔

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اگلی ٹانگ کا گوشت تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اَخۡبَرَتۡنِی هٰذِهٖ مَافِی یَدِی لِلزِّرَاعِ

یہ میرے ہاتھ میں جو بکری کی اگلی ٹانگ کا گوشت ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ مجھ میں زہر ہے۔

اب لفظِ خبر کا اطلاق کیا حالانکہ یہاں پر کوئی لفظ نہیں کوئی حرف نہیں کوئی آواز نہیں کوئی جملہ نہیں اگر یہ بکری بولتی تو تب جب زندہ ہوتی تو اس وقت بھی اس کی زبان بولتی ٹانگ نہ بولتی اب تو ذبح ہو چکی ہے روست ہو چکی ہے اور آگ پر اتنی بار پکایا جا چکا ہے اور پھر اس کا بدن کٹ چکا ہے اسکی ٹانگ اس کے بدن سے جدا ہو چکی ہے اگر زندہ ہوتی اور پھر بولتی تو زبان کے لفظ سنائی دیتے لیکن ترجمہ پھر بھی نہ آتا یہ سماعت نبوی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کے روست ہو جانے کے باوجود اس کا بدن کٹ جانے کے باوجود اس کی اگلی ٹانگ کی بوٹی کی آواز کو سن لیا ہے اور سن کر یہ بتا دیا ہے کہ میرے صحابہ اس کو کھانے سے اجتناب کرو اس واسطے کہ اس میں زہر شامل کیا گیا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت اس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ بعض مقامات جہاں پر اوروں کو آواز آتی ہے لیکن وہ اس آواز کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے یہ توفیق دی ہے کہ جیسی بھی بولی ہو آپ فوراً اس کو سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے یہاں تک کہ انسان تو انسان رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیوانوں کی بولیاں بھی جانتے ہیں اس واسطے کہ جب اللہ نے آپ کو

Marfat.com

رسول بنا کے بھیجا ہے ہر مخلوق کیلئے تو ہر مخلوق کی بولی کا علم بھی دیا ہے اور ہر مخلوق کی بولی کو سن کر اس کو سمجھنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 3 (مشکوٰۃ کے صفحہ ۵۴۰)

اسی واسطے شَرحُ السُنَّة میں یہ حدیث شریف ہے حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک اونٹ آ گیا۔

فَلَمَّا رَاٰهُ البَعِيرُ جب اونٹ نے آپکو دیکھا جَرجَرَ آواز نکالی فَوَضَعَ جِرَانَهٗ اور اپنی گردن کا اگلا حصہ نبی علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جو گفتگو تھی وہ سن لی اور اسکے مالک کو بلا لیا اب جب وہ آواز نکال رہا تھا کہ وہ جو آواز نکال رہا ہے اس کا معنی کیا بنتا ہے مفہوم کیا ہے اور اس اونٹ کا مطالبہ کیا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کا یہ کمال ہے کہ آپ نے جب اُس آواز کو سنا تو فوراً مطلب بھی یوں سمجھا کہ اس کے مالک کو بلا کر فرمایا۔

اِنَّهٗ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ

کہ یہ اونٹ شکایت کر رہا تھا کہ میرا مالک چارا تھوڑا ڈالتا ہے کام زیادہ لیتا ہے لہٰذا یا تو یہ تم مجھے فروخت کر دو میں خود اس کا بندوبست کرتا ہوں یا پھر اس کے چارے کا خیال کیا کرو اب اونٹ نے جو آواز پیدا کی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں میں وہ جامع نظام اللہ نے رکھا ہے کہ جس طرح کی (جامعیں) دادرسی فرما سکتے ہیں جو وہ مانگتا ہے اس کو وہ عطا کر سکتے ہیں اور اس سے یہ پتہ چلا کہ یہ جو لینگویجز ہیں مختلف بولیاں ہیں ان کا معاملہ تو آسان سا ہے اب ہم ایک دو سال کا کورس کر کے کسی

Marfat.com

بھی لُغت یا زبان میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں لیکن کون ہے جو زندگی بھر اپنی زندگی گزار کے بھی اونٹ کی بولی کے سارے مطالب کو حاصل کر سکے اور اس طرح کہ چاہتا وہ کیا ہے تقاضا اس کا کیا ہوتا ہے

اس امر سے پتہ چلا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے عظمت دی ہے اور خود اعلان کیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

ہم نے ہر رسول کو ا[illegible]وم کی زبان دیکر بھ[illegible] ہے مطلب یہ کہ جن کیطرف ان کو بھیجا گیا اُن کی زبان کو سننے اور سمجھنے کی توفیق بھی دی گئی ہے تو چونکہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات کیطرف رسول بن کے آئے ہیں لہٰذا آپ ہر ذرے کی بولی بھی جانتے ہیں اور اس کے مطالبے کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جو مفہوم بیان کیا تو مناسبت یہ تھی کہ آخر یہ وہ رسول ہیں کہ میں جن کی امت میں ہوں ورنہ اور بھی لوگوں کے قدم تھے سر کہیں اور رکھ لیتا اس نے تلاش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں سر رکھا ہے اور پھر اپنی آواز نکال رہا ہے۔ تو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے اتنے وسیع خزانے عطا فرمائے ہیں کہ وہ بول رہا ہے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی آہ کو سنتے بھی ہیں اور سن کے جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری قوت دیکھنے کی قوت ہے۔ دیکھنے کی قوت کے لحاظ سے بھی آپ کی انفرادیت ہے سننے کی قوت کے مضمون میں بہت وسعت ہے اور بالخصوص وہ احادیث جو تم نے پیچھے حیات النبی کے

Marfat.com

موضوع میں سماعت کرلی ہیں کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 4

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَّی اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ علیہ السلام۔

(مشکواۃ شریف صفحہ نمبر 86)

کہ کائنات کے جس کونے سے بھی کوئی مجھے سلام کہتا ہے وہاں سے ہی اس کے سلام کو سنتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ تو وہ ایک جامع سماعت ہے۔ کہ جس کے اتنے شعبہ جات ہیں کہ آپ ظاہری حیات میں سو رہے ہوتے تھے پھر بھی سن لیتے تھے یہی حضرت یعلیٰ بن مرّۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرمارہے تھے وادی کے کنارے سے ایک درخت آیا اور وہ واپس چلا گیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے پوچھا کہ آج تک یوں درختوں کو چلتے پھرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا یہ درخت کیا کرنے آیا تھا تو بظاہر جاگ تو حضرت یعلیٰ رہے تھے بتانا اُن کو چاہیے تھا کہ درخت کیا کرنے آیا ہے لیکن پوچھتے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اس واسطے کہ ہمارے نبی علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی۔ بخاری شریف ۱:۲۲۱

بخاری شریف میں ہے فرمایا آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے تو دل کے بیدار رہنے کا مطلب کیا ہے کہ جو کچھ کوئی کہتا ہے میں اس بات کو سنتا ہوں اور اس بات کو سن کے سمجھتا ہوں اور جواب دیتا ہوں تو پتہ کیا چلا کہ جو اس وقت نیند کی حالت

Marfat.com

میں سماعت معطل نہیں ہوئی تو آج بھی وہ سماعت معطل نہیں ہے اگر حالت نیند کے اندر کوئی سلام کہہ رہا تھا تو محبوب علیہ السلام سن رہے تھے اور حضرت یعلیٰ کو بتا رہے تھے

شَجَرَةٌ اِسۡتَاذَنَتۡ رَبَّهَا اَنۡ تُسَلِّمَ عَلَيَّ

گویا کہ اے یعلیٰ یہ امتی ہے میرا کب سے تڑپ رہا تھا کہ مجھے سلام کہے یہ وہاں جا نہیں سکا تھا اب میرا یہاں سے گزر ہوا تو اس کے جذبات مچل پڑے۔

یہ کہاں نصیب میرے کہ تو آپ چل کے آتا
کوئی جذبۂ محبت میرے کام آگیا ہے
میرے دل کی دھڑکنوں میں تیرا نام آگیا ہے
کہہ لو قبول آقا یہ غلام آگیا ہے

یہ تو سلام کہنے کیلئے آیا ہے اور سلام کہہ کے واپس جا رہا ہے تو جو اس وقت حالت نیند میں سن لیتے ہیں جبکہ نیند میں سماعت معطل ہو جاتی ہے تو آج بھی اس سماعت کا یہ کمال ہے کہ جہاں سے ان کو آواز دی جاتی ہے اللہ کی دی ہوئی توفیق سے سنتے ہیں اور اس پہ جواب مرتب فرماتے ہیں۔

دیکھنے کی قوت

دیکھنے کی قوت کے لحاظ سے بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ 59 پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کروائی اور متعدد مقامات پر اس حدیث شریف کا ذکر آتا ہے بخاری شریف میں تو پس منظر اس کا یہ ہے

Marfat.com

حدیث نمبر 1

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کرائی آخری صف میں ایک شخص نے نماز میں غلطی کی جب سلام پھیرا تو آپ نے اس کا نام لے کر بلالیا اس موقعہ پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں جب نماز پڑھاتا ہوں تو صرف آگے ہی دیکھ رہا ہوتا ہوں فرمایا ایسا نہ سمجھو

فَوَاللّٰهِ لَا يَخْفٰى عَلَيَّ رَكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ

خدا کی قسم ہے تمہارے رکوع بھی مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہوتے اور تمہارے دل کی حالت بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی میں نماز میں اگرچہ دیکھ آگے رہا ہوتا ہوں لیکن جن کا میں میرِ کارواں بنا ہوں جو میرے پیچھے ہیں میں سب کو جانتا ہوں میں اُن سے واقف ہوں اور یہ الفاظ آگے تفصیل سے بیان کر دیئے۔

اِنِّي لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي ظَهْرِي

میں تمہیں پیٹھ سے پیچھے بھی دیکھ لیتا ہوں۔ اگرچہ آنکھیں میری آگے ہوتی ہیں اور میں توجہ آگے کیے ہوتا ہوں اور اللہ سے ہمکلام ہوتا ہوں لیکن آخر نمائندگی تمہاری کر رہا ہوں اور تمہیں پہچانا ہے تو توجہ تمہاری طرف بھی کرتا ہوں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کا رکوع مجھ سے چھپا ہوا ہے جس طرح مرضی ہے وہ رکوع کرتا پھرے مجھے پتہ نہیں چلے گا خدا کی قسم میں پیچھے بھی دیکھتا ہوں جس طرح آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی اُسی وقت آگے دیکھتے ہوئے بھی پیچھے دیکھتا ہوں اور اس انداز میں دیکھتا ہوں صرف تمہارا رکوع جو ظاہری حالت ہے یہی نہیں میں تمہارے خشوع کو بھی دیکھتا ہوں جو کہ دل کا معاملہ ہے دل کی

Marfat.com

حالت ہے لہٰذا میرے پیچھے جب نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتو پورے دھیان کیساتھ کھڑے ہوا کرواس واسطے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن کو دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھ کی رویئت کی جو اس مقام پر حیثیت بیان کی مفسرین اور محدثین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اب یہاں وحی کا کوئی تعلق نہیں خود آنکھ میں یہ صلاحیت ہے یہ نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے ہوں وحی آجائے تو پھر پچھلوں کا پتہ چلے کہ پچھلے کیا کر رہے ہیں اور وحی نہ آئے تو پچھلوں کا پتہ نہ چلے نہیں نہیں یہ آنکھ کا کمال ہی ایسا ہے اللہ دائمی طور پر اس کو دے رکھا ہے کہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کی شان یہ ہے ہم محتاج ہیں کہ پیچھے دیکھنے کیلئے پیچھے پلٹ کے دیکھیں پھر بھی اُتنا نظر نہیں آتا کہ جتنا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگے دیکھتے ہوئے آتا ہے کیونکہ مِنْ وَّرَائِ ظَهْرِی کا تو یہ بھی مفہوم بنتا ہے کہ قیامت تک میرے پیچھے آنے والو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور مِنْ وَّرَائِیْ مِنْ بَعْدِی کے بھی الفاظ ہیں تو پتہ چلا کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالقِ کائنات نے دیکھنے کی ایسی قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے کہ جس کا اندازہ ہم اپنی عقل کیساتھ نہیں کر سکتے۔

حدیث نمبر 2

بخاری شریف کے دوسرے مقام پر جلد نمبر 1 صفحہ 179 پر یہ حدیث شریف ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن شہدائے اُحُدَ کی قبروں پر تشریف لے گئے اور وہاں ایسے ہی جا کر نماز پڑھی جس طرح کہ جنازہ پڑھا جاتا ہے اُن قبور پر نماز

Marfat.com

پڑھنے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آگئے اور ممبر پر تشریف فرما ہوئے اُس دن جو آپ نے تقریر کی تو وہ ایک ایسی جامع تقریر ہے کہ جس میں بہت سے اعتقادی مقامات جن کا تعلق بالخصوص نبوت کیلحاظ سے ہے اُن کو واضح فرما دیا تقریر کرتے ہوئے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

اِنّی فَرَطٌ لَّکُمْ میرے صحابہ میں تمہارے لیے فرط ہوں۔

فرط کا مطلب کیا ہے فرمایا تم سے پہلے جاؤں گا اور تمہارے لیے جنت کا بندوبست کرونگا فرط جو قافلے سے آگے نکل جائے اور قافلے کے پہنچنے سے پہلے پہلے پانی کا بندوبست کرلے اُن کے کھانے کا بندوبست کرلے کہ وہ ابھی سارے اکٹھے آجائیں گے تو پھران کیلئے کوئی پرابلم نہ بن جائے فرمایا میں تمہارے لیے فرط ہوں کہ دنیا سے پہلے چلا جاؤنگا امت ساری بعد میں آئیگی لیکن ان کیلئے جانے سے پہلے جنت میں بندوبست مکمل کرچکا ہونگا دوسرا لفظ بولا

وَاَنَا شَہِیْدٌ عَلَیْکُمْ میرے صحابہ میں پوری امت کا شہید بھی ہوں۔

شہید بمعنی گواہ امت کا گواہ ہوں میں اور آپ تو صرف ایک امت کے ہی گواہ نہیں بلکہ

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَجِئْنَابِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا

خالقِ کائنات کا فرمان ہے کہ ویسے تو ہر امت کا نبی اُن کا شہید ہوگا لیکن اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ چونکہ امام الانبیاء ہیں تو ہم نے آپکو ساری امتوں کا شہید بنایا ہے۔ آپ ساری امتوں کی گواہی دینگے ساری امت کے جو واقعات ہیں اُنکی گواہی تب ہے کہ جب وہ نظر کے نیچے ہیں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وقت وہ تھا کہ

Marfat.com

جب آپکا نور مشاھدہ کرر ہا تھا اور پھر آپ کا ظہور ہو گیا تو آپ کو علی الاطلاق اللہ نے گواہ بنایا ہے تو محبوب علیہ اسلام اپنی امت کو بالخصوص اس وقت فرمارہے تھے کہ

اَنَاشَہِیۡدٌ عَلَیۡکُمۡ

میں تم پر گواہ ہوں اور سوچ سمجھ کر زندگی گزارنا یہ نہ سمجھنا کہ تمہیں کوئی دیکھ نہیں رہا میرا رب بھی تم پر رقیب ہے وہ دیکھے گا اور مجھے بھی اس نے گواہ بنادیا ہے لہٰذا ان دو پہروں کے درمیان رہنا ہے اور کبھی بھی غافل نہیں ہونا زندگی کے ہر سانس میں یہ تصور کرکے اپنے ایمان کو تم نے مٹھاس عطا کرنی ہے۔

اس کے بعد تیسرا لفظ جو بولا تو وہ کیا تھا واللہ خدا کی قسم ہے

لَاَنۡظُرُ اِلٰی حَوۡضِی اۡلاٰن

میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں حوضِ کوثر وہ جو جنت کا حوض ہے اُس کیطرف دیکھنے کا الاٰنَ کیساتھ یہ لفظ بولا کہ یہ نہ کوئی سمجھے کہ ایک چمک پڑی پھر وہ غائب ہو گیا فرمایا میرا حوض جہاں میں پیاسے امتیوں کو جام پلاؤں گا اگر چہ میں یہاں فرش زمین پر ہوں اور وہ جنت بریں کا ایک حصہ ہے مجھے خالق کائنات جل جلالہ نے دیکھنے والی وہ آنکھ دی ہے کہ درمیان میں سات آسمان ہیں اور جو کچھ ہے اور جتنے بھی نوخلا ہیں وہ سارے میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور پچیس سو سال سے زائد مسافت کے باوجود میں یوں اس حوض کو دیکھ رہا ہوں فرمایا اب بھی اَنۡظُرُ یہ گرائمر کے لحاظ سے ہے کہ مسلسل میری نگاہ اس پر پڑ رہی ہے اور میں ہر لمحہ اُس کو دیکھنا چاہوں تو اُدھر توجہ کرتا ہوں اور دیکھ لیتا ہوں خالق کائنات نے مجھے اتنی دُور دیکھنے والی آنکھ عطا فرمائی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے اور اس میں سارے محبوب علیہ

Marfat.com

السلام کے جو بڑے بڑے عہدے ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے فرمایا مجھے میرے رب نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں دے دی ہیں جتنے بھی خزانے ہیں وہ میرے پاس ہیں اور

پھر فرمایا وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوا بَعْدِی

خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تمہیں میں نے جو توحید دے دی تم کبھی مشرک نہیں ہو گے یہ صحیح بخاری ہے فرمایا محبتِ دنیا آ جائیگی یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی محبت میں تم پھنس جاؤ لیکن کبھی تم اب بتوں کو سجدے نہیں کرو گے کبھی تم شرک نہیں کرو گے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا اور کُم کا خطاب صرف صحابہ کو نہیں پوری اُمت کو ہے اس واسطے کہ پہلے جو منصب بیان کیے ہیں اُن کا تعلق بھی پوری اُمت کیساتھ ہے تو آخری کا تعلق بھی پوری امت کیساتھ ہے۔

پھر یہ کوئی خواب کا معاملہ نہیں کچھ لوگ یہ کہہ کے ٹال دیتے ہیں کہ خواب کا ایک معاملہ تھا نہیں نہیں حدیث میں واضح الفاظ ہیں کہ اُحدُ کے شہدا کی قبور سے واپس آئے تو ممبر پر بیٹھے تو وہ حاضری خواب میں نہیں تھی وہ ظاہری طور پر تھی اور پھر ممبر پہ ظاہری طور پر خطاب ہو رہا تھا اور اس میں بیان کر دیا بالخصوص ہمارا جو موضوع ہے دیکھنے کیلحاظ سے فرمایا میں اپنے حوض کو اور اس کو حَوضِی اپنی طرف منسوب کر کے کہا اَنْظُرُ حَوْضِی اَلآن میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اس قدر دُور تک دیکھنے والی آنکھ عطا فرمائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی درجنوں احادیث ہیں کہ جن میں براہِ راست جو رواں کنٹری تھی مختلف عیوب پر مشاہدہ کیلحاظ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اظہار کیا۔

Marfat.com

حدیث نمبر 3

مثلاً حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ والی حدیث گزری ہے جب ان پر حد لگائی گئی تو رجم ہوا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ ایک ایسی موت مر گئے ان کو چاہیے تھا کہ اپنا جرم چھپائے رکھتے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اتنے پاک ہو گئے ہیں

اَلْاٰنَ یَغْتَمِسُ فِی اَنْهَارِ الْجَنَّةِ

وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہے ہیں۔ تو اس حد تک مشاہدہ ہے کہ یہاں بیٹھ کر جنت تک کے معاملات کو دیکھ لینا اور

ایک نہیں ایسی درجنوں احادیث ہیں کہ جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کی اس پاور کا اظہار ہوتا ہے اور یہ ساری اللہ کی دی ہوئی شان ہے اور بالخصوص جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی شب اپنے رب کا دیدار کر رہے تھے تو اُس آنکھ کی پاور کا کون اندازہ کر سکتا ہے کہ جس رب کی ایک تجلی کے کروڑویں حصے کا ظہور طور پہاڑ پہ ہو تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے تو نرم سی آنکھ اس کے عین جلوؤں کو دیکھے تو کیسے دیکھ کے وہ برداشت کرے یہ وہ کمال ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کا جو اتنی نرم ہے کہ اس کی نرمی میں بیان لفظ کا کوئی انداز نہیں ہے لیکن نرم ہو کے پہاڑ سے بھی اتنی مضبوط ہے کہ جس کے جلال کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکا تھا اُس آنکھ نے اللہ کے اُس نور کو برداشت کر لیا اب یہ اصل میں حیثیت ہے یہ توانائی ہے اُس آنکھ کے اندر اللہ نے بنایا اس کو اس انداز سے کہ یوں نہ ہو کہ مجھے دیکھیں تو بیہوش ہو جائیں یا رعشہ طاری ہو جائے یا فوراً آنکھیں پھیر لیں یا آنکھ

Marfat.com

برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھے تو آنکھ بند ہو جائے یا چُندھیا جائے نہیں نہیں ازل سے اتنی پاورفل آنکھ بنائی ہے کہ کمان کے دوسِرُ وں سے بھی قریب ہو کر اپنے رب کو دیکھتے رہے ہیں مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ۔ بیہوش ہو جانا تو درکنار رعشہ آ جانا تو درکنار کپکپی کا طاری ہونا تو بڑی دور کی بات ہے یہ تو آنکھ کو جھپکتے ہی نہیں تھے ٹکٹکی لگا کر اپنے رب کی ذات کو دیکھ رہے تھے یوں دیکھنے نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ نے اس آنکھ کو کس قدر پاور عطا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 4

اسی واسطے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رویئت کا ذکر کیا ابن کثیر کے اندر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفصیل اپنے صحابہ کے سامنے بیان ابن کثیر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 256 پر یہ حدیث شریف موجود ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا.

کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تھے اور دیدار مانگ رہے تھے اور دیدار سے انکار ہو گیا تھا تو ایک تجلی کا ظہور پہاڑ پہ ہوا تھا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش آیا تو کیا صورتحال تھی آنکھ کی کہ اتنی بینائی تیز ہو چکی تھی ہمارے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَمَّا تَجَلّٰی اللّٰهُ لِمُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ

Marfat.com

جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تجلی ڈالی یعنی ڈائریکٹ پہاڑ پر اِن ڈائریکٹ ان کیلئے اور وہ بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کیا صورتحال تھی۔

كَانَ يُبْصِرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَةِ مَسِيْرَةَ عَشْرَةِ فَرَاسِخَ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ہوش آیا تو اللہ کے نور کا فیض انتامل چکا تھا اگرچہ براہِ راست تو اللہ کی ذات یا صفت کو تو نہیں دیکھ سکے، اِن ڈائریکٹ دیکھا اور بیہوش ہو گئے لیکن پھر بھی آنکھ میں اُس نور کا فیض یہ آ گیا تھا کہ وہ اندھیری راتوں میں تیس میل دور پہاڑ پہ چلتی ہوئی چیونٹی کو بھی دیکھ لیتے تھے کَانَ یُبْصِرُ کا معنی یہ نہیں کہ صرف ایک بار ایسا ہوا بلکہ وہ جب چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے ایسی مستقل صلاحیت آنکھ میں آ گئی تھی

اب دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش پہ نہیں گئے طور پر گئے اور انہوں نے ذات کو نہیں دیکھا صرف ایک تجلی کا کروڑواں حصّہ دیکھا اور وہ بھی ڈائریکٹ نہیں اِن ڈائریکٹ دیکھا اور پھر ہوش برقرار نہیں رہے، بیہوش ہو گئے ہیں پھر بھی اس نور کا فیض انتامل گیا ہے کہ اندھیری راتوں میں تیس میل دور ہاتھی نہیں چلتی ہوئی چیونٹی دیکھ لیتے ہیں۔

اب اندازہ کرو کہ ماہِ مدینہ سرور قلب وسینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی توانائیوں کا عالم کیا ہو گا کہ جنہوں نے طور پر عرش پہ جا کے دیکھا جنہوں نے صفت کو نہیں عین ذات کو جا کر دیکھا اور جنہوں نے ایک تجلی کو نہیں رب کائنات کے مبداء عین ذات کو دیکھا اور پھر دیکھ کر بیہوش بھی نہیں ہوئے رعشہ بھی طاری نہیں ہوا تو جو بیہوش ہوئے تھے وہ تو اندھیری راتوں میں بھی دور دور تک دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو جو ہوش میں برقرار رہے

Marfat.com

اب بتاؤ ان کی آنکھ سے کون سی چیز چھپ سکتی ہیں اس واسطے فاضل بریلوی کہنے لگے

اور کوئی غیب تجھ سے کیا نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تجھ پہ کروڑوں درود

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اور کسی چیز کی مجال کیا ہے کہ وہ آپ سے چھپ سکے اس واسطے کہ رب کی ذات نے جب اپنا آپ تجھے دیکھا دیا ہے تو اب اس اللہ کے نور کا یہ کمال ہے کہ جس آنکھ میں وہ نور آ گیا ہے اب دنیا کی کوئی چیز اپنے آپ کو اس سے چھپا ہی نہیں سکتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی طاقت ہے۔

چکھنے کی قوت

چکھنے کی قوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لحاظ سے بھی نرالی شان کے حامل تھے۔ بیہقی نے دلائل نبوت کے اندر اس کو روایت کیا ہے سنن ابی داؤد شریف میں بھی ہے۔

حدیث نمبر 1

اور مشکوۃ شریف میں بھی 540 صفحہ پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے کی دعوت دی گئی جب آپ اُس گھر میں تشریف لے گئے فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ [redacted] آپ نے بھی کھانے پر ہاتھ رکھا اور قوم نے جو صحابہ تھے ساتھ ہی انہوں نے بھی کھانے پر ہاتھ رکھا صحابہ کہتے ہیں فَأَكَلُوا صحابہ کھا رہے تھے لیکن رسول

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو منہ کے اندر ہی اس کو حرکت دے رہے تھے نگل نہیں رہے تھے صحابہ کہتے ہیں۔

فَنظَرُنَا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم یَلُوْکُ لُقْمَةً فِیْ فِیْهِ

ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے منہ کے اندر اُس لقمے کو گردش دے رہے ہیں اور اُس کو حلق سے نیچے نہیں اتار رہے۔

ثُمَّ قَالَ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا میرے صحابہ میں نے جو چکھا ہے تو مجھے ذائقہ یہ آیا ہے کہ یہ اُس بکری کا گوشت ہے جو مالک کے اذن کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ یہ وہ گوشت ہے جو بکری کا ہے اُخِذَتْ بِغَیْرَ اِذْنِ اَهْلِهَا اور اس کے مالک سے پوچھا نہیں گیا اور اس سے پوچھے بغیر پکا دی گئی ہے اور ہمیں کھلائی جا رہی ہے۔

اب دیکھیں کتنا فرق ہے ہماری قوت ذائقہ چکھتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ میٹھا ہے یا کڑوا یہ نمکین ہے یا ترشی والا ہے اس طرح کی چیزیں ہماری قوت ذائقہ کو پتہ چلتی ہیں قیامت تک ایسی قوت ذائقہ کہاں آئیگی کہ جس کو پتہ چل جائے کہ یہ حلال بھی ہے یا حرام ہے یا یہ حلال تو ہے لیکن کیا سارے تقاضے پورے ہوئے ہیں کہ اجازت مکمل لی گئی ہو یا کچھ لی گئی تھی اور کچھ ابھی باقی تھی اور اس کو ذبح کر دیا گیا ہے یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ذائقہ ہے کہ جس کو خالق کائنات نے انفرادیت دی ہے اور

یہ اصل میں شان ہے کہ جس جہت سے دیکھو گے اُسی جہت سے غیب کا اظہار ہوگا آنکھ دیکھے گی وہ بھی غیب بتا دے گی کان سُنے گا وہ بھی بتا دے گا زبان چکھے گی تو چکھ کر غیب کے معاملے کا پردہ اُٹھا دیگی اب جس

Marfat.com

وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بکری بغیر اذن مالک کے ذبح کی گئی ہے لہٰذا جن کیطرف سے دعوت تھی اُن صحابیہ سے پوچھا کیا معاملہ ہے کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے بالکل سچ فرمایا ہے میں نے کوشش بڑی کی تقاضے بھی پورے کیے لیکن پھر بھی کچھ کمی رہ گئی اور آپ نے چکھ کر سچ بتادیا اصل میں بات یہ ہے

اَرْسَلَتِ الْمَرْءَ ةُ تَقُوْلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ اَرْسَلْتُ اِلَی النَّقِیْعِ لِیُشْتَرٰی لِیْ شَاةٌ

میں نے اپنی خادمہ کو پہلے نقیع میں بھیجا تھا جس طرح مدینہ شریف کا ایک حصہ بقیع کہلاتا ہے تو ایک حصہ نقیع کہلاتا ہے نقیع اُسی بقیع کے وزن پر ہے یہ مدینہ شریف کے جانوروں کی منڈی تھی جہاں پر اس وقت جانور ملتے تھے وہ کہنے لگی کہ میں نے وہاں بھیجا تھا خادمہ کو کہ بکری خرید کر لائے لیکن اُس کو بکری نہیں ملی تو میں نے چونکہ دعوت کا اعلان کردیا تھا اس واسطے اَرْسَلْتُ اِلٰی جَارٍلِیْ میں نے اپنے ایک پڑوسی کیطرف سے پیغام بھیجا کہ وہ مجھے بکری دے قَدْ اَشْتَرٰی شَاةً مجھے پتہ چلا تھا کہ اُس نے آج ہی نئی بکری خریدی ہے تو میں وہ اس سے خرید لیتی ہوں مالک گھر میں نہیں تھا اور اس کی اہلیہ گھر میں تھی میں نے اس سے بات کی تو اس نے اپنے شوہر سے پوچھے بغیر ہی مجھ سے قیمت لے لی اور بکری مجھے دے دی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھ رہی تھی کہ شاید میں نے اذن کے تقاضے پورے کردیے ہیں لیکن شریعت مطہرہ جو آپ بیان فرماتے ہیں اس میں سب سے بڑا اختیار گھر میں مالک کو ہے اور اس کو ہے جو اس عورت کا شوہر تھا اُس سے پوچھ کے اس کی اہلیہ کو وہ بکری دینی چاہیے تھی اُس نے پوچھے بغیر دی ہے آپ

Marfat.com

سچ فرما رہے ہیں کہ جو بکری کا مالک تھا اس سے اذن حاصل نہیں کیا گیا۔
تو یہ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چکھنے کی قوت ہے کہ جس کے اندر بھی خالق کائنات نے ایسی انفرادیت عطا فرمادی ہے اب قیامت تک کا رائپ وزڈم اور قیامت تک کا شعور اور قیامت تک کا پختہ نالج اس سے یہ پتہ چلتا رہے گا مختلف آلات سے کہ یہ چیز گرم ہے یا ٹھنڈی ہے یہ چیز نمکین ہے یا میٹھی اس کے اندر زہر ہے یا اس کے اندر زہر نہیں ہے مگر یہ کون بتائے گا کہ اس کے اندر اذن مالک ہے یا نہیں تو یہ ہے وہ انداز نبوت رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ کی کسی ایک جہت تک قیامت تک کے انسان نہیں پہنچ سکتے اپنے وسائل سے یہ ہوسکتا ہے کہ سرکار کسی پر چمک ڈالیں تو اس کو بھی پتہ چل جائے محبوب علیہ السلام کی یہ قوت ذائقہ ہے کہ جس کے اندر خالق کائنات نے ایک مستقل عظمت کو پنہاں رکھا ہوا ہے

حدیث نمبر2

دوسری طرف یہ قوت ذائقہ جو زبان میں ہے اگر کسی چیز سے یہ زبان لگ گئی تو اس کی حیثیت کیسے بدلی اُس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان طبرانی میں اور سیرۃ النبی المختار کے صفحہ نمبر 155 پر موجود ہے کہ مدینہ شریف کی ایک لڑکی تھی جو بے حیائی میں مشہور تھی وہ بہت زیادہ بے حیا تھی اب ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول کر رہے تھے وہ آ گئی اور کہنے لگی میں درخواست کرتی ہوں اللہ کے رسول علیہ السلام سے

اَنْ یُّطْعِمَهَا مِنَ الَّذِیْ فِیْ فِیْهِ

Marfat.com

کہ جو لقمہ اس وقت منہ کے اندر ہے مجھے وہ دو جس لقمے کے اندر لعاب دہن شامل ہو چکا ہے اور ٹیسٹ برڈز سے اس میں رطوبت آ چکی ہے مجھے وہ لقمہ دے دو اب سرکار میں نہ نہ ہے نہ حاجت اگر کی ہے تو اب یہ نہیں کہا کہ یہ تو میں چبا چکا ہوں یہ میں کیسے دوں بلکہ فوراً محبوب علیہ السلام نے وہ لقمہ نکال کر اس کو عطا کر دیا جس وقت آپ نے لقمہ دیا فَنَا وَلَهَا اس نے وہ لقمہ تناول کر لیا فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِيْ جَوْفِهَا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ذائقہ کا وہ مظہر جس میں رطوبت آ چکی تھی اس لڑکی کے پیٹ میں مستقر ہوا اور اس کے شکم میں چلا گیا صحابہ کہتے ہیں

اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

اللہ نے اس کو دولت حیا سے مالا مال فرما دیا کس انداز میں یہانتک کہ کہتے ہیں کہ اتنا حیا تھا اتنا حیا تھا۔

لَمْ يَكُنْ بِالْمَدِيْنَةِ اَشَدُّ حَيَاءً مِنْهَا

اس سے بڑھ کر مدینہ شریف میں کوئی خاتون حیا کی بڑی پیکر نہیں تھی جتنا زیادہ حیا اس کو میسر تھا اس واسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہت کو خالق کائنات نے عظمتوں کا گلستان بنا رکھا ہے۔

چھونے کی قوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کی قوت یہ قوت بھی ایک مستقل باب ہے اور اس میں بھی سینکڑوں احادیث ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چھونے کی قوت کو بیان کرتی ہیں کہ اس میں بھی کتنی بڑی عظمت تھی۔

یہ حدیث شریف شفا شریف کے ۱/۶۲۲ پر موجود ہے جب بدر کی جنگ میں

Marfat.com

حضرت معوذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابوجہل کو مارنے کے درپے تھے اور پھر اس کو کاٹ ڈالا یہ جب حملہ کر رہے تھے تو ان پر حملہ ہوا اور ان کا بازو کٹ گیا پہلے لٹک رہا تھا تو انہوں نے سوچا کہ اگر لٹکتا رہے گا تو رکاوٹ بنے گی انہوں نے بازو کو اپنے قدم کے نیچے رکھ کے اس کو جدا کر کے پھینک دیا اور جب ابوجہل کو مار کے واپس آئے تو اپنا بازو اُٹھا کے ساتھ لے آئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آئے تو اپنا بازو اُٹھا کے ساتھ لے آئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آئے

جَاءَ يَحْمِلُ يَدَهُ

تو اپنا بازو اٹھایا ہوا ہے اور لے کے آگئے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا فبصق علیہ اور اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا والصقھا فلصقت وہ جو پوری کٹ چکا تھا اور کافی ٹائم گذر چکا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھونے کی قوت میں ایسی ٹھنڈک تھی اور ایسی اس کے اندر برودت تھی اور حکمت کے تقاضے اس میں پورے تھے کہ نہ کوئی اس میں جراثیموں کا حملہ تھا اور نہ کوئی خون بہہ جانے کے بعد کوئی زیادہ مدت گذر جانے کی رکاوٹ تھی جونہی سرکار نے پکڑ کے بازو کندھے کیساتھ لگایا وہ فوراً چمٹ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بھی زیادہ اس کو طاقت عطا فرما دی ہے۔

حدیث نمبر۲

یہی نہیں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ نکل گئی ہے وہ لے کے آگئے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ میں پکڑی ہے اور آنکھ کو اپنی جگہ میں فٹ کر دیا ہے یہ برکتیں ہاتھ سے چھونے کی اس انداز میں ہیں

حدیث نمبر۳

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر یمن جانے سے پہلے یہ کہتے ہیں کہ یا

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے قاضی تو یمن کا بنا رہے ہو بَعَثۡتَنِیۡ وَاَنَا شَاب ”۔ میں تو بالکل نوجوان ہوں اور ناتجربہ کار ہوں میں تو جانتا ہی نہیں کہ فیصلے کیسے کروں گا کہتے ہیں فَضَرَب یَدِی بِصَدۡرِہٖ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پہ رکھا تو کیا ہوا۔

وَالَّذِی فَلَقَ الۡحَبَّۃَ مَاشَکَکۡتُ فِی قَضَاءٍ بَیۡنَ اِثۡنَیۡنِ

اس ہاتھ کی برکت سے اور آپ نے جو دعا کی تھی اس کی فضیلت سے مجھے ایسی روشنی مل گئی کہ اس کے بعد کوئی جتنا بھی بڑے سے بڑا کیس بھی جب آجاتا تھا تو مجھے شک ہوا ہی نہیں کہ فیصلہ کیسے کروں ایسی روشنی میرے سامنے ہوتی تھی کہ میں فوراً فیصلہ کر دیتا تھا اور اسی واسطے صحابہ میں جہاں شعبہ جات کی تقسیم کی گئی تھی تو قاضی ہونے کا جو سب سے بڑا منصب ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تسلیم کیا گیا کہ ان کو سب سے زیادہ قوتِ فیصلہ عطا کی گئی ہے اور وہ عطا کیسے ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ رکھا ہے تو سینہ منور ہو گیا ہے۔

ایسے ہی یہ قوتِ لامسہ یعنی چھونے کی قوت کا انداز ہے کہ اگر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا فیض پاتے ہیں تو حدیثوں کے ذخیرے اُن کے سینے کے اندر جمع ہو جاتے ہیں اور

حدیث نمبر ۴

پھر بدن کے اندر اس ہاتھ کی حیثیت کیا ہے یہ حدیث دلائل النبوۃ کے ۲/ ۱۸۸ پر موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مَامَسِسۡتُ بِیَدِی دِیۡبَاجًا وَلَا حَرِیۡرًا۔ میں نے آج تک کوئی ریشم کا کپڑا اپنے ہاتھ سے چھو کر اتنا نرم نہیں پایا جتنا نبی علیہ السلام کی ہتھیلی کو میں نے نرم دیکھا ہے۔

Marfat.com

وَلَا شَمِمْتُ رَائِحَةً اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

میں نے آج تک کوئی خوشبو ایسی نہیں دیکھی جس طرح کی خوشبو نبی علیہ السلام کے بدن سے آتی ہے۔ یہ محض قوتِ لامسہ نہیں تھی اس انداز کی قوتِ لامسہ اور چھونے کی اس انداز کی قوت تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے اپنی اس عظمت کو تقسیم کیا کہ جس بدن کو یہ ہاتھ لگا وہ جہنم پہ حرام ہو گیا ادھر خوشبو مل گئی ادھر تازگی مل گئی۔

حدیث نمبر ۵

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پہ بیٹھے تھے سیر الاعلام النبلا میں یہ لکھا ہے حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل پیچھے بیٹھے ہیں تو محبوب علیہ السلام نے پوچھا اے معاویہ تمہارا کون سا حصہ میرے زیادہ قریب ہے تو کہنے لگے میرا پیٹ بالکل آپکے ساتھ لگ رہا ہے تو محبوب علیہ السلام نے اس وقت اپنی زبان سے یہ لفظ بول دیئے اے اللہ اس کے پیٹ کو علم سے معمور فرما دے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت لامسہ جو پورے بدن میں ہوتی ہے اس ساری کا ہی یہ کمال ہے کہ جس جہت میں بھی دیکھو گے نبی علیہ السلام اپنی امت کو نواز رہے ہیں اور جس پر ہاتھ رکھ دیا کئی نسلوں تک اس میں سے خوشبو آتی رہی اُس بچے سے اُس بچے کے بچے سے آگے اُس کے پوتے سے یہ محبوب علیہ السلام کی قوت لامسہ ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ لگتا ہے تو کہیں جراثیموں کا حملہ ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے لیکن یہ محبوب علیہ السلام کا ہاتھ ہے کہ۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایسا عظیم ہاتھ ہے کہ جس کو خالق کائنات نے ہمہ جہت نوازشات کی طاقت عطا فرما رکھی ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر ۶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہی قوت اُس وقت ظاہر ہو رہی تھی جس وقت خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا تھا تو کہا گیا کہ اُن کی آنکھیں خراب ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا اُن کو بلاؤ تو سہی تو محبوب علیہ السلام نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا اور اوپر اپنا ہاتھ پھیرا تو اُن کس صورتحال کا سامنا تھا تو کہتے ہیں کہ میں یوں سمجھ رہا تھا گویا کہ کبھی آنکھیں خراب ہوئی ہی نہیں تھیں اور پہلے سے زیادہ چمکنا شروع ہو گئیں ہیں اور ایسی عظمت میسر آ گئی ہے کہ وہ خیبر کئی دنوں سے جس کی فتح کا سامان پیدا نہیں ہو رہا تھا تو رسولِ اکرم شفیع معظم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اس انداز میں تیاری کروا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے تو خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے اُن کو فاتح خیبر بنا دیا ہے۔ مشکوٰۃ: ۵۶۳

سونگھنے کی قوت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پانچویں قوت جو کہ سونگھنے کی قوت ہے یہ قوت بھی بڑی انفرادی قوت ہے آپ نے قرآنِ مجید برہانِ رشید میں مطالعہ کیا ہوگا کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام جس وقت آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اور یہ بتایا جا رہا تھا کہ

آیت نمبر ۱

حضرت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور اُدھر جب مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کرتہ دے کر بھیجا تھا اور قافلہ وہاں سے چلا یہ کنعان میں تھے درمیان میں ایک روایت کے مطابق آٹھ دن کی مسافت تھی لیکن کیا ہوا قرآنِ مجید برہان رشید کہتا ہے

فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ

Marfat.com

لَو لَا اَنْ تُفَنِّدُو ن سورہ یوسف آیت ۹۴

کہ جس وقت قافلہ چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے یہ قوتِ شامہ ہے یعنی سونگھنے کی قوت اللہ کے پیغمبروں کی دور دور سے اپنی اس قوت کے ذریعے بھی علوم حاصل کرتے ہیں اور علوم کا اظہار کرتے ہیں اور ایسے ہی ہوا جب وہ قافلہ پہنچا تو قمیض اُن کے پاس موجود تھی اور وہ آپکی آنکھوں پر رکھی گئی تو بینائی آنکھوں میں واپس لوٹ آئی اس خوشبو والی قمیض کا اس قدر کمال بھی موجود تھا۔

حدیث نمبر۔۱

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت شامہ جو ہے اُس کے مناظر اتنے زیادہ ہیں کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یمن کیطرف چہرہ کر کے فرمایا تھا اتحاف السادۃ المتقین کے اندر جلد نمبر 2 صفحہ 80 پر یہ حدیث شریف موجود ہے

اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جانبِ الْیَمَنِ۔

مجھے یمن کیطرف سے اللہ کی خوشبو آرہی ہے پھر اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وہی وطن ہے میرا وہی وطن ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن کی خوشبو مجھے یمن کیطرف سے آرہی ہے۔

اَلْاِیْمَانُ یَمَانِیٌ وَالْحِکْمَۃُ یَمَانِیَۃٌ

ایمان یمنی ہے اور حکمت یمانیہ ہے ہمارا میقات بھی وہی یلملم یمن والا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص اس میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کی اس خوشبو کا ذکر کر رہے تھے جو رسولِ اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کر لی تھی اور محسوس کرنے کے بعد اس کو علمی حیثیت عطا کر کے قیامت تک کیلئے اپنی قوتِ شامہ کی حکمتوں کو اُجاگر فرما دیا تھا۔

یہ اختصار سے ایک گلدستہ آپکے سامنے ان نصوص کی شکل میں پیش کر رہا ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے یہ قوتِ ظاہری جو ہیں یہ کتنی تیز عطا فرمائی ہیں غور کیجئے کہ جن کی ظاہری قوتوں کی تیزی کا یہ عالم ہے ان کی باطنی قوتوں کی تیزی کا عالم کیا ہوگا۔ ہر انسان کے اندر پانچ باطنی قوتیں بھی ہیں وہ قوتِ خیال ہے قوتِ وہم ہے اور قوتِ حافظہ ہے حسِ مشترک ہے اور قوتِ متصرفہ ہے انسان کے دماغ کے اندر یہ پانچوں قوتیں موجود ہیں اور ان کا دائرہ بڑا وسیع ہوتا ہے جہاں انسان کی نگاہ نہیں جاتی وہاں انسان کا خیال چلا جاتا ہے جہاں انسان سونگھ نہیں سکتا وہاں انسان کا وہم پہنچ جاتا ہے اور انسان کی قوتِ حافظہ کی رسائی دور دور تک ہو جاتی ہے قوتِ متصرفہ اور حسِ مشترک بڑی دور تک مار کرنے والی قوتیں ہوتی ہیں۔ لیکن آپ تصور کرو کہ منصب نبوت رسولِ اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتیں کس قدر بلند ہیں اور آپ کو نبی مان لینے کا تقاضا کیا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہوئے آپکی رسالت پر یقین رکھتے ہوئے آپکے کمالات پر یقین رکھنا ہر وقت ضروری ہے اگر صرف ان ظاہری قوتوں کو دیکھ لیں تو پھر بھی ہمیں اہلسنت کے ہر عقیدے کی یہاں سے سمجھ آ رہی ہے۔

باطنی قوت آپ علیہ السلام کی عقل اور آپکی عقل کے شعبہ جات اور خیال اور قوتِ حافظہ اور اس کے تمام تر شعبہ جات کے اندر جو بلندیاں ہیں ان بلندیوں کے لحاظ سے جو دور دور تک آپکی قوتوں کا دائرہ کار ہے ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے یہ

Marfat.com

عقل پہنچے گی تو وہاں تک کہ جہاں سے اُن عظمتوں کا ابھی آغاز ہو رہا ہے اور وہ عظمتیں جہاں تک پہنچتی ہیں اُن تمام تر وسعتوں کا ادراک کر کے احاطہ کر کے اُن کو سمیٹ لینا یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے جب ایسا ہے تو پھر اُن کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہرگز ایسا اُسلوب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اُن جیسے ہیں وہ ہم جیسے ہیں جبکہ ہر جہت بیان کر رہی ہے کہ ہم اُن جیسے کیسے ہو سکتے ہیں ہر جہت میں وہ مختلف ہیں انسان صرف یہ دیکھے کہ اُن کی بھی آنکھ ہے میری بھی آنکھ ہے اُن کا بھی ہاتھ ہے میرا بھی ہاتھ ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی امتی کو تو کم از کم یہ دیکھنا چاہیے کہ اُن کی آنکھ ہے تو دیکھتی کہاں تک ہے اُن کے کان ہیں تو سنتے کہاں تک ہیں اُن کی قوتِ لامسہ ہے تو کہاں تک وہ جنتیں عطا کر رہی ہے لہٰذا محض ان ظاہری قوتوں کو دیکھ کر ان کے لحاظ سے ہم پلہ بننے کی کوشش کرنا ہمسری کرنا اور مشابہتیں بیان کرنا یہ امتی کا وطیرہ ہرگز نہیں ہے۔
امتی تو اس طرح اپنے ایمان کو حلاوت بخشتا ہے کہ ہم نے جن کا کلمہ پڑھا ہے خالق کائنات نے ان کے ظاہری پیکر کو بھی بہت بے مثال بنایا ہے کہ اُس پیکر کی کسی جہت کی ہم کوئی مثال نہیں پیش کر سکتے۔ میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو یہی حقائق آگے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ

رَبِّ الْعٰلَمِین

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 23

جنتی آنکھ

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْلِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی یَفْقَهُوا قَوْلِی.

اَحْمَدُکَ اللّٰهُمَّ یَامُجِیْبَ کُلِّ سَائِلٍ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ. وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَاتُخْفِی الصُّدُوْر

صَدَقَ اللّٰه العظیم وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْن

اِنَّ اللّٰه وَمَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ اَتَمَّ بُرْھَانُہٗ ،وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات فخر موجودات زینت بزم کائنات دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں قائد المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت ہی **معزز محتشم حضرات وخواتین** رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے اس نورانی ماحول میں فہم دین کورس کے تیسویں 23 سبق میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔آج ہماری یہ بھی سعادت ہے کہ بندہ ناچیز کے والد محترم آج کی اس نشست کی صدارت کر رہے ہیں ہمارا آج کا موضوع بھی نہایت اہم موضوع ہے۔

جنتی آنکھ

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو اپنی نگاہوں کا تحفظ اور ان کی حفاظت کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ماہِ رمضان المبارک کی عظمتوں کا صدقہ ہم سب کی آنکھوں کو جنتی آنکھ کی روشنی عطا فرمائے۔

محتشم سامعین کرام! ہر درس میں ایک پیغام محاسبہ نفس کا بھی ہوتا ہے اور تعمیر سیرت کا بھی ہوتا ہے آج کا موضوع سننے کیساتھ ساتھ اور سمجھنے کیساتھ پورے کا پورا اپنی عملی زندگی میں اُتارنے والا موضوع ہے اور اس تصور اور اس شوق سے ہم نے اس کو سننا سنانا ہے کہ اگر کہیں ہماری سیرت اور کردار میں کوئی کوتاہی ہے تو ہم فوراً اس کو درست کرتے ہوئے اپنے آئینہ کردار کو بالکل صاف اور شفاف کرلیں۔

Marfat.com

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی سورۃ غافر کی آیت نمبر 19 تلاوت کی ہے

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُن

رب کائنات جل جلالہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے، چھپ چھپا کر دیکھنے والی آنکھ کی چوری سے وہ پوری طرح واقف ہے، وما تُخْفِی الصُّدُور، اور دل میں جو غلط کام کا خیال ہے اللہ اُسے بھی جانتا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسان کو جن مقاصد کیلئے اعضاء دیے ہیں اگر انہی مقاصد میں ان کو استعمال کیا جائے تو رب ذوالجلال کی طرف سے رحمت کے پھول برستے ہیں اور اگر ان مقاصد سے ہٹ کر ان اعضاء کا استعمال کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہ بندے سے ناراض ہو جاتا ہے، رب ذوالجلال نے انسان کو آنکھ جن اعلیٰ مقاصد کیلئے دی ہے اگر اَن حدود کے دائرے میں آنکھ کو استعمال کیا جائے تو یہی آنکھ صدیوں کا سفر بندے کو گھنٹوں میں طے کرا دیتی ہے اور بہت جلد اس کو منزل تک وصول عطا کرتی ہے اور اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہ کا قرآن کہتا ہے۔

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْن

اُس آنکھ کو بینا نہیں نابینا کہا جاتا ہے اور اس کو اپنے کردار کے لحاظ سے جو اس کا عمل تھا اُس کی نفی کے لحاظ سے اُس کی آنکھ کی افادیت کھو جاتی ہے اور خالق کائنات جل جلالہ اس بندے کو نابینا قرار دے دیتا ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جلالہ سورۃ اعراف میں فرماتا ہے آیت نمبر ایک سو اُناسی 179 ہے

Marfat.com

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا

کفار کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ اُن آنکھوں سے دیکھتے نہیں اب یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ کفار کو دکھائی کچھ نہیں دیتا اور وہ دنیا کے راستوں میں چلتے ہوئے نابینوں کی طرح چلتے ہیں نہیں نہیں وہ آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ جو اللہ کو پسند آتا ہے خالق کائنات جل جلالہ کی مرضی کے مطابق چونکہ نہیں دیکھتے تو خالق کائنات جلاجلالہ فرماتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنکھیں نہیں اور انکا دیکھنا دیکھنا نہیں رب ذوالجلال نے اُس تمام عمل کی نفی کر دی اُن کی آنکھوں سے جس کا صدور ہو رہا ہے اس واسطے کہ وہاں پہ اللہ کی رضا کے مطابق آنکھ کا استعمال نہیں ہو رہا۔ مسلم امہ کو خالق کائنات نے یہ ہدایت کی ہے کہ میری رضا کے مطابق اپنی آنکھ کو رکھو اور آنکھ کا تمام تر کردار شریعت مطہرہ کی روشنی میں اُستوار کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ایک باقاعدہ حصہ ہے آنکھ کے دائرہ کار کا اگر ان خطوط کی روشنی میں ہماری آنکھ کھلے گی اور ہماری آنکھ بند ہوگی تو رب کائنات کے فضل سے اس آنکھ کو وہ لمحہ بھی ملے گا جب خالق کائنات جل جلالہ جنت کے دارالسلام میں اس کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔

دنیا میں آنکھ کی جو افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے آنکھ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے کہ جنتی آنکھ کی چار قسمیں ہیں۔

جنتی آنکھ کی پہلی قسم

پہلی قسم جنتی آنکھ کی یہ ہے کہ وہ آنکھ جنتی ہے کہ جس کو حالت ایمان میں

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے جنتی ہونے کا اعلان کیا ہے، جامع ترمذی میں صفحہ نمبر ۷۰۵ ابواب المناقب کی حدیث نمبر 3858 میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے فرمایا

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْ رَایٰ مَنْ رَاٰنِیْ

جہنم کی آگ اس مسلمان کو چھو نہیں سکتی کونسا مسلمان رَانِیْ، جس نے مجھے دیکھا ہے جہنم کے قریب وہ نہیں جا سکے گا اور فرمایا اَوْ رَایٰ مَنْ رَانِیْ وہ اتنا تابناک انسان ہے کہ جس نے اس کو دیکھ لیا جہنم کی آگ اُس کے بھی قریب نہیں جائیگی۔

رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آنکھ کی اتنی بڑی عظمت بیان کی ہے اگر چہ دنیا میں اس کو اللہ کا دیدار جاگتے ہوئے نہیں ہو سکتا چونکہ دنیا میں ایک ہی آنکھ ہے جس کو خالق کائنات نے عالم بیداری میں اپنا دیدار عطا کیا ہے اور وہ ہمارے دلوں کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ کو دیکھنے والی آنکھ جو ہے اور یہ تعلیمات اپنا لینے والی آنکھ جو ہے اُسے یقیناً خالق کائنات جل جلالہ جنت مں اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ اسی لیے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ہمارے محبوب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَ فَرْحَۃُ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّہٖ

کہ روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک تو فطر کے وقت خوشی ہوتی ہے اور دوسری اس وقت خوشی ہوگی جب اللہ کا دیدار کر رہا ہوگا۔ محشر کے دن جنت کے اندر خالق کائنات جل جلالہ اس بندے کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والی آنکھ کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں حالت ایمان میں آپ کا دیدار کیا (۲) دوسرا وہ کہ جو اس وقت تو نہ کر سکا صدیوں بعد پیدا ہوا لیکن کبھی اس کے خواب میں وہ تجلی رونما ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے دیدار سے مشرف کر دیا اس آنکھ کی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ عظمت بیان کی ہے جسکو آج اپنے تقدس کی بنیاد پر یہ انعام ملتا ہے کہ ماہ مدینہ اس کے خواب میں تشریف لے آتے ہیں۔

کنز العمال کے اندر حدیث نمبر 41487 میں یہ مضمون موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ رَّانِیْ فِی الْمَنَامِ لَا یَدْخُلُ النَّارَ

جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ اس کیساتھ اس کی کچھ شرائط اور تقاضے ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

لیکن صحیح بخاری کے اندر محبوب علیہ السلام کا یہ جملہ موجود ہے حدیث نمبر 6996 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ رَّانِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ۔ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے رب کے جلوؤں کو دیکھا حق کا یہ معنی دوسرے طبقے کے لوگوں نے بھی یہ کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بالقطع والیقین کہ جس نے مجھے دیکھا تو اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل اپنا نہیں سکتا اور صورت بنا نہیں سکتا، دوسرا یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس کو خالق کائنات کے جلوؤں کا من وجہ منظر نظر آ گیا

Marfat.com

اور یہی دیکھنا ایک دن جنت میں اس کیلئے دیدار الٰہی کا سبب بن جائیگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لحاظ سے تین قسم کی آنکھوں کا تذکرہ آپ نے ایک ہی حدیث میں کیا ہے اور ہم پھر اس کو بیانکر کے علیحدہ علیحدہ اُس کی حیثیات کو انشاء اللہ اُجاگر کریں گے۔ الزواجر کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 27 پر یہ حدیث موجود ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اِن کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَۃٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے دن ہر آنکھ ہی رو رہی ہو گی آج کوئی جس قدر بھی اپنے آپ کو غموں سے دور رکھتا ہے اور ہشاش بشاش رہتا ہے اور خوش رہنے کی کوشش کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہی غموں سے دور رہنے کا اُس نے حصار بنایا ہوا ہو لیکن قیامت کے دن ہر آنکھ کو رونا پڑ جائیگا اُس وقت حالات اور ماحول کی جو تپش ہو گی اور اُس وقت کے واقعات کی جو تلخی ہو گی اور ہولناکیاں ہونگی اُن کی وجہ سے ہر آنکھ کو قیامت کے دن رونا پڑ جائیگا۔ خواہ وہ دنیا میں کتنا بڑا تاجر ہی کیوں نہ تھا قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے سامنے اس کا کلیجہ بھی پانی ہو جائیگا پسینے کے اندر ڈوبا ہوا ہو گا اور اُس وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائینگے میرے محبوب علیہ السلام کی آنکھ کے نیچے حشر کا وہ پورا منظر ہے آپنے سب کچھ دیکھ کر فرمادیا کہ اُس سارے ماحول مین تین قسم کی آنکھیں ایسی ہونگی جن کو خالق کائنات جل جلالہ رونے سے محفوظ فرمالے گا ہر آنکھ رو رہی ہو گی مگر وہ آنکھیں اُس دن مطمئن ہوں گی اور اُس دن اُن کو رونا نہیں آئیگا وہ کون کونسی آنکھ ہے۔

Marfat.com

جنتی آنکھ کی دوسری قسم

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں.

غُضَّتْ عَنْ محَارِمِ اللّٰہِ۔

جو دنیا میں غیر محرم کو دیکھنے سے باز رہتی ہے وہ آنکھ محشر کے دن نہیں روئے گی جو دنیا میں فحاشی سے محفوظ رہتی ہے جس آنکھ کے اندر عریانی فحاشی کی وباء کا کوئی اثر نہیں اور جس آنکھ کے اندر عریانی کا کوئی داغ نہیں اور جس کے اندر شبنم سے بھی زیادہ شفاف پن ہے وہ آنکھ جو دنیا میں بالکل طہارت اور تطہیر کے مقام پر فائز ہے، غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ۔ وہ ہر طرف دیکھتی ہے مگر جدھر دیکھنے سے اس کا رب ناراض ہوتا ہے ادھر وہ نہیں دیکھتی جس آنکھ کو حرام وادی میں داخل ہونے سے بند کر دیا جاتا ہے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں حشر کے دن اس آنکھ کے وارے نیارے ہونگے اور اس کیلئے عجیب نظارے ہونگے اُس دن بڑے بڑے بادشاہوں کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوگی مگر یہ آنکھ اطمینان سے اپنی منزل کا سفر طے کر رہی ہوگی۔

جنتی آنکھ کی تیسری قسم

رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں۔

وَعَیْنًا سَہِرَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

وہ آنکھ جو رات جاگ کے پہرے دار کی طرح اسلامی سلطنت کے گرد پہرہ دیتی ہے سارے لوگ سوئے ہوئے ہیں مگر وہ مجاہد سرحد پر کھڑا ہے اور اپنے ملک کی

Marfat.com

اسلامی حدود کی حفاظت کر رہا ہے جاگ رہا ہے، بیدار ہے جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت کے اندر لوگوں کی عزتیں محفوظ ہیں لوگوں کے آرام محفوظ ہیں اور مال محفوظ ہیں۔

اس مجاہد کی آنکھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بڑا کردار عطا کیا ہے فرمایا حشر کی ہولنا کیوں کیوجہ سے جب دوسری آنکھوں سے اشک جاری ہونگے اس آنکھ کو خالق کائنات جل جلالہ یوں اطمینان دے گا کہ اس سے اشک نہیں بہہ رہے ہو گے اور خالق کائنات جل جلالہ اس کو اپنی نوعیت کی چمک عطا فرمائے گا یہ مجاہد فی سبیل اللہ کی آنکھ ہے یہ اس غازی اور شیر دل انسان کی آنکھ ہے جو خالق کائنات جل جلالہ کے حکم سے اسلام کی جغرافیائی حدود پر پہرہ دیتا ہے۔

اُس کو خالق کائنات جل جلالہ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور یہاں سے ہی اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو نظریاتی حدود کا محافظ بن جائے اور نظریاتی حدود پر دن رات پہرہ دے اُس آنکھ کا مرتبہ تو اس آنکھ سے بھی زیادہ ہے جو لوگوں کے یقین پر پہرہ دے لوگوں کے عقیدے پر پہرہ دے لوگوں کے ایمان پر پہرہ دے لوگوں کے دل کے اندر جو تقوی کا ایک کردار ہے اس کو محفوظ رکھنے میں ہر وقت جاگ کے پہرہ دیتا رہے کہ کہیں شیطان نقب نہ لگا جائے اور کہیں شیطانی حوس کے مارے ہوئے لوگ دلوں سے عقیدے لوٹ کر نہ لے جائیں یہ پہرہ بھی بہت بڑا پہرہ ہے جس کی بنیاد خالق کائنات جل جلالہ اس آنکھ کو جو پہرہ دے رہی ہے خواہ جغرافیائی حدود کے اوپر خواہ نظریاتی حدود کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بھی قیامت کے دن ذلیل ہونے سے بچالے گا۔

Marfat.com

جنتی آنکھ کی چوتھی قسم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَعَینًا یَّخرُج مِنھَا مِثلُ رَأسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشیَۃِ اللّٰہِ۔

قیامت کے دن وہ آنکھ نہیں روئے گی جو آج اللہ کے ڈر سے روتی ہے آج جس سے اشک بہتے ہیں آج جس سے آنسو جھڑتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اگر چہ زیادہ نہیں مِثْلُ رَأسِ الذُّبَابِ مکھی کے سر جتنا چھوٹا سا آنسو آج جس آنکھ سے اللہ کے ڈر کی وجہ سے نکل آتا ہے اس آنکھ کو بھی خالق کائنات جل جلالہ محشر کے دن رسوا نہیں ہونے دیگا آج کی روتی ہوئی آنکھ آج کی پُرنم آنکھ آج کی یہ آنکھ جس سے خشیت ایزدی کے موتی جھلکتے ہیں اگر چہ زیادہ نہ ہوں ایک آنسو اس طرح کا جو چھوٹا سا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلا اور اُس کی تاثیر آگے بدن پر مسلط ہوگئی اور دل میں اُس کا اثر باقی رہا میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں خالق کائنات اس آنکھ کو بھی محشر کے دن محفوظ فرمائے گا۔

اب دیکھئے ان میں سے سب سے پہلی آنکھ وہ کہ جو غیر محرم کی طرف نہیں دیکھتی جس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہوا ہے اور ہر وقت اس نور کے زیر سایہ وہ آنکھ موجود ہے کہ جو شریعت نے حدود لگائی ہیں اُن سے وہ آگے نہیں گزرتی شریعت کے دائرے میں رہتی ہے اس کے نزدیک تفریح اور ریفریشمنٹ کا جو ایک انداز ہے وہی جو شریعت نے متعین کر دیا ہے۔ جہاں شریعت دیکھنے کی اجازت دیتی ہے ادھر وہ آنکھ دیکھتی ہے اور جدھر سے شریعت روکتی ہے ادھر وہ آنکھ ہرگز نہیں دیکھتی نہ ہی چوری

Marfat.com

چوری اور نہ اعلانیہ۔ بالکل اُس آنکھ نے اپنے آپ کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فرامین میں ایسی آنکھ کو موضوع سخن بنا کر قیامت تک کے امتیوں کیلئے ایسی آنکھ کو پسند فرمالیا ہے۔

یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے الزواجر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 4 پر ایسے ہی طبرانی کی معجم کبیر اور حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلنَّظَر سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس

آنکھ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ اگر چاہے تو بندے کو گھنٹوں میں صدیوں کی ہلاکتوں کی طرف لے جائے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آنکھ سے دیکھنا ایک تیر ہے کونسا فرمایا جو تیز زہر میں بجھایا گیا ہو اگر یہ آنکھ برا دیکھ رہی ہے تو یہ آنکھ ایک تیر ہے جو دیکھنے والے کو لگ رہا ہے اور ہے کیسا زہر میں بجھا ہوا ہے زہر آلود تیر ہے جب ایک انسان غیر محرم کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے چوری چھپے دیکھ رہا ہے یا اعلانیہ دیکھ رہا ہے اس کی تصویر کو اخبار میں دیکھتا ہے کسی ناول میں دیکھتا ہے اس کی تصویر کو ٹی وی کی سکرین پر دیکھتا ہے یا ویسے اس کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری روحانی زندگی کو ایک تیر لگ گیا ہے اور تیر بھی عام نہیں وہ جو زہریلا تیر ہے اب اس کے بعد بچنا مشکل ہو جائیگا تیرے اندر جو نیکی کا ایک گراف تھا وہ نیچے گر چکا

Marfat.com

ہے اب اس سے تجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ فوراً توبہ کرو اور جو ایک مرتبہ ہو گیا اس کے بعد کبھی بھی ایسا نہ ہونے پائے اس واسطے کہ اتنی تیزی سے یہ آنکھ بندے کو گناہ کے دھانے پہ پہنچاتی ہے کہ ہاتھ سے گناہ کرنا تھا تو کچھ قوت لگانی پڑے گی اور اگر گناہ قدم سے کرنا تھا تو چل کے جانا پڑے گا لیکن جہاں بیٹھے ہو وہیں بیٹھے بٹھائے یہ بندے کو جہنمی بنا دے گی یہ بیٹھا ہے ٹی وی کی سکرین پہ اُس کی آنکھ لگی ہوئی ہے اور کوئی ناجائز منظر دیکھ رہا ہے تو وہاں بیٹھے بیٹھے ہی اُس آنکھ نے اس کو ایک اچھی دنیا سے نکال کر جہنم کے گڑھے تک پہنچا دیا ہے۔

تو میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے تھے کہ آنکھ کو بچا کے رکھو اگر تھوڑی سی بھی یہ بے لگام ہو جائیگی تو اتنا زیادہ نقصان کر دے گی کہ یہ زہریلے تیر سے بھی اس بندے کو زیادہ قتل کرنے والی ہے جو اپنی آنکھ پر پہرہ نہیں لگاتا اور آنکھ کو کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ وہ حدود جہاں دیکھنے سے رب ناراض ہو جاتا ہے اس نے آنکھ کو چھوڑ دیا تو خالق کائنات جل جلالہ نے اس آنکھ کو جہنمی آنکھ قرار دے دیا اور اس کو جنت سے محروم فرما دیا۔ اس مقام پہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، مَنْ تَرَکَهَا مِنْ مَخَافَتِیْ

حدیث قدسی ہے خالق کائنات فرماتا ہے کسی کی آنکھ اُٹھ گئی اس جگہ کی طرف جہاں دیکھنا حرام تھا خواہ وہ کوئی مرد تھا جس نے اپنے پردے کا حکم پورا نہیں کر رکھا تھا اُسکو دیکھا تو یہ بھی ایسے ہی حرام ہے کہ مرد مرد کو دیکھ رہا ہو یا عورت اس کی طرف دیکھ رہی ہو تو اس انداز میں دونوں طرف حکم برابری کا ہے۔ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اتفاق

Marfat.com

سے اگر نگاہ اُٹھ گئی لیکن کیا ہوا اُس امتی نے فوراً اپنی نظر پھیر لی تو خالق کائنات فرماتا ہے اَبْـدَلْتُـهٗ اِیْمَـانـاً۔ میں اس کو ایک نیا ایمان عطا فرما دونگا۔ فرمایا یہ جرأت والا انسان ہے اس کو جری کہتے ہیں وہ بہادر نہیں جو کسی بڑے پہلوان کو کشتی میں گرالے بلکہ وہ بہادر ہے کہ جب جی چاہ رہا ہو نا جائز دیکھنے کیلئے لیکن یہ جرأت کرتا ہوا آنکھ کو پھیر لے اور آنکھ کو بند کر لے آنکھ کو دیکھنے کی اجازت نہ دے یہ بہادروں میں بڑا بہادر ہے کہ جس نے اپنی آنکھ کو یوں بچا لیا کہ جب پھیرتا گیا تو خالق کائنات فرماتا ہے میں وعدہ کرتا ہوں جو میرے حکم پر اس نے اپنی آنکھ کی طہارت کا خیال رکھا اَبْـدَلْتُهٗ اِیْمَانًا میں ایک نیا ایمان اس کو دونگا کیسے نیا ایمان دونگا فرمایا۔

یَجِدُ حَلَاوَته فِیْ قَلْبِهٖ عاکم، طبرانی، الزواجر ۲/۴)

کہ جس کی مٹھاس اس کو دل میں محسوس ہوتی رہے گی یقیناً ایسے موقع پر کسی کو اگر تجربہ ہے تو وہ جانتا ہوگا اگر اس نے آنکھ پھیر لی ہے اور آنکھ کو اس طرح آوارہ نہیں ہونے دیا خالق کائنات جل جلالہ فوراً اس کے دل میں ایک ذوق پیدا کرتا ہے اور بندگی کا ایک شوق پیدا کرتا ہے اور اس کو خوشی ہوتی ہے کہ دیکھو کوئی روکنے والا تو نہیں تھا میں چاہتا تو جی بھر کے دیکھ سکتا تھا لیکن میں نے اس کو دیکھنے سے اپنے آپ کو روک لیا ہے اس کی وجہ سے دل میں واقع خوشی پیدا ہوتی ہے کہ میں اپنے رب کا حکم مان کے بندگی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہر عضو کا ایک زنا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ زنا ایک قسم کا ہے۔

Marfat.com

اَلْعَیْنَانِ زِنَا ھُمَا النَّظْرُ

آنکھوں کا زنا غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے آنکھوں کی بدکاری حرام وادی کی طرف دیکھنا ہے یہ آنکھوں کا جرم ہے، جیسے لفظ زنا ایک خاص عمل پر بولا جاتا ہے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہر عضو جب اپنی حد سے نکل جاتا ہے جو شریعت نے معین کر رکھی ہے تو وہ اُن کی بدکاری ہوتی ہے لفظ زنا کا استعمال فرمادیا ہے اور فرمایا کبھی بھی میرا امتی یہ نہ سمجھے کہ اس نے یوں دیکھ کے کوئی جرم نہیں کیا، اس کی آنکھ اتنی گندی ہوگئی ہے بدکار ہوگئی ہے اب جنت کے قابل نہیں رہی اللہ اُس کو اپنا دیدار کیسے عطا کرے اور میں اس کے خواب میں کیسے آؤں جس کی آنکھ اتنی پلید ہو چکی ہو آنکھوں کو پاک رکھنے کی حکمت ہی یہ تھی کہ اس کو پاک رکھو تو اس کو اچھے مناظر دیکھنے کیلئے عطا کر دیے جائینگے۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہمیں بار بار اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آنکھ کی حفاظت زندگی میں بڑی ضروری ہے اور اس بنیاد پر انسان کو جو ترقیاں ملتی ہیں ان کا ایک اپنا ہی نظارہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو لے کر نکلے تھے استسقاء کیلئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جلد نمبر 1 صفحہ 365 پر اس کو لکھا ہے۔

خَـرَجَ لِیَسْتَسْقِی۔ امت ساتھ تھی اور ایک جنگل میں آگئے کہ بارش کا نزول نہیں ہو رہا تو نماز استسقاء پڑھتے ہیں جب پہنچ گئے بہت بڑے جنگل کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جماعت شروع نہیں کروا رہے تھے رش بڑا تھا لوگ تنگ تھے کہ جلدی نماز پڑھائیں اور ہم واپس چلے جائیں تو اُس وقت آپ نے اعلان کیا۔

Marfat.com

مَنْ اَصَابَ مِنكُمْ ذَنبًا

تم میں سے جس نے گناہ کیا ہے وہ گناہ گار انسان یہاں پر نہ ٹھہرے ہم اس کو ساتھ لے کر دعا نہیں کریں گے وہ گہنگار انسان گھر چلا جائے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا تو۔

لَمْ یَبْقَ مَعَهُ فِی الْمَفَازَةِ اِلَّا وَاحِدٌ

ایک کے سوا سارے ہی واپس چلے گئے آپ نے فرمایا جس نے گناہ کیا ہے وہ یہاں نہ ٹھہرے ہم نے اللہ سے مانگنا ہے تو سارے ہی واپس چلے گئے صرف ایک انسان امت سے باقی رہ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کو جھنجھوڑا اور آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے تو وہ کہنے لگا۔

وَ اللّٰهِ مَا مِنْ شَیْءٍ غَیْرَ اَنِّی کُنْتُ ذَاتَ یَوْمٍ اُصَلِّیْ

میرا کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اتنا ہے کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا۔

مَرَّتْ اِمْرَءَ ةٌ

تو سامنے سے ایک خاتون گزری۔

فَنَظَرْتُ اِلَیْهَا بِعَیْنِیْ هٰذِهٖ

کہ میں نے اس آنکھ سے جواب کانی ہو چکی ہے اور اس وقت میں جس سے محروم ہوں اس آنکھ سے میں نماز پڑھتے ہوئے ایک عورت کو دیکھ لیا اس کے سوا میرا اور کوئی گناہ پوری زندگی میں نہیں ہے اور جب میری آنکھ نے اس کو دیکھا تھا تو اے میرے نبی جانتے ہو میں نے آنکھ کو سزا کیا دی تھی جو نہی میری آنکھ دیکھتی گئی۔

لَمَّا جَاوَزَتْنِی۔ جب وہ عورت آگے گذر کر چلی گئی۔

Marfat.com

اَدْخَلْتُ اِصْبَعِیْ فِیْ عَیْنِیْ

میں نے یہ انگوٹھا اپنی آنکھ میں رکھا اور اس کو اچھی طرح دبایا یہاں تک کہ میں نے آنکھ باہر نکال دی۔ آنکھ باہر نکال کر میں نے پکڑ کے اُس عورت کے پیچھے پھینک دی اور میں نے آنکھ سے خطاب کر کے کہا کہ ایسا ہی حشر ہوتا ہے جو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے تو اپنے رب کے دربار میں حاضری کے وقت کس طرف دیکھا تھا۔ میں نے اے میرے نبی اُس آنکھ کو اپنے بدن کیساتھ نہیں رہنے دیا اور مین نے اُسے نکال کر پھینک دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ واقعہ سنا تو کیا فرمانے لگے۔

اُدْعُ اللّٰہَ حَتّٰی اُوَمِّنَ عَلٰی دُعَائِکَ

پھر تم دعا کرو تمہارے پیچھے میں امین کہتا ہوں تم ایک رہ گئے ہو تو بڑے قیمتی انسان ہو تمہارا تو کردار بڑا اچھا ہے تمہاری تو آنکھ بڑی پاک ہے۔ ایک ہی آنکھ ہے اور وہ بھی بڑی پاک ہے جو پلید ہوئی تھی تم نے نکال دی ہے، اب تم دعا کرو یہ میری طرف سے اعزاز ہے تمہارے لیے۔

حتّٰی اُوَمِّنَ عَلٰی دُعَائِکَ میں تمہارے پیچھے امین کہتا ہوں۔

فَدَعَا۔ اُس امتی نے دعا مانگی۔ فَتَجَلَّلَتِ السَّمَاء ۔ فوراً آسمان پر بادل بن گئے اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔ آنکھ کی طہارت اور آنکھ کے تقدس میں کتنی برکتیں ہیں اور کتنا بندے کو پاورفل ہونا چاہیے۔

اب یہ نصاب ماننے والوں کا ہے جو نہ ماننے والے ہیں جو کافر و مشرک ہیں وہ تو ایسے ہی بکھوڑے ہیں اُن کیلئے یہ باتیں نہیں ان کیلئے تو اسلام ہے کہ پہلے اُس میں آجائیں اور یہ سب کچھ ہم سے ہے ہم کلمہ بھی

Marfat.com

پڑھیں اور آنکھوں سے بدکاری بھی کرواتے رہیں تو یہ آنکھ کیا آنکھ ہوگی ہم کس طرح پھر امیدوار بن سکیں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کیلئے اور خالق کائنات کی قدرت کے دیدار کیلئے لہذا یہ جنتی آنکھ ہے کہ جس کو محبوب علیہ السلام نے کتنا بلند کردار دیا ہے کہ جو اپنے آپ کو روک کے رکھتے ہیں اور اگر کہیں بائی چانس یہ آنکھ اُٹھ جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو فوراً پھیر لیتا ہے تو اس بائی چانس اُٹھنے والی نگاہ کا گناہ اُس سے جھاڑ دیا جاتا ہے لیکن جو دفعتاً اُٹھنے والی آنکھ کو پھر برقرار رکھتا ہے اور دیکھتا جاتا ہے خالق کائنات جل جلالہ اُس آنکھ کو جہنمی بنا دیتا ہے، جنتی کی آنکھ وہ آنکھ ہے جو آخری سانس تک اپنی حدود میں رہتی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کے مطابق دیکھنے کا عمل مکمل کرتی ہے۔ ان تین آنکھوں میں سے دوسری آنکھ جس کا ایک ہی حدیث شریف میں ذکر ہوا وہ آنکھ ہے مجاہد کی آنکھ اور پہرے دار کی آنکھ جو پہرہ دے رہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بخاری و مسلم اور مشکواۃ شریف کے صفحہ ۳۲۹ میں یہ حدیث شریف موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رُبَاطُ یومٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خیرٌ مِنَ الدُّنیَا وَمَافِیْھَا

ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اور ایک دن میدان جہاد میں جاگ کر گزار دینا ایک دن رات اس طرح رہنا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خیرٌ مِنَ الدُّنیَا وَمَا فِیْھَا۔ یہ عمل پوری دنیا سے بہتر ہے۔ یعنی دوسری

Marfat.com

طرف اگر ایک انسان کے قبضے میں پوری دنیا آجائے اور وہ اس کو صدقہ وخیرات کردے تو اتنی نیکی اس کو پہنچی جتنی نیکی اس رات کو جاگنے والے پہرے دار کو ملی ہے جو جاگتا رہا ہے اور اُس نے محفوظ رکھا ہے اپنے دین کی سلطنت کو اور لوگوں کے مال کو اور مسلم امۃ کی عزت کو جس نے محفوظ کرنے کیلئے جس نے رات جاگ کے گزار دی ہے اور دن کو پہرہ دیتا رہا خالق کائنات نے اس کو بہت سے نوافل صدقات اور حج اور روزوں کے مقابلے میں اس کو بندگی کا ثواب دے دیا ہے۔فرض اس نے پورے کیے نماز پنجگانہ وہ پڑھتا اور باقی تمام وقت وہ کھڑا رہا ہے پہرہ دیتا رہا خالق کائنات اُس بندے کو ان جمیع عبادات کے مقابلے میں اس شخص کو بڑا اجر عطا فرمانے والا ہے یہ وہ آنکھ ہے جس کو جنتی قرار دیا گیا اور نبی علیہ السلام نے اس کو ہمہ جہت عظمتیں عطا فرمادی ہیں۔

اس کے بعد سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنکھ کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا یہ وہ آنکھ ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور جس سے آنسو نکلیں اللہ کے ڈر کی وجہ سے رونے کی کئی قسمیں ہیں۔رونے کی اقسام کو بیان کرتے ہوئے محدثین نے اس کی چھ قسمیں لکھی ہیں

(۱) کبھی انسان روتا ہے حزن کی وجہ سے غم کی وجہ سے۔

(۲) کبھی روتا ہے وجع یعنی درد کی وجہ سے کہ بدن میں درد ہو رہا ہے تو اس کو رونا آگیا ہے۔

(۳) کبھی روتا ہے فزع کی وجہ سے گھبراہٹ کوئی آگئی ہے کہ کوئی ایسی

Marfat.com

آفت آگئی ہے زلزلہ آگیا ہے تو اس کو رونا آگیا ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر کبھی انسان روتا ہے خوشی کی بنیاد پر کہ ایسی خوشی تھی اُس سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

(۵) پانچویں نمبر پر شکر کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

(۶) اور چھٹے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی خشیت سے آنسو نکلتے ہیں ان چھ قسم کے آنسوؤں میں سے سب سے قیمتی آنسو وہ کہ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے نکلنے والا ہو۔ یہاں تک کہ آنسو بندے کے نامہ اعمال کو دھو دیتا ہے اور ایسا ایک آنسو رحمت کے سمندر میں ہلچل مچا دیتا ہے۔ پہلے آنسو جو ہیں ان کے درجات ہیں اور مختلف قسم کی انکی حیثیات ہیں، رونے میں انسان کبھی درد کی وجہ سے بھی روتا ہے غم کی وجہ سے روتا ہے نقصان ہو گیا اس کو رونا آگیا اور کبھی خوشی کی وجہ سے بھی رونا آتا ہے ان آنسوؤں میں اپنی حیثیت کیلحاظ سے بھی فرق ہے، جو آنسو غم کا ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اور جو خوشی کا ہوتا ہے وہ آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس بنیاد پر جب ایک بندۂ مومن اپنے رب کے دربار میں خشت کی وجہ سے اپنے آنسو پیش کرتا ہے یہ آنسو نکلتے ہیں تو کئی جہنموں کو سرد کر سکتے ہیں جتنی بڑی حیثیت ہوگی آنکھ کی اتنا تیز آنسو ہوگا اور اتنی تیز اس کی برودت ہوگی اور اس کے اندر زیادہ ٹھنڈک موجود ہوگی اور اگر وہ آنسو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹپکا ہوا آنسو ہے تو فاضل بریلوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کا آنسو ہو تو پھر بھی جہنم کی آگ جلتی رہے ایک آنسو ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے جہنم کی آگ بجھ جائیگی، فرماتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آنسو ہی کافی ہے اور آپ نے جو آنکھ کی شان دی ہے امت مسلمہ کی بھی اس انداز میں تربیت کی ہے کہ ڈرتے ڈرتے جب ڈر کی بنیاد پر آنسو نکلے گا اس آنسو میں ایسی سعادت ہوگی کہ صرف وہ بدن ہی جنتی نہیں ہوگا وہ آنکھ ہی جنتی نہیں ہوگی اُس کے سوز سے ہوسکتا ہے خالق کائنات کتنے لوگوں کو جنت عطا فرمادے۔

محتشم سامعین حضرات

اس سلسلے میں ابن ماجہ کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے اور سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام کا حکمت افروز پیغام ہے اور کتنی تجلی ہے ہر ایک لفظ کے اندر کہ اگر کوئی ایک حدیث انسان اپنی روح کے اندر اتار لے خالق کائنات کے کرم کا صدقہ اس کو ایسا ثواب میسر آئے گا کہ ظاہر اور باطن کے اندر کئی تجلیاں آباد ہوگئیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ مُومِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ

ہر مومن آدمی جو مومن بھی ہے شرط یہ ہے کہ ایمان والا ہو بے ایمان نہ ہو بد عقیدہ نہ ہو ایمان والا انسان ہو اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے کتنا بڑا فرمایا۔

وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

Marfat.com

اگر چہ وہ مکھی کے سر جتنا ہی نکلے لیکن اتنا ہو کہ ٹپک سکے آنکھ سے بہہ کے نیچے آسکے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نکلے تو مِنْ خَشْیَتِ اللّٰهِ اللہ کے ڈر کی وجہ سے اور اتنا ہو کہ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ. آنکھ سے نکل کر رخسار پر پہنچ جائے تو آنکھ سے ٹپکے اور رخسار پہ جا گرے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلا ہو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَلَى النَّارِ

اللہ تعالیٰ وہ چہرہ جہنم پہ حرام فرمادے گا۔ خشیت ایزدی کی وجہ سے آنسو نکلا ہے کتنا قیمتی ہے اللہ کے دربار میں کتنا پسند ہے انسان کے آنسو بہتے رہتے ہیں کبھی اپنے نقصان کو یاد کر کے کبھی کسی تصور میں غرق ہو کے آنکھوں سے آنسو بہالیتا ہے۔ لیکن کتنا سعادت مند وہ انسان ہے جس کو یہ توفیق حاصل ہے وہ گناہوں کو گنتا ہے تو کانپتا ہے اُس پر جب وجد طاری ہوتا احساس پر بوجھ بنتا ہے دل سے بخارات اُٹھتے ہیں تو دماغ میں بادل بن جاتا ہے اور آنکھوں سے ساون کی برسات شروع ہو جاتی ہے ایسے عالم میں آنسو جب ٹپکتے ہیں اس کا نامہ اعمال جو سیاہ ہو چکا تھا پھر صبح نور کی طرح روشن ہو جاتا ہے اُس کا دل منور ہو جاتا ہے اور خالق کائنات جل جلالہ اُس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیتا ہے۔

اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں اور مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر ۶۸ پر رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا جامع فرمان موجود ہے

Marfat.com

اگرچہ اُس میں ایک بات جو ہے وہ ہمارے موضوع سے منسلک ہے لیکن ہمارے دین کے لحاظ سے وہ سات کی سات باتیں ہی بڑی ضروری ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں۔سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات قسم کے لوگ وہ ہیں کہ جن کو محشر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا،ایک سایہ رحمت اللہ کا بھی ہے،وہ ایسا نہیں جس طرح ہمارا سایہ بنتا ہے کہ ایک مادی چیز ہے ایک طرف سے روشنی آئی تو مادی چیز چونکہ کثیف ہے روشنی آگے گذر نہ سکی تو دوسری طرف سایہ بن گیا۔ایسا سایہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے اور ایسا سایہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا بھی نہیں ہے،خالق کائنات جل جلالہ کا اور نوعیت کی بنیاد پر اور محبوب علیہ السلام کا اور حیثیت کی بنیاد پر اُس کی نورانیت جو خالق والی ہے اُس کے لحاظ سے اور محبوب علیہ السلام کی جو مخلوق والی ہے اُس کے لحاظ سے ہے سایہ نہیں بنتا۔اب ایک سایہ ہے جو محبوب علیہ السلام کا بھی کہ جس سائبان میں آج ساری دنیا قائم ہے اور سایہ خالق کائنات کا بھی کہ جب بڑے بڑے تاجوروں کے بڑے بڑے ایوان گر چکے ہونگے خالق کائنات اپنے سایہ رحمت میں اُس وقت بھی کچھ لوگوں کو جگہ عطا فرمادے گا۔سات قسم کے انسان ہیں آگے ہر ایک قسم میں ہزاروں لوگ آسکتے ہیں ان میں سے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

Marfat.com

پہلا آدمی

اِمَا مٌ عَادِلٌ

وہ حکمران جو عادل ہو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا اب اس سے سمجھ لیجئے کہ اسلام میں خدمت عوام کا کتنا بڑا مقام ہے اور اگر سیاست کو اسلام کی حدود میں گزارا جائے تو یہ کتنی بڑی نیکی ہے کہ ایک شخص اگر ایک جگہ عدالت کا نظام قائم کرتا ہے ایک فیصلے میں عدل کرتا ہے اُس کو ہزار ہا نوافل سے بڑا ثواب ملتا ہے اب امام عادل وہ حکمران جو حکومت بھی کرتا ہے لیکن عدالت بھی کرتا ہے عادل حکمران ہے وہ ظالم نہیں خونخوار بھیڑیا نہیں اُس نے بربریت اور ظلم وستم کا بازار گرم نہیں کر رکھا بلکہ عادل حکمران ہے اس کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں کہ اس کو قیامت کے دن بھی خصوصی پروٹوکول دے گا اور سایہ رحمت میں جگہ عطا فرما دے گا۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

دوسرا آدمی

شَابٌ نَشَا فِیْ عِبَادَةِ اللّٰہِ

وہ نوجوان جس نے ابھرتی جوانی بھی تقوے کے سائے میں گزار دی ہے۔ بوڑھا ہو کے نیک ہو گیا۔ اُس کی حیثیت اور ہے نیکی تو یہ ہے جب برائی کی طاقت جوش مار رہی تھی مگر اس نے تب بھی اس وقت ہوش سے کام لیا اور اپنے آپ کو شباب اور جوانی کے نشے میں بدمست نہیں ہونے دیا اور اپنی ساری جوانی کو تقوے کی لگام دے کر رکھا اور اپنی ابھرتی ہوئی جوانی تقوے کے سایہ میں گزار دی۔

Marfat.com

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایسا بچہ ہے اور میری امت کی ایسی بچی کہ جس نے پہلے دن سے ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا ہے اور اپنے آپ کو شیطان کے پنجوں کا اسیر نہیں ہونے دیا تو اسکی بھی یہ شان ہے کہ قیامت کا دن ہوگا خالق کائنات اسے بھی اپنے سایہء رحمت میں جگہ دے گا۔

کتنا حسین پیغام ہے، آج ملت کے نوجوانوں کوئی ادھر جھانکتا ہے کوئی اُدھر جھانکتا ہے اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ کوئی ادہر بھاگتا ہے کوئی اُدھر بھاگتا ہے کوئی کسی ذلت میں ڈوبا ہوا ہے تو کوئی کسی خواری میں گرفتار اور اُس کا مکیں ہو چکا ہے اگر وہ پلٹ کے دیکھ لے کہ محبوب علیہ السلام نے اس کو کیسی عظمت فرمائی ہوئی ہے۔

اس دنیا کی زندگی کا تو کوئی پتہ نہیں ہوسکتا ہے کہ جوانی کل ہی خاتمہ کی دہلیز تک پہنچ جائے آج اگر اس نے اپنی جوانی کو تقوے کا لباس پہنانے کا عزم کر رکھا ہے تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محشر کے دن لوگ جھلس رہے ہونگے اللہ اس کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

تیسرا آدمی

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے نمبر پر فرماتے ہیں

رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ

وہ بندہ کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہے اُس کو بھی اللہ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

معلق یعنی لٹکا ہوا جس طرح قندیل لٹکی ہوتی ہے ایسے نہیں بلکہ مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ اُس کا دل مسجد کیساتھ لگا ہوا ہے دلچسپی مسجد کیساتھ ہے اس کا پیار مسجد کیساتھ ہے مسجد سے باہر ہوتا ہے تو تڑپ ہے کہ کب مسجد میں جاؤ نگا ظہر پڑھ کے نکلتا ہے تو عصر کیلئے تڑپتا ہے جب عصر پڑھ کے نکل آئے تو اگر چہ دکان پہ بیٹھا ہوا ہے لیکن سوچ مسجد میں ہے وہ خیال مسجد میں رکھتا ہے یوں نہیں کہ آپ تو مسجد میں ہو لیکن خیال مسجد سے باہر چلا جائے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ خود باہر بھی ہو خیال مسجد میں رہتا ہے یہ بھی اتنا عظیم انسان ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آخر مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو مسجد میں بیٹھتا ہے وہ اللہ کا پڑوسی بن جاتا ہے تو قیامت کے دن خالقِ کائنات اسے بھی اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

کتنا خوبصورت نصاب ہے ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہمیں بیان کیا اگر ان باتوں کا پتہ نہ چلتا تو کتنا خسارہ ہو جاتا زندگی گزار بیٹھتے حشر کو پتہ چلتا کہ مسجد میں جانے کا اتنا بڑا مقام تھا اور جوانی کو تقوے میں گزارنے کا اتنا بڑا مقام تھا تو ہم کیوں نہ گزارتے ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ نبی علیہ السلام کا ہم پہ کرم ہے اور پھر ایسے کورسز میں شامل ہونا یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ یہ باتیں اگر کتابوں کے سینوں میں ہی دفن رہ جائیں تو پھر بھی کتنا بڑا نقصان ہو جائیگا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھول کے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور زمین تانبے کی بن چکی ہوگی اگر اُس دن بھی نظارے لُوٹنا چاہتے ہو اور وہ بھی اللہ کے دیدار کے تو پھر اس دائرے میں آجاؤ اللہ پریشان نہیں ہونے دے گا۔

Marfat.com

چوتھا آدمی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھے نمبر پر فرمایا۔

رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ.

ان دو بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا جو آپس میں اللہ کیلئے پیار کرتے ہیں۔ دنیاوی مقاصد کیلئے نہیں اللہ کیلئے۔

اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ.

اُسی پیار پر جمع ہو گئے اور اُس پیار پر مجلس ختم ہو گئی۔ اللہ کیلئے ہی اکٹھے ہوئے اور اللہ کیلئے ہی چلے گئے جن کا آپس میں تعلق محض اللہ کیلئے ہے وہ خواہ ایک امام اور مقتدی کا تعلق ہے ایک استاد اور ایک شاگرد کا تعلق ہے ایک پیر اور ایک مرید کا تعلق ہے یہ تعلقات جو محض محبت فی اللہ کی بنیاد پر اُستوار اور قائم ہوتے ہیں ان میں سے ایک مصلح ہے دوسرا قبول کرنے والا ہے خالق کائنات جل جلالہ ان کے اس پیار کو بھی اتنا پسند فرماتا ہے کہ باقی جھوٹے پیاروں کی رسیاں ٹوٹ چکی ہونگی اس پیار کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تقویت عطا فرمادے گا۔

پانچواں آدمی

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچویں نمبر۔

رَجُلٌ" ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ

وہ بندہ جس نے سارے خیالات دل سے نکال کے کہیں تنہا کوٹھری میں بیٹھ کے خدا کو یاد کیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رَجُلٌ" ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا. انجمن میں بیٹھا

Marfat.com

تھا تو پھر بھی اُس نے سارے خیالات نکال دیئے مطلب یہ ہے کہ رونا کہیں ریا کا رونا نہ ہو آنسوں کہیں ریا کے نہ ہوں اس نے سب خیالات نکال کے کہ فلاں مجھے دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا اس نے تنہا بیٹھ کر اپنے گناہوں کا تصور کیا اللہ کو یاد کیا اللہ سے معافی چاہ رہا تھا تو اللہ کو یاد کرتے کرتے اللہ کا نام لیتے لیتے اُسکی آنکھیں بہہ گئیں آنکھوں میں آنسو آگئے میرے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی وہ انسان ہے جس کو خالق کائنات جل جلالہ اپنے سایہ رحمت میں قیامت کے دن جگہ عطا فرمائے گا۔

چھٹا آدمی

چھٹے نمبر پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَءَ ةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ.

وہ بندہ کہ جس کو نہایت ایک خوبصورت عورت نے برائی کی دعوت دی جو ذات حسب بھی تھی اور باجمال بھی تھی بڑے خاندان کی بھی تھی اور خوبصورت بھی بہت تھی اُس نے کسی کو برائی کی دعوت دی اور کوئی مانع بھی موجود نہیں تھا یہ شخص اگر اُس سے برا کام کرنا چاہتا تو کرسکتا لیکن جونہی اس شخص کو دعوت ملی تو اس کا جواب کیا تھا اس نے جواب کیا دیا۔

اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ

میں اللہ سے ڈرتا ہوں میں یہ کام نہیں کرسکتا اور اُس نے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ کہہ کے اُس [illegible] کی برائی کی دعوت کو ٹھکرا دیا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی اتنی روشنی والا بن گیا ہے قیامت کے دن اللہ اسے بھی اپنے پاس جگہ عطا فرمادے

Marfat.com

گا اور ساتویں نمبر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ساتواں آدمی

رَجلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخفَاهَا.

ایک بندے نے صدقہ کیا لیکن چھپا کے اتنا چھپایا۔

حَتّٰی لَا تَعلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنفِقُ یَمِینُهٗ

یہاں تک کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں نے صدقہ کیا ہے اس قدر چھپ کے اس نے صدقہ دیا ہے اور اس قدر چھپ کے اُس نے انفاق فی سبیل اللہ کا کام کیا ہے اس کے بارے میں بھی رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا اِس کو رب ذوالجلال اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

میرے بھائیو یہ رمضان المبارک کا برکتوں والا موسم ہے اور دل اللہ کی طرف مائل ہیں اور یہ ہمارا نصاب زندگی ہے یہ نصاب ہمارے سوا اور کس کیلئے ہے اور کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو حشر کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے اور بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اپنا سایۂ رحمت عطا فرمادے تو کتنا آسان سا نصاب ہے سات باتیں ہیں محبوب علیہ السلام واضح طور پر اور کھول کے ضمانت دے دی ہے جو عمل کرے گا سرکار اس کو دلوائیں گے۔

جو آج اپنے آپ کو پابند کرے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک زبان سے اعلان فرمارہے ہیں اللہ کے کہنے پر اور

Marfat.com

اُس کے وعدے پر جس کی خلاف ورزی نہیں ہوگی لہٰذا کیا پڑا ہے اُن کاموں میں جو ان سات کاموں کی خلاف ورزی میں موجود ہیں۔ اگر آج ان کو پیش نظر رکھ لیا جائے اور انکو روزانہ کا وظیفہ بنا لیا جائے کہ کچھ وقت اس سوچ میں بھی ہو کہ کتنے کام اللہ کی بندگی میں ہوئے تھے اور کتنے کام میں نے آج اللہ کی ناراضگی میں کیے ہیں یہ سوچ سوچ کر بندہ آنکھ سے جب بندہ آنسو بہائے گا خالق کائنات جل جلالہ اس کی آنکھ کو جنتی حسن عطا فرمائے گا۔

جامع ترمذی میں یہ حدیث شریف موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی اٹل مثال دیکر اپنی ضمانت کا اعلان کر دیا یہ کوئی نہ سمجھے کہ یہ کوئی کچی بات ہے۔ فرمایا تم اللہ کی خشیت اور اللہ کے خوف سے رو کے دیکھو تو سہی، سن لو اس میں کیا عظمت ملے گی۔

لَا يَدْخُلُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ.

فرمایا کہ "وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا ہو اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ پستان سے نکلا ہوا دودھ پستان میں دوبارہ داخل نہ کر دیا جائے"۔ مطلب کیا تھا کہ جیسے بھینس کا دودھ تم نے نکال لیا اب وہ دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا ہے ایسے ہی جس شخص کی آنکھ سے اللہ کے خوف کے آنسو ٹپکے ہیں وہ بندہ بھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔ اس کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکا اعلان فرمایا ہے اور اس کا جو سب سے اہم پہلو ہے وہ آخر میں بیان کرنا چاہتا ہوں شاید کوئی یہ کہے کہ ہمارا تو کوئی گناہ ہی نہیں ہے ہم روئیں تو کس لیے کس خوف سے روئیں یہ تو رونا چاہیے کسی بدکار کو کسی زانی کو اور بہت بڑے قاتل کو اُس کو رو کے اپنے گناہ بخشوانے چاہیے۔

Marfat.com

ہمارے تو کوئی گناہ سے ہی نہیں۔

محتشم سامعین حضرات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا الزّواجر کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 27 پر یہ حدیث شریف موجود ہے سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا نے آیت پڑھی اور اسکے بارے میں سوال کیا سورۃ مومنون آیت نمبر 60۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ.

وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں اور دیتے ہیں جو دیتے ہیں اعمال کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہیں کہ اُن کو اپنے رب کیطرف لوٹ کے جانا ہے۔

اس کے ظاہری الفاظ کو پیش کر کے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ مسئلہ پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس آیت میں اس بندے کی بات ہو رہی ہے۔

هُوَالَّذِىْ يَزْنِىْ وَيَسْرِقُ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَهُوَ يَخَافُ اللّٰهَ.

کہ وہ بندہ جو زانی بھی ہے چور بھی ہے شرابی بھی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ سے بھی ڈرتا ہے کیا اس کے بارے میں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ خالقِ کائنات جل جلالہ سے ڈر رہا ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ میں اللہ کیطرف جاؤنگا یا کسی اور آدمی کے بارے میں ہے تو ایسے آدمی کو پھر ڈرنے کا فائدہ کیا ہوگا کہ عمل جو چاہے کرتا رہے اور ادھر آنسو بھی بہاتا رہے کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا! اے عائشہ اے بنت صدیق سُن لو اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو تم سمجھ رہی ہو کہ عمل جو چاہے کرے اور

Marfat.com

ساتھ روتا بھی رہے تو اس کا کام بن جائیگا عمل اُس طرح برار کھے اور آنسو بھی بہالے۔فرمایا نہیں نہیں اس سے مراد وہ ہے۔

لٰکِنَّہُ الرَّجُلُ یُصَلِّی وَیَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُ وَیَخَافُ اَنْ لَّا یُتَقَبَّلَ مِنْہُ. فرمایا اس آیت میں اس بندے کا ذکر ہے جو نماز بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اور صدقہ بھی کرتا ہے لیکن ساتھ ڈرتا ہے اس بات سے کہ پتہ نہیں کہ نماز قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں پتہ نہیں کہ روزہ قبول بھی ہوا ہے یا نہیں حج کرتا ہے تو بھی روتا ہے کہ پتہ نہیں حج قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔ یا بنت صدیق اے صدیق کی بیٹی اس سے مراد یہ ہے کہ نیک ہو پھر بھی ڈرتا رہے اور نیکی کر کے بھی ڈرے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں۔

اس انداز میں نیکی کرتا ہے اور یہ تشویش ہے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول ہوئی ہے۔یا نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی خالق کائنات جل جلالہ قرآن مجید میں تعریف فرما رہا ہے۔

اب دیکھو کوئی بھی ہمارے پاس گنجائش نہیں اس میدان سے بھاگنے کی۔ اول تو ہمارے پاس ایسی نیکیاں ہی نہیں اور اگر کچھ ہیں تو اُن کے بارے میں ہمیں کیا پتہ کہ وہ قبول ہو چکی ہیں یا نہیں۔

اس واسطے خشیت ایزدی اور اُس میں آنسو بہانا یہ امتِ مسلمہ کے ایک فرد کی شان ہے حقیقی مومن اور مومنہ کی یہی پہچان ہے۔رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کیلئے یہ نسخہ کیمیا ہمیں عطا کر دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اسی واسطے کہا کرتے تھے۔

لَاَنْ اَدْمَعَ دَمْعَۃً مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِینَارٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اللہ کے ڈر کی وجہ سے ایک آنسو میری آنکھ سے نکل آئے تو مجھے یہ ہزار دینار صدقہ کرنے سے اچھا لگتا ہے۔ ہزار دینار سونے کا صدقہ کرنا اُس کے مقابلے میں ایک آنسو جو میری آنکھوں سے خشیتِ ایزدی کی وجہ سے نکل آئے وہ قیمتی ہے اور اُس کے اندر فضیلت زیادہ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا حدیث قدسی ہے خالق کائنات فرماتا ہے۔

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجْلِ الْمُسَبِّحِیْنَ.

فرمایا تسبیح کرنے والے جب تسبیح کرتے ہیں تو ان کی آواز سے جو رمق پیدا ہوتی ہے۔ ایک آواز کی جو لہر پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا اس لہر سے اللہ کو رونے کی آواز اچھی لگتی ہے جو ریا سے نہیں اُس کے ڈر سے رو پڑے۔

خالق کائنات اُس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ تسبیح کی آواز کو بھی اتنا پسند نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے زیر سایہ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا انّ الحمد لِلّٰہِ رب العالمین

☆☆☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 24

اوقات اور مصروفیات

کا شرعی توازن

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوقات ومصروفیات کا شرعی توازن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّ الْاَنْبِيَآءِ عَظِيْمِ الرَّجَآءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَا الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ والحج

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نُور مجسّم شفیع معظم احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب' اربابِ فکر ودانش' معزز محترم حضرات وخواتین۔

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ان سعادت افروز لمحات میں اور اس نُور فشاں ماحول میں ہم سب کو ادارہ "صراطِ مستقیم" کی طرف سے فہمِ دین کورس کے چوبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کو قرآن وسُنّت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بہت اہم موضوع ہے۔

"اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن"

ہر انسان وقت کا محتاج ہے اور وقت کی پہچان اُس پر لازم ہے۔ بالخصوص اُمّتِ مُسلمہ کی عبادت اور اُمّتِ مُسلمہ پر جن چیزوں کو اللہ کی طرف سے احکام کی شکل میں لازم کیا گیا ہے اُن عبادات کی ادائیگی کا نظام وقت پر موقوف ہے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی وقت معیّن پر ہے۔ اگر اس وقت سے پہلے ہوگی پھر بھی ناجائز ہے اگر اس کے بعد ہوگی تو پھر بھی ادائیگی کا وقت فوت ہو چکا ہوگا اور صرف قضا کی نیّت سے پڑھی جا سکے گی' صبح کا ایک وقت ہے' رمضان المبارک کے روزوں کا ایک وقت ہے' خود رمضان کی شناخت کا ایک وقت ہے اور ہر روزے کے آغاز اور اختتام کے لحاظ سے ایک وقت کی پہچان ہے۔ خود نصابِ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لحاظ سے سال کا مکمل ہونا

Marfat.com

اوراُس کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا گویا کہ وقت اُمّتِ مُسلمہ کے لحاظ سے زیادہ ہی اہمیّت کا حامل ہے پھراس کے ساتھ ساتھ روزانہ ہر وقت انسان کسی نہ کسی مصروفیّت میں ہے اور ہر وقت کیے اندر اُس مصروفیت کے لحاظ سے اُس کا ایک اپنا شیڈول اوراپنا پروگرام ہے۔

اس وقت آپ بیٹھے ہیں تو لفظ وقت آپ کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔ جب یہاں سے اُٹھ کے نکلیں گے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی وقت ہوگا ان شاء اللہ اور پھر زندہ رہتے ہوئے ہر روز صبح وشام انسان ایک وقت کے اندر موجود رہتا ہے۔تو وقت کی حقیقت کو پہچاننا اور پھراُس کی عظمت اور اُس کی قیمت کو محسوس کرتے ہوئے شرعی تقاضوں کے مطابق اُس وقت کو گذارنا یہ انسانی زندگی میں نہایت ہی اہم ہے۔

دین سے ہٹ کر دُنیاوی معاملات کے اندر بھی جس وقت کوئی اپنے وقت کی قدر کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ اپنے وقار کو کھو بیٹھتا ہے وقت کی پابندی وقت کی قدر اور وقت کا حساس مراحل کے لحاظ سے آنا جانا یہ تمام تر باتیں انسان کے زندہ رہنے کیلئے ضروری ہیں لیکن چونکہ ہماری زندگی شریعت کے اصولوں کے تابع ہے تو اسواسطے اسمیں وقت کی اہمیّت کا احساس دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔یعنی مہینے کے بعد ماہِ نو کے بارے میں پوچھتے ہیں اوران کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

Marfat.com

قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ سے ان اھلۃ کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ہلال کے بارے میں سوال کرتا ہے اور ماہ نو کے بارے میں سوال کرتا ہے یہ کیوں آ کے پھر غائب رہ کے پھر نئی پوشاک میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیں۔

هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

یہ ہلال لوگوں کیلئے وقت کی علامتیں ہیں اور حج کیلئے وقت کی علامتیں ہیں۔

مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ

یہ چاند جو نئے انداز میں طلوع ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو وقت کی علامت بتانے کیلئے ظاہر ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں یہ پیغام امت مسلمہ کو دیا وہاں دوسرے مقام پر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ میں یہ پیغام بھی دیا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

اللہ وہ ہے کہ جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

پھر ان کی منازل کو معین کر دیا۔ کیوں

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِ

تا کہ تم سالوں کا حساب جان سکو۔ تا کہ تم سالوں کی گنتی جان سکو۔ حساب جان سکو۔ وقت بحالتعین کر سکو اور وقت کی شناخت کر سکو تو اللہ تعالیٰ نے نظام فلکی کے

Marfat.com

لحاظ سے سورج کی تخلیق اور چاند کی تخلیق کے لحاظ سے اس بات کو سرفہرست بیان کیا کہ ہم نے یہ پیدا ہی اس لئے کیے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے تمہیں شناخت ہوتی رہے ان کی وجہ سے تمہارے لئے وقت کو پہچاننا آسان ہو سکے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا نظام کائنات اسی وقت کے لحاظ سے لوگوں کیلئے بنا رکھا ہے کہ اگر مسلسل وقت ہوتا تو شاید کتنی زندگی گذر چکی ہوتی کسی کو احساس ہی نہ ہوتا اور وہ متوجہ ہی نہ ہوتا روزانہ ایک بار سورج طلوع ہوتا ہے اور پھر غروب ہوتا ہے پھر طلوع ہوتا ہے تو یہ روزانہ ضمیر پر ایک دستک ہے کہ دیکھو ایک نیا وقت آیا ہے اور نئے وقت کیلئے تمہیں نئی طرح تیار ہو کے اللہ کو سجدہ کرنا چاہیے۔

اور پھر مہینے کے لحاظ سے بھی ایک نئی تبدیلی کا پیغام دیا جاتا ہے وہ تبدیلی چاند لے کے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس بڑے نظام کے اندر یہ جو بڑی تبدیلی ہے جو حسی طور پر نظر آتی ہے کہ جب سورج غروب ہوا تو اندھیرا چھا گیا اور طلوع ہوا تو روشنی آ گئی چاند آ گیا تو چاندنی آ گئی اور پھر چلا گیا تو اندھیرے چھا گئے یہ ایک جو حسی ماحول کے اندر واقع ہونے والی تبدیلی ہے اس سے اللہ تعالیٰ دل کے اندر انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے کہ لوگ اس تبدیلی کو دیکھ کر اپنے پہلے رویے کا بھی جائزہ لے لیں اور اپنی نئی صورتحال کی پلاننگ بھی کر لیں۔ اسواسطے فرمادیا کہ ہم نے سورج اور چاند کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تا کہ لوگ اپنا حساب سمجھ سکیں اور اپنے سالوں اور وقت کی گنتی کر سکیں۔

وقت کیا چیز ہے اس بارنے میں مختلف اقوال ہیں۔

وقت کی تعریف کرتے ہوئے مختلف فلاسفر نے حکماء نے محدثین محققین اور

Marfat.com

صوفیا نے اپنی اپنی تحقیق پیش کی۔ ہے کہ وقت کیا چیز ہے سب سے پہلے وقت کی تعریف کی گئی۔

وقت کی تعریف

اَلْوَقْتُ عِبَارَۃٌ عَنْ مُقَارَبَۃِ حَادِثٍ بِحَادِثٍ

وقت یہ ہے کہ ایک نو پیدا چیز کا دوسری نو پیدا چیز کے ساتھ باہم مل جانا اس مقاربت اور قرب کو وقت کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر حادث سے مراد کوئی بڑا حادثہ نہیں۔ حادثہ نئی آنے والی چیز کو کہتے ہیں اور تبدیلی کو کہتے ہیں مثلاً اب آپ بیٹھے ہیں تو فوراً کھڑے ہو جائیں تو ایک پہلی حالت ہے کھڑے ہونے کی اور ایک حالت ہے بیٹھنے کی۔ ایک حادث بیٹھنا ہے اور دوسرا حادث ہے کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کا کھڑے ہونے والی حالت کے ساتھ جو تعلق ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے ایسے ہی دیگر ہمہ جہت حرکات ہیں اور ہمہ جہت اس کی حیثیات ہیں۔ اب ایک ہے ہاتھ کا ساکن ہونا یہ ایک حادث ہے پھر اُس کا متحرک ہونا یہ دوسرا حادث ہے۔

اس ایک حادث کا دوسرے حادث کے ساتھ ملنا تو اس ملاوٹ اور قرب کو وقت کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ کائنات کے اندر ہر لمحہ کے اندر کروڑہا ایسے حادثات ہو رہے ہیں تو ہر واقعہ اور لمحہ کے لحاظ سے اُس کی پہچان بنتا ہے۔

اسکو آسان لفظوں میں سمجھنے کیلئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ایک ظرف مکان اور ایک ہے ظرف زمان۔ ظرف مکان وہ جگہ کہ جہاں آپ بیٹھتے ہیں اب یہ

Marfat.com

حال ایک مکان ہے یہ ظرف ہے لیکن یہ جگہ کے لحاظ سے ہے اور جو وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اُس کو ظرف زمان کہتے ہیں ظرف زمان بھی بندوں کیلئے محل بنتا ہے جسطرح یہ جگہ آپ کے بیٹھنے کیلئے محل بنی کہ اسمیں آپ بیٹھ سکے۔ ایسے ہی ہر وقت کے اندر یہ وسعت ہے کہ وہ آپ کے کسی نہ کسی فعل کا محل بنتی ہے۔

مثلاً نماز ظہر کا وقت شروع ہوا اب وقت گنجائش رکھتا ہے وہ تمہارے سجدوں کا احاطہ کر سکے تم جو کام کرو اُس کو اپنے اندر سمیٹ سکے۔ جسطرح تمہارے لئے اس حال میں قدم رکھنے کی گنجائش تھی اور بیٹھ جانے کی گنجائش موجود تھی۔ ایسے ہی وقت کے دامن میں ایک گنجائش ہے اور وقت بھی ایک ظرف ہے وقت بھی ایک برتن کی طرح ہے جو احاطہ کر لیتا ہے جو چیز اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔

تو یہ ظرف زمان ہے جو ایک حادث کو دوسرے حادث کیساتھ مقاربت کی حیثیت سے جس کی صورت سامنے آتی ہے اُس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر اسکی تعریف کرتے ہوئے حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

2 وقت کی دوسری تعریف

اَلْوَقْتُ مَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْاِنْسَانِ مِنْ حَالِهِ

انسان پر جو حالت غالب ہے اُس کو وقت کہا جاتا ہے ہر انسان پر جو حالت غالب ہے وہ انسان کا وقت ہے اور فرماتے ہیں۔

فَاِنْ كُنْتَ فِي الدُّنْيَا فَوَقْتُكَ الدُّنْيَا

Marfat.com

جب تک تم دنیا میں ہو تو تمہارا وقت دنیا ہے۔

فَاِنْ کُنْتَ فِی الْعُقْبٰی فَوَقْتُکَ الْعُقْبٰی

جب تم عقبیٰ میں ہو گے اُس وقت تمہارا وقت عقبیٰ ہوگا

اِنْ کُنْتَ بِالسُّرُوْرِ فَوَقْتُکَ السُّرُوْرُ

اگر تمہیں خوشی محسوس ہو رہی ہے طبیعت پر خوشی کا غلبہ ہے تو پھر تمہارا وقت خوشی ہے۔

وَاِنْ کُنْتَ بِالْحُزْنِ فَوَقْتُکَ الْحُزْنُ

اگر تمہاری طبیعت کے اندر کوئی پریشانی ہے تو پھر تمہارا وقت حزن ہے۔

ان کی تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت انسانی حالت کا نام ہے اور یہ مطلقاً حالت نہیں بلکہ وہ حالت جو انسان پر غالب ہو اُس حالت کو وقت سے تعبیر کیا جاتا۔

اور پھر ہر انسان کی ایک اپنی حالت ہے اور ہر انسان پر ایک علیحدہ حالت کا غلبہ ہے تو پتہ چلا ایک انسان کیلئے وقت اور ہے دوسرے کیلئے وقت اور ہے۔

ایک کیلئے وقت ہو سکتا ہے خوشی کا نام ہو دوسرے کیلئے وقت غمی کا نام معاذ اللہ بن جائے تو اسطرح انسانی حالات کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور یہ مختلف اوقات میں صدیوں میں سالوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور یہ ایک طویل سمندر اور عریض دریا سے بھی اس کی کیفیات زیادہ ہیں یعنی ہر وقت اس میں ایک تسلسل ہے اور ہر لمحہ کوئی نہ کوئی حالت بندے پر ضرور ہوتی ہے خواہ اُس کی کیفیت کوئی بھی ہو اُس غلبہ والی حالت کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

وقت کی تیسری تعریف

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ کے صفحہ نمبر ۳۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

صَحِبْتُ الصُّوْفِیَةَ

میں صوفیا کرام کے پاس بہت دیر بیٹھتا رہا۔

فَمَا انْتَفَعْتُ اِلَّا کَلِمَتَیْنِ

میں نے اُن سے صرف دو باتیں پڑھی ہیں صوفیا کے پاس بیٹھا اور میں نے ان کے پاس دو باتوں کا علم حاصل کیا۔

پہلی بات یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔

اَلْوَقْتُ سَیْفٌ فَاِنْ قَطَعْتَهٗ اِلَّافَقَطَعَکَ

وقت ایک تلوار ہے اگر تم نے اُس کو پہلے کاٹ لیا تو کاٹ لیا ورنہ وہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گی۔ وقت ایک تلوار کی مانند ہے اس وقت سے تم اس کے حملے سے جو تمہیں نقصان دے اُس وقت بچ سکتے ہو جب اس کو پہلے مصروف کرلو اور اگر تم نے پہلے اس کو اچھے طریقے سے مصروف نہ کیا تو یہ تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ یہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پھر یہ تمہاری دسترس میں نہیں آئے گا جب یہ گذر جائے گا تو تم اس کو لوٹا نہیں سکو گے تو جسطرح تلوار کے چلنے سے پہلے پہلے اُس کو خاموش رکھا جاسکتا ہے اُس کو نیام میں ڈالا جاسکتا ہے وہ ایک مردہ چیز ہے اُس کی کوئی تاثیر نہیں جیسے چاہو اُس کو رکھ سکتے ہو استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم نے ہاتھ نہیں اُٹھایا اور

Marfat.com

کسی نے اُٹھا کے چلا دی اب اُس کے چل جانے کے بعد جو کچھ ہوگا اُس کو تم روک نہیں سکو گے۔ جب وہ پوری طرح سریت کر چکی ہوگی۔

تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے مجھے صوفیا کے اسباق سے یہ بات میسر آتی ہے اور یہ بڑی قیمتی بات ہے اور سارے سبقوں سے بڑا سبق ہے کہ انسان کو ہر وقت کے آنے سے پہلے کتنا محتاط ہو جانا چاہیئے۔

جس طرح ننگی تلوار آ رہی ہو تو انسان محتاط ہوتا ہے ایسے ہی وقت کو ننگی تلوار سمجھنا چاہیے اگر انسان پہلے محتاط ہو گیا تو پھر بچ گیا پھر یہ غالب آ گیا اور اگر محتاط نہ ہوا اور وہ وقت پہلے آ گیا ابھی یہ غفلت میں پڑا تھا تو پھر وہ وقت اس کو روند کے چلا جائے گا۔ پھر یہ کبھی بھی اُس وقت کو روک نہیں، سکے گا۔ اس واسطے وقت کو معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیے۔ وقت ایک تلوار ہے اگر حفاظت کرو گے تو تمہارا آلہ کار بن جائے گا اگر حفاظت نہیں کرو گے تو تمہارا دشمن بن جائے گا اب یہ اپنی مرضی ہے کہ اُس وقت کو اپنی بہتری کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو یا اپنی ہلاکت کا سبب بنانا چاہتے ہو وقت میں اللہ نے یہ دونوں صلاحتیں موجود رکھی ہیں۔

دوسرا سبق صوفیا سے میں نے یہ پڑھا۔ فرمانے لگے۔

نَفْسکَ اِنْ لَّمْ تَشْغِلْهَا بِالْحَقِّ وَاِلاَّ شَغَلَتْکَ بِالْبَاطِلِ

اگر تم اپنے نفس کو حق کے ساتھ مشغول نہیں کرو گے۔ تمہاری جان تمہارا بدن تمہاری روح پر ایک چیز ہے اگر تم اس کو اچھے کام میں مصروف کر لو گے تو پھر بھلا ہی بھلا ہے اور پھر اسمیں فائدہ ہی فائدہ ہے اور اگر تم نے اس کو مصروف نہ کیا تو وہ بدن اوارہ گرد ہو جائے گا اور عیاش ہو جائے گا۔ وہ نفس پھر کنٹرول میں نہیں آئے گا پھر کیا ہوگا۔

Marfat.com

شَغَلْتُکَ بِالْبَاطِلِ

اچھا ہے کہ نفس کو پہلے ہوش ہی نہ آنے دو اس کو حق میں مصروف کردو اور اگر تم نے نفس کو حق میں مصروف نہ کیا تو پھر وہ تمھیں باطل میں مصروف کر دے گا۔ نفس کو حق میں پہلے مصروف کرلو۔ اور یہ بھی وقت کے لحاظ سے سبق سیکھتا ہے۔

کہ جونہی انسان ہوش سنبھالتا جاتا ہے اس کو فارغ رہنے ہی نہ دو اس کو فضول سوچنے ہی نہ دو اس کو آوارہ گرد بننے ہی نہ دو۔ پہلے ہی اس کو مصروفیت دے دو مصروفیت کے اندر وہ چلتا جائے۔ یوں زندگی گذر جائے گی اور اگر تم نے اس کو مصروفیت نہ دی تو وہ تمھیں مصروفیت دے دے گا۔ وہ اپنی طرف سے شیطانی مصروفیت میں تمھیں شامل کر دے گا۔ پھر خسران اور رسوائی کے سوا کوئی چارہ اس کے پاس نہیں ہوگا۔

امام شافعی فرمانے لگے کہ صوفیا کرام کے وقت کے لحاظ سے یہ بھی بڑی قیمتی بات ہے۔ وقت کی شناخت کا ہی یہ فلسفہ ہے کہ نفس کو پہلے حق میں مصروف کر دیا جائے تاکہ وہ لمحہ ہی نہ آئے کہ نفس بندے کو باطل میں کسی طرح مصروف کر سکے۔

وقت کی چوتھی تعریف۔

اَلْوَقْتُ مَابَیْنَ الزَّمَانَیْنِ الْمَاضِیْ وَالْمُسْتَقْبَلِ

وقت اسے کہا جاتا ہے جو دو زمانوں کے درمیان ہے۔ کونسے دو زمانے ایک ماضی کا دوسرا مستقبل کا ان دونوں کے درمیان جو حد فاصل ہے۔ اور جس کی وجہ سے امتیاز ہوتا ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے۔ اب یہ لمحہ کہ جس میں میں نے یہ لفظ کہا اس سے پہلے بھی ایک لمحہ ہے اس سے بعد بھی ایک لمحہ ہے پہلے ماضی کا اور بعد میں آنے والا جو

Marfat.com

تھا وہ مستقبل کا تھا ان دو لمحوں کے درمیان بالکل ایک غیر منقسم سی چیز کو وقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ماضی اور مستقبل کی دو آنوں کے درمیان دو لمحوں کے درمیان اور دو منٹوں کے درمیان جو ایک حالت ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے۔ چونکہ حالت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے چونکہ ایک لمحہ ماضی بنتا جا رہا ہے۔ دوسرا فوراً مستقبل کی پٹڑی کے اوپر چڑھتا جا رہا ہے۔ اور یوں سارا زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ ان ماضی اور مستقبل کے دو آنوں کے درمیان جو چیز حائل ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ وقت کی ابتدائی شناخت کے لحاظ سے چند باتیں تھیں۔

اب وقت کو استعمال کرنے کے لحاظ سے بھی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: اصحاب سوابق

دوسری قسم: اصحاب عواقب

تیسری قسم: اصحاب الوقت

چوتھی قسم: اصحاب الحق

اب اسکی تھوڑی وضاحت کر دیتے ہیں

1۔ اصحاب سوابق

یہ سارے شعبہ جات وہ ہیں جو اللہ کے مطیع بندوں کے ہیں۔ جو غافل نہیں رہتے جو اپنے نفس کو بیدار رکھتے ہیں۔ اپنے وقت کی شناخت کرتے ہیں۔ اپنے وقت کو فضول گذرنے نہیں دیتے۔

Marfat.com

اصحاب سوابق کیا ہوتے ہیں۔ قُلُوْبُهُمْ اَبَدًا فِیْمَا سَبَقَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ . وہ ہمیشہ اس زمانہ پر توجہ رکھتے ہیں جو زمانہ گذر چکا ہے۔ جو زمانہ گذر گیا ہر وقت ان کے پیش نظر وہی ہوتا ہے۔ اور کسی لحاظ سے زمانہ سوابق کو وہ یوں دیکھتے کہ یہ زمانہ ہے کہ جس میں اللہ نے ہمارے لیے نیکیوں کے فیصلے کر دیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری سعادتوں کو لکھ دیا۔ اب بار بار ان کی توجہ ان ازل کے فیصلوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور ادھر ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف اس جہت کے لحاظ سے جو منظر ماضی میں گذر چکا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کے وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اپنی زندگی گذارتے رہتے ہیں۔

یہ چار درجات جو میں نے بیان کیے ان میں سے نسبتاً ادنی درجہ یہ ہے۔ کہ جس میں محض اس ماضی کی طرف توجہ کی جائے نہ حال کو دیکھا جائے نہ مستقبل کو دیکھا جائے لیکن اس توجہ ہی کا اثر ہو کہ جس کی وجہ سے غفلت نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کا ازل میں جو لکھا ہوا ہے اس کے لیے ذہن کو بار بار شوق دلایا جائے۔ دل کے اندر ایمان کی لذت پیدا کی جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے وقت کے لحاظ سے کہ جس کو اصحاب سوابق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

2۔ اصحاب عواقب

مُتَفَكِّرُوْنَ فِيْمَا يَخْتِمُ بِهٖ اَمْرُهُمْ

یہ ہمیشہ اختتام کو دیکھتے ہیں۔ ہر وقت ان کی توجہ خاتمہ پر ہے۔ ماضی کیطرف نہیں دیکھتے۔ خاتمہ دیکھتے ہیں کہ میری زندگی کا خاتمہ اور اختتام نیکی پر ہوتا ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آج تو میں روزہ دار ہوں اور اسکے بعد جب خاتمہ ہو تو اس وقت

Marfat.com

میں رمضان کے روزوں کا تارک ہو جاؤں۔ آج تو میں نماز پڑھتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت میری موت واقع ہونے والی ہو۔ تو معاذ اللہ بے نمازی بن چکا ہوں۔ آج تو میں تقویٰ پرہیز گاری کے سائبان کے نیچے بیٹھا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب موت کا وقت آرہا ہو تو میں باغی ہو چکا ہوں۔ اور اللہ کا سرکش بن جاؤں ہر وقت عواقب کو دیکھتے ہیں۔ اسواسطے کہ

(اَلْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم)

اصل میں اعتبار تو خاتمے کا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان زندگی میں اتنا نیک ہوتا ہے۔ کہ جنت میں اور اُس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ وہاں سے پھر پلٹتا ہے۔ تو جہنم میں جا گرتا ہے۔ اور دوسرا انسان زندگی بھر جہنمیوں والے کام کرتا رہا۔ اور اتنا وہ بڑا بدکار تھا کہ جھنم میں اور اس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ گیا تھا۔ وہاں جا کے دل میں انقلاب پیدا ہوا آخری دنوں اور آخری لحات میں اس نے نیکیاں کر لیں کہ۔ فوراً جہنم سے پلٹ کے جنت میں جا پہنچا۔

اسواسطے خاتمہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ تو یہ اصحاب عواقب جو ہیں ہر وقت ان کی توجہ اختتام پر ہوتی ہے۔ کہ یہ کام جو میں شروع کر رہا ہوں۔ کیا حسن وخوبی سے اسکا اختتام بھی کرسکوں گا۔ یا نہیں میری زندگی کے جو معمولات ہیں۔ کیا ان میں جب میری روح نکل رہی ہوگی اس وقت میری صورتحال کیا ہوگی۔ تو یہ پہلے سے بڑے مرتبے والے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اس بات کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔ کہ انجام کیا ہوگا اور

Marfat.com

عاقبت کیا ہوگی اختتام کیسا ہوگا یہ اختتام کے ہر لمحے میں اس چیز کی تلاش میں ہیں۔ کہ میرا وقت اختتام پر مجھے کیا چیز عطا کرنے والا ہے۔

3۔ اصحاب الوقت

اصحاب عواقب سے اونچا مرتبہ وقت کا ہے۔ (اصحاب)

یہ کون لوگ ہیں۔

لَمْ یَشْتَغِلُوْا بِالسَّوابِقِ وَلَا بِالْعَوَاقِبِ

یہ نہ سوابق کو دیکھتے ہیں نہ عواقب کو دیکھتے ہیں۔ جو ماضی میں لکھا ہوا ہے وہ ادھر بھی ایسی توجہ نہیں کرتے کہ ہر وقت خیال ادھر ہی رہے۔ اور پھر عواقب اور انجام کو ایسا نہیں لیتے کہ ہر وقت ادھر ہی دیکھتے رہیں۔ ان کا تعلق کیا ہوتا ہے۔

ان کا تعلق حال کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ حال ایسا ہو جو اللہ کے ذکر سے ما مور ہو۔ یہ لمحہ موجود ہے۔ یہ ایسا گذر جانا چاہیے کہ جس میں میرا خالق مجھ پر راضی ہو رہا ہو۔ یہ لمحہ گذر رہا ہو میرا رب مجھے دیکھ کے مسکرا رہا ہو۔ یہ لمحہ جب ماضی بنتا جا رہا ہو۔ میرا رب میرے اس لمحہ کو پسند کر رہا ہو۔ ان کو اصحاب وقت کہتے ہیں۔

دوسرا صوفیاء نے اپنی اصطلاح میں ان کا نام ابن الوقت بھی رکھا۔ یہ اس ابن الوقت سے مبرا ہے۔ جو ہمارے عرف میں مفاد پرستوں کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔ یہ ابن الوقت صوفیا کی اصطلاح ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تھا۔ کہ بندے کو کیسا ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس کو ابن قیم نے مدارج السالکین کی تیسری جلد میں لکھا ہے۔

آپ فرمانے لگے

Marfat.com

كُنْ اِبنَ وَقْتِکَ

جو لمحہ موجود ہے اسکا مالک بن جا۔ جو اس وقت صورتحال سامنے ہو۔ اس لحاظ سے محتاط ہو اِبنَ وَقْتِکَ اس وقت کو یوں اپنے لیے سمجھ کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ مستقبل کی کیا خبر کہ کیسا وقت آئے گا۔ اور ماضی کے معاملے میں الجھنے کی کیا ضرورت یہ جو چیز اس وقت موجود ہے یہ سب سے زیادہ قیمتی ہے۔

کُنْ اِبنَ وَقْتِکَ

اپنے وقت کو محفوظ کرنے والا ہو جا۔ جو لمحہ موجود ہے۔ جو زمانہ حال ہے اس میں کوئی غفلت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے اندر بیدار خیال ہو کر اور اپنی ہوشیاری کے ساتھ اپنے موجود وقت کو گذارے یہ وہ طبقہ ہے کہ جن کو اصحاب وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

4۔ اصحاب الحق

اصحاب الوقت کے بعد اصحاب الحق کا طبقہ ہے اور یہ سب سے بڑا طبقہ ہے۔ یہ کون سے لوگ ہیں۔ یہ نہ تو ماضی کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی زمانہ حال کو دیکھتے ہیں اور توجہ کرتے ہیں تو حال کیطرف نہیں رب ذوالجلال کی طرف کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ماضی کو دیکھنا بھی کیا چیز ہے۔ مستقبل کے لیے وقت جو ہے اس کو دیکھنا یہ کیا ہوا یہ بھی درمیان میں ایک رکاوٹ بن جائے گی۔ حجاب بن جائے گا۔ لہذا اگرچہ بتدریج یہ ترقی آ رہی ہے۔ اور حال کے وقت کی طرف متوجہ ہونا بھی ایک بلندی تھی ایک منصب تھا اس سے آگے ترقی کر کے جب ایک انسان پہنچتا ہے تو ان کو اصحاب حق کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اتنا عظیم ہو گیا ہے اب اس کا خیال حال کی طرف بھی نہیں جاتا

Marfat.com

ماضی کی طرف بھی استقبال کی طرف بھی نہیں جاتا۔ یہ ہر وقت ہر حالت میں اپنے رب ہی کا خیال رکھتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سری سقطی سے پوچھا

کَیْفَ اَصْبَحْتَ

آج صبح آپ کا کیا حال ہے۔ جس طرح عام روٹین ہے۔ آپ کی صبح کیسی ہوئی۔

تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔

مَافِی النَّھَارِ وَ لا فِی اللَّیْلِ لِیْ فَرَحٌ

فَلا اُبَالِیْ اَطَالَ اللَّیْلُ اَمْ قَصُرَا

اے جنید مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرا حال کیا ہے۔ میں حال تب بتاؤں جب مجھے حال کی خبر ہو۔ میں اس بات کو بھی نہیں دیکھتا کہ رات ہے یا دن ہے۔ میں نہیں جانتا کہ رات لمبی ہے یا چھوٹی ہے مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ کہ دن بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں۔ حال تب بتاؤں جب حال کو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں حال کو نہیں دیکھتا بلکہ میں ہر وقت رب ذوالجلال کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ کہنے لگے۔

میں نے اپنی زندگی اس طرح گذاری ہے۔

لَیْسَ عَنْدَ رَبِّکُمْ لَیْلٌ وَنَھَارٌ

اے جنید تمھارے رب کے ہاں نہ رات ہے نہ کوئی دن ہے۔ اسواسطے کہ یہ جو وقت ہے یہ ہمارے لئے ہے۔ ہم زمانی ہیں اور ہم وقت کے محتاج ہیں۔ اللہ تو وقت سے ماورا ہے۔ اس کی ذات کے لحاظ سے نہ کوئی لیل ہے نہ کوئی نہار ہے۔ اور

Marfat.com

ہمارا رب وقت سے پاک ہے۔تو ہم بھی اس کو سوچنے میں اس مقام پہ پہنچ چکے ہیں اگر چہ ہم محتاج ہیں مگر ہم وقت کا خیال ہی نہیں کرتے۔ ہر وقت اپنے رب کے خیال میں مستغرق رہتے ہیں۔

یہ مرتبہ اصحاب حق کا ہے۔

اب قرآن وسنت کے لحاظ سے وقت کا اور مصروفیت کا جو ایک دائرہ کار ہونا چاہیے ان درجات کو دیکھنے سے بھی اس میں ہمیں روشنی ملتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے وقت کے لحاظ سے پوری دنیا کو کیا سمجھایا ہے اور اسکو کیا اہمیت دی ہے۔اور اسکی کیا حیثیت بیان کی ہے۔آج ہمیں ان کا امتی ہونے کے لحاظ سے وقت کا یہ لحاظ اور وقت کا یہ سبق بھی آپ ہی کے پاس پڑھنا چاہیے۔اور آپ کی روشنی کو اپنی زندگی کی مصروفیت کے سامنے رکھنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان جامع ترمذی میں موجود ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ

رسول پاک ﷺ کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔

وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ

ان پتوں سے نشان آپ کے جسم مبارک میں بن چکے تھے۔ پتے کھجور کے اور عرش مقدس اور نازک جسم پر نشان بن چکے تھے۔جس وقت صحابی نے نشان دیکھے

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسِطَ لَکَ

صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو کوئی نرم سا بستر بچھا دیں۔اور

Marfat.com

نرم چٹائی کا اھتمام کریں یہ کیسے بدن کے اندر اس درخت کے پتوں کے نشان بن چکے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا نہیں

مَالِیْ وَالدُّنیَا

میرا اور دنیا کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ تم مجھے نرم بستر دینا چاہتے ہو۔ اے ابن مسعود مجھے ضرورت نہیں۔

مَااَنَا وَالدُّنیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ . مشکواۃ ص ۴۴۲

آپ نے فرمایا کہ میرا اور اس دنیا کا آپس میں تعلق اتنا ہے کہ جتنا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا چلتے چلتے دو پہر کا جب وقت آ گیا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے کچھ دیر اس درخت کا سایہ استعمال کیا۔ اور پھر وہ منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ اس درخت کے ساتھ اس نے دل نہیں لگایا بس رستے میں آ گیا تھا اس کو کچھ ضرورت تھی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹھے بیٹھے وہاں عمر نہیں کی وہاں ڈیرہ لگا کے دل نہیں لگالیا۔ وہاں ہی اس نے گھر نہیں بنالیا وہ سرراہ ایک درخت موجود تھا فرمایا جیسے مسافر گذرتے ہوئے اس درخت کے ساتھ اتنا ہی تعلق قائم کرتا ہے۔ کہ اس کو تھوڑی سی ضرورت تھی وہ پوری کر لی پھر اس کو چھوڑا اپلٹ کے دیکھا ہی نہیں اور منزل کی طرف چلا گیا۔

فرمایا یہ دنیا کی جو حیثیت میرے وقت کے لحاظ سے اسکا مصرف صرف اتنا ہی ہے کہ محض ضرورت کے پیش نظر اسکے ساتھ تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔ وہ تھوڑا سا قائم کرلو۔ ورنہ ہمارا ٹائم اس لئے نہیں کہ دنیا کو دیں۔ ہم نے اپنا وقت اپنے رب کے

Marfat.com

دربار میں گذارنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو مثال دی اس پر کئی سالوں بحث کی جاسکتی ہے۔وہ درخت جوراستے کے کنارے پر ہے۔فائدہ دیتا ہے۔اس سے تعلق بھی بنتا ہے۔اچھا بھی لگتا ہے مگر محدود وقت کے لیے اور عارضی سا۔

اصل میں اس مسافر نے جانا کہیں اور ہے۔وہ جدھر جانئے والا ہے دل تو اس کے ساتھ متعلق ہونا چاہیے۔اگر راستے میں دل اٹک گیا تو منزل پر پہنچ کیسے سکے گا۔ اسواسطے اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے میری امت کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیے۔کہ دنیاوی معاملات اسواسطے ہیں کہ جیسے مسافر کو راستے میں ضرورت پڑگئی ہے۔یہ رزق حلال اور اسکی مصروفیت یہ دنیا کے اندر وقت کو گذارنے کے لیے اقتصادی حالت اور معیشت محض وہ صورتحال ہے کہ ایک سایہ جسطرح مسافر حاصل کرتا ہے۔یہ کوئی ہماری منزل نہیں۔سارا وقت اسی کو دے کے۔اسی میں مگن ہو کے اسی میں ڈوب کے باقی زندگی بسر کردیں۔

فرمایا نہیں نہیں ہم نے تمھیں منزل اور عطا کی ہے۔وہاں تم نے پہنچنا ہے اور وقت جو دنیا کے لحاظ سے وہ اسکو دل دیئے بغیر اتنا دینا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ گذارہ چل جائے باقی تڑپ اپنی منزل کی موجود رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک سے کیا سیکھا

مدارج السالکین ج۔۳ص:۲۹۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گلدستہ افکار موجود ہے۔فرمانے لگے لوگو اس دنیا کی زندگی میں اپنا وقت ضائع نہ کردینا میں تمھیں بتاتا ہوں اسکی حیثیت کیا ہے۔

Marfat.com

لَوْاَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی آخِرِھَا اُوْ تِیَھَا رَجُلٌ وَاحِدٌ

اگر پوری دنیا اول سے لیکر آخر تک ساری کائنات کی حکومت ساری کائنات کا سیم وزر سونا چاندی اور عام احوال ایک ہی شخص کو دیئے جائیں۔

ثُمَّ جَآءَہُ الْمَوْتُ

پھر اس کے پاس موت آجائے۔ جبکہ وہ پوری کائنات کا مالک بن چکا تھا۔ اب یہ جو کچھ اس نے کیا۔ خواہ دس ہزار سال تک زندہ رہا ہو پوری کائنات کی حکومت کرتا رہا ہو۔ جب موت آئے گی تو اس وقت کو کیا سمجھے گا۔ جو اس نے دس ہزار سال دنیا کو دیئے تھے اس کی حیثیت کیا ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لَکَانَ بِمَنْزِلَۃِ مَنْ رَائَی مَایَسُرُّہُ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَاِذَا لَیْسَ فِیْ یَدِہٖ شَیْئٌ

فرمایا اس انسان کی حالت یہ ہوگی جسطرح کہ ایک شخص خواب دیکھ رہا تھا۔ اور خواب میں وہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ جو اس کو بڑا ہی پسند ہے۔ بڑے بڑے خزانے اس کو مل رہے تھے۔ اور بڑی بڑی کوٹھیوں کا مالک بن رہا تھا۔ اور بڑے بڑے اہم مناصب پر فائز ہو رہا تھا۔ بڑا خوش تھا لیکن جب بیدار ہوا تو ہاتھ میں ایک سوئی بھی موجود نہ تھی۔ اب وہ سمجھتا ہے کہ میں کتنا فریب خوردہ ہوں کتنا میں خوش ہو رہا تھا۔ بیدار ہوا ہوں وہ ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی ہے جس پر میں لیٹا ہوں۔ وہ ہی میرا پرانا سا کمرہ ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا جیسے وہ انسان بیدار ہونے کے بعد یہ افسوس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ خیال تھا اور خواب تھا۔ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

ایسے ہی وہ انسان جس نے دس ہزار سال تک بھی پوری دنیا پر راج کیا

Marfat.com

ہو۔اس دنیا کو اتنا ٹائم دیا ہو۔ جب جا رہا ہو گا تو یہی سمجھ رہا ہو گا کہ خواب تھا خیال تھا اسکی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ لیکن جس نے وقت اللہ کو دیا ہو گا وہ جان رہا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں ہمیشہ کی زندگی عطا فرما رہا ہے۔

ان اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے ہمارے لیے ایک حسین روشنی موجود ہے۔آج ہمیں احساس ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وقت کتنا قیمتی تھا۔ اور ہم نے اس کو ارزاں فروخت کر دیا۔ گپیں لگاتے ہوئے دوستوں سے وقت گزر گیا۔ گھنٹہ گزر گیا دن گزر گیا تماشے دیکھتے ہوئے راتیں گذر گئیں۔ دن کے ٹائم گزر گئے۔ غیبت کرتے ہوئے چغلی کھاتے ہوئے اور خواہ مخواہ کی لغویات میں رہتے ہوئے اور گانے گاتے ہوئے۔گانے سنتے ہوئے اور اس طرح مختلف حرام تدابیر سوچتے ہوئے ان کو اپناتے ہوئے بعض لوگوں کے ٹائم گذر جاتے ہیں۔ یہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو یوں دھکے دیے جائیں۔اتنی قیمتی چیز ہے اسکی حفاظت کی جائے ہمارے سامنے اسلاف کا ایسا طریقہ موجود ہے کہ انھوں نے گزرے ہوئے وقت کو بھی حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ جو وقت گزر چکا ہو اس کو نیکی سے بھرا جائے۔ جو وقت گزر گیا اب گزر گیا۔اسکو واپس نہیں لایا جاسکتا۔مگر قربان جاؤں صحابہ کرام کی سوچ پر انھوں نے گزرے ہوئے وقت بھی خالی نہیں رہنے دیا۔ بعد میں اسکو نیکی سے بھر دیا۔

اب آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا کہ گزرا ہوا وقت تو گزر گیا اب اس کو نیکی کیسے دی جاسکتی ہے۔اب دیکھنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو اوقات کی مصروفیت کا شرعی توازن سرکار سے پڑھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے صفہ پر اور مسجد نبوی شریف کے منبر پر اور اس ماحول کے اندر جو تعلیم دی تھی۔ اس کا اثر دیکھنا۔ کیا عجیب منظر ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار کی دوسری جلد میں اسکو روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سیار دمشقی اسکے راوی ہیں۔

Marfat.com

سَاوَمَ اَبُو الدَّرْدَآءِ رَجُلاً بِفَرَسٍ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کے ساتھ صبح صبح سودا کرنے کے لیے نکل گئے گھوڑے کا معاملہ تھا۔ گھوڑا خریدنا تھا۔ جس وقت بات چیت ہوتی رہی طے ہوتا رہا۔ اور بحث ہوتی رہی تین گھنٹے گذر گئے۔ جب کافی ٹائم گذر گیا۔ تو اس شخص نے انکار کر دیا کہ میں بیچنا ہی نہیں چاہتا۔

اب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو بڑا افسوس ہوا۔ ان کے کیا جذبات تھے کہنے لگے۔

اِنِّیْ لَمْ اَعُدِ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا مَرِیْضاً

میں نے آج کے دن کسی مسکین مریض کی عیادت بھی نہیں کی۔ یہ وقت جو میرا گذرا ہے۔ اگر تمھارے پاس نہ آتا تم یہ گھوڑا بیچنے کی پیش کش نہ کرتے تو میں اس وقت کسی کی عیادت کر لیتا۔ اور بڑا ثواب مل جاتا۔

وَلَمْ اُطْعِمْ مِسْکِیْناً

اگر میں ادھر نہ آتا تو کسی مسکین کو میں کھانا کھلا دیتا

وَلَمْ اُصَلِّ الضُّحٰی وَلٰکِنَّنِیْ

اگر میں ادھر نہ آتا تو میں نماز چاشت پڑھتا۔ وَلٰکِنَّنِیْ ۔ دیکھو میں تمھارے پاس آیا تھا۔ اگر یہ سودا ہو جاتا تو کسب حلال شمار ہوتا۔ اور بیع و شراء کی وجہ سے کسب حلال کی وجہ سے تمھیں بھی نیکی ملتی مجھے بھی نیکی ملتی۔ اب دو تین گھنٹے ضائع ہو گئے تو بتاؤ اسکا ذمہ دار کون ہوگا۔

میرے چاشت کے نوافل مریض کی عیادت اور مسکین کو کھانا کھلانا یہ میرے اس وقت کے اندر معمولات تھے جو سارے میں نے اس سودے کی وجہ سے جو کسب حلال کا تقاضا تھا میں نے وہ سارے چھوڑے ہیں۔ چونکہ کسب حلال ایک مستقل نیکی ہے۔ تو اسکے لیے نکل آیا تھا لیکن وہ کام تو ہوا ہی نہیں سرے سے تم نے انکار کر دیا ہے۔

Marfat.com

کہ میں گھوڑا بیچنا ہی نہیں چاہتا تو اب وہ وقت نیکی سے کیسے بھرے گا۔ جو ماضی میں گذر گیا۔ کتنے گھنٹے گذر گئے ہیں۔ اب ان کو لوٹا کیسے سکتے ہیں۔ اور وہ وقت جو ماضی میں چلا گیا ہے اب وہ وقت اچھی مصروفیت والا کیسے شمار ہوگا۔ کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ اسکا بوجھ تجھ پہ آئے گا۔ کیوں کہ تم نے پہلے آفر کی تھی۔ اور اب انکار تم نے کیا ہے۔ میں نے تو تمہارے کہنے پر یہ ٹائم گذارا مجھے تو کار خیر کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ تم پر بوجھ آ جائے۔ میں ایسا طریقہ اپنانا چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم پر بوجھ نہ آئے اور جو وقت گزرا ہے وہ سارا بندگی سے معمور ہو جائے۔

کیا انداز تھا اور کتنی نیکی کی تڑپ تھی۔ اور کتنا افسوس تھا کہ اگلے بندے کو بھی زیر بار نہیں کرنا گناہ کا تحفہ نہیں دینا۔ اپنی وجہ سے اسکو مجرم بنا لینے سے بچا لینا ہے۔ کیا خوب ان کی سوچ تھی۔ کیا بلند ان کے افکار کا کردار تھا کہنے لگے۔

لٰكِنَّنِیْ بَقِيَّةَ يَوْمِیْ صَائِمٌ

ایک کلیہ ہے ہماری شریعت میں کہ نفلی روزے کی نیت اگر نصف نہار سے پہلے کر لی جائے تو سارے دن کا روزہ شمار ہوتا ہے۔ تو میں نفلی روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ تا کہ بقیہ میرا دن اس طرح گزر جائے۔ کہ جو لمحات پہلے گزر چکے تھے جو ٹائم پہلے گزر چکا تھا۔ وہ سارے کا سارا بندگی سے ماموٗر ہو جائے گا۔ اب اگر میں نیت نہیں کرتا اس روزے کی تو اس میں میرا چاشت کا وقت بھی ضائع ہوا مریض کی عیادت کا بھی اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بھی اب وقت گزر چکا ہے۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقوٰی کی بلند مثال ہے کہ پیچھے سے وقت کو پکڑنے کا بھی انھوں نے سوچ لیا۔ اور اس شریعت نے یہ گنجائش دے رکھی ہے کہ اب نصف النہار سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کر لو گے۔ اور کوئی چیز مانع بھی نہیں پائی گئی جو طلوع صبح صادق کے بعد روزے کے منافی بنتی ہو۔ یعنی انھوں نے ناشتہ

Marfat.com

نہیں کیا ہوا تھا۔ انھوں نے طلوع صبح صادق کے بعد کھایا پیا نہیں تھا۔
حضرت ابودرداء کہنے لگے اب میں بقیہ دن روزے کی نیت کر لیتا ہوں تو کیا ہوگا نیکی سارے دن میں پھیل جائے گی جو ابھی باقی ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ اور جو گزر چکا ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ تاکہ میں بھی گناہ سے اور وقت کے ضیاع سے اور وقت کو ضائع کرنے سے محفوظ ہو جاؤں گا اور تم پر بھی کسی طرح کا کوئی بوجھ نہیں آسکے گا۔ کتنی واضح مثال ہے صحابہ کرام کے ہاں وقت کی مصروفیت کے لحاظ سے جو شرعی توازن اسلام نے دیا ہے کہ ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ تو انھوں نے گذرا ہوا وقت بھی ایسی ترکیب کے ساتھ آباد کیا۔ اسکا ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ اس وقت کو نیکی سے مامور کر لیا ہے۔
رسول اکرم ﷺ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ جامع ترمذی میں اور مشکوۃ شریف کے ص: ۴۴۱ میں ہے۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قبل خَمْسٍ

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو یہ ہمارے اُس موضوع کا خلاصہ ہے ''اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن''۔
رسول اکرم ﷺ نے دس اوقات کی شناخت کی اور ان دس اوقات میں پانچ کو مقدم اور پانچ کو موخر بیان کیا۔ پانچ کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ان میں یہ احساس بیدار کیا۔ جب وہ پانچ اوقات آجائیں گے اس وقت سمھلنا مشکل ہوگا۔ پہلے سے ایسی پلاننگ کر لو کوئی لحہ بھی تمھاری زندگی کا ضائع نہ ہونے پائے۔ پاک محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

شَبَابَکَ قَبْلَ حَرَمِکَ

اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔

Marfat.com

ایک ہے وقت بڑھاپا اور دوسرا ہے وقت شباب یہ دو اوقات ہیں ان میں سے رسول اکرم ﷺ نے امت کو یہ بیداری دی اپنے شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ آج یہ نہ کہو کہ ابھی تو جوان ہوں۔ نوخیز ہوں پھر داڑھی رکھ لوں اور پھر روزے رکھ لوں گا۔ پھر نمازیں پڑھ لوں گا۔ ابھی تو میں بچہ ہوں گا پھر بڑھاپے کی طرف جاؤں گا۔ پھر نیک بن جاؤں گا۔ نہیں نہیں

میرے محبوب علیہ اسلام اس کو فکر دینا چاہتے ہیں۔ تجھے کیا خبر ہے کہ تیری جوانی کل کے دن میں بھی داخل ہوگی یا اس سے پہلے لوٹ کے قبر میں چلی جائے گی۔ اس شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ کیا خبر ہے کہ یہ دو دن کا بھی وقت باقی رہے گا یا نہیں تو اس لئے فرما دیا۔

(۱) شَابٌ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ

وہ نوجوان جس کی ابھرتی ہوئی جوانی تقویٰ کے سائے کے نیچے گزر رہی ہے۔ اللہ اسکو سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس واسطے کہ اس نے وقت کی قدر کر لی ہے۔ اور یہ اِس انتظار میں نہیں رہا۔ کہ بعد میں جا کے نیک ہو جاؤں گا بعد میں دین پڑھ لوں گا بعد میں سمجھ لوں گا۔ بعد میں شروع کر لوں گا۔ نہیں نہیں

جو بعد بعد کرتا رہتا ہے اور جو موخر کرتا ہے وہ موخر ہو جاتا ہے۔ وہ دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو وقت محسوس کرتا ہوا بیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیداری پر اس کو اجر عظیم عطا فرما دیتا ہے۔

(۲) صِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ

اپنی صحت بیماری سے پہلے غنیمت جانو

بیماری آجائے تو پھر یہ کہتے رہو کہ میں اتنے نوافل بھی پڑھتا تھا۔ اگر آج میری صحت ہوتی تو میں پڑھ لیتا آج اگر میں صحیح ہوتا تو اتنے میں جہاد کر لیتا۔ آج

Marfat.com

اگر میں صحیح ہوتا تو تہجدیں پڑھتا۔ آج اگر میں صحیح ہوتا تو اس قدر میں نیکی کے کام کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بیدار کرنے کے لیے محبوب علیہ السلام کو یہ روشنی دے دی ہے۔ اور سرکار اسکو پھیلا رہے ہیں۔ فرمایا اپنے مرض سے پہلے اپنی صحت کو غنیمت جانو کیا خبر کہ اگلے سال ایسا کوئی مرض آجائے جھکنا چاہو تو جھک نہ سکو اور سجدہ کرنا چاہو تو سر نیچے نہ جاسکے پھر کیا کرسکو گے۔ اور پھر کف افسوس ملتے رہو گے۔ کہ کاش مجھے یہ صلاحیت ملتی۔ جب ملی ہوئی ہے تو اب اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اسکو اپنی مصروفیت کا یوں حصہ بنالو کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی کا ہر لمحہ گزرتا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں تیسرے نمبر پر یہ ہے۔

(۳) غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ

اپنی مالداری کو بھوکا ہو جانے سے پہلے غنیمت جانو

آج دولت ہو تو اس نشے میں دھت رہو کہ ہم کسی کو دیں گے نہیں۔ ہم اسلام کے لیے نکالیں گے نہیں اور کل جب تم فقیر ہو جاؤ تو کہہ دو کہ کاش آج میرے پاس دولت ہوتی تو میں فقراء کو دیتا۔ میں مساکین کو دیتا۔ میں مختلف محتاجوں کو دیتا۔ میں مختلف اداروں اور مدارس کو دیتا۔ میں سماج کی خدمت کرتا اس وقت یہ کہنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ وقت جب ہے تو اس وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اور بات کل پہ نہیں رکھنی چاہیے آج جس وقت وہ دولت موجود ہے۔ تو خالق کائنات جل جلالہ نے جو سوچ دی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے جو فرمان امت کو عطا فرما دیا ہے۔ اپنی اوقات کے لحاظ سے بندے کو اس قدر محتاط ہونا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار چل جائے اور سر کٹا ہوا ہو۔

پھر کف افسوس ملتا رہے۔ نہیں نہیں اس کے چلنے سے پہلے اپنے آپ کو اتنا

Marfat.com

بیدار کرے یہ زندگی کے جو اوقات گزر رہے ہیں۔ اس انداز میں گذریں کہ آج ہی جو کچھ کرنا چاہے کرتا جائے یہ خیال نہ رکھے کہ کل کرلوں گا۔ ہوسکتا ہے کل دینے کے لیے ایک پیسہ موجود نہ ہو اور آج گھر میں ایک کروڑ موجود ہو۔

تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اپنی دولت کو اپنے نادار مفلس ہونے سے پہلے غنیمت جانو اور اس وقت کے احساس کو اجاگر کرلو اور اس کو بے قدری سے آگے نہ گزار دو۔ یہ وقت جو تمھارا مالداری کے اندر گزر رہا ہے۔ آج اس سے فائدہ اٹھا کے جنت خرید لو۔

(۴) فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ

اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو

آج وقت ہے نماز پڑھ سکتے ہو۔ آج وقت ہے درس قرآن میں آتے ہو۔ آج مختلف کاموں کا وقت دینے کے لیے آج ٹائم ہے آج جب وقت ہے تو وہ سو کے گذار دیا جائے اور کل خدا جانے کیسے واقعات ہو جائیں اور کیسے حادثات ہو جائیں تم اکیلے ہو جاؤ اور کئی خاندانوں کا بوجھ تمھارے کندھوں پہ آجائے۔ اور ایک منٹ بھی تمھیں میسر نہ آئے۔ اس وقت پھر یہ کہو کہ کاش میرے پاس ٹائم ہوتا میں تہجد بھی پڑھتا۔ میں قرآن بھی پڑھتا اور میں درس قرآن بھی سنتا۔ میں اسلام کے لیے ٹائم بھی دیتا۔ لیکن کیا کروں وقت ہی نہیں رہا۔

اسواسطے کہ اتنے بوجھ میرے کندھوں پہ آگئے ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جو وقت ہے وہ بیداری سے گزار لو اور آج کے ٹائم غنیمت جانو اس کی غنیمت سمجھتے ہوئے اور اس کو بہت بڑا سرمایہ سمجھتے ہوئے۔ اس محدود وقت کو قیمتی جان کے گزار لو۔ تاکہ چند لمحوں میں وہ سفر طے ہو جائے جو صدیوں کا ہے وہ گھنٹوں اور منٹوں میں نیت صالح کی وجہ سے طے ہو جائے اور اس

Marfat.com

توازن کے لحاظ سے جو شریعت نے مصروفیات اور اوقات کا دیا ہے بندے کے لیے ہر لمحہ ایسی ذرخیزی کا بن جائے گا۔ کہ جسکی وجہ سے سالہا سال کی بندگی کے اثرات چند گھنٹوں کے اندر مرتب ہو جائیں گے۔

پانچویں نمبر پہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

حَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو

آج کہتے ہو کہ اگلے سال یوں کریں گے۔ اس سے اگلے سال یوں کرلیں گے۔ اس کے بعد یہ سوچ لیں گے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ آج جو دن کا سورج طلوع ہوا اس میں کہتے ہو آج نہیں کل سے نماز شروع کریں گے۔ تو تمھارے پاس کیا گارنٹی ہے۔ کہ کہیں اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے تمھاری زندگی کا سورج نہ غروب ہو جائے۔ زندگی کا سورج غروب ہو جائے پھر طلوع نہ ہونے پائے۔ تو اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔

یہ جو رمضان ہے اسکو غفلت سے کوئی یوں گزار دے کہ اگلے سال رکھ لیں گے۔ اگلے سال نماز تراویح بھی پڑھیں گے روزے بھی رکھ لیں گے اور بڑی بندگی کرلیں گے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ میری امت کی شان نہیں۔ ہم نے جو وقت کا احساس دیا ہے اور جو وقت کی مصروفیت کے سبق پڑھائے ہیں اس کی خلاف ورزی ہے۔ میری امت اوقات کو یوں گذار دو کہ اس کو سمجھو کہ جو کچھ اب ہے پتہ نہیں اسکے بعد کچھ ہوگا یا نہیں اسکو تو غنیمت جانا جائے۔ اسکی قدر کو پہنچانا جائے۔

لہذا رسول اکرم ﷺ نے اغتم کے الفاظ کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بیان کیا۔ تو لفظ غنیمت کا بولنا ہی اس بات پر گواہی دے رہا تھا کہ اگر توجہ نہیں کرو گے تو یہ قیمتی چیز ایسے ہی رائیگاں چلی جائے گی لیکن اگر توجہ کرلو گے تو یہ غنیمت سے کم نہیں

Marfat.com

بہت بڑا مال غنیمت ہے۔ یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اور بہت بڑی پاور ہے اور بہت بڑی طاقت ہے۔ اگر پہلے بیدار ہو جاؤ گے۔ ان پانچ اوقات کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ہیں ان کے اندر شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنے شیڈول کو مرتب کر لو گے۔ تو محبوب علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کے لیے جو بیداری کے ساتھ اپنے وقت کو گذارتے ہیں۔ ایسی عظمتوں کا اعلان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس انداز کے ساتھ اسکی وضاحت کی ہے کہ یہ شیڈول ہے نمازوں کا روزے کا حج کا زکوۃ کا یہ تو اپنی جگہ ہے یہاں تک زندگی گذارنے کے لیے جو اس کو لقمہ حلال کی ضرورت تھی اور اسکو جو مختلف کام کاج میں مصروفیت ہونے کے لیے کسب کی ضرورت تھی اس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا۔

ہم نے تم پہ پہرہ نہیں لگایا کہ اپنا وقت تم ہر کام نہیں لگا سکتے۔ ہم نے تمھیں ایک نظام اوقات کی فرضیت کے لحاظ سے اور وجوب کے لحاظ سے دے دیا ہے اور یاد رکھو اگر اسلام کے زیر سایہ تم نماز پڑھ کر وقت دوکان کو بھی دیتے ہو اور نماز ضائع نہ کر کے وقت اپنے کھیت میں دیتے تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہم نے اس کو بھی تمھاری بہت بڑی بندگی قرار دے دیا ہے۔

یہاں تک کہ جب فرمایا تھا کہ کچھ گناہ ایسے ہیں۔ جو نہ نماز سے جھڑتے ہیں نہ روزے سے جھڑتے ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے جھڑتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اَلْهُمُوْمُ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ

وہ اندیشے جو بندے کو اپنی روزی کے بارے میں لاحق ہو جاتے ہیں۔ ان سے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں مزدور گھر سے نکلا ٹوکری اٹھانے کے لیے یہ تشویش ہے کہ آج کوئی مزدوری پہ لگاتا ہے یا کہ نہیں لگاتا۔ بظاہر ٹوکری اٹھانے جا رہا تھا اور شریعت کے لحاظ سے اپنے گناہوں کی وہ گھٹڑیاں اتارنے جا رہا تھا۔ یہ جب غم اس کو لاحق

Marfat.com

ہے۔ دوکاندار جارہا ہے لیکن سودا کا پتہ نہیں بکتا ہے یا کہ نہیں۔ کھیت میں کاشتکار بیج کاشت کررہا ہے پتہ نہیں فصل پکتی ہے یا نہیں۔ جس وقت یہ تشویش اس کو لاحق ہوتی ہے اگرچہ یہ تشویش کوئی روزہ نہیں کوئی نماز نہیں کوئی تہجد نہیں لیکن جب وہ کاروبار اسلام کے دائرے میں کررہا ہے تو اس مصروفیت کو بھی اسلام نے اپنے گلے لگالیا ہے اور اسکو وہ عظمت دے دی ہے کہ وہ گناہ تمھارے جھڑ جائیں گے۔ جو نماز سے نہیں جھڑتے رزق حلال کی تلاش سے وہ ہم دور کردیں گے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے واضح فرمادیا

اَلْجِهَادُ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ

آپ نے فرمایا کہ جہاد کے دس حصے ہیں۔

تِسْعَةٌ مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَال

ان میں سے نو حصے حلال رزق تلاش کرنا ہے۔ نو حصے طلب حلال ہے۔

لِلْاِنْفَاقِ عَلَى الْعِيَال

اپنے اہل وعیال کو کھلانے کے لیے اس نیت سے جب وہ لقمہ حلال تلاش کررہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کو جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ اب دیکھیے اسلام میں وسعت کیسی ہے۔ اور وقت کی پابندی اور وقت کی قدر و قیمت کا نظام کیسا ہے۔

شروع سے لیکر اب تک تم نے جو گفتگو سنی اگرچہ ہم نے جو وقت کے اہم شعبہ جات ہیں وہ اس وقت تنگی وقت کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ وہ جو قرآن مجید میں مختلف احکام اوقات کے لحاظ سے بیان کیے گئے ہیں۔

لیکن اس پورے سبق کے اندر یہ بات کتنی واضح ہو کے سامنے آگئی ہے کہ وقت ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو سستی سے غفلت سے گذار دیا جائے یہ قیمتی سرمایہ ہے اور سب سے قیمتی سرمایہ ہے اس کو اس وقت قیمتی بنایا جاسکتا ہے۔ جب اس کے لمحات کو اس کی

Marfat.com

جہات کو اللہ کی فرمان برداری کے کاموں سے مامور کر دیا جائے۔ اگر کوئی لمحہ غفلت میں گزر گیا یا کوئی ایسا وقت کہ جب اللہ کے دربار میں حاضری کا وقت تھا۔ انسان شیطان کے پاس حاضری دے رہا تھا۔ شیطان کی بیٹھک میں بیٹھا رہا۔ ادھر رحمان کی مسجد میں نماز ہو گئی تو یہ ایسی کوئی حرکت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کا جلال برسنا شروع ہو جائے گا اور اس کے تم مختلف مناظر دیکھ رہے ہو۔ کیا صورتحال دن بدن بنتی جا رہی ہے۔

تقاضا یہ ہے کہ ہم وقت یوں گذاریں کہ وقت گذر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ خوشی سے اپنے بندے پر رحمتوں کا نزول فرما رہا ہو۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 25

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا حَیاً قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَرْسَلَہٗ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَثِیْرًا کَثِیْرًا

اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ لَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَا ئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلالُہٗ وعَمَّ نَوالُہٗ واَعْظَمَ شَانُہٗ واَتَمَّ بُرھَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور پر نور شافع یوم النشور دستگیرِ جہاں غمگسارِ زماں سیدِ سروراں حامی بیکساں شافع محشر مالکِ کوثر محبوبِ دلبر احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب اربابِ فکر ودانش معزز محتشم حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے پچیسویں درس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے راہ علم میں چلنے والے اس کارواں کو خالق کائنات جل جلالہ منزل پر پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال عقیدت ومحبت اور ذوق وشوق سے آنے والے تمام حضرات کو اور خواتین کو اپنی رحمتوں کے خصوصی تحائف عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بھی بہت اہم موضوع ہے۔

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور انکا حل

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ الصف کی آیت نمبر 9 کی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ھدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

تاکہ دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کردے

Marfat.com

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

اگرچہ مشرکین اس بات کو ناپسند کرتے رہیں۔

محتشم سامعین حضرات!

آج امت مسلمہ کا کاروان تاریخ کے جس نازک موڑ پر ہے۔اور جس قدر کارواں کے اردگرد خطرات اور مختلف قسم کی بے چینیوں کے سلسلے موجود ہیں۔شاید پوری تاریخ میں اھل حق کو ایسی مشکلات کا سامنا نہ ہوا ہو۔جسطرف بھی ہم توجہ کرتے ہیں۔اور جہاں تک بھی دھیان جاتا ہے۔ ہرطرف اسلام کے خلاف پراپیگنڈے تدبیریں سازشیں اور حملے نظر آرہے ہیں۔

مسلم اُمہ کا خون بہہ رہا ہے۔اور مختلف ظلم وستم کے سلسلے اس امت کے وجود کو مٹانے کے لیے بڑی بے جگری سے اور بڑی بے دردی سے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرداں ہے۔

رواں ماہ رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں ،سعادتوں اور عظمتوں کے زیرسایہ آج ہم جس اجتماع میں بیٹھے ہیں۔ کچھ دیر اس بارے بھی سوچیں گے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔اور ہمیں کس طرح ان تمام خطرات سے بچ کر منزل تک پہنچنا ہے۔

کوئی ایک چیلنج نہیں کوئی ایک خطرہ نہیں ہرطرف دھند لکے ہیں۔ ہرطرف اندھیرے ہیں۔راستے اجالوں کے ظلمتوں نے گھیرے ہیں جدھر دیکھتے ہیں۔ایسے مناظر نظر آتے ہیں۔کہ جن سے کلیجا منہ کو آتا ہے۔اور جگر پانی پانی ہو جاتا ہے۔ کائنات کی امانتوں کے سب سے بڑے امین اور اُمتوں کی تاریخ میں سیادت اور سرداری کا منصب پانے والے آج ان کے وجود پر جتنے زخم ہیں۔اور آج ملّت کا پیراہن جس قدر تار تار کیا جارہا ہے۔یہ کائنات کی امامت کے منصب پر فائز ہونے والے لوگ ایسے زخموں کے جھرمٹ میں کتنی مشکل سے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں وہ

Marfat.com

فلسطین کی مقدس وادی جہاں سے کلمہ حق سر بلند کرنے والوں کو کلمہ حق کی آواز بلند کرنے والوں کو گھروں سے نکال دیا گیا جو خیموں میں زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

وہ عراق کی مقدس سرزمین جو اللہ کے پیغمبروں کی اماموں کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیا کرام کی سرزمین ہے۔ وہاں کب سے کشت وخون کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے پڑوس میں افغانستان کی مردم خیز زمین کے اندر دشمن نے کس قدر اپنے ہتھیاروں کو آزمایا ہے۔ اور کابل وقندھار اور دشت لیلیٰ تک خون کا ایک بہتا ہوا دریا نظر آتا ہے۔ آج پاکستان کو زیرِ دام لانے کے ساتھ ساتھ شام اور ایران کو مٹانے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ پوری کائنات میں مسلم کا خون ارزاں ہو گیا ہے۔

کشمیر کی سنگلاخ چٹانوں پر کشمیری اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور مسلسل وہ اپنی شہادتوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمارے لئے کچھ تباہیوں بربادیوں کے وہ مناظر ہیں۔ کہ جس کا سلسلہ مختلف زلزلوں سے وابستہ ہو چکا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کے ان لمحات کے اندر ہمیں پلٹ کے اپنی کتاب سے پوچھنا چاہیے۔ اپنے قرآن سے پوچھنا چاہیے۔ ہمارا اپنا رب اور اس کا فرمان ہماری رہنمائی کے لیے قیامت تک موجود ہے۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔ یہ دن ہمیں کیوں دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

رب کعبہ کی قسم ہے اس قرآن میں آج بھی وہ تجلی موجود ہے کہ اگر ہم آنکھوں میں سرمہ اسکا لگالیں گے۔ دنیا کے اندھیرے ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور ان شاء اللہ امت کا کارواں سلامتی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ جائیگا۔

محتشم سامعین حضرات

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مسائل کتنے ہیں اور وہ گھمبیر کتنے ہیں

بد ن ہمہ تار تار شد

پنبہ کجا کجا نہم

Marfat.com

سارا بدن ہی ملت کا زخمی ہے تو روئی کس کس مقام پہ رکھ کے ہم اس کے آرام کا انتظار کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے ان حالات کا صدیوں قبل خود مشاہدہ کیا تھا۔ اور اس وقت جو ارشاد فرمایا تھا یہ چیلنجز اور خطرات جو آج پیدا ہو رہے ہیں۔ نگاہِ نبوت ﷺ کے سامنے اس وقت موجود تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو بیان بھی کیا تھا۔ اور ان کا حل بھی عطا فرمایا تھا۔

کتنی ہماری کم بختی ہوگی کہ جب سب کچھ ہمارے لئے وہ بیان کر کے گئے۔ ہم وہ پڑھ نہ سکیں سن نہ سکیں اور اگر سن لیں تو اس پر عمل نہ کر سکیں۔ تو یہ خود ہماری کوتاہی ہے۔ ہماری غفلت ہے۔ ورنہ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ختم نبوت کا تاج پہن کے آئے ہیں۔ اسکا حق بھی ادا کیا ہے۔ قیامت تک کے ہر خطرے کی نشاندہی بھی کی ہے اور قیامت تک ہر خطرے سے بچانے کے لیے اُمّت کو حل بھی عطا فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث شریف ابوداؤد میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ مشکوٰۃ کے صفحہ نمبر 459 پر بھی موجود ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تُدَاعِیَ عَلَیْکُمْ کَمَا تُدَاعِیَ الْاَکْلَۃ اِلٰی قَصْعَتِھَا

فرمایا وہ وقت آ رہا ہے اور جلد آ جائے گا۔ کہ

جب سارا کفر متحد ہو جائیگا۔ ساری کفر کی طاقتیں یکجا ہو جائیں گی۔

اَنْ تُدَاعِیَ عَلَیْکُمْ

وہ سارے ملکر ایک دوسرے کو تمھارے بارے میں یوں بلائیں گے جسطرح

Marfat.com

تَدَاعِیَ الْاَکَلَۃَ اِلٰی قَصْعَتِھَا

پلیٹ ایک ہو اور کھانے والے بہت سے ہوں اور آپس میں ان کا اتفاق بھی ہو تو سارے وہ ایک پلیٹ کی طرف سب کو بلا رہے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا ایسی صورتحال امت کے اندر ایک وقت پیدا ہو جائیگی۔ یہ تمام ملکر امت کو مٹانے کے درپے ہو جائیں گے۔ اور اتنی دلچسپی ہوگی۔ اور ان کو اتنی بھوک ہوگی اس پلیٹ کو کھانے کے لیے کہ ہر ایک دوسرے کو آواز دے گا۔ کہ آؤ تم بھی کھالو آؤ تم بھی کھالو۔ میری امت ایک پلیٹ کی طرح درمیان میں ہوگی اور دائیں بائیں چاروں طرف دشمن اتحاد کر کے آجائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہونگے آؤ تمھارا حصہ بھی ہے اور تمھارا حصہ بھی ہے۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی آنکھ نے اس وقت دیکھا تھا۔ آج کے غیر مسلم اتحاد اور اقوام متحدہ کے زیر سایہ تمام قسم کے بدمعاش لٹیرے حکمرانوں کے جوٹولے ہیں۔ ان کی یکجہتیاں اور ان کے مختلف اتحاد وہ تو بعد میں بنے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس وقت خبر دی تھی۔ فرمایا تھا کہ جسطرح ایک پلیٹ کی طرف سارے جھپٹیں گے اس طرح میری امت کی طرف ساری فوجیں جھپٹ رہی ہوں گی۔

تم نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ عراق کی پہلی ام المعارکہ مسئلہ ہو یا موجودہ جو دو سال کی صورتحال ہے یہ کاروائی ہو۔ وہ افغانستان میں بہتا ہوا خون کا دریا ہو یا بعد میں جو آگے سلسلے بھی نظر آرہے ہیں۔ اور جن کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ وہ سارے مسائل ہوں یا فلسطین کا مسئلہ ہو یا وہ کشمیر کا مسئلہ ہو۔ تم نے اس بات کو اپنے احساس سے دیکھا۔ اور محسوس کیا اور مشاہدہ کیا۔

کہ کس طرح امت مسلمہ پر ہر طرف سے بھیڑیے جھپٹ رہے ہیں۔ اور اس امت کے وجود کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں۔ اور تار تار کرنا چاہتے ہیں اور اس کو

Marfat.com

کو وہ لہولہان کرنا چاہتے ہیں۔

میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آج سے قبل ان خطرات کو بیان کر دیا تھا۔ ابھی جوابی لمحے میں جواب اور حل بھی بیان کریں گے۔ آج کی اس صورتحال کے اندر مسلمان وہ کیسا مسلمان ہوسکتا ہے۔ کہ جن کو کشمیر میں بہتا ہوا خون نظر نہ آئے۔ جس کو افغانستان کے حر اور حریت پسند لوگوں کے ان جذبات کے بارے میں کوئی بے چینی پیدا نہ ہو کہ جن کو پکڑ کے یوں جکڑا گیا۔ جسطرح کہ جانوروں کو پنجروں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور دشت لیلیٰ کے اس صحرا کے اندر ہزاروں کو یوں تہہ تیغ کیا گیا کہ جیسے یہ ماؤں کے بیٹے نہ ہوں کیکروں اور درختوں کے اوپر لگنے والا کوئی پھل ہو۔ جس کو بے دردی کے ساتھ توڑ دیا جائے۔

آج وہ مقدس سرزمین جو عراق کی سرزمین ہے۔ وہاں پر ابراھیم علیہ السلام کی نسل موجود ہے۔ اس زمین کو عقل العرب کہا جاتا ہے۔ اور جس کو روضۃ الصالحین کہا جاتا ہے۔ جس کو مہد الاولیاء کہا جاتا ہے۔ حجاز مقدس کے بعد جو سب سے زیادہ اسلام کے لیے مقدس سرزمین ہے۔ آثار کے لحاظ سے فنون اور علوم کی ترویج و اشاعت کے لحاظ سے وہاں خونخوار بھیڑیا ابھی تک وہ سیر نہیں ہوا۔

مسلسل مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔ اور ان کو لقمے کی طرح چاٹ رہا ہے۔ اور نگل رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا رہے۔ اور کشمیر کے دیس میں خون بہتا رہے اور ہمیں اسکا احساس نہ ہو یہ ممکن نہیں جو مومن ہے وہ ضرور تڑپتا ہے۔ اسکے دل سے آہیں نکلتی ہیں۔ وہ ضرور سوچتا ہے اگر کرسکتا ہے۔ تو زور بازو سے بھی کرتا ہے۔ اگر کرسکتا ہے تو کلمہ حق بلند کرتا ہے۔ ورنہ دل میں بے چینی تو ضرور محسوس کرتا ہے۔ اس واسطے مسلمان ہونے کے نصاب کی یہ آخری شرط ہے۔ اس بے چینی کو محسوس کرنا ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرما دیا تھا۔

Marfat.com

مَنْ لَّمْ يَهْتَمَّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنَّا

جس کو مسلم اُمہ کا درد محسوس نہیں ہوتا وہ میرا امتی ہی نہیں ہے۔ وہ ہم سے نہیں وہ ہمارا نہیں وہ میرا نہیں مسلمانوں کے حالات پر جس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ جب مسلم اُمہ کو زوال آئے اور مختلف مسائل پیدا ہو جائیں وہ تدبر نہ کرے وہ سوچتا نہیں ہے وہ متوجہ نہیں ہوتا تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں لیس منا وہ ہمارا نہیں۔ اگرچہ نمازی ہو روزے دار ہو حاجی ہو جو کچھ بھی کر رہا ہو فرمایا ادھر مسلم اُمّہ پر قیامت گزر جائے اور اُس کو کبھی ایسا کردار ادا کرنے کیلئے تڑپ ہی پیدا نہ ہوئی ہو۔

فرمایا میری امت کا فرد وہ ہے جو اپنے بھائی کے درد میں تڑپتا ہے۔ جسطرح بدن کے ایک عضو پر کچھ درد کا حملہ ہوتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے تو سارا بدن ہی رات جاگ کے گزار دیتا ہے۔ اور سارے بدن کو ہی چین نہیں آتا ایسے ہی امت کا ایک حصہ کٹ رہا ہو۔ اُن پہ تیل چھڑک کے اُن کو جلایا جا رہا ہو۔ اُن کو بڑی بڑی ابوغریب جیسی جیلوں کے اندر بند کر کے کتوں سے اُن کا گوشت کٹوایا جا رہا ہو۔

اور دوسر [illegible] ادھر کان ہی نہ دھرے اور اُس آواز پر لبیک ہی نہ کرے اور اُن مسائل کو اپنا موضوع سخن ہی نہ بنائے۔ اور اُن کو ایک تاک نسیان کا حظ بنا کے چھوڑ دے نہیں نہیں۔ ایسا ہرگز مسلم اُمہ سے نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی حرارت نام ہی اسکا ہے کہ جس وقت ایک جگہ پر کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو تمام امت مسلمہ اُس درد کو محسوس کرتی ہے۔ اور محسوس کرنے کے ساتھ اُس حالت کو بدلنے کیلئے اپنا کردار ادا کرنے کی پلاننگ کر لیتی ہے۔

آج کے جو خطرات ہیں اگر گننے بیٹھیں تو اس گھنٹہ میں وہ گنتے گنتے ہی صرف نام لیتے ہوئے وقت گزر جائے گا۔ صرف ایک دو باتیں جو بڑی ہی اہم اُن کو

Marfat.com

پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ایک ہے خطرہ امت مسلمہ کے بدن اور وجود کو اور ایک ہے خطرہ امت مسلمہ کی سوچ کو اور نظر وفکر کو کچھ حملے وہ ہیں جو امت مسلمہ کے وجود پر ہیں اور کچھ حملے وہ ہیں جو مسلم اُمہ کی سوچ پر ہیں۔جو مسلمانوں کی فکر پر ہیں۔جو مسلمانوں کے دماغ پر ہیں۔آج صورتحال بہت بدتر اور ابتر ہوتی جارہی ہے۔جو حملہ مسلم اُمہ کے بدن پر ہے۔اگر چہ وہ بھی ایک گھاؤنی سازش ہے۔جو کعبۃ اللہ سے خون مقدس ہو اُس خون کو گلیوں میں بہا دیا جائے۔لیکن اس سے بڑا حملہ اور اس سے بڑا جرم اُن لوگوں کا ہے۔

جو مسلم اُمہ کی سوچ پر حملہ کرر ہے ہیں۔

مسلم اُمہ کے دماغ کو معطل کرر ہے ہیں۔مسلم اُمہ کے دماغ کو بدل رہے ہیں۔مسلم اُمہ کے دماغ کو تبدیل کرر ہے ہیں۔یہ بڑا حملہ اس واسطے ہے کہ جس کے بدن پہ حملہ ہو رہا ہے وہ حریت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔وہ دفاع کرر ہے ہیں روزانہ شہادتوں کا جام نوش کر کے کافروں کو بھی واصل جہنم کرر ہے ہیں۔اور وہ اپنے ایمان کے زور پر ٹیکنالوجی کا منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔

لیکن جو حملہ فکر پر ہوتا ہے۔اُس میں قباحت اور بربادی یہ ہے۔کہ حملہ ہو رہا ہے اُس بیچارے کو پتہ ہی نہیں چلتا۔وہ چپ کر کے سہتا ہے۔اور بدلتے بدلتے بدل جاتا ہے۔جس زخم پہ اُسے درد ہوتا تھا۔اُس زخم کا درد اُسکو محسوس ہی نہیں ہوتا۔جو بیماری تھی اُس کو وہ شفا سمجھتا ہے۔اور جو زہر تھا اُس کو وہ تریاق سمجھتا ہے اور نتیجہ بڑی ہلاکت کا ہو جاتا ہے۔

وہ پہلا حملہ چونکہ اُسکی مزاحمت کا ایک جذبہ اور شوق ہوتا ہے۔اُس کو روکنے کی تدابیر بھی ہوتی ہیں۔اور کامیابیاں بھی ہوتی ہیں۔یہ دوسرا حملہ ایسا ہے۔کہ بیٹھا بیٹھا مسلمان اُس کا دماغ یہودی بنتا ہے۔اُس کا دماغ عیسائی بن جاتا ہے۔اُس کا دماغ

Marfat.com

ہندو کا دماغ بن جاتا ہے۔ وہ بیٹا مسلمان کا تھا۔ باتیں یہودیوں والی کرتا ہے۔ وہ فرزند تو اسلام کا تھا مگر وہ باتیں عیسائیوں والی کرتا ہے۔ اُس نے آنکھ تو ایک اسلامی خاتون کی گود میں کھولی تھی۔ لیکن جب بولتا ہے تو جہنمیوں والی باتیں کرتا ہے۔

کیوں! اس کی سوچ کو معاشرے نے بدل دیا۔ اس کی سوچ کو اغیار نے بدل دیا اس کی سوچ کو یہود ونصاریٰ کے پراپیگنڈہ نے بدل دیا۔ اُس کی سوچ کو معاذ اللہ اُس روشن خیالی نے بدل دیا کہ جس کی روشنی جہنم کے شعلوں کی تو ہو سکتی ہے۔ مگر وہ روشنی فردوس کے بالاخانوں کی نہیں ہو سکتی یہ تبدیلی کیسے آتی ہے۔ اور یہ کیسے ہوتا ہے۔

اسکی مثال سمجھنے کیلئے دور نہیں جانا پڑے گا۔ یہ تمھارے گھر میں جو ٹیپ ریکارڈر ہے اس میں جیسی کیسٹ ڈالتے ہو ویسی ہی آواز آتی ہے۔ جو ڈالتے ہو وہی سنائی دیتا ہے۔ وہ کیسٹ اگر پہلے اپنی تھی تو اپنی آواز آتی تھی۔ اگر وہ کیسٹ بدل گیا تو غیروں کی آواز آئے گی۔ جب وہ کیسٹ بدلا ہے تو آواز بدل گئی ہے۔

اگرچہ وہ ٹیپ تمہاری ہے وہی اسکا حلیہ ہے۔ وہی اسکا وجود ہے۔ وہی تمھارے گھر میں پڑی ہے۔ لیکن سب کچھ بدل کس طرح گیا۔ وہ کیسٹ بدلنے سے آواز بدلی پیغام بدلا۔ پہلے قرآن کی تلاوت تھی پھر اس میں فحاشی کے گانے آگئے۔ پہلے قرآن کا پیغام تھا۔ پھر شیطان کی آگ آگئی۔ پہلے اس میں نغمۂ جبرائیل کی تلاوت کی جارہی تھی۔ پھر اس میں رسوائیوں کے سبق آگئے۔ کیسٹ بدلی ہے ٹیپ نہیں بدلی وہ ٹیپ کیا ہے آپکی اسی طرح ہے۔ وہی شکل ہے وہی اس کی حیثیت ہے۔ وہی اس کی کیفیت ہے چھوٹی سی چیز اندر سے بدلی سارا نظام بدل گیا۔

آج وہ بچہ جو مغرب زدہ ہوا جو یہودیوں کے جال میں آگیا وہ مسلم امہ کا سپوت کہ جس کے دماغ کی کیسٹ عیسائیوں نے بدل دی۔ سنتے ہو تو تعجب ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا بیٹا ہے۔ اس کی زبان سے یہودیوں کی تعریف نکل رہی ہے۔

Marfat.com

عیسائیوں کی تعریف نکل رہی ہے۔ ہندوؤں کا ہم نوا بن گیا ہے۔

جب کبھی تنقید کرتا ہے تو اسلام پہ کرتا ہے۔ جب بھی تعریف کرتا ہے تو یہودیت اور عیسائیت کی کرتا ہے یہ کیسے ممکن ہوا وہ کافی دیر اندر سے کیسٹ تبدیل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر گھر والا باپ بے چارہ سادہ تھا۔ صرف وہ ٹیپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کیسٹ کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا چمکتا چہرہ تو دیکھتا تھا اور اس کا اسلام میں ہونا بظاہر اس کو دیکھتا تھا۔ اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس کی کیسٹ کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔

جب کیسٹ بدلا نتیجہ کیا نکلا ہر طرف وہی بچہ جب بولتا ہے وہی انسان بچہ کیا بڑے بھی اپنی کیسٹیں بدلوا چکے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جس دماغ نے ملامت کرنی تھی وہ دماغ ہی بدل گیا تو اب ملامت کون کرے گا۔ جس سوچ نے کہنا تھا کہ ہوش کر تو کیسے بولتا ہے اور تو کس کے ساتھ چلنے کی باتیں کرتا ہے۔ جب وہ سوچ ہی معطل ہوگئی اور نئی سوچ آ گئی اب ان باتوں پر جو وہ کر رہا ہے اپنے آپ کو ملامت کرے تو کیسے کرے وہ نظام اس انداز میں کیسٹ کے بدلنے کے لحاظ سے بدلتا جا رہا ہے یہاں تک اس امت کے لوگ جو کرسیوں پر پہنچے۔ آگے مناصب پر پہنچے اب ایسی باتیں کرنا انھوں نے شروع کر دیں۔ کہ جس کو دیکھ کر ایک انسان کو شرم آتی ہے کہ کیا ایسے بھی مسلمان ہو سکتے ہیں کہ

جو کلمہ پڑھیں اور اسلام کو طعنے بھی دیں کلمہ بھی پڑھیں اور اسلام کی معاذ اللہ ہر وقت توہین بھی کریں۔ یہ سلسلہ اس وقت سب سے خطرناک سلسلہ ہے اور یہ چیلنج اسلام کے لیے سب سے خطرناک چیلنج ہے۔ دوسری جگہ حملے ہو رہے ہیں ان کا ظلم اور قباحتیں اپنی جگہ لیکن وہاں بھی ایک تحریک ہے اور دفاع کیا جا رہا ہے اور جواب دیا

Marfat.com

جارہا ہے۔لیکن یہ جو شعبہ ہے اس میں خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ حملے مسلسل ہورہے ہیں اور دفاع کی کوئی سوچ ہی نہیں جارہی۔ دفاع کرنے والوں کو مجبور کیا جارہا ہے کہ تم منبر پر بھی نہیں بول سکتے تم مسجد میں بھی بول نہیں سکتے تم اجتماع میں بھی نہیں بول سکتے۔تم قرآن وسنت کا پیغام نہیں دے سکتے۔ یہ جو سب سے بڑا خطرہ اور سب سے بڑا ہمارے لئے چیلنج ہے۔اسکو محسوس کر کے ہم نے اسکا بھی کوئی حل نکالنا ہے۔ کہ ہم کس طرح اپنے دفاع کو بچا سکتے اور کیسے اپنی سوچ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

بدن انسان میں دماغ انگریزی چال انگریزی

ڈھال انگریزی جسم کا اک اک بال انگریزی

ہر چیز مسلم امہ کی لٹتی جارہی ہے۔اس کے نظریات وافکار کو ذہن سے نکال کر نئے فیڈ کیے جارہے ہیں۔اس سلسلے میں آواز اٹھائی ہی نہیں جارہی اور خود احساس ہی پیدا نہیں ہورہا۔

میرے بھائیو! دیکھو تو سہی رسول اکرم ﷺ نے کس قدر متوجہ کیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات نے ہمیں کس قدر سمجھایا تھا۔اور کس قدر اس سلسلے کے اندر محتاط کر دیا تھا۔

جب سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶۸ اتر رہی تھی تو کیا مفہوم تھا۔اس کا مطلب کیا تھا۔اس کے الفاظ کیا تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا تھا۔

لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ سورۃ الانعام آیت نمبر ۶۸

یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس بالکل نہ بیٹھو۔ظالموں کے پاس بیٹھنا حرام کیا۔جیسے شراب نوشی کو حرام کیا۔ایسے ہی یہودی کے پاس بیٹھنے کو عیسائی کے پاس بیٹھنے کو ہندوؤں کے پاس بیٹھنے کو بالخصوص جس وقت وہ ایسا ہے جو اسلام پہ تنقید

Marfat.com

کرتا ہو۔ آیات کا مذاق اڑاتا ہو۔ اسلام پہ ھروقت حملے کرتا ہو تو اللہ نے حرام کر دیا۔ فرمایا ہر جگہ بیٹھ سکتے ہو۔ ایسے منحوس لوگوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔

اس واسطے اگر بیٹھو گے تو تمھارے دماغ کا کیسٹ بدل جائے گا۔ نتیجہ بڑا خطرناک نکلے گا۔ آج کیا ہو رہا ہے کچھ لوگ تو ویسے زیر دام چلے گئے اور یقیناً کسب حلال کے لیے کہیں جانا بھی جائز ہے۔ لیکن جو اپنے لقمے کی خاطر ان ممالک میں گئے اور وہاں جا کر اپنا تحفظ نہ کر سکے۔ انھوں نے جرم کا ارتکاب کیا اور اگر کوئی وہاں جا کے محفوظ رہتا ہے تو یقیناً اس کے لیے گنجائش بھی موجود ہے۔

ان آیات کو بہر حال اسے سامنے رکھنا ہوگا۔ میرے اللہ نے جب حرام کہا تھا تو یہ کیسے وہاں پہ بیٹھتا ہے۔ سور اور خنزیر کی حلت کی دلیلیں ان سے سیکھتا ہے اور پھر اس میں متذبذب ہو جاتا ہے۔ شراب کی حرمت کے بارے میں شک میں اتر آتا ہے۔ اگر چاہے تو ٹھوس نظریات کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ تو ان میں سے کسی کو بدل دے اپنے ایمان و یقین کی کیفیت کو کبھی نہ بدلنے پائے۔ دوسری طرف وہاں جاتا تو ہماری تھوڑی سی کمیونٹی ہے وہ کسب حلال کے لیے جو گئے حفاظت کریں ان کے لیے گنجائش ہے لیکن یوں اپنا آپ پیش کر دے وہ حرام ہے۔

مسئلہ یہاں کا ہے۔ کہ آج ہمارے دین کیسے بدل رہے ہیں۔ مسلم امہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ یہ غیر کی بات ہی نہ سنتے ان کی بات سننے سے اسلام نے پابندی لگائی تھی۔ کہ جو مسلمان ہے وہ نہ تو غیر کی بات کو سن سکتا ہے اور نہ اس پر توجہ دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ غیروں کو ہمارے نصاب کا حصہ بنا دیا جائے۔

آغا خان بورڈ کی شکل میں حضرت طارق بن زیاد کی عظمتوں کے حوالے نکال کر وہاں پر سیکس کی باتیں لکھ دی جائیں۔ سیدۃ فاطمۃ الزھرہ کا مقدس کردار نکال کر بلقیس ایدھی جیسی خواتین کے تذکرے شامل کر دیئے جائیں اور ایسا نصاب بنایا

Marfat.com

جائے جس میں یہ بار بار کہا جائے کہ نظریہ پاکستان ہندو تنظیموں کا پیدا کردہ تھا۔اس کا کسی مستحکم سوچ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔جس وقت ہم اپنے نونہالوں کو پڑھنے کے لیے ایسی کتابیں دیں گے۔تو کیا پڑھ کے وہ اسلام کے علمبردار بنیں گے۔نہیں نہیں۔ نفرتوں کی کتاب پڑھ کر محبتوں کا نصاب لکھنا بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستانِ گلاب لکھنا جو یہ پڑھیں گے تو یہی بن جائیں گے۔

آگے اس سے پہلے جو پڑھتے رہے وہ مغرب کی دوکانوں کے کھلونے تو بن گئے ہیں۔مگر اسلام کا وہ ماڈل انسان نہیں بن سکے۔اگر رہی سہی کسر بھی اس آغا خان بورڈ کی شکل میں یوں نکال دی گئی تو پھر اسلام یوں دیکھتا رہے گا۔کہ میرا جاننے والا کون ہے اور میرا ماننے والا کون ہے اور وہ تو ہے صرف تلوار کے لیے لیکن یہاں تو پلاننگ ہیں۔پوری قوم کا ذہن اچک لینے کی اور اس کے دماغ کو بالکل معطل کر دینے کی جتنے بھی چینل ہیں یہودیوں کے چل رہے ہیں۔عیسائیوں کے چل رہے ہیں۔مرزائیوں کے چل رہے ہیں۔ہندوؤں کے چل رہے ہیں۔

اس پاکستان کی سرزمین پر حرام تھا کہ ان میں سے ایک کی آواز بھی یہاں پر سنائی دیتی۔اس ملک کی حکومت کا سب سے پہلا منصب یہ ہے کہ وہ اپنے مواصلاتی نظام کو اتنا مستحکم بنادے۔کہ کوئی باہر سے بیٹھ کر ان کو کوئی سنانا چاہے تو یہ اس کو روکیں۔جو اسلام کو پسند ہو وہ تو قوم تک آنے دیں۔اور جو اسلام کو ناپسند ہو وہ بات ہرگز اس دائرے کے اندر داخل نہ ہونے دیں۔

جو اسلامی سلطنت ہو اسلامی ملک ہو اور تمام تر مسلم امہ کے قبضے میں ممالک ہیں سب سے بڑا پہرہ مواصلات اور ذرائع ابلاغ کے لحاظ سے ہے۔وہ الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹنگ میڈیا ہو سب سے پہلا فرض ہے امت کے ارباب بسط وکشاد کا کہ وہ اپنی امت کو ان حملوں سے بچائے۔اسلام نے ذرائع ابلاغ کے بارے میں باقاعدہ

Marfat.com

سبق پڑھائے ہیں اوراس بات کولازم کردیا جائے کہ یہ چھوٹا سا منصب نہیں کوئی خبر سننے اورآگے بیان کردے نہیں نہیں۔

اس کے لئے امت میں اس وقت جولوگ سب سے زیادہ متقی پرہیز گار ہوں جن کا بیرونی اور بین الاقوامی مطالعہ سب سے زیادہ ہووہ بیٹھ کر فیصلہ کریں اس کے بعد اگر خبر پاس ہوتی ہے تو وہ مسلم امہ کے افراد کوسنائی دینی چاہیے۔ اگرنہیں ہوتی تو ہرگزاس کا پھیلانا حرام ہوگا۔

اور کہاں یہ کہ ہم خود فیصلہ کر کے اچھی صورتحال سے لوگوں کو مطلع کرتے اور جو ناجائزتھی ان سے روکتے۔ ہمارے بس میں ہی نہیں رہا۔ ہمارے گھر میں کہیں یہودی بول رہا ہے۔ کہیں عیسائی بول رہا ہے۔ ہماری فضاؤں میں ان کی آواز کی امواج موجود ہیں۔ جو چاہتا ہے کوئی قادیانی بکھوڑا باہر سے بیٹھا ہوا چینل پہ بولتا ہے۔ یہاں کا سپوت سنتا ہے۔ کوئی عیسائی لونڈا بولتا ہے اور کوئی یہودی بولتا ہے اور کوئی ہندو بولتا ہے۔ ہمارے گھر میں بیٹھا ایک مسلمان ان کے افکار کوسن رہا ہے۔

اور بالخصوص اس وقت جب وہ اسلام پہ تنقید کررہے ہیں۔ تو اس کوتو اللہ نے حرام فرمایا تھا۔ یہ اس کا مباحثہ سننا اسکا سمینار سننا ان کی تقریر سننا یہ تو بڑی دور کی بات ہے میرے رب نے ایسی خبر کے اجراء پر حرمت کا حکم نازل فرمادیا تھا۔

قرآن مجید ایک زندہ کتاب۔ یہ ساری باتیں سامنے تھیں اس واسطے اللہ تعالیٰ کا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ میں ارشاد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا۔

اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

یہ آیت صحافت کا سب سے بڑا سبق ہے۔

Marfat.com

اسلامی ذرائع ابلاغ کی سب سے بڑی درسگاہ یہ آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا رد کرتے ہوئے اور کمزور مسلمانوں کا جو بھی نئے نئے تھے ان کا رد کرتے ہوئے۔ ان کے ایک کردار کی مذمت کی۔ فرمایا۔ جب اس کے کوئی خبر آتی ہے امن کی یا خوف کی تو وہ اس خبر کو پھیلا دیتے ہیں۔ خبر آگئی کہ فلاں مسلمان فوج کو فتح حاصل ہوگئی تو وہ کیا کرتے ہیں کہ فوراً وہ خبر پھیلاتے ہیں۔ یا یہ آگئی کہ وہاں پہ شکست ہوگئی تو وہ فوراً پھیلاتے ہیں۔

اب آج کا مزاج یہ سمجھے گا کہ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ ہم تو جو آتا ہے آگے بیان کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول علیہ السلام کا فرمان ہے۔

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مشکوٰۃ ص۲۸)

بندے کو جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو سنے وہی آگے سنا دے۔ جو بات سنے وہ بات بیان کر دے۔ یہ اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ تو خبر جیسے بھی ہم آگے پھیلانے میں آج کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی اور ان لوگوں کی مذمت کی۔

کہ جب مدینہ شریف میں ایک خبر پہنچی ہے۔ تو انھوں نے کیا کیا خبر کو سنا اور خود خبر کے ناشر بن گئے خبر کو پھیلا دیا۔

اِذَاعُوْابِهٖ

وہ خبر کو نشر کر دیتے ہیں۔ اے اللہ انھیں کیا کرنا چاہیے تھا تو ان سے ناراض کیوں ہو رہا ہے۔ انھوں نے خبر دی تو کیا جرم کیا۔ رب کائنات فرماتا ہے اگرچہ کرنا ہی چاہیے تھا۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ

جب خبر مدینہ شریف میں ان لوگوں کے پاس پہنچی تھی تو ان کا یہ حق نہیں کہ خبر بیان کریں۔ ان کا یہ حق تھا کہ فوراً دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو جاتے۔ رسول اکرم

Marfat.com

ﷺ کے پاس پہنچیں اور اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میسر نہیں آ ئے۔

وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں سیدنا عثمان غنی حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہما عشرہ مبشرہ ایسے کبار صحابہ کرام جو کہ اولی امر ہیں۔ ان کے پاس جا کے بتائیں۔ کہ یہ افواہ پھیل گئی ہے۔ یہ خبر آ گئی ہے۔ ایسی اطلاع ملی ہے۔ تو اسکو کیا کرنا چاہیے۔ خبر پھیلانا یہ عام انسان کا کام ہی نہیں یہ کام ہے امت کے منتخب بورڈ کا۔ کہ وہ اس پر پوری طرح سارے پہلو دیکھ کر پھر فیصلہ کریں۔ کہ اس خبر کی بندوں کو اطلاع ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

اگر میرے محبوب علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس خبر پہنچے گی اور ان کے جو اولو الامر صحابہ ہیں ان کے پاس تو وہ استنباط کریں۔ وہ مسئلے کا استخراج کریں گے۔ اور وہ بتائیں گے کہ یہ آگے پھیلائی جائے گی یا نہیں پھیلائی جائے گی۔ ہوسکتا ہے ایک مسلم امہ کے شہروں کو شکست ہوئی ہے لیکن اب خبر مدینہ میں جب پہنچی تو فرمایا تم نہ پھیلاؤ۔ یہ ان کو دو اور یہ منصب ان کا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اب جب باقی لوگوں کو یہ خبر پہنچے گی تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ دوسرے محاذ پر ناکامی ہو جائے گی۔ اور دوسرے محاذ پر ہماری صورتحال خراب ہو جائے گی۔ تو خبر پھیلانے سے پہلے عسکری ماہرین بین الاقوامی وسعت مطالعہ کے لوگ اور عدالت وتقویٰ کے جو بلند مینا رہیں۔ ان سب کی مشترکہ میٹنگ کے بعد مسلم اُمّہ کے سپوت طے کریں گے کہ یہ خبر شائع ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے اس منصب کو قرآن مجید نے بیان کر دیا کہ

Marfat.com

جسطرح نماز روزہ لازم کیا تھا خبر کی تحقیق کو بھی لازم کر دیا ہے۔ اور خبر دینے کے منصب کو بھی واضح فرما رہا ہے۔

آج جو امت مسلمہ میں انتشار آیا ہے۔ آج لوگوں کی کیفیتیں بدل رہی ہیں۔ تو اسی لئے کہ چند احمق ایسی ایسی ایجنسیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو آتا ہے آگے اگل دیتے ہیں اور پھر امت میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ مسلم اُمہ کی فوجوں کے مورال پست ہو جاتے ہیں۔

مسلم اُمہ کے مختلف لشکر اپنے مقاصد میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ پیچھے سے خبر کا تقدس پامال کر دیا گیا ہے اور جتنا پہرہ چاہیے تھا۔ جس قدر حساس اور محتاط طریقے سے راز کو رکھنا چاہیے تھا وہ مہیا ہی نہیں کیا گیا۔ اب بتاؤ جس قرآن نے خبر کی تصدیق پر اور خبر کی تشہیر پر اتنی پابندی لگائی ہو وہ یہ کیسے چاہ سکتا ہے کہ غیروں کی پوری تقریریں اپنے T.V پر کرادی جائیں یا ان کو بلا کے اپنے کالجز میں سٹوڈنٹس کو لیکچر دلوائے جائیں۔ ان کو بلا کے ان کے افکار کی نمائش کر کے اپنی قوم کو اکسا کے یوں بنا دیا جائے کہ ان کے رال ٹپکنا شروع ہو جائیں۔

یہ افکار ہیں اور یہ لوگ ہیں جو منتخب قسم کے ہیں اور ان کی سوچ بڑی اعلیٰ ہے۔ یہ تمام فتنے جو ہیں ان کو روکنے کے لیے اس سورۃ کے اندر آیت کو نازل کر دیا گیا تھا۔ فرمایا یہ ہر بندے کا کام نہیں جو سنے وہ سنا دے۔ اب جو سنے یہ ذرائع بھی بند ہونے چاہیں۔ ان تک آواز آنی نہیں چاہیے اگر آجاوے تو پھر اسکو بند کر دینا چاہیے خاص لوگوں تک اگر چاہیں تو خبر اخبار میں چھپے۔ چاہیں تو T.V اور ریڈیو پہ آئے۔ ورنہ اس خبر کا آگے پھیلانا حرام ہے۔

تو یہ تب ہو سکے گا جب فضاؤں پہ کنٹرول ہوگا۔ اگر خود نہ پھیلائیں اور اپنے سے پہلے چار گھنٹے دوسرے پھیلا جائیں۔ تو پھر اپنے روکنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ تو قرآن

Marfat.com

کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ کا نیٹ ورک اتنا تیز ہونا چاہیے اور ان کی خبر رساں ایجنسیاں اتنی شفاف ہونی چاہیں اور اپنی فضاؤں پر ان کا ایسا کنٹرول ہونا چاہیے۔ اگر مسلم حکمران یہ نہیں چاہتا کہ فلاں خبر میری قوم کو نہ ملے تو پوری فضا کو جام کر کے دوسروں کے پیغام بند کر دے۔

اپنی قوم تک صرف اپنی بات پہنچائے جو قرآن کے زیر سایہ ہو اور جو محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کے زیر سایہ ہو۔ آج تو وہی حساب بن گیا جو چاہتا ہے ہمارے کانوں میں اپنا گند گھول دیتا ہے۔ لوگ سادہ ہیں آخر ان کا قصور کیا ہے۔ وہ سنتے ہیں اور پھر بدلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ صورتحال بنی ہوئی ہے پلیٹ ایک ہے۔ ہر ایک اپنی ہوس کو پورا کرنا چاہتا ہے۔

اور ہر ایک اپنی خواہش کو مٹانا چاہتا ہے۔ تو یہ سب سے پہلا جو ہمارے لیے چیلنج ہے اس معاملے کا ہے کہ ہماری سوچ پر فکر پر اور دماغ پر جو غیر مسلم حملہ کر رہے ہیں وہ ڈائیلاگ تیار کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ڈائیلاگ کسی طرح کا ہو اس کے پس پردہ اسلام پہ حملہ ہے۔ اس کے پس پردہ منصب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید ہے۔ اس کے پس پردہ مسلمانوں کو زبوں حالی کا احساس دیا جا رہا ہے۔ کہ چھوڑ و اس مذہب کو اور دوسری طرف آجاؤ۔ وہ ساری فلمیں جو ویسے ہی عریانی کیوجہ سے حرام ہیں۔ لیکن اس مقصد کے پیش نظر بھی ان میں ایک زہر بھرا ہوا ہے وہ فلم جس کے اندر حواس باختہ مناظر ہیں۔ وہ تو سارا سلسلہ ویسے تباہیوں کا ہے۔

لیکن ان تباہیوں کے ساتھ ساتھ یہ تباہی بھی ہے کہ وہ بندے کو پھنسا کے فحاشی کے منظر میں اس کی کیسٹ بھی ساتھ ہی بدل دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد اسکا احساس ہی نہ ہو کہ میں نے کتنا برا کام کیا ہے۔ اور میری زندگی کیسی برائی کے اندر گزر رہی ہے۔

اب دیکھو اگر ہم قرآن مجید کے اس حکم کو نہیں پھیلائیں گے اور قرآن مجید کا یہ

Marfat.com

جو مواصلاتی نظام اور صحافت کے لحاظ سے ہمارے لئے سبق ہے۔ اسکو پسِ پشت ڈالیں گے تو کیا ہوگا۔ ہمارے ہر گھر میں غیر کا جاسوس ہے۔ ہمارا بیٹا غیر کا جاسوس بن جائے گا۔ ہمارا بھائی غیر کا جاسوس بن جائے گا۔ یہ اسلام تو ایک راز اور ایک حقیقت ہے۔ اور یہ ایک سوز تھا جس کے لحاظ سے اتنا پہرہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ پوری سلطنت میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہ ہو جو غیروں کا آلۂ کار بن کے باتیں کرتا پھرے۔ نتیجہ کیا بن گیا ہے۔ ہر محلے میں غیروں کے آلہ کار پیدا ہو گئے ہیں۔ بات چینل سے سنتے ہیں پھر آگے سنا دیتے ہیں کہ فلاں یہودی کی تقریر تھی۔ فلاں عیسائی یہ ریسرچ کر رہا تھا۔ فلاں یہ کہہ رہا تھا یہ وقت ہے سنبھلنے کا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو
تمہاری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اگر آج اس پہ پہرہ نہ لگایا گیا۔ تو پھر بات بہت بگڑ جائے گی اور یہ صرف ہماری حکومت تک نہیں تمام مسلم حکمرانوں کو اس سلسلے میں توجہ کرنی چاہیے۔ آخر اللہ کے قرآن کی اس آیت کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کا کیا پس منظر سامنے رکھ کے کس لحاظ سے اس پہ عمل کر رہے ہیں؟ یہ آیت خاموش ہے اور لوگ اپنی من مانیاں کر رہے ہیں۔ گمراہ ہوتے جا رہے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے امتِ مسلمہ کا جو حکمران ہے اس پہ لازم ہے۔ ایک تو وہ خود اسلام کے تابع ہو اور دوسرا غیروں کی جو سازشیں اور جو زہر دماغوں کو پاگل کرنے والا ہے۔ اس کو روک دیا جائے اپنی صلاحتیں ملک کے سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے لگا دیا جائے اور اپنے وقار کو بحال کیا جائے خود اپنے قرآن کی طرف دیکھیں اور قرآن سے اپنی زندگی کے راستے تلاش کرتے چلے جائیں۔

محتشم سامعین حضرات!

اس سلسلہ میں ہمارے لیے جو بات اہم تھی آج ہی نہیں اس سے پہلے لوگوں

Marfat.com

نے بھی اس کو محسوس کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی ابلیس کی مجلس شوریٰ والی نظم لکھی تھی اس میں بھی اِسی بات کو پیش کیا تھا۔ کہ ابلیس کی جب میٹنگ ہوئی اور پارلیمنٹ کا جب اجلاس ہو رہا تھا اور سارے شتونگڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ابلیس ہی نے ایک ایجنڈہ سامنے رکھا تھا۔ کہنے لگا۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یہ ابلیس کا ایجنڈہ تھا جس پہ آج عمل ہو رہا ہے اور مسلسل ہمیں بھی کچھ روشن خیال اس قسم کی روشن خیالی کے جام پلانا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو۔ وہ سرمہ ہماری آنکھ میں ڈال کے ہمیں اس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم اس بات کا عزم کیے ہوئے ہیں اور پوری قوم اس غیرت کی پوری طرح علمبردار ہے۔ ہمارے لیے یہ وہی کافی ہے جو خاک مدینہ نے اپنے منگتوں کو عطا فرما رکھا ہے۔

محتشم سامعین حضرات!

مادی زبوں حالی کا چیلنج

اقتصا
میں رسول اکرم ﷺ کے فرامین کا جائزہ لیتے ہوئے اور قرآن
اس سلسلے
دہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جو دوسرا بڑا حملہ ہے وہ ہے
آیات اور موجو
میں کہ مسلسل یہ باور کرایا جارہا ہے کہ مسلمان تو غریب ہوتا
بوں حالی کی آڑ
ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ سارا ورلڈ بنک دیکھ لو۔
نقیر ہوتا ہے۔ مسم
سرمایہ کاروں کے مختلف نظام دیکھ لو۔ یہ ایک لقمہ
اور ایجنسیاں اور
جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں بھی قرآن نے
کے لیے پیش کیا

Marfat.com

ہمیں تنہا نہیں چھوڑا۔ آج سے صدیوں قبل اس کو بیان کر کے ارشاد فرما دیا تھا۔
سورۃ توبہ کی آیت نمبر 28 ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَس" فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا
مشرک پلید ہیں۔ اسی سال کے بعد ہی نو ہجری کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہیں آسکتے جب یہ اس وقت پابندی لگائی گئی تھی آج تو جتنے ہماری پاس ظاہری وسائل ہیں۔ اس وقت نہیں تھے۔ آج جتنا سرمایہ ہے جتنا کھانے کا سامان ہمارے پاس ہے۔
وہاں وہ جس وقت روزانہ جہاد کو نکلے ہوئے ہیں اور گھر پیسے سے خالی ہیں اور گھر میں روزانہ کھانے کے لیے پکتا ہی نہیں۔ ایک ایک کھجور پہ ہفتہ ہفتہ گذارہ کرتے ہیں۔ جب فوراً اس معاشرے میں یہ بات سامنے آئی اگر ہم بائیکاٹ کریں گے تو زندہ کیسے رہیں۔ تجارت بند ہو جائے گی مشرکین سے بائیکاٹ کے بعد ہمارا اقتصادی ڈھانچہ تباہ ہو جائے گا۔ جس وقت یہ سوچ کچھ لوگوں میں ابھر رہی تھی پکے لوگوں نے ہرگز اس کو قریب نہیں آنے دیا۔ لیکن جو نو مسلم تھے ان کے لحاظ سے یا منافقین کے لحاظ سے ایسی سوچ جب ابھر رہی تھی۔ اللہ نے اس آیت کا نزول فرما دیا۔ اگر سنو تو لگے گا جیسے اللہ نے آج اس آیت کا نزول فرما دیا ہو۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً
اگر تمھیں بھوکے کا خطرہ ہے۔ اگر تمھیں محتاجی کا خطرہ ہے کہ ہم نے فلاں سے دوستی کا ہاتھ نہ ملایا تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ وہ ہمیں کھانے کو کچھ نہیں دیگا۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ ہم اگر اسرائیل سے تعلقات نہیں بڑھتے تو بھوکے ہو جائیں گے۔ انڈیا کے ساتھ نہیں بناتے تو بھوکے ہو جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ کے

Marfat.com

ساتھ دوستی کی پینگیں ہم نہیں بڑھاتے تو ہم بھوکے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

اگر تمھیں بھوک اور احتیاج کا خطرہ ہے۔ تو مومنو! جان رکھو ہم نے خزانے اپنے پاس رکھے ہیں۔ غیروں کو عطا نہیں کیے۔ مومن کی شان کیا ہے۔ قرآن اس کو سمجھاتا ہے۔

اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآء

اگر تمھیں بھوک کا خطرہ ہے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا اگر اللہ نے چاہا کسی کے ورلڈ بینک کو دیکھنے کی ضرورت نہیں اور وائٹ ہاؤس کی طرف للچائی نگاہیں پھیرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ساتھ قید لگا دی ''ان شآء'' اگر اس نے چاہا تو وہ تمھیں مالدار بنا دے گا۔ تو تمھیں کام کرنا چاہیے باقی اللہ کی مشیت یہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ ہمیں بھوکا دیکھنا چاہتا ہے تو ہمیں بھوک میں خوشی ہے اور اگر ہمیں مالدار دیکھنا چاہتا ہو تو ہمیں مالداری میں خوشی ہے۔ لیکن ہم وہ مال نہیں لینا چاہتے کہ جس سے بنک بیلنس تو بڑھ جائے اور ایمان کا بیلنس کم ہو جائے وہ مال مرد مومن کے لیے زوال ہے اور اس کے لیے ہلاکت ہے اور خسران ہے۔ اس واسطے خالق کائنات نے فرما دیا۔

اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

سارا جو کائنات میں حال بنتا ہے وہ پیدا تمھارے رب نے کیا اور تقسیم تمھارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ تو یہ آزمائش کے دن گذر جائیں گے اس کی وجہ سے اپنا قبلہ نہ بدل دو۔ اپنی جگہ ڈٹ کے قائم رہو۔ اللہ نے چاہا تو تمھیں یہیں گھر بیٹھے مالدار بنا دے گا۔ تم ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے محنت نہ چھوڑو

Marfat.com

رزق میں مصروف رہو۔ تمہیں غیر سے جا کے مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

"فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ" اللہ تمہیں غنی کر دے گا۔ یہ وعدہ اُس وقت بھی پورا ہوا۔ چند سال گزرے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ وہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اونٹوں پہ لاد کے مسجد نبوی میں لا کے ڈھیر کیا جا رہا تھا۔ تو یہ آیت بول رہی تھی کہ کل تمہیں گھر سے نکالا گیا تھا مگر تم نے جو مشرکوں سے بائیکاٹ کیا اس پر پکے رہے ہو۔ دیکھو وہ مال چل کے تمھارے قدموں میں آ گیا ہے۔

تو یہ قرآن ہمیشہ کیلئے اعلان کر رہا ہے۔ کہ کبھی اپنی پالیسیوں کو بناتے ہوئے اقتصادیات کے زیر دام آ کے اپنا قبلہ نہ بدلو اور ایمان کا سودا نہ کرلو۔ رب پوری کائنات میں جو رزق تقسیم کر رہا ہے وہ رب ہے ہی ہمارا جب چاہے گا خزانوں کے منہ ہمارے لئے کھول دے گا۔

یہود و نصاریٰ کے ڈر سے اُن کی دوستی

تیسرا بڑا فتنہ وہ ہے غیروں کی ٹیکنالوجی کی پاور اور اُن کا اسلحہ اس سے مرعوب ہو کے ہم اُن کی کسی بات کو رد نہ کریں۔ صرف اس خطرے سے اگر ہم نے اُن کی بات نہ مانی تو وہ ہمیں مار دیں گے۔ ہمیں جیتا نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں مار دیں گے۔

میرے رب کا قرآن بول رہا ہے۔ اے امت مسلمہ کے شیر کبھی بھی کسی کے اسلحہ سے ڈر کر کسی کی پاور سے مرعوب ہو کر اپنی بات کو بیان کرنا چھوڑ نہ دو۔ اپنے دین کے بارے میں گونگے نہ بن جاؤ۔ اپنا پیغام پیش کرتے رہو۔ اس زندگی سے ہزار بار موت افضل ہے۔ جو کلمہ حق کو بلند کرتے ہوئے آ جائے۔ اسلام کی حقانیت اور غیرت کا پیغام دیتے ہوئے۔ موت آ جائے۔ اس سے بڑی اور سعادت کیا ہو گی اور اس سے بڑی اور شہادت کیا ہو گی۔

اب دیکھو قرآن مجید نے اس فتنے کو خود بیان کر کے اس کا اسی وقت حل بھی پیش

Marfat.com

فرمادیا تھا۔قرآن مجید کی یہ بھی حقانیت ہے کہ اس وقت جو باتیں بتائی تھیں وہ بالکل سامنے ہیں اور آج یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم وہ سیکھ لیں اور بغیر کسی الجھن کے غیر کو دیکھ کے سینہ تنگ نہیں ہونا چاہیے۔قرآن پڑھ کے بھو کے رہ کے بھی سینہ کھلا ہونا چاہیے۔

میرے رب کا کیا فرمان ہے۔جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں۔

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ

یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ۔اس وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔جب مسلمان تھوڑے سے تھے۔تو دوستی کی ضرورت زیادہ تھی۔آج کروڑوں ہیں مگر پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمارا گذارہ نہیں ہوتا۔اگر گذارے کی بات ہے تو یہ اس وقت ضروری تھا۔لیکن اصل میں معاملہ گزارا ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے۔اللہ نے لازم کر دیا ہے کہ ایمان تب برقرار رہے گا جب تم میرا حکم مانو گے نہ تم یہودی کو دوست بنا سکتے نہ عیسائی کو

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

وہ ایک دوسرے میں آپس میں دوست ہیں وہ تمھارے کبھی بھی دوست نہیں ہو سکتے آج کا فتنہ ہے ان کے لیے نرم گوشہ دلوں میں پیدا کرنا۔یہ کہنا کہ وہ بھی اہل کتاب ہیں ہم بھی اہل کتاب ہیں اب دیکھو ان کے بھی حقوق ہیں ہمارے بھی حقوق ہیں۔ہم کیوں لڑتے رہیں اُن سے کیوں الجھتے رہیں ان سے ہم کیوں ایسا کریں۔

اس طرح آہستہ آہستہ وہ بھی تو آخر اہل کتاب تھے ان کے لیے بھی کتاب آئی اور ان کے لیے بھی نبی آئے۔تو یہ تم نے پکا ویر لگا رکھا ہے کہ ہم نے ہر سلسلہ میں ان کی مخالفت ہی کرنی ہے۔ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہو۔

جس میں بھی پیچھے بڑے سلسلے ہیں کئی تدبیروں کے اور سازشوں کے ہم جس وقت اس بات کو سنتے ہیں۔تو ہمارا قرآن ہمیں جواب دیتا ہے۔اے مسلمانو تم اپنے

Marfat.com

منہ سے نہیں مجھے تلاوت کر کے انھیں شیشہ دکھادو۔ تلاوت قرآن پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ مفتی کے فتوے پر عتاب ہوگا کہ تم نے یہ فتویٰ کیوں دیا۔ مفکر کی فکر قابلِ اعتراض ہوسکتی ہے۔ کہ تم نے صحیح سوچ کے یہ بات نہیں کی۔ لیکن بتاؤ قرآن مجید کے سب فیصلے تو اٹل ہیں اس نے واضح کہہ دیا ہے۔

لَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ

مسلمانو یہ کبھی بھی نہ سمجھو کہ ہم تھوڑا سا مانیں گے تو وہ ہمیں چھوڑ دیں گے فرمایا جس وقت اول سے لیکر آخر تک سارے اسلام کو چھوڑ کر تم یہودی نہیں بن جاؤ گے اس وقت تک وہ تمھارا پیچھا کریں گے۔ تعاقب کریں گے۔ تم سمجھتے ہو کہ ایک دو نصاب میں تبدیلیاں کر لیں جہاد کی آیات نکال دیں تو وہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔

لَنۡ تَرۡضٰی

ہرگز وہ راضی نہیں ہوں گے۔ ''حتی تتبع ملتهم '' یہاں تک تم ان کی ملت کی پیروی شروع کردو۔ اور فرمایا

قَالَتِ الۡیَهُوۡدُ یَدُاللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ

یہ قرآن بولتا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے۔

غُلَّتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ

میرے نہیں ان کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ میرے تو دن رات ہاتھ سخاوت کر رہے ہیں۔ بخشش کر رہے ہیں۔ اب ہم یہ قرآن پڑھیں تو ہمیں کوئی کہے کہ تم یہودیوں کو گالیاں دے رہے ہو سوچ کے بولو۔ خطرہ بڑا ہے ماردیں گے۔ تو ہم ایسی زندگی نہیں چاہتے۔ جو قرآن سے خاموش ہو کے ہمیں زندگی گزارنی پڑے ایسی زندگی ہی مومن کی شان ہے جب قرآن نے ان کو گالی دی ہے۔ تو ہم بھی پڑھ کے ضرور یہ حق ادا کریں گے۔

Marfat.com

جس شخص نے اللہ کے ہاتھوں پر تنقید کی ہے کہ اللہ کے ہاتھ معاذ اللہ باندھے جا چکے ہیں۔ ہم اللہ کا فرمان سنائیں گے کہ یہودیو ہم نہیں ہمارا رب تمھیں یہ فرما رہا ہے۔

اس واسطے رسولِ اکرم ﷺ نے یہ موقف پیش کیا۔

تو یہ آیات بھی ساتھ موجود تھیں اور آج کا پورا منظر آیت میں موجود ہے۔ میرے رب کا کیا خوبصورت فرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ المائدکی آیت نمبر ۵۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ

تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

یُسَارِعُوْنَ فِیْھِمْ

وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی میں بڑی تیزی کریں گے۔

جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کو تم دیکھو گے وہ دوستی میں بڑی تیزی کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں بڑے بے چین ہیں۔ کہ کب یہودی ہم سے معانقہ کرے اور کب ہمیں ملنے آجائے۔ عیسائی کے ساتھ ملنے میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ عذر پیش کریں گے۔

یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ

وہ کہیں گے ہم ان پر نرم پالیسی اس لئے اپنا رہے ہیں۔ اگر ہم نے نہ بنائی تو وہ ہمیں مار دیں گے۔ نَخْشٰٓی ہم ڈرتے ہیں ان تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ کہ ہم پہ حملہ ہو جائے گا ایٹم چل جائے گا۔ ہم تباہ برباد ہو جائیں گے۔

اے قرآن تیری صداقتوں کو سلام کرتا ہوں۔ آج سے صدیوں قبل جو تو نے باتیں بتائیں تھیں آج کے بہت سے نام نہاد اُمّت کے لوگ یہی آج بہانہ بنا رہے تھے۔ ان کو پتہ نہیں قرآن نے یہ چوری پہلے پکڑ لی تھی اور اسکی اطلاع بھی امت کو عطا کر دی تھی۔

Marfat.com

ہم اس واسطے نرم رویہ رکھتے ہیں یہود ونصاری سے دوستی چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے دوستی نہ کی تو ہمیں خطرہ ہے ہم پہ حملہ ہو جائے گا اور ملک سارا الٹ جائے گا اور ہماری ساری صلاحتیں رائیگاں چلی جائیں گی اور ہمارا سارا ڈھانچہ تباہ ہو جائے گا۔

جس وقت یہ بات سامنے آ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیان کر کے فرما دیا۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بِالْفَتْحِ

فرمایا میرے بندو ڈرنے کی کوئی بات نہیں وہ تمھیں کھا نہیں جائیں گے۔ قریب ہے اللہ تمھیں فتح عطا فرمادے گا۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بِالْفَتْحِ

قریب ہے اللہ فتح لے آئے

اَوْ اَمْرٍ مِنْ عِنْدِهٖ

یا اس کے علاوہ کوئی اپنا حکم لے آئے۔

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَا اَسَرُّوْا نَادِمِيْنَ

پھر وہ لوگ منہ چھپائیں گے جو آج کہتے ہیں اگر ہم نے یہ دوستی نہ کی تو ہم پر حملہ ہو جائے گا۔ فرمایا جب اسلام بپھرے ہوئے شیر کی طرح نکلے گا۔ تو پھر یہ لوگ جو آج ناکام فلسفے گھڑ رہے ہیں۔ منہ چھپا رہے ہونگے اور اسلام کے شیر سر اٹھا کے گردن ہلا رہے ہونگے اور بتا رہے ہونگے کہ ہم نے اپنا قبلہ نہیں بدلا۔ اللہ نے ہمارے لئے زمانہ بدل دیا ہے اور یہ دن اللہ کے فضل سے ان شاء اللہ ضرور آئے گا۔ ہم نے یہ چھوٹی چھوٹی من گھڑت موشگافیاں کے پیچھے پڑ کے قرآن چھوڑ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں اس قرآن نے ہمارے سارے فیصلے مکمل کیے ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ان تمام چیلنجز کا اپنے زور یقین کیساتھ جواب دینا ہے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی واضح فرمادیا تھا۔ جو بیہقی کی حدیث جو شروع میں مَیں نے پیش کی ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ وقت آجائیگا

Marfat.com

کہ میری اُمت پلیٹ کی طرح ہوگی اور سارے کھانے کیلئے جھپٹ رہے ہوں گے۔ایک پلیٹ کے لیے سارے اکٹھے ہوں گے تو صحابہ کرام نے پوچھا اور یہ بھی سعادت ہمیں کہ پوچھتے وقت انکا جو عقیدہ تھا، آج ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک غیب کی بات پوچھ لی۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایسے حالات پیدا کیوں ہو جائیں گے۔کیا خوبصورت سوال تھا کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ

وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ

کیا اس وقت ہم تھوڑے ہو جائیں گے۔یعنی اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ گو بہت تھوڑے ہونگے۔کہ جہاں ان کو پلیٹ سمجھا جائے گا۔کیا مسلم اُمہ کی کمیونٹی تھوڑی ہوگی۔میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشاہدہ دیکھو

رسول اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا۔فرمایا

بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْر"

میرے صحابہ تم تھوڑے نہیں ہوگے اس وقت میری امت اب سے بھی بڑی ہوگی۔جتنے صحابہ تم ہو تم سے کہیں زیادہ اس وقت کروڑوں اربوں کی تعداد میں میری اُمت کے لوگ موجود ہونگے۔

پوچھا یارسول اللہ ﷺ اتنے ہوتے ہوئے پلیٹ بن جائیں گے کیوں ایسا ہوگا۔پہلا غیب کا معاملہ بتادیا۔غیب کی خبر دے دی۔جب دوسرا سوال ہوا کہ ایسا پھر ہوگا کیوں۔اتنے کروڑوں کی تعداد میں ہو کے پلیٹ کی طرح سامنے پڑے ہونگے اور دشمن ان کو چاٹ رہے ہونگے۔تم مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے ہو ٹی وی کی سکرین پر جو عراقیوں سے کیا جا رہا ہے اور جو افغانستان میں ہو رہا ہے اور جو کشمیر میں ہو رہا ہے کیسے پلیٹ کی طرح چاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہوں گے تو بہت زیادہ مگر جھاگ کی طرح بن چکے ہونگے

Marfat.com

"لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ" فرمایا اے صحابہ وہ تمہارے جیسے شیر نہیں ہونگے وہ انسان تو ہونگے مگر جھاگ جیسے ہونگے جیسے سیلاب کی جھاگ ہوتی ہے ایسی امت بن جائے گی۔ ہائے افسوس یہ سوچنے کا مقام ہے کہ وہ وقت آگیا کہ ہم جھاگ بن گئے اور اس وقت سے نشانہ ہی کردی گئی۔ پلیٹ کی طرح غیروں کے سامنے پڑے ہیں اور ہماری فوجیں بھی ہیں ہمارے حکمراں بھی ہیں اتنی کیمونٹی ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے باوجود ہماری یہ صورتحال ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمادیا کہ وہ جھاگ کی طرح ہونگے اگرچہ بہت زیادہ ہونگے مگر پکے نہیں ہونگے۔ صحابہ تم تو تھوڑے بھی ہزاروں پہ غالب آجاتے ہو۔ وہ جھاگ کی طرح ہونگے اور کیسی صورتحال ہوگی۔

وَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ

فرمایا فرق اتارہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں کا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور مسلمانوں کے دلوں میں دشمن کا رعب ڈال دے گا۔ صورتحال دیکھ لو چشم کشا تبصرے۔

رسول اکرم ﷺ نے وہ بات کتنی پہلے بیان کی۔ جو ہم تمہید سے بیان کرکے آئے ہیں کہ کیسٹ بدل جائے گی۔ وہ دل کا کیسٹ کہ جس میں جو دشمن ہے ان کے دلوں میں جو اسلام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خوف ان کے دلوں سے نکل جائے گا اور مسلم اُمہ پر خوف طاری ہوجائے گا۔

فرمایا کروڑوں ہو کے جب جھاگ ہونگے تو پھر پلیٹ ہی بن جائیں گے میرے صحابہ بہت سے لوگ موجود ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا وہن آجائے گا وہن سب سے بڑا خطرہ ہوگا وہن کا مرض لگ جائے گا۔ اے میرے صحابہ میرے غلاموں کو یہ پیغام پہنچادو کہ قیامت آجائے لیکن وہن کو نہ آنے دیں وہن کو دور رکھیں۔ یہ وہن وہ مرکزی سپرنگ ہے جس پر آج کی صورتحال کا مدار ہے کہ سرکار فرمارہے ہیں وھن

Marfat.com

وھن بالکل قریب نہ آنے دو۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ

وَمَا الْوَھْنُ

وہ وہن کیا چیز ہے کہ آپ فرمار ہے ہیں وہ وہن سے جھاگ بن جائیں گے اور وہن سے کمزور ہو جائیں گے وہن کیا چیز ہے۔ تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمار ہے تھے۔

حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْت

وہن یہ ہے کہ میری امت کے لوگ دنیا سے پیار کریں گے اور موت سے نفرت کریں گے۔

صحابہ آج تمھیں موت پیاری لگتی ہے اسلام کے لیے اس وقت جس وقت طُلیحہ اسدی کے خلاف جنگ ہو رہی تھی رسول اکرم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد جنگ ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھی مسلسل مارے جار ہے تھے۔ صحابہ اس جھوٹے مدعی نبوت کے ساتھیوں کو تہہ تیغ کر رہے تھے۔ اس نے اجلاس بلالیا آخر وجہ کیا ہے۔ یہ تھوڑے سے آئے ہوئے تمھیں مار رہے ہیں تو اس کے ایک جھوٹے امتی نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ ہم میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا بھائی مرے میری باری بعد میں آئے۔ لیکن جو ہمیں مارنے آئے ہوئے ہیں ان کا کمال شوق ہے ہر ایک چاہتا ہے۔ میری باری پہلے آئے میرے دوست کی باری بعد میں آئے۔ یہ جذبہ ان لوگوں میں موجود تھا۔

آج اس کی کمی ہو گئی ہے۔ یہ وھن آ گیا ہے لہذا ہمیں ان چیلنجز کا جواب دینے کے لیے وہن کو دور کرنا ہے اور وہن کو دور رکھنا ہے۔ جس وقت وھن دور ہو جائے گا سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

ہمارا مسئلہ کوئی اقتصادیات کا نہیں۔ ہمارا مسئلہ ورلڈ بنک کا نہیں ہمارا مسئلہ محض ایٹم کا نہیں۔ محض ٹیکنالوجی کا نہیں ہم اسے جانتے ہیں۔ اس کی حیثیت ہے مگر خدا کی قسم ایمان کے مقابلے میں اسے کچھ بھی نہیں مانتے۔ یہ ایمان کا ضمنی شعبہ ہے ایمان کے تابع ہے۔ ہمیں اس میدان میں بھی ترقی کرنی چاہیے غیروں کی بھیک نہیں مانگنی

Marfat.com

چاہیے مگر ایٹمی طاقت لینے اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے اگر ایمان دینا پڑ جائے تو ہمیں ایسی ٹیکنالوجی کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تنہا انسان بغیر کسی اسلحے کے بھی اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔ لیکن جب اسلحہ چاہیے تو پھر ٹیکنالوجی کے شعبے میں بھی ترقی ضرور چاہیے، ٹیکنالوجی کے سر پر جھنڈا اسلام کا لہراتا ہوا نظر آنا چاہیے۔

آج کی گفتگو میں ابھی تمہیدی مراحل تھے ہمارا محدود وقت ختم ہوتا جا رہا ہے۔ میں اپنی گفتگو کو اس امید پر ختم کر رہا ہوں میرے رب کا قرآن میں فرمان ہے

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ

فرمایا ایک حق پرست ہیں جو نیچے آرام سے پانی کی طرح بہہ رہے ہیں اور یہ جو اوپر تم کو نظر آ رہا ہے یہ امریکہ کا جھاگ ہے۔ یہ دوسری قسم کا جھاگ کہ جس وقت مسلمان اپنے جھاگ کا علاج کرلیں گے تو وہ حقیقت بن جائیں گے یہ جھاگ ہے اس کی برتری نہ مان لو اس کا کلمہ نہ پڑھ لو اس کے چکر نہ لگاؤ اس کے ترانے نہ گاؤ وہ جھاگ ہے بھاگ جائے گا۔ بالیقین بالاخر ان شاء اللہ یہ نیچے خاموشی سے بہنے والا پانی ہی زمین کا وارث بن جائے۔ (انشاء اللہ)

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
پھر ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی ونُسَلِّمُ علٰی رَسولِہِ الکَرِیم

اَمّابَعدُ

فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ اِلَّاالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وَتَوَاصَوا بِالحَقِّ وَتَوَاصَوا بِالصَّبرِ ط

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاۤئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا ط

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصحٰبِکَ یَا حَبِیبَ اللّٰہِ

مَولَایَ صَلِّی وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّہِم

Marfat.com

باب نمبر 26

مؤمن کا
مقصدِ حیات

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

Marfat.com

توحید و رسالت کا نعرہ دنیا میں لگانے نکلے ہیں
فاران کی چوٹی کا نغمہ گھر گھر میں سنانے نکلے ہیں
قرآن کی دولت سینوں میں سنت کا پھریرا ہاتھوں میں
گلہائے صداقت کی خوشبو دل دل میں بسانے نکلے ہیں
یہ علم تو میرے آقا کی بارش کی برستی بوندیں ہیں
تسنیم نبوت کے کاسے بس پینے پلانے نکلے ہیں
سجدہ تو صرف اللہ کو کریں تعظیم ہے اللہ والوں کی
گلدان عقیدہ میں ہم تو یہ پھول سجانے نکلے ہیں
جنہیں آتا کرنا فرق نہیں اللہ کے اپنوں غیروں میں
ایسی فاسق فاجر سوچوں کو سولی پہ چڑھانے نکلے ہیں
جب کوچ کا موسم آجائے ہر دل یہ گواہی دیتا ہو
لو کام تو کافی کر بیٹھے اب جنت جانے نکلے ہیں
اپنا تو یہ جذبہ ہے آصف ہر سانس میں سعی پیہم ہو
نہ تھکنے تھکانے نکلے ہیں نہ سونے سلانے نکلے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم ختم الرسل مولاء کل دستگیر جہاں غمگسار زمان احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش اصحاب محبت ومودت حاملین عقیدہ اھل

Marfat.com

حق اہل سنت۔

محتشم معزز حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کے سعادت افروز لمحات میں آج ہم کو ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے چھبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمارا یہ سفر اپنے دربار میں قبول فرمائے۔اور اللہ تعالیٰ سب کی حاضری منظور و قبول فرمائے۔

آج ہم اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں کیسی توفیق دی کہ رمضان المبارک کے ان نورانی لمحات کے اندر صحت و عافیت کے ساتھ روزانہ ہمیں روحانی غذا کے اس دستر خواں پر حاضری کی توفیق ملتی رہی۔اور اس کی توفیق کے بغیر ایک دن ایک لمحہ بھی ہم ایسے پروگرام کا انعقاد نہیں کر سکتے تھے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یکم رمضان المبارک کی نورانی سحر میں عقیدتوں، الفتوں کے کارواں بھٹی میرج ہال کی طرف سفر شروع کر رہے تھے۔ملت کے بیدار مغز حضرات اور عظمتوں سے سرشار عظیم خواتین نے راہ علم میں اپنے قدم اٹھائے۔اور عظیمت کے کاروان چلتے چلتے یہاں پہنچنا شروع ہوئے۔دیکھتے ہی دیکھتے گلستان آباد ہو گیا۔اور سارے ماحول میں وہ چمک بدستور باقی رہی جس کی نشاندھی بریلی کے تاجدار حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

کیا مدینہ سے صبا آئی ہے کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ

وہ وقت جسے لوگ نیند کا وقت قرار دیتے تھے۔اس صبا کی وجہ سے اس بیداری کے مناظر نظر آئے لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہم تو رات اس انتظار میں گذارتے ہیں۔

Marfat.com

کہ کب فجر طلوع ہوگی اور ہم فہم دین کورس میں شرکت کے لیے بھٹی میرج ہال میں پہنچیں گے۔

اس پروگرام نے ہمارے حوصلے بلند کیے اور ہمیں یہ کہنا میسر آیا۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

خالق کائنات جل جلالہ اس زرخیزی کو برقرار رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمتوں عظمتوں، عادتوں، الفتوں، چاہتوں اور برکتوں کے اس کارواں کو مزید اہم منازل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ کے ساتھ اپنی نسبت خاص کی وجہ سے ہر پروگرام میں ہمیں جو ایک چاشنی میسر آ رہی ہے۔ وہ یقیناً ہر دل محسوس کرتا رہا ہوگا۔ لفظ بولنا کوئی مشکل کام نہیں مسلسل گفتگو اور مسلسل فصاحت وبلاغت کے موتی بکھیرنا یہ کوئی مشکل نہیں۔ لیکن بارگاہ نبوت کی تجلی اور رسول اکرم ﷺ کے دربار سے تصدیق کی جو چاندنی ہوتی ہے۔ اسکا نظارہ کچھ نیا ہی ہوتا ہے۔ اور ہم نے ہر دور میں اور ہمارے اسلاف نے صفہ سے لیکر آج تک ہمیشہ باقی ساری چیزوں کو ٹھکراتے ہوئے اس بات کا جھنڈا بلند کیا۔

ماہ ، مدینہ اپنی تجلی عطا کرے

یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

حقیقت میں وہی نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے مقدس اور منور دل اطہر کی برکت سے عطا فرمایا ہے۔ جب اسی وساطت سے اس قرآن کو پڑھا جاتا

Marfat.com

ہے اور اس حدیث کا بیان کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ صرف لفظوں کو معنی ہی نہیں بلکہ لفظوں کو زندگی بھی عطا فرما دیتا ہے۔ اور جس وقت وہ کانوں میں داخل ہوتے ہیں تو صرف وہ کانوں کی لذت کو پورا نہیں کرتے بلکہ صحن دل میں چراغاں بھی کر دیتے ہیں۔

یہ رب کا فضل ہے رب کا شکر ہے اس کی توفیق ہے کہ آج ہم اس پروگرام کو اپنے اختتام کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ کبھی ہمارے مخلص دوست شیخ محمد سرور صاحب کا ایک محض خیال تھا اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے احباب ملتے گئے۔ اور ادارہ صراط مستقیم نے اس ذوق کا جو اہتمام کیا۔ آج وہ بڑی حسن و خوبی کیساتھ تکمیل کے مراحل میں داخل ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے خالق کائنات ہر اس شخص کو جس نے ایک دن بھی حاضری دی اور ہر اس سعادت مند خاتون کو جس نے ایک بھی سبق سنا۔ اللہ انہیں ایک ایک حرف سننے پر کروڑوں کروڑوں نیکیاں عطا فرمائے۔ اور جتنے لوگوں نے مسلسل اسکو وظیفہ بنائے رکھا اور اسمیں مسلسل شرکت کی اور دور دراز سے پیدل اس میں شریک ہوتے رہے اللہ اس سفر کی وجہ سے جنت کا سفر آسان فرما دے۔ اللہ دونوں جہان میں بلندیاں عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات

آج کا موضوع بڑا اہم موضوع ہے

مومن کا مقصد حیات

کچھ مقاصد اور اہداف آج انسانی سوچ نے وضع کر لئے ہیں اور اس کو معیار بنا لیا ہے کہ فلاں شخص ناکام ہے اور فلاں کامیاب ہے لیکن کچھ وہ معیار ہیں۔ جو ہمارے خالق نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔ اور ہم بحیثیت مومن اس معیار کو سب سے بڑا معیار

Marfat.com

سمجھتے ہیں۔ جو پروردگار نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

میں سورۃ العصر کی تلاوت آپکے سامنے کی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے

وَالۡعَصۡرِ

اس زمانہ محبوب کی قسم

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ

بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں اور نقصان میں ہیں۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡاوَ عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ

لیکن وہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک کام کیے۔

وَاتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَ تَوَاصَوۡ بِالصَّبۡرِ

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

قرآن مجید کی یہ سورۃ معانی ومفاہیم کے لحاظ سے اسمیں پورے قران مجید کا خلاصہ اور سمری موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے والعصر سے ایک قسم کا آغاز کیا۔

اسمیں معنی کے لحاظ سے چار بڑے معانی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) العصر کا پہلا معنی

عصر سے مراد دھر ہے۔ اور مطلقاً وقت۔ اسکی بات کی جارہی ہے۔

(۲) دوسرا معنی

Marfat.com

عصر سے مراد اَخذُ طَرَفَيِ النَّهَارِ ہے

عصر سے مراد دن کا پچھلا پہر ہے

تیسرا معنی:

عصر سے مراد صلوۃ العصر ہے۔

چوتھا معنی جو کہ لذیذ معنی ہے

عصر سے مراد رسول اکرم ﷺ کا زمانہ مقدس ہے

اب اس معنی میں مناسبت یہ ہے کہ ایک ہے زمان اور ایک ہے مکان تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا لْبَلَدِ

کہ اس مکان کی قسم میں اس لیے اٹھا رہا ہوں کہ تم اس مکان میں جلوہ گر ہو رہے۔ اس شہر میں اس جگہ میں اس زمین میں تو جسطرح مکان کے اندر آپ کی جلوہ گری کی وجہ سے مکان کی قسم اٹھائی گئی تو ایسے زمان کے اندر جلوہ گری کی وجہ سے زمان کی قسم اٹھادی گئی۔ میں اس زمان کی قسم اٹھاتا ہوں اسواسطے کہ میرے محبوب اس زمان کے اندر تم جلوہ گر ہونیوالے ہو۔

اللہ تعالیٰ اسکے بعد اپنی گفتگو کو یوں آگے بڑھاتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

بے شک سارے انسان خسارے میں ہیں۔ اور گھاٹے میں ہیں مگر ان میں سے جن کی آگے شان بیان کی جارہی ہے۔ وہ گھاٹے میں نہیں ان کی چار صفات

Marfat.com

بیان کی گئی ہیں۔ چار کی چار صفات کا ان میں ہونا ضروری ہے۔ چاروں مشترکہ ہو جائیں گی پھر کسی طرح کا کوئی خسارہ ان کو نہیں ہوگا۔ اور چاروں صفات سے جو متصف ہو جائے گا چاروں پھولوں کی خوشبو جس کی سیرت سے آ رہی ہوگی۔ اور چاروں پھولوں کا گلدستہ جس کے کردار میں موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اسکو خسارے والے انسانوں کے جھنڈ سے اور گروہ سے اور اس جماعت اور طبقے سے نکال کر ان کو ممتاز کر دیا ہے۔ دنیا میں بھی ان کے چہروں پر اجالے ہونگے اور قیامت میں بھی آنکھیں چمک رہی ہوں گی۔

جلوس میں نور کے ساتھ رواں ہونگے اور فردوس کے بالا خانوں میں ان لوگوں کو بلند مقام عطا فرماؤں گا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس بات کا ذکر کیا حقیقت میں جس کی کلیدی حیثیت ہے اور وہ ایمان ہے۔ اگر ایمان موجود ہے تو پھر اعمال کا فائدہ ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو اعمال سے کسی طرح بندے کو افادیت نہیں تو سب سے پہلے فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

نقصان پانے والے لوگوں سے جدا اُن کو کر رہا ہوں اور انکو نقصان سے بری قرار دے رہا ہوں کہ جو ایمان لے آئے جن کے دل نور ایمان سے چمک اٹھے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان کی تجلی روشن ہوگئی۔ ایمان کو چراغاں ہوگیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خسارہ نہیں ہے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ دیا گیا ہے اس مقام پر ایمان کی جو حیثیت ہے اس کو سمجھنے کے لیے کہ مومن ہونا کتنا بڑا منصب ہے۔ اور کتنی بڑی شان ہے۔ قرآن مجید کی صرف چند آیات بطور خلاصہ پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے مومن کو کس طرح اپنے عظیم مقاصد اور مرتب کے لحاظ سے تذکرے میں بھی باقی سب سے ممتاز کر دیا ہے۔ اور بلند و بالا ذوات کے ساتھ رب کائنات نے بار بار مومن کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً

(ا) مراقبہ کے لحاظ سے

مراقبہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے اور اپنے رسول علیہ السلام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ رب ذوالجلال کا سورۃ توبہ کی آیت نمبر 105 میں فرمان ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اے محبوب علیہ السلام آپ فرمادیں اے لوگو تم عمل کرو تمھارے عمل کو اللہ بھی دیکھے گا اور تمھارے عمل کو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی دیکھیں گے تمھارے عمل کو مومن بھی دیکھیں گے۔ مراقبہ نگرانی اور اس اعزاز کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ جب دعوت عمل دے رہا ہے اور پھر شوق پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اچھا عمل کرو کہ تمھیں کچھ ذاتیں دیکھ رہی ہیں۔ اور وہ ذاتیں کون کونسی ہیں جو تمھارے عمل کو دیکھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بھی دیکھوں گا میں بھی دیکھتا ہوں میرے محبوب علیہ اسلام بھی دیکھتے ہیں اور مومنین بھی دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مراقبہ کی شان میں اپنے ساتھ اور اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ ان مومنین کی عظمت کا تذکرہ بھی فرمادیا ہے۔

(۲) ولایت کے لحاظ سے

ولایت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کا بلند منصب پر ان کا ذکر کیا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک تمھارا ولی اللہ بھی ہے اور تمہارے ولی رسول علیہ السلام بھی ہیں والذین امنو اور ایمان والے بھی تمھارے ولی ہیں۔ ایمان والا ہونا کتنا بڑا منصب ہے۔ کہ تیسرے نمبر پر مسلسل اسکا ذکر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا نام لیکر اپنے محبوب علیہ السلام کا نام لیکر تیسرے نمبر پر ان کی حیثیت کو اجاگر کر رہا ہے۔ اب ولی کا جو معنی بھی کرو گے عظمت نکھر کے آئے گی۔ ولی بمعنی ناصر لے لو ولی بمعنی مددگار لے لو ولی بمعنی قریبی ولی بمعنی نگران ولی بمعنی دوست اور ولی بمعنی محب اور ولی بمعنی محبوب جس لحاظ سے بھی دیکھو گے ایک چمکتا ہوا معنی سامنے آجائے گا۔

عام انسانوں میں سے جو کار ذلت میں گرے ہوئے تھے ایمان والوں کو ایمان نے کہاں کہاں تک پہنچا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیسرے نمبر پر انھیں کا تذکرہ فرما رہا ہے۔

(۳) موالات کے لحاظ سے

موالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنے ساتھ ذکر کیا۔ سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَ جِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ

میرے محبوب علیہ السلام کے لیے کیا حیثیت ہے فرمایا میں بھی مولا ہوں اور جبرائیل بھی اور صالح مومن بھی۔

سب سے پہلے اپنا تذکرہ کیا دوسرے نمبر پر جبرائیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور

Marfat.com

پھر تیسرے نمبر پر صالح مومنین کا ذکر کر دیا اور لفظ مولی کا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا جبرائیل علیہ السلام پر بھی اطلاق کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر جو خاکی غلام ہیں۔ان پر بھی اطلاق کر دیا۔اور اب مولا کا معنی اللہ کے لحاظ سے یقیناً اور ہوگا اور بندوں کے لحاظ سے یقیناً اسمیں فرق ہوگا۔اللہ اور لحاظ سے مولا ہے اور بندوں کو اور لحاظ سے مولا قرار دے رہا ہے کہ میں محبوب علیہ السلام کا مولیٰ ہوں۔اب وہ مولیٰ بمعنی خالق ہے مولیٰ بھی جانتا ہے کہ اس نے پیدا کیا ہے اور جبرائیل بھی مولیٰ ہے مولیٰ بمعنی خادم ہے اور صحابہ بھی مولیٰ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے تاج انھوں نے پہنے ہوئے ہیں اور دن رات جھنڈے لیکر راہ حق میں نکلے ہوئے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو لفظ مولیٰ کا تاج پہنا دیا ہے۔

(۴) صلوات کے لحاظ سے

خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے اس منصب کا ذکر کیا کہ ان کی زندگی مبارک کا ہر لمحہ مجھے اتنا پیارا لگتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو ان کو سلام کہتا ہوں۔میں دیکھتا ہوں تو ان پہ درود بھیجتا ہوں۔اور صلوۃ کہتا ہوں اب اللہ تعالیٰ اپنی جب اس چاہت کا ذکر کر رہا تھا تو صرف اپنا ہی نہیں ذکر کیا ساتھ حاملین عرش کا بھی ذکر کر دیا جو اللہ کا عرش اٹھائے ہوئے اور اس کے جو سارے فرشتے ہیں ان کا بھی اور صرف ان کا ہی نہیں پھر ان خاکی بندوں کا بھی ذکر فرما دیا اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۶ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

Marfat.com

عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

بے شک اللہ اور اسکے فرشتے رسول اکرم ﷺ پر مسلسل ہر لحہ صلوۃ بھیج رہے ہیں۔

اے مومنو تمہیں بھی اس شرف سے نوازنا چاہتا ہوں کہ جو سوغات میں بھیجتا ہوں اپنی حیثیت کی تم بھی بھیجا کرو، تو خالق کائنات نے اس مقام پر بھی جو بڑا اہم مرتبہ تھا مومن کی شان کو اجاگر کردیا۔

فرشتوں کے بعد رب ذوالجلال نے ان مومنین کا تذکرہ فرمادیا۔

(۵) عزت کے لحاظ سے

اللہ تعالٰی نے جب عزت کا ذکر کیا تو اللہ تعالٰی نے مومن کو اپنے ساتھ بیان کیا کس انداز میں سورۃ المنافقون کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

عزت اللہ کیلئے اور عزت اللہ تعالٰی کے رسول علیہ السلام کیلئے ہے اور عزت مومنین کیلئے ہے اب دیکھو اللہ تعالٰی نے کیا مرتبہ دے دیا ایک شخص اگر یہی اس کا خالی پیکر ہے لیکن اُسکو ایمان حاصل نہیں تو وہ حیوانوں سے بھی برا ہے۔ یہی قرآن کہتا ہے بَلْ ھُمْ اَضَلّ وہ تو ڈنگروں سے بھی بدتر ہے اور جس وقت یہ ایمان جلوہ گر ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی کتنی عظمت دے رہا ہے

لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

عزت میری بھی ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کی بھی اور ان کے ماننے والوں کی بھی ہے حالانکہ دوسرے مقام پر واضح کہہ رہا تھا وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا عزت

Marfat.com

تو ساری اللہ کی ہے لیکن یہاں تقسیم کردی تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے جو میرے بندوں کی عزت میری وجہ سے ہے اُس کو غیروں کی عزت نہ بناؤ اُن کی عزت سے کوئی میری عزت کم نہیں ہو جاتی بلکہ اُن کی عزت میری ہی عزت قرار پاتی ہے۔ حالانکہ جب واضح فرما دیا ہے قرآن مجید کی تین چار آیات میں کہ ساری عزت میری ہے تو یہاں تقسیم کردیا تو پتہ چلا کہ یہ وہم بھی نکال دو جب میں خود دیتا ہوں اس سے کوئی شرک نہیں بنتا میں بھی عزت والا ہوں میرے نبی علیہ السلام بھی عزت والے ہیں اور ان کا کلمہ پڑھنے والے بے عزت نہیں وہ بھی عزت والے ہیں۔ اب عزت کے اندر بھی مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بیان کیا اور یہ شرف ظاہر کردیا کہ کتنا اونچا مرتبہ ہے تمہارا کہ تم نے کلمہ پڑھا ہم نے تمہیں عزتوں کے تاج پہنا دیے ہیں۔

(۶) اطاعت کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے لحاظ سے ان کو سیٹ عطا فرما دی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو تم میں مجتہد بن جائے اور اس منصب پر فائز ہو جائے۔ اولی الامر بن جائے اُس کی بھی اطاعت کرو۔

اب اولی الامر نہ تو اللہ ہے اور نہ ہی اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چونکہ پہلے اُن کا باقاعدہ ذکر آچکا ہے اطیعوا اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت

Marfat.com

واطیعوا الرسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
اے کلمہ پڑھنے والو تم میں سے ہم نے یہ سیٹ بھی بعض کو دے دی ہے جو منصب اجتھا
د پر فائز ہو جاتے ہیں اُن کی بات مانو گے اللہ کی اطاعت کا ثواب تم کو مل جائے گا۔

اب مومن کوئی اللہ نہیں ہے یہ شان اللہ تعالیٰ نے بڑھا کر اس انداز میں دے دی کہ یہاں اطاعت کے اندر بھی اُسکو جو اللہ کی وجہ سے اسکی اطاعت کی جائے گی یہ اسکی اپنی اطاعت نہیں ہوگی یہ سمٹ کے اللہ کے دربار کی طرف چلی جائے گی

(۷) شہادۃ کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں شہادت اور گواہی کا ذکر کیا۔ یعنی اللہ کے ایک ہونے پر گواہی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی مومنین کا ذکر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ

اللہ کے ایک ہونے پر گواہی کس نے دی سب سے پہلے خود اللہ نے دی شہد اللہ اللہ گواہ ہو گیا اور پھر ملائکہ گواہ ہو گئے اور فرمایا پھر اُولُو الْعِلْمِ جن کو تم میں علم آ گیا اللہ نے اُن کی گواہی کو بھی ساتھ شامل فرما دیا تو یہ رب ذوالجلال کی طرف سے ایسا انداز ہے کہ ایمان کی حالت میں ایک بندہ جس وقت کامل بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے صرف خسارے کو ہی دور نہیں کر رہا بلکہ اُس کی عظمتوں کو اجاگر بھی کر رہا ہے۔

اقتصار سے سات ایسی چیزیں میں نے بیان کی ہیں اس کے علاوہ متعدد ایسے منصب ہیں اور شعبہ جات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کے بعد نبی علیہ السلام

Marfat.com

کے غلاموں کا تذکرہ اُسی لائن میں فرما دیا۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

محبوب تمہارے زمانہ نبوت کی قسم سارے انسان گھاٹے میں ہیں مگر جنہوں نے تمہارا اور میرا کلمہ پڑھ لیا ہے وہ گھاٹے میں نہیں ہم نے اُن سے خسارے دور کر دیئے ہیں۔ خسارے دور کر کے اُن کو یہ نظارے عطا کر دیئے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

یہ اسلام کی جو عظمت ہے اور کلمہ گو ہونا اسکا جو منصب ہے یہ کوئی معمولی سی چیز ہے؟ نہیں نہیں آج کسی مسلمان کو دوسرے کی طرف للچائی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

رب کعبہ کی قسم ہے امریکہ جیسی کروڑ حکومتیں مل جائیں ایک فقیر مومن کے ایمان کی ویلیو کا اندازہ نہیں لگا سکتیں اُس کی قیمت کا بندوبست نہیں کر سکتیں ایک مومن جس نے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پڑھ لیا ہے تو یہ کلمہ اُس کو کہاں تک پہنچاتا ہے اور کہاں تک لے جاتا ہے۔

ترمذی شریف جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۲ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ہمارے عقیدہ کا گلشن ہے دنیا میں رہتے ہوئے محشر کے واقعات کو یوں بیان کیا جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رائی کا دانہ ہوتا ہے

میرے رسول علیہ السلام ارشاد فرمانے لگے

اِنَّ اللّٰهَ سَیُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ

Marfat.com

حشر کا میدان ہوگا کروڑوں انسان ہونگے بہت بڑے سٹیج پر میرا ایک امتی اللہ کے دربار میں پیش ہو جائے گا اور اُس کا فیصلہ ہونا شروع ہو جائے گا ساری انسانیت دیکھ رہی ہوگی کہ اس کے ساتھ کیا بنتا ہے۔ رسول علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اُس کے دفتر کھولے جائیں گے تو اُن کی تعداد ننانوے ہوگی۔

وَكُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ

اور ہر رجسٹر اتنا بڑا ہے کہ جہاں تک انسان کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک وہ رجسٹر پھیلا ہوا ہے اتنا موٹا رجسٹر اور ایسے ننانوے رجسٹر اس امتی کے گناہوں کے ہیں جو اللہ کے دربار میں پیش ہو گئے ہیں اب ساری مخلوق دیکھ رہی ہے کہ اب اس بندے کا حشر کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کس انداز میں جہنم میں بھیجتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رب کائنات اُس کو سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا

اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا

سب کچھ ہوتا تو بعد میں ہے مگر نگاہ نبوت کا کمال یہ ہے کہ سب کچھ بیان پہلے کر دیا ہے۔

اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا

اللہ فرمائے گا اے بندے کیا اس میں سے تو کسی کا انکار کرتا ہے کہ کوئی ان رجسٹروں میں ایک کام بھی غلط رپورٹنگ کی وجہ سے تمہارا لکھا گیا ہو۔ تم نے غلطی نہ کی ہو اور فرشتوں نے لکھ دی ہو۔ ایک بھی کام تمہارا ایسا ہے جس پر تم معذرت کرنا چاہتے ہو۔ کہو کہ یہ غلط لکھا گیا ہے؟

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اَظَلَمَکَ کَتَبَتِی الحَافِظُوْنَ

کہیں میرے کراماً کاتبین نے تجھ پہ ظلم تو نہیں کیا کہ تو نے کام نہ کیا ہو لیکن انھوں نے لکھ دیا ہو؟

یَقُوْلُ لَا یَارَبِّ

وہ بندہ کہے گا نہیں یارب انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی یہ سارا میرا کیا دھرا ہے۔ اتنا میں برا تھا دن رات گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مکار تھا اور تیرا واقعی سرکش تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد مجھ سے کوئی اچھا کام ہو نہیں سکا اور اس طرح میری زندگی بسر ہوتی رہی ہے کہ اتنے ننانوے رجسٹر میرے کرتوتوں سے بھرے ہوئے۔ میں اس میں سے کسی چیز کا بھی انکار نہیں کرتا۔

تو اللہ تعالیٰ دوسرے نمبر پر فرمائے گا۔

اَفَلَکَ عُذْرٌ

اگر انکار نہیں کرتے مانتے ہو کہ سب کچھ کیا ہے تو کیا کوئی معذرت کرنا چاہتے ہو کہ تم یہ کہو کہ یہ ہو گیا تھا۔ بہانہ یہ تھا مجھے پتہ نہیں چلا تو ایسے ہو گیا کوئی عذر کرنا چاہتے ہو تو عذر کر لو کسی کام کی وجہ سے معذرت کر لو کہ کوئی ایسی صورتحال تھی جس سے ایسا کام ہو گیا ایک کام بھی کوئی ایسا بتا دو۔

تو یہ شخص کہے گا۔

لَا یَارَبِّ

میرے رب کوئی عذر نہیں جان بوجھ کے سارے کیے کوئی معذرت نہیں۔ میں

Marfat.com

کیا کہہ سکتا ہوں مجھے پتہ تھا سب کچھ میں جانتا تھا۔اس کے باوجود میں یہ برائیاں کرتا رہا۔میرا کوئی عذر نہیں تھا جو آج میں پیش کرسکوں۔

اب جس وقت یہ بات سارا میدان محشر سن رہا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا بندے تجھے تو یاد نہیں۔

اِنَّ لَکَ عِندَنَا حَسَنَةً

ہماری بینک میں تمھاری نیکی جمع ہے

وَاِنَّهٗ لَاظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ

اور میری طرف سے تو کسی پر ظلم ہوتا ہی نہیں۔اور آج تجھ پہ کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔اٹھو اور چل کے دیکھو ترازو کے پاس چل کے کھڑے ہو جاؤ۔تمھارے اعمال کو تولتے ہیں اور دیکھو کہ کیا بنتا ہے۔جس وقت اس کو کہا گیا کہ اٹھو اور دیکھو

اُحْضُرْ وَزْنَکَ

اپنا وزن تو دیکھو تو وہ بے چارہ اتنا شرمندہ ہے کہتا ہے یارب

مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا کہ تیرا میرے پاس ایک چھوٹا سا کارڈ ہے بطاقہ ایک چھوٹا سا پرزہ تیرا میرے پاس موجود ہے۔اور اس میں ایک تحریر لکھی ہوئی ہے۔

فِیْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اس میں یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔اب چلو اپنا وزن تو دیکھو۔

ایک طرف یہ ننانوے رجسٹر رکھیں دوسری طرف یہ کاغذ کا پرزہ رکھیں گے دیکھو

Marfat.com

توضیح بنتا کیا ہے۔ یہ شخص اتنا حوصلہ ہار چکا ہے۔ کہتا ہے یا رب

مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ

اتنے رجسٹروں کے مقابلے میں اس چھوٹے سے پرزے کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو ایک رجسٹر کے کروڑویں حصے سے بھی چھوٹا ہے۔ مد بصر تک ایک رجسٹر ہے جبکہ بدیوں کے ننانوے رجسٹر ہیں ادھر یہ ایک چھوٹا سا پرزہ ہے۔ میں کیا دیکھوں گا جا کے یہیں سے مجھے جہنم میں بھیج دے۔ یہ اس کا انداز ہوگا۔

اب وہ یہ سوچتا ہے کہ میرا تو اب کچھ بن ہی نہیں سکتا۔ اتنے زیادہ گناہ میں نیکی ہے کوئی نہیں اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے چلو تو سہی ظلم تم پر نہیں کیا جائے گا۔ اب لوگ دیکھ رہے ہیں۔

فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ

ترازو کے ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے۔ اور وہ ترازو اس نوعیت کا ہوگا کہ اتنے بڑے رجسٹر اس میں آسکتے ہیں۔ ایک طرف وہ رکھ دیا جائیگا۔

وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ

دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ رکھا جائے گا جس میں وہ کلمہ لکھا ہے جو روزانہ صبح شام پڑھتے ہو۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ جونہی رجسٹروں کے مقابلے میں دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ رکھا گیا تو کیا ہوا؟

طَاشَتِ السِّجِلَّاتُ

وہ سارے رجسٹر ہلکے پڑ گئے اور پرزے والا پلڑا بھاری ہو گیا۔

تو اللہ نے اس وقت یہ فیصلہ کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا ہے بھلا اس کے وزن کی کیا چیز ہو سکتی ہے۔ میرے بندے تو گھبرایا ہوا تھا لیکن تیرے سینے میں یہ بات

Marfat.com

موجود تھی۔ اس انداز سے حشر کے دن اللہ تعالیٰ اس عظمت کو واضح کرے گا۔ لہذا یہ کلمہ جو ہمیں میسر ہے اسکو پڑھ کے پھر اسکے تقاضے پورے کرنے کا سوچنا چاہیے۔ کبھی یہ مومن کی شان نہیں کہ وہ یہ سوچ کہ میرے پاس تو ہے کچھ نہیں۔ ساری دنیا تو دنیا والے لے گیے ہیں میں بالکل نادار رہ گیا ہوں۔ نہیں نہیں اسے کون نادار کہتا ہے اسکے سینے میں وہ کچھ ہے۔ جو ننانوے رجسٹروں سے بھی بھاری وزن رکھنے والا ہے۔

اب اس مرحلے سے جس وقت انسان آگے گذرتا ہے۔ چونکہ اگر ایمان کے عمل نہیں ہے تو یہ رب کی شان ہے چاہے تو معاف کر دے لیکن قانون کے مطابق اگر چاہے تو اس کو جھنم میں بھیج دے اور کلمہ کا اثر پھر بھی رہے گا۔ جس نے نہیں پڑھا وہ دائمی جہنمی ہے۔ جس نے کلمہ پڑھا وہ گناہوں کی سزا لے کر بالاخر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن جھنم میں جانا ہی نہ پڑے اسکے لئے آگے نصاب دے دیا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ

فرمایا جنھوں نے ایمان کے بعد نیک کام کیے ان کو اللہ تعالیٰ دوسرے نمبر پر بڑی کامیابی عطا فرمائے گا۔ مجموعی طور پر ساری صفات جمع ہونگی۔ اب عمل صالح کی حیثیت کو دیکھو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسکو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ جس وقت انسان اپنی قبر میں پہنچے گا۔ اور سوالات کا مرحلہ گذر جائے گا۔ میرے محبوب علیہ السلام کی قبر میں جلوہ گری ہو چکی ہوگی۔ اور یہ بندہ مومن پہچان چکا ہوگا۔ جب فرشتے پوچھ رہے تھے تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بول رہا تھا۔

Marfat.com

غم ہجر میں موت کا منتظر تھا
سنا تھا قبر میں دیدار ہوگا

میں نے تو زندگی کے دن اس ملاقات کے لیے گذارے تھے۔ اور اب پوچھتے ہو مجھ سے کہ یہ کون ہیں۔ زندگی بھر ان کا نام لیتا رہا رب کی ربوبیت کا بھی بیان ہو گیا دین کی عظمت کا بھی بیان ہو گیا۔ محبوب علیہ السلام کی پہچان کا بھی تذکرہ ہو گیا۔ میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

پھر قبر کے اندر ایک انسان جلوہ گر ہو جائے گا۔

یَاتِیۡہٖ رَجُلٌ

ایک رجل آجائے گا۔ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔ قبر خود غیب ہے اور یہ ہزاروں کا معاملہ ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں قبر میں یَاتِیۡہٖ رَجُل" ایک رجل آئے گا اور وہ قبر میں پہنچے گا تو اسکا تعارف کیا ہو گا اس کی چاہت کیا ہوگی؟

اَحۡسَنُ الۡوَجۡہِ

نہایت ہی خوبصورت ہو گا۔

حَسَنُ الثِّیَابِ

بڑے خوبصورت کپڑوں والا بڑے خوبصورت چہرے والا

طِیۡبُ الرِّیۡحِ

اور اچھی خوشبو والا اچانک قبر میں رونما ہو جائے گا۔ قبر والا دیکھ کے بڑا تعجب کرے گا۔ اور کھل اٹھے گا اور کہے گا۔

مَنۡ اَنۡتَ؟

Marfat.com

تم کون ہو۔ یہ کہے گا۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

خوش ہو جائے قبر والے میں تمھیں یہ بشارت دینے آیا ہوں۔

هٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ

یہ وہ دن ہے کہ جس کے وعدے قرآن نے کیے تھے۔ جو نیکی کرے گا قبر میں اس کے لیے جنت کے دورواز ے کھل جائیں گے۔ اب میں تجھے بشارت دینے کے لیے آ گیا ہوں۔ یہ پھر پوچھتا ہے بتاؤ تو سہی تم ہو کون؟ یہاں تو کوئی آ ہی نہیں سکتا یہ دیوار ہی ایسی ہے جہاں سے بھائی بھی پیچھے پلٹتے ہیں اور بیٹے بھی پیچھے چلے جاتے ہیں۔ جگری دوست اس دیوار کو کراس نہیں کر سکتے۔ بڑے بڑے رشتوں کے آہنی بند اس موت کی گرمی سے پگھل جاتے ہیں۔ اور بڑی پکی دوستیوں کے پیوند ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

وہ اٹھا کے لے جاتے ہیں اور چھوڑ کے آ جاتے ہیں۔ اب قبر کا مکیں پوچھتا ہے۔ یہاں تو کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ صرف میرے دل کے محبوب آ سکتے تھے انکی تو جلوہ گری ہو گی تم بتاؤ تم کون ہو اور کیسے آ گئے ہو۔ تمھارا چہرہ دیکھنے سے لگ رہا ہے کہ تم اچھی نیت سے آئے ہو۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو۔

جس وقت قبر کا مکین یہ پوچھے گا تو آگے سے جواب ملے گا۔

بڑا قیمتی جواب ہے اور آج یہ دل کی تختی پر لکھنے والا جواب ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں وہ انسان جو قبر میں نوری پیکر ہے۔

Marfat.com

خوبصورت ہے وہ قبر کے مکین کو کہے گا۔

اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

اے بندے میں تیرا نیک عمل بن کے آیا ہوں

میں تیرا نیک عمل ہوں وہ دنیا کی تیری نیکی وہ دنیا کی تیری پرہیزگاری وہ دنیا کا تیرا تقویٰ وہ تیری سحر گاہی وہ اللہ کے دربار میں سجدے وہ تیرے ہاتھوں کا صدقہ خیرات وہ تیرا میدان جہاد میں کفار کو پچھاڑنا اور وہ تیرا حج اور وہ تیرے لب کا درود سلام وہ تیری آنکھوں کا آنسو وہ تیرا قرآن مجید کا مطالعہ وہ تیرا فہم دین کورس اور وہ تیری بندگی کے سارے ضابطے

اِنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

اے بندے گھبرا نہیں میں تیری نیکی ہوں تجھ سے ملنے آئی ہوں

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ

جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک کام کیے۔ عمل صالح کتنا بڑا ذریعہ ہے عمل صالح کتنا بڑا سہارا ہے۔ اور عمل صالح کا کتنا بڑا فائدہ ہے۔ جہاں اور کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ وہاں بھی پیچھے جاتا ہے۔ پیچھے پہنچتا ہے۔ محبوب علیہ السلام نے غیب کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ ہمارا تو سو فیصد یقین ہے کہ بالکل سچ بیان فرماتے ہیں۔ اور جب ایک وحی یوحی کی تار نہیں ملتی اس وقت تک تو میرے محبوب علیہ السلام کی زبان نہیں کھلتی۔ اس زبان سے یہ اعلان کر رہے ہیں۔

وہ رجل یقیناً قبر میں آتا ہے۔ آ کے بتاتا ہے۔ اب آج ہم اپنے دوستوں کے ساتھ گپیں لگاتے ہوئے۔ دن گذار دیتے ہیں۔ رات گذار دیتے ہیں۔ یہ تو بے وفائی

Marfat.com

کی دوستی ہے۔ قبر پر جا کے ٹوٹ جائے گی۔ اگر پہلے نہ بھی ٹوٹی قبر تک جا کر ختم ہو جائے گی۔ مگر عمل صالح کی دوستی وہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہے گی۔

تو آج رمضان المبارک کا یہ وقت فہم دین کورس کا یہ افتتاحی سیشن اسمیں ہمیں یہ تجیہ کرنا ہے کہ مومن کا مقصد حیات کیا ہے۔ سب سے پہلے ایمان اس کو میسر ہے۔ پھر عمل صالح کے لیے دن رات گذار دینا۔ اسی چاہت میں رہنا ہر وقت یہ سوچنا کہ کون کونسے کام ہیں۔ جو کروں گا تو رب مسکرائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ ہر وقت اسی تڑپ میں رہتا ہے۔ اور اسی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا پسند کر لیتا ہے کہ اب اس ماحول میں جہاں کسی کے لیے کوئی پرسان حال نہیں اللہ نے عمل کو اچھی صورت دیکر بھیجا ہے۔

اے تہجد اپنے بندے کے پاس جا جو تجھے پڑھتا تھا۔ اس کو جا کے دلا سا دے۔ تلاوت قرآن مجید اچھے کپڑے پہن لے اور خوبصورت بن کے قبر میں پہنچ جا۔ یہ انسان بیس رکعت تراویح میں پڑھتا تھا تجھے سنتا تھا اس نے زندگی بھر تجھے پڑھنے میں پڑھانے میں گذاری تھی۔ قرآن جا کے اس کو ایک پیغام دے دو۔

اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

قبر کے اس ماحول میں بندے کا نیک عمل اس کی ملاقات بھی کرے گا اور خوشخبری بھی سنائے گا۔

یہاں ضمناً یہ بات بھی عرض کردوں کچھ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ضابطے ہیں۔

جب رسول اکرم ﷺ کو رجل کہا جائے۔ رجل عربی زبان میں مرد کو کہتے ہیں۔ تو وہ فوراً بول اٹھتے ہیں اگر نور ہوتے تو رجل کیوں کہا جاتا۔ نور ہوتے تو لفظ رجل

Marfat.com

کیوں بولا جاتا۔

حدیث دیکھو نماز نور ہے لیکن لفظ کیا ہے یا تیہ رَجُلٌ قبر میں ایک رجل آتا ہے۔ تو پتہ چلا رجل کبھی مٹی کا بھی ہوتا اور رجل کبھی نور کا بھی ہوتا ہے۔ اور اس انداز میں اسکا ظہور ہوتا ہے کہ وہ آتا ہے اور مشکلیں حل بھی کر دیتا ہے۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

قبر والے خوش ہو جا میں تجھے خوشی کا پیغام دینے آیا ہوں۔

محتشم سامعین حضرات

جس وقت انسان کو یہ صورتحال عمل صالح کی میسر ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں بہار ہے اور انقلاب ہے اور اسمیں اگر کسی طرح کی کوتاہی ہوگی تو پھر اس کو جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کا انداز بیان بھی اس طرح کا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس وقت انسان عمل صالح کی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔ اس وقت ہلاکتیں دنیا میں بھی ہیں عقبی میں بھی ہیں۔ اور حقیقی مومن کو اللہ تعالٰی دنیا میں بھی بہار دیتا ہے برزخ کا ماحول بھی ایک علیحدہ زندگی کا ہوتا ہے۔ اٹھتا ہے تو فردوس کے بالا خانے اس کے قدم چومنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

الزواجر کی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر رسول اکرم ﷺ کا فرمان موجود ہے۔

آج ہمارے سامنے جو مختلف مسائل ہیں۔ وہ اس وجہ سے ہیں کہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ایمان کی کمزوری نہ رہے تو کوئی کمزوری باقی نہیں رہے گی۔ اسواسطے کہ جو حبیب قلوب ہیں۔ اور طبیب قلوب ہیں۔ انھوں نے اس وقت چیک اپ کر کے بتا دیا تھا۔ کہ کیا کیا ہو جائے گا کیسے عمل کی کمی آ جائے گی۔ اور اس عمل کی کمی کی

Marfat.com

کی دوستی ہے۔ قبر پر جا کے ٹوٹ جائے گی۔ اگر پہلے نہ بھی ٹوٹی قبر تک جا کر ختم ہو جائے گی۔ مگر عمل صالح کی دوستی وہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہے گی۔

تو آج رمضان المبارک کا یہ وقت فہم دین کورس کا یہ افتتاحی سیشن اسمیں ہمیں یہ تجیہ کرنا ہے کہ مومن کا مقصد حیات کیا ہے۔ سب سے پہلے ایمان اس کو میسر ہے۔ پھر عمل صالح کے لیے دن رات گذار دینا۔ اسی چاہت میں رہنا ہر وقت یہ سوچنا کہ کون کونسے کام ہیں۔ جو کروں گا تو رب مسکرائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ ہر وقت اسی تڑپ میں رہتا ہے۔ اور اسی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا پسند کر لیتا ہے کہ اب اس ماحول میں جہاں کسی کے لیے کوئی پرسان حال نہیں اللہ نے عمل کو اچھی صورت دیکر بھیجا ہے۔

اے تہجد اپنے بندے کے پاس جا جو تجھے پڑھتا تھا۔ اس کو جا کے دلا سا دے۔ تلاوت قرآن مجید اچھے کپڑے پہن لے اور خوبصورت بن کے قبر میں پہنچ جا۔ یہ انسان بیس رکعت تراویح میں پڑھتا تھا تجھے سنتا تھا اس نے زندگی بھر تجھے پڑھنے میں پڑھانے میں گذاری تھی۔ قرآن جا کے اس کو ایک پیغام دے دو۔

اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

قبر کے اس ماحول میں بندے کا نیک عمل اس کی ملاقات بھی کرے گا اور خوشخبری بھی سنائے گا۔

یہاں ضمنا یہ بات بھی عرض کردوں کچھ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ضابطے ہیں۔

جب رسول اکرم ﷺ کو رجل کہا جائے۔ رجل عربی زبان میں مرد کو کہتے ہیں۔ تو وہ فورا بول اٹھتے ہیں اگر نور ہوتے تو رجل کیوں کہا جاتا۔ نور ہوتے تو لفظ رجل

Marfat.com

کیوں بولا جاتا۔

حدیث دیکھو نماز نور ہے لیکن لفظ کیا ہے یاتیہ رجل قبر میں ایک رجل آتا ہے۔ تو پتہ چلا رجل کبھی مٹی کا بھی ہوتا اور رجل کبھی نور کا بھی ہوتا ہے۔ اور اس انداز میں اسکا ظہور ہوتا ہے کہ وہ آتا ہے اور مشکلیں حل بھی کر دیتا ہے۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

قبر والے خوش ہو جا میں تجھے خوشی کا پیغام دینے آیا ہوں۔

محتشم سامعین حضرات

جس وقت انسان کو یہ صورتحال عمل صالح کی میسر ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں بہار ہے اور انقلاب ہے اور اسمیں اگر کسی طرح کی کوتاہی ہوگئی تو پھر اس کو جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کا انداز بیان بھی اس طرح کا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس وقت انسان عمل صالح کی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔ اس وقت ہلاکتیں دنیا میں بھی ہیں عقبیٰ میں بھی ہیں۔ اور حقیقی مومن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بہار دیتا ہے برزخ کا ماحول بھی ایک علیحدہ زندگی کا ہوتا ہے۔ اٹھتا ہے تو فردوس کے بالاخانے اس کے قدم چومنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

الزواجر کی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر رسول اکرم ﷺ کا فرمان موجود ہے۔

آج ہمارے سامنے جو مختلف مسائل ہیں۔ وہ اس وجہ سے ہیں کہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ایمان کی کمزوری نہ رہے تو کوئی کمزوری باقی نہیں رہے گی۔ اسواسطے کہ جو حبیب قلوب ہیں۔ اور طبیب قلوب ہیں۔ انھوں نے اس وقت چیک اپ کر کے بتا دیا تھا۔ کہ کیا کیا ہو جائے گا کیسے عمل کی کمی آجائے گی۔ اور اس عمل کی کمی کی

Marfat.com

وجہ سے کیسے خسارے ہونگے جو انسان کامیاب زندگی گذارنا چاہتا ہے۔اپنے مقصد حیات کو پانا چاہتا ہے۔

محبوب علیہ السلام فرمارہے ہیں جو ہم نے نشاندہی کی ہے ان وادیوں سے بچ کے رہوگے تو زندگی کا مقصد مکمل ہوجائے گا۔

کیا حکمت بھرا جملہ ہے۔بیہقی نے اسکو دلائل میں اور حاکم نے اس کو اپنی مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاظَهَرَتْ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ یَعْمَلُ بِهَا فِیْهِمْ اِلَّاظَهَرَ فِیْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالَا وَجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ فِیْ اَسْلَافِهِمْ.

کتنا روشن جملہ ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جس قوم کے اندر فحاشی آئے گی اس قوم میں بندوں کو وہ درد ہونگے جن کا کبھی نام بھی نہیں سنا گیا تھا۔لَمْ تَکُنْ فِیْ اَسْلَافِهِمْ۔ باپ دادا کو وہ مرض کبھی لگا ہی نہیں تھا۔انسان اس بیماری کا نام ہی نہیں جانتا۔ کب پیدا ہوگی فرمایا جب فحاشی آئے گی عریانی آئے گی بے حیائی آجائے گی۔عورتیں ننگے سر پھریں گے،بے حجاب رہیں گی۔اس وقت نہ چہرے کا پردہ ہوگا نہ بالوں کا پردہ ہوگا جس وقت معاشرے کے اندر انسان کی آنکھ صاف نہیں رہے گی اور فحاشی کا لاوا پھٹ جائے گا تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں عمل صالح کی نفی کی وجہ سے کیا ہوگا وہ درد ہونگے جن کا کبھی نام بھی نہیں سنا ہوگا۔

طاعون کا مرض آسکتا ہے۔درد آسکتے ہیں۔آج تم خود مشاہدہ کررہے ہو ایسی ایسی بیماریاں جنم لے رہی ہیں آج سے پہلے کا انسان جب سائنس کے نام کی کوئی چیز نہ

Marfat.com

تھی وہ بیماریوں سے محفوظ تھا۔ آج ترقی بھی ہوگئی لیکن مسلسل ایسی بیماریاں آرہی ہیں۔ تو ھلاکت اس وجہ سے آگئی ہے کہ عمل صالح میں کمی کی وجہ یہ سزا کا ایک سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف نئی بیماریوں کی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

مَامَنَعَ قَوْمٌ اَصْدِقَاءَ اِلَّا مَنَعَ الْمَطْرَمِنَ السَّمَاءِ

جو قوم زکواۃ دینے سے انکار کردیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارشیں برسانے سے انکار کردیتا ہے۔

لَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا

اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو اللہ کبھی بھی بارش نہ برساتا اب جو کچھ آتی ہے تو ان حیوانوں کی وجہ سے یا زکوٰۃ دینے والے انسانون کی وجہ سے باقی کا بھی گذارہ ہو رہا ہے ورنہ یہ عمل ایسا ہے جس وقت کثرت سے لوگ ادائیگی زکواۃ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے دروازے بند کردیتا ہے۔ اور اس قوم کو آزمائش اور ابتلا میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

عمل صالح کی نفی کیسے ہوتی ہے فرمایا۔

مَابَخَسَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا اُخِذُوْابِالسِّنِيْنَ

آج اقتصادی معاملہ ہے لوگ اور تو سوچتے ہیں کہ کہیں وہ ہم سے ناراض ہوگیا ہے اسواسطے ہماری معیشت تنگ ہوگئی ہے۔ اب ہمیں ورلڈ بینک سے کچھ نہیں مل رہا۔

مومن کی یہ شان ہے کہ وہ بندوں کی ناراضگی کا نہیں اللہ کی ناراضگی کا کھوج لگاتا ہے۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ ہم سے کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے۔ جس سے رزق کی برکت اٹھ گئی ہے کروڑوں کی حیثیت ہزاروں میں بھی نہیں آرہی۔ آخر وجہ کیا ہے میرے

Marfat.com

محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

مَابَخسَ قَومٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیزَانَ اِلَّا اُخِذُوابِالسِّنِینَ

جس قوم کے اندر کم تولا جاتا کم ناپا جاتا ہے تو اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جس وقت عمل صالح کی یہ شق معاملات میں امانت اور عدالت فوت ہو جائیگی پھر خود مسائل بھوک کے آجائیں گے۔ اقتصادی حالت کے معیشت اور معاشرت کے مسائل سامنے آجائیں گے۔

ہمارا بحیثیت مومن سب سے پہلا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم پہلے ان اسباق کو دیکھیں کہ جن کو سرکار پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ قحط سے بچ جائیں۔ اگر چاہتے ہو کہ نحوستوں سے محفوظ ہو جائیں۔ اگر چاہتے ہو کہ نئی نئی بیماریوں سے محفوظ ہو جائیں۔ تو پھر وہ کام کرو جو علاج سرکار نے بیان کیے ہیں۔ معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ کب بنے گا جب طہارت ہوگی تقویٰ ہوگا بے حیائی نہیں ہوگی۔ عریانی فحاشی کا دور دورہ نہیں ہوگا۔ جب ناپ تول کے پیمانے مکمل ہونگے۔ جھوٹی قسمیں اٹھا کے سودے نہیں بیچے جائیں گے۔ جب تاجر صادق اور صدوق ہوگا تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ گلی گلی محلے محلے رحمتوں کے جلوس نازل فرمادے گا۔

محتشم سامعین حضرات

اس سے اگلا مسئلہ اس سے بھی بڑا سخت ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی بنیاد پر ایک قحط پڑتا ہے دوسرا جور سلطان۔ جب قوم خائن ہو جاتی ہے اسے اپنے بادشاہوں کے ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے اقتدار والے لوگوں کے جبر و تشدد کا مشق ستم بن جاتے ہیں۔ اس بنیاد پر

Marfat.com

کہ خود انہوں نے اس بنیاد پر اپنے آپ کو یوں بگاڑ لیا ہے۔ اور یہ کام انھوں نے شروع کر دیے ہیں۔ اور پھر میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَلَا حَكَمَ أُمَرَاءُ هُمْ بِغَيْرِ مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ

یہ سب سے زیادہ چشم کشا معاملہ ہے ہمارے لئے اور آج کے اجتماعی مسائل کو سر فہرست سمجھنا چاہیے۔ میرے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جس وقت میری امت کے بادشاہ میرے قانون کو چھوڑ کر اپنے فیصلے لاگو کریں گے اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون قرآن کو بند کر کے عدالتوں کچہریوں میں تھانوں میں ملک میں اپنی باتیں منوالیں گے تو کیا ہوگا؟ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ

ان مسلمانوں پر اللہ دشمن کو مسلط کر دے گا۔

مسلمانوں پر دشمن راج کرنے آجائے گا۔ دشمن مسلط ہو جائیں گے کب؟ فرمایا جب مسلم امہ کے حکمران مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ کو پس پشت ڈال دیں گے۔ قرآن کے فیصلے جب نہیں ہونگے۔ قرآن مسجد کی الماریوں میں بند ہو کے رہ جائیگا۔ اس وقت کیا ہوگا فرمایا اس وقت اللہ دشمن کو مسلط کر دے گا۔ کیا کسی ایک بات کا بھی کوئی انکار کر سکتا ہے۔

یہ میرے محبوب علیہ السلام کا وہ خطبہ ہے۔ جو صفا کی چوٹیوں سے صفہ کی فضاؤں سے امت کے دلوں میں آج بھی اپنے اثر کو مرتب کر رہا ہے اور یہ ہی فہم دین کا تقاضا ہے۔ اور یہ ہی مومن کا مقصد حیات ہے کہ اپنی زندگی سے ہر اس کانٹے کو کاٹ کے جڑیں نکال دے جس سے سرکار نے منع کیا ہے اور ہر وہ پھول جسکو دل کے آنگن میں لگانے کا نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے۔

Marfat.com

میرے محبوب علیہ السلام نے اس کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا

آج جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس نگاہ نبوت نے کب سے دیکھا فرمایا ایک

دن امت مسلمہ پر دشمن مسلط ہو جائیگا۔ دوسرا

فَاسْتَنْقَذُوا بَعْضَ مَافِي اَيْدِيْهِمْ

وہ اتنا مسلط ہو جائے گا کہ وہ ان سے لقمہ بھی چھین کے لے جائے گا۔

آج جو عراق کے تیل کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے۔ مسلم امہ کے سرمائے اور وسائل کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اور میرے محبوب علیہ السلام کے یہ جملے دیکھو اور پھر اس مرض کو دور کرنے کا سوچو کہ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب ہمارے نظام سے بغاوت کرو گے اور اسکو چھوڑ دو گے تو پھر یہ ہوگا کہ دشمن آجائے گا۔ اور تو اور رہا گھروں میں جو پڑا ہے وہ لوٹ کے لے جائے گا۔ وہ تو دور کی بات ہے جو لقمہ منہ میں لے کے تم کھانے کو تیار بیٹھے ہو وہ بھی چھین کے لے جائیں گے۔ اور تم دیکھتے اور تکتے رہ جاؤ گے یہ صورتحال تم دیکھ رہے ہو کیا ہو رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ

اگر تم چاہتے ہو کہ خسارے سے بچ جاؤ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو پھر ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرو عمل صالح کرو گے تو دوسرا کامیابی کا ثبوت آجائے گا۔

محتشم سامعین حضرات!

اسکا آخری جملہ یہ تھا

مَا عَطَّلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ

جس وقت میری امت میں قرآن و سنت کو معطل کر دیا جائے گا۔ قرآن کو محض

Marfat.com

قسمیں اٹھانے کے لیے بنالیا جائے گا۔ان سے مسئلہ نہیں پوچھا جائے گا۔ان سے فیصلہ نہیں کروایا جائے گا۔فیصلہ عنبر کے قانون سے کروائے جائیں گے تو کیا ہوگا، میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَاسَهُمْ بَيْنَهُمْ

مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔تو یہ سارے امراض اور انکا علاج بیان کر دیا گیا ہے۔وہ مریض کتنا بے وقوف ہے کہ جس کی بیماری کا بھی ذکر کر دیا جائے اور علاج بھی بتا دیا جائے اور پھر بھی وہ بیمار ہوتا رہے اور اپنی صحت کا نہ سوچے اس سے گیا گزرا اور کون انسان ہوسکتا ہے۔یہ فہم دین کورس ہمارے دل کی دھرتی پر دستک دے رہا ہے کہ ہم نے ان ساری بیماریوں سے اللہ کے فضل سے بچنا ہے اور کچھ لوگ بچے ہوئے ہیں لیکن ابھی بہت سا کام باقی ہے۔تو یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو ہمارے ایمان کی جان ہے۔اور اس نے ہمیں واضح کر دیا ہے۔اگر تم چاہتے ہو تو پھر

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

باقی تو انسان خسارے میں ہے لیکن ایمان کے ساتھ جس وقت عمل صالح کی طرف آجاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس قدر نواز دے گا کہ اس کی وجہ سے ہر لمحہ برکت کی خوشبو کا بن جائے گا۔اور ہر طرف اللہ تعالیٰ بہار ہی بہار عطا فرما دے گا۔

محتشم سامعین حضرات:

اس مجموعی صورتحال کے لحاظ سے اب دو لفظ اس کے باقی رہ گئے۔لیکن بحث بڑی طویل ہے میں اس وقت اس کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

وہ کامیاب ہیں جو ایمان بھی لے آئیں اور متقی بھی بن جائیں مگر صرف خود ہی نہیں اوروں کو بھی متقی بنائیں۔

خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے
حق نے کردیں دھری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

اے عظیم لوگوں یہ بات سن رہے ہو۔ اے عظیم پردے کی حامل خواتین اے مسلم امہ کی دختران یہ بات تمھارے لئے بھی پوری زندگی کا ایک نصاب ہے۔ اے عظیم رجال یہ ہمارے ہر وقت کا نصاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے قرآن نے لازم کردیا ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

لوگوں کو بچانے کے لیے کردار ادا بھی کرو ڈوبنے والے ڈوبتے رہیں تم اپنا مصلّی سمیٹ کے کسی کونے میں بیٹھے رہو تو اللہ تعالیٰ ایسے تقویٰ کو پسند نہیں کرتا وہ تب پسند کرتا ہے جب تم برسر میدان آجاؤ۔ اور گندگی و نحوست کے میدان میں کھڑے ہوکر اللہ کا پیغام سناؤ کوئی مانتا ہے مان جائے نہیں مانتا نہ مانے موذن کا کام آذان پڑھنا ہے۔ نمازی آئے پھر بھی بھلا ہے نہ آئے پھر بھی تو اس نے حق ادا کردیا اسواسطے حق کا علمبردار بن کے جو سنا سمجھا ہے اس کو یاد کر کے آگے آپ نے کردار بھی ادا کرنا ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری نیکی کو جو کر سکے ہیں محفوظ کردے گا۔ اسمیں عظمتیں

Marfat.com

دے گا ترقی ہوگی۔اور اسکی وجہ سے اوروں کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے مثال دیکر سمجھا دیا۔

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِیْنَةً

مشکواۃ شریف صفحہ نمبر ۴۳۶ رواہ البخاری

کچھ لوگ ہیں جو گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں کچھ وہ ہیں جو پارسا ہیں کنارے پہ کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ان کی مثال کیا ہے فرمایا جس طرح کہ ایک بحری جہاز ہوتا ہے۔

اسکے دو طبقے ہیں ایک نیچے پانی میں اور دوسرا اوپر ہے۔اب دونوں نے اپنا اپنا حصہ ہے۔ یہ ہماری پالیسی کا جملہ ہے۔اپنے گھر میں چھج بجائے یا چھانتی ہم کوئی دخل نہیں دیں گے۔

یہ اسلام کا جملہ نہیں ہے۔ یہ دین کا پیغام نہیں ہے۔ یہ کس طرح ہمیں سوچنا ہوگا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں سوسائٹی میں دو طبقے ہیں ایک نیکوں کا ہے دوسرا بُروں کا ہے اور یہ مثال ہے کہ جسطرح بحری جہاز سمندر میں چل رہا ہے۔ایک حصہ نچلا ہے دوسرا اوپر والا ہے نچلے لوگوں کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے اوپر جاتے ہیں ڈول لٹکاتے ہیں ۔ پانی لیکے آجاتے ہیں۔ اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ بار بار آرہے ہیں۔ نچلے بھی تنگ آگئے چلو ٹھیک ہے اوپر والے پانی نہیں لینے دیتے تو ہم یہاں سے ہی سوراخ کر لیتے ہیں۔آخر یہ ہمارا حصہ ہے۔ جو چاہیں کریں۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کیا ہوا

فَاَخَذَ فَاسًا

نچلے طبقے میں ایک شخص نے کلہاڑا پکڑ لیا

Marfat.com

فَجَعَلَ يَنقُرُا سُفلَ سَفِينَۃِ

اس نے کشتی کے اندر سوراخ کرنا شروع کر دیا جس وقت سوراخ شروع ہوا تو اوپر والوں کا امتحان آ گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ تو سوراخ کر رہا ہے۔ اب اگر یہ پالیسی ہو کہ چھج بجائے یا چھانی ہم یہاں بیٹھے رہیں گے تو کیا ہو گا سوراخ کرلے گا۔ پانی داخل ہو گا۔ صرف نچلے ہی نہیں اوپر والے بھی ڈوبیں گے۔ سب ڈوب جائیں گے۔ سب فنا اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اگر وہ اوپر والے آ گئے اور اَخَذُوْ اعَلٰی یَدَیہِ اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا کہ ہوش کر بھائی یہ کیا کرنے لگا ہے۔ ہمیں بھی ڈبو دے گا خود بھی ڈوب جائے گا۔ پانی اوپر آ کے لے لیا کرو یہ سوراخ نہ کرو۔ فرمایا

اِنْ اَخَذُوْ اعَلٰی یَدَیہِ اَنْجُوْہُ وَ نَجُّوْ ا اَنْفُسَھُمْ

اگر وہ ہاتھ پکڑ لیں گے خود بھی بچ جائیں گے اگر نہیں پکڑیں گے تو وہ بھی مرجائے گا یہ بھی مرجائیں گے۔ اب یہ حدیث گھنٹوں بحث کی مستحق ہے۔ یہ میرے محبوب علیہ السلام کا ایک ایک جملہ کہ جس میں معنی کے کئی سمندر موجود ہیں۔ اور یہ سارا سمٹ کے ایک مثال میں مسئلہ سامنے آ گیا۔

زمانے میں جو متقی پرہیز گار ہے اس کا تقویٰ بھی تب برقرار رہے گا اور ثواب بھی ملے گا۔ جب وہ بروں کو سمجھانے کے لیے کردار ادا کرے گا۔ اگر کہے کہ وہ بُرا ہے تو اپنے گھر میں چلے مجھے کیا ہے۔ نہیں نہیں پھر جب ماحول ڈوبے گا تو سب کو لے ڈوبے گا۔ اس سلسلے میں جو لوگ اس امت کے بحری جہاز میں دن رات سوراخ کر رہے ہیں عریانی کے ساتھ فحاشی کے ساتھ حرام خوری کیساتھ بداعتقادی کے

Marfat.com

ساتھ اور امریکہ نوازی کے ساتھ اور مختلف معاملات کے ساتھ اگر اس سوراخ کو نہ روکا گیا۔ تو کیا ہوگا پانی داخل ہوگا۔ پانی داخل ہوا تو سارا جہاز بھر جائے گا۔ جب بھرے گا تو سب ڈوب جائیں گے۔

پھر دیکھ لیا سلسلہ تم آج کہتے ہو کہ بچے چھوٹے چھوٹے سکولوں میں تھے وہ کیسے چلے گئے۔ پانی بھرتا ہے تو سب ڈوب جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ سوراخ ہو جائے۔ اپنا کردار ادا کرو اور وہ ظالم جو سوراخ کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پکڑ کے ان سے درخواست کرو کہ اپنا اپنا حق اپنی جگہ سے وصول کرتے رہو۔ لیکن وہ کام نہ کرو جس سے پوری امت کے تباہ و برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔

محتشم سامعین حضرات

یہ پیغام رب ذوالجلال کا اور یہ پیغام آمنہ کے لال حضرت محمد ﷺ کا ہے ہم نے ان کا کلمہ پڑھ کے یہ اقرار کیا ہے یہ عہد کیا ہے کہ اے محبوب جو تمھارا فرمان ہوگا۔ وہ ہمارا ایمان ہوگا۔ اس پر رہیں گے اس پر چلیں گے۔ آج وقت امتحان آیا ہے مختلف قسم کی جو دلکش چیزیں آرہی ہیں مومن کا جی بھی کبھی للچاتا ہے لیکن حقیقی مومن ادھر نہیں دیکھتا۔ جب بھی دیکھتا ہے تو کعبہ کے نور کی طرف گنبد خضراء کی ہریالی کی طرف دیکھتا ہے

آج اس گفتگو میں یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے۔ ہم اب اس کورس کو ختم کرر ہے ہیں۔ چھوٹا سا کورس تھا یہ سوچو تو سہی کہ ان چھبیس دنوں میں جو لذتیں آپ نے لوٹیں ان لوگوں کا حال دیکھو جو دس سال یہ پڑھتے ہیں۔ اور درس نظامی کو مکمل کرتے ہیں۔ اور پھر آخری سانس تک ہی پڑھاتے رہتے ہیں۔

تو میری آپ سے یہ درخواست بھی ہے کہ اس امت کا آپ پر یہ حق ہے کہ اپنا

Marfat.com

ایک ایک بیٹا تو دین کا پیشوا بنا دو۔ دین کے سپیشلسٹ ختم ہو گئے باقی سپیشلسٹ کی بھی ضرورت ہے لیکن یہ دین تو مقدم ہے۔ اس کے سپیشلسٹ کہاں گئے ۔ چھوٹے چھوٹے کورس آج لوگ پڑھا کے تیار ہوتے ہیں۔ تو ذائقہ وہی ہوتا ہے۔ جو برائیلر مرغ کا ہوتا ہے۔ کوئی علم میں ذائقہ نہیں اور کوئی بات میں لذت ہی نہیں۔ لیکن جس وقت تفصیل کے ساتھ وقت گزارا جائے گا۔ پھر علم سے نور چمکے گا۔ اسواسطے ہم نے اس سلسلہ کا مستقل پلیٹ فارم لاہور میں قائم کر رکھا ہے۔ جامعہ جلالیہ کے نام سے اور اب ایک اور صراط مستقیم کے نام سے ایک جامعہ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اپنے بچوں کو ہمارے حوالے کر دو ان شاء اللہ تمھاری امانت میں خیانت نہیں ہوگی دس سال تک جب پڑھ کے نکلیں گے تو وہ جب بولیں گے تو لگے گا رازی غزالی بول رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہ سوز بنے گا۔ تو ایک تو یہ بات بڑی قابل غور ہے۔ اور ماؤں بہنوں کو بھی اس سلسلے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ ٹھیک ہے کسی کو پائیلٹ بنا دو لیکن ایک کو تو دین کا بھی جہاز ران بنا دو جو امت کی کشتی کی نگرانی کرتا پھرے اور اس میں امانت کے لحاظ سے اپنا فریضہ سرانجام دیتا رہے۔

دوسری گفتگو یہ ہے کہ

اس وقت اس کورس میں جتنے لوگوں نے شرکت کی ان سے یہ پیغام بھی قابل غور ہے کہ تم یہ پڑھا سنا سمجھا اس کے بعد اب آپ پہ بوجھ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمِمَّا رَزَقْنَا هُمْ يُنْفِقُوْنَ

اللہ فرماتا ہے میں ان لوگوں کی تعریف کر رہا ہوں جو متقی ہیں سب کچھ کرتے

Marfat.com

ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اس سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ تو امام بیضاوی کہتے ہیں۔
مِمَّارَزَقْنَاهُمْ رِزْق سے مراد علم دین بھی ہے کہ جو ہم جس کو رزق دیں وہ اس کو
سنبھال کے بیٹھ نہ جائے۔ کہ اب اس کو ہوا نہیں لگنے دوں گا۔ اس پر اس کی زکوٰۃ فرض
ہوگئی ہے۔ اب بولے جہاں بیٹھا ہے جو آتا ہے وہ بیان کرے اب بیان کرنا لازم
ہوگیا ہے۔ یہ علم تم نے سیکھا اب اس کی زکوٰۃ بھی نکالتے رہا کرو۔ روزانہ جہاں بیٹھتے
ہو دفتر میں دکان میں کھیت میں کھلیان میں گلی مکان میں جہاں بھی بیٹھتے ہو۔ اب اس
کی زکوٰۃ فرض ہے۔ جتنے دروس تم پڑھ لیے ہیں اسکی ساری ذمہ داری آپ پر ہے۔
اس میں ایک ایک کیسٹ کو سنیں اور یاد کر کے اسکا درس دینا ہے۔ اگر آپ نے زکواۃ نہ
نکالی تو اس پر بھی مواخذاہ ہوگا۔ محاسبہ ہوگا کہ تمھارے علم میں تھا۔ تم نے پڑھا بھی تھا
اور پھر تم آگے چپ کر کے بیٹھ گئے۔ اس لیے یہ زکوٰۃ دو گے تو فائدہ کیا ہوگا۔ زکوٰۃ
جب دی جاتی ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ

اللہ خود پروان چڑھاتا ہے۔ اگر آج تمھیں سو مسائل آتے ہیں آگے پڑھاؤ
گے تو دو سو ہو جائیں گے۔ اور بڑھاؤ گے تو ہزار ہو جائیں گے۔ علم میں ترقی ہوگی۔

آپ دیکھیں ایک کنواں جس میں دس فٹ پانی ہے اس سے کوئی پانی نکالتا ہی
نہیں تو دو سالوں کے بعد گندہ ہو جاتا ہے اور دوسرے میں دس فٹ ہی تھا لیکن
روزانہ نکلتا ہے تو کیا ہوا آگے کھیت سیراب بھی ہوتے ہیں۔ پانی اچھا بھی رہتا ہے۔
تو اسواسطے جو دل کے کنویں میں سوز آ گیا ہے اب اس کو گندہ نہیں ہونے دینا اس کو
باسی نہیں ہونے دینا اس کا ذائقہ بدلنے نہیں دینا یہ رمضان المبارک کا خصوصی فیض

Marfat.com

ہے کہ اس کو آپ نے آگے آگے تقسیم کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمار کھا جتنا تقسیم کرو اتنا زیادہ اور نیا پانی کنویں میں آجائے گا۔

بالخصوص یہ معاملہ میرا دست بستہ ہے مجھے بالکل چھوٹا سا اور حقیر سمجھتے ہوئے اسکو میرے نبی علیہ اسلام کے وکیل کی حیثیت سے قبول کر لینا ہے اور علیحدہ بیٹھ کے بھی سوچنا۔اس وقت امت پر جو فتنے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔گمراہ کرنے والوں نے وہ حیلے اپنائے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

سب سے بڑی گمراہی اس وقت قرآن مجید کی آڑ میں پھیلائی جارہی ہے۔ درس قرآن کے نام دیکر لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام کا فرمان ابن کثیر میں موجود ہے۔آپ نے فرمایا تھا کہ اے میری امت مجھے تم پر قرآن کا خطرہ ہے۔صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ قرآن تو خطرے مٹانے آیا ہے اب کیا خطرہ باقی رہ گیا ہے۔فرمایا

یَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَيُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

خطرہ یہ ہے کہ درس قرآن پر پابندی نہیں ہو سکے گی کہ یہ صرف مومن ہی دے میرے قرآن کا درس منافق بھی دے گا۔وہ بھی عالم بن جائے گا فتنہ کیا ہوگا فرمایا درس دے کر چپ نہیں کرے گا۔

يُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

قرآن میرا پڑھے گا اور جھگڑا میرے غلاموں سے کرے گا۔

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہے منکر عجب کھانے غرانے والے

Marfat.com

اس وقت سرکار نے اس فتنہ کو دیکھ لیا لہذا محض یہ نہ دیکھو کہ سامنے قرآن رکھا ہوا ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ قرآن کی چمک کہاں سے آ رہی ہے۔ ورنہ

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا

لہذا آج کے بعد یہ رویہ کسی کا نہیں ہونا چاہیے کہ بغیر سوچے سمجھے کہ جہاں کوئی دستر خواں لگا ہو علمی خوراک لینے کے لیے بیٹھ جائے۔ حلال و حرام کے لحاظ سے بھی ایک امتیاز ہوتا ہے۔

فتنہ اور حق پرستی کے لحاظ سے بھی ایک امتیاز ہوتا ہے۔ لہذا آج کے بعد دھیان کرو کہ ایمان کا معاملہ اتنا کمزور نہیں کہ چار آنے کی ہنڈیا خریدنی ہو تو اس کو تو بار بار بجا کے دیکھا جائے اور ایمان کے معاملے میں بغیر دیکھے سب کچھ کر دیا جائے۔ نہیں نہیں سوچ سمجھ کے قدم رکھیں۔ سوچ سمجھ کے چلیں یہ سوز جو تمھیں ملا ہے۔ اس پر پہرہ دو بغیر سرکار مدینہ کی رجسٹریشن جگہ میں نہ بیٹھو اسواسطے کہ محبوب علیہ السلام کے رابطے سے یہ قرآن ملا ہے۔

یہ قرآن تو پہاڑ پر نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ آخر جس کے صدقے میں ملا اس دل کا بھی تو پاس کرنا ہے۔ تو محبوب علیہ السلام کے صدقے سے یہ قرآن ملا ورنہ ایک لفظ کون پڑھ سکتا تھا۔ یہ پہاڑ پہ نازل ہوتا تو وہ بھی ریزہ ہو جاتا تو ایک طالب علم پورا قرآن کیسے پڑھ سکتا۔ یہ میرے محبوب علیہ السلام کی مشکل کشائی ہے۔ قرآن کے جلال کو خود برداشت کیا جمال بنا کے ہمیں عطا فرما دیا ہے۔

اسواسطے شروع سے جب یہاں سے معاملہ کٹ جائے کہ وہ مشکل کشائی اللہ کے اذن سے کر ہی نہیں سکتے تو قرآن کہاں سے پڑھ سکیں گے۔ قرآن کیسے راضی ہوگا

Marfat.com

قرآن کیسے ان کے ساتھ چلے گا۔لفظ پڑھتے رہیں گے معنی ناراض ہو کے چلا جائے گا۔اس واسطے اس بات کو بھی آپ نے لوح دل پر پکا لکھنا ہے اور اسکو ہمیشہ اپنی زندگی میں مشعل راہ سمجھنا ہے۔اور اس کے ساتھ امت کو سمجھانے کے لیے امتیوں کی تین قسمیں بیان کی تھیں۔آپ نے ان میں سے کوئی بھی قسم نہیں بننا آپ نے بھیڑ کے ساتھ مثال دی تھی۔

کوئی بندہ برا نہ منائے میں یہ مثال نہیں دے رہا میرے محبوب علیہ السلام کی مثال ہے وہ چاہے کسی کو گدھا کہیں یا کسی کو گھوڑا کہیں کسی کو بھیڑ کہیں انکی اپنی مرضی ہے۔لیکن ہماری یہ حالت ہونی چاہیے کہ مثال پڑھ کر بھیڑ بننے سے بچ کر محبوب علیہ السلام کا شیر بننے کی کوشش کریں۔

مسند احمد میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر 31 پر بھی موجود ہے۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح بکریوں بھیڑوں کا ایک بھیڑیا ہوتا ہے اسی طرح انسانوں کا بھی ایک بھیڑیا ہوتا ہے۔بھیڑوں کا بھیڑیا اور ہے انسانوں کا بھیڑیا اور ہے۔بھیڑوں کا بھیڑیا جو کہ مشہور ہے اور انسانوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

تو تین قسم کی بھیڑیں بھیڑیا اٹھاتا ہے۔اور فرمایا تین قسم کے انسانوں کو شیطان اٹھا کے لے جاتا ہے۔یہ آخری سبق ہے اس میں ہم نے کوشش کرنی ہے کہ ان تین قسموں میں کوئی نہیں بننا وہ بھیڑوں کی کیا کیا قسمیں ہیں۔فرمایا

یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ

Marfat.com

اور پھر یہ بطور خاص عظیم دختران اسلام سے بھی عرض کرتا ہوں۔ ان کو جو محلے کی خاتون کہتی ہے کہ چلو وہاں چلیں تو وہ سوچتی نہیں کہ کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے، کیا سننا ہے اور کس سے سننا ہے۔

جس کا تعلق ہی بارگاہ نبوت سے نہیں ہے اس سے خوشبو کہاں سے آئے گی ایک محلے والی سب کو ہانک کے لے جاتی ہے۔ نہیں نہیں سوچ کے رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث سامنے رکھو۔

اس کے مطابق زندگی گزارو فرمایا بھیڑیا آتا ہے تین قسم کی بھیڑوں کو اٹھا کے لے جاتا ہے۔ ساری زندگی پھر بھیڑیے سے بری نہیں ہوتیں مر جاتی ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔

آپ نے فرمایا

يَاْ خُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ

شَاذَةَ:

وہ بھیڑیں ہے جو کارواں کیساتھ نہیں چلتی پیچھے پیچھے رہتی ہے کیوں اس کو کارواں سے نفرت ہے۔ وہ کہتی ہے باقی بھیڑیں گندی ہیں میں بڑی ستھری ہوں وہ کارواں کے ساتھ نہیں رہتی تو جب کارواں سے وہ بھیڑ جدا ہوتی ہے کارواں تو اکٹھا تھا اجتماعیت کی برکت سے منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ بے چاری شیطان کے پنجے میں آتی ہے اور ماری جاتی ہے۔ اسواسطے کوئی بندہ ہم میں ایسا نہ ہو جو اپنے ہی کارواں پر تنقید کر کے نفرت کر رہا ہو اور نفرت کا وہ حامی بن چکا ہو۔ جس کو اپنی جماعت پسند نہیں اپنا عقیدہ پسند نہیں اپنے نظریات پسند نہیں اپنے معمولات پسند نہیں۔ یہ ایک فیشن بنتا

Marfat.com

جارہا ہے۔ اسلام پہ تنقید کرنا سن لو میرے محبوب علیہ السلام فرمارہے ہیں جو اسطرح کرے کہ کارواں مسجد میں ہے اور وہ سینما میں بیٹھا ہوا ہے۔ کارواں روزے رکھ رہا ہے وہ دن کو کھانے کھا رہا ہے۔ کارواں نماز تراویح میں ہے وہ بازار میں گپیں لگا رہا ہے۔ کارواں اہم منصب پہ پہنچ چکا ہے۔ اور اس کو ان نیکی کے کاموں سے نفرت ہے۔ فرمایا بھیڑیا آئے گا اٹھا کر لیجائے گا۔ ساری زندگی اس کی قید میں ہی بسر کرتا رہے گا۔ دوسری بھیڑ کونسی ہے۔

اَلْقَاصِیَۃُ

قاصیہ وہ ہے جس کو کارواں سے نفرت نہیں لیکن وہ لالچن بھیڑ ہے اس نے ایک چراگاہ دیکھی ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہے ساری چلی جائیں میں اکیلی وہاں جاؤں گی۔ اگر یہ ساتھ ہونگی تو میرے حصے میں تو کچھ نہیں آئیگا۔ میں اکیلی جاؤنگی اب ساری اپنی منزل پر چلی گئیں یہ لالچ کے مارے پیچھے رہی کہ ابھی جا کے میں کسی کے ڈالر پہ پلتی ہوں اور ابھی کسی کے ریال لیتی ہوں اور ابھی کسی کے نظارے لیتی ہوں جس وقت یہ بھیڑ کارواں سے جدا ہوئی تو آقا فرماتے ہیں بھیڑیا آگیا اسکو اٹھا کر لے گیا۔ نہ لالچ ملا نہ وصال صنم بھیڑیا اٹھا کے لے گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

یہ بھیڑ بھی ماری جائے گی۔ تو فرمایا میری امت کا کوئی بندہ غیروں کے رزق کو دیکھ کر ان کے پیسوں کو دیکھ کر اور غیروں کی چمک کو دیکھ کر کارواں کو چھوڑ کے نہ جائے۔ لالچی نہ بنے کارواں بھوکا بھی منزل پہ پہنچ جائے گا وہ لالچ کے مارے ماری

Marfat.com

جائے گی۔اور پھر کبھی بھی اپنی زندگی کو بچانہیں سکے گی۔بعض لوگ کسی مجلس کی ایک چاول کی پلیٹ پر بک جاتے ہیں۔اور چلے جاتے ہیں کہ وہاں یہ ہورہا ہے اور مل جائے گا۔آج تو آئیس کریم کے اور مختلف قسم کے چاولوں کے سلسلے نماز تراویح کے ساتھ شروع ہوچکے ہیں۔تو ایسے میں اپنے آپ کو ہوشیار اور محتاط رکھنا لازم ہے۔

اور کہیں لالچی بھیڑ کی طرح ان کی طرف نہ دیکھو۔کارواں کے ساتھ رہو کارواں بھوکا ہی سہی اللہ والا تو ہے اسکے ساتھ رہو گے بیڑے پار ہو جائیں گے۔

اَلنَّاحِیَۃ

یہ وہ بھیڑ ہے جو نہ لالچی ہے اور نہ ہی نفرت کرنے والی ہے کہ اس کو اپنے کپڑوں پہ زیادہ ناز ہو کہ میں بڑی نفیس ہوں اور دوسری نفیس نہیں وہ بھیڑ کیسی ہے فرمایا الناحیہ صرف سستی کی ماری ہوئی بھیڑ ہے۔اس کا کوئی مرض اور نہیں بلکہ سستی میں ہے۔اس کو پتہ ہی نہیں کہ کارواں کہاں ہے۔دوکان میں مصروف ہے، کھیت میں مصروف ہے۔فیکٹری میں مصروف ہے۔اسکو پتہ ہی نہیں کتنے مسلمان شہید ہو گئے کتنے زلزلے میں آگئے۔کتنوں کے اوپر پتھر آگئے۔اور کتنے مسلمان بے گھر ہو گئے۔ یہ بس سستی کی ماری ہوئی بھیڑ ہے۔کارواں کہیں چلا جاتا ہے یہ کہیں بیٹھی رہتی ہے۔ اسکو بھی بھیڑیا اٹھا کے لے جاتا ہے۔

یہ تین بھیڑیں ہیں جن کے بارے میں یہ خطرہ ہے باقی کارواں سلامتی کے ساتھ منزل پہ پہنچتا ہے۔مسلک حق اہلسنت و جماعت سے اور اسلام کی اس اہم تشریح کے ساتھ تعلق رکھنے والو صراط مستقیم پہ چلتے ہوئے ہم پہ لازم ہے۔کہ ہم کبھی بھی دائیں بائیں کی وادیوں اور کھیتوں اور کھلیانوں کی طرف متوجہ ہو کر امت کے کارواں سے جدا نہ ہوں۔اس امت کے کارواں سے تھوڑا سا بھی کوئی ہٹ جائے گا اپنی سوچ فکر اور

Marfat.com

چاہت کے لحاظ سے جدا ہو جائے گا۔ تین بھیڑوں میں سے کسی کا کردار اپنا لے گا تو اس کا سب کچھ رائیگاں ہو جائے گا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

کا وہ مصداق بن جائے گا اور صراط مستقیم کا راہی وہی ہوگا۔ جو یہ شناخت پیدا کر کے منزل تک پہنچ جائے گا۔

محتشم سامعین حضرات

اس وقت یہ گفتگو کا آخری پیغام تھا اسکو پیش نظر رکھنا ہے اور اپنے علم کی زکوٰۃ نکالنی ہے۔ یہ پلیٹ فارم ادارہ صراط مستقیم کا دیکھا۔ اگر چہ اسکا کوئی تعارف اور ضابطہ آپ کے سامنے نہیں آیا لیکن جو کچھ آپ نے ان چھبیس دنوں میں دیکھا یہی اسکا تعارف ہے۔ اور اس مقصد کے لئے صراط مستقیم کا ادارہ بنایا گیا ہے۔ اسکی آپ نے رکنیت بھی حاصل کرنی ہے۔ تا کہ مضبوط پلیٹ فارم سے پوری کائنات میں ایک نور اور اجالے کی ایک تحریک چلادی جائے۔ اور اس سوز کو آگے تقسیم کیا جائے۔

اس سلسلے میں بھی آپ نے بیدار مغز ہو کر اسکا کام کرنا ہے۔ اسکا کام کسی شخصیت کے لئے نہیں اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے۔ اور جو آپ کے پاس رابطہ فارم پہنچا ہے۔ اس کو فل کریں یہ ابتدائی رابطہ ہے۔ اس کے بعد اجلاس کی آپ مکمل رکنیت حاصل کریں اور اسمیں باقاعدہ شامل ہو کر اس پروگرام کو آگے بڑھائیں تا کہ حقانیت اسلام کو زندگی کے ہر شعبے کے اندر واضح کیا جا سکے۔

میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

Marfat.com

فہرست کتب : صراط مستقیم پبلی کیشنز

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	فہم دین (اوّل تا پنجم)	محمد اشرف آصف جلالی	فی جلد 260
2	غائبانہ جنازہ جائز نہیں	محمد اشرف آصف جلالی	220
3	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (جلد اوّل)	محمد اشرف آصف جلالی	140
4	محاسن اخلاق	محمد اشرف آصف جلالی	100
5	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	40
6	میرے لئے اللہ کافی ہے	محمد اشرف آصف جلالی	40
7	حق چار یار	محمد اشرف آصف جلالی	40
8	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	محمد اشرف آصف جلالی	40
9	فکر آخرت	محمد اشرف آصف جلالی	40
10	ہاں ہم سنی ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	40
11	سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	محمد اشرف آصف جلالی	40
12	ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	40
13	شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	محمد اشرف آصف جلالی	40
14	توحید وشرک	محمد اشرف آصف جلالی	40
15	احقاق حق (مناظرے)	محمد اشرف آصف جلالی	40
16	تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	محمد اشرف آصف جلالی	40
17	چٹا گانگ میں چند روز	محمد اشرف آصف جلالی	30
18	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	محمد اشرف آصف جلالی	30
19	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	30

Marfat.com

20	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	محمد اشرف آصف جلالی	
21	دختران اسلام کے لیے آئیڈیل کردار	محمد اشرف آصف جلالی	30
22	یورپ میں اسلام کے پھیلتے اثرات	محمد اشرف آصف جلالی	20
23	جادو کی حرمت	محمد اشرف آصف جلالی	20
24	اصلاح اور اُس کا اجر	محمد اشرف آصف جلالی	20
25	نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں؟	محمد اشرف آصف جلالی	
26	شانِ ولایت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	
27	محبت ولی کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	20
28	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں؟	محمد اشرف آصف جلالی	20
29	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	20
30	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	محمد اشرف آصف جلالی	20
31	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	محمد اشرف آصف جلالی	20
32	فحش گانوں کا عذاب	محمد اشرف آصف جلالی	20
33	رسول اللہ ﷺ کی نماز	محمد اشرف آصف جلالی	20
34	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	محمد اشرف آصف جلالی	20
35	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور اُن کا حل	محمد اشرف آصف جلالی	20
36	صراط مستقیم کی روشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
37	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟	محمد اشرف آصف جلالی	20
38	رسول اللہ ﷺ بحیثیت بشر	محمد اشرف آصف جلالی	20
39	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	محمد اشرف آصف جلالی	20
40	محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
41	فہم زکوٰۃ	محمد اشرف آصف جلالی	20
42	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	محمد اشرف آصف جلالی	20

Marfat.com

43	توحید باری تعالیٰ	محمد اشرف آصف جلالی	20
44	قربانی صرف تین دن جائز ہے مع قربانی کے جانور	محمد اشرف آصف جلالی	
45	نماز تراویح 20 رکعت سنت ہے	محمد اشرف آصف جلالی	10
46	حضرت عمر کا علمی ذوق	محمد اشرف آصف جلالی	20
47	ظہور امام مہدی مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی	محمد اشرف آصف جلالی	10
48	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت بانی فقہ	محمد اشرف آصف جلالی	20
49	تربیتِ اولاد	محمد اشرف آصف جلالی	30
50	رنج والم سے نجات کا راستہ	محمد اشرف آصف جلالی	40
51	مسئلہ حاضر و ناظر	محمد اشرف آصف جلالی	40
52	اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کا قرآنی مفہوم)	محمد اشرف آصف جلالی	40

فہرست کتب (اویسی بک سٹال مع جلالیہ پبلی کیشنز)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	عرفان الحدیث	مفتی محمد اشرف جلالی	250
2	گوشہ خواتین	مفتی محمد اشرف جلالی	220
3	انوار حافظ الحدیث	محمد نعیم اللہ خاں قادری	180
4	آؤ میلاد منائیں	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	220
5	دروس القرآن	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	170
6	مسئلہ رفع یدین	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
7	بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
8	اہل جنت اہل سنت	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
9	اختلاف ختم ہو سکتا ہے	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
10	زیارت قبور	علامہ ارشد سعید کاظمی	40
11	تحفہ رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	280

Marfat.com

12	تحفہ شعبان المعظم	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
13	رسائل رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	120
14	ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
15	خلاصۃ القرآن	عمران معراج نافع القادری	40
16	قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	380
17	غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول تا چہارم)	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450 فی جلد
18	غیر مقلدین کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
19	سرور کونین کی نورانیت وبشریت	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
20	فیصلہ کن مناظرے	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
21	مجموعہ رسائل	محمد نعیم اللہ خاں قادری	150
22	مالک کل	محمد شریف القادری	30
23	مختصر شرح سلام رضا	محمد نعیم اللہ خاں قادری	70
24	محمدی نماز	محمد عبدالرشید نوری	
25	حرمت رسول پر سب کچھ قربان	نعیم اللہ خاں قادری	40
26	شاہراہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
27	آئینہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
28	مقالات جلالیہ	مفتی ظہور احمد جلالی	180
29	جرأتوں کا قافلہ	ابوکلیم محمد صدیق فانی	20
30	آپکے مسائل کا شرعی حل	مفتی اصغر علی رضوی جلالی	150
31	سنی جاگ	سید محمد عرفان شاہ مشہدی	15
32	زندہ نبی کے زندہ صحابہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	40
33	نماز کا سنت طریقہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	20
34	میاں بیوی کے باہمی معاملات	قاری گلزار حسین چشتی	120
35	تحقیق مسئلہ ختم نبوت	محمد نواز بشیر جلالی	20

Marfat.com

20	صوفی اللہ دتہ	بھیڑ نما بھیڑے	36
20	صوفی اللہ دتہ	یزید علمائے اہلسنت کی نظر میں	37
40	علامہ سید احمد سعید کاظمی	الحق المبین	38
24	علامہ سید احمد سعید کاظمی	میلاد النبی	39
36	مفتی محمد اشرف رضا قادری	بارہ ماہ کے فضائل و مسائل	40
30	مفتی عبد المبین صاحب	عقائد و معمولات اہلسنت	41
20	مفتی محمد رضوان الرحمٰن	سات متنازعہ مسائل اور اہلسنت کا موقف	42
20	مولانا محمد انور رضوی	شفاء اور برکت	43
20	سید زین العابدین شاہ	ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	44
30	ڈاکٹر محمد سلیمان قادری	میں سنی کیوں ہوا؟	45
60	مولانا محمد رمضان اویسی	حقیقت ایصال ثواب	47
50	مولانا محمد رمضان اویسی	فیض النحو	48
80	مولانا محمد رمضان اویسی	فیض الصرف	49
20	محمد منور حسین عثمانی	فضائل درود شریف	50
20		ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟	51
20	مفتی فیض احمد اویسی	تبلیغی جماعت کے کارنامے	52
30-36	صلاح الدین سعیدی	بزرگان دین کا نعتیہ کلام (اول دوم سوم)	53
30	یسین اختر مصباحی	والیان نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ	54
120	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی	منتخب حدیثیں تخریج شدہ	55
80	حافظ محمد اکرم	نماز کورس	56
120	مفتی محمد فیض احمد اویسی	ذکر اویس	57
120	مفتی محمد فیض احمد اویسی	ذکر سیرانی	58
90	مفتی محمد فیض احمد اویسی	کالج اور لڑکی	59
70	مفتی محمد فیض احمد اویسی	عمر ال وظیفے	60

Marfat.com

61	علم حضرت یعقوب علیہ السلام	مفتی محمد فیض احمد اویسی	40
62	بہشتی دروازہ	مفتی محمد فیض احمد اویسی	30
63	تبلیغی جماعت کے کارنامے	مفتی محمد فیض احمد اویسی	20
64	بسنت تہوار یا غضب کردگار	مفتی محمد فیض احمد اویسی	15
65	گلدستہ تقاریر (اوّل دوم)	مولانا محمد حنیف اختر	240 فی جلد
66	شاہِ شہیداں	مولانا محمد حنیف اختر	70
67	سو غلط مسائل	مولانا محمد حنیف اختر	20
68	باپ کی نصیحت بیٹی کے نام		50
69	کامیاب شادی	یسین اختر مصباحی	40
70	محفل میلاد برائے خواتین	صلاح الدین سعیدی محمد عبدالرشید نوری	170
71	استخارہ	مولانا محمد عمران معراج	30
72	امام احمد رضا کے تعلیمی تصورات کا تحقیقی جائزہ	غزالہ سعید توصیف زمان	30
73	مقام مصطفیٰ ﷺ	علامہ ارشد القادری، انڈیا	120
74	انیس الجلیس	امام جلال الدین سیوطیؒ	200
75	ضرب حیدری	پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری	100
76	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مناظرہ)	علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ	80
77	اوجھڑی کی کراہت	مفتی فیض احمد اویسی	25
78	مردے سنتے ہیں	انجم سعید	20
79	باعث تخلیق کائنات کی دھوم	ریاست علی مجددی	140
80	[redacted]	[redacted]	40
81	نعرہ رسالت پر اجماع اُمت (مع) پکارو یا رسول اللہ ﷺ	حافظ محمد احسان الحق فیصل آباد	50
82	صدائے حق	میاں محمد جمیل احمد شرقپوری	40
83	اہلسنت کی پہچان	غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	140

Marfat.com

انک لتهدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

Marfat.com

فہمِ دین

(آٹھ جلدیں)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول
- فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں ● محبت الٰہی اور اس کی چاشنی ● منصب نبوت اور عقیدہ مومن ● [illegible]
- رسول اللہ ﷺ کی نماز ● گھر کا اسلامی ماحول ● آداب زبان ● تعارف آئمہ اربعہ ● قادیانیت کا تعاقب ● [illegible]
- نظام مصطفیٰ ﷺ کی بالادستی ● حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ

جلد دوم
- اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار ● سود اور اسکی اقسام ● ہم اور ہمارے عقائد ● اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی ● مسئلہ حیات النبی ﷺ
- ترک اور تقلید کی تباہ کاریاں ● مؤمن کا مقصد حیات ● جہاد اور دہشت گردی میں فرق ● تصوف اور اسلام ● حواس نبوی ﷺ
- اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن ● جنتی آنکھ ● اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم
- مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ عزوجل ● مفاہیم اسم محمد ﷺ ● روزہ کے اسرار و رموز ● امتیازات نماز ● شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق
- زندگی اور اس کی اقسام ● خلفائے راشدین سے حضرت علیؓ کی عقیدت ● ماں کی شان اور امتحان ● بدعت کا معنی و مفہوم ● امتیازات نماز

جلد چہارم
- احادیث ختم نبوت ● سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ ● ہاں ہم سنی ہیں ● ورع و پرہیزگاری کے ماڈل ● طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
- نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے ● دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار ● عہد شباب کا اسلامی نصاب
- کاروباری شراکت کے اسلامی اصول ● تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض

جلد پنجم
- تربیت اولاد ● تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ ● اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت ● اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
- جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے ● قرآن اور تفکر کائنات ● تصوف عقیدہ توحید کی معرفت ● رنج و الم سے نجات کا راستہ
- مسئلہ حاضر و ناظر ● اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم
- میرے رب سے مجھے محبت ہے ● رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست ● شان رسالت کی یکتائی ● زکوٰۃ کے اسرار [illegible]
- عزت اور اسکے حصول کا طریقہ ● قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے ● میری کے خرمن ایمان کے لئے چنگاری ● حق چار یار [illegible]

جلد ہفتم
- پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ ● بائبل بچے فرمائیں ● یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص ● [illegible]
- دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش ● [illegible]
- ناموس رسالت کے پہرے دار ● [illegible]

جلد ہشتم
- خانقاہیں اور لذت اسرار ● میرے لئے اللہ کافی ہے ● [illegible]
- جب رسالت خود نعرہ زن ہو ● حرمت شراب ● [illegible]

☆ نمایاں کی گئی کتابیں الگ کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

Marfat.com

فہمِ دین

جلد سوئم

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

ڈی-3، مرکز الاویس، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہم دین

جلد سوئم

2006-07

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
۶ مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور
0333-8173630-042-7115771

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	فہم دین (جلد سوئم)
افادات	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب:	مولانا محمد عبدالکریم جلالی فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور
تخریج:	مولانا مسعود احمد جماعتی فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور
پروف ریڈنگ	محمد نعیم اللہ خاں قادری (بی ایس سی۔ بی ایڈ ایم اے اردو)
باہتمام	شیخ محمد سرور اویسی
تیسرا ایڈیشن	16 ستمبر 2008ء
تعداد	600
صفحات	432
ہدیہ	260 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور / مسلم کتابوی لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور
کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ فیضان مدینہ گھکڑ
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / شبیر برادر لاہور
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ

سرورق مستقیم بیلی کیلیگرافر دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

marfat.com

انتساب

قائد اہلسنت

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جنہوں نے زندگی کی آخری سانس تک نظام

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کیلئے کوشش کی

محمد اشرف آصف جلالی

پرنسپل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور

بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان

۱۰ ستمبر ۲۰۰۷

marfat.com

فہرست مضامین

تقریظ

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد) 9

ترجمانِ اہل حق شیخ الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب مشہدی 14

باب نمبر 1

مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ 17

قرآن اور بیان اسم جلالت 21

اسم کی تعریف 22

اسماء باری تعالیٰ کی مقدار 22

اسم اعظم 25

اسماء باری تعالیٰ توقیفی ہیں 27

اسم اللہ کے امتیازات 31

لفظ اللہ اور چار احتمال 37

لفظ اللہ کی اصل کا ایک پہلو 41

لفظ اللہ کے اشتقاقی احتمالات و معانی 42

اسم جلالت کے آداب 51

باب نمبر 2

مفاہیم اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم 53

اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید 55

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف کی روشنی میں 57

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ 59

اسماء توقیفی 60

اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشتق 61

یکتا ذات کا یکتا نام 66

اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پس منظر 68

marfat.com

محمد ﷺ اور احمد میں فرق	75
خصائص اسم محمد ﷺ	78
آپ کا حق ہے کہ آپ کا نام محمد ﷺ ہو	82
ایسا نام جو دشمن کو تعریف کرنے پر مجبور کردے	85
اسم محمد ﷺ قاطع شرک	86
اسم محمد ﷺ مصدق باری تعالیٰ	88
اسم شریف کی ختم نبوت پر دلالت	90
اسم شریف مشکل کشائی کی کنجی	91
باب نمبر 3	
روزہ کے اسرار و رموز	93
صوم کی لغوی تعریف	96
صوم کی اصطلاحی تعریف	97
روزے کی فرضیت	98
روزہ تعلق باللہ کا قوی ذریعہ	101
اخلاص	102
ایمان بالغیب	103
رب تعالیٰ اور روزہ	106
الصوم لی کی وجوہات	106
ظاہری زندگی اور اسکا نکھار	110
حقیقی زندگی کا جوبن	116
عقل کا مطالبہ	121
فقراء کی حالت کا ادراک	122
فقراء و غرباء کے ساتھ یکجہتی	123
محاسن اخلاق کا گلشن	125
روزہ ڈسپلن کی عملی شکل	126
انداز فرضیت میں حکمتیں اور شفقتیں	127

marfat.com

دن کے وقت روزہ فرض کرنے کی حکمت	127
سوالات وجوابات	135

باب نمبر 4

امتیازات نماز	141
صلوٰۃ کا لغوی معنٰی	145
صلوٰۃ کی اصطلاحی تعریف	146
جامع عبادات	149
نماز میں شہادتین کا وجوب	151
توجہ الی الکعبۃ	153
ایک ضروری نکتہ	154
عکوف للعبادۃ	157
ظاہر و باطن کی عبادت	160
مناجات اور اظہار عبودیت	165
قرأت قرآن	170
ابلیس سے اجتناب	170
شیطان سے جہاد	171
کثرت وتکرار	171
ام العبادات	173
ابو العبادات	174
فطرت کے ساتھ بندے کا تازہ رابطہ	174
تکبیرات اور سمع الله لمن حمده کا فلسفہ	176
دو سجدے ہونے کی وجوہات	178
سوالات کے جوابات	181

باب نمبر 5

شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	186
شان رسالت کے معاملے میں تعجیل نہ ہونا	196

marfat.com

شان رسالت کے سلسلے میں ہمیشہ اضافے کی تڑپ 206

شان رسالت کو سمجھنے میں بندے کو اپنی ذات کو حجاب نہیں بنانا چاہیے 231

باب نمبر 6

زندگی اور اس کی اقسام 242

تعریف زندگی 244

تصور حیات 244

خاص حیات 245

آیت کا پس منظر 246

دل کی حیات بدن کی حیات سے افضل ہے 252

دل کی حیات وحی کے نور سے ہے 252

وحی، بدن، روح 253

حیاۃ طیبہ 254

اقسام زندگی 256

زمین کی زندگی 256

زندگی بمعنی نشو ونما 259

زندگی بمعنی احساس وحرکت 260

زندگی بغیر کھانے پینے کے 261

حیاۃ بمعنی علم 262

حیاۃ بمعنیٰ اخلاق حمیدہ 269

حیاۃ بمعنی فرح وسرور 273

باب نمبر 7

خلفائے راشدین سے حضرت علی کی عقیدت 283

خلفائے راشدین کی عقیدت کی وجوہات 287

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولیت 291

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام پکڑی 306

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت 309

marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت	315
سوالات و جوابات	332

باب نمبر 8

ماں کی شان اور امتحان	335
نبوت اور اطاعت والدہ	345
ولایت اور اطاعت والدہ	354
کام چھوٹا انعام بڑا	359
خدمت والدہ کی تاکید	362
ماں کے گستاخ کا حشر	370
ماں کا امتحان	375

باب نمبر 9

بدعت کا معنیٰ و مفہوم	380
بدعت کا معنیٰ	383
عربی قانون	383
بدعت کی اصطلاحی تعریف	386
بدعت کی پہچان کی ضرورت	387
بدعت اور اصطلاح محققین	388
امام شافعی کے نزدیک بدعت کی تعریف	389
امام غزالی کے نزدیک بدعت کی تعریف	396
امام نووی کے نزدیک بدعت کی تعریف	397
امام ابن الاثر کے نزدیک بدعت کی تعریف	398
امام عینی کے نزدیک بدعت کی تعریف	399
بدعت کی اقسام	401
شرح الحدیث	412
بدعت حسنہ سنت کی ہی تشریح کرتی ہے	414

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ: ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی (فیصل آباد)

اسلام دین کامل ہے کہ اس کی تعلیمات فرد سے معاشرے تک، بدن سے روح تک، عقیدہ تک، تدبیر منزل سے سیاست مُدن تک، راعی سے رعایا تک، مرد سے عورت تک ابتدائے حیات سے اختتام حیات تک، مبدأ سے معاد تک اور خیالات سے رؤیوں تک کو محیط ہیں، انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس کے ضوابط الہامی تعلیمات کے سایوں میں ترتیب نہ پائے ہوں، یہ ہمہ گیریت صرف اور صرف اسلام کا امتیاز ہے کہ وعدہ الست کی پاسداری اسی کو زیبا ہے۔ قرآن مجید کا کلمہ واعراب ہی محفوظ نہیں اس کی مراد بھی پناہ رسالت میں ہے۔ قرآن صامت کو قرآن ناطق کے اُسوہ نے اپنے حصاروں میں لے رکھا ہے۔ حیرت ہوتی ہے اور اس حیرت کی شدت سجدہ گزاری کی تحریک بنتی ہے کہ اس قدر متنوع کیفیات اور اس قدر بوقلمون حالات کس طرح ایک میزان کے پابند بنا دیئے گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے تریسٹھ سال کیسے تریسٹھ ہزار بلکہ لامتناہی صدیوں کیلئے راہنما قرار پائے ہیں۔ انسان بلند سے بلندتر بھی ہو جائے اُس کے دائرۂ اثر کا پھیلاؤ چہار جوانب کو محیط بھی ہو جائے۔ سماجی، ثقافتی، تمدنی اور سیاسی روپے کس قدر بھی پھیل جائیں اُنھیں بہرحال ایک وجود مکرم ﷺ کی پیروی میں رہنا ہے کہ کامیابی، کامرانی اور سرفرازی کا معیار یہی ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا" (الاعراف 158)

"اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"۔ خالق جو سب کا واحد خالق ہے اُس نے ہی پوری انسانیت کیلئے مجھے رسول بنایا ہے۔ معلوم ہوا جو انسان ہیں اُن کیلئے آپ ﷺ پیغامبر ھدایت ہیں سب کیلئے راہنما اور ہر ایک کیلئے اُسوہ حسنہ ہیں۔ انسان کسی دور کا ہو یا کسی حال میں ہو، اُس کو اپنی انسانیت کی بقا کیلئے اُسی وجود گرامی ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہے کہ یہی حیات مبارکہ انسانی عظمتوں کی کفالت کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ تشریف نہ لائے تھے تب ہی انسانیت آپ کی ہی منتظر تھی۔ حیرت ہوتی ہے کہ جو وجود ابھی پیدا نہیں ہوا اُس کے وجود کی خبر سب کو کیسے ہوئی حالانکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ باپ کو بھی اُس

marfat.com

بیٹے کی خبر نہیں ہوتی جو ابھی پیدا نہیں ہوا، وہ کیسا ہوگا، شکل وصورت کیسی ہوگی، کردار و سیرت کی سطح کیا ہوگی، معاشرتی وسماجی مقام کیا ہوگا؟ مگر ایک ایسا وجود جو ابھی دنیا میں نہ آیا اُس کے بارے میں ہر کسی کو خبر اور اُس کی خبر ہر صحیفہ کی زینت پہلے اُن کی تلاش کرتے رہے اور جب وہ وجود محترم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو تاریخ کی نظر اُسی وجود پر مرتکز ہوگئی تریسٹھ سال کی حیات ظاہرہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری نظروں سے پردہ فرما گئے مگر تاریخ انسانی اُنہیں نقوش قدم کی تلاش میں ہے۔ اللہ اکبر ایسا وجود انور کہ ماضی حال مستقبل اُس کے حوالے سے بے قیمت ہو گئے دوام کا ایک ایسا شاہکار جو ازل سے ابد تک محبتوں کا امین عقیدتوں کا مرکز اور تلاش کا حاصل رہا۔ ایسا کیوں ہوا؟ تخلیقی عمل کا تسلسل بتا رہا ہے کہ ایک وجود کو ہی حاصل تخلیق بنانا تھا اور یہ کہ اُسی وجود کے اُسوہ کو نجات وکامرانی کا وسیلہ قرار دینا تھا۔

تاریخ انسانی کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ان گنت مخلوق میں وہی سرفراز قرار پائے جنہوں نے باقی وجود سے رشتہ جوڑا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خالق کائنات بھی اُس وجود کی تابانیاں باقی رکھنا چاہتا ہے وہ تو آج بھی اُسی انسان کو نظر رحمت سے نوازتا ہے۔ جس میں کسی حیثیت سے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی جھلک دیکھتا ہے۔ اس لئے رضائے الٰہی کے متلاشیوں کو اُسی وجود سے رشتہ جوڑنا ہے انسان جب اپنے گردو پیش کو دیکھتا ہے تو اُسے ہزارہا مسائل نظر آتے ہیں جو اُس کی انسانیت پر شب خون مار رہے ہوتے ہیں وہ ان اُمڈے ہوئے مسائل سے نکلنا چاہتا ہے اور اس نجات کیلئے نت نئے منصوبے بناتا ہے مگر جلد ہی وہ اپنے تراشے ہوئے پیکروں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ در، در کی ٹھوکریں اور رسوائیاں اُسے بددل بھی کرتی ہیں اور مایوس بھی، آج کا انسان بھی اسی بے کیفی کا شکار ہے اور یقین ہے کہ یہ بے کیفی ملھوفیت کا جامہ اوڑھ لے گی جس کے کچھ آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ ان غیر انسانی رویوں سے بچنے اور محفوظ پناہ گاہ میں آنے کا ایک ہی طریقہ ہے جو صدیوں کا آزمودہ ہے کہ انسان اُسی انسان کامل کے در پر حاضر ہو جائے جہاں نجات ہی نجات ہے، سرفرازی ہی سرفرازی ہے۔ علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بے پناہ مطالعہ اور بے تعال ذہانت سے ہی نسخہ شفا تجویز کیا تھا فرماتے ہیں۔

marfat.com

وَاِنْ قَنَطَتْ مِنَ الْعِصْیَانِ نَفْسٌ۔ فَبَابُ مُحَمَّدٍ بَابُ الرَّجَاءِ
"اگر نافرمانیوں کی کارفرمائیوں سے اس قدر بددل ہو گئے ہو کہ تمہارا نفس مایوسی کا شکار ہو گیا ہے تو کیا ہوا، محمد رسول اللہ ﷺ کا درِ اقدس اب بھی بابِ امید ہے۔"

یہ اس لئے کہ ہمیں جو کچھ درکار ہے اُسی دربار سے ملے گا کسی نے خوب کہا تھا۔

اُس رحمت عالم نے حسان کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا منشور دیا کچھ راہیں دیں کچھ موڑ دیئے

وطن عزیز پاکستان کے حصول کا مقصد بھی یہی تھا کہ دربدری سے بچا جائے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جہاں رحمت عالمین ﷺ کے پیغام کو اپنی زندگیوں میں یوں اتار لیا جائے کہ اس کی رحمتوں سے پیکر حیات منور ہو جائے۔ کس قدر بدقسمتی ہے کہ ہم نسخہ شفا کے حامل ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کی حلاوتوں سے فیض یاب نہ ہو سکے، یقیناً علماء حق نے ہر دور میں یہ فریضہ انجام دیا اور بحمد اللہ اولیاء باصفا کے دل اب بھی اسی معراج انسانیت کیلئے تڑپ رہے ہیں، مایوسی نہ بھی سہی مگر حوصلہ مندی کا کوئی سویرا بھی تو طلوع نہیں ہو رہا۔ ذہنوں کی پراگندگی کے اس دور میں بڑے قد آور ہیں وہ لوگ جو اس منزلت کے حصول کی تگ و دو میں شریک ہیں۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے بارے کچھ خوشگوار خبریں آ رہی ہیں، اب ان کی دعوت کے انداز کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو روشنی کی کرن محسوس ہوئی

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے "ادارہ صراط مستقیم پاکستان" قائم کیا تا کہ نشر ہدایت کا سامان ہو سکے، ارادوں کی تکمیل یوں ہوئی کہ 1426 رمضان المبارک کی رحمت بھری ساعتوں میں "فہم دین" کا ایک سلسلہ جاری کیا اور مسلسل چھبیس روز دین کے حوالوں سے معاشرتی تطہیر کا سامان کیا، میں نے "فہم دین" کے دو حصوں کو بالاستیعاب پڑھا ہے، اس مطالعہ کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ڈاکٹر آصف جلالی صاحب کا عنوانات کے حوالے سے انتخاب بہت عمدہ ہی نہیں حکمت آمیز بھی ہے۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے عقائد سے اعمال تک مختلف موضوعات کو ان دروس کا مبحث بنایا ہے۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے عقائد کے حوالے سے اُن تمام الجھنوں کو

marfat.com

بڑی مہارت اور حکمت کے ساتھ دور کر دیا ہے جو کم فہمی ،کوتاہ نظری یا فریب خوردگی کے باعث ذہنوں کو آلودہ کرتی ہیں

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے رسالت کے حوالے سے بھی اُن تمام بے اعتدالیوں کا محاسبہ کیا ہے جن کیوجہ سے رسالت پر ایمان میں جھول آتا ہے اور منصب رسالت کی عظمت کا یقین پیدا نہیں ہوتا، یہ مباحث مناظرہ وجدلیت کا موضوع رہے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے کمال چابکدستی سے ان کو واضح کیا ہے کہ ذہنوں کے غبار بھی چھٹتے ہیں مگر معاندت کی فضا بھی پیدا نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے بعض فقہی مسائل کوافادہ ءعوام کیلئے نہایت مؤثر ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہی نہیں بلکہ تحریک پیدا ہوتی ہے۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے بعض معاشرتی مسائل کو اس طرح پیش کیا ہے کہ اُن کی اہمیت کا بھر پور احساس ہونے لگتا ہے۔ ان مسائل کی معاشرہ میں تنفیذی بے راہ روی کو بڑی عمدگی اور کامل ایقان کے ساتھ واضح کیا گیا ہے جس سے اعمال صالح پر عمل پیرا ہونے کی تحریک جنم لیتی ہے

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے جدید دور کے اُن مسائل پر بھی گفتگو کی ہے جو عصر حاضر کے مسلمانوں کو اضطراب کا شکار بنا رہے ہیں۔ ''جہاد اور دہشت گردی میں فرق'' کے حوالے سے گفتگو ایک علمی وقار اور مومنانہ جذبوں کی ترجمان ہے۔ ''وقت اور مصروفیت'' جو ایک اور سلگتا ہوا سوال ہے اُس کو نفسیاتی اعتماد کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اور آج کے درپیش مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا حل بتایا گیا ہے جس سے بدیہی نتیجہ ''مومن کا مقصد حیات'' کا درس ہے۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے سود کے حوالے سے سلگتے ہوئے جذبوں کی تسکین کا سامان کیا ہے جو وقت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے تصوف پر بڑی ماہرانہ گفتگو کی ہے اور تصوف کے نام پر نفسانی میلانات اور سفلی جذبات کا کاروبار کرنے والوں کا برمحل رد کیا ہے کاش تمام علماء حق اس طرف توجہ دیں۔

marfat.com

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب نے آداب زبان، گھر کا اسلامی ماحول، محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار، اُسوہ حسنہ اور فیشن پرستی، پر اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار، جنتی آنکھ جیسے موضوعات کو گفتگو کا مرکز بنا کر بہت سے حوالوں سے عقدہ کشائی کی ہے جو انسانی زندگی کی تطہیر کیلئے اساس بن سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے عصر حاضر کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے اور ایک دینی راہنما کا کردار انجام دیا ہے گفتگو میں روانی ہے، ماخذ و مصادر پر جدید معیار کا اثر نمایاں ہے (اگر چہ بہتر ہوتا کہ مصادر و ماخذ کا حوالہ حواشی میں آجاتا۔ تا کہ تحقیقی روش کی مکمل پاسداری ہو جاتی) روایات سے استخراج کی قوت میں بڑا ٹھہراؤ ہے اور سب سے بڑھ کر سامعین تک خیال کی ترسیل بڑی واضح اور پُر تاثیر ہے۔ اگر چہ یہ دروس تقریری اسلوب کے حامل ہیں کہ تقریر سے تحریر کو منتقل ہوئے ہیں اور ظاہر ہے اس نقل ہیئت کے کچھ اثرات تو ہوتے ہیں جیسے جملوں کی تکرار، لفظوں کا شکوہ اور عبارت کا اُمڈتا ہوا خروش، ان تقریری اثرات کے باوجود یہ دروس حصول مدعا میں کامیاب ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ کمپوزنگ میں مزید توجہ کی ضرورت ہے کہ بعض کلمات کے حصے بکھرے ہو گئے ہیں کتابت کے حوالے سے بعض کمزوریاں موجود ہیں۔ مرتب کی ذمہ داری ہے کہ ایسے دلکش دروس کو کسی کوتاہی کا ہدف نہ بننے دیں۔

میں ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کو صدق دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کاوش پر اُن کے دست بدعا ہوں کہ اُن کے وجود میں دینی علوم کا وقار بھی ہے دینی مدارس کا ریزہ کاری بھی اور جدید علوم کا اعتماد اور تحقیقی مقالات کا معیار بھی، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے خدمت دین کی اس محنت کو قبول فرمائے اور مزید ہمت و استقامت بخشے۔ (آمین)

اللھم صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی
فیصل آباد

مورخہ ۲۰ جنوری ۲۰۰۷ء

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ: ترجمانِ اہل حق، شیخ الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب

مرکزی ناظم اعلیٰ، مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

اَنْ یَّسْمَعُوْا سُبَّۃً طَارُوْبِھَا فَرَحًا ۔۔۔ مِّنِّیْ وَمَا یَسْمَعُوْ مِنْ صَالِحٍ دَفَنُوْا

شاعر جس کیفیت سے گذرا ہے یہی سکہ رائج الوقت ہے کہ کسی کی برائی کی بات کو خوشی سے اڑایا جاتا ہے اور نیکی کی باتوں کو دفن کیا جاتا ہے مگر جن خادمان دین کو تائید الٰہی حاصل ہو وہ زمانے کے ایسے منفی رویوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔

فاضل نوجوان مناظر اسلام شیخ الحدیث خطیب عصر حافظ وقاری ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں سعادت کے روشن آثار سنین طفلی میں ہی ہویدا تھے۔ اقران وامثال سے ذہنی جودت میں امتیاز رکھتے ہیں۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ قبائے گل، گل بوٹے کی محتاج نہیں ہوتی مگر البرکت مع الاکابر کی حقیقت مسلم ہے۔ طبعی فطانت پر مستزاد اکابر وفحول اساتذہ کی صحبتوں نے انہیں زر خالص بنادیا۔ مروج نصاب میں تنظیم المدارس کی ہیئۃ الاشراف میں انہیں اول بدرجہ اول اسناد بجا طور پر عطا کیں۔ ابتک خطابت، مناظرہ، تدریس میں اُن کے جوہر خوب خوب کھل چکے ہیں۔ ابھی ابھی اُنکے دروس اور بیانات ضبط تحریر میں لائے گئے اور مرتب صورت میں ''فہم دین کورس'' کے نام سے طبع ہو کر میرے سامنے آئے۔ دو جلدیں چیدہ مقامات سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ تحریریں ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ایدہ اللہ بنصرہ کی فہم دین کورس میں معین ومشہیر عنوانات کے تحت انکے دروس اور بیانات ہیں جن میں تنوع تازگی، تحقیق، دعوت، حرارت، امید یعنی قاری کیلئے یہ

marfat.com

سب کچھ وافر تعداد میں موجود ہے اشاعت کا اہتمام کرنے والے مخلصین کا یہ اقدام لائق تحسین ہے۔ جہاں تک دروس و بیانات کی قدر و قیمت کا تعلق ہے احقر یہ سمجھتا ہے کہ دین اسلام کے منابع قرآن وسنت کی دعوت فکر دل کو چھو لینے والے انداز میں پیش کی گئی ہے۔ بعض معاصر مفکرین کیطرح وہ اپنے موقف کی تائید میں قرآن وسنت کے دلائل کو بتکلف ذکر نہیں کرتے بلکہ اپنے افکار کی بنیاد ہی قرآن وسنت پر اٹھاتے ہیں۔

وہ کتاب وسنت کے ایسے داعی ہیں جو من چاہی تفسیر کرنے کی بجائے رجال اللہ کے قائم کردہ تفسیری مکتب کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی چاہت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مراد کو حرف آخر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مفتی اشرف جلالی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بجا طور پر مجھے بہت سی توقعات ہیں کیونکہ قدرت نے ان کے معاملہ میں جو امتیازی جود وسخا دکھائی ہے اس کا شکر بھی دین اسلام کی امتیازی نصرت (خدمت) کے ساتھ کرنا ضروری ہے ان کے کام کے اہداف کے بارے میں کسی ذاتی تحریر میں تفصیل سے لکھوں گا، بر سبیل تذکرہ سید عبداللہ شاہ محدث حیدر آباد دکن اور ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرز کو بنیاد بنا کر ابن تیمیہ سے شوکانی اور البانی سے ہوتے ہوئے مقامی حشرات الارض کی نامناسب نقل وحرکت کے خلاف ملت حنفیہ کیطرف سے صورت احوال کا جامع جائزہ اور فطرت انسانی کے قریب آزمودہ اور عملاً انتہائی مفید فقہ اسلامی کے دلائل کو قرآن وسنت اور تعامل اصحاب واہل بیت در قرن مشہو دلہٗ بالخیر

marfat.com

سے پورے بسط اور پورے وقار کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے ''جوان بزرگ'' کے راہ عزیمت پر اٹھنے والے ہر قدم پر احقر اور اس جیسے بیسیوں قدردانوں کے دل خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور اس ''جوان بزرگ'' کی منزل تک رسائی کیلئے صمیم قلب سے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کا صدقہ اس ''جوان بزرگ'' کو شر شیطان، شر نفس اور شر انسان سے حفاظت اور تائید کے ساتھ دین اسلام کا صافی اور میٹھا چشمہ بنائے۔ آمین

راقم الحروف

الراجی الی رحمت ربہ المنان

سید محمد عرفان غفرلہ الرحمٰن الی یوم المیزان

نزیل ارض مقدس رشک عرش

مدینہ منورہ طابہ وطیبہ

۹/۱/۲۰۰۷

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 1

مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ

marfat.com

لَكَ الْحَمْدُ يَا اَللّٰهُ خَلَقْتَنَا وَهَدَيْتَنَا وَاَنْقَذْتَنَا مِنَ النَّارِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَمَحَوْتَ الظُّلْمَةَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں

marfat.com

سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ

درود وسلام عرض کرنے کے بعد:۔

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز ومحترم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو تیرھویں سالانہ فہمِ دین کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔اور گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے بھٹی میرج ہال میں 29 روزہ فہم دین کورس منعقد کیا جارہا ہے۔ ان افتتاحی لمحات میں رب ذوالجلال کے دربار میں دعا ہے کہ خالقِ کائنات جل جلالہ ہم سب کو صحت وعافیت کے ساتھ شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ تمام حضرات میرے ساتھ مل کر ربّ ذوالجلال سے یہ دعا کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

میں آپ تمام حضرات کو اور جو اس پروگرام کو انٹرنیٹ کے ذریعے سن رہے ہیں ان سب کو فہمِ دین کورس میں شرکت پر خوش آمدید کہتا ہوں اور ربِ ذوالجلال کے دربار میں دعا کرتا ہوں کہ یہ قدم جو دین کے فہم کے لئے اٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اس وقت نیند وآرام کو چھوڑ کر جتنے حضرات و

marfat.com

خواتین براہِ راست ہمارے اس کورس میں شریک ہیں اللہ سب کے فہم میں برکتیں عطا فرمائے اور سب کے لئے دین کو سمجھنا زیادہ سے زیادہ آسان فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات!

چونکہ ربِ ذوالجلال کے نام ہی سے ہر اچھے کام کا آغاز کیا جاتا ہے تو ہمارے فہمِ دین کورس کا پہلا موضوع ہے:

مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ

یہ وہ مقدس لفظ ہے جو ہر وقت ہماری زبان پر ہوتا ہے۔ اسم جلالت اللہ کی ذات کا نام ہے اس کے معانی و اسرار اور رموز آج کا ہمارا موضوع ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس اہم موضوع پر گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 110 میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ

''میرے نبی ﷺ آپ اپنی امت سے کہہ دو تم رب کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔''

فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

''اس اللہ کے لیے بہت اچھے نام ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے دو کو بالخصوص اس آیت میں ذکر کیا گیا۔ اللہ اور

marfat.com

رحمٰن، باقی تمام اسماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میرے جتنے بھی نام ہیں وہ سارے کے سارے حسین ہیں اور سارے کے سارے خوبصورت ہیں اور عظمتوں کے ترجمان ہیں۔

قرآن اور بیانِ اسمِ جلالت

قرآن مجید برھانِ رشید میں جو نام سب سے زیادہ بار لیا گیا وہ یہی لفظ اللہ ہے۔ خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے بہت سے مقامات پر اور بہت سے اسالیب میں بہت سی حکمتوں کو اجاگر کرنے کے لئے اس کا بارہا تذکرہ کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات پر زیادہ اہمیت کا احساس دلانے کے لئے بات کا آغاز ہی اسی نام سے کیا اور بار بار سامع اور مخاطب کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل یہ اسم شریف ہے کہ جس کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ پھر اپنی صفات کا تذکرہ فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرہ: آیت نمبر ۲۵۵)

''وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (الرعد: آیت ۱۶)

''اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔''

اور اس قرآن مجید کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا چاہا تو فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا (الزمر: آیت ۲۳)

''اللہ تعالیٰ نے سب سے خوبصورت بات کو نازل کیا ہے۔''

marfat.com

یہ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ خالقِ کائنات جل جلالہ جہاں اپنے احسانات کا تذکرہ کررہا ہے بندوں پر اپنے انعامات کا تذکرہ کررہا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اس طرف جھنجھوڑنا چاہتا ہے کہ تمہیں کسی معمولی ذات کی طرف سے دعوت نہیں دی جارہی اور تم پر یہ کرم کسی عام ذات کی وجہ سے نہیں ہے۔ تو تمام مقامات پر اللہ تعالیٰ نے دیگر اسماء کے علاوہ بالخصوص اسم جلالت یعنی لفظ اللہ سے گفتگو کو شروع کیا یا گفتگو کے درمیان ضرور اس کا تذکرہ فرمایا۔ ہم بار بار لفظ اللہ بولیں گے اور یہ ہمارے موضوع حصہ ہے۔

''مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ'' اللہ کے نام کے مفہوم کے ساتھ لفظ اسم کا تذکرہ آرہا ہے:

اسم کی تعریف:۔

اس کی بہت سی تعریفیں ہیں لیکن یہاں جس لحاظ سے ہماری گفتگو چل رہی ہے تو اسم سے مراد

''وہ کلمہ ہے جو کسی ذات پر دلالت کرتا ہے۔''

تو اللہ اسم ہے جو ربِ ذوالجلال کی ذات پر دلالت کرتا ہے، ذات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہے۔

اسماء باری تعالیٰ کی مقدار

خالق کائنات جل جلالہ کے اسماء بہت زیادہ ہیں۔ بخاری اور مسلم شریف

marfat.com

کی حدیث کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعِیْنَ اِسْماً

''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔''

مَنْ اَحْصٰھَا دخل الجنۃ (بخاری، ص: ۹۴۹/۲ کراچی)

''جس نے ان ناموں کو یاد کرلیا جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی برکت ہے اور رب ذوالجلال نے ان میں اتنی شان رکھی ہے کہ ان کو جو یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو فردوس عطا فرمائے گا۔ پھر حدیث شریف میں ان اسماء کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا ذکر کیا گیا۔ ان اسماء میں سے ایک اسم ذاتی ہے اور باقی اسماء صفاتی ہیں۔ اٹھانوے اسماء جو صفاتی ہیں تو ان اوصاف کی طرف بندوں کو متوجہ کیا گیا کہ تم بھی اپنے اندر مجازاً وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرو کہ رب ذوالجلال رحمٰن ہے تو تم بھی بندوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی کوشش کرو۔

وہ عفو ہے معاف کرتا ہے تو تم بھی عفو و درگزر کیا کرو۔

اس طرح ان اسماء کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبق بھی ہے اور اتنی برکت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان کا احصاء کرے گا پوری طرح احاطہ کرے گا، یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

اسماء باری تعالیٰ کی تعداد کے لحاظ سے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر

marfat.com

میں یہ فرمایا ہے:

رَاَیْتُ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعَۃَ اَلْفِ اِسْماً

''میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے چار ہزار اسماء ہیں۔''

حدیث شریف میں جن ننانوے ناموں کا تذکرہ ہوا تو اس سے مقصد زائد کی نفی نہیں تھا۔ بلکہ ایک مقدار کو بیان کرنا تھا تو امام رازی کہنے لگے میں نے بعض کتب میں تذکرہ پڑھا کہ رب ذوالجلال کے اسماء چار ہزار ہیں:

اَلْفٌ مِّنْھَا فِی الْقُرْآنِ وَالْاَخْبَارِ الصَّحِیْحَۃِ

''ان چار ہزار میں سے ایک ہزار قرآن مجید میں اور احادیث صحیحہ میں ہیں۔''

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء کا ذکر ہے۔

وَاَلْفٌ مِّنْھَا فِی التَّوْرَاتِ

''اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء تورات میں ہیں۔''

وَاَلْفٌ مِّنْھَا فِی الْاِنْجِیْلِ

''اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء انجیل میں ہیں۔''

وَاَلْفٌ مِّنْھَا فِی الزَّبُوْرِ

''اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء زبور میں ہیں۔''

تو اس طرح چار ہزار اسماء کا تذکرہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں

marfat.com

کیا ہے، اور کہنے لگے۔

وَيُقَالُ اَلْفٌ آخَرُ فِي لَلَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ

''اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء لوحِ محفوظ پر ہیں۔''

لَمْ يَصِلْ ذَالِكَ الْاَلْفُ اِلٰى عَالَمِ الْبَشَرِ

''یہ پانچواں ہزار عالمِ انسانیت کی طرف نہیں بھیجا گیا کہ لوگ اس سے واقف نہیں۔''

باقی چار ہزار اسماء کے مختلف ماخذ ہیں اور مختلف کتابوں کے اندر ان کا تذکرہ موجود ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ہر اسم شریف ہی عظمت والا ہے۔ اس نے خود فرمایا ہے:

فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

''اس کے سارے اسماء بہت اچھے ہیں۔''

اسم اعظم:۔

ان تمام اسماء میں سے سب سے جامع نام جس کو اسم اعظم کہا گیا ہے وہ یہی لفظ اللہ ہے خالق کائنات کا جو یہ اسم شریف ہے اس کے بارے میں دستور العلماء کی جلد نمبر ۱ میں حضرت مولانا عبدالنبی بن عبدالرسول نے تذکرہ کیا ہے:

اَللّٰهُ اِسْمٌ اَعْظَمُ مِنْ اَسْمَآئِهٖ تَعَالٰى

''اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے جو اسم اعظم ہے وہ اللہ ہے۔''

اس کا اعظم ہونا برکت کے لحاظ، جامعیت کے لحاظ سے اور مفہوم کی

marfat.com

وسعت کے لحاظ سے ہے۔ اس واسطے کہ باقی جتنے اسماء ہیں وہ صفاتی ہیں اور یہ اسم ذاتی ہے۔ باقی تمام اسماء ایک ایک مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ مفہوم ہمارے خیال کی حدود سے کہیں وسیع ہے لیکن لفظ اللہ بیک وقت اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کو جامع ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے اسماء میں جو معنیٰ علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر آتا ہے۔ لفظ اللہ گلدستہ ہے اور ان میں وہ تمام معانی بیک وقت آجاتے ہیں۔

جس نے ربِ ذوالجلال کو رحمٰن کہا تو اس نے ایک شان کو بیان کیا، جس نے غفار کہا اس نے ایک شان کو بیان کیا، جس نے ستار کہا اس نے ایک شان کو بیان کیا، جس نے علیم کہا اس نے اللہ تعالیٰ کی ایک شان کو بیان کیا، جس نے قدیر کہا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک شان کو بیان کیا لیکن جس نے یا اللہ کہا تو اس نے بیک وقت اللہ تعالیٰ کی کروڑوں شانوں کو بیان کر دیا۔ اس واسطے یہ اسم جامع ہے اور اس کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔ باقی تمام اسماء کے بولنے کے جو تقاضے ہیں اسی لحاظ سے بندے کو اس کے ثمرات اور نتائج میسر آتے ہیں۔ ہم جیسوں کا تلفظ کرنا اور انداز کا ہوتا ہے لیکن جب خواص اس کو بولتے ہیں تو اس کی اور تاثیر ہوتی ہے بلکہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ جو صوفیاء میں سے بہت بڑے صوفی گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں:

”میرے نزدیک تو اس نام کو بولنے کا جو پورا حق ہے، جو اس کے تقاضے ہیں وہ اس وقت پورے ہوتے ہیں جب رب ذوالجلال خود اللہ فرماتا ہے۔ اس وقت اس کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔“

marfat.com

اسماء باری تعالیٰ توقیفی ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے لحاظ سے ایک بات بڑی اہم ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔توقیف کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی طرف سے ان پر واقفیت عطا کی گئی ہے، شریعت کی طرف سے ان پر اطلاع دی گئی ہے اور شریعت میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کے نام ہیں۔ جو شریعت میں معلوم ہوگئے وہ تو رب کے نام ہم بول سکتے ہیں لیکن ہم اپنی عقل کے فیصلے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہیں رکھ سکتے۔

توقیف کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان شرع پر موقوف ہے اور ہمارے عقل کے فیصلوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نام نہیں بنائے جاسکتے۔اس سلسلہ میں جب ہم دیکھتے ہیں تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف سے یہ تفصیلات اشعۃ اللمعات میں موجود ہیں۔وہ کہتے ہیں:

بداں کہ اسماء اللہ تعالیٰ توقیفی است یعنی موقوف است بر سماع و اذن شارع

''اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، یہ جان لو اس کا مطلب کیا ہے کہ یہ شارع یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے اذن اور ان سے سننے پر موقوف ہیں۔''

ہر اسم کہ در شرع اطلاق بر باری تعالیٰ آمدہ ہما را اطلاق باید کرد

جس نام کا اللہ پر اطلاق شریعت میں آیا ہے تو ہمیں وہی اللہ کا نام لینا چاہئے

شریعت میں رب ذوالجلال کا جس نام سے ذکر کیا گیا ہے ہمیں وہی نام بول کے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔

marfat.com

از پیش خود بحکم عقل نام نباید نهاد

''اور اپنی طرف سے عقل سے سوچ کر اللہ تعالیٰ کا نام ہمیں نہیں رکھنا چاہئے اور ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے۔''

۱۰ اگرچه هر دو اسم بیك معنی باشند

''یہاں تک کہ دونام اگرچہ بالکل مترادف محسوس ہوتے ہوں۔''

لیکن ایک تو ان دو ناموں میں سے قرآن مجید میں، حدیث شریف میں یا تورات، زبور، انجیل میں ہے اور دوسرا نہیں ہے تو اس میں احتیاط لازم ہے کہ جو شریعت میں آچکا ہے وہ تو بول سکتے ہیں اور جو بالکل similar اس سے ملنے جلنے والا ہے وہ ہم نہیں بول سکتے۔

اب دیکھئے اس کی باقاعدہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثالیں دی ہیں۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ را عالم گویند نه عاقل

اللہ تعالیٰ کو عالم کہہ سکتے ہیں، عاقل نہیں۔

عالم اور عاقل یہ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں تو اللہ تعالیٰ کو عالم تو کہہ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو عاقل نہیں کہہ سکتے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو جواد تو کہہ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہہ سکتے حالانکہ جواد اور سخی کا معنیٰ آپس میں ملتا جلتا ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو ہم شافی کہہ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو طبیب نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ توقیفی ہونے کا جو مطلب بیان

marfat.com

کیا، اسی کے مطابق ہماری روزمرہ کی زندگی میں ان الفاظ میں احتیاط ہونی چاہئے اور بالخصوص جو ہمارے عجمی الفاظ ہیں ان میں بہت سی ایسی قباحتیں ہیں کہ جو رب ذوالجلال کی ذات کا جو مقام ہے اس مقام کے تقاضے یہ الفاظ پورے نہیں کرتے بلکہ بعض الفاظ میں تو عیوب پائے جاتے ہیں اور ان کا اطلاق بھی ہمارے عرف میں بعض لوگ کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر لفظ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کچھ لوگ اللہ میاں کہہ دیتے ہیں تو رب ذوالجلال کو میاں کہنا یہ کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں ہے چونکہ ہماری بولی اور لغت میں جو میاں کا معنیٰ ہے وہ بیوی کے مقابل ایک مفہوم ہے اور ویسے بھی لفظ میاں خواہ وہ سردار کے معنیٰ میں ہو یا کسی راجہ کے معنیٰ میں ہو کسی لحاظ سے بھی اس میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ اس کا ربِ ذوالجلال کی ذات پر اطلاق کیا جائے اس واسطے بولتے وقت ایسی باتوں سے مکمل اجتناب اور مکمل پرہیز ہونا چاہئے۔

حضرت امام رازی اور امام غزالی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کا اس بارے میں مختار اور پسندیدہ موقف یہی ہے کہ:

اگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کا ذکر ہو تو ہم اسے بطور صفت تو ذکر کر سکتے ہیں مگر اس سے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں بنا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرۃ: آیت ۳۱)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام پڑھائے۔''

marfat.com

تو اس سے ایک نام اپنی طرف سے معلم بنالیں اور اللہ کا نام معلم رکھیں کیونکہ قرآن مجید میں علم آ گیا ہے تو یہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔ لیکن بیان کرتے وقت یہ کہہ دیں کہ وہ ذات علم دینے والی ہے، پڑھانے والی ہے تو اس لحاظ سے بطور صفت اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوسکتا ہے۔ لیکن ایسی چیزوں کو نام کا درجہ نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی بطور نام ان چیزوں کا رب ذوالجلال کے بارے میں تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔''

اس ابتدائی گفتگو میں جو توقیفی لحاظ سے اسماء کی حیثیت کو بیان کیا گیا، اس میں یہ بات بھی سمجھنی چاہئے کہ ہمارے عرف میں ایک لفظ ہے داتا تو لفظ داتا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ہرگز موجود نہیں ہے نہ قرآن وسنت میں ہے اور نہ تورات، زبور ،انجیل میں ہے۔

تو اس واسطے سے یہ لفظ اللہ کے اسماء میں سے کوئی اسم نہیں ہے لیکن اگر کوئی اس کو مولیٰ کا ترجمہ یا کسی اسم کے قریب المعنیٰ سمجھتے ہوئے بطور صفت بولتا ہے تو پھر اس کا اطلاق محض جائز ہوگا لیکن اس کو اگر کوئی شخص اس قدر رب ذوالجلال کے ساتھ معین بنادے اور کہے کہ کسی اور پر اس کا اطلاق مجازاً بھی جائز ہی نہیں ہوسکتا تو یہ شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے والی بات ہے۔

پہلے نمبر پر تو یہ نام ہی نہیں ہے اور ہم میں سے کسی کی یہ صلاحیت نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء میں اس کا تذکرہ نہیں کیا اور اس کے رسولوں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تو ہم اپنی طرف سے چاہیں کہ نام اچھا ہے اور اللہ کا نام رکھ دیں تو یہ ہم چھوٹوں کی بساط نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کو بطور اسم بولا جائے۔ ہاں

marfat.com

یہ صفت ہے دادن جو فارسی کا لفظ ہے اس کا معنی ہے دینا۔ اور اس سے ایک مبالغہ کا صیغہ ہے داتا حقیقتاً سب کچھ رب ذوالجلال ہی دینے والا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا اور مجازاً جب اس نے اپنے دیگر بہت سے اسماء بندوں کو عطا کر دیئے ہیں۔ قرآن مجید میں اس نے اپنے بندوں کو علیم کہا ہے، خبیر کہا ہے، حفیظ کہا ہے۔ اپنے اسماء کا اطلاق خود بندوں پر کیا ہے تو پھر یہ نام جو اللہ کا ہے ہی نہیں اگر یہ کسی بندے پر بولا جائے تو اس کے لحاظ سے اس پر فتویٰ لگا دیا جائے اور اس کا رد کر دیا جائے تو یہ درست نہیں ہے۔ مجازاً رب ذوالجلال کے دست قدرت کے نائب ہونے کے لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق محبوب بندوں کے اوپر ہوسکتا ہے۔

اسم اللہ کے امتیازات

پہلا امتیاز

اس میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے اور باقی اسماء اس کے صفاتی ہیں۔

دوسرا امتیاز

لفظ اللہ کسی بھی لحاظ سے غیر اللہ پر نہیں بولا جا سکتا نہ حقیقتاً نہ مجازاً۔ یہ صرف اللہ پر بولا جائے گا۔ جبکہ اللہ کے دیگر اسماء جو ہیں وہ حقیقتاً اللہ پر بولے جاتے ہیں اور مجازاً وہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں پر بھی بولے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں بعض سماء کا ان پر اطلاق موجود ہے اور ان میں سے پھر

marfat.com

لفظ رحمٰن کے اندر سب سے زیادہ خصوصیت ہے کہ جس کو پھر اللہ تعالیٰ پر ہی بولنا چاہئے یعنی لفظ اللہ کے بعد اسم رحمٰن دیگر اسماء سے زیادہ خصوصیت والا ہے لیکن اصل جو امتیاز ہے وہ لفظ اللہ کا ہے کہ وہ نہ حقیقت کے لحاظ سے اللہ کے غیر پر بولا جا سکتا ہے اور نہ ہی مجاز کے لحاظ سے اللہ کے غیر پر اس لفظ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

باقی دیکھو لفظ رحیم ہے تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ: آیت ۱۲۸)

''آپ ﷺ مومنین پر روف و رحیم ہیں۔''

تو یہ ان اسماء کے مجازاً اطلاق ہیں لیکن لفظ اللہ میں بہت زیادہ اختصاص ہے اور یہ ہمیشہ اللہ ہی پر بولا جاتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی پر اس کا اطلاق حقیقت کے لحاظ سے بھی جائز نہیں ہے اور مجاز کے لحاظ سے بھی جائز نہیں ہے۔

تیسرا امتیاز

لفظ اللہ اسم اعظم ہے۔ یعنی وہ جو میں نے جامعیت والا مفہوم اس کا بیان کیا کیونکہ اس کی definition ہی یہ ہے، اس کی تعریف ہی یہ ہے:

اَللّٰهُ عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ

''اللہ معبود برحق ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے اور جو ساری کمال کی صفات کی جامع ہے۔''

جو بھی اوصاف کمال والے ہیں جن میں کوئی عیب نہیں، کمی نہیں، تنقیص

marfat.com

نہیں ۔ وہ کمالات رب ذوالجلال کی ذات میں پائے جاتے ہیں اور یہ لفظ اللہ کا مفہوم ہے کہ اللہ واجب الوجود، معبود ذات کو کہا جاتا ہے۔ ایسی ذات کہ جس میں ہر ہر خوبی اور ہر ہر کمال موجود ہو۔

یہاں لفظ اللہ کی بحث کرتے ہوئے مجھے امام ابن عربی کا وہ قول یاد آ رہا ہے کہ جس میں انہوں نے اس لحاظ سے بھی اس لفظ کی امتیازی حیثیت بیان کی ہے کہ اس میں اگر ایک ایک حرف کم کرتے جائیں تو پیچھے جو باقی رہ جاتا ہے وہ بھی پورا مفہوم دیتا ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ اللہ کی ذات پر دلالت بھی کرتا ہے۔

عرائس البیان فی حقائق القرآن کی جلد نمبر ایک صفحہ نمبر ۵ پر امام ابن عربی نے اس کو لکھا ہے:

''اللہ میں شروع والا ہمزہ اتار دیا جائے تو پیچھے للہ رہ جائے گا اور پھر للہ میں ایک لام کو اتار دیا جائے تو اسلوب کے مطابق لہ رہ جائے گا اور لہ میں سے لام کو اتار دیا جائے تو پیچھے ہٗ رہ جائے گا۔''

تو ہر لحاظ سے اس کے اندر معنویت موجود ہے۔ اللہ کے دیگر اسماء کے مقابلے میں اس اسم کی یہ بھی اضافی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے امتیازات سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

اس مقام پر جس وقت ہم لفظ اللہ کے معانی و مفاہیم کو سمجھنا چاہتے ہیں تو حضرت محی الدین شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، وہ کہتے ہیں:

marfat.com

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ کَمَا تَحَیَّرَتِ الْاَوْھَامُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَصِفَاتِہٖ
کَذَالِکَ تَحَیَّرَتْ فِی اللَّفْظِ الدَّالِّ عَلَیْہِ...... حاشیہ شیخ زادہ ۱/۲۱

''جس طرح عقل وخرد اللہ کی ذات کے بارے میں متحیر ہے اور عقل اللہ کی صفات کے بارے متحیر ہے۔ اللہ کی قدرتوں کے بارے میں عقل حیران ہے، اللہ کی ذات کے بارے میں عقل کو کوئی سمجھ نہیں آتی۔ یہی مثال اس نام کی ہے جو اللہ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی ذات کو سمجھنا چاہیں تو عقلیں حیران ہیں اور اس کی صفات کو سمجھنا چاہیں تو پھر بھی عقلیں حیران ہیں اور یہاں تک کہ جو لفظ اس ذات پر دلالت کرتا ہے اگر اس لفظ کو کوئی سمجھنا چاہتا ہے تو اس لفظ میں بھی عقلیں حیران ہیں۔ اس لفظ کی معنویت کیا ہے، اسرار کیا ہیں اور رموز کیا ہیں، حالانکہ ہم جیسے تو ایک آواز سنتے ہیں اور لکھتے ہیں تو خطوط بنا دیتے ہیں، دیکھتے ہیں تو ہمیں چند نقوش نظر آتے ہیں لیکن جو صوفیاء اور عارف لوگ ہیں ان کا مقام و مرتبہ تو اس سے کہیں اونچا ہے اور وہ لفظ اللہ کو سنتے ہیں یا جپتے ہیں تو اس کا انداز پھر مزید عمدہ اور جدا ہوتا ہے۔

اسم اللہ ہم جو بول رہے ہیں، سن رہے ہیں یا سنا رہے ہیں اور لکھا ہوا پڑھتے ہیں اس کے لحاظ سے شیخ زادہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی اس کے [redacted] عقل کو حیرانگی ہے کہ جس وقت اس کے مفہوم میں ہم غور کرتے ہیں تو ہر لحہ، ہر جہت سے ہر زاویے سے لفظ اللہ کے معانی میں ایک نئی چمک اجاگر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس مقام پر جس وقت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو کی تو وہ کہنے لگے:

(تفسیر عرائس البیان ۱/۵ ط نولکشور)

marfat.com

فَمَا يَعْرِفُهٗ اِلَّا هُوَ

''اللہ کا معنیٰ اللہ ہی جانتا ہے۔''

وَلَا يَتَكَلَّمُهٗ اِلَّا هُوَ

''اور وہی لفظ اللہ کو بولتا ہے۔''

وَلَا يَسْمَعُهٗ اِلَّا هُوَ

''اور وہی اس لفظ کو سنتا ہے۔''

یعنی ہم جو سنتے ہیں یا جو بولتے ہیں یا جو دیکھتے ہیں۔ یہ تو ہمارے لحاظ سے حجاب ہے کہ یہ لفظ آگے پردہ بنا ہوا ہے اور ہمیں حقائق کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ دلالت کس پر کر رہا ہے اور اس کے اندر کیا کچھ آرہا ہے، کہنے لگے:

اَلْاَلِفُ اِشَارَةٌ اِلٰى الانانية والواحدانية

''لفظ اللہ میں جو الف ہے یہ انانیت اور وحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔''

وَلَا سَبِيْلَ لِلْخَلْقِ اِلٰى مَعْرِفَتِهَا

''اللہ کی انانیت اور وحدانیت کی معرفت مخلوق کو نہیں ہو سکتی۔''

وہ خالق ہی جانتا ہے کہ اس کی انانیت اور وحدانیت کیا ہے۔ ایسے ہی فرماتے ہیں کہ:

''اس کے اندر دو لام ہیں۔ لام اول جمال کی طرف اشارہ ہے اور لام دوم جلال کی طرف اشارہ ہے۔''

اللہ میں جو دو لام ہیں ایک لام جلال کا ہے اور ایک لام جمال کا

marfat.com

ہے۔ اس میں پہلا جمال کا ہے اور دوسرا جلال کا ہے۔ یہ جس وقت تم بولتے ہو تو تمہیں اس وقت سمجھ لگتی ہے۔ جب اللہ کہتے ہیں اور دوسرے لام کی جب دل کے اوپر ضرب لگتی ہے تو واقعی محسوس ہوتا ہے کہ پہلے میں جمال ہے اور دوسرے میں جلال ہے۔

رب ذوالجلال کی شان جمال بھی ہے اور جلال بھی ہے تو لفظ اللہ اس لحاظ سے بھی جامع ہے کہ یہ جمال کو بھی ظاہر کرتا ہے اور جلال کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ تو ابن عربی فرماتے ہیں:

''جو اس کی یہ دو صفتیں ہیں ان کی حقیقت بھی رب ذوالجلال جانتا ہے کہ اس کا جمال کیسا ہے اور اس کا جلال کیسا ہے۔''

ایسے ہی اس کے اندر جو ۃ ہے وہ ھویّت پر دلالت کرتی ہے اور وہ اللہ کی ذات کی حقیقت ہے۔ ہویت اس کی حقیقت کو کہا جاتا ہے اور اس کو بھی اللہ ہی جانتا ہے تو یہ صوفیاء اور عرفاء کا مدعا ہے کہ ہم اس میں جتنا بھی غور و تدبر کریں پھر بھی حقیقت بہت اونچی ہے وہاں تک عقل کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔

ان حقیقتوں کو رب ہی جانتا ہے کہ جس پر لفظ اللہ مکمل طور پر دلالت کر رہا ہے۔ اب ہم اپنی گفتگو کو کچھ سمیٹتے ہیں کیونکہ بات بہت لمبی ہے۔ لفظ اللہ میں ابتدائی طور پر چار احتمال ہیں۔

marfat.com

لفظ اللہ اور چار احتمال

پہلا احتمال

پہلا احتمال یہ ہے کہ لفظ اللہ علم ہو۔ علم کسی کے نام کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ صفت پر دلالت نہیں کرتا۔ اب جس شخص کا آپ نے زید نام رکھا ہے تو یہ اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے اس کی کسی صفت پر دلالت نہیں کرتا لیکن اس کو ذکر کر کے جب تم کہتے ہو کہ زید شاعر ہے، زید قاری ہے، زید کاتب ہے، زید کاریگر ہے۔ اب اس میں جو دوسرا لفظ ہے اس نے اس کی صفت پر دلالت کی۔ پہلا کسی صفت پر دلالت نہیں کر رہا۔ ہر بندے کا نام اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد اس کی صفات ہوتی ہیں کہ جن کو بیان کرنے سے پہلے کسی ذات کا ہونا ضروری ہوتا ہے تو اس لحاظ سے رب ذوالجلال کا جو اسم شریف اللہ ہے۔ اس میں پہلا موقف یہ ہے کہ علم ہے اور اللہ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرا احتمال

وہ یہ ہے کہ یہ لفظ اللہ اسم مشتق ہے۔

تیسرا احتمال

وہ یہ ہے کہ یہ لفظ اللہ صفت مشتقہ ہے۔

چوتھا احتمال

وہ یہ ہے کہ لفظ اللہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔

marfat.com

اب ان چار احتمالات میں سے جو پہلا احتمال ہے وہ راجح ہے اور زیادہ صحیح موقف ہے کہ لفظ اللہ اللہ تعالیٰ کا نام اور علم ہے۔ جو اس کی ذات کے اوپر دلالت کر رہا ہے۔ اس کے لحاظ سے پورے قرآن مجید کے اندر جس وقت ہم غور کرتے ہیں تو اسی بات کو ایک حمایت میسر آتی ہے۔

چونکہ جو نام ہوتا ہے اس میں تعیین ہوتی ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔ اور اس میں غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ جس کا نام ہے اس لحاظ سے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے اس کے سوا کسی پر دلالت نہیں کرتا تو اگر اس کو ہم عَلَمْ بنائیں گے تو پھر لا الٰہ الا اللّٰہ کو کلمہ توحید کہہ سکیں گے چونکہ اگر نام ہوگا تو ایک ذات پر دلالت کرے گا اور اگر نام نہیں ہوگا بلکہ وصف ہوگا تو وصف سینکڑوں پر بولا جا سکتا ہے۔

وصف تو کئی ذوات پر آسکتا ہے۔ جبکہ مقصد ایک کو معین کرنا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یہ تب ہو سکے گا جب لفظ اللہ کو اللہ کا نام اور علم مانا جائے تو پھر اس سے کلمہ توحید کی جو افادیت ہے اور توحید کا جو مضمون ہے وہ اچھی طرح سمجھا جا سکے گا۔ اس کے ساتھ ہی جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی صفات کا تذکرہ کیا ہے تو جو قانون ہے کہ پہلے نام ہوتا ہے پھر صفتیں ہوتی ہیں تو ایسے قرآن مجید میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر: آیت ۲۴)

اس میں خالق ہونا باری ہونا، مصور ہونا تو صفتیں ہیں کہ خالق پیدا کرنے

والا یہ صفت ہے اس صفت سے پہلے ایک نام ہونا چاہئے کہ کون پیدا کرنے والا ہے تو وہ اللہ ذکر کیا گیا ہے تو اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور بعد میں تمام صفات کو بیان کیا جارہا ہے۔ ایسے ہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جس وقت دعوت دی ہے تو پوری کائنات میں ہر طرف جو جلوہ گری ہے وہ لفظ اللہ کی ہے۔ ربِ ذوالجلال نے سورۃ النحل میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے تھے، ان کو یہ دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہ

(النحل: آیت ۷۹)

"کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان کی فضا میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کو نہیں روکا مگر اللہ تعالیٰ نے۔"

اب یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ کیسے بڑے چیلنج کے مقام پر استعمال فرمایا ہے۔ کہ جن کو میرا پتہ نہیں چل رہا وہ پرندے کو دیکھیں تو انہیں میرا پتہ چل جائے گا کہ اس پرندے کو فضا میں کس نے رکھا ہوا ہے کہ وہ گرنے نہیں دیتا، فرمایا جو نہیں گرنے دیتا وہ اللہ ہے۔ تو اللہ نے ایسے اہم مقام پر لفظ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو تعارف کروایا کہ جن لوگوں کو اللہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

ایسے ہی سورۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ

(اسراء: آیت ۹۹)

"کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

marfat.com

پیدا کیا وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کی مثل کو بھی بنائے۔"

یہ بحث بعد الموت کی بات چل رہی تھی کہ جس وقت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوبارہ لوگوں زندہ کرے گا، اٹھائے گا۔ کفار کہتے تھے اگر مر گئے تو دوبارہ اٹھ نہیں سکتے۔ ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں، خاک میں مل جائیں۔ ہمیں کوئی اٹھا نہیں سکے گا۔ ہمیں کوئی دوبارہ بٹھا نہیں سکے گا۔ جس وقت یہ صورتحال موجود تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بہت بڑے problem کو حل کرنے کے لئے انہیں جو دلیل بتائی وہ یہ ہے کہ:

"کیا وہ نہیں دیکھتے۔"

اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وہ اللہ جو اتنا بڑا آسمان اور اتنی وسیع زمین بنا سکتا ہے کیا وہ ایک چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکے گا تو وہ ضرور بنا لے گا۔

اب یہاں بھی بعث بعد الموت کا مسئلہ سمجھانے کے لئے رب ذوالجلال نے اپنا نام اللہ استعمال فرمایا اور اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو اپنے دربار کی طرف متوجہ کیا۔

سورۃ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ

(عنکبوت: آیت ۱۹)

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ کیسے تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور کیسے

marfat.com

دوبارہ پیدا کرتا ہے؟'' یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یُبْدِیُٔ اللّٰہُ اللہ کا لفظ بولا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ رب ذوالجلال جس کو بھی اپنی قدرتوں کا نظارہ کروانا چاہتا ہے اسے اپنا نام اللہ بول کر اپنی ذات کی طرف متوجہ کر رہا ہے اور منکرین کو بھی اس نام کے اندر اٹریکشن attraction کا وہ انداز دے رہا ہے کہ جو بھی عقل سلیم کے ساتھ اس اسم کی طرف توجہ کرے گا تو اس کو ربِ ذوالجلال کی ذات کا پتہ ضرور چل جائے گا۔

لفظ اللہ کی اصل کا ایک پہلو۔

اب لفظ اللہ کی اصل کے لحاظ سے گفتگو کرتے ہیں جو کہ بہت ضروری ہے۔

لفظ اللہ اصل میں الہ تھا۔ لفظ الہ میں جو ہمزہ ہے اس کو ساکت کر دیا گیا اس کی جگہ الف لام کو استعمال کیا گیا۔

الہ سے ہمزہ جب گرا تو اس کے عوض میں الف لام لایا گیا تو دو لام بن گئے اس طرح الہ سے اللہ بن گیا۔ یہ لفظ اللہ کے بننے کی بات ہے یہ اس صورت میں جب اس کو علم نہ مانا جائے بلکہ مشتق مانا جائے۔ یہ کسی سے بنا ہے اگر چہ اشتقاق کے جو قانون ہیں اس کے لحاظ سے یہ منطبق نہیں ہوگا لیکن کچھ نہ کچھ ایک اصل ضرور مل جائے گا کہ اس میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے اور اس سے پھر لفظ اللہ بن گیا ہے۔

اب جس وقت لفظ اللہ کو الہ سے مشتق مانا جائے تو ہمارے لئے اس میں احتمالات ہیں کہ جن کی وجہ سے ہمیں پتہ چلے گا کہ لفظ الہ کا لغوی معنیٰ کیا تھا کہ جس

marfat.com

کی وجہ سے لفظ اللہ میں وہ معنیٰ موجود ہے۔

لفظ اللہ کے اشتقاقی احتمالات و معانی

یہ احتمالات تفسیر بیضاوی اور تفسیر الکبیر سے ماخوذ ہیں، ترتیب بیضاوی کی ہے

لفظ اللہ اگر الٰہ سے بنا ہے تو اس میں چھ معانی بن سکتے ہیں

•

پہلا معنی

لفظ اللہ الٰہ سے بنا ہے اور اِلٰہ اَلَہَ اِلٰھَۃً اُلُوھَۃً اور اَلُوھِیۃً سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ ہے عبادت کرنا۔ عبادت کرنے والا معنی الوھۃ اور الوھیت میں موجود ہے اس سے جس وقت لفظ الٰہ بنا اور الٰہ سے لفظ اللہ بنا تو اس میں مبنی للمفعول والا معنی موجود ہوگا۔ مطلب کیا ہوگا الٰہ بمعنی مالوہٗ الٰہ بمعنی معبود تو اللہ تعالیٰ کو الٰہ اور اللہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے۔

اب معنوی طور پر ہم نے جب لفظ اللہ کو سمجھا تو لغوی طور پر پہلا اشتقاق کہ جس لفظ سے یہ بنا ہے اس میں عبادت کرنے والا معنی موجود ہے اور اس لحاظ سے اسے جب مفعول پر لائیں گے تو اس کا معنیٰ یہ بنے گا کہ وہ ذات کہ جس کی عبادت کی جاتی ہے تو اللہ کو اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ لہٰذا لفظ اللہ کو اگر مشتق مانیں کہ یہ کسی دوسرے لفظ سے بنا ہے تو پھر اس کا پہلا معنیٰ وہ ہوگا کہ اللہ اس ذات کو کہا جاتا ہے جس ذات کی عبادت کی جائے۔

دوسرا معنی

marfat.com

اِلٰہ اِلَہَ سے مشتق ہے معنی اس کا یہ ہوگا اذا تحیّر یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی حیران رہ جائے۔

اس معنیٰ کے لحاظ سے اللہ اس ذات کو کہا جائے گا کہ جس کی تخلیق کو دیکھ کے، جس کے تذکرے سن کے عقلیں دنگ رہ جائیں، عقلیں حیران رہ جائیں اور جس کی قدرت کے سامنے عقلیں متحیر ہو جائیں، اس ذات کو اللہ کہا جاتا ہے۔

دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرتیں دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ ۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل: آیت ٦٦)

''تمہارے لئے ہم نے جانوروں میں عبرت رکھی ہے۔ ہم تمہیں ان میں سے دودھ پلاتے ہیں (ہم کہاں سے نکالتے ہیں) گوبر اور خون کے درمیان سے نکالتے ہیں۔''

درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ ایک طرف گوبر ہے ایک طرف خون ہے ان دو پلید چیزوں میں سے ہم پاک چیز نکالتے ہیں اور ہماری قدرتوں کا کمال دیکھو۔ ہم نہ گوبر کی بدبو آنے دیتے ہیں نہ خون کی رنگت آنے دیتے ہیں۔ اب یہ لفظ اللہ جس کے بارے میں عقلیں متحیر ہیں اور اللہ کو اللہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ اس کو عقل کے ترازو میں تولا نہیں جا سکتا۔ خرد وشعور کے لحاظ سے اس کی ذات کی جو حقیقت ہے اس کو سمجھا نہیں جا سکتا اور اس کے اندر مفہوم کی ایسی برتری موجود ہے کہ جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے:

marfat.com

اے برتر از وہم و خیال و گمان

از ہر چہ گفتند شنیدیم و خواندہ ایم

ہمارے خیال سے بھی ماوریٰ، ہماری سوچ سے بھی ماوریٰ، جو کچھ پڑھا ہے اس سے اوپر، اور جو کچھ سنا ہے اس کے اوپر، جو کچھ بول رہے ہیں اس کے اوپر اور اس سے وریٰ اس کی ذات ہے۔ تو جو ایسی ذات ہو اس ذات کو لغت کے لحاظ سے اللہ کہا جاتا ہے۔

تیسرا معنیٰ

الہٰ الھت الی فلان سے مشتق ہے۔ اس کا معنیٰ ہے سکون پانا۔

تو اب اس لحاظ سے اللہ کا معنیٰ کیا ہوگا۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کی طرف آنے سے سب کو سکون ملتا ہے۔ سکون دینے والی ذات اور جس سے سکون ملے جس کا نام لیں تو نام سے سکون ملے، جس کی عبادت کریں تو اس کی عبادت سے سکون ملے، جس کا خیال کریں تو خیال کو سکون ملے، اور جس کی پناہ میں آجائیں تو ہر دکھ درد سے سکون مل جائے۔ تو یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے کہ جس کے اندر یہ معنویت موجود ہے کہ جس کا تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ذات جہاں ہر کسی کو سکون ملتا ہو اور جو سکون عطا کرنے والی ذات ہو، اس کو اللہ کہا جاتا ہے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: آیت ۲۸)

''اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہو جاتے ہیں۔''

marfat.com

اللہ کے ذکر سے قلوب کو سکون ملتا ہے اور قلوب کو اطمینان مل جاتا ہے۔ چونکہ یہ ذات ہے اور اس کا نام ایسا ہے کہ جو بھی اس ذات کا تصور کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ سکون عطا فرما دیتا ہے۔

چوتھا معنی

اِلٰہ اَلِہَ سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے اِذَافَزِعَ جب کوئی گھبرا کر کسی کی طرف جائے۔

گھبرا کے کسی کی پناہ تلاش کرے اور گھبرا کے کسی کا سہارا چاہے تو اس وقت اَلِہَ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس لحاظ سے الٰہ وہ ذات ہوئی جس کی طرف گھبراہٹ کے وقت رجوع کیا جاتا ہے اور اللہ وہ ذات ہے کہ جو گھبرائے ہوؤں کو اپنی پناہ عطا فرمانے والی ہے۔

گھبراہٹ کے وقت جب آدمی بے چین ہو جائے، بے سہارا ہو جائے، سارے سہارے ٹوٹ جائیں اور سارے زمانے کی گردش اس کے خلاف ہو جائے۔ اس وقت جہاں اس کو پناہ ملتی ہے اور اس وقت جو ذات بندے کو اپنی رحمت کی چھتری کے نیچے لے لیتی ہے۔ اس ذات کو اللہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا چوتھے معنیٰ کے لحاظ سے یہاں پر یہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ سب کو رب ذوالجلال کے دربار میں پناہ ملتی ہے۔

نسائی شریف میں حدیث شریف موجود ہے جس میں حضرت عکرمہؓ کے ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابوجہل کے بیٹے نے جب اس طرف توجہ کی تو اللہ

marfat.com

نے ان کو کیسا ایمان دیا۔

''حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار تھے اور وہ سارے مشرکین تھے، کشتی سمندر میں تھی۔ ایسے میں طوفان اٹھا، جب طوفان اٹھا:

فَقَالَ اَصْحَابُ السَّفِیْنَةِ اَخْلِصُوْا فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِیْ عَنْكُمْ شَیْئًا

تو کشتی والوں نے کہا اب اس وقت اللہ کے سوا سب کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارے جھوٹے خدا تمہیں نہیں بچا سکیں گے۔

مشرکین بیٹھے تھے، کہنے لگے:

اَخْلِصُوْا

تم صرف اللہ کے لئے مخلص ہو جاؤ۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو۔ وہ جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ تمہیں بچا نہیں سکیں گے وہ تمہارا کوئی فائدہ نہیں کر سکیں گے اور تمہیں منزل تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ جس وقت کشتی کے عمر رسیدہ لوگ یہ بول رہے تھے تو حضرت عکرمہؓ نے اس وقت یہ سوچا اور ان کے ضمیر نے یہ گواہی دی۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر سمندر میں اللہ کے سوا ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا تو پھر سمندر کے باہر بھی اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ سمندر میں جب گھر گئے ہو تو کہتے ہو کہ اللہ ہی بچائے گا اور اب اگر وہ بچائے گا تو باہر بھی وہی بچائے گا۔

حضرت عکرمہ فرمانے لگے:

اِنَّ لَكَ عَلَیَّ عَهْدًا

اے اللہ! میں تجھ سے ایک وعدہ کرتا ہوں۔

marfat.com

اِنْ اَنْتَ عَافَیْتَنِیْ

اگر اس طوفان سے تو نے مجھے بچالیا

تو میں سیدھا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں جاؤں گا

حَتّٰی اَضَعَ یَدِیْ فِیْ یَدِہٖ نضرۃ النعیم ۲/۱۳۸

میں جا کے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

اب یہ وقت تھا کہ جب گھبرائے ہوئے لوگوں کو کہیں سے پناہ نہیں ملتی تو اللہ ان کو پناہ دیتا ہے تو اس الٰہ کے معنیٰ کو سمجھتے ہوئے ایک کافر نے جس وقت اس پر غور کیا تو اس کے دل کی کلی کھل گئی اور بہار آ گئی اس کے بعد وہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

پانچواں معنیٰ

الٰہ اَلِہَ الفصیل سے مشتق ہے۔ فصیل اونٹنی کے بچے کو کہتے ہیں۔ اونٹنی کا بچہ جو اونٹنی سے بچھڑا ہوا ہو اور اس کے بعد جب اس کو نظر آئے۔ بچہ کو دودھ کی بھوک بھی ہو۔ ایسی صورت میں جتنے شوق کے ساتھ اور جوش کے ساتھ وہ اونٹنی کے ساتھ چمٹتا ہے اس کو عربی زبان میں اَلِہَ الفصیل کہا جاتا ہے۔

اب اس سے لفظ اللہ کا اشتقاق بنا تو مطلب کیا ہوا کہ وہ ذات جہاں بندے شوق اور پیار سے جاتے ہیں اور جس ذات کی طرف لوگ اس وارفتگی اور عشق و محبت سے بڑھتے ہیں کہ اس ذات کے لئے ان کے دل میں اتنا پیار ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: آیت ۱۶۵)

''جتنا ایمان والوں کا اللہ سے پیار ہے اتنا کسی کا کسی سے پیار نہیں ہے۔''

وہ دیکھو جھوٹے بتوں کے پجاری کو جب مشکل وقت آیا تو بت کچھ نہ کر سکے انھوں نے ان پر عدم اعتماد کیا۔ لیکن اللہ والوں کے بدن اگر آریوں سے چیر بھی دیئے جائیں اور ان کے بدن سے چمڑے اتار بھی لئے جائیں تو پھر بھی یہ اللہ کی محبت سے کبھی منہ پھیرتے نہیں ہیں پھر بھی اس کی محبت کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ شوق و جنون ان میں موجود ہوتا ہے۔ جس ذات کے ساتھ اس طرح پیار کیا جائے۔ اس ذات کو اللہ کہتے ہیں۔

پانچ معانی اس لحاظ سے تھے کہ لفظ اللہ اِلٰہ سے بنا اور اِلٰہ میں پہلے نمبر پر ہمزہ ہے۔

چھٹا معنی

اِلٰہ اصل میں وِلٰہ تھا اور ولاہ وَلِہَ سے بنا ہے۔ واؤ سے پھر ہمزہ بنا اور اِلٰہ بن گیا۔ اِلٰہ سے پھر الف کو اتارا تو اس کے عوض میں الف لام لگایا گیا تو اللہ بنا۔

اب جس وقت یہ اصل میں وِلٰہ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا:

وَلِہَ اذا تحیّر و تخبّط عَقْلُہٗ

یہ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی کسی ذات کے بارے میں اتنا متحیر ہو جائے، اتنا متحیر ہو جائے کہ اس کی عقل جنوں کی حالت اختیار کر جائے اور وہ مجنوں بن جائے اور اس میں دیوانگی آجائے تو اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اللہ سے

marfat.com

تعبیر کیا جاتا ہے کہ جو شخص کائنات میں غور کرتا ہے تدبر کرتا ہے اس کی رب ذوالجلال کی ذات کے بارے میں ایسی دیوانگی آجاتی ہے اور اتنا متحیر ہو جاتا ہے کہ وہ کسی اور کو دیکھنا پسند ہی نہیں کرتا وہ جدھر بھی دیکھتا ہے رب ذوالجلال کے جلوؤں کا مشاہدہ کرتا ہے اور کائنات کی ہر چیز سے اس کے خالق کی طرف اس کی سوچ جاتی ہے۔ جو ایسی ذات ہو اس کو اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لفظ اللہ جو الٰہ سے بنا ہے۔ اب اس کے مقابلے میں جو ساتواں معنیٰ ہم بیان کریں گے، وہ یہ ہے:

ساتواں معنیٰ

لفظ اللہ اصل میں لاہ سے بنا ہے۔ لاہ سے تبدیلی کر کے لفظ اللہ بنایا گیا۔ لاہ ہو تو پھر اس کا معنیٰ کیا ہوگا۔ لاہ کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک وہ ذات جو پردے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

"آنکھیں اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں مگر اللہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے۔"

اب کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جو کہے کہ ہم نے رب کو جاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لفظ کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ ان آنکھوں میں اتنی طاقت ہی نہیں ہے کہ یہ اس کی ذات کا کسی طرح احاطہ کر سکیں اور ذات کا پوری طرح ادراک کر سکیں۔

آٹھواں معنیٰ

لفظ اللہ لاہ سے بنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرتفع عن کل شیء اس ذات کو کہا

marfat.com

جاتا ہے جو ہر شے سے عالی ہو مطلب کیا ہے کہ وہ انسان کی سوچ سے عالی ہے، انسان کے خیال سے عالی ہے، انسان اور اس کے علاوہ جتنے اوہام ہیں یا عیوب کی چیزیں ہیں ان سے وہ عالی ہے، ان سے وہ پاک ہے اور ان سے بلند ہے۔

جو ایسی ذات ہو اس ذات کو اللہ کہا جاتا ہے۔

نواں معنیٰ

لفظ اللہ سریانی زبان کا لفظ ہے تو پھر یہ لاھا سے بنا ہے۔ لاھا کے آخر میں الف ہے۔ جس طرح کہ فارسی میں آخری الف ندا کے لئے بولا جاتا ہے اور ہماری زبان میں بھی اس طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خالد نامی آدمی ہے تو ہم اس کو خالدا کہتے ہیں۔ فارسی والے کریم سے کریما کہتے ہیں۔ کریما کا معنیٰ ہوتا ہے اے کریم۔

ایسے سریانی میں لاہ سے لاھا ہوا یعنی اے لاہ تو لاہ کا معنیٰ سریانی زبان میں معبود ہے۔ اب اس سے لفظ اللہ کو بنایا گیا۔ تو یہ اس وقت بمعنیٰ معبود ہوگا۔ لیکن یہ ایک کمزور احتمال ہے۔ اس سے پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید میں عجمی الفاظ موجود ہیں، جو کہ غیر عربی ہیں۔ جبکہ قرآن مجید فصیح کلام، عربی پر مشتمل ہے اس واسطے سب سے پہلا جو ہم نے بیان کیا تھا، اس میں سب سے زیادہ حکمتیں ہیں۔ یہ اللہ کی ذات کا علم ہے اور اس کا نام ہے اور اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں اتنی جامعیت ہے کہ باقی ناموں میں جتنے معانی ہیں وہ اس ایک نام کے اندر موجود ہیں۔

marfat.com

اسم جلالت کے آداب

ملا علی قاری نے مرقات میں کہا ہے:

يُحْتَرَزُ مِنْ مَدِّ هَمْزَةِ الْجَلَالَةِ وَمِنْ اَشْبَاعِ هَاءِ اَكْبَرَ فَاِنَّهُ يُكَفِّرُ مُتَعَمِّدُ ذَالِكَ (مرقات ۲/۲۵۰)

''لفظ اللہ کے ہمزہ کو مد سے پڑھنا ناجائز ہے اور اگر کوئی جان بوجھ کر پڑھے گا تو کفر ہو جائے گا۔''

مد سے کیسے پڑھے گا؟

آللہ اگر اس طرح کوئی پڑھے گا تو معنیٰ بنے گا:

کیا اللہ ہے؟

تو پھر جب ہم نماز میں پڑھتے ہیں اللہ اکبر۔ اگر کسی نے آللہ اکبر کہا تو پھر یہ ہوگا کہ بندے کو شک ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے یا بڑا نہیں ہے؟

اس لحاظ سے جان بوجھ کر اگر کہے گا تو کفر تک بات پہنچ جائے گی۔ اور یہ وہ خطرات ہیں جن کی وجہ سے ہم نے ان لوگوں کو روکا جو لفظ اللہ کو میوزک کی شکل میں پڑھتے ہیں۔ اس کے اندر کئی قباحتیں آ رہی تھیں:

1- لفظ اللہ اتنا بڑا نام ہے۔ اس کو میوزک کے بدل کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

2- اگر اس کے ہمزہ کو وہ مد سے پڑھیں گے تو ناجائز ہے بلکہ عمداً ایسے پڑھنا کفر تک پہنچا دے گا

marfat.com

یہ لفظ اللہ اتنا عظیم ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّہٗ یُجَاءُ بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَنْظُرُ فِیْ اَحْوَالِ نَفْسِہٖ فَلَا یَرٰی لِنَفْسِہٖ حَسَنَةً اَلْبَتَّةَ، فَیَاْتِیْہِ النِّدَاءُ یَا فُلَانُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِعَمَلِكَ، فَیَقُوْلُ: اِلٰهِیْ! مَاذَا عَمِلْتُ؟ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلَسْتَ لَمَّا کُنْتَ نَائِمًا تَقَلَّبْتَ عَنْ جَنْبٍ اِلٰی جَنْبٍ لَیْلَةَ کَذَا فَقُلْتَ فِیْ خِلَالِ ذٰلِكَ "اَللّٰہُ" ثُمَّ غَلَبَكَ النَّوْمُ فِی الْحَالِ فَنَسِیْتَ ذٰلِكَ، اَمَّا اَنَا فَلَا تَاْخُذُنِیْ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ فَمَا نَسِیْتُ

خلاصہ یہ ہے

"قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائے گا وہ اپنے نامہ اعمال کو دیکھے گا تو اسے کوئی نیکی نظر نہیں آئے گی۔ اس کو آواز آئے گی، اے فلاں! اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جا۔ تو وہ بندہ کہے گا، اے اللہ! میرا کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے میں جنت میں جاؤں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ جب تو سویا ہوا تھا تو جب تو نے ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف کروٹ بدلی، کروٹ بدلتے ہوئے تو نے کہا تھا "اللہ"۔ تم پر نیند غالب آ گئی، تو بھول گیا کہ تو نے اللہ کہا ہے۔ لیکن مجھے تو اونگھ بھی نہیں آتی اور نہ ہی نیند، اسلئے میں نہیں بھولا۔ اس رات جو تو نے میرا نام لیا تھا اس کی برکت سے تو جنت میں داخل ہو جا۔"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اسم شریف کے صدقے جنت عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 2

مفاہیم اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی آلِهٖ
وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَهْدَهٗ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراطِ مستقیم کی طرف سے منعقدہ فہمِ دین کورس میں آج ہمارا موضوع ہے:

مفاہیم اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال کے اسم جلالت اسم ذات اللہ کا تذکرہ ہو یا رسول اللہ ﷺ کے اسم ذات محمد ﷺ کا تذکرہ ہو، یہ اسماء اتنے عظیم ہیں۔

هزار بار بشویم دهن زمشك و گلاب

هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

یہ خالق کائنات جل جلالہ کا ہم پر فضل و کرم ہے کہ رب ذوالجلال نے ہمیں ایسی مقدس گفتگو کرنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ آج ہم اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے اسم شریف محمد ﷺ سے متعلق چند ضروری باتیں اپنے درس کا حصہ بنا رہے ہیں۔

اسم شریف محمد ﷺ اور قرآن مجید

marfat.com

قرآن مجید برھان رشید میں رب ذوالجلال نے چار مقامات پر ہمارے محبوب علیہ السلام کا تذکرہ اس اسم شریف کے ساتھ کیا ہے ورنہ تو پورا قرآن مجید اول سے لے کر آخر تک مختلف حوالوں سے ہمارے محبوب علیہ السلام کی ایک نعت ہے، مختلف اوصاف، القاب اور اسماء قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اسم شریف محمد ﷺ کو سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ میں رب ذوالجلال نے یوں ذکر کیا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

"حضرت محمد ﷺ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور آپ سے پہلے متعدد رسل دنیا میں آ کے دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔"

آیت نمبر ۲

سورۂ احزاب میں خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(احزاب: آیت ۴۰)

"حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سارے انبیاء کرام علیہ السلام میں سے آخری نبی ہیں۔"

آیت نمبر ۳

سورۂ محمد ﷺ میں خالق کائنات جل جلالہ نے یوں تذکرہ کیا ہے:

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد: آیت ۲)

"وہ لوگ ایمان لائے اس چیز پر جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔"

یعنی قرآن مجید وہ ان کے رب کے پاس سے حق ہے

marfat.com

''میں محمد ﷺ ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ

سید عالم ﷺ کے اسماء مبارکہ کے بارے میں بڑی حسین بحث تعداد کے لحاظ سے بھی موجود ہے۔ یہ حدیث جو میں نے ابھی پڑھی۔ اس کی جو بعض روایات ہیں ان میں یہاں لفظ خمسہ موجود ہے کہ میرے پانچ نام ہیں تو پانچ نام بطور خاص یا تو اس لئے بیان کئے کہ جو رب کائنات نے اپنی طرف سے آپ کے نام رکھے ان کا ذکر پانچ کے لحاظ سے کیا اور جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے طور پر بیان کئے اور ان اوصاف کے لحاظ سے جو آپ میں جامعیت موجود ہے وہ اس سے علاوہ ہیں یا جس طرح میں نے جو بخاری شریف کی روایت پڑھی اس میں لفظ خمس موجود نہیں ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو دیگر زائد اسماء ہیں جن کا ابھی میں تذکرہ کروں گا۔ خمس سے اس کی نفی مقصود نہیں اور یہ صرف پانچ نام ایک ہی مناسبت کے جو تھے ان کو رسول اللہ ﷺ نے اکٹھا بیان کر دیا ہے اور اس سے پانچ سے زائد کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے۔

اس واسطے سید عالم ﷺ کے ننانوے اسماء مبارکہ وہ قرآن وسنت کے اندر تفصیل کے ساتھ موجود ہیں بلکہ مواہب للدنیہ کے اندر تفصیل کے ساتھ چار سو سے زائد اسماء کا حروف تہجی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یعنی صرف گنتی ہی نہیں بیان کی گئی بلکہ باقاعدہ چار سو سے زائد اسماء کا حروف تہجی کی ترتیب سے مواہب للدنیہ کے اندر ذکر کیا ہے۔

قاضی ابو بکر بن عربی کی جو تفسیر احکام القرآن ہے اس میں انہوں نے رسول

marfat.com

اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً

میرے کئی نام ہیں۔

اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ

میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں اور میں ماحی ﷺ ہوں۔ ماحی سے مراد وہ ذات کہ جنہیں بھیج کر اللہ نے کفر کو مٹایا ہے۔"

مشکوٰۃ شریف: ص: ۵۱۵

ماحی کا معنی ہے مٹانے والا تو مجھے رب ذوالجلال نے کفر مٹانے کے لئے بھیجا ہے۔

وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ

"میں حاشر ہوں کہ سارے لوگوں کا حشر میرے قدموں پہ ہوگا۔"

یعنی پہلے میں اٹھوں گا میرے پیچھے پیچھے میدان حشر میں سارے اٹھیں گے۔

وَاَنَا الْعَاقِبُ

"اور میں عاقب ہوں۔"

میرا نام عاقب ہے عاقب کا معنیٰ خود بیان کرتے ہیں۔

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ

"عاقب وہ ذات ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔"

مجھے میرے رب نے عاقب کا اسم شریف عطا فرمایا ہے۔ تو اس جگہ اسماء میں سے پہلے نمبر پر سید عالم ﷺ نے خود اپنا اسم شریف محمد ﷺ اس طرح بیان کیا کہ

اَنَا مُحَمَّدٌ

marfat.com

توقیفی ہونے کا معنی یہ ہے کہ یا تو وہ اسماء جو رب ذوالجلال نے آپ کے بتائے ہیں، وہ لئے جائیں یا وہ اسماء جو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان کئے یا پھر وہ اسم شریف جو آپ کے دادا جان نے آپ ﷺ کا اسم مبارک رکھا حضرت محمد ﷺ۔ تو یہ توقیفی ہونے کا مطلب ہے کہ کوئی بندہ اپنی طرف سے حضرت محمد ﷺ کا نام معین کر کے مختص کر کے نہیں رکھ سکتا۔ ہاں اوصاف اور رسول اللہ ﷺ کے مناقب اور فضائل کو مختلف لفظوں کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔

اسم شریف محمد ﷺ حمد سے مشتق

اسم شریف محمد ﷺ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اسماء گرامی میں سے ایک خاص اسم شریف ہے جس کے خصائص ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

یہ اسم شریف حمد سے مشتق ہے۔ محمد ﷺ کا لغوی معنی امام سہیلی نے روض الانف میں جو سیرت ابن ہشام کی شرح ہے اس میں انہوں نے بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے:

فَالْمُحَمَّدُ فِی اللُّغَةِ هُوَ الَّذِیْ یُحْمَدِ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ

روض الانف ۱/۱۸۲

"لغت میں محمد ﷺ اس ذات کو کہتے ہیں کہ ہر وقت جن کی تعریف کی جائے، جن کی حمد کا سلسلہ ہر وقت جاری رہے۔"

ہر وقت جن کے فضائل بیان ہوتے رہیں۔ ہر وقت جن کی شان کا تذکرہ ہوتا رہے، اس ذات کو محمد ﷺ کہتے ہیں۔

marfat.com

اللہ ﷺ کے ایک ہزار اسماء کا قول کیا ہے۔ کہ سید عالم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد ایک ہزار ہے لیکن نسیم الریاض میں امام شہاب الدین خفاجی نے ابن فارس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کے دو ہزار دو سو اسماء ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ اور تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے اسماء میں سے ۳۲ اسماء اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ جو ہیں ان میں سے ۳۲ اسماء سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو دیئے گئے ہیں۔ ان ۳۲ اسماء کا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں ذکر کیا ہے اور نسیم الریاض میں امام شہاب الدین خفاجی نے ان کی شرح کو بیان کیا ہے

ایسے ہی خصائص کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ۳۲ اسماء کا ذکر کیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے بھی ہیں۔ خالق کائنات کے وہ اسماء حقیقی طور پر ہیں اور وہی اسماء رب ذوالجلال نے اپنے محبوب ﷺ کے عظیم مقام کو ظاہر کرنے کے لئے آپ کو بھی عطا فرمائے ہیں۔

اسماء توقیفی

یہاں جس وقت اسماء کی بحث ہوتی ہے تو اس میں یہ قول نسیم الریاض میں موجود ہے اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کے اسماء بھی توقیفی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں جو شریعت میں آگئے ہیں ہم اپنی طرف سے نام نہیں رکھ سکتے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے اسماء بھی توقیفی ہیں لیکن

marfat.com

ذوالجلال نے وہ اسم مبارک عطا کیا ہے جس کو حمد سے بنا کر خالق کائنات جل جلالہٗ نے بیک وقت ایک ہی نام کے اندر اپنے محبوب علیہ السلام کو کروڑ ہا صفات دینے کا اعلان فرمایا ہے۔

چونکہ محمد ﷺ جب حمد سے بنا ہے تو حمد کی **defination** بھی کرنی چاہئے تو حمد عربی میں کہتے ہیں:

هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيلِ الْاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

یعنی جس کی حمد کی جائے وہ محمود ہوگا حمد تب ہوگی کہ جس خوبی پر حمد کر رہے ہیں وہ اس کے اختیار میں ہو اگر اس کے اختیار میں نہ ہو تو اس کو حمد نہیں کہتے۔ اس کو عربی زبان میں مدح کہتے ہیں۔ یعنی مدح عام ہے، جس کی مدح کی جا رہی ہے وہ صفت اس کے اختیار میں ہو یا اختیار میں نہ ہو لیکن حمد کا عربی زبان کے اندر اطلاق اس لحاظ سے ہوگا کہ جس خوبی پر کسی کی حمد کی جا رہی ہے، وہ خوبی محمود کے اختیار میں ہو ورنہ اس کو حمد نہیں کہہ سکیں گے۔

تو اب حمد کا یہ مطلب ہوا کہ زبان کے ساتھ تعریف ہو اور اس خوبی کی بنیاد پر ذات کی تعریف کی جا رہی ہے، وہ خوبی اس ذات کے اختیار میں ہو۔ آگے تعریف کرنے والے پر اس ذات کا کوئی کرم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس کی طرف سے کوئی انعام ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس کو حمد کہا جاتا ہے۔

چونکہ اگر انعام کے جواب میں تعریف کی جائے تو پھر اس کو شکر کہا جاتا ہے اور انعام ہو یا نہ ہو۔ کسی ذات کی تعریف کی جائے اور جس وصف پر تعریف کی جا رہی ہے وہ

marfat.com

چونکہ یہ گرائمر کے لحاظ سے، صرف کے لحاظ سے مفعّل کا وزن ہے اور مفعّل کے وزن پر جو لفظ آتا ہے۔ اس میں اس کے مادہ اشتقاقی یعنی Origin کا تکرار پایا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر تم لفظ مکرم بولتے ہو تو مکرم وہ ہوگا کہ جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ بار بار جس کی عزت کی جائے، توقیر کی جائے تو اس لحاظ سے محمد ﷺ چونکہ مفعّل کے وزن پر ہے تو اس کی تعریف یہ کی گئی یحمد حمدا بعد حمد۔ کہ جس ذات کی لحہ بہ لحہ ہر وقت تعریف و توصیف کی جا رہی ہو۔

دوسرا معنیٰ اس کا نضرۃ النعیم کے اندر یوں بیان کیا گیا:

اَلَّذِیْ یَسْتَحِقُّ اَنْ یُّحْمَدَ مَرَّۃً بَعْدَ اُخْرٰی

نضرۃ النعیم: ۲۳۵۴/۱

محمد ﷺ اس ذات کو کہتے ہیں کہ جس کا یہ حق ہے کہ ان کا ہر وقت ذکر خیر جاری رہے اور ہر وقت ان کی تعریف ہوتی رہے۔ ایسی ذات کو لغت کے لحاظ سے محمد ﷺ کہا جاتا ہے۔

چونکہ یہ اسم شریف ہمارے محبوب ﷺ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں سے منفرد نام ہے۔ رب ذوالجلال نے کسی پیغمبر کا نام ایسا نہیں رکھا کہ جس کے نام کو اللہ نے اپنے نام سے مشتق کیا ہو، جس کے نام کو اپنے نام سے بنایا ہو۔ یہ ہمارے محبوب علیہ السلام ہیں کہ رب ذوالجلال کا اپنا نام محمود ہے وہ بھی حمد سے بنا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کا نام بھی حمد سے مشتق کیا، یعنی دونوں کا Origin ایک ہے، مادہ اشتقاق ایک ہے۔ محبوب علیہ السلام کو رب

ختم نہیں ہوتیں اس واسطے یہ ذات مستحق ہے کہ انکو محمد ﷺ کہا جائے اور پھر رب ذوالجلال کا ان پر کتنا کرم ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے اتنی صفتیں دے دی ہیں کہ یہ محمود ہیں ان کی حمد کی گئی ہے کس کی طرف سے، اللہ کی طرف سے بھی، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے بھی، تمام انبیاء کرام کی طرف سے بھی، اہلِ سموٰت کی طرف سے بھی، اور اہل ارض کی طرف سے بھی، سب کی طرف سے حمد ہو رہی ہے اور پھر ان کی صفات میں مسلسل ایک نیا انداز سامنے آرہا ہے جس کو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا تھا۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

یا رسول اللہ ﷺ تمہارے اوصاف اتنے ہیں کہ گننے سے ختم ہی نہیں ہوتے اور جب کسی کی شانیں گننے سے ختم ہو جائیں تو یہ ایک عیب ہوتا ہے اور تمہارے رب نے تجھے اس عیب سے بھی پاک پیدا فرمایا ہے۔

اب یہاں سے یہ بات کتنی واضح ہوگئی کہ جو لوگ ہمارے محبوب علیہ السلام کا تذکرہ کریں اور پھر یہ کوشش کریں کہ کوئی کمی کی جائے بخل کیا جائے اور ان کی عظمت کو تھوڑا بیان کیا جائے اور تذکرے ہر وقت نہ ہوں۔ یہ لفظ محمد ﷺ کا تقاضا ہی نہیں ہے۔ لفظ محمد ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو ایسی شانیں دی ہیں، اتنے کمالات دیئے ہیں کہ سب بیان کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں اور پھر بھی نہ حق پورا ہوتا ہے اور نہ ہی ان شانوں کا کوئی اختتام اور انتہا نظر آتی ہے۔

marfat.com

وصف اس ذات کے اختیار میں ہو تو ایسی تعریف کو عربی زبان میں حمد کہا جاتا ہے۔

ہمارے اردو ادب میں حمد اور نعت کا ایک تصور ہے اس کا عربی زبان کی اس تعریف سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم اس زبان کی بات کر رہے ہیں جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس کے لحاظ سے یہ تعریف ہے۔

هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

تو اب اس بنیاد پر جس وقت ہم یہ کہتے ہیں محمد ﷺ ہمارے محبوب کا اسم شریف ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر لحہ آپ کی تعریف کی جاتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ رب ذوالجلال کی طرف سے آپ کو ایسے فضائل دیئے گئے ہیں، ایسے کمالات دیئے گئے ہیں، ایسی خوبیاں دی گئیں ہیں یا اتنی دی گئیں ہیں کہ گننے والوں سے ختم نہیں ہوسکیں اور وہ بار بار گنتے ہیں، کئی کا تکرار کرتے ہیں، دوبارہ ذکر کرتے ہیں، سہ بار ذکر کرتے ہیں جس جہت سے بھی لو تو کمال موجود ہے۔ اگر کوئی دہراتے ہیں تو پھر یہ کمال ہے کہ خوبیوں کے اندر اتنی لذت ہے کہ انسان کبھی اکتاتا نہیں ہے، جب بھی ذکر کرتا ہے نئی لذت ملتی ہے، نئی مٹھاس ملتی، نئی چاہت ملتی ہے، تو اس واسطے تم میٹھا میٹھا سمجھ کر کے اس نام کا تذکرہ کرتے ہو کہ اس کی جتنی بھی صورتیں بیان کی جاتی ہیں وہ کبھی پرانی نہیں ہوتیں انکی چمک ماند نہیں پڑتی اور ان سے دل اکتاتا نہیں ہے جب بھی ان کی عظمتوں کا ذکر ہوتا ہے تو دل میں ایک نئی مٹھاس اور نئی لذت حاصل ہوتی ہے۔

دوسری طرف یہ ماننا پڑے گا کہ وہ شانیں اتنی ہیں کہ جن کو ہم بیان کریں تو

marfat.com

صدیاں گزر گئیں اور آپ کی آمد کے زمانے کے قرب سے پہلے کتنا زمانہ گزرا ہے۔

ہر بندے کی سوچ آزاد تھی، خیال آزاد تھا کہ اپنے لخت جگر کے لئے اچھے سے اچھا نام تلاش کرے مگر کسی کی سوچ اس نام تک نہیں پہنچی کیونکہ جس طرح سرکار کی ذات اللہ کی محبوب ہے آپ کا نام بھی محبوبیت کے درجے پر فائز ہے۔

تو جس طرح محبوب کے خاص حسن کو اپنی ذات کے لئے اس نے مختص کیا ہے اور یہاں تک کہ آپ کی آمد کے بعد بھی آپ کا پورا حسن کائنات پر ظاہر نہیں ہوا۔ ورنہ کوئی آنکھ دیکھنے کے قابل ہی نہ ہوتی۔ تو اس یکتا ذات کے لئے رب ذوالجلال نے یکتا اسم پسند کیا اور اس اسم شریف کو اللہ تعالیٰ نے تمام صدیوں اور سالوں کے اندر لوگوں کی سوچ سے بھی محفوظ کر کے رکھا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو میرے نبی ﷺ نبوت کا اعلان کریں تو پھر لوگوں کو اس نام کی وجہ سے شک پڑ جائے کہ ایک اس نام کا بندہ فلاں جگہ بھی رہتا ہے اور فلاں جگہ بھی ایسا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے اور پسند ہے کہ ان کے نام جیسا بھی کسی دوسرے کا نام نہ ہو جس نے نام میں اتنی یکتائی رکھی ہے۔ اس نے محبوب کی ذات کو کتنی یکتائی عطا فرمائی ہوگی۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ کی آمد کا زمانہ قریب ہو گیا۔ بڑے چرچے تھے کہ ایک ایسی شخصیت آئے گی جن کے کمالات تورات میں ہیں، زبور میں ہیں، انجیل میں ہیں اور پھر اسم شریف کا تذکرہ ہوا تو جب لوگوں نے اس اسم شریف کے شہرے سنے تو کچھ لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھ دیا۔

marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے جو لفظ محمد ﷺ کی حیثیت ہے۔
حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے اندر اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو آپ کے رب نے محمد ﷺ کیوں کہا؟

لِاَنَّ اللّٰہَ جَمَعَ لَہٗ مِنَ الْمَحَامِدِ وَ صِفَاتِ الْحَمْدِ مَالَا یُجْمَعُ لِغَیْرِہٖ

(مرقاۃ: ۲/۳۳۹)

رب ذوالجلال نے تمام مخلوقات میں سے آپ کے اندر وہ صفتیں رکھی ہیں جو آپ کے سوا کسی میں نہیں رکھی۔

لہٰذا آپ کی ذات کا یہ حق ہے کہ آپ کی ذات کو محمد ﷺ کہا جائے اس واسطے کہ جتنی خوبیاں اور کمالات مخلوق میں ہو سکتے ہیں، خالق کے سوا خالق کائنات نے آپ کے سوا مجموعی طور پر کسی کو عطا نہیں کیں، خالق کائنات نے وہ صرف آپ کو ہی عطا کی ہیں۔ اس وجہ سے آپ کی ذات کا نام محمد ﷺ رکھا دیا گیا ہے۔

یکتا ذات کا یکتا نام

جس طرح ہمارے محبوب کی ذات یکتا ہے ایسے ہی محمد ﷺ نام یکتا ہے۔

ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو

جس انداز میں ذات ہے اسی انداز میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نام بھی دیا کہ دیکھو کب سے انسان آ رہے تھے، مگر رب ذوالجلال نے یہ نام اپنے محبوب کے لئے چھپا کے رکھا ہے۔ بڑے بڑے شہنشاہوں کے گھر بچے پیدا ہوتے رہے، اچھے سے اچھے نام کی تلاش میں کوشش کی جاتی رہی، ہمارے نبی ﷺ کی ولادت سے پہلے کتنی

marfat.com

ناموں کا ایک پشت بعد یا دو پشتوں بعد تکرار ہوتا رہتا تھا۔ تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ اس نام کا تمہارے خاندان میں کوئی فرد نہیں ہے۔ تم نے اپنے پوتے کا نام محمد ﷺ کس لئے رکھا؟

تو جس وقت حضرت عبدالمطلب نے یہ بات سنی تو پھر ان کا عقیدہ دیکھئے کتنا شائستہ تھا اور ان کے افکار کتنے تازہ تھے۔ حضرت عبدالمطلب فرمانے لگے:

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّحْمَدَہٗ اَهْلُ الْاَرْضِ كُلُّهُمْ

مجھے یہ امید ہے کہ تمام زمین والے میرے اس بیٹے کی تعریفیں کریں گے۔

ولادت کے وقت ان کا یہ نظریہ تھا۔ یہ عقیدہ تھا، سرکار کی پیشانی کو دیکھ کر سرکار کے انوار کو دیکھ کر اور سرکار کے جمال کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ بیٹا عام بیٹا نہیں، پوری کائنات ان کی تعریفیں کرے گی اور جن کا ہر کوئی مدح خوان ہو اور ہر کوئی تعریف کرنے والا ہو وہ پھر محمد ﷺ ہوتا ہے۔

اس واسطے دادا جان نے لوگوں کو بتا دیا کہ میں اس امید پر یہ نام رکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو وہ شان دینے والا ہے کہ کائنات میں ہر طرف ان کی عظمتوں کے ڈنکے بج رہے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک خواب کا تذکرہ فرمادیا۔ کہنے لگے، میں نے خواب میں دیکھا۔

كَانَ عَبْدُالْمُطَّلِبِ قَدْ رَاٰى فِی الْمَنَامِ كَاَنَّ سُلْسَلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَدْ خَرَجَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ لَهَا طَرْفٌ فِی السَّمَاءِ وَطَرْفٌ فِی الْاَرْضِ وَ طَرْفٌ فِی الْمَشْرِقِ وَ طَرْفٌ فِی الْمَغْرِبِ ثُمَّ عَادَتْ كَاَنَّهَا شَجَرَةٌ عَلٰی كُلِّ وَرَقَةٍ مِّنْهَا نُوْرٌ وَاِذَا

marfat.com

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے چھ لوگوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ساتواں کوئی ایسا نہیں تھا۔ ان چھ بچوں کے نام نبی اکرم ﷺ کی آمد کے زمانے کے قریب اس شوق سے والدین نے رکھے کہ شاید وہ کمالات جن کے بیان ہو رہے ہیں، وہ ہمارے بیٹے کے حصے میں آجائیں۔ لیکن ان چھ پر بھی اللہ کی قدرت کا یہ پہرہ رہا کہ ان میں سے کوئی بھی نبوت کا دعویٰ نہ کر سکا کہ جس کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے اس اختصاص کے لحاظ سے کسی کے لئے کوئی مشابہت بن سکتی ہو یا کسی کو وہم یا شک گذر سکتا ہو۔

اس واسطے یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ نے نبوت کے فورم پر صرف اور صرف اپنے محبوب کے لئے پسند کیا اور اس نام کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی عظمتوں کا اعلان فرمادیا۔

اسم شریف محمد ﷺ کا پس منظر

ہم جس وقت اسم شریف کا پس منظر دیکھتے ہیں تو اس اسم شریف کا پس منظر بڑا عجیب ہے۔

اس کی تفصیل مواہب لدنیہ میں موجود ہے۔ دیگر درجنوں ماخذ میں بھی یہ بات موجود ہے کہ جس وقت محبوب علیہ السلام کی ولادت ہوگئی تو جناب عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد ﷺ تجویز کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ کس لئے تم نے یہ نام رکھا حالانکہ اس وقت عربوں میں یہ مشہور تھا کہ وہ اپنے بچوں کے وہی نام رکھتے تھے جو ان کے آباء اجداد میں ہوتے تھے۔ انہی کو استعمال کرتے تھے اور بار بار ایسے ہی

marfat.com

درخت تھا اس کا ہر پتا نور تھا اور اس کے ہر پتے سے نور کا ایک جلوہ مجھے نظر آرہا تھا۔

فرماتے ہیں میں نے دیکھا جب پتے پتے سے نور برسنے لگا۔

اِذَا اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَاَنَّهُمْ يَتَعَلَّقُوْنَ بِهَا

اس ایک درخت کو مشرق والے بھی پیار سے دیکھتے تھے اور مغرب والے بھی پیار سے دیکھتے تھے۔

ساری کائنات کی نگاہیں اس درخت پر پڑی ہوئی تھیں اور ساری کائنات سمٹ کر اس درخت کی طرف اپنی عقیدتوں کا رخ کئے ہوئے تھی۔ کہتے ہیں جس وقت میں نے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر میں نے پوچھی تو مجھے معبرین نے کہا کہ

فَعُبِّرَتْ لَهٗ بِمَوْلُوْدٍ يَّكُوْنُ مِنْ صُلْبِهٖ

کہ تمہاری پشت سے ایک ایسا لختِ جگر ظاہر ہوگا۔ تمہاری نسل میں سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا۔

يَتَّبِعُهٗ اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَاَهْلُ الْمَغْرِبِ

سارے مشرق و مغرب والے ان کے پیروکار ہوں گے۔

ساری کائنات ان کو مانے گی ان کا کلمہ پڑھے گی اور ان کے پیچھے چلے گی۔

وَيَحْمَدُهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ وَاَهْلُ الْاَرْضِ

آسمان والے بھی ان کی تعریف کریں گے اور زمین والے بھی ان کی تعریف کریں گے۔

لہٰذا یہ خواب اور اس کی یہ تعبیر حضرت عبدالمطلب کے سامنے موجود تھی تو

marfat.com

اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَاَنَّهُمْ يَتَعَلَّقُوْنَ بِهَا فَعَبَّرْتُ لَهٗ بِمَوْلُوْدٍ يَّكُوْنُ مِنْ صُلْبِهٖ يَتَّبِعُهٗ اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَاَهْلُ الْمَغْرِبِ وَيَحْمَدُهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ وَاَهْلُ الْاَرْضِ فَكَذَالِكَ سَمَّاهُ مُحَمَّدًا ﷺ

آپ فرماتے ہیں:

كَاَنَّ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَدْ خَرَجَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ

میری پیٹھ سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی ہے ایک چین ہے چاندی کی جو میری پیٹھ سے نکلی ہے میں نے اس کو دیکھا کہ وہ اتنی لمبی ہے کہ

لَهَا طَرْفٌ فِي السَّمَاءِ وَطَرْفٌ فِي الْاَرْضِ وَ طَرْفٌ فِي الْمَشْرِقِ وَ طَرْفٌ فِي الْمَغْرِبِ

اس چین کا ایک کنارہ آسمانوں پر ہے دوسرا کنارہ زمین پر ہے اور پھر اس چین کا ایک سرا مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں ہے۔ پوری کائنات اس زنجیر نے اپنے احاطہ میں لے رکھی ہے

ثُمَّ عَادَتْ كَاَنَّهَا شَجَرَةٌ

پھر وہ چین جس وقت سمٹی تو ایک درخت کی شکل اختیار کر گئی

جب وہ درخت میں نے دیکھا

عَلٰى كُلِّ وَرَقَةٍ مِّنْهَا نُوْرٌ

اس درخت کے ہر پتے میں نور تھا

وہ میری پشت سے نکلنے والی زنجیر سمٹ کر درخت بن گئی اور وہ درخت نوری

marfat.com

اللہ کیطرف سے ازل میں رکھا گیا تھا اور آپ کے دادا جان کے دل میں اس کا القا کر دیا گیا۔

ورنہ اس سلسلہ میں مواہب لدنیہ کے اندر یہ بات موجود ہے کہ رب ذوالجلال نے مخلوق کے کسی فرد کو بھی پیدا نہیں کیا تھا اس سے بیس لاکھ سال پہلے اللہ نے اپنے محبوب کا نام محمد ﷺ رکھا اور جب اس انسانی سلسلہ کا آغاز ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام خود جب اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیتیں کیں تو آپ نے یہ کہا تھا

كُلَّمَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ فَاذْكُرْ اِلٰى جَنْبِهٖ اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ

اے شیث میں دنیا سے جارہا ہوں لیکن یہ بات یاد رکھنا جب بھی تم اللہ کا نام لو تو ایک نام ساتھ اور ضرور لینا۔ اللہ کے نام کے ساتھ تم حضرت محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا۔

تو حضرت شیث علیہ السلام نے پوچھا:

اے ابا جان! اللہ کا نام تو سمجھ میں آرہا ہے لیکن جو دوسرا اسم شریف بتا رہے ہو اس کی وجہ کیا ہے یہ کن کا نام ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ اس کو ذکر کرنا ضروری کیوں ہے؟ تو اس وقت حضرت آدمؑ نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے یہ یاد رکھو:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اسْمَهٗ مَكْتُوْبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ وَاَنَا بَيْنَ الرُّوْحِ وَالطِّيْنِ

(مواہب لدنیہ: ۲۵/۲)

ابھی میرا خمیر تیار ہو رہا تھا اس وقت جب میں نے نگاہ اٹھائی تو میں نے عرش کے پائے پر اللہ کے نام کے ساتھ یہ نام لکھا ہوا پایا تھا۔

اس واسطے جب رب ذوالجلال نے اپنے نام کے ساتھ اس نام کو ملا رکھا ہے

انہوں نے اس کی روشنی میں اپنے پوتے کا نام محمد ﷺ تجویز فرما دیا۔

اس سلسلہ میں دوسری بات جو مواہب اور دیگر کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ حضرت آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس وقت آپ کا نور آپ کے شکم اطہر میں جلوہ گر تھا تو اس وقت فرشتوں کی طرف سے یہ آپ کو آواز آئی

اِنَّكِ حُمِلْتِ بِسَيِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

اے آمنہ! اس وقت آپ کے شکم میں کائنات کے سردار موجود ہیں۔ اور ساتھ یہ کہا گیا کہ تم اس کو جس وقت وضع کرو گی، جنم دو گی۔

سَمِّيْهِ مُحَمَّدًا

تو ان کا نام حضرت محمد ﷺ رکھنا

لہٰذا یہ بھی صورتحال سامنے موجود تھی جس وجہ سے محبوب کا اسم شریف محمد ﷺ تجویز کیا گیا۔ لیکن یہ اسی طرح ہے کہ اصل نام اللہ کی طرف سے ہے اور معاشرے میں ان ذوات کو جو قرب ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ تھا اللہ نے ان کے ذہن میں یہ نام القا فرما دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(سورۃ الحجر: ۹)

بے شک ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حفاظت تو وہ اپنے بندوں سے کرواتا ہے۔ حفاظ سے کرواتا ہے، تو ایسے ہی نبی اکرم ﷺ کا نام ایسے نہیں ہے کہ آپ کے دادا جان نے خود سوچ کے بنایا ہو۔ یہ

marfat.com

محمد ﷺ اور احمد ﷺ میں فرق

ہمارے محبوب علیہ السلام کا نام جو حمد سے مشتق ہے۔ محمد ﷺ کے علاوہ احمد ﷺ بھی ہے۔ تو ان دونوں اسماء میں معنیٰ کے لحاظ سے فرق ہے۔ اگرچہ دونوں حمد سے بنے ہیں لیکن احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی حمد کرنے والوں میں سے جس کا پہلا نمبر ہے وہ ہمارے نبی ﷺ کی ذات ہے۔ چونکہ ساری مخلوق رب ذوالجلال کی حمد کرتی ہے تو احمد ﷺ کا معنیٰ ہے اللہ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا اور محمد ﷺ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کی مخلوق میں سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔

احمد جو خود رسول اکرم ﷺ رب ذوالجلال کی حمد کرتے ہیں تو مطلب یہ بنا کہ آپ احمد الحامدین پوری کائنات کے حامدین حمد کرنے والے جو رب کی حمد کرتے ہیں۔ وہ ایک طرف ہو جائیں اور ہمارے نبی ﷺ ایک طرف ہو جائیں۔ آپ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ آپ احمد ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی حمد جو آپ کرنے والے ہیں اتنی اور کوئی نہیں کر سکتا نہ کوئی فرشتہ کر سکتا ہے، نہ کوئی نبی کر سکتا ہے، نہ کوئی رسول کر سکتا ہے، نہ کوئی غوث کر سکتا ہے، نہ کوئی قطب اور نہ کوئی ولی اور نہ کوئی مومن کر سکتا ہے۔

تو رب ذوالجلال نے رسول پاک ﷺ کا مرتبہ یہاں بھی ظاہر کر دیا۔ لوگو تم سارے ہی میری تعریف کرتے ہو، لیکن جو حق تعریف کرنے کا اور جو کمال میں نے اپنے محبوب کو دیا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے اس واسطے کہ حمد صفات کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ کمالات کو دیکھ کر کی جاتی ہے، شانوں کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ ہمیں اتنی شانوں کا پتہ نہیں ہے جتنی شانوں کا پتہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو تھا کہ اللہ

marfat.com

تو پھر تمہیں بھی اللہ کے نام کے ساتھ ضرور ملانا پڑے گا۔ یہ دیکھو کہ کب سے ان دو ناموں کا آپس میں اتصال ہے۔ رب ذوالجلال نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کے نام کو ملا کے رکھا ہے۔

بلکہ ایسی احادیث بھی موجود ہیں کہ جن میں جنت کے درختوں کے ہر ہر پتے پر اور حوروں کے سینوں پر اور جنت کے دروازوں پر اور عرش پر جو نام لکھا ہوا ہے وہ یہ نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ خود رقم کیا ہے اور لوگوں کو بتا دیا ہے کہ یہ کبھی میرے نام سے جدا نہیں کیا جا سکے گا۔

آج کچھ لوگوں کو تردد ہے کہ مسجد کے ایک کنارے پر اللہ کا نام ہے تو کہتے ہیں برابر دوسرے میں یہ نام نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں برابری ہو جاتی ہے، یہ ہو جاتا وہ ہو جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تو اپنے بیٹے پر یہ لازم کر دیا تھا کہ تم اللہ کے نام کے ساتھ محمد ﷺ کا نام ضرور ذکر کرو گے۔ اس واسطے کہ یہ ہم نے اللہ کے برابر نہیں کیا بلکہ اللہ نے خود اس نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔

یہاں جس وقت رسول اکرم ﷺ کے اسم شریف کا پس منظر موجود ہے تو آج ہم اس عظیم نام کی حکمتوں کو اور اس کے معانی اور اسرار و رموز کو سمجھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جب پہلی نگاہ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی اٹھی تھی تو اسی نام پر جا پڑی تھی اور آج اتنی صدیوں کے گزر جانے کے باوجود رب ذوالجلال نے ہمیں اس سلسلے سے دور نہیں کیا۔ آج بھی ہم جس وقت دیکھتے ہیں تو اس نام سے دلوں میں ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔

marfat.com

میں سے بھی پہلا نمبر عطا فرمایا ہے۔

دوسرا فرق

احمد ﷺ اور محمد ﷺ میں دوسرا فرق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ احمد پہلے تھے محمد ﷺ بعد میں بنے۔ احمد ہیں اللہ کی صفت کرنے کے لحاظ سے تو لہٰذا اللہ کی صفت آپ نے مقدم کی ہے اور صفت کرنے کے لحاظ سے رب ذوالجلال نے پھر مرتبہ یہ دیا ہے کہ آپ کو سارے جہانوں کا محمد ﷺ بنا دیا ہے۔

اس میں جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک قرینہ ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب آپ کا ذکر کیا تو وہ قرآن میں موجود ہے:

یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

سورۃ الصف: ۶

میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہوگا

تو آپ نے احمد کہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت اپنی کتاب تورات میں جب آپکی امت کے فضائل پڑھتے تھے تو کہتے تھے یا اللہ! یہ میری امت بنادے، تو جواب ملتا تھا:

تِلْكَ اُمَّةُ اَحْمَدَ

دلائل النبوۃ: ۱:۳۱ الوفاء: ۴۰-۳۹

اے موسیٰ! یہ امت تمہاری نہیں بلکہ یہ تو میرے احمد کی امت ہے۔

تو اس لحاظ سے اس وقت نام احمد چل رہا تھا۔

marfat.com

کی کیا شانیں ہیں۔

اور حضرت داتا گنج بخش کو اللہ کی شانوں کا اتنا پتہ نہیں تھا جتنا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کی شان کا پتہ تھا۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ کی شانوں کا اتنا علم نہیں تھا جتنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی شان کا علم تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء کو اللہ کی شانوں کا اتنا پتہ نہیں تھا جتنا پتہ آمنہ کے لال اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو ہے اور آپ ان شانوں کو دیکھ کر حمد کرنے والے ہیں۔

لہٰذا حمد کرنے کے لحاظ سے بھی رب نے آپ کو پہلا نمبر عطا فرمایا ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ حشر کے دن مقامِ محمود پر جلوہ گر ہوں گے تو فرمایا اللہ کی کچھ حمد ایسی ہے کہ جو اللہ نے آج تک اسکا کسی کو کھوج نہیں دیا اور اس دن اللہ تعالیٰ میرے ذہن میں القا فرما دے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد کروں گا۔ اور دوسرے مقام پر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمَکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا

بخاری شریف: ۷/۱

بے شک تم سب میں سے زیادہ متقی اور اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

تو جو زیادہ جانتا ہو، وہ زیادہ شانیں سمجھتا ہے۔ تو پھر وہ زیادہ تعریف کر سکے گا۔ اس واسطے احمد میں بھی کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب ﷺ کو حامدین

marfat.com

کوئی کمی نہیں، میں نے حروف بھی اس نام کو اپنے نام کے برابر عطا فرمائے ہیں۔

دوسری خصوصیت

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس اسم شریف کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ مشتق کیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف کر رہے تھے جسے درجنوں ماخذ میں ذکر کیا گیا ہے۔

ان کا انداز بڑا عجیب تھا، کہنے لگے

ضَمَّ الْاِلٰہُ، اِسْمَ النَّبِیِّ اِلَی اسْمِہٖ
اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ مُؤَذِّنٌ اَشْھَدٌ
وَشَقَّ لَہٗ مِنَ اسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ
وَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

(مواہب لدنیہ: ۲۵/۲)

حضرت حسان بن ثابت کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے، کب؟

اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ مُؤَذِّنٌ اَشْھَدُ

جب مؤذن اشھد کا لفظ پانچ اذانوں میں پڑھتا ہے تو یہ رب ذوالجلال کو مقصود ہے کہ کوئی کہیں اس کا اجتماع کرے یا نہ کرے لیکن اذان میں میرے محبوب علیہ السلام کا نام ضرور ملائے اور پانچ مرتبہ اس کا تکرار ہوتا رہے۔ اس ملانے کو حضرت حسان نے کس طرح تلاش کیا اور لوگوں کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی نعت

marfat.com

ایسے ہی پہلی آسمانی کتابوں میں اسم شریف احمد رہا اور قرآن مجید میں محمد ﷺ رہا حالانکہ یہ کلام ازلی ہے یہ بھی کوئی نیا کلام نہیں ہے بلکہ ازل سے ہے لیکن ترتیب کے لحاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ احمدیت یعنی احمد ہونا یہ صفت ہمارے محبوب علیہ السلام میں مقدم ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کو محمدیت کا تاج عطا فرمایا ہے۔

خصائص اسم محمد ﷺ

یہاں جس وقت ہم آپ ﷺ کے اسم شریف محمد ﷺ کو دیکھتے ہیں تو اس نام میں کئی خصائص نظر آتے ہیں۔ اس وقت میں آپ کے سامنے چند خصائص بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب علیہ السلام کے اسم شریف کو کیا شان دی ہے۔

پہلی خصوصیت

اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات کے نام کے چار حروف ہیں اسی طرح محبوب علیہ السلام کی اسم ذات کے بھی چار حروف ہیں چونکہ جب حروف گنے جاتے ہیں تو شدوالاحرف ایک شمار کیا جاتا ہے، تو

لفظِ اللہ میں پہلا ہمزہ پھر لام، پھر الف اور پھر ہ۔ یہ چار حروف ہیں

لفظِ محمد ﷺ میں بھی چار حروف ہیں۔ م۔ح۔م۔د

تو یہ ربِ ذوالجلال کے سب سے بڑے اسم شریف، اسم جلالت کے ساتھ مطابقت اور مناسبت ہے اور یہ پہلا حسین نکتہ ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ لوگو ان کو تم مجھ سے جدا نہ کرنا میں نے نام کے حروف میں بھی اپنے نام کے مطابق رکھا ہے۔ ان کو ایسا کامل نام دیا ہے کہ جو میرے نام کے ساتھ مل جانے کے لائق بھی ہے۔ کہ اس میں

marfat.com

تیسری خصوصیت

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اگر انسانی شکل پہ غور کیا جائے تو انسانی شکل لفظ محمد ﷺ پر بنائی گئی ہے۔

انسان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

سورۃ التین: ۴

''ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت شکل میں بنایا۔''

تو انسانی شکل اتنی خوبصورت کیوں ہے۔ اس واسطے کہ یہ اسم محمد ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ صاحب مواہد لدنیہ نقل کرتے ہیں۔

اَلْمِیْمُ الْاَوَّلُ رَأْسُہٗ

''انسان کا سر لفظ محمد ﷺ کی میم ہے۔''

وَالْحَاءُ جَنَاحَاہُ

''انسان کے دونوں بازو لفظ محمد ﷺ کی حا ہے۔''

وَالْمِیْمُ سُرَّتُہٗ

''انسان کی ناف لفظ محمد ﷺ کی دوسری میم ہے۔''

وَالدَّالُ رِجْلَاہُ

(مواہب لدنیہ: ۲۵/۲)

marfat.com

پڑھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ یہ وہ محبوب ہیں کہ جن کے نام کو اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے اور جس وقت اذان پڑھی جاتی ہے۔ عملاً اس اتصال کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

دوسرا شعر بڑا ہی عجیب ہے، فرمانے لگے:

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ

کہ اللہ نے اپنے نام سے ان کا نام نکالا ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت کو ظاہر کرے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انداز کیسا حسین ہے کہ اللہ نے جو نام محمد ﷺ بنایا اور یہی نام اللہ کا محمود نام ہے دونوں حمد سے بنے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا نام محمد ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام محمود ہے۔ یہ دونوں نام حمد سے بنے ہیں تو کہنے لگے اللہ نے نبی اکرم ﷺ کا نام اپنے نام سے بنایا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت محبوب ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

لوگو عرش والی ذات محمود ہے اور اللہ نے فرش والوں کو جو آقا دیا ہے وہ محمد ﷺ ہیں۔

یہ اسم مبارک کی خصوصیت تمام انبیاء علیہم السلام کے لحاظ سے ہے اور آج جو کچھ لوگوں نے اپوزیشن بنا رکھی ہے کہ اللہ اور نبی ﷺ کو جدا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے رب ذوالجلال نے تو محبوب کو نامِ بھی اپنے والا عطا فرمایا ہے۔

marfat.com

چوتھی خصوصیت

آپ کا حق ہے کہ آپ کا نام محمد ﷺ ہو

اس کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا حق ہے کہ آپ کا نام محمد ﷺ ہوتا کیوں؟ اس واسطے کہ جہاں آپ حشر کے دن کھڑے ہوں گے اس جگہ کو مقامِ محمود کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹

قریب ہے تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں وہ کیا ہے؟

صحابہ کے قول کے مطابق یہ ہے کہ اللہ عرش بریں پر کرسی پہ اپنے محبوب علیہ السلام کو اپنی دائیں جانب جگہ عطا فرمائے گا۔ یہ اس کی شان کے لائق ہے کہ دائیں جانب بچھنے میں کیسی ہوگی۔

بہرحال یہ صحابہ کرام سے تفسیر ماثور ہے یعنی سند کے ساتھ ثابت ہے تو جن کا مقام مقامِ محمود ہو اور جن کی امت، امت حماد ہو، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے دکھ آئے پھر بھی حمد کرتے ہیں، خوشی آئے پھر بھی حمد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت نہیں کرتے اس کی طرف سے پھول برسیں پھر بھی حمد کرتے ہیں اور کوئی آزمائش آجائے، پھر بھی حمد کرتے ہیں۔ تو اس امت کا نام حمادون ہے یعنی حمد والی امت اور ہماری نماز کا آغاز حمد سے ہے۔

marfat.com

''انسان کی دونوں ٹانگیں دال کی بناوٹ پر ہیں''

اس انداز پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو حسین وجمیل بنایا ہے۔ اگرچہ وہ مانتا ہے یا نہیں مانتا، وہ مومن ہے یا کافر ہے۔ اس کو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ رب ذوالجلال نے جس انسان کو اپنی صورت پہ پیدا کیا اور فرمایا:

خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

مشکوٰۃ: ۳۹۷

''اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔''

اور احسن تقویم کہا ہے۔ یہ انسانی بدن چلتا پھرتا ہمارے محبوب علیہ السلام کے اسم کی گواہیاں دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض مشائخ نے یہ کہا۔ یہ بھی مواہب لدنیہ میں موجود ہے۔

کہنے لگے:

لَا یَدْخُلِ النَّارَ مَنْ یَّسْتَحِقُّ دُخُوْلَھَا اِلَّا مَمْسُوْخَ الصُّوْرَۃِ

مواہب لدنیہ: ۲۵/۲

جو جہنمی جہنم میں جائے گا اس شکل میں نہیں جائے گا کیونکہ یہ محبوب کے نام والی شکل ہے۔ تو جہنمی جب جہنم میں جائے گا تو اس کی یہ شکل بدل دی جائے گی یعنی یہ انداز جو انسانی بدن کا ہے، یہ برقرار نہیں رہے گا اور پھر اس کو جہنم میں پھینکا جائے گا۔

یہ جو انداز اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو دیا ہے یہ پیار والا انداز ہے، جو پیارے کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو اس کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ اس واسطے پہلے اس کو مسخ کر دیا جائے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

marfat.com

گالیوں اوران کی تنقید کو اللہ نے مجھ سے کیسے دور رکھا۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ بتاؤ: اللہ نے ان کی گالیوں سے آپ کو کیسے دور رکھا، فرمایا: اے صحابہ! وہ میرا نام بگاڑتے ہیں۔

يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا

''وہ مذمم کہتے ہوئے بکواس کرتے ہیں۔''

مذمم کیا ہے؟

مذمم ایک ایسا لفظ ہے جو محمد کے مقابلے میں ہے۔ جسطرح محمد ﷺ وہ ہے کہ جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے اسی طرح مذمم وہ ہے جس کی بہت زیادہ مذمت کی جائے۔ تو میرے آقا فرمانے لگے۔ جب ان کا حسد انہیں مجبور کرتا ہے اور وہ حسد کی آگ میں جلتے ہیں تو زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں تو اس وقت وہ مجھے محمد ﷺ کہنا پسند نہیں کرتے اور مذمم بول کر مذمم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ فرمایا! وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں مجھے تو میرے رب نے محمد ﷺ بنایا ہے۔

اے میرے صحابہ تعجب کرو اللہ نے میری ذات پہ پہرے کیسے دیئے ہیں۔ فرمایا: وہ جو کچھ کرنا چاہیں اگر مجھے محمد ﷺ کہیں گے تو ان کا ضمیر ملامت کرے گا کہ جن کو ہم محمد ﷺ کہہ رہے ہیں ان کو پھر برا بھلا نہیں کہہ سکتے کیونکہ زبان سے کہتے ہیں اے شانوں والے۔ جس کو شانوں والا کہیں پھر اس پر تنقید کیسے کریں۔

اگر مجھے وہ محمد ﷺ کہتے ہیں تو اللہ ان سے مجبوراً میری تعریف کروا دیتا ہے اور اگر ان کے حسد کا لاوا پھٹتا ہے تو وہ بکتے ہیں، پھر وہ کہتے ہیں کہ نام بگاڑ کے

marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہمارے خطبوں کا آغاز حمد سے ہے، جنت میں جانے کے بعد آخری کلام ہمارا احمد ہے اور پھر ہمارے نبی ﷺ کے جھنڈے کا نام لواء الحمد ہے تو جس کو حمد والی چیزیں دی گئیں ہوں، اس کا نام بھی حمد والا ہوگا۔

اس واسطے لفظ محمد ﷺ ہمارے محبوب علیہ السلام کے لئے ہی جچتا تھا اور مستحق ہی آپ کی ذات تھی اس واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقدس اور میٹھا نام عطا فرمایا ہے۔

پانچویں خصوصیت

ایسا نام جو دشمن کو تعریف کرنے پر مجبور کردے

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ یہ نام ایسا ہے چونکہ اللہ کو مقصود یہ تھا کہ کوئی کتنا ہی دشمن ہو وہ یا تو میرے محبوب کی تعریف کرے اور اگر تعریف نہ کر سکے تو کم از کم جب وہ بکواس کرنا چاہے تو نام ایسا ہو کہ پھر بھی آپ کی ذات تک اس کا بکواس نہ پہنچ سکے۔ وہ تنقید کرے تو تنقید نہ کر سکے اور اگر تنقید نہ کرے، ویسا بولنا چاہے تو وہ دشمن ہو کے بھی تعریف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ایک دن محبوب علیہ السلام فرمانے لگے:

اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَھُمْ

مشکوۃ شریف: ۵۱۵

''میرے صحابہ! تمہیں تعجب نہیں ہے؟ کہ اللہ نے مجھ سے قریش کی گالیوں کو کیسے پیچھے ہٹایا ہے۔ جو میرے دشمن بنے ہوئے ہیں، ان کی عداوت اور ان کی

marfat.com

لفظ محمد ﷺ کی ہر ایک کے نزدیک تعریف یہ ہے کہ:

''جس کی ہر وقت تعریف کی جائے۔''

ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مقام یہ بیان کیا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ساری تعریفیں رب کے لئے ہیں۔

اور ادھر نام وہ رکھا کہ جس کی ساری تعریفیں کی جائیں۔ فاتحہ میں یہ ہے کہ ساری تعریفیں میری ہیں اور محبوب کا نام وہ رکھا کہ ساری تعریفیں ان کی ہیں۔ اب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہر ہر تعریف اللہ کی ہے۔ جب محمد ﷺ کا نام لیتے ہو تو یہ وہ ذات ہے جس کی ہر وقت تعریف کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بھی ہر وقت تعریف ہو اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی بھی ہر وقت تعریف ہو۔ تو جن لوگوں نے شرک کا ہوّا بنایا ہے، ان کے نزدیک تو یہ نام ہی شرک ہو گیا۔

لیکن رب ذوالجلال کی مشیت یہ ہے، یہ شرک کا بخار اتارے گا۔

نام سوچ لو گے تو پتہ چل جائے گا کہ اللہ کی بھی تعریفیں ہو رہی ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ کی بھی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ حمد اس کی بھی ہے اور محمد ﷺ نام ان کا بھی ہے لیکن شرک نہیں ہے اس واسطے کہ ان کی جتنی تعریفیں ہو رہی ہیں خود نہیں، اللہ کروا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہیں، اللہ کے دیئے ہوئے کمالات سے ہو رہی ہیں، اللہ کی دی ہوئی شانوں سے ہو رہی ہیں۔ اور اللہ وہ نہیں ہے کہ جس کو کسی

marfat.com

بولو، ان کو مذمم بولو۔ میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے: وہ مذمم مذمم کہہ کے مذمم کو کوستے رہتے ہیں۔

وَاَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ

اور میں تو محمد ﷺ ہوں۔

لہذا مجھ تک ان کی کوئی بات آتی ہی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ وہ کسی مذمم کو کہہ رہے ہیں اور میرے رب نے تو مجھے محمد ﷺ بنایا ہے۔

چھٹی خصوصیت

اسم محمد ﷺ قاطع شرک

اس کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قاطع شرک بنایا ہے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے نام نے شرک کی جڑیں کاٹ دیں۔ اور بالخصوص وہ شرک جو آج Engineerd کچھ لوگوں نے امت میں بنا رکھا ہے کہ اگر ایک صفت مجازاً بھی محبوب ﷺ میں اللہ کی مانی گئی تو شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر غیب جانتا ہے۔ نبی ﷺ عطائی طور پر جانیں پھر بھی شرک ہے۔ یہ صورتحال جس وقت ابھرنی تھی تو رب تو ازل سے جانتا تھا اور جانتا ہے تو اس نے نام ہی ایسا دیا کہ کوئی بھی اس طرح توحید کی آڑ میں میرے محبوب ﷺ کی توہین نہ کرے۔ فرمایا:

جس کو ایسا مرض لاحق ہو جائے وہ میرے نبی کا نام پڑھ لے، اس نام سے پتہ چل جائے گا کہ توحید کیا ہے اور شرک کیا ہے۔

کیسے پتہ چلے گا؟

marfat.com

بھی نہیں آئے تھے، وہ ساری صفتیں جن کا بعد میں اظہار ہونا تھا اللہ نے نام کے اندر پہلے خبر دے دی تھی اور کمال یہ ہوا کہ اس کے برعکس نہیں ہوا بلکہ جیسا رب نے نام رکھا تھا ویسی شانیں زمانہ دیکھتا رہا۔

تو اس نام نے یہ ثابت کر دیا کہ جس نے یہ نام دیا وہ عالم الغیب ہے وہ اللہ ہے، وہ ازل سے سب کچھ جانتا ہے اور اس نے جیسا نام رکھا ہے، سرکار ﷺ نے ویسے ہی کام کیے ہیں۔ آپ کی اطاعت، آپ کی زندگی کی عظمت اور آپ کی زندگی کی وہ شام کہ جس کی رب قسمیں اٹھاتا ہے۔ وہ نام سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نام دیا تھا، اس نام کی شانیں بھی اس ذات سے عیاں ہوتی رہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ کے نام کے مطابق پوری زندگی گزار دینا یہ آپ کی زندگی کی ہر گھڑی اپنے رب کی صداقت پر گواہی دے رہی تھی۔ اس بنیاد پر مجھے اپنے استاذ محترم کا وہ شعر یاد آ گیا۔

حضرت شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے پوری سیرت اشعار میں لکھی ہے۔

الوردۃ العنبریہ میں شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی نے جس وقت یہ ذکر کیا کہ آپ کے دادا جان نے آپ کا نام محمد ﷺ رکھا، تو فرمانے لگے۔

فَحَقَّقَ اللّٰهُ لِلْجَدِّ الرَّجَاءَ وَقَدْ

حَمِدَكَ النَّاسُ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

الوردۃ العنبریہ: ۱۷

نے شائیں دی ہوں اور اس کی حمد ہو۔ اب یہاں تعریفیں دونوں کی ہیں، لیکن شرک نہیں ہے کیوں؟

اس واسطے کہ حمد جن خوبیوں پر ہے اور جن کمالات پر ہے وہ کمالات اللہ کے اپنے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے کمالات اپنے نہیں بلکہ اللہ نے ہی نبی ﷺ کو کمالات عطا فرمائے ہیں۔

ساتویں خصوصیت

اسم محمد ﷺ مصدق باری تعالیٰ

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان بڑی اونچی ہے۔ کیوں؟

جب اس نے مخلوق کے پیدا کرنے سے بیس لاکھ سال پہلے یہ نام رکھ دیا تھا اور پھر محبوب علیہ السلام پیدا ہو گئے تو محمد ﷺ نام رکھوا دیا۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر وقت جن کی صفت بیان ہو، تو ہر وقت صفت تب ہی بیان ہو سکتی ہے کہ یہ ساری زندگی کوئی غلطی نہیں کریں گے۔

اگر کوئی شخص تھوڑی دیر کے بعد غلطی کر بیٹھے اور دن میں کئی کئی بار کرے یا سال میں کرے تو وہ تعریف کے لائق نہیں ہوگا۔ اس کی ہر وقت تعریف نہیں ہو سکے گی تو رب ذوالجلال نے جب محبوب علیہ السلام کو پیدا کیا تو نام محمد ﷺ رکھا۔ ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا، دو سال کے بھی نہیں تھے، تین سال کے بھی نہیں تھے، چار سال کے بھی نہیں تھے، ابھی جوانی بھی نہیں آئی تھی، ابھی جوانی کے بعد کے حالات

marfat.com

حمد آخر میں ہوتی ہے تو کب سے نبوت کا سلسلہ شروع تھا لیکن کسی کا نام محمد ﷺ نہیں تھا کہ محمد ﷺ نام ان کا ہوگا جن کے بعد پھر کوئی نہیں آسکے گا۔

لہٰذا یہ نام ختم نبوت کا بھی بیان ہے۔ اس نام نے ختم نبوت کو بھی واضح کر دیا۔

نویں خصوصیت

اسم شریف مشکل کشائی کی کنجی

نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اس کو مشکل کشائی کی کنجی بنایا ہے۔ یہ حاجت روائی کی کنجی ہے اور یہ حل مشکلات کا وسیلہ ہے۔ درمنثور میں موجود ہے:

"بنی اسرائیل کا ایک بندہ تھا اس نے دو سو سال اللہ کی نافرمانی کی جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پہ پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ نکلو، اس کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس کا جنازہ پڑھواؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ یہ بندہ دو سو سال تیری نافرمانی کرتا رہا اور لوگوں نے اس کو دھتکار کے پھینک دیا ہے تو اس کا جنازہ پڑھانے کی وجہ کیا ہے تو رب ذوالجلال نے فرمایا:

أُخْرُجْ فَصَلِّ عَلَيْهِ

کلیم چلو اور ان کا جناز پڑھو کیوں؟

لِأَنَّهٗ كُلَّمَا كَانَ نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ إِلَى اِسْمِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَ عَلٰى عَيْنَيْهِ

اگرچہ یہ بندہ بڑا ہی برا تھا لیکن جب بھی یہ تورات کھولتا تھا تو لفظ محمد ﷺ کو

marfat.com

دادا جان نے جو امید ظاہر کی تھی کہ میں نام محمد ﷺ اس لئے رکھ رہا ہوں کہ ساری دنیا میرے بیٹے کی تعریف کرے گی ۔ اے میرے محبوب! وہ بات اللہ نے پکی کر کے دکھا دی ہے۔ تمہاری تعریف عرب وعجم نے کی

آج عرب وعجم میں آپ کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ یہ انداز رب ذوالجلال نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

آٹھویں خصوصیت

اسم شریف کی ختم نبوت پر دلالت

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے یہ جو نام آپ کو عطا فرمایا ہے تو یہ نام ختم نبوت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

اب دیکھئے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں ان میں سے کسی کا نام محمد ﷺ یا احمد ﷺ نہیں تھا۔ مطلب کیا ہے کہ حمد اختتام پہ ہوتی ہے۔ ابھی میں تقریر ختم کروں گا تو کہوں گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قرآن مجید میں ہے جنتی جنت میں جائیں گے تو وہ کہیں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سورۃ یونس آیت نمبر ١٠

اور انکی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 3

روزہ کے اسرار و رموز

چوم کے آنکھوں پر لگالیتا تھا۔

قَبَّلَهُ وَوَضَعَ عَلٰى عَيْنَيْهِ

وہ اس نام کو چومتا تھا اور اپنی آنکھوں پہ لگاتا تھا۔

تو میں نے اس کی اس ادا کو پسند کر کے اس کے سارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ وہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑا ہے

وَزَوَّجْتُهُ سَبْعِيْنَ حُوْرًا (درمنثور: ۵۷۹/۳)

اور ادھر میں نے اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی ہے اور وہ کوڑے کے ڈھیر پر پڑا ہے۔ چلو کلیم اس کا جنازہ پڑھو اور اس کو رخصت کرو۔"

یہ نام محمد ﷺ کی برکت ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے گناہوں کو معاف فرمادیا۔ آج ہم اسی نام کے زیرِ سایہ بیٹھے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہمیں ادارہ صراطِ مستقیم کی طرف سے منعقد کیے جانے والے فہمِ دین کورس کے تیسرے پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جس میں آج ہمارا موضوع ہے:

روزہ کے اسرار و رموز

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ ہم ماہِ رمضان المبارک میں اور حالتِ روزہ میں، روزہ سے متعلق دین متین کی حکمتیں بیان کرنے والے اور سننے والے ہیں۔ ایسے میں جو اس موضوع کی چاشنی اور حلاوت ہمیں محسوس ہوگی تو وہ اس وقت موسم اور اس مہینے کے حالات کی خصوصی مناسبت ہے کہ جو رمضان المبارک کے روزہ کی فضیلت ہے اور اس کی جو حکمتیں ہیں، اس کے جو اسرار و رموز ہیں، ہم سنیں گے اور ساتھ اپنی حالت روزہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے باطن دل اور خیالات پر اس کو منطبق کریں گے کہ کیا واقعی ہمیں یہ چیزیں محسوس ہوتی ہیں اور ہمارے لئے ان کے نتائج کس طرح کے ہیں۔

marfat.com

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اخْتَصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِیْمِ وَعَلٰی
آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِتَائِیْدِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

علیہ السلام موجود تھے اور انہیں خدشہ تھا کہ لوگ مجھ پہ تنقید کریں گے تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان سے کہا:

قُوْلِی

''جب لوگ تم سے پوچھیں تو تم کہہ دینا

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً

میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے

فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (مریم: ۲۶)

تو میں کسی آدمی سے گفتگو نہیں کروں گی۔''

جو بھی تجھ سے پوچھے کہ بغیر شادی کے یہ بچہ کیسے پیدا ہوا تو تم اس سے کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے۔ لہٰذا میں کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔

اب یہاں پر بات کرنے سے رکنا اور جواب نہ دینا، اس کو صوم کہا گیا۔ تو یہ لغت میں صوم کا معنیٰ ہے کہ کسی چیز سے باز رہنا اور رک جانا، خواہ کوئی چیز ہو، کوئی امر ہو، اس کے لحاظ سے لفظ صوم کو استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے لحاظ سے شرعی اصطلاح کے اندر جب ہم یہ لفظ بولتے ہیں تو اس کا خاص مفہوم ہوتا ہے:

صوم کی اصطلاحی تعریف

صوم کیا ہے؟

اَلْاِمْسَاکُ نَهَاراً عَنِ الْمُفَطِّرَاتِ بِنِيَّةٍ مِنْ اَهْلِهٖ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ

marfat.com

سب سے پہلے قرآن مجید برہان رشید کی آیت کریمہ جو میں نے تمہارے سامنے تلاوت کی، یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 183 ہے۔ خالق کائنات کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

"اے ایمان والو!

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

تاکہ تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو۔"

اس میں عربی زبان کا لفظ صیام یا صوم۔ اس کا لغوی معنیٰ اور اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہوئے اپنے درس کو شروع کرتے ہیں۔

صوم کی لغوی تعریف

لغت میں صوم کا مطلب یہ ہوتا ہے:

اَلْإِمْسَاكُ وَالْكَفُّ عَنِ الشَّيْءِ

"کسی شے سے رک جانا، کسی شے سے باز رہنا۔"

جس طرح کہ قرآن مجید برہان رشید میں حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ موجود ہے کہ جب وہ قوم کی طرف آئیں تو ان کے پاس ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ

marfat.com

روزے فرضیت کے بعد رکھے، اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا۔

قرآن مجید برہان رشید میں روزے کا تذکرہ خالق کائنات جل جلالہٗ نے مختلف طرق سے کیا ہے ایک تو یہی آیت کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی جس میں روزے کی فرضیت کا ذکر ہے اور اس کے بعد سورۃ احزاب میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے آیت نمبر ۳۵ میں جہاں مختلف اوصاف کے حامل مرد اور خواتین کا ذکر کیا اور ان کے لئے اجر عظیم کا اعلان فرمایا:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا

''ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کو تیار کیا ہے۔''

اس مقام پر بھی رب ذوالجلال نے جن شان والے مردوں اور شان والی عورتوں کا تذکرہ کیا تو اس میں یہ فرمایا:

وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

''وہ مرد جو روزے رکھتے ہیں اور وہ عورتیں جو روزے رکھتی ہیں۔''

یہ وہ مرد و خواتین ہیں کہ جن کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اور خالق کائنات جل جلالہ نے ان کے لئے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت نمبر 3

قرآن مجید برہان رشید میں جہاں اہل جنت کا ذکر ہے۔ وہ لوگ کہ جن کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے تو وہاں پر خالق کائنات جل جلالہٗ کا ارشاد ہے:

marfat.com

الشَّمْسِ (اللباب: ۱/۱۶۲)

شریعت میں روزہ سے مراد یہ ہے کہ دن کے وقت ایسی تمام چیزوں سے باز رہنا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ باز رہنا نیت کی وجہ سے ہو اور اس کا وقت طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اور نیت اس کی طرف سے ہو کہ جو نیت کا اہل ہے، ایسی حیثیت کو روزہ کہا جائے گا۔

اس میں پہلے تو اجتناب ہے یعنی کھانے سے، پینے سے، اور جماع سے اجتناب اور اس کے ساتھ یہ بات ہے کہ نیت ہو اور پھر نیت طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس میں امساک پایا جائے اور ان چیزوں سے بندہ پوری طرح بچ کے رہے کہ جن کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نیت میں اہلیت بھی شرط ہے کہ اگر کوئی کافر اس وقت میں نیت کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرے گا تو اس کو روزہ نہیں کہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ نیت کا اہل ہی نہیں۔ ایسے ہی حائض عورت یا نفاس والی عورت طلوع صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک نیت کیساتھ اجتناب کرتی ہے، تو اس کو روزہ نہیں کہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ اس نیت کی اہل نہیں ہے۔ اس میں نیت شرط ہے کہ نیت ضرور ہو مگر اس کی نیت ہو، جس میں نیت کی اہلیت موجود ہے۔

روزے کی فرضیت

اس امت پر روزے کی فرضیت ۲ ہجری ۱۰ شعبان المعظم میں ہوئی اور اس کے مطابق سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے ۹ رمضان المبارک کے مہینوں کے

marfat.com

اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا:

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ (التوبہ: ۱۱۲)

''توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔''

تو یہ یہاں پر جو لفظ سائحون ہے اس کا معنیٰ صائمین (روزے دار) ہے۔ تو اس طرح قرآن مجید برہان رشید کے اندر مختلف طریق سے، یعنی مختلف الفاظ میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس عظیم عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

روزہ کے اسرار و رموز، حکمتیں اور فوائد

روزے کے اسرار و رموز، اس کی حکمتیں اور اس کے جو مقاصد ہیں ان کو اگر ہم سامنے رکھیں تو پورا جہان ایسے فوائد سے بھرا ہوا ہے کہ جو رب ذوالجلال نے اس اہم عبادت میں ہمارے لئے رکھے ہیں۔

اس کا سب سے پہلا فائدہ اور سب سے بڑا فائدہ وہی ہے جس کو رب ذوالجلال نے لعلکم تتقون سے بیان کیا کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو جائے اور تم پارسا بن جاؤ۔

اس طویل گفتگو کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہم روزے کی سب سے پہلی اور بڑی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

حکمت نمبر 1 روزہ تعلق باللہ کا قوی ذریعہ

روزہ تعلق باللہ کا ایک قوی ذریعہ ہے۔ بندے کا جو اپنے رب سے تعلق ہے اس تعلق کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔

marfat.com

فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ

"وہ بندے پسندیدہ زندگی میں ہوں گے۔

فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ

اونچی جنت میں ہوں گے۔

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ

جس کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ

سورۃ الحاقۃ: ۲۱ تا ۲۴

(اس وقت ان کو یہ کہا جائے گا کہ) تم کھاؤ، پیو خوشی کے ساتھ۔ اس کی وجہ سے کہ جو تم نے دنیا میں روزے رکھے تھے۔

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ

یہاں پر ایام خالیہ سے مراد کون سے دن ہیں، حضرت وکیع رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ایام خالیہ ان دنوں کو کہا گیا ہے جن دنوں میں ایک بندہ دنیا میں روزے رکھے گا ان دنوں کا حوالہ دے کر جنتیوں سے فرشتے کہیں گے کہ جو تم نے دنیا میں روزہ رکھا تھا، کچھ وقت تو نے کھانے پینے کے بغیر گزارا تھا تو آج اس کے بدلے میں رب ذوالجلال تجھے جنت میں یہ نعمتیں عطا فرما رہا ہے۔

آیت نمبر 4

قرآن مجید برہان رشید میں خالق کائنات جل جلالہ نے کچھ مردوں کے

marfat.com

خلوص سے وہ تعلق استوار ہوتا ہے تو یہ حالت روزہ ہے کہ جس میں یہ صفت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

نمبر 2 ایمان بالغیب

دوسرے نمبر پر بندۂ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایمان بالغیب رکھتا ہے تو اب عملاً ایک انسان جو بند کوٹھری میں بیٹھا ہے۔ اسے نہ دوست دیکھ رہے ہیں، نہ رشتہ دار دیکھ رہے ہیں اور کھانے پینے والی چیزیں سامنے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کھانے پینے سے رکا ہوا ہے۔ اسے شدید بھوک بھی ہے، پیاس بھی ہے مگر پھر بھی نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے۔ عملاً اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ میں تو رب کو نہیں دیکھ رہا مگر میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

ایمان بالغیب کو بڑی شان کے طور پر سورۂ البقرہ کے آغاز میں متقی لوگوں کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا تو حالت روزہ ایمان بالغیب کی عملاً ایک شکل ہے کہ ایک بندہ ظاہر کر رہا ہے کہ واقعی میں بغیر دیکھے بھی رب کو موجود سمجھتا ہوں اور میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس سے اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔ اگرچہ میں ساری آنکھوں سے چھپ جاؤں مگر اپنے رب سے نہیں چھپ سکتا تو اس بندگی میں بندہ ایمان بالغیب کا عملاً ثبوت پیش کر رہا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی اس کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

نمبر 3 امانت

تیسرے نمبر پر امانت پورے دین کے اندر پھیلا ہوا ایک مفہوم ہے تو حالت

ایک انسان کا جو اپنے خالق کے ساتھ تعلق ہے اس تعلق کی جو روح ہے، وہ روزہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ رب کو اخلاص بڑا پسند ہے تین چیزیں ہیں کہ بندے کا جو اپنے رب کے ساتھ تعلق ہے اس کے اندر انکا بنیادی کردار ہے یہ تین چیزیں یہ ہیں:

نمبر 1 اخلاص ہے۔

نمبر 2 ایمان بالغیب ہے۔

نمبر 3 امانت ہے۔

یہ تینوں چیزیں روزے کے اندر پائی جاتی ہیں۔

نمبر 1 اخلاص

اب جس وقت ایک انسان نے روزہ رکھا ہوا ہے تو باقی تمام عبادات کے مقابلے میں روزے کے اندر اخلاص کے زیادہ مواقع ہیں۔ چونکہ باقی عبادات ایسی ہیں کہ ان کے ادا کرتے وقت بندہ نظر آتا ہے کہ فلاں بندگی کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کا اپنا دل نہ بھی ہو کہ مجھے کوئی دیکھے لیکن پھر بھی اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔

جس وقت وہ نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ڈھانچہ ہے۔ ایک حیثیت ہے کہ جس میں وہ ہوگا تو دیکھنے والے کو نظر آئے گا۔

زکوٰۃ دیتا ہوا وہ نظر آ سکتا ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی چیز ہے کہ جب بندہ حالتِ روزہ میں ہو تو کوئی بندہ کسی بندے کے ساتھ حالتِ روزہ کو نہیں دیکھ سکتا۔

یہ ایسی صورتحال ہے کہ جس میں بہت زیادہ خلوص پایا جاتا ہے تو اس بنیاد پر رب ذوالجلال کے ساتھ جو بندے کا تعلق ہے۔ اس کو خلوص سے پانی ملتا ہے اور

بندے کو اپنے رب کا دیدار میسر آئے گا۔

تعلق باللہ کے لحاظ سے اس بات کو اگر ہم اچھی طرح سمجھنا چاہیں تو سید عالم ﷺ کا فرمان بخاری شریف میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو حدیث نبوی اور حدیث قدسی بھی ہے۔ محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ

''بندے کا ہر نیک عمل اس کو اللہ کے ہاں کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

وہ ایک روپیہ دے تو دس بنا دیئے جاتے ہیں، سو بنا دیئے جاتے ہیں، سات سو بنا دیئے جاتے ہیں۔

اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

ایک نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔

ایک نیکی دس تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اپنی مثل دس کر دی جاتی ہے یعنی گیارہ بن جاتی ہیں اور یہاں دس سے لے کر سات سو تک اور سات سو بھی آخری حد نہیں۔ اس سے بھی آگے نیکی کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ کے بارے میں رب ذوالجلال فرماتا ہے اسے محض اتنا نہ سمجھو کہ جتنا دوسری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ فرمایا:

اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ

مشکوٰۃ: ۱۷۳

روزے کا کیا کہنا روزہ تو میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں آپ دینے والا ہوں۔

marfat.com

روزہ میں ایک انسان پوری طرح امانت داری کا عملاً ثبوت دے رہا ہے۔ اگر خیانت کرنا چاہے تو اس کے پاس کتنے مواقع ہیں۔ کہیں چھپ کر کھالے، کسی سے اوجھل ہو کے کھائے اور کوئی چیز بھی جو مفطرات صوم سے ہے اس کو استعمال کر لے لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتا تو عملاً اس نے اپنے آپ کو امانت کا علمبردار بنایا ہوا ہے کہ میرے پاس جو رب ذوالجلال کی دی ہوئی روزے کی سوغات ہے، میں اس میں خیانت نہیں ہونے دوں گا اور اس کے اندر امانت رکھوں گا تو یہ تین چیزیں جو رب ذوالجلال کو بڑی پسند ہیں۔ ان تینوں چیزوں کی تجسیم اور عملی شکل حالت روزہ میں بندہ کو محسوس ہوتی ہے اور اسے اس بات کی لذت آتی ہے۔ اس واسطے جب وقت افطار ہوتا ہے تو اس کو ایک خوشی محسوس ہوتی ہے اور اسے اس بات کی لذت آتی ہے کہ میں نے آج کا سارا دن اپنے رب کے کہنے پر گزارا ہے حالانکہ مجھے کسی نے باندھا نہیں تھا، کسی نے جکڑا نہیں تھا۔ میں نے اپنی خوشی سے محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ کام کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ

مشکوٰۃ: ۱۷۳

روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک تو وہ خوشی کہ جب بندہ وقت معین پر روزہ افطار کرتا ہے (کہ میں کتنا اچھا ہوں کہ میں نے اپنے رب کے کہنے پر پابندی کی ہے) اور دوسری وہ خوشی کہ جب جنت الفردوس میں اس روزے کے نتیجے کے طور پر

marfat.com

دیکھو جب رب ذوالجلال نے یہ فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی معبودان باطلہ ہیں ان میں سے کسی کے لئے روزہ نہیں رکھا گیا باقی ساری عبادتیں ان جھوٹوں کے لئے جھوٹوں نے کیں۔ مثلاً بتوں کو لوگ سجدے کرتے رہے بتوں کے نام پر لوگ نیازیں ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ بتوں کے گرد چکر لگا کے لوگ طواف کرتے رہے۔ مگر روزہ کبھی بھی معبود باطل کے لئے نہیں رکھا گیا۔ روزہ ہر دور میں خدا کے لئے رکھا گیا ہے۔ اس واسطے اللہ نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اگرچہ کچھ باطل مذہبوں میں روزے کا تصور ہے وہ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ بدھ مت ہے یا ہندو مت ہے ان کے اندر بھی کچھ وقت ایسا گزارا جاتا ہے مگر وہ ان کے نزدیک کسی معبود کی رضا کے لئے نہیں ہوتا وہ اپنے طور پر اپنے آپ کو شہوت سے دور رکھنے کے لئے یا ان کا جو اپنے باطن کی صفائی کا نظریہ ہے، اس کے لحاظ پر ایسا کرتے ہیں۔ وہ کسی معبود کی خوشنودی کے لئے روزہ نہیں رکھتے تو روزے کا یہ امتیاز باقی رہا کہ روزہ جب بھی رکھا گیا ہے، صرف اللہ کے لئے رکھا گیا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا، یہ میرا ہے، میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں آپ عطا فرماتا ہوں۔

اَلصَّوْمُ لِیْ کی دوسری وجہ

ایسے ہی نہ کھانا اور نہ پینا اللہ کی صفات ہیں تو بندے نے کچھ وقت یہ کوشش کی کہ میری بھی میرے رب سے مناسبت پیدا ہو جائے، جب میرا رب نہیں کھاتا پیتا تو میں بھی کچھ وقت ایسے گزاروں۔ اگرچہ بندہ محتاج ہے کھانے پینے کے بغیر

رب تعالیٰ اور روزہ

اب یہاں سے یہ سمجھئے کہ روزے کی وجہ سے ایک بندے کا تعلق اللہ سے کتنا مضبوط ہوتا ہے۔ ساری عبادتیں اس کے لئے ہیں۔ ہم نماز بھی اس کے لئے پڑھتے ہیں، صدقہ بھی اس کے لئے دیتے، زکوٰۃ بھی اسی کی رضا کے لئے، حج بھی اسی کے لئے، جہاد بھی اسی کے لئے تبلیغ بھی اسی کے لئے ہے، لیکن وہ کہتا ہے:

اِلَّا الصَّوْمُ

"مگر روزہ

فَاِنَّہٗ لِیْ

وہ میرے لئے ہے

وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

اور اس کی جزا میں دیتا ہوں۔"

حالانکہ سجدوں کی جزا بھی وہی دیتا ہے اور حج کی جزا بھی وہی دیتا ہے، ہر اچھے کام کی جزا وہی دیتا ہے لیکن اس نے بطور خاص روزے کو اپنی طرف منسوب کیا تو جب روزہ رب کی طرف ساری عبادتوں میں سے منفرد طریقے سے منسوب ہوا تو پھر روزہ جس روزے دار کے ساتھ قائم ہے۔ وہ اس بندے کو بھی اپنے رب کی ذات کے ساتھ متعلق بنا دے گا۔

اَلصَّوْمُ لِیْ کی پہلی وجہ

یہ تعلق باللہ کا بڑا جاندار ذریعہ ہے اور اس کے اندر بڑی حکمتیں ہیں۔ اب

marfat.com

والا ہوں تا کہ پتا چل جائے کہ جتنے انوار و تجلیات روزے کے سبب بندے کو ملتے ہیں اور اس کی وجہ سے جتنا بندے کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، یہ روزے کی ایک منفرد شان ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ کی چوتھی وجہ:۔

بے ریا عمل رب ذوالجلال کو بہت زیادہ پسند ہے اور روزہ میں بالکل ریا نہیں ہے باقی تمام عبادات کا کوئی نہ کوئی ڈھانچہ ہے اس عبادت کا کوئی ڈھانچہ نہیں جس سے دیکھنے والے کو پتہ لگے کہ روزہ ادا کیا جا رہا ہے۔ تو روزہ ایک سِرّ ہے جسکو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کوئی کہے انا صائم (میں روزہ دار ہوں) یہ جملہ بھی حقیقت روزہ پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔ مرقات ۴/۲۳۲

ایسے ہی اس حدیث شریف کے اندر جس وقت یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ میرا ہے اور جزا میں ہی دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نماز کی جزا بھی اللہ ہی دیتا ہے لیکن یہ اللہ کی طرف سے واضح کر دیا گیا کہ نماز کی جزا فرشتوں کو لکھوا دی جاتی ہے کہ فلاں نے اتنے خشوع سے نماز پڑھی، اس کو ہزار نیکی دے دو، فلاں نے اس سے بڑھ کر پڑھی اس کا دل پوری طرح حاضر رہا اور وہ لفظ و معنیٰ کے اندر ڈوب کے اللہ کی بارگاہ میں اپنی عبادت کو پیش کرتا رہا تو اس کو دو ہزار نیکیاں دے دو۔

یہ رب ذوالجلال کی طرف سے فرشتوں کو لکھوایا جاتا ہے لیکن رب فرماتا ہے کہ روزے پر جو نیکی ملتی ہے اور جو اجر و ثواب ملتا ہے اسے کوئی فرشتہ نہیں جانتا اس کو

marfat.com

زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن پھر بھی اس نے کچھ اپنے رب کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو اس وجہ سے روزہ تعلق باللہ کا ایک حسین اسلوب ہے۔

ایک تو ہمیشہ یہ روزہ صرف خدا کے لئے رکھا گیا اور دوسرا اس میں بندہ اپنے رب کے ساتھ مناسبت قائم کر رہا ہے اور کچھ وقت نہ کھا کے نہ پی کے اس نے اپنے اندر اپنے رب کی صفت کی جھلک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے اس کا اپنے رب کے ساتھ تعلق مضبوط ہو گیا ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ کی تیسری وجہ

اسی پہلی حکمت کے اندر ہم جو حدیث کی حکمتیں بیان کر رہے تو اللہ نے جو روزے کو اپنی طرف منسوب کیا تو اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے شرف کو ظاہر کرنے کے لئے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

مثال کے طور پر پوری زمین اللہ کی ہے ہر گھر اللہ کا ہے لیکن ہر گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جاتا۔ وہ خاص گھر ہے کہ جس کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ بیت اللہ خاص گھر کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا جو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق اور اس شرافت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ باقی دنیا کے گھروں پر میرا وہ کرم نہیں ہے جو میری رحمت اس گھر پر برستی ہے تو خالق کائنات جل جلالہ نے جیسے اس مقام پر نسبت تشریف کی ہے، اس گھر کو شرف دینے کے لئے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

ایسے ہی اگر چہ ہر عبادت اللہ کے لئے ہے مگر اس نے تمام عبادتوں میں سے روزے کو بطور خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں اس کی جزا دینے

marfat.com

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا

''روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔''

یہ حکم ہے ہمارے نبی ﷺ کا۔ روزہ رکھو اور تندرستی پاؤ۔

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا

روزہ رکھو تم تندرست ہو جاؤ گے، تمہیں صحت ملے گی۔ اب اس صحت سے ظاہری بدن کی صحت مراد ہے کہ تم میڈیکلی طور پر اتنے موزوں ہو جاؤ گے کہ تمہارے بدن سے جو فاضل مادے ہیں ان کا خروج ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تمہاری جو قوت انہضام ہے اس کے اندر موزونیت آجائے گی تو سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے فرمایا

''تم روزہ رکھو، روزے کی وجہ سے تمہیں جسمانی طور پر صحت میسر آئے گی۔''

یہاں تک کہ اگر طب کے سارے اصولوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو روزے کا ایک شعبہ بنتا ہے۔ قرطبی میں موجود ہے ایک بڑا ماہر حکیم تھا اور وہ نصرانی تھا، وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ تمہارے قرآن میں طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے، حالانکہ علم کی دو ہی قسمیں ہیں:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

''علم دو ہیں ایک ادیان کا علم اور دوسرا ابدان کا علم۔''

تمہارے قرآن میں دین کا علم تو ہے لیکن اس میں علم ابدان یعنی طب کا علم نہیں ہے۔ اس واسطے ہم تمہارے قرآن کو اتنی جامع کتاب نہیں مانتے جتنا اس کو تم

marfat.com

میں ہی جانتا ہوں، میں بتاؤں کہ کس عدد کی ضرورت ہے تب فرشتوں کو پتہ چلے گا کہ اس کا ثواب اتنا ہے، اتنا ہے، اور روزہ ایسا ہے کہ جس کے ثواب کو کوئی عدد شمار ہی نہیں کر سکتا۔

اس واسطے خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا: یہ میرا ہے اور اس کی جزا میں دیتا ہوں تو ان حکمتوں کے پیش نظر اس حدیث شریف سے ہم نے اس نسبت کو اخذ کر لیا کہ روزہ وہ عبادت ہے جو تعلق باللہ کا بڑا حسین ذریعہ ہے اور جس کی وجہ سب سے بڑی جو ضرورت ہے کہ بندے کا اس کے رب سے رشتہ مضبوط ہو اور تعلق مضبوط ہوتا جائے۔ روزہ یہ کام بندے کے لئے آسان کرتا ہے اور بندے کو اپنے رب کے دربار میں بندگی کے لحاظ سے منفرد مقام عطا فرماتا ہے۔

حکمت نمبر 2 ظاہری زندگی اور اس کا نکھار

روزے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ اس سے ظاہری زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کے بعد انسان کو زندہ رہنے کے لئے زندگی کی ضرورت ہے اور زندگی ایسے ہی نہیں، صحتمند زندگی کی ضرورت ہے۔ نکھار اور بہار والی زندگی کی ضرورت ہے تو روزہ کا فائدہ یہ ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ بندے کو طبی طور پر نکھار عطا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے بندے کی زندگی برقرار بھی رہتی ہے اور زندگی میں بہار بھی آتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس کو ابن سنی نے اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام کا فرمان ہے:

marfat.com

کہ تمہارے نبی ﷺ نے طب کے بارے میں کچھ بیان نہیں کیا۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے فرامین طب کے بارے میں بہت زیادہ ہیں میں تجھے صرف ایک فرمان ان میں سے سناتا ہوں اور وہ فرمان جس وقت سنایا۔ طبرانی میں اس سے ملتا جلتا مفہوم ہے اور میں جو سند کے لحاظ صحیح روایت ہے وہ پڑھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهٖ

"کسی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں جتنا پیٹ کے برتن کو بھر دینا برا کام ہے۔"

کسی چیز کو بھرنا اتنا قبیح نہیں اور کسی چیز کو لبالب بھر دینے میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنا پیٹ کو پوری طرح بھرنے میں قباحت ہے، رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے:

بِحَسْبِ لُقَيْمَاتٍ

"بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔"

يُقِمْنَ صُلْبَهٗ

"جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔"

یعنی بندے کے پیٹ میں اتنی غذا ہونی چاہئے، جس سے اس کا نظامِ زندگی بحال رہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث جس وقت حضرت امام زین العابدین نے پیش کی تو وہ نصرانی کہنے لگا:

مَا تَرَكَ كِتَابُكُمْ وَلَا نَبِيُّكُمْ لِجَالِيْنُوْسَ شَيْئًا (قرطبی: ۱۷۲/۱/۴)

سمجھتے ہو، اس لئے کہ اس میں ایک قسم کا علم تو ہے یعنی آدھا علم ہے، آدھا نہیں ہے تو امام زین العابدین فرمانے لگے:

تم میرے نانا جی کے سارے قرآن کی بات کرتے ہو۔ آؤ! میں تم پر واضح کرتا ہوں کہ پورا قرآن تو پورا قرآن رہا، قرآن مجید کا کوئی پارہ تو پارہ رہا، کوئی رکوع تو رکوع رہا، کوئی آیت مکمل تو اپنی جگہ رہی، میرے محبوب علیہ السلام کے قرآن کی نصف آیت میں اللہ نے پوری طب بھر دی ہے۔ اس نے کہا کیسے؟

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (سورۃ الاعراف: ۳۱)

''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔''

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بغیر حاجت کے کھانا یعنی بھوک اچھی طرح نہیں لگی مگر کھانا کھا لیا ہے بغیر ضرورت کے کھانا اور دوسری یہ کہ پیٹ بھر کر کھا لینا اور پیٹ بھر کر پینا۔ فرمانے لگے۔ پوری آیت تو اپنی جگہ رہی نصف آیت میں ساری طب موجود ہے۔ اس نصرانی نے کہا:

یہ ٹھیک ہے میں مان گیا کہ تمہارے قرآن میں تو بہت زیادہ طب ہے اور واقعی نصف آیت جو ہے وہ سارے طبیبوں کے لئے کافی ہے اور سارے مریضوں کے لئے کافی ہے۔ اگر اس پر عمل کر لیں تو کسی کا کوئی مرض باقی نہیں رہے گا۔

اس واسطے کہ اصل میں معدہ ہی ساری بیماریوں کا مرکز ہے جب اس میں صحت ہو گی تو سارے بدن میں صحت ہو گی۔ پھر اس نے دوسرا سوال کر دیا کہنے لگا

marfat.com

یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دے دو میں واپس چلا جاؤں۔ مجھے تو بھیجا گیا تھا کہ تمہارے صحابہ کرام کا علاج کروں گا اور اتنی دیر ہوگئی ان میں سے تو کوئی بیمار ہوا ہی نہیں۔ تو میں گھر جاتا ہوں۔

تو میرے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ بیمار نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جب تک شدت سے بھوک نہ لگ جائے۔ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے۔ اور جب کھاتے ہیں تو آدمی بھوک ابھی باقی ہوتی ہے کہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس واسطے ان کے ہاضمے بالکل صحیح ہیں۔

تو یہ جو صورتحال روزے میں ہمارے لئے لازم کی گئی ہے اس میں انسان کی حقیقی زندگی ہے۔ اس کے اندر زندگی کی قوت بھی ہے، نکھار بھی ہے اور بقا بھی ہے۔ لہٰذا طب کے لحاظ سے روزے کی یہ حکمت ہے کہ اس میں ہماری یہ زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم ہی نہیں ایک یورپین کیتھولک ڈاکٹر جس کا نام جعفرائے ہے، اس نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

روزہ کائنات میں ہر طرف ہے، حیوان بھی رکھتے ہیں، درخت بھی رکھتے ہیں اور جب پوری کائنات اپنی صحت کے لئے روزے ضرور اختیار کرتی ہے۔ حیوان بھی کچھ وقت ایسا گزارتے ہیں تو پھر انسان کو بھی صحت کے لئے روزہ رکھنا چاہئے۔

یعنی یہ اس کا اپنا سروے تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے بڑی طویل بحث کے بعد اس بات کو ثابت کیا، کہتا ہے کہ:

marfat.com

تمہارے قرآن نے اور تمہارے نبی ﷺ نے تو جالینوس کے لئے پیچھے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں ہے۔''

ساری طب قرآن نے بھی بیان کردی ہے اور ساری طب تمہارے نبی ﷺ نے بھی بیان کردی ہے اور جالینوس کے لئے کوئی طب باقی نہیں رہ گئی۔ جس بات کو اس نصرانی نے بھی تسلیم کیا اور جس کو ساری طب کا مرکز قرار دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے لحاظ سے مناسب کھائے اور کچھ وقت اپنے معدہ کو خالی بھی رکھے اور اپنے آپ کو کھانے میں اصراف سے بچا کے رکھے۔ اسلام میں اس کا سالانہ کورس روزے کی شکل میں کروایا جاتا ہے۔ اس واسطے روزے کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہماری اس دوسری حکمت کے لحاظ سے بڑا ہی مناسب ہے کہ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

خَیْرُ الدَّوَاءِ الْعَزْمُ

بہتر دوا بھوکا رہنا ہے۔

محاسن اسلام: 19

سب سے بہتر دوا یہ ہے اور سب سے بہتر علاج بندے کے لئے یہ ہے کہ اپنے شکم کو خالی رکھے کیونکہ بیماریاں بنتی تب ہیں جب وہ زیادہ کھاتا ہے اور اس کے بعد آگے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک بادشاہ نے طبیب بھیجا تھا کہ جو صحابہ کرام بیمار ہو جائیں گے، یہ ان کا علاج کرے گا۔ وہ کافی طویل مدت رہا اور پھر کہنے لگا،

marfat.com

ہے کہ اس نے اپنی زکوٰۃ نکال دی ہے اور زکوٰۃ نکالنے کے لحاظ سے ظاہری طور پر اس کا بدن بالکل سلامت ہے۔

اس میں چمک آ گئی ہے اور اس کو یہ صورتحال میسر ہے۔ وہی صورتحال کہ جب برفباری ہوتی ہے۔ موسم خزاں ہوتا ہے تو درختوں کے پتے گر جاتے ہیں اور پھر وہ وقت آتا ہے کہ نئے شگوفے نکلتے ہیں جو نازک خوشبو والے اور چمکدار ہوتے ہیں کہ جس سے زمانے میں بہار آتی ہے۔ یہ کیوں ایسا ہوا؟

اس واسطے کہ انہوں نے روزوں کا وقت گزار لیا ہے اور اب ان کی عید کا زمانہ آگیا ہے، درختوں کے اندر بھی فاضل مادے ہوتے ہیں۔ درختوں کی صحت کے لئے ان کا خروج ضروری ہوتا ہے۔ وہ پتوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور پتے ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے روزے کے موسم کے اندر جب پتے جدا ہو گئے اب نیا زمانہ آیا۔ وقت آیا تو نئے پتے نکلے، بہار آگئی، تازگی آئی تو بعینہٖ ڈاکٹر نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں تو انسانیت کی بقا کے لئے اور انسان کی بہتری اور نشوونما کے لئے بھی اس کو دیکھنا چاہئے کہ کچھ وقت وہ حالتِ روزہ میں گزارے اور یہ ہمارے دین کی حکمتیں ہیں کہ ہمیں رب ذوالجلال نے دہری اور بلکہ کئی لحاظ سے تہہ در تہہ فوائد عطا فرمائے ہیں۔

ایک طرف یہ حالت کہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ اللہ خوش ہو رہا ہے کہ یہ میرے فرمانبردار بندے ہیں، یہ سرکش نہیں ہیں، باغی نہیں ہیں، کہ میں کہوں کہ تم نے نہیں کھانا اور یہ پھر چھپ کے کھا جائیں۔ اللہ خوش ہو رہا ہے، وہ ذوالعرش

marfat.com

برفانی علاقوں میں کئی کئی مہینوں تک جانور غائب ہو جاتے ہیں اور ہمارے علاقوں میں بھی سانپ وغیرہ ایک وقت تک پوشیدہ ہوتے ہیں اور جن علاقوں میں برفباری ہوتی ہے وہاں تو کئی کئی ماہ تک کچھ پرندے بھی غاروں میں ہوتے ہیں۔ کچھ جانور بھی غاروں میں ہوتے ہیں اور وہ اس حالت کے اندر اپنا ایسا کورس مکمل کر رہے ہوتے ہیں جس کو انگلش میں Hibernition کہا جاتا ہے۔ یعنی سردی کی نیند ایک لمبا season وہ گزارتے ہیں۔ جب وہ وقت گزر جاتا ہے اس کے بعد جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی کھالیں چمک رہی ہوتی ہیں۔ پرندوں کے نئے پر آ چکے ہوتے ہیں اور ان کو نئی تازگی ملی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ کہ وہ اپنا روزے والا وقت گزار چکے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کو صحت مل گئی ہے۔ یہ تم دیکھتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے سانپ کی کھال بدل جاتی ہے اور سانپ اپنی جھلی کو بدلتا ہے تو وہ اس کا ایک روزے کا انداز ہے جس کی وجہ سے اس سے فاضل مادے باہر نکل گئے تو اس کو پھر چمکدار کھال مل گئی۔

ایسے ہی ہمارے لئے روزہ ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْبَدَنِ الصَّوْمُ

اتحاف سادۃ المتقین: ۳۹۵/۷ دار الفکر

''ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔''

اب جب زکوٰۃ نکلتی ہے تو پیچھے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ عید کے دن روزے دار کے چہرے پر چودھویں کے چاند جیسی چمک آ جاتی ہے۔ نکھار آ جاتا

marfat.com

نفس کی اپنی شہوت ہے۔

نفس کی شہوت ہے کہ مجھے کھانے کو ملے اور اعضاء کی شہوت یعنی آنکھ کی شہوت یہ ہے کہ میں ناجائز دیکھوں، کان کی شہوت یہ ہے کہ میں ناجائز سنوں اور زبان کی شہوت یہ ہے کہ میں گندی باتیں کروں، ہاتھ کی شہوت یہ ہے کہ میں ناجائز جگہ پر لگوں اور قدم کی شہوت یہ ہے کہ میں حرام وادی کی طرف چل کے جاؤں۔

اب جس وقت بندے کا نفس سیر ہو گیا تو سارے اعضاء بھوکے ہو گئے۔ اب وہ مست ہے اس کی آنکھ چاہتی ہے میں اپنی بدکاری کرلوں، زبان چاہتی ہے میں اپنی بدکاری کرلوں، آنکھ چاہتی ہے میں اپنا گناہ کرلوں، ہاتھ چاہتے ہیں، ہم اپنا گناہ کرلیں اور قدم چاہتے ہیں ہم اپنا گناہ کرلیں۔

یہ ساری بیماریاں اس لئے پیدا ہوئیں کہ نفس مست ہو گیا ہے، نفس سیر ہو گیا ہے۔ نفس کھا کھا کے پوری طرح دھت ہو گیا ہے، اعضاء سارے بھوکے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ایک کشمکش بدن میں جاری ہو گئی اور ایک جنگ چھڑ گئی۔ انسان کی روحانیت کہتی ہے کہ اللہ کے دربار میں رہو، شیطانیت کہتی ہے کہ نکل کے باہر چلے جاؤ۔

لیکن اگر بندے کا نفس بھوکا ہو تو پھر کیا ہوتا ہے، سارے اعضاء سیر رہتے ہیں۔

نفس جب بھوکا ہو گا تو کان کو گناہ کرنے کا خیال نہیں ہو گا، آنکھ کو بھی گناہ کرنے کا خیال نہیں ہو گا، ہاتھ کو بھی بدکاری کا خیال نہیں ہو گا، قدم کو بھی بدکاری کا خیال نہیں ہو گا۔

تو پھر اچھا یہ ہے کہ ایک چیز کو بھوکا رکھا جائے تاکہ باقی ساری برائیوں سے

marfat.com

خوش ہے کہ انہوں نے میری بات مانی ہے اور میرے بندے میری اطاعت کر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسا موقع دیا ہے اور طبی طور پر ہمیں وہ سہولت میسر آئی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے بدن کی صلاحیتوں میں نکھار آنے کا زمانہ ہے۔

حکمت نمبر ۳

حقیقی زندگی کا جوبن

حقیقی زندگی بھی روزے سے ہے۔ حقیقی زندگی کیا ہے؟ حقیقی زندگی یہ ہے کہ بندے کا دل روشن ہو اور بندے کے دل میں اجالا ہو کیونکہ قرآن مجید میں زندگی چلنے پھرنے کا نام نہیں ہے۔ حقیقی زندگی یہ ہے کہ بندے کا دل چمک والا ہو۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب کبھی گردن جھکائی دیکھ لی

چودہ طبق دلے دے اندر تنبو وانگن تانے ہو

وہ انداز جو دل کا ہے کہ دل اتنا روشن ہو کہ لوح محفوظ کی تحریریں بھی اس سے پڑھی جاسکیں تو یہ دل کو روشنی روزے کی وجہ سے ملتی ہے۔ کیوں؟

اس واسطے کہ اگرچہ جو ہمارا روزہ ہے اس سے ہم اتنا کچھ حاصل نہیں کر سکتے لیکن خواص کا جو روزہ ہے، وہ یقیناً انہیں اس حقیقی زندگی کے آخری مرحلے تک لے جاتا ہے۔ یہ انسان کی طبیعت کا حصہ ہے کہ جس وقت بندے کا نفس پوری طرح سیر ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں۔ اعضاء کی اپنی شہوت اور

marfat.com

اور جب پیٹ لقمہ سے خالی ہوتا ہے تو عقل حکمت سے بھر جاتی ہے۔

اس بنیاد پر یہ حقیقی تازگی روزے کے اندر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اپنے نظام شریعت میں تجویز فرمائی ہے۔

حکمت نمبر 4 عقل کا مطالبہ

عقل کا بھی مطالبہ ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ وہ کیسے؟

اگر انسان کا بس چلتا ہوتا تو یہ کبھی بھی کھانے پینے کے قریب نہ جاتا کیونکہ کھانے پینے کے اندر جو بالآخر ایک قباحت ہے اس قباحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ کبھی بھی کھانا پینا نہ کرتا، چھوڑ دیتا۔ اگر اس کی زندگی کھانے پینے کے بغیر چل سکتی ہوتی، اگر یہ کھائے پیئے بغیر زندگی گزار سکتا ہوتا تو کبھی بھی کھانا نہ کھاتا، پانی نہ پیتا، کیوں؟

جب وہ دیکھتا کہ جو میں کھاتا ہوں یہ بنتا کیا ہے اور جب بن جائے تو پھر اگر اندر رہے تو میں کیسے بچوں گا۔ اور اگر باہر اس کو نکالوں تو میری حالت اس وقت کیا ہوگی۔

اگر انسان کھائے پیئے بغیر بچ سکتا ہوتا تو عقلمند کھانے پینے کے قریب ہی نہ جاتا کہ میں جو کھاتا ہوں، پیتا ہوں وہ کتنی گندی چیز بنتی ہے اور اس کی کتنی بدبو آتی ہے اور میں خواہ مخواہ اپنے بدن کو بدبو کا مرکز بنالوں اور اپنے اندر ایسی بدبو کو اکٹھا کر لوں اور پھر جس وقت اس سے فارغ ہونا چاہتا ہے تو اس وقت اس کو اپنا بدن ننگا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی تمام قباحتوں کا بندہ کبھی بھی اپنے آپ کو مرکز نہ بناتا، اگر اس کا بس چلتا ہوتا تو کبھی بھی یہ کھانے پینے کے قریب نہ جاتا کہ کھالوں گا، پی لوں گا، تو اس کا

marfat.com

بندہ محفوظ ہو جائے۔ تو اس کا باقاعدہ کورس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں دیا گیا ہے وہ یہ روزہ ہے جس کی وجہ سے نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے۔ جب نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے تو سارے اعضاء اللہ کی رضا میں مست ہو جاتے ہیں۔ سارے اعضاء بدی سے دور رہتے ہیں اور برائی سے باز رہتے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے جس وقت ظاہری اعضاء پاک ہوتے ہیں تو اس کا اثر دل پر جا پڑتا ہے اور دل چمک والا ہو جاتا ہے۔

اب دیکھئے کہ یہ ایک قدرتی طریقہ کار ہے کہ یہ جو ہمارے اعضاء ہیں ان کا ایک اثر دل پہ ہوتا ہے۔ مثلاً کان نے غم والی خبر سنی لیکن اس سے بدن سارا کمزور ہو گیا اور بندے کی طبیعت پریشان ہو گئی۔ اور اس کو دل کا دورہ پڑ گیا۔ اب سنا تو کان نے تھا لیکن دل کو ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ کان کی خبر کا دل پر اثر ہو گیا ہے۔ اگر ظاہری طور پر یہ اثر ہو سکتا ہے تو پھر جب کان کو گناہوں سے بچائیں گے تو پھر اس نور کا اثر بھی دل پر ہوگا۔ آنکھ کو جب بدکاری سے بچائیں گے تو پھر اس کا اثر دل پر پڑے گا اور جب سارے اعضاء بدی سے بچ جائیں گے تو دل نور نگر بن جائے گا اور یہ وہ حقیقی زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے۔

لہٰذا تیسری حکمت یہ ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو ایک ایسی زندگی مل جاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ حقیقی طور پر زندہ ہوتا ہے چونکہ مومن کا باطن ظاہر کا ایک حوالہ ہوتا ہے اور ظاہر باطن کے لئے ایک حوالہ ہوتا ہے۔ جس کا باطن جتنا خالی ہوتا ہے۔ ظاہر اتنا ہی چمک والا ہوتا ہے اور یہ حکماء کے نزدیک مشہور ہے:

جب پیٹ لقمہ سے بھر جاتا ہے تو پھر ذہن حکمت سے خالی ہو جاتا ہے۔

marfat.com

سوار ہے اسے تب پتہ چلے گا، پیادہ کتنی مشکل میں ہے جب وہ خود پیدل چلے گا۔ اور کبھی بھی کسی شخص کو جو اپنے گھر میں بیٹھا ہے یا اپنے محلے میں رہتا ہے اسے یہ نہیں پتہ چلے گا کہ پردیسی کو کیا مصیبتیں پیش آتی ہیں اور پردیسی بننا کتنا مشکل ہوتا ہے، جب وہ پردیسی بنے گا تو پھر اس کو پتہ چلے گا کہ پردیس میں جانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے ہی تعارف کروانے سے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ فقر کیا ہے، بھوک کیا ہے جب بندہ کچھ وقت کے لئے خود بھوکا رہا تو پھر اس کو شعور ملا اور ادراک آیا کہ فقر یہ ہوتا ہے۔

تو یہ روزے کی شان ہے کہ جس نے ہمیں فقراء کی حالت کے ادراک کا ایک لمحہ عطا فرمایا ہے کہ پہلے کسی کا ادراک کریں گے تو پھر کس پر رحم کر سکیں گے۔ پھر کسی کے ساتھ شفقت کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا کہ امراء رکھیں، فقراء رکھیں، سب رکھیں تا کہ امراء کو بھی پتہ چلے کہ بھوک کیا ہوتی ہے؟ پیاس کیا ہوتی ہے؟ گھر سب کچھ ہو اور ان کو یہ پریکٹس کروائی جائے پھر انکو فقراء کی مشکل کا پتہ چل جائے گا اور پھر دل سے جذبہ پیدا ہوگا کہ یارو ہم نے تو ایسی چند دن مشکلات کو دیکھا اور جو بے چارے ساری زندگی ایسے گزار رہے ہیں۔ ان کا کیا ہوگا تو پھر ان کے ساتھ ہمدردی کا ایک جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

حکمت نمبر 6 فقراء و غرباء کے ساتھ یکجہتی

روزے کی چھٹی حکمت یہ ہے کہ اس سے غرباء و فقراء کے ساتھ یکجہتی ہوتی ہے۔ بندہ یہ چاہتا ہے کہ میں ان صبر والے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں، ان کے ساتھ میں ہاتھ بٹاؤں اور ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و

جو انجام ہے اس کو نبھانا بڑا مشکل ہے لیکن چونکہ بندہ آخر بندہ ہے تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہے اور یہ کھانا پینا بندے کے لئے جو رکھا گیا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دبایا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا غلبہ ہے کیوں؟

اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ انہی بندوں میں سے کچھ ایسے بگڑے ہوئے ہوں گے جو میرے مقابلے میں کہیں گے کہ ہم بھی خدا ہیں۔ ہم بھی رب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کھانا پینا لازم کیا تا کہ تم سے جس وقت یہ گندگی نکلے تو تمہیں پتہ چلے کہ رب ایسا نہیں ہوتا جس سے ایسی گندگی نکل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس واسطے قہراً بندے پر اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے بندوں پر کھانا پینا لازم کر دیا۔

اب جو چیز ایسی صورتحال کے لئے ہے یقیناً اس میں بذات خود کوئی حسن نہیں ہے اس سے بچنے میں حسن ہے تو کھانے پینے سے اجتناب کا عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ اصل کمال نہ کھانا اور نہ پینا ہے، کھانا پینا تو ایک مجبوری کا نام ہے۔ تو اس واسطے بندے نے کچھ وقت ایسا جو گزارہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں وہ تحفہ میں مل گیا، تو عقل بھی خوش ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تقاضے پورے کر دیئے ہیں۔

حکمت نمبر 5 فقراء کی حالت کا ادراک

اس روزے سے فقیر کی حالت کا ادراک ہوتا ہے۔ ویسے ہمیں جتنا بھی فقیر کا تعارف کرایا جائے کہ فقیر یہ ہے اور مسکین یہ ہے تو ہمیں پتہ نہیں چلے گا کہ فقر کیا ہوتا ہے؟ بھوک گھر میں ہو تو کیا ہوتا ہے؟ تین دنوں تک کھانا نہ ملے تو حالت کیا ہوتی ہے؟

ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ کبھی بھی اس شخص کو پیادہ کی مشکلات کا پتہ نہیں ہے جو

marfat.com

بھی دن میں کھا سکتا ہے لیکن اس نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ مہینہ اللہ نے مسلمانوں پر لازم کر دیا کہ تم پورا مہینہ فقراء کے ساتھ یکجہتی میں گزارو۔ یہ پورا مہینہ فقراء کے ساتھ یکجہتی کا مہینہ ہے۔ اگر تم نہیں کھاتے تو ہم بھی نہیں کھاتے اگرچہ مخصوص انداز ہوگا شرائط ہوں گی لیکن حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فقراء کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ دیکھو میں نے امراء کو بھی اس وصف میں تمہارے ساتھ شریک کر دیا ہے۔

حکمت نمبر 7 محاسن اخلاق کا گلشن

روزہ محاسن اخلاق کا گلشن ہے۔ روزے میں انسان کو اچھے اخلاق حاصل کرنے کا ایک وقت ملتا ہے اور یہ بھی ایک طویل حکمت کا سلسلہ ہے۔ اختصار سے کچھ اس طرح ہے۔ ابھی جب رمضان المبارک کا دن نہیں تھا تو آپ دن کے وقت کھاتے پیتے تھے، حرام نہیں تھا۔ آج دن کے وقت کھانا پینا حرام ہو گیا تو یہ کھانا پینا جو کل جائز تھا اس وقت حرام نہیں تھا اب حرام ہو گیا تو پتہ چلا کہ روزے کا اہتمام ہے کہ کچھ کام جو جائز تھے اب روزے کی وجہ سے ناجائز ہو گئے ہیں۔

لیکن کچھ کام ایسے ہیں جو روزے سے پہلے بھی ناجائز تھے تو اب وہ بطریق اولیٰ ناجائز ہوں گے۔ جب رمضان نہیں آیا تھا تو دن کو کھانا کھانا تو جائز تھا مگر فراڈ کرنا تو جائز نہیں تھا۔ تو کیا پتہ چلا کہ اس وقت روزے کے اہتمام کے پیش نظر ہمارے لئے بھوک کو لازم قرار دے دیا گیا۔ پیاس کو لازم کر دیا گیا تاکہ جب یہ صورتیں آئیں تو دل نرم ہو اور دل کی بنجر زمین زرخیز بن جائے اور اس میں پھر اچھے

ثواب پالوں۔ یہ وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

هُوَ شَهْرُ الْمُوَاسَاتِ مشکوٰۃ: ۱۷۳

''یہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔''

حضر بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف کے مشہور ولی ہیں۔ مجھے ان کے دربار پر حاضری کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت بشر حافی سردی کے موسم میں بیٹھے ہوئے کانپ رہے تھے اور سردی والے کپڑے پاس پڑے ہوئے تھے تو کسی نے کہا کہ سردی بھی ہے اور سردی والے کپڑے بھی تمہارے پاس موجود ہیں تو ان کپڑوں کو پہن لو، تم یونہی سردی سے کانپ رہے ہو۔ تو حضرت بشر حافی کہنے لگے:

يَا اَخِيْ اَلْفُقَرَاءُ كَثِيْرٌ لَيْسَ لِيْ طَاقَةُ مُوَاسَاتِهِمْ بِالثِّيَابِ

مرقاۃ: ۲۳۹/۴

اے میرے بھائی! فقراء بہت ہیں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ ان سب کو کپڑے دے کر ان کے ساتھ ہمدردی کر سکوں۔

مجھے پتہ ہے کہ میرے پاس کپڑے پڑے ہیں مگر میں اس لئے نہیں پہن رہا کہ فقراء بہت زیادہ ہیں۔ جن کے پاس اس وقت سردی میں کپڑے نہیں ہیں اور مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ میں اس لحاظ سے ہمدردی ان کے ساتھ نہیں کر سکتا کہ سب کو کپڑے لے کر دے دوں تو میں اس لحاظ سے ہمدردی کر رہا ہوں کہ اگر انہوں نے نہیں پہنے تو میں بھی نہیں پہنوں گا۔ میں نے اپنے کپڑے قریب اس لئے رکھے ہوئے ہیں اور خود کانپ رہا ہوں۔

تو یہ اس موسم کے اندر مواسات ہے۔ اگرچہ کتنا بڑا مالدار ہے، ہزار کھانے

marfat.com

بندے کو کھانے پینے کی زیادہ چاہت ہے اور ایسی چیزوں کے ساتھ بندے کی رغبت زیادہ ہے لیکن بندہ بڑی بھوک لگنے کے باوجود اللہ کے روکنے کی وجہ سے کھانے سے رکا ہوا ہے اور ادھر اگر چہ جی نہ کر رہا ہو پھر بھی افطار کے وقت کھانا لازم کر دیا گیا ہے تو یہ روزہ ایک انسان حاکم ومحکوم کے سامنے عملی طور پر ایک اطاعت پیش کرتا ہے اور ڈسپلن پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی شکل میں ہمیں ڈسپلن قائم کرنے کا ایک درس عطا فرمایا ہے۔

حکمت نمبر 9: انداز فرضیت میں حکمتیں اور شفقتیں

روزے کی فرضیت کا جو انداز ہے اس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ساری زندگی کا روزہ لازم نہیں کیا اور ساری زندگی کیا سارے سال کا بھی لازم نہیں کیا بلکہ ہر سال میں ایک مہینہ لازم کیا، ایک مہینہ کیسا اس میں بھی دن رات مسلسل روزہ نہیں بلکہ صرف دن کو روزہ ہمارے لئے لازم کیا۔

اب اللہ تعالیٰ کی اس میں جو شفقتیں ہیں اور جو ہمارے لئے حکمتیں ہیں، ان کو ملاحظہ کیجئے:

1۔ دن کے وقت روزہ فرض کرنے کی حکمت

روزہ دن کو ہے رات کو نہیں کیونکہ اگر بندہ غروب آفتاب سے پہلے کھالے اور سو جائے تو صبح تک اس کو کوئی حاجت نہیں ہے، چونکہ وہ سونے کا وقت ہے۔ وہ کام کا وقت نہیں ہے جبکہ کام میں بھوک ہوتی ہے، کام میں پیاس ہوتی ہے تو پھر یہ ہوتا کہ محض عادت پوری ہوتی، عبادت پوری نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے عادت و عبادت میں

marfat.com

اچھے پھول کھلیں۔ اس میں صدق وصفا ہو، شرم وحیاء ہو، عدل وانصاف ہو اور مختلف چیزیں اس کے اندر پیدا ہو جائیں۔

لہٰذا روزے نے بندے کو اخلاق حسنہ کے لئے ایک بہترین موقع عطا کر دیا ہے کہ جس کو اچھی اچھی صفتیں اپنے اندر پیدا کرنی ہیں تو روزے نے اس کو ایک direction دے دی ہے۔ اب دیکھو انسان چھت پہ چڑھنا چاہتا ہو تو وہ سیڑھی پہ چڑھتا ہے اور سیڑھی پہ تو چڑھے مگر چھت پہ نہ بیٹھے تو اس کو بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔

ایسے ہی بھوک اور پیاس چھت پر جانے کی سیڑھی ہے۔ چھت تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ اچھے اوصاف ہیں۔ لہٰذا روزہ تب روزہ بنتا ہے کہ جس وقت مقصد کو پایا جاتا ہے اور اس تقویٰ کی چھت تک انسان پہنچ جاتا ہے تو اس بنیاد پر جب اس کے ادب کے پیش نظر پہلے جائز کام بھی ناجائز ہو گئے تو جو پہلے ہی ناجائز تھے ان سے بچنا تو بہت زیادہ لازم ہو گیا۔ جس وقت انسان ان ساری چیزوں سے بچے گا تو مہینہ گزرنے کے ساتھ اچھے اخلاق کا گلشن بھی پیدا ہو چکا ہو گا۔

حکمت نمبر 8: روزہ Decipline کی عملی شکل ہے

روزہ Decipline کی ایک عملی شکل ہے کہ کھانا وقت معین پر لازم کر دیا گیا۔ اور وقت معین پر نہ کھانا لازم کیا گیا اور پھر وقت معین پر کھانا لازم کر دیا گیا۔ اور اگر اس وقت تاخیر کرتا ہے تو مکروہ ہو جاتا ہے کہ جب اتنی تاخیر کرے گا ستارے نکل آئیں اور جب روزہ رکھنے کا وقت ختم ہو گیا تھا اب اگر اس وقت کھاتا ہے تو روزہ ہوتا ہی نہیں ہے تو یہ روزہ انسان کو نظم وضبط اور نظام کی پابندی کا سبق دیتا ہے

marfat.com

بھاب دیکھو ایسا کوئی آمر دلاسا دیتا ہے کہ حکم دے اور ساتھ پیار بھی دے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

البقرہ: ۱۸۳

"اے ایمان والے تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

وہ ہمیں direct فرمادیتا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

"تم پر روزہ فرض ہے۔"

نہ یہ کہتا اے مومنو تم پر یوں فرض کیا گیا جس طرح پہلوں پر فرض کیا گیا اور نہ یہ فرماتا کہ تمہیں فائدہ یہ ہوگا۔ صرف یہ کہتا کہ تم پر روزہ فرض ہے۔ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم انکار کرتے ہم ضرور رکھتے لیکن اب اس کا پیار کتنا ہے اس نے پہلے تو ہمیں اپنے نام سے بلایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر: ۲۳)

مومن اللہ کا اپنا نام ہے اور اس نے ہمیں روزے کا حکم دینے سے پہلے اپنے نام سے پکارا اور پھر فرمایا، روزہ جو میں نے تم پہ لازم کیا ہے، اس سے تم گھبرانہ جانا، کیوں؟

فرمایا:

marfat.com

فرق رکھا، عبادت تب بنتی ہے۔ جب اپوزیشن ہو اور پھر بھی بندہ اس کو دبائے۔ بھوک بھی لگے، پیاس بھی لگے، لیکن پھر بھی بندہ اس کو دبا کے رکھے تو روزہ بن جائے گا۔ اگر ساری رات ویسے عادت کے مطابق سویا رہتا ہے تو پھر حکمت پوری نہ ہوتی۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے دن کے اندر ہمارے لئے روزہ کو لازم قرار دیا۔

2- دوسری شفقت

دوسری وجہ اور حکمت یہ ہے کہ دن کو روزہ لازم کیا اور پھر مزید اس میں اللہ کی شفقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی کہ اگر تم سفر پہ ہو، لمبی مسافت ہے، ساڑھے ستاون میل تم جانا چاہتے ہو۔ 92 کلومیٹر کا سفر ہے تو اگر تم مشقت سمجھتے ہو تو رخصت ہے اور ایسے ہی بیماری ہے تو اس میں بھی رخصت ہے۔

اب دیکھئے رخصت میں پھر آگے شفقت کیا ہے کہ اگر انسان نے عذر کی وجہ سے روزہ کی چھٹی کی تھی، وہ دن چودہ گھنٹے کا تھا اور پھر جس وقت اس نے قضا کی ہے وہ دن بارہ گھنٹے کا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ لازم نہیں کیا کہ جتنا لمبا دن تم نے ناغہ کیا تھا اتنا لمبا دن تم روزہ رکھو تو پھر روزہ پورا ہوگا اگر چھوٹا دن آگیا ہے۔ اس میں روزہ رکھے گا تو قضا پوری ہو جائے گی۔ ایسے ہی جس دن اس نے بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا، وہ بڑا گرم دن تھا۔ جب اس کی قضا کرتا ہے بڑا سرد دن ہے تو اللہ نے اس میں بھی شفقت رکھی ہے کہ تم اس میں بھی قضا کرو گے تو تمہیں ثواب عطا فرما دیا جائے گا۔

3- تیسری شفقت

اس واسطے جو اس روزے کی فرضیت کا Pattern ہے اس میں بڑی شفقت

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

اس میں بھی ایک شفقت ہے۔ فرمایا چند دن ہی تو ہیں یہ نہیں فرمایا کہ پورا مہینہ ہے۔ اب اس سے بندے ڈر جائیں۔ پورا مہینہ تمہیں روزہ رکھنا پڑے گا۔ فرمایا

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

یہ چند دن ہی تو ہیں جن میں تم نے روزے رکھنے ہیں تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت کا مزید اظہار فرما دیا۔

5- پانچویں شفقت

اللہ تعالیٰ نے روزے میں ایک اعتکاف والی فضیلت بنا دی۔ مطلب کیا تھا کہ روزے دار ضیف اللہ ہوتا ہے۔ روزہ دار اللہ کا مہمان ہوتا ہے تو جو اللہ کا مہمان ہو وہ اللہ کے گھر میں رہتا ہے۔ لہٰذا وہ اعتکاف والی جو صورت تھی اس کو ساتھ attach کر دیا گیا۔ یہ اللہ کے جب مہمان ہیں تو ان میں سے کچھ ضرور اللہ کے گھر میں رہیں۔

6- چھٹی شفقت

روزے میں پھر اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر بنا دیا۔ کس طرح کہ جیسے نماز میں بھول ہو جائے تو اس کے لئے سجدہ سہو ہوتا ہے تو آخر بندہ روزہ رکھ کے اس کی زبان سے کوئی لفظ نکل جاتا ہے کبھی کوئی لغویات ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر کو سجدہ سہو بنا دیا ہے کہ جس وقت صدقہ فطر ادا کر دیا جائے گا تو محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

marfat.com

کما کتب علی الذین من قبلکم

یہ تو سوچو کہ یہ روزہ تم سے پہلے کس کس نے رکھا............اب عام طور پر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں:

کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ

جس طرح پہلی قوموں پر فرض کیا گیا تھا۔ امتوں پر فرض کیا گیا تھا لیکن جب یہ تصور کیا جائے، جیسے پہلے انبیاء پر فرض کیا گیا تھا اور پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تو پھر یہ تڑپ پیدا ہو گی کہ جب اللہ نے انبیاء کو یہ شان دی ہے تو ہم اس معاملے میں پیچھے کیوں رہ جائیں؟ وہ روزہ رکھ کے اللہ کے قرب میں پہنچ جائیں اور ہم اس سے خالی رہ جائیں؟ تو اس سے ایک تڑپ پیدا ہو گی کہ ہم سے جو پچھلی امتیں ہیں وہ تو روزہ رکھیں لیکن ہم نہ رکھیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ایک شوق دلا دیا اور پھر ساتھ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ بھی دیا۔

تم یہ نہ سمجھنا کہ جو یہ کام کرے وہ تو مر جاتا ہے اور ہم کیسے روزہ رکھ سکیں گے۔ اللہ فرماتا ہے پہلے بھی لوگ رکھتے رہے ہیں اور تم سے پہلی قوموں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو تم سے ہو نہ سکے تو اللہ تعالیٰ نے

کَمَا کُتِبَ

سے ایک مزید شفقت کا اظہار فرما دیا، حکم بھی دیا ہے، ساتھ دلاسہ بھی دیا ہے اور ساتھ اس کے انعام کا اعلان بھی فرما دیا ہے۔

4- چوتھی شفقت

یہ روزے کی چند حکمتیں تھیں اور آخر میں صوفیاء کے نزدیک جو روزہ کی تعریف ہے، اس کو بیان کرتے ہیں:

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عرائس البیان میں روزے کی تعریف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ:

ہمارے صوفیاء کے نزدیک روزہ کیا ہے۔ چونکہ عمومی طور پر صوفیاء کہتے ہیں:

اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْہِ صَوْمٌ

''ساری دنیا ایک دن ہے اور یہ ایک دن ہمارے لئے روزے کا دن ہے۔''

ابن عربی کہتے ہیں:

اَنْ تَصُوْمُوْا عَنْ مَاْلُوْفَاتِ الطَّبِیْعَۃِ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کا مطلب یہ ہے:

کہ جو طبیعت کی پسندیدہ چیزیں ہیں جن کی طرف بندوں کو الفت ہے اور جن کی طرف بندہ مالوف ہے ان مانوس چیزوں کو چھوڑ دو تو کیا ہوگا۔

لِکَیْ تَتَخَلَّصُوْا عَنْ رِجْسِ الْبَشَرِیَّۃِ

''جب ساری مانوس چیزیں چھوڑو گے تو بشریت کی گندگی سے تم محفوظ ہو جاؤ گے۔''

پھر کیا ہوگا:

تَصِلُوْا مَقَامَ الْاَمْنِ وَالْقُرْبَۃِ

''تو تمہیں اللہ کے دربار میں ایک اہم مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔''

لہٰذا صوفیاء کا روزہ عام روزہ سے بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ

marfat.com

زَکٰوۃُ الْفِطْرِ طُھْرُ الصِّیَامِ (مشکوٰۃ: ۱۶۰)

صدقہ فطر روزوں کی پاکیزگی ہے۔

جب روزے دار کا روزہ پراگندہ ہو جائے اس پر غبار پڑ جائے، تو جب وہ صدقہ فطر دیتا ہے تو روزہ دھل جاتا ہے، روزہ ستھرا ہو جاتا ہے۔

7- ساتویں شفقت

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر ساتویں شفقت یہ ہے کہ جہاں ساری عبادات میں نیت کا پہلے ہونا ضروری ہے لیکن روزہ کے لئے پہلے نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی بندہ سو گیا تھا، اس کو پتہ نہیں چلا کہ طلوع صبح صادق ہو گئی ہے، پھر کھائے پئے بغیر زوال سے پہلے وہ نیت کرے تو اس کے سارے دن کا روزہ ہو جائے گا لیکن نماز پڑھنے کے لئے نیت پہلے ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ آدھی رکعت پڑھ کر پھر نیت کر لو، اس طرح نماز نہیں ہو گی۔

یہ روزے کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرض کیا کہ کچھ وقت اگرچہ نیت کے بغیر گزر گیا ہے، بعد میں نیت کر لو گے تو سارے دن کا روزہ ہو جائے گا۔

8- آٹھویں شفقت

روزے کی فرضیت میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر آٹھویں شفقت یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بھول کر کھا لو گے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ برقرار رہے گا۔ جبکہ نماز میں اگر تم بھول کے بھی بات کرو گے تو نماز ٹوٹ جائے، نماز نہیں رہے گی لیکن بھول کر اگر روزے میں کھا جاؤ گے تو روزہ برقرار رہے گا۔

marfat.com

سوالات وجوابات

☆حالت روزہ میں احتلام ہو جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: حالت روزہ میں احتلام کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غسل بندے کو کرنا چاہئے اور پھر بندگی میں مصروف ہونا چاہئے۔ صرف غرارے ہیں حلق کے، ان سے اجتناب کرے اور جس وقت روزہ افطار کرے۔ اس وقت وہ غرارے یا اس نیت سے پانی کے گھونٹ حلق سے نیچے اتار دے۔ اس کو طہارت مل جائے گی۔

☆روزے کی حالت میں پٹھوں میں ٹیکا لگوا سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب: حالت روزہ میں اصل ہم نے اس کی جو حکمت عملی بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے اندر ایک کمزوری پیدا ہو اور اس کی شہوتیں دم توڑ جائیں اور اس کو ایک تجلی حاصل ہو اور اگر کوئی بندہ ٹیکے لگوا لگوا کے پھر وہی صورت حال اپنی برقرار رکھتا ہے، اس کے نفس میں کمزوری نہیں آتی اور کسر شہوت نہیں ہوتی یعنی شہوت نہیں ٹوٹتی تو پھر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ نہایت مجبوری کی حالت میں عذر کی شکل میں اس کے لئے جائز ہے کہ وہ پٹھوں میں گوشت میں ٹیکا لگوا سکتا ہے اور رگ کے ٹیکے سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ اور جو پٹھوں میں لگوانے کی صورت یہ ہے کہ انتہائی مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ افطار کے بعد کوئی لگوائے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

☆روزے کی حالت میں اگر بیماری ہو نکسیر کی تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں نکسیر آنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کا

ان کے نزدیک اگر بندہ یہ خیال کرلے کہ آج افطار کس سے کروں گا تو وہ سمجھتے ہیں کہ روزے کا فائدہ ہی ختم ہوگیا۔ ایک منٹ بھی یہ خیال کیوں آیا کہ افطار کس سے کروں گا۔ تو یہ جتنی انسان کوششیں کرتا ہے اسی کے لحاظ سے اس کو مرتبہ ملتا جاتا ہے۔

میری دعا ہے رب ذوالجلال روزے کی ان تمام حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا روزہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

marfat.com

انہوں نے حلال رزق کھا کے روزہ رکھا تھا اور غیبت کر کے اپنے بھائیوں کا گوشت کھا کھا کے یہ ان کا حال ہو گیا تو اس واسطے غیبت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے۔

☆ یا الٰہی کرم فرما مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم کیجئے خدا کے واسطے کیا یہ دعا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: تو دعائیہ اشعار میں سے یہ شعر جائز ہے کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ دعا کی جارہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ حدیث شریف میں موجود ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس پر قائم رہے اور یہ قرآن پاک کی اس آیت کا حصہ ہے جس میں یہ فرمایا گیا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ۶۴)

اور یہ جو دوسرا اس کا مصرع ہے جس میں ہے کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم کیجئے خدا کے واسطے

اب خدا کے واسطے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی رضا کے حصول کے لئے کہ تم ہم پہ کرم کرو گے۔ اللہ کی رضا کے لئے جس طرح منگتا مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کے لئے مجھے یہ دے دو، اللہ کے لئے ایک روپیہ، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایک روپے کی اللہ کو ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے مجھے ایک روپیہ دے دو۔

marfat.com

روزہ بحال رہے گا۔

☆ حاملہ عورت نے اگر روزہ رکھا ہے تو وضع حمل کے وقت ٹیکہ لگوانے، دوائی کھانے اور آپریشن کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی حالت جو ہے اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری بیماری بھی ہو تو اس میں روزہ افطار کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ جان جانے کا خطرہ ہو عورت پر جب ولادت کا وقت آجائے تو ایسی صورت میں یہ ہے کہ اس کا روزہ ویسے ہی نفاس کی وجہ سے برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی۔ ادویات کا بھی استعمال کرنا اس کے لئے درست ہے۔

☆ غیبت سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت اس کی باقی نہیں رہتی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ غیبت سے روزہ یوں ٹوٹ جاتا ہے کہ اب اس کا روزہ ختم ہو گیا اور اس پر قضاء یا کفارہ لازم آجائے جو حدیث شریف میں منع کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت روزہ یعنی کامل روزہ نہیں رہتا لیکن ڈھانچہ روزے کا برقرار رہتا ہے اور فرضیت ادا ہو جاتی ہے مگر بندۂ مومن کو اس حالت کے اندر کہ جب اس نے روزہ رکھا ہو تو ایسی صورت میں اس کو غیبت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ گزشتہ سال ہم نے بیان کیا تھا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے دو عورتوں کو حکم دیا کہ یہ دونوں قے کریں تو ان کے اندر سے گوشت کے ٹکڑے باہر نکلے، فرمایا:

marfat.com

کہ سنگی لگانا، لگوانا کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس سے روزہ ٹوٹے۔ چونکہ روزہ ٹوٹتا ہے کہ دوا یا غذا سے کوئی

چیز بندے کے دماغ میں اس کے شکم میں داخل ہو جائے۔ وہ عادی راستہ ہو یا غیر عادی راستہ ہو تو اس سے کوئی چیز اس کے شکم میں داخل نہیں ہوئی نہ دماغ میں پہنچی ہے تو صرف یہ ہے کہ خطرہ ہے کہ اگر خون زیادہ نکل گیا تو کمزور ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ توڑنے کی نوبت آ جائے۔

تو اس بنیاد پر ٹیسٹ کے لئے اتنا اگر کوئی مریض کمزور ہے کہ جس سے اتنا خون مطلوب ہے ٹیسٹ والوں کو کہ جس کی وجہ سے اس بندے کے بے ہوش ہو جانے کا خطرہ ہے اور اس کے روزہ کے افطار کی نوبت کا خطرہ ہے تو پھر حالتِ روزہ میں اس کو ٹیسٹ کے لئے خون نہیں دینا چاہئے اور اگر ایسا نہیں تو خون دیا جا سکتا ہے۔

اور جو نفس مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ٹیسٹ کے لئے جب خون لیا جائیگا تو روزہ اس سے نہیں ٹوٹے گا۔ آگے ایک امر عارض ہے کہ اگر اس کی صحت ایسی ہے کہ اس کے بیہوش ہو جانے کا خطرہ ہو، خون دیکھنے کی وجہ سے یا خون نکلنے کی وجہ سے، کیونکہ کچھ بندے خون نکلتا دیکھیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت حال کہ اس کے منہ میں پانی ڈالنا پڑ جائے اور روزہ اس کا تڑوانا لازم آ جائے تو ایسی صورت میں احتیاط کرنی چاہئے۔

☆ حالت روزہ میں علاج کے لئے یا ویسے بھاپ لے

marfat.com

تو ایسے ہی اس میں خدا کے واسطے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم پر کرم کیجئے۔ نبی ﷺ کا کرم کر سکنا یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ حضرت زید بن حارثہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۳۷)

اللہ نے بھی ان پر انعام کیا ہے اور اے نبی ﷺ آپ نے بھی ان پر انعام کیا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید سے یہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبہ: ۷۴)

''ان کو غنی کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور ان کو غنی کر دیا اللہ کے رسول ﷺ نے، اپنے مشترکہ فضل کے ساتھ۔''

☆ حالت روزہ میں ٹیسٹ کروانے کے لئے خون نکلوا سکتے ہیں یا نہیں؟ (سائل انڈیا سے)

جواب: یہ مسئلہ ہم حجامت پر یعنی سنگی لگوانے پر قیاس کر سکتے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ حالت روزہ میں ایک شخص نے سنگی لگوائی جو پرانا طب کا ایک طریقہ تھا کہ رگ سے وہ خون چوس کے باہر نکالا جاتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمادیا:

أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ (ترمذی شریف: ح: ۷۷۴)

''جس نے سنگی لگائی ہے اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور جس نے لگوائی ہے اس کا بھی ٹوٹ گیا۔''

مطلب یہ تھا کہ وہ ساتھ ساتھ غیبت کر رہے تھے اور اس میں محدثین نے کہا

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 4

امتیازاتِ نماز

سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: حالت روزہ میں بھاپ لینا درست نہیں ہے ہے۔ اس سے روزے کے ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ صرف وہ صورتیں کہ جن پر مجبوری ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آٹے کی مشین پر مزدور ہے اور آٹے کا غبار اڑ رہا ہے یا ویسے بارش ہورہی ہے اور چل رہا ہے تو کچھ بالکل معمولی قطرے ہوسکتا ہے۔ ناک کے ذریعے یا ویسے اندر چلے جائیں تو یہ صورتیں عذر کی ہیں۔ ویسے عملاً اور ارادے کے ساتھ جس طرح سگریٹ جائز نہیں ہے، حقہ جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی بھاپ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز و محتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کا کروڑوں بار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس عشرۂ رحمت میں اس پرکیف اجتماع میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی ہے

ادارہ صراطِ مستقیم کا پروگرام رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے تسلسل کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کو صحت وعافیت کے ساتھ اس کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

امتیازاتِ نماز

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً آج کا موضوع ہمارے لئے بڑی دلچسپی، چاشنی اور لذت کا باعث ہے کہ ہم رب ذوالجلال کی عبادت میں جس وقت حالتِ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارے سامنے نماز کا وہ امتیازی سلسلہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے خالق کائنات نے اس کو تمام عبادات پر ممتاز فرمایا ہے۔ اگر ہم اس کی طرف توجہ کرلیں گے تو عبادت میں مزید چاشنی پیدا ہوگی اور مزید نکھار آئے گا۔

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

هُوَ مَوْلَاكُمْ

وہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

اور وہ بہت اچھا مولا اور بہترین کارساز ہے۔"

اس آیہ کریمہ میں اور اس کے سوا آیات میں نماز کا حکم واضح طور پر موجود ہے اور ایسے ہی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ نماز کے احکام سے متعلق ہے۔ نماز جس کی گفتگو آج ہمارے موضوع کا مرکزی کردار ہے۔ اس سے مراد نماز پنجگانہ ہے، یعنی فرض عین اس کے اسرار و رموز کے لحاظ سے یہ گفتگو آگے چلے گی اور فرض کفایہ، نماز جنازہ بھی نماز ہی کہلاتی ہے مگر ہم اس وقت فرض عین کے لحاظ سے جو امتیازات ہیں ،ان کو بیان کریں گے۔

صلوٰۃ کا لغوی معنیٰ

صلوٰۃ کا لغوی معنیٰ ہے:

اَلدُّعَاءُ

یا

اَلدُّعَاءُ بِالْخَيْرِ

صلوٰۃ کا معنیٰ ہے دعا کرنا یا کسی کی بہتری چاہنا۔

چونکہ قرآن مجید برہان رشید میں سورۂ توبہ کے اندر آیت نمبر 103 میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے۔ جہاں خالق کائنات نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا:

نماز بندے اور مولا کے درمیان ایک بہترین رابطے کا نام ہے۔

نماز مومن کے لئے معراج ہے

نماز اللہ کے دربار میں بندے کی سرگوشی ہے۔

نماز ظاہر اور باطن کا نور ہے۔

نماز دارین میں سعادتوں کا سبب ہے۔

نماز بے حیائی اور برے کام سے بچے رہنے کا ایک بہترین حصار اور قلعہ ہے۔

نماز کی وجہ سے انسان کی سیرت میں بھی جوبن آتا ہے اور انسان کے اعمالِ صالحہ میں بھی ایک نکھار آتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید اور حدیث شریف میں نماز سے متعلق جتنے احکام ہیں اور اس کے سوا صحابہ کرام علیھم الرضوان اور علماء امت کے جو فرمودات ہیں۔ ان کو ذہن میں رکھتے ہوئے آج کا ہمارا مختصر سا درس نماز کے ایک پہلو سے متعلق ہے کہ اس عبادت میں جامعیت کتنی ہے۔ اس عبادت کے اندر خالق کائنات جل جلالہٗ نے ہمارے لئے وہ کونسے مواقع رکھے ہیں کہ جن کی وجہ سے واقعی نماز مومن کی معراج کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر 78 ہے۔ خالقِ کائنات فرماتا ہے:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

marfat.com

نماز کی فضیلت جو رسول اکرم ﷺ نے بیان کی وہ احادیث کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے یہ بات مسند امام احمد میں موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یَّسْمَعُ اَذَانَ صَلٰوۃٍ فَقَامَ اِلٰی وُضُوْئِہٖ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ بِاَوَّلِ قَطْرَۃٍ تُصِیْبُ کَفَّہٗ مِنْ ذَالِکَ الْمَاءِ

مسند امام احمد: ۲۵۴/۵

"جس وقت بھی ایک عبد مسلم اذان کی آواز سنتا ہے، اذان کی آواز سننے کے بعد وضو کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو جس وقت اس کا ہاتھ پانی کو لگتا ہے اور پانی کا پہلا قطرہ اس کے ہاتھ کو مس کرتا ہے تو اس بندے کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔"

نماز کی کس قدر فضیلت ہے کہ ابھی نماز کا موضوع آگے بڑھنے والا ہے۔ نماز کے اندر جو عظمتیں بندے کو میسر ہوں گی اور جس قدر اس کے صحن چمن میں بہار آئے گی، وہ سارے معاملات ابھی بعد میں ہیں۔

ابھی اس نے اذان سنی اور نماز کے لئے وضو کا آغاز کیا اور پانی کا پہلا قطرہ جب اس کی ہتھیلی سے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

غُفِرَلَہٗ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ

"جتنے بھی اس کے سابقہ گناہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں صاف کر دیا۔"

تو رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں:

وَھِیَ نَافِلَہٗ قَامَ اِلٰی صَلٰوتِہٖ

marfat.com

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبۃ: ۱۰۳)

''آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کریں۔(بیت المال کے لئے) ان کو پاک کرتے ہوئے اور ان کا اس صدقے کے ذریعہ سے تزکیہ کرتے ہوئے، اور آپ ان کے لئے دعا مانگیں کیونکہ آپ کی دعا آپ کے غلاموں کے لئے باعث سکون ہے۔''

یہاں قرآن مجید میں لفظ صلوٰۃ استعمال کیا گیا۔

تو اب یہاں پر وہ معنیٰ نہیں جو ہم نماز کی شکل میں لیتے ہیں۔ اس سے دعا بالخیر مراد ہے۔ کسی کی بہتری کی دعا مانگنا تو اللہ تعالیٰ محبوب علیہ السلام کو حکم فرما رہا ہے کہ اپنے غلاموں کو نیکی کی طرف متوجہ کرو اور ان کو دعائیں دو۔ آپ کی دعائیں ان کے سکون کا سبب بنتی ہیں۔ اور آپ کی دعاؤں سے ان کو تسکین کے جام ملتے ہیں۔

صلوٰۃ کی اصطلاحی تعریف

هِيَ اَقْوَالٌ وَاَفْعَالٌ مَخْصُوْصَةٌ مُفْتَتَحَةٌ بِالتَّكْبِيْرِ مُخْتَتَمَةٌ بِالتَّسْلِيْمِ

''نماز مخصوص اقوال و افعال کو کہا جاتا ہے کہ جن کا آغاز تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔''

مخصوص اقوال اور مخصوص افعال شریعت کی شرائط کے مطابق ان کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ جس وقت کہ ان کا آغاز تکبیر تحریمہ سے ہو اور اختتام سلام پر ہو، یہ نماز کی اجمالی سی تعریف ہے۔

marfat.com

امتیازاتِ نماز

ہم اللہ کی جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ بڑی عظیم ہے اور بالخصوص روزے کے بارے میں جو اسرار و رموز اور حکمتیں اور جامعیت آپ نے سنی وہ تازہ تازہ آپ کے ذہن میں موجود ہے۔اس کے ساتھ ہی آج نماز کا باب شروع ہو گیا ہے۔

امتیاز نمبر 1

جامع عبادت

امتیازات کے لحاظ سے نماز کی سب سے پہلی امتیازی شان یہ ہے کہ یہ ساری عبادات میں سے جامع عبادت ہے۔

ایک عبادت مالی ہوتی ہے، ایک عبادت بدنی ہوتی ہے اور ایک عبادت قلبی ہوتی ہے اور ایک عبادت قالبی ہوتی ہے۔نماز کو دیکھیں تو ہر لحاظ سے اس میں ایک جامعیت موجود ہے۔

بدنی تو ہے ہی کہ انسان نماز پڑھتا ہے تو تھک جاتا ہے اس کو تھکاوٹ ہوتی ہے۔قدم سوج سکتے ہیں۔کثرت قیام کی وجہ سے قدموں میں ورم آسکتا ہے۔اس کے بدن کو تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔بالخصوص لمبا قیام کرنے سے اور کثرت سجود کے ساتھ نقاہت آسکتی ہے۔بدن کے ساتھ ساتھ یہ باقاعدہ مالی عبادت بھی ہے۔کیوں؟

اس میں طہارت شرط ہے اور وہ طہارت بدن کی بھی ہے اور طہارت کپڑے کی بھی ہے۔کپڑے کی طہارت کے لئے جو پانی ملے گا تو وہ بھی اس کو پیسے سے ملے گا،اس کے حصول کے لئے اس کو دولت خرچ کرنا پڑے گیا اور بدن کی طہارت کے

marfat.com

''اب جس وقت وہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ سارا بخشش کا اضافی سلسلہ ہے۔''
بخشش کا کام تو پہلے قطرے سے ہو گیا جب اس نے وضو کرنے کے لئے پانی کو مس کیا اب جو کچھ بعد میں کر رہا ہے یہ بخشش کا اضافی سبب ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ مزید اپنی طرف سے نوازشات عطا فرمائے گا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی دوسری روایت بھی ہے کہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجِنَانِ

طبرانی ۸/ ۲۹۹ طبعۃ العراق: فتح المنان: ۵

''جس وقت بندہ وضو کر کے اللہ کے دربار میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

آج ہم جس وقت رمضان المبارک کی فضیلت کو بیان کرتے ہیں کہ جونہی چاند طلوع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے تو دن کے پانچ مرتبہ نماز کی حالت میں بندے کے لئے اللہ نے یہ اہتمام کیا ہے جب یہ تیار ہو کے زمین پر کھڑا ہوتا ہے اور اللہ کے دربار میں حاضری کی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ اتنا پسند ہے کہ اگرچہ یہ زمین پہ ہے لیکن اس کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے یعنی یہ وہ عمل ہے جو جنت میں جانے کا ایک قوی ذریعہ ہے اور جنت میں جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

marfat.com

سے لگ گیا کہ وہ خود باہر ہو، دل مسجد میں رہتا ہے۔اس کا دل مسجد سے معلق ہو گیا ہے، لٹک گیا ہے اور مسجد کے ساتھ گویا کہ اس کا دل چمٹ گیا ہے۔ حالانکہ دل اس کے بدن میں ہی ہے لیکن اس کی دلچسپی کا مرکز مسجد بن گئی ہے تو اس لحاظ سے نماز میں اصل اس کے دل کا وظیفہ ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اتنا عادی بنے کہ اس کو حضوری مل جائے۔

صرف حالتِ نماز میں ہی نہیں یا صرف مسجد کے اندر ہی نہیں بلکہ مسجد سے باہر بھی اس کو خیال مسجد کا ہو تو اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ جامعیت عطا فرمائی ہے کہ یہ قالب کی بھی عبادت ہے اور قلب کی بھی عبادت ہے۔

امتیاز نمبر 2 نماز میں شہادتین کا وجوب

دوسرا نماز کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں شہادتین کا وجوب ہے۔

شہادتین سے مراد اللہ کی توحید کی شہادت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت۔ ویسے عمومی طور پر سروے کرلیں عبادات میں سے کسی کے اندر شہادتین کو بحیثیت رکن ان کے لئے لازمی قرار نہیں دیا گیا۔

اگرچہ مومن کا دل ہر وقت شہادت سے مامور ہونا چاہئے چونکہ یہ عقیدے کا اہم معاملہ ہے تو ہر وقت بندہ یہ شہادت دے رہا ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے میں بات کر رہا ہوں کہ شہادتین کے الفاظ کو واجب قرار دے دیا جائے کہ اگر وہ نہ ہوں تو وہ عبادت ہی نہ ہو جس عبادت کی یہ شان ہے، اسے نماز کہا جاتا ہے۔

چونکہ نماز میں قعدہ ہے، تشہد ہے تو تشہد میں شہادتین ہیں:

marfat.com

لئے بھی اس کو سرمایہ لگانا پڑے گا۔

اور پھر نماز کی ادائیگی کے لئے ستر عورت ضروری ہے یعنی شرمگاہ کا ڈھانپے ہوئے ہونا اور بدن پر کپڑوں کا ہونا۔ اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کا خیال رکھے۔ کیونکہ یہ نماز کے لئے شرط ہے تو اس سے پتہ چلا کہ یہ بدنی عبادت بھی ہے اور مالی عبادت بھی ہے۔

یہ عبادت صرف بدن یا مال کی ہی نہیں بلکہ یہ عبادت قلب کی بھی ہے اور قالب کی بھی ہے، یہ دل کی عبادت بھی ہے اور جسم کی عبادت بھی ہے۔

جسم کی عبادت واضح ہے کہ اس میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اور پھر باقاعدہ اعضاء کو معین کیا گیا ہے کہ جن کا سجدے کی حالت میں لگے ہوئے ہونا ضروری ہے۔

اور پھر قلب کی عبادت یہ ہے کہ یہ رب ذوالجلال کے دربار میں حاضر ہے اور انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھکتا ہے اور دل کو تمام خیالات سے پاک کیا جاتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نمازی کی شان بیان کی ہے اور اس کو ان سات افراد میں شمار کیا ہے کہ جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ وہ کونسا خوش نصیب ہے، فرمایا:

قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسْجِدِ

بخاری شریف: 91/1

گویا کہ فرمایا کہ وہ بندہ کہ جس کا دل نماز پڑھ پڑھ کے اتنا اللہ تعالیٰ کے گھر

marfat.com

صرف نماز میں نظر آئے گی، نماز کے سوا باقی عبادت میں نظر نہیں آئے گی۔ اس رزلٹ پر جا کر اخذ ہوگا کہ جس میں اتنی زیادہ شرائط ہیں تو پھر یہ وہ عبادت ہے جو بندے کے لئے اللہ کے قرب کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

امتیاز نمبر 3 توجہ الی الکعبۃ

نماز کا تیسرا امتیاز یہ ہے کہ اس میں توجہ الی الکعبۃ ہے۔

نماز توجہ الی الکعبۃ کے بغیر نہیں ہوتی جو مکہ شریف میں ہے۔ اس کیلئے عین قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور ہمارے لئے جہت قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے کیونکہ عین قبلہ کیطرف سب کا دور سے منہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر چہ کچھ لوگ کشف والے بھی ہوں اور ان کو کعبہ نظر بھی آرہا ہو مگر اس کی جتنی حدود ہیں اس کے لحاظ سے وہ پوری کائنات میں مساوی سامنے آجائے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ عین کعبہ کی طرف وہاں کے لوگوں کے لئے منہ کرنا ضروری ہے۔ باقی سب کے لئے جہت کعبہ ضروری ہے۔ جس جہت میں کعبہ ہے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے توجہ الی الکعبۃ نماز کے لئے لازم ہے۔

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو کیسی شان دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سجدہ اپنے آپ کو کروانا چاہتا ہے اور درمیان میں اس نے ایک قبلہ بنا دیا ہے جو معبود نہیں ہے، معبود تو اللہ ہے قبلہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے سجدوں کو وصول کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچا رہا ہے اس سے قبلہ کی شان کو سمجھو کہ قبلہ کیا چیز ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے؟

marfat.com

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

یہ جو شہادتین ہیں نماز کے اندر بالخصوص یہ اس کی جامعیت اور اس کا امتیاز ہے۔

روزہ رکھنے کے لئے شہادتین کا تلفظ ضروری نہیں۔ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شہادتین کا تلفظ ضروری نہیں۔ حج اور جہاد کی ادائیگی کے لئے شہادتین کا تلفظ واجب نہیں لیکن یہ نماز ہے کہ جس میں شہادتین کو لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کو دیگر تمام عبادتوں سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔

ان امتیازات کے ساتھ ساتھ اپنے ذہن کو دوسری عبادات کی طرف بھی متوجہ رکھیں۔

مثلاً جو میں نے جامعیت بیان کی ہے کہ یہ جامع عبادت ہے اب اس میں ستر کا ذکر کیا اور اس میں طہارت کا ذکر کیا تو آپ نگاہ کریں کہ روزے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بندے کا روزہ تب ہی برقرار رہے گا جب اس کا پورا بدن ڈھانپا ہوا ہو اور اگر وہ غسل کرنے کے لئے ننگا ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ نہیں نہیں، روزہ برقرار رہے گا۔

مگر نماز ایسی چیز ہے کہ اگر تین تسبیحات کی مقدار کے برابر وقت بھی کوئی عضو ننگا ہو گیا، جس کا ڈھانپا لازم ہے تو نماز نہیں رہ سکے گی۔

اور ایسے ہی روزے کے لئے وضو ضروری نہیں کہ وضو ہو تو روزہ باقی رہ سکے۔ وہ وضو کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور نماز کے لئے ضروری ہے۔ اگر وضو ہو گا تو نماز ہو سکے گی۔ ورنہ نماز نہیں ہو سکے گی تو یہ ہر امتیازی شان انوکھی طرح کی ہے کہ جو

marfat.com

جب آپ نے یہ بڑی گہری بات کی تو اس پر کسی نے سوال کر دیا کہ یقیناً جو کسی کا کعبہ ہو وہ اس سے افضل ہوتا ہے تو یہ جن کا کعبہ اور قبلہ ہے تو یہ ان سے افضل ہوگا۔ حالانکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ حقیقتِ قبلہ ہے۔ تو پھر یہ لازم آئے گا کہ حقیقت کعبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے افضل ہو۔ حالانکہ یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ مخلوق کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے جس کو اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شان عطا فرمائی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں، سید المرسلین ہیں۔ تو حقیقتِ کعبہ جب آپ کی حقیقت کا قبلہ بن جائے گا تو قبلہ ہونے کے لحاظ سے وہ آپ کی حقیقت سے افضل ہو جائے گا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لوگو تم نے سمجھا ہی نہیں کہ صورتِ کعبہ کیا ہے اور حقیقتِ کعبہ کیا ہے۔ صورتِ کعبہ یہ سمجھتے ہو کہ جو پتھر کعبہ میں لگے ہوئے ہیں۔ فرمایا: یہ صورتِ کعبہ نہیں ہے اگر یہ صورتِ کعبہ ہو تو اگر یہ پتھر نہ ہوں تو کہا جائے کہ کعبہ اٹھ گیا ہے حالانکہ کعبہ ان پتھروں کا محتاج نہیں ہے۔ اگر بفرض محال یہ پتھر نہ ہوں تو کعبہ پھر بھی کعبہ ہے۔ اگر یہ بلڈنگ نہ ہو تو کعبہ پھر بھی کعبہ ہے۔ جب یہ عمارت نہیں تھی اور مختلف ادوار میں دس مرتبہ اس کی تبدیلی ہوتی رہی کعبہ پھر بھی کعبہ ہی رہا۔ لہٰذا فرمانے لگے کہ عمومی طور پر جو لوگوں کے ذہن میں ایک تصور آ جاتا ہے کہ صورتِ کعبہ سے مراد یہ

marfat.com

یہ توجہ الی الکعبہ نماز میں تو ضروری ہے، روزے میں کوئی ضروری نہیں ہے کہ اگر کعبہ کی طرف منہ ہو تو پھر روزہ ہو گا، اگر ہٹ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ نہیں نہیں۔ روزہ پھر بھی ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے توجہ الی الکعبہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ حج کی ادائیگی میں توجہ الی الکعبہ کوئی ضروری نہیں ہے۔

تو یہ امتیاز نماز کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درمیان میں ایک ایسی Direction دے دی ہے کہ جو ہماری عقل سے ماورئی ہے کہ وہ کیسے سجدوں کو وصول کرتی ہے اور اللہ کی طرف لے جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے مرکز محبت بھی بنا دیا۔ مرکز وقار بھی بنا دیا اور مرکز تعظیم بھی بنا دیا۔ ہمیں اس کا پاسبان بنایا اور اسے ہمارا پاسباں بنا دیا۔

اس کعبہ کو درمیان میں لازمی کر کے اللہ نے جس عبادت کی حیثیت کو بڑھایا ہے وہ عبادت نماز کی عبادت ہے کہ جس میں توجہ الی الکعبہ کو نہایت ہی ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ایک ضروری نکتہ

یہاں ایک بات بہت ضروری ہے کہ مبداء و معاد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے، اس میں آپ نے کعبہ کی جو حیثیت ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمادیا:

''صورتِ محمدی ﷺ کا قبلہ صورتِ کعبہ ہے اور حقیقتِ محمدی ﷺ کا قبلہ حقیقتِ کعبہ ہے۔''

marfat.com

شامل نہیں ۔ لہٰذا ہمارا دستور اپنی جگہ برقرار رہا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ ساری مخلوقات سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کی حقیقت کا قبلہ وہ حقیقتِ کعبہ ہے اور حقیقتِ کعبہ کوئی مخلوق نہیں بلکہ حقیقتِ کعبہ خالق کی ذات ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی حقیقت اپنے مولیٰ کی حقیقت سے افضل نہیں ہے۔

تو اس بنیاد پر ہماری اس لحاظ سے جو نماز کی بحث چل رہی تھی اس پر اس بات کو منطبق کرو کہ نماز کے اندر اللہ نے ہمیں یہ حیثیت دی ہے کہ تمہارے لئے ایک کعبہ ہے، قبلہ ہے اور وہ ماورئ عقل ایک چیز ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہو کر جس وقت اس کی جہت سامنے رکھ کر ہم اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز کے پھول پیش کرتے ہیں تو یہ صرف اس عبادت کی انفرادیت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اندر ایک مافوق العقل مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

امتیاز نمبر 4 عکوف للعبادۃ

نماز کا چوتھا امتیاز عکوف للعبادۃ ہے۔

عکوف کا مطلب وہی ہے جو اعتکاف میں استعمال ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو کسی عبادت کے لئے روک لینا۔

معتکف اپنے آپ کو گویا کہ باندھ لیتا ہے باہر نہیں نکلتا۔ تو نماز کی امتیازی حیثیت یہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو ساری حرکات و سکنات چھوڑ کے ایک جگہ بند کر لیا جاتا ہے۔ ایسی حالت روزہ میں نہیں، ایسی حالت زکوٰۃ میں نہیں۔ ایسی حالت حج میں نہیں ہے۔

marfat.com

کعبہ کی دیوار ہے۔ فرمایا: یہ کعبہ کی صورت نہیں ہے۔ اگر یہ صورتِ کعبہ ہوتی تو پھر ان کے ہٹ جانے سے کعبہ کی حیثیت ختم ہو جاتی۔ جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ فرمانے لگے: صورتِ کعبہ ہے تو عاصم خالق سے مگر رنگِ خلق میں نہیں ہے تو وہ ایک مخلوق مگر رنگ مخلوق میں نہیں ہے۔ وہ انسان کی عقل سے ماورٰی چیز ہے، انسان کی سوچ سے اوپر چیز ہے۔

اگر واقعی ان پتھروں کا نام صورت کعبہ ہوتا تو پھر ہم پر کفار اور بت پرستوں کی طرف سے بہت بڑا اعتراض ہو سکتا تھا کہ تم نے بھی ایک بت پرستی کی صورت رکھی ہوئی ہے کہ پتھروں کی طرف منہ کر کے سجدے کرتے ہو تو ہم صورتِ کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ پتھروں کی طرف سجدہ نہیں کرتے اور صورتِ کعبہ انسانی عقل سے ماورٰی چیز ہے اور وہ بندے اور مولا کے درمیان رابطہ ہے کہ ادھر سے سجدے وصول کرتی ہے اور صورت کعبہ اللہ کے دربار میں پیش کر دیتی ہے۔ فرمانے لگے: یہ صورتِ کعبہ ہے۔ لیکن حقیقتِ کعبہ کیا ہے؟

حضرت مجدد الف ثانی فرمانے لگے:

حقیقتِ کعبہ خود اللہ کی ذات ہے۔"

مکتوبات شریف جلد نمبر۲ دفتر سوم میں تفصیلاً موجود ہے

لہٰذا پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور صورت کا قبلہ یہ صورتِ کعبہ ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو مخلوقات کے افراد میں نہیں ہے تو حقیقت کعبہ مخلوق کا فرد نہیں بلکہ وہ مخلوق سے ماورٰی ہے وہ تو مخلوق میں

marfat.com

تو یہ عکوف للعبادۃ۔ جس عبادت کی امتیازی شان ہے اس عبادت کو نماز کہا جاتا ہے۔

نماز میں جو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اس کا معنیٰ ہوتا ہے چیز کو حرام کرنا، تو حرام کرنے کا مطلب کیا ہے کہ پہلے بہت سی باتیں جائز تھیں سب حرام ہو گئیں۔ کھانا بھی جائز تھا، پینا بھی جائز تھا، لوگوں سے بولنا بھی جائز تھا، لوگوں کے سلام کا جواب دینا بھی جائز تھا لیکن جب اللہ اکبر کہا تو گویا اس نے کہا کہ اس وقت صرف اللہ سے بات ہو گی، باقی ساری حرام ہو گئی ہیں۔

باقی کسی سے گفتگو نہیں ہو گی اور پھر جا کے جب تسلیم کہا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اس کا مطلب کیا ہے کہ درمیان میں جو پابندیاں لگ گئیں تھیں اب ان پابندیوں کو اللہ کے اذن پر ختم کیا جا رہا ہے۔ اصل میں اس سلام کو آخر میں رکھنے کا مسئلہ یہ ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندے تو میرا بندہ ہے، تو محتاج ہے، تجھے بندوں کی بھی ضرورت ہے۔ اب تو نے میرے دربار میں حاضری دے لی ہے۔ اب ان بندوں کو سلام کہہ دے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں، وہ بھی تمہارے کام آئیں گے۔ ان کے ساتھ تمہارا تعلق ضروری ہے۔

نماز میں تحریم سے سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ تسلیم تک جا پہنچتا ہے۔ اس میں عکوف ہے، تو عکوف سے اس عبادت کو خاص کر دیا گیا ہے۔

marfat.com

یہ نماز کے اندر عکوف للعبادۃ ہے۔ گویا کہ بندے نے اس جہان میں ہوتے ہوئے اس زمین پر ہوتے ہوئے اپنے آپ کو باور کرالیا کہ اللہ اکبر کہنے کے بعد تیری حیثیت اور ہوگئی ہے۔ اب تو ایک اور دربار میں ہے، تو اور مقام پر پہنچ چکا ہے اور تیرا ایک دربار سے راز و نیاز کا سلسلہ ہے۔

لہٰذا عکوف للعبادۃ کے لحاظ سے اپنے آپ کو روک لینا بلکہ جب رسول اکرم ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ نماز میں ہاتھ اٹھا رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَالِیْ اَرٰکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃ

مسلم شریف: ۱۸۱/۱

”کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں شریر گھوڑوں کی دمیں ہلانے کی طرح۔ اپنے ہاتھ ہلا رہے ہو۔ نماز میں ساکن رہو۔“

یہ رفع یدین نہ کرو، ہاتھ نہ ہلاؤ تو یہاں آپ ﷺ نے نماز میں کھڑے ہو کر ہاتھوں کو جنبش دینا اس کو بھی نماز میں ناجائز قرار دے دیا کہ یہ نماز عکوف للعبادۃ ہے اور اس میں اعتکاف سے بھی زیادہ پابندی ہے کہ بندے نے اپنے آپ کو ایک جگہ یوں کھڑا کر دیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے تو لوگ کہتے تھے لگتا ہے ان کو کوئی میخ لگا دیا گیا ہے جو اپنی جگہ سے ہٹتا ہی نہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے تو لوگ کہتے تھے، لگتا ہے کوئی ستون کسی چھت کے نیچے لگا دیا گیا ہے جو آگے پیچھے ہوتا ہی نہیں ہے۔

marfat.com

اگر اس کے دل میں نرمی ہوتی، اللہ کا ڈر ہوتا اور دل میں یہ تصور ہوتا کہ میں رب کے دربار میں حاضر ہوں تو کبھی اپنی داڑھی کو ہاتھ نہ مارتا، کبھی آگے پیچھے یہ حرکتیں نہ کرتا۔ اس کے جو بے لگام اعضاء ہیں اور اس کی جو غیر مناسب حرکات ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا دل بھی غیر مناسب ہے اور دل کے خیالات بھی مجتمع نہیں ہیں اس کے دل میں حضور نہیں ہے، یہ دل اللہ کے دربار کے تصور میں نہیں ہے۔

کیونکہ اعضاء تو رعایا ہیں دل حکمران ہے۔ اور جس وقت حکمران میں کمزوری ہے تو پھر رعایا میں کمزوری ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ظاہری اعضاء کی حرکتوں کو دیکھ کے فرمایا:

"نہ اس کے اعضاء میں خشوع ہے اور نہ اس کے دل میں خشوع ہے۔"

تو یہ چونکہ ظاہر و باطن دونوں کی عبادت ہے اور یہ اس کی جامعیت ہے۔ اس میں دل کو سنبھالنا بھی بڑا لازم ہے اور ظاہر کو سنبھالنا بھی بڑا لازم ہے۔ نہ یہ کہ میرا دل اللہ کے دربار میں اعتکاف بیٹھا ہے، میری نماز کعبہ میں ہوتی ہے اور میں ویسے ہی پڑھ لیتا ہوں، ایسی نماز کسی کی نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ظاہری سب کچھ کرتا رہے۔ نماز شروع کرے تو ادھر دوکان کا حساب بھی شروع کردے اور اس کا دل رشتہ داروں کے پاس یا دوسری جگہوں پہ چکر لگا رہا ہو۔ نہیں نہیں، یہ نماز ہے۔ اس کے اندر حضور اور سکون ضروری ہے۔

زکوٰۃ دیتے وقت یہ پابندی نہیں ہے بلکہ وہاں اور پابندی ہے کہ زکوٰۃ چھپا کے دو اس میں اخفا رکھو، ہاں نماز میں یہ لازم کردیا گیا ہے کہ اپنے ظاہر و باطن دونوں

marfat.com

امتیاز نمبر 5 ظاہر و باطن کی عبادت

نماز کا پانچواں امتیاز یہ ہے کہ نماز ظاہر و باطن کی عبادت ہے۔

تم ظاہر میں دیکھ رہے ہو کہ بندہ نماز میں ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سلسلے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کا فرمان احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے کہ:

قَالَ ﷺ قَدْ رَایٰ رَجُلاً مُصَلِّیاً یَعْبَثُ لِحیَتَہ اَمَا ھٰذَا لَوْخَشَعَ قَلْبُہٗ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُہٗ

احیاء العلوم: ۱۹۹/۱

محبوب علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک شخص نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے یعنی نماز کے دوران کبھی ادھر ہاتھ مارتا ہے اور کبھی ادھر ہاتھ مارتا ہے۔ جس طرح کہ آج خاص طبقہ کے لوگ جونہی تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، انہیں ساتھ ہی خارش شروع ہو جاتی ہے ہر طرح کی تکالیف اور پورے بدن پہ ہاتھ مارنا، یہ سامنے آجاتا ہے۔ یہ اتفاقاً بندے سے جب ہو گیا تو جب محبوب علیہ السلام نے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز کو ناپسند کیا۔

کس انداز میں فرمایا:

لَوْخَشَعَ قَلْبُہٗ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُہٗ

"اگر اس بندے کے دل میں خشوع ہوتا تو اس بندے کے بدن پر بھی خشوع کا اثر ہوتا۔"

marfat.com

کرتے تھے۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تو گویا کہ آپ ہمیں نہیں پہچانتے ہم آپ کو نہیں پہچانتے۔

یعنی ہمارے درمیان بیٹھے تھے کہ اللہ کی ملاقات کا وقت آ گیا تو اس وقت مخلوق سے اتنا انقطاع ہو گیا ہے اور اس قدر ان سے اپنے آپ کو دور کر لیا گویا کہ ہماری آپس میں کوئی جان پہچان ہی نہیں، اور یہ بالخصوص رسول اکرم ﷺ کی شان ہے۔

جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو صحابہ کرام کہتے ہیں کہ سرکار ہمیں دیکھتے ہی نہیں تھے۔ اس واسطے کہ وہ اللہ کو دیکھنے کا ایک خاص وقت ہے اور اس کے جلوؤں کا وقت ہے پھر جو محبوب علیہ السلام کی نماز ہے اس میں ایسی حالت کیوں نہ بنے کہ آپ ﷺ سب سے اجنبی ہو جائیں، بیگانہ ہو جائیں اور دوسروں کو احساس دلائیں کہ اب مجھ سے بات نہ کرنا اب تمہارا ٹائم نہیں ہے۔ میں اپنے رب سے اس وقت مخاطب ہوں۔

کیونکہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب شریف (فارسی ۳۳۱) میں اس کو واضح کیا کہ معراج کی رات نبی ﷺ واپس ہی تب آئے تھے جب اللہ تعالیٰ سے یہ منوا لیا تھا اور اللہ نے فرمایا تھا کہ اے محبوب تم زمین پہ چلے جاؤ۔ تمہیں نماز پنجگانہ میں وہ دیدار دوں گا جو آج عرش پہ بلا کے تجھے کروایا ہے۔ اس کے بعد محبوب ﷺ تشریف لائے۔

یہی وجہ ہے جو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

کنز العمال: ح: ۱۸۹۱۲

marfat.com

کو اللہ کی عبادت میں لگا دو۔ جب ظاہر و باطن دونوں کا اتحاد ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ دل کی روشنی چہرے پر بھی لے آئے گا۔ پھر بندے کے چہرے پر نورانیت آجائے گی۔ یہاں تک آثار میں آیا ہے:

مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ

تفسیر ابن کثیر ۲۱۹/۴

"جو رات کو سجدے زیادہ کرے دن کو اس کا چہرہ خوبصورت نظر آتا ہے۔"

اس پر ایک اثر ظاہر ہوتا جاتا ہے تو اس لحاظ سے نماز ظاہر و باطن دونوں کی عبادت ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی اور فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○

سورۃ المومنون: ۲-۱

وہ لوگ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ نماز میں ایسی حرکات جو نماز کا حصہ نہیں ہیں، ان کی طرف وہ متوجہ نہیں ہوتے وہ مومن فلاح پانے والے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بہت ہی عجیب بات ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں بیان کی، کہتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحَدِّثُنَا وَنُحَدِّثُهٗ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ كَاَنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ

احیاء العلوم: ۱۹۲/۱

رسول اکرم ﷺ بیٹھے ہم سے گفتگو کر رہے ہوتے تھے اور ہم آپ سے گفتگو

marfat.com

امتیاز نمبر 6 مناجات اور اظہار عبودیت

نماز کا چھٹا امتیاز یہ ہے کہ نماز مناجات ہے اور عبودیت کا اظہار کرنا ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ سرگوشی ہے اور اس میں اظہار عبودیت ہے، مناجات سو کر نہیں کی جاتیں۔ مناجات جاگ کر کی جاتی ہیں اور حاضر دماغی سے کی جاتی ہیں۔

اب دیکھئے فقہ کی کتابوں میں کتاب الحج ہوتی ہے جہاں حج کے مسائل ہوتے ہیں، بالخصوص ہدایہ شریف اور دیگر تمام کتب میں موجود ہے کہ:

وقوف عرفہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے سب فقہاء نے لکھا اور ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کا سب سے بڑا فرض وقوف عرفہ یعنی عرفات میں ۹ ذوالحجہ کو جانا ہے۔

اگر کوئی بندہ گاڑی پر بیٹھا ہوا تھا اور سویا ہوا تھا، وقت معین میں وہ گاڑی وہاں سے گزر گئی اور اس کو پتہ بھی نہیں کہ یہ عرفات کا میدان ہے، وہ جاگ بھی نہیں رہا، نیت بھی نہیں پھر بھی اس کا رکن ادا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اغماء ہو اس کے ذہن پر پردہ ہو اور وہ بے ہوش ہو اس کو وہاں پر پہنچا دیا جائے تو پھر بھی اس کا رکن ادا ہو جائے گا۔

لیکن اگر نماز میں بے ہوشی آئی تو نماز تو نماز ہے اس کا وضو بھی باقی نہیں رہے گا۔ نماز کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں جو حساس حالت ہے اور نماز کا جو حساس مقام ہے، یہاں عقل پر پردہ آجائے، بندہ مجنوں ہو جائے، بے ہوش ہو جائے۔ بندہ کی پھر بھی

marfat.com

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ بِالصَّلٰوۃِ (مسند امام احمد ۵/۳۶۴)

''اے بلال! اذان پڑھو، ذرا ہم راحت پا لیں۔''

ہم نماز پڑھیں تو تھکتے ہیں لیکن سرکار ﷺ جب تھکے ہوں نماز پڑھیں تو چین آ جاتا ہے۔

اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا اور اس وعدہ کی تاثیر آپ کے معاملات کے لحاظ سے بھی اتنی تھی کہ بالکل اپنے ماحول میں جب نماز کی گھڑی آ گئی تو لگتا تھا کہ سرکار ﷺ کسی کو جانتے ہی نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کے واقف ہی نہیں ہیں چونکہ وہ عملاً اس حیثیت میں ہیں کہ ان کی ساری کی ساری توجہات اپنے رب کے دربار کی طرف مبذول ہو جاتی ہیں۔

ایسا ہی مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اسلاف کا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب بھی وضو کرتے تھے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کیا کوئی بیماری ہے کہ وضو کے بعد رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ فرمایا: تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں کس کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ اللہ کی ذات کا تصور ہے جس کی وجہ سے میرا رنگ زرد ہو جاتا ہے تو یہ ظاہر و باطن دونوں کی عبادت ہے اور یہ اس کی امتیازی شان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی امت کو جامعیت کے ساتھ یہ عبادت عطا فرمائی ہے۔

marfat.com

اور اس اظہار عبودیت میں بڑی لذت ہے۔

عبودیت کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے میں اللہ کا بندہ ہوں، کہیں کھڑا ہے، ہاتھ باندھے سر جھکایا ہے تو اس نے دنیا کو بتایا کہ رب کا حکم میرے سر پر ہے، میرے رب کی قدرت میرے سر پر ہے، میرے رب کی قدرت کا غلبہ میرے سر پر ہے۔ میں اپنے رب کا ادب کر رہا ہوں اور احترام کر رہا ہوں۔

جو میں نے ہاتھ باندھے سر جھکا لیا ہے اور میں جو کھڑا ہو گیا ہوں تو جگہ جگہ جہاں وہ سجدہ کرتا ہے، قیام کرتا ہے، وہ قیامت تک کے لئے حوالے بن جاتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کے ایک بندے نے بندگی کا ثبوت دیا ہے۔ اس انداز میں کھڑا رہا ہے اور اس انداز میں سر جھکائے رکھا ہے اور اس انداز میں سجدہ کرتا رہا ہے۔

یہ جو ایک خصوصی طور پر صورتحال ہے کہ جب وہ کھڑا ہو تو اس انداز میں کھڑا ہو کہ کسی کے سامنے کھڑا ہے اور کسی کی عزت کے لئے اور کسی کا ادب کرتے ہوئے کھڑا ہے۔ یہ نماز کے اندر صورت ہے، یہ روزے کے اندر نہیں ہے، یہ زکوٰۃ کے اندر نہیں ہے تو یہ بھی اس کی امتیازی شان ہے کہ یہ اظہار عبودیت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مناجات کا انداز بھی بنایا ہے۔ جب میرے محبوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب نماز پڑھیں تو کیسے پڑھیں:

فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ

"یوں عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو۔"

marfat.com

نماز ہوتی رہے، ایسا بالکل نہیں ہو سکتا، یہ نماز ہے۔ یہ حج نہیں، یہ زکوٰۃ نہیں، یہ روزہ نہیں کہ کوئی بندہ روزہ رکھ کے سارا دن سویا رہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ سو گیا ہے، اس کو پتہ نہیں بے ہوشی آ گئی ہے۔ اس کو خبر نہیں روزہ پھر بھی روزہ ہے لیکن اگر نماز میں ایسی لمبی نیند کرے گا اور اس انداز میں عقل پہ پردہ آ جائے گا، اغماء ہو جائے گا، بیہوشی ہو جائے گی تو اس کی نماز نہیں رہ سکے گی بلکہ اس کا وضو بھی نہیں رہ سکے گا کیونکہ جب اس کی عقل پر پردہ تھا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی ہوا کا مخرج سے خروج ہو گیا ہو تو وضو ہی سلامت نہ رہا۔ اس انداز سے کہ یہ مناجات ہے۔ اس میں بیداری بھی ضروری ہے اور اس میں اللہ کے دربار کی تیاری بھی ضروری ہے۔

نماز میں بندہ ہر طرح ذہن کو حاضر کر کے یہ خیال رکھے کہ میں اللہ کے دربار میں موجود ہوں۔ اللہ سے مناجات کر رہا ہوں، آخر میں نے اس سے بات کرنی ہے۔ بات رب سے کرنی ہو اور سو کے کرنی ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کو بیدار ہو کر اور پوری طرح تیار ہو کر اس فریضے کو ادا کرنا ہے اس لئے کہ دیگر عبادات میں یہ ضروری نہیں ہے، تمہیں نیند آئی ہو۔ خیال ہی نہ ہو جبکہ پہلے نیت تھی کہ زکوٰۃ دینی ہے کسی کو دے دیتے ہو تو ادا ہو جائے گی بلکہ اگر وکیل کو زکوٰۃ دے کے بھیج دیتے ہو تو وکیل جا کے زکوٰۃ دے آئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اگر نماز میں کسی مزدور کو کھڑا کر دو کہ وہ میری جگہ تراویح پڑھ لے اور میری جگہ فرض پڑھ لے تو یہ نہیں ہو سکے گا۔

وہاں حج کا بدل بھی ہو سکتا ہے، زکوٰۃ کا وکیل بھی ہو سکتا ہے مگر ایسا نماز کے اندر نہیں ہو گا۔ یہ اللہ کے دربار میں ایک مناجات ہے اور ایک اظہارِ عبودیت ہے

marfat.com

پہلی صورت حال یہ ہے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ صورتحال نہ بن سکے تو دوسری صورت گویا کے بغیر ہے۔

اِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ

''اگر تم رب کو نہیں دیکھ سکتے۔''

فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

''وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

اب اسے اِنَّ سے بیان کیا۔

كَاَنَّ اور اِنَّ میں فرق ہے۔

كَاَنَّ ہوتا ہے گویا کہ، اِنَّ ہوتا ہے بالیقین۔

اِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ

اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے۔

فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

وہ تو تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔

تو یہ مناجات کے لئے جو کچھ لازمی تھا۔ ہمارے محبوب علیہ السلام نے کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے اور یہ آپ کے کلام کی شان ہے کہ اللہ نے جوامع کلمات کے لحاظ سے جملہ چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن معانی کا سمندر اس میں موجود ہوتا ہے۔ اب اس کی بحث مہینوں کریں، تو ہم ان شاء اللہ کر سکتے ہیں۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ مشکوٰۃ: 11

marfat.com

جب یہ تصور ہو کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں تو پھر جذبہ کتنا ہوگا، بیداری کتنی ہوگی۔ اللہ کی عام مخلوق میں سے کوئی چیز کسی کو دیکھنے کو ملے تو اس کے لئے بھی اس میں ایک attraction ہے۔ اللہ کو دیکھنے والا سویا ہوا ہو، اللہ کو دیکھنے والا غافل ہو، اور اس کا دل غیر حاضر ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ

اس میں لفظ کانک کا استعمال ہے گویا کہ تم دیکھ رہے ہو کیونکہ ہم حقیقت میں رب کو نہیں دیکھ سکتے آخرت میں جنت میں جا کے ان شاء اللہ ضرور دیکھیں گے۔ دنیا میں صرف ہمارے نبی ﷺ نے دیکھا ہے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

کَاَنَّکَ

گویا کہ اس سے پتہ چلا کہ تصوراتی حالت پیدا کرنا یہ بھی اسلام کی تعلیم کا ایک حصہ ہے یعنی اس کو یہ کوئی نہ کہے کہ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز کا تصور کرلو۔ فلاں چیز کی طرف ذہن متوجہ کرلو کہ تم یہ مجازی اور غیر حقیقی کام کرواتے ہو۔

نہیں نہیں۔ یہ سب سے بڑی حقیقت کے لئے کام کروایا جا رہا ہے کہ محبوب علیہ السلام نے فرمایا تم عبادت کرو گویا کہ تم رب کو دیکھ رہے ہو۔ یہ اپنے اندر ایک کیفیت بنا لو کہ رب ہمارے سامنے ہے اور ہم اس رب کی زیارت کر رہے ہیں، اس سے تمہیں فائدہ میسر ہوگا کہ تمہارے باطن کے اندر اللہ کی روحانیت کا اُجالا ہو جائے گا۔

اور ساتھ فرمادیا:

اِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

marfat.com

اور دوسرا جماع ہے۔ حالتِ نماز میں ان کو حرام کر دیا گیا اور روزہ کے ساتھ تو مناسبت کے لحاظ سے ایک برزخ بن گئی کہ روزے میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں اور نماز میں بھی ان چیزوں کو حرام کر دیا گیا۔ یہ ایک ایسی عبادت ہوئی کہ اگر زکوٰۃ ہے ان چیزوں کی ادائیگی میں ان کی ایسی حیثیت نہیں کہ جن کو ہر حال میں ہر جہت کے اندر اور ہر لمحہ کے اندر حرام کیا گیا ہو، تو یہ نماز کی امتیازی شان ہے۔

امتیاز نمبر 9 شیطان سے جہاد

نماز کی نویں امتیازی شان شیطان سے مجاہدہ کرنا ہے۔

حالتِ نماز میں ایک specialist شیطان ہے جو نماز کے بارے میں وہم ڈالتا ہے۔ اور نمازی اس سے جہاد کر کے اپنی نماز پوری کرتا ہے۔ رکعتیں اور سجدے پورے کرتا ہے اور تمام ارکان واجبات اور سنتوں کو پورا کرتا ہے۔ تو روح جہاد بھی اللہ نے اس عبادت کو عطا فرمائی ہے۔

امتیاز نمبر 10 کثرت و تکرار

نماز کی دسویں امتیازی شان کثرت و تکرار ہے۔

کثرت کا مطلب ہے زیادہ اور تکرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار کرنا۔ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اور روزہ سال میں ایک مہینہ اور زکوٰۃ سال میں ایک بار، اگر استطاعت ہو تو ضروری ہے، یعنی نصابِ زکوٰۃ ہو تو پھر زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں۔ سال کے بعد استطاعت ہو تو حج ہے لیکن زندگی میں ایک بار فرض ہے اور روزہ بندے پر لازم، اگر مرض یا سفر کا عذر نہیں ہے تو وہ

marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے شریعت مطہرہ کے سینکڑوں باب اس ایک جملہ کے اندر بند فرما دیئے ہیں۔

امتیاز نمبر 7 قرأت قرآن

نماز کا ساتواں امتیاز قراۃ قرآن ہے، جو کہ نماز میں فرض ہے۔

سارا قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی صفت ہے۔ اللہ کی صفت کو زبان سے ادا کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ باقی جو عبادتیں ہیں ان میں قرآن پڑھنا فرض نہیں ہے۔

باقی سے مراد روزے کے ڈھانچے میں ہو کہ روزہ تب ہوگا جب فاتحہ پڑھی جائے اور ساتھ سورۃ پڑھی جائے۔ نہیں روزے کے لئے کوئی ضروری نہیں، زکوٰۃ کے لئے کوئی ضروری نہیں، نفس حج کے لئے کوئی ضروری نہیں، نماز کے لئے اس کو فرض قرار دیا گیا اور فرض اس کو قرار دیا گیا جو چیز اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو جس کے ڈھانچے میں اللہ کی صفت کا اتنا جلوہ موجود ہو تو اس کی عبادت کی یہ حیثیت ہے کہ وہ یقیناً سب سے زیادہ رب کا قرب عطا کرنے والی ہے کہ جس میں اللہ کی صفت اور قرآن کی قرأت کو بحیثیت فرضیت کے لازم کر دیا گیا کہ مطلقا قراۃ کرنا فرض ہے جو اس انداز میں نماز کے ساتھ قرأت کی فرضیت کو بیان کیا گیا تو یہ اس کی امتیازی شان ہے کہ اللہ نے باقی عبادات کے مقابلے میں اس عبادت کو یہ انوکھی حیثیت عطا فرمائی ہے۔

امتیاز نمبر 8 اطیبین سے اجتناب

نماز کی آٹھویں شان اطیبین سے اجتناب کرنا ہے۔

اطیبین سے مراد ہے دو اطیب چیزیں یعنی حلال چیزیں۔ ایک ہے کھانا پینا

marfat.com

تھا۔تمہیں خاص ملاقات کا وقت میں نے عطا کر دیا۔اب اس وقت کے لحاظ سے اس کی یہ امتیازی شان ہے کہ ساری عبادتیں جو اسلام کی اساسی عبادتیں ہیں۔ان میں سے نماز میں کثرت مجلس ہے اور تکرار بھی ہے نہ سال کا انتظار ہے اور نہ مہینے کا انتظار ہے اور نہ پورا دن گزرنے کا انتظار ہے کہ ایک بار اب ملاقات ہوگئی ہے۔ اب دوسرے دن ملاقات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دن میں پانچ بار ملاقات کروادی ہے اور پھر یہ اس کا فضل ہے کہ پڑھو گے پانچ، شمار پچاس ہوتی رہیں گی، وہ پچاس کا اجر عطا فرمائے گا جو پچاس اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائیں تھیں اور فرمادیا کہ میرے احکامات بدلتے نہیں ہیں، میں نے پچاس لازم کی تھیں مگر اے محبوب!اب تم نے کہہ دیا ہے تو تمہارے کہنے پر میں نے پڑھنے میں تو کمی کردی ہے لیکن اجر میں کمی نہیں کی۔تمہاری امت کے کوٹے میں پچاس نمازوں کا ثواب داخل کروں گا۔

یہ پڑھیں گے پانچ مگر ثواب ان کو پچاس کا عطا کرتا رہوں گا۔یہ نماز کے اندر کثرت اور تکرار کے لحاظ سے بھی ایک جامعیت موجود ہے۔

امتیاز نمبر 11 ام العبادات

نماز کی ان حیثیات کو بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ البالغہ کے اندر ایک بات کی، کہنے لگے:

اُمُّ الْاَعْمَالِ الْمُقَرِّبَۃِ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کی طرف جتنی عبادتیں بندے کو لے جاتی ہیں ان سب کی ماں کو نماز کہا

marfat.com

سال میں ایک مہینہ روزے رکھے۔

مگر قربان جائیں نماز پر نہ پوری زندگی میں ایک بار اور نہ پورے سال میں ایک مہینہ اور نہ سال کے بعد مال کے نصاب کی شرط پر بلکہ اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ مرتبہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اپنے بندوں کو یہ ذریعہ عطا فرما دیا ہے کہ میرے بندے میری ملاقات کے لئے تڑپتے رہیں اور پابندی ہو کہ سال کے بعد ملاقات ہوگی۔

تو یہ بندوں پر شفقت نہیں ہے۔ جو نماز کے اندر رغبت ہے، ذوق ہے اور بندے کی اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور یہ خدا کی قسم! ان کو محسوس ہوتا ہے جو اللہ کے دربار میں اس مرتبہ پہ آتے ہیں:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

پہلے تو غائب کے صیغے سے گفتگو کر رہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ساری تعریفیں اللہ کی ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے، وہ جو رحمٰن ہے، رحیم ہے۔ وہ ایسے بات کر رہا ہے لیکن اچانک کہتا ہے تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں تو یہ اس کو محسوس ہوتا ہے جو معرفت کے زینے پر آ گیا ہے۔ کہ پہلے جس کی صفتیں بیان کر رہا تھا اب پردہ درمیان سے اٹھ گیا ہے اور یہ ادھر متوجہ ہو گیا ہے۔ یہ بہت بڑا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ سے تازہ تعلق بنانے کا اور اس میں بندے کو چاشنی محسوس ہوتی ہے۔

تو اس کی افادیت کے پیش نظر فرمایا کہ تمہیں سال کا انتظار نہیں کرنے دوں گا۔ پانچ وقت میں نے تمہیں یہ ٹائم دے دیا ہے اور یہ پہلے پیغمبروں کو میں نے ٹائم دیا

marfat.com

تازہ رابطہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات سمجھنے والی ہے کہ فطرت کے ساتھ اس کا رابطہ کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ

سورۃ القصص: ۷۱

اے میرے نبی یہ فرما دو لوگو! اگر اللہ تمہارے لئے ہمیشہ کی رات بنا دیتا تو کون تھا جو ایک منٹ کا بھی دن لاتا۔ فرمایا: اس رب کی شان دیکھو وہ تمہیں منٹ میں رات کے بعد دن دیتا ہے اور اگر وہ ہمیشہ کا دن بناتا تو کون تھا جو پانچ منٹ کی بھی رات لاسکتا تو وہ رب تمہارے لئے منٹ میں دن کے بعد رات لے آتا ہے۔

تو مطلب کیا بنا کہ رات کا آنا اور دن کا جانا، یا رات کا جانا اور دن کا آنا یہ بہت بڑا احسان ہے۔ اگر ساری کائنات مل کر یہ کام کرنا چاہتی تو دن کو رات ایک منٹ کے لئے نہیں بنا سکتی تھی۔ یہ لوگوں پر کتنا بڑا اکرم ہو رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر تازہ کرم ہوا کہ رات جارہی ہے اور دن آرہا ہے۔ میرے رب نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے تو جی میں بھی آیا، دل نے کہا کہ اس رب کو سجدہ کرنا چاہئے تو اس نے نماز فجر پڑھ ڈالی پھر جس وقت یہ ظہر کے وقت تک پہنچا اور پھر اس کو امید ہوئی کہ اب مجھے تھکاوٹ ہو رہی ہے میں نے رات کو آرام بھی کرنا ہے اور رات کون لائے گا جس میں میری بیٹری پھر چارج ہوگی اس وقت سے احساس پیدا ہوا کہ یہ کام رب کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا تو اس نے ظہر کی نماز ادا کر لی۔

marfat.com

جاتا ہے۔ یہ ساری عبادتوں کی ماں ہے۔

امتیاز نمبر 12 ابوالعبادات

حضرت شاہ ولی اللہ نے ان کو ام کہا اور بندہ اس کو صرف ام نہیں کہتا بلکہ میں ان کو ابوالعبادات بھی کہتا ہوں۔ نماز عبادتوں کی ماں بھی اور اور عبادتوں کا باپ بھی ہے۔

یہ عمل جو بندہ نماز کی حالت میں کرتا ہے اس کو باپ اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ کنزالعمال: ح: ۱۸۸۹۰

''نماز دین کا ستون ہے۔''

تو ستون وہ ہوتا ہے کہ جس کے سہارے کوئی قائم ہوتا ہے تو سارے دین کی عبادتیں اس ستون کے سہارے قائم ہیں۔ جس ستون پہ چھت کا ایک حصہ ہو تو اس ایک حصے کا ستون پر مدار ہے۔ ستون ہوگا تو چھت کا ایک حصہ برقرار رہے گا لیکن اگر ایسا ستون ہو کہ ساری چھت ہی اس پر ہے تو پھر ہر ہر چیز کا مدار اس پر ہوگا تو اس لحاظ سے اس کی شان ابوت والی ہے کہ باقی ساری عبادتیں رہیں گی تب جب نماز ہوگی ورنہ وہ گر جائیں گی۔ وہ دین کا حصہ بندے کو میسر نہیں آئے گا۔ اس کا ستون اور عمود ہونا اس کی شان ابویت کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ عبادتوں کی اصل بھی ہے اور ساری عبادتوں کی نگہبان بھی ہے۔

امتیاز نمبر 13 فطرت کے ساتھ بندے کا تازہ رابطہ

نماز کی تیرھویں امتیازی شان یہ ہے کہ اس سے فطرت کے ساتھ بندہ کا

marfat.com

اللہ سب سے بڑا ہے تو معنیٰ کیا ہے کہ بندہ عبادت کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے اور ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ میرا رب مجھ جیسے عابدوں کی عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ میرا رب بڑا ہے اس کی اس سے شان کہیں زیادہ اعلیٰ ہے۔ وہ میری عبادت کا حاجتمند نہیں ہے۔ لہٰذا تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اس نے یہ اشارہ کر دیا کہ میرا رب عابدین کی عبادت کی حاجت سے پاک ہے۔ اللہ اکبر وہ اس عبادت کی حاجت سے پاک ہے اور وہ بہت بڑا ہے۔ اس نے پہلے نمبر پر یہ اعلان کیا۔

پھر رکوع میں جاتا ہے، سجدے میں جاتا ہے اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو اس وقت یہ بتانا چاہتا ہے کہ اگرچہ میں نے قیام تو بڑا لمبا کیا مگر میرا یہ قیام اس لائق نہیں کہ میں اس کے دربار میں پیش کروں۔ وہ اس قیام سے بڑا ہے۔ اس کا مقام قیام کے اس تحفہ سے کہیں بڑا ہے۔ اس نے جو سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا تو کہتا ہے اگرچہ میں نے سجدہ بڑے خلوص سے کیا مگر میرے رب کی ذات اس سے بھی بڑی ہے۔ پوری نماز پڑھتے وقت جتنی بھی تکبیرات انتقال کہہ رہا ہے تو اللہ اکبر کہہ رہا ہے۔"

یہ تصوف والے لوگ ہیں جو دین کی روح کو چکھتے بھی ہیں اور چکھاتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں اور دوسروں کو سمجھاتے بھی ہیں۔ توحید کی لذت ان کے ہاں سے ملتی ہے۔

"اب جس وقت بندہ رکوع میں جاتا ہے تو وہ جاتے وقت تکبیر کہتا ہے، اٹھتے وقت نہیں کہتا لیکن سجدے میں جاتے وقت بھی تکبیر کہتا ہے اور اٹھتے وقت بھی تکبیر کہتا ہے۔

marfat.com

پھر ظہر سے شروع ہو گیا۔ عصر سے مغرب تک پہنچا اور پھر جب رات آ گئی تو پھر اس نے شکر کیا تو اس نے مغرب و عشاء ادا کر ڈالی تو یہ فطرت کے ساتھ بندے کا ایک تازہ رابطہ ہے اور اس میں باقی ساری عبادات کے مقابلے میں زیادہ چاشنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑھ کر احسان کیا کہ اگر بندہ تھوڑا سا بھی بیدار مغز ہے، بیدار خیال ہے تو اسے اس میں لذت ملتی ہے کہ میرے رب کے مجھ پر کرم بھی تازہ ہیں اور میری طرف سے سجدے بھی تازہ ہیں۔

تکبیرات اور سمع اللہ لمن حمدہ کا فلسفہ

نماز میں تکبیر تحریمہ ہے اور پھر تکبیرات انتقال ہیں، اس میں رکوع اور سجدے ہیں۔ قیام کے متعلق حدیث شریف میں صورتحال موجود ہے کہ قیام میں بندے کے کندھوں پر گناہوں کی گٹھڑیاں تھیں، رکوع میں جھکا تو گر گئی، سجدہ کیا تو رحمت میں ڈوب گیا پھر وہ مقام ملا جو بندے کا سب سے زیادہ قریب رابطہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ سجدہ میں ہوتا ہے تو وہ اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اب یہ جو صورت حال ہے کہ رکوع ایک ہے، سجدے دو ہیں اور پھر رکوع کی تسبیح اور ہے، سجدوں کی تسبیح اور ہے۔ اصل میں اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف کی جلد نمبر 1 کے دفتر پنجم کے اندر یہ بڑی عجیب بات کی۔

فرمانے لگے:

"تکبیر تحریمہ کے وقت جب بندہ کہتا ہے اللہ اکبر تو اس کا یہ مطلب ہے کہ

marfat.com

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے اندر یہ بات واضح کی کہ اصل رکوع مقصود نہیں ہے بلکہ رکوع مقصود کا ذریعہ ہے، آلہ ہے۔ رکوع سجدے کا ذریعہ ہے۔ مقصد سجدہ ہے لہٰذا جو مقصود ہو وہ تو جی بھر کے ادا کرنا چاہئے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ وضو پہ دو گھنٹے لگا دے اور نماز پہ پانچ منٹ لگا دے۔ نہیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ وضو تو پانچ منٹ میں کرے اور نماز گھنٹے میں پڑھے۔

چونکہ مقصود کو ٹائم زیادہ دینا چاہئے اور بندہ مقصود کی طرف جا رہا تھا، مقصود کے رستے میں رکوع آ گیا ہے تو وہ ایک ہی کافی ہے اور سجدے دو ہونے چاہئے۔

دوسری وجہ

اصل میں اس بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

سورۃ طٰہٰ: ۵۵

"اس مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے پھر تجھے نکالیں گے۔"

تو جب اس نے پہلا سجدہ کیا تو اس نے اس بات کو ذہن میں رکھا کہ یہ وہ مٹی ہے جس سے مجھے میرے رب نے پیدا کیا۔ اب جب دوسرا سجدہ کرنے لگا تو یہ خیال آیا کہ اسی سے مجھے اٹھائے گا۔ لہٰذا یہ دو سجدے جو ہیں، ان کی حکمت کو واضح کر دیا گیا۔

تیسری وجہ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ کہا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو

marfat.com

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں:

رکوع میں اگرچہ عاجزی ہے مگر آخری درجے کی عاجزی نہیں، نصف ہے لیکن جب لوگوں کے قدموں کی جگہ سر رکھے گا اس وقت عاجزی پوری ہوگی اور جہاں لوگوں کے جوتے ہیں وہاں اللہ کے لئے اس کا سر ہوگا اور وہ جو احسن تقویم صورت ہے جو چاند جیسی صورت ہے تو وہ جب زمین پر مٹی میں رکھے گا تو اب یہ سمجھ رہا ہے کہ میں نے عاجزی کی انتہا کردی۔ لیکن رکوع میں عاجزی کے انتہا کا وہم نہیں تھا، یہاں وہم پڑنے لگا کہ میں نے بڑی عاجزی کردی تو اب دوبارہ اللہ نے اکبر کہلوادیا کہ دوبارہ اللہ اکبر کہہ کے بتاؤ اگرچہ میں نے بڑی عاجزی کی ہے مگر میرا رب اس سے بھی بڑی عاجزی کا حقدار ہے جو اس کے لئے کی جائے۔

رکوع میں یہ وہم نہیں ہے عاجزی ابھی نصف تھی انتہاء تک نہیں پہنچی تھی لہٰذا وہاں

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

لیکن سجدہ کے اندر جب سجدہ کردیا تو ذہن میں خیال آیا کہ میں نے چہرہ بھی زمین پر رکھ دیا، اٹھا ہوا سر بھی رکھ دیا۔ میں نے تو عاجزی کی انتہا کردی لیکن پھر جب اس نے اللہ اکبر کہا تو اس نے ظاہر کیا کہ اگرچہ بہت کچھ کیا مگر میرا رب ان سے بڑی عاجزی کا مستحق ہے کہ اس کے لئے جھکا جائے۔"

تو یہ وجہ ہے کہ کہ رکوع سے اٹھتے وقت اللہ اکبر نہیں ہے سجدہ سے اٹھتے وقت اللہ اکبر ہے کہ جو وہم پیدا ہو رہا تھا اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے۔

دو سجدے ہونے کی وجوہات

ایسے ہی رکوع ایک ہوتا ہے لیکن سجدے دو ہوتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے

marfat.com

سوالات و جوابات

☆ کھڑے ہو کر وضو کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور آج کل کمرے کے اندر باتھ روم ہوتا ہے تو وہاں وضو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کھڑے ہو کر وضو کرنا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن مستعمل پانی کے چھینٹے گندگی سے اڑ کر بندے پر پڑیں گے تو اس وجہ سے ناجائز ہے۔ اس کے کپڑے پلید ہو جائیں گے اور اگر ایسا اہتمام ہے کہ وہ چھینٹوں سے بچا رہے تو کھڑے ہو کر وضو کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دوسرا باتھ روم میں وضو کرنا اس میں مسئلہ یہ ہے کہ وضو میں کچھ دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور باتھ روم کے اندر وہ دعائیں نہیں پڑھ سکتا تو ان دعاؤں کا اسے نقصان ہوگا کہ وہ دعاؤں کے ثواب سے محروم ہوگا ورنہ باتھ روم میں اگر وضو کرے گا تو اس میں دیگر کوئی قباحت نہیں ہے، وہ وضو کر سکتا ہے۔

☆ میرے پیٹ میں اکثر گیس کا نقص رہتا ہے تو میں نماز اکثر مشکل سے ادا کرتی ہوں تو ایسی حالت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: اس بارے میں بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں شریعت میں یہ چھوٹ موجود ہے کہ اگر کوئی بندہ مریض ہے اور اس کا مرض حالتِ عذر تک پہنچ چکا ہے تو اس کے لئے رخصت ہے۔

عذر یہ ہے کہ ایک بندے کے پیٹ سے مسلسل ہوا نکلتی ہے اور اسے نماز

marfat.com

فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس اکڑ گیا، جب فرشتے سجدہ کر کے اٹھے تو انہیں پتہ چلا کہ وہ تو اکڑ گیا ہے تو فرشتوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے کہ رب نے ہمیں خراب نہیں ہونے دیا، اللہ نے ہمیں سجدے کی توفیق دی ہے، فرشتوں نے ایک اور سجدہ کر ڈالا۔

مرقاۃ: ۱۳۸/۲

جب ان کو نظر آیا کہ وہ ابلیس تو مردود ہو گیا، مارا گیا اور اللہ نے ہمیں تو بڑی شان دی ہے، اس شکر میں ایک اور سجدہ کر دیا تو یہ اللہ نے ہمیں بھی شان دی ہے۔ ہم بھی اس سلسلے کو آگے بڑھا رہے ہیں، رکوع ایک کرتے ہیں اور سجدے دو کر جاتے ہیں۔

یہ ایک مختصر سی گفتگو اس موضوع کی تھی، یہ روح کی غذا ہے، یہ پکانے کے لئے ایک سبق ہے۔ اس دین کو ہم نہیں سمجھیں گے، اس میں ہم مغز نہیں کھپائیں گے تو اور کس چیز کے لئے کھپائیں گے۔ اس واسطے سننے میں بھی یہ نیت کر کے آیا کرو کہ ہم نے مشکل میں اپنے آپ کو ڈالنا ہے اور ہم نے مشکل بات سمجھنی ہے۔ جس قدر حنا کو رگڑا جاتا ہے رنگ اتنا ہی زیادہ آجاتا ہے۔

جس قدر دودھ کو بلویا جاتا ہے تو مکھن پھر نکلتا ہے۔ ایسے دودھ میں ہی مکھن ہوتا ہے لیکن جب تک وہ شرائط پوری نہیں کی جاتیں مکھن نکلتا نہیں ہے تو ہم فہمِ دین میں مکھن نکالنا چاہتے ہیں۔ اور کھانے والے کو بھی مکھن کھانے کی نیت سے آنا چاہئے ورنہ لولی پاپ اس کے طرح کئی لوگ کورس کرا رہے ہیں اور رو تے پھر رہے ہیں لیکن ہمارا مشن خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

marfat.com

گیا یا پہلے اٹھ گیا تو پھر اس میں قباحت ہے اور اس کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ بڑا خطرہ ہے کہ کہیں اس کا چہرہ بدل نہ جائے۔

لیکن اگر وہ ایک رکن میں امام اور مقتدی شریک ہو گئے تو نماز ہو جائے گی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر یہ امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا، اس نے ایک کام ناجائز کیا لیکن امام بھی وہاں پہنچ گیا، دونوں رکوع میں اکٹھے ہو گئے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے۔ اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر یہ امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور امام ابھی رکوع میں نہیں تھا اور یہ رکوع سے اٹھ پڑا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

marfat.com

کے پورے ٹائم میں پانچ منٹ بھی نہیں ملتے کہ افاقہ ہو یعنی جب سے ظہر کا ٹائم شروع ہوا ہے عصر تک پانچ منٹ بھی اسے ایسے نہیں ملتے کہ جس میں افاقہ ہو اور وہ نماز پڑھ سکے۔

مثال کے طور پر سلس البول کا مریض ہے۔ مسلسل پیشاب کے قطرے آتے ہیں یا زخم سے پیپ نکلتا ہے یا اس طرح کی کوئی چیز ہے۔ اگر پانچ منٹ بھی ایسے نہیں ملتے تو وہ معذور ہے، وہ ایک بار وضو کرے پھر جو بہتا ہے، بہتا رہے۔ اس کے لئے کوئی حرج نہیں وہ نماز پڑھے۔ لیکن اگر اس سے کم عذر ہے تو اس کو وہ وقت ڈھونڈھنا چاہئے جس میں اس کو افاقہ ہو اور صحیح حالت میں وہ نماز ادا کرے۔

☆ **محفل میں دورانِ بیان درود پاک پڑھنا چاہئے یا نہیں؟**

جواب: محفل میں بیان کے دوران درود پاک کا ورد کرنا، یہ اچھا عمل ہے۔

☆ **اگر امام کے پیچھے کوئی تکبیریں کہتا ہے تو اس کی تکبیر امام کی تکبیر سے پہلے ختم ہو جاتی ہے تو آیا اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟ (سائل U.S.A سے)**

جواب: اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تکبیر کا آغاز امام سے پہلے نہیں ہونا چاہئے اگر تکبیر کا آغاز امام کے اللہ اکبر کہنے کے بعد ہوا تو لیکن اختتام پہلے ہو گیا تو محض آواز کے اختتام میں حرج نہیں ہے۔

لیکن اگر اس نے کوئی حرکت بھی ایسی کر دی کہ امام سے پہلے رکوع میں چلا

marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِاهْتَدَوْا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 5

شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق

سائے تھے۔ رحمتِ ایزدی کو جوش آیا اور کائنات کے گلشن میں بہار آئی، بارہ ربیع الاول شریف کی چمک، اس کے اجالے کائنات کو میسر آئے اور سید عالم ﷺ کا کائنات میں ظہور ہوگیا۔ اس کے ساتھ دنیا میں انقلاب آیا۔

کائنات کو نئے آفاق کی طرف رہنمائی ملی اور پھر وہ لمحہ آن پہنچا جب فاران کی چوٹیوں پر ہمارے آقا ﷺ اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان فرما رہے تھے ایسے میں سید عالم ﷺ کو جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے کلمات کو سنا۔ آپ ﷺ کے رخ پرنور کی زیارت کی ان کے دل اگر بغض وحسد سے بھرے ہوئے نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نور ایمان عطا فرما دیا اور وہ افراد کائنات کے خوش نصیب ترین افراد تھے۔

انبیاء علیھم السلام کے بعد کہ جنہوں نے سید عالم ﷺ کی زیارت بھی کی اور آپ کی دعوت کو قبول بھی کیا، وہ شرف صحابیت سے مشرف ہوئے، ان کی شان یہ ہے کہ ہم جیسے کروڑوں ان کے قدموں کی خاک تک نہیں پہنچ سکتے۔

رب ذوالجلال نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ ہم نے اگرچہ وہ زمانہ نہ پایا، ہم نے اپنی آنکھوں سے سید عالم ﷺ کا کارواں نہ دیکھا، ہم نے مکہ شریف کے افق سے اسلام کا سورج طلوع ہوتے نہ دیکھا، ہم نے راہِ ہجرت کی ان صعوبتوں کا مشاہدہ نہ کیا، جنہیں قدم قدم پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ہمیں بدر وحنین کے ہنگاموں میں شرکت کی سعادت حاصل نہ ہوئی، ہمیں سید عالم ﷺ کے خطبہ جمعہ سے اپنے کانوں کو محظوظ کرنے کا لمحہ میسر نہ آیا۔ رب

marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ادارہ صراطِ مستقیم کے فہمِ دین کورس میں نہایت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنے اور سننے کا لمحہ متبرک ہمیں میسر آرہا ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ اہل ایمان کا ایک گلشن ہے کہ جس کا ہر پھول مسکرا رہا ہے، ایمان اور نور کی تازگی کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے، ایسے میں ایمان سے متعلق ہی اہم موضوع ہمارا محور گفتگو ہے یہ موضوع یقیناً کلیدی اور اساسی موضوعات میں سے ہے، اس کے بغیر نہ تو ایمان آسکتا ہے اور نہ ہی ایمان کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات:

جس وقت عرب شریف کا ماحول بڑا افسردہ تھا اور ہر طرف کفروشرک کے

marfat.com

اپنے نبی ﷺ کو مانتے ہیں۔

درمیان میں اب سلسلہ ایسا ہے کہ ہمیں اس امتحان سے گزرنا پڑ رہا ہے جو نہ دیکھنے والوں کا امتحان ہوتا ہے، ہم نے یقیناً دیکھا نہیں مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ ہماری سوچ سے بھی کہیں اوپر ہیں اور ہمارے خیال سے بھی کہیں آگے ہیں۔ ہم اپنے تصور کو بھی اتنا حسین نہیں بنا سکتے کہ جتنا حسن اللہ تعالیٰ نے ان کے رخسار میں رکھا ہے اور ہم کائنات کے کسی گلاب کو دیکھ کر بھی کوئی ایسا تشخص اپنی طرف سے معین نہیں کر سکتے کہ جو اللہ نے گل قدس کی پتیوں کو جوبن عطا فرمایا تھا۔ ہم دنیا کے چاند یا سورج کو دیکھ کر اس چمک کا کوئی تصور اجاگر نہیں کر سکتے جو چمک اللہ تعالیٰ نے میرے نبی ﷺ کی چمکتی جبین میں رکھی تھی۔

ہم مانتے ہیں اور عظیم سے عظیم تر مانتے ہیں اور اپنے خیالات کی ہر الجھن اور ہر دھول سے ان کو مبرا اور پاک مانتے ہیں لیکن امتحان یہ ہے کہ درمیان میں ایک طبقہ آ گیا۔ دیکھا انہوں نے بھی نہیں ہے مگر وہ ہمیں بتانا چاہتے ہیں کہ جنہیں تم اتنا عظیم مانتے ہو، انہیں ہماری تعلیم کے مطابق مانو، جتنا ہم بتاتے ہیں، جس طرح ہم تمہیں خاکہ دیتے ہیں اور جس طرح کی ہم تمہیں پہچان کرواتے ہیں، تو ویسا ان کو مانو۔

اب مومن نے مانتے وقت تو ماننا اسطرح ہے کہ:

فلک کو اس بلندی پر بھی وہ عظمت نہیں حاصل
جبین خاک سے پوچھو مقام نقش پا کیا ہے

جہاں محبوب علیہ السلام کے تلوے لگتے ہیں اس جگہ کو جتنی بلندی مل جاتی

marfat.com

ذوالجلال نے پھر بھی ہم پر بڑا کرم کیا کہ ہم نے بغیر دیکھے اللہ کو ایک مانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کو آخری رسول مانا ہے۔

یہ خالق کائنات کا ہم پہ کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈبل ایمان بالغیب عطا فرمایا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھی بغیر دیکھے مانا ہے اور ہم نے آمنہ کے لعل حضرت محمد ﷺ کو بغیر دیکھے تسلیم کیا ہے آج ہمارے اس لمحہ موجود میں جس وقت اس عظیم عظمت کو دیکھتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ امتحانات کا سلسلہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو سید عالم ﷺ کو براہِ راست دیکھا ہے، انہیں کوئی شک نہیں کہ وہ کتنا جانتے ہیں، کتنی خبر دیتے ہیں، ان کے سامنے کا معاملہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ بیٹھتے فرش پہ ہے اور خبریں عرش کی دیتے ہیں۔

آپ ﷺ بیٹھے تو مدینہ شریف میں ہیں لیکن خبریں موتہ کی دی جا رہی ہیں، آپ بیٹھے تو صحابہ کرام کی انجمن میں ہیں مگر آپ خبریں وہ دے رہے ہیں کہ جن کا تعلق جنت الفردوس سے ہے انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کبھی بے حجاب جلوے سے باہر نکلتے ہیں تو ان کی روشنی سورج پہ غالب آجاتی ہے۔

انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ یہ جس سمت چلتے ہیں ان کی سانس سانس سے کائنات میں بہاریں آباد ہوتی ہیں اور ان کے قدموں سے جو ذرے لگتے ہیں وہ آسمان کے تارے بن جاتے ہیں۔ صحابہ کرام اس بات کے گواہ ہیں لہٰذا انہیں اس سلسلے میں کوئی بھٹکا نہیں سکتا تھا کہ ہمارے نبی ﷺ یہ حیثیت نہیں رکھتے، یہ مقام نہیں رکھتے ان کے سامنے کی سب باتیں تھیں۔ ہمیں اللہ نے ایمان دیا اور ہم بغیر دیکھے

marfat.com

ہیں، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، تم شان مانتے ہوئے ان کی شان بہت زیادہ مان جاتے ہو۔

اب ایسے عالم میں ہم پلٹ کے ایسے دربار میں پہنچتے ہیں کہ جن کے ایمان پر اللہ کے عرش نے گواہیاں دی ہیں، جن کے ایمان کی صداقت کو قرآن نے بیان کیا ہے، جن کا ایمان ہمارے ایمانوں کا امام ہے اور ہمارے لئے وہ ایک معیار کی حیثیت رکھتا ہے اس سے قبل آپ نے گزشتہ کورس کے اندر ایک گفتگو سنی تھی۔

منصب نبوت اور عقائدِ صحابہ رضی اللہ عنھم

آج کی گفتگو کا جو موضوع ہے اس کا تعلق ایک فکری موضوع کے ساتھ ہے۔ اور اس میں آپ کے قلب ونظر کے لئے بڑی چاشنی ہے۔ اسے خوب دل کے کان کھول کر، چشمِ تصور مدینہ شریف کی طرف کر کے سننا اللہ میرا گواہ ہے، ان شاء اللہ رب ذوالجلال سے امید ہے کہ وہ ہمارے کاروان سخن کو منزل تک ضرور پہنچائے گا۔

محتشم سامعین حضرات:

ہم نے بغیر دیکھے مانتے وقت جو عظمت پائی ہے اس کا ایک فکری پہلو یہ دیکھو کہ کچھ دیکھنے والے ہی ایسے تھے کہ جنکا دیکھا ہمارے دیکھنے سے کروڑ درجہ زیادہ برا ہے، بدتر ہے اور اس کے اندر ایک سفلہ پن ہے۔ وہ دیکھ کر بھی کچھ نہ پا سکے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے بغیر دیکھنے کے بہت کچھ عطا کر دیا۔

دیکھا تو ابوجہل نے بھی تھا مگر کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ابوجہل کو دیکھنے کا فائدہ ہوا، اور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر دیکھے جو مانا ہے تو بہت

marfat.com

ہے۔ ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے خود آپ کے تلووں کی عظمت اور پھر آپ کے سر مبارک کی بلندی کا تصور ہم کیسے کر سکتے ہیں۔

اب درمیان میں جن لوگوں نے ہمیں پہچان کروانا چاہی تو اس سے ایک امت میں کشمکش پیدا ہو گئی۔ ایک فکری تناؤ اور الجھن سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے آنے لگی۔

تو ہم آج کے درس میں اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے یقیناً مانا بغیر دیکھے ہے لیکن ہم نے جن کی وساطت سے مانا ہے وہ بالآخر وہ طبقہ ہے کہ جنہوں نے دیکھا بھی تھا اور مانا بھی تھا، ہمیں بالواسطہ ان سے یہ دین پہنچا ہے۔ ہمارے پاس سند ہے، ہمارے پاس سرٹیفکیٹ ہے۔ ہمارے پاس اس کے Documents ہیں، صراط مستقیم کے ہمارے پاس گواہ ہیں جو ہم پر اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ہم نے اگرچہ بظاہر بغیر دیکھے مانا ہے مگر ہمیں ان گواہیوں پر بالکل یقین ہے کہ ہم نے ویسا مانا ہے جیسی ہو بہو شان اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

اب درمیان میں جو کچھ لوگوں کی طرف سے تعارف کروایا گیا، جنہوں نے کتابوں میں لکھا اور بار بار اس کو چھاپا۔ وہ کہنے لگے کہ نبی اکرم ﷺ کو زیادہ بڑا نہ مانا کرو، غلو کرتے ہو، ان کو مانو تو بڑے بھائی جتنا مان لو، ان کو مانو تو گاؤں کے چودھری جیسا مان لو، ان کو مانو تو ایک پوسٹ مین اور ڈاکیے کی طرح مانو۔ ان کے بھی دو ہاتھ

marfat.com

اندر آیا تو اتنی عظمت ملی اور جنہوں نے اس انداز میں دیکھا ہے کہ تمہارے جیسا رب نے کوئی پیدا نہیں کیا۔ ان دیکھ کر ماننے والوں کی عظمت کا عالم کیا ہوگا۔ اس سلسلے میں میری بات جو ایک جملہ میں تھی۔ اس کا مجھے پس منظر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں نظر آتا ہے۔ آپ نے مکتوبات شریف جلد نمبر 2 کے دفتر سوم میں یہ بات تحریر فرمائی ہے۔

محجوبان که محمد رسول الله ﷺ رابشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودن ناچار منکر آمدند

جو لوگ محجوب تھے جن پر اپنی انانیت کا پردہ پڑا ہوا تھا ابو جہل جیسے۔

محجوب وہ ہوتا ہے جس پر پردہ پڑا ہوا ہو تو کہنے لگے کہ محجوب لوگ جن پر اپنی انانیت کا پردہ تھا کہ ہم کچھ ہیں۔ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو بشر کہا:

و در رنگ سائر بشر نمودن

اور عام بشروں ہی جیسا سمجھا تو نتیجہ کیا نکلا۔

انکو کلمہ نصیب نہ ہوا۔ عرب شریف کے ماحول میں جب رسول اکرم ﷺ کا چمکتا چہرہ سامنے ہو پھر بھی کوئی نہ مانے تو اس سے بڑا بد بخت انسان کون ہوگا کہ جن کو دیکھ کر ذرے بھی کلمہ پڑھیں، جن کو دیکھ کر درخت بھی گواہیاں دیں، جن کے چہرے کی تجلی پر پتے پتے کے نغمے موجود ہوں۔ انسان دیکھے، ذی عقل دیکھے پھر بھی نہ مانے تو سبب کیا تھا؟

ان کی شخصیت کے پردے ان پر پڑے ہوئے تھے، اپنی انانیت کے پردے

marfat.com

کچھ پالیا ہے۔اب یہاں سے یہ پتہ چلا کہ دیکھنے والے بھی کچھ محروم رہ گئے تو سبب سمجھنا چاہیے کہ آخر وجہ کیا تھی۔وہ محروم کیوں رہ گئے اور نہ دیکھنے والے بھی کچھ ایسے ہیں جو دامن بھر گئے،تو کیوں بھر گئے۔

سبب کیا تھا،اس کی حقیقت کیا ہے،اس کی وجہ کیا ہے؟

میں گھنٹوں کی بحث ایک جملے میں تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں۔اس دیکھنے والے کو جو کچھ نہ ملا تو صرف ایک وجہ تھی کہ اس نے اپنے جیسا سمجھ کر دیکھا اور نہ دیکھنے والوں کو بہت کچھ مل گیا تو اس بنیاد پر کہ انہوں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

یہ اس ساری گفتگو کا خلاصہ ہے،اس کا کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔ابوجہل اگر دیکھ کے بھی مردود رہا،محروم رہا تو اس لئے کہ اس نے تعارف یہ بنا رکھا تھا کہ یہ عبداللہ کے بیٹے ہیں۔ابوطالب کے یتیم بھتیجے ہیں۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تو ابوجہل نے پہلے دن یہی کہا تھا:

یَتِیْمُ اَبِیْ طَالِبٍ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ

ترجمہ:۔ ابوبکر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا نبی بن جائے۔

اس کے نزدیک یہ آپ کا تعارف تھا۔اس انداز میں وہ سوچ رہا تھا اپنے جیسا اپنے ماحول کا انسان اور ایک عام سی شخصیت اور ایک عام رجل یہ اس کا انداز تھا۔مگر بعد میں آنے والے اور بغیر دیکھے مان جانے والے انہوں نے جس وقت اس انداز سے مانا ہے کہ ان جیسا کائنات میں کوئی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان نہ دیکھنے والوں کو ان جیسے دیکھنے والوں پر عظمت عطا فرمادی ہے۔اور جب یہ عقیدہ نہ دیکھنے والوں کے

marfat.com

کو مل گیا ہے مگر جس وقت انہوں نے سمجھتے وقت یہ چیز سامنے رکھی ہے کہ ہم جنہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ کائنات کی ایسی شخصیت ہے کہ جن کے چہرے کی کوئی بھی مثال نہیں ہے اور جن کی سیرت کی بھی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس انداز سے اور اس view سے جو دیکھ رہے تھے تو ان کو دیکھتے ہی محبوب علیہ السلام کے جلوے نظر آئے ہیں۔

اور جو بغض سے آئے، حسد سے آئے، عداوت سے آئے۔ اگر چہ قریب ہو کے دیکھتے رہے، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

سورۃ الاعراف: ۱۹۸

''محبوب وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے تو ہیں مگر آپ ان کو نظر نہیں آتے۔''

کیونکہ وہ اس انداز سے دیکھتے ہیں اور وہ بشریت اور انانیت لے کے اس کے حجاب میں دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ قریب ہو کے بھی دیکھتے رہے، پھر بھی محروم رہے۔ اور جنہوں نے اس نقطہ نظر سے دیکھا کہ ان جیسا کوئی نہیں۔ انہوں نے صدیوں بعد بھی دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دامن کو ایمان سے مامور فرما دیا۔

محتشم سامعین حضرات:

یہ انداز جو ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ملتا ہے۔ چونکہ ہمارے پاس اور کوئی سوزِ سفر نہیں ہے کہ جس سے ہم اپنے آپ کو مطمئن کر سکیں۔ یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے کہ آخر وہ لوگ جن کی رشتہ داریاں تھیں، زمانے کے حالات تھے۔ سب کچھ انہوں نے چھوڑا اور ہوا کے رخ کو بھی نہیں دیکھا، وہ آئے ہیں اور دیوانہ وار

marfat.com

تھے کہ محبوب علیہ السلام کو اپنے جیسا سمجھتے رہے اور جس نے بھی اپنے جیسا سمجھا ہے۔ کفار مکہ ہوں یا اس وقت کی دیگر پارٹیز ہوں، اس کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔ ایمان اس کو نصیب ہوا ہے جس نے اس جیسا کسی کو نہیں سمجھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا عمدہ نظریہ ہے، کہتے ہیں:

وصاحب دولتاں کہ او را علیہ السلام بعنوان رسالت ورحمت عالمیاں دنستد وازسائرناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف تشند

مکتوبات شریف: دفتر: ۳ جلد: ۲

ان لوگوں کو ایمان ملا اس ماحول میں مکہ شریف میں اور مدینہ شریف میں عرب میں یمن سے آنے والوں کو، حجاز کے لوگوں کو اور روم کے لوگوں کو، ان لوگوں کو ایمان ملا کہ جنہوں نے ان کو اپنے جیسا بشر نہیں مانا، اپنے جیسے بشر سمجھ کر ان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، ایمان انہیں ملا ہے جنہوں نے ان کو رسالت کے آئینے سے دیکھا ہے، رسالت کے آئینے میں ان کا دیدار کیا ہے اور جنہوں نے ان کی رحمت عالیشان کو دیکھا ہے اور ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کو سب سے ممتاز دیکھا ہے۔ ان دیکھنے والوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ شان رکھی۔ چونکہ وہ دیکھ کس انداز سے رہے ہیں کہ ان جیسا کوئی نہیں ہے تو اللہ نے ان دیکھنے والوں کو ایمان عطا فرمایا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول ہے۔ اس سے ہزاروں گواہیاں پیش کی جا سکتی ہیں کہ اس وقت کے جو حالات تھے، ان میں بڑے بڑے کٹر مشرک بھی تھے۔ جب آئے ہیں تو ان کو کلمہ نصیب ہوا ہے اور ایمان ان

marfat.com

دریغ مانتے چلے جاتے ہیں۔ بخل نہیں ہوتا، وہ بخیل نہیں ہوتے، یہ صورتحال آج ہمارے سامنے ہے۔

میں ہر اس بندے کے ایمان کو سلام کرتا ہوں کہ جس کے ایمان میں یہ روح موجود ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی ذات کی بات ہوتی ہے تو سنتے ہی اس کے چہرے پہ چاندنی آجاتی ہے اور اس کے گلشن ایمان میں بہار آجاتی ہے۔ لگتا ہے کہ اس کے دیئے کے اندر کسی نے تیل ڈال دیا ہے اور چراغ مزید روشن ہو گیا ہے۔

دوسری طرف اگر آج کوئی ایسا شخص ہو کہ جس کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی فضیلت بیان کی جائے تو ایسا لگے کہ یہ خزاں رسیدہ ہو گیا ہے۔ اس کے چراغ کا تیل ہی ختم ہو گیا ہے۔ چہرہ ہی بجھ گیا ہے تو پتہ چلے گا کہ اس کا تعلق اس ایمانی طریق سے نہیں ہے جو ایمانی طریق صحابہ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس بڑے دلائل ہیں۔

بخاری شریف جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 598 پر یہ حدیث موجود ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

"حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے۔

وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ

نبی ﷺ کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا جس کو چھاگل کہتے ہیں، وہ سامنے موجود ہے اس میں کچھ پانی ہے۔

داخل ہوئے ہیں۔عاشق بن گئے ہیں،کلمہ پڑھ لیا ہے،مومن بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کو بیان کیا ہے اور لوح محفوظ سے ان کے نام کے سندیسے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو ہمارے لئے معیار قرار دے دیا ہے تو ہمیں ان کے ایمان سے ایک اصول اخذ کرنا چاہیے کہ وہ کیا چیز ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ایمان کی بلندیوں سے مشرف فرمادیا اور ان کے صدقے ہمیں بھی ایمان کی بھیک عطا فرمادی ہے۔

یہ تو واضح ہے کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی برابری کا سوچ بھی نہیں سکتے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جو قبلہ ان کے ایمان کا تھا۔اللہ نے وہی قبلہ ہمارے ایمان کو بھی عطا فرمایا ہے۔تو اختصار سے شان رسالت سمجھنے کا جو ایمانی طریق ہے۔ ایک تو وہ شیطانی طریق ہے، جو ابوجہل کے سامنے تھا اور عتبہ وشیبہ کے سامنے تھا کہ وہ بھی سمجھتے ہیں مگر اپنے جیسے انداز کو سامنے رکھ کے۔لیکن ہماری گفتگو کا جو آج موضوع ہے وہ یہ ہے کہ ایمانی طریق کیا ہے۔

پہلا طریقہ

شانِ رسالت کے معاملے میں بخیل نہ ہونا

شان رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق یہ ہے کہ شان رسالت کو سمجھتے ہوئے شان رسالت میں بخل نہ کرنا۔بخیل نہ بننا کہ دل جکڑا ہوا ہے کہ تھوڑا مانیں کہیں زیادہ نہ مان جائیں اور تول تول کے بولنا اور ناپ ناپ کے ماننا۔یہ شان رسالت کے ماننے والوں کا وطیرہ نہیں ہوتا۔رسالت کے ماننے والے سینہ کھولتے ہیں اور بے

marfat.com

اگر حالت شک میں رکھتے تو یہ شان رسالت کے لائق نہیں تھا کہ اگر پانی نہ نکلا تو جو کلمہ پڑھتے ہیں ان کے ایمان کا کیا بنے گا۔ میرے محبوب علیہ السلام کی اس ادا کو اس انداز میں سنو کہ جب محبوب علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھا ہے تو آپ کو یقین تھا کہ ہاتھ رکھنا میرا کام ہے اور چشموں کا جاری کر دینا میرے رب کا کام ہے۔

جب آپ ﷺ نے ہاتھ رکھا تو کیا ہوا:

فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ

چشموں کی طرح پانی انگلیوں کے درمیان سے نکلنا شروع ہو گیا۔

كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ

بخاری شریف: ۵۹۸/۲

جس طرح چشمے ہوتے ہیں۔

اب میں اس حدیث کے الفاظ کی جو بحث ہے، اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ اصل میں اپنی دلیل آگے سے جا کے پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن اتنا گزرتے گزرتے بیان ضرور کروں گا کہ انسانی پیکر جو چھ یا سات فٹ کا ہو، اگر وہ سارا بھی پانی کا بھرا ہوا ہو تو کتنا پانی اس سے باہر نکلے گا تو جو نکلے گا وہ کیسا ہو گا؟

انسان کے بدن سے رطوبت نکلتی ہے یا خون نکلتا ہے، دونوں پلید ہوتے ہیں۔ نہ طاہر ہوتے ہیں، نہ مطہر ہوتے ہیں۔ اور یہاں صحابہ کرام نے نمازیں پڑھنی ہیں، وضو کرنا ہے، ان کو پانی کی ضرورت ہے۔ محبوب علیہ السلام نے ہاتھ برتن میں

marfat.com

فتوضاء منها

محبوب علیہ السلام نے اس سے وضو کیا۔

اب سب کے پاس پانی نہیں ہے۔

ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَالَکُمْ

پھر لوگ آپ کی طرف لپک پڑے تو رسول پاک ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہے؟

قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ

وہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔

ہم وضو کہاں سے کریں، پانی کہاں سے پئیں، حدیبیہ میں ہمارا گزارہ کیسے ہوگا۔

اب دیکھئے شروع سے ہی اہل حق کا یہ وطیرہ رہا ہے اور امت میں جو ماننے والے تھے ان کا عقیدہ یہی تھا کہ اگر کوئی مشکل ہے تو اپنے نبی ﷺ کے پاس جانا ہے۔ اب ان کو یہ نہیں ہے کہ نماز رب کی پڑھنی ہے تو پانی بھی رب سے مانگیں، ان کو پتہ ہے کہ ہمارے لئے رب نے ہی ان کو بھیجا ہے۔

لہٰذا محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں آ کر جب انہوں نے پانی کی درخواست کی اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ پانی نہیں ہے تو ہم پانی کہاں سے پئیں۔ تو کیا ہوا؟

فَوَضَعَ النَّبِیُّ ﷺ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ

اسی برتن میں ہمارے نبی ﷺ نے ہاتھ رکھ دیا۔

اب جس وقت سرکار ہاتھ رکھ رہے تھے تو کیا آپ کو اس سلسلہ میں کوئی شک تھا کہ میں ہاتھ رکھتا ہوں، آگے ہو سکتا ہے پانی نکل آئے، ہو سکتا ہے پانی نہ نکلے۔

marfat.com

سکتا ہے۔

اب دیکھئے اس مقام پر یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ جو پانی انگلیوں سے نکلا وہ کتنا تھا اور صحابہ کرام کتنے تھے۔ صحابی کہتے ہیں، میں نے حضرت جابر سے پوچھا:

كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ

تم اس وقت کتنے تھے جنہوں نے پانی کو پیا تھا۔

تو حضرت جابر کہنے لگے:

كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً

ہم اس وقت پندرہ سو تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم پندرہ سو تھے تو وہ پانی کہاں سے آیا جو پندرہ سو کے لئے کافی تھا ان کے جانوروں نے بھی پیا وہ پانی کہاں سے آیا۔

اگر محض ایک بشر اور ایک انسان کی بات ہوتی تو وہ پانی کا پھر منبہ بتاؤ۔ کیا نیچے قدموں سے آرہا تھا یا اوپر سر میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ اس پیکر کی بات ہے کہ جس کا قلب صادق، پوری کائنات کی وسعتیں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

لہٰذا ان کے اندر یہ پانی کہیں سے آئے، یہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ مخلوق کے کسی فرد کے محتاج نہیں ہیں۔ پوری کائنات کی جھولیاں اس پیکر کی عطا سے بھرتی جاتی ہیں۔ اب جس وقت صحابہ کرام نے پانی کا یہ نظارہ دیکھ لیا۔ حضرت جابر فرمانے لگے ہم پندرہ سو تھے۔ اب اگلی بات حضرت جابر سے کسی نے پوچھی ہی نہیں ہے۔ مگر انہوں نے بتادی ہے تاکہ قیامت تک کے لوگوں کو پتہ چلے کہ ماننے والے بخل سے

marfat.com

رکھا ہے تو پانی نکلنا شروع ہو گیا ہے۔ صحابہ کرام کہتے ہیں، ہم نے اس پانی کو کیا سمجھا:

شَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا

ہم نے اس پانی کو پیا اور وضو بھی کیا۔

تو پتہ چلا جو پانی انگلیوں سے نکلا وہ پاک بھی تھا اور پاک کرنے والا بھی تھا، پیا ہے تو پاک ہے، وضو کیا ہے تو پاک کرنے والا ہے۔

اب انسانی بدن سے جو نکلے تو وہ گندا پانی ہوتا ہے وہ طاہر ہوتا ہے نہ مطہر ہوتا ہے اور یہاں جو پانی اللہ تعالیٰ نے اس بدن سے ظاہر کیا ہے اور نبی ﷺ کی انگلیوں سے نکلا ہے اگر صحابہ کرام محبوب علیہ السلام کو اس پیٹرن (Pattern) میں مانتے ہوتے جو ابوجہل والا تھا تو ہرگز اس پانی سے وضو نہ کرتے اور آج کا جو نبوت کے بارے میں ایک بگڑا ہوا تصور ہے۔ اگر یہ صحابہ کرام کا تصور ہوتا تو ہرگز اس پانی سے وضو نہ کرتے۔ کہتے کہ انسانی بدن سے نکلا ہے اور یہ طاہر اور مطہر نہیں ہے۔ ہم اس کو پی کیسے سکتے ہیں، پلا کیسے سکتے ہیں۔

صحابہ کرام جب پانی پی رہے تھے اور وضو کر رہے تھے تو بتا رہے تھے کہ ان انگلیوں سے جو پانی نکلتا ہے اس کا مقابلہ زم زم کیسے کر سکے، اس کا مقابلہ کوثر کیسے کر سکے، تو جن کی انگلیوں سے نکلے ہوئے پانی کی مثال نہ ہو تو بھلا کوئی انگلیوں کی مثال ہو سکتی ہے اور جن کے ہاتھوں کی مثال نہ ہو تو ان کی ذات کی بھلا کوئی مثال ہو سکتی ہے تو یہ حدیبیہ میں بیٹھے ہوئے سارے اس ایمان کو ظاہر کر رہے تھے کہ یہ وہ پیکر ہے جس کو نہ عقل کے ترازو پہ تولا جا سکتا ہے اور نہ ان کی عظمتوں کی بلندیوں کو کوئی ناپ

marfat.com

اگر حضرت جابر کی جگہ بطور فرض آج کے اس کیمپ کا کوئی بندہ ہوتا جو اپنے اساتذہ کو ماننے پہ آئیں تو سینہ کھول کے مانتے ہیں۔ اپنے شیوخ کو مانیں تو بے دریغ مانتے ہیں اور جب نبی ﷺ کی باری آئے تو ترازو پکڑتے ہیں۔ اور سند کی پابندی اور سند کے معاملے اور اس طرح کی تمام چیزیں ان کے سامنے ہوتی ہیں۔ ایسے معاملے میں آج یہ بات سمجھنا لازم ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وہاں جو بیان کیا ان کے بیان کرنے کا جو طریقہ تھا۔ اس طریقہ پر آج کون ہے؟

دوسرے کیمپ والے ہیں یا ہم ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ نے وہ ایمانی طریق ہمیں عطا فرمایا ہے۔ کیوں؟

یہ بات جو حضرت جابر نے کہی کہ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمیں کافی تھا اس کا سبب کیا ہے، کس بنیاد پہ کہی، پیچھے اس کی بیس **Base** کیا ہے۔ چونکہ یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں سچے ہیں، مبالغہ آرائی نہیں کرتے کہ وہ ایک دانے کو قبا بنا کے دکھا دیں اور چھوٹی بات کو بڑا کر دیں، نہیں نہیں، سچ بولتے ہیں۔

تو جو کہہ رہے تھے کہ لاکھ کے لئے بھی پانی کافی تھا۔ تو اس کا سبب کیا ہے، کس بنیاد پر کہہ رہے تھے؟ کیا کوئی ایسا حوض تھا کہ نبی ﷺ کے ہاتھوں سے پانی نکلا اور انہوں نے حوض میں سٹور کیا ہو؟ اور اس بھرے ہوئے حوض کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں کہ یہ ایک لاکھ کو بھی کافی ہو سکتا ہے۔ وہ تو ابھی انگلیوں سے باہر ہی نہیں آیا۔ جو آیا ہے وہ پی لیا گیا ہے اور نکلنے کا انداز صحابہ کرام کے سامنے ہے، انہوں نے کوئی پانی کا سٹور نہیں دیکھا اور نہ ہی انہوں نے پچاس ہزار کو بٹھا کر پلایا ہے۔ اور پھر یہ اس اندازے سے کہہ

marfat.com

نہیں مانا جاتا بلکہ مانتے وقت سینہ کھول کے مانا جاتا ہے۔ پوچھا تو ان سے یہ گیا تھا:

کَمْ کُنْتُمْ یَوْمَئِذٍ

تم اس دن کتنے تھے۔

تو جواب اتنا کافی تھا کہ ہم پندرہ سو تھے۔ نہیں پندرہ سو تو انہوں نے بعد میں کہا لیکن پہلے کیا کہا:

لَوْ کُنَّا مِاَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا

بخاری شریف: ۵۹۸/۲

اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمیں کافی تھا۔

تو انہوں نے پوچھنے والے کی غلطی بھی نکالی کہ تم یہ نہ پوچھو کہ تم کتنے تھے بلکہ یہ پوچھو کہ وہ پانی کتنے لوگوں کے لئے کافی تھا۔ ہم وہاں پندرہ سو تھے لیکن اگر ہم لاکھ بھی ہوتے:

لَکَفَانَا

وہ پانی ہمیں کافی تھا۔

یہ اس وقت پیش نظر دلیل ہے جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کھلے دل سے ماننا، بخل نہ کرنا۔ تھوڑا سا کہیں سے بھی مل جائے تو اس پر پوری کائنات کو روشن سمجھنا۔

اب یہاں دو صورتحال ہیں۔

وہ صحابہ کرام جو وہاں تشریف فرما تھے اور حضرت جابر جو بیان کر رہے ہیں۔

marfat.com

بخود بیان کرنا یہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ پوچھنے پر بھی ماننا تو بڑی مشکل سے ایک ماننا۔ کہتا اگر اس سے دس آدمی زیادہ ہوتے تو پانی ختم تھا، پندرہ بھی ہوتے تو پانی ختم تھا اور کوئی آدمی آیا ہی نہیں، پانی تو ختم ہو چکا تھا۔ یہ اس کیمپ کے بندے کا انداز ہوتا کہ جتنا سامنے ہے وہ مانیں گے۔ آگے نہیں مانیں گے اس میں غلو ہوتا ہے۔ اس سے اسلام میں ایک نئی روش پیدا ہو جائے گی۔ جتنا پیا ہے اتنے ہم بیان کرتے ہیں۔ آگے کسی کا بیان نہیں کرتے یہ ان لوگوں کا انداز ہونا تھا۔

لیکن صحابہ کرام نے ہمیں جو انداز دیا تو فرمایا پندرہ سو سامنے آ جائیں۔ ایمان یہ ہے کہ گواہی لاکھ کی دے جاؤ۔ اس واسطے کہ یہ معاملہ کسی اور کا نہیں بلکہ معاملہ دل کے محبوب اور اپنے آقا کی شان کا ہے۔

اب بغیر دیکھے اور بغیر تجربہ کے لاکھ کی جو گواہی تھی۔ یہ ہے رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق کہ اس میں بخل نہیں ہونا چاہئے اور صحابہ کرام نے بخل نہیں کیا اور اس میں پابندیاں لگا کر ایک مرتبہ دس کا اضافہ کرتے پھر کہتے چلو بیس سمجھ لو، پھر کہتے چلو زیادہ سے زیادہ سو سمجھ لو کہ پندرہ سو سے مزید سولہ سو کے لئے بغیر دیکھے ہم مان لیتے ہیں، ایک سو مزید سمجھ لیتے، لیکن نہیں نہیں، وہاں ماننے کا انداز کیا ہے۔ فرمایا:

پندرہ سو کیا ایک لاکھ بھی ہوتے تو انگلیوں سے نکلنے والا پانی وہ ہمارے لئے کافی تھا۔ بغیر اس لاکھ کو دیکھنے کے اور بغیر لاکھ کو پلانے کے، یہ گواہی دینا کہ یہ لاکھ کے لئے کافی ہے یہ رسالت کو ماننے کا طریقہ ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رب نے عطا فرمایا تھا۔

marfat.com

رہے ہوں۔ چونکہ پچاس ہزار پی گئے ہیں تو باقی بھی پی جائیں گے۔ نہ انہوں نے بٹھا کے بالفعل پلایا ہے کہ اس پر یہ عقیدہ بیان کریں اور نہ ہی انہوں نے سٹور کیا تھا کہ پھر کوئی اندازہ کرتے کہ یہ حوض بھر گیا ہے۔ لہٰذا لاکھ کے لئے کافی ہوگا اور وہ یقیناً بہت بڑا حوض ہونا چاہئے تھا، یہ دونوں ہی باتیں نہیں تھیں۔

تو پھر سبب کیا تھا کہ انہوں نے بغیر دیکھے یہ اعلان کردیا ہے اور بغیر تجزیہ کئے یہ واضح کردیا ہے کہ ہم پندرہ سو تھے اگر ہم لاکھ ہوتے، پانی پھر بھی ختم نہ ہوتا۔ جو سبب تھا وہ آج ہمارا موضوع ہے کہ شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق۔

پہلا یہ ہے کہ اس میں بخل نہیں ہونا چاہئے تو کیا ہونا چاہئے۔ صحابہ کرام کا ایمان بولتا تھا کہ جن کی انگلیوں سے پندرہ سو پی چکے پھر لاکھ بھی پی سکتے ہیں۔ اگرچہ لاکھ کو بٹھا کے پلایا نہیں، لاکھ کے سامنے پیالے رکھے نہیں اور لاکھ کے لئے کوئی بہت بڑا حوض بھرا ہوا نظر آتا نہیں۔ لیکن ایمان اتنا ہے کہ اگر پانی پندرہ سو پی سکتے ہیں، پانی ختم نہیں ہوتا تو پھر مان جاؤ لاکھ سے بھی ختم نہیں ہوگا۔ جو اس انداز میں مانے، اس کے ایمان کو ایمانِ صحابہ کی خیرات کہا جاتا ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی غلو نہیں کر رہا۔

دنیا کے کسی چوک میں کھڑے ہو جاؤ اور یہ حدیث سامنے رکھو اور پھر سروے survey کرو کہ یہ ایمان کی تجلی اور رسالت کو سمجھنے کا یہ طریقہ کہاں موجود ہے۔ دوسرے کیمپ میں سے اگر کوئی بطور فرض وہاں ہوتا تو پھر کیا ہوتا۔ اس سے جب بعد والے پوچھتے بتاؤ کتنا پانی تھا تو مشکل سے پندرہ سو تو کہتا جتنے تھے لیکن آگے خود

marfat.com

اتنی صدیوں کے باوجود بھی ہمیں ڈائریکشن **direction** عطا فرمائی ہے اور صحابہ کرام سے چمک آج تک ہمارے سینوں میں پہنچ رہی ہے۔

اس دوسرے انداز پر دلیل یہ ہے اور یہ حدیث شریف بھی بخاری شریف میں موجود ہے اور اتفاق سے اس کے راوی بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد فوت ہوگئے تھے اور ان پر قرضہ تھا تو انہوں نے قرض خواہوں سے کہا کہ جتنی میرے باغ میں کھجوریں ہیں، وہ لے لو اور میری جان چھوڑ دو مزید مجھ سے قرضہ نہیں دیا جاتا۔

فَاَبَوْا وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ فِيْهِ وَفَاءً

بخاری شریف: ۳۷۴/۱

انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم پورا قرضہ لیں گے۔ تھوڑا سا بھی معاف نہیں کریں گے۔

فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ

تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ گیا اور یہ معاملہ بیان کیا۔

حضرت جابر اسی در پر آئے جہاں مشکل میں امتی آتا ہے:

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں

کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

marfat.com

دوسرا طریقہ

شانِ رسالت کے سلسلے میں ہمیشہ اضافے کی تڑپ ہونا

جب بھی رسول اکرم ﷺ کی شان میں بحث ہو رہی ہو تو دل چاہے کہ اس سے بھی زیادہ سامنے آئے۔ جتنی آئے لیکن دل کرے کہ اس سے بھی زیادہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت نہ ہو لیکن اس کے سوا جو کچھ ہو، دل تڑپ رہا ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا کہیں اس سے بھی زیادہ سامنے آ جائے۔

وہ دل جو اس انداز میں دھڑکے۔ اس کی دھڑکن میں صحابہ کرام کی روح موجود ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو انداز، رسالت کو ماننے کا جو طریقہ ہے یہ نہیں تھا کہ جتنا ثابت ہو اس کو بھی مروڑا جائے، دبایا جائے، چھوٹا ظاہر کیا جائے اور نیچے لانے کی کوشش کی جائے۔ نہیں نہیں، صحابہ کرام کا انداز یہ رہا کہ ان کو کثرت کی تڑپ تھی اور اضافے کی جستجو تھی اور ہر جگہ ان کو تقاضا یہ تھا کہ ہمارے نبی ﷺ کی شان زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتی چلی جائے۔

آج اس نقطہ نظر کے لحاظ سے بھی تم دیکھ سکتے ہو، واضح طور پر یہی بات جو اس وقت بخاری سے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ مجھے تم میں سے ہر بندے کا چہرہ کھلا ہوا نظر آ رہا ہے اور ہر چہرے پر ایک چمک ہے اور ایک اجالا ہے۔

یہی بات اگر کسی بگڑے ہوئے کیمپ کے بندے کے سامنے کرو۔ سند صحیح ہے، کوئی غبار بھی نہیں، کوئی کسی طرح کا اس میں ہیر پھیر بھی نہیں۔ تو کیا ہوگا اس کے ماتھے پہ شکن چہرے پہ ایک اندھیرا چھا جائے گا تو پتہ چلتا ہے کہ رب ذوالجلال نے

marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں ساتھ تھے۔

اب آگے جا کے حکمت ظاہر ہو گی کہ ان کو ساتھ لے جانے کا مقصد کیا تھا۔

فَجَلَسَ عَلَيْهِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈھیر کے پاس بیٹھے۔

اب یہ بات ذہن میں رکھنا کہ یہ ڈھیر کھجوروں کا ہے۔

فَدَعَا بِالْبَرَكَةِ

کھجوروں کے ڈھیر پر ہمارے محبوب علیہ السلام نے دعا مانگ دی۔

لوگ تو ایک کلو کھجور پر دعا کو بدعت و شرک اور پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ میرے محبوب علیہ السلام نے اس ختم سے قیامت تک کے ختمات کا بیج بونا تھا اور وہ ہر کھجور کروڑوں ختمات کا ایک بیج بنا تھی۔ میرے محبوب علیہ السلام نے سارے ڈھیر پر ختم پڑھ دیا۔

دَعَا بِالْبَرَكَةِ

برکت کی دعا مانگی ہے۔

ثُمَّ قَالَ اُدْعُ غُرَمَاءَكَ فَأَوْفِهِمْ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جا رہا ہوں تم اپنے قرض خواہوں کو بلا لو اور ان کا جتنا بھی قرضہ ہے، اس ڈھیر سے پورا کرتے جاؤ۔

فَأَوْفِهِمْ

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں، در بے بہا دیئے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ معاملہ یہ ہے، مشکل یہ ہے کہ قرض خواہ تنگ کر رہے ہیں اور میری آمدنی ایسی نہیں کہ قرضہ پورا ہو سکے۔ آپ ﷺ میرے لئے کچھ بندوبست کریں۔

اب آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: اے جابر! میں تو تجھے کلمہ پڑھانے آیا تھا، میں تیرا قرض اتارنے نہیں آیا تھا۔ یہ تیری مشکل ہے تو رب سے کہو مجھے کیا کہتے ہو۔ نہیں نہیں،

انہوں نے سکھایا یہ تھا کہ میں تمہاری ہر مشکل کو حل کرنے کے لئے آیا ہوں۔

اس واسطے آ گئے ہو تو ٹھیک ہے قرضے والا معاملہ بھی صحیح کرتے ہیں۔

فَقَالَ اِذَا جَدَدْتَهٗ فَوَضَعْتَهٗ فِی الْمِرْبَدِ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھجوریں کاٹ کے فارغ ہو جاؤ اور سارے درختوں سے کھجوریں اتار لو اور اس کو خرمن میں رکھو پھر میرے پاس آ جانا، مجھے بتانا۔

تو حضرت جابر نے کھجوریں کاٹیں۔ اور محبوب علیہ السلام کو اطلاع دی تو

جَاءَ وَ مَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ

رسول اکرم ﷺ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت تشریف لے آئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا باغ رشکِ ارم ہے جہاں محبوب علیہ السلام کے قدم لگ گئے۔ آپ تشریف لے گئے آپ کے جانے کا انداز بھی عجیب تھا۔ جب

marfat.com

کام سیدھا ہو گیا۔ سارا قرضہ اتر گیا اور گھر کے لئے بھی اتنی کھجوریں بچ گئیں۔

اب سرکار ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ اے جابر ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے جانے سے کیا ہو سکتا تھا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم ایسی باتیں نہ کرو شرک ہو جائے گا۔ نہیں نہیں، میرے محبوب علیہ السلام کو بھی یہ جملہ اتنا پسند آیا۔

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

بخاری شریف: ۱/۳۷۴

میرے محبوب علیہ السلام کے گل قدس کی پتیوں پہ چاندنی آ گئی۔ سرکار ﷺ تبسم فرمانے لگے اور مسکرائے کہ جابر ٹھیک ہے تم بڑے گھبرائے ہوئے تھے اور ہم گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل ہو گیا ہے کہ تمہارے سارے کام سنور گئے ہیں اور بیڑے پار ہو گئے ہیں۔

اب جب رسول اکرم ﷺ مسکرائے ہیں اب اسی بات کو جتنی میں نے بیان کی ہے اس کو اس نقطہ نظر میں سمجھو۔ آج یہ بات تم کسی کے سامنے کرو اس کو سن کے اگر اس کے چہرے میں چمک آئے تو سمجھ لو کہ:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس بندے کے ایمان پر اور کس گواہی کی ضرورت ہے کہ جس بات پر سرکار ﷺ خوش ہوئے تھے۔ اس پر ان کا عاشق بھی خوش ہو رہا ہے بلکہ ایک حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جا کر کہا کہ کھجوریں تو بچ گئیں ہیں،

marfat.com

ان کا قرضہ پورا کرو، کسی کو بھی نہ چھوڑو کسی کا قرض بھی باقی نہ رہے۔ سب کا قرض پورا کردو۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَمَا تَرَکْتُ اَحَدًا لَهٗ عَلٰی اَبِیْ دَیْنٌ اِلَّا قَضَیْتُهٗ

جتنے لوگوں کا بھی میرے والد پر قرض تھا وہ جتنے تھے میں نے سب کو بلا کر اس ڈھیر سے پورا کردیا۔

دونوں لفظ بول دیئے تھے۔ جتنا تھا اور جس کا بھی میرے والد پر قرض تھا۔ میں نے سب کو بلایا اور سب کا قرض اس ڈھیر سے پورا کردیا۔

کہتے ہیں جب قرض پورا ہوگیا تو میں دیکھ رہا تھا کہ بہت سی کھجوریں بچی ہوئی تھیں اور اتنی کھجوریں تھیں جن کا آج موٹا موٹا حساب لگائیں تو وہ تقریباً تین ہزار پانچ سو سیر بنتی ہیں۔ وہ باغ کہ جن کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس سے میرا آدھا قرضہ بھی نہیں اترے گا۔ اور قرض خواہوں سے یہ کہتے تھے کہ یہ لے لو اور میری جان چھوڑ دو۔ اس سے سب کے قرضے بھی اتر گئے اور پھر پیچھے ساڑھے تین ہزار سیر کھجوریں بھی باقی بچ گئیں۔

کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔

فَوَافَیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَغْرِبَ

مغرب کا وقت تھا میں مسجد نبوی شریف میں پہنچ گیا۔

فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ

تو میں نے جا کر یہ بیان کردیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تو بگڑی بن گئی اور

marfat.com

سمجھو کہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی ایمان کی تائید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔

جو تم ان لفظوں پر سبحان اللہ کہتے ہو اور میرے کہنے کے بغیر کہہ رہے ہو تو یہ تمہارا دل گواہی دیتا ہے تو پتہ چلا کہ سرکار ﷺ نے جو فرمایا تھا:

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

وجہ اس وقت گواہی دینے کی کیا تھی۔ وجہ یہ تھی کہ میں نے جس کے لئے جا کے ہاتھ اٹھائے ہیں میرے ہاتھوں کی میرے رب نے لاج رکھ لی ہے اور بیڑے پار ہو گئے ہیں۔

یہ سرکار کا اس موقع پر اشھد کہنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میرے رسول ﷺ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ میرے رب نے مجھے میری امت کے لئے نفع کا حوالہ بنایا ہے۔ میں گیا ہوں امتی کا فائدہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا ان آیات کو کہ جن کا یہ پس منظر ہے کہ میں کسی کے نفع کا مالک نہیں نقصان کا مالک نہیں۔ یہ اس انداز میں سمجھو کہ یہ ایک عاجزی ہے اور عبودیت کا اظہار ہے ورنہ محبوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نفع کی علت اور سبب نہیں بنایا تو پھر حضرت جابر کے باغ میں تشریف کیوں لے گئے تھے اور پھر حضرت جابر کی کھجوریں بڑھ کیوں گئیں تھیں اور جب بڑھیں تھیں تو پھر چاہیے تھا کہ وہاں پر نعرہ تکبیر لگتا لیکن نعرہ رسالت لگا ہے اور کہا یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

marfat.com

تھوڑی تھیں زیادہ ہوگئیں ہیں اور تمہارے صدقے سے کام بن گیا تو محبوب علیہ السلام نے نعرہ لگایا:

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اب سرکار کو یہ بات کتنی محبوب ہے کہ میں جاؤں تو لوگوں کے کام بنیں۔ میری وجہ سے لوگوں کی مشکلیں حل ہوں۔ میری وجہ سے لوگوں کے دامن معمور ہوجائیں۔

اب اگر یہی صورتحال اسی مسئلے میں ہوتی کہ محبوب علیہ السلام جاتے اور فائدہ کچھ نہ ہوتا تو حضرت جابر کے دل پہ کیا گزرتی اور صحابہ کرام جو سنتے تو ان کے دل پہ کیا گزرتی، اگرچہ میرا یقین ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایمان کو نہ چھوڑتا لیکن اور کسی کا ایمان قبول کرنا مشکل ہوجاتا کہ جن کا کلمہ یہ پڑھتے ہیں ان سے ان کو کچھ نہیں ملتا، تو ہمیں کیا ملے گا۔

لیکن جب وہاں ظاہری طور پر یہ ہوا تو یہودیوں کی آنکھیں بھی کھلی رہ گئیں کہ جس جابر کو ہم معاف نہیں کرتے تھے۔ اس کے آقا نے تو اتنی برکتیں ڈال دی ہیں کہ کھجوریں بڑھ گئیں ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو اپنی طبیعت ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس انداز سے ایمان بڑھتا ہے، دین کی روشنی آتی ہے نہ کہ اس کو کوئی اسلام کے خلاف نام دے دے کہ یہ توہم پرستی ہے یا بدعت ہے یا شرک ہے۔ نہیں نہیں، سرکار کی جلوہ گری سے اور قدموں کی برکت سے اگر کسی کو کچھ ملتا ہے تو یہ

marfat.com

اگر دوسرے کیمپ والے لوگوں کی بات ہوتی تو کہا جاتا اس معاملے کو دبا دو۔ آگے کسی کو نہ بتاؤ شرک کا وہم پیدا ہو جائے گا۔ ان کی شان بڑھ جائے گی۔ بلکہ سرکار ﷺ نے فرمایا۔ جاؤ ابو بکر و عمر کو بتاؤ کہ میں گیا ہوں تو اللہ نے تمہارے سارے کام پورے کر دیئے ہیں۔

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان دو حضرات کے پاس گئے تو کیا ہوا۔

بخاری شریف میں ہے اور بخاری شریف کی جو لوگ قسمیں اٹھاتے پھر رہے ہیں۔ انہیں ایمان کی نگاہ سے یہ لفظ پڑھنے چاہئے اور دیکھنے چاہیے

ان دونوں حضرات تک یہ پیغام پہنچا جو اس امت کے کریم ہیں، اس امت کے لیڈر ہیں اور اس امت کے شیخ الاسلام ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے پائے کا کسی امت میں کوئی انسان نظر نہیں آتا، جب ان دونوں کے پاس نبی علیہ السلام نے حضرت جابر کو بھیجا کہ تم ان دونوں کو بتاؤ جو تم مجھے بتا رہے ہو۔ تو اس پر ان کا جواب کیا تھا۔

جواب سننے سے پہلے یہ تجزیہ کر لو۔ اگر وہاں ان دو شخصیات کی جگہ ان منحوس لوگوں میں سے کوئی ہوتا تو جواب کیا ہوتا لیکن ان دو شخصیات نے جو جواب دیا اس کو تلاش کرو کہ اس کی چمک آج کس سینے میں ہے۔

اگر ان دو لوگوں کی جگہ اس موجودہ صورتحال میں وہ لوگ جو شان الوہیت کو بظاہر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ بغض نبی علیہ السلام کو چھپا کر اس پر توحید کا پردہ ڈالنا

تو اس سے ماننا پڑے گا کہ اضافہ رب کی طرف سے ہوتا ہے شان نبی ﷺ کی ظاہر ہوتی ہے۔

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

یہ وہ طریق ہے نبوت کو ماننے کا جو سرکار نے صحابہ کرام کو دیا ہے۔ ابھی میں اس کی دلیل کو بیان نہیں کر رہا جو آگے ہے۔ ابھی تو میں اس کی حیثیت کو واضح کر رہا ہوں۔ جس وقت نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچ گئی۔ اور آپ ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرما بھی دیا تو اب کیا ہوا۔ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے ایک جملہ بولا۔ فرمانے لگے: اے جابر

اِئْتِ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ

جو کچھ تم نے مجھے بتایا وہی جا کے میرے ابو بکر کو بھی بتاؤ اور جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے وہی میرے عمر کو بھی بتاؤ۔ اب اس کا سبب کیا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی جا کر خبر دو۔ تو اس کا سبب صرف ایک ہے کہ جس سبب پہ آج ہم قائم ہیں کہ:

ذکر ہوتا رہے تیرے حسن و جمال کا
اور سلسلہ یہی ہے قیل و قال کا

سبب یہ تھا کہ میرے ابو بکر و عمر کو بھی پتہ چلے کہ جہاں ان کے آقا جاتے ہیں اللہ روتوں کو ہنسا دیتا ہے اور وہاں اندھیروں میں چراغاں ہو جاتا ہے۔

اِئْتِ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ

marfat.com

لَقَدْ عَلِمْنَا

ہم نے جانا۔

یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ ہم نے جانا تھا جب سرکار نے دعا کی تھی۔

لَقَدْ عَلِمْنَا اِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا صَنَعَ اَنْ سَیَکُوْنَ

ہمیں یقین تھا سرکار کی آمد کی وجہ سے اور جو کچھ وہاں جا کے سرکار نے کیا ہے اس کے سبب ہمیں اس وقت پتہ چلا۔

اَنْ سَیَکُوْنَ ذَالِكَ

کہ قرضے ختم ہو جائیں گے۔ کھجوریں بڑھ جائیں گی۔

اب انہوں نے یہ نہیں کہا کہ جابر سند پوری کرو، تم اکیلے آ گئے ہو۔ ہمیں منوانا بھی کوئی آسان کام ہے پہلے کوئی چار پانچ گواہ ساتھ لے کے آؤ۔

نہیں نہیں۔ میں یہاں رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق پیش کر رہا ہوں۔

دوسرے نمبر پر میں یہ بات کر رہا ہوں کہ دل اضافے کے لئے تڑپتا ہے کمی کے لئے نہیں تڑپتا۔ مومن کا دل یہ چاہتا ہے کہ ضرور ثابت ہو اور دوسرے کیمپ والوں کا دل یہ ہے کہ ہم ضرور کوئی کمی ثابت کریں کہ کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ جابر کے پاس جا کے دعائیں کر کر کے تھک گئے تھے۔ کھجور کوئی بڑھی ہی نہیں تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں بیک زبان کہہ رہے تھے۔

لَقَدْ عَلِمْنَا

ہم نے اس وقت جان لیا کہ کھجوریں ضرور بڑھ جائیں گی۔ کیوں؟

marfat.com

چاہتے ہیں اگر اس کیمپ کا کوئی بندہ وہاں ہوتا اور حضرت جابر کہتے کہ وہ کھجوریں جو تھوڑی تھیں وہ زیادہ ہوگئیں ہیں۔ سب کے قرضے میں نے پورے کر دیئے ہیں اور سب کچھ میں نے مکمل کر دیا۔ تو پہلے ان کا سوال یہ ہوتا اے جابر تم تو اکیلے ہو۔ اکیلے کی تو بات ہی معتبر نہیں ہوتی جاؤ دو گواہ لاؤ۔ خبر واحد ہم کیسے مانیں ہم تو سند مانتے ہیں۔ ہم ٹھوک بجا کے مانتے ہیں اور اے جابر تم اکیلے آگئے ہو اگر ہم سے منوانا چاہتے ہو تو دو گواہ بھی ساتھ پیش کرو کہ جب تم کھجوریں بوریوں میں ڈال رہے تھے تو وہ دیکھ رہے ہوں کہ کھجوریں ہی تھیں، کچھ اور نہیں تھا اور وہ دونوں بتائیں کہ واقعی سارے قرض خواہوں کے قرضے اتر گئے ہیں، کوئی باقی نہیں رہ گیا۔ تم اکیلے بتا رہے ہو۔ ہوسکتا ہے تم نے کھجوروں کی جگہ کچھ اور ڈالا ہو اور ہوسکتا ہے کہ ابھی قرض خواہ کچھ رہتے ہوں اور تم ویسے ہی خوش ہو رہے ہو۔

یہ انداز اس کیمپ کے لوگوں کا ہونا تھا کہ ان کو جھٹلاتے اور کمی کی کوشش کرتے کہ جابر ایسا نہیں ہوسکتا۔ اے جابر! تم دو گواہ لاؤ۔ جابر اپنے ثبوت تم پورے کرو پھر ہم اس کو مانیں گے مانا بھی ان لوگوں کے ہاں نخرے سے ہوتا ہے۔

لیکن صحابہ کرام کے ہاں ماننا بڑا ایڈوانس (advance) ہے۔ جب ان دو کے پاس یہ بات پہنچی تو کیا جواب دیا۔ قربان جاؤں میں ان کے ایک ایک لفظ کی عظمت پر جو جنتی سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہے کہ جس وقت ان دونوں صحابہ کو پتہ چلا تو کہنے لگے:

اے جابر تمہیں اب پتہ چلا ہمیں تو اس وقت پتہ تھا۔

marfat.com

کا معاملہ نہیں تھا۔ یہ کام مستقبل میں ہونے والا تھا لیکن ہمیں ماضی میں پتہ چل گیا یہ سچے ہیں اور سچی بات کر رہے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ سچوں کا عقیدہ یہی ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا مقام تو اپنی جگہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کو ان کے صدقے اتنی خبریں دینا آجاتی ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْنَا

اس میں علم کا لفظ ہے جس کا وہ لوگ تقاضا کرتے ہیں کہ علم غیب ہو خبر نہ ہو۔ یہ علم ہے:

لَقَدْ عَلِمْنَا

ہم نے جانا۔

اب ایک وجہ یہ آگئی۔

دوسرا وہ جو ہمارا موضوع ہے کہ بغیر دیکھے وہ علمنا کہہ رہے تھے تو ان کے سامنے پھر سرکار کا چہرہ تھا کہ اگرچہ ہم نے کھجوروں کو بوریوں میں بند ہوتے دیکھا نہیں، اگرچہ ہم نے قرض خواہوں کو ختم ہوتے دیکھا نہیں لیکن ہم نے سرکار کو تو دیکھا ہے۔

لہٰذا سرکار جائیں، ہاتھ اٹھائیں اور بیڑے پار نہ ہوں یہ ہو کیسے سکتا ہے۔

مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ تجربے کا انتظار نہیں کرتا، تجربے کے بغیر شانِ رسالت کو مانتا ہے۔ یہ ایمانی طریق ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے اور اس کو کوئی چیلنج نہیں کر سکے گا۔

صحیح بخاری سے اور درجنوں ماخذ سے اس کو پیش کر رہا ہوں۔

marfat.com

فرمایا! سرکار کا وسیلہ ہی کام آگیا ہے کیونکہ لفظ کیا ہیں اس میں انہوں نے حوالہ کس چیز کا دیا۔ فرمایا:

اِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا صَنَعَ

چونکہ سرکار نے جا کر ہاتھ اٹھائے ہیں اور سرکار تشریف لے گئے ہیں تو سرکار کے جانے سے بھی فائدہ نہ ہو تو یہ کیسے ہوسکتا تھا۔

لَقَدْ عَلِمْنَا

ہم نے جان لیا۔

اب یہاں پر دو باتیں ہیں اور دونوں باتیں ہمارے سینے میں ہیں اور دونوں باتیں ایمان کا معیار ہیں۔

لقد علمنا ماضی ہے اس کا مطلب ہے ہم نے جانا۔ وہ مستقبل کی خبر کیسے جان گئے، کچھ لوگوں کے ہاں تو پیغمبر کو کل کا پتہ نہیں، یہاں سے تو پتا چل رہا ہے کہ ان کے غلاموں کو بھی پتا ہے۔

لقد علمنا لفظ علم ہے، یہاں پہ یہ نہیں ہے، ظننا کہ ہمارا گمان تھا۔ آج تو ان کے ہاں گمان کے بھی بچے مر گئے ہیں، گمان بھی پیدا نہیں ہوتا۔ شانِ رسالت کے بارے میں ایک اچھی سوچ نہیں ابھرتی اور ایک خوشگوار موڈ نہیں بنتا۔ صحابہ تو کہتے ہیں:

لَقَدْ عَلِمْنَا

علم بمعنیٰ یقین ہوتا ہے یعنی ہمیں صرف گمان نہیں تھا ہمیں یقین تھا ہم جان گئے اگرچہ کھجوریں ابھی بوریوں میں نہیں ڈالی گئی تھیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے

marfat.com

دونوں کو جا کے بتا دو، ان کو خبر دے دو تا کہ پتا چل جائے، یہ لوگ جن کی صداقت پر قرآن گواہیاں دیتا ہے، جن کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے اور جو کبھی جھوٹ کا سوچ ہی نہیں سکتے اور خلاف واقعہ بات کرتے ہی نہیں ہیں۔ ان کا یہ یقین ہے اور صحیح بخاری شریف میں سند صحیح سے مروی ہے کہتے ہیں ہمیں پتہ چل گیا، ہم نے مان لیا، ہم نے جانا، یہ کام ہونے سے پہلے جانا جو اس طرح جانے تو یہ ہے ایمانی طریق رسالت کو سمجھنے کا کہ جہاں تجربے کا انتظار نہیں کیا جاتا اور جہاں ترازو سے تول تول کے نہیں مانا جاتا، سینہ کھول کے بے دریغ مانا جاتا ہے۔

اب اس مقام پر جس وقت ان دونوں صحابہ کا عقیدہ سامنے آ گیا تو یہاں یہ بات پتہ چلی کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس کو شان رسالت سن کے کمی کا نہیں اضافے کا یقین ہوتا ہے اور واقعہ میں بھی یہی صورتِ حال ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت جابر سے سند کے مؤاخذے نہیں کئے اور یہ نہیں کہا کہ یہ خبر واحد ہے تو اکیلا ہے۔ تیرے ساتھ جماعت ہونی چاہئے، پھر مانیں گے ایسی انہوں نے کوئی بات نہیں کی اور شان رسالت کے ایک مفہوم کا کچھ ثبوت سامنے آ گیا ہے اور پتہ ہے ہم گئے تھے اور سرکار بھی گئے تھے۔ کہتے ہیں یہ اس کے لئے کافی ہے کہ جو کچھ بعد میں ہوا ہے یقیناً ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

اب اس سلسلہ میں ایک بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے میں ایمانی طریق کا جو دوسرا شعبہ ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اب یہاں پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بات

marfat.com

لَقَدۡ عَلِمۡنَا

ہم نے جانا۔

جاننے کی بیس (base) کیا تھی۔بیس تھی شانِ رسالت کو ماننا اور آج یہ ہمارے سینوں میں موجود ہے کہ ہمیں تجربے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیں کوئی کہے کہ محبوب علیہ السلام اگر چاہیں تو کسی کو جنت دے سکتے ہیں؟ ہم بغیر تجربے کے کہیں گے، دے سکتے ہیں۔

سرکار تشریف لائیں تو کیا بیڑے پار ہوتے ہیں؟ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ پہلے آئیں بیڑا پار ہو، پھر کہیں گے۔نہیں ہمارا ایمان صدیقی بھی ہے اور فاروقی بھی ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب سرکار نے قبول کر لیا ہے، ذمہ لے لیا ہے کہ ٹھیک ہے میں یہ کام کروں گا یقیناً خیال کر دینا اور ذمہ لے لینا ہی سرکار کی طرف سے اس بات کی دلیل ہے کہ بیڑا پار ہو چکا ہے، اب یہاں پر یہ ضمناً وجہ بھی سامنے آ گئی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کی طرف بھیجا کیوں تھا؟

بھیجا اس لئے تھا تا کہ پتہ چلے جن کو بعد میں دونوں سیٹیں ملنے والی ہیں، بلا وجہ ہی نہیں ملنی، ان کا ایمان بھی اتنا ہی ایڈوانس (advance) ہے۔

جابر تمہارا ایمان یقیناً کامل ہے، تمہاری آنکھوں کے سامنے سب کچھ ہوا اور تم خوش ہو مگر میری مسند پر خلیفہ بن کے جو پہلے نمبر پر بیٹھے گا اور جو دوسرے نمبر پر بیٹھے گا ان کو جا کے بتاؤ۔ تمہیں پتا چلے کہ ان کو یہ شان اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ نبوت کے بارے میں کم نہیں تولتے، ہمیشہ زیادہ سوچتے ہیں۔

امتحان شروع ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

جس وقت اس شخص نے دعا کے لئے کہا تو میرے محبوب علیہ السلام کو بھی ناز ہے کہ میری دعا اٹھے گی تو قبولیت کے سہرے پہن کے واپس آئے گی۔ یہ نہیں کہا کہ اگلے جمعہ کو مانگ لیں گے یا ابھی مغرب کے ٹائم مانگ لیں گے تا کہ مجمع عام میں کہیں کوئی ایسی معاذ اللہ خفت نہ ہو جائے لوگوں کے سامنے۔ انہیں پتہ ہے کہ اللہ نے ہمیں خفت کے لئے نہیں رفعت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ محبوب علیہ السلام نے دعا فرمادی تو کیا ہوا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں:

وَمَانَرٰی مِنْ سَحَابٍ

ہم نے کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھا تھا۔

آسمان پر تو بادل کا نام ونشان ہی نہیں تھا۔ محبوب علیہ السلام نے جب دعا فرمائی تو کہتے ہیں:

فَنَشَأَ السَّحَابُ

بادل پیدا ہو گئے۔

بادل اکٹھے ہو کے آگئے اور مدینہ شریف کے اوپر آ کر انہوں نے رات کا سماں بنا دیا اور آپس میں مل گئے، پھر کیا ہوا؟

ثُمَّ مُطِرُوْا

پھر بارش شروع ہو گئی۔

یہاں تک کہ پورا ہفتہ بارش ہوتی رہی۔ اب اگلا جمعہ آ گیا۔ مدینہ شریف کی

marfat.com

سنو اور یہ بھی بخاری شریف میں ہے۔ ابھی تک میں گفتگو بخاری سے پیش کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک سوالی آ گیا اور کہنے لگا:

قُحِطَ الْمَطَرُ

بخاری شریف: ۹۰۰/۲

"قحط سالی ہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رستے ویران ہو گئے، بندے مر رہے ہیں اب سرکار سے آ کے جس نے کہا کیا اس کو پتہ نہیں ہے کہ رب ہر جگہ سنتا ہے۔ محبوب علیہ السلام کے پاس آیا تو یہ ظاہر کیا کہ ایسی باتیں ان سے آ کر کرنا یہ کوئی شانِ رسالت کے منافی نہیں ہے۔ اللہ نے ان کو ہر دکھ کی دوا بنا کر بھیجا ہے۔ جس وقت انہوں نے یہ کہا تو صحابہ کہتے ہیں، اس شخص نے عرض کی:

فَاسْتَسْقِ رَبَّكَ

اپنے رب سے کہو کہ بارش برسائے۔

اب وہ لوگ جو ہر وقت سارا زور اس پر لگا رہے ہیں کہ اللہ ان کی نہیں مانتا، ایڑھی چوٹی کا زور لگا لیں کچھ بھی نہیں ہوتا، وہ کتنا اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔ اگر اس وقت وہ شخص جو مجمع عام میں کہہ رہا تھا۔ اللہ سے بارش مانگو اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مانگتے اور بارش نہ ہوتی تو کیا صورت حال بنتی، ان لوگوں کے ایمان کا کیا بنتا اور لوگوں کا کیا

marfat.com

پھر محبوب علیہ السلام مسکرا اٹھے۔

اس بات پر مسکرائے کہ میرے صحابہ مجھے کیا مانتے ہیں۔ سرکار مسکرائے کہ اگر رب کی رحمت کو کھولنا ہو تو کنجی میرے ہاتھ میں ہے اور اگر اس رحمت کو جو زحمت بننے والی ہو، اس کو بند کرنا ہو تو یہ سمجھتے ہیں تالا بھی میرے ہاتھ میں ہے۔

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

جس وقت محبوب علیہ السلام مسکرائے ہیں تو مسکرا کے کہا:

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

بخاری شریف: ۹۰۰/۲

اے اللہ! ہم پر بارش نہ ہو، آگے پیچھے ہوتی رہے۔

مدینہ شریف کی آبادی میں نہ ہو باہر پہاڑوں پر اور دیگر جگہیں جہاں ابھی کوئی مشکل نہیں بنی وہاں بارش ہوتی رہے مگر اے اللہ مدینہ شریف پر اب بارش نہیں ہونی چاہئے۔

محبوب علیہ السلام نے جس وقت یہ دعا کی ہے تو صحابہ کہتے ہیں یوں لگا کہ جیسے لفظ سیدھا بادل کو جا کے لگے ہیں۔

فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ

بادل پھٹ گئے۔

جو پہلے چھتری کی طرح تھے، اب پھٹ گئے، جدا جدا ہو گئے اور پیچھے پیچھے

marfat.com

وادیاں پانی سے بھر رہی تھیں۔

فَمَا زَالَتْ اِلَی الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ

اگلے جمعہ تک بدستور بارش ہوتی رہی۔

کہ جنہوں نے شروع کروائی ہے اگر وہ کہیں تو بند ہو۔ بارش برس رہی ہے اور مسلسل اللہ کی طرف سے برسات ہو رہی ہے تو اگلے جمعہ کو پھر وہی بندہ کھڑا ہو گیا یا اس کے علاوہ کوئی شخص کھڑا ہوا۔ سرکار خطبہ دے رہے تھے۔ اب:

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

کہتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غَرِقْنَا

ہم تو غرق ہو گئے۔

فَادْعُ اللّٰهَ اللہ سے دعا کرو۔

سرکار نے یہ نہیں فرمایا کہ بڑی مشکل سے پہلی منوائی تھی اب دوسری کے لئے آ گئے ہو۔ نہیں نہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ رب کے دربار میں ہمارا ایک مقام ہے جو چاہو لے لو۔

جب اس نے کہا: غَـرِقْـنَـا ہم غرق ہو گئے۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اگر اب تم غرق ہو رہے ہو تو ہمارے ہاں کیا کمی ہے۔ صحابہ علیہم الرضوان کہتے ہیں:

فَضَحِكَ

marfat.com

يُرِيهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

اللہ صحابہ کو اپنے نبی ﷺ کی شان دکھا رہا تھا۔

یہ ہے میری دلیل

يُرِيهِمُ اللّٰهُ

اللہ ان کو دکھا رہا تھا، جو صحابہ وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا؟

كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

اپنے نبی کی شان۔

اللہ اپنے نبی کی شان کو ظاہر کر رہا تھا، اپنے نبی کی شان کو واضح کر رہا تھا اب نبی ﷺ کی دعا کو اس انداز میں سمجھنا، یہ شانِ رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق ہے۔

کچھ لوگ یہ حدیث بیان کریں گے تو پھر کیا کہیں گے۔ نبوت کی تو ساری نفی کر جائیں گے کہ نبوت کا اس میں کیا کمال ہے، یہ سب اللہ نے کیا تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھو نبوت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے نبی کی شان دکھائی تھی۔

يُرِيهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ وَاِجَابَةَ دُعَائِهٖ

بخاری شریف: ۹۰۰/۲

"اللہ انہیں اپنے نبی کی شان دکھا رہا تھا اور اپنے نبی کی دعا کی قبولیت کا عالم دکھا رہا تھا۔"

اللہ یہ واضح کر رہا تھا کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عام نہیں ہوتے

marfat.com

ہٹ گئے، اس طرح کہ:

عَنِ الْمَدِيْنَةِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا

کچھ بادل مدینہ شریف سے دوڑتے دائیں طرف چلے گئے، کچھ بائیں طرف چلے گئے۔ مدینہ شریف کا جوایریا تھا وہ سارے کا سارا بادلوں سے بالکل صاف ہوگیا۔ جس وقت یہ صورت حال آئی ہے موضوع کی بات اب ہمارے سامنے ہے۔ اب تم میں سے جس نے بھی یہ سنی ہے، اس کے چہرے پر ایک رونق ہے۔ کیا مرتبہ ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کا۔ چاہیں تو بارش برسوائیں، چاہیں تو بند کروادیں، اللہ کے دربار میں یہ شان ہے۔

اب دوسرے کیمپ کے لوگوں کے سامنے جب یہ بات کرو گے تو وہ یہ سوچ رہا ہوگا کہ ضرور سند میں کوئی کمی ہوگی۔ بغیر دیکھے یہ بول جائے گا کہ ضرور اس کی سند میں کمزوری ہے۔ یہ نہیں سوچے گا کہ صحیح بخاری میں آئی ہوئی ہے یا یہ کہے گا کہ ہٹے تھے مگر دودن بعد یا اس طرح کے کوئی بہانے ضرور بنائے گا، لیکن تم نے فوراً اس کو مانا ہے اور پہلے بھی اس کو جانتے ہو تو یہ انداز کہاں سے آیا ہے، یہ وہی صحابی جو اس حدیث کو روایت کررہے ہیں ان سے آیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں اور اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب بادل ہٹے اور بعد میں تابعین نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کیا منظر تھا جب بادل ہٹ رہے تھے اور جب آرہے تھے تو موسم کیا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، منظر یہ تھا:

marfat.com

گلشن بھی بیان کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

میری بڑی غیرت تھی ان عورتوں کے بارے میں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے لئے ہبہ کر رکھا تھا اور چونکہ با قاعدہ ہمارا حق مہر تھا اور یہ وہ صورت حال تھی میں سمجھتی تھی کہ ان کی اتنی ویلیو نہیں جو اپنے آپ کو پیغمبر کے لئے ہبہ کرتی تھیں، کہتی ہیں کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل کی:

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ الاحزاب آیت ۵۱

''محبوب یہ تمہاری مرضی ہے جس بیوی کو پیچھے ہٹانا چاہو، ہٹا دو۔ جس کو رکھنا چاہو، رکھ لو۔''

یہ تم پر چھوڑا ہے، ہماری طرف سے تمہیں مجبور نہیں کیا جائے گا۔

یہ آپ کی مرضی پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کے سامنے وہ سارے فضائل تھے کہ اللہ نے کب سے میرے نکاح کے بارے میں پیغام عرش سے بھیجے تھے اور ساری صورتحال سامنے تھی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس پر ان کے الفاظ کیا تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

مَا أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ

بخاری شریف: ۷۰۶/۲

''میرے پیغمبر مجھے تو صرف یہ نظر آتا ہے کہ آپ کا رب آپ کی ہر خواہش کو پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔''

marfat.com

ان کی میرے دربار میں بڑی ویلیو (value) ہے جو سارے معجزات کے اندر عقیدہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سمیت کے امت کو بتا دیا کہ ان معجزات کو اس نیت سے کوئی نہ پڑھے کہ معجزہ بھی بیان کرو اور پھر نبی کو سائیڈ پہ لگا دو۔ فرمایا نہیں، اس انداز سے بیان کرو کہ اگرچہ سب کچھ خدا کی طرف سے آ رہا ہے مگر اللہ اپنے نبی کی عظمت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

صحیح بخاری شریف کے اندر یہ الفاظ ہیں:

كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

گویا کہ اللہ بادل لائے پھر بھی ان کو نبی کی شان دکھاتا ہے اور بادل لے جائے پھر بھی ان کو نبی کی شان دکھاتا ہے، یہ انداز ہے میرے محبوب علیہ السلام کا کہ جس سمت آتے ہیں، روتوں کو ہنسا دیتے ہیں اور مرجھائے ہوؤں کو تازگی عطا فرماتے ہیں۔ سب کچھ ہوتا اللہ کی قدرت سے ہے مگر ہوتا محبوب علیہ السلام کے صدقے میں ہے۔

دوسرے نمبر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جملہ سنو: چونکہ ہم نے صحابہ سے ثابت کرنا ہے کہ رسالت کو ماننے کا طریقہ کیا ہے؟

سب کچھ بیان کر کے بھی رسالت کے بارے میں گھنڈی رکھی جائے تو حق ادا نہیں ہوگا، یہ بیان کرنا پڑے گا۔

يُرِيْهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

بادل آنا بیان کرو یا جانا بیان کرو، اس کے درمیان میں نبوت کی شان کا

marfat.com

چاہیے، سوچ اور ہونی چاہیے اور سوچ کا جو سلیبس ہے وہ بالکل بدل جانا چاہیے۔ کبھی بھی محبوب علیہ السلام کو دیکھ کر کہ پیکر انسانی میں آئے تھے، کھینچ کھینچ کے اپنے اوپر فٹ کرنا اور ساری صورت حال ایک جیسی بنانا یہ کبھی بھی ایمانی طریقہ نہیں۔ نبوت کو پہچاننے کا جو ایمانی طریقہ ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب علیہ السلام کی جو ازواج کے بارے میں خواہش ہے اس کو بھی اتنا پاکیزہ سمجھتی ہیں کہ وہ آپ کی خواہش ہی نہیں بلکہ اس کو اللہ کی چاہت بھی قرار دے رہی ہیں۔

تیسرا طریقہ

شانِ رسالت کو سمجھنے میں بندے کو اپنی ذات کا حجاب نہیں بنانا چاہیے

جہاں گمراہی آئی تو کس لئے کہ بندوں نے شانِ رسالت سمجھنے کے لئے بدن اپنے سامنے رکھے۔ جب یہ کہا کہ وہ سنتے ہیں کہاں سے تو کان اپنے سامنے لے آئے۔ کہا ہمیں سنائی نہیں دیتا تو ان کو بھی نہیں سنائی نہیں دیتا۔ وہ پکڑتے ہیں، کہاں سے تو ہاتھ اپنے سامنے رکھے جب نبوت کو سمجھنے کے لئے ایسا کیا تو خرابی پیدا ہوگئی۔

ایمانی طریق رسالت کو سمجھنے کا یہ انداز ہے کہ اپنی ذات کو یا کسی دوسرے انسان کی ذات رسالت کو سمجھنے کے لئے ماڈل نہیں بنانا چاہیے۔ رسالت کو اس انداز میں سمجھنا چاہیے جو انداز رب نے خود رسالت کو عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جملہ سامنے رکھیں اور یہ بھی بخاری شریف میں ہے۔

ابھی بخاری ہی بخاری جا رہی ہے اور یہ جو بخاری ہے یہ ہماری ہے، یہ سارے کی ساری ہے اور اس کے مضمون سمجھنے کے لحاظ سے کچھ لوگوں کی مت ماری ہے، جس

marfat.com

مجھے تو رب کے بارے میں یہ عقیدہ فائل ہے کہ اور جو کچھ بھی ہوتا ہے، ہو جائے، رب تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس آیت کے نزول پر بیان کرتی ہیں یہ بھی بخاری شریف میں ہے اور یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ محبوب علیہ السلام کی ھوآء۔ حالانکہ ھواء تو ایک خواہش ہوتی ہے اور خواہش میں عام ہے کہ وہ اچھی بھی ہو سکتی ہے بری بھی ہو سکتی ہے۔ مگر سیدہ کا کہنا ہے کہ

یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ

''اللہ صرف تمہاری خواہش کو پورا ہی نہیں کرتا بلکہ جلد پورا کرتا ہے۔''

اس سے پتہ چلا کہ نبوت کے بارے میں سوچتے وقت ہر بندے کو اور کام تو اور رہے، شادیوں کے بارے میں بھی یہ ماننا پڑے گا کہ محبوب علیہ السلام کی یہ خواہش بھی اتنی مقدس ہے، اتنی پاک ہے کہ رب ذوالجلال نے اس خواہش کو اپنے دربار کی ترجمانی قرار دے دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ سامنے رکھئے اور پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی شادی کی، ہم نے بھی شادی کی۔ ان کو سوچنا چاہئے کہ تمہاری شادیاں ہزار بری خواہشات کے نیچے دبی ہوئی ہیں اور محبوب علیہ السلام کی شادی کا معاملہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام اللہ تمہاری ہر خواہش کو پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے تو رب جس خواہش کو پورا کرے وہ خواہش نہیں وہ عرش کی چاہت بھی بن جائے گی۔

اس سے پتہ چلا کہ ہر معاملہ کو سمجھتے وقت نبوت کے بارے اپنا انداز اور ہونا

marfat.com

بھی پڑھ رہے تھے، ساتھ استقبالِ نبوت بھی کر رہے تھے۔

اور وہ لوگ جو بظاہر توحید کا ایک جنون لے کر اٹھے اور شانِ رسالت میں توہین کرتے ہوئے وہ لکھ گئے کہ اگر نماز میں نبی کا خیال آجائے تو معاذ اللہ گائے، گدھے کے خیال سے برا ہے۔ اور یہ کہہ گئے کہ چونکہ گائے، گدھے کا خیال تعظیم سے نہیں آئے گا، نبی ﷺ کا تعظیم سے آئے گا۔ عبادت خدا کی ہو تو نبی کی تعظیم نہیں ہونی چاہئے۔ ایسی جھوٹی توحید کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مسترد کر دیا تھا اور کہا کہ توحید یہ ہے کہ عبادت اللہ کی ہوگی اور تعظیم اللہ کے پیغمبر کی ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ صفوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں، ہر صف والا استقبال کر رہا ہے اور یہاں تک کہ محبوب علیہ السلام چلتے چلتے جب پہلی صف میں پہنچے تو امام نے بھی استقبال کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو آگے جماعت کروا رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ نماز میں بڑے مستغرق ہوتے تھے اور توجہ کبھی بھی دائیں بائیں نہیں کرتے تھے۔ جب اچھی طرح آوازیں آئیں تو ان کو پتہ چلا کہ محبوب علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں، وہ نماز میں ڈوب جانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں تو میخ بن جاتے ہیں۔ اتنے خشوع سے نماز پڑھنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب محبوب علیہ السلام کا پتہ چلا تو پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اب جب وہ پیچھے ہٹے ہیں تو وہ بھی ادب کرنا چاہتے ہیں، تو کیا ہوا:

marfat.com

کی وجہ سے ان کو بیماری ہی بیماری ہے، ورنہ بخاری کے اندر رحمت باری ہے۔

دیکھئے بخاری شریف کا انداز کیا ہے۔ محبوب علیہ السلام جب نبی ﷺ بنی عمرو بن عوف کے صلح کروانے کے لئے گئے اور ظہر کا ٹائم ہو گیا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ آپ جماعت کرائیں کیونکہ محبوب علیہ السلام لیٹ ہو گئے ہیں۔ ظہر کی نماز تھی، یہ آخری دنوں والی نماز کی بات نہیں، پہلے کی بات ہے۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی تو محبوب علیہ السلام تشریف لے آئے، آخری صف میں پہنچے۔ اب صحابہ کا امتحان شروع ہو گیا۔ یہ ان کا تھا آج ہمارا نہیں۔ امتحان ہے کہ اللہ کی نماز پوری کریں یا سرکار کی تعظیم پوری کریں۔ ہوں رسولوں کے بھی امام اور صف پچھلی میں کھڑے ہو جائیں یہ ہو کیسے سکتا ہے۔ اللہ کی نماز ہو اور خیال غیر اللہ کا ہو، ادب غیر اللہ کا ہو اور تعظیم غیر اللہ کی ہو تو کیا بنے گا۔ صحابہ ایمان کے امتحان میں پاس ہو گئے

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا ریاضت اس کو کہتے ہیں

نماز پڑھتے انہوں نے کہا کہ تعظیم ضرور ہونی چاہئے، اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کی تعظیم بھی ہونی چاہئے۔ سرکار پیچھے نہ کھڑے رہیں۔ انہوں نے ہاتھوں پر ہاتھ مار کے دستک کی آواز پیدا کی تا کہ اگلی صف والوں کو پتہ چل جائے کہ سرکار ﷺ آ گئے ہیں اور وہ رستہ بنائیں اس طرح ہر صف والے نماز

marfat.com

''ابوبکر رضی اللہ عنہ جب میں کہہ رہا تھا، اشارے کر رہا تھا کہ جماعت کراؤ، تم نے جماعت کیوں نہیں کرائی؟

اب دیکھنا آج کی صورتِ حال کیا ہے، کیا پدی، کیا پدی کا شوربا جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ وہ آسمانِ نبوت کو ہاتھ ڈال کر نیچے کھینچنا چاہتے ہیں اور جن کے پائے کا نبوت کے بعد کوئی انسان نہیں وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جس وقت سرکار ﷺ فرما رہے تھے، تم نے جماعت کیوں نہیں کرائی؟ تو جوانہوں نے جواب دیا کیا خوبصورت جملہ تھا:

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّیَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

بخاری شریف: ۱۶۲/۱

''کہنے لگے کہ یہ کب جائز ہے ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کے نماز پڑھے۔''

یارسول اللہ ﷺ آپ پیچھے ہوتے میں آگے ہوتا۔ یہ میرے لئے کب جائز تھا۔ محبوب علیہ السلام اگر چہ تم فرما رہے تھے مگر جو ادب تمہارے دربار سے مجھے ملا ہے مجھے اجازت نہیں دیتا تھا کہ میری پیٹھ آپ کی طرف ہو اور میں آگے جماعت کراتا رہوں۔ یہ نماز بھی ہے سرکار ﷺ کا ادب بھی ہے۔ سرکار کا دھیان بھی ہے، سرکار کی شان کا اظہار بھی ہے۔

یہ طریقہ ہے شانِ رسالت کو سمجھنے کا کہ جو انانیت کو ختم کر دیتا ہے تو اس کو

marfat.com

اَشَارَ اِلَیْہِ یَاْمُرُہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ

بخاری شریف: ۱۶۲/۱

''حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہو۔''

سرکار ﷺ نے فرمایا ابوبکر اسی جگہ کھڑے رہو اور جماعت کراتے رہو یہ شان ہے تمہاری۔ تم جماعت کراتے رہو لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف پیچھے آنا ہی شروع نہیں کیا۔ بلکہ

رَفَعَ اَبُوْبَکْرٍ یَدَیْہِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اونچے کر کے دعا بھی شروع کر دی۔''

اس لئے کہ محبوب علیہ السلام کی زیر نگرانی مجھے یہ شرف ملا کہ سرکار ﷺ فرمارہے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کراؤ مگر میں کراؤں گا نہیں۔ اس لئے کہ ادب پیش نظر ہے۔ اب نماز بھی ہے، دعا بھی ہے، اور تعظیم نبی ﷺ بھی ہے آپ شکر ادا کر رہے ہیں اور پیچھے ہٹ رہے ہیں۔

سرکار ﷺ فرماتے ہیں جماعت کراؤ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کراؤ لیکن وہ صف میں آ گئے۔

تَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَصَلّٰی لِلنَّاسِ

''رسول اکرم ﷺ آگے بڑھے اور جماعت کرادی۔''

جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو پلٹ کے دیکھا اور پھر بالخصوص فرمایا:

یَا اَبَابَکْرٍ مَامَنَعَکَ اَنْ تُصَلِّیَ حِیْنَ اَشَرْتُ اِلَیْکَ

marfat.com

دن کی ڈائری لکھی گئی ہے سرکار علیہ السلام کے، ایام مرض میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جماعت کرا رہے تھے اور حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہاں سے محبوب علیہ السلام نے دروازے کا پردہ اٹھایا اور دیکھا کہ میں نے امت کو لیڈر بھی دے دیا ہے اور امت کو چلنے کا طریقہ بھی دے دیا ہے۔

یہ آخری دن تھا پھر محبوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ سرکار ﷺ کو بڑی خوشی ہے کہ میرا ابوبکر رضی اللہ عنہ کیسی جماعت کرا رہا ہے اور پیچھے کیسے پڑھ رہے ہیں۔ صحابہ علیہم الرضوان کہتے ہیں کہ محبوب علیہ السلام نے جس وقت پردہ اٹھایا تو کیا ہوا:

یَنْظُرُ اِلَیْنَا

بخاری شریف: ۹۳/۱

"سرکار ﷺ کی نگاہ ہم پر پڑ رہی تھی۔"

کیا خوش قسمت بدن تھے کہ ڈائریکٹ (direct) نگاہِ نبوت جن پر پڑ رہی تھی۔ سرکار ﷺ دروازے میں کھڑے تھے اور جماعت ہو رہی تھی اب وہ ریاض الجنہ کا منظر سامنے رکھو، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ اور پھر سرکار ﷺ کا محراب، وہاں پر جماعت ہو رہی ہے۔

اب نماز پڑھنے والوں کو کیا ہوا۔ صحابہ علیہم الرضوان بڑی جلیل القدر ذوات ہیں اور اللہ کی نماز ہے۔ صحابہ علیہم الرضوان نے نماز پڑھتے سرکار کو دیکھ لیا حالانکہ سائیڈ (side) پر تھے اور پوری طرح نہیں دیکھا۔ صرف تھوڑا سا چہرہ مبارک دیکھا تو صحابہ علیہم الرضوان کہنے لگے:

نبوت کا نظارہ نظر آتا ہے اور جن لوگوں نے اپنی ذات کے بتوں کو حجاب بنا رکھا ہے، انہیں نبوت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ پہلے دن سے محبوب علیہ السلام کے ساتھ ہیں۔ اور انہیں محبوب علیہ السلام کی عظمت کا پتہ ہے اس لیے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اس انداز میں جو کچھ ہوا ہے۔ محبوب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا میرے صحابہ اللہ کی نماز تھی، میرا کیا تھا، میں جہاں کھڑا تھا، کھڑا رہتا۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ بلکہ قیامت تک اس بات پر نبوت کی مہر لگا دی ہے کہ اللہ کیلئے نماز مکمل ہی تب ہوتی جب تعظیم نبوت ساتھ ہوتی ہے۔

جس کو اقبال کہتے ہیں:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

یہ محبوب علیہ السلام کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدۂ تعظیم ہے۔ اور اس سے ایمانی رستہ سامنے نظر آ رہا ہے کہ نماز کے اندر جو کہ اتنا حساس مقام ہے اس وقت بھی تعظیم نبی سے بے وفائی کرنا جائز نہیں، تو باہر کیسے جائز ہو گی اور اس وقت بھی محبوب علیہ السلام کے ساتھ ہمسری کرنا جو کہ اس بارے میں عمومی طور پر تصور پایا جاتا ہے کہ اللہ کے دربار میں آقا اور غلام سب ایک جیسے ہوتے ہیں وہ اور ہیں جو ایک جیسے ہوتے ہیں اللہ کے دربار میں اس آقا ﷺ کی شان غلاموں سے جدا ہے۔

اس واسطے بخاری شریف کے اگلے مقام پر جو محبوب علیہ السلام کے آخری

marfat.com

اَتِمُّوْا صَلَاتَکُمْ

''صحابہ علیہم الرضوان نماز پوری کرو۔''

نماز نہ چھوڑو، نماز مکمل کرو۔ محبوب علیہ السلام نے کیا کیا:

اَشَارَ اِلَیْنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ اَتِمُّوْا صَلَاتَکُمْ

بخاری شریف: ۹۳/۱

''ہماری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو۔''

اور پھر پردہ ڈال دیا اور وہ پردہ قیامت تک کا پردہ ہے۔ اس کے بعد وہ پردہ نہ اٹھا، اس کے بعد آج تک وہ پردہ پردہ ہی ہے وہ آخری دن کہ جس کے بعد نبوت کے جو فیصلے تھے وہ رجسٹرڈ ہو گئے یعنی جس کو منسوخ کرنا تھا منسوخ کر دیا اور جس کی مدت بیان کرنی تھی، بیان کر دی، یہ آخری دن کا فیصلہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت جو میری تعظیم کرتا ہے، اس کی نماز ٹوٹتی نہیں، جڑ جاتی ہے۔ کیونکہ فرمایا ہے:

اَتِمُّوْا صَلَاتَکُمْ

''نماز کو مکمل کرو۔''

اگر نماز ٹوٹ گئی ہوتی تو فرماتے:

اِسْتَقْبِلُوْا

''نماز نئے سرے سے پڑھو۔''

یہ نہیں کہا کہ صحابہ تم مجھے دیکھنے کا ارادہ کر رہے ہو اور وہ بھی نماز میں۔ اس طرح نماز تو ٹوٹ جائے گی، بلکہ فرمایا:

marfat.com

كَأَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ

"آپ ﷺ کا چہرہ ایسے لگتا تھے جیسے قرآن کا ورق ہے۔"

اب اس بات سے جو برابری کرنے والے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے کہ صحابہ علیہم الرضوان محبوب علیہ السلام کے چہرے کو ورقہ مصحف قرار دے رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کہتے ہیں:

ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ

"اب معاملہ مزید حساس ہو گیا کہ سرکار ﷺ نے مسکرانا شروع کر دیا۔"

جب سرکار ﷺ نے تبسم فرمایا تو صحابہ علیہم الرضوان کی جانوں پر قیامت کی گھڑی تھی کہ نماز بھی ہے ادھر تبسم نبوی بھی ہے، تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں پھر یہ لمحہ میسر نہ آئے۔ صحابہ علیہم الرضوان کا امتحان ہوا تو صحابہ علیہم الرضوان نے پاس کیسے کیا، کہتے ہیں:

وَهَمَمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ

"ہم نے فیصلہ کیا کہ نماز بعد میں پڑھ لیں گے پہلے سرکار کو دیکھ لیں۔"

ہم نے ارادہ کیا کہ سرکار ﷺ اب تبسم بھی فرما رہے ہیں، پہلے تو صرف دیکھ رہے تھے اور اب تبسم بھی فرمانا شروع کر دیا ہے۔ ہم نماز میں ہی رہیں اور ادھر یہ بہار گزر جائے، کہتے ہیں:

هَمَمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ

"ہم نے پکا ارادہ کر لیا کہ نماز چھوڑیں، سرکار ﷺ کو دیکھیں۔"

کہتے ہیں، اتنے میں محبوب علیہ السلام نے فرمادیا:

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 6

زندگی اور اسکی اقسام

اَتِمُّوا

نماز پوری کرو۔

تو پتہ چلا کہ ایسے تصور سے نماز ٹوٹتی نہیں لذت بڑھتی ہے، عظمت آتی ہے تو جن لوگوں نے محبوب علیہ السلام کو اپنی شخصیتوں کے خول میں نہیں دیکھا۔ سرکار ﷺ کو اس آئینے میں دیکھا

کہ جو اللہ نے فضیلتوں کا آئینہ دیا ہے یقیناً وہ آج بھی اس ایمان پر موجود ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عطا فرمایا تھا۔

یہ میں نے صرف بخاری شریف کے حوالہ سے ایک مختصر سی گفتگو تمہارے سامنے کی ہے۔

اس کو اچھی طرح یاد کرو اور آگے دوسروں تک پہنچاؤ۔ اگر تمہاری دعوت پر ایک بھی بگڑا ہوا آدمی صحیح ہو گیا تو تمہارے وارے نیارے ہو جائیں گے اگر ایک بھی گمراہ بندہ تمہارے سمجھانے سے صراطِ مستقیم کی طرف آ گیا تو تمہیں پوری دنیا کے صدقے سے زیادہ ثواب ملے گا۔

جن کے پاس زہر ہے وہ اس کو چھپا کر لوگوں کو شربت کے پیالے پلا رہے ہیں، انہوں نے شراب کے اوپر زم زم کے لیبل لگا رکھے ہیں اور زم زم والو تم کم کم ہی کرتے پھرتے ہو۔ زم زم لے کر نکلو اور یہ لوگوں کو پلاؤ۔ خدا کی قسم! تم اس جہاں میں خوشبو کو عام کرو گے۔ زمانے سے بدبو اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اور اس دین کی جو حقیقی جہت ہے، وہ لوگوں کے سامنے آ جائے گی۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو فہم دین کورس کے اس اہم پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ ادارہ صراطِ مستقیم کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

زندگی اور اس کی اقسام

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال نے قرآنِ مجید برہانِ رشید کی سورۂ ملک میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

سورۃ الملک: ۲

ترجمہ: وہ ذات جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

خالقِ کائنات کو خود پتہ ہے انسان کی تخلیق سے صدیوں قبل وہ جانتا ہے لیکن آزمائش کا مقصد دیگر مخلوقات کو اس پر مطلع کرنا ہے کہ ان کو بھی پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ، کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

حیات ایک حرکت کا نام ہے حیات جسم کے حرکت کرنے کا نام ہے اور جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو پھر اس میں جمود آجاتا ہے، موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر بنظرِ دقیق دیکھا جائے تو حیات اور زندگی کا حقیقی تصور اس سے کہیں زیادہ مختلف ہے۔

خاص حیات

قرآن مجید برہان رشید میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا

سورۃ الانعام: ۱۲۲

کیا وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو نور دیا۔

یہ اُن جیسا ہو سکتا ہے جو ابھی تک اندھیرے میں ہوں اور ان کو زندگی نہ دی گئی ہو کیا یہ دونوں آپس میں برابر ہو سکتے ہیں؟ تو اللہ فرماتا ہے ہرگز نہیں۔ جس کو ہم نے زندہ کیا ہے، یہ اس بندے سے نرالی شان والا ہے کہ جسے ابھی تک ہم نے زندگی نہیں دی اور اندھیروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اب اس آیتِ کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقی زندگی متحرک ہونے کا نام نہیں ہے۔ حقیقی زندگی چلنے پھرنے کا نام نہیں ہے کہ جس میں یہ صفات پائی جائیں اس کو کہا جائے کہ وہ زندہ ہے چونکہ خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے یہاں پر comparison کیا ہے ابوجہل کا اور حضرت امیر حمزہ کا

ابوجہل حالت کفر میں ہے اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا ہے آپ کے اسلام قبول کرنے کے بعد جب آپ کی عظمت و شان کا تذکرہ

marfat.com

نے کس بنیاد پر انسان کو اپنی خلافت عطا فرمائی ہے۔

ہم عمومی طور پر جس وقت حیات اور زندگی کے بارے میں بات کرتے ہیں یا بات سنتے ہیں تو ہمارے سامنے زندگی کا ایک خاص تصور ہوتا ہے اور اس کے لحاظ سے ہم سوچتے ہیں اور عمومی طور پر جو زندگی کی تعریف کی جاتی ہے وہ یہی ہے۔

تعریفِ زندگی

اَلْحَیَاۃُ صِفَۃٌ وَجُوْدِیَّۃٌ تُوْجِبُ لِلْمُتَّصِفِ بِھَا اَنْ یَعْلَمَ اَوْیَقْدِرَ

دستور العلماء: ۷۰/۲

حیات ایک وجودی صفت ہے جس کی وجہ سے جو بندہ اس صفت سے متصف ہو اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز کو جان سکے یا کسی کام پر قدرت رکھ سکے۔

یہ زندگی کی تعریف ہے کہ زندگی ایک وجودی چیز ہے۔ ایک ہوتی ہے عرفی چیز جس میں negative پہلو ہوتا ہے تو حیات ایک وجودی صفت ہے جس کی بنیاد پر جس میں یہ صفت پائی جائے اس میں دو کاموں میں سے ایک کام ضرور ہوتا ہے یا تو اس میں علم کی صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کو جان سکے اور یا ساتھ یہ بھی ہے کہ کسی فعل پر قدرت رکھ سکے۔ جس میں حیات پائی جائے اس میں علم و قدرت کی صفات ضرور پائی جاتی ہیں۔

تصوّرِ حیات

اس لحاظ سے عمومی طور پر حیات کے بارے میں Concept یہی ہے کہ

marfat.com

تھے جب آپ واپس آئے تو آپ کو پتہ چلا کہ ابو جہل (جو کہ سید الوادی کہلاتا تھا اور اس کے سامنے اونچی آواز میں کوئی بولتا نہیں تھا) نے حضور کی گستاخی کی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی بڑے بہادر تھے آپ کو اس پر دکھ ہوا کہ میرے بھتیجے کے ساتھ ابو جہل نے نازیبا حرکات کی ہیں تو آپ سیدھا اس کے پاس چلے گئے وہی شکار والا تیر ہاتھ میں تھا۔

آپ نے ابو جہل پر چڑھائی کی اور اس کو مارنا شروع کر دیا تو اس پر ابو جہل نے یہ کہا:

اَمَا تَرٰی مَاجَآءَ بِہٖ

تم یہ نہیں دیکھتے کہ تمہارا بھتیجا کیا لے کر آیا ہے۔

یہ دیکھو تو سہی کہ تمہارے بھتیجے کے کام کیا ہیں وہ ہمیں کیا کہتا ہے۔

سَفَّهَ عُقُوْلَنَا

وہ تو ہمیں پاگل کہتا ہے۔

ہمارے بتوں کو وہ گالیاں دیتا ہے اور ہمیں بے وقوف کہتا ہے تو جو کچھ اس نے کیا اس کے لحاظ سے میں جا کے اس کے ساتھ جھگڑ پڑا تو حمزہ رضی اللہ عنہ تم میرے ساتھ غصے کیوں ہوتے ہو۔ یہ بھی دیکھو کہ انہوں نے کیا حرکت کی تھی۔

جس وقت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ابو جہل نے اس انداز میں بتایا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں صرف یہ کہا:

اَنْتُمْ اَسْفَهُ النَّاسِ تَعْبُدُوْنَ الْحِجَارَةَ

marfat.com

ہوا تو قریش مکہ نے کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کل تک ہمارے ساتھ تھے اس وقت ان کی یہ شانیں نہیں تھیں۔ آج انہوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو پھر ایک علیحدہ حیثیت ان کو کیسے مل سکتی ہے۔ کفار نے کہا کہ ابوجہل اور حمزہ رضی اللہ عنہ میں کوئی فرق نہیں ہے یہ ایک جیسے ہیں تو اس موقع پر خالقِ کائنات نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابوجہل اب بھی مردہ ہے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہم نے زندہ کر دیا ہے۔

اب یہ ایک موت تھی جو پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر طاری تھی کب تک؟ جب تک دل زندہ نہیں تھا، دل مردہ تھا، کفر تھا اور اس میں اندھیرا تھا تو اس کو زندگی قرار نہیں دیا گیا۔ اس کو موت قرار دیا گیا ہے اور جب انہوں نے کلمہ پڑھا ہے تو خالقِ کائنات نے فرمایا:

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا	یعنی پہلے وہ مردہ تھا۔
فَاَحْیَیْنٰہُ	ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔

تو ہم نے جب ان کو حیات دے دی ہے تو یہ شخص جو زندہ ہے یہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو کہ مردہ ہو۔ ابوجہل اب بھی مردہ ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہم نے زندگی عطا فرما دی ہے۔

آیت کا پس منظر

اس آیت کا پس منظر یہی ہے کہ ابوجہل نے سید عالم ﷺ کی گستاخی کی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اس وقت حالت کفر میں تھے آپ شکار پہ گئے ہوئے

marfat.com

جس دل میں ہم نورِ ایمان داخل کر دیں پھر وہ مردہ نہیں رہتا وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

یہ ایک زندگی کا تصور جو قرآن مجید نے دیا۔ یہ پہلے تصور سے بالکل مختلف ہے اب یہاں چلتے پھرتے انسان کو مردہ کہا گیا ہے اور پھر اس کے بعد اس کی زندگی کا اعلان کیا گیا ہے۔ ایسے ہی خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے کفار کو کئی مقامات پر ان کی ساری حیثیات کا انکار کر دیا ہے۔ انکی آنکھیں صحیح ہیں، ان کے کان صحیح ہیں، انکی زبانیں صحیح ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے:

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

سورۃ البقرہ: ۱۸۱

نہ ان کی آنکھیں صحیح ہیں، نہ ان کے کان صحیح ہیں، نہ ان کی زبانیں صحیح ہیں۔

اور ایسے ہی فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی

سورۃ الروم: ۵۲

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو مردے ہیں آپ ان کو کیا سنائیں گے، ان کے دل مردہ ہیں اب اس سے پتہ چل رہا ہے کہ خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید میں حیات کی اقسام کو بیان کیا ہے جو سورۂ ملک کی آیت میں نے پڑھی ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

سورۃ الملک: ۲

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو، تم میں کس کا کام

marfat.com

تفسیر کبیر: ۱۸۲/۷

تم لوگوں میں سب سے زیادہ بے وقوف ہو کہ تم پتھروں کی پوجا کرتے ہو۔
اگر میرا بھتیجا تمہیں بے وقوف کہتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں تم بے وقوف ہو اس لئے کہ تم پتھروں کی پوجا کرتے ہو۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں انقلاب آ گیا اور ان کے کلمہ پڑھنے کا یہ سبب بن گیا ابو جہل تو ان کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو تمہارے بھتیجے کی زیادتی بڑی ہے وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اگر میں نے انکو کچھ کہہ دیا ہے تو اس سے کیا ہو گیا لیکن جب وہ بولا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا دل اللہ کی رحمتوں کا گہوارہ بننے والا تھا تو آپ نے فرمایا کہ میرا بھتیجا اگر تجھے بے وقوف کہتا ہے تو سچ کہتا ہے تجھ سے بڑا بیوقوف کون ہوگا کہ تم پتھروں کو پوجتے ہو اور میں اسی رب کی گواہی دیتا ہوں جس رب کی گواہی میرا بھتیجا دینے والا ہے۔

اس کے بعد مشرکین مکہ نے جب یہ کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو جہل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو خالق کائنات جل جلالہ نے آیت نازل فرمادی:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا

یعنی اس میں بڑا فرق ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے مردہ تھے اگرچہ چلتے تھے، پھرتے تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مردہ تھے چونکہ دل مردہ تھا اور پھر

فَاَحْيَيْنٰهُ

تو زیادہ نہ ہنسا کرو اس کے اثراتِ بد کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ غفلت کی علامت ہے۔ زیادہ ہنستے رہنا انسان کے غافل پن کا ایک حوالہ ہے کہ یہ بندہ اللہ کے دربار سے غافل ہے اور جس وقت بندہ کی اس طرح عادت بن جاتی ہے اور وہ زیادہ ہنستا رہتا ہے تو اس کی وجہ سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور دل میں سے حیات ختم ہو جاتی ہے۔

تو اب یہاں نبی ﷺ نے جو بیان کر دیا ہے اس کے مطابق ہنسنے والا ہے وہ مردہ تو نہیں کہ اس کو قبر میں جا کے دفن کر آئیں، زندہ ہے، چل پھر رہا ہے، کھاتا ہے اور پیتا ہے اور اس میں احساس برقرار ہے، اس میں حیات برقرار ہے لیکن اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کا دل مر گیا ہے حالانکہ جس کا دل مر گیا ہو وہ چل تو نہیں سکتا۔

تو یہاں سے پتہ چلا کہ شریعت میں حیات ایک اور چیز بھی ہے کہ جو دل کی زندگی ہے، دل کی بیداری ہے، دل کے اندر ایک نور ہے اور دل کے اندر ایک روشنی ہے جس دل میں یہ روشنی اور چمک موجود ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کہا اور اس بندے کو زندہ دل کہا ہے اور جس میں یہ نہیں ہے اگر چہ وہ کتنا ہی صحت مند انسان کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مردہ قرار دے دیا ہے۔ اور اس کی حرکات کو کالعدم قرار دے دیا ہے، وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے چونکہ حق نہیں سنتا تو اللہ فرماتا ہے یہ کچھ نہیں سنتا اور چونکہ حق نہیں دیکھتا تو یہ کچھ بھی نہیں دیکھتا اور چونکہ حق نہیں بولتا تو یہ کچھ نہیں بولتا اللہ تعالیٰ نے معیارِ حق کو بنا دیا۔ اگر اعضاء حق کی گواہی دیتے ہیں تو پھر بندہ زندہ ہے اور اگر حق سے

marfat.com

زیادہ اچھا ہے۔

یہاں پر حیات اور معنیٰ میں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ چلنے پھرنے کا نام حیات ہے۔ ایک بدن جس میں یہ صفت موجود ہے، وجودی طور پر وہ جانتا ہے اس کو احساس ہوتا ہے کہ وہ کوئی فعل کرسکتا ہے تو اس کو زندہ کہا گیا ہے لیکن یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ان کے چلنے پھرنے کو کالعدم قرار دے دیا۔

پہلے وہ مردہ تھے جب انہوں نے کلمہ پڑھا ہے تو ہم نے ان کو زندگی عطا فرما دی ہے۔ ایسے ہی حدیث شریف میں اس سلسلے میں بہت زیادہ مواد ملتا ہے کہ زندگی قرآن وسنت کے لحاظ سے کسی اور چیز کا نام ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام کا فرمان مسند امام احمد میں موجود ہے۔ سید عالم ﷺ ایک شخص کو نصیحت فرمارہے تھے۔

لَا تُكْثِرُ الضِّحْكَ

زیادہ نہ ہنسا کرو۔

ایک ہوتا ہے تبسم یہ شرعی طور پر معیوب نہیں ہے۔ تبسم یہ ہوتا ہے کہ ہونٹوں پر چمک ہو اور ہونٹوں پر جو ایک انسان کے لئے خوشی کا منظر ہے اُس کو تبسم کہتے ہیں۔ ضحک ہنسنا ہے اس سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم زیادہ نہ ہنسا کرو۔

فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ

مسند امام احمد: ۳۱۰/۲

بے شک زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

marfat.com

اس میں تین چیزیں ہیں۔

تین امور = وحی، بدن، روح

ایک ہے وحی، ایک ہے روح اور ایک ہے بدن۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وحی کو روح قرار دیا ہے متعدد آیات کے اندر وحی کو روح کہا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا

شوریٰ: آیت نمبر ۵۳

ہم نے تجھ پر روح کو نازل کیا۔ ہم نے تجھ پر روح کو بھیجا۔

تو پتہ چلا کہ قرآن مجید روح ہے، قرآن مجید زندگی ہے۔ قرآن مجید خود ایک حیات ہے اور اللہ تعالیٰ نے وحی کو حیات اور روح قرار دے دیا۔ ایسے ہی دوسرے انبیاء علیہم السلام پہ وحی آتی رہی اس کو بھی روح سے تعبیر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

سورۃ النحل: آیت نمبر ۲

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے جن کو اس نے نبوت کے لئے منتخب کر لیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو روح دے کر بھیجتا ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ

اللہ فرشتوں کو نازل کرتا ہے۔

بِالرُّوْحِ

marfat.com

رکے ہوئے ہیں تو پھر وہ چلتا پھرتا مردہ ہے اس کی اسلام کبھی بھی حقیقی زندگی بیان نہیں کرے گا۔ اب اس تمہید سے پتہ چلا کہ ہمیں پھر زندگی کی اقسام دیکھنی چاہئے اور پھر جو زیادہ اہم زندگی ہے اس کی فکر کرنی چاہئے۔

دل کی حیات بدن کی حیات سے افضل

ایک زندگی بدن کی ہے، ایک زندگی دل کی ہے لیکن بندے کو بدن کی موت کا جو خطرہ ہے اس سے نہیں ڈرنا چاہئے بلکہ جو دل پر موت کا خطرہ ہے اس سے ڈرنا چاہئے۔ بدن پر جو موت آتی ہے اس میں تو اللہ کے ساتھ وصال ہوتا ہے۔ ایک بندہ اپنے معبود کے دربار میں پہنچ جاتا ہے اور قبر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کا منظر اسکے سامنے ہوتا ہے۔ بدن پر جو موت آتی ہے اس کا حیات کا زوال ہے جو پہلی قسم کی ہے جو صفت وجودی ہے جس کی وجہ سے بندہ سن سکتا ہے، بول سکتا ہے، یہ بدن کی حیات ہے اور جو دوسرے مرحلے میں میں نے بیان کی وہ دل کی حیات ہے۔ دل کی حیات بدن کی حیات سے افضل ہے۔

اس بنیاد پر کہ بدن کی حیات والوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھا تو اس کے باوجود ان کو مردہ قرار دے دیا اور جو دل کی حیات والے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر بدن کی حیات ختم بھی ہوجائے پھر بھی قبروں میں ان کی حیات برقرار رہتی ہے۔

دل کی حیات وحی کے نور سے ہے

اس واسطے حیات کے اس فلسفے کو سمجھنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ بدن میں روح ہے، بدن کی حیات روح سے ہے اور روح کی حیات وحی الٰہی سے ہے

marfat.com

سورة النحل: آیت نمبر ۹۷

جس نے نیک کام کئے وہ مرد ہو یا عورت مومن ہو تو ہم اس کو حیاۃ طیبہ سے زندہ کرتے ہیں، ہم اس کو حیاۃ طیبہ دیتے ہیں۔

اب یہ حیاۃ طیبہ وہ ہے کہ جو اس کے اندر روح کی ایک زندگی آجاتی ہے جس کی وجہ سے باقی جو زندہ لوگ ہیں ان سے ایک امتیاز مل جاتا ہے اور جو زندگی

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ

میں ذکر کی گئی ہے وہ زندگی جس میں انسان اور حیوان دونوں مشترک ہیں، وہ زندگی حیوانوں میں بھی ہے۔ وہ زندگی انسانوں میں بھی ہے۔

اور وہ ایک جیسی ہے جیسے یہ چلتا ہے، حیوان بھی ارادے سے چلتا ہے۔ جیسے یہ کھاتا ہے حیوان بھی کھاتا ہے۔ وہ زندگی کوئی شرف والی نہیں وہ بکری میں بھی ہے وہ گائے میں بھی ہے، وہ بیل میں بھی ہے۔ وہ گدھے میں بھی ہے۔ لیکن جس زندگی کی میں شان بیان کرنا چاہتا ہوں یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ انسان ہی کو عطا فرماتا ہے اس زندگی کا حصہ بکری کو نہیں ملا اس زندگی کا حصہ گائے کو نہیں ملا اور یہ وہ زندگی ہے کہ جس نے وہ بوجھ اٹھائے ہیں جو بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

سورة الاحزاب: ۷۲

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔

marfat.com

روح کے ساتھ۔

روح دے کر فرشتوں کو پیغمبروں کے پاس بھیجتا ہے۔تو اب یہاں سے پتہ چلا کہ اللہ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس وحی کو بھی ایک روح کہا جاتا ہے اور وہ روح کونسی ہے جو روح انسانی بدن کی روح کی روح ہے چونکہ ایک تو بدن انسان کے اندر روح ہے جس کی وجہ سے بدن کو ہم زندہ کہتے ہیں کہ نبض چل رہی ہے۔ بدن زندہ ہے مردہ نہیں۔اس میں ایک روح ہے اور پھر روح کی ایک روح ہے کہ جس کی وجہ سے روح کو زندگی ملتی ہے تو جس کی وجہ سے روح کو زندگی ملتی ہے اس روح کو قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

بدن کے لئے روح ضروری ہے اور روح کے لئے وحی (نازل شدہ) ضروری ہے روح کے لئے پھر قرآن مجید کی ضرورت ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

خلاصہ بن کے یہ سامنے آگیا کہ انسان کی ایک زندگی اس روح سے ہے اور پھر دوسری زندگی روح کی روح سے ہے جو ظاہری ہے اس کا مدار روح پر ہے اور جو حقیقی زندگی ہے اس کا مدار روح کی روح پر ہے۔روح کی روح سب سے اہم چیز ہے۔

حیاۃ طیبہ

جس وقت ایک بندہ زندہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے ایک ہیشگی کی زندگی عطا فرما دیتا ہے۔یہ ہے جو دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

marfat.com

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

سورۃ النحل: ۶۵

اللہ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا۔

پھر کیا کیا:

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

تو پھر اللہ نے زمین کے مرجانے کے بعد زمین کو زندہ کر دیا۔

پتہ چلا کہ زمین پر موت آ گئی تھی جب بنجر پڑی ہوئی تھی، ویران تھی، اس کے دامن میں کوئی سبزہ نہیں تھا، پھول نہیں تھے، تو وہ بنجر تھی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارا رب وہ رب ہے اگر اس کی قدرتیں دیکھنی ہیں تو سبزار کو دیکھو گلزار کو دیکھو۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اللہ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا۔

تو کیا کیا:

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ زمین کو زندہ کیا۔

تو اس سے پتہ چلا کہ زمین کی بھی ایک زندگی ہوتی ہے، زمین کی بھی ایک حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان کر کے باقاعدہ دعوت تدبر دی ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ   النحل: آیت نمبر ۶۵

زمین کی زندگی کا پتہ ان کو چلتا ہے کہ جن کے کان سننے والے ہیں۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں نے آسمانوں سے کہا تھا کہ میری امانت کا بوجھ اے آسمانو! تم اٹھالو، زمین تو اٹھالے، اے پہاڑو! تم اٹھالو۔ فرمایا۔ سب نے معذرت کی کہ اے اللہ تیری امانت ہم سے نہیں اٹھائی جاسکتی پھر کس نے اٹھائی، فرمایا:

حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ

انسان نے وہ امانت اٹھالی ہے۔

تو انسان کی یہ زندگی ہے جس کی وجہ سے اس نے وہ بوجھ اٹھائے جو پہاڑوں کی دسترس میں نہیں تھے۔ جس بوجھ کو برداشت کرنے کی پہاڑوں میں طاقت نہیں تھی۔ پہاڑوں کے اندر پاور نہیں تھی۔ اس حقیقی زندگی میں وہ پاور ہے جس کی بنیاد پر انسان نے اللہ کی سب سے بڑی امانت کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

اقسام زندگی

اب دیکھئے جس وقت ہمارے لئے قرآن مجید میں واضح زندگی کے درجات کی شکل موجود ہے تو اس سلسلہ میں ہم جس وقت توجہ کرتے ہیں تو زندگی کی مختلف مزید اقسام سامنے آتی ہیں:

1- زمین کی زندگی

سب سے پہلی زندگی قرآن مجید کی آیات کے لحاظ سے وہ کونسی زندگی ہے وہ زمین کی زندگی ہے تو زمین میں بھی ایک زندگی ہے۔ ایک قسم life کی زمین میں بھی ہے۔ جس کو ہم جامد اور بے جان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

marfat.com

کرنا نہیں تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ جو رب اتنی دور سے پانی بھیج کے تمہارے سامنے نظر آنے والی زندگی کو انقلاب آشنا کر سکتا ہے، اس نے لوح محفوظ سے تمہارے دلوں کی زمین کے لئے بھی پانی بھیجا ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ تمہارے سامنے اجڑے دیار گلشن بن جاتے ہیں اور بنجر زمین سبزہ زار بن جاتی ہیں تو پھر اللہ کی قدرتوں پر یقین رکھو۔ اس نے جو لوحِ محفوظ سے قرآن و سنت کا پانی نازل کیا ہے، یقیناً یہ تمہارے دلوں کی کھیتی کو بھی بہار آشنا کر سکتا ہے۔

2- زندگی بمعنیٰ نشو ونما

زندگی کی دوسری قسم زندگی بمعنیٰ نشو ونما ہے۔ بڑھنا یہ زندگی کی دوسری قسم ہے اور یہ زندگی نباتات اور حیوانات دونوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ نباتات بھی نامی ہیں، بڑھتے ہیں اور حیوان بھی نامی ہیں، وہ بھی بڑھتے ہیں۔

دونوں غذا کا استعمال کرتے ہیں۔ غذا کے استعمال کے ساتھ دونوں میں نشو ونما ہوتی رہتی ہے روح حیوانی حیوانوں میں ہے اور نباتاتی احساس نباتات میں ہے۔

لیکن اس کے بعد وہ مسلسل ایک غذا استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کے وجود میں نشو ونما ہوتی ہے اور وہ مسلسل چلی جاتی ہے اور اس میں نشو ونما باقاعدہ نظر آتی ہے تو یہ بھی ایک زندگی ہے کہ اس میں زندگی پہلے موجود تھی لیکن اس کے بعد جوں جوں غذا کا استعمال ہوتا رہا، نباتات کی اپنی غذا ہے، حیوانوں کی اپنی غذا ہے۔ وہ غذا پاتے گئے تو نشو ونما آتی گئی تو یہ زندگی کی دوسری قسم ہے کہ زندگی

marfat.com

سننے والوں کو یہ آیت جب سنائی جائے گی تو ان کو اللہ کی قدرت کا پتہ چلے گا کہ وہ رب زمین کو زندہ کیسے کرتا ہے۔ کس انداز میں اس نے زمین کو یہ شان دی ہے کہ وہ خود جامد ہے لیکن اس سے ایک ایسی چیز وصول ہوتی ہے جس میں نباتاتی روح موجود ہوتی ہے۔ وہ نباتات کے لئے ایک ماں کا کام کرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اس میں کتنی شامل ہیں کہ وہ زمین کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نرمی رکھی ہے، ایسی شفقت رکھی ہے، اتنا پیار رکھا ہے کہ اس کے ظلمت کدہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نگہبانی کا پورا سیل قائم کر رکھا ہے کہ لوگ بے جان اس کے سپرد کرتے ہیں۔ تو وہ لوگوں کے لئے ابھرتا ہوا ایک سبزہ پیش کر دیتی ہے اور یہ انداز اصل میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ہے جو کہ زمین میں بھی حیات پھونکنے والا ہے اور اس حیات کو عام کرنے والا ہے۔ اسی کا یہ منظر ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کے پچھم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں کہ اس نے آسمان سے اتنی دور سے پانی بھیجا ہے اور اس پانی کو بھیج کر زمین کو زندہ فرما دیا ہے۔ اصل میں مقصود زمین کی زندگی کو بیان

marfat.com

ہے یہ اور حیاۃ کے لئے ہے وہ کیا ہے کہ حیاۃ بمعنی احساس، حیاۃ بمعنی حرکت ہے۔ تو اس کے لئے باقاعدہ غذا استعمال کی جا رہی ہے اور اس کی وجہ سے اس پر حیاۃ کے اثرات بھی نظر آ رہے ہیں اور باقاعدہ طور پر اس کا جسم حیاۃ کے ساتھ واصل ہے، اس انداز سے کہ اس نے جن حواس کو استعمال کرنا ہے، حرکت کرنی ہے، ان کے لئے اسے باقاعدہ غذا کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس کی بنیاد پر حیاۃ کے اثرات دوسروں کو نظر آتے ہیں۔

4- زندگی بغیر کھانے پینے کے

حیاۃ کی چوتھی قسم یہ ہے کہ وہ زندگی جو کھانے پینے کے بغیر ہوتی ہے یہ بھی ایک مستقل حیاۃ ہے یہ کونسی حیاۃ ہے؟

یہ فرشتوں کی حیاۃ ہے اور ارواح مفارقہ کی حیات ہے۔ انسانی بدن سے جب روح نکل جائے تو اس روح میں بھی تو حیات ہوتی ہے اور جب اعلیٰ علیین پر اس روح کو جگہ دے دی جائے، اللہ کے عرش کے ساتھ تو پھر بھی اس روح میں ایک حیات موجود ہے تو یہ حیات نہ کھانے کی محتاج ہے، نہ پینے کی محتاج ہے اور یہ فرشتوں کی حیات بھی تو ایک حیات ہے تو اس میں کسی طرح کی بھی یہ صورتحال نہیں ہے کہ جس میں کوئی غذا کی احتیاجی ہو۔ لہٰذا قرآن میں مستقل طور پر اس حیات کا تذکرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

وہ تسبیح کرتے ہیں رات کے وقت بھی اور دن کے وقت بھی۔

marfat.com

بمعنی نشو ونما۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ   الانبیاء: آیت نمبر ۳۰

ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا ہے۔

پانی سے ہم نے کیا بنایا سبزی اور سبزہ اور اس میں جتنے فروٹ ہیں۔ اصل میں جو کچھ ہے پانی ان میں موجود ہے اور ہر فروٹ میں پانی کا ایک تناسب ہے اور اس کے علاوہ حیوانات بھی ہیں۔ تو اب یہاں پر جو زندگی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حیّ کا ذکر کیا تو اس سے مراد صرف حیوان نہیں ہیں اس سے مراد سبزہ بھی ہے، پھل بھی ہیں، کھیتیاں ہیں، سب کچھ اس میں ذکر ہوا ہے اور

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

یہاں پہلے ان میں حیاۃ موجود تھی اور اس حیات میں جو نشو ونما ہے اس کو اللہ تعالیٰ حیاۃ سے تعبیر فرما رہا ہے، تو یہ حیاۃ کی دوسری قسم ہے۔

3- زندگی بمعنی احساس وحرکت

زندگی کی تیسری قسم زندگی بمعنی احساس وحرکت ہے۔

جس طرح ایک حیوان اپنی طبعی جسامت کو پہنچ جاتا ہے۔ ایک بندے کا قد پانچ فٹ ہونا تھا یا چھ فٹ ہونا تھا، اتنا ہو گیا ہے اس کے باوجود بھی وہ غذا استعمال کرتا ہے تو اب یہ غذا اس کی نشو ونما کے لئے نہیں۔ بلکہ اس حیات کے لئے ہے جو بمعنی احساس وحرکت ہے۔

چونکہ اسکا قد اور جسامت جس قدر ہونی تھی، وہ ہو چکی ہے اس وقت جو غذا

marfat.com

جس کا ان چیزوں پر ایمان ہے تو اس کے دل میں علم موجود ہے اور یہ وہ حیات ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ نے بیان کر دی کہ ابو جہل صرف جہل ہے، اور سراسر جہل ہے، اس کا دل جہالت سے بھرا ہوا ہے، وہ مردہ ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ زندہ ہو چکے ہیں، اس واسطے کہ اس کو ایک دائمی علم کا تحفہ عطا کر دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بیان کا تذکرہ کیسے فرمایا۔ سورۃ یٰس میں قرآن کا جب تعارف کرایا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

یٰس: آیت نمبر ۶۹۔۷۰

یہ ذکر ہے اور یہ قرآن مبین ہے تا کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو۔

قرآن مردہ کو نہیں ڈراتا تو اس سے پتہ چلا کہ قرآن حیات پرکھنے کا ایک تھرمامیٹر بھی ہے۔ اگر حقیقی حیات کو چیک کرنا ہو کہ کہاں ہے کہاں نہیں ہے، تو اس بندے کے سامنے قرآن پڑھو اگر وہ قرآن سن کے ڈرے تو سمجھو زندہ ہے اور اگر قرآن سن کے بھی بھگوڑا رہے تو وہ مردہ ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

یہ ذکر اور قرآن ہے، یہ صرف زندہ کو ڈراتا ہے۔

تو قرآن کو پہلے روح کہہ کے زندگی کہا گیا اور پھر زندگی چیک کرنے کا آلہ بھی بنا دیا گیا کہ یہ تمہارے پاس معیار ہے، تم اگر پرکھنا چاہو کہ کون زندہ ہے اور کون مردہ ہے اس کے سامنے قرآن پڑھو، اگر ایک شخص نماز چھوڑتا ہے، نماز نہیں پڑھتا تو

marfat.com

اوران کا انداز کیا ہے۔فرمایا:

لَا یَفْتُرُوْنَ

سورۃ الانبیاء: ۲۰

سستی نہیں کرتے۔

کبھی ان کو تھکاوٹ نہیں ہوتی کبھی انقطاع نہیں ہوتا۔اب یہاں پر حیات ہے لیکن اس حیات کے لئے ان کو نہ کھانے کی ضرورت ہے نہ پینے کی ضرورت ہے۔ایک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی غذا ہے جو ان کو ملتی رہتی ہے تو وہ زندہ ہیں۔لہٰذا وہ بھی ذہن میں حیات کا ایک تصور رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی حیات بھی کچھ احیاء کو عطا فرمائی ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا نظام زندگی بغیر کھانے پینے کے مسلسل چلتا رہتا ہے۔

5- حیاۃ بمعنی علم

زندگی کی پانچویں قسم حیاۃ بمعنی علم ہے اور حیاۃ بمعنی اولوالہمت ہونا ہے۔

یہ وہ قسم ہے کہ جس میں بڑے سے بڑے ارادے کی جلوہ گری حیات میں ہوتی ہے اور یہ قسم جہالت کے مقابلے میں ہے کہ یہاں پر مردہ جاہل کو کہا جائے گا عالم کو نہیں کہا جائے گا اور عالم سے مراد یہاں پر کیا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے ہونے کا علم ہے اور جو نبی ﷺ کی رسالت کا علم رکھتا ہے،جس کو آخرت کا پتہ ہے۔آخرت پر یقین ہے فرشتوں پر یقین ہے۔جس کو تم ایمان کی شکل میں پڑھتے ہو ایمان مجمل کہتے ہیں یا ایمان مفصل کہتے ہو۔جس بندہ کو اس کا مطلب آتا ہے اور

marfat.com

لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے، کہنے لگے:

یَابُنَیَّ جَالِسِ الْعُلَمَاءَ

اے میرے پیارے بیٹے! علماء کے پاس بیٹھا کرو۔

وَزَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ

اوران کے سامنے اپنے زانو بچھا دیا کرو، ان کے سامنے ادب سے بیٹھ کرو۔

کیوں؟

فَإِنَّ اللهَ يُحْيِ الْقُلُوْبَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ

اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے۔

اور حکمت تمہیں حق والوں سے ملے گی اے میرے بیٹے! تم علماء کے پاس بیٹھنا اگر تم ان کے پاس بیٹھو گے تو دل زندہ رہے گا، دل مردہ نہیں ہوگا۔ حضرت لقمان کی جو بڑی حکمت افروز باتیں ہیں وہ انہوں نے مثال دے کر بیان کی، کہنے لگے:

كَمَا يُحْيِ الْأَرْضَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ (کتاب الزہد، امام احمد: ۱۰۷)

جس طرح بنجر زمین پر موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو وہاں پر بھی سبزہ اگ آتا ہے ایسے ہی علماء کی محافل میں دین کی روح کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اگر تم وہاں بیٹھو گے تو تمہارا دل مردہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو زندگی عطا فرمادے گا۔

یہ حیات کا معنی بڑا ہی عجیب معنی ہے۔ یہاں سے فرق کا واضح پتہ چلتا ہے کہ ایک کافر چلتا پھرتا مردہ اور مومن زندہ ہے کیونکہ کافر اپنی زندگی میں حیوانوں

marfat.com

اس کے سامنے قرآن پڑھو اور اسے نماز کی تلقین کرو اگر وہ ڈر گیا تو سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور اگر نہ ڈرا تو سمجھو کہ وہ مردہ ہے۔

ایسے ہی ایک شخص شراب نوشی کرتا ہے اس کے سامنے قرآن پڑھو اگر وہ ڈرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو پھر وہ زندہ ہے اور اگر نہیں کرتا تو پھر حقیقی زندگی سے محروم ہو چکا ہے، وہ چلتا پھرتا مردہ ہے۔ تم دیکھتے ہو ایک شخص میوزک کا دھنی ہے، عریانی فحاشی کا پتلہ بنا ہوا ہے۔ تم اس کے سامنے آیات قرآن پڑھتے ہو، اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو اس پر افسوس نہ کرو اسے مبارک باد دو کہ بھائی تیری تو زندگی ثابت ہو گئی ہے، تو تو زندہ انسان ہے، تو زندہ دل ہے، تیرے دل میں روح موجود ہے، تیرے دل میں حیات کی رمق موجود ہے اور اگر کوئی شخص سب کچھ سنتا ہے لیکن جھاڑ کے چلا جاتا ہے اور اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو یہ شخص ایسا ہے کہ جسکی حیات مخدوش ہے۔

حیات کی اس قسم سے فضیلت والی حیات شروع ہو گئی ہے اور یہاں سے پھر آگے درجات بنتے جائیں گے۔ آگے فضیلت والی حیات کی مختلف اقسام آئیں گی۔

یہ ایک انقلاب ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی معرفت ہے اور نبی ﷺ کی پہچان ہے، دین اسلام کے فرائض کا علم ہے اس بندے کو قرآن مجید نے زندہ قرار دے دیا ہے۔ اگر چہ وہ صحت کے اعتبار سے کتنا لاغر کیوں نہ ہو، یہ زندہ ہے۔

دوسری طرف ایک ہٹا کٹا کافر کتنا ہی صحت مند کیوں نہ ہو وہ مردہ ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی زندگی اپنی معرفت کے نور کو قرار دے دیا ہے۔ حضرت

marfat.com

چلوں، جیسے اسے آخرت کی کوئی فکر نہیں، ایسے ہی کافر کو بھی آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے تو دونوں کھانے پینے میں چلنے پھرنے میں، اٹھنے بیٹھنے میں، حرکت کرنے میں ،ایک جیسے ہوئے۔

دونوں حرکت کرتے وقت نہیں سوچتے کہ میرا جو قدم اٹھا ہے اس سے میرا رب بھی خوش ہوا ہے کہ نہیں ہوا۔ جو اس طرح کی حرکت کرے اور اللہ کی مشیت کو سامنے نہ رکھے اللہ اس کی حرکت کو زندگی نہیں کہتا، اللہ اس کو زندہ کہتا ہے کہ جو ہر حرکت سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ میرے رب کو یہ حرکت کیسی لگے گی، جو اس امتیاز والا ہو اس کو شریعت نے زندگی کا حامل قرار دیا ہے۔ آخرت سے غافل ہونے کی وجہ انسان حیوان بن گیا، بلکہ حیوانوں سے بھی برا ہو گیا:

بَلْ هُمْ اَضَلُّ

بلکہ یہ آخرت کی فکر نہ کرنے والے جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے آخرت کو پیش نظر نہیں رکھا اور زندگی یہ ہے کہ ہر کام کرتے وقت آخرت پیش نظر ہو۔ یہ دنیا کے نشے کے اندر مست ہو گیا کبھی اس کو آخرت کی فکر نہیں ہے تو اس نے اپنی زندگی کھو دی ہے، زندگی لٹا چکا ہے۔

اب دیکھئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس الجھن کو جو ایک انسان کی ہے جو دنیا میں مست ہے اور اپنی حقیقی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ اس بندے کو سوچنا چاہئے:

لَوْ اَنَّ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی آخِرِهَا اُوْتِیْهَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ جَاءَهٗ

marfat.com

سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا، اس کی زندگی میں اور ایک گدھے کی زندگی میں زندگی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ چہرہ اس کا انسانوں والا ہے اور گدھے کا چہرہ گدھے والا ہے، لیکن ان میں فرق کوئی نہیں ہے کس لحاظ سے؟

گدھا کھاتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ حلال ہے یا حرام ہے ایسے ہی کافر بھی کھاتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ حلال ہے یا حرام ہے۔

اور مومن اس لئے گدھوں سے ممتاز ہے کہ یہ صرف اس کا ٹیسٹ ہی چیک نہیں کرتا بلکہ یہ اس کی حلت و حرمت بھی دیکھتا ہے کہ جو لقمہ میرے پیٹ میں جا رہا ہے یہ کہیں حرام کا لقمہ تو نہیں ہے۔ اب پتہ چل گیا کہ زندگی کا اہتمام کس میں ہے۔ کافر نے زندگی کے لئے کچھ نہیں کیا جس طرح گدھے نے کچھ نہیں کیا لیکن زندہ مومن ہے جو صرف پیٹ نہیں بھرتا بلکہ پیٹ بھرنے سے پہلے اس کی مہر چیک کرتا ہے کیا اللہ کی طرف سے حلت کی مہر لگی ہے یا نہیں اگر لگی ہے تو پھر میرے پیٹ میں یہ جا سکتی ہے اگر نہیں تو پھر نہیں جا سکتی۔ لہٰذا مومن نے فرق ظاہر کر دیا کہ میری وہ زندگی نہیں جو گدھے کی زندگی ہے، گدھے کی زندگی کافر کی زندگی ہے اور مومن کی زندگی اس کی زندگی سے بالکل ممتاز ہے۔

اس واسطے کہ وہ حیوانیت والی زندگی ہے اس میں گدھا اور کافر برابر ہیں۔ اگرچہ کافر میں عقل کی صلاحیت ہے، گدھے میں نہیں ہے۔ یہ فرق تو ہو گا لیکن باقی جو آداب تھے وہ یہی ہے کہ گدھا کھاتا پیتا ہے تو اس لئے نہیں کہ میری آخرت سنور جائے، آخرت میں مجھے گرفت نہ ہو۔ میں محتاط ہو کے کھاؤں اور میں محتاط ہو کے

marfat.com

حالت میں گزارتا ہے اور جو شخص غافل ہو گیا ہے وہ حقیقی زندگی سے فارغ ہو چکا ہے لہٰذا پھر اس کو ساری زندگی خواب وخیال لگتی ہے لیکن مومن کی زندگی جو بیداری میں گزری ہے تو اس کی ہر ہر نماز سامنے ہوتی ہے، ہر روزہ سامنے، حج زکوٰۃ سامنے، صدقہ وخیرات سامنے، سب اس کے سامنے ہوتا ہے، لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ واضح کر رہے تھے کہ انسان کو ایسے خواب نہیں دیکھنے چاہئے۔ اس کو زندہ رہ کے زندہ دلی سے زندگی گزارنی چاہئے اور جس زندہ دلی کو اسلام زندہ دلی کہتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو حیوانوں کے دلوں سے محفوظ کر کے اور ممتاز کر کے رکھے۔

6- حیاۃ بمعنی اخلاق حمیدہ

زندگی کی چھٹی قسم حیاۃ بمعنی اخلاق حمیدہ ہے۔ اچھے اخلاق کی بھی ایک زندگی ہے۔

ایک عام انسان جو مومن اور نارمل سا ہے وہ بھی زندہ ہے لیکن ایک وہ ہے کہ مومن ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر ہر اچھی خصلت بھی پائی جاتی ہے، اخلاق حمیدہ اس کے اندر موجود ہیں تو جس قدر بندے کے اندر اخلاق اچھے ہوں گے اس قدر بندے کی زندگی مضبوط ہوگی۔ اس واسطے کہ ابن قیم نے مداراج السالکین میں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب سے اکمل زندگی ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ ان کے اخلاق سب سے زیادہ کامل ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں صدق وصفا ہے، حیاوشرف ہے اور حقوق اللہ وحقوق العباد کا تحفظ ساری چیزیں اور اچھے درجے کے اخلاق ان کے اندر موجود ہیں تو پھر ان کی زندگی بھی بڑی

marfat.com

اَلْمَوْتُ لَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ رَاٰى فِيْ مَنَامِهٖ مَا يَسُرُّهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَاِذَا لَيْسَ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ

مدارج السالکین: ۱۹۳/۳

دنیا کی زندگی میں جو مست ہو کے آخرت کو بھولتا ہے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔
فرمایا اس کی مثال یوں سمجھ لو۔

اگر ایک بندے کو پوری دنیا سمیٹ کے اس کی مٹھی میں دے دی جائے ساری دنیا میں مشرق و مغرب تک اسکی حکومت ہو شمال و جنوب تک اس کی سلطنت ہو۔ وہ پوری کائنات کو سٹیٹ کے طور پر اپنی مٹھی میں بند کر لے اور اس کے بعد اس کی موت کا وقت آجائے تو وہ اس پوری زندگی میں اس کو جو دنیا ملی تھی اس کو کیا سمجھے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صرف اتنا سمجھے گا کہ جس طرح کسی نے سوئے ہوئے خواب دیکھا تھا۔ سوئے ہوئے اس کو بڑی اچھی چیز نظر آئی تھی جسے دیکھ کر بڑا خوش ہو گیا کہ مجھ بہت کچھ ملا لیکن جونہی آنکھ کھلی تو ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا۔

لَيْسَ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ.

ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا۔

فرمایا جیسے وہ شخص محروم ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں، ایسے ہی وہ بندہ بطور فرض جس کو پوری کائنات سمیٹ کے اس کی مٹھی میں دے دی جائے۔ مرتے وقت اس کو یوں ہی لگے گا جیسے خواب ہی تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔

تو مومن وہ ہوتا ہے جو اپنی زندگی خواب کی حالت میں نہیں بلکہ بیداری کی

marfat.com

رہا ہے بالخصوص اعلیٰ مراتب کے لحاظ سے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یُرْزَقُ

ان کو اللہ کی طرف سے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ سے کہنے لگے:

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا

کیا عشق پائیدار سے ناپائیدار کا

کہ میری زندگی مستعار ہے ادھاری ہے، میرے پاس پکی تو ہے نہیں اور اے اللہ! تو پائیدار اور میں ناپائیدار، یہ ان کا انداز تھا۔ اگرچہ لفظ پائیدار اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولا نہیں جا سکتا، انہوں نے اردو ادب کے لحاظ سے مجازاً استعمال کر دیا۔

وہ عشق جس کی شمع کو بجھا دے اجل کی پھونک

اس میں مزہ نہیں تپش انتظار کا

کر پہلے مجھ کو زندگی جاوداں عطا

پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

اللہ تعالیٰ سے ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ عرض کر رہے تھے کہ میں عشق تو چاہتا ہوں اور تیری ذات کے ساتھ کرتا ہوں مگر میں تیری ذات کے ساتھ پورا کیسے آ سکتا ہوں۔ میرے اس عشق کی شمع کو موت پھونک مارے گی تو بجھ جائے گی تو پھر کیا بنے

marfat.com

پائے کی ہوتی ہے اور کیسی پائے کی ہوتی ہے، میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ

مشکوۃ شریف:۱۲۱

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے، پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔

پھر اللہ نے نبیوں کو یہ شان دے دی ہے جب اخلاق حمیدہ والی زندگی ان کی کامل درجے کی ہوگئی ہے تو قبر کی مٹی ان کے بدن کے قریب تو کیا کفن کے قریب بھی نہیں جاتی اور اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ زمین ان کے جسم کو کھا نہیں سکتی۔

فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ

اللہ کے نبی کو قبر میں حیات بھی دی جاتی ہے اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔

اب یہ کس بنیاد پر ہوا کہ جس وقت اخلاق حمیدہ والی چھٹے نمبر کی جو زندگی ہے اس میں انہوں نے کمال پالیا۔ اپنے بدن میں اور اپنے دل میں، اپنے اندر ایسے خصائل کو انہوں نے رکھا جو کامل درجے کے خصائل تھے تو جس قدر بندے کا اخلاق عمدہ ہوتا ہے، اتنی اس کی حیات مضبوط ہوتی ہے، زندگی پاورفل (Powerfull) ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ جس وقت باقی لوگ مرتے ہیں یہ اس وقت بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اس انداز کی زندگی ان کو مل جاتی ہے جس کی وجہ سے قبور کے اندر بھی ان کو اللہ تعالیٰ یہ شان دے

marfat.com

جس وقت بظاہر موت کی گھڑی ہوگی۔ حقیقت میں بڑی حیات کا آغاز ہو رہا ہوگا اور اس انداز میں وہ قبر میں جا کر تخمِ گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب رہے گی، جاگتی رہے گی اور اس کو یہ محسوس ہوتا رہے گا کہ میرا رب سے تعلق ہے اور میرا رب اب بھی اپنے کرم سے نواز رہا ہے۔

7- حیاۃ بمعنی فرح و سرور

زندگی کی ساتویں قسم حیات بمعنی فرح و سرور ہے اور یہ سب سے اونچی حیات ہے۔

جو انبیاء علیہم السلام کی ہے پھر درجہ بدرجہ نیچے آتی ہے۔ شہداء، صالحین، اولیاء ان سب کو یہ حیات ملتی ہے۔ یہ بہت عمدہ حیات ہے۔

اس میں ہوتا کیا ہے۔ اس میں پہلے وہ ساری صفات موجود ہیں کہ دل بھی زندہ ہے دماغ زندہ ہے، سوچ زندہ ہے اور پھر اس کے پاس اخلاق حمیدہ ہیں۔ نور ایمان ہے سب کچھ ہے لیکن اب کیا ہوا اس کو اس ذات کا اتنا قرب ملا جو حی و قیوم ہے۔

تو حی و قیوم کے دربار کے جو قریب ہوتا ہے اسکو حیات بھی عجیب درجے کی مل جاتی ہے۔ بادشاہوں کے قرب میں جو رہتے ہیں ان کو بادشاہوں کا بچا ہوا ملتا ہے اور رب ذوالجلال کے قرب میں جو آباد ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حیات کے جلوے ان پہ پڑتے ہیں اور پھر ان کی صورت حال کیا ہوتی ہے، رب ذوالجلال خود فرماتا ہے، حدیثِ قدسی ہے:

مَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ

marfat.com

گا، کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

اب یہ اقبال کی تمہید تھی جب ان کی سوچ چلی تھی اور یہ درمیان میں الجھن آ گئی اب میں کروں تو کیسے بیان کروں، عشق کروں تو کیسے کروں لیکن چلتے چلتے جب ان کی دانش حجاز کی دہلیز پہ پہنچی تو پھر خاک حجاز سے اور طیبہ نگر سے ان کو یہ پیغام مل گیا کہ اس بندہ مومن میں بھی ایک حیات جاوداں آسکتی ہے اور کس انداز میں آسکتی ہے، اقبال خود کہنے لگے:

تخم گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے
کس قدر نشو ونما کے واسطے بے تاب ہے

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہوسکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھوسکتا نہیں

پھول بن کے اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قباء زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں یہ اپنی کمند

موت تجدید مذاق کے زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

اب پہلے یہ تھا کہ موت آجائے گی ایک عشق کی شمع پر موت پھونک مارے گی تو کچھ بھی باقی نہیں بچے گا، تو یہ ناپائیدار تجھ سے عشق کیسے کر سکے اور پھر سمجھ آئی کہ وہ

marfat.com

مشکوٰۃ: ۱۹۷

اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو سوال کے مطابق عطا بھی کر دیتا ہوں۔

اب اس حیات کو میں کیوں کہہ رہا ہوں کہ یہ سرور والی ہے کہ حیات وہ حیات جو اللہ کے پڑوس میں ہو اور رب کے قرب میں ہو اور پھر کیسا قرب۔ اللہ فرماتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ یہ لفظ ہیں۔

میں خود اس کی آنکھیں بنتا ہوں، میں خود اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں یہ تو آگے ہم تاویل کرر ہے ہیں کہ اللہ کی قدرت ہاتھوں میں آجاتی ہے، اللہ کی قدرت اس کی آنکھوں اور کانوں میں آجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری قدرت سب کچھ بندے کا بن جاتی ہے۔ اب اس بندے کو اور کیا چاہئے جس بندے کے کانوں میں اللہ کا جمال موجود ہو اور جس کی آنکھوں میں رب کا جلال موجود ہو اور جس کے ہاتھوں میں اللہ کا اختیار موجود ہو۔

اب یہ شان ہے۔ کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ

وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْصَفَالِیْ

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالِیْ

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بیٹھا تو بغداد میں ہوں لیکن دیکھتا پورے جہان کو ہوں اور پوری کائنات پر میرا حکم چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے

marfat.com

میرا بندہ نوافل پڑھ پڑھ کے میرے قریب ہوتا ہے اور جب وہ قریب ہو جاتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے۔

حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ

یہاں تک کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے۔

جب وہ پیارا ہوتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے۔ فرمایا پھر یہ ہوتا ہے:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ

کان اس کے ہوتے ہیں سننے کی طاقت میری ہوتی ہے۔

وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ

آنکھیں اس کی ہوتی ہیں، دیکھنے کی طاقت میری ہوتی ہے۔

وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا

ہاتھ اس کے ہوتے ہیں، پکڑنے کی طاقت میری ہوتی ہے۔

وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا

اور قدم اس کے ہوتے ہیں لیکن اس قدم میں جو سفر کرنے کی وسعت ہے وہ میری ہوتی ہے۔

پھر فرمایا:

وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهَا

اور وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دے دیتا ہوں۔

وَلَئِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ

marfat.com

اور جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً

مشکوٰۃ: ۱۹۶

اور جو میری طرف پیدل چل کے آئے میں اس کی طرف دوڑ کے آتا ہوں۔

اب وہ دوڑنے سے پاک ہے وہ دور سے قریب ہونے سے پاک ہے۔ وہ تو شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن ظاہر کیا کرنا چاہتا ہے؟ کہ میرے قرب کی جزاء میرا قرب ہے۔

جو میری طرف آئے تو اس کو آگے قرب میری طرف سے ملے گا جو میرا ذکر کرے تو میں اس کا ذکر کروں گا جو میرا قرب حاصل کرے میں اسے اپنا قرب دوں گا۔ اب یہ جو قرب حاصل کر رہا تھا کس سے، نفل پڑھ پڑھ کے، تو یہ اعمال کے لحاظ سے قرب تھا اور چلتے چلتے ہوا گیا۔ کہ اس کی روح اللہ کے قریب ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف عمل کر کر کے بڑھ رہا تھا تو عمل کے لحاظ سے جو متقرب بنے اس کی یہ شان بیان کی کہ وہ ایک بالشت آئے تو میں ایک گز اس کے قریب جاتا ہوں اور جو روح کے لحاظ سے اللہ کا قریبی بن جائے۔ بتاؤ اللہ نے اس کو کیسی لذت عطا فرمائی ہوگی۔

اعمال کے قرب پر ادھر سے یہ بیان ہوا کہ بالشت پر گز اور گز پر دو گز تم پیدل چل کے آؤ میں دوڑ کے آؤں۔

یہ اعمال صالحہ پر قرب تھا اور جس نے روح کو اللہ کے قریب آباد کر لیا اور اللہ کی طرف اپنی روح کو، وجد و سوز، شوق اور ذوق سے اور پیار سے لگا لیا، اللہ کی طرف

marfat.com

ایسی حیات دے دی ہے اب یہ ہے مزے کی زندگی۔ بندہ زندہ ہو تو وہاں جو زندگی پیدا کرنے والے کا دربار ہو، اس لئے یہ حیات فرح و سرور کی ہے کہ جس میں بندہ جب پہنچ گیا ہے تو اس کی زندگی ساری زندگیوں سے ممتاز ہو گئی ہے۔ اس میں مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے جو کچھ کرتا ہے اللہ اسی طرح کی اس کو جزاء دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

البقرہ: ۱۵۲

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اس میں ذکر کے مقابلے میں ذکر ہے تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اگر چہ ہم کہہ دیں گے کہ اللہ اس کا چرچا کر دے گا اللہ کی طرف سے اس کو بہاریں مل جائیں گی لیکن لفظ برابر کا بولا،

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اب فرمایا تم جب میرے قریب آؤ گے تو اس کا عوض بھی میری طرف سے وہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْراً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً

جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا

marfat.com

متشابہ لگا تھا نہ کوئی غلطی تھی بالکل ساری صحیح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سن لی۔

حَتّٰی خَتَمَهَا

قبر کے قاری نے جب سورۂ ملک پڑھ لی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تعجب ہوا کیسے پڑھی، یہ ہوا کیسے۔ محبوب ﷺ کے پاس جا کے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو خیمہ لگایا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہاں کچھ بھی نہیں۔

اِذَا فِیْهِ اِنْسَانٌ یَّقْرَءُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

ہم نے دیکھا اندر تو کوئی بندہ تھا زمین بند تھی مگر بندہ بولتا تھا، آواز آتی تھی زندہ بھی تھا، دماغ بھی صحیح تھا۔ حافظہ بھی بالکل درست تھا اور سورۃ الملک بالکل اس نے صحیح پڑھی ہے تو اس پر میرے محبوب ﷺ نے فرمایا تھا۔

هِیَ الْمَانِعَةُ هِیَ الْمُنْجِیَةُ تُنْجِیْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ

مشکوۃ: ۱۸۸

یہ سورۃ الملک کا کمال ہے جو دنیا میں اس کو پڑھے قبر میں اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ عذاب کو روکتی ہے اور اس بندے کو عذاب سے نجات دیتی ہے۔

اب یہاں پر ہر آدمی کو یہ سن کے ایمان بالغیب رکھنا چاہئے کہ آپ ﷺ نے فرما دیا کہ لوگوں کی خاص حالتیں ہیں۔ زندگی کا ایک خاص فلسفہ ہے اور یہ نہیں ہے کہ سب کی ایک طرح کی زندگی ہو۔

یقیناً جو انداز ہمارے نبی ﷺ کی زندگی کا قبر میں ہے وہ کسی کا نہیں ہے اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا ہے۔ پھر شہداء ہیں۔ پھر اولیاء کی درجہ بندی کے لحاظ زندگیاں ہیں۔ حفاظ کی اپنی حیثیت کے لحاظ سے زندگی ہے۔ سب ایک جیسے زندہ نہیں ہیں۔ لیکن ایک بدن کی زندگی کا انقطاع ہو رہا تھا تو ایک حیات ان کو نرالی عطا کی جا رہی تھی اس کو اگر آپ سمجھنا چاہیں کہ ہمیں مثال سے پتہ چل جائے تو

marfat.com

روح کو راغب کر دیا، اب اس حدیث کے مقابلے میں سوچو کہ اس کے جواب میں اسی طرح کی جزاء اللہ تعالیٰ اس کو کتنی بڑی عطا فرمائے گا۔

یہ ہے جو رب کے دربار میں زندہ ہے، یہ ہے وہ جس کی روح وہاں پہنچی ہے اب اللہ کی طرف سے ایک قرب اسکی روح کے لئے ہے اور وہ قرب جس کو کہتے ہیں کہ وہ حیات ولی ہے، حیات شہید ہے، حیات پیغمبر علیہ السلام ہے۔

اب جس کو اللہ کے دربار کی تجلی زندہ کرے اسے مردہ پھر کون کہے اس کی حیات کا انکار پھر کون کرے اور اس کی حیات کے جو کارنامے ہیں ان کا انکار کون کرسکتا ہے۔ یہ ساری صورت حال جو ہے اس کو اگر میں سمیٹنا چاہوں تو ایک بڑے خوبصورت طریقے سے اور ایک ہی مثال سے ساری بات کو واضح کرسکتا ہوں۔

اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ وہ تو قبروں میں ہیں۔ ہمیں کیا پتہ ہڈیاں ہیں یا کیا ہے، وہ زندہ ہیں تو کیسے ہیں اور اگر زندگی ہے تو کیا وہ زندگی کی لذت بھی حاصل کررہے ہیں یا نہیں کررہے۔ وہ رزق استعمال کرتے ہیں یا نہیں۔ ہمیں کیسے پتہ چلے گا ہم مان کیسے جائیں۔ اگرچہ ایمان بالغیب کی تو بڑی شان ہے۔

جس وقت محبوب ﷺ نے یہ بیان کر دیا تھا۔ جامع ترمذی میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خیمہ لگایا تھا اور قبر سے قرآن کی آواز آئی تھی۔ زمین بند تھی اندر سے قرآن کی آواز آئی تھی۔ ایک دو آیات کی نہیں بلکہ پوری سورۃ ملک کی آواز آئی تھی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ساری سنی تھی اور صحیح سنی تھی نہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 7

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت

marfat.com

میرے بھائیو!

اس کے بارے میں دیکھنا چاہئے جو شکم مادر میں ہے تمہیں نظر نہیں آتا۔ وہ بچہ جو ماں کے رحم میں ہے وہ زندہ ہے اور وہ لذت بھی اٹھاتا ہے، رزق بھی کھاتا ہے، غذا بھی پاتا ہے۔ تمہیں نظر بھی نہیں آتا۔ اس کی زندگی کو مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے تو جیسے بندہ پیٹ والی قبر میں ہے اس کے باوجود مرا ہوا نہیں، زندہ ہے اور زندگی اس لحاظ کی ہے کہ رزق بھی استعمال کر رہا ہے، اگر تمہارا چھوٹا سا بیٹا، جس نے ابھی باب عمل کھولا ہی نہیں، جس نے سیرت کا سبق ابھی پڑھا ہی نہیں اور جس نے قرآن و سنت کی روشنی کو جذب کیا ہی نہیں۔

اگر رب کی قدرت سے وہ اس قبر میں زندہ بھی ہے اور رزق بھی کھاتا ہے تو جس نے ساری زندگی اللہ کے جلوؤں میں گزاری ہو۔ بھلا وہ قبر میں کیسے مر جائے گا۔ اور اس کا کیسے انکار کیا جائے گا۔ وہ بھی اپنی قبر کے اندر ایک حیات رکھتا ہے۔ ہاں اس کا فلسفہ جدا ہے وہ علیحدہ ایک مستقل باب ہے لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ نے جو حیات دی ہے تو عظمتوں والی سب سے بڑی حیات فرح وسرور ہے۔

اور یہ میرے رب کی قدرتوں کا کمال ہے کہ وہ خود تو حی وقیوم ہے ہی جو اس کے دربار کا قرب پالے اللہ تعالیٰ موت اس کو دیتا تو ہے، چکھاتا ہے مگر موت اس کو دباتی نہیں۔ وہ موت چکھ کے پھر بھی اللہ کے جلوؤں میں آباد رہتا ہے۔

تو حیات کا مفہوم اس لئے بیان کیا تا کہ یہ حیات جو سب سے بڑی ہے ہم اس کی طرف سفر جاری رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو مکمل کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراطِ مستقیم کے اس نورفشاں پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اور آج ہمارا موضوع ہے:

خلفائے راشدین علیھم الرضوان سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ قرآن مجید برہان رشید میں سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

Muhammad is the Messenger of Allah

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

And those with him

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

Are hard against the infidals

marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَھْدَہٗ

اَمَّابَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبین، احمد مجتبیٰ جناب محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

''تو میرا بھائی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور بھرپور کردار ادا کیا یہاں تک کہ اسلامی تاریخ کا سہرا اور اسلامی حرارت اور حمیت اور حماست کا مظہر غزوۂ بدر جو تھا اس میں 70 کافر مارے گئے تو ان ستر کفار میں سے اکیس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کاٹا تھا۔ غزوۂ احد میں وہ بیس اہم صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کے پائے استقامت میں مشکل سے مشکل لمحات میں بھی لغزش نہیں آئی اور وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ان میں سے ایک نام حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہے۔ اسی غزوۂ احد میں بیس کافر مارے گئے ان بیس میں سے سات کافر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیے تھے۔

غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود جو مشرکین کی طرف سے ایسا پہلوان تھا، جس کو ایک ہزار کا مقابل سمجھا جاتا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عمرو بن عبدود کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر فتح خیبر کا سہرا تو آپ کے سر ہی سجتا ہے۔

اس طرح دیگر بہت سے اہم مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمتوں اور فضیلتوں کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مستدرک للحاکم میں موجود ہے۔

مَاوَرَدَ لِاَحدٍ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنَ الْفَضَائِلِ مَاوَرَدَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ''

مستدرک للحاکم: ۱۰۷/۳

سیر اعلام النبلاء: ۶۲۸/۱

marfat.com

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

And tender among themselves

کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر نہایت سخت ہیں اور آپس میں بڑے نرم دل ہیں۔

آج کے اس موضوع کے لحاظ سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات جو کے خود کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے جن لوگوں کو انہوں نے اپنا قائد مانا اور جن کی لیڈرشپ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ فخر کرتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ہم ان لوگوں کا مرتبہ اور مقام جو ہے اس کو سننا اور سمجھنا چاہتے ہیں تا کہ یہ پتہ چلے کہ وہ مدینۃ العلم کے باب جن کو شیرِ خدا کہا جاتا ہے۔ جب ان کا مرتبہ اور مقام اتنا بے مثال ہے تو جوان کے امام ہیں ان کا مقام ومرتبہ کتنا زیادہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گلدستہ فضائل ہیں آپ کو خالق کائنات جل جلالہ نے ہمہ جہت مراتب اور عظمتوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ عطا فرمایا تھا۔ سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے مؤاخاتِ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب کہ آپ روتے ہوئے آگئے اور کہنے لگے:

اٰخَيْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَحَدٍ

''یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے صحابہ میں مؤاخات قائم کردی ہے اور مجھے تو کسی کا بھائی نہیں بنایا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

جامع ترمذی: ح: ۳۷۲۰

marfat.com

تو اب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی چوائس (choice) ہے اور ان میں سے عشرہ مبشرہ اور ان میں سے پھر خلفاء راشدین۔

اگر یہ ہمارے نبی ﷺ کا چناؤ ہوتا پھر بھی کوئی معمولی بات نہیں تھی پھر بھی ان سے عقیدت اور ان کی محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ضروری تھی لیکن یہ تو انتخاب ہی خالق کائنات کا ہے۔

خلفائے راشدین کی عقیدت کی وجوہات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان خلفاء کی محبت میں مستغرق ہونا اور ان کی عقیدت کا علمبردار ہونا اس کی کئی وجوھات ہیں۔

پہلی وجہ

ان سب کو اللہ نے اپنی محبت کا محور بنایا ہے۔ رب ذوالجلال نے ان کو چنا ہے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی پسند ہیں تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی پسند ہیں۔

دوسری وجہ

جس وقت رسول اکرم ﷺ کی یہ پسند ہیں اور آپ ﷺ کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ نہایت ہی عظیم ہے تو واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی یہ طبعاً وشرعاً ضرور ہونا چاہئے تھا۔

تیسری وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جس راستے پر چل کے کاروان خلافت کو آگے بڑھانا

marfat.com

یعنی رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ فضائل جن کے احادیث میں ملتے ہیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

اور اس کا بھی ایک سبب تھا کہ یمن والوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض شکایات کرنا چاہیں تو رسول اکرم ﷺ نے ان کے فضائل کو ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ یہ سبب ہے کہ وہ فضائل اس قدر بیان کیے گئے۔

ایسے ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید کی تین سو آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بالمعنی یا براہِ راست بیان کرنے والی ہیں۔

یہ آپ کی زندگی کا فضائل کے لحاظ سے ایک تھوڑا سا تعارف تھا۔ آپ نے اپنی تعلیمات میں خلفاء راشدین کی جو عقیدت ظاہر کی ہے اور ان کا جواب لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور کیوں نہ ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینۃ العلم کے باب ہوں اور اس مدینۃ العلم کے اندر جن لوگوں نے روشنی حاصل کی ہو۔ ان حضرات کی عظمت کے آپ معترف نہ ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے اور جس وقت رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ

مستدرک للحاکم: ۶۳۳/۳

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مجھے چنا اور میرے لئے میرے صحابہ کرام کو چنا۔''

marfat.com

وَ اَعْتَقَ بِلَالًا

اور انہوں نے میرے عاشق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پیسوں سے آزاد کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقریر میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ان خدمات کو ایک ہی فرمان کے اندر بیان کر رہے ہیں، پھر فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ

اللہ میرے عمر رضی اللہ عنہ پر بھی رحم کرے۔

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا

جس کی شان یہ ہے کہ:

حق جتنا بھی کڑوا ہو ضرور بیان کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حق کہتے ہیں، اگر چہ وہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔

پھر فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ

اللہ تعالیٰ میرے عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بھی رحم کرے۔

تَسْتَحْيِيْهِ الْمَلَائِكَةُ

ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا

اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہ بھی رحم کرے۔

marfat.com

چاہتے تھے اس راستے کو ان تین حضرات نے پہلے گزر کے سارے مصائب کو پیچھے ہٹایا تھا۔ اسلامی نظامِ حکومت کو آرگنائز کیا تھا اور روشن مینار قائم کئے تھے۔ اس لحاظ سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان حضرات کو جو پہلے تین پیش رو ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے ممنون بھی تھے اور ان کے محب بھی تھے کہ انہوں نے اس راستے میں ان کے لئے مثالیں قائم کی ہیں اور ان کے لئے کاروان خلافت کو آگے بڑھانا آسان بنایا ہے۔

سب سے پہلے فرمان رسالت اور زبان علی رضی اللہ عنہ کے انداز سے اس محبت کو سمجھنا چاہیے، یہ حدیث جامع ترمذی میں موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اکرم ﷺ مجمع عام میں ارشاد فرما رہے تھے کہ:

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ

''اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔

ان کی شان کیا ہے۔

زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَهٗ

انہوں نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ میری شادی کی۔

وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْهِجْرَةِ

اور مجھے کندھوں پہ اٹھا کے مدینہ شریف کی طرف لے گئے۔

دارالہجرت کی طرف مجھے اٹھا کے لے گئے۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے تو یہ ترتیب خلافت کی ترتیب بھی تھی، یہی خلافت فضائل کا میرٹ (merit) بھی ہے۔ خلافت فضیلت کے اوپر استوار ہوئی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گویا کہ خود بیان کر رہے ہیں کہ پہلا نمبر اس امت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے، دوسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے اور تیسرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے اور چوتھا نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔

یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کو روایت کر رہے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خود اپنے فرمودات بہت زیادہ ہیں۔ میں اختصار سے اور بڑے sectord ذخیرہ سے چند آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولیت

حضرت محمد بن عقیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے فرمان کو نقل کرتے ہیں۔ اس کو بزاز نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خطبہ دیا، فرمانے لگے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَشْجَعُ النَّاسِ

''اے لوگوں یہ تو بتاؤ سب سے زیادہ شجاع کون ہے۔''

لوگو یہ بتاؤ کہ بریوسٹ (bravest) انسان، سب سے شجاع لوگوں میں سے کون ہے۔ اب جس وقت یہ سوال کیا ہے تو یہ ایک حرف اور محاورہ ہے کہ سوال کرتے وقت سوال کرنے والوں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ کیا ہے اور جواب

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ

جامع ترمذی: ح: ۳۷۱۴

اے اللہ جدھر علی ہوں حق کو ادھر دائر کر دے۔ حق کو ادھر پھیر دے، حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو۔''

سید عالم ﷺ کا یہ فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں اور مطابقت دیکھو کہ میرے محبوب ﷺ کی زبان سے کئی سال پہلے جو چاروں کی ترتیب تھی وہی ترتیب خلافت کی مسند پہ بھی نظر آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پہلے فرمایا

رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ

تو مسندِ خلافت پر پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متمکن ہوئے۔

پھر فرمایا

رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے تو دوسرے نمبر پر ان کا نام آتا ہے۔ پھر فرمایا

رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہ اللہ تعالیٰ رحم کرے تو تاریخ میں ثابت ہے کہ ان کا یومِ وصال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہے۔ اور خلافت کی ڈیوٹی دے کر وہ دنیا سے گئے ہیں۔ پھر فرمایا:

رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا

marfat.com

اَمَا اِنِّی مَابَارَزَنِیْ اَحَدٌ اِلَّا انْتَصَفْتُ مِنْهُ

بے شک مجھے کسی نے نہیں للکارا، مگر میں نے اس سے انتقام لیا ہے۔

فرمایا لوگو! یاد رکھو میں شجاع ضرور ہوں اور کوئی بھی ایسا بندہ نہیں ہے کہ جو مجھے للکارے اور پھر بچ کر چلا جائے۔ مجھ سے جو مبارزہ کرتا ہے میں اس سے انتقام لیتا ہوں۔ میں اس کو نہیں چھوڑتا، میں شجاع ہوں لیکن میرا سوال شجاع کا نہیں بلکہ اشجع کا ہے۔ سب سے شجاع انبیاء کے بعد وہ کون ہے، اس کے متعلق میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

اب جس وقت لوگ خاموش ہیں آپ نے ان کے جواب کو غلط قرار دے دیا تو لوگوں نے کہا کہ پھر آپ خود بتائیں کہ وہ کون ہے۔ فرمانے لگے:

لٰكِنْ هُوَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

البدایہ والنہایہ: ۴- ۳/۲۸۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو امت کا سب سے بڑا صوفی بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے بڑا صاحب شریعت وطریقت بھی کہا جاتا ہے، جن کا علم سب سے زیادہ، جن کا صدق سب سے زیادہ اور جن کی وفا سب سے زیادہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باقاعدہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدے میں جب یہ باتیں پڑھیں تھیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَحْسَنْتَ يَا حَسَّانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

marfat.com

دینے والوں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ کیا ہے یعنی آپ نے جو پوچھا:

اَشْجَعُ النَّاسِ

کہ لوگوں میں سے شجاع ترین انسان کون ہے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پتہ ہے کہ میں انبیاء کے علاوہ کی بات کر رہا ہوں اور جواب دینے والوں کو بھی یہ پتہ ہے کہ یہ سوال انبیاء کرام علیہم السلام کے لحاظ سے نہیں ہے۔

اگر چہ لفظوں میں ذکر نہیں ہے لیکن صاحب بصیرت اور صاحب عقل پر یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسے جو القاب ہوتے ہیں ان کا دائرہ خاص ہوتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پوچھ رہے ہیں کہ مجھے بتاؤ انبیاء علیہم السلام کے بعد پوری انسانیت میں سے پہلے نمبر پر جو انسان متقی اور پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ شجاع ہو، وہ کون ہے؟

عمومی طور پر اس سوال کا جواب جو حضرات سامنے بیٹھے تھے، انہوں نے دے دیا، وہ کہنے لگے:

اَنْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے امیر المؤمنین آپ سب سے زیادہ شجاع انسان ہیں۔

ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تقریر دور خلافت کی ہے مجمع عام میں سے لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ سب سے زیادہ شجاع ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب مسترد کر دیا، فرمایا:

marfat.com

چونکہ سارے تین سو تیرہ ہیں۔ اگر وہ خیمہ کے پاس ہی رہیں تو پھر آگے جہاد کون کرے گا۔ ایک ہو، تنہا ہو، اکیلا کھڑا ہو مگر اکیلا ہو کے بھی چاروں طرف سے حفاظت کرے۔

کون ہے جو آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے گا۔

لِئَلَّا يَهْوِيَ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

تاکہ مشرکین میں سے کوئی بھی اس خیمہ کی طرف نہ آسکے۔

وہ اکیلا آدمی پہرہ دے، جو آئے اس کا سر اتارے اور اکیلے نگرانی کرے، مشرکین کو اس کے قریب بھی نہ آنے دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کے کہتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَادَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلٰى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

البدایہ والنہایہ: ۴-۳/۲۸۸

خدا کی قسم ہے ہم میں سے کوئی بھی ابھی آگے نہیں نکلا تھا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فضاء میں تلوار لہراتے ہوئے چھلانگ لگا کے آگے آگئے۔

جس طرح انہوں نے غار میں پہرہ دیا تھا، آج بدر میں پہرہ دینے کے لئے وہ آگے نکلے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کے کہتے ہیں:

مَادَنَا مِنَّا اَحَدٌ

ہم میں سے کوئی بھی ابھی آگے نہیں گیا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے آگے بڑھ گئے۔ کہنے لگے میری تقریر سننے والو! میرے عقیدت مندو یہ یاد رکھو اگر

marfat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ تم نے میرے یار کی شان صحیح بیان کی ہے۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا سب سے زیادہ شجاع کون ہے تو لوگوں نے کہا ٹھیک ہے تقویٰ میں ان کا پہلا نمبر ہے شریعت میں، علم میں پہلا نمبر ہے، بہادری تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے تو کہا آپ سب سے بہادر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نہیں شجاعت میں پہلا نمبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

لوگوں نے اس پر دلیل مانگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو دلیلیں دے کر اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیا۔ فرمانے لگے:

اِنَّا جَعَلْنَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَرِیْشًا

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خیمہ بنایا۔

جب غزوۂ بدر تھا تو ہم نے میدان بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش بنایا، ایک خیمہ اور ایک چھپر نما جگہ بنائی تھی، جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دوران تشریف فرما ہونا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ مقام سب سے زیادہ حساس تھا جہاں مسلمانوں کی قیامت تک کی قیادت موجود ہے، اور سب سے سخت حملے بھی اسی جگہ پہ ہونے تھے، اب جب عریش تیار ہو گیا۔

قُلْنَا مَنْ یَّکُوْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِئَلَّا یَھْوِیَ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ہم نے کہا پھر پہرہ آج کون دے گا۔ شرط یہ ہے کہ اکیلا ہو گا۔

marfat.com

بھی کیا ہے کہ میں نے جو ڈیوٹی لی تھی، وہ پوری بھی کر کے دکھادی ہے۔

دوسری دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک اور دلیل دے دی۔

آپ نے فرمایا اس سے پہلے بھی ایک گواہ میرے پاس موجود ہے۔ جب ہم مکہ شریف میں ہوتے تھے تو مکہ شریف میں بڑے ہی عجیب حالات تھے چونکہ اس وقت ابتداء میں مشرکین کا رعب اور دبدبہ اور بڑی دہشت گردی اس طرح کی چیزیں تھیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو باندھ باندھ کے مارا جاتا تھا ایسے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ایک دن مجھے بھولتا نہیں، اتنا تلخ دن ہے۔

وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزر رہے تھے۔

اَخَذَتْهُ قُرَيْشٌ

قریش کے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو انہوں نے پکڑ لیا۔

فَهٰذَا يُحَادُّهٗ وَهٰذَا يَتَلْتِلُهٗ

وہ اتنے زیادہ تھے کوئی آدمی کوئی چیز مار رہا تھا کوئی کچھ مار رہا تھا۔

وہ عرش سے مقدس بدن جو ہے، اس پہ حملے ہو رہے تھے حضرت علی رضی اللہ

marfat.com

کوئی دوبارہ تم سے پوچھے کہ اس کائنات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے شجاع انسان کون ہے تو میرا جواب بتانا کہ سب سے شجاع انسان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ جنگ بعد میں ہم سارے بڑے بڑے نڈر، شیر دل اور صف شکن صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے، ہم میں سے ابھی کوئی بھی آگے نہیں نکلا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بدر میں بھی میدان مارلیا اور پہلا نمبر حاصل کرلیا۔

اس وضاحت کو آپ ضرور ذہن میں رکھیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کا وہاں پہرہ دینے کو دل نہ کرتا ہو ان میں سے کوئی بھی بے وفا نہیں تھا اور ان میں سے کوئی بزدل نہیں تھا۔ سب چاہتے تھے کہ ہم یہاں پر کھڑے ہوں لیکن ابھی سارے اپنی جرأت سے فتوی لے رہے تھے، اپنے نہاں خانہ دل سے پوچھ رہے تھے کہ ڈیوٹی بڑی سخت ہے اور ضروری بھی ہے اگر میری جرأت تو پورا نبھا کر سکے گی تو پھر میں آگے ہوتا ہوں ورنہ قیامت تک کے عاشقوں کو جواب بھی دینا ہے اگر یہاں پر کوئی ایسا واقعہ آ گیا تو یہ جواب بڑا مشکل ہوگا۔ ہر صحابی رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت سے پوچھ رہا تھا اور اپنی شجاعت کو ٹٹول رہا تھا کہ بتاؤ میری شجاعت میں آگے بڑھوں یا نہ بڑھوں۔ سب کی شجاعت اب چپ اور خاموش تھی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت نعرے لگا رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے ہیں اور صرف بڑھے ہی نہیں بلکہ انہوں نے چاروں طرف پوری جنگ کے دوران اپنے بدن پہ تیر کھا کے اپنے محبوب کو بچا کے یہ ثابت

marfat.com

عنہ کے۔''

جب یہ میدان میں اترے تو ان کا کیا انداز تھا۔

يَضْرِبُ وَ يُجَاهِدُ هٰذَا وَيُتَلْتِلُ هٰذَا

کسی کو مکا مارتے ہیں اور کسی کو کک مارتے ہیں کسی کو گھٹنا مارتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چند منٹوں میں سب کو پیچھے ہٹا کے پھر محبوب علیہ السلام کی اس میدان میں نعت پڑھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو پیچھے ہٹا کے ان کو گھور کے کہا:

وَيْلَكُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

تم تباہ ہو جاؤ۔ اس ذات پر تم حملہ کرتے ہو، جو یہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔

تم نے اس کو جرم سمجھا اور تم نے اس دعوت پر، اس آواز پر اس طرح تشدد شروع کر دیا تم تباہ و برباد ہو جاؤ۔

اب یہ ہے سب سے بڑی نعت محبوب علیہ السلام کی، جب اتنے سخت حالات تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے برداشت نہیں ہو سکا کہ انجام کیا ہو گا، مجھے کتنی مار پڑ سکتی ہے گی، میدان میں اتر کے محبوب علیہ السلام پر پہرہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گواہی دے رہے ہیں اور صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاں نہیں بلکہ قیامت تک جس کسی نے شجاعت کے نعرے لگانے ہوں وہ مجھ سے پہلے میرے لیڈر کے نعرے لگائے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس

marfat.com

عنہ کہتے ہیں ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ کتنا بھیانک وقت تھا کہ جب قریش مکہ میرے محبوب ﷺ پہ ٹوٹ پڑے اور کوئی کوئی چیز مار رہا تھا اور کوئی کسی طرح محبوب علیہ السلام کو اذیت دے رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ساتھ وہ بولتے بھی تھے، وہ کہتے تھے:

اَنْتَ جَعَلْتَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِدًا

تو ہے وہ جس نے کئی خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔

خدا تو کئی تھے اور تم یہ کہتے ہو کہ خدا ایک ہے یعنی وہ آپ پر تشدد بھی کر رہے ہیں اور ساتھ یہ بکواس بھی کرتے ہیں کیا تم ہو جس نے کئی خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ خدا تو کئی ہیں لیکن تم کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔

جب یہ منظر تھا کہ میرے حبیب پر تشدد ہو رہا ہے اور ساتھ کفار مکہ یہ بھونک رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَادَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوبَکر رَضِیَ اللهُ عَنْهُ

البدایہ والنہایہ: ۴-۳/۲۸۸

خدا کی قسم ہے اس دن مکہ شریف کی اس گلی میں جب وہ کفار ہمارے محبوب علیہ السلام پر تشدد کر رہے تھے ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آگے نکلے۔ خدا کی قسم اس دن جو آگے بڑھے ہیں تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

وَاللّٰهِ مَادَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوبَکرٍ

خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ

اور اس سورۃ کا نام ہی مؤمن ہے۔ وہ ایک مومن جو فرعون کا کزن تھا اس کا نام حزیکل تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا ان کا قرآن مجید میں بڑا مرتبہ بیان کیا گیا پورا رکوع ہی ان کے نام ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: موسیٰ علیہ السلام کا پوری امت کا خلاصہ، وہ ایک بندہ جس نے ایمان قبول کر لیا تھا۔ فرعون کا قریبی تھا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا اور اس کی عظمتیں قرآن مجید میں بڑی بیان کی گئیں ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس امتی کا زیادہ مقام ہے یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زیادہ مقام ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا وہ ولی جس کا قرآن مجید کے چوبیسویں پارے میں ذکر ہے:

قَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ

رجلِ مومن نے کہا جو آلِ فرعون سے تھا در آں حال کہ وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا۔

وہ کلمہ پڑھ چکا تھا مگر ایمان اس نے چھپایا ہوا تھا اس نے کیا کہا، قرآن مجید میں ہے:

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ

فرعونیو! اس بندے کے ساتھ لڑائی کرتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

فرعونیو! تم کچھ ہوش کرو، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیوں لڑتے ہو، یہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہیں انہوں نے ظاہر نہیں کیا کہ میں نے ان کا کلمہ پڑھا ہوا ہے اور ان کو درمیان میں مشورہ ایسا دے رہے ہیں کہ ایسے بندے سے لڑائی نہ کرو اس نے درمیان سے بات کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت تو

marfat.com

امت کے صرف پہلے صوفی ہی نہیں، بلکہ اس امت کے پہلے مجاہد بھی ہیں۔

جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ کردار سامنے آیا اور ساتھ جو مشرکین کہتے تھے کہ تم نے سارے خداؤں کو ایک الٰہ قرار دے دیا ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ وہ ذات ہے جو سچ کہہ رہی ہے کہ خدا ایک ہے جو تم بنائے پھرتے ہو، وہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہ کر سکے۔ تقریر کے دوران آنکھوں میں آنسو آ گئے، چادر اپنے منہ پر کر لی اور کافی دیر چادر کے اندر اپنے چہرے کو ڈھانپے رکھا۔

فَبَكٰى حَتّٰى اُخْضِلَتْ لِحْيَتُهٗ

البدایہ والنہایہ: ۴- ۲۸۸/۳

آپ اتنا روئے کہ ساری داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کافی دیر کے بعد جب دوبارہ تقریر شروع کی تو پھر فرمایا اب ایک اور بات میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں:

اُنْشُدُكُمُ اللّٰه

میں تمہیں رب کی قسم دے کر کہتا ہوں، اے میرا خطبہ سننے والو! مجھے ایک سوال کا جواب دو، اور سوال کا جواب صحیح دینا۔

اَمُؤمِنُ آلَ فِرعَونَ خَيرٌ اَمْ هُوَ؟

کیا آلِ فرعون کا وہ مومن بہتر ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ؟

قرآن مجید کے چوبیسویں پارے میں آل فرعون کے ایک مؤمن کا ذکر ہے

marfat.com

خود یہ نہیں بتاتے کہ میں ان کا غلام ہوں۔انہوں نے مشورہ بڑا اچھا دیا ہے اور انہوں نے بڑی مفکرانہ تقریر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انس رکھنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے الجھنا تمہیں کوئی زیب نہیں دیتا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا کہ وہ رجل آلِ فرعون افضل ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ؟ تو لوگ سوچ رہے تھے کہ اب کیا جواب دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر تقریر شروع کر دی اور ایسا خوبصورت جواب دیا کہ قیامت تک کے مفکرین سر جوڑ کر بیٹھتے تو شاید ان کو بھی اتنا پیارا اور خوبصورت جملہ نہ ملتا، جتنا ایک سیکنڈ میں مدینۃ العلم کے باب نے پیش کر دیا۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمپیریزن (comparizon) دیکھو۔ایک طرف اکلوتا امتی آل فرعون سے جس کے قصیدے قرآن میں ہیں اور دوسری طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگو! تمہیں جواب نہیں آتا تو میری بات سن لو۔

قَالَ عَلِیٌّ فَوَاللّٰہِ لَسَاعَۃٌ مِن اَبِی بَکْرٍ خَیْرٌ مِنْ مِلْءَ الْاَرْضِ مِن مُؤْمِنِ آلِ فِرْعَوْنَ

فرمایا خدا کی قسم! میرے قائد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی تو ایک طرف رہی ان کی زندگی کا ایک منٹ ایک طرف رکھو اور آل فرعون کے اس ولی کی پوری بھری ہوئی زمین نیکیوں کی دوسری طرف رکھو تو میرے صدیق کا ایک منٹ بھاری ہو جائیگا۔

marfat.com

کردی مگر اتنی کھل کے نہیں کی۔ حمایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

وہ تمہارے پاس اللہ کی دلیلیں لے کر آئے ہیں۔

اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ

اگر وہ جھوٹے ہیں تو اس کا اثر ان پر ہے۔

دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں یا سچے ہیں۔ رجل آل فرعون کہنے لگا اگر وہ جھوٹے ہیں تو انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ جو وہ کہتے ہیں کہ تم مجھے مان جاؤ ورنہ عذاب ہوگا اگر اس بات میں جھوٹے ہیں تو اس میں تمہیں لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے قول کے مطابق ان کو اس جھوٹے قول کا جواب دینا پڑے گا اور خود ان پر عذاب اتر جائے گا۔

وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ (سورۃ المومن: ۲۸)

اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں

اور اگر وہ سچے ہیں کہ عذاب آجائے گا تو پھر ان کے کہنے پر نہیں عذاب تو ویسے ہی آنا ہے۔ بعض عذاب تم کو آجائے گا۔ آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بعض ہوگا تو یہ درمیانی سی گفتگو رجل آل فرعون نے کردی جو مومن ہیں لیکن ایمان چھپایا ہوا ہے اور فرعونیوں سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ اگر وہ جھوٹ کہتے ہیں تو وہ ان کے گلے میں ہے اگر سچ کہتے ہیں تو پھر ویسے ہی سچ ہے۔ ان کے ساتھ تمہیں جھگڑنے کی ضرورت کیا ہے۔

marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان اس سے زیادہ کس وجہ سے ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اگرچہ وجوہات بہت زیادہ ہیں لیکن ایک وجہ جو انہوں نے بیان کی ہے وہ بیان کرتا ہوں، فرمانے لگے:

ذَاكَ رَجُلٌ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ

آل فرعون کے اس ولی نے کام بڑا کیا تھا کہ فرعونی ہو کے کی آل فرعون کا ایک فرد ہونے کے باوجود اس نے کلمہ پڑھا اور اس وقت کے فرعونیوں کو بغاوت اور سرکشی سے روکنے کے لئے جہاد بھی کیا۔ لیکن:

ذَاكَ رَجُلٌ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ

اس نے اپنے ایمان کو چھپایا تھا اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا تھا۔

وہ جب ان سے کہہ رہا تھے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیوں لڑتے ہو اور ساتھ یہ نہیں کہتے تھے کہ میں ان کا غلام ہوں لڑو گے تو میں تمہارے منہ پر ماروں گا۔ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، لوگو! میں سلام کرتا ہوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان کو کہ وہ آل فرعون کا آدمی اپنا ایمان چھپا کے باتیں کر رہا تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کے نعرے لگا کے باتیں کر رہے تھے۔

وَهٰذَا رَجُلٌ أَعْلَنَ إِيْمَانَهُ

البداية والنهاية: ۴۔ ۲۸۸/۳

یہ وہ آدمی ہے جس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے۔

marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کتنی محبت ہے اور کتنی عقیدت ہے۔ کتنی فضیلت ان کے ذہن میں موجود ہے ایسی عظیم شخصیت کو کراس کرنا اور ناپنا، کسی کو آگے بڑھانا، یہ کسی مومن کو زیب نہیں دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو واقف اسرار شریعت بھی ہیں اور واقفِ رموزِ طریقت بھی ہیں، جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے ماہر بھی ہیں، وہ بتا رہے ہیں، وہ آل فرعون کا اکلوتا امتی جس کے قصیدے قرآن میں ہیں۔

لَسَاعَةٌ مِنْ اَبِی بَکْرٍ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی نہیں، وہ غار والی رات نہیں، فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صرف ایک ساعت ایک طرف رکھو اور دوسری طرف:

مَلَ ءِ الاَرْضِ مِن مُؤمِنِ آلِ فِرْعَوْنَ

دوسری طرف آل فرعون میں سے ایک ولی اور مومن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی اس کی ساری زندگی کی نیکیاں رکھو اور وہ اتنی فرض کرلو کہ اس کی نیکیوں سے ساری زمین بھری ہوئی ہے، یا اسکے اوقات سے زمین بھری ورئی ہے ان کو ایک طرف رکھ کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک منٹ دوسری طرف رکھو، ان کا ایک منٹ اس بھری ہوئی زمین سے بھاری ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ گفتگو کی تو ساتھ اس پر پھر دلیل بھی پیش کی۔

فرمایا: ایسا کیوں ہے اتنا اس بندے کا بھی کردار تھا فرعون کا کزن ہونے کے باوجود کلمہ پڑھ چکا تھا اس کے مقابلے میں اتنی زیادہ شان کیوں ہے؟ حضرت

marfat.com

میں قصہ جگہ کی طرف لڑائی کے لئے فوج نکلی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر بیٹھے۔

وَاسْتَوىٰ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ اَخَذَ عَلِیُّ ابْنُ طَالِبٍ بِزِمَامِهَا ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سواری پر بیٹھ کے جہاد کو جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامنے سے آ کے جانور کو روک لیا اور لگام پکڑ لی اور کہنے لگے:

اِلٰی اَیْنَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللہ کے نبی ﷺ کے خلیفہ کہاں جانا چاہتے ہو۔

بتاؤ تو سہی یعنی جہاد کرنے کے لئے ہم تھوڑے ہیں ہم تمہارے لشکر کے سپاہی ہیں، تم خود جا رہے ہو۔

اِلٰی اَیْنَ

کہاں جانا چاہتے ہو۔

کہنے لگے:

اَقُوْلُ لَكَ مَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

آج میں تجھے وہی کہتا ہوں جو احد والے دن سرکار ﷺ نے فرمایا تھا۔

جب تم تیار ہو کے نکلے تھے تو محبوب ﷺ نے کہا تھا

لِمْ سَیْفَكَ وَلَا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِكَ وَارْجِعْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ

اپنی تلوار نیام میں ڈالو ہمیں اپنی وجہ سے نقصان نہ دو اور مدینہ کی طرف لوٹ کے چلے جاؤ۔

marfat.com

پھر بات ہی نہیں کی عملاً جہاد بھی کیا ہے۔

انہوں نے ان سے کہا کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ ان کی طرف نگاہ اٹھانے سے پہلے مجھے دیکھو میں ان کا دیوانہ ہوں، میں ان کا محب ہوں، میں ان کا عاشق ہوں اور میں ان پر جان نچھاور کرنے والا ہوں۔ میں نے کلمہ ان کا پڑھا ہے، میں نے ان کو نبی مانا ہے اور:

شراب عشق احمد میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دے کر بھی اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک منٹ اس بندے کی نیکیوں سے بھری ہوئی روئے زمین سے بھاری ہے۔ اس واسطے کہ انہوں نے اس دور میں حق کا جھنڈا اٹھایا جب بات کرنا بھی بڑی مشکل تھی اور بڑے بڑے دل گردہ والے لوگ اس وقت خاموش تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت کو میں دیکھتا ہوں اور پھر بدر کو دیکھتا ہوں تو میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ساری کائنات کا ریکارڈ جب مرتب کیا جائے، اگر شجاعت میں بھی کسی کا پہلا نمبر اس ریکارڈ میں دیکھنا ہو تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پہلا نمبر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام پکڑی

حضرت علی رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتنا والہانہ عشق رکھتے ہیں اور اتنا پیار کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے

marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے آپ کو ایک کارکن سمجھتے تھے اور سواری کو اس لئے روکا ہوا ہے کہ یہ کام ہم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ مسندِ خلافت پر تشریف رکھیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی وہ بھی بڑا ایک منفرد انداز ہے اور بالخصوص جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا آپ کا جنازہ جس وقت تیار تھا اور اوپر کپڑا رکھا ہوا تھا بڑے بڑے کبار صحابہ خراج تحسین پیش کر رہے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے ایک پیچھے سے آواز آئی، پتہ نہیں کون بول رہا ہے میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آنسو بہا رہے تھے اور کہہ رہے تھے، لوگو! یاد رکھو:

میرے دل میں جو جستجو ہے کہ میں جس بندے کی طرح کا عمل لے کے اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤں، جس بندے کی نیکیوں کو میں اپنے لئے ماڈل نیکی سمجھتا ہوں، جس کی زندگی بھر کی نیکیوں کو میں اللہ کے دربار میں جانے کیلئے بہت بڑا خزانہ سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے جو چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔

یہ عمر رضی اللہ عنہ ان کا زندگی بھر کا جو کردار ہے اگر مجھ سے کوئی پوچھے اے علی رضی اللہ عنہ تم زندگی میں کتنی نیکیاں اللہ کے پاس لے کر جانا چاہتے ہو۔ تو میں کہوں گا جتنی یہ چارپائی والا لے کے جا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ان کے کارنامے ان کے کردار اور ان کی نیکیوں کا جو طریقہ تھا اس کا کتنا رنگ، حضرت علی

marfat.com

حضرت علی کہنے لگے میں بھی آج کہتا ہوں

لَا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِكَ

اپنی جان کی وجہ سے ہمیں دکھ نہ دینا۔

اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہمیں جتنا دکھ ہوگا اس کا تم تصور نہیں کر سکتے، کیوں؟

فَوَاللّٰهِ لَئِنْ فُجِعْنَا بِكَ لَا يَكُوْنُ لِلْاِسْلَامِ نِظَامٌ اَبَداً

خدا کی قسم اے ابوبکر اگر تمہاری شہادت ہوگئی تو اسلام کا نظام بچ ہی نہیں سکے گا۔ میرے لیڈر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں تجھے نہیں جانے دوں گا۔ تجھے نبی ﷺ نے بھی پیچھے ہٹا دیا تھا اور پیچھے بھیجا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہاری ابھی باری نہیں آئی تم پیچھے چلو کل امت کی کشتی کو کنارے تم نے لگانا ہے۔ اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھے وہ جملہ آج بھی یاد ہے جو محبوب علیہ السلام نے کہا۔ لہٰذا قصہ کی لڑائی جا کے علی رضی اللہ عنہ کرے گا۔ علی رضی اللہ عنہ کا لیڈر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدینے میں رہے گا۔

یہ انداز ہے محبت کا اور اتنی برتری ذہن پر ہے اور کہنے لگے

لَا يَكُوْنُ لِلْاِسْلَامِ نِظَامٌ اَبَداً

البدایہ والنہایہ: ۶/۳۰۷

کہ سارا اسلامی نظام تمہاری شخصیت میں بند ہے اور اس وقت تم اس کی پوری طرح وضاحت بھی کر سکتے ہو۔ ہم تمہیں بچا کے رکھیں گے، تم یہیں رہو، ہماری درخواست کو قبول کر لو۔ یہ انداز واضح کر رہا ہے کہ ان کے دل میں کتنا پیار تھا اور وہ

marfat.com

اب اس بندے نے پوچھ لیا کہ وہ خلفاء راشدین کون ہیں۔ لگتا ہے وہ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کی کیاریوں کا گلشن کس کی محبت کا ہے۔

وہ اپنے نمبر بنانے کے لئے کہہ رہا تھا کہ تم اوروں کا ذکر کرتے رہتے ہو اوروں کو خلفاء راشدین کہتے رہتے ہو اور بالخصوص یہ بات اس لئے بھی قابل غور تھی کہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت بندہ کھلا مانگتا ہے یہ نہیں کہتا اتنا دے، اتنا دے۔ بلکہ بندہ بے حساب مانگتا ہے تو یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی دعا کی باؤنڈری بنا رہے تھے، اتنا دے جتنا خلفاء راشدین کو دیا۔ لوگوں نے کہا! کھلا مانگا کرو خلفاء راشدین کی حد سامنے رکھ دیتے ہو کہ اتنا دے اور اتنی اصلاح کر جتنی تو نے خلفاء راشدین کی کی ہے، وہ خلفا راشدین کون ہیں:

اِغْرَوْرَقَتْ عَیْنَاہُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ایک تو اس بندے کے سوال پر، کہ اس نکمے کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ میرے لیڈر کون ہیں، یہ پوچھتا ہے خلفاء راشدین کون ہیں۔

اِغْرَوْرَقَتْ عَیْنَاہُ

دوسرا آنکھوں سے آنسو بہانے کا سبب یہ تھا کہ تمہیں پتہ نہیں میں تھوڑا نہیں مانگتا جب یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے خلفاء راشدین جتنا دے دے تو جتنا بندوں کو مل سکتا ہے، سارا مانگتا ہوں چونکہ ان کو کوئی تھوڑا تو نہیں ملا، آپ کی آنکھوں میں آنسو

marfat.com

رضی اللہ عنہ کے ذہن کے اوپر چھایا ہوا تھا، فرماتے ہیں:

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ کاش میرا رب مجھے اس بندے جتنی نیکیاں دے دے اور جب میں دنیا سے جا رہا ہوں جتنی نیکیوں کا جلوس اس کے ساتھ جا رہا ہے۔ اللہ اتنی نیکیاں مجھے بھی عطا فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ جملے طبقات ابن سعد میں موجود ہیں۔ ایک شخص نے آپ سے یہ کہا:

قَالَ رَجُلٌ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَسْمَعُكَ تَقُوْلُ فِی الْخُطْبَةِ

اے علی! جو بھی تمہارا خطبہ ہوتا ہے۔ آپ کے ہر خطبے میں ہم ایک بات سنتے ہیں۔

نَسْمَعُكَ تَقُوْلُ فِی الْخُطْبَةِ

ہم سنتے ہیں تم خطبے میں یہ کہتے رہتے ہو۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ

اے اللہ ہماری بھی ویسی اصلاح فرما جیسی تو نے خلفاء راشدین کی فرمائی ہے۔

اس شخص نے کہا کہ تم خطبے میں یہ پڑھتے ہو اور دعا کے وقت یہ مانگتے ہو تو وہ کون ہیں خلفاء راشدین۔ اب جو ہمارا موضوع ہے وہ میں نے اس جملہ سے اخذ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین سے عقیدت کیا تھی اگرچہ خود بھی خلیفہ راشد ہیں مگر وہ مطلقا جس وقت بیان کرتے ہیں تو اجمالی خود بولتے اور بیان کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ

اے اللہ میری بھی ویسی ہی اصلاح کر دے جیسی تو نے خلفاء راشدین کی کی ہے۔

marfat.com

مشکل کشا اور مدینۃ العلم کے باب حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخ الاسلام کہتے ہوں وہ اسلام کے کتنے بڑے پیر ہوں گے۔ اور دونوں ہمارے شیخ الاسلام ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ مجھ سے پوچھنے والو یہ یاد رکھنا میں ان کا نام لیتا ہوں جو امام الھدیٰ ہیں اور جو شیخ الاسلام ہیں اور ان کی شان کیا ہے، فرمایا:

مَنِ اقْتَدیٰ بِهِمَا عَصَمَ

جو بھی ان کے پیچھے چلا، وہ بچ گیا۔

وہ جہنم سے محفوظ ہو گیا جو ان کا پلہ پکڑ کے ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ بچ گیا۔

مَنْ اتَّبِعَ آثَارَهُمَا هُدِیَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

جو ان کے نقش قدم پہ چلا وہ صراطِ مستقیم پہ چلا۔

پھر فرمانے لگے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَهُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰهِ

جن لوگوں نے ان کو اپنا لیڈر بنا لیا وہ سارے اللہ تعالیٰ کی پارٹی بن گئے۔

وہ حزب اللہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حزب میں آگئے اب یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں جو سند صحیح سے میں بیان کر رہا ہوں اور مستند ماخذ کے حوالے سے بیان کر رہا ہوں۔

یہ ملنگوں نے جو ایسا ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نازیبا باتیں منسوب کرتے ہیں اور ان کے موقف کے خلاف کسی اور کے انداز کے

marfat.com

آ گئے۔ اور آپ بتاتے ہیں کہ خلفاء راشدین کون ہیں۔

کتنا خوبصورت انداز ہے، فرمانے لگے:

هُمَا حَبِيبَايَ أَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ

وہ دونوں میرے محبوب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

ہر خطبے میں ذکر ان کا کرتا ہوں۔ آج کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور ان شخصیات سے جلے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشن پہ نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ہر خطبے کو نا تمام سمجھتے تھے، جب تک ان دو لیڈروں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

هُمَا حَبِيبَايَ أَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ

وہ دونوں میرے محبوب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

إِمَامَا الْهُدٰى وَشَيْخَا الْإِسْلَامِ

دونوں ہدایت کے امام اور دونوں شیخ الاسلام۔

لفظ کتنے پیارے ہیں۔ آج شیخ الاسلام کا لفظ ہم اپنے بزرگوں پر بولتے ہیں۔ ان کا ہمارے نزدیک بڑا ادب ہے جن کو ہم شیخ الاسلام کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جن کو خواجہ صاحب شیخ الاسلام کہتے ہیں وہ ان سے بڑا ادب رکھتے ہیں اور جن کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام سمجھتے ہیں ان کا بہت بڑا ادب ہے اور پھر جس کو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام سمجھتے ہیں ان کا بہت بڑا ادب، اور جن کو شیر خدا،

کرتے تھے۔

نُرِیْدُ اَنْ نُحَرِّرَ القدس عِبْرَ کَرْبلا

ہم کربلا کے راستے قدس کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

اس بھگوڑے نے اپنی تقریروں میں یہ کہہ دیا تھا کہ اگر ہماری حکومت حجاز پر آ گئی تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دونوں یار سوئے ہیں ان کو باہر نکالوں گا۔ ان کی قبروں کو جدا کروں گا، وہ اپنے گمراہوں کی زبان سے جو امام کہلواتا ہے اس کی سوچ کتنی بری تھی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تو کہہ رہے تھے کہ یہ جو قبریں ساتھ ہیں یہ کسی بندے کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل کی وجہ سے ہیں، اور یہ عظمت ظاہر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو شخصیات کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کتنا قرب عطا فرمایا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جو فضیلتیں ہیں، ان کی جو شانیں بیان کی گئی ہیں، ابھی آپ نے وہ روایت سنی جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ

اللہ تعالیٰ میرے عثمان پر رحم کرے۔

تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ

جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

marfat.com

مطابق وہ جو یہودی سازش ہے اس کے مطابق ان متقدمین کو پیچھے ہٹا کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے آگے کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اس موقف پر قائم ہیں کہ مجھے میرے رب نے جو مرتبہ دیا ہے وہ بہت بڑا ہے اور جو مجھے مانے وہ میرے اماموں کو پہلے مانے۔

اگر ہم گہرائی میں جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس انداز میں بہت ساری باتیں موجود ہیں، لیکن وقت مختصر ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مدینہ شریف مسجد نبوی میں بیٹھے تھے، تو کسی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کیا مقام تھا تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی قبروں کی طرف اشارہ کر کے کہا:

بِمَنْزِلَتِهِمَا مِنْهُ السَّاعَةَ

سیر اعلام النبلاء: ۳۳۷/۵

فرمایا:

جواب ان کا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام ہے یہی زندگی میں بھی ہوا کرتا تھا۔

یہ جو قبریں ساتھ ہیں، مزار ساتھ ہیں، ان کا مقام زندگی میں بھی اسی طرح تھا، یہ انداز حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اب سوچئے اہلِ بیت میں ان اصحاب کے ساتھ کتنی محبت، کتنا عشق ہے اور کتنی عقیدت ہے یہاں سے وہ لوگ بھی سبق حاصل کریں جو ایک انقلاب کا شوشہ لے کے اٹھے تھے اور یہ کہا

marfat.com

فصل ہوتے تو اس کی تفصیل کرو۔

اب اس پریس کانفرنس میں جو نوٹ انہوں نے دیا وہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں، وہ بہت بڑی اہم گفتگو تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے بھرے مجمع میں فرمادی، کہنے لگے:

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے خلافت کے لئے لکھ کے دیا ہو تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے لکھ کے دیا ہے تو فرمانے لگے، کہ پھر میرا معاملہ یہ بن جائے گا کہ تصدیق کرنے میں پہلا نمبر بھی میرا تھا اور پھر جھوٹ بولنے میں بھی میرا پہلا نمبر آجائے گا۔

اگر میں یہ کہوں کہ سرکار ﷺ نے مجھے خلافت کے بارے میں کچھ لکھ کے دیا ہے تو یہ وہ پہلا جھوٹ ہوگا جو میں سرکار ﷺ کے بارے میں بولوں گا چونکہ میں جھوٹ نہیں بولتا تو سن لو! مجھے نبی اکرم ﷺ نے خلافت کے بارے میں کچھ بھی لکھ کے نہیں دیا کہ جس کی بنیاد پہ میں دعویٰ کروں کہ میری پہلی خلافت ہے یا میری فلاں نمبر کی خلافت ہے۔ مجھے نبی اکرم ﷺ نے لکھ کے عطا نہیں فرمایا: اس کے ساتھ آپ یہ فرمانے لگے:

لَوْ كَانَ عِنْدِي مِنَ النَّبِي ﷺ عَهْدٌ فِي ذَالِكَ

اگر نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی عہد میرے پاس ہوتا۔

مَا تَرَكْتُ اَخَابَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةٍ وَعُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ يَقُومَانِ عَلَى مِنْبَرِهِ

تو میں بنی تیم کے بھائی کو اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو منبر پر کھڑا ہونے

marfat.com

البدایہ والنھایہ کے اندر ایک گفتگو میں جوان کی ون ٹو ون ملاقات تھی اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ تجھے اللہ نے وہ قرب دیا ایک لحاظ سے تمہارا نبی اکرم ﷺ سے اتنا قرب ہے جتنا پہلی دو شخصیات کا بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے تمہارے عقد میں آئیں۔

یہ شرف کائنات میں کسی بندے کا نہیں، کہ جس کو ایک ہی پیغمبر کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عقد نکاح کا شرف بخشا گیا ہو، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس شرف میں پوری کائنات سے جدا اور تنہا ہیں اور پھر وہ پیغمبر جو سارے پیغمبروں کے بھی پیغمبر ہیں ان کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئی ہیں۔ اس کو بطور خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا لیکن پورا تفصیل کے ساتھ جو عنوان ہے وہ مسند بزاز میں اور تاریخ دمشق میں ہے اور اس کے علاوہ متعدد طرق میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ پہنچے تو بصرہ کے لوگوں نے ایک پریس کانفرنس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور بالخصوص ان میں ابن الکوّاء اور قیس بن عباد یہ دونوں بڑے تیز لوگ تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس وقت اختلاف کا دور چل رہا تھا۔

انہوں نے پوچھا کہ اے حضرت علی رضی اللہ عنہ تم جو امیر بنے ہوئے ہو کیا تمہارے پاس نبی اکرم ﷺ کا لکھا ہوا عہد ہے کہ تم نے امیر بننا تھا یا ویسے ہی تم امیر بنے ہو، تمہارے پاس کوئی سرکار ﷺ کی وصیت ہے کہ جس کی وجہ سے تم امیر ہو تو پھر تمہیں پہلے ہونا چاہیے تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے تم خلیفہ بلا

marfat.com

وَلَمْ یَمُتْ فَجَاءَۃً

اور اچانک بھی فوت نہیں ہوئے۔

کہ آپ کی طبیعت بالکل صحیح ہو اچانک دورہ پڑا تو آپ تشریف لے گئے ہو۔ فرمایا ایسا بھی نہیں ہوا۔ نہ شہید ہوئے اور نہ اچانک موت آئی بلکہ کئی دن تک رسول اکرم ﷺ بیمار رہے اور اس بیماری میں بھی امت کے لئے رحمت تھی اگر اچانک چلے جاتے تو پھر کوئی شک پیدا کرتا، اگر شہید ہو جاتے تو پھر کوئی شک پیدا کرتا۔ محبوب ﷺ کئی دنوں تک بیمار رہے، اس میں ایک سبق تھا کہا:

مَکَثَ فِی مَرْضِہٖ اَیَّامًا وَلَیَالِیَ یَاتِیْہُ الْمُؤَذِّنُ

آپ کئی دن تک بیماری کی حالت میں رہے، ہر نماز کے وقت مؤذن آتا تھا اور کہتا تھا یا رسول اللہ ﷺ اذان ہو گئی ہے۔

تو سرکار ﷺ فرماتے:

مُرُوْ اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

ابو بکر کو کہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

اگر اذان ہو گئی ہے تو امام بھی میں نے امت کو دے دیا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ جماعت کرائے۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فلسفہ بڑا تیز ہے۔ ایک جگہ تقریر میں یہ فرما دیا۔ کہنے لگے۔ میں کوئی بیمار نہیں تھا اور میں غیر حاضر بھی نہیں تھا اگر میں بیمار ہوتا تو کوئی کہتا چونکہ حضرت علی بیمار تھے، اگر صحت مند ہوتے تو مصلی ان کا تھا اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غیر حاضر تھے اگر پاس

marfat.com

کیسے دیتا۔

سرکار ﷺ نے اگر مجھے فرمایا ہوتا تو میں ان کو اپنی چادر سے مار کے نیچے اتار دیتا مگر میں نے نہیں اتارا اور میں نے ان کے ہاتھ پہ بیعت کی ہے اس واسطے کہ میں ڈرپوک نہیں ہوں میں شیرِ خدا ہوں اور جو سرکار ﷺ کا حکم تھا میں نے اس کا احترام کیا ہے۔

لہٰذا میرے پاس خلافت کے بارے میں کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہے اگر ہوتا تو پھر تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو اگر کوئی عہد ہوتا اور پھر میں نے حق نہیں لیا میں نے ان تین کو چھوڑ دیا پھر تو تم مجھے بزدل سمجھتے ہو میں بزدل نہیں ہوں مجھے کوئی ایسا عہد سرکار ﷺ نے نہیں دیا۔ اگر دیا ہوتا تو پھر میں ان کو نبی ﷺ کے منبر پر کھڑا ہی نہ ہونے دیتا۔ میں خود خطبے دیتا، میں خود امیر ہوتا۔ اگر میں نے ایسا کام کیا ہے اور میں نے بیعت کی ہے تو جان لو یہی تعلیم نبوی کا حکم تھا جو میں نے پورا کر کے دکھایا ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

ہوش سے بات کرنی چاہیے پہلے غور کر لیا کرو پوچھ کیا رہے ہو۔ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ معاذ اللہ قتل نہیں ہوئے کہ اچانک شہید ہو گئے اور پیچھے کا نظام ہنگامی صورتحال میں نافذ ہو گیا ہو، ایسا نہیں ہوا۔ کہنے لگے:

لٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُقْتَلْ قَتْلًا

آپ ﷺ شہید نہیں ہوئے۔ اپنی طبعی وفات کے مطابق دنیا سے تشریف لے گئے۔

marfat.com

هُوَ يَرَى مَكَانِي

حالانکہ آپ ﷺ میرے مرتبہ کو دیکھ رہے تھے

میرے نبی اکرم ﷺ تو مجھے جانتے ہیں کہ انہوں نے مجھے کیا بنایا ہے۔

سرکار ﷺ نے مجھے جانتے ہوئے بھی کہ میں نے علی کو کیا بنایا ہے پھر بھی آپ نے مجھے مقتدی سمجھا ہے، مجھے امت کا امام نہیں بنایا۔ میرے پاس ہوتے ہوئے بھی امت کی امامت کے لئے میرے محبوب ﷺ نے مجھے نہیں کہا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہنے لگے۔ میں تو اس بات کا بھی گواہ ہوں کہ جو لوگ کھینچ کھینچ کے باتیں بناتے ہیں کہ کسی نے صدیق اکبر کی خلافت گھڑ لی ہے۔ فرمایا: میں اسکا گواہ ہوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں کہ جب گھر میں میٹنگ ہو رہی تھی تو انہوں نے مخالفت کی تھی، کہنے لگیں، اے محبوب ﷺ! میرے ابا جی بڑے نرم دل ہیں وہ تمہارے مصلے پہ تو کھڑے نہیں ہوسکیں گے۔ ان کو ہجر ستائے گا اور یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں ان سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہلوایا تھا تم نبی اکرم ﷺ کو کہو کہ کسی اور کو کہیں کہ وہ جماعت کرائے میرے ابا جی کو مصلے پر کھڑا نہ کریں وہ رقیق القلب ہیں۔ آنسو بہتے رہیں گے، وہ جماعت نہیں کرا سکیں گے تو میرے محبوب ﷺ نے کیا جواب دیا:

اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ

تم حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود عورتوں کی طرح ہو یعنی اپنی بات

marfat.com

ہوتے تو مصلی ان کا تھا۔ فرمایا ان دونوں باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ میں اس وقت پاس بھی تھا، صحت مند بھی تھا، مگر مجھے سرکار ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم جماعت کراؤ بلکہ مجھے یہ کہا ہے کہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔ فرمانے لگے میں اپنے منہ سے ان کو جا کے پیغام دیتا رہا ہوں تو پھر میں ان کے خلاف کیسے بول سکتا ہوں۔ مجھے اور میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو سرکار ﷺ نے فرمایا تھا:

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

تم میرے خاندان کے اہم بندے ہو، جاؤ: تم جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ میرا پیغام دو تاکہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ کسی عام بندے نے جا کر کہہ دیا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جماعت کرادی تھی، تم دونوں جاؤ اور جا کے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ آج مصلی نبوت پر تم کھڑے ہو جاؤ اور جماعت کراؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں کئی دن جماعت نہیں کرائی۔ موذن آ کے کہتا تھا اب کیا کریں جماعت کا وقت ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں پاس بیٹھا تھا مجھے تو نہیں کہا کہ اٹھو تم جماعت کراؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر گھر میں بھی ہوتے تھے تو فرماتے ان کو بلا کے لاؤ تاکہ وہ جماعت کرائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَیَاْمُرُ اَبَابَکْرٍ فَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ وَھُوَ یَرٰی مَکَانِیْ

پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ آپ لوگوں کو جماعت کرائیں۔ آگے والے لفظ بڑے قابل غور ہیں کہ سرکار ﷺ کو تو معلوم ہے کہ میں کیا ہوں۔

marfat.com

ہم نے میٹنگ کی کہ کیا کرنا چاہیے؟

فَاخْتَرْنَا لِدُنْیَانَا مَنْ رَضِیَہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ لِدِیْنِنَا

سیر اعلام النبلاء: ۲-۶۲۹/۱-۶۳۰، تاریخ دمشق: ۴۴۱/۴۲

پس ہم نے اپنی دنیا کے لئے اس کا انتخاب کیا جس کا انتخاب رسول اکرم ﷺ نے ہمارے دین کے لئے کیا تھا۔

یہ جملہ بھی کروڑوں جملوں کے ہم پلہ ہے اس مجمع میں کہ جس میں کچھ لوگ یہ بھی نعرہ لگاتے تھے کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم خلیفہ بلافصل ہو اور تمہارا پہلا نمبر ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو، میں بتاتا ہوں کس کا پہلا نمبر ہے ہم نے بیٹھ کے میٹنگ کی کہ سرکار ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہوگا ہم نے جب سوچا تو ہم نے فیصلہ کر دیا:

فَاخْتَرْنَا لِدُنْیَانَا

ہم نے اپنی دنیا کا لیڈر اسے بنایا جس کو سرکار ﷺ نے ہمارے دین کا لیڈر بنایا تھا۔ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہی نہیں، کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سرکار ﷺ بڑا کام تو خود کر گئے ہیں کہ مصلی جوان کو دے گئے ہیں۔

فَاخْتَرْنَا لِدُنْیَانَا

ہم نے اپنی دنیا کے لئے پسند کر لیا۔

مَنْ رَضِیَہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ لِدِیْنِنَا

جس بندے کو سرکار ﷺ نے پسند فرمایا تھا ہمارے دین کے لئے۔

دین کا لیڈر سرکار ﷺ جس کو بنا کے گئے تھے ہم نے کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ

marfat.com

بنوانے کی ضد کر رہی ہو

مطلب یہ تھا فرمایا تمہیں یہ نہیں پتہ جو میں دیکھ رہا ہوں جب میری امت کا کوئی بھی بوجھ نہیں اٹھائے گا، اس وقت یہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھائے گا۔ حکمتیں جانتے تھے۔

واضح کیا تمہارے جھگڑے وہ ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں عورتوں کے تھے۔ چپ ہو جاؤ جو میں نے حکم دیا اس پر عمل کرو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میری جگہ میرے مصلے پہ کھڑے ہو کے جماعت کرائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی گواہی دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو خود چاہتی تھیں کہ کوئی اور جماعت کرائے مگر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی اور نہیں بلکہ اگلے یہ لفظ ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نہیں مانتا کہ کوئی اور جماعت کرائے۔ یہ میری اپنی مرضی نہیں، بلکہ میرے رب کی مرضی یہ ہے کہ جو پہلے دن سے ساتھ ہے اور جس کی سب سے زیادہ ہم نے تیاری کروائی ہے آج امت کے کارواں کا لیڈر وہ بنے گا۔ جس وقت یہ باتیں ساری ہو گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

لَمَّا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِیَّهٗ

جب وہ تلخ لمحہ آ گیا کہ رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

کہتے ہیں۔

نَظَرْنَا فِی اُمُوْرِنَا

marfat.com

کی خلافت۔

تو سیاست کے لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں اور ولایت کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں۔ یہ ایک نئی بدعت گھڑی جارہی ہے اور اس کو پوری طرح رد کرنا ضروری ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو مصلی کو اصل بنارہے ہیں تو کیا مصلی کے لئے سیاست کی ضرورت ہوتی ہے یا تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو پتہ چلا جو مصلے کا امام ہے وہ ولایت کا بھی امام ہے، سیاست کا بھی امام ہے۔

اس واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل حکومت کے لحاظ سے ہی نہیں تھے، رب ذوالجلال کی عطا سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعیین سے وہ شریعت وطریقت، طہارت وتقویٰ کے لحاظ سے بھی پہلے نمبر پر تھے۔ حکومت چلانے کے لحاظ سے بھی پہلے نمبر پر تھے۔ اب یہاں جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پریس کانفرنس میں یہ بیان کیا، فرمانے لگے:

فَبَایَعْنَا اَبَابَکْرٍ

ہم سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

کیوں ان کی بیعت کی، فرمانے لگے:

وَکَانَ لِذَالِكَ اَھْلاً

اہل سمجھ کے ہم نے ان کی بیعت کی۔

وَلَمْ یَخْتَلِفْ عَلَیْهِ مِنَّا اِثْنَانِ

marfat.com

ہم نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے دنیا کا بھی لیڈر اسے بنادیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر کتنی معنیٰ خیز ہے اور فرمانے لگے:

كَانَتِ الصَّلٰوةُ اَصْلَ الْاِسْلَامِ

جب نماز انہوں نے پڑھائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھانا کوئی آسان کام ہے جن میں تقویٰ کے اتنے اتنے پہاڑ ہوں اور جن میں تصوف اور دین کی مہارت کے ہمالہ ہوں ان کے آگے کھڑا ہونا کوئی آسان بات ہے، فرمانے لگے۔ وہ نماز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کئی دن پڑھاتے رہے جو نماز اصل الاسلام ہے۔ اسلام کی جڑ کی قیادت انہوں نے کی اور پھر

وَهِيَ اَعْظَمُ الْاَمْرِ

سب سے بڑا کام اسلام کا نماز ہے۔

وَقِوَامُ الدِّيْنِ

اور دین قائم ہی نماز پر ہے۔

تو جس نقطہ پہ دین قائم ہے اس نقطہ کے نیچے ان کا سر ہے اور اس کے اوپر دین کا ستون ہے، لہٰذا ہمارے پاس ہوتے ہوئے جس بندے کو نماز میں ہمارا لیڈا بنایا گیا ہے، دنیا والو! ان کا پہلا نمبر ہے۔ دین میں بھی پہلا نمبر ہے، دنیا میں بھی پہلا نمبر ہے۔

یہاں آج لوگوں میں غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے۔ کچھ تو ویسے ہی پہلے لوگ تشیع کی وجہ سے بگڑے ہوئے ہیں لیکن کچھ لوگ ہمارے اندر سے خراب ہو رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ دو خلافتیں ہیں ایک ہے ولایت کی خلافت اور ایک ہے سیاست

marfat.com

اگر وہ کچھ مجھے دیتے تھے تو میں وہ لے لیتا تھا۔

وَاَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِی

اور وہ مجھے لڑاتے تھے تو میں لڑ جاتا تھا

یعنی ان کے اشارے کا میں پابند تھا اس طرح میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔

وَاَضْرِبُ بَیْنَ یَدَیْہِ الْحُدُوْدَ بِسَوْطِی

اگر انہوں نے مجھے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ فلاں فلاں بندہ مجرم ہے اٹھو ان کو کوڑے مارو تو میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر جلادوں والے کام بھی کئے ہیں میں ان کے کہنے پر کوڑے مارتا رہا، سزائیں نافذ کرتا رہا ہوں مطلب یہ تھا کہ میں نے اپنا کوئی تکبر نہیں بنا کر رکھا کہ میں بہت کچھ ہوں اگر چہ بیعت تو کرلی ہے مگر میں ان سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ کہتے ہیں ہر کام جو ایک عام صحابی نے امیر المومنین کی اطاعت میں کیا ہے وہی کام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے۔

فَلَمَّا قُبِضَ

جب ان کا وصال ہو گیا

وَلّٰی عُمَرَ

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ خلیفہ بنا دیا۔

تو ہم نے ان کا بھی وہ ادب کیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا اور ان کا وہی وطیرہ تھا وہی لفظ سارے استعمال کئے کہ ان کے کہنے پر میں جہاد میں جاتا رہا ہوں،

marfat.com

لاکھ سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے دو بھی ایسے نہیں تھے کہ جنہوں نے اس فیصلہ کا بائیکاٹ کیا ہو بلکہ سب نے اس پر اتفاق کیا اور سب نے مل کر بیعت کی اور مل کے ہم سب نے فیصلہ کیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے پہلے نمبر پر قائد ہیں۔

وَلَمْ يَشْهَدْ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَمْ نَقْطَعْ مِنْهُ الْبَرَاءَةَ

کبھی بھی ہم نے ان سے براۃ نہیں کی کہ کبھی ہم نے ان پر عدم اعتماد کیا ہو کہ پہلے تو ان کو امام بنایا ہو پھر عدم اعتماد کیا۔ فرمایا۔ عدم اعتماد بھی نہیں کیا۔

فَأَدَّيْتُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ حَقَّهُ

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا حق دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو حق کارکن اپنے لیڈر کو دیتا ہے میں نے وہ حق ان کو دیا میں نے ان کو لیڈر مانا ہے اور میں نے ان کو لیڈر والا حق دیا ہے۔

فَعَرَفْتُ لَهُ طَاعَتَهُ

میں ان کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا میں نے ان کی اطاعت کی ہے۔

وَغَزَوْتُ مَعَهُ فِي جُنُودِهِ

میں ان کی فوجوں کا سپاہی بن کے جہاد پر جاتا رہا ہوں میں نے کارکن کی طرح ان کی اطاعت کی ہے۔

وَكُنْتُ اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِي

marfat.com

ہاتھ اور ایک ہاتھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بھی حلف لیا، کہا اگر تجھ پر میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو تم پر اطاعت لازم ہے، اس بات کو مانتے ہو۔

تو میں نے کہا، میں مانتا ہوں۔

اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حلف لیا کہ اگر میں نے تم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تو کیا اطاعت کرو گے؟ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا۔

ہاں میں اطاعت کروں گا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب یہ باتیں مکمل ہو گئیں۔

ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ ابْنِ عَفَّانَ فَضَرَبَ بِیَدْہٖ عَلٰی یَدِہٖ

حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ انکے ہاتھ میں دیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حلف اٹھا چکا تھا اور میں اس کی پابندی کرنے والا تھا۔ فرمایا:

فبایعنا عثمان

ہم نے حضرت عثمان کی بیعت کی اور دو کا بھی ہمیں اختلاف نہیں تھا

ہم نے ویسے ہی مانا ہے جیسے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مانا اور ہم نے پوری طرح اطاعت کی، وفاداری کی۔ دو بندے بھی ہم میں سے ایسے نہیں تھے کہ جن کا

marfat.com

میں نے مجرموں کو کوڑے مارے، میں نے ان کی ہر وقت اطاعت کی ہے۔

ان کے بارے میں وہی لفظ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے بولے تھے استعمال کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی لیڈر مانا، اور ان کی اطاعت میں دو بندے بھی ایسے نہیں تھے کہ جنہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شک کیا ہو۔ ہم نے مل کر انہیں اپنا لیڈر منتخب کیا تھا۔

فَلَمَّا قُبِضَ

جب ان کا وصال ہو گیا۔

تو انہوں نے چھ حضرات کو معین کیا تھا ان میں میرا نام بھی تھا یہاں بڑی لطیف بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اس وقت مجھے خیال آرہا تھا کہ میرا سرکار ﷺ سے تعلق بڑا گہرا ہے، میری رشتہ داری ہے، میری بڑی خدمات ہیں اور دل میں خیال آیا کہ اب باری میری ہونی چاہئے۔ مگر میں نے سوچا اگر میں خود مانگ کے لوں گا یا خود بن جاؤں گا تو قیامت تک Dectatership اور اس طرح کی جو صورت حال ہو گی اس کا مجھے جواب دینا پڑے گا، جتنی حکومتیں بنیں گی اگر مجھ سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نہیں دی، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نہیں دی۔

میں نے اس خیال کو مسترد کر دیا یہاں تک کہ وہ جب چھ لوگوں کی خصوصی میٹنگ جاری تھی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ میں میرا

marfat.com

یہ ہی ایک عافیت کی دلیل ہے اسی پر ہمارے اسلاف قائم ہیں۔ ساری امت کا یہی مذہب رہا ہے۔ اب اس میں مزید کسی انداز کو اپنانا بالکل درست نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ہمیشہ گواہی دیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے:

لَا یَجْتَمِعُ حُبِّیَ وَبُغْضَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ

الصواعق المحرقۃ: ص: ٦١

کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عداوت، جمع نہیں ہو سکتے۔

فرمایا کسی مومن کا سینہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس سینے میں میری تو محبت ہو اور میرے یاروں کی دشمنی ہو۔ فرمایا جس سینے میں میری محبت ہوگی وہاں میرے ان دو قائدین، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بھی محبت ہوگی۔

اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سینے عطا فرمائے ہیں کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی محبت ہے اور جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ قائد مانتے ہیں، ان کی بھی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فکر کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

marfat.com

اختلاف ہو۔ ہم نے بالاتفاق ان کو امیر مان لیا اور ان کے سامنے بھی میں کارکن بن کے کام کرتا رہا۔ میں نے ان کے کہنے پر حدود بھی نافذ کی ہیں، کوڑے مارے ہیں اور ان کے جھنڈے کے نیچے میں نے جہاد کیا ہے اور اس انداز میں جب تک وہ مسند خلافت پہ موجود رہے ہیں، میں بحیثیت ورکر ان کی حکومت کا ایک حصہ بن کر کام کرتا رہا ہوں۔

یہ تینوں حضرات کی خلافت کے لئے جو سیاسی صورتحال تھی، وہ بھی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کردی اور اس میں بھی کسی کو اب پنچر لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں حضرات کی خلافت کو بے غبار مانتے تھے۔ خلافت کو خلافت سمجھ کے اس میں کام کرنا عبادت سمجھتے تھے اور اس انداز میں انہوں نے کام کیا ہے اور کرتے رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو حق تھا اور اب جو سوال تھا اس کا جواب دے رہے ہیں کہ میرے پاس لکھا ہوا کچھ نہیں تھا لیکن اب میں خلیفہ اس لئے ہوں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اب کوئی ایسا نہیں ہے کہ یہ امانت جس کے ذمے کردی جائے۔ اگر میں کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں خیانت کروں گا۔ لہٰذا میں نے اپنی خلافت کا اعلان کردیا ہے۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انداز فکر ہے اور پوری گفتگو میں اپنی بات کو پوری طرح واضح کیا کہ ہمارا نظریہ کیا ہونا چاہئے، عقیدہ کیا ہونا چاہئے۔ یہ ترتیب ہے اور

marfat.com

یہ خلفاء راشدین ہیں جن کو عمومی طور پر خلافت راشدہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور شرف صحابیت ان کو حاصل ہے ان کے بارے میں کسی طرح کے نازیبا الفاظ کا استعمال ناجائز ہے بلکہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان کا بیعت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کے ایمان کے بھی معترف تھے اور ان کی شان کے بھی معترف تھے اس پر جب ان پر اعتراض ہوا کہ اے امام حسن رضی اللہ عنہ تم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کیوں کی تو انہوں نے حدیث پیش کی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّ ابْنِی هٰذَا سَیِّدٌ

میرا یہ بیٹا سردار ہے

لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

بخاری شریف: ۳۷۳/۱

یہ مسلمانوں کی دو بڑی عظیم پارٹیوں میں صلح کروائے گا۔

تو فرمانے لگے میری رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ ڈیوٹی تھی اور میں نے وہ صلح کروا کے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے دیے ہوئے فریضے کو پورا کر دیا ہے۔

marfat.com

سوالات وجوابات

☆ کیا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین اور اہلبیت کے درمیان رشتہ داریاں ہوئیں؟

جواب: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت اور خلفاء راشدین کے درمیان رشتہ داریاں ہوئی ہیں، اس کی گواہی یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ مَرَّتَیْنِ

ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دوہرے باپ ہیں۔

کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے قاسم اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔

سیر اعلام النبلاء: ۴۳۸/۶

☆ خلفاء راشدین کی تعداد کتنی ہے اور وہ کون کونسے ہیں؟

جواب: اتفاقی مسئلہ کے حوالے سے یہ بات ہے کہ خلفاء راشدین چار ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 8

ماں کی شان اور امتحان

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کیوں کہا تھا کہ ہمارے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے؟

جواب: تاریخ کے اندر کچھ غلط رطب و یابس کو شامل کر دیا گیا ہے۔ اصولی لحاظ سے ایسا کوئی اختلاف نہیں تھا اس واسطے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گواہی دی تھی۔

يَا عُثْمَانُ اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِن ارادوك على خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ

مشکوۃ شریف: ۵۶۲

اے عثمان! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔

اگر منافقین وہ قمیص اتارنا چاہیں تو منافقین کے کہنے پر نہ اتارنا۔ یہاں تک کہ تمہاری ملاقات مجھ سے ہو جائے۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی برحق ہے اور خلافت میں ان کا موقف بھی برحق ہے ان کے خلاف نکلنے والے باغی اپنے موقف میں غلط تھے اور کسی طرح بھی ان کے موقف میں صداقت نہیں تھی اور نہ ہی ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی حمایت حاصل تھی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے مکمل برات ثابت کرتے رہے ہیں۔

marfat.com

عقیدہ اہلِ سنت نہایت ہی معزز و محتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے اس پرنور پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ماں کی شان اور امتحان

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کو وہ مرتبہ اور مقام دیا ہے۔ سمندروں کا پانی اپنی گہرائی کے باوجود خشک ہوسکتا ہے مگر ماں کے دل میں جو شفقت ہے اس کا پانی اپنی اولاد کے لئے کبھی خشک نہیں ہوتا۔

انسان کو کسی شجر سایہ دار کے نیچے بیٹھنے سے وہ چین میسر نہیں آتا جو راحت اس کو ماں کے دامن سے میسر آتی ہے۔ انسان کے سر سے بہت بوجھل گٹھری اتارنے سے اس کو اتنی راحت محسوس نہیں ہوتی جتنی راحت اس کو ماں کے دست شفقت سے حاصل ہوتی ہے۔

انسان کائنات میں کتنی ہی بڑی کرسی پر بیٹھ جائے تو اس کو اتنی بلندی میسر نہیں

marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخر موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامی بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودت، حاملینِ

gave birth him pain.

''ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم کیا اس کی والدہ نے اس کو درد کے ساتھ اٹھائے رکھا اور اس نے درد کے ساتھ اس کو جنم دیا۔''

قرآن مجید کا یہ مضمون اور یہ مقام میں نے اس موضوع کے لئے اس لئے منتخب کیا ہے کہ امام رازی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔ احقاف کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں کا ذکر کیا یعنی والدین کا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ یعنی دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔

دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ بطور خاص والدہ کا ذکر فرما رہا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا

اس کی والدہ نے اس کو تکلیف کے باوجود محفوظ رکھا۔ اور اٹھائے رکھا۔

وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا

اور وقت آنے پر اس کی والدہ نے درد کے ساتھ جنم دیا۔

تو امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تعمیم کے بعد جو تخصیص کی ہے تو اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ والدہ کا مرتبہ باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ پہلے دونوں کا ذکر کیا پھر ان دو میں سے والدہ کو جدا ذکر کیا۔ چونکہ اولاد کے لئے اس کی مشقت زیادہ ہے، اولاد پر اس کا احسان زیادہ ہے۔ وہ مدت حمل کی تکلیف ہو، مصائب ہوں یا وضع حمل۔ وقت

marfat.com

آتی جتنی بلندی اس کو اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھنے سے میسر آتی ہے۔ اسے کائنات کے کسی لقب میں، دنیا کی کسی عزت میں اور دنیا کے کسی ایوارڈ سے ایسا سرور نہیں ملتا جو سرور اسے اپنی ماں کے بولے ہوئے مختصر سے جملے سے میسر آتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کے اور عمر کے کسی حصے میں پہنچ چکا ہو اس کو اپنی ماں سے اسی پیار کی طلب ہوتی ہے جو ایک چھوٹے سے بچے کو اپنی ماں سے تقاضا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس کی ماں کو بہت بڑا ابر کرم بنایا ہے۔ اور رحمت کا سائبان بنایا ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرت کو کہ جن کی مائیں زندہ ہیں انہیں یہ نعمت تادیر عطا فرمائے رکھے اور میرے سمیت سب کی مائیں جو زندہ ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ طویل زندگی عطا فرمائے۔

اور جن کی ماؤں کا وصال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے صدقے فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

جن کے والدین زندہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو طویل زندگی عطا فرمائے اور جن کے والدین وصال فرما چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر والدین کا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا

And we commanded man to do good with his parents. His mother bore him with pain and

یہ حدیث شریف موجود ہے:

اَلْمَرْاَۃُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدَةٍ   النہایہ: ۲۹۶/۱

اگر کوئی عورت ولادت کے درد کی وجہ سے فوت ہو جائے تو اسکو شہید قرار دیا جائے گا۔

یعنی وہ عورت کہ جس کے پیٹ میں بچہ فوت ہو گیا اور اس کی اپنی زندگی بھی نہ بچ سکی اس کو جمع کہا جاتا ہے۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید قرار دیا۔ اس کو شہادت کا اجر ملے گا۔ اس مقام پر آپ کا جو فرمان کنز العمال میں موجود ہے۔ وہ ماں کی عظمت کے چودہ طبق روشن کرنے کے لئے کافی ہے۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے:

اَلْمَرْاَۃُ اِذَا حَمَلَتْ كَانَ لَهَا اَجْرُ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْمُخْبِتِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کنز العمال: ۴۱۲/۱۶

ایک عورت جو مومنہ ہے مسلمہ ہے اور سنت کے سہارے سے سنت کے بعد وہ ایک بچے یا ایک بچی کی ماں بننے والی ہے اور مدت حمل گزر رہی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی پوری مدت میں نو مہینے تک اللہ تعالیٰ اس کو چار عظیم مردوں کا اجر عطا فرمائے گا۔

چار عظیم مرد کون سے ہیں۔ فرمایا:

اَلصَّائِمِ الْقَائِمِ الْمُخْبِتِ الْمُجَاهِدِ

marfat.com

ولادت کا درد ہو یا اس کے بعد مدت رضاعت کی قربانی ہو۔

چونکہ دودھ کے لحاظ سے بچے کی نگہبانی اور اس کے بعد بچے کے آرام کا خیال کرنا خود تر بستر پر ہونا اور بچے کو خشک بستر دے دینا۔ رات دن اس کی حفاظت کرنا اور اس کی تربیت کرنا یہ ساری مشقتیں والدہ برداشت کرتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس ماں کا ذکر بالخصوص آخر میں کیا ہے۔ ایک تو احسان والدین کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور پھر بالخصوص والدہ کا علیحدہ ذکر فرمایا۔ جس طرح کہ آپ سورۃ القدر میں دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ

اترتے ہیں فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام۔

حالانکہ جبریل بھی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے تو الملائکۃ میں ان کا ذکر آ گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جو ملائکہ میں ان کی امتیازی شان ہے۔ اس کے پیش نظر ان کا علیحدہ تذکرہ بھی فرما دیا۔

تو اگرچہ والدین میں والدہ کا ذکر بھی آ گیا اور حسن سلوک کا تذکرہ بھی آ گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی شان کو ظاہر کرنے کے لئے اس کو مستقل طور پر بھی ذکر فرمایا ہے۔

والدہ کا مرتبہ اور مقام اور اس لحاظ سے قرآن مجید برہان رشید کی جو تشریحات ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے جو فرامین ہیں ان کو سامنے رکھیں تو یہ ساری حکمتیں اجاگر ہوتی ہیں کہ والدہ کو یہ مقام کس لئے دیا گیا۔ یہاں تک کہ النہایہ میں

marfat.com

ایسے ہی فرمایا کہ جس وقت اس کی تکلیف کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے، جب بچے کی ولادت کا وقت آتا ہے۔

اِذَا ضَرَبَهَا الطَّلَقُ

جب اسے درد ہوتا ہے۔

طلق اس درد کو کہا جاتا ہے جو ولادت سے پہلے اور ولادت کے وقت ہوتا ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَاتَدْرِی الْخَلَائِقُ مَالَهَا مِنَ الْاَجْرِ

جب وضع حمل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

كَانَ لَهَا بِكُلِّ مَصَّةٍ اَوْ رَضْعَةٍ اَجْرُ نَفْسٍ تُحْيِيهَا

کنز العمال: ۱۶/۴۱۲

مدت رضاعت کے اندر جتنی دیر تک وہ بچہ یا وہ بچی اپنی والدہ کا دودھ انہوں نے پینا ہے۔ ہر گھونٹ کے بدلے اللہ تعالیٰ اس مومنہ عورت کو جس کا دودھ بچہ پی رہا ہے ہر گھونٹ کے بدلے اللہ تعالیٰ اس ماں کو ایک جان زندہ کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ ایک جان کو زندہ کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔

مدت رضاعت میں دو ہزار گھونٹ یا پانچ ہزار گھونٹ یا دس ہزار گھونٹ ایک بچہ اپنی والدہ کے پی رہا ہے۔ اگر چہ والدہ خود خوش ہوتی ہے اگر وہ نہ پلائے تو اس کو

marfat.com

یعنی وہ بندہ جو ساری رات عبادت کرے، سارا دن روزہ رکھے، روزانہ رکھے، پھر تلوار لے کر کفار کے خلاف جہاد بھی کرے اور اس سارے عمل کے اندر اللہ کا متواضع بندہ بھی رہے۔

ایسے انسان کو جتنا اجر ملتا ہے اتنا اجر نو مہینے تک اس عورت کو ملے گا جو ایک بچے کی ماں بننے والی ہے۔

اَجْرُ الصَّائِمِ

ایک انسان کے لئے کتنا مشکل ہے کہ وہ روزانہ روزہ رکھے، پھر روزہ رکھ کے وہ جہاد بھی کرے اور رات اس کی مصلی پر ہو۔ یہ ساری صورت حال رسول اکرم ﷺ کے سامنے ہے اور وہ وجہ کہ جس کی بنیاد پر ماں کا حق زیادہ بنتا ہے اور اس کی تعظیم زیادہ اور اس کا مقام زیادہ ہے۔ محبوب علیہ السلام نے اپنی حدیث میں یوں اجاگر کر دیا اور قیامت تک کے لئے ایک مومنہ کو ایسا مرتبہ دیا کہ وہ کبھی بھی غیروں کے جھانسے میں نہ آئے کہ جو کہیں کہ ہم خواتین کو بڑے حقوق دے رہے ہیں اور ہمارے ہاں خواتین کی بڑی شان ہے جن کے ہاں عورت کو معاذ اللہ ایک کمرشل چیز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

محبوب ﷺ نے مسلم خاتون کو یہ واضح کیا کہ ہمارے ہاں تیرا اتنا مرتبہ و مقام ہے کہ یہ مدت جو مدت حمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاتون کو گھر بیٹھے مجاہد کا ثواب بھی ملے گا، روزے دار کا ثواب بھی ملے گا اور متہجد کا ثواب بھی ملے گا اور ساری رات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے صوفی کا ثواب بھی دے دیا جائے گا۔

marfat.com

دودھ جب تک اس کا بچہ پی رہا ہے ہر گھونٹ پر ایک جان کے زندہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

وَاِذَا فَطَمَتْ

جب وہ اپنے بچے کا دودھ چھڑاتی ہے اور فارغ ہو جاتی ہے۔

ضَرَبَ الْمَلِكُ عَلٰى مَنْكِبِهَا

پھر اس کے کندھے پر فرشتہ ہاتھ رکھتا ہے۔

وہ کہتا ہے:

اِسْتَأْنِفِي الْعَمَلَ

کنز العمال: ۱۶/۴۱۲

جس عمل سے تم پہلے گزری ہو اس کو دوبارہ شروع کرو۔

یہ سارا جتنا بھی اس کی زندگی کا مرحلہ ہے اور تولید کے لحاظ سے جو اس کی شان ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر پسند کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے اجر کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کر دیا ہے کہ جس سے پتہ چلتا ہے ماں تو ایک نیکیوں کا مرکز ہے کہ کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ اس کو ضرور نیکی عطا فرما رہا ہے۔

اس کے بعد ماں کا مقام دیکھنے کے لئے پہلے ہم اس موضوع کو سامنے رکھتے ہیں۔

نبوت اور اطاعت والدہ

انسانوں میں سب سے بڑی شان پیغمبروں کی ہے۔ عام لوگوں میں مومن افضل ہے، مومنوں سے ولی افضل ہے، ولیوں میں نبی افضل ہیں، نبیوں میں سے رسول افضل

marfat.com

چین نہیں آتا اور اس کی طبیعت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے جگر پارہ کو دودھ پلائے لیکن چونکہ اس نے اسلام کی چادر اوڑھی ہے اور سنت طریقے سے وہ اس منصب پر فائز ہوئی ہے تو پاک محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اس کو اتنا اجر دیا گیا کہ جتنے گھونٹ دودھ کے اس کا بیٹا یا بیٹی وہ پیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک جان زندہ کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

لہٰذا اسلام میں ہر ماں کئی جانوں کو زندہ کرنے والی قرار پائی ہے۔ چونکہ جب اس کی اولاد ہے تو یقیناً اولاد اس کا دودھ پیتی ہے اور دودھ پینے کی وجہ سے اس کو اجر و ثواب ملتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا اعلیٰ وقار و مرتبہ ہے ماں کے لئے۔ جو بظاہر کام اپنا کر رہی ہے۔ اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے کوٹے میں اتنی بڑی نیکیاں شمار ہو رہی ہیں۔ ایک جان کو زندہ کرنے کی جو نیکی ہے اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا اور یہ گھر بیٹھی اپنے بستر پر لیٹی اپنے گھر میں بغیر کسی تکلیف کے روزانہ سینکڑوں جانوں کو زندہ کرنے کا ثواب لیتی ہے۔

جس دین سے اتنا ثواب ملتا ہے وہ دین دنیا کا کامل ترین دین ہے۔

یہ اسلام ہے جو کائنات میں اس بات کو عام کر رہا ہے کہ جتنی عظمت اسلام نے ایک خاتون کو دی ہے اتنی عظمت اور وقار دنیا کے بنائے ہوئے کسی قانون اور ضابطے میں کہیں بھی کسی عورت کو عطا نہیں کیا گیا۔ اب یہ جو وجہ تھی۔

حَمَلَتْهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

اس کی وضاحت حدیث شریف سے بھی سامنے آ گئی۔

marfat.com

اور میرے رب نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔

مَادُمْتُ حَيًّا

جب تک میں زندہ ہوں میں یہ کام کرتا رہوں گا۔

اب بڑی بڑی جو نبوت کی شانیں ہیں۔ ان کو پنگھوڑے میں بیان کیا جا رہا ہے۔ جب یہاں تک پہنچے تو اگلی شان کیا تھی۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي

اللہ تعالیٰ نے مجھے میری والدہ کیساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے۔"

یعنی کس سٹیٹس (Status) کا ذکر ہو رہا ہے۔ نبوت کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے مجھ اپنا بندہ بنایا ہے، مجھے کتاب دی، اللہ نے مجھے یہ شان دی کہ میں نماز پڑھوں گا اور میں زکوٰۃ دیتا رہوں گا یہ ساری بڑی بڑی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا بنایا۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي

مجھے میری والدہ کیساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے۔

لہٰذا نبوت کی شان کی وضاحت کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ شعبہ بھی رکھ دیا کہ وہ پیغمبر نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود وہ اس سے مستغنی نہیں ہیں کہ وہ اپنی والدہ کو چھوڑ دیں اور والدہ کے ساتھ حسن سلوک کو اس بنیاد پر ترک کر دیں کہ جب رب نے مجھے نبوت کی شان دی ہے تو مجھے والدہ کی خدمت کی ضرورت کیا ہے۔

فرمایا: نہیں نہیں۔ جن کے سروں پر نبوت کا تاج سجتا ہے وہ بھی اپنی والدہ

marfat.com

ہیں تو جو افضل ترین مخلوق ہے انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام۔ ان کے لحاظ سے جو والدہ کا مقام و مرتبہ ظاہر کیا گیا۔ اس کو دیکھئے سورۂ مریم میں ہے۔

جس وقت حضرت مریم علیہا السلام قوم کے پاس آئیں اور آپ کا جگر پارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں اور ابھی چند دن کے ہیں۔ قوم پوچھتی ہے یہ تم کہاں سے لے آئی ہو آپ کہتی ہیں میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

اسی سے پوچھو میں نے بولنے کا روزہ رکھا ہوا ہے کہ میں بولوں گی نہیں، کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی، ان سے پوچھ لو۔ لوگ کہہ رہے ہیں ان سے کیا پوچھیں یہ تو ابھی پنگھوڑے میں ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے:

اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ

''میں اللہ کا بندہ ہوں۔

آتَانِیَ الْکِتَابَ

اللہ نے مجھے کتاب دی ہے۔

وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا

اور اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے۔

جَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں رہوں گا ہر طرف جدھر بھی میں رہوں گا برکت میرے ساتھ ہو گی۔

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تو اللہ بھی فرماتا ہے:

حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ

مشکوٰۃ شریف: ۷۸

میرے بندے نے میری حمد کی ہے

یعنی جملہ کا جملہ کے ساتھ جواب ملتا ہے۔

بڑا ہی اہم مقام ہوتا ہے فاتحہ پڑھنے کا۔ اب میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں۔ نماز عشاء کا وقت ہوتا میں نماز پڑھ رہا ہوتا اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا اس کے بعد کیا ہوتا۔

فرمایا: کاش کہ میری والدہ طیبہ، طاہرہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا وہ مجھے آواز دیتی:

تُنَادِيْ يَا مُحَمَّدُ ﷺ

وہ مجھے محمد ﷺ کہہ کر آواز دیتیں اور پکارتیں۔

تو میں کیا کرتا۔

لَاَجَبْتُهَا لَبَّيْكَ

بیہقی شعب الایمان، حاوی: ۳۳۳/۲

تو لبیک کہتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔"

اب دیکھیے پہلے آپ نے والدین کا تذکرہ کیا پھر فرمایا ان میں سے ایک لیکن آگے جو لفظ استعمال کیا تو مونث کا۔

تُنَادِيْ

marfat.com

کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی سیرت کا اہم باب قرار دینے والے ہیں۔

ایسے ہی رسول اکرم ﷺ کا فرمان الحاوی میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے۔ میرے محبوب ﷺ فرمانے لگے:

لَوْ اَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا

"کاش کہ میں اپنے والدین کو پاتا یا دونوں میں سے ایک کو پالیتا۔

وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا

ابا جی اور امی جی کو دونوں کو میں اپنی زندگی میں پالیتا یا اس وقت ان میں سے کسی ایک کو پالیتا۔ پہلے لفظ عام بولا کہ میرے والد مل جاتے یا والدہ مل جاتیں میں نبوت کا اعلان کر چکا ہوتا مجھے یہ بہار بھی میسر آتی کہ میرے ابا جان مجھے منصب نبوت پر دیکھتے اور میری امی بھی مجھے منصب بنوت پر دیکھتیں، پھر فرمانے لگے:

وَاَنَا فِيْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

حالت یہ ہوتی کہ نماز عشاء کا ٹائم ہوتا اور میں نماز عشاء میں ہوتا۔

وَقَدْ قَرَأْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ

اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا۔

مطلب یہ نہیں کہ ابھی نماز شروع کی ہے۔ نماز کا اہم حصہ میں ادا کر چکا ہوتا۔ فاتحہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، حدیث قدسی ہے:

کہ فاتحہ میرے اور بندے کے درمیان نصف نصف ہے۔ آدھی بندے کے لئے ہے اور آدھی میرے لئے ہے یعنی ادھر بندہ بولتا ہے:

marfat.com

اے میری امی! میں تمہارے پاس بار بار حاضر ہوں۔

اگر معاذ اللہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ ہوتا یا ان کے فضائل میں کوئی کمی ہوتی، تو ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد اور نماز کا مقام واضح کرنے کے بعد یہ نہ کہتے کہ وہ نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ میں پڑھ رہا ہوتا اور ادھر میری امی بلاتیں اور میں نماز چھوڑ کے بھی چلا جاتا۔

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ جملہ اس بات کو واضح کررہا ہے کہ لبیک کہتے ہوئے میرا جانا قیامت تک میری امت کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ میری والدہ کے بارے میں بولتے وقت ادب اور احترام سے بولیں کہ جن کو میں لبیک کہہ رہا ہوں وہ میرے غلاموں کی کتنی بڑی مخدومہ ہوں گی۔

کتنے ادب سے نام لوں ام رسول کا
لازم ادب بہت ہے اصل الاصول کا

بنت وہب مقام ہے تیرا بڑا بلند
چرچا ہے سب بہاروں میں اک تیرے پھول کا

جس کی نگاہ میں ام نبی کا حیا نہ ہو
وارث ہے ابوجہل کا ابن سلول کا

آصفؔ کی یاالٰہی تجھ سے ہے یہ دعا
ڈنکا بجاؤں ہر جگہ عشق رسول کا

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے

marfat.com

میری امی مجھے آواز دیتیں اور میں نماز پڑھ رہا ہوتا۔

وہ مجھے آواز دیتیں تو میں کہتا لبیک تمہارے دربار میں حاضر ہوں۔ اب یہاں سے جہاں عظمت والدہ کا پتہ چلا وہاں محبوب ﷺ کی والدہ کی عظمت کا بھی پتہ چلا۔ وہ محبوب ﷺ جن کو پوری کائنات لبیک یارسول اللہ ﷺ کہتی ہے ہر مومن صالح، ہر مومن کامل اور ہر عقیدہ صحیح کا حامل مسلمان وہ آج بھی کائنات کی دھرتی میں جہاں رہتا ہے وہ

لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ

کی آواز کو بلند کرتا ہے۔ ابھی جو پچھلے کچھ مہینوں میں مسئلہ چلا تھا گستاخانہ خاکوں کا۔ وہ ممالک جہاں ایک خاص قسم کے فرقے کے لوگوں نے لوگوں کے عقائد پر پردہ ڈال کے وہاں کے حالات کو پوری طرح محبوس کیا ہوا تھا لیکن اس مسئلہ پر وہاں بھی لوگوں نے عام اپنی دوکانوں پر جو پوسٹر لگائے تو وہ یہی تھے:

لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ

پوری کائنات جس کو لبیک لبیک کہتی ہے۔ آخر وہ کس کے لئے لبیک کہہ رہے ہیں۔

کاش میری امی مجھے آواز دیتی تو میں بولتا:

أَجَبْتُهَا

نماز چھوڑ دیتا ان کے پاس چلا جاتا میں ان کو جواب دیتا۔

لَبَّيْكَ

marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر ان کے لئے بچھادی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے لئے اپنی چادر بچھائی ہے۔

فَقَعَدَتْ عَلَيْهِ

وہ آ کے اس چادر پے تشریف فرما ہوگئی ہیں۔

یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو Protocol دیا ہے انہوں نے اس اعزاز کو قبول بھی کیا ہے وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھ رہی تھیں کہ یہ جو چادر بچھی ہے تو بیٹھنے میں کوئی گستاخی نہیں، میں بیٹھ جاتی ہوں، بیٹھ گئیں۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیران تھا کہ یہ کونسی خاتون آئی ہیں جن کے اعزاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھادی ہے اور انہوں نے اس کو قبول بھی کرلیا ہے۔ میں نے بڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھا:

مَنْ هٰذِهٖ

یہ کونسی خاتون ہیں۔

کہ جن کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر بچھائیں اور وہ آ کے بیٹھ جائیں، یہ کون ہیں، کہتے ہیں جب میں نے پوچھا۔

قَالُوْا

مجھے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بتایا۔

اُمُّهٗ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ

ابوداؤد شریف: ح: ۵۱۴۴

marfat.com

قدموں کی خاک سے ہم کروڑ درجہ ادنی ہیں۔ جب وہ محبوب ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ

لَاَجَبْتُهَا

میں اپنی امی کو جواب دیتا اور لبیک کہتا۔

اس سے پتہ چلا کہ محبوب ﷺ کے دل میں اپنی والدہ طیبہ طاہرہ کا کتنا بڑا مرتبہ ومقام ہے۔ اسی کے ساتھ جس وقت سید عالم ﷺ مقام جعرانہ پر تشریف فرما تھے۔

ابو داؤد شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جعرانہ مقام پر گوشت تقسیم کر رہے تھے۔

وَاَنَا غُلَامٌ شَابٌّ

اور میں اس وقت نوخیز نوجوان تھا میری زیادہ عمر نہ تھی۔

فَاَقْبَلَتْ اِمْرَءَةٌ

ایسے میں ایک خاتون آگئیں۔

جس وقت وہ آگے تشریف لائیں تو کیا ہوا۔

لَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو آتے دیکھا۔

بَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ

جن کی وجہ سے تم اویس رضی اللہ عنہ کو پہچان سکو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو بھی یمن سے گروہ آتا، تو میں پوچھتا تھا:

اَفِیْکُمْ اَوَیْسٌ

کیا تم میں اویس رضی اللہ عنہ نامی انسان ہے؟

لیکن آگے سے کوئی جواب نہ ملتا۔ بہت دیر پوچھتے رہے لیکن کوئی بندہ اویس رضی اللہ عنہ نامی نہ ملا۔ بالآخر ایک دن میں نے ایک شخص سے پوچھا:

اَنْتَ اُوَیَسُ بْنُ عَامِرٍ

کیا تم اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ہو۔

تو انہوں نے جواب دیا۔

نَعَمْ

ہاں۔ میں اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ہوں۔

تو میں نے کہا:

وَکَانَ بِکَ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْہُ اِلَّا مَوْضِع دِرْھَمٍ

کیا تم برص کے مریض رہے ہو تو انہوں نے کہا ہاں میں مریض رہا ہوں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نبی ﷺ نے خبر دی تھی کہ ایک یمن سے بندہ آئے گا اس کا نام اویس رضی اللہ عنہ ہوگا اور اس کو برص کا مرض ہوگا مگر وہ ٹھیک ہو چکا ہوگا اور ایک درہم جتنا پیچھے باقی ہوگا۔ وہ نشان ابھی باقی ہے۔

تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے دکھا دیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ

marfat.com

یہ ان کی وہ والدہ ہے جنہوں نے دودھ پلایا ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی وجہ سے ان کی عظمت یہ ہے اگر چہ حقیقی ماں نہیں، رضاعی ماں ہیں، محبوب ﷺ نے ان کے لئے چادر بچھائی ہے ان کو بٹھایا ہے تو جو رضائی ماں اتنے مقام کی حامل ہوں تو وہ عظیم والدہ جن کے شکم پرنور میں میرے محبوب ﷺ نے نو مہینے گزارے ہوں تو ان کے پیکر کے تقدس کا عالم کیا ہوگا، طہارت اور مرتبہ کی حیثیت کیا ہوگی۔

میرے محبوب ﷺ نے رضائی والدہ کا ادب واحترام کرتے ہوئے قیامت تک کے لئے ایک ماں کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے کہ محمد ﷺ جو سارے رسولوں کے قائد ہیں اور سب مخلوقات میں سے افضل ترین انسان ہیں اور ساری مخلوقات میں اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں انہوں نے بھی ماں کی عظمت اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور قیامت تک کے لئے اپنی امت کو ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا عملاً سبق عطا فرما دیا ہے۔

ولایت اور اطاعت والدہ

ولایت اور خدمت والدہ بھی ایک حسین اسلوب ہے اس میں اختصار ملحوظ ہے۔ صرف ایک ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

مجھے محبوب ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ یمن سے تمہارے پاس مدد آئے گی تو جو لوگ مدد لینے کے لئے پہنچیں گے ان میں ایک بندہ آئے گا جس کا نام اویس ہوگا اس سے تم دعا بھی کروانا اور اس کی علامات میں بیان کر دیتا ہوں

marfat.com

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے محبوب ﷺ نے جو علامات بتائیں تھیں اور دوسرے لفظوں میں جو غائب کی خبریں دی تھیں، ایک نہیں متعدد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یقین ہے کہ ان میں سے کوئی خبر جھوٹی نہیں ہے اور ساری سچی ہیں مجھے آپ نے یہ بتا دیا تھا۔

لَوْ اُقْسَمَ عَلَى اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ

اس کو رب نے اتنی شان عطا فرمائی ہوگی اور ان کی شان یہ ہوگی اگر وہ قسم اٹھا دیں گے کہ اے رب یہ کام یوں ہونا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم جھوٹی نہیں ہونے دے گا بلکہ اللہ تعالیٰ پوری فرمادے گا۔

اور مجھے محبوب ﷺ نے یہ کہا تھا۔

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ

مسلم شریف: حدیث نمبر: ۲۵۴۲

اے عمر رضی اللہ عنہ اگر کروا سکو تو اپنے لئے ان سے دعا کروالینا۔

انہیں کہنا میں تجھ سے دعا کروانا چاہتا ہوں پھر دعا بھی حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے کردی۔

یہ بھی پتہ چلا کہ کبھی مفضول کی دعا افضل کے حق میں مفید ہو جاتی ہے۔

یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے کروڑ مرتبہ افضل ہیں چونکہ آپ صحابی ہیں اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، خلفاء راشدین میں ہیں اور دوسرے خلیفہ ہیں۔

marfat.com

عنہ کہنے لگے:

لَكَ وَالِدَةٌ

آپ کی والدہ بھی ہے؟

تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میری والدہ ہے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَاتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعْ اَمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ

تمہارے پاس حضرت اویس بن عامر رضی اللہ عنہ اہل یمن کی کمک کے ساتھ آئے گا۔

مَكَانٌ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاءَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ

ان کو برص کا مرض ہوگا وہ اس سے ٹھیک ہو چکے ہوں گے لیکن ایک درہم جتنا پیچھے باقی ہوگا۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ

اس کی ایک والدہ ہے جس کی وہ بہت خدمت کرنے والے ہوں گے۔

تو کیا تمہاری والدہ زندہ ہے اور تم ان کے خدمت گزار ہو تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میری والدہ زندہ ہے اور میں اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہا ہوں۔

marfat.com

نے کیا کیا اتنا اپنا مالی نقصان کر دیا۔ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنو میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ اس واسطے کہ

اِنَّ اُمِّیْ سَاَلَتْنِیْهِ

میری امی نے مجھ سے یہ چیز مانگی تھی، میری والدہ نے مجھے کہا تھا مجھے ایسی چیز چاہئے اور میرا عقیدہ کیا ہے۔

لَاتَسْاَلُنِیْ شَیْئًا اَبَدًا اِلَّا اَعْطَیْتُهَا

طبرانی معجم کبیر: ۱۵۹/۱

میری ماں مجھ سے جو چیز مانگے میرے بس میں ہو کہ میں وہ دے سکوں۔ اگر چہ مجھے کتنا ہی نقصان ہو جائے میں اپنی ماں کی وہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔ اس سلسلے میں پیچھے نہیں رہوں گا۔

تو چونکہ انہوں نے اس کا تقاضا کیا تھا، لہٰذا اس تقاضے کو پورا کرتے ہوئے میں نے وہ کھجور کاٹ دی ہے۔ چونکہ مجھے جو مرتبہ و مقام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کا سکھایا ہے اس مقام کی وجہ سے میں اس کو کوئی بڑی قیمت نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں اگر میری امی دعا دیں گی تو یہ چھوٹی سی قیمت ہے جو میں نے رحمتوں کے حصول کے لئے پیش کر دی ہے۔"

کام چھوٹا انعام بڑا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل بھی یقیناً آپ کی تبلیغ اور وعظ کا حصہ تھا اب اس سعادت کا اگر ہم اختصار کے ساتھ جائزہ لینا چاہیں کہ ماں

marfat.com

آپ ان سے افضل ہیں لیکن جو غیر افضل ہو اس کی دعا افضل کے حق میں مفید ہو سکتی ہے باقاعدہ دعا کروائی ہے اور پھر وہ نقطہ جو خدمت ماں کے لحاظ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ان کی سیرت کا مین (main) تعارف کروایا ہے ان میں سے سرفہرست یہ بات بیان کی ہے کہ وہ ایسے انسان ہونگے تابعین میں ہونے کے باوجود ان کی دعائیں قبول ہوں گی۔ ان کی سیرت یہ ہے کہ وہ اپنی والدہ کے حد درجے کے اطاعت گزار ہوں گے۔

ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں تو کتب احادیث کے اندر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاں ایسا جذبہ موجود ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن سیرین جو تابعین میں بہت بڑے امام ہیں جو خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو کھجور کی قیمت بہت بڑھ گئی یعنی کھجور کا درخت یہاں تک کہ ہزار درہم اس کی قیمت ہو گئی اس زمانہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کھجور کا درخت کاٹا اور کھجور کے درخت کے تنے میں ایک چربی جیسی چیز ہوتی ہے جس کو کھجور کی شحم کہتے ہیں وہ بڑی لذیذ ہوتی ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے وہ نکالی اور اپنی والدہ کو پیش کر دی۔

لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ کھجور کا ریٹ اتنا بڑھ چکا ہے اور ایک ہزار درہم کی کا درخت ہو چکا ہے، ایسے میں تم نے ساری کھجور ضائع کر دی، کھجور کاٹ دی اور یہ تم

چونکہ میرے محبوب ﷺ کو سائل کے چہرے کا ہی نہیں، دل کا بھی پتہ ہوتا ہے کہ اصل پیچھے پس منظر کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وَيْحَكَ اَحَيَّةٌ اُمُّكَ

(ویحک) کا بظاہر معنیٰ یہ ہے کہ تو تباہ ہو جائے لیکن نبی ﷺ کسی صحابی کو یہ فرمائیں تو مطلب ہوتا ہے تو جیتا رہے اور تو جنت میں سلامت رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں اب محبوب ﷺ اصل میں جو اس کے دل میں مسئلہ تھا وہاں تک پہنچ گئے اور پوچھا کیا والدہ تمہاری زندہ ہے تو کہنے لگے۔

نَعَمْ

ہاں یا رسول اللہ ﷺ والدہ میری زندہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَيْهَا فَبِرَّهَا

ابن ماجہ: ح: ۲۷۸۱

گھر واپس لوٹ جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو۔

تجھے میرے ساتھ میری قیادت میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا ثواب مل جائے گا۔ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے شوق بڑا تھا اور میرا دل تو مرجھا گیا کہ مجھے محبوب ﷺ نے قبول ہی نہیں کیا۔

کہتے ہیں پہلے میں نے دائیں طرف سے پوچھا تھا مجمع لگا ہوا تھا میں چلتا چلتا بائیں طرف سے آ گیا اور پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ:

اِنِّیْ كُنْتُ اَرَدْتُّ الْجِهَادَ

marfat.com

اکرم ﷺ نے اس بندے کو حیثیت دے دی کہ جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور شوق رکھتا تھا یہ والدہ کی خدمت اتنا بڑا کفارہ بن گئی کہ اس نے ایک کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو متعدد انعام عطا فرما دیے گئے ہیں۔

خدمت والدہ کی تاکید

سید عالم ﷺ نے بارہا خدمت والدہ کی تاکید کی ہے اور اس سلسلے میں متعدد احادیث موجود ہیں بالخصوص حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

قُلْتُ يَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ كُنْتُ اَرَدْتُّ الْجِهَادَ مَعَكَ

ابن ماجہ: ح: ۲۷۸۱

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں یہ کافی دیر سے ارادہ کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ مجھے جہاد کرنے کی سعادت حاصل ہو کہ آپ کی قیادت میں جہاد کو جاؤں۔ یہ میرا بڑا شوق ہے اور یہ میں پورا کرنا چاہتا ہوں۔

اَبْتَغِيْ بِذَالِكَ وَجْهَ اللّٰهِ

اور یہ میرا شوق اس لئے ہے تاکہ اللہ کی رضا مجھے حاصل ہو۔

مجھے کوئی نمائش کی ضرورت نہیں، میں اللہ کی رضا کے لئے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔

وَدَارَ الْاٰخِرَةِ

اور دار آخرت کے لئے میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔

marfat.com

تو کہتے ہیں:

نَعَمْ ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَيْهَا فَبِرَّهَا

جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو۔

وَيْحَكَ اَلْزِمْ رِجْلَهَا

اپنی ماں کے قدموں میں رہو اس کے قدم سے وابستہ ہو جاؤ

فَثَمَّ الْجَنَّةُ

ابن ماجہ: ح: ۲۷۸۱

تیری جنت وہاں پہ آباد ہے"

اب تین بار حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہے اور محبوب ﷺ نے تینوں بار ان کو لوٹا کے واپس والدہ کے پاس بھیجا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس حد تک اپنی امت کو والدہ کی خدمت کی تلقین کی ہے اور اس خدمت کا کتنا بڑا اجر و ثواب بیان کیا ہے

ضمناً اس حدیث میں یہ بھی آ گیا ہے کہ ہمارے محبوب ﷺ جو سوال کسی سے فرماتے ہیں تو مقصد یہ نہیں ہوتا کہ خود پتہ نہیں ہے، اس لئے پوچھ رہے ہیں کم از کم پوچھنے سے تو پتہ چل ہی گیا تھا جب پہلی بار پوچھا تھا تو انہوں نے کہا زندہ ہے۔

marfat.com

مدتوں سے میرا جہاد کرنے کا شوق تھا اور آپ کی قیادت میں کرنا چاہتا ہوں۔ اور آج آیا ہوں مجھے قبول فرمالو۔ آخرت کے لئے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ تو محبوب ﷺ نے پھر پوچھا:

اَحَیَّۃٌ اُمُّکَ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں۔

تو کہتے ہیں:

نَعَمْ ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْھَا فَبِرَّھَا

جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو۔ اللہ تعالیٰ تجھے میرے ساتھ مل کے جہاد کا ثواب عطا فرمادے گا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں پھر مایوس ہوا۔ کہ دوسری بار بھی کام نہیں بن سکا۔ کہتے ہیں تیسری بار میں سامنے سے آ گیا اور میں نے آپ ﷺ سے پھر آ کے پوچھا:

اِنِّیْ کُنْتُ اَرَدْتُّ الْجِھَادَ

مدتوں سے میرا جہاد کرنے کا شوق تھا اور آپ کی قیادت میں کرنا چاہتا ہوں۔ اور آج آیا ہوں مجھے قبول فرمالو۔ آخرت کے لئے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ تو محبوب ﷺ نے پھر پوچھا:

اَحَیَّۃٌ اُمُّکَ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں۔

marfat.com

جَهِّزِيْنِىْ

اے میری امی! مجھے تیار کرو میں خیبر جانا چاہتا ہوں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَنَا بِالْجِهَادِ لِلْغَزْوِ

المعجم الکبیر: ۲۲۸/۸

محبوب ﷺ نے فرمادیا ہے کہ غزوہ کے لئے تیاری کرو تو میں آپ سے پہلے اجازت لینا چاہتا ہوں آپ مجھے تیار کریں، آپ مجھے اجازت دیں تا کہ میں تیار ہو جاؤں۔ تو امی واقعی بہت بوڑھی تھیں۔ کہنے لگیں:

تَنْطَلِقُ وَتَتْرُكُنِىْ

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم مجھے چھوڑ کے چلے جاؤ گے۔

قَدْ عَلِمْتَ اَنِّىْ مَا اَدْخُلُ الْمِرْفَقَ اِلَّا وَاَنْتَ مَعِىْ

حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے قضائے حاجت کے لئے جانا ہو تو تمہارے بغیر نہیں جاسکتی۔

(مرفق) جدید عربی میں ٹائلٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے وہ جگہ جہاں قضاء حاجت کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو جارہا ہے۔ میں تو پیشاب و پاخانہ کے لئے بھی تمہاری محتاج ہوں تم میرے ساتھ جاتے ہو تو میں جاسکتی ہوں، تو کیا تم مجھے یوں ہی چھوڑ کے چلے جاؤ گے۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس وقت اپنا عشق تھا کہنے لگے۔ میری امی آپ کی جو حالت بھی ہے میں دیکھ رہا ہوں، مگر

marfat.com

تو اب چار منٹ کے بعد کوئی بھول تو نہیں گئے۔ تیسری بار کوئی بھول تو نہیں گئے پھر بھی پوچھا ہے کیا والدہ زندہ ہے۔

تو مطلب یہاں علم حاصل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ علم عطا کرنا ہوتا ہے کہ اصل میں نکتہ وہاں سے چل کے آ رہا ہے۔ عذر کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ مجھ سے پوچھے بغیر خود ہی اچھا سمجھ جائیں کہ اصل سبب کیا ہے کہ میں کیوں نہیں جا سکتا۔

محبوب ﷺ کا متعدد بار سوال کرنا اس نے واضح کیا کہ محبوب ﷺ کو معاذ اللہ کوئی یہ نہ کہے کہ آتا نہیں تھا اس لئے سوال کیا، بلکہ اس میں حکمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ سوال کیساتھ جواب کا ایک شعبہ ریلی ٹڈ (related) ہوتا ہے اس ریلیشن (Relation) کی وجہ سے محبوب ﷺ پوچھتے ہیں تاکہ سننے والے کو مکمل سمجھ آ جائے۔

جس وقت ہم رسول اکرم ﷺ کے فرامین ملاحظہ کر رہے ہیں، ایسے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ معجم کبیر میں طبرانی نے ذکر کیا ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جب غزوۂ خیبر کے لئے تیاری شروع ہوگئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہاں خیبر فتح ہوگا اور میں اس کی طرف جاتے وقت کسی ضعیف فوجی کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ سارے اچھے صحت مند صحابہ کرام علیہم الرضوان ساتھ لے جاؤں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جب اعلان سنا تو میں گھر والدہ سے اجازت لینے کے لئے گیا اور میں نے عرض کی:

marfat.com.

تمہارا کوئی مسئلہ نہیں بنے گا، تمہیں کفایت کردی گئی ہے، تمہارا مسئلہ حل کر دیا گیا ہے، تم آرام سے گھر میں رہو۔

یعنی کسی کی وساطت سے چل کے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئی تھی، مسئلہ پیش کر دیا۔ محبوب ﷺ نے ان کو بتا دیا کہ تم مطمئن رہو تمہارا مسئلہ حل ہے۔ جب خیبر کی میٹنگ ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آبیٹھے تو محبوب ﷺ کو غصہ آ گیا فرمایا۔ میں حکم دیتا ہوں تو سمجھا بھی کرو۔

اَیَحْسَبُ اَحَدُکُمْ اِذَا کَانَ عِنْدَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا اَلَیْسَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِذَا بَرَّهُمَا

کیا تم میں سے کسی کا یہ خیال ہے کہ اگر وہ گھر بیٹھا والدین کی خدمت کرتا ہے تو یہ جہاد نہیں تو اس کا یہ غلط خیال ہے اگر کوئی شخص گھر میں والدین کی خدمت کر رہا ہے۔

فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

وہ یوں ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہے۔

یہ تم میں سے کسی کا خیال ایسا کیوں بنا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ والدین کی خدمت کا کوئی مقام نہیں ہے اور وہ ضرور میرے ساتھ جہاد پہ جانا چاہتا ہے۔ فرمایا:

ایسی سوچ کسی کی نہیں ہونی چاہئے اور پھر محبوب ﷺ نے فرمایا:

اَدّٰی حَقَّهُمَا وہ گھر رہے اور حق پورا کرے والدین کی خدمت کا۔

یا ایک ان میں سے زندہ ہو تو اس کو اجر پورا دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ

marfat.com

مَا كُنْتُ لِاَتَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ترجمہ:

مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا کہ میرے پیغمبر تو خیبر میں لڑائی میں ہوں اور میں گھر بیٹھا رہوں۔ اس واسطے میری امی اگر آپ معذور ہو تو میں بھی معذور ہوں۔ محبوب ﷺ خیبر میں ہوں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گھر میں ہو۔ مجھ سے یہ کیسے برداشت ہوسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو پتہ چل گیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رکنے والے نہیں ہیں، یہ چلے جائیں گے۔ انہوں نے خفیہ طور پر محبوب ﷺ سے رابطہ کرلیا اور اس سے پہلے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہیں رہ سکتا تو انہوں نے اپنے دودھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس دودھ کا تجھے واسطہ دیتی ہوں کہ تم یہیں رہو میں پیچھے کیسے زندگی گزاروں گی۔ اب وہ پریشان ہوئیں لیکن ان کو پتہ ہے کہ جن کا کلمہ ہم نے پڑھا ہے وہ ہر ایک کی پریشانی سے واقف ہیں۔ انہیں پتہ ہے کس کو جہاد پرے جانا ہے، کس کو جہاد پر نہیں لے جانا۔ یہ کہتی ہیں میں نے محبوب ﷺ سے رابطہ کرلیا۔ محبوب ﷺ نے میری بات سن لی اور مجھے فرمایا:

اِنْطَلِقِيْ

تم گھر چلی جاؤ۔

فَقَدْ كَفَيْتُ

لئے بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ اس مقام پر امام رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے، فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کا زمانہ تھا تو کیا ہوا۔

ایک شخص پر نزع کا وقت تھا اسکی روح اٹک گئی اور زبان پر کلمہ شہادت جاری نہیں ہوتا تھا۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ ہم اس پہ شہادت پیش کرتے ہیں اور وہ زبان سے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

بول نہیں سکتا۔ جس وقت یہ بیان کیا تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

اسے جا کے کلمہ پڑھوایا مگر پھر بھی اس سے پڑھا نہ جاسکا، اسکا بدن کانپ رہا تھا وہ تڑپ رہا تھا یعنی جس طرح جانور پر چھری چلا کے چھوڑ دیا جاتا ہے یہ اس کی حالت تھی اور اس کو تلفظ شہادتین کی توفیق حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ ایسے میں کیا ہوا۔

کہ اس وقت جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے ان سے فرمایا:

اَمَا کَانَ یُصَلِّیْ، اَمَا کَانَ یَصُوْمُ، اَمَا کَانَ یُزَکِّیْ

کیا یہ بندہ نماز نہیں پڑھتا تھا، کیا یہ روزہ نہیں رکھتا تھا، کیا یہ زکوٰۃ نہیں دیتا تھا

قَالُوْا بَلٰی

سب نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نمازی تھا، یہ روزے دار تھا، یہ زکوٰۃ بھی دیتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوسری بار پوچھا:

هَلْ عَقَّ وَالِدَیْهِ

کیا والدین کا نافرمان تھا

marfat.com

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سمجھ لیا کہ یہ اشارہ میری طرف ہے اور سمجھایا مجھے جارہا ہے۔ کہنے لگے اس کے بعد

مَکَثَتْ بَعْدَ ذَالِکَ سَنَتَیْنِ

طبرانی معجم کبیر: ۲۲۸/۸

دوسال اسکے بعد میری امی زندہ رہیں۔

اور دوسال میں نے کسی جہاد پہ جانے کا سوچا بھی نہیں، دوسال میں گھر رہا ہوں اور سارے غزوات میں نے ترک کردیئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملوں کی تاثیر اور یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دل کی اطاعت کا جذبہ ہے کہ مقصد تو ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھنا۔

اگر جہاد پر جانے سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوجائیں تو اس جہاد کا فائدہ کیا ہوگا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم گھر رہنے سے راضی ہوجائیں تو گھر رہنا کتنا افضل ہے۔ لہٰذا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے سے مجھے یہ سمجھ آگئی کہ پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر میری والدہ کے بارے میں آپ شفقت کا اظہار فرمارہے ہیں اور والدہ کی خدمت آپ کو کتنی مطلوب ہے۔ لہٰذا دوسال تک پھر میں نے کبھی جاکے پوچھا ہی نہیں اور مسلسل اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہا۔

ماں کے گستاخ کا حشر

ماں کی خدمت کا اگر اجراتنا بڑا ہے وہاں اگر کوئی گستاخی کرتا ہے تو گستاخی پر وعیدیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ والدہ کے ساتھ جو ناروا سلوک کرتا ہے اس شخص کے

marfat.com

اس نے مجھے تھپڑ مارا تھا تو یہ آنکھ تب نکلی تھی۔

میری ایک آنکھ اس کی وجہ سے ضائع ہوئی تھی تو میں نے اس کو پہلے بھی معاف نہیں کیا اب بھی معاف نہیں کروں گی تو آخر محبوب ﷺ کی شفقت کی چھتری لگی ہوئی پھر بھی والدہ کا دل نرم نہ ہو۔ محبوب ﷺ فرمانے لگے:

هَاتُوا بِالْحَطَبِ

اب لکڑیاں اکٹھی کرو۔

آگ لے آؤ۔ جب آپ نے یہ کہا کہ لکڑیاں اکٹھی کرو آگ جلاؤ تو بڑھیا بول پڑی، کہنے لگی:

قَالَتْ وَمَا تَصْنَعُ بِالنَّارِ

میرے آقا ﷺ آپ آگ کیوں منگوا رہے ہیں، آگ کی کیا ضرورت ہے، آگ سے کیا کرو گے۔

تو میرے محبوب ﷺ نے فرمایا:

أُحْرِقُهُ بِالنَّارِ بَيْنَ يَدَيْكَ

میں تیرے سامنے اس کو جلاؤں گا، اس نے تجھ پر جو ظلم کیا ہے اس کا اس سے بدلہ لوں گا۔ تجھ پر اس نے ظلم کیوں کیا۔ میں اسے تیرے سامنے جلاؤں گا۔

جَزَاءً لِمَا عَمِلَ بِكِ

جو اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

لہٰذا آگ میں اس کو جلاؤں گا جس وقت محبوب ﷺ نے یہ فرمایا، تو کہتی ہے:

marfat.com

اس پر لوگوں نے بتا دیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہاں یہ والدین کا نافرمان تھا۔ نمازی بھی ہے، روزے دار بھی ہے، زکوٰۃ بھی دیتا ہے، اب یوں سمجھو کہ مکمل پورا صوفی ہے اور پھر وہ صحابہ میں سے صوفی یعنی سارے صحابہ کے اندر عمل کی رونق موجود ہے۔

اب ایک بندہ اتنے حق اللہ کے ادا کر رہا ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ سب فرائض پورے کر رہا ہے مگر شہادتین اس کی زبان سے ادا نہیں ہو رہے۔ کلمہ جاری نہیں ہو رہا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ والدین کا نافرمان ہے۔ تو پھر

هَاتُوا أُمَّهٗ

پھر اس کی امی کو بلا کے لاؤ۔

جس وقت امی آئی تو کیا صورت حال تھی۔

هِيَ عَجُوْزٌ الْعَوْرَاءِ

اس بڑھیا کی ایک آنکھ صحیح تھی اور نہایت لاغر تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی چلتی آ گئی تو میرے محبوب ﷺ نے فرمایا:

هَلْ لَا عَفَوْتِ عَنْهُ

کیا تو نے اس کو معاف نہیں کیا۔

تو کہنے لگی:

لَا أَعْفُوْ

نہ اس کو معاف کیا ہے، نہ کروں گی۔ میں نے اس کو معاف نہیں کیا۔

لِأَنَّهٗ لَطَمَنِيْ فَفَقَأَ عَيْنِيْ

marfat.com

اِنۡطَلَقَ لِسَانَہٗ

اب اس کی زبان بول پڑی، وہ شخص جس کی زبان اٹک چکی تھی جس کی زبان سے کچھ نہیں نکل رہا تھا وہ زبان بولی ہے اور کہنے لگا:

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ

تفسیر کبیر ۲۳۹/۱

اس کے ساتھ ہی ساری منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ تو یہ منظر ہے اگر کوئی شخص والدین کی خدمت کرتا ہے، والدہ کی خدمت کرتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے۔ اگر نہیں کرتا تو پھر اس کے لئے وعیدیں ہیں۔ اور سخت سزائیں ہیں، سخت سزاؤں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ والدہ کی خدمت کی جائے۔

والد کو جنت کا درمیانہ دروازہ قرار دیا گیا ہے سینٹرل گیٹ جنت میں جانے والا ہے۔ محبوب ﷺ نے جو فرمایا کہ تین حضرات کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان میں سے والد کی دعا جو اولاد کے لئے ہو اس کا ذکر فرمایا اور پھر والدہ ابرِ کرم ہے اس کی طرف سے ہر وقت رحمت کی برسات ہوتی ہے۔

ماں کا امتحان

اب مختصر سے وقت میں ماں کا جو امتحان ہے اسکا جائزہ بھی بڑا ضروری ہے۔

سید عالم ﷺ کا یہ فرمان بخاری شریف ۳۲۴/۱ میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

اَلۡمَرۡاَۃُ فِیۡ بَیۡتِ زَوۡجِھَا رَاعِیَۃٌ وَھِیَ مَسۡئُوۡلَۃٌ عَنۡ رَعِیَّتِھَا

marfat.com

عَفَوْتُ عَفَوْتُ

محبوب ﷺ ایک بار نہیں میں نے کئی بار معاف کر دیا۔

عفوت عفوت کے نعرے لگا رہی ہے۔ میں نے معاف کیا، میں نے معاف کیا۔

اب رسول اکرم ﷺ کی اس حکمت کا انداز کیسا ہے۔ آپ کا اس کو جلانا مقصود نہیں تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حیوانوں کو جلانے سے منع کیا اور یہ کہا کہ چیونٹیوں کو آگ کا عذاب مت دو اور آگ سے کسی چیز کو مت جلاؤ، لیکن ماں کے دل کو رحمت کی طرف مائل کرنا تھا اور وہ شرعی طریقے پر کہ اگر اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے تو اس کا بدلہ تو لینا ہے، یہ دنیا سے بدلہ دیئے بغیر کیسے جائے گا۔ اس سے بدلہ لیتے ہیں تو وہ کہتی ہے:

عَفَوْتُ عَفَوْتُ

میں نے اس کو معاف کر دیا۔ میں نے اس کو معاف کر دیا۔

اور ساتھ ہی عجیب لفظ بولنے لگیں۔

اَلِلنَّارِ حَمَلْتُہٗ تِسْعَۃَ اَشْھُرٍ

محبوب ﷺ کیا نو مہینے میں نے اس کو آگ کے لئے پیٹ میں اٹھایا تھا۔

اَلِلنَّارِ اَرْضَعْتُہٗ سَنَتَیْنِ

کیا دو سال میں نے اسے آگ کے لئے دودھ پلایا تھا۔

نہیں نہیں۔ میرے محبوب ﷺ میں نے آگ کے لئے نہیں پلایا تھا، میں نے آگ کے لئے اس کو شکم میں نہیں رکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے جس وقت حکمت سے اس سے معافی دلوا دی ہے۔ تو پھر کیا ہوا:

ان ساری باتوں کی جس وقت حفاظت کر کے وہ خاوند کی نسل پر پہرہ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر سانس کو بندگی میں شمار فرما دیتا ہے۔

تیسری ذمہ داری

تیسرے نمبر پر اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ کبھی بھی اپنی اولاد کے سامنے خاوند کا شکوہ نہ کرے، کبھی اس کا گلہ نہ کرے، اپنی اولاد کا ذہن خاوند کے بارے میں غلط نہ کرے، ان کو اپنے خاوند کے خلاف اکسائے اور نہ کبھی بھی کوئی ایسی بات کرے جس سے اولاد کے سامنے اپنے انکے اباجی کا مرتبہ کم نظر آتا ہو یعنی کوئی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ اس نے دنیا کا کوئی فیصلہ کیا ہو، وہ زوج اور زوجہ کا آپس میں معاملہ ہے وہ ڈسکس کرنا چاہیں تو کرلیں، مگر یہ زوجہ اپنی اولاد کے سامنے اپنے خاوند کے فیصلوں پر تنقید نہ کرے اور کسی طرح بھی اپنے ایسے جذبات کا اظہار نہ ہونے دے جس کی وجہ سے اولاد پر منفی اثرات مرتب ہوں۔

یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ واضح کیا ہے کہ ہمیشہ بیوی کو اپنے خاوند کی معیشت کا جو شعبہ ہے اس کا بھی ادب کرنا چاہئے وہ جو کام کرتا ہے اس کام پر وہ تنقید نہ کرے، لیکن وہ حرام نہ ہو۔

اگر وہ کپڑوں کا کاروبار کرتا ہے تو بیوی اپنی اولاد کے سامنے کپڑے کے کاروبار کے کیڑے نہ نکالے، کہ کہے کوئی کام نہیں، یہ کام بڑا گندا ہے، یہ کرنا ہی نہیں چاہئے، فلاں کرنا چاہئے۔ فرمایا: جو زوجہ اپنے زوج کے ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ وفادار ہوتی ہے اس کی وفاداری اللہ کے ہاں اطاعت میں شمار ہوتی ہے۔

marfat.com

زوج کے گھر میں زوجہ کی کیا حیثیت ہے۔ فرمایا وہ اس کے گھر کی نگران ہے راعیۃ ہے، حکمران ہے

وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

سارے گھر کا حساب اس سے لیا جائے گا۔

سارے گھر کی نگرانی کا اس سے مواخذہ ہوگا اس کو شریعت نے گھر والی حقیقت میں بنایا ہے کہ وہ اس گھر والے کی گھر والی ہے اور راعیۃ ہے اس کو نگران قرار دے دیا گیا، تو سب سے بڑی امانت اس کے پاس کیا ہے۔ اس خاوند کی نسل کی حفاظت کرنا۔

پہلی ذمہ داری

پہلے نمبر پر تو وہ نسل حلال ہو۔

دوسری ذمہ داری

دوسرے نمبر پر اس کا کردار صاف ہو۔

والدہ کی گود پہلی درسگاہ ہے، انسان کو اس نے سب کچھ پڑھانا ہے وہ خالی ذہن اس نے بھرنا ہے اگر اس کی عادات اچھی ہیں اولاد ساری پاکیزہ ہے، اگر اس کو حلال وحرام کا پتہ ہے وہ ان دھلے برتنوں میں بچوں کو نہیں کھلاتی۔ پاک اور پلید کا امتیاز کرتی ہے، ان کی تربیت کے لحاظ سے ہر اچھی بری بات کو سمجھتی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اگر یہ کام ہو گیا تو ان کے ذہنوں کے اندر نقش بن جائے گا۔ لہٰذا ان کو یہ بات بھی سنائی نہیں دینی چاہئے۔ ان کو یہ چیز بھی نظر نہیں آنی چاہئے۔

marfat.com

تب ہوگی جب کہے گی بیٹے فیشن کو قدم کی ٹھوکر سے روند ڈالو اور سنت کا جھنڈا لے کر زندگی گزارو جس وقت یہ کامیاب ہو جائے گی یہ اس کا امتحان ہے۔

اگر ایسا نہیں کرے گی، اپنا مرتبہ کھو جائے گی اور اس انداز سے اس کی عظمتوں کے سلسلوں کے گر جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ تو یہ امتحان میں نے اجمالی طور پر آپ کے سامنے رکھا ہے۔

اس کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں لیکن وقت کے تنگ دامن کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی بات اس پہ ختم کر رہا ہوں کہ والدہ کی عظمت کو بیان کرنے کا مقصد زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک ہے اور بعد از وصال ایصال ثواب ہے۔ ایصال ثواب کے لحاظ سے بھی اپنے والدین کو نہیں بھولنا چاہیے۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی والدہ جب فوت ہو گئیں تو اقبال کہتے ہیں:

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار

خاک مرقد پہ تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

تخم جس کا تو ہماری کشت جاں میں بو گئی
شرکت غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مفہوم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

marfat.com

لہٰذا یہ اس کو پوری طرح خیال رکھنا چاہیے۔

چوتھی ذمہ داری

چوتھے نمبر پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے۔ جب ماں کی شان بڑی ہے تو ماں کا امتحان بھی اتنا ہی بڑا ہے بندے کو جب مشکلات آتی ہیں، زندگی کے کسی حصے میں۔ اگر اسے ماں کا سایہ حاصل ہے، وہاں جا کے پناہ لیتا ہے وہاں مشورہ کرتا ہے۔ اب ماں کا امتحان شروع ہو گیا ایک طرف اللہ کی محبت ہے دوسرے طرف بیٹے کی محبت ہے اور مسئلہ سامنے آ گیا اور فتویٰ ماں کا چلے گا، بات ماں کی مانی جائے گی۔ اب ماں کو بیٹے سے پیار بڑا ہے اور ادھر اللہ سے بھی پیار ہے اور سب سے زیادہ ہے۔ بیٹا مشورہ کرنے آیا ہے یہ کام کروں یا نہ کروں۔

اس میں دنیاوی فائدہ بیٹے کا ہے مگر دینی فائدہ اس میں نہیں۔ دنیا کا فائدہ تو ہے مگر آخرت کا فائدہ نہیں۔ بندے تو راضی ہو جائیں گے، مولا راضی نہیں ہوگا تو ماں کا امتحان یہ ہے کہ وہ امتحان یوں پاس کرے۔

کہ دنیا ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے، عرش والا ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

لہٰذا ماں کا یہ امتحان ہے کہ اس کے پاس آ کے بات ختم ہوگی تو اس سے یہ نہیں کہ بیٹے کی محبت ساری محبتیں بھلا دے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ میں نے کہنا کیا ہے، میں نے بتانا کیا ہے۔

اب جس وقت بیٹے نے پوچھا۔ دو طریقے ہیں۔ ایک ہے فیشن دوسرا ہے سنت۔ تو بیٹا پوچھتا ہے امی میں کیا کروں، تو امی کا امتحان شروع ہو گیا اور وہ پاس

marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاعَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ، وعمّ نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 9

بدعت کا معنیٰ و مفہوم

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں کلمہ حق آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

بدعت عربی زبان کا لفظ ہے تو ہمیں اس کی تعریف اور definition کے لحاظ سے عربی زبان کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

بدعت کا معنیٰ

عربی زبان میں بدعت کا معنیٰ یہ کیا گیا ہے:

اِیْجَادُ شَیْءٍ غَیْرِ مَسْبُوْقٍ بِمَادَّۃٍ وَّلَا زَمَانٍ

التعریفات: ص:۵

''وہ شے بنانا جس کا پہلے مادہ بھی نہ ہو اور زمانہ بھی نہ ہو۔''

مطلب کیا ہے کہ ایک نئی چیز بنانا یا گھڑنا، یہ اس کا لغوی معنیٰ ہے۔

عربی قانون

عربی زبان میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ با، دال، عین۔ یہ تینوں حروف اسی ترتیب سے جب اکٹھے استعمال ہونگے تو ان کا معنیٰ یہ ہوگا کہ کسی چیز کی ابتداء یا بغیر کسی نمونے کے کوئی چیز بنا دینا۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ پہلے نہیں تھی، نئے سرے سے یعنی ابتداءً اس کو بنایا جا رہا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کا ماڈل بھی پہلے نہیں تھا تو یہ لفظ بدعت کا لغوی معنیٰ ہے کہ کوئی ایسی چیز بنانا جس کا ماڈل بھی پہلے موجود نہ ہو، اس کو بغیر کسی پیشتر مثال کے ایک وجود دینا، ایجاد کرنا، یہ بدعت کا لغوی معنیٰ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مادے کو یعنی با، دال اور عین کو کئی مقامات پر استعمال کیا ہے اور وہاں یہی معنیٰ جو ہم نے نکلن کے آغاز میں بیان کیا، اس کی

marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ادارہ صراطِ مستقیم کے اجالوں میں ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

بدعت کا معنی ومفہوم

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ ہم سب کو قرآن وسنت پر عمل کی توفیق دے اور رب ذوالجلال ہم سب کو بدعات کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ ہمارا آج کا موضوع یقیناً نہایت اہم موضوع ہے۔ اور یہ اہمیت اس کی کئی وجوہات سے ہے۔

اولین بات تو یہ ہے کہ مومن کا سرمایہ حیات اور مومن کا وقار اتباع سنت میں ہے اگر وہ بدعت کا مرتکب ہوگا تو سنت سے دور ہو جائے گا۔ اس واسطے بدعت کے بارے میں مطلع ہونا تعمیر سیرت کے لئے ضروری ہے۔

دوسرا یہ موضوع اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ بدعت کے معنیٰ ومفہوم میں کچھ لوگوں نے غلو کیا ہے اور بدعت کی غلط تشریح سے بہت سے وہ کام جو سنت کے دائرے میں آتے ہیں، انہیں بھی بدعت قرار دیا ہے۔ یہ بھی ظلم تھوڑا نہیں، اس سے پردہ اٹھانا بھی بہت ضروری ہے۔

تو ہماری آج کی گفتگو جو اپنے ٹائم کے لحاظ سے محدود اور مخصوص وقت میں ہے لیکن چند اصولی باتیں پیش کرتے ہوئے ہم اس کی جامعیت کی کوشش کریں گے۔

marfat.com

صفت ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو بنایا تو پہلے کوئی ماڈل نہیں تھا، اس کا پہلے کوئی ڈھانچہ نہیں تھا، اس کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھ کر یہ سب کچھ بنا دیا ہو بلکہ ابتداءً نئے سرے سے ایک نئی چیز بنائی۔ اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو بدیع کہا جاتا ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ جو کچھ بناتا ہے کسی کو دیکھ کے نہیں، بلکہ وہ یہ شان رکھتا ہے کہ جو میٹریل استعمال ہوتا ہے وہ بھی اسی وقت تیار کر رہا ہے اس چیز کی صورت بھی اسی وقت معرضِ وجود میں آ رہی ہے۔ وقت کتنا لگتا ہے:

وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ

”کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ کن کہتا ہے سب کچھ ہو جاتا ہے۔“

آیت نمبر 3

تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید کی آیت نمبر 27 میں ارشاد فرمایا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی اس حرکت کو بیان کیا کہ انہوں نے راہب بننے والی بات گھڑ لی۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا

اور رہبانیت انہوں نے خود گھڑی۔

مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ

marfat.com

مناسبت ضرور ہوتی ہے۔

آیت نمبر 1

مثال کے طور پر سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

"اے میرے نبی ﷺ آپ یہ کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔"

مطلب کیا تھا کہ میں کوئی پہلا نبی نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی نبی آتے رہے ہیں اور یہ نہیں کہ میں نے نبوت کا اعلان کر کے کوئی نئی بات کی ہو۔ مجھ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر آئے ہیں۔ انہوں نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔

لہٰذا میں نے کوئی انوکھی بات نہیں کہی کہ جس پر تمہیں تعجب ہو کہ میں نے کیا دعویٰ کر دیا ہے، ایسا کوئی کام میں نے نہیں کیا۔

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

میں کوئی پہلا نبی نہیں ہوں مجھ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف فرما ہوتے رہے ہیں۔

آیت نمبر 2

ایسے ہی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 117 ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

"زمین و آسمان کو نیا پیدا کرنے والا۔"

اب اس میں بدیع کا لفظ ہے۔ با، دال اور عین کا مادہ ہے، بدیع اللہ تعالیٰ کی

marfat.com

بدعت کی پہچان کی ضرورت

بدعت کی اصطلاحی تعریف کے اجمالی بیان سے پوری پہچان نہیں ہوگی، ہمیں اس کی کچھ تفصیل کرنا پڑے گی اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ تفصیل کیوں ضروری ہے بدعت کی اگر پہچان نہیں ہوگی تو سنت سے اس کو جدا نہیں کیا جاسکے گا اور پھر بندے کا عمل محفوظ نہیں ہوسکے گا، اس میں بدعت کی آمیزش ہوجائے گی اور بدعت کی آمیزش ایسی چیز ہے کہ ابو عاصم رضی اللہ عنہ نے السنۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اِحْتَجَزَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ

السنۃ لابی عاصم: حدیث نمبر: ۳۸

"بیشک اللہ نے بدعتی سے توبہ کو روک لیا ہے"

بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

یعنی توبہ کو اس سے روک دیا گیا ہے۔ اتنے بڑے جرم کا ارتکاب ہوجاتا ہے، جس وقت ایک بندہ بدعتی ہوتا ہے، بدعت کا مرتکب ہوجاتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت دور چلا جاتا ہے۔ اور ایسے ہی سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان جو صحیح مسلم میں موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ایک طویل خطبہ جس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔

marfat.com

ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا۔

ہم نے معین نہیں کیا تھا کہ تم راہب بن جاؤ، چلوں میں چلے جاؤ اور اس طرح کی زندگی کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا بلکہ انہوں نے خود اپنے لئے اس کو گھڑ لیا۔

اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ

انہوں نے یہ جو چیز گھڑی تھی، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے گھڑی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

"انہوں نے اس کو گھڑ تو لیا مگر اس پر پہرہ نہ دے سکے۔"

اس کی رعایت نہ کر سکے، اس کا لحاظ نہ کر سکے اور پھر وہ راستے سے بھٹک گئے اور صراطِ مستقیم کھو بیٹھے۔

اب یہاں پر بھی اِبْتَدَعُوْهَا ہے۔ با دال اور عین اصل مادہ ہے۔ پھر اس سے باب افتعال بنایا گیا ہے۔ یہ رہبانیت کا طریقہ ان کا اپنا گھڑا ہوا طریقہ تھا، اپنا بنایا ہوا تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے ابتداء کا مادہ استعمال کیا۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف

اَلْبِدْعَةُ هِيَ الْفِعْلَةُ الْمُخَالِفَةُ لِلسُّنَّةِ

التعریفات: ص: ۵

بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو سنت کے مخالف ہو۔

یہ میر سید شریف جرجانی نے بدعت کی تعریف کی ہے۔

marfat.com

ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک بدعت کی تعریف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْمُحْدَثَاتُ مِنَ الْاُمُوْرِ ضَرْبَانِ

یہ جو حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا

جو نئے کام بنائے جائیں وہ تمام امور اور کاموں میں زیادہ برے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محدثات سے مراد عام نہیں ہے کہ ہر وہ کام جو نیا ہو اس کو برا کہا گیا ہو۔ سید عالم ﷺ نے جن محدثات کو شر کہا ہے ان کو پہچاننے کے لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثات الامور کی دو قسمیں ہیں

نمبر 1

اَحَدُهُمَا مَا اُحْدِثَ يُخَالِفُ كِتَابًا اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا

دو قسموں میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ وہ امور جو نئے بنائے گئے ہوں اور وہ چار میں سے کسی کے مخالف ہوں یا تو وہ قرآن کے مخالف ہوں، یا سنت کے مخالف ہوں یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آثار کے مخالف ہوں یا اجماع کے مخالف ہوں۔

اگر کام نیا ہو اور ان چار میں سے کسی کے خلاف ہو تو امام شافعی فرمانے لگے یہ وہ بدعت ہے، جس سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے۔ اور یہ محدثات ہیں

marfat.com

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ

ساری باتوں سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے۔

وَخَیْرَ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

اور سارے طریقوں سے اچھا طریقہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا طریقہ ہے۔

وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا

اور سارے کاموں سے برے کام وہ ہیں جو نئے بنا لئے گئے ہوں اور گھڑ لئے گئے ہوں۔

وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

صحیح مسلم شریف: حدیث نمبر: ۸۶۷

اس میں رسول اکرم ﷺ نے تنبیہ اور توبیخ فرمائی ہے کہ کسی طرح بھی بدعت کا ارتکاب نہ ہو اور میری امت بدعت سے محفوظ رہے چونکہ بدعت جہنم میں جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ بدعت کتنی خطرناک چیز ہے۔ اس کو پہچاننا بڑا ضروری ہے تاکہ کہیں انسان اس کی معمولی سی بھی گرد کی وجہ سے آلودہ نہ ہو جائے۔

بدعت اور اصطلاحِ محققین

بدعت اور اصطلاح محققین کے لحاظ سے امت کے چند سرکردہ آئمہ کا حوالہ میں پیش کر رہا ہوں کہ جنہوں نے بدعت کی تعریف اور تفصیل کے لحاظ سے ہماری پوری رہنمائی کی ہے۔

marfat.com

ہے کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رمضان المبارک کی رات ہے اور مسجد نبوی شریف نمازیوں سے بھری ہوئی ہے اور جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھی جارہی ہے، تو آپ نے فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ

یہ کام تو ایک نیا ہے مگر یہ کام بہت اچھا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ سند صحیح سے ثابت ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ نماز تراویح کی جماعت نہیں کرائی۔ روزانہ نماز تراویح باجماعت پڑھنا اور بیس پڑھنا یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ تم نے اتنی رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اب روزانہ نماز تراویح باجماعت پورے مہینے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی نماز کی فرضیت کے بعد وصال تک کوئی رمضان ایسا نہیں گزارا کہ جس رمضان کے پورے دنوں میں عشاء کے بعد تراویح باجماعت ادا کی ہو۔

ویسے باجماعت آپ نے نماز تراویح پڑھائی ہے لیکن روزانہ نہیں ادا کی گئی۔ دو یا تین دن زیادہ سے زیادہ اس کی مدت کو بیان کیا گیا ہے۔

اب جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اکٹھا کیا اور کہا کہ اتنی پڑھنی ہیں اور اس طرح باجماعت پڑھنی ہیں اور ایک امام کے پیچھے پڑھنی ہیں۔ اب سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عمر فاروق

marfat.com

وہ امور جن کو شر کہا گیا ہے۔ ایسے کام جو نئے ہیں اور ان کے ساتھ یہ قید ہے یا تو وہ قرآن مجید کے خلاف ہیں یا ان میں سنت کی مخالفت ہے یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال کی مخالفت ہے یا اجماع کی مخالفت ہے تو پھر وہ محدثات شرامور ہیں۔ ان کا ارتکاب کرنا بدعت کہلائے گا۔ ان کی وجہ سے بندہ بدعتی بن جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ

اس کو بدعت ضلالۃ کہا جاتا ہے۔

نمبر 2

مَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ لَا خِلَافَ فِيْهِ لِوَاحِدٍ مِّنْ هٰذِهٖ

دوسری قسم یہ ہے کہ کام تو اگرچہ نیا ہو لیکن وہ مذکورہ چار میں سے کسی کے خلاف نہ ہو۔ نہ قرآن کے، نہ سنت کے، نہ آثار نہ اجماع کے۔ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ جس وقت ایسی چیز ہوگی کہ جس میں کسی کی خلاف ورزی ہے تو اس کو بدعت ضلالۃ نہیں کہا جائے گا۔

فَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَهٰذِهٖ مُحْدَثَةٌ غَيْرُ مَذْمُوْمَةٍ

یہ بدعت حسنہ ہے اور یہ نیا کام غیر مذموم ہوگا۔

اگرچہ یہ ایک نیا کام ہے لیکن مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ وہ نیا کام ہے لیکن دین میں وہ پسندیدہ امر ہے۔

لہٰذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ یونہی

marfat.com

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس نے اختلافی نوٹ دیا ہو کہ اے امیر المؤمنین! تم یہ کیا کر رہے ہو ایسا کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ جب ہمارے نبی ﷺ نے روزانہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھائی تو تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ کسی نے جب اختلاف نہیں کیا تو ماننا پڑے گا کہ سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ نظریہ تھا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ ہے جو قرآن و سنت کے منافی ہو اور دوسری وہ ہے جو قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ اور جو نیا کام تو ہو مگر وہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو اس کو بدعت حسنہ کہا جائے گا اور وہ سنت ہی کا ایک منظر پیش کرتی رہے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا۔

اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہیں:

يَعْنِيْ اَنَّهَا مُحْدَثَةٌ

اگرچہ یہ کام نیا ہے۔

لم تكن

- یہ پہلے نہیں تھا

وَاِذَا كَانَتْ فَلَيْسَ فِيْهَا رَدٌّ لِمَا مَضٰى

یہ کام اگرچہ نیا ہے مگر اسلام کے کسی شعبہ کا رد بھی تو نہیں کرتا۔

اگر ہم نے جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھنا شروع کر دی ہے تو اس عمل سے نہ تو کسی آیت کی خلاف ورزی کی ہے، نہ کسی سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا

marfat.com

رضی اللہ عنہ کی بات کو تسلیم بھی کیا ہے اور کسی نے اختلاف بھی نہیں کیا کہ اے عمر تم ایک نیا کام شروع کر رہے ہو۔ جب نبی ﷺ نے روزانہ نہیں پڑھائیں تو تم کون ہوتے ہو کہ تم ان کی جماعت کرواؤ۔

پتہ چلتا ہے کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ضمیر میں بات موجود تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہمیں کبھی ایسے کام کا حکم نہیں دے سکتے کہ جو جہنم میں جلانے کا ذریعہ بن جائے اور سبب بن جائے اگر چہ وہ کام نیا تھا اس پر بدعت کا اطلاق بھی کر دیا گیا۔ لیکن فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ

یہ اگر چہ ہم نے خود سوچا ہے۔ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے یوں پابند نہیں کیا تھا کہ روزانہ جماعت کیساتھ پڑھا کرو اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ میرے صحابہ رات تم آئے تھے، اکٹھے ہوئے تھے اور تم میرا انتظار کرتے رہے مگر میں باہر نہیں آیا۔ اس واسطے کہ مجھے ڈر تھا اگر میں روزانہ آ گیا تو تم پہ واجب ہو جائے گی اور میں امت پر اضافی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس واسطے میں نے روزانہ جماعت نہیں کرائی۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے روزانہ پڑھنے سے وجوب تو نہیں ہوگا وہ تو محبوب علیہ السلام کی شان ہے کہ جن کے عمل کی وجہ سے آگے حکم میں یہ صورتحال بھی آ سکتی ہے۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ایک نیا کام کیا تھا اور دین کے اندر تھا اور طلب ثواب کے لئے تھا، یہ ساری باتیں اس میں موجود تھیں اس کو شروع کر لیا ہے

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس انداز میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

اَمَّاالْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

مَحْمُودٌ

ایک بدعت وہ ہے جو محمودہ ہے۔

وہ کون سی ہے؟

فَمَا وَافَقَ السُّنَّةَ فَهُوَ مَحْمُودٌ

جو کام سنت کے مطابق ہو، اگر چہ سنت میں اس کا ذکر نہ ہے لیکن ہے سنت کے مطابق تو اس کو محمود سمجھا جائے گا۔

اب نماز پڑھنا سنت میں موجود ہے۔ نماز جماعت سے پڑھنا بھی سنت میں موجود ہے۔ لہٰذا اس سے ایک شعبہ انہوں نے قائم کر لیا۔ تو اس واسطے کہنے لگے جو کام اگر چہ نیا ہو مگر اس کے اوپر ایک اصل موجود ہو اور یہ اسی سنت کی مطابقت کر رہا ہو تو پھر

فَهُوَ مَحْمُودٌ

پھر اس کو محمود کہیں گے۔

یعنی اس کام کی اللہ کے نزدیک بھی تعریف کی جائے گی۔

وَمَا خَالَفَ السُّنَّةَ فَهُوَ مَذْمُومٌ

جو کام نیا تو ہو لیکن وہ سنت کی خلاف ورزی کر رہا ہو، سنت چھوٹتی ہو، اور سنت متروک ہوتی ہو۔ وہ کام سنت سے ٹکراتا ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے

marfat.com

جس وقت اس میں مخالفت موجود نہیں ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایک اصول اخذ کرلیا کہ ہر وہ قول، ہر وہ فعل، ہر وہ کام جو شریعت کی کسی اصل کے نیچے آرہا ہو اس کو پہلی بار کیا جارہا ہو تو پھر بھی اس کو بدعت ضلالۃ کہہ کر اسے گمراہی نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کو حق اور ثواب کے طلب کا ایک ذریعہ قرار دے دیا جائے گا۔

اس بات کو امام بیہقی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

مناقب شافعی للبیہقی: ۱/۴۶۸-۴۶۹

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے تفصیل سے یہ بات چلی آرہی ہے۔ ہم اس پراپیگنڈہ کو دور کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ بریلی والوں نے بیٹھ کے کچھ بدعت کی قسمیں بنالی ہیں۔

ایک بدعت حسنہ ہوتی ہے اور دوسری بدعت سیۂ ہوتی ہے۔

ہم کہتے ہیں ہم نے یہ قسمیں نہیں بنائیں۔ یہ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بنادی تھیں جب یہ کہا تھا کہ یہ بدعت ہے مگر

نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ

یہ بدعت اچھی ہے۔

تو پتہ چلا کہ ہر بدعت ایسی نہیں جو بندے کو جہنم میں لے جائے۔

ایک بدعت حسنہ بھی ہے کہ جو جنت میں جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی بات کو ابونعیم نے حلیہ کی جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 113 پر بیان کیا ہے۔ وہاں پر امام شافعی

marfat.com

تصادم نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ کام نیا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے اس پر لغوی طور پر لفظ بدعت بولا جاتا ہے مگر وہ سنت کا حصہ ہوتا ہے جس کے کرنے کی وجہ سے رب ذوالجلال ثواب عطا فرماتا ہے۔

امام نووی متوفی ٦٧٦ھ کے نزدیک بدعت کی تعریف

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کی جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 22 پر اس بات کو بیان کیا ہے کہ بدعت کیا ہے، کہتے ہیں:

هِيَ اِحْدَاثُ مَالَمْ يَكُنْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

بدعت وہ ہے کہ جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہ ہو اور بعد میں اس کو پیدا کیا جائے۔

وَهِيَ مُنْقَسِمَةٌ اِلٰى حَسَنَةٍ وَّ قَبِيْحَةٍ

پھر اس کی آگے دو قسمیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے بدعت حسنہ اور دوسری ہوتی ہے بدعت قبیحہ۔

تو اس مقام پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ ہر بدعت کو ایک پلڑے پر نہ تولا جائے، بدعت بدعت میں فرق کیا جائے۔
بدعت وہ بھی ہے جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نعمۃ کے ساتھ اعلان کر رہے ہیں اور بدعت وہ بھی ہے جو قرآن وسنت کی خلاف ورزی کر رہی ہو۔

اس واسطے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ

شریعت میں مذمت اس کی کی گئی ہے جو بدعت قبیح ہو۔ بدعت حسنہ کی

marfat.com

یہ کام وہ ہے کہ جس کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ ایک مذموم کام ہے۔ ہم اس کے قائل نہیں ہیں، ہم اس کے داعی نہیں ہیں اور یہ وہ بدعت ہے کہ جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

جو اس طرح کی بدعت ہو اس کو ضلالت کہا ہے اور اس کو جہنم جانے کا سبب بتایا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی تعریف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کے اندر احیاء العلوم میں جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 276 پر بدعت کی قسمیں بیان کیں، فرماتے ہیں:

اَلْبِدْعَةُ قِسْمَانِ

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

بِدْعَةٌ مَذْمُوْمَةٌ

ایک بدعت مذموم ہے۔

وہ کونسی ہے؟

مَا تُصَادِمُ السُّنَّةَ الْقَدِيْمَةَ

جو سنت قدیمہ سے تصادم کرے۔

جو سنت سے ٹکرا جائے۔ وہ بدعت مذموم ہے۔ فرمانے لگے۔ ایک وہ بدعت ہے جو محمود ہے جس میں سنت کے ساتھ مقابلہ نہیں ہوتا اور سنت کے ساتھ

کررہا ہوں۔آگے باقاعدہ تفصیل سے اس کی وجہ بیان کروں گا کہ یہ کام وہ ہے کہ جس کو حدیث نے سنت کا نام عطا فرمایا ہے۔

امام عینی متوفی ۸۸۵ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی تعریف

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عمدۃ القاری کی جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 136 پر ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْبِدْعَةُ فِی الْاَصْلِ اِحْدَاثُ اَمْرٍ لَّمْ یَکُنْ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اصل میں بدعت یہ ہے کہ ایک ایسی چیز بنانا کہ جو رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو۔

ثُمَّ اَلْبِدْعَةُ عَلٰی نَوْعَیْنِ

پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

اِنْ کَانَتْ مِمَّا یَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فِی الشَّرْعِ فَهِیَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ

اگر وہ کام ایسا ہے کہ وہ شریعت کے کسی حسن کام کے نیچے درج ہورہا ہے تو پھر اس کو بدعت حسنہ کہا جائے گا۔

وَاِنْ کَانَتْ مِمَّا یَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِی الشَّرْعِ فَهِیَ بِدْعَةٌ سَیِّئَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ

اور اگر وہ کام نیا ہے اور کسی ایسے کام کے نیچے داخل ہوگیا ہے جو کام شریعت میں قبیح تھا، شریعت کا ناپسندیدہ کام تھا تو اس کو بدعت قبیحہ کہا جائے گا۔ یہ گمراہی ہوگی، یہ ضلالت ہوگی اور اس میں رسوائی ہوگی۔

لیکن ایک کام نیا ہے مگر وہ ایک اچھے کام کے زمرے میں آ گیا ہے تو اس کو

marfat.com

شریعت میں ہرگز مذمت نہیں کی گئی۔'

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی تعریف

امام ابن الاثیر نے اپنی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 106 میں فرمایا:

اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ ۔

بدعت کی دو اقسام ہیں۔

1- بدعت ہدیٰ

2- بدعت ضلال

ایک وہ بدعت ہے جو ہدایت والی ہے اور دوسری وہ بدعت ہے جو گمراہی والی ہے۔

اب واضح طور پر امام حضرت ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ بدعت کو ایک راستے پر لا کر سب پر ایک ہی حکم لگا دو کہ بدعت جہنم جانے کا سبب ہے، ایسا نہیں۔ فرمانے لگے:

ایک ہے بدعت ہدیٰ کہ جو پوری کی پوری ہدایت پر مشتمل ہے اور دوسری گمراہی والی ہے۔ لہٰذا محبوب علیہ السلام کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ جو گمراہی والی بدعت ہوگی اس کی وجہ سے بندہ جہنم میں جائے گا۔ اس بدعت کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لیکن جو بدعت ہدیٰ ہے، یہ وہ ہے کہ جو اللہ کے ہاں ایک محبوب عمل ہے اور ایسے امر کی اللہ کے ہاں تعریف کی گئی ہے ابھی میں بدعت کے اجمال کو بیان

marfat.com

بدعت کی اقسام

بدعت کی ابتدائی یہ دو قسمیں ہیں اور پھر آگے ان میں مجموعی طور پر پانچ قسمیں بنتی ہیں۔

امام عزّ بن السلام نے اپنی کتاب قواعد الاحکام کی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 172 پر تفصیل سے اس کی بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

نمبر 1 بدعت واجبہ

نمبر 2 بدعت محرّمہ

نمبر 3 بدعت مندوبہ

نمبر 4 بدعت مکروہہ

نمبر 5 بدعت مباحہ

ان میں سے ہر ایک کی وضاحت کرتے ہیں۔

بدعت واجبہ

یہ وہ بدعت ہے جس کا کرنا واجب ہے۔ وہ بدعت تو ہے مگر اس کا کرنا واجب اور ضروری ہے۔ مثلاً بدعت واجبہ ہے اس میں یہ نہیں کہ اگر کرلو تب بھی ٹھیک

marfat.com

کسی طرح بھی قبیح نہیں کہا جائے گا۔ جس طرح کہ نماز ہے، اس کا ثبوت آپ کے عہد میں ہے۔

اب ایک شخص سورج کے طلوع ہونے کے بعد نماز پڑھتا ہے، وقت مکروہ گزر چکا تھا یا دن کے کسی بھی ایسے ٹائم میں دو نفل نماز پڑھتا ہے کہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ تو اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کو ہو بہو سنت سے ثابت کرو کہ یعنی 2:25 دو بج کر پچیس منٹ پر نفل پڑھنا جائز ہے تو سنت ایسی نہیں ملے گی مگر یہ ایسی بدعت نہیں ہوگی جو گمراہی بن جائے۔

بدعت ہوگی کہ نیا کام تو ہے مگر کیسا، جو سنت کے نیچے آ گیا ہے یعنی وہی حکم رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ایک بار ثابت ہو جائے گا۔ وہ سارے ٹائم جو مکروہ نہ ہوں ان کے اندر عبادت کرنے کے لئے کافی ہے۔

لہٰذا اگر بعینہٖ معین کر کے اس کا نام رکھا جائے وہ بظاہر ایک نیا کام بھی کہلا سکتا ہے مگر وہ گمراہی کا سبب نہیں بنے گا۔ جس نے اس وقت میں نفل پڑھے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ثواب کا مستحق بن جائے گا۔

اس وقت میں نے پانچ آئمہ کرام کے حوالہ جات پیش کئے جب کہ درجنوں ایسے آئمہ کرام کے حوالہ جات موجود ہیں کہ جن میں بدعت کو باقاعدہ تقسیم سے سمجھا گیا اور اس کی روشنی میں

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

کے مفہوم کو واضح کیا گیا۔

marfat.com

باتیں آ گئیں۔

اور یہ نحو پھر تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں پھلی پھولی ہے اور بالخصوص عراق کی سرزمین کے دوشہر نحو کا ستون ہے۔ کوفہ و بصرہ کے لوگوں کی بات نحو میں حتمی مقام رکھتی ہے۔ اکثر نحو کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ کوفی کا قول ہے اور یہ بصری کا قول ہے۔

لہٰذا اس طرح قرآن پڑھا جائے گا اب قرآن کو سمجھنے کے لئے نحو کو پڑھنا لازم ہے۔ اور نحو صفہ والوں نے نہیں پڑھی، نحو بعد والوں نے پڑھی ہے۔ صفہ والے نگاہوں سے جو سرکار ﷺ کو دیکھ کر پڑھ لیتے تھے، ہمیں وہ نحو کی کروڑوں کتابوں سے بھی نہیں آتا۔ سید عالم ﷺ کے زمانے میں نحو کا بحیثیت علم نحو کوئی تصور نہیں تھا، نہ نحو کوئی پڑھائی جاتی تھی، نہ اس کے مدارس تھے، نہ اس کے اساتذہ تھے، نہ طالب علم تھے لیکن بعد میں پوری امت میں ہر عالم جو عالم بنا ہے، نحو پڑھ کے بنا ہے۔

تو اس نے ایک نیا کام، نئی چیز اور نیا فعل کیا اور فعل کر کے وہ اللہ کے دربار کا دھتکارا ہوا نہیں بنا بلکہ پیارا بن گیا ہے کہ اس کو قرآن سمجھنے کی توفیق آ گئی ہے تو یہ ایک نیا کام کروایا گیا۔ بحیثیت نصاب ڈیوٹی کے ساتھ اور بڑی محنت کے ساتھ جگر پگھلا کے لوگوں نے نحو کو پڑھا۔

وہ کیا کر رہے تھے دین میں ایک نیا کام کر رہے تھے اور وہ کام بھی واجب سمجھ کے کر رہے تھے اور اس سے بدعت کا ارتکاب نہیں ہو رہا تھا، بلکہ سنت ہی کی تشریح ہو رہی تھی لہٰذا یہ کام نیا ہے مگر کرنا واجب ہے۔

marfat.com

ہے، نہ کر و تب بھی ٹھیک ہے۔ بلکہ اس کا کرنا لازم ہے۔

مثال کے طور پر نحو کا علم یعنی قرآنِ مجید کی گرائمر جاننا۔ اب کوئی لینگویج (language) ایسی نہیں ہے جو گرائمر کے بغیر سمجھ میں آجائے، تو ہم پر قرآن پڑھنا لازم، واجب ہے۔ اس کی سمجھ تب آتی ہے جب گرائمر آتی ہو تو جو واجب کا موقوف علیہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

قرآن سمجھنا واجب ہے اور قرآن کی سمجھ نحو سے آتی ہے۔ پورے قرآن کا سمجھنا فرض کفایہ ہے، پورے قرآن مجید کو ستر مربع میل کے اندر اگر ایک بندہ بھی نہیں سمجھے گا تو سب گنہگار ہو جائیں گے اور اگر ایک پورا قرآن سمجھ جائے گا تو سب کا فرض کفایہ ادا ہو جائے گا۔ پھر قرآن سمجھنے سے مطلب ہے اصول و فروغ پر حاوی تبحر عالمِ دین بننا۔

اب وہ تب سمجھے گا جب اس کو نحو آتی ہوگی اور نحو اس کو تب آئے گی جب وہ ایسا نیا کام کرے گا کہ جس کا عہد نبوی ﷺ میں کوئی ذکر ہی نہیں ملتا۔ اس وقت نہ نحو کی کوئی کتاب تھی، نہ کوئی نصاب تھا۔ نحو کی بحیثیت علم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنیاد رکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود دوئلی کے ذمہ لگایا کہ تم قرآن وسنت کی مہارت رکھتے ہو اور تم اصول بنادو کہ پیش کہاں پڑھنی ہے، زیر کہاں پڑھنی ہے، زبر اور ضمہ، فتح، کسرہ کے سارے اصل بنائے، اس وقت نحو کا بیج بویا گیا اور پھر اس کے اندر نحوی آتے گئے اور ان کی کتابیں آتی گئیں۔ کتاب سیبویہ آگئی اور اس طرح کی

marfat.com

محبوب علیہ السلام کا ہر ہر جملہ بھی محفوظ رکھا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے پینسٹھ علوم ایجاد کر دئے ہیں، یعنی اصول حدیث پینسٹھ ۶۵ علوم پر مشتمل ہے اور ہر علم کے اندر پچیس پچیس جلد کی کتابیں ہیں۔ اتنی ذہانت اس امت میں آئی اتنی اللہ نے ان کو شان دی کہ انہوں نے ایسے نئے علوم بنائے کہ جس کی وجہ سے حدیث پر پہرہ ہو۔ سند میں راوی کے حالات، راوی کے طبقات، راوی پر جرح و تعدیل اور پھر صیغے اور پھر روایت کے انداز اور اسناد کی قسمیں اور حدیث کے بیان کی قسمیں، یہ ساری چیزیں انہوں نے خود بنائی ہیں اور اس وقت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حدیث ایک ہی طرح کی تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سنی ہے اور ان پر ماننا یوں لازم ہے جیسے قرآن کو ماننا لازم ہے۔ یہ جو قسمیں بن گئیں کہ یہ ضعیف ہے، یہ متروک ہے، یہ شاذ ہے، یہ موقوف ہے، یہ مرسل ہے اور یہ صحیح ہے۔

یہ قسمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تو نہیں بنائیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں بنائیں۔ بعد میں جا کے بنی ہیں اور اب ان کو پڑھنا لازم ہے اور ان کا سمجھنا ضروری ہے اور بحیثیت نصاب عبادت سمجھ کے ان کو پڑھا جاتا ہے اور ثواب کے لئے ان کا درس دیا جاتا ہے اور ثواب کی نیت سے ان کے لئے طلبہ کو جمع کیا جاتا۔ یہ کام نیا ہے جو بہت بعد میں شروع ہوا مگر کرنا ضروری ہے۔ اور اس کو دین سمجھ کے کرنا ضروری ہے اور یہ بدعت نہیں بلکہ یہ پوری کی پوری سنت ہے۔ اب یہ وہ بدعت ہے کہ جس کا کرنا واجب ہے، اس کی اور بہت سی اقسام ہیں لیکن وقت مختصر ہے۔

بدعت محرّمۃ

marfat.com

اگر مطلقاً ہر نئے کام کو جہنم جانے کا سبب قرار دے دیا جائے تو پھر امت کے آئمہ میں سے بچے گا کون؟ امت کے علماء مجتہدین میں سے بچے گا کون؟ یہ سارے ہی تو اس نحو کی پیداوار ہیں۔ نحو پڑھ کے اس مقام پر پہنچے ہیں۔ اس واسطے یہ ایک بدعت ہے، نیا کام تھا مگر اس کا کرنا واجب تھا۔ ایسے اس کے سوا بہت سی چیزیں ہیں۔

مثال کے طور پر قرآن وسنت کے غریب الفاظ کو یاد کرنا۔

غریب کا مطلب یہ ہے کہ جو مشکل ہوں، ڈفیکلٹ (difficult) الفاظ ہیں ان کے معانی ڈھونڈھنا یہ بھی قرآن سمجھنے کے لئے لازم ہے اب اس کے لئے باقاعدہ کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً امام راغب کی کتاب المفردات ہے اور حدیث میں النہایہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ جو حدیث کے مشکل الفاظ کی وضاحت کرتی ہے۔

اب یہ کتابیں لکھنا پہلے نمبر پر ایک نیا کام تھا پھر ان کو پڑھنا ایک نیا کام ہے مگر ہیں دونوں لازم۔ اس واسطے اگر ہم نہیں پڑھیں گے تو حدیث کی سمجھ نہیں آئے گی۔ قرآن کی سمجھ نہیں آئے گی، قرآن پڑھنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ تو اس واسطے مشکل معانی کے الفاظ کی ڈکشنریاں (Dictionary) تیار کرنا اور ان کو یاد کرنا، پڑھنا پڑھانا۔ یہ سارا ایک نیا کام تھا بعد میں شروع ہوا ہے مگر اس کو دین کے اندر لازم سمجھا گیا ہے۔

ایسے ہی خود حدیث شریف ہے۔ تو اس میں اصول حدیث ہے اور یہ اس امت کی شان ہے کہ اس نے ساری امتوں کو اس میدان میں پیچھے چھوڑا ہے۔ باقی امتیں اپنے پیغمبروں پر اتری ہوئی کتاب کو محفوظ نہ رکھ سکیں اور اس امت نے اپنے

marfat.com

ہیں۔ہم خود کچھ بھی نہیں کر سکتے تو وہ بدعت کر رہے تھے

ہم درمیان میں اہلسنت و جماعت ہیں ہم نے کہا کہ خالق کائنات جل جلالہٗ کے اذن کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا اور طاقت وہی دیتا ہے لیکن اس کو استعمال بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے، چونکہ بندہ کاسب ہے لہٰذا اچھا کسب کرے گا ثواب پائے گا، برا کرے گا تو عذاب پائے گا۔اور کسب فعل کی نسبت بندے کی طرف ہوگی مگر فعل کو پیدا کرنے کی جو طاقت ہے اور قوت ہے وہ بندے نے خود پیدا نہیں کی بلکہ رب ذوالجلال نے عطا فرمائی ہے تو اس وقت جب قدریہ، جبریہ، مرجہ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔

یہ بدعتی ہیں، یہ بدعت محرمہ ہے۔جس کا انہوں نے ارتکاب کیا، یہ جہنمی بننے والے ہیں اور دین کے اندر ایسے شعبے جس کو وہ ثواب سمجھتے ہیں کہ ہم دین میں اچھائی پیدا کر رہے ہیں انہوں نے یہ کام کئے۔یہ قرآن وسنت کے منافی ہیں۔اس واسطے یہ بدعت ضلالہ ہے۔یہ بدعت قبیحہ ہے، مستقبحہ ہے، مذمومہ ہے۔یہ ان کے جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔

بدعت مندوبہ

بدعت مندوبہ مدارس کا بنانا ہے، سماجی خدمت کے کام کرنا، راستے پر نلکا لگوا دینا۔کسی نہر پر پل بنا دینا، یہ ساری بدعات ہیں۔

مدرسہ میرے آقا ﷺ کے زمانے میں جس کو باقاعدہ مدرسہ کی شکل دی گئی ہو کوئی بلڈنگ مدینہ میں ایسی نہیں تھی۔صرف صفہ کا چبوترا تھا اور وہ کائنات میں

marfat.com

یعنی وہ نیا کام جو حرام ہو یہ وہ کام ہے جس کا شریعت میں مواخذہ ہے کہ ایسا بدعتی کوئی نہ بنے اور بدعت محرمۃ کا ارتکاب کوئی نہ کرے یا مکروہہ کا ارتکاب کوئی نہ کرے۔ مثال کے طور پر جس طرح قدریہ کا مذہب ہے، جبریہ کا مذہب ہے، مجسمہ کا مذہب ہے، معطلہ کا مذہب ہے۔

جبریہ انسان کو مجبور محض ماننے لگے اور قدریہ قادر مطلق ماننے لگے اور مجسمہ والے اللہ کا جسم ماننے لگے اور مرجیہ کہنے لگے بس رحمت الٰہی کافی ہے۔ عمل کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشبہ اور معطلہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ایک عقل کو پیدا کیا تھا پھر فارغ ہے۔ باقی سب کچھ عقل کر رہی ہے تو یہ نظریات بدعت ہیں ان کی وجہ سے اسلام میں نئے دروازے کھلے اور ان فرقوں نے نئی راہیں بنائی اور یہ قول رب ذوالجلال کے بارے میں کرنا حرام ہے۔ رب ذوالجلال کے ہوتے ہوئے ہم کہیں کہ ہم اپنے افعال کے خود خالق ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصافات: ۹۶)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تمہارے فعل کو بھی پیدا کیا۔

اب میرا ہاتھ جو جنبش کرتا ہے تو اس فعل کا خالق بھی اللہ ہے اس واسطے جس وقت کچھ لوگوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ سب کچھ ہم خود کرتے ہیں۔ ہم خود مالک ہیں، اور ہم قادر مطلق ہیں۔ اللہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے بغیر چل رہے ہیں یہ بدعت تھی۔

اور دوسری طرف جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمیں عذاب کیوں دیتا ہے، ہم تو پتھر

بدعت مکروہہ

بدعت مکروہہ یہ ہے کہ جس طرح شوافع کے نزدیک مسجد میں نقش و نگار کرنا، احناف کے نزدیک نقش و نگار مکروہ نہیں ہے۔

پکی مسجدیں بنانے سے تو منع کیا جاتا تھا لیکن زمانہ بدلا پوری کالونی کوٹھیوں کی ہو اور اللہ کا گھر کچا ہو تو یہ کوئی تصور اچھا نہیں بنتا تھا۔ لہٰذا کہا گیا مسجد بھی پکی بنالو خوبصورت بنالو اور کئی منزلہ بنالو۔

اسلام میں کئی منزلہ مسجد نہیں تھی یہ سب کچھ ہوا اور اس کو جائز سمجھا گیا اب جس وقت اس کا جواز مانتے ہیں اور اس میں اکثر تو کراہت بھی نہیں مانتے اور بالکل اس کو مباح مانتے ہیں اور کچھ لوگ نقش و نگار طلب ثواب کے لئے کرتے ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ بعد میں پیدا ہونے والی بعض چیزیں حرام نہیں ہیں بلکہ مباح و جائز بھی ہیں۔

اس لئے ایسے شتر بے مہار بن کے کہہ دینا کہ جو بھی نئی چیز ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ جہنم جانے کا ذریعہ ہے تو یہ بات ہرگز درست نہیں ہے یہ لوگ سوچے بغیر بمباری کرتے ہیں اور ان کو عقل نہیں ہے کہ کتنے اچھے کام پھر اس کی وجہ سے ترک کرنے پڑ جائیں گے کہ

کسی آنے والے طوفاں کا ڈراوا دے کر
نا خدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

اور پہلے ہی سارا سلسلہ جو اسلام کے اندر بندگی اور ریاضت کا ہے اس کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے ایک واویلا شروع کر دیا ہے۔ جب پورا دین ہم اس کی

کروڑوں مدارس کے لئے بیج ہے، وہاں کا ذرہ ذرہ کائنات کا مدرسہ بن گیا لیکن جو ہمارے ہاں مدارس بنے ہوئے ہیں اور جن کو ہم مدرسہ کہتے ہیں جن کو چلانا ثواب سمجھتے ہیں اور جن میں اپنی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں اس طرح کے نصاب والا اور ایسی بلڈنگ والا تو ایک مدرسہ بھی عہد نبوی میں نہیں تھا یہ مدارس سارے کے سارے بعد میں بنائے گئے ،ان کے نصاب بعد میں بنے ،ان میں پڑھائی جانے والی کتابیں بعد میں لکھی گئیں ،ان میں جو ختم بخاری ہوتا ہے اس بخاری کا بھی عہد نبوی میں کوئی وجود نہیں تھا، بعد میں سب کچھ آیا ہے لیکن سب کرتے ہیں تو ثواب سمجھ کے کرتے ہیں، کبھی تم نے دیکھا ہے جو بدعت کی رٹ لگاتے ہیں انہوں نے یہ سوچا ہو کہ ہم نے جو مدرسہ بنایا ہے اور جس شیپ کا بنایا ہے۔ یہ عہد نبوی میں تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے تو ایک صحابی کا اونچا مکان دیکھا تھا جب وہ ملنے آئے تھے تو آپ ﷺ نے چہرہ پھیر لیا تھا۔ فرمایا: تم نے اونچا مکان کیوں بنایا ہے تو یہ دس دس منزلہ مدارس کا تصور کہاں موجود تھا۔

اصل چبوترہ تھا تو اس چبوترہ سے دس منزلہ بنانا اگر اس کو دین سمجھا گیا ہے تو پھر ماننا پڑے گا اگر اصل موجود ہو تو پھر نیچے اس کے لحاظ سے جو بھی کام آئے گا وہ سنت کا حصہ ہوگا۔ اگر محبوب علیہ السلام نے تبوک جاتے وقت کھانے کے اوپر چند منٹ کی دعا مانگی ہے تو ہمارے لئے پورا ختم شریف ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ اصل موجود ہے اور نیچے اس کی فرع کو قابلِ ثواب سمجھا جائے گا۔ یہ بدعت مندوبہ ہے۔

marfat.com

کی مٹھی پر ہفتہ گزارہ کرنے والے ہوں ان کی سنت اس وقت یاد نہیں آتی جب اپنے ہمہ جہت اور ہمہ نوع کھانے ہوں، پینے کی چیزیں ہوں اور سب کو جائز سمجھا جائے اور اگر یہ اضافہ دین کے اندر جائز ہے اور یقیناً جائز ہے کہ اللہ نے نعمت دی ہے اور محبوب علیہ السلام کا حکم ہے۔ نعمت کا اثر نظر آنا چاہئے اگر رب نے دیا ہے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر پھر انصاف بھی کرنا چاہئے۔

اگر اپنا دس قسم کا کھانا ہو تو بدعت نہیں ہے تو پھر غوث پاک کی گیارہویں کو بھی بدعت نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ سوچنا چاہئے، یہ انصاف کرنا چاہئے، یہ عدل کا تقاضا ہے، ایک معیار ہو اور ایک کسوٹی ہو۔ ایک طرح دین پر سوچا جائے۔ یہ لوگ شریعت گھیر گھیر کے قبروں پر لے آتے ہیں۔ قبر اونچی نہیں ہونی چاہئے تو کیا یہ جائز ہے کہ حرم کے ساتھ بیس منزلہ محل بنایا جائے، یہ کس شریعت کا حصہ ہے۔ قبروں پر تو وہ لونڈے جوتوں سمت چلیں جن پر محبوب ﷺ نے ایک کہنی رکھنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی اس وقت شریعت کا پتہ نہ چلے اوروں کی طرف دیکھیں تو بدعت ہی بدعت نظر آئے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے سنت کا علمبردار بنایا ہے اور سنت کے آئینے میں بدعت کی جو حیثیت ہے اس کو ہم جانتے ہیں اگر یہ لوگ اپنے گریبان میں جھانکیں تو خدا کی قسم بات کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ انہوں نے حجاز مقدس میں جو اسلام کا مرکز ہے وہاں پر ایسی بدعات کا جال پھیلا رکھا ہے کہ جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں مسلمانوں کے سر ندامت سے جھک گئے ہیں کیونکہ مرکز میں کچھ ایسے بدعتی لوگ آ گئے کہ جنہوں نے

marfat.com

تعریف کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمارے موقف کی حمایت کر رہا ہے۔

اگر نیا کام قرآن وسنت کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو وہ بدعت ہے اس کے قریب نہ جاؤ لیکن اگر اسی کی تشریح کر رہا ہے تو پھر وہ سنت کا حصہ ہے۔ اس پر عمل کرو گے سنت والا ثواب مل جائے گا۔

بدعت مباحہ

تَوَسُّعٌ فِی الزَّائِدِ مِنَ الْمَاکِلِ وَالْمَشَارِبِ

''کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی بے کار بند ہونا''

اب جس شخص کو بدعت کے خلاف بغیر سوچ سمجھے بولنے کا مرض ہے اور سمجھتا ہے کہ میں سنت کا علمبردار ہوں تو وہ بتا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پہننے میں سنت طریقہ کیا تھا اور کتنے سوٹ تھے۔ جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو چادر ایک ہی ہو جو پہن کے جہاد کر رہے تھے وہی چادر کفن پر تھی جو سر پہ دیتے تھے، قدم ننگے ہو جاتے تھے، قدم پر دیتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔

اب سنت تو یہ بھی ہے اور جو شخص اگر آج بیس جوڑے کپڑوں کے رکھتا ہے اس نے بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ اسلام میں تو اس طرح کے فینسی کپڑوں کا، اس طرح کے رنگوں والے کپڑوں کا اور اتنے نزاکت والے کپڑوں کا کوئی تصور نہیں تھا۔ وہاں جو ہفتہ ہفتہ کھجور پہ گزارہ ہوتا تھا اور آج دن میں ایک وقت کا کھانا دس ڈشوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ تو اس وقت ان کو بدعت کا معنی یاد نہیں آتا کہ ہمارے دستر خوان اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دستر خوان میں فرق کتنا ہے وہ رسول اکرم ﷺ جو جو

marfat.com

اب بدعت کے ساتھ ایک قید ہے یہ سب کے نزدیک عام مخصوص البعض ہے۔ ویسے تو کہا جاتا ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

ہر بدعت لیکن یہ عام مخصوص البعض ہے یعنی ہر بدعت مذمومہ ضلالت ہے۔ ہر بدعت قبیحہ ضلالت ہے۔ ہر وہ بدعت جو قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ ضلالت ہے۔

اب جس وقت اللہ تعالیٰ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے تو فرمایا ہے:

اٰتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَأَتْبَعَ سَبَبًا (الکہف: ۸۴،۸۵)

ہم نے اسکو ہر چیز کا ایک ساماں عطا فرمایا تو وہ ایک سامان کے پیچھے چلا

تو کیا آج جو ہمارے پاس اسباب ہیں یہ بھی ذوالقرنین کو دیئے تھے۔ نہیں دیئے تھے تو پھر ہر کیوں کہا تو جو اس وقت معتبر تھے جن کی ضرورت تھی وہ سارے دے دیئے تھے۔ اب لفظ کل بھی ہے اس کے باوجود کچھ فرد پیچھے بھی ہیں یعنی کل اکثر یہ ہے کل حقیقیہ نہیں ہے۔

کچھ افراد کل سے باہر بھی ہیں ایسے ہی کل بدعۃ میں، کل ہے لیکن اس کے باوجود کچھ بدعت کے افراد کل سے باہر بھی ہیں وہ کون سے افراد ہیں کہ جن میں ان چار امور کی مخالفت نہیں ہوتی ان کو بدعت ایسے معنیٰ میں جو ضلالت وگمراہی ہو جہنم میں جانے کا سبب ہو، ایسا نہیں سمجھا جائے گا۔ ضلالت کا حکم اس بدعت پہ لگایا جا رہا ہے کہ جو مذمومہ ہے۔ یہ قید سارے آئمہ نے اس حدیث شریف کے اندر یونہی لگائی ہے جیسے قرآن مجید کے اندر سارے قید مانتے ہیں۔

marfat.com

اسلام کی عظمتوں کو اس انداز میں مسمار کر دیا ہے وہ امریکہ کی گود میں بیٹھ کے کعبہ کی رکھوالی کرنے والے لوگ انہیں خود یاد آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ (البقرہ: ۴۱)

ڈرو تو صرف مجھ سے۔

غیر مسلموں سے گٹھ جوڑ کی کیا ضرورت ہے عرب علاقوں میں انکواڈے دینا کیا بدعت نہیں ہے۔ اسلام ہے کہ اس کی عبادت کرا اور اسی سے ڈرو

شرح الحدیث

یہ پانچ قسمیں بدعت کی جو میں نے بیان کی ہیں۔ اب ان کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا حدیث شریف کی شرح کیجئے۔

شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا

کاموں میں سے برے کام وہ ہیں جو نئے بنائے گئے ہوں۔

ان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور باقی تمام کے اقوال کی روشنی میں نے بیان کیا کہ وہ نئے جو قرآن کے خلاف ہوں یا سنت کے خلاف ہوں یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آثار کے خلاف ہوں اور ان کے اوپر کوئی اصل موجود نہ ہو، وہ نئے کام برے ہیں اور ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

ہر بدعت ضلالۃ وگمراہی ہے۔

marfat.com

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

کل بدعۃ میں اگر ہر نیا کام لانا ہے کہ کوئی بھی باہر نہیں رکھیں گے تو پھر اس ہر میں خلفاء کا کام بھی ضرور آئے گا کہ جو نیا ہوگا اس کو پھر بدعت ماننا پڑے گا۔

اور بدعۃ سیئۃ ہوگی تو پھر معاذ اللہ خلفاء پہ عدم اعتماد ہو جائے گا۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ماننا پڑے گا کہ خلفاء راشدین کے جو کام ہیں وہ اگر نئے بھی ہونگے وہ پھر بھی اسلام ہوگا اس کو بدعت کے زمرے میں نہیں رکھا جائے گا۔ جب ایک فرد وہاں کل کے نیچے سے نکل آیا تو اس کے ساتھ اور افراد بھی باہر نکل آئیں گے۔ اور یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل ہے اس کو ماننا پڑے گا۔

اس واسطے کہ میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ جو صحابہ کا کام ہوگا۔ اگرچہ نیا ہوگا مگر اس کو بدعت نہ کہنا، یہ سنت ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

تجھ پر میری سنت بھی لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت بھی لازم ہے۔

دوسری دلیل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کام نیا کیا۔ نماز تراویح باجماعت ایک امام کے پیچھے پڑھنا ایک نیا کام تھا لیکن آپ نے اس کو بدعت بھی اور سنت بھی کہا۔ بدعت کس نے کہا، خود کہا۔

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ

یہ بدعت ہے لیکن بڑی اچھی بدعت ہے۔

marfat.com

اگر چہ کل آیا ہوا ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ تھا کائنات میں وہ ذوالقرنین کو دے دیا گیا۔ نہیں بلکہ کچھ دیا گیا اس کے باوجود لفظ کل آیا ہے۔ ایسے

كُلُّ بِدْعَةٍ

پر کل آیا ہے مگر وہ بدعتیں خارج ہیں جو سنت ہی کی تشریح کر رہی ہیں اس سلسلہ میں ہمارے پاس دلیل یہ ہے۔

بدعت حسنہ سنت کی ہی تشریح کرتی ہے

بدعت حسنہ جو بدعت قبیحہ کے مخالف ہے، وہ سنت ہی کی تشریح ہے۔

اس پر حدیث شریف سے چار دلیلیں پیش کرتا ہوں کہ

كُلُّ بِدْعَةٍ

سے مراد ہر بدعت نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ بدعت مراد ہے جو مذمومہ ہو۔

باقی ہر بدعت مراد نہیں ہے کہ بدعت حسنہ پر بھی حکم لگایا گیا ہو۔

پہلی دلیل

سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

جامع ترمذی: ۲۶۷۶

تم پر میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت بھی لازم ہے۔

اور یہ صحیح حدیث ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفاء کی سنت بھی لازم ہے۔ اب یقیناً وہ جو لفظ ہے۔

marfat.com

ہو گا وہ برا ہو گا۔ نہیں نہیں۔

بہت سے کام ایسے ہوں گے جو کام تو نئے ہوں گے، ثواب اس پر واجب کا مل جائے گا۔ اب قرآن جمع کرنا کتنا نیکی کا کام بنا، اس پر صحابی نے پہلے ایکشن لیا کہ دین میں یہ ایک نیا کام ہے، ہم کیوں کریں۔

اے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مجھے یہ نہ بتاؤ اور مجھ سے نہ کہو میں نیا کام نہیں کروں گا اگر یہ کرنا ہوتا تو سرکار ﷺ کروا کے جاتے۔ جب آپ نے نہیں کروایا تو تم کیوں کرواتے ہو۔ یہ سوچ تو ابھری مگر یہ صحیح سوچ نہیں تھی۔ جب اس سوچ کو مطمئن کیا اور جواب دیا کہ ٹھیک ہے کام تو نیا ہے لیکن ہم ان کے وارث ہیں، ہم کروا رہے ہیں اس کو بدعت نہ کہنا بلکہ یہ ہمارے نبی ﷺ کی سنت بن رہی ہے۔

صرف یہ ہی نہیں یہ خلفاء تک ہی نہیں رہی کہ چلو خلفاء تک مان لیتے ہیں حالانکہ

كُلُّ بِدْعَةٍ

میں کل پورا مراد لینا ہے تو پھر کسی خلیفہ کی بھی کوئی مجال نہیں ہے کہ اس کی بات مانی جائے۔ پھر تو نبی اکرم ﷺ کی بات ہے۔ لیکن اگر کوئی عموم سمجھنا چاہتا ہے تو ہمارے پاس اس کی دلیل موجود ہے۔

چوتھی دلیل

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں اور ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهَا أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا

المسلم: ح ۱۰۱۷

ترمذی شریف: ح ۲۶۷۵

marfat.com

اور سنت کس نے کہا۔ سنت ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا جو خلفاء کرام علیہم الرضوان کام کریں گے وہ بدعت نہیں ہوگا بلکہ وہ میری سنت ہی ہوگی۔

تیسری دلیل

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ

ترمذی شریف: حدیث نمبر: ۳۶۶۲

لوگو میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور انکی بات ماننا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد یہ جو بتائیں گے، وہ بات ماننا۔ اب ان کے فیصلے جو محبوب علیہ السلام کے بعد تھے ان میں بہت سے نئے کام تھے لیکن ان کو جو مانے گا وہ بدعتی بن جائے گا۔ اس معنی میں کیا وہ جہنمی ہے؟ نہیں۔ جو ان کی اطاعت کرے گا اس کو محبوب علیہ السلام کی اطاعت والا ثواب ملے گا۔

دیکھو جس وقت حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان دونوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ قرآن جمع کرو تو انہوں نے کہہ دیا کہ تم وہ کام کیوں کرتے ہو جو اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں کیا یہ نیا کام تھا اور دین کا تھا اور ثواب کے لئے تھا کہ قرآن جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ ڈٹ گئے کہ نیا کام ہے میں کیوں کروں لیکن پھر یہ کام کیا اور قرآن جمع ہوا، سارا لکھا اور یہ بیان کیا کہ قیامت تک اس سوچ کو زمین میں دفن کردو کہ محبوب علیہ السلام کے فرمان کا یہ سرسری معنی لیا جائے کہ جو بھی کام نیا

marfat.com

ساتھ اور خلوص کے ساتھ، تو ہمیں اپنے کام کا بھی ثواب ملے گا، ان کے کام کا بھی ثواب ملے گا۔ اور صرف دو چار سالوں تک نہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ قیامت تک۔

قیامت تک جتنے اس رستے پر چلیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کا ثواب اس بانی کو عطا فرمائے گا اور پھر جو بعد میں چلیں گے کیا ان کا ثواب کم ہو جائے گا۔ نہیں،

مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئاً

بغیر ان کے اجر سے کوئی چیز کم کیے۔

ان کا ثواب کم نہیں ہوگا۔ اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ جو بعد میں آرہے ہیں ان کو اللہ کے کوٹے سے پورا ملے گا جو انہوں نے کیا اور جس نے نئے کام کی بنیاد رکھی اللہ اس کو اپنے فضل سے مزید عطا فرمائے گا۔

اب دیکھو کہ کوئی شک کی گنجائش ہے؟

کام نیا ہے جس کو لغوی طور پر بدعت کہا جائے گا مگر حدیث کی رو سے سنت کہا جائے گا، چونکہ سرکار ﷺ نے سنت کہا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا، نیا طریقہ رائج کیا پہلے نہیں تھا نیا بنایا، اس بندے کو اس کا اجر ملے گا۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَیِّئَةً

جس نے کوئی برا طریقہ رائج کیا۔

marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے اسلام میں کوئی نیا کام جاری کیا۔

مَنْ سَنَّ جس نے سنت بنائی۔

فِی الْاِسْلَامِ اسلام میں۔

سُنَّةً حَسَنَةً اچھی سنت بنائی۔

مطلب یہ ہے کہ سرکار ﷺ کی سنت نہیں اس نے اپنی بنائی یعنی سنت سے مراد نیکی کا کوئی نیا کام شروع کر دیا جو پہلے نہیں تھا تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اتنا اچھا بندہ ہے اس کو اپنے کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور قیامت تک جتنے لوگ وہ اچھا کام کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو ملتا جائے گا۔

اب ہے یہ نیا کام مگر سرکار ﷺ نے بدعۃ نہیں بلکہ سنت کہا ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً

جس نے اسلام میں کوئی سنت بنائی۔

کوئی طریقہ بنایا اور ساتھ سنۃ حسنۃ کی قید بھی ہے چونکہ لغوی طور پر سنۃ طریقہ کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو۔ اس واسطے ساتھ قید لگائی۔

سُنَّةً حَسَنَةً

جس نے کوئی اچھا طریقہ بنایا۔

مثال کے طور پر ہم نے یہ گوجرانوالہ میں فہم دین شروع کیا ہمارا یہ تیرھواں سالانہ پروگرام ہے کچھ لوگوں کا دوسرا ہے اور کچھ کا تیسرا اور کچھ کا چوتھا ہے تو ہم نے ایک اچھا طریقہ شروع کیا ہے تو ہمارے طریقے پر جو چلتا ہے انہیں اخلاص کے

marfat.com

منکرو! اگر ثواب کے لئے کرتے ہو اور دین سمجھ کے کرتے ہو اور نیا کام کرتے ہو تو پھر مان جاؤ یہ بدعت حسنہ ہے کہ جس کے کرنے سے رب ذوالجلال ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔

محتشم سامعین!

مختصر گفتگو میں اپنی اس بات کو آگے بڑھاتا ہوں۔ بڑا اہم حوالہ ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک نیا کام ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں گرفتار تھے۔ یہ بڑے عجیب صحابی ہیں۔ محبوب علیہ السلام مدینہ شریف میں ہیں اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں ہیں، گھبرائے نہیں، خوش ہیں کہ محبوب کی محبت میں، میں قید میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا بندوبست کیا کہ مکہ شریف کے پورے علاقے میں انگوروں کا موسم ہی نہیں تھا لیکن جب بھی دیکھا جاتا تھا، انگور ان کے پاس موجود ہوتے تھے۔

جس وقت ان کو حرم سے باہر نکالا گیا کہ باہر چلو اب تمہارا سر اتارتے ہیں۔ یہ شہید عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل رہے ہیں۔ اور خوش ہیں کہ میں نے جس دن کلمہ پڑھا تھا تو کہہ رہا تھا۔

اے عصر حاضر گواہ رہنا چراغ الفت جلایا ہم نے
راہ وفا کے قدم قدم پر ہمارے لہو کے دیئے جلیں گے

اب میرا لہو بہنے والا ہے جب نکلنے لگے تو فرمانے لگے میری ایک چھوٹی سی تجویز ہے۔ مجھے پکڑ کے لے جانے والو!

marfat.com

یعنی کوئی نیا نشہ متعارف کروادیا، کوئی سینما گھر، کوئی اس طرح کی چیز، کوئی فحاشی کا نیا طریقہ، کوئی الیکٹرانک میڈیا یا پرنٹ میڈیا میں فحاشی کا نیا انداز لے آیا۔ قیامت تک جتنے لوگ اس برے رستے پہ چلیں گے جس نے بنیاد رکھی تھی سب کا گناہ اس کو ملے گا اور جو کر رہے ہیں ان کو بھی ملے گا۔

تو یہ قسمیں ہم نے بیان نہیں کیں، یہ سرکار ﷺ نے خود بیان کی ہیں کہ وائی امت ہر نئے کام کو ایک ہی زمرے میں دھکا نہ دے دیے کہ چونکہ نیا ہے لہٰذا بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ جہنم ہے۔

حدیث سے ثابت ہوا

نہیں نہیں۔ کوئی نیا کام بدعت ہوگا اور ساتھ جنت کی گلی بھی بن جائے گی۔ اور کوئی نیا کام بدعت ہوگا اور جہنم کے کانٹے اس میں موجود ہوں گے اب یہاں زندوں میں رہنا ہے تو ذرہ پہچان پیدا کر کہ وہ بدعت کونسی ہے کہ جس کی مذمت کی گئی ہے اور وہ نئے کام جو اتنے متعارف ہیں۔

اب ختم بخاری ہوتا ہے۔ ہم کرتے ہیں، وہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ کبھی ختم کے لفظ سے شرماتے ہوئے تکمیل بخاری کہتے ہیں اور کبھی تقریب بخاری کہتے ہیں مگر جو بھی کہیں اپنے کہے ہوئے سے بچ نہیں سکتے۔ اس واسطے کہ بخاری کی تقریب ہو یا تکمیل ہو وہ تب ہوگی جب بخاری ہوگی اور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ بخاری تھی نہ بخاری کی تقریب تھی، نہ تکمیل تھی یا تو یہ کہو کہ دین کا کام نہیں یا یہ کہو کہ یہ ثواب کا کام نہیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے شہادت کے وقت دو رکعت نماز نفل پڑھنے کی بنیاد ڈالی۔

اب ذرا دیکھو تو سہی کیا نماز دین نہیں ہے؟ کیا دین کا ستون نہیں ہے؟ کیا یہ نیا کام نہیں ہے؟ کیا صحابی نے نہیں کیا اور جنتی نے نہیں کیا اور جو شہادت کا جام نوش کر کے اللہ کے دربار میں پہنچنے والے ہیں۔ ظلم ہوگا ان لوگوں کا جو ہر نئی بات جو دین میں ہو اس کو جہنم کا سندیسہ بیان کریں۔

تو معاذ اللہ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جہنم میں جا رہے تھے۔ استغفر اللہ وہ جہنمی نہیں تھے، نہیں نہیں، بلکہ وہ جنتی تھے تو جو سوچ اس جنتی کی ہے، اس سوچ کو سنی سوچ کہا جاتا ہے اور وہ انداز ہمارا ہے۔ بدعت کے مفہوم کے لحاظ سے، کہ اگرچہ کام نیا تھا مگر انداز نماز کا جو پرانا تھا پہلے بھی نماز تھی، وقت کی تعیین انہوں نے اپنی طرف سے کر لی اور وقت کی تعیین کرنے سے بندہ بدعتی نہیں بن جاتا کہ جس کی وجہ سے گمراہی آجائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے ایک نیا وقت بنا لیا۔ دو رکعت نماز شہادت پڑھی ہے۔ اس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا بلکہ جب ان کا سلام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا ہے تو علیک سے سلام کا جواب شہادت کے بعد بھی دیا، اتنا پسند کیا۔

تو جس وقت شہادت کی نماز کے لئے وقت کی تعیین کر لی جائے تو بدعت نہیں ہے۔ تو اذان سے پہلے، اذان کے بعد اور جمعہ پڑھ کے سلام پڑھا جائے تو یہ کیسے بدعت ہے۔

اگر تعیین ہم کرتے ہیں اور معین کر کے پڑھ لیتے ہیں یا کوئی انداز ایسا موجود ہے تو اس پر کوئی شخص ہٹ (hit) کرتا ہے تو وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پر

marfat.com

دَعُوْنِیْ

مجھے ذرا چھوڑو۔

اُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ

میں ذرا اللہ کو سجدے کرلوں۔ دو رکعتیں پڑھنا چاہتا ہوں۔

تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

ثُمَّ انْصَرَفَ

پھر پھرے اور کہنے لگے۔

لَوْلَا اَنْ تَرَوْا اَنَّ مَا بِیْ جَزْعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُّ

اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم یہ کہنا شروع کردو گے کہ موت سے ڈر کے اس نے نماز لمبی کرلی ہے تو میرا دل اور نماز پڑھنے پر بھی تھا علیحدہ کرو مگر میں اسلام کی غیرت پر بھی پہرہ دینا چاہتا ہوں کہ یہاں ایسا تصور نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ موت سے ڈرتے ہیں۔

اگرچہ دل میرا تھا کہ اور نماز پڑھوں مگر تمہیں یہ وہم پڑھنا تھا کہ موت سے ڈر کے پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس واسطے لمبی نہیں پڑھی بلکہ چھوٹی پڑھ کے آگیا ہوں۔ اب یہ ایک صحابی ہیں اور رجسٹرڈ جنتی ہیں اور انہوں نے دین میں ایک نیا کام کیا شہادت سے پہلے نماز کا کوئی تصور نہیں تھا۔ دو رکعت نماز شہادت یہ دین میں دور دور تک اس کا کوئی تصور نہیں تھا اور خود بخاری میں یہ لفظ موجود ہیں:

فَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ رَکْعَتَیْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ۔ (بخاری شریف: ۵۸۵/۲)

تجھے جنت میں لے جائے گی۔ اس واسطے محبت ایک مستقل دلیل ہے۔

اب یہاں دیکھئے اس کی وضاحت کیسے ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا آسان ہے مگر ان کے نظریے کو سمجھنا مشکل ہے۔ ان کے نظریے پر قائم وہی رہ سکتا ہے جس کو آج سنی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تم جہاں بھی حالات پڑھو گے۔ ایک بات ان کے حالات میں ضرور آتی ہے کہ جہاں وہ ذکر آتا ہے کہ میں نے یہ بخاری کیسے لکھی تو فرماتے ہیں:

مَاوَضَعْتُ فِیْ کِتَابِیْ (الصَّحِیْح) حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذَالِكَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ

سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۲۸۳

میں نے بخاری میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل بھی کیا اور دو رکعت نفل بھی پڑھے ہیں۔

اب پوچھا جائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو غسل کر رہے تھے تو معاذ اللہ عذاب کے لئے کر رہے تھے، نہیں، ثواب کے لئے کر رہے تھے، دین سمجھ کے کر رہے تھے، طلب ثواب کے لئے کر رہے تھے، تو دین میں نیا کام تھا۔ حدیث میں کہاں ذکر ہے کہ اگر حدیث لکھنی ہو تو پہلے غسل کرو۔ نماز کے لئے تو وضو ہو اور حدیث لکھنے کے لئے غسل ہو۔ کہاں لکھا ہے پورے ذخیرہ احادیث میں ایک حدیث بھی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابی نہیں، تابعی بھی نہیں، بعد میں آئے ہیں۔ مگر نیا کام کر رہے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بدعتی نہیں، سنی ہیں اور وہ جنہوں نے بدعت کے دانت تیز کئے ہوئے ہیں اور ہر چیز کو بدعت کہہ کے کاٹنا چاہتے ہیں۔ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے بچائیں گے۔ بخاری پڑھنے کا وہ مستحق ہے جو بخاری کو بدعتی نہ مانے، سنی مانے اور سنی وہ مانے جو بدعت کی یہ

marfat.com

ہٹ(hit) کر رہا ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے لئے شہادت کے ساتھ ساتھ بدعت اور سنت کا فرق بھی بیان فرما دیا ہے۔ اب آخری بات بیان کر کے گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عمل بیان کرنا چاہتا ہوں اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ والی بات میں نے اس لئے کی ہے کہ ہمارے پاس درجنوں ایسی دلیلیں ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی ﷺ سے پوچھے بغیر ایک نیا کام دین کا کر لیا اور سرکار ﷺ نے جھڑکی نہیں دی کہ تم کون ہوتے ہو۔ دلیل صرف محبت ہے۔

ایک شخص کے بارے میں شکایت ہوئی کہ جب بھی نماز ہوتی ہے تو یہ سورۃ اخلاص ہی پڑھتا ہے تو محبوب علیہ السلام نے مواخذہ کیا۔ فرمایا: کیوں تم یہ سورۃ پڑھتے ہو، تمہیں اور کوئی سورۃ نہیں آتی، تو انہوں نے کہا:

اُحِبُّهَا

محبوب میرا اس سے پیار بڑا ہے۔

اب دلیل محبت نکلی تو میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔ ٹھیک ہے اگر تمہیں اس سے محبت ہے تو

اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهُ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ مشکوۃ شریف: ۱۸۵

تیری سورۃ سے یہ محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

یہ میری دلیل ہے کہ کہیں اگر کوئی دلیل بھی نہ ہو اور کام شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ صرف محبت ہی اسکی کی دلیل ہے۔

انگوٹھے چومنے پر ہمارے پاس حدیثیں بھی ہیں مگر یہ دلیل کافی ہے اگر سورۃ اخلاص کی تعیین کرنے والا محبت کے زمرے میں جب آتا ہے تو سرکار ﷺ فرماتے ہیں۔ اگر چہ قرآن سارا اللہ کا ہے مگر تیری محبت سورۃ اخلاص سے زیادہ ہے تو یہ محبت

اصلاح اور اس کا اجر

صراط مستقیم پبلیکیشنز
0333-3172690-0321-6456610-042-7115703

marfat.com

تعریف مانے جو ہم نے کی ہے۔ کام نیا تھا، دین میں تھا۔ ثواب کے لئے تھا۔ مگر پھر بھی بخاری بدعتی نہیں ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کر کے نیا کام کیا ہے مگر یہ قرآن و سنت کی اپوزیشن نہیں تھی، قرآن کا رد نہیں ہو رہا تھا۔ لہٰذا دلیل ان کی محبت تھی کہ لفظ محبوب کے ہوں اور لکھے بخاری تو غسل تو ضرور کرنا چاہئے۔ محبت کی بنیاد پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کیا ہے تو یہ غسل بدعت نہیں بلکہ سنت کی خوشبو بن گیا ہے۔

ایسے ہی نماز پڑھی تو کہیں بھی کتابت حدیث کے وقت نماز کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث لکھنے کے لئے دو رکعت پڑھنے لازم سمجھے ہیں اور پڑھے ہیں اور نیا کام کیا ہے۔ مگر بدعتی نہیں۔ کس بنیاد پر کہ دین کا حصہ ہے۔ یہ شرائط کے لحاظ سے قرآن و سنت کے متصادم بات نہیں ہے۔ اور دلیل محبت ہے۔ محبت کی بنیاد سرکار ﷺ کے لفظ لکھنے سے پہلے نفل پڑھوں تو آپ کے الفاظ کی شان ظاہر ہو جن کے جملوں کو لکھنے سے پہلے نفل پڑھے جائیں، اس ذات کی عظمت کا عالم کیا ہوگا۔

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نوافل ادا کرنا صحیح طریق سے ثابت ہے۔ اس کی بنیاد پر بخاری ہوں یا مسلم۔ تمام امت جس شاہراہ پر قائم رہی ہے وہ شاہراہ سنت ہے جس کے اوپر ہمیں سنت صحیحہ متواترہ بھی ملتی ہے اور بدعت حسنہ کی شکل میں جو سنت ہے اس کا طرز عمل بھی ملتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس موضوع کو سمجھ کر آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

marfat.com

تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل

غلطیاں اور دھوکے

افادات ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

از قلم
محمد عبدالکریم جلالی
(فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

نظرثانی: حافظ مولانا استاذ العلماء محمد رمضان اویسی صاحب

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

marfat.com

تعمیرِ سیرت و کردار کے لیے اہم تحفہ

محاسنِ اخلاق

- ایثار ۔ تواضع ۔ حیا
- رضا ۔ صبر ۔ عفو و درگذر

از قلم

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز

0301-6464561-042-7115771

marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی نماز

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
مرکز الاویس دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور
0301-6464561-042-7115771
0333-8173630

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنی آیات کے حیرت انگیز اثرات

غور و فکر	بعض آیات کے خواص
رازِ انسان	حمایت علی شہید علیہ الرحمۃ

تالیف

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

(ایم اے عربی، پی ایچ ڈی عربی - فاضل بغداد یونیورسٹی عراق

فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف)

ناشر الیمک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

قیمت ۸/-

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفہومِ قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

(حصے پانچ)

افادات:

علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی صاحب

مرتب

محمد نعیم اللہ خان - بی ایس سی - بی ایڈ ایم اے اردو پنجابی - تاریخ)

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز

۶ مرکز الاویس دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

0301-6464561-042-7115771

marfat.com

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

وانک لتھدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فہمِ دینؒ

(آٹھ جلدیں)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول

- فہمِ دین اور ہماری ذمہ داریاں
- محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
- منصب نبوت اور عقیدہ مومن
- محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
- فہم دین کورس
- رسول اللہ ﷺ کی نماز
- گھر کا اسلامی ماحول
- آداب زبان
- تعارف آئمہ اربعہ
- قادیانیت کا محاسبہ
- صراط مستقیم کی روشنی میں
- نظام مصطفےٰ ﷺ کی بالادستی
- حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ

جلد دوم

- اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
- سود اور اسکی اقسام
- ہم اور ہمارے عقائد
- اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی
- مسئلہ حیات النبی ﷺ
- ترک اور تقلید کی تباہ کاریاں
- مومن کا مقصد حیات
- جہاد اور دہشت گردی میں فرق
- تصوف اور اسلام
- حواس نبوی ﷺ
- اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن
- جنتی آنکھ
- اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

- مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ
- مفاہیم اسم محمد ﷺ
- روزہ کے اسرار و رموز
- امتیازات نماز
- شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق
- زندگی اور اس کی اقسام
- خلفائے راشدین سے حضرت علیؓ کی عقیدت
- ماں کی شان اور امتحان
- بدعت کا معنی و مفہوم
- امتیازات نماز

جلد چہارم

- احادیث ختم نبوت
- سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
- ہاں ہم سنی ہیں
- ورع و پرہیزگاری کے ماڈل
- طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
- نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
- دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
- عہد شباب کا اسلامی نصاب
- کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
- تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

- تربیت اولاد
- تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
- اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
- اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
- جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
- قرآن اور تفکر کائنات
- تصوف عقیدہ توحید کی معرفت
- رنج و الم سے نجات کا راستہ
- مسئلہ حاضر و ناظر
- اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

- میرے رب سے مجھے محبت ہے
- رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نظافت
- شان رسالت کی یکتائی
- زکوٰۃ کے اسرار و رموز
- پردہ دختران اسلام کا وقار
- عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
- قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے
- میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
- حق چار یار
- جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

- پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
- مائیں جب فرمائیں
- یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
- باپ کی شان اور امتحان
- دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
- ختم نبوت اور قادیانی کفر
- شہداء زندہ ہیں
- اعتکاف یادِ الٰہی میں انہماک
- ناموس رسالت کے پہرے دارو جاگتے رہو
- آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

- خانقاہیں اور لذت اسرار
- میرے لئے اللہ کافی ہے
- آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
- رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید
- جب رسالت خود نعرہ زن ہو
- حرمت شراب
- انسانی حواس کا صحیح استعمال
- نظام مصطفےٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
- اسلام ہم تیرے ہیں

☆ نمایاں کی گئی کتابیں الگ کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6-مرکز الاویس دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

فہم دین

جلد چہارم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاویس، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش سٹریٹ، لاہور

042-37115771, 0321-9407699.0315-9407699

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (سورۃ التوبہ: ۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد چہارم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاویس دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ لاہور
042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــ فہم دین (جلد چہارم)

ازقلم ـــــ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب ـــــ مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

پروف ریڈنگ ـــــ محمد نعیم اللہ خان قادری (بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے اُردو، پنجابی، تاریخ)

باہتمام ـــــ شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

تعداد ـــــ 1100

صفحات ـــــ 480

ہدیہ ـــــ 350

ملنے کے پتے

- صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
- کرمانوالہ بک شاپ ○ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
- مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
- نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
- مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- مکتبہ غوثیہ کراچی ○ مکتبہ برکاتہ المدینہ (کراچی)
- مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
- مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان
- جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ (بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین)
- جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور ○ زاویہ پبلی کیشنز، لاہور
- جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
- اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک ○ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- اویسی بک اسٹال [illegible] 0333-8173630

Marfat.com

فہرست مضامین

تقریظ شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب

(ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) 12

تقریظ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری

(سجادہ نشین درگاہ عالیہ شرقپور شریف) 14

باب نمبر 1 ۔ احادیث ختم نبوت 17

پہلی حدیث پہلی نبوتیں اور ختم نبوت 22

دوسری حدیث شریف 25

تیسری حدیث میدان حشر اور ختم نبوت 29

چوتھی حدیث مبشرات اور ختم نبوت 32

پانچویں حدیث انبیاء علیھم السلام کی سیاست اور ختم نبوت 35

چھٹی حدیث پہلی نبوت اور ختم نبوت 39

ساتویں حدیث اسماء خمسہ اور ختم نبوت 40

آٹھویں حدیث انداز خطابت اور ختم نبوت 41

نویں حدیث لوح محفوظ اور ختم نبوت 45

دسویں حدیث اول امر اور ختم نبوت 46

گیارہویں حدیث تخلیق و بعثت اور ختم نبوت 48

بارہویں حدیث شریف 49

تیرہویں حدیث شریف 49

Marfat.com

چودہویں حدیث فاتح اور خاتم	50
پندرہویں حدیث شریف حشر کے شافع اور ختم نبوت	51
سولھویں حدیث شریف	53
سترہویں حدیث شریف	53
اٹھارویں حدیث شریف	54
انیسویں حدیث شریف	54
بیسویں حدیث شریف	55
اکیسویں حدیث شریف	57
بائیسویں حدیث شریف	58
تیئسویں حدیث شریف	60
چوبیسویں حدیث شریف	62
پچیسویں حدیث شریف	66
چھبیسویں حدیث شریف	67
ستائیسویں حدیث شریف	67
اٹھائیسویں حدیث شریف	73
انتیسویں حدیث شریف	73
تیسویں حدیث شریف	74
باب نمبر 2۔ سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ	**76**
بہترین انسان اور بہترین کام	82
تھوڑا دو زیادہ لو	87
سماجی خدمت ایمانی تقاضا	92

Marfat.com

خدمت بھی عبادت بھی	102
باب نمبر 3۔ ہاں ہم سنی ہیں	**114**
لفظ اہل سنت کا پس منظر	118
قرآن مجید سے لفظ اہل سنت کا پس منظر	119
آیت کی تفسیر زبان رسالت سے	119
دوسری تفسیر ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے	120
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول	120
لفظ امت کی تشریح	122
امت کی دو اقسام	123
امت دعوت	123
امت اجابت	123
احادیث رسول ﷺ سے لفظ اہل سنت کا پس منظر	123
ملت واحدہ کے عدم اختلاف سے مراد	124
آئمہ اربعہ اہل سنت جماعت تھے	124
فروعی اختلافات اللہ کی رحمت	125
ملت واحدہ کے جنتی ہونے سے مراد	125
اہل سنت کی پہچان	127
تابعین کی نزدیک لفظ اہل سنت کا پس منظر	128
امام نصر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	130
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	132
شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	132

Marfat.com

ملا علی قاری علیہ رحمۃ کا بیان	133
سنی کون ہیں؟	133
سنی کہلوانا کیوں ضروری ہے؟	134
ہم اہلسنت ہیں اہل فرض نہیں	154
باب نمبر 4 - ورع اور پرہیز گاری کے ماڈل	**167**
ورع کا لغوی معنی	170
ورع کا اصطلاحی معنی	170
ورع کا فائدہ	172
ورع کے درجات	174
پہلا درجہ ورع العادلین	174
دوسرا درجہ ورع الصالحین	175
تیسرا درجہ ورع المتقین	176
چوتھا درجہ ورع الصدیقین	178
ورع و پرہیز گاری کے ماڈل	180
رسول اکرم ﷺ کی ورع اور پرہیز گاری	181
حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اکرم ﷺ سے	
روع و پرہیز گاری کا پڑھا ہوا سبق	183
کائنات کے محبوب ﷺ کی ورع و پرہیز گاری	184
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ورع و پرہیز گاری	188
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ورع و پرہیز گاری	189
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ورع و پرہیز گاری	192

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت اور ورع و پرہیز گاری	194
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ورع اور پرہیز گاری	197
تابعین کی ورع و پرہیز گاری	200
حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ورع و پرہیز گاری	200
مقروض کی دیوار کا سایہ لینے سے پرہیز اور ورع	203
حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ورع و پرہیز گاری	204
باب نمبر 5۔ طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم	**207**
طلاق کا لغوی معنیٰ	210
لغوی طور پر طلاق کا استعمال	210
عرفی طور پر طلاق کا استعمال	211
اصطلاحی تعریف	211
طلاق دینے کا جواز	213
طلاق دینے میں مرد کے اختیار کی حکمت	216
طلاق دینے کا طریقہ	217
طلاق ثلاثہ اور امت مسلمہ	221
فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق ثلاثہ کا حکم	223
قرآن مجید سے دلائل	225
احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل	236
باب نمبر 6۔ نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے۔	**259**
انفرادی حالات میں تغیر	270

Marfat.com

اجتماعی حالات میں تغیر 275

باب نمبر 7۔ دختران اسلام کے لیے آئیڈیل کردار 299

ماں کی گود سب سے پہلی درسگاہ ہے 301

ازواج مطہرات کی زندگی ایک آئیڈیل کردار 303

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایمان کامل ایک آئیڈیل کردار 304

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی ایک آئیڈیل کردار 307

بیٹی رحمت خداوندی کا پیکر 309

امور خانہ داری میں قریش کی عورتوں کا آئیڈیل کردار 310

عظیم خواتین کا کردار 314

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آئیڈیل کردار 314

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آئیڈیل کردار 317

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آئیڈیل کردار 320

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرائض کے علم کا حصول 322

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار سخاوت کے لحاظ سے 323

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عشق رسول ﷺ کے لحاظ سے آئیڈیل کردار 325

عشق رسول ﷺ میں انصاری عورت کا کردار 329

حق گوئی کے لحاظ سے آئیڈیل کردار 336

پردہ کے لحاظ سے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار 337

خاتون اسلامی اور جہاد 339

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کی زبان کا اثر 341

Marfat.com

باب نمبر 8 ۔ عہد شباب کا اسلامی نصاب 342

انسانی زندگی کے مراحل قرآن کی روشنی میں 344

شباب جنوں کا ایک شعلہ 347

جوانی قدرت کا انمول تحفہ 350

جوانی میں کی گئی نیکی کا ریٹ 351

جوان اور بوڑھے کی بندگی 351

زرخیز زمین میں کاشت کرنے کا فائدہ 353

پرہیزگار اور فاسق نوجوان میں فرق 353

انسان کی ظاہری اور باطنی نشوونما اور معرفت حقیقی 355

ظاہری آنکھ کھلنے کے تدریجی مراحل 355

روحانی آنکھ کھلنے کا وقت 356

شباب کی زرخیزی 357

متقی نوجوانوں کے لئے ننانوے صدیقوں کا ثواب 358

جوانی قبل از پیری غنیمت 360

ابھرتی جوانی میں صدقہ کا اجر 362

صدمہ اول کے ساتھ صبر کا مقام 363

جاہلیت میں سرداری کرنے والا اسلام میں سردار ہے 364

نوجوان اللہ کی رحمت کے سائے میں 366

نوجوان پرہیزگار کچھ فرشتوں جیسا 367

Marfat.com

سرکار دو عالم ﷺ کا نوجوانوں سے خطاب 369

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ 371

اوائل شباب میں شادی حفاظت ایمان کا سبب 372

محمد بن حسن بن طوسی رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن وحدیث کی چاشنی 372

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طلب دین میں انوکھا کردار 373

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور لذت حدیث 375

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی اور شہادت 376

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن اور شوق شہادت 379

باب نمبر 9۔ کاروباری شراکت کے اسلامی اصول 383

جواز مضاربت دلائل کی روشنی میں 386

لغوی معنیٰ 388

مضاربت کا لغوی معنیٰ 388

شرعی معنیٰ 388

تفصیلی تعریف 389

تعریف میں مختلف قیود کے فوائد 391

پہلی قید کا فائدہ 391

دوسری قید کا فائدہ 391

Marfat.com

حدیث شریف سے مضاربت کا جواز	392
آثار صحابہ میں مضاربت کا جواز	394
شرکت مضاربت کا رکن	400
الفاظ ایجاب	401
الفاظ قبول	401
اقسام مضاربت	401
مضاربت مطلقہ	402
مضاربت مقیدہ	402
شرائط راس المال	404
راس المال معلوم	405
شرائط ربح	407
مضاربت کے حقوق	409
مضاربت فاسدہ	411
باب نمبر 10 ۔ تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض	415
تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر مومن کا ایمان	420
اللہ اور رسول ﷺ کی محبت تمام محبتوں پر غالب	422
آیت کا شان نزول	426
دوسرا شان نزول	431

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کے عنوان سے شائع شدہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتھم العالیہ کے 26 دروس پر مشتمل خوبصورت دو جلدیں بدست عزیزم قاری محمد طاہر عزیز باروی زیر مجدہ باصرہ نواز ہوئیں۔ جس کے مطالعہ سے آنکھیں ٹھنڈی، دماغ معطر اور دل مطمئن ہوا موصوف کے یہ دروس اعتقادی، کلامی، اصلاحی، معاشرتی و تاریخی موضوعات پر دلائل و براہین سے مزین فصاحت و بلاغت کا مرقع ہیں۔

اور عوام وخواص کیلئے یکساں مفید و نافع ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو رب ذوالجلال نے علم راسخ، فہم کامل، نظر بالغ، فکر صائب، مزاج متواضع، قلم سیال جیسی متعدد خوبیوں سے مالا مال فرمایا ہے ایسا لگتا ہے کہ آپکے مرشد و شیخ جنیدِ زماں، حافظ الحدیث امام العصر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خصوصی روحانی تصرف آپ پر سایہ فگن ہے۔ آپ بحر تحقیق و تدقیق کے سباح اور بادیہ تصنیف و تالیف کے سیاح ہونے کے ساتھ ساتھ میدان خطابت و تقریر کے سباق بھی ہیں۔ آپکے خطابات انتہائی پر مغز اور مقتضائے حال و مقتضائے وقت کے عین مطابق ہوتے ہیں، انداز بیان اور اسلوب تفہیم انتہائی سلیس و موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

جس کی جھلک پیش نظر دروس میں نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے آپ ابھی نوجوان ہیں مختلف میدانوں میں آپکی فتوحات اور کامرانیوں کا سلسلہ سرعت رفتاری سے جاری وساری ہے۔

اہلسنت و جماعت کو آپکی ذات والا صفات سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں اللہ عزوجل آپکی فراوانی علم اور جولانی خطابت میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حررہٗ

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری

سجادہ نشین درگاہ عالیہ شرقپور شریف

اسلام ایک جامع، روشن، محفوظ اور علم وبصیرت پر مبنی عالمی اور آفاقی دین فطرت ہے اور قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کیلئے کامل ضابطہ ہدایت ہے قرآن حکیم جس کا آغاز آیات علم سے ہوا ہزاروں علوم کا سرچشمہ اور مخزن ہے چونکہ علم ایک بحر ذخار ہے ظاہر ہے کہ پورے علم کا احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے لیکن اتنا علم حاصل کرنا ضروری اور لازم ہے جو ضروریات دین کے تقاضوں کو پورا کرے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے یہ زریں اصول عطا کیا کہ صاحب استعداد لوگ دین کی سمجھ پہلے خود حاصل کریں اور بعد ازاں دین کی حقانیت، نورانیت اور افادیت اور اس پر عمل پیرا ہونے کے صحیح طریقہ کار سے روشناس کرائیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی تبریک وتحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے رمضان المبارک 1426ھ کے برکتوں رحمتوں والے مہینے میں "درس قرآن" کا اہتمام کر کے 26 مجالس میں مختلف عنوانات پر خطاب فرمایا جو "فہم دین کورس" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل کتابی صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ اور علوم جدیدہ کا حسین امتزاج بنایا ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو ملک کے

Marfat.com

نہایت ممتاز اور عظیم علماء سے مکمل درس نظامی کی سبقا سبقا تعلیم حاصل کی ہے اور دوسری طرف پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے علاوہ بلاد عربیہ اسلامیہ میں بھی علوم دینیہ اور عربی زبان وادب میں خصوصی مہارت اور دسترس حاصل کی ہے۔

مولف نے اپنے منفرد اسلوب میں عقائد حقہ، اہلسنت وجماعت کو قرآن حکیم اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات گرامی کی روشنی میں مدلل طور پر ثابت کرنے اور ان کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ زیر نظر کتاب محض واعظ ونصیحت ہی نہیں بلکہ مولف کا مقصد اسلامی معاشرے کی اصلاح اور اسے ممکنہ حد تک صحت مند بنیادوں پر استوار کرنا ہے مولف نے نہ صرف پاکستان کے حالات پر طائرانہ نظر ڈالی ہے بلکہ عالم اسلام اور حالات حاضرہ کا فکر انگیز تجزیہ کیا ہے

چند عنوانات سے ان کے اصلاحی اور تربیتی تپش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ا۔ محبت الٰہی اور اس کی چاشنی ۲۔ منصب نبوت اور عقیدہ مومن

۳۔ محاسبہ نفس اور اس کا طریقہ کار ۴۔ گھر کا اسلامی ماحول

۵۔ اوقات اور معروفیات کا شرعی توازن ۶۔ جنتی آنکھ

۷۔ اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل ۸۔ مومن کا مقصد حیات

مولف کے دل کی دھڑکنوں اور ان کی دینی تڑپ پر مبنی ان کے دلی جذبات کی عکاسی ان کے اپنے اشعار سے ہدیہ قارئین ہے۔

Marfat.com

نو نیدِ رسالت کا نعرہ دنیا میں لگانے نکلے ہیں ۔ فاران کی چوٹی کا نغمہ گھر گھر پہنچانے نکلے ہیں

اپنا تو یہ جذبہ ہے آصف ہر سانس میں سعی پیہم ہو ۔ نہ تھکنے تھکانے نکلے ہیں نہ سونے سلانے نکلے ہیں

بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ رب کریم اپنے فضل عمیم سے ان کی علمی کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور بہترین جزا سے نوازے ۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف

کاشانہ ربانی مکان نمبر 15 اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ دربار داتا گنج بخش

لاہور فون نمبر 042-7313356,0300-424381

حوزہ نقشبندیہ

E.mail:houza.e.naqshbandiah@hotmail.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر

1

احادیثِ ختمِ نبوت

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ہمیں ہے جان سے پیارا نشانِ ختمِ نبوت کا
اٹھو گھر گھر میں پہنچا دو بیانِ ختمِ نبوت کا
ملائک کی جماعتیں روز و شب واں پہ اترتی ہیں
ذکر جاری ہمیشہ ہے جہاں ختمِ نبوت کا

Marfat.com

تھے جتنے بھی نبی دیگر نبوت ان کی وقتی تھی
مگر ہے حشر تک سارا زماں ختم نبوت کا

یہ نعرہ ہے امیر المؤمنیں صدیق اکبر کا
کر و اپنے لہو سے بھی دھیاں ختم نبوت کا

مٹا دو زور بازو سے کفر ہر قادیانی کا
یمامہ سے اٹھالو ہر سناں ختم نبوت کا

دیا ختم نبوت پہ رضا کے علم نے پہرہ
بنا ان کا قلم بھی ترجماں ختم نبوت کا

بنا کلک رضا ہر اس کمینے کے لئے خنجر
ہے جس نے بھی کیا کوئی زیاں ختم نبوت کا

انوکھی شان اس فن میں کیا مہر علی کی ہے
کیا جس نے عقیدت سے بیاں ختم نبوت کا

الٰہی شاہ نورانی کی قبر پہ رحمتیں برسیں
بنایا جس نے پورا کارواں ختم نبوت کا

سنو جتنے بھی یاں ختم نبوت کے فدائی ہوں
رہے یہ قافلہ ہر دم رواں ختم نبوت کا

دبا نے کو زمانے میں گلہ ہر قادیانی کا
لگائے نعرہ ہر پیر و جواں ختم نبوت کا

خداوندا مدینے کے چمکتے چاند کا صدقہ
بنا دے آصف کو حساں ختم نبوت کا

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراطِ مستقیم کی خوشبو اور مہک کے دوران آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

احادیث ختم نبوت

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خالق کائنات نے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا ہے اور یہ روح ایمان ہے کہ کلمہ اسلام کی روشنی میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔

ختم نبوت ایمان کا اساسی حصہ ہے۔ ختم نبوت پر پورے دین کا ڈھانچہ قائم

Marfat.com

ہے۔ ختم نبوت دین متین کے گرد ایک قلعہ ہے۔ پورے دین کی تعلیمات کو محفوظ کرنے والا عقیدہ ختم نبوت کہلاتا ہے۔ سید عالم ﷺ کی جلوہ گری کے بعد اب کائنات میں کوئی شخص بھی بحیثیت نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے گا کسی لحاظ سے بھی۔ خواہ وہ یہ کہے کہ میں ظلی ہوں میں بروزی ہوں، میں غیر تشریعی ہوں، جو بھی وہ کہے جب وہ نبوت کا مدعی بنے گا تو جھوٹا ہوگا، کذاب ہوگا، دجال ہوگا۔ اس سے برأت لازم ہے۔ اور اس کا رد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا یہ قطعی عقیدہ جس میں خاتم النبیین کا معنی زمانہ کے لحاظ سے آخری نبی ہونا ہے اس کو جہاں قرآن مجید برہان رشید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے وہاں رسول اکرم ﷺ کے فرامین میں بھی بکثرت احادیث اس بارے میں موجود ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو احادیث ختم نبوت کے موضوع کو بیان کرتی ہیں اور بالمعنیٰ ہزاروں ایسی احادیث ہیں جن سے اس عقیدہ کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

ہماری آج کی یہ مختصر نشست جس میں ہم چند احادیث اور وہ بھی مختصر تبصرہ کے ساتھ صرف متن حدیث اور اس کا ترجمہ پیش کریں گے اور تھوڑی سی تشریح کرتے ہوئے ہم اپنی گفتگو کو آگے بڑھائیں گے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے بالخصوص آج کا موضوع سنتے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا

Marfat.com

مشکوٰۃ شریف: ۳۵

''اے اللہ! وہ بندہ خوش رہے جس نے میری حدیث سنی، یاد کرلی، محفوظ کی اور آگے کسی کو سنادی۔''

اس نیت سے میں حدیث کا متن بھی پڑھوں گا اور اس کی ٹرانسلیشن (Translation) بھی ساتھ کروں گا تاکہ سمجھ بھی آجائے اور ماحول بھی معطر رہے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو کبھی ہمارے محبوب علیہ السلام کی مقدس زبان سے صادر ہوئے تھے۔

احادیث ختم نبوت

ہم اس وقت تیس احادیث سے مسئلہ ختم نبوت کو ثابت کریں گے۔

پہلی حدیث: پہلی نبوتیں اور ختم نبوّت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ يَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ

بخاری شریف: ج: ۳۵۳۵/۶ مسلم: رقم: ۲۲۸۶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا

Marfat.com

میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال یوں ہے جیسے کسی نے کوئی گھر بنایا ہو،

فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ

اس نے اپنا گھر نہایت ہی خوبصورت بنایا اس میں حسن بھی ہو جمال بھی ہو۔

فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ

کسی نے کوٹھی تیار کی اور نہایت ہی خوبصورت انداز سے اس کو تیار کیا

اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِیَةٍ

سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے جو ایک کونے میں ہے

فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ

دیکھنے والے اس مکان کو دیکھتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ کتنا خوبصورت محل ہے۔

یعنی لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں، چاروں طرف سے دیکھتے ہیں، اس پہ نگاہ دوڑاتے ہیں اس کو دیکھتے ہیں تو بڑا تعجب کرتے ہیں، اس کی ہر طرف کو دیکھ کر ہر پہلو کو دیکھ کر، ہر سمت اور ہر زاویے کو دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوتا ہے اور اس کو پسند کرتے ہیں لیکن جب اس کونے پہ آتے ہیں جہاں ابھی جگہ خالی ہے، کہتے ہیں:

هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ؟

یہاں اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ کاش اس اینٹ کی جگہ بھی پوری ہوتی۔

اور پھر اس محل پر کسی کو کوئی انگلی اٹھانے کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ محل تو بڑا خوبصورت ہے اس میں حسن بھی ہے، جمال بھی ہے۔ اس میں رعب و دبدبہ، وقار

Marfat.com

اور کمال ہے۔ بڑا جوبن اور نکھار ہے مگر ایک جگہ آ کے لوگ رک جاتے ہیں کہ یہاں اس جگہ کو اتنا خوبصورت محل بنا کے خالی کیوں رکھ دیا گیا۔ یہاں بھی اینٹ لگا دی جاتی تو اس کا حسن مکمل ہو جاتا تو سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاَنَا اللَّبِنَةُ

وہ چیز جو اس خالی جگہ کو مکمل کرنے والی ہے، وہ میں ہوں۔

پہلے نبوت کا کاشانہ تعمیر ہو چکا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے، تعجب کرتے تھے، اس کے حسن و جمال پر رشک کرتے تھے مگر ایک جگہ آ کے ٹھہر جاتے تھے کہ کاش اس جگہ بھی تعمیر مکمل کر دی جاتی تو یہ بڑا خوبصورت محل ہوتا میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں وہ جگہ جہاں ان کو کمی محسوس ہو رہی تھی کہ یہاں اینٹ لگ جاتی تو یہ مکمل ہوتا۔

اَنَا اللَّبِنَةُ

وہ اینٹ جس نے نبوت کے محل کو پورا کیا اس کو مکمل کیا وہ میں ہوں۔

وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ

اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میں نے نبوت کے خوبصورت محل کو مکمل فرما دیا ہے۔

اب اس سے یہ بات بھی بڑی واضح ہو گئی۔ اگرچہ ہر نبی نبوت میں مستقل ہے اور ان کا صرف زمانہ نبوت گزرا پھر دوسرا نبی آ گیا لیکن صفت نبوت ان کی اب بھی برقرار ہے۔ یعنی اب یہ نہیں ہے کہ وہ نبی کالعدم ہو چکے ہوں کہ ان کو نبی نہ کہا جائے۔

وہ نبی ہیں مگر ان کی نبوت کا زمانہ گزر چکا ہے اور اب ہمیشہ کے لئے جو نبوت کا زمانہ ہے وہ ہمارے نبی ﷺ کا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس

Marfat.com

وقت آئیں گے، وہ ہمارے محبوب ﷺ کی نبوت کا پرچار کرنے کے لئے تشریف لائیں گے۔

اب یہاں پر وہ سارا بنگلہ اور کاشانہ بنا ہوا ہے۔ حسن اس میں بہت ہے مگر پھر بھی ایک جگہ پہ لوگ آ کے رک جاتے ہیں اور جب ہمارے محبوب ﷺ کی جلوہ گری ہو گئی ہے وہ جگہ بھی بھر گئی ہے تو پتہ چلا آپ نے اپنی نبوت کے لحاظ سے ایک کام مکمل ہی نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت وہ نبوت ہے کہ جس نے پہلی ساری نبوتوں کے حسن میں بھی اضافہ کیا ہے اور وہ کوٹھی اور بنگلہ اور کاشانہ جس میں ہر نبی نبوت میں مستقل ہے، ان میں سے کوئی نبی بھی نبوت کے لحاظ سے غیر مستقل نہیں ہے۔ ان کی نبوت اپنی اپنی ہے مگر ان کی نبوت کو بھی ایک رنگ، ایک جمال مزید جو عطا فرمایا ہے۔ وہ ہمارے محبوب ﷺ کی نبوت نے عطا فرمایا ہے۔

دوسری حدیث شریف

انبیاء علیہم السلام پر فضیلت اور ختم نبوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ

مسلم شریف: 119/1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد

Marfat.com

فرماتے ہیں:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ

چھ چیزوں کی بنیاد پر مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی۔

مطلب کیا کہ وہ چھ صرف مجھ میں ہیں، میرے سوا کسی پیغمبر میں نہیں۔

قرآن مجید ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

سارے رسول رسالت میں برابر ہیں مگر درجات میں فرق ضرور ہے تو اس بنیاد پر ہمارے محبوب ﷺ فرمانے لگے کہ میرے رب نے مجھے چھ چیزیں ایسی دی ہیں اور یہ چھ آخری حد نہیں بلکہ اور بھی ایسے فضائل ہیں کہ جو ہمارے محبوب ﷺ میں ہیں اور کسی نبی میں نہیں ہیں۔ تو چھ کا ذکر کرتے ہوئے محبوب ﷺ نے فرمایا:

نمبر 1-

أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ

مجھے جامع کلمات دیئے گئے۔

مجھے میرے رب نے گفتگو کا جو انداز دیا ہے وہ بھی تمام انبیاء سے مختلف ہے۔ یعنی سب سے فضیلت والا ہے۔ حالانکہ ہر نبی کی نبوت کی امتیازی شان خطابت ہے کہ انبیاء اپنے وقت کے سب سے بہترین خطیب بھی ہوتے تھے۔ چونکہ انہوں نے مجمع کو سمجھانا ہوتا تھا، لوگوں تک بات کو پہچانا ہوتا تھا۔ اگر زبان صحیح نہ چلتی ہو اور مافی الضمیر صحیح بیان نہ ہو سکتا ہو تو پھر نبوت کی ڈیوٹی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے تمام انبیاء علیہم السلام کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے تکلم اور نطق کی بہترین صلاحیتیں عطا فرما رکھی تھیں۔

لیکن ان سب میں سے جن کو نرالی خطابت عطا فرمائی ہے وہ حضرت آمنہ کے لعل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

مجھے میرے رب نے منفرد انداز گفتگو دیا ہے کہ میں جامع کلمات بولتا ہوں۔

میں بولوں تو لفظ تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر ان کے معانی کا سمندر طلاطم میں ہوتا ہے۔ اور دور دور تک ان کے معانی کا سلسلہ پھیل جاتا ہے۔ میرے رب نے مجھے تھوڑے وقت میں زیادہ فائدہ پہچانے والی گفتگو کا طریقہ عطا فرمایا ہے۔

نمبر 2-

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ

میری رعب سے مدد کی گئی ہے۔

میری دوسری خصوصیت جو میرے رب نے صرف مجھے عطا کی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے میری مدد رعب سے کی ہے۔ مجھے جا کے اپنے دشمنوں کو مار کے منوانا نہیں پڑتا کہ میری تلوار ان کی گردن تک پہنچے تو پھر میرا ڈر آئے۔ فرمایا میرا ڈر اتنا ہے۔

مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

ایک مہینہ دور بیٹھا ہوا میرا دشمن یوں کانپتا ہے جیسے میری تلوار کے نیچے آ چکا ہو۔

رب ذوالجلال نے مجھے منفرد رعب دیا ہے کہ میرے رعب کی دھاک بیٹھ گئی ہے، دور دور تک میرا رعب چلتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری مدد رعب سے فرما دی ہے۔

Marfat.com

نمبر 3۔

اُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ

میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے غنیمتیں حلال کردیں۔ پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا اس کو اکٹھا کرتے تھے آگ آتی تھی جلا جاتی تھی۔ یہ اس کا مصرف تھا۔ فرمایا:

میری امت کے لئے غنیمت حلال ہے۔ کافروں سے لڑیں گے جو مال آئے گا اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس کے باقاعدہ حصے بنادیئے۔

اتنا مال بیت المال کا ہے، اتنا فلاں کا ہے۔ فرمایا:

رب نے مجھے یہ شان دی ہے۔ میرے رب نے غنیمتوں کو حلال فرمادیا ہے۔

نمبر 4۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

میرے لئے زمین کو مسجد اور طہور بنادیا گیا۔

یعنی میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنادیا۔ جہاں بھی میرے امتی کا جی چاہے گا، یہ نہیں ہوگا کہ اس پر پابندی ہو کہ تم ہزار میل سفر کرکے مسجد میں پہنچو تو پھر تمہارا سجدہ قبول ہوگا۔ نہیں،

یعنی ہم نے جب سے قدم رکھا ہے، ساری زمین مسجد بن گئی ہے، پاک ہوگئی ہے۔ اور طہور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین صرف پاک ہی نہیں بلکہ پاک

Marfat.com

کرنے والی بھی ہے۔ اگر تمہیں پانی نہ ملے اور وضو یا غسل کی حاجت ہو۔ فرمایا تم اس پر ہاتھ مار کر چہرے پہ مل لو گے تو یہ تمہارے بدن کو پاکی بھی عطا کردے گی۔ میرے لئے زمین کو پاک کر دیا گیا ہے۔

نمبر 5-

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً

مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کے بھیجا گیا ہے۔

میں سب کا نبی ہوں۔ باقی پیغمبر ایک ہی قوم کے لئے ہوتے تھے اور میں صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ جمیع خلق کا اور مخلوق کا نبی بنا کے بھیجا گیا ہوں۔

نمبر 6-

وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ

مجھے نبیوں کا خاتم بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ختم نبوت کا تاج پہنایا ہے۔ مجھ پہ نبوت کا سلسلہ آ کے بند ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم النبیین بنایا ہے۔

تیسری حدیث شریف

میدان حشر اور ختم نبوت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ قِصَّۃِ الْعَرْضِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَفَزَعَ النَّاسُ اِلَی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ

Marfat.com

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ

بخاری شریف: ح: ۴۷۱۲ مسلم شریف: ۱۹۴/۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس حدیث میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش ہونے کا منظر پیش کیا جا رہا ہے کہ جس وقت لوگ مختلف انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے ہماری سفارش کرو اس وقت مشکلات بڑی ہیں، حشر کی گرمی بڑی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے کوئی سہارا دے کر دو، ہماری اللہ کے دربار میں کوئی سفارش کرو۔ سارے انبیاء علیہم السلام کا جواب یہ ہوگا۔

اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ

کسی اور کے پاس جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں ان کے پاس جاؤ وہ تمہاری سفارش کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے نہیں نہیں میں نہیں کر سکتا۔ وہ اور دروازہ دکھائیں گے۔ یہ صورتحال جس وقت رسول اکرم ﷺ نے اپنی حدیث شریف میں بیان کی۔ فرمایا: سارے لوگ بڑے گھبرا چکے ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ان کو ہر دروازے سے واپس موڑا جا چکا ہوگا ایسے میں جب ان کو کوئی سہارا نظر نہیں آئے گا

Marfat.com

تو سارے اکٹھے میرے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ

میں حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار ہوں۔

فَیَقُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

جب لوگ چلتے چلتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے۔ تو وہ کہیں گے:

اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

تم کسی اور کی طرف چلے جاؤ، تم حضرت محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری مدد کردی جائے تو پھر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ جو کہیں گے اللہ ان کی بات کو مان لے گا۔ رسول اکرم ﷺ خود فرماتے ہیں:

فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ

وہ حضرت محمد ﷺ کے پاس آئیں گے۔

اور کیا کہیں گے:

یَقُوْلُوْنَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ

وہ کہیں گے یا محمد ﷺ

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ

اے محبوب ﷺ آپ اللہ کے رسول بھی ہیں اور آخری نبی بھی ہیں۔

سارے ہمیں اور کے دروازے پہ بھیجتے رہے۔ اب آپ کے بعد تو کوئی اور

Marfat.com

ہے ہی نہیں۔ ہم تمہارے پاس آ گئے ہیں، آپ ﷺ آخری ہیں۔ ساری امتوں کے لوگ اکٹھے ہو کے اس بات کو پہچانے ہوئے ہیں کہ یہ آخری سہارا ہیں، آخری در ہے اور یہاں کی بات ضرور مانی جائے گی۔

اب یہ عقیدہ ختم نبوت والا عقیدہ وہ عقیدہ ہے کہ اس میں دنیا کے اندر ہی نہیں برزخ اور حشر میں بھی جب کسی کا کوئی سہارا نہیں بن رہا ہوگا۔ اس وقت ختم نبوت کا عقیدہ سہارا بنے گا۔ اور جس وقت رسول اکرم ﷺ کو آواز دیں گے، ندا دیں گے، پکاریں گے تو وہ خاتم الانبیاء کہہ کر پکاریں گے۔ تو سرکار ﷺ فرمائیں گے:

انا لھا

میں شفاعت کے لئے ہوں

انا لھا کہہ کے عاصیوں کو لیں گے آغوش مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو نبی کو اپنا غلام ہوگا
ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان حوض کوثر یہی وہ عالی مقام ہوگا
گنہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

چوتھی حدیث شریف مبشرات اور ختم نبوت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ

Marfat.com

ذَالِكَ عَلَى النَّاسِ قَالَ وَلٰكِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَاالْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النَّبُوَّةِ

ترمذی شریف: ح: ۲۲۷۲

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، فرمانے لگے:

قال رسول اللہ ﷺ

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ

بے شک رسالت ونبوت ختم ہوگئی ہے۔

یعنی میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول آئے گا۔ دونوں چیزیں ختم ہوگئیں ہیں مجھ پر دروازہ بند ہوگیا ہے۔ نبوت و رسالت کے خاتمے کا جس وقت آپ ﷺ نے اعلان کیا تو ساتھ یہ الفاظ بولے۔

فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ

نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ ہی نبی ہوگا۔

نبوت کا دروازہ بھی بند رسالت کا دروازہ بھی بند اور واضح لفظوں میں ان قادیانی شریروں کے لئے یہ الفاظ قابل غور ہیں جو گنجائش نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کہا جاتا ہے، خاتم المرسلین نہیں کہا جاتا۔ کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو کوئی رسول ہوسکتا ہے۔

اللہ نے خاتم النبیین کہہ کر اس کے سارے احتمالات کو ختم کردیا کیونکہ جو

Marfat.com

رسول ہوتا ہے وہ نبی ضرور ہوتا ہے تو جب ان کے بعد نبی نہیں ہوسکتا تو رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے واضح طور پر الفاظ میں بھی کہہ دیا۔ فرمایا، اللہ نے دروازہ بند کر دیا ہے۔

فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ

میرے بعد کوئی رسول بھی نہیں ہوسکتا اور میرے بعد کوئی نبی بھی نہیں ہوسکتا۔

وَلٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ

نبوت کا دروازہ تو بند ہو گیا ہے مگر مبشرات کا دروازہ کھلا ہے۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ

وَمَا الْمُبَشِّرَاتِ

مبشرات کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ نبوت تو بند ہے لیکن مبشرات سے تمہیں فیض پہنچتا رہے گا۔ تو میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رُؤْیَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ

ایک مسلمان کا خواب۔

یہ سلسلہ بعد میں بھی برقرار رہے گا۔

وَھِیَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ

سچا خواب نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے

Marfat.com

الہامات کا سلسلہ اولیاء کے لئے ہوسکتا ہے اور ایک سلسلہ عامۃ المومنین کے لئے بھی باقی رہے گا مبشرات کی شکل میں۔

خواب کو بحیثیت شرع حجت تو نہیں بنایا جا سکتا لیکن جس بندے کو آتا ہے اس کے لحاظ سے اس میں کئی بہتریاں اور اشارات ایسے ہو سکتے ہیں جس سے اس کے کئی مسائل حل ہو جائیں۔ تو میرے محبوب ﷺ نے اس حدیث میں واضح طور پر فرمادیا کہ نبوت و رسالت بالکل منقطع ہو چکی ہے اور میرے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ کوئی رسول ہو سکتا ہے۔

پانچویں حدیث شریف

انبیاء علیہم السلام کی سیاست اور ختم نبوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

بخاری شریف: ح: ۳۴۵۵ مسلم شریف: ۱۸۴۲۔

اس حدیث کے راوی ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ

بنی اسرائیل کی سیاست انکے انبیاء کرتے تھے۔

یہ لفظ سیاست عربی زبان کا ہے اور آپ کی حدیث سے اخذ ہے۔

Marfat.com

سَاسَ یَسُوْسُ سِیَاسَۃً

فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے پیغمبر کرتے تھے۔اب اس سے دیکھو کہ کتنا مقدس لفظ تھا، جس کو آج معاذ اللہ بگڑے ہوئے مفہوم میں لیا جاتا ہے۔آج کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ سیاسی نہیں یہ مذہبی ہے۔یعنی سیاست کے لفظ کو ایک گالی بنا دیا گیا۔اور مذہب سے اس کو جدا کر دیا گیا حالانکہ سیاست تو پیغمبرانہ شعبہ تھا اور پیغمبرانہ شان تھی۔

میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے۔

سیاست کا مطلب کیا ہے کہ ان کے امور کی دیکھ بھال کرنا، ان کی رہنمائی کرنا، ان کے مسائل حل کرنا، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا۔یہ سیاست پیغمبروں کا شعبہ تھی۔بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام یہی کام کرتے تھے یعنی وہ نبی بھی ہوتے تھے اور ساتھ اپنی امتوں کے لئے سیاست بھی کرتے تھے۔

یعنی یہ مقدس فریضہ ہے سیاست کا جس کے اگر اصل ماخذ کو دیکھا جائے تو وہ عرش سے لگائی ہوئی وہ ڈیوٹی ہے کہ جس کے لئے بندے بندوں کے لئے مقید بن جاتے ہیں۔

کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ

جب بھی ایک نبی دنیا سے تشریف لے جاتے تھے تو ان کی جگہ دوسرے نبی آ جاتے تھے۔

Marfat.com

اس طرح یہ سلسلہ جاری رہا۔ رشد و ہدایت بھی ہے اور دنیا کی نگرانی بھی ہے اور لوگوں کے امور کی تدبیر بھی ہے۔ سب کچھ ہے کوئی سلسلہ منقطع نہیں ہوا، ختم نہیں ہوا کہ ایک نبی چلے گئے ہوں اور بڑا گیپ پڑ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلسل نبی علیہ السلام کو یوں بھیجتا رہا۔ پہلے گئے ہیں، نئے آ گئے ہیں۔ انہوں نے آ کے ڈیوٹی سنبھال لی ہے۔ کسی کو نئی شریعت دے دی۔ کوئی پہلی شریعت کو لوگوں کے اندر رائج کرتے رہے۔ اور ان کے مسائل کو واضح کرتے رہے۔

لیکن آپ ﷺ نے فرمایا پہلے تو یہ سلسلہ جاری رہا کہ جب ایک نبی جاتے تو اس کی جگہ دوسرا آ جاتا تھا۔

وَاَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

اور یاد رکھنا میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکے گا۔

پہلے سارا دور جتنا بھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک اس دور میں ایک بات جائز رہی کہ جب ایک نبی گئے تو دوسرے آ گئے۔ بلکہ بیک وقت زمین پہ کئی نبی موجود رہے۔ کوئی کسی بستی کا اور کوئی کسی ڈویژن کا۔ کوئی کسی صوبے کا یوں بھی کام چلتا رہا لیکن فرمایا جب سے میں آ گیا ہوں میرے بعد اب کسی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ایک اور مقام پر فرمایا!

سَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ

ہاں میرے پیچھے خلفاء ہوں گے۔

خلیفے ہو سکتے ہیں مگر نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو اس سے بھی رسول اکرم ﷺ پہ جو

Marfat.com

آخری جملہ ہے اس سے ہم اہل سنت کا جو موقف ہے کہ نبوت کے بعد خلافت ہے امامت نہیں ہے۔ وہ بات بھی آپ ﷺ نے واضح فرمادی کہ میں نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

ایک تو خلافت راشدہ ہے، وہ ایک خاص خلافت ہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ جب دعا فرمارہے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ

اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

مَنْ خُلَفَاءُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ آپ کے خلفاء کون ہوں گے۔

فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ

جواھر العقدین فی فضل الشرفین ص ۱۰۲ بحوالہ طبرانی اوسط

جو میرے بعد آئیں گے میری حدیث روایت کریں گے، اور لوگوں کو حدیث پڑھائیں گے وہ میرے خلفاء ہوں گے۔

میرا دین پہنچائیں گے، میرے دین کو زندہ رکھیں گے، میرے دین کو پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، وہ میرے خلفاء ہوں گے۔ اب اس سے تصور کرو کہ جس بچے کو تم علم دین کے لئے بھیجو گے اور وہ پورا پڑھ جائے گا تو اس کو سیٹ کونسی ملے

Marfat.com

گی۔ سید عالم ﷺ نے فرمادیا۔ قیامت تک اگر وہ کسی مزدور فقیر کا بیٹا ہو جب وہ دین کا ماہر بن جائے گا اس کو نبی ﷺ کی خلافت میسر آجائے گی۔

تو اس حدیث کے اندر آپ ﷺ نے فرمادیا کہ بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ چلتا رہا مگر میں آگیا ہوں۔ مطلب کیا ہے کہ اب میری نبوت، اب میری سیاست ہے۔ میری مدنی سیاست ہے اور یہ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ میرے خلفاء ہیں، جو میری نبوت کا فیض بھی اور میری خلافت کا فیض بھی آگے جاری کریں گے۔ یہ خلافت راشدہ کا دور دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ کس طرح رسول اکرم ﷺ کی شریعت نے نظامِ مصطفےٰ ﷺ کی شکل میں دنیا کو امن وآشتی کے پھول عطا فرمائے ہیں۔

چھٹی حدیث شریف

پہلی نبوت اور ختم نبوت

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَوَّلُ الْمُرْسَلِیْنَ آدَمُ وَآخِرُھُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ

جامع الاحادیث: ۳۱۵/۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَوَّلُ الْمُرْسَلِیْنَ آدَمُ وَآخِرُھُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ

Marfat.com

ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا:

کہ سارے رسولوں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور تمام رسولوں سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اس میں بھی واضح طور پر ختم نبوت کی حتمی حیثیت کو بیان کردیا گیا کہ آپ ﷺ کی جلوہ گری کے بعد کوئی بھی کسی معنیٰ میں نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔

ساتویں حدیث شریف

اسماء خمسہ اور ختم نبوت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيُ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ

بخاری شریف: ۵۰۰/۱

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءَ

میرے پانچ نام ہیں۔

اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيُ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ

Marfat.com

میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں اور میں ماحی ﷺ ہوں کہ جس کو بھیج کر اللہ نے کفر کو مٹا دیا ہے اور میں حاشر ﷺ ہوں کہ سارے لوگ میرے قدموں پہ اٹھیں گے۔

یعنی سب سے پہلے میں اپنے روضہ سے باہر آؤں گا اور پھر لوگ اپنی قبروں سے باہر نکل سکیں گے۔ سب کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ یہ قیامت کے دن اعزاز ہے کہ جہاں محبوب ﷺ کے قدم ہوں گے وہاں اوروں کے سر ہوں گے۔ سب میرے قدم پر یعنی میرے پیچھے، میرے بعد وہ اپنی قبروں سے باہر نکل سکیں گے۔

وَاَنَا الْعَاقِبُ

اور میں عاقب ﷺ ہوں۔

یعنی جس کے بعد کوئی نبی نہ آسکے۔ لہٰذا یہ نام ختم نبوت والا نام ہے۔

آٹھویں حدیث شریف

انداز خطابت و ختم نبوت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ السَّبَابَةِ الْوُسْطٰى

مسلم شریف: ۲۸۴/۱ مشکوٰۃ شریف: ۱۲۳

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ

جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو

اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ

آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔

تو یہ خطبے کا ایک جلال ہے۔ محبوب ﷺ کی کبھی تو نرم شبنمی گفتگو ہوتی تھی۔

لیکن کبھی آنکھیں خطبہ دیتے دیتے سرخ ہو جاتی تھیں۔

وَعَلَا صَوْتُهُ

اور آپ ﷺ کی آواز اونچی ہو جاتی تھی۔

یعنی عمومی طور پر تو دھیمی ہوتی تھی لیکن کبھی گرجدار لہجے میں اور اس سے کہیں افضل انداز میں محبوب ﷺ خطبہ دیتے تھے۔ اور تقریر فرماتے تھے، تو یہ کہتے ہیں:

وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ

اور آپ ﷺ کا غصہ اس میں بہت سخت ہو جاتا

تو یہ ہر تقریر میں اپنے موضوع کے لحاظ سے غصہ بھی ہے، جلال بھی ہے، اس کے لحاظ سے انداز بھی ہے۔ کہتے ہیں، جب محبوب ﷺ یوں تقریر کرتے تھے:

حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ

لگتا تھا کہ مجمع کو کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں۔

کہ لشکر کوئی حملہ کرنے آ گیا ہے اور لوگ غفلت سے بیٹھے ہیں، لوگ سو رہے ہیں ان کو پتہ نہیں کہ دشمن سر پہ چڑھ آئے ہیں اب ضرورت ہے کہ غصے سے بات کی

Marfat.com

جائے اور ضرورت ہے کہ بلند آواز سے بات کی جائے۔

تو محبوب ﷺ کی خطابت کا یہ انداز ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور ہمارے خطباء کے لئے اس میں ایک سبق ہے کہ جس طرح کا موضوع ہو انداز اسی طرح کا ہونا چاہئے۔ اب فرماتے ہیں:

كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ

گویا لشکر سے کسی کو ڈرا رہے ہوں۔

کہ لوگو تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ میں دیکھ آیا ہوں پہاڑ کے پیچھے لشکر پہنچ گیا ہے۔ جلدی اٹھو اور بچنے کی کوشش کرو۔ اب جو اٹھے گا وہ بچ جائے گا اور جو یہ کہے کہ آ نہیں رہا بلکہ ویسے ہی کر رہے ہیں۔

فرمایا: وہ بیٹھا رہے گا تو وہ مارا جائے گا یا قیدی بن جائے گا تو اس سے مطلب کیا ہے کہ میں نے پوری دنیا میں جو اسلام کے احکام بتائیں ہیں یہ تمہیں یوں بچاتے ہیں۔ جس طرح کہ ڈرانے والا لشکر سے بچاتا ہے۔

اگر اس پر یقین آ جائے تو کچھ لوگ ہٹ جاتے ہیں اور بچ جاتے ہیں اور جن کو یقین نہیں آتا وہ کہتے ہیں کہ یہ ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ وہ بیٹھے رہتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔

فرمایا:

تمہارے پیچھے جہنم لگا ہوا ہے اور میں تمہیں بچانے آ گیا ہوں۔ جو میری بات مان لے گا اس کو جہنم پکڑ نہیں سکے گا۔ اور جو کہے گا کہ یہ باتیں ایسی ہی ہیں تو وہ

Marfat.com

جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔

میرے محبوب ﷺ منذر جیش کی حیثیت میں خطاب فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایسے ہی ایک دن تقریر ہو رہی تھی۔ اتنے غصے میں تھے کہ آپ ﷺ نے اسی حالت میں ختم نبوت کا موضوع بیان کر دیا اور فرمایا:

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ السَّبَابَةِ الْوُسْطٰى

مجھے اور قیامت کو یوں ملا کے بھیجا گیا ہے اور آپ ﷺ نے شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی کو ملایا۔

میں اور قیامت آپس میں یوں ملے ہوئے ہیں جس طرح ان دو انگلیوں میں کوئی فرق نہیں۔ ایسے ہی مجھ میں اور قیامت میں کوئی فرق نہیں یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی حائل ہو جائے اور درمیان میں اس کی نبوت کا زمانہ آ جائے، ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ میں اور قیامت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔

میری نبوت کے بعد کسی کی نبوت نہیں آ سکتی۔ میں اور قیامت جس طرح کہ یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں اس طرح میرے رب نے دنیا کے خاتمے کا جو وقت ہے، اس کو اور مجھے ملا دیا ہے۔ دنیا کے خاتمے کا جب وقت ہوگا اس وقت بھی میری نبوت کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا۔

اور ہمیشہ کے لئے اب میری نبوت ہوگی۔ تو سید عالم ﷺ نے یوں ملا کے قیامت کا قرب بھی بیان کر دیا اور ختم نبوت کو بھی بیان کر دیا اور ہم نے دیکھا کہ کند ذہن لوگ جو مفکر بنے ہوئے تھے اور تفہیم نام کی کتابیں لکھ رہے تھے۔

Marfat.com

اس مقام پر اعتراض کر ڈالا کہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے تھے کہ قیامت قریب آگئی ہے اور اتنی صدیاں گزر گئیں ہیں لیکن قیامت آئی نہیں تو معاذ اللہ بات غلط ثابت ہوگئی۔ دیکھو سرکار ﷺ کی غلطیاں نکالیں اور پھر وہ دین کے مصلح ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

میرے محبوب ﷺ نے جو قرب قیامت بیان کیا تھا وہ واضح ہے وہ قرب آپ ﷺ نے اضافی طور پر بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے دیکھو تو پھر محبوب ﷺ کا زمانہ قیامت کے کتنا قریب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے پیغمبروں کے مقابلے میں ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ سب سے اقرب ہے اور کسی پیغمبر کا زمانہ درمیان میں ہے ہی نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی بیان کرنا چاہے گا تو یہی بیان کرے گا کہ نبوت جس کی قیامت کے سب سے قریب ہے وہ یقیناً ہمارے نبی ﷺ کی نبوت ہے۔

نویں حدیث شریف

لوح محفوظ اور ختم نبوت

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ

کنز العمال: ح: ۳۲۱۴۱

میں لوح محفوظ پر اللہ کے پاس بھی خاتم النبیین ہوں۔

ام الکتاب کے اندر میں خاتم النبیین ہوں اور میری ختم نبوت ازل سے طے شدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری ختم نبوت ثابت ہے۔

Marfat.com

دسویں حدیث شریف

اول امر اور ختم نبوت

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

مشکوۃ شریف: ح: ۵۷۵۹

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

میں اللہ کے پاس آخری نبی لکھا ہوا ہوں۔

اللہ کے پاس میرا نام آخری نبی لکھا گیا ہے۔ کس انداز میں میں خاتم النبیین ہوں، فرمایا:

اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ

حضرت آدم علیہ السلام کا گارا ابھی تیار نہیں ہوا تھا۔

اللہ نے میری ختم نبوت کا بورڈ لگا دیا تھا۔

میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

میں اس وقت بھی نبی ہی نہیں، خاتم النبیین تھا۔ اللہ نے میرا اس وقت نام لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام تخلیق کے مراحل سے گزر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھے اپنے پاس خاتم النبیین قرار دے دیا تھا

Marfat.com

سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ

میں تمہیں بتاؤں کہ میرا اول امر کیا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

وَبَشَارَةُ عِيْسٰى

اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

وَرُؤْيَاءُ اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ

اور میں اپنی امی جان کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے وقت ولادت دیکھا تھا۔

دوسرا رویا کا معنی یہ ہوگا کہ میں اپنی والدہ کی آنکھوں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے نظارہ جاگتے ہوئے دیکھا کب جب ان کے ہاں میرا میلاد ہو رہا تھا۔

جب میں اپنی والدہ کے ہاں جنم لے رہا تھا اس وقت کائنات میں جو ان کے لئے دیدار تھا میں وہ دیدار ہوں آگے فرماتے ہیں:

وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ

میری امی جی سے ایک نور کا ظہور ہوا۔

اپنے بدن کو رسول اکرم ﷺ نے نور سے تعبیر کیا کہ میری امی کی گود میں نور ظاہر ہوا۔ وہ نور کیسا تھا؟

اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

Marfat.com

اس نور کی وجہ سے میری امی جی کو شام کے محلات نظر آنے لگے۔

وہ مکہ شریف میں تھیں مگر شام کے محلات ان کو نظر آئے۔فرمایا میں وہ نور ہوں اگر میرا پس منظر دیکھنا چاہتے ہو میری ہسٹری دیکھنا چاہتے ہو:

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی امی جی کا وہ دیدار ہوں اور میں ہی وہ نور ہوں کہ جب میرا ظہور ہوا تھا تو میری امی جان بیٹھی مکہ شریف میں تھیں مگر ان کو محلات شام کے نظر آرہے تھے۔

گیارہویں حدیث شریف

تخلیق و بعثت اور ختم نبوت

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

کنز العمال: ح:۳۱۹۱۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

میں تخلیق نور کے لحاظ سے سب سے پہلے ہوں اور دنیا میں ظہور کے لحاظ سے سب سے آخر میں ہوں۔

تمام لوگوں میں سے پہلے میں ہوں تخلیق کے لحاظ سے میرا نور سب سے پہلے بنایا گیا۔

وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

اور اللہ نے مجھے سب سے آخر میں بھیجا ہے۔

Marfat.com

اس کا مطلب یہ بنا کہ اول بھی میرا ہے آخر بھی میرا ہے۔ جو شان اول و آخر کے لحاظ سے اللہ کی ہے وہ محبوب ﷺ کو باطنی عطا کی گئی ہے کہ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے پہلے فرد ہیں اور آپ ﷺ کے نور نے باقی چیزوں کو نور تقسیم کیا ہے۔ اور آپ کو آخر میں بھیجا گیا، اس لحاظ سے آپ کی ختم نبوت کا ذکر بھی ہو گیا۔

بارہویں حدیث شریف

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

کنز العمال: ح: ۳۲۱۲۶

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

تمام انبیاء کرام علیہ السلام سے نور کی تخلیق کے لحاظ سے پہلا میں ہوں اور تمام سے آخر میں ہوں بھیجے جانے کے لحاظ سے

یعنی پہلے اس لحاظ سے کہ میرا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور آخر کس لحاظ سے کہ نبوت کی ڈیوٹی دینے کے لحاظ سے میں سب سے آخر میں آیا ہوں۔ مجھے رب ذوالجلال نے اولیت بھی عطا کی ہے اور مجھے آخریت بھی عطا کی ہے۔

تیرھویں حدیث شریف

اَنَا نَبِيٌّ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

السنۃ لابن ابی عاصم: ۱/۱۸۷

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا نَبِیٌّ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ان مختصر سے الفاظ میں ختم نبوت کی تفصیل فرمادی۔

چودھویں حدیث شریف

فاتح اور خاتم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّ خَاتِمًا

ابن کثیر ۲۰/۳ (جزو خامس)

سید عالم ﷺ کا فرمان ہے جو بالخصوص معراج کی رات آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء کے سامنے تقریر کی تھی اس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّ خَاتِمًا

تمام تعریفیں اس رب کی ہیں جس نے مجھے فاتح بھی بنایا ہے۔ خاتم بھی بنایا ہے۔

فاتح کا معنیٰ ہے کھولنے والا اور خاتم کا معنیٰ ہے بند کرنے والا۔

بظاہر یہ متضاد صفتیں ہیں۔ کھولنا اور ہے بند کرنا اور ہے۔

مطلب یہ ہے:

میں کھولنے والا ہوں جنت کے دروازے کو اور بند کرنے والا ہوں نبوت

Marfat.com

کے دروازے کو۔ مجھے میرے رب نے فاتح بھی بنایا ہے اور خاتم بھی بنایا ہے۔

تو یہ شانیں نرالی ہیں ہمارے محبوب ﷺ کی۔ جو دروازہ کسی سے کھل نہیں پائے گا وہ دروازہ آپ ﷺ کھولیں گے اور جو صدیوں سے کھلا آرہا تھا آپ ﷺ کے آنے سے اس کو بند کر دیا گیا۔ لہٰذا آپ ﷺ فاتح بھی ہیں اور خاتم بھی ہیں۔

پندرھویں حدیث شریف

حشر کے شافع اور ختم نبوت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ

الدارمی: مشکوٰۃ: ح: ۵۷۶۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ

سارے رسولوں کا لیڈر میں ہوں اور فخر کوئی نہیں۔

سارے رسولوں کا قائد میں ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا فَخْرَ

اور میں نبوت کے دروازے کو بند کرنے والا ہوں، میں نبیوں کا خاتم ہوں، یہ شان بڑی ہے مگر میں فخر نہیں کرتا۔

چونکہ جن کے بعد اور نبی بھیجے گئے تو یہ باقی رہا کہ انہوں نے ڈیوٹی مکمل کی

Marfat.com

ہے مگر کام ابھی باقی ہے، وہ نئے آ کے کریں گے۔ جب میرے محبوب ﷺ آ گئے ہیں تو اللہ نے کسی کو نہ بھیج کے اور اعلان کر کے کہ اب کوئی آ ہی نہیں سکتا اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہ سارا کام کر کے جا رہے ہیں۔

اس واسطے یہ شان نرالی تھی۔ فرمایا:

رب ذوالجلال نے مجھے خاتم النبیین بنایا ہے اور اس پر کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ

اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں قیامت کے دن سب سے پہلے رب جن کی بات مانے گا وہ میں ہوں

وَلَا فَخْرَ

میں فخر نہیں کرتا۔

چونکہ اس دن اللہ کے جلال کے سامنے جب کوئی نہیں بولے گا تو پہلا دروازہ شفاعت کا کھلوانا مشکل ہے پھر تو چھوٹے چھوٹے شفیع بھی ہوں گے یہاں تک کہ ناتمام بچہ جو کسی ماں کے ہاں پیدا ہوا تھا پورے اعضاء بھی نہیں بنے ہوئے تھے۔ وہ اپنے نافے کے ساتھ اپنی امی کو باندھے گا اور جنت میں لے جائے گا۔

وہاں تک شفاعت پہنچ جائے گی لیکن پہلا دروازہ کھولنا اتنا مشکل ہے کہ خلیل علیہ السلام بھی ڈرتے ہیں، کلیم علیہ السلام بھی ڈرتے ہیں، اللہ سے بولنے کے لئے کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ اس وقت جو سب سے پہلے سفارش کریں گے۔

سرکار ﷺ فرماتے ہیں:

Marfat.com

وہ سیٹ بھی میری ہے لیکن میں فخر نہیں کرتا۔

سب سے پہلے سفارش کرنے کے لحاظ سے بھی میری سیٹ ہے اور سب سے پہلے جس کی بات مانی جائے گی وہ سیٹ بھی میری ہے، میں مشفع ہوں۔ اللہ میری سفارش کو قبول فرمائے گا۔

سولھویں حدیث شریف

عَنْ اِسْمَاعِیلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی اَرَأَیْتَ اِبْرَاھِیْمَ ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قَالَ مَاتَ وَھُوَ صَغِیْرٌ وَلَوْ قَضٰی اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیٌّ لَعَاشَ اِبْنُہٗ وَلٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

ابن ماجہ شریف : ح: ۱۵۱۰

حضرت اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہاں، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حالت صغر میں وصال فرما گئے، اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہوتا تو وہ ضرور زندہ رہتے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس لیے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ نہیں رہے۔

سترھویں حدیث شریف

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا وَلَوْ عَاشَ لَعَتَقَتْ

Marfat.com

أَخْوَالُهُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَّ قِبْطِيٌّ

ابن ماجہ شریف: ج: ۱۵۱۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے اور اگر زندہ رہتے تو ان کے قبطی ماموں آزاد کردیئے جاتے اور کبھی کسی قبطی کو غلام نہ بنایا جاسکتا۔

اٹھارویں حدیث شریف

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعِيَ كِتَابٌ اَصَبْتُهُ مِنْ بَعْضِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰى كَانَ حَيًّا اَلْيَوْمَ مَاوَسِعَهٗ اِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِيْ

اخرجہ ابونعیم: خصائص الکبریٰ: ۱۸۷/۲

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میرے پاس کتاب تھی، جس کو میں نے بعض اہل کتاب سے پایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری اتباع ضروری ہوتی۔

انیسویں حدیث شریف

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَكْتُ حَيًّا وَمَنْ

Marfat.com

يُوْلَدُ بَعْدِیْ

اخرجہ ابن سعد: خصائص الکبریٰ: ۱۸۸/۲

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کا رسول ہوں، جس کو میں نے زندہ پایا اور اس کا بھی، جو میرے بعد پیدا ہوگا۔

بیسویں حدیث شریف

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا زَیْدُ بْنُ خَارِجَةَ یَمْشِیْ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ اِذْ خَرَّ مَیِّتًا بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَنُقِلَ اِلٰی اَهْلِهٖ وَسُجِّیَ بَیْنَ بُرْدَتَیْنِ وَکِسَاءٍ فَلَمَّا کَانَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اجْتَمَعَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَصْرُخْنَ حَوْلَهٗ اِذْ سَمِعُوْا صَوْتًا مِّنْ تَحْتِ الْکِسَاءِ یَقُوْلُ اَنْصِتُوْا اَیُّهَا النَّاسُ مَرَّتَیْنِ فَحَسَرُوْا عَنْ وَجْهِهٖ وَصَدْرِهٖ فَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کَانَ ذٰلِكَ فِی الْکِتَابِ الْاَوَّلِ

المعجم الکبیر: ۲۱۹/۵

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی کا نام ہے یہ ختم نبوت کی شان ہے کہ جب زندہ ہیں تو پھر بھی ختم نبوت کا نعرہ لگاتے ہیں اور اگر فوت ہونے کے بعد کسی نے کلام کیا ہے تو اس نے بھی ختم نبوت کا نعرہ لگایا ہے۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

Marfat.com

يَمْشِيْ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ شریف کی کسی گلی میں جا رہے تھے۔

اِذْخَرَّ مَيِّتًا

چلتے چلتے دورہ پڑا تو وہ فوت ہو گئے۔

جب فوت ہوئے ان کو اٹھا کے گھر پہنچا گیا اوپر چادریں دے دی گئیں۔

جب مغرب و عشاء کا وقت ہوا اب وہ ظہر کے وقت فوت ہوئے تھے، مغرب اور عشاء کا جب ٹائم ہوا۔

اِجْتَمَعَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَصْرُخْنَ حَوْلَهٗ

انصار کی عورتیں اکٹھی ہو گئیں اور وہ چیخ چلا رہی تھیں۔

کہ اچانک یہ فوت ہو گئے ہیں۔ جس وقت وہ چیخنے لگیں تو حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بولنے لگے جو ظہر کے وقت فوت ہوئے تھے، وہ بولنے لگے:

سَمِعُوْا صَوْتًا مِّنْ تَحْتِ الْكِسَاءِ ۔

جتنے بھی وہاں جمع تھے سب کو چادر کے نیچے سے آواز آئی نہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بول رہے تھے، آواز یہ تھی:

اَنْصِتُوْا ۔

خاموش ہو جاؤ، چپ ہو جاؤ۔ دو مرتبہ انہوں نے کہا۔

فَحَسَرُوْا عَنْ وَجْهِهٖ

تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے چہرے سے چادر کو پیچھے ہٹا دیا گیا۔

Marfat.com

تو دیکھا کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ گفتگو کر رہے ہیں۔ جس وقت بولے تو کیا ان کا بول تھا۔ فوت ہونے کے بعد جو بولے۔

میں وہ سنی ہوں جمیلِ قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

کہتے ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں نبی امی ہیں، وہ خاتم النبیین ہیں۔

کَانَ ذَالِکَ فِی الْکِتَابِ الْاَوَّلِ

یہ پہلی کتاب میں بھی لکھا ہوا ہے۔

اب جب فوت ہونے کے بعد بھی اگر کسی نے گفتگو کی ہے اور لوگوں نے سنی ہے تو اس گفتگو کے اندر بھی ختم نبوت کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔

اکیسویں حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاھِلِیِّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدِکُمْ اَلَا فَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوةَ اَمْوَالِکُمْ طَیِّبَةً بِھَا اَنْفُسُکُمْ وَاَطِیْعُوْا وُلَاةَ اَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّکُمْ

رواہ احمد: ۲۶۲،۲۵۱/۵ الترمذی: ۶۱۱ ابن حبان: ۷۹۵ الحاکم: ۳۸۹/۱ المعجم الکبیر: ۱۱۵/۵

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

وَلَا اُمَّةَ بَعْدَکُمْ

اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ خبردار اپنے رب کی عبادت کر پانچ وقت کی نماز پڑھو رمضان کے مہینے کے روزے رکھو خوشی سے اپنے مالوں کی زکوۃ دو اپنے اماموں کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے“

لفظ کتنے حسین ہیں۔

فرمایا:

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ لہٰذا میں جو تمہیں دے رہا ہوں اس پر قائم رہو اور دین پر پوری طرح تم پختہ رہو۔ نماز پڑھتے رہو، روزے رکھتے رہو۔ میں نے تمہیں جامع دین دے دیا ہے۔

اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی کیونکہ اللہ نے مجھے آخری نبی بنایا ہے اور تمہیں آخری امت بنایا ہے۔

بائیسویں حدیث شریف

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ خَرَجْتُ تَاجِرًا اِلَی الشَّامِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا کُنْتُ بِاَدْنَی الشَّامِ لَقِیَنِیْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ فَقَالَ هَلْ عِنْدَکُمْ رَجُلٌ تَنَبَّاَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْرِفُ صُوْرَتَهٗ اِذَا رَاَیْتَهَا قُلْتُ: نَعَمْ فَاَدْخَلَنِیْ بَیْتًا فِیْهِ صُوَرٌ فَلَمْ اَرَ صُوْرَةَ النَّبِیِّ ﷺ فَبَیْنَا اَنَا کَذٰلِكَ اِذَا

Marfat.com

دَخَلَ رَجُلٌ مِّنهُم علَیْنا فَقَالَ فِیمَ اَنتُمْ فَاَخبَرنَاہُ فَذَھَبَ بِنَا اِلٰی مَنزِلِہٖ فَسَاعَۃً مَادَخَلْتُ نَظَرتُ اِلٰی صُورَۃِ النَّبِیِّ ﷺ وَاِذَا رَجُلٌ آخِذٌ بِعَقِبِ النَّبِیِّ ﷺ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا الرَّجُلُ القَائِمُ عَلٰی عَقِبِہٖ قَالَ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا کَانَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اِلَّا ھٰذَا فَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَھٰذَا الْخَلِیفَۃُ بَعْدَہٗ وَاِذَا صِفَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے۔

میں تاجر تھا شام گیا تو میں نے وہاں ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا مجھے وہاں ایک شخص ملا جو آسمانی کتابوں کا ماہر تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ جس نبی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیا تم اس کی صورت کو پہچانتے ہو، یہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا: پہچانتا ہوں

فَاَدْخَلَنِیْ بَیْتًا فِیْہِ صُوَرٌ

اس نے مجھے گھر میں داخل کیا جس میں کئی تصویریں تھیں۔

اس میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی تصویر نظر نہیں آئی تو پھر ایک بندہ مجھے وہاں لے گیا جہاں مجھے رسول اللہ ﷺ کی صورت نظر آئی

وَاِذَا رَجُلٌ آخِذٌ بِعَقِبِ النَّبِیِّ ﷺ

باقی کسی نبی کی ایڑی کے پیچھے کوئی امتی نہیں کھڑا ہوا۔ ہر ایک کے پیچھے ایک نبی کھڑا ہے۔ اور ہمارے نبی ﷺ کی جہاں تصویر تھی تو وہاں آپ ﷺ کے پیچھے ایک امتی کھڑا ہے۔ میں نے کہا یہ انداز کیا باقی سب سے جدا ہے؟ تو انہوں نے کہا: باقی سب کے بعد نبی آئے اور ان کے پیچھے نبیوں کی تصویر ہے اور ان کے پیچھے نبی نہیں

Marfat.com

آئیں گے۔ان کے پیچھے جو کھڑے ہیں۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے بعد خلافت ہوگی نبوت نہیں ہوگی۔

تو یہ ختم نبوت کا انداز ان کتابوں کے اندر بھی موجود تھا۔

تینتسویں حدیث شریف

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّهَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِهٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ

مشکوۃ شریف: البیہقی فی شعب الایمان ۴۵۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ

اے لوگو!

لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِهٖ

ہر وہ چیز جو بندے کو جنت میں اٹھا کے لے جائے اور جہنم سے بچائے میں نے اس کا حکم دے دیا ہے کوئی ایسی چیز نہیں جس کو میں نے بیان نہ کیا ہو۔

Marfat.com

اگر جنت میں لے جانے والی ایک لاکھ باتیں ہیں تو سرکار ﷺ فرماتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ ایک لاکھ میں سے ایک بیان نہیں کی، میں نے پوری لاکھ بیان کی ہیں۔

احسان دیکھو فرمایا۔ میں نے کوئی کمی نہیں کی۔ میں نے جو کچھ تمہیں چاہئے تھا وہ سب کچھ بیان کیا ہے۔ جتنی چیزیں جنت میں لے جانے والی تھیں اور جہنم سے بچانے والی تھیں۔

اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ

میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اب عمل کرنا تمہارا کام ہے۔

وَلَیْسَ شَیْءٌ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا وَقَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ

جن کاموں سے بندہ جہنمی بن سکتا ہے اور جنت سے دور ہو سکتا ہے ان ساری باتوں سے میں نے منع کر دیا ہے۔ کوئی پیچھے منع کرنے والی نہیں رہی۔

لہٰذا جس وقت بندے کے سارے کام اور تعلیمات مکمل ہو گئیں ہیں اب اگر کوئی آئے گا تو اس کے آنے کا کیا تک بنتا ہے۔

میرے محبوب ﷺ نے سارے سلسلے بیان کر دیئے۔ اگر کروڑوں ہدایات کی ضرورت تھی تو ساری مکمل کر دی ہیں۔ اس واسطے بریلی کے تاجدار کا عشق بولا:

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

پہلے پھول کھلے اور کھلتے رہے صحن چمن میں جو کھلتا تھا وہ اعلان کرتا تھا کہ ابھی وہ

Marfat.com

آ رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں۔ اور جب سرکار ﷺ کھلے ہیں تو اب چمن کے صحن میں کسی کے کھلنے کی جگہ ہی باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اس انداز سے عقلی طور پر بھی اس حدیث شریف میں محبوب ﷺ نے سارے شعبہ جات کو بیان کرتے ہوئے باوفا امتی کو احسان جتلایا کہ میں نے تمہارے لئے کتنا کچھ کیا ہے اور تمہارے ساتھ میرا پیار کتنا ہے۔

اب دیکھو باپ بیٹوں کے لئے بڑا شفیق ہو۔ وہ اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کر رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دس کر لے گا، پچاس کر لے گا، سو کر لے گا۔ آگے جا کے سلسلہ ختم ہو گا کیونکہ اس کو آنے والی مشکل کا پتہ ہی نہیں۔ مشکل کا پتہ ہو تو پھر نصیحت کرے۔ اس کو دس مشکلوں کا پتہ ہے، پندرہ کا پتہ ہے وہ جو سو اس کے مرنے کے بعد آنے والی ہیں اس کا اس کو خواب و خیال بھی نہیں۔ مگر یہ وہ پیغمبر ہیں۔ قیامت تک جن حالات نے جنم لینا ہے وہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اس واسطے آپ ﷺ نے اس انداز میں ہر مشکل کا حل بیان کیا ہے۔ قیامت تک کبھی امتی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ پیغمبر چلے گئے اور ہمیں بتا کے نہیں گئے اور مشکل ہمارے سامنے آ گئی۔ سرکار ﷺ نے فرمایا:

ہم نے ساری مشکلیں پہلے حل فرما دی ہیں۔

چوبیسویں حدیث شریف

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا

Marfat.com

يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ

بخاری شریف: ۱۶/۱

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اللہ جس بندے سے بہتری کا ارادہ کرے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے۔

یعنی دین کی سمجھ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے اور وہ خاص بندوں کو دیتا ہے۔ دین سمجھنا اس کے لئے بیٹھنا اس کے لئے آنا یہ کوئی معمولی سا انتخاب نہیں۔ اللہ کا انتخاب ہے اور اللہ جس کو نوازنا چاہے اس کو اپنے دین کے لئے چن لیتا ہے۔

دین کی سمجھ چیز بڑی ہے مگر ملے گی کہاں سے۔ فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ

عطا رب کرتا ہے اور تقسیم میں کرتا ہوں۔

وہ طبقہ جو یہ کہے کہ ہمیں نبی کے دروازے کی ضرورت نہیں ہم ڈائریکٹ لیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ ہم سب کچھ نبی کے ہاتھ سے تقسیم کروائیں گے۔

اب ایسے منکرین کے پاس لفظ ہوں گے معنیٰ کی حکمت نہیں ہوگی وہاں علم اندھیرہ بن جائے گا علم سے پردے آجائیں گے ان سے تو جاہل اچھا ہوگا کیونکہ جتنا بڑا عالم ہوگا اتنا بڑا گستاخ بن جائے گا۔

Marfat.com

چونکہ یہ علم سرکار ﷺ کی دہلیز سے بٹتا ہے اور جن کے نزدیک یہ وسیلہ شرک بن جائے گا ان کو ملے گا کیسے؟ تو میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

مطلقاً فرمایا علم ہو یا رزق ہو یا بیٹے ہوں۔ دیتا اللہ ہے تقسیم میں کرتا ہوں۔

پھر فرمایا:

وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ

قیامت آجائے گی لیکن میری امت کی بڑی جماعت حق کے رستے سے ڈول نہیں سکے گی۔ ہمیشہ یہ امت اللہ کے امر پر قائم رہے گی۔

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ

ان کی مخالفت کرنے والے ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔

اس نقصان کا مطلب کیا ہے کہ وہ حوصلہ ہار کے گھر بیٹھ جائیں یہ نہیں ہوگا۔ ویسے شہادتیں بھی ہو جائیں گی، نقصان اس لحاظ سے تو ہوگا۔ مال لٹ سکتا ہے، جان جا سکتی ہے مگر ان نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی

یعنی میری امت کا وہ طبقہ جو حق پر ہے ان کے خلاف باطل پرست جو بھی کر لیں میری امت ڈرپوک بن کر گھر نہیں بیٹھے گی۔ وہ پھر بھی میرے دین کا جھنڈا اٹھا کے نکلے گی۔

زخم پہ زخم کھا کے جی خون جگر کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی عشق ہے یہ دل لگی نہیں

یہ انداز تو ضرور امت میں موجود رہے گا، ان کو قربانیاں دینی پڑیں گی۔ مگر

Marfat.com

میرے محبوب ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمت نہیں ہاریں گے۔ حوصلے ان کے بلند رہیں گے۔

ایک ایک جلسے میں اگر ان کو ستر ستر شہادتوں کے گلدستے پیش کرنے پڑیں تو پھر بھی یہ پیش کر کے میلاد کی بزم ضرور سجائیں گے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے:

ان کی مخالفت کرنے والے ان کے حوصلوں کو فتح نہیں کر سکیں گے۔ ان کو کسی طرح کا وہ نقصان نہیں دے سکتے، کب تک:

حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ

یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

اب اس حدیث شریف میں اپنی امت کے بعد کسی بھگوڑے کی امت کا تصور ہی ختم کر دیا واضح فرما دیا

میرے غلاموں کی قیامت تک کی دنیا ہے، میرے غلاموں کی قیامت تک تاریخ ہے، میرے غلاموں کا قیامت تک دور ہے، میرے غلاموں کا قیامت تک کا زمانہ ہے۔

ختم نبوت والے قیامت تک باقی رہیں گے۔ لہٰذا اگر کسی دور میں کسی نبی کا کوئی تصور ہوتا تو نبی کی پھر امت بھی ہوتی ہے تو میرے نبی ﷺ نے امت کی نفی کر کے قیامت تک کے لئے یہ واضح کر دیا کہ:

میں آخری نبی ہوں، میری امت آخری امت ہے۔

Marfat.com

پچیسویں حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

(بخاری شریف ۱/۱۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

ہم یعنی میں اور میری امت، ہم سب سے آخر میں آئے ہیں، سب سے آگے نکل گئے ہیں۔

ہم ایڈوانس ہیں۔ دیگر کے پاس کوئی ترقی نہیں۔ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

صدیوں سے لوگ روزہ رکھ رہے تھے مگر جب سے ہم نے روزہ رکھا تو پہلا نمبر روزے میں ہمارا ہے۔ مدت ہوگئی تھی قومیں امتیں نماز پڑھتی تھیں لیکن جب ہماری امت آگئی تو پہلا نمبر ہمارا ہے۔

لوگ جہاد کرتے تھے، حج کرتے تھے مگر جب اس امت نے کیا تو وہ پیچھے رہ گئے اور سابقون کا سب سے بڑا مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوجائے گی۔

آخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

ہم آخری امت ہیں اور سبقت کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

آخر میں ختم نبوت کو بھی بیان کر دیا اور ختم نبوت کی عظمت کو بھی بیان کر دیا۔

چھبیسویں حدیث شریف

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

(مشکوۃ شریف: ح: ۵۷۷۰)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے رب نے مجھے تمام اخلاق کی خوبیوں کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ میں اخلاق کے سبق مکمل کرنے آیا ہوں۔

یہ پہلے کسی نبی نے نہیں کہا۔ چونکہ وہ مکمل کرنے نہیں آئے تھے وہ ڈیوٹی دینے آئے تھے۔ وہ انہوں نے پوری کی، کمی نہیں کی۔

لیکن انسانیت کو جو کچھ چاہئے تھا وہ روزانہ کی جو ضرورتیں بڑھتی چلی جا رہی تھیں تو یہ ضرورت جامع دین کے اندر پوری ہو سکتی تھی تو میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

میں آیا ہی اس لئے ہوں کہ سب کچھ مکمل کر کے جانے والا ہوں۔

لہٰذا جب آپ ﷺ نے اخلاق حمیدہ، سیرت و کردار، نظام زندگی اور بندگی کا ہر مسئلہ بیان کر دیا ہے اور مکمل کر دیا ہے تو کسی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

فرمایا:

قیامت تک کے لئے کار نبوت کو مکمل کر دیا ہے۔

ستائیسویں حدیث شریف

اَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ عَنْ کَعْبٍ قَالَ اِنَّ اَبِیْ کَانَ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِمَا

Marfat.com

أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَكَانَ لَمْ يَدَّخِرْ عَنِّيْ شَيْئًا مِمَّا كَانَ يَعْلَمُ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَانِيْ فَقَالَ لِيْ يَا بُنَيَّ إِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّيْ لَمْ أَدَّخِرْ عَنْكَ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنِّيْ قَدْ حَبَسْتُ عَنْكَ وَرَقَتَيْنِ فِيْهِمَا نَبِيٌّ يُبْعَثُ قَدْ أَظَلَّ زَمَانُهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُخْبِرَكَ بِذٰلِكَ فَلَا آمَنُ عَلَيْكَ أَنْ يَخْرُجَ بَعْضُ هٰؤُلَاءِ الْكَذَّابِيْنَ فَتُطِيْعَهُ وَقَدْ جَعَلْتُهُمَا فِيْ هٰذِهِ الْكُوَّةِ الَّتِيْ تَرٰى وَطَيَّنْتُ عَلَيْهِمَا فَلَا تَعَرَّضَنَّ لَهُمَا وَلَا تَنْظُرَنَّ فِيْهِمَا حِيْنَكَ هٰذَا فَإِنَّ اللّٰهَ إِنْ يُرِدْ بِكَ خَيْرًا وَيَخْرُجْ ذٰلِكَ النَّبِيُّ تَتَّبِعْهُ ثُمَّ إِنَّهُ مَاتَ فَدَفَنَّاهُ فَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَنْظُرَ فِي الْوَرَقَتَيْنِ فَفَتَحْتُ الْكُوَّةَ ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ الْوَرَقَتَيْنِ فَإِذَا فِيْهِمَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهُ بِطِيْبَةَ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ وَلَا صَخَّابٌ فِي الْأَسْوَاقِ وَيَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ وَيَعْفُوْ وَيَصْفَحُ أُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ تُذَلَّلُ أَلْسِنَتُهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ وَيَنْصُرُ نَبِيُّهُمْ عَلٰى كُلِّ مَنْ نَاوَاهُ يَغْسِلُوْنَ فُرُوْجَهُمْ وَيَأْتَزِرُوْنَ عَلٰى أَوْسَاطِهِمْ أَنَاجِيْلُهُمْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَتَرَاحُمُهُمْ بَيْنَهُمْ تَرَاحُمُ بَنِي الْأُمِّ وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأُمَمِ (الدر المنثور: ۳ صفحہ)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے اباجی اپنے زمانے کے لوگوں میں سے سب سے بڑے عالم تھے، جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا میرے

اباجی کو اس وقت کے لوگوں کی نسبت زیادہ آتا تھا۔

وَكَانَ لَمْ يَدَّخِرْ عَنِّي شَيْئًا مِمَّا كَانَ يَعْلَمُ

ان کا انداز یہ تھا کہ انہیں جو کچھ آتا تھا انہوں نے مجھ سے چھپا کے نہیں رکھا،

مجھے پڑھایا ہے۔

فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ

جس وقت وصال کا ٹائم آیا تو

دَعَانِي

میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا

يَا بُنَيَّ إِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّي لَمْ أَدَّخِرْ عَنْكَ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ أَعْلَمُهُ

اے بیٹے! میں نے ہر چیز تجھے بتائی ہے تجھ سے چھپائی نہیں جو کچھ میں جانتا

تھا میں نے تمہیں پڑھا دیا۔

إِلَّا أَنِّي قَدْ حَبَسْتُ عَنْكَ وَرَقَتَيْنِ فِيهِمَا

مگر میرے پاس دو ورق ایسے ہیں میں نے آج تک ان کا علم نہیں دیا اور ان

کا علم دنیا بھی نہیں جانتی۔ اور ان کے بارے میں تجھ سے عہد لینا چاہتا ہوں، میں دو

خط سیل کر رہا ہوں۔ میرے ہوتے تم نے وہ پڑھنا نہیں، کھولنا نہیں کہ اس میں لکھا ہوا

کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا:

نَبِيٌّ يُبْعَثُ قَدْ أَظَلَّ زَمَانُهُ

اس میں ایک نبی کا ذکر ہے جن کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہے۔ وہ ظہور پذیر

Marfat.com

ہوں گے اور

فَكَرِهْتُ اَنْ اُخْبِرَكَ بِذَالِكَ فَلَا اٰءُ مِنْ عَلَيْكَ

میں نے ناپسند کیا کہ تجھے بتا دوں کیونکہ مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہے کہ ایسی خبر تم سے لیک ہو جائے گی اور اللہ کی حکمت کے تقاضوں میں پھر مداخلت ہو جائے گی۔

اس واسطے میں نے یہ خط بند کر دیا اور فلاں دیوار کے اندر اس کو رکھ دیا۔

طَيَّنْتُ عَلَيْهَا

میں نے اس کے اوپر مٹی لگا دی ہے اور لیپ کر دیا ہے۔ یہ اسی طرح ہی باقی رہے گی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت میرے ابا جی کا وصال ہو گیا تو مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا انتظار تھا وہ خط کو کھولنے کا تھا کہ خط کھولوں تو سہی اس میں لکھا ہوا کیا ہے۔

کہتے ہیں جب میں نے خط کھولا:

فَتَحْتُ الْكُوَّةَ

میں نے محراب کو توڑا۔

ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ وَرَقَتَيْنِ

پھر دونوں ورقے نکال لئے اور ان کو پڑھنا شروع کر دیا۔

میں نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا ہے۔

Marfat.com

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ان کا تعارف کیا ہے:

مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ

ان کی ولادت مکہ شریف میں ہوگی۔

وَمُهَاجِرُهٗ بِطَيْبَةَ

وہ ہجرت کر کے طیبہ میں جائیں گے۔

لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ

ان کا مزاج سخت نہیں ہوگا اور تند خو نہیں ہوں گے۔

وَلَا صَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ

بازاروں میں اونچی اونچی آوازوں سے بولنے والے نہیں ہوں گے اور ان کی حالت کیا ہے:

وَيُجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ

اگر ان سے کوئی برا سلوک بھی کرے گا تو وہ ان سے اچھا سلوک فرمائیں گے۔

ان کی سیرت کیا ہوگی۔

يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ

لوگوں کو معاف کردیا کریں گے۔

اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ

Marfat.com

ان کی امت کو حمادون کہا جاتا ہے۔

کیا مطلب ہے کہ جیسے بھی حالات ہوں گے وہ رب سے شکوے نہیں کریں گے۔ خوشی ہوگی پھر بھی تعریف کریں گے اور غمی ہوگی پھر بھی رب کی تعریف کریں گے۔ اور پھر اس خط میں لکھا تھا:

تُذَلِّلُ اَلْسِنَتُهُمْ بِالتَّكْبِيْر

ان کی زبانیں ہر وقت تسبیح وتہلیل میں مصروف رہیں گی اور وہ نبی ایسے ہیں وہ جس کو پناہ دیں گے اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اور پناہ کے معاملے پورے ہو جائیں گے۔

يَغْسِلُوْنَ فُرُوْجَهُمْ

وہ امت ایسی ہوگی کہ وہ استنجاء کرنے والی ہوگی اور پاک امت ہوگی۔

يَأْتَزِرُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ

اپنی کمر پر وہ تہبند یا شلوار باندھیں گے۔ نہ اوپر نہ نیچے بلکہ سنٹر میں باندھیں گے۔

اَنَاجِيْلُهُمْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ

ان کے قرآن ان کے سینوں میں ہوں گے۔

وَتَرَاحُمُهُمْ بَيْنَهُمْ تَرَاحُمَ بَنِى الْاُمِّ

وہ اگرچہ مشرق ومغرب کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوں گے مگر وہ آپس میں یوں ہوں گے جیسے ایک ماں کے بیٹے ہوتے ہیں۔

وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْاُمَمِ

یہ وہ ہیں کہ جو قیامت کے دن سب سے پہلے دیگر امتوں سے جنت میں

Marfat.com

داخل ہو جائیں گے۔

اب دیکھو کس شان سے رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اور آپ کی ا[illegible] کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اٹھائیسویں حدیث شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

(ابن کثیر: ۲۰/۳ (جزو خامس)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں۔

جَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

جس نے میری امت کو اول بھی بنایا ہے اور آخر بھی بنایا ہے

میری امت اول بھی ہے اور میری امت آخر بھی ہے۔ اول کس لحاظ سے ہے اور آخر کس لحاظ سے ہے۔

آخر ہے دنیا میں آنے کے لحاظ سے اور اول ہے جنت میں جانے کے لحاظ سے۔

اس حدیث شریف میں بھی رسول اکرم ﷺ نے ختم نبوت کو بیان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری امت تمام امتوں سے آخری امت ہے۔ اس امت کے بعد کوئی اور امت نہیں ہے تو میرے بعد کوئی نبی بھی نہیں ہے۔

انتیسویں حدیث شریف

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطْفَانَ

Marfat.com

فَلَمَّا الْتَقَوْا هَزَمَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ فَعَادَتِ الْيَهُوْدُ بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَهٗ لَنَا فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا اِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَهَزَمُوْا غَطْفَانَ

دلائل النبوۃ للبیہقی: ۳۴۵/۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے یہود کی اہل غطفان سے لڑائی ہوئی، تو خیبر کے یہود بھاگ گئے پھر یہودی اس دعا کے ساتھ واپس آئے، پھر یہود نے کہا، اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے دعا کرتے ہیں جن کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تو ان کو آخری زمانہ میں ہمارے لئے بھیجے گا اور ہم تجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے مگر یہ کہ تو ان پر ہماری مدد کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی یہودی حملہ کرتے تھے یہ دعا مانگتے تھے جس پر انہوں نے غطفان کو شکست دے دی۔

تیسویں حدیث شریف

حضرت زید بن حارثہ کے والد چچا اور بھائی جب حضرت زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لے جانے کیلئے آئے تو حضرت زید نے واپس جانے سے انکار کردیا اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو دعوت اسلام یوں دی

اَسْأَلُكُمْ اَنْ تَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ خَاتَمُ اَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَاُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

مستدرک للحاکم ۲۲۵/۴

Marfat.com

میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم گواہی دو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں میں سے سب سے آخری ہوں۔ تو میں زید کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم النبیین بنایا ہے، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ صرف رسول ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ختم نبوت کا تاج بھی پہنایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس موضوع کو سمجھ کر آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

2

سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ

Marfat.com

عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز و محتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے اس پرنور پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات:

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر۲ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ خالقِ کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

And Help each other in righteousness and piety and help not on other in sin and transgrassion.

خالقِ کائنات جل جلالہ نے ہمیں ضابطہ حیات دیا ہے اس میں رب ذوالجلال نے جہاں ہمیں انفرادی آداب سکھائے ہیں وہاں اجتماعی زندگی کا گر بھی سکھایا ہے۔ خالقِ کائنات جل جلالہ نے جہاں ہمیں اپنی ذات کے ساتھ تعلق کا طریقہ بتایا ہے وہاں عوام کے ساتھ میل جول رکھنے کا سلیقہ بھی بتایا ہے۔ چونکہ اسلام

Marfat.com

ایک کامل دین ہے اس میں دنیا بھی ہے، دین بھی ہے۔ اس میں تمام شعبہ جات کی تبلیغ ہے۔

اس لحاظ سے ہمارا دین سماج سے اور سوسائٹی اور اجتماعی زندگی سے بالکل نظریں نہیں پھیرتا۔ دین متین کی توجہ فرد پر بھی ہے اور اجتماعی زندگی پر بھی ہے اس لحاظ سے سوسائٹی کے اصول اور سماج کے اصول اگر ہم سمجھنا چاہیں تو اس میں بھی قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ ہمیں ناامید نہیں کرتے۔ قرآن مجید برہانِ رشید کی سینکڑوں آیت کا تعلق براہِ راست سماج کی اصلاح کے ساتھ ہے۔

سید عالم ﷺ کی ہزاروں احادیث اس موضوع کو اپنے تمام تر مفاہیم کے ساتھ بیان کرنے والی ہیں۔ زندگی گزارنے کیلئے سماج کی ہمیں ضرورت ہے اور زندگی کے دفاع کے لئے بھی سماج کی ضرورت ہے ایک انسان تب زندہ رہ سکے گا جب وہ خوراک کا استعمال کرے گا۔ کم ازکم ایک روٹی اس کے لئے نہایت لازم ہے۔ کئی نہ بھی ہوں ایک روٹی کا اہتمام اس کے لئے ضروری ہے، ورنہ وہ اپنی زندگی سے محروم ہو جائے گا۔ انسان کی جو ضرورتیں اور حاجات ہیں اس کا ایک بڑا وسیع دائرہ ہے ہم ان کی طرف نہیں جاتے۔ اب ایک شخص کو ایک دن کے اندر جو ایک روٹی چاہئے اس کے لحاظ سے بھی وہ اوروں کا محتاج ہے۔ اسکو اپنی جنس کے دیگر افراد کے تعاون کی ضرورت ہے ایک دن کی زندگی گزارنے میں وہ دوسرں کے تعاون کا محتاج ہے، تو پوری زندگی بغیر تعاون انسانی کے کیسے گزار سکتا ہے اسے ضردر cooperation کی ضرورت ہے اسے Assistance کی ضرورت ہے

Marfat.com

کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کو برقرار رکھ سکتا ہے۔

اب ایک شخص کی ایک دن کی زندگی پر بحث کرتے ہیں کہ ایک روٹی وہ کھانا چاہتا ہے اگر وہ یہ چاہے کہ میں کسی کے تعاون کے بغیر کھاؤں گا، تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس کو گندم میسر آبھی جائے تو پھر گندم کو پیسنا پڑے گا اس کو گوندھنا پڑے گا اور پھر اس کو پکانا پڑے گا۔ یہ جو تین مراحل ہیں ان کے لئے پھر آلات کی ضرورت ہے اگر وہ آلات ہوں گے تو پھر گندم کو پیسا جا سکے گا۔ آٹے کو گوندھا جا سکے گا اور پھر آٹے کو پکایا جا سکے گا۔

اب جن آلات کی ضرورت ہے اور جن برتنوں کی ضرورت ہے وہ سارے یہ خود نہیں بنا سکتا اس کے لئے پھر اس کو کمہار کی ضرورت ہے، اس کو بہت سے شعبہ جات میں کام کرنے والے لوگوں کی ضرورت ہے۔ تب جا کر ایک روٹی پکے گی اور وہ یہ کھا سکے گا۔

تو پتہ چلا کہ زندگی کا ایک دن اور اس میں محض ایک روٹی انسان سماج اور سوسائٹی کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا اس کو یقیناً ضرورت ہے کہ وہ دوسرے افراد سے تعاون حاصل کرے اور اس تعاون کے بعد اس کی حاجت کا چھوٹا سا سلسلہ پورا ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی زندگی کے دفاع کے لحاظ سے بھی انسان کو انسانوں کی ضرورت ہے ۔ چونکہ جس ماحول میں یہ رہتا ہے اس ماحول میں حیوان بھی ہیں اور وہ سارے حیوان اس سے پاورفل ہیں۔ وہ خواہ گائے ہو، گدھا ہو، بھینس ہو، خچر ہو، گھوڑا ہو،

Marfat.com

شیر ہو یا اس طرح کے دیگر جانور ہوں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہے۔ وہ اپنی طبیعت کے لحاظ سے وحشی بھی ہیں اور انسان پر حملہ آور بھی ہو سکتے ہیں۔ اب انسان ان سے اپنی زندگی کو بچانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کو ایک آلہ دیا ہے جس سے وہ اپنا دفاع کرتے ہیں اگر کوئی حیوان ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اپنے اعضاء کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس حیوان سے بچاتے ہیں۔

انسان پر اگر حیوان حملہ آور ہو جائے تو اس کے پاس سوائے ہاتھ کے اور اللہ کی دی ہوئی سوچ کے اور کچھ نہیں۔ ہاتھ آلہ ہے مگر اس سے بڑا آلہ ذہن، فراست اور سوچ ہے کہ جس کو استعمال کرتے ہوئے انسان وہ کچھ بنا سکتا ہے جس سے بڑے بڑے حیوان کانپ اٹھتے ہیں جب وہ یہ آلہ استعمال کرے گا اس کی وجہ سے اس کی زندگی محفوظ ہو جائے گی۔

اب اس میں بھی جس وقت وہ اپنی زندگی کے دفاع کے لئے ایک ڈیفینڈر defender کی حیثیت سے آگے بڑھے گا تو پھر بھی اسکو انسان کی ضرورت پڑے گی ان کے بغیر وہ ایجادات نہیں کر سکتا وہ مختلف چیزیں نہیں بنا سکتا۔ اپنی فکر اور سوچ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔

اس سے پتہ چلا کہ انسانی زندگی میں تمدن والی حیثیت پائی جاتی ہے یعنی ایک سپیشل اسکے لئے سوشل مینر آف لونگ (Social manner of living) ہے کہ جس کی بدولت وہ اپنی زندگی بسر کر سکتا ہے ورنہ زندگی گزارنا مشکل ہے۔

Marfat.com

یہ تمدن عربی زبان کا لفظ ہے اور اس تمدن کا ہونا انسان کی طبیعت میں ہے اس کے بغیر انسان کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ انسان خواہ اپنی زندگی کو باقی رکھنا چاہے یا زندگی کو کسی سے محفوظ رکھنا چاہے یا پھر تیسرا سبب یہ ہے کہ بقائے نسل اور اصلاح نسل کے لئے بھی اس کو سوسائٹی کی ضرورت ہے۔ اگر سوسائٹی میں یہ نہیں ہوگا اور اس کے ساتھ تعاون نہیں ہوگا، تو انسان کے افراد کی نہ نسل باقی رہ سکے گی اور نہ نسل کی اصلاح ہو سکے گی۔

لہٰذا یہ غذائی ضرورت، دفاعی ضرورت، بقاء نسل اور اصلاح نسل کی ضرورت پر بڑی بڑی چیزیں ہیں جو بندے کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ اسے سماج کی ضرورت ہے۔ اگر سماج صحت مند ہے تو پھر سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اگر سماج گندہ ہے تو اسکے سارے مسائل میں الجھن پیدا ہو جائے گی۔

اسلام نے ہمیں اس انداز کا سماج دیا کہ جس کی وجہ سے بندے کی زندگی بھی گزرتی ہے اور زندگی شرمندگی میں نہیں بلکہ اللہ کی بندگی میں گزرتی ہے۔

ہمارا دین اس سماج کا بانی ہے۔ اس نے اس چلتے پھرتے انسان کو وہ نظام حیات دیا ہے جس کی وجہ سے سوسائٹی میں یہ جیتے بستے ہوئے لوگ اس انداز میں زندگی گزارتے ہیں کہ جب روح نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ انکو فردوس کی بلندیاں عطا فرما دیتا ہے۔

بہترین انسان اور بہترین کام

اس سلسلہ میں سب سے پہلی تعلیم اور سماج کا فلسفہ اس حدیث شریف میں

Marfat.com

ہے جسکو طبرانی نے معجم کبیر میں ذکر کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

اِنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

ایک شخص نبی ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی؟

کونسا بندہ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا ہے؟ اور اللہ کو پسند ہے اللہ کا برگزیدہ بندہ کونسا ہے؟

تو میرے نبی ﷺ کا جواب کتنا بھرپور تھا، فرمایا:

اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔

جو بندہ انسانوں کے لئے زیادہ مفید ہے وہ بندہ اللہ کا زیادہ پیارا ہے۔

لوگوں کی لسٹ میں وہ انسان جو دوسروں کو زیادہ فائدہ دیتا ہے وہی بندہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے اور جس وقت یہ پوچھا گیا کہ

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ؟

اعمال میں سے کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

اس موقع پر بھی ہمارے آقا ﷺ نے یہ فرمادیا:

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ سُرُوْرٌ تُدْخِلُہٗ عَلٰی مُسْلِمٍ۔

سب سے پسندیدہ عمل اللہ کی بارگاہ میں یہ ہے کہ تم کسی مسلمان کے دل میں خوشی داخل کرو۔"

Marfat.com

جب کسی مسلمان کو تم مسرور کرو، وہ غمزدہ ہو تو اس کا غم مٹانے کی کوشش کرو، وہ محتاج ہو تو اس کی حاجت کو رفع کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے گھر پر مصائب کے سائے ہوں اور تم ان مصیبتوں کو پیچھے ہٹانے میں اس کے ساتھ تعاون کرو۔ فرمایا:

جو ہاتھ تمہارا مومن کے مصائب کو دور کرنے کے لئے اٹھے گا یہ اللہ کو بڑا پسند ہے اور جو قدم ایک مومن کی حاجت کو دور کرنے کے لئے اور اس کا کام بنانے کے لئے اس کے ساتھ چلتے ہوئے تم نے اٹھایا ہے یہ قدم تمہارے رب کو بڑا پسند ہے۔

یعنی سارے کاموں میں سے اللہ تعالیٰ کو وہ کام پسند ہے کہ جس میں انسانیت کا بھلا ہو اور مومنین کو اس میں باقاعدہ طور پر ریلیف مل رہا ہو۔ تم جس وقت ایسا کام کرو گے جو قرآن و سنت کے منافی نہیں ہوگا اس کام کو اللہ تعالیٰ تمام کاموں سے زیادہ پسند فرمانے والا ہے۔ اس سلسلہ میں سید عالم ﷺ نے دوسرے نمبر پر فرمایا:

اَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً

یا مومن سے تم کسی دکھ کو دور کر دو تو یہ عمل بھی اللہ کو بڑا پسند ہے۔

اَوْ تَقْضِیْ عَنْهُ دَيْنًا

یا کسی مومن کا تم قرض اتار دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بڑا اچھا لگتا ہے

اَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا

یا کسی مومن کی تم بھوک دور کر دو۔

یعنی اس کو بھوک لگی ہوئی تھی اور کھانے کا وقت بھی تھا تو تم نے اس کو کھانا کھلا دیا تو اللہ کو یہ تمہارا عمل بڑا پسند ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی کا کام

Marfat.com

بیان کرتے ہوئے کتنے خوبصورت لفظوں میں یہ فرمادیا:

وَلَاَنْ اَمْشِیَ مَعَ اَخٍ فِیْ حَاجَةٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَکِفَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ۔

میں چلوں کسی صحابی کی حاجت کو پورا کرنے کیلئے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں اس مسجد میں اعتکاف کروں۔

یعنی کوئی صحابی میرے پاس آجائے اور مجھے یہ کہے یارسول اللہ ﷺ میرا یہ کام بگڑ گیا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلو میرا کام ہو جائے تو میرے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ چل پڑوں تو میرا یہ کام میرے نزدیک میری مسجد نبوی میں اعتکاف سے بڑا ثواب رکھتا ہے۔

سید عالم ﷺ کا یہ جملہ ہمارے لئے کئی لحاظ سے معنویت سے بھرپور اور لبریز ہے آپ ﷺ اس بات کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ اسلام صرف دین کا نہیں یہ دنیا کا بھی نظام ہے۔ اسلام صرف مسجد کا نہیں، یہ بازار کا بھی نظام ہے۔ اب دیکھئے رسول اکرم ﷺ جن کی شان کتنی نرالی ہے۔ جن کا ہر لمحہ اللہ کی بندگی میں گزرتا ہے۔ جن پر ہر لمحہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جن کا مقام اللہ کے دربار میں ایسا ہے کہ فرماتے ہیں:

اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

راتیں میں رب کے ہاں گزارتا ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے سماج کے لئے اپنی خدمت کو پیش کرتے ہوئے اپنے

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور قیامت تک کے لئے مومنین کو ایک سبق دے دیا کہ ایسا اگر وقت آجائے انسانیت تڑپ رہی ہو۔ لوگ موت وحیات کی کشمکش میں ہوں، اگر ایسی حالت میں تم نفلی عبادت میں مصروف رہو اور پیاسے کو پانی نہ پلاؤ، بیمار کی دوائی کا بندوبست نہ کرو اور جو لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہوں ان کے لئے تم اپنی خدمات پیش نہ کرو تو پھر رب ذوالجلال ناراض ہو جائے گا۔ ایسی صورت حال کو پیش نظر رکھو۔ فرمایا:

اگر کوئی شخص میرے پاس اپنے کسی کام کے لئے آتا ہے اور میں اس کے ساتھ چلتا ہوں اگرچہ میں اس وقت مسجد میں معتکف نہیں ہوں۔ میرے نزدیک اس بندے کے کام کے لئے میرا چلا جانا مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھنے سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا:

فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ مَسْجِدَ الْمَدِیْنَةِ۔ (الطبرانی فی الکبیر: ۱۲/۴۵۳)

اس مسجد میں یعنی مدینہ شریف کی مسجد میں۔

ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونا اور کام کاج میں کسی کے ساتھ تعاون کرنا۔ اگر اس نیت سے ہو کہ یہ ہمارے دین کا سبق ہے اور یہ ہماری دینی ڈیوٹی ہے۔ ہمارے دین نے ہمارے لئے یہ لازم کر دیا ہے۔ اس میں کسی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں کام کروں تاکہ کل مجھے ووٹ مل جائیں، میں کام کروں تاکہ میری تشہیر ہو جائے اور میں کام کروں تاکہ لوگ مجھے سوشل ورکر قرار دیں۔ ایسا کوئی بھی خیال اس کے ذہن میں نہیں ہے اس کے ذہن میں صرف یہ بات ہے کہ اللہ نے

Marfat.com

ہمیں جو دین دیا ہے۔ اس دین نے ہماری یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہے اس نیت سے جب وہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر سانس پر اجر عظیم عطا فرمادے گا۔

تھوڑا دو، زیادہ لو

رسول اکرم ﷺ کی جو دانش ہے اور آپ نے جو لوگوں کو ایک شعور بخشا ہے اس کے لحاظ سے جس وقت ہم سماجی خدمت کا سروے کرتے ہیں تو یہ بات بڑی واضح ہو کر سامنے آتی ہے اور یہ ہمارے لئے ترقی کا ایک ذریعہ ہے کہ ہر بندہ آگے بڑھے۔ دیتے وقت تھوڑا دے اور لیتے وقت زیادہ لے کس سے؟

کسی بندے سے نہیں، کسی بندے کو تھوڑا دے کے اللہ سے زیادہ لے۔ یہ ہمارے سماج کا ایک مرکزی کردار ہے اور اسلامی سماج کی یہ روح ہے۔ اب اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے میرے محبوب ﷺ کا فرمان سامنے رکھئے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

مسلم شریف: حدیث نمبر ۲۶۹۹

جو بندہ اس دنیا میں کسی مومن بھائی کا کوئی دکھ دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں قیامت کے دن اس کا دکھ دور فرمادے گا۔

اب دیکھئے دینے میں تھوڑا ہے لیکن لینے میں زیادہ ہے۔ دنیا میں معمولی سا

Marfat.com

دکھ تھا۔ ایک گھنٹہ آپ نے اپنے بھائی کے ساتھ تعاون کیا اور اس کا دکھ دور ہو گیا، اس کا غم ختم ہو گیا اور اس کی ضرورت پوری ہو گئی، اس کی حاجت ختم ہو گئی۔ یہاں ایک گھنٹہ لگا لیکن حشر کے دن کے جو غم ہیں اور حشر کے دن کے جو دکھ ہیں۔ ہو سکتا ہے تم دنیا کی زندگی کا ایک کروڑ سال بھی وہاں جا کر لگا کے اس دکھ کو مٹانا چاہو، اپنا وہ دکھ دور کرنا چاہو تو نہ کر سکو۔ یوم حشر کا اتنا بھاری دکھ ہو سکتا ہے۔

لیکن ایک بندہ جو سماجی خدمت اسلام کے لئے کر رہا ہے اس کو کتنا اضافہ ملا کہ اس نے دنیا میں سستے داموں کسی کا دکھ دور کر کے قیامت کے دن کا وہ سکھ حاصل کر لیا جس کے بارے میں رب یہ بھی فرماتا ہے کہ اگر کوئی بندہ ساری زمین فدیہ میں لے آئے تو پھر بھی اس کے کوئی عذاب میں کمی نہیں ہو سکتی۔

اگر اس نے سماج کی خدمت اللہ کے کہنے پر کی ہے۔ اس نے تھوڑے سے پیسے لگائے، تھوڑا سا ٹائم دیا اور تھوڑی دیر کیلئے گیا لیکن نتیجہ کیا نکلا اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک کام کے بدلے میں قیامت کا دن جو بھرپور قسم کا ہولناک دن ہے۔ اس دن کا دکھ دور کر دیا ہے۔ اس دن کی گھبراہٹ دور کر دی ہے۔ اس دن کی پیاس دور کر دی ہے۔ اس دن کی بھوک دور کر دی ہے اور اس دن جو وحشت طاری ہونے والی تھی اس وحشت کو بھی دور کر دیا ہے۔

ہمارے اسلام نے ہمارے وارے نیارے کر دیئے ہیں۔ اگرچہ یہ سماج کا کام کرنے کیلئے ہمیں کہیں دور نہیں جانا پڑا محلے میں ہی کیا اپنی گلی میں ہی کیا، اپنے مانوس رستوں میں ہی کیا اور ہمارا کام وہاں ہو گیا جہاں کے رستوں کی ہمیں خبر

Marfat.com

تک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری سماجی خدمت کو یہ شان بخشی ہے کہ ایک مومن کرنے پر آتا ہے تھوڑا سا کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ دامن بھرنے پہ آتا ہے تو بہت زیادہ بھر دیتا ہے۔

پھر سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ يَسَّرَ عَنْ مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جس بندے نے کسی کی مشکل کو حل کیا وہ معسر تھا، تنگدست تھا اس نے اس کے لئے خوشحالی پیدا کی۔ اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں آسانیوں سے نواز دے گا

کہیں کوئی بندہ پھنس چکا تھا اس نے اسکو نکالنے کی کوشش کی تو میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں:

يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اللہ اس بندے کے کاموں میں آسانی پیدا فرمادے گا۔ دنیا میں بھی اس کے کاموں میں آسانی ہو جائے گی اور آخرت میں بھی آسانی ہو جائے گی۔

اس نے کسی دوسرے کی مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی گنا آسانیاں اس کے اپنے کاموں میں آجائیں گی اور پھر میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً

جس نے کسی مسلمان کا عیب چھپایا

Marfat.com

یعنی جس بندے نے کسی مسلمان کا کوئی عیب دیکھا تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان نہیں کیا اسے چھپایا ہے اور وہ عیب ایسا تھا کہ وہ ایک انفرادی حیثیت کا تھا، وہ مجمع عام میں کرنے والی بات نہیں تھی، اس پر اس نے پردہ ڈالا ہے تو کیا ہوگا اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں جہاں کروڑوں لوگ دیکھ رہے ہوں گے وہاں اس میدان کے اندر اللہ اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کو پردہ عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی پردہ عطا فرمائے گا۔

ہمارے سماج کی بنیاد وہ ایلیمنٹ element ہے کہ یہاں ہم کرتے تھوڑا ہیں لیکن ملتا اللہ کے دربار سے بہت زیادہ ہے۔ ہم دنیا کے لحاظ سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے لحاظ سے عطا فرماتا ہے اور پھر اس سے بڑا فائدہ، اور کیا ہے۔

یقیناً ہم میں سے کوئی بندہ کتنا ہی پاورفل کیوں نہ ہو، کتنا زیادہ کسی کے پاس پیسہ کیوں نہ ہو اور کتنا بڑا کسی کی سماجی خدمت کا نیٹ ورک کیوں نہ ہو، وہ اتنا کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ ہمارا رب کر سکتا ہے۔ کسی کا سماج کی خدمت کے لحاظ سے کتنا ہی وسیع کام کیوں نہ ہو۔ اس کی خدمت تھوڑی ہے اور ایک منٹ میں جو رب کا فضل ہے وہ زیادہ ہے ۔اب انسان دنیا میں اسلامی نقطہ نظر سے سماج کا کارکن بن جائے گا تو کیا ہوگا۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

Marfat.com

وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ

مسلم شریف: حدیث نمبر ۶۲۹۹

اللہ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے

اب دیکھو اللہ کی قدرت اس کو مل گئی۔ کس کے عوض میں؟ بھائی کیساتھ تعاون کرنے کی وجہ سے۔ اس نے جو بھائی کو ٹائم دیا ہے وہ محدود سا ہے، تھوڑا سا ہے اور اللہ نے جو فضل اس کے کھاتے میں ڈال دیا وہ بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا جس مومن نے بھائی کے ساتھ تعاون کیا ہے اس کو سماجی خدمت پر اللہ کی طرف سے کتنا اضافہ مل رہا ہے۔

جب تک کوئی بندہ کسی کے کام میں ہے مثلاً کوئی زخمی ہو گیا، یہ ساتھ گیا ہسپتال میں ساتھ رہا، بیماری کے اندر اس کے ساتھ معاون رہا، یہ جب تک اس کے ساتھ معاون رہے گا۔ یہ نہ سمجھے کہ میرے کام رک گئے ہیں، میرے کام میں مندہ آگیا ہے اور میں لٹ جاؤں گا۔ نہیں نہیں۔ غیر محسوس طریقے سے رب ذوالجلال ایسا دے گا کہ جس کا یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس انداز میں اس سماج کی حیثیت کو محبوب ﷺ نے واضح کیا ہے۔ کہ ایک بندہ کسی کے ساتھ اس کے کام کے لئے نکلتا ہے تو یہ نہ سمجھے کہ میں اسکے ساتھ جا رہا ہوں اب میرا کوئی پرسان حال نہیں۔ اس نے اپنا تھوڑا سا تعاون اپنے بھائی کے پلڑے میں ڈالا ہے، رب ذوالجلال کا ایک بہت بڑا فضل اس کے پلڑے میں شامل ہو گیا ہے۔

Marfat.com

سماجی خدمت ایمانی تقاضا

جس وقت ہم سماج کی روح کو دیکھتے ہیں تو سماجی خدمت ایک ایمانی تقاضا بھی ہے۔ جس کی بنیاد پر انسان کو ایسی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے کہ ایمان مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی سوسائٹی کے لوگوں کے ساتھ شریک ہو جائے۔ چونکہ ہمارا دین ایسا نہیں ہے جو مسلمانوں کے احوال سے بے خبر ہو اور جو ابنائے امت کے احوال سے بے بہرہ ہو۔

اب ایک شخص دنیا کے حالات نہیں جانتا کہ اس وقت افغانیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس وقت لبنانیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، عراقیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، گروزنی اور غزہ میں کیا ہو رہا ہے۔ فلسطینیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ ایک طرح کی غفلت کا مرتکب ہے، وہ مجرم ہے اسے کم از کم پتہ تو ہو، اگرچہ کچھ کر سکتا ہے یا نہیں لیکن اس کا دل تو تڑپے۔ اس کو شرمندگی تو ہو اور اس کو درد تو ہو کہ میرا بھائی ہے اس کو میرے تعاون کی ضرورت ہے میں اس کے تعاون کو نہیں پہنچ سکا تو میں اللہ سے معافی مانگوں۔

اخوت کا یہ مطلب ہے چبھے کانٹا جو کابل میں
تو پاکستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

سید عالم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ

مجمع الزوائد للهيثمي: ۱۰/۲۴۸

Marfat.com

جو بندہ مسلمانوں کے احوال کو دیکھتا نہیں، مسلمانوں کے کام کا اہتمام نہیں کرتا، اور مسلمانوں کی ضرورتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ فرمایا:

فَلَيْسَ مِنْهُمْ

وہ ان میں سے نہیں ہے۔

میری امت میں وہ ہے جو لوگوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اور جس قدر ہو سکے ان کی مشکل کو دور کرنے میں ایک کردار ادا کرتا ہے۔

اس سلسلے میں آپ ﷺ نے جو مثال دی وہ بڑی حسین مثال ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَىٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّىٰ۔

بخاری شریف: حدیث نمبر ۶۰۱۱ مسلم شریف: حدیث نمبر ۲۵۸۶

بڑی خوبصورت مثال دی ہے اس سے غیر محسوس چیز محسوس بن جاتی ہے جب کسی شخص کو کسی بات کا بڑا گہرا مطالعہ ہو تو پھر اس کو مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے ورنہ مثال دینا مشکل ہوتا ہے۔

ہمارے محبوب ﷺ تو پوری کائنات کے ہر شعبے کے سپیشلسٹ ہیں۔ خواہ حیوانات کا ہو، نباتات کا ہو، افلاک کا ہو۔ وہ کسی چیز کا شعبہ ہو اور کسی طرح بھی سیاست و تدبیر منزل اور تہذیب اخلاق کی کوئی گتھی سلجھانے کا مسئلہ ہو۔

Marfat.com

ہمارے محبوب ﷺ مثال دیتے ہیں تو کمال فرماتے ہیں۔

میرے محبوب ﷺ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سارے مسلمان ایک ہیں اور سارے مسلمانوں کا درد ایک ہے سارے مسلمانوں کی صحت ایک ہے سارے مسلمانوں کے مقاصد ایک ہیں سارے مسلمانوں کو مل جل کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہئے اور سارے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے باخبر رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونا چاہئے تو مسلمانوں کی آپس کی محبت کی کیا حسین مثال دیتے ہیں۔

میرے آقا ﷺ فرمانے لگے:

فِیْ تَوَادِّھِمْ

آپس میں مودت کے لحاظ سے۔

مودّت گہری محبت کو کہتے ہیں۔ یہ سمجھنا ہو کہ مومن کو مومن کا کتنا محب ہونا چاہئے اور اس مومن کا مومن سے کتنا پیار ہونا چاہئے تو پھر یہ مثال سمجھو:

تَرَاحُمِھِمْ.

ایک مومن کو دوسرے مومن کے لئے کتنا رحیم ہونا چاہئے۔ ایک مومن کو دوسرے مومن کے لئے کتنا شفیق ہونا چاہئے، ایک مومن کے دل میں دوسرے مومن کے لئے رحمت کا کتنا جذبہ ہونا چاہئے۔ میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں اگر یہ دیکھنا ہو تو پھر بھی میری اس حدیث کو پڑھ لو: ساری حیثیات تم پر واضح ہو جائیں گی

وَتَعَاطُفِھِمْ

Marfat.com

ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے کتنی مہربانی ہونی چاہے۔ اگر مہربانی کا، پیار کا اور رحمت کا اندازہ لگانا ہو کہ مومنوں کا آپس میں پیار کیسا ہونا چاہئے، آپس میں شفقت کیسی ہونی چاہئے، آپس میں رحمت کیسی ہونی چاہئے۔

یوں سمجھو کہ اگر یہ ساری باتیں دیکھنی ہوں کہ ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ ربط کیسا ہونا چاہئے۔

فرمایا:

ایسا ہونا چاہئے جیسے ایک جسم کے اجزاء کا آپس میں ہوتا ہے۔

جسم ایک ہے لیکن اجزاء کی آپس میں شکلیں مختلف ہیں اور ان کی افادیت بھی مختلف ہے۔ ظاہر ہے کان جو کام کرتے ہیں آنکھ تو وہ کام نہیں کرتی اور زبان جو کام کرتی ہے ہاتھ تو وہ کام نہیں کرتا۔ لیکن ایک جسم کے اعضاء ہیں۔

یعنی میری ملت اور امت میں افراد کے درجات اگرچہ جدا جدا ہیں، ان کے کام جدا جدا ہیں ان کے شعبے جدا جدا ہیں۔ کوئی کسی شعبہ کا سپیشلسٹ ہے، کسی کا کوئی آؤٹ پٹ (Out Put) ہے تو کسی کا کوئی فائدہ ہے اور کوئی کسی طرح ماحول کے لئے مفید ہے۔

ان سب کو ایک چیز متحد کر رہی ہے کہ ہیں یہ ایک جسم کے اجزاء ہیں مگر شکلیں مختلف ہیں۔

جس طرح ہاتھ اور قدم کی آپس میں شکل مختلف ہے اور دو ہاتھوں کی شکل آپس میں ایک جیسی بھی ہے یعنی ایک ڈیپارٹمنٹ میں ہوں یا مختلف شعبہ جات

Marfat.com

ہوں۔تمام اعضاء جسم کے ساتھ متحد ہیں۔

میرے محبوب ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اشْتَکیٰ مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعیٰ لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّھرِ وَالْحُمّٰی

یعنی اگر ایک عضو کو درد ہوتا ہے تو سارے جسم کو نیند نہیں آتی۔اگر درد انسان کی داڑھ کو ہو تو نینداس کے ہاتھ کو بھی نہیں آتی،چین اس کے دماغ کو بھی نہیں آتا،اگراس کے جسم کے کسی ایک عضو پر زخم ہو جائے تو پورا جسم کانپنا شروع ہو جاتا ہے اگر کلہاڑی اس کے پاؤں پہ لگے آنسو اس کی آنکھ میں آجاتے ہیں۔یہ آپ ﷺ نے طب کے لحاظ سے لفظ بولے ہیں یہ آقا ﷺ کی مہارت کا اظہار بھی ہے۔

جب کہیں بخار کا حملہ ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے ساری رات اس کو نیند نہیں آتی۔جسم کے کسی حصے پہ حملہ ہوا مگر آنکھ بیدار رہی۔حملہ کہیں ہوا بخار کہیں ہو گیا۔

یہ جسم کے اعضاء کا آپس میں ربط ہے اگر چہ اعضاء کی شکلیں آپس میں مختلف ہو سکتی ہیں ان کے مقاصد بھی مختلف ہو سکتے ہیں مگر چونکہ وہ ایک ہی جسم کے ہیں لہٰذا ان کو اس بات میں یکجہتی ہے،اتحاد ہے کہ اگر اس جسم پر خوشی آتی ہے تو سارے خوش ہوتے ہیں۔اس جسم پر اگر غمی آتی ہے سارے غمزدہ ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی امت مسلمہ ایک جسم کی طرح ہے۔یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کٹتا رہے دوسرا ہاتھ سوتا رہے،قدم زخمی ہو جائیں اور آنکھ آنسو ہی نہ بہائے۔یہ نہیں ہو سکتا کہ کہیں بخار ہو اور جسم کو پتہ ہی نہ ہو۔

نہیں نہیں۔جیسے ایک جسم کا ایک عضو اگر متاثر ہوتا ہے تو سارا جسم بے خوابی

Marfat.com

میں اضطراب میں اور بے چینی کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کو بخار ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی شرق و غرب، شمال و جنوب میں امت مسلمہ کا ایک فرد بھی اگر متاثر ہو گیا، زخمی ہو گیا اس پہ ظلم و ستم ہو گیا، اس پر مصیبتیں آ گئیں تو دوسرا مغرب میں بستا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کو وہ درد محسوس کرنا چاہئے اور اس درد میں اپنے بھائی کے ساتھ شریک ہو جانا چاہئے۔ اس انداز میں یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا بھائی تڑپ رہا ہے اور یہ میوزک اور سرور کی محفلیں میں ہو۔ اور ادھر مسلم امہ کا لبنان میں، افغانستان میں، عراق میں، غزہ میں خون بہہ رہا ہو۔ اور ادھر خبر ہی نہ ہو نہیں نہیں۔ یہ ایک وحدت ہے اس کی وجہ سے سماج کے مسائل کا پتہ بھی چلے گا اور اس کے حل کا ادراک بھی آئے گا۔ جب سارے ایک جسم کی طرح ہیں، مثلاً جب ہاتھ کو دھونے کی ضرورت ہوگی تو دوسرا ضرور تعاون کے لئے آئے گا۔ دونوں ملیں گے تو دونوں صاف ہو جائیں گے۔ اس طرح سوسائٹی میں سماج کا فلسفہ ہمارے محبوب ﷺ نے سمجھا دیا ہے اور یہاں سے یہ بات بھی بڑی اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ:

یہ جسم کے ساتھ جو مثال دی ہے کہ ایک کو درد ہو تو سب کو محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اتحاد ہوتا ہے۔ دوسرا یہ بھی پتہ چلا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی بندہ آپ کے ایک عضو کا تو دوست ہو اور دوسرے کا دشمن ہو، کوئی تمہارے ایک ہاتھ کا تو دوست ہو اور دوسرے ہاتھ کا دشمن ہو۔ جو تمہارے ایک ہاتھ کا دوست ہے وہ تمہارے دوسرے ہاتھ کا بھی دوست ہے۔ جو تمہاری ایک آنکھ کا دوست ہے وہ تمہاری دوسری آنکھ کا بھی دوست ہے۔ جس کو تمہارا ایک قدم اچھا لگتا ہے اس کو دوسرا قدم بھی اچھا

Marfat.com

لگے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک قدم تو اچھا لگے لیکن دوسرا قدم اچھا نہ لگے۔

کسی کے ایک عضو کا کوئی دشمن بن گیا تو وہ دوسرے عضو کا بھی دشمن ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر امریکہ عراق پر آگ برساتا ہے تو جیسے یہ دشمنی اہل عراق سے ہے ایسے ہی اہل پاکستان سے ہے۔

ایک جسم کے دشمن بھی مشترکہ ہوتے ہیں اور دوست بھی مشترکہ ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دشمن تقسیم ہو جائیں یا ان کے دوست تقسیم ہو جائیں۔ ایک عضو کہے کہ یہ اس کے دشمن کی باری ہے۔ میرا دشمن تو نہیں آیا۔ نہیں۔ میرے نبی ﷺ کا جسم کے ساتھ مثال دینے کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے دشمن بھی ایک جیسے ہوتے ہیں اور دوست بھی ایک جیسے ہوتے ہیں۔

جو افغانستان پر آگ برساتا ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ جو عراق پر آگ برساتا ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ جو لبنان پر آگ برساتا ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ جو کشمیر میں آگ برساتا ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔

چونکہ ہمارا کلمہ ایک ہے، ہم کہیں گے کہ وہ تمام مسلمانوں کا دشمن ہے تو اس بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے سماج کے مسائل کے جو ہزاروں شعبہ جات تھے ان کو ایک مثال کے دائرے کے اندر بند فرما دیا ہے۔

دوسری طرف اور مثال دی ہے وہ مثال بھی بڑی خوبصورت مثال ہے۔ میرے محبوب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اس کو بیان کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسکے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ

بخاری شریف: حدیث نمبر ۲۴۴۶ مسلم شریف: حدیث نمبر ۲۵۸۵

مسلمان مسلمان کے لئے یوں ہے جیسے دیوار کی اینٹیں ہوتی ہیں۔

یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا

بعض بعض کے لئے سہارا بنتی ہیں۔

جب اینٹوں کا آپس میں تعلق نہیں تھا۔ تو ان کی کوئی ویلیو نہیں تھی وہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں تھیں وہ بکھرا ہوا ایک ڈھیر تھا۔ ان پر ستون نہیں رکھا جا سکتا تھا، ان پہ چھت نہیں بنائی جا سکتی تھی۔ لیکن انہی اینٹوں کو جب آرگنائز کیا گیا تو پھر اس کا نام دیوار بنا۔ جب تک وہ اس ترتیب میں نہیں آئیں گی تو دیوار نہیں بنے گی۔ ستون نہیں بنے گا۔ ترتیب میں آئیں گی تو پھر پتہ چلے گا کہ مقصد اینٹوں کا کیا تھا۔ پھر یہ پردہ بھی کریں گی، پھر وہ بیرونی چیزوں کو اندر آنے سے روک بھی لیں گی۔ پھر وہ چھت کا بوجھ بھی اٹھائیں گی لیکن کس وقت جب ان میں ترتیب آجائے گی، نظم آجائے گا اس کے بغیر وہ ایک ڈھیر ہے اس کی کوئی افادیت نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں۔ ترتیب کیا ہے کہ نیچے والی اینٹ نے اوپر والی کا بوجھ اٹھایا ہے۔ دائیں والی بائیں کے لئے سہارا بن گئی۔ بائیں والی دائیں کے لئے سہارا بن گئی ہے۔ پھر جو اوپر آئی ہے تو اس نے اوپر والی کا بوجھ اٹھایا۔ اس طرح اٹھاتے اٹھاتے جو سب سے اوپر تھی اس نے چھت کا بوجھ اٹھا لیا۔

Marfat.com

یہ امت کی سوسائٹی کی حیثیت ہے اور یہ امت کا سماج ہے۔

اگر یہ بکھرے رہیں گے تو پھر باطل کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی اور اگر یہ ترتیب میں آجائیں گے تو پھر یہ دیوار بھی ہے، کوہسار بھی ہے پھر ستون بھی ہے، بوجھ اٹھائیں گے اور حجاب بن جائیں گے۔ پھر غیروں کو اپنے گھر نہیں آنے دیں گے۔ غیروں کو اپنی سلطنت کی حدود میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ پھر باطل پرستوں کے دانت کھٹے کر سکیں گے۔ پھر ایک مکا کی طرح نظر آئیں گے۔ ان کی پاور دنیا پر محسوس کی جائے گی۔

اینٹوں کا آپس میں رکھ رکھاؤ کرنا پڑے گا۔ ایک دوسرے کا بوجھ اٹھانا پڑے گا ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملانا پڑے گا۔

اگر ایک اینٹ کہے کہ میں اچھے بھٹے میں پکی ہوں میرا رنگ ہی بڑا اچھا ہے اور یہ تو بالکل زرد رنگ کی ہے۔ میں اسے کبھی قریب نہیں آنے دوں گی تو یہ جو اچھے بھٹے کی اینٹ ہے یہ بھی اپنا فائدہ نہیں دے سکے گی۔ یہ بھی کسی نالی میں گر جائے گی اِدھر اُدھر پڑی رہے گی۔ اس کی بھی افادیت تب آئے گی جب یہ کسی کو ساتھ ملائے گی۔ کسی پر بوجھ ڈالے گی اور کسی کا بوجھ اٹھائے گی۔

ایسے ہی ایک بندہ اگر سونے کا بھی ہو لیکن جب تک وہ سوسائٹی میں مربوط نہیں ہو گا اس وقت تک وہ تنکا بھی نہیں ہے، وہ ذرہ بھی نہیں ہے اور جس وقت ایک تنظیم کے اندر وہ آجائے گا تو پھر اس کو پتہ چلے گا کہ بوجھ اٹھایا کیسے جاتا ہے اور بوجھ ڈالا کیسے جاتا ہے۔ کسی کو برداشت کیسے کیا جاتا ہے۔ اب یہ ہو گا کہ دوسری

Marfat.com

اینٹوں کے ساتھ یہ ملے گی تو حجاب اور پردے کا کام دے گی کسی کا مال محفوظ ہوگا اور کسی کی جان محفوظ ہو جائے گی۔ میرے محبوب ﷺ کی یہ مثال بھی جنتی سونے کے پانی کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے کہ آپ ﷺ نے قیامت تک کے لئے اپنی امت کو وہ نظم وضبط عطا فرمایا ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں اسکا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

تمہیں یقیناً ایک دوسرے کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت تمہیں اپنی زندگی گزارنے کے لحاظ سے بھی ہے لیکن میں جو تمہیں بتا رہا ہوں محبوب ﷺ نے فرمایا میرے نزدیک یہ ضرورت تمہارے ایمان کی ضرورت ہے۔

تمہارا ایمان یہ کہے گا کہ جب میں مومن ہوں تو اگرچہ میرا مومن بھائی یہاں سے ہزاروں میل دور ہے۔ ہم ایک جسم کے اعضاء ہیں کیونکہ ہمارا کلمہ ایک ہے، ہمارا رب ایک ہے، ہمارا نبی ایک ہے، ہمارا قرآن اور ہمارا دین ایک ہے اور ہمارے اندر وحدت موجود ہے۔ اس بنیاد پر رسول اکرم ﷺ نے سماج کا یہ فلسفہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔

سماجی خدمت کی ترجیحات برادری نہیں ہوتی اس میں رنگ ونسل کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس سماجی خدمت میں کسی کے ساتھ اپنے ذاتی تعلقات کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہاں سماج کی خدمت کے پیچھے وہ اخوت محمدی ﷺ ہے جس وقت وہ روح بنتی ہے تو پھر یہ سماجی خدمت ہی نہیں ہوتی اس کو عبادت بھی کہا جاتا ہے۔

اس واسطے رسول اکرم ﷺ نے اس کو صرف ایک عبادت نہیں قرار دیا۔ سماجی خدمت کو کئی عبادتوں کے نام دیئے ہیں۔

Marfat.com

میرے محبوب ﷺ نے اس انداز میں اسکی وضاحت کی ہے کہ اس وقت کی حکومتیں حیران رہ گئیں کہ ان کے پاس بندے تھوڑے سے ہیں مگر انہوں نے ان کو وہ کچھ سکھا دیا ہے کہ جسکی وجہ سے انہوں نے بڑی بڑی حکومتوں کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں اور بڑی بڑی حکومتوں پر لرزہ طاری کر دیا ہے۔ چند لوگ شروع میں جب چالیس بنے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تھا تو وہ چالیس اتنے منظم تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ انفال: ۶۴

اے میرے نبی ﷺ تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور یہ چالیس ماننے والے بھی کافی ہیں۔

یہ تمہاری فوج ہے، یہ تمہارا لشکر ہے۔ ابھی صرف چالیس تھے لیکن ان کو یہ پڑھا دیا تھا کہ یوں دیوار بنتی ہے اور یوں تم جسم کی مانند ہو۔ جب چالیس ایک جسم کی طرح نظر آئے تو اس وقت سے ہی کفر کو پسینہ آ گیا۔ اگر آج ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور پھر بھی اگر کفر کو پسینہ نہیں آتا تو ہم یہ سبق بھول چکے ہیں جو سبق سید عالم ﷺ نے ہمیں دیا تھا۔ اس سبق کی برکت یہ ہے کہ اس میں صرف ہمارے اندرونی مسائل ہی نہیں اس کو دیکھ کر بیرونی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

خدمت بھی عبادت بھی

انداز خدمت و عبادت کیسا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس

Marfat.com

حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ طَلَعَتْ فِیْہِ الشَّمْسُ صَدَقَۃٌ

ہر بندے پر ہر دن صدقہ کرنا لازم ہے۔

نفس کا لفظ بولا یہ نہیں فرمایا امیر پر صدقہ لازم ہے۔ جو بھی ذی روح مومن ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے ہر دن میں اس پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ جس وقت میرے نبی ﷺ نے یہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مِنْ اَیْنَ اَتَصَدَّقُ

یارسول اللہ ﷺ میں کہاں سے صدقہ کروں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میری تو ایسی حالت نہیں کہ میں روزانہ صدقہ کرسکوں۔ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ہر دن صدقہ ہے۔

بلکہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ بندے کے جسم کے جتنے جوڑ ہیں ان پر صدقہ لازم ہے یعنی تین سو ساٹھ جوڑ پر صدقہ کرنا لازم ہے۔

کہنے لگے میں اتنا صدقہ کہاں سے لاسکتا ہوں، نادار اور فقیر ہوں جب انہوں نے آپ سے پوچھا، کہنے لگے:

لَیْسَ لَنَا اَمْوَالٌ

اکثر ہم میں سے ایسے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے

لہذا ہم روزانہ صدقہ کیسے کرسکتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ پوچھا تو میرے محبوب ﷺ نے فرمایا تم صدقہ کا مختصر سا معنی سمجھتے ہو۔ صدقے کے ہمارے ہاں کئی

Marfat.com

شعبے ہیں اور کوئی جتنا بھوکا بھی ہو، صدقہ کرسکتا ہے:

اَنَّ مِنْ اَبْوَابِ الصَّدَقَةِ التَّكْبِيْرُ

یعنی جو بندہ اللہ اکبر کہے اس کے لئے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں زبان سے اللہ اکبر کہے یہ بھی صدقہ ہے۔

وَسُبْحَانَ اللّٰهِ

اور زبان سے سبحان اللہ کہہ دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور زبان سے الحمد للہ کہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ گناہ کی معافی بھی ہے اور ساتھ صدقہ بھی ہے۔

وَتَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ

تو کسی کو اچھے کام کا حکم دے یہ بھی صدقہ ہے۔

بے نمازی کو نماز کا کہا اور جو روزہ نہیں رکھتا اس کو روزے کا کہا، جس کی آنکھیں بے حیا ہیں اس کو شرم و حیا کا کہا۔ جس کے کان میوزک سے گندے ہیں اس کو میوزک سے بچنے کا کہا۔ فرمایا اس سے تمہیں صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔

تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ

اور تو برائی سے روکے یہ بھی ایک صدقہ ہے۔

Marfat.com

وَتَعْزِلُ الشَّوْكَةَ عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ

جہاں لوگ چلتے ہوں وہاں سے کانٹا اٹھا کے ایک طرف کر دو تو یہ بھی صدقہ ہے۔

وَالْعَظْمَ

ہڈی راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

وَالْحَجَرَ

اور راستے میں کوئی پتھر پڑا ہوا تھا۔ راستے سے تم نے اٹھا کے اس کو علیحدہ کر دیا تو یہ بھی صدقہ ہے۔

وَتَهْدِي الْاَعْمٰى

تم راستے میں بیٹھے تھے کوئی اندھا گزر رہا تھا اس کو تم نے رستے پہ لگایا تو یہ بھی صدقہ ہے۔

وَتُسْمِعُ الْاَصَمَّ وَالْاَبْكَمَ حَتّٰى يَفْقَهَ

ایک بندہ بہرہ بھی تھا اور گونگا بھی تھا اس کو بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی تم نے اس کو سمجھا دیا تو فرمایا اے میرے امتی یہ بھی صدقہ ہے۔

یہ ساری صورتیں بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔ نیکی تلاش کرتے وقت تم یہ نہ سوچنا کہ وہ صرف مسجد میں ملتی ہے۔ نیکی گلی میں بھی مل سکتی ہے، نیکی بازار میں بھی مل سکتی ہے، نیکی دوکان پر، فیکٹری میں، نیکی کے ماحول میں، سماج میں، نیکی پوری دنیا کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں بھی محتاج ہے جس طرح کا محتاج ہے۔ تم اس کے ساتھ نیکی کرو گے اللہ تمہیں صدقہ کا ثواب عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

وَتَدُلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلٰی حَاجَتِهٖ

یعنی ایک بندے کو اڈریس سمجھنے کی ضرورت تھی اس کو تم نے نشانی بتائی کہ فلاں گلی میں پہنچ جاؤ۔ فلاں فیکٹری کے سامنے دائیں طرف گھر ہے یہ تم نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا۔ تو یہ بھی صدقہ ہے۔ پھر فرمایا:

وَتَسْعٰی بِشِدَّةِ سَاقَیْكَ اِلَی اللَّهْفَانِ الْمُسْتَغِیْثِ

یہ کہ تم اپنی پنڈلیوں کے زور سے بے سہارا، مدد چاہنے والے کی طرف دوڑو یہ لفظ بڑے اہم ہیں ساقیک ساق پنڈلی کو کہتے ہیں اور شدت پوری پاور کو کہتے ہیں۔ تم نے دیکھا کہ ایک بندہ نابینا ہے اور اس کی کسی کے ساتھ ٹکر ہونے والی ہے تم اتنے گھبرائے اور پوری پاور کے ساتھ تم دوڑے اور اپنی پنڈلیوں پر دوڑتے دوڑتے تم نے جا کر اس کو بچا لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بہت بڑا صدقہ ہے۔

جو اپنی پنڈلیوں کو اللہ کے راستے میں کسی بندے کے لئے، اس کی مدد کے لئے تھکا دے وہ گڑھے میں گرنے والا تھا یا اس طرح کا کوئی اور معاملہ تھا تم دوڑ کے پہنچ سکتے تھے، تم فوراً پہنچ گئے اور تم نے کسی بندے کو نقصان سے بچا لیا اس میں بھی صدقہ ہے۔

وَتَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَیْكَ مَعَ الضَّعِیْفِ

مسند امام احمد: ۱۶۸/۵، ۱۶۹

یعنی کوئی بندہ بوجھ اٹھانا چاہتا تھا لیکن اس سے اٹھتا نہیں تھا تم نے اپنے بازو کو بوجھ اٹھانے کے لئے استعمال کیا اور شدید زور لگایا اس پر بھی رب تمہیں صدقہ

Marfat.com

کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اب سید عالم ﷺ نے جتنے بھی آخری شعبہ جات بیان کئے ہیں یہ سارے سماجی خدمت کے ہیں، یہ سارے سماجی معاملات کے ہیں اور ان سب کے اندر صدقہ کا لفظ بولا ہے۔ اس کو عبادت بھی قرار دے دیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ جو ہمارا دین ہے اس کے اندر ہی دنیا ہے اور جو دین کے اندر دنیا ہے وہ دنیا نہیں وہ دین ہی دین ہے۔ اس کے اندر جتنے آداب ہیں، جتنے پروگرام ہیں، جتنے کام ہیں، بس صرف یہ ہے کہ بندے کی سوچ کی سوئی سیدھی ہونی چاہئے۔ اگرچہ وہ سماج میں ایک کارکن کی حیثیت سے کام کررہا ہے۔ حال یہ ہے کہ وہ شریعت کا بھگوڑا نہیں۔ وقت پہ نماز بھی پڑھتا ہے۔ روزہ بھی رکھتا ہے اور اللہ کے فرائض کو نبھاتا ہے ان چیزوں کی وہ پابندی بھی کرتا ہے اور پھر وہ اپنا ٹائم کام میں لگا دیتا ہے۔ اس کا بندوں کے کام آجانا اللہ کو اتنا پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سارا وقت بندگی میں شمار فرما دے گا۔ یہ وہ بات تھی جو اقبال علیہ الرحمۃ کہہ رہے تھے:

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

اس انداز میں جس وقت انسان چلتا ہے تو اس کی شخصیت کے اندر ایک نکھار آتا ہے اور وہ محبوبیت کا درجہ پاتا ہے یہ محبوبیت اصل میں اللہ کی طرف سے ملتی ہے تو پھر بندوں میں بھی محبوبیت اس کو میسر آجاتی ہے۔

Marfat.com

یہ ہمارے سماج کی روح ہے کہ جس وقت ہم سماج کی بات کرتے ہیں ہم رواج کی بات نہیں کرتے۔ ہم اسلام کے مزاج کی بات کرتے ہیں اور اسلام کے مزاج کے اندر یہ بات شامل ہے کہ بندہ تصور بھی نہیں کر سکتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت کے گھر ایک گھڑا پانی کا بھر کے اس نے رکھا ہے تو اس کو ملا کیا ہے۔ یہ اولڈ سٹیزنز (Old Citizens) کی تنظیمیں جو آج آکے یورپ کے شعور میں جس کا تھوڑا عقدہ کھلا، ہمارے ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صدیوں قبل اس کے چاند طلوع فرما دیئے تھے۔

جس وقت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا کھول کے بیان کیا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس کو بیان کرتے ہیں۔ اور بالخصوص الترغیب والترہیب کے اندر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی ہے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

• مَنْ مَّشٰی فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اِعْتِکَافِ عَشْرِ سِنِیْنَ

الترغیب، والترہیب: ۳۹۱/۳

جو بندہ کسی مسلمان کے کام کے لئے گھر سے نکلا تو یہ اس کے لئے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے

کوئی محلے دار اس کے پاس آگیا تھا۔ چلو میرے ساتھ یہ میری مشکل ہے۔ اب ایک ہے رکھ رکھاؤ کے لئے چل نکلنا کہ یہ محلے میں آخر اس کے منہ کے لئے جانا پڑتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ رکھ رکھاؤ کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے دیئے ہوئے اصول کے لئے قرآن وسنت کے لئے کہ اگرچہ یہ محلے میں ہمیشہ میرے ساتھ بے وفائی کرتا

Marfat.com

ہے مگر میں اس کی وفا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ساتھ جا رہا ہوں۔ جس وقت یہ چلے گا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جب بندہ اپنے بھائی کی مدد کے لئے چلتا ہے وہ کام دس منٹ میں ہو گیا آدھے گھنٹے میں ہو گیا اس کو ثواب کتنا ملے گا۔ فرمایا:

كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ اِعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ

دس سال اعتکاف کرنے پر جتنی نیکی اس کو مل سکتی تھی چند منٹوں میں وہ نیکی اس کو میسر آ گئی ہے۔

اعتکاف تو ایک دن کا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے دس دنوں کا بڑا مشکل ہوتا ہے اور یہاں پر دس سالوں کے اعتکاف کی بات ہے پھر اعتکاف میں بندہ سب کچھ چھوڑ کے اللہ کے گھر میں بیٹھ جاتا ہے سارے خیالات نکال دیتا ہے اور اللہ سے رابطہ مضبوط کر رہا ہوتا ہے۔

یہ اسلام کی وہ عبادت ہے کہ جہاں باقی ہر چیز کو دیس نکالا دے کے بندہ گھر چھوڑ کے اللہ کے در پہ آ گیا ہے اور روزہ رکھ کے دن رات اس کی عبادت میں مستغرق ہے وہ دس دن کا اعتکاف کتنی عظمتوں کا حامل ہے لیکن اسلام نے سماج کو کتنا مقام دیا ہے ایک مومن کی خدمت کے لئے جب مومن گھر سے نکلا ہے اگر چہ یہ قدم بظاہر کعبہ کی طرف تو نہیں جا رہے مسجد اقصیٰ کا مسافر تو نہیں ہے، وہ کوئی عمرہ کو تو نہیں جا رہا، وہ حج کو نہیں جا رہا ہے لیکن اللہ کو اتنا پسند ہے کہ رب نے اسکے دل کو دیکھتے

Marfat.com

ہوئے اسکو دس سال اعتکاف کا ثواب عطا فرمادیا ہے:

اسلام کی تعلیمات میں اتنا بڑا ذائقہ ہے۔ اتنی بڑی اسلام کی تعلیمات میں لذتیں ہیں کہ جو شخص ادھر متوجہ ہوتا ہے اس کو سب کچھ میسر آجاتا ہے اب دس سالہ اعتکاف اس کو مل گیا جس نے اپنے بھائی کے ساتھ تعاون کیا اور اعتکاف کی حیثیت اسی حدیث میں نبی ﷺ نے بیان فرمادی۔ اس کو دس سال کا اعتکاف کا ثواب دیا جائے گا اور اعتکاف ہوتا کیا ہے:

مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ

الترغیب والترھیب: ۳/ ۳۹۱

جو بندہ ایک دن کا اعتکاف اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے اللہ اس بندے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں بنادیتا ہے۔

ہر خندق کتنی بڑی ہوتی ہے۔ فرمایا جتنا زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔

جس نے ایک دن کا اعتکاف کیا وہ تو جہنم سے زمین و آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اس طرح تین بار جہنم سے دور ہو گیا اتنی دوری اس کو جہنم سے مل گئی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ رجسٹرڈ جنتی بن گیا۔

اب دیکھیں کہ جس اعتکاف کے ایک دن کا یہ عالم ہو اس دس سالہ اعتکاف کا عالم کیا ہوگا۔ اس واسطے ہمارے نبی ﷺ نے یہ سماج کی حیثیات ہمارے لئے بیان کی ہیں۔

سماجی خدمت میں ایک بات بڑی ضروری ہے۔

وہ یہ ہے کہ جہاں سماج میں عزت ہے اگر سماج اسلام کے مزاج سے ہٹ گیا

Marfat.com

تو اس میں ذلت ہے۔ بالخصوص ہمارے ملک میں اور پوری دنیا میں جو بعض این جی اوز ہیں بظاہر ایک سماجی خدمت کا نظریہ رکھتے ہیں۔ کبھی بھوکوں کے لئے کوئی چیز تقسیم کر رہے ہیں، کبھی کپڑے، کبھی سلائی مشینیں، کبھی کوئی چیز اور کبھی کوئی چیز۔ ایسی سماجی خدمت کے پھندے میں کوئی نہ پھنسے۔ یہ لوگ سماج کے کارکن نہیں ہوتے بلکہ یہ ایمان کے لٹیرے ہوتے ہیں۔

باقاعدہ امریکہ کے تنخواہ دار ہیں اور مشن پر ہیں کہ تم نے مسلمانوں کو جا کر لوٹنا ہے۔ خواہ گوادر کے دائیں لوگوں کے لئے وہ بستیاں بنائیں اور کچھ سہولتیں مفت تقسیم کرنے لگ جائیں۔ جو مقام بھی مسلمانوں کا اہم اور نازک ہوگا اور مرکزی جگہ ہوگی۔ وہاں ایسی کمپنیاں ایسے سکول اور ایسے ہسپتال بنائیں گے اور اتنے ڈپلوے لے کر، نیٹ ورک لے کر آجاتے ہیں ان کا مقصد مسلمانوں کا علاج اور مسلمانوں کی سماجی خدمت نہیں ہوتا بلکہ ان کا کام دین کو لوٹنا ہوتا ہے۔

دین کو لوٹتے ہیں۔ اور اس پر ہمارے پاس باقاعدہ گواہ موجود ہیں۔ دو لڑکیاں طالبان کے دور میں پکڑی گئیں تھیں۔ ان کے بارے میں مغرب کے لوگوں نے کہا دیکھو مسلمانوں نے سختی کی ہے وہ تو علاج کے لئے گئیں تھیں تاکہ لوگوں کا علاج کیا جائے۔ ہسپتالوں میں وہ گئی تھیں اور ان کو پکڑ لیا گیا ہے لیکن جس وقت وہ رہا ہوئیں تو انہوں نے The Prison of Hope نام کی کتاب میں یہ لکھا کہ ہم مسلمانوں کے علاج کے لئے نہیں گئیں تھیں ہمیں ٹیکساس امریکہ سے بھیجا گیا تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کرو۔ ہم عیسائیت کی تبلیغ باقاعدہ کرتی رہی ہیں اور اس پاداش میں ہمیں پکڑا گیا تھا۔

تو ایسے جتنے لوگ اس روپ میں آتے ہیں۔ ڈاکٹر بن کر آجائیں، انجینئر

Marfat.com

بن کے آ جائیں، وظیفہ خوار وہ امریکہ کے ہیں۔ وہ کبھی بھی ہمارے وفادار نہیں ہو سکتے اس واسطے ایسے لوگوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں کے اندر سوالات کی صورت میں شک داخل کرتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ مسلمانوں کو خراب کرتے ہیں اس لئے سماجی خدمت کو بھی پہچاننے کی ضرورت ہے کہ سماجی خدمت ہمارے لئے علاج ہے یا ہمارے لئے مرض ہے۔

جو سماجی خدمت مرض ہو اس سے بچنا اور لوگوں کو بچانا فرض ہو جاتا ہے۔ اور یہ آپ پر قرض ہے اس قرض کو اتاریں اور ہمارے ملک میں اس طرح کی جماعتیں بنی ہوئی ہیں اور واہیات پروگرام کرا کے لوگوں کے ایمان کو لوٹنا چاہتے ہیں ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ آپ ہی نہیں یقیناً ہر بندہ جو عقل سلیم والا ہے میری اس بات سے اتفاق کرے گا کہ اگر یہ اعلان ہو جائے کہ فلاں بندہ لوگوں کو عینکیں دے رہا ہے، سمجھا جائے گا کہ اس نے لوگوں پر بہت بڑا احسان کیا، عینکیں بانٹ رہا ہے۔ لیکن اگر یہ بتایا جائے کہ پہلے آنکھیں نکال لیتا ہے پھر عینکیں دے دیتا ہے تو کوئی سمجھے گا کہ اس نے اچھا کام کیا؟

اس کو ظالم کہا جائے گا کہ جس کی آنکھ نکل جائے اس کو عینک کی ضرورت کیا ہے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں جو این جی اوز کی شکل میں اگر ہمارا ایمان لے کے چلے جائیں تو ہمیں روٹی کے چند لقموں کی ضرورت کیا ہے۔؟

اس واسطے اس صورتحال کو ضرور پیش نظر رکھنا ہے قیمتی چیز دے کر اور ادنیٰ چیز لے کر ہم خوش ہوں کہ ہم نے بہت کچھ لے لیا ہے اور بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔ نہیں نہیں۔

سید عالم ﷺ نے یہ ہمیں سب کچھ اس واسطے سمجھایا ہے تاکہ امت خبردار رہے، ہوشیار رہے کسی کے سامنے اپنی مذہبی غیرت کے ساتھ برقرار رہے کبھی بھی ایسی چیز کو

Marfat.com

دیکھ کر وہاں پر لوٹ پوٹ نہ ہو جائے کہ مجھے بہت کچھ مل رہا ہے۔

پہلے دیکھو کیا ایمان کا تقاضا پورا ہو رہا ہے؟ اگر ایمان کا تقاضا پورا ہوتا ہے اور ساری شرائط موجود ہیں تو پھر بھی ضرور حرج ہوگا۔ کیا؟۔ یہ کہ دل میں ایک جذبہ پیدا ہوگا کہ لوگ بڑے اچھے، ہیں۔ غریبوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں حالانکہ وہی غریبوں کا خون بہانے والے ہیں:

اتنے بھی بدنام منافق کب دنیا نے دیکھے تھے
کتوں کا منہ چومنے والے قتل کریں انسانوں کا

اگر وہ چار ٹکے یہاں دے بھی جائیں تو کیا وہ چار لاکھ عراقیوں کے خون کی قیمت بن جائے گی کیا وہ بیس لاکھ افغانیوں کے خون کی قیمت بن جائے گی اور کیا وہ قیمت بن جائے گی اتنے زخمیوں کی جنکے کلیجے پھٹ چکے ہیں۔ لہٰذا یہ سارے پراپیگنڈے ہیں۔

سماج ہمارا ہے، اور اس کے سارے اصول ہمارے ہیں، دین ہمارا ہے اور دین کی دی ہوئی عزت ہماری ہے۔ ہمیں کسی کی طرف للچائی ہوئی نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

باقی سب اندھیرا ہے اور سویرا وہ ہے جو محبوب ﷺ نے ہمیں قرآن وسنت کی شکل میں عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پیغام کو سمجھ کر ہمیں آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
3

ہاں ہم سُنّی ہیں

Marfat.com

اَحْمَدُکَ اللّٰھُمَّ یَامُجِیْبَ کُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْن

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودت، حاملینِ

Marfat.com

عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین سامعین و ناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے بارھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ہاں، ہم سنی ہیں

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنّت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے اور فضاؤں میں مغفرت ایزدی کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ دلوں کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہیں۔ ماتھے کھلے ہیں اور چہرے کھلے ہوئے ہیں۔

آج کا ہمارا موضوع بڑا اساسی اور کلیدی موضوع ہے۔ اس کو بیان کرنا اور سننا ہم پر لازم ہے۔ ہم جو عقیدہ رکھتے ہیں ہمیں اس کا پتہ ہونا چاہئے اور ان حقائق کو ہر وقت ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔

ہم کسی کے بارے میں یہ نہیں بتانا چاہتے کہ وہ کون ہیں۔ ہم اپنے بارے میں بتا رہے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے اور یہ ہمیں ہر جگہ بیان کرنا چاہئے۔

Marfat.com

ہاں ہم سنی ہیں: یہ موضوع یقیناً لطافتوں اور صداقتوں سے لبریز ہے۔ یقیناً اس میں ایسی چاندنی ہے کہ شاید چاند میں بھی ایسی چاندنی نہیں۔ اس کے اندر اس قدر چمک ہے کہ اتنی چمک چمکتے آفتاب میں بھی نہیں اور اس موضوع میں وہ خوشبو ہے کہ جو خوشبو کسی مہکتے گلاب میں بھی نہیں۔ یہ کائنات کا ایک ہمہ جہت نغمہ ہے جسے ہر درخت کا پتا بھی گاتا ہے اور ریگستان کا ہر ذرہ بھی الاپتا ہے۔ یہ فضاؤں کے سناٹوں کا بھی نعرہ ہے اور دریاؤں کی روانی کا بھی نغمہ ہے۔ یہ پیغام فرشیوں کا بھی ہے اور یہ پیغام عرشیوں کا بھی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہم سب کو دل کے کانوں سے سن کر، سمجھ کر آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۱ ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ

And out of our making are community

يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

Who tell the truth

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ

And do justice there with

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

Marfat.com

میری مخلوق میں سے جن کو میں نے پیدا کیا ان میں سے ایک جماعت ایسی جماعت ہے جو حق بولتی ہے، حق بتاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ انصاف کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک جماعت کی تعریف کر رہا ہے کہ وہ حق بتاتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

اس برحق جماعت کو اہلسنت و جماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ

میرے پیدا کردہ بندوں میں سے ایک کمیونٹی ایسی ہے۔

یَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

وہ حق بتاتے ہیں اور حق کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں۔

اگرچہ ان کو ہاتھ میں انگارے پکڑ کر بھی حق کی آواز دینی پڑے تو وہ حق بتاتے ہیں۔

وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ

اور پھر اس کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

لفظ اہل سنت کا پس منظر

سب سے پہلے ہم لفظ اہلسنت کے پس منظر کی طرف آتے ہیں۔ چونکہ ہمارے موضوع کا جو عنوان ہے وہ یہ ہے کہ: ہاں ہم سنی ہیں

سنی! اہلسنت و جماعت کا ایک مخفف ہے اور جو سنت کی طرف منسوب ہو اس کو سنی کہا جاتا ہے۔ لفظ اہلسنت کا پس منظر ہمارے سامنے ہونا چاہیے کہ یہ لفظ

Marfat.com

کہاں سے آیا ہے۔

یعنی یہ کہاں کی چمک ہے جو ہمارے سینوں میں ہے اور یہ خوشبو کس گلشن کی ہے جو آج بھی ہماری فکر کو معطر کر رہی ہے۔

قرآن مجید سے لفظ اہلسنت کا پس منظر

لفظ اہلسنت کا پس منظر قرآن مجید ہی کی خیرات ہے۔ رب ذوالجلال سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ میں فرماتا ہے:

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ

قیامت کے دن کچھ سفید چہرے ہوں گے۔

وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ

اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

آیت کی تفسیر زبان رسالت سے

جس وقت سید عالم ﷺ نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جو اس کی تفسیر اپنی زبان مبارک سے کی وہ اس طرح تھی۔

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَھْلِ السُّنَّۃِ

قیامت کے دن اہلسنت کے چہرے سفید ہوں گے

وَتَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ۔ (در منثور: ۲۹۱/۲)

Marfat.com

اور قیامت کے دن اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

سید عالم ﷺ سے سند کے ساتھ اس تفسیر کو روایت کیا گیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محبوب ﷺ سے سن کے بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کے چہرے چمک رہے ہوں گے تو یہ اہلسنت و جماعت کے چہرے ہوں گے۔ جب دوسرے لوگوں کے چہروں کے چراغ گل ہو چکے ہوں گے اور وہ مرجھا چکے ہوں گے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ان چہروں کو گلابوں جیسی مہک عطا فرمائے گا۔

دوسری تفسیر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جب یہ آیت پڑھی اور آپ ﷺ نے اس کی تشریح کی تو فرمایا:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ أَهْلِ الْجَمَاعَاتِ وَالسُّنَّةِ ۔ (درمنثور: ۲۹۱/۲)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جماعت والے ہیں اور سنت والے ہیں۔ ان کے چہرے قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے اور سفید ہوں گے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، وہ بھی کہتے ہیں:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

درمنثور: ۲۹۱/۲

Marfat.com

قیامت کے دن اہلسنت و جماعت کے چہرے سفید ہوں گے۔

قیامت کا دن امتیاز کا دن ہوگا۔ آج تو محفل میں ملے جلے لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور دل کی چمک کا اندازہ ہم چہروں سے نہیں لگا سکتے۔ اگرچہ بعض لوگوں کے چہرے پہچانے جاتے ہیں اور پہچان چمک کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے لیکن بالخصوص قیامت کے دن سارے حق والوں کے چہرے یوں چمک رہے ہوں گے کہ پورے میدان حشر میں پتہ چلے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں جن کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر رہا ہے۔

درمنثور میں یہ تینوں اقوال موجود ہیں۔

سید عالم ﷺ کی حدیث کے لحاظ سے لفظ اہلسنت و جماعت ایک جانا پہچانا لفظ ہے اسکا پس منظر حدیث شریف میں بھی ہے۔ یہ حدیث شریف ترمذی شریف کے بابُ مَاجَاءَ فِی افْتِرَاقِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ میں موجود ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَفَرَّقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً اَوِاثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً

یہودی اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

وَالنَّصَارٰى مِثْلَ ذٰلِكَ

اور عیسائیوں کے بھی ایسے ہی فرقے بن گئے۔

Marfat.com

پھر رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے:

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً

جامع ترمذی: ۲۶۴۰

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

امت میں جو افتراق آنے والا تھا اس کی سید عالم ﷺ نے خبر دی اور وہ افتراق واقع ہو چکا ہے۔ لوگوں نے دیکھا آج ہمارے سامنے موجود ہے تو اس حدیث شریف سے پہلا ہمیں یہ سبق ملا کہ ہمارے نبی ﷺ جو مستقبل کی خبر دیتے رہے، سچی خبر دیتے رہے اور اس وقت نبی ﷺ نے آج کی بات بتائی تھی اس وقت جو آج کی خبر دیں اس علم کو اللہ کی عطا سے علم غیب کہا جاتا ہے۔ سید عالم ﷺ نے جو کچھ بعد میں ہونے والا تھا وہ بیان کیا۔

لفظ امت کی تشریح

یہاں پر جو لفظ امت آیا ہے اس کی بھی تشریح کرتے ہیں کیونکہ کچھ لوگ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ان فرقوں سے مراد وہی یہودیوں کے فرقے ہیں یا عیسائیوں کے فرقے ہیں نہیں نہیں! بلکہ ان فرقوں سے مراد وہ فرقے ہیں جو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

پڑھنے والوں میں بنے۔ یہودی یا عیسائی فرقوں کا یہاں پر تذکرہ ہی نہیں ان کے مقابلے میں یہ بات بیان ہو رہی ہے، ان کے تو اپنے فرقے تھے۔ کلمہ گو

Marfat.com

افراد کے اس امت میں اپنے علیحدہ فرقے بنے

امت کی دو اقسام

امت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے امت دعوت اور دوسری ہے امت اجابت

امت دعوت

امت دعوت پوری انسانیت ہے یعنی ہمارے نبی ﷺ کی امت دعوت یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، بت پرست بھی ہیں، مجوسی بھی ہیں اور مشرک بھی ہیں۔

امت دعوت یہ ہے کہ جن کو دعوت دی جاتی ہے کہ تم کلمہ پڑھو۔ تو ساری انسانیت کو دعوت ہے۔ لہٰذا ساری ہی امت دعوت ہے۔

امت اجابت

امت اجابت وہ ہے کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث میں جو لفظ امت استعمال کیا گیا اس لفظ سے مراد امت دعوت نہیں بلکہ امت اجابت ہے کہ میرے نبی اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں نے میرا کلمہ پڑھا ہے ان کے اندر اس طرح کی تقسیم ہو جائے گی کہ وہ تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔

احادیث رسول ﷺ سے لفظ اہلسنت کا پس منظر

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔

وہ سارے کے سارے جہنمی ہوں گے سوائے ایک ملت کے۔

تہتر میں سے بہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک ان میں سے جنت میں جانے والی ہوگی۔ ہم یہ الفاظ حدیث صحیح سے بیان کر رہے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ وہ کلمہ گو حضرات جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے اس کے بعد تفریق ہوگئی ہے اور اس کے بعد قسمیں بن گئی ہیں ان میں سے ایک قسم جنتی ہے اور باقی تمام جہنمی ہیں لیکن یہاں ایک بڑی ضروری بحث ہے۔

ملت واحدہ کے عدم اختلاف سے مراد

یہ جو کہا گیا کہ اس امت میں افتراق ہوگا ان میں ۷۲ بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک ملت جنتی ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں ہوگا اب یہ جو جنتی ملت ہے جس مین اختلاف نہیں ہوگا اس سے مراد یہ ہے کہ اصولی اختلاف نہیں ہوگا فروعی اختلاف ہوسکتا ہے۔

ائمہ اربعہ اہلسنت جماعت تھے

مثال کے طور پر حنفیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا نماز کے مسائل مین اختلاف ہے تو حنفی شافعی، حنبلی یہ کوئی بہتر فرقوں میں سے نہیں بلکہ یہ اہلسنت و جماعت کے شعبہ جات ہیں۔ یہ جدا جدا فرقے نہیں ہیں۔ یہ تمام عقیدے کے لحاظ سے اہلسنت و جماعت ہیں اور ان میں اختلاف بھی ہے مگر وہ اختلاف اصول کا نہیں ہے وہ چند فروعی مسائل کا ہے۔ لہٰذا بہتر کے ساتھ اس ایک ملت کا

Marfat.com

اختلاف اصولی ہوگا اور وہ بہتر جہنمی ہوں گے ان میں سے ایک جنتی ہوگا ایک فرقہ جنتی وہ اہلسنت و جماعت ہے۔ اس کے اندر جو فقہی طور پر کچھ مباحث میں آپس میں اختلاف ہے، اس کو یہ حدیث افتراق نہیں کہہ رہی اس کو اصولی طور پر اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔

فروعی اختلاف اللہ کی رحمت

جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ

کنز العمال: ۲۸۶۸۶

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

اہلسنت کی فقہ میں آگے جو چار فقہ اسلامی ہیں ان کے لحاظ سے یا آپس میں جو اختلاف ہیں ان کو مستثنیٰ کیا گیا باقی بہتر کے ساتھ اس کا جو اختلاف ہوگا وہ اصولی اختلاف ہے۔

ملت واحدۃ کے جنتی ہونے سے مراد

اس حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ایک جنتی ہے باقی جہنمی ہیں۔

اس ایک جنتی جماعت سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو ایک ملت اہلسنت ہے وہ ہر حال میں جنتی ہے اگر چہ جتنے بھی گناہ کر لیں پھر بھی جنتی ہیں یہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا جو فرق بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ از روئے عقیدہ کے بیان کیا جا رہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ان تہتر ۷۳ میں سے بہتر ۷۲ عقیدے کی بنیاد پر

Marfat.com

جہنمی ہوں گے اور ان میں سے ایک عقیدے کی بنیاد پر جنتی ہوگا۔

اب عقیدے کی بنیاد پر جو شخص جنتی ہے۔ آگے ہو سکتا ہے کہ اس کا عمل خراب ہو اور وہ جہنم میں چلا جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اہل سنت میرا عقیدہ ہے تو پھر میں کسی عمل کی وجہ سے بھی جہنم میں نہیں جاؤں گا۔ ایسا نہیں ہے۔

اہلسنت کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدے کے لحاظ سے پاس ہوگا۔ عقیدہ کے لحاظ سے گرفت نہیں ہوگی۔ عقیدہ کے لحاظ سے اسکو حتمی حیثیت دے دی جائے گی اور دوسرے عقیدے کے لحاظ سے مارے جائیں گے۔

بہتر عقیدے کے لحاظ سے جہنمی ہیں اور عقیدہ اصل ہے۔ جس کو عقیدہ لے ڈوبے گا اس کو عمل بچا نہیں سکے گا۔ لہٰذا اس حدیث میں بہتر فرقوں کا عقیدہ کے لحاظ سے جہنمی ہونا ثابت ہوا اور ایک کا عقیدے کی بنیاد پر جنتی ہونا، اس نے ثابت کیا۔

جو ایک عقیدے کی بنیاد پر جنتی ہے ان کا پھر آگے عمل کے لحاظ سے امتحان ہے۔

اگر سارے عمل صحیح ہیں تو پھر جنت میں سیدھا جائے گا۔ اگر عمل میں کچھ گڑبڑ ہے لیکن اللہ کی طرف سے معافی مل گئی تو پھر بھی وہ جنت میں ڈائریکٹ چلا جائے گا ورنہ کچھ دیر اپنے گناہوں کی سزا لے گا مگر دائمی جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ سچا عقیدہ بالآخر اس کو جنت میں پہنچا دے گا۔ لہٰذا کئی مفکر اس معنیٰ میں آکے غلطی کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ یہ حدیث اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس سے پتہ چلا جو سنی ہو اور جتنا بڑا گنہگار ہو پھر بھی جنت میں ہی جائے گا۔

Marfat.com

یہ حدیث بالکل سچی ہے اور مفہوم اس کا سچا ہے۔ یہاں جنتی جو قرار دیا جا رہا ہے تو وہ عقیدہ کے لحاظ سے ہے، آگے اس میں عمل کا علیحدہ معاملہ ہے۔ جس کے عمل کا بیڑا ابھی پار ہو جائے گا وہ تو ڈائریکٹ جنت میں چلا جائے گا۔

جو بندہ عقیدہ کے لحاظ سے پاس ہو گیا بعد میں اگر جہنم میں چلا بھی گیا تو اس میں دائمی طور پر نہیں رہے گا کچھ وقت کے لئے جائے گا اور اللہ اس کو جنت کے شایان شان بنا کے، اس کی تطہیر کر کے پھر اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ سید عالم ﷺ نے جب یہ لفظ بولے:

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً

سوائے ایک ملت کے سارے کے سارے جہنمی ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی

مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ! وہ ملت واحدہ کون سی جماعت ہے ان کی علامت کیا ہے؟

اہلسنت کی پہچان

اس پر میرے محبوب ﷺ فرمانے لگے:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي ترمذی شریف: ۲۶۴۰

ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کا وہی راستہ ہو گا جو میرا اور میرے صحابہ کرام کا راستہ ہے۔

ان کی وہی پہچان ہو گی اور ان کا وہی عقیدہ ہو گا جو میرے صحابہ کا عقیدہ

Marfat.com

ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اس جماعت کی
مَاۤاَنَا عَلَیہِ وَاَصۡحَابِی علامت بیان کی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے یہ علامت محدثین، مشائخ، اولیاء یا علماء کو ہی نہیں بلکہ ہر سنی کو یہ علامت عطا فرمائی ہے۔اس سلسلہ میں اللہ کا شکر ہے کہ وہ علامت جس کو رسول اللہ ﷺ نے اجمال سے بیان کیا دوسرے مقامات پر اس کی تفصیل آ گئی۔

تابعین کے نزدیک لفظ اہلسنت کا پس منظر

الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے اس میں تمام فرقوں پر بحث کی گئی ہے اس میں بہتر فرقوں کو شمار کیا گیا ہے کہ وہ کون کون سے ہیں اور ان میں سے تہتر واں کونسا ہے۔محمد بن عبدالکریم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

سَتَفۡتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبۡعِینَ فِرۡقَۃً

میری امت عنقریب تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اَلنَّاجِیَۃُ مِنۡھَا وَاحِدَۃٌ

ان تہتر فرقوں میں سے نجات والا ایک ہے۔ان میں سے عقیدے کی بنیاد پر نجات پانے والا ایک ہے۔

وَالۡبَاقُوۡنَ ھَلۡکٰی

اور باقی سب ہلاک ہونے والے ہیں۔

ان میں ایک ناجیہ ہے جس کا معنیٰ ہے نجات پانے والی جماعت۔آپ

Marfat.com

سے پوچھا گیا:

وَمَنِ النَّاجِيَةُ ؟

یارسول اللہ ﷺ آپ بیان فرمادیں وہ ناجیہ کون سی جماعت ہوگی؟

میرے محبوب ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

عقیدے کی بنیاد پر جو جنت کے مستحق ہوں گے" وہ اہلسنت وجماعت ہیں"۔

قِيلَ وَمَا السُّنَّةُ وَالْجَمَاعَةُ ؟

پھر پوچھا گیا کہ وہ سنت اور جماعت کیا ہوتی ہے۔ سنت اور جماعت کا مطلب کیا ہے؟

اس کی وضاحت میں میرے نبی ﷺ نے فرمایا:

مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ — الملل والنحل: ۱۸/۱

آج میں جس رستے پر موجود ہوں اور میرے صحابہ جس رستے پر موجود ہیں، کل اس کو اہلسنت کہا جائے گا۔

الیوم کا لفظ بول کر بتا دیا کہ آج اہلسنت لفظ اتنا متعارف نہیں لیکن آج ہم جس رستے پر ہیں وہی کل کو اہلسنت کہلوائے گا، اسی کو سنی کہا جائے گا۔

تو رسول اکرم ﷺ نے واضح طور پر اس لفظ کو بیان کیا۔ لہذا ہم سب پہ جب لفظ اہلسنت بولا جاتا ہے تو یہ وہ لفظ ہے جو شروع سے محبوب ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔

Marfat.com

امام نصر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین
اسی حدیث کو جب ذکر کیا، وہاں الفاظ یہ ہیں:

اِنَّہٗ قَالَ افتَرَقَتْ بَنُواسرائِیلَ علی اِحدیٰ وَ سَبْعِینَ فِرْقَۃً وَاَنَّ ھٰذِہِ الاُمَّۃَ سَتَفتَرِقُ عَلَی اثْنَتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً اِحدٰی وَ سبعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ قَالُوا یَارَسُولَ اللّٰہِ ﷺ مَا ھٰذِہِ الوَاحِدَۃُ؟ قال اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔

تنبیہ الغافلین: ۳۱۹

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِفْتَرَقَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیلَ عَلٰی اِحدٰی وَ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً

بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے بن گئے۔

وَاَنَّ ھٰذِہِ الاُمَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً

اور یہ امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

اِحدٰی وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ

ان بہتر میں سے اکہتر جہنمی ہوں گے۔

وَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ

اور ان میں سے ایک جنتی ہوگا۔

یہ بھی عقیدے کی بنیاد پر ہے اور جو عقیدے کی بنیاد پر فیل ہو گئے ان کا عمل

Marfat.com

والا معاملہ ہی گول ہو جائے گا یعنی عمل کی ویلیو ہی نہیں ہوگی۔ عمل کا کوئی وزن ہی نہیں بنے گا عمل دیکھا ہی نہیں جائے گا۔

لیکن جن کا عقیدے والا پہلو پاس ہو گیا ان کے عمل پھر چیک ہوں گے اور عمل کے لحاظ سے جو پاس ہیں ڈائریکٹ جنت میں چلے جائیں گے۔ ورنہ تھوڑا بہت سرزنش کے لئے جو ہوگا اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمادے گا۔ اب اس حدیث شریف میں ہے:

قَالُوا يَارَسُولَ اللهِ ﷺ

انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ

مَاهٰذِهِ الوَاحِدَةُ

صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ ایک جس کو آپ ﷺ جنتی قرار دے رہے ہیں، وہ کونسی جماعت ہے۔

قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ

سید عالم ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے جو لفظ ارشاد فرمایا: وہ اہلسنت و جماعت ہیں۔

یعنی سنت والے بھی ہیں اور جماعت والے بھی ہیں۔ سنت اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اور اللہ کی طرف سے اس امت کے لئے راہ عمل اور نصاب زندگی ہو۔ اس سارے کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمادیا:

Marfat.com

اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالجَمَاعَۃِ

کہ وہ اہلسنت وجماعت ہیں۔

اس طرح حدیث شریف میں اس کا پس منظر موجود ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اگر تاریخ میں دیکھ لیں تو بڑے بڑے ہمارے محققین اور ائمہ اربعہ اور اولیاء ان سب کے ہاں یہ لفظ متعارف ہے اور سب اس پر قائم ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہلواتے رہے اور اس لفظ کو بولتے رہے۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۲۱ پر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے:

وَاَمَّا الفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ فَھِیَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالجَمَاعَۃِ

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہیں۔

شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

نسیم الریاض شرح شفا میں شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ

النَّاجِیَۃُ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ

اس کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَیْ اَلْفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ مِنْ ھٰذِہِ الفِرَقِ فِرْقَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَھُمْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ

ان فرقوں میں سے نجات والی ایک ہی جماعت ہے اور وہ اہلسنت

Marfat.com

وجماعت ہے۔

ان کی شان کیا ہے

الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ ۔ (نسیم الریاض:۴/۱۵۴)

وہ کتاب یعنی قرآن مجید سے بھی اپنا تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنا تعلق قائم کیے ہوئے ہیں۔

اس بنیاد پر ان کو اہلسنت کہا جاتا ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا بیان

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ المفاتیح کی جلد نمبر ا صفحہ ۲۴۸ پر یہ فرماتے ہیں

فلا شَكَّ ولَا رَيْبَ اَنَّهُمْ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

اس ابتدائی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی ریب نہیں، کوئی شک نہیں۔ یقیناً جن کو محبوب علیہ اسلام نے عقیدے کی بنیاد پر جنتی کہا ہے، وہ طبقہ اور وہ جماعت اہلسنت وجماعت ہے۔

اختصار سے میں نے لفظ اہلسنت کے چھے حوالے بیان کیے ہیں۔

سنی کون ہے؟

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سنی کون ہوتا ہے۔

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي

یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ ہے اور پھر اس کے ساتھ وضاحت ہو گئی کہ وہ

Marfat.com

سنت اور جماعت دونوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا طریقہ ان لوگوں کے پاس موجود ہوتا ہے۔ یہ اس طبقہ کی شان ہے کہ جن کے عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے محبوب ﷺ کی زبان سے جنتی ہونے کا اعلان کروایا ہے۔

سنی کہلوانا کیوں ضروری ہے؟

اس سلسلہ میں بھی لوگ قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ سورۃ حج: ۷۸

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

یعنی بس مسلمان کہلوانا کافی ہے۔ اہلسنت کہلوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ تو کہتے ہیں ضرورت ہی نہیں، کچھ کہتے ہیں جائز ہی نہیں اور کچھ کہتے ہیں ہمیں کوئی کہے تو ہمیں وحشت ہوتی ہے۔ ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اہلسنت کہلوانا بعض اوقات فرض ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے صحابہ سے لے کر ایسی آراء موجود ہیں۔ ایک ہمارا دوسرے دینوں کے مقابلے میں انٹرنیشنل تعارف ہے۔ یہود و نصاریٰ کے مقابل ہمارا نام مسلم اور مومن ہے۔ اور اپنے گھر میں جس وقت اسلام کی چھتری کے نیچے کچھ غلط لوگ آباد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہماری چھتری میں ایمان ہے تو ان لوگوں سے اور ان چوروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لئے، کہ ہم چور نہیں ہم اصل دیندار ہیں۔ ہم نے اس کلمہ کی چھتری کے نیچے اپنی پہچان کروائی کہ کچھ لوگ اس چھتری

Marfat.com

میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارا اور ان کا فرق ہے۔ اس واسطے ہم نے اپنے آپ کو اہلسنت کہلوانا شروع کر دیا۔

یہ بات حدیث شریف میں موجود ہے جس سے پتہ چلے گا کہ کہاں سے امتیاز ضروری ہو گیا تھا۔ ایک ہوتی ہے فرقہ واریت اور ایک ہوتا ہے امتیاز۔ فرقہ واریت بری چیز ہے مگر حق و باطل کا نکھار لازم ہے اور کھوٹے کھرے کی پہچان سنتِ الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

سورۃ آل عمران:۱۷۹

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے گا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے مسجد نبوی ﷺ شریف میں دو قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک دل سے بھی مانتے تھے اور زبان سے بھی مانتے ہیں، دوسرے صرف زبان سے مانتے تھے۔ جب صرف زبان سے ماننے والوں نے نبی ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ان کو مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے، ان کو مسجد سے نکالیں گے۔ اے محبوب ﷺ اس مسجد میں وہ نماز پڑھے گا جو تمہاری شان کو مانے گا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

ہم پاک اور پلید جدا جدا کر کے چھوڑیں گے۔

یمیز کا معنی ہے کھرے کھوٹے کو واضح کرنا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی

Marfat.com

کرنا۔ یہ فرقہ واریت نہیں، یہ قرآن مجید کا حکم اور سنتِ الٰہی ہے۔ اس روش کو لے کر ہم آگے چل رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان لوگوں کو جن پر اس وقت مومن کا لفظ بولا جاتا تھا۔ فرمایا:

ان میں سے کچھ گندے لوگ ہیں اور کچھ ستھرے ہیں۔ ستھرے صحابہ کرام ہیں اور گندے منافق ہیں۔ لہٰذا ان کو مسجد سے نکالا جائے گا۔

یہ جو امتیاز اللہ نے کیا۔ اس امتیاز کے پیش نظر ہماری یہ گفتگو ہے۔ ہم اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہلوا کے اپنا امتیاز کروانا چاہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں عداوت بھی رکھیں۔ ہم اندر باہر سے پوری طرح ان کو ماننے والے ہیں۔

حضرت یحیٰی بن یعمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ اَوَّلُ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدَ الْجُهَنِي

ترجمہ: پہلا بندہ جس نے بصرہ میں قدر کے بارے میں بات کی وہ معبد جہنی تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا ایک قدریہ فرقہ پیدا ہو گیا ان کی صورتحال کیا تھی، وہ نمازیں پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، حج ادا کرتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے، قرآن کا درس دیتے تھے، حدیث کا بیان کرتے تھے۔ ان کا کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا کہ دیکھنے والا یہ کہہ سکے کہ ان میں یہ کمی موجود ہے۔ کوئی کمی نہیں تھی، سب کچھ مکمل طور پر بجالانے والے تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ وہ علم کے بڑے دلدادہ تھے۔ دن رات درس قرآن اور

Marfat.com

دن رات نیکیوں کی دعوت دیا کرتے تھے، لیکن انکے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ قوم صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ پڑھتے تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں لیکن تابعین رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کہیں سے جا کے ان کا فرق کروانا چاہیے۔

یحیٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے فرق کروانا چاہتے ہیں، کہتے ہیں:

ہم بصرہ میں رہتے ہیں، ہمیں مصیبت پڑ گئی ہے، ہمارے پاس ایک قوم پیدا ہوگئی ہے، قرآن بھی ان کے پاس ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ ان کے پاس ہیں لیکن ہیں وہ پرلے درجے کے مردود۔ ہم جائیں تو کدھر جائیں۔ کوئی فرق کا پتہ ہی نہیں چل رہا کہ کھوٹا کیا ہے، کھرا کیا ہے۔ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے۔

یحیٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ

میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حج کرنے کے لئے مکہ شریف گئے۔

فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ہم نے کہا کہ کاش ہمیں کوئی رسول اکرم ﷺ کا صحابی مل جائے۔

فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدْرِ

ہم ان سے اس کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا دَاخِلًا الْمَسْجِدَ

ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مل

Marfat.com

گئے۔

ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو گھیرے میں لیا اور کہا اے ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ ہمارا مسئلہ حل کرو۔ ہم نے انہیں ان لوگوں کا تعارف کروایا۔

قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ

ہمارے ہاں کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں۔

يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ

وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔

اب ان لوگوں کا تعارف کروار ہے ہیں کہ وہ قرآن کو ماننے والے ہیں اور اس کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ

اور قرآن مجید کے بڑے عاشق ہیں، پڑھاتے بھی ہیں۔

وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ

اور ان کے ایک عقیدے کا ذکر کیا

اَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تقدیر نہیں مانتے۔

وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ

یعنی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب کوئی واقعہ ہو جائے تو جیسے ہمیں پتہ چلتا ہے ایسے ہی رب کو بھی پتہ چلتا ہے۔ لیکن ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے سب پتا

Marfat.com

کچھ پتہ ہے۔

یہ قدریہ فرقے کی بنیاد تھی۔ انہوں نے بصرہ سے تبلیغ شروع کی۔ معبد الجھنی اس کا لیڈر رہے۔ ہاتھ میں قرآن ہے، حدیث ہے، نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے لیکن وہ ہیں دین کے چور۔ اب امتیاز کی ضرورت تھی۔

اگر یہ ہوتا کہ کلمہ کافی ہے تو اب یہاں کلمے کے سائے میں ایسے بھی منحوس آ گئے جن سے امتیاز ضروری تھا۔ جب کہیں کسی مشترکہ کام میں کوئی گڑبڑ ہو جائے تو فوراً اپ کھاتے جدا کر لیتے ہو کہ میری کمپنی کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ اس کے گناہ میرے اوپر نہ پڑ جائیں۔

یہ سبب تھا کہ جب اس کلمے کی چھتری کے نیچے صحابہ کے زمانہ میں ایسے مردود پیدا ہو گئے جو نمازی بھی ہیں، روزے دار بھی ہیں، سب کچھ ہے مگر انہوں نے کہا کہ ہم تقدیر نہیں مانتے۔

اَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ

جب حادثہ ہو تو جیسے ہمیں پتہ چلتا ہے ایسے ہی ہمارے رب کو بھی پتہ چلتا ہے۔

ازل میں کچھ بھی نہیں لکھا ہوا۔ یہ ان لوگوں کی خرابی تھی جس کی بنیاد پر صحابہ کرام نے اس کو برداشت نہیں کیا۔ نہ ان کا کلمہ دیکھا ہے، نہ ان کی نماز دیکھی ہے، نہ ان کا روزہ دیکھا ہے اور نہ ان کا حج دیکھا ہے۔

میں پوری ذمہ داری کے ساتھ مسلم کے حوالے سے بات کر رہا

Marfat.com

ہوں۔ اگر کوئی شخص مجھے **Narrow Minded** کہتا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تو نہیں کہہ سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ان لوگوں کی علامتیں بیان کی گئیں تو انہوں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے فوراً اپنا فتویٰ دیا۔

وَاِذَا لَقِيتَ اُولٰئِكَ

مجھ سے پوچھنے والو جاؤ اور جب جا کے تم ان سے ملو۔

فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهُمْ

ان کو کہہ دو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تم سے بے زاری کا اعلان کر دیا ہے۔

چونکہ اس وقت ان کی حیثیت ایسی تھی کہ شرق و غرب تک ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ انکا مطلب تھا بصرہ والے خواہ مخواہ انکا نام استعمال نہ کرتے رہیں۔ میں صحابی ہوں۔ میں نے صفہ پہ بیٹھ کے پڑھا ہے اور مجھے پتہ ہے کہ چور کی چوری سے برأت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

جاؤ ان سے کہہ دو میرا ایسے توحید پرستوں سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ جو میرے رب کی تقدیر کو نہیں مانتے، میں ان کی نماز کو نماز نہیں سمجھتا، میں ان کے روزے کو روزہ نہیں سمجھتا، میں ان کے حج کو حج نہیں سمجھتا۔ جاؤ ان سے کہہ دو میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دونوں لفظ آپ نے بول دیئے ہیں کہ میں ان سے بری ہوں، وہ مجھ سے بری ہیں۔ جس وقت آپ نے یہ لفظ بولے تو ساتھ ہی فرمایا

Marfat.com

وَالَّذِیْ یَحْلِفُ بِہٖ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا

وہ بات جو میں حلفیہ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے:

لَوْ اَنَّ لِاَحَدِھِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقَہٗ مَا قَبِلَ اللّٰہُ مِنْہُ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ

مسلم شریف: ۱/۲۷

اگر ان قدریوں میں سے ایک بندے کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور پھر وہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ قدر کو مان لیں۔

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر وہ تقدیر کے مسئلہ کے عوض میں احد پہاڑ جتنا سونا بھی لے کر آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس احد پہاڑ جتنے سونے کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئیں۔

اب یہاں پر تو کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو ہی نہیں سکتا لیکن بطور فرض اگر ان کے پاس اتنا سونا ہو اور وہ تقدیر کے عوض میں دے دیں کہ جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے، حالانکہ نمازی ہیں، روزے دار ہیں۔

کیوں؟ اس واسطے کہ انہوں نے ضروریات دین میں سے ایک کا انکار کر دیا۔ ضروریات دین میں سے جب کوئی ایک کا انکار کر دے تو باقی ساری چیزیں منفی ہو جاتی ہیں۔ ایک بندہ دن میں ہزار سجدے رب کو کرے اور شام کے وقت ایک سجدہ بت کو کر دے تو کیا ہزار کا کوئی فائدہ رہ جائے گا؟ سب کچھ ختم ہو جائے گا،

Marfat.com

پانی پھر جائے گا۔

ایسے ہی جس نے اصول دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دیا تو اس کا دین دین نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس وقت ان سے برأت کا اعلان کر دیا کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس انقطاع تعلق کو جس وقت عام لوگوں میں رائج کیا گیا تو وہاں سے حق والوں نے اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہلوانا شروع کر دیا۔ بظاہر کلمہ کے لحاظ سے تو کوئی فرق نظر نہیں آیا حالانکہ وہ جہنمی ہیں۔ اسی طرح جو دیگر گمراہ فرقے پیدا ہو گئے۔ کلمہ پڑھنے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جو جھوٹے تھے، غلط تھے اور دین کے چور تھے اب ان سے اپنے آپ کو بری ظاہر کرنے کے لئے متقدمین نے اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہلوانا شروع کر دیا۔

یہ اصل وجہ ہے کہ اہلسنت کہلوانا کیوں ضروری ہوا۔ ہمارا انٹرنیشنل تعارف یہی ہے کہ ہم مسلم ہیں مومن ہیں مگر اندر سے جو ملت کے بدن کو گھن کھا رہا تھا اور اسکے وجود کو، اسکے تشخص کو جو لوگ ختم کرنا چاہتے تھے۔ اگر صحابہ سے لے کر ہمارے اسلاف امتیاز پیدا نہ کرتے تو اسلام کو کتنا نقصان ہو جاتا۔ یہ سب نے ذمے لگ جاتا کہ مسلمانوں کے ایسے ہی عقیدے ہوتے ہیں۔ جس وقت اس لحہ متقدمین نے امتیاز شروع کر دیا اور اپنے آپ کو اہلسنت کہلوایا تو پتہ چل گیا کہ یہ عقائد اوروں کے ہیں۔ مسلمان جن کو سواد اعظم کہا جاتا ہے اور اہلسنت و جماعت کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی تقدیر کو ماننے والے ہیں اور رب ذوالجلال کی باقی ساری صفات کو اپنے دل و

Marfat.com

جان سے تسلیم کرنے والے ہیں۔

اس ایک حوالے سے یقیناً آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کلمہ سے تعارف کافی نہ رہا بلکہ ایسے کلمہ گو بہروپیے لوگوں سے امتیاز کیلئے ایک مزید تعارف بنایا گیا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے اندر موجود تھا پھر اس کو رائج کر دیا گیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں:

اذا مَالَ الْقَلْبُ اِلَى الْجَوْرِ اَحَبَّ اَهْلَهٗ اِذَا مَالَ الْقَلْبُ اِلَى الْحَقِّ عُرِفَ اَهْلُهٗ وَكَانَ بِهِمْ وَلِيًّا (اشارات المرام۔۳۸)

اگر کوئی بندہ ظلم سے محبت کرتا ہے تو وہ ظالم سے محبت کرتا ہے اور اگر کوئی حق سے محبت کرتا ہے تو حق والوں سے محبت کرتا ہے اور انکا مددگار بن جاتا ہے۔

یعنی اگر کوئی ظلم سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ ظالم سے بھی محبت کرتا ہے اور اگر کوئی بندہ حق سے محبت کرتا ہے تو حق والوں سے بھی کرتا ہے اور ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس جملے کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ امام صاحب اپنے الفاظ میں یہ واضح کر رہے ہیں کہ جب ظلم شروع ہو گیا کہ کہیں تعطیل یعنی معطلہ فرقے والے جو اللہ تعالیٰ کو معطل مانتے ہیں ہے اور کہیں تجسید جو اللہ تعالیٰ کا جسم مانتے ہیں ہے۔ ایسے قول کیے جا رہے ہیں۔ اگر ایمان والو تمہارا پیار اہلسنت سے ہے تو پھر اہلسنت کے ساتھ ہو جاؤ۔

لفظ اہلسنت اپنے اوپر استعمال کرو، اہلسنت کہلواؤ، جب تم حق والوں سے پیار کرتے ہو تو پھر اپنے آپ کو حق والوں کے پلڑے میں شمار بھی کیا کرو۔

Marfat.com

حضرت امام بیاضی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب اشارات الرام من عبارات الامام کے صفحے ۴۳ پر یہ لکھا ہے۔ جس وقت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس رسالہ میں کہہ دیا:

اِعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ مَا عَلِمْتُمْ وَمَا تُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السُّنَّۃُ

جان لو کہ سب سے اچھی چیز جو تم نے خود پڑھی اور لوگوں کو پڑھاتے ہو وہ سنت ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام بیاضی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ:

فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی وَجْہِ التَّسْمِیَۃِ بِاَھْلِ السُّنَّۃِ

اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اپنا نام اہلسنت رکھ لو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یعنی تابعین کے زمانہ سے اس لفظ کی پھر وضاحت شروع ہوگئی اور جہاں تک نام کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ہم اس نام کو **Reject** نہیں کرتے، ٹھکراتے نہیں ہیں۔

مسلمان ہمارا وقار ہے لیکن تعارف وقت وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور تعارف جہت جہت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی بہت بڑا تعارف کام نہیں دیتا کیونکہ اس وقت دوسرے تعارف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی واضح مثال ترمذی شریف

Marfat.com

کی حدیث ہے۔

قَامَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ اَنَا

ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے حمد و ثناء کے بعد پوچھا۔ اے میرے صحابہ کرام! میں کون ہوں؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہنا، ہمیشہ کہا جاتا تھا اور ہمیشہ کہا جاتا ہے لیکن اس دن کچھ پس منظر اور تھا اس جلسے کے موضوع کا سبب اور تھا۔ پیچھے تحریک کوئی اور تھی۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنا جواب دیا، فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ترمذی: ح ۳۶۰۸

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، ابا جان عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، دادا جان عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ تو قرآن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سورۃ فتح: ۲۹

اب تعارف کیلئے انت رسول اللہ کافی تھا، اکتفا کر جاتے کہ

Marfat.com

صحابہ تم نے مجھے وہ کہا جو مجھے میرا رب کہتا ہے لیکن آج مجھے ایک اور تعارف کی ضرورت ہے۔ منافقین نے میرے گھرانے پر تنقید کی ہے تو میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں تو پھر بھی عظیم ہوں اور محمد بن عبداللہ ہوا، تو پھر بھی عظیم ہوں۔

اب جو ہمارے محبوب ﷺ کا انٹرنیشنل تعارف ہے محمد رسول اللہ ﷺ اس کے ہوتے ہوئے بھی نئے تعارف کی ضرورت پڑی اور اس کو جائز سمجھا گیا اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے خود بیان کیا۔ اس واسطے ہمیں بھی قرآنی تعارف سے انکار نہیں ہے، ہم مسلمان ہیں، مومن ہیں۔ مگر جب کلمہ پڑھ کر بھی گمراہ رہنے والوں سے جدا شناخت کی ضرورت ہے تو ہمیں سنی بھی کہلوانا پڑے گا۔ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ یہ قرآن وسنت سے ہمارے دلائل ہیں۔

جامع ترمذی میں رسول اکرم ﷺ نے واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ لوگ مجھے صرف رسول کہہ کر ہی عظیم نہ سمجھیں۔ میرے ابا جی جیسا کسی کا باپ نہیں ہے اور میرے دادا جیسا کسی کا دادا نہیں ہے پھر اپنا پورا نسب بیان کر دیا، فرمایا:

فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتًا وَخَیْرِهِمْ نَفْسًا

لوگو! اس دنیا میں میری ذات تو ذات رہی میرے گھر جیسا کسی کا گھر نہیں بنایا۔

اب ان الفاظ کے ساتھ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کیساتھ آپ کا تعارف کروایا

Marfat.com

گیا تو تعارف کافی تھا اور بڑا تعارف تھا لیکن دوسرے تعارف کی چونکہ ضرورت تھی اس واسطے وہ کروایا گیا۔ ایسے ہی ہم مسلمان ہیں، مومن ہیں لیکن جس وقت ایسی گڑبڑ ہوئی تو اس وقت یہ فرض ہو گیا کہ ہم اپنی شناخت اس لحاظ سے بھی کروائیں جس لحاظ سے شروع سے شناخت کی جارہی ہے۔

یہاں ایک بات صوفیاء کے لحاظ سے بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

نمبر 1-

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صوفی کون ہوگا۔ ان سے بڑا ولی کون ہوگا انہوں نے خود فرمایا:

اَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ غنیۃ الطالبین: ۱۲۱

کہ نجات والوں کا نام اہلسنت و جماعت ہے۔

یہ نام غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا۔ اگر یہ نام جائز نہ ہوتا تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کیوں لیتے اگر اس کا استعمال قبیح ہوتا، قرآن وسنت کے خلاف ہوتا تو غوث پاک رضی اللہ عنہ کیوں ایسا کرتے۔ انہوں نے کہا کہ نجات والے اہلسنت و جماعت ہیں۔

نمبر 2-

خطہ پاک و ہند میں سجدوں کے بیج بونے والے حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ کشف المحجوب میں: جس وقت ایمان کا مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہوتا ہے۔ زبان سے تو اقرار کیا جاتا ہے۔ اس کو بیان کرتے

Marfat.com

ہوئے کہنے لگے:

اتفاق است میان اهل سنة وجماعة

کشف المحجوب: ۳۱۴

یہ سارے اہلسنت وجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کو جس ٹائٹل کی ضرورت ہے ہم اس سے بے نیاز کیسے ہوسکتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ اگر اپنے آپ کو اہلسنت کہلوائیں تو وہ کسی طرح تنگ نظر نہیں تو ہم کیسے ہوں گے۔ وہ جس راستے پر چل کے ولی بنے ہیں اور جنتی بنے ہم نے تو اسی راستے کو اہلسنت وجماعت سمجھا ہے۔

لہٰذا وہ اس راستے پر چلے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اہلسنت کہلوایا ہے۔ یہ اہل حق کا شروع سے لے کر آج تک شعور رہا ہے۔ یہ لفظ باقاعدہ بولا جاتا رہا۔ لہٰذا ان لوگوں کی سوچ غلط ہے جو یہ کہتے کہ دین دریا ہے اور مسالک بہتی نہریں ہیں۔ لوگوں نے دریا کو چھوڑ کر نہروں کو بچانا شروع کر دیا۔ انہوں نے ہمارے فرقے کو نہر کہا، ہماری جماعت کو نہر کہا اب میں کہتا ہوں کہ ہم نہر نہیں بلکہ ہم بحر ہیں۔ ہم وہ سمندر ہیں کہ جس کو اسلام بھی کہا جاتا ہے اور آج اسی کو اہلسنت بھی کہا جاتا ہے۔

اگر دین دریا ہو اور مسالک نہریں ہوں تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ ساری عمر نہر پر ہی بیٹھے رہے، دریا کا پتہ ہی نہ چلا اور داتا صاحب رضی اللہ عنہ نہر پہ ہی بیٹھے رہے، دریا کا پتہ ہی نہ چلا۔ اہلسنت نہر کا نام نہیں ہے بلکہ اہلسنت بحر کا نام ہے۔ سمندر کا نام ہے۔ اس واسطے کہ ولیوں نے بھی اپنا تعارف

Marfat.com

اسی نام سے کروایا ہے۔

نمبر 3-

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا قلم جب اٹھتا ہے تو کمال کرتا ہے۔ آپ نے مکتوبات شریف جلد ا جز دوم صفحہ ۲۷ پر فرمایا ہے:

شك نيست كه فرقة ملتزم اتباع اصحاب ان سرور ﷺ اهل سنة وجماعت اند

مجدد الف ثانی کو مخالفین اپنی کتابوں میں سید الطائفہ لکھتے ہیں کہ سارے ولیوں کے سردار مجدد ہیں۔ وہ مجدد جو ولیوں کے سردار ہیں ان کی بات بھی تو ولیوں والی ہے اس کو بھی ماننا چاہیے۔ حدیث شریف میں جو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق والے وہ ہیں:

مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ

جن کا راستہ میرا اور میرے صحابہ کا ہے۔

مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

اگر لوگوں کو پتہ نہ ہو تو میں بتاتا ہوں کہ جو راستہ صحابہ کا ہے اس کو اہلسنت کہا جاتا ہے۔

- مکتوبات میں ان کے یہ الفاظ ہیں:

ملتزم اتباع آن سرور ﷺ

سرکار ﷺ کی اتباع جو پکی کرتے ہیں، وہ کون ہیں؟

Marfat.com

اھلسنت وجماعت اند

اہلسنت وجماعت ہیں۔

اس کے ساتھ فرماتے ہیں:

فَهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ

یہی فرقہ ناجیہ ہے، یہی نجات والے ہیں۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنا نجات والا ہونا ہی بیان نہیں کیا، بلکہ ساتھ جھوٹوں کو جھوٹا بھی اس انداز میں کہا ہے، فرمانے لگے:

وَالْحَقُّ مَا حَقَّقَهُ الْعُلَمَاءُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمَا سِوَى ذَالِكَ اَمَّا زَنْدَقَةٌ وَاِلْحَادٌ اَوْ سُكْرُوَقْتٍ وَغَلْبَةُ حَالٍ مکتوبات شریف جلد۱ جز اول ۸۱

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ برصغیر کے وہ صوفی ہیں جنہوں نے اپنے دور میں سب سے بڑی روشن خیالی جو نام نہاد روشن خیالی تھی۔ اکبر کے دین الٰہی کا جنازہ نکالا اور دو قومی نظریے کی فصل کاشت کی جس کا پھل پاکستان کی شکل میں برآمد ہوا۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمیہ کی تعلیمات میں یہ موجود ہے، وہ فرماتے ہیں:

کہ حق اہلسنت کے پاس ہے اور اس کے سوا وہ زندقہ اور الحاد ہے اس کو کبھی حق کے ساتھ تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بیان اعتقاد صحیح کہ ماخوذ از کتاب و سنت است بر وفق آرائے صائبہ اھلسنت و جماعت

Marfat.com

مکتوبات شریف (جلد:1 جزو:5۔ صفحہ:47)

قرآن وسنت سے اگر سچا عقیدہ سمجھنا ہے تو اس کو اہلسنت کہا جائے گا۔

یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں کہ جن کی شخصیت کو بالاتفاق مانا جاتا ہے اور ویسے بھی یہ ہمارے حق پر ہونے کی دلیل بھی ہے کہ جن لوگوں کا آج ہمارے ساتھ جھگڑا ہے۔ میں یہ بانگ دھل کہتا ہوں اگر ان کے پلے کچھ ہے تو جب تاریخ کے ماتھے پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ہمارے تھے ان کے Standard اور انکے درجے کا وہ بھی اپنا کوئی دکھائیں۔

جب اس صفحہ ہستی پر داتا صاحب ہمارے تھے تو ان کے درجہ کا وہ بھی اپنا کوئی دکھائیں اور جب اس دھرتی کے اوپر اپنا کردار فضل حق خیر آبادی ادا کر رہے تھے ان کے مرتبے کا اگر کوئی ہے تو دکھائیں۔ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ساری تاریخ ہمارے پھولوں سے سجی ہوئی ہے۔

نمبر 4:-

یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ ہم اہلسنت کہلوانا لازم سمجھتے ہیں۔ ہم ان کو صوفی نہیں سمجھتے جو اپنے آپ کو اہلسنت نہیں کہلواتے یا اہلسنت کے مسلک کا پرچار نہیں کرتے، وہ صوفی کیسے ہو سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے ولی تھے۔ وہ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کہ جن کا ذکر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات شریف میں مکتوب نمبر ۱۹۳ صفحہ ۱۰۷ پر کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ حضرت عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے:

اگر تمام احوال و مواجید رابما دھند و حقیقت مارا بعقائد اھلسنۃ وجماعۃ متحلی نہ سازند جز خرابی ھیچ نمیدانیم

اگر لوگ میری ساری کرامتیں بیان کریں اور میرے بڑے بڑے فضائل بیان کریں مگر مجھے سنی نہ کہیں تو میں کہوں گا کہ انہوں نے میری خرابی بیان کی، خوبی بیان نہیں کی۔

یعنی میری ساری کرامتیں تو بیان کریں مگر مجھے سنی نہ کہیں تو میں سمجھوں گا کہ لوگوں نے میرا تعارف نہیں کروایا بلکہ لوگوں نے میری توہین کی ہے، پھر فرمانے لگے:

اگر تمام خرابیھارا برما جمع کندو حقیقت مارا بعقائد اھلسنۃ و جماعۃ بنو ازند ھیچ با کے نداریم

اگر لوگ ہر لحاظ سے مجھ میں خرابیاں اکٹھی کر دیں، ہر عیب مجھے لگائیں لیکن وحقیقت مارابعقائد اھلسنۃوجماعۃ بنو ازند

مجھے اہلسنت و جماعت کے ساتھ موصوف کریں

یعنی مجھے جو کچھ وہ کہیں۔ ان کی مرضی ہے جو کہیں۔ مگر ساتھ مجھے سنی کہیں۔ سب کچھ بیان کر کے کہیں عبید اللہ سنی پکا ہے۔

تو فرماتے ہیں:

ھیچ باکے نداریم

مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ ان کا انداز ہے اور اپنے آپ کو سنی کہلوانا لازم سمجھا ہے۔ یہ ان کی عاجزی و انکساری کا انداز ہے۔ وہ خوبیوں کے مرکز ہیں، فضائل کا گلدستہ ہیں لیکن یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر ہماری خوبی بیان کرنی ہے، تو ہمارے عقیدے کے لحاظ سے کرو۔ یہ اہلسنت کی تعبیر وتشریح ہے کہ جس کو ولیوں نے بھی اپنے لئے ہر دور میں لازم سمجھا ہے۔

نمبر 5-

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان اشعۃ اللمعات میں موجود ہے، آپ فرماتے ہیں:

سواد اعظم در دین اسلام مذہب اہلسنت وجماعت است

اشعۃ اللمعات: ١/١٤١

بڑی جماعت کا دین اسلام ہے مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

اختصار سے اولیاء وصوفیاء کے پانچ حوالہ جات آپ کے سامنے میں نے بیان کئے۔ اب لفظ اہلسنت کی Definition اور وضاحت کی تھوڑی سی ضرورت ہے۔

آپ کو اجمالی تعریف کا پتہ چلا کہ اہلسنت وہ ہوتے ہیں جو اس طریقے پر ہوں جو صحابہ کرام کا ہے، پھر وقت کے لحاظ سے اس تعارف میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ مثلاً امام اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو پوچھا گیا کہ اہلسنت کس کو کہا جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو شخص حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو باقی سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل جانے اور نبی اکرم ﷺ کے دونوں داماد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو محبوب بنائے اور تیسرے نمبر پر وہ

Marfat.com

موزوں پر مسح کرے۔ یہ تینوں علامتیں جس میں پائی جائیں اس کو سنی کہا جاتا ہے۔
چونکہ ان کے لحاظ سے اس وقت بغاوت ہو رہی تھی، غداری ہو رہی تھی تو آپ نے یہ ضروری سمجھا کہ شیخین کو سامنے لایا جائے اور آپ ﷺ کے دامادوں کا ذکر کیا جائے۔
جس دور سے گزرتے ہوئے بریلی کے تاجدار امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے حق پر پہرہ دیا ہے۔ اب اس دور میں علامت کے لحاظ سے سنی اس کو کہا جائے گا جو یہ نعرہ لگائے۔
عشق مصطفیٰ ﷺ تو ایمان ہے ایمان کی جان ہے جان کا چین ہے اور چین کا سامان ہے۔
جس وقت رسول اکرم ﷺ کی محبت کے لحاظ سے اس درجہ پر پہنچا ہوا ہو کہ سرکار ﷺ کی ذات کی طرف کسی معمولی عیب کو منسوب کرنا حرام سمجھتا ہو اور اگر کوئی کرے تو اس کا رد کرتا ہو۔ اس کے دل کا جذبہ ایسے معاملہ میں بھڑک اٹھتا ہو اس بندے کو عرف میں سنی کہا جاتا ہے۔

ہم اہل سنت ہیں اہل فرض نہیں

الفاظ اہلسنت و جماعت میں بڑی وضاحتیں ہیں۔
عمومی طور پر بندہ سوچے تو سنت سے فرض کا مرتبہ بڑا ہے۔ فرائض زیادہ ضروری ہوتے ہیں۔ سنت اس کے مقابلے میں کم ضروری ہوتی ہے تو جو بڑی ضروری چیز ہو نام اس کے لحاظ سے ہونا چاہیے تھا۔ یعنی ہمارا نام ہوتا اہل فرض و جماعت لیکن ہمارا نام اہلسنت و جماعت ہے۔ ایسے ہی سنت سے واجب کا مرتبہ بھی بڑا ہے تو ہمارا

Marfat.com

نام ہوتا اہل واجب و جماعت لیکن ہمارا نام اہل واجب و جماعت نہیں ہے بلکہ اہلسنت و جماعت ہے۔ اہلسنت و جماعت ہی نام رکھنا کیوں ضروری ہے۔

اصل میں سبب یہ ہے کہ لفظ سنت ایسا لفظ ہے کہ اس کے سوا کوئی اور لفظ اس مقام پہ ساری ضرورتیں پوری نہیں کرتا۔ کیونکہ لفظ فرض فرائض کو شامل ہے لیکن سنت کو شامل نہیں ہے یہاں لفظ سنت جس معنی میں بولا جا رہا ہے وہ سنت کو بھی شامل ہے، واجب کو بھی شامل اور فرض کو بھی شامل ہے۔

سنت سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو فرض کے مقابلے میں ہو کہ یہ فرض ہے اور یہ سنت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا سنت سے مراد ہے:

اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِى الدِّيْنِ   اشعۃ للمعات: ۱/۲۳۳

دین میں رائج طریقہ۔

مطلب یہ بنا کہ سنت سے شریعت مراد ہے۔ سنت سے مراد ہے دین۔ اب دین میں فرض بھی ہے اور دین میں واجب بھی ہے اور دین میں نفل بھی ہے۔ لیکن فرض میں صرف فرض آئے گا سنت نہیں آئے گی۔ اگر ہوتا اہل فرض و جماعت تو معنی یہ بنتا کہ جماعت فرائض کی تو علمبردار ہے باقی واجبات یا سنتوں کو نہیں مانتی یا اس پر عمل نہیں کرتی، پھر کام ادھورا رہ جاتا۔ ہم جس وقت کہتے ہیں اہلسنت و جماعت۔ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ فرض سے لے کر مستحب تک سب کو مانتے بھی ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

یہ لفظ سنت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود استعمال کیا:

Marfat.com

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ سورۃ مومن:۸۵
اللہ کی سنت جو بندوں کے بارے میں گزر گئی۔

اب اس سنت سے مراد وہ نہیں جو فرض کے مقابلے میں سنت ہو بلکہ اس سے مراد اللہ کا طریقہ ہے۔تو سنت الٰہی جس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے وہ فرض کو بھی شامل ہے، واجب کو بھی شامل ہے۔سب کو یہ لفظ شامل ہے۔اس واسطے ہم اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہتے ہیں، اہل فرض یا واجب یا نفل نہیں کہتے۔

قرآن مجید میں جو لفظ سنت آیا ہے اس کا اور مفہوم ہے اور فرض کے مقابلے میں جو لفظ سنت ہے اس کا اور مفہوم ہے۔اگر ہمارا نام اہل قرآن ہوتا تو پھر اسمیں بالخصوص سنت کا تذکرہ نہ ہوتا لیکن جو سنت کا مطلب ہم لے رہے ہیں اور جو مشائخ نے لیا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس سنت میں سنت بھی ہے، قرآن بھی ہے۔ جب دین کا سارا راستہ سنت کہلاتا ہے تو وہ راستہ قرآن ہی ہے۔

لہٰذا قرآن بھی سنت اور سنت بھی سنت۔ یہ سارے کا سارا سلسلہ ایک لفظ سنت کا ہے جس نے کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔صرف دریا ہی نہیں سارے سمندر کو بھی بند کر دیا ہے۔یہ وہ لفظ ہے جس نے فرض، واجب نفل، قرآن بلکہ سارے دین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اللہ نے یہ تاج ہمارے سروں کو عطا فرمایا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک نیا نام لوگوں نے نکالا تھا ان کا شوق ہے جہاں کوئی اچھا نام، بڑی سیٹ ہو، ہم اپنے نام لگوالیں۔ہم کہتے ہیں ہم اہلسنت ہیں اور ہم

Marfat.com

مسلک میں اہلحدیث نہیں ہیں۔ ہم اہلسنت ہیں ہمیں امتیاز کی ضرورت ہے کہ جیسے ہم اہل فرض، واجب، نفل نہیں ہیں ایسے ہی ہم عوامی طور پر مسلک کے لحاظ سے اہلحدیث بھی نہیں ہیں۔

اہلحدیث وہ بنے گا جو سالہا سال حدیث پڑھ کر علم حدیث میں ماہر بنے گا اس امام کو اہلحدیث کہا جائے گا۔ جس شخص کو حدیث کی قسموں کے نام بھی نہ آتے ہوں اس کو اہلحدیث کہنا بڑا ظلم ہے۔ اس واسطے ہم اس نقطہ پر قائم ہیں جس میں ریڑھی لگانے والے بھی اپنا نام رکھوا سکیں، اب ریڑھی لگانے والا سنّی تو ہو سکتا ہے مگر اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہلحدیث تو وہ ہوتا ہے جو محدث ہو۔

اس واسطے بھائیو! ہم اہلسنت ہیں اہلحدیث نہیں ہیں کیونکہ اہل حدیث ہونا علمی منصب ہے جس طرح نحوی کو اہل نحو کہا جاتا ہے صرفی کو اہل صرف کہا جاتا ہے اور صوفی کو اہل تصوف کہا جاتا ہے اسی طرح جس نے حدیث میں عمر گزاری ہو اس محدث کو اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

اس واسطے کہ سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ حدیث اور چیز ہے اور سنت اور چیز ہے۔ سنت ہے: اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ اور حدیث ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل، تقریر اور حدیث میں یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث ہو وہ سنت بھی ہو۔ عرینہ والوں کا بخاری میں ذکر ہے جنہیں اونٹوں کا پیشاب پلایا گیا۔ وہ حدیث تو ہے مگر سنت نہیں ہے۔ چار سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی کرنا حدیث تو ہے مگر امت کے لیے وہ سنت نہیں ہے۔ اگر کوئی بندہ اپنے آپ کو عملاً اہلحدیث کہتا

Marfat.com

ہے تو ممکن ہی نہیں کہ وہ اہلحدیث بن سکے۔ چونکہ حدیث متروک بھی ہے، حدیث میں تخصیص بھی ہے اور حدیث میں امتیازات بھی ہیں۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہم اسے علم کے لحاظ سے لیتے ہیں تو ہر بندہ علم کے لحاظ سے بھی اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ ان کے بڑے بڑے اس لائق نہیں کہ ان کو محدث کہا جا سکے تو ریڑھی لگانے والے کیسے اہلحدیث ہو سکتے ہیں۔

اس واسطے یہ نام اہلسنت و جماعت ہے جو مسلک اور عقیدے کی پہچان کرواتا ہے۔ یہی سبب تھا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ جامع ترمذی:۲۶۷۶

یعنی تم پر میری سنت لازم ہے اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ تم پر میری حدیث لازم ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي

تم پر میری سنت لازم ہے۔

کیونکہ سنت وہ ہے کہ جس کی رجسٹریشن عمل کے لئے کی گئی ہے کہ عمل کے لحاظ سے یہ راستہ ہے۔ محدث تو حدیث وہ بھی پڑھے گا جو متروک ہو گئی تھی اور وہ بھی پڑھے گا جو منسوخ ہو گئی تھی۔ یعنی محدث تب بنے گا جب ساری حدیثیں آتی ہوں گی ۔لہٰذا حدیث علمی سوغات ہے یہ خاص لوگوں کیلئے ہے، یعنی وہ محدثین کے لیے ہے اور دین پہ عمل تو سب کیلئے لازم ہے خواہ محدث ہو یا غیر محدث اسلیے اہلسنت عوام و خواص پر بولا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

محترم سامعین حضرات!

مقدمہ ابن صلاح اصول حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں جہاں پر قبول حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ کس کی حدیث قبول کریں گے اور کس کی نہیں کریں گے، وہاں وہ ذکر کرتے ہیں:

وَمِمَّنْ ذَالِكَ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَبُوْبَكْرِ الْخَطِيْبُ (مقدمہ ابن صلاح: ۲۱۳)

جنہوں نے یہ قانون بیان کیا ہے ان اہل حدیثوں میں سے ایک ابوبکر الخطیب البغدادی ہیں۔

اب خطیب بغدادی کو ابن صلاح نے اہلحدیث کہا حالانکہ وہ شافعی ہیں، امام کے مقلد ہیں لیکن انہیں اہل حدیث کہا۔ کیونکہ انہوں نے متعدد جلدوں میں علوم حدیث میں کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا مقام ہے، ان کا مرتبہ ہے۔ یہی خطیب بغدادی ہیں کہ جن کی کتابیں کچھ لوگ سی ڈی میں اٹھائے پھرتے ہیں اور ان پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ ابن صلاح نے تو ان کو اہل حدیث کہا ہے یہ اگر اہل حدیث ہیں تو پھر خود اس پر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ بلکہ ابن صلاح نے انہیں اہل حدیث اس لئے کہا کہ اگر گننا چاہو گے کہ کس نے حدیث پر سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں تو تمہیں خطیب بغدادی کا نام چمکتے ہوئے ناموں میں نظر آئے گا۔ اہل حدیث ایسا ہوتا ہے۔

میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ جامع ترمذی میں درجنوں بار یہ لفظ آیا ہے:

Marfat.com

قَالَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ

اہل حدیث کہتے ہیں اصحاب حدیث کہتے ہیں

کئی بار امام ترمذی نے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور ایک بار بھی امام ترمذی نے کسی جاہل کیلئے نہیں بلکہ امام کیلئے استعمال کیا ہے۔

اب جامع ترمذی صحاح ستہ میں سے ہے انہوں نے اس میں لفظ اہلحدیث اور اصحاب حدیث استعمال کیا اور کہاں ذکر کیا جہاں ایک طرف ان کی رائے ہے اور دوسری طرف ایک اور امام کی رائے ہے۔ اماموں کی بات کرتے وقت ایک امام کو اہل حدیث سے تعبیر کررہے ہیں تو گویا کہ انہوں نے کہا کہ جس نے اہل حدیث بننا ہو وہ سالہا سال کیلئے گھر سے چھٹی لے کر نکلے اور پڑھے پھر جا کے منصب کے لحاظ سے اہل حدیث بنے گا لیکن عقیدہ وعمل کے لحاظ سے پھر بھی اہلسنت ہوگا۔ کتنے سستے عہدے لوگوں نے حاصل کر لئے کہ جو منصب بڑی دیر کے بعد جا کے ملتا تھا انہوں نے گھر بیٹھے بیٹھے اپنے اوپر بھی اہل حدیث کا لیبل لگالیا کہ میں اہل حدیث ہوں۔

احمقوں کی کمی نہیں صاحب
ایک ڈھونڈھو ہزار ملتے ہیں

اب یہاں پر ان کے گھر کی بات بھی بہت ضروری ہے۔

1926ء میں روپڑ سے ایک کتاب چھپی تھی۔ روپڑ ایک علاقہ ہے جہاں کے رہنے والے روپڑی ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا نام "اہل حدیث کی تعریف" ہے۔ اس میں انہوں نے اکیس تعریفیں اہل حدیث کی بیان کی ہیں۔ جس کو اپنے نام کی

Marfat.com

تک ایک تعریف پر یقین نہ آتا ہو اس کی حقیقت ان میں کیا موجود ہوگی۔ اب ہم اہلسنت ہیں ہمارے نزدیک اس کی جامع مانع تعریف ہے: یہ قول رسول ﷺ ہے

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی

انہوں نے اس کتاب میں اکیس تعریفیں اہل حدیث کی بیان کی ہیں اور اکیس تعریفوں سے بھی دل مطمئن نہیں ہوا۔ اس کی بولی 1918 میں دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم دس ہزار انعام رکھ رہے ہیں کوئی بندہ اہل حدیث کی سچی تعریف کر کے دے پھر بھی وہ اس کی تعریف نہ کر سکے۔ لیکن حق والو تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارا اہلسنت ہونا تمہارے ماتھوں پہ لکھ رکھا ہے۔ اس کتاب میں بھی ہماری بات موجود ہے۔

اس کتاب میں چوتھی تعریف اہل حدیث کی یہ ہے:

اہل حدیث اس کو کہتے ہیں جو قرآن شریف اور حدیث نبوی ﷺ کا بطور کلی ماہر ہو اور زبان عربی کی اصطلاحات اور قواعد زبان سے پورا واقف ہو تا کہ منشاء حدیث کے مطابق عمل کرنے یا ایسے کامل شخص کا متبع اور مقلد بن جائے۔ تب جا کے حدیث کی مطابقت والا نعرہ سچا ہوگا۔ (ص: ۷)

انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ کسی کو اہل حدیث نہیں کہہ سکتے۔ اب یہ کتنی زیادتی ہے کہ 1926ء میں جو تعریف تھی اس میں تو یہ ضروری تھا کہ قرآن صرف آتا ہی نہ ہو بلکہ ماہر بھی ہو یعنی صرف ترجمہ ہی نہ آتا ہو بلکہ وہ ناسخ منسوخ جانتا ہو، شان نزول جانتا ہو اور اسرار و موز جانتا ہو، استنباط و اجتہاد کر سکتا ہو، ذخیرہ احادیث

Marfat.com

میں کمال حاصل ہو اور گرائمر کے لحاظ سے ماہر ہو۔ یہ ساری چیزیں ہوں تو پھر بندہ اپنا نام اہلحدیث رکھوا سکتا ہے ورنہ وہ جھوٹا ہوگا اور اہل حدیث کہلوانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے مصنف حافظ عبداللہ امرتسری نے جو میں بات کر رہا تھا اس کی وضاحت کر دی کہ بندہ عمل کے لحاظ سے اہل حدیث ہو ہی نہیں سکتا یہ علمی منصب ہے۔ اس کے بعد بندہ یا تو مجتہد بن جائے گا اگر مجتہد بنے تو اس کا اللہ کے فضل سے ایک مقام ہے اور اگر مجتہد نہ بن سکا تو پھر بھی گزارہ تقلید کے بغیر نہیں ہوگا۔

مگر اہل حدیث کہلوانے کے لئے انہوں نے جو چار شرطیں بیان کی ہیں وہ آج ان میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں حالانکہ وہ نام یہ رکھوا رہے ہیں۔ جبکہ اسلاف نے یہ نام ان شرطوں کے مطابق جائز قرار دیا تھا۔ ایسے ہی اس کتاب کے صفحہ نمبر 19 پر جو تعریف کی اس میں بھی یہ کہا گیا کہ

احادیث کو جمع کرنے والوں کا نام اصحاب حدیث ہے جس کا دوسرا لقب اہلحدیث ہے۔ اہلحدیث کی تعریف: ص 19

جو بندہ جامع الاحادیث ہو اور حدیث کی کتابیں لکھے، حدیث جمع کرے، سندیں بیان کرے، زندگی اس میں گزار دے تو اسے اصحاب حدیث کہیں گے، لقب اس کا اہلحدیث ہوگا۔ باقی عام بندے کیلئے یہ اجازت نہیں ہے۔ یہ ایک سستا سودا سمجھ کے لوگوں نے اپنے مذہب کے نام کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی بھی تاریخی پس منظر نہیں ہے۔ اہلسنت اہل حق کا نام ہے جو عملاً شروع سے مسلک رہا ہے۔ اور اس میں ان کو بڑی بے چینی بھی ہے۔ کبھی اپنی مسجدوں کے

Marfat.com

ساتھ اہل حدیث لکھواتے ہیں اور جب ادھر سے ہٹنا چاہتے ہیں تو بریکٹ میں اہل سنت بھی لکھوا دیتے ہیں۔ اہلسنت عمل کے لحاظ سے ایک شاہراہ ہے اس کا اندازہ اس انداز میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا ثناء اللہ امرتسری نے ذکر کرتے ہوئے لکھا: اور اس نے اپنی حقیقت واضح کردی کہ ہم کہاں سے چلے ہیں۔

وہ کہنے لگے:

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا سلسلہ دو شاخوں میں تقسیم ہوا۔ ایک شاخ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں کی تھی۔ سید نذیر حسین کے شاگردوں کی شاخ اہلحدیث کہلوائی۔

فتاوی ثنائیہ: ۱/۱۴۴

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل حدیث کا اس سے پہلے وجود نہیں تھا۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ایک بدلے ہوئے شاگرد جب اس طرف گئے تو ان کا نام جا کر ایک طرف اہلحدیث بنا اور ایک شاخ دیوبند کی طرف چلی گئی۔

حقیقت میں ان کا امت کے اس راستے سے تعلق نہیں تھا جو کہ اہلسنت کا شروع سے آرہا ہے اور یہ ناخلف اولاد تھی جنہوں نے اپنے آپ کو مختلف ناموں سے مشہور کیا۔

یہ خود ان کے گھر کا حوالہ ہے

اور فتاویٰ ثنائیہ کے اندر انہوں نے اس کو تسلیم کیا کہ ہمارا تعلق صفہ یا حجاز یا بدر و حنین سے نہیں۔ ہمارا تعلق شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سے ہے۔ میں کہتا ہوں ہم شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا احترام کرنے والے ہیں۔ چونکہ انکی تعلیمات کو لوگوں نے

Marfat.com

بدلا ہوا ہے۔ حقیقت کو چھپانے کے لئے ان کے شاگردوں کی ایک لسٹ کے بارے میں یہ خود کہہ رہے ہیں وہ اہلحدیث کہلوائے۔ جب وہ ان سے پڑھ کے وہاں سے نکلے برصغیر پاک و ہند میں اہلحدیث مسلک نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

لیکن رب ذوالجلال کا ہم پر فضل ہے کہ ہمیں یہ نام اہلسنت و جماعت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے ملا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے لفظ اہلسنت کے بارے میں ایک بات کی، وہ فرمانے لگے:

اہلسنت کا نام اگرچہ متعارف بعد میں ہوا لیکن اہلسنت اسی کو کہا گیا ہے جس کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے جیسا تھا۔

لفظ اہلسنت موجود تو پہلے بھی تھا لیکن مشہور بعد میں ہوا جس کو اہلسنت کہا گیا وہ پرانے لوگ تھے ان کا عقیدہ پرانا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدے یہ چلا آ رہا تھا۔ لہٰذا اس اشارے پر قرآن و حدیث کی روشنی میں میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی سنی کہتے ہیں۔

یہ نام اگرچہ بعد میں مشہور ہوا مگر حقیقت پہلے بھی موجود تھی اور جو حقیقت پہلے موجود ہو، بعد میں اس حقیقت کا کوئی اور نام پڑ جائے تو پہلی حقیقت کو بھی اسی نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس پر میرے پاس قرآن مجید کی آیت دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورہ یونس میں فرمان ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (سورہ یونس: ۳)

Marfat.com

یعنی تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اب بات بڑی قابل غور ہے کہ چھ دن تب ہوں گے جب دن ہوگا اور دن تب بنتا ہے جب سورج نکلے اور ڈوبے ورنہ دن دن نہیں ہوتا۔ دن کی ایک حد ہے اور سورج تب ہوگا جب آسمان ہو اور جب آسمان بنا ہی نہیں تو پھر دن کہاں سے آگیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ

''تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا''

جب زمین و آسمان پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تو اللہ دن کس کو کہہ رہا ہے چونکہ دن سورج سے بنتا ہے سورج آسمان پر ہوتا ہے اور آسمان ابھی پیدا ہی نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چھ دنون میں پیدا کیا، مطلب کیا بنا؟

اس کا مطلب یہ بنا کہ جتنا وقت زمین و آسمان کو بنانے میں لگا تو جس وقت دن بنے تو وہ وقت چھ دنون میں تقسیم ہوا اگرچہ اس وقت اس کا نام دن نہیں تھا، مسلسل وقت تھا مگر جب دن والی تعریف آگئی کہ دن اسکو کہا جاتا ہے تو اسی حقیقت کو دن سے تعبیر کر دیا گیا۔ اس وقت اگرچہ اس کا نام دن نہیں تھا مگر آج قرآن اس کو دن کہہ رہا ہے۔

ایسے ہی جو حقیقت صحابہ کرام علیہم الرضوان میں موجود تھی اگرچہ اس وقت عرف عام میں اس کا نام اہلسنت مشہور نہیں تھا، آج اسے ہی اہلسنت کہا جا رہا ہے۔ اس میں کتنی وضاحت موجود ہے۔ میں تو کہتا ہوں:

یہ زمین بھی سنی ہے وہ آسمان بھی سنی ہے
جلوہ خورشید سنی کہکشاں بھی سنی ہے

Marfat.com

قطرہ شبنم بھی سنّی باغباں بھی سنّی ہے
لفظ کی تاثیر سنّی داستاں بھی سنّی ہے
مایہ ملت بھی سنّی نگہبان بھی سنّی ہے
اہل سنت کے جیالو باندھ لو گر تم کمر
نظر آئیگا تمہیں تو پھر سارا جہاں ہی سنّی ہے

یہ گزارشات آپ کے پاس میری امانت ہیں ان کو آپ نے آگے پہنچانا ہے۔ یہ صحت مند تبلیغ ہے۔ یہ فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ یہ امتیازاتِ الٰہی ہے۔ سنت یہی ہے۔ اس کو ہم نے سامنے رکھا۔ ہم نے کسی کو گالی نہیں دی۔ بلکہ قرآن وسنت اور حقائق کی ڈالی پیش کردی ہے۔ یہ اپنا اپنا مقدر اور نصیب ہے کوئی اس کو سن کے افسردہ ہوتا ہے یا خوش ہوتا ہے۔

کسی کے دل کے دروازے بند ہوتے ہیں یا کھلتے ہیں کسی کے لئے اندھیری رات آتی ہے یا صبح کا سورج نکل آتا ہے۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔

یہ گفتگو میری ماؤں اور بہنوں نے بھی سنی۔ ان پر یہ قرض ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو اندھیرے چھا رہے ہیں اس موضوع کو بطور خاص سمجھ کر اس کی روشنی آگے پھیلائیں۔ تاکہ اللہ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

OOOOO

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر

4

ورع و پرہیزگاری کے ماڈل

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِکائنات، مفخر موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودت، حاملین

Marfat.com

عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین سامعین و ناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق ہے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے تیر ھویں پرنور پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ورع و پرہیزگاری کے ماڈل

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کا موضوع بھی بڑا اہم موضوع ہے۔ یہ موضوع اسلامی تعلیمات کے خلاصہ کی حیثیت رکھتا ہے ہماری عملی زندگی میں گناہوں سے اور سیئات سے بچنے کی ایک اہم کوشش کا نام ورع و پرہیزگاری ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید کی سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۵۱ میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً

اے رسولو! تم پاکیزہ چیزوں سے کھانا کھاؤ اور صالح عمل کرو۔

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (سورۃ المومنون ۵۱)

جو کچھ تم کرتے ہو میں اس کو جاننے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرامین احکام کی شکل میں قرآن مجید میں موجود ہیں

Marfat.com

اور ان کے سوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث اس بارے میں موجود ہیں۔
جن سے ورع و پرہیز گاری، تقویٰ وطہارت کا سبق ہم سب کو میسر آتا ہے۔

لفظ ورع جس کا ہم اپنے موضوع میں بار بار استعمال کر رہے ہیں۔ عربی
زبان میں اس کا معنی کیا ہے؟

ورع کا لغوی معنی

اَلْكَفُّ وَالِا نْقِبَاضُ۔

کسی چیز سے رکنا اور کسی چیز کو دیکھ کر اپنے دامن کو سمیٹ لینا ورع کہلاتا ہے۔

ورع کا اصطلاحی معنی

قَالَ الْمَنَاوِیْ اَلْوَرْعُ تَرْكُ مَا يُرِيْبُكَ وَنَفِيُ مَا يَعِيْبُكَ وَالْاَخْذُ بِالْاَوْثَقِ
وَحَمْلُ النَّفْسِ عَلَى الْاَشَقِ

التوقیف علی مھمات التعاریف: ۳۴۷

مناوی کہتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جائے جس کے
بارے میں بندے کو شک ہو۔

مَا يُرِيْبُكَ

جو تجھے شک میں، ریب میں مبتلا کرے۔

یعنی ایک چیز کے بارے میں تمہارے دل کے اندر اطمینان نہیں ہے کہ یہ
پاک ہے تو ورع یہ ہے کہ اگر دل مطمئن ہو تو پھر کھاؤ۔ ورنہ اس سے اجتناب کرو۔
ایسے رزق کے ماخذ کے بارے میں تمہیں شک ہے کہ اس کا ماخذ اور منبع جہاں سے

Marfat.com

مجھے یہ رزق ملا ہے۔ وہ جائز ذرائع سے ملا ہے یا ناجائز ذرائع سے ملا ہے۔

اگر واضح پتہ ہو تو پھر اس کا ترک کرنا نہایت ضروری ہے لیکن ورع یہ ہے کہ جہاں معمولی سا شک آجائے وہاں بھی بندہ محتاط ہو اور اس کام کے کرنے سے مکمل طور پر رک جائے۔ یہ صرف کھانے پینے کے لحاظ سے نہیں باقی بھی سارے معاملات کے لحاظ سے ہے۔

وَنَفْيُ مَا يُعِيبُكَ

اور جس سے تمہیں اپنی ذات پر عیب کا خطرہ ہو اس چیز سے رکنا یہ بھی ورع ہے۔

جس کام سے تمہارا دامن داغدار ہو سکتا ہے جس سے تمہارے کردار کی چادر پر دھبہ لگ سکتا ہے اور جس سے تمہارے وقار پر آنچ آسکتی ہے اس کام سے اپنے آپ کو بچانا، یہ ورع ہے۔ یعنی ایک ہیں واضح جرائم، واضح غلطیاں اور واضح گناہ۔ وہ تو ایک مومن کا پہلا سبق ہے کہ وہ ان سے بچ کے رہے اور اپنے آپ کو ان سے بچا کے رکھے لیکن ورع اس سے آگے کا مرتبہ ہے کہ جہاں معمولی شک ہے وہاں بھی انسان قدم نہ رکھے اور جس جگہ پہ اس کو خطرہ ہے کہ اس کام کی وجہ سے میرا کردار معیوب ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو اس وادی کی طرف نہ جانے دے اور اپنے آپ کو اس مقام سے دور رکھے۔

وَالْاَخْذُ بِالْاَوْثَقِ

جو پکی بات ہو وہ اختیار کرے۔

کچی باتوں پر، کچے نظریات پر اور کچے خیالات پر نہ چلے۔ اوثق ثقہ امور کا

Marfat.com

حاصل ہو اور ثقہ امور کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔ پختہ اور مستند حیثیات کے ساتھ اس کا ربط ہو۔

وَحَمْلُ النَّفْسِ عَلَى الْاَشَقِّ

ورع یہ ہے کہ بندہ رخصت کا طلب گار نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو مشقت کی راہ پہ ڈالنے والا ہو۔

یعنی جہاں شریعت نے رخصت بھی دی ہے تو ورع کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ رخصت کو نہ قبول کرے بلکہ راہ عظیمت پہ چلے۔ جہاں پر گنجائش تھی کہ وہ اپنے آپ کو سہولت کی طرف لے جائے لیکن ورع کا تقاضا یہ ہے کہ اس سہولت کو قبول نہ کرنا اور جو اصل کام ہے عظیمت اور عظمت والا۔ اس میں اپنے آپ کو ڈالنا اور مشقت کا عادی بنا دینا۔

جس طرح کہ مسافر کے لئے جو شرعی مسافت پر جانا چاہتا ہے اس کے لئے روزے کی رخصت ہے کہ وہ آداب ملحوظ رکھے مگر وہ روزہ نہ رکھے۔ بعد میں قضا کے طور پر ایک روزہ رکھے تو یہ ایک رخصت ہے مگر ورع کا جو شخص علمبردار ہو گا وہ یہاں بھی عظیمت پر چلے گا۔ اگر چہ شریعت نے چھٹی دی ہے مگر جب میں برداشت کر سکتا ہوں اور میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے تو میں کیوں چھٹی قبول کروں تو وہ راہ عظیمت پر چلتا ہے۔

ورع کی یہ تعریف ہے کہ جس میں چار باتیں نہایت اہم ہیں کہ انسان ہر اس کام سے بچے جو بندے کو مشکوک کرتا ہو یا جس کی وجہ سے بندے کی طبیعت غیر

Marfat.com

مطمئن ہوتی ہو اور بندے کو جن باتوں کے بارے میں شک ہو ان سے اپنے آپ کو بچا کے رکھے۔

اپنے آپ کو مشکلات اور مشقتوں کے لئے پیش کر دینا۔ اس کو شرعی زبان میں ورع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ورع کا فائدہ

ورع کی وجہ سے بندے کو فائدہ یہ ہوتا ہے کہ

اَلْوَرَعُ يُطَهِّرُ دَنَسَ الْقَلْبِ كَمَا يُطَهِّرُ الْمَاءُ دَنَسَ الثَّوْبِ

مدارج السالکین ۲۲/۲

جس طرح پانی سے کپڑے کی میل نکلتی ہے ایسے ہی ورع سے دل کا میل ختم ہو جاتا ہے۔

کپڑے کے اندر جو میل کچیل ہوتی ہے پانی اس کو دھو کے بالکل صاف کر دیتا ہے ایسے ہی ورع دل کے لئے دھوون ہے اور دل کو یوں پاک کر دیتا ہے جس طرح پانی کپڑے کو پاک کرتا ہے۔

لہٰذا جتنی بھی ملاوٹ ہو چکی ہو، جتنی بھی ماحول میں آلودگی پڑ چکی ہو اور جس قدر بھی انسان کا قلب زمانے کی ناہمواریوں کی وجہ سے پریشان ہو چکا ہو اور شیطانی ماحول کی وجہ سے اس پر داغ پڑ چکے ہوں ورع وہ چیز ہے کہ جس سے اس کے دل کو پوری طرح دھو کے ستھرا کر دیا جاتا ہے اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ نئی چمک عطا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

ورع کے درجات

ورع ایک ایسا امر ہے کہ جس کے مختلف درجات ہیں اور مختلف اقسام ہیں۔
ورع کے صوفیاء کرام علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار درجات ہیں۔

پہلا درجہ

ورع العادلین

ورع و پرہیز گاری کے لحاظ سے جہاں سے ورع کا آغاز ہوتا ہے اس کو ورع العادلین کہا جاتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان درجات کو باقاعدہ احیاء العلوم کے اندر بیان فرمایا ہے۔ پہلا (Step) ورع کا جہاں سے ورع کو جنم ملتا ہے' انسان تقوی و پرہیز گاری کے ماحول کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس کی ترقی شروع ہوتی ہے اس کو ورع العادلین کہا جاتا ہے یعنی عادل لوگوں کی پرہیز گاری۔

اس میں کیا ہوتا ہے یہ ورع ایسی ہے کہ بندہ ہر اس کام سے بچتا ہے جس کی وجہ سے اس کی عدالت پہ آنچ آتی ہے کیوں کہ فاسق و فاجر کی گواہی قبول نہیں ہوتی اور ایک عام مومن گواہ تب بن سکتا ہے جب وہ عادل ہو۔

اس کا صوفی ہونا اور متقی ہونا یہ تو بعد کے معاملے ہیں۔ پہلا مرتبہ ایک مومن کا عادل مزاج ہونا ہے اور اس کا کردار فسق و فجور سے پاک ہونا ہے۔ ورع میں پہلے یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر اس کام سے بچے جس کی وجہ سے اس کی عدالت ساقط ہوتی ہو' اس کی عدالت کا زوال ہوتا ہو، اور اسکی عدالت پر آنچ آتی ہو۔

Marfat.com

ایسے ہر کام سے اپنے آپ کو بچانا یہ ورع العادلین ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم ان امور کو جن سے بچت عدالت کے لئے لازم ہے یوں تعبیر کر سکیں گے۔

فقہاء نے جن کاموں کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے ان کاموں کو اگر کوئی بندہ کرتا ہے تو عادل نہیں رہتا۔ اس کی گواہی غیر معتبر ہو جاتی ہے اور جن کاموں کو فقہاء نے حرام قرار دیا ہے۔ ان سے جو بندہ بچتا ہے وہ عادلین والی ورع پا لیتا ہے جو کرتا ہے وہ حرام کام اس کو عادلین والی صف سے نکال دیتا ہے اور اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ فقہاء کے فتویٰ کے مطابق جو حرام چیزیں ہیں ان حرام چیزوں سے اجتناب کرنا اور بچ کے رہنا اس ورع کو ورع العادلین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرا درجہ

ورع الصالحین

یہ پہلے مرتبے سے اونچا مرتبہ ہے یہ اس سے ایڈوانس ہے اور اس میں ترقی ہے۔

وَهُوَ الْاِمْتِنَاعُ عَمَّا يَنْطَرِقُ اِلَيْهِ اِحْتِمَالَ التَّحْرِيْمِ

صالحین کی ورع یہ ہے کہ بندہ ہر اس کام سے بچتا ہے کہ جس میں حرمت کا احتمال موجود ہے۔

پہلے تھا کہ واضح طور پر فقہاء نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور یہ اس سے بچ کے رہتا ہے تو پھر اس کو ورع عدالت کا منصب حاصل ہوتا ہے۔

دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ فقہاء نے اس کو حرام نہیں کہا لیکن حرمت کا احتمال موجود ہے۔ یعنی ایسا کام ہے اگر انسان وہ کرتا ہے تو وہاں حرمت کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

ورع الصالحین یہ ہے کہ بندے سے ایسا کام بھی سرزد نہیں ہوتا نہ وہ جو حرام قرار دیا گیا ہے اور نہ وہ جس میں حرمت کا احتمال ہو کہ کہیں اس میں حرمت کا احتمال نہ آ جائے۔

وَلٰكِنَّ الْمَعْنٰى يُرَخِّصُ فِي التَّنَاوُلِ بِنَاءً عَلَى الظَّاهِرِ

لیکن یہ کام ایسا ہے کہ بظاہر اس کے کرنے کی رخصت موجود ہے کہ بندہ کر بھی سکتا ہے۔

فقہاء کی طرف سے رخصت ہے حرمت کا قول نہیں کیا گیا مگر ہے ایسا کہ جس کی وجہ سے

فَهُوَ مِنْ مَّوَاقِعِ الشُّبْهَةِ عَلَى الْجُمْلَةِ

بندہ حرام کے قریب بھی پہنچ سکتا ہے۔ وہ مواقع شبہۃ میں ہے۔

خود وہ حرام نہیں ہے لیکن اس کی حدود حرام وادی سے ملتی ہیں۔ وہ خود حرام نہیں ہے لیکن وہاں جانے سے بندہ حرام کے قریب پہنچ سکتا ہے تو صالحین کا تقویٰ و پرہیز گاری یہ ہے کہ وہ ایسے جائز کام کا بھی ارتکاب نہیں کرتے جو انہیں کبھی ناجائز کی طرف دھکیل کے لے جانیوالا ہو۔ ایسے کاموں سے بچنے کا نام ورع الصالحین ہے۔

تیسرا درجہ

ورع المتقین

صالحین کی پرہیز گاری سے متقین کی پرہیز گاری بڑی پرہیز گاری ہے اور اس ورع کا ایک مستقل مرتبہ ہے۔ ورع المتقین یہ ہے کہ

Marfat.com

مَالَا تُحَرِّمُهُ الْفَتْوٰى وَلَا شُبْهَةَ فِيْ حِلِّهٖ

وہ کام کہ جس کی حرمت کا نہ تو فتوی ہے اور نہ ہی اسکی حلت میں کوئی شبہ ہے۔

فتوی کی نگاہ میں وہ حرام بھی نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی حلت میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔ حرمت نہ ہونا واضح ہے اور حلت ہونا واضح ہے کہ وہ کام جائز ہیں، حلال ہیں۔ ان کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہیں اور ان کی حرمت کا کسی نے قول نہیں کیا اور حلت کو ثابت کیا گیا ہے۔

وَلٰكِنْ يُّخَافُ مِنْهُ اَدَاؤُهٗ اِلٰى مُحَرَّمٍ

لیکن آگے جا کے نتیجہ کے لحاظ سے انسان میں بے احتیاطی پیدا ہو سکتی ہے۔

وہ کام خود جائز ہے اس کی حلت میں شک بھی نہیں اور حرمت کا کسی نے قول بھی نہیں کیا لیکن رزلٹ کے لحاظ سے بندے کو وہاں سے ایک ایسی عادت آ سکتی ہے کہ جو عادت اسے کسی ناجائز کام کی طرف لے جانے والی ہو اسکو ترک کر دینا یہ ورع المتقین ہے۔

ایسا کام جس کا جواز ثابت ہے اور جس کا عدم جواز بالکل نہیں لیکن رزلٹ کے لحاظ سے بندے کے اندر لاپرواہی اور طبیعت کے اندر ایک ایسی آوارہ گردی آ سکتی ہے کہ جس میں بندہ کسی ناجائز کام کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے متقین ایسا جائز کام بھی نہیں کرتے اور اپنے آپ کو ایسے جائز کام سے روک کے رکھتے ہیں۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان کیا ہے:

لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا

Marfat.com

لِمَا بِهِ الْبَأْسُ (ابن ماجہ شریف: ۳۱۱)

کوئی بندہ اس وقت تک متقی لوگوں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک وہ ایسے جائز کام بھی چھوڑ دے کہ جن سے ناجائز کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

کوئی بندہ تم میں سے اس وقت تک متقی نہیں بن سکے گا۔ یہاں تک کہ وہ جائز بھی ترک کر دے کہ جہاں سے ناجائز کا رستہ نکلتا ہو اور ناجائز کا احتمال پیدا ہوتا ہو۔ یہ مرتبہ متقین لوگوں کی پرہیز گاری کا ہے۔

چوتھا درجہ

ورع الصدیقین

چوتھا مرتبہ صدیقین کی ورع کا ہے۔

یہ پرہیز گاری اعلیٰ درجے کی ہے اس کا ایک اپنا ہی مزاج ہے اور اپنا ہی ذائقہ ہے۔ لفظوں سے بیان کرنے میں اتنی لذت نہیں آئے گی۔ جتنا عملاً اس سے لذت حاصل ہوگی۔

جب بندہ سفر کر کے اس میں پہنچتا ہے تو پھر ہی جا کر اس کو پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس کو ورع الصدیقین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہاں پر جو کام بندہ ترک کر رہا ہے نہ وہ حرام ہے نہ ایسا ہے۔ کہ جس کی حلت میں شبہ ہے اور نہ ایسا ہے جس کی حلت واضح طور پر موجود ہے یعنی یہ تینوں مرتبے تو اس کو پہلے حاصل ہیں۔

جو شخص ورع الصدیقین کو پانے والا ہے۔ حرام کو بھی ترک کر چکا ہے اور اس

Marfat.com

جائز کو بھی ترک کر چکا ہے کہ جس میں کچھ شبہ تھا اور اس جائز کو بھی ترک کر چکا ہے کہ جس میں شبہ نہیں اور جو کام جائز تھا مگر ناجائز کا خطرہ آ سکتا تھا۔ ان سب کو وہ ترک کر چکا ہے اب وہ اس مقام پہ پہنچ چکا ہے کہ وہ ایسا جائز کام بھی نہیں کرنا چاہتا کہ جس میں اگرچہ ناجائز کا خطرہ نہیں کہ اس کی سرحد کسی ناجائز سے ملتی ہو۔

مَالَابَاسَ بِهٖ اَصْلاً وَيَخَافُ مِنْهُ اِنْ يُّوَدِّيَ اِلَى مَابِهٖ بَاسٌ وَلٰكِنَّهٗ يَتَنَاوَلُ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَعَلٰى غَيْرِ نِيَّةِ التَّقْوٰى بِهٖ عَلٰى عِبَادَةٍ

احیاء العلوم: ۲/ ۱۰۸

ورع الصدیقین یہ ہے کہ وہ کام جو جائز ہے جس میں نہ قطعی حرمت ہو، نہ حرمت کا شبہ ہو اور نہ ہی اس سے ناجائز کا خطرہ پیدا ہوتا ہو۔ ان سارے خطروں سے وہ جائز کام پاک ہے۔ مگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ کہیں ایسا کام ہم کرتے وقت اللہ کی رضا کا دامن چھوڑ نہ دیں بلکہ کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اس بات پر پابند کر لیں کہ میں صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ اس کے کرنے سے میرا مولا راضی ہو جائے۔

یعنی وہ کوئی کام اللہ کے غیر کے لئے نہیں کرتا اور کوئی کام اللہ کی رضا کے بغیر نہیں کرتا۔ غیر سے مراد یہاں یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک شخص روٹی کھاتا ہے تو روٹی کھانے میں کئی نیتیں ہو سکتی ہیں۔

میرا بدن صحت مند ہو میری زندگی برقرار ہے تو اس لحاظ سے روٹی کھانے میں کسی طرح کی کوئی قباحت نہیں ہے، نہ روٹی کھانا حرام ہے نہ ہی اس کی حلت

Marfat.com

میں کوئی شبہ ہے اور نہ ہی روٹی کھانا کوئی ایسا کام ہے جو کل اس کو بدکاری کی طرف اٹھا کے لے جائے۔ کسی حرام کام سے روٹی کھانے کی سرحد بھی نہیں ملتی۔ وہ تینوں خدشات موجود نہیں ہیں

مگر یہ شخص جو صدیق ہے۔ یہ روٹی کھاتے وقت اگر یہ نیت کرے کہ میری صحت برقرار رہے اور میرا بدن سلامت رہے تو یہ سمجھے گا کہ میں نے گناہ کیا ہے۔ یہ روٹی کھاتے وقت یہ نیت کرتا ہے کہ میں روٹی اس لئے کھا رہا ہوں، کھاؤں گا تو میں رب کی بارگاہ میں کھڑا ہو کے قیام کر سکوں گا۔ کھا کے تو میں سجدہ کر سکوں گا۔

اس نیت پر جائز کام کرتے ہیں۔ یعنی ہر جائز کام سے پہلے نیت کو بناتے ہیں، پکاتے ہیں اور نیت کو محفوظ کرتے ہیں۔ پھر ان کی پرہیز گاری یہ ہوتی ہے روزہ رکھتے ہوئے وہ یہ تصور بھی حرام سمجھتے ہیں کہ ہم افطار کس چیز پر کریں گے۔

یہ لوگ ہر وقت اپنا خیال رب ذوالجلال کی طرف لگا کے رکھتے ہیں۔ اپنی پوری زندگی اپنے دل کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتے اور کسی دوسری چیز کا خیال نہیں آنے دیتے۔ جو اس مقام پہ پہنچ چکے ہوں ان کی پرہیز گاری کو ورع الصدیقین کہا جاتا ہے۔

ورع و پرہیز گاری کے ماڈل

اب ہمارا مقصد اصل میں ورع و پرہیز گاری کے ماڈل کو بیان کرنا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں ان حیثیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا ہیں:

فَضْلُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ وَخَيْرُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ

المستدرک للحاکم: ۱/۹۲-۹۳

علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ ہے اور تمہارے دین کا خیر اور بہتر کام ورع ہے۔

ہر بندے کا ایک دین ہے۔ اس کی پرہیز گاری ہے اور اس کا تقویٰ ہے لیکن فرمایا بہترین دین اس بندے کا ہے کہ جس بندے کے دین کو ورع کے اوپر استوار کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ورع و پرہیز گاری

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْفَارِسِيَّةِ كَخْ كَخْ أَمَا تَعْرِفُ إِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

مسلم شریف: ۱۰۶۹ بخاری شریف: ۳۰۷۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور بات اصل میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ہے ان کی چھوٹی عمر تھی۔ تو کیا ہوا۔

اَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ

صدقہ کی کھجوریں پڑی ہوئی تھیں تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور پکڑی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔

Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھڑکی دی اور فرمایا:

اَمَا تَعْرِفُ اِنَّا لَا نَاکُلُ الصَّدَقَۃَ۔

کیا تمہیں یہ پتہ نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔

ایک بچہ جو نابالغ ہے ابھی احکام کا مکلّف بھی نہیں ہے وہ اگر ایسا کرتا ہے تو بظاہر یہ ایسا معاملہ تھا جس کے اندر اتنی سختی نہیں ہے مگر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو چونکہ عملاً اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں

کہ بعد میں یہ کسی کا نظریہ نہ بن جائے کہ وہ شہزادہ کونین تھے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا چین تھے اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے وہ جو چاہتے کر لیتے اور اس طرح کوئی شریعت کو سمجھنا شروع نہ کر دے۔ فرمایا:

ہم شریعت بھی عطا کرنے والے ہیں اور شریعت کی نگرانی بھی کرنے والے ہیں اگر ہمارے گھر نگرانی نہیں ہوگی تو پھر کہاں ہوگی۔

حسن اگرچہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے مگر شریعت کے لحاظ سے ان سے وہ پابندی کرواؤں گا کہ قیامت تک میری امت میں پیدا ہونے والا ہر بچہ وہ اگرچہ کسی کا ہو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگرچہ میں کسی چوہدری یا نواب یا کسی وزیر کا بیٹا ہوں میرا وہ مقام نہیں ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے منہ میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ ڈال کے کھجور باہر نکال کے پھینک دی اور فرمایا:

تمہارے لئے یہ جائز نہیں۔ یہ شریعت مطہرہ کی پرہیزگاری کا معاملہ ہے تو

Marfat.com

بعد والوں کے لئے سبق ہوگا۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اجازت نہیں تھی تو ہمارے لئے اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم ﷺ سے ورع و پرہیز گاری کا پڑھا ہوا سبق

لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَاحَفِظْتَ مِن رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَ حَفِظْتُ مِن رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلَى مَالَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تم نے رسول اکرم ﷺ سے جو کچھ پڑھا وہ بیان کرو تو امام حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

حَفِظْتُ مِن رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

میں نے نبی ﷺ سے یہ سیکھا ہے۔

اگرچہ اس کے سوا بھی بہت کچھ سیکھا ہوگا مگر انہوں نے ایک ایسی حدیث بیان کی جو سارے دین پر مشتمل ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

مجھے نبی اکرم ﷺ نے یہ سکھایا ہے کہ

دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلَى مَالَا يُرِيْبُكَ

وہ چیز چھوڑ کر وہ کرو جس میں شک نہ ہو۔ یعنی وہ چیز اور کام چھوڑو جس میں شک ہو اور وہ کام کرو جو شک سے پاک ہو۔

شک والے کام نہ کرو۔ جس چیز کی طہارت میں شک ہے، جس کی حلت

Marfat.com

میں شک ہے، جس کے جواز میں شک ہے اور جو جملہ بولنے میں شک ہے، جہاں دیکھنے میں شک ہے۔

وہ سارے شک والے کام چھوڑ دو اور وہ کام جس میں شک نہیں۔ اللہ کی مرضی کا پک ہے وہ کام کرو اور اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔

پھر فرمایا:

فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ

صدق میں اطمینان ہے۔

وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔

اور کذب میں شک ہے۔

لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندے کی زندگی کا جو ضابطہ تھا اس کو ایک حدیث میں بیان کر دیا۔ اور فرمایا:

سارے صدق کے شعبے اس میں آ جائیں گے اور سارے جھوٹوں سے بچاؤ اس میں آ جائے گا کہ تم اپنی زندگی میں اس کام کو اپنا لائحہ عمل بنا لو کہ جس میں کسی قسم کا ریب نہیں ہے اور اس کام کو ہر ریب سے مبرّا اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

کائنات کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ورع و پرہیز گاری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا عمل اور آپ کی ورع و پرہیز گاری کی حدود تک پہنچنا ہمارے خیال کے لیے بھی ممکن نہیں۔ وہ حیثیات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرہیز گاری کی ہیں ان کو ہم اپنی عقل پر تول ہی نہیں سکتے۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوبصورت بات کی تھی،

فرمانے لگے:

جب بھی تم محبوب ﷺ کی عبادت کو دیکھو یا آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو دیکھو تو اس کو اور عام لوگوں کی عبادت کو ایک جیسا نہ سمجھو۔

نبی ﷺ کا ایک سجدہ اور عام لوگوں کے کروڑوں سجدے آپ ﷺ کا ایک عمل اور عام آدمی کے کروڑوں عمل کا آپس میں برابری کا سوال بھی پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یوں سمجھو کہ ایک حاکم کے پاس دو بندے ہیں ایک اس کا وزیر ہے اور دوسرا اس کا غلام ہے، اس کا نوکر ہے۔ بادشاہ کا نوکر کام کو ٹائم زیادہ دیتا ہے۔ صبح چارہ کاٹنے جاتا ہے اور شام تک کو جانوروں کی خدمت میں لگا رہتا ہے اور دوسرا اس کا وزیر ہے جو اس کا بڑا چہیتا ہے۔ وہ صرف دو گھنٹے اس کے پاس بیٹھتا ہے مگر جو بات اس وزیر کی مانی جاتی ہے وہ اس نوکر کی نہیں مانی جاتی۔ جس نے بہت ٹائم دیا۔ اور بہت مشقت کی۔

وہ کہنے لگے:

بلا تمثیل اللہ کی سلطنت میں ہمارے نبی ﷺ وزیر اعظم ہیں اور عام لوگ نوکروں کی طرح ہیں۔ لہٰذا عام لوگ اگر سارا دن اور ساری رات بھی وہ کسی ورع و پرہیز گاری کے تحت سخت کورس میں مصروف رہیں انہیں اللہ کی طرف سے وہ اجر نہیں ملتا جو محبوب ﷺ کو چند لمحوں میں میسر آ جاتا ہے۔

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰی فِرَاشِیْ فَاَرْفَعُهَا لِاٰکُلَهَا ثُمَّ اَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ صَدَقَةً فَاُلْقِیْهَا۔

بخاری شریف: ۲۴۳۲ مسلم شریف: ۱۰۷۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَاَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِیْ

جب میں اپنے گھر والوں کی طرف واپس جاتا ہوں۔

فَاَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰی فِرَاشِیْ

تو مجھے اپنے بستر پر ایک کھجور نظر آتی ہے۔

یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بستر پر کھجور پڑی ہوئی ہے۔

فَاَرْفَعُهَا

میں اسکو اٹھالیتا ہوں۔

لِاٰکُلَهَا

تاکہ میں اس کو کھاؤں۔

لیکن جب میں اس کو اٹھاتا ہوں تو

ثُمَّ اَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ صَدَقَةً

پھر مجھے یہ خیال آتا ہے ہوسکتا ہے کسی نے صدقہ دیا ہو۔

Marfat.com

یہ کھجور صدقہ کی پڑی ہو اور میرے لئے صدقہ کھانا تو جائز نہیں۔ پھر میں کیا کرتا ہوں؟

فَاُلْقِیْهَا۔

میں اس کو واپس رکھ دیتا ہوں۔

اس کھجور کو میں نہیں کھاتا۔

یہ ہے امت کے لئے درس عمل کہ سید عالم ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں حالانکہ آپ ماہیات کو جانتے ہیں۔ ہر چیز کی حقیقت کو جانتے ہیں کہ یہ صدقے کی ہے یا بغیر صدقہ کی ہے۔ چونکہ نبی ﷺ کی زبان نے تو یہاں تک بتا دیا تھا:

جب ایک دعوت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جب لقمہ منہ میں رکھ لیا تو اس کو اپنے حلق سے اتارنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا اس کو بلاؤ جس نے یہ دعوت پکائی ہے۔

لَحْمُ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا

مشکوۃ شریف: ۵۴۰

یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے۔

لہٰذا جو گوشت کی اس حیثیت کو بیان کر دیں کہ یہ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی بکری کا گوشت ہے۔ وہاں تک جن کی رسائی ہو تو یہ حقیقت کو جانتے ہیں مگر سبق ان کو دینا ہے جنہیں پتہ نہیں چلے گا کہ اس چیز کی حقیقت کیا ہے ہوسکتا ہے وہ صدقہ کی ہو۔ ہوسکتا ہے وہ صدقہ کی نہ ہو۔ اگرچہ سرکار ﷺ کے نزدیک متعین ہے

Marfat.com

کہ وہ کیا چیز ہے۔

مگر جن کو سبق دینا ہے ان کے لحاظ سے یہ احتمال ان کی عملی زندگی میں آئیں گے۔

فرمایا:

میرا وہ ہوگا اور میری سنت کا متوالا وہ ہوگا جو ایسے کو بھی چھوڑ دے جس میں خدشہ تھا

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ریب اور بغیر شک کے رزق عطا فرمانے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری

ہم جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور اولیاء کرام کا عمل دیکھتے ہیں تو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر نظر آتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو معاملہ یہ ہے۔

مدارج السالکین کے اندر یہ لکھا ہے۔

بعض صحابہ کرام کا یہ قول ہے، کہتے ہیں:

كُنَّا نَدَعُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الْحَلَالِ مُخَافَةَ اَنْ نَقَعَ فِي بَابٍ مِنَ الْحَرَامِ

مدارج السالکین: ۲۴/۲

ہم ستر حلال چیزوں کے باب چھوڑ دیتے ہیں۔

یعنی ایک چیز کے اندر اکہتر احتمال ہیں۔ ستر احتمال یہ ہیں کہ یہ حلال ہے اور

ایک احتمال یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

ایسا بڑا کمزور احتمال ہے۔ ستر احتمال اس کے بتا رہے ہیں کہ وہ چیز واضح حلال

ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور صرف ایک کمزور پہلو باقی ہے جو حرام ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہماری سیرت یہ ہے کہ ہم اس ایک حرام

Marfat.com

کے ڈر سے ستر باب حلال کے بھی ترک کر دیتے ہیں۔ حلال کے ستر شعبہ جات موجود ہوتے ہیں لیکن ایک شعبہ حرمت کا موجود ہوتا ہے تو اس ایک حرام شعبہ کی وجہ سے سارے کام چھوڑ دیتے ہیں کہ ہماری یہ شان نہیں ہے کہ ہم یہ کام کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملاً یہ ثبوت دیا کہ جس کام میں ستر احتمال حلت کے ہوں اور ایک باب حرمت کا ہو تو ہم اس سے بچتے ہیں۔ اس واسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کا ایک پہلو ہمارے سامنے موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ورع پرہیز گاری

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اس امت کے سب سے بڑے متقی ہیں سب سے بڑے صوفی ہیں، سب سے بڑے ولی ہیں اور آپ صرف اس امت کے ہی نہیں ساری امتوں میں جب تقویٰ و پرہیز گاری کی لسٹ بنائی جائے تو پہلا نمبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد ہر دور کے نیکوں میں جن کا پہلا نمبر ہے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لئے حکم شرعی کے مطابق خراج پیش کرتا تھا۔

وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَاكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ خراج وصول کرتے تھے اور اس کو استعمال کرتے تھے۔

فَجَاءَ یَوْمًا بِشَیْءٍ فَاَکَلَ مِنْهُ اَبُوْبَکْرٍ

۵ ایک دن وہ کچھ لے کے آیا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے اس نے پیش کیا۔ آپ کا غلام تھا اور چیز حلال تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو تناول فرمالیا۔

جب آپ تناول فرما چکے تو غلام نے کہا:

اَتَدْرِیْ مَا هٰذَا ؟

آپ جانتے ہیں جو کچھ آپ نے کھایا ہے کہاں سے آیا تھا۔

یعنی ایسی چیز تھی جو کہ متعارف ہے مگر اس غلام کا مطلب یہ تھا کہ یہ کس پیسے سے میں نے خریدی ہے جو آپ نے کھائی ہے۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَاهُوَ؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بتاؤ کہاں سے تم لائے ہو؟

قَالَ کُنْتُ تَکَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِیْ الْجَاهِلِیَّةِ

اس غلام نے کہا:

جب میں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا تو میں کاہنوں والے کام کرتا تھا اس وقت میں نے ایک بندے کے لئے کہانت کی تھی اور اس کا ایک مسئلہ حل کیا تھا حالانکہ مجھے کہانت کا صحیح پتہ بھی نہیں تھا۔

Marfat.com

وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُهٗ

میں کہانت سے اچھی طرح واقف نہیں تھا ویسے میرا اٹکل پچو لگ گیا۔ اور وہ کام اس بندے کا ہو گیا۔

فَلَقِيَنِیْ فَاَعْطَانِیْ بِذَالِكَ

وہ آج مجھے راستے میں ملا تو اس نے مجھے پیسے دیئے۔

فَهٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ

یہ وہ ہے جو آپ نے تناول فرمایا ہے۔ جو کچھ آپ نے کھایا ہے یہ سارا کچھ انہی پیسوں کا ہے۔

یہ بھی اس بندے کی بہادری تھی ورنہ آج کے مرید اپنے پیروں کو پتہ نہیں کیا کیا کھلا جاتے ہیں اور یہ بتاتے نہیں کہ میری کمائی کیسی ہے ایسے ہی علماء کو کھانا کھلا جاتے ہیں اور یہ بتاتے ہی نہیں کہ ہم نے یہ پکایا کس چیز سے ہے۔

لیکن اس غلام نے بتا دیا کہ میں ایک سب سے بڑے صوفی کا خادم ہوں تو میں اس کو بتا دوں کہ میں نے یہ کہاں سے لے کر پیش کیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گواہ ہیں، کہتی ہیں:

فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگوٹھا دیا

Marfat.com

فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ

بخاری شریف: ۳۸۴۲

اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب کچھ مٹی کر دیا اور کہا کہ یہ میرے بدن کا حصہ نہ بنے۔ میرے لئے یہ جائز نہیں ہے اگرچہ بظاہر وہ بندہ جو لا رہا ہے وہ رزق حلال ہے اور سامنے اس نے حلال پیش کیا ہے اتنا پیچھے سے اس کی تحقیق اور ریسرچ کرنا کہ یہ چل کے کہاں سے آیا ہے یہ بڑا معاملہ تھا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ورع و پرہیز گاری کے ہمارے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا ماڈل ہیں۔

آپ نے اپنے حلق میں انگلی ڈال کے قے کر دی اور جو کچھ اس سے پہلے کھایا ہوا تھا وہ بھی باہر آ گیا۔

فرمایا:

یہ ہے ہمارا وہ فلسفہ اور طریقہ جو ہم کو محبوب ﷺ نے ورع و پرہیز گاری کے لحاظ سے عطا فرمایا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری

یہ کر اور صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نضرۃ النعیم اور شعب الایمان میں یہ لکھا ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ شَرِبَ لَبَنًا فَأَعْجَبَهُ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا گیا تو آپ کو دودھ بڑا اچھا لگا،

Marfat.com

بر الذیذ تھا۔

فَقَالَ لِلَّذِیْ سَقَاہُ مِنْ اَیْنَ لَکَ ھٰذَا اللَّبَنُ؟

جس نے دودھ پلایا تھا اس سے فرمایا کہ یہ دودھ تم کہاں سے لائے ہو۔

فَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ وَرَدَ عَلٰی مَاءٍ قَدْ سَمَّاہُ

اس نے بتایا کہ فلاں چشمہ پہ گیا تھا اور پھر اس نے اس چشمے کا نام بھی لیا

فَاِذَا نِعَمٌ مِنْ نِعَمِ الصَّدَقَۃِ وَھُمْ یَسْقُوْنَ

تو وہاں صدقے کے جانور تھے پانی پی رہے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ملازم بھی ہیں جو صدقے کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

فَحَلَبُوْہُ لِیْ مِنْ اَلْبَانِھَا

انہوں نے میرے لئے ان جانوروں سے دودھ نکالا تو جس وقت انہوں نے اکٹھا کیا انہوں نے مجھے دیا۔

فَجَعَلْتُہٗ فِیْ سِقَائِیْ

میں نے اس کو مشکیزے میں رکھ لیا وہ میں نے خود نہیں پیا بلکہ میں نے کہا کہ امیر المومنین کو پیش کروں گا۔

وَھُوَ ھٰذَا

یہ وہ دودھ ہے جو اس چشمے پر صدقے کے جانوروں سے لیا گیا تھا۔

فَاَدْخَلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَدَہٗ فَاسْتَقَاءَہٗ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کر دی۔

مختصر شعب الایمان: ۵۳ نضرۃ النعیم: ۲۳۸۲

Marfat.com

فرمایا:

ہم نے نبی ﷺ سے جو پرہیز گاری سیکھی ہے اس کے لحاظ سے ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

یہ جلیل القدر لوگوں کے معاملات ہیں جو اپنی ورع و پرہیز گاری کے لحاظ سے ایسے ماڈل ہیں کہ جہاں معمولی سی تشویش ہو، معمولی خدشہ بھی ہو اور دور دور تک اس طرح کا کوئی معاملہ ہو جس کی وجہ سے کردار داغدار ہوتا ہو تو مکمل طور پر اس سے اجتناب کرتے ہیں اور یہ ایک نہیں ایسی درجنوں مثالیں ان حضرات کی موجود ہیں کہ اس سے آگے جا کے کہیں نرم و نازک مقامات پر انہوں نے مکمل طور پر ورع و پرہیز گاری کا ثبوت دیا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت اور پرہیز گاری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

اِنَّهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ آلَافٍ فِيْ اَرْبَعَةَ

آپ نے پہلے مہاجرین کے لئے چار موسموں کے لئے چار ہزار مقرر کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں سے پہلے مہاجرین کی تنخواہیں لگائی۔ جو مکہ شریف سے چلے تھے، مدینہ شریف آئے تھے اور اسلام کے لئے ان کی خدمات بڑی تھیں ہر جنگ میں شریک رہے اور بڑے بڑے کارنامے کئے۔ آپ نے لسٹ بنا کر مہاجرین اولین کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا کہ ہر مہاجر کو چار ہزار درہم پیش کئے جائیں۔ یہ اُن کے لیے ایک قانون بن گیا۔

Marfat.com

اس لئے کہ ان کی خدمات بڑی ہیں اور اب اسلام پر اللہ کا فضل بھی بڑا ہے لہذا اب ان کی خدمت کرنی چاہئے جنہوں نے ایک ایک کھجور کھا کے گزارہ کیا ہے۔

ان اولین مہاجرین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جو مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو بھی مہاجرین والا پورا وظیفہ دو وہ بھی مہاجر ہیں اور ان کی خدمات بھی ہیں تو ان کو بھی مکمل وظیفہ چار ہزار ملنا چاہئے۔

آج معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے یعنی جس کے پاس اختیارات ہوں۔ اقرباء پروری کے لحاظ سے اسکا کرپشن میں ایک واضح ساعمل ہوتا ہے لیکن امیر المومنین اپنے بیٹے کو ساڑھے تین ہزار اور باقی مہاجرین کو چار ہزار دیتے رہے ہیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے اسباب میں غور کیا ہے اس کا وظیفہ کم کرنے کیوجہ یہ ہے کہ

اِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ اَبَوَاهُ

اگرچہ یہ مہاجر تو ہیں لیکن ان کی ہجرت ان کے والدین کے زیر سایہ ہوئی ہے

لَيْسَ هُوَ مَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ

بخاری شریف: ۳۹۱۲

یہ ایسے نہیں ہیں جو اپنے آپ گھر سے نکلے ہوں بلکہ یہ اپنے والدین کے

Marfat.com

ساتھ ہجرت کر کے نکلے ہیں۔

ان کے لئے ہمارا سہارا تھا اور ہمارے ساتھ انہوں نے ہجرت کی ہے تو مطلب یہ بنا کہ ایک وہ ہے جس نے اپنے آپ ہجرت کی ہے، اپنے سہارے پہ نکلا ہے اور مستقل طور پر مہاجر بنا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ مہاجر تو ہے لیکن اپنے والدین کے زیر سایہ مہاجر ہے اور والدین کے تابع ہو کر مہاجر بنا اگر چہ وہ امیر المومنین کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اس کو چار ہزار نہیں بلکہ اس کو ساڑھے تین ہزار دیا جائے گا حالانکہ دوسرں کے لئے اتنی سختی بھی انہوں نے نہیں کی لیکن اپنے بیٹے کے لحاظ سے کہا چونکہ والدین کی اتباع میں، والدین کے پیچھے لگ کے انہوں نے ہجرت کی ہے اس لئے انکو ساڑھے تین ہزار ہی ملے گا۔

لہٰذا پرہیز گاری اور ورع کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ روزی کا ایک لقمہ بھی حرام کا نہیں ہونا چاہئے۔ حرام تو کیا اس میں خدشہ حرمت بھی نہیں ہونا چاہئے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

میں نے اپنے بیٹے سے بھی عدل کیا ہے اور قوم سے بھی عدل کیا ہے۔ اس بنیاد پر میں نے ان کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا ہے۔

یہ وظیفہ کچھ صحابہ کرام کے لئے تھا۔ اور بالخصوص کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ تو ہیں ہی بعد کے۔ ان کا وظیفہ تم نے پانچ پانچ ہزار لگایا اور اپنے بیٹے کا ساڑھے تین ہزار لگایا ہے تو اس پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ

Marfat.com

ان کا جو مرتبہ میرے ہاں ہے اس کا ایک مستقل سبب ہے کہ میں ان کو اس لئے بھی زیادہ دیتا ہوں کہ ان سے میرے محبوب ﷺ پیار کرتے تھے۔ میرے بیٹے کا میرے محبوب ﷺ کے دربار میں وہ مرتبہ نہیں ہے جو ان کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا ایک مستقل علت ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا وظیفہ بیت المال سے زیادہ معین کیا ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری

ورع و پرہیز گاری کے مختلف انداز ہمارے سامنے ہیں یہ کھانے پینے کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے دیگر امور ہیں کہ جن میں ورع و پرہیز گاری کا مکمل دخل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زندگی کے ان ایام میں کہ جب وہ شیخ تھے اور پوری دنیا پر ان کے علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ دور دور سے لوگ ان کی زیارت کے لئے پہنچتے تھے۔

حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی۔

جس وقت ایسی آواز آئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا کیا۔

فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں۔

وَعَدَلَ رَاحِلَتَهٗ عَنِ الطَّرِيْقِ

Marfat.com

اور جس راستے پر جا رہے تھے اس راستے کو چھوڑ کے دور نکل گئے۔

وَهُوَ يَقُولُ يَا نَافِعُ أَتَسْمَعُ؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا اے نافع! کیا تجھے آواز آ رہی ہے۔

یعنی اتنی تختی فرما رہے ہیں کہ اگر اپنی میں انگلیاں کانوں سے نکالوں گا تو وہ آواز پھر کانوں میں داخل ہو جائے گی تو میری پرہیز گاری کا کیا بنے گا۔ دور جا کر حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا جو ابھی بچے تھے کہ کیا تمہیں کوئی آواز آ رہی ہے تو نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا ہاں آ رہی ہے۔

فَمَضَى حَتَّى قُلْتُ لَا

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پھر اسی طرح انگلیاں اپنے کانوں میں رکھیں اور چلتے گئے۔ یہاں تک کہ جب میں نے کہا کہ اب کوئی آواز نہیں آ رہی تو پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں۔

صرف زبان کی لذت کے لحاظ سے ورع و پرہیز گاری نہیں بلکہ انسان کے ہر عضو کے لحاظ سے پرہیز گاری ہے۔ اب دیکھو کہ اس معاشرے میں ورع و پرہیز گاری کے کیسے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں اس وقت تو شاذ و نادر کسی کی شادی تھی یا کوئی ایسا معاملہ تھا کہ کوئی ایسی آواز آ رہی تھی۔

اب تو گھر گھر میں دفتر دفتر میں، گاڑی گاڑی میں، محلے محلے میں اور دوکان دوکان میں پوری فضا ہزار بار گندی آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہمارے کانوں

Marfat.com

میں وہ آوازیں داخل ہو جاتی ہیں کون اپنے کانوں کو بند کرتا ہے۔ کون اپنے آپ کو بچاتا ہے اور کون اتنی پابندی کرتا ہے کہ اس سرزمین کو اور ان راستوں کو چھوڑ کے دور چلا جائے اور پھر اس وقت تک کانوں سے انگلیاں نہ نکالے جب تک کوئی بچہ یہ بتا نہ دے کہ اب وہ آواز نہیں آ رہی ہے۔

یہ ہمارے لئے لقمہ حلال کے لحاظ سے، نگاہ کے جائز دیکھنے کے لحاظ سے اور کانوں کے سننے والے بول کے لحاظ سے مکمل ایک ورع و پرہیز گاری کا سبق ہے کہ یہ ہمارے اسلاف ہیں جنہوں نے اتنی احتیاط کی ہے۔ جس وقت حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رستہ کیوں چھوڑا۔ تو انہوں نے کہا:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَۃِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ ھٰذَا

اے نافع! جس طرح تو آج میرے ساتھ چل رہا ہے ایک دن میں نبی ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا میں نے محبوب ﷺ کو دیکھا

وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَۃِ رَاعٍ

محبوب علیہ السلام نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تھی۔ وہ جب سنی تو میرے محبوب ﷺ نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور وہ رستہ بھی چھوڑ دیا اور وہ اس رستے سے ہٹ گئے۔ میں نے جس طرح محبوب ﷺ کو ورع و پرہیز گاری کے انداز میں دیکھا ہے میں اپنی نسل کو وہی انداز سکھا رہا ہوں۔ تا کہ تم آگے اس کو پہنچاؤ کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے ویسے ہی اس کے ساتھ کمپرومائز کر لیا جائے۔

Marfat.com

مومن وہ ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے اپنی ورع پر پہرہ دیتا ہے اور اپنے اندر کسی طرح کا کوئی ایسا سقم نہیں آنے دیتا جس کی وجہ سے پرہیز گاری زخمی ہوتی ہو یا جس کی وجہ سے بندہ مومن کے کردار پر کسی طرح کا بھی بے احتیاطی کا دھبہ اور داغ لگتا ہو۔

تابعین کی ورع و پرہیز گاری

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کی پرہیز گاری کے مستقل ابواب ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ لَہٗ عَلٰی بَعْضِ الْمَجُوْسِ مَالٌ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی سے قرضہ لینا تھا

فَذَھَبَ اِلٰی دَارِہٖ

آپ اس کے گھر تشریف لے گئے

لِیُطَالِبَہٗ بِہٖ

تاکہ اس سے قرضے کا مطالبہ کریں

فَلَمَّا وَصَلَ اِلٰی بَابِ دَارِہٖ وَقَعَ عَلٰی نَعْلِہٖ نِجَاسَۃٌ

جب آپ اس کے گھر کے قریب پہنچے تو آپ کے جوتے پر گندگی لگ گئی

فَنَفَضَ نَعْلَہٗ

تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا جوتا جھاڑا

فَارْتَفَعَتِ النِّجَاسَۃُ عَنْ نَعْلِہٖ وَوَقَعَتْ عَلٰی حَائِطِ دَارِ الْمَجُوْسِیِّ

Marfat.com

تو آپ کے جوتے سے وہ گندگی جدا ہو کے مجوسی کے گھر کی دیوار پہ جا گری

فَتَحَيَّرَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ

تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے وہاں پر سوچنا شروع کر دیا

وَقَالَ اِنْ تَرَكْتُهَا كَانَ ذَالِكَ سَبَبًا لِقُبْحِ جِدَارِ هٰذَا الْمَجُوْسِيِّ

آپ نے کہا کہ اگر یہ نجاست اتارتا ہوں تو یہ دیوار جو کچی ہے اس کی مٹی بھی کچھ اتر آئے گی اور جب اس کی دیوار کی مٹی جو گندگی کھرچنے سے اترے گی تو یہ اس کے ملک میں مداخلت ہو جائے گی۔

دیوار اس کی ہے اور میرے لئے یہ جائز نہیں کہ میں اس کی دیوار کو نقصان پہنچاؤں۔ پھر سوچا اگر نہیں اتارتا تو یہ بھی جائز نہیں کہ میں اس کی دیوار کو گندا کروں اور اس کو ایسے چھوڑ دوں۔

وقت کا امام جن کے بارے میں آئمہ کہتے ہیں جس کو چاہے وہ سونا قرار دیں یعنی اگر وہ چاہیں کہ یہ لکڑی کا ستون سونے کا ہے تو اپنے عقلی دلائل سے سونے کا بھی ثابت کر کے دکھا دیں گے اور ورع و پرہیز گاری اس انداز کی ہے کہ وہاں متحیر ہو گئے کہ میں کیا کروں۔

فَدَقَّ الْبَابَ

دروازے پر دستک دے دی

فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ

تو اندر سے مجوسی کی بچی باہر آئی۔

Marfat.com

فَقَالَ لَهَا قُوْلِیْ لِمَوْلَاكِ اِنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ بِالْبَابِ

آپ نے اس بچی سے کہا کہ تم اپنے باپ سے کہو باہر دروازے پر ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آیا ہے۔

فَخَرَجَ اِلَیْهِ وَظَنَّ اَنَّهٗ یُطَالِبُهٗ بِالْمَالِ

وہ مجوسی باہر نکلا اور اس نے گمان کیا کہ آپ مال کا مطالبہ کرنے آئے ہیں۔

فَاَخَذَ یَعْتَذِرُ

اس مجوسی نے عذر پیش کیا۔

فَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔

وَذَكَرَ قِصَّةَ الْجِدَارِ

آپ نے اپنی پریشانی پر مجوسی کو مطلع کیا اور سارا قصہ سنایا کہ میں آیا تھا اور میرا جوتا گندا ہو گیا تھا اس کو صاف کیا ہے تو نجاست تمہاری دیوار پر جا گری ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ دو صورتیں ہیں۔ اگر چھوڑتا ہوں پھر بھی صحیح نہیں اگر کھرچتا ہوں پھر بھی صحیح نہیں۔

اب بتاؤ میں کیا کروں؟

اِنَّهٗ كَیْفَ السَّبِیْلُ اِلٰی تَطْهِیْرِهٖ

اب اس دیوار کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ کیسے اس کو صاف کروں۔

فَقَالَ الْمَجُوْسِیُّ

Marfat.com

وہ مجوسی کہنے لگا۔ اے وقت کے امام تجھے میری دیوار گندی اچھی نہیں لگتی تو

میں کتنا پاگل ہوں کہ اپنا دل گندہ لئے پھرتا ہوں۔

فَاَنَا اَبْدَأُ بِتَطْهِيْرِ نَفْسِيْ

میں اپنے نفس کی تطہیر سے ابتداء کرتا ہوں۔

فَاَسْلَمَ فِي الْحَالِ

تفسیر کبیر: ۲۴۴/۱

اسی وقت وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

مقروض کی دیوار کا سایہ لینے سے پرہیز اور ورع

یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری کا انداز ہے۔

ایک مقروض سے قرضہ مانگنے گئے ہیں۔ دھوپ شدید ہے اور اس کی دیوار کا

ہے مگر سائے میں کھڑے نہیں ہوئے، دھوپ میں کھڑے ہیں۔ کسی نے کہا کہ

سائے میں کھڑے ہو جاؤ۔ فرمایا سائے میں اس لئے کھڑا نہیں ہوتا۔

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا

جس قرض کے ساتھ قرض خواہ مقروض سے کوئی فائدہ لے تو وہ سود بن جاتا ہے۔

اس لئے میں نہیں چاہتا کہ قرضہ بھی لوں اور ساتھ اس کی دیوار کا سایہ بھی

لوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے سود نہ بن جائے۔ یعنی آپ کی اتنی ورع و پرہیز گاری ہے۔

تجارت اور ورع کا عالم

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کو تجارت کے لئے رکھا

Marfat.com

ہوا تھا اور باقاعدہ اپنی تجارت سے طالب علموں کو پڑھایا ہے یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ کے سارے کے سارے اخراجات خود برداشت کیے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے لوگوں کو تجارت کے لئے بھیجا اور کپڑے کی تجارت تھی تو ایک کپڑا عیب والا تھا اس تاجر کو آپ نے کہا کہ جس کے پاس تم جاؤ گے تو پہلے تم نے اس کو بتانا ہے کہ اس کے اندر فلاں عیب ہے پھر بیچ سکتے ہو ورنہ نہیں بیچ سکتے۔ وہ بندہ گیا اس سے غفلت ہو گئی۔ بیچتے بیچتے وہ کپڑا بھی بیچ آیا اس نے بتایا نہیں کہ اس میں یہ عیب ہے چونکہ ملا ہوا تھا اس کو پتہ نہیں چلا۔

واپس آیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کیا کیا ہے۔

کہا سب کپڑے بیچے ہیں اور ساتھ وہ کپڑا بھی بیچ آیا ہوں مگر مجھے بتانا یاد نہیں رہا کہ اس میں عیب ہے۔

اس پر امام صاحب رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے پیسے تم نے کتنے لئے تھے؟ تو اس نے کہا مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کتنے لئے تھے۔

فرمایا:

آج کل پیسے کتنے ہیں۔ وہ سارے پیسے آج میرے لئے جائز نہیں ہیں ان سارے پیسوں کو فقراء کے اندر تقسیم کر دیا۔

یہ انداز حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری کا ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ورع و پرہیز گاری

حضرت امام بن حنبل رضی اللہ عنہ میں بھی یہی انداز نظر آتا ہے۔

Marfat.com

حضرت امام بن حنبل رضی اللہ عنہ کے گھر میں آٹا گوندھا گیا تو خمیر ے کی ضرورت تھی وہ کہیں سے مانگ کے لایا گیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو شک پڑ گیا کہ جہاں سے یہ خمیرہ آیا ہے ان لوگوں کا رزق کچھ مشکوک ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو یہ کہہ دیا کہ اس آٹے کی روٹیاں تم میرے گھر نہیں پکا سکتی میں یہ روٹی نہیں کھاؤں گا اور نہ ہی اپنے گھر کسی کو کھانے دوں گا۔ تو انہوں نے پوچھا اے امام کیا ہم یہ فقراء کو دے دیں تو آپ نے فرمایا ایک شرط پر دے سکتے ہو۔

فقراء سے کہہ دو کہ یہ آٹا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا ہے مگر انہوں نے خود اس کی روٹی نہیں کھائی۔ سبب یہ تھا کہ جن سے خمیرہ لیا گیا ان کے رزق میں کچھ شک ہے۔ ہمارے آٹے میں وہ شامل ہو گیا ہے۔

اگر فقراء قبول کر لیں تو پھر ٹھیک ہے مگر بتائے بغیر تم نہیں دے سکتے۔

فقراء بھی پھر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے زمانے کے فقراء تھے۔ یہ نہیں کہ لکڑ ہضم، پتھر ہضم۔ فقراء کو بتایا گیا کہ یہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے گھر کا آٹا ہے ہم یہ تمہیں دینا چاہتے ہیں لیکن خود انہوں نے اس کی روٹی کھانے سے انکار کیا ہے۔ تو فقراء نے کہا جس آٹے کی روٹی زمانے کا امام نہ کھائے اس امام کے غلام کیسے کھا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی نہیں کھائیں گے۔

اسکے بعد امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر وہ آٹا دریا میں پھینک دیا گیا۔ دجلہ کے اندر اس کو ڈالا گیا پھر امام صاحب کو پتہ چلا کہ وہ تو دریا میں پھینک

Marfat.com

دیا گیا ہے فرمایا تم نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں اور دریا میں پھینک دیا۔ دریا میں تو مچھلیاں ہوتی ہیں وہ استعمال کر جائیں گی۔ اگر تم نے وہ آٹا دریا میں ڈالا ہے تو آج سے میرا اعلان سن لو میری کوئی دعوت پکانے والا مجھے دجلہ کی مچھلیاں نہ کھلائے اور میرے گھر والے کبھی اس مچھلی کو استعمال نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ دریا میں وہ آٹا گرا ہے کہ جس میں ایک شک والا پہلو موجود تھا۔

اس انداز سے ہمارے سامنے ان لوگوں کی ورع و پرہیز گاری ہے اور ان کا تقویٰ وطہارت ہے۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

5

طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثناء اور حضور سرا رکائنات، فخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں سید سروراں، حامی بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

Marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت ومودت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے چودھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ طلاق کا مسئلہ ہے۔

بقائے نسل اور بقائے انسانیت چونکہ نکاح سے وابستہ ہے اور نکاح کے شعبہ جات میں سے طلاق کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ لہٰذا ایک شخص جو مومن ہے، عاقل ہے، بالغ ہے، اس پر نکاح اور طلاق کے مسائل کو جاننا یوں فرض ہے جیسے اس پر نماز کی فرضیت ہے۔ پورے دین کو جاننا تو ایک فرض کفایہ ہے لیکن ایک مسلمان زندگی کے جس شعبہ میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے اس کے مسائل کو جاننا فرض عین ہے۔

مثال کے طور پر تاجر کا تجارت کے شرعی مسائل کو جاننا یہ فرض عین ہے۔ اسی

Marfat.com

طرح جو عاقل و بالغ ہے اس کے لئے نکاح کے مسائل، طلاق کے مسائل اور ان تمام چیزوں کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ بالخصوص طلاق ثلاثہ کا مسئلہ طلاق کے اہم مسائل میں سے ہے۔

اس واسطے آج ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے اور اس کی بحث کے جو اہم حصے ہیں، وہ سامنے لائیں گے۔

طلاق کا لغوی معنیٰ

طلاق عربی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ کھولنا ہے۔

1- حل العقد: کسی رسی کو کھولنا، اس کو لغت میں طلاق کہا جاتا ہے۔

2- ناقۃ طالق: وہ اونٹنی کہ جس کی رسی اتار دی گئی ہو یعنی رسی سے باندھی ہوئی ہو اور اس کی رسی کو کھول دیا جائے۔

3- اسیر مطلق: جیل میں بند قیدی کو رہا کیا جائے تو اسے اسیر مطلق کہا جاتا ہے

لغوی طور پر طلاق کا استعمال

لغوی طور پر لفظ طلاق حسی قید کو ختم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی رسی تھی یا بیڑی تھی یا کسی اور چیز نے بندے کو روکا ہوا تھا، وہ حسی تھی، یعنی نظر آ رہی تھی۔ انسان ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو جس کو کسی چیز کے ساتھ باندھا گیا ہو تو اس حسی قید کو حسی بیڑی کو اور حسی گرہ کو کھولنا طلاق کا لغوی معنیٰ ہے۔

Marfat.com

عرفی طور پر طلاق کا استعمال

عرف کے لحاظ سے فقط طلاق ایک معنوی قید کو اٹھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عورت کا مرد کے ساتھ جو رشتہ نکاح کی وجہ سے بنا تو وہ ایسا نہیں تھا کہ عورت کو کسی رسی کے ساتھ باندھا گیا ہو، کوئی محسوس قید یا کوئی محسوس چیز نہیں تھی۔ ایک معنوی چیز تھی کہ جس کی وجہ سے عورت ایک مرد کے ساتھ باندھی گئی تھی اور اس کے ساتھ متعلق ہو گئی تھی، اس کا عقد ہو گیا تو عرف کے لحاظ سے لفظ طلاق اس معنوی قید کو اٹھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس واسطے آج اس طلاق کی گفتگو کو سنتے ہوئے اس لغوی وضاحت اور عرفی وضاحت کے ساتھ ہمیں طلاق کا اصطلاحی معنی بھی دیکھنا چاہئے۔

اصطلاحی تعریف

حَلُّ قَیْدِ النِّکَاحِ بِلَفْظِ الطَّلَاقِ وَنَحْوِهٖ درمختار: ۲/۵۷۰

طلاق یا اس طرح کے کسی لفظ کو بول کے نکاح کے بندھن کو ختم کر دینا، اس کو طلاق کہا جاتا ہے۔ نکاح کی قید کو لفظ طلاق سے یا اس طرح کے لفظ سے اٹھا دینا اس کو طلاق کہتے ہیں۔

رَفْعُ قَیْدِ النِّکَاحِ فِی الْحَالِ اَوِ الْمَآلِ بِلَفْظٍ مَخْصُوْصٍ درمختار ۲/۵۷۰

نکاح کی قید کو اٹھانا اسی وقت یا مستقبل میں لفظ مخصوص کے ساتھ اس کو طلاق

Marfat.com

کہا جاتا ہے۔

اس میں حال کا اور مآل کا جو استعمال ہوا ہے اس سے اصل میں طلاق کی جو دو اقسام ہیں، ان کو بیان کرنا مقصود ہے۔

نمبرا۔طلاق رجعی: Revocable Divorce

طلاق رجعی میں بھی ایک قید کو اٹھایا جاتا ہے مگر وہ فی الحال نہیں اٹھتی۔ اس میں ابھی وقت گزرے گا تو پھر وہ طلاق حکم کا فائدہ دے گی، چونکہ اس میں بندے کو عدت کے اندر رجوع کا اختیار ہے، وہ جب چاہے صرف اتنا کہہ دے کہ یہ میری بیوی ہے تو طلاق کا اثر ختم ہو جائے گا لیکن طلاق اس کے کوٹے میں شمار ہوگی کہ اس مرد نے ایک طلاق دے دی ہے اور باقی صرف دو کا حق رہ گیا ہے لیکن کسی نئے نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس طلاق رجعی کی وجہ سے رجوع کافی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ طلاق رجعی کی وجہ سے طلاق کا بندھن اٹھتا تو ہے مگر فی الحال نہیں اٹھتا مستقبل میں جا کے اٹھتا ہے۔ جب عدت ختم ہو جائے گی تو عدت ختم ہونے کے بعد پھر نکاح والا حکم ختم ہو جائے گا وہ عورت پہلے خاوند سے آزاد ہوگی، آگے جہاں چاہے گی شادی کر سکے گی۔

دوسری قسم کی پھر دو قسمیں ہیں۔

1۔طلاق بائنہ۔

2۔طلاق مغلظہ Irrevocable Divorce

طلاق رجعی کے علاوہ جو طلاق بائنہ ہے یا مغلظہ تو اس کی وجہ سے فوراً نکاح کا

Marfat.com

حکم اٹھ جاتا ہے، اسی وقت وہ عورت بندے کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔ اگرچہ آگے نکاح کرنے کے لیئے اس کو عدت تو گزارنا پڑے گی مگر فی الحال نکاح سابق کی قید اٹھ جائیگی۔ اس تعریف کا یہ مطلب ہوا کہ نکاح کی قید کو اٹھانا لفظ مخصوص کے ساتھ، خواہ فی الحال نکاح کی قید اٹھا دی جائے یا مستقبل کے اندر وقت معین گزرنے پر نکاح کی قید اٹھا دی جائے۔

الفاظ طلاق

اس کے لئے الفاظ مخصوص ہیں یا تو صراحۃً لفظ طلاق کہہ دے یا اس طرح کہہ دے کہ تو مجھ سے بائن ہے، یا حرام ہے۔ اس طرح کے الفاظ بولے۔

طلاق دینے کا جواز

اسلام میں طلاق دینے کا جواز تو ہے مگر یہ کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے۔ اصل میں ایک مرد اور ایک خاتون کا آپس میں رشتہ قائم ہوا تو اسلام یہ چاہتا ہے کہ یہ آپس میں گزارہ کریں۔ اگرچہ آپس میں کچھ طبیعتوں کا فرق بھی ہے لیکن پھر بھی کوشش یہ کی جائے کہ ناچاقی نہ ہو اور ان کا گزارہ ہوتا رہے بہر حال طلاق کا جواز قرآن و سنت میں موجود ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

طلاقیں دو ہیں پھر اس کو اچھے طریقے سے روک لو یا پھر احسان کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دو۔

Marfat.com

اس سے پتا چلا کہ طلاق دینا شرعی طور پر جائز ہے۔ ایسے ہی رسول اکرم ﷺ سے بوقت حاجت طلاق کا صدور ہوا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے طلاق دی اور پھر آپ نے رجوع کیا، جس طرح ابن ماجہ میں یہ حدیث شریف موجود ہے:

طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا ابن ماجہ: ح: ۲۰۱۶

رسول اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر ان کی طرف رجوع کیا۔

اس سے پتہ چلا کہ طلاق دینا جائز ہے۔ اچھا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت نہ آئے، ممکن حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ ابن ماجہ شریف۔ ح: ۲۰۱۸

اللہ کے نزدیک حلال کاموں میں سے جو ناپسندیدہ کام ہے، وہ طلاق دینا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ جواز تو ہے لیکن یہ پسندیدہ کام نہیں ہے۔

حدیث نمبر 2

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِىْ غَيْرِ مَابَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

سنن ابن ماجہ: ص ۱۴۸۔ رقم الحدیث۔ ۲۰۵۵ مسند امام احمد: ۵/۲۷۷

Marfat.com

جس خاتون نے بغیر سبب کے خاوند سے طلاق مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کی خوشبو کو بھی حرام کر دیا۔

یعنی نہ تو مرد طلاق دینے میں جلدی کرے اور نہ ہی عورت مرد کو کہے کہ تو مجھے طلاق دے دے، اس کو اتنا ناپسند کیا گیا کہ جس نے بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے خاوند سے کہا کہ تو مجھے فارغ کر اور تو مجھے طلاق دے دے تو رسول اکرم ﷺ اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو کو حرام فرما دے گا۔

لہٰذا یہ شریعت مطہرہ کا تقاضا ہے کہ مرد بھی اس میں جلدی نہ کرے اور عورت بھی خواہ مخواہ مطالبہ نہ کرے۔ اصل جو رشتہ منعقد ہو گیا، اس کو نبھانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے بعد اگر ان دونوں کا گزارہ نہیں ہوتا تو یہ ایک معقول سبب ہے یعنی ان کی طبیعتوں میں شرق و غرب کا بعد ہے اور بالکل اس گاڑی کے چلنے کا کوئی امکان ہی نظر نہیں آتا تو پھر شریعت میں اجازت موجود ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے مرد کو اختیار دیا ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ   سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، عورت کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اسباب کے پائے جانے کے بعد وہ جب چاہے گرہ کھول دے، طلاق واقع ہو جائے گی۔ اصل اساسی حق مرد کا ہے، نہ عورت خود طلاق دے سکتی ہے اور نہ ہی جج اور حاکم اپنی طرف سے عام نارمل صورت میں مرد کی طرف سے وکیل بن کے طلاق دے سکتے ہیں۔

Marfat.com

طلاق دینے میں مرد کے اختیار کی حکمت:

آج کے دور میں اذہان روشن خیالی کا ایک وبال رکھتے ہیں تو کئی لوگ اس پر بھی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں کہ اگر مرد کو حق ہے تو عورت کو حق کیوں نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اور اس کی حدود ہیں، یہ قیاسی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا جیسا حکم ہے ویسے ماننا پڑے گا لیکن حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

1۔ عورت اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے فیصلوں میں جلد باز ہوتی ہے، جلد متاثر بھی ہو سکتی ہے اور جلد متنفر بھی ہو سکتی ہے۔ اگر عورت کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار ہوتا تو چھوٹے چھوٹے معاملات پر طلاق دے بیٹھتی اور اس کے بعد پھر ساری عمر پچھتاتی رہتی اور شرمسار رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار نہیں دیا بلکہ اس کے مقابلے میں اختیار مرد کو دیا کیونکہ مرد مجموعی طور پر اتنا جلد باز نہیں ہے، بالکل معمولی سی بات پر وہ کوئی ہمیشہ کی دوریاں بنانے والا نہیں ہے تو اس کو طلاق کا اختیار دیا گیا.

2- طلاق کے واقع ہونے کے بعد کچھ مالی اخراجات ہوتے ہیں، وہ اخراجات مرد کو برداشت کرنے پڑیں گے تو جس نے اخراجات برداشت کرنے ہیں پھر وہ ہی دروازہ بھی کھولے۔ اخراجات کیا ہیں۔ مثلاً نکاح میں مہر موجل تھا ابھی ادا نہیں کیا گیا تھا مثلاً وہ دو سال کے بعد کرنا تھا۔ اب یہ قانون ہے کہ اگر طلاق ہو جائے تو فوراً مہر ادا کرنا پڑتا ہے، اب مرد پر یہ لازم ہے کہ وہ ابھی مہر پورا کرے۔ جب وہ طلاق دینا چاہتا ہے تو اس کو سوچ کے طلاق دینی ہے کہ مجھے اتنے پیسے بھی دینے

Marfat.com

پڑتے ہیں اور میرے پاس بندوبست بھی نہیں ہے۔

ایسے ہی عدت کا نفقہ بھی تو مرد کے ذمے ہے اس کی ساری صورتحال اس کے سامنے ہوتی ہے تو اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو آگے جا کے کچھ اخراجات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ ہی اپنی رضا سے چاہے تو گرہ کھولے چاہے تو گرہ نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار مرد کو دیا لیکن اگر کوئی بندہ اختیار ختم کرنا چاہے تو پھر اس کو اجازت ہے، اختیار اپنا ختم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً نکاح کے وقت لڑکی والوں نے یہ لکھوا لیا تھا کہ ہماری لڑکی جب چاہے گی اپنے آپ کو طلاق دے سکے گی اور مرد نے اس کو تسلیم کر لیا تھا تو مرد نے خود ہی اپنا حق ختم کر دیا۔

اس کے بعد جس عورت نے طلاق کا حق مرد سے لے لیا ہے، مرد کا حق اس نے وصول کر لیا ہے تو وہ جب چاہے گی، طلاق دے سکے گی۔ لیکن اصولی طور پر اگر کوئی شرط ایسی طے نہیں ہوئی تو قرآن مجید کا جو فیصلہ ہے، وہ یہ ہے کہ

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، وہ کھولے گا تو کھلے گی، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

طلاق دینے کا طریقہ

شریعت میں طلاق دینے کا ایک طریقہ ہے۔ یہ نہیں کہ جس طرح بندہ چاہے، بے لگام بولتا جائے اور طلاق دے۔ طلاق دینے کا سنت میں اور شریعت میں ایک طریقہ ہے، اس کے مطابق طلاق دینی چاہئے۔

Marfat.com

1- جب بندہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہاں طلاق کی حاجت بھی پائی جائے، بلا وجہ طلاق نہ ہو، چونکہ طلاق کوئی پسندیدہ کام نہیں، واقعی کوئی حاجت متحقق ہو جائے تو پھر طلاق دی جائے۔

2- مرد طلاق اس وقت دے جب عورت کے ماہواری کے دن نہ ہوں، یعنی عورت حالت حیض میں نہ ہو، اس وقت اس عورت کو طلاق دے کیونکہ حالت حیض میں تو وہ طبعاً نفرت کر سکتا ہے، اس وقت طلاق کا حکم دیا گیا جب عورت اس کے لئے رغبت والی ہو، لیکن پھر بھی اگر وہ طلاق دینا چاہتا ہے تو اب حالت طہر میں دے تاکہ پتہ چلے کہ وہ واقعی اس سے جدا ہونا چاہتا ہے۔

طلاق دینے کا جو میں طریقہ بیان کر رہا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اچھا طریقہ ہے، اگر کسی نے بغیر حاجت شرعی کے پائے جانے کے طلاق دے دی، طلاق تو ہو جائے گی لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ حاجت ہو تو طلاق دے۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے حیض میں طلاق دے دی تو اس میں طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن شریعت یہ چاہتی ہے کہ طلاق اس وقت ہو جب طلاق دینا مشکل ہو، حیض کے وقت طلاق دینا آسان ہے اور طہر کے ایام میں طلاق دینا مشکل ہے، لہٰذا اس وقت یہ طلاق دے جب کچھ رکاوٹ ہو۔

3- شریعت یہ چاہتی ہے کہ تینوں طلاقیں اکٹھی نہ دی جائیں، ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے تاکہ اس کے پاس ابھی گنجائش باقی ہو۔ ایک طہر میں دے گا تو عورت کا ہوش ٹھکانے آجائے گا اور ایسے ہی مرد کا بھی ہوش ٹھکانے آجائے گا۔

Marfat.com

ایک طلاق ہو چکی ہے تو اب اس کو پتہ چلے گا کہ میرے بچوں کا کھانا کس نے پکانا ہے اور میری زندگی کیسے گزرنی ہے اور ابھی پیچھے گنجائش بھی باقی ہوگی۔ ابھی مرد دو طلاقوں کا اختیار رکھتا ہے تو شریعت نے قانون رکھا کہ وہ ایک طہر میں ایک طلاق دے تاکہ کم سے کم طلاقیں واقع ہوں اور طلاقیں واقع ہونے میں رکاوٹیں ہوں۔

شریعت یہ چاہتی ہے کہ ہر بندہ یوں اٹھ کے طلاق نہ دینا شروع کر دے، ہر طہر میں ایک طلاق دے گا تو پھر ٹائم گزرے گا اور اس میں ایسا لمحہ ضرور آئے گا، جس میں اس کو ہوش آئے گا، اگر وہ لوٹنا چاہے گا تو واپس آسکے گا۔ اس کیلئے گنجائش موجود ہوگی، تو یہ شریعت نے طریقہ رکھا کہ وہ صرف ایک طلاق دے لیکن جس طرح پہلے دو باتوں میں اگر دیتا ہے تو ہو جاتی ہے۔ ضرورت کے بغیر طلاق دے پھر بھی واقع ہو جاتی ہے، حیض میں طلاق دے پھر بھی واقع ہو جاتی ہے، اور ایسے ہی تینوں طلاقیں بیک بار دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

شریعت چاہتی ہے کہ ایک ایک طلاق دے تاکہ حکمت کا تقاضا پورا ہو لیکن اگر وہ اللہ کی طرف سے دیا ہوا گولڈن چانس نہیں لینا چاہتا اور اس پر وہ ضدی ہے، ہٹ دھرم بنا ہوا ہے تو پھر اس کو سزا بھی ملے گی۔

اب جس وقت وہ تینوں طلاقیں دے گا، اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں، یا یہ کہتا ہے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، یہ تینوں جملے ایک ہی مجلس میں بول دیتا ہے یا ایک ہی طہر میں بول دیتا ہے یا پھر وہ طلاق علیحدہ علیحدہ دیتا ہے تو جس طرح بھی وہ طلاق دے گا تینوں کی

Marfat.com

تینوں واقع ہوجائیں گی۔

خواہ جملہ ایک ہو یا جملے جدا جدا ہوں۔ طہر ایک ہو یا طہر جدا جدا ہوں مجلس ایک ہو یا مجلسیں جدا جدا ہوں تو جس وقت وہ تینوں طلاقیں دے گا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور اس کے بعد وہ عورت خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی اور اس عورت کا مرد کے ساتھ کوئی ازواجی تعلق باقی نہیں رہے گا، یہ فائنل طلاق ہے کہ جس میں رجوع کا نکاح کے لحاظ سے کوئی چانس نہیں ہے۔

بائنہ میں نکاح ہوسکتا ہے اور طلاق رجعی میں عدت گزر جائے تو وہ بائنہ بن جاتی ہے، اس میں نکاح سے معاملہ صحیح ہوسکتا ہے۔ جو ابتداءً بائنہ ہے اس سے بھی نکاح کے ساتھ کام چل سکتا ہے مگر یہ جو تین طلاقیں ہیں، یہ فائنل طلاقیں ہیں، یہ وہ مقام ہے جہاں میاں بیوی کا آپس میں تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتا ہے اور وہ عورت خاوند پر ہمیشہ کیلئے حرام ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید نے واپسی کی ایک ہی صورت رکھی ہے وہ یہ ہے

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

سورۃ البقرۃ: ۲۳۰

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک وہ اس کے سوا کسی اور زوج سے شادی نہ کرے۔

یعنی وہ عورت یہاں سے فارغ ہوگئی، کہیں اور شادی ہوگئی اور وہاں سے پھر اگر اس کو طلاق ہوگئی، اگر وہ پہلے خاوند کے پاس آنا چاہے تو وہ آسکے گی۔ اس کے

Marfat.com

سوا قرآن مجید نے واپس لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا اور ہمیشہ کے لئے وہ عورت مرد کے لئے حرام ہوگئی۔

ان تین شرائط میں حکمت یہ ہے کہ طلاق کے اندر کچھ رکاوٹ ہوتا کہ بندہ آخری حد کو نہ چھوئے کہ جہاں سے پھر لوٹنا مشکل ہو جائے۔

طلاق ثلاثہ اور امت مسلمہ

طلاق کے اسباب اور علل کو بیان کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے، ہم اصل میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ طلاق ثلاثہ کے بارے میں امت مسلمہ کا جو موقف رہا ہے، رسول اکرم ﷺ کے فرامین سے اس کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

طلاق ثلاثہ کی صورت حال کہ ایک ہی جملے میں تینوں دی جائیں اور ایک مجلس میں تینوں دی جائیں، یہ واقع ہو جاتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے زمانہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا یہی موقف رہا ہے، وہ صحابہ کرام ہوں یا تابعین یا ائمہ اربعہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان چاروں کی فقہ کے اندر یہ تینوں طلاقیں اسی انداز میں واقع ہو جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں اور ائمہ ہیں، سارے کے سارے اس بات پر متفق ہیں کہ جس وقت ایک شخص اپنی زبان سے تینوں طلاقیں دے دیتا ہے، اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی، وہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اس کے بعد وہ عورت ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتی ہے۔

اس میں یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ ایک ہے طلاق کا شریعت کے مطابق

Marfat.com

ہونا اور ایک ہے واقع ہو جانا۔ اب جس آدمی نے تینوں بیک بار دی ہیں تو اس نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے مگر جو کچھ اس نے کیا ہے، وہ ہو جائے گا۔ اس کی مثال سمجھئے۔

سنت طریقہ پانی پینے کا یہ ہے کہ تین بار سانس لیا جائے، اب اگر ایک شخص سانس نہیں لیتا اور پانی کا گلاس پی جاتا ہے تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ جس نے سنت کے مطابق پانی نہیں پیا اس نے پانی نہیں پیا۔ اگر اس نے تین سانس درمیان میں نہیں لئے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے گلاس پانی نہیں پیا۔ پانی تو اس نے پیا ہے مگر سنت طریقے سے نہیں پیا بلکہ خلاف سنت طریقے سے پیا ہے۔

ایسے ہی تینوں طلاقیں جس نے بیک بار دی ہیں، اس کی تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی لیکن کام اس کا خلاف شرع ہوگا، اس کا دہرا جرم ہے کہ اس نے ایک تو جو طلاق کا ناپسندیدہ کام تھا وہ کیا ہے اور پھر ناپسندیدہ کام ناپسندیدہ طریقے سے کیا ہے اس کو چاہئے تھا کہ اگر اس نے ایسا کرنا ہی تھا تو جو شریعت میں طریقہ ہے وہ طریقہ سامنے رکھتا۔ مگر یہاں تو الٹی گنگا بہتی ہے۔

ایک تو وہ شخص جرم کر رہا ہے کہ اس نے شرعی طریقہ کو چھوڑا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کو چھٹی دے دو، اس نے گویا یہ کام کیا ہی نہیں، نہیں نہیں۔ جس نے کیا ہے، ماننا پڑے گا کہ کام واقع ہو گیا ہے اور طلاقیں منعقد ہو چکی ہیں لیکن اس نے شریعت کے مطابق نہیں دی ہیں۔ چاہئے تھا کہ ہر طہر میں ایک طلاق دیتا لیکن جو اس نے کیا ہے، وہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

میں اس وقت جمہور کا مذہب، ائمہ اربعہ کا مذہب بیان کر رہا ہوں اور سنت

Marfat.com

طریقہ بیان کر رہا ہوں۔ میں یہ بھی بیان کر رہا ہوں کہ طلاق ناپسندیدہ عمل ہے اور طلاق پر پابندیاں ہیں کہ بندہ کسی طرح طلاق دینے سے بچے، طلاق دے کے جب دروازہ بند ہو گیا تو کسی مفتی کی مجال نہیں کہ وہ کھولے، وہ دروازہ خدا نے بند کیا اور بندہ پھر اس کو کھول نہیں سکے گا۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق ثلاثہ کا حکم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نسائی شریف باب الثلاثۃ المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ کی حدیث نمبر ۳۴۳۰ میں موجود ہے۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ رَجُلٍ ثَلَاثَ تَطْلِیْقَاتٍ جَمِیْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَنَا بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ حَتّٰی قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اَقْتُلُہٗ

نسائی شریف، باب الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ، رقم الحدیث: ۳۴۳۰

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دیں:

فَقَامَ غَضْبَانَ

تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غصے سے کھڑے ہو گئے، آپ کو بڑا غصہ آ گیا۔

ثُمَّ قَالَ

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَنَا بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ۔

Marfat.com

کیا میرے ہوتے ہوئے قرآن مجید سے مذاق کیا جارہا ہے۔

جس نے تینوں طلاقیں اکٹھی دی ہیں اس نے اللہ کے قرآن سے مذاق کیا ہے، اتنا محبوب ﷺ کو غصہ تھا کہ آپ بیٹھ نہ سکے بلکہ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کو بھی یہ محسوس ہوا کہ آپ سخت غصے میں ہیں۔

حَتّٰی قَامَ رَجُلٌ

یہاں تک کہ ایک بندہ کھڑا ہو گیا

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

اَلَا اَقْتُلُہٗ

اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو قتل کرآؤں۔

جس نے تینوں طلاقیں اکٹھی دی ہیں، یہ کام رسول اکرم ﷺ کو کتنا ناپسند ہوا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر تینوں طلاقیں اکٹھی دینے سے واقع نہ ہوتیں تو سرکار ﷺ کو غصے کی کیا ضرورت تھی، آج جو لوگ کہتے ہیں ہزار دیں تو پھر بھی کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر سرکار دوعالم ﷺ کو کتنا غصہ ہے کہ میں تمہارے اندر بیٹھا ہوں اور میرے قرآن سے مذاق ہو رہا ہے۔ کوئی تین طلاقیں دے رہا ہے، کوئی کچھ کر رہا ہے۔ جبکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ انداز دو باتیں ہمارے لئے واضح کر رہا ہے۔

1- ایک یہ ہے کہ جو بندہ تین طلاقیں دیتا ہے، تینوں ہو جاتی ہیں ورنہ

Marfat.com

نبی پاک ﷺ کو غصہ نہ آتا۔

2- دوسرا یہ ہے کہ جو طبقہ آج طلاق کو سمجھتا ہی کچھ نہیں، صبح بھی دیتے ہیں، شام کو بھی دیتے ہیں اور پھر بسائے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ہزار بھی دے دیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ کی حد ہے، اللہ کی حد سے جو مذاق کرے، اللہ اس کو کبھی بھی پسند نہیں کرتا۔ اس واسطے میرے محبوب ﷺ فرمانے لگے:

تعجب ہے کہ میں تمہارے اندر بیٹھا ہوں، میرے ہوتے ہوئے میرے قرآن سے مذاق ہو رہا ہے، لہٰذا جو طلاق دے سوچ کے دے، اس انداز سے طلاق نہ دو جس سے مجھے بھی غصہ آئے اور میرے خالق کو بھی غصہ آئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کا عمل ایسا نہیں ہے کہ وہ تین دے بھی دے اور کچھ بھی نہ ہو بلکہ یہاں ڈبل ہوگا، تینوں واقع ہو جائیں گی اور دوسرا شریعت کی ناراضگی ہوگی۔

قرآن مجید سے دلائل

آیت نمبر 1-

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ (سورۃ الطلاق: 1)

جو بندہ اللہ کی حدود سے تجاوز کر گیا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا

Marfat.com

تمہیں پتہ نہیں شاید اللہ اس کے بعد کوئی چیز پیدا فرمادے۔

اس کی شرح امام نووی نے شرح مسلم میں جس انداز سے کی ہے، وہ بڑا ہی خوبصورت انداز ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم کے صفحہ ۴۷۸ میں اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قَالُوْا مَعْنَاہُ اَنَّ الْمُطَلِّقَ قَدْ یَحْدُثُ لَہٗ نَدَمٌ۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کبھی طلاق دینے والے کو شرمندگی ہوتی ہے۔

فَلَا یُمْکِنُہٗ تَدَارُکُہٗ لِوُقُوْعِ الْبَیْنُوْنَۃِ۔

پھر اس شرمندگی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا، علیحدگی کے واقع ہونے کی وجہ سے اب اس وقت شرمندگی کا کوئی فائدہ نہیں یعنی تحلیل شرعی کے بغیر تدارک نہیں ہو سکے گا۔

فَلَوْ کَانَتِ الثَّلَاثُ لَمْ تَقَعْ لَمْ یَقَعْ طَلَاقُہٗ ھٰذَا اِلَّا رَجْعِیًّا فَلَا یَنْدَمُ۔

اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو یہ طلاق صرف رجعی واقع ہوتی پس اسے ندامت نہ ہوتی۔

اگر تینوں طلاقیں ایک واقع ہوتیں تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ تم حدود سے تجاوز کر گئے ہو۔

یہ تب ہوا جب وہ ایسے موڑ پر پہنچ گیا ہے کہ ندامت تو ہے لیکن ندامت کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، وہ تینوں طلاقیں جب دے چکا تو پھر اس کو شرمندگی ہوئی کہ کاش میری بیوی واپس آجائے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ۔

جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا۔

کیسے؟ اس نے تینوں اکٹھی طلاقیں دے دیں۔

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔

اس نے اپنے آپ پر خود ظلم کیا ہے۔

یہ کوئی نہ کہے کہ شریعت نے کسی کا گھر برباد کر دیا۔ مفتی نے یہ کر دیا، شریعت نے یہ کر دیا، مفتی کی کیا مجال کہ وہ ایسا کرے، یہ فیصلہ تو رب ذوالجلال کا ہے۔

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔

اے طلاق دینے والے! تجھے پتہ نہیں اگر تو ہمارے کہنے کے مطابق ایک ایک دیتا تو اس ایک کے بعد بھی ہوش ٹھکانے آتا، اللہ امر پیدا کر دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کی واپسی کا تیرے دل میں خیال ڈالتا کہ یہ کہاں جائے گی، میں کہاں جاؤں گا تو میں ایسا طریقہ اختیار کروں کہ وہ واپس آجائے تو طلاق دیتے وقت ظلم نہ اپنے آپ پہ کرو نہ کسی اور پہ کرو، طلاق اس انداز میں دو، اگر ندامت ہو تو پھر اس کا تدارک بھی ہو سکے۔

اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو پھر ندامت کی صورت نہ بنتی کہ جس کا تدارک ہو ہی نہ سکے۔ چونکہ ایسی صورت قرآن بیان کر رہا ہے تو پتہ چلا تین طلاقیں ضرور واقع ہو جاتی ہیں، امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوئی ہوتیں تو طلاق رجعی واقع ہوتی، طلاق رجعی

Marfat.com

میں اسکے لئے واپسی کا امکان موجود ہوتا، اس کو ظالم بھی نہ کہا جاتا، لاتدری کے الفاظ بھی نہ بولے جاتے، تو اللہ تعالیٰ کا قرآن بول رہا ہے کہ اس طریقے سے طلاق دو تاکہ حدود سے تجاوز بھی نہ ہو، اپنے اوپر ظلم بھی نہ ہو اور تمہارے لئے ندامت کو رفع کرنے کا موقع بھی موجود ہو۔

اس کی شرح معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں کی گئی ہے۔

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ (سورۃ الطلاق:۱)

کہ اللہ ایک امر پیدا کردے گا۔

وہ کیا امر ہے؟ کہتے ہیں:

يُوْقِعُ فِيْ قَلْبِ الزَّوْجِ مُرَاجَعَتَهَا بَعْدَ الطَّلْقَةِ أَوِ الطَّلْقَتَيْنِ۔

معالم التنزیل: ۵/۲۰۱ تفسیر خازن: ۴/ ۲۷۸

اللہ تعالیٰ خاوند کے دل میں یہ بات ڈالے گا، کہ ایک طلاق کے بعد یا دو طلاقوں کے بعد تم اپنی بیوی سے رجوع کرلو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم سارے دروازے خود ہی بند کر رہے ہو اور تینوں اکٹھی دے رہے ہو، اپنے اوپر ظلم کر رہے ہو۔ یوں کرو کہ تمہاری ندامت کو مٹانے کا چانس باقی ہو۔ آج تمہیں سو فیصد جس بیوی سے نفرت ہے اور طلاق دے رہے ہو، کل اس سے سو فیصد رغبت بھی پیدا ہو جائے تو اللہ ایک طلاق کے بعد یا دو طلاقوں کے بعد تمہاری طبیعت میں یہ بات پیدا کردے گا کہ رجوع ہونا چاہئے اور پھر گنجائش بھی ہوگی تو رجوع ہو جائے گا۔ اگر تم نے ایسی صورتحال اختیار کرلی کہ تینوں طلاقیں دے

Marfat.com

چکے ہو، کچھ بھی باقی نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گنجائش نہیں ہے، جس کو رب گنجائش نہ دیتا ہو، اسے کون اپنی طرف سے گنجائش دے سکتا ہے۔

دوسری آیت

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ (سورۃ الطلاق: ۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو اللہ سے ڈرے۔

يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔

اللہ تعالیٰ اس کے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے۔

جو ڈرے وہ مارا نہیں جاتا، اس کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور جو نہیں ڈرتا اس کے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کی تشریح مفسر بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔ یہ حدیث شریف ابوداؤد شریف کے باب انسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث کی حدیث نمبر ۲۱۹۷ ہے۔

عن مجاهدٍ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ

آپ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

فَجَاءَهٗ رَجُلٌ

ایک بندہ آ گیا۔

جس طرح طلاق کے بعد پریشان ہو کہ بندہ آجاتا ہے اور وہ کہتا ہے، کچھ

Marfat.com

میرے لئے کرو۔ ایسی صورتحال تھی، وہ آ گیا

فَقَالَ اِنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا۔

اس آدمی نے آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔

اب میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے لئے کوئی حل تلاش کریں،

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَسَکَتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے۔

حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ رَادُّهَا اِلَیْهِ

یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس عورت کو اس مرد کی طرف واپس لوٹا دیں گے۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے اور اس کی جھاڑ کی جو طلاق دے کے آیا تھا۔

ثُمَّ قَالَ یَنْطَلِقُ اَحَدُکُمْ فَیَرْکَبُ الْحُمُوْقَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ تم میں سے ایک شخص چلتا ہے اور حماقت پہ سوار ہو جاتا ہے۔

فَیَرْکَبُ الْحُمُوْقَةَ۔

حماقت کی سواری بنالیتا ہے اور اس پر سوار ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ یَقُوْلُ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ۔

Marfat.com

اور پھر وہ کہتا ہے اے ابن عباس رضی اللہ عنہما میرا کچھ کرو، میرا کچھ کرو۔

پہلے جب حماقت کرتا ہے اس وقت اس کو سوچ نہیں آتی، اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما یاد نہیں ہوتا، اس وقت طریقہ نہیں پوچھتا، میں طلاق دینا چاہتا ہوں تو میں طلاق کیسے دوں؟ تم میں سے ایک شخص چلتا ہے۔

فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ۔

حماقت پر سوار ہو جاتا ہے۔

پھر وہ مجھے پکارنا شروع ہو جاتا ہے، اے ابن عباس رضی اللہ عنہ میرا مسئلہ حل کرو، فرمانے لگے: حل میں کہاں سے نکالوں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ قَالَ۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔

جو بندہ تین طلاقیں دینے سے ڈرے گا، اس کا حل نکالیں گے۔

اب جو پیچھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ طلاق کا پس منظر بیان کر رہے ہیں تو انہوں نے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ کا معنیٰ کیا بیان کیا، فرماتے ہیں:

جو تین یک بار دینے سے ڈرتا ہے اور تین طلاقیں اکٹھی نہیں دیتا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ اسکے لئے دروازہ کھولے گا چونکہ اللہ نے کھول رکھا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔

Marfat.com

فرمایا:

میرے رب کا یہ فرمان ہے کہ جو ڈرے گا، اللہ اس کے لئے رستہ کھول دے گا۔

پھر فرمانے لگے:

وَاِنَّکَ لَمْ تَتَّقِ اللّٰہَ

تین طلاقیں دے کر ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے والے تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔

اب دیکھو کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور آج کے بے لگام مفتی جو کہتے ہیں، ہزار دے آؤ پھر بھی ہمارے پاس آؤ، ہم راستہ نکالیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑی فقاہت کسی کے پاس ہے، وہ علم و حکمت کا بحر ناپیدا کنار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، وہ ترجمان اسلام اور ترجمان قرآن، جن کو گھٹی کی شکل میں نبی ﷺ نے علم کے خزانے عطا فرمادیئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، جو اللہ سے ڈرے گا اس کے لئے رستہ نکالیں گے۔

وَاِنَّکَ لَمْ تَتَّقِ اللّٰہَ

تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا، تو تینوں دے کے آیا ہے۔

اگر تو ڈرتا ہوتا تو ایک دیتا یا دو دیتا۔ تو تینوں طلاقیں دے کے آ گیا ہے، جب تو نے تینوں دے دی ہیں، تو

فَلَا اَجِدُ لَکَ مَخْرَجًا

میرے پاس تیرے لئے کوئی رستہ نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں ایک مفتی تو شریعت کے حکم کو ظاہر کرے گا، اپنے پاس سے جو لگائے گا وہ تو بھگوڑا بن جائے گا وہ اللہ کے دین کا بہت بڑا باغی ہوگا کہ جہاں اللہ نے راہ نکالی ہی نہیں ہے، یہ اپنی طرف سے نکالتا ہے۔ کون ہو سکتا ہے جو قرآن مجید کے اندر اپنی طرف سے بگاڑ پیدا کرے اور رستے نکالے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

فَلَا اَجِدُ لَكَ مَخْرَجًا

میرے پاس تیرا کوئی حل نہیں ہے۔

کیونکہ تو نے دو کام کیے ہیں۔

عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ اِمْرَاَتُكَ۔

تو نے دو جرم کیے اپنے رب کی نافرمانی اور تیری عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی ہے۔

دونوں کام تجھ سے ہو گئے، رب کا بھی نافرمان بن گیا اور تیری بیوی ہمیشہ کے لئے تجھ پر حرام ہوگئی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یہ نبوت کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے ہیں، جن کے گھر قرآن اتر رہا ہے اور یہ واضح طور پر سند صحیح سے میں بیان کر رہا ہوں، انہوں نے واضح کیا کہ یہ آیت اس پس منظر میں ہے کہ جو تین دینے سے ڈرے گا، اللہ اس کا رستہ نکالے گا اور جو تین دے بیٹھے گا، اس کے لئے دروازہ کھلنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اکلیل کے صفحہ ۳۹۸ پر اس آیت کے تحت لکھا:

Marfat.com

قال ابن الفرس قال اکثر المفسرین مَعْنَی الآیَۃِ: مَنْ لَا یَتَعَدّٰی مِنْ طَلَاقِ السُّنَّۃِ اِلٰی طَلَاقِ الثَّلَاثِ یَجْعَلْ لَہٗ مَخْرَجًا اِنْ نَدِمَ فِی الرَّجْعَۃِ بِھَا یُسْتَدَلُّ عَلٰی تَحْرِیْمِ جَمْعِ الثَّلَاثِ وَ اِنَّمَا اِذَا جُمِعَتْ وَقَعَتْ۔

ابن فرس کہتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو نہیں تجاوز کرتا سنت طلاق سے تین طلاقوں کی طرف اگر وہ رجوع میں شرمندہ ہو تو اللہ اس کے لیے نکلنے کی جگہ بنائے گا۔ اس آیت سے تین طلاقوں کے جمع کرنے کی حرمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور اس پر بھی یہ دلیل ہے کہ جب تینوں طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو واقع ہو جائیں گی۔

آیت نمبر 3-

اللہ تعالیٰ کا سورۃ بقرہ میں فرمان ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔

سورۃ البقرۃ: ۲۲۹

دو طلاقیں ہیں اس کے بعد یا تو اس کو اچھے طریقے سے چھوڑ دو یا اس کو رکھ لو۔

اب دو طلاقوں کے بعد یہ معاملہ ہے یا تو ان کو روک لو یا ان کو چھوڑ دو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ

سورۃ البقرۃ: ۲۳۰

Marfat.com

پھر اگر اس نے طلاق دی تو وہ عورت اس کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے شادی کر لے۔

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

یہاں تک کہ وہ عورت پہلے زوج کے سوا کسی اور زوج سے نکاح کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

اس کی دو صورتیں ہیں۔

1- دونوں طلاقیں یکبار ہوں۔

2- دونوں طلاقیں ایک ایک کر کے دی جائیں۔

جب یکبار دو کا ہونا پایا جا سکتا ہے، تو تین کا ہونا بھی پایا جا سکتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

یہ قرآن مجید نے بیان کر دیا ہے، اس کے بعد فرمایا:

فَاِنْ طَلَّقَهَا

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

1- یا تو اسی طہر میں تیسری دے دے

2- یا اگلے طہر میں تیسری دے دے

جس طہر میں دو دی تھیں اسی طہر میں تیسری بھی دیتا ہے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور اگر تیسری جا کے اگلے طہر میں طلاق دیتا ہے تو پھر بھی تینوں واقع ہو جائیں گی۔

Marfat.com

لہٰذا یہ آیت بھی لازم کر رہی ہے کہ تینوں طلاقیں ایک ہی طہر میں جو دی گئی ہیں، وہ ضائع نہیں جائیں گی، ان میں سے کوئی لغو نہیں جائے گی بلکہ تینوں کی تینوں واقع ہو جائیں گی۔ جب وہ تینوں واقع ہو جائیں گی تو اس کے بعد یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت پھر اسی گھر میں بحیثیت زوجہ رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

وہ عورت اس خاوند کے لئے جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ کسی اور سے شادی کرے، اگر وہاں سے فارغ ہو گئی تو پھر آ سکتی ہے، ورنہ اس کے پاس آنا جائز نہیں ہے۔

طلاق ثلاثہ کے بعد تحلیل کا انداز خود قرآن مجید کا بیان کردہ ہے۔ یہ لازمی نہیں کہ وہ پہلے کے پاس ہی آئے، جدھر جانا چاہتی ہے، چلی جائے، پہلے سے آزاد ہو چکی ہے۔ اگر اتفاقاً ایسا ہو گیا کہ اس سے بھی طلاق ہو گئی ہے، اب اگر وہ واپس پہلے زوج کے پاس آنا چاہتی ہے تو قرآن کے کہنے کے مطابق آ سکے گی۔

یہ تین آیات میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں، جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر کوئی بندہ تینوں طلاقیں یکبار دے، ایک جملے میں دے، ایک طہر میں دے یا علیحدہ علیحدہ طہروں کے اندر دے، وہ تینوں کی تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل

احادیث نبوی میں باقاعدہ ایسی باتوں کا ذخیرہ ہے اور آثار بھی ہیں اور سارے علماء کرام، آئمہ کرام کے اقوال ہیں، یہ ایسا مسئلہ بھی نہیں جو لوگوں کی آنکھوں

Marfat.com

یں ڈھول ڈالنے کے لئے کہہ دیں کہ تم حنفی ہو، شافعی اس طرح کرتے ہیں یا تم شافعی ہو، مالکی اس طرح کرتے ہیں یا تم مالکی ہو، حنبلی اس طرح کرتے ہیں۔تینوں طلاقوں کے واقع ہونے پر سب متفق ہیں اور پوری امت کا اس پر اتفاق ہے۔

اس انداز میں اسکو بیان کیا گیا کہ سب کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور سب کے فتاوی اور دلائل اسی کو بیان کرتے ہیں جو ان کا انکار کرتے ہیں، ان کے گھروں کے فتوے ایسے ہیں جن میں انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ سات صدیوں تک امت میں کوئی ایسا نہیں تھا کہ جو یہ کہتا ہو کہ تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی واقع ہوتی ہے، سات صدیوں تک پوری امت اس پر قائم رہی تھی کہ جو شخص تین دیتا ہے، تو وہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 1-

عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ اَلْبَتَّةَ فَقَالَ مَا اَرَدْتَّ بِهَا؟ قُلْتُ وَاحِدَةً قَالَ وَاللّٰهِ؟ قُلْتُ وَاللّٰهِ قَالَ فَهُوَ مَا اَرَدْتَّ

جامع ترمذی: باب ماجاء فی الرجل یطلق امرته البتة: رقم الحدیث ۔۱۱۷۷

حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔

Marfat.com

فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ

اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِیْ اَلْبَتَّۃَ

میں نے اپنی بیوی کو البتۃ طلاق دے دی ہے۔

اس میں یہ نہیں ہے کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ اس میں البتۃ کا لفظ ہے (نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ نمبر 478) اور اس سے ایک بھی ہو سکتی ہے اور تین بھی ہو سکتی ہیں۔

لہٰذا یہ لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے، تو البتۃ کا لفظ بولنے والے سے پوچھا جائیگا کہ تمہاری نیت کیا تھی۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھ سے سرکار ﷺ نے پوچھا:

مَا اَرَدْتَّ بِھَا

جب تو نے کہا کہ میری بیوی کو البتۃ طلاق ہے تو اس وقت تمہارا ارادہ کیا تھا۔

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قُلْتُ وَاحِدَۃً

میں نے کہا ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔

تو محبوب ﷺ نے قسم لی۔

قَالَ وَاللّٰہِ؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم، کیا ایک کا ارادہ تھا۔

قُلْتُ وَاللّٰہِ

Marfat.com

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے اس سے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَهُوَ مَا أَرَدْتَ

پھر جو تمہارا ارادہ تھا، وہی واقع ہو گئی۔

اس میں تو لفظ بولا ہی نہیں لفظ بولا جائے تو پھر نیت کا اعتبار ہی نہیں ہوتا پھر تو بات پوری ہو جاتی ہے۔

البتہ میں احتمال تھا کہ ایک ہو یا تین ہوں، بولنے والے سے پوچھا گیا کہ تیری اس وقت نیت کیا تھی، وہ بیان کردو، اگر ایک کی ہے تو ایک، تین کی ہے تو تین۔ رکانہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، میں نے ایک کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: رکانہ رضی اللہ عنہ جس کا تم نے ارادہ کیا تھا، وہی واقع ہو گئی۔

ہماری دلیل اس میں یہ ہے کہ جب سید عالم ﷺ نے حلف لیا کیا ایک کا ارادہ تھا یا تین کا قسم اٹھاؤ۔ اگر تینوں کے ارادے سے تینوں واقع نہ ہوتیں تو سرکار ﷺ کبھی ایک پر حلف نہ لیتے اور فرماتے کوئی بات نہیں، ایک ہے تو پھر بھی ایک ہے اگر تین ہیں تو پھر بھی ایک ہے، ایسا ہرگز نہیں فرمایا:

لہٰذا اس حلف سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر ان کا ارادہ تین کا ہوتا تو فتوی بھی تین کا ہوتا اور آپ کا یہ حلف لینا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے اپنے زریں دور میں یہ واضح کیا کہ اگر کوئی تین دے گا تو تینوں کی تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

Marfat.com

اس حدیث کو اور طریقے سے مخالفین بھی پیش کرتے ہیں، اس کو تین کی بجائے ایک قرار دیتے ہیں، اور تین کا لفظ اس میں بولتے ہیں۔

اس کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا اور فرمایا: اصل میں وہ راوی روایت بالمعنی کر رہا ہے، اور اس کا خیال یہ تھا کہ البتہ تین کو کہا جاتا ہے حالانکہ البتہ ایک اور تین دونوں پر بولا جاتا ہے، اس نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے ثلاثہ کا لفظ بول دیا ہے۔ اور وہ روایت ضعیف ہے (نووی شرح مسلم (جلد اصفحہ 478)، صحیح حدیث وہ ہے جو رکانہ رضی اللہ عنہ عبد بن یزید کی جامع ترمذی میں بیان کی گئی ہے (جامع ترمذی باب ماجاء فِی الرجل يُطَلِّقُ اِمْرَأَتَهٗ اَلْبَتَّةَ حدیث نمبر ۱۱۷۷)

جس میں سید عالم ﷺ کے اسلوب سے یہ پتہ چلا کہ تین طلاقیں اگر اکٹھی دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 2-

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔

ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّتْبِعَهَا بِطَلْقَتَیْنِ اُخْرَیَیْنِ

پھر ایک طلاق کے بعد دوسری دو طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔

فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

یہ بات رسول اکرم ﷺ تک پہنچ گئی۔

Marfat.com

فَقَالَ یَا ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عمر رضی اللہ عنہ! تم اس طرح حیض کے اندر طلاقیں دے رہے ہو، ایک دی ہے اور پھر دو طلاقیں اور دے رہے ہو۔

مَاھٰکَذَا اَمَرَکَ اللّٰہُ

اللہ نے تجھے ایسا حکم نہیں دیا

اِنَّکَ قَدْ اَخْطَاتَ السُّنَّۃَ

تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔

پہلے جو ایک حیض میں طلاق دی ہے وہ بھی تم نے خلاف ورزی کی ہے

وَالسُّنَّۃُ اَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّھْرَ

سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرتے اس طہر میں جا کے پھر تم طلاق دیتے اور جو دی ہے وہ پوری ہو گئی ہے۔

اب یہاں پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ پوچھ لیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اَرَاَیْتَ لَوْ طَلَّقْتُھَا ثَلَاثًا

ابھی تو میں نے ایک دی ہے، اگر میں تینوں دے دیتا تو پھر کیا ہوتا۔

میں نے حالت حیض میں ایک طلاق دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے کہ تم نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے اور ابھی دو میں دینا چاہتا تھا، میں رک گیا، اگر میں تینوں دے بیٹھتا تو پھر

Marfat.com

اَکَانَ یَحِلُّ لِیْ اَنْ اُرَاجِعَھَا

کیا میرے لئے یہ جائز تھا کہ میں اُس کی طرف رجوع کر لیتا۔

اگر میں تینوں دے بیٹھتا تو پھر کیا ہوتا، ابھی تو میں نے ایک دی ہے لیکن مسئلہ میں تین کا بھی پوچھنا چاہتا ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت میں نے یہ کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا

اگر تم تینوں دے دیتے تو پھر رجوع کبھی جائز نہ ہوتا۔

ایک دی ہے تو دروازہ ابھی کھلا ہے، تینوں دیتے تو پھر

کَانَتْ تَبِیْنُ مِنْكَ وَتَکُوْنُ مَعْصِیَۃً دار قطنی: ۳۱/۴

وہ تجھ سے جدا ہو جاتی، دائمی طور پر وہ تجھ سے علیحدہ ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ ایک پوچھا ہے کہ اگر تینوں واقع ہوں تو پھر اس کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے واضح ارشاد فرمایا کہ اگر تم تین دے دیتے تو تین دینے کے بعد کبھی تیرے لئے رجوع جائز نہیں تھا۔

حدیث نمبر 3-

اس حدیث کو حدیث امرأۃ رفاعہ بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا حَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَھَا کَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ

بخاری شریف باب من اجاز الطلاق الثلاث: ۷۹۱/۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین

Marfat.com

طلاقیں دے دیں۔

فَتَزَوَّجَتْ

جب ... اس سے فارغ ہوئی تو اس نے کہیں اور جا کے شادی کر لی۔

فَطَلَّقَ

اسکے خاوند نے بھی اس کو طلاق دے دی۔

اب پہلے اس کو تین طلاقیں ہوئیں، پھر اس نے آگے شادی کی، پھر اس کو طلاق ہوگئی۔ اب جس وقت اس کو طلاق واقع ہوئی تو اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا اب یہ جائز ہے کہ یہ پہلے خاوند کے پاس چلی جائے، جبکہ اس عورت نے کہا تھا کہ آگے نکاح تو ہوا ہے لیکن ہم بستری پوری نہیں ہوئی، تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا

تم اس وقت تک پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی

حَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَھَا

جب تک اس کا جو بعد والا خاوند ہے شہد نہ چکھ لے۔

کَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ۔

جس طرح کہ پہلے زوج نے چکھا تھا۔

اس وقت تک یہ عورت پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف نکاح کافی نہیں، نکاح کے بعد ہم بستری مکمل ضروری ہے اور اس کی ابھی تک

Marfat.com

نہیں ہوئی۔ لہٰذا اگرچہ نکاح آگے ہوگیا لیکن اس کو پہلے خاوند کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے، جب تک دوسرے خاوند کے پاس یہ عمل مکمل نہیں ہوجاتا۔

اب ہماری دلیل اس میں یہ ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے موقف کے مطابق وہ یک بار ہوئی تھیں جیسا کہ ترجمۃ الباب سے ثابت ہے اور یک بار ہونے کے بعد اس کا آگے نکاح ہوگیا تھا وہاں سے اب واپس پہلے کے پاس آنا چاہتی تھی اور سرکار ﷺ سے مسئلہ پوچھا، اگر پہلی تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں، صرف ایک ہوتی تو پھر آگے نکاح کی ضرورت تھی نہ نکاح کے ساتھ ہم بستری کی ضرورت تھی۔

سید عالم ﷺ نے فرمادیا، نہیں نہیں۔ صرف نکاح کافی نہیں بلکہ وطی بھی کرے، تو پھر یہ پہلے پر حلال ہوگی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ محبوب ﷺ کی بارگاہ میں اس کو واضح کیا گیا کہ جو پہلے نے تینوں یکبار دی ہیں، وہ تینوں واقع ہوچکی ہیں۔

بخاری شریف میں یہ رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ ہے۔

یہ عمل وہ ہے جس کو شرعی طور پر تحلیل کہتے ہیں اردو میں اس کے لئے حلالہ کا لفظ بولتے ہیں، اگر اس تحلیل کا کوئی مذاق اڑاتا ہے تو وہ قرآن کا مذاق اڑاتا ہے اور نبی ﷺ کے فرمان کا مذاق اڑاتا ہے، ہم اس کو قرآن وسنت سے بیان کرتے ہیں، اگر کوئی آدمی اس کا پیشہ بناتا ہے، تو وہ دھتکارا ہوا آدمی ہے۔

اگر کسی نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ ہوجائیں گی۔ وہ عورت دوسرے کے ساتھ شادی کرے۔ پھر اس نے بھی اس کو طلاق دے دی، اب وہ واپس آنا چاہے تو آسکتی ہے، اس کے لئے اب یہ حلال ہے، اللہ تعالیٰ نے اب اس کو حلال

Marfat.com

قرار دے دیا ہے۔

رہا معاملہ یہ کہ اس کو حلالہ کہا جائے یا نہ کہا جائے؟ تو ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو ضرور حلالہ ہی کہا جائے، جن کو حلالہ کہنا پسند نہیں، وہ اس کو حرامہ کہہ لیں لیکن بہر حال یہ ایک عمل ہے، جس کو شریعت نے بیان کیا اور واضح کیا۔ اگر یہ تینوں اکٹھی دینے کا معاملہ نہ بھی ہو، ایک ایک ہر طہر میں دے کر کسی کو فارغ کیا جائے تو وہ بتائیں، اس کے علاوہ اس کا کونسا حل ہوگا۔ سوائے اس تحلیل شرعی کے اور کوئی عمل نہیں ہے۔

لہٰذا پتہ چلا کہ یہ محض ایک شرعی حکم کو بدنام کرنے کے لئے اس تحلیل شرعی کے خلاف ایسا پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ تو قرآن کا حکم ہے، یہ حدیث کا فیصلہ ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان کا خلاصہ ہے، جس میں فرمایا کہ دوسرے خاوند سے صرف نکاح ہی کافی نہیں ہے بلکہ جماع اور ہم بستری بھی ضروری ہے، تب جا کر یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوگی۔

حدیث نمبر 4-

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے، انہوں نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی کہ ان کا کردار اچھا نہیں ہے۔ اگر یہ خاوند بیوی کے بارے کہہ دے تو لعان کا حکم ہے، قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ اب جس وقت مسجد نبوی شریف میں لعان ہوگیا، دونوں نے ایک دوسرے پر لعنت کر دی۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اب اگر میں اس کو اپنے پاس ہی رکھوں پھر تو گویا میں نے جھوٹ بولا، یعنی اس کی

Marfat.com

صداقت کو میں نے تسلیم کر لیا، تو میں اس کو پاس نہیں رکھوں گا۔

فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا

انہوں نے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے، لعان کے بعد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ جس وقت انہوں تین طلاقیں دیں تو پھر کیا ہوا۔

فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد شریف: ۳۰۶/۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

اب اگرچہ ضرورت نہیں رہی تھی۔ لعان خود جدائی کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے جب تین طلاقوں کا قول کیا ہے

طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا

کے لفظ بولے ہیں۔

فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم لغو بولتے ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تین واقع ہو جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طلاقوں کے جاری ہونے کا حکم فرما دیا۔

حدیث نمبر 5-

حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس جن کی طلاق کا مسئلہ صحابہ کرام میں زیادہ مشہور تھا، میں نے ان سے پوچھا تم بتاؤ، تمہاری

Marfat.com

طلاق کا معاملہ کیا تھا؟

حَدِّثِینِی عَنْ طَلَاقِكَ

اپنی طلاق کے بارے میں مجھے بتاؤ، کہ تمہاری طلاق کیسے ہوئی۔

وہ کہنے لگی۔

طَلَّقَنِی زَوْجِی ثَلَاثًا

میرے زوج نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔

وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ

اور وہ یمن کے سفر پہ جا رہا تھا۔

اس وقت جھگڑا ہو گیا تو میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔

رسول اکرم ﷺ کی ظاہری حیات کا زمانہ تھا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ

فاطمہ بنت قیس کو خاوند نے تین طلاقیں دے دی ہیں، اب کیا کرنا چاہیے۔

فَأَجَازَ ذَالِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (ابن ماجہ: ح: ۲۰۲۴)

تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تینوں واقع ہو گئی ہیں۔

اب میں نے اختصار کے پیش نظر پانچ احادیث اس موقف پر پیش کی ہیں، اس کے بارے میں آثار بے شمار ہیں۔ بالخصوص بارہ آثار بڑے powerfull ہیں کہ جن کے اندر اس مسئلے کو اسی نوعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہ مسئلہ سید عالم ﷺ سے جس طرح آگے چلا ہے، اس کو جیسے امت نے سمجھا ہے، وہ صحابہ ہوں یا تابعین ہوں، تبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین ہوں۔ سارے فقہاء

Marfat.com

نے اس کو اسی پس منظر میں سمجھا ہے کہ اگر کوئی تین طلاقیں دے گا تو تینوں کی تینوں واقع ہو جائیں گی۔

اس سلسلہ میں ہمارے مخالف کیمپ کے امام شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۲۳۱ پر یہ لکھا:

ذَهَبَ جُمْهُوْرُ التَّابِعِيْنَ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَائِمَّةُ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ۔

جمہور تابعین، کثیر صحابہ کرام اور مذاہب اربعہ کے ائمہ اور اہل بیت میں سے ایک گروہ اسطرف گئے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

یہاں تک کہ برصغیر پاک وہند میں جوان لوگوں کی بنیاد ہے، وہ فتاویٰ ثنائیہ ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۱۷ اور جلد نمبر ۲ میں انہوں نے اس کو بیان کیا۔ اس کو کان کھول کران لوگوں کو سننا چاہئے اور سننا اس لئے چاہیے تاکہ اصلاح ہو جائے۔ ہمارا کسی سے کوئی پلاٹوں کا جھگڑا نہیں۔ ہمارا تو شریعت مطہرہ پر حفاظت اور پہرے کا معاملہ ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس بات پر نبی پاک ﷺ کو غصہ آیا۔ ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے قرآن کی یوں مخالفت کی جائے۔ ہمارے اندر جان ہے اور روح موجود ہے اور اپنے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا جارہا ہے، اگر ہم نہیں سمجھائیں گے تو ہمیں زندہ ہونے پر بھی افسوس رہے گا۔ اس واسطے صرف اور صرف دین متین کی حفاظت اور اس پر پہرہ دینے کے لئے تمہارے سامنے اس موضوع کی ایک سمری کو پیش کر رہا ہوں۔

Marfat.com

فتاوی ثنائیہ میں یہ بات موجود ہے کہ:

اصل بات یہ ہے کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ، تابعین ومحدثین سے تو تین طلاقوں کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں ہے۔ فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۷

ہم کہتے ہیں، تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک طلاق ہوتی ہے اور ان کا امام کہتا ہے کہ سات صدیوں تک کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ تین ایک بنتی ہیں بلکہ تین تین ہی رہتی ہیں اس میں اس نے واضح طور پر کہا:

اصل بات یہ ہے کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین ومحدثین سے تو تین طلاقوں کا واحد شمار ہونا ثابت نہیں ہے۔ تو پتہ چلا کہ یہ بعد میں گھڑا گیا ہے۔ خود ان کا مفتی جب بتاتا ہے کہ سات صدیوں تک تین کو ایک نہیں بنایا گیا بلکہ تین ہی سمجھا گیا ہے تو جب تین کو ایک بنایا گیا ہے یہ بعد کا معاملہ ہے۔ ویسے بھی سوچنا چاہئے کہ باقی ہر معاملے میں تین تین ہوں اور طلاق جو سب سے سخت ہے، وہ ایک بن جائے۔

مثال کے طور پر جو کسی سے کہے کہ میں نے تیرا ہزار دینا ہے اور ہزار دینا ہے اور ہزار دینا ہے، وہ تو تین ہزار بن جائے اور جہاں کہے تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، وہ ایک بن جائے، یہ کیسا معاملہ ہے، وہ ہزار چھوٹا معاملہ ہے اور طلاق بہت بڑا مسئلہ ہے، یہ تو حدود اللہ کا معاملہ ہے۔ اس واسطے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غصہ آیا

Marfat.com

بالخصوص یہ پہلو کہ آج ہم جس موقف پہ ڈٹے ہوئے ہیں یہ ایمانی تقاضا ہے اور دوسری طرف سے مذہبی رشوت کے طور پر تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتوی دیا جاتا ہے اور وہ بندہ اپنے ایمان کی خیر منائے کہ جو صرف طلاق کے معاملے میں ان کے دروازے پہ نکلتا ہے۔ ایسے بندے کے بارے میں ائمہ کا قول ہے کہ وہ زندیق بن کے مرجائے گا، اس کو ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ صرف چھوٹ لینے کے لئے ان کا دروازہ جا کے دیکھا اور فتوی لے آیا کہ میرے پاس ایک فتوی ہے، اس کو شرم نہیں آتی کہ اللہ نے جو دروازہ بند کیا ہو وہ کروڑ مفتی بھی نہیں کھول سکتے۔

اس واسطے رسول اکرم ﷺ کی یہ شریعت ہے۔ اس کا ادب ہے، اس کا احترام ہے اور یہ حدود اللہ ہیں۔ ان کے ساتھ جو تھوڑا سا بھی بے ادبی کا پہلو اختیار کرتا ہے، آج بھی سرکار ﷺ کو گنبد خضریٰ میں اس پر غصہ آتا ہے۔

اس واسطے اس کو کوئی معمولی سا معاملہ نہ سمجھا جائے، جب میرے نبی ﷺ اس وقت غصے میں آ گئے تھے تو آج بھی غصہ ہوگا۔ ایک شخص کو تھوڑا سا مسئلہ بنا تو اس نے اپنا قبلہ ہی بدل لیا، اور یہ کہا کہ وہ بھی مولوی ہیں، ان کے پاس بھی فتوے ہیں، یہ ہے وہ ہے، نہیں نہیں۔ مومن کچی لسی والا عقیدہ نہیں رکھتا، مومن تو دودھ والا عقیدہ رکھتا ہے۔

لہٰذا تم پر بھی یہ ضروری ہے اپنے رشتہ داروں کے لحاظ سے پہلے جو عاقل بالغ مرد ہیں ان کو سمجھاؤ کہ طلاق کوئی مذاق نہیں ہے۔ یہ کوئی بازی گری نہیں ہے۔ یہ کوئی تمہارے لئے refreshment کا پہلو نہیں ہے کہ خوش ہوئے تو کہہ دیا کہ تجھے طلاق ہے اور غصہ آیا تو کہا تجھے طلاق ہے، نہیں نہیں، یہ اللہ کی حد ہے۔ لہٰذا اللہ کی حد

Marfat.com

کو حد سمجھنا چاہئے، جو اس حد کو نہیں سمجھتا، رب ذوالجلال کا عذاب اس پہ نازل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ یہ حالات میرے محبوب ﷺ کے سامنے تھے، سید عالم ﷺ کی نگاہ پہ قربان جاؤں۔

تیری نظر خارزار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذہن کے فلک پر جو سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی تھی

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَابَالُ اَقْوَامٍ یَلْعَبُوْنَ بِحُدُوْدِ اللّٰہِ سنن کبریٰ للبیہقی: ۷/ ۳۲۲

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اللہ کی حدود کے ساتھ کھیلتے ہیں۔

ان قوموں کی مجال کیا: وہ کتنے پانی میں ہیں، وہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں جو اللہ کی حدود کے ساتھ بازی کرتے ہیں، اللہ کی حدود کے ساتھ کھیل کرتے ہیں اور مذاق کرتے ہیں، یہ آپ ﷺ کا فرمان مطلقاً تھا۔ اس سے آپ سب کو ٹوک سکتے ہیں جو شریعت کے ساتھ مذاق کرنے والے ہیں، ٹوکنا کیا ان کو سمجھا سکتے ہیں خواہ وہ نام نہاد روشن خیال ہوں یا ان کا کوئی طبقہ ہو۔

میرے محبوب ﷺ نے فرمادیا کہ ان لوگوں کے پاس authority ہے جو اللہ کی حدود کے ساتھ لعب کرتے ہیں، کھیلتے ہیں، ان کو بدلنے ان کو ختم کرنے کی باتیں کریں یا ان پر توہین آمیز جملے کسیں یا ان کے بارے میں کوئی تنقید

Marfat.com

کریں۔ فرمایا: وہ ہوتے کون ہیں اللہ کی حدود کے ساتھ ایسا کرنے والے۔

اس کے بعد بطور خاص یہ لفظ بولا، ایک آدمی کہتا ہے:

قَدْ طَلَّقْتُكِ

میں نے تجھے طلاق دی۔

پھر کہتا ہے:

قَدْ رَاجَعْتُكِ

میں نے تجھ سے رجوع کیا۔

پھر کہتا ہے:

قَدْ طَلَّقْتُكِ

میں نے تجھے طلاق دی۔

آپ نے فرمایا یہ اللہ کی حدود کے ساتھ مذاق ہے۔

یہ انداز قوم کو کس نے سمجھایا ہے، تم اس کے گواہ ہو، یہ ان لوگوں نے سمجھایا ہے جو کہتے ہیں طلاق ہزار بھی دو تو ہوتا کچھ بھی نہیں۔ اب یہی ہے ناں کہ بندے یہی سمجھیں گے کہ طلاق Normal سی بات ہے، ایک صبح دیتے ہیں پھر شام کو رجوع کرلیں گے پھر عشاء کو دیں گے، صبح رجوع کرلیں گے۔ یہ طریقہ قوم کو جن لوگوں نے سکھایا ہے اور اس کو مذہبی رشوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آخر انہیں سوچنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے کتنے سخت جملے بولے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی حدود کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، ایک بار کہا طلاق دے دی، پھر کہا رجوع

Marfat.com

کرلیا پھر طلاق دے دی۔

یہ وہ طریقہ ہے جو لوگوں نے رائج کیا کہ طلاق دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تمہیں ان حنفیوں نے ڈرا رکھا ہے اور فقہ والوں نے تمہیں ڈرا رکھا ہے، ہوتا کچھ بھی نہیں۔ ہزار دے کر ہمارے پاس آؤ، ہم فتوی دیں گے۔

میرے محبوب ﷺ نے فرمایا یہ کوئی مذاق ہے، ایک بار کہا

طَلَّقْتُكِ

پھر کہا

رَاجَعْتُكِ

نہیں نہیں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ ان کا احترام یوں کرو جیسے اللہ کی حد کا احترام کیا جاتا ہے۔ اصل میں معاملہ یہ خراب ہو رہا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں بیوی میری ہے۔ نکاح میرا ہے۔ اس میں اور کسی کا کیا میں جو بھی بولوں وہ میری مرضی ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے:

بیوی اگرچہ تیری ہے لیکن حلال میں نے کی ہے۔ اگر میں حلال نہ کرتا تو کبھی حلال نہ ہوتی۔ مخلوق تم میری ہو، معاشرہ میرا ہے، معاشرے میں تم گند نہ پھیلاؤ اور گندی باتیں نہ کرو، فحاشی نہ پھیلاؤ۔

یہ فحاشی کا باقاعدہ شعبہ ہے۔ اگر ایسا سلسلہ چلتا رہا تو کام مزید بگڑ جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا طلاق کا معاملہ بڑی احتیاط کے ساتھ اور طلاق کا استعمال بڑی ضرورت کے بعد ہونا چاہیے۔

Marfat.com

یہ ہمارا موقف ہے۔ ہم قوم کو اس پر متوجہ کر رہے ہیں اور مطمئن کر رہے ہیں اور اس پہ پابند کر رہے ہیں کہ یہ شفاعت نگر مدینہ کا راستہ ہے۔

جن لوگوں نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے وہ کسی اور راستے کی طرف قوم کو لے جانا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت فکر دوں گا کہ ٹھنڈے دل سے سوچو اور کوئی اور کام کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لو، مصیبت میں پھنسے ہوئے لوگوں کو ذبح کرنا چاہتے ہو۔ ایسے معاملے میں جب ایک طرف گھر اجڑا ہوا ہے اور دوسری طرف تم ان کا ایمان بھی اجاڑنا چاہتے ہو اور پھر تم ان کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو، یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔

اس میں لوگ باتیں کر دیتے ہیں کہ دیکھو اس عورت کا قصور کیا ہے، وہ کدھر جائے گی، تم کہتے ہو تینوں واقع ہو گئیں، عورت بے چاری کا قصور کیا ہے، میں نے کہا یہ تمہارا ہم پہ اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ تمہارا رب پر اعتراض ہے، کیوں؟ اللہ فرماتا ہے:

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

نکاح کی گرہ میں نے مرد کے ہاتھ میں دی۔

لیکن تمہارا مقصد یہ ہے کہ ایک گرہ مرد کے ہاتھ میں ہو اور دوسری گرہ عورت کے ہاتھ میں ہو، جب چاہے مرد کھولے اور جب چاہے عورت کھولے۔ جبکہ اصل طلاق میں ہی مساوی نہیں ہے، طلاق میں فوقیت مرد کو دی گئی ہے۔

لہٰذا اب اس کے لحاظ سے تین نہ سہی یا تین جدا جدا سہی جب سنت کے مطابق اور شریعت کے مطابق تین طلاقیں ہو گئی تھیں تو عورت پھر بھی بے گھر

Marfat.com

ہوئی۔ بتاؤ اس وقت قصور کس کا تھا، تو کیا یہ کہو گے، یہ قصور معاذ اللہ شریعت کا ہے، پھر ایمان کیسے بچے گا۔ نہیں! یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اس میں قصور نہیں ہے، اس پر تنقید نہیں ہے، اس کا استہزاء نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہم تو اس کو لکھ کے دے سکتے ہیں، اس کی وکالت اور ترجمانی کر سکتے ہیں، ہم اپنی طرف سے فیصلہ نہیں بنا سکتے، اس فیصلے کا اظہار کر سکتے ہیں، جو عرش کا فیصلہ ہے، اس واسطے ہم نے یہ تقسیم نہیں کی یہ تقسیم رب کائنات کی ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض کوئی نہ کرے، ورنہ ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

طلاق میں یہ صورتحال ہے کہ میں نے غصہ میں کہہ دیا، اب بتاؤ کہ طلاق دی غصے میں ہی جاتی ہے، اگر غصے کے اندر طلاق طلاق نہیں ہے تو پھر کب کی طلاق ہے، غصے میں ہی طلاق ہوتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بالخصوص میں اس حدیث شریف کے لحاظ سے بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین طلاقیں ایک تھیں، پھر جا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین کو تین قرار دیا۔ اتنی آیات قرآنیہ کے باوجود اور اتنی احادیث کے باوجود اس پر اپنے سارے پلندے کی بنیاد رکھنا، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اس وقت تین طلاقیں ایک تھیں، مطلب کیا ہے کہ وہاں پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے میں دوسرا اور تیسرا پہلے کی تاکید کے لئے بول لیتے تھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں۔

جس طرح کسی آدمی کو شک تھا کہ زید آیا ہے یا نہیں آیا تم کہتے ہو زید آیا، زید آیا، زید آیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تین آئے، اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی آیا اور

Marfat.com

ضرور آیا تو دوبار جو زید بولا گیا وہ تاکید کیلئے تھا۔

اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ طلاق ایک بڑا عجیب معاملہ تھا اور اس کے لحاظ سے لوگوں میں یہ تھا کہ اس سے چونکہ دائمی طور پر رشتہ کٹتا ہے اور اس سے جدائیاں ہوتی ہیں تو اس کی تاکید کرنی چاہئے۔ لہٰذا بعد والے دو جملے بول کے یا ایک بول کے ان کا مقصد نئی طلاق دینا نہیں ہوتا تھا بلکہ پہلی کو پکا کرنا ہوتا تھا۔

لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں واضح کر دیا گیا تھا لیکن اب وہ زمانہ گزر گیا ہے، اب ہر ایک کو پتہ ہے کہ ایک دینے سے بھی پکی ہو جاتی ہے۔ ہر ایک کو پتہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عوام تک لوگوں کو پتہ ہے، خواص کو تو پہلے بھی پتہ تھا، اب جس وقت کوئی دوسرا لفظ بولے گا تو اصل کے لحاظ سے جو حکم پہلے بھی خواص میں موجود تھا، وہ عوام پر لاگو کیا جائے گا کہ دوسری اور تیسری مستقل طلاقیں شمار کی جائیں گی۔ ان کو پہلی طلاق کے لئے تاکید نہیں بنایا جائے گا۔ امام نووی نے اس کے جواب میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے عمومی طور پر لوگ دیتے ہی ایک ایک تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے تین اکٹھی دینا شروع کیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں تین قرار دیا۔ لہٰذا دور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حکم نہیں بدلا لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ حکم پہلے والا ہی تھا جو آپ نے نافذ کیا۔ (نووی شرح مسلم۔ جلد 2 صفحہ 478)

ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے جو وضاحت کی ہے، سب کو سمجھا دیا ہے اور تمام مسائل کی طرح اس کے باقاعدہ شعبہ جات سکھائے ہیں اور پڑھائے ہیں۔

خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ میں نے پڑھ کر سنایا جس پر انہوں نے کہا کہ تم میں سے کوئی حماقت پر سوار ہوتا ہے اور پھر مجھے کہتے ہو کہ کوئی رستہ نکال

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہ جو خود فتوی دے رہے ہیں، روایت کچھ کریں اور فتوی کچھ دیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا انہوں نے بتایا کہ مطلب یہ ہے اور اس انداز میں دین کو سمجھا جائے۔ اس کے لحاظ سے وہ اللہ کی حدود کا خیال نہیں رکھتا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور ساتھ ساتھ گنہگار بھی شمار ہوگا۔

پوری امت میں یہ دستور اتنا واضح تھا، اتنا بدلیع تھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ ہند میں کسی نے تین طلاقیں دیں۔ کس طرح؟ اس نے ایک لفظ بولا تھا کہ اگر میں وہ عبادت نہ کروں جو میرے سوا کوئی اور نہ کر رہا ہو تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں۔ جب اس نے اللہ کی بندگی کے شوق میں یہ قسم اٹھا دی کہ میں ایسی عبادت کروں گا جو میرے سوا کوئی عبادت نہ کر رہا ہوگا۔ یہ قسم اٹھانے کے بعد اس نے مفتیوں سے پوچھا کہ وہ عبادت کونسی ہے۔ جو اس وقت میں کروں اور کوئی نہ کر رہا ہو۔ انہوں نے کہا بندۂ خدا وہ عبادت کہاں سے آئے گی، ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تو نفل پڑھ رہا ہے اور کوئی نفل نہیں پڑھ رہا۔ اگر تو نے روزہ رکھا ہے تو اور ہزار لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہوگا۔ تو نے یہ قسم کیوں اٹھائی۔ وہ بندہ بڑا پریشان ہوا چلتا چلتا یہ معاملہ عرب میں پہنچا اور پھر عرب سے عقل العرب عراق بغداد شریف میں پہنچا۔

اب یہاں سے وہاں تک پوری دنیا میں مسئلہ پھیلا مگر کسی مفتی نے یہ نہیں کہا کہ تو نے تین کی قسم اٹھائی ہے، اگر ہزار کی بھی اٹھائے تو کوئی بات نہیں تو نے تین ہی کہی ہیں۔ اگر میں وہ عبادت نہ کروں تو میری عورت کو تین طلاقیں ہیں اگر تم نہیں کرو گے تو تین واقع ہی نہیں ہوں گی۔ پوری اسلامی دنیا میں سے جواب کسی نے نہیں دیا کیونکہ اس وقت کوئی قوم ایسی نہیں تھی جو یہ کہے کہ تین ایک ہوتی ہیں۔ سارے اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ایسی عبادت مل جائے کہ جس کی وجہ سے اس کی بیوی طلاق سے بچ جائے۔

Marfat.com

چلتے چلتے یہ مسئلہ وہاں پہنچا جہاں طریقت کے پھول کھلتے ہیں اور شریعت کے بھی چاند چمکتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب یہ مسئلہ پہنچا تو آپ فرمانے لگے:

یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ تم نے اتنی دیر اس میں لگا دی اور کہاں سے تم چلے۔ اس بندے کو تم مکہ شریف لے جاؤ اور کعبہ کے گرد طواف کرے دلوں کو ہٹا دو، اس کو کہو کہ یہ طواف کرے، تو یہ وہ عبادت ہوگی جو اس وقت اس کے سوا کوئی نہیں کر رہا ہوگا۔ (قلائد الجواہر ص ۳۸)

اب مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر کوئی دوسرا پہلو ہوتا تو پوری دنیا سے کوئی ایک بندہ تو بولتا کہ اس کے لئے عبادت کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ طلاقیں تین ہوتی ہی نہیں۔ اگر یہ عبادت نہ بھی کرے تو معاملہ یوں کا یوں ہی رہے گا، نہیں نہیں سب کا یہ موقف تھا کہ تین کی تین ہی ہو جائیں گی۔ اس کا کوئی حل تلاش کرنا چاہیے۔ بالآخر وہ حل سامنے آیا۔

یہ مختصری summary کی شکل میں اس مسئلہ کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ کے آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

6

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہو

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ

سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

Marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودت، حاملینِ عقیدہ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین سامعین و ناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے پندرھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کے موضوع کے لحاظ سے اذہان میں کافی تجسس موجود تھا کہ یہ موضوع کن امور سے متعلق ہے اور کیا کیا باتیں اس میں بیان کی جاسکتی ہیں جس وقت ہم اس موضوع کے وسیع دامن کو دیکھتے ہیں تو بیان کرتے ہوئے یہ مشکل پیش آرہی ہے کہ کیا بات چھوڑی جائے اور کیا بیان کی جائے کیونکہ یہ آیت وسیع اور دقیق موضوع ہے اس میں ابتدائی طور پر دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

ایک تو انسانی مشاہدہ کی غلطی ہے کہ حقیقت کچھ ہو اور وہ کچھ اور سمجھتا رہے۔

دوسرا حالات و واقعات میں اتنی تبدیلی آجائے کہ جو کچھ بظاہر نظر آرہا ہے، حقیقت بالکل اس کے opposite ہو۔

یہ دو مستقل حقیقتیں ہیں، یقیناً ہر شخص کا مشاہدہ ایک جیسا نہیں ہوتا، ایک عوام

Marfat.com

کا مشاہدہ ہے، ایک خواص کا مشاہدہ ہے اور ایک خاص الخاص کا مشاہدہ ہے۔

عوامی مشاہدہ کا رزلٹ کچھ اور ہوتا ہے اور خواص کے مشاہدہ کا رزلٹ کچھ اور ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک عوامی مشاہدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جس وقت قارون اپنا لشکر لے کے باہر نکلا، اس کے ساتھ گھڑ سواروں کا ایک جلوس تھا اور نہایت عمدہ گھوڑے تھے۔ زرق برق لباس تھے اور سونے چاندی کی چمک ہر طرف موجود تھی۔ جب وہ نکلا تو کچھ لوگوں کی نگاہ اس پر پڑی۔ انہوں نے اس کی زندگی کو کامیاب زندگی سمجھ لیا اور اس طرح کی زندگی کا وہ بھی سوال کرنے لگے۔ کاش! ہمیں بھی ایسی زندگی میسر آ جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ

وہ اپنی قوم کے پاس جب اپنی زینت میں ظاہر ہوا۔

یعنی جو بھی اس کے آدابِ شاہی تھے، ان کے ساتھ وہ پوری طرح مزین و آراستہ ہو کر نکلا

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ

ان لوگوں نے کہا جن کی توجہ صرف دنیاوی زندگی پر تھی، جن کا آخرت اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا تو انہوں نے قارون کے جاہ وجلال اور اس کی رونق کو دیکھ کر یہ خواہش ظاہر کی کہ کاش ہمیں اتنا دیا جاتا، جتنا قارون کو دیا گیا۔

Marfat.com

اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ سورۃ القصص:۷۹

اس کو بہت بڑا حصہ دیا گیا اور یہ بہت بڑے حصے کا مالک ہے۔

اب یہ بھی ایک مشاہدہ تھا مگر یہ خواص کا نہیں تھا، عوام کا مشاہدہ تھا۔ انہوں نے عارضی چمک کو حقیقی چمک سمجھ لیا، عارضی رونق کو حقیقی رونق محسوس کیا اور دنیا کی وہ روشنی کہ جس میں فریب ہے اور دھوکہ ہے، اس کو انہوں نے ایک حقیقت سمجھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سروے کو مسترد کر دیا کہ یہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں، حقیقت میں کچھ نہیں۔ انہیں جو قارون کے ساتھ آرائش اور زیبائش نظر آئی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ حقیقت میں یہ اللہ کے دربار کا دھتکارا ہوا انسان ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ کوئی پیار نہیں۔

اب یہ ایک قابلِ مشاہدہ امر تھا اور اس کے بارے میں مشاہدہ ہوا۔ یہ لوگوں کی رائے تھی اور نتیجہ کیا تھا کہ

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے، تم کہتے ہو کہ ساون ہے

یعنی جو دیکھ رہے تھے اس کو وہ ساون سمجھ رہے تھے لیکن حقیقت میں وہاں جہنم کے شعلے تھے اور جو کچھ وہ سمجھتے تھے، وہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں کا مشاہدہ بھی بیان کیا جو علم اور حقیقت کی آنکھ سے دیکھنے والے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

سورۃ القصص:۸۰

Marfat.com

ان لوگوں نے کہا جن کو علم دیا گیا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ تم اس انداز میں مچل گئے ہو اور اتنا رشک کر رہے ہو اور اس کو تم اتنا عظیم سمجھ رہے ہو، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ

اس کے مقابلے میں اللہ کا ثواب اچھا ہے۔

یعنی تم نے جو قارون کے پاس دیکھا یہ اللہ کا ثواب نہیں ہے، اس کے مقابلے میں ایک فقیر بندے کو جو کٹیا میں بیٹھا ہے، جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں، جس کے سر پہ سونے کا تاج نہیں ہے اور ہیرے جواہرات سے مرصع جس کا لباس نہیں ہے، وہ ایک سادہ سی پوشاک میں بیٹھا ہے، لیکن اس پر رب کی رحمت برستی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کا ایک مرتبہ ہے۔ اہل علم نے کہا یہ بندہ عظیم ہے کہ جس کو اللہ نے اپنے ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ان دو مشاہدوں کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مشاہدے کو اپنی طرف سے فائنل قرار دیا، بہترین مشاہدہ قرار دیا اور اس آنکھ کو حقیقت بین قرار دیا۔ جس کی آنکھیں دنیا کی عارضی چمک سے چندھیا نہیں گئیں کہ اسے اور کچھ نظر ہی نہ آئے۔ بلکہ اس نے حقیقت تک دیکھا ہے۔ بظاہر جہاں لوگ دیکھتے ہیں کہ بہت کچھ ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ نہیں وہاں سب کچھ ہے۔ اس بنیاد پر ایک انسان جس کو اللہ تعالیٰ حقیقی نگاہ عطا فرما دیتا ہے وہ حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور حقیقت کی روشنی میں تمام نتائج کو مرتب کرتا ہے۔

Marfat.com

یہ ابتدائی طور پر ایک مشاہدہ کی حیثیت سے ہے اور ہمارے لئے اس میں سبق موجود ہے کہ ہم اپنا مشاہدہ اس مشاہدہ کے مطابق استوار کریں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشاہدہ کا طریقہ بتایا ہے۔ ہم نام نہاد روشن خیالی کو روشنی نہ سمجھیں، ہم اس کو قبر کا اندھیرا سمجھیں۔ جو عریانی وفحاشی کو اپنا کلچر کہتے ہیں، ہم اس کو جہنم کا ایندھن سمجھیں۔ جس کو لوگ Refreshment کہتے ہوئے اپنے آپ کو جہنم کی وادی کی طرف دھکیلتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں اور ہماری زندگی بڑی رنگین ہے۔ لیکن جب ہماری آنکھ اس کو دیکھے تو خود فیصلہ کرے اور ان کو بتائے کہ یہ زندگی کی رنگینی نہیں ہے، یہ جہنم کے شعلوں کا نام ہے۔

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں مشاہدات کا انداز دیا ہے، وہ انداز ہمارے لئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ لوگ کچھ سمجھتے ہیں اور حقیقت کچھ ہے۔ جنہوں نے حقیقت کو نہیں سمجھا اور اس حقیقت کے برعکس سمجھ رہے ہیں، ان کو سمجھنے کے لئے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو کہ ساون ہے

حقیقت کچھ اور ہے اور تم کچھ اور سمجھے ہوئے ہو۔ لہٰذا حق پرست انسان وہ ہے جو حقیقت کے بارے میں غلطی نہیں کھاتا، دھوکہ نہیں کھاتا، حقیقت اگر ہزار پردوں میں لپٹی ہوئی ہو پھر بھی حقیقت کو مانتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

دوسری بات

واقعی ایسا ہوسکتا ہے اور اتنی تبدیلی آسکتی ہے کہ لوگ کنوے کو مینارہ کہنا شروع کردیں اور مینارہ کو کنواں کہنا شروع کردیں۔ لوگ دن کو رات کہیں اور رات

Marfat.com

کو دن کہیں۔ لوگ روشنی کو اندھیرا کہیں اور اندھیرے کو روشنی کہیں۔ لوگ بدبو کو خوشبو کہیں اور خوشبو کو بدبو کہیں، ایسا ہو سکتا ہے۔

اتنی تبدیلی Merit کے لحاظ سے انسانی اقدار میں بھی آسکتی ہے اور یہ قرب قیامت کی علامتیں ہیں کہ ایک انسان ثریا کی چوٹیوں پر اپنے آداب کے معاملات کے لحاظ سے فائز ہو اور گرتا گرتا نئی روشنی کی طرف اتنا گر جائے کہ وہ قعر ذلت میں گرا ہوا بن جائے۔ ایسی صورتحال یقیناً لوگوں کے اندر آنے والی تھی اس لئے سید عالم ﷺ نے ہمیں اس پر متوجہ کیا ہے اور اس کا سبب بھی بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سورۃ الرعد: 11

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو نعمت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کو خود نہیں بدلتا کہ ان کو دے اور پھر چھین لے، اللہ ان پر انعام کرے اور پھر ان کو محروم کر دے، نہیں۔

حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

پہلے وہ اپنے اندر ایسی حرکتیں لے آتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ اس نعمت کے مستحق ہی نہیں رہتے اور اپنی حرکات کی وجہ سے نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

میں کسی کو بلندی سے پستی کی طرف خود نہیں لاتا، اس کو عظمت دے کر اس کو ذلت کی طرف نہیں لے جاتا، اس کو عروج کے بعد میں زوال نہیں دیتا، پہلے وہ خود زوال

Marfat.com

کا متقاضی ہوتا ہے، زوال چاہتا ہے، زوال مجھ سے مانگتا ہے، زوال کے اسباب پیدا کرتا ہے اور زوال کا مسافر بن جاتا ہے، زوال کا علمبردار بنتا ہے۔ جب وہ بلندی والی صفتیں اپنی ختم کر کے پستی والی صفتیں پیدا کر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم بھی اپنی نعمت کھینچ لیتے ہیں اور ہم اس کو ذلت کی طرف لے جاتے ہیں۔

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

اور جب اللہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب اس عزت والے سے عزت چھن جائے گی، اس کو ذلت دی جائے گی تو اب کوئی power ایسی نہیں ہے جو اللہ کے فیصلے کو نافذ نہ ہونے دے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کی ڈٹ کر مخالفت کرتے ہوئے کہے کہ ہم یہ عزت واپس نہیں ہونے دیں گے۔ رب ذوالجلال جو فیصلہ کر دیتا ہے، وہی فیصلہ پھر نافذ ہو جاتا ہے۔ اس کے نتائج پھر پوری قوم کو اور پوری دنیا کو دیکھنے پڑتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا انداز حکمت ہے کہ میں خود کسی سے کچھ نہیں چھینتا، وہ خود ایسے اسباب پیدا کر لیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے مجھے ایک فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور اس کے مطابق عزتوں والے ذلتوں میں چلے جاتے ہیں اور عظمتوں والے، پستیوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ رب ذوالجلال کا پیغام ہے کہ رب ذوالجلال جس وقت تمہیں نوازتا ہے، اس کے بعد تمہیں ان نوازشات کے مطابق اپنی زندگی گزار کر اسباب ایسے رکھنے چاہئیں کہ تمہارے پاس وہ نعمت موجود رہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ — سورۃ ابراہیم: ۷

Marfat.com

اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اور عطا کر دوں گا، اور نواز دوں گا۔

اگر تم نے شکر چھوڑ دیا اور تم غافل ہو گئے تم نے خود اپنے اندر ایسی کوتاہی پیدا کر لی ہے جسکی وجہ سے تم اس نعمت کے مستحق نہ رہے پھر اس نعمت کو واپس لے لیا جائے گا کیونکہ جو بندہ مستحق ہو شان اس کو دی جاتی ہے اور جس کا استحقاق ہو، عظمت اس کو ملتی ہے۔

لہٰذا جو خود اپنے استحقاق کو ختم کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی رحمتوں کو پیچھے ہٹا لے گا۔ جس وقت ہم پوری کائنات میں توجہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک System موجود ہے اور یوں ہی سمجھا جا رہا ہے، جیسے ہر چمکنے والی چیز سونا ہوتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ انسان اپنے گھر سے لے کر پوری کائنات تک اپنے مختلف طبقات کو دیکھ لے، مختلف شعبہ جات کو دیکھ لے، اس میں ایک تبدیلی رونما ہو چکی ہے جو بلندی سے پستی کی طرف لے گئی ہے اور جو یہ سفر یقیناً ہوا ہے۔ اس کے باوجود لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کر گئے ہیں اور ہم پہلے سے کہیں زیادہ آگے آ گئے ہیں، ہم Advance ہو گئے ہیں، ہماری سوچ Advance ہے۔

لیکن اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو سوائے اس کے کچھ نہیں

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو کہ ساون ہے

کبھی ایسا ماحول تھا زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے، ایک Community کے اندر جو لوگ چلتے پھرتے تھے، ان میں کسی چہرے کو صدیق اکبر کہا جاتا تھا اور کسی کو فاروق اعظم کہا جاتا تھا، کسی کو عثمان غنی کہا جاتا تھا اور کسی کو

Marfat.com

حیدر کرار کہا جاتا تھا، کسی کو طلحہ اور کسی کو حضرت زبیر رضی اللہ عنھم کہا جاتا تھا، کسی کو امام اعظم نعمان بن ثابت اور کسی کو حضرت غوث اعظم کہا جاتا تھا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے یہ بلند کردار لوگ society کو دیئے یہ عظیم ہیرے امت کو دیئے اور ایک اچھا کردار ان کو عطا کیا۔ اب اگر تم ڈھونڈنے نکلو گے تو ایسے لوگوں کو کہاں سے تلاش کرو گے؟ وہ جو انسانیت کا بلند گراف تھا۔ اس میں ایک کمی آگئی ہے، زوال آگیا اور انسان پستی کی طرف چلا گیا ہے، انسان نیچے پہنچا ہے اور اگر کہتا ہے کہ ہم نے ترقی کی ہے، ہم چاند پر پہنچ گئے ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو کہ ساون ہے

کمال یہ نہیں ہے کہ انسان یہاں سے اٹھے اور چاند پر چلا جائے بلکہ کمال یہ ہے کہ فقر اتنا غیور رہو کہ چاند اس کے قدموں میں آجائے۔

یہ کردار جو انسان کو دیا ہے تو اسلام نے دیا ہے اور پوری کائنات میں اس کا جو وقار تھا اس کا انداز یہ تھا۔ اس واسطے ترقی کی راہوں کو اور تنزلی کی راہوں کو جو قوم نہیں پہچانتی، اس کو کبھی بھی اپنے نفع و نقصان کا پتہ نہیں چل سکتا۔ پتہ اسے چلے گا جس کو پتہ ہو کہ ترقی کیا ہے اور تنزلی کیا ہے۔

لہٰذا ادھر تنزل ہو رہا ہو انسانی سوچ گندی ہو رہی ہو، انسان کے دل میں اندھیرا ہو چکا ہو انسانی اقدار بگڑ چکی ہوں، انسان گرتے گرتے حیوان سے مل چکا ہو اور کہا جائے کہ اس نے ترقی کر لی ہے، نہیں نہیں۔ یہ نظر کا ہیر پھیر ہے، یہ مشاہدہ کی غلطی ہے۔ انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے جو علو دیا ہے جو بلندی دی ہے اور جو ترقی دی

Marfat.com

ہے، اس کے لحاظ سے ہمارا سب سے بڑا دور وہ دور تھا۔ جب سید عالم ﷺ معاشرے کی تطہیر فرما رہے تھے۔ آپ نے اس انداز میں اس معاشرے کو صاف کر دیا تھا کہ آپ کی بزم میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے فرشتے تڑپ رہے تھے کہ ان لوگوں سے ملاقات کی جائے اور ان سے ملا جائے۔ یہ اصل بلندی ہے۔

یہ بلندی نہیں ہے کہ انسان اڑنا شروع کر دے اور انسان کہیں چھلانگیں لگانا شروع کر دے، مگر اسکا دل گندہ ہو، اسکے اطوار گندے ہوں، اس کی گفتار گندی ہو، اس کی آنکھ گندی ہو، اس کے کان گندے ہوں، اس کا پیکر گناہوں کا ایک پورا گٹر بن چکا ہو، یہ کوئی عظمت نہیں ہے۔ عظمت کو سمجھنا ہے تو پلٹ کے پھر ہمیں کعبہ کے نور اور حرم کی روشنی اور گنبدِ خضرا کی ہریالیوں کو دیکھنا پڑے گا، یہاں رب ذوالجلال نے آج بھی اس کی عظمت کو اجاگر فرمایا ہے۔ اب دیکھئے اس صورتحال میں ہمارے لئے آج ایک تو انفرادی حالات میں تغیر آرہا ہے اور ایک اجتماعی حالت میں تغیر آرہا ہے۔

انفرادی حالات میں تغیر

انفرادی خالات میں جو تغیر ہے ہم آج وہ تغیر محسوس کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اس آنکھ اور نگاہِ نبوت سے مہر صداقت لگوانا چاہتے ہیں کہ جس کا علم اتنا تھا کہ صدیوں قبل سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ

Marfat.com

صالح بندے دنیا سے آہستہ آہستہ اٹھ جائیں گے، یکے بعد دیگرے نیک بندے چلے جائیں گے۔

یعنی یہ گراف انسانیت گر رہا ہے کبھی society میں ایسے ہیں کہ آنکھ پھیریں تو زمانہ بدلتا ہے، ان کے ہاتھ اٹھیں تو کائنات میں انقلاب آتا ہے اگر وہ ترچھی آنکھ سے چمکتے سورج کو دیکھیں تو دوپہر کے وقت سورج کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، اگر وہ کائیتی زمین پہ کوڑا ماردیں تو زمین کا رعشہ ختم ہو جاتا ہے۔

اَلْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ

آہستہ آہستہ صالحین زمین سے اٹھ جائیں گے۔

تو پھر کیا ہوگا۔

تَبْقٰی حُفَالَۃٌ

صرف ردّی لوگ باقی رہ جائیں گے

حفالہ کہتے ہیں جس وقت آٹے کو چھانا جائے تو پیچھے چھان رہ جاتا ہے، آٹا نکل جاتا ہے اور چھان باقی رہ جاتا ہے۔ ایسے صالحین تو زمین کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور پیچھے چھان رہ جائے گا۔

کَحُفَالَۃِ الشَّعِیْرِ اَوِ التَّمْرِ

بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص: ۴۵۹

جیسے جو کا چھان ہوتا ہے یا کھجوروں کا ردی حصہ ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے باقاعدہ مثال دے کر واضح فرمایا کہ جس وقت کھجوریں

Marfat.com

ستھری کی جائیں اور اچھی اچھی کھجوریں ایک طرف ہو جائیں اور ردی باقی رہ جائیں۔ جیسے وہ ردی کھجوریں ہوتی ہیں یا وہ جو کا چھان ہوتا ہے۔ ایسے ہی زمانے کی چھانی جب آئے گی، نیک آہستہ آہستہ اٹھ جائیں گے، پیچھے زمین کے اوپر چھان رہ جائے گا۔ انسانیت کا چھان جس میں انسانیت کی بلند قدریں ختم ہو جائیں گی، انسانیت کا وقار نہیں ہوگا اور انسان کا وہ مرتبہ نہیں ہوگا کہ جس کی بنیاد پر وہ فرشتوں سے افضل ہے تو پھر وہ حیثیت نہیں رہے گی۔

انسانوں کا پیچھے بقیہ رہ جائے گا اور پیچھے گرد و غبار کی سی حیثیت رہ جائے گی، جب وہ پیچھے رہ جائیں گے تو ان کی حالت کیا ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا یُبَالِیْہِمُ اللّٰہُ بَالَۃً

پھر ان کی اللہ کے دربار میں بھی کوئی ویلیو نہیں ہوگی۔

لغوی معنی اس کا یہ ہے کہ جو پیچھے رہ جائیں گے، ان کی اللہ بھی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔ یعنی جب بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے ہوں تو ان کے لئے میزبان خاص اہتمام کرتا ہے اور جب وہ چلے جاتے ہیں، پیچھے عام سے لوگ رہ جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے جس نے کھانا ہے وہ کھالے اور جس نے نہیں کھانا وہ نہ کھائے کیونکہ یہ عام سے لوگ ہیں۔

بلا تمثیل رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم مخالف اور موافق کے لحاظ سے مطلب یہ بنتا ہے کہ ایک تو یہ زمین سجی ہوئی ہے ان نوری چہروں کے ساتھ کہ جن کا اللہ کے دربار میں بڑا رکھ رکھاؤ ہے، اب ان کے ہوتے ہوئے اللہ

Marfat.com

نہیں چاہتا ہے کہ ایسا ہو جائے اور میرے بندے بھی زمین پر ہوں۔ ان کا رب کے دربار میں بڑا مرتبہ ہے۔

لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے زمین اور طرح کی ہے، رحمتیں اور طرح کی ہیں اور برکت اور طرح کی اترتی ہے لیکن جب صالحین دنیا سے چلے جائیں گے تو پھر پیچھے چھان رہ جائے گا۔ ان کی حیثیت کیا ہوگی۔ فرمایا:

لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهُ بَالَةً

اللہ ان کا کوئی لحاظ ہی نہیں کرے گا کہ یہ بھی زمینی انسان ہیں، یہ بھی بندے ہیں یعنی اللہ کے دربار میں ان کی کوئی Approach نہیں ہوگی۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ والوں کا اللہ کے دربار میں مرتبہ کیا ہے۔

اگرچہ وہ اللہ کے سامنے کوئی Power نہیں رکھتے کہ کوئی اکڑ کے یا دبا کے منوانا چاہتے ہوں نہیں، ان کا اللہ کے دربار میں پسندیدہ مرتبہ اتنا ہے کہ اللہ کو ان کی ناراضگی اچھی نہیں لگتی کہ یہ ناراض ہو جائیں۔ یہ میرے بندے ہیں، انہوں نے زندگی میرے لئے گزاری ہے، اللہ تعالیٰ ان کا بڑا لحاظ کرتا ہے تو ایسے لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے چلے جائیں گے، پیچھے چھان رہ جائے گا، وہ چھان کیسا ہے، ان کی رب ذوالجلال کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جیتے ہیں، مرتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، اللہ رزق کا وعدہ تو پورا کرتا ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ ادھر ان کی آنکھ اٹھے اور ادھر سورج کی آنکھ بند ہو جائے، ادھر ان کا ہاتھ اٹھے اور ادھر پوری کائنات مٹھی میں آجائے اور جہاں چاہیں تصرف

Marfat.com

کر لیں۔ پھر ایسی صورتحال نہیں ہوتی یہ ایک تغیر زمانہ کی رسول اکرم ﷺ نے مثال دی ہے، حقیقت بیان کی ہے کہ ایسا ہوگا اور یقیناً ایسا ہو گیا جو کہہ رہا تھا کہ ہم اوپر گئے ہیں، نبی اکرم ﷺ کا فرمان بتا رہا ہے تم نیچے آ گئے ہو۔

اس واسطے کہ بڑا مرتبہ تو تب ہے کہ ادھر بندے کی نبض حرکت کرے تو ادھر خالق کی قدرت حرکت میں آ جائے اور اس کے لئے سارے بندوبست ہو جائیں۔ اللہ کے دربار میں بندے کا مرتبہ بڑا ہو، مقام بڑا ہو، فرشتوں سے کہے کہ اے فرشتو! فلاں بندہ اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کی بات نہیں ٹالتا، میں اس کی ضرور دوں گا۔

رُبَّ اَشْعَثَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

بہت سے پراگندہ بالوں والے ایسے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھا دیں تو اللہ ان کی بات پوری کر دیتا ہے، اگر انہوں نے کسی کام پر قسم اٹھا دی تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے کے لئے نظام بدل دے گا۔ لیکن اس کی قسم کو جھوٹا نہیں ہونے دے گا۔

یہ بلندی ہے اور یہ برتری ہے، اب اس میں تنزل آ گیا ہے اب اس کے اندر ایک پستی آ گئی ہے اور اوپر سے انسانیت نیچے کی طرف آ گئی ہے۔ اب یہ سوچتے ہوئے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم ان سے بڑھ گئے ہیں، جتنے کھانے ہم کھاتے ہیں، اتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں کھاتے تھے اور جتنے لباس ہم پہنتے ہیں اتنے صحابہ کو نہیں ملتے تھے، ہم پر صحابہ سے بڑھ کر اللہ کا فضل ہے تو یہ اس بندے کی خام خیالی ہے اور اس بندے کی غلط سوچ ہے۔ حقیقت میں جو اللہ تعالیٰ نے علو دیا تھا تو وہ ان کو دیا تھا، اگر ہمیں مل سکتا ہے تو ان کی اتباع کرنے کے صلہ میں مل سکتا ہے۔

Marfat.com

یہ تبدیلی آگئی ہے، لوگ اس کو کہتے ہیں ترقی آگئی، یہ آج کی راہ ہے کہ
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

ادھر خزاں آگئی ہے اور تم اس کو اپنے لئے بہار سمجھ رہے ہو، یہ جہنم کے شعلے ہیں اور تم ان کو گلاب کی پتیاں سمجھ رہے ہو اور یہ تو انسانیت کی بدبو ہے اور تم اس کو خوشبو سمجھ رہے ہو۔ یہ صورتحال اور معاشرے کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم نے اس موضوع کو لیا ہے کہ ایک تبدیلی ہے تو اس تبدیلی کے لحاظ سے ہمیں پھر پلٹ کے وہاں جانا چاہئے کہ جہاں ان اصولوں کی وجہ سے بلندی آئی تھی تاکہ آج بھی ان اصولوں کی وجہ سے ہمیں بلندی مل سکے۔

اجتماعی حالات میں تغیر

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ مجھے اس بندے نے بتایا ہے کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے Direct سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْمَسْجِدِ

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے

فَاطَّلَعَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

اتنے میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آگئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (ایک منفرد صحابی ہیں) جب وہ آئے تو

مَا عَلَیْہِ اِلَّا بُرْدَۃٌ لَہٗ مَرْقُوْعَۃٌ بِفَرْوٍ

انہوں نے ایک چادر پہنی ہوئی ہے، پورا لباس نہیں ہے اور اس چادر پر بھی

Marfat.com

کھال کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَکٰی

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

لِلَّذِیْ کَانَ فِیْہِ مِنَ النِّعْمَۃِ

اس وجہ سے جو ماضی میں وہ نعمت میں تھے۔

وَالَّذِیْ ھُوَ فِیْہِ الْیَوْمَ

اور اس وجہ سے جو آج وہ ناداری کی حالت میں تھے۔

اس واسطے کہ جب تک انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا تو اکثر نیا سوٹ پہنتے تھے۔

یعنی ایک مالدار انسان تھا، اس زمانے کا یہ شہزادہ تھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جس وقت کلمہ پڑھا تو گھر والوں نے کہا کہ تمہیں کچھ بھی نہیں دیں گے۔ نہ ورثہ ملے گا نہ کپڑے ملیں گے، کچھ بھی نہیں ملے گا۔ ایک ہی چادر لے کر باندھی تو فرمایا:

تم اپنے کپڑے پاس رکھو، ہم ان کے پاس جاتے ہیں جہاں سے ایمان کے کپڑے ملنے والے ہیں۔

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ حالت دیکھی، جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ گھر میں تھے کپڑے بڑے قیمتی ہوتے تھے اور آج ایمان کا ماڈل ہیں مگر کپڑے پھٹے پرانے ہیں، ایک چادر ہے اور اس پر بھی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو اسلئے آئے کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی آزمائش ہوئی ہے،

Marfat.com

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آزمایا گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کبھی مصعب رضی اللہ عنہ کے ایسے پڑے تھے اور آج مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہے، میرے محبوب ﷺ نے پھر مستقبل کی خبر دی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کَیْفَ بِکُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُکُمْ فِیْ حُلَّۃٍ وَرَاحَ فِیْ حُلَّۃٍ

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب صبح کو ایک سوٹ پہنو گے اور شام کو دوسرا پہنو گے۔

اب اس وقت کی جو صورت حال ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے کپڑے پہلے اچھے تھے لیکن اب پورے نہیں جو چادر ہے، وہ بھی پھٹی ہوئی ہے اور پھر فرمایا میرے صحابہ وہ وقت آنے والا ہے، زمانہ کروٹ لیتا ہے، مالی انقلاب آجائے گا، اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب صبح اور سوٹ ہوگا شام کو اور سوٹ ہوگا، بظاہر یہ بات اس وقت کہنا بڑی مشکل تھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو کفن کے لئے بھی کپڑا نہیں ملا تھا اور ایک ہی چادر جو تہبند پہنا ہوا تھا، اس کا کفن دیا گیا اور وہ اتنی چھوٹی تھی اگر سر ڈھانپتے تو قدم ننگا ہو جاتا، قدم ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ بالآخر سر کو ڈھانپ کے قدم پر گھاس ڈالا گیا۔ یہ صورتحال صحابہ کرام کے اندر موجود تھی۔ صحابہ کرام سے فرمایا

Marfat.com

!تم وہ حالت یاد کرو جب وہ زندگی آئے گی کہ صبح اور سوٹ پہنیں گے، شام کو اور سوٹ پہنیں گے اور ساتھ ہی فرمایا:

وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرٰى

اس وقت میرے صحابہ ایک ایک کھجور تمہارے حصے میں آتی ہے اور وہ بھی کبھی کبھی۔

وہ وقت بھی یاد کرو جس وقت تمہارے دستر خواں پر ایک پلیٹ رکھی جائے گی اور دوسری اٹھالی جائے گی، یعنی اتنے زیادہ کھانے ہوں گے، پہلے ایک لگایا جائے گا پھر دوسرا لگایا جائے گا۔

وہ دستر خوان کا انداز جو رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا تھا کہ ایک قسم کی ڈشیں رکھی جائیں گی، اس طرح کئی کھانے ہوں گے اور اس انداز میں میری امت پر ایک خوشحالی اور ترقی بھی آجائے گی اور یہ صورتحال میری امت کے لئے پیدا ہو جائے گی۔ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

سَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ

اور تم اپنے گھروں پر یوں کپڑے چڑھاؤ گے جیسے کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے یہ جو تم دروازوں کے آگے یا کھڑکیوں کے آگے پردے لگے ہوئے دیکھتے ہو، یہ ساری ہمارے نبی ﷺ کی خبر کی صداقت ہے جو آپ ﷺ نے دی تھیں کہ ایسا ہوگا، لباس اور کھانے ہوں گے اور دیواروں پر کپڑے لٹکا دیئے جائیں گے، جس طرح کعبہ کے اوپر غلاف لٹکایا جاتا ہے۔ اس وقت صحابہ کرام کو نظر نہیں آتا تھا کہ ایسا

Marfat.com

بھی ہو جائے گا مگر یقین سب کو تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ خبر یں دیتے ہیں۔

لہٰذا سب نے اس بات کو مان لیا کہ ایسا انقلاب آجائے گا، ہمارے اندر ایسی تبدیلی آجائے گی اور امت کے اندر ایسا وقت آئے گا جب یہ صورت حال ہوگی جب کھانے ایسے ہوں گے اور لباس ایسا ہوگا۔

- پھر اس کا جائزہ لیا گیا کہ پھر اچھے کون ہوں گے۔

اس وقت ہم اچھے ہونگے یا اس وقت کے لوگ اچھے ہوں گے۔ اس وقت جو ہمیں کھجور ملتی ہے۔ اس وقت ہم اچھے ہیں یا اس وقت ہماری شان زیادہ ہوگی جس وقت ہمیں کھانے یہ کھانا ملے گا۔ صحابہ کرام بیٹھے ہیں، سید عالم ﷺ سے انہوں نے کہا:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مِّنَّا الْیَوْمَ

یارسول اللہ ﷺ کیا اس وقت کی حالت ہماری آج کی حالت سے بہتر ہوگی جو تبدیلی آئے گی یہ خیر بھی ہوگی یا نہیں۔

- جس وقت انہوں نے سوال کیا اور ساتھ اپنی رائے ظاہر کر دی اور بڑی اچھی رائے تھی اس میں دینی نقطہ نظر تھا، کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ یہ تو ہوگا، ہمارے پاس جب کھانے ہوں گے، پیسے ہوں گے۔

نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَۃِ

- ہم عبادت کیلئے فارغ ہونگے۔

اس وقت ہم جی بھر کے عبادت کریں گے۔

ہمیں معاش کی کوئی فکر نہیں ہوگی اور ہمارے پاس فارغ وقت نکل آئے گا۔

Marfat.com

وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ

اہل وعیال کے اخراجات میں ہمیں کفایت کی جائے گی۔

اور پھر ہمارے لئے مشقتیں نہیں ہوگی اور ہمارے کندھے تھکے ہوئے نہیں ہوں گے اور ہماری ٹانگیں تھکاوٹ والی نہیں ہوں گی۔ ہم اچھے قیام کریں گے، صحیح سجدے کریں گے۔

کیا اس وقت کی ہماری حالت بہتر ہوگی یا آج جو ہماری حالت ہے یہ ہمارے لئے بہتر ہے۔ محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَااَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ مشکوٰۃ شریف: ص: ۴۵۹

نہیں! تم آج اس وقت سے بہتر ہو۔

اس وقت کی حالت بہتر نہیں آج جو محمد عربی ﷺ کے قدموں میں ٹکڑے کھاتے ہو یہ حالت بہتر ہے۔

اس وقت کی حالت تمہاری یا تمہارے بعد کی قیامت تک آنے والی امت کی جن کے دن کے تین قسم کے بالکل جدا کھانے ہوں گے، اور ہر کھانے میں کئی کئی ڈشیں ہوں گی اور کپڑوں کا کوئی انداز شمار میں نہ آنے والا ہوگا۔

فرمایا: میرے صحابہ تم اس وقت سے بہتر ہو، آج جو تمہاری حالت ہے یہ خیر کے لحاظ سے تمہاری ریکارڈ حالت ہے، یہ ترقی ہے یہ میری ملت کا مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ ہے۔

میری قوم کا یہاں سے پتہ چل گیا کہ آج ہم ترقی بہتری اور خیر کے لحاظ سے جو گفتگو کریں تو اس حدیث شریف کو سامنے رکھنا چاہئے۔ وہ بندہ جس کا بینک میں

Marfat.com

ایک پیسہ بھی نہ ہو مگر اس کا دل نورِ ایمان سے بھرا ہوا ہو، اس سے بڑا کوئی مالدار نہیں ہے اور جس کے پیسوں سے بینک بھرے ہوئے ہوں اور اس کا دل ایمان کی چاشنی سے خالی ہو اس سے بڑا کوئی بھوکا نہیں ہے، اس سے بڑا کوئی نادار نہیں ہے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انداز سمجھا دیا ہے کہ کبھی تم بہک نہ جانا اور کبھی تنزل کو ترقی نہ کہہ دینا۔ اصل میں دنیا کے آنے کا ایک پہلو اچھا بھی ہے مگر پھر بھی اچھائی دین کے اس رنگ میں ہے جو رنگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابہ کرام کو عطا فرمایا تھا۔

اس گفتگو کے ساتھ جو انفرادی اور اجتماعی حالتوں میں تبدیلی آنے والی تھی اس کا میں نے ذکر کر دیا۔ پہلی حدیث انفرادی حالت کے لحاظ سے ہے اور دوسری حدیث اجتماعی حالت کے لحاظ سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلے ایسے انسان ہوا کرتے تھے کہ ایک ایک محلے میں سو سو ولی ہوتا تھا۔ یہ اس وقت مسلمانوں کی society تھی یعنی ولایت کا فقدان نہیں تھا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو کہیں ڈھونڈنا نہیں پڑتا تھا کہ چلو سفر کر کے کسی متقی کو ڈھونڈیں اور اس کی زیارت کریں، وہاں گھر گھر میں تقوے کے باغ تھے اور ہر وقت روحانیت کے پھول کھلتے تھے، پوری society مسلم امہ کا یہ منظر پیش کرتی تھی۔ اس تقوے کے گلشن میں خزاں آگئی اور پھر اجڑ گیا، یہ سلسلہ ختم ہوتا گیا۔

ایک تو بندہ اپنے لحاظ سے تغیر کو سمجھتا ہے اور ایک اجتماعیت کے لحاظ سے پوری قوم میں تغیر موجود ہے تو اس تغیر کو اس تنزل کو تنزل ماننا حقیقت کے معترف ہونے کا انداز ہے چونکہ جو کبھی مانے گا نہیں، وہ بہتری سوچ نہیں سکے گا۔

Marfat.com

ہر کس کہ نداند وبداند کہ بداند

درجہل مرکب ابدالدھر بماند

جس بندے کو آتا کچھ نہ ہو، پڑھا ہوا کوئی نہ ہو اور سمجھے کہ میں پڑھا ہوا ہوں، وہ قیامت تک بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اور جس کو آتا نہ ہو لیکن جانتا ہو اور مانے کہ مجھے نہیں آتا، اس کو دوسرے دن بھی آسکتا ہے۔

جس کو کچھ نہ آتا ہو سمجھے کہ مجھے آتا ہے، اس کی ڈبل جہالت ہے کہ ایک تو آتا نہیں، دوسرا نہ آنے کا بھی پتہ نہیں، اس کی جہالت زیادہ ہے اور جس کو کوئی علم آتا تو نہ ہو لیکن مانے کہ مجھے نہیں آتا اس کی جہالت سنگل ہے، وہ ختم ہو سکتی ہے۔

اس واسطے حقیقی ترقی پانے کے لئے پہلے ہمیں تنزل ماننا پڑے گا کہ واقعی تنزل آیا ہوا ہے اس تنزل کو مان کے اس ترقی والے گھاٹ سے پانی پئیں گے جہاں سے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور طلحہ وزبیر اور سعد وسعید اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، ان لوگوں نے پیا تھا، ادھر سے پئیں گے، وہ چشمہ آج بھی خشک نہیں ہے۔ جب وہ چشمہ خشک نہیں ہے، پینے والوں کو جام ضرور ملیں گے پھر وہ ترقی بھی آسکتی ہے۔

اب ایک صورتحال ہمارے **Current Affair** کے لحاظ سے ہے کہ جس میں ہمیں ان حالات کو سامنے رکھنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ ہم کیا تھے اور ہمیں کیا ہو گیا، کتنی بلندی تھی اور ہمارا رتبہ کیا تھا، ہم ہوتے کون تھے، ہمارا مقام کتنا اونچا تھا اور کس انداز سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سردار بنایا تھا۔

Marfat.com

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

آخر ہم کتنے اونچے تھے، ہم گرے ہیں تو کہاں آ گئے ہیں، اب صورتحال دیکھو:

اسلامی دنیا میں ایک ابتلاء اور آزمائش ہے، World Help نامی ایک تنظیم امریکہ میں فنڈ اکٹھا کر رہی ہے، وہ عیسائیوں کی تنظیم ہے اور اس نے فنڈ اکٹھا کرنا شروع کیا ہے اور اس نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے اس کے سرورق عراق کی تصویر ہے، عراق کی تصویر کے ساتھ لکھا ہے "IRAQ PROJECT" وہ تنظیم امریکی عیسائیوں سے فنڈ اکٹھا کر رہی ہے اور انہوں نے اپنے مقاصد لکھے ہیں کہ ہمارے اہداف کیا ہیں، اس نے کہا کہ ہم انجیل چھاپ کر عراق میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں اور وہاں پر ایک Million انجیل کی ضرورت ہے، وہاں پر ہم اپنی عبادت گاہیں بنانا چاہتے ہیں، اتنے گرجے بنانا چاہتے ہیں، ہم وہاں پر اپنی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور یہ نیٹ ورک انہوں نے صرف عراق ہی میں نہیں بلکہ الجزائر، لیبیا، مراکش میں بھی قائم کر چکے ہیں۔

اب مسلم امہ جس وقت بین الاقوامی سطح پر سو رہی ہے، ان کی اپنی تنظیم O.I.C غیروں کی آلہ کار بنی ہوئی ہے اور اس انداز میں مسلمان تنزل میں آ گئے ہیں کہ کبھی یہ ہوتا تھا کہ مسلم امہ کا ایک سپوت حفظ قرآن کر کے عیسائیوں کی وادی میں داخل ہو جاتا تھا اور پوری دھرتی میں ایمان کی بہار لے آتا تھا کہ اس کے سینے سے نکلنے والا نور ان کے دلوں کو مدینہ بنا دیتا تھا۔ اب گھر ہمارے ہیں، ملک

Marfat.com

ہمارے ہیں اور محلے ہمارے ہیں لیکن وہاں عیسائیوں نے پنجے گاڑ لئے ہیں، یہودیوں نے اپنے پنجے گاڑ لئے ہیں۔

اب اسلامی دنیا میں 32 channels عیسائیوں کے چل رہے ہیں جو دن رات زہر اگل رہے ہیں، دن رات عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں، دن رات عیسائیت کے پراپیگنڈے ہو رہے ہیں، اب یہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہمارے برادر اسلامی ملک افغانستان کے لئے اس سال انڈین حکومت نے چھ لاکھ ڈالر کی ایڈ اس لئے دی تھی اور اس کو معین کر کے انہوں نے کہا تھا کہ یہ چھ لاکھ ڈالر افغانستان میں میوزک اور گانے بجانے کی ترویج میں خرچ کیا جائے گا۔

اب گھر تو ہمارا ہو لیکن اس کے لئے موسیقی کا بندوبست کیا جائے اور وہ غیروں کی طرف سے، اس سے بڑی ندامت کیا ہو گی، اس سے بڑی تنزلی کیا ہو گی، وہ کہساروں کا دیس جس کو غیرت افغان کہا جاتا ہے کہ وہ جنہوں نے ہمیشہ اپنی حریت پر پہرے دیئے ہیں اور حمیت دینی کا اظہار کیا ہے۔ اب ان کے لئے انڈین حکومت نے وظائف اور سکالر شپ معین کر کے اور انکے 500 اساتذہ اور 500 طلبہ کو انڈیا میں تعلیم دی جارہی ہے، انڈین کلچر سکھایا جارہا ہے، انڈین ثقافت ان کو پڑھائی جارہی ہے تاکہ مسلمانوں کے چہرے تو اگرچہ رہیں مگر دماغ ہندوؤں والے ہو جائیں اور یہ پڑھ کے جائیں تو وہاں جا کے مزید تباہی اور بربادی پھیلانا شروع کر دیں۔

پورے خطے میں انسانیت کے لئے ایسی آزمائش اور ایسا ابتلا کا سلسلہ جاری

Marfat.com

ہے کہ جدھر دیکھو ایسی تنظیمیں ہیں صرف World Help نامی تنظیم نہیں بلکہ ان کی بیسیوں اس قسم کی تنظیمیں ہیں اور وہ ایسے کام کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو انہوں نے مریض بنا دیا ہے اور دوائیاں تجویز کر رہے ہیں، کوئی کہتا ہے یہ دوا استعمال کرو اور دوسرا کہتا ہے یہ استعمال کرواؤ اور مسلمان اتنا گیا گزرا ہے اس کو پتہ ہی نہیں کہ اے دنیا کے بے وقوفو! مجھے بیمار نہ کہو میں تو کائنات کی بیماریاں صحیح کرنے آیا ہوں، تم میرے دماغ کو صحیح کرنا چاہتے ہو اور تم سارے اکٹھے ہو کے میٹنگ کرتے ہو تو میرے بارے میں کہتے ہو، اس کو روشن خیال بنانا چاہئے۔ تمہیں اور کوئی اندھیرے خیال والا نظر نہیں آیا۔

تمہیں نظر آتا ہے روشن خیالی کی ضرورت ہے تو صرف مسلمان ہی کو ہے، ہمیں اپنی فکر کو اجاگر کر کے ان لوگوں کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بتانا چاہئے کہ دنیا کے بے وقوفو! اگر کسی کو روشن خیال بنانا ہے تو اسے بناؤ جس کے خیال میں اندھیرا ہے اور جس کے خیال میں طیبہ کا سویرا ہو اس کو روشن خیال بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب دیکھئے کیا صورتحال اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے، وہ بیرونی دنیا کے جو فتنے ہیں، وہ اپنی جگہ رہے لیکن جو ہمارا ملک ہے اس میں ایسے فتنے اور ایسے ادارے بنا دیئے گئے ہیں کہ جن کا مقصد مسلمانوں کو امریکہ کی منڈی میں بیچنا ہے اور جن کا مقصد مسلمانوں کے اندر سے روح ایمان کو نکالنا ہے۔

آج ہمارے ہاں International Iqbal Institute For

Marfat.com

Research and Dialouge جو پہلا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا اس کے لئے پچاس کروڑ ڈالر کا فنڈ اکٹھا کیا گیا کہ وہ ادارہ چلایا جائے گا، اس کا کام کیا ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنائے گا، اس کا کام مسلمانوں کو یہودی بنانا ہوگا، اس کا کام مسلمانوں کے اندر سے ایمان کو نکالنا ہوگا، نکالنے کا انداز کیا ہوگا، فکر اقبال کو سامنے رکھ کے وہ اقبال جس کی تعلیمات کا ساٹھ فیصد حصہ مغرب کے خلاف ہے، یہ اس اقبال کی فکر کے کیپسول ہیں اور امریکی زہر بھر کے قوم کو دینا چاہتے ہیں، اس ساری میٹنگ کے اندر جو بکواسات کیے وہ یہ ہیں۔

"اب وقت آگیا ہے کہ مغرب اور ہماری تہذیب ایک ہوگئی ہے، اب ہمارے بچے بھی V.C.R کھلے عام دیکھا کریں گے، اب ہمارے بچے بھی کلبوں میں جایا کریں گے" یہ وہاں اپنی Achievement بیان کر رہے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اور بہت کچھ آگے کریں گے، اور پھر وہاں پر جو ایک کتاب متعارف کروائی ہے، اس کتاب کا مقصد صرف طالب علموں کو خراب کرنا ہی نہیں بلکہ قوم کے اساتذہ کو بھی خراب کرنا ہے۔ وہ کتاب جس میں انہوں نے ساری گفتگو کی ہے، اس کتاب کا نام "Modern Teaching And Islamic Traditions" رکھا ہے۔ اس کتاب میں نئے انداز پڑھانے کے کہ جس سے اسلامی روایات کو مسخ کیا جائے، وہ سارے اکٹھے کیے گئے ہیں۔

پہلی کھیپ میں ڈیڑھ سو اساتذہ وہ کتاب پڑھ رہے ہیں، ڈیڑھ سو پڑھیں گے تو خاکم بدہن ڈیڑھ لاکھ یا چار پانچ لاکھ طلباء کو خراب کر دیں گے۔ ادھر امریکہ

Marfat.com

کے لئے ہماری یونیورسٹیوں کو اڈے بنا دیا گیا ہے، وہ قوم کہ جن کے لئے قرآن نے حرام کیا تھا کہ تم غیروں کی بات سن ہی نہیں سکتے، تم ان کے پاس بیٹھ ہی نہیں سکتے۔

اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ النسآء: ۱۴۰

جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ انکا انکار کیا جاتا اور انکی ہنسی بنائی جاتی ہے تو اُن لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

اگر تم ان کے پاس بیٹھو گے اور ان کی باتوں کا رد نہیں کر سکو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

اس واسطے قرآن نے کہا کہ ان کے ساتھ بیٹھو ہی نہ۔ اب ان بیہودہ لوگوں کو ہماری یونیورسٹیوں میں بلوا کے لیکچر دلوائے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یونیورسٹیوں کا نظام سیکولر طاقتوں کو دے دیا گیا اور کالجوں کو بورڈ آف گورنرز کی شکل میں سیکولر ہاتھوں میں دے دیئے گئے ہیں اور یونیورسٹی ایکٹ میں تبدیلی کر کے ان یونیورسٹیوں کو سیکولر لوگوں کے ہاتھوں میں بیچ دیا گیا ہے۔

اب بچے ہمارے ہیں، روح ہماری ہے، مستقبل ہمارا ہے، اور نسل ہماری ہے مگر ان کو گندہ پانی دینے کے لئے امریکہ سے لوگ آتے ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ گندگی جڑوں میں آجائے گی، گندگی پھر پتوں تک پہنچ جائے گی تو یہ سارا دھندہ ہمارے ملک کے حکمران کر رہے ہیں، مغرب زدہ لوگ کر رہے ہیں اور یہ تو ہمارا کام تھا کہ ہم دنیا کے کونے کونے میں جہاں گندگی پھیل رہی تھی، ایک ایک صحابی نکلے ہیں اور صف بستہ ہو کر جہاں بھی گئے ہیں وہاں انہوں نے صفہ کا ماحول پیدا کیا ہے اور دلوں کو تجی

Marfat.com

فکر سے سیراب کیا ہے۔

آج اس نسل کو، اس قوم کو اور اس ملت کو پانی دینے کے لئے امریکہ سے لوگ آرہے ہیں، جس قوم نے پوری انسانیت کو خود سیراب کیا ہے، یہ تنزلی ہے، اس پر جتنا ہم روئیں، اتنا کم ہے کہ کیا ہمارا یہ مرتبہ تھا اور کیا ہماری یہ شان تھی۔ ہم تو زمانے کے معلّم تھے، ہم نے آداب جہانداری لوگوں کو سکھائے تھے اور ہم نے دنیا کی آنکھوں میں تہذیب کے سرمے لگائے تھے، لوگ ہماری لکھی ہوئی کتابیں پڑھ کے تمام سرجری کے آلات کو ان کے نقشوں پر بنا رہے ہیں۔ ہم تو دنیا کے دامن میں علم کی بھیک ڈالنے والے ہیں اور آج یہ ہے کہ ہمیں علم کا یتیم قرار دے کر اور علم کا بھوکا اور نا آشنا قرار دے کر ہمارے لئے یہ دوائیاں وہاں سے منگوائی جارہی ہیں، اس سے بڑی اور تنزلی کیا ہوگی۔

لہٰذا اس خطرے کو بھی پوری طرح محسوس کیجئے اور سمجھئے کہ اگر آپ نے اس سلسلہ میں کوئی اپنا کردار ادا نہ کیا تو کل پھر یہ امید نہ رکھنا کہ تم جو فصل کاشت کر رہے ہو، یہاں سے تمہیں کوئی اچھا اناج ملے گا اور اچھی پیداوار مل جائے، نہیں نہیں، جیسا بیج ہوتا ہے، ویسی ہی فصل ہوتی ہے۔

آج اگر تمہارے بچوں کے اذہان کی جو سرزمین ہے اور قلب ونظر کی جو زمین ہے، اس میں تخم امریکی بویا جارہا ہے اور تخم اسرائیلی بویا جارہا ہے اور تخم انڈین بویا جارہا ہے اور برطانیوں کی سوچ کا بیج تمہارے بچوں کے دماغ کی سرزمین میں اگر بویا جارہا ہے تو کل جب بالغ ہوں گے تو پھل بھی امریکی نظر آئے گا۔

Marfat.com

اس وقت ہاتھ ملو گے، بیٹا میرا تھا، نام اس کا میں نے محمد علی رکھا تھا، نام اس کا میں مبشر رسول رکھا تھا، نام اس کا میں نے عبدالخالق رکھا تھا مگر یہ باتیں کیسی کرتا ہے، بولتا کیسا ہے، اس کے افکار کیسے ہو گئے ہیں، یہ تو اپنی زبان سے یہودیوں کی بات کرتا ہے، اپنی زبان سے ہندوؤں کی بات کرتا ہے۔ ایسا تو ہو گا اس واسطے کہ یہی کاشت کی تھی۔ تو قبل اس کے کہ وہ وقت آئے آج یہ دھیان کرو کہ ہمارے بیٹے کہاں جاتے ہیں، کیا پڑھتے ہیں، ان کو پڑھایا کیا جاتا ہے، ان کو کیا سکھایا جا رہا ہے، ان کو دیا کیا جا رہا ہے اور کس انداز میں ان کے ذہنوں میں زہر بھرا جا رہا ہے، یہ تیس اور اکتیس مئی کو ہمارے ملک میں قومی تعلیم پالیسی کے بارے میں جو کانفرنس ہوئی تھی۔

اگر آپ اس کی رپورٹ پڑھ لیں تو آپ کو رونا آئے گا کہ وہ ملک جو کلمے کی بنیاد پر بنایا گیا تھا اس میں تعلیم کون سی دی جا رہی ہے، جس کے اندر ملک کا گورنر کہتا ہے کہ ہم پوسٹ گریجویٹ کے اندر میوزک کو بحیثیت نصاب رکھیں گے، جہاں پر پرائمری کلاسز میں Sex کی تعلیم دی جا رہی ہے، اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کیسے ہماری قوم بچ سکے گی۔ اور کیسے ہم اچھے مستقبل کی امید رکھ سکیں گے۔

ہم کہتے کیا ہیں کہ ساون ہے، بچہ یہودی بن رہا ہو کہتے ہیں کہ بڑا دانشور بن رہا ہے، اور پڑھ کے نکلے گا تو زمانے میں انقلاب لائے گا، بچے کے دل کے اندر امریکی چور چھپا ہوا ہے اور تم سمجھے ہو کہ اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔

اگر اپنے بچے کے ناشتے کا خیال کرتے ہو تو خدارا اس کے نظریے کا بھی خیال کرو، اگر ناشتہ کمزور پسند نہیں تو نظریہ کمزور کیوں پسند ہے، اگر اپنے بچے کے لئے

Marfat.com

فلٹرڈ پانی چاہتے ہوتو اس کیلئے فلٹرڈ کہانی بھی چاہیے۔ اگر اس کا جسمانی لباس اچھا چاہتے ہوتو انکا ایمانی لباس بھی اچھا چاہیے۔

یہ صورتحال جو تنزل کی مسلسل ہمارے اندر آ گئی ہے اور ہمیں اس کا ادراک نہیں ہو رہا کہ ہمارا نقصان کتنا ہو رہا ہے کتنا ہو چکا ہے اور کتنا ہونے والا ہے، یہ صورتحال روشن کرنے اور واضح کرنے کے لئے کسی بھول میں نہ رہنا، باطل پوری طرح اپنے دانت تیز کر کے ہمیں ختم کرنے کے لئے میدان میں آ چکا ہے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو

تمہاری داستاں تک نہ رہے گی داستانوں میں

اب بیداری کا وقت ہے، بیدار ہو کے اس کا مشاہدہ کیا جائے، بالخصوص جو ہماری یونیورسٹیز کا شعبہ ہے، اس میں جو کچھ اچھا پڑھایا جاتا ہے، وہ ٹھیک ہے لیکن یہ بات علامہ اقبال کی ضرور ذہن میں رکھنا، پھر بھی ایک ان کی سازش ہے، اچھی چیز کیساتھ جو ہمیں کلچر دیتے ہیں، اب ایک ہے انگلش پڑھنا اور ایک ہے انگریز بننا، ان دونوں باتوں میں فرق ہے، انگلش بولنا اور چیز ہے مگر قلب ونظر سے انگریز بن جانا، یہ اور بات ہے۔

ہم انگلش کے خلاف نہیں ہیں، ہم سائنس کے خلاف نہیں، ہم ٹیکنالوجی کی تعلیم کے خلاف نہیں، ان تمام Fields میں ریسرچ کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم انگلش کے خلاف نہیں، ہم تو انگریز بننے کے خلاف ہیں اور تم یہ سوچ لو کہ جو انگلش پڑھ رہے ہیں، ان میں سے کتنے ہیں جن کو انگلش تو آئے لیکن وہ انگریز نہ بن

Marfat.com

جائیں، اگر ساتھ ساتھ انگریز بھی بن جائے تو پھر اس انگلش کا ہمیں فائدہ کیا ہوگا۔ ہاں اگر ان کے پیچھے کنٹرول تمہارے ہاتھوں میں ہے، اپنے بچوں کے ذہن کی روزانہ تلاشی لو، روزانہ سمجھاؤ اور روزانہ دیکھو کہ کہیں بگاڑ تو پیدا نہیں ہو رہا پھر سلسلہ صحیح چلتا جائے گا اور اگر تم نے تلاشی لینا چھوڑ دی، تیسرے چوتھے دن کوئی چور ان کو لوٹ کے لے جائے گا۔

اس واسطے یہ جو ہمارے لئے پورا سلسلہ ہے، تعلیم کا جواز تو ہے مگر امتحان اس کا والدین کے لئے بڑا لازم ہے اور بالخصوص بزرگوں کے زیر سایہ ان بچوں کے ٹیسٹ کروانے چاہیے، ان کے ذہن کے فکری ٹیسٹ، ان کی سوچ کے ٹیسٹ، ان کے خرد اور شعور کے ٹیسٹ، ان کے ایمان اور ایقان کے ٹیسٹ تاکہ پتہ چلتا رہے کہ یہ ابھی تک ہمارا ہے، غیروں کا آلہ کار نہیں بنا۔ اقبال کہتے ہیں: غیروں کا ایجنڈا ہے۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

مومن کی خودی بہت مضبوط تھی جو نہ ہتھوڑوں سے ٹوٹنے والی تھی اور نہ تلواروں سے کٹنے والی تھی تو غیروں نے کہا کہ

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

اب یہ تمہارے سامنے ڈٹ جاتا ہے کہ میں نہیں کرنے دوں گا، میں جان دے دوں گا، میں خون بہاؤں گا، اپنا ایمان بچاؤں گا، یہ جوان کی خودی سر اٹھاتی ہے

Marfat.com

اور یہ بولتا ہے، اس کو یوں ختم کرو کہ اس کو ذرا تعلیم کے تیزاب میں ڈالو، جس وقت مغربی تعلیم کا پروردہ بنے گا تو پھر افرنگی دوکانوں کا کھلونا بن جائے گا، پھر اس میں فولادی پاور نہیں ہوگی پھر جب وہ ملائم ہو جائے تو جدھر چاہو ادھر پھیر لو۔

پہلے یہ ڈٹ جاتا تھا، عزت بے عزتی کا مسئلہ اور موت وحیات کا مسئلہ بنالیتا تھا، اب وہ باتیں ساری ہو رہی ہیں اور مسلمان اٹھتا نہیں ہے، تو پتہ چلا کہ وہ تعلیم کے تیزاب میں خودی کو ڈال کے اس کو بالکل یوں بنا دیا گیا ہے کہ اب اپنی حیثیت ہی کھو چکا ہے۔

تاثیر میں اکسیر سے یہ بڑھ کے ہے تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

اس تعلیم میں جو مغرب کا تیزاب ہے اس میں تاثیر اتنی گندی ہے کہ یوں سمجھو جیسے سونے کا ہمالہ پہاڑ ہو اس کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا جائے اتنی تبدیلی کہ سونے کا پہاڑ مٹی کا ڈھیر بن جائے۔ یہ کس بنیاد پر ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ گندے نصاب تعلیم کی وجہ سے ہے، برے نصاب تعلیم کی وجہ سے ہے۔

اب پہلے تو کوئی کسر نہیں تھی اب جو آغا خان بورڈ اور بالخصوص ہماری وزارت تعلیم کے وزیر تجہیل بولتے ہیں تو کہتے ہیں اب ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے ملاؤں سے اپنا نصاب تعلیم آزاد کر لیا ہے، اب ہمارے نصاب تعلیم میں انڈیا پہ تنقید نہیں ہے، اب ہمارا نصاب تعلیم جو ہے، وہ گندھارا سے چلا ہے اور ہمارا کلچر وہاں سے آیا ہے ایسی ساری باتیں جو کی جا رہی ہیں، یہ اس ملت کیلئے زہر ہے، جو کہ ہر

Marfat.com

طرف پھیلا جا رہا ہے۔

ادھر والدین خوش ہیں کہ ہمارے بچے بڑے تعلیم یافتہ ہو رہے ہیں، روزانہ پڑھنے جاتے ہیں، روزانہ پڑھ کے آتے ہیں، ماں کی آنکھ بھی ٹھنڈی ہے، باپ کا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہے اور بیچاروں کو پتہ نہیں کہ ہم تو بیٹا بیچ رہے ہیں، ہم نے بیٹا غیروں کے آگے بیچ دیا ہے، ہم نے فروخت کر دیا ہے، یہ ہمارا نہیں رہے گا، دس سال کے بعد یہ غیروں کا بن جائے گا ان کی بولی بولے گا۔ اس وقت اپنی امی اور ابو کو کہے گا، تمہیں کیا پتہ کہ زمانہ کیا ہوتا ہے اور جدت کیا ہوتی ہے اور زمانے کے کیا حالات ہیں، تم پرانے لوگ ہو تمہیں کوئی حیثیات کا پتہ ہی نہیں، اس وقت اپنے والدین کا منہ بھی بند کرنے کی کوشش کرے گا، قبل اس کے کہ وہ وقت آئے، آج یہ سوچنا چاہیے کہ کہاں سے دھواں اٹھ رہا ہے اور کہاں کہاں لوگوں نے ساون بنا رکھا ہے۔

بالخصوص ایک شعبہ جو پورا اس سلسلے کا ہے جو ہے دھواں اور لوگ ساون سمجھتے ہیں، وہ ہیں بدعقیدگی کے اڈے اور بدعقیدگی کے وہ کیمپ جہاں تمہارے بچوں کے عقیدے گندے کیے جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کے نقش جو ہیں وہ سبق دیئے جاتے ہیں۔

تم سمجھتے ہو بیٹا حفظ قرآن کرنے گیا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ بیٹا درس قرآن سننے گیا ہے لیکن جب بیٹا پلٹتا ہے اور عمر گزرتی ہے، تو وہ کہتا ہے ابا جی تم تو ساری عمر شرک ہی رہے تم اللہ کے ولیوں کے درباروں پر کیوں جاتے ہو، یہ گیارھویں شریف کیوں کرواتے ہو، یہ ختم شریف کہاں سے آیا ہے، یہ میلاد شریف تو بدعتی

Marfat.com

لوگوں کا کام ہے، اب اس وقت باپ کی ٹانگیں قبر میں ہیں اور کانپتا ہے کہ میں نے تو سب کچھ کھو دیا ہے، اب میرا بیٹا تو میرے لئے دعا بھی نہیں کرے گا، یہ تو آج ہی مجھے مشرک کہہ رہا ہے تو کل قبر میں میرے ساتھ کیا کرے گا۔ یہ میرے لئے کیا کرسکتا ہے، یہ جو آج دھواں ہے اس کو بھی دھواں سمجھو، یہاں بھی ساون نہیں ہے، اصل میں دھواں ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھی، قبر میں بھی دھواں آسکتا ہے۔

اس واسطے کہ ہر وہ اڈہ کہ جہاں پر فکر قرآن اور فکر حدیث اور عقیدہ الوہیت ومنصبِ رسالت کے خلاف حملے ہو رہے ہیں، اپنے بچوں اور اپنی اولاد کو وہاں نہ بھیجو۔

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ پڑھ کے سلامت نکل آئیں گے، قرآن تو قرآن ہے نا، صرف قرآن پڑھنا، قرآن تو ایک ہے، انہیں سوچنا چاہئے۔

مولانا روم نے کہا تھا:

بارش ایک ہے آسمان سے برتی ہے لیکن طریقے دو ہیں، ایک ڈریکٹ آتی ہے اور ایک چھت پر برتی ہے اور چھت سے نیچے آتی ہے۔

کہتے ہیں:

آب باراں باغ صد رنگ آورد

آب ناؤداں همسایه درجنگ آورد

وہ جو ڈائریکٹ آتی ہے وہ جہاں برسی ہے وہاں پہ پھول کھلے ہیں، گلشن آباد ہوا ہے اور جو چھت پر برسی ہے وہ پرنالے کی شکل میں نیچے آئی ہے۔

تو کیا ہوا، کہتے ہیں:

Marfat.com

پڑوسی سے ہی جھگڑا ہو گیا۔

پرنالے سے جو نیچے آیا اس سے جھگڑ ہو گیا اور جو ڈائریکٹ برسی ہے، اس کے قطرے صدف میں گریں تو ہیرے بنتے ہیں اور پھول بنتے ہیں اور جو چھت پر برسی ہے تو جتنی اس پر گندگی ہوتی ہے وہ اس میں شامل ہو جاتی ہے۔

اب پرنالے سے پانی وہی اتر رہا ہے، جو آسمان سے آیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں مگر چھت گندی تھی تو کپڑے بھی گندے، ایک ایک قطرے سے بدن بھی گندہ، اب کیا ہوا بارش تھی، مگر سبب گندگی کا بن گئی، بارش تھی مگر سبب پلیدی کا بن گئی۔ انسان کے لئے جینا مشکل ہو گیا۔

اس واسطے سمجھو قرآن بارش ہے مگر ڈریکٹ جو ابر کرم ماہ مدینہ سے ہو کر آ رہا ہے، اس سے دل میں پھول کھلتے ہیں اور اگر یہی قرآن کسی اس اڈے سے ملتا ہے جہاں گندے عقیدے کی چھتیں لگی ہوئی ہیں، وہاں جب بارش برسے گی تو چھت کی گندگی ضرور ل جائے گی، قرآن کے پاک ہونے کا انکار نہیں ہے، قرآن قرآن ہے لیکن جس وقت ساتھ یہ گندگی آئے گی تو پھر:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

پھر گمراہی بھی آسکتی ہے اور یقیناً ایسا ہو رہا ہے۔ اس واسطے یہ صورتحال جو نشیمن کے دھواں کی ہے، اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے اور اپنے اندر اصلاح کی صورتحال اس انداز کی رکھنی چاہئے، جب اللہ کا وعدہ ہے کہ تم اگر اپنے دل نہیں بدلو گے تو میری رحمت کی بارش بھی نہیں بدلے گی تم بدلتے ہو تو پھر میری طرف سے بھی

Marfat.com

فیصلے بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کہیں ہمارے اندر کمی آگئی ہے تو ہم نئے سرے سے اپنے دل سیدھے کرلیں اور یہ نورانی ماحول برکات کے مہینے میں ہمارے لئے دوبارہ پھر مستقل رحمتوں کا نزول شروع ہوجائے گا۔

اصل میں مدار بندے کی نیت پر ہے، نیت اچھی ہوتو کام سنور جاتے ہیں، نیت خراب ہوتو سب کچھ خراب ہوجاتا ہے، امام رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

'نوشیروان شکار کے لئے نکلا اور اپنی سلطنت سے کافی دور چلا گیا۔ اسکو پیاس محسوس ہوئی، ایک باغ میں داخل ہوا، وہاں ایک بچہ نگرانی کررہا تھا، نوشیرواں کہنے لگا:

أَعْطِنِي رُمَّانَةً وَّاحِدَةً

مجھے ایک انار دو۔

بچے نے توڑا، بادشاہ کو دیا، اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ بادشاہ ہے، اس نے پانی نچوڑا تو بہت سا پانی دانتوں سے نکلا، بڑا لذیذ پانی تھا، نوشیرواں وہ پی گیا۔

فوراً اس کے دل میں خیال آیا کہ میں بادشاہ ہوں، ایسا باغ تو میرا ہونا چاہئے، یہ غریب بندے نے کیوں رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا کہ ابھی واپس جاؤں گا اور آرڈر بھیجوں گا کہ یہ باغ تمہارا نہیں بلکہ میرا ہے، اتنے میں پھر پیاس محسوس ہوئی تو پھر کہنے لگا:

أَعْطِنِي رُمَّانَةً

مجھے ایک اور انار دو۔

Marfat.com

بچے نے توڑ کے دیا، اس نے نچوڑا تو بالکل تھوڑا سا پانی نکلا اور وہ بھی بڑا کڑوا۔ اب بادشاہ حیران ہو گیا کہ اسی باغ سے ابھی اتنا لذیذ پانی تھا اور کثیر پانی تھا، اب بالکل خشک ہو گیا۔ اور وہ بھی کڑوا ہو گیا ہے۔

بادشاہ بڑے تعجب سے بچے سے پوچھا کہ اتنی جلدی تبدیلی آ گئی، یہی درخت ہے اور اسی کا انار تھا، اسی سائز کا تھا اور پانی پہلے تو بہت تھا اب کم ہو گیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ بچہ جو بظاہر ایک باغ کا مالی تھا لیکن حقیقت میں وہ اللہ کی رحمت کا ایک مالی تھا، ولی تھا، اس نے فوراً یہ کہا:

لَعَلَّ مَلِكَ الْبَلَدِ عَزَمَ عَلَى الظُّلْمِ

شاید اس ملک کے بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا ہے۔

اگر اس انار میں اسی انار کے سائز کا ہوتے ہوئے پانی کم ہو گیا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس ملک کے بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا ہے جس کی وجہ سے برکت اٹھ گئی ہے۔

اب دیکھو سائز وہی رہتا ہے، برکت کیسے ختم ہوتی ہے، انار کا سائز وہی ہے، مگر برکت ختم ہو گئی۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ بچہ بڑا بیدار مغز ہے، اس نے تو میرے دل کی بات سمجھ لی ہے، اس نے ٹیسٹ کرنا چاہا، اس نے فوراً توبہ کر لی۔

اس نے کہا میرے دل میں پکا ارادہ ہے کہ میں یہ باغ نہیں لوں گا، کہنے لگا:

اَعْطِنِي رُمَّانَةً اُخْرٰى

اب مجھے ایک اور انار دو۔

بچے نے توڑ کر دیا، جب اس نے انار کو نچوڑا تو پھر بہت سا پانی نکلا اور میٹھا

Marfat.com

بھی تھا، بادشاہ کہنے لگا، اب دیکھو بچے! بہت سا پانی نکلا ہے اور میٹھا بھی ہے۔ یہ کیوں ایسا ہو گیا؟

تو اس نے جواب دیا کہ مجھے لگتا ہے کہ اس بادشاہ نے اپنے دل میں توبہ کرلی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے برکتیں بحال کردی ہیں۔

اصل میں جب بندے کے دل کی حالت تبدیل ہوتی ہے، ادھر رحمت کی بدلی بھی آجاتی ہے، جوں جوں یہ بدلتا جاتا ہے، اللہ کی رحمتیں شامل ہو جاتی ہیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح قلب کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

7

دختران اسلام کے لیے آئیڈیل کردار

Marfat.com

أَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ أَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ ذَوِي الْفَضَائِلِ

أَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخر موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

Marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے سولہویں پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

دختران اسلام کے لئے آئیڈیل کردار

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً خواتین سوسائٹی کا اہم رکن ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کے لئے باقاعدہ قرآن مجید میں احکامات نازل فرمائے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کیلئے اپنے فرامین میں ہدایات کا ایک جامع نصاب فراہم فرمایا ہے بلکہ صحابیات کے تقاضے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خصوصی درس کا اہتمام بھی متعدد بار فرمایا تھا۔

ماں کی گود سب سے پہلی درسگاہ

اس حقیقت کا کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا کہ ایک خاتون خانہ کی اصلاح سے پورے گھر کی اصلاح ہوتی ہے اور گھر کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوتی ہے، بلکہ عرب کے ایک بہت بڑے مفکر کہتے ہیں:

Marfat.com

اَلْاُمُّ مَدْرَسَۃٌ اِذَا ھَذَّبْتَھَا

اَعْدَدْتَّ شَعْبًا طَیِّبَ الْاَعْرَاقِ

ماں ایک مدرسہ ہے اور ماں ایک درس گاہ ہے

اِذَا ھَذَّبْتَھَا

اگر آپ ماں کو مہذب بنادیں، ماں کی اصلاح کردیں تو کیا ہوگا۔

اَعْدَدْتَّ شَعْبًا طَیِّبَ الْاَعْرَاقِ

تو آپ ایک پاکیزہ قوم تیار کرلیں گے۔

اس واسطے یقیناً اس میں خواتین کا بڑا اہم کردار ہے اور اس کردار کی اسی نہج پر تعمیر کی ضرورت ہے جو رب ذوالجلال کو پسند ہے اور جس کی تعلیمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے عام فرمائی ہیں۔

موجودہ حالات میں عورت کی تعلیم پر زور تو ہر طرف سے دیا جارہا ہے مگر یہ بھی ایک لحہ فکریہ ہے کہ وہ کونسی تعلیم ہے کہ جس سے عورت کا عورت ہونا محفوظ رہتا ہے اور وہ کونسی تعلیم ہے کہ جس سے عورت اپنے نام سے ہی محروم ہوجاتی ہے۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نا زن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

یعنی جو علم پڑھنے سے عورت عورت ہی نہ رہے تو اس علم کو علم نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو موت کہا جاتا ہے۔ عورت کے لئے علم وہ علم ہے کہ جس کو پڑھ لینے کے بعد اس

Marfat.com

کا کردار محفوظ ہوتا ہے اور رب ذوالجلال کی طرف سے جو اس کو نام دیا گیا ہے، اس نام کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔

آج ہمارے لئے یہ سعادت افزاء لمحات ہیں کہ ہم قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اور رسول اکرم ﷺ کے شائستہ اور شستہ افکار کی روشنی میں نسل نو کے لئے اس پیغام کو عام کر رہے ہیں کہ حقیقی کردار ایک خاتون کا کیا ہونا چاہئے اور اس کو رب ذوالجلال نے کتنی زیادہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

ازواج مطہرات کی زندگی ایک آئیڈیل کردار

قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ میں خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے رسول اکرم ﷺ کی ازواج تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اگر تم تقویٰ اختیار کرو

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

اور بات میں تم نرمی پیدا نہ کرو

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

وہ بندہ جس کے دل میں بیماری ہے، لالچ کر سکتا ہے۔

یعنی بات کرتے وقت کہ جب کوئی آدمی چیز لینے کیلئے آتا ہے تو پردے سے

Marfat.com

تم نے ان کو چیز دینی ہے اور ایک اجنبی کیلئے گفتگو میں لہجہ سخت ہونا چاہیے

وَقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا

اور تم کہو اچھی بات

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پاک پر قرآن کو نازل کیا ہے اور آپ کے کاشانہ کی عظمت کے پیش نظر جو آپ کے گھر میں آپ کی ازواج ہیں، رب ذوالجلال نے ان سے direct گفتگو کی ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ

وحی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی لیکن گفتگو آپ کی ازواج سے کی اور ان کو یہ احساس دلایا کہ تمہارا مقام ومرتبہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے عام عورتوں جیسا نہیں ہے، تمہارا خاص مرتبہ ہے اور تمہارا خاص مقام ہے اور اس مقام کے پیش نظر تمہیں عظیم کردار کی ضرورت ہے۔ بولتے وقت آواز کے لہجے میں بھی وہ ادا ہونی چاہئے کہ جس سے پتہ چلے کہ کاشانہ نبوت سے کسی بات کا جواب آرہا ہے۔ تاکہ قیامت تک کے لئے تمہاری بیٹیاں جو تمہیں امہات المومنین کہیں گی، انکو ایک سبق ملے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں جو ازواج آئی تھیں، جن کی تربیت رب ذوالجلال نے کی ہے، ان کا جو کردار ہے وہ ہمارے لئے آئیڈیل کردار ہے۔ ان کا جو چال چلن کا طریقہ ہے وہ ہمارے لئے واضح طور پر زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان کامل، ایک آئیڈیل کردار

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۱۱، ۱۲ میں ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے

فرعون کا گھر فرعون کی وجہ سے نحوستوں والا تھا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہاں جو گھر والی تھی۔ اس کو رحمتوں کا محور بنایا تھا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بطور مثال جن کے جن دو خواتین کا ذکر کیا، وہ ایک حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں، دوسری حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہیں۔

دونوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بڑے عجیب انداز میں کیا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا تو فرعون نے آپ پر بڑا تشدد کیا، جلالین میں ہے کہ

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو لٹا کر دونوں قدموں پر اور دونوں ہاتھوں پر میخ لگا دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد سینے کے اوپر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے اور پھر ان کو دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود ان کا دل حق کی گواہی دیتا تھا، وہ زبان

Marfat.com

سے اللہ کی توحید کا تذکرہ کرتی تھیں اور بار بار اس کا اقرار کرتی تھیں۔

اب اتنے تشدد کے باوجود انہوں نے رب ذوالجلال کا ذکر نہیں چھوڑا، اللہ کی توحید کو نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ان کے کردار کو ایک آئیڈیل کردار بنا کے قرآن مجید میں پیش کیا کہ جس طرح انہوں نے قربانی دی ہے، وہ بہت بڑی قربانی ہے۔

اگر وہ دنیا کو دیکھتی تو ان کو پتہ تھا کہ اگر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھوں گی تو فرعون مجھے نہیں چھوڑے گا بلکہ الٹا مجھ پر وہ تشدد کرے گا اور ایسا ہوا بھی مگر انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی اور قیامت تک کے لئے انہوں نے حق پرست خواتین کو یہ سبق دیا ہے کہ تم کبھی بھی دنیا کی چمک، دنیا کی آرائش اور دنیا کے کسی فائدے کے لئے حق کی طرف پیٹھ نہ کرنا بلکہ دنیا عارضی ہے اور اس کا مختصر سا وقت ہے، اگر تم مختصر وقت جدوجہد میں، کوشش میں، ابتلاء اور آزمائش میں صبر سے گزار لوگی تو اللہ تعالیٰ تمہیں دائمی سہولتیں عطا فرمائے گا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو یوں دھوپ میں جب رکھا جاتا تھا۔

فَكَانَتْ إِذَا تَفَرَّقَ عَنْهَا مَنْ وُكِّلَ بِهَا

جب پہرہ دار پیچھے ہٹتے تھے فرعون نے ملازم رکھے ہوئے تھے، جن کی ڈیوٹی تھی کہ تم نے پہرہ دینا ہے کہ کہیں کوئی میخ اکھڑ نہ جائے اور کہیں اس کے سینے سے پتھر ہٹ نہ جائے یا کہیں اس کو کوئی سایہ فراہم نہ کرے، لیکن جونہی وہ لوگ پیچھے ہٹتے تھے تو یہ رب ذوالجلال کی طرف سے اعزاز تھا

Marfat.com

اَظَلَّتْهَا الْمَلَائِكَةُ جلالین: ص:۴۶۶

فرشتے آکے اس پر سایہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شان دی تھی اور ان کے کردار کو قرآن مجید میں قیامت تک مضبوط اعصاب والی عورتوں کے لئے بیان کر دیا کہ عورت اگرچہ صنف نازک ہے مگر جب اس میں حق جلوہ گر ہوتا ہے تو پھر فولاد سے بھی مضبوط ہو جاتی ہے، پھر اس کو کوئی چیز شکست نہیں دے سکتی اور کوئی تشدد اس کو راہ حق سے پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔

یہ جرأتمند خاتون ہے جو شیطان کی راہوں سے نکل کے آزاد ہو کے رحمان کے جلوے اور عشق میں یوں آباد ہو جاتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو اللہ کی محبت سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی، ایک آئیڈیل کردار

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

اور مریم بنت عمران جنہوں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی

فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا

ہم نے ان میں اپنی روح پھونکی

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ

اور انہوں نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتب کی تصدیق کی

وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ

Marfat.com

اور وہ خاتون اللہ کے مطیع بندوں میں سے شمار ہوئی

حالانکہ وہ مونث ہے تو قانتات کا بظاہر لفظ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ قانتین تو مردوں کے لئے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قانتین میں سے تھیں۔ حالانکہ ایک عورت کا شمار عورتوں میں ہوتا ہے۔ اگر مُسلمہ ہے تو کہا جائے کہ یہ مسلمات میں سے ہے۔ مومنہ ہے تو یہ مومنات میں سے ہے۔ صالحہ ہے تو صالحات میں سے ہے تو جب وہ قانتہ تھیں تو بظاہر چاہئے تھا کہ کہا جاتا

وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتَاتِ

وہ قانتات میں سے تھیں۔

یعنی اللہ کی جو مطیع عورتیں ہیں، ان میں سے تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ

وہ قانتین میں سے تھی۔

یعنی وہ کمالات جو کہ مرد بندگی کر کے حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو وہ کردار عطا فرمادیا ہے۔ کہ ہے تو یہ عورت لیکن بندگی کے لحاظ سے مردوں میں شمار ہوتی ہے۔ یعنی انہوں نے بندگی میں اتنی کمائی کر لی ہے اور اس انداز میں رب ذوالجلال کو راضی کیا ہے کہ وہ اونچے اونچے مرتبے جو مردوں کو بڑی جدوجہد اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہوتے ہیں، یہ خاتون ہو کے اس بلند مرتبے پر فائز ہو چکی ہے۔

قرآن مجید سے اس موضوع کے مختصر سے پس منظر کے بعد اب تعلیمات نبوی کے لحاظ سے جو عورت کے لئے آئیڈیل کردار ہے وہ سننے کے قابل

Marfat.com

ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ سید عالم ﷺ نے پہلے عورت کی عظمت کو اجاگر کیا اور پھر ساتھ اس کی ڈیوٹی اور اس کے جو کام ہیں، ان کی بھی وضاحت فرمائی ہے۔

بیٹی رحمت خداوندی کا پیکر

وہ معاشرہ جہاں بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور جہاں عورتوں کو ایک بالکل الگ تھلگ مخلوق شمار کیا جاتا تھا، اس ماحول کے اندر میرے محبوب ﷺ کا یہ جملہ کتنا عظیم جملہ تھا۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کشف الغمہ میں موجود ہے۔

وَكَانَ ﷺ يَقُوْلُ لَا تَكْرَهُوا الْبَنَاتِ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی بچیوں سے کبھی نفرت نہ کیا کرو۔

اگر گھر میں بچی پیدا ہو جائے تو اس سے نفرت نہ کرو، اس سے بیزاری کا اظہار نہ کرو۔ کیوں؟ فرمایا:

فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِيَاتُ

کشف الغمہ: جلد ۲، ۱: ۲۸۰

یہ بچیاں اپنے باپ سے بڑا اُنس کرتی ہیں۔

فالیات کا معنی ہے کہ یہ اپنے باپ کی جوئیں نکالتی ہیں، حالانکہ باپ کو جوئیں پڑی ہوئی نہیں مگر ایک خاص تعلق جو بیٹی کا باپ کے ساتھ ہے، باپ لیٹا ہوا ہے، بیٹی چھوٹی عمر میں دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے باپ کے بالوں میں کھجلی کرنا شروع کر دی، جیسے جوئیں تلاش کر رہی ہے، اس وقت جو ایک باپ کے لئے رحمت

Marfat.com

کا سماں ہوتا ہے اور جو بچی اپنی طرف سے باپ کو انس فراہم کر رہی ہے، یہ انس ایک مخصوص انس ہے جو اسے کہیں سے بھی میسر نہیں آسکتا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کو رحمت کی علامتیں بنایا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسا انس دیا ہے، اتنا مقدس انس اور مقدس محبت کہ جس کی تجھے مثال نہیں ملے گی۔ تم اپنی بچیوں سے نفرت نہ کیا کرو بلکہ بچیوں سے پیار کیا کرو، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں تمہارے لئے انس کے کتنے سمندر پیدا فرما دیئے ہیں۔

امور خانہ داری میں قریش کی عورتوں کا آئیڈیل کردار

رسول اکرم ﷺ نے یہ احساس دینے کے بعد جو عورت کا سب سے بڑا کام ہے اس کی وضاحت کی کہ عورت کے کام امور خانہ کے ہیں، یہاں تک کہ بخاری شریف کی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۷۶۰ پر ہے کہ

قریش کی عورتیں جو کلمہ پڑھ چکی تھیں جب وہ مکہ شریف سے مدینہ شریف پہنچیں تو ان کے معمولات بار بار نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیے گئے ایک دن رسول اکرم ﷺ نے انکی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ سب سے اچھی قریش کی عورتیں ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِیْ صِغَرِهٖ

جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس سے بہت پیار کرتی ہیں

Marfat.com

ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو جتنا یہ بچے سے پیار کرتی ہیں، اتنا دوسری مائیں پیار نہیں کرتیں۔

قریش کی عورتیں اس لئے افضل ہیں کہ اپنے بچے کے ساتھ حالت صغر اور بچپن میں جس طرح کا یہ پیار کرتی ہیں اور جتنی یہ شفقت اپنے بچوں کو دیتی ہیں، اتنی شفقت دوسرے علاقوں، دوسری قوموں اور دوسرے قبائل کی مائیں اپنے بچوں کو نہیں دیتیں۔ پھر یہاں تک فرمایا:

وَارْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِہٖ

بخاری شریف: ۲/۷۶۰

جتنا یہ اپنے شوہر کے مال کا خیال رکھتی ہیں اتنا دوسری عورتیں اپنے شوہر کا خیال نہیں رکھتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی افضلیت کی دو وجہ بیان کر دیں۔

ایک ہے اولاد کا خیال اور ایک ہے شوہر کے مال کا خیال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کی عورتوں کا یہ مقام ہے اور یہ ان کی افضلیت ہے۔

اگرچہ دیگر عورتیں بھی اپنے بچوں سے پیار کرتی ہیں اور اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہیں لیکن اس سلسلہ میں جو پہلا نمبر ہے، وہ قریش کی خواتین کا ہے۔ وہ اپنے زوج کے مال کی حفاظت کرتی ہیں زوج کی عزت کی بھی حفاظت کرتی ہیں اور اسکی نسل کی طہارت کی بھی حفاظت کرتی ہیں۔ اس بنیاد پر سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو جو کردار دیا ہے ان میں سے پہلا کردار وہ ہے کہ جس کا تعلق گھرانے کے

Marfat.com

ساتھ ہے فیملی کے ساتھ ہے، شوہر کے گھر کے ساتھ ہے، شوہر کی اولاد کے ساتھ ہے اور شوہر کے رشتہ داروں کے آداب کے لحاظ سے ہے۔ اس کو میرے محبوب ﷺ نے صرف خانہ داری نہیں کہا بلکہ اس کو دینداری بنا دیا ہے کہ جس وقت شریعت مطہرہ کی روشنی میں ایک خاتون یہ کام کرے گی تو کوئی نہ کہے کہ یہ محض گھریلو خاتون ہے۔ اصل میں یہی خاتون ہے جو نسل نو کی حفاظت کر رہی ہے، ان کے نیکیوں کے گلشن پر پہرہ دے رہی ہے۔

دوسری حدیث شریف

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اِمْرَاَةٍ اَطَاعَتْ وَاَدَّتْ حَقَّ زَوْجِهَا

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر عورت جو اپنے زوج کی اطاعت کرتی ہے، اس کا کہنا مانتی ہے اور اس کا حق پورا کرتی ہے۔

وَتَذْكُرُ حَسَنَاتِهٖ

اور اپنے خاوند کی صفتیں بیان کرتی ہے، اس کی خوبیاں بیان کرتی ہے۔

یعنی اپنی سہیلیوں کے سامنے یا کہیں ایسا موقع ہو، اسکو بیان کرتی ہے۔

وَلَا تَخُوْنُهٗ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ

اس کے مال میں وہ خیانت نہیں کرتی اور اس کی ذات میں بھی خیانت نہیں کرتی۔

ذات میں خیانت کا تعلق کردار کے ساتھ ہے یعنی یہ اپنا کردار ستھرا رکھتی ہے اور اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہے تو اس عورت کو کیا ملے گا۔

یاد رکھنا یہ وہ فیصلے ہیں جو عرش کے فیصلے ہیں اور میرے نبی اکرم ﷺ کی

Marfat.com

زبان نے بیان کیے ہیں، کل جنت میں پہنچتے پھر جا کے پتہ چلتا تو عورتیں ہاتھ ملتی رہتی کہ کاش ہمیں دنیا میں پتہ چل جاتا تو ہم اس کی مستحق بن جاتیں۔ گھر کے کام میں ہمارے لئے اتنا بڑا فائدہ تھا اور اپنے شوہر کی خدمت میں اتنی فضیلت تھی۔

میرے محبوب ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں:

جس نے اپنے شوہر کو حق دیا ہے، اس کی اطاعت کی ہے اور یہ باتیں اس میں موجود رہی ہیں۔ اس نے اپنے شوہر سے خیانت نہیں کی۔

تو کیا ہوگا؟

كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ

جامع الاحادیث ۳/۲۱۹

جنت میں اس کے اور شہداء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق رہ جائے گا۔

آپ دیکھیں کہ شہید کا مقام کتنا اونچا ہے، اس نے اسلام کے لئے اپنی جان دی ہے اور اس کو دائمی زندگی مل گئی ہے۔ شہید کا جنت میں بڑا اونچا محل ہے اور جنت میں بہت اونچی شان ہے۔ یہ عورت جو اپنے گھر بیٹھی اپنے گھر پہ پہرہ دے رہی ہے۔ خاوند کی عزت اور اپنی عزت پر پہرہ دے رہی ہے۔ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر رہی ہے۔ اس کو سید عالم ﷺ نے آئیڈیل کردار ہی نہیں دیا بلکہ اس کے کردار کی عظمت کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ فرمایا:

اگر وہ خدمت کرے گی، وہ محروم نہیں ہے، اس کو اتنا کچھ ملے گا کہ جنت میں اس کے اور شہیدوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق رہ جائے گا۔

Marfat.com

اور رسول اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ

مشکوۃ: ح ۴۹۷۸

میں اور وہ عورت جو اپنے بچوں کی دیکھ بھال میں میلی کچیلی رہتی ہے، اسکو اپنے کپڑے دھونے کا وقت بھی نہیں ملتا اور اسکو اپنی زیب و زینت کا وقت ہی نہیں ملتا، اس کی اولاد کمائی ہے ان کا کھانا پکاتی ہے، کپڑے دھوتی رہتی ہے۔

سفعاء الخدین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رخساروں کا رنگ اڑ گیا ہے۔ اپنے بچوں کی خدمت کر کر کے وہ زرد مائل ہوئی ہے۔ وہ بہت زیادہ کام کرتی ہے میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں:

میں اور وہ قیامت کے دن دو انگلیوں کے ملنے کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اتنا بلند مقام عطا فرمائے گا کہ

اب دیکھو رسول اکرم ﷺ جو کردار دے رہے ہیں اور کردار پر جو حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں، دنیا کے کسی چارٹر میں ایک خاتون کو یہ عظمت نہیں دی گئی ہے، یہ اسلام کا دامن ہے کہ جس نے ایک خاتون کو عظمتوں کے کئی آسمان عطا فرمائے ہیں۔

عظیم خواتین کا کردار

اب بطور مثال چند عظیم خواتین کا جو کردار ہے، اس کو ہم سامنے رکھتے ہیں۔ اس میں ہماری ماؤں اور بہنوں کے لئے کتنا سبق موجود ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا آئیڈیل کردار

سب سے پہلے اس عظیم خاتون کا کردار جو ایک جہت میں ساری عظمتوں کی

Marfat.com

مستحق ہیں، سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کائنات کو جتنا بڑا تحفہ دیا ہے، اتنا بڑا تحفہ اور کوئی ماں کائنات کو نہیں دے سکی۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کردار البدایہ والنہایہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَهِيَ يَوْمَئِذٍ سَيِّدَةُ نِسَاءِ قَوْمِهَا

جس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے شادی کا معاملہ طے ہو رہا تھا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے بھی اپنے کردار کے لحاظ سے پوری قوم کی سیدہ شمار ہوتی تھیں۔

یعنی خلق اتنا اچھا تھا اور کردار اتنا صاف تھا، صفات اتنی عمدہ تھیں اور حیا اتنی تھی کہ انہیں پیکر صدق وصفا اور حکیمۃ القوم کہا جاتا تھا یہ پوری قوم کی حکیمہ ہیں۔ یعنی پوری قوم کی حکمت ان کے پاس ہے اور پوری قوم کی دانائی ان کے پاس ہے پھر جس وقت آنکھوں نے وہ لمحہ دیکھا جب ابواء کی پہاڑی کی چوٹیاں تھیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے آخری لحات تھے رسول اکرم ﷺ اپنی ننھی سی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ تھے اور مدینہ شریف سے واپسی ہو رہی تھی۔ ابواء کی چوٹیوں پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آ گیا، اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو جملہ بولا تھا، وہ قیامت تک کی ماؤں کے لئے ایک سونے کی شیلڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، میں آج دنیا سے جا رہی ہوں

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ وَكُلُّ كَبِيرٍ يَفْنَى وَأَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِي بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا البدایہ والنہایہ: ۲/ ۲۷۹

Marfat.com

آپ فرمانے لگیں:

ہر زندہ نے فوت ہونا ہے اور ہر نئی چیز کو پرانا ہونا ہے۔ مفکرۂ کائنات اور حکیمۂ امت کی گفتگو سنئے۔

فرمایا:

ہر زندہ مرجائے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہوجائے گی اور ہر بڑی عمر والا فنا ہوجائے گا یہ کوئی نئی بات نہیں کہ میں دنیا سے جارہی ہوں، یہ بات کائنات کے دولہا کے ساتھ، اپنے بیٹے کے ساتھ کر رہی ہیں۔ حضرت محمد مصطفٰی ﷺ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہیں۔

ابواء میں جن لوگوں نے قبر مبارک کی زیارت کی ہے، وہ اس بلند چوٹی کا تصور کریں، جہاں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیٹھی یہ نصیحت کر رہی تھیں کہ میں جارہی ہوں مگر میرے بیٹے حوصلہ رکھنا

اَنَا مَيِّتَةٌ

میں ابھی فوت ہوجاؤں گی

وَذِكْرِي بَاقٍ

لیکن قیامت تک میرے تذکرے ہوتے رہیں گے، قیامت تک مجھے یاد رکھا جائے گا۔ کیوں؟

قَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا

میں ویسے نہیں جارہی، میں دنیا کو خیر دے کے جارہی ہوں، میں نے خیر چھوڑا ہے۔

Marfat.com

وَوَلَدْتُ طُهْرًا

اور میں نے طہارت کو جنم دیا ہے، میں نے دنیا کو طہارت دی ہے، میں دنیا کو نفاست دے کے جارہی ہوں۔

اب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے قیامت تک کی ماؤں کے لئے یہ پیغام دیا کہ اگر تم دنیا سے اس حال میں جاؤ کہ تم نے سوسائٹی کو کوئی نیک بیٹا دیا ہے یا کوئی نیک بیٹی عطا کی ہے تو پھر حوصلہ رکھو کہ تم مر کے بھی مر نہیں سکو گی، تمہارا نام باقی رہے گا، تمہارا کردار باقی رہے گا۔

اور اگر تم جارہی ہو، جنم تم نے کئی دیئے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو معاشرے کیلئے ابر کرم ہو یا رحمت ہو یا تھوڑی سی روشنی ہو، وہ سارے بیٹے اور بیٹیاں تمہارے نام کو بقا نہیں دے سکیں گے اور اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا نام باقی رہے تو پھر اپنی اولاد کی یوں تربیت کرو کہ تم چلی بھی جاؤ مگر تمہاری قبر پھر بھی کائنات کو خوشبو بخشتی رہے۔

تاریخ الخمیس میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یہ پوری تقریر موجود ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا آئیڈیل کردار

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یہ وہ عظیم خاتون ہیں کہ جس وقت اسلام کے لئے میرے محبوب ﷺ نے قدم اٹھایا تو جو دوسرا قدم ساتھ اٹھا وہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا قدم تھا اور یہ خواتین اسلام کے لئے ایک عظمت ہے

Marfat.com

کہ سید عالم ﷺ جب حراء سے اتر کر نیچے آئے اور آپ نے دعوت حق کا اظہار کیا سب سے پہلے اس دعوت پر جس نے لبیک کہا تھا، وہ ایک خاتون تھیں، اور سب سے پہلے اس دعوت کا جھنڈا لے کے جو نکلی، وہ اک خاتون تھیں۔

سب سے پہلے شریعت کی تنفیذ کے لئے اور اس کے اجراء کے لئے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جس نے کوششیں کی ہیں وہ ایک خاتون تھیں۔ ان کے فوراً بعد دوسرے مرحلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں اور آگے دین کو پھیلانے والے ہیں۔

جس وقت محبوب ﷺ گھر آئے تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بات سنی ہے اور ساتھ حوصلہ بھی فراہم کیا ہے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ کو پہلی وحی کے بعد تڑپ یہ تھی کہ ذمہ داری بہت بڑی آگئی ہے۔ اب اس کو نبھانا بھی ہے، اس کیلئے بہت زیادہ کوششیں ہیں۔ سب کچھ سامنے تھا۔ مکہ شریف سے نکلنا اور بدر میں تلواریں چلانا حنین کے معرکے، یہ ساری ذمہ داریاں پیش نظر تھیں۔

جس وقت آ کے اپنی اہلیہ محترمہ سے یہ اظہار کیا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اور میں یہ دیکھ رہا ہوں تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا

ہرگز نہیں، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھے کبھی پریشان نہیں کرے گا۔

کیوں؟

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ

آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَتَحْمِلُ الْكَلَّ

اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہو۔

یہ پہلے دن جو شان بیان ہو رہی ہے کہ تم لوگوں کے مشکل کشا ہو، حاجت روا ہو اور جن کے بوجھ کوئی نہیں اٹھاتا، ان کے بوجھ تم اٹھاتے ہو۔

وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ

جن کو کوئی کما کے نہیں دیتا، تم ان کو کما کے دیتے ہو

وَتَقْرِي الضَّيْفَ

اور تم مہمان نوازی کرتے ہو۔

وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ

بخاری شریف: ۳/۱

اور جب بندوں پر مصیبتیں آجائیں تو مددگار تم ہوتے ہو۔

، یہ ساری صفتیں جب رب نے تمہیں دی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو غمگین نہیں کرے گا، حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا یہ اندازہ تھا اور یہ تجزیہ تھا کہ جس رب نے اتنی بڑی نشانیں تمہیں دی ہیں، اس رب نے جو ڈیوٹی دی ہے تو تمہارا اخلق بتاتا ہے کہ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی، تم سارے امتحانات میں پاس ہو جاؤ گے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جو یہ انداز ہے اس میں ایک طرف تو خواتین کے لئے یہ سبق ہے کہ جس وقت کوئی اہم معاملہ شوہر کے ساتھ پیش آجائے تو یہ نہیں کہ وہ آگے حق کی خلاف ورزی میں نکل آئیں۔ وہ ایک نیکی کا فیصلہ کر کے آگیا ہے

Marfat.com

اور یہ آتے ہی اس کو روکنے میں مصروف ہو جائیں، اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں یا یہ کہے کہ یہ کام ہو نہیں سکے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو تقریر کی ہے، اگرچہ وہ کام ایک مستقل نوعیت کا تھا، اس کام کا تصور اور کہیں ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نبوت آسکتی ہے اور نہ کوئی ایسا اعلان کر سکتا ہے لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خواتین کو یہ سبق دیا ہے کہ جس وقت تمہارا شوہر نامدار کوئی منصوبہ بنا کے آجائے اور کام وہ اچھا ہو تو تمہارا یہ کام ہے کہ اس کی سیرت میں جو حوصلہ افزائی والی باتیں ہیں، وہ سامنے رکھو اور حوصلہ افزائی کرو اور تم اس کام کی تکمیل کے لیے اس کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کردار نے ایک طرف تو قیامت تک کے لئے دین حق کی جڑوں کو سیراب کرنے والا پانی عطا فرمایا ہے اور دوسری طرف آپ نے خواتین اسلام کو ایک چمکتا کردار عطا فرمایا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آئیڈیل کردار

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار کو جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو ان کا کردار بڑا عظیم کردار ہے، میرے نبی ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيْهِنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَكْثَرَ مِنْ عِلْمِهِنَّ

طبرانی معجم الکبیر: ۱۸۴/۲۳

اس پوری امت کی عالمات کو، فاضلات کو، محدثات اور مفسرات کو،

Marfat.com

مفکرات، مجتہدات اور فقیہات کو ایک طرف رکھ دیا جائے ان میں ازواج مطہرات بھی ہوں تو رسول اکرم ﷺ کی ساری امت کی پڑھی لکھی خواتین ایک طرف ہوں اور دوسری طرف اکیلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے بھاری ہوگا۔

اتنا: یاد و اللہ نے انکو علم دیا اور ان کو اس انداز کی فقاہت دی ہے، نبی اکرم ﷺ نے تو صحابہ کرام سے کہا تھا:

خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عَنِ الْحُمَیْرَاءِ

الاسرار المرفوعہ: ۳۸۹

اے میرے صحابہ! حمیراء رضی اللہ عنہا سے آدھا دین سیکھ لینا۔

اس حدیث شریف میں آپ کو حمیراء کہا گیا ہے۔ روایت حدیث کے لحاظ سے آپ کو دیکھیں اگرچہ سارے صحابہ کا کتنا بڑا علمی مقام ہے لیکن ایک صحابی کے سوا باقی سارے صحابہ کرام میں سے جس نے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کے باقی تمام صحابہ کرام میں سے جن کا حدیث روایت کرنے میں پہلا نمبر ہے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ۵۳۷۴ (پانچ ہزار تین سو چوہتر) حدیثیں روایت کی ہیں اور ان کے بعد دوسرا نمبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی ۲۲۱۰ (دو ہزار دو سو دس) حدیثیں روایت کی ہیں اور

Marfat.com

ان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے درجات اور مقامات ہیں۔

روایت حدیث کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو خواتین کا کتنا بڑا حصہ ہے کہ نصف دین ان کی روایت سے ہے اور بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اتنا کثیرۃ الروایۃ ہونا، اس بات کا سبق تھا کہ اے خواتین اسلام! تمہارے لئے شروع سے باقاعدہ اشاعت دین میں حصہ ہے اور اسلام نے باقاعدہ تمہارے لئے ایک علم کا کوٹہ مختص کیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ماں کہنے والی بیٹیو!

جیسے ان کا علم تھا تم بھی وہ علم حاصل کرو، تم بھی وہ شعور حاصل کرو اور تم بھی وہ دین حاصل کرو، دین کی فقاہت حاصل کرو۔ تمہیں تفسیر، حدیث اور فقہ کے لحاظ سے ایک مقام ملنا چاہئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قیامت تک کے لئے اس قوم کی بیٹی کے لئے اور مسلم خاتون کیلئے یہ کردار واضح کر رکھا ہے کہ تم ایسی نہیں ہو کہ تمہارے لئے علم کے دروازے بند ہوں اور یہ ایک اجنبی چیز ہو بلکہ علم تمہارا ورثہ ہے تمہیں ازواج مطہرات سے ورثہ ملا ہے اور اس کو معین کیا گیا ہے۔

لہٰذا ایک دختر اسلام آج بھی اس علم کی طرف جس وقت متوجہ ہوتی ہے تو ان عظیم ماؤں کی برکت سے اللہ اس کو بھی زیورِ تعلیم عطا فرما دیتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرائض کے علم کا حصول

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اِنَّہٗ کَانَ یَحْلِفُ بِاللّٰہِ

وہ قسم اٹھا کے کہتے تھے کہ مجھے خدا کی قسم ہے۔

Marfat.com

لَقَدْ رَأَيْتُ الْأَكَابِرَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

یعنی میں نے رسول اکرم ﷺ کے اکابر صحابہ کو دیکھا ہے۔

يَسْأَلُوْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ الْفَرَائِضِ

وہ فرائض کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتوی لیتے تھے۔

وہ صحابہ کرام کہ جن کی شان یہ ہے کہ

أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

مشکوۃ شریف:۵۵۴

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی تم اقتداء کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

صحابہ کرام جو خود ہدایت کے ستارے ہیں مگر ان کو بھی جو ہدایت عطا کرے، اس کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اس واسطے اسلام میں عورتوں کا جو کردار ہے، وہ بہت عظیم ہے، جس نے قیامت تک کے لئے ایک راہ دی ہے کہ گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ دین کا علم حاصل کرنا چاہئے اور یہ پیچھے جو ورثہ آرہا ہے، یہ آسانی کی دلیل ہے۔

یہ دین ایسا نہیں ہے کہ اس کو مرد پڑھے تو آجائے اور عورت پڑھے تو اس کو نہ آئے، نہیں نہیں، پیچھے دین کا منبع جو ہے، وہاں سے نصف دین آرہا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے آرہا ہے تو پتہ چلا کہ عورت کے لئے اس میں مناسبت بھی موجود ہے اور آسانیوں کا پہلو بھی موجود ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا کردار سخاوت کے لحاظ سے

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا کردار ہماری بیٹیوں کو

Marfat.com

سامنے رکھنا چاہئے۔ آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فوراً ایک تھال منگوایا اور ان درھموں کو اس میں ڈال کر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ شام تک مکمل سارے کا سارا تقسیم کر دیا۔ آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

فَلَمَّا أَمْسَتْ قَالَتْ يَا جَارِيَةُ هَلُمِّي فِطْرِي

جس وقت مغرب کا وقت ہوا تو آپ نے ایک بچی سے کہا کہ افطاری کا سامان لاؤ۔

فَجَاءَتْ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ

وہ بچی روٹی اور زیتون لیکر آئی

اس کے علاوہ گھر میں کچھ نہیں تھا

فَقَالَتْ لَهَا أُمُّ ذَرَّةٍ أَمَا اسْتَطَعْتِ مِمَّا قَسَمْتِ الْيَوْمَ أَنْ تَشْتَرِيَ لَنَا بِدِرْهَمٍ لَحْمًا نُفْطِرُ عَلَيْهِ

تو پاس بیٹھی ہوئی ام ذرہ نے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا ایک لاکھ تم نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے، اس میں سے افطاری کے لئے گوشت ہی منگوا لیتی، کھانا بھی بنا لیتی۔

فَقَالَتْ لَهَا لَا تُعَنِّفِينِي لَوْ كُنْتِ ذَكَّرْتِنِي لَفَعَلْتُ

صفۃ الصفوۃ: ۲۹/۲

آپ نے ام ذرہ سے کہا مجھ سے سختی نہ برتو اگر تم اس وقت مجھے یاد دلاتی تو

Marfat.com

میں ایسا کرتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کے انداز میں کہا، کہ تم نے مجھے اس وقت مشورہ دینا تھا، اب مجھے مشورہ دے رہی ہو۔

یعنی اس سخاوت میں بھی اتنا ان کا مقام ہے اور اس قدر ریاضت و مجاہدہ ہے، رب نے اتنا دیا ہے اور اس کو پھر رب کے راستے میں یوں دے دیا ہے کہ کچھ بھی پاس نہیں رکھا سب تقسیم کر دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ کھلے ہاتھ انکے علم کے ساتھ ساتھ ان کے اس وصف کو بھی اجاگر کر رہے ہیں اور خواتین اسلام کے جو آئیڈیل کردار ہے اس کے لحاظ سے سخاوت والے پہلو کو اجاگر کر رہے ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آئیڈیل کردار

اب چند شعبے ہیں ان کے لحاظ سے خواتین کا ایک مستقل کوٹہ ہے اور وہ بھی آج بڑا ضروری ہے۔ خواتین اسلام کے لئے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کردار آئیڈیل ہے، وہ کیسا ہونا چاہئے۔ یہ ایسی بات ہے کہ انسان اس کو لے کر ساری زندگی سوچتا رہے تو کبھی بھی اس کی مٹھاس ختم نہ ہو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے آئیڈیل کردار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات کا جو تعلق ہے اور اس

Marfat.com

میں جو سبق ہے، وہ بہت عمدہ ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہمارے محسن ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی سید عالم ﷺ کے عقد نکاح میں تھیں۔ جس وقت صلح حدیبیہ کی مدت پوری ہو رہی تھی تو ابوسفیان مدینہ شریف میں سیاسی دورہ پر گئے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے مدت بڑھوانا چاہتے تھے۔

چونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ مسلمان پوری تیاری کر کے مکہ شریف پہ حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں اور فیصلہ کر چکے ہیں۔ اب ادھر کفار کی کمر ٹوٹ چکی تھی، وہ سمجھتے تھے جتنے دن صلح چلتی ہے، چلے۔ وہ آئے تا کہ کچھ مدت بڑھائی جائے مگر نبی اکرم ﷺ نے مدت بڑھانے سے انکار کر دیا کہ جو پہلے معاہدہ تھا وہاں تک رہے گا، آگے نہیں چلے گا۔

ابوسفیان نے کہا میں آیا ہوا ہوں تو میری بیٹی یہاں ہے اس سے ملتا جاؤں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ابوسفیان آگئے تو وہاں حجرہ مبارک میں سید عالم ﷺ کا بستر لگا ہوا تھا۔

فَلَمَّا ذَهَبَ لِيَجْلِسَ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ ﷺ

جب وہ چلے کہ نبی اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھیں اب باپ اپنی بیٹی کے گھر میں جائے تو بستر لگا ہوا اس کو کوئی جھجک نہیں کہ وہ بستر پہ بیٹھ جائے، ابوسفیان آگے بڑھے کہ بستر پہ بیٹھوں۔

Marfat.com

طوتہ دونہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان حیران رہ گئے، کتنے سالوں کے بعد بیٹی کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے اور میں بیٹھنے لگا ہوں تو بیٹی نے بستر ہی اٹھا دیا ہے۔ ابوسفیان کو دوہرا خیال آیا۔ اس نے کہا فیصلہ کروانا چاہئے کہ میری بیٹی نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ کہنے لگے:

یَا بُنَیَّۃُ اَرَغِبْتِ ہٰذَا الْفِرَاشَ عَنِّیْ

میری بیٹی! اس بستر کو تم نے میرے بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا۔

دونوں پہلو ہو سکتے ہیں۔ تم سمجھتی ہو کہ میرا باپ قریش کا سردار ہے اور یہ بستر اتنا اچھا نہیں ہے کہ ابا جی کو اس پر بٹھاؤں، اس لئے تم نے سائیڈ پر کر دیا ہے یا اس لئے سائیڈ پہ کیا ہے کہ یہ بستر بڑا اعالی شان ہے اور میں اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں۔ جس وقت ابوسفیان نے پوچھا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا جواب کتنا عجیب تھا۔

قَالَتْ بَلْ ہُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

کہنے لگیں یہ تو اللہ کے رسول ﷺ کا بستر ہے یہ بات نہیں کہ یہ بستر تمہارے شایانِ شان نہیں بلکہ اس بستر کے تم مستحق نہیں ہو۔ تم اس پر نہیں بیٹھ سکتے، تمہارا یہ مقام نہیں ہے کہ تم اس بستر پہ بیٹھو، مطلب یہ تھا اس پہ وہ بیٹھتے ہیں جو اللہ کے عرش پہ بھی جا کے بیٹھتے ہیں۔

Marfat.com

بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

یہ اللہ کے محبوب ﷺ کا بستر ہے۔

وَاَنْتَ اِمْرَءٌ نَجَسٌ

صفة الصفوة: ۲۰/۴۶ ازواج النبی: ص ۱۶۴

اور تم پلید بندے ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

سورة توبہ: ۲۸

بیشک مشرک پلید ہیں تم سراسر پلید ہو۔ کون بیٹی اپنے باپ کو یوں کہتی ہے۔ یہ عشق رسول ﷺ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بول رہا تھا۔

فرمایا:

میرے باپ تم باپ تو ہو مگر تم مشرک ہو، پلید ہو اور میں کسی مشرک کو اپنے پاک محبوب ﷺ کے پاک بستر پہ نہیں بیٹھنے دوں گی۔

قیامت تک کے لئے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں، آج جو کہتے پھرتے ہیں کہ ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کے لئے باقاعدہ یہ سبق رکھا کہ باپ میرا ہے اور معاملہ صرف بستر پہ بیٹھنے کا ہے، آگے تو کوئی بات نہیں ہے مگر میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ جس بستر پر میرے نبی ﷺ بیٹھیں، اس بستر کو عام بستروں جیسا سمجھا جائے۔ نہیں بلکہ اس بستر کی بھی کوئی مثال نہیں ہے۔

اگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کو بیٹھنے بھی نہیں دیا اور منہ پہ

Marfat.com

ان کو پلید کہا، کافر ومشرک کہا اور بستر کی عظمت کو بیان کیا، تو انہوں نے قیامت تک کے لئے اپنی بیٹیوں کو یہ پیغام دے دیا کہ جس پیغمبر کے بستر کی مثال کوئی نہ ہو، اس پیغمبر کے سر کی مثال کیسے ہوسکتی ہے۔

یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دیا ہے اور یہ خواتین اسلام کیلئے آئیڈیل کردار ہے۔ اگر آج بھی کوئی بیٹی سمجھتی ہے کہ اس کا باپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور گستاخی کرتا ہے، تو اس بنیاد پر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو نبھاتے ہوئے اسکو یہ اعلان کرنا چاہیے کہ وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پہ بیٹھ جائیں ہیں، رب ذوالجلال تو اس بستر کو بھی بے مثال بنا دیتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ بھی اثر کر گیا اور بالآخر وہ وقت ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی کلمہ اسلام نصیب ہوا یا وہ بھی مومن ہوگئے، اس سے پتہ چلا کہ ایمان کوئی کچی لسی کا نام نہیں ہے کہ کافر باپ آجائے یا کافر ماں آجائے، اس کے ساتھ ہو جائے، نہیں نہیں، اسلام نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا ہے۔

محمد ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارے
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ثابت کیا ابا جی اگر تم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو پھر عزت والے ابا جی ہو اور اگر تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے تو میں تجھے مشرک کہوں گی، پلید کہوں گی اور کبھی بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پہ نہیں بیٹھنے دوں گی۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انصاری عورت کا کردار

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزید آئیڈیل کردار دیکھئے۔

Marfat.com

جب احد کی جنگ ہوئی تو مدینہ شریف میں ایک بڑی ناخوشگوار سی خبر آئی۔وہ محبوب ﷺ کی شہادت کی خبر تھی یہ سنتے ہی ایک انصاری عورت گھر سے نکلتی ہے اس کو اس سلسلے میں بڑی تشویش ہے، سامنے سے ایک دستہ آرہا ہے، اس سے پوچھتی ہے۔

مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

محبوب ﷺ کا حال کیا ہے؟

افواہ کے لفظ نہیں بولتی، آپ کا حال پوچھتی ہے کہ حال کیا ہے، تو کہنے لگے:

قُتِلَ اَخُوْكِ

تمہارا تو بھائی شہید ہو گیا۔

اب یہ پوچھتی نہیں ہے کہ بھائی کہاں شہید ہوا، لاشہ کہاں پڑا ہے اور کس انداز میں ہے، آگے جاتی ہے، پھر ایک وفد آتا ہے، ان سے پوچھتی ہے

مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

اللہ کے محبوب ﷺ کا کیا حال ہے؟

وہ کہتے ہیں:

قُتِلَ اَبُوْكِ

تمہارا تو والد بھی شہید ہو گیا۔

اب یہ صنف نازک ہے، دو تیر غم کے چبھ گئے ہیں، مگر پھر بھی رکی نہیں، آگے جاتی ہے، اب ان کے بارے میں نہیں پوچھتی بلکہ پھر بھی یہ ہی پوچھتی ہے:

مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

مجھے یہ بتاؤ میرے رسول ﷺ کا کیا حال ہے؟

Marfat.com

تو آگے سے خبر ملتی ہے

قُتِلَ زَوْجُكِ

تمہارا تو خاوند بھی شہید ہو گیا۔

اب تین شہادتوں کی خبر مل گئی۔

اُصِيبَ زَوْجُهَا وَأَخُوهَا وَأَبُوهَا

باپ بھی، بھائی بھی اور زوج بھی سارے شہید ہو گئے۔

یہی عورت کے سہارے ہوتے ہیں، اس کے سارے سہارے ختم ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی ابھی شکست نہیں کھائی، کہتی ہے مجھے یہ بتاؤ:

مَافَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

میرے محبوب ﷺ کا کیا حال ہے؟

صحابہ کرام نے کہا:

هُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا تُحِبِّيْنَ

وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں، جیسے تم چاہتی ہو، ویسے ہی ہیں۔ اللہ کے فضل سے بالکل درست ہیں اور ٹھیک ہیں۔

کہنے لگی:

اَرُوْنِيْهِ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ

مجھے ایک بار دکھاؤ تب مجھے چین آئے گا۔

جبہ یقین ہے کہ صحابہ کرام سچ بولتے ہیں۔ مگر کہنے لگی مجھے دکھاؤ۔

Marfat.com

جس وقت نبی اکرم ﷺ کا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تو کہتی ہے:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

عیون الاثر: ۳۳/۲

تمہارے دم سے ہے آباد میرا گلشن ہستی
جو تم ہو تو خزاؤں کا کوئی خطرہ نہیں مجھ کو

یارسول اللہ ﷺ میرا سہارا میرا خاوند نہیں، میرا سہارا میرا باپ نہیں، میرا سہارا میرے بھائی نہیں، میرا دونوں جہاں میں سہارا تم ہو اور اگر تم صحیح ہو تو مجھے کونسا غم پریشان کرسکتا ہے۔

اس خاتون کا عشق دیکھو، اس انداز میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہ ساری شہادتوں کے غم ایک طرف اور محبوب ﷺ کے ٹھیک ٹھاک ہونے والی خوشی سارے غموں پہ غالب آگئی ہے۔

اس طرح کا عجیب منظر حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں۔

مدینہ شریف میں رات کا وقت تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کررہے ہیں

فَرَاٰى مِصْبَاحًا فِيْ بَيْتٍ

آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتے ہوئے دیکھا۔

آپ کو تجسس ہوا کہ رات کا آخری پہر ہے اور گھر میں چراغ کیوں جل رہا ہے

فَرَاٰى عَجُوْزًا تَنْفُشُ صُوْفًا

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بڑھیا کو دیکھا وہ بیٹھ کے اون کات رہی تھی مدینہ شریف کا پر کیف نظر ہے، ایک نہایت بوڑھی خاتون چرخہ کاتتے کاتتے نعت شریف پڑھ رہی ہے اور اس کا بڑا عجیب انداز ہے۔ کہتی ہے:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْاَبْرَارِ ﷺ

ہمارے محبوب ﷺ پر نیک لوگوں کا درود ہو۔

صَلّٰی عَلَیْهِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارُ

یہ وہ محبوب ہیں کہ جن پر ہر پاک بندہ ہی درود پڑھتا ہے۔

ہر اچھا بندہ ہمارے محبوب ﷺ پہ درود پڑھتا ہے۔ دوسرے شعر میں محبوب ﷺ کو تصور میں سامنے رکھ کے کہنے لگی:

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکَّاءً بِالْاَسْحَارِ

میرے پیارے محبوب ﷺ تمہاری ساری رات قیام میں گزر جاتی تھی اور تم سحر کے وقت روتے تھے، امت کے لئے آنسو بہاتے تھے۔

یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارُ

مجھے پتہ نہیں ہے موت کے اسباب کئی ہوتے ہیں کہ موت کب آتی ہے کس سبب سے آتی ہے، مجھے معلوم نہیں ہے۔

رو رو کے کہتی ہے۔

هَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِیَ الدَّارُ

کیا جنت مجھے اور میرے محبوب ﷺ کو اکٹھا کرے گی۔

Marfat.com

کیا جنت کا انتظار کرنا پڑے گا۔اتنی دیر تک میں تڑپتی رہوں گی، مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میری اپنے محبوب ﷺ سے ملاقات کیسے ہوگی، کیا مروں گی تو مرنے کا پتہ نہیں، وقت معین ہے، کب جاملوں گی۔ رو رہی ہے، رات کا آخری پہر ہے اور وہ چرخہ کات رہی ہے۔

جس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہی تھی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گلی میں کھڑے ہو کے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور روتے روتے دروازے پہ دستک دی آپ نے جب دروازہ کھٹکھٹایا:

فَقَالَتْ مَنْ هٰذَا؟

اس نے کہا دروازہ پر کون ہے؟

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں عمر بن خطاب ہوں۔

میں بھی اندر آنا چاہتا ہوں، کہنے لگی:

مَالِيْ وَلِعُمَرَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ؟

عمر کو میرے ساتھ اس وقت کیا کام ہے۔

میری نعت میں تو نے خلل ڈالا ہے، عمر دروازہ کیوں کھٹکھٹاتا ہے، یہ آخری وقت ہے، میں اپنے محبوب ﷺ سے بات کر رہی ہوں

مَالِيْ وَلِعُمَرَ

عمر کون ہوتا ہے میرا دروازہ کھٹکھٹانے والا؟

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی اس نعت میں شریک ہونا چاہتا ہوں، دروازہ کھولو تو سہی۔

فَقَالَ اِفْتَحِیْ یَرْحَمُكِ اللّٰهُ فَلَا بَاْسَ

آپ نے کہا: دروازہ کھولو، اللہ تجھ پہ رحم کرے، کوئی حرج نہیں، میں امیر المومنین ہوں۔

تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے، میں دروازہ کھولنے کے لئے کہہ رہا ہوں، جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر اس بڑھیا نے دروازہ کھولا تو آپ نے فرمایا:

اَدِیْ الْكَلِمَاتِ الَّتِیْ قُلْتِیْهَا آنِفًا

وہی کلمات پھر پڑھو جو تم ابھی پڑھ رہی تھیں، اس نے پھر وہی پڑھنا شروع کر دیا۔

جس وقت وہ عورت پڑھتے پڑھتے

هَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِیْ الدَّارُ

پر پہنچی تو عمر کہنے لگے، اگلا مصرعہ میرے بارے میں بھی شامل کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

وَعُمَرُ فَاغْفِرْ لَهٗ یَا غَفَّارُ

نسیم الریاض: ۴/۴۲۸

اے غفار عمر کو معاف کر دے، عمر کو بخش دے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ رحمتوں کے نزول کا وقت ہے، اس بوڑھی صحابیہ پر عشق کا اس وقت عروج ہے۔ اس نعت میں ایک مصرعہ عمر کے بارے میں شامل ہو جائے گا تو عمر کی مغفرت ہو جائے گی۔

یہ ہیں اسلام کی مائیں اور اسلام کی خواتین۔ اور اسلام میں عشق رسول کے لحاظ سے جو خواتین کو کردار دیا گیا ہے کہ راتیں گزر رہی ہیں، عشق رسول ﷺ کا وظیفہ پڑھا جا رہا ہے اور اس انداز میں وہ خالص عشق ہے کہ انہیں کائنات کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں ہے، اور اپنے محبوب ﷺ کے عشق میں آنکھیں بہا رہی ہیں۔

حق گوئی کے لحاظ سے آئیڈیل کردار

محتشم سامعین حضرات!

اگر یہی کردار حق گوئی کے لحاظ سے خواتین ڈھونڈنا چاہیں تو کہاں ملے گا۔

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا

حاکم فی معرفۃ الصحابۃ: ۳/۴۷۵۶ سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۳۲

مجھے سب سے سچا لہجہ جن کا ملا ہے، میرے مطالعہ کے مطابق وہ نبی ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضرت فاطمہ کی صداقت کی گواہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیتی

Marfat.com

ہیں کہ ان کے بعد جن کی یہ بیٹی ہیں، پہلے اُن کا ہے پھر ان کا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جو اصدق لہجہ ہے، اس میں امت کی بیٹیوں کے لئے سبق ہے کہ صرف ان سے محبت کافی نہیں ہے بلکہ ان کا کردار ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ جس وقت اتنا شائستہ کردار اور اتنی صداقت ان میں ہے کہ کسی معمولی سی بات میں یہاں تک کہ بچوں کے ساتھ مذاح کرتے ہوئے بھی جھوٹ نہیں بولنا اور ہر وقت سچ بولنا ہے۔ جنہوں نے سب سے زیادہ خواتین اسلام میں یہ نام پیدا کیا ہے، ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔

پردہ کے لحاظ سے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا کردار

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد کی ایک لونڈی تھی، اس لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا اس بچے کے بارے میں جھگڑا تھا، کہ یہ میرا بچہ ہے اس لئے انہوں نے حضرت سعد کو وصیت کی کہ یہ بچہ تم اس سے لے لینا جب فتح مکہ ہوئی تو اس بچے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ عبد بن زمعہ کہتا تھا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے لہٰذا یہ میرے ابا جی کا بیٹا اور میرا بھائی ہے۔ حضرت سعد کہتے تھے کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور میرا بھتیجا ہے۔

جب یہ فیصلہ رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے قانون کے مطابق فیصلہ کیا کہ جس کی وہ لونڈی ہے بیٹا اس کا شمار ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بیٹا زمعہ کا

Marfat.com

شمار ہوگا اور عبد کا بھائی ہوگا، لہٰذا یہ سعد بن ابی وقاص کو نہیں دیا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جو شریعت کا فیصلہ تھا وہ تو میں نے کر دیا اس کے مطابق یہ بچہ تیرا بھائی بنتا ہے لیکن اس کی شکل عتبہ کے ساتھ ملتی ہے، اس لئے آپ نے فرمایا:

اَحْتَجِبِیْ عَنْہُ

تم پر اس سے پردہ کرنا لازم ہے۔

اگرچہ تمہارا بھائی بنا اور فیصلہ تمہارے بھائی کی شکل میں اس کا ہوا کہ تم زمعہ کی بیٹی ہو اور یہ زمعہ کا بیٹا ہے مگر اس کا چہرہ میں نے عتبہ کے ساتھ ملتا دیکھا ہے۔ اس واسطے تم پر اس سے پردہ کرنا لازم ہے۔

مَارَاٰھَا حَتّٰی لَقِیَ اللہَ عَزَّوَجَلَّ

بخاری شریف: ۲۷۶/۱

وفات تک حضرت سودہ نے اپنے بھائی کا منہ نہیں دیکھا۔ فرمایا:

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اس سے پردہ لازم کر دیا ہے تو میں پردہ کر کے دکھاؤں گی۔

اس لحاظ سے جہاں جہاں جن رشتوں کے لحاظ سے پردہ نہیں ہے اور جن کے لحاظ سے پردہ ہے ان بہترین شخصیات کے کردار کے اندر غیر محرم کیلئے ایک آئیڈیل کردار ہے کہ جنہوں نے خود ایسا عملاً ثبوت دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم فرما دیا، اس کے مطابق زندگی گزاری ہے اور جس کے کردار کو بھی دیکھو گے، وہ

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہوں، ان کا پردے کے لحاظ سے بھی بڑا اونچا مقام ہے۔

اس واسطے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس رداء نزاہت پہ لاکھوں سلام

خاتون اسلامی اور جہاد

اس طرح پردے میں ان شخصیات اسلام نے زندگی گزاری ہے۔ ہماری بیٹیوں کو ان کا کردار اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

جوش جہاد کے لحاظ سے آج کی ماؤں اور بہنوں کو جو کردار سامنے رکھنا چاہیے، اس کا تذکرہ کتاب الاذکار میں موجود ہے۔

جویریہ بنت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں، کہتی ہیں:

تین سگے بھائی تستر کی جنگ میں شہید ہو گئے، یہ ایران کا مغربی علاقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں وہ علاقہ فتح ہوا تھا، اس میں تین سگے بھائی شہید ہو گئے۔

جب تستر کے غازی ایک غازی سے مدینہ شریف واپسی پر ان شہدا کی والدہ نے انکا حال پوچھا تو اس غازی نے کہا۔

اِسْتُشْهِدُوْا

وہ تو شہید ہو گئے

قُتِلُوْا مُقْبِلِيْنَ اَوْ مُدْبِرِيْنَ

Marfat.com

کہا آگے بڑھ کے حملہ کرتے ہوئے شہید ہوئے یا پیٹھ دے کر بھاگتے ہوئے شہید ہوئے۔

پیش قدمی کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں یا کافروں سے ڈر کے بھاگ رہے تھے کہ پیچھے سے تیر لگ گئے اور شہید ہو گئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے چچا نے کہا کہ تینوں کو سینوں میں تیر لگے اور تینوں نے آگے بڑھتے بڑھتے جام شہادت نوش کیا ہے۔

ان تین شہزادوں کی ماں نے کیا نعرہ لگایا؟

قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

کہنے لگی، اللہ کی تعریف ہے اور اللہ کا شکر ہے

نَالُوا الْفَوْزَ وَحَاطُوا الذِّمَارَ الاذکار: ۱۵۲

میرے بیٹوں نے کامیابی پالی ہے اور میرے بیٹوں نے خاندان کی عظمت و عزت بچالی ہے۔

اسلام کے بیٹے جو ہیں، بھاگ کے پشت میں تیر نہیں کھاتے، یہ سینے میں تیر کھاتے ہیں۔ یہ ایک ماں کا کلیجہ ہے، جس نے تین جگر پارے اسلام کو دیئے ہیں، وہ ایسی نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کی شہادت پہ روتی رہے اور اپنے بیٹوں کی شہادت کو مرثیہ بنادے۔

نہیں نہیں، اس کا کردار ایسا ہے کہ تین سگے بیٹے اسلام کو دے دیئے ہیں اور پھر اللہ کا شکر بھی ادا کیا ہے کہ وہ تینوں آگے بڑھتے ہوئے راہ حق کے مسافر بن گئے ہیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حسین کردار کے لحاظ سے آگے پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ بالخصوص جو ہماری بہنیں سن رہی ہیں، وہ بھی آگے

Marfat.com

پہنچائیں تو پھر وہ ایک منصب جو عورت کا ہوتا ہے، ادا ہوگا۔

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کی زبان کا اثر

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا حج کرنے گئیں تھیں، واپسی پہ آرہی تھیں تو اونٹ مر گیا۔ اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ بڑا تھا اور بہت زیادہ عبادت گزار تھیں، جب اونٹ مر گیا تو وہ کہنے لگیں:

اَھٰکَذَا فَعَلَ الْمُلُوْکُ عَبِیْدَھُمْ ضُعَفَاءَ

کیا بادشاہ اپنے کمزور غلاموں سے یوں ہی کرتے ہیں۔

لَقَدْ دَعَوْتَنِیْ اِلٰی زِیَارَۃِ بَیْتِکَ

تو نے خود ہی اپنے گھر کی زیارت کے لئے بلایا تھا۔ میں وہاں گئی اور واپس اپنے گھر نہیں پہنچی کہ تو نے میرا اونٹ مار دیا

مَاتَمَّتْ رَابِعَۃُ کَلَامَھَا حَتّٰی عَادَتِ الْحَیٰوۃُ

نساء من التاریخ: ۲۷۳

ابھی ان کے جملے پورے نہیں ہوئے تھے کہ اللہ نے اونٹ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

جس وقت اسلام کی ایک بیٹی اپنے آپ کو اس کردار میں لے آتی ہے، جس کا تذکرہ ہم کر رہے تھے، تو اسکو بالآخر یہ مرتبہ ملتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اسکا مقام بہت بلند ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

OOOOOO

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر

8

عہدِ شباب کا اسلامی نصاب

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ
اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ
جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہٗ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

Marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین سامعین و ناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیر اہتمام فہمِ دین کورس کے سترہویں پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

عہدِ شباب کا اسلامی نصاب

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا یہ موضوع نہایت اہم موضوعات میں سے ہے چونکہ انسان کی زندگی ایک بہت بڑا سرمایہ ہے اور پوری زندگی میں شباب سب سے قیمتی حصہ ہے، اس کے بارے میں احکام ایزدی کو جاننا، اور شباب کے اسلامی مصرف کو پہچاننا نہایت ضروری ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس پیغام کی روشنی میں اپنی زندگی کے لحات گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انسانی زندگی کے مراحل قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید میں چونکہ ہر چیز کا ذکر موجود ہے، آج کے موضوع کی مناسبت

Marfat.com

سے میں نے سورۃ الروم کی آیت نمبر ۵۴ تلاوت کی ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور کمزوری کے بعد تمہیں قوت عطا فرمائی

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً

پھر اس رب نے قوت کے بعد تمہیں کمزوری دی اور بڑھاپا

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ

وہ جو چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے

وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ

وہ اللہ علم والا اور قدرت والا ہے

اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنا تعارف اپنے بندوں کو کروایا ہے، ان صفات میں سے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا ذکر کیا کہ وہ کس طرح تمہیں پیدا کر کے زندگی کے مختلف مراحل سے گزارنے والا ہے۔

اس اسلوب کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر اپنے رب کو پہچاننا چاہو تو اپنی زندگی کے مختلف مراحل کو پہچانو، یہیں سے تمہیں اپنے رب کا پتہ چلے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ

Marfat.com

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا۔

اس پہلے ضعف سے مراد ماءِ مہین ہے، وہ پانی کی ایک بوند اور ایک قطرہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تجھے اس کمزوری چیز سے پیدا کیا،

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ایک اور کمزور حالت تمہیں دی اور اس کے بعد قوت دی۔

یہ عربی زبان کا قانون ہے کہ جب نکرہ کو نکرہ کر کے لوٹایا جائے تو وہ دونوں آپس میں جدا جدا ہوتے ہیں تو لفظ ضعف دوبار ذکر ہوا تو پہلے ضعف سے مراد پانی کا ایک بے مقدار قطرہ ہے اور دوسرے ضعف سے مراد بچپن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معمولی سی چیز سے پیدا کیا اور پھر پیدا کرنے کے بعد کچھ وقت کے لئے کمزور سا رکھا، اس کے بعد اللہ نے تمہیں قوت دی، یہاں قوت سے شباب مراد ہے، جوانی کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری طاقتوں کو عروج دیا۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً

پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت کے بعد کمزوری دی اور بڑھاپا دیا۔

یعنی جوانی کا وقت جب گزر گیا، اس کے بعد انسانی قوتیں کمزور ہونے لگیں، پھر وہ بوڑھا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، بناتا ہے۔

Marfat.com

اور اس کو پتہ ہے کہ کیسے ان کو بنانا ہے اور کیسے باقی رکھنا ہے۔ لہٰذا اس کی حکمتیں ہیں کہ اول میں بھی وہ بندے کو کمزوری کی حالت میں رکھتا ہے اور آخر میں بھی کمزور کر دیتا ہے، تا کہ اس کو پتہ چلے کہ اصل قدرتوں والی ذات اللہ کی ذات ہے اور قوتوں والی ذات اللہ کی ذات ہے، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے انسانی مراحل کو جو بیان کیا، یہ ماں کے پیٹ میں کچھ وقت جنین کی حالت میں گزارتا ہے۔

جب ولادت ہو جاتی ہے تو بلوغ تک اس کو طفل، صبی اور غلام کہا جاتا ہے، بالغ ہونے سے لے کر ایک قول کے مطابق 35 سال تک اور دوسرے قول کے مطابق 40 سال تک شباب کا زمانہ ہوتا ہے۔ چالیس سال کے بعد سنِ کہولت شروع ہو جاتی ہے، وہ پچاس سال تک ہے، پچاس سال کے بعد شیخوخت اور بڑھاپا ہے جو ایسا مرحلہ ہے کہ جس میں زیادہ کمزوری آجاتی ہے۔

شباب جنون کا ایک شعلہ

اللہ تعالیٰ نے ان تمام مراحل میں انسانی زندگی کا جو ایک حصہ ہے، اس کو قوت کیساتھ تعبیر کیا اور وہ یہ ہے کہ جس کو ہم شباب اور جوانی کہہ رہے ہیں، جوانی اور شباب جنون کا ایک شعبہ ہے۔ یعنی یہ ایک قسم کا پاگل پن ہے، جس طرح پاگل کو کوئی پتہ نہیں چلتا کہ میرا نفع کس میں ہے اور میرا نقصان کس میں ہے، ایسے ہی جوانی بھی اس کی مستی ہوتی ہے، بہت کم انسان ہوتے ہیں جن کو اپنے حقیقی نفع و نقصان کا پتہ ہوتا ہے، ورنہ انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور اپنی قیمتی جوانی کو نہایت ادنیٰ کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلشَّبَابُ شُعْلَةٌ مِنَ الْجُنُوْنِ

جامع المسانید: ۵۵۴/۲

جوانی جنون کا ایک شعلہ ہے

جس طرح شعلہ بندے کو جلاتا ہے، اسی طرح یہ جنون بھی جلاتا ہے، یعنی انسانی کردار کو جلا دینے میں اس کا بہت بڑا کردار ہے، انسان بچپن میں اتنا نہیں لگتا اور بڑھاپے میں اتنا نہیں لگتا جتنا جوانی میں لگتا ہے۔

یعنی اس کا جتنا نقصان علم کے لحاظ سے فکر و نظر کے لحاظ سے جوانی کے زمانہ میں (جو تھوڑا سا ٹکڑا ہے) ہوتا ہے، اتنا اور کسی زمانہ میں نہیں ہوتا، تو اس سے پتہ چلا کہ سب سے قیمتی ٹائم بھی یہی ہے اور سب سے خطرناک ٹائم بھی یہی ہے، جوانی کو جو شخص سنبھال لیتا ہے، اس نے گویا کہ پوری زندگی کو محفوظ کر لیا اور جو شخص اپنی جوانی کو بے لگام کرتا ہے تو اس نے پوری زندگی کو گویا کہ خراب کر دیا ہے، یہ شباب ہر ایک کی تمنا ہے، بچہ شباب کی تمنا کرتا ہے اور شباب میں اس کو بڑھاپا پسند نہیں ہے، شباب کے پانے کی اس وقت آرزو ہے جب شباب آسکتا ہے مگر اس کے گزر جانے کے بعد بھی بندہ شباب کو ترستا ہے مگر کبھی بھی شباب لوٹ کے اس کے پاس نہیں آتا۔

شباب ایک خواب ہے اور ایک خیال ہے۔ شباب آتا ہے اور چلا جاتا ہے، جوانی آتی ہے، دیکھتے دیکھتے ڈھل جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی یادوں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ایک پل، ایک لمحہ اور بڑی تیز رفتاری سے گزر جانے والی چیز

Marfat.com

کہ جس کو پھر انسان حسرت کی یادداشتوں میں محفوظ رکھتا ہے۔ سوائے اس انسان کے جس نے اپنی جوانی کو تقویٰ کے سانچے میں ڈھال لیا ہو اور اس نے جوانی میں وہ کام کئے ہوں کہ قبر میں جاتے وقت بھی جب اس کو لمحہ لمحہ یاد آئے تو رب کا شکر ادا کرے کہ میں نے جوانی کو محفوظ کیا تھا اور میری جوانی اچھے کاموں میں گزر گئی تھی، اس شخص کو بوقتِ وصال جوانی کا افسوس نہیں ہوگا، یا دوہ بھی کو ےگا لیکن جس نے جوانی کی قدر نہیں کی اور اس قیمتی حصے کو بے قدری کے انداز میں گزارا ہے، یقیناً وہ افسوس کرتا ہے اور پھر اتنی تلخ یادیں اور اتنی کڑوی یادیں اس کو آتی ہیں اور ہر شخص ہی جو اس سٹیج سے گزر کے آگے چلا گیا ہے، اس وقت اس کو یہ پتہ چلتا ہے جب وہ بڑھاپے تک پہنچا تو شاہ حسین علیہ رحمۃ کہتے ہیں:

کتھے گیا تیرا سوہڑا روپا
کتھے گئی تیری حسن جوانی
کتھے گئے تیرے نال دے ہانی
کتھے گئے تیرے ترکی تازی
اوہ ویکھ تیری جج کھلوتی

اس کو سارا گزرا ہوا زمانہ بار بار آنکھوں کے سامنے آتا ہے اور وہ اسکو خیال سمجھتا ہے اور خواب سمجھتا ہے لیکن اگر یہ لمحات اس کے سجدوں میں گزرے ہیں، قیام میں گزرے ہیں، رکوع میں گزرے ہیں، صوم وصلوٰۃ میں گزرے ہیں، تہجد و جہاد میں گزرے ہیں، تبلیغ و وعظ میں گزرے ہیں اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے

Marfat.com

اور دین متین کے احکام کے اجراء میں گزرے ہیں۔

یقیناً جب اسے یہ لمحے یاد آئیں گے تو ساتھ وہ نکھوں کا منظر بھی یاد آئے گا تو اس کو سکون ملے گا کہ اللہ نے مجھے ایک قیمتی ٹائم عطا کیا تھا اور میں نے اس کو اس کے حقیقی مصرف میں خرچ کر کے دکھا دیا۔

جوانی قدرت کا انمول تحفہ

محتشم سامعین حضرات!

اس میں کوئی شک نہیں کہ جوانی قیمتی اوقات میں سے سب سے قیمتی وقت ہے اور جو اللہ کو قیمتی چیز دیتا ہے اس کو اجر بھی اسی لحاظ سے ملتا ہے، جتنا دو گے اتنا لو گے۔ بڑھاپے میں بھی نیکی نیکی ہے مگر اس نیکی میں وہ لطف نہیں جو جوانی کی نیکی کے اندر لطف ہے جوانی میں اصل یہ ہے کہ ایک انسان کے اندر بدی کی طاقت جوش مار رہی ہے اور ابھی عقل جوان نہیں ہوئی، عقل میں عروج عمر کے بڑھنے کے ساتھ آتا ہے۔ بندے کے اندر حیوانیت عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ گھٹتی جاتی ہے تو شباب کے زمانے میں جو حیوانیت بندے کے اندر ہے وہ پورے جوبن پر ہے اور ابھی عقل کی بہار آنے والی ہے، جوں جوں بڑھے گا، عقل مکمل ہوتی چلی جائے گی اور کامل ہوتی جائے گی تو جس بندے نے ابھرتی جوانی کو لگام دے لی اور اس کو تقوی کا پابند کر لیا اور عقل کے دائرے میں اس کو رکھا تو اس شخص نے اپنی جوانی کے قیمتی پن کا فائدہ اٹھا لیا ہے اور اس کی نیکی پر اجر اس واسطے زیادہ ملتا ہے کہ یہاں پر نیکی کو روکنے والی پاور تھی اس کے باوجود اس نے اس پاور کو موثر نہیں ہونے دیا بلکہ

Marfat.com

اس کو مغلوب کیا ہے، وہ پاور کیا تھی، حیوانیت اور جو نیکی کا تقاضا کرنے والی پاور ہے، وہ عقل ہے۔ جو نیکی کا تقاضا کرتی ہے، وہ پاور کمزور ہے اور جو نیکی سے روکتی ہے، وہ پاور طاقتور ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا کمال یہ ہے کہ اس نے کمزور عقل کو پاورفل حیوانیت پر غلبہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کا زیادہ ریٹ لگا دیا۔

جوانی میں کی گئی نیکی کا ریٹ

ایک شخص وہ ہے جس کو مالک نے یہ کہا کہ تم یہاں سے اٹھ کے وہاں نہیں جاسکتے اور وہ اٹھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، اب مالک کو اس کے کام کے اندر جو اس نے اطاعت کی ہے، اتنا سرور نہیں آئے گا جتنا سرور اس مزدور کے بارے میں اور اس اپنے خادم کے بارے میں اس کو آئے گا کہ جس کی ٹانگیں سلامت ہیں، جا بھی سکتا ہے، اٹھ بھی سکتا ہے اور بڑا پھرتیلا ہے مگر جب مالک نے کہا کہ تو وہاں سے نہیں اٹھنا۔ تو اس نے مالک کا کہنا مانا ہے اور آخر دم تک وہاں بیٹھا رہا ہے، جس کے اندر طاقت تھی، جو مجبور بھی کرتی تھی اتنی دیر کیسے بیٹھے رہو گے، کہ اس کے باوجود بھی وہ نہیں اٹھا تو دونوں کے اندر جو صلاحیت ہے، اس کے لحاظ سے مالک کو سرور بھی ملے گا، اگر اطاعت دونوں کی پائی گئی، جس میں جانے کی صلاحیت تھوڑی تھی، چلنے پھرنے میں تنگی محسوس کرتا تھا، وہ بھی نہیں گیا اور جو جانے کی طاقت رکھتا تھا، جس میں جانے کا جذبہ بھی تھا، وہ بھی نہیں گیا۔ دونوں نہ جانے میں برابر ہیں مگر جتنا مالک اس پہ خوش ہوگا کہ جو جا سکتا تھا اور پھر بھی نہیں گیا، اتنا اس کے بیٹھے پہ خوش نہیں ہوگا کہ جس میں نہ جانے کی صلاحیت تھی اور پھر اس نے مالک کا حکم بھی مان لیا ہے۔

جوان اور بوڑھے کی بندگی

Marfat.com

ایسی ہی صورتحال ایک جوان کی بندگی میں اور ایک بوڑھے کی بندگی میں ہے۔ جوان کے اندر بدی کی طاقت جوش مار رہی ہے، اس کے اندر شہوت شعلے مار رہی ہے، اس کے اندر اتنی زیادہ طاقت ہے کہ اس کو کسی بھی برے کام میں لگا سکتی ہے لیکن اس نے زندگی کو بہت اچھے انداز میں بسر کیا، پابندیاں لگا دیں، اپنے آپ کو پابند کیا، دوسری طرف ایک بوڑھا آدمی ہے، اس کے اندر بدی کرنے کی یا شیطان کے ساتھ سنگت اختیار کرنے کی اتنی طاقت نہیں ہے کہ جتنی نوجوان کے اندر ہے، نہ رات کو اٹھ کے ڈاکے مار سکتا ہے، نہ اٹھ کر کہیں بدکاریوں کی طرف جا سکتا ہے۔

اب ایک جوان کے اندر ایسی ساری طاقتیں موجود تھیں لیکن اس کے باوجود جس وقت اس نے اپنی جوانی کو کنٹرول کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک عمل پر اس کو زیادہ ثواب عطا فرمانے والا ہے۔

مثالیں

اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے چند مثالیں ذہن میں رکھئے۔

اب ایک شخص تمہیں ایک ایسی سواری دیتا ہے کہ جو اپنی عمر گزار چکی ہے اور اس کا بڑا پرانا ماڈل ہے، وہ بھی سواری ہے، دوسرا latest ماڈل ہے، وہ بھی سواری ہے۔ اب سواری ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر جس نے Latest ماڈل والی دی ہے اس کو اور سمجھا جائے گا اور جس نے عمر گزار کے پرانی سی سواری دی ہے، اس کو اور سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

اب یہی صورتحال ادھر بھی دیکھیں کہ بندے نے اپنے آپ کی سواری خدا کے لئے پیش کردی ہے، جس کا شباب ہے اس نے وہ دی ہے جو بالکل Latest ماڈل والی ہے اور اس نے اپنے آپ کو وقف کردیا ہے اور دوسری وہ ہے کہ جس نے پہلی زندگی پتہ نہیں کن راہوں میں گزاری ہے، اور اب آکے اس نے کہا ٹھیک ہے میں خدا کے لئے اس کو وقف کرتا ہوں۔ فائدہ اس کا بھی ہے اور قبول وہ بھی ہوجائے گی مگر جس نے بھرپور انداز کے اندر اپنی طرف سے ایک تحفہ پیش کیا ہے، رب ذوالجلال اس کو اسی کی چاہت کے مطابق اجرت عطا فرمانے والا ہے۔

زرخیز زمین میں کاشت کرنے کا فائدہ

اب اس میں کتنی وضاحت ہے، ایک زمین ہے، وہ بڑی زرخیز ہے، اس زمین کے اندر زرخیزی ہے، اب ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر اس کی زرخیزی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سب سے قیمتی فصل کاشت کردے اور ہوسکتا ہے اس میں وہی لیلی پاپڑہ ہو، اس میں کوئی قیمتی بیج نہ بویا جائے، اب اس کی زرخیزی اپنی جگہ ہے۔

اگر اس میں گندم کاشت کی گئی تو اتنی خوبصورت گندم اُگی کہ دنیا حیران رہ گئی، اتنی سرسبز شاداب اور بڑے قد کی گندم اور اتنا بڑا اس کا خوشہ اور اتنے بڑے بڑے اس کے دانے اور دوسری طرف اسی طرح کی زرخیز زمین ہے مگر کسی نے کاشت کچھ بھی نہیں کیا، اس میں کوئی ادنی سی فصل ہے، اب برابر کی صلاحیت کے لحاظ سے زمین میں کوئی فرق نہیں ہے، زمینیں دونوں ایک طرح کی ہیں مگر کاشت کے لحاظ سے فرق موجود ہے۔

پرہیزگار اور فاسق نوجوان میں فرق

Marfat.com

یہی انداز ہے ایک فاسق جوان کا اور ایک متقی اور پرہیزگار جوان کا۔ جوانی میں زرخیزی ہے، جوانی میں قوت ہے، جیسے وہ زرخیز زمین کا کام فصل کو پوری طرح پروان چڑھانا ہے اور اس کو ایک جوبن دینا ہے، آگے جس طرح کا بیج ہوگا، اس طرح کا جوبن اس کو زمین عطا کرے گی۔

لہٰذا ایک انسان جو کہ متقی اور پرہیزگار انسان ہے، اس نے اپنی جوانی میں تقویٰ کا بیج بو دیا ہے، طہارت کا بیج بو دیا ہے، تقدس کا بیج بو دیا ہے، نماز اور روزہ کا بیج بو دیا ہے، اس میں اصلاح کا بیج بو دیا ہے۔ لہٰذا جوانی والی پاور جب ملی تو فصل اگی، لوگ حیران رہ گئے، بوڑھا دس سال میں بھی اس سٹیج پر نہ پہنچ سکا، جس سٹیج پر دو سال کے اندر ایک جوان پہنچ گیا، اس واسطے کہ اس نے اپنی زرخیز زمین کو اس کام کیلئے استعمال کیا ہے اور اس نے بیج اچھا ڈالا ہے۔

اگر یہی جوان اپنی زرخیز زمین میں تقویٰ نہیں رکھتا، فسق و فجور ہے، شراب ہے، اس کے اندر بدکاری ہے، اس کے اندر ڈاکے ہیں اور اس طرح کی باتیں ہیں تو پھر اس جوانی میں تو پاور ہے اور بیج جیسا ہوگا ویسی فصل اگے گی۔ فوراً اس کے اندر ایک انقلاب آجائے گا، ایک تبدیلی آجائے گی۔

لہٰذا فاسق و فاجر کو پہچاننے کے لئے اور اس کے ساتھ متقی اور پرہیزگاری کا جو فرق ہے، اس کو جاننے کے لئے اس زمین کی زرخیزی کو سامنے رکھتے ہوئے، بیج کا جو انقلاب ہے، اس کو پیش نظر رکھو تو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ ایک جوان بدمعاش کیسے ہوتا ہے اور ایک جوان اللہ کا ولی کیسے بن جاتا ہے۔ جس وقت ایک مومن اپنے

Marfat.com

دل کی زمین کو پہچان جاتا ہے اور اس میں اچھا بیج ڈالتا ہے اور اچھا پانی اس کو دیتا ہے یہ وہ ہے کہ جس کو کہا جاتا ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جس وقت انسان اپنے شباب کی زمین کو محفوظ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاں فرشتوں جیسا مقام عطا فرما دیتا ہے۔

انسان کی ظاہری اور باطنی نشو ونما اور معرفت حقیقی

اصل میں اس کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان جس وقت شکم مادر میں تھا، آنکھوں کی جگہ تھی مگر آنکھیں دیکھنے کے لائق بھی نہ تھیں۔ اگر کوئی کھولتا پھر بھی کھل نہ سکتیں۔ پہلے تو جگہ ہی نہیں تھی، پھر جگہ بنی، آنکھ اندر بن گئی، جب پیدا ہوا، آنکھ بند تھی، اس کے کچھ عرصہ بعد آنکھ کھلی مگر پھر بند ہو گئی، کچھ وقت تھا کچھ کھولتا تھا، کچھ بند کر لیتا تھا، اس کے بعد وقت آ گیا کہ آنکھیں کھولی ہیں، تو پھر کافی دیر کھلی رہی ہیں لیکن جن کو دیکھتا ہے ان کو پہچانتا نہیں۔ ابتداء میں اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ میری ماں ہے یا کوئی اور عورت ہے۔ پھر یہاں تک وقت آیا کہ اس کو پتہ چلنے لگا کہ یہ میری ماں ہے، یہ کوئی اور خاتون نہیں ہے، اس کو اپنی ماں کا تعارف ہو گیا، اس کے اندر ایک تبدیلی آ گئی تو جس طرح ایک ظاہری آنکھ ہے، اسی طرح ایک باطن کی بھی آنکھ ہے۔

ظاہری آنکھ کھلنے کے تدریجی مراحل

جس طرح ظاہر والی آنکھ آہستہ آہستہ کھلتی ہے، ایسے ہی باطن والی آنکھ آہستہ

Marfat.com

آہستہ کھلتی ہے۔ ظاہر کی آنکھ پہلے کھل جاتی ہے، باطن کی آنکھ بالغ ہونے کے ساتھ کھلتی ہے، جب انسان شباب کو پہنچتا ہے، اس وقت اس کی آنکھ پوری کھل جاتی ہے، اب اس سے پہلے جس طرح ظاہری آنکھ کھلی تھی، وہ بچہ جب اپنی ماں کو پہچان نہیں رہا تھا تو ماں کو بچے سے نفرت نہیں تھی کیونکہ اسے پتہ تھا کہ آج تو اس کو میرا علم نہیں ہے، کل اس کو میرا پتہ چل جائے گا، جب آنکھیں کھولتا تھا، ماں چاہتی تھی میری طرف متوجہ ہو جائے، بچہ متوجہ نہیں ہوتا تھا، ماں کو رغبت تھی، اس کو پیار تھا اور وہ جانتی ہے کہ وقت آنے والا ہے کہ یہ مجھے میٹھی نگاہوں سے دیکھے گا اور مجھے پہچانے گا کہ اس کا احسان کیا ہے۔ یہ ماں کے سامنے ایک منظر تھا، ہاں اس سے پیار کرتی رہی۔

روحانی آنکھ کے کھلنے کا وقت

بالتمثیل دوسری طرف ایک روحانی آنکھ ہے، وہ باطن کی آنکھ ہے، بالغ ہونے سے پہلے کھلتی تھی، بند ہو جاتی تھی، وہ دیکھتا تھا اور پھر بند کر لیتا تھا، پہچاننے کے قابل ہو چکا تھا، ابھی پہچان نہیں آرہی تھی، تو رب ذو الجلال اس کو دیکھ رہا تھا، فرمایا:

یہ میری طرف دیکھتا تو ہے مگر ابھی تک اس کو پتہ نہیں کہ محسن کون ہے اور غیر محسن کون ہے، جیسے وہ ماں بچے سے بے زار نہیں تھی، کیونکہ اس کو امید ہے کہ یہ ابھی دیکھے گا تو اس کو پتہ چلے گا کہ مجھے دودھ پلانے والی کون ہے، اس کو محسنہ کا پتہ چل جائے گا۔

ایسے ہی بالغ ہونے سے پہلے رب ذوالجلال اپنے بندے سے ناراض نہیں تھا، بے زار نہیں تھا، اس کو پتہ ہے کہ ابھی اسکی پوری آنکھیں نہیں کھلی، آنکھیں کھلیں

Marfat.com

گی تو ضرور جانے گا اور جب آنکھیں کھلیں تو شباب آ گیا، شباب کے بعد نصاب شروع ہو گیا، اور بندہ مکلف ہو گیا، اس کے بعد بھی رب کو نہیں دیکھتا، یعنی اس کے دربار میں نہیں جاتا اس کا کہنا نہیں مانتا، اس کی بات نہیں سنتا، اس کے احکام کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو اب خطرہ ہے کہ اللہ بےزار ہو جائے، اللہ اس سے اپنی رحمتوں کو روک لے، خالق کائنات اس سے اپنے فضل کو پیچھے ہٹا لے۔

لہٰذا شباب اس لئے حساس موڑ ہے کہ یہاں سے آگے رب ذوالجلال بندے کو امتحان میں ڈالتا ہے۔ جو پہلا مرحلہ تھا وہ تو یونہی تھا، جیسے وہ بچہ کبھی آنکھیں کھولتا تھا، کبھی بند کر لیتا تھا اور امی اس سے ناراض نہیں تھی، وقت آئے گا تو اس کو پتہ چلے گا۔

یہ شباب اب روحانی آنکھ کھولنے کا وقت آ گیا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد بھی جو بندہ رب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی رحمتوں کو پیچھے روک لیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے گناہ کرتا تھا تو دل پر دھبہ نہیں لگتا تھا، دل ستھرا رہا۔ اگرچہ اس سے غلطی ہو گئی، لیکن دل پر کوئی اثر نہیں پڑا لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد اس نے گناہ کیا تو دل پہ سیاہ داغ لگ گیا۔ اب پتہ چلا کہ اللہ کی رحمت پیچھے ہٹ گئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کروڑوں ماؤں سے بڑھ کے اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے، اس نے توبہ کا دروازہ اس لئے کھول دیا۔ فرمایا:

تم اشک بہاؤ، یہ سیاہی اشکوں سے دور ہو جائے گی۔

شباب کی زرخیزی

اس گفتگو سے یہ بات سامنے آ گئی کہ شباب کی اہمیت کیا ہے۔

Marfat.com

اس شباب سے جس وقت انسان آگے نکلتا ہے تو پھر اس کو یہ دیکھنا چاہئے کہ میری جوانی کے ایام کیسے گزرے ہیں، جوانی کی زمین بڑی زرخیز تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ مخالف قوت ہے وہ powerfull ہے اور جو موافق ہے، وہ کمزور ہے۔ اس کے باوجود بندہ عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجرت دیتا ہے، کتنی دیتا ہے اتنی دیتا ہے کہ جس کا عام بندہ تصور کرنا چاہے تو تصور بھی نہیں کرسکتا قربان جائیں ہم نبی اکرم ﷺ کے دربار رحمت پہ میرے آقا ﷺ نے خود اس بات کی تفصیل سے وضاحت فرمادی۔

متقی نوجوان کے لئے ننانوے صدیقوں کا ثواب

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَیُّمَاشَابٍّ نَشَاءَ عَلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ

وہ بندہ جو بالغ عبادت کی حالت میں ہوا ہے

اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس نے بلوغت تک کا سفر کیا، بچپن سے ہی اللہ کے دربار سے لگاؤ تھا، ساتھ بالغ ہوتا گیا اور بندگی بھی ساتھ ساتھ تھی اسی حالت میں وہ پروان چڑھا۔ وہ شیطان کے ہتھے نہیں چڑھا، وہ شیطان کا ہم نوالہ نہیں بنا، اس نے شیطان سے دوستی نہیں کی، ابھی امتحان شروع ہونا تھا کہ وہ پہلے ہی کمربستہ تھا کہ کب بلوغت کی گھڑی آئے، میرا عمل جب اللہ کے دربار میں خصوصی نگاہ سے دیکھا جائیگا اس لیے میں تیار ہو کے بیٹھا ہوں، جس وقت یہ انسان اس حالت میں تھا تو کیا ہوا، میرے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

حَتّٰی یَمُوْتَ

بالغ ہونے کی سرحد سے لے کر مرنے تک اس کی عبادت برقرار رہی ہے۔

اس کی صورت حال کیا ہوگی۔

اَعْطَاهُ اللّٰهُ اَجْرَ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ صِدِّيْقًا (جامع الاحادیث: ۳/ ۴۲۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ننانوے صدیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

ایک صدیق کی بڑی Value ہے، اس کا بڑا مرتبہ ہے، ننانوے صدیق ایک بندے کی شخصیت میں اکٹھے ہو جائیں گے، وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی کو بے لگام نہیں ہونے دیا، اس کو لگام میں رکھا اور اس کو سینما گھروں کی طرف نہیں جانے دیا، جوانی کے آغاز سے پہلے ہی اس بندے نے اپنی جوانی کو اللہ کے دربار میں مقبول اطاعت کا لباس پہنا کے پیش کر دیا ہے۔

میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں،

اللہ تعالیٰ اس کو ننانوے صدیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اب یہاں سے یہ بات سامنے آئی کہ جس وقت شباب اتنی قیمتی چیز ہے تو اس کا جہاں انتظار ہے، وہاں اس کے بارے میں منصوبہ بندی بھی ہونی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شباب آجائے لیکن ہماری تیاری نہ ہو، نسل نو کے لئے پیغام ہے کہ پہلے منتظر ہوں کہ شباب آرہا ہے اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری تیاری نہ ہو، میری جوانی کا ایک دن گزر جائے یا دو دن گزر جائیں یا ایک مہینہ گزر جائے، یا ایک سال گزر جائے۔ پہلے سے وہ اپنی پوری

Marfat.com

منصوبہ بندی کر کے رکھے اور یہ وہ نقطہ ہے جس کی طرف اس وقت آپ ﷺ نے توجہ دلائی تھی۔

جوانی قبل از پیری غنیمت

حضرت عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک بندے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

یعنی ابھی تک وہ آئی نہیں ہیں، ان کے آنے سے پہلے جو تمہارے پاس آچکی ہے، اس کو غنیمت جانو اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ، پھر نہ کہنا کہ کاش اب وہ وقت دوبارہ آئے تو میں یہ کام کرلوں۔ اس لیے میرے آقا ﷺ فرمانے لگے:

شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ (مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر: ۵۱۷۴)

اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو

جب بڑھاپا آجائے تو پھر کہو کاش جوانی ہوتی، ایک ہزار رکعت نوافل پڑھتا، روزانہ پانچ پارے منزل پڑھتا، تہجد کا اہتمام کرتا اور نماز پنجگانہ بھی با جماعت پڑھتا اور روزہ بھی رکھتا ساتھ جہاد بھی کرتا تو پھر یہ صرف خواب ہوگا خیال ہوگا، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، یہ کوئی کام نہیں کرسکے گا میرے محبوب ﷺ ارشاد فرمانے لگے۔

وہ بڑھاپے والا وقت دوڑتا ہوا آرہا ہے، اس نے تمہاری طرف منہ کیا ہوا ہے، تم آنکھیں بند کیے ہوئے ہو، اس نے تمہیں Focus کیا ہوا ہے، وہ دوڑ کے

Marfat.com

تمہاری جوانی کو کھا جانا چاہتا ہے، قبل اس کہ وہ بڑھاپا آئے، تم اپنی جوانی کو اچھے کام میں لگاؤ۔

یہ شریعت کا قانون ہے کہ جب بندہ وقت پر اچھا کام کرتا ہے، بعد میں معذور بھی ہو جائے، رب ذوالجلال پہلے والے سارے عمل اس کے نامہ اعمال میں لکھتا رہتا ہے، یہ حدیث شریف میں باقاعدہ موجود ہے کہ:

ایک شخص بیماری سے پہلے نمازیں مسجد میں باجماعت پڑھتا تھا، اور پھر بیمار ہو گیا، مسجد میں نہیں جا سکتا، اسے گھر میں ہی جماعت کا ثواب ملے گا۔

اس واسطے جو بندہ یہ چاہتا ہے کہ میرا بڑھاپا جوان ہو، میرے بڑھاپے میں جوانی والی نیکیاں ہوں اور میرا بڑھاپا جوانوں والا ہو تو یہ شریعت نے اس کو گُر بتایا ہے کہ اپنی جوانی کو اسلامی جوانی بنا دو، اللہ تعالیٰ تمہارے بڑھاپے میں بھی جوانی والے نیک کام کا ثواب عطا فرما دے گا، اس واسطے جوانی اور شباب کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اب دیکھو جس طرح رمضان المبارک کی آمد سے پہلے محبوب ﷺ نے تقریر کی اور فرمایا قبل اس کے کہ رمضان گزر جائے اور عید آ جائے اور پھر تم افسوس کرتے رہو، کاش کہ مجھے پہلے پتہ چلتا تو میں رمضان میں بڑے نیک کام کرتا پھر سال کا انتظار کرنا پڑے گا، پتہ نہیں زندگی وفا کرے گی یا نہیں۔

ایسے ہی بڑھاپا دوڑ کے آ رہا ہے، جوانی جب تمہیں میسر آ گئی ہے تو بڑھاپے سے پہلے جوانی کا منٹ منٹ قیمتی جانو، جس وقت قیمتی سمجھ کے اللہ کے لئے صرف

Marfat.com

کردو گے، اللہ اس پہ منفرد اجر عطا فرمادے گا۔ اس میں حکمت اور فلسفہ یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ

انسان جو کچھ اسلام کو دیتا ہے، اسی کے عوض اس کو ملتا ہے۔

اب ایک شخص ساری زندگی اللہ کے دربار کا سرکش رہا اور ساٹھ سال کے بعد تائب ہو گیا اگرچہ پھر بھی یہ فضیلت والا ہے جو اس کو توبہ کا دروازہ کھلا ملا اور اس نے توبہ کرلی ہے، مگر اس وقت کی نیکی جب ساٹھ سال کا ہو چکا ہے، یہ وہ حیثیت نہیں رکھے گی جو جوان کی نیکی کی حیثیت ہو گی، کیوں؟

ابھرتی جوانی میں صدقہ کا اجر

میرے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ (مشکوٰۃ شریف: ۱۶۴)

جب تندرست بھی ہو اور تمہیں امید بھی ہے کہ ابھی میں زندہ رہوں گا، اس وقت کا صدقہ بہتر ہے اس وقت سے جب جان حلق میں آ چکی ہو، پھر کہو کہ میرا پلاٹ فلاں مدرسہ کو دے دو اور میری فلاں چیز فلاں کو دے دو۔

اب ثواب تھوڑا ہو جائے گا کیوں ابتلاء ختم ہو گیا، آزمائش تھوڑی رہ گئی، بندہ سمجھ رہا ہے ٹانگیں قبر میں ہیں، یہ میرے کس کام ہے، میں اس کو کسی شعبے کیلئے وقف کردوں۔ محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

پتہ تو تب چلتا تھا ابھرتی جوانی ہوتی، پیسہ ہوتا اور اس کو پتہ ہے کہ چالیس

Marfat.com

سال اللہ کے فضل سے امید ہے کہ زندہ رہوں گا، ابھی میں شباب میں ہوں۔ جو شخص اس وقت اپنا پیسہ دیتا ہے، یہ اس سے کہیں افضل ہے کہ جو مرنے کے قریب پہنچ کر اپنا پیسہ دے رہا تھا، چونکہ اب صورتحال بدل گئی، حیثیات بدل گئی ہیں، ایسے ہی جو مرتے وقت دے جاتا ہے، یہ بعد میں جو اس کے بیٹے دیتے ہیں، اس کے مقابلے میں بہت اچھا ہے، اس واسطے کہ پھر بھی یہ خود کام کر رہا ہے۔

صدمہ اول کے ساتھ صبر کا مقام

ایسے ہی آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی (مشکوٰۃ شریف:۱۵۰)

ایک شخص وہ ہے اسلام نے روکا ہے کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو ماتم نہ کرو، اللہ سے شکوے نہ کرو، اور بین نہ کرو۔ اس نے پہلے دن ہی صبر کر لیا اور اس پر وہ قائم ہو گیا، وہ عورت ہے یا مرد ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے شکوے نہیں کیے، حالانکہ جو فوت ہوا وہ بڑا قریبی تھا، لیکن پھر بھی اس نے بین اور ماتم کا سلسلہ نہیں کیا، اب رب ذوالجلال نے اس کو توفیق دی ہے اور دوسرا وہ ہے کہ جس نے پہلے تو دس دن رو رو کے گزارے ہیں اور صبر نہیں کیا، پھر کیا ہوا رونے کی صلاحیت ہی نہ رہی، پھر رونے کی طاقت نہ رہی اور پھر کہنے لگا کہ میں صبر کر رہا ہوں تو نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، صبر یہ نہیں ہے۔

اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی

جب سخت تکلیف ہوتی ہے اس وقت صبر کی Value ہوتی ہے، اس وقت صبر

Marfat.com

کے اجر ملتے ہیں۔ ایسے ہی شریعت کے ہر پہلو میں ہمارے سامنے اس حیثیت کو رکھا گیا کہ جب شیطانیت بندے کو اکسا رہی ہو اور اس کا خون جوش مار رہا ہو، اور شعلے مار رہا ہو، اس وقت جو اپنے آپ کو نکیل ڈال کر مصلے پہ کھڑا کر کے اللہ کے دربار میں سجدے کروائے تو اس بندے نے جو حق ادا کیا ہے، اتنا اس نے حق ادا نہیں کیا جو ساٹھ سالہ اپنی زندگی کو لے کے اللہ کے دربار میں آ گیا ہے، رب فرماتا ہے:

جب بدی کی قوتیں پوری طرح تیرے ساتھ تھیں اور تمہیں گمراہ کرنا چاہتی تھیں، اس وقت جو تو نے میرے اسلام کو ٹائم دیا ہے، اس پر جو اجر ملے گا وہ بعد میں کبھی بھی نہیں مل سکے گا۔

جاہلیت میں سرداری کرنے والا اسلام میں بھی سردار ہے

ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس وقت دین میں داخل ہو رہے تھے تو میرے محبوب ﷺ فرمانے لگے:

خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ

جو ان میں جاہلیت کے اندر چودھری تھے، وہ اسلام میں بھی چودھری ہیں، جو جاہلیت کے لیڈر تھے، اگر انہوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو انہوں نے اپنی لیڈری اسلام کو دی ہے۔

یعنی انہوں نے اپنی لیڈروں والی صلاحیتیں اسلام کو دی ہیں، ایک نارمل سا بندہ کلمہ پڑھتا ہے، جس کا اثر و رسوخ صرف محلے تک ہے اور دوسرا پورے شہر پہ حاوی ہے، اب اس کی صلاحیت جو اسلام کے لئے آئی ہے تو اس کی زیادہ فضیلت ہے۔

Marfat.com

ایک عام شخص کلمہ پڑھتا ہے تو اس کا اور انداز ہے اور اگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھتے ہیں تو عرش تک دھوم مچ جاتی ہے، حالانکہ کلمہ تو دونوں کا ایک ہے لیکن اتنا فرق کیوں ہے؟

فرق اس واسطے ہے کہ ایک کی صلاحیت نارمل سی ہے، وہاں اسلام کو اتنا فائدہ نہیں ملے گا جتنا وہاں مل رہا ہے جہاں ایک لیڈر نے اسلام قبول کرلیا تو اس کے اثرات دور دور تک پھیل جائیں گے۔

لہٰذا ہر وہ لمحہ جس میں بندہ اپنی طرف سے قیمتی چیز اسلام کو پیش کرتا ہے، اسلام بھی اس کو قیمتی اجر عطا فرمادیتا ہے۔ اس واسطے شباب کی جو نیکیاں ہیں اور شباب کے جو حوالے ہیں، ان کی ایک اپنی لذت ہے، اب اس کو اپنے بدن پر منطبق کرلیجئے۔

ایک شخص آج جوان ہے اور آج کہتا ہے کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو پھر جا کے نیکی کرلوں گا، پھر میں روزے بھی رکھوں گا، نمازیں بھی پڑھوں گا۔

یا وہ کہتا ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں، ابھی داڑھی نہیں رکھتا، میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو داڑھی رکھ لوں گا، تو اس پوری تشریح کی روشنی میں ایک شخص جس نے ساٹھ سال کی عمر میں جا کے داڑھی رکھی، اس کی داڑھی کے مقابلے میں اس نوجوان کی داڑھی اللہ کے دربار میں کتنی مقبول ہے کہ جس نے ابھرتی ہوئی جوانی کو داڑھی کے سائے میں پروان چڑھایا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ تصوف کے لبادے میں ہے اور اخلاق حسنہ کا زیور پہن کے وہ آگے بڑھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو اپنی طرف سے خصوصی فضل عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

ایسے ہی شباب کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ نے جو ہمیں تعلیمات دی ہیں، ان میں شباب اور دربار رب الارباب کا ایک مستقل شعبہ ہے کہ ایک جوان جس وقت اپنی جوانی پرہیز گاری میں گزار رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قرب میں وہ کیسی جگہ پاتا ہے۔

نوجوان اللہ کی رحمت کے سائے میں

سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ

سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔

وہ حشر کا دن جب کسی کا کوئی protocol نہیں ہوگا اور بڑے بڑے نواب اس وقت پگھل رہے ہوں گے لیکن سات قسم کے انسان ایسے ہیں کہ جنہیں رب ذوالجلال کے فرشتے اس دن protocol عطا کریں گے اور وہ اللہ کے دربار میں خصوصی سیٹوں کے مستحق بن جائیں گے، نور کی کرسی پر نور کا چہرہ لے کر وہ بیٹھ جائیں گے، ان سات میں سے ایک انسان ایسا ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (بخاری شریف ح:۶۶۰)

شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ

وہ نوجوان جس نے جوانی پرہیز گاری میں گزاری ہے اور جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ہے، یہ جوان تھا، پھر بھی متقی تھا، یہ وہ انسان ہے

Marfat.com

جس کو اللہ قیامت کے دن اپنے دربار میں نور کے منبر پر بٹھادے گا۔

اب اس نے مشکل کام کیا، جوانی اسلام کے نصاب کے مطابق گزاری اور عہد شباب کو مربوط رکھا تو اس کیلئے رب ذوالجلال نے اجر رکھا ہے کہ جب بڑے بڑے لوگ گرے پڑے ہوں گے اور کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، اس جوان کو کہ جس نے اپنی جوانی شیطان کے ساتھ نہیں گزاری، رحمان کے حکم کے ساتھ گزاری ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دربار میں بلند مقام عطا فرمانے والا ہے۔

نوجوان پرہیزگار کچھ فرشتوں جیسا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، یہ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ خود فرماتا ہے، جوان کو متوجہ کر کے ایک اسلامی نوجوان سے رب ذوالجلال خطاب کر رہا ہے، اس سے بات کر رہا ہے:

اَیُّهَا الشَّابُّ الْمُؤْمِنُ بِقَدَرِیْ

وہ جوان، جس کا میری تقدیر پر ایمان ہے، تقدیر پر ایمان رکھنے والا ہے۔

اَلرَّاضِیْ بِکِتَابِیْ

میرے لکھے ہوئے پر راضی ہے۔

شکوے نہیں کرتا کہ اللہ نے فلاں کو اتنا دیا ہے، مجھے کچھ بھی نہیں دیا، میری تقدیر یا نتا ہے اور میری کتاب پر راضی ہے، جو میں نے لکھ دیا، اس سے شکوہ وشکایت نہیں کرتا

اَلْقَانِعُ بِرِزْقِیْ

Marfat.com

اور میں اس کو جو رزق دیتا ہوں اس پر قناعت کرتا ہے۔

یعنی ہاتھ مار کے حرام کھانے کی کوشش نہیں کرتا، وہ قناعت کرتا ہے۔

اَلتَّارِكُ لِشَهْوَتِهٖ مِنْ اَجْلِي

میری وجہ سے اپنی ساری خواہشات کو دیس نکالا دینے والا ہے۔

صرف میری رضا کے لئے وہ اپنی آنکھ بھی پاک رکھتا ہے، اپنے کان بھی پاک رکھتا، اپنی زبان بھی پاک رکھتا ہے، اپنی جلوت کو بھی پاک رکھتا ہے، اپنی خلوت کو بھی پاک رکھتا ہے، اس نے اپنی جوانی پرہیزگاری میں گزاری ہے، اس کا کردار عفیف ہے، یعنی وہ مرد ہے یا عورت ہے، وہ پاکدامن ہے، اس کے کردار پر کسی قسم کی کوئی آلودگی نہیں ہے، کوئی داغ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی یہ چار صفتیں بیان کر کے کہ تو میری تقدیر کو مانتا ہے، میرے لکھے ہوئے پر راضی ہے، میرے رزق پر تو قناعت کرنے والا ہے اور تو میری وجہ سے برائیوں کو چھوڑنے والا ہے، یہ چار صفتیں بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنْتَ عِنْدِي كَبَعْضِ مَلَائِكَتِي

وہ تو میرے ہاں بعض فرشتوں جیسا ہے۔

تیرا مقام میرے دربار میں فرشتوں جیسا ہے، اب انسان خاکی انسان ہے لیکن فرشتہ بن چکا ہے، اس نے اپنی شہوت کے جانور کو کنٹرول کیا ہے، وہ مرد یا عورت جنہوں نے اپنے شباب کے اندر اسلامی پرہیزگاری اور تقویٰ کو اپنے لئے زیور بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عام کسی جگہ کے لئے نہیں، خاص مقامات کے لئے

Marfat.com

منتخب کر لیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام ہم تک پہنچا دیا ہے کہ وہ نوجوان محسوس کرے جس نے پرہیز گاری میں اپنی زندگی گزاری ہے کہ میں اس سے بول رہا ہوں اور میں رب ہو کے اس سے کہہ رہا ہوں کہ اے انسان! اگرچہ تو آدم زاد ہے، تو خاکی ہے مگر تو نیکی کر کر کے میرے ہاں بعض فرشتوں جیسا بن چکا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نوجوانوں سے خطاب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی کا جو نصاب ہمیں دیا ہے، اس کو بطور خاص، اختصار سے بیان کرتے ہوئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تقریر نوجوانوں سے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ

اے میری امت کے جوانو!

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ

تم میں سے جو شادی کا خرچہ اٹھا سکتا ہے اور شادی کے تمام اخراجات پورے کر سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَلْيَتَزَوَّجْ

اس کو جلدی شادی کر لینی چاہیے۔

فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ

Marfat.com

شادی کرو گے تو آنکھیں جھک جائیں گی

واحصن للفرج

اور شرمگاہ محفوظ رہے گی۔

تم میں سے جس کے پاس پیسے ہیں اور جس کے پاس رقم ہے اور خرچہ برداشت کرنے کی صلاحیت ہے، وہ شادی کرے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ

اور جس کے پاس شادی کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں وہ روزہ رکھے۔

جو یہ استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزہ رکھے، شادی کا خرچہ ہے تو شادی کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے جوان کو دو حالتوں میں بند کر دیا۔

انسان دولت مند ہے تو شادی کرے اور اگر دولت مند نہیں تو پھر وہ روزہ رکھے، تیسری کوئی قسم ہمارے جوان کی نہیں ہے۔ جو استطاعت کے باوجود نہ شادی کرے اور نہ ہی وہ روزہ رکھے، وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جائے گا، اس کی جوانی خراب ہو جائے گی، اس کی جوانی جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔

روزہ کے بارے میں فرمایا:

فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ (مسلم شریف: ۱/۴۴۹، کنز العمال: ۱/۲۷۲)

یہ اس کے لیے یک گونہ اختصاء ہے۔

روزہ اس کے لیے گناہوں کے آگے ڈھال بن جائے گا۔

Marfat.com

اس کے کردار کو پاک رکھنے کے لئے وِجاء کا کام دے گا، یہ علاج بن جائے گا، اس کی جوانی محفوظ ہو جائے گی، اس کی جوانی بے لگام نہیں ہو گی۔ یہ میرے محبوب ﷺ کا دیا ہوا نسخہ ہے اور یہ ہمارے اس نصاب کا ایک حصہ ہے۔ اس میں ایسی صورتحال ہے کہ کوئی بندہ طلب علم میں ہے اور علمی مراحل میں شادی کرنے سے رکاوٹ آجائے گی تو پھر روزوں پہ کاربند ہو جائے، روزے کا دامن نہ چھوڑے اور اپنے آپ کو اس انداز میں رکھے کہ کہیں شیطان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا فتویٰ

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا فتویٰ ہے کہ ایک عالم دین جو پڑھ رہا ہے اور دین کا علم جو طلب کر رہا ہے، طلب علم کے لئے جو نکلا ہے، اسے شادی پر علم کا حصول مقدم کرنا چاہیے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ادھورا رہ جائے اور پھر اس کے لئے ایسے مواقع نہ ہوں۔ اس لیے اب اس کے لیے ضروری ہو جائے گا کہ اس مرحلہ میں اب وہ روزے رکھتا رہے تا کہ کہیں کسی شہوت کے ہاتھوں وہ لٹ نہ جائے۔ اس کا کردار ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے۔

یہ میں نے اس لئے کہا کہ جس کے والدین بیچارے بھوکے ہوں اور یہ ان کو آج شادی پہ مجبور کرنا شروع کر دے کہ ہمیں حدیث شریف سے حکم مل رہا ہے، ہماری شادی کرو تو حدیث شریف میں دوسرا حکم بھی موجود ہے، اس کے لحاظ سے بھی اپنے کردار کو صحیح کرنا چاہیے۔

Marfat.com

اوائل شباب میں شادی حفاظت ایمان کا سبب

میرے محبوب ﷺ کا حکمت بھرا فرمان کس قدر عظیم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اَيُّمَا شَابٍّ تَزَوَّجَ فِيْ حَدَاثَةِ سِنِّهٖ عَجَّ شَيْطَانُهٗ

جس بندے نے اپنی جوانی کے آغاز میں شادی کرلی، اس کے شیطان کی چیخ نکل گئی، اس کا شیطان رو پڑا۔ کیوں؟ وہ کہنے لگا:

يَا وَيْلَهٗ عَصَمَ مِنِّيْ دِيْنَهٗ

(کنز العمال: ۲۷۶/۱)

جائے ہلاکت اس نے تو اپنا دین مجھ سے بچالیا۔

اب اول عمر کی بلوغ کے بعد کی شادی یعنی اس کے پاس اسباب میسر ہیں، تو اس کے لئے کتنا بہتری کا سبب موجود ہے اور ویسے جو گمراہ ہو وہ دس شادیوں کے بعد بھی گمراہ ہوتے رہیں گے لیکن جو سید عالم ﷺ کی حکمت بالغہ ہے، اس نے یہ واضح کردیا کہ یقیناً تم اس کو تجربہ کے لحاظ سے بھی دیکھتے ہو اور معاشرے کے لحاظ سے بھی دیکھتے ہو۔ ایسے میں میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ جلد شادی کرلے گا تو شیطان روئے گا کہ اس بندے نے اپنا دین مجھ سے محفوظ کرلیا ہے۔

محمد بن حسن طوسی علیہ الرحمۃ اور قرآن وحدیث کی چاشنی

رسول اکرم ﷺ نے جو ہمارے لئے نصاب بیان کیا ہے، اس میں مختلف لذتیں ہیں۔ امام محمد بن حسن طوسی علیہ الرحمۃ رات کو مطالعہ کرتے تھے، مطالعہ کرتے

Marfat.com

کرتے جب رات کو دو بجے کا ٹائم ہو جاتا تو اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہتے تھے:

أَيْنَ أَبْنَاءُ الْمُلُوكِ عَنْ هٰذِهِ اللَّذَّةِ

جتنی لذت اب مجھے آئی ہے اتنی بادشاہوں کے شہزادوں کو نہیں آئے گی۔

یعنی سرِ شام مطالعہ شروع کیا تھا، اہم مسئلہ حل کر رہے تھے، پڑھتے پڑھتے رات گزر گئی اور آخری حصہ آ گیا اور ان کا مطالعہ جاری ہے، لوگ محوِ خواب ہیں اور وہ محوِ کتاب ہیں، کوئی قرآن و سنت سے نگینہ تلاش کر لیا، کوئی نقطہ ڈھونڈ لیا، کوئی مسئلہ حل کر لیا تو انکی طبیعت اتنی باغ باغ ہو گئی، کہنے لگے:

وہ شراب میں دھت بادشاہوں کے بیٹے ان کو اس لذت کا کیسے پتا چل سکتا ہے، جو لذت مجھے رب ذوالجلال نے عطا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طلب دین میں انوکھا کردار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میرے محبوب ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، اتنا بڑا خاندان کس کا ہوگا، اپنی جوانی کو لے کے نکلتے ہیں، کن راہوں میں:

فرماتے ہیں:

مجھے اگر پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں شخص کو میرے نبی ﷺ کی ایک حدیث آتی ہے، تو میں سفر کر کے وہاں پہنچ جاتا تھا اور وہاں جا کے میں دروازے پہ دستک نہیں دیتا تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آ گیا ہے، آ کے مجھے وہ حدیث سنا دو۔

کہتے ہیں:

Marfat.com

میں جا کے دروازے پہ بیٹھ جاتا تھا، وہ صحابی جس کو حدیث آتی ہوتی، میں ان کو اپنے آنے کی اطلاع نہیں بھیجتا تھا کہ کہیں میری وجہ سے ان کو جلدی نہ کرنی پڑے اور میرے لئے کوئی اہتمام نہ کرنا پڑے۔

کہتے ہیں:

میں دروازے پہ چادر بچھاتا تھا، بیٹھا رہتا تھا، اگر دو تین گھنٹے تک کوئی باہر نہیں آتا تھا تو میں لیٹ جاتا تھا، ہوائیں چلتی تھیں، میرا چہرہ ریت سے بھر جاتا تھا اور میں خاندان نبوت کا فرد ہوتے ہوئے قیامت تک کے جوانوں کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی خوبصورت جوانی ہو تو وہ بھی طلب علم کے لئے وقف کر دینی چاہیے۔

کہتے ہیں:

میں وہاں پہ لیٹا رہتا تھا، اتنے میں اچانک اندر سے استاذ صاحب نکلتے تھے، حیران ہو جاتے تھے اور کہتے تھے

یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ ﷺ مَا جَاءَ بِكَ هَلَّا أَرْسَلْتَ إِلَيَّ۔

اے میرے نبی ﷺ کے چچازاد بھائی، آپ کیسے تشریف لائے ہو، آپ حکم فرماتے تو میں حاضر خدمت ہو جاتا۔

یعنی یہ جن سے پڑھنا چاہتے ہیں، ان کو بڑی ندامت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے گھر پہ آ کے ڈیرہ لگائے ہوئے ہیں اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے، مجھے وہ کہا کرتے تھے کہ آپ نے حکم کرنا تھا، ہم

Marfat.com

نے آپ کو گھر آ کے پڑھانا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے لئے اساتذہ کا ادب اور علم کی شان اور طالب علم کی جو حیثیت ہے، اس کو واضح کرتے ہوئے یہ فرمایا:

لَا اَنَا اَحَقُّ اَنْ اٰتِیَکَ

نہیں، یہ میرا حق بنتا ہے کہ میں آگے پڑھوں۔

اس واسطے کہ اگرچہ میں خاندان نبوت کا فرد ہوں مگر حدیث تمہارے سینے میں ہے اور تمہارا کام نہیں کہ تم مجھے گھر میں آ کے پڑھاؤ، یہ میرا کام ہے کہ میں آ کے پڑھوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نوخیز عمر مبارک ہے دوپہر کا وقت ہے، ایک محدث کے آستانے پر، دہلیز پر بیٹھے محدث کا انتظار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ پاک جوانی کو پگھلانے کا ایک شعبہ یہ بھی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور لذت حدیث

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا تھا اے امام شافعی ذرا بتائیں، علم پڑھنے میں لذت کیا ہے اور تم کیسے پڑھتے رہے ہو، اپنی جوانی کے دن تو بیان کرو اور کس انداز میں تم نے اس کے لئے کوشش کی ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے کہ میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہوتا تھا کہ میں کوئی سبق لکھنے کے لئے کاغذ خرید لوں، میں ہڈیوں پہ سبق لکھا کرتا تھا، کئی حدیثیں میں نے جابی پہ لکھی ہیں، اتنی قلت کے باوجود یہ پڑھ کے وقت کے امام بنے، جن کے لئے سہولتیں میسر نہیں تھیں۔

کہنے لگے مجھ سے اگر پوچھتے ہو تو میں سارے اعضاء کی بولی تم کو سناتا ہوں،

Marfat.com

جب مجھے کانوں کے ذریعے علم ملتا تھا تو میرا ہر عضو مجھ سے تقاضا کرتا تھا، اے شافعی! اللہ مجھے بھی کان بنا دے کہ جو لذت کانوں کو ملی ہے وہ مجھے بھی میسر آجائے، میرے ہاتھ مجھ سے تقاضا کرتے تھے اور دعائیں کرتے تھے کہ اللہ ہمیں بھی کانوں جیسی صلاحیت دے دے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ جوانی میں تمہیں پڑھنے کا حرص کتنا تھا تو حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کہنے لگے:

طَلَبُ الْمَرْأَةِ الْمُضِلَّةِ وَلَدَهَا لَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ

میں نے علم کو یوں ڈھونڈھا جیسے اکلوتے بیٹے کی ماں اس کو گم ہونے پر تلاش کرتی ہے۔

کسی ماں کا ایک ہی بیٹا ہو اور وہ گم ہو جائے تو جب اس کو ماں ڈھونڈنے نکلتی ہے، نہ جوتا پہنتی ہے، نہ اسے کوئی اور سوجھتا ہے، ہر طرف جاتی ہے، ہر گلی میں پوچھتی ہے، دشمن کے گھر بھی چلی جاتی ہے اور سب کے پاس جاتی ہے اور کوئی سوال نہیں ہے، ہر ایک سے پوچھتی ہے، اپنے بیٹے کی علامت پوچھتی ہے، اور اس کا کہیں جانا پوچھتی ہے، جیسے اکلوتے بیٹے کی ماں اس کے گم ہو جانے پر اپنی طرف سے سوز لے کر اور تڑپ لے کر اور چاہت لے کر نکلتی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنی جوانی کو طلب علم میں یوں پگھلایا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی جوانی اور شہادت

بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں نوجوانوں کو جوانیوں کا جو گر سکھایا گیا، اس کا انداز بڑا خوبصورت ہے، اختصار سے صرف ایک دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔

Marfat.com

الاصابہ اور طبقات ابن سعد میں ہے۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سعد رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ہو گیا،

کس بات پر؟

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے، اے سعد رضی اللہ عنہ تم گھر پر رہو، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں گھر نہیں رہوں گا، باپ بیٹے کی آپس میں اس سلسلے کے اندر بحث چل رہی تھی، بیٹا تو خیر تھا۔

باپ کہتا ہے کہ تمہاری عمر چھوٹی ہے لہٰذا تم گھر میں رہو، جہاد میرے ذمے ہے اور میں جا کے کرتا ہوں، جب بات کافی آگے چلی گئی تو دونوں رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں چلے گئے اور وہاں پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے والد نے سرکار ﷺ کے سامنے سمجھایا کہ تم گھر رہو، میں جہاد پہ جاتا ہوں، میری ضرورت ہے، تو سعد کا جواب کیا تھا؟

قَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ غَيْرَ الْجَنَّةِ لَاٰثَرْتُكَ بِهٖ

اے میرے ابا جی! اگر جنت کے سوا کسی بات کا معاملہ ہوتا تو پھر میں تجھے ترجیح دیتا۔

لیکن بات چونکہ جنت کی ہے تو میں چاہتا ہوں تم سے پہلے میری شہادت کا وقت آئے، محبوب ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو بڑا ہی دیوانہ ہے اور شہادت کا تقاضا کر رہا ہے، ابھی تک اس نے اپنی جوانی کا پھل بھی نہیں کھایا اور جوانی کی کوئی لذت بھی حاصل نہیں کی، میرے آقا ﷺ نے فیصلہ کیا۔

Marfat.com

ہم اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیتے تم باپ بیٹا قرعہ اندازی کرلو۔

اب نبی اکرم ﷺ کے سامنے قرعہ اندازی ہو رہی ہے، چشم فلک نے اسلام کے لئے جو جان دینے کا منتظر تھا، پہلے کبھی لوگوں کو یوں مخلص نہیں پایا تھا، جہاں جان دینے کیلئے قرعہ اندازی ہو رہی ہے، باپ کہتا ہے کہ میں جان دینا چاہتا ہوں، بیٹا کہتا ہے کہ میں جان دینا چاہتا ہوں۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قرعہ نکل آیا، بیٹے کا قرعہ نکل آیا جب ان کا قرعہ نکلا:

فَخَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلَى الْبَدَرِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بدر میں پہنچے

فَقَتَلَهُ عَمْرُوْ بْنُ عَبْدِ وَدٍّ

وہ جو مشرکین کا پہلوان تھا، جو ایک ہزار مرد کے مقابلے میں سمجھا جاتا تھا، عمرو بن عبد ودّ، جس کو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، حضرت سعد، عمرو بن عبد ودّ پہ حملہ آور ہو گئے، لڑتے لڑتے راہِ حق میں شہید ہو گئے۔

یہ نوجوانی تھی اس کو نبوت کے زیر سایہ پروان چڑھایا گیا تھا، اس کا انداز یہ تھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ جب وقت شہادت کا ہے تو شہادت کی باری میں ابا جی کو نہیں دوں گا، میں خود یہ باری حاصل کرنے والا ہوں۔ چشم فلک نے دیکھا جو انہوں نے قرعہ اندازی کے وقت نعرہ لگایا تھا، اس کا پاس بھی رکھا ہے اور ان کا خون بہتا ہوا بھی اعلان کر رہا تھا۔

اے عصر حاضر گواہ رہنا چراغ الفت جلایا ہم نے
راہ وفا کے قدم قدم پر ہمارے لہو کے دیئے جلیں گے

Marfat.com

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بچپن اور شوق شہادت

یہی منظر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ الاصابہ میں یہ بھی موجود ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

غزوہ بدر والے دن

رَأَيْتُ أَخِي عُمَيْرَ ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ

میں نے اپنے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

وہ سرکار ﷺ سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا، جدھر سرکار ﷺ ہوتے ادھر سے وہ ہٹ جاتا ہے، تو میں نے جب دیکھا تو اس سے کہا:

مَا بِكَ يَا أَخِي

میرے بھائی کیا وجہ ہے؟

تم کیوں چھپ رہے ہو؟ نگاہِ کرم جس پر پڑتی ہے وہ تو بڑا خوش نصیب ہوتا ہے، تم کیوں چھپ رہے ہو، اس جوان کی ابھرتی جوانی کا انداز دیکھئے، وہ کہنے لگا:

إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَرَانِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَيَسْتَصْغِرُنِي فَيَرُدُّنِي

میں چھپا اس لئے ہوں کہ میری عمر بدر جانے والی نہیں ہے، اگر میرے نبی ﷺ مجھے دیکھیں گے تو مجھے خطرہ ہے کہ آپ ﷺ مجھے چھوٹا سمجھ کے واپس لوٹا دیں گے۔

لیکن

أَنَا أُحِبُّ الْخُرُوْجَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَرْزُقَنِي الشَّهَادَةَ

میں جنگ بدر میں جانا پسند کرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ جنگ بدر میں

Marfat.com

جاؤں۔شاید مجھے میرا خدا شہادت عطا فرمادے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے تو میں بھی تمہیں نہیں لے جاؤں گا۔

قَالَ فَعُرِضَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا گیا۔

یارسول اللہ ﷺ یہ بھی پیچھے آ گیا اور اب چھپتا پھر رہا ہے، کہتا ہے میں نے بھی جہاد کرنا ہے، اب دیکھو میرے محبوب ﷺ کی کیا تربیت ہے۔

ان مسکراتے ہوئے شگوفوں کو آگ سے ٹکرانے کا شوق ہے اور وہ ننھے منھے بچوں کو چٹانوں سے ٹکرا کر ان کو پاش پاش کرنے کا جذبہ ہے، جس وقت محبوب ﷺ کے سامنے وہ حاضر ہوئے، تو پھر کیا ہوا:

فَرَدَّهٗ

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے طرف سے اجازت نہیں ہے۔

اس کی ابھی چھوٹی عمر ہے، ہم اس کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے، والدین کے کچھ حقوق ہیں، ان کی کچھ تمنائیں ہیں اور جنگ کے اندر جو گرمی ہوتی ہے اور جو جنگ کے اندر مشکل مقامات ہوتے ہیں انکو برداشت کرنے کیلئے بندے کی کچھ عمر تو ہونی چاہئے، یہ عمیر بالکل ابھی چھوٹا ہے۔تو کیا ہوا:

فَبَكٰى

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔

اور کبھی کبھی یہ انداز بھی کام دے ہی جاتا ہے، جب میرے محبوب ﷺ نے دیکھا

Marfat.com

کہ ننھا سا صحابی ہے اور رو رہا ہے۔

فَاَجَازَہٗ

آپ ﷺ نے اس کو اجازت عطا فرمادی کہ اگر عمیر آنا چاہتے ہیں تو آجاؤ۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ان کی اتنی عمر چھوٹی تھی کہ

کُنْتُ اَعْقِدُ حَمَائِلَ سَیْفِہٖ مِنْ صِغْرِہٖ

ان کی چھوٹی عمر کی وجہ سے بار بار تلوار لٹکانے والی حمائل میں باندھتا تھا، ان کو اس کے باندھنے کا طریقہ بھی نہیں تھا۔

جس وقت اس انداز میں آگے بڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حسرت کو پورا کردیا اور سید عالم ﷺ کے زیر سایہ اگنے والے ان پھولوں نے اس بات کو ثابت کیا کہ محبوب ﷺ نے جو جوانی کے گر بتائے ہیں وہ واقعی ایسے ہیں کہ جو انسان ان کو دیکھتا ہے، ان پر پابند ہوجاتا ہے اور کاربند ہوجاتا ہے، وہ گر بندے کو اللہ کے دربار میں ولی کامل کے درجہ تک پہنچادیتے ہیں۔

آج کا ہمارا موضوع Current Affairs کے لحاظ سے نہایت ہی اہم موضوع ہے، آج چونکہ ہمارے نوجوانوں کے لئے ترجیحات بدل چکی ہیں، ہر اس چیز کو Adopt کرنا چاہتے ہیں جو امریکہ سے اٹھے اور برطانیہ سے فیشن آئے اور جو بھی انڈیا اور اسرائیل سے آئے، یہ اس کو اپنانا شروع کردیتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

ہمیں کسی کے پیچھے لگنے کی ضرورت نہیں ہے، جن کے اتنے حسین قائد آگے لگے

Marfat.com

ہوئے ہوں اور جو سارے رسولوں کے بھی قائد ہوں، ان کے ہوتے ہوئے ہم اور کسی کے پیچھے کیوں لگیں۔ ہم نے سید عالم ﷺ سے وفا کا کلمہ پڑھا ہوا ہے اور جب تک روح جسم میں موجود رہے گی۔ ہم اس وفا کا نعرہ لگاتے رہیں گے، دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمیں اپنی طرف راغب کر سکے، ہمیں چمک دکھا کے اپنی طرف لا سکے۔ اگر کوئی چمک سرکار مدینہ ﷺ سے بڑی چمک ہو تو پھر ہو سکتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چمک نہیں ہے۔

لہٰذا سنت کی پیروی کرتے ہوئے فیشن کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اسوۂ حسنہ کا جھنڈا لہراتے ہوئے ہر مرد و زن کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی پکی محبت کا ثبوت اس انداز میں دینا چاہئے کہ جو آپ نے ہمارے لئے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے ہم اس پر اول سے لے کر آخر تک کاربند رہیں رب ذوالجلال ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
9

کاروباری شراکت کے اسلامی اصول

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برہانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ

عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین، سامعین و ناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہم دین کورس کے سولہویں پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

کاروباری شراکت کے اسلامی اصول

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

موجودہ حالات میں سب سے زیادہ جس جانب توجہ کی ضرورت ہے، وہ اسلام کا معاملاتی نظام ہے، ہمارے ہاں اسلام کے نظام عبادات کے ساتھ کچھ نہ کچھ لوگوں کی لگن برقرار ہے مگر معاملات کو بالکل طاق نسیان میں رکھ دیا گیا ہے اور اس طرح ہمارے خلاف اُن کا پراپیگنڈہ کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام کا تعلق مختلف شعبہ جات سے نہیں ہے، ہم عملاً معاذ اللہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اسلام صرف مسجد تک ہے اور اس کا تعلق تھانے، کچہری یا بازار کیساتھ نہیں، جب کہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔

ہمارا اسلام مسجد کا اسلام بھی ہے اور بازار کا اسلام بھی ہے، یہ تمام شعبہ جات زندگی کے لئے life Code ہے اور یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آج عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب دو حضرات آپس میں کاروبار کر رہے ہیں تو وہ راضی ہیں تو ان کی رضا کافی ہے، جب ایک نے دوسرے کے ساتھ کوئی شراکت کی ہے اور دونوں

Marfat.com

نے آپس میں معاہدہ طے کرلیا تو اس کے بعد اب تیسری کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

جب کہ اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اسلام صرف فریقین کی خوشنودی اور ان کی چاہت کا طلب گار نہیں ہے بلکہ اسلام نے مومنین پر یہ لازم کیا کہ تمہارے دنیاوی معاملات تب final قرار پائیں گے کہ جب اسلام بھی راضی ہوگا اور اسلام کی طرف سے بھی اس کو قانونی حیثیت دی جائے گی۔

یہاں پر بائع اور مشتری کا خوش ہو جانا کافی نہیں ہے یعنی ایک شخص جو کسی کے ساتھ partnership کرنا چاہتا ہے، ان دونوں کا آپس میں راضی ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ باقاعدہ اسلام کو راضی کرنا پڑے گا اور اگر اسلام راضی ہوگا تو پھر وہ دنیاوی کاروبار نہیں ہوگا بلکہ وہ نیکیوں کا ایک گلشن بن جائے گا۔

جوازِ مضاربت دلائل کی روشنی میں

ہماری آج کی جو گفتگو ہے، وہ کاروباری شراکت کے اصولوں کے بارے میں ہے۔ کاروباری شراکت جس پر ایک مفہوم کے لحاظ سے سینکڑوں مسائل کے لحاظ سے بحث کی جاسکتی ہے، مگر ہم وقت کے اختصار کے پیش نظر آج کی گفتگو صرف شرکت مضاربت تک محدود رکھیں گے۔

شرکت مضاربت جس کو Sleeping Partnership کہا جاتا ہے اس کے چند اصول ہیں کہ اس کا معنی کیا ہے؟ اس کا رکن کیا ہے؟ اس کی شرائط اور مختلف صورتیں کیا ہیں؟ اور یہ کیسے معطل ہو جاتی ہیں؟

اس کو بیان کر کے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ہمارا دین زندہ ہے اور اس کے تمام

Marfat.com

شعبہ جات زندہ ہیں اور جس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے پڑھا ہے، اس نے صرف یہ نہیں پڑھا کہ میں نے آخرت پر ایمان، رسول ﷺ پر ایمان کا ہی معاہدہ کیا بلکہ اس نے رب سے یہ عہد کرلیا ہے کہ اے اللہ! نظام زندگی میں، کاروبار حیات میں جو تجھے پسند ہے، وہی مجھے پسند ہے، اور جو تیرا حکم ہے، میں اس کا پابند ہوں۔ اسلام Ideology کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ اس واسطے مومن کبھی بھی اسلام کی راہوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اسے ہر مسئلہ اسلام سے پوچھنا پڑے گا اور اسلام میں یہ جامعیت ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے ماننے والوں کو پریشان نہیں کرتا، بلکہ ہر مسئلے میں رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورۃ المزمل کی آیت نمبر ۲۰ میں فرمان موجود ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قرآن مجید

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

اور کچھ دوسرے لوگ جو کہ زمین میں سفر کریں گے اور زمین میں سفر کرکے اللہ کا فضل تلاش کریں گے۔

یہاں پر اللہ کے فضل سے مراد کسب حلال اور رزق حلال ہے۔

اس کے لئے زمین میں سفر کرنا، یہ مضاربت ہے اور شراکت ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ اپنے لئے لقمہ حلال تلاش کرتا ہے اور جانبین کے لئے اللہ تعالیٰ کے جو اصول ہیں ان کو جب وہ پیش نظر رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، جس طرح قرآن مجید، برہان رشید میں اس کا تذکرہ ہے۔

Marfat.com

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مضاربت کا معنی کیا ہے۔

لغوی معنی

شرکت کا لغوی معنی تو آپ جانتے ہیں کہ دو پارٹیاں آپس میں کسی کام کے اندر شریک ہو جائیں تو اس کو شرکت کہا جاتا ہے اور وہ ایک کمپنی بن جاتی ہے۔

مضاربت کا لغوی معنی

جانبین سے ایک دوسرے پر ضرب واقع کرنا۔

شرعی معنی

هِيَ شِرْكَةٌ بِمَالٍ مِنْ جَانِبٍ وَعَمَلٍ مِنْ جَانِبٍ

شرکت مضاربت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنا مال دے اور دوسرا اپنا ٹائم دے۔

ایک کی طرف سے مال ہو اور دوسرے کی طرف سے ٹائم ہو اور آپس میں معاہدہ کریں کہ اتنا مال میں تجھے دے رہا ہوں اور تم نے اس میں کاروبار کرنا ہے اور جو profit ہوگا، وہ ہم آپس میں تقسیم کرلیں گے، جو بھی شرائط طے کرتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ نصف نصف بانٹ لیں گے یا ایک کہتا ہے میرا دو حصے ہوگا، ایک حصہ تمہارا ہوگا، اس بنیاد پر وہ profit کو تقسیم کرتے ہیں۔

تو شرکت مضاربت میں دونوں طرف سے مال نہیں ہوتا، ایک طرف سے مال ہوتا ہے۔ ایک صاحب مال ہے اور دوسرا عامل ہے، دوسرا کام کرے گا، دوسرا کاروبار کرے گا، ایک خاص نفع کی شرح کے اوپر جو ان کا آپس میں معاہدہ ہو گیا اس

Marfat.com

کو شرکت مضاربت کہا جاتا ہے۔

تفصیلی تعریف

هِيَ اَنْ يَّدْفَعَ الْمَالِكُ اِلَى الْعَامِلِ مَالاً

مالک عامل کو مال دیتا ہے

لِيَتَّجِرَ فِيْهِ

تاکہ وہ اس میں تجارت کرے

وَيَكُوْنُ الرِّبْحُ مُشْتَرَكاً بَيْنَهُمَا

اس شرط پر کہ منافع مشترکہ ہوگا

بِحَسْبِ مَا شَرَطَا (الفقہ الاسلامی: ۳۹۲۴/۵)

جیسے ان دونوں کی مرضی ہو۔

یعنی اس میں اسلام پابندی نہیں لگاتا کہ اتنا صاحب مال کا نفع ہونا چاہیے اور اتنا عامل کا ہونا چاہیے، بلکہ وہ ان کی رضامندی پر چھوڑتا ہے لیکن آگے یہ شرط ہے کہ وہ کسی عدد کو معین نہیں کر سکتے کہ تیرا ہزار ہے اور میرا دو ہزار ہے، یا تیرا پانچ سو ہے اور میرا ہزار ہے، اس طرح عدد سے معین نہیں کر سکتے۔

یہ کہہ سکتے ہیں کہ جتنا منافع ہو، اس میں نصف تیرا ہے اور نصف میرا ہے، یا ثلث تیرا ہے اور ثلثین میرے ہیں، اس بنیاد پر حصوں کے لحاظ سے تقسیم کر سکتے ہیں، ویسے اگر وہ معین کریں گے، تو سود بن جائے گا۔

کیونکہ ہوسکتا ہے تجارت میں نقصان ہو اور profit ہو ہی نہ۔ ہوسکتا ہے

Marfat.com

profit کم ہو اور طے زیادہ کیا گیا ہو، تو اس میں کسی ایک کا نقصان ہو سکتا ہے، اس میں اس لحاظ سے یہ تقسیم کر دیا جائے کہ مہینے کے بعد پانچ ہزار میرا ہو گا اور باقی تیرا ہو گا، اس طرح کی صورتحال یا کوئی اور کسی عدد معین سے profit کو تقسیم کیا جائے تو وہ جائز نہیں ہے۔

یہ کہا جائے کہ جو کچھ ہو اس میں سے نصف تیرا ہے اور نصف میرا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر سو منافع ہو گا تو اس کا نصف ہو جائے گا، اگر ہزار ہو گا تو اس کا نصف ہو جائے گا، اور اگر نہیں ہو گا تو اس کا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اس صورت میں کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔ اس انداز سے profit کو اس کی شرح کے لحاظ سے معین کر لینا چاہیے عدد کے لحاظ سے اس کو تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ حصوں کے لحاظ سے اس کو تقسیم کر لینا یہ مضاربت اسلامی کا ابتدائی حصہ ہے۔

دوسری شرط

مضاربت کی شکل میں جتنا خسارہ ہو گا، وہ مضارب کا ہو گا، خسارہ مالک کا شمار ہو گا۔ چونکہ اس صورت میں جو کاروبار کر رہا ہے، اس کی محنت ضائع ہو گی، جب کچھ بھی نہ بچا تو اس نے جتنی محنت کی، وہ ضائع ہو گئی اور جو خسارہ ہوا، وہ مالک کا شمار ہو گا، اس میں یہ اس پر نہیں ڈالا جائے گا کہ تم خسارے میں بھی برابر کے شریک ہو جاؤ نہیں نہیں! نفع میں ایک شرح معین کر دی جائے گی اور خسارہ ہو گیا تو وہ رب المال کا ہو گا۔

Marfat.com

تعریف میں مختلف قیود کے فوائد

مضاربت کی تعریف میں جتنی قیود آئی ہیں، اب ہم ان کے فوائد کو بیان کرتے ہیں۔

پہلی قید کا فائدہ

اَنْ یَّدْفَعَ الْمَالِكُ اِلَی الْعَامِلِ مَالاً

مالک اپنا مال عامل کو دے گا۔

لہٰذا اگر مال نہ دیا جائے، بلکہ منافع دیا جائے تو اس کو مضاربت نہیں کہہ سکیں گے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص کسی کو رہائش کے لئے مکان دیتا ہے، اب اس میں رہائش رکھنا ایک منافع ہے اور کہتا ہے کہ تم میری جگہ رہائش رکھو اور تم اپنے پیسوں سے کاروبار کرو، اس میں profit نصف نصف تقسیم ہوجائے گا، ایسی صورتحال میں اس کو مضاربت نہیں کہہ سکیں گے اور وہ جائز نہیں ہوگا، اس واسطے کہ یہاں مالک نے مال نہیں دیا بلکہ اس نے ایک منافع دوسرے کو دیا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

وہ دکان کا کرایہ پر دینا ہو یا رہائش پر مکان دینا ہو، تو مضاربت میں ابتدائی شرط یہ ہے کہ ایک شخص اپنی طرف سے مال پیش کرے اور دوسرا اس میں عمل کرے، اور اس میں کاروبار کرے۔

دوسری قید کا فائدہ

یَکُوْنَ الرِّبْحُ مُشْتَرَکًا بَیْنَهُمَا

Marfat.com

اوران دونوں کے درمیان ربح مشترک ہو

اگر ربح مشترک نہ ہو تو اس کو مضاربت نہیں کہہ سکیں گے، خواہ اس طرح مشترک نہ ہو کہ سارا profit مالک کا ہو، پھر بھی یہ مضاربت نہیں ہے اور اگر سارا profit کاروبار کرنے والے کا ہو تو پھر بھی مضاربت نہیں ہے۔ اگر سارے کا سارا کاروبار کرنے والے کا بنائیں گے تو اس کو قرض کہا جائے گا اور اگر سارے کا سارا مالک کا بنائیں گے تو اس کو مباوہ کہا جائے گا۔ مضاربت اسی صورت میں بنے گی کہ ایک شخص اپنا مال پیش کرے، دوسرا اپنی محنت پیش کرے اور دونوں میں طے بھی ہو گیا کہ منافع تقسیم ہوگا۔

اگر منافع تقسیم نہ ہو، مال ایک کا ہو، کام دوسرا کرے تو اس کو وکالت کہتے ہیں کہ دوسرا اس کا وکیل بن گیا ہے اور وہ اس کی طرف سے کام کر رہا ہے، سارا منافع مالک کا ہے، اور وکیل کو تنخواہ ملے گی، اس کو اپنے کام کی اجرت ملے گی۔ اس کو partnership نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مال پیش کرتا ہے اور دوسرا کام کرتا ہے اور یہ طے ہو چکا ہے کہ جو profit ہے، اس کو تقسیم کیا جائے گا۔

حدیث شریف سے مضاربت کا جواز

یہ حدیث شریف طبرانی کی معجم الاوسط اور مجمع الزوائد میں موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ایک تجارت کا طریقہ وضع کیا، وہ طریقہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا گیا تو ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

Marfat.com

کی تصدیق فرمائی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تجارت کا طریقہ کیا تھا؟

اِذَا دَفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَۃً اِشْتَرَطَ عَلٰی صَاحِبِہٖ اَنْ لَّا یَسْلُکَ بِہٖ بَحْرًا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب کسی کو مال دیتے تھے تو یہ شرط لگا دیتے تھے کہ یہ میرا مال ہے، تم نے اس میں کاروبار کرنا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ

اَنْ لَّا یَسْلُکَ بِہٖ بَحْرًا

میرا مال لے کے تم بحری سفر نہیں کر سکتے۔

یعنی خطرہ ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے، یہ شرط اپنی طرف سے لگا دیتے تھے

وَلَا یَنْزِلَ بِہٖ وَادِیًا

اور میرا مال لے کے تم کسی وادی میں پڑاؤ بھی نہیں کر سکتے۔

کسی آسان رہائش کی جگہ پر تم نے ٹھہرنا ہے، کہیں جنگل میں تم نے ڈیرہ نہیں لگانا۔

وَلَا یَشْتَرِیَ بِہٖ دَابَّۃً ذَاتَ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ

تم نے میرے پیسے سے کوئی جانور بھی نہیں خریدنا، یعنی وہ ذی روح کہ جس کے مرجانے کا خطرہ ہے، ہوسکتا ہے، سارے پیسے ڈوب جائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ شرط بھی لگا دی کہ پیسہ میرا ہے اور یہ شرائط ہیں، کاروبار تم نے کرنا ہے مگر ان باتوں سے بچ کے کرنا ہے، نہ تو میرا پیسہ لے کر تم نے سمندری سفر کرنا ہے اور نہ ہی کسی وادی میں پڑاؤ کرنا ہے اور نہ ہی تم نے اس

Marfat.com

سے کوئی جانور خریدنا ہے۔

فَإِنْ فَعَلَ ذَالِكَ ضَمِنَ

اگر تم نے یہ کام کیا اور نقصان ہو گیا تو تمہیں ضمانت دینا پڑے گی۔

یہ پہلے انہوں نے شرط میں رکھ دیا

فَبَلَغَ شَرْطُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

ہمارے نبی ﷺ تک جب یہ شرط پہنچی

فَاَجَازَهٗ (مجمع الزوائد: ۴/۱۶۱)

تو محبوب ﷺ نے اس کو جائز قرار دے دیا۔

میرے پچا نے تجارت کا ایک نیا طریقہ متعارف کروایا ہے، یہ میری شریعت کے مطابق ہے، پیسہ ایک طرف سے ہے اور عمل دوسری طرف سے ہے اور منافع آپس میں تقسیم ہوگا، اور مالک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اگر شرائط لگانا چاہے تو وہ لگا سکتا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو شرائط لگائیں ان شرائط کے لحاظ سے سید عالم ﷺ نے اس عقد کو جائز قرار دیا۔ تو پتہ چلا کہ یہ مضاربت کا جو طریقہ ہے، یہ آج کی ایجاد نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کا یہ رائج کردہ طریقہ ہے۔

آثار صحابہ میں مضاربت کا جواز

یہ اثر نصب الرایۃ میں موجود ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، آپ امیر المومنین ہیں اور آپ کے دونوں بیٹے جہاد پر ہیں، یعنی عبداللہ بن عمر اور حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عراق کے جہاد پر تھے۔ عراق میں وہ لشکر

Marfat.com

کے ساتھ گئے ہوئے تھے تو وہاں پر جو گورنر تھے، وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے، مفتوحہ علاقے سے آگے ایرانی سرحد کی طرف جہاد بڑھ رہا تھا تو جس وقت یہ دونوں صاحبزادے واپس آنے لگے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ذہن بھی تجارت کے اصولوں کی طرف مائل تھا۔ جس وقت وہ دونوں واپس آنے لگے تو گورنر سے ملے، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری ایک تجویز ہے، میں نے بیت المال میں کچھ فنڈ بھیجنا ہے تو میں وہ تمہیں دیتا ہوں، تمہیں بطور قرض دیتا ہوں اور تم دونوں ان پیسوں سے عراق میں سے کچھ چیزیں خرید لو اور وہ جا کر مدینہ شریف میں فروخت کرو، وہ چیزیں فروخت کر کے جتنے پیسے بیت المال کو دینے ہیں، اتنے بیت المال کو دے دو اور باقی منافع آپس میں تقسیم کر لو۔

یہ تجویز انہوں نے پیش کی کہ ویسے میں نے بیت المال میں یہ فنڈ بھیجنا ہے، وہاں تک پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، لیکن اگر ان بچوں کا فائدہ ہو جائے تو یہ اچھا ہے، لہٰذا انہوں نے کہا کہ یہاں سے کچھ چیزیں خرید و اور وہاں جا کر فروخت کر دو لیکن یہ تم پر لازم ہے کہ جتنے پیسے میں تم کو دے رہا ہوں، اتنے پیسے تمہیں بیت المال کو دینے پڑیں گے اور باقی تمہارا بھی فائدہ ہو جائے گا۔ دونوں شہزادوں نے آپ کی بات مان لی کہ ٹھیک ہے ہم یہاں سے shopping کرتے ہیں اور وہاں مدینہ شریف کی منڈی میں فروخت کریں گے، جتنے پیسے بیت المال کو دینے ہیں، اتنے دے دیں گے اور باقی منافع ہم لے لیں گے۔

ایسی صورتحال میں جب دونوں شہزادوں نے shopping کر لی اور

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رقعہ لکھ کر امیر المومنین کو بھیج دیا کہ اتنے پیسے تمہارے بیٹوں کے پاس بیت المال کے ہیں، جب یہ پہنچیں تو ان سے اتنے پیسے وصول کر لئے جائیں، یہ دونوں جس وقت مدینہ شریف پہنچے تو وہاں جا کر انہوں نے جو کچھ عراق سے shopping کی تھی، مدینہ شریف کی منڈی میں جب اس کو بیچا تو ان کو کافی profit حاصل ہو گیا، انہوں نے بیت المال میں جتنی رقم جمع کرانی تھی اتنی امیر المومنین کے پاس لے گئے اور باقی انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا حق ہے، ہم نے تجارت کی ہے اور اس سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہو گیا ہے، لہٰذا وہ ہم رکھیں گے، مگر وہ زمانہ تھا، زمانے کے معتبر انسان اور عدالت کے تاجدار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا۔ جب ان تک معاملہ پہنچا تو ان دونوں صاحبزادوں نے کہا کہ یہ پیسہ بیت المال کا ہے جتنا تھا اتنا ہی دے رہے ہیں اور ہمیں کچھ منافع بھی ہو گیا ہے اور وہ ہم رکھ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً پکڑ لیا اور فرمایا:

اَکُلُّ الْجَیْشِ قَدْ اَسْلَفَ کَمَا اَسْلَفَکُمَا؟

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جتنا تمہیں قرض دیا تھا، کیا اتنا باقی فوجیوں کو بھی دیا تھا۔

فَقَالَ لَا

تو انہوں نے کہا نہیں۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے صرف ہمیں ہی دیا ہے، انہوں نے قرض دیا ہے، ہم نے محنت کی ہے اور اتنا ہی ہم بیت المال کو دے رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کہنے لگے:

لَا

ایسا نہیں ہوگا

اگر ہر فوجی کو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیسے دیتے کہ تم یہاں سے shopping کرو اور مدینہ شریف میں بیچو اور پھر پیسے بیت المال کو دو اور profit اپنے پاس رکھو، تو پھر امیر المومنین کے بیٹے ایسا کر لیتے اور اگر باقی فوجیوں کو یہ سہولت نہیں دی تو پھر تمہیں بھی نہیں دی جا سکتی، وہ سارے پیسے نکالو، جو تم کو profit ملا ہے، وہ بیت المال کا حصہ ہے، وہ بھی ہم بیت المال میں جمع کریں گے، اصل بھی بیت المال کا ہے اور جو اس پر profit ہے، وہ بھی بیت المال کا ہے:

اَمَّا عَبْدُاللّٰہِ فَسَکَتَ وَاَمَّا عُبَیْدُ اللّٰہِ فَقَالَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ فیصلہ کیا تو دونوں بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو خاموش ہو گئے، لیکن حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ بولے، کہنے لگے:

یَا اَمِیْرَ الْمُوْمِنِیْنَ

اے امیر المومنین!

صرف ایک جانب دیکھ رہے ہو، دوسری جانب بھی دیکھو تو سہی،

لَوْ هَلَکَ الْمَالُ ضَمِنَّاهُ

اگر یہ مال ہلاک ہو جاتا، یہ پیسہ گم ہو جاتا، یہ ہمارے پاس چونکہ بطور امانت

Marfat.com

تھا تو ہمیں یہ پورا کرنا پڑتا، یہ ہمارے پاس قرض تھا، لہٰذا گم ہونے کی صورت میں یہ پورا کرنا پڑتا، تو اگر ڈوب جاتا تو ہمیں ضمانت دینا پڑتی، لیکن ہمیں اس سے فائدہ حاصل ہوگیا ہے تو ہم نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا ہے، ہوسکتا تھا، یہ پیسہ لٹ جاتا اور یہ ہم سے ضائع ہو جاتا، تو پھر ہمیں یہ پورا کرنا پڑتا۔

دوسری طرف ہمیں اس سے فائدہ ہو گیا ہے تو جب نقصان کی صورت میں ہمیں ادائیگی کرنا پڑتی، اگر ہمیں profit مل گیا ہے تو اس بنیاد پر ہمارے لئے جائز ہونا چاہئے کہ profit ہمارا ہو اور اصل پیسہ بیت المال کو دے دیا جائے۔

جب عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابھی تک ان کو اس بات کا جواب نہیں دیا تھا کہ محفل میں ایک صحابی بیٹھے تھے، انہوں نے اپنی طرف سے تجویز پیش کی:

فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ عُمَرَ

ایک صحابی مجلس میں سے اٹھا اور کہنے لگا

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے امیر المومنین!

یہاں ایک اور فقہی جزئیہ موجود ہے، اگر آپ وہ جزئیہ لگائیں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

لَوْ جَعَلْتَهُ قِرَاضًا

اگر آپ اس پیسہ کو بیع مضاربت بنادیں۔

Marfat.com

شرکت مضاربت قرار دے دیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک فریق ہیں، تمہارے صاحبزادے دوسرا فریق ہیں، اور وہ بیت المال کو نائب کی حیثیت سے پیسہ دے رہے ہیں، کام تمہارے بیٹوں نے کیا ہے، اب نفع دونوں میں تقسیم ہو جائے گا، بیت المال میں اور تمہارے بیٹوں میں، نہ تو یہ ہوگا کہ سارا نفع بیت المال کو مل جائے اور نہ یہ ہوگا کہ سارا نفع تمہارے بیٹوں کو مل جائے، اصل رقم بھی بیت المال کو ملے گی اور جو منافع ہے وہ بیت المال اور تمہارے بیٹوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

قربان جائیں عادل لوگوں کے پہرے دار بھی عادل ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھنے والا وہ شخص کتنا فقیہ اور زیرک نکلا اور شرکت مضاربت کا ایک تصور جو دربارِ رسالت ﷺ سے چلا تھا اور وہ اس وقت آنکھوں سے اوجھل تھا، امیر المومنین کے سامنے صورتحال واضح نہیں ہو رہی تھی، بیٹے اپنا کیس لڑ رہے تھے، تو اس صحابی کے کہنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرما دیا۔

ٹھیک ہے، ہم اس کو شرکت مضاربت بناتے ہیں۔

فَرَضِيَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس صحابی کی بات سن کر راضی ہو گئے۔

کہ ٹھیک ہے اصل رقم بیت المال کی ہے، profit تقسیم ہوگا، نصف بیت المال کا ہوگا اور نصف profit میرے بیٹوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

وَاَخَذَ رَأْسَ الْمَالِ وَنِصْفَ رِبْحِهٖ

Marfat.com

تو آپؓ نے بیت المال کے لئے اصل مال لے لیا اور منافع سے نصف بھی لے لیا۔

اَخَذَ عَبْدُاللّٰهِ وَ عُبَيْدُاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نِصْفَ رِبْحِ الْمَالِ

حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہما نے منافع سے نصف حصہ لے لیا۔

اب دیکھو یہ ہے نظامِ مصطفیٰ ﷺ، یہ ہیں اسلام کے حکمران، یہ ہیں سید عالم ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ اور یہ ہیں صفہ کے پڑھے ہوئے، یعنی اگر اپنا معاملہ ہو تو مسئلہ گول کر دیا جائے اور دیگر لوگوں کا معاملہ تو وہاں تحقیقات کی جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کے اعتراض کرنے سے پہلے خود Action لیا اور فرمایا، ایسا نہیں ہو سکے گا کہ امیر المومنین کے بیٹوں کو ایک امتیازی حیثیت دے دی جائے، اگر باقی سارے یہ کام کرتے اور ان کے ضمن میں تم بھی آجاتے تو میں معاف بھی کر دیتا، لیکن تم نے یہ کام جداگانہ کیا ہے لہٰذا یہ مال تمہیں نہیں ملے گا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ شرکت مضاربت باقاعدہ رائج رہی اور اس کے مطابق کاروباری اصول آگے بڑھائے جاتے رہے۔

شرکت مضاربت کا رکن

بیع مضاربت کا رکن ایجاب وقبول ہے۔

جس طرح کہ نکاح میں ایجاب وقبول ہوتا ہے، بیع وشراء میں ایجاب وقبول ہوتا ہے، ایسے ہی شرکت مضاربت میں بھی ایجاب وقبول ہے۔

Marfat.com

الفاظ ایجاب

مُضَارَبَۃٌ مُقَارَضَۃٌ مُعَامَلَۃٌ

مثلاً کوئی شخص کسی کو پیسے دے، کہے کہ میں تجھے مضاربت کے لئے دے رہا ہوں یا کہے مقارضت کے لئے دے رہا ہوں، یا معاملت کے لئے دے رہا ہوں یا اس سے ملتے جلتے اپنی بولی کے لفظ بولتا ہے، اب اس میں ایجاب پایا جائے گا، لیکن آگے دوسرے پر موقوف ہے۔

الفاظ قبول

اگر وہ دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ پیسہ قبول کر لیا اور تمہاری طرف سے یہ پیشکش قبول کر لی ہے، تو اب ایجاب بھی پایا گیا اور قبول بھی پایا گیا، اس کے ساتھ عقد پورا ہو جائے گا، لیکن ابھی عقد لازم نہیں ہوگا کہ اس کے بعد فوراً کاروباری شراکت کے قوانین لاگو ہو جائیں یا متحرک ہو جائیں، جب تک وہ بندہ جو دوسری طرف سے کام کروانے والا ہے وہ پیسہ اس کی مٹھی میں نہیں دے گا اور وہ آگے کاروبار شروع نہیں کرے گا، اس وقت تک عقد مضاربت عملاً شروع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس کے سارے مسائل اور ساری شقیں اس پہ لاگو کر دی جائیں گی۔

اقسام مضاربت

مضاربت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مطلقہ

Marfat.com

۲۔ مقیدہ

مضاربت مطلقہ

هِيَ اَنْ يَّدْفَعَ شَخْصٌ اَلْمَالَ اِلٰى آخَرَ بِدُوْنِ قَيْدٍ اَىْ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنِ الْعَمَلِ وَالْمَكَانِ وَالزَّمَانِ

مضاربت مطلقہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو پیسہ دیتا ہے لیکن آگے کوئی قید نہیں لگاتا کہ تم نے اس سے خریدنا کیا ہے، کس شہر میں خریدنا ہے، اور کہاں بیچنا ہے اور کس وقت بیچنا ہے۔

نہ زمان کی شرط ہے، نہ مکان کی شرط ہے، نہ جنس کی شرط ہے، اس نے پیسہ دیا ہے، تمہاری مرضی ہے جو کاروبار کرو نفع ہمارے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائے گا، اس کو مضاربت مطلقہ کہا جاتا ہے۔

مضاربت مطلقہ کے بعد پھر اس کو مقید نہیں کرسکتا ہے، جب عامل کاروبار شروع کردے تو یہ اس کو روک نہیں سکتا کہ تم نے فلاں کاروبار کرنا ہے وہ بعد میں نہیں کہہ سکتا، وہ آغاز میں شرائط لگا سکتا تھا، لیکن درمیان میں کوئی شرط نہیں لگا سکتا۔

مضاربت مقیدہ

هِيَ اَنْ يُّعَيِّنَ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ اَنْ يَّدْفَعَ اِلٰى آخَرَ اَلْفَ دِيْنَارٍ مَثَلًا مُضَارَبَةً عَلٰى اَنْ يَّعْمَلَ بِهَا فِيْ بَلْدَةٍ مُعَيَّنَةٍ اَوْ فِيْ بِضَاعَةٍ مُعَيَّنَةٍ اَوْ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ اَوْ لَا يَبِيْعُ وَلَا يَشْتَرِيْ اِلَّا مِنْ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ

(البدائع: ۸۷۔۹۸)

Marfat.com

مضاربت مقیدہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو پیسہ دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم نے کپڑے کا کام کرنا ہے، اب اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کپڑے کا ہی کاروبار کرے گا، اگر اس کو کہتا ہے کہ تم نے فرنیچر کا کام کرنا ہے تو وہ فرنیچر کا کام کرے گا، وہ اور کسی کام میں پیسہ نہیں لگا سکتا، اگر وہ یہ کہے کہ تم نے گوجرانوالہ میں ہی کام کرنا ہے تو اس کو گوجرانوالہ میں ہی کام کرنا پڑے گا، تو یہ مضاربت مقیدہ ہے کہ جس میں تعیین زمان کے لحاظ سے، مکان کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، اب اگر وہ شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

شرائط مضاربت

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں، ہمارے ہاں تو صرف یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک کا پیسہ ہو اور دوسرے کا کام ہو تو یہ کافی ہے اور کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے جو اسلام نے لگائی ہے، اب فریقین اپنی اپنی شرطیں لگا لیں اور اسلام سے نہ پوچھیں تو اسلام ان میں برکت نہیں ڈالے گا اور ان کے کاروبار کو جائز بھی قرار نہیں دے گا، جس وقت اسلام سے پوچھے کہ اے اسلام! تم بھی بتاؤ تمہاری شرائط کیا ہیں؟

اسلامی شرائط کو اگر درمیان میں رکھ دیا جائے تو یہ فرق ہے جو ایک مومن اور کافر میں ہوتا ہے، کافر لقمہ کھاتے ہوئے یہ نہیں سوچتا کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے، جو آتا ہے دبا جاتا ہے، مگر مومن پہلے یہ چیک کرتا ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔

یہ ہماری دنیا میں اور کفار کی دنیا میں فرق ہے، وہ کاروبار کرتے ہیں تو صرف

Marfat.com

دنیا کے لئے کرتے ہیں، ہم کاروبار کریں پھر بھی دین کے لئے کرتے ہیں۔

مضاربت کی تین شرائط ہیں۔ کچھ شرائط پیسے کے اندر ہیں، اور کچھ شرائط عاقدین میں ہیں، اور کچھ شرائط منافع میں ہیں۔

1- شرائط رأس المال

رأس المال میں چار شرائط ہیں:

اَنْ یَّکُوْنَ رَأْسَ الْمَالِ مِنَ النُّقُوْدِ الرَّائِجَۃِ

پہلی شرط یہ ہے کہ رأس المال نقودِ رائجہ میں سے ہو۔

یعنی یا تو وہ سونا ہو یا چاندی ہو، یا ان کے قائم مقام روپیہ ہو، اس کے سوا کسی چیز کو Partnership کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا، یعنی ایک شخص یہ کہے کہ یہ کار لے لو اور کرایہ پر چلاؤ، Driving کرو، جو کرایہ اکٹھا ہوگا، وہ نصف نصف کر لیں گے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، یہاں مضاربت کے لئے پیسے کا دینا ضروری ہے، جب تک رأس المال پیسہ نہیں ہوگا، اس کو شرکت مضاربت نہیں کہا جا سکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہاں پر یہ وضاحت کی ہے کہ:

اگر کوئی اس طرح کہے کہ یہ میں تجھے کار دے رہا ہوں، تم اس کو بیچ لو اور اس کے پیسے سے کاروبار کرو تو اب جائز ہوگا، کیونکہ اس نے خود کار بحیثیت پیسہ دی ہے، یہ نہیں کہا کہ اس کو برقرار رکھو اور پھر اس کے ساتھ کاروبار کرو تو پھر ساری صورتیں جائز ہو جائیں گی، لیکن جو یہ کہے کہ یہ مچھلیوں کا جال میرا ہے اور تم مچھلیوں کا شکار کرو، تو یہ جائز نہیں ہوگا، اس واسطے کہ جال کوئی پیسہ نہیں ہے، وہ ایک مستقل چیز ہے، لہذا

Marfat.com

اس صورت میں مضاربت ناجائز ہوگی۔

2- رأس المال معلوم

دوسری شرط یہ ہے کہ رأس المال معلوم ہو، یعنی جو پیسہ دیا جا رہا ہے، وہ معلوم ہو، پتہ ہو کہ لاکھ دے رہا ہوں، اگر رأس المال معلوم نہیں ہوگا تو اس کو مضاربت نہیں کہہ سکتے، رأس المال مجہول ہوگا تو مضاربت ناجائز ہوگی۔

اب اس صورت میں کوئی یہ کہتا ہے کہ میں تجھے کچھ پیسے دوں گا تو تم اس سے کاروبار کرو، لیکن وہ رأس المال معین نہیں کرتا کہ تمہیں کتنے دوں گا، کچھ دے کے کہتا ہے، تم شروع کرو، جس طرح کہ ہمارے درمیان رائج ہے، تعیین نہیں کی جاتی، لہٰذا ہر شرعی عقد میں اس کی تعیین کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی کو مزدوری پہ لگاتا ہے تو پہلے بتانا ضروری ہے کہ تجھے اس کام پر اتنے پیسے دوں گا، اگر نہیں بتاؤ گے تو وہ اجارہ حرام ہو جائے گا، اس میں تعیین پہلے ضروری ہے، تاکہ مزدور کی مرضی ہو تو لگے، اگر نہ ہو تو نہ لگے، اگر وہ کام پر بیٹھے اور تم کہو کہ تمہیں اتنے دوں گا، تو اس بیچارے کا حق مارا جا سکتا ہے، ایسے ہی بیع وشراء کے لحاظ سے شے کی قیمت پہلے معین کرنا پڑے گی۔

اسی طرح مضاربت میں ضروری ہے کہ جو پیسہ کاروبار میں لگاتا ہے، اس کو معین کرنا پڑے گا کہ اتنا پیسہ میں تجھے دے رہا ہوں، تم نے آگے خرچ کرنا ہے اور اس میں کاروبار کرنا ہے۔

Marfat.com

3- عین حاضر

تیسری شرط راس المال کی یہ ہے کہ پیسہ عین حاضر ہو، یعنی وہ پیسہ دین نہ ہو، قرض نہ ہو۔ مثلاً اس نے کسی بندے سے قرض لینا تھا، کہنے لگا جو میں نے قرض لینا ہے اس سے کاروبار شروع کردو، تو اب یہ بھی **partnership** صحیح نہیں ہوگی۔ پہلے پیسہ موجود ہو، عین ہو، قرض نہ ہو، پھر جا کر اس کو شرعی طور پر مضاربت کہیں گے، ورنہ شرعی طور پر کبھی بھی مضاربت نہیں کہا جا سکتا۔

4- اَن یَّکُوْنَ رَأْسُ الْمَالِ مُسَلَّمًا اِلَی الْعَامِلِ

چوتھی شرط یہ ہے کہ تمام راس المال عامل کے **hand over** کر دیا جائے، یعنی پیسہ تو کاروبار کے لئے دے، لیکن اس کو اپنے پاس رکھے، اس کو مضاربت نہیں کہیں گے، لیکن اگر راس المال میں یہ چاروں شرائط موجود ہوں گی تو پھر ایک شعبہ اسلام کی طرف سے **clear** ہو جائے گا۔

شرائط عاقدین

عاقدین میں بھی کچھ شرائط ہیں۔

دو بندے آپس میں جو کاروبار کرنا چاہتے ہیں، ان میں بھی کچھ شرائط ہیں:

1- پہلی شرط یہ ہے کہ عاقدین عاقل ہوں، اگر ان میں سے ایک پاگل ہے، مجنون ہے، اور دوسرا اس کا پیسہ لے کے کاروبار کرنا چاہتا ہے، تو اس کو شرعی طور پر مضاربت نہیں کہا جائے گا، باقاعدہ، ہاں توکیل پائی جائے اور دونوں صحیح

Marfat.com

العقل ہوں، تو پھر جا کر مضاربت بنے گی۔

2- مضاربت مسلمان اور ذمی دونوں میں ہو سکتی ہے، ایک مسلمان ہے اور دوسرا ذمی ہو تو اس کے ساتھ بھی مضاربت ہو سکتی ہے، مسلمان ذمی کو پیسے دے کہ تم کاروبار کرو، تو اس میں مضاربت پائی جائے گی۔

شرائط ربح

ربح کی کل چار شرطیں ہیں

1- اَنْ یَّكُوْنَ الرِّبْحُ مَعْلُوْمَ الْقَدْرِ

ربح کی پہلی شرط یہ ہے کہ ربح پہلے دن ہی معلوم ہے، اگر ربح معین نہیں کرتے تو وہ مضاربت حرام ہے، پہلے دن یہ تعین ہو جائے کہ جس نے پیسہ دیا یا جس نے لیا، دونوں طے کر لیں کہ منافع نصف نصف ہوگا، یا جس لحاظ سے بھی ہوگا، وہ معین ہونا ضروری ہے، ورنہ مجہول ہونے کی صورت میں وہ سارے کا سارا سود بن جائے گا اور حرام کا کاروبار ہوگا۔

2- اَنْ یَّكُوْنَ الرِّبْحُ جُزْءًا مُشَاعًا

ربح میں دوسری شرط یہ ہے کہ ربح میں تعین جزء شائع کے لحاظ سے ہونی چاہئے، یہ نہ کہو کہ دو ہزار تیرا ہوگا اور پانچ ہزار میرا ہوگا، یا دس ہزار تیرا ہوگا اور دس ہزار میرا ہوگا، اس طرح ناجائز ہے، بلکہ اس طرح کہو کہ نصف تیرا ہے اور نصف میرا ہے، تا کہ وہ نصف تھوڑے میں بھی رائج ہو سکے، زیادہ میں بھی رائج ہو سکے۔

Marfat.com

اگر معین کر دو تو ہو سکتا ہے، اتنے پیسے ہی نہ ہوں تو پھر وہ کہاں سے پورے کیے جائیں گے، اگر سارا منافع ہوتا ہی پانچ ہزار ہے اور تقسیم دس ہزار کے لحاظ سے کیا ہوا ہے تو پھر کس طرح پورا ہو سکے گا، کسی کا نقصان ہو جائے گا، اس پہ ظلم ہو جائے گا، اسلام کے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام بتانا چاہتا ہے کہ تجھے اپنے منافع کا اتنا پتہ نہیں، جتنا اسلام کو تمہارے منافع کا پتہ ہے۔ ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی مار کھا جائے، لیکن اسلام کے دونوں ہی پیارے ہیں۔

اس واسطے اسلام کسی کو بھی نقصان نہیں دینا چاہتا، اسلام کہتا ہے، مجھ سے پوچھ کے چلو، تاکہ دونوں کا پیسہ محفوظ رہے۔

3- اَلرِّبْحُ غَیْرُ اَصْلِ الْمَالِ

ربح کی تیسری شرط یہ ہے کہ ربح اصل مال کے علاوہ ہو، یہ نہیں کہ اصل کو منافع میں شمار کر کے تقسیم کرنا شروع کر دو، بلکہ اصل پیسہ محفوظ رہے، اس سے کسی کو منافع نہیں دیا جا سکتا، profit اس کے سوا کو شمار کیا جائے گا اور اس کو آگے پھر تقسیم کیا جائے گا۔

4- اَنْ تُعْطِیَنِیْ مِأَۃَ رُوْبِیَۃٍ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ بِغَیْرِ رِبْحٍ

مالک عامل سے کہے کہ منافع جتنا ہوگا، وہ تو تقسیم کریں گے لیکن ہر مہینے تم نے مجھے ایک سو روپیہ دینا ہے، اگر ایسا کریں گے تو پھر بھی سود ہو جائے گا، اس صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مہینے کے بعد سو بنے ہی نہ، پھر مضارب کو تو نقصان ہوگا کہ مستقل اس کو علیحدہ دیا جا رہا ہے، اس طرح اس کو علیحدہ معین کر لینا یہ شرعی طور

Marfat.com

پرناجائز ہے۔

منافع کے لحاظ سے تو مال تقسیم ہوگا، لیکن ایک سو کو معین کردے تو یہ ناجائز ہے، اسلام قبول کر کے ہم نے عہد کیا ہے کہ اے اللہ ہم نماز بھی تیری پسندیدہ پڑھیں گے اور تجارت بھی تیرے حکم کے مطابق کریں گے۔

اس واسطے یہ دین کے ساتھ غداری ہے کہ کوئی بندہ یہ سمجھے کہ اسلام private رکھوں گا، مرضی اپنی کروں گا۔ اسلام ایسا نہیں ہے جو کسی کے ساتھ چمٹا رہے، جو اسلام کو private کردے گا، اسلام اس کو private کردے گا۔ اسلام regular ہے، عقیدہ ہو، مذہب ہو، عبادت ہو، معاملات ہوں، اسلام میں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، کلمہ تو اسلام کا ہے، لیکن تجارت انگریزوں والی ہے، نہیں نہیں، اسلام کہتا ہے، عبادت بھی میری مرضی سے کرنی پڑے گی اور شراکت بھی میری مرضی سے کرنی پڑے گی۔

اب دیکھو ناں کتنی اس میں حکمتیں ہیں۔

ہمیں اتنا فائدے کا پتہ نہیں، جتنا ہمارے رب کو پتہ ہے، وہ ہمارا خالق ہے، اس کا جو فائدہ ہے، اس میں حکمتیں ہیں، اگرچہ بظاہر کہیں ہمیں نقصان بھی لگے تو ہمیں اپنی عقل کو رلا دینا چاہیے کہ تجھے اصل کا پتہ نہیں، جب رب فرما رہا ہے تو یقیناً اس میں ہمارا بھلا موجود ہے۔

مضارب کے حقوق

جو بندہ کام کر رہا ہے اور کاروبار کر رہا ہے، اس کے بھی حقوق ہیں۔

Marfat.com

1- ایک حق اس کا یہ ہے کہ منافع میں سے اس کو حصہ ملے، لیکن ایک حق نفقہ کا ہے، تجارتی سفر میں جتنا خرچہ ہوگا رہائش کا، وہ سارے کا سارا مالک پر ہے کہ وہ اس کو دے یعنی نفقہ سارے کا سارا مالک پر ہوگا کہ مالک اس کے اخراجات پورے کرے، اس کو منافع میں رکھ کر اسی کا حصہ بنا کر اس کے حساب سے نہیں کاٹا جائے گا جتنا تم نے پہلے خرچہ کرلیا لہٰذا منافع سے اس کو کاٹ لیں، نہیں، شریعت مطہرہ نے یہ لازم کیا ہے کہ یہ جو اخراجات ہوں گے، نفقہ ہوگا اور جتنا بھی خرچہ ہوگا، یہ مالک کے پیسے سے ہوگا۔

یہاں تک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان فرمایا:

اگر وہ بیمار ہو جاتا ہے، کاروبار کرنے والا مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو مالک پر اس کی دوائی بھی لازم ہے، یعنی اس کا علاج بھی مالک پر لازم ہے۔

جب پیسہ دیا ہے اور آپس میں **partnership** بنائی ہے، علاج بھی مضارب کا مالک کے ذمے ہے، اب یہاں سے پتہ چلا ہے کہ جنہوں نے دو اور دو چار کا رٹا لگایا ہوا ہے، اب ان سے پوچھو، اگر مضاربت میں مریض ہو جائے تو اس کا فنڈ کہاں سے آئے گا، اس پر آیت پیش کرو یا حدیث پیش کرو، سورج مغرب سے نکل آئے گا لیکن وہ پیش نہیں کرسکیں گے اگر پیش کریں گے تو امام صاحب کی فقہ پیش کریں گے اور انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ امام ہیں کہ جن کا ہم پر احسان ہے، آج جو ہمارے لئے باتیں ڈھونڈنا مشکل تھیں، انہوں نے پانچ لاکھ مسائل امت کو حل کر کے بتا دیئے۔

Marfat.com

مضاربت فاسدہ

مضاربت فاسدہ کو بیان کرنا بھی بڑا ضروری ہے، پہلے جو میں نے بیان کیا کہ اگر شرائط میں سے کہیں کوئی شرط نہیں پائی جائے گی، وہ شرائط جو اسلام نے لگائی ہیں تو مضاربت فاسد ہو جائے گی، ختم ہو جائے گی۔ اب جس وقت مضاربت فاسد ہوگی تو پھر اس وقت اس کا حکم کیا ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے کسی کو کار دی تھی اور کہا تھا کہ تم driving کرو، جو روزانہ ہمیں بچے گا، وہ ہم تقسیم کر لیں گے، کار میری ہے، driving تمہاری ہوگی، اسلام نے کہا میں راضی نہیں ہوں، اس واسطے کہ یہاں جو کچھ دیا جا رہا ہے، وہ پیسہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کو بیچنے کا حکم دیا جا رہا ہے، لہٰذا یہ مضاربت فاسدہ ہے۔

لیکن جو کام کر چکے ہیں، اس کا حکم اور حل کیا ہوگا؟

ایک مہینے کے بعد پتہ چلا کہ یہ تو مضاربت فاسدہ تھی، تو پھر ان کا فیصلہ کیسے کیا جائے گا؟

اسلام نے یہ روشنی دی، جہاں بھی مضاربت فاسدہ ہوگی، وہاں پر یہ قانون سامنے رکھو کہ جو کام کرنے والا ہے، اس کو تنخواہ دی جائے گی، یعنی جتنی driver کی تنخواہ بنتی ہے، اتنی تنخواہ اس driver کو دی جائے گی اور profit سارے کا سارا کار والے کا ہوگا۔

جہاں جہاں بھی مضاربت فاسدہ ہوگی تو سارا profit مالک کا ہوگا اور جس نے کام کیا ہو اس کو بھی اسلام محروم نہیں رکھے گا، اس کو مزدوری دی جائے گی،

Marfat.com

اس کا جتنا ٹائم بنتا ہے، اتنا اس کے لئے وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔ اسی طرح کسی نے کہا کہ جال میرا ہے، اس سے مچھلیاں پکڑ کے لاؤ، عامل نے مچھلیاں پکڑیں، اب یہ مضاربت فاسدہ ہے، جتنی مچھلیاں ہوں گی، وہ ساری مالک کی ہوں گی اور مضارب کو اس کے گھنٹوں کے لحاظ سے اجرت دی جائے گی۔

اسی طرح مضاربت فاسدہ کے لحاظ سے اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی بھی ایسی شق پائی گئی کہ جس سے مضاربت باطل ہوتی ہے تو پھر اس کے بعد اس کو نافذ العمل نہیں سمجھا جائے گا اور وہ مضاربت باطل ہو جائے گی۔ اگرچہ بڑا پکا معاہدہ تھا لیکن پانچ اسباب ایسے ہیں، ان میں سے ایک بھی پایا گیا تو وہ partnership ختم ہو جائے گی، اور اس کے بعد اس کا کوئی قانونی حل نہیں کیا جا سکتا۔ وہ پانچ اسباب یہ ہیں

پہلا سبب

مالک اگر مضارب کو معزول کر دیتا ہے، اعلان کر دیتا ہے کہ میرے کاروبار کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم اس کو ختم کر رہے ہیں، اس کو حق ہے، وہ مضاربت کو ختم کر سکتا ہے، لہٰذا اس کی طرف سے مضارب کو معزول کرنے کا اعلان جب ہو جائے گا تو اس کے ساتھ وہ مضاربت ختم ہو جائے گی، اس کے بعد پہلے اشتراک کے لحاظ ان کا کام آگے نہیں چل سکے گا۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب یہ ہے کہ جب جانبین میں کسی ایک کا وصال ہو جائے تو پھر وہ

Marfat.com

مضاربت ختم ہو جائے گی، یعنی آگے ورثاء کی طرف نہیں جائے گی، مالک کا وصال ہو جائے یا کاروبار کرنے والے کا وصال ہو جائے تو وہیں پر وہ معاملہ رک جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے بیٹے کہیں، ہم اس کی جگہ ہیں، یہ سلسلہ ہمارے ساتھ بھی یوں چلے گا، پہلی مضاربت برقرار نہیں رہ سکے گی، جانبین میں سے جب ایک کا وصال ہو جائے گا تو اس کے ساتھ ہی پہلا اشتراک ختم ہو جائے گا۔

تیسرا سبب

متعاقدین میں سے ایک مجنون ہو جائے تو پھر بھی مضاربت ختم ہو جائے گی، مالک مجنون ہو گیا ہے یا کاروبار کرنے والا مجنون ہو گیا ہے، ان دونوں صورتوں میں جب کوئی ایک مجنون ہو جائے، تو وہاں ہی مضاربت ختم ہو جائے گی، اس کے بعد شرعی طور پر اس کو نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

چوتھا سبب

اگر مالک مرتد ہو جائے تو اس کے بعد بھی مضاربت ختم ہو جائے گی۔ پیسے کا مالک اگر اسلام سے پھر گیا تو اب وہ مضارب ختم ہے، اس مضاربت پر وہ بندہ مزید کام نہیں کر سکتا، جو کچھ پہلے ہو گیا ہے، اس کو تقسیم کیا جائے گا۔

پانچواں سبب

مال مضاربت مضارب کے پاس ہلاک ہو جائے۔ یعنی عامل تجارت کے لئے نکلا ہوا تھا، سارا مال چوری ہو گیا، اس پر بھی مضاربت ختم ہو جائے گی، اس میں

Marfat.com

مسئلہ کیا ہوگا، عامل کے اور مالک کے درمیان جو پیسہ تھا یا مضارب نے پیسے کا سودا خریدا ہوا تھا، وہ گم ہوگیا، چوری ہوگیا، اس کو آگ لگ گئی، وہ پانی میں ڈوب گیا، تو کیا اس کو اپنی ظرف سے تاوان دینا پڑے گا یا نہیں دینا پڑے گا۔ تو اس صورت میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ مضاربت کا مال امانت سمجھا جاتا ہے۔

وہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بطور قرض دیا تھا اور پھر اس کو مضاربت کا رنگ دیا گیا، اصل جہاں پہ عقد مضاربت ہوتا ہے تو مضارب کے پاس مالک کا مال بطور امانت ہے اور امانت کے بارے میں قانون ہے کہ اگر اس کے اندر بندے کی غفلت کا دخل ہو تو پھر اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اگر اس میں غفلت کا دخل ہی نہیں ہے تو پھر اس پر اس صورت میں کوئی تاوان نہیں آئے گا۔

لہٰذا مضارب کے پاس اصل پیسہ ہو یا اس سے خریدی ہوئی چیز تھی، اس کے بعد اگر اس کے اپنے عمل کے بغیر مال یا پیسہ ہلاک ہوگیا تو ایسی صورتحال میں اسلام اس پر بوجھ نہیں ڈالے گا کہ اس پر سارا تاوان ڈال دے کہ تم سارا ادا کرو، نہیں نہیں، ایسی صورتحال میں اس سے کوئی تاوان وصول نہیں کیا جائے گا۔

مضاربت کے لحاظ سے میں نے ایک مختصر سا خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے، اصل جو شراکت کے اصول ہیں، وہ بہت زیادہ ہیں، ایک شعبہ ہم نے آج کے سبق میں پڑھا اور اس کے جزئیات کو سامنے رکھا۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

10

تحفظِ ناموسِ رسالت ایک فرض اور قرض

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

ناموسِ نبی ﷺ کی خاطر ہم ہر باطل سے ٹکرائیں گے
جو راہ میں ہماری آئے گا ، ہم ان کو مار گرائیں گے

یہ مسئلہ ہے جب ایمان کا ، کیا خطرہ ہے جسم و جان کا
اس مسئلے کو جو چھیڑے گا ، پھر تاج اچھالے جائیں گے

کیا جنت ہے ہمیں زندگی کی ، پھر زندگی میں شرمندگی کی
سب وار کے پونجی جندڑی کی ، خود بدن پہ کفن سجائیں گے

گستاخِ نبی ﷺ کا چلتا پھرے ، کیوں عاشق دل میں جلتا رہے
گستاخ کو آگ لگا کے ہی ، سینے کی آگ بجھائیں گے

اس راہِ محبت میں ہم نے ، مہمان بنے جو جیلوں کے
کل خلدِ بریں کے باغوں میں ، تختوں پہ دیکھے جائیں گے

اس راہ میں جن کو زخم لگے ، وہ پھول ہیں گویا جنت کے
انہیں ساقیٔ کوثر محشر میں ، بھر بھر کے جام پلائیں گے

محبوب کی عزت گر مانگے ، آصف کی جان بھی حاضر ہے
اِک جان نہیں ان پر تو ، لکھ بار بھی صدقے جائیں گے

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

Marfat.com

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین سامعین و ناظرین!

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے صراطِ مستقیم کے اجالوں میں آج ہم سب کو فہمِ دین کورس کے انیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

تحفظِ ناموسِ رسالت ایک فرض اور قرض

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے، ناموسِ رسالت کو سمجھتے ہوئے اس کے تحفظ کا فریضہ ادا کرنے اور اس سلسلے میں جو ہم پر قرض ہے، اس کو اتارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات!

بحیثیت مومن ہر شخص ناموسِ رسالت کے سلسلے میں جس یقین، چاشنی اور اطمینان کو محسوس کرتا ہے، اسے زبان پر الفاظ کے ذریعے سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک عام سا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، جو بہت بڑا محدث، مفکر نہیں، بالکل ان پڑھ سادا سا ایک امتی ہے، تو اس کے دل میں بھی اس مسئلہ کے لحاظ سے جو یقین ہے، وہ اتنا بلند ہے کہ ہمالہ کی چوٹیاں بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

ذرّہ خاکم ولے با مہر دارم دوستی
ہائے کوہاں تا فراز آسمان خواہم شدن

Marfat.com

ایک مسلمان جو بظاہر عام سا ہے لیکن وہ اپنی اس حیثیت کو جانتا ہے اور اس پر رب ذوالجلال کا شکر گزار ہے کہ:

میں ایک ذرہ ہوں اور میری دوستی آفتاب کے ساتھ ہے وہ آفتاب اور اس کی کرن ذروں کو بلندیوں تک پہنچانے والی ہے۔

آج کا ہمارا موضوع اس سال کے ایک بہت بڑے حادثے کے لحاظ سے بھی بڑا اہم ہے، ڈنمارک میں جو گستاخانہ خاکے شائع کئے گئے اور اس کے بعد پوری اسلامی دنیا میں جو اس پر احتجاج ہوا اور ردعمل ہوا اور پھر اس سلسلے میں مختلف سیمینار اور اعلیٰ اداروں کے اندر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اس لحاظ سے بھی یہ اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے اور International affair کے لحاظ سے بھی ایک اہم مسئلہ ہے اور اس وقت اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ ان بدبختوں نے پھر ایک بار عاشقانِ رسول ﷺ کے سینوں کو زخمی کیا، جب رمضان المبارک میں ہی پھر ان خاکوں والی فلموں کو دوبارہ چلایا تو اس کی وجہ سے بھی ایک نئی صورتحال سامنے آ رہی ہے۔

ہم نے چونکہ تمام تر مسلکوں سے بالاتر ہو کر اس ایمانی فریضہ کو سرانجام دینا ہے، تو اس سلسلہ میں ہمیں قرآن وسنت سے اپنا راستہ پوچھنا چاہئے اور زمانے کی ترجیحات، حکومتوں کے معاملات اور اس کے سوا اپنے داخلی بعض معاملات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف اور صرف اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اکرم ﷺ کی چاہتوں کے حصول کے لئے ہمیں روح کی گہرائی سے اس مسئلے کو سمجھنا چاہئے اور اسی لحاظ سے پھر اس کو آگے لے جانا چاہئے اور اس پر عمل پیرا

Marfat.com

ہونا چاہئے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر مومن کا ایمان

خالق کائنات جل جلالہ نے ہمیں جو اساسی عقائد دیئے ہیں، ان میں سے منصبِ نبوت سے متعلق اہم عقیدہ تمام رسولوں پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کرام علیہم السلام میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو قیادت اور سیادت عطا فرمائی ہے۔

ہماری یہ گفتگو اس لحاظ سے بھی غیر مسلم دنیا اور بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے لحاظ سے قابل غور ہے کہ مسلمان کبھی توہین رسالت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، جس کے دل میں بھی لذتِ ایمان موجود ہے، اس کے ہاں یہ نہیں ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کا تو دفاع کرے اور معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناموس پہ حملہ کر جائے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا کسی بھی پیغمبر کے بارے میں نازیبا لفظ بولے، ہمیں جو قرآن وسنت نے سکھایا ہے، وہ یہ ہے کہ جہاں بھی نبوت جلوہ گر ہوئی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ہر عیب کو دور رکھا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو عیوب سے پاک پیدا کیا ہے۔

اس واسطے عیسائیوں کو ہماری مجبوری سمجھنی چاہئے یعنی اگر ہم یہ رویہ رکھتے ہوتے کہ ہم ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لئے تو کٹ مرتے ہوتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لحاظ سے ہمارے دلوں میں کوئی تقدس نہ ہوتا تو پھر یہ سوچتے کہ یہ ایک تعصب ہے، اس کی بنیاد پر یہ لوگ جلتے ہیں، جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہمیں وہ

Marfat.com

شخص اتنا ہی برا لگتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ بول رہا ہو، جتنا ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا بُرا لگتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی نبی ہیں ان کا مقام مزید بلند و بالا ہے۔

جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی ہے، ہم ان گستاخوں کو نبوت کی گستاخی کے لحاظ سے مساوی سمجھتے ہیں اور ہمارا اس شخص کے بارے میں کوئی نرم پہلو نہیں ہے، نرم گوشہ نہیں ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گستاخی کرتا ہو، ہم اس کو پناہ دینے والے ہوں یا ہم اس کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے ہوں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اس کو بھی اتنا بڑا مجرم سمجھتے ہیں کہ جتنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو مجرم سمجھتے ہیں، تو پھر عیسائی دنیا کو سوچنا چاہیے کہ وہ ہمارے بارے میں اس نگاہ سے سوچے کہ انہوں نے تمام اُنبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تقدس کی نگاہ سے مانا ہے۔

لہٰذا جب یہ ان انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کوئی عیب نہیں سن سکتے اور بیان نہیں کر سکتے کہ جب ان کی نبوتوں کا زمانہ گزر چکا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کا نبی بنایا ہے اور ہمیشہ کی نبوت جن کو عطا فرمائی ہے، ان کے بارے میں اس طرح کی نازیبا گفتگو کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

لہٰذا مغرب کو بالخصوص اس view سے اس دینی مسئلہ سمجھنا چاہیے کہ ہم منصب نبوت کے لحاظ سے بالکل حساس ہیں، اور یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کو ہمارے محبوب ﷺ کی نبوت کے جھنڈے کے نیچے نبوتیں عطا فرمائی ہیں اور وہ اپنے دور کے مستقل نبی رہے ہیں، وہ سارے کے سارے ہر عیب سے پاک ہیں اور ان میں سے جو کسی کی بھی گستاخی کرتا ہے، ہمارے نزدیک وہ کائنات کا سب سے بڑا مجرم ہے اور اس کو وہ سزا دینی چاہیے، جو کائنات کے سب سے بڑے مجرم کو سزا دی جاتی ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت تمام محبتوں پر غالب

قرآن مجید کی سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر ۲۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر تو ایمان رکھے

يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے۔

اللہ فرماتا ہے: \

ایسی کوئی قوم میرے بندوں کے اندر نہیں ہو سکتی جو مجھے مانے اور آخرت کے دن کو نہ مانے، جو اول آخر ایمان کی حدود تھیں، ان کو بیان کر دیا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے مانے میرے نبی ﷺ کو مانے، فرشتوں کو مانے، کتابوں کو مانے، قرآن کو مانے اور آخرت کے دن کو مانے، بعث بعد الموت کو مانے اور اس کے ساتھ اس کا Practical Life میں کیا معاملہ ہو۔

يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

Marfat.com

رب کو اور رسول ﷺ کو مان کر دوستی ان سے کریں جو اللہ کی مخالفت کرتے ہیں اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسا کوئی مومن نہیں ہو سکتا، مطلب کیا ہے؟ کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو وہ مومن نہیں ہے، جو ایمان رکھنے کے بعد اللہ کے دشمنوں سے اور رسول اکرم ﷺ کے دشمنوں سے محبت کرتا ہو اور ان کے ساتھ پیار کرتا ہو اور دوستی کی پینگیں ان کے ساتھ بڑھاتا ہو، ایسا بندہ کسی لحاظ سے بھی مومن نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو مجھے مانتا ہے، اور ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، مومن بن گیا ہے، وہ کبھی بھی اس شخص کے ساتھ اتحاد نہیں کر سکتا، جو میرا باغی ہو اور میرے نبی ﷺ کا باغی ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رشتوں کو شمار کر کے بتایا کہ

اگر وہ بندے کا فلاں لگتا ہو اسکے ساتھ بندے کا فلاں رشتہ ہو، پھر بھی وہ اس سے پیار نہیں کرے گا۔

وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ

اگرچہ وہ اللہ کی گستاخی کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والے مومن میں سے کسی کا باپ ہو، تو یہ مومن اس باپ سے بھی محبت نہیں کرے گا۔

اَوْ اَبْنَاءَهُمْ

اپنے بیٹے سے بھی پیار نہیں کرے گا۔

اگر اس کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے:

ایسا مومن نہیں ہوسکتا، جو مجھے مانے اور پھر اپنے اس بیٹے سے پیار کرے، جو بیٹا میرا دشمن ہے اور میرے نبی ﷺ کا دشمن ہے۔

اللہ نے فرمایا:

وہی مومن ہو سکے گا کہ جو ایمان کے بعد یہ تقاضے پورے کرتا ہے کہ وہ جتنا بھی قریبی کیوں نہ ہو، اگر وہ ہمارے دربار سے تعلق نہیں رکھتا، تو وہ مومن نہیں ہے، بلکہ مومن وہ ہوگا جو اپنے گستاخ بیٹے سے کبھی بھی تعلق نہیں رکھے گا۔

اَوْ اِخْوَانَھُمْ

خواہ وہ ان کے بھائی کیوں نہ ہوں۔

مومن وہ ہوگا، جو گستاخ بھائی سے بھی تعلق نہیں رکھے گا۔

اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ

خواہ، وہ ان کے خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔

ان سے بھی اپنا یہ تعلق ختم کرتا ہے، ان گستاخوں سے رابطہ منقطع کرتا ہے، یہ اصل میں حقیقی مومن ہے، جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اور رسول اکرم ﷺ کی محبت دونوں یکجا محبتیں ہیں، یہ ایک طرف ہیں اور دوسری طرف برادری کی محبت ہے، دوسری طرف باپ کی محبت ہے اور دوسری طرف بیٹے کی محبت، دوسری طرف بھائی کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مومن وہ ہوتا ہے، جو اللہ اور رسول ﷺ کی محبتوں کا جھنڈا ساری محبتوں پر

Marfat.com

غالب کر دیتا ہے۔

ان محبتوں سے کوئی محبت ایسی نہیں ہے، جو اس کو راہِ حق سے پیچھے ہٹا سکے، وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا اور ان کے ساتھ وہ نرم رویہ نہیں رکھ سکتا، ان کے ساتھ مودت نہیں کر سکتا، ان کے ساتھ دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔

ایمان اس چیز کا نام ہے کہ بندے کو معاملاتی زندگی کے اندر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا یوں ثبوت دینا پڑے گا کہ ان کے دشمنوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا پڑے گا اور دشمنوں کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنا بالکل جائز نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان خاص رشتوں کا ذکر کیا، تو مطلب کیا تھا؟ کہ جب ان قریبیوں سے پیار کرنا جائز نہیں تو اجنبیوں سے کیسے جائز ہوگا، جب کوئی پہلے مسلمان ہو اور پھر وہ گستاخ بن جائے اور وہ بھائی ہو یا بیٹا ہو، وہ باپ ہو یا چچا ہو، اس کے ساتھ جب رابطہ جائز نہیں ہے تو ایک عیسائی کے ساتھ کیسے جائز ہے؟ اور ایک یہودی کے ساتھ کیسے جائز ہے؟ یا ایک اجنبی مسلمان کے ساتھ جس نے گستاخی کی ہے، اس کے ساتھ اس کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ایسا مومن نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ مومن وہی ہوتا ہے، جب ایمان آجاتا ہے، تو پھر ان ذوات کا جو دشمن ہوتا ہے، وہ مومن ان سے دشمنی رکھتا ہے، ان کے ساتھ محبت نہیں کرتا، ان

Marfat.com

کے ساتھ نرمی نہیں کرتا، بلکہ اس کا ایمان اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس انداز میں زندگی گزارتا ہے کہ ہر ماحول کے اندر اپنے ایمان کی متاع کو محفوظ کر کے رکھتا ہے۔

اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دشمنی کرنے والے مومن کا اجر

اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں کا اجر بھی بیان کیا، چونکہ یہ کام چھوٹا نہیں، بہت بڑا کام ہے، اس سے جگر پگھلتا ہے، اور بڑے بڑے لوگ جن کا ایمان صنوبر کے درختوں کی طرح ہو، جب ایسی آندھیاں چلتی ہیں تو وہ گرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں۔

اپنے قریبیوں کو چھوڑنا محض اللہ کی وجہ سے، باپ کو چھوڑ دینا، بھائی بیٹے کو چھوڑ دینا، بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن جو ایسا کرے، خدا اور رسول ﷺ کے لئے اس کو کیا ملتا ہے، اللہ فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔

یعنی ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے، پکا کر دیا ہے، ایمان کا نقش رب نے بھر دیا ہے، یعنی وہ اتنا پکا ہے، اس کو کوئی اور محبت مٹا نہیں سکتی، بھائی برادری کی محبت بیٹے باپ کی محبت اس نقش کو مٹا نہیں سکے گی، پہلے نمبر پر تو ان کا ایمان ایسا کامل ہے اور انعام یہ ہے کہ اس کی اللہ نے خود اپنی طرف نسبت کر دی کہ اللہ نے ان کے دلوں پر ایمان کے نقش لگا دیئے ہیں۔

وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

Marfat.com

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو تنہا نہیں چھوڑے گا، اگرچہ پوری دنیا بھی ان کی مخالف ہو جائے، مگر یہ پکے ایمان والے لوگ اپنی جگہ برقرار رہیں گے، ان کا تقویٰ ان کی حمیت، ان کی جرأت ہمیشہ برقرار رہے گی، اس واسطے کہ یہ دنیا میں کسی کے ریالوں اور ڈالروں کے محتاج نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ تم نے ان کی ہمیشہ حمایت کرنی ہے۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا، وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی ہوگا اور یہ اللہ سے راضی ہوں گے۔

اس حال میں جنت میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ

یہ ہے اللہ کی پارٹی، یہ اللہ کی جماعت ہے، یہ اللہ کا گروہ ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

خبردار! جو اللہ کا گروہ ہے، وہی کامیاب ہونے والا ہے۔

دوسرا کوئی کامیابی نہیں پا سکتا۔ اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے

Marfat.com

لئے محبتوں کا نصاب تھا، اس کو کھول کے بیان کر دیا اور اس بات کو واضح کر دیا کہ کچھ فرائض ایسے ہیں، جن کو سال کے اندر ایک بار ادا کرنا پڑتا ہے، ایک مہینے کے اندر، اور کچھ فرائض اس انداز کے ہیں کہ وہ فرائض ادا کرتے وقت بندے کو دن میں پانچ مرتبہ وہ فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے، مگر یہ اللہ کی محبت کا فریضہ اور رسول اکرم ﷺ کی محبت کا فریضہ، یہ عشق رسول ﷺ کا فریضہ اتنا بڑا فریضہ ہے کہ جس کی بنیاد پر ہر سانس میں بندے پر ادائیگی لازم ہوتی ہے۔

اگر ایک سانس، ایک لمحہ کے اندر بھی، وہ اس فریضہ سے غافل ہو جاتا ہے اور اس فریضہ کو چھوڑ بیٹھتا ہے، تو اس کا اثر کیا پڑتا ہے، وہ ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس واسطے یہ ایک دائمی فرض ہے، ایک چاہت ہے، ایک کیفیت ہے کہ جس کا مطالبہ کیا گیا ہے، ہر وقت جو مومن اپنے ایمان کو برقرار رکھنا چاہتا ہے، اسے یہ فریضہ اپنے دل میں محفوظ کرنا پڑے گا۔ اب اس کی اساسی گفتگو کو سمجھنے کے لئے اس آیت کا شانِ نزول دیکھنا چاہیے۔

آیت کا شانِ نزول

اس آیت کے شانِ نزول کو امام قرطبی نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔

اصل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ نہیں پڑھا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے، ویسے تو یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے کہ یہ خود بھی صحابی ہیں، ان کے والد گرامی بھی

Marfat.com

صحابی ہیں، ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں اور ان کے پوتے بھی صحابی ہیں، لیکن یہ اس وقت کی بات ہے، جب حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ نہیں پڑھا تھا، ایک دن بول رہے تھے کہ:

اَنَّ اَبَا قُحَافَۃَ سَبَّ النَّبِیَّ ﷺ

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کو گالی دی۔

جس وقت انہوں نے گالی دی، تو کیا ہوا

فَصَکَّہٗ اَبُوْبَکْرٍ صَکَّۃً

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو یوں تھپڑ مارا کہ وہ منہ کے بل گر پڑے۔

فَسَقَطَ مِنْھَا عَلٰی وَجْھِہٖ

جب ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے منہ کے بل گرے تو اس کے بعد اٹھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اَتَی النَّبِیَّ ﷺ

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

فَذَکَرَ ذَالِکَ لَہٗ

عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ ﷺ! آج آپ کے بارے میں میرے والد کے منہ سے کچھ لفظ نکل گئے تھے تو مجھ سے برداشت نہ ہوا، وہاں تو میرا امتحان تھا کہ والد بھی ہے،

Marfat.com

بوڑھا بھی ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تھا تو میں نے ایک تھپڑ مارا ہے تو وہ منہ کے بل گرے ہیں۔

فَقَالَ اَوَ فَعَلْتَهٗ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صدیق! کیا تم نے واقعی ایسا کیا ہے؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتَعُدْ اِلَيْهِ

اے صدیق! آئندہ ایسا نہ کرنا۔

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے جو شفقتیں فرمانے والے ہیں، اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اظہار کر رہے تھے، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج جو انداز تھا میرا

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا

مجھے اس خدا کی قسم ہے، جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے

لَوْكَانَ السَّيْفُ مِنِّیْ قَرِيْبًا لَقَتَلْتُهٗ (اسباب نزول:۲۷۷)

اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں باپ کا سر اتار دیتا۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کے بارے میں بولے اور میں اس کو کچھ نہ کہتا، اس وقت پاس کچھ نہیں تھا، میں نے تھپڑ مارا ہے اور اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں کبھی بھی نہ چھوڑتا، اپنے باپ کا سر قلم کر دیتا، جب یہ گفتگو ہو رہی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

یہ آیت نازل فرمادی کہ:

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دیوانوں کی اور تمہارے عاشقوں کی یہی شان ہے، ان کا ایمان ان کو مجبور کرے گا، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ تجھے اور مجھے مانیں اور پھر ہمارے گستاخوں کو یہ معاف کردیں، اگرچہ ان کے باپ ہوں گے، پھر بھی یہ نہیں چھوڑیں گے، اوران سے اس طرح کا معاملہ کریں گے، تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کلمہ پڑھتا ہے، اس کو یہ حیثیت مل جاتی ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارے
پدر، مادر، برادر، جان مال اولاد سے پیارے

دوسرا شانِ نزول

دوسرا اس کا شان نزول حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قَتَلَ اَبَاہُ عُبَیْدُاللّٰہِ بْنُ الْجَرَّاحِ یَوْمَ اُحُدٍ (اسباب نزول:۷۵۳)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ الجراح کو اپنی تلوار سے احد کے میدان میں قتل کیا۔

بہرحال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی ابوعبیداللہ بن الجراح نے جس وقت مخالف کیمپ میں اپنے باپ کو دیکھا ہے، ان سے برداشت نہیں ہوسکا کہ یہ میرے محبوب سے لڑنے کے لئے آ گیا ہے اور پھر سلامت واپس چلا جائے، یہ وہ انداز تھا

Marfat.com

جو چشمِ فلک نے کہیں نہیں دیکھا کہ ایک انسان کی محبت میں لوگ یہاں تک چلے گئے ہیں کہ ان کو اپنے رشتے بھول گئے ہیں اور اپنے رشتوں کی محبتیں بھول گئی ہیں، اور والدین کے ساتھ جو پیار ہے، وہ ختم ہو گیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب جراح کو قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کر دی ہے کہ ایمان والوں کا مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ انکا ایمان برقرار تب رہتا ہے، جب ایمان کو محفوظ کرنے کے لئے جو بھی ان کو اپنے محبوبوں کا مخالف نظر آتا ہے یا دشمن نظر آتا ہے اور پھر وہ گستاخیاں کرتا ہے تو یہ اس سے زمین کو پاک کر کے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے دل اور سر پر صرف ایک محبوب ﷺ کی محبت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

یہی وہ صورتِ حال تھی، جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تھا تو ان کی امی کہتی تھیں کہ اے سعد! واپس آ جاؤ، ورنہ میں مر جاؤں گی، اس نبی ﷺ کو چھوڑ دو اور اس دین کو چھوڑ دو تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا:

لَوْ كَانَتْ لَكَ أَلْفُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِينِي هٰذَا لِشَيْءٍ

میری امی تیری ایک جان ہے، جس کی تم مجھے دھمکی دے رہی ہو کہ میں واپس آ جاؤں، ورنہ تم مر جاؤ گی، تم مر کے کیا کر لو گی، اگر تمہاری ہزار جانیں ہوں، ہر جان کے نکلنے پر تم مجھے warning دو کہ سعد واپس آؤ، ورنہ میں مر جاؤں گی، میری ماں تجھے ہزار بار مرتا دیکھوں گا، مگر ایک بار بھی درِ حبیب ﷺ سے واپس نہیں آؤں گا۔

اس آیت کے شانِ نزول کو اسباب نزول کے اندر بیان کرتے ہوئے یہ کہا

Marfat.com

گیا کہ بالخصوص یہاں جو آ رہا ہے،

اَوْ اَبْنَاءَهُمْ

خواہ وہ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، گستاخ ہوں اور بیٹے ہوں، تو پھر بھی مومن ان سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔

یہاں پر بطور خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا، دیگر کتب تاریخ الخلفاء میں عبدالرحمن بن ابی بکر کے لحاظ سے ہے، جس وقت انہوں نے اسلام لانے کے بعد کہا تھا کہ اے ابا جان! جنگ بدر میں آپ میری تلوار کے نیچے آ گئے تھے اور میں نے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ آپ میرے والد ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کے بیٹھ گئے اور چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا:

لَوْاَهْدَفْتَ لِیْ یَوْمَ بَدْرٍ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ

تم نے مجھے چھوڑ دیا تھا، اگر بدر کے دن تم میری تلوار کے نیچے آتے، تو میں تجھے کبھی بھی معاف نہ کرتا۔

لیکن اس مقام پر قرطبی میں حضرت عبداللہؓ کے حوالہ سے یہ ذکر ہے کہ جس وقت بدر کے دن صفیں بنیں، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرا بیٹا مخالف صف میں کھڑا ہے تو نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگی، یارسول اللہ ﷺ! ابھی جنگ کا آغاز نہیں ہوا، وہ ایک ایک پہلوان کر کے نکلیں گے، پھر دو دو کر کے نکلیں گے، پھر تین تین، پھر دست بدست لڑائی ہو جائے گی، یہ سارا منظر بعد میں ہو گا، میں چاہتا ہوں، باپ بیٹے کی لڑائی پہلے ہو جائے، مجھے اجازت دو کہ میرا بیٹا جو مخالف سمت

Marfat.com

میں کھڑا ہے، میں اس کے پاس جا کر بدلہ لوں اور اس کو بتاؤں کہ تم کس انداز میں میرے محبوب ﷺ کے خلاف نکلے ہو، اس دن میرے نبی ﷺ نے یہ جملہ بولا تھا:

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ يَا اَبَابَكْرٍ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اپنی جان سے مجھے فائدہ دو تم میرے لئے کتنے ضروری ہو،

اَمَا تَعْلَمُ اَنَّكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ

تم یوں ہو، جیسے آنکھیں اور کان ہوتے ہیں۔

تم میری آنکھیں ہو اور میرے کان ہو، ابوبکر میں تجھے کیسے اجازت دے دوں، لہٰذا جو معاملات ہوں گے، ہوتے رہیں گے، سرکار دو عالم ﷺ اسی دن ہی خلافت کی نوید سنا رہے تھے، آنکھیں اور کان سے تشبیہ دے کر پوری ملت اسلامیہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جو مرتبہ تھا، رسول پاک ﷺ نے اس کو واضح فرمایا ہے اور قرآن مجید کی آیت نازل ہوگئی کہ یہ ہے ایمان کہ اگر ان کو اپنا بیٹا اپنے محبوب ﷺ کے خلاف نظر آجائے تو اس کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور فوراً ارادہ کر لیتے ہیں۔

اَوْ اِخْوَانَهُمْ

خواہ وہ ان کے بھائی ہوں۔

اس سلسلے میں بھی وہ اپنا انداز یہی رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو بطور خاص کردار ہے، وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ہے، جنہوں نے بدر کے دن

Marfat.com

اپنے بھائی عبید بن عمیر کی کھوپڑی جدا کر دی، بدر کے دن چشم فلک نے عجیب نظارہ دیکھا کہ بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے، وہ گہرے رشتے آج اس بنیاد پر، اس نظریے کے لحاظ سے بدل گئے ہیں، یہ نہیں دیکھا جارہا کہ رنگ ایک ہے یا بولی ایک ہے یا خون ایک ہے، بلکہ یہ دیکھا جارہا ہے کہ وہ پیغمبر کا عاشق ہے یا گستاخ ہے، سید عالم ﷺ کے لحاظ سے اس کی حیثیت کیا ہے۔

یہ اصل میں ملت اسلامیہ کی بنیادی طور پر روح ہے اور یہ ہماری رشتہ داریوں کی بنیاد ہے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن اپنے بھائی عبید کو قتل کر کے اس بات کو واضح کیا کہ

محمد ﷺ ہیں سارے عالم ایجاد سے پیارے
پدر، مادر، برادر، جان مال اولاد سے پیارے

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

خواہ کنبہ ہی کیوں نہیں ہے، ان سے بھی ٹکرائے ہیں۔

یعنی

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتَلَ خَالَهُ الْعَاصَ بْنَ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ يَوْمَ بَدْرٍ (تفسیر قرطبی ۹/۲۷۵-۲۷۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بدر کے دن خود قتل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کرتے ہوئے

Marfat.com

اپنی چمکتی تلوار سے اس بات کو ثابت کیا کہ ساری محبتوں سے بالاتر جو محبت ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت ہے، اس محبت کی opposition میں جو بھی آئے گا، خواہ چچا ہو یا ماموں ہو خواہ باپ ہو، یا بیٹا ہو، اس کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایسے ہی (عشیرۃ) کے لحاظ سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما بدر کے دن اپنی برادری کے لوگوں کو، عتبہ اور شیبہ کو تلواروں سے ٹکڑے کر دیا تھا اور یہ ثابت کیا تھا کہ ہمیں رب ذوالجلال نے جو دین دیا ہے، اس دین کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی ہمارے محبوب ﷺ کے خلاف آئے گا، ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس سے رشتہ داری کیا ہے، ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کا گستاخ ہے، لہٰذا ان کا فیصلہ ہماری تلواریں کریں گی۔

یہ مقدس شخصیات کا کردار تھا کہ جن کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ان لوگوں نے یہ کام کیا تو اللہ نے یہ انعام دیا اور قیامت تک کیلئے اللہ نے یہ پیغام دیا کہ قیامت تک مومن وہی رہے گا کہ جو اس نقش قدم پر چلے گا، یعنی ایسے کچی لسی کے ایمان والے لوگ اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہو سکتے اور ان کے ایمان کو اللہ اپنی طرف سے کتابت قرار نہیں دیتا، جو یہ کہیں کہ ایمان بھی رہے گا اور رشتہ داری بھی رہے گی، ایمان بھی رہے گا، برادری بھی رہے گی، ایمان بھی رہے گا اور بھائی ہے یا باپ ہے، اگر گستاخ ہے لیکن باپ اور بھائی تو ہیں، یہ بھی رہیں گے۔ نہیں نہیں، اللہ تعالیٰ نے جھڑک کے فرما دیا کہ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

Marfat.com

ایسی قوم ہرگز مومن نہیں ہوسکتی، جو ایمان بھی رکھے اور ان گستاخوں کا دھیان بھی رکھے۔

فرمایا، نہیں نہیں، بلکہ وہی مومن رہے گا کہ جو اسی انداز میں اپنے ایمان کے تقاضے پورے کرے گا۔ اس وقت میں آیت کے بعد ایک چھوٹا سا sketch بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو اعتقادی طور پر مرض ہے، جو کینسر کی طرح امت میں آیا ہے اور جسد ملت کو جس نے کھوکھلا کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے منصب نبوت کو بالکل مذاق سمجھ لیا ہے کوئی کہتا ہے بڑے بھائی جیسے ہیں، کوئی کہتا ہے گاؤں کے چودھری جیسے ہیں اور کوئی کہتا ہے، ڈاکیے جیسے ہیں، یہ انداز لوگوں نے اپنایا ہوا ہے، حالانکہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

منصب نبوت کا جو مقام ہے اور اس کی جو حیثیت ہے، وہ عرش سے بھی نازک تر ہے، اس واسطے انسان کو اس سلسلہ میں پوری طرح حساس ہونا چاہئے کہ کہیں کوئی ایسا جملہ اس کی زبان سے نہ نکلے۔ اتنی نزاکت کسی شیشے میں نہیں ہے جتنی منصب نبوت کے اندر موجود ہے اور اتنا تقدس کسی شبنم کے شفاف پن میں نہیں ہے، جتنا کروڑ مرتبہ اس سے زائد تقدس اللہ نے منصب نبوت کو عطا فرمایا ہے۔

اس واسطے اس منصب نبوت کا ایک انداز ذہن میں رکھتے ہوئے پھر ہمیں survey کرنا چاہیے کہ آج اگر بیرونی محاذ پر ہمیں شورشیں نظر آ رہی ہیں اس کے اسباب اندرونی محاذ میں موجود ہیں اور کچھ لوگ اندرونی محاذ کے اندر جو ہیں، انہوں

Marfat.com

نے دروازہ کھولا ہے کہ جس کی وجہ سے بیرنی محاذ پراتنی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں۔اس لیے،ہم صدق دل سے،خلوص اور ایمان کی اس مجلس کے اندر ان کو دعوت فکر دیں گے کہ اگر کوئی ایسا شخص ایسا دہندہ کررہا ہے تو خدارا اس ملت پہ احسان کرتے ہوئے اپنی ان باتوں سے باز آجائے،تاکہ جو بیرونی غیر مسلم ہیں،ان کو پتہ چلے کہ مسلم امہ اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں کس قدر عالی نظریات رکھنے والی ہے۔یہاں پر سب سے پہلے حسب المفتیین کا فتویٰ بیان کرنا چاہتا ہوں،اس کے بعد اس کا ماخذ بیان کروں گا،البحر المحیط میں امام علم الھدیٰ نے اس کو بیان کیا ہے۔

مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ

جس شخص نے نبی ﷺ کو گالی دی

اَوْ اَهَانَهُ

یا اہانت کی

اَوْ عَابَ فِيْ أُمُوْرِ دِيْنِهٖ اَوْ شَخْصِهٖ اَوْ فِيْ وَصْفٍ مِنْ اَوْ صَافِهٖ

یا جس نے آپ کے امور دینیہ میں عیب لگایا یا ذاتی معاملے میں عیب لگایا۔

شخص سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے اور تشخص ہے،مثال کے طور پر آپ کا قد مبارک ہے اور آپ کا چہرہ مبارک ہے،آپ کے ہاتھ مبارک ہیں،آپ کے خاکہ شخصی کے لحاظ سے کوئی عیب لگاتا ہے کہ معاذ اللہ ناک اس طرح کی تھی،اس میں عیب بیان کرنا مقصود ہو،اور تو اور رہا،یہاں تک کہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ کہا گیا

لَوْقَالَ اِنْعَلِ النَّبِيِّ ﷺ نُعَيْلٌ يُكْفَرُ

Marfat.com

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین میں سے ایک کو حقارت کی نگاہ سے اتنا کہہ دے گا کہ یہ چھوٹا جوتا ہے، اس کا ایمان سلامت نہیں رہے گا۔

اَوْ فِیْ وَصْفٍ مِّنْ اَوْصَافِہٖ

یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے کسی وصف پر کوئی بندہ hit کرتا ہے۔

اب اس میں عموم آ گیا کہ وہ hit کہاں کرے گا، ذات پر یا تعلیمات پر یا پھر اوصاف پر، یہ پہچانئے کہ یہ دھندہ کیسے ہوتا ہے۔

آج ہمارے ہاں کچھ مغرب زدہ لوگ اور اپنے تئیں نام نہاد دانش ور اور مفکر، وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو عام سمجھتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو Oxford سے مسلمانوں کے بچے پڑھ کے آئے تھے، آج بولتے ہوئے ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم ایک پیغمبر کے بارے میں اپنی زبان کھول رہے ہیں اور جو سارے رسولوں کے سردار ہیں، ان کے بارے میں بول رہے ہیں۔ تو وہ بولتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی توہین کر جاتے ہیں،

داڑھی مبارک پر کوئی جملہ بول جاتے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ سخت ہیں، یہ ظالمانہ حدود ہیں، یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں، اس طرح کا کوئی جملہ بول جاتے ہیں تو یہ نہ سمجھو کہ ڈنمارک میں اگر کوئی گستاخی کرے تو وہ گستاخی ہوتی ہے نہیں نہیں! اگر کوئی اسلام آباد میں گستاخی کرتا ہے تو وہ بھی یوں ہی ہوتی ہے، اگر کوئی گوجرانوالہ میں یوں بولتا ہے، تو وہ بھی گستاخی ہوتی ہے۔ کیوں؟

Marfat.com

ہمارے رسول اکرم ﷺ کی سنت ہمارے لئے final طریقہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے اس پہ جو تنقید کرے گا اس نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی توہین کی ہے۔ یہ شریعت اللہ کی طرف سے فائنل شریعت ہے اور اس پر جو تنقید کرے گا، وہ توہین رسالت کر رہا ہے۔ ایسے ہی نبی اکرم ﷺ کی ذات کا معاملہ ہے، جو محبوب ﷺ کو معاذ اللہ یوں تشبیہات دے، لوگو دیکھو! کہیں میری کرسی کے نیچے تو نہیں بیٹھے ہوئے، کہیں یہاں تو نہیں ہیں، اس طرح کی باتیں کر کے رسول اکرم ﷺ کے نور کو تولنے کی کوشش کرے، علوم کے بارے میں اپنی طرف سے کہتا پھرے اور یہاں تک کہہ جائے کہ ان کو کل علم تو آتا نہیں تھا، بعض میں ان کی کیا فضیلت، ایسا تو زید، عمر، بکر، پاگلوں اور حیوانوں کو بھی حاصل ہے، اس طرح کی جو باتیں کر رہا ہے تو وہ شخص نبی ﷺ کی ذات پر بھی تنقید کر رہا ہے، اوصاف پر تنقید کر رہا ہے۔

تنقید کے لحاظ سے وہ سنت پر تنقید کرے، شریعت پہ تنقید کرے، سرکار ﷺ کے پیکر پہ تنقید کرے یا سرکار ﷺ کی صفات پر تنقید کرے، یہ سارے لوگ برابر کے مجرم ہیں، ان سب کو گستاخانہ صف میں برابر کا شمار کیا جائے گا

یہاں پر تو یہ تھا کہ اس گستاخی کا رخ کس طرف ہے، تو نبی اکرم ﷺ کے یہ شعبہ جات ہیں، ان میں سے کسی کی طرف اگر رخ ہوگا تو گستاخی شمار ہوگی، اب یہ کہ وہ گستاخ ہیں کون؟ آگے فرماتے ہیں:

سَوَاءٌ كَانَ الشَّاتِمُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ غَيْرِهَا سَوَاءٌ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ ذِمِّيًّا اَوْ حَرْبِيًّا

Marfat.com

وہ جس نے رسول ﷺ کی ذات، وصف یا تعلیمات پر تنقید کی ہے، وہ امت محمدی ﷺ سے ہو یا اس کے علاوہ ہو، آگے عام ہے کہ وہ اہل کتاب سے ذمی ہو یا حربی ہو، وہ گستاخ قرار پائے گا۔

سَوَاءٌ كَانَ الشَّتْمُ أَوِ الْإِهَانَةُ أَوِ الْعَيْبُ صَدَرَ عَنْهُ عَمْدًا أَوْ قَصْدًا أَوْ سَهْوًا أَوْ جِدًّا أَوْ هَزْلًا

خواہ اس نے گستاخی ارادے سے کی ہو، یا اس نے سہو سے کی ہو،

سہو کا مطلب یہ ہے کہ وہ گستاخی کا نظریہ رکھتا ہے اور اس نظریے میں بھول گیا تھا، بھول سے اس نے وہ گستاخی گھڑی ہوئی ہے، یعنی نظریاتی الجھن میں آ کر اس نے وہ گستاخی کر دی ہے۔

یا وہ گستاخی مذاق کے انداز میں ہو یا سنجیدگی کے انداز میں ہو۔

علامہ علم الھدی فرمانے لگے، سب میں برابر کا مجرم ہے، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی جس انداز میں ہو اور جس انداز میں بھی وہ اہانت کرے تو اس کو کیا کہا جائے گا، وہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ كَفَرَ خُلُودًا

وہ دائمی کافر ہو گیا۔

بِحَيْثُ إِنْ تَابَ لَمْ تُقْبَلْ تَوْبَتُهُ أَبَدًا

اس لحاظ سے کہ اگر وہ توبہ بھی کرے گا تو اس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہو گی۔

وَحُكْمُهُ فِي الشَّرِيعَةِ عِنْدَ مُتَأَخِّرِ الْمُجْتَهِدِينَ إِجْمَاعًا الْقَتْلُ

Marfat.com

شریعت میں متاخرین مجتہدین کے نزدیک اس گستاخ کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

وَلَا یُدَاھِنُ سُلْطَانٌ اَوْ نَائِبُہٗ فِیْ حُکْمِ قَتْلِہٖ

اس کے قتل کے معاملے میں بادشاہ یا بادشاہ کا نائب کسی مصلحت کو نہ دیکھے۔

بادشاہ ہو یا اس کا نائب ہو، جس کے پاس وہ case پہنچا ہے تو شریعت کہتی ہے کہ وہ کبھی بھی اس گستاخ کو مہلت نہ دے۔ آج یہی حکومتیں گستاخوں کو راتوں رات کسی کو جرمنی پہنچا دیتی ہیں اور کسی کو کسی اور ملک میں پناہ دیتی ہیں، جب کہ شریعت مطہرہ نے جس شخص کو مسلمانوں کا حاکم کہا ہے، اس پر لازم کیا ہے کہ اگر ایسی گستاخی ہوگئی تو حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ کسی مصلحت کا شکار نہ ہو، فوراً اس شخص کو جس نے توہین کی ہے اور ثابت ہوگئی ہے، اس بندے کو قتل کر دیا جائے۔

وَاِنْ فَاتَ فِیْ قَتْلِہِ الْمَصَالِحُ الدُّنْیَوِیَّۃُ

اگر چہ اس کے قتل سے دنیا کی بہت سی مصلحتیں ضائع ہو رہی ہوں۔

مثلاً قتل کریں گے تو حکومتیں خلاف ہو جائیں گی، قتل کریں گے تو قرضہ نہیں ملے گا اور ہر طرف سے boycott ہو جائے گا، تنگی ہو جائے گی تو شریعت مطہرہ نے یہ واضح کیا کہ اگر چہ اس گستاخ کے قتل کی وجہ سے تمہاری خوراک بند ہو جائے، تمہارا پانی بند ہو جائے اور تمہاری زمین تنگ ہو جائے پھر بھی حاکم اسلامی پر لازم ہے کہ اس کو جیتا جی نہ رہنے دے، اگر چہ خود کو زندگی کسی طریقہ سے گزارنی پڑے، جتنی بھی دنیا کی مصلحتیں فوت ہوتی ہوں ہو جائیں مگر کبھی بھی گستاخ گستاخی کر کے

Marfat.com

اس زمین پر زندہ رہنے کا حقدار نہیں ہے پھر فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ حَدٌّ وَجَبَ فَلَا یَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ

یہ ہمارا فتویٰ کیوں ہے؟ اس گستاخ کا جو قتل لازم ہوا تو بطور حد لازم ہوا اور حد ایسی چیز ہے، ثابت ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی، جب تک کہ نافذ نہ کر دی جائے۔

كَحَدِّ الْقَذْفِ (حسب المفتین: ۳۳۷)

مثال کے طور پر حد قذف ہے۔

ایک شخص نے کسی پاکدامن مرد پر الزام لگا دیا تھا کہ اس نے بدکاری کی ہے اور اس الزام کو ثابت نہیں کر سکا تو الزام لگانے والے پر حد قذف لگائی جائے گی، جس کو اس نے کہا کہ اس نے برا کام کیا ہے، وہ کوئی نبی نہیں ہے، وہ کوئی رسول نہیں ہے، وہ کوئی غوث، قطب ابدال نہیں تھے، وہ کوئی صدیق اور اوتاد نہیں ہے، عام سا بندہ تھا، لیکن اس نے جرم نہیں کیا تھا، اس پر اس نے الزام لگایا تو اب شریعت نے اس بندے پر حد قذف کا حکم لگایا، یہ مجرم کروڑ بار توبہ کرے، ایک بار بھی توبہ قبول نہیں ہوگی، کوڑے اس کو ضرور مارے جائیں گے، یہ حد کا قانون ہے کہ حد اگر ثابت ہو جائے تو حد ساقط نہیں ہوتی، تو یہ لوگ جن کی گستاخیاں ہیں اور یہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ جو میں بیان کر رہا ہوں، اس کے قتل کا جو فتویٰ دیا، اس کا سبب یہ تھا، کہنے لگے، یہ حد ہے اور حد اً اسکو قتل کیا جائے گا۔

شریعت کی حد ثابت ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی، توبہ کا اس میں دخل ہی کوئی نہیں ہے، سوچنے کی بات ہے کہ ایک عام بندے کی عزت اتنی ہو، جس نے

Marfat.com

نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے، وہ سب سے نچلے درجہ والا ہے، مومن ہے اور پاکباز ہے، اس کے بارے میں اگر کسی نے گستاخی کر دی تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے، لیکن وہ جو شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں، نبیوں کی نبی ہیں اور رسولوں کے قائد ہیں، اس کے بارے میں جو کوئی بھونکتا پھرے، کہہ دیا جائے،، توبہ قبول ہو گئی۔

نہیں نہیں، اس کی توبہ کیسے قبول ہو جائے گی، یہ حد کی بنیاد پر جب قذف کی سزا توبہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی، تو توہین رسالت کی سزا توبہ کی وجہ سے ساقط کیسے ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی عرب لیگ کو یہ کب حق پہنچتا ہے یا او آئی سی (O.I.C) کو یا کسی دنیا کے بادشاہ یا کسی حرم کے امام کو یا سعودی حکمران کو کہ وہ کسی کو معاف کر دے کہ ہم فلاں صحافی کو معاف کر دیتے ہیں، وہاں کے وزیر اعظم نے معذرت کر لی ہے، ان کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، یہ کسی کے چھوڑنے کا مسئلہ نہیں ہے، یہ رب ذوالجلال کا جو دیا ہوا قانون ہے، اس کے مطابق یہ ہے کہ اگر گستاخ زندہ ہے، تو پوری ملت شرمندہ ہے، اگر گستاخ کا سر اتارا جائے گا تو پوری ملت کا قرض اتر جائے گا، اس واسطے ناموس رسالت کے لحاظ سے یہ مسئلہ ہے۔

یہاں معافی وغیرہ کا جو چکر ہے، یہ ایک پراپیگنڈہ ہے۔ حقوق العباد تو خدا بھی معاف نہیں کرتا، بندہ کون معاف کرے گا۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کا حق ہے، اگر کسی میں صلاحیت ہے، تو گنبد خضراء سے معافی کا پروانہ لے لے اور اگر نہیں لے سکتا تو پھر اس کو غلاموں کی تلوار کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس فتویٰ کا جو میں نے بیان کیا، اس کا میری اپنی سوچ کے مطابق ماخذ کیا

Marfat.com

ہے؟ قرآن وسنت کی بہت سی آیات اس کا ماخذ ہیں۔ بالخصوص بخاری شریف کی جو حدیث شریف ہے، وہ اس کا ماخذ ہے، وہ کیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ سواری پہ بیٹھے ہیں، گدھے پہ تشریف فرما ہیں، مدینہ شریف کی گلی ہے، عبداللہ بن ابی ابن سلول کا محلہ ہے، وہاں سے جس وقت وہ سواری گزری ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ شور زدہ زمین تھی، کوئی غبار اٹھا ہوگا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ناک چڑھائی اور اللہ کی قسم اٹھا کے سرکار مدینہ ﷺ کے گدھے کی توہین کی کہنے لگا:

وَاللّٰہِ لَقَدْ آذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِکَ

خدا کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے۔

جب اس نے یہ لفظ بولے، اب یہاں مسئلہ غور کرنے والا ہے کہ میں نے جو پہلے آپ کو قسمیں بیان کی ہیں، یہ اس سے بھی آگے کا معاملہ ہے۔

جب اس نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے تو یہ توہین، نبی ﷺ کی ذات کی نہیں تھی، یہ سرکار ﷺ کی شریعت کی توہین نہیں تھی، یہ نبی ﷺ کی صفات کی بھی توہین نہیں تھی کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں، یہ بھی نہیں جانتے، وہ بھی نہیں جانتے۔ یہ محبوب ﷺ کی سواری کی توہین تھی، اس میں نہ تو سرکار ﷺ کی ذات کی توہین ہے، نہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی توہین ہے، نہ آپ ﷺ کی سنت کی توہین ہے اور نہ آپ ﷺ کی صفات کی توہین ہے اس میں گدھے کی توہین ہے۔ جو ہے تو گدھا مگر سرورِ کونین ﷺ کا گدھا ہے۔

ان کے بارے میں اگر آج کا مزاج ہوتا بعض لوگوں کا ہے۔

Marfat.com

لوگ کہتے ہیں، کوئی نہیں، انسانی حقوق بڑے ہوتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کر دے تو چھوٹی موٹی بات ہو ہی جاتی ہے۔ یہ فلاں لوگ ہیں غصے میں آجاتے ہیں اور فتوی بازی شروع کر دیتے ہیں۔ میں کسی Narrow Minded مفتی کی بات نہیں کر رہا، میں اس مفتی کی بات کرتا ہوں کہ جس نے سرکار ﷺ سے پوچھے بغیر فتوی دیا تھا اور عرشیوں کے مہمان نے فتوی منظور فرمالیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کے صحابی ہیں، ادھر عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق ہے اور ادھر سرکار کے خادم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ موتہ کے میدان میں شہید ہوئے تھے اور قادر الکلام شاعر تھے اور جرنیل صحابی تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن لیا کہ کس بد بخت نے میرے نبی ﷺ کے گدھے کو بد بو والا کہا ہے، اگر یہ ہوتا کہ خود تو مانو، لیکن جو کوئی کہتا ہے، کہنے دو، اس کو کچھ نہ کہو، یہ بھی ہمارے ہاں نظریہ promote کیا جاتا ہے کہ تم اپنا نظریہ پیش کرو، جو کوئی بندہ جو کچھ کہتا ہے، اس کو کہنے دو۔

یہ اسلام کی پالیسی نہیں ہے کہ جو کہتا ہے، اس کو کہنے دو اور تم صرف اپنی بات کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ موقف سچا ہوتا تو وہاں پر کھڑے ہو کے نعت خوانی شروع کر دیتے۔

سب سے اولی و اعلی ہمارا نبی
سب سے بالا و اعلی ہمارا نبی

ہم اپنی بات کرتے ہیں اور اس کو کچھ نہیں کہتے، لیکن حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

رواحہ رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ نعت پڑھنے کے مقام اور ہوتے ہیں اور نعت پڑھانے کے مقام اور ہوتے ہیں، فرمایا، یہ مقام ناموس رسالت پہ پہرہ دینے کا ہے، جب تک میں اس گستاخ کی خبر نہیں لوں گا، اس وقت تک نعت پڑھنی مجھے نہیں آئے گی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کیا جملہ بولا:

وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ (بخاری شریف:۱/۳۷۰)

خدا کی قسم! اے بے وقوف! میرے پیغمبر ﷺ کا گدھا تجھ سے خوشبو والا ہے۔

قسم کی دو صورتحال تھیں، ایک تو یہ کہ نبی ﷺ کی تعریف کرتے، یقیناً اس میں بھی ثواب ملتا کہ تم والشمس، والضحیٰ ہو، طٰہٰ و یٰس ہو، تم سراج منیر ہو، بشیر و نذیر ہو، رحمۃ اللعالمین ہو، سید المرسلین ہو، یہ ساری صفتیں تھیں۔

دوسرا انداز کیا تھا کہ آپ تو ہیں جو کچھ ہیں اور یقیناً ہیں، لیکن جس نے گدھے کی گستاخی کی ہے، آخر وہ بھی تو کچھ ہے، اس کو بھی واضح کرنا چاہیے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کی صدارت میں پوچھے بغیر فتوی دے دیا کہ اگرچہ تو شکل انسانی میں ہے، لیکن گدھے کے پیشاب سے بھی برا ہے، جو گدھا میرے نبی ﷺ کا گدھا ہے، یہ الفاظ جلالین کے ہیں کہ:

وَاللّٰہِ لَبَوْلُ حِمَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ

خدا کی قسم! میرے پیغمبر ﷺ کے گدھے کا پیشاب بھی تجھ سے خوشبو والا ہے۔

اب یہ پالیسی واضح ہوئی کہ مومن کے ایمان کو بچانے کے لیے کچھ ذرائع ہیں ورنہ ایمان نہیں رہ سکے گا، ایمان ختم ہو جائے گا۔ جب ایسی بے ہودگی ہو تو ان

Marfat.com

لوگوں کو ان کے حوالے سے جواب دینا پڑے گا کہ وہ کیا ہیں، ان کی حیثیت کیا ہے، کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔

کیا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول سرکار ﷺ کے گدھے کے بارے میں بولے لہٰذا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے واضح جواب دیا:

وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ

خدا کی قسم! میرے رسول ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبو والا ہے۔

اب یہاں پر ایک جام ساد ماغ تو یہ کہہ سکتا تھا کہ نبی ﷺ کی بات ہی نہیں ہوئی، نہ آپ کی سنت پر تنقید ہوتی ہے، نہ علم پر تنقید ہوئی ہے، یہاں پر لڑنے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں، یہ گدھا ہے، گدھے کی کیا عظمت ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لڑے اور بتایا کہ یہاں گدھا بھی عظمت والا بن گیا ہے کیونکہ یہ سرکار ﷺ کی سواری بن گیا ہے۔ یہ سبب تھا لوگو! کہ جس پھٹی پر قرآن رکھتے ہو، اس پہ پھر تم قدم نہیں رکھتے کہ یہ قرآن کی جگہ ہے۔ جس لکڑی پہ قرآن آجائے تو لکڑی کی شان بڑھ جائے، تو جس پیٹھ پہ صاحب قرآن آجائے، اس کی شان کیوں نہیں بڑھے گی۔

لہٰذا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ سبق دیا کہ یہ معاملہ بڑا ہی حساس ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی توہین کی نیت سے یہ کہہ دے گا کہ ہمارے نبی ﷺ کی کپڑے میلے ہیں، اس کا بھی ایمان نہیں رہ سکے گا۔

اس واسطے جو رب ذوالجلال نے مرتبہ و مقام دیا ہے اسکے پیش نظر کوئی ایسا

Marfat.com

لفظ مومن سواری کے بارے میں بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ آج اگر وہ تسلسل کے ساتھ عقیدہ برقرار رہتا تو کسی کو یہ خاکے بنانے کی جسارت نہ ہوتی کہ جو گدھے کے گستاخ کو یوں مارتے ہیں، وہ سرکار ﷺ کی ذات کے گستاخ کو کیسے چھوڑیں گے۔ یہ صورتحال اس لئے بگڑی ہے کہ درمیان میں ایک پارٹی آگئی، کہ جنہوں نے گدھا تو گدھا رہا سرکار ﷺ کی ذات کے بارے میں بولنا شروع کر دیا کہ ان کے بھی دو ہاتھ ہیں، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں وہ ہم جیسے ہیں، ہم ان جیسے ہیں، اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ غیروں کو یہ خاکے بنانے کی ہمت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی فکر کو بخاری سے پیش کرتے ہوئے بین الاقوامی فورم پر اس بات کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم وہ نہیں ہیں، جو پیغمبر کو ڈاکیا کہیں یا بڑا بھائی کہیں یا ان کو گاؤں کا چودھری کہیں، کہاں کا ڈاکیا اور کہاں کی ڈاک، یہ ڈاک کا معاملہ نہیں، عظمتِ شاہِ لولاک ﷺ کا معاملہ ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ یہاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے گدھے کی گستاخی نہیں ہونے دی اور صرف یہ نہیں کہ زبان سے کہا بلکہ جوتوں اور مکوں سے لڑائی کی، اگرچہ یہ ساتھی تھوڑے تھے، محلہ اس کا تھا، کچھ کھانی بھی پڑی، مگر پھر بھی یہ ثابت کیا کہ اگر میں سوچوں گا کہ ساتھی اکٹھے کروں تو پھر آؤں تو اس وقت تک ایمان کیسے بچا کے لے جاؤں گا۔

بالخصوص یہ بات قابل غور ہے۔ نبی ﷺ تشریف فرما ہوں تو کس کی مجال ہے کہ وہ فتویٰ دے، سید عالم ﷺ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام آجائیں تو انہیں مجھ سے پوچھ کے چلنا پڑے گا جو میں کہوں گا، وہ انہیں کرنا پڑے گا، میری اتباع کے بغیر وہ نہیں چل سکیں گے۔

تو یہ کیسے ہوا کہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا تو صحابی کو پوچھنا چاہئے تھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ یہ مسئلہ بیان فرمائیں کہ اگر کوئی شخص آپ کے گدھے کو بدبو والا کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ ایک نیا مسئلہ تھا، پہلے اس کی کوئی مثال نہیں تھی، پہلے ایسی توہین نہیں ہوئی تھی، اس مسئلے کا حکم پہلے صحابہ کرام نے نہیں سنا تھا، ان کو معلوم نہیں تھا اور مسئلہ پیدا ہو گیا تو صحابی کو پوچھنا چاہئے تھا، یارسول اللہ ﷺ آپ کے گدھے کو کوئی بدبو والا کہے تو اس پر خاموشی کرنی چاہئے یا اس پہ بولنا چاہئے، اگر بولنا چاہئے تو کیا بولنا چاہئے، پھر صرف بولنا ہی چاہئے یا ہاتھ بھی کھولنا چاہئے، ہمیں کیا کرنا چاہئے، یہ ساری باتیں پوچھنے والی تھیں مگر انہوں نے نہیں پوچھیں۔

حالانکہ سانس بھی سرکار ﷺ کی اجازت سے لیتے تھے تو کیا بتایا کہ ایسے معاملے میں سرکار دو عالم ﷺ کے پوچھنے تک کا انتظار کریں گے تو ایمان کیسے بچائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کے ہوتے ہوئے اپنا فتویٰ نافذ کر دیا، بولنا شروع کر دیا، جملہ بھی گھڑ لیا کہ یہ بولوں گا، پھر مارنا بھی شروع کر دیا، مارا اور جنگ کی، رسول اکرم ﷺ نے بیٹھ کے سارا نظارہ دیکھا، اس کو رد نہیں کیا کہ فتویٰ درست نہیں، یہ تمہارا کام درست نہیں، سرکار ﷺ خوش ہوئے کہ یہ میری امت ہے جو میرے گدھے کے ناموس کی حفاظت کرتی ہے وہ میری ناموس کی کتنی نگہبان ہوگی۔

Marfat.com

محتشم سامعین حضرات:

بات بڑی قابل غور ہے۔ یہاں پر ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی ملک کی حکومت اور کہیں کی عدالتیں گستاخوں کو پناہ دیتی ہیں تو ہم نہ کسی عدالت کو مانتے ہیں نہ کسی کے حکم کو مانتے ہیں، ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ماننے والے ہیں۔ جب نبی ﷺ بیٹھے ہوں تو اس وقت فتوے کی ضرورت نہیں ہے تو آج کے کسی مفتی کے فتوے کی کیا ضرورت ہے، کوئی بندہ پہلے یہ کہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ فلاں نے یہ گستاخی کی ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان مفتیوں کے فتوی کی ضرورت نہیں ہے، حکم کا تجھے پتہ ہے، اس حکم کو نافذ کردو، اللہ تمہارے اجر کو پورا کردے گا۔

اس واسطے ناموس رسالت کا یہ ایکٹ اور اس کی حیثیات سارے قوانین سے جدا ہیں، بلکہ اس لحاظ سے بھی شریعت کے اندر یہ قانون ہے کہ جو قاضی ہو وہ گواہ نہیں ہوسکتا، ایک شخص نے آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بندہ چوری کررہا تھا اس نے خود دیکھا، اسی کا کیس اس جج کے پاس آگیا، وہ اس کو پہچانتا ہے کہ وہ میرے سامنے چوری کررہا تھا، اب جب مدعی نے اس کو چور کہا تو جج پر ضروری ہے کہ کہے گواہ پیش کرو، اپنے دیکھنے پر فیصلہ نہیں کرسکتا، اگر اپنی گواہی دیتا ہے تو پھر جج کوئی اور بنے، یہ گواہ بنے، جو جج ہو وہ گواہ نہیں، جو گواہ ہو، وہ جج نہیں، قربان جائیں ناموس رسالت کے تحفظ پر یہاں ہر بندہ جج بھی ہے گواہ بھی ہے، مفتی بھی ہے، قاضی بھی ہے، جس کو پتہ چل گیا ہے وہ اپنا حق پورا کرے، رب ذوالجلال اس کے اجر کو پورا فرمادے گا۔

Marfat.com

اب اس مقام پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فتوی جاری کر دیا، محبوب ﷺ نے سن لیا، ان کو نافذ رکھا تو قیامت تک یہ ثابت ہوا کہ ہمارے محبوب ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کا مقام یہ ہے کہ اگر گدھے پر تشریف فرما ہو جائیں تو یہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کو بدبو والا کہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں صحابہ کرام پر کوئی hit کرے، انہیں خلفاء کو اور ان کے سسرال پر کوئی تنقید کرے، ان کے دامادوں پر تنقید کرے، نہیں نہیں، یہ سارا معاملہ دین کو cover کر رہا ہے، ان ساری احتیاط کے حدود پر جو مسلک قام ہے، اس کو اہلسنت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ضمناً عرض کرتا جاؤں، ویسے وہ آج موضوع نہیں ہے۔ یہاں پر ایک گدھے کا معاملہ ایسا آ گیا حالانکہ مقابلہ میں تو انسان ہے اور انسان کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

ہم نے سب سے خوبصورت شکل انسان کو دی ہے۔

تو گدھے کے مقابلے میں کچھ تو انسان کا لحاظ رکھنا چاہئے تھا، پھر یہ ہی انسان نمازیں بھی پڑھتا ہے، جہاد بھی کرتا روزے بھی رکھتا ہے، اس کے باوجود اس کی کسی چیز کا لحاظ نہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قیامت تک ہمارے لئے دین واضح کر دیا کہ یہ نہ دیکھو، گدھا ہے یا انسان ہے، کلمہ گو ہے، یا گدھا ہے، یہ نہ دیکھو کہ اس کی صورتحال کیا ہے۔ اب گدھے کے مقابلے میں انسان، گدھے کے مقابلے میں پرہیزگار، نمازی اور مجاہد، کسی کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت کیا:

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری گدھا کرتا ہے تو ہمیں وہ گدھا اچھا ہے اور اگر انسان سرکش ہے تو ہمیں اس سے گدھا پیارا لگتا ہے اور خوشبو والا لگتا ہے، اس واسطے کہ سارے کا سارا مدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھے تعلق پر ہے۔

اب یہاں پر معافی اور سنت کے لحاظ سے ایک بڑا مغالطہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو دشمنوں کے لئے چادر بچھاتے تھے اور دشمنوں کو معاف فرمادیتے تھے اور تم اتنے غصے سے تقریریں کرتے ہو، امت کا مزاج تم بگاڑ کر رہے اور امت کو تم فتنوں کی طرف لا رہے ہو، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو دشمنوں کے لئے بھی چادر بچھا دیتے تھے، معافی آپ کی شان تھی اور اگر کوئی گستاخی کرتا ہے تو ہمیں بھی معاف کر دینا چاہئے۔ اس کے بارے میں اتنی سختی کیوں ہے۔

انہیں سوچنا چاہئے کہ سنت کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اپنے دشمن کو معاف کیا ہے تو اس میں سنت یہ بنی کہ ہم بھی اپنے دشمن کو معاف کر دیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمن کو چاہے تو معاف کریں، چاہے تو معاف نہ کریں۔ اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دشمن کو معاف کیا ہے تو امت کو کیا سبق ملا کہ امتی بھی اپنے دشمن کو معاف کر دے، لیکن یہ تو سبق نہیں ملا کہ امتی اپنے آقا کے دشمن کو معاف کر دے۔

Marfat.com

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے، بڑے بڑے نام نہاد مفکر ٹی وی کی سکرین پر امت کے ایمان کو لوٹنے کے لئے لفظوں کی ہنڈیاں سجا کے بیٹھے ہوئے ہیں کہ سرکار ﷺ نے رحمت کا سبق دیا، وہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں، ہاں وہ ضرور رحمت ہیں، مگر آپ ﷺ نے رحمت کیا سکھائی، آپ کا دشمن تھا اسے آپ ﷺ نے معاف کر دیا، فرمایا، میرے امتیو: تمہارا دشمن آجائے تو اس کو معاف کر دیا کرو، سرکار ﷺ نے یہ حق نہیں دیا کہ تم میرے دشمن کو معاف کر دو۔

سرکار ﷺ نے جب حق نہیں دیا تو وہ کتنا بڑا موذی ہے جو سرکار ﷺ سے حق چھیننا چاہتا ہے، حق سرکار ﷺ کا ہے، چاہیں تو معاف کریں، چاہیں تو نہ کریں، بندے کا حق نہیں، امتی کا حق نہیں، ہاں امتی کا یہ حق ہے کہ اس کو جو تھپڑ مارے، یہ اس کو دعا دے، پتہ چلے کہ اس نے کوئی سنت سے سبق سیکھا ہے، اس کے اپنے دشمن آجائیں تو ان کے لئے چادریں بچھا دے، پتہ چلے، یہ سنت کو سمجھنے والا ہے۔

لیکن یہاں بالکل معاملہ برعکس ہے۔ اپنے دشمنوں کے سر اتارتے ہیں اور سرکار ﷺ کے دشمنوں کے سامنے چادریں بچھاتے ہیں، یہ بہت بڑی فکری غلطی ہے اور بہت بڑا سجدہ سہو نکالنے کا مقام ہے۔ لہٰذا میرے محبوب ﷺ کا دشمنوں کو معاف کرنا، اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم سرکار ﷺ کے دشمنوں کو معاف کریں۔

اس سے ہمارے لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم سرکار ﷺ کے دشمنوں کے لئے وہ کچھ کریں، جو صحابہ نے کر کے دکھایا ہے اور اپنے دشمنوں کو یوں معاف کریں جیسے سرکار ﷺ نے معاف کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی سرکار ﷺ کا حق ہے،

Marfat.com

چاہیں تو معاف کریں، چاہیں تو نہ کریں۔ معاف کیا بھی ہے اور سزا بھی دلوائی ہے، یہ ایک ہی پہلو نہیں ہے، بلکہ سزا دلوانے میں بھی رحمۃ اللعالمینی کا حصہ ہے، آپ ﷺ نے گستاخ کو سزا دلوائی ہے، فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے پردوں سے نکال کے ابن خطل کا سر قلم کیا ہے، سزا اس کو دلوائی ہے، فرمایا، اس کو نہیں چھوڑیں گے، اس نے مجھے ستایا ہے، میری گستاخیاں کرتا رہا ہے، وہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

والا نعرہ لگا ہوا تھا، مگر پھر بھی اس موذی کو معاف نہیں کیا تھا بلکہ یہاں تک کہ مصنف عبدالرزاق میں یہ بات موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے باقاعدہ اس پر ترغیب دی۔

عَنْ عِكْرَمَةَ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّهٗ رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَبَارَزَهٗ فَقَتَلَهٗ

(مصنف عبدالرزاق: ۴/ ۹۸)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ ایک بندے نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دے دی

فَقَالَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے غلامو! اس کا کون سر اتارے گا، باقاعدہ اعلان کیا، مطلب یہ ہے کہ یہ بولی کی بیع ہے، بیچنی جنت ہے اور بولی دے کر بیچنی ہے، کون ہے جو اس کا سر اتارے اور جنت لے جائے۔ جس وقت

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا۔

فَقَالَ الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا فَبَارَزَهُ فَقَتَلَهُ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور کہ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو قتل کروں گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کا سر اتار دیا۔

گویا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو تجھے گالی دے، اس سے بدلہ زبیر لے گا، اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ

إِنَّ اِمْرَأَةً كَانَتْ سَبَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَن يَكْفِينِي عَدُوِّي فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَتَلَهُ

(مصنف عبدالرزاق: ۴/۹۸)

ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو میرے دشمن کو قتل کرے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا سر اتاروں گا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس گستاخ عورت کا سر اتار دیا۔

یہ احادیث سے میں نے شواہد بیان کیے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لیا بھی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت پر کوئی تنقید نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اصل میں اس کائنات کا بچاؤ یہ سب سے بڑی رحمت ہے اور یہ کچھ گستاخ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین پر زلزلوں کے خطرے ہوتے ہیں، وہ اگر باقی رہیں گے تو کائنات درہم برہم ہو سکتی ہے، ان کے زندہ ہونے کی وجہ سے زمینیں بانجھ ہو سکتی ہیں، آسمان

Marfat.com

سے بارش کا نزول رک سکتا ہے، اب وہاں پر رحمت یہی ہے کہ اس کمینے کو ہٹاؤ تا کہ دنیا تو سانس لے سکے۔ لہٰذا یہ بھی سید عالم ﷺ کی رحمت کا معاملہ ہے کہ جہاں یہ سمجھا کہ ان کا صفایا ضرور ہونا چاہئے ورنہ زمین پھٹ جائے گی، اللہ برداشت نہیں کرے گا، اس واسطے محبوب ﷺ نے ان کو سزائیں دلوائی ہیں اور وہ بھی رحمت پھیلانے کے لئے دلوائی ہیں۔

یہاں پر سید عالم ﷺ کا تحفظ ناموس رسالت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو انداز تھا، اس کی ایک دو مثالیں عرض کرتا ہوا اپنی بات کو سمیٹتا ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو دُبّہ اور امان کے علاقے کا گورنر بنایا گیا اور ان کو وہاں بھیجا گیا۔

فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

جس وقت نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا

مَنَعُوْا الصَّدَقَةَ

تو وہاں کے لوگوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا

فَدَعَاهُمْ حُذَيْفَةُ اِلَى التَّوْبَةِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ یہ اسلام کا فرض ہے یہ تمہیں دینا پڑے گا، وہ بڑے خطرناک نکلے

قَالُوْا فَاَسْمَعُوْهُ شَتْمَ النَّبِيِّ ﷺ

انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دینا

Marfat.com

شروع کر دیں۔

جس وقت وہ یوں بھونکے تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے لفظ سنو:

فَقَالَ لَهُمْ حُذَيْفَةُ اِسْمَعُوْنِيْ فِيْ اَبِيْ وَاُمِّيْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ظالمو! مجھے، میرے باپ کی گالی دے دو، میری ماں کی گالی دے دو

وَلَا تُسْمِعُوْنِيْ فِي النَّبِيِّ ﷺ

میں سرکار ﷺ کے بارے میں برداشت نہیں کرسکتا۔

مجھے میرے باپ کی گالی دو، مجھے میری ماں کی گالی دو، وہ تو برداشت کرسکتا ہوں، مگر اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں برداشت نہیں کرسکوں گا، جب وہ باز نہیں آئے تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا تو فوراً اسلامی شہروں کا لشکر پہنچا اور ان لوگوں کے سر اتار کر یہ واضح کیا ہے کہ اگرچہ نبی اکرم ﷺ روضہ پاک میں تشریف لے گئے ہیں، مگر ان کی محبت پر پہرہ دینے والے عشاق باقی ہیں۔ لہٰذا کسی کو گالی دینے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جو ایسا کرے گا، اس سے زمین کو پاک اور صاف کردیا جائے گا۔ یہی معاملہ سید عالم ﷺ کی ظاہری حیات میں جو داستان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشق کی ہے، اس سے ثابت ہے کہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ جس وقت میدان بدر میں زخمی ہوئے اور آپ کی اولین شہادت تھی، حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں صحابہ اٹھا کے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے، اب تصور کرو، وہ میدان

Marfat.com

بدر اور محبوب ﷺ کا خیمہ اور یہ زخمی صحابی، ادھر روح نکل رہی ہے اور تڑپ رہے ہیں، جب ان کو محبوب ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو میرے محبوب ﷺ نے اپنا قدم تھوڑا سا آگے کیا، پتہ نہیں کہ آگے کرنے کی حکمت کیا ہوگی، مگر عاشق کی معراج ہوگئی۔

فَوَضَعَ خَدَّہٗ عَلٰی قَدَمِہٖ الشَّرِیْفَۃِ

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا رخسار قدم مبارک پر رکھ لیا۔

نبی اکرم ﷺ کا قدم مبارک ہے اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا بہتا خون ہے اور تڑپتا لاشہ ہے، جان نکل رہی ہے، اپنا رخسار سرکار ﷺ کے قدموں پہ رکھا اور نعرہ لگایا:

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَوْ رَاٰنِیْ اَبُوْ طَالِبٍ لَعَلِمَ اَنِّیْ اَحَقُّ بِقَوْلِہٖ

یارسول اللہ ﷺ! کاش کہ ابو طالب آج زندہ ہوتے تو جو بات انہوں نے اپنے بارے میں کی تھی تو انہیں پتہ چلتا کہ وہ اس نعرے کے مستحق نہیں، میں اس نعرے کا مستحق ہوں۔

جناب ابو طالب نے نبی اکرم ﷺ کا ایک قصیدہ لکھا تھا، وہ بڑا شاندار قصیدہ ہے، اس میں سرکار ﷺ کی بڑی تعریفیں کی ہیں، اس قصیدہ میں یہ کہہ دیا تھا:

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ دُوْنَہٗ

وَنَذْھَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

یہ وہ نبی ہیں کہ جن کے گرد پہرے دیں گے، جن کو سلامت رکھیں گے اور ہم جن کا پوری طرح دفاع کریں گے،

Marfat.com

کس انداز میں؟

حَتّٰی نُصَرَّعَ دُوْنَهٗ

ان کے آگے ہمیں پچھاڑ دیا جائے گا، ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا، مگر انہیں ہم آنچ نہیں آنے دیں گے۔

کس انداز میں حفاظت کریں گے:

وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

ہم اپنی بیویوں کو بھی بھول جائیں گے اور اپنے بیٹوں کو بھی بھول جائیں گے۔ مگر اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پہ پہرے دیں گے۔ یہ ان کا جملہ تھا، جو انہوں نے کہا تھا۔ اب وقت شہادت ہے، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پہ رکھا ہوا ہے، فرمایا، اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے دیکھتے تو جو شعر انہوں نے لکھا تھا، اس کو پورا میں نے کر کے دکھایا ہے، یہاں ہم اپنی بیویوں کو بھولے ہیں، اپنے بچوں کو بھولے ہیں، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی محبت میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

یہی انداز حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جس وقت میدان احد کے اندر وہ زخمی پڑے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ جاؤ سعد رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو اگر وہ تمہیں زندہ ملیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔ ان کے بھیجنے میں حکمت تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں زخمیوں کے پاس سے گزرتا گزرتا آگے پہنچا تو مجھے سعد رضی اللہ عنہ نظر آئے مگر روح نکل رہی تھی، سانس اکھڑ

Marfat.com

چلی تھی، یعنی بالکل دم گھٹنے کو تھا، میں پہنچ گیا۔

اِذَا بِہٖ سَبْعُوْنَ ضَرْبَۃً

بدن پر ستر زخم لگے ہوئے تھے۔

تلواروں کے، تیروں کے، نیزوں کے، بھالوں کے، اس انداز میں آخری سانس لے رہے تھے، میں پہنچ گیا اور میں نے جا کر کہا: اے سعد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں۔ اب دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت اور عشق میں جو حق ادا کیا ہے، سب کچھ چھوڑ کے نبی اکرم ﷺ کے لئے نکلے ہیں اگر اس میں کچھ بھی محبت کچی ہوتی تو موت سے رنگ اتر جاتا، موت کے منہ میں بیٹھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اس انداز میں کہ چہرہ کھل اٹھا اور مسکرا پڑے۔

چاروں طرف سے کانٹوں میں گھرا ہوا ہے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے، عجب خوش مزاج ہے

فرشتے بھی حیران ہیں کہ اتنے زخم لگے ہوئے ہوں، تو بندہ مسکرا کیسے سکتا ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سلام جس وقت سنا، تو کہنے لگے:

میرا بھی نبی اکرم ﷺ کو سلام عرض کرنا۔

اب یہاں پر احساس پوچھتا ہے کہ سلام دینے کا وقت کیا ہے، روح نکل رہی ہے، اس قیمتی وقت میں کس کو یاد کر رہے ہو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخموں سے بہتا خون بھی آواز دے رہا تھا۔

Marfat.com

وہ جن کی دیپ جذبوں کو سرد ہونے نہیں دیتی
وہ جن کی یاد سے ساری بلائیں بھاگ جاتی ہیں

وہ جن کے ذکر سے سوئی امیدیں جاگ جاتی ہیں
وہ جن کے عشق میں باغ جناں میں بلبلیں بولیں
وہ جن کے عشق میں شجر یقین سے کونپلیں نکلیں

اگر سولی ملے ان کی محبت میں گوارہ ہے
جو ہر تلخی مٹائے ان کے چہرے کا نظارا ہے

سلام دیتے ہوئے کہا:

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّی خَیْرَ مَا جَزٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ

سرکار ﷺ کو حاضر وناظر سمجھ کے خطاب کے صیغہ سے کہا کہ

میرے نبی ﷺ میں یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ اللہ میری شہادت کا ثواب بھی آپ ہی کو عطا فرمادے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جس وقت دنیا سے جارہے تھے تو اس وقت انہوں نے ایک چٹھی لکھی تھی اور آج ڈنمارک کے خاکوں کے بعد وہ چٹھی ہمیں پڑھنی چاہیے اور سنانی چاہیے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

اِنَّهٗ لَا عُذْرَ لَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَبْلِغْ قَوْمَكَ مِنِّی السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُمْ اِنَّ سَعْدًا یَقُوْلُ لَکُمْ اِنْ تُخْلِصَ اِلٰی نَبِیِّکُمْ وَ مِنْکُمْ عَیْنٌ تَطْرِفُ

Marfat.com

(الاصابۃ: ۳/ ۷۷، سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۱۹۸)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح نکل رہی تھی اور یہ فتوی سنا رہے تھے۔

اے قیامت تک کے عشاق! اگر تم میں سے ایک شخص کے زندہ رہتے ہوئے بھی ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوگئی، اللہ اس ایک کو بھی معاف نہیں فرمائے گا۔

مِنْكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ

ایک باقی ہو۔

اس کے علاوہ دیگر شہید ہو چکے اور وہ ایک قیامت کے دن عذر پیش کرے کہ یا اللہ! ساری دنیا تو اجڑ چکی تھی، میرا کوئی ساتھی نہیں تھا، میں اکیلا تھا، میں باطل سے ٹکراتا تو کیسے، میری تو کوئی power نہیں تھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرا یقین ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں وہ بہانہ قبول نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نہیں ٹکرایا، ایک زندہ رہا، تجھے مر جانا چاہیے تھا، تجھے شہید ہو جانا چاہیے تھا۔ اب سوچو! اگر ایک شخص بھی ہو تو وہ مجرم قرار پائے گا اور آج ہم جو کروڑوں ہیں، ہمارے زندہ ہوتے ہوئے یہ گستاخیاں کی جاتی رہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو قیامت کے دن کیا ہمارا جواب ہوگا؟ پوری دنیا میں سرکار ﷺ کے دیوانے عشاق کروڑوں کی تعداد میں موجود ہوں اور گستاخ مسلسل گستاخیاں کرتے جائیں، ان کا ہاتھ نہ روکا جائے اور ان کے سر نہ اتارے جائیں تو کل قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے سامنے کس منہ سے پیش ہو سکیں گے۔

میرے محبوب ﷺ کے صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جاتے ہوئے پیغام دیا

Marfat.com

ہے جو اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جیسے بھی حالات ہوں، جتنے بھی تلخ ماحول میں سے بندہ گزر رہا ہو، اس کا ایمان تب برقرار رہ سکے گا، جب وہ ناموس نبی ﷺ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا اور اپنا قرض پورا اتار کے رہے گا۔

اس واسطے، میں تو یہ سمجھتا ہوں اور اس پیغام کو شرق و غرب کے اندر ہم نے پوری اساسی حیثیت کے ساتھ اجاگر کیا ہے اور اس پر ابھی ہمارے ذمے اتنا ہی قرض باقی ہے، جتنا ملت کے دوسرے سپوتوں کے ذمہ قرض باقی ہے، لیکن مل جل کر اس قرض کو اتارنے کے لئے ہمیں کوششیں کرنی چاہئے۔

اگر ایسے گستاخ خاکے بنائیں اور اس کے بعد وہ اپنی طبعی موت مرے تو کل قیامت کے دن ہمارا جواب بڑا مشکل ہوگا، ہم کیا بتا سکیں گے کہ اتنی زندگی پا گئے اور وہ بستر پر طبعی موت مرے، اگر ملت کا کوئی ایک بندہ بھی اٹھ کے ان کے سر اتارے گا تو پوری ملت کا قرض اتر جائے گا۔ اس واسطے آج بھی حرارت ایمان ملت کے جگر میں موجود ہے اور یہ میرا ہی نہیں، ہر مرد باوفا اور ہر مرد حر کا اور ہر مومن کے دل کا یہ نغمہ ہے۔

نبی کے نام پر مٹنا شہادت ہی شہادت ہے
فضاءِ جیل میں رہنا عبادت ہی عبادت ہے
ہم اس عشق کے قائل نہیں جو دید سے بھڑکے
ہمیں تو نام نامی بھی حرارت ہی حرارت ہے
بدن کی بوٹی بوٹی ہو، زبان کڑوی نہیں ہوتی
نبی کے نام میں ایسی حلاوت ہی حلاوت ہے

Marfat.com

لگا کے جان کی بازی بتایا ہے یہ عامر نے
جوان کی راہ میں پگھلے سلامت ہی سلامت ہے

گواہی دے رہی ہیں آج بھی دیواریں برلن کی
نہیں ہے خودکشی یہ تو شہادت ہی شہادت ہے

خلد میں مسکراتے ہوں گے عامر سرخرو ہوکر
مگر ہٹلر کے بیٹوں کو ندامت ہی ندامت ہے

اے آصفؔ کلمہ حق کی صدا اپنی ڈیوٹی ہے
سزا اس جرم کی جو ہو سعادت ہی سعادت ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو ہمیں پیغام دیا تھا، اس پیغام کے لحاظ سے اس دور کے اس اہم مسئلے پر ہمیں سوچنا ہے اور اس سلسلے میں اپنی ڈیوٹی کو پورا کرتے ہوئے ہمیں کچھ لوگوں کا مواخذہ بھی کرنا ہے اور اس بات کو بیان کئے بغیر میری گفتگو کبھی بھی پوری نہیں ہوسکتی کہ وہ لوگ جنہوں نے یہ رستے بنائے ہیں، انہیں اپنے کیے پہ یقیناً ندامت ہے، آج ان کو ندامت ہے کہ پوری دنیا میں ایک احتجاج اٹھا ہے اس احتجاج میں جو روح تھی وہ روح یقیناً امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کی تھی۔ اس بات کو ماننا پڑے گا اور کھلے دل سے ماننا پڑے گا کہ جن لوگوں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو شرک کہا تھا آخر ان لوگوں نے اس کے **sticker** کیوں چھاپے، آج حجاز مقدس کے کونے کونے پہ دیواروں پر اور دوکانوں پر اور کاروں پر اگر یہ لکھا ہے:

Marfat.com

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

تو ہم پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اگر شرک تھا تو اب کیسے جائز ہوا اور اگر شرک نہیں تھا تو پہلے تم نے کیوں جرم کیا، اس واسطے اگر آج کہتے ہو:

فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

مُشْتَاقُوْنَ لِرُأْیَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

نُحُوْرُنَا دُوْنَ نَحْرِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

اگر آج تم سمجھتے ہو کہ اس کو بولنا ضروری ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ نہ ماننے کی وجہ سے باطل کے حوصلے بڑھے ہیں، اگر شروع سے یہ بولا جاتا تو باطل پرستوں کو یہ آج بھی اپنے نبی ﷺ سے وابستہ ہیں، آج بھی اُن کا ان کے ساتھ تعلق ہے اور ان کا گزارہ ان کے بغیر نہیں ہے۔ اُنہیں پتہ چلتا کہ ہم تو آگ کے شعلوں کو دعوت دیں گے، اگر ہم ان کے پیغمبر کے خاکے بنائیں گے، یہ سب سے بڑی غلطی ہے، اس جرم پر ان کا کلمہ پڑھ کے سجدہ سہو نکلنا چاہئے کہ جوانہوں نے پہلے یارسول اللہ ﷺ کو شرک کہا اور اب اسکے نعرے حجاز مقدس میں لکھے ہیں اور باقی بھی ہر جگہ تم نے دیکھا، اگر بیت المقدس کے سامنے سے ریلی گزری تھی تو اجتماع بیت المقدس کا تھا لیکن نعرہ اس میں بریلویوں کا تھا۔

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

تو یہ کسی کی بھول ہے کہ یہ چند لوگ ہیں جو پاکستان یا انڈیا میں رہتے ہیں، نہیں نہیں، بریلویت تازہ پھولوں کی مہک کا نام ہے اور جو دنیا میں ایمان کا گلشن

Marfat.com

ہے، اس مہک کو اسی نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب قدس کی ریلی ہو، مصر کی ریلی ہو، مراکش کی ریلی ہو، ہر ریلی کا نعرہ وہی ہے جو ہمارا نعرہ ہے تو ان نعرے کو جن لوگوں نے گھٹن میں بھی محفوظ رکھا اور اپنی روح سے اس کی حفاظت کی ہے، تو ماننا پڑے گا کہ اگر آج باطل کے خلاف ان کو حرارت محسوس ہوئی ہے تو وہ عقیدہ تھا، جس عقیدے پر اہلِ سنت نے پہرہ دیا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے خرابی تھی کہ دن رات درس دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بس ڈاک دینے ہی آئے تھے، اور

حَسْبُنَا اللّٰهُ حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہہ کہہ کے جس کا تعلق ابو جہل کے مقابلے میں تھا، کہ اللہ فرماتا ہے، اے محبوب ﷺ ان کو کہو، ابو جہل کی کوئی ضرورت نہیں، میرے لئے اللہ کافی ہے۔

انہوں نے اس کو پیغمبر کے مقابلے میں پڑھنا شروع کیا ہوا تھا، حسبنا اللہ کو پیغمبر کی opposition بنایا ہوا تھا کہ نبی کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ کافی ہے، تو پھر اب بتاؤ، نبی ﷺ کی ضرورت کیوں پڑی۔

لہٰذا پتہ چلا کہ یہ غلط سوچ ہے جو سید عالم ﷺ کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ وہ ڈاک دے کے چلے گئے، اب پیچھے کیا ہے، نہیں نہیں، ان کے بغیر ایک منٹ بھی زمین کا نہیں گزر سکتا، آسمان باقی نہیں رہ سکتا، ایمان نہیں رہ سکتا۔ اس واسطے ان لوگوں کو اب تائب ہونا چاہئے اور اس رستے پہ آنا چاہئے، جو

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

Marfat.com

کا ہے۔

اللہ کی اس رسی کو پکڑ لیں۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا

اور پھر ہم سے آگے پیچھے نہ ہوں، یہ سیدھی سڑک شفاعت نگر کی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ہر ذی عقل مانے گا کہ خاکوں میں گستاخی ہوئی تو کیا تھا، لکیریں بنی ہوئی تھیں، ایک شخص اس ذات کی مثل بنانے پر تل گیا، جس کی مثل رب نے نہیں بنائی، گستاخی ہوگئی کہ تم نے یہ کاغذ پہ لکیریں کیوں بنائیں؟

ساری دنیا اٹھی، اگرچہ بعد میں وہاں بم وغیرہ نصب کیا گیا، لیکن اصل گستاخی خاکہ بنانا ہی ہے، جب Phillip Hitti نے سیرت کی کتاب لکھی تھی اور نبی ﷺ کو معراج کیطرف جاتے دکھایا تھا کہ آپ ﷺ سواری پہ بیٹھے ہیں اور جبریل علیہ السلام نے نکیل پکڑی ہوئی ہے تو ساری دنیا نے کہا کہ یہ تم نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے، جب اللہ انکی مثل کوئی نہیں پیدا کرتا، تو تم نے تصویر کیسے بنائی۔

ایک ہے کاغذ پر لکیریں بنانا اور وہ لکیریں یہ بولیں کہ ہم مسلمانوں کے نبی کی مثل ہیں، اگر مثل نہ کہا جائے تو اور کوئی احتجاج نہ ہوتا، ان لکیروں پر احتجاج کیوں ہوا کہ ان لکیروں کو ہمارے نبی ﷺ کی مثل کہا گیا، دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ بنانے والے نے کہہ دیا ہے کہ یہ لکیریں مثل ہیں، اب خود تم مجھے فتویٰ دو، یہ تم میں سے ہر بندہ فتویٰ دے سکتا ہے، ایک ہے کسی کی کاغذ پر لکیریں بنانا اور ایک ہے اس کو منہ پر گالی دینا، تو کیا منہ سے بولنا بڑا جرم ہے یا لکیریں بنانا بڑا جرم ہے۔

Marfat.com

لکیریں تو سمجھنے کے لیے کوئی دماغ کھپائے گا، اس کے بعد جا کے بات بنے گی، خاکہ پورا ہوگا اور پھر گستاخی نکلے گی، زبان سے فور الفظ بنیں گے اور گستاخی بن جائے گی، فتوی تم سے یہ پوچھ رہا ہوں، اگر کاغذ پر لکیریں بنا کر ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کہا جائے تو گستاخی ہے، تو جو خود اپنے منہ سے کہے کہ میں مثل ہوں، تو یہ گستاخی کیوں نہیں؟ کاغذ پہ لکیریں بنیں تو یہ گستاخی ہے اور ایک جیتا جاگتا بندہ اپنے منہ سے کہے کہ میں ان کی مثل ہوں اور ان کی طرح ہوں، تو یہ کیا چھوٹی گستاخی ہے؟

کوئی بندہ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے گا۔ اگر کاغذ پہ بے جان خاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خاموش لکیریں توہین ہے تو چلتا پھرتا چھ فٹ کا بندہ جو کہتا ہے، میں ان کی مثل ہوں، اس نے کتنی بڑی گستاخی کی ہے۔ اس واسطے:

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اگر یہ سمجھیں کہ یہ لوگ ناموس رسالت پہ پہرہ دے سکتے ہیں تو یہ بھول ہے، نہیں نہیں، رستے ان کے بنائے ہوئے ہیں، قادیانی کے لئے ہوں یا Danish کمپنیوں کے لئے ہوں، ان لوگوں نے یہ دھندہ بنا رکھا ہے اور کوئی کام ہی نہیں ہے، یہ توحید ہے، درس قرآن ہے، یہ تبلیغ ہے اور یہ ختم بخاری ہے، جب تک اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ کہہ لیں۔ اس وقت تک چین ہی نہیں آتا، اس سے ان لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے، جو ہر روز اپنی مثل کہتے رہتے ہیں، ہم کہہ دیں گے تو کیا ہوگا، ان کو پتہ چلا کہ یہ مثل کہنے والے اس امت کے دو نمبر لوگوں کا طبقہ ہے۔ اصل

Marfat.com

وہ ہیں، جو ان کو کسی کی مثل نہیں مانتے، تب احتجاج ہوا، ورنہ جو خود ان کی مثل بنے، کاغذ کی مثل پر کیا اعتراض ہوتا تھا، منہ چھپانے کے لئے اٹھے، وقتی مصلحتیں تھیں اور سیاستیں تھیں اور پھر چپ ہو گئے۔ ہمارا یہ مشن باطل کے لئے ہمیشہ رہے گا اور ہم قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم وہ ہیں کہ ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک یہ کہا ہے کہ محبوب ﷺ کی مثل اللہ پیدا کر ہی نہیں سکتا۔

یہ مسئلہ برصغیر میں اٹھا تھا، جب ایک شخص نے کہا تھا کہ اگر اللہ چاہے تو بیک جنبش قلم کروڑوں محمد ﷺ پیدا کر سکتا ہے، تو اس پر امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی تھی اور کہا تھا،

کروڑوں کیا، اللہ ایک بھی پیدا نہیں کر سکتا، تم کہتے ہو رب چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ پیدا کر سکتا ہے۔

اسماعیل دہلوی نے کہا تھا، لیکن امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کروڑوں تو کیا، ان جیسا ایک بھی پیدا نہیں کر سکتا، اس نے کہا یعنی اسماعیل دہلوی نے:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ ہر چیز پہ قدرت رکھتا ہے۔

تو کیا وہ ایک بندہ نہیں بنا سکتا، تو میرے امام نے کہا تھا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اس کا معنی تو پڑھو، اگر ہر چیز سے مراد ہر شی ہے تو پھر کیا اللہ دوسرا اللہ بنا سکتا ہے، جب اللہ دوسرا اللہ نہیں بنا سکتا، تو پتہ کیا چلا کہ اللہ دوسرا اللہ بنانے پر

Marfat.com

قدرت نہیں رکھتا، کیونکہ جس بات میں اللہ کی الوہیت پر اعتراض لازم آتا ہو، اللہ وہ کام کرتا ہی نہیں ہے تو میرے امام کہنے لگے، اللہ ہمارے نبی ﷺ کی مثل نہیں بنا سکتا، کیوں؟

ہم پوچھتے ہیں کہ وہ جو بعد میں بنے گا، وہ خاتم النبیین ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر وہ خاتم النبیین نہیں ہے تو وہ محمد ﷺ نہیں ہے، اگر وہ ہے تو پھر اللہ کا کلام جھوٹا ہو جائے گا، کیوں کہ خاتم ایک ہی ہو سکتا ہے، دو نہیں ہو سکتے، آخری ایک ہو سکتا ہے، دو نہیں ہو سکتے، ایک مرتبہ ہمارے محبوب ﷺ کو آخری کہے اور پھر کسی اور کو بنا کے لے آئے، تو اللہ کے کلام میں جھوٹ لازم آ جائے گا، چونکہ میرا رب جھوٹ سے پاک ہے تو وہ دوسرا محمد ﷺ بنانے سے بھی پاک ہے۔

اس واسطے یہ عقیدہ شروع سے رہا ہے اور اس کی برکتیں ہیں، اس کی وجہ سے ناموسِ رسالت کی ذمہ داریاں پوری کی جا سکتی ہیں، اگر اس قانون کو بین الاقوامی قانون کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو ہمارے پاس اس کے بھی دلائل موجود ہیں رب ذوالجلال کے قرآن کو پڑھ لیں، عقلی دلائل کو دیکھ لیں، اگر کوئی اقوام متحدہ کے Forum پر ہم سے بات کرنا چاہتا ہے، ہم ان شاء اللہ اقوام متحدہ کے قانون سے بھی اس کو ثابت کریں گے کہ ہمارے نبی ﷺ کی توہین سب سے بڑا جرم ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں جب یہ کہا گیا:

اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ

جب ان سے کہا گیا کہ تم زمین میں فساد نہ کرو۔

Marfat.com

اس وقت فساد کس چیز کو کہا گیا تھا، کیا وہ fire کر رہے تھے، کیا وہ بندوں کو قتل کر رہے تھے؟ کیا منافقین اس وقت کوئی ایٹم بم چلا رہے تھے؟ نہیں، فساد کیا تھا؟ وہ نبی ﷺ کی توہین کرتے تھے، تو توہین رسالت ﷺ فساد فی الارض ہے لہٰذا انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی سوسائٹی برقرار تب رہ سکتی ہے کہ جب فساد فی الارض نہ ہو، اور فساد فی الارض سے بچایا تب جا سکتا ہے، جب نبی ﷺ کی توہین سے لوگوں کو روکا جائے۔

لہٰذا پوری کائنات میں کوئی بھی ملک ہو اس کا اولین قانون یہ ہو گا کہ اگر زمین بچانی ہے تو اللہ کے محبوب ﷺ کو چھیڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ تو سرکار ﷺ کے حوصلے ہیں ورنہ کوئی مثال ایسی نہیں کہ جب کسی نے پیغمبر سے متھا لگایا ہو، اللہ نے ان کو الٹا نہ کیا ہو، سارا قرآن پڑھ کے دیکھ لو، اللہ سے جو کچھ وہ کرتے رہے، اللہ ان کو برداشت کرتا رہا، مگر اللہ کے پیغمبروں سے جن لوگوں نے بغاوتیں کیں، اللہ نے پیغمبروں کی عزت کیلئے ان لوگوں کی بستیاں الٹ دیں، تو آج اگر صدیوں سے ایسا نہیں ہوا، تو کیوں؟ اس لیے کہ درمیان میں ہمارے نبی ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ جب جلال میں آتا ہے تو سامنے سرکار ﷺ ہیں، میرے محبوب ﷺ عرض کرتے ہیں یا اللہ! زمین پہ میں ہوں، اگر بدبخت کرتے ہیں تو کرتے رہیں، زمین پہ میں ہوں، اس کو الٹا نہیں ہونا چاہیے۔

اگر سرکار ﷺ تنگ آ کے ہٹ گئے، تو یہ زمین بچے گی کیسے؟

اس واسطے ہم ان لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ میرے نبی ﷺ کو بے

Marfat.com

زار نہ کرو، وہ گنبدِ خضریٰ کے مکین، اگر ایک منٹ کے لئے مخلوق اور خالق کے درمیان سے ہٹ گئے اور کہا اے اللہ! جو مرضی آئے ان سے کرلے تو پھر کون بچے گا؟

اس واسطے پوری کائنات میں امن کی ضمانت ہے ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ، جس وقت تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ برقرار رہے گا تو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو امن عطا فرمائے گا۔

یہ موضوع یقیناً بہت طویل ہے اور اس کا کافی حصہ باقی ہے، طوالت کی وجہ سے میں اس کو چھوڑ رہا ہوں، اپنی گفتگو اسی پیغام پہ ختم کرنا چاہتا ہوں، جو آج کے دور میں ہر صالح مومن کے دل کی آواز ہے اور جتنے بھی سخت سے سخت حالات ہوں، ان کے مقابلے میں جو ایک مومن کی حقیقی آواز ہونی چاہیے، وہ یہی ہے کہ:

ناموس رسالت ﷺ کرسی کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ آیت الکرسی کا معاملہ ہے، یہ بے ایمانوں کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایمان کا معاملہ ہے۔

اس واسطے ہمیں اس کے لئے پوری طرح حساس ہونا ہے اور اپنی جو قرض کے لحاظ سے ڈیوٹی ہے، اس کو ہم سب نے ادا کرنا ہے۔ میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

○○○○○

Marfat.com

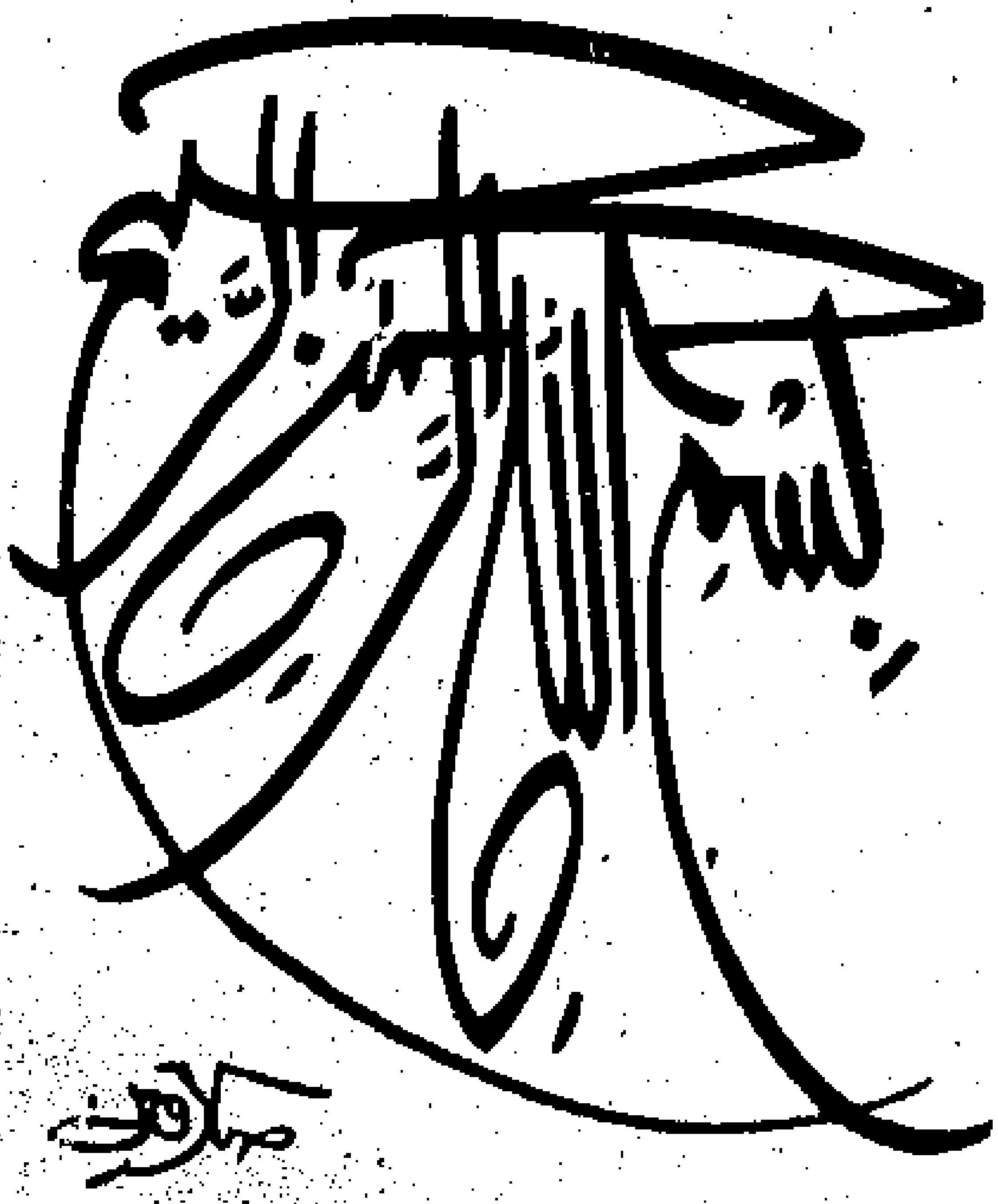

Marfat.com

فہرست کتب
صراط مستقیم پبلی کیشنز
مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

Marfat.com

قیمت	مصنف	کتاب کا نام	نمبر شمار
فی جلد 300	محمد اشرف آصف جلالی	فہم دین (اوّل تا ہفتم)	1
220	محمد اشرف آصف جلالی	غائبانہ جنازہ جائز نہیں	2
160	محمد اشرف آصف جلالی	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (جلد اوّل)	3
120	محمد اشرف آصف جلالی	محاسن اخلاق	4
50	محمد اشرف آصف جلالی	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	5
40	محمد اشرف آصف جلالی	میرے لئے اللہ کافی ہے	6
40	محمد اشرف آصف جلالی	حق چار یار	7
40	محمد اشرف آصف جلالی	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	8
40	محمد اشرف آصف جلالی	فکر آخرت	9
40	محمد اشرف آصف جلالی	ہاں ہم سنی ہیں	10
40	محمد اشرف آصف جلالی	سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	11

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
12	ایک نو مسلم کے سوالات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	40
13	شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	محمد اشرف آصف جلالی	40
14	توحید و شرک	محمد اشرف آصف جلالی	40
15	ہم اہلسنت و جماعت ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	40
16	تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	محمد اشرف آصف جلالی	40
17	چٹا گانگ میں چند روز	محمد اشرف آصف جلالی	40
18	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	محمد اشرف آصف جلالی	40
19	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	40
20	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	محمد اشرف آصف جلالی	40
21	دختران اسلام کے لیے آئیڈل کردار	محمد اشرف آصف جلالی	40
22	یورپ میں اسلام کے پھیلتے اثرات	محمد اشرف آصف جلالی	20
23	جادو کی مزمت	محمد اشرف آصف جلالی	20
24	اصلاح اور اُس کا اجر	محمد اشرف آصف جلالی	20
25	نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں؟	محمد اشرف آصف جلالی	20

Marfat.com

قیمت	مصنف	کتاب کا نام	نمبر شمار
20	محمد اشرف آصف جلالی	شانِ ولایت قرآن وحدیث کی روشنی میں	26
20	محمد اشرف آصف جلالی	محبت ولی کی شرعی حیثیت	27
20	محمد اشرف آصف جلالی	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں؟	28
20	محمد اشرف آصف جلالی	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	29
20	محمد اشرف آصف جلالی	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	30
20	محمد اشرف آصف جلالی	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	31
20	محمد اشرف آصف جلالی	فحش گانوں کا عذاب	32
20	محمد اشرف آصف جلالی	رسول اللہ ﷺ کی نماز	33
20	محمد اشرف آصف جلالی	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	34
20	محمد اشرف آصف جلالی	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور اُن کا حل	35
20	محمد اشرف آصف جلالی	صراط مستقیم کی روشنی	36
20	محمد اشرف آصف جلالی	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟	37
20	محمد اشرف آصف جلالی	رسول اللہ ﷺ بحیثیت بشر	38
20	محمد اشرف آصف جلالی	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	39

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
40	محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
41	فہم زکوٰۃ	محمد اشرف آصف جلالی	20
42	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	محمد اشرف آصف جلالی	20
43	توحید باری تعالیٰ	محمد اشرف آصف جلالی	20
44	قربانی صرف تین دن جائز ہے مع قربانی کے جانور	محمد اشرف آصف جلالی	20
45	نماز تراویح 20 رکعت سنت ہے	محمد اشرف آصف جلالی	10
46	حضرت عمر کا علمی ذوق	محمد اشرف آصف جلالی	20
47	ظہور امام مہدی مع حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور قادیانی	محمد اشرف آصف جلالی	10
48	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت بانی فقہ	محمد اشرف آصف جلالی	20
49	تربیت اولاد	محمد اشرف آصف جلالی	40
50	رنج والم سے نجات کا راستہ	محمد اشرف آصف جلالی	40
51	مسئلہ حاضر و ناظر	محمد اشرف آصف جلالی	40
52	اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (کا قرآنی مفہوم)	محمد اشرف آصف جلالی	40
53	فضائل مکہ شریف اور فضائل مدینہ شریف	محمد اشرف آصف جلالی	40
54	حضرت امام زین العابدین کے اٹل فیصلے	محمد اشرف آصف جلالی	40

Marfat.com

Marfat.com

فہم دین

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول

1. فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
2. محبت الٰہی اور اس کی پہچان
3. منصب نبوت اور عقیدہ مومن
4. محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
5. فہم زکوٰۃ
6. رسول اللہ ﷺ کی نماز
7. گھر کا اسلامی ماحول
8. آداب زبان
9. تعارف آئمہ اربعہ
10. قادیانیت کا محاسبہ
11. صراط مستقیم کی روشنی
12. نظام مصطفیٰ ﷺ کی بالادستی
13. حل مشکلات اور عقیدہ [illegible]

جلد دوم

1. اسلام میں [illegible] طریقہ کار
2. سود اور اس کی اقسام
3. [illegible] اور ہمارے [illegible]
4. اسوۂ حسنہ اور [illegible]
5. [illegible] ﷺ
6. [illegible] دین کا مقصد [illegible]
7. [illegible] فرق
8. [illegible]
9. تصوف اور اسلام
10. [illegible] ﷺ
11. اوقات اور [illegible]
12. [illegible]
13. اسلام [illegible] اور ان کا حل

جلد سوم

1. مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ
2. مفاہیم اسم محمد ﷺ
3. روزہ کے اسرار و رموز
4. امتیازات نماز
5. شان رسالت ﷺ سمجھنے کا ایمانی طریق
6. زندگی اور اس کی اقسام
7. خلفائے راشدین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت
8. ماں کی شان اور امتحان
9. بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم

1. احادیث ختم نبوت ﷺ
2. سماجی خدمت کا اسلامی [illegible]
3. ہاں ہم سنی ہیں
4. [illegible]
5. طلاق [illegible] شرعی حکم
6. [illegible] تم کیسے ہو سکتے ہو
7. [illegible]
8. عہد شباب [illegible]
9. کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
10. تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک فرض [illegible] قرض

جلد پنجم

1. تربیت اولاد
2. عقیدے سے متعلق شبہات کا ازالہ
3. اسلام بمقابلہ [illegible]
4. اور دل [illegible]
5. جنہیں دیکھ کر [illegible]
6. قرآن اور [illegible]
7. تصوف [illegible] معرفت
8. رنج و الم سے نجات کا راستہ
9. مسئلہ حاضر و ناظر
10. اے غریب الوطن اسلام کے ہم [illegible]

جلد ششم

1. میرے رب سے مجھے [illegible]
2. رسول اللہ ﷺ کی [illegible]
3. [illegible]
4. زکوٰۃ کے اسرار و رموز
5. پرورش دختران اسلام کا وقار
6. عزت اور اس کے حصول کا طریقہ
7. قیمتی اوقات اور زر خیز لمحے
8. میوزک خرمن ایمان کے لیے چنگاری
9. حق چار یار
10. جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

1. پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
2. مائیں جب فرمائیں
3. یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
4. باپ کی شان اور امتحان
5. دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
6. ختم نبوت اور قادیانی کفر
7. شہداء زندہ ہیں
8. اعتکاف [illegible] میں انہماک
9. ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار جاگتے رہو
10. آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

1. خانقاہیں اور لذت اسرار
2. میرے لیے اللہ کافی ہے
3. آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
4. رگِ ملت اور [illegible] جدید
5. جب رسالت [illegible]
6. حرمت شراب
7. انسانی حواس کا صحیح استعمال
8. نظام مصطفیٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
9. اسلام ہم تیرے ہیں

جلد نہم

1. وصیت کے شرعی احکام
2. [illegible]
3. ناموس رسالت ﷺ [illegible]
4. رسول [illegible] ﷺ [illegible]
5. [illegible]
6. [illegible]
7. ایک [illegible]
8. حج کے اسرار و رموز
9. [illegible]
10. قرآن [illegible]
11. تبلیغ [illegible]
12. یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بولو

جلد دہم

1. تحفظ ختم نبوت ﷺ میں علماء اہلسنت کا کردار
2. یا ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
3. رقت انگیز [illegible]
4. جادو کی مذمت
5. روح کی طہارت
6. عظمت اہلبیت اطہار
7. [illegible] کی تفسیر
8. تصوف ایک خاموش ایمانی تحریک
9. وسیلہ قرآن و سنت کی روشنی میں

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ دربار شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

042-37115771-2, 0321/0315-9407699

فہمِ دین

جلد پنجم

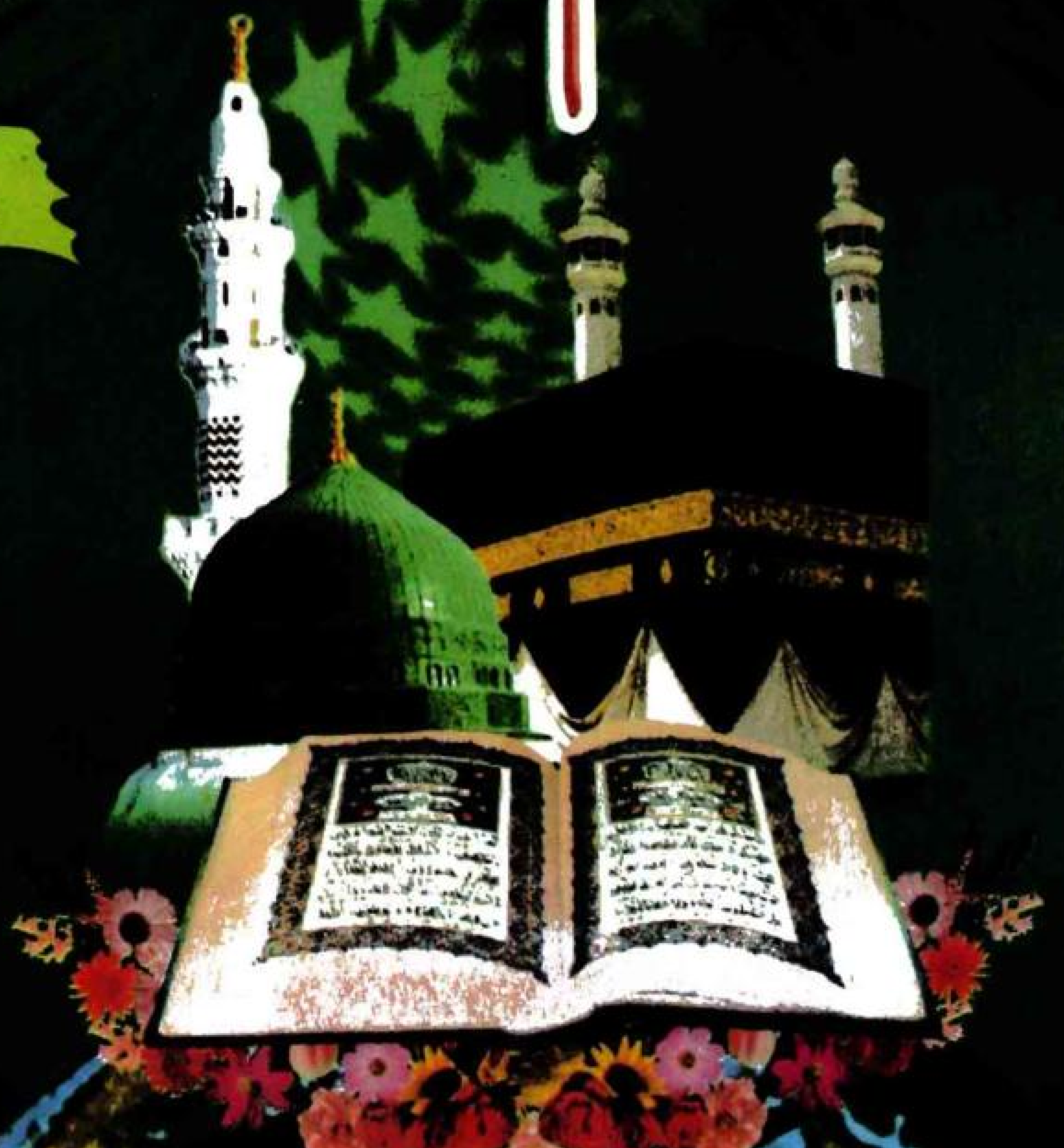

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5-6 مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ شیخ ہجویری سٹریٹ لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

وانک لتہدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

وانك لتهدي الى صراط مستقيم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہم دین

جلد پنجم

2009

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5-6 مرکز الاولیس دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور
042-7115771, 0321-9407699

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : فہم دین (جلد پنجم)

افادات : ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب : مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

نظر ثانی : مولانا محمد تسیم سیالوی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

نظر ثانی : مولانا سید محمد ابوبکر عمار شاہ (متعلم جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

اہتمام : شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

پہلا ایڈیشن : یکم ستمبر 2009ء

تعداد : 1100

صفحات : 448

ہدیہ : 260 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور / مسلم کتابوی لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم گجرات

مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / مکتبہ صراط مستقیم گوجرہ ضلع منڈی بہاؤالدین / مکتبہ صراط مستقیم عارف والا

مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / مکتبہ قادریہ لاہور

مکتبہ حافظ الحدیث بھکھی شریف۔ منڈی بہاؤالدین

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ

اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**تقریظ**	
2	خوشبوئے ہمدان پیر طریقت حضرت علامہ پیر سید محمد اشرف اندرابی صاحب	13
3	شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد شریف رضوی صاحب	16
1	**باب نمبر 1**	17
2	تربیتِ اولاد	19
3	بیٹی کی ولادت اور مدد کی نوید	20
4	بیٹے کی ولادت اور رب کا سلام	20
5	''ودود'' و ''ولود'' خاتون سے شادی	21
6	کثرت اولاد خوشی کا باعث اور فخر	22
7	والدین کی تربیت کی گہری تاثیر	23
8	تربیت اولاد کے بنیادی عناصر	26
9	1۔ حقوق اللہ	26
10	2۔ حقوق الرسول ﷺ	27
11	3۔ حقوق العباد	27
12	تربیتِ اولاد قرآن کی روشنی میں	28
13	تربیتِ اولاد فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں	31
14	حدیث نمبر 2	35

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	حدیث نمبر 3	38
16	حدیث نمبر 4	40
17	تربیت اولاد کا اجر	45
18	والدین سے تربیت کا مواخذہ	46
1	**باب نمبر 2**	56
2	**تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ**	57
3	تقلید کا لغوی معنیٰ	58
4	تقلید کا شرعی معنیٰ	58
5	مجتہد کی تقلید کیوں؟	61
6	مثال	62
7	تقلید کب سے شروع ہوئی؟	65
8	بعض صحابہ کے اپنے پیروکار	67
9	تقلید کلی طور پر دو صدیوں کے بعد رائج ہوئی	69
10	پہلا سبب	70
11	دوسرا سبب	71
12	تیسرا سبب	71

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	تقلید کے اسباب حدیث کی روشنی میں	72
14	صحابہ کرام اور بعد والوں کے حالات میں فرق	73
15	صحابہ کرام اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں	73
16	سوال نمبر 1: ایک ہی امام کی تقلید کیوں؟	76
17	جواب: اس کے جواب کو سمجھنے کیلئے دو حیثیات کو سامنے رکھنا چاہیے	77
18	1 پہلی حیثیت	77
19	دوسری حیثیت	78
20	ہر امام کی تقلید کرنے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا	79
21	1 پہلی خرابی	80
22	2 دوسری خرابی	80
23	مثال	80
24	احکام کی دو قسمیں ہیں	82
25	سوال نمبر 3: ان چار اماموں کو کس نے معین کیا؟	83
26	پہلا جواب	83
27	دوسرا جواب	85
28	تیسرا جواب	86

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29	زمانے میں تبدیلی کی وجہ سے راوی کا دھیان کرنا پڑا	87
30	عوام و خواص کے لحاظ سے تقلید میں فرق	90
31	بظاہر تقلید شخص۔ مگر حقیقت میں تقلیدِ جماعت	91
32	ائمہ اربعہ اہلسنت ہیں	94
1	**باب نمبر3**	110
2	**اسلام بمقابلہ یہودیت وعیسائیت**	112
3	یہود و نصاریٰ کیساتھ معاملات	113
1	**باب نمبر4**	148
2	**اور دل نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا**	150
3	حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کا اجالا	153
4	حضرت ضماد رضی اللہ عنہ اور نوری کرن	158
5	حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نور نگر میں	165
6	حضرت مازن رضی اللہ عنہ کا چمکتا دل	174
7	ایک بھیڑیے کی دعوت پر یہودی کا قبول اسلام	179
8	حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نور نگر میں	186

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**باب نمبر5**	188
2	**جنہیں دیکھ کے رب مسکرائے**	189
3	موضوع کے انتخاب کی وجہ	190
4	رب تعالیٰ کے مسکرانے کا مطلب	191
5	ایثار والے پر رب کی مسکراہٹ	194
6	قاتل ومقتول کے جنتی ہونے پر رب کی مسکراہٹ	200
7	بندے کی ناامید پر رب کی مسکراہٹ	203
8	اللہ تعالیٰ کی مسکراہٹ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا	205
9	اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استدلال	206
10	تین خوش نصیب جنہیں دیکھ کے رب مسکراتا ہے	212
11	بندہ مومن کی توبہ پر رب خوش ہوتا ہے	214
12	بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب کو خوش کرنے کا عمل	219
1	**باب نمبر6**	222
2	**قرآن اور تفکر کائنات**	223
3	تفکر کا لغوی معنیٰ	226

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	قرآنی مثال	238
5	حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ	252
6	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	253
7	حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	254
8	حضرت امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	255
1	**باب نمبر7**	257
2	**تصوف عقیدۂ توحید کی معرفت**	259
3	تصوف پر اعتراضات کے جوابات	282
1	**باب نمبر8**	292
2	**رنج والم سے نجات کا راستہ**	294
3	دکھ، درد اور مصیبت کیلئے اکسیر وظیفہ	299
4	دکھوں کے بھنور سے نکلنے کے لئے وظیفہ	301
5	جنگ اور حملے کے خطرہ کے وقت کی دعا	302
6	مغلق مصیبتوں کیلئے ایک کامیاب نسخہ اور دعا	303
7	شیطان لعین کے حملے کے وقت کی دعا	308

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

8	قرض کی ادائیگی کیلئے وظیفہ اور دعا	311
9	وساوس کو دفع کرنے کا علاج	313
10	چند آیات کے خواص	114
11	سورۃ فاتحہ کے خواص	315
12	سورۃ المؤمنون کی آخری چند آیات کے خواص	318
13	جان و مال کے تحفظ کیلئے کیمیا نسخہ	321
14	سورۃ الواقعہ کے خواص	336
1	**باب نمبر9**	338
2	**مسئلہ حاضر و ناظر**	339
3	شاھد وشھید کا معنیٰ	341
4	امام راغب کی نظر میں شاھد و شھود کا معنیٰ	341
5	امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں شاھد و شھود کا معنیٰ	343
6	جس انداز کا شاھد اسی انداز کا مشاہدہ	347
7	حاضر و ناظر کی اقسام	350
8	شکل کیا ہوتی ہے	352
9	دلیل کی تعریف	359

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	دوسرا معنیٰ۔ اللہ نے مخلوق پر گواہ بنایا	360
11	حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک شہید کا معنیٰ	362
12	احادیث کے چند حوالہ جات	366
13	حدیث نمبر 1	366
14	حدیث نمبر 2	368
15	حدیث نمبر 3	369
16	حدیث نمبر 4	372
17	تشہد اور عقیدہ حاضر و ناظر	374
18	پہلا مقام	375
19	دوسرا مقام۔ رسول اکرم ﷺ کو "ک" کے ساتھ خطاب کرنے کا سبب کیا ہے؟	376
20	"ک" سے خطاب کی تین وجوہات	376
21	پہلی وجہ	376
22	دوسری وجہ	378
23	تیسری وجہ	380
24	اسلام علیک کہتے وقت نماز کی کیفیت امام غزالی کی نظر میں	381
25	حالت تشہد میں بندے کی حالت امام رازی کی نظر میں	382

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	ابن قیم کے نزدیک "السلام علیک ایھا النبی" کہنے کی وجہ	384
27	سلام بطور خطاب کہنے میں انوکھی حکمت	384
28	غائب سے خطاب کی طرف عدول کرنے میں حکمت	388
29	امام عینی کے نزدیک غائب سے حاضری کی طرف عدول کرنے کی وجہ	389
30	اعتراض	392
31	جواب:	393
32	ملاں علی قاری اور ابن حجر کی طرف سے اس کی وضاحت	393
1	**باب نمبر 10**	397
2	**اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!**	399
3	اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!	403
4	دورِ غربت	408
5	اسلامی مزاج اور نبوی رعب	413
6	عروج کا زمانہ اور اسلام کا تعارف	418
7	عہد غربت کی واپسی	424

☆☆☆☆

marfat.com

انتساب

جانشینِ حضرتِ حافظ الحدیث

پیکرِ سوز و گداز فخر المشائخ

استاذی و استاذ العلماء

حضرتِ اقدس

پیر سید

محمد مظہر قیوم مشہدی

رحمہ اللہ تعالیٰ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ (متوفی ۲۹ شعبان ۱۴۳۰ھ

بھکھی شریف ۲۱ اگست ۲۰۰۹ء)

کے

نام

جنھوں نے دینی، ملی، روحانی پلیٹ فارم پر
گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

محمد اشرف آصف جلالی

۱۱ رمضان ۱۴۳۰ھ

۲ ستمبر ۲۰۰۹ء

marfat.com

خوشبوئے ہمدان پیر طریقت حضرت علامہ پیر

سید محمد اشرف اندرابی

حامداومصلیاومسلما

سربراہ اعلیٰ شاہ ہمدان ٹرسٹ پانپور

مدیر اعلیٰ ماہنامہ: المصباح پانپور

بانی ومہتمم دارالعلوم غوثیہ ہمدانیہ مونگھامہ پلوامہ مقبوضہ کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، محترم المقام جناب ڈاکٹر مولانا محمد اشرف آصف جلالی صاحب میری نظر میں پاکستان کے علماء اہل سنت میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں، میں نے تقریباً دس سال قبل جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی، گوجرانوالہ میں ان کے جمعہ کے خطاب کا کچھ حصہ سُنا، نماز کے بعد ان کے کمرے میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، تعارف اور مختصر گفتگو کے بعد رخصت ہونے لگا تو انہوں نے اپنے چند مقالات اور رسائل ہدیۃً پیش کئے ان کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ تحریر وتقریر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں، اس کے بعد پاکستان آنے کا جب بھی اتفاق ہوا، آپ سے ملنے کا موقعہ ملتا رہا۔ اس دوران آپ کے علم وفضل اور تبلیغ دین سے متعلق آپ کی مجاہدانہ مساعی جمیلہ سے بخوبی آگاہی ہوئی، آپ نے پاکستان کے جید اور معتمد علیہ علماءِ اہل سنت سے دینی علوم وفنون کا درس لیا ہے اس کے علاوہ بغداد معلیٰ کی جامعات سے بھی اکتساب فیض کیا ہے، حافظ قرآن بھی ہیں اور یہ جان

marfat.com

کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی کہ انہوں نے گیارہویں محراب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ عالیہ کی مسجد میں سنائی ہے یقیناً یہ ان کی دربار عالیہ میں پذیرائی اور مقبولیت کی دلیل ہے۔ آپ علوم وفنون کی قدیم راہوں کی شناسائی کے ساتھ ساتھ جدید راہوں اور تقاضوں سے بھی باخبر ہیں انہوں نے درس نظامی میں نمایاں حیثیت حاصل کرنے کے بعد جامعہ پنجاب سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ آپ بیک وقت ایک ماہر فن اور کامیاب مدرس، ایک منفرد اسلوب بیان کے مقرر اور دلنشین طرز تحریر کے صاحب قلم ہیں۔ آپ نے لاہور میں جامعہ رضویہ جلالیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی ہے جہاں آپ شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہیں۔ تبلیغی خدمات اور تصنیف وتالیف کے مشاغل کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ راسخ العقیدہ سنی ہیں لیکن مسلکِ اہل سنت اور عقائد حقہ کی تبلیغ واشاعت میں آپ نے جو اسلوب اپنایا ہے وہ واقعی قابل تحسین ہے، اگرچہ سنا ہے کہ آپ ایک کامیاب مناظر بھی ہیں۔ تاہم میں نے دو تین بار ان کی جو تقاریر سنی ہیں ان سے اندازہ لگایا ہے کہ مناظرانہ اسلوب سے ہٹ کر آپ نے دعوتی اسلوب کو اختیار کیا ہے اور یہ موجودہ حالات اور دینی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

اب کی بار میں پاکستان آیا تو مولانا جلالی مدظلہٗ العالی نے ملاقات کے وقت اپنے دروس دینیہ کی تقریریں ''جو فہم دین کے عنوان سے چار جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں''۔ عطا فرمائیں ہیں میں یہاں پہنچتے ہی بیماری کا شکار ہو گیا قریباً ایک ماہ صاحب فراش رہنے کے بعد افاقہ ہوا تو گوناگوں مصروفیات نے گھیر لیا، کتاب

marfat.com

بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا پیش لفظ اور پہلی جلد کے پہلے درس کو پڑھ کر نیز مضامین کی فہرست پر نگاہ ڈال کر محسوس کیا کہ کیسٹوں سے منتقل ہو کر زینت قرطاس بننے والی یہ تقریریں مولانا کے گہرے مطالعہ، رسوخ فی العلم اور جذبۂ خلوص ومحبت اور مسلمانوں بالخصوص اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھنے والے سواد اعظم کی اصلاح کی تڑپ کی آئینہ دار ہیں، مولانا کا دلنشین انداز بیان اور ایمان افروز لہجہ سطر سطر سے نمایاں ہے۔ بے تکلف انداز گفتگو اور حشو وزوائد سے پاک جملے اور صاف وشفاف الفاظ وعبارات جو کتاب وسنت کے جواہر پاروں سے منور وروشن ہیں قاری کو مولانا جلالی کی مجلس میں پہنچا دیتے ہیں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ مولانا کے سامنے بیٹھا آپ کی گوہر افشانی سے محظوظ ہو رہا ہوں۔ مفصل تبصرہ تو ان شاء اللہ وطن جا کر سپرد قلم کرونگا۔ یہ چند سطور ارتجالا رقم کر رہا ہوں۔ گویا مولانا محترم کے ارمغان مودت کی رسید ہے حق جل مدہٗ سے التجا ہے کہ آپ کو تادیر سلامت رکھے اور بیش از بیش دینی خدمات انجام دینے کی توفیق سے نوازے، ملت اسلامیہ بالخصوص سواد اعظم اہل سنت کو ان کے علم وفضل کے فیضان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

فقیر حقیر سید محمد اشرف اندرابی قادری عفی عنہ

marfat.com

یادگار اسلاف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد شریف رضوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، مفکر اسلام مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دور حاضر کے عظیم محقق اور اسلام کے عظیم مبلغ ان کا وجود اہلسنت وجماعت کیلئے اللہ کی نعمت ہے آپ جسطرح ایک عظیم مقرر ہیں اسی طرح فن تدریس اور تالیف میں بھی آپکو مہارت تامہ حاصل ہے آپکی مرتب کردہ فہم دین کو میں نے بعض مقامات سے دیکھا ہے نہایت مفید اور تحقیق کا شاہکار پایا آپ نے نہایت سلیس اور شستہ زبان میں نہایت ادق مسائل کو بڑے عام فہم اور سہل انداز میں بیان فرمایا۔ اسکے علاوہ آپکی مختلف موضوعات پر تالیفات بھی نہایت تحقیقی ہیں اور اپنے صحیح معنیٰ میں مسلک حق اہلسنت کی ترجمانی فرمائی آپ نے عقائد اہلسنت کو بڑی تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے اسی طرح آپ ادارہ صراط مستقیم کے نام سے مسلک کی اشاعت وتبلیغ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کے ظاہری اور روحانی باطنی مراتب میں مزید اضافہ فرمائے اور اہلسنت پر ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

والسلام

فقیر محمد شریف رضوی

جامعہ سراجیہ رضویہ جھنگ روڈ بھکر

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
1

تربیتِ اولاد

marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ٥ وَاقْصِدْ فِىْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ٥ (پ۲۱ لقمان ۱۸-۱۷)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

ان الله وملائكته يصلون على النبى يايها الذين امنو اصلوا عليه وسلموا تسليما

الصلوۃ والسلام عليك يارسول الله

وعلى الك واصحابك يا حبيب الله

مولاى صل و سلم دائما ابدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واعظم شانہ، واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

marfat.com

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے بیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

تربیتِ اولاد

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات!

یقیناً اولاد کی تربیت ہمارے دین کے شعبہ جات میں سے ایک اہم شعبہ ہے، اگر قیمتی سرمائے کو محفوظ کرنا اور محفوظ رکھنا، یہ انسانی عقل کا تقاضا ہے تو پھر اولاد کے کردار کو محفوظ کرنا، یہ زمانے میں ایک حقیقت ہے۔

اگر پنیری کاشت کرنے کے بعد اس کو پانی دینے کی اور نگہداشت کی ضرورت ہے، تو پھر انسانی چمن کے ان پھولوں کو نگہداشت کی بھی یقیناً ضرورت ہے۔

اولاد یا انعامات کی بارش

اولاد کے بارے میں سید عالم ﷺ کے فرمودات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رب ذوالجلال کی رحمتوں اور نعمتوں کا ایک گلدستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور اس کے کرم کا ایک حوالہ ہے۔

marfat.com

بیٹی کی ولادت اور مدد کی نوید

سید عالم ﷺ کا فرمان امام عبدالوھاب شعرانی کی کتاب، کشف الغمہ میں موجود ہے، ہمارے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذَا وُلِدَتْ لِلرَّجُلِ جَارِیَۃٌ

جب کسی انسان کے ہاں اس کے گھر میں بیٹی پیدا ہوتی ہے۔

بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَھَا مَلَائِکَۃً

تو اس بیٹی کی ولادت پر رب ذوالجلال آسمانوں سے کچھ فرشتوں کو اس گھر میں اتارتا ہے۔

یَزِفُّوْنَ الْبَرَکَۃَ زَفًّا

وہ فرشتے اس گھر میں برکت لے کر آتے ہیں، اس کو برکت کی سوغات دینے کے لئے فرشتے اترتے ہیں۔

وَیَقُوْلُوْنَ ضَعِیْفَۃٌ خَرَجَتْ مِنْ ضَعِیْفٍ

اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ کمزور سی مخلوق کمزور سے باہر آئی ہے۔

اَلْقَیِّمُ عَلَیْھَا مُعَانٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

جو اس کی نگہداشت کرے گا، اس کے لئے نگران بنے گا، اس کی قیامت تک مدد کی جائے گی۔

بیٹے کی ولادت اور رب کا سلام

وَاِذَا وُلِدَ لِلرَّجُلِ غُلَامٌ

اور جب کسی انسان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کے گھر میں بچہ جنم لیتا ہے۔

marfat.com

بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ مَلَكًا مِّنَ السَّمَاءِ

تو ربّ ذوالجلال اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے۔

پہلے ملائکہ کا لفظ تھا، اب ملک کا لفظ ہے، پہلے بیٹی کی پیدائش پر کئی فرشتوں کا نزول تھا۔ اب ایک خصوصی فرشتہ اس گھر میں آتا ہے۔

فَقَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ

تو وہ فرشتہ اس بچے کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یُقْرِئُكَ السَّلَامَ ۔(کشف الغمہ: ۲۔۱/۲۸۰)

اور وہ فرشتہ کہتا ہے کہ خدا تجھے سلام کہتا ہے۔

لہٰذا انسان کے گھر میں ولادت کا جو مرحلہ آتا ہے، خواہ بچہ ہو یا بچی ہو، یہ یقیناً اس کے گھر پر ربّ ذوالجلال کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے فرشتے آتے ہیں اور انسان اگرچہ خود نہ دیکھ سکے لیکن ہمارا چونکہ ایمان بالغیب ہے اور جو کچھ رسول اکرم ﷺ دیکھتے ہیں، ہم وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ہمیں نبی ﷺ کے دیکھنے پر پورا یقین ہے اور جو وہ فرماتے ہیں، اس کے بارے میں ہم یقینِ کامل رکھنے والے ہیں۔

"وَدود" و "ولود" خاتون سے شادی

سید عالم ﷺ کا یہ فرمان بھی یقیناً اولاد کے لحاظ سے بڑا اہم ہے

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ

تم اُس خاتون سے شادی کرو جو ودود ہو اور ولود ہو، ودود کا معنیٰ ہے کہ جو خاتون الفت کرنے والی ہو اور ولود کا معنیٰ ہے کہ جس خاتون کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہونے

marfat.com

والے ہوں تم اُس خاتون سے شادی کرو۔

فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔(ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۲۰۵۰)

اس واسطے کہ میں تمہاری وجہ سے دیگر امتوں کے مقابلے میں کثرت ظاہر کروں گا کہ میری امت کے افراد زیادہ ہیں۔

کثرت اولاد خوشی کا باعث اور فخر

سید عالم ﷺ کے اس فرمان سے بھی پتہ چلا کہ انسان کا صاحب اولاد ہونا یہ اُس کی ایک مستقل شان ہے اور پھر اس کا کثیر العیال ہونا یہ کوئی اُس کا عیب نہیں ہے بلکہ اُس کا امت کی کاؤنٹنگ میں بڑا حصہ ہے کہ جس کے گھر بچے زیادہ ہیں اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ اُس خاتون سے شادی کرو جو کہ ولود ہو اسکا مطلب یہ تھا کہ اُس خاتون کی جو رشتہ دار خواتین ہیں اُن کی اولاد سے تمہیں پتہ چل سکتا ہے۔ اُس کی ہمشیرگان کے لحاظ سے، اُس کی پھوپھیوں کے لحاظ سے اور اس کی خالاؤں کے لحاظ سے۔ اس بنیاد پر رشتہ کے وقت یہ بھی دیکھو کہ وہ ولود ہے تو ولود ہونا اُسکی ایک مستقل شان ہے اور اُسکی خصوصیت ہے۔

لہٰذا آج جو فیملی پلاننگ کے ذریعے امت میں فتنہ پیدا کیا جا رہا ہے اُس کو بھی روکنا چاہئے، کہ یہ کوئی خاتون کے ہاں عیب نہیں ہے کہ اُس کو بیماری قرار دے کر اُس کیلئے کوئی بانجھ پن پیدا کر دیا جائے، بلکہ یہ تو اُس کی شان ہے۔

یہ سید عالم ﷺ کی ان گھرانوں کے لئے ایک ترجیح ہے جو کثیر الاولاد ہیں اُس کے بارے میں میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے کہ میں امم کے مقابلے میں کثرت ظاہر کرنے والا ہوں، لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد کے سلسلہ میں اپنی امت کے

marfat.com

ساتھ ایک مستقل پیار ہے۔ اس واسطے آپ چاہتے ہیں کہ اولاد ہو اور پھر اُس کی تربیت کی جائے وہ معاشرے کیلئے بوجھ نہ بنے، وہ سوسائٹی کا کوئی ناسور نہ بن جائیں۔ اس انداز میں اُن کی تربیت ہو کہ وہ چلتے پھرتے فرشتے معلوم ہوں اور اس قدر سوسائٹی میں اولاد کا حسن پیدا ہو جائے کہ جب وہ انسان جس کے وہ بچے ہیں یا بچیاں ہیں دنیا سے جارہا ہو اُن بچوں کی ماں دنیا سے جارہی ہو تو فرشتے اس کو مبارکباد دے رہے ہوں اُس کی روح کا استقبال کیا جارہا ہو کہ یہ وہ ہے کہ جس نے ملت کو حسین کردار والے پھول عطا کئے ہیں۔ اس واسطے اولاد کی تربیت کا شعبہ اسلام کی زیر نگاہ رہا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس کے مختلف ابواب اپنی امت کو عطا فرمائے ہیں۔

والدین کی تربیت کی گہری تاثیر

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ والدین کی تربیت کی تاثیر کتنی ہے تو اس کیلئے صرف ایک حدیث شریف ہی کافی ہے کہ جس میں میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ

اولاد پر جو والدین کے اثرات ہیں ایک تو اس لحاظ سے کہ وہ اولاد انہیں سے پیدا ہوئی، وہ اثرات یقیناً ہیں لیکن بالخصوص والدین کی صحبت کا جو اولاد پر اثر ہے اور والدین کی کمپنی کا جو اولاد پر اثر ہے اُس کو بیان کرتے ہوئے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح کیا کہ اگر والدین کا اپنا اخلاق اچھا ہے تو اولاد پر یقیناً اثرات مرتب ہونگے۔ اگر اُن کے اپنے اطوار اچھے ہیں تو جو اُن کے زیر سایہ پھول کھل رہے ہیں اُن میں بھی خوشبو موجود ہوگی۔ اگر اُن کا اپنا عقیدہ صحیح ہے تو یقیناً اُن کی اولاد پر بھی اُن کے اثرات مرتب

marfat.com

ہونگے اور اگر اُن کا کردار اچھا نہیں ہے، اُن کے اطوار اچھے نہیں ہیں، گفتار اچھی نہیں ہے یا اُن کے عقائد اچھے نہیں ہیں، اعمال اچھے نہیں ہیں تو یقیناً یہ اثراتِ بد بھی اُن کی اولاد کی طرف ضرور منتقل ہو جائیں گے۔

اس واسطے والدین کی تربیت یقیناً ایک گہرا اثر رکھتی ہے اور اس سلسلہ میں والدین کو پہلے اپنا کردار اچھا رکھنا چاہئے تا کہ ان کی وجہ سے خود بخود ایک ایسا سلسلہ پیدا ہو جائے کہ بغیر کسی تقویٰ کی کلاس لگانے کے اُن کے پاس بیٹھنے والے اُٹھنے والے، اُن کے ساتھ بولنے والے بیٹے اور بیٹیوں کے اندر خود بخود ایسے اثرات مرتب ہو جائیں کہ وہ اپنے والدین کے حقیقی معنوں میں وارث بن جائیں۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے کوئی بچہ پہلے دن سے برا نہیں ہوتا، کسی بچے کا دل گندہ نہیں ہوتا اور کسی کو بھی اللہ تعالیٰ دھندلا شیشہ عطا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ہر بچے کو اتنا چمکتا دل دیتا ہے کہ اگر اس چمک کو محفوظ رکھا جائے تو وہی بچہ کل زمانے کا غوث بن جائے۔

وہی مصلح ہو، وہی زمانے کا انقلابی ہو اور وہی زمانے کا سب سے بڑا کردار ہو۔

لیکن پھر کیا ہوتا ہے۔

أَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ

اس بچے کو یہودی بناتے ہیں تو والدین بناتے ہیں۔

أَوْ يُنَصِّرَانِهِ

marfat.com

یا اس کو عیسائی بناتے ہیں تو اس کے والدین بناتے ہیں۔

اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ

یا اس کو مجوسی بناتے ہیں تو اس کے والدین بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں اس کو مجوسی پیدا نہیں کرتا، میں اس کو عیسائی پیدا نہیں کرتا اور میں اس کو یہودی پیدا نہیں کرتا، میں تو اس کو فطرت اسلام پہ پیدا کرتا ہوں۔

اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی وضاحت کرر ہے ہیں کہ اس بچے کیلئے سب سے پہلی کمپنی اس کے والدین کی کمپنی ہے بعد میں دوست آئیں گے بعد میں محلے والے آئیں گے۔ والدین کا سب سے بڑا کردار ہے اگر یہاں پر والدین نے اس اپنے حسن کردار کو پیش نہیں کیا تو وہ یقیناً بچہ برا ہو جائے گا۔ اگر بچہ روزانہ اپنے والد کے وہ منصوبے سنے گا کہ رات کو فلاں جگہ چوری کرنی ہے اور فلاں جگہ پہنچنا ہے تو یقیناً بچے کے دل پر بھی چوری کے اثرات مرتب ہونگے۔ اور وہ بھی مستقبل میں بڑی چوریوں کی منصوبہ بندی کرے گا۔

اگر وہ بچہ رات کو عشاء کے بعد اپنے والد کی یہ گفتگو سنتا ہے کہ میں وقت پہ سو جاؤں تا کہ میں وقت پہ اٹھ کے تہجد پڑھوں اور میں نوافل پڑھوں تو اس میں بچے کو شوق پیدا ہو گا کہ جو کچھ میرا باپ کرتا ہے میں بھی کبھی اٹھوں اور میں بھی وہی کام کروں۔ اگر بیٹا چھوٹا سا ہے تین سال کا یا چار سال کا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں اس کی امی بھی نماز پڑھتی ہے، اس کی بہنیں بھی نماز پڑھتی ہیں اور سارے گھر والے نماز پڑھتے ہیں تو اس کو شوق پیدا ہوتا ہے وہ بغیر کہنے کے سجدے میں پڑ جاتا ہے۔ اس میں اس کام کا ذوق پیدا

marfat.com

ہوتا ہے اور اس کی فطرت میں یہ نقش بن جاتا ہے کہ رب کے دربار میں جھکنا چاہئے۔ اگر اس کا گھر معاذ اللہ برائی کا اڈہ ہے تو پھر شروع ہی سے اس کے دل کے صفحے پر برے داغ لگنے شروع ہو جائیں گے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدین کا کردار بنیادی طور پر اہم قرار دیا ہے۔ جس وقت والدین ستھرے ہونگے تو انکی اولاد کا کردار بھی ستھرا ہوگا۔ آگے پھر سارا جہ ٰن ستھرا ہو جائے گا اور انقلاب آجائے گا۔ اگر ان کا کردار برا ہوگا تو اولاد بھی بری ہو جائے گی۔

اس فرمان سے پتہ چلا کہ واقعی والدین کے کردار کا بڑا گہرا اثر ہے اور اگر کوئی انسان چاہتا ہے کہ اس کے بچے اچھے ہوں تو اسے پہلے اپنا کردار اچھا کرنا چاہئے اسکے بچے یقیناً اس کے کردار کو دیکھتے ہوئے عمومی طریقہ کے مطابق خود بخود اچھائی اختیار کرلیں گے۔

تربیت اولاد کے بنیادی عناصر

یہاں پر یہ دیکھنا چاہئے کہ تربیت اولاد کے بنیادی عناصر کیا ہیں؟

تربیت اولاد کے اہم بنیادی عناصر تین ہیں

1۔ حقوق اللہ:

سب سے پہلا بنیادی عنصر یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو سکھاتے وقت سب سے پہلے یہ پڑھائیں کہ سب سے پہلا حق تم پہ اللہ کا ہے۔ لہٰذا دنیا ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے تمہارا رب تم سے ناراض نہیں ہونا چاہئے، دنیا کا ناطہ ہوتا ہے تو ہو جائے اللہ کے

marfat.com

دربار کا ناغہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تربیت کا بنیادی پہلو ہے کہ حقوق اللہ کو اجاگر کیا جائے اور اپنی اولاد کو بتایا جائے کہ تمہارا خالق رب ہے اور وہ روزانہ کھلاتا ہے پلاتا ہے اس کا حق ہے کہ اس کو راضی رکھا جائے تو حقوق کے لحاظ سے والدین اپنی اولاد کو یہ بتائیں کہ رب کا ہم سب پہ حق ہے لہٰذا اس حق کو سمجھنا بھی ہے اور اس کو پھر بجالانے کیلئے پوری زندگی اسکا دھیان بھی رکھنا ہے۔

2۔حقوق الرسول ﷺ

دوسرا بنیادی عنصر یہ ہے کہ والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہم مومن ہیں، ہم مسلمان ہیں۔ ہم مسلمان اس لحاظ سے ہیں کہ ہم نے رب کو ایک مانا ہے اور حضرت محمد ﷺ کو اس رب کا رسول مانا ہے۔ ہمارا ایمان اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے دل کے اندر ساری کائنات سے زیادہ محبت اس ذات کے ساتھ نہیں ہو جاتی۔ جب تک ان کو ہم ساری کائنات میں سے محبوب اعظم نہ بنالیں اس وقت تک ہمارا ایمان کامل نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ حاصل ہی نہیں ہو سکے گا۔

یہ حقوق کا دوسرا شعبہ ہے۔ کہ پہلے دن سے ان کو یہ بتایا جائے کہ یہ ذات گرامی بڑی محبوب ذات ہے کہ جن کی محبت رب کائنات کا ایک تحفہ ہے، لہٰذا ان کی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے، انکی سنت کو اپنانا ہے اور پوری زندگی ان کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے گزارنی ہے۔

3۔حقوق العباد:

تربیت اولاد کے لحاظ سے تیسرا شعبہ حقوق العباد کا ہے کہ جس میں وہ اپنی اولاد کو

marfat.com

اپنے حق بھی بتائے گا اور انکی والدہ کے حقوق بھی بتائے گا، یہ سب کچھ بیان کرے گا۔ رشتہ داروں کے حقوق، خالاؤں اور چچوں کے حقوق، محلے والوں اور اساتذہ کے حقوق، یہ سارے حقوق آغاز ہی سے بتانا والدین کا کام ہے تاکہ بچے کیلئے ایک Sketch خاکہ ذہن میں موجود ہو۔ تاکہ جوں جوں آگے بڑھتا جائے اس کی سیرت میں نکھار آتا جائے اور چلتے چلتے جب وہ بلوغ کی عمر تک پہنچ چکا ہو تو اس نے اپنے شعبہ جات کے سارے سبق مکمل کر لئے ہوں۔

تربیتِ اولاد قرآن کی روشنی میں

بالخصوص پہلے یہاں سے قرآنی اقتباس کو دیکھنا چاہیے۔

حضرت لقمان رضی اللہ عنہ جو اصح اقوال کے مطابق پیغمبر نہیں تھے لیکن بہت بڑے حکیم تھے۔ ان کی حکمت بھری باتیں تھیں۔ رب ذوالجلال نے ان کا کلام آیت کی شکل میں بیان کیا۔

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔(سورہ لقمان:۱۳)

حضرت لقمان رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو کہہ رہے تھے اس حال میں کہ ان کو نصیحت کر رہے تھے کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اس واسطے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور پھر دوسرے نمبر پر فرمایا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ

اے میرے بیٹے اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز پتھر میں ہو یا آسمانوں

marfat.com

میں ہو یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ظاہر کر دے گا۔

اگر وہ نیکی ہے تو نیکی کا ظہور ہو جائے گا اگر بدی ہے تو وہ بھی ضرور سامنے آئے گی۔

اس واسطے اپنی زندگی گزارتے وقت اس چیز کو سامنے رکھو۔ کہ ایک دن سارا حساب وکتاب ہونا ہے اور ہر چیز سامنے آنی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۔ (سورہ لقمان: ۱۶)

بے شک رب ذوالجلال مہربانی فرمانے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ آگے فرمایا

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

اے میرے پیارے بیٹے نماز قائم کرتے رہنا۔

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

اور لوگوں کو اچھائی کا حکم دینا۔

وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ

اور برائی سے لوگوں کو روکنا۔ یہ شروع سے حق پرستوں کا راستہ رہا ہے۔

یعنی صرف اچھائی کا حکم دینا یا صرف برائی سے روکنا یہ حق پرستی نہیں ہے۔ یعنی دونوں چیزیں ہوں کہ اچھائی کا حکم ہو اور برائی سے روکا جائے۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ

میرے بیٹے جتنی بھی مصیبتیں آجائیں تم نے صبر کرنا ہے۔ صبر کا دامن تم نے نہیں چھوڑنا۔

یعنی آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو جائے تو کبھی بھی تم نے رب سے شکایت نہیں کرنی کہ اے اللہ تو نے مجھے کس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے بلکہ اس کی آزمائش پر صبر کرنا ہے۔

اِنَّ ذٰلِکَ من عَزْمِ الْاُمُوْرِ

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جب انسانی جگر پگھلا دینے والی مصیبتیں آجائیں اس

marfat.com

وقت جو صبر کر رہا ہے تو یقیناً وہ بہت بڑا کام کر رہا ہے۔

پھر حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

اپنا رخسار لوگوں کیلئے کبھی بھی کج نہ کرو۔

رخسار کج کرنے کا مطلب ہے کہ کسی سے گفتگو کرتے وقت اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، اس کو ذلیل سمجھنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اپنے چہرے کا یوں موڑ بنانا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ تم کچھ نہیں ہو میں بہت کچھ ہوں۔ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری گفتگو کا انداز ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا

اور زمین میں کبھی اکڑ کے نہ چلنا۔ عاجزی کو زمین پر چلتے وقت برقرار رکھنا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

بیشک رب ذوالجلال اترانے والے، تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کے ساتھ پیار نہیں کرتا۔ رب ذوالجلال عاجزی والوں کے ساتھ پیار کرتا ہے۔

پھر فرمایا۔

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ

اے میرے بیٹے درمیانی چال چلنا۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھنا

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

marfat.com

بے شک آوازوں میں جو بری آواز ہے وہ گدھے کی آواز ہے۔

یعنی جو بہت اونچی ہو جاتی ہے اس کو اَنْکَرَ الْاَصْوَات کہا گیا۔

یقیناً حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو جو ہمارے قرآن میں موجود ہے یہ ایک مستقل نصاب ہے۔ اگر والدین یہ آیات ہفتے میں ایک بار اپنے بیٹوں کو پڑھ کے سنا دیں تو رب کعبہ کی قسم ہے اولاد میں ایک نکھار پیدا ہو جائے گا اور ایک بہار آ جائے گی کیونکہ یہ نغمہ جبریل ہے، یہ کلام الٰہی ہے اور یہ حراء کی روشنی ہے، حرا کا نور ہے اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابر کرم سے برسنے والی بارش ہے، اسکے ایک قطرہ میں اتنی برکت ہے کہ اگر یہ جام اپنی اولاد کو پلائے جائیں گے تو ان کی تشنگی بھی ختم ہو جائے گی اور انہیں پھر کسی اور آئیڈیل کردار کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی انہیں فلمی سٹار کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہیں ملے گا جب پڑھیں گے تو قرآن سے سورت سامنے آ جائے گی اور اس سورۃ کی روشنی میں اپنی صورت کو سنوارتے چلے جائیں گے۔

تربیت اولاد فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں

تربیت اولاد کا جو رسول اکرم ﷺ نے ہمیں نصاب دیا ہے وہ بڑا ہی حسین ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کے راوی کہتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی رَجُلًا مَعَهٗ غُلَامٌ

رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔

فَقَالَ لِلْغُلَامِ

رسول پاک ﷺ نے بچے کو مخاطب کر کے کہا

marfat.com

مَنْ هٰذَا ؟

یہ تیرے ساتھ جو بڑا آدمی ہے یہ کون ہے؟

قَالَ اَبِیْ

اس بچے نے کہا یہ میرے والد صاحب ہیں۔ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بچے کو خود تربیت دیتے ہیں۔

یہ اسلام کا ہم پہ احسان ہے کہ عزتوں کے سارے سبق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود پڑھائے ہیں اور پھر والدین کو اپنے بیٹے اسلام کیلئے پیش کرتے وقت جھجک محسوس نہیں کرنی چاہیئے اس واسطے کہ بیٹوں کو شناخت ہی اسلام نے کروائی ہے کہ یہ تمہارے والد صاحب ہیں ان کو رب ذوالجلال نے اتنا بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

اگرچہ اس کے والد زمانے کے غوث نہیں ہیں، ولی نہیں ہیں اور کوئی قطب نہیں ہیں۔ وہ کوئی محدث اور مفسر نہیں ہیں لیکن وہ جس کے بھی والد صاحب ہیں اس کے لئے ان کا مرتبہ کیا ہے؟ میرے نبی علیہ السلام فرمانے لگے۔

فَلَا تَمْشِ اَمَامَهٗ

اے بیٹے کبھی بھی چلتے وقت اپنے باپ سے آگے نہ چلنا یہ تیرے ابا جی ہیں کبھی بھی ان سے آگے نہ چلنا کہ تیری پیٹھ ان کی طرف ہو جائے۔

وَلَا تَسْتَسِبَّ لَهٗ

اور کبھی بھی ایسا نہ ہو کہ تمہاری وجہ سے تمہارے والد صاحب کو گالی دی جائے۔ یعنی تم کسی کو گالی دو اور وہ جواباً تمہارے باپ کو گالی دے۔ لہٰذا تمہاری وجہ سے تمہارے والد کو گالی مل جائے گی۔ اسلئے فرمایا اپنے والد کو گالیاں نہ دلواتے رہنا۔

marfat.com

دوسرا اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسے کام نہ کرنا کہ تمہارے باپ کو تجھے گالیاں دینی پڑ جائیں، اپنے باپ سے گالی طلب نہ کرنا۔ یا اس لفظ کا مطلب ہے کہ تم ایسی حرکت کرو کہ تمہارے والد غصے میں ہوں اور تمہیں کچھ کہنا پڑ جائے۔ تو ایسا موقع اپنے والد صاحب کو فراہم نہ کرنا۔ نہ ان کے آگے چلنا، نہ ان کو گالی دلوانا اور نہ ان سے گالی لینے کا موقع پیدا کرنا۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا:

وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهٗ

اگر تم دونوں کہیں اکٹھے جاؤ تو اپنے والد کے بیٹھنے سے پہلے تم نہ بیٹھو۔

ایسا نہ ہو کہ تمہارے والد کھڑے ہوں اور تم ان سے پہلے بیٹھ جاؤ۔ ان سے پہلے نہ بیٹھنا۔ یہ کتنے حسین اور زریں اصول ہیں۔ دنیا کا کمل نظام اس طرح کی اپنی اولاد کو تربیت نہیں دے سکتا جو تربیت ماہ مدینہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ فرمایا: ان سے پہلے تم کبھی نہ بیٹھنا۔

وَلَا تَدْعُهٗ بِاسْمِهٖ۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۷)

اور کبھی بھی نام لیکر اپنے اباجی کو نہ پکارنا۔

سید عالم ﷺ نے اس بچے کو یہ اصل دیا تو مطلب یہ نہیں تھا کہ اسی تک محدود رہے بلکہ مطلب یہ تھا کہ قیامت تک جتنی بھی میری امت ہے سارے بچوں کو یہ سبق پڑھایا جائے اور فہم دین کورس کو اپنے لئے رحمت سمجھتے ہیں کہ یہ دین ایسا ہے کہ اس کو بھی ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اگر یہ کتابوں کے پیٹ میں دفن رہے تو پھر ہماری زندگیوں میں انقلاب کیسے آئے گا۔ اگر اس کو ظاہر نہ کیا جائے، اجاگر نہ کیا جائے تو پھر جو ہمارے لئے نبوت کا فیضان ہے وہ کیسے عام ہوگا۔

سید عالم ﷺ کا یہ فرمان میں نے بحیثیت وکیل آپ کے سامنے پیش کیا ہے لہٰذا

marfat.com

اپنے بچوں کو جو اس وقت نہیں سن رہے ان کو مائیں بھی بتائیں، ان کو والدین یہ سبق دیں کہ تمہارا ایک نصاب ہے وہ پہلی کلاس سے بھی پہلے ضروری ہے۔

اس نصاب کو پڑھوا ور اس کو بالخصوص اس طرح ذہن میں رکھا جائے آج اس سلسلے میں کچھ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔

آج ہم یقیناً اپنے اساتذہ کا بھی ادب کرتے ہیں اپنے مشائخ کا بھی ادب کرتے ہیں لیکن ان کے ادب کے ساتھ والدین کا جو ادب ہے اس کی تو مستقل حیثیت ہے جتنا احسان والدین کا بچے پر ہے۔ وہ تو ایک مستقل احسان کا شعبہ ہے لہٰذا اگر ہم اپنے مشائخ کا احترام کرتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ہم ان کے آگے نہ چلیں تو والدین کے بارے میں اصل نص موجود ہے۔

نص میں موجود ہے کہ والد تمہارا اگر چہ ان پڑھ ہو۔ اگر چہ وہ عام سا انسان ہو لیکن اس کا والد ہونا تمہارے لئے اس کی بہت بڑی شان ہے۔

لہٰذا اس کے آگے نہ چلو، جب بیٹھنے کا وقت آئے تو اس سے پہلے نہ بیٹھو۔ یہ بالخصوص اپنے ذہن میں رکھو اور پھر اس انداز میں ساری صورتحال کو واضح کر دیا کہ آداب یہاں بھی پیش نظر رکھو جیسے دیگر مقامات پر آداب ہیں ایسے ہی یہاں بھی ہوں اور کبھی بھی نام لیکر اپنے ابا جی کو آواز نہ دو بلکہ جو ادب کا قرینہ ہے اس کے مطابق اپنے والد کو بلاؤ تو والدین تربیت کرتے وقت سمجھیں کہ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کی طرف سے ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو یہ بات بتانی ہے اور بچے پڑھتے وقت یہ نہ سمجھیں کہ صرف والدین کی ہم بات مان رہے ہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ ہم کونین کے بادشاہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بات مانتے ہوئے اپنے والدین کا ادب کر رہے ہیں۔ پھر اس سے کئی گنا

marfat.com

فائدہ زیادہ ہو جائے گا۔ پھر بھی امن سے مامور ہو جائے گا اور سنت نبوی پہ عمل کا ثواب بھی مل جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے جو نصاب بیان کیا ہے اس میں ایک ایک بات گھنٹوں بحث کی مستحق ہے۔ اگر اس کے اسرار و رموز کو چھیڑا جائے تو کیا کیا خوشبو اس میں موجود ہے۔

حدیث نمبر ۲:۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو خواہ بچے ہوں یا بچیاں ہوں اُن کو نماز کا حکم دو اس حالت میں کہ ان کی عمر سات سال ہو جائے۔

سات سال کی عمر میں با قاعدہ اُن کے ذہن میں ڈالو کہ تم نے آخری سانس تک نماز پڑھنی ہے۔

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ

اپنی اولاد کو حکم دو کہ رب کے دربار کی حاضری ہے اور تم نے نماز پڑھنی ہے۔

وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ

جب دس سال کے ہو جائیں تو اب انہیں مارو۔

اگر وہ اب بھی نہیں پڑھتے تو ان کو توبیخ کے ساتھ ادب سکھاؤ اور مناسب تھوڑی سی ان کو سزا دو اور ان کو رب ذوالجلال کے دربار کی طرف متوجہ کرو۔

اب دیکھئے کسی ماں کے کلیجے میں اپنے بیٹے کا اتنا پیار نہیں ہے جتنا پیار نبی علیہ

marfat.com

السلام کو اپنی امت کے ساتھ ہے حشر کے دن جب ماں بیٹے کو بھول جائے گی اس وقت سرکار امتی کو نہیں بھولیں گے۔

جس وقت اس امتی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اُس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملجا وماویٰ ہونگے۔

گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام ہوگا
ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان مومن کوثر یہی وہ عالی مقام ہوگا
انالھا کہہ کے عاصیوں کو لیں گے آغوش مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو نبی کو اپنا غلام ہوگا

اس واسطے جو سرکار نے مارنے کا حکم دیا تو یہ نہیں ہے کہ سرکار کو کوئی پیار نہیں ہے۔

کوئی ماں کہے کہ میں اپنے پیارے کو کیسے ماروں۔ یہ دس سال کا ہو گیا ہے پھر بھی نماز نہیں پڑھتا مگر مارنے کو دل نہیں چاہتا۔ اُسے سوچنا چاہیئے کہ یہ مارنے والا لفظ تجھ سے کروڑ مرتبہ زیادہ رحمت والے آقا ﷺ نے کہا ہے۔ اس واسطے اس مار میں بھی رحمت ہے، اس مار میں بھی پیار ہے، اس مار میں شفقت ہے اور یہ دوائی اگرچہ کڑوی ہے مگر صحت اس سے ہی ملتی ہے۔

اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تربیت دینے کا جو انداز ہے۔ اُس میں تھوڑا سا حصہ مار کا ہے اور اس کو میں اس واسطے بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو گلیوں بازاروں اور سکولوں میں بورڈ لگا دیئے گئے ہیں کہ "مار نہیں پیار" اور اس طرح کی باتیں

marfat.com

ہو رہی ہیں لیکن وہاں مار بھی ہے پیار بھی ہے۔

ہم اُس دین والے ہیں جس میں پیار بھی ہے اور وقت پر کچھ مار بھی ہے۔

مار بغض اور حسد سے نہیں بلکہ مار بھی پیار کی وجہ سے ہے۔ اس واسطے میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا باقاعدہ اُن کو مارو۔

وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ۔

اُن کو سزا دو نماز کے معاملے میں جبکہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔

اس واسطے یہ مار ہے لیکن کوئی شخص اس مار کو پھٹکار نہ سمجھے بلکہ یہ رحمت کی پھوار ہے اور رحمت کی وجہ سے اولاد کی تربیت کے لئے اس تھوڑے سے حصے کو لازم کر دیا گیا ہے۔

اسکے ساتھ ہی ایک اہم حکم بھی دیا۔ آپ نے فرمایا۔

وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ ص ۵۸)

جب اس عمر کو بچے پہنچ جائیں تو ان کے بستر جدا جدا کر دو۔

بہنیں اور بھائی اکٹھے نہ سوئیں، ایک ہی بستر میں وہ نہ رہیں اُن کو جدا جدا کرو۔

قیامت تک کی حکمتیں، قیامت تک کا شعور اور قیامت تک کے اجالے اس مقام تک نہیں جا سکتے جہاں سے صدیوں قبل میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوچ گزر رہی تھی اور جہاں آپ کی سوچ کی پرواز تھی۔

جب یہ اس عمر کو پہنچ جائیں تو اب ان کے بستر جدا جدا کر دو ان کو اکٹھا نہ سونے دو۔

یہ بھی ایک مستقل نظام دیا ہے۔

پتہ چلا کہ حضور آپ کلمہ پڑھانے ہی نہیں آئے تھے کلمہ پڑھا کے سونے کے طریقے بھی بیان کرنے آئے تھے، گھر بسانے آئے تھے گھر بنانے آئے تھے اور امتی کو

marfat.com

آداب سکھانے آئے تھے۔ ہم کیوں دیکھیں کسی اور کو، جس کے گھر کچھ نہ ہو وہ کسی سے مانگتا پھرے اور جس کا گھر بھرا ہو وہ کسی کے آگے ہاتھ کیوں پھیلائے۔ ہم دنیا کے بنائے ہوئے ضابطوں کی بھیک مانگیں تو کیوں مانگیں۔ ہمیں محبوب علیہ السلام نے وہ ضابطہ دیا ہے جہاں ننھے اور ننھی کو سلانے کا طریقہ موجود ہے۔

حدیث نمبر ۳:۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں بچہ یا بچی پیدا ہونے کے بعد جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ اب زبان سے لفظ بول سکتے ہیں تو اُن کو c-a-t کیٹ نہ پڑھاؤ، اُن کو کیا پڑھاؤ؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اپنی اولاد کو سب سے پہلے جو پڑھاؤ تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھاؤ۔

سب سے پہلے تمہارے بیٹے کی زبان پر جو لفظ ہونا چاہیے قبل اس کے کہ اس کو امی کا نام یا ابو کا نام بتایا جائے یا اُس کو کچھ اور بتایا جائے۔ نہیں! میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

سب سے پہلے اپنے بچے کو جو تلقین کرو، اُس کے کان میں اور کچھ آواز جانے ہی نہ دو۔ جدھر دیکھے بہن کی طرف دیکھے، اپنے بھائی کی طرف دیکھے، ماں کی طرف دیکھے یا باپ کی طرف دیکھے، جو بھی اس سے بولنا چاہے وہ اُس کو دیکھ کر کہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

جب ہر طرف سے وہ یہی سنے گا تو یقیناً جو پہلے دن بولے گا تو یہی بولے گا۔ لہٰذا اس کے گرد کلمۂ اسلام کا پہرہ ہونا چاہیے کہ جدھر بھی دیکھتا ہے، پھوپھی کہتی ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور خالہ بھی کہتی ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اب بچے کے ذہن میں

marfat.com

نقش ہو جائے گا اور ایسا نقش ہو گا کہ خدا کی قسم آخری سانس تک پھر یہ کلمہ برقرار رہے گا۔

اس واسطے میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وَافْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ۔

اپنے بچوں کا افتتاح کرو تو اس سے اُس کی زبان پر پہلا لفظ جو آئے وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہو۔ پھر آگے فرمایا۔

وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ۔

انسانی زندگی کے دو کنارے ہیں آغاز اور اختتام۔ فرمایا جب یہ بچہ بوڑھا ہو گیا اَسّی سال کا بابا تھا چارپائی پے لیٹا تھا اب بھی اُس کے پاس ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھو یعنی وہ جدھر دیکھے آگے آواز اس کلمہ کی آئے اس کو یہ نہ کہو کہ تم پڑھو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کتنی مشکل میں ہو تو وہ کہیں انکار نہ کر جائے اور زندگی برباد نہ ہو جائے۔

آپ نے فرمایا تم اُس کے گرد پڑھو وہ جدھر بھی دیکھے گا آگے سے یہ آواز آئے گی'' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو نتیجہ کیا نکلے گا۔ آخری سانس جب نکل رہی ہو گی تو زبان پر یہی کلمہ موجود ہو گا۔

اوّل سے لیکر آخر تک یہ پورا سفر ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے یہ اُس کا آخری کلام ہونا چاہیے۔

فَاِنَّهٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِهٖ لا الہ الا اللہ وَ آخِرُ کَلَامِهٖ لا الہ الا اللہ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَةٍ۔

کیونکہ جس بندے کی کلام کا اول اور آخر لا الہ الا اللہ ہوا گر اُس کی زندگی ایک ہزار سال ہو، پہلی جو اُس نے کلام کی تھی وہ یہی کلمہ تھا اور آخری جو کلام کی ہے وہ بھی یہی

marfat.com

کلمہ تھا۔ اگر ان دو حدود میں ہزار سال زندہ رہا اور گناہ بھی ہو گئے۔

مَا سُئِلَ عَنْ ذَنْبٍ وَّاحِدٍ ۔ (جامع الاحادیث ج ۲ ص ۲۴)

ہزار سال کا ایک گناہ بھی اُس سے نہیں پوچھا جائے گا۔

اگر وہ ہزار سال بھی درمیان میں زندگی پاتا ہے۔ یہ نہیں کہ مستقل گناہوں کا عادی بن جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چھوٹے موٹے اس سے ہو گئے ہیں یہ کلمہ کی برکت ہو گی کہ اگر کلام کا افتتاح کلمہ سے ہو چکا ہے اور یہ اہم موقع ہے بعد میں افتتاح تو نہیں ہو سکے گا جب وہ پانچ سال کا یا چھے سال کا ہو جائے تو کئی باتیں اُس کے ریکارڈ میں آ چکی ہوں گی اور کئی سٹوریاں پڑھ چکا ہو گا اب لا الہ الا اللہ پڑھے گا تو وہ مرتبہ نہیں ہے جو پہلے دن کلام کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا پہلا جملہ اُس کی زبان سے جو نکلے تو وہ یہ کلمہ ہو اور آخری بھی یہ کلمہ ہو تو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں درمیان کی زندگی ہزار سال کی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس جانبین کے کلمہ کی برکت کو ساری زندگی پہ پھیلا دے گا اور اس سے کسی ایک گناہ کا بھی سوال نہیں کیا جائے گا۔

میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان حسین فرمودات کے اندر کتنی روشنی ہے کہ یہ تربیت دیتے وقت عملی زندگی کے اندر آپ نے خود متوجہ کیا۔ کہ میری امت کے بیٹے اور بیٹیاں اپنے والدین کو کیا سمجھیں اور اگر والدین اُن سے کچھ لیتے ہیں تو یہ اس واسطے کہ یہ کماتے ہیں اور والدین کھاتے ہیں یا اس طرح کا کوئی سلسلہ بنتا ہے۔ فرمایا جو کچھ بھی اپنے والدین کو دے دیں یہ بھی احسان کا اظہار نہ کریں۔

حدیث نمبر ۴:

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

marfat.com

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ مَالًا وَّ وَلَدًا وَاِنَّ اَبِیْ یُرِیْدُ اَنْ یَّجْتَاحَ مَالِیْ فَقَالَ اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ۔ (ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۳۵۳۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ

اِنَّ لِیْ مَالًا وَّوَلَدًا

میرے پاس مال بھی ہے۔ مگر آگے میری اولاد ہے۔

وَاِنَّ اَبِیْ یُرِیْدُ اَنْ یَّجْتَاحَ مَالِیْ۔

مگر میرے اباجی میرا مال لینا چاہتے ہیں۔

میں تو خود بچوں والا ہوں۔ مجھے خود ضرورت ہے لیکن میرے والد میرے بچوں کو نہیں دیکھ رہے وہ کہتے ہیں کہ مال مجھے دو۔

اس پر میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام فرمانے لگے۔

اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ۔

تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لئے ہے۔

جب تم اُس کے ہو تو تمہارا مال بھی اُس کا ہے۔ اس واسطے غصہ نہ کرو اگر وہ چاہتے ہیں تو دے دو اور انہیں بھی خیال کرنا چاہیے کہ اُس کے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور وہ بھی تو ایسے سخت دل نہیں ہو سکتے کہ ان بچوں کا لقمہ چھین کے لے جائیں۔ لیکن میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جو قانون دیا ہے۔ اُس میں واضح کیا کہ اولاد کو یہ خیال کرنا ہوگا کہ اُس کے والدین کا اس کے لیے کیا مقام ہے اور یہ بات یقیناً بڑی اہم ہے کہ ایک

marfat.com

شخص جب اپنے والدین کا لحاظ کرے گا تو اُس کے بیٹے یقیناً اُس کا لحاظ کریں گے اور اُس کا ادب کریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل فرمان اس بارے میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہتے کہ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی الله علیه وسلم بِرُّوْا آبَائَکُمْ تَبَرَّکُمْ اَبْنَاؤُکُمْ

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے اچھا سلوک کریں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ اپنے فائدے کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی اگر انسان اپنے بیٹوں کی اصلاح چاہتا ہے۔ یہ تربیت کا طریقہ Indirect ہے۔ ایک بندہ یہ چاہتا ہے کہ میرے بیٹے میرے فرمانبردار ہوں تو وہ اُن کے سامنے اپنے ابا جی کی فرمانبرداری کرے۔ اگر ایک بندہ یہ چاہتا ہے کہ میرے بیٹے میرے سامنے نہ بولیں تو وہ ان بیٹوں کے دادا جی کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولے تو بیٹوں کے ذہن میں خود نقش ہو جائے گا کہ والد کا احترام یوں کیا جاتا ہے۔

یہ حکمت سے لبریز گفتگو ہے۔

آپ نے فرمایا کہ یوں کرو گے تو تمہاری اولاد کی خود بخود تربیت ہوتی جائے گی۔ تم یہ تقاضا کرتے ہو کہ میرے بیٹے میرے مطیع ہو جائیں تو تم اپنے باپ کی فرمانبرداری کیا کرو اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ جب تم ان کے ساتھ اچھے سلوک کے ساتھ پیش آؤ گے تو تم امید رکھو تمہاری اولاد خراب نہیں ہو گی ان کے دلوں میں رب ذوالجلال تمہارا ادب و احترام ڈال دے گا۔

marfat.com

اسی طرح ایک کہاوت مشہور ہے کہ

ایک شخص اپنے باپ کو اُٹھا کے دریا میں پھینکنے جا رہا تھا۔ جب قریب پہنچا اور گرانا چاہتا تھا تو باپ نے بیٹے سے کہا اے بیٹے یہاں تو میں نے اپنا باپ گرایا تھا۔ مجھے کسی اور جگہ پہ گراؤ تو اُس بیٹے نے سمجھا کہ میرے باپ نے بھی اپنا باپ گرایا تھا اور آج میں اپنا باپ گرانے آیا ہوں تو کل پھر میرے بیٹے مجھے گرانے آئیں گے۔ لہذا وہ وہیں سے اپنے والد کو گھر لے کر چلا گیا۔ اُس کا ذہن روشن ہو گیا کہ جو اپنے والد کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے کل اُس کے بیٹے بھی اُس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے۔

اس واسطے یہ ایک تربیت کا Indirect طریقہ ہے اور یہاں پر جو دوسرا جملہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ عائلی زندگی کے ساتھ اور بالخصوص معاشرے کی تطہیر کے ساتھ اسکا بڑا تعلق ہے۔ اگر چہ اس وقت کے موضوع کے ساتھ منسلک نہیں ہے لیکن ہمارے دائی موضوع کا حصہ ہے۔

میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

وَ عِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاؤُکُمْ ۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۷)

خود پاک دامن بنو تمہاری عورتیں خود پاک دامن بن جائیں گی۔

عِفُّوْا۔

تم اپنی آنکھ کو بچاؤ۔ تم اپنے آپ کو پاک رکھو، تم اپنا کردار صحیح رکھو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہماری عورتیں گھروں سے باہر نہ نکلیں اور ہماری خواتین پردے میں رہیں۔ ہماری خواتین ہمارا احترام کریں اور کسی طرح کی عریانی فحاشی کا ارتکاب نہ کریں۔ میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اُن سے یہ تقاضا کرنے سے پہلے جو میرا تجھ سے تقاضا ہے وہ تو پورا کرو۔

marfat.com

عِفُّوا۔

تم عفیف یعنی پاک دامن بن جاؤ۔ اپنا کردار اچھا کرو اسکا یہ مطلب بھی بنا کہ تم کسی کی ماں بہن کی طرف بہو بیٹی کی طرف گندی نگاہ سے نہ دیکھو اللہ تمہاری بیٹیوں کو محفوظ رکھے گا۔

عِفُّوا تَعِفَّ نِسَآءُ کُمْ۔

تم پاکباز بن جاؤ تمہاری بیویاں تمہاری اولاد اور تمہاری بچیاں ان سب میں عفت آجائے گی، پاکیزگی آجائے گی اور وہ پاکدامن بن جائیں گی۔ یہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمارے لئے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے کہ جس جس لفظ کو دیکھتے ہو اس میں رحمتوں کے کئی سمندر آباد نظر آتے ہیں۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی طریقہ جو آپ نے دیا ہے۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمُ الْقُرْآنَ۔

اپنی اولاد کو قرآن مجید سکھاؤ۔

وَحُبَّ نَبِیِّہٖ۔

اللہ کے نبی کی محبت سکھاؤ۔ پھر فرمایا۔

عَلِّمُوْا اَبْنَآءَ کُمُ السِّبَاحَۃَ۔

اپنی اولاد کو تیرنے کا طریقہ بتاؤ۔

اب یہ مستقل ایک سبق ہے کہ جس میں عسکری شعبہ آجاتا ہے کہ اسلام کیلئے اور پھر بالخصوص جو تیر اندازی کا اُس وقت زمانہ تھا اُس کے بارے میں فرمایا کہ

marfat.com

اُس کی تعلیم دو اور یہ عسکری ٹریننگ جو مسلمانوں کو ہونی چاہیے۔ بچپن سے ہی اس کی طرف متوجہ کر دیا اور پھر فرمایا۔

اَلتُّرَابُ رَبِيْعُ الصِّبْيَانِ۔ (جامع الاحادیث ج۴ص ۱۳۸)

مٹی بچوں کی بہار ہے۔

کچھ وقت اپنے بچوں کو مٹی پہ چھوڑو کہ وہ اُس میں کھیل لیں، اس میں وہ پھلیں گے پھولیں گے۔ ہر وقت ان کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی بنا کے بند رکھو کہ وہ شیشے کی بوتلوں میں ہی بند رہیں۔

یہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکمت بھری باتیں ہیں۔ جن میں سے ہر چیز کی طرف جب ہم متوجہ ہونگے تو ہماری زندگی کے اندر ایک نیا سرور آ جائے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ جو ہمیں رسول اکرم ﷺ کی طرف سے دین دیا گیا ہے۔

اگر کوئی بندہ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے تو اس کا اجر بھی موجود ہے۔ اگر تربیت نہیں کرتا تو اس کا مواخذہ بھی موجود ہے۔

تربیتِ اولاد کا اجر۔

میرے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا اَعَانَ وَلَدَهٗ عَلٰى بِرِّهٖ۔

(کتاب الثواب نضرۃ النعیم: ۲۴۷)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ اس باپ پر رحم کرے کہ جس نے اپنی اولاد کی فرمانبرداری میں مدد کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُس باپ پر رحم کرے جس نے اپنی اولاد کو تنگ کر کے نافرمان نہیں بنایا۔

marfat.com

رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا

اللہ تعالیٰ اُس باپ پر رحم کرے۔

اَعَانَ وَلَدَهٗ۔

جس نے اپنے بیٹے کی مدد کی۔ کس بات میں؟

عَلٰی بِرِّهٖ۔

کہ وہ بیٹا اپنے باپ کی بات مانتا رہے۔

بیٹے کو مطیع بنانے میں جس نے بیٹے کے ساتھ تعاون کیا تو یہ بڑی گہری بات ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ والدین کے حقوق اور اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ساری چیزیں بڑی لازم ہیں۔ مگر والدین کو بھی اپنی اولاد کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ خواہ مخواہ ان کو اتنا Torch.er نہ کریں کہ جس کی وجہ سے اولاد تنگ ہو جائے اور اُن کے لئے اطاعت کرنا مشکل ہو جائے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ والد قابل رحم ہے۔ جس نے اپنی اولاد کو اس حال میں رکھا ہوا ہے کہ اولاد کو ان کی اطاعت کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا اور کوئی تنگی محسوس نہیں ہوتی۔ جو شخص اپنی اولاد کا یہ خیال رکھتا ہے کہ میری اولاد کہیں میرے کردار کی وجہ سے تنگ نہ ہو جائے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں دعا کرتا ہوں اللہ اُس بندے کو رحمتوں کا تاج پہنا دے۔

والدین سے تربیت کا مواخذہ:

جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُبَارَك

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آ گیا۔

marfat.com

فَشَکَا اِلَیْہِ بَعْضَ وَلَدِہٖ ۔

پس اس نے آپ کے پاس اپنے ایک بیٹے کی شکایت کی۔

یہ سن کر آپ نے اس سے ایک سوال کیا۔

فَقَالَ ھَلْ دَعَوْتَ علیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کبھی ایسا ہوا کہ تم نے اپنے بیٹے کے لیے دعائے نقصان کی ہو۔ایسا کبھی ہوا کہ تم نے اس کیلئے کوئی ایسے لفظ بولے ہوں کہ جن میں اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا گیا ہو کہ رب تمہارے بیٹوں کو تباہ و برباد کر دے۔اُس نے کہا۔

نَعَمْ

ہاں ایسا تو ہوا ہے۔تو آپ نے فرمایا

اَنْتَ اَفْسَدْتَہٗ ۔(نضرۃ النعیم: ۲۳۷)

پھر وہ خراب نہیں ہوا تو نے اُس کو خراب کیا ہے۔تیرے جملوں نے اُس کو خراب کیا ہے۔تیری وجہ سے وہ خراب ہوا ہے۔

اس واسطے جو طریقہ نبوی ہے اُس میں یہ چیزیں بھی موجود ہیں اور ان کو بالخصوص پیش نظر رکھنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو ہمیں حسن طریق دیا ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ

مَنْ عَلَّمَ اِبْنَہُ الْقُرْاٰنَ نَظَرًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ ۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵)

جو بندہ اپنے بچے کو ناظرہ قرآن پڑھا دیتا ہے۔تو پھر کیا ہوتا ہے کہ بیٹا تو پڑھ گیا۔یہ فائدہ تو ہو ہی گیا۔لیکن باپ کے پڑھانے پر اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

marfat.com

جس نے ناظرہ قرآن پاک اپنے بچے کو پڑھا دیا ہے اللہ اس کے باپ کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اس بہترین تربیت کے سلسلہ میں ایک اہم شاہد جو ہمارے پاس ہے۔ بالخصوص اس سلسلہ میں خواتین اسلامی کو توجہ کے ساتھ یہ بات سنی چاہیے۔

ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے اندر اس کو ذکر کیا ہے۔

مدینہ شریف میں ایک بہت بڑے امام ہوئے ہیں جن کو ربیعہ رائی کہا جاتا ہے۔

امام ربیعہ کے والد کا نام فروخ ہے۔

اور بنوامیہ میں حضرت فروخ جہاد پہ نکل گئے۔ یہ زمانہ مسلسل جنگوں کا تھا۔ کئی کئی سالوں تک مجاہدین جنگوں میں ہی رہتے تھے۔ اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ حضرت فروخ جب گھر سے گئے تو۔

رَبِیْعَةُ حُمِلَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ۔

انکی اہلیہ بچے کی امید سے تھی۔ حضرت ربیعہ اُن کے بطن میں موجود تھے۔ حضرت فروخ گھر سے چلے گئے اور پیچھے بیٹے کی ولادت ہوئی اور اس بیٹے کو ربیعہ رائی کہا گیا۔

خَلَّفَ عِنْدَ زَوْجَتِہٖ اُمِّ رَبِیْعَةَ ثَلَاثِیْنَ اَلْفَ دِیْنَار

حضرت فروخ اپنی اہلیہ کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑ کے گئے تھے۔

قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ بَعْدَ سَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ سَنَةً

اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت فروخ ستائیس سال کے بعد واپس مدینہ شریف آئے۔

جب وہ گھر آئے تو بیٹا پڑھ گیا ستائیس سال کا امام ربیعہ رائی دنیا میں مشہور ہو چکا تھا، جس وقت وہ فروخ اپنے گھر آئے۔

marfat.com

وَهُوَ رَاكِبُ فَرَسٍ وَفِي يَدِهٖ رُمْحٌ

وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور ہاتھ میں نیزہ ہے۔

فَنَزَلَ عَنْ فَرَسِهٖ

گھر کے باہر گھوڑے پر سے اترے

ثُمَّ دَفَعَ الْبَابَ بِرُمْحِهٖ

پھر اپنے دروازے کو نیزے سے کھٹکھٹایا تو جب دروازہ کھلا

فَخَرَجَ رَبِيعَةُ

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل آئے۔

فَقَالَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ أَتَهْجِمُ عَلٰى مَنْزِلِي

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے خدا کے دشمن تم پردوں والے گھروں کا لحاظ نہیں رکھتے اور اس گھر میں داخل ہونا چاہتے ہو، پوچھے بغیر اندر آرہے ہو، دروازے پر دستک دی جاتی ہے پھر گھر میں داخل ہو سکتے ہو۔

وَقَالَ فَرُّوْخُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ أَنْتَ رَجُلٌ دَخَلْتَ عَلٰى حُرْمَتِي

حضرت فروخ کہنے لگے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اے خدا کے دشمن تمہیں پتہ نہیں کہ پردے والے گھروں میں غیر محرم نہیں آتے، تو میرے گھر میں کہاں سے آگیا ہے۔

تو میرے گھر میں داخل ہے یہ حرمت اور احترام والا گھر ہے تجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ اسلامی گھروں کے ادب کا تقاضا کیا ہوتا ہے۔

اب دونوں کا جھگڑا ہو گیا۔ اب اتفاق ایسا تھا کہ ستائیس سال ہو گئے تھے محلے والوں میں کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ فروخ ہیں اور وہ آئے ہوئے ہیں، ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا

marfat.com

اتنے میں لوگوں نے کہا کہ آپس میں صلح صفائی کرو معاملہ سمیٹو تو فروخ کہنے لگے یہ میرا گھر ہے میں ستائیس سال پہلے جہاد پہ گیا تھا، اب میں آیا ہوں تو یہ مجھے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ یہ باتیں حضرت ربیعہ رائی کی امی نے سن لیں اور پہچان لیا کہ یہ تو میرے شوہر آئے ہوئے ہیں اور میرا بیٹا اُن کو گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا، لہٰذا انہوں نے مداخلت کی اور انہوں نے لوگوں سے کہا کہ سارے پیچھے ہٹ جاؤ فیصلہ میں کرتی ہوں۔

فَقَالَتْ هٰذَا زَوْجِيْ وَهٰذَا ابْنِيْ الَّذِيْ خَلَّفْتَهٗ

وہ کہنے لگی کہ یہ میرا شوہر ہے اور یہ میرا بیٹا ہے جس کو یہ پیچھے چھوڑ کر گئے تھے آپس میں یہ باپ بیٹا ہیں۔

باپ بیٹے کو نہیں جانتا اور بیٹا باپ کو نہیں جانتا، درمیان میں ایسا وقت گزرا ہے کہ بیٹے کی ولادت ہی بعد میں ہوئی تھی اور اب یہ واپس آئے ہیں اس پر جب انہوں نے حقیقت کو واضح کیا اور پردہ اُٹھایا تو جس وقت دونوں کو پتہ چلا

بس گیا

دونوں رو پڑے

دونوں نے آپس میں معانقہ کیا دونوں ملے کہ ہمارا تو کتنا قریبی تعلق تھا اور ہم اس طرح آپس میں الجھ رہے تھے، اسکے بعد اب ادب و احترام سے حضرت ربیعہ رائی نے اپنے باپ کو وصول کیا اور گھر میں لے گئے اور اُن کو ادب سے جا کے بٹھایا۔

اب باتیں ہو رہی تھیں، امام ربیعہ رائی کے والد نے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ میں تمہیں تیس ہزار دینار دیکر گیا تھا وہ پیسے کہاں ہیں اُن کا بندوبست کرو، چونکہ میں اتنے سالوں کے بعد آیا ہوں مجھے ضرورت ہے۔

marfat.com

اتنے میں نماز کا وقت ہو چکا تھا امام ربیعہ رائی کو اللہ نے اتنا مقام دیا ہوا تھا کہ وہ مسجد نبوی شریف میں شیخ الحدیث تھے اور حدیث پڑھاتے تھے والد صاحب کو حضرت ربیعہ گھر میں چھوڑ کے اپنی کلاس میں چلے گئے اور ایسی بڑی کلاس کہ جن میں امام مالک جیسے لوگ بیٹھے ہوئے تھے مسجد نبوی شریف میں اتنا بڑا مجمع لگا ہوا تھا اور امام ربیعہ ایک بہت بڑا تاج محدثین والا سر پر تھا اور وہ وہاں مسجد میں بیٹھ کے حدیث پڑھا رہے تھے جب ظہر کا وقت ہوا تو امام ربیعہ رائی کی امی نے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ مسجد میں نماز پڑھ آئیں اور وہ جو خزانہ میں نے دفن کیا ہوا ہے آپ آتے ہیں تو میں نکال کر دے دوں گی۔

امام ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب مسجد میں پہنچے تو مسجد میں دیکھا کہ ایک نور نگر بنا ہوا ہے وہ تو مسجد نبوی شریف ویسے ہی نور نگر ہے۔

ہر ایک درو دیوار پہ مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگار مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں سونے کے پانی کا نقش ونگار ہے فرماتے ہیں وہ سونا چاندی نہیں ہے بلکہ ہر دیوار پر ہر جگہ کہیں سورج ماتھا رگڑتا ہے کہیں چاند ماتھا رگڑتا ہے کچھ جالیاں سنہری ہو گئی ہیں اور کہیں چاندنی آ گئی ہے۔

اس لیے وہ تو ویسے ہی نور نگر ہے۔

اُس نور نگر میں ایک محدث ہے زمانہ نگاہ جھکا کے بیٹھا ہے اور بڑے بڑے بزرگ بڑی عمر کے لوگ اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت ربیعہ درمیان میں بیٹھے حدیث پڑھا رہے ہیں۔ جس وقت فروخ داخل ہوئے تو حیران رہ گئے کہنے لگے۔

marfat.com

مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ؟

اتنا بڑا استاد کون ہے ابھی پہلی ملاقات سے شناسائی بھی پوری نہیں ہو سکی تھی اور پھر اُن کا انداز بدلا ہوا تھا اپنے گھر کی حالت میں نہیں تھے وہ محدث تھے اور محدث کی صورت میں بیٹھے تھے اور یہ بھی ضروری ہے کہ محدث کپڑے خوبصورت پہنے اور عمامہ وقار والا ہو اور اس انداز میں وہ بیٹھ کے پڑھائے۔

امام ربیعہ رائی کو اُن کے ابا جی پھر نہ پہچان سکے لوگوں سے پوچھتے ہیں۔

مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ؟

یہ زمانے کا امام جن کے سامنے اتنی عظیم شخصیات بیٹھی ہیں اور حدیث پڑھا رہا ہے یہ کون ہے؟

فَقَالُوْا لَهٗ هٰذَا رَبِيعَةُ ابْنُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

تو لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا بیٹا ربیعہ رائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہ وہ حدیث پڑھا رہا ہے یہ زمانے کا محدث بن چکا ہے یہ بہت بڑا امام ہے۔

حضرت فروخ اپنی قسمت پر حیران رہ گئے کہ میں جانتا ہی نہیں تھا کہ ایسا بھی میرے گھر کے اندر نور موجود ہے اور اتنی چمک موجود ہے۔

جب نماز پڑھ کے واپس آئے تو اپنی بیوی سے کہتے ہیں میں قربان جاؤں ربیعہ رائی کی عظمتوں پر کس انداز میں اللہ نے اُس کو مقام دیا ہے اور میں حیران ہوں تمہاری محنت پر کہ میں ستائیس سال گھر میں داخل نہیں ہوا یہ کردار ہے اے ربیعہ کی امی تمہاری محنتوں کا اور تمہاری شفقتوں کا کہ تم نے تربیت کا حق ادا کر دیا ہے کہ میں اس گھر کو خالی چھوڑ کے گیا تھا جب آیا ہوں تو اُس میں بیٹا بھی ہے اور زمانے کا امام بھی ہے۔

اب دیکھئے اگر کوئی عام خاتون ہوتی تو تیس ہزار دینار ویسے ہی خرچ کر دیتی نہ بیٹے

maktabah.com

کی نگرانی ہوتی اور نہ کوئی کام ہوتا، عموی طور پر آج جو لوگ بیرون ملک رہتے ہیں اُن کی اولادیں پیچھے خراب ہو جاتی ہیں۔ انہیں کوئی پتہ ہی نہیں ہوتا، کوئی اثر ہی نہیں ہوتا لیکن وہ کتنی روشن دماغ خاتون تھیں جنہوں نے اپنے زوج کی ستائیس سالہ عدم موجودگی میں بھی اپنے بیٹے کا ٹائم ضائع نہیں ہونے دیا اور پھر اُس تعلیم میں لگایا ہے کہ پوری دنیا اُس وقت نظریں اُٹھا کے یہ دیکھتی تھی کہ یہ زمانے کا امام ربیعہ رائی جا رہا ہے

جس وقت حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابا جی نے اپنے بڑے ہی اچھے تاثرات کا اظہار کیا تو حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امی کہنے لگی اب تم مجھے ایک بات کا جواب دو۔ جو تم نے مسجد میں منظر دیکھا اور اُس کو تم دیکھ کے آئے ہو میں تم سے اس وقت یہ پوچھنا چاہتی ہوں۔

اَیُّمَا اَحَبُّ اِلَیْکَ ثَلَاثُوْنَ اَلْفَ دِیْنَارٍ اَوْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ فِیْہِ مِنَ الْجَاہِ؟

مجھے یہ بتاؤ تمہیں کیا چاہئے تیس ہزار دینار چاہئیں یا زمانے کا امام ربیعہ چاہیے تم کیا لینا پسند کرتے ہو۔

قَالَ لَا

حضرت فروخ کہنے لگے تیس ہزار دینار سے کیا ہوتا ہے اتنا بڑا امام تو کروڑوں میں بھی نہیں ملتا جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

قَالَ لَا وَاللّٰہِ اِلَّا ھٰذَا

حضرت فروخ کہنے لگے مجھے دینار نہیں چاہئیں بلکہ خدا کی قسم ہے مجھے تو ربیعہ چاہیے۔ پھر حضرت ربیعہ کی والدہ کہنے لگی۔

فَاِنِّیْ قَدْ اَنْفَقْتُ الْمَالَ کُلَّہٗ عَلَیْہِ

میں نے تیرا تیس ہزار دینار ضائع نہیں کیا میں نے خرچ کر کے تیرے بچے کو پڑھایا

marfat.com

ہے اور یہ میں نے کہا تھا کہ میں نے وہ خزانہ دفن کیا ہوا ہے۔

فَوَاللّٰہِ مَا ضَیَّعْتُہٗ ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۲۲)

خدا کی قسم میں نے اُن کو ضائع نہیں کیا بلکہ میں نے اُس کو خرچ کر کے تیرے بیٹے کو پڑھایا ہے۔

وہ تیس ہزار دینار میں نے اس کی تربیت پہ لگائے ہیں تو اب حضرت فروخ نے رب کا شکر ادا کیا کہ میری زوجہ نے میرے ساتھ وفا کی ہے دیانت کی ہے، خیانت نہیں کی۔ میرا پیسہ خرچ کیا ہے اور اسکو اس انداز میں خرچ کیا ہے کہ آج پورا زمانہ میرے بیٹے کی امامت کا منظر دیکھ رہا ہے۔

اسواسطے تربیت کے لحاظ سے ان شواہد کو بھی سامنے رکھنا چاہیے امام ذہبی نے اس کو ذکر کیا اور پھر کچھ مضمون کے لحاظ سے بعد بھی بیان کیا لیکن مکمل طور پر اسکو ذکر کیا ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک واقعہ آج کی مسلم خاتون اپنے دل کے کسی گوشے میں محفوظ کر لیتی ہے اور یہ تڑپ رکھتی ہے کہ میں نے بھی اپنے بیٹے کو زمانے کا امام بنانا ہے، میں نے بھی دنیا کو ایک امام دینا ہے، میں نے بھی دنیا کو ایک فقیہہ دینا ہے، ایک محدث دینا ہے اور ایک مفسر دینا ہے۔

میں نے دنیا کیلئے ایک روشنی کا سامان پیدا کرنا ہے کہ یہ کائنات اندھیروں سے بھر گئی ہے اور میں نے زمانے کو ایک چراغ دینا ہے۔ یہ دنیا بدبو سے بھر گئی ہے اور میں نے زمانے کو ایک گلاب دینا ہے۔ اس دنیا کے اندر چور بڑے ہو گئے ہیں اور میں نے زمانے کو ایک محافظ دینا ہے۔ اس دنیا کے اندر ایمان اور امن کے لٹیرے بڑے ہیں اور میں نے امن اور ایمان کا پہرے دار دینا ہے۔

marfat.com

اس تڑپ کو لیکر وہ اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے پڑھاتی ہے تو اُن کیلئے یہ مشعل راہ موجود ہے اور بالخصوص اگر شوہر موجود ہے تو خود خاوند کو اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہوئے اس انداز میں سوچنا چاہیے کہ کل جب میرا جنازہ نکلے، جنازہ اٹھے، میرے گھر سے چارپائی نکلے تو جنازہ کے ہمراہ فرشتے موجود ہوں کہ یہ ایک محدث کا والد ہے، محدث کا باپ ہے۔

اس انداز میں جس وقت ہم سوچتے ہیں تو یقیناً ایک انقلاب آنے والا ہے۔ اس سلسلہ میں والدین کی جو سختی ہے اسکو بیٹوں کو سختی نہیں کہنا چاہیے، جو باپ جھڑکے تو اس کو جھڑک نہیں کہنا چاہیے، باپ کی محبت والی ڈانٹ کو ڈانٹ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ میں سمجھتا ہوں جب میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا میرے والد محترم خدا انہیں لمبی زندگی دے اُس کلاس کو فارسی کا مضمون پڑھاتے تھے گرمی کا موسم تھا تو فرمانے لگے اس وقت مکئی کی فصل کو پانی کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی اولاد کیلئے والد کی ڈانٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور اُس ڈانٹ کا جتنا فائدہ اولاد کو ہوتا ہے اتنا فائدہ آج اس گرمی کے موسم میں پانی کا مکئی کی فصل کو نہیں ہے اور یقیناً اگر انسان سمجھے تو کوئی سخت معاملہ نہیں ہے۔

بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کے والدین بڑے سخت ہیں، اُس کے اباجی بڑے سخت ہیں اور وہ ڈانٹتے ہیں تو یہ سختی نہیں ہے حقیقت میں اس کے اندر بھلا موجود ہوتا ہے اور رہبری ملتی ہے۔

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہمیں تربیت اولاد کے وقت یہ اصول سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 2

تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

نہایت ہی معزز و محتشم حضرات و خواتین:

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے صراط مستقیم کے پرنور پروگرام میں آج ہم سب کو فہم دین کورس کے اکیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج کا ہمارا موضوع ہے۔

تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ

میری دعا ہے رب ذوالجلال ہمارے اس پروگرام کو زیادہ سے زیادہ بابرکت بنائے اور رب ذوالجلال میرے انداز کو تفہیم و تاثیر اور اپنی طرف سے خصوصی تنویر عطا فرمائے۔

تقلید سے متعلق چند موضوعات ہمارے گذشتہ سالوں کے کورسز میں ہو چکے ہیں۔ اُن میں سے ایک موضوع ہے کہ ہم مقلد کیوں ہیں اور ایک موضوع ہے ضرورت تقلید اور گذشتہ سال ترکِ تقلید کی تباہ کاریاں کے موضوع پر آپ گفتگو سن چکے ہیں۔ لیکن آج کا موضوع ہے تقلید کے متعلق شبہات کا ازالہ۔

چونکہ تقلید خیر القرون کے آخری عہد سے لیکر آج تک امت مسلمہ کی غالب اکثریت کا یہ نظریہ رہا ہے۔ اس لیے فقہ اسلامی اور آئین اسلامی کے لحاظ سے بھی جہاں بھی اسلام خلفاء راشدین کے بعد عملی شکل میں نافذ ہوا یا رائج ہوا۔ وہ تقلیدی تشریحات کی روشنی میں رائج ہوا۔ خواہ وہ دور عباسی ہو، خواہ وہ عثمانیوں کا دور ہو اور خواہ وہ فتاوٰی عالمگیری کی ترویج کا زمانہ ہو۔ تو اس لحاظ سے اسلام کی روشن تاریخ تقلید سے وابستہ ہے اور تقلید کے متعلق

marfat.com

مشرق و مغرب میں جہاں جہاں تک مسلم امہ موجود ہے۔ تقلید کے خوبصورت عنوان سے واقف ہے اور اسکی برکات سے زمانہ آج بھی معطر و منور ہے۔

تقلید کا لغوی معنیٰ:

تقلید کا لغوی معنیٰ ہار پہنانا ہے۔ قلادہ ڈالنا ہے۔

تقلید کا شرعی معنیٰ:

هُوَ الْاَخْذُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ ۔ (شرح عقود رسم المفتی ص ۸۴)

تقلید یہ ہے کہ مجتہد کی بات کو مان لینا دلیل کا تقاضا کیے بغیر اور دلیل جانے بغیر۔ آسان لفظوں میں تعریف یہ ہے۔

تقلید یہ ہے کہ امام کے بادلیل قول کو بغیر مطالبہ دلیل کے تسلیم کر لینا۔ امام سے دلیل پوچھے بغیر مان لینا۔ اُس قول کی یقیناً امام کے پاس دلیل ہے۔ لیکن ایک شخص جو اس پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ اُس کیلئے دلیل کا جاننا لازم نہیں ہے۔ صرف اُس قول سے واقف ہوتا ہے اور عمل شروع کر دیتا ہے اس طرح کے عمل کو تقلید کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے احکام ہوں یا سید عالم ﷺ کے فرامین ہوں اس مسئلے کیلئے بھی ہر جگہ روشنی موجود ہے۔ چونکہ یہ تھوڑا سا موضوع مشکل ہوگا تو اُس کاروان سخن کے ساتھ آپ کو چلنے کیلئے بیداری اور اس کے ساتھ اپنی دلی رغبت کو شامل کرنا ہوگا رب ذوالجلال نے قرآن مجید کی سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۴۳)

اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

marfat.com

تو اب یقیناً یہاں جس بات کے پوچھنے کا ذکر ہو رہا ہے اُس کا تعلق کوئی دنیاوی امور سے نہیں بلکہ دینی امور سے ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ دنیا کے مسائل کے لحاظ سے لوگوں کی یہ رہنمائی نہیں کر رہا کہ اگر تم نے دنیا کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو اہل ذکر کے پاس جاؤ۔ خالص دینی رہنمائی کیلئے رب ذوالجلال حکم فرمارہا ہے کہ تم اگر نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔

اہل ذکر سے پوچھنے کے بعد اگر انسان کا اُس پہ عمل کرنا ناجائز ہو تو پھر اہل ذکر کے پاس جانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں اور رب ذوالجلال کا اپنے بندوں کو اہل ذکر کی طرف بھیجنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ یہ ایک لغو حکم ہو جائے گا اور ہمارا رب لغو حکم دینے سے پاک ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ذکر کو اس قابل بنایا ہے کہ جو اُن کے پاس جائے گا وہ اس کی الجھن دور کریں گے اور دینی رہنمائی کریں گے۔ دینی رہنمائی بندہ اہل ذکر سے لے گا۔ تو اس کے بعد اُس پر عمل کرنا بندے کیلئے لازم ہو جائے گا اور وہ عمل اللہ تعالیٰ کے دربار میں باعث ثواب بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ایک ذریعہ بن جائے گا۔

اہل ذکر کا لفظ بظاہر ایک عام لفظ ہے۔ یہ قانون ہے کہ جس وقت کسی لفظ کے تمام افراد بیک مراد لئے جاسکتے ہوں۔ تو اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ

اہل ذکر سے مراد ہزاروں اور لاکھوں لوگ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہاں پر اہل ذکر سے مراد کامل اہل ذکر ہیں۔ چونکہ اسکا ہر ہر فرد تو مراد نہیں لیا جاسکتا۔ اس واسطے مطلق کا جو دوسرا قانون ہے۔ اس قانون کے مطابق ہمیں مطلق کے فرد کامل کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

marfat.com

اَلْمُطْلَقُ يَنْصَرِفُ اِلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ

اس واسطے کہ مطلق فرد کامل کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ پھر معنیٰ یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ

اہل ذکر میں سے جو کامل اہل ذکر ہیں اُن کے پاس تم جا کے پوچھو۔ وہ تمہیں بتائیں اور پھر تم اُس پہ عمل کرو۔ لہٰذا مطلق کے کامل قانون کے لحاظ سے اہل ذکر سے مراد اہل ذکر کا ہر فرد نہیں بلکہ خاص اہل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ذکر میں جو فرد کامل کی حیثیت رکھتے ہیں اُن کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔ ان لوگوں کے فتویٰ کے بعد عمل کرنا ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف عمل ہو رہا ہو۔ نہیں! جن کی طرف اللہ بھیج رہا ہے اُن کی بات پہ عمل کرنا یقیناً رب ذوالجلال کی رضا کے حصول کا سبب بن جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کامل اہل ذکر کون ہیں۔

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کریمہ ہے سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۵۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تم اچھی سے اچھی بات کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی۔

اس آیت کریمہ میں ایک ہے ما انزل کہ اللہ کی طرف سے جو نازل کیا گیا اور ایک ہے ما انزل میں احسن۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ما انزل میں جو احسن ہیں اُس پر تم نے عمل کرنا ہے، اُس کی تم نے اتباع کرنی ہے اور اچھی سے اچھی بات کو تلاش کر کے اُس کی تم نے پیروی کرنی ہے۔

marfat.com

مجتہد کی تقلید کیوں؟

جس وقت ما انزل میں سے احسن کی اتباع کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اب ما انزل میں سے احسن کو وہ بیان کرے گا۔ اہل ذکر میں سے جو فرد کامل ہے ما انزل میں سے احسن کو وہ بیان کرے گا۔ اُس کی اتباع کا اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے۔ یعنی بالواسطہ یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اہل ذکر کا جو فرد کامل ہے اُس کی اتباع کرنے کا حکم دے رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف متوجہ کیا جس کے پاس استدلال کی صلاحیت ہے، جو قرآن مجید سے مسائل کا استخراج کرسکتا ہے، مسائل کو نکال سکتا ہے۔ اب یہ پتہ چلا کہ جو کچھ یہ بیان کرے گا، وہ اپنا نہیں ہوگا بلکہ وہ رب ذوالجلال کے کلام کا ایک حصہ ہوگا۔ جو ما انزل میں سے احسن ہے اس کا حکم دیا جارہا ہے۔ تو ہمارے نزدیک جو مجتہد ہوتا ہے وہ احکام کا مثبت نہیں بلکہ احکام کا مظہر ہوتا ہے۔

ان مجتہدین کا Status حکم کو ثابت کرنا نہیں بلکہ حکم کو ظاہر کرنا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ (سورۃ الانعام: ۵۷)

حکم ضرور اللہ کا ہے۔

حکم اللہ کی طرف سے ہے۔ مثبتِ حکم اللہ تعالیٰ ہے کسی چیز کو حلال کرے تو اللہ اور کسی چیز کو حرام کرے تو اللہ۔ مجتہد کا کام کسی چیز کو حرام کرنا نہیں مجتہد کا کام کسی چیز کو حلال کرنا نہیں بلکہ مجتہد کا کام یہ ہے کہ جو حلت و حرمت لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس حلت و حرمت کو ظاہر کردے۔ لہٰذا اسلام کے اندر مجتہد کی جو حیثیت ہے اور قیاس کا جو مرتبہ ہے اس کے متعلق توضیح تلویح میں یہ بات موجود ہے کہ قیاس مثبت حکم نہیں ہوتا بلکہ یہ مظہر حکم ہوتا ہے۔

marfat.com

اس لیے مجتہد مثبتِ حکم نہیں ہوتا بلکہ مظہرِ حکم ہوتا ہے۔ حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے لیکن عام لوگوں کی وہاں تک رسائی نہیں ہے تو مجتہد نے اس حکم کو لوگوں کیلئے ظاہر کیا اور یہ اہل ذکر کا فرد کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کیلئے جو خود مجتہد نہیں ہیں، جن کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حکم کہاں واقع ہے اور کس طرح ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نہ جاننے والوں کیلئے اس جاننے والے کی بات کو لازم کر دیا ہے۔

مثال:

اس کی حیثیت مثال سے سمجھنا چاہیں تو یوں سمجھئے:

جس طرح کہ ایک برقی رو کی کیبل دس کمروں سے گذر کر گیارھویں کمرے میں جاری ہے گیارھویں کمرے میں بلب لگا ہوا ہے اور وہاں پر روشنی ہے۔ جن دس کمروں سے گذر کر آرہی ہے وہاں کوئی ہولڈر نہیں ہے، کوئی بلب نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں اندھیرا ہے۔

وہ عام سا بندہ جس کا بجلی سے کوئی تعارف نہیں ہے اور بجلی کے بارے میں جانتا نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ صرف یہاں روشنی ہے۔ لیکن جو الیکٹریشن ہے اُس کو پتہ ہے کہ جن دس کمروں سے یہ تار گذر کر آرہی ہے۔ اگر وہاں ہولڈر لگا کے بلب لگا دیا جائے تو جیسے روشنی گیارھویں کمرے میں ہے ایسے باقی دس کمروں میں بھی ہو سکتی ہے۔

اُس نے ہولڈر لگا دیا۔ تو پھر کیا ہوا؟ وہاں دوسرے کمروں میں بھی روشنی ہو گئی۔ جو پہلے دس کمروں میں روشنی ہے کیا اسکا ماخذ اور ہے؟ نہیں ایک ہی برقی رو سب کا ماخذ ہے۔ لیکن دس مقامات پوشیدہ تھے۔ یہاں پہلے بھی پاور موجود تھی۔ مگر اظہار کی ضرورت تھی۔

marfat.com

اسی طرح شریعت مطہرہ کے مجتہد کا کام ہی یہ ہے کہ یہ ہولڈر لگا کے بلب لگاتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ جتنے مسائل ہمیں معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ یہ اُسی برقی رو سے روشن ہیں کہ جس سے ایک کمرے میں پہلے روشنی ہو رہی تھی۔ یہ کسی نئے ٹرانسفارمر سے برقی رو نہیں لایا، اس نے کہیں اور سے سلسلہ نہیں بنایا۔ صرف بات یہ ہے کہ اُس کو یہ معلوم ہے کہ کہاں کہاں سے یہ برقی رو گذر رہی ہے اور کہاں سے اسکا تعلق ہے لیکن اس کو مہارت ہے اور اُس نے یہ کام کیا ہے تو دس جگہ اور بھی روشنی ہوگئی ہے۔ اگر یہی کام کوئی اناڑی کرے گا۔ ہوسکتا ہے وہ بلب لگانے میں لٹک جائے وہ خود مر جائے، اوروں کو مار دے، اور اندھیرے مزید بڑھ جائیں

یہ مجتہد کی شان ہے کہ وہ مثبتِ حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ مظہر حکم ہوتا ہے۔ حکم پہلے موجود ہے لیکن پردہ ہٹانے کی ضرورت ہے۔ اس کا کام پردہ ہٹانا ہے لہٰذا جب اسکی بات کو مانا جا رہا ہے۔ تو غیر اللہ کی بات کو نہیں بلکہ اللہ ہی کی بات کو مانا جا رہا ہے۔ لہٰذا یہ تقلید کا مطلب ہے کہ امام کے بادلیل قول کو مطالبہ دلیل کے بغیر مان جانا۔

اب جس کو روشنی سے کام ہے اُسے یہ مقصد نہیں ہے کہ پوچھتا پھرے کھمبا کہاں ہے، ٹرانسفارمر کہاں ہے، ہولڈر کیسے لگتا ہے، بلب کہاں سے ملتا ہے اُس کو روشنی سے کام ہے اگر یہ سیکھتا چلا جائے تو جو قیمتی وقت ہے وہ اسی بات میں گذر جائے گا اور جو روشنی میں کام کرنا تھا وہ سارا زمانہ ہی بیت جائے گا اس واسطے عوام کیلئے دلیل کا جاننا لازم نہیں ہے۔ وہ مجتہد پردہ اُٹھاتا ہے تو لوگوں کیلئے بھی وہ حکم عام ہو جاتا ہے۔

اب دیکھیں ایک حکم ہوتا ہے اور ایک علت ہوتی ہے۔ یہ اجتہاد ہے اور قیاس ہے کہ جہاں جہاں علت پائی جا رہی ہے۔ وہاں حکم لگا دیا جائے علت جہاں موجود ہے وہاں حکم

marfat.com

کو لگا دیا جائے۔ مثلاً شراب حرام ہے علت کیا ہے؟ کہ وہ مسکر ہے نشہ آور ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں سکر اور نشہ والی علت ہوگی وہاں وہاں حکم آجائے گا۔

ہمیں کوئی علیحدہ آیت کی ضرورت نہیں ہے کہ افیون کیلئے اور آیت نازل ہو۔ بھنگ کیلئے اور آیت نازل ہو۔ چرس کیلئے اور آیت نازل ہو۔ نہیں: بلکہ علت مشترکہ دیکھیں گے۔ جہاں وہ علت پائی جائے گی کہ جس کی وجہ سے شراب کو حرام کیا گیا وہاں علت تلاش کریں گے ساتھ ہی حکم لگتا چلا جائے گا۔

تو یہ انداز ہے مجتہدین کا جس طرح ہولڈر لگا کے بلب لگایا جاتا ہے تو یہ مجتہد کا سینہ ہے جو علوم کا مدینہ ہے۔ اُس کو مہارت حاصل ہے لہٰذا ہم پڑھیں تو ہمیں ایک آیت سے ایک مسئلہ نظر آتا ہے۔

لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ پڑھیں تو وہ اسی قرآن پاک سے پانچ لاکھ مسائل لوگوں کیلئے پیش کر دیں۔

اس صورتحال کو دیکھنے کیلئے ہم اگر پلٹ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نقطہ نظر دیکھتے ہیں تو ابن قیم کے قول کے مطابق جو اعلام الموقعین میں موجود ہے۔

سارے صحابہ کرام جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی اُن میں سے اصحاب فتوٰی ۱۳۰ ایک سو تیس اور کچھ تھے۔ یعنی ایک سو تیس سے لیکر ایک سو انتالیس تک، اسکے درمیان انکی تعداد ہے۔ اب جس وقت وہ اصحاب فتوٰی تھے تو باقی سارے اُن کا فتوٰی مانتے تھے اور ان کے فتوٰی کی پیروی کرتے تھے۔ 135 یہ اصحاب فتوٰی دینے والے تھے اور ہزاروں فتوٰی ماننے والے تھے۔ اب جتنے بھی صحابہ کرام کے فتاوی ہیں ہمارے پاس وہ کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں جو انداز ہے صحابہ کرام کو فتوٰی دینے کا وہ انداز وہی ہے جو تقلید کا انداز ہوتا ہے۔

marfat.com

یعنی صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا ہے۔ بیس کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیتے وقت یہ بتایا ہے کہ یہ چیز کس آیت سے حرام ہے اور کس حدیث سے حرام ہے یا یہ چیز کس آیت سے جائز ہے، کس حدیث سے جائز ہے۔ صحابہ کرام نے عمل کرنا ہے انہوں نے سن کے عمل کرنا شروع کر دیا۔ تو یہ شروع سے لیکر صراط مستقیم کا ایک سلسلہ ہے۔ اسی طرح عمل کرنے والے حضرات کیلئے حکم کا جاننا ضروری ہے۔ دلیل کا یاد کرنا اور اُس کا طلب کرنا ضروری نہیں ہے اور دلیل جانے بغیر جس وقت مجتہد کی بات کو مان لیا جاتا ہے تو اسکو شریعت کی زبان میں تقلید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب یہاں پر چند باتیں ضروری ہیں۔

چند سوال پہنچے تو ہم نے اُن سے صرف نظر کیا کہ وہ بچگانہ سوال ہیں۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اُن کے ترکش کے وہ آخری تیر تھے اور اس پر اُنہیں کے سارے مذہب کا مدار ہے۔

اسواسطے اُن سوالات کا جواب بھی دیں گے۔ اس سے پہلے ایک جامع گفتگو کرتے ہیں کہ جس سے ہر سوال کا جواب خود بخود سب کو سمجھ آ جائے گا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کیوں کی جاتی ہے اور تقلید کب سے شروع ہوئی ہے۔

تقلید کب سے شروع ہوئی؟

تقلید جزوی حالت میں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں موجود تھی اور اس انداز سے موجود تھی کہ ابھی قرآن نازل ہو رہا تھا تقلید والے تقلید کر رہے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جو یمن میں بھیجا تھا۔ اُن کو یمن میں فیصلہ کرنے اور

marfat.com

مسئلہ بتانے کیلئے بھیجا تھا اور پھر جب پوچھا کہ

كَيْفَ تَقْضِيْ

اے معاذ میں تم کو یمن کا قاضی بنا رہا ہوں ذرا بتاؤ تم وہاں کیسے لوگوں کے مسائل کا فیصلہ کروں گے۔ انہوں نے کہا:

اَقْضِيْ بِمَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

یارسول اللہ ﷺ میں قرآن سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر قرآن سے نہ ملا؟ تو انہوں نے کہا پھر میں سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کروں گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول ﷺ سے نہ ملا تو پھر

اَجْتَهِدُ بِرَاْيِيْ۔ (جامع ترمذی: ۱۳۲۷)

میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

چونکہ پہلے یہ تفصیلاً بیان ہو چکی ہے میں اسکی تفصیل کی طرف نہیں جاتا۔ اب یہاں یمن والوں کیلئے حضرت معاذ کی بات کو اور انکے قول کو ماننا لازم تھا کہ وہ سنیں اور عمل کریں۔ حالانکہ ابھی قرآن نازل ہو رہا تھا۔ ہو سکتا ہے جو مسئلہ لوگ حضرت معاذ سے پوچھ رہے ہیں اور حضرت معاذ اپنی رائے سے بتا رہے ہیں وہ بعد میں کسی سورت میں اتر چکا ہو، نازل ہو چکا ہو۔ اسکے باوجود رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو پابند نہیں کیا کہ پہلے میرے ساتھ رابطہ کرنا ہو سکتا ہے تمہارے بعد کچھ قرآن اترے اور وہ مسئلہ اُس میں موجود ہو۔ بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں تم جو مسئلہ اپنی رائے سے بیان کرو گے۔ وہ مسئلہ اتنا اچھا مسئلہ ہے کہ سرکار نے فرمایا میں خوش ہو گیا ہوں کہ اللہ نے میرے گورنر کو وہ

maktabah.org

بات کہنے کی توفیق دی ہے کہ جس کو سن کے میرا دل راضی ہو گیا ہے، میں خوش ہو گیا ہوں۔
اگر یمن والوں کیلئے حضرت معاذ کا قول ماننا جائز نہ ہوتا تو ہر گز اُن کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت نہ دی جاتی جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنکی تصدیق کردی ہے کہ جو تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو گے وہ صحیح ہوگا اور یمن والوں کیلئے اُسکا ماننا لازم ہے یہ تقلید شخصی کا ایک جزوی مقام ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسئلہ بیان کریں گے اور اُن کا دینی مسئلہ جو انہوں نے اپنی رائے سے بیان کیا ہوگا سارے یمن والوں پر اُس کا ماننا لازم ہو جائے گا۔

بعض صحابہ کے اپنے پیروکار

بخاری شریف جلد نمبر اص نمبر 237 پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض کے اپنے اپنے پیروکار تھے اور وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مسئلہ پوچھتے تھے اور انکی تقلید کرتے تھے۔

جس طرح کہ اہل مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھتے تھے پھر اُس پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کتنے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ مدینہ شریف تشریف لے گئے تو مدینہ شریف کے لوگوں نے ایک مسئلہ پیش کردیا۔

کہنے لگے کہ ایک عورت مکہ شریف حج کرنے گئی ابھی اُس نے طواف وداع کرنا تھا کہ اُسے حیض آ گیا تو کیا وہ وہیں رہے گی۔ حیض کے دن ختم ہونے کے بعد طواف کر کے پھر گھر واپس آئے یا اُس کو اجازت ہے کہ وہ طواف کرنے کے بغیر گھر واپس آجائے۔
آخری طواف چھوڑ دے، الوداعی طواف کو ترک کر کے وہ گھر واپس آجائے۔

جس وقت اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا تو فرمانے لگے کہ

marfat.com

تَنْفِرُ

وہ آخری الوداعی طواف چھوڑ کے جا سکتی ہے۔

اُس کو اس حالت میں طواف چھوڑ کے گھر جانے کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حیض کے اختتام کا انتظار کرے پھر طواف وداع کرے۔ وہ عورت حیض کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ گھر چلی جائے۔

اب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھنے کے بعد اہل مدینہ کہنے لگے۔

قَالُوْا لَانَاْ خُذُ بِقَوْلِكَ وَ نَدَعَ قَوْلَ زَيْدٍ؟

ہم آپکے قول پر عمل نہیں کریں گے کہ حضرت زید بن ثابت کے قول کو چھوڑ دیں؟

مدینہ والوں نے کہا اے عبداللہ بن عباس ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بات مانیں گے۔ ہم پہلے اُس سے مسئلہ پوچھتے ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا موقف اس بارے میں یہ ہے کہ اُس عورت کو وہیں ٹھہرنا چاہیے۔ جب حیض ختم ہو تو پھر طواف کر کے گھر جائے۔

اب اس سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی مسائل میں ایسا اختلاف تھا اس میں اُن کے ماننے والے بھی تھے۔ مدینہ شریف والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے کہنے لگے اے ابن عباس ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ حالانکہ مسئلہ انہوں نے خود پوچھا ہے۔ جب انہوں نے بیان کر دیا تو کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم تو حضرت زید کی بات مانیں گے۔ نہ ابن عباس نبی ہیں اور نہ حضرت زید نبی ہیں لیکن صحابہ ان کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔ صحابہ ان سے مسئلہ پوچھتے ہیں، ان سے فتویٰ لیتے ہیں اور صحابہ کرام ان کے فتویٰ کے مطابق عمل

marfat.com

بھی کرتے ہیں۔ پتہ چلا کہ آج ان لوگوں نے جو نعرہ بنالیا کہ کتاب وسنت ہمارے لئے کافی ہے اوراس کے سوا ہم کسی چیز کو نہیں مانتے۔ پھر اہل مدینہ حضرت زید کی بات کو کیوں مان رہے ہیں اور اہل مکہ حضرت عبداللہ بن عباس کی بات کو کیوں مان رہے تھے۔

پتہ چلا کہ ان کی بات کو ماننا قرآن وسنت کے شعبے کا ایک حصہ ہے۔ چونکہ وہ اسی کو ظاہر کررہے ہیں۔ لہٰذا خود صحابہ کرام میں تقلید کا ایک دور موجود تھا۔

اگرچہ ہم یہ کہیں گے کہ تقلید پوری طرح، کلی طور پر جو رائج ہوئی تو اُس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے۔ انہوں نے فرمادیا کہ تقلید اپنے پورے انداز کے ساتھ اس وقت رائج ہوئی جب امت کا کارواں دوصدیوں کا سفر طے کرچکا تھا۔

تقلید کلی طور پر دوصدیوں کے بعد رائج ہوئی

اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ایک حتمی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ''الانصاف'' کے اندر فرماتے ہیں۔

بَعْدَ الْمِئَتَيْنِ ظَهَرَ فِيهِمُ التَّمَذْهبُ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ بِاَعْيَانِهِمْ

دوصدیوں کے بعد ایک امام کی فقہ پر کاربند ہوجانے کا، کسی ایک امام کے مقلد ہوجانیکا سلسلہ شروع ہوگیا۔

وَقَلَّ مَنْ لَا كَانَ يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذْهَبٍ (الانصاف مخطوط، ص۳۱،)

بہت کم تھا جو کسی فقہ کا پیروکار نہ ہو۔

غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے

اور دوصدیوں کے گذر جانے کے بعد جب تقلید شروع ہوئی ہے تو شاید کوئی شاذو

marfat.com

نادر ایسا بندہ ہو جو کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ ساری کی ساری قوم اور سارے خری کے سلسلہ کے لوگ اور اسلام کی ابتدائی عظمتوں کے ان حامل لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرمانے لگے:

وَكَانَ هٰذَا هُوَ الْوَاجِبُ

اور یہ تقلید اُن پر واجب ہو چکی تھی۔

اُس وقت اُن پر تقلید فرض تھی۔ لہٰذا تقلید کا آغاز اجتماعی شکل میں اور اس انداز میں دو صدیوں کے بعد ہوا لیکن اصل میں جزوی طور پر شخصی تقلید پہلے بھی موجود تھی۔ لیکن پھر دو صدیوں کے بعد اس کو واجب سمجھا گیا۔ اس حیثیت کے ساتھ تقلید کی ابتداء ہوئی۔ اسکے بھی مستقل اسباب تھے کہ پہلے اس کی حیثیت وجوب والی نہیں تھی۔ لیکن پھر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہر بندے پر جو مجتہد نہیں تھا۔ اس کیلئے مقلد ہونا شرعی طور پر واجب ہو چکا تھا۔

جب رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام کا عہد زریں جہاد سے بھرا ہوا تھا۔ روزانہ جنگیں اور معرکے تھے۔ کہیں منکرین زکوۃ سے جنگ تھی۔ کہیں مرتدین سے جنگ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ حدیث کی تدوین کا کام بھی صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں ہو سکا کہ حدیث شریف صحابہ کرام کے زمانہ میں مدوّن ہو جاتی اور احادیث کو جمع کر لیا جاتا اور احادیث کی کتابیں لکھی جاتیں۔ اگرچہ نفس کتابت حدیث تو خود رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں ثابت ہے۔ اسکے کئی اسباب تھے۔

1 پہلا سبب:

اس وقت اُنکی مصروفیت زیادہ تھی اور روزانہ نئے افق پہ اسلام کی شمع کو روشن کرنا تھا۔ لوگوں کو کلمہ پڑھانا تھا۔

marfat.com

2دوسرا سبب:

كَانَتْ قُلُوبُهُمْ صَنَادِيقَ عُلُومِهِمْ

اُن کے دل ہی علوم کے صندوق تھے۔

اُنہیں یہ ضرورت ہی پیش نہیں ہو رہی تھی کہ ہم کچھ لکھیں اور کتاب بنائیں پھر اس کو پڑھیں اور اُس کو پڑھائیں۔ جوان کے اندر علم کے صندوق موجود تھے اُسی پر اکتفا کر رہے تھے۔

3 تیسرا سبب:

عہد نبوی سے کاروان جوں جوں دور جا رہا تھا اس میں تبدیلی آ رہی تھی، تغیر آ رہا تھا۔ لوگوں کے اندر تقویٰ کا گراف گر رہا تھا۔ اور نئی نئی چیزیں آ رہی تھیں۔ اسکی وجہ سے بھی بعد میں ایک اہم کام کی ضرورت تھی لیکن صحابہ کرام کے جہاد کی برکات اتنی تھیں کہ اگرچہ بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ مگر ایسے لوگ ابھی سوسائٹی میں نہیں آئے تھے کہ جن کی وجہ سے امت کے کاروان کے لٹ جانے کا خطرہ ہو اور فکری محاذ پر وہ اتنے تیز ہو چکے ہوں کہ باقاعدہ کسی قانون کی ضرورت آ چکی ہو۔ لہٰذا صحابہ کرام کا دور یوں گذرتا گیا اور کارواں آگے بڑھتا گیا۔ لیکن جس وقت دو سو سال کا زمانہ بیت چکا تھا اب بعد میں جو صورتحال تھی کہ تقویٰ کمزور ہوا اور مختلف فرقے بن گئے۔ کہیں قدریہ ہیں اور کہیں جبریہ ہیں۔ کہیں خوارج و روافض اور کہیں معتزلہ ہیں۔ اب ضرورت تھی کہ ملت کیلئے قانون کو اس طرح بنا دیا جائے کہ کسی شخصیت کے پیچھے لگ کے اُس وقت کی ضرورت کے مطابق دین کو محفوظ کر لیا جائے اور اس دین پر عمل کیا جائے۔

لہٰذا یہ سبب بنا اور اسکو ضروری سمجھا گیا کہ کوئی بندہ اُس وقت تک دین محفوظ نہیں کر

marfat.com

سکتا۔ جب تک وہ کسی امام کا مقلد نہیں بن جاتا۔ لہذا ایسے حالات کے اندر تقلید شروع ہوگئی اور پھر بالاتفاق پوری امت نے اسکو اپنے لئے زیور سمجھا اور اجماعی عقیدہ کے مطابق چار اماموں میں سے ایک امام کا مقلد ہو جانا اسکو سب نے عوام کیلئے لازم قرار دے دیا۔

تقلید کے اسباب حدیث کی روشنی میں

اب ایسی صورتحال کے اندر جس وقت ہم تقلید کے اسباب کو دیکھتے ہیں تو سید عالم ﷺ کا یہ فرمان سامنے رکھنا چاہیے۔

آپ کا یہ فرمان بخاری شریف جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 1047 پر موجود ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس زبیر بن عدی آئے اور انہوں نے حجاج کی شکایتیں کیں کہ حجاج کے مظالم بڑے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے

اِصْبِرُوْا

حجاج کے مظالم پر صبر کرو۔

اِنَّهٗ لَا یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِیْ بَعْدَہٗ شَرٌّ مِّنْهُ

جتنا بھی بعد کا وقت آئے گا وہ پہلے سے زیادہ شر والا ہوگا۔

جوں جوں بعد کے حالات آتے جائیں گے ابھی تو حجاج ہے اس سے زیادہ شر بھی آسکتا ہے۔ لہذا صبر کرو۔ جس وقت آپ نے بیان کیا تو سننے والوں کو تعجب ہوا کہ کیا یہ واقعی حقیقت ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت سے امت کا کارواں آگے بڑھتا جائے گا تو شر آتا جائے گا اور فساد آتا جائے گا تو حضرت انس بن مالک کہنے لگے۔

سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِیِّکُمْ

یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ یہ بات میں نے نبی علیہ السلام سے سنی ہے۔

marfat.com

لہٰذا اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص بعد کے حالات کو صحابہ کرام کے حالات کے ساتھ مساوی کرنا چاہے کہ جیسے صحابہ کرام کے اطوار تھے ایسے ہی بعد والوں کے ہونے چاہئیں۔ اُسے سوچنا چاہیے کہ جب سوسائٹی تقویٰ سے بھری ہوئی ہو اُس کے پیمانے اور ہوتے ہیں اور جب سوسائٹی میں ظلم آ جائے تو اس وقت کے انداز اور ہوتے ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرام کا وہ زمانہ کہ جس وقت تقلید کو بحیثیت اجتماعی لازم قرار نہیں دیا گیا تھا اُس وقت اسکی ضرورت نہیں تھی۔ جس وقت بعد میں شریر پیدا ہو گئے، دین کو لوٹا جانے لگا تو اب یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ امام ہونا چاہیے تا کہ وہ امام امت کی قیادت کرے اور قرآن وسنت کے حقیقی فیصلوں سے لوگوں کو آشنا کرتا رہے۔

صحابہ کرام اور بعد والوں کے حالات میں فرق

لوگ صحابہ کرام کی بات کرتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے اور یہ کہنا آسان بھی بڑا ہے۔ کہ صحابہ کرام نے نہیں کیا تھا تم کیوں کرتے ہو۔

لیکن سوچنا چاہیے کہ صحابہ کرام کے زمانے کے حالات، اُن کی ضرورتیں، اُن کے معمولات اور جو اُس وقت کی صورتحال تھی۔ سب کو پیش نظر رکھنے کے ساتھ ہمیں یقیناً اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ صحابہ دین کی جڑ ہیں۔

صحابہ کرام اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں

ہم جڑ نہیں ہیں بعد والے سارے ٹہنیاں ہیں۔

جڑ اور ٹہنی کا تعلق آپس میں بڑا ہوتا ہے۔ جڑ نہ ہو تو ٹہنی نہیں آتی اور جڑ ہی نہ ہو تو ٹہنی ہری نہیں ہوتی۔ جڑ سلامت نہ ہو تو ٹہنی کے پتے نہیں ہوتے۔

marfat.com

لیکن یہ فرق ضرور ہوتا ہے کہ جڑ پہ پتے نہیں ہوتے ٹہنی پے پتے ہوتے ہیں جڑ پے پھول نہیں ہوتے، ٹہنی پے پھول ہوتے ہیں۔ہم صحابہ کرام کے اصل ہونے کے معترف ہیں اور وہ دین کی جڑ ہیں۔ ہمارا اُن کیساتھ ربط ہے۔ بعد والے جتنے بھی آئے ہیں اُن سب کو صحابہ کرام کے ساتھ ایک پلڑے میں تولیں تو یہ ناانصافی ہوگی۔ اس واسطے کہ جڑ کے حالات اور ہوتے ہیں ٹہنی کے حالات اور ہوتے ہیں۔

یہاں سے یہ بات، بالکل ثابت ہوگئی کہ بعد میں جب ضرورت پڑی تو تقلید ایک حصار ہے۔قلعہ ہے، پہلے یہ تھا جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے لیکن بعد میں لازم ہوگیا۔

رسول اکرم ﷺ کا جامع ترمذی میں یہ فرمان موجود ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ

آخر زمانے میں ایسی قوم نکل آئے گی جو دین کے ذریعے دنیا طلب کریں گے۔

يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ

لوگوں کے لیے نرمی ظاہر کرتے ہوئے بھیڑوں کی کھالیں پہن لیں گے۔

وہ لوگوں کیلئے بھیڑوں والے خول پہن لیں گے۔ اُنکے لباس بھیڑوں والے ہونگے۔

أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ

اُنکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی۔

قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ۔ (جامع ترمذی ۲/ ۶۶، مشکوۃ شریف: ج ۵۳۲۳)

مگر اُن کے دل بھیڑیوں والے ہونگے۔

ایسی قوم نکلے گی جن کی کھالیں بھیڑوں والی ہیں اندر سے بھیڑیے ہیں جن کی

marfat.com

زبانیں بڑی میٹھی ہیں اندر سے کڑوے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کا کام کیا ہوگا؟

یہ دنیا کو دین سے ملا دیں گے اور دین کو دنیا سے ملا دیں گے۔ جب ایسا وقت ہو کہ ملاوٹ ہونے لگے تو اب پہرے دار کی ضرورت ہے۔ جب ملاوٹ نہیں تھی تو اس وقت کیلئے یہ تقاضا کرنا کہ اُس وقت بھی اتنے ہی گارڈ ہوتے اور اتنے ہی پہرے دار ہوتے تو یہ کوئی عقل کا تقاضا نہیں ہے اور اس کی کوئی مقبولیت نہیں ہے۔

لہٰذا جس وقت امت کو Protection کی ضرورت تھی اور احصار کی ضرورت تھی رب ذوالجلال نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ جیسے لوگ اس امت کو عطا فرما دیئے کہ جس وقت وہ قومیں (خوارج وروافض وغیرہ) پیدا ہو رہی ہیں کہ جو اندر سے بھیڑیئے ہیں اور بھیڑوں والی کھالیں پہنی ہوئی ہیں اور دین کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ اب ضرورت تھی کہ کسی بچانے والے کا دامن پکڑا جائے اور اس دامن کے پکڑنے کے عمل کو تقلید کہا جاتا ہے۔ اور جس کا دامن پکڑا جائے اُس کو امام کہا جاتا ہے۔

اب جس وقت تقلید کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو اس میں صحابہ کرام کا زمانہ اور بعد والا فرق اس کے لحاظ سے گواہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب آج جو ہم سے یہ تقاضا کرے کہ صحابہ کرام میں بھی ایسی تقلید ہو کہ جیسے تم حنفی ہو کچھ صحابہ صدیقی ہوں تقلید کے لحاظ سے اور کچھ صحابی فاروقی ہوں فقہ کے لحاظ سے اور کچھ فقہ کے لحاظ سے عثمانی ہوں۔ ہم اُن سے کہیں گے کہ اگر ایک شخص اپنی زندگی کے بیس سال تک بیمار نہیں ہوا اور اکیسویں سال بیمار ہو گیا ہے جس وقت وہ بیمار ہوا تو اُس کو ڈاکٹر نے دوائی دی۔ آج اگر کوئی اُس سے جھگڑا کرے پہلے بیس سال تجھے یاد نہیں آیا کہ تو دوائی کھاتا

marfat.com

آج تو نے شروع کردی ہے۔ یہ تو کیا کام کررہا ہے۔ بگاڑ پیدا کررہا ہے۔ تو ایسے شخص کی عقل کا ماتم نہ کریں تو کیا کریں۔ کہ جب بیس سال ضرورت نہیں تھی تو پھر دوائی کھانا بیوقوفی تھی اور جب ضرورت ہو تو پھر نہ کھانا بیوقوفی ہے۔

صحابہ کرام کا زمانہ تھا اُس وقت اس دوائی کی ضرورت نہیں تھی لیکن جب ضرورت پڑ گئی اُس وقت بھی اگر اس کا انکار کردیا جائے اور اس کو غیر ضروری کہہ دیا جائے تو یہ کسی عقلمند انسان کی بات نہیں ہوسکتی۔ اُس شخص کے دماغ کا علاج کرانا چاہیے کہ حالات کا اپنا تقاضا ہوتا ہے اور مجتہدین نے امت کے تقاضوں پر پوری طرح پہرہ دیا ہے۔

اس واسطے حضرت شاہ ولی اللہ جیسا شخص ویسے تو نہیں کہتا

کہ امت پر تقلید کرنا دو صدیوں کے بعد واجب ہوگیا تھا کہ جب چور پیدا ہوگئے تو ضروری ہوا کہ کسی امام کی اقتداء کی جائے، امام کے پیچھے چل کے دین کو آگے پھیلایا جائے۔ لہٰذا یہ وجوب تھا جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی نہیں بلکہ اور بھی درجنوں امت کے محدثین نے ذکر کیا ہے اور امت کا اس بات پر اتفاق تھا تب ہی تو چاروں فقہ پر پوری ملت کو محبوس رکھا گیا۔ کہ یہی حق ہے اور اسی پر پابند رہو۔ اس واسطے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رب ذوالجلال کے فضل سے آج تک یہ سلسلہ ملت اسلامیہ کے جمہور میں اُسی طرح موجود ہے۔ اب غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے چند سوالات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 1:۔ ایک ہی امام کی تقلید کیوں؟

اس مقام پر غیر مقلدین بڑا اہم سوال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ پھر ایک امام کیوں ضروری ہے۔

marfat.com

چلو ٹھیک ہے ہم مان لیتے ہیں کہ امام ہونا چاہیے۔ لیکن ایک کیوں ہونا چاہیے۔ کئی امام ہوں اور پھر جہاں سے اچھا ملے وہاں سے لے لو۔ کچھ باتیں کسی کی مان اور کچھ باتیں کسی کی مان لو۔ اُن کے پاس ایک ہی دلیل ہے۔

یعنی نماز کا مسئلہ اگر کوئی شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہے تو یہ ضروری نہیں تھا کہ زکوٰۃ کا مسئلہ بھی انہیں سے پوچھے۔ زکوٰۃ کا مسئلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھ سکتا تھا۔

جو زکوٰۃ کا مسئلہ حضرت فاروق اعظم سے پوچھے یہ ضروری نہیں کہ روزے کا مسئلہ بھی انہیں سے پوچھے۔ روزے کا مسئلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھ سکتا تھا۔

جب یہ لازم نہیں تھا کہ ایک ہی سے پوچھا جائے۔ اُس وقت اختیار تھا جس سے چاہو پوچھ لو۔ جس وقت وہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں ایک کو فقہ کے لحاظ سے امام بنانا لازم نہیں تھا۔ خلافت کے لحاظ سے ان سے علیحدہ صورتحال تھی۔ وہاں جس وقت ایک کی تقلید اتنی لازم نہیں تھی تو بعد میں پھر ایک کی تقلید لازم کیوں ہو گئی۔ یعنی جو حنفی ہے وہ حنفی فقہ میں رہے۔ اور جو مالکی ہے وہ مالکی فقہ میں رہے۔ جو حنبلی ہے وہ حنبلی فقہ میں رہے اور جو شافعی ہے وہ شافعی فقہ میں رہے۔

جواب: اس کے جواب کو سمجھنے کیلئے دو حیثیات کو سامنے رکھنا چاہیے۔

1 پہلی حیثیت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں فقہ کے لحاظ سے گروپ نہیں تھے کہ یہ عثمانی ہے وہ جس سے چاہتے تھے پوچھ لیتے تھے۔ اس کا سبب کیا تھا، مطلب کیا تھا؟ کہ کوئی صحابی

marfat.com

ایسے نہیں تھے جو دین کے سارے شعبہ جات کے لحاظ سے مسئلہ بتاتے ہوں۔انہوں نے شعبے بانٹے ہوئے تھے اور اس لحاظ سے انہوں نے اصول نہیں بنایا ہوا تھا کہ ہر مسئلہ ہم اخذ کریں گے اور ہر مسئلہ ہم بتائیں گے۔

جس وقت خلفاء راشدین میں حدیث کی روایت ہم دیکھتے ہیں تو صرف چند سو روایات خلفاء راشدین سے مروی ہیں۔اُس سے آگے سلسلہ نہیں چلتا تو پتہ چلا کہ اُن لوگوں کے ہاں جس موقع پر وہ سرکار ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔وہ حدیث سامنے تھی وہ کسی نے پوچھی تو بیان کردی اور جس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے تو جب کسی نے پوچھی تو اگلے کے پاس اُس کو بھیج دیا۔

2 دوسری حیثیت

ہر شخص کے پاس دین کا پورا سلیبس لوگوں کو فتویٰ دینے کے لحاظ سے تیار کیا ہوا موجود نہیں تھا۔چونکہ اُن کو جتنا ملا ہے اتنا محفوظ کیا ہے۔ابھی تدوین بعد میں ہونی ہے اور باقی کے معاملات بعد میں ہونے ہیں۔چونکہ صحابہ کرام نے اپنے اپنے اصول وضع نہیں کیے تھے۔لہٰذا پھر ایک کی مکمل تقلید کس طرح ہوسکتی تھی۔ایک سے جتنا ملتا تھا اتنا لیتا تھا۔ دوسرے سے جتنا ملتا تھا اتنا لیتا تھا۔اول سے لیکر آخر تک کہ نماز بھی، زکوٰۃ بھی، روزہ بھی، حج بھی اور طلاق بھی، زراعت بھی، عتاق بھی یہ سارے شریعت کے جو سینکڑوں باب ہیں ان سب میں جب ایک صحابی سے ساری احادیث مروی نہیں یہ سبب تھا کہ ایک صحابی کی مکمل طور پر تقلید نہیں کی گئی۔جتنا جہاں سے ملا ہے۔اتنا وہاں سے لیا ہے اور پھر اگلے کے پاس سفر کیا گیا ہے۔

ہم اس دور کی بات کررہے ہیں کہ جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے

marfat.com

شریعت کا مکمل اصول مدون کر دیا تو اب وقت آ گیا کہ ایک سے پوچھو اور ہر بات پوچھو اور اس میں اسکے پیچھے پکے ہو جاؤ۔

یہ ظاہر ہے اور واضح ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے اگر چہ جن سے حدیثیں تھوڑی بھی روایت ہیں تو ان کا ایک لمحہ سرکار ﷺ کو دیکھ لینا وہ بعد والوں کے کروڑوں سالوں سے بھاری ہے اور علوم کے لحاظ سے اُنکا یہ مرتبہ ہے لیکن پھر با قاعدہ اصحاب فتویٰ ایک سو اتالیس کیوں تھے، تو ماننا پڑے گا کہ کچھ اسباب تھے، تقسیم تھی، درجہ بندی تھی اور اُس کے لحاظ سے کام چلتا تھا تو وہاں پر چونکہ مسلسل جہاد کا زمانہ تھا غزوات کا مسلسل دور تھا، ابھی تک حدیث کو بھی مدون نہیں کیا گیا تھا۔ یہ اصول فقہ کی بات تو بعد میں تھی۔ اس واسطے جتنا جس سے ملتا تھا اتنا ہی اس سے لینے کی اجازت تھی۔ باقی اگلے کے پاس سے لینا ضروری تھا۔ لیکن جب مکمل دین کے سارے شعبہ جات پر ایک فقہ مرتب ہو گئی اور سب کچھ اُس میں موجود ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ایک مسئلہ کسی سے لے اور دوسرا مسئلہ کسی سے لے۔ اسکی جو خرابی ہے وہ بہت بڑی ہے اور گزارا ہونے کیلئے یہاں سب کچھ موجود ہے۔

اس واسطے اب اُس کو ایک فقہ میں رہنا پڑے گا۔ دوسری فقہ کی طرف جانا اُس کیلئے جائز نہیں ہے۔

ہر امام کی تقلید کرنے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا

اس میں خرابی یہ ہے کہ اگر اس کو جائز قرار دے دیا جائے کہ جس کی جہاں سے مرضی آئے وہاں سے فتویٰ لے لے۔ خواہ مالکی ہے تو وہ حنبلیوں کے پاس چلا جائے۔ حنبلی ہے تو شافعیوں کے پاس چلا جائے۔ نماز کا مسئلہ شافعیوں سے پوچھ لے اور زکوۃ

marfat.com

کا مسئلہ حنبلیوں سے پوچھ لے روزے کا وہ حنفیوں سے پوچھ لے۔ اگر یہ قرار دے دیا جائے۔ تو پھر دو بڑی خرابیاں لازم آئیں گی۔

1 پہلی خرابی

ایک تو یہ ہوگا کہ انسان اپنی پوری زندگی مکلف بن ہی نہیں سکے گا۔

2 دوسری خرابی

دوسرا یہ ہوگا کہ روئے زمین سے حرام نام کی چیز ہی ختم ہو جائے گی۔ اب تو شریعت میں کچھ چیزیں حلال ہیں اور کچھ حرام ہیں۔ ہر بندہ ان کا مکلف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہر امام کی مانو تو پھر یہ دو خرابیاں ہوں گی اور ان دونوں سے دین ختم ہو سکتا ہے۔ اگر یہ ہو کہ زمین پر کوئی بندہ مکلف نہیں تو مطلب کیا ہوگا کہ اللہ کا نظام معطل ہو چکا ہے، قرآن کو عملاً ماننا لازم نہیں رہا۔

یہ دو خرابیاں اس وجہ سے لازم آئیں گی کہ جب ایک ہی امام کو اپنا امام نہیں مانا جائے گا۔ جب ہر طرف ہر دیگ کا چمچہ بننا چاہے گا تو اس کے بعد دین کی اساسی حیثیت ختم ہو جائے گی۔

مثال

اس کو سمجھنے کیلئے یہ مثال سامنے رکھیئے۔

کسی شخص کو ایک مسئلہ پیش ہو۔ امام شافعی کے نزدیک وہ کام کرنا حلال تھا لیکن امام مالک کے نزدیک یہ کام حرام تھا۔ اب ایک بندہ امام مالک کا مقتدی ہے تو اس نے کہا کہ امام شافعی کے پاس اس کی چھوٹ ہے تو میں ادھر چلا جاتا ہوں۔ اب اُس نے اس کو حلال سمجھ لیا۔ جبکہ قانون اوپر یہ ہے کہ جس کی مرضی ہو جو لے لے جب حلال وحرام کا

marfat.com

مقابلہ ہوگا اب یہ بندہ حلال کے کیمپ میں داخل ہو جائے گا۔ جب بھی کسی جگہ سختی ہوگی حلال وحرام کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا اور بندے پر پابندی ہوگی کہ یہ تم پر حرام ہے تم نے اسکو نہیں کرنا تو وہ کسی دوسرے کیمپ میں داخل ہو کے وہ کام کرے گا اور کہے گا کہ میرے لئے حلال ہے۔ اس طرح کیا ساری زندگی اُس کو شریعت کا مکلف بنایا جائیگا؟ ساری زندگی وہ بندہ شریعت کا پابند نہیں ہو سکے گا۔ چونکہ جہاں سے اُس کو حلال نظر آئے گا وہ وہاں ہی داخل ہو جائے گا۔ ایسا کوئی بندہ نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے شترِ بے مہار بنایا ہو۔ یہ شترِ بے مہار بننے سے تب بچ سکے گا جب وہ ایک امام کا جھنڈا پکڑے گا اور آخری سانس تک تھامے رکھے گا۔

دوسری طرف اگر یہ جائز ہو جائے تو پھر حرام نام کی چیز ختم ہو جائے گی۔ اب ہمارے لئے باقاعدہ کچھ محرمات ہیں اور کچھ حلال ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ ۔ (سورۃ النساء:۲۳)

تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔

حرام پورا شعبہ ہے۔ اب اگر یہ جائز ہو کہ جس امام کی چاہو تقلید کرو اور جس سے جی چاہے مسئلہ پوچھو تو پھر کیا ہوگا کہ ہر انسان سہولت پسند ہے۔ کوئی بھی مشکل کی طرف نہیں جائے گا اور بالآخر کوئی حکم زمین پر حرام سمجھا ہی نہیں جائے گا۔ لوگ اپنا میلان حلال کی طرف کرلیں گے۔

یہ مثال میں نے مخصوص مسئلے کی دی ہے لیکن اس کو غیر مخصوص مسئلے میں نافذ کرنا کہ جہاں پر بھی آپس میں فقہاء کا اختلاف ہوگا۔ ایک طرف حلت ہوگی دوسری طرف حرمت ہوگی تو ہر بندہ حرمت کی طرف نہیں جائے گا۔ اپنی سہولت کیلئے حلت کی طرف جائیگا۔ پھر

marfat.com

نتیجہ یہ نکلے گا کہ اسلام میں ساری چیزیں حلال ہیں حرام کوئی بھی نہیں۔ جبکہ اسلام میں باقاعدہ حرام چیزوں کے ابواب موجود ہیں۔ لہٰذا یہ بات ہے کہ جس کی وجہ سے ایک امام کی تقلید کرنا لازم ہے۔

اسکے ساتھ یہ صورتحال بھی ذہن میں رکھنی چاہیے۔

احکام کی دو قسمیں ہیں

1۔ ایک احکام اتفاقی ہیں۔ اتفاقی سے مراد سارے امام کے نزدیک اتفاقی ہیں۔

2۔ دوسرے احکام اختلافی ہیں۔ اختلافی سے مراد یہ ہے کہ ایک امام کے نزدیک وہ کام جائز ہے اور دوسرے کے نزدیک وہ کام ناجائز ہے۔

یہ جائز و ناجائز ہونا اُن فقہاء کے نزدیک عدل کے لحاظ سے ہے۔ انہوں نے دلائل کو ڈھونڈنے کی پوری کوششیں کی۔ دلائل کی روشنی میں انہوں نے فیصلہ کیا۔ یہاں تک کہ تاریخ بغداد میں یہ لکھا ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک ایک مسئلے پر کبھی مہینہ مہینہ بحث ہوتی تھی۔ اور اس میں ایک ہزار علماء کا بورڈ بیٹھتا تھا۔ اُن علماء کرام میں چالیس مجتہد تھے۔ ان کے پاس وقت کے صوفی بھی، وقت کے مجتہد بھی، وقت کے صرفی نحوی، مفسر اور محدث سارے بیٹھتے تھے۔ مسئلے پر بحث ہوتی تھی بحث کے بعد جو مسئلہ حل ہوتا تھا اُس کو فقہ کا نام دے کر فقہ حنفی کے دفتر میں لکھا جاتا تھا۔ اس لیے یہ انداز ہے کہ کچھ مسائل اتفاقی ہیں اور کچھ اختلافی ہیں۔

جس وقت آئمہ کے نزدیک کچھ مسائل اختلافی ہیں تو اب اگر ایک ہی امام کی تقلید نہ کی جائے تو پھر اجتماع نقیضین لازم آجائے گا۔

marfat.com

اجتماع نقیضین کیا ہے؟

مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ زید کھڑا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے تو نفس الامر میں وہ یا تو قائم ہے یا غیر قائم ہے۔ ان دونوں میں سے ایک ہی چیز ہو سکتی ہے دونوں نہیں ہو سکتیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ زید سویا ہے دوسرا کہتا ہے کہ زید سویا نہیں ہے تو حقیقت میں وہ یا تو سویا ہوا ہوگا یا سویا ہوا نہیں ہوگا۔ اگر ایک امام کی پیروی نہ کی جائے تو یہ عقیدہ ہوگا کہ وہ قائم بھی ہے اور غیر قائم بھی ہے۔ وہ نائم بھی ہے اور غیر نائم بھی ہے تو یہ اجتماع نقیضین عقلاً باطل ہے۔ اس واسطے ماننا پڑے گا کہ ایک ہی امام کے پیچھے چلنا لازم ہے۔

سوال نمبر 3:۔ ان چار اماموں کو کس نے معین کیا؟

یہاں پر لوگوں کے ذہنوں میں ایک یہ بھی مغالطہ ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ان اماموں کو معین کس نے کیا تھا؟ پھر یہ چار ہی کیوں ہیں۔ اور بھی امام موجود تھے۔ انکی تقلید کیوں نہیں کی جاتی، اور بھی آئمہ تھے اُنکی فقہ پہ کیوں عمل نہیں کیا جاتا۔ یہ چار ہی کیوں ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں۔

جواب: میرے بھائیو! میری اس بات کو نہایت ہی دھیان سے سننا۔

اس سوال کے تین جواب ہیں۔

اصل میں بات یہ ہے مسلمانوں میں قبولیت کے لحاظ سے جو ان چار ائمہ کا مقام ہے وہ اور کا نہیں ہے۔

جیسے تم دیکھتے ہو کہ کسی آیت میں نہیں لکھا ہوا کہ حدیث کی فلاں کتابوں کو صحاح ستہ کہا جائے گا۔ یہ لوگوں کی اپنی چاہت ہے کہ ماننے میں اُن کو سب سے زیادہ مان گئے۔ حالانکہ ان کتابوں سے پہلے بھی کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔ اُن سے بڑی بھی لکھی ہوئی ہیں۔

marfat.com

مگر اُن کو کوئی صحاح ستہ نہیں کہتے۔ صحاح ستہ اگر کہا جاتا ہے تو ان چھ کتابوں کو جو امام بخاری و مسلم وغیرہ کی ہیں۔

اب ان پر جو صحاح ستہ کی اصطلاح ہے وہ کیا عرش سے نازل ہوئی ہے یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے؟ نہ وہ اصطلاح عرش سے آئی ہے اور نہ نبی علیہ السلام نے دی ہے۔ لیکن مانتے سارے ہیں تو کس بنیاد پہ مانتے ہیں۔ وہ کیا صحابہ کرام نے دی ہے۔ یہ اصطلاح صحابہ کرام نے بھی نہیں دی تو ان کو صحاح ستہ کیوں مانتے ہیں۔

ان کو صحاح ستہ اس لئے مانتے ہیں کہ ان میں کمال تھا اور کمال والی چیز ہر ایک کو اچھی لگتی ہے۔ لہٰذا ان کے کمال نے لوگوں سے اپنا آپ منوالیا۔ مسلمانوں میں ان کی مقبولیت ان کے تعین کی دلیل ہے۔

اس کے سوا اور کیا دلیل ہے۔ اصحاب ستہ کی کتابوں کو صحاح ستہ کہنا اور پھر ماننا اُن کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ اس میں وہ کس کی تقلید کرتے ہیں؟ وہ کس بنیاد پر تقلید کے منکرین کہتے ہیں۔ اللہ کا حکم بھی نہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم بھی نہیں صحابہ کرام کا حکم بھی نہیں اس کے باوجود ان کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں اور کسی کو شامل نہیں کرتے۔ کہ جیسے کوئی ضابطہ ہوتا ہے اور قانون ہوتا ہے۔ اسی طرح

یہ آئمہ بھی اللہ نے عرش سے معین نہیں کئے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث میں معین نہیں کئے بلکہ ان کی فقہ کا کمال یہ تھا کہ ان کی فقہ نے لوگوں کی ضرورتیں پوری کر دی ہیں۔ اس لیے لوگوں نے ان چاروں کو اپنا قائد تسلیم کر لیا ہے۔

باقی آئمہ میں مجتہد بھی تھے مگر ان کے اندر جامعیت نہیں تھی، کسی نے صرف نماز کے مسائل لکھے اور کسی نے صرف روزے کے مسائل لکھے۔ کسی نے صرف دس اصول

marfat.com

بنائے۔ لہٰذا اُن کے اندر گذارہ نہیں ہوتا تھا۔ ملت کو تو وہ چاہیے تھا جس کو اول سے لیکر آخر تک مانیں تو پھر کمی نہ ہو۔ ہر مسئلہ وہاں سے ملے چار ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان کے سوا کسی کی فقہ کے اندر جامعیت نہیں تھی۔ وہ ادھوری تھی ان کی فقہ نے لوگوں کی ضرورت کو پورا نہیں کیا تھا۔

اس بنیاد پر امت میں یہ چار امام مشہور ہو گئے۔ ان کو رب ذوالجلال کی طرف سے مقبولیت دی ہوئی تھی جس طرح کہ حدیث کی چھ کتابیں مشہور ہو گئیں اسی طرح یہ چار امام بھی فقہ میں مشہور ہو گئے۔

دوسرا جواب

اسکا دوسرا سبب یہ ہے کہ صرف اصول بنانا کافی نہیں بلکہ اصولوں کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ ایک بندہ زندگی میں ایک بات کر جائے۔ اس میں کئی باتیں مجمل رہ جاتی ہیں اور کئی مبہم رہ جاتی ہیں تو ان کی تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اُن کے بارے میں وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان چاروں ائمہ کے اصحاب اتنے تھے اور انکے شاگرد اتنے تھے۔

اب کے ہر ہر لفظ پر اُن اماموں نے پہرے لگائے۔ اور اعتکاف کیے اور وضاحتیں کیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یوں بولیں تو اسکا یہ مطلب ہے۔

یوں کہیں تو پھر اسکا یہ معنیٰ ہوتا ہے۔ یوں بولیں تو اس کی یہ تشریح ہوتی ہے۔

لہٰذا اصول بن جانے کے بعد ابہام کی جو وضاحت تھی وہ ان چاروں کی تو پائی گئی لیکن دوسرے اماموں کی ایسی وضاحت نہیں پائی گئی اور کسی امام کو ایسا نیٹ ورک نہیں ملا۔ اُن کے پاس ایسے Sorces نہیں تھے اور اُن کے پاس کوئی Majority نہیں

marfat.com

تھی جو انکی باتوں کی تشریح کرتی اور پھر تشریح کے ساتھ جو لوگوں کی ضرورت تھی وہ پوری ہو جاتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے جو اصول تھے وہ جامع قرار پائے۔ انکی جامعیت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو ساری وضاحتیں بھی ملتی رہیں اور لوگوں میں یہ مقبول ہوگئی۔

دوسرے بھی امام ہیں اُن کا اجتہاد بھی ہے مگر اُن کا نصاب ایک تو جامع نہیں، دوسرا جن اجتہادی اُصولوں کی وضاحت کی ضرورت تھی ان کی وضاحت نہیں ہوئی۔

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگوں میں مقبول نہ ہو سکے اور اللہ نے اب چار کو زیادہ مقبولیت عطا فرمادی ہے۔

تیسرا جواب:

اور پھر یہ بات بھی ہے کہ جو دیگر ائمہ کرام نے کیا وہ ضرور غلط تھا؟ نہیں وہ صحیح ہو سکتا ہے مگر ہم تک پہنچا کیسے۔

ان چاروں اماموں کی فقہ تواتر سے پہنچی ہیں اور باقی لوگوں کی آراء خبر واحد سے پہنچی ہیں۔ اس لئے پہنچنے کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں فرق ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ کوئی بندہ حدیث نبوی کا انکار کر سکتا ہے؟ حدیث ہمیشہ حدیث ہے لیکن ایک وہ حدیث ہے جو تواتر سے ہم تک پہنچی اُس کو مرتبہ مل گیا اور جو خبر واحد سے پہنچی وہ پیچھے رہ گئی۔ حالانکہ سرکار ﷺ کا فرمان ہونے میں تو سب برابر تھیں۔ صحابہ کرام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنتے ہیں اور اس کو حدیث مانتے ہیں اور پھر ایسا مانتے جیسے قرآن کی آیت مانی جاتی ہے۔

لیکن آج حدیث کی قسمیں بن گئیں کہ یہ متواتر ہے۔ اسکا بڑا مقام ہے اور یہ خبر واحد ہے۔ اسکا وہ مقام نہیں ہے۔ اب حدیث کی یہ تقسیم کیوں ہوگئی؟ کہ ہم تک پہنچے

marfat.com

میں فرق ہو گیا۔ جو متواتر ہے اسکے راوی زیادہ ہیں اور جو خبر واحد ہے اُسکا راوی ایک ہے۔اس لحاظ سے انکی شان اور مرتبے میں فرق ہو گیا۔

ایسے ہی اصل کے لحاظ سے فقہ اُن اماموں کی بھی بڑی اچھی تھی۔ مگر ہم تک پہنچنے کے لحاظ سے ہم تک تواتر سے نہیں پہنچی خبر واحد ہو گئی ہے۔ لیکن ان چاروں ائمہ کی فقہ تواتر سے پہنچی ہے۔ لہٰذا جیسے حدیث کی شان تواتر سے بڑھ جاتی ہے۔ ایسے ہی فقہ کی شان تواتر سے بڑھ گئی ہے۔

یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن چاروں ائمہ کو دیگر پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ پھر ان چار میں سے رب ذوالجلال نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ کو وہ شان عطا کر دی ہے کہ میرے نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب فیوض الحرمین میں بیان کرتے ہیں۔

عَرَّفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ فِی الْمَذْھَبِ الْحَنَفِیِّ طَرِیْقَۃً اَنِیْقَۃً ھِیَ اَوْفَقُ الطُّرُقِ بِالسُّنَّۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ الَّتِیْ جُمِعَتْ وَنُقِحَتْ فِیْ زَمَانِ الْبُخَارِیِّ وَاَصْحَابِہٖ (فیوض الحرمین ص 49 مطبع احمدی، دہلی ہند)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہچان کروائی ہے کہ حنفی مذہب میں بہت اچھا طریقہ ہے جو سنت معروفہ کے زیادہ موافق ہے جسے بخاری اور انکے اصحاب کے زمانہ میں جمع کیا گیا اور چھانٹا گیا۔

زمانے میں تبدیلی کی وجہ سے راوی کا دھیان کرنا پڑا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو زمانہ ہے اُس میں بھی تغیر آیا اور احکام بدلتے گئے پہلے کی طرح وہ احکام نہ رہے۔

marfat.com

مثال کے طور پر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے تو ایک شخص آ گیا جس کا نام بشیر بن کعب عدوی ہے۔ بشیر بن کعب عدوی آ کے کہنے لگا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یعنی بشیر بن کعب نے حدیث شریف بیان کرنا شروع کر دی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی اسکی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بشیر بن کعب عدوی کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انداز اور تھا یعنی جس وقت ہم کہتے تھے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو ان کی روح بھی تڑپ جاتی تھی، اُسکی طرف اپنے کان بھی متوجہ کرتے تھے اور اپنے دل کو کو بھی متوجہ کرتے تھے اور آج میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ میری طرف دیکھ ہی نہیں رہے تو بشیر بن کعب عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کہ اے ابن عباس تجھے کیا ہوا؟ حدیث شریف پڑھنے کا تو تجھے بڑا شوق تھا اور آج میں حدیث بیان کرتا ہوں تم میری طرف دیکھتے ہی نہیں ہو اسکا سبب کیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے وجہ یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا حدیث کو بیان کرنے والے بڑے پرہیزگار ہوتے تھے اور بڑے متقی ہوتے تھے وہ درمیان میں اپنی طرف سے کوئی چیز شامل نہیں کرتے تھے۔ اس لیے جب وہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے تو دل کے دریچے کھل جاتے تھے۔ ہم کان بھی ادھر لگاتے تھے اور آنکھیں بھی اُدھر لگاتے تھے۔

لیکن اب کیا ہوا؟

marfat.com

لَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَةَ وَالذَّلُولَ

جولوگ سوار ہوئے مشکل راستے پر اور آسان پر

یعنی جب لوگوں نے سب کچھ خشک وتر جمع کرنا شروع کر دیا ہے اور شروع میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لگانا شروع کر دیا ہے۔ فرمایا اب ہم نے اپنا طریقہ بدل لیا ہے کہ جو بھی ایرہ غیرہ آکے کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم کہیں کہ یہ محدث آگیا ہے اور ہم اُس کی حدیث سنیں اور ہم اُسکو لکھیں۔ نہیں۔ ہم نے اپنا Mathod بدل لیا ہے، اب Pattern تبدیل ہوگیا ہے۔ ساتھ ہی کہتے ہیں۔

لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ ۔ (صحیح مسلم: ج ا ص ۱۰)

اب ہم اُس سے سنتے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں۔

یعنی یہ کہاں پیدا ہوا، کس کا شاگرد ہے کس کا استاد ہے، کہاں سے پڑھ کے آیا ہے۔ اب ہم ہر ایک کی بات نہیں سنتے کیوں؟ اس واسطے کہ اب یہ تبدیلی آگئی ہے۔

لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ اگر حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں زمانے کی تبدیلی سے فرق آگیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اب ہم صرف اُس سے حدیث لیں گے جسکا ہمیں تعارف ہوگا تو پتہ چلا کہ عمل کے لحاظ سے بھی ہر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا امام اُٹھ کر کہے یہ فتویٰ ہے تو لوگوں کو نہیں ماننا چاہیے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اسکی امامت کا درجہ کیا ہے۔ لہٰذا شرق وغرب کے امام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس لئے مقبولیت ملی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے حدیث کے لحاظ سے اپنا رویہ بدل لیا جو کہہ دے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اُس کو ایسے نہیں مانتے اب معیار قائم کر دیا ہے چونکہ ملاوٹ شروع ہوگئی ہے۔ لہٰذا

marfat.com

ملاوٹ شروع ہو جائے تو پہرے کی ضرورت ہوتی ہے اُس وقت وہ پہرہ دیا جاتا ہے جو پہلے نہیں تھا۔ اس پہرہ دینے کے عمل کو تقلید کہا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک بڑی اہم بات ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں۔

اَمَّا مَنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى شُهُوْدِ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ التَّقْلِيْدُ بِمَذْهَبٍ وَاحِدٍ

جو بندہ شریعت کے پاس خود نہیں پہنچا۔ یعنی جو صحابی نہیں بنا اُس پر مذہب اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

جو شریعت کے گھاٹ پر تھے اُن کے وارے نیارے ہیں۔ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں یہ بعد والی باتیں اُن پہ فٹ نہ کرو اور انکے حالات کو بعد میں آنے والے حالات پر فٹ نہ کرو۔ اگرچہ نظریہ اُن کا آئے گا، طریقہ اُن کا آئے گا۔ مگر جو Circumstances ہیں اُن کے لحاظ سے کچھ تبدیلی بھی آئے گی۔

اس واسطے عبدالوہاب شعرانی کہنے لگے بعد والوں کا تقلید کے بغیر گزارا نہیں اُن پر ایک امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔

عوام وخواص کے لحاظ سے تقلید میں فرق

اس بات کی وضاحت کرنا بہت لازم ہے کہ عوام وخواص کے لحاظ سے بھی تقلید میں فرق ہے۔ ہر بندے کیلئے تقلید کا ایک حکم نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ جو تھوڑا بیمار ہو اُس کو بھی وہی دوائی دو اور جو زیادہ ہو اُس کو بھی وہی دوائی دی جائے۔ نہیں۔ اس لحاظ سے ان کے چار طبقے ہیں۔

(1) عوامی طبقہ (2) متبحر علماء کرام کا طبقہ (3) مجتہد فی المذہب کا طبقہ (4) مجتہد مطلق کا طبقہ

جو عام انسان ہے اُس پر تقلید کرنا واجب ہے۔ اُسکے بغیر اُس کا گزارا نہیں ہوگا۔

marfat.com

لیکن جو مجتہد فی المذہب کا طبقہ

ان کو بھی بعض باتوں میں امام کی تقلید کرنی پڑے گی اصول ماننا پڑے گا۔ اس واسطے تقلید کا حکم بیان کرتے وقت ہمیں لوگوں کی صحت کا دھیان کرنا پڑے گا۔ جو اُس وقت اُنکی حالت ہوگی اُس کے لحاظ سے انکے لئے تقلید کا حکم بیان کر دیا جائے گا۔

بظاہر تقلید شخصی۔ مگر حقیقت میں تقلیدِ جماعت

بعض لوگ جو تقلید شخصی پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیونکہ آئمہ اربعہ میں سے اماموں کی تقلید کی جاری ہے وہ تقلید شخصی ہے۔ ایک ایک امام کی تقلید ہے اور میں نے اسکا ثبوت صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دیا۔ مدینہ شریف والوں نے حضرت زید کی تقلید شخصی کی اور یمن والوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کی۔ لیکن آج ہم جس وقت ایک امام کی تقلید کرتے ہیں تو وہ من وجہ تقلید جماعت ہوتی ہے۔ وہ تقلید شخصی نہیں ہوتی۔ کیوں؟

اس لئے کہ جس امام کے پاس ایک ہزار بندہ فقہاء میں سے بیٹھا ہو تو وہ مسئلہ ایک بندے کا تو نہیں بلکہ ایک ہزار بندے کا ہے۔

اِنَّ الْاِمَامَ اجْتَمَعَ مَعَهٗ اَلْفٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب فقہ کے مسائل کی بحث کرتے تھے۔ تو ان کا بورڈ ایک ہزار فقہاء پر مشتمل ہوتا تھا۔

اَرْبَعُوْنَ مِنْهُمْ قَدْ بَلَغُوْا حَدًّا لِّاجْتِهَادِ۔ (جامع السانید، مسند خوارزمی ج ا ص ۳۳)

اُن میں چالیس افراد اجتہاد کے مرتبے کو پہنچے ہوئے تھے۔

پھر اُن کا انداز کیسا تھا۔ فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جیسے صوفی بھی بیٹھے تھے قاسم بن معن لغت کے ماہر بیٹھے تھے اور حفص بن غیاث اور ابن حبان جیسے حافظ الحدیث بیٹھے

marfat.com

تھے۔ یہ سارے لوگ لغت کے ماہرین، تقویٰ کے ماہرین بیٹھے ہیں تو اس سے پتہ چلا کہ فقہ صرف ایک بندے کا نام نہیں ہے۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہوگی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہوگی

وہ اتنا وسیع سلسلہ ہے کہ ہر طرف تقویٰ و پرہیزگاری کے ماڈل نظر آتے ہیں آج کیمنکرین کے پاس تو آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے پائے کا آدمی تو درکنار کوئی۔ ایسا بھی نہیں جو اُن ہزار میں سے کسی ایک کے دسویں یا بیسویں حصے پہ اترنے والا ہو۔ جبکہ امام اعظم نے ہزار میں بیٹھ کر اس کو مدون کیا ہے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اسکو مقبولیت تامہ بھی عطا فرمائی ہے۔

اب جس شخص کا میں حوالہ دے رہا ہوں ان کو وہ لوگ اپنے کیمپ میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات میں انہیں غیر مقلد شمار کیا ہے۔ حالانکہ یہ نقشبندی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی "ارباباً من دون اللہ" کی تفسیر میں کہتے ہیں۔

اِنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَدِ افْتَرَقَتْ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ اَوِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ

اہل سنت وجماعت کے تین یا چار صدیوں کے بعد چار طبقے بن گئے۔ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی۔

وَلَمْ یَبْقَ الْمَذْهَبُ سِوٰی هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ

اور مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

marfat.com

پوری دنیا پر وہ زمانہ آیا وہ چھوٹے چھوٹے جو نالیوں جیسے مذہب تھے۔ ان سمندروں کے مقابلے میں ختم ہو گئے اور پھر اسلام کے اندر یہ چاری آراء رہ گئیں۔ چار فقہ باقی رہ گئیں اس کے سوا باقی سب ختم ہو گئے اور آغاز میں ہی ان کو اتنا اہتمام مل گیا کہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

قَدْ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ الْمُرَكَّبُ عَلٰی بُطْلَانِ قَوْلٍ يُّخَالِفُ كُلَّهُمْ

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۶۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان کے بعد اگر کوئی بندہ پانچواں راستہ بناتا ہے تو اس کے باطل ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

اگر کوئی بنے تو مالکی بنے اور اگر کوئی بنے حنبلی بنے، کوئی بنے تو شافعی بنے، کوئی بنے تو حنفی بنے۔ ان کو چھوڑ کر اگر کوئی نیا راستہ اپناتا ہے تو پھر یہ ہیں اربابا من دون اللہ ان کا شریعت مطہرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اسلام سے مشذوذ کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں۔

لہٰذا قاضی ثناء اللہ نے اپنے پورے جوبن کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہے کہ چار میں امت بند ہے اور چار میں ہی امت کی حقانیت کو بند کر دیا گیا ہے۔ ان چاروں کا راستہ اگر چھوڑ کے باہر نکلتا ہے تو اُس کا راستہ جنت والا راستہ نہیں ہوگا اور اُس کی سوچ حق پرستوں کی سوچ نہیں ہوگی۔ شاہ ولی محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ فِی الْاَخْذِ بِهٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ مَصْلِحَةً عَظِيْمَةً وَفِی الْاِعْرَاضِ عَنْهَا كُلِّهَا مَفْسِدَةً كَبِيْرَةً (عقد الجید مخطوط ص ۱۳)

ان چار فقہی مذاہب میں سے کسی کی تقلید میں بہت بڑی مصلحت ہے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی پیروکار نہ ہونے میں بہت بڑا فساد ہے۔

marfat.com

ائمہ اربعہ اہلسنت ہیں

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے جس کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (تحفہ اثنا عشریہ) کے اندر لکھا ہے۔ حضرت شاہ عبدلعزیز رحمۃ اللہ علیہ اصل میں ایک رافضی کو حوالے دے رہے تھے۔ درمیان میں انہوں نے اس بات کو شامل کرلیا اور آج وہ ہمارے موضوع کا حصہ ہے۔ چونکہ ہمارے سوالات میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ آئمہ اربعہ کا اصول میں بھی آپس میں اختلاف ہے شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے واضح کیا اہلسنت میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے کہ اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کون اہلسنت؟ مالکی، حنبلی، شافعی، حنفی، ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ کیوں؟ آپ فرماتے ہیں: اس واسطے کہ ان سب کا اصول ایک ہے۔ ان کے اصول ایک جیسے ہیں صرف چند فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اتفاق اختلاف سے کہیں زیادہ ہے۔ ہزاروں مسائل اتفاقی ہیں اور صرف (300) تین سو اور چند مسائل میں فروعی اختلاف ہے۔

آپ فرماتے ہیں اہلسنت رادراصول عقائد و اعمال اختلافے نیست اگر اختلافے است درفروع است درنم منجر بتکفیر وتضلیل ہدیگر نمیشود

عقائد و اعمال کے اصول میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے تو فروعی اختلاف ہے وہ بھی ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کا باعث نہیں ہے نیز فرماتے ہیں بعد از تفحص واستقراء مجموع مسائل مختلف فیہا در مذاہب اربعہ ی صد چند مسئلہ فروعی یافتہ اند کے دراں نص صریح موجود نیست (تحفہ اثناء عشریہ باب دوم کید بست و نہم ص ۴۳ نورانی کتب خانہ پشاور)

چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی) میں جن مسائل میں اختلاف

marfat.com

ہے بسیار تلاش کے بعد وہ تین سو اور چند مسائل ہیں اور وہ بھی فروعی جہاں صریح نص موجود نہیں ہے۔

اس واسطے امت کا جمہور تقلید والا ہے۔ امت کے جمہور کی شان تقلید والی ہے۔ امت کا جمہور ہر دور میں مقلد رہا ہے اور پوری امت کے مفسر، محدث، صوفی اور اس امت کے جو لیڈرر ہے ہیں ہر دور میں وہ اصحاب تقلید رہے ہیں۔

یہاں سے تم اس تقلید کی ضرورت کا اندازہ لگالو کہ اگر اس زمانے میں اس دھرتی پر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جیسے انسان کا تقلید کے بغیر گزارا نہ ہو تو تیرا اور میرا گزارا کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو امام صاحب کا مقلد کہیں اور تقلید کو لازم سمجھیں۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے آپ کو امام صاحب کی تقلید میں رکھیں اور اسکو لازم سمجھیں تو پتہ چلا جن پر بالاتفاق امت کو ناز ہے اگر وہ مقلد ہیں تو ہم تقلید کریں تو کوئی غلطی نہیں ہوگی بلکہ ہم نے بھی ان حق پرستوں کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔

سوال نمبر 1

1۔ تقلید کی تعریف کریں۔

جواب۔ هُوَالْاَخْذُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ

مجتہد کے بادلیل قول کو مطالبہ دلیل کے بغیر مان جانا اسکو تقلید کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 4

تقلید فرض ہے، سنت ہے یا واجب ہے۔ قرآن وحدیث سے وضاحت کریں۔

جواب۔ میں نے اسکی وضاحت کردی ہے کہ جیسا کوئی بندہ بیمار ہوگا ویسی اسکی

marfat.com

دوائی ہوئی۔لہٰذا تقلید کسی کیلئے واجب ہے اور کسی کے لئے سنت ہے۔اگر خود مجتہد ہے اور بڑے درجے کا مجتہد ہے تو پھر وہ کسی کی بھی تقلید نہیں کرے گا اس کے متعلق یہ بات نہیں کہ اس کے لئے تقلید کو فرض قرار دیا جائے۔جیسی صورتحال ہوگی ویسا اسکا حکم ہوگا۔لیکن عوام کے لحاظ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کسی امام کی تقلید کرنا عوام کیلئے واجب ہے اور واجب بمعنی فرض ہے۔عوامی طور پر کوئی بندہ اپنا دین تب بچا سکے گا جب وہ کسی ایک امام کا مقلد بن جائے گا۔

سوال نمبر5

یہ کتب قدوری، شامی ھدایہ اور درمختار وغیرہ کس مسلک سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک مقلد کو ان پر عمل کرنا۔کیا فرض ہے

جواب۔یہ فقہ حنفی کی کتابیں ہیں جن میں قرآن وسنت کی تشریحات ہیں اصل میں بات کتاب کی نہیں بلکہ حکم کی بات ہے۔ایک سادہ سا کاغذ اور پرچہ ہے اور ایک بندہ جس کو نماز کے مسائل کا پتہ نہیں تھا کہ نماز کیا ہوتی ہے۔وہ جانتا نہیں تھا لیکن جاننا چاہتا ہے تو آپ نے قلم سے لکھ کر اس کو کاغذ دے دیا تو اب وہ کاغذ نہیں دیکھا جائے گا بلکہ کاغذ پہ لکھا ہوا فرمان دیکھا جائے گا۔نہ لکھنے والے کا ہاتھ دیکھا جائے گا اور نہ کاغذ کی حیثیت دیکھی جائے گی۔جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ دیکھا جائے گا۔بالغ ہو لیکن اسے نماز کا پتہ نہ ہو وہ نماز کے مسائل جاننا چاہتا ہو اب اُس پر وہ کاغذ پڑھنا فرض ہو گیا ہے جس کاغذ پہ نماز کا مسئلہ لکھا ہوا ہے اس واسطے فقہ کی کتابوں کی حیثیت یہ ہے کہ ان میں جس طرح کے مسئلے لکھے ہے تو اس کا پڑھنا فرض ہو گیا ہے۔واجب کے بارے میں لکھا ہے تو پڑھنا واجب ہو گیا ہے یہ اس لئے نہیں کہ کسی امام نے لکھی ہے بلکہ اس لئے کہ اُس میں اللہ کے فرمان

marfat.com

کی وضاحت کی گئی ہے۔

یہ ہر کتاب کی حیثیت ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہماری کتابوں کے نام ان کو اس لئے آتے ہیں کہ جب ان کو کہیں سہارا نہیں ملتا تو اُس وقت ہماری کتابوں سے سہارا لیتے ہیں اور پھر مانتے بھی نہیں ہیں۔ فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ستاریہ کو لے لو ایسے کتنے مسائل ہیں جن میں بطور دلیل فقہ کی کتب اور اقوال کو پیش کیا گیا ہے جس کی تفصیل ہمارے موضوع ''غیر مقلدین فقہ کے دروازے پر'' میں ہے۔ مثلاً کسی نے مسئلہ پوچھا کہ نیچے دو کانیں ہوں اوپر مسجد بنائی ہو تو کیا کرنا چاہیے اور اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر وہ کسی پانی میں ہوتے تو آیت پڑھتے یا بخاری پڑھتے، مسلم پڑھتے لیکن اُس وقت یہ لکھتے ہیں کہ ''درمختار'' میں یہ لکھا ہے اور ''قاضی خان'' میں یہ لکھا ہے۔

جو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کتابوں کو پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے۔

میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ جب تمہیں مسئلہ نہ آئے تو تم کس نیت سے پڑھتے ہو۔ اُس وقت کس نیت سے اپنے فتویٰ کیلئے استعمال کرتے ہو۔ پتہ چلا کہ جس وقت بندہ اپنے بدن کے لحاظ سے بھوکا اور مضطر ہو چکا ہو تو اُس کیلئے ناجائز بھی کھانا جائز ہو چکا ہوتا ہے اور یہ تو وہ ہے جو عرش الٰہی کی سوغات کا حصہ ہے اور جس کو کھانے سے ظاہر بھی روشن ہوتا ہے اور باطن بھی روشن ہوتا ہے۔

سوال نمبر 6

ائمہ اربعہ میں کسی امام نے بھی تقلید کی دعوت دی یا کسی کی تقلید کا کوئی حکم مسلط کیا گیا ہے۔

جواب۔ کوئی شخص بالکل چھوٹا سا ایک دن کا بھی کام کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص روٹیاں پکانے والا ہے تو وہ شخص لوگوں کو بورڈ لگا کے نہیں دیتا کہ میں روٹی پکا رہا ہوں لہٰذا روٹی

marfat.com

حاصل کرو۔ جن کو بھوک لگتی ہے یا روٹی اچھی لگتی ہے وہ خود چلے جاتے ہیں۔ اُس کے ایک دن کے پکانے کا جو عمل ہے حالانکہ اُس کو پتہ ہے کہ میں پکار رہا ہوں لوگ اس کو خریدیں۔ ایک دن کا عمل ایک بندہ اس لئے نہیں کرتا کہ یہ ضائع ہو جائے۔ اس لئے کرتا ہے کہ تا کہ لوگوں کو اس کا فائدہ ہو لوگ انہیں کھائیں۔ تو جو ایک گھنٹے میں روٹیاں پکائے، روٹیوں کے اندر یہ فائدہ ہے تو جس امام نے کلیجہ پگھلا کے اتنے سالوں میں فقہ بنائی ہے تو کیا انہوں نے ایسے ہی بنائی ہے کہ اُس کو دیمک کھا جائے۔ اُن کا بنانا، اس پر مغز کھپانا، مہینہ مہینہ بحث کرنا اور ایک ہزار بورڈ کا خرچہ برداشت کرنا اس بات کیلئے تھا کہ لوگ ان مسائل سے راہنمائی حاصل کریں اور اپنے پاس بیٹھتے ہوئے آئمہ و فقہا سے کہا میری رائے کے مقابلہ میں اگر قرآن و سنت سے تمہارے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرو جو تمام دلائل کے بعد طے ہو گا وہ فقہ ہو گی۔ اس واسطے کہ لوگوں نے مجھے جہنم پہ پل بنا لیا ہے اگر کوئی غلطی ہو گئی تو وہ آگ مجھے لگے گی لوگ گذر جائیں گے۔ پتہ چلا کہ اس کو لوگوں کیلئے بنایا ہے۔

آج تک لوگوں کو سمجھ نہیں آئی کہ امام صاحب نے تقلید سمجھائی ہے۔

ہاں' یہ اُن کی شان ہے کہ انہوں نے کسی کو درخواست نہیں کی تھی کہ آؤ میری تقلید کرو بلکہ ایسے امام کی شان یہ ہے کہ جو دیکھے گا اس کا خود بخود جی للچائے گا کہ اس امام کا پلہ پکڑنا چاہیے۔ اس واسطے واضح طور پر کوئی خط نہیں لکھا کہ میری تقلید کرو۔ لیکن جب زمانے نے دیکھا ہے تو خود مان گئے ہیں۔

یہ جو میں نے عبارت پیش کی ہے اُس میں واضح موجود تھا لوگوں نے مجھے جہنم کے اوپر بنا لیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اُن کے ذہن میں تھا کہ میری فقہ لوگ پڑھیں گے اور لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ لہٰذا میرے پاس بیٹھنے والو میرے ساتھ تمہارا ادب یہ ہے

marfat.com

کہ میری غلطی نکالو یہ نہیں ہے کہ غلطی پہ پردہ ڈالو۔

اگر تمہیں غلطی نظر آئے تو میرے سامنے اس کو بیان کرو۔ اتنے لوگوں کا پہرہ لگا رکھا تھا اور یہ اس لئے تھا تا کہ اچھی سوغات تیار ہو جائے۔ اور قیامت تک لوگ کھائیں۔ خدا کی قسم آج تک کھا رہے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کچھ کھاتے ہیں اور پھر بتاتے بھی ہیں اور کچھ کھاتے ہیں اور چھپاتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اس فقاہت کو امام شافعی نے بیان کیا۔ کہنے لگے:

اَلنَّاسُ عِيَالٌ لِاَبِیْ حَنِيْفَةَ فِی الْفِقْهِ

یعنی فقہ کے اندر جس نے بھی روٹی کھانی ہے اس کو ابوحنیفہ کی پکائی ہوئی کھانی پڑے گی۔

سوال نمبر 7

تقلید کس سن ہجری میں مسلط کی گئی۔

جواب۔ تقلید کسی پہ مسلط نہیں کی گئی۔ ان مقلدین نے خود تقلید حاصل کی اور اسکو مشروع سمجھا ہے۔ تقلید ہار ہے۔ انہوں نے امام صاحب کی تقلید کا ہار خود گلے میں ڈالا ہے ان کو کسی نے باندھ کے گلے میں نہیں ڈالا۔ اگر باندھ کے ڈالا ہوتا تو دوسرے دن ہی اُس کو اتار دیتے۔ اتنی صدیاں گذر گئی ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا تو پتہ چلا ان پر مسلط نہیں کی گئی بلکہ انہوں نے اس تقلید سے عشق کیا ہے اور اس تقلید کو اپنے لئے نجات کا راستہ سمجھا ہے۔

باقی رہا کس سن ہجری میں شروع ہوئی تو وہ جزوی طور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جاری ہے میں نے بخاری و ترمذی سے حوالہ دیا ہے اور بالتفصیل شرق و غرب میں جو تقلید عام ہوئی تو وہ صدیاں گذر جانے کے بعد ہوئی ہے۔

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ کوئی بندہ بھی باقی نہیں بچا۔ سب نے اس وقت تقلید کا

marfat.com

دامن پکڑ لیا تھا اور یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ جو دو صدیوں کا زمانہ تھا اُس میں اگر چہ پہلے کے لحاظ سے تبدیلی آگئی تھی مگر آج کے لحاظ سے تو کتنا اچھا تھا اگر اُس اچھے زمانے میں بھی لوگوں کا گزارا تقلید کے بغیر نہیں ہوتا تھا تو آج کیسے اسکے بغیر گزارا ہو سکتا ہے۔ اس واسطے تقلید کی فضیلت وشان اس سے بھی جاری ہے۔

سوال نمبر 8

کیا حنفی عقائد و مسائل دونوں میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں۔

جواب۔ ہم یعنی حنفی! عقائد میں ابو منصور ماتریدی کی تقلید کرتے ہیں اور فقہی مسائل کے اندر امام اعظم ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں۔

جس طرح کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَكْرٍ وَ اَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَ فِیْ رِوَايَةٍ وَاَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ وَاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَاُهُمْ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (مشکوۃ شریف ۵۶۶، نور محمد کتب خانہ)

میری امت کے میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں دین کے معاملہ میں ان سب سے سخت عمر ہیں حیا میں ان سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں (ایک روایت میں ان سب میں سے بڑے قاضی علی ہیں) سب میں سے علم میراث کے ماہر زید بن ثابت ہیں سب میں سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں سب سے زیادہ حلال و حرام کا علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کے امین جو ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ یہ حقیقت میں شعبہ جات کی طرف اشارہ تھا پھر

marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں واضح فرمایا جس نے وراثت کا مسئلہ پوچھنا ہو حضرت زید کے پاس جائے۔

جس نے قرأت کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جائے اور جس نے فیصلہ کروانا ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جائے۔

اَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ

سب سے بڑے قاضی علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت علی قاضی تو ہیں لیکن قاری نہیں۔ قاری بھی چوٹی کے تھے لیکن شعبہ جات بانٹ دیئے گئے، تقسیم کر دیئے گئے۔ ایسے ہی ہم اگر تصوف دیکھیں تو حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہیں، فقہ دیکھیں تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس جا کر دیکھتے ہیں اور عقائد کی بات ہو تو امام ابومنصور ماتریدی کے پاس جاتے ہیں۔

سوال نمبر 8

اگر ایک طرف حدیث صحیح مرفوع ہے اور اسکے مقابلے میں امام کا قول ہو تو کس پہ عمل کیا جائے گا؟

جواب۔ ہمارا یہ بالکل اٹل موقف ہے مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر پوری کتاب لکھی ہے۔

اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِیْ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ

جس وقت ایک طرف حدیث صحیح ہو اور دوسری طرف امام کا قول ہو تو اُس وقت اگر حدیث صحیح کی شرائط پوری ہیں تو حدیث کو ترجیح دی جائے گی اور امام کے قول کو چھوڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا اس وقت میرا قول دیوار پہ مار دو۔

marfat.com

یہ امام صاحب کی سارے اماموں پر ترجیح ہے۔ اتنی کسی محدث نے بھی حدیث کی Value نہیں سمجھی جتنی امام صاحب نے سمجھی ہے۔ اعلام الموقعین کے اندر ابن قیم نے مستقل عنوان قائم کیا۔

اَبُوْ حَنِیْفَةِ وَ اَصْحَابُهٗ یُقَدِّمُوْنَ الضَّعِیْفَ عَلَی الْقِیَاسِ۔

(اعلام الموقعین ۱/۸۲ دار الکتاب العربی)

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم کرتے ہیں اس باب میں سے تمام امور کو بیان کیا مثلاً نبیذ تمر کے ساتھ وضو کرنے والی حدیث ضعیف ہے۔ مگر وہاں پر امام صاحب نے قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث کو ترجیح دی۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ

مرسل حدیث پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عمل کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ حدیث ہر لحاظ سے مقدم ہے خواہ وہ مرسل ہی کیوں نہ ہو۔ اتنی حدیث کی Value اور کسی محدث کے ہاں نہیں جتنی Value امام اعظم حدیث کو دینے والے ہیں۔ اس واسطے ایک طرف سرکار کا فرمان ہو تو کیسے ہو سکتا ہے کہ امام اعظم اپنے قول کو ترجیح دیں لیکن فرمان کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ بڑی باریک بات ہے جو میں کرنے لگا ہوں۔

ایک ہے حدیث کی سند کے لحاظ سے صحت اور ایک ہے حدیث کی عمل کیلئے لحاظ سے صحت۔ جب دونوں صحتیں اکٹھی ہو جائیں گی تو اس وقت ان کے مقابلے میں امام کا قول متروک ہو جائیگا۔

لیکن اگر صرف سند کے لحاظ سے صحت ہو تو اس کے لحاظ سے متروک نہیں ہوگا کیونکہ سند کی صحت پر خود محدثین کہتے ہیں کہ جس وقت سند کے راوی سارے صحیح ہیں تو اسکے بارے

marfat.com

میں ہم یہ کہیں گے کہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہے لیکن ہم یہ نہیں کہیں گے کہ نفس الامر میں بات یونہی ہے۔ یہ باقاعدہ محدثین کا جملہ موجود ہے یہ جو میں دو قسمیں بیان کر رہا ہوں کہ ایک حدیث کی عملی صحت ہے اور دوسری حدیث کی سند کے لحاظ سے صحت ہے۔ اس میں فرق کیا ہے؟ ملاحظہ ہو شرح معانی الا ثار جلد نمبر 1 باب الماء تقع فیہ النجاسۃ۔

مثال کے طور پر ایک حدیث یہ ہے:

اِنَّ الْمَاءَ لَا یُنَجِّسُ

یہ حدیث سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا۔

اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَنْجِسُ

بے شک زمین پلید نہیں ہوتی۔ یہ حدیث شریف بھی سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

1۔ کوئی بندہ اس حدیث کو سامنے رکھ کر عمل کر سکتا ہے۔ کہ پانی میں گندگی کا ڈھیر لگا ہو اور کہے کہ میں اس سے وضو کرتا ہوں۔ کیوں؟ اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا۔

اِنَّ الْمَاءَ لَا یُنَجِّسُ یہ حدیث ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔ مگر اس پہ عمل کون کرے گا؟ پانی میں گندگی ہے تو وہ پانی ضرور پلید ہو گا کیونکہ سرکار کے اور فرامین موجود ہیں کہ کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرو۔ اگر پانی پلید نہیں ہوتا تھا تو کیوں منع کیا۔

جس پانی میں غسل کرنا ہو اس پانی میں پیشاب نہ کرو اور جب یہ فرما رہے تھے اگر گھڑے میں کتا منہ ڈال جائے تو سات مرتبہ اس کو دھو دو۔ اگر پانی پلید نہیں ہوتا تو گھڑا کیسے پلید ہو گیا تھا۔

ادھر حدیث شریف میں ہے اِنَّ الْمَاءَ لَا یُنَجِّسُ پانی پلید نہیں ہوتا۔

marfat.com

یہ فقیہ کی فقاہت ہے کہ صرف سند نہیں دیکھی جائے گی بلکہ سارے ذخیرہ احادیث میں حدیث کا مطلب ڈھونڈا جائے گا۔ اسکا مطلب کیا ہے؟ میرے امام بیان کرتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ یوں نہ سمجھو کہ پانی ایک جگہ پلید ہو گیا تو اس جگہ جو آئے گا وہ پلید ہی رہے گا بلکہ وہ پاک ہو سکتا ہے کیسے؟ یہ ایک چشمے کی بات ہے مدینہ شریف میں ایک چھوٹا سا کنواں تھا اس میں کوئی گندگی حیض ونفاس والے کپڑے پڑے ہوئے تھے اور پیچھے سے پانی آرہا تھا اب لوگوں کا خیال تھا کہ پانی چونکہ ایک بار پلید ہو گیا ہے اور دیواروں سے لگ گیا ہے اب جو نیا آئے گا وہ بھی پلید ہو جائے گا۔ کیونکہ پھر وہ بھی دیواروں کے ساتھ لگتا جائے گا پھر تو یہ کبھی بھی پاک نہیں ہو سکتا اس پر میرے نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو پیچھے سے پانی آئے گا وہ اس پلیدی کو بہا کے لے جائے گا تو نیا پانی آنے کے بعد پانی پلید نہیں رہے گا بلکہ پانی پاک ہو جائے گا۔ اسکا یہ مطلب تھا کہ جس وقت پیچھے سے چشمے کا پانی آ گیا اور کنواں سے ہو کے گذر گیا اب جو دیواروں کے ساتھ پہلا لگا ہوا پانی تھا تمہارے دل میں یہ چسپاں ہو چکا ہے کہ وہ تو پلید تھا۔ فرمایا: اس بات کو اپنے دل سے نکال دو وہ پانی اب نئے پانی کو پلید نہیں کرے گا۔ جب پیچھے کثیر تعداد سے آ گیا اور بہہ کے نکل گیا ہے تو اس کی وجہ سے یہ پانی پلید نہیں ہوگا۔ بلکہ پانی پاک ہو جائے گا۔

اب ان دونوں باتوں میں کتنا زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حدیث کے بارے میں یہ پڑھنا پڑے گا کہ حدیث کی صحت سند کے لحاظ سے اور ہے عمل کے لحاظ سے اور ہے۔ دونوں پائی جائیں گی تو پھر اُس کے مقابلے میں کون سا قول امام کا مانا جائے گا۔ اُس وقت امام کا قول نہیں مانا جائے گا۔ ایسے ہی فرمایا۔

اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَنْجُسُ

marfat.com

زمین پلید نہیں ہوتی۔

زمین پر کسی نے پیشاب کیا ہو تو کیا اوپر نماز پڑھو گے؟ نہیں پڑھو گے۔

حالانکہ حدیث تو کہتی ہے کہ زمین پلید نہیں ہوتی تو مطلب کیا ہوگا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں یوں نہیں کہ زمین پلید ہو جائے تو پھر پاک ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس وقت تم گندگی ہٹا دو گے دھوپ لگ جائے گی تو بھی زمین پاک ہو جائے گی۔ یہ مطلب تھا کہ دائمی پلید نہیں ہو جاتی۔ نہ یہ کہ گندگی سامنے پڑی ہو اور پھر بھی تم کہو کہ زمین پلید نہیں ہوتی۔ اس انداز میں جس وقت بات سامنے آئے گی تو اس کو حدیث کی روایت کے نام سے تعبیر کیا جائے گا۔

سوال نمبر 9

دین اسلام میں دلیل و حجت کس کو مانا جائے۔

جواب۔ دین اسلام میں دلیل و حجت وہ مانی جائے گی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ جس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ

كَيْفَ تَقْضِي؟

اے معاذ بتاؤ تم فیصلے کیسے کرو گے؟

أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ

اللہ کے قرآن سے فیصلہ کروں گا۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ ؟

اگر اللہ کے قرآن میں نہ ہو تو پھر کیا کرو گے۔

marfat.com

فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟

تو پھر اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔

میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام نے تیسرا سوال کر دیا۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟

اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت میں نہ ہو تو پھر کیا کرو گے؟

اب اگر کوئی وہ نعرہ لگانے والا ہوتا کہ قرآن وسنت کے بعد کوئی چیز نہیں تو حضرت معاذ کو چپ ہو جانا چاہیے تھا کہ یا قرآن ہے یا سنت ہے۔ آگے میں کون ہوتا ہوں جو بیان کروں۔

نہیں۔ چپ نہیں ہوئے بولے ہیں اور قیامت تک بولنے کا سلیقہ دے دیا ہے۔ کہنے لگے۔

اَجْتَھِدُ بِرَاْیِیْ

میں مسئلہ اپنی رائے سے بیان کروں گا۔

اگر میں قرآن وسنت سے مسئلہ نہ پاؤں تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا لیکن قرآن وسنت کے سائے تلے بیٹھ کر بیان کروں گا۔ اس پر میرے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

تمام تعریفیں اُس خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول یعنی گورنر کو یہ بات کہنے کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کے رسول کا دل خوش ہو گیا ہے۔

لہٰذا کتاب وسنت کے سوا اور بھی ماخذ ہیں۔ اجماع بھی ہے اور قیاس بھی ہے۔

یہ چیزیں ہیں جن سے دین کو سمجھا جاتا ہے اور ان تمام ماخذ میں ترتیب موجود ہے۔

marfat.com

پہلے قرآن کی باری ہے۔قرآن سے نہ ملے تو حدیث دوسرے نمبر پر ہے حدیث سے نہ ملے تو پھر اجماع ہے۔ اجماع کے بعد پھر قیاس ہے۔ میرے امام کی اتنی واضح باتیں ہیں جو تاریخ بغداد میں اور دیگر کتب میں لکھی ہوئی ہیں۔

جب ابو جعفر منصور نے میرے امام کی طرف سندیسہ بھیجا کہ سنا ہے تم دین بدل رہے ہو بتاؤ تم کیسے فقہ بنا رہے ہو تو میرے امام نے طریقہ بیان کیا۔

اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلًا بِکِتَابِ اللّٰہِ

سب سے پہلے جب مسئلہ پیش ہو تو قرآن پڑھتا ہوں۔اگر قرآن سے نہ ملے تو پھر

سُنَّتِ رَسُوْلِہٖ

اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے میں مسئلہ حل کرتا ہوں۔اگر وہاں سے نہ ملے تو پھر کہنے لگے

بِاَقْضِیَۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

تیسرے نمبر پر میں اپنی بات نہیں کرتا میں خلفاء راشدین کے فیصلے پڑھتا ہوں۔ اگر وہاں سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر

ثُمَّ بِاَقْضِیَۃِ بَقِیَّۃِ اَصْحَابِہٖ

پھر باقی صحابہ کرام کے فیصلے پڑھتا ہوں۔اگر وہاں سے بھی نہ ملے

ثُمَّ اَقِیْسُ (المیزان الکبریٰ، ج۱،ص۵۶)

پھر میں اپنے قیاس کو اجازت دیتا ہوں۔

یہ دین اسلام میں دلیل وحجت کے قائم کرنے کا طریقہ ہے۔

سوال نمبر 9

ایک مسلمان حنفی کیسے بنتا ہے۔

marfat.com

جواب۔ مسلمان حنفی ہوتا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ جس وقت وہ قرآن کو مانتا ہے، سنت کو مانتا ہے اور جو بات قرآن وسنت میں صریح نص سے نہ ہو وہاں اپنے امام کے قول کو مانتا ہے جو اس طرح زندگی گذارے اُس مسلمان کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی کہا جاتا ہے۔

جو بات قرآن وسنت میں صریح نص سے موجود نہ ہو وہاں تقلید کے آئینے میں اللہ کی رضا کو تلاش کرتا ہے۔ جو ایسے زندگی گذارے اور بے لگام شتر کی طرح نہ دوڑے۔ تقلید کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارے اس مسلمان کو حنفی کہا جاتا ہے اور اس میں بڑی برکت ہے۔

پہلے میں تصور سے کہا کرتا تھا کہ یہ ایک گمراہی کا سلسلہ ہے کہ پہلے یہاں پہنچتا ہے ایک جماعت ہے وہاں سے نکلتا ہے آگے ایک جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں سے نکلتا ہے تو پھر آگے ایک جماعت ہے اُس میں شامل ہوتا ہے۔ پھر بندہ گمراہی میں چلا جاتا ہے۔ اب بعض لوگوں کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے۔

جوں جوں اس کے دائرے ختم ہوتے ہیں تو وہ آگے گمراہ ہوتا جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک تو بڑے دائرے ہیں اپنے اساتذہ کا ادب ہے۔ اپنے مشائخ کا ادب ہے۔ پھر داتا صاحب کا ادب ہے اور یہ ہمارے ادب ہیں جو ہمیں ہلنے نہیں دیتے، جبکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب تو بہت بڑا ادب ہے۔

ہمارے گرد بڑی باڑیں بنی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے ہم راہ ہدایت سے ہٹ نہیں سکتے۔

ایسا نہیں ہے کہ "جس لایا گلیں اسے نال ہی چلی" یہ ہمارا معاملہ نہیں ہے کیونکہ ہم مُقَلِّدْ ہیں۔

ہم آگے پیچھے جائیں ایسا نہیں ہے کہ ہم سرکار ﷺ کی ذات کو نہ پوچھیں یہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ ہم تو اُن کے بارے میں جو آپ سے نیچے ہیں۔ اُن کے بارے میں یہ

marfat.com

عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن سے اجازت لینا بڑی ضروری ہوتی ہے۔ اس طرح آخر سانس تک بندہ بفضل خدا محفوظ رہتا ہے۔

لیکن وہاں معاملہ یہ ہے کہ گمراہی میں بڑھتے بڑھتے دہریہ بنتا ہے۔ پھر جہنمی بنتا ہے یہ میرا ایک خیال یہ تھا لیکن دو ماہ قبل میرے پاس ایک مریض آیا۔ تو پھر یہ پتہ چلا کہ واقعی ایسے ہے لاہور کا ایک ایجوکیٹڈ انسان وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے کئی دنوں کی مشقت کے بعد میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا میں کبھی تبلیغی جماعت میں تھا پھر میں اہل حدیث تھا اس کے بعد آج میری حالت یہ ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ قرآن قرآن نہیں ہے۔ کیوں؟ کہ جو اردو بازار میں چھپے وہ اللہ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے۔

اب یہ گمراہی کا سلسلہ ہے۔ اُس نے بالکل واضح لفظوں میں کہا دیکھو یہ لوگ جس طرح سے راستے کھولتے ہیں۔ آگے پھر اس غیر مقلد کو سنبھالتے نہیں اُس کو ہمارے لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ اب ان کو سمجھاؤ۔ اب اُس شخص کے گلے سے تقلید کا ہار اترا ہے تو کہاں سے کہاں تک پہنچا ہے۔ اب اُس کا نظریہ یہ تھا کہ ہم جو یہ قرآن پڑھتے ہیں اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اللہ کا قرآن ہے اور یہ حدیثیں جو ہم پڑھتے ہیں اس پر کیا دلیل کہ یہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں۔ یہ بعد میں لکھیں گئیں ہوسکتا ہے انہوں نے اپنی طرف سے لکھ دیں ہوں۔ یہ گمراہی کی ایک چین ہے۔۔ جو بندے زمانے میں تقلید کا ھار گلے سے نہیں اتارتے۔ وہ زمانے میں فتنوں سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ بالآخر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا محب بنائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب نمبر
3

اسلام بمقابلہ
یہودیت و عیسائیت

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِعَشْرَۃٍ یُعْتِقُ فِیْھَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ

لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

marfat.com

اسلام بمقابلہ یہودیت وعیسائیت

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْهَانُہٗ، کی حمد ثناء اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات، ختم الرسل، مولائے کل، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے بائیسویں پُرنور پروگرام میں ہمیں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے کہ ربّ ذوالجلال ہمیں فقاہتِ دین عطا فرمائے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے:

''اسلام بمقابلہ یہودیت وعیسائیت''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید کی آیات کا ایک واضح حصہ یہودیت ونصرانیت کے متعلق احکام پر مشتمل ہے۔ اسلام کی جو اُس وقت اپوزیشن تھی اُس میں یہ دو گروپ پاور فل Powerful گروپ بھی شمار ہوتے تھے۔ اسلام کی اس وقت اپوزیشن مشرکین تھے منافقین تھے اور یہود ونصاریٰ تھے۔

marfat.com

لہٰذا قرآن مجید نے ان کے ساتھ حکمت سے جھگڑا بھی کیا ہے، انہیں سمجھایا بھی ہے اور دلائل سے ان لوگوں کو دعوت حق بھی دی ہے۔ قرآن مجید کے درس کے لحاظ سے بالخصوص جو موجودہ ہمارے Current isseues ہیں اور انٹرنیشنل فورم کے اوپر نصاریٰ کے ساتھ ''مسلم امہ کے متعلق جو احکام ہیں'' ان میں بحث چلتی رہتی ہے۔ کچھ حکمران اور انکے ہم پیالہ سکالر یہودیت وعیسائیت کے متعلق مسلمانوں میں ایک نرم گوشہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اور بعض مقام پر تو بہت زیادہ فکری بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو بالکل اپنے مساوی بٹھا کر انکی منسوخ کتابوں کے پڑھوانے کا سلسلہ بھی جاری ہو چکا ہے۔

اس لئے آج کی ہماری گفتگو اس تناظر میں اپنوں اور بیگانوں کیلئے اور اسلام کے اندرونی اور بیرونی محاذ پر ایک دعوت بھی ہے اور کلمہ حق بھی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ایمانی پروگرام کو ہمیں بھرپور طریقے سے آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہود ونصاریٰ کیساتھ معاملات

یہود ونصاریٰ اور انکے ساتھ معاملات کے سلسلے میں ہمیں چند قرآنی آیات کو گفتگو کے آغاز میں پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

''اور ہرگز تجھ سے یہودی اور عیسائی راضی نہیں ہونگے یہاں تک کہ آپ انکی

marfat.com

ملت کی پیروی کریں"۔

تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے مسلمانوں کے علماء اور سکالرز اور مصلحین کے لئے اپوزیشن واضح کردی کہ کبھی بھی تم یہ نہ سمجھو کہ ہم اگر لچک دکھائیں تو وہ ہم سے راضی ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تم سے اُس وقت تک راضی نہیں ہونگے جب تک تم اسلام کے کیمپ میں ہو حتیٰ کہ تم اپنا دین بدل لو اور اُن کے پیچھے لگ جاؤ تو پھر وہ راضی ہو جائیں گے اور اگر تم مسلمان بنا چاہتے ہو تو پھر وہ تم سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا تم جتنے بھی "براڈ مائنڈڈ" BRDAD MINDED ہو جاؤ اور اسلامی حدود قیود کو پامال کرتے ہوئے انکے ساتھ دوستی میں سبقت کرو تو جب تک تمہارا اسلام کا تعارف اور کوئی شناخت باقی ہے تو وہ کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہونگے اگر تم نے یہود و نصاریٰ کو راضی کرنا ہے تو پھر تمہیں اسلام چھوڑنا پڑے گا۔

تو مومن آگ میں جل جانا تو برداشت کرسکتا ہے لیکن اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا تو پتہ چلا کہ تم اس رستے میں ہی نہ پڑو کہ ہم یہود و نصاریٰ کو راضی کریں وہ چاہے راضی ہیں یا ناراض ہیں۔ ہمیں اُن سے کوئی سروکار نہیں ہے اپنے مولیٰ رب ذوالجلال اور اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا سے تعلق ہے اور وہ تب راضی ہونگے۔

جس وقت ہم یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں اپنا موقف سخت ترین رکھنے والے ہونگے۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کے مختلف عقائد، انکی حرکات اور انکی شرارتوں کا ذکر فرماتا ہے۔ چونکہ یہ اس وقت مستقل موضوع نہیں ہے۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۴ میں موجود ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ

یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ باندھا ہوا ہے۔

۱۔ دیکھئے عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے نبی علیہ السلام سے تو مخالفت رکھتے ہیں اور اللہ کے بڑے وفادار ہیں۔ لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بھی وفا نہیں کر سکتے اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی شدید بغض ان کے سینوں میں موجود ہے۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا ہے کہ

يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ روک دیا گیا ہے، باندھ دیا گیا ہے وہ کسی کو کچھ دے نہیں سکتا۔ تو رب ذوالجلال نے خود جواب دیا۔

غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ

ان کے ہاتھ باندھے جائیں گے۔

مطلب یہ تھا کہ یا تو دنیا میں یہ بخیل ترین شمار ہونگے اور ان سے بڑا کوئی بخیل نہیں ہوگا، وہ بھی تجربہ سے ثابت ہے۔

یا یہ ہے کہ ان کو جہنم میں باندھا جائے گا تو اللہ نے یہود کے مقابلے میں نرم گفتگو نہیں کی بلکہ بڑا گرم جملہ ارشاد فرمایا کہ "غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ" اُن کے ہاتھ باندھے جائیں گے۔ یہ بخیل ہونگے یا جہنم میں ذلیل ہونگے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

marfat.com

وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا

اور یہودی اپنے اس قول کی وجہ سے ملعون قرار دیئے گئے ہیں جو انہوں نے میرے بارے میں کہا۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کو ملعون قرار دیا کہ یہ اس بات کی وجہ سے لعنتی ہیں کہ انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو باندھا ہوا ہاتھ قرار دیا ہے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ

بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق جو ہاتھ ہیں وہ مراد ہیں۔ ہمارا اس بات پر یقین ہے اور اسکا کوئی معنی ہم اپنی طرف سے معین کرنے والے نہیں ہیں کہ اسکا اس طرح کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھ کھلے ہیں اور پھر انکی وضاحت کرتا ہے۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ

وہ اللہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کسی نے باندھے ہوئے نہیں ہیں اس کے ہاتھ کو کون باندھ سکتا ہے؟ اُس کے ہاتھ کھلے ہیں اور ہر وقت اُس کی عطائیں لوگوں پر ہو رہی ہیں اور اسکے کرم کی برسات ہو رہی ہے۔

اس آیت میں مزید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا

اے میرے محبوب تم پر جو تمہارے رب نے قرآن نازل کیا وہ قرآن ان میں

marfat.com

سے اکثر کو مستقبل میں ترقی دے گا شرارت میں اور کفر میں۔

یعنی تم پر جو قرآن رب کی طرف سے اُتر رہا ہے اس قرآن سے ان کو بڑی چڑ ہے۔ جوں جوں قرآن اترتا جائے گا ان کی شرارتیں بڑھتی جائیں گی اور جوں جوں آیات سے مومنین کو خوشی ملے گی مومنین کیلئے نیا حکم اور اللہ کا نیا انعام ہوگا۔ ان کا کفر بڑھتا جائے گا یہ طغیان اور کفر کے لحاظ سے ترقی پاتے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں جس وقت یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ جوں جوں قرآن مجید کا نزول ہوتا جائے گا تو یہودیوں میں طغیان کا اضافہ ہوگا اور کفر کا اضافہ ہوگا۔

قرآن مجید نے یہود کو کافر قرار دیا اور کفر کا لفظ بولا پھر ان کا کفر تہہ بتہہ بڑھے گا تو قرآن مجید کی خبر کے مطابق اس وقت سے لیکر آج تک قرآن مجید کی خبر کے مطابق یہود کے کفر میں کتنا اضافہ ہے، انکے طغیان میں کتنا اضافہ ہوا ہے اور انکی سرکشی میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ عیسائیوں کے ہتھکنڈوں میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شاید فرعون بھی اتنا ظالم نہ ہو، جتنا آج امریکہ برطانیہ اور اسرائیل کا ظلم ہے۔ کہ مسلمانوں کے اسلحہ سے ہی مسلمانوں کو ماریں مسلمانوں کا خون بہائیں۔ وہ فرعون ظالم تھا لیکن کم از کم اپنا خرچہ تو کرتا تھا۔

یہ مسلمانوں کا ہی تیل، مسلمانوں کے وسائل اور مسلمانوں کا ہی سب کچھ استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے پیسے سے مسلمانوں کیلئے گولی خریدتے ہیں اور مسلمانوں کو مارتے ہیں۔ یہ ان کے اندر طغیان کا اضافہ ہوا ہے اور کفر کا اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا یہ نص قرآنی ہے کہ یہ لوگ کفار ہیں اہل کتاب ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کو واضح کیا۔ کہ جوں جوں قرآن اترتا جائے گا ان کا کفر بڑھے

marfat.com

جائے گا ان کی سرکشی بڑھے گی لہٰذا ان کی حالتِ کفر کے بارے میں کبھی کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے اور اس سلسلے میں نرم گوشہ نہیں ہونا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن مجید میں طغیان کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اور ان پر کفر کا بھی اطلاق کیا ہے۔

اُنکی ذریت میں سے آج وہ ہمارے لئے اچھا ہو سکتا ہے جو اپنے پچھلے ہوئے لوگوں کا مذہب چھوڑتا ہوا اسلام قبول کر لے گا۔ پھر اس کو اس زمرے سے باہر رکھا جائے گا اور جو اسی دین پر ہے تو پھر پرانے سارے مظالم اُسی کے پلے پڑیں گے اور اُسی کے کھاتے میں آئیں گے۔

جو رسول اکرم ﷺ کے عہد زریں کے لوگ تھے۔ اُن کو یہ کہا گیا کہ تم نے نبیوں کو قتل کیا حالانکہ انہوں نے تو نہیں کیا تھا۔ اُن کے بڑے باپ دادا جو پیچھے نسل میں تھے انہوں نے قتل کیا تھا۔ چونکہ یہ انہیں برحق مانتے تھے اور ان کے دین پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے پیغمبروں کو قتل کیا۔

آج کے یہود و نصاریٰ اسی نہج اور ٹریک پہ چل رہے ہیں اور انہیں کے پیچھے ہیں۔ لہٰذا یہ سارے مظالم اور یہ سارے گناہ جو انہوں نے کیے ان سب کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا۔ یہ سارے اسی پلڑے میں شمار ہونگے۔ لہٰذا ان کے معاملے میں مسلمانوں کو پوری طرح حساس اور خبردار رہنا چاہیے کہ اہل کتاب ہونے کے باوجود یہ کفار ہیں اور انکے ساتھ کفار جیسا رویہ رکھا جائے گا۔

سوائے چند استثنائی معاملات کے وہ بھی محض دنیوی احکام کے لحاظ سے ہیں اور باقی ان کو عقیدے کے لحاظ سے مومنین کے قریب سمجھا جائے یا ایمان اصطلاحی کا لفظ ان پر بولا جائے یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کے وقت کہا تھا کہ کفر اب بھی ہے اور جب یہ قرآن نازل ہوتا جائے گا ان کا کفر بڑھتا جائے گا۔ لہٰذا کئی درجہ ان کا کفر بڑھ چکا ہو اور اس کے باوجود بھی ہم ان کے ایمان کی بات کریں، یا ان کے کسی معاملہ کو ایمانی قرار دیں۔ یہ تو سارے قرآن مجید کی تعلیمات سے انحراف کا معاملہ ہوگا۔ وہ کفر بڑھتا گیا بڑھتے بڑھتے آج اس کفر کی کئی ظلمات اور ہیں اور ان کے اندھیرے چھا چکے ہیں۔ نہ ان کی کتاب کتاب اللہ ہے۔ اس وقت جو ان کے پاس ہے وہ منزل من اللہ نہیں ہے اور اگر وہ اپنے کسی نبی کا ''برتھ ڈے'' مناتے ہیں تو ہم اُس کے ساتھ مل کر وہ نہیں منا سکتے اس لئے کہ ہر لحاظ سے ہمارا اور ان کا ایک فرق ہونا چاہیے۔

جب ان کا اپنے انبیاء علیہم اسلام کے بارے میں عقیدہ ہی درست نہیں ہے۔ عقیدہ ہو تو ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کا نبی کہیں (یعنی ان موجودہ لوگوں کا) یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غلامی کے اہل نہیں ہیں۔ ایسے ہی یہود ہیں اس طرح وہ اپنے جھوٹے مذہب میں اور جھوٹے دین میں اپنے کسی پیغمبر کا ''برتھ ڈے'' منائیں۔ تو ہم اسکو میلاد کی تقریب کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے میلاد کے ساتھ مشابہت نہیں دے سکتے۔ اس واسطے کہ کفار کے معاملے کو کفر کے دائرے میں سمجھا جائے گا اور کبھی بھی ایمان والوں کو ان کے کسی کام میں شریک نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے اندر آگے جا کر تفصیل سے یہ ذکر ہے۔

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

اور وہ یہودی زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا

marfat.com

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مفسد کہہ دیا تو وہ مصلح کیسے ہو سکتے ہیں۔ اصلاح پسند کیسے ہو سکتے ہیں اور وہ امن کے حمایتی کیسے ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا یہ رب ذوالجلال کے ازلی فیصلے ہیں اور ان فیصلوں میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۸ میں موجود ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور ہم اُس کے برگزیدہ ہیں یہ بھی انکی شرارت اور ربّ ذوالجلال کے دربار کی توہین ہے کہ جو رب اولاد سے پاک ہے۔ اُس کا کوئی بیٹا بنا چاہیے اور اپنے آپ کو اسکا بیٹا کہے تو وہ اللہ کی توہین کر رہا ہے۔ چونکہ بیٹا کہہ کے اُس نے معاذ اللہ رب کیلئے کسی زوجہ کو ثابت کر دیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ صاحبہ سے پاک ہے۔ زوجہ سے پاک ہے۔ اولاد سے پاک ہے۔ بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ یہود و نصاریٰ نے رب ذوالجلال کے دربار کی پھر توہین کی ہے کہ انہوں نے اپنے مقام کو واضح کرنے کیلئے کہ ہمارا رب سے بڑا قریبی تعلق ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی اس بنیاد پر تردید کی ہے۔

فرمایا: یہ میرے پیارے بھی نہیں چہ جائیکہ میرے بیٹے ہوں۔ اُن کا میرے ساتھ کوئی رابطہ، کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں ان پر عذاب کیوں نازل کرتا۔ حالانکہ میں نے ان پر عذاب نازل کیے ہیں۔ جبکہ میں اپنے پیاروں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اس واسطے یہ ان کا جھوٹ ہے نہ ہی میری اولاد ہیں اور نہ ہی یہ مجھے کسی طرح پیارے لگتے ہیں۔

marfat.com

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کا سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 31-30 میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارٰى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ

یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

یعنی یہ ان کا معاملہ ہے کہ وہ انبیاء کو بھی اللہ کا بیٹا بناتے ہیں اور خود بھی اللہ کا بیٹا بنتے ہیں۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر اپنا اصل میں مرتبہ بڑھانا چاہتے ہیں کہ خود تو اللہ کے بیٹے ہوں لیکن ان کے نبی اللہ کے بیٹے نہ ہوں تو یہ بڑا دشوار معاملہ تھا لہٰذا پہلے تو ان کو کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) یہ کہنے کے بعد اپنے بارے میں بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فرمایا "ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ" یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں۔

اس طرح کہنے سے کون بیٹا بن جاتا ہے؟ ربّ ذوالجلال اولاد سے پاک ہے۔

یہ ان کا قول کیسا ہے؟

يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ

یہ اُن لوگوں کے قول کے مشابہ ہے جنہوں نے پہلے کفر کیا۔

یہ قرآن مجید میں دوسری بار صراحت ہے کہ جہاں یہود و نصاریٰ کے کفر کو بیان کیا گیا ہے۔

ان کا یہ جملہ کافروں کے قول کے مشابہ ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم اسکے بیٹے ہیں یا ہمارے پیغمبر اللہ کے بیٹے ہیں۔ تو یہ انکا کفر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

marfat.com

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ

اللہ انہیں تباہ کرے یہ کیسے اوندھے پھرتے ہیں۔

"قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ" اس میں اللہ نے قاتل کا لفظ استعمال کیا ہے اب جس وقت ہم قرآن پڑھیں گے تو "قاتلہم اللہ" کہیں گے ہم اس کی ٹرانسلیشن Translation کریں گے تو ہم کہیں گے کہ اے یہود و نصاریٰ تم تباہ ہو جاؤ۔ جو رب ہے اُس کو پتہ ہے کہ کون برحق ہیں اور کون اپنے عقیدے سے بدل چکے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی وجہ سے عزتیں پانے والے ہوں اللہ تعالیٰ انہیں کہتا ہے کہ تم مر جاؤ "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ" اللہ تمہیں برباد کر دے اور تمہیں ختم کر دے۔ اللہ نے "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ" کا جو جملہ بولا ہے اس سے اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ میں نے کتاب دے کے جن کو شرف دیا تھا وہ ماننے والے ہیں اور جن کے پاس اب کتاب ہے جب قرآن مجید اتر رہا ہے اور وہ اس قرآن کو نہیں مانتے بلکہ اپنی محرف کتاب کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ انہیں تباہ کر دے، انہیں ہلاک کر دے اور قتل کر دے جن کے بارے میں رب تعالیٰ۔ "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ" کا جملہ بولا، اگر ہم بولیں گے تو اس کو ہماری سختی نہیں کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے دین کا حصہ بنایا ہے۔

کیا ہم کسی کی رضا کے حصول کیلئے قرآن کی آیات کو چھوڑ دیں گے؟ نہیں نہیں۔ مومن قرآن کو نہیں چھوڑ سکتا تو جب قرآن کو نہیں چھوڑ سکتا تو پھر یہ پہلو واضح کرنا پڑے گا کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں، گمراہ ہیں، دھتکارے ہوئے ہیں، جہنمی ہیں اور کافر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ ان پر لعنتیں کی ہیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت و رسوائی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کو رسوا کر دیا جائے گا۔

marfat.com

پہلی آیت میں بالخصوص یہود کا ذکر تھا آخری آیت میں یہود کے ساتھ نصاری کا ذکر بھی تھا اور یہود کے علاوہ نصاری کے بارے میں مستقل آیات بھی موجود ہیں۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارٰى

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور اُن لوگوں میں سے جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں۔

اَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ

ہم نے اُن سے عہد لے لیا۔

کہ اگر تم نصاری ہو تو تمہیں یہ باتیں ماننی ہیں پھر سارے پیغمبروں کو ماننا ہے۔

کیونکہ باقاعدہ معاہدہ ہوا۔

فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو معاہدہ انہوں نے ہم سے کیا تھا وہ بھول گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی، ذلت اور رسوائی کو خود بیان کیا ہے۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۤءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

قیامت تک ہم نے ان کے دلوں کے اندر آپس میں دشمنی ڈال دی ہے۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

اور اللہ تعالیٰ واضح کردے گا جو کچھ یہ کرنے والے ہیں۔

میں نے اس مقام پر چند آیات بطور مثال پڑھیں۔ چونکہ ہمارے قرآن کا تو ایک پورا حصہ ان کے خلاف ہے اور ان کے خلاف قرآن مجید کے سخت فیصلے ہیں اور واضح کیا گیا ہے کہ اگر تم جنت چاہتے ہو تو پھر تمہیں قرآن کی طرف پلٹنا پڑے گا۔

marfat.com

قرآن نے ان کے کفر کو اور انکے ملعون ہونے کو واضح کیا ہے۔ لٰہذا ان آیات کی روشنی میں کسی مومن مصلح کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کے نزول کے بعد یہود نصاریٰ کو پھر مومن کہے۔ یا انہیں کسی لحاظ سے بھی بیلیور "BELIEVER" سمجھے۔

لغوی معنی کے لحاظ سے تو ابوجہل بھی بلیور تھا۔ اس کے بتوں کے بارے میں یقین تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلیور ہیں انہیں رب کے بارے میں یقین ہے۔

اب ان دونوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے کہ دونوں بلیور ہیں اور دونوں ایک طرح کے ہیں؟ نہیں نہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ دونوں کو یقین تو ہے لیکن یہ یقین کس چیز کا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رب کی توحید کا یقین ہے اور ابوجہل کو اپنے بتوں کے شرک کا یقین ہے۔ تو بلیور کہہ کے دونوں کو ایک پلڑے میں رکھیں۔ یہ دین نہیں ہے۔

ایک اُن میں سے جنت میں ساری امتوں کی جو سب سے پہلی اور بڑی سیٹ ہے اُس پر بیٹھنے والے ہیں اور ابوجہل جہنم کے نچلے طبقے میں جلنے والا ہے۔

اس واسطے لغوی معاملات علیحدہ ہیں لیکن یہاں شرعی معاملات کی بحث ہو رہی ہے۔

اس لحاظ سے یہود و نصاریٰ ہرگز بلیور نہیں ہیں۔ اُن کا ایمان ایمان نہیں۔

انکار دین نہیں، موجود صورتحال میں یہ سب کچھ بدل چکے ہیں اور ان قرآنی نصوص کے مطابق انہوں نے اپنا خود نقصان کیا ہے اور اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے اساسی فرامین سے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوں۔ خود رسول اکرم ﷺ نے کمپیریٹیو سٹڈی Comparative study کے طور پر ہمارا اور یہود و نصاریٰ کا موازنہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

marfat.com

مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی آدمی نے مزدور رکھے ہوں اور انہیں کہا ہو کہ تم نے میرے ہاں کام کرنا ہے۔

یہ جو مزدور رکھنے والی ذات ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مزدوروں سے امتیں مراد ہیں۔ یہ مثال دینے کا انداز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں جو امتوں کی شان ہے اُس کو ظاہر کرنے کیلئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں سمجھو کہ

مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاء

تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی آدمی نے مزدور رکھ لئے اور پھر کہا۔

مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةٍ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ

میرا صبح سے لیکر دوپہر تک کون کام کرے گا۔ اُس کو ایک قیراط اجرت ملے گی۔

جب یہ اعلان ہوا تو

فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ

یہودی مزدور آگئے انہوں نے کہا کہ ہم صبح سے دوپہر تک کام کریں گے اور ایک قیراط اجرت لیں گے۔ الگ اب مثال میں یہ یاد رکھنا کہ مزدور رکھنے والی ذات اللہ کی ذات ہے۔ مزدوروں سے مراد امتیں ہیں اور ٹائم سے مراد احکام کی نرمی اور سختی ہوگی۔ جتنا کام امت کا زیادہ ہوگا اتنی مشقت امت پر زیادہ ہوگی۔ پہلا اعلان تھا کہ صبح سے دوپہر تک کون مزدوری کرے گا تو یہودیوں نے کہا ہم یہ کام کریں گے تو انہوں نے کام شروع کردیا۔

marfat.com

پھر اعلان ہوا

مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ

وہ کون ہے جو دوپہر سے عصر کی نماز تک میرا کام کرے۔ اسکو بھی ایک قیراط اجرت ملے گی یہاں بھی پہلے مزدوروں جتنی مزدوری ہے۔ پہلے بھی ایک قیراط پر کام کر رہے تھے اب یہ بھی ایک قیراط پر کام کریں گے لیکن دونوں کے وقت میں فرق ہے۔ پہلے والے صبح سے دوپہر تک کام کرتے رہے اور دوسرے دوپہر سے عصر تک کام کریں گے کیونکہ صبح سے دوپہر کا وقت زیادہ بنتا ہے اور دوپہر سے عصر کا وقت تھوڑا بنتا ہے۔ جب یہ اعلان ہوا تو

فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی

تو عیسائیوں نے کہا یہ کام ہم کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے کام کرنا شروع کر دیا

ثُمَّ قَالَ

پھر اعلان ہوا

مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنَ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ عَلٰی قِیْرَاطَیْنِ

وہ کون ہے جو عصر سے غروب شمس تک کام کرے اُس کو دو قیراط اجرت ملے گی۔ اب یہاں وقت میں بھی تبدیلی ہے اور اجرت میں بھی تبدیلی ہے۔ پہلے دونوں قسم کے مزدوروں کا وقت بھی زیادہ تھا اور اجرت دونوں کی ایک تھی لیکن ان کا وقت بہت تھوڑا اور اجرت ڈبل ہے۔ جس وقت یہ اعلان ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: اے میرے صحابہ جانتے ہو وہ پارٹی کونسی ہے کہ جن کا "پیریڈ آف ورک" Period of work تھوڑا سا ہے۔ لیکن اُن کا اجر ڈبل ہے۔ صحابہ

marfat.com

کرام نے عرض کیا: "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

اس پر میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اَنْتُمْ هُمْ

اے میری امت وہ تم ہو کہ جن سے رب کام تھوڑا کروائے گا مگر اجرت زیادہ عطا فرمائے گا۔

اس میں ایک بات بالکل واضح ہے کہ کام کا وقت مختلف ہے۔ صبح سے دوپہر تک بہت زیادہ ہے اور دوپہر سے عصر تک اُس سے تھوڑا ہے۔ لیکن عصر سے مغرب تک کا وقت اُس سے بھی تھوڑا ہے کام میں تھوڑی تھوڑی اس طرح تبدیلی آئی ہے اور آخری قوم کیلئے بالکل تھوڑا کام ہے۔ لیکن آخر والے اجرت زیادہ لے گئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جب یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہو گیا تو وہاں پر یہود ونصاریٰ نے احتجاج کیا۔

غَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى

یہود ونصاری غصے میں آ گئے اور کہنے لگے۔

مَالَنَا اَكْثَرُ عَمَلاً وَاَقَلُّ عَطَاءً

ہمارا کام زیادہ ہے لیکن اجرت تھوڑی ہے۔

بعد میں قوم آرہی ہے کام تھوڑا کریں گے مزدوری زیادہ ملے گی ایسا معاملہ کیوں ہے؟

ان کا ڈبل اعتراض تھا۔ ایک یہ کہ ہمارا کام کرنے کا وقت بہت زیادہ ہے اُس پر جو تو نے اجرت دی ہے وہ بہت تھوڑی ہے اور دوسرا یہ کہ بعد والوں کے کام کرنے کا وقت تھوڑا ہے لیکن اجرت ڈبل ہے۔ ان کو اجرت تھوڑی ملنی چاہیے تھی زیادہ مزدوری

marfat.com

کیوں دیتا ہے۔

جب انہوں نے یہ اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ بڑا حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا منہ یوں بند کر دیا۔

هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ

کیا تمہارا حق میں نے کم کیا ہے۔

تمہاری جتنی مزدوری بنتی تھی وہ میں نے دی ہے یا نہیں دی۔ تو کہنے لگے اے اللہ ہمارا حق تو تو نے نہیں رکھا ہم مانتے ہیں تو نے ظلم نہیں کیا۔ جتنا ہمارا کام تھا مزدوری اتنی ملی ہے۔ لیکن ہمارا اعتراض یہ ہے کہ بعد والوں سے بھی ہمارے جتنا کام کروا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عدل تو تم نے میرا مان لیا کہ جتنا تم مستحق تھے اُتنا میں تمہیں دے رہا ہوں اور آگے جو دوسرا معاملہ ہے کہ اپنے محبوب کی امت سے بھی اتنا ہی کرواؤں اور اتنا ہی دوں اسکا اللہ تعالیٰ نے بڑا حسین جواب دیا فرمایا:۔

ذَالِكَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ (بخاری شریف: ۳۰۲/۱)

یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں جتنا دے دوں۔

لہذا تم نے میرے ہاں کام کیا تو میری رحمت کے تم منشی تو نہیں بن گئے کہ میں تم سے پوچھوں اور تقسیم کروں۔ تمہارا حق یہ ہے کہ جتنی تمہاری مزدوری ہے وہ مانگو اور جب وہ میں نے دی ہے تم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ میں نے تم پر ظلم نہیں کیا۔ لہذا اگر میں اپنے محبوب علیہ السلام کے غلاموں سے تھوڑا کرواتا ہوں اور انہیں زیادہ دیتا ہوں تو وہ تمہارے حصے سے تو نہیں دے رہا بلکہ اپنے خزانہ فضل سے دے رہا ہوں۔ لہذا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں جتنا دوں تم اس بارے میں ہڑتالیں نہ کرو کیونکہ میں نے تمہارا

maktabah.org

حق نہیں رکھا۔لہٰذا جھگڑا نہ کرو پیارے کی امت بھی بڑی پیاری ہے میں اس سے کام تھوڑا کرواؤں گا اجرت زیادہ عطا فرماؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیت ونصرانیت کے مقابلے میں ہماری برتری پہلے دن سے ہی واضح کردی ہے۔

اس امت کی آمد سے پہلے بھی کرسچئین اور یہود کے مقابلے میں ہمارا وقار تھا۔مخاطب کر کے کہا کہ یہ میرا فضل ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کے محبوب امتی ہیں اُن سے زیادہ نہیں کرواؤں گا۔تھوڑا کام کرواؤں گا اجرت زیادہ عطا فرماؤں گا۔

ضمناً یہاں پر نماز عصر کے وقت کی بھی شناخت ہوگئی کہ اس کی اذان کب پڑھنی چاہیے۔آج کچھ لوگ ظہر کے ٹائم میں عصر کی اذان پڑھ دیتے ہیں۔ایک مثل گذر جانے کے بعد ہی عصر کی آذان دے دیتے ہیں تو یہ حدیث اُس وقت کو غلط ثابت کر رہی ہے۔

اگر عصر ایک مثل پر ہو جاتی ہوتی تو رب ذوالجلال انہیں جھڑکی دیتا کہ ہوش سے بات کرو تمہارا تو اعتراض ہی غلط ہے۔تم کہتے ہو کام ہمارا زیادہ ہے۔تمہارا کام کیسے زیادہ ہے دوپہر سے ایک مثل تک اور ایک مثل سے مغرب تک تو ٹائم برابر ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کو چاہیے تھا کہ وہ نصاریٰ سے کہتا کہ تم تو جھوٹ بولتے ہو کہ ہمارا ٹائم زیادہ ہے اور اجرت تھوڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا کہ جاؤ ایک اعتراض کرتا ہے تو اجرت والا کرو، ٹائم تو تمہارا برابر ہے اگر ایک مثل پر عصر ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے اعتراض کو غلط قرار دیتا اور Reject کر دیتا۔

جبکہ اللہ نے اعتراض کو برقرار رکھ کے جواب دیا ہے کہ ٹھیک ہے وقت تمہارا زیادہ

marfat.com

ہے۔ اجرت تمہاری تھوڑی ہے مگر یہ میرا اپنا فضل ہے میں جسے چاہوں جتنا عطا فرما دوں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عصر کا وہی وقت صحیح ہے جس پر ہماری مساجد میں اذانیں ہوتی ہیں۔ اب اس کے مطابق عیسائیوں کی بات صحیح ہے کہ وہ کہیں گے کہ وقت ہمارا زیادہ بنتا ہے۔ کیونکہ ہماری عصر کی اذان کے مطابق عصر سے مغرب تک کا ٹائم تھوڑا ہوگا اور دوپہر سے عصر تک کا ٹائم زیادہ ہوگا تو عیسائیوں کا اس لحاظ سے ڈبل اعتراض بن جائے گا۔ جس طرح بخاری شریف میں بارہا موجود ہے کہ ہمارا ٹائم زیادہ ہے اور اجرت تھوڑی ہے تو یہ حدیث کی برکت ہے کہ ہمارا یہ مضمون جو یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں چل رہا تھا اس میں اندر کی بیماری کا حل بھی موجود ہے۔

جب یہود و نصاریٰ کے لحاظ سے یہ بات سامنے آگئی تو یہ ہماری اُن پر پہلی ترجیح ہے کہ ان سے کام سخت سے سخت لئے گئے اور اجرت تھوڑی دی گئی اور اس امت کو لاڈ لا رکھا ہے۔ کام نرم سے نرم ہے اور اجرت بہت زیادہ ہے۔

اب اس کے بعد دوسرا معاملہ جو آج بالخصوص ہمارے موضوع کو ٹچ کرے گا مقابلہ تو اس سے بھی واضح ہو گیا کہ ان کا ہمارے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے یہ پیچھے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فضل والوں کو اپنا فضل عطا فرمایا ہے۔

بخاری شریف ج نمبر 1 ص نمبر 302 پر ایک اور حدیث شریف ہے۔
لیکن مضمون تھوڑا سا مختلف ہے۔

اس سے میں بالخصوص ان لوگوں تک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں جو ان کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے اور آج انہیں اہل کتاب کہہ کے مسلمانوں کا اور اُن کا آپس میں ڈائیلاگ "Dialogue" کرا کے ان کے لئے مسجدیں کھولنے کی باتیں کرتے

marfat.com

ہیں اور اپنے ساتھ بٹھا کے کہتے ہیں کہ یہ میلاد عیسیٰ علیہ السلام مناتے ہیں اور ہم میلاد محمد ﷺ مناتے ہیں اس بات میں ہم آپس میں مشترک ہیں۔ ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ دھتکارے ہوئے ہیں مردود ہیں۔ جب اُن کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا یَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا

تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی نے لوگوں کو مزدوری پہ رکھا۔

اُس آدمی کی اُن سے پورے دن کی مزدوری کی بات طے ہوگئی اُس نے کہا تم نے میرے ہاں پورا دن کام کرنا ہے اور اتنی اجرت تمہیں دوں گا۔ اُس قوم نے کہا ہم پورا دن کام کریں گے۔ لیکن جس وقت انہوں نے کام کرنا شروع کیا تو دوپہر تک ہی تھک گئے۔ دوپہر تک بمشکل پہنچے۔ کام تو انہوں نے مغرب تک کرنا تھا۔ دوپہر تک جا کے انہوں نے ٹوکری پھینکی اور کہنے لگے۔

لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰی اَجْرِكَ الَّذِیْ شَرَطْتَ لَنَا

مالک سے کہنے لگے ہمیں مزدوری کی کوئی ضرورت نہیں ہم تو کام کر کر کے مر گئے ہیں ہم اپنے گھر جا رہے ہیں۔

اُن کا معاہدہ تو پورے دن کا تھا کہ پورا دن کام کرو گے تو اتنی مزدوری تمہیں دوں گا انہوں نے دوپہر تک کام کیا اور بیٹھ گئے پھر کہنے لگے کہ جو تو نے ہمارے ساتھ طے کیا تھا ہمیں اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم گھر جا رہے ہیں۔

marfat.com

وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ

اور جو کچھ ہم نے کیا وہ باطل ہو گیا۔

چونکہ مزدوری تو تب ملنی تھی جب پورا دن کام کرتے اور ہم پورے دن میں تو مر جائیں گے ہم نہیں کر سکتے۔ آدھے دن کا کیا ہوا کام چھوڑتے ہیں ہم اسکی مزدوری نہیں لیں گے اور کہا کہ ہم جا رہے ہیں۔

اُس آدمی نے کہا:

لَا تَفْعَلُوْا

مالک نے کہا ایسے نہ کرو اپنی مزدوری کیوں ضائع کرتے ہو۔ آدھا دن ہی تو باقی رہ گیا ہے اور وہ کام کرو۔

اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوْا اَجْرَكُمْ كَامِلًا

باقی آدھا دن بھی کام کرو اور اپنے کام کی مزدوری وصول کرلو۔

وہ مالک کی بات پر کان دھرے بغیر واپس گھر چلے گئے انہوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔

اب مالک نے کہا کہ مزدوری تو کروانی ہے اُس نے دوبارہ اعلان کیا کہ پورا دن کام کروانا تھا آدھا دن گذر گیا ہے اور آدھا دن باقی رہ گیا ہے کوئی ایسا مزدور ہے جو باقی آدھا دن کام کرے تا کہ اسکو اجرت دی جائے تو ایک اور قوم آ گئی مالک نے اُن سے کہا۔

اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

یہ باقی دن تم پورا کر دو تو میں تمہیں پورے دن کی مزدوری دے دوں گا۔

marfat.com

پہلے کچھ لوگوں نے آدھا دن کام کیا ہے اور انہوں نے مزدوری لینے سے انکار کیا ہے۔ میں وہ مزدوری بھی تمہیں دوں گا۔ گویا تمہارے تو وارے نیارے ہیں آدھا کیا ہوا کام تمہیں مل گیا ہے آدھا تم نے باقی کرنا ہے۔ لہٰذا نصف دن باقی کا کام کرو تو میں تمہیں مکمل دن کی مزدوری دے دوں گا۔ نصف تمہارے کام پر اور نصف پہلے مزدور کی مزدوری۔

یہ بات اصل میں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ امتوں سے اُس نے مزدوری کروانی ہے اور ایک دن اُس نے رکھا ہے۔ یہ قوم تیار ہو کے آ گئی ٹھیک ہے پہلے تو بڑے بزدل تھے اور بڑے کام چور تھے ہم بڑے مضبوط اعصاب والے ہیں اور آدھا دن ہی تو باقی رہ گیا ہے۔ ہم باقی پورا دن کام کریں گے اور پورے دن کی مزدوری لے لیں گے۔

جب یہ قوم آئی تو انہوں نے کام شروع کر دیا۔

حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

جب عصر کی نماز کا ٹائم قریب ہو گیا تو کہنے لگے۔

لَكَ مَا عَمِلْنَا

جو کام ہم نے کیا وہ تجھے پہنچے۔

ہم نے جو کیا سو کیا آگے ہم سے کچھ نہیں ہوتا۔ شام تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔

عصر تک مشکل سے پہنچے ہیں اور ہمیں نہ پہلی مزدوری کی ضرورت ہے اور نہ اپنے کیے ہوئے کام کی مزدوری کی ضرورت ہے۔

ہم کام کر کر کے مر گئے ہیں۔ ہمیں چھٹی چاہیے۔ وہ دوپہر سے عصر تک گھبرا گئے اور اس سے آگے کام کرنے سے انکار کر دیا۔

marfat.com

جس وقت انہوں نے ایسا کیا تو پھر مالک نے کہا کہ ہوش کرو تم کیا کر رہے ہو تھوڑا سا ٹائم تو باقی رہ گیا۔

اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ

تھوڑا سا عصر سے مغرب تک کا کام پورا کرو اور پورے دن کی تم مزدوری لو۔

تم اپنا نقصان کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں نہیں۔ ایک منٹ بھی آگے نہیں جائیں گے۔ یہ تمہارا کام ہے ہم جا رہے ہیں ہمیں کسی مزدوری کی کوئی ضرورت نہیں، جو تو نے ہمیں مزدوری دینی تھی وہ اپنے پاس رکھ۔ مالک کو یہ کہہ کے نکل پڑے۔

جب عصر کا وقت ہو گیا۔ مالک نے پھر کہا کہ کام تو ہم نے پورا دن کروانا ہے۔

پھر اعلان ہو گیا کہ کون ہے جو عصر سے مغرب تک باقی کام کرے اور اُس کو پورے دن کی اجرت عطا کر دی جائے۔

پہلے کام کرنے والے یہودی تھے جنہوں نے آگے کام کرنے سے انکار کر دیا دوسرے مزدور عیسائی تھے انہوں نے دوپہر سے عصر تک بمشکل کام کیا جبکہ کام تو شام تک کرنا تھا پھر یہ بھی کام چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مالک روکتا رہا کہ سارا دن کام کرو اور سارے دن کی مزدوری لے جاؤ۔ اسکے باوجود انہوں نے بھی مکمل دن کام کرنے سے انکار کر دیا اور مزدوری چھوڑ کے چلے گئے۔

پھر تیسری قوم آ گئی جس نے عصر سے مغرب تک کام کیا سارے دن کی مزدوری لے گئے۔

یہ تیسری قوم رسول اللہ ﷺ کی امت ہے۔ جس کیلئے آسانیاں ہیں کاموں میں نرمی ہے لیکن اجر بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے باقی قوموں سے فرمایا ٹھیک ہے تم کام نہ کرو ہم بقیہ کام اپنے

marfat.com

پیارے محبوب کی پیاری امت سے کروائیں گے اور پہلی قوموں کا اجر بھی انہیں ہی عطا فرمائیں گے۔ عصر کے وقت یہ امت ظاہر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ان کی ڈیوٹی ہے کہ یہ عصر سے مغرب تک کام کریں گے۔ اجرت پورے دن کی لیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ (بخاری شریف ۱/۳۰۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلی قوموں کا اجر بھی عطا فرما دیا۔

اسواسطے ان کے ڈبل قیراط ہوگئے ہیں۔ پہلوں کے اتنے حوصلے پست ہوگئے کہ وہ مزدوری چھوڑ کے چلے گئے۔ اب عصر سے مغرب تک کا کوئی کام تھا۔ انکے حوصلے پست ہوئے اور اللہ کی گستاخی کر کے نکلے کہتے ہیں کہ اجر اپنے پاس رکھ ہمیں اس اجر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب مالک کی گستاخی کی تو مالک نے کہا تم یہ نہ سمجھو کہ میرے دربار میں کوئی سجدہ نہیں کرے گا، میری مسجدوں میں کوئی نماز نہیں پڑھے گا اور میرے کہنے پر کوئی روزہ نہیں رکھے گا۔

وہ قوم تو آرہی ہے جو روزے بھی رکھیں گے، نمازیں بھی پڑھیں گے اور میں ان کو ایسے ایسے چانس دوں گا قدر کی ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہوگی۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے پہلے سارے اجر اکٹھے کر کے محبوب کی امت کو عطا فرما دیئے ہیں۔ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

یہ ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اب اس مثال پر گھنٹوں بحث کریں تو یہ تھوڑی ہے۔

یہاں سے پتہ چلا کہ یہود و نصاریٰ اللہ کے دربار کے بھگوڑے بنے، دھتکارے

marfat.com

گئے، ٹوکری پھینک کے نکلے اور اللہ کو کہہ کے نکلے کہ جو تو نے ہمیں مزدوری دینی تھی اسکو اپنے پاس رکھ اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خود نہیں نکالا تھا بلکہ یہ خود وہاں سے نکلے ہیں۔

اس کے بعد اب ان کا برحق ہونا اور اُن کا کسی طرح بھی رحمت ایزدی کا مستحق ہونا۔ اسکا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی رحمت کو انہوں نے خود ہی جیکٹ Reject کر دیا۔ مسترد کیا۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں اس امت کو یہ شان دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا کام کروا کے دائمی رحمتیں اس امت کو عطا فرما دی ہیں۔

یہاں پر پہلی حدیث اور دوسری حدیث کے لحاظ سے سوال ہے۔

پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ یہود نے دوپہر تک کام کیا اور ان کو ایک قیراط مل گیا۔ دوسرا پھر عیسائیوں نے دوپہر سے عصر تک کام کیا انہیں بھی ایک قیراط مل گیا۔ وہاں پہلی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کام بھی کیا کا اور اجرت بھی لی۔ انہوں نے کام پورا کیا۔ لیکن ہماری فضیلت وہاں بھی ظاہر ہو گئی کہ ہم نے کام تھوڑا کیا اجر زیادہ لیا۔ انہوں نے زیادہ کام پر ایک ایک قیراط اجر لیا ہم نے دو قیراط لئے۔

بخاری کی اس حدیث سے تو پتہ چل رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کام بھی کیا اور اجرت بھی پائی۔ لیکن جواب حدیث بیان کی ہے یہ بھی بخاری کی حدیث ہے۔

لیکن اس سے پتہ چل رہا ہے کہ نہ انہوں نے کام کیا اور نہ ہی اللہ سے مزدوری لی۔ پھر تو یہ دونوں بخاری کی احادیث آپس میں متضاد ہو گئیں؟ لیکن حقیقت میں متضاد نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں حدیثیں دو جدا جدا طبقوں کے بارے میں ہیں۔

marfat.com

یہود و نصاریٰ کے دو طبقے ہیں ایک وہ طبقہ کہ جب تک رسول اکرم ﷺ نے اعلان نبوت نہیں کیا تھا اُس وقت تک جو یہود و نصاریٰ تھے ان کی شان اور ان کا حصہ پہلی حدیث میں بیان کیا گیا کہ جو ان میں سے پہلے اپنی کتاب کو ماننے والے تھے انہوں نے ڈیوٹی دی کام کیا۔ دو پہر تک یہودیوں نے کام کیا اور عصر تک عیسائیوں نے کام کیا اور پھر ان کو کام کی اجرت بھی مل گئی۔

لیکن جس وقت رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرما دیا تو سب پر لازم تھا کہ آپ کا کلمہ پڑھتے تو جن یہود و نصاریٰ نے سرکار ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا اللہ فرماتا ہے کہ یہ میرے دربار سے ٹوکری پھینک کر بھاگے ہیں، یہ بھاگ گئے ہیں، یہ رسوا ہو گئے ہیں اور یہ نکل گئے ہیں۔ لہٰذا ان کو ایک ذرہ بھی اجرت نہیں ملے گی۔ اس واسطے کہ اب اجرت وہ پائے گا جو ماہ مدینہ (ﷺ) کی غلامی میں آئے گا۔

لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ایک ہی بات ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک سرکار کے اعلان نبوت سے پہلے کی اور ایک حیثیت اعلان نبوت کے بعد کی ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے کا معاملہ اور تھا اُس وقت یہ تھا کہ کام زیادہ ہے اجرت مناسب ہے اور عدل ہو رہا ہے لیکن پھر بھی ہماری شان بیان ہو رہی تھی۔ جب نبی علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا اور جن عیسائیوں نے اور یہودیوں نے نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جنہوں نے میرے محبوب کا کلمہ نہیں پڑھا یہ میرے باغی ہیں انہوں نے میری ڈیوٹی کو چھوڑا ہے اور یہ رحمت کے مستحق نہیں بلکہ غضب کے مستحق ہیں۔ وہ مغضوب ہیں ملعون ہیں وہ اللہ کے دربار میں تکبر کرنے والے ہیں۔

لہٰذا میرے نبی علیہ السلام کے اعلان نبوت کے بعد یہود و نصاریٰ کی یہی حالت ہے

marfat.com

کہ یہ اللہ کے دربار کے راندے ہوئے، ٹھکرائے ہوئے اور دھتکارے ہوئے لوگ ہیں۔

اگر ان میں سے کوئی اجرت پانا چاہے گا تو اس کو اپنے دل میں نبی علیہ السلام کا پیار بسانا پڑے گا۔

یہ حیثیت بخاری شریف میں ہے جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان کر دیا کہ میرے اعلان نبوت کے بعد یہود ونصاریٰ کیلئے صرف مجھے ماننا لازم تھا۔ پہلے نبیوں کا زمانہ چونکہ گذر چکا تھا اور یہ کتاب دائمی طور پر آ چکی تھی اور اس کے بعد ان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا علیحدہ تعارف کروائیں علیحدہ کوئی نام رکھیں اور علیحدہ کتاب لے کے چلیں۔

لہٰذا یہ حدیث ان لوگوں کو سامنے رکھنی چاہیے جو آج مسلم اور کرسچن ڈائیلاگ کے فورم پر انکو برابری دے رہے ہیں۔ ایک طرف قرآن پڑھا جائے اور دوسری طرف تورات وانجیل کو پڑھا جائے۔ پھر میلاد عیسیٰ علیہ السلام اور میلاد محمد ﷺ کو آپس میں ملایا جائے۔ ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔

جو اللہ کے دربار سے خود استغنے دیکے نکلے اُن کو اللہ کے دربار میں کون داخل کر سکتا ہے۔ یہود ونصاریٰ خود مستغنی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تو ان سے فرماتا رہا کہ کام پورا کرو اور اپنی اجرت لے لو یعنی میرے محبوب کا کلمہ پڑھ جاؤ تمہیں پوری اجرت مل جائے گی۔ لہٰذا جنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اور خود نکلے ہیں ان کیلئے ہم کہیں کہ ہم مسجدیں کھولتے ہیں اور ان سے سجدے کرواتے ہیں...... نہیں نہیں...... وہ خود بھگوڑے ہو کر نکلے ہیں اب ان کا جہنم کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

یہاں پر اس بات کو بطور خاص پیش نظر رکھنا چاہیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ

marfat.com

وسلم نے اعلان نبوت کے بعد جو ہمیں طریقہ دیا ہے۔ اُس کے مطابق ہم نے زندگی گذارنی ہے اور میرے آقا علیہ السلام ارشاد فرمانے لگے۔

لَاتَبْدَءُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ

یہود و نصاریٰ کو سلام کے ساتھ آغاز نہ کرو، ان کو سلام نہ دو۔

فَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ

جب تم ان میں سے کسی کو کسی گلی میں ملو

فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ (الاذکار: ۲۵۳)

تو اُس کو گلی کی تنگ جگہ کی طرف کرو۔

یعنی اس کو دباؤ، اُس کو دھکا دو، اُس کو تنگ جگہ میں کرو اور اُس کو گلی کے درمیان میں نہ چلنے دو۔ یہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا ہمارے لئے حکم ہے۔ کہ یہ مسترد لوگ ہیں۔ ان کیلئے لازم تھا کہ یہ میرا کلمہ پڑھتے اور اللہ کے دربار میں مقبول ہو جاتے لیکن انہوں نے میرا کلمہ نہیں پڑھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جن کو سائیڈ پہ کیا ہے تو مسلمان بھی اُن کو سائیڈ پہ رکھیں۔

سرکار نے تو فرمایا ہے یہ کہ گلی میں چلتا ہوا عیسائی بھی ہو تو اے مسلمانو! اس کو کنارے پہ کرو اور تنگ جگہ چلنے پر مجبور کر دو۔ یہودی اور عیسائی گلی کے سنٹر میں چلتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ اس کو تنگ جگہ کی طرف کر دو یہ سنٹر میں چلنے کا مستحق نہیں ہے۔ گلی کے سنٹر میں وہ چلے گا جو کل جنت کے سنٹر میں جائے گا۔ جنت کے وارث مسلمان ہیں اسواسطے رسول اکرم ﷺ کی جو آخری وصیت تھی وہ یہی تھی۔

اَخْرِجُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ (کنز العمال: ۱۱۰/۵)

یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

marfat.com

سرکار پوری دھرتی سے ان کو نکالنا چاہتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں چونکہ عرب میرا دیس ہے اور یہ ڈائریکٹ میرے دشمن ہیں۔انہوں میرا کلمہ نہیں پڑھا اس لئے میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ دھرتی میری ہو اور قدم ان کے ہو۔لہٰذا اصحابہ میری حسرت یہ ہے کہ ان کو عرب سے نکالو۔جن کو سرکار اپنی زمین سے نکالنا چاہتے ہوں۔ان کیلئے مسجدیں کھولیں کہ وہ ہماری مسجد میں آجائیں، ہم کہیں ہمارا اور ان کا کوئی فرق ہی نہیں رہا ان کے لئے نرم رویہ اور نرم گوشہ پیدا کیا جائے اور اہل کتاب کی آڑ میں ان کے ساتھ تمام معاملات کو گول مول کر دیا جائے......نہیں نہیں...... یہ قرآن ہے اور یہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے۔انہوں نے ہمارے لئے واضح کر دیا ہے کہ اہل کتاب کا جو حقیقی مرتبہ تھا وہ تو یہ کھو چکے ہیں۔اُسکے بعد ایک اہل کتاب کے لفظ کا ان کو فائدہ ہے مگر ان کو کبھی بھی ایمانداروں کی صف میں شامل نہ کرو۔ان کیلئے یہ معاملہ نہ کرو کہ یہ بھی ایک کتاب والے ہیں اور ان کو ساتھ بٹھا کر انجیل پڑھائی جائے۔

کیونکہ وہ پیغمبر علیہ السلام کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ان کا اگر ماننا صحیح ہوتا تو پھر وہ مغضوب کیوں ہوتے۔ان کا ماننا مسترد ہو چکا ہے۔لہٰذا ان کی ساری دینی تقریبات بھی مسترد ہو چکی ہیں۔ان میں اگر کوئی بحیثیت مومن داخل ہو جائے گا تو اس کا ایمان سلامت نہیں رہے گا۔اس واسطے کہ جن کو اللہ نے نکالا ہوا ہے۔جو ان کے ساتھ بیٹھے گا وہ بھی ان نکلے ہوؤں میں شمار ہو جائے گا۔

میرے محبوب علیہ السلام نے رحمت ہونے کے ساتھ ساتھ جو آپ نے طریقہ سکھایا ہے۔اُس طریقے کا حسین منظر ترمذی میں موجود ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

marfat.com

یہودی بڑے شرارتی تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اس پیغمبر کی رحمت کی دعا بھی لینی چاہیے اور یہ بھی مانتے تھے کہ ہمیں یہ دعا دیتے نہیں ہیں۔ وہ کیا کرتے تھے؟ وہ نبی علیہ السلام کے پاس آ کے چھینکیں مارتے تھے۔ تاکہ ہم چھینک ماریں تو یہ ہمیں "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہیں۔ تم پہ اللہ کی رحمت ہو۔

آپ دیکھیں کہ وہ شرارت میں کتنے ذہین تھے ویسے تو یہ نبی "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" نہیں کہتے کہ اللہ تم پہ رحم کرے۔ ان کا قرآن ہمیں کہہ چکا ہے کہ ہم لعنتی ہیں۔ لیکن یہ بات اُن کے دل میں تھی کہ یہ رحمت ہیں اور اُن کی رحمت کے صدقے شاید ہم کلمہ پڑھے بغیر بچ جائیں۔ ان سے "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہلوا لیں اور آپ کے پاس اس نیت سے آ کر چھینکیں مارتے تھے۔

امام العاقولی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ وہ اتنے بد بخت تھے کہ وہ رحمت کے حصول میں فراڈ کرنا چاہتے تھے کہ رحمت بھی مل جائے اور اپنا فراڈ کر جائیں۔ کہ پیغمبر کی زبان پہ غلطی سے "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" آ جائے۔ یہ نہ دیکھیں کہ مومن ہیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ چونکہ چھینک ماری ہے اور اور چھینک مارنے والے کو "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" سے جواب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہیں گے اور ہم کہیں دیکھو ویسے تو ہمیں کچھ نہیں کہتے لیکن ہم نے رحمت کہلوا لیا ہے۔

ہم نے فراڈ کیا تھا ان سے "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہلوایا ہے۔ لیکن اُنھیں یہ پتہ نہیں تھا کہ جو نبی علیہ السلام ہیں۔ سارے زمانے کی عقلیں مل جائیں تو ان کی عقل کے کروڑویں حصے تک بھی نہیں پہنچتیں۔

جس وقت وہ آ کے چھینکیں مارتے تھے تو ان کا انتظار ہوتا تھا کہ "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ"

marfat.com

کہیں تو میرے محبوب علیہ السلام "یَرْحَمُکَ اللّٰہ" نہیں کہتے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے تھے۔ "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہ" اللہ تمہیں میرا کلمہ پڑھنے کی توفیق دے۔

وہ چھینکیں مارتے کہ یہ ہمارے لئے رحمت کی دعا کریں کہ تم پہ رحمت ہو۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ تمہیں پتہ چل جائے کہ پہلا دین منسوخ ہو گیا ہے اور پہلے سارے پیغمبروں کی نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ میری نبوت ہمیشہ کیلئے آ گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہاں تک احتیاط کی ہے کہ میں نے ان کو رحمت کی دعا نہیں دینی، ہدایت کی دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے تمہاری اصلاح کر دے۔

میرے محبوب علیہ السلام نے رحمت کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے یہاں سے ہم سب کو سوچنا چاہیے کہ نبی علیہ السلام اس معاملے میں کتنا حساس موقف امت کو دے رہے ہیں۔

اگر آج کوئی ان سے یہ کہے کہ وہ ہمارے ساتھ آ کر رحمت میں بیٹھے ہیں اور رحمت کے گہوارے میں آ گئے ہیں۔ تو اس پر آقائے رحمت ﷺ کو گنبد خضریٰ میں کتنی تکلیف محسوس ہو گی کہ جو میری رحمت کے مستحق ہی نہیں ہیں ان کو انہوں نے رحمت کی لسٹ میں شمار کیا ہوا ہے۔

اس واسطے یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔ یہ دھتکارے ہوئے لوگ کسی طرح بھی رحمت کے مستحق نہیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کیلئے رحمت اس حصے میں لی ہے کہ تم میرا کلمہ پڑھو اس کے بعد تمہیں رحمت کا کونہ بھی مل جائے گا۔

marfat.com

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے۔

امام نووی نے "الاذکار" میں اسکو روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آ گیا اور وہ اجنبی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جانتے نہیں تھے کہ یہ مسلمان ہے یا یہودی۔ آپ اسے سلام کہہ بیٹھے "السلام علیکم" اُس نے سلام کا جواب دیا۔ آپ کو بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو یہودی تھا۔

اس سے تم آج کی صورتحال کا اندازہ لگاؤ کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ سلام کسے کہنا ہے اور کسے سلام نہیں کہنا ہے۔ بالخصوص وہ لوگ جو ہمارے ملک کے اقتدار کی کرسیوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اُن کو تو یہ ہوش ہی نہیں کہ ہم مسلمانوں کے بادشاہ ہیں یا کافروں کے ہیں۔

یعنی عورتوں سے مصافحے کرتے پھرتے ہیں اور پھر کہیں کافروں کے نشانوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور کہیں کچھ جا کر کرتے پھرتے ہیں۔ ان کو تو کوئی خبر ہی نہیں کہ اسلام نے سلام لینے کا بھی نصاب دیا ہے اور سلام کہنے کا بھی نصاب دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سلام کہہ چکا مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ یہودی ہے۔ بعد میں مجھے کسی نے بتایا کہ یہ تو یہودی تھا۔

اس میں ہماری وزارت خارجہ کیلئے سبق ہے۔ کہ جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے حادثہ ہو جاتا ہے کسی سے تعزیت کرنے کا موقعہ ہوتا ہے یا کسی کیساتھ خیر خواہی کا پیغام دینا ہوتا ہے۔ انہیں پہلے سوچنا چاہیے کہ کیا اسلام ہمیں یہ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں دیتا؟

marfat.com

اُس کے بعد پھر ایسے پروگرام (Celebrate) یا (Release) کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے لاعلمی کی حالت میں ایسا ہو گیا۔ لیکن انہوں نے کیا کیا۔

فتبعه

آپ اسکے پیچھے چل پڑے۔

وہ آدمی جا چکا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلے گئے۔

جب اس کو جا کے پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔

رُدَّ عَلَیَّ سَلَامِیْ (الاذکار:۲۵۴)

میرا اسلام مجھے واپس کر کے جاؤ۔

تمہارے پاس جو میرا اسلام ہے اُس کو واپس میری طرف لوٹاؤ۔ میں نے جو تجھے "السلام علیکم" کہا ہے مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم تو سلام کے مستحق ہی نہیں ہو۔ جنہیں رب نے دھتکارا ہوا ہے انہیں ہم سلام کیوں کہیں۔

اس واسطے مجھ سے تو بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ تم یہودی ہو۔

رُدَّ عَلَیَّ سَلَامِیْ

میرا اسلام واپس لوٹاؤ پھر میں تمہیں جانے دوں گا۔

تو یہ ہیں اسلام والے، یہ ہے غیرت، یہ ہے دینی حمیت، یہ ہے اسلام کا تقاضا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو غلطی سے جو یہودی کو سلام کیا وہ بھی واپس کروا رہے ہوں اور آج کوئی منبر و محراب کا وارث بننے والا ہو اور اسلام کی دعوت کے عالمگیر خواب دیکھتا ہو اور پھر اس کے بعد اُسے اپنے گھر کی بھی خبر نہ ہو۔ عالمگیر اسلام تو

marfat.com

بڑی دور کی بات ہے۔ اپنی چار دیواری میں جس کو اسلام کا پتہ نہیں ہے وہ عالمگیر اسلام کی بات کیسے کر سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام واپس کروایا اور یہ بتایا کہ قیامت تک ان زہریلوں سے ہوشیار رہو۔ یہ ہماری طرف سے کسی عزت کے مستحق نہیں ہیں کہ کسی سلام کے اور کسی سلامتی کی دعا کے یہ مستحق نہیں ہیں۔

سید عالم ﷺ کا فرمان جس کو حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں جو کچھ ہم سے ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے جو مظالم ہیں عیسائیوں کے منہ سے جو ہمارا خون بہہ رہا ہے اور ان بھیڑیوں نے جس انداز میں کابل و قندھار سے لیکر عراق تک، اور گروزنی سے لیکر غزہ تک جو ہمارا خون بہایا ہے۔

اُس کے سوا ابھی لبنان کی جو صورتحال تھی سب کچھ امت مسلمہ کے سامنے ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر ہمیں اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے آج ہمیں مارا ہے۔ تو جو کسی کو مارے اس سے نفرت ہوتی ہے۔

پہلے نمبر پر ان کیساتھ نفرت اس لئے ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کی نفرت اللہ نے پیدا کی ہے۔

دوسرے نمبر پر ہمارے دلوں میں انکی نفرت اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام نے پیدا کی ہے۔

تیسرے نمبر پر خود انسانی تقاضا ہے، عقل کا تقاضا ہے کہ وہ بندہ جس کا کوئی خون بہا رہا ہو وہ اپنے خون بہانے والے سے پیار نہیں کرتا، اُس کے ساتھ وفاداریاں نہیں کرتا، ان کی تعظیمیں نہیں کرتا۔ لہٰذا کسی طرح بھی ان کے لئے ہمارے دلوں میں نرمی

marfat.com

نہیں ہونی چاہیے اور ہمیں مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ زمانہ ہمارے ساتھ ہے۔
اگر ہم آپ اپنے ہو جائیں تو اس کائنات کا درخت درخت، پتھر پتھر اور یہ ساری دنیا ہمارے فوجی ہیں، ہمارے سپاہی ہیں، ہمارے لئے یہ خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ انٹیلی جنس ہیں۔ ساری کائنات ہماری ہے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان صحیح بخاری شریف میں ہے۔

تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ

تم سے یہودی لڑائی کریں گے۔

فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ

لڑائی کا آخری فیصلہ یہ ہوگا کہ مسلمان ان پہ مسلط ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ تم ان پر مسلط کر دیے جاؤ گے۔ تمہاری دھاک بیٹھ جائے گی وہ تم سے بھاگ جائیں گے، رسوا ہو جائیں گے۔ صورتحال کیا ہوگی۔

حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ

یہاں تک کہ پتھر پتھر بولے گا۔

يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ (بخاری شریف: ۵۰۷/)

اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ آ اور اس کو قتل کر جا۔

پتھر یہ بولے گا تو پتھر تب بولے گا جب دل کا پتھر بھی کسی کا سلامت ہوگا اگر دل میں یہودیوں کو بٹھایا ہوا ہو تو پتھروں کو بولنے کی ضرورت کیا ہے؟

اگر اُن کو گھروں میں جگہ دی ہو تو پھر پتھر ہماری ہمنوائی کیوں کریں؟ یہ زمانہ ہمارے ساتھ اس وقت چلے گا جب ہم قرآن وسنت کے ساتھ ہونگے اور یہود و

marfat.com

نصاریٰ کے مقابلے میں جو اسلام کی ازلی پوزیشن ہے۔ اُس پر ہمارا یقین ہوگا۔ ہمارا یقین ان شاء اللہ ہے۔ تو یقیناً پھر ایسا وقت ایسا لمحہ ضرور آئیگا۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

باب نمبر
4

اور دل نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِعَشْرَةٍ يُعْتِقُ فِيْهَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(پ نمبر ۳، سورہ البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

marfat.com

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فہم دین کورس کے تیئسویں (23) سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

"اور دل نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا"

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہمارا یہ پروگرام اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو دونوں جہاں میں ہماری کامیابیوں کیلئے سبب بنائے۔ آج کا موضوع نہایت ایمانی، روحانی اور وجدانی موضوع ہے۔

وہ سینے جو پہلے کفر کی سیاہی کی وجہ سے اندھیری رات کی طرح سیاہ تھے۔ جونہی ایمان کی تجلی پڑی تو وہ صبح نو کا آئینہ بن گئے۔ جو پہلے کھنڈر اور ویران تھے رب ذوالجلال نے اُن کو بہار آشنا کر دیا۔ جب ایمان کا مقدس تخم اُن کے دل کی مقدس سر زمین میں کاشت کیا گیا تو کائنات کو غذا اور ضیاء بخشنے والا ایسا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اُن سینوں میں پیدا کیا کہ وہ اور بھی ہزاروں سینوں کی روشنی اور اجالے کا سبب بن گئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۷ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

اللہ ایمان والوں کا ولی ہے۔ وہ انہیں اندھیرے سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

تو جب تک ایک انسان ایمان سے محروم ہے تو وہ اندھیرے میں ہے، محرومی میں

marfat.com

ہے، لیکن جس وقت اُس کو ایمان میسر آجاتا ہے۔ تو وہ نور نگر میں پہنچ جاتا ہے اور اُجالوں کا نقیب بن جاتا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ شان بیان کی کہ میں ظلمت سے نکالتا ہوں اور نور دیتا ہوں ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو واضح فرمایا۔

سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 1 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

ایک کتاب ہے۔ اے ہمارے محبوب ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل کی ہے کہ تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اس صفت کا مظہر اتم بنایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اندھیروں سے نکال کر روشنی دیتا ہے اور وہ لوگ جو اندھیروں کے قیدی ہوں ان کو اس سے نکال کر ایمان اور تجلی کی کہکشاں پر آباد کر دیتا ہے۔

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے لوگوں کے دلوں کو سیاہی سے پاک کرتے ہیں، لوگوں کے دلوں سے کفر مٹاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کے اندر ایمان اور یقین کے نقش کو ثبت فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اسی سلسلے میں سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۲۲ میں موجود ہے

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

وہ شخص جو مردہ تھا اور ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو نور دیا جس نور کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

کیا یہ شخص اس بندے کی طرح ہو سکتا ہے جو ابھی تک اندھیروں میں موجود ہے اور وہاں سے نہیں نکلا؟

marfat.com

پتہ چلا کہ ان تمام آیات میں ایمان کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور حالت ایمان کو نور کی تجلی قرار دیا گیا ہے۔ جس وقت ایک شخص کفر کو چھوڑتا ہے اور ایمان کو قبول کرتا ہے تو قرآن مجید اُس کو صاحب نور قرار دیتا ہے اور اُس کی حیثیت کو زمانے کیلئے ایک روشنی اور اجالے کا سبب بتایا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے پاس درجنوں نہیں سینکڑوں بلکہ ایسے ہزاروں شواہد موجود ہیں کہ جس وقت انسانی سینے میں انقلاب داخل ہوتا ہے تو اس کے بعد صورتحال کیا ہوتی ہے؟ کس طرح ذرے آفتاب بنتے ہیں، کس طرح کانٹے گلاب بنتے ہیں، کیسے غلاموں کو امامت کا شرف میسر آتا ہے اور کس طرح کائنات کے گھٹیا کردار عمدہ کرداروں میں بدل جاتے ہیں۔ کیسے قعر ذلت میں گرے ہوئے لوگ ثریا کی رفعتوں تک پہنچتے ہیں۔

ہمارے پاس پوری تاریخ ایسے نوری چہروں سے بھری ہوئی ہے کہ جب تک اسلام نہیں تھا تو انہیں زمانے میں کوئی مانتا نہیں تھا، ان کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں تھی اور اُن کی قدر و قیمت نہیں تھی لیکن جب نور ایمان کی تجلی ان کے سینوں پر پڑی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرشیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عرشیوں کے لئے بھی باعث رشک بنا دیا ہے اور ان کے اجالوں کو شمس و قمر کیلئے بھی باعث رشک بنایا ہے۔

ہمارے پاس اس سلسلہ کی حسین گواہیوں میں سے ایک پر نور منظر حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول کرنے کا ہے۔

marfat.com

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کا اجالا

حضرت فضالہ بن عمیر بن ملوح رضی اللہ عنہ کا تذکرہ "زادالمعاد" جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 332 پر کیا گیا ہے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ ایک بڑے خطرناک ارادے کے ساتھ گھر سے نکلے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف میں کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے اور فضالہ کا دل دشمنی سے بھرا ہوا تھا، عداوت کے شعلوں میں جل رہا تھا اور حسد کی آگ چنگاریاں مار رہی تھی۔

فضالہ اپنے گھر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ شہید کرنے کی غرض سے نکلے۔ یہ ارادہ لیکر جس وقت کعبۃ اللہ میں پہنچے تو دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف فرما رہے ہیں۔

فَلَمَّا دَنٰی مِنْهُ

جب فضالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو محبوب علیہ السلام نے دیکھ لیا اور استفہامیہ انداز میں کہا۔

اَفَضَالَةُ

کیا تم فضالہ ہو۔

تو انہوں نے کہا "نَعَمْ" ہاں میں فضالہ ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَاذَا كُنْتَ تُحَدِّثُ بِهٖ نَفْسَكَ

تم اپنے آپ سے کیا بات کر رہے تھے یعنی دل میں تم کیا لے کر آئے ہو۔

marfat.com

جس وقت آپ نے اُس کو متنبہ کیا اور پوچھا کہ تمہارے دل میں کیا ہے تو فضالہ کہنے لگے۔

لَاشَیْءَ

میرے دل میں کوئی شے نہیں۔

ویسے ہی میں آیا ہوں، میرا کوئی خطرناک ارادہ نہیں ہے۔ یا کسی اور کام کی غرض سے، میں نہیں آیا بلکہ الٹا یہ کہہ دیا۔

كُنْتُ اَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى

میں تو اپنے رب کا ذکر کر رہا تھا۔

میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے یہاں پہنچا ہوں۔

جس وقت فضالہ نے یہ کہا کہ میں تو ذکر الٰہی میں مصروف تھا اور ادھر کعبہ شریف کے پاس آ گیا ہوں۔

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔

آپ اس لئے مسکرائے کہ فضالہ کا دل کسی بات سے بھرا ہوا ہے، کسی بغض و حسد میں جل رہا ہے اور میرے سامنے اقرار نہیں کرتا اور باتیں وہاں سے چھپاتا ہے کہ جہاں سے باتیں چھپائی جا نہیں سکتیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور ساتھ ہی فضالہ سے کہا۔

اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

اپنے گناہ کی اپنے اللہ سے معافی مانگو۔

جو تم بُرا ارادہ کر کے آئے تھے۔ اس ارادے سے تائب ہو جاؤ۔

marfat.com

حضرت فضالہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت سے کرم فرمایا:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِيْ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مقدس ہاتھ میرے سینہ پہ رکھ دیا۔

جس وقت حضرت فضالہ کے سینے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ رکھا تو فضالہ کہتے ہیں مجھے زندگی بھر کبھی بھی اتنا سکون نہیں ملا تھا جتنا سکون مجھے اُس وقت نصیب ہوا۔ میرا دل بڑا مطمئن ہوگیا، دل میں چین آ گیا، دل ٹھنڈک سے بھر گیا، دل کو بڑا خوشگوار ماحول ملا اور میں نے بڑی راحت محسوس کی۔ میں نے سمجھا کہ میرے کرب اور بے چینیاں ساری ختم ہوگئی ہیں۔ میں نے سمجھا کہ میرے کندھوں پر جو بوجھ تھے وہ سارے بوجھ اتر گئے ہیں۔

فضالہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا حضرت فضالہ بعد میں لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی اتنی برکت ہے۔

وَاللّٰهِ مَا رَفَعَ يَدَهٗ عَنْ صَدْرِيْ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ

خدا کی قسم ہے ابھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے سے نہیں اٹھایا تھا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات سے زیادہ آپ کا چہرہ میرے لئے محبوب بنا دیا۔

marfat.com

نکلے تھے جو ارادہ قتل رسول ﷺ سے

آئے نظر وہ دولت ایماں لیے ہوئے

یہ نکلے تھے قتل کرنے کیلئے، شہید کرنے کیلئے اور دولت ایمان میسر آ گئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ اور آپ کے علم کی جو وسعت ہے اُس کا بھی اندازہ ہوا، ایک اُس کی جھلک بھی سامنے آئی۔ ایک شخص دل میں جو چھپائے ہوئے ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو مطلع کیا کہ تمہارے دل میں یہ ہے اور پھر وہ اگرچہ بُرے ارادے سے آیا تھا، مگر محبوب علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ میرے قریب ہونے کے بعد پھر بھی جہنمی رہے۔ اگرچہ وہ قریب ہوا ہے قتل کی نیت سے لیکن نبی علیہ السلام نے اپنے قرب کا رنگ دکھا دیا ہے۔ اپنا مقدس ہاتھ جب حضرت فضالہ کے سینے پہ رکھا تو وہی جو اجڑا ہوا دیار تھا اور وہی جو ایک کھنڈر اور ویران بستی تھی، وہی دل جس میں کوئی تجلی نہیں تھی، کوئی نور نہیں تھا کوئی سرور اور کوئی مہک نہیں تھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس ہاتھ جن کے بارے میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں۔

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیئے

صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر

ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ مقدس ہاتھ حضرت فضالہ کے سینے کے اوپر ہے۔ مگر اثر اُس کا دل تک پہنچا ہے اور اس ہاتھ سے دل کی سیاہی اتر گئی ہے۔

وہ دل جس میں پہلے حسد کے جذبات تھے بغض سے بھرا ہوا تھا اور عداوت سے

marfat.com

بھرا ہوا تھا۔ حضرت فضالہ نے اتنا بڑا انقلاب محسوس کیا کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ابھی سینے سے اُٹھا نہیں تھا کہ اُس سے پہلے اتنی تبدیلی آ چکی تھی، اس حد تک سینے کے جذبات بدل چکے تھے کہ جو شخص اس سے پہلے سب سے زیادہ اپنا دشمن محسوس ہوتا تھا اور جن سے سب سے زیادہ عداوت تھی، حضرت فضالہ کہنے لگے چند لمحوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں میرے لئے محبوب ترین شخصیت بنا دیا۔

اس انداز میں ایمان جلوہ گر ہوتا ہے اور یہ انداز ہے کہ جس کی وجہ سے کردار سنورتے ہیں، سیرت نکھرتی ہے، انسان انسان بنتا ہے۔ انسان حیوانیت کے دائرے سے نکل کے انسانیت کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔ پھر وہ قدسیوں کیلئے بھی قابل رشک بن جاتا ہے۔ حضرت فضالہ کہتے ہیں پھر جس وقت میں واپس اپنے اہل کی طرف گیا تو میں کلمہ پڑھ چکا تھا میرا انداز اور تھا، میرے اطوار بدل چکے تھے۔ اس سے پہلے میں ایک خاتون سے جا کے گپیں لگاتا تھا۔

فَمَرَرْتُ بِامْرَاَةٍ كُنْتُ اَتَحَدَّثُ اِلَيْهَا

جب میں اُس عورت کے پاس سے گذرا تو اُس نے مجھے آواز دی، میں نے نہ اس کی طرف دیکھا اور نہ ہی اس کی کوئی آواز سنی، نہ اس سے گفتگو کی۔ وہ مسلسل اپنے پرکشش انداز میں دعوت دے رہی تھی اور بلا رہی تھی اور کہتی تھی مجھ سے بات تو کرو جس وقت اُس نے مجھ سے بات کرنے کا تقاضا کیا تو حضرت فضالہ کہتے ہیں میں نے اُس کو یہ کہا

يَأْبَى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَالْاِسْلَامُ

میرا رب تجھ سے بات کی اجازت نہیں دیتا اور میرا اسلام بھی تجھ سے بات کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی بھیک ہے ہاتھ کی عطا

marfat.com

ہے اور ہاتھ کی بخشش ہے کہ جس کی وجہ سے شرم بھی ہے حیا بھی سینے میں ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اُس سینے میں بھر دیا ہے اور انقلاب آ گیا ہے۔

یہ وہ سینے ہیں کہ جو نور ایمان سے جگمگا اُٹھے ہیں تو پھر آگے ان کی چمک سے کئی سینے جگمگا اُٹھے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت نہ تھی تو کائنات میں کوئی عظمت نہ تھی اور جس وقت محبوب علیہ السلام کے ساتھ تعلق قائم ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عظمتوں کا مینارہ نور بنا دیا ہے۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ اور نوری کرن

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا پورا ماجرا مسلم شریف کی حدیث نمبر ۸۶۸ کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ میں موجود ہے۔

حضرت ضماد بھی بڑے عجیب انداز سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور انہیں بھی ایمان کی کرن کا احساس ہوا۔ بڑے عجیب انداز سے وہ بھی ایک ارادے کے ساتھ نکلے لیکن جو بھی اپنے غلط ارادے سے نکلا وہ سرکار کی طرف چلا تو ہے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے مقدر کو بدل دیا ہے اور قسمت کو سنوار دیا ہے۔

حضرت ضماد کہتے ہیں کہ میں مکہ شریف پہنچا۔ ان کا تعلق "ازدشنوءہ" سے تھا۔ اور آؤٹ سائڈر Outsider تھے۔ ان کا یہ شعبہ تھا کہ یہ لوگوں کے جن نکالا کرتے تھے۔ یہ جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کا الگ پیچ تھا کہ اس طرح کے شعبہ جات انہوں نے بنائے ہوئے تھے۔

marfat.com

لہٰذا حضرت ضماد کہتے ہیں کہ میں مکہ شریف میں داخل ہو گیا مکہ شریف کی فضا عجیب تھی میں جدھر جاتا تھا تو وہاں کے رہائشی لوگ قریش مکہ مجھے پورا بریف Brief کرتے تھے کہ یہاں ایک انسان ہے اُس سے بالکل ملاقات نہ کرنا، اُسے جو بھی ملتا ہے وہ اپنی زندگی کے مزے کھو بیٹھتا ہے اور وہ سب کو چھوڑ دیتا ہے۔

یہاں تک کہ مجھے انہوں نے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعارف کروایا کہ اُن پر آسیب کا سایہ ہے انہیں جن پڑے ہوئے ہیں اور معاذ اللہ مجنون ہیں۔ اُنہیں کوئی پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہنا ہے اور کیا نہیں کہنا۔ کہیں تم بھی ان کے پاس نہ چلے جانا ورنہ تم اُس مرض میں شکار ہو جاؤ گے۔ حضرت ضماد کہتے ہیں کہ میں نے جس وقت یہ سنا کہ وہ شخص بیمار ہے تو الٹا میرے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اگر اُس کو جن پڑتے ہیں تو میں جن نکالنے میں ماہر ہوں لہٰذا میں جا کر جن نکالتا ہوں۔ زمانے میں پتہ چل جائے گا کہ عرب والوں کا سب سے بڑا انسان جس کا وہ خطرہ سمجھتے تھے کہ اُس کے جن بڑے مضبوط ہیں اور اس کے جن نکلتے نہیں ہیں میں نکال کے دکھادوں گا تو میرا شہرہ ہو جائے گا کہ یہ جنوں کا بہت زیادہ علاج کرنے والا ہے۔

ضماد کہتے ہیں کہ میں پوچھتے پوچھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلا گیا اور میں لوگوں سے یہ کہتا تھا جب وہ مجھے روکتے تھے۔

لَوْ اَنِّیْ رَاَیْتُ هٰذَا الرَّجُلَ

کاش میں اُس بندے کو دیکھوں تو سہی، ہو سکتا ہے اللہ میرے صدقے ہی اُس کو شفا دے دے اور یہ لفظ بول رہے تھے۔

marfat.com

لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدِىْ

ہو سکتا ہے اللہ میری وجہ سے اُس کو شفا دے دے اور اُس کا بھلا ہو جائے۔

میں مکہ کے ان لوگوں سے کہتا تھا تمہیں یہ دشمنی کیوں ہے۔ اگر ایک بیمار میری وجہ سے صحیح ہوتا ہے تو اُس کو صحیح ہونا چاہیے۔ لہٰذا تم میری ملاقات تو ہونے دو۔

ضماد کہتے ہیں میں بڑی مشکل سے اُن سے نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب میں پہنچا اور میری آپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا۔

يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ اَرْقِىْ مِنْ هٰذِهِ الرِّيْحِ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سنا ہے کہ آپ کو جن پڑے ہوئے ہیں اور آپ پر بیرونی چیزوں کا سایہ ہے۔ میں یہی کام کرتا ہوں۔

اِنِّىْ اَرْقِىْ

میں دم کرتا ہوں لوگوں کے جن صحیح ہو جاتے ہیں۔

میں بڑی دور سے آیا ہوں جب آپکے بارے میں میں نے یہاں آ کے سنا تو سوچا کہ اس واسطے اپنی خدمات آپ کیلئے پیش کروں۔ بڑے بڑے لوگ میرے دم سے صحیح ہو گئے ہیں اور آپ بھی صحیح ہو جائیں گے۔

ضماد کہتے ہیں میں نے بڑی جسارت کی اور میں نے کہا کہ میرے ہاتھ پر رب نے چاہا تو ہو سکتا ہے آپ صحیح ہو جائیں۔

هَلْ لَكَ

میں نے پوچھا کیا واقعی آپ کو دلچسپی ہے کہ میں آپ کے جن نکالوں؟

وہ کتنے عجیب لوگ تھے اور ضماد کی باتیں بھی بڑی عجیب تھیں۔

marfat.com

جنھوں نے پوری دنیا کے جن نکالے ہیں یہ ان کے جن کی فکر میں ہیں اور اُن کے ساتھ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں جن کے بارے میں خود آپ نے یہ فرمایا تھا کہ۔

''ہر بندہ جب پیدا ہوتا ہے اُس کے ساتھ ایک جن بھی آتا ہے اور وہ اُس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے''۔

قَالُوْا وَاِیَّاكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی کوئی جن تھا؟

تو آپ نے فرمایا ''قَالَ وَاِیَّایَ'' ہاں اللہ نے دستور پورا کیا میرے ساتھ بھی ایک لگایا تھا۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ

(مشکوۃ المصابیح باب فی الوسوسہ:۱۸)

میرے اللہ نے میری مدد کی ہے کہ میرا جن مطیع ہو گیا ہے۔

جو میرے ساتھ آیا تھا وہ شیطان شیطان نہیں رہا اب وہ مطیع بن گیا ہے، میرا فرمانبردار بن گیا ہے میری بات مانتا ہے وہ مجھے اپنے کہنے پہ نہیں چلاتا۔ میں نے اُس کو اپنے کہنے پہ چلا لیا ہے۔

اتنی بڑی ذات اور شخصیت کے سامنے حضرت ضماد کہہ رہے تھے، میں جن نکالتا ہوں اور میں جنوں کو صحیح کرتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا کام شروع کروں۔ محبوب علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ جو اس طرح کی گفتگو ہو وہاں پر جواب دینا بھی وقت کو ضائع کرنا ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام نے اپنی گفتگو شروع کر دی، خطبہ دیا اور کلمات طیبات پڑھے آپ فرمانے لگے۔

marfat.com

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے خدا گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میرا رب ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد خاص ہیں اور اُس کے رسول ہیں۔

ضماد کہتے ہیں جب میں نے یہ لفظ سنے تو مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے دل کا دروازہ کھول دیا ہو اور میں نے سمجھا کہ یہ کلمات تو مجھ پر اثر کر گئے ہیں۔ میں اپنا اثر ظاہر کرنے آیا تھا۔ مگر یہاں پر تو الٹا مجھ پر اثر ہوا تو میں نے آپ سے عرض کیا۔

اَعِدْ عَلَیَّ کَلِمَاتِکَ

اپنے کلمات ایک بار پھر مجھ پر دہراؤ۔

تو میرے محبوب علیہ السلام پھر فرمانے لگے۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

حضرت ضماد کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو مجھے پتہ چلا کہ ان میں لذت بہت زیادہ ہے۔ میں نے کہا دوبارہ پھر پڑھو تو آپ نے تیسری بار ان کلمات کو دہرایا۔

marfat.com

جب تین بار میں نے نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنے۔

کتنا عجیب مقدر حضرت ضماد کا تھا کہ وہ خطبے کا آہنگ، جس سے مردے زندہ ہوتے ہیں اور وہ الفاظ کی ادائیگی کہ جس کی وجہ سے بنجر زمینیں آباد ہوتی ہیں اور وہ لحہ کہ جس کی وجہ سے جہنمیوں کو جنت کی منازل ملتی ہیں سامنے بیٹھ کر حضرت ضماد نے جب خطبہ سنا ہے اور پھر تین بار سنا ہے۔

اب اس کے بعد اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہنے لگے:

لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ

یعنی میں عام انسان نہیں ہوں میں بھی جہاں دیدہ انسان ہوں۔ میں نے نجومیوں کی باتیں بھی سنی ہیں، بڑے بڑے جادوگروں کی تقریریں بھی سنی ہیں، بڑے بڑے سحر اللسان خطیبوں کی آوازیں بھی سنی ہیں اور اس سے پہلے میں نے بڑے بڑے شعراء کا کلام سنا ہے۔ مگر آج تک مجھے ایسی لذت کسی کے جملوں میں نظر نہیں آئی جتنی تمہاری گفتگو سے آئی ہے۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات کے بارے میں کہا۔

فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هَؤُلَاءِ

تمہاری اس گفتگو جیسی میں نے آج تک گفتگو نہیں سنی

اتنی میٹھی، اتنی چاشنی سے لبریز باتیں، اتنی خوشبو والی اور اتنی اجالوں والی باتیں میں نے آج تک نہیں سنیں۔

marfat.com

ساتھ ہی حضرت ضماد کہنے لگے۔

وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ

یہ باتیں اتنی گہری ہیں کہ لگتا ہے کہ یہ سمندر کی تہہ تک پہنچنے والی ہیں۔ دل کی گہرائی کو سمندر سے تعبیر کرتے ہوئے کہنے لگے یہ سمندر کے سنٹر تک پہنچنے والی ہیں۔ یہ آخری حد تک گہرائی میں اترنے والی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فوراً کہنے لگے۔

هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ

اب ذرہ ہاتھ آگے کرو تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں۔

وہ ضماد جو جن نکالنے کیلئے آئے تھے اور کہتے تھے کہ جا کے شفاء دیتا ہوں۔ ایک انسان مریض ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں پر شفا دے گا۔

آئے تھے شفا دینے کیلئے مگر انہیں پتہ نہیں تھا کہ مریض تو میں ہوں شفا کی مجھے ضرورت ہے، بیمار تو میں ہوں علاج کی مجھے ضرورت ہے۔ وہ شفا دینے کیلئے آئے تھے مگر۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُربے بہا دیئے ہیں

یہاں تو سوال کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ معاملہ یوں ہوتا ہے۔

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

آپ کے پاس پہنچ کر جس وقت حضرت ضماد نے یہ منظر دیکھا ہے جملہ سنا ہے کلمات طیبات کی ادائیگی سے ان کو اثر ملا ہے۔ کاہنوں کا کلام بھول گئے، شاعروں کی نظمیں بھول گئے، خطیبوں کے خطبے بھول گئے، ساحروں کے کلام جملے بھول گئے اور کہنے لگے کلام تو یہ ہے۔

marfat.com

اس کے بعد فوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں۔ محبوب علیہ السلام سے بیعت کے شرف کیلئے تڑپتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا کو بتارہے ہیں۔ جب تک یہاں نہیں آیا تھا دل اُس وقت تک کفر سے کالا تھا اب پہنچا ہوں تو دل اللہ کے فضل والا بن گیا ہے۔

یہ ہیں نورِ ایمان سے جگمگانے والے دل۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ٹھیک ہے ضماد تم نے تو کلمہ پڑھا ہے تو یہ پیغام اپنی قوم تک بھی پہنچاؤ۔

حضرت ضماد کو قوم کے لئے مبلغ بنادیا اور اس قوم کو پھر اتنا مرتبہ ملا کہ ایک سریہ پر جاتے ہوئے جب صحابہ کرام کا لشکر وہاں سے گذرا تو وہاں پر گذرتے گذرتے لشکر نے وضو کرنے کیلئے ایک چیز لی۔ اُس سے پانی حاصل کر کے پھر وضو کیا۔

جب صحابہ کرام سے پوچھا گیا کہ اُس قوم کی تم نے کوئی چیز تو حاصل نہیں کی تو کہا گیا کہ ایک چھوٹا سا برتن لیا ہے اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا گیا

رُدُّوْ ھَا فَاِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُ ضماد

ان کا برتن واپس کردو کیونکہ یہ حضرت ضماد کی قوم ہے۔

یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کا برتن ساتھ لے جائیں۔ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کی قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مرتبہ حاصل ہو چکا ہے۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نورنگر میں

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا نورنگر میں داخل ہونے کے واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بخاری و مسلم میں ذکر کیا گیا ہے۔

marfat.com

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے اور لیڈر تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجد کی طرف اپنا ایک وفد بھیجا ہوا تھا اور چھاپا مار سپاہی اُس طرف جا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت صحابہ اُس مہم پر نکلے ہوئے تھے تو وہاں سے ایک آدمی کو گرفتار کر کے لے آئے جو بنی حنیفہ کا تھا۔ اُس کا نام ثمامہ تھا جب وہ مدینہ شریف پہنچا تو صحابہ کرام نے اُس کو مسجد نبوی شریف کے ایک ستون کے ساتھ قید کر دیا۔ اب بھی وہ ستون مشہور ہے جہاں پر ان کو باندھا گیا تھا نبی علیہ السلام تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ قیدی ہے اور اس کو میرے صحابی پکڑ کے لائے ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور اس کا انٹرویو لیا کہ یہ کیا چاہتا ہے آپ ایک کاروائی کے طور پر اس سے پوچھ رہے تھے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کی عطا سے اس کے دل کی دنیا کو جانتے ہیں کہ یہ جو باندھا ہوا ہے اس کے اندر کیا ہے اور اس کے باہر کیا ہے۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا

مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ

اے ثمامہ یہ تو بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس وقت تم قیدی ہو اور ہو سکتا ہے تمہارا یہ خیال ہو کہ چند منٹوں کے بعد ہم تلوار چلائیں گے اور تمہارا سر اتر جائے گا۔ ہو سکتا ہے تمہارے دل میں یہ خیال ہو کہ ہم تجھے چھوڑ دیں گے۔ تم بتاؤ تم کیا چاہتے ہو اور تمہارے کیا خیالات ہیں؟

ثمامہ ایک قوم کا سردار تھا اُس نے بڑے مطمئن طریقے سے جواب دیا۔

marfat.com

کہنے لگا۔

عِنْدِیْ خَیْرٌ یَا مُحَمَّدُ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خیر ہے۔ میرے پاس شر نہیں ہے۔

اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ

اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک معمولی آدمی کو نہیں بلکہ ایک چودھری کو قتل کرو گے۔ میں عام انسان نہیں ہوں میں خون والا ہوں۔ میرا قتل بھی ایک عظیم قتل ہوگا۔ اگر آپ مجھے قتل کریں تو ایک بڑے آدمی کو قتل کریں گے۔

وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ

اور اگر تم مجھ پر انعام کر کے چھوڑ دو گے تو تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نے کسی کمینے کو چھوڑا ہے۔ پھر بھی ایک شاکر کو چھوڑو گے۔

میں ساری زندگی اپنی قوم میں جا کر بھی تمہارا احسان مانوں گا۔ اپنے مذہب پر رہتے ہوئے بھی تمہارا احسان مانوں گا کہ مسلمانوں نے مجھے پکڑا تھا اور ان کے پیغمبر نے مجھ پر شفقت کرتے ہوئے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ میں شاکر بن کے رہوں گا اور یہ ان کا ایک لیڈرشپ کا انداز ہے اس کو واضح کر دیا کہ میں کوئی بھیک نہیں مانگتا کہ ضرور تم مجھے چھوڑ دو۔ میں قیدی ہوں تمہاری مرضی ہے۔ مجھے قتل کرو گے تو خون والے کو قتل کرو گے اور اگر مجھے چھوڑ دو گے تو ایک شاکر کو چھوڑ دو گے۔

وَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ

اگر تم چاہتے ہو کہ میں مال پیش کروں اور میں فدیہ دوں

marfat.com

فَسَلْ مِنْهُ مَاشِئْتَ

جو چاہو تم مانگو میں وہ پیش کر دوں گا۔

یعنی میں اپنی قوم کو پیغام بھیجوں گا وہ مال اور خزانے لے کے آ جائیں گے۔

اگر تم مجھے مال کے بدلے میں چھوڑنا چاہتے ہو تو اس کے بدلے میں چھوڑ دو۔

یہ تین احتمال ثمامہ نے پیش کر دیئے کہ قتل کرنا چاہتے تو میں تیار ہوں قتل کر دو، اگر ویسے چھوڑنا چاہتے ہو تو میں پھر بھی شاکر رہوں گا اور اگر پیسے لے کے مجھے چھوڑنا چاہتے ہو تو میں پھر بھی رضامند ہوں میں مال پیش کر دوں گا۔

انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ وہ دربار ہے جہاں کوئی پہنچے تو اپنے آپ کو چھڑاتا نہیں ہمیشہ زلفوں کا اسیر بن جاتا ہے۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ کل تک چھوڑتے ہیں۔ دوبارہ پھر کل بات ہوگی۔

دوسرے دن جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو پھر اس قیدی سے انٹرویو لیا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ "تمہارے پاس کیا ہے اے ثمامہ" اُس نے جواب میں وہی کہا۔ "اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ" اگر آپ قتل کریں گے تو ایک بڑے آدمی کو قتل کریں گے، اگر چھوڑیں گے تو شاکر کو چھوڑیں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو میں مال پیش کرنے کیلئے تیار ہوں فدیہ کے عوض میں آپ مجھے چھوڑ دیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ کل دوبارہ بات ہوگی۔

تیسرے دن پھر عدالت لگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ سے وہی سوال کیا۔

marfat.com

مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ ؟

اب ثمامہ بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟

ثمامہ نے وہی بات کی جو پہلے دن کی تھی۔ وہی بات دہرادی اور رسول اکرم ﷺ نے تیسرے دن فیصلہ فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔

اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ

ثمامہ کی رسیاں کھول دو اور اس کو رہا کردو۔

اب صحابہ کرام کو تعجب تھا اور ثمامہ کو بھی تعجب تھا کہ مجھے کچھ کہا نہیں گیا کہ یہ شرط تم نے پوری کرنی ہے پھر تمہیں چھوڑتے ہیں۔ کس شرط پر مجھے چھوڑا جارہا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر صحابہ کرام نے رسیاں کھول دیں۔

فَانْطَلَقَ

حضرت ثمامہ مسجد سے باہر نکل گئے۔

اِلٰی نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ

مسجد کے قریب جو کھجوروں کا باغ تھا وہاں پر وہ چلے گئے۔

فَاغْتَسَلَ

انہوں نے جا کر غسل کیا، غسل کر کے اور وضو کر کے پھر مسجد میں آ گئے۔

اب یہ قیدی جس کی رسیاں تو کھول دی گئی تھیں مگر اس کو ایک ایسی زلف کی اسیری کا شرف حاصل ہونے والا تھا کہ جہاں گرفتار ہو جانا ہر شخص کو اچھا لگتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما ہیں۔

ثمامہ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کے گیٹ سے داخل ہوتے وقت ہی یہ نعرہ لگا دیا۔

marfat.com

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اب جس وقت ان کے دل میں ایمان داخل ہو گیا تو انہوں نے خود اپنے دل کی کیفیات کو صحابہ کرام کے سامنے بیان کیا کہ جب میں یہاں آیا تھا تو اس وقت میری صورتحال کیا تھی اور آج میرے دل کے جذبات کیا ہیں۔

کہنے لگے۔

يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خدا کی قسم ہے۔

ایک وقت وہ تھا کہ پوری زمین پر سب سے ناپسندیدہ چہرہ میرے نزدیک آپکا تھا میرے سینے میں کسی سے اتنا بغض نہیں تھا جتنا آپ کے بارے میں بغض تھا۔

وہ زمانہ بھی میں نے دیکھا ہے۔

فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَيَّ۔

آج یہ گھڑی بھی میرے سامنے ہے کہ اس وقت پوری کائنات پر کوئی بندہ مجھے اتنا پیارا نہیں لگتا جتنے آپ مجھے پیارے لگتے ہیں۔

یعنی یہ نور ایمان کی جلوہ گری تھی کہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میرے بیٹے میرا باپ میرے رشتہ دار اور کائنات کے سارے انسان جتنے بھی مجھے عزیز لگتے تھے اب وہ سارے پیچھے رہ گئے ہیں اور آپ کا مرتبہ میرے نزدیک سب سے

marfat.com

بڑھ گیا ہے اور تمہاری شخصیت سب سے بڑی محبوب شخصیت بن گئی ہے۔

پھر فرمانے لگے۔

وَاللّٰہِ مَاکَانَ مِنْ دِیْنٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ دِیْنِکَ

جب میں یہاں پر آیا تھا تو اس وقت دنیا کے سارے دینوں میں سے تمہارا دین میرے لئے سب سے زیادہ ناپسندیدہ دین تھا۔

میں اس کو بالکل کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اس دین کا کوئی شعبہ، کوئی مسئلہ اور اسکی تعلیمات کا کوئی حصہ میرے نزدیک مرغوب نہیں تھا۔ مجھے اُس میں رغبت نہیں تھی۔

لیکن اب صورتحال یہ ہے۔

فَاَصْبَحَ دِیْنُکَ اَحَبَّ الدِّیْنِ اِلَیَّ

اب آپ کا دین میرے نزدیک سب دینوں پہ غالب آچکا ہے اور تمہارا دین میرے نزدیک تمام ادیان میں سے محبوب ترین دین ہو گیا ہے۔

ہمارے آباؤاجداد والدین اور تمام ہمارے سلسلے جو پہلے تھے میں نے تمام سے توبہ کی ہے اور اس وقت میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ اتنا حسن دنیا کے کسی نظام اور نظریے میں نہیں ہے جتنا حسن اور جتنی خوبصورتی ربّ ذوالجلال نے تمہارے دین کو عطا فرمائی ہے۔

اس کے ساتھ تیسرے نمبر پر کہنے لگے۔

وَاللّٰہِ مَاکَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ بَلَدِکَ

ایک وقت وہ تھا کہ جب مدینہ شریف کا نام سنتا تھا تو مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔

ساری دنیا کے شہروں میں مجھے سب سے ناپسندیدہ لگتا تھا۔

marfat.com

وہ آپ کا شہر کہ جہاں میں قید ہوا اور جہاں مجھے رکھا گیا۔ اس کو میں اپنی پوری تاریخ میں جب سے میں بالغ ہوا تھا اور تم نے اعلان نبوت کیا تھا میں تمہارے بارے میں سنتا تھا تو مجھے تمہارا شہر بھی اچھا نہیں لگتا تھا اور میں اس کو ناپسند کرتا تھا۔ لیکن آج کتنا بڑا انقلاب آیا ہے۔

وَقَدْ اَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَیَّ

اب تمہارا شہر میرے نزدیک سارے شہروں میں سے پسندیدہ شہر ہے۔

یہ ایمان کا انقلاب تھا اور یہ اجالے تھے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو محبوب بن جائے اس کا دیس بھی محبوب ہوتا ہے، اس کا دین بھی محبوب ہوتا ہے، اس کا نظریہ بھی محبوب ہوتا ہے اور اُس کا طریقہ بھی محبوب ہوتا ہے۔ لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آج بھی کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے تو اُس کیلئے بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات محبوب ترین ذات ہوگی، آپ کا دین محبوب ترین دین ہوگا، آپ کی سنت محبوب ترین سنت ہوگی اور آپ کا اسوہ حسنہ محبوب ترین طریقہ ہوگا۔

اُس کے نزدیک دنیا کے کسی دوسرے انسان کا کوئی طریقہ، کوئی فیشن، کوئی راہ و رسم اور کوئی چال چلن ایسا نہیں ہو سکتا اور ساتھ ہی جس دیس میں محبوب علیہ السلام بستے ہیں اس دیس کے ساتھ محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے کہ جس کو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان فرمادیا۔ اب جس وقت یہ قیدی ہوئے تھے تو جو جاہلیت میں ان کے نزدیک عمرے کا طریقہ تھا اسکے مطابق عمرہ کو جا رہے تھے اور یہ قیدی ہو گئے۔

maktabah.org

کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب تمہارے طریقے کے مطابق عمرہ کروں گا اور میں عمرہ کر کے اپنی قوم کے پاس جاؤں گا۔ جس وقت ثمامہ مکہ شریف پہنچے تو آپ کی گرفتاری کی خبر مکہ شریف تک پہنچی ہوئی تھی اور وہ جانتے تھے کہ ثمامہ ایک لیڈر تھا ہماری آل پارٹیز کا رکن تھا اُسے مسلمانوں نے قید کرلیا ہے۔

جس وقت ثمامہ مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ثمامہ سے کہا کہ تم نے کیا کیا۔

صَبَوْتَ

تم نے تو دین بدل لیا، دین کو نہیں بدلا جاتا اور باپ دادا کا دین تم چھوڑ گئے ہو تم صابی بن گئے ہو تو ثمامہ کہنے لگے۔

وَاللّٰہِ لٰکِنْ اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مجھے یہ نہ کہو کہ میں نے دین بدلا ہے بلکہ مجھے یہ کہو کہ میں نے اصل دین حاصل کیا ہے۔

میں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اسلام کو قبول کیا ہے۔ چونکہ یہ یمامہ سے تعلق رکھتے تھے اور مکہ شریف کے یمامہ سے روابط تھے اور ان کے اسلام لانے کی وجہ سے مکہ شریف کی معیشت پہ اثرات پڑنے تھے اس لیے حضرت ثمامہ نے مکہ والوں سے کہہ دیا۔

وَاللّٰہِ لَا یَأْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَامَۃِ حَبَّۃُ حِنْطَۃٍ حَتّٰی یَأْذَنَ فِیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (صحیح البخاری: ح:۴۳۷۲/صحیح المسلم کتاب الجھاد، باب ربط الاسیر: ح:۱۷۶۴)

خدا کی قسم آج کے بعد یمامہ سے گندم کا ایک دانا بھی اُس وقت تک تمہیں نہیں دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہیں فرمائیں گے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بعد یمامہ سے تمہیں کوئی دانہ مل سکتا ہے ورنہ تمہیں ایک دانہ بھی یمامہ سے میسر نہیں آسکتا۔

marfat.com

حضرت مازن رضی اللہ عنہ کا چمکتا دل

اسی طرح کا انداز حضرت مازن رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیہقی کی دلائل النبوۃ جلد نمبر 2 اور صفحہ نمبر 36 باب سبب اسلام مازن الطائی پر پورا واقعہ بڑی تفصیل سے موجود ہے۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ عمان کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

عمان کے علاقہ میں ایک بستی سائل تھی اُس سے ان کا تعلق تھا وہ بڑے کٹر مشرک اور بت پرست تھے۔ ایک خصوصی بت انہوں نے اپنے گھر رکھا ہوا تھا اور اسکی عبادت کیا کرتے تھے اسکی ہر وقت نگرانی بھی کرتے تھے۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک دن میں نے بت کے سامنے قربانی پیش کی۔ ایک جانور بت کے نام پر ذبح کیا تو بت سے آواز آئی۔ حالانکہ وہ بے جان تھا۔ لیکن اُس سے آواز آئی وہ بت کہنے لگا۔

يَا مَازِنُ اَقْبِلْ اِلَيَّ اَقْبِلْ تَسْمَعُ مَالَا يُجْهَلُ هٰذَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ جَاءَ بِحَقٍّ مُنَزَّلٍ فَآمِنْ بِهٖ كَيْ تَعْدِلَ عَنْ حَرِّ نَارٍ تُشْعَلُ

اے مازن میری بات غور سے سنو اور وہ بات سنو جو ن کے بھلانے والی نہیں ہے۔ یاد رکھنے والی ہے۔

هٰذَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ جَاءَ بِحَقٍّ مُنَزَّلٍ فَآمِنْ بِهٖ كَيْ تَعْدِلَ عَنْ حَرِّ نَارٍ تُشْعَلُ

وقودها بالجندل

یہ نبی ہیں۔ یہ رسول ہیں جو حق لے کے آگئے ہیں۔ جو نازل کیا گیا ہے تم اس نبی

marfat.com

پے ایمان لے آؤ تا کہ تم اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن پتھر کیساتھ شعلے مارتا ہے۔

یعنی عمان کا بت بولتا ہے اور مکہ شریف کی خبر دیتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف میں ہیں۔ عمان میں اس بت نے اپنے پجاری کو کہا "هٰذَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ" ایک نبی اور رسول مبعوث ہو چکے ہیں اور جس نے بھی جہنم کی آگ سے بچنا ہو، اسے ان کا کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔ اُن کے معبود کی عبادت کرنی چاہیے۔

اب بت ہو کے اس نے جس وقت یہ پیغام دیا تو مازن کہتے ہیں میں حیران ہو گیا کہ بت بولتا نہیں تھا، آج بولتا ہے اور اپنے خلاف ہی بول رہا ہے۔ کہ مجھے چھوڑ کر اللہ کو مانو مازن کہتے ہیں میں متحیر تو ہوا لیکن میں نے زیادہ توجہ نہیں کی۔

ایک دن پھر جب میں نے اس کے نام پر قربانی کی تو اس بت نے پھر آواز دی جو پہلے سے واضح تھی اور کہنے لگا۔

یَا مَازِنُ اِسْمَعْ تُسَرّْ

اے مازن سن تا کہ تجھے سرور ملے۔

ظَهَرَ خَیْرٌ وَبَطَنَ شَرٌّ

شر چھپ گیا ہے اور خیر ظاہر ہو چکی ہے۔

بُعِثَ نَبِیٌّ مِنْ مُضَرَ

مضر قبیلے سے ایک نبی ظاہر ہو چکے ہیں۔

بِدِیْنِ اللّٰهِ الْکُبْرٰ

اللہ کے بڑے دین کو لیکر وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ تم نجات پاؤ تو جاؤ اس پیغمبر کا کلمہ پڑھ لو۔

marfat.com

حضرت مازن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دوسری بار یہ بات جس وقت سنی تو میں نے کہا"اِنَّ ھٰذَا وَاللّٰہِ لَعَجَبٌ" یہ عجیب بات ہے کہ ایک بے جان چیز بولتی ہے اوراس انداز سے اسکا پیغام ہے۔

اتنے میں حجاز سے ایک وفد عمان پہنچا تو میں نے اُن سے پوچھا تمہاری خبر کیا ہے کیا حجاز میں کوئی تبدیلی آگئی ہے؟ مکہ شریف میں کوئی نیا دور آ گیا ہے؟انہوں نے مجھ سے کہا:

خَرَجَ رَجُلٌ بتھامۃ یَقُوْلُ لِمَنْ اَتَاہُ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

تھامہ سے ایک شخص ظاہر ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں لوگو خدا کو مانو اور ایک اللہ کو مانو اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔

یُقَالُ لَہٗ اَحْمَدُ

ان کا نام احمد ہے۔

وہ لوگوں کو رب ذوالجلال کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت مازن کہتے ہیں مجھے جس وقت یہ پتہ چلا کہ واقعی کوئی ایسی بات ہے تو اب مجھے اس بت کی بات پہ یقین آ گیا کہ جو وہ مجھے کہہ رہا تھا۔"ھٰذَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ" کہ نبی مرسل کا ظہور ہو چکا ہے اور جاؤ تم ان کا کلمہ پڑھو۔

لہٰذا مازن کہتے ہیں میں نے ارادہ کرلیا اور سب سے پہلے میں کلہاڑا لے کے بت کے پاس پہنچا کیونکہ خود بت نے دعوت دی تھی۔

فَکَسَرْتُہٗ اَجْذَاذًا

میں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

اُس کے بعد میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا۔ چلتا چلتا میں مکہ شریف پہنچا جس وقت

marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ پُرنور کی مجھے زیارت نصیب ہوئی میں نے بغیر کسی معجزہ کے تقاضا کے اُس بت کی دعوت پر اور جو اس نے مجھے تعارف کروایا تھا۔ میں نے محبوب علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا۔

اب دیکھو ان کے پیغام کو کون روک سکے گا۔ ان کی دعوت کو کون جام کر سکے گا کہ بُت بت ہو کے بھی دعوت دے رہے ہیں کہ ہمیں ٹکڑے کرو اور چھوڑ دو۔ ہم کچھ نہیں ہیں۔ جانا ہے تو وہاں جاؤ۔ اُن کے معبود کو مانو اور ان کی دعوت کو مان لو۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف مشرک ہی نہیں تھا بلکہ میں بڑا ہی بگڑا ہوا آدمی ہوں۔ میرا کردار بالکل درست نہیں ہے۔

اِنِّی اِمْرُؤٌ مُوْلَعٌ بِالطَّرْبِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ

شراب کا میں بڑا عادی ہوں، شراب کے بغیر میرا گذارا نہیں ہوتا۔

وَاَلْهُلُوْكُ مِنَ النِّسَاءِ

میں عورتوں کا دیوانہ ہوں۔

وَ اَلْحَتْ عَلَیْنَا السِّنُوْنَ فَاَذْهَبْنَ الْاَمْوَالَ وَاَهْزَلْنَ الذَّرَارِیَّ وَالرِّجَالَ وَلَیْسَ لِیْ وَلَدٌ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یُّذْهِبَ عَنِّیْ مَا اَجِدُ وَیَاْتِیْنِیْ بِالْحَیَاءِ وَیَهَبَ لِیْ وَلَدًا

ہمارے پاس قحط سالی نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں ہمارا مال و دولت فنا کر دیا ہے اور ہمارے چھوٹوں بڑوں کو کمزور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ میری موجودہ حالت بدل دے مجھے حیا سے مالا مال کرے اور مجھے بیٹا عطا کرے۔

ایک تو میرا کردار صحیح ہو جائے۔ میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ چہرے میں تبدیلی آ جائے

marfat.com

اور دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس کوئی اولاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کر دے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرما دی اور اس انداز میں دعا کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے دربار میں یہ لفظ بولے۔

اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْهُ بِالطَّرْبِ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ

اے اللہ حضرت مازن رضی اللہ عنہ کو گانے بجانے کی جگہ تلاوت قرآن کا شرف عطا فرما۔

جہاں یہ پہلے شراب کی محفلیں سجاتا ہے، کنجریوں سے گانے سنتا ہے، اسی میں مصروف رہتا ہے اور عورتوں کے دھندے میں لگا رہتا ہے۔ اس کو اے اللہ تلاوت قرآن کا ذوق دے۔

وَبِالْحَرَامِ الْحَلَالَ

اسے حرام کی جگہ حلال عطا فرما۔

وَآتِهِ بِالْحَيَاءِ وَهَبْ لَهُ وَلَدًا صَالِحًا

اس کو حیا عطا فرما دے اور اسکو نیک بیٹا عطا فرما دے۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اور مازن اس سلسلے میں بڑے سمجھدار ثابت ہوئے ہیں کہ پہلی ملاقات تھی، کلمہ بھی پڑھا ہے، اپنا سب کچھ ظاہر بھی کر دیا ہے اور اپنا مکمل علاج بھی کروا لیا ہے اور دعا بھی کروالی ہے۔

وہ خود اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی ہے۔

فَاَذْهَبَ اللّٰهُ عَنِّي كُلَّمَا كُنْتُ اَجِدُ

کئی سالوں سے جو میری پکی عادتیں تھیں اور میں کبھی ان سے اپنے آپ کو چھڑا

marfat.com

نہیں سکتا تھا میرے نبی علیہ السلام کا ایک جملہ بولنے کی دیر تھی وہ ساری گندی عادتیں مجھ سے دور ہوگئیں۔ کہتے ہیں

فَأَخْصَبَتْ عُمَانُ وَ تَزَوَّجْتُ أَرْبَعَ حَرَائِرَ وَوَهَبَ اللّٰهُ لِيْ حَيَّانَ بْنَ مَازِنٍ

عمان خوشحال ہوگیا میں نے چار آزاد خواتین سے شادی کی اللہ تعالیٰ نے حیان بن مازن بیٹا عطا کیا۔

ایک بھیڑیے کی دعوت پر یہودی کا قبول اسلام

انقلابات اور حسین انقلابات میں یہ بڑی قابل غور باتیں ہیں۔

جس وقت سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوگ آئے۔ کہیں تو پتھروں کی دعوت پر اور کہیں جانوروں کی دعوت پر، کہیں بھیڑیے تبلیغ کر رہے ہیں۔ اُن کی وجہ سے لوگ نور ایمان میں داخل ہو رہے ہیں۔

کہیں کوئی انداز ہے، کہیں کوئی انداز ہے۔

مشکوۃ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

ایک بھیڑیا بکریوں کے پاس پہنچا۔ اُن بکریوں کا چرواہا بھی وہاں موجود تھا لیکن بھیڑیے نے کوئی پرواہ نہ کی۔ وہاں سے بکری اُٹھائی اور اُس نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اُس کے پیچھے چرواہا دوڑا اور چرواہے نے بھیڑیے سے اپنی بکری چھین لی۔ بھیڑیا پہاڑی پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ کے باتیں کرنا شروع کر دیں اور چرواہے کے ساتھ جھگڑا کرنا شروع کر دیا۔ کہنے لگا۔

marfat.com

قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ

اللہ نے مجھے رزق دیا تھا اور میں نے رزق لیا تھا۔ اے چرواہے تجھے شرم نہیں آئی تو نے مجھ سے وہ چھین لیا۔

اَخَذْتَهٗ ثُمَّ اِنْتَزَعْتَهٗ مِنِّيْ

تو نے مجھ سے وہ رزق چھین لیا ہے۔ کتنا تو ظالم چرواہا ہے کہ میرے پاس رب کا رزق آیا تھا اور وہ رزق تو نے واپس لے لیا ہے۔

جس وقت چرواہے نے یہ باتیں سنیں کہ بھیڑیا بولتا ہے، جھگڑا کر رہا ہے اور باقاعدہ موضوع پہ جھگڑا کرتا ہے۔ اس نے جو بکری اٹھائی تھی اسی کے سلسلے میں دلائل دے رہا ہے کہ یہ میرا حق تھا تم نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ جس وقت چرواہے نے بھیڑیے کی یہ گفتگو سنی تو چرواہے کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگا۔

اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبًا يَتَكَلَّمُ

آج تک میں نے کسی بھیڑیے کو بولتے نہیں دیکھا تھا اور تم عجیب ہو چوری بھی کرتے ہو اور پھر باتیں بھی کرتے ہو۔

دیکھو یہ چور کیسا مکار ہے چوری بھی کرتا ہے اور باتیں بھی کرتا ہے۔

خدا کی قسم آج تک میں نے بھیڑیے کو بولتا نہیں دیکھا۔ یہ کیسا بھیڑیا ہے جو مجھ سے جھگڑا کر رہا ہے، تقریر کر رہا ہے۔

جب اس شخص نے یہ کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہے، میں بڑا حیران ہوں، بھیڑیا پھر بول پڑا اور کہنے لگا۔

او مجھ پہ تعجب کرنے والے!

marfat.com

اَعۡجَبُ مِنۡ هٰذَا الرَّجُلِ فِيۡ اَلنَّخَلَاتِ بَيۡنَ الۡحَرَّتَيۡنِ يُخۡبِرُكُمۡ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعۡدَكُمۡ

اے میری باتوں پہ تعجب کرنے والے یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ان کھجوروں کے نیچے، دو وادیوں کے درمیان ایک ایسی ذات بیٹھی ہے جو ما کان کی بھی خبر دیتی ہے۔ ما یکون کی خبر بھی دیتی ہے۔

بھیڑیا کہہ رہا تھا وہ بھیڑیا چار ٹانگوں والا کیسا عجیب تھا۔ وہ پیغام دے رہا تھا او میری بات پہ تعجب کرنے والے یہودی مجھ پہ تعجب نہ کر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ

ایک محبوب ان کھجوروں کے نیچے بیٹھا ہے اس مقدس دہلیز اور دھرتی کے اندر دونوں وادیوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ بڑی سادہ سی محفل ہے لیکن وہاں نور برستا ہے، عرفان کے غنچے چٹکتے ہیں، وہاں پر معرفت کی بارش ہوتی ہے، وہاں سے کفر دور بھاگتا ہے اور انوار کی دنیا جاگتی ہے۔ اے مجھ پہ تعجب کرنے والے!

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ اتنے عظیم انسان ہیں کہ جو کچھ آج تک ہوا اس کی بھی خبر دیتے ہیں اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسکی بھی خبر دیتے ہیں وہ بھیڑیا کہہ رہا تھا کہ وہ ایسے عظیم رسول ہیں۔

ہم سے آج لوگ پوچھتے ہیں کہ ما کان اور ما یکون پر کیا دلیل ہے میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل اتنی واضح ہے کہ بھیڑیے بھی جانتے تھے۔ اُن کو بھی اس کی خبر تھی۔ وہ بھی اس تحریک کا علمبردار بنا ہوا تھا اور اعلان کر رہا تھا۔

اے یہودی تجھ پہ افسوس ہے کہ اتنا علم والا شخص وہاں تشریف فرما ہے اور تجھے اس کی خبر ہی نہیں۔

marfat.com

مواہب اور دوسری حدیث کی کتابوں میں اس سے کچھ اضافہ ہوا ہے۔

اُس بھیڑیے نے کہا۔

اَنْتَ اَعْجَبُ مِنِّیْ

اے مجھ پہ تعجب کرنے والے میں تجھ پہ تعجب کر رہا ہوں۔ تجھے مجھ پہ تعجب ہے کہ میں باتیں کرتا ہوں۔ ارے مجھے تجھ پہ تعجب ہے کہ تیرے پاس عقل بھی ہے شعور بھی ہے آج تک تو اُس کی دہلیز پہ کیوں نہیں پہنچا۔ آج تک تجھے یہ شرف کیوں حاصل نہیں ہوا۔

وَاقِفًا عَلٰی غَنَمِكَ

تو اپنی بکریوں پہ کھڑا ہے۔

وَتَرَكْتَ نَبِيًّا لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهُ عِنْدَهٗ قَدْرًا

تم نے وہ عظمت والا رسول چھوڑا ہے جس سے بڑا رسول اللہ نے کوئی پیدا ہی نہیں فرمایا۔

تو بکریاں چرا رہا ہے ارے غافل، مجھے تجھ پر افسوس ہے۔ تو میرے بولنے پہ تعجب کرتا ہے میں تجھ پہ تعجب کر رہا ہوں کہ تو بکریاں چرا رہا ہے اور تجھے اس رسول علیہ السلام کی آج تک زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ نے رسولوں کی صف میں اُن جیسا کوئی عظیم پیدا ہی نہیں کیا۔

جب بھیڑیے نے یہ بات کی تو اس کی زبان میں بڑا سوز تھا، اُس کے حرف میں بڑی تاثیر تھی، اُس کے جملوں میں بڑا اثر تھا۔ یہودی کے دل میں وہ جملے سرایت کر گئے فوراً تیار ہو گیا۔

ارے بھیڑیے!

ابھی جاتا ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ میں بکریوں کا محافظ ہوں۔

marfat.com

اگر میں جاتا ہوں تو بکریوں کا محافظ کون ہوگا۔

آپ بھی ادھر گشت فرما رہے ہیں پہلے بھی آپ نے ایک بکری اٹھائی تھی۔

آپ مجھے مشورہ دے رہے ہیں میں تمہاری بات کو مانتا ہوں۔ میں ابھی جاتا ہوں۔

زیارت کرتا ہوں دل روشن ہوگا، آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، دماغ تازہ ہوگا، روح کو سرور ملے گا، کفر کا اندھیرا دور ہوگا، ایمان کا نور ملے، جہنم دور ہوگی، جنت قریب ہوگی، مگر بتا تو سہی بکریوں کا حال کیا ہوگا۔

جب وہ چرواہا یہ کہہ رہا تھا تو بھیڑیے نے کہا کہ میں اس تحریک کا ایک رکن ہوں یہ ٹھیک ہے کہ پہلے میں نے بکریاں اٹھائی تھی لیکن اگر تو میرے کہنے پہ وہاں جائے گا تو تیری بکریوں کی نگرانی میں کروں گا۔

انا ارعاھا

میں تجھے بھیجتا ہوں فارغ کرتا ہوں، تجھے تبلیغ کیلئے نور کی طرف اپنے خرچہ پہ بھیجتا ہوں، میں تیرا نوکر، میں تیرا خادم، تیری بکریوں کو میں چراتا رہوں گا، کھاؤں گا نہیں، چراؤں گا، میں تیری بکریوں کی حفاظت کروں گا تم جاؤ، جا کے دیکھ کے تو آؤ۔

وہ یہودی مان گیا کیونکہ معتقد ہو چکا تھا۔ اُس کا خطاب بڑا موثر تھا۔ اس نے جو خبر دی ہے وہ یقیناً سچی ہے اب یہ اپنا عہد بھی پورا کر کے دکھائے گا۔

وہ یہودی سرکار کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ایک سورج جیسا چہرہ چمک رہا ہے۔ کرنوں کی بارش ہو رہی ہے اور وہاں پر بلبلیں چہک رہی ہیں۔ پھول بڑا سہانا ہے جس کے گرد کوئی کانٹا نہیں اور شمع بڑی چمکدار ہے جس کا کوئی دھواں نہیں۔

وہاں جا کر یہودی جب سرکار کے چہرے کو دیکھتا ہے تو سرکار سے عرض کرتا ہے۔

marfat.com

میں یہودی تھا، بکریاں چراتا تھا، مجھ کو بھیڑیا ملا اُس نے آپ کا پیغام دیا اور یہ کہا کہ تم ما کان کو بھی جانتے ہو اور ما یکون کو بھی جانتے ہو۔ اے محبوب علیہ السلام میں آپ کا دیوانہ ہوں مجھ کو کلمہ پڑھا دو۔

فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جتنی باتیں اس شخص نے کی سب کی سرکار نے تصدیق فرمادی۔

وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

سرکار نے اس بات کی تصدیق کی کہ بھیڑیے نے جو میرے بارے میں خبریں دی ہے ہیں اُن میں سے کوئی جھوٹی نہیں ہے۔ اُس نے مجھے کہا کہ میں "ما کان" جانتا ہوں تو سچ کہا ہے۔ "ما یکون" جانتا ہوں تو سچ کہا ہے۔

اے یہودی وہ سچ کہہ رہا تھا یہ وہ شخص ہے جو زندگی بھر پہلے کبھی نہیں آیا تھا اور اب کہتا ہے۔

تم مل گئے تو دولت کونین مل گئی
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

محبوب میں بکریوں کا کیا کروں گا۔ اس غلامی کو تو میں ترستا ہوں۔ مجھے خبر نہ تھی کہ جنت یہاں تقسیم ہو رہی ہے۔

سرکار نے فرمایا:

عُدْ إِلَى غَنَمِكَ تَجِدْهَا بِوَفْرِهَا (الْأَنْوَارُ الْمُحَمَّدِيَّةُ مِنَ الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ: ۲۸۲)

میرے صحابی پہلے تو یہودی تھا۔ اب صحابی ہے۔ جاؤ اپنی بکریوں کی طرف، بکریاں تم کو پہلے سے بھی زیادہ ملیں گی۔

marfat.com

واپس پہنچا تو دیکھا کہ واقعی وہ بھیڑیا اچھا دیانتدار محافظ تھا۔ سرکار نے جو نظام بخشا سرکار نے جو دین دیا۔ سرکار نے جو پیغام دیا، اُس نے چوروں کو محافظ بنادیا، وہ بھیڑیا نگران بن گیا اور اُس نے اسکی بکریوں کی پوری طرح حفاظت کی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس صحابی کو بتایا کہ جب قیامت قریب آئے گی تو اس وقت کے حالات ایسے ہو جائیں گے۔

اَوْشَکَ الرَّجُلُ اَنْ یَخْرُجَ فَلَا یَرْجِعُ حَتّٰی یُحَدِّثَهٗ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ۔ (مشکوۃ شریف:۵۴۱)

ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ایک شخص اپنے گھر سے کام کیلئے نکلے گا جب واپس لوٹ کے گھر پہنچے گا۔ اپنے گھر جو چھڑی رکھ کے گیا تھا، اپنے گھر جو جوتے رکھ کے گیا تھا وہ جوتے اس کو بتائیں گے تیرے بعد تیرے گھر والوں نے یہ کام کیے ہیں۔

چھڑی بتائے گی اور جوتے بتائیں گے یعنی اس طرح کے احوال آ جائیں گے۔

یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز آج سے صدیوں قبل کا ہے۔ جو آج کی ترقی اور ٹیکنالوجی کا عروج ہے ان روز افزوں ایجادات کی طرف بھی اشارہ تھا اور بالخصوص قرب قیامت میں پتھر بولیں گے۔ "یَا مُسْلِمُ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَرَائِیْ فَاقْتُلْهُ" (بخاری شریف:۱/۵۰۷) مسلم آؤ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردو۔

پتھر کو پتہ ہوگا کہ یہ یہودی ہے اس کو قتل کردو۔ ایسے ہی مسلمانوں کے گھر کی چیزیں بولنا شروع کردیں گی۔

تو یہاں جس وقت اس مضمون کے اندر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے مختلف انداز ہمارے سامنے ہیں۔ یہ سلسلہ صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان

marfat.com

تک محدود نہیں تھا۔ تابعین ہیں یا تبع تابعین ہیں۔ اس کے بعد مختلف لوگوں کے مختلف صدیوں کے حالات ہیں ایسی صورتحال یقیناً موجود رہی کہ ان کی ملاقاتیں اللہ کے ولیوں سے ہوتی رہیں۔ ان کی ملاقات صوفیا اور صدیقین سے ہوتی رہی اور ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی کرامات کی بنیاد پر، اور ان کے صدق اور اخلاق کی بنیاد پر ایسی چیز عطا فرمادیں اور ان سے جو چمک پیدا ہوئی تو وہ اتنی بڑی چمک تھی کہ

لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ (جامع ترمذی: ۲/۳۲۵)

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حالت ایمان میں مجھے دیکھ لیا اُس کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکے گی اور پھر جس نے اُس کو حالت ایمان میں دیکھا ہے جہنم کی آگ اس کے بھی قریب نہیں آسکے گی۔

اس واسطے یہ جو حکمت کی روشنی ہے اور یہ جو اجالے ہیں یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ پرنور کی خیرات ہے اور اس کا عکس جمیل ہے کہ جس نے بھی وہاں عادل مزاجی سے دیکھا ہے اگر چہ وہ کٹر مشرک تھا لیکن محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس نے ہٹ دھرمی سے نہیں دیکھا عدالت سے، انصاف سے دیکھا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بھی نورِ ایمان سے منور فرمادیا ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نور نگر میں

آخر میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا وہ لمحہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب ان کو قریش نے سندیسہ دے کر بھیجا تھا کہ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام دو اور واپس آجاؤ۔ ابورافع کہتے ہیں۔

بَعَثَنِيْ قُرَيْشٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَيْتُهُ أُلْقِيَ فِيْ قَلْبِي الْإِسْلَامُ (ابوداؤد شریف:۲/۲۳)

مجھے قریش نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب میں نے اپنی آنکھوں سے پہلی بار اُن کا چہرہ دیکھا ہے میرا دل اسلام سے بھر دیا گیا ہے۔

سرکار کا چہرہ دیکھ رہے ہیں اور دل نور ایمان سے بھرتا جا رہا ہے۔

رخ جیسے آئینے میں مُصَوِّر سجا ہوا
ماتھے کی ہر لکیر پہ قرآن لکھا ہوا
آواز جیسے نغمہ فطرت چھڑا ہوا
آغوش جیسے ہو در کعبہ کھلا ہوا
کانپے جلال عرش مزاج حلیم سے
جنت کو رہ جائے قد مستقیم سے

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب نمبر 5

جنہیں دیکھ کے رب مسکرائے

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِیْمٌ۔ (سورۃ حج:٦٥)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بیکساں، احمد مجتبیٰ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم کے فہم دین کورس کے چوبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"جنہیں دیکھ کے رب مسکرائے"

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو اس طبقہ میں شمار فرمائے کہ جنہیں دیکھ کے وہ مسکراتا ہے۔

آج کا موضوع یقیناً ہمارے دیگر تمام موضوعات کی طرح، یہ بھی ایک اچھوتا موضوع ہے۔ آپ کی جستجو ہوگی کہ وہ کون سے لوگ ہیں کہ جنہیں رب دیکھتا ہے اور مسکراتا ہے۔ اس واسطے ہم نے حدیث شریف کے وسیع ذخیرہ سے ان لوگوں کا ایک خلاصہ تیار کیا ہے۔ چونکہ اپنی طرف سے تو کسی عام دربار کے لئے کوئی کسی کو پیش نہیں کرسکتا۔ اللہ کا دربار ہو اور ہم اپنی طرف سے کسی کو پیش کریں کہ انہیں دیکھ کر رب مسکرا

marfat.com

رہا ہے، ایسا معاملہ نہیں ہے بلکہ ہم نے اُس بارگاہ کا سہارا لیا کہ جنہیں اللہ کا دربار بھی نظر آتا ہے اور اللہ کے دربار میں لوگوں پر رحمتوں کی برسات بھی نظر آتی ہے۔

موضوع کے انتخاب کی وجہ

سب سے پہلے درس کا موضوع جو ہم نے منتخب کیا ہے۔ اُس کے لحاظ سے یہ بات قابل غور ہے کہ یہ ہمارے عقائد کا حصہ ہے کہ ہمارا رب مخلوق کی صفات سے پاک ہے (اور جو بظاہر مشترک ہیں مثلاً سننا دیکھنا ان میں بھی بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سننا اور طرح ہے بندے کا سننا اور طرح ہے)

مثال کے طور پر ہم کھاتے ہیں۔ مخلوق کی صفت کھانا پینا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ ایسے ہی ہنسنا مسکرانا یہ بھی مخلوق کی صفات میں سے ہے۔ اس کے باوجود موضوع کا یہ ٹائٹل اور درس کا یہ عنوان "جنہیں دیکھ کے رب مسکرائے" اسکی وجہ کیا ہے۔

حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ہنسنے کا عمل کوئی اتنا پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

لَا تُكْثِرُوا الضَّحْكَ

زیادہ نہ ہنسا کرو۔

فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ (مشکوۃ شریف: ۴۴۰)

اس واسطے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

ہنسنا ایک علیحدہ چیز ہے اور تبسم اس سے ہٹ کے ہے کہ جو صرف ایک انسان

marfat.com

کے ہونٹوں پر کھلکھلاہٹ ہوتی ہے اور اس میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔

تبسم کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں یہ بات موجود ہے۔ کہ آپ تمام لوگوں میں سے زیادہ تبسم فرمانے والے تھے۔

ضحک اور چیز ہے، تبسم اور چیز ہے۔

یہاں پر ان دونوں کے فرق کے ساتھ ساتھ اللہ کے لئے چونکہ لفظ ضحک بمعنی تبسم استعمال کیا گیا ہے اور ہم وہی حدیثیں پیش کریں گے کہ جن میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے بارے میں استعمال ہوا ہو۔

اسکا لغوی معنی ہے "رب ہنستا ہے" لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ رب راضی ہوتا ہے۔ ویسے تو اس لفظ کے بولنے کی اجازت نہیں ہے لیکن حدیث شریف میں آجانے کی وجہ سے ہمارے لئے یہ لفظ بولنا جائز ہوا ہے۔

لیکن اُس کا مطلب ہم یہ لیں گے اور مفہوم یہ ذہن میں رکھیں گے کہ اس سے مراد وہ معنی ہے کہ جو ربّ ذوالجلال کے شایان شان ہو۔

رب تعالیٰ کے مسکرانے کا مطلب

"شرح طیبی" کے اندر یہ کہا گیا ہے۔

الضِحْكُ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى مَحْمُوْلٌ عَلَى غَايَةِ الرِّضَا و الرَّافَةِ۔

(شرح طیبی: ۱۲۹/۳)

جہاں حدیث شریف میں ربّ ذوالجلال کے بارے میں یہ لفظ آیا ہے، کہ اللہ ضحک فرماتا ہے، اللہ مسکراتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ضحک سے مراد غایت درجے کی رضا ہے۔

marfat.com

جس کے بارے میں یہ آئے گا کہ اللہ اسکو دیکھ کر مسکرا رہا ہے تو اسکا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ اسے بہت زیادہ پسند فرما رہا ہے۔ اللہ اس سے بڑا راضی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پہ بڑا مہربان ہے۔

امام سہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے سیرت ابن ھشام کی شرح میں لکھا ہے۔

مَعْنٰی ضِحْكِ الرَّبِّ: وَيَضْحَكُ الرَّبُّ اَیْ يَرْضٰهُ غَايَةَ الرِّضٰی وَحَقِيْقَتُهٗ اَنَّهٗ رِضٰی مَعَهٗ تَبْشِيْرٌ وَاِظْهَارُ كَرَامَةٍ وَ ذٰلِكَ اَنَّ الضِّحْكَ مُضَادٌّ لِلْغَضَبِ وَقَدْ يَغْضِبُ السَّيِّدُ وَلٰكِنَّهٗ يَعْفُوْ وَيَبْقٰی الْعَتَبُ فَاِذَا رَضِیَ فَذٰلِكَ اَكْثَرُ مِنَ الْعَفْوِ، فَاِذَا ضَحِكَ فَذٰلِكَ غَايَةَ الرِّضٰی اِذْ قَدْ يَرْضٰی وَلَا يَظْهَرُ مَافِیْ نَفْسِهٖ مِنَ الرِّضٰی فَعَبَّرَ عَنِ الرِّضٰی وَ اِظْهَارُهٗ بِالضِّحْكِ فِیْ حَقِّ الرَّبِّ سُبْحَانَهٗ مَجَازًا وَبَلَاغَةً وَتَضْمِيْنًا لِهٰذِهِ الْمَعَانِیْ فِیْ لَفْظٍ وَجِيْزٍ وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ طَلْحَةِ ابْنِ الْبَرَاءِ اَللّٰهُمَّ اَلْقِ طَلْحَةَ تَضْحَكُ اِلَيْكَ وَتَضْحَكُ اِلَيْهِ

(الروض الانف ۳/ ۴۸، دار الفکر)

اللہ کی مسکراھٹ کا معنیٰ: جب یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کے بارے میں مسکراتا ہے مطلب ہوگا یعنی اس سے بہت زیادہ راضی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کے مسکراہٹ وہ رضا ہے جس کیساتھ بشارت بھی ہو اور اظہار شرف بھی ہو۔ یہ کسی کے ساتھ یوں راضی ہوتا ہے اس کیساتھ بشارت بھی دی جائے اور اس کی عزت کو بھی ظاہر کیا جائے تفصیل اسکی یہ ہے کہ مسکراھٹ غصہ کی ضد ہے کبھی کسی کا مالک غصہ میں آتا ہے پھر معاف کر دیتا ہے لیکن ناراضگی رکھتا ہے۔ جب وہ راضی ہوے یہ عفو پر کہیں اضافہ ہے اور پھر جب مسکرا پڑے تو یہ حد درجہ راضی ہو جاتا ہے

marfat.com

کیونکہ کبھی مالک راضی ہو جاتا ہے مگر جو اندرونی رضا کو ظاہر نہیں کرتا تو مسکراہٹ رضا کی ترجمانی کرتی ہے اور مسکراہٹ کیساتھ اظہار رضا اللہ تعالیٰ کے حق میں از روے مجاز از روے بلاغت اور ان معانی کو مختصر انداز میں بیان کرنے کے لحاظ سے ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ بن برآء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا اے اللہ طلحہ کیساتھ یوں ملاقات کر وہ تجھے دیکھ کر مسکرائے اور تو اسے دیکھ کر مسکرائے۔

لہٰذا کوئی بندہ مسکرانے کا مطلب ذہن میں یہ نہ لے جیسے ہم مسکراتے ہیں۔

یوں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی تصور کرے، نہیں! چونکہ وہ رب اعضاء سے پاک ہے، انسانی عادات سے پاک ہے اور مخلوق کی صفات سے پاک ہے۔ چونکہ حدیث شریف میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم نے اُس کو استعمال کیا ہے۔ اُسی محبت و چاہت کے پیش نظر جس کا اظہار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جملوں میں فرمایا ہے۔ مگر اس کی تاویل کا انداز اور مفہوم ذہن میں یہ رکھنا مراد ہے کہ وہ لوگ جن سے رب راضی ہے، جنہیں رب چاہتا ہے اور جن پر رب بہت زیادہ مہربان ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسکا ایک دوسرا پہلو بھی پیش کیا ہے۔

کچھ لوگ جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ اُن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا۔

لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

(سورۃ آل عمران: ۷۷)

اللہ تعالیٰ اُن سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُن کی طرف دیکھے گا ہی نہیں۔

marfat.com

رب کی نگاہ سے تو کوئی چھپ نہیں سکتا تو پھر اسکا مطلب کیا ہے؟ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کو پیار سے نہیں دیکھے گا۔

وہاں پر جو دھتکارے ہوئے ہیں ان کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ کرم نہیں فرمائے گا اور پیار سے ان کو نہیں دیکھے گا۔

اسکے مقابلے میں جو اللہ کے برگزیدہ ہیں تو یقیناً ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ شعبہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بڑے پیار سے اور پسند کی نگاہ سے دیکھنے والا ہے۔

اس واسطے میں نے اس موضوع کے آغاز میں قرآن مجید سے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۶۵ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

یہ رؤف کے معنی کا ایک شعبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں پر اتنی مہربانی فرماتا ہے کہ اس مہربانی کو مسکرانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایثار والے پر رب کی مسکراہٹ

اس سلسلہ میں سب سے پہلا شعبہ کہ جنہیں دیکھ کے رب مسکرائے، یعنی رب راضی ہو جائے وہ شعبہ ان لوگوں کا ہے جو حد درجہ ایثار کرنے والے ہیں۔

"اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینا" یہ ایثار ہے۔ خود کو حاجت ہو، حاجت کے باوجود دوسرے کو نوازنا یہ ایثار ہے اور اس میں ایک شخص جس کی کھانے پینے کی ساری

marfat.com

ضرور تیں پوری ہیں اس نے ایک فقیر کو ایک لاکھ دے دیا تو اس کے ایک لاکھ کا اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا اُس شخص کی ایک روٹی کا فائدہ ہوگا کہ جس کے پاس ایک ہی روٹی تھی اور جب کھانے لگا تو سائل آ گیا اُس نے وہ روٹی اُٹھا کے سائل کو عطا کر دی۔ حاجت کے باوجود اُس نے وہ ایثار کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ایثار کی بنیاد پر اُس بندے کو پسند کرتا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ اپنی رضائے خصوصی کا ایک منبر عطا فرماتا ہے۔

اس سلسلہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا بڑا حسین منظر ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مہمان آ گیا۔ کہیں سے چلتا ہوا جب وہ دربار رسالت میں پہنچا تو اب اس نے رات بسر کرنا تھی، اُس کے کھانے کا اہتمام کرنا تھا۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر پیغام بھیجا تو ازواج مطہرات کی طرف سے جواب آیا۔

مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ

ہمارے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پانی سے ضیافت ہو سکتی ہے۔

یہ دیکھو اختیاری فقر کہ پوری کائنات جن کی مٹھی میں ہے۔ انکے گھر میں کھجوریں بھی نہیں، جو بھی نہیں، کھانے کیلئے کچھ نہیں اور وہ کتنی عظیم خواتین ہیں کہ جو گھر میں اس انداز میں ہیں، پھر بھی رب سے شکایت نہیں کرتیں، اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکر ادا کرتیں ہیں۔ اگرچہ ہمارے گھر میں کھجوریں نہیں ہیں مگر ہمارے گھر میں اللہ کا تازہ قرآن تو اترتا ہے۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب پہنچ گیا کہ گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا۔

marfat.com

مَنْ یُّضِیْفُ ھٰذَا؟

اس کو کون مہمان بنائے گا؟

قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا

ایک انصاری نے کہا میں۔ لہٰذا یہ آج ہمارا مہمان ہے، میں اس کو اپنے گھر لے جاؤں گا۔ لہٰذا اُس نے اپنے گھر میں پتہ کروائے بغیر مہمان وصول کر لیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے تو یہ ہمارا مہمان ہے۔ لہٰذا اُس کو لے کر وہ انصاری گھر چلے گئے۔ جب گھر پہنچے تو زوجہ نے بتایا۔

مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْیَانِیْ

ہمارے گھر میں تھوڑا سا کھانا ہے لیکن وہ اتنا ہے کہ ہمارے بچے کھا سکتے ہیں۔ نہ میرے لئے ہے اور نہ تمہارے لئے ہے۔ صرف بچوں کے کھانے جتنا ہے۔

اس پر وہ صحابی کہنے لگے۔

اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی عزت کرو۔

بچوں کا کوئی معاملہ نہیں۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مہمان ہے اس واسطے یہ بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔

اب میں ذمہ داری اُٹھا کے آ گیا ہوں۔ لہٰذا بچوں کا کچھ اور بندوبست کرتے ہیں جو کچھ گھر میں ہے وہ اس مہمان کو کھلائیں گے۔

یہ صحابہ کرام کا انداز ہے کہ وہ نیکی کی گہرائی تک پہنچتے ہیں۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے میری زوجہ!

marfat.com

هَيِّئِي طَعَامَكِ

تم اپنا کھانا تیار کرو۔

أَصْبِحِي سِرَاجَكِ

شام ہوتے ہی چراغ جلادو۔

نَوِّمِي صِبْيَانَكِ

اوراپنے بچوں کوآہستہ آہستہ تھپکی دیکر سلادو، بچے جاگتے نہ رہیں۔

جس وقت عشا کا ٹائم ہوگا۔ کھانے کا وقت ہوگا تو میں مہمان کولیکر ساتھ بیٹھوں گا۔ تو پھر صورتحال یہ ہوگی کہ سامنے کھانا ہوگا اور میں نے جو تمہیں طریقہ بتایا ہے اس کے مطابق بچوں کوسلا کر کھانا تم نے سامنے رکھنا ہے۔ چراغ جل رہا ہوگا اس کے بعد تم نے آہستہ سے چراغ کے پاس پہنچ کر صحیح کرنے کے انداز سے تم نے اس کو پھونک ماردینی ہے۔ تا کہ چراغ بجھ جائے اور کھانا ہمارے مہمان کے پاس ہو۔

نہ ہم اس کو بھوکے نظر آئیں اور نہ وہ ہمیں دیکھ سکے اور اس کو یہ شرمندگی نہ ہو کہ جس گھر میں پیٹ بھر کے کھانا کھا رہا ہوں اسکے تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی بھوکے سوئے ہوئے ہیں اور افراد خانہ بھی بھوکے ہیں۔ یہ ترکیب صحابی نے اپنی زوجہ کوسکھادی۔

جس وقت کھانے کا ٹائم ہوا چراغ جل رہا تھا اس صحابی کی اہلیہ نے کھانا لے کے اپنے زوج کو دیا تا کہ مہمان کے سامنے رکھا جائے اور خود وہ زوجہ چراغ کے پاس پہنچی اور چراغ کو یوں ہاتھ لگانے لگی جیسے کچھ صحیح کرنا چاہتی ہیں۔ ایسے میں انہوں نے اس کو پھونک ماری، تا کہ مہمان کو یہ پتہ نہ چلے کہ یہ جان بوجھ کر بجھایا گیا ہے وہ سمجھے کہ چراغ کو صحیح کرنے لگی تھیں لیکن چراغ بجھ گیا ہے۔

marfat.com

لہٰذا چراغ بجھ گیا اندھیرا ہو گیا مہمان کے سامنے کھانا موجود ہے لیکن وہ کھانا اتنا بھی نہیں ہے کہ صحابی خود اس میں شامل ہو جاتے اور ان کی اہلیہ بھی کھا سکتی۔ انہوں نے اپنے مہمان کو یہ بھی محسوس نہیں ہونے دینا تھا کہ ہم بھوکے ہیں۔ اب اندھیرا ہو گیا لیکن ان دونوں کا بڑا عجیب انداز تھا۔

فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ

ان دونوں میاں بیوی نے یہ ظاہر کیا کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں، ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔

انہوں نے اس طرح ظاہر کیا! انہوں نے برتن اُٹھائے برتنوں کے رکھنے کی آواز پیدا کی۔ اب چونکہ اندھیرا تھا۔ وہ مہمان سمجھ رہا تھا کہ جیسے میں کھا رہا ہوں ایسے یہ صحابی بھی کھا رہے ہیں ان کی زوجہ بھی کھا رہی ہے۔

انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں وہ اپنے مہمان کی اتنی میزبانی کرنا چاہتے ہیں کہ اس کے خیال کی بھی میزبانی ہو جائے۔ اُس کو یہ شرمندگی نہ ہو کہ میں تو کھا رہا ہوں اور گھر والے بھوکے ہیں۔ لہٰذا چراغ بجھایا ہوا ہے اور برتن بھی رکھتے ہیں، کبھی اُٹھاتے ہیں۔ جب آواز پیدا ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ بھی کھانا کھا رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کھانا نہیں کھا رہے تھے۔

انہوں نے وہ چراغ بجھایا ہوا تھا کہ جسکی وجہ سے مہمان تو نہیں دیکھ رہا تھا مگر رحمان دیکھ رہا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بھوکا بھی رکھا ہے اور بھوک پہ کور بھی چڑھایا ہے، بھوک کو چھپایا ہے اور اپنے مہمان کو شرمندگی سے بچایا ہے اسکو یہ محسوس نہیں ہوا کہ میں کھا رہا ہوں اور گھر والے بھوکے ہیں۔ لہٰذا کافی دیر تک یہ

marfat.com

سلسلہ جاری رہا۔مہمان نے پورے اطمینان سے کھانا کھالیا جس وقت رات گذر گئی۔

جب صبح ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں یہ صحابی پہنچے جو رات کو مہمان کو ساتھ لے گئے تھے۔

سیماب پا تھیں کیا اُن لوگوں کی قسمتیں
حصے میں جن کے آئیں وہ مہتاب صحبتیں
جن کی نگاہ میں جلوے تھے میرے حضور کے
جن کے دلوں پہ پہرے تھے وجدو سرور کے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کو ہی نہیں دیکھتے،صحابہ کرام کے گھر بھی انکے سامنے ہیں اور جو مہمان بھیجا ہے اسکے پیچھے اپنی نگاہ بھی ہے کہ میرے مہمان کے ساتھ سلوک کیا ہوتا ہے اور اسکو کھلایا کیا جاتا ہے۔صرف یہ نہیں دیکھا کہ میرے مہمان کے ساتھ میزبانوں نے کیا سلوک کیا ہے بلکہ یہ بھی دیکھا ہے کہ میرے میزبانوں کے ساتھ میرے رحمان نے کیا سلوک کیا ہے۔

لہذا مجمع عام لگا ہے صحابہ کرام بیٹھے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے سارے صحابہ کرام کو یہ بتادیا دیکھو رات انہوں نے میرے مہمان کی ضیافت کی ہے وہ اتنی بڑی ضیافت ہے کہ

ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ (بخاری شریف:۳۷۹۸۔مسلم شریف:۲۰۵۴)

جس کو دیکھ کے ساری رات رب مسکراتا رہا ہے۔

یہ لفظ آپ نے استعمال کر دیئے کہ اللہ ہنستا رہا،اللہ مسکراتا رہا مطلب یہ ہے کہ جو اس کی شان کے لائق اور اُس کی شان کے مطابق ہے۔یعنی اللہ نے انکے اس انداز

کو بڑا پسند فرمایا ہے کہ جو انہوں نے خود بنایا ہے۔

گھر میں کھانا تھوڑا تھا مگر انہوں نے اپنے مہمان کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اُس کے خیال کی بھی میزبانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری رات ان کے اس عمل پر اتنا راضی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو ان کے بڑا قریب کر دیا ہے۔

ابھی ادھر یہ بات ہو رہی تھی کہ ادھر سے جبرئیل بھی آ گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آیت بھی نازل کر دی ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر:۹)

یعنی ان انصار کی شان یہ ہے اور صحابہ کرام کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے اوپر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود محتاج ہوں مگر پھر بھی اوروں کا کام ضرور کر دیتے ہیں۔ جیسے ان کے بچے بھی بھوکے تھے خود بھی انکے کھانے کیلئے نہیں تھا۔ مگر انہوں نے مہمان کو ترجیح دی ہے۔ اپنا کھانا اپنے مہمان کو یوں کھلایا ہے کہ اس کو احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ میں نے اس گھر میں کھانا کھایا ہے کہ جس میں بچے بھی بھوکے ہیں اور بڑے بھی بھوکے ہیں۔ اس انداز میں جس وقت انہوں نے میزبانی کی ہے۔ تو رب ذوالجلال نے اُن پر خاص مہربانی کی ہے۔

یہ انداز ہے ان لوگوں کا کہ جنہیں دیکھ کر رب مسکراتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی شفقتیں ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔

قاتل و مقتول کے جنتی ہونے پر رب کی مسکراہٹ

ایسے ہی ایک شعبہ اور بڑا عجیب ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔

marfat.com

اس کے راوی بھی اتفاق سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔
ایک دن صحابہ کرام کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

یَضْحَکُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلَیْنِ

اللہ تعالیٰ دو بندوں کو دیکھ کے بڑا ہی مسکراتا ہے۔
اللہ تعالیٰ دو بندوں کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور ان کو بڑا ہی پسند فرماتا ہے۔
وہ ہیں کون؟

یَقْتُلُ اَحَدُھُمَا الْاٰخَرَ

"ایک قاتل ہے دوسرا مقتول ہے" اور باقی چانس دونوں ہی جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔
قاتل و مقتول بھی ہیں اور جنتی بھی ہیں۔ اللہ ان کے حسن اتفاق پر کہ دیکھو بظاہر تو ان میں فرق کتنا ہے۔ ایک قاتل ہے اور دوسرا مقتول ہے۔ ایک کو جنتی ہونا چاہیے دوسرے کو جہنمی ہونا چاہیے۔ لیکن اللہ نے اتفاق ایسا پیدا کیا کہ مقتول بھی جنت میں ہے اور قاتل بھی جنت میں پہنچ گیا ہے۔

قَالُوْا کَیْفَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟

صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
مقتول جس کو ظلماً قتل کیا گیا وہ بھی جنت میں جائے اور قاتل جو کہ ظالم ہے وہ بھی جنت میں جائے حالانکہ قاتل کے بارے میں آیات ہیں کہ جس نے قتل کیا وہ جہنم میں جائے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قاتل و مقتول دونوں جنتی بن جائیں۔ اس پر میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو اللہ کے خوش ہونے کا سبب ہے کہ کیسے قاتل

marfat.com

بھی جنتی بن گیا اور مقتول بھی جنتی بن گیا۔

يُقْتَلُ هٰذَا فَيَلِجُ الْجَنَّةَ

یہ مسلمان شہید کیا گیا پس جنت میں داخل ہو گیا۔

یہ اسلام کیلئے جہاد کر رہا تھا، مقابلے میں کافر تھا اُس کافر نے اس کو مارا۔ یہ اپنی جان اللہ کے دربار میں پیش کرنے کیلئے نکلا تھا۔ اس نے جان اللہ کے دربار میں پیش کردی، وہیں شہید ہو گیا۔ تو مقتول بالیقین جنت میں پہنچ گیا کہ اُس نے اللہ کے لئے جان دی ہے، شہید ہوا جنت میں پہنچ گیا۔ ایک کا تو جنت میں جانا تم نے دیکھ لیا اب دوسرے کو بھی دیکھو۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْآخَرِ

پھر وقت آیا دوسرے (کافر) کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ کتنا بد نصیب انسان ہوں دنیا تو اللہ کا کلمہ پڑھتی ہے اور میں بتوں کو پوجتا ہوں۔ یہ سوچتے ہوئے اُس نے بھی اپنے رب کی توحید اور اپنے رسول کی رسالت کا کلمہ پڑھ لیا۔

اسلام ایسی چیز ہے کہ اس سے پہلے سارے داغ دُھل جاتے ہیں۔

انسان کے پیکر پر جتنی بھی گندگی ہو ساری کی ساری ختم ہو جاتی ہے اور جتنی بھی نامہ اعمال کی سیاہی ہو جب اسلام کی پھوار پڑتی ہے تو وہ ساری سیاہی ختم ہو جاتی ہے۔

میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، رب نے اس کی توبہ کو قبول کر لیا۔

ویسے تو جس وقت کوئی قاتل ہو گا اور مسلمان بھی ہے تو بہ کرتا ہے تو توبہ سے قتل معاف نہیں ہو گا۔ وہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن یہاں اتفاق ایسا تھا جس وقت یہ بندہ قاتل تھا تو اس وقت کافر تھا۔ اب اس نے

marfat.com

کلمہ پڑھا اور اسلام میں آ گیا۔ پھر یہ بھی اسلام کا جھنڈا لیکر نکلا اور اسلام کیلئے اللہ کی رضا کیلئے جہاد کر رہا تھا تو پھر کیا ہوا۔

فَیُسْتَشْهَدُ (بخاری شریف:۲۸۲۶۔ مسلم شریف:۱۸۹۰)

اسے بھی کسی کافر کی تلوار لگی تو یہ بھی جام شہادت پیتا ہوا جنت میں داخل ہو گیا۔ میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے، اللہ ان کو دیکھ کے مسکراتا ہے کہ بظاہر تو یہ ایک دوسرے کی اپوزیشن تھے۔ لیکن اسلام نے ان کو کتنا ملا دیا ہے کہ جنت میں شریک ہو گئے اور جنت میں ان کا آپس میں کوئی بغض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل ومقتول دونوں کو جنت عطا فرما دی ہے۔

بندے کی ناامیدی پر رب کی مسکراہٹ

کنزالعمال میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

ابورزین رضی اللہ عنہ اسکی روایت کرتے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ ارشاد فرمایا۔

ضَحِكَ رَبُّنَا مِنْ قُنُوْطِ عِبَادِهٖ وَ قُرْبِ عَفْوِهٖ

ہمارا رب مسکراتا ہے۔ کس کو دیکھ کر؟

ایک بندہ دعا مانگ رہا ہے۔ مانگ مانگ کر اسے لگتا ہے کہ قبول نہیں ہوگی۔ اب مایوس ہو گیا ہے اور ادھر سے اللہ فیصلہ کر چکا ہے کہ میں نے ضرور قبول کرنی ہے۔ درمیان میں پردہ ہے یہ کہتا ہے اتنے سال ہو گئے دعا مانگ رہا ہوں۔ میری دعا تو قبول ہوتی ہی نہیں ہے اور ادھر عرش پر قبولیت کا فیصلہ کر

چکا ہے۔ درمیان میں ایک حجاب ہے۔ یہ وہ موقع ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کو بندے پر مسکراہٹ آتی ہے کہ اپنے آپ کو کتنا گرا ہوا سمجھتا ہے۔ حالانکہ میں نے تو اس کو عفو عطا فرما دی ہے اور اس کو پتہ نہیں چل رہا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کیا۔

مِنْ قُنُوْطِ عِبَادِہٖ وَ قُرْبِ عَفْوِہٖ

بندہ ناامید ہے اور ادھر عفو بالکل قریب آ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی قریب ہے اور بندہ اپنے آپ کو ناامید بنائے ہوئے ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر بھی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ قابل غور بندہ پردے میں اس طرح لپٹا ہوا ہے اور وہ ناامید ہے۔ ہزاروں اندھیرے اس کے سامنے ہیں اور بڑا مایوس ہو چکا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ اس بندے کی اس مایوسی کے عالم میں کہ جس کے عفو کا فیصلہ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے اور مسکراتا ہے کہ یہ کیسا بندہ ہے اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ میں نے اس کیلئے کتنے اہتمام فرما دیئے ہیں۔

یہ حدیث شریف جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی۔

تو صحابہ کرام نے سوال کیا۔

وَ یَضْحَکُ الرَّبُّ ؟

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا رب بھی مسکراتا ہے؟ آپ رب کی مسکراہٹ کے بارے میں فرما رہے ہیں۔ کیا رب بھی ہنستا ہے؟

جس وقت صحابہ کرام نے پوچھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اس کا

marfat.com

جواب وہی دے سکتا ہے کہ جو رب کی طرف نگاہ کرے تو اُس کو رب نظر بھی آتا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

قَالَ نَعَمْ

''ہاں'' میرا رب مسکراتا ہے۔

میرے رب کی مسکراہٹ ہے جو اسکی شان کے لائق ہے۔ اس رضا اور مہربانی کو نَعَمْ کے لفظ سے بیان کر دیا۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کہنے لگے، جب سرکار نے یہ فرمایا کہ ہاں رب مسکراتا ہے۔ تو ہم نے سرکار کے سامنے ایک جملہ کہہ دیا۔ اگر رب مسکراتا ہے تو

لَنْ نَّعْدَمَ مِنْ رَّبٍّ يَضْحَكُ خَيْرًا (کنز العمال ص:۱/۳۹۱۔ ح:۱۶۸۵)

تو ہم اس مسکرانے والے رب سے ضرور خیر پائیں گے۔

پھر وہ کرم والا رب ہے۔ وہ ضرور معاف کر دے گا۔

صحابہ کرام نے پھر آگے اضافہ کر دیا کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ مسکراتا ہے تو پتہ چلا کہ وہ صرف غصے والا نہیں ہے کہ اس کا جلال ہی برستا رہے۔ وہ جمال والا بھی ہے۔ پھر ہمیں بڑی امید ہے۔

لَنْ نَّعْدَمَ

ہم معدوم نہیں پائیں گے، ہم اپنے رب کی مسکراہٹ سے خیر پائیں گے۔ اُس کی مسکراہٹ کی چمک سے ضرور گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی مسکراہٹ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا

maktabah.org

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استدلال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت انداز جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث شریف بھی کنز العمال میں موجود ہے۔

اس فرمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استدلال بھی ہے۔

علی بن ربیعہ کہتے ہیں۔

حَمَلَنِیْ عَلٰی خَلْفِهٖ

ہم سواری پر بیٹھے تھے۔ آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے پیچھے مجھے بٹھایا ہوا تھا۔

ہم سواری پر سوار ہو کر حرہ کی جانب جا رہے تھے۔ (یہ مدینہ شریف کے باہر ایک سنگریزوں والی گراؤنڈ ہے)

ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَآءِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا۔

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ

پھر پلٹ کے مجھے دیکھا۔

فَضَحِكَ

ساتھ مسکرائے۔

یہ عجیب منظر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور پھر پلٹ کے مجھے دیکھا اور مسکرا دیئے۔ میری طرف جب التفات اور توجہ کی تو مسکرا رہے تھے۔

یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ

اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے۔ میرے گناہ معاف کر دے۔

اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرُکَ

تیرے سوا اور کوئی گناہ معاف نہیں کرتا۔

میرے گناہوں کو تو معاف کر دے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی پھر حضرت علی بن ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

اس پر علی بن ربیعہ نے سوال کیا۔

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِسْتِغْفَارُکَ رَبَّکَ وَالْتِفَاتُکَ اِلَیَّ تَضْحَکُ ؟

اے امیر المومنین!

تم نے چہرہ آسمان کی طرف کیا دعا رب سے مانگی اور مجھے دیکھ کے ہنستے ہو، مسکراتے ہو اس کا سبب کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ اصل میں میرا عمل نہیں ہے۔ میں اس کام میں بھی اپنے آقا کی سنت ادا کر رہا ہوں۔ پوچھا گیا وہ سنت کیا ہے؟

آپ دیکھیں کہ صحابہ کرام میں کتنی تڑپ تھی کہ ہو بہو وہی انداز اپناتے تھے کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تھا اور پھر اپنے ساتھ والوں کو اس طرف متوجہ کرتے تھے۔ کہنے لگے۔

حَمَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَلْفَہٗ

اے علی بن ربیعہ جیسے آج میں نے تجھے اپنے پیچھے بٹھایا ہے اسی طرح ایک بار مجھے نبی علیہ السلام نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔

marfat.com

آقا علیہ السلام نے سفر کیا اور میں ساتھ تھا۔

اِذَا سَارَبِیْ اِلٰی جَانِبِ الْحَرَّةِ۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری حرہ کی جانب چل رہی ہے۔

جدھر آج ہماری سواری چل رہی ہے۔

دیکھو ان کی یادوں کی چاشنی اور یادوں کو تازہ کرنے کا انداز کیسا ہے۔

فرمانے لگے میں سرکار کے پیچھے بیٹھا تھا آپ میرے آگے تشریف فرما تھے

سواری حرہ کی طرف چل رہی تھی۔تو کیا ہوا؟

رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا۔پھر یہی دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرُكَ

امتی کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا۔

اے اللہ تو میرے گناہوں کو معاف کردے۔کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرتا۔

جس وقت یہ لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے بولیں گے تو پھر یہ

ترجمہ نہیں ہوگا چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عصمت عطا فرمائی ہے۔وہاں یہ ہے کہ انبیاء

جب ایک نیکی کے بعد جب دوسری نیکی کرتے ہیں تو وہ پہلی سے اتنی ایڈوانس ہوتی

ہے کہ پہلی بعد والی کے مقابلے میں ادنیٰ سی محسوس ہوتی ہے۔تو اس کو انبیاء ذنب سے

تعبیر کرتے ہیں۔ویسے نہ گناہ ہے نہ خطا ہے۔تو اس سے مقصد امت کو تعلیم دینا تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے تو

میں نے سن لئے اور یاد کر لئے۔

marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بولتے وقت انداز کیا تھا۔

لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرُكَ

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ پھر کیا ہوا؟

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَضَحِكَ

سرکار نے مجھے دیکھ کر مسکرانا شروع کر دیا۔

سرکار علیہ السلام نے چہرہ اُٹھا کے دعا مانگی اور پھر پلٹ کے میری طرف دیکھ کے مسکرائے تو میں نے بھی اُس دن پوچھا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسا انداز ہے؟ جس سے گفتگو ہوتی ہے اسے دیکھ کے مسکراتے ہیں آپ کی گفتگو تو رب کے ساتھ ہے لیکن آپ مجھے دیکھ کے مسکرائے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو میرے محبوب علیہ السلام کا جملہ کتنا خوبصورت تھا۔

آپ فرمانے لگے۔

ضَحِكْتُ لِضِحْكِ رَبِّیْ

میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب مسکرایا ہے۔

یعنی اے علی یاد رکھو میں نے جو تجھے دیکھ کے اپنے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پیدا کی ہے تو اس سے اللہ کی مسکراہٹ کی ترجمانی کر رہا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے کہ میرا رابطہ میرے رب سے ڈائریکٹ کتنا ہے۔ میں عرش پہ جا کے اُس کے عرش پہ بیٹھ کے دیدار کروں وہ لمحات تو اپنی جگہ لیکن میرے رب نے مجھے فرش پہ چلتے ہوئے اور سواری پہ بیٹھے ہوئے بھی اپنے دربار سے محروم نہیں رکھا۔ میں چلتا فرش زمین پر ہوں مگر پھر

marfat.com

بھی اللہ تعالیٰ کے جلوے میرے سامنے ہوتے ہیں۔

ضَحِکْتُ لِضِحْکِ رَبِّیْ

میں اپنے رب کو دیکھ کے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب مسکرا رہا ہے۔

یہاں سے پتا چلا کہ ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتنا بڑا Status ہے اور کون ہوگا جو رب سے مسکراہٹوں کے تبادلے کرتا ہو؟ جو رب کو دیکھے تو مسکرائے اور اب ان کو دیکھے تو اپنی شان کے مطابق مسکرائے۔

یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت عرش کی بات کا ترجمہ کرنا چاہا اور پیغام دینا مقصود تھا کہ علی تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم جب فرش پہ ہوتے ہیں تو عرش پہ ہمارا رابطہ نہیں ہوتا۔ ہمارا اتنا تیز رابطہ ہے اور اتنا قریب کا رابطہ ہے کہ ہم مسکراتے ہوئے بھی اللہ سے باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔

اے علی! اللہ تعالیٰ کی مسکراہٹ کی وجہ سے میرے ہونٹوں پہ بھی تبسم آیا ہے۔

جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو ساتھ وجہ بھی بیان کی کہ رب کیوں مسکرایا ہے۔

لِعَجَبِہٖ لِعَبْدِہٖ اِنَّہٗ یعلم انّہ لا یغفر الذنوب احد غیرہ

(کنز العمال: ۲/ ۲۵۷۔ حدیث نمبر: ۳۹۶۴)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اس بات پر پسند کرنا کہ وہ بندہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن با قاعدہ ارادے کے ساتھ سواری پر بیٹھ کر اُسی گراؤنڈ کی طرف چل دیے، وہی دعا مانگ کے آسمان کی طرف دیکھ کے اور

marfat.com

پھر پچھلے آدمی کی طرف دیکھا تو مسکرا دیئے تا کہ سنت بھی پوری ہو جائے اور سرکار کا پیغام بھی پورا ہو جائے۔

گویا حضرت علی کہہ رہے تھے کہ یہ حدیث میرے پاس ہے اس کو میں صفہ پہ بیٹھ کے پڑھاؤں تو پڑھا سکتا ہوں۔ لیکن یہ صحابہ کرام کا انداز ہے کہ وہی انداز بھی ہونا چاہیے کہ جس انداز میں سرکار نے پڑھائی ہے، سرکار نے بیان فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ انداز اختیار کیا ہے اور سرکار کی شخصیت کے بارے میں جو ہمارا عقیدہ ہونا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی ان سے ہمسری کے دعوے نہ کرے، کوئی ان کو اپنے جیسا نہ کہے اور کوئی ان جیسا نہ بنے۔ اس واسطے کہ جب ہم دیکھتے ہیں تو کچھ فاصلے کے بعد ہمیں کچھ اور نظر نہیں آتا لیکن ان کی نگاہ وہ ہے کہ سات آسمانوں کے پار عرش عظیم پر جو ربّ ذوالجلال کے جلوے ہیں۔ یہ زمین پہ ہوتے ہوئے ان جلوؤں کی زیارت کر رہے ہیں۔

پھر یہ مشاہدہ بڑا تیز تھا۔ چونکہ مسکراہٹ کا ہونا بڑی قریب کی میٹنگ کا انداز ہوتا ہے۔ دور سے آپس میں پوری طرح ایسا ربط پیدا نہیں ہوتا کہ جس کی وجہ دو انسان کہ جن کے درمیان ایک ایکڑ کا فاصلہ ہو وہ آپس میں مسکراہٹوں کا تبادلہ کر رہے ہوں بلکہ خاص قرب کی بنیاد پر ایسی صورتحال ہوتی ہے۔ بلا تمثیل:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرش پہ ہوتے ہوئے عرش کے اتنے قریب ہوا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے بھی سامنے ہیں اور مسکراہٹوں کا بھی پورا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

marfat.com

تین خوش نصیب جنہیں دیکھ کے رب مسکراتا ہے

اس سلسلہ میں بالخصوص یہ معاملہ بہت ہی عجیب ہے اور جس کو آج اگر ہم حاصل کرنا چاہیں تو یقیناً حاصل کر سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی 1228 نمبر حدیث شریف ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں کہتے ہیں۔

ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ

تین قسم کے انسان ہیں جنہیں دیکھ کے رب مسکراتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ان کا اعلان کر رہے ہیں کہ جو چاہے وہ ان تین افراد میں آجائے۔ اُسے اللہ کی خصوصی مہربانی حاصل ہو جائے گی۔

وہ تین کون سے لوگ ہیں؟

پہلا آدمی۔ آدمی کے قیام لیل کو دیکھ کے رب مسکراتا ہے۔

اَلرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيْ

وہ آدمی جب رات کا وقت آجائے تو وہ مصلی پہ کھڑا ہو کر اللہ کو سجدے کر رہا ہو، قیام کر رہا ہو!

یہ وہ بندہ ہے جسے رب دیکھتا ہے اور مسکراتا ہے۔ اس کو کوئی بہت بڑا کام نہیں کرنا پڑے گا گھر میں جہاں بیٹھا ہے، جہاں موجود ہے۔ وضو کرے رات کی تنہائیوں میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو جائے، قیام کرے اور سجدہ کرے۔ ''جب عام لوگ سو رہے ہوں گے یہ جاگ رہا ہوگا'' دیکھ کے رب بہت مہربان ہو جائے گا۔

marfat.com

دوسرا آدمی، نمازیوں کی صف بندی کو دیکھ کر رب مسکراتا ہے۔

وَ الْوُقُوْفُ اِذَا صَفُّوا فِی الصَّلٰوۃِ

اور جب لوگ نماز پڑھنے کے لئے صف بناتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔

جب لوگ گھر سے نکلیں مسجد میں پہنچیں اور مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کیلئے صف بنائیں جب صف، لائن میں کھڑے ہو رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر مسکراتا ہے۔ کوئی بندہ کہیں سے چلا کوئی کہیں سے چلا، کسی نے کوئی کام چھوڑا، کسی نے کوئی آرام چھوڑا اور چلتے چلتے ابھی نماز پڑھنے کیلئے صف میں کھڑے ہوئے ہیں "اللہ کے دربار میں جب حاضر ہونگے وہ معاملہ بعد میں ہے" صف پوری ہوئی ہے تو اللہ کی رحمت بھی ان پہ پوری اتر آئی ہے۔ اس انداز میں جب یہ صف بنا کے کھڑے ہوتے ہیں تو رب ذوالجلال انکو دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ یہ کتنے عجیب بندے ہیں جنہیں میں سامنے نظر نہیں آتا مگر مجھے موجود سمجھ کے میرے دربار میں حاضری دے رہے ہیں۔

لہٰذا جس وقت با جماعت نماز ادا کرنے کیلئے لوگ صف بناتے ہیں اُس صف کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ انکو اپنی مسکراہٹوں سے نوازتا ہے۔

تیسرا آدمی، میدانِ جہاد میں مجاہدین کی صف بندی کو دیکھ کر رب مسکراتا ہے۔

وَالْوُقُوْفُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ

جب دشمنوں سے جہاد کے لیے مجاہدین صف بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

جب مجاہدین جہاد کے میدان میں اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ کے دشمنوں کو مٹانے کیلئے وہ میدان جہاد میں لائن بناتے ہیں، کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور اپنی پوزیشنیں سنبھال لیتے ہیں تو ان کے انداز کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی خاص مہربانیوں سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صف کے اندر کھڑے ہوئے

marfat.com

مجاہدین کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی شفقتیں اُن کو عطا فرما دیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے بیان کیا تھا کہ جس وقت کچھ لوگ یہ سنیں گے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو دیکھ کر مسکراتا ہے تو ان میں جذبہ پیدا ہوگا کہ میں بھی ان جیسا بن جاؤں تاکہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ پسند کرے اور پھر یہ سمجھے گا کہ میرے پاس تو کوئی ذریعہ نہیں میں اتنا خوبصورت بن جاؤں اور میرا کام اتنا خوبصورت ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ کے مسکرائے۔ تو سرکار کی سنت نے سہارا دیا کہ تمہیں کہیں جگر پگھلا کر ایسا مقام حاصل کرنے کیلئے محنتیں نہیں کرنی پڑیں گے۔ تھوڑا سا کام کرو اور اپنے اندر تھوڑی سی بیداری پیدا کرو، تم گھر میں مصلی پہ کھڑے ہو کر رب کو سجدہ کرو گے تو اللہ خصوصی مہربانی کا نزول فرمادے گا۔

بندہ مومن کی توبہ پر رب خوش ہوتا ہے

یہ بھی ایک بڑا عجیب انداز ہے۔

اس میں آج ہمارے لئے بہت بڑا سہارا ہے اور ہمارے لیے بہت بڑا حوصلہ ہے۔

اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی خوشی کا موقع بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوتا ہے اور کب خوش ہوتا ہے۔

اب دیکھئے ناخوشی تو اس کو ہو جس کا کام پورا نہ ہو اور جس کی قدرتوں کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے اُس کو تو کوئی ناخوشی ہو نہیں سکتی۔ جب وہ کن کہے تو سب کچھ ہو جائے، وہ تو خوش ہی خوش ہے۔ لیکن اسکے باوجود کچھ مراحل ایسے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ جتنی خوشی کا آج تک کوئی انسان تصور نہیں کر سکتا۔

یہ سب سے بڑا کرم ہے۔ ایک وہ انسان ہے کہ جس کو کچھ ملے تو خوش ہو جائے۔ ایک وہ ہے جو مجبور ہے اُس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ ایک وہ ہے جسے

marfat.com

رکاوٹوں کا سامنا ہو۔ رکاوٹیں اٹھیں تو خوش ہو جائے۔ یہ رب کا کمال ہے نہ اُس کی کوئی ضرورت ہے۔ نہ اس کی کوئی مجبوری ہے، نہ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ ہے، نہ کوئی کمی ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بندوں کی ایک حالت کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سمجھانے کیلئے ایک مثال دی۔

اللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ

ایک مسلمان کے توبہ کرنے پر اللہ اس سے زیادہ خوش ہو جاتا ہے کہ جتنا وہ بندہ خوش ہوا جس کا ابھی مثال میں ذکر ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ پر خوش ہو رہا ہے اس میں فائدہ بندے کا ہے اللہ تعالیٰ کا تو نہیں ہے۔ چونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر ہم سارے لوگ پہلے نمبر کے متقی بن جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں دے سکتے۔ اور ہم سارے بُرے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتے۔ وہ بے نیاز ذات ہے۔ لیکن اسکے باوجود جب ایک بگڑا ہوا انسان اور گناہوں میں ڈوبا ہوا انسان در توبہ پہ آتا ہے تو اللہ کو اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی خوشی کائنات میں کسی کو نہیں ہوتی۔

مثال یہ ہے: میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ ایک شخص سواری پہ بیٹھا ہے۔

نَزَلَ فِيْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُّهْلِكَةٍ

وہ ایک بے آب و گیاہ اور خطرات ھلاکت سے پر زمین میں اترا۔

یعنی اُس صحرا میں مہینوں کا سفر ہے اور وہ ھلاکت والی زمین ہے بندہ مشکل سے وہاں سے کراس کرتا ہے، اُس صحرا میں انسان سفر کر رہا تھا اُونٹنی پہ بیٹھا تھا۔ اُس اونٹنی پہ اپنا زاد راہ بھی رکھا ہوا تھا۔

marfat.com

لہٰذا پورا بندوبست کر کے وہ اپنی سواری کو لے کے روانہ ہوا۔

عَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَ شَرَابُهٗ

سواری پہ اُس کا کھانا بھی ہے اور پینے کیلئے اس پر پانی بھی ہے۔

اُس نے بہت دنوں کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ یہ انسان سفر کرتے کرتے تھک گیا تو اس نے کہا کہ کچھ دیر آرام کرلوں۔ پھر اُٹھوں گا سواری پہ بیٹھ جاؤں گا اور پھر سفر شروع کردوں گا چونکہ یہ سفر بہت لمبا ہے۔ اگر سواری پہ بیٹھا رہا تو یہ مشکل ہے۔ لہٰذا

فَوَضَعَ رَأْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً

اُس نے اپنے ہاتھ میں اونٹنی کی نکیل پکڑلی اور اپنی کلائی پہ سر رکھ کے راستے میں سوگیا۔

اُس نے سوچا کچھ دیر سوتا ہوں پھر جاگ آجائے گی اونٹنی پہ بیٹھوں گا سفر شروع کردوں گا لیکن جس وقت کچھ دیر کے بعد اُسے جاگ آئی تو اُس نے دیکھا کہ اونٹنی بھاگ چکی ہے۔

بڑا ہی پریشان ہوا۔

فَطَلَبَهَا

ادھر ادھر دوڑ کے اونٹنی کو تلاش کرنا شروع کردیا۔

اس اونٹنی پر ہی میری زندگی کا بندوبست ہے۔ نہ تو اس صحرا کو دوڑ کے میں عبور کر سکتا ہوں۔ نہ واپس پہنچ سکتا ہوں۔ نہ منزل پہ جاسکتا ہوں۔

لہٰذا اُس بندے کو بڑی پریشانی ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کچھ دیر ڈھونڈتا رہا مگر پھر پیاس لگ گئی۔ بھوک لگ گئی۔

حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ

گرمی بھی تھی، پیاس بھی تھی، بھوک بھی تھی۔ جو بھی مصیبتیں تھیں، ساری منہ کھول کے آگئیں۔

marfat.com

یہ بندہ بالکل اکیلا ہے نہ کوئی انسانی آبادی ہے۔ نہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے۔ نہ کوئی بندہ حامی و مددگار ہے۔ اب اسکا جو صحرا عبور کرنے کا ذریعہ تھا وہ اونٹنی تھی اور اُس پر ہی زندگی کا سامان تھا۔ وہ کچھ بھی اس کو نظر نہیں آتا۔

دوڑتا رہا، بھاگتا رہا، بھاگتے بھاگتے تھک گیا ہانپ کے گرا پڑا ہے۔ اب یہ سمجھتا ہے کہ سوائے مرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے مجھے اونٹنی نہیں ملے گی اور مجھے کھانا بھی نہیں ملے گا۔ مجھے پینے کیلئے پانی بھی نہیں ملے گا اور میں ویسے چل کے اب جا نہیں سکتا۔

لہٰذا اُس نے پکا ذہن بنالیا کہ اب سوائے مرنے کے اور حل نہیں ہے۔ مرنے کیلئے اب تیار ہو گیا اور اس نے وہ جگہ منتخب کر لی کہ جو بالکل راستہ کے اوپر تھی، وہاں پر اُس نے دوبارہ سونے کا ارادہ کیا۔ اُسی جگہ پہ جہاں سے اونٹنی گم ہوئی تھی کہتا ہے۔

اَرْجِعُ اِلٰی مَکَانِیَ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ

یعنی ڈھونڈتا دور نکل گیا تھا اب کہتا ہے وہاں جا کے لیٹتا ہوں جہاں پہلے سویا ہوا تھا۔

فَاَنَامُ حَتّٰی اَمُوْتَ

میں سوتا ہوں حتیٰ کہ مر جاؤں۔

یہ موت کے منہ میں جا چکا ہے۔ پورے سو فیصد مرنے کے لئے تیار ہو رہا ہے اور یہ عجیب انسان ہے۔ لوگ آنکھیں بند کرتے ہیں کھولنے کیلئے لیکن یہ ہمیشہ بند کرنے کیلئے اپنی آنکھیں بند کر رہا ہے اور راستے کے کنارے پر لیٹ رہا ہے کہ سوتا ہوں موت کا وقت آ رہا ہے۔

وَضَعَ رَأْسَہٗ عَلٰی سَاعِدِہٖ لِیَمُوْتَ

اُس نے اپنا سر کلائی کے اوپر رکھا تا کہ سو جاؤں اور سونے کے اندر ہی مر جاؤں یہ انداز لئے وہ سو رہا تھا۔

marfat.com

میرا یہ گمان ہے کہ وہاں اس لئے سویا ہوگا کہ رستے پہ سوتا ہوں مرتو جاؤں گا لیکن آخر مجھے دفن کرنے والا آج تو کوئی نہیں ہوسکتا کوئی کبھی یہاں سے گذرے تو میری ہڈیاں اُٹھا کے زمین کے سپرد کردے۔

لہٰذا رستے کے کنارے پر وہ مرنے کیلئے لیٹ رہا ہے اور اپنی پوری تیاری کر چکا ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر اپنی کلائی پہ سر رکھا آنکھیں بند کیں اور نیند کو اپنی آنکھوں پہ مسلط کر کے مرنے کی نیت کی ہے۔لیکن اُس کو نیند مرنے کے لئے بھی نہیں آرہی تھی۔کیونکہ بھوک بڑی تھی، پیاسا بڑا تھا۔

لہٰذا تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آنکھ کھل گئی، بھوک اور پریشانی کی وجہ سے کہ اچھا سفر تھا، میں منزل پہ جانا چاہتا تھا۔اب رستے میں موت آگئی ہے۔اُسی میں جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھا وہ اونٹنی سرہانے پہ آکے کھڑی تھی۔

اِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ

اچانک کیا دیکھتا ہے کہ اونٹنی تو اُس کے پاس کھڑی ہے۔

اب وہ تو موت کے منہ سے واپس آ گیا۔اسکو بڑی خوشی ہوئی کہ اب میرے لئے سارا مستقبل روشن ہو گیا ہے۔جس نے سو فیصد مرنے کا بندوبست کر رکھا تھا اور مرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا، اب سو فیصد زندگی روشن ہو گئی ہے۔

اُس نے فوراً سواری کے اوپر سے پانی لیا اور کھانا لیا اور کھانے بیٹھ گیا۔اُس کے بعد زندگی ہشاش بشاش ہو گئی۔جس طرح چراغ بجھ رہا ہو اور اس میں کوئی تیل ڈال دے تو فوراً روشنی برقرار ہو جاتی ہے۔اسی طرح اس کی زندگی کا دیا گل ہونے کو تھا اُس میں پھر تیل ڈالا گیا تو وہ فوراً سواری پہ بیٹھا اُس کے بعد اُس نے اپنی منزل کی طرف سفر شروع کر دیا۔

marfat.com

اب یہ مثال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے پیش کر کے فرمایا۔
اس بندے کی خوشی کا اندازہ کر سکتے ہو جس کو مرنے پر یقین ہو گیا تھا کہ اب مروں گا؟ مرنے کے لئے آنکھیں بند کر رہا تھا اور مرنے کیلئے پوری طرح تیار تھا۔ پھر اس کو وہ سواری مل گئی اُس کی خوشی کا کوئی اندازہ کر سکتے ہو۔ موت کے منہ سے جب وہ واپس آ رہا تھا تو اُس کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر یہ جملہ بولا۔ اب تمہیں سمجھنے میں آسانی ہوگی جب یہ نبوی مثال سامنے آ گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ

(مشکوٰۃ شریف: رقم الحدیث: ۲۳۵۸)

جتنی خوشی اس بندے کو اپنی سواری اور زادراہ کے مل جانے پر ہوئی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو خوشی اپنے بندے کے تائب ہونے پر ہوتی ہے۔
اب دیکھئے ایک انسان گناہ چھوڑتا ہے پکی توبہ کرتا ہے۔ اُس پر رب ذوالجلال خوش ہے۔ مہربان ہو گیا ہے۔ اب اس کو کتنی خوشی ہے۔ مثال سامنے رکھیئے اس خوشی سے کوئی زیادہ خوشی ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے اور بالخصوص جو رب کو اپنے بارے میں خوش کرنا چاہے، وہ گناہ سے پکی توبہ کر لے رب ذوالجلال اُس سے بہت زیادہ خوش ہو جائے گا۔

بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب کو خوش کرنے کا عمل

آخر میں البدایہ والنہایہ کی روایت پیش کرنا چاہتا ہوں۔
جس وقت حضرت عوف بن حارث رضی اللہ عنہ (جن کو ابن عفراء کہا جاتا ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ لیکن ان کو یہ پہلے معلومات تھیں کہ اللہ

marfat.com

مسکراتا ہے اور بندوں پر خوش ہوتا ہے۔ ان کا انداز کچھ یوں تھا۔ کہنے لگے:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسی ادا ہے جس سے بندہ اپنے رب کو ہنساتا ہے۔ یعنی وہ کام کرے تو رب مسکرائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بندے کے مزاج کے مطابق جواب دیتے تھے۔ ویسے یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ آپ فرماتے رات کو تم تہجد پڑھو اللہ مسکرائے گا۔ لیکن حضرت عوف بن حارث ایک نڈر، شیر دل مجاہد تھے اُن کے لئے انداز کچھ اور تھا۔

جب انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کام بتاؤ کہ جس کی وجہ سے میرا رب مجھے دیکھے اور مسکرائے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

غَمْسُهٗ يَدَهٗ فِي الْعَدُوِّ حَاسِرًا

جو بندہ اپنے بازو ننگے کر کے اور اپنا بدن ننگا کر کے کفر سے ٹکرا جائے تو یہ وہ بندہ ہے کہ جس کو رب دیکھتا ہے تو مسکراتا ہے۔

''حاسرا'' کا مطلب یہ ہے کہ بدن پہ زرہ نہ ہو، کوئی جسم پر رکاوٹ نہ ہو کہ جس کی وجہ سے کافر کی تلوار رک سکے یا اُس کی گولی رک سکے۔ بندہ شہید ہونا چاہتا ہے اور اس انداز میں باطل سے ٹکرا رہا ہے۔

اپنا ہاتھ دشمن میں ننگا کر کے ڈال دے اور پوری طرح اپنے بدن سے زرہ وغیرہ اتار کے وہ باطل سے جب ٹکراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کو دیکھ کے مسکراتا ہے۔

فَنَزَعَ دِرْعًا كَانَتْ عَلَيْهِ

ابن عفراء نے زرہ اتار دی۔

فَقَذَفَهَا

marfat.com

پھر اُس کو دور پھینکا۔

یہ جو رب کی مسکراہٹ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے، میں اس کو کیوں استعمال کروں۔ میں اپنے اندر وہ صلاحیت لانا چاہتا ہوں جس کو میرا رب دیکھ کے مسکرائے۔

لہٰذا زرہ اتاری

ثُمَّ اَخَذَ سَیْفَہٗ

پھر اپنی تلوار پکڑ لی۔

فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ۔ (البدایہ والنھایہ: ۳/۲۸۷)

پھر اس قدر جہاد کیا، اس قدر مجاہدہ سے لڑے اور کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے گئے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو بھی شہادت عطا فرمادی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انداز بتایا تھا۔ صحابہ کرام صرف پوچھنے والے ہی نہیں تھے بلکہ اس پر عمل کر کے دکھانے والے بھی تھے۔ آج کا انداز کچھ اور ہے کہ جس وقت بعض ہم میں سے کوئی مسئلہ پوچھتے ہیں تو صرف لذت لینے کیلئے یا محض ایک Formality پوری کرنے کیلئے۔ یہاں پر جو پوچھنے والے ہیں اُن کا بھی انداز نرالا ہے۔ اور بتانے والی ذات بھی کتنی بڑی کریم ہے۔

صحابی نے پوچھا ہے رسول اللہ ﷺ نے نسخہ بتایا ہے۔ صحابی نے فوراً آزمایا ہے۔ اور اسے دیکھ کے ہمارا رب مسکرایا ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا مسکراہٹوں کا گلدستہ تھا اور یہ روحانیت کا ایک گلشن ہے۔ میرا رب مجھے اور آپ کو ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

باب نمبر 6

قرآن اور تفکر کائنات

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بیکساں، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم کے فہم دین کورس کے چھبیسویں (26) سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"قرآن اور تفکر کائنات"

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ قرآن وسنت میں تفکر وتدبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی منزل تک رسائی کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً یہ موضوع بڑا دقیق اور وسیع موضوع ہے۔ بالخصوص قرآن مجید کی آیات کے اندر تدبر اور تفکر ایک ایسا عمل ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔

تفکر انسانی روح کی بندگی ہے، انسانی شعور کا یہ مجاہدہ ہے، اور ایک انسان کی عقل اور اُس کی سمجھ اس کیلئے ربّ ذوالجلال کی طرف سے عطا کردہ ایک تحفہ ہے۔

maarifat.com

جیسے انسان اپنی ظاہری خوراک سے محظوظ ہوتا ہے اور اس کو لذیذ محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح تفکر انسان کی فکری غذا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی روح میں بالیدگی آتی ہے، شعور میں اجالے آتے ہیں اور علم و معرفت کی دنیا میں انقلاب آتا ہے۔

لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کو فکری طور پر وسعتیں حاصل ہوں تو قرآن مجید اُس کے لئے کافی ہے۔ قرآن مجید کی آیات کے اندر تدبر انسان کو ایک ایسے جہاں میں داخل کرتا ہے کہ جس میں ہر طرف اُس کو نوری لمحات میسر آتے ہیں اور دین و دنیا کا فہم میسر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا تھا۔

مَثَلُ كِتٰبِ اَحْمَدَ مِّنَ الْكُتُبِ كَوِعَاءٍ فِيْهِ لَبَنٌ كُلَّمَا مَخَضْتَهُ اَخْرَجْتَ زُبْدَتَهُ

اے میرے کلیم! جو کتاب میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوں گا اُس کتاب کی مثال ایک برتن جیسے ہے وہ برتن جو دودھ سے بھرا ہوا ایسا دودھ کہ اُسے جو بھی بلوئے تازہ مکھن نکالے گا کبھی وہ دودھ لسی نہیں بنے گا کہ اس کے اندر سے غذائیت ختم ہو جائے اور پیچھے ایک لسی کی شکل اختیار کر جائے۔ قرآن مجید کے نزول سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کا جو تعارف کروایا تھا۔ آج صدیوں کے گزر جانے کے بعد قرآن مجید کی حیثیت اُس تعارف کو سچا ثابت کر رہی ہے۔ کہ قرآن مجید ایسا دودھ ہے جس سے ہر کسی کو مکھن ملتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ جس ماحول میں قرآن مجید اترا، صحابہ کرام کو تو مکھن ملتا لیکن جب تابعین کی باری آئی تو مکھن ختم ہو جاتا، تابعین کو اپنے حصے کا ملا ہے۔ پھر تفسیر کی تدوین کا دور چلا اور پھر اُس سے آگے سلسلہ چلتا رہا۔

marfat.com

صرف اس میں یہ ہے کہ پہلے حضرات کی جو روشنی تھی اُس کی اقتدء کی گئی اور آگے پھر اس کی بیسیوں جلدوں میں تفاسیر لکھی گئیں۔ یہ خوشبو چلتے چلتے آج ہمارے تک پہنچی ہے۔ آج بھی جو شخص پوری طرح متوجہ ہوتا ہے اور قرآن مجید سے کچھ لینا چاہتا ہے تو قرآنِ مجید اُسے محروم نہیں کرتا۔

آج بھی وہی تابندی اور رخشندگی قرآن مجید میں موجود ہے۔ آج بھی وہی غذائیت موجود ہے۔ آج بھی قرآن مجید کے اندر انسانی روح، دماغ اور شعور کیلئے وہ سامان موجود ہے۔

صرف بعد والوں کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہمارے جو اسلاف ہیں اُن سے سرکشی نہ کریں، جو پہلے مکھن حاصل کرنے والے ہیں اُن کے طریقوں کو سامنے رکھیں اور جنہوں نے پہلے اس قرآن مجید سے فائدہ حاصل کر لیا ہے۔ اُن کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے مزید فائدہ حاصل کریں۔

اس بنیاد پر آج بھی جو اس امت کے طویل علمی سفر میں، انہیں عظیم اسلاف کی آراء کے زیر سایہ قرآن مجید کی طرف بڑھتا ہے تو قرآن مجید اسے آج بھی وہی غذائیت عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اس سلسلہ میں ایک ربط ہے۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبرئیل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد
کو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

marfat.com

فکر بڑی اچھی چیز ہے۔ مگر فکر جب تک پابند رہے، اُس کے اردگرد احتیاط کے دائرے ہوں تو پھر اس سے نور ابھرتا ہے اور اگر فکر بے لگام ہو جائے اور غیر مقلدانہ سوچ بن جائے تو پھر اس سے آگے وہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جس وقت ابلیس بھی روشن خیال بن کے کہتا ہے۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (سورۃ الاعراف:۱۲)

اے اللہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔

لہٰذا آگ مٹی سے افضل ہے۔ وہ ابلیس کی ایک فکر تھی۔ مگر وہ جو ابلیس کی فکر تھی اُس سے فتنہ ہوا، فساد برپا ہوا اور خسارے ہوئے۔ لیکن جو فکر اللہ تعالیٰ کے نور کی شکل میں ابھرتی ہے، جس پر قرآن وسنت کی تعلیمات کے پہرے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جنہوں نے قرآن پڑھا اور جو پہلی امت گذر چکی ہے، اُن کی مقدس آراء کے سہارے سے جو بندہ آگے بڑھتا ہے تو یقیناً آج بھی اُسے ایسی غذائیت ملتی ہے کہ جس کو لفظوں میں کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

آج کے موضوع میں ایک لفظ "تفکر" ہے یعنی قرآن اور تفکر کائنات۔ کائنات میں تفکر ہے۔ قرآن مجید کائنات میں ہمیں تفکر کیسے سکھاتا ہے اور اس سے ہمیں کیا کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے پہلے تفکر کو سمجھنا ضروری ہے کہ تفکر کیا چیز ہے۔

تفکر کی لغوی و اصطلاحی لحاظ سے وضاحت سید شریف جرجانی نے اس طرح کی ہے۔

تفکر کا لغوی معنیٰ

تَصَرُّفُ الْقَلْبِ فِیْ مَعَانِی الْاَشْیَاءِ لِاِدْرَاكِ الْمَطْلُوْبِ

(تعریفات جرجانی:۲۶)

marfat.com

"مطلوب کو حاصل کرنے کیلئے اپنے دل کو اشیاء کے معانی کے اندر متوجہ کرنا، اس کو تفکر کہا جاتا ہے۔ کسی مقصد کے حصول کے لئے جو اشیاء کے معانی ہیں اُن کے اندر اپنی سوچ کو لگانا اور اپنے خیال کو متوجہ کرنا، اس کو تفکر کہا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس کی وضاحت کو بڑے اچھے طریقے سے اجاگر کیا۔ احیاء العلوم کتاب الفکر، جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 449 پر امام غزالی فرماتے ہیں۔

لَا يَخْفٰى اَنَّ الْفِكْرَ هُوَ مِفْتَاحُ الْاَنْوَارِ

یہ کسی پر مخفی نہیں کہ فکر انوار کی چابی ہے۔

جس بندے کو روشنی درکار ہو اُسے تفکر کرنا چاہیے۔ لہٰذا انوار کے حصول کی چابی کو تفکر کہا جاتا ہے۔

وَمَبْدَأُ الْاِسْتِبْصَارِ

اور جو انسان بصیرت چاہتا ہے، اُس کی خواہش ہے کہ وہ بصیرت افروز بن جائے، اُس کی باتیں بصیرت افروز ہوں اور حکمت سے لبریز ہوں۔ تو اُس کو پھر تفکر کی طرف آنا چاہیے۔

وَهُوَ شَبَكَةُ الْعُلُوْمِ

اور جو بندہ علوم کو حاصل کرنا چاہے تو تفکر ایک جال ہے۔ جس طرح جال سے مختلف چیزوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس طرح علوم کا اگر کوئی بندہ شکار کرنا چاہتا ہے اور علوم کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُن کو اکٹھے کرنے والا جو جال ہے، اُس کو تفکر کہا جاتا ہے۔

تفکر کی صلاحیت جس وقت انسان کو حاصل ہوتی ہے تو اس تفکر کی بدولت انسان کیلئے وہ سارے علوم اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

marfat.com

وَ مِصیدَۃٌ لِلمَعارِفِ

اور یہ معارف کے شکار کرنے کا آلہ ہے۔

یعنی حصول معارف کا یہ ذریعہ ہے۔لہذا تفکر ان کی روح کی غذا ہے۔اور جس انداز میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعوت دی ہے۔وہ انداز بڑا عجیب ہے۔اس سے پتہ چلے گا کہ ہماری فکری ریاضت اللہ تعالیٰ کو کتنی پسند ہے۔

ایک یہ ہے کہ ہم اپنا بدن بندگی میں تھکاتے ہیں۔قیام کریں، رکوع کریں، سجدہ کریں یا حج میں طواف کریں یا سعی کریں، ایک یہ ہے کہ کمایا ہوا مال اللہ کیلئے دیں، ایک یہ ہے کہ ہم جہاد کریں یا بھوکا رہ کے ہم روزہ رکھیں اور ایک یہ ہے کہ جہاں بھی ہیں اپنی سوچ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں لگائے رکھیں اور مناظر کائنات کے اندر غور کرتے ہوئے یہ دیکھیں کہ جس کائنات کا حسن اتنا ہے، اُس کے خالق کا حسن کتنا ہو گا۔جس کائنات کے نظاروں میں اتنی چاشنی ہے۔اُس کائنات کے خالق کے اندر کتنے اور کس قدر انوار موجود ہیں۔جو بندے کو نوازنے کے لئے کافی ہیں۔

اس بنیاد پر ابتدائی طور پر اس گفتگو میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ تفکر کام کس کا ہے تفکر منصب کس کا ہے، تفکر کی دعوت کس کو ہے، تفکر شان کس کی ہے، تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ (سورۃ الذاریات:۲۰)

زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے۔

کچھ آیات وہ ہیں جو قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں اور کچھ آیات وہ ہیں جو کائنات میں بکھری ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین میں یقین والوں کے لئے

marfat.com

نشانیاں ہیں۔اس سے پتہ چلا کہ ہر بندہ ان آیات کو نہیں پڑھ سکتا۔ یہ خوراک یقین والوں کے لئے ہے۔زمین کے اندر آیات ہیں اور وہ یقین والوں کیلئے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ "۔(سورۃ آل عمران:۱۹۱)

زمین وآسمان کو جو ہم نے پیدا کیا ہے اس میں بھی نشانیاں ہیں اور پھر رات و دن کے اختلاف میں بھی نشانیاں ہیں۔

اختلاف کا مطلب ہے آگے پیچھے آنا جانا، کہ دن ہے پھر رات ہے۔پھر رات کے بعد دن ہے۔اس میں نشانیاں ہیں۔کن لوگوں کیلئے؟

لِاُولِی الْاَلْبَابِ

عقلمند لوگوں کیلئے، سمجھ والوں کے لئے۔

اگر کوئی شخص تدبر کائنات نہیں کرتا تو اُس نے خود اپنے آپ کو پاگل قرار دے دیا ہے۔اُس نے خود اپنے آپ کو مجنون قرار دے دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کو میں نے عقل دی ہے۔تو اس کی عقل مفید تب ہے۔جب وہ عقل کو اس کام میں لگا دیتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے کفار کو فرمایا کہ جو بہت کٹر مشرک تھے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

وہ گونگے ہیں، بہرے ہیں، اندھے ہیں۔

حالانکہ ان کے کان بھی سلامت تھے، آنکھیں بھی سلامت تھیں، زبان بھی

maarfat.com

سلامت تھی، اسکے باوجود وہ گونگے، بہرے اور اندھے قرار پائے۔ مطلب کیا تھا کہ جواُن کو اعضاء دیئے گئے اور جس کام کیلئے دیئے گئے وہ انہوں نے نہیں کیا۔ جب وہ کام اعضانہ کریں تو وہ بے فائدہ ہوتے ہیں، معطل ہوتے ہیں۔

گویا کہ اُن کے یہ اعضاء ہے ہی نہیں ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت سے جو نوازا ہے تو تدبر کیلئے اور تفکر کیلئے، اگر کوئی شخص اپنی عقل کو، اپنی سوچ کو اور اپنے ان آلات کو اور جو اس کے ذہن کے اندر پانچ قوتیں موجود ہیں۔ کائنات میں تفکر کی طرف نہیں لگا تا تو ربّ ذوالجلال فرماتا ہے، اس نے عقل کا حق ادا نہیں کیا۔ جس کام کیلئے میں نے عقل دی تھی، اُس میں اس نے استعمال نہیں کی۔ لہٰذا اس کو عقل والا نہیں کہا جائے گا۔ اس کو بے وقوف کہا جائے گا۔ اس کو بے سمجھ کہا جائے گا اور جو زمین و آسمان میں تدبر کرتا ہے۔ اُس کو " اُولِی الْاَلْبَابِ " کے نام سے یاد کیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عقل رکھنے والے ہیں اور عقل کو استعمال کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النحل میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ النحل: ۷۹)

اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (سورۃ الحجر: ۷۵)

اس میں فراست والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

جس میں فہم وفراست ہے، اُس کو نشانی ملے گی، عام انسان کو نشانی نہیں ملے

marfat.com

گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ النحل آیت نمبر ۶۹ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ

بے شک اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس سے پہلے جس چیز کا ذکر ہو رہا تھا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ

کیا انہوں نے فضا کے اندر لٹکے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کسی رسی سے باندھ کر نہیں لٹکایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اُن کو وہاں ساکن کر دیا ہے، فضا کے اندر اُن کے پر رک گئے ہیں اور وہ پوری طرح ایک بار ساکن ہو گئے ہیں، جس نے بغیر کسی سہارے کے پرندے کو فضا میں ٹھہرا دیا ہے۔ اس کو جو بندہ دیکھے لیکن پھر بھی اُسے رب کا پتہ نہ چلے تو وہ بے وقوف نہیں تو اور کیا ہے۔ جو تفکر والا ہے اُس کو یقیناً پتہ چلے گا۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا۔ یہ بظاہر ایک دنیا کی چیز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ میری نشانیاں موجود ہیں۔

یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ ۔ وَفِیْ كُلِّ ذَرَّةٍ لَّهٗ شَاهِدٌ

ہر ذرے میں ایک گواہ موجود ہے جو یہ گواہی دے رہا ہے کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کچھ کر رہا ہے۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہکنا تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیری

marfat.com

پوری کائنات میں ہر چیز ایک پیغام دے رہی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے اور وہ خالق وحدہ لاشریک ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (سورۃ الروم:۲۲)

بے شک اس میں جاننے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

عام لوگوں کیلئے نہیں بلکہ جاننے والوں کیلئے، اس کے پیچھے اسلوب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ۔

بندے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا چاہتے ہیں تو اُن کو ان نشانیوں کی طرف آنا چاہیے۔ یہ عمومی نشانیاں ہیں۔ خصوصی نشانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ سب سے بڑی علامت ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی آیت عظمیٰ ہے۔ یعنی سب سے بڑی نشانی ہے۔ لیکن اس رب کے نظارے، اُس کی نشانیاں اور اُس کے جلووں کا عکس ہر چیز میں نظر آتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

من آیاتہ

اللہ تعالیٰ کی آیات ونشانیوں میں سے آسمان کو پیدا کرنا ہے اور زمین کو پیدا کرنا ہے۔ اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے اور تمہاری زبانوں کا اختلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سب کے جدّ امجد ایک ہیں تو تمہارا رنگ ایک ہونا چاہیے تھا، نقش ونگار ایک طرح کے ہوتے اور خدوخال ایک طرح کے ہوتے لیکن واضح طور پر اختلاف موجود ہے۔ کروڑوں میں سے دو بندے آپس میں نہیں ملتے۔

marfat.com

کتنا اس میں اختلاف موجود ہے۔

پھر زبانوں کا اختلاف دیکھو۔ جو شخص ان میں تدبر کرتا ہے، تفکر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور پہنچ جائے گا، اُسے معرفت ملے گی، اُسے پتہ چل جائے گا اور انہیں باتوں میں تدبر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے قرب میں داخل ہو جائے گا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔ (سورۃ الروم:۲۳)

بے شک ان میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تفکر کے لحاظ سے انسان کے ظاہری حواس خمسہ کا نام بھی لیا ہے۔ اور انسان کے باطنی حواس خمسہ کا نام بھی لیا ہے۔ باطنی قوتیں ظاہری قوتوں سے کہیں زیادہ تیز ہیں۔

ظاہر کے لحاظ سے بھی تفکر میں فائدہ مل جائے گا اور باطنی قوتوں کے لحاظ سے بھی تفکر میں فائدہ مل جائے گا اور جس وقت یہ فرمایا کہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔

اس سے قبل کیا بات ہو رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ۔

تمہارا رات کو سو جانا اور دن کو اُٹھ کے کاروبار میں لگ جانا۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اب آپ دیکھیں قرآن انسانی مزاج کے کتنی قریب گفتگو کرتا ہے۔ اگر انسان یہ

نہیں پڑھے گا تو اور کیا پڑھے گا۔

اگر اس قرآن کی طرف نہیں آئے گا تو کونسی چیز انسان کی روح کو سکون بخش سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات کو نیند آنا، کوئی آیت سے کم نہیں ہے۔ کہ دن کی تھکاوٹ تھی اور پورا دن کام کرتے کرتے اُس کے اعضاء جواب دے چکے تھے، وہ سمجھتا تھا کہ اب دو منٹ بھی مجھ سے کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب رات کو سلا دیا ہے اور صبح جب بیدار ہوا تو بیٹری پھر سے چارج ہو چکی تھی۔

ساری تھکاوٹیں اتر چکی تھیں، سارے غم دور ہو چکے تھے اور ایک نئی توانائی اُس کو میسر آ چکی تھی۔ پھر اس انداز میں سویا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو سکون دینا تھا تو ساتھ کچھ حواس بھی سلا دیئے ہیں۔ پاس باتیں ہو رہی ہیں لیکن اس کو خبر تک نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔

اگر معمولی چیز پر بھی اس کو جاگ آ جاتی ہوتی، تو اس کی نیند کے تقاضے پورے نہ ہوتے۔ پھر اس کی تھکاوٹ پوری نہ اترتی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نیند اس انداز میں رکھی ہے کہ اس کو نصف موت بنا دیا ہے۔ نصف زندگی ہے اور نصف موت ہے۔ حیات برقرار تو ہے لیکن کچھ شعبے معطل ہو چکے ہیں۔

جو تمہیں اس طرح زندہ رکھ کے آدھا مارتا ہے یہ بھی اُس کی نشانی ہے کہ وہ کیسے تجھے نیند دیتا ہے۔ اور کس انداز میں تجھے نئے سرے سے تازگی دے کے اُٹھاتا ہے اور سارا دن تم کام میں پھر لگ جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

سوتے وقت بھی مجھے سجدہ کر کے سو جاؤ چونکہ تم ایک آیت میں داخل ہو رہے ہو

maarifat.com

اور اُٹھتے وقت بھی مجھے سجدہ کرو کہ ایک اور آیت تمہارے پاس آرہی ہے۔ اس بات کی سمجھ اُس کو آتی ہے جس کے کان حقیقت میں سننے والے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ۔ (سورۃ النحل:۱۳)

اس میں نشانیاں ہیں نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔

اس کا پس منظر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ مَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں پیدا کیا ہے اس کے رنگ جدا جدا ہیں۔

یعنی جتنا بھی پرندوں کے اندر حسن ہے۔ جانوروں کے اندر حسن ہے پھولوں کے اندر حسن ہے۔

جو کچھ زمین پر رب ذوالجلال نے آباد کیا۔ اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکو دیکھو تو سہی یہ جہاں سے پیدا ہوا وہاں یہ تمہیں رنگ نظر نہیں آتا، یہ بہترین پرندے اور اُن کے جو رنگ ہیں وہ مختلف ہیں یہ رنگ اللہ نے ان کو کیسے عطا کیے ہیں۔

ایسے مختلف جانوروں کے جو بچے ہیں اُن کے اندر جو رنگ ہے اور ایسے ہی زمین میں جو لالہ زار ہیں، گلزار ہیں، چیز سبز ہو لیکن اُس سے سرخ کیسے برآمد ہو، سبز پتوں سے باہر نکلے تو پھول سرخ ہو، اُس پھول کے اندر وہ سرخی کہاں سے آ گئی، اُن میں سفیدی کہاں سے آ گئی، اُس میں خوشبو کہاں سے آ گئی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو نصیحت پکڑنے والے ہیں۔

جب دیکھیں گے تو انکو پتہ چل جائے گا کہ رب ذوالجلال کی جب یہ قدرت ہے

maarfat.com

کہ وہ سبز سے سرخ بنا سکتا ہے۔ اور سبز سے سفید بنا سکتا ہے اور بالکل سیال مادے سے کئی رنگوں کے مجموعے بنا سکتا ہے۔

پھر کوئی بعید نہیں اُس نے مجھے بنایا تو مٹی سے ہے مگر اتنا بڑھا ئے گا کہ نوری مخلوق کا ہم پلہ قرار دے دے گا، فرشتوں جتنا مجھے مرتبہ عطا کر دے گا اور فرشتوں جتنی میری عظمت اجاگر کر دے گا۔ اگر میں اُس کی طرف مائل ہو جاؤں گا تو وہ ذرہ خاک کو اتنی بڑی عظمت عطا فرما سکتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو نصیحت پکڑنے والے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ (سورہ لقمان:۳۱)

ان میں ہر صبر کرنے والے اور ہر شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔

صبار۔ صابر سے مبالغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ صبر کرے۔

شکور۔ وہ شاکر جو بہت زیادہ شکر کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جتنا کوئی بندہ میرے قریب ہو کے قرآن پڑھے گا۔ اُسی انداز میں اُس کو اگلے نظارے نظر آئیں گے، جتنا زیادہ صابر ہو گا اتنے زیادہ پردے اُٹھیں گے۔ جتنا زیادہ شاکر ہو گا اتنے زیادہ معانی سمجھ آجائیں گے، اُس کے لحاظ سے اُس کو قرآن مجید سے نکھار ملے گا۔

اس سے پہلے اللہ نے ایک عجیب چیز کا ذکر کیا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ۔

کیا تم نے دیکھا جو کشتی سمندر میں چلتی ہے تو وہ سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چلتی ہے۔ اللہ کے فضل سے چلتی ہے۔

marfat.com

لِيُرِيَكُمْ مِّنْ آيَاتِهِ (سورۃ لقمان آیت ۳۱)

سمندر میں کشتی چلا کے رب تجھے اپنی نشانی دکھانا چاہتا ہے۔ کہ

مائع پر اگر ایک سوئی بھی رکھی جائے تو نیچے چلی جاتی ہے۔ تو اتنا بڑا بحری بیڑا ہو جس پر پورا شہر آباد ہو، وہ جا رہا ہو، اور ڈوب نہ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس انداز میں کشتیاں پانی کے اوپر چلا کے میں اپنی قدرتیں دکھانا چاہتا ہوں۔

یہ آیات کس کیلئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صبار کیلئے اور شکور کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔ بحری سفر کا ایک فطری طور پر عمل ہے کہ اس میں صبر کرنا پڑتا ہے۔ کبھی ہوا مخالف ہوتی ہے، کبھی موافق ہوتی ہے اور اُس میں وہ تیزی نہیں جو فضائی سفر میں موجود ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا مربوط نظام رکھا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس کلام جیسا کسی کا کلام نہیں بن سکتا۔ کہ یہاں پر ظاہری طور پر نہیں کہ چار لفظوں کو جوڑ دیا جائے اور عبارت اچھی سی بنا دی جائے۔ نہیں نہیں ...... یہاں پر معنوی طور پر اتنا حسن ہے اور لفظوں میں اتنی شبنمی کیفیت ہے کہ انسان جس وقت دیکھتا جاتا ہے تو ہر لفظ ایسی مناسبت رکھتا ہے کہ انسان کروڑ سال بھی سوچے تو آپس میں دو لفظوں کا وہ ربط پیدا نہیں کر سکتا جو ربّ ذوالجلال نے ہر لفظ کو عطا فرما رکھا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں رکھی ہیں۔ قرآن مجید میں تفکر کی جو دعوت دی گئی تو یہ قرآن ایسا بحر ناپیدا کنار ہے ہماری زندگیاں تو ختم ہو سکتی ہے لیکن تفکر باقی رہے گا۔ وہ ختم نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

قرآنی مثال

اب قرآن مجید سے تفکر کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔

اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو پیغام بھیجا۔

اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا

کہ تو نے اپنے گھر خاص جگہوں پر بنانے ہیں۔ ہر جگہ پہ نہیں بنانے۔ ایک تو پہاڑوں میں تو نے گھر بنانے ہیں۔

وَ مِنَ الشَّجَرِ ۔

اور درختوں میں اپنے گھر بنانے ہیں۔

وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۔ (سورۃ النحل آیت ٦٨)

اور ہر وہ چیز جس میں چھت بنی ہوئی ہو وہاں تم نے اپنا گھر بنانا ہے۔

پھر تم نے گھر میں بیٹھ نہیں جانا بلکہ تم نے کچھ کسب بھی کرنا ہے۔ حرکت بھی کرنی ہے۔

ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۔

پھر تم کھاؤ پھل سے۔

کبھی مالٹے پہ بیٹھو، کبھی انگور پر، کبھی کھجور پر، کبھی خربوزے پر، کبھی کسی درخت پر اور کبھی کسی پھول کے پاس، کبھی کسی پھول کے پاس، تمہارا یہ کام ہے کہ تم نے چکر لگانے ہیں اور پھلوں سے رس بھی چوسنا ہے۔

marfat.com

فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔

اپنے رب کے راستوں میں نرمی سے چلنا ہے۔ جو تمہارے لئے راستے بنائے ہیں اُن کے اندر تو نے چلنا ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ۔ (سورة النحل:٦٩)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندو، سوچو! اگر میرے کہنے پر حقیر سے مکھی چلے تو اُس سے وہ کچھ نکلتا ہے جو تمہاری زبانیں پسند کرتی ہیں۔

ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کیڑے کی پشت سے چیز نکلنے والی ہو اور بندہ اُس کو چاٹے اور لذتیں حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک کیڑا میرا حکم مانے اور شہد تیار کرے تو اس کی پیداوار تمہیں پیاری لگتی ہے۔ جب کیڑا میرے کہنے کے مطابق چلا ہے تو اس سے اتنی میٹھی چیز نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! ہم نے تجھے اپنی قدرتوں کا شاہکار بنایا ہے اور کائنات میں مخلوق کی عظمتیں تمہیں عطا کردی ہیں۔ اب تم دیکھ لو رب کا حکم ماننے میں برکتیں کتنی ہیں۔

اُس نے جس کو پابند کیا تھا اُس نے ڈیوٹی پوری کی ہے۔ جہاں جہاں کہا تھا اُس نے گھر وہیں بنائے ہیں۔ اُس کے سوا کبھی نے کہیں گھر نہیں بنائے، گھر بنا کے وہ بیٹھ نہیں گئی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ڈیوٹی آج بھی پوری کرتی ہے۔ وہ اپنے گھر سے نکلتی ہے، چکر لگاتی ہے، پھول سونگھتی ہے، پھولوں کے پاس بیٹھتی ہے۔ جب اُس نے اللہ کا جو دیا ہوا order تھا اور نصاب زندگی تھا پورا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھ ہم نے کسی کو محروم نہیں رکھا۔ اگر ایک چھوٹا سا کیڑا ہماری بات مانے تو ہم اُسے نوازتے ہیں۔ اگر حضرت انسان جو کائنات کا مخدوم بنا ہوا ہے وہ ہماری بات مانے گا

marfat.com

تو ہم اُسے کیا انعام عطا فرمائیں گے۔

لہٰذا اس میں انسان کو متوجہ کر دیا گیا کہ کبھی بھی اپنے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا نہ رہے۔ کہ میں کچھ کرتا نہیں اور کماتا نہیں اور یہ سمجھ لے کہ یہ فطرت ہے...... نہیں......

فطرت یہ ہے کہ تم حرکت کرو، برکت ربّ ذوالجلال شامل فرمادے گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ انسانی مزاج کو Advance شعور دے رہا کہ کوئی بندہ یہ نہ سمجھے کہ میری تو ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے کہ میری بھی زمانے کو ضرورت ہو۔ میری ذہانت ایسی نہیں ہے میرے پاس کوئی فن نہیں ہے، میرے پاس ایسی کوئی قدومات نہیں ہے اور میری کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جتنا بھی گیا گذرا ہے۔ آخر تو شہد کی مکھی سے تو بڑا ہے اور تیرا مرتبہ، تیرا مقام اور تیری صلاحتیں، تیرے پاس جو ربّ ذوالجلال کا دیا ہوا ہے وہ شہد کی مکھی سے تو کہیں زیادہ ہے۔ اگر ایک شہد کی مکھی اللہ کا کہنا مانتی ہے تو پوری سوسائٹی کو اس کی ضرورت رہتی ہے، پوری سوسائٹی اُس کی محتاج ہو جاتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کوئی کسی فقیر کا بیٹا ہو یا امیر کا بیٹا ہو، اسکے پاس پیسے تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں، اُس کے پاس حسن و جمال ہو یا نہ وہ، اُس کے پاس زیادہ سہولیات ہوں یا نہ ہوں پھر بھی اے انسان تو جو کچھ بھی کرے گا تو زمانہ ضرور قدر کرے گا۔

ایک وقت آئے گا تیرے پاس جو بن ہو گا لوگ تجھے دیکھیں گے۔ لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورت کیلئے آجائیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے اندر ہر طرح کی روشنی موجود ہے۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ جب مکھی، مکھی ہو کے رب کا کہنا مانے اگرچہ اُسے کوئی اشرف المخلوقات تو نہیں بنایا گیا اور اے

marfat.com

بندے تو اشرف المخلوقات کہلوائے اور پھر بھی تو رب کی بات نہ مانے تو تجھے اپنے وجود پہ افسوس کرنا چاہیے اور اس کو سمجھ کے پھر اللہ کے دربار میں مطیع ہو جانا چاہیے کہ جب مکھی اُس کا کہنا مانتی ہے تو مجھ پر اس کا فضل بہت ہی زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے بھی اپنے رب کا کہنا ضرور ماننا چاہیے۔

اس میں قرآن کے قرآن ہونے پر آج کوئی دہریہ ہم سے دلیل مانگتا ہے۔ تو ہر ہر لفظ سے ہم دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کریں گے کہ چودہ صدیاں قبل قرآن نے یہ پیغام دیا تھا اور آج تک مکھیوں کی وہ عادت موجود ہے۔ لہٰذا مکھیوں کا ان جگہوں پہ گھر بنانا اور صبح پھولوں کے پاس چکر لگانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن جو خبریں دے وہ سچی ہوتی ہیں۔ قرآن کا جو پیغام ہو وہ سچا ہوتا ہے۔ یہ کتاب سچی کتاب ہے، یہ کتاب، کتاب انقلاب ہے یہ کتاب، کتاب ہدایت ہے، یہ عرش کا پیغام ہے، یہ انسانی زندگی کے لئے ایک دائمی سوغات ہے۔ لہٰذا قرآن اپنی صداقت کو خود واضح کرتا ہے۔

کوئی بندہ یہ ایک ہی آیت لے کے لوگوں کے سامنے کھڑا ہو جائے اور کہے کہ دہریو! یہودیو! عیسائیو اور زمانے بھر کے منکرو! تم کیسے انکار کر سکو گے۔ کتنے سال قبل ہمارے قرآن نے ایک نصاب بیان کیا تھا اور تو اور رہا مکھی بھی اُس کی پابندی کرتی نظر آرہی ہے۔

لہٰذا ہم امریکہ سے کہیں گے، برطانیہ سے کہیں گے، یورپ سے کہیں گے ہم تمہارا World order نہیں مانتے، ہم اپنے پروردگار کا world order مانتے ہیں۔ جس دین کی یہ مثالیں موجود ہیں کہ اُس میں فائدہ کتنا ہے یہ ہمیں قرآن نے دکھا دیا ہے۔

marfat.com

ہمیں تجربہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہم اللہ کے دین پر عمل کریں تو ہمیں ملے گا کیا؟ ہمیں یہ مکھی شہد بنا کے بتارہی ہے کہ ہم چھوٹی سی ہو کے یہ عمل کرتی ہیں اسکا یہ فائدہ ہے تم دین کو ادھورا نہ سمجھو پورا کر کے عمل کرو تمہیں بھی پورا فائدہ مل جائے گا۔

جس وقت تفکر و تدبر کی بات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ایک حصار میں بند کر دیا۔ ہمارے اردگرد قلعہ ہے۔ یعنی اگر کوئی بندہ عقل سلیم رکھتا ہے تو اُسے تفکر و تدبر ضرور کرنا پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پہ کرم ہے کہ بندہ بھاگ نہ سکے جدھر دیکھے سامنے میری قدرت ہو، تاکہ کہیں نہ کہیں تو یہ گرفتار ہو جائے اور جہنمی کہیں قدرت دیکھتا ہوا جنتی بن جائے۔

دیکھنے والوں کا کیا حسین اسلوب ہے۔

پڑھنے کا سلیقہ ہو تو پڑھ لیتے ہیں کچھ لوگ
پانی پہ لکھی ہوئی تحریر ہوا کی

حضرت ابو سلیمانی درانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

اِنِّیْ لَاَخْرُجُ مِنْ مَنْزِلِیْ۔

میں جب اپنے گھر سے باہر نکلتا ہوں۔

فَمَا یَقَعُ بَصَرِیْ عَلٰی شَیْءٍ۔

جس چیز پر بھی میری نظر پڑتی ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

اِلَّا رَاَیْتُ لِلّٰہِ فِیْہِ نِعْمَۃً وَّلِیْ فِیْہِ عِبْرَۃً۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۳۸)

مجھے وہاں ہی کوئی اللہ کی نعمت نظر آتی ہے اور اپنے لئے مجھے ایک سبق نظر آتا ہے۔ میں جس طرف دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں نظر آتی ہیں۔

marfat.com

یہ باقاعدہ اللہ والوں کا انداز ہے کہ اللہ نے اُن کو ایسی آنکھیں دی ہیں کہ وہ جس چیز کو بھی دیکھتے ہیں، بالطبع دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں دیکھنے کی نیت ہے کہ یہ ہمارے خالق کی بنائی ہوئی ہے۔

وہ چاند کو دیکھے تو چاند کو دیکھنا مقصود نہیں۔ بلکہ چاند کے خالق کو دیکھنا مقصود ہے۔ سورج کو دیکھے تو اسکو دیکھنا مقصود نہیں، بلکہ دیکھنا اُس کے خالق کو مقصود ہے۔ اس انداز میں دیکھنا اور اس کا ایک تدبر ہمارے نزدیک اردگرد حصار ہے۔ اس کی صورتحال کو یوں سمجھ سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۔

اور زمین میں یقین والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

تم نیچے زمین کی طرف دیکھو گے تو میری قدرت بولے گی کہ ایسی زمین اور کس نے بنائی ہے؟ اللہ کے سوا کون بنا سکتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ دکھا کے بندے کو پڑھانا چاہتا ہے کہ ہم نے زمین کو کہا تھا کہ تو نے جمے رہنا ہے۔ حرکت نہیں کرنی۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا ۔ (سورۃ النمل:٦١)

وہ ذات جس نے زمین کو ٹھہری ہوئی بنایا ہے۔

سائنسدانوں کے نظریے الٹتے پلٹتے ہیں مگر قرآن کی حکمت اپنی جگہ موجود رہی۔ اللہ نے اس زمین کو ٹھہری ہوئی بنایا ہے۔ یہ حرکت نہیں کرتی۔ یہ رکی ہوئی ہے اور اسکو مستقر بنایا ہے۔ تو اے انسانو! دیکھو اس نے آج تک اللہ کا حکم مان رکھا ہے۔ زمین یہ نہیں کہتی کہ لوگو میں تمہارا بوجھ اٹھا اٹھا کے تھک گئی ہوں۔ یہ بوجھ کہیں اور لے جاؤ۔

maarfat.com

زمین کو دیکھ لو اگر یہ روئی کی بنی ہوئی ہوتی تو نرم ہوتی، پھر بلڈنگوں کے بوجھ کون اُٹھاتا۔ اگر یہ لوہے کی ہوتی تو پھر یہ بوجھ تو اُٹھاتی مگر جو اس پر پیدل چلتا اُس کے قدموں کو چند منٹوں کے بعد پتہ چل جاتا کہ زمین پہ چلا کیسے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ہم نے اس میں طاقت رکھی، قوت رکھی، بوجھ اُٹھاتی ہے، اتنی بڑی بڑی بلڈنگیں ہیں یہ اُن کے بوجھ، پہاڑوں کے بوجھ، سواریوں کے بوجھ اور انسانوں کے بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے سخت بڑی ہے۔

لیکن یہ نرم اتنی ہے کہ اتنا پیار بندے کی ماں بھی نہیں کرتی جتنا اس سے یہ زمین کرتی ہے۔ زمین کا پیار کیا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۔ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا۔ (سورۃ المرسلت: ۲۵۔۲۶)

کیا ہم نے تمہارے لئے زمین کو میزبان نہیں بنایا۔ یہ تمہاری جامع ہے۔ جب تک زندہ رہتے ہو تمہارے کھانے کیلئے اگاتی رہتی ہے۔ اور جب فوت ہوتے ہو تو گھر والے جب نہیں رکھ سکتے اس وقت بھی یہ زمین انکار نہیں کرتی۔ یہ اپنا سینہ کھولتی ہے اور برداشت کرتی ہے۔ وہ ماں جس کے جگر کا ٹکڑا فوت ہو چکا ہے۔ اب وہ بھی مجبور ہے کہ اس کو کہیں دفن کیا جائے۔ ورنہ اس سے جب بو نکلے گی تو میرے لئے امتحان بن جائے گا۔ جس وقت وہ ماں رکھنے کیلئے تیار نہیں تھی اس زمین نے پھر بھی سینہ کھولا ہے اور اپنے اندر اسکو قبول کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر نیچے دیکھو گے تو پھر بھی میری قدرت ہے۔ بھاگ نہیں سکو گے زمین بھی تمہیں میرا پتہ دے گی۔ یہ زمین لیٹی ہوئی ہے۔ لیکن اگر آزمائش کیلئے ایک

marfat.com

انگڑائی لے تو پھر گذشتہ سال رمضان کے مہینے میں ایک منٹ کے اندر کیا کچھ ہو گیا۔

اگر ایک منٹ کے اندر اتنا نقصان ہو سکتا ہے تو اتنے سالوں سے لیٹ کر جو اتنا فائدہ دیتی ہے اے بندے! وہ فائدہ بھی تو دیکھا کرو۔ اُس میں فائدے کتنے ہیں۔ جب ٹھہری ہوئی ہے تو کیا کچھ دے رہی ہے۔ یہ منٹ کی انگڑائی احساس دلانے کیلئے ہے کہ اگر یہ نہ ٹھہرے تو کیا ہوتا ہے۔ تاکہ اس کے ٹھہراؤ کا بندوں کو پتہ چل سکے۔ لہٰذا ہم حصار میں ہیں نیچے دیکھیں گے تو پھر بھی قدرت سے بھاگ نہیں سکیں گے۔ ہماری آنکھوں کو زمین روکے گی کہ بندو! قدرت کو پڑھ کے جاؤ۔ اللہ کی توحید کو سمجھ کے جاؤ۔ اگر دائیں بائیں دیکھیں گے، اوپر دیکھیں گے، نیچے دیکھیں گے، اپنے آپ کی طرف دیکھیں گے تو قرآن کہے گا۔

وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ (سورۃ الذریات:۲۱)

یہ تو تمہاری جانوں کے اندر بھی ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

سوچتے نہیں ہو کہ اللہ ہی بنانے والا ہے۔ وہ ایک ہے یہ تو تمہاری جانوں کے اندر بھی ہے۔ تم تدبر کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ اللہ نے مجھے کیسی ذہانت دی ہے۔ ایسی الماری دی ہے کہ ساری الماریاں تنگ آ جاتی ہیں مگر بندے کی سوچ کی اور ذہانت کی الماری کیسی ہے، دس کتابیں پڑھے پھر بھی اُس میں گنجائش ہے، بڑھ جائے پھر بھی گنجائش ہے، لاکھ پڑھ جائے پھر بھی اس میں گنجائش ہے۔ کبھی بھی اس کو علمی بدہضمی نہیں ہوتی کہ اب اتنا پڑھ لیا ہے۔ لہٰذا ہاضمہ ٹھیک نہیں رہا یا اس کے اندر مزید آ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہر چیز اپنی دیکھ لو۔ تم جدھر دیکھو گے تمہارا بدن بھی یہ کہے گا کہ یہ وحدہ لاشریک نے پیدا کیا ہے۔

marfat.com

اور تو اور رہا انسان کا اپنا چہرہ، چہرے کے اوپر آنکھیں، چہرے کے ساتھ کان یہ جو ساری چیزیں ہیں ان میں سے ہر ایک کے اندر حکمت ہے۔

اب کان آگے ہو سکتے تھے۔ آنکھیں سائیڈوں پہ ہو سکتی تھی لیکن اللہ نے کان سائیڈوں پہ لگا دیے آنکھیں سامنے لگائی ہیں کیونکہ دیکھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ سامنے دیکھا جائے۔ اگر کانوں کی جگہ آنکھیں ہوتیں تو پھر وہ دائیں بائیں تو دیکھتیں لیکن سامنے ایکسیڈنٹ ہوتا رہتا۔ اور بندے کو کوئی پتہ نہ چلتا۔

سماعت ایسی چیز ہے کہ سماعت بندے کو پیچھے سے بھی آسکتی ہے اور آگے سے بھی آسکتی ہے۔ اُس کے لئے ضروری نہیں کہ جس کو سننا ہو اُس کے سامنے ہی کان رکھے جائیں تو پھر ہی سنا جائے آواز کہیں سے ہوتی ہوئی کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔

لہٰذا قدرت کا یہ فیصلہ تھا کہ کان وہاں لگائیں جہاں ہر طرف سے آواز آجائے گی تو گذارہ ہو جائے گا اور اُس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوگا اور آنکھیں وہاں لگائیں گے کہ جہاں لگائے بغیر بندے کا گذارہ نہیں ہوگا۔ جب آنکھیں سائیڈ پر ہونگی تو یہ چار قدم بھی نہیں چل سکے گا۔ دھکے لگیں گے اور کے لگیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا آپ ہی دیکھو تمہارا بدن میرے وجود کی گواہی دے رہا ہے۔

اور تو اور رہا یہ انسان کا جو ایک ہاتھ ہے۔ اگر اس ایک ہاتھ پہ یہ گھنٹوں بحث کرے تو اس کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی قدرت اور کتنی حکمت سے بنایا ہے۔ اگر یہ گوشت چپٹا ہوا عضو ہوتا تو پھر اس سے کسی کو مارا تو جا سکتا تھا مگر کسی کو تھاما نہیں جا سکتا تھا۔ حالانکہ بندے کو کبھی مارنے کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی کسی کو سہارا دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر یہ صلاحیت رکھی کہ انگلیاں بنا دیں۔

marfat.com

اگر انگلیوں کے درمیان میں فاصلہ نہ ہوتا تو پھر بھی پورا فائدہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے درمیان میں فاصلہ رکھا تا کہ جب پکڑ و تو اچھی طرح چیز کو پکڑا جا سکے۔ جیسے کوئی رنچ ڈال دیا گیا ہے۔ اگر انگلیاں ایک طرف ہوتیں تو پھر دوسری طرف سے چیز نکل جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے انگوٹھا سائیڈ پہ لگایا۔ ایک طرف سے انگوٹھا کور کرے گا، دوسری طرف سے انگلیاں پکڑیں گی، جب کوئی بندہ پکڑنا چاہے گا تو مضبوطی سے پکڑے گا۔ پھر اگر انگلیوں میں پورے نہ ہوتے تو سیدھی انگلیاں ہوتیں تو پھر بھی معمولی سا کسی کو سہارا ملتا۔ اور چیز تھوڑی سی تھامی جا سکتی تھی۔ اُس کو مضبوطی سے پکڑا نہ جا سکتا تھا۔ تو ربّ ذوالجلال نے پھر انگلیوں میں جوڑ بنائے تا کہ لیٹ جائیں چمٹ جائیں اور پوری طرح اُس چیز کو پکڑ سکیں۔

جوڑ بن جانے کے بعد آخر میں ناخن نہ ہوتا تو پھر بھی تقویت پوری نہ ہوتی، انگلیوں کا سارا زور ختم ہو جاتا۔ یہ اس سے پوچھو جس کی انگلی تو ہے مگر ناخن کٹ چکا ہے۔ جب ناخن کٹ جائے تو انگلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں ناخن بنا کر پھر اس میں مزید پاور بھر دی ہے اور اس کے بعد اس میں لکیریں نہ ہوتیں تو جو چیز بندہ پکڑتا وہ اچھلتی، کودتی اور مچھلی کی طرح دور جا گرتی تو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں لکیریں بھی بنا دی ہیں تا کہ جب پکڑے تو اچھی طرح مضبوطی سے چیز کو پکڑ سکے۔

اب بتاؤ جس رب نے ہاتھ بنانے میں اتنی حکمتیں پیش نظر رکھی ہیں۔ اُس نے پورا انسان بنانے میں کتنی حکمتوں کو پیش نظر رکھا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آفاق کے اندر غور کر لو یا اپنے آپ کے اندر غور کر لو۔

maktabah.org

؎ تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اپنے آپ کو دیکھو تو پھر بھی بھاگ نہیں سکو گے۔ وہاں سے بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام ضرور ملے گا۔

ایسے ہی اللہ نے حصار بنا دیا۔ جدھر دیکھو ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ بالخصوص جس ماحول میں قرآن نازل ہو رہا تھا۔ وہ عرب ہے، وہ پہاڑ ہیں اور سفر اونٹوں پہ ہوتا تھا۔ جس وقت انسان اکیلا سفر کر رہا ہو تو اُس وقت اُس کو سوچنے کا موقع ملتا ہے۔ ورنہ دوستوں کے ساتھ گپیں لگاتا ہوا گذر جاتا ہے۔ لیکن ایک شخص اونٹ پہ بیٹھا ہے عرب شریف کا ماحول ہے۔ دائیں بائیں پہاڑ ہیں وہ اونٹنی پہ بیٹھا ہے۔ اور وادی کے درمیان سے جا رہا ہے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ○
وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○

تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو کیسے قائم کئے گئے اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔

اے انسان! تو بھاگے گا تو کہاں بھاگے گا۔ اوپر دیکھے گا یا نیچے دیکھے گا دائیں دیکھے گا یا بائیں دیکھے گا جدھر بھی دیکھے گا سامنے سے میری قدرت بولے گی۔

جس اونٹ پہ وہ سوار ہے اگر اس اونٹ کو دیکھے گا اُس کو پھر بھی میری قدرت کا پتہ چلے گا کہ اللہ نے بنایا ہے تو کیسے بنایا ہے، کتنا بڑا ہے، اسکی قامت کتنی ہے، اور پھر اس میں استقامت کتنی ہے، اور بندے کی اطاعت کتنی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اسکا ذکر کیا۔ اگر یہ کھانے پہ آئے تو کوئی نخرہ نہیں کرتا

marfat.com

کہ یہ چارہ کھاؤں گا یہ نہیں کھاؤں گا۔ ہر جڑی بوٹی کھاتا ہے۔اس میں یہ افادیت ہے کہ دس دس دن تک کھائے پیئے بغیر گذارہ کرسکتا ہے۔اس میں سٹور کرنے کی اتنی صلاحیت موجود ہے۔ پھر اس کا گوشت بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اونٹنی کا دودھ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔اور پھر بوجھ اٹھانے کیلئے اس کے اوپر بھی لادا جاسکتا ہے اُس کو وزن کھینچنے کے لئے آگے جُوتا بھی جاسکتا ہے۔اُس پہ سواری بھی کی جاسکتی ہے۔ پھر اپنی خوراک کے لحاظ سے یہ نہیں ہے کہ ضرور اُس کے لئے اہتمام کرو کہ نیچے رکھو۔ اُس کی اتنی لمبی گردن ہے خود بخود جہاں سے چاہتا ہے وہ وہاں سے خوراک اُتار لیتا ہے اور کھالیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی لمبی گردن بنا کر اُس کے بوجھ لدوانے کا جو طریقہ دیا ہے۔وہ بیٹھ جاتا ہے کہ اپنی مرضی تم پوری کرو اپنی تسلی کرلو، جو لادنا ہے وہ مجھ پہ لادلو پھر توازن قائم رکھنے کیلئے ایک لمبی گردن عطا فرمائی ہے یوں بوجھ سمیت اُٹھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اپنے اونٹ کو ہی دیکھ لے۔ تیرا اونٹ بھی تجھے میری خبر دے رہا ہے۔

والی السمآء کیف رفعت۔

یہ لوگ جو مجھے نہیں مانتے یہ آسمان کو ہی دیکھ لیں کہ آسمان کو کیسے اُٹھایا گیا ہے۔ کوئی بند نہیں، کوئی جوڑ نہیں، کوئی پھٹن نہیں، کوئی شگاف نہیں تو یہ آسمان بھی دعوت دے رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے۔

والی الجبال کیف نصبت۔

اگر یہ پہاڑوں میں توجہ کرے کہ اللہ نے یہ کیسے میخیں لگادی ہیں۔ اتنے بلند

maarfat.com

پہاڑ کیسے بنائے ہیں۔ ادھر دیکھے گا تو یہ بھی میری قدرت کا پتہ دیں گے۔

والی الارض کیف سطحت۔

اگر زمین کی طرف نظر کرے گا تو دیکھے گا کہ اللہ نے اس کی سطح کیسی بنائی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک قطعے میں رکھ دیا ہے کہ جدھر دیکھیں گے اُدھر سے ہی اللہ تعالیٰ کا پیغام ملتا جائے گا۔

ایک آیت جو ہمیں تفصیلاً تدبر کی دعوت دیتی ہے اس کا انداز دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ جب ہمیں تفکر کی دعوت دی تو فرمایا۔

۱۔ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

بے شک زمین و آسمان کی تخلیق میں۔

۲۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ۔

دن اور رات کے آنے جانے میں۔

۳۔ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ۔

اور اُس کشتی میں جو سمندر میں جاری ہے۔

بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ۔

اس چیز کے ساتھ جس سے وہ لوگوں کو فائدہ دیتی ہے۔

۴۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ

اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا۔

فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔

پھر زمین کو "اس کے مرنے کے بعد" زندہ کر دیا۔

marfat.com

پہلے زمین بنجر تھی، آسمان سے پانی نازل کر کے اس کو زندگی بخشی۔

۵۔ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ۔

اور ہواؤں کے پھرنے سے۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

زمین وآسمان کے درمیان لٹکے ہوئے بادل میں۔

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۶۴)

ان سب میں عقل والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔

اب ایک خلاصہ کے طور پر اس بات کو ذہن میں رکھو۔

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے وجود پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس کے وحدہ لا شریک ہونے پر بھی دلالت کر رہی ہے۔

اس واسطے کہ اگر کوئی خدا بطور فرض اللہ تعالیٰ کے سوا ہوتا تو پھر کیا ہوتا۔

خدا وہ ہے جو چاہے وہ کر سکے۔ اگر اپنی مرضی پوری نہ کر سکے تو وہ خدا کس چیز کا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ سورج طلوع کروں۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا وہ بھی تو اپنی مرضی کرتا کہتا کہ میں غروب رکھوں گا، طلوع نہیں ہونے دوں گا۔ پھر جھگڑا ہو جاتا۔

رب چاہتا کہ بارش برسانی ہے۔ کوئی دوسرا ہوتا تو کہتا کہ نہیں آج میں نہیں برسانے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ (سورۃ الانبیاء:۲۲)

اگر میرے سوا اور بھی کوئی الٰہ ہوتا نہ زمین چل سکتی تھی نہ آسمان چل سکتا تھا۔

جو پوری کائنات کا نظام مسلسل بغیر کسی رکاوٹ کے چل رہا ہے۔ وقت معین پر ہر چیز جاری ہے اور پابندی کر رہی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی ذات ہے

marfat.com

اور وہ وحدہ لاشریک ہے اُس کے ساتھ کوئی ایسی ذات نہیں ہے۔

ہم جتنے کائنات میں ہیں ہم ممکن ہیں۔ ممکن وہ ہے کہ جس میں عدم بھی ہے وجود بھی ہے۔ ایک وقت تھا ہم معدوم تھے۔ اب ہم موجود ہیں۔ پھر ہم معدوم ہو جائیں گے۔

ہمارا وجود آیا تو کیسے آیا؟ تو جس ذات نے ہمیں پیدا کیا ہمیں وجود دیا وہ ذات ممکن نہیں بلکہ وہ واجب ہے کہ جس پر کبھی عدم نہیں آتا اور جس پر کبھی زوال نہیں آتا۔

اس واسطے واجب الوجود کا عقیدہ ذرے ذرے سے ہم بیان کر سکتے ہیں۔

اس وقت تفکر کائنات کو قرآن سے اخذ کرنا مقصود ہے۔

اس کی روشنی میں صرف آئمہ اربعہ کے اقوال آپ کو سنا دیتا ہوں۔

توحید باری تعالیٰ کو سمجھانے کیلئے کتنا ان کا حسین استدلال ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کی توحید کو سمجھیں تو کیسے سمجھیں آپ نے فرمایا۔

وَرَقَةُ الْفِرْصَادِ

شہتوت کا جو پتہ ہے اس میں تدبر کر لو تمہیں توحید سمجھ میں آجائے گی۔

اس سائل نے پوچھا کہ شہتوت کے پتے سے توحید کیسے سمجھ میں آئے گی۔

اس پر امام شافعی فرمانے لگے۔

یہ جو شہتوت کا پتہ ہے اس کو بکری بھی کھاتی ہے، ہرنی بھی کھاتی ہے، ریشم کا کیڑا بھی کھاتا ہے اور شہد کی مکھی بھی کھاتی ہے۔

marfat.com

اگر کائنات بائی چانس ہوتی تو پھر کیا ہوتا۔ جب پتے ایک طرح کے ہیں تو Production بھی ایک طرح کی ہوتی۔

جو پتہ بکری نے کھایا ہے یا ہرن نے کھایا ہے یا ریشم کے کیڑے نے کھایا ہے یا مکھی نے کھایا ہے۔

اس میں یہ نہیں تھا کہ پتے جدا جدا تھے اُن کے خواص جدا جدا تھے، اُن کی طبیعت اور مزاج جدا جدا تھا۔ نہیں...... پتے سارے ایک طرح کے تھے۔

مگر کہیں سے نرم ریشم برآمد ہوا۔ کہیں سے میٹھا شہد برآمد ہوا۔ کہیں سے کستوری کی خوشبو برآمد ہوئی اور کہیں سے مینگنی ایک ادنیٰ سی چیز نکلی۔

اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آ گئی کہ جو ایک چیز سے اتنی جدا اور ممتاز چیزیں بنائے اُسے ربّ کائنات کہا جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ توحید پر دلیل کیا ہے۔

تو آپ فرمانے لگے کہ

ایک بند قلعہ ہے توحید اس سے سمجھ لو۔ اُس کے باہر چاندی لگی ہوئی ہے اندر سونا ہے اور وہ قلعہ ہوا بند ہے۔ یعنی ہوا اُس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب اُس قلعہ کی دیواریں ٹوٹتی ہیں تو اندر سے ایک جاندار برآمد ہوتا ہے۔ جو دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے بولتا ہے۔

آپ فرمانے لگے اُس ہوا بند کمرے میں اور ہوا بند قلعے میں جس نے ذی روح کو جان دے کے باقی رکھا ہے۔ اُسے ربّ کائنات کہا جاتا ہے۔

پوچھا گیا وہ کیسے تو آپ فرمانے لگے۔

marfat.com

وہ مرغی کا انڈہ ہے۔

باہر چاندی ہے، اندر زردی سونا ہے اور ہوا بند ہے۔ باہر سے ہوا اندر نہیں جاتی لیکن وقت معین پر جب وہ انڈہ ٹوٹتا ہے تو چوزہ بولتا ہوا باہر آجاتا ہے۔ وہ زندہ ہے، بولتا بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل کہنے لگے تم دور جا کے کیا سمجھو گے یہیں سے سمجھ لو جو اتنی قدرتوں والا ہو اُسے ربّ کائنات کہا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ توحید کیسے سمجھیں۔

آپ فرمانے لگے کہ تمہارے منہ میں جو زبان ہے۔ اسی سے توحید سمجھو کہ توحید کیا ہے۔ پوچھا گیا کیسے؟ تو آپ نے فرمایا۔

زبانیں ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے سارے لوگوں کی ایک جیسی ہے۔

یہ نہیں ہے کہ جو پنجابی ہو اُس کی اور ہو، جو عربی ہو اُس کی زبان اور ساخت کی ہو، جو امریکی ہو اُس کی زبان اور ساخت کی ہو۔

نہیں...... زبانیں سب کی ایک طرح کی ہیں۔ امام مالک فرمانے لگے کہ جب زبانیں بناوٹ کے لحاظ سے ایک جیسی ہیں تو پھر زبانوں کی بولی بھی ایک ہونی چاہیے۔ زبانوں سے جو کچھ نکلتا ہے وہ ایک طرح کا ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگر کوئی کندھار میں پیدا ہو تو وہ پشتو بولتا ہے۔ اصفہان میں پیدا ہو تو فارسی بولتا ہے اگر کوئی گوجرانوالہ میں پیدا ہو تو پنجابی بولتا ہے، اگر ماہ مدینہ کے دیس مدینہ شریف میں پیدا ہو تو وہ بولتے وقت فصیح عربی بولنا شروع کر دیتا ہے اور اگر وہ امریکہ میں پیدا ہو تو وہ بولتے وقت وہاں کی زبان بولنا شروع کر دیتا ہے۔

marfat.com

امام مالک فرمانے لگے اگر کائنات بائی چانس ہوتی تو پھر ایک طرح کی زبان سے بولی ایک طرح کی ہونی چاہیے تھی۔ جو ایک زبان کو ہزاروں بولیاں دے اسے رب کائنات کہا جاتا ہے۔

پھر زبانوں میں فرق اتنا ہے کہ کہیں ایسی ہی زبان سے بولے تو اتنا میٹھا کہ اُس پر کوئل کا ترنم بھی نثار ہو جائے۔ کہیں بولے تو اتنا کھردرا کہ سننے والوں کے کان تنگ آ جائیں۔ کہیں بولے تو شیروں جیسی گرج اُس میں موجود ہو اور کہیں بولے تو شبنم جیسی نرمی اُس میں موجود ہو۔ جو ایک زبان کو اتنی صلاحتیں دے اُسے ربّ ذوالجلال کہا جاتا ہے۔

حضرت امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت امام اعظم سے توحید کے موضوع پر جب دھریئے بات کرنے کیلئے آ گئے تو میرے امام نے فرمایا کہ تم مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے مجھے ایک بات کا جواب دو۔ ”دجلہ کے ایک کنارے کو ”رصافہ“ کہا جاتا ہے اور دوسری طرف کو ”کرخ“ کہا جاتا ہے“۔

ایک شخص آج جانب کرک سے رصافہ آنا چاہتا تھا دریا پہ پل نہیں تھا۔ کشتی کے ذریعے اُس نے گزرنا تھا۔ اچانک درخت گرا اُس کے پھٹے اور تختے بن گئے اور وہ جڑ گئے تو کشتی بن گئی کشتی تیرنے لگی وہ بندہ اس کشتی میں بیٹھا ملاح موجود نہیں تھا اور ہوا بھی مخالف سمت کی تھی۔ کیا تم یہ مانتے ہو کہ وہ کشتی بغیر ملاح کے خود چلتے چلتے بندے کو ساحل مراد پہ لے جائے گی۔ ایسا ہو سکتا ہے؟

وہ کہنے لگے۔ اے امام آپ ہر بات بڑی معقول کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کشتی بغیر ملاح کے ہواؤں کو اور سمندر کے طوفانوں کو اور دریا کی موجوں کو چیرتی

www.marfat.com

ہوئی بندے کو ساحل پہ لے جائے۔

اس پر میرے امام نے کہا: پھر مناظرہ مجھ سے کس بات کا ہے۔ جھگڑا کس بات کا ہے۔ اگر ملاح کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی تو خدا کے بغیر ہستی بھی نہیں چل سکتی۔

یہ ان اسلاف کا انداز ہے اور یہ تدبر کائنات کا انداز ہے۔ جس وقت انسان تدبر کرتا ہے ہر طرف سے اُس کو یہ سبق ملتا ہے کہ ربّ کائنات کی ذات موجود ہے۔ آج ہمارا سبق یہ ہے کہ اُس کی قدرتوں کو مانتے ہوئے اور جانتے ہوئے ادھر متوجہ ہونا چاہیے۔ رات کے بعد دن جب آئے تو وہ دن مفت میں دیتا ہے۔ ہم ساری زمین خرچ کر کے اگر رات کے بجائے دن لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب رات کے بعد دن مفت ملا ہے تو اس سے پہلے مجھے سجدہ کرو۔ نیا دن آئے تو نیا سجدہ ہونا چاہیے۔

لہٰذا تفکر کا نتیجہ اطاعت ہے۔ کہ بندہ اپنے رب کے دربار میں سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی عاجزی وانکساری کو پیش کرے، سرکش اور باغی نہ بنے۔ یہ میں نے تفکر کائنات کا ایک خلاصہ پیش کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکا حقیقی مقصد پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 7

تصوف عقیدۂ توحید کی معرفت

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِعَشْرَۃٍ یعتق فیھا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

(سپارہ نمبر ۱۱۔ یونس، آیت نمبر ۵۷)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ

لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

marfat.com

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور سرورِ کائنات، مخرِ موجودات، ختم الرسل، مولائے کل، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب اربابِ فکر ودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراطِ مستقیم کے بائیسویں پُرنور پروگرام میں ہمیں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ ربّ ذوالجلال ہمیں فقاہتِ دین عطا فرمائے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے:

”تصوف عقیدۂ توحید کی معرفت“

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اسکے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں رموزِ تصوف سے آشنا فرمائے اور طریق تصوف پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ موضوع نہایت ہی اہم موضوعات میں سے ہے۔ آج چونکہ اغیار کی سازش پر جہاں امت مسلمہ کے چند دیگر خصائص پر اور خوبیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے وہاں امت مسلمہ کی اس شان تصوف پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔

اس امت کی فضیلت یہ ہے کہ پہلی امتوں کو اپنے انبیاء پر اتری ہوئی کتابیں

marfat.com

محفوظ کرنے میں بھی کامیابی نہ مل سکی اور اپنی کتابوں میں تحریف کر بیٹھے۔ اس امت کی شان یہ ہے کہ انہوں نے صرف کتاب کو ہی محفوظ نہیں رکھا بلکہ اپنے نبی علیہ السلام کے خطاب کو بھی محفوظ رکھا ہے۔

اس کے بعد ان کا مقام یہ ہے کہ انہوں نے اپنے محبوب علیہ السلام کی کیفیات کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ تصوف دراصل آپ کی کیفیات کی حفاظت کا نام ہے۔

تو یہ اس امت کی ایک شان ہے تعجب ہے کہ اس پر بھی لوگوں کو اعتراض ہے آج اس پر بھی لوگوں کو اعتراض ہے۔ جس وقت امت مسلمہ کا کارواں عہد نبوت سے یعنی آپ کی ظاہری حیات سے آگے گزرا تو یکبار مادہ پرستی کا حملہ ہوا۔ ہر طرف سے سازشیں ہوئیں اور شیطانی لشکروں نے یہ چاہا کہ ان کے دلوں میں جو ایمان کا نور ہے اگر وہ مٹ نہیں سکتا تو کم از کم مدھم ہو جائے۔

دنیا کی محبت کے دھند لکے اور مختلف مادہ پرستی کے غبار جس وقت دلوں پر پڑنے لگے تو آگے سے تصوف نے دلوں کو نئی چمک عطا کر دی۔

صحابہ کرام کیلئے کسی ایسے غسل کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنے دلوں کو غسل سے پاکیزہ کرتے اور ان کو چمک دیتے۔ اُن پر نبی علیہ السلام کا ایک جلوہ جب پڑتا تھا تو ان کے دل خود بخود ڈھل جاتے تھے۔ لیکن جب وہ زمانہ میسر نہ رہا۔ کہ روزانہ لوگ اپنے محبوب علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوں۔ درمیان میں ایک حجاب آ گیا۔ اگرچہ ان کے سامنے ساری کائنات حاضر ہے۔ لیکن سامنے بیٹھ کر دیکھنے کا جو انداز ہوتا ہے اس کا ایک اپنا اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا جب امت کے افراد کو یہ شان حاصل نہ رہی کہ ہم اپنے محبوب علیہ السلام کے پاس بیٹھیں اور دیکھ سکیں تو پھر ایک ایسے نصاب کی

marfat.com

ضرورت محسوس ہوئی کہ جس کی وجہ سے جو پردے میں بیٹھے ہیں، اُن کو بھی محبوب کی تجلیاں حاصل ہوتی رہیں، اُس نصاب کو تصوف کہا جاتا ہے۔

تصوّف کے شعبہ جات میں سے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اس سے معرفت الٰہی کا گلشن دلوں میں آباد کیا گیا۔ اس کا طریقہ بتایا گیا کہ بُری عادت اور بُرے طریقے کو دل سے نکالا جائے اور ہر اچھے خلق کو دل میں آباد کیا جائے۔ یہ مختلف وظیفے جو تصوف طریقت کے نام سے متعارف ہوئے، پھر نقشبندی، سہروری، چشتی، قادری ڈیپارٹمنٹ بنے تو اصل میں مقصد دل کی تطہیر ہے اور دل کو غیر اللہ کے خیال سے پاک کر کے ہر وقت اللہ کے ذکر سے روشن رکھنا ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے ہمیں اس نصاب کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ کہ وقت آنے پر اس کا دفتر کھلنا تھا اور قرآن وسنت کا یہ شعبہ تصوف کی شکل میں آنا تھا جسطرح دیگر شعبہ جات آئے علمِ حدیث کا شعبہ آ گیا۔ فقہ کا شعبہ آ گیا اور صرف ونحو کے شعبے آ گئے۔ نحویوں نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لفظ پہ زیر وزبر کو محفوظ کیا صرف نے اصل لفظ کو محفوظ کیا۔ اعراب کو نحو نے محفوظ کیا اور تصوف نے بولنے کی کیفیت کو محفوظ کیا۔ تو ان شعبہ جات کا بننا ایک طبعی امر تھا۔ ہم اس دور میں پیدا نہیں ہوئے۔ ہم اپنی آنکھوں سے وہ رخِ زیبا نہیں دیکھ سکے۔ ہماری بھی ایک ضرورت تھی اور ایک شرعی تقاضا تھا جس کے پیش نظر یہ تقاضا امت نے خود اللہ کے فضل سے پورا کر لیا ہے۔ اب تصوف سے ایسی چاندنی دلوں کو ملتی ہے کہ درمیان میں صدیوں کا سفر چند منٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور بندہ دور بیٹھا ہوا بھی سرکار ﷺ کے حضور پہنچ جاتا ہے۔

marfat.com

قرآن مجید کی سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک وعظ آیا ہے۔

قرآن مجید وعظ ہے اس کا پہلا شعبہ تبلیغ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے۔ یہ ثواب ہے، یہ عذاب ہے پہلے نمبر پر قرآن وعظ ہے۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ

اور یہ اُس کیلئے شفا ہے جو دلوں میں ہو۔

دلوں میں جو مرض ہو یہ اسے ختم کرتا ہے اور اُن کا علاج کرتا ہے۔ دل کے اندر کسی طرح کا کوئی سقم ہو۔ اسکو دور کر کے دلوں کو صحت دیتا ہے۔ یہاں دل کی صحت سے مراد وہ نہیں جو حسی طور پر کوئی دل کو بیماری ہو اور اس کے لحاظ سے صحت حاصل ہو۔ اگرچہ اس کا کمال ہے کہ یہ ظاہر کو بھی شفا دیتا ہے اور باطن کو بھی شفا دیتا ہے۔ جسمانی صحت بھی ہے لیکن یہاں پر روحانی صحت کا معاملہ ہے۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ

یہ قرآن باقاعدہ ایسا شعبہ رکھتا ہے جس سے لوگوں کے دلوں کی بیماریاں صحیح ہوتی ہیں۔ بغض، حسد ختم ہوتا ہے دلوں سے گندے خصائل نکلتے ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضائل سے آباد ہو جاتے ہیں۔

اب ڈائریکٹ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں نگاہ نبوت کے فیض سے دل ستھرے ہوتے تھے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ (سورۃ التوبہ:۱۰۳)

marfat.com

میرے محبوب ان کے مالوں سے صدقہ وصول کرو۔ ان کے دلوں کو ستھرا کرو اور اس کے ساتھ ان کا تزکیہ فرما دو۔ دلوں کو ستھرا کرنے، پاک کرنے کا جو بعد میں نام رکھا گیا اسے تصوف کہا جاتا ہے۔

پہلے یہی حقیقت تھی جس کو اور لحاظ سے پہچانا جا رہا تھا اور بعد میں اسی حقیقت کو ایک نئے انداز سے جب دیکھا گیا تو اس کو تصوف کہا گیا۔

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ یونس:۵۸)

اور یہ قرآن ہدایت ہے اور مومنین کیلئے رحمت ہے۔

لہٰذا قرآن مجید کا پورا شعبہ باطن کی صفائی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اس کا مقصد صرف ظاہری احکام کو ہی بیان کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد دل کی صفائی کرنا بھی ہے اور یہ منصب رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تفویض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ جب رسول اکرم ﷺ کے منصب نبوی کو بیان کرتا ہے تو فرماتا ہے!

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

(سورۃ البقرۃ:۱۲۹)

رسول اکرم ﷺ ان پر تیری آیات کی تلاوت کریں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ فرمائیں۔ وہاں بارگاہ نبوی میں دل ستھرے ہونے میں دیر نہیں لگتی ایک تجلی پڑتی ہے تو دل ستھرے ہو جاتے ہیں۔ تو باقاعدہ تلاوت قرآن اور احکام کی تعلیم کے ساتھ دلوں کو ستھرا کرنے کا ایک منصب ضروری تھا اور ایک شعبہ کی ضرورت تھی اور اس شعبہ کا نام وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تصوف پڑتا گیا۔

اگر اسی کو ہم احادیث میں دیکھیں تو وہاں بھی ہمیں رہنمائی ملتی ہے

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَیْنِ

میں نے نبی علیہ السلام سے علم کے دو برتن یاد کیے۔

(وِعَـــاءٌ) برتن کو کہتے ہیں علم غیر محسوس چیز ہے اور اسکے برتن بھی غیر محسوس چیز ہیں۔ مطلب یوں سمجھو کہ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے اپنے محبوب ﷺ سے علم کے دو گھڑے بھرے ہیں۔ یعنی دو قسم کا علم حاصل کیا ہے۔

یہ معنوی فیض ہے کہ رسول اکرم ﷺ کبھی یوں چلو بھر کے ان کی چادر میں الٹے ہیں۔ اگرچہ کبھی چلوؤں سے علم نہیں دیا جاتا۔ مگر جہاں خالی چلو ڈال دیں وہاں گھڑی علم کی بھر جاتی ہے۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے حفظت میں نے حفظ کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو برتن علم کے محفوظ کیے ہیں۔

اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ

ان میں سے ایک گھڑا اے تابعین میں نے تمہیں بھی پلایا ہے۔

اس میں میرے شاگرد ہیں۔ لیکن دوسرے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ

(بخاری شریف، کتاب العلم، باب حفظ العلم، جلد نمبر ۱ ص ۲۳)

اگر دوسرا علم کا گھڑا میں ظاہر کردوں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے۔

میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو برتن علم کے لیے ہیں۔ ایک کی میں روایت کرتا ہوں دوسرے کی میں روایت نہیں کرتا اگر میں دوسرے کی روایت کروں تو اس میں جلال اتنا ہے، اس کے اسرار ورموز ایسے ہیں کہ میرا حلق کٹ جائے۔ اسواسطے

marfat.com

دوسرے برتن کے علم کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے والا نہیں ہوں۔اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو دو گھڑوں کا ذکر کر رہے ہیں اور دو برتنوں کا ذکر کر رہے ہیں ایک کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے ظاہر کیا اور دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ میں نے خاص رکھا ہے اس دوسرے برتن کے لحاظ سے محدثین کا قول ہے۔

محدثین فرماتے ہیں:۔

اس میں تین باتیں ہو سکتی ہیں۔

1۔یا تو اس سے مراد تصوف ہے کیوں کہ تصوف عام لوگوں کے بس کی بات نہیں۔یہ کھیر خاص لوگوں کے کھانے والی ہے۔اس واسطے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دوسرا علم عام لوگوں کو دیں گے تو ان کو بدہضمی ہو جائے گی۔اُن کو پتہ نہیں چلے گا کہ یہ کیا چیز ہے۔اس سے فتنہ ہوگا،فساد آجائے گا۔لہٰذا ہم نے یہ عام دعوت نہیں رکھی۔عام دعوت والا جو پہلا گھڑا تھا وہ عوام کے سامنے پیش کر دیا۔

2۔یا اس سے مراد وہ نشانیاں تھیں جو سرکار ﷺ نے منافقین کے بارے میں بتائی تھیں کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فلاں بھی منافق ہے،فلاں بھی منافق ہے۔

اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ مجمع عام میں بتاؤں گا تو پھر فتنہ بن جائے گا۔

3۔یا اس سے مراد وہ حالات ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے مستقبل کے بارے میں بیان کیے تھے۔

جس میں فرمایا تھا کہ میں ساٹھ کے سرے سے اور بچوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔

اس سے یزید کی طرف اشارہ تھا تو اس طرح کی صورتحال تھی اس کا اس دوسرے

maarfat.com

علم کے برتن میں ذکر تھا۔ یہ خاص علم کا برتن خاص لوگوں کیلئے تھا۔

(ماخوذ از مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد نمبر ۱/۳۱۳)

بہر حال رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ علم عطا کیا ہے اور اس سے پتہ چلا کہ با قاعدہ علم کا ایک شعبہ ایسا بھی ہے جس میں خواص کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

ہر پرندے کا کھانا انجیر نہیں ہوتا۔

دارمی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ

علم کی دو قسمیں ہیں۔

فَالْعِلْمُ فِیْ الْقَلْبِ

ایک علم دل میں ہوتا ہے

فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ

اسکو علم نافع کہا جاتا ہے

وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ

اور دوسرا علم صرف زبان پر ہوتا ہے۔

فَذَالِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی ابْنِ آدَمَ

(مشکوٰۃ، کتاب العلم، فصل ثالث، ص ۳۷)

زبان والا علم اللہ تعالیٰ کی ابن آدم کے اوپر حجت ہے۔

حجت کا کیا مطلب ہے؟

marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ الصف:۲)

اے مومنو! وہ باتیں تم کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔

یہ جو زبان والا علم ہے یہ بندے کو شرمندگی دلاتا ہے کہ لوگوں کو جو تم کہو وہ تم خود بھی کرو۔ تو اس زبان والے علم کا تعلق صرف اتنا رہا۔ لیکن جو دل والا علم ہے وہ علم نافع ہے۔ اس واسطے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دارمی میں جو روایت آگئی ہے تو آپ نے علم کے دو شعبے بیان کر دیئے۔ ایک دل میں ہے وہ علم نافع ہے اور دوسرا محض زبان پر ہے۔ لیکن ملّا علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کی الجھنوں کو دور کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم یہ نہ سمجھنا کہ جو دل میں ہو وہ دل میں رہتا ہے وہ کبھی زبان پر نہیں آتا نہیں ...... ظاہر اور باطن کی آپس میں موافقت ہوتی ہے۔ یہ اصل میں حقیقت ہے اور یہ طریقت ہے اور یہ شریعت ہے کہ جو دل میں ہے وہ باطن کی اصلاح بھی ہے ظاہر کی اصلاح بھی ہے۔ کبھی باطن کی اصلاح ظاہر کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی اور کبھی ظاہر کی اصلاح حقیقت میں باطن کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میرا باطن ستھرا ہے دعویٰ یہ کرتا ہے کہ وہ اتنا ستھرا ہے کہ میں یہاں نماز نہیں پڑھتا میں کعبے میں پڑھتا ہوں۔ تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ کعبے میں وہی پڑھ سکتا ہے جو یہاں پڑھتا ہو اگر یہاں نہیں پڑھتا تو کعبے میں کیسے پڑھ سکتا ہے۔

اس واسطے اندر اور باہر، ظاہر اور باطن دونوں میں مطابقت ہوتی ہے اور جب علم ظاہر سے ہوتا ہوا باطن میں پہنچ جائے تو اس علم کو علم نافع کہا جاتا ہے اور جو صرف زباں

پہ رہتا ہے وہ محض بندے کیلئے مواخذے کا سبب تو بنتا ہے لیکن حقیقت میں اس کو علم نافع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس حدیث شریف سے جو ہمیں سبق ملا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت طریقے سے اسکو بیان کیا۔

اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے آج بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کو اور کوئی کام نہیں ملتا تو یہ سب سے آسان کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیر شو کردے اور ہر بے روزگار اپنے آپ کو ایک پیر بنادے۔ آج بعض لوگوں نے تصوف وطریقت کو زینت کردار نہیں بلکہ ذریعۂ روزگار بنادیا ہے۔ یہ تصوف وطریقت کی شان نہیں ہے کہ اسکا تعارف یوں کروایا جائے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے آپ فرماتے ہیں۔

فَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ

جو بندہ فقیہ تو بن گیا، دین تو اس نے پڑھا، لیکن دین نے اس کے باطن پر رنگ نہیں چڑھایا، اثر نہیں کیا۔ جس بندے نے تفقہ کو تو حاصل کیا لیکن تصوف حاصل نہ کیا تو پھر اسے فقیہ نہ کہو

"فَقَدْ تَفَسَّقَ" تو وہ فاسق ہے۔

وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ

اور جو بندہ تصوف کا دعویٰ دار ہو مگر علم سے خالی ہو تو امام مالک فرماتے ہیں

"فَقَدْ تَزَنْدَقَ" تو وہ زندیق ہے اس کو تم صوفی نہ کہو۔

جو علم تو پڑھے لیکن اس کی روح میں نہ اترے تو وہ فاسق ہے اور جو تصوف کا

marfat.com

دعویدار ہو لیکن اسے قرآن وسنت کا پتہ نہ ہو تو وہ زندیق ہے۔

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ (مشکوۃ،۱/۳۱۳)

اور جس نے دونوں شعبے پائے ہیں اس نے حقیقت پائی ہے

اس لیے کوئی بھی عالم ربانی اس وقت تک عالم ربانی نہیں جس وقت تک اس کی روح میں علم کا اثر نہیں، اس کے باطن پر علم کا اثر نہیں اور کوئی بھی صوفی اس وقت تک صوفی نہیں جب تک کہ اس کے تصوف پر شریعت کا پہرہ نہیں اور جب تک اس کی طریقت شریعت کی خادمہ نہیں اور اگر اس کی طریقت شریعت کے تابع نہیں تو پھر وہ طریقت، طریقت نہیں۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ اصل میں تصوف ہے جس کے اندر جانے سے پابندیاں ہیں۔

جب دونوں باتیں ملتی ہیں تو اس کو پھر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کہا جاتا ہے۔

ہمارا جو اصل میں موضوع ہے کہ ''تصوف عقیدہ توحید کی معرفت'' اس کی طرف آتے ہیں۔ توحید جو کہ ایک روشن عقیدہ ہے۔ آج اس کو چند خشک لوگوں نے ایک خشک مضمون کے طور پر اپنی طرف سے پیش کرنا شروع کر دیا وہ توحید کہ جس کے نغمہ سے نہاں خانہ دل میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ آج بعض لوگ اس توحید کو محض بغض نبی ﷺ کیلئے آڑ کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ توحید کہ جس سے سیاہ دل پُرنور بنتے ہیں آج اس کو محض امت پر شرک کے فتووں کے استعمال کا ایک ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔

توحید کی معرفت، توحید کے اسرار اور توحید کی چاشنی اگر کسی نے محسوس کرنی ہو تو صوفیاء کے طریق کے بغیر اس کا پتہ نہیں چل سکے گا۔

marfat.com

برصغیر پاک وہند کی زمین کو فخر ہے کہ یہاں پر اگر دین پہنچا ہے تو صوفیاء کے تازہ دم سے پہنچا ہے۔ ان کی تبلیغ سے اور ان کے فیضان سے پہنچا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت گنج شکر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمھم اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لاکھوں کو توحید سے آشنا کیا۔ یہ وہ توحید ہے جس کا تعلق صرف زبان تک نہیں رہتا بلکہ اس کا تعلق دل کی سرزمین سے ہو جاتا ہے۔

اسلئے اگر توحید کو صوفیاء کی زبان سے سننا ہے تو بہت بڑے صوفی جن کو تم پیرانِ پیر، پیر دستگیر کہتے ہو۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان فتح الربانی میں موجود ہے۔ آپ نے وہاں پر تصوف کی حقیقت بھی بیان کی ہے کہ میرے نام کو کوئی غلط استعمال کر کے دوکانداری نہ چمکائے۔ جس نے میرے ساتھ تصوف کو منسلک کرنا ہے۔ اس نے ان ہدایات کو سامنے رکھنا ہے۔ آپ فرمانے لگے۔

لَافَلَاحَ لَكَ

اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکے گی۔

حَتّٰى تَتَّبِعَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ

جب تک تو کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرے گا۔

اگر تو سمجھتا ہے کہ تصوف کتاب وسنت سے جدا کوئی چیز ہے تو یہ محض تیرا گمان ہے۔ میرے غوث فرماتے ہیں اس قرآن وسنت سے ہی بندے کو اجالا نصیب ہوتا ہے اور اس وقت تک تمہیں فلاح نہیں مل سکے گی جب تک تم کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرو گے۔

marfat.com

اِتَّبِعِ الشُّيُوْخَ الْعُلَمَاءَ

بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْعَامِلِيْنَ

کتاب وسنت کا علم رکھنے والے اوران پر عمل کرنے والے مشائخ کی پیروی کرو۔

حَسِّنِ الظَّنَّ فِيْهِمْ

ان کے بارے میں گمان ستھرا رکھو۔

کتاب وسنت کے عاملین علماء اور مشائخ کے بارے میں کبھی بھی اپنے ذہن میں بدگمانی نہ رکھو۔ اگر تم فلاح چاہتے ہوتو

تَعَلَّمْ مِنْهُمْ

ان سے تعلیم حاصل کرو۔

وَ اَحْسِنِ الْاَدَبَ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَالْعُشْرَةَ مَعَهُمْ

ان کے سامنے نہایت ادب سے پیش آؤ اوران کیساتھ معاملہ اچھا رکھو۔

اگر تم نے ایسا کرلیا فَقَدْ اَفْلَحْتَ

پھر تم کامیاب ہو گئے ہو

اِذَا لَمْ تَتَّبِعِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَلَا الشُّيُوْخَ الْعَارِفِيْنَ بِهِمَا

اگر تم کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرتے اور شیوخ عارفین کے پیچھے تم نہیں چلتے۔ تو پھر کیا ہوگا؟

فَلَنْ تُفْلِحَ اَبَدًا

پھر کبھی تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کبھی بھی تمہاری طریقت طریقت نہیں، تمہارا تصوف تصوف نہیں۔ تمہاری

marfat.com

روحانیت روحانیت نہیں۔ اس میں تقلید کا درس بھی دیا اور قرآن وسنت کی پابندی کا درس بھی دیا۔ اس کے بعد فرمانے لگے۔

أَمَا سَمِعْتَ مَن أُسْتُغْنِيَ بِرَأْيِهِ ضَلَّ۔ (الفتح الربانی مجلس ۳۹)

کیا تم نے نہیں سنا کہ جو اپنے اندر ہی جہان بنا کے بیٹھ جاتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

اس واسطے اگر تم نے ولایت کا کورس پڑھنا ہے تو تمہیں علماء کے علم کے بغیر رہنمائی نہیں ملے گی۔ تمہیں کتاب وسنت کے بغیر کبھی بھی راستہ نہیں ملے گا اور اگر تم اپنی سوچ میں بیٹھ گئے کہ ہم اللہ والے ہیں ہم معرفت والے ہیں ہم سب کچھ کرنے والے ہیں حضرت غوث پاک فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی سوچ میں ڈوب گیا اور کتاب وسنت اور عارفین کا دامن چھوڑ دیا۔

فقد ضلّ تو وہ گمراہ ہے۔

ایسا شخص گمراہ تو ہو سکتا ہے لیکن وہ کبھی ''ولی من الاولیاء'' نہیں ہو سکتا۔

حضرت غوث پاک بالخصوص توحید کا جو رنگ بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اَلْمُوَحِّدُوْنَ الصَّالِحُوْنَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى بَقِيَّةِ الْخَلْقِ (الفتح الربانی مجلس ۱۳)

ایسے توحید پرست لوگ جو صالح ولی ہیں باقی بندوں کے اوپر اللہ کی دلیل ہیں۔

یہ اللہ کے گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔

تم یہ نہ کہنا کہ ہم ڈھونڈتے رہے پتہ نہیں چلا۔ جنہوں نے ڈھونڈا ہے انہیں پتہ چلا ہے۔ یہ غوث پاک اس بات کی دلیل ہیں کہ ڈھونڈنے والوں کو رب ملتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے۔

تم دیکھو کتنے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈا اور وہ ان کو مل گیا ہے۔

marfat.com

وہ شیر ربانی ہوں یا حضرت مجدد الف ثانی ہوں اور جتنے اولیاءِ امت ہیں ان کے ڈھونڈنے سے رب ملا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے حضرت غوث پاک فرماتے ہیں کہ شیوخ وعلماء اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے حجت ہیں۔

حضرت غوث پاک سے پوچھا گیا کہ کون سب سے بہادر ہے تو آپ نے فرمایا

اَلشُّجَاعُ مَنْ طَهَّرَ قَلْبَهٗ مِمَّاسِوَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (فتوح الغیب، مجلس ۱۳)

بہادر وہ ہے کہ جس نے اپنے دل کو غیر اللہ کے خیال سے پاک کرلیا۔

یہ توحید کی حقیقت میں لذت ہے۔

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں اتنا مقام اس شخص کا نہیں جو کسی مقابل کافر کو گرا لیتا ہے اس سے زیادہ پاورفل وہ انسان ہے جس نے اپنے دل کی حدود پر پہرہ لگا رکھا اور کبھی بھی غیر اللہ کے خیال کو اندر نہیں داخل ہونے دیتا۔ اتنے مضبوط اس کے اعصاب ہیں، اتنا سیکرٹ اس کا نظام ہے۔ اس کے دل پر پہرے لگے ہوئے ہیں اور اس نے اپنے دل کو غیرِ خدا کے خیال سے پاک رکھا ہوا ہے۔

یہاں غیرِ خدا سے مراد وہ رب ذوالجلال کی اپوزیشن ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے خلاف محبت ہو۔ غیر خدا کی محبت سے مراد والدین کی محبت نہیں ہے۔ غیر خدا کی محبت سے مراد اپنے شیوخ کی محبت نہیں ہے۔ غیر خدا کی محبت سے مراد نبی علیہ السلام کی محبت نہیں ہے یہ ساری محبتیں تو بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں غیر خدا کی محبت سے مراد ان کے سوا محبتیں جو اللہ تعالیٰ سے روکتی ہوں۔ یہ صوفی ہے جو اپنے دل میں غیر اللہ کی محبت کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ نیز آپ نے فرمایا۔

marfat.com

اَلشَّرْعُ يُهَذِّبُ الظَّاهِرَ وَالتَّوْحِيْدُ وَالْمَعْرِفَةُ يُهَذِّبَانِ الْبَاطِنَ

شریعت ظاہر کو سنوارتی ہے توحید اور معرفت باطن کو۔

فتوح الغیب میں حضور غوث پاک کا توحید کے بارے میں خوبصورت فرمان ہے

فَلَا يَكُوْنُ فِيْ بَاطِنِكَ غَيْرُ التَّوْحِيْدِ

تیرے باطن میں توحید کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

وَفِيْ ظَاهِرِكَ غَيْرُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۶۰)

اور تیرے ظاہر پر سوائے اطاعت الٰہی کے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

دل کا اپنا وظیفہ ہے اور ان اعضاء کا اپنا وظیفہ ہے۔ ہاتھوں کا، قدموں کا، سر کا اپنا وظیفہ ہے۔ زبان وآنکھ کا اپنا وظیفہ ہے۔

لہٰذا ایک ہے ظاہر کا وظیفہ، ایک ہے باطن کا وظیفہ تو غوث پاک فرماتے ہیں توحید یہ ہے کہ سب ظاہری اعضاء پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری لکھی ہو اور باطن میں اللہ کا پیار موجود ہو۔

اب یہ جو دونوں چیزیں ہیں۔ ان دونوں کا جدا جدا نصاب ہے۔

اس سے غوث پاک نے فلسفہ توحید سمجھاتے ہوئے صوفی کی شرائط بھی بیان کر دیں کہ کوئی ایسا صوفی نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھرا ہوا ہے لیکن میرا سر رب کے در میں جھکتا نہیں۔ میں ویسے خیال میں پڑھ لیتا ہوں حضرت غوث پاک فرماتے ہیں ایسا بندہ صوفی نہیں ہو سکے گا، ایسا بندہ ولی نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ ولی وہ ہے۔

باطن میں رب کا پیار اتنا ہو کہ غیر کا خیال بھی باقی نہ رہے اور ظاہر میں تابع اتنا ہو کہ وہ کبھی اللہ سے غافل نہ ہو۔ جب ظاہر اور باطن پر یہ کیفیت ہو گی تو اس حالت کو تصوف سے تعبیر کیا جائے گا۔

marfat.com

صوفیاء اپنی ذات پر اور اپنے خیالات پر اتنا پہرہ دیتے ہیں کہ اگر وہ روزہ رکھیں تو یہ خیال نہیں کرتے کہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے وہ سمجھتے ہیں کہ غیر خدا کا خیال آنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ان کا مقام اپنے دل کی پابندی کے لحاظ سے اتنا اونچا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خیالات پر بھی پہرہ لگاتے ہیں۔

لہٰذا صوفیاء کے مراتب ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، ان کا مقام یہ ہوتا ہے۔

مَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ

جس چیز کو بھی بندہ دیکھے اس سے بالآخر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کا جو خالق ہے وہ وحدہ لاشریک ہے جتنا بندہ تصوف کی وجہ سے بیدار خیال ہوتا ہے اتنا ہی اس کو قرب ملتا جاتا ہے۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا مقام یہ ہوتا ہے

وَمَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ

جس وقت میں کسی چیز کو دیکھتا ہوں میری توجہ اس چیز کی طرف بعد میں پہنچتی ہے اور میری نگاہ اس چیز تک بعد میں جاتی ہے۔ لیکن اس چیز سے پہلے اس کے خالق کے جلوے کی طرف رہنمائی ہو جاتی ہے۔

کچھ لوگوں کو تصوف کی اصطلاحات پر بھی اعتراض ہے تصوف میں جو وظائف ہیں اس کے لحاظ سے بھی اعتراض کرتے ہیں۔ تو میں انہیں کے گھر سے ایک حوالے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حق ہمیشہ حق ہوتا ہے جو وہاں سے بھی ظاہر ہوتا ہے جہاں کسی کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

داؤد غزنوی غیر مقلدین کی ایک بہت بڑی معتبر شخصیت ہیں اور اس کے حالات کو ابو بکر غزنوی نے مدوّن کیا ہے۔ اس کتاب کے ص: نمبر 363,362 پر یہ بات موجود ہے۔

marfat.com

خود ابو بکر غزنوی سے سوال کرتا ہے اور پوچھتا ہے

سوال: ''پھر ایک شام بندۂ عاجز اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیاء پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں''

جس وقت داؤد غزنوی سے یہ پوچھا گیا کہ کچھ لوگ صوفیاء کے تصوف کو بدعت کہتے ہیں اور ان کے وظائف کو محدثات قرار دیتے ہیں۔

ابو بکر غزنوی کہتا ہے۔ ''حضرت والد کی پیشانی پر شکن پڑ گئے اور فرمانے لگے''۔

ان علماء کا ذہن صاف ہونا چاہیے جب وہ ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں۔ تو دوسری طرف ''خاکم بدھن'' حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو کیا بدعتی سمجھتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کیا بدعتی تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کیا یہ سب بدعتی تھے داؤد غزنوی نے کہا کہ ایک طرف تو یہی علما ہندوستان میں اپنی تحریک کا آغاز انہیں بزرگوں سے کرتے ہیں اور دوسری طرف انہی پر بدعتی ہونے کا بھی الزام دے رہے ہیں۔

یعنی جب ہم تحریک شروع کرتے ہیں جن سے ہمارا سلسلہ آگے چلا ہے اور پھر ان کا جو شعبہ ہے اور انکے وظیفے کو اگر ہم بدعت قرار دیتے ہیں تو پھر ہماری اصل کیا باقی رہ جائے گی یہ جو دوہرا ان کا کردار تھا خود اس سے پردہ چاک کرتے ہوئے ابو بکر غزنوی کو داؤد غزنوی نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا۔

صوفیاءِ کرام کے اشغال کو بعض لوگ اگر اس لئے پسند نہیں کرتے کہ صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں جسطرح کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کیونکہ صحابہ کرام میں یہ سلسلے چشتی،

marfat.com

قادری، سہروردی نہیں تھے۔ بعد میں یہ سلسلے آئے ہیں تو بدعت ہیں۔

داؤد غزنوی نے ابو بکر غزنوی سے کہا اگر یہ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں جو ہماری صفوں میں شامل ہیں تو پھر ان کو سوچنا چاہیے لیکن اگر دقتِ نظر سے یہ افراد دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

کیونکہ سید الانبیاء والمرسلین کی صحبت کے فیوض سے وہ پوری طرح بہرہ ور ہو چکے تھے اور ان کے الفاظ طیبات کی برکات سے مستفیض ہو چکے تھے۔ لہٰذا جو سرکار کے سامنے تھے ان کو ان وظیفوں کی ضرورت نہ تھی، نظر کے فیض سے ان کے دل روشن ہو رہے تھے اور بعد والوں کو دل روشن کرنے کیلئے تصوف کی ضرور ضرورت پڑ جائے گی۔

اب یہ اُن کے گھر سے گواہی ہے۔ جس سے تصوف اور طریقت کے رموز کو واضح کیا گیا اور اس پر انہوں نے دلائل بھی دیئے۔

داؤد غزنوی نے پوری طرح یہ واضح کیا کہ اصل میں صورتحال یہ تھی کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں نہ صرف تھی، نہ نحو تھی، نہ اس وقت کوئی اصول حدیث، نہ حدیث کی قسمیں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگے اگر صوفیوں کی اصطلاحیں نئی ہیں تو پھر حدیث کی قسمیں کیا حدیث میں آئی ہیں یہ بھی تو نئی بنی ہیں۔ اگر ان کو پڑھایا جاتا ہے، ان کو پکایا جاتا ہے، ان پر حدیث سمجھنے کا مدار ہے اور ان کے بغیر ہمیں حدیث کی سمجھ نہیں آتی تو پھر تصوف کے بغیر بھی دین کی سمجھ نہیں آتی۔

اس حقیقت کو انہیں بالآخر جاننا پڑا۔

متلاشیٔ حق واسطے ہم اس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کر رہے ہیں کہ سید عالم ﷺ

marfat.com

کی طرف سے جو دین ملا ہے اس کے اندر شعبہ جات کا بننا ایک طبعی امر تھا اور اس میں سے ایک شعبہ تصوف کا شعبہ ہے اس کی اصطلاحیں اور ان کے نام اگرچہ بعد میں بنے ہیں لیکن جن حقیقتوں کے یہ نام بنے ہیں وہ حقیقتیں یقیناً پہلے دن سے موجود تھیں۔

یہاں پر ایک بات بڑی ضروری ہے۔ کچھ لوگوں نے ایسی کیسٹیں تیار کر رکھی ہیں کہ فلاں بزرگ کا یہ واقعہ ہے اس نے یہ لفظ بولا تھا فلاں نے یہ بولا تھا دیکھو یہ ان کے جملے خلاف شریعت ہیں اور خلاف شریعت ان کے اقوال ہیں۔

اولیاء کرام کے ہاں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جس وقت انہیں اپنے آپ کا بھی خیال نہیں ہوتا اور ان کا اللہ کے دربار کی طرف جو رابطہ ہوتا ہے اس میں اپنا آپ بھول چکے ہوتے ہیں اس حالت میں جو ان سے جملے نکلیں ان کو "شطحیات" کہا جاتا ہے۔

شطحیات کو باقاعدہ دین میں تسلیم کیا گیا ہے اور اس کی باقاعدہ حدیث و شریعت سے ہمارے پاس اصل موجود ہے کہ اگر کوئی محبت میں آکر جس کے ذہن کی پوری توجہ رب کی طرف تھی اور وہ اپنے آپ سے بے خبر تھا۔ ایسے میں اگر کوئی جملہ زبان سے نکل گیا ہے تو شریعت اس پر مواخذہ نہیں کرتی چونکہ جب ان کو ہوش آتا ہے ان سے کہا جائے کہ تم نے یہ کہا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کفر ہے میں تو اس کا قائل ہی نہیں ہوں۔ تو جو لفظ زبان سے اس حالت میں نکلا ہے کہ اسے اپنا بھی خیال نہیں تھا۔ اس پر شریعت مواخذہ نہیں کرتی۔ ان کو "شطحیات" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوتا ہے اس بارے میں طویل حدیث ہے کہ ایک شخص صحرا میں ہے اس کے پاس اونٹنی ہے اونٹنی کے اوپر اس نے کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا ہے۔

marfat.com

صحرا بڑا لمبا تھا جو اس نے عبور کرنا تھا درمیان میں تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کرنے لگ گیا۔ جب بیدار ہوا تو اونٹنی وہاں موجود نہیں تھی بڑا گھبرا گیا کہ میں یہ طویل صحراء کیسے عبور کروں گا۔ اونٹنی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بھوک لگ گئی "پیاس لگ گئی پھر مرنے کیلئے تیار ہو کر لیٹ گیا کہ اب بچنے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آتا۔ اس واسطے کہ دور دور تک صحراء ہے میں بھاگوں گا پھر بھی یہ صحرا کراس نہیں کر سکوں گا اور کھانے پینے کیلئے بھی کچھ نہیں۔ ایسے میں مرنے کیلئے وہ لیٹ جاتا ہے پھر جب آنکھ کھلتی ہے تو اونٹنی سرہانے پہ کھڑی ہوتی ہے۔

اب اس پر جو بندے کو خوشی ہوتی تھی اس کا نبی علیہ السلام نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ

وہ آدمی بہت خوش ہو گیا۔ جب وہ موت کے منہ سے نکل کے آیا تو خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ خوش ہو کے شدت فرح سے کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ

اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں

یہ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ اب بندے کو اونٹنی ملنے پر خوشی اتنی ہے اسے پتہ نہیں چل رہا کہ میں بول کیا رہا ہوں۔ اتنا رب کے کرم پر وہ خوش ہو گیا ہے اور اتنا رب کی رحمتوں کے وہ نظارے کر رہا ہے جب وہ زبان کھولتا ہے کرنا تو وہ تعریف چاہتا ہے لیکن بظاہر کلمہ کفریہ ہے کہ وہ کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ

اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں

marfat.com

جس وقت وہ یہ الفاظ بولتا ہے تو سرکار ﷺ فرماتے ہیں۔

اَخْطَاءَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ (مسلم کتاب التوبہ، جلد نمبر ۲، ص ۳۵۵)

خوشی کی شدت کی بنیاد پر کہ اس پر جو رب کی تجلی پڑی ہے اب اگرچہ غلطی کر رہا ہے مگر شریعت مواخذہ نہیں کرے گی۔ ایسے امور کو شطحیات کہا جاتا ہے۔

جب ایک آدمی انسان کے لحاظ سے جب اُسکو اتنی خوشی میسر آئی اسے پتہ نہیں چل رہا کہ میں نے بولنا کیا ہے الٹ بول گیا اُسنے کہنا تو یہ تھا کہ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ

لیکن وہ کہتا ہے کہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔

کتنی بڑی غلطی ہے اور کتنا کفریہ جملہ ہے اور کتنا سخت جملہ ہے مگر ربّ ذوالجلال خوش ہے کہ میرے بندے کو میرا خیال اتنا ہے کہ اپنی زبان کا خیال بھی نہیں کر رہا کہ میں بول کیا رہا ہوں، میری زبان سے نکلتا کیا ہے۔

اس واسطے اس مقام پر اللہ کے اولیاء جب ہوتے ہیں تو ان کی باتوں پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ اُن کی باتیں اُٹھا کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ شطحیات ہیں جن پر اگر اُن کو متوجہ کیا جائے تو وہ خود تائب ہوتے ہیں۔ کہ میری کیا مجال میں ایسا کہوں میرے نزدیک وہ میرا رب ہے میں اس کا بندہ ہوں۔ میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرا بندہ ہے اور میں اُس کا رب ہوں۔

جب متوجہ کیا جائے تو وہ ضرور بولتا ہے اس کو مانتا ہے۔ لیکن جب جلوے پڑ رہے ہوتے ہیں اس وقت ہوش نہیں ہوتا۔ تو اس بنیاد پر ایسی باتوں کو اپنی طرف سے ایٹم بم بنا کے تصوف کے اوپر نہ گرایا جائے۔ یہ تصوف کی وہ شان ہے کہ بندے کو

marfat.com

جب اپنا خیال نہیں ہے اپنے رب کے دھیان میں ہوتا جا رہا ہے۔

ابن قیم نے بدائع الفوائد میں شطحیات کے لحاظ سے یہ بات تسلیم کی ہے کہنے لگے پھر ہوتا کیا ہے۔

حَتّٰی یَغِیْبَ الْمُحِبُّ بِمَحْبُوْبِہٖ عَنْ نَفْسِہٖ

یہاں تک محبّ اپنے محبوب کے خیال میں اپنا آپ بھول جاتا ہے۔

فَلَا یَشْعُرُ اِلَّا بِمَحْبُوْبِہٖ

اُس کو اپنے محبوب کے علاوہ کسی چیز کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

وَلَا یَشْعُرُ بِنَفْسِہٖ

اسے اپنا بھی پتہ نہیں ہوتا۔

اگر اسے آگ دکھائی جائے تو اسے آگ کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں جل رہا ہوں۔اُسے خیال ہی اپنے محبوب کا ہوتا ہے۔

ہم ان اولیاء کا دفاع کر رہے ہیں جو حقیقت میں اولیاء ہیں جن کی جیب کو اگر کوئی چیک کرے تو فوراً سکر ختم ہو جائے اور فوراً ہوش میں ہوں تو وہ بیہوش نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے کسی فریب میں ہوتے ہیں۔میں ان کی بات کر رہا ہوں کہ جن کا انداز یہ ہے کہ۔

اتنے اپنے محبوب کی یاد میں کھو گئے ہیں انہیں اپنا پتہ نہیں یہاں تک کہ آگ لگے تو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ میں جل رہا ہوں۔ایسی صورتحال کے اندر کیا ہوتا ہے۔

ابن قیم نے کہا

وَمِنْ ھٰھُنَا نَشَأَتِ الشَّطْحِیَاتُ الصُّوْفِیَہ

(بدائع الفوائد، فصل السلام بصیغۃ الخطاب ص، ۲۸۶)

marfat.com

آج جس وقت ہم شطحیات بولتے ہیں تو یہ لوگ چار پتھر اٹھا کے آتے ہیں کہ شطحیات کہاں ہوتی ہیں؟ یہ دین میں کہاں ہیں؟ ان کا پیچھے پسِ منظر کیا ہے؟

اس بارے میں ایک تو میں نے حدیث پیش کردی ہے کہ یہ شطحیات ہوتی ہیں۔

جب وہ کہہ رہا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ

دوسرا اس کو کچھ تمہارے بھی جس وقت اُن کے ہوش ٹھکانے تھی' مانتے ہیں اور شطحیات کا ذکر کیا ہے کہ یہ صوفیاء کے شطحیات ہوتے ہیں۔ کہ جس وقت وہ اپنے محبوب کے بارے میں اس قدر اپنا آپ کھو بیٹھتے ہیں ایسی حالت میں کہ جب اُن کو اپنا خیال نہیں ہوتا تو وہ باتیں رب کی کرتے ہیں نسبت اپنی طرف کر رہے ہوتے ہیں۔

تصوف پر اعتراضات کے جوابات

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے لحاظ سے اتنا پراپیگنڈہ ہے کہ کہتے ہیں ان صوفیوں نے ہر چیز کو خدا مانا ہوا ہے کہ جس طرف دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہر چیز خدا ہے، ہر شے خدا ہے اور انہوں نے معاذ اللہ ہر ہر پتھر کو خدا سمجھا ہوا ہے اور ہر ہر جانور کو خدا سمجھا ہوا ہے۔ معاذ اللہ

"ھمہ اوست" کا کچھ لوگ یہ ترجمہ کرتے ہیں۔

اس انداز سے وہ لوگ نظریہ وحدت الوجود کی غلط بیانی کرتے ہیں۔

آیئے! جن کے ہاں صرف پھل سونگھائے ہی نہیں جاتے بلکہ کھلائے جاتے ہیں اُن سے پوچھو کہ ہمہ اوست کا مطلب کیا ہے۔

marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کو انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں سید الطائفہ کہا کہ وہ ولیوں کے سردار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں اس بات کی وضاحت کی کہ ہمہ اوست کا مطلب کیا ہے؟

پس اشیاء از حق باشند نہ حق

چیزیں خدا سے نہ کہ خدا ہیں۔

چیزیں خود اللہ نہیں اللہ کی مخلوق ہیں۔ یہ ہمہ اوست کے نظریے کے مطابق ہے کہ ہر چیز اللہ نہیں۔ بلکہ اللہ کی مخلوق ہیں۔

پس معنی ایں کلام کلام ایشاں کہ ہمہ اوست ہمہ ازوست

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے اس نظریے پر کوئی اعتراض نہ کرے کہ صوفیاء کا جو یہ نظریہ ہے "ہمہ اوست" تو اس کا مطلب "ہمہ از اوست" ہے ہمہ اوست کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ وہ ہے ہمہ از اوست کا مطلب ہے کہ سب کچھ اسی سے ہے، سب کچھ اُس نے پیدا کیا ہے، سب کچھ اُسی کی مخلوق ہے، ہر چیز میں اُس کا جلوہ ہے اور ہر چیز میں اُس کے نظارے موجود ہیں۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

جس وقت حضرت کلیم کوہ طور پر گئے تھے تو آواز درخت سے آئی تھی۔

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ

بے شک میں اللہ ہوں۔

یہ تو قرآن ہے کیا اس وقت درخت اللہ تھا؟ نہیں اللہ کے جلوؤں کا مظہر تھا اگر

marfat.com

قرآن میں اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کفر نہیں ہے تو پھر صوفیا کا ہمہ اوست بھی کفر نہیں ہے چونکہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کا مطلب بھی یہ ہے کہ میں اللہ نہیں ہوں بلکہ اللہ کے خاص جلووں کا مظہر ہوں۔ ایسے ہی جس وقت صوفیا ہمہ اوست کہتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے "ہمہ از اوست" ہر چیز جب پیدا اُس نے کی ہے تو ہر چیز بولی بھی اُسی کی بول رہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ وحدت الشہود کا ہے وحدت الوجود کا نہیں ہے لیکن جو وحدت الوجود پر کیے جانے والے اعتراض کا جواب دیتے ہیں ہمہ اوست کا مطلب ہے ہمہ از اوست۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا۔

ھمه اوست ھمه ازوست باشد که مختار علماء کرام است

ہمہ اوست کا مطلب ہمہ از اوست ہے جو کہ علماء کرام کے نزدیک مختار ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی چونکہ ہمہ از وست مانتے ہیں تو حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ہمہ اوست والے مانتے وہی ہیں جو ہم مانتے ہیں کہ ہر جگہ کائنات میں رب ذوالجلال کا شہود ہے ہر ذرہ خود رب نہیں ہے۔

اسکے بعد فرمانے لگے کہ جان لو!

که درمیان علماء کرام و صوفیاء عظام نصرھم الله تعالیٰ سبحانه الی یوم القیامة فی الحقیقت نزع نه باشد

حقیقت میں صوفیاء اور علماء کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے یعنی اس بنیاد پر شریعت کا بڑا پہرہ تھا اور مواخذہ تھا کہ کون ہوسکتا ہے جو ذرے ذرے کو خدا کہے تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ علماء اور صوفیاء جو ہمہ

marfat.com

اوست کہنے والے تھے ان میں کوئی جھگڑا نہیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علماء بھی یہی کہتے ہیں یعنی قرآن وسنت کا بھی یہی مضمون ہے اور صوفیاء کا بھی یہی مضمون ہے آپس میں کسی طرح کا کوئی نزع نہیں ہے۔

لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ دو نظریے جدا جدا کیوں ہیں؟

ایک ہمہ اوست دوسرا ہمہ از وست، ایک وحدت الوجود اور دوسرا وحدت الشہود تو یہ دو جدا نظریے کیوں ہیں؟

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

دونوں باتوں کا، دونوں نظریوں کا انجام ایک ہے، نتیجہ ایک ہے۔

ایں قدر فرق است

وحدت الوجود اور وحدت الشہود والوں کے درمیان اتنا فرق ہے

کہ صوفیاء اشیاء راظهورات حق می گوید

کیونکہ صوفیاء کرام اشیاء کو ظہورِ خدا مانتے ہیں۔ کہ اللہ کے جلووں کا یہاں سے ظہور ہوتا ہے۔ ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔

لیکن علماء ازیں لفظ نیز تحاشی فی نماید

(مکتوبات شریف، دفتر نور الخلائق، مکتوب نمبر ۴۴)

لیکن علماء چاہتے ہیں کہ یہ جملہ بولنے میں بھی پرہیز کی جائے کیونکہ وہ صوفیاء ہر چیز کو خدا تو مانتے نہیں خدا کے ظہور کی جگہ مانتے ہیں کہ وہاں سے اللہ تعالیٰ کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے تو علماء چاہتے ہیں کہ اس سے بھی احتراز کیا جائے۔ اس واسطے کہ آگے ایک گمراہ ٹولہ ہے۔ جس کو حلولیہ کہا جاتا ہے اُن کا مذہب ہے کہ اللہ نے ہر چیز میں

marfat.com

حلول کیا ہوا ہے اللہ ہر بندے میں ہے، اللہ گائے میں ہے، اللہ گھوڑے میں ہے، اللہ درخت میں ہے، وہ حلولیہ ہیں۔ لیکن حلول کا وحدت الوجود کا فرق ہے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

منصور که انا الحق مرادش آں نیست که من حقم و باحق متحدم که ان کفراست و موجب قتل او بلکه معنی قول او آنست که من نیسم موجود حق است۔

(مکتوبات شریف، دفتر نور الخلائق مکتوب نمبر ۴۴، جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۱۷)

منصور نے جو انا الحق کہا تو ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں حق اور حق کیساتھ متحد ہوں جو کہ کفر اور ان کے قتل کا موجب بلکہ ان کے قول کا مطلب یہ تھا میں موجود نہیں ہوں۔ حق موجود ہے۔

وہ ظالم و گمراہ ہیں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس واسطے علماء چاہتے ہیں کہ احتیاط اتنی ہونی چاہیے کہ کہیں کوئی اس سے پھسل کے حلولیہ میں نہ داخل ہو جائے تو اتنا لفظ درمیاں میں احتیاط کا موجود ہے ورنہ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ علماء اور صوفیاء کے ہمہ اوست اور ہمہ از وست ان دونوں نظریوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہے دونوں کی ایک ہی بات ہے صرف فرق اطلاق کے لحاظ سے باقی رہ گیا کہ ہم علماء اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیان کرنے میں بھی ایسا جملہ نہ بولو کہ جس سے کسی کو وہم پڑ سکتا ہو اور شک پڑ سکتا ہو۔

لہٰذا صرف ایک احتیاط کا معاملہ ہے۔ ورنہ ہمہ اوست کہنے والے بھی نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ ذرہ ذرہ عین خدا نہیں ہے بلکہ ذرے ذرے سے خدا کے جلووں کا شہود ہوتا ہے۔

marfat.com

تو یہ کچھ لوگوں نے پراپیگنڈہ بنا رکھا تھا تو میں نے اپنی طرف سے وضاحت کرنے کی بجائے اُن سے کروائی ہے کہ جن کے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا۔

وہ دو قومی نظریے کے بانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اکبر کے مقابلے میں دین پر پہرہ دینے والے۔ انہوں نے یہ بات واضح کر دی ہے۔ اگر کوئی معمولی سا بھی سقم ہوتا تو مجدد الف ثانی ضرور مواخذہ کرتے اور اس نظریے کو غلط ثابت کرتے۔ انہوں نے اس کی وجہ بیان کر دی ہے کہ اس کھانے میں کفر نہ ڈالا جائے۔ یہ محبت الٰہی کا جوان کے نزدیک ایک پَرتَو ہے انہیں ایسا مشاہدہ ہو جاتا ہے لہٰذا مشاہدہ حقیقت کا ہو سکتا ہے مجدد صرف احتیاط سے بیان کرنے کا قول دے رہے تھے اور حقیقت میں ان دونوں کے اندر کوئی فرق نہیں ہے کہ ذرہ ذرہ ہرگز اللہ نہیں ہے۔ بلکہ ذرہ ذرہ اللہ کی مخلوق ہے اور اُس کا پتہ دینے والا ہے۔

اصل میں جتنا ادب یہ لوگ یعنی صوفیاء کر سکتے ہیں۔ اتنا عام بندہ نہیں کر سکتا ہے یعنی یہ لوگ جو معرفت کا پھل کھانے والے ہیں۔ جن کو لذتیں آئی ہیں ان کو پتہ ہے کہ معرفت اور راز کیا ہے اور حقیقت کیا ہے پھر وہ جو لفظوں کے ہیر پھیر میں ہوں انہیں تو بات کرنے کا پتہ ہی نہیں حقیقت بیان کرنے کا پتہ کیسے ہو گا؟

غیر مقلدین کے ایک پمفلٹ میں موضوع لکھا گیا ہے ''دیکھنا کہیں اللہ نہ بھلا دے'' تعلیم و تزکیہ کے نام سے کورس ہو رہا ہے اور اللہ کی توحید پر درس کیا ہو رہا ہے۔ دیکھنا کہیں اللہ نہ بھلا دے۔

موضوع تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ''دیکھنا کہیں بھول نہ جانا'' مگر موضوع کیا ہے؟ ''دیکھنا کہیں اللہ نہ بھلا دے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بھلانے کی نسبت کی ہے

marfat.com

حالانکہ بندہ خود بھولتا ہے اگر چہ امر الٰہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ تو اپنی طرف بھولنے کی نسبت کرتے کہ دیکھنا کہیں بھول نہ جانا جبکہ یہ کہتے ہیں ''دیکھنا کہیں اللہ نہ بھلا دے''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ جملہ کیسے بولنا ہے۔

اللہ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا (سورۃ البقرۃ:۲۸۶)

اے اللہ جو ہم بھولتے ہیں مواخذہ نہ کر۔ تو بندے کی یہ شان ہے کہ وہ جانے میں بھولا، نہ کہ اللہ کو الزام دے کہ تو نے مجھے بھلایا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا

اگر ہم بھول گئے تو اے اللہ گرفت نہ کر، مواخذہ نہ کر، حساب نہ کر۔

تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر دی۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِك

جو تم نے اچھا کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر برا کیا ہے تو وہ تمہاری طرف سے ہے اللہ کہتا ہے تمہاری طرف سے ہے یہ کہتے ہیں اے اللہ تیری طرف سے دیکھنا کہیں رب نہ بھلا دے۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مورد الزام بنایا گیا کہ وہ بھلا نہ دے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ کس کی پاور ہے کہ اللہ بھلانا چاہے اور کوئی نہ بھولے، کس کی یہ مجال ہے۔ ایک جملہ بولا جاتا ہے دیکھنا کہیں وہ تمہیں لوٹ نہ لیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ آگے سے مقابلہ کرنا۔ ڈاکو راستے میں کھڑا ہے۔ یعنی ایسے چانسز ہیں کہ تو مقابلہ کرے تو غالب آسکتا ہے ''دیکھنا'' وہاں بولا جاتا ہے جہاں مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

تو یہ اللہ کے مقابلے میں تیار کر وا رہے ہیں دیکھنا کہیں رب نہ بھلا دے۔ اپنے

marfat.com

کورس میں تیاری کروا رہے ہیں کہ پوری طرح مسلح ہو کر نکلو اللہ بھلائے گا تم نے بھولنا نہیں مقابلہ کرنا ہے۔ یہ توحید ہے؟ دیکھنا کہیں خدا بھلا نہ دے۔

رب بھلانے پہ آئے تو بچ کون سکتا ہے۔ توحید سمجھنی ہے تو صوفیوں کے پاس جانا پڑے گا۔

آجکل یہ بات بڑی اچھالی جارہی ہے۔ کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا جھنڈا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے سے اونچا ہے۔ ظاہر ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ بایزید بسطامی جیسے کروڑوں ہوں تو میرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو سرکار ﷺ کے جھنڈے سے بایزید بسطامی کا جھنڈا اونچا کیسے ہوسکتا ہے؟

اب بات ہو اُن لوگوں کی اور بات ہو ہیرے کی تو سمجھنے کیلئے کسی چمار کو دے دی جائے؟ ہیرا اگر چمار کو دے دیا جائے تو اُسے پتہ چلے گا کہ کس قسم کا ہیرا ہے؟ ہیرے کا پتہ کروانا ہو گا تو جوہری کے پاس جانا پڑے گا۔

وہ شکست خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شہبازی

جس نے ساری زندگی کرگسوں اور گدھوں میں گذاری ہو اسکو ان شہبازوں کی باتوں کی سمجھ کیسے آسکتی ہے۔ ایک جواب یا تو یہ ہے

ولی ہونا رب کی شان ہے نبی ہونا رب کی شان نہیں ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

اللہ نے اپنے آپ کو ولی تو کہا ہے اگرچہ معنی اس کا بندوں کے لحاظ سے جدا ہے مگر کہیں اللہ نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا تو پھر ولایت کا جھنڈا ہوا رب کا جھنڈا نبوت کا

marfat.com

جھنڈا ابنا رسالت کا جھنڈا تو پھر نبوت کے جھنڈے سے اللہ کی الوھیت کا جھنڈا اونچا ہے۔

کس طرح ادب کے تقاضے ہیں۔اُن سے پوچھنا پڑے گا کہ جن کی بات ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔بالخصوص صوفیاء کے حالات اور انکی طبیعتوں کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولایت کا مطلب ہوتا ہے ہر وقت خالق کو دیکھنا اور نبوت کا مطلب ہوتا ہے مخلوق کو پکڑ کے خالق تک پہنچانا۔نبوت مخلوق کی طرف توجہ ہے کہ مخلوق کو صحیح کر کے رب تک پہنچانا ہے اور ولایت خالق کی طرف توجہ ہے اسے جھنڈے کی بلندی سے تعبیر کیا۔

دوسرا جواب:۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت بایزید بسطامی نے اس لیے یہ کہا ہے

نوائے خود را لوائے ولایت میداند ولوائے محمد علیه الصلوات والتسلیمات لوائے نبوت۔

انہوں نے اپنے جھنڈے کو لوائے ولایت کہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو لوائے نبوت کہا ہے۔

تیسرا جواب:۔اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔

لہٰذا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت کوئی معمولی عدالت نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں میری فاروقی عدالت نے جوش مارا تو میں نے اکبر کو پکڑ لیا۔میں نے جہانگیر کا تختہ الٹ دیا۔وہ مجدد الف ثانی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو ناکوں چنے چبوائیں اور صرف اس لئے کہ رگوں میں خونِ فاروقِ اعظم ہے۔شریعت کے پہرے میں اتنے

marfat.com

زبردست ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بایزید بسطامی کے وکیل...... بن جائیں۔ اگر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وکیل صفائی بنے ہیں اور انہوں نے بیان کیا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ جنہوں نے برصغیر میں مسجدوں پہ پہرہ دیا ہے، انہوں نے توحید پہ بھی پہرہ دیا ہے۔

اور ان کی کمپنی کا کوئی بتاؤ؟ جب اکبر دین بگاڑ رہا تھا تو کون ڈٹ کے سامنے کھڑا تھا؟ کوئی نہیں تھا کیوں کہ اُس وقت ایسے لوگ تھے ہی نہیں تو کھڑا ہوتا کون؟ ہمارے اس وقت بھی شیر تھے اور انہوں نے مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔

اس واسطے باتیں تو ساری کرنی پڑتی ہیں، شیشہ تو دکھلانا پڑتا ہے۔ اگر آج پیچھے دکھلاتے ہو تو بتاؤ جس وقت میدان لگا تھا اور اکبر کے مقابلے میں جند جان دینے کا وقت آیا تھا، خرمن کو آگ لگ گئی تھی اور نشیمن پر بجلیاں برس رہی تھیں۔ اس وقت کون تھا؟ کس نے بچایا تھا ؟ تو ہم سر اُٹھا کے کہتے ہیں۔

آ چکے تھے برق کی زد میں تمام اہل چمن
ہم نے اپنے آشیانے کو مقابل کر دیا

یہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے آشیانہ سامنے رکھا ہے اور یہ کہا اکبر

چمن پہ بجلی گرانے والے چمن کا اس میں بھی فائدہ ہے
جلیں گے مل کے جو آشیانے تو دور تک روشنی رہے گی

وہ گوالیار کے قلعے میں بند ہو گئے روشنی آج بھی موجود ہے۔ یہ دین کو سمجھنے کا انداز ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی صراط مستقیم پہ برقرار رکھے۔

وَ آخِرُ دعوانا ان الحمد للّٰہِ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
8

رنج والم سے نجات کا راستہ

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِعَشْرَةٍ يُعْتِقُ فِيْهَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِيْبِهِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ۸ سورہ اعراف، آیت ۵۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ

سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور پر نور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

رونق محفل پدر بزرگوار حضرت صوفی غلام سرور صاحب زید مجدہ

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو آج ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے اٹھائیسویں (28) سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے

"رنج والم سے نجات کا راستہ"

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو رنج والم سے محفوظ رکھے اور رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطاء فرمائے۔ اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان پر حالات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی اسے موافق اور سازگار حالات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور کبھی اسے مشکلات اور مصائب کی وادیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ چونکہ انسان کمزور ہے ایسے میں اسے پھر تعاون کی ضرورت ہوتی ہے مدد کی ضرورت ہوتی ہے اس غم والم کو دور کرنے کے لیے اسے کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اسکا کرم اور اسکی مدد انسان کیلئے کافی ہے۔ اس مدد کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے، کبھی رب

marfat.com

ذوالجلال کے انبیاء علیہم السلام سے کبھی اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالی سے اور کبھی اللہ تعالی مخلوقات کے دیگر افراد کو اور عام بندوں کو انکے درجے کے مطابق بندوں کیلئے مددگار بنا دیتا ہے۔

ایسے میں اللہ تعالی کی رحمت کے حصول کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کسطرح درخواست کرنی چاہیے۔اپنے رب کو اپنے اوپر مہربانی کیلئے کس طرح ندا کرنی چاہیے؟
اگر ہم اپنی طرف سے کوئی مضمون بناتے ہیں اپنی طرف سے اللہ تعالی کے حضور اپنی درخواست پیش کرنے کے لئے کوئی عبارت ہم بولتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی ایسی کمی ہو، کہ وقت تو ہو رحمت کے نزول کا لیکن رب ذوالجلال ان لفظوں سے ناراض ہو جائے۔اللہ تعالی ان جملوں کی وجہ سے ناراض ہو جائے۔رحمتوں کے نزول کی بجائے اللہ تعالی کا عتاب آجائے۔

اس واسطے ادھر بندے کی صورتحال یہ ہے کہ وہ ڈوبنے کو ہے، وہ جلنے کو ہے، وہ مرنے کو ہے، وہ کچلنے کو ہے حالات کے نیچے روندے جانے کے بالکل قریب ہے اور اب اس کے پاس کلمہ اور حتمی انداز ہونا چاہیے کہ جونہی وہ بولتا جائے تو اُدھر سے در رحمت کھل جائے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

(پ۲، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۸۶)
میرے محبوب جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو ان کو بتا دو کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو سنتا ہوں اور

marfat.com

قبول کر لیتا ہوں۔اس سلسلے میں ہمارے پاس قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ایسے بہترین جملے اور ایسی بہترین دعائیں میسر ہیں کہ جن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف میں ہمارے لئے بہت بڑی سعادتوں کا پیغام ہے اور جن کی وجہ سے در رحمت کھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نواز دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

جو لوگ نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں محروم نہیں رکھتی۔اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت کو ان کے شامل حال فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے اُنکے ہر قسم کے امور طے پا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو وہ ہر لحہ اپنے قریب محسوس کرتے ہیں۔

ایسے میں رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اتنا جامع نصاب عطا کیا گیا ہے کہ جس طرح کے بھی حالات آجائیں اور جو بھی صورتحال ہو۔محبوب علیہ السلام کا ایک ایک جملہ ہمارے لئے حوالہ رحمت ہے اور ایک ایک جملہ گلشنِ برکات ہے کہ جس وقت " الفاظ ادا کئے جاتے ہیں۔تو اُن پر سند یہ ہوتی ہے کہ ہمارے بولنے سے پہلے وہی جملہ ہمارے نبی علیہ السلام نے بول کر اپنے رب کے دربار میں رجسٹریشن کروادی ہے۔

لہٰذا جس وقت ہم وہی جملہ بولتے ہیں تو اس کی وجہ سے اگر زبانیں ہماری ہیں لیکن اُن کے اندر رسول اکرم ﷺ کے الفاظ کی نسبت موجود ہے۔جس کی وجہ سے وہ الفاظ چابی اور کلید کا کام کرتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے برکات کا حصول ہوتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص کو ہلاک کر دینے والا درد اور اس کا علاج

marfat.com

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

ایک دن میرے پاس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ کی جلوہ گری ہوئی تو۔۔۔ مجھے شدید قسم کا درد تھا۔۔ میں بیمار تھا اور اتنا شدید درد تھا۔۔۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔

ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ

ثُمَّ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا

اپنے ہاتھ کو وہاں رکھو جہاں تجھے درد ہو رہا ہے۔

قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کہو۔

قُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ

(الاذکار، باب مایقول المریض، ص ۱۳۲)

سات مرتبہ یہ کہو میں اللہ کی عزت اور قدرت کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس بیماری کے شر سے جو میں محسوس کر رہا ہوں۔

جو بھی اس وقت میرا ایک الم ہے اسکا جو شر ہے اسکی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اسکی قدرت کی پناہ میں جا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی عزت اور اسکی قدرت کی پناہ میں میں داخل ہوتا ہوں اس شر سے جو اس وجہ سے میرے قریب آ رہا ہے۔ یہ کلمات تم اپنی زبان سے ادا کرو۔

ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں یہاں زائد الفاظ بھی ہیں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ کہتے ہیں۔ مجھے جس وقت نبی علیہ السلام نے یہ بتایا۔

فَفَعَلْتُ

تو میں نے ایسا ہی کیا

فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ

تو فوراً جتنا بھی میرا مرض تھا وہ ختم ہوا اور درد دور ہو گیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

لَمْ اَزَلْ اٰمُرُ بِهٖ اَهْلِيْ

میں ہمیشہ اپنے خاندان والوں کو گھر والوں کو بیوی بچوں کو یہ الفاظ میں پڑھاتا تھا اور یاد کرواتا تھا اور ان کو میں کہتا تھا کہ جس کو جو بیماری ہو اس طرح ہاتھ رکھے اور یہ کلمات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے درد کو دور کر دے گا

یہ حتمی شفا کے ذریعے کے طور پر وہ چیزیں ہیں کہ جو سید عالم ﷺ کی رحمت کا ایک حصہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کہا اور پھر یہ بیان کر دیا کہ میری رحمت محسنین کے قریب ہے تو اس طرح سید عالم ﷺ کا ایک ایک جملہ بھی رحمت ہے جس کی وجہ پر کوئی انسان آج بھی یقین کامل کے ساتھ اور اپنے قلبی خلوص کے ساتھ جب یہ کہتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اسکے شامل حال ہو جاتی ہے۔

اس سلسلے میں ابھی بہت سی باتیں اور دعائیہ کلمات آرہے ہیں۔

کچھ لوگ پھر یہ سوچتے ہیں کہ کیا ہمیں یہ پڑھنے کی اجازت بھی ہے کہ نہیں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک ...... کو یہ تحفہ دیا ہے تو ساری امت کیلئے اس کی اجازت ہے لیکن ایک خاص اجازت جو شیوخ کی طرف سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی ساری محنتیں اور ان کے سارے وظائف کی برکات بھی شامل ہو جاتی ہیں اس

marfat.com

اجازت کا بھی یقیناً اثر ہوتا ہے تو اس کی بھی اجازت ہی اجازت ہے کہ مجھے مشائخ بغداد شریف نے تمام اوراد وظائف کی جو اجازت دی تھی اس کے ساتھ میں اس کو بیان کر رہا ہوں۔ لہٰذا اسمیں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے آپ اس کو یقین کامل کے ساتھ رب ذوالجلال کے فضل کی طرف نگاہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے دامن رحمت کو تھامتے ہوئے اپنے شیوخ کے توسل کے ساتھ پڑھیں ان الفاظ کو جس وقت ادا کریں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً رحمتوں کا نزول ہو جائے گا۔

دکھ، درد اور مصیبت کیلئے اکسیر وظیفہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ کلمات کی تلقین کی ہے اور وہ کلمات مجھے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یاد کروائے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلقین بھی کی اور حکم بھی دیا۔

اِنْ نَزَلَ بِیْ کَرْبٌ اَوْ شِدَّۃٌ

کہ اگر مجھے کوئی دکھ ہو مجھ پر کوئی مصیبت آ جائے اور حالات سخت ہو جائیں تو میں یہ کہوں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْکَرِیْمُ الْعَظِیْمُ سُبْحَانَهٗ تَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یہ کلمات رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکھائے۔

اچھے کلام کے ہر جملے سے بندے کو برکتیں ملتی ہیں۔ لیکن بعض کلمات کی بعض حالات کے ساتھ مناسبت ہے یعنی جس طرح لوہا سارا ایک طرح کا ہے۔ مگر جس

marfat.com

وقت اس کے دندانے بنتے ہیں تو کوئی چابی کسی تالے کیلئے کام دیتی ہے اور کوئی چابی کسی دوسرے کیلئے کام کرتی ہے۔ کیونکہ اسکی مناسبت ہوتی ہے۔ ایسے ہی خیر تو ان سب کلمات میں ہے لیکن بطور خاص احوال کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا کرم برستا کیسے ہے اور محبوب علیہ السلام کا مقام یہ ہے کہ جو فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لئے مسکرایا ہوں کہ میرا رب مسکرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق ہے اسکی بنیاد پر ہے کہ فلاں بندے یہ سختی ہے تو اس پر نرمی ایسے ہو سکتی ہے اور جو کلمات کے اندر خصوصیت ہے کہ یہ کہو گے تو خدا پہلے جتنا بھی ناراض تھا راضی ہو جائیگا اور اور یقیناً وہ نواز دے گا اس واسطے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔ اے علی! جب مصیبت آجائے تو یہ کلمات پڑھا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ کلمات پڑھتا تھا اللہ شفا عطا فرما دیتا تھا۔

اور پھر انہوں نے یہ وظیفہ لوگوں کو سکھایا بھی ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ وظیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیکھا اور پھر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ آگے سکھاتے رہتے اور اس کو پڑھ کے باقاعدہ پھونک مارتے تھے۔

وَيُعَلِّمُهَا مُغْتَرِبَةً (اذکار، باب دعاء الکرب ص، ۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس وظیفہ کی تعلیم مُغْتَرِبَةً بچی کو ضرور دیتے تھے۔ مُغْتَرِبَةً وہ لڑکی ہے جس کی شادی اجنبیوں میں کی جائے۔ اگر بچی کی شادی اپنے رشتہ داروں میں نہ ہو اس کو مغتربہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بالخصوص اپنے خاندان کی اس بچی کو یہ دعا

marfat.com

ضرور یاد کرواتے تھے کہ جس کی شادی اجنبیوں میں ہوتی تھی۔ کہ تم یہ وظیفہ پڑھتی رہا کرو اللہ تعالی کا فضل تمہارے شامل حال ہو جائے گا۔

اس لحاظ سے ہمیں بھی اپنی بہنوں کو، بچیوں کو یہ دعا ضرور یاد کروانی چاہیے یہ چیزیں ہیں جو ہمارے لئے قدم قدم پر رحمتوں کا حوالہ بننے والی ہیں

دکھوں کے بھنور سے نکلنے کے لئے وظیفہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ؟

کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں؟

اِذَا وَقَعْتَ فِیْ وَرْطَۃٍ قُلْتَھَا

جب کبھی کوئی دکھوں کا بھنور ہو اور تم اس میں پھنسے ہوئے ہو اس وقت وہ کہو جو تمہیں فائدہ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا

بلٰی

کیوں نہیں۔

جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاکَ

مجھے رب تجھ پہ قربان کرے

میرے محبوب ﷺ آپ مجھے بتائیں وہ کلمات کونسے ہیں تو اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب غم آ جائیں، دکھوں کے سائے لمبے ہو جائیں تو

قُلْ۔ تم یہ کہو

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یہ تم ملا کے پڑھا کرو

اِنَّ اللّٰهَ یَصْرِفُ بِهَا مَاشَاءَ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَاءِ

(اذکار، باب مایقوله اذا وقع فی هلکة، ص ۱۲۳)

بے شک اللہ تعالی اس کے ساتھ دکھوں کی تمام اقسام میں سے جس کو چاہے گا دور فرمادے گا۔

مصیبتوں کی جتنی اقسام ہیں ان سب کیلئے یہ ایک علاج کافی ہے۔ تم صدق دل سے اللہ تعالی کی رحمتوں کی امید رکھتے ہوئے میرے کہنے کے مطابق اس ترتیب کے ساتھ انہی کلمات کو پڑھو گے تو اللہ تمہیں دکھوں، مصیبتوں سے نجات عطا فرمادے گا۔

جنگ اور حملے کے خطرہ کے وقت کی دعا

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں بعض خاص حالات کے اندر بالخصوص جب جنگیں ہوتی تھیں اور بعض قوموں کے حملے کا خطرہ ہوتا تھا کہ اب مسلماں فلاں علاقے میں تھوڑے ہیں کفار کا ان پر حملے کا خطرہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو یہ سبق دیا کہ تم اس وقت یہ دعا مانگا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

(الاذکار باب الدعاء عند القتال، ص ۲۱۰)

ہم ان کو ختم کرنے کیلئے یا اللہ تجھے درخواست پیش کرتے ہیں کہ تو ان کو ختم کردے اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور ان کے شر سے بچنے کے لئے تیری رحمت کے حصار میں آرہے ہیں۔

maktabah.com

جس وقت یہ کلمات تم پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے شامل حال ہو جائے گا۔

ایسے ہی اگر مسلمانوں پہ ظلم وستم ہو رہا ہو اور مسلمانوں کا حاکم ان کو جاہی کی طرف دھکیل رہا ہو اور اس کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم ہوں تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جس وقت ایسی صورتحال ہو یعنی کسی بادشاہ کے مظالم بڑھ رہے ہوں یا مسلمانوں کے اندر کوئی حاکم ظالم ہو جس کی وجہ سے لوگوں کو ڈر آتا ہو، لوگوں کے لئے مسائل پیدا ہو رہے ہوں تو اس وقت عام وظیفہ یہ ہونا چاہیے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ

(الاذکار، باب ما یقول اذا خاف سلطانا، ص ۱۴۴)

اے حلیم و کریم رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو سات آسمانوں کا رب ہے اور تو عرش عظیم کا رب ہے اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرا پڑوسی عزت پاتا ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا "وجل ثناؤک" تیری ثنا کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے۔

جس وقت یہ جملے بولے جاتے ہیں کتنا ہی سخت سے سخت دل حکمران کیوں نہ ہو اس کے دل میں عوام کیلئے نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے رحمت کا ایک سلسلہ عام فرما دیتا ہے۔

مختلف مصیبتوں کیلئے ایک کامیاب نسخہ اور دعا

بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں اور ایسی مصیبتیں بندے پر آتی ہیں اور جہاں یہ

marfat.com

لگے کہ بظاہر یہ دروازہ کھل ہی نہیں سکتا۔وہ دروازے بھی کچھ کلمات سے یوں کھلتے ہیں جیسے پہلے کبھی بند ہوئے ہی نہیں تھے اگر بندہ ہو جس کی آنکھیں ہی نہ ہوں جس کے سننے کیلئے کان ہی نہ ہوں۔اب اس کیلئے جہاں تاریک ہے لیکن یہاں بھی اللہ کے فضل سے ایسے رحمت کے حصول کے اسباب موجود ہیں کہ جس وقت بندہ متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالی کی رحمت جھوم کے برسنا شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک نابینا آدمی سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں آ گیا اور کہنے لگا۔

اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ

اے محبوب ﷺ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے عافیت دے مطلب یہ ہے کہ میری آنکھیں بینائی والی ہوں اللہ مجھ پر فضل کر دے آپ میرے لئے دعا کریں۔اب رسول اکرم ﷺ کے پاس دینے کیلئے اتنا کچھ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز مانگتا تھا تو آپ فرماتے تھے تجھے صرف یہی چاہیے یا اور بھی چاہیے۔

جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ آگے لوگوں کو یوں آفر نہیں کرسکتا۔لیکن

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں دُرّ بے بہا دیئے ہیں

اب جس وقت اس شخص نے مانگا تو میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام فرمانے لگے۔

اِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ وَاِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ

اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہارے لیے موخر کرتا ہوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر چاہتے ہو تو میں دعا کرتا ہوں۔

marfat.com

اگر چاہو تو اس حالت میں صبر کرو تمہارے لئے آنکھوں کی بہ نسبت یہ حالت اچھی ہے اور اگر تم چاہتے ہو تو میں دعا کرتا ہوں۔

تو اس نابینا صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آنکھوں کی ضرورت ہے آپ میرے لئے دعا کردیں۔

ایسے ہی ایک خاتون نے سوال کیا تھا کہ یارسول ﷺ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے آپ میرے لیے دعا کریں تو آپ نے اسے بھی اختیار دیا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں دعا کردیتا ہوں اور تم چاہو تو اس پہ صبر کرو تمہیں جنت مل جائے گی۔ تو اس نے عرض کیا تھا کہ میں اس پر صبر کرتی ہوں اور آپ میرے لئے جنت کا اعلان فرمادیں۔ ان کا انداز اپنا تھا اور اپنا ذوق تھا۔

لیکن ان نابینا صحابی کا انداز اپنا ہے۔ اس صحابی کا کوئی ناقص فیصلہ نہیں اگر سارے جنت مانگتے جاتے تو شاید شک والے کہتے کہ جنت کا تو پتہ نہیں ملتی ہے یا نہیں ملتی ان کو اگر آنکھیں ملتی تو پھر پتہ چلتا کہ ان کی باتیں مانی جاتی ہیں۔

یہاں پر مجمع علیحدہ ہے جہاں سرکار نے فرمایا تھا کہ تم یہ جا کے کرو اور وہ غائبانہ بیٹھے ہوئے اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور دعا میں حوالہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دے رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ

تیرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کا نام نبی الرحمۃ ہے میں ان کو ساتھ لیکر ان کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔

تمہارے نبی کو ساتھ لے کے میں آیا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا لحاظ کرنا ان کی وجہ سے میں مانگ رہا ہوں۔ اور پھر صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کہا کہ نبی

maktabah.org

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ تم میری ساتھ ہو جاؤ۔

یَا مُحَمَّدُ

یہ لفظ بحیثیت وصف کے بولتے ہوئے نابینا صحابی نے غائبانہ انداز میں یا محمد

کہا۔ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق باقاعدہ یا کا کلمہ موجود ہے۔

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ

اے محبوب ﷺ میں تمہیں ساتھ لے کے رب کی طرف جا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کی کہ میں تیری بارگاہ میں تیرے محبوب کو ساتھ

لے کے آیا ہوں تمہارے رب کے دربار میں میں تمہارا نام پیش کر رہا ہوں کیوں؟

فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی

تا کہ یہ جو میری حاجت ہے پوری ہو جائے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ لفظ وہ دیا جو کروڑوں حاجتوں کو شامل ہو۔

اگر یہ ہوتا کہ جو میرا نابینا پن ہے یہ دور ہو جائے۔یہ لفظ آجاتے تو پھر یہ دعا صرف

نابینوں کیلئے کافی ہوتی دوسرے لوگوں کی بیماریوں اور مسائل کیلئے اس دعا کا فائدہ

شاید نہ ہو سکتا۔لیکن محبوب علیہ السلام نے لفظ ایسا جامع دیا کہ جو بھی حاجت ہو حاجت

لفظ بول دو۔

وضو کرو یہ کلمات پڑھو اور دعا مانگو تو اللہ تمام حاجتیں پوری فرما دے گا۔

آخر میں فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ (ابن ماجہ،حدیث نمبر ۱۳۸۵)

اے اللہ میرے محبوب علیہ السلام کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔

marfat.com

یہ انداز رسول اکرم ﷺ نے دیا کہ دعا تو رب سے مانگی جا رہی ہے لیکن سرکار کو درمیان میں وسیلہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ سرکار کوئی اجنبی تو نہیں ہیں۔ دعا کے اندر بھی سرکار کو خطاب ہے۔ پہلے اسئلک سے اور آخر میں اللّٰھم سے اللہ تعالیٰ کو خطاب ہے۔ لیکن درمیان میں رسول اکرم ﷺ کو کہا "یا محمد انی توجہت بک" میں آپ کے ذریعے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوں ساتھ اس سے پتہ چلا کہ جو دور بیٹھا لفظ یا پکار رہا ہے اور اس طرح محبوب علیہ السلام سے کہہ رہا ہے تو محبوب علیہ السلام کو خبر ہے کہ میرا امتی فریاد کر رہا ہے۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

لہٰذا اس انداز سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سماعت سے جانتے بھی ہیں اور پھر سفارش بھی کرتے ہیں۔ سفارش کرنے والے کو خبر ہی نہ ہو تو سفارش ہوگی کیسے؟ اور پھر کہا یہ جا رہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

اس سے پتہ چلا محبوب علیہ السلام سنتے بھی ہیں اور سفارش بھی فرماتے ہیں۔

یہ کلمات آپ نے صحابی کو دیے کہ وضو کر کے یہ کلمات پڑھ کے دعا مانگو۔ ادھر مجمع لگا ہوا تھا۔

قَالَ عُثْمَانُ فَوَاللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ بِهٖ ضُرٌّ قَطُّ۔ (البدایہ جلد ۶، ص ۵۴۳، طبع دار المعرفہ بیروت)

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا خدا کی قسم ابھی ہم رسول اللہ ﷺ کی محفل سے نہیں اٹھے تھے اور نہ ہی بات لمبی ہوئی یہاں تک وہ نابینا داخل ہوا آنکھیں بالکل درست تھیں۔

marfat.com

اس انداز میں ان الفاظ کی تاثیر ہے مگر عقیدہ کا اس کے اندر بہت بڑا دخل ہے
بندے کا عقیدہ سرکار کے بارے میں درست ہونا چاہیے۔

ایسے ہی ایک بندہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اس کو کوئی مسئلہ تھا اور وہ حل کروانا چاہتا تھا۔ کئی دن آپکے پاس آتا رہا۔ لیکن اس کا مسئلہ حل نہ ہوا۔ اس کو کسی نے بتایا کہ تمھیں وہ وظیفہ پڑھنا چاہیے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نابینا کو بتایا تھا تو اس کا کام بن گیا تھا۔ تیرا کام تو اس کے مقابلے میں چھوٹا ہے۔

لہٰذا اس شخص نے وضو کیا یہی دعا پڑھی۔ تو وہی کام جو کافی دیر سے اٹکا ہوا تھا وہ فوراً حل ہو گیا۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رحمت کا ایک خزانہ ہے کہ جو بھی قلبی یقین کے ساتھ یہ کلمات پڑھے گا یقیناً اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کے حصول کی نوید مل جائے گی۔

شیطان لعین کے حملے کے وقت کی دعا

ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے شیطان ہے جو ہمیں ہر جگہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے جال میں پھنسا کے اپنا کام کروانا چاہتا ہے اور پھر بالخصوص جس وقت بندہ نیک ہوتا ہے شیطان اس کے مقابلے کیلئے تیز ہوتا ہے۔

اگر پہلے سے ہی اسکی مٹھی میں بند ہوا سے دور سے جا کر شکار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن جو اس کے مقابلے میں اس کو ایک دو بار گرا بھی چکا ہو تو اب اس کے مقابلے کیلئے شیطان سمجھتا ہے کہ جب بھی موقع ملا تو اس کو ضرور منہ کے بل گراؤں گا۔ لہذا جو نماز پڑھنے آتا ہے وہ شیطان کو دھکا دے کے آتا ہے اور جو درس قرآن

maktabah.com

میں آتا ہے جو روزہ رکھ لیتا ہے، جو حج کرتا ہے یہ بندہ شیطان پہ حملہ کر چکا ہے تو شیطان اس کے بارے میں بڑا بیدار ہے کہ جب بھی میرا بس چلے گا اس کو نہیں چھوڑوں گا اس واسطے جتنے بھی نیکی کے کام ہوتے ہیں وہاں نیکی کر لینے کے بعد شیطان کے شدید حملے کا خطرہ ہوتا ہے اس کے چیلے سارے اکٹھے ہوتے ہیں اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایک بار تو یہ آیا ہے آئندہ اس کو نہیں آنے دوں گا۔

بالخصوص رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان جامع الاحادیث میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے اس معاملے میں فرمایا

"اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ" "جس وقت بندہ گھر سے آیا تھا وضو کیا تھا تو قدم قدم پر گناہ جھڑتے گئے تھے، مرتبہ بلند ہوا تھا اللہ نے قدم قدم پر نیکی دی تھی مسجد میں اس نے نماز پڑھی فرشتے اس کے سر پر آسمانوں تک پر تانے کھڑے تھے یہ نماز پڑھتا ہے فرشتے اس کے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اس کے بڑے وارے نیارے ہو گئے اور شیطان کو اس کا بڑا دکھ ہوا کہ یہ کہاں آ گیا یہ تو میری مٹھی میں آتا لیکن یہ تو آزاد ہو گیا ہے یہ تو اللہ کی رحمتوں کا مستحق بن گیا ہے۔

اب اس کو غصہ ہے اس نے اپنا لشکر تیار کر لیا۔ ہمیں تو وہ نظر نہیں آتا لیکن ہم ان کی نگاہ سے فیض پانے والے ہیں جنہیں وہ کچھ نظر آتا ہے جو ہم میں سے کسی کو نظر نہیں آتا میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمانے لگے۔

اب جس وقت بندہ نماز پڑھ کے مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ہنگامہ مچ جاتا ہے ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ باہر فوجیں کھڑی ہیں کوئی گرفتاری والے کھڑے ہیں۔ ہماری گرفتاری والے اور طرح کے ہوتے ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں لیکن ایک

خاص بھی گرفتاریوں والے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ وہ کیا کرتے ہیں؟

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جونہی یہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے ابھی اس نے دروازے تک جانا ہے۔

نَادَتْ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ

تو شیطانی لشکر آوازیں دیتے ہیں کہ نمازی کے نکلنے کا وقت آ گیا وہ نکل رہا ہے اب اٹھ بیٹھا ہے اور دروازے کے قریب آرہا ہے۔

وَاجْتَمَعَتْ

وہ سارے دوڑتے اکٹھے ہو جاتے ہیں

کہ ایک سے شاید قابو نہ آئے۔ سارے جمع ہو جائیں تو یہ کیسے اکٹھے ہوتے ہیں آپ نے بڑی خوبصورت مثال دی ہے۔

کَمَا تَجْمَعُ النَّحْلُ عَلٰی یَعْسُوْبِهَا

جس طرح شہد کی مکھیاں ملکہ کے گرد اکٹھی ہوتی ہیں۔

ایسے ہی شیطان کے سارے لونڈے شیطان کے پاس اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر مسجد کے باہر علیحدہ شیطان ہیں۔ جنہوں نے نمازیوں کو شک ڈالنا ہے، وسوسہ ڈالنا ہے، اگلی نماز سے لیٹ کرنا ہے یا نماز کے بارے میں کہنا کہ ٹائم ضائع ہوتا ہے، وقت خراب ہوتا ہے اور آرام کا ٹائم نہیں ملتا یہ بات اس کے ذہن میں ڈالنی ہے تا کہ یہ نماز چھوڑے وہ شیطان الگ ہیں۔

لیکن جب اس نے نماز پڑھ لی یہ اپنی جگہ سے اٹھا ادھر انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔ جونہی دروازے کے قریب پہنچا تو وہ جھانک کے دیکھ رہے ہیں کہ اب

marfat.com

باہر نکلے سہی اگر دوبارہ آیا تو پھر دیکھیں گے۔

جس وقت یہ باہر نکلتا ہے اب فوجیں جمع ہیں یہ رحمان کا بندہ اللہ کے گھر سے باہر نکل رہا ہے ادھر شیطانی لشکر دروازے پہ اس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میری ایک بات لے کے نکلو ایک جملے سے وہ سارے خائب وخاسر ہو جائیں گے اور تم آزادی سے ان کے درمیان سے گزر جاؤ گے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں جب بھی نماز پڑھ کے مسجد سے نکلو اور آگے اس سے مواخذہ ہوگا کہ جب بھی کوئی اچھا کام کر کے اس جگہ سے باہر نکلو۔ تو شیطان کے گرفتار کرنے سے پہلے دعا مانگ لو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ (جامع الاحادیث للسیوطی ۲/۲۰۸)

اے اللہ میں شیطان اور اسکی فوج کے مقابلے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یہ پڑھتے ہوئے جس وقت انسان باہر نکلتا ہے تو پھر کسی طرح شیطان کی طرف نہیں اور وہ نادیدہ دشمن کہ جس کو ہم ویسے مارنا بھی چاہیں تو اس کو تب ڈنڈا ماریں جب وہ نظر آئے لیکن رسول اکرم ﷺ نے ایک بہترین اسلحہ دے دیا کہ یہ اسے لگے گا جو تمہیں نظر نہیں آتا۔

تم ان کلمات طیبات کی طرف آجاؤ۔ یہ کتنا بڑا سہارا ہیں جس وقت تم یہ پڑھو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے شامل حال ہو جائے گا اور کسی طرح کوئی مصیبت باقی نہیں رہے گی۔

قرض کی ادائیگی کیلئے وظیفہ اور دعا

آج کے ماحول میں قرض بھی ایک بہت بڑی بیماری ہے۔ قرض کے لحاظ سے

marfat.com

دعائیں بھی لوگ کرواتے ہیں اور انکا فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن جو وظیفہ میرے محبوب علیہ السلام نے بیان کیا ہے وہ وظیفہ ہم کیوں نہ پڑھیں اور اس کی برکات کو قرض ختم کرنے کیلئے کیوں نہ حاصل کریں۔ میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی

اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ

لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلَ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّى اللّٰهُ عَنْكَ

اگر تم پر پہاڑوں جتنا قرضہ بھی ہوا تو یہ کلمات پڑھو گے قرضہ ختم ہو جائے گا۔

اب صرف یقین کی بات ہے نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے نسخے ناقص نہیں ہو سکتے اصل میں بات بھی بڑی ہوتی ہے۔ پھر اس کے مطابق زبان بھی ہوتی ہے اور پھر کچھ نہ کچھ مناسبت بھی اس دربار سے موجود ہونی چاہیے۔

بہر حال اصل تو یہ وظیفہ ہے آگے پھر شرائط بھی پوری کرنی چاہییں۔

میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر پہاڑوں جتنا بھی قرض ہوگا تو وہ قرض ادا کر دیا جائے گا، وہ قرض ختم ہو جائے گا وہ یہ دعا آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ حرام کے مقابلے میں اپنا حلال میرے لئے کافی کر دے اور اپنے فضل کیساتھ اپنے غیر سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اے اللہ میرے لئے حلال کو کافی کر دے اس سے پتہ چلا روزی پاک ہوتی جائے تو قرضے ختم ہوتے جاتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ

حرام کے مقابلے میں حلال سے تو میرے لئے کفایت کر۔

marfat.com

وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

(الاذکار، باب ما یقول اذا کان علیہ دین، ص ۱۲۶)

اور اپنا فضل مجھے دے کے غنی بنا دے "عمن سواک" اپنے سوا چیزوں کا محتاج نہ رکھ۔ اپنے فضل کے سوا میری محتاجی کو ختم کر دے اپنے فضل سے مجھے بے نیاز کر دے اپنے فضل سے مجھے غنی بنا دے یہ وہ کلمات ہیں اگر پہاڑوں جتنا بھی قرضہ ہوگا تو اس کی وجہ سے سارے قرض ختم ہو جائیں گے۔

وساوس کو دفع کرنے کا علاج

ایک بہت بڑا مسئلہ جس کے بارے میں لوگ پوچھتے رہتے ہیں کہ مجھے بڑے نامناسب خیالات آتے ہیں میرے دل میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ اگر میں وہ زبان پہ لاؤں تو کفر ہے جو لوگ اپنی ایسی حالتیں بیان کرتے ہیں ان کے بارے میں میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوزمیل نے شکایت کی کہ مجھے طرح طرح کے بڑے وساوس آتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ایک آیت پڑھو سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ پڑھا کرو

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

(پ ۲۷، سورہ الحدید، آیت ۳)

یہ آیت اس سلسلے میں نسخہ کیمیا ہے اس کے پڑھنے سے دل کے وساوس ختم ہو جائیں گے اور دل وہموں سے بالکل محفوظ ہو جائے گا علاوہ ایک ایسی تجلی بندے کے دل میں محفوظ رہے گی کہ جس کی وجہ سے اس کیلئے آسانیاں اور سہولتیں ہی سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ (الاذکار، باب ما یقولہ من بلی بالوسوسۃ، ص ۱۲۸)

چند آیات کے خواص:۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی فوج کا ایک دستہ تھا مہم پہ نکلے ہوئے تھے تو ایک جگہ پہ چشمہ تھا وہاں پر انہوں نے ڈیرہ لگایا اور کچھ دیر کیلئے وہاں رہے چشمے کے قریب جو آبادی تھی ان کے لوگ آ گئے کہ ہمارا جو سردار ہے اس کو بچھو نے کاٹا ہے۔

هَلْ لَكُمْ مِنْ رَاقٍ؟

کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟

کیا تمہیں کوئی ایسا کلام آتا ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا سردار صحیح ہو جائے۔

چونکہ صورتحال یہ تھی کہ وہ سارے علاج کروا چکے تھے۔

فَسَعَوْالَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُ شَيْءٌ

انہوں نے اس سردار کے لئے بہت سی کوششیں کیں لیکن ذرہ برابر بھی اسکو فائدہ نہ ہو۔

اس طرح انہوں نے جس وقت اپنا پرابلم پیش کیا تو ایک صحابی اٹھے انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں دم کرتا ہوں۔ وہ گئے فاتحہ پڑھی پھر اس کو دم کیا۔ انداز اس صحابی کا یہ تھا۔

يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُهٗ

آیت پڑھتے تھے پھر دم کرتے وقت تھوڑا سا تھوکتے بھی تھے۔

یہ انداز تحقیر ظاہر کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ شفا کے عطا کرنے کیلئے تھا۔ جس وقت اس انداز میں انہوں نے دم کیا تو صحابہ کرام کہتے ہیں۔

فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ (الاذکار باب ما یقرء علی المعتوہ والملدوغ، ص ۱۲۹)

لگتا تھا کہ یہ بیمار نہیں تھا کسی نے رسی سے باندھا ہوا تھا اور اب وہ رسی کھول دی ہے۔

marfat.com

یعنی پہلے بیہوش پڑا تھا بے خبر تھا اور تڑپ رہا تھا اس طرح کی صورتحال تھی۔ لیکن اب صحابی نے دم کیا ہے۔ فاتحہ شریف پڑھی ہے۔ اس کے بعد وہ بالکل صحیح ہو گیا۔ یوں جلد صحیح ہوا گویا کہ رسی سے کھول دیا گیا۔

پھر صحابہ کرام جس وقت رسول اکرم ﷺ کے دربار میں پہنچے تو صحابہ کرام نے اس کو بیان کیا۔ کہ ایک انسان بیمار تھا ہم نے دم کیا ہے اور پوچھنا اس لئے ضروری ہو گیا کہ انہوں نے ان کے مانگے بغیر کچھ نذرانہ دیا تھا۔ اب اُس کے جواز کا مسئلہ تھا۔ کہ وہ کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ تو اس کا حل سرکار نے بیان فرما دیا اور پھر آپ نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس سے یہ کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس کو اس لئے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کو اس لئے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ تو یہ دربار رسالت کا اثر تھا کہ جس کی وجہ سے فاتحہ کا نام ہی راقیہ ہے یعنی دم والی صورت، جس وقت اس کو پڑھا جائے تو ہر طرح کی بیماری دور ہو سکتی ہے۔

سورۃ فاتحہ کے خواص

حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آ کر کلمہ پڑھا۔

پہلے حضرت خارجہ کے چچا کافر تھے۔ لیکن جس وقت انہوں نے کلمہ پڑھا تو فوراً ساتھ پڑھنا بھی شروع کر دیا۔ کہ اب کلمہ پڑھا ہے جو کچھ قرآن اترا ہے اس کو کچھ نہ کچھ یاد کریں۔

marfat.com

پھر جس وقت یہ کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد واپس گھر کو چلے تو کہتے ہیں میں ایک جگہ سے گذرا تو دیکھا لوگوں نے ایک بندے کو زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ لیکن وہ پھر بھی زور لگا رہا ہے اتنا بھاری بھر کم ہے اُس کو سنگل سے باندھا ہوا ہے۔ اُس کے گھر والے بڑے پریشان ہیں۔ حضرت خارجہ کے چچا کہتے ہیں۔ جب میں پاس سے گزرا۔

فَقَالَ اَھْلُہٗ

تو اُس کے اھل نے کہا۔

جو سرکار کا تعارف اردگرد پھیلا ہوا تھا تو اسکی وجہ سے آپ کے ماننے والوں کو لوگ پہچان لیتے تھے۔ کیونکہ لوگ گزرتے گزرتے بھی پہچانے جاتے تھے کہ یہ دربار رسالت سے ہو کے آرہے ہیں۔

قَالَ اَھْلُہٗ

اُس بندے کے گھر والوں نے کہا جو کہ خود ابھی مسلمان نہیں تھے۔

حُدِّثْنَا اَنَّ صَاحِبَكَ هٰذَا قَدْ جَآءَ بِخَيْرٍ

اے گذرنے والے ہمیں پتہ چلا ہے کہ تمہارے جو نبی ہیں یہ خیر لے کے آئے ہیں۔ ان کے پاس بھلائی بہت ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس خیر ہے۔

"اِنَّ صَاحِبَكَ" کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ خود دین سے محروم ہیں۔ سرکار کے بارے میں کہتے ہیں کہ اے گذرنے والے ہمیں تیرے نبی کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ اُن کے پاس برکتیں اور رحمتیں بڑی ہیں۔ ہمارا یہ بندہ بیمار ہے۔ ہم نے اس کو حیوانوں کی طرح جکڑا ہوا ہے۔ اگر تیرے پاس کچھ ہے تو تو اس کو دم کرتا کہ اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ حضرت خارجہ کے چچا کہتے ہیں۔ میں گزر رہا تھا۔ جب انہوں نے کہا۔

marfat.com

هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ؟

کیا تیرے پاس کچھ ہے کہ تو اس کا علاج کر دے؟

تو حضرت خارجہ کے چچا نے کہا ٹھیک ہے میں دم کرتا ہوں۔

فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

یہ کہتے ہیں میں نے فاتحہ پڑھ ڈالی، جس وقت میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی۔

فَبَرَأَ

فاتحہ پڑھنے کی دیر تھی اسکے سارے مرض بالکل ٹھیک ہو گئے۔

وہ پاگل، وہ مجنون جس کو انہوں نے رسیوں سے باندھا ہوا تھا، زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا یہ کہتے ہیں میں نے فاتحہ پڑھی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تو اُس کے گھر والے اتنے خوش ہوئے کہ۔

فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ (الاذکار، باب ما یقرأ علی المعتوہ، ص ۱۳۰)

انہوں نے سو بکریاں مجھے نذرانے میں پیش کر دیں۔

اس سے اندازہ لگاؤ وہ اُن کا کتنا بڑا قیمتی انسان تھا۔

اس سے یہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کوئی تعویذوں کے دھندے اور کاروبار کیلئے ایسا سلسلہ شروع کر دے۔ یعنی اس میں نفس جواز تھا۔ کہ جس وقت انہوں نے اپنی طرف سے نذرانہ پیش کیا تو اُس صحابی نے وہ نذرانہ قبول کر لیا۔

لیکن یہ طے کر لینا کہ اتنے پیسے لوں گا پھر میں تعویذ دوں گا۔ یا اپنا ریٹ آویزاں کر دیا۔ یا اس سلسلے میں لوگوں کو کہنا اور مانگنا یا کسی سے کہلوانا۔ یہ پھر کلمات طیبات کی خرید و فروخت کا معاملہ بن جائے گا۔ جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔

marfat.com

یہ اُن کا خلوص تھا جو انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا، اس واسطے ساری صورتوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فرامین نے واضح کر دیا ہے۔

اب اس سے یہ سمجھ آ رہا ہے کہ صحابہ کرام نے خود کچھ وظیفے قرآن وسنت سے سمجھ لئے تھے حالانکہ اُن کو بتایا نہیں گیا کہ فاتحہ یہ کام بھی کرتی ہے۔ اپنے طور پر سوچا کہ جب فاتحہ ہے۔ نام ہے اسکا کھولنے والی، تو سب سے بڑا کام یہ ہے کہ رحمت کا دروازہ کھولتی ہے۔ لہٰذا جب بھی فاتحہ پڑھی ہے تو اس سے کام بن گیا ہے۔

سورۃ المؤمنون کی آخری چند آیات کے خواص

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میرے پاس ایک بیمار آدمی آ گیا تو مجھے کہا گیا کہ اس کو دم کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے اُس کے کان میں کچھ کہا۔ تو وہ صحیح ہو گیا۔

وہ آدمی بیمار تھا میں نے دم نہیں کیا کہ میں نے پڑھ کے پھونک ماری ہو۔ میں نے صرف اس کے نزدیک منہ کر کے کان میں کچھ کہا۔ تو وہ صحیح ہو گیا۔

جس وقت وہ صحیح ہو گیا۔ تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

مَاقَرَأْتَ فِیْ اُذُنَیْهِ؟

تم نے اس کے دونوں کانوں میں کیا پڑھا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پڑھا نبی علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ تو سرکار کی بارگاہ میں ان کا مرتبہ ایسا تھا کہ ان کو گھر کا فرد بنایا ہوا تھا۔ تو سرکار کی

marfat.com

بارگاہ میں بیٹھے ہوئے یہ دم کر رہے تھے۔ اتنا پردے سے کیا کہ کان میں دم کر دیا۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا "مَا قَرَأْتَ فِیْ اُذُنِہٖ" اس کے دونوں کانوں میں تم نے کیا پڑھا۔

یہ سرکار کا اپنا انداز ہے جو فرش پر بیٹھ کے لوحِ محفوظ کی تحریریں پڑھتے ہیں ان سے ابن مسعود کا دل چھپا ہوا نہیں ہے۔ زبان کے کلمات بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس سے حکمت کا اظہار مقصود تھا۔

آپ نے فرمایا بتاؤ تم نے کیا پڑھا۔ تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ سورۃ المومنون کی آخری آیات میں نے پڑھی ہیں۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا الخ

سورۃ المومنون کا یہ آخری حصہ "اَفَحَسِبْتُمْ" سے لیکر آخر تک میں نے مکمل پڑھا ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا تم نے یہ پڑھا ہے تو سن لو۔

لَوْ اَنَّ رَجُلاً مُّوْقِنًا قَرَءَهَا عَلٰى جَبَلٍ لَزَالَ

"اگر یقین والا بندہ یہ آیات پہاڑ پہ پڑھے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔" لیکن شرط یہ بیان کی کہ اُسے یقین اتنا ہے جتنے یقین کا یہ آیت تقاضا کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کو پڑھ کے ایک چھوٹی سی بیماری کو دور کیا۔ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ تمہارے اس قرآن میں اتنی پاور ہے کہ جس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹائے جاسکتے ہیں۔

یہ ایمانی چیز ہے۔ بعض اس پہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو زمانہ ٹیکنالوجی کا ہے اور تم پھر بھی یہ کہتے ہو کہ یہ آیت پڑھو فلاں آیت پڑھو۔

maarfat.com

میں تو سمجھتا ہوں کہ ٹیکنالوجی کا عروج بھی ہے اور زمانہ بھی ہے۔ مگر ٹیکنالوجی کی وہاں تک رسائی نہیں جہاں تک ایمانی حرارت کی رسائی ہے۔ لہٰذا ٹیکنالوجی کیا کرے گی۔ سال 2005ء میں زلزلہ آیا تھا اور پھر اس کے بحثیں چلتی رہی تھیں کہ اب ہمیں کوئی بندوبست کرنے چاہیں تا کہ زمین زلزلوں سے بچ جائے۔ زمین کے اندر کچھ پلیٹیں ہیں اُن کو سیدھا کر دیا جائے، ان کو الٹا دیا جائے۔ انکی ایک ترکیب بنادی جائے۔ تا کہ آئندہ زلزلے نہ آئیں۔ میں کہتا ہوں یہ فکر کامیاب کیسے ہوسکتی ہے رب ذوالجلال کسی کو ہلانا چاہے تو اُس کو کون روک سکتا ہے؟

جس طرح کل بیان تھا کہ ایک طبقہ کہتا ہے دیکھنا کہیں رب بھلا نہ دے" اللہ بھلانا چاہے تو روکے گا کون؟ اللہ تعالیٰ زلزلہ لانا چاہے تو روکے گا کون؟

بندہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ زمین کو ہلانا چاہے تو میں ہلنے نہ دوں، یہ اپنے بارے میں کہے کہ اللہ مجھے مارنا چاہے تو میں مروں گا نہیں۔ اگر بندہ آپ مرتا ہی نہیں تو پھر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں ایسے بندوبست کرلوں گا کہ پھر کسی طرح زلزلے نہیں آسکیں گے۔

یہ صورتحال ٹیکنالوجی کی کوتاہی میں ہے مگر محبوب علیہ السلام کے دربار میں ایسی صورتحال ہے چاہیں تو زلزلے لے آئیں چاہیں تو زلزلے روک دیں۔

ایمانی حرارت کا یہ کام ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ جب زمین پہ زلزلہ آیا تھا تو انہوں نے زمین کو کوڑا مارا تھا اور کہا تھا اے زمین تو کانپتی ہے اور تجھ پہ عمر عدل کر رہا ہے۔ اگر عمر نے عدل نہیں کیا تو کانپ اور اگر عمر نے عدل کیا تو عمر تجھے کانپنے نہیں دے گا۔ تو زمین کے زلزلے ختم ہو گئے تھے۔

marfat.com

ادھر زلزلہ ختم ہوا ہے لیکن ادھر آپ نے فرمایا اگر پہاڑ ہو کہ جس کو ہلانا کسی کے بس میں نہیں ہے جتنی ٹیکنالوجی لے آئیں اُس کو بحیثیت پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔ لیکن آپ نے فرمایا۔

اگر میرے قرآن کے بارے میں یقین اسطرح کا کامل ہو تو اے ابن مسعود جو تم نے مریض کے کان میں پڑھا ہے اگر وہ پہاڑوں پہ پڑھا جائے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے زائل ہو جاتے ہیں۔

جان و مال کے تحفظ کیلئے کیمیا نسخہ

آج کل لوگوں کو جان و مال کے لحاظ سے بڑے پرابلم ہیں اور اس سلسلے میں بڑی تشویش ہے۔ تو یہ نسخہ بڑا عجیب نسخہ ہے۔ جو بخاری شریف میں موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ

رمضان شریف میں صدقہ فطر کا ڈھیر لگا ہوا تھا تو مجھے نبی علیہ السلام نے فرمادیا کہ اے ابو ہریرہ تم نے وہاں پہرہ دینا ہے۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ امدادی کارکنوں اور ورکرز کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک طرف ساتھ مصلے والے ہیں اور ایک طرف ساتھ پہرہ بھی دیں اور نمازیں بھی پڑھیں۔ دو کام کریں۔

اسلام چونکہ دنیا اور دین ہے یہ نہیں کہ مال کو دھکا دے دیں کہ اس پر کسی پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف توکل کافی ہے۔ توکل سے یہ مطلب ہے۔

marfat.com

خنجر تیز رکھ اپنا، پھر انجام اسکی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اب سرکار نے بھی پہریدار بٹھایا ہے۔ تو پہرے دار بیٹھ گیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر میں ہیں صدقے کے مال کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ بیٹھے ہیں۔ لیکن اتنی نگاہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کھجوروں پر نہیں جتنی سوئے ہوئے سرکار کی نگاہ ان پر ہے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نگرانی کر رہا تھا کہ

اَتَانِيْ اٰتٍ

آنے والا آگیا

فَجَعَلَ يَحْثُ مِنَ الطَّعَامِ

وہ اپنے ہاتھوں سے اُٹھا اُٹھا کر کھجوریں چادر میں ڈال رہا تھا اور جلدی جلدی سے گٹھڑی باندھ رہا تھا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَاَخَذْتُهٗ

میں نے اس کا جا کر بازو پکڑ لیا۔

کہ میں پہرہ دے رہا ہوں اور تم چوری کرتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آئی اور میں نے ساتھ دھمکی بھی دی۔

marfat.com

لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تجھے میں نبی علیہ السلام کے دربار میں پیش کروں گا۔

تمہاری یہ کیسے جرأت ہوئی کہ صدقے کا مال ہے اور تم لوٹتے ہو۔ جس وقت آپ نے اسے پکڑا وہ بھی آخر بڑا شاطر تھا کہنے لگا۔

اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِیَالٌ

میں محتاج ہوں، بھوکا اور نادار ہوں بال بچے کا خرچہ بڑا ہے۔

وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِیْدَةٌ

اور بڑی اشد ضرورت ہے اور سخت محتاج ہوں۔ گھر میں کچھ نہیں تھا یہاں آگیا ہوں تم مجھے چھوڑ دو پھر میں نہیں آؤں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے

"فَخَلَّيْتُ عَنْهُ" میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

کہ آخر میں سرکار کا ایک خادم ہوں بیچارہ مجبور ہے چلو چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ نے اسکو چھوڑ دیا۔

فَأَصْبَحْتُ

صبح ہوئی ابھی میں نے بتایا نہیں کہ رات کو کوئی آیا تھا یا نہیں آیا تھا۔ میرے نبی علیہ السلام نے پہلے فرمادیا۔

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ

اے ابو ہریرہ رات والے قیدی کا بتاؤ۔ اس نے کیا کہا؟ اس کا معاملہ کیا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگرچہ پہرہ میں دے رہا تھا مگر رب نے جن کو

marfat.com

شاہد بنایا ہے ان کا پہرہ بڑا پہرہ ہے۔ یہ حاضر وناظر نبی کا پہرہ ہے۔

پہرے بٹھا کے بھی اس کے اوپر ایک اور پہرہ ہے پھر اللہ تعالیٰ کی نظر کا پہرہ ہے

آپ نے پوچھا کہ رات والے قیدی کا معاملہ کیسا ہے؟

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بیچارہ بڑا ہی پریشان تھا اور محتاج تھا اور اس کا بال بچہ بڑا تھا اُس نے بڑی منتیں کیں "فَرَحِمْتُ" میں نے رحم کر دیا کہ اُس کو چھوڑ دیا اور اُس نے کہا ہے کہ میں آئندہ نہیں آؤں گا۔

تو میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔

اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ

پہلے نمبر پر تو یہ بات ہے کہ اُس نے جو تجھے پہلے کہا کہ میرے بچے بڑے بھوکے ہیں میں بھی بڑا بھوکا ہوں تو یہ اُس نے جھوٹ بولا ہے۔ دوسرے نمبر پر جو اُس نے کہا کہ میں آؤں گا نہیں یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ پھر لوٹ کے آئے گا۔

اب لوگ کہتے ہیں اُن کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں ہے صحابہ کہتے ہیں ان کو ہر بار کی خبر ہے۔ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ باتیں بھی بتا دیں اور ان پر فیصلہ دے دیا جو باتیں سنیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہیں لیکن سرکار فرمانے لگے یہ سچ نہیں جھوٹ ہے جو تم نے سنا ہے اور تم جو کہتے ہو کہ وہ آئندہ نہیں آئے گا میں کہتا ہوں وہ آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یقین دیکھو اور رب کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے وہی یقین آج بھی ہمیں عطا فرمایا ہے بہکنے والے بہک گئے، گرنے والے گر گئے، بھٹکنے والے بھٹک گئے اور سنی پھر بھی صراط مستقیم پہ جا رہے ہیں۔

marfat.com

میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت یہ خبر دی کہ وہ دوبارہ آئے گا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "عرفت" "مجھے معرفت آگئی" "انہ سیعود" "کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ کیوں؟

لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ سَیَعُوْدُ

چونکہ یہ بات تو ہے مستقبل کی کہ وہ آئے گا یا نہیں آئے گا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا یقین ہے کہ وہ آئے گا۔ کیوں آئے گا؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چونکہ میرے سرکار نے فرمایا ہے کہ وہ آئے گا۔ اب اگر مستقبل کی خبر دینا جرم ہوتا ہے یا معاذ اللہ یہ شرک ہوتا تو سرکار خبر کیوں دیتے اور مستقبل کی خبر پر سرکار کے بارے میں یہ یقین رکھنا کہ چونکہ سرکار نے خبر دے دی ہے تو یہ کام مستقبل میں ضرور ہوگا۔ اس خبر کو صحیح خبر سمجھنا اور غیب کی خبر پر عقیدہ بنا لینا یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

"عَرَفْتُ" "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آئے گا۔ کیوں کہ نبی علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ وہ آئے گا۔ پتہ چلا جو سرکار مستقبل کی خبر دیتے ہیں یہ سرکار کی شان ہے اور اس کے مطابق سرکار کی شان کو ماننا یہ صحابہ کی شان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پہرہ دے رہا تھا اور میں اس انتظار میں تھا کہ وہ ضرور آئے گا پھر آ گیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔

وہ چور اچانک آیا اور دونوں ہاتھوں سے کھجوریں چادر میں ڈالنے لگا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر پکڑ لیا اور کہنے لگے کل بھی میں نے تجھے پکڑا اور چھوڑ دیا تھا آج پھر تو آ گیا ہے۔

تو وہ کہنے لگا نہیں نہیں......آج بڑی مجبوری بن گئی ہے بڑے مسائل بن

گئے ہیں بہت لمبا سفر تھا میں تھک گیا ہوں کچھ کھانے کیلئے نہیں تھا تو اس واسطے میں کھجوریں لینے لگا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں پھر رحم آ گیا اور آپ نے پھر اس کو چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو پھر سرکار نے ان کے بتائے بغیر پوچھا:

یَا اَبَاهُرَیْرَۃَ مَافَعَلَ اَسِیْرُکَ الْبَارِحَۃَ

اے ابو ہریرہ رات والے قیدی کا معاملہ کیا ہوا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بتانے کے مطابق وہ چور آیا تھا چوری بھی اُس نے کی تھی میں نے پکڑا بھی تھا۔ لیکن اُس نے بڑی منتیں کیں کہ میرے بڑے مسائل ہیں۔ بھوک بڑی ہے نادار ہوں تو میں نے اُس کو پھر چھوڑ دیا ہے میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس نے جھوٹ بولا ہے اور یاد رکھو کہ وہ پھر آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے یقین ہوا کہ وہ آج پھر آئے گا۔

اب دل میں پکا عہد کر لیا کہ آج اسے نہیں چھوڑوں گا۔ ایک بار آئے سہی۔ میں اُس کو پکڑوں گا اور سرکار کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رات کا وقت ہوا تو وہ پھر آ نکلا اور اُس نے چوری شروع کر دی یہ تیسری بار تھی۔ جس وقت اُس چور نے کھجوریں اُٹھانا شروع کر دیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور کہنے لگے آج تو تجھے بالکل نہیں چھوڑوں گا تو نے کل اور پرسوں کہا تھا کہ پھر نہیں آؤں گا تو، پھر تو کیوں آیا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹنا شروع کر دیا تو اس نے بھی سمجھا کہ آج مسئلہ کچھ گڑبڑ ہو گیا ہے۔

marfat.com

یہ جو مجھے حوالہ دے رہے ہیں کہ تو نے جو کہا تھا کہ میں نہیں آؤں گا تو پھر تو کیوں آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تختی پر اُس نے سمجھا کہ انہوں نے گھر بار دین پڑھنے کیلئے چھوڑا ہوا ہے۔ ان کو میں اچھا سا نسخہ بتا دیتا ہوں ایک سبق دے دیتا ہوں اور اس کے عوض رہائی کروا لیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو صحابہ کرام میں سے تاجر تھے وہ تجارت کرتے تھے اور جو زراعت والے تھے وہ زراعت کرتے تھے وہ سارے اپنے کھیتوں میں ہوتے تھے میں بھوک کے پیٹ کے ساتھ صفہ پہ بیٹھتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اتنی اتنی بھوک کاٹی ہے کہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوئے ہیں پھر یہ شان ملی ہے کہ صحابہ کرام میں روایت حدیث کے لحاظ سے پہلا نمبر پایا ہے۔

ان جتنی اور کسی نے حدیثیں روایت نہیں کی مگر اس کیلئے بھوک کا چلہ کاٹنا پڑا ہے یعنی اس سے پتہ چلا ہے کہ آج کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میں پڑھ بھی جاؤں اور مجھے تکلیف بھی نہ ہو تو یہ اس کی خام خیالی ہے سرکار کی دلیز سے پڑھنے کیلئے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھوک کاٹنی پڑی تو ہمارے مدارس کے اندر کسی وقت کسی کو ناشتہ نہ ملے یا کھانا لیٹ ہو جائے تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ کچھ نہ کچھ حضرت ابو ہریرہ کی سنت کا کوٹہ مل گیا ہے اور پھر اس میں فضل ہوتا ہے، اس میں کرم ہوتا ہے، اس میں برکتیں شامل ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے وہ چور کہنے لگا ایک بڑا اچھا وظیفہ ہے میں تمہیں وہ بتاتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ اس کو سزا دلوا کے کیا کرنا ہے اگر یہ کہتا ہے تو میں سن لیتا ہوں۔ وہ چور کہنے لگا۔

دَعْنِیْ اُعَلِّمْکَ کَلِمَاتٍ

مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔

maktabah.org

يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا

ان کلمات کے صدقے اللہ تجھے فائدہ دیگا۔

اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ

جب رات کو اپنے بستر پہ سونے لگو

فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيّ

آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔

شروع سے لیکر آخر تک اس نے پڑھ کر سنائی۔ اسکو اس واسطے یاد رکھنا ہے کیونکہ آگے پتہ کرنا ہے کہ یہ درس قرآن دے کون رہا تھا؟

اس نے پوری آیت پڑھی اور پورا سمجھایا۔

جس وقت یہ معاملہ ختم ہوگیا تو ساتھ اس نے ایک فائدہ بیان کیا کیونکہ جتنا چابیوں کا چوروں کو پتہ ہوتا ہے اور تالوں کے انداز کا جتنا چوروں کو پتا ہوتا ہے اتنا عام لوگوں کو نہیں پتہ ہوتا۔ تو اس نے کہا یہ پڑھو گے تو اس کا فائدہ یہ ہے۔

فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ

اللہ تمہارے گھر پر پہرے دار کھڑا کر دے گا۔

اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ آجائے گا جو تمہارے مال اور گھر کی حفاظت کرے گا۔ ساتھ کہنے لگا کہ ایک بڑا خطرناک چور شیطان ہے۔

فَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ

تو وہ شیطان بھی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔

تمہارے گھر پر ایک اللہ کا فرشتہ آجائے گا۔

marfat.com

فَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ

تو فجر تک تمہارے قریب شیطان نہیں آئے گا اور مال بھی محفوظ رہے گا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهٗ

میں نے کہا یہ وظیفہ بڑا اچھا ہے چلو تم جاؤ۔ میں نبی علیہ السلام سے جا کے بات کرلوں گا۔ تو وہ پھر رہا ہو گیا۔

پھر جس وقت صبح ہوئی تو میرے محبوب علیہ السلام نے پھر غیب کی خبر دی۔

يَا اَبَاهُرَيْرَةَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ

اے ابوھریرہ رات والے چور کا معاملہ کیا ہوا؟

"قُلْتُ" میں نے کہا۔

زَعَمَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُنِيْ

اس نے کہا تھا کہ میں آپکو تھوڑا سا درس قرآن دیتا ہوں اور آپ مجھے چھوڑ دیں۔ میں اس کے درس قرآن کے جھانسے میں آ گیا اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے کہا میں تمہیں علم دیتا ہوں۔ میں نے سوچا علم اچھی چیز ہے چلو لے لیتے ہیں میں نے اس سے کوئی پیسہ نہیں لیا کہ پیسے لے کر اسے چھوڑا ہو۔ آخر علم روشنی ہے۔ تو اس نے کہا تھا میں تجھے کلمات بتاتا ہوں۔ تو وہ کلمات مجھے اچھے لگے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

اس نے کہا کہ ان کلمات سے اللہ فائدہ دیتا ہے میں نے دیکھا کہ وہ اللہ کی باتیں کر رہا ہے۔ اللہ کی باتیں کرتا ہے، درس قرآن دے رہا ہے اور بندوں کو فائدہ دینے والی باتیں کر رہا ہے۔ تو اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

سرکار نے فرمایا:

اِنَّهٗ صَدَقَكَ

پہلے دو دن تو وہ جھوٹ بولتا رہا آج اس نے سچ بولا ہے۔

یہ جو آیت الکرسی کے بارے میں بول کے گیا ہے یہ سچ ہے اس سے جان و مال کی حفاظت ملتی ہے یہ سچ ہے۔لیکن یہ سچا نہیں جو بول کے گیا ہے۔

وَهُوَ كَذُوْبٌ

لیکن وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔

ایک ہوتا ہے کاذب اور ایک ہوتا ہے کذوب

آپ نے فرمایا کہ اس نے جو تجھے پڑھایا ہے وہ سچ ہے مگر کبھی اس سے کچھ نہ پڑھنا کیوں کہ وہ خود جھوٹا ہے۔' تو پتہ چلا کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولا جاتا ہے۔

لیکن اس سچ سے آگے اس کے پھندے میں پھنسنا یہ درست نہیں ہے۔اب محبوب علیہ السلام نے پوچھ لیا۔

وَاَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ؟

اے ابوھریرہ مجھے پتہ ہے کہ تین راتوں سے تیری بات کس سے ہو رہی ہے۔

اس کا ہاتھ بھی پکڑتے ہو، پھر اس کی منتیں سماجتیں بھی سنتے ہو۔وہ تم سے بولتا ہے۔

سارا منظر تمہارے سامنے ہے۔

قُلْتُ لَا

کہنے لگے میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔

اب یہ ہے شاہد کا مقام۔پہرہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں مگر ان کو پتہ

marfat.com

نہیں میرے سامنے آتا کون ہے اور آتا کس گھر سے ہے، کہاں سے نکل کے آتا ہے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ذاکَ شیطانٌ

(مشکوٰۃ شریف، باب فضائل القرآن، ص ۱۸۵، قدیمی کتب خانہ)

یہ شیطان تھا جو تین راتیں تمہارے پاس آتا رہا۔

اب میرے بھائیو!

یہاں پر ایک نہیں درجنوں مسائل کا حل موجود ہے۔ جو اصل مسئلہ ہے وہ تو حل ہے ہی کہ آیت الکرسی پڑھنے سے بندے کو شیطانوں سے نجات ملتی ہے، گھر محفوظ ہو جاتا ہے۔

لیکن موجودہ کرنٹ ایشوز کے لحاظ سے قوم کی رہنمائی اس طرف ضروری ہے۔

آج جس کے ہاتھ میں قرآن ہو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی زمانے کا ولی ہے، یہ حق پرست ہے اور حق کا علمبردار ہے۔ یہ درس قرآن دینے والا بھی کبھی جھوٹا ہو سکتا ہے؟ سرکار فرماتے ہیں درس قرآن دے کے بھی سب سے بڑا جھوٹا ہو سکتا ہے۔ کس نے قرآن کا نسخہ بتایا تھا؟ کس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو درس قرآن دیا تھا؟

"اُعَلِّمُکَ" میں تجھے تعلیم دیتا ہوں۔ کس کی؟ آیت الکرسی کی تعلیم دی۔

آیت الکرسی کی تعلیم دینے والا کیا صالح تھا، ولی تھا، نیک تھا، پرہیزگار تھا، نہیں چور تھا، بدمعاش تھا، ڈاکو تھا، سب سے بڑا لٹیرا تھا۔

اس واسطے محض کسی کے پاس قرآن دیکھ کر یہ نہ کہنا کہ اس کے پاس قرآن ہے تو اس کے دل میں ایمان بھی ہے۔

پاس قرآن تو ہے اس کو اسلام کا دھیان بھی ہے کہ نہیں.....

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر زندوں میں رہنا ہے ذرا پہچان پیدا کر

یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ نبی علیہ السلام کی حکمت بھری باتیں ہیں اور یہ قرآن کا فیصلہ ہے جو میں تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اس نے درس قرآن دیا، اس کا اور کیا نام ہو سکتا ہے؟ قرآن کا کوئی حصہ کسی کو بتائے تو وہ درس قرآن ہوتا ہے۔ دے تو درس قرآن رہا تھا لیکن نام شیطان تھا۔

اس واسطے میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر قرآن کا خطرہ ہے۔

پوچھا گیا خطرہ اور وہ بھی قرآن کا۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں! قرآن کا خطرہ۔

کیوں؟ آپ نے فرمایا

يَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ

اس کا درس منافق بھی دیں گے۔ درس قرآن منافق بھی دیں گے۔

يُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۳۵، مکتبہ حقانیہ)

خطرہ یہ ہے کہ قرآن کا درس دے کر میرے غلاموں سے جھگڑا کریں گے اور ان کو تنگ کریں گے۔

اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ سرکار کو آج کی خبر نہیں تھی۔ آج کا یہ درس قرآن اور یہ شادی حال اور آج کے تزکیہ نفس کے کورس اور اندر میں بغض نبی علیہ السلام اور منافقت۔ کون کہتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر نہ تھی؟ ہر چیز کی خبر تھی۔ اس لئے آپ نے ہمیں بتا دیا اور یہ خبر دی کہ کچھ ایسے ہونگے جو منافق ہونگے اور قرآن بھی ہاتھ میں ہوگا۔ ورنہ یہ امت کو بتانے کی ضرورت کیا تھی؟

marfat.com

پتہ چلا کہ ایسے حالات ہو نگے مجھے امت پر قرآن کا خطرہ ہے۔ قرآن انکے ہاتھ میں ہوگا لیکن وہ ”یُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ“ مومنین سے جھگڑا کریں گے۔

کن مومنوں سے؟ داتا صاحب کو بت کہیں گے، خواجہ اجمیری کے لیے صنم کا لفظ بولیں گے۔

یُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اللہ نے جن کے قدموں کو صراط مستقیم بنایا ہے یہ ان کو اللہ کا دشمن بتائیں گے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

صراط مستقیم پر کس کا بورڈ لگا ہے؟ اللہ کے ولی کا۔ صراط مستقیم جو راستہ ہوتا ہے اس پہ سر نہیں ہوتا اس پہ قدم ہوتے ہیں۔ تو جہاں ولیوں کے قدم لگیں اللہ ان کو صراط مستقیم کہے اور یہ لوگ انکو صنم کہیں، بت کہیں اور آیتیں قرآن کی پڑھیں۔ تو یہ معاملہ تھا جو سرکار نے فرمایا کہ مجھے قرآن کا بھی خطرہ ہے کیونکہ اس پر پہرہ نہیں لگ سکتا کہ اس کا درس رمضان میں صرف مومنین ہی دیں۔ منافقین بھی دیں گے اور یہ میں اپنی طرف سے نامزد نہیں کرتا کہ وہ کون نہیں۔ لیکن تم قرائن دیکھ لو کہ وہ کون ہیں۔

صرف اس بنیاد پر کہ فلاں جگہ درس قرآن ہو رہا ہے تو منہ اٹھا کے کوئی جا کے بیٹھ جائے۔

یہ اس کی فراست نہیں بلکہ جہالت ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ درس ہے تو کیا قرآن کا درس عشق کی عینک سے دیا جا رہا ہے یا بغض کی عینک سے دیا جا رہا ہے۔ اگر ساری رات اس نیت سے ورق گردانی کرتے گزر گئی کہ یہ پتہ چلے کہ وہ تو اتنا بھی نہیں دے سکتے۔ یہ ثابت ہو جائے کہ دیوار کے پیچھے کی ان کو خبر نہیں ہے۔ یہ پتہ چل جائے کہ امتی کیلئے نبی ﷺ جو بھی کرے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے قرآن پڑھنے سے فائدہ کیا ہوگا۔

ارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشکل کشائی نہ ہوتی تو یہ قرآن ہمارے ہاتھ

میں کیسے ٹوٹا۔ یہ تو پہاڑ پہ نازل ہوتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ خود قرآن کہتا ہے:

تو اس سے بڑی کیا چیز تھی جو اس کو برداشت کرتی؟ کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جس پر قرآن اتارا جاسکتا۔ اگر نہ اتارا جاتا تو لوح محفوظ پہ رہتا۔ تو پھر وہاں کتنے جا کے حافظ بنتے، کتنے وہاں سے قاری بن کے نیچے آتے، کتنے صوفی بنتے، کتنے مجاھد بنتے؟ ایک بھی نہ بنتا۔ کون جاتا اور پھر لوٹ کے واپس آتا۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جس سینے نے قرآن کو برداشت کیا ہے۔ آخر اس سینے کا احسان بھی ہم پہ موجود ہے۔ اس سینے سے بغض رکھ کر جو درس قرآن دے گا تو اس سینے سے فیض کیسے ملے گا۔

قرآن اترا ہے سرکار کے سینے پر

عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۹۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تمہارے دل پر یہ نازل کیا۔

قرباں جائیں اس مقدس دل پہ جس میں پاور اتنی ہے کہ جتنی پہاڑوں میں بھی نہیں۔ پختگی اتنی جتنی فولاد میں بھی نہیں اور نرمی اتنی ہے کہ جتنی گلاب میں بھی نہیں۔

اس انداز میں کہ اگر امتی کو کانٹا چبھے تو درد انکو ہوتا ہے۔

اتنی نرمی ہے کہ جب ماں بچے کو بھول جائے گی تو پھر بھی ان کی نرمی میں فرق نہیں آئے گا یہ اس انداز میں نوازنے والے ہیں۔

لہٰذا یہ پہلی اکائی ہے۔ اس کو پلے باندھنا۔ ایمان کا موسم ہے، تقوے کی بہار ہے۔ بڑے اچھے لمحات میں جہنم سے آزادی کا وقت ہے اور آخر کا یہ حصہ بھی ایک نسخہ کیمیا اور اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حالت شک میں سن رہا ہے

marfat.com

خدارا ایک بار غیر جانبدار ہو کے اپنے دل کو کھول کے سامنے رکھ دے اللہ کے فضل سے اجالا ہی اجالا ہو جائے گا۔

اسواسطے انہوں نے قرآن لوگوں کو دکھا دکھا کر قرآن کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کی ہے۔
لوگوں سے فکر آخرت کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کی ہے۔ لوگوں سے جنت کی باتیں اور دوزخ سے ڈراؤ، اور عذاب کے مراحل کو آگے رکھ کے لوگوں نے اپنی چوریاں چھپانے کی کوشش کی ہے۔

مگر کون چھپ سکے گا۔ چور کی چوری کو اگر سرکار ظاہر کرنا چاہیں تو چھپ کون سکے گا؟
یہاں سے کیا ثابت ہوا۔

جس وقت شیطان کہہ رہا تھا کہ تمہارے قریب شیطان نہیں آئے گا۔ تو پتہ چلا کبھی کبھی شیطان خود اپنے آپ سے بچاؤ کے بھی سبق دیتا ہے۔

خود شیطان ہے اور کہتا ہے شیطان سے بچو۔ اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں شیطان ہوں۔ مگر لوگوں کے سامنے خلوص ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میرا شیطان سے کوئی تعلق نہیں ہے میرا دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا مادہ پرستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
میرا امریکہ، انڈیا اور برطانیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حالانکہ اندر سے پورا شیطان ہے۔ تو یہ شیطان بول رہا تھا کہ یہ وظیفہ پڑھو گے تو شیطان سے بچ جاؤ گے۔ سامنے سامنے اس کے خلاف تقریریں بھی کرتے ہیں، بولتے بھی ہیں، جلسے بھی کرتے ہیں، ریلیاں بھی نکالتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں۔

ہمیں دور سے اس کھوج کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں سب کچھ سرکار نے ان جملوں میں عطا فرمایا ہے۔

marfat.com

یہ پڑھو گے تو بچ جاؤ گے۔ حالانکہ جو پڑھی جانے والی ہے وہ بچی ہے۔

لہٰذا ریلیوں میں قرآن کی آیتیں بچی ہیں اندر کے حسد اور اندر کے معاہدے،

اور اندر کی خرید و فروخت اور اندر کے وہ سلسلے سارے اپنی جگہ پہ اس طرح کے ہیں۔

؎ بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں

کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

یہ بلا وجہ نظر بندیاں، دھوکے اور فراڈ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔

یہ سب کچھ خود انھیں کا کیا دھرا ہے سامنے جو کچھ بھی کرتے رہیں اوروں کی آنکھوں میں دھول ڈال سکتے ہیں...... لیکن...... ہمارے سامنے محبوب علیہ السلام کی دی ہوئی فراست موجود ہے۔ جس سے ہر چیز کو کھول کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ کہ کس نے کس موقعے پر ملت سے غداری کی ہے اور ملت کو فروخت کیا ہے۔

اس واسطے میں نے اس درس میں مختلف چیزوں کے لحاظ سے جو انسان کی ضرورت ہے اس کو بیان کیا ہے۔

سورۃ الواقعہ کے خواص

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَنْ قَرَاَءَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِیْ كُلِّ لَیْلَةٍ

جو بندہ ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے

لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا

وہ کبھی بھوکا نہیں مر سکتا۔

marfat.com

یہ دانشِ حجاز ہے۔ یہ میرے نبی علیہ السلام کی طرف سے ضمانت ہے۔ ایک امتی سرکار کا دیا ہوا نسخہ چھوڑ کے کسی بنک پہ انحصار کرے تو وہ امتی کس چیز کا ہے۔ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ ہمارے گھر چولہا سرد نہ ہو اور چاہتے ہو کہ تمہارے گھر میں فاقہ نہ ہو اور تم بھوکے نہ رہو تو روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھو یہ قرآن روح کی بھی غذا ہے اور بدن کی بھی غذا ہے۔

كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ يَأْمُرُ بَنَاتَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ سورۃ واقعہ یاد کر لو اور اسے پڑھا کرو اس واسطے اپنی بچیوں کو یہ سورت بطور خاص اور سورۃ النور کا حفظ کروانا اور پھر ان کے مضمون تک انکی رسائی بہت ضروری ہے۔

یہ عام حضرات کیلئے بھی ہے اور خواتین کیلئے بھی ہے اسکو پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 9

مسئلہ حاضر و ناظر

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

اللہ تبارک وتعالی جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں حامی بیکساں احمد مجتبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین اللہ تعالی کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم کے فہم دین کورس کے پچیسویں (25) سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے

"مسئلہ حاضر وناظر"

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا ومولی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پاک میں حیات حسی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ کے سامنے موجود ہے اور کائنات کے ذرے ذرے پر نگاہ کرنے کی سعادت اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ جہاں کہیں اللہ کے اذن سے اور اُس کی عطا سے ظہور پذیر ہونا چاہیں تو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالی کی قدرتوں کا مظہر بن سکتے ہیں۔

میں نے قرآن مجید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔

maktabah.org

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۵)

O Prophet! the cmmunicater of unseen news, no doubt, we have sent you ou a present beholder and bearer of glod tiding and a warner.

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی،

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

ہم نے آپ کو شاہد بنایا ہے۔

وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

اور ہم نے تجھ کو بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا بنایا ہے۔

اس آیت کریمہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کہہ کر خود خطاب کیا ہے اور بعد میں آپ کے جن اوصاف کو بیان کیا ہے اُن میں سے پہلا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شاھد" بنایا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کا لقب بھی دیا۔ اور اس لقب کے ساتھ بھی آپ کا تذکرہ فرمایا۔

يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹)

marfat.com

وہ دن کہ جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ اٹھائیں گے۔

عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

اُن پر انہیں میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے۔

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هٰؤُلَاءِ

اور آپ کو ان سب کے اوپر ہم گواہ بنائیں گے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

(سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۱)

وہ کیسی صورتحال ہو گی جس وقت ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم آپ کو سب پر گواہ بنائیں گے۔

شاھد و شہید کا معنی

ان آیات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاھد بھی کہا گیا اور شہید بھی کہا گیا۔

شاھد اور شہید دونوں کا مادہ اشتقاق ش، ھا اور دال ہے۔

عربی میں جہاں بھی یہ مادہ استعمال ہوتا ہے۔ تو حقیقت کے لحاظ سے اُس میں سے دو چیزوں کا معنی ضرور ہوتا ہے۔

1۔ ایک تو اس میں حضور یعنی حاضر ہونا ہے۔ (2) دوسرا آپس میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو صفات کے صیغے اس مادے سے مشتق کیے جاتے ہیں ان میں حاضر ہونا اور دیکھنا یہ دونوں باتیں پائی جاتیں ہیں۔

امام راغب کی نظر میں شاھد و شہود کا معنی

امام راغب اصفہانی مفردات قرآن کے اندر ارشاد فرماتے ہیں۔

marfat.com

اَلشُّھُوْدُ وَ الشَّھَادَۃُ اَلْحَضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ

شھود کا لفظ ہو یا شہادۃ کا لفظ ہو، اس کا معنی یہ ہوگا۔

اَلْحَضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ

وہاں پر حضور بھی ہو اور مشاہدہ بھی ہو۔

لفظ شاھد اور شھید دونوں جس وقت شہادت سے بنے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جو شاھد ہیں اور شھید ہیں۔ حقیقی معنی کے لحاظ سے وہاں پر حضور بھی پایا جائے گا۔ اور مشاہدہ بھی پایا جائے گا۔

جس بات کے وہ شاھد ہیں یا جس بات کے وہ شھید ہیں۔ اُس واقعہ کے پاس وہ حاضر بھی ہونگے اور اس کا وہ مشاہدہ بھی فرمائیں گے۔

پھر وہ مشاہدہ کی دو اقسام بیان کر دیں۔

اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ

مشاہدہ یا تو آنکھ کے لحاظ سے ہوگا یا دل کے لحاظ سے ہوگا۔

بہر حال مشاہدہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

اس مجموعی معنی کو اگر ایک لفظ سے بیان کریں تو اس کو گواہ کہا جاتا ہے اور اگر اس کو تفصیلی حیثیت میں بیان کریں تو اس کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا

اے غیب کی خبریں دینے والے ہم نے آپ کو حاضر و ناضر بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے۔

لوگوں کی گواہی کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس کے گواہ ہیں اس کے بارے میں

marfat.com

وہاں موقع پر موجود بھی ہوں اور اس کا مشاہدہ بھی کریں۔

اگر ایک شخص کسی واقعہ کا گواہ بنتا ہے لیکن وہ وہاں پر موجود نہیں تھا۔ تو اس کو گواہ نہیں کہا جائے گا۔ اگر موجود تھا لیکن درمیان میں دیوار تھی۔ دیوار کے پیچھے کوئی واقعہ ہو گیا ہے تو پھر بھی وہ گواہی نہیں دے سکے گا۔ اس لئے کہ وہ اگرچہ قریب موجود ہے لیکن وہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ نہیں رہا تو اُس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے۔

اس واسطے اس کو گواہ نہیں بنایا جائے گا۔

بالکل ایک لمحہ پہلے دیوار کے پیچھے آپ دیکھ کے آئے تھے کہ زید کھڑا ہے اور ادھر آنے کے بعد اسی کی آواز آرہی تھی اور کوئی وقوعہ ہو گیا ہے تو شریعت میں آپ کی گواہی اس وقوعہ کے بارے میں معتبر نہیں ہے۔ اس واسطے کہ آواز آواز سے مل جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے واقعہ کسی اور کا ہو اور تم آواز زید کی سمجھتے رہو۔ چونکہ وہاں پر مشاہدہ نہیں ہوگا اس واسطے گواہی غیر معتبر ہو جائے گی۔

لہذا قابل قدر اور معتبر گواہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ جس کا گواہ ہے اُس کے بارے میں موقع پر موجود بھی ہو اور مشاہدہ بھی وہاں پر موجود ہو۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں شاھد و شہود کا معنی

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

"وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اس آیت کی تشریح میں لفظ شہید اور شاھد کے معنی پر بحث کی ہے بتاتے ہیں۔

اَلشُّهَدَاءُ جَمْعُ شَهِيْدٍ

آیت میں جو لفظ شہداء ہے۔۔۔ یہ شہید کی جمع ہے۔

marfat.com

بِمَعْنَى الْحَاضِرِ اَوِ الْقَائِمِ بِالشَّهَادَةِ اَوِ النَّاصِرِ اَوِ الْاِمَامِ

شاھد کے چار معنیٰ ہیں۔

1۔شہید کا پہلا معنیٰ ''الحاضر'' ہے۔

2۔شہید کا دوسرا معنیٰ ''قائم بالشھادۃ'' ہے۔شھادت قائم کرنے والا

3۔شہید کا تیسرا معنیٰ ''الناصر'' ہے۔یعنی مددگار

4۔شہید کا چوتھا معنیٰ ''الامام'' ہے۔

لفظ شھداء کے یہ چار معنی بیان کرنے کے بعد امام بیضاوی اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ان چاروں میں وہ معنی کس طرح پایا جائے گا جو اصل ش، ھ، دال کے جمع ہونے کے وقت ہوتا ہے۔

كَاَنَّهٗ سُمِّيَ بِهٖ لِاَنَّهٗ يَحْضُرُ النَّوَادِيَ وَ يُبْرَمُ بِمَحْضَرِهِ الْاُمُوْرُ

ان کو شہید کس واسطے کہا جاتا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ ان کے سامنے محافل میں فیصلے ہوتے ہیں امام کے بیٹھے ہوئے سامنے فیصلہ ہوتا ہے۔اور تمام لوگ خواہ وہ ناصر ہے یا امام ہے۔

وہاں جس کے بارے میں وہ ناصر ہے اور جس چیز کے لحاظ سے ان کے سامنے فیصلہ کیا جارہا ہے۔تو وہاں حضور بھی پایا جاتا ہے۔اور اگر کسی کے سامنے فیصلے کیلئے کسی کو پیش کیا گیا ہے تو اس میں بھی حضور پایا جائے گا اور مشاہدہ بھی پایا جائے گا۔تو چونکہ امام و ناصر کے لحاظ سے محافل کے اندر لوگ اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور اپنے فیصلے کروانے کیلئے اپنے آپ کو حاضر کر دیتے ہیں۔اُن کے سامنے جب کسی کا حضور ہوتا ہے تو خود ان کا بھی حضور ہوتا ہے، وہ بھی موجود ہوتے ہیں اور ساتھ مشاہدہ بھی ہوتا

marfat.com

ہے۔ اس واسطے امام بیضاوی کہنے لگے۔

قائم بالشہادہ کو بھی شہید کہتے ہیں۔

حاضر کو بھی شہید کہتے ہیں۔

امام کو بھی شہید کہتے ہیں۔

اور ناصر کو بھی شہید کہتے ہیں۔

اسکے ساتھ ہی فرمانے لگے۔

لِأَنَّ التَّرْكِيبَ لِلْحُضُوْرِ

اس واسطے کہ یہ حروف (ش، ہ، د) جہاں آ جائیں تو معنی حضور والا ہوگا۔

اس پوری ترکیب میں حضور والا معنی ہوتا ہے۔ لہذا ایسا نہیں ہو سکے گا کہ شاہد یا شہید ہو مگر حضور والا معنی نہ ہو۔ جس کو بھی شاہد کہیں گے یا شہید کہیں گے۔ عربی لغت کے لحاظ سے اُس میں حضور والا معنی ضرور موجود ہوگا۔

إِمَّا بِالذَّاتِ أَوْ بِالتَّصَوُّرِ

یا تو بالذات حضور ہوگا۔ اگر بالذات ممکن نہ ہو سکا تو پھر بالتصور حضور ہوگا۔

جس طرح شہادۃ علی الشہادۃ کی صورتحال کے اندر حضور علمی طور پر پایا جاتا ہے۔ اب اسکو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں مقتول کو شہید کہتے ہیں۔

وَمِنْهُ قِيلَ لِلْمَقْتُولِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ شَهِيدٌ

یہی سبب ہے کہ جو اللہ کے راستے میں مقتول ہو اس کو شہید کہا جاتا ہے۔

حالانکہ قرآن مجید میں اسے مقتول کہا گیا۔

marfat.com

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (سورۃ البقرۃ:۱۵۴)

قرآن نے لفظ مقتول بولا، لیکن ہم اسے کیا کہتے ہیں، کہ وہ شہید ہے۔اس کو شہید کیوں کہتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ علیہ کہتے ہیں۔اسکی دو وجہ ہیں۔

پہلی وجہ

جو اللہ کے راستے میں قتل ہوا اس کو شہید اس لئے کہا جاتا ہے کہ:

لِاَنَّهٗ حَضَرَ مَاكَانَ يَرْجُوْهُ

اُسے جس چیز کی تڑپ تھی اور امید تھی وہ اس کے پاس حاضر ہو گیا ہے۔

اُسے رب کے جلووں کی تڑپ تھی۔وہ اللہ کے جلووں کے پاس حاضر ہو گیا۔
اس کو ثواب کی طلب تھی اور تڑپ تھی وہ ثواب کے پاس حاضر ہو گیا۔اُس کو جنت سامنے نظر آنے لگی۔یعنی جو کچھ اُس کا مقصود تھا وہ اُس کے پاس حاضر ہو گیا ہے۔اس واسطے اب اُس کو مقتول نہیں کہا جاتا۔بلکہ اُس کو شہید کہا جاتا ہے۔

لہٰذا حضور والا معنیٰ اس میں پایا گیا۔

دوسری وجہ

یا اس کو لئے شہید کہا جاتا ہے کہ

اَوِ الْمَلَآئِكَةُ حَضَرُوْهُ (تفسیر بیضاوی:۴۵)

اس کے پاس فرشتے حاضر ہو گئے ہیں۔اس کی زیارت اور اسکی ملاقات کیلئے، اس پر گواہی دینے کیلئے کہ اس نے اپنی جان اللہ کے دربار میں پیش کر دی ہے۔فرشتے اس کو دیکھنے آئے ہیں۔چونکہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہو گئے ہیں اور مشاہدہ کر رہے

marfat.com

ہیں اس وجہ سے حاضر بمعنی محضور بھی ہوتا ہے کہ جس کے پاس کوئی حاضر ہو گیا ہو اُس کو بھی حاضر کہا جاتا ہے۔ اس بنیاد پر مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس فرشتے حاضر ہو چکے ہیں۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت سے پتہ چلا کہ حاضر کا جو مطلب ہے اور شہید کا جو مطلب ہے اس کے لحاظ سے جہاں بھی لفظ شہید کا استعمال ہو گا وہاں ترکیب دلالت کرے گی کہ وہاں پر حضور بھی ہے اور مشاہدہ بھی ہے۔ جو اللہ کے راستے میں مقتول ہوا اُس کو شہید کہا جاتا ہے۔ اُس کے دو سبب ہیں یا تو یہ حاضر ہے اُس کے پاس جو اسے چاہیے تھا۔ یا اس کے پاس فرشتے حاضر ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہا جاتا ہے۔

جس انداز کا شاہد اسی انداز کا مشاہدہ

حاضر و ناظر کا لفظ جس وقت ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بولتے ہیں تو آپ پر اس لفظ کا اطلاق ہم اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان شاہد اور شہید کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

کیونکہ جہاں شاہد و شہید ہو گا وہاں پر حضور بھی ہو گا اور مشاہدہ بھی ہو گا۔
جس انداز کا وہ شاہد یا شہید ہے اُسی انداز کا مشاہدہ بھی ہو گا۔
مثلاً ایک شخص ایک گھر کے اندر واقعہ کا گواہ ہے تو اُس کا مطالعہ گھر تک ہو گا وہاں حضور ضروری ہے اور وہاں مشاہدہ ضروری ہے۔
ایک شخص محلے کے معاملے کا گواہ ہے تو وہاں اس کا حضور بھی ضروری ہے۔ وہاں مشاہدہ بھی ضروری ہے۔

marfat.com

ایک شخص شہر کے کسی معاملے کا گواہ ہے تو اُس کا وہاں حضور بھی ضروری ہے۔اور مشاہدہ بھی ضروری ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف کائنات کے لئے مطلقاً شاہد بنا کے بھیجے گئے ہیں۔لہٰذا کائنات آپ علیہ السلام کے سامنے یوں ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رائی کا دانہ ہوتا ہے۔آپ اُس کا مشاہدہ بھی فرما رہے ہیں اور اُس کے پاس موجود بھی ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے شاھد بنایا۔تو اللہ ایک بڑے وصف کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔

عمومی لحاظ سے تو شاہد ہر بندہ ہے۔کوئی بندہ ایسا نہیں جو شاہد نہ ہو۔

ہر بندہ کسی نہ کسی بات کا شاہد ہے۔کتنا ہی گیا گذرا کیوں نہ ہو وہ جہاں بیٹھا ہے۔ساتھ بیٹھے ہوئے کا شاھد ہے۔جسے دیکھ رہا ہے اُس کا شاھد ہے۔گلی میں جا رہا ہے شاھد ہے۔کسی نہ کسی چیز کا مشاہدہ کر رہا ہے ہر وقت شاہد ہے۔

یہ کونسی شان تھی جس کو رب نے اجاگر کرنا تھا؟ رب ذوالجلال کا قرآن بول رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو صدر مقام پر بطور وصف کے بیان کیا ہے تو اس شاہد کے معنیٰ کو محدود نہ سمجھو۔اُس شان کے مطابق سمجھو جس شان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کا معاملہ ہوتا تو شاید کوئی بڑی بات نہیں تھیں۔لیکن رب ذوالجلال نے ان کو ذرے ذرے کا گواہ بنایا ہے۔

لہٰذا یہ وصف بہت بڑی شان دے کے عطا فرمایا ہے۔

ہم نے آپ کو شاھد بنایا،شہید بنایا۔صرف اس امت کیلئے نہیں بلکہ پہلی امتوں

marfat.com

کے لئے بھی۔ جمیع امم کیلئے گواہ بنا دیا گیا۔ اور ان کے فیصلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر قیامت کے دن ہونے والے ہیں۔ اس وقت میں اسکی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اس کا جس وقت ہم اطلاق کرتے ہیں تو پہلے معنی کے لحاظ سے جو امام بیضاوی نے بیان کیا ہے کہ حاضر وہ ہے جو کسی کے پاس خود حاضر ہو۔

حاضر و ناظر

اب حاضر بمعنی موجود ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو کائنات میں موجود ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں۔ لوگ جو اس میں شق نکالنا چاہتے ہیں کہ حاضر تو چھوٹا بڑے کے دربار میں ہوتا ہے اور تم پیغمبر کو حاضر کہتے ہو۔ معاذ اللہ اس میں توہین ہے۔

ان لوگوں کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت اس کو فاعل کے معنی میں لیتے ہیں تو اس وقت ہی بمعنی موجود ہوگا۔ عربی زبان کا جو اصل اطلاق ہے اس میں کسی طرح بھی یہ موجود نہیں ہے کہ جہاں حضور ہو وہاں یہ ضروری ہے کہ چھوٹا ہی بڑے کے پاس حاضر ہو۔ حاضر غائب کے مقابلے میں ہے۔ یعنی جو موجود نہیں وہ غائب ہے۔ اور جو موجود ہے وہ حاضر ہے۔ آگے اس کی شان دیکھیں گے۔ اگر چھوٹا ہے تو چھوٹے ہونے کے لحاظ سے ہوگا۔ اور اگر سب سے بڑا ہے تو حضور اُن کے مرتبے کے مطابق ہوگا۔

لہٰذا یہ پہلا معنی حاضر کا فاعل کے لحاظ سے بمعنی "موجود" ہے۔

اگر دوسرا معنی لیں تو پھر حاضر بمعنی محضور ہوگا۔

جس طرح کہ وہ بندہ جو اللہ کے رستے میں شہید ہوا تھا۔ فرشتے اس کے پاس آئے مگر شہید اس کا نام پڑ گیا۔ آئے تو اس کو فرشتے دیکھنے کیلئے تھے۔ مگر شہید اسے کہا

marfat.com

گیا۔اس کو محضور کہا گیا۔ کہ اس کے پاس کوئی حاضر ہوا لیکن شہید اس کو کہا گیا۔ ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لحاظ سے جو حاضر کہتے ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ آپ محضور ہیں۔آپ کی خدمت میں کائنات کا ذرہ ذرہ حاضری دینے والا ہے۔وہ حاضر ہیں اور آپ اس کے ناظر ہیں۔

آپ پر اس وصف کا اس طرح اطلاق کیا جا رہا ہے کہ جیسے وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے۔ حضور تو فرشتوں کے لحاظ سے تھا مگر شہید اس کو کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ حاضر تو بولا جائے گا۔لیکن مطلب یہ ہوگا کہ محضور ہیں وہ جن کے پاس کوئی اپنے آپ کو حاضر خدمت کر رہا ہے۔

حاضر و ناظر کی اقسام

حاضر و ناظر کا یہ مفہوم جو اپنے دامن میں بڑی وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے اس کو ہم دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا معنی، اللہ نے اپنا گواہ بنایا۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ۔ (سورۃ الاحزاب ۴۵)

اے نبی ہم نے تجھے گواہ بنایا ہے، حاضر و ناظر بنایا ہے۔

اللہ نے کس کا گواہ بنایا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں کیا۔ پھر یہ قانون ہے۔

اَلْمُطْلَقُ يَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ

جہاں مطلق لفظ ہو تو ہم اس کو مقید نہیں کر سکتے۔وہ علی الاطلاق ہوگا۔ محبوب علیہ السلام ہم نے آپ کو مطلقاً گواہ بنایا، کس کس فرد کا گواہ بنایا، اس کو بیان نہیں کیا۔

marfat.com

"شاھدًا" ہم نے تجھے گواہ بنایا ہے۔

امام سُلمی کہتے ہیں۔ پہلا معنی یہ ہوگا۔

اللہ فرمارہا ہے۔

شَاهِدًا لَنَا (تفسیر سلمی: ۲/۱۴۹)

ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔

ہم نے تجھے اپنے دربار کا حاضر و ناظر بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب لوگ تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے اور دنیا کو یہ تڑپ ہے کہ پتہ چلے رب کیسا ہے۔ رب کی ذات کیسی ہے۔ رب کی صفات کیسی ہیں رب کا جمال کیسا ہے۔ رب کا اختیار کیسا اور اسکی قدرت کیسی ہے۔ رب کا علم کتنا ہے۔

اے میرے محبوب ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ یعنی جس نے میری رحمت دیکھنی ہو وہ تجھے دیکھے، جس نے میری قدرت دیکھنی ہو وہ تمہارے پاس جائے، جس نے میرا علم دیکھنا ہو وہ تم سے پوچھے، ہم نے تجھے اپنی ذات کا بھی گواہ بنایا ہے اور اپنی صفات کا بھی گواہ بنایا ہے۔

"شاھدًا لنا" ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ ہر بندہ چاہتا ہے کہ میں رب سے ملوں، رب کو دیکھوں، اُس کے پاس جاؤں۔ مگر کہاں سفر کرے، کس جانب جائے، کہاں جیٹھے اور کہاں جا کے رب کو ڈھونڈے۔ کسی ایک جہت میں رب کو کیسے تلاش کرے گا۔ اگر کوئی مغرب کی طرف جارہا ہے تو کیا شمال کی طرف رب نہیں ہے۔ اگر کوئی اوپر کی طرف جارہا ہے تو کیا اس زمین پر رب کائنات کے جلوے نہیں ہیں۔

بحر و بر میں خشک و تر میں ہیں تیرے جلوے عیاں

ہر جگہ رہتا ہے لیکن پھر بھی ہے تو لامکاں

marfat.com

ہر شخص خدا کو پانا چاہتا تھا، اُس کو ڈھونڈھنا چاہتا تھا۔ مگر مشکل بڑی تھی کہ کس طرف جائیں۔ پھر اگر جائیں تو دیکھیں کیسے؟ شکل ہو تو دیکھ سکیں۔

شکل کیا ہوتی ہے۔

شکل کی تعریف:

هُوَ الْهَيْئَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ اِحَاطَةِ الْحَدِّ الْوَاحِدِ اَوِ الْحَدَّيْنِ اَوْ اَكْثَرَ بِالْجِسْمِ التَّعْلِيْمِي۔ (دستور العلماء ۲/۲۲۱)

وہ ہیئت ہے جو شے کو ایک حد کے احاطہ کے سبب سے یا کئی حدود کے احاطہ کے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ جسم تعلیمی کیساتھ

جب خط بنیں تو شکل بنتی ہے اور جب خط مل جائیں تو شے لمیٹڈ ہوتی ہے۔ اور خدا لمیٹڈ اور محدود نہیں ہوتا۔ لہٰذا دیکھیں تو کیسے دیکھیں۔ پھر دیکھنے کیلئے رائی اور مرئی کا آمنے سامنے ہونا ضروری ہے۔ یہ ساری چیزیں لوگوں کے لئے الجھن تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب ہم نے تجھے سب سے بڑے مقصد کے لئے بھیجا ہے۔ جس نے میری گواہی لینی ہو۔ میں نے تجھے گواہ بنا دیا ہے۔ مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا تو نہ دیکھے اس لئے کہ اُس میں مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ لوگوں کا کام تمہارے پاس آنا ہے اور تمہارا کام انہیں میرے تک پہنچانا ہے۔

شاھد کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تجھے اپنا حاضر و ناظر بنایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دربار کے حاضر ہیں اور ساتھ ناظر بھی ہیں۔

"جنھیں دیکھ کر رب مسکرائے" والے موضوع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ والی

marfat.com

حدیث ہے کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ایک دن میں سرکار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اور محبوب علیہ السلام نے جس وقت دعا مانگی اور میری طرف دیکھ کے مسکرائے تو میں نے پوچھا یا تم رب سے کرتے ہو اور مسکراتے میری طرف دیکھ کر ہو تو آپ نے فرمایا۔

ضَحِکْتُ بِضِحْکِ رَبِّیْ (کنز العمال: حدیث نمبر:۳۹۶۴)

میں اس لئے ہنسا ہوں کہ میرا رب مسکرایا ہے۔

لہذا آپ فرش پہ چلتے ہوئے بھی اللہ تعالی کے جلووں سے محظوظ ہونے والے ہیں اور ناظر ہیں۔

اس واسطے اللہ تعالی نے فرمایا، ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ جس نے بھی یہ دیکھنا ہو کہ میری رحمت کتنی ہے، میرا فضل کتنا ہے۔ جس نے یہ دیکھنا ہو کہ میری طرف سے انعامات کتنے ہیں جس نے یہ دیکھنا ہو کہ میرے اختیارات کتنے ہیں، میری قدرت کتنی ہے، میری قوت کتنی ہے۔ محبوب وہ تمہارے پاس آئے جب وہ تمہاری رحمت دیکھے گا اُسے میری رحمت کا نظارہ ملے گا۔ جو تمہارا علم دیکھے گا اُسے میرے علم کی طرف اشارہ ملے گا۔ جس وقت وہ تمہارے پاس بیٹھ کر تمہارا جمال دیکھے گا۔

اَنَا مِرْآۃُ جَمَالِ الْحَقِّ

تمہارے چمکتے چہرے سے اُس کو میرا جلوہ نظر آئے گا تو یہ سب سے بڑے گواہ کا کردار پورا ہو جائے گا۔

لہذا یہ پہلا معنی ہے کہ ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے۔

اگر کوئی شخص اس کو پوری طرح سمجھ لے تو اس کی ہمارے ساتھ کوئی الجھن نہیں

maktabah.org

رہے گی۔ راہ حق سے اُس کو کسی طرح کی کوئی ناراضگی نہیں رہے گی۔

اس واسطے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ذات کے گواہ ہیں تو مطلب یہ ہوا۔ ربّ ذوالجلال نے ساری کائنات کو آپ کا دروازہ دکھایا کہ ان کے بغیر تم مجھے نہیں پاسکو گے۔ ان کے پاس جاؤ تو پھر تم میرے پاس آؤ گے۔

اس سے پتہ چلا کہ اس دربار میں جانا غیر کی طرف جانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دِکھایا ہی یہ دربار ہے کہ ادھر جاؤ یہ تمہارے لئے گواہ ہیں، یہ برھان ہیں، یہ دلیل ہیں اور یہ میرا پتہ ہے۔

لہٰذا اب ادھر متوجہ ہونا اللہ کے حکم کے مطابق ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ ماننا توسّل نہیں تو اور کیا ہے۔ گواہ کیا کرے گا۔ تمہیں پہنچائے گا۔ اپنا کردار ادا کرے گا۔ خالق و مخلوق کے درمیان اسی کردار کو مخلوق کے لحاظ سے وسیلہ اور توسل کہا جاتا ہے۔ ربّ ذوالجلال نے ساری انسانیت کے لئے اپنے محبوب کو گواہ بنایا ہے کہ تم اُن کو میرا پتہ دو، جو نہیں پہنچ سکتے، اُن کو تم میرے تک پہنچاؤ، تو جو میرے تک یہ کردار ادا کرے اُسے ہی وسیلہ کہا جاتا ہے۔

یہاں سے یہ بھی پتہ چلا کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کتنا ہے۔ اُس کو ترازو پہ تولا نہیں جاسکتا۔ اس واسطے کہ

جو شہر کا گواہ ہو اُسے شہر کا مطالعہ ہوتا ہے۔ جو محلے کا گواہ ہو اُسے محلے کا پتہ ہے اور جو عرش معلی کا گواہ ہو اُسے عرش معلی کا پتہ ہے۔ اس واسطے فرمایا۔

شَاهِدًا لَّنَا

ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ جس کی نگاہ عرش تک پھیلی ہوئی ہو اس سے فرش

marfat.com

کی چیزیں کیسے چھپ سکیں گی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔

وَاَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا (بخاری شریف:۷)

جتنا مجھے رب کا پتہ ہے اتنا کسی کو نہیں ہے۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔

یہ تو ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے بارے میں گواہی دینی ہے گواہ کو اسکا پتہ ہی نہ ہو تو پھر معاذ اللہ گواہی کا حق پورا نہیں ہو سکے گا۔ گواہی کا پورا فائدہ نہیں ہو سکے گا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات اور اپنی قدرت کے مناظر اپنے محبوب کو دکھائے ہیں تاکہ کوئی ایسا نہ رہے جو قیامت کے دن یہ بہانہ کرے یا اللہ تیرے گواہ کے پاس گیا تو تھا مگر اُس نے مجھے تیرا پورا تعارف نہیں کروایا۔ رب ذوالجلال نے گواہ کو سب کچھ دکھا دیا تاکہ جو بھی آئے گواہ اُس کی طبیعت کو مطمئن کرتا جائے۔

جسکو خالق کی ذات کا سب سے زیادہ پتہ ہو اور مخلوق اُس سے چھپی ہوئی ہو تو یہ خالق کے علم کی توہین ہے۔ مخلوق کا علم تو خالق کے علم کی تمہید میں آجاتا ہے۔ لہٰذا جس وقت وہ علم تمہید میں آچکا ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سب کے آپ گواہ ہیں۔

اگر کوئی بدعت طبع حاضر و ناظر نہیں بھی بولتا، گواہ ہی بولے پھر بھی بھاگ نہیں سکے گا، پھر بھی ہمارے دائرہ علم کے اندر اُس کو جکڑ دیا جائے گا۔ کہ جب محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے گواہ بنایا ہے تو کسی ایسے کو گواہ نہیں بنایا جاتا جو لوگوں کو متوجہ نہ کر سکے اور قائل نہ کر سکے۔ خالق کائنات کا آپ کو گواہ بنانا اس بات کا اعلان تھا کہ لوگو! ہم نے ان کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا ہے۔

جتنا بڑا دعویٰ ہو اتنی بڑی دلیل ہوتی ہے۔ رب ذوالجلال کی توحید سے بڑا کوئی

marfat.com

دعوی نہیں اور ماہ مدینہ سے بڑا کوئی گواہ نہیں۔ لہٰذا آپ کی ذات کو ہر عیب سے پاک ماننا یہ توحید کیلئے ضروری ہے۔ اللہ کی توحید کے اثبات اور پوری طرح یقین سے اُس کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو توحید کے گواہ ہیں اُن میں کوئی عیب نہ ہو، کوئی کمی نہ ہو، کوئی نقصان نہ ہو۔

لہٰذا یہ ایک آیت اور اس ایک آیت کا ایک لفظ میرے اس ناقص مطالعہ کے مطابق میں شرح صدر سے اعلان کرتا ہوں جس کو جس مسئلے کا ہمارے ساتھ فکری محاذ پر شک ہو تو ہم انشاء اللہ اس ایک لفظ سے ہر مسئلے کا حل اُس کے سامنے پیش کر دیں گے۔

خواہ وہ توسل ہو، خواہ وہ علم غیب ہو، خواہ وہ شفاعت کا عقیدہ ہو، خواہ وہ مشکل کشائی ہو، خواہ وہ حاجت روائی ہو اور خواہ وہ نورانیت ہو، یہ ساری باتیں اسی ایک لفظ سے ملیں گی۔

ارے! شاہد وہ کیسے بن سکے گا جس کو اللہ کے دربار میں جاتے ہوئے نور کے جلووں سے جل جانے کا خطرہ ہو۔ وہ شاہد نہیں بن سکے گا اور جو رب ذوالجلال کے دربار میں بغیر خوف کے چلا جائے اور جلے نہ، صحیح سلامت واپس آئے تو ماننا پڑے گا یہ وہ نور ہے جو اللہ نے سارے انوار سے کامل پیدا فرمایا ہے۔ ورنہ جبریل علیہ السلام جاتے ہوئے گھبرا رہے تھے۔

اگر میں سدرہ سے ایک پورا بھی آگے گیا تو میں جل کے راکھ ہو جاؤں گا۔

مگر سرکار گھبرائے نہیں آگے گئے ہیں اور عرش تک پہنچے ہیں، یہ آپ کے وجود کا تقاضا تھا کہ جسے گواہ بنانا ہے اگر وہی جل کے راکھ ہو جائے تو لوگوں کو گواہی کون دے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے پیدا کیا کہ جبرئیل کو تو خود جلنے کا خطرہ ہے لیکن

marfat.com

اس نور کے سر پر کپڑے کا عمامہ بھی سلامت تھا۔

یہ بات بڑی تفصیل طلب ہے لیکن وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔

شاھد کا پہلا معنی یہ ہے کہ " شَاهِدًا لَنَا " ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔

امام سلمی نے اپنی تفسیر سلمی کی جلد نمبر 2 اور صفحہ نمبر ۱۴۹ پر ابن عطا کے قول کے ساتھ یہ تشریح کی ہے۔ امام سلمی کہتے ہیں۔

شَرَّفْنَاكَ بِرِسَالَتِنَا

محبوب ہم نے تجھے اپنی رسالت سے مشرف کیا۔

وَ تُخْبِرُ عَنَّا خَبَرَ صِدْقٍ

اور تم بندوں کو ہمارے بارے میں جو بتاتے ہو سچ بتاتے ہو۔

چونکہ تم گواہ ہو اس لیے ہمارے بارے میں جو آپ کا تعارف ہے، وہ حق تعارف ہے۔

فَتَهْدِي بِكَ قُلُوبًا عُمْيًا

اور اللہ تعالیٰ تمہارے صدقے اندھے دلوں کو ہدایت دیتا ہے۔

چونکہ تم گواہ ہو اس لیے تمہاری وجہ سے جن جن لوگوں کو گواہی طلب ہو گی تو اُن کو ہدایت ملے گی۔

يَشْهَدُوْنَكَ وَ يَشْهَدُ وَنَا بِكَ

اور لوگ مجھے نہیں دیکھ پاتے وہ دیکھتے تجھے ہیں لیکن تجھ میں مجھے دیکھتے ہیں۔

یعنی میرے جلووں کو دیکھتے ہیں۔ اللہ نے کسی میں سرایت نہیں کیا، کسی میں حلول نہیں کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اللہ ہے۔ ہمارا حلولیوں والا عقیدہ نہیں ہے۔

لیکن میں اس بات کو بیان کر رہا ہوں جو سرکار نے فرمایا ہے۔

marfat.com

اَنَا مِرْاٰۃُ جَمَالِ الْحَقِّ

میں اللہ کے حسن کا آئینہ ہوں۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

جس نے مجھے دیکھا اُس نے میرے رب کے جلووں کو دیکھا۔

یَشْھَدُوْنَکَ

لوگ مشاہدہ تمہارا کرتے ہیں۔

وَ یَشْھَدُوْنَنَا فِیْکَ

اور تمہارے اندر ہمارے جلووں کا نظارہ کرتے ہیں۔

یہ گواہ کا کام ہے کہ لوگ اُس تک پہنچیں اور وہ آگے پہنچائے۔

وَلَا یَشْھَدُکَ اِلَّا مَنْ اَثَرَ فِیْہِ بَرَکَۃُ نَظْرِکَ

یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ تجھے آ کے دیکھے، اور پھر دیکھ سکے۔

دیکھنے لگے تو تجھے دیکھ لے؟ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ"۔ (سورۃ الاعراف:۱۹۸)

کچھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتے ہیں، مگر تجھے تک نہیں سکتے۔

آخر اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں اور جو بھی آئے آ کے دیکھ لے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ہاں دکھانے کیلئے یہ شرط قرار دے دی گئی۔ ٹھیک کافر ہو دیکھے سہی مگر دل میں بغض نہ ہو، حسد نہ ہو۔ اگر وہ دیکھے گا تو اُسے سرکار نظر آئیں گے اور پھر واپس نہیں جا سکے گا۔ کون دیکھے گا؟ فرمایا۔

marfat.com

وہی دیکھے گا جس میں تمہاری نظر اثر کرے گی۔

جس کو تم اپنی نظر سے نواز دو گے۔ اُسے تم نظر آ جاؤ گے اس انداز میں فرمایا۔

فَيَشْهَدُكَ

وہ آپ کو دیکھے گا۔

ويشهد نامعك

اور پھر آپ سے ہمیں دیکھے گا۔

یہ گواہ کا کام ہے۔ اب تم یہ دیکھو کہ آپ دلیل ہیں۔ تو دلیل کیا ہے۔

دلیل کی تعریف:۔

كَوْنُ الشَّيْءِ بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ الْعِلْمُ بِشَيْءٍ آخَرَ

شی کا اس طرح ہونا کہ اس شی کے علم سے دوسری شی کا علم آ جائے، اُس کو دلیل کہتے ہیں۔

وہ کسی کی دلیل ہو یا عنوان ہو یا وہ کسی کا ایڈریس ہو، اُس کا کام یہ ہوتا ہے کہ جسکی وہ دلیل ہے، جسکا وہ عنوان ہے اور جس کا وہ پتہ ہے وہ لوگوں کو وہاں تک پہنچائے باقی عام چیزوں کی دلیلیں ہیں اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم رب کائنات کی دلیل ہیں۔ لہٰذا جو بھی آتا ہے آپ اُسکی رب ذوالجلال کی طرف راہنمائی فرمانے والے ہیں۔ وہ رہنمائی کیسی فرماتے ہیں۔

اگر حضرت عبداللہ بن سلام دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔

لَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

(مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۲۸، بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

marfat.com

جس وقت میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو مجھے معرفت آ گئی کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

نبی علیہ السلام جب ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے تو عبداللہ بن سلام جو کہ یہودی تھے کہتے ہیں کہ میں صرف آپ کو دیکھنے کیلئے آیا تھا لیکن جب میں نے اللہ کے گواہ کا چہرہ دیکھا تو مجھے پتہ چلا کہ اتنا نورانی چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ یہ نور انکے سچے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابورافع کا فرمان ہے۔

میں قریش کا سندیسہ لے کر آیا تھا، میرا مقصد واپس جانا تھا، لیکن:

لَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِيْ قَلْبِيَ الْإِسْلَام

(ابوداؤد شریف:۲/۲۳)

جب میں نے پہلی بار چہرہ پاک دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا۔

یہ ابھی لفظ شاھد کے پہلے معنی کی تشریح ہمارے سامنے ہے۔ اب دیکھو اور سوچو کہ جس رب کے قرآن کے ایک لفظ میں اتنے جہان آباد ہوں اُس پورے قرآن کے مضامین کا عالم کیا ہوگا۔

دوسرا معنی۔ اللہ نے مخلوق پر گواہ بنایا

دونوں معنی بیک وقت مراد ہونگے، ایسا نہیں کہ ایک معنی حقیقی ہو اور دوسرا مجازی ہو۔ کچھ لوگ ایک پر رک جاتے ہیں دوسرا مراد نہیں لیتے۔ یہ دونوں اطلاق کے لحاظ سے افراد ہیں۔ اور دونوں مراد ہونگے۔

marfat.com

دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تجھے مخلوق کا گواہ بنالیا۔ اس پر باقاعدہ آیت موجود ہے۔

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورۃ البقرۃ: ۱۴۳)

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہو جائیں۔

اسکا دوسرا معنی بھی عظیم ہے۔

مطلب یہ بنے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق پر گواہ بنادیا گیا ہے۔

اب اس میں جو دینی پہلو ہے وہ پیش نظر ہے۔ کوئی شخص کہے کہ مخلوق پر گواہ ہونا یہ کمال کیا ہے، یہ شان کیا ہے؟ انسان کسی شہر کو دیکھنے والا ہو، شہر کو جاننے والا ہو، اُس شہر کے کمروں کو جانتا ہو، کمرے کے اندر صندوق پڑا ہو اُس کو جانتا ہو، صندوق میں بند چیز کو جانتا ہو، اس کا دین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس کا دین کے ساتھ تعلق یہ ہے۔ جب کل رب ذوالجلال فیصلے فرمائے گا تو معاملات کے فیصلے گواہوں پر ہوں گے۔ یہ معاملات دین کے لحاظ سے گواہی پر موقوف ہیں۔ تو پتہ چلا! اس لحاظ سے کائنات کا مطالعہ اور مشاہدہ بھی دین کا حصہ ہے۔

لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب قیامت میں حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے دربار میں پہنچیں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے میں نے تو تبلیغ کی ہے لیکن امت کہے گی کہ یہ ہمارے پاس آئے ہی نہیں۔ یہ تو بولے ہی نہیں۔ وہ کہیں گے میں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ہے لیکن امت نہیں مانے گی۔ اللہ فرمائے گا گواہ پیش کرو تو اُس وقت میری گواہی سے کام پورا ہو جائے گا۔

اس امت میں حضرت صدیق اکبر جیسے لوگ بھی ایسی گواہیاں دے جائیں گے۔ سرکار کی گواہی پر گواہی دے رہے ہوں گے۔ اس واسطے ان معاملات کو جاننا۔ ان

marfat.com

کوکوئی خبر دینی نہ کہے یہ بھی ایک دین کا حصہ ہے اور محبوب علیہ السلام کورب ذوالجلال نے شہادت کا یہ منصب بھی عطا فرمایا ہے۔

حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک شہید کا معنی

یہاں بالخصوص اس آیت کی شرح میں حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کا تفسیر عزیزی میں جو قول ہے۔وہ بطور خاص اس کی وضاحت کیلئے پیش کر دیتا ہوں۔

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورۃ البقرۃ:۱۴۳)

اسکی تفسیر میں کہتے ہیں:

باشد رسول شما بر شما گواہ

ہونگے تمہارے رسول تم پر گواہ

زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت بہ رتبہ ہر متدین بدین خود

کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر گواہ بنایا یا کس چیز کا گواہ؟ شاہ عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بندے کے ظاہر باطن کا علم عطا فرمایا ہے کہ اُس کے دل میں دین کس درجے کا ہے، اُس کا تقوی کس درجے کا ہے۔

اُس کی پرہیزگاری کس درجے کی ہے۔

کیا جبرئیل آئے تو آپ کو اس کا پتہ چلتا ہے۔شاہ عبدالعزیز کہتے ہیں۔نہیں۔

بہ نور نبوت

یہ نبوت کا فیض ہے۔جس سے سرکار کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ لوگو!

marfat.com

ہم نے تم پر اپنے پیغمبر کو گواہ بنایا ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ ہر بندے کی حقیقتِ ایمان کیا ہے، وہ کافر ہے یا مومن ہے۔ مومن ہے تو کتنا مومن ہے۔ ایمان اندر کی حقیقت ہے اور دین باہر کا رنگ ہے۔ وہ سجدے کرتا ہے تو کتنے کرتا ہے۔ اُس کے ہاتھ خیرات کرتے ہیں تو کتنی کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کہہ رہے ہیں کہ

میرے محبوب علیہ السلام ربّ ذوالجلال کے دیئے ہوئے نورِ نبوت سے ہر بندے کا قیامت تک ظاہر بھی جاننے والے ہیں اور باطن بھی جاننے والے ہیں۔

پھر ہو سکتا تھا کوئی یہ کہتا کہ شاید چند شعبہ جات کا پتہ ہو اور چند شعبہ جات کا پتہ نہ ہو۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نہیں۔

می شناسد گناھان شمارا و درجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا

وہ تمہارے اعمال نیک و بد کو بھی جانتے ہیں، وہ تمہارے گناہوں کو بھی جانتے ہیں تمہاری نیکیوں کو بھی جانتے ہیں۔

کیا جو اُس وقت موجود تھے انہیں ہی جانتے ہیں، یا جو قیامت تک آنے والے تھے سب کو جانتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حاضران آن زمانہ خود مثل صحابہ وازواج واھل بیت یا غائبان ازمان خود مثل اویس ومھدی (تفسیر عزیزی ۶۳۶)

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جو لوگ تھے جس طرح صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اھل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اُن کو بھی جانتے ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں اُن کو بھی جانتے ہیں۔

اُن میں باقاعدہ نام لیا جس طرح حضرت اویس رضی اللہ عنہ ہیں اور

marfat.com

جس طرح حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا ہے۔ ان سب کا اللہ نے آپ کو شہید بنایا ہے، گواہ بنایا ہے۔

تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ یہ سرکار کا نور نبوت ہے۔ جو مجلس میں بیٹھے تھے اُن کو بھی جان رہے تھے اور جو اُن کی پشتوں میں تھے اُن کو بھی جان رہے تھے اور قیامت تک جنہوں نے آنا تھا ان کو بھی جان رہے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور نبوت کے ساتھ جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اُس کے ذریعے سے وہ ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے۔

اس مضمون کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا روم نے کہا تھا۔

در نظر بودش مقامات العباد

زیں سبب نامش خدا شاھد نہاد

اُن کی نگاہ میں لوگوں کے مقامات تھے کہ کس کا کیا مقام ہے۔ بود کا مطلب یہ ہے کہ بات بعد میں ہوئی آپ کو پتہ پہلے تھا۔

در نظر بودش مقامات العباد

پہلے سے وہ بندوں کے مقامات کو جاننے والے تھے کہ کس کا درجہ کتنا ہے۔ کس کی حیثیت کیا ہے مولانا روم کہتے ہیں اسی وجہ سے اُن کو شاھد کہا ہے۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مقامات کا علم بھی عطا فرمایا ہے۔

اب حدیث شریف سے اختصار کے ساتھ چند حوالہ جات اس ابتدائی گفتگو کے بارے میں پیش کرتا ہوں کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا انداز سب سے جدا ہے۔ لہٰذا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ آپ کو ناظر کہا جائے۔ اور یہ بات بھی ضمناً میں عرض کر دوں۔

marfat.com

مقامات حریری کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو ناظر نہیں کہا جا سکتا۔ اس واسطے کہ ناظر اُسے کہتے ہیں جو ایک خاص انداز سے دیکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔

نَظَرَ وَلَمْ یَرَہٗ

اُس نے دیکھا مگر اُس کو نظر نہ آیا۔

تو پتہ کیا چلا کہ دیکھنے میں نظر کا جو معنی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

ناظر کو کبھی تو چیز نظر آتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی۔

آپ جس وقت عید کا چاند دیکھیں گے تو کچھ دیکھنے والوں کو نظر آئے گا۔ اور کچھ دیکھنے والوں کو نظر نہیں آئے گا۔ تو پتہ چلا کبھی ناظر کو چیز نظر آتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی۔ لیکن خالق وہ ہے کہ جس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔

لوگ ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں کہ یہ ”ناظر“ اللہ کا نام ہے۔ یہ اللہ کا نام کہاں سے آیا ہے۔

قرآن میں ہے، تورات میں ہے یا زبور میں ہے، انجیل میں ہے؟ یہ صحف میں ہے یا یہ بخاری شریف میں ہے؟ رب ذوالجلال کے اسماء توقیفی ہیں اور حاضر و ناظر اللہ کے ناموں سے کوئی نام نہیں ہے۔

لیکن بڑی مشکل ہے ”اس لفظ کو اگر استعمال کریں“ اس کو صحیح ماننا پڑے گا۔ پھر اسکی تاویل کرنا پڑے گی۔ ناظر بمعنی موجود لینا پڑے گا۔ ورنہ رب ذوالجلال کیلئے اس کا استعمال تو ہے ہی ناجائز۔ جبکہ محبوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا سے، اپنی مرضی سے، اللہ کی اپوزیشن کے طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے طور پر اللہ نے یہ شان دی ہے کہ ذرہ ذرہ آپ کے سامنے حاضر ہے۔

marfat.com

احادیث کے چند حوالہ جات

حدیث نمبر 1

بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر ۵۹ پر یہ حدیث شریف میں موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی جماعت کرا رہے تھے کہ آخری صف میں کسی نے غلطی کی۔ جب سرکار نے سلام پھیرا تو اُس بندے کو نام لے کے بلایا اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا

یعنی کیا تمہیں یہ عقیدہ دیا گیا ہے کہ جب میں آگے دیکھوں تو میں صرف آگے ہی دیکھتا ہوں، مجھے پیچھے نظر نہیں آتا، اے صحابہ کرام

فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ

خدا کی قسم ہے میں آگے دیکھوں تو پھر بھی تمہارے خشوع اور تمہارے رکوع میرے سامنے ہوتے ہیں۔ تمہارا خشوع مجھ سے چھپا نہیں ہوتا، تمہارا رکوع چھپا نہیں ہوتا۔

قسم کے ساتھ آپ نے فرمایا۔ قسم کے بغیر کہیں تو پھر بھی آپ کا جملہ چٹانوں پر نقش ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے قسم اُٹھا کر کہا۔

وَاللّٰهِ

مجھے خدا کی قسم ہے، تمہارا رکوع بھی مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور تمہارا خشوع بھی مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ خشوع دل کی حالت ہے۔ رکوع ظاہری حالت ہے۔ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کراتے ہوئے آگے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن

marfat.com

آپ نے فرمایا میرے کسی امتی کا یہ عقیدہ نہیں ہونا چاہیے کہ میری جدھر آنکھیں ہوں مجھے ادھر ہی نظر آتا ہے۔

فرمایا: آنکھیں میری آگے ہوتی ہیں لیکن ایسے وقت بھی تم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتے میں تمہارا رکوع بھی دیکھتا ہوں اور خشوع بھی دیکھتا ہوں۔

ساتھ ہی آپ نے یہ لفظ بول دیئے۔

اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ

میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

یہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناظر ہونے کی جو حیثیت ہے۔ اُس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ حاضر و ناظر کے مسئلے کو اپنی عقل کے چھوٹے سے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں انہیں اگر کوئی ترازو لانا ہے تو پھر وہ بھی غیر محدود لانا پڑے گا۔ جو کہ میسر نہیں آئے گا۔ اب کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان نماز میں ہے جس کا چہرہ آگے ہے، آنکھیں آگے ہیں اور جو دیکھنے کا حسی معاملہ ہے وہ رائی مرئی کا مقابلہ ضروری ہے۔ پھر چیز نظر آتی ہے ورنہ نظر ہی کچھ نہیں آتا۔ پھر یہاں بالخصوص نماز کے اندر اللہ کے جمال میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کوئی ہمارے جیسی نماز تو نہیں ہے۔ یہ تو وہ نماز ہے کہ

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

کہ سرکار عرش سے واپس تب آئے تھے۔ جب یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ اے محبوب نماز پنجگانہ میں تجھے عرش والا دیدار عطا کرتے رہیں گے۔ (کشف المحجوب، ص:۳۳۱، مطبع نوائے وقت پرنٹر)

اتنا گہرا معاملہ کہ اللہ کی ذات کے جلوے سامنے ہوں اور پھر یہ نگاہوں میں سب کچھ موجود ہے تو ماننا پڑے گا اس طرح دیکھنا کا امتیازی بھی کائنات میں اور کہیں نہیں ہے۔

حدیث نمبر 2۔

اس بات کو پوری طرح سمجھنے کیلئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی سامنے رکھیے جو بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 97 اپر موجود ہے۔

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ اْلآنَ

میرا جو حوض کوثر ہے میں اُس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ انظر مضارع کا صیغہ ہے۔

اب میرا حوض میری آنکھوں کے سامنے ہے، میں اب اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

آپ بیٹھے زمین پر ہیں اور حوض کوثر جنت کا حوض ہے۔ سات آسمانوں کے پار کی مخلوق کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اُٹھا کر کہا۔

وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ

خدا کی قسم اب دیکھ رہا ہوں، مشاہدہ میرا جاری ہے۔ آپ نے یہ بول کے واضح کیا کہ تم آپ کی آنکھ کو یوں ہی نہ سمجھو بلکہ یوں سمجھو جیسے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کہا۔

؎ کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

یہ انداز اُن کے دیکھنے کا ہے۔ دیکھتے اس انداز میں ہیں کہ

؎ سر عرش پہ ہے تیری گذر دل فرش پہ ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں دیکھ رہا ہوں۔ میرا حوض میرے سامنے ہے۔ میں اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اگر آپ کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں جیسا سمجھا ہوتا تو صحابہ کہتے کہ ہمیں تو نظر نہیں آرہا۔ آپ کو کیسے نظر آرہا ہے۔

marfat.com

نہیں نہیں! انہیں سرکار نے سمجھایا ہوا تھا کہ

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ

(جامع ترمذی ۲/ ۵۷، مسند امام احمد: ۵/ ۱۷۳)

میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا اور میں وہ بھی سن لیتا ہوں جو تمہیں سنائی نہیں دیتا۔

حدیث نمبر 3:

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

جب تک میں تمہارے سامنے ہوں خیر ہی خیر ہوں۔

تُحَدِّثُوْنَ وَیُحَدَّثُ لَکُمْ

تم مجھ سے بات کرتے ہو اور میں تمہارے سامنے مسائل بیان کرتا ہوں۔

تم بولتے ہو تو تم سے بولا جاتا ہے تم باتیں کرتے ہو تو تمہاری باتوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

وَوَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

جب میں اپنی قبر شریف میں چلا جاؤں گا پھر بھی میرا فائدہ باقی رہے گا۔

وہ کیسا امتی ہو سکتا ہے جو فائدے کا علی الاطلاق انکار کر رہا ہو کہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتے، کوئی نفع نہیں دے سکتے، یہ نہیں کر سکتے یا وہ نہیں کر سکتے۔

میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

میرے نفعے دائمی ہیں، سدا بہار ہیں۔ جب تک زمین کے اوپر ہوں پھر بھی نفع

marfat.com

ہی نفع ہے اور جب زمین کے اندر ہوں گا تو پھر بھی نفع ہی نفع ہوگا۔ تمہارے لئے میں خیر ہوں۔ اس خیر کو خود بیان کیا کہ جب تک سامنے ہوں خیر ہوں سب کو پتہ ہے کہ جب دل پریشان ہوگا تو سرکار کا چہرہ دیکھیں گے سارے غم دور ہو جائیں گے۔ رونے والوں کو ہنسنے کی بہاریں مل جائیں گی سرکار کی زیارت سے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے اور عرش کے فیصلوں کی اطلاع چلتی رہے گی۔ کائنات کے سربستہ راز کھلتے جائیں گے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ ساری صورتحال سب کے سامنے ہے۔ خیر کا سلسلہ تھا لیکن فرمایا جب میں اپنے روضہ پاک میں ہوں گا تو پھر بھی تمہارے لیے خیر ہی خیر ہوں۔

اسکی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ

خیر یہ ہے کہ تمہارے اعمال کی حاضری لگے گی۔ میں تمہارے اعمال دیکھوں گا۔ وہ پر پیش کیے جائیں گے۔

اب یہ پیش کرنے کا جو انداز ہے یہ اہتمام کیلئے ہے۔ جس طرح فرشتے سبحان اللہ کو ایک پلیٹ میں رکھ کے اللہ کے دربار میں پیش کرتے ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کو ویسے سنائی نہیں دی۔ مطلب یہ ہے کہ کلمہ بڑا عزت والا ہے۔ ایسے ہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ایک اہتمام ہے۔ فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ اعمال سامنے رکھو اور یہ محبوب علیہ السلام کے دیکھنے کا انداز ہے۔

marfat.com

فرمایا: قیامت تک مجھ پر تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے۔ میرے بعد والے میرے غلامو! مجھے یاد رکھنا کبھی بھی ایسے نمازیں نہ پڑھنا کہ تمہاری نمازوں کو میں چیک نہیں کر رہا اور کبھی بھی روزے یوں نہ رکھنا کہ تمہارے روزے میرے پاس پیش نہیں ہو رہے۔

اللہ کیلئے جو تمہارے اندر خلوص ہے وہ تو ہونا چاہیے۔ لیکن میں تمہارا وارث ہوں۔ میں نے رب کے دربار میں تمہارے لئے نمائندگی کرنی ہے۔ میرا بھی لحاظ رکھو۔ مجھے شرمندگی نہ دلانا، یوں کام کرو کہ میں بھی خوش ہو جاؤں اور میرا رب بھی خوش ہوتا ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ تو کیا ہوگا، فرمایا۔

فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ

پھر میں جو تمہارا اچھا کام دیکھوں گا تو میں اس پر اللہ کی تعریف کروں گا۔

اللہ کا شکر کروں گا، اُسکی حمد کروں گا کہ میرے وصال کر جانے کے بعد بھی اس امت میں خیر کا سلسلہ موجود ہے۔ پھر فرمایا۔

فَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ (کنز العمال: ۳۱۹۰۳)

اگر کہیں مجھے تمہاری غلطی نظر آئے گی۔ شر نظر آئے گا۔ تو میں تمہارے لئے فائدہ ہوں۔ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے گناہوں کی معافی کیلئے اللہ سے استغفار کروں گا۔

اتنے شفیق، اتنے رحیم، اتنے کریم ہیں کہ آپ نے فرمایا میرا فائدہ بھول نہ جانا اور پھر یہ کتنی عظمت ہے ان لوگوں کی کہ جو سرکار کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہیں۔

کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

marfat.com

بعد از وصال بھی میرے فائدے برقرار رہیں گے۔ وہ فائدہ یہ ہے کہ جب تم سے غلطی ہو جائے گی۔ مجھے پتہ چل جائے گا تو اللہ تعالیٰ سے تمہارے بارے میں سفارش کردوں گا۔

لہٰذا یہ دیکھنے کا انداز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج بھی برقرار ہے اور جو یوں دیکھتے ہوں اُن کو ہی ناظر کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر 4

بالخصوص طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے اور مواہب اللدنیہ میں بھی موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا

اللہ نے میرے لئے دنیا کو اُٹھایا، دنیا میرے سامنے کردی۔

فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا

میں اُس کو دیکھتا ہوں۔

وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

صرف آج کی دنیا کو ہی نہیں بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ میں سب کو دیکھ رہا ہوں۔ کس طرح

کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (مواہب اللدنیہ: ۳/۵۵۹)

جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

پوری کائنات، پوری دنیا محبوب علیہ السلام کے سامنے حاضر ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے ناظر ہیں۔ اس حدیث میں "اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا" یہ جو جملہ ہے یہ

marfat.com

بڑا قابل غور ہے۔ یہ نہیں فرمایا کیونکہ پہلے رفع کا لفظ ماضی کا تھا کہ اللہ نے اٹھایا تو لفظ آنا چاہیے تھا "نَظَرْتُ اِلَیْھَا" میں نے دیکھا۔ لیکن "نظرت" نہیں فرمایا۔ صرف "اَنْظُرُ" بھی نہیں فرمایا بلکہ "اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا" فرمایا۔

یہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں اور میرے استاد محترم استاذ العرب والعجم شیخ المدرسین بلکہ ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔اس میں خبر جملہ فعلیہ ہے۔

ایسا جملہ اسمیہ جس کے اندر خبر جملہ فعلیہ ہو تو وہ دوام اور تجدد پر دلالت کرتا ہے لہٰذا محبوب علیہ السلام یہ بیان کر رہے ہیں۔

اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا

قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ ہر لمحہ میری نظر اُس پر پڑ رہی ہے۔

"نظرت" نہیں فرمایا! اللہ نے اٹھایا میں نے دیکھا معاملہ ختم ہو گیا...... نہیں نہیں...... اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا ، یہ دوام و تجدد ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلسل اپنی توجہ فرما رہے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس منصب پر موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

یہ ہمارا انداز ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کہیں آنے جانے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی ٹکٹ کی ضرورت ہے۔ نہ کرایہ کی ضرورت ہے لوگوں نے جو اعتراض بنا رکھے ہیں کہ وہ آئیں گے کیسے اور جائیں گے کیسے؟ ان سارے معاملات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پوری کائنات یوں حاضر ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے۔

marfat.com

یہ حاضر ہیں اور سرکار اس پر نظر فرما رہے ہیں۔

باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر جو خوش نصیبوں کیلئے نظر کرم فرماتے ہیں. اُس کا امکان موجود ہے۔ لیکن یہ دائمی طور پر اللہ تعالیٰ نے یوں حجابات اُٹھا رکھے ہیں اور اگر حکمت کا تقاضا ہو تو اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ ہر کام اللہ تعالیٰ کی حکمت کے دائرے کے مطابق ہوتا ہے اور اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔

یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن وسنت نے ہمیں نبی علیہ السلام کے بارے میں عطا فرمایا ہے۔

تَشَهُّد اور عقیدہ حاضر و ناظر

جو ہم نماز میں تشہد پڑھتے ہیں وہ تشہد ابن مسعود ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تشہد ہاتھ میں پکڑ کر یوں پڑھایا جیسے قرآن کی صورت پڑھائی جاتی ہے۔ بخاری شریف میں اسکا ذکر ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کہتے ہیں مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (بخاری شریف:۱/۱۱۵)

یہ تشہد کے الفاظ ہیں یہ ہم نے گھڑے نہیں ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر ۱۱۵ پر یہ الفاظ موجود ہیں اب اس تشہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے ہوئے۔

" اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ " کا لفظ بولا گیا۔

marfat.com

سلام ہو تجھ پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب قیامت تک لوگوں نے نماز پڑھنی ہے اور جب یہ حکم دیا جا رہا تھا تو نبی علیہ السلام کو پتہ تھا کہ صرف مدینہ شریف والے ہی نہیں مکہ شریف والے اب بھی یہ پڑھیں گے اور دوسرے شہروں والے جہاں جہاں اسلام پہنچ رہا ہے، یمن والے، حجاز والے، روم والے اور شام والے، اُن تک یہ پیغام پہنچ چکا ہے۔ وہ نماز پڑھیں گے اور پھر بعد میں قیامت تک کے لوگ یہ پڑھیں گے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

سلام ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں۔

اس میں لفظ " علیک " میں جو لفظ ک ہے اس میں اس عقیدے کو شامل کر دیا گیا کہ نمازی جب بھی نماز پڑھے گا تو عملاً اس بات کی گواہی دے گا کہ میں محبوب علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننے والا ہوں۔

یہاں پر میں نے امت کے ائمہ کے چند ملفوظات اکٹھے کیے ہیں۔ اور ان کا ہر ہر لفظ خوشبو سے بھرا ہوا ہے۔ اتنی اُس میں لذت ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے نماز پڑھتا ہے تو خدا کی قسم کائنات میں کسی مقام پر اتنی لذت نہیں آتی جتنی نماز میں دو مقامات پر آتی ہے۔

<u>پہلا مقام:۔</u>

ایک وہ مقام ہے کہ جس وقت نمازی کہتا ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اگر کوئی بندہ پورے حضور قلب کے ساتھ کھڑا ہے تو خدا کی قسم ہے اس میں وہ

marfat.com

لذت ہے جو دنیا کے کسی فعل میں اور دنیا کی کسی پینے کی چیز میں، کسی کھانے کی چیز میں اور کسی لذیز چیز میں وہ لذت نہیں ہے جتنی لذت ان جملوں میں ہے۔

اور ایمان بالغیب کا پورا پیکر بن کر یوں بول رہا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ کے بول رہا ہے تو اُس وقت حجاب اُٹھ جاتے ہیں۔

دوسرا مقام۔ رسول اکرم ﷺ کو "ک" کے ساتھ خطاب کرنے کا سبب کیا ہے؟

دوسرا لمحہ اور مقام یہ ہے کہ جس وقت نمازی حالت تشہد میں یہ کہتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

صدیوں بعد بھی آج منظر تازہ ہوتا ہے، سلام ہو تجھ پر اے نبی اس میں کاف خطاب کا سبب کیا ہے۔

"ک" سے خطاب کی تین وجوہات

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 401 پر اسکی وضاحت کی ہے کہ "ک" سے خطاب کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

وجہ خطاب بآنحضرت بجہت ابقائی این کلام است بر انچہ دراصل بود

خطاب کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اصل کلام تھا ویسے ہی اُس کو باقی رکھا جائے۔ جس طرح آغاز میں تھا ویسے ہی اس کو رہنے دیا جائے۔

یہ آغاز میں کیسے تھا؟ آپ فرماتے ہیں۔

در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ وتقدس بر آنحضرت خطاب بسلام آمد

marfat.com

یہ جملہ اصل میں " (السلام علیك ایھا النبی) "معراج کی رات رب نے اپنے محبوب سے فرمایا تھا اس لیے تو اس کو یوں ہی باقی رکھا گیا۔ کیوں؟

پس آنحضرت درحین تعلیم امت نیز ہمان لفظ اصل گذاشت تا ایشاں را مشعر آن حال گرد۔

سرکار نے یہ جملہ اُسی طرح رکھا کیونکہ میرے غلام خود تو عرش پر جا کر معراج نہیں کریں گے مگر میری معراج کو تو یاد کرتے رہیں۔

مشعر آن حال گردد

جب بھی نماز میں ہوں گے تو انہیں میرے خیال سے معراج کا خیال آئے گا۔ کہ معراج میں اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ یوں گفتگو کی اور مجھے اس petren میں سلام کہا تو سرکار نے فرمایا یہی باقی رکھیں گے تا کہ امتی کو بھی وہ سلام کہنے کا شرف مل جائے۔

اب دیکھو ہمارا کتنا بھلا ہو گیا۔ قیامت تک ہم تڑپتے رہتے کہ کاش ہمیں وہ انداز ملے جیسے رب اپنے محبوب کو سلام کرتا ہے اگر پتہ نہ چلتا تو کتنا خسارہ ہو جاتا۔

سرکار نے فرمایا غلاموں میں تمہیں بتا رہا ہوں وہ مقام کہ

"غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تو اُس کی بو سے بھی محرم نہیں"

جہاں کے معاملات کی خبر طائر سدرہ نشین جبرئیل کو بھی نہیں تھی آپ نے فرمایا کہ ایک بات تو میں اپنی امت کو بتا رہا ہوں۔ اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ جس وقت میں عرش پر گیا تھا تو میرے رب نے مجھے یہ سلام کہا تھا میرے غلاموا میں نے تمہیں نماز معراج کا تحفہ دیا ہے تم یہ سلام مجھے اسی انداز میں کیا کرو۔

marfat.com

دوسری وجہ:۔

نیز ...... آں ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است

" عـليك " کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ محبوب علیہ السلام تو ہر وقت مومنوں کی آنکھ کے سامنے ہوتے ہیں۔

نصب العین مومناں:

میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہمیشہ عاشقوں کے سامنے ہوتا ہے اور مومنوں کے نصب العین ہیں۔

وقرۃ العین عابداں است

اور عبادت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

لہذا:

در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت

ہر وقت ہی تمام احوال میں اور تمام اوقات میں یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اگر کوئی زندہ ضمیر انسان ہے تو سرکار اُس کے نصب العین ہیں۔

خصوصاً در حالت عبادت

بالخصوص حالت عبادت میں تو یہ کیفیت بڑھ جاتی ہے۔

آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است

نماز میں تو سارے پردے ہی اُٹھ جاتے ہیں۔

marfat.com

اس واسطے یہاں پر غلاموں کو " علیک "ضرور کہنا چاہیے۔

ویسے بھی یہ جائز ہے لیکن بالخصوص نماز میں پابندی کروائی گئی کہ جس میں اللہ نے سب سے زیادہ قرب اپنے بندے کو دیا ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے بڑھ کر اللہ کے قریب ہیں تو جو دو قریبوں میں سے ایک کے قریب ہو تو وہ دوسرے کے بھی ضرور قریب ہوتا ہے۔ اب بندہ نماز پڑھ کے اللہ کے قریب ہوا ہے تو سرکار کا قرب بھی ضرور مل جائے گا۔

آپس میں دو قریب چیزوں میں کسی کے جو قریب ہوتا ہے وہ دوسرے کا قریبی ضرور بن جاتا ہے، لہٰذا جب اس بات کو مانتے ہو کہ نماز کے اندر بندے کو اللہ کا قرب میسر ہے تو پھر سرکار کا قرب بھی میسر ہو گیا ہے۔ اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ربیعہ نے کہا کہ

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ

میں جنت میں آپ کا قرب چاہتا ہوں اور جنت میں آپ کی سنگت چاہتا ہوں۔

اس پر سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ (مشکوٰۃ شریف: ۸۴)

اگر جنت میں میری سنگت چاہتے ہو تو پھر سجدے زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔

سجدے میں اللہ کا قرب بھی ہے اور میرا قرب بھی ہے۔

نماز کے اندر علیک کو اس لئے برقرار رکھا گیا کہ یہ ایک خصوصی حالت ہے۔

اس سے بندے کو قرب حاصل ہے اور جن کو دیکھے، جن کے قریب ہو، جن کے سامنے ہو، ان کیں پھر غائب سے نہیں، آمنے سامنے سلام کہنا چاہیے۔

اس واسطے نمازی کہتا ہے " السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "

marfat.com

تیسری وجہ:۔

وبعضے از عرفا گفته اند

بعض عارفوں کا یہ قول ہے، صوفیاء کا قول ہے۔ جن کے دل کا آئینہ بڑا صاف ہے۔

که ایں خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه صلی الله علیه

وسلم است در زرائر موجودات و افراد ممکنات۔

یہ خطاب اس لئے ہے کہ کائنات کی بقا سرکار کے دم قدم سے ہے۔ ممکنات میں سرکار کے جلوے سرایت کر چکے ہیں۔ اور پورے موجودات کے ذرے ذرے میں اُن کے مرتبہ و مقام کے مطابق سرکار کی جلوہ گری اُن جگہوں کے شایان شان ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ وہاں محبوب علیہ السلام کی جلوہ گری ضروری ہوتی ہے۔

پس آنحضرت در ذات مصلّیان موجود حاضر است

تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذوات کے اندر موجود ہیں اور حاضر ہیں

پس مصلّی باید

تو نمازی کو چاہیے۔

که ازیں معنی آگاه باشد

وہ یہ معنی پڑھ کے پھر نماز پڑھا کرے کہ میں سرکار کے دربار میں ہوں۔

اور آپ کے دربار میں "السلام علیک" کہنے والا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ دل تو غافل ہو اور زبان سے سلام کہہ رہا ہو، ہوسکتا ہے کہ سرکار ناراض ہو جائیں کہ سلام تو مجھے کرتا ہے لیکن دھیان میری طرف کرتا ہی نہیں، سلام کا جواب لینا ہے جبکہ یہ میری طرف دھیان کر ہی نہیں رہا۔

marfat.com

لہٰذا جواب کے وصول کے لئے دھیان بھی کرنا چاہیے کہ میں جدھر سلام کر رہا ہوں۔ وہ خود سنتے بھی ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق فرمانے لگے۔

ازیں شہود غافل نہ بود

اس شہود سے نمازی کو غافل نہیں ہونا چاہیے۔

تابانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائض گرد (اشعۃ اللمعات:۱/۴۰۱)

تاکہ نمازی کو پتہ چلے کہ محبوب علیہ السلام کے انوار برستے کیسے ہیں اور یہ بھی اُن کے انوار کے ساتھ منور ہو جائے۔

یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ ہے۔ جس کو محقق علی الاطلاق کہا جاتا ہے۔ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کائنات کی دائمی حقیقت ہے۔

اب یہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی بریلی شریف کے فارغ التحصیل نہیں ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ان کو یہ پڑھا دیا ہو۔ چونکہ یہ پوری امت کا عقیدہ ہے۔ اور یہی صفہ سے لیکر بدر وحنین اور بعد کے سارے مراکز میں خوشبو ہے۔

یہ خوشبو حقیقت میں وہاں سے چل کے آرہی ہے اور فاضل بریلوی نے اُسی حقیقت کو اجاگر کر دیا ہے۔

السلام علیک کہتے وقت نماز کی کیفیت امام غزالی کی نظر میں

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ (جلد 1 صفحہ 199)

قولک السلام علیک

جب تو "السلام علیک" کہے تو کیا کر؟

marfat.com

أَحْضِرْ شَخْصَهُ الْكَرِيْمَ فِيْ قَلْبِكَ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت کو اپنے دل میں بسا لے۔

ولیصدق أملك فی انه یبلغه ویردّ علیك (المرقاۃ:۲/۳۳۲)

اور تمہاری امید اس بات میں کامل ہونی چاہیے کہ جو میں بول رہا ہوں سرکار اُس کو سنیں گے بھی اور جواب بھی ارشاد فرمائیں گے۔

حالت تشہد میں بندے کی حالت امام رازی کی نظر میں

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 281 پر فرماتے ہیں کہ جب بندہ تشہد میں ہوتا ہے تو اس وقت حالت کیا ہوتی ہے۔

ثُمَّ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ

جب نمازی حالت تشہد میں ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔

يَصْعَدُ نُوْرُ رُوْحِكَ وَيَنْزِلُ نُوْرُ رُوْحِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تمہاری روح کا نور اوپر اٹھتا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا نور نیچے اترتا ہے۔ ادھر سے عروج ہے کہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ سرکار دستگیری فرمانا چاہتے ہیں۔ اگر سرکار اوپر رہیں تو نچلی روح بیچاری کیسے پہنچ سکے گی اس لیے وہ کرم فرماتے ہیں یہ مقام مقام تشہد ہے۔ ادھر سے نمازی کی روح اٹھتی ہے۔ اوپر کی طرف اور ادھر سے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک نیچے آتی ہے۔ تو کیا ہوتا ہے۔

فَيَتَلَاقَى الرُّوْحَانِ

دونوں روحوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

marfat.com

دونوں روحیں مل جاتی ہیں۔ ایک امتی کی روح اور ایک پیغمبر کی روح کی آپس میں ملاقات ہو جاتی ہے۔

فیحصل هناك الروح والراحة والريحان

جب ملاقات ہوتی ہے تو خوشبو بھی ہوتی ہے۔ رحمت بھی ہوتی ہے اور راحت بھی ہوتی ہے۔

جس وقت نمازی تشہد میں پہنچا، ادھر سے اس کی روح کا نور اٹھا سرکار کی روح کا نور نیچے آیا دونوں ارواح کی آپس میں ملاقات ہوگی۔

فلا بد لروح محمد صلی اللہ علیہ وسلم من تسلیم وتحیۃ

جو روح اتنی صدیوں کے بعد بھی دستگیری کر رہی ہو تو پھر اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیے، اس کی توصیف کرنی چاہیے اور وہاں کوئی تحفہ بھیجنا چاہیے۔

امام رازی نے اسرار نماز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ وجہ ہے کہ جس کی بنیاد پر امتی نماز میں کہتا ہے۔

السلام علیک ایھا النبی

سلام ہو تجھ پہ اے نبی۔ آپ نے مجھ پہ کتنی بندہ نوازی کی ہے کہ آج بھی آپ نے میری روح کو دلاسا عطا فرمایا ہے۔

یہ انداز صلحاء امت کا ہے۔ اس انداز میں کتنی حکمتیں ہیں اور کتنی برکتیں ہیں۔

وہ لوگ جو آج منکرین کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن کا جو Grand Father ہے اُن کے ہاں بھی ایسی باتیں ملتی ہیں۔

marfat.com

ابن قیم کے نزدیک "السلام علیک ایھا النبی" کہنے کی وجہ

بدائع الفوائد کے اندر ابن قیم نے اس بات کی وضاحت کی ہے اور باقاعدہ اُس نے ہیڈنگ دی ہے کہ

جو صلاۃ پڑھی جاتی ہے وہ تو غائبانہ صیغے سے ہے اور سلام مخاطب کے صیغے سے ہے۔

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْکَ " نہیں کہا جاتا بلکہ " اللھم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ " کہا جاتا ہے۔ یہ غائب کے حکم میں ہے۔ لیکن سلام دیتے وقت یہ نہیں کہا جاتا " اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ " بلکہ کہا جاتا ہے۔ " السلام علیك ایھا النبی "

اس پر ابن قیم نے باقاعدہ بڑی لمبی بحث کی کہ اس کا سبب کیا ہے۔

کہنے لگے وجہ یہ ہے کہ چونکہ درود بھیجتے وقت شروع میں " اللھم " آ گیا ہے اور اس کے بعد " صلّ " ہے تو وہ خطاب کا ہے۔ اب عربی زبان کا تقاضا ہے کہ جو اگلے صیغے ہیں اُن میں خطاب اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے ہونا چاہیے، کسی اور ذات کیلئے یہاں خطاب نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا " اللّٰھم صل علیك " کہنے سے معنی یہ بنے گا کہ اللہ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اس واسطے وہاں پر گرامر کی مجبوری کی وجہ سے خطاب ممکن نہیں رہا۔

لیکن جو " السلام علیك ایھا النبی " ہے یہاں پھر وہ کہتے ہیں جب تک خطاب نہیں ہوگا، لذت پوری نہیں ہوگی۔

سلام بطور خطاب کہنے میں انوکھی حکمت

ابن قیم نے اس مقام پر اس بات کو پورے وثوق کے ساتھ بیان کیا۔

marfat.com

أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْهِ فَأَتَى بِلَفْظِ الْحَاضِرِ الْمُخَاطَبِ تَنْزِيلًا لَهُ مَنْزِلَةَ الْمُوَاجَهِ لِحِكْمَةٍ بَدِيعَةٍ جِدًّا

یہاں پر جو سلام بطور خطاب کیا جاتا ہے تو اس میں بڑی انوکھی حکمت ہے۔

وَهِيَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ أَحَبَّ إِلَى الْمُؤْمِنِ مِنْ نَفْسِهِ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْهِ

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بندے کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

اور مومن وہ ہوتا ہے جسے سرکار جان سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ تو پہلی وجہ ابن قیم نے یہ بیان کی کہ سرکار ہر بندے کو اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

فَأَوْلَى بِهِ مِنْهَا وَأَقْرَبُ

وہ جان سے زیادہ محبوب بھی ہیں اور زیادہ قریبی بھی ہیں۔

اس معنی پر بھی کچھ لوگ پھندا ڈالتے ہیں۔

"اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ" کہ یہاں اولی بمعنی اقرب نہیں ہوسکتا۔

ابن قیم تو اقرب پر ساری بنیاد بنا رہا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کی جان سے پیارے بھی ہیں اور مومن کیلئے جان سے قریب بھی ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں جو اتنا قریب ہو اُسے پھر دور سمجھ کے سلام نہیں دینا چاہیے۔ تو جو قریب ہو اس کے لئے "ک" استعمال کیا جاتا ہے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ"

جس سے تم ملاقات کرتے ہو تو اس سے السلام علیک کہتے ہو۔ بندہ تمہارے سامنے ہو اور تم اسے کہتے رہو "السلام علیہ" ...

marfat.com

سامنے ہے تو سامنے کہو "السلام علیکم"

ابن قیم کہتے ہیں کہ ہر مومن یہ مانتا ہے کہ وہ مجھے جان سے محبوب بھی ہیں اور میرے لئے جان سے قریب بھی ہیں تو جو جان سے قریب ہوں اُن کو سلام غائبانہ نہیں حاضرانہ پیش کیا جاتا ہے۔

وَ كَانَتْ حَقِيْقَتُهُ الذِّهْنِيَّةُ وَ مِثَالُهُ الْعِلْمِيُّ مَوْجُوْدًا فِيْ قَلْبِهٖ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ذھنیہ اور وجود علمی مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

بِحَيْثُ لَا يَغِيْبُ عَنْهُ اِلَّا شَخْصُهُ

بظاہر وہ غائب ہے لیکن حقیقت میں دل میں موجود ہیں۔

ابن قیم شعر پیش کر کے کہنے لگا۔

مِثَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ وَذِكْرُكَ فِيْ فَمِيْ
وَ مَثْوَاكَ فِيْ قَلْبِيْ فَاَيْنَ تَغِيْبُ

تمہاری تصویر تو میری آنکھوں میں ہے۔ یہ کسی نے اپنے محبوب کیلئے کہا جبکہ یہ سب سے بڑے محبوب کیلئے کہنا چاہیے۔

مِثَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ

تمہارا منظر تو میری آنکھوں میں ہے اور تمہارا ذکر میری زبان پر ہے۔ اور تمہارا ٹھکانہ میرے دل میں ہے تو میں تجھے غیب کہوں تو کیسے کہوں۔

فَاَيْنَ تَغِيْبُ

پھر تو غیب کیسے ہے تو غیب نہیں،...... اے محبوب تو حاضر ہے۔ تمہارا جلوہ میری نگاہ میں، تمہارا ذکر میری زبان پر اور میرا سینہ تمہارا مدینہ ہے پھر تم غیب کیسے ہو جو

غیب نہ ہوں اُن کو " السلام علیك ایها النبی " کہا جاتا ہے۔

اس کو بیان کرتے ہوئے ابن قیم نے کہا

مَنْ كَانَ بِهٰذَا الْحَالِ فَهُوَ الْحَاضِرُ حَقًّا

جو ایسا ہو وہ حاضر ہوتا ہے۔

منکرین یہاں جو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم سرکار کو حاضر کہہ کے آپ کی توہین کرتے ہو تو ہم ان کو آئینہ دکھانا چاہتے ہیں کہ "حاضر" ابن قیم نے بھی اس انداز میں کہا ہے۔

فهو الحاضر حقًّا

حقیقی حاضر یہ ہیں۔

وَ غَيْرُهٗ وَاِنْ كَانَ حَاضِرًا لِلْمَكَانِ فَهُوَ غَائِبٌ عَنِ الْجِنَانِ

کہنے لگا کہ باقی جو سامنے نظر آرہے ہیں یہ تو غائب ہیں۔

سرکار کے سوا باقی جو بندے نظر آرہے ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں یہ حقیقت میں غائب ہیں حاضر نہیں ہیں۔ سرکار حقیقت میں بندے کے سامنے موجود ہیں اور حاضر ہیں۔ لہٰذا

فَكَانَ خِطَابُهٗ خِطَابَ الْمُوَاجَهَةِ

اس وجہ سے پھر آپ سے خطاب مواجہہ کا ہونا چاہیے یعنی علیک بولنا چاہیے

وَالْحُضُوْرُ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ

اور حاضر ہونے کے انداز کا سلام ہونا چاہیے۔

اَوْلٰى مِنْ سَلَامِ الْغَيْبَةِ (بدائع الفوائد ص 287)

لہٰذا "علیہ" کے مقابلے میں "علیک" کہنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ جب

marfat.com

پھر ایسے رسول کو بطور خاص حالت تشہد میں علیک کہتے ہوئے اپنی طرف سے سلام کا تحفہ پیش کرنا چاہیے۔

غائب سے خطاب کی طرف عدول کرنے میں حکمت

حضرت امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں اپنا ایک انداز پیش کرتے ہیں وہ انداز بھی بڑا خوبصورت ہے۔ یہ سارے کے سارے امام ہیں۔

امام بدرالدین عینی کی کتاب عمدۃ القاری کی جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 585 پر یہ حدیث شریف ہے۔ آپ سوال کرتے ہیں۔

مَا الْحِکْمَۃُ فِیْ الْعُدُوْلِ عَنِ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْخِطَابِ

اس میں حکمت کیا ہے کہ یہاں پہلے سلسلہ غائب کا تھا لیکن آگے اس کو خطاب میں بدل دیا گیا۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

پہلے اللہ کے لئے ذکر ہوا تو غائب سے ہوا۔ چونکہ جو نام ہوتے ہیں یہ غائب کا معنی دیتے ہیں۔ " التحیات لک "نہیں کہا۔ کہ ساری قولی بدنی عبادتیں تیرے لئے ہیں بلکہ کہا گیا "التحیات للہ " تمام تحیات اللہ کیلئے ہیں۔

اس اسلوب کا تقاضا تھا کہ آگے یہ ہوتا" والسلام علی رسولہ "

کہ سلام ہو اللہ کے رسول پر لیکن پہلے جو انداز تھا اُس کو تبدیل کر دیا گیا۔

وہ غائب والا انداز چھوڑ کے خطاب والا بنایا گیا۔

قیامت تک کے جتنے سربستہ راز تھے وہ سرکار کے سامنے حاضر تھے اور پھر میں کہوں گا۔

marfat.com

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذہن کے فلک پر جو سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک اُن کے جواب تحریر کر چکی تھی

آج یہ بھولے پھرتے ہیں کہ حاضر ہیں تو کیسے ہیں، ناظر ہیں تو کیسے ہیں؟

سرکار نے بطور خاص امت کو جو صیغہ دیا۔ حالانکہ پیچھے انداز غائبانہ آ رہا تھا۔ اُس کا تقاضا تھا علیہ ہوتا پھر بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ لیکن مسئلہ یہ بھی تو سامنے تھا کہ جب امتی پڑھیں گے اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ جن کو "علیک" کہتے ہو تو تم کہاں سے کہتے ہو۔ سرکار نے فرمایا ہم وہ انداز دیں گے اگرچہ مقام علیہ کا تھا۔ مگر ہم علیک بنا کے امت کی مشکل کو حل کر دیں گے۔

امام عینی کے نزدیک غائب سے حاضر کی طرف عدول کرنے کی وجہ

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا آخر وجہ کیا ہے کہ غائب سے حاضر کی طرف انداز بدل گیا۔ انہوں نے بھی بڑا عمدہ جواب دیا۔

یہ ساری ہمارے ائمہ کی تحقیقات ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں۔ ان کو جب تم سن رہے ہو تو یقیناً تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ اگرچہ ہم اس پائے کے محقق تو نہیں ہیں۔ مگر ہمارا ایمان ایسا ہی ہے جیسا یہ بیان کر رہے ہیں۔

حضرت امام عینی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

إِنَّ الْمُصَلِّيْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ بِالتَّحِيَّاتِ

نمازیوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے جب ملکوت کے دروازے کھلوا لئے

marfat.com

''التحیات للہ'' کہا تو ملکوت کے دروازے کھل گئے۔

اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ

اللہ کی طرف سے ان کو اجازت دے دی گئی کہ اب تم داخل ہو جاؤ، کہاں؟

فِيْ حَرِيْمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

اُس حی و قیوم کے دربار میں ''کہ جس پہ کبھی موت نہیں آتی'' داخل ہو جاؤ۔

فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاتِ

تو نمازیوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں کہ کتنے وارے نیارے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلا کے اپنے دربار میں بٹھالیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار کا دروازہ کھلا، نمازی اللہ تعالیٰ کے دربار میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات اور سرگوشی کرنے لگا۔ جب سرگوشی کر رہا تھا۔

فَنُبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ ذَالِكَ بِوَاسِطَةِ النَّبِيِّ الرَّحْمَةِ

پھر نماز کو بتایا گیا کہ یہ جو کچھ تجھے ملا ہے اور جن کے صدقے سے ملا ہے انہیں بھی تو دیکھو۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کے ہمیں انمول کر دیا

کون ہمارے لئے دروازے کھولتا، اور کون اپنی طرف سے ابر کرم برساتا۔

نُبِّهُوْا

نمازیوں کو متوجہ کیا گیا کہ جس کے وسیلے سے تمہیں یہ ملا ہے۔ اُن کے بارے میں بھی تو سوچو۔ نبی رحمت کی متابعت کی وجہ سے تمہیں یہ مرتبہ ملا ہے۔

لہٰذا فوراً ایک جذبہ پیدا ہوا کہ اُن کو ہم بھول رہے ہیں جنہوں نے نماز دی تھی

marfat.com

اور جنہوں نے حاضری کا طریقہ دیا تھا۔ جن کے صدقے رب نے ہمیں اپنے دربار میں قبول کرلیا ہے۔

فَاِذَا الْتَفَتُوْا

جس وقت اچانک نمازی کی نظر اٹھی۔

فَاِذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ

تو نظر آیا کہ اللہ کے دربار میں سرکار بیٹھے ہیں۔

اَلْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ

پہلے حبیب سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور دوسرے حبیب سے اللہ تعالٰی کی ذات مراد ہے۔ تو بخاری نے التفا کیا۔ کہ یہ ایک ایمان بالغیب کا معاملہ ہے۔ یہ اُس کو کیفیت رکھنی چاہیے۔

جب اس نے توجہ کی تو اس نے دیکھا کہ اللہ تعالٰی کا دربار ہے۔ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جب سرکار نظر آئے۔

فَاَقْبَلُوْا اِلَیْهِ قَائِلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۴/ ۵۸۵)

نمازیوں نے سرکار کو جب رب کے دربار میں دیکھا تو اب دل نے کہا کہ سرکار کو غائبانہ نہیں سامنے بالمشافہ کہیں گے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ

اے محبوب تجھ پر رب کی سلامتی ہو۔

اب یہ کوئی مشرکین کا عقیدہ تھا؟ [illegible]

marfat.com

جن کی خدمات حدیث پر دنیا ناز کرتی ہے اور وہ اسلام کے وسیع ذخیرہ کے محافظ، اور اسلامی اقدار پر پہرہ دینے والے امت کے عظیم علماء کی لسٹ جو سینکڑوں نہیں ہزاروں تک پہنچنے والی ہے۔ انہوں نے دین ہمیں محفوظ کر کے دیا ہے۔ ہم اس پر قائم ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے نہیں گھڑا یہ شروع سے جو صراط مستقیم کا سلسلہ آرہا ہے اُسی پر ہم موجود ہیں۔

اب دیکھئے امام عینی فرمانے لگے کہ یہ کتنا سنہری موقع ہے۔ بندے کو متوجہ کیا گیا کہ جن کے صدقے تجھے عزت ملی ہے۔ اُن کی طرف توجہ کرو۔ فوراً نگاہ اُٹھی تو اللہ کے دربار میں رسول اکرم ﷺ موجود تھے۔ یہ مقام تشہد پہ پہنچا ہوا تھا۔ فوراً جس وقت دیکھتا ہے اور کہتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

اے اللہ کے محبوب تجھ پر سلام پیش کرتا ہوں۔

اعتراض:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں ہم "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہتے تھے۔

فَلَمَّا قُبِضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تو جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ تو پھر ہم نے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہنا چھوڑ دیا اور "علی النبی" شروع کر دیا۔

اس بات کو وہ لوگ اُٹھا کے آج پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

marfat.com

دیکھو تم علیک کی اتنی بحث کر رہے ہو۔ وہاں تو "السلام علی النبی" بھی آیا ہے۔
ابن مسعود نے خود کہہ دیا کہ آپ کی ظاہری حیات میں السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا ہے۔

جواب:

اسکے جواب کی تفصیل سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ یہ فرق عقل کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا تو نہیں تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کے اندر صرف مدینہ شریف کی مسجد نبوی میں ہی لوگ نماز پڑھتے تھے۔ اُس وقت بھی عالم میں جہاں تک اسلام پہنچا تھا نماز پڑھی جاتی تھی۔ مکہ شریف والے پڑھتے تھے، طائف والے پڑھتے تھے، یہ سارے مدینہ شریف سے دور نمازیں پڑھتے تھے اور غائب کی حالت میں پڑھتے تھے۔

جو اس وقت پڑھتے ہوئے سرکار کو موجود سمجھ کے کہتے ہیں۔ السلام علیک ایھا النبی تو اُن کو سلام دینا بیان کر رہا تھا کہ جب یہ روضہ پاک میں ہوں گے پھر بھی علیک ہی کہا جائے گا۔

ملا علی قاری اور ابن حجر کی طرف سے اسکی وضاحت

اس مقام پر بڑی تفصیل سے امام ملا علی قاری نے مرقات میں بیان کیا ہے۔ اور ابن حجر نے فتح الباری کے اندر اسکی وضاحت کردی ہے۔ کہ اصل صورتحال کیا ہے۔

جو حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پیش کی جس میں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" موجود ہے۔

اسکے بعد دوسری روایت کہ جس میں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے "السلام علی النبی" کہنا شروع کر دیا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" ...

maarfat.com

یہ اصل میں ابوعوانہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اور جو اس مضمون کی روایت بخاری شریف میں ہے۔ اُس میں السلام علی النبی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں یہ ہے۔

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ

وہاں جو راوی کا جملہ ہے وہ صرف اتنا ہے کہ قلنا السلام، ہم نے سلام کہا۔

اس کے بعد یعنی علی النبی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے۔

یہ اُن سے کسی روایت کرنے والے نے یعنی تفسیر کا لفظ شامل کرتے ہوئے آگے اُسی کو بڑھایا ہے۔

ابن حجر اور ملا علی قاری نے اس کی وضاحت کی کہ جو روایت بخاری میں ہے۔

اُس میں "قُلْنَا السَّلَامُ" ہے جب سرکار کا وصال ہو گیا تو پھر بھی ہم نے سلام کہا۔ مطلب کیا ہے۔ "استمررنا" لوگوں نے سلام کہنا نہیں چھوڑا پھر بھی اُسی انداز میں کہتے رہے۔

یہ اُس کا مطلب ہے کہ پھر بھی ہم نے سلام کہا۔

یہ مطلب نہیں تھا کہ سرکار سامنے تھے تو السلام علیک ایھا النبی کہتے تھے اور سرکار چلے گئے تو ہم نے چھوڑ دیا۔

ابن مسعود کہتے ہیں ہم نے چھوڑا نہیں ہے۔ جو سلام پہلے تھا وہ پھر بھی جاری رہا۔ لہٰذا اُس میں یہ لفظ نہیں ہیں کہ ہم نے یہ "ک" ترک کر دیا۔ علیک کہنا چھوڑ دیا اور علی النبی ہم نے بولنا شروع کیا۔

جو روایت بخاری میں ہے اُس میں صرف اتنا ہے کہ جس وقت سرکار کا وصال ہو گیا۔ قلنا السلام، پھر بھی ہماری طرف سے اُسی انداز میں سلام جاری رہا۔

marfat.com

لہٰذا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم نے علیک سے اعراض کر لیا، علیک کو چھوڑ دیا۔ بلکہ صرف السلام کا ذکر کیا کہ سلام جاری رہا۔

اس واسطے ابن حجر کہنے لگے کہ ابوعوانہ کی جو روایت ہے اُس میں احتمال آ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے ک کو چھوڑا اور ہو سکتا ہے اُس کا یہ مطلب ہو قلنا السلام پھر بھی ہم نے سلام نہیں چھوڑا۔ پھر بھی ہم سلام کہتے رہے۔

لہٰذا جہاں احتمال ہے اُسے چھوڑ کے وہ ماننی چاہیے جس میں کوئی احتمال نہیں ہے اور وہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلقاً تعلیم دی۔

ہم نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں۔

لہٰذا یہ بھی کسی کیلئے گنجائش نہیں ہے کہ صحیح بخاری کو چھوڑ کے ابوعوانہ کے پیچھے چلے جائیں۔ جو راوی کا اپنا قول اُس میں درج کیا گیا اُس کو دلیل بنا لیں، نہیں نہیں ......

پوری امت اس لذت پر موجود رہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آج بھی جس وقت ہم ندا کرتے ہیں تو سرکار سنتے ہیں۔ اس لیے آپ کو علیک سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اگرچہ علیہ کہنے کا بھی اسلام میں جواز موجود ہے لیکن یہ مقام چونکہ مقام خاص ہے اور سرکار کی طرف سے صیغہ مختص کر دیا گیا تو اسی طرح امتی کو نماز پڑھتے ہوئے اپنے نبی پر سلام بھیجنا چاہیے۔ تو جو یوں سلام بھیجے گا وہ اپنے ایمان کا اعلان کرے گا کہ میرے محبوب ناظر ہیں، میں اُن کے دربار میں حاضر ہوں۔

(وقت چھلانگیں مارتا ہوا آگے جا رہا ہے اور موضوع ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا میں آخر میں ایک حدیث بیان کر کے اجازت چاہتا ہوں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکو رخصت کرنے ...

marfat.com

چلے۔ سرکار علیہ السلام انکو وصیت کر رہے تھے۔

فَلَمَّا فَرَغَ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا

اے معاذ اب اس سال کے بعد تیری میرے ساتھ ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ

تو میری مسجد اور میرے مزار سے گزرے گا۔

فَبَكٰى مُعَاذُ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی پر زارو قطار رونے لگے۔

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے معاذ! پریشان نہ ہو:

اَنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا

(مشکوۃ شریف: ۴۴۵)

لوگوں میں سے جس کے دل کو بھی تقویٰ نصیب ہے وہ مجھ سے دور نہیں! وہ جہاں بھی ہو میرے قریب ہے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس سبق کو یاد کر کے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 10

اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ شَرَّفَنَا بِعَشْرَةٍ يُعْتِقُ فِيْهَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (پ۱۳ سورۃ الرعد ۱۷)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

marfat.com

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ (پ۱۳ سورۃ الرعد ۱۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ واعظم شانہٗ واتم برہانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات، زینت بزم کائنات احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے صراط مستقیم کے اجالوں میں ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے انتیسویں (29) اور اختتامی سیشن میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اس وقت بھی میرے ہال میں اہل [illegible]

marfat.com

فقید المثال اجتماع اور بذریعہ انٹرنیٹ پوری دنیا پر براہِ راست اس اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام حضرات وخواتین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ہم نے ایک سفر شروع کیا تھا۔ اللہ کے فضل سے آج ہم منزل کے قریب پہنچ آئے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ یکم رمضان کا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ فہم دین کا سورج بھی طلوع ہو رہا تھا ماہ رمضان المبارک کی سعادتوں برکتوں اور رحمتوں کے جلوس میں امت مسلمہ کا کاروان جب تقویٰ و پرہیزگاری کی وادی کی طرف اپنے سفر کو نئے انداز میں شروع کر رہا تھا۔ جب سورج کی کرنیں آفاق کو روشن کرنے کا پیغام لیکے ظہور پذیر ہو رہی تھیں۔ ادھر دلوں کی دھرتی میں اجالوں کیلئے فہم دین اور عقیدتوں کے کارواں بھٹی میرج ہال کی طرف چل رہے تھے۔ آج منزل کے قرب میں آ کر ہمیں بہت سی کیفیات اور بہت سی اہم اور پرنور یادوں کا منظر سامنے نظر آ رہا ہے۔

یہ رب ذوالجلال کا فضل ہے اور اُس کی دی ہوئی توفیق ہے اور ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ کہ اُس نے ہمیں پیدا کیا، اُس نے ہمیں ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔ اُس نے ہمیں دھندلکوں اور ظلمتوں کے دور میں اپنی بندگی کیلئے اور اپنے محبوب علیہ السلام کی غلامی کیلئے چن لیا۔ اُس نے ہمیں رمضان المبارک کا شرف اور قرآن مجید کی حفاظت کا منصب عطا فرمایا۔ ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اتنے دنوں تک مسلسل اور بڑے نظم وضبط کے ساتھ علم وحکمت کی یہ بزم سجی رہی، معرفت اور حقیقت کے چاند طلوع ہوتے رہے۔ دلوں کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں۔ ماہ مدینہ ﷺ کا ابرِ کرم چھم چھم برستا رہا۔ نگاہیں راہِ طیبہ میں لگیں رہیں۔ نغمہ جبریل کے سوز وساز سے کان معطر رہے۔ یہ کچھ کم کرم تو نہیں ہے، یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ ہم اپنے عجز

marfat.com

کو اور اپنی تنگ دامنی کو اور اپنے ہیچ مدانی کو سامنے رکھتے ہوئے ماہ مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کی غلامی پر فخر کرتے ہوئے۔ رب ذوالجلال کے دربار میں بار بار شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہمیں اپنے دین کے اس اہم کام کی ہمت دی اور اُسی کی ہمت سے آج قافلے منزل تک آن پہنچے ہیں۔

یقیناً ایک چھوٹے سے سفر کی بھی کچھ یاداشتیں ہوتی ہیں۔ اُس میں بھی چلتے ہوئے دائیں بائیں کچھ وادیاں نظر آتی ہیں۔ جو ہمیشہ گوشہ خیالات کے اندر محفوظ ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ اُنتیس روز کا سفر جوزمین کے مختلف خطوں کا نہیں تھا بلکہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں کا تھا۔ یہ سفر جس میں ہم نے کبھی مکہ شریف کی حسین وادیوں میں نبی علیہ السلام کے میلاد شریف کے منظر کو چشم تصور سے دیکھا اور کبھی پھولوں جیسے بچپن اور جنبی کیفیات کی روش کا نظارہ کیا اور کبھی محبوب علیہ السلام کے عہد شباب اور پھر اعلان نبوت کا وہ نعرہ برحق کہ جب آپ حرا سے اترے اور قوم کو جنت میں لے جانے کا عزم کیا اور کمر باندھ لی۔

ہمارے ہمہ جہت موضوعات میں ہمارے سامنے وہ یادیں ہیں کہ کبھی جبرائیل علیہ السلام پہلا پیغام لیکر حرا میں اترتے ہیں تو کبھی "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (پ ۶ المائدہ ۳) کی صدائیں آتی ہیں، کبھی یہ قافلے حجاز مقدس میں بیت اللہ کے گرد کفار کی صعوبتوں کے باوجود اپنا فرض پورا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی رات کے اندھیرے میں ہجرت کا قصد کیے ہوئے مدینہ شریف کو دائمی تجلیوں سے نوازنے کیلئے چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی ہمیں وہ نور کا اور نکہت کا کارواں مدینہ شریف سے بدر کی طرف چلتا دکھائی دیتا ہے، کبھی احد، کبھی خندق، کبھی حنین، کبھی بیعت

marfat.com

رضوان اور کبھی فتح مکہ کا وہ خوشی کا منظر کہ جس وقت فاتحانہ طور پر ہمارے محبوب علیہ السلام مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے۔

ہم نے اس کورس کے درمیان جس قدر بھی فکری سیر کی ہے اور نظری جہاں کو اپنے خیالات کے اندر محفوظ کیا ہے کہیں عقائد، کہیں معاملات، کہیں عبادات اور کہیں نظریات، کہیں کاروباری مسائل کا حل، کہیں عقائد کے مختلف ابواب کا تذکرہ، کہیں شان رسالت کو سمجھنے کا ایمانی طریق، کہیں مفاہیم اسم باری تعالیٰ کی لذتیں اور کہیں اسم محمد ﷺ کی عظمتیں اور کہیں تقلید سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ اور کہیں بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم رہنمائی کا منظر...... ہمارا پورے کا پورا کارواں اور ہمارا یہ درس اول سے لیکر آخر تک دین کے ایک خلاصہ اور خوشبو کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج وہ ساری چیزیں سمٹ کر اکٹھی ہو کے موضوعات کے گلدستہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ یقیناً جو شروع سے شریک محفل رہے اُن کے سمجھنے کا انداز کچھ اور ہوگا اور جو بعد میں وقفے وقفے سے شامل ہوتے رہے اُن کو بھی عظمت ملتی رہی اور جو پہلی بار آئے یقیناً انہیں بھی حصہ ملے گا۔ مگر یہ وقت بڑی عجیب چیز ہے اور زمانے کا ہمارے خلاف فیصلہ بڑا عجیب ہے ہم جس وقت کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں تھا تو زمانہ کہتا ہے۔

گر تو نہیں تھا شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

لیکن پھر بھی جو ہمارے دوستوں کی کاوشیں ہیں کہ سی ڈیز اور کتب کی شکل میں یہ سوغات بانٹی جائے۔

بہر حال اس کا فائدہ ان شآءاللہ آگے پہنچے گا۔

تو آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

marfat.com

اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

غریب الوطن وہ ہوتا ہے جو پردیسی ہو، جس کا اپنا دیس نہ ہو اور پھر اُس کے ہم وطن وہ ہوتے ہیں جو پردیسی کو اپنے گھر رکھیں۔ جو پردیسی کو وطن دیں، جو پردیسی کے ہم وطن بن جائیں، جو پردیسی کو پردیسی نہ رہنے دیں اور پردیسی کو پردیسی ہونے کا احساس بھی نہ ہونے دیں۔

آج کا موضوع پورے ماحول کے لحاظ سے ایک جامع موضوع ہے اور جامع عنوان ہے اس کو ہم نے اس لئے نہیں سنا کہ ایک اختتامی پروگرام ہے اور اُس میں شرکت ہوگئی ہے اور یہ شرکت کافی ہے بلکہ ہم نے اس لحاظ سے سنا ہے کہ یہ ہمارا لائحہ عمل ہے اس میں پس منظر بھی ہے اور ہمارے مستقبل کے لحاظ سے اس کے اندر مسائل کا حل بھی موجود ہے۔

اس واسطے دل کے کانوں سے پوری طرح محتاط ہو کر اور پوری طرح اپنے ایمان کی لذتوں کو حاضر کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا تصور اور رسول اکرم ﷺ کی پاک بارگاہ کا تصور لئے ہوئے بیٹھنا ہے کانوں سے سننا ہے اور دھیان راہِ مدینہ کی طرف رکھنا ہے۔

یقیناً آج وہ سارے بھائی اور بہنیں مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے قدم اس رستے پہ اُٹھے ہیں۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اُن کے قدم ٹیچرز کالونی اور گوجرانوالہ کے اطراف واکناف، قرب وجوار کی اس زمین پر ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ

(مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۲)

وہ قدم جو علم کے حصول کیلئے زمین پہ اٹھتے ہیں حقیقت میں یہ جنت کی طرف اُٹھ رہے ہوتے ہیں۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کے صدقے جنت کا سفر آسان فرما دیتا ہے۔ اس واسطے ہر مرد وزن کیلئے ہدیہ تبریک ہے جنہوں نے اس سفر میں شرکت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سعادت عطا فرمائی ہے۔

بالخصوص رمضان المبارک کے چاند کے طلوع کے ساتھ ہمارے خدا کی طرف سے انعامات کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور ہر دن اس میں ترقی ہوتی گئی ہر دن عروج آتا گیا۔ پہلے رحمت پھر مغفرت اور پھر جہنم سے آزادی اور ابھی عید کا دن یوم تقسیم انعامات آرہا ہے۔ جس کو یوم الجوائز بھی کہا جاتا ہے۔ تو یہ ایک سلسلہ ہے کہ آج ہم اُس وقت میں داخل ہو چکے ہیں، جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی رحمتوں کا وقت ہے اور جہنمیوں کو جہنم سے آزاد کیا جارہا ہے۔ ایسے میں اس پروگرام کے اندر شرکت ہمارے لئے مزید معنیٰ خیز ہے اور اس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیئے ہوئے سوز کے مطابق ہمیں اپنی توجہ اس لحاظ سے بھی مرکوز کرنی چاہیے کہ جب شیطان نے رب ذوالجلال سے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ تیرے بندوں کو اغوا کروں گا، انہیں گمراہ کروں گا اور "مَادَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ" جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی میں ان کو نہیں چھوڑوں گا، انکو گمراہ کروں گا اور ان کو بھٹکاؤں گا۔

جس وقت شیطان نے یہ کہا تو رب ذوالجلال نے اس کے جواب میں یہ کہا تھا۔

وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ

مجھے میری عزت کی قسم اور میرے بلند مرتبے کی قسم

لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ (مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار ۲۰۴)

جب تک وہ مجھ سے معافی مانگیں گے تو میں ان کو ہمیشہ معاف فرماتا رہوں گا۔

marfat.com

تو ہمیشہ ان کو بھٹکانے کی کوشش کرے گا اور جہنمی بنانے کی کوشش کرے گا۔

جب تک ان میں جان رہے گی تو ان کو بھٹکائے گا۔ سن لے آخری سانس تک جب بھی یہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں گے۔ میں ان کو معاف فرمادوں گا۔

لہٰذا رب ذوالجلال کی طرف سے رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔ بخشش کی ہوائیں چل رہی ہیں اور مغفرت کا دور دورہ ہے اس واسطے ہمارا یہ پروگرام ان تمام مناسبتوں اور برکتوں کے لحاظ سے بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے۔

میں نے قرآن مجید کی جو آیہ کریمہ تلاوت کی ہے۔

آغاز میں اس کا ترجمہ سماعت کر لیجئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا

اللہ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا تو وادیاں اپنی اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں۔

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

پس سیلاب نے اپنے اوپر ایک جھاگ کو اٹھایا ہے جو بلند اور اٹھا ہوا نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ جس پر لوگ آگ ملاتے ہیں اور زیور بناتے ہیں اسی طرح ایک ایک جھاگ موجود ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے لیکن وہ جھاگ جلدی ختم ہو جائے گا، مٹ جائے گا لیکن وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہے۔ وہ زمین میں باقی رہے گی ایسے ہی اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

آج جس وقت ہم اپنے حالات کو دیکھتے ہیں اور مصائب میں گھری ہوئی امت کو دیکھتے ہیں اور ہر طرف سے بڑھ رہی ہیں کے برستے تیروں کے اندر حسینی کارواں کو

maarifat.com

دیکھتے ہیں۔ تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان سامنے آتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا

میرا دین جب شروع ہوا تھا تو غریب تھا۔ غریب کا مطلب ہے پردیسی، اجنبی تھا یعنی اس کے ماننے والوں کو لوگ اجنبی سمجھتے تھے۔ ان کے ماننے والوں کے پاس لوگ بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کو ادنیٰ قرار دیتے تھے اور ان کو اپنے سے ہلکا سمجھتے تھے۔ پھر اسلام کو سطوت ملی، عظمت ملی، عروج ملا، وقار آ گیا۔ پھر کیا ہوگا۔

وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ

پھر وہ دن آجائے گا، حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ میرا دین پھر اجنبی ہو جائے گا۔ غریب الوطن ہوگا، پردیسی ہوگا، اس کا کوئی گھر نہیں رہے گا، اس کا کوئی دیس نہیں ہوگا، اس کی کوئی سرزمین نہیں ہوگی۔ اسکا کوئی وطن نہیں ہوگا۔ ایسی صورتحال کے بعد کچھ لوگ ایسے ہونگے جو میرے پردیسی دین کو اپنا گھر دیں گے، اپنا دل دیں گے، اپنا دماغ دیں گے، اپنا بدن دیں گے، اپنا شہر دیں گے، اپنے پاس رکھیں گے۔ اسلام کے ساتھ ایسا ربط قائم کرلیں گے کہ اسلام کو پردیسی ہونا محسوس نہ ہو، اسلام کو اپنی روح کے اندر جگہ دے دیں گے۔ تو آپ نے فرمایا۔

فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ

اُس وقت جو میرے دین کا ساتھی بن جائے گا۔ ہم وطن بن جائے گا۔ محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں میں آج اُس کو اپنی طرف سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کو خوشخبری سناتا ہوں، اُس وقت غریب الوطن اسلام کا جو ہم وطن بنے گا سرکار فرماتے

marfat.com

ہیں میں اُن کو جنت کی بشارت دیتا ہوں میں اپنی طرف سے اُن کو نوید سناتا ہوں اور وہ ہوں گے جو غریب الوطن اسلام کے ہم وطن کہلائیں گے۔

میرے نبی علیہ السلام فرمانے لگے۔

هُمُ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي۔

ترمذی۔ابوب الایمان۔باب ما جاء اِنَّ الاسلام بَدَأَ غَرِیبًا ۲/۹۱ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔مشکوٰۃ شریف۔باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

یہ وہ لوگ ہیں جو اس قدر راہ حق پر چلنے والے ہوں گے۔اس قدر اسوۂ حسنہ پر پابند ہوں گے اور اُس وقت سنت مطہرہ کا جھنڈا لیکر نکلنے والے ہونگے۔وہ صرف خود ہی سنت پر عمل نہیں کریں گے، وہ صرف خود ہی دین پر کار بند نہیں ہونگے بلکہ جہاں جہاں بھی لوگوں نے سنت کو بگاڑا ہوا ہوگا، جہاں جہاں بھی لوگوں نے فساد پھیلایا ہوگا، اور جہاں جہاں بھی لوگ دین کے خلاف حملے کر رہے ہونگے۔آپ نے فرمایا میں اُن کو جنت کی بشارت دے رہا ہوں جو اُس غریب الوطن اسلام کے ساتھ ملکر دین کو نئی زندگی عطا فرمادیں گے۔

آج جس وقت ہم اپنے حالات و واقعات کو دیکھتے ہیں اور پھر ادھر فاران کی چوٹیوں سے ہمیں ایک نغمہ سنائی دیتا ہے۔پہلے بھی اسلام غریب تھا، اجنبی تھا، پردیسی تھا۔آج بھی اُسی طرح ہوگیا ہے۔ہمیں وہ وقت دیکھ کر پھر آج سوچنا ہے کہ اُس وقت اسلام کیسے دیس میں آیا تھا۔پردیسی کو دیس کیسے ملا تھا، پھر وہ گھر گھر میں کیسے آگیا، پھر اُس کو عظمت کیسے ملی اور اُس کو وقار کیسے ملا تھا۔

marfat.com

ایک بار چشمِ تصور اُن حالات کی طرف کیجئے جب میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کا پیغام سناتے ہوئے یہ اعلان کردیا لوگو! خدا ایک ہے اور میں اُس کا نبی ہوں۔

میں آپ سے گزارش کرتا ہوں ذرا اپنی نگاہیں بند کر کے وہ منظر تو دیکھئے جب حراء سے میرے پیغمبر ﷺ نیچے تشریف لا رہے تھے اور جس وقت بنجر زمینوں کے اندر یقین کی تخم ریزی کیلئے آپ نے اعلان حق کر دیا تھا، جب آپ نے سلگتے ہوئے ماحول کے اندر بہاروں کو آباد کرنے کیلئے اپنے ہاتھ میں حق کا پرچم لیکر تمام ظلمتوں کا سینہ چیرنے کیلئے نور اور ایمان کی بہاروں کے چراغ روشن کر دیے تھے۔ تصور تو کیجئے اور پھر ناز و فخر کیجئے اس عظمت پر کہ اتنا پرانا سلسلہ تھا آج اس کی تجلی ہمارے سینوں میں موجود ہے۔

دورِ غربت

جب یہ دین چلا تھا، جب چشمہ پھوٹا تھا، جب سینے ابھی سیراب ہونے لگے تھے، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گلشن ابھی سیراب ہوا تھا ابھی عمر فاروق کانٹوں کی نظر تھے تصور تو کیجئے جس وقت یہ کارواں چلا تھا۔ حالات کیسے تھے، کتنے تیر مارنے والے تھے، کتنے چراغ بجھانے والے تھے، کتنے رستوں میں کانٹے بچھانے والے تھے اور کتنے صحابہ پر تشدد کرنے والے اور اُن کو باندھ باندھ کے مارنے والے تھے۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا اُس وقت غریب الوطن اسلام کا جو انداز تھا اس کے ماننے والوں نے ہمت نہیں ہاری آگے بڑھے ہیں۔ جس قدر بھی مصائب نے منہ کھول کے اُن کو کھانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے جواب میں یہی نعرہ لگایا ہے۔

برہم ہوں بجلیاں یا ہوائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستان کریں گے ہم

marfat.com

اُس وقت انداز کتنا عجیب تھا۔ خود اللہ تعالیٰ نے اُس کی منظر کشی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ

(پ ۳۰ المطففین ۲۹)

وہ لوگ جو مجرم تھے وہ مسلمانوں کو دیکھ کے ٹھٹھا کرتے تھے، مذاق کرتے تھے، استہزاء کرتے تھے۔

یہ کون تھا؟ ابوجہل، عتبہ، شیبہ تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ

حضرت بلال کو دیکھ کر ٹھٹھا کرتے تھے۔ حضرت عمار کو دیکھ کر یہ مذاق کرتے تھے۔ صحابہ کی طرف دیکھ کر مختلف قسم کی آوازیں کستے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (پ ۳۰ المطففین)

اور جب اُن صحابہ کے پاس سے گذرتے تھے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ معاذ اللہ تذلیل کیلئے مختلف انداز انہوں نے اپنا رکھے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (پ ۳۰ المطففین ۳۱)

اور جب وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ کے جاتے تھے تو بڑا خوشی کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے۔

دیکھو آج ہم نے کس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توہین کی، آج کیسے طرح ہم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توہین کی۔ آج کس طرح ہم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی توہین کی، آج کس طرح ہم نے صہیب و عمار کی توہین کی، اس طرح معاذ اللہ ان عظیم

marfat.com

شخصیات کا مذاق اڑا کر گھر جا کے جشن مناتے تھے۔ دیکھو، یہ معاذ اللہ ادنیٰ لوگ ہیں۔ ہم اعلیٰ لوگ ہیں۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (پ۳۰ المطففین ۳۲)

اور صحابہ کرام کو دیکھ کے کہتے تھے کہ یہ گمراہ لوگ ہیں۔

یہ اُن کا انداز تھا۔ تم تصور کرو آج ہمارے لئے ایسی صورتحال تو نہیں ہے لیکن اُس سخت صورتحال کے اندر بھی صحابہ کرام کے اعصاب کمزور نہیں ہوئے۔ کہ اب اپنے معاشرے میں طعنے ملتے ہیں۔ ہم پیغمبر کو چھوڑ دیں نہیں نہیں...... ہر شخص کا انداز اتنا قوی تھا۔ کہ

شراب عشق احمد میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دیکر بھی اک دو بوند مل جائے تو ستی ہے

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ البدایہ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کے حق میں سب سے پہلی تقریر کی تھی وہ کعبہ کی فضاء میں پہلا خطبہ تھا۔ آج ہمیں تقریر کرتے وقت کتنی آزادی ہے اور کس قدر ہمارے لئے سہولتیں ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس سلگتے ہوئے ماحول کے اندر یہ کہا کہ اے لوگو! خدا ایک ہے اور یہ میرے محبوب اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا۔ اتنا تشدد ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا گیا کہ:

مَا یُعْرَفُ وَجْهُهٗ عَنْ اَنْفِهٖ (البدایة والنهایة۔ فصل، اول من اسلم من حتدی الاسلام والصحابة وغیرهم ۳/۳۵ طبع دار المعرفہ بیروت)

یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ ناک کہاں ہے اور رخسار کہاں ہیں۔ اس قدر چہرہ مبارک سوج

marfat.com

گیا تھا۔ تشدد برداشت کیا۔ وہ زمانہ کہ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تو چچا نے اُن کو پکڑ لیا۔ باندھا اور کھجور کی چٹائیوں میں باندھ کے پھر دھونی دی اور اس طرح ٹارچر کیا اور حضرت عثمان اپنے محبوب علیہ السلام کی عظمت کے ترانے گاتے رہے۔

وہ زمانہ کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دور سے محبتوں کے چراغ جلا کے آئے تھے۔ کہ میں جاؤں اور کلمہ پڑھوں جب مکہ شریف میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے پوچھا۔

أَيْنَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں، تو قریش مکہ نے پکڑ لیا اتنا مارا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔ یہ ایمان قبول کرنے والے حضرات جو دور دراز سے آتے ہیں اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔

حضرت خباب سے عاص بن وائل نے زرہ بنوائی، جب آپ نے مزدوری مانگی تو عاص بن وائل کہنے لگا اُس وقت تک نہیں دوں گا۔

حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری شریف، باب ھل یؤاجر الرجل نفسہ من مشرک فی ارض الحرب، ۳۰۴/۱ طبع۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہاں تک کہ تو اس نبی کو چھوڑ نہ دے۔

اگر تو ان کو چھوڑے گا تو پھر مزدوری دوں گا۔ وہ کیسے سخت حالات تھے۔ ایک مزدور کو مزدوری اس لئے نہیں دی جا رہی کہ یہ ماہِ مدینہ کا نام لیتا ہے، یہ اُن کی محبت میں تڑپتا ہے اقتصادی طور پر اور معاشی طور پر اتنے سخت حالات تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے پاس نماز پڑھتے ہیں تو عقبہ بن ابی معیط نے آ کے گلے میں چادر ڈال لی۔ تصور تو کرو۔ اس سے بڑا بھی کائنات میں کوئی تشدد ہو سکتا ہے۔ وہ محبوب

maktabah.com

جن کے قدموں کو چومنے کیلئے عرش تڑپ رہا ہو۔ اُن کے گلے کے اندر یوں چادر ڈال دی جائے اور کھینچا جائے اس وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عقبہ بن ابی معیط کو سبق سکھاتے ہوئے اپنے محبوب علیہ السلام کی عظمت کا نعرہ لگایا۔

(بخاری شریف، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذ اخلیلا، ۱/۵۱۹، طبع، قدیمی کتب خانہ)

وہ سارے حالات ہماری چشم تصور کے سامنے ہیں کہ جب ابوجہل اور اس طرح کے کمینے لوگ ان حق پرستوں پر بڑے بڑے مصائب کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ ایسے میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میں سے کوئی ایسا نہیں تھا۔ جس نے قدم پیچھے ہٹایا ہو مسلسل استقامت کے ساتھ آگے بڑھے ہیں اور اس انداز میں آگے بڑھتے چلے گئے کہ بالآخر رب ذوالجلال نے اسی سفر پر عظمتوں کے ثمرات مرتب کر دیئے اور وہ اسلام جس کو اجنبی سمجھا جاتا تھا۔ وہ اُن لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔

یہ ابوجہل جس نے میرے محبوب علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ میں انکو نہیں رہنے دوں گا۔ اللہ نے اُس کے گھر میں بھی اسلام داخل کیا۔ اس کا بیٹا عکرمہ کلمہ پڑھ رہا تھا تو سرکار کی عظمتوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ ابوجہل تو کہاں سے روکے گا یہ تو تیرے گھر میں بھی داخل ہو گیا ہے۔

یہی عقبہ بن ابی معیط جس نے نبی علیہ السلام کی گردن میں معاذ اللہ پھندا ڈالا تھا۔ اس کی بیٹی اُم کلثوم نے سرکار کی غلامی کا نعرہ لگا دیا تھا۔ جو لوگ اس اسلام کو روک رہے تھے تو یہ رک کیسے سکتا تھا۔ محبوب علیہ السلام کی استقامت پر بالآخر وہ وقت آنے لگا کہ یہ اجنبیت ختم ہو گئی اور اسلام اجنبی لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔

marfat.com

اسلامی مزاج اور نبوی رعب

اس بارے میں پہلا سید عالم ﷺ کے مزاج کا بڑا دخل ہے اور سارا اعزاز آپ کا ہے اور ساتھ ساتھ صحابہ کو بھی عظمت ملی کہ وہ ساتھ شامل ہو گئے اور انہوں نے محبوب علیہ السلام کے ساتھ غلامی کا حق ادا کر دیا۔ وگرنہ میرے نبی علیہ السلام تنہا چاہتے تو پوری کائنات کو مٹھی میں بند کر کے چوٹی پر ''لا الہ الا اللہ'' کا جھنڈا لہرا دیتے۔ ان صحابہ کرام کو جو ساتھ لیا ہے تو محبوب علیہ السلام ان کو بھی رب ذوالجلال سے عظمتوں کے تاج دلوانا چاہتے تھے۔ ورنہ سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں۔

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

(بخاری شریف کتاب التیمم ۱/۴۸، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

میرے رب نے میری رعب سے مدد کی ہے اور پھر اتنا رعب ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت دور بیٹھے ہوئے دشمن بھی ڈرتے ہیں اور وہ مجھ سے یوں ڈرتے ہیں جیسے منٹ سے پہلے اُن کو میرا نشانہ لگ جائے گا۔ جیسے میری تلوار کے نیچے ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو رعب دیا ہے۔

اور پھر اس میں ہمارے لئے باقاعدہ سبق ہے۔ آج ہم جس وقت کہتے ہیں کہ اسلام دین بھی ہے اور دولت بھی...... یہ دین بھی ہے اور دنیا بھی۔ یہ نظریہ بھی ہے اور حکومت بھی۔ یہ نظام کائنات ہے۔ یہ ایسا دین نہیں کہ جس کا تعلق صرف مسجد کے ساتھ ہو۔ اسکا تعلق دوکان سے بھی ہے، بازار سے بھی ہے، تھانے سے بھی ہے، کچہری سے بھی ہے، یہ جوانوں کی جوانیوں پر بھی حکومت کرتا ہے۔ نیل کے پانیوں پر

marfat.com

بھی حکومت کرتا ہے یہ ایک جامع دین ہے اور اس میں ہمارے نبی علیہ السلام کی طرف سے ایسا سبق ہے کہ جتنا کوئی ڈکٹیٹر ہو کوئی آمر ہو اور جس انداز میں کوئی اسلام کا رستہ روکنے والا ہو اُس کے ساتھ ٹکرانا اور لوگوں کو دنیاوی معاملات کے اندر اُٹھا کے کھڑا کر دینا۔ میرے محبوب علیہ السلام کی سنت اولین ہے۔

سیرت ابن ہشام میں موجود ہے کہ، اراشی نامی آدمی ابوجہل سے سودا کر بیٹھا تو ابوجہل نے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ وہ بڑا ظالم تھا۔ اُس کے سامنے کوئی بولتا نہیں تھا۔ ابوجہل کو سید الوادی کہا جاتا تھا۔ اُس کے سامنے کوئی اونچی آواز سے بول نہیں سکتا تھا۔ اب اراشی مکہ شریف آ گیا۔ مختلف سرداروں سے ملکر کہا کہ ابوجہل سے مجھے پیسے دلوادو۔ تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں ساتھ چلتا ہوں۔ بالآخر جب وہ حرم شریف کے پاس آیا تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ قریش کے چوہدری بھی وہاں بیٹھے تھے اراشی پھر آ کے اُن سرداروں سے کہتا ہے میری مدد کرو میں اجنبی ہوں، پردیسی ہوں، تمہارا سردار میرے پیسے نہیں دے رہا۔ تو ایسی صورتحال میں جو وہاں قریش بیٹھے تھے انہوں نے بطور مذاق سرکار ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا، یہ تمہیں پیسے لے کر دیں گے۔

اُن کا مطلب یہ تھا کہ ان کا تو آپس میں آگ پانی والا معاملہ ہے تو ان کا خیال تھا کہ یہ اجنبی ان کو ساتھ لے جائے اور ہمیں کچھ ہنسنے کا موقع مل جائے کہ کیسے ابوجہل معاذ اللہ ان کی توہین کرتا ہے۔ انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ وہ شخصیت ہے کہ جس کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا اور جن کے رعب سے پتھر بھی موم ہو جاتے ہیں اور جن کے سوز سے دریاؤں کے اندر ایسے انکشافات ہوتے ہیں کہ قیامت تک جن کے آگے حجابات نہیں آ سکتے۔

marfat.com

میرے محبوب علیہ السلام کے پاس جا کے جب اراشی نے کہا کہ میرا یہ معاملہ ہے، اب دیکھنا اسلام کا سماج کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے اسلام کا سوسائٹی کے ساتھ کیا ربط ہے اور کس طرح لوگوں کے مسائل کو حل کرنے والی سیاست اسلام نے اپنے پہلے سبق میں رکھی ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام سے جب اس نے جا کے یہ کہا کہ معاملہ یہ ہے کہ کوئی بندہ اس کے سامنے بولتا بھی نہیں ہے اور وہ ابوجہل میرے پیسے نہیں دیتا۔ اب میرے محبوب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اے باہر سے آنے والے میں صرف کلمہ پڑھاتا ہوں۔ مجھ سے نماز کا مسئلہ پوچھ لو۔ روزے کی بات پوچھو، مجھ سے احکام کے بارے میں پوچھو، اگر تمہارا پیسہ کہیں پھنس گیا ہے تو میں کیسے نکال سکتا ہوں۔ یا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

ہرگز ایسا نہیں۔ اُس نے ایک لمحے کہا دوسرے لمحے سرکار ﷺ تیار ہو گئے۔

سید عالم ﷺ کے ہاں اجنبی یہ مقام پاتے ہوں تو اُن کے ہاں غلاموں کا مقام کتنا بڑا ہوگا اور ان کے مسائل کے حل کرنے کا انداز کیا ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ اراشی کو ساتھ لے کے ابوجہل کی طرف روانہ ہوئے۔ اب ایک ظالم کے سامنے جانا اور ایک محلے کے بدمعاش کے سامنے کھڑا ہونا کہ جس نے کمزور لوگوں کی ناک میں دم کر رکھا ہو۔ جو لوگ غاصب اور لٹیرے ہوں ان سے مظلوموں کی جاگیریں واپس دلوانے اور اُنکے مسائل کا حل کرنے کیلئے اُنکے ساتھ کھڑا ہونا۔ یہ بھی سنت نبوی ﷺ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کا حصہ ہے۔

اب عرب کی وادی کا وہ ابوجہل جس کے سامنے کوئی بولتا نہیں تھا۔ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اجنبی کے ساتھ چلے گئے اور وہاں جا کر آپ نے جس انداز سے بات

marfat.com

کی ہے اُس نے قیامت تک اس پالیسی کو واضح کیا کہ اسلام کیسے بلندیاں دینے آیا ہے اور اسلام کیسے نوازنے آیا ہے اور اسلام کیسے مسائل کو حل کرنے کیلئے آیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ ابو جہل کے گھر پہنچے اور جس وقت زور سے دستک دی اور دروازے کو کھٹکھٹایا تو وہ بڑا متعجب ہوا کہ میرا دروازہ آج تک کسی نے ایسا نہیں کھٹکھٹایا جیسے آج آواز آئی ہے اُس کے مختلف انداز تھے اور آداب تھے۔ تو اس انداز میں جس وقت آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے تو محبوب علیہ السلام کے دروازہ کھٹکھٹانے پر وہ اندر سے آیا اور بڑا پریشان تھا۔

چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ جونہی وہ آتا گیا تو میرے محبوب علیہ السلام نے فوراً اُس سے بات کی۔

آپ کا انداز یہ تھا جس وقت اس نے اندر سے پوچھا کہ "مَنْ هٰذَا" دروازے پر کون ہے؟ جس کو میرے آداب کا پتہ نہیں۔ اتنی زور سے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔

اَنَا مُحَمَّدٌ فَاخْرُجْ اِلَیَّ

میں محمد ﷺ ہوں جلدی میرے دربار میں حاضر ہو جا۔

فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَمَا فِيْ وَجْهِهٖ مِنْ رَائِحَةٍ

جس وقت وہ باہر نکلا پتہ چلتا تھا کہ یہ جسم ہے اس میں جان نہیں ہے۔ یوں رنگ اڑا ہوا تھا۔ قریش نے ساتھ اپنا مبصر بھی بھیجا تھا کہ تم دیکھو تماشا کیا لگتا ہے۔ معاذ اللہ یہ جائیں گے وہ بڑا اکھڑ مزاج ہے وہ آگے سے پڑ جائے گا۔ معاملہ بڑا عجیب ہو جائے گا۔ لیکن جس وقت انہوں نے دیکھا تو صورتحال کیا تھی۔ کہ اُس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا

marfat.com

ہے۔ابوجہل جس وقت باہر نکلا تو میرے محبوب علیہ السلام نے ابوجہل کے آتے ہی فرمایا۔

اَعْطِ ھٰذَا الرَّجُلَ حَقَّهٗ

(سیرۃ ابن ہشام، ابوجہل والاراشی ۲/۲۳۳، طبع دارالفکر، بیروت)

اس بندے کا حق دو۔

اب ابوجہل وعدہ کرتا کہ کچھ دیتا ہوں کچھ بعد میں دوں گا یا کوئی بات بھی آگے کیسے کرتا۔اُس کی مجال نہیں تھی۔اس طرح سہم گیا، اتنا ڈر گیا۔کہنے لگا مجھے صرف ایک بار گھر میں داخل ہونے دو میں دوبارہ باہر نکلتا ہوں۔گھر واپس گیا سارے پیسے لیکر لوٹ آیا اور اراشی کو دے دیے اور ساتھ ندامت کا بھی اظہار کیا اور بدحواس ہو گیا۔

جس وقت اراشی پھر کعبہ کے پاس گیا۔دوسرے سردار انتظار کر رہے تھے کہ پتہ چلتا ہے کیا ہوا ہے؟ اُس نے کہا ایسا بڑا حوصلہ میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔جتنا بڑا حوصلہ اس انسان کا ہے۔

میرے ساتھ یہ کیا ہے اور میرا کام بن گیا ہے۔قریش کو انتظار تھا کہ یہ آ کے کوئی چغلی کرے گا۔یہ کہے گا کہ وہ بول ہی نہیں سکے تھے۔لیکن معاملہ بالکل برعکس نکلا۔اُن کو شک ہوا شاید یہ صحیح نہیں بول رہا۔اپنے مصر کو بلایا۔تم بتاؤ کیا ہوا۔اُس نے کہا وہ کچھ ہوا جو کبھی نہیں ہوا۔ہم جس کے سامنے سہمے رہتے ہیں۔وہ ان کے سامنے گیدڑوں کی طرح پیش ہوا ہے۔جب باہر آیا لگتا تھا اس میں جان ہی نہیں ہے۔اتنے میں ابوجہل بھی آ گیا۔سرداروں نے کہا تمہیں کیا ہوا۔ہمارے سامنے بڑے اکڑتے ہو اور ہمیں بولنے نہیں دیتے۔آج تم نے اس انداز میں یہ ذلت برداشت کیوں کی ہے۔تو کہنے لگا: اصل میں بات یہ ہے کہ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا تو

marfat.com

میرے کانوں میں آواز پڑی ڈر تو میں اُسی وقت گیا تھا۔لیکن جب میں باہر آیا۔تو میں نے دیکھا ان کے سر کے اُوپر ساتھ ایک بڑا اونٹ ہے۔اگر میں تھوڑی سی دیر کرتا تو اس اونٹ کا ایک ہی لقمہ بنتا۔ مجھے ڈر آرہا تھا۔تو میں نے اس میں عافیت سمجھی ہے کہ پیسے دوں اور اپنی جان بچالوں۔

یہ صورتحال جس وقت بدل رہی تھی کہ رسول اکرم ﷺ اپنی اس حکمت عملی سے،اپنی جرأت سے،اپنی استقامت سے اور اپنے بلند حوصلے کے ساتھ اپنے کارواں کو لے کے آگے چلے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ غریب الوطن اسلام کو وطن عطا فرما دیا۔

عروج کا زمانہ اور اسلام کا تعارف

اس طرح سلسلہ جس وقت آگے پہنچا تو انداز بڑا عظیم تھا۔اب عروج کا زمانہ ہے۔ بدر میں کفار کو ضربیں لگیں پھر خندق میں ان کو جس وقت شکست ہوئی اب ان کے حوصلے پست ہو گئے اور صلح حدیبیہ میں صلح پر مجبور ہوئے اور پھر ابھی مدت ختم نہیں ہوئی تھی وہ سمجھتے تھے کہ...... بڑھائی جائے۔ابوسفیان ابھی کافر تھے رابطہ کیا کہ مزید مدت بڑھادی جائے۔مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا مدت نہیں اب ہماری تلواریں تمہارے لئے ہونگی۔

پھر فتح مکہ ہے اور پھر حسی اور معنوی عروج کا زمانہ ہے۔ہر طرف یہ انداز ہے کہ لوگ جن کو پہلے کوئی گھروں میں عبادت کرنے نہیں دیتا تھا۔اب انہوں نے منکروں کے گھروں کے اندر اپنے عبادت کے سوز کو داخل کر دیا۔جس وقت اُن کی آواز پہ بظاہر محلے والے لبیک نہیں کہتے تھے۔اب دور دراز تک کائنات کا ہر ذرہ اُن کی آواز پہ

marfat.com

لبیک کہتا جا رہا ہے اور اب ذوالجلال نے ان کی قربانیوں کو ایک عروج عطا فرمایا ہے۔

ایک حسین منظر وہ بھی ہے جس وقت کسریٰ کی فوج چالیس ہزار کی تعداد میں نکلی اور ادھر سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مقابلے میں ہیں۔ جس وقت فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں تو کسریٰ کے گورنر نے کہا تم اپنا تعارف کراؤ۔ تو حضرت مغیرہؓ نے کہا سنو! یہ ہمارا تعارف ہے۔

نَحْنُ اُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِىْ شِقَاءٍ شَدِيْدٍ وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ

ہم عرب کے لوگ ہیں۔ ہم پرلے درجے کے بدبخت تھے اور مصیبتوں نے ہمیں گھیر رکھا تھا۔

نَمُصُّ الْجِلْدَ

ہم چمڑے چوسنے والے تھے اور اس سے ہم گزارہ کرتے تھے۔

النَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ نَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعْرَ

اور بھوک کی وجہ سے ہم گٹھلیاں چوستے تھے۔ یہ ہماری صورتحال تھی اور ہم جانوروں کے بال اون اکٹھے کر کے اپنے بدن ڈھانپتے تھے۔

وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ

اور ہم درختوں کو اور پتھروں کو سجدہ کرتے تھے۔

مگر ایک ہی آواز اٹھی۔

فبينما نحن كذالك

ہم اتنے گرے ہوئے لوگ تھے ہم ذلت و رسوائی کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ تو سہانی گھڑی میں ایک چاند طلوع ہوا۔ جس نے ہم ذروں کو بھی آفتاب بنا دیا۔

اے کسریٰ کے حواری سن لے۔ اُس وقت ہم کچھ اور تھے۔ اب ہم کچھ اور ہیں۔

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

رسول اکرم ﷺ کی غلامی سے جوان کو انقلاب ملا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اُن آتش پرستوں کے سامنے اور کفار کے سامنے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہنے لگے۔

اِنْبَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِیْنَ اِلَیْنَا نَبِیًّا مِنْ اَنْفُسِنَا

تو جس وقت زمین و آسمان کے رب نے ہماری طرف ایک نبی بھیجا۔ جو ہمارے اندر سے ہیں اور ہمارے ہی قبیلہ سے وہ پیدا ہوئے۔

مگر ہیں ایسے کہ اُن جیسا کائنات میں کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہماری طرف بھیجا۔

نَعْرِفُ اَبَاہٗ وَاُمَّہٗ (بخاری شریف، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذمۃ والحرب، ۱/۴۴۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہم اُن کے والد کو بھی جانتے ہیں اور اُن کی والدہ کو بھی جانتے ہیں۔

یعنی وہ آوٹ سائیڈر نہیں تھے بلکہ ہمارے ماحول کے تھے۔ ہم اُن کو جانتے تھے۔ وہ جس وقت آئے ہیں تو انہوں نے ہمیں جو انداز دیا ہے اُس انداز نے ہمیں پوری کائنات میں بلندیاں عطا فرما دی ہیں۔

اب دیکھنا اُس اسلام کا انداز کہ جس کے ماننے والوں کو کبھی رسیوں سے باندھ کر دھواں دیا جاتا تھا اس اسلام کا انداز کہ جس کے ماننے والوں کو زمین پہ لٹا کے سینے

پہ پتھر رکھ دیے جاتے تھے۔ اب کیا انداز ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کے گورنر اور کمانڈر کے سامنے فارس کے آتش خانوں کے اندر ایمان کی روح پھونکنے کیلئے جو تقریر کر رہے تھے۔ اُس کے لفظ بڑے عجیب ہیں۔ کہنے لگے۔

أَمَرَنَا نَبِيُّنَا أَنْ نُقَاتِلَكُمْ

ہمارے نبی علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے لڑیں گے۔ ہم تمہیں ماریں گے، ہم تمہاری گردنیں توڑیں گے کب تک؟

حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ

جب تک تم ہمارے رب کو سجدہ نہیں کرتے۔

ہم تمہیں تلواروں سے سیدھا کریں گے۔ ہم تم سے جہاد کریں گے۔ یا تو تم اللہ کی عبادت کرو یا۔

أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ (بخاری شریف، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذمۃ والحرب، ۱/ ۴۴۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس طرح جھکتے ہوئے تم جزیہ دو، اور اپنی ذلت کو تسلیم کرو۔ ہم پھر تمہیں چھوڑیں گے۔ حکومت ہماری ہوگی، راج ہمارا ہوگا، سلطنت ہماری ہوگی اور پھر تم ایک ذمی کے طور پر اُس میں رہ سکو گے اور پھر تمہیں اپنی ذلیل حالت کے اندر آ کے جزیہ دینا پڑے گا۔ یہ دو ہی صورتیں ہیں اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔ اب یہ انداز جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ہے وہ اسلام جو مکہ شریف سے راتوں رات نکلا تھا۔ مدینہ شریف میں اس نے حکومت بنائی تھی اور پھر اُس نے غزوات سے اپنا لوہا منوایا تھا۔ آج نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر دنیا سے چلے بھی گئے ہیں مگر سرکار کی جو نظر ہے وہ صحابہ کرام

marfat.com

کے ساتھ ہے۔ اس انداز میں حوصلے بلند ہیں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر چہ تم چالیس ہزار ہو اور ہم تھوڑے سے ہیں۔ مگر تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔ اس واسطے کہ ہمارے نبی علیہ السلام نے جو ہمیں رستہ دکھایا ہے۔ اس رستے میں ہر طرف اُجالے ہی اُجالے ہیں۔

عروج کا یہ فلسفہ جو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا ہے۔ اس کے اندر انہوں نے فرمایا کہ دو ہی صورتیں ہیں تیسری کوئی صورت نہیں۔ یا ہم تم سے لڑ کے شہید ہو جائیں گے یا باقی رہ جائیں گے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم بھاگیں۔ ہم کوئی کمپرومائز کریں؟ نہیں نہیں...... یہ دونوں ہی ہمارے لئے بڑے عظیم راستے ہیں۔ کہنے لگے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ضمانت دی ہے۔

مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ

جو ہم میں سے شہید ہوگا وہ جنتی ضرور ہوگا۔

ہمارے سامنے گارنٹی ہے۔ یہ ہوتا ہے قیادت پر اعتماد اور یہ ہے امت کا ماننے کا طریقہ کہ وہ ایسے کچی لسی والا عقیدہ نہ رکھیں۔ کہ پیغمبر کہیں تم شہادت دو میں جنت دوں گا۔ تو آگے سے وہ کہے کہ تم کیسے جنت دے سکو گے۔ آپ کی مٹھی میں کوئی جنت ہے آپ تو کچھ دے نہیں سکتے۔ اگر یہ دین سمجھنے کا طریقہ ہوتا تو کبھی بھی اسلام کا انقلاب نہ آتا۔ صحابہ نے کافروں کی گردنیں اس لئے توڑی ہیں۔ کہنے لگے ہمارے ساتھ سرکار نے طے کرلیا ہے کہ تم جیتے رہو گے پھر غازی ہو اور اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو جنت تمہاری ہے۔

ماننے کا انداز یہ ہے کہ صحابہ نے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی ہے رب سے بات نہیں کی اور سرکار کی بات پر انہوں نے آگے دیکھنا شروع کردیا ہے اور کہا ہے

marfat.com

اے کسریٰ والو! سن لو ہمارے دو ہی اصول ہیں اور دو فیصلے ہیں۔ یا ہم شہید ہو جائیں گے یا ہم بچ جائیں گے۔ اگر شہید ہو گئے تو ہمارا نقصان نہیں۔

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
کہ تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

ہر بندہ شہادت نہیں پا سکتا۔ ہم شہید ہو گئے تو جنتی ہیں اور اگر ہم باقی رہ گئے تو کیا ہوگا؟ یہ آخری جملہ سب سے بڑا مضمون ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہم بچ گئے تو مسجد میں بند ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم بچ گئے تو ہم کسی چلے میں رہیں گے۔ ہم بچ گئے تو صرف وظیفہ کریں گے، نہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اُن کافروں کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیا کہا؟ فرمایا

بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ

جو ہم میں سے بچ گیا وہ گھر نہیں بیٹھے گا۔ وہ تمہاری گردن پہ سوار ہو کے رہے گا۔
جو ہم میں سے شہید ہوا وہ جنتی ہے اور جو ہم میں سے بچ گیا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہے۔

لہٰذا تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہیں چھوڑ جائیں گے اور ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ ہم اپنا کام پورا کر لیں گے اب یہ اسلام کے عروج کا وہ زمانہ ہے کہ جس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سائے سے ادھر شیطان بھی کانپتا ہے۔ ادھر قیصریٰ وکسریٰ کی حکومتیں بھی کانپ رہی ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے رب کے ساتھ وفا کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو زمانے میں عروج عطا فرما دیا ہے۔

marfat.com

عہد غربت کی واپسی

یہ صورتحال جس وقت آگے بڑھی ہے۔ پھر عہد غربت کی واپسی شروع ہوگئی۔ اجنبیت کا زمانہ پھر واپس آنے لگا اور میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے مُطّلِعْ فرمادیا اور اسکا یہ مطلب تھا کہ تم روکنا تاکہ غربت نہ آئے۔ اجنبیت نہ آئے۔

سرکار ﷺ کا فرمان ہے۔

يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ

یہ صالحین جن کو میں نے تیار کیا ہے۔ زمانہ جھک جاتا ہے لیکن یہ نہیں جھکتے۔ یہ بولیں تو پتھر پگھل جاتے ہیں۔ یہ تلوار چلائیں تو فولاد موم ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو میں نے تیار کیا ہے یہ آہستہ آہستہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے۔ آہستہ آہستہ پھر ان کو دیکھنے والے اُٹھتے چلے جائیں گے اس طرح نیک لوگ چلے جائیں گے پھر کیا ہوگا؟

تَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ

پیچھے چھان رہ جائے گا۔ جس طرح جَو کا چھان ہوتا ہے یا کھجوروں کا چھان۔

لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً (بخاری شریف، باب ذھاب الصالحین ۴/۲۳۴ طبع دارالفکر بیروت، مشکوۃ شریف، باب تغیر الناس، ص ۴۵۸، قدیمی کتب خانہ)

اللہ تعالیٰ اُن کا کوئی لحاظ ہی نہیں کرے گا۔

کیوں؟ ایک وقت وہ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا ہے۔ جب فوجیں آمنے سامنے ہونگی تو کہا جائے گا کہ کوئی ایسا ہے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو دیکھا ہو۔

"فَيُفْتَحُ لَهُمْ"

اس ایک کی برکت سے سب کو فتح مل جائے گی۔

marfat.com

پتہ چلا اس ایک کا اللہ نے لحاظ رکھا ہوا ہے اوروں کا اتنا لحاظ نہیں کہ جتنا اس ایک کا ہے۔ پھر کبھی جنگ ہوگی تو کہا جائے گا۔

"هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے سرکار ﷺ کی صحبت نہ پائی ہو لیکن سرکار ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو دیکھا ہو۔

"فَيُقَالُ نَعَمْ" کہا جائے گا ہاں ہے۔

"فَيُفْتَحُ لَهُمْ" اُس ایک کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔

(بخاری شریف، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ۱/۵۱۵ قدیمی کتب خانہ)

پھر اُس کو دیکھنے والے کی برکت سے بعد میں فتح ہو جائے گی۔ کیونکہ ان لوگوں کا رب کے دربار میں لحاظ بڑا ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کام چلے گا لیکن جب یہ لوگ اُٹھ جائیں گے اور پیچھے عمومی طور پر چھان رہ جائے گا۔

"لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً" اللہ تعالیٰ اُن کا کوئی لحاظ نہیں کرے گا۔

یہ وقت ہے کہ اسلام اجنبی ہونا شروع ہو گیا۔ اسلام میں عمل کرنے والوں کی کوتاہی سے کہ جن کی سوچ میں بگاڑ آتا گیا اور کہیں عقیدوں میں کمزوریاں آتی گئیں۔ پھر اسلام پردیسی بننے لگا، اجنبی بننے لگا۔ اجنبی بنتے بنتے آج وہ بالکل غریب الوطن ہے۔

آج پورے روئے زمین پر ایک چپہ بھی دکھا سکتے ہو جہاں اسلام کی حکومت ہو، اسلام کا راج ہو، اسلام نافذ ہو۔ وہ دین جس کو نبی علیہ السلام نے اپنا لہو دیا اور جس کو صحابہ نے جانیں دی۔ بدر وحنین جس کیلئے منعقد ہوئے۔ آج وہ دین کہاں ہے؟ اُس کا گھر کہاں ہے؟ اُس کا مسکن کہاں ہے؟ اُس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اُس کا نظام کہاں

marfat.com

ہے؟ شریعت کہاں رائج ہے؟ اُس کا نظام تجارت کہاں رائج ہے؟ اُس کا نظام عدالت کہاں رائج ہے؟ ارے پوری دنیا سے بڑھ کر تو یہی سلطنت ہے پاکستان کی جو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نعرے پہ بنی ہے اس میں کہاں اسلام ہے؟ اس کے تھانے، اس کی کچہریاں، اس کے بازار، اسکی دوکانیں، نظام تجارت، نظام معیشت، نظام معاشرت سب کچھ انگریزوں کے کہنے پر ہے جبکہ اسلام تو اس طرح نہیں آیا تھا۔ کہ صرف زبان کا کلمہ رہے اور باقی کام غیروں والے ہوں۔ نہیں نہیں...... وہ تو گھر چاہتا ہے، دل چاہتا ہے، دماغ چاہتا ہے، بدن چاہتا ہے، راج چاہتا ہے، مسجد کے اندر مسجد کے باہر۔ لہٰذا آج ہم اسلام کی کوئی جگہ دکھانے سے جب قاصر ہیں تو اس سے بڑی ندامت کیا ہوگی۔

اتنے مسلمان، او آئی سی، Fifty Seven (57) اسلامک کنٹریز مگر ایک بھی اسلامی ماڈل سلطنت نہیں ہے۔ ایک بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی سعودی حکومت کو سمجھتا ہے تو اس کی غلط فہمی ہے۔

وہاں انکے اپنے بنگلے کعبہ شریف سے اونچے جا رہے ہیں اور قبروں پر انہوں نے بلڈوزر چڑھائے ہوئے ہیں۔ اس وقت روئے زمین پر اسلام منتظر ہے کہ کون مجھے دیس دے گا، کون مجھے گھر دے گا؟ آج اسلام پردیسی ہے اگر تمہیں اس پر یقین نہیں تو مجھے یہ بتاؤ۔ آج کیا پیرس میں مساجد پر یہ نہیں لکھا گیا "Islam go home" "اسلام گھر جائے۔ اسلام یہاں نہ رہے اور پیرس کی مسجدوں میں خنزیروں کے سر نہیں پھینکے گئے؟ اور انڈیا میں مسجدوں کے سامنے خنزیروں کے سر نہیں رکھے جا رہے ہیں؟ یہ چاکنگ پیرس میں ہو رہی ہے کہ "Islam go home"

marfat.com

تو پتہ چلا اسلام اجنبی ہے۔ اسلام پردیسی ہے۔ اگر آج تم یہ دیکھتے ہو کہ وہاں پر امریکہ میں کعبۃ اللہ کے ماڈل کا شراب خانہ تیار کر دیا گیا ہے اور ہماری مقدس جگہ کو انہوں نے شراب خانہ کا ماڈل بنا کے جب لوگوں کو دعوت عام دی ہے کہ ہم اب پوری طرح اسلام کے خلاف ہیں۔ برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلام ہمیں پسند نہیں اور اس طرح بھی کہ یہ اپنے گھروں میں پسند نہیں ہیں۔ یہ اسلام کا پردیسی ہونا نہیں تو اور کیا ہے۔

آج جس وقت ہمارے محبوب علیہ السلام کے گستاخانہ خاکے بنے اور صرف ایک بار ہی نہیں اُن کو بار بار پرنٹ کیا گیا۔ اُن کو نصابوں میں شامل کیا گیا۔ اُن کو فٹ بال اور مختلف چیزوں کے اوپر بنایا گیا اور بار بار اُن کی فلمیں چلائی گئیں۔ یہ اسلام کی غریب الوطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

آج پوپ بھونکتا ہوا جب اسلام پر ہرزہ سرائی کرتا ہے تو یہ اسلام کی اجنبیت اور پردیس کا عالم نہیں تو اور کیا ہے؟

آج جس وقت چھ لاکھ ڈالر انڈیا کی حکومت افغانستان میں میوزک کیلئے فنڈ دیتی ہے یہ اسلام کی اجنبیت نہیں تو او۔کیا ہے؟

آج اس نعرہ اسلام پر بننے والے ملک پاکستان کی پنجاب یونیورسٹی میں اگر میوزک کی کلاسیں شروع ہو جاتی ہیں تو یہ دین کا پردیسی ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

آج پاکستان کی یونیورسٹیاں امریکہ کے اڈے بن گئیں ہیں یہ اسلام کا پردیسی ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ دین کہ جس کے بچے کو غیر مسلم کے ساتھ بیٹھنا حرام قرار دیا گیا تھا۔ آج اُنکو لیکچر عیسائیوں کے دیئے جا رہے ہیں اور امریکی پروفیسر بلوا کر مسلمانوں کے عقیدے

کو پاش پاش کیا جارہا ہے۔ یہ غریب الوطن اسلام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

آج حدود اللہ کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ حدود اللہ کو مشقِ ستم بنا دیا گیا ہے۔ جن کو دو اور دو چار کا نظریہ آتا تھا۔ گنتی کے دو سو لفظ آتے تھے۔ وہ حدود پہ رائے زنی کررہے ہیں اور اللہ کے نظام میں کہ جس میں قیاس کا دخل ہی نہیں تھا اُس نظام کو معاذ اللہ اپنی عقل کے مطابق موڑ دینا چاہتے ہیں۔ یہ اجنبیت نہیں تو اور کیا ہے؟

ماؤں کی غیرت پر پہرہ دینے کیلئے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ یہ معمولی سی قربانی تو نہیں تھی۔ 10 لاکھ جانیں دیکر ہم نے پاکستان لیا تھا اور دو کروڑ لوگوں نے گھر چھوڑے، نوے ہزار عورتوں کی عزتیں لٹ گئیں پھر یہ وطن بنا۔ تو کیا "میراتھن ریس" کیلئے بنایا تھا؟ کیا اس کو ہم نے عریانی اور فحاشی کیلئے بنایا تھا؟ کیا اس ملک کو ہم نے ناجائز دھندوں کیلئے بنایا تھا؟ نہیں نہیں...... اس کو اسلام کیلئے اور دین کیلئے بنایا تھا اور آج اسکی سڑکوں پر ماؤں بہنوں کو ریس میں دوڑا کر اسلام کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں تو یہ غریب الوطن اسلام نہیں تو اور کیا ہے۔

اسواسطے میرے بھائیو!

کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام کا گھر ہے اور اسلام کا دیس ہے۔

اسلام غریب الوطن ہے، اسلام پردیسی ہے، اسلام چاہتا ہے مجھے گھر ملے، آج جو اسلام کو دل دے گا، کل رب اُس کو جنت عطا فرمائے گا۔ ایسی صورتحال میں ہمیں اپنا کردار کرنا ہے اور پوری ملت کا سروے کرتے ہوئے یہ دیکھنا ہے۔ بتیس عیسائی چینلز اسلامی دنیا میں چل رہے ہیں۔ آج "ورلڈ ہیلپ نامی تنظیم" عراق کے نقشے چھاپ کے پھر رہی ہے امریکہ میں فنڈ اکٹھا ہورہا ہے کہ عراق کے اندر ہمیں دس لاکھ

marfat.com

انجیل کی ضرورت ہے۔ اسلام کیلئے وہ یہ تحفے پیش کر رہے ہیں۔ عیسائی ہمارے بندوں کو خراب کرنے کیلئے فنڈ اکٹھا کر رہے ہیں۔ آج ان حالات کے اندر ہماری اعلیٰ افواج کے جو ادارے ہیں وہاں داڑھی پہ پابندی لگائی جا رہی ہیں۔ وہاں نظام اسلام کے خلاف لوگوں کے ذہن بنائے جا رہے ہیں اُن کے نام اسلام والے ہیں اُنکے دماغ اسلامی نہیں رہے۔ اُنکے دماغ انگریز کے ہیں۔ اُن کے اندر زبان پر بولنے والی فکر غیروں کی ہے۔ لہٰذا جب کسی کے گھر میں غیروں کا قبضہ ہو جائے تو وہ پردیسی نہیں ہوتا تو اور کیا ہوتا ہے؟

یہ اسلام اجنبی ہے اور پردیسی ہے۔

نام تو اُس کا لطف اللہ ہے لیکن بندہ کرتا کیا ہے جو بالکل حرام ہے۔ نام اُس کا غلام رسول رکھا گیا لیکن وہ انگریز کا ایجنٹ بن گیا، آلہ کار بن گیا، وہ افرنگی دوکانوں کا کھلونا بن گیا۔ یہ سارا راہ و رسم، بود و باش اُس کا چہرہ، اُسکے کپڑے، اُس کا کردار، یہ اسلام کی بیٹی جس وقت بغیر پردے اور شارٹ لباس میں اور بالکل ٹائٹ لباس میں اپنے جسم کی نمائش کرتی ہوئی باہر نکلتی ہے اسلام روتا ہے کہ میں نے ایسی بچیاں تو نہیں پالی تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وارث بیٹیوں کا کردار ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہمارے ملک میں ہو رہا ہے اور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ آج سے دس سال پہلے ایسی عریانی نہیں تھی۔ اب اس سے زیادہ گند آ گیا ہے تو پتہ چلا اسلام زیادہ غریب الوطن ہو گیا ہے۔

آج یہ آہیں اور یہ سوز و گداز جو اس افتتاحی درس قرآن میں ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ ہم سوچیں کچھ کام میں کروں کچھ کام آپ کریں۔

marfat.com

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اس واسطے یہ کسی ایک بندے کا کام نہیں ہے۔ پوری ملت کا کام ہے اور جو نقب لگا رہے ہیں۔ اُن کے محاسبے کا وقت ہے۔ اُن کے ساتھ پنجہ آزمائی کا وقت ہے اور یہ ہمارے دین کی امانت ہے۔ ہمارے قرآن کی، ہم اُس درس قرآن کے قائل نہیں ہیں کہ جو درس قرآن اپنا رخ لوگوں کے حالات کی طرف نہ کرے اور جوامت کے سلگتے مسائل ہیں اُن کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ اندرون دل کی آواز ہے۔ یہ ٹھیک ہے اس قرآن کو پڑھ کر دم کریں بیماریاں صحیح ہوتی ہیں اسکے ختم پڑھنے سے برکتیں ملتی ہیں۔ مگر یہ ختم پڑھنے کیلئے ہی نہیں ہے۔ بلکہ باطل نظام ختم کرنے آیا ہے باطل نگا ناچ رہا ہے اور ہم مسجد کی الماری تک قرآن بند رکھیں۔ تو پھر قرآن کا حق ادا نہیں ہوگا۔ قرآن غریب الوطن، اسلام غریب الوطن، مسلمان غریب الوطن، کہاں ان کا دیس، کیا پاکستان ہمارا دیس ہے۔ نہیں...... ہمارا کیا ہے یہاں پر غیروں کے اڈے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں پکڑتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں پھینکتے ہیں۔ کیا وہ ماؤں کے بچے نہیں ہیں جو کیوبا کی جیلوں میں جانوروں کے پنجروں، جیلوں میں بند ہیں کیا وہ افغانستان کے کیکروں کے پتے تھے۔ جن کو پکڑ کے الٹا لٹکا دیا گیا۔ کیا وہ عراق کی سرزمین جو ولیوں کی سرزمین ہے اُس کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے امام حسین کی اولاد کیا وہ نیک لوگوں کی ذریت نہیں ہے ابوغریب جیل میں کتوں سے جنکا گوشت نچوایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات کے اندر ہم کیسے کہہ سکیں گے کہ اسلام کے پاس گھر ہے۔ نہیں اسلام بے گھر ہے اور اسوقت ہم سے گھر کا تقاضا کر

marfat.com

رہا ہے، ایسے حالات کے اندر ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم اس ابتلاء کے دور سے گذریں تو کیسے گذریں، ہم اپنا فرض کیسے ادا کریں اور کس انداز میں ہم آگے بڑھیں۔

سب سے پہلا کام فکری محاذ پر ان لوگوں کا مقابلہ ہے کہ جہاں جہاں یہ فکری لونڈے اور فکری گماشتے اور میڈ ان امریکہ فکر کے لوگ اور میڈ ان یورپ نظریات کے لوگ، جب تک عملاً انکا محاسبہ نہیں کریں گے۔ اس وقت تک مزید آگے رسوائی بڑھتی جائے گی۔ اس واسطے خواہ وہ لوگ حکومت میں ہیں۔

یا وہ ڈیموکریٹک پارٹیوں کے اندر ہیں یا وہ لوگ بیوروکریسی کے اندر ہیں۔ جہاں بھی امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور انڈیا کے ٹکڑوں میں پلنے والے کیڑے اگر ہماری کرسیوں کو چمٹے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ ملک کے اندر نظریے کی بقاء کیلئے خطرناک ہیں۔ اسواسطے نظریاتی طور پر ہم کو قرآن کا یہ درس ہے کہ ہم اس ملک کو پاک کرنے کیلئے ان پلید لوگوں کے خلاف اپنے نور قرآن کو عام کریں۔ اسواسطے یہ تحریک آج سے نہیں صدیوں سے چلی آرہی ہے اور پھر بالخصوص آج مجھے علامہ اقبال کا وہ پیغام یاد آتا ہے۔ کہنے لگے۔

سوال مئے نہ کروں ساقی افرنگ سے میں
کہ یہ طریقہ رندان پاکباز نہیں

کیوں ہم غیروں سے لیں، ان سے مانگیں۔ کیا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے؟ اسلام کے پاس سب کچھ ہے صرف اسلام کی طرف دھیان کرنے کی ضرورت ہے۔ غیروں کی گندی دوکانوں سے گندا سودا مسلمان کیوں خریدے، نظریے کا گندا سودا، زندگی گزارنے کا گندا سودا، جس کے پاس اتنا سچا قرآن ہو وہ جھوٹے لوگوں کے

marfat.com

جھوٹے قانون مانے تو کیوں مانے؟

اس واسطے قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے آج کے حالات کو سمجھو۔

اقبال ایک دن شالامار میں گئے۔خزاں کا موسم تھا اور عید آئی ہوئی تھی۔تو کسی نے اقبال سے کہا کہ عید کے بارے میں خوشی کی نظم لکھو۔عید خوشی کا موقع ہوتا ہے۔تو علامہ اقبال کہنے لگے۔

یہ شالا مار میں ایک ایک برگ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گل جس کا راز دار ہوں میں
پائمال نہ کریں مجھ کو زرَان چمن
انہیں کی شاخ نشیمن کی یادگار ہوں میں

وہ پتہ جب ہرا بھرا تھا۔سب اُس کو دیکھتے تھے اور اس کے سائے میں بیٹھتے تھے۔اُس کو دیکھ کے آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے۔لیکن جب زرد ہوا تو نیچے آ گرا۔اب قدموں کے نیچے ہے۔

یہ ہے غریب الوطن کا انداز۔وہ اسلام جو سروں کا تاج تھا،جو چہرے کی زینت، جو دل کا سرور تھا۔آج اُس کو پرائیویٹ کر دیا گیا۔یہ زرد پتہ بنا دیا گیا۔زرد پتہ بولتا ہے کہ میں تو تمہارے نشیمن کا سرور تھا اے ظالمو! مجھے پاؤں تلے نہ روندو۔میری دھجیاں نہ اُڑاؤ۔میں تمہارے لئے سایہ دینے کیلئے آیا ہوں۔دنیا میں غموں کے دھوپ سے سایہ دوں گا۔آخرت میں عذاب سے بچالوں گا۔

آگے اقبال کہنے لگے۔

خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یادِ فصلِ بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں

marfat.com

آج اسلام پر خزاں ہے، اور بہار ہے وہ جو مدینہ شریف کی ہے کہ جب سوسائٹی میں چلنے والے کسی کو ابوبکر صدیق کہا جاتا تھا اور کسی کو عمر فاروق کہا جاتا تھا۔ اب خزاں ہے ایسا چہرہ نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگ نظر نہیں آتے جو رستے پہ چلیں تو فرشتوں نے مصافحہ کرنے کیلئے لائنیں بنائی ہوئی ہوں۔ وہ سوسائٹی نہ رہی۔ وہ دین کے ماننے والے نہ رہے۔ وہ اسلام کے متوالے نہ رہے۔ وہ اسلام پر عمل کرنے والے نہ رہے۔ اب اقبال کہنے لگے۔

خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یاد فصل بہار

تم کہتے ہو عید کی شان میں نظم لکھو۔

خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یاد فصل بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں
اجاڑ ہو گئے عہد کہن کے میخانے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں

یہ پتہ بتارہا ہے کہ میں بڑا قیمتی ہوا کرتا تھا۔ اب میری طرف کوئی دیکھ ہی نہیں رہا۔ میں یوں خزاں کی نظر ہوا تو ہر طرف مجھ پر قدم رکھے جانے لگے۔ لہٰذا آج کا غریب الوطن اسلام جو ہے۔ اُس کی حیثیت کو سمجھنا ہو تو ان شعروں کو سامنے رکھ کر اس مثال کو سامنے رکھو اور پھر اپنے کردار کو دیکھو۔ کہ وہ پتہ جو سایہ کرتا ہوا سے قدموں تلے روندا نہیں جاتا بلکہ اُسے سر کا تاج بنایا جاتا ہے۔

ایسی صورتحال میں کہ جس وقت اپنے گردوپیش کو دیکھنا تو دور کی بات ہے۔ ہم اپنے ملک کے حالات اور اپنے احوال اس وقت سامنے رکھتے ہیں۔ محلے محلے میں

بے حیائی، بدکرداری، جھوٹے لوگ، فراڈی لوگ اور منحوس قسم کے لوگ جنکا کردار صحیح نہیں، عقیدہ صحیح نہیں، ان لوگوں کی طرف پیغام اور پھر جو مسلط حکمران ہیں اُن کیلئے اصلاح کا پروگرام، آخر ایک حکومت اور ملک کا بھی بندوں پر اثر ہوتا ہے۔ چھت پہ جو کچھ ہوتا ہے پرنالے کے ذریعے وہی نیچے آتا ہے۔ اگر کسی ملک کا وزیر صحت کنجریوں کے ساتھ ڈانس کر کے کہے یہ ہماری صحت مند سرگرمی ہے تو اس ملک کے بیٹے ڈانس نہیں کریں گے تو کیا کریں گے؟

اور اگر کسی ملک کا پریزیڈینٹ پولوکیمپ میں ناچ رہا ہو تو اُس ملک کے بچوں سے کیا امید ہو سکے گی؟ کیا یہ اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں؟ اس واسطے

برباد گلستان کرنے کو بس ایک ہی اُلو کافی ہے
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہو انجامِ گلستان کیا ہوگا

ہر طرف مسائل ہیں ہر طرف دھندلکیں ہیں۔ ہر طرف اندھیرے ہیں۔ مگر حق پرستوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ اذان پڑھیں، ایک نمازی آ گیا پھر بھی ٹھیک ہے، دس آ گئے پھر بھی ٹھیک ہے، ہزار آ گئے پھر بھی ٹھیک ہے، کوئی نہ آیا پھر بھی اذان پڑھنے والا تو اذان پڑھے گا۔

اس واسطے یہ صراط مستقیم کی اذان ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں دی تھی۔ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریائے شور کے کنارے اپنی قبر بنوا کے دی تھی وہ ہمارے ذمے آج اُن کا دیا ہوا ایک تحفہ ہے۔ اس واسطے اس اذان کو پڑھنا صراط مستقیم کی اولین ترجیح ہے۔

ہمیں کیا ہو گیا ہے اس میں جو ایجوکیشن کا وزیر ہے۔ اُس کو پرائم منسٹر آف اکنور

marfat.com

نہیں کہنا چاہیے۔ جس نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہماری اور انڈین ثقافت ایک ہے۔ ہماری تہذیب ہڑپہ سے ہے اور ہمارا اُن کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اتنا بھی جاہل کوئی ہو سکتا ہے؟ ہمارا اور انڈیا کا کوئی فرق نہیں ہے وہ جو کہا جاتا ہے آمنہ اور عائشہ نامی عورتیں باڈر کے پار امرتسر میں ہندوں اور سکھوں کے گھر مجبور ہیں؟ اُن سے پوچھو اُن کا قصور کیا تھا؟ جب پاکستان بنا تو نوے ہزار عورتوں کو اغواہ کر لیا گیا اور نوے ہزار اسلام کی بیٹیاں ہم سے پوچھتی ہیں ظالمو! اگر تمہارا کوئی فرق نہیں تھا تو ہمیں کیوں مجبور کر دیا۔ ہمیں کیوں مروا دیا، ہماری زندگی کیوں خراب کر دی؟ ایسے وحشی جرنیلوں کو اور ایسے وزیروں کو لگام دے کر سمجھاؤ کہ رام والے اور ہیں رحیم والے اور ہیں۔ ہم وہ نہیں جو کندھارا سے ہوں، ہم وہ نہیں جو ہڑپہ سے ہوں، ہم وہ نہیں جو موہنجو دھاڑو سے ہوں۔

ہڑپہ کی سلوں سے تہذیب چھینے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا قرآن ہماری تہذیب ہے۔ ہمارا قرآن ہمارا کلچر ہے۔ ہم ہڑپہ والے نہیں ہم مکہ والے ہیں۔ اس واسطے یہ فکر جس وقت ہمارے سامنے آ گئی تو اب ہم اس کے سینے میں خنجر اگر نہیں گھونپیں گے تو کون اُٹھے گا اگر اسلام کے بیٹے اسلام کے بارے میں اسطرح کے بکواسات کے سامنے خاموش ہو گئے تو اللہ فرماتا ہے تم کافر بن جاؤ گے۔

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ (پ۵ النساء)

جب اسلام کا مذاق اڑایا جائے اور تم بیٹھ کے سنو اسی طرح چپ لی کے کافر بن جاؤ گے۔ لہٰذا اسلام کا مذاق اڑایا جائے تو اب بچنے کیلئے بولو۔ کہ ہم ان ظالموں کے سنگ نہیں ہم مامد ینہ کے سنگ ہیں۔

marfat.com

کتنا ظلم ہے یہ کلچر،

تہذیب کیا پلیٹ میں رکھ کردی گئی؟ پوچھو بدر میں بہنے والے خون سے، اگر کفر کا اور ہمارا فرق نہیں تھا تو پھر باپ بیٹا ایک دوسرے کے مقابلے میں کیوں آ گئے؟ اگر ایسی بات تھی تو ایسا معاملہ کیوں چلتا رہا؟ کربلا کی دھرتی سے اذانِ حسین پوچھتی ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی کو گوال یار کے قلعے میں قید ہونا ہم سے پوچھ رہا ہے اگر ایک معاملہ تھا تو ایسا کیوں ہوتا رہا، کیوں حق والے باطل پرستوں سے ٹکراتے رہے؟ کیا اُن کا جگر نہیں تھا؟ کیا اُن کا کلیجہ نہیں تھا؟ کیا ان کیلئے سہولتوں کی ضرورت نہیں تھی؟ اگر نظام کا فرق نہ ہوتا تو گڑھی خیرو کے لاک اَپ میں امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تڑپ کے کیوں حق کے نعرے لگا تا رہا؟ اور تختہ دار پر مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں نعرہ بلند کیا؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ فرق ہے ہم گائے کو مقدس نہیں سمجھتے، ہم اُس کو ذبح کرتے ہیں، اور وہ جہاں روٹی کھائی ہو نیچے گائے کا گوبر ملتے ہیں۔ وہ کپڑے اتاریں تو اُن کا دین اور ہم کپڑے پہنیں تو ہمارا دین، وہ اپنے انداز میں ہیں اور ہم اپنے انداز میں ہیں۔

ہمیں ان ظالموں کے ساتھ نہ ملاؤ۔ جہنمیوں کی لسٹ میں ہمیں شامل نہ کرو۔ ہم اُن کے شانہ بشانہ نہیں چل سکتے۔ اُن کا چہرہ سیدھا جہنم کی طرف ہے۔ ہمارا ڈائریکٹ جنت کی طرف ہے۔ اس واسطے یہ غربت کا ایک تجزیہ آپ کے سامنے کر رہا ہوں۔

اس کے علاوہ میرے پاس ایسے درجنوں شواہد ہیں۔ جس وقت ایک دھرتی کے اندر اس ملت کا ہیرو محمد بن قاسمؒ ہے اگر اس کو کوئی ظالم کہے اور راجہ داہر کو مظلوم کہے تو کیا اُس نے اسلام کی بولی بولی ہے یا کفر کی بولی بول رہا ہے۔ اس واسطے اس صورتحال کو

marfat.com

سامنے رکھتے وقت اب یہ فیصلہ کرلو۔ اگر ہم گھروں میں ہی رہے، اگر ہم نے دین نہ پڑھا۔ اگر ہم نے دین نہ سمجھایا، اگر ہم نے لوگوں تک پیغام نہ پہنچایا، اگر ہم خود فکری طور پر مسلح نہ ہوئے اور ہم نے لوگوں کو بیدار نہ کیا تو کل گریبان سے پکڑا جائے گا کہ تم کو تکتے تھے۔ تم کیوں نہ بولے، جس وقت میرے دین کی دھجیاں اُڑائی جارہی تھیں۔

اس وقت اگر کوئی بندہ اللہ کے اس عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو بیدار ہو جائے، ہوشیار ہو جائے۔ ہم نے فہم دین کورس کی شکل میں جو تمہیں ایک چھوٹا سا نصاب دیا ہے، اور پچھلا نصاب ہے۔ یہ ایک راستے کی طرف رہنمائی ہے تھوڑی سی کوشش ہے۔ رمضان میں ایک نیکی جب ستر تک پہنچ آتی ہے تو انشاء اللہ ایک کورس ستر تک پہنچ جائے گا۔ اسکا مضمون اور اسکے اندر جو نور ہے، اسکے اندر جو روشنی ہے، وہ یقیناً آگے بڑھے گی۔ اس کو لے کے چلیں گے۔

ایک وہ شعبہ ہے کہ درس قرآن ایک دن شیطان بھی دینے آگیا تھا اور صحابی رسول ﷺ کو دینے آگیا تھا۔ اسواسطے ہر درس درس قرآن نہیں ہوتا اور دوسرا درس قرآن میں یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو ہیضہ ہو چکا ہو اور معالج اُنکو زکام کی دوائیاں دے رہا ہے۔ لوگ ہیضے میں مر جائیں تو زکام کی دوائی کا فائدہ کیا ہے، اس کی ضرورت کیا ہے؟

نہیں نہیں...... جو بیماری ہو دوائی اُسکی دو، جو مرض ہو علاج اُسکا کرو۔ اسواسطے آج کے حالات میں نام نہاد روشن خیالی، عریانی، فحاشی اور بدلتے ہوئے اطوار اور شعائر اسلام کا جو مذاق اڑایا جارہا ہے سب سے پہلا ٹیکہ اس کے خلاف لگانے کی ضرورت ہے۔

اس واسطے ہم اپنے ہاں اسلاف کا ایک پیغام رکھتے ہیں اور ایک عظمت کے رستے کی طرف چلنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور ہم پر جو ذمہ داری ہے اور اس سلسلہ

maktabah.com

میں ادارہ صراطِ مستقیم کا ایک پلیٹ فارم ہے اس کیلئے میں تفصیل میں نہیں جاتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ ادارہ ہے کیا؟ یہ کرنا کیا چاہتا ہے؟ اقبال کی زبان سے صرف یہ کہوں گا۔

خفیہ ہنگامے ہیں میری ہستی خاموش میں
پرورش پائی ہے میں نے صبح کی آغوش میں
مضطرب ہر دم میری تقدیر رکھتی ہے مجھے
جستجو میں لذت تنویر رکھتی ہے مجھے
سرمہ بن کے چشم انسان میں سما جاؤں گا میں
رات نے جس کو چھپا رکھا ہے اُس کو دکھلاؤں گا میں

یہ تینوں شعر حال کی غمازی کرر ہے ہیں

خفیہ ہنگامے ہیں میری ہستی خاموش میں
پرورش پائی ہے میں نے صبح کی آغوش میں

وہ حضرت حافظ الحدیث پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت اور انکی تربیت کا یہ پلیٹ فارم ہے۔ عراق کی سرزمین کے مردِ حر حضرت شیخ عبدالکریم محمد المدارس البغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ اُن کے فیض کا چشمہ ہے۔

اور عرب و عجم کے اساتذہ کے استاذ حضرت عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد نواز نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ یہ اُن کے سوز کا حصہ ہے۔

مضطرب ہر دم میری تقدیر رکھتی ہے مجھے
جستجو میں لذت تنویر رکھتی ہے مجھے

marfat.com

سرمہ بن کے چشم انسان میں سما جاؤں گا میں
رات نے جس کو چھپا رکھا ہے اس کو دکھلاؤں گا میں

اس انداز میں ہمارا یہ ادارہ اور پلیٹ فارم ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ محبوب علیہ السلام نے فرمایا تھا میری مبارکباد ہے اُن لوگوں کیلئے جو اصلاح کریں گے۔ وہ سنت کا درس دیں گے اور سنت پر لوگوں کو لائیں گے اور دین کو زندہ کریں گے۔ اس سلسلے میں ذرا جرأت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ پہلے دین کو اپنا دل تو دو۔ اپنی سوچ، اپنا خیال، اپنا انداز، اپنا شعور اسلام کو پلیٹ میں رکھ کر دو کہ اسلام یہ تیرا ہے جو تیری مرضی ہے وہ میری مرضی ہے یہ اُس کی ڈیوٹی ہے جو غریب الوطن اسلام کے ساتھ ہمدردی چاہتا ہے۔

اور اس کا دل تڑپ رہا ہے کہ سرکار کا بھیجا ہوا مہمان ہو اور گلیوں میں رات کو رُلتا رہے اور ہم گھر نہ کھولیں تو ہم کون شمار ہونگے۔

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

وہ مہمان آیا ہو جس کو طائف کے بازار میں سرکار نے اپنا خون دیا ہو۔ بدر وحنین میں جس کیلئے قربانیاں دی گئی ہوں۔ کربلا میں جس کیلئے پورا کنبہ پیش کیا گیا ہو وہ ہمارے پاس آجائے اور دستک دے کہ میں تمہارا مکی، مدنی، کربلائی اسلام آگیا ہوں۔ ذرا دروازہ کھولو میں رات رہوں تو اندر سے بابو جی کہیں......نہیں، کلمہ تمہارا ہی پڑھا ہے مگر ہماری اپنی چاہت ہے، ہم اپنی ایک سوچ رکھتے ہیں، اپنی مرضی رکھتے ہیں، ہمارا اپنا دنیا میں ایک رکھ رکھاؤ ہے۔ تو اسلام کہے کہ یہ کلمہ میں کیسے قبول کروں

marfat.com

میں صرف کلمہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا نصاب ہوں۔ میں تمہاری رات گذارنے کا بھی طریقہ ہوں۔ اب ایسا ہو رہا ہے ہم زبان سے نہ بھی کہیں لیکن ہمارے گھر بولتے ہیں کہ اسلام کہیں اور جاؤ۔ ہمارے ہاں رزق حلال نہیں ہے سودی کاروبار ہے۔ ہمارے لوگ شرابی ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے، اسلام پھر جو تم بیزار ہو کے نکل جاؤ گے۔ تو ابھی کوئی اور گھر تلاش کرو وہ اسلام گلی گلی چکر لگا رہا ہے۔ ماننے والے خراٹے لے رہے ہیں۔ کیا یہ ہے وفا؟ ہائے افسوس۔

وائے ناکامی متائے کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہمیں ہوش ہی نہ رہا کہ کتنی مصیبتیں آ گئی ہیں کتنے مصائب ہیں۔ خدا کی قسم آج ہر شخص جس کے دل میں واقعی غیرت ہے۔ جب سنتا ہے کہ لاکھ افغانی شہید ہو گئے، اتنے لاکھ عراقی شہید ہو گئے، اتنے ہزار لبنانی شہید ہو گئے، غزہ کی پٹی پہ یہ ظلم اور گروزنی میں یہ ظلم۔ تو نوجوانوں کا سینہ کھولتا ہے کہ میں جاتا ہوں اور امریکہ کا سر توڑتا ہوں۔ میں اُس سے پنجہ آزمائی کرنا چاہتا ہوں ایسے نوجوان پوچھتے ہیں کہ ہم کریں تو کیا کریں۔

ان کا پہلا کام یہ ہے کہ اسلام کو جو تم دنیا کی زمین دلوانا چاہتے ہو۔ اپنا دل تو پوری طرح اُس کو دے لو۔ اپنے آپ کو تیار کرو۔ خدا کی قسم یہ میری ابزرویشن نہیں ہے۔ یہ امریکی تھنک ٹینک کا فیصلہ ہے کہ اگر ایک مسلمان سر پہ عمامہ باندھ کے چہرے پہ پوری داڑھی رکھ کے سنت کے آئینے میں نظر آتا ہے تو امریکہ کو اتنا ڈر دا ایٹم بم سے نہیں ہوتا جتنا باعمل مسلمان سے ہوتا ہے۔

marfat.com

اس واسطے پہلے یہ کام کرنے کا ہے۔وہاں جا کے حملے اور منصوبہ بندی اُس کیلئے شاید ضرورت ہی نہ پڑے۔ اگر ہم اپنے آپ سے مخلص ہو جائیں، اسلام سے مخلص ہو جائیں اور اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں میں قطار اندر قطار اب بھی

وہ معاملہ ہو سکتا ہے۔لیکن پہلا کام یہ کرنے کا ہے۔

اس سلسلے میں ابتدائی طور پر آپ کیلئے یہ پیغام رکھا ہے۔آپ کو دعوت دی ہے اس میں نہ پردہ ہے نہ کوئی جھجک ہے، ہم جو کچھ سینے میں رکھتے ہیں وہ زبان پر لاتے ہیں، اور اس میں ہمیں نہ تو یہ امید ہے کہ ہم نرم بات کریں تو کوئی واہ واہ کہے گا۔اور نہ یہ خطرہ اگر گرم کہیں گے تو کوئی ناراض ہو جائے گا۔

اثر ہو نہ ہوسن تو لو میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد
میں صورت گل دست صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے میرا جوش جنوں میری قبا چاک

خواہ کوئی ہتھکڑی لگائے، خواہ کوئی گولی مارے، خواہ کوئی آنکھوں پہ بٹھائے، یہ ہر کسی کا اپنا مقدر ہے اپنے نصیب ہیں، کربلا والوں کے سامنے لوگوں کی نہیں خدا کی رضا ہوتی ہے۔

اس واسطے یہ معاملہ ایک پالیسی کے طور پر تمہارے سامنے ہے اور وقت کے کربلا کے اندر اذان دینے کا معاملہ ہے۔ہم نے تمہیں یہ جو امانت سونپی ہے۔اب اس کا تم پہ قرض ہو گیا ہے۔ان کی زکوۃ لازم ہو گئی ہے۔اس پڑھے ہوئے کی زکوۃ لازم ہے کہ

marfat.com

آگے بڑھاؤ۔ آگے لیجاؤ، آگے پھیلاؤ، چلو کیسٹ لگا کے کسی کو سناتے رہو۔

دوکان میں اکیلے نہ بیٹھا کرو اور گاڑی میں اکیلے نہ بیٹھو، جس نے کچھ کہنا ہے مجھے کہے مگر کم از کم اُسے سناؤ تو سہی، اُسے بتاؤ تو سہی، اُس کے سامنے پیش تو کرو، وہ زمانہ گذر گیا، وہ زمانہ ختم ہو گیا، نیند کے موسم اُڑ گئے اب بیداری کا زمانہ ہے، تیاری کا زمانہ ہے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو!

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

تمہارے گھر کی دہلیز سے لیکر امریکہ تک تمہارے دشمن ہیں۔ اتنے دشمنوں کے ہوتے ہوئے کون عقلمند انسان سوتا ہے، وہ جاگتا ہے، بیدار رہتا ہے، وہ منصوبہ بندی کرتا ہے اس انداز میں ہمیں اسلام کی ترقی اور بحالی کا مقصد مل گیا ہمارے جیتے میں نفاذ اسلام کا سورج طلوع ہو گیا تو پھر وارے نیارے ہیں۔ اگر نہ بھی ہوا تو کوشش کیوجہ سے کم از کم قبر ٹھنڈی رہے گی کہ کوشش ضرور کی تھی ثمر اللہ عطا فرمانے والا ہے۔

اس واسطے آج اس بڑے تلخ موضوع پر بولتے وقت یقیناً جو کان عادی ہوں نرم باتیں سننے کے اُن کو گرم میں تو کان کے پھٹنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور دماغ میں آتش فشاں زلزلہ آنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ مگر اب ان زلزلوں کے بغیر گذارہ نہیں ہے۔ اب اس بات کے بغیر ہمارا نشیمن بچ نہیں سکتا اور ہمیں اسلاف کا فریضہ ادا کرنا پڑے گا۔ جب اکبر نے دین الٰہی بنایا اور مجدد الف ثانی اپنے مصلے پہ بیٹھے رہتے کہ میں تو صوفی ہوں اور بادشاہ وہ ہے۔ میں اُس سے لڑ کیسے سکتا ہوں؟ ٹکرا کیسے سکتا ہوں؟ نہ میرے پاس فوج ہے نہ لشکر اور اُس کے پاس سب کچھ ہے۔ میرے پاس حجرہ ہے، اُس کے پاس جیل بھی ہے۔ مجھے جیل میں ڈالے گا۔ اگر مجدد الف ثانی اس پالیسی پہ

marfat.com

ہوتے تو "عساکم بدھن" شاید آج مسجدوں میں سجدہ نہ ہو سکتا۔ حضرت مجدد الف ثانی کو جس وقت جہانگیر کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا اور کہا گیا کہ تھوڑا سا تو جھک جاؤ لیکن میرے مجدد نے کہا۔

ایک ہے کعبہ میرا اور ایک ہی مسجود ہے
ہر جگہ موزوں نہیں ہے سر جھکانے کیلئے

یہ سلسلہ پیچھے سے آ رہا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں کہ اسلام کو دے سکیں لیکن دل ہے وہ بہت کچھ ہے، اور بڑا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تقریر یہ کرتے ہیں۔

اَحِبُّوْنَا لِحُبِّ الْاِسْلَامِ

جس نے حسین سے محبت کرنی ہو وہ اسلام کے حوالے سے کرے۔

دیکھو اُن کے حوالے کتنے ہیں، وہ حسین رضی اللہ عنہ جو کائنات میں سب سے بڑی شخصیت کے نواسہ ہیں۔ جو ولیوں کے سردار کے بیٹے ہیں۔ جو خواتین کی سردار کے بیٹے ہیں، وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔ خود فرماتے ہیں۔

اَحِبُّوْنَا لِحُبِّ الْاِسْلَامِ

میرے ساتھ محبت کرتے وقت پہلے یہ کہو اسلام کا حسین،

اسلام کے حوالے سے مجھ سے پیار کرو، اور باقی حوالے بھی ضروری ہیں۔

اب اُس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے آج ہم نے اس مضمون کو تمہارے سامنے کھیر سا کے پیش کر دیا ہے۔

یہ ہمارے پیغام کی تمہید تھی، اور موجودہ صورتحال کے لحاظ سے جو ہمیں حکم ملتا ہے۔

marfat.com

وہ وضاحتیں بھی بڑی ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مثال دیکر بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا۔ تو وادیاں بہہ نکلیں۔ بارش ہوتی ہے تو پانی چوٹیوں پہ نہیں ٹھہری جگہ پہ آتا ہے۔ چوٹیاں گذرتے پانی سے سیراب ہو جائیں۔ تو ہوسکتا ہے کوئی جیتے جیتے بہار آجائے، لیکن اصل حصہ نیچے جھکی ہوئی چیزوں کو ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کو نازل کیا، وہ بڑے بڑے دولت والے فرعون و نمرود رہ جاتے ہیں اور جھگیوں کے مکین دین کے علمبردار بن جاتے ہیں۔ پانی نیچے آجاتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے۔

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

بارش برستی ہے تو وادی پانی سے بھر جاتی ہے۔ پھر پانی آگے نکلنا شروع ہو جاتا ہے، سیلاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو پانی پہ ایک جھاگ بنتا ہے۔ وہ جھاگ کیا ہوتا ہے۔ پانی جب ملوث ہوتا ہے گندگی آتی ہے پتے آجاتے ہیں۔ مرے ہوئے جانور آجاتے ہیں۔ مختلف قسم کی چیزیں اس میں شامل ہوتی ہیں تو پانی اُن کو اوپر لے آتا ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

marfat.com

فہرست کتب

بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	فہم دین (اول تا پنجم)	محمد اشرف آصف جلالی	فی جلد 260
2	غائبانہ جنازہ جائز نہیں	محمد اشرف آصف جلالی	200
3	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات	محمد اشرف آصف جلالی	140
4	محاسن اخلاق	محمد اشرف آصف جلالی	100
5	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	40
6	میرے لئے اللہ کافی ہے	محمد اشرف آصف جلالی	40
7	حق چار یار	محمد اشرف آصف جلالی	40
8	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	محمد اشرف آصف جلالی	40
9	فکر آخرت	محمد اشرف آصف جلالی	40
10	ہاں ہم سنی ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	40
11	سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	محمد اشرف آصف جلالی	40

marfat.com

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
12	ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	40
13	شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	محمد اشرف آصف جلالی	40
14	توحید و شرک	محمد اشرف آصف جلالی	40
15	ہم اہلسنت و جماعت ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	40
16	تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	محمد اشرف آصف جلالی	40
17	چٹاگانگ میں چند روز	محمد اشرف آصف جلالی	30
18	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	محمد اشرف آصف جلالی	30
19	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	30
20	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	محمد اشرف آصف جلالی	30
21	دختران اسلام کے لیے آئیڈیل کردار	محمد اشرف آصف جلالی	30
22	افزائش نور	محمد اشرف آصف جلالی	30
23	جادو کی حرمت	محمد اشرف آصف جلالی	20
24	اصلاح اور اُس کا اجر	محمد اشرف آصف جلالی	20
25	نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں	محمد اشرف آصف جلالی	20

marfat.com

قیمت	مصنف	کتاب کا نام	نمبر شمار
20	محمد اشرف آصف جلالی	شانِ ولایت قرآن و حدیث کی روشنی میں	26
20	محمد اشرف آصف جلالی	محبت ولی کی شرعی حیثیت	27
20	محمد اشرف آصف جلالی	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں	28
20	محمد اشرف آصف جلالی	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	29
20	محمد اشرف آصف جلالی	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	30
20	محمد اشرف آصف جلالی	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	31
20	محمد اشرف آصف جلالی	فحش گانوں کا عذاب	32
20	محمد اشرف آصف جلالی	رسول اللہ ﷺ کی نماز	33
20	محمد اشرف آصف جلالی	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	34
20	محمد اشرف آصف جلالی	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل	35
20	محمد اشرف آصف جلالی	صراط مستقیم کی روشنی	36
20	محمد اشرف آصف جلالی	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے	37
20	محمد اشرف آصف جلالی	رسول اللہ ﷺ بحیثیت مبشر	38
20	محمد اشرف آصف جلالی	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	39

marfat.com

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
40	محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
41	فہم زکوٰۃ	محمد اشرف آصف جلالی	20
42	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	محمد اشرف آصف جلالی	20
43	توحید باری تعالیٰ	محمد اشرف آصف جلالی	20
44	قربانی صرف تین دن جائز ہے معہ قربانی کے جانور	محمد اشرف آصف جلالی	20
45	نماز تراویح 20 رکعت سنت ہے	محمد اشرف آصف جلالی	10
46	قرآنی آیات کے حیرت انگیز اثرات	محمد اشرف آصف جلالی	10
47	ظہور امام مہدی مع حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور قادیانی	محمد اشرف آصف جلالی	10
48	مناظرہ دعا بعد جنازہ	محمد اشرف آصف جلالی	10
49	تربیت اولاد	محمد اشرف آصف جلالی	30
50	رنج والم سے نجات کا راستہ	محمد اشرف آصف جلالی	30
51	مسئلہ حاضر وناظر	محمد اشرف آصف جلالی	40

marfat.com

وانک لتہدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

وانک لتہدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فہمِ دین

(آٹھ جلدیں)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول

• فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں • محبت الٰہی اور اس کی چاشنی • منصب نبوت اور عقیدہ مومن • محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار • فہم زکوٰۃ
• رسول اللہ ﷺ کی نماز • گھر کا اسلامی ماحول • آداب زبان • تعارف آئمہ اربعہ • قادیانیت کا محاسبہ • صراط مستقیم کی روشنی میں
• نظام مصطفٰے ﷺ کی بالادستی • حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ

جلد دوم

• اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار • سود اور اسکی اقسام • ہم اور ہمارے عقائد • اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی • مسئلہ حیات النبی ﷺ
• ترک اور تقلید کی تباہ کاریاں • مؤمن کا مقصد حیات • جہاد اور دہشت گردی میں فرق • تصوف اور اسلام • حواس نبوی ﷺ
• اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن • جنتی آنکھ • اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

• مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ عزوجل • مفاہیم اسم محمد ﷺ • روزہ کے اسرار و رموز • امتیازات نماز • شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق
• زندگی اور اس کی اقسام • خلفائے راشدین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت • ماں کی شان اور امتحان • بدعت کا معنی و مفہوم • امتیازات نماز

جلد چہارم

• احادیث ختم نبوت • سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ • ہاں ہم سنی ہیں • ورع و پرہیزگاری کے ماڈل • طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
• نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے • دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار • عہد شباب کا اسلامی نصاب
• کاروباری شراکت کے اسلامی اصول • تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض

جلد پنجم (زیر طبع)

• تربیت اولاد • تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ • اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت • اور دل نور ایمان سے جگمگا اُٹھا
• جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے • قرآن اور تفکر کائنات • تصوف عقیدہ توحید کی معرفت • رنج و الم سے نجات کا راستہ
• مسئلہ حاضر و ناظر • اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم (زیر طبع)

• میرے رب سے مجھے محبت ہے • رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست • شان رسالت کی یکتائی • زکوٰۃ کے اسرار و رموز • پردہ دختران اسلام کا وقار
• عزت اور اسکے حصول کا طریقہ • قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے • میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری • حق چار یار • جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم (زیر طبع)

• پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ • مائیں جب فرمائیں • یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص • باپ کی شان اور امتحان
• دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش • ختم نبوت اور قادیانی کفر • شہداء زندہ ہیں • اعتکاف یادِ الٰہی میں انہماک •
• ناموس رسالت کے پہرے دار و جاگتے رہو • آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم (زیر طبع)

• خانقاہیں اور لذت اسرار • میرے لئے اللہ کافی ہے • آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام • رگ ملت اور نشر تعلیم جدید
• جب رسالت خود نعرہ زن ہو • حرمت شراب • انسانی حواس کا صحیح استعمال • نظام مصطفٰے ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی • اسلام ہم تیرے ہیں

☆ نمایاں کی گئی کتابیں الگ کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6۔ مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ۔ لاہور
042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

فہم دین

جلد ششم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

042-37115771, 0321-9407699, 0315-9407699

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

جلد ششم
2010

فہم دین

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2, 0321-9407699

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : فہم دین (ششم)

افادات : ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب : مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

باہتمام : شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

پہلا ایڈیشن : یکم ستمبر 2010ء

تعداد : 1100

صفحات : 384

ہدیہ : 300

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور / مسلم کتابوی لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور
کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم گجرات
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / مکتبہ قادریہ لاہور
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ
اویسی بُک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**انتساب** (حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ)	14
2	**تقریظ**، برکاتِ قلمِ اشرف (محمد منشاء تابش قصوری)	15
3	**باب اوّل**	20
4	میرے رب سے مجھے محبت ہے	22
5	مومنین کی رب سے شدید محبت	25
6	حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے کلمہ پڑھنے کا منظر	27
7	حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا دل توحید کے نور سے آباد	30
8	محبت کی دو قسمیں	34
9	بے مثال محبت	38
10	تین طبقوں کا انداز محبت	41
11	رب کی محبت کے تقاضے	47
12	اول تقاضا: جو رب کی پسند وہی بندے کی پسند	48
13	دوسرا تقاضا: محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت الٰہی کا ذریعہ	50
14	**باب دوم**	54
15	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نفاست	56
16	پسینہ مبارک	63

Marfat.com

17	لعاب دہن	68
18	بول و براز کے لحاظ سے جسمانی نفاست	72
19	خون نبوی ﷺ	75
20	**باب سوم**	81
21	شان رسالت ﷺ کی یکتائی	83
22	ہر شئی سے زیادہ محبوب	85
23	یہاں اضافہ ہی اضافہ کا عقیدہ ہونا چاہیے	88
24	وہ انداز جس کے جواب میں کمی کا احتمال ہو وہ جائز نہیں	96
25	رسول اکرم ﷺ کی غلامی کو سند نجات ماننا	100
26	ہر ادا میں عظمت جاننا	105
27	شان رسالت ﷺ کی یکتائی میں غصہ بھی انصاف	107
28	آپ کو پسند ہو تو سجدہ عبادت ہے	111
29	**باب چہارم**	116
30	زکوۃ کے اسرار و رموز	118
31	زکوۃ کے اسرار و رموز اور حکمتیں	119
32	زکوۃ اطاعت ایزدی	119
33	اللہ تعالیٰ کی محبت کی بالادستی	121
34	زکوۃ بخل کا علاج	127
35	زکوۃ شکر نعمت ہے	130

Marfat.com

36	غرباء کے ساتھ تعاون	131
37	دل کی تطہیر	136
38	مال میں برکت	137
39	راہ حق میں جان دینے کی تیاری	140
40	رب ذوالجلال سے تازہ راستہ	142
41	دل کا امتحان	143
42	**باب پنجم**	147
43	پردہ دختران اسلام کا وقار	149
44	حسن وقبح عندالشرع	150
45	پردہ شرعی حسن	150
46	دختران اسلام کیلئے قرآن کا پیغام	152
47	عبداللہ بن مسعود کے نزدیک الاماظہر کا مطلب	156
48	جاہلیت کی بے پردگی سے بچنے کا حکم	157
49	دختران اسلام کا گھر میں نماز پڑھنا افضل	158
50	صحابیات میں نیکی کا جذبہ	159
51	مردثواب میں خواتین سے آگے	160
52	خواتین اسلام کے لیے جہاد کا ثواب	160
53	انصار کی عورتوں کی خوبی	163
54	حکم قرآن پر فوراً عمل	163

Marfat.com

55	آیت قرآن پر صحابیات کا عمل	164
56	خوشبو لگا کر باہر نکلنا فتنہ کا سبب	166
57	غیر محرم کی طرف اٹھنے والی آنکھ زانیہ	167
58	بے پردگی لعنت کا سبب	169
59	پردہ قرب خداوندی کی علامت	169
60	غیر محرم عورتوں کے ساتھ تنہائی زہر قاتل	171
61	غیر محرم عورتوں مس کرنے کی شدید مذمت	171
62	آج کا کلچر جہنم کے شعلے	172
63	نابینا آدمی کو دیکھنے پہ سرزنش	173
64	خاتون جنت کے ہاں مرد و عورت کا نصاب	174
65	بے پردہ خاتون پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گرفت	174
66	بے پردگی نفاق کی علامت	176
67	آنکھوں کو جھکا کے رکھنا راستے کا حق	176
68	**باب ششم**	178
69	عزت اور اس کے حصول کا طریقہ	180
70	عزت کا معنیٰ	182
71	عزت کا اصلاحی معنیٰ	183
72	عزت بمعنیٰ عظمت	183
73	عزت بمعنیٰ سہارا اور آسرا بھی ہے	184

Marfat.com

74	عزت بمعنی حمیت	184
75	تقوی مؤمن کا وقار	185
76	حُجَّۃُ الْوِدَاع کے موقعہ پر تاریخی خطبہ	187
77	خشیت الٰہی عزت کا سبب	190
78	عزت کا حقیقی معیار	192
79	تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے	196
80	یہود ونصاریٰ کو یاَیُّھَا الْمَسَاکِیْن سے خطاب	198
81	امت محمدیہ ﷺ کو یایھا الذین امنو سے خطاب	199
82	منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت	200
83	عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ اور مؤمن کیلئے	203
84	بہترین انسان کی علامت	204
85	پہلی علامت اچھے طریقے سے قرآن پاک پڑھنا	204
86	دوسری علامت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا	205
87	تیسری علامت نیکی کا حکم دینا	205
88	چوتھی علامت برائی سے روکنا	205
89	پانچویں علامت صلہ رحمی کرنا	206
90	دل کا تقویٰ عزت کی علامت	206
91	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کی چھت پر	207
92	دربار مصطفیٰ ﷺ سے عزت کا حصول	209

Marfat.com

93	قرض سے نجات کا مجرب وظیفہ	210
94	حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ اور سنت کی پابندی	211
95	**باب ھفتم**	214
96	قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے	216
97	ہر رات اجابت کی ایک ساعت	219
98	آسمان دنیا پر رب کا نزول اور رحمتوں کی بارش	220
99	دعا عطا اور بخشش کا اعلان	221
100	پندرہ شعبان اور قیمتی لمحے	222
101	پندرہ شعبان اور جہنم سے آزادی کا پروانہ	225
102	بارہ ربیع الاوّل شریف اور پرنور لمحے	227
103	رمضان المبارک کی آخری رات اور امت کی بخشش	228
104	عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور قیمتی راتیں	229
105	پانچ وقت کی حاضری اللہ کا انعام	230
106	آمد رمضان پہ فضل منان	232
107	رمضان کے اوقات میں زرخیزی	233
108	ایک فرض ستر فرائض کے برابر	234
109	خطبہ جمعہ اور قبولیت کی گھڑی	234
110	رمضان میں فرشتوں کی ڈیوٹی	235
111	روزہ دار کے لیے دو خوشیاں	235

Marfat.com

112	پیر اور جمعرات اللہ کے دربار میں حاضری	237
113	جمعہ کے دن کثرت درود کا فائدہ	238
114	نماز واذان کے بعد وقت میں زرخیزی	240
115	فرض ظہر سے قبل چار سنتوں میں حکمت	240
116	عرفہ کا دن ایک زرخیز دن	242
117	عید کا دن یوم تقسیم انعامات	245
118	**باب ہشتم**	
119	میوزک خرمنِ ایمان کے لیے چنگاری	250
120	حق پرستوں کی ذمہ داری	251
121	انسان پوری کائنات کا خلاصہ	252
122	انسان قدرت الٰہی کا شاہکار	253
123	انسان کو وحشی بنانے کی سازش	254
124	گفتگو کی فحاشی	255
125	لہو حدیث گانا بجانا	256
126	لہو حدیث سے مراد گوین عورتیں	257
127	نضر بن حارث کا گھناؤنا کردار	258
128	نضر بن حارث کی مسلمانوں کے خلاف سازش	258
129	نضر بن حارث کا وارث کون؟	259
130	چھ لاکھ ڈالر میوزک کا کاروبار	261

Marfat.com

131	میوزک سے ماحول کو پاک رکھنا دین کا تقاضا	261
132	احسن حدیث قرآن کا نزول اور اس کے اثرات	262
133	پردے کے پیچھے نرم گفتگو پہ پابندی	263
134	گانے والے کو شیطان کو تھپکی	266
135	گوین کے پاس بیٹھنے والے کا انجام	267
136	گانا گانے والا شیطان	268
137	پیٹ میں پیپ کا بھر جانا گانے بہتر	269
138	گانے سے دل میں نفاق	270
139	سرنگی کی آواز اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل	271
140	گانا سننا گمراہی ہے	273
141	امت میں خسف، مسخ اور قذف کا عذاب	274
142	معاشرے میں میوزک ہلاکت کا سبب	275
143	کانوں کو گانے سے بچا کر رکھنے والوں کا انعام	278
144	**باب نہم**	282
145	حق چار یار	284
146	خلفائے راشدین کی عظمت دل سے ماننا بقائے ایمان ہے	285
147	قرآن سے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیان	285
148	ترتیب اسمائے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	286
149	مقام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	287

Marfat.com

150	ترتیب افضلیت خلفائے اربعہ پر اہل حق کا اجماع	289
151	اجماع کا مطلب	289
152	افضل البشر بعد از انبیاء علیہم السلام	289
153	دربار رسالت ﷺ اور ترتیب خلافت ومحبت	290
154	دربار رسالت ﷺ اور ترتیب خلافت وفضیلت	291
155	پہلا درجہ شانِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	291
156	دوسرا درجہ شانِ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	293
157	تیسرا درجہ شانِ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	294
158	چوتھا درجہ شانِ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ	295
159	تعمیر مسجد نبوی شریف اور خلافت	296
160	جنت کا سرٹیفکیٹ اور ترتیب خلافت	298
161	حق کی ادائیگی اور ترتیب خلافت	302
162	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں ترتیب خلافت	308
163	ترتیب خلافت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نظر میں	310
164	حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان	311
165	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان	317
166	حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان	321
167	حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان	324
168	حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان	328

Marfat.com

169	فقاہت حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شان	328
170	ابوعلی مفلوج کا خواب اور ترتیب خلافت	330
171	ترتیب خلافت تابعین کی نظر میں	332
172	حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ اور ترتیب خلافت ومحبت	333
173	ترتیب خلافت اور حضرت طارق کا اعزاز	334
174	امام صحابہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	337
175	امام صحابہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	339
176	امام صحابہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	339
177	امام صحابہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	340
178	خلافت راشدہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	342
179	سامانہ شہر کے سنی خطیب پر حضرت مجدد کی گرفت	343
180	خطبہ عید قربان میں خلفائے راشدین کا نام ترک کرنے والے کا حکم	345
181	خلفائے راشدین کا نام نہ لینے والا رافضی یا خارجی	346
182	**باب دھم**	350
183	جب سچائی خود بولے	352
184	حضرت مریم علیہا السلام کے پاکیزہ کردار کی گواہی	353
185	بنی اسرائیل کا عابد وزاہد	354
186	بدنام کرنے کی سازش	354
187	جلتے چراغ پر انگلی رکھ دی	356

Marfat.com

188	عابد کے ستھرے کردار کی گواہی	360
189	والدہ کی ناراضگی کا وبال	361
190	والدہ کی بددعا	362
191	جریج پہ برائی کا الزام	363
192	شیر خوار بچے کی گواہی	364
193	جریج کا بے داغ کردار	365
194	ایک عورت کی کہانی ان کی زبانی	366
195	ہار چوری کا الزام	368
196	قدرت الٰہی کی حمایت	369
197	عورت کی صداقت کا اظہار	370
198	ایک غریب شخص کا واقعہ	371
199	اللہ تعالیٰ گواہ وکفیل	372
200	وعدہ وفائی کا عظیم جذبہ	373
201	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا نتیجہ	378
202	مقروض قرض خواہ کے دروازہ پر	379
203	قرض خواہ کی خوشی	380
204	اللہ پر یقین اور اس کا فضل	382
205	عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام	383
206	چہرہ مصطفیٰ ﷺ صداقت کی دلیل	384

Marfat.com

انتساب

امام العلماء، تاجورِ کشورِ تدریس

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

چشتی گولڑوی

کے نام

جنہوں نے مدارسِ اہلسنت میں چاندنی کیلیے

چاند تیار کیے۔

محمد اشرف آصف جلالی

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

یکم ستمبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد منشاء تابش قصوری

برکاتِ قلمِ اشرف

جہانِ علم میں قلم کو منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے اور پھر یہ کیوں نہ ہو۔ جبکہ تخلیق اولیاتِ خالق میں قلم کو بھی 'اولیت' کے شرف سے نوازا گیا اور قرآن مجید میں رب العزت جل مجدہٗ الکریم نے ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ کی قسم سے عزت افزائی فرمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو قلم سے محفوظ کرنے کی تاکید فرمائی بلکہ معاہدہ حدیبیہ اور امراء وشاہانِ وقت کے نام مکتوبات سے قلم کی اہمیت وعظمت اور برکات کو اجاگر فرمایا:

صحابہ کرام' آئمہ دین' محدثین ملت اور علمائے اعلام نے قلم کے ذریعے ہی شعار اسلام کی حفاظت فرمائی اور یہ سلسلہ بدستور جاری وساری رہے گا، مسلمانانِ عالم میں بڑے بڑے مفکر، محقق، ہر علم وفن کے ماہر ہوئے جنہوں نے قلم کے انوار وتجلیات کو یہاں تک پھیلایا کہ دشمنانِ اسلام کی لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ یورپ میں علامہ اقبال نے مسلمان مفکرین کے قلمی تحائف دیکھے تو پکار اٹھے

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
کہ جن کو دیکھ کر یورپ میں دل ہوتا ہے سی پارہ

مسلمانوں کی ریسرچ وتحقیق سے بے اعتنائی دیکھ کر علامہ اقبال جیسے عظیم مسلمان سکالر خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہوگئے اور بیداری کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹوں میں ہو خوئے حریری

Marfat.com

نیز جذباتی وہ ہوتے ہیں تو یوں پکارتے ہیں

فولاد کب رہتا ہے شمشیر کے لائق
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری

ان اشعار سے جس عمل کی طرف حکیم الامت علیہ الرحمہ توجہ دلا رہے ہیں۔ فی زمانہ دیکھا جائے تو ان کی حسین ترین تعبیر بن کر ممدوح اکابر، محقق عصر مفکر ملت، حضرت علامہ، مولانا، الحاج الحافظ، القاری، مفتی، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ، فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف، فاضل بغداد یونیورسٹی بانی ادارہ صراط مستقیم، سامنے آتے ہیں۔ جو بیک وقت دینِ حنیف کے تمام شعبہ جات کی اس شان سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

ایک طرف مسند تدریس کی زینت ہیں تو دوسری طرف تصنیف وتالیف زیر قلم ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ شب وروز تقاریر کا جہاں آباد کئے ہوئے ہیں نیز ادارہ صراط مستقیم کے استحکام واستقلال کے لئے تگ ودو میں پیہم مصروف ہیں۔ وقت پڑنے پر مناظرے کے لئے بھی پابرکاب ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جامع خدمت کے لئے انہیں منتخب فرمالیا ہے۔ لہذا آپ کو وقت سے نہیں بلکہ وقت کو آپ سے مستفیض ہونے کی ضرورت ہے یوں بھی جب حضرت آصف بن برخیا کے لئے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا امتی ہونے کے ناطے وقت نے ہتھیار ڈال دیئے تھے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی علامہ اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کے لئے وقت اپنے پر کیوں نہ پھیلائے گا۔ خیال رہے کہ ازیں قبل راقم نے ایک مقالہ بنام "آصف بن برخیا سے آصف جلالی

Marfat.com

تک" قلمبند کیا تھا۔

عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت وسعت اختیار کر لیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ماہ کی مدت میں اشعۃ اللمعات ایسی عظیم وضخیم شرح لکھ ڈالی جو آج کے علماء وفضلاء تین ماہ میں محض پڑھیں تو ختم نہ کر پائیں۔

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے برق رفتار قلم میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت فرمائی کہ تینتیس 33 ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ لکھ ڈالا، ساتھ ہی ساتھ سینکڑوں رسالے اور کتابیں تصانیف فرمائیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ وقت کی وسعت کہاں سے میسر ہوئی، وہی قادر کریم وقت کا خالق ہے وہ اپنے بندوں سے دین کا کام لینے کے لئے وقت کی رفتار کو صاحب قلم کے تصرف میں دے دیتا ہے۔ تاریخ میں ایسی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں کہ کم وقت میں سینکڑوں کتابیں مصنف کے ہاتھ کی کرامت سے ظہور پذیر ہوتی رہیں۔

آج کے ایسے ہی با کرامت قلم سے سینکڑوں رسائل اور جامع تصانیف جلوہ افروز ہو رہی ہیں۔ جنہیں وقت کے اکابر اصاغر عوام وخواص حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کے نام نامی اسم گرامی سے جانتے پہچانتے ہی نہیں بلکہ دلوں میں ان کی محبت کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کے تازہ افکار پر مشتمل فہم دین حصہ ششم زیر نظر ہے ازیں قبل فہم دین کے پانچ حصے بار بار چھپ کر عالم اسلام میں قبولیت کی سند حاصل کر چلے ہیں۔ یہ چھٹا حصہ جن موضوعات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے وہ یہ ہیں۔

☆ میرے رب سے مجھے محبت ہے　　☆ رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست

☆ شان رسالت کی یکتائی　　☆ زکوٰۃ کے اسرار و رموز

Marfat.com

☆پردۂ دختران اسلام کا وقار ☆عزت اور اس کے حصول کا طریقہ کار

☆قیمتی اوقات اور ذخیر لمحے ☆میوزک خرمنِ ایمان کے لئے چنگاری

☆حق چار یار ☆جب سچائی خود بولے

یہ عنوان آپ کے سامنے ہیں۔ان کی تفصیلی فہرست آغاز کتاب میں ملاحظہ فرمایئے اور پھر اپنے ایمان وایقان کی دولت میں اضافہ کیجئے۔

آپ کی حسنات عظیمہ میں ''عقیدہ توحید سیمینار'' کا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے سماع ہال میں دوبار انعقاد وہ عدیم المثال تاریخی کارنامہ ہے جو ہمیشہ یادر ہے گا۔اس سیمینار میں سینکڑوں علماء کرام مشائخ عظام اور جدید اہل علم وقلم انتہائی عقیدت ومحبت سے شامل ہو کہ آپ کی علمی وفکری تبلیغ پر مہر تصدیق ثبت کی راقم الحروف بھی ہر دوبار سیمینار کی برکات سے بہرہ مند ہوا۔

یوں ہی رد روافض میں آپ کا ایک تاریخی خطاب اپنی مثال آپ ہے جو مسلسل ساڑھے چھ گھنٹے کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا۔ہاں یہ بات بھی قابل تحریر ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے خطابات مستطاب کی سی ڈیز اور کیسٹیں شہرت تامہ حاصل کر چکی ہیں۔

آخر میں استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد الیاس صاحب رضوی اشرفی مدظلہ العالی مہتمم نصرۃ العلوم کراچی کے کلمات طیبات پیش کرتا ہوں۔جو بغداد شریف میں آپ کے کلاس فیلو بھی رہے۔دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت وجماعت کو کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اشرفی رقمطراز ہیں:

Marfat.com

موصوف ممدوح اپنی حد میں جامع الصفات ہیں اس پر کسی خارجی شہادت کی نہ حاجت ہے نہ ضرورت کہ اس پر محنت شاقہ ومحبت تامہ خودان کا وظیفہ شب وروز شاہد عدل کہ انتہائی قلیل وقت جسمانی وبدنی آرام کا باقی سارا وقت علمی وتحقیقی، فکری ونظری، تحقیقی وتدقیقی کام کا، اور وہ بھی اس شان اور آن بان سے کہ میدان تعلیم وتدریس کے شہسوار، فقہ اسلامی کے مدبر ومحقق، مفتی باکردار، بحر تالیف وتصانیف کے ماہر غوص، چمنستان خطابت ونصیحت، تبلیغ وتذکیر کے گل آفتاب، آسمانی مناظر کے بلند پرواز عقاب، بزم شعر وسخن میں صاحب انقلاب، علوم نقلیہ وعقلیہ کے عالم جلیل، فاضل نبیل، میری مراد جامع المعقول حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

کیا کیا لکھا جائے، یقین کیجئے آپ پر بہت لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ آپ نے اپنے آپ کو جہاں دیگر شعبہ جات دینیہ کی آبیاری کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ وہاں راہوار قلم کو بھی سرپٹ دوڑا رہے ہیں۔ اس لئے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کا ضرور مظاہرہ ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم شخصیت کا سایہ اہلسنت وجماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے اور زمانہ آپ کے علوم وفنون اور تبلیغ وتذکیر سے سدا استفادہ کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر اور محافظ ہو۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ وبارک وسلم

طالب دعا: محمد منشاء تابش قصوری (مریدکے)

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

۳۱ جولائی ۲۰۱۰ء شنبہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
1

میرے رب سے مجھے محبت ہے

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ
الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات، مفخر موجودات، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیشان میں ھدیہ درودو سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُسکی توفیق سے ایک بار پھر رمضان المبارک کی برکتیں اور فہم دین کی سعادتیں حاصل ہو رہی ہیں۔

آپ تمام حضرات کو رمضان المبارک کی آمد اور فہم دین کا افتتاح مبارک ہو آج یکم رمضان المبارک کو ایک عظیم پروگرام شروع کر رہے ہیں جس کا انتظار یقیناً آپ کو کئی دنوں سے ہوگا۔

آؤ میرے ساتھ مل کے دعائیہ کلمات کے ساتھ اپنے اس لمبے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ

صلّی اللہ علی حبیبہٖ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہٖ اجمعین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے بھٹی میرج ہال میں ہم اپنے چودھویں سالانہ فہم دین کورس کا آغاز کر چکے ہیں۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

میرے رب سے مجھے محبت ہے

میری دعا ہے کہ ربّ ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ یقیناً ہر شخص جو دل میں نورِ ایمان رکھتا ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ خواہ وہ فقیر ہو یا

Marfat.com

امیر ہو، خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم ہو سب کے دل سے یہی آواز آتی ہے۔ کہ جو رب میرا خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، معبود و مطلوب ہے مجھے اُس رب سے پیار ہے اور یہ پیار ہر لمحہ، ہر گھڑی بندہ مومن کے دل میں موجود رہتا ہے۔

اور یہ محبت جو ربّ ذوالجلال سے بندے کو ہے اسکی وجہ سے بندے کے بہت سے مسائل ہر وقت حل ہوتے ہیں۔

یہ محبت انسان پر آنے والے مسائل و مصائب اور دکھوں کو دور کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔

ساری دنیا بندے سے روٹھ جائے یہ محبت پھر بھی انسان کو تنہا نہیں ہونے دیتی ساری کائنات بے وفائی پہ اتر آئے لیکن یہ محبت انسان کو کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتی۔

یہ محبت اندھیروں میں روشنی ہے۔

یہ محبت دھوپ میں چھاؤں ہے۔

یہ محبت ہر قسم کی آلودگی میں مہک ہے۔

یہ محبت قحط سالی میں ابر کرم ہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں ایمان دیا ہے اور ہمارے ایمان کو یہ شان دی ہے کہ ہر وقت ہمارے سینوں میں ہمارے مولا سے ہمارے خالق سے ہمارے مالک سے جو محبت ہے وہ محبت برقرار رہتی ہے۔

اور اُسی محبت کے سہارے ہماری زندگی کے دن گذرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی محبت کو سراہا ہے۔

اور بتوں کے پجاریوں کے مقابلے میں اپنے بندوں کی محبت کی عظمت بیان کی ہے۔

یہ بھی خالق کائنات جل جلالہٗ کا ہم پہ بڑا احسان ہے۔ اُس سے محبت کرنے والے

Marfat.com

فرشتے اُس سے محبت کرنے والی ہوائیں، فضائیں اُس سے محبت کرنے والے کائنات میں پھیلے ہوئے مختلف گروہ۔

لیکن ربّ ذوالجلال نے ہماری محبت کو، جو مومن اللہ سے کرنے والے ہیں اسکو اتنا پسند کیا ہے کہ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں اس محبت کو بطور ترجیح کے بیان کیا ہے۔

ربّ ذوالجلال کے منکر مشرکین جس وقت اپنے معبودوں سے محبت کا اظہار کر رہے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے انھیں احساس دلایا کہ اے مشرکین تم اپنے بتوں سے وہ پیار نہیں کر سکتے جو پیار میرے بندے میرے ساتھ کرنے والے ہیں۔

یعنی اس سے بڑی ایک مومن کی معراج کیا ہوسکتی ہے۔

کہ اُس کا جو ربّ سے پیار ہے اور محبت ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے اور ربّ ذوالجلال نے اس بندے کے دل میں محبت کے پانی کی جو گہرائی ہے۔ اُس کو خود بیان کر کے ارشاد فرمایا۔

کوئی بت کا پجاری اپنے بت سے ایسی محبت نہیں کر پائے گا۔ جتنی گہری محبت میرے بندے میرے ساتھ کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید برھان رشید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۵ میں ربّ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا

لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے مقابلے میں معبود بنالیتے ہیں۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

اُن سے وہ محبت کرتے ہیں جسطرح کہ مومن اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

یعنی یہ اُن بت پرستوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کی محبت بتوں کے ساتھ ایسی ہے جیسی مومن

Marfat.com

اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

مومنین کی رب سے شدید محبت

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۵)

اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے وہ اپنے خدا سے کہیں زیادہ محبت کرنے والے ہیں یعنی ایمان والے اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں کرتے۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

بتوں کے پجاری بتوں سے وہ پیار نہیں کرتے جو محبت اللہ کے بندے اللہ کے ساتھ کرنے والے ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اَنْدَادًا کا لفظ ذکر فرمایا۔

اَنْدَادًا ند کی جمع ہے اس کا معنی معبود ہے۔

جو مشرکین مکہ کے بنائے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی محبت کا جتنا بھی دعویٰ کر لو وہ محبت کھوکھلی محبت ہے بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔

یہ ایمان والے ہیں کہ جن کی محبت اپنے رب کے ساتھ یوں برقرار رہتی ہے۔ اگر بدن کے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں پھر بھی یہ محبت پھیکی نہیں ہوتی بے لذت نہیں ہوتی بلکہ جوں جوں اللہ کے نام پہ ستم سہنے پڑتے ہیں۔ توں توں محبت مزید اجاگر ہوتی چلی جاتی ہے۔

اور محبت کے اندر ان حضرات کو اللہ تعالیٰ مزید ایک چاشنی عطا فرماتا ہے۔

خالق کائنات کے ساتھ جو محبت ہے۔

اس میں جو پختگی اور دوام ہے اور بتوں کے ساتھ جن کی محبت تھی وہ جس وقت مشکل

Marfat.com

میں پھنس جاتے تھے تو اُن کو یقین ہوتا تھا کہ اب بت ہمیں نہیں بچا سکتے۔ تو پھر وہ محبت زوال پذیر ہو جاتی۔ تو پھر وہ اللہ کی طرف دوڑنا شروع کر دیتے۔

لیکن یہ اللہ والے ہیں۔ کہ مصائب و مشکلات میں بھی انکی محبت برقرار رہتی ہے اللہ تعالیٰ سے فوراً مدد آئے پھر بھی محبت کرتے ہیں۔

اگر مدد تاخیر سے ہو اور امتحان مقصود ہو۔ بندے کو آزمانا مقصود ہو پھر بھی بندہ رب سے شکایت نہیں کرتا۔ یا رب کو چھوڑ کے کافر نہیں ہو جاتا کہ فلاں موقع پر میرے رب نے میری مدد نہیں کی تو میں رب کو چھوڑ رہا ہوں۔

نہیں۔ بلکہ یہ ہر اُس چیز کو برداشت کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے آئے۔ سر ماتھے پہ قبول کرتے ہیں اور پھر بھی رب ہی کے بن کے رہتے ہیں اور رب کے کہلواتے ہیں اور رب کے ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

میرے بندے میرے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔

تنبیہ:۔ اللہ تعالیٰ کے مقربین کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی آپوزیشن نہیں ہے جس طرح کچھ لوگ پراپیگنڈا کر رہے ہیں بلکہ مقربین کی محبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تحفہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

(سورۃ مریم آیت نمبر ۹۶)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کیلئے رحمٰن محبت کر دے گا۔

Marfat.com

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے کلمہ پڑھنے کا منظر

یہاں پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی عجیب داستان نقل کی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے کلمہ پڑھنے کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔

وہ عرب کے ماحول کا بدنصیب انسان جس کو ابوجہل کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں جو پیش پیش تھا۔ نامراد رہا دل پہ مہر لگی اور وہ رجسٹرڈ جہنمی تھا۔ مگر رسول اکرم ﷺ کا کرم جب بے انتہا تھا۔

اور آپ سے کہا جاتا اے محبوب اگر چاہو تو ان کو راکھ کریں ان پہ پہاڑ گرادیں تو فرمایا کہ میں ان کیلئے رحمت بن کر آیا ہوں۔

یہ رسول اکرم ﷺ کے صبر کا نتیجہ تھا کہ ابوجہل اگر نہیں مانتا تو کوئی بات نہیں اُس کے گھر پیدا ہونے والا سرکار کا جھنڈا اُٹھالے گا۔

اب عکرمہ کو کیسے ایمان نصیب ہوا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کشتی میں بہت سے مشرکین بیٹھے تھے جن میں عکرمہ بھی تھا۔

اچانک موجیں بڑی تیز ہوگئیں طوفان برپا ہوگیا۔ اور بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

فَاَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ

جب بحری طوفان اُٹھا

فَقَالَ اَصْحَابُ السَّفِيْنَةِ اَخْلِصُوْا

تو سارے کشتی والے کہنے لگے اب تم مخلص ہوجاؤ۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ہم آگے پیچھے بھاگ چکے تھے بتوں کی طرف

Marfat.com

جا چکے تھے۔ اب صرف اللہ کو ماننے والے بن جاؤ۔

اس وقت تم بتوں کو پکارنا چھوڑ دو۔ اللہ کو پکارو۔

جس وقت انھوں نے کہا۔

اَخۡلِصُوۡا

تم مخلص ہو جاؤ۔

اور ساتھ کہنے لگے۔

فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمۡ لَا تُغۡنِیۡ عَنۡكُمۡ شَیۡـًٔا

تمہارے بت اب تمہیں نہیں بچا سکتے۔

اب اللہ کو تم پکارو کہ وہ تمہیں اس طوفان سے بچائے۔

اور یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ سے سخت محبت کرتے ہیں۔

وہ بیمار ہو جائیں یا کوئی مصیبت آجائے اور تکلیف آجائے طوفان آجائیں تو وہ اس خدا کو چھوڑ کے کہیں اور چلے جائیں۔

نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔

اتنی تکلیفوں اور مصائب کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جو طاقتیں ہیں اور اسکی طاقتوں کے جو مظہر ہیں۔

اللہ کے بندے اُن کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

اب وہاں پر ایسا ہوا کہ

Marfat.com

جب کشتی ڈگمگانے لگی طوفان اُٹھنے لگا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب تم سارے بتوں کو چھوڑ دو۔ وہ کچھ نہیں کرسکتے اس کشتی کو صرف اللہ بچا سکتا ہے۔

بتوں کی محبت ختم ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔

تو یہ اُن کا پہلا کام نہیں تھا۔

بلکہ قرآن میں آیا ہے۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

(سورۃ العنکبوت آیت:۶۵)

پھر جس وقت کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں ایک اُسی پر عقیدہ لاکر۔ اُس وقت کہتے تھے کہ اللہ معبود ہے اللہ برحق ہے۔

اور جس وقت مشکل سے نکل جاتے تو پھر سمجھتے تھے کہ اب ہم بچ گئے ہیں لہٰذا پھر دوبارہ شرک شروع کر دیتے تھے۔

تو مطلب نکلنے پر چھوڑ جاتے پھر آجاتے تھے یہ اُن کی صورتحال تھی۔

اب انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ویسا ہی کیا۔ حضرت عکرمہ کو بڑا غصہ آیا۔ وہ بھی کٹر مشرک تھے۔ بت پرست تھے۔

انہوں نے جس وقت اپنے لیڈروں کا یہ خطبہ سنا کہ اب تم بتوں کو چھوڑ دو اور صرف تم اللہ کو پکارو۔

بتوں کی طرف تم متوجہ نہ ہو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اللہ کے دین میں اخلاص پیدا کرو۔

تو آپ کہنے لگے۔

Marfat.com

وَاللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ يُنَجِّنِيْ مِنَ الْبَحْرِ اِلَّا الْاِخْلَاصُ لَا يُنَجِّنِيْ فِي الْبَرِّ غَيْرُهٗ

مجھے خدا کی قسم ہے اگر اس وقت سمندر سے اللہ تعالیٰ بچا سکتا ہے تو پھر خشکی میں جانے کے بعد بھی اللہ ہی بچا سکے گا۔

یہ تم نے کیسا دستور بنا رکھا ہے۔ سمندر میں داخل ہوتے ہو تو تم کہتے ہو اخلاص کرو شرک نہ کرو اور جس وقت باہر چلے جاتے ہو تو تم اپنے بتوں کی باتیں بتاتے ہو کہ اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں۔

اللہ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہو تو میں اس پر قائم نہیں رہوں گا۔

یہ تمہارا دہرا معیار ہے۔ سمندر میں تمہارا مذہب اور ہے خشکی میں تمہارا مذہب اور ہے میں اُس مذہب پر جانا چاہتا ہوں جو مذہب سمندر اور خشکی کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوتا۔ وہ انسان جہاں بھی چلا جائے اُس کا مذہب ایک ہی ہوتا ہے۔ اُس کا نظریہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اور اُس کی سوچ ایک ہی ہوتی ہے۔

حضرت عکرمہ کا دل توحید کے نور سے آباد

لہٰذا اس کے بعد حضرت عکرمہ کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا

اے اللہ تیرے ساتھ میں ایک معاہدہ کرتا ہوں۔

اِنْ اَنْتَ عَافَيْتَنِيْ

اگر آج تو نے مجھے بچایا۔

مِمَّا اَنَا فِيْهِ

جس بھنور میں پھنس چکا ہوں۔

اگر تو نے مجھے اس سے بچا لیا تو۔

Marfat.com

اَنْ اٰتِیَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد ﷺ کے پاس چلا جاؤں گا۔

یہاں سے نکلوں گا تو یہاں سے نکلتے ہی پہلا کام یہ کروں گا۔

اَنْ اٰتِیَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا تو کیا کروں گا۔

حَتّٰی اَضَعَ یَدِیْ فِیْ یَدِہٖ

میں جا کر اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پہ رکھ دوں گا۔

اگر آج تو نے مجھے بچایا تو یہ دوسرے جو مشرک ہیں جو اس کشتی میں بیٹھے ہوئے ہیں اب میں ان سے مختلف ہو چکا ہوں۔

یہ ابھی اس سے گذریں گے تو شرک شروع کر دیں گے۔

میں اگر بچ گیا تو میں تیرے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں۔ کہ میں نکلتے ہی اپنا ہاتھ تیرے محبوب علیہ السلام کے ہاتھ پہ رکھوں گا۔

اور اتنی امید عکرمہ کو تھی کہ رسول اکرم ﷺ کا عفو و کرم بہت زیادہ ہے وہ کہنے لگے۔

فَلَاَجِدَنَّہٗ عَفُوًّا کَرِیْمًا

تو مجھے امید ہے جب میں نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پہ رکھا تو وہ مجھے دھکا نہیں دیں گے۔ میں ضرور اُن کو عفو اور کریم پاؤں گا۔

بخشنے والا اور بڑا کریم انسان اُن کو سمجھوں گا۔

یعنی جس کے باپ نے ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کو ستایا ہے۔

جب تک وہ زندہ رہا شرارتیں کرتا رہا۔

Marfat.com

اور انتہا تک پہنچا۔آخری ہتھکنڈے استعمال کیے۔

اُس کے بیٹے کے دل کو رسول اللہ ﷺ کے خُلق نے اتنا فتح کیا ہوا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں نے رابطہ صحیح کرنا ہے اور شرک کو میں نے چھوڑنا ہے۔تو جو اللہ کا دنیا پر مرکز ہے وہ نبی علیہ السلام کا دربار ہے۔

لہٰذا جانا میں نے وہاں ہے وہاں جا کر میں نے اپنا نام درج کرانا ہے۔اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے۔تو پھر میری حاضری رب کے دربار میں لگے گی میں اُن کی خدمت میں جاؤں گا۔

اور پھر اپنی طرف سے یقین اتنا ہے تاکید کا صیغہ بولا یہ نہیں کہا مجھے امید ہے وہ مجھے بخش دیں گے۔غلطیاں معاف کر دیں گے۔

نہیں بلکہ حضرت عکرمہ کہنے لگے۔

فَلَا جِدَنَّہٗ عَفُوًّا کَرِیْمًا

(سنن النسائی کتاب المحاربۃ باب الحکم فی المرتد جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مجھے یقین ہے جب میں اُن کے پاس جاؤں گا اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دوں گا تو وہ مجھے قبول فرمالیں گے۔

لہٰذا میں اُن کو غفور اور کریم پاؤں گا۔

وہ مجھے بخش بھی دیں گے اور معاف بھی فرمادیں گے۔

جس وقت حضرت عکرمہ اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر بیٹھے۔کشتی بچ گئی اور طوفان کو چیر کر ساحل مراد پہ جا پہنچی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نکلے تو حضرت سعد بن ابی وقاص گواہی دیتے ہیں کہ سیدھے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پہنچے اور وہاں جا کر آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔

Marfat.com

جن کو اللہ نے اپنا خلیفہ اعظم قرار دیا اُن کے ہاتھ میں حضرت عکرمہ کا ہاتھ پہنچا تو اُن کا دل اللہ کی توحید کے نور سے بھر گیا۔

سر اللہ کے دربار میں جھک گیا اور جو اس نے سمجھا تھا۔ کہ نبی علیہ السلام مجھے قبول کر لیں گے۔ ویسے ہی ہوا۔

سید عالم ﷺ نے حضرت عکرمہ کو کلمہ پڑھایا اور حضرت عکرمہ کو نور ایمان کا تاج عطا فرما دیا۔

بندے کی جو اللہ سے محبت ہے اتنی بڑی محبت ہے جو کسی سے کوئی کر نہیں سکتا بتوں کے پجاری معبودان باطلہ کے حواری دعوے کرتے رہتے ہیں۔ مگر جس وقت مشکل آتی ہے تو محبت چھوڑ دیتے ہیں اور پھر وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہماری اس مشکل کو حل کر سکتا ہے۔

لیکن یہ ایمان والے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد میں تاخیر ہو جائے تو پھر بھی ان کے دل کھٹے نہیں ہوتے۔ پھر بھی محبت میں کمی نہیں ہوتی۔

پھر اس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا انداز ہے کہ ہو سکتا ہے وہ کسی برے کی دعا جلد قبول فرمالے کہ یہ مجھے پسند نہیں ہے کہ یہ مجھے یا اللہ کہہ کے پکارے اور مجھے یا ربی کہے۔ اے میرے فرشتو اسکو فوراً دے دو تاکہ اسکے ہاتھ نیچے چلے جائیں۔ یہ میرے ساتھ بات ہی نہ کریں۔

دوسری طرف ایک بڑا برگزیدہ شخص ہے جو مانگ رہا ہے اور مسلسل مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو اسے مزید مانگنے دو یہ مجھے یا ربی کہتا ہے تو مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ اس واسطے یہ حکمتیں ہو سکتی ہیں۔

کبھی تو برگزیدہ کی دعا کو فوراً قبول کرتا ہے۔ وہ اُس کی عزت و اکرام کے پیش نظر وہ ادنیٰ جو مانگ رہا تھا اُس کو اسواسطے جلد دے دیا کہ وہ پسند نہیں تھا۔ کہ وہ بار بار مجھ سے مانگے۔

Marfat.com

لیکن جس وقت اپنے مانگیں تو فوراً دینے میں اُنکی حیثیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اور اگر نہیں دیتا تو پھر اُنکی حیثیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ جتنی دیر تک اس مقصد کیلئے متوجہ رہے گا۔ مجھے اس سے بڑا پیار ہے اور اس پیار کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ یہ بولتا رہے اور میں سنتا رہوں۔ اللہ کی قدرت کے فیصلے بڑے عجیب ہیں بخشنے پہ آتا ہے تو اپنی مخلوق کے ایک حقیر فرد پر احسان کرنے والے کو بھی بخش دیتا ہے جس نے اسے رب کی مخلوق سمجھ کے مہربانی کی۔

اس انداز میں جو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اُسکے ہر کام میں ایسی لاکھوں حکمتیں موجود ہیں۔

میرے رب سے مجھے محبت ہے۔

اس بات کو سمجھنے کیلئے اس کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ

محبت کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ محبت عامہ 2۔ محبت خاصہ

1۔ محبت عامہ:۔ اَلَّتِی لَا یَخْلُوْ مِنْھَا کُلُّ مُؤْمِنٍ وَھِیَ وَاجِبَۃٌ

وہ ہے جو ہر مومن میں ہے اور یہ واجب ہے اس کے بغیر مومن مومن ہی نہیں ہوسکتا۔

2۔ محبت خاصہ:۔ اَلَّتِی یَنْفَرِدُ بِھَا الْعُلَمَاءُ الرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَوْلِیَاءُ وَالْاَصْفِیَاءُ وَھِیَ اَعْلَی الْمَقَامَاتِ

وہ ہے جو محبت عام لوگوں میں نہیں ہوتی بلکہ یہ اولیاء صوفیا اور کامل علماء کے اندر موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com

اور یہ انسانی مقامات میں سے نبوت کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

نبوت کا مرتبہ تو اس سے اونچا ہے اسکے بعد انسانی مقامات جتنے بھی ہیں۔ اُن میں سب سے بلند مرتبہ محبت خاصہ والا مرتبہ ہے۔

اس سلسلے میں بڑی ہی لذیذ گفتگو ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ

فَاِنَّ سَائِرَ مَقَامَاتِ الصَّالِحِیْنَ کَالْخَوْفِ

صالحین کے تمام مقامات ہیں اُن میں جسطرح کہ خوف خدا ہے۔ کسی کے دل میں تھوڑا سہی اور کسی کے دل میں زیادہ سہی یہ بھی تو ایک خوف ہے کہ اس نے بتوں کو سجدہ نہیں کیا اُس نے رب کو ایک مانا۔

ہر مومن کے دل میں خوف ہے۔

والرَّجاءِ

اور ہر مومن کے دل میں رجاء بھی ہے۔

اُسے امید بھی ہے کہ اُسے اُس کا رب بخش دے گا۔

والتوکّل

ہر مومن کے پاس کچھ توکل بھی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کسی کے پاس تھوڑا ہے اور کسی کے پاس زیادہ ہے۔

لیکن مومن متوکل ضرور ہوتا ہے۔

یہ توکل ہی ہے کہ اُس نے دنیا کی زندگی گذارنی ہے اور توکل کیا ہوا ہے۔ کہ یقیناً میرا رب مجھے عطا کرے گا۔

Marfat.com

ایسا معاملہ نہیں مومن جیسا بھی ہو اتنا بھی گیا گزرا نہیں ہوتا بلکہ اُس میں کچھ نہ کچھ توکل ضرور ہوتا ہے۔

یہ مومن کی شان ہے اس واسطے اُس میں توکل بھی ہے۔

وَغَیْرِ ذَالِکَ

(کتاب التسھیل لعلوم التنزیل زیر آیت والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۶۷، دار الفکر بیروت)

اور اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں مومن میں موجود ہیں۔

جیسے رضا ہے اور صبر ہے، زھد ہے۔

یہ ساری صفات مومن کے اندر پائی جاتی ہیں۔

لیکن بالآخر اس میں فائدہ انسان کا اپنا ہے۔

یہ ڈرتا ہے اس لئے کہ میں کل جہنم سے بچ جاؤں۔ جہنم میں میں نہ گروں یہ اپنے نفس کی حفاظت کیلئے کرتا ہے بالآخر جا کے اس کو فائدہ پہنچے گا۔

اسے امید ہے کہ مجھ سے میرا رب نقصان دور کرے گا مجھے فائدہ دے گا۔

یہ بالآخر اس کی ذات کی طرف لوٹ رہی ہے۔

یہ ساری چیزیں اس کی ذات کی طرف پلٹ کے آتی ہیں۔

مگر محبت ایسی چیز ہے جو اپنے لئے نہیں اپنے رب کیلئے کر رہا ہے۔

لیکن جو عام محبت ہے اُس کو یا تو جنت کی شکل میں سامنے رکھا جاتا ہے۔

یا جہنم سے بچنے کی شکل میں سامنے رکھا جاتا ہے۔ یہ عام مومن کے دل میں جو محبت ہے اس لئے کہ میں جنت لے سکوں۔ اس لئے کہ میں جہنم سے بچ سکوں مگر خاص لوگوں کے دل میں جو رب کی محبت ہے وہ جنت کے حصول کیلئے نہیں اور جہنم سے بچنے

Marfat.com

کیلئے بلکہ اُن کے دلوں میں جو محبت ہے وہ صرف اور صرف رب کیلئے ہے۔

فَاِنَّهَا مِنْ اَجَلِ الْمَحْبُوْبِ فَلَيْسَتْ مِنَ الْمُعَاوَضَهِ

(کتاب التسہیل لعلوم التنزیل، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ٦٧)

یہ محبت خاصہ صرف محبوب کیلئے ہے جو کسی معاوضہ کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ بغیر معاوضہ کے محبوب سے کی جاتی ہے۔

پہلی محبت بھی معیوب نہیں۔ کیونکہ جنت مانگنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جہنم سے بچنے کا بھی حکم دیا ہے۔

اس میں کوئی قباحت نہیں ہے مگر گریڈ کے لحاظ سے ایک ہے کہ جب بھی اللہ کو یاد کرے تو جہنم سے ڈرتا ہوا یاد کرے اور جب بھی رب کو پکارے تو جنت کی طلب میں پکارے۔

اور ایک وہ جو جنت دوزخ کی طرف نہ دیکھے جب بھی دیکھے تو رب کے جمال کی طرف دیکھے اور اُس کو پکارے۔

رب کی شان کو دیکھ کر رب کو پکارے

رب کے کرم کو دیکھ کر رب کو پکارے

رب کی صفتوں کو دیکھ کر رب کو پکارے

رب کے ساتھ جو دلی میلان ہے اللہ کے ساتھ جو دلی محبت ہے۔ وہ محبت مجبور کرے جنت دوزخ کا خیال نہ آنے دے اور ہر وقت اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب کو محبوب بنائے رکھے یہ وہ خاص محبت ہے جو اللہ بندوں کو عطا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

بے مثال محبت:

اس لئے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ایک اثر بیان کرتے ہیں۔
قیامت کا دن ایسا ہوگا۔
اِنَّ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ یَامُرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ اَحْرَقَ نَفْسَہٗ فِی الدُّنْیَا عَلٰی رُؤْیَۃِ الْاَصْنَامِ اَنْ یَّدْخُلُوْا جَھَنَّمَ مَعَ اَصْنَامِھِمْ (تفسیر مظہری جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۶۲)
قیامت کا دن ہوگا۔
بت اور اُنکے پجاری ایک لائن میں کھڑے کیے جائیں گے بتوں اور بتوں کے پجاریوں کو جس وقت کھڑا کیا جائے گا۔تو وہ جو بت پرستی میں مر گئے تھے اور بتوں کے درشن کر کے اپنی زندگی گذاری۔
محشر کا دن ہوگا اللہ بتوں کے پجاریوں سے فرمائے گا کہ تم اپنے بتوں سمیت جہنم میں داخل ہو جاؤ۔
تمہیں اپنے بتوں سے بڑا پیار تھا تم ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔
تا کہ درمیان میں جدائی نہ پڑے فراق نہ ہو تم جہنم میں ان کے سمیت داخل ہو جاؤ۔
جس وقت اللہ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا۔
فَلَا یَدْخُلُوْنَ
تو وہ بت پرست بتوں کے ساتھ نہیں جائیں گے۔
بت جہنم میں چلے جائیں گے اور بت پرست پیچھے کھڑے ہو جائیں گے۔
اب پتہ چلا کہ ان کو بتوں سے محبت نہیں ہے۔اگر محبت سچی ہوتی تو محبوب جہاں ہوتا محب کو جانا چاہیے تھا۔
بت جہنم میں ہیں لیکن بتوں کے پجاری اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل نہیں ہو رہے اگرچہ

Marfat.com

اُن کو جہنم میں پھینک کے بھی داخل کیا جائے گا۔ مگر کچھ وقت کیلئے اُن کا امتحان مقصود ہے۔

اللہ جانتا ہے مگر اُس نے دنیا والوں کو دکھانا ہے کہ میرے محب کیسے ہوتے ہیں اور بتوں کے محب کیسے ہوتے ہیں۔

انھیں کہا کہ تمہارے محبوب جہنم میں چلے گئے اور تم بھی اُنکے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ تو ایک بھی ساتھ نہیں جاتا۔

وہ اُنکے نعرے لگانے والے زندگی میں انکو سجدے کرنے والے اُنکو معبود سمجھنے والے اُن میں سے کوئی ایک بھی اُنکے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بَيْنَ يَدَي الْكَافِرِيْنَ

پھر اللہ کافروں کے سامنے مومنین سے ارشاد فرمائے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ اَحِبَّائِيْ فَادْخُلُوْا جَهَنَّمَ

اے میرے بندو اگر تم میرے محب ہو تو تم سارے جہنم میں داخل ہو جاؤ مومنین سے فرمائے گا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو سارے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

فَيَقْتَحِمُوْنَ فِيْهَا

جونہی رب کا حکم ہو گا تو سب چھلانگیں لگا کر جہنم میں کود جائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دکھانا چاہتا ہے کہ میرے محب مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ جبکہ

تمہارے محبوب جہنم میں جل رہے ہیں۔ وہ جہنم میں پہنچ چکے ہیں تمہارا حوصلہ نہیں بڑھ رہا۔

لیکن یہ میرے محب اور میرے ماننے والے کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ اگر تم میرے محب ہو تو جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

تو سارے جہنم میں کود پڑے۔

Marfat.com

يُنَادِىْ مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ

قیامت کے دن منادی عرش کے نیچے سے آواز دے گا جب یہ منظر بن چکا ہوگا کافر جہنم سے ڈر کے پیچھے کھڑے ہیں۔ لیکن مومنین کو رب کہتا ہے کہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو سارے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ وہ ایک بار بھی نہیں کہیں گے کہ اے اللہ تو نے تو جنتوں کے وعدے کیے ہم جہنم میں کیسے جائیں اس میں تو آگ پڑی ہے۔ یہ نہیں کہیں گے بلکہ وہ یہ دیکھیں گے کہ ہمارا رب ہمیں فرماتا کیا ہے۔ اس نے آخر محبت کے عوض میں کہا کہ اگر تم میرے محب ہو تو پھر جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

سارے بغیر سوچے جہنم کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

تو عرش سے منادی آواز دے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (تفسیر مظہری، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۱۶۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جو ایمان والے ہیں ان کی محبت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ بعض نے کہا

جنت میں بھیج یا مجھے دوزخ میں ڈال دے
جلوہ دکھا کے میرے دل کی حسرت نکال دے

اصل مقصد تو اللہ کی ذات ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو سب کچھ حاصل ہے۔ اس لیے ہمارے صوفیاء نے اس بات پہ بحثیں کیں۔

حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم جو جنت جانے کی دعا مانگتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ وہاں حوریں ہیں بلکہ اس لئے جنت کی دعا مانگتے ہیں کہ وہ اللہ کی پسند کی ہوئی جگہ ہے اور ہم جہنم سے جو بچنے کی دعائیں مانگتے ہیں اس لئے نہیں کہ ہم آگ کی وجہ سے وہاں سے بچنا چاہتے ہیں ہم اس لئے اس سے بچنا چاہتے ہیں کہ وہ

Marfat.com

جگہ ہمارے اللہ کو پسند نہیں ہے۔ وہ اللہ کے غضب کی جگہ ہے۔

بات تو ساری ربّ ذوالجلال کی محبت کی ہے۔ اب اُس محبت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا۔ کہ تم میری محبت کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جاؤ تو داخل ہو جائیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کفار کو دکھانا چاہتا ہے کہ ان کو میرے ساتھ کتنی گہری محبت ہے۔

میں ان کو جو کہتا ہوں یہ میری بات میرے ساتھ محبت کی وجہ سے مان کر اُس پر عمل کرتے ہیں۔

تیرے نام پہ مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

اس انداز سے یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی یہ واضح کرتا ہے اور عقبیٰ میں بھی یہ واضح کرتا ہے۔ میرے محبّ جو میرے ساتھ محبت کرنے والے ہیں۔ اس انداز کی کوئی کسی کے ساتھ محبت نہیں کرسکتا۔

اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑا حسین منظر پیش کیا ہے۔

تین طبقوں کا انداز محبت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین مختلف طبقوں کے پاس سے گذرے۔

مَرَّ بِثَلَاثَةِ نَفَرٍ

تین مختلف گروہ کے پاس سے آپ کا گزر ہوا۔ تو آپ نے دیکھا۔

پہلا طبقہ

قَدْ نَحِلَتْ اَبْدَانُهُمْ وَتَغَيَّرَتْ اَلْوَانُهُمْ

اُس میں سے بعض کے بدن لاغر ہو چکے ہیں اور اُن کے رنگ بالکل زرد ہو چکے ہیں آپ اُن کے پاس رک گئے۔

Marfat.com

فَقَالَ لَهُمْ

آپ نے اُن سے فرمایا:۔

مَا الَّذِیْ بَلَغَ بِكُمْ اِلٰی مَا اَرٰی

یہ کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اتنا کمزور دیکھ رہا ہوں۔اس کمزوری کی آخر وجہ کیا ہے۔اور چہروں کا رنگ بالکل بدل چکا ہے۔تمہیں کیا ہوا کیا بیماری لگ گئی ہے۔آپ نے جس وقت اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا۔

اصل میں بات یہ ہے کہ نہ بیماری ہے، نہ مرض ہے، نہ درد ہے کوئی بیماری نہیں ہے۔

اَلْخَوْفُ مِنَ النَّارِ

جب جہنمیوں کے بارے میں سوچتے ہیں اور غور کرتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دنیا کی کوئی خوشی سوجھتی نہیں اُس آگ کے تصور نے یہ کام کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

تم جس چیز سے ڈر رہے ہو اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں اُس آگ سے بچائے گا۔یہ اچھا ہے اُس آگ سے ڈرنا چاہیے۔

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

یہ دعا ہم عام طور پر سوچے بغیر مانگتے رہتے ہیں۔

تصور کر کے اگر مانگیں تو پھر انداز اور ہو گا۔

آگ کا تصور کرنے سے یعنی وہ جہنم جس کے کنارے سے پتھر پھینکیں تو ستر سال نیچے پہنچنے میں لگ جائیں۔اور اُس کی آگ کے ایک شعلے میں اتنی تپش ہے جتنی دنیا کی ساری آگ کے اندر نہیں ہے۔

یہ تصور اُن عابدین پر طاری تھا جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ملاقات کی تھی۔اُنکے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔آپ اُن کے پاس سے گزر گئے آگے ایک اور جماعت کے پاس پہنچے۔

Marfat.com

دوسرا طبقہ۔فَاِذَا هُمْ اَشَدُّ نَحُوْلًا وَتَغَيَّرَ نَقَالُهُمْ

وہ ان سے بھی زیادہ کمزور تھے اور اُن کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے پوچھا۔

مَا الَّذِیْ بَلَغَ بِکُمْ مَا اَرٰی قَالُوْا الشَّوْقُ اِلَی الْجَنَّةِ

تمہاری اس کمزوری کا سبب کیا ہے کہ تمہارے رنگ کمزوری کی وجہ سے زرد ہو گئے ہیں۔تمہیں کھانا نہیں ملتا۔یا کہیں درد ہے کیا وجہ ہے۔

وہ کہنے لگے ہمیں اور کوئی مرض نہیں ہے۔ بلکہ صرف شوق ہے۔

اَلشَّوْقُ اِلَی الْجَنَّةِ

جنت کے شوق نے ہمیں یوں بنا دیا ہے۔

اب جنت کا شوق ہو اُس کیلئے کچھ کرنا پڑتا ہے۔جنت کا شوق رات کو سونے نہیں دیتا۔ دن کو اپنی مرضی نہیں کرنے دیتا۔پھر جنت کا جو پراسس ہے اُس کی وجہ سے پھر جنت والے کام کرنے پڑتے ہیں۔

ہم تو جنت کے شوق میں سب کچھ چھوڑ بیٹھے ہیں۔

نفس کو جی بھر کے کھانے نہیں دیتے کیونکہ ہم نے جنت جانا ہے۔ہم نے آنکھوں کو پابند کر رکھا ہے۔کانوں کو پابند کر رکھا ہے ہم نے ہر وقت اپنے آپ کو پابندیوں میں جکڑ رکھا ہے۔دنیا کی لذتوں پر تھوک کے جنت جانے کیلئے اپنے نیک عمل کو جاری رکھا ہے اور ہر چیز کو ہم نے دل سے نکال دیا ہے۔

ہر چیز کی رغبت کو تھوک دیا ہے۔

Marfat.com

ہم جنت کے شوق میں اس قدر پابندی کرنے والے ہیں۔ یہ جو بھی صورتحال ہے یہ سب جنت کا شوق ہے۔

اب جنت کے شوق کی بات ہو رہی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو رد نہیں کیا کہ تم نے ٹھیک نہیں کیا نہیں بلکہ فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہے جس چیز کا تمہیں شوق ہے وہ اللہ تمہیں عطا فرمائے گا۔

تیسرا طبقہ۔ فَإِذَا هُمْ اَشَدُّ نُحُوْلًا وَ تَغَيُّرًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَرَايَا مِنَ النُّوْرِ

جب تیسرے گروہ کے پاس پہنچے تو ان کے بدن پہلے دونوں سے زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ مگر صورتحال کیا تھی۔

كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَرَايَا مِنَ النُّوْرِ

لگتا تھا کہ ان کے چہرے نور کے آئینے ہیں۔

جس وقت اُن کے چمکتے چہروں کو دیکھا تو ان سے پوچھا تمہیں کیا ہے۔

اتنے نحیف ہو گئے ہو۔

یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال کا انداز مختلف تھا۔

آپ نے پوچھا:

كَيْفَ بَلَغْتُمْ اِلٰى هٰذِهِ الدَّرَجَةِ

تم مجھے بتاؤ تم نے یہ درجہ کیسے پایا۔

تمہارے چہرے جو نور کا آئینہ بن گئے ہیں۔ یہ درجہ تمہیں کیسے ملا۔

قَالُوْا وہ کہنے لگے۔

Marfat.com

بِحُبِّ اللّٰہِ تعالیٰ

ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

پہلے گروہ سے پوچھا کہ تم اتنے کمزور کیوں ہو گئے اور چہرے زرد ہو گئے اسکی وجہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہو گئی۔

تو آپ نے فرمایا اللہ تمہیں جہنم سے بچائے گا۔

دوسرے طبقہ کے لوگوں میں اُن سے زیادہ کمزوری آچکی تھی۔ اور چہرے زرد تھے۔ اُن سے پوچھا تم کیوں ایسے ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا جنت کے شوق میں ایسا ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تمہیں جنت عطا کرے گا۔

تیسرا طبقہ جن کے چہرے نور کے آئینے کی طرح روشن ہیں۔ اُن سے پوچھا کہ تم نے یہ درجہ کیسے پایا تو وہ کہنے لگے ایک ہی کام ہے اور کوئی کام نہیں۔

بِحُبِّ اللّٰہِ تعالیٰ

ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ وہ خاص محبت والوں کا مقام ہے۔ جس وقت اس مقام پر انسان پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس وقت جنت دوزخ کے معاملے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

یہ جس وقت دیکھتا ہے تو اللہ کی رضا کی طرف اور اسکی محبت و چاہت کی طرف اس انداز میں ادھر متوجہ رہتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ اتنا بڑا مرتبہ عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے۔

اَنْتُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(تفسیر کبیر زیر آیت الذین آمنوا اشد حبا للّٰہ، جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۲۸، دار الفکر بیروت)

تم وہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنا قریب ترین مقام عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

محبت الٰہی کے درجات آپ حضرات کے سامنے ہیں۔اس صلہ اُسی محبت کے درجات کے لحاظ سے ہوگا۔وہ محبت عامہ ہو یا محبت خاصہ ہو سب کیلئے صلہ اتنا بڑا ہے۔

سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدہ آیت:۵۴)

اللہ ان سے محبت کرتا ہے یہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اس سے بڑا اور صلہ کیا ہو سکتا ہے اس بندے نے رب سے محبت کی وہ رب ہو کے محبت کر رہا ہے۔فرمایا تم نے مجھ سے محبت کی میں تم سے محبت کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس قدر نواز رہا ہے۔لہٰذا محبت کا سب سے بڑا صلہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔

یہاں پر یہ بات واضح طور پر سمجھنی چاہیے کہ یہاں پر محبت کا لفظ ایک ہے حالانکہ لغوی طور پر محبت کیلئے دل کا تقاضا ہے۔

اور محبت حب سے ہے جس طرح وہ دانہ زمیں میں ہوتا ہے پھر جڑ نکالتا ہے پھر پور ادرخت بنتا ہے۔اس طرح یہ محبت محب کے دل میں ایک گھر بناتی ہے۔اُس دانے کی طرح جس کو زمین میں بویا جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ دل سے پاک ہے۔

لیکن قرآن مجید میں بارہا اللہ تعالی نے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران آیت:۳۱)

اے محبوب تم ان کو کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میرے پیچھے پیچھے آجاؤ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

تو پتہ چلا محبت ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق کرتا ہے۔اور بندہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق محبت کرتا

Marfat.com

ہے۔ مگر شرک نہیں ہے۔

اسواسطے ان دونوں کی محبتیں مختلف ہیں۔ محبت ایک ہے۔ کہ اللہ بھی محبت کرتا ہے۔ اللہ کے بندے بھی کرتے ہیں۔

مگر بندہ محبت خودنہیں کرتا بلکہ اللہ کی دی ہوئی توفیق سے کرتا ہے۔

اور اللہ محبت کرتا ہے لیکن کسی کی دی ہوئی طاقت سے نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی طاقت و قدرت سے کرتا ہے۔

یہی آج لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید میں متعدد مقام ایسے ہیں جو یہ واضح کررہے ہیں کوشرک کا جھوٹا پلندہ تیار کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بندے میں کسی لحاظ سے مانی جائے تو شرک لازم آجائے گا۔

تو متعدد آیات کا انکار لازم آئے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک صفت اپنی بیان کی وہی اپنے بندوں کی بھی بیان کی مگر شرک نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کی وہ صفت اور انداز کی ہے۔ بندے کی صفت اور انداز کی ہے۔

اگرچہ قرآن مجید میں یہ لکھا ہوانہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت ذاتی طور پر کرتا ہے اور وہ عطائی طور پر کرتے ہیں۔ مطلقاً کہا ہے۔

ماننے والوں کیلئے فرق ضروری ہے۔ تو اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی محبت ہے کہ اُس نے اپنی صفت والا نام اپنے بندوں کو عطا فرمادیا ہے۔

رب کی محبت کے تقاضے

ہر محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا اولین کیا ہے۔

Marfat.com

اول تقاضا جو رب کی پسند وہی بندے کی پسند

سب سے بڑا تقاضا اللہ کی محبت کا یہ ہے۔ کہ جو رب کو پسند ہو وہی بندے کو پسند ہو۔ رب کو نماز پسند ہے بندے کو نماز پسند ہو۔ رب کو روزہ پسند ہے بندے کو روزہ پسند ہو رب کو حج پسند ہے تو بندے کو بھی حج پسند ہو۔ رب کو پاک آنکھ پسند ہے تو بندہ بھی پاک آنکھ کو پسند کرے۔ رب بندے کو شریعت کے رنگ میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ تو بندہ شریعت کا پابند ہو جائے۔

ربّ ذوالجلال بندے کو ظلم سے پاک دیکھنا چاہتا ہے تو بندہ ظلم سے پاک ہے۔ یہ یقیناً ہر شخص کا ذہن مانے گا۔ کہ مجھے رب سے محبت ہے تو پھر رب کی ہر پسندیدہ چیز سے محبت ہونی چاہیے۔

تو میرے بھائیو!

جب نماز سے محبت رب سے محبت ہے کیوں اسواسطے کہ یہ رب کی پسندیدہ ہے۔ تو پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رب سے محبت ہے۔

کیونکہ وہ رب کے سب سے بڑا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہاں آ کر کچھ لوگ تقسیم کر جاتے ہیں پہلے تو یہ کہیں گے کہ رب سے محبت ہے تو رب کے دین سے محبت کرو۔ رب سے محبت ہے تو پھر یہ ہونا چاہیے وہ ہونا چاہیے۔

ارے اگر رب سے محبت ہے تو رب کی ہر پسند سے محبت کرو اور جو اللہ کی سب سے محبوب چیز ہے۔ اس سے پہلے محبت کرو۔ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت ہے اسے محبت الٰہی سے کون نکال سکے گا۔

اسکو محبت الٰہی سے نہیں نکالا جاسکتا اسواسطے کہ یہ اللہ کے محبوب ہیں۔

اگر اللہ کے محبوب سے محبت نہیں ہوگی تو اللہ سے کیسے ہو سکتی ہے۔

چونکہ اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی پسندیدہ چیز سے محبت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

محبوب علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام سے ملائکہ سے اور رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے محبت کرو کیونکہ صحابہ کو سرکار کیلئے اللہ نے پسند کیا ہے۔ اھل بیت کو سرکار کیلئے اللہ نے پسند کیا ہے۔ اولیاء کی محبت اس لئے لازم ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔

لہٰذا یہ جو ذاتیں ہیں۔ آج ان کو نکال کے اللہ کی اپوزیشن میں ڈال دینا اور ان کو اللہ کی اپوزیشن قرار دینا۔ یہ اللہ سے محبت کا تقاضا نہیں ہے۔

جو کسی کا محبّ ہو وہ تو اُس کے در کے جانوروں سے بھی پیار کرتا ہے۔

چہ جائیکہ اُس کے دربار کے جو زیرین اُن سے پیار چھوڑ دیا جائے۔

نہیں نہیں۔

محبت الٰہی ہو تب سکتی ہے۔ جب اُس کی بارگاہ والوں سے مکمل پیار کیا جائے۔

یہ بات بڑی قابل غور ہے۔ یہ دونوں شعبے بڑے ضروری ہیں۔

کوئی شخص کہے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اور پھر اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دے، سنت کو چھوڑ دے، نماز کو چھوڑ دے، روزے کو چھوڑ دے اور زبانی محبت کا اظہار کرے تو اس محبت کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم اس کے داعی نہیں ہیں۔

یہ دین متین کی حلاوت نہیں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا اللہ سے جو محبت ہے۔ اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اطاعت کی جائے بندگی کی جائے۔

دوسری طرف اگر کوئی کہتا ہے کہ نماز تو اللہ کی محبت ہے لیکن نماز میں اگر سرکار ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تو پھر اُس نے سرکار ﷺ کی محبت کا مطلب کیا سمجھا۔ محبوب سے جب محبت ہو جائے تو محبوب کی طرف منسوب ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اسلیے مقربین بارگاہ ایزدی کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے۔

Marfat.com

یہ لوگ بندوں کو اکٹھا کر کے اپنی طرف نہیں اللہ کی طرف بھیجتے ہیں۔

اسواسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَحِبُّوْنِی لِحُبِّ اللّٰہِ

(شعب الایمان باب فی محبۃ اللہ عزوجل، جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۳۶۶ دار الکتب العلمیہ)

اے میرے صحابہ اللہ کی محبت کی طرح میرے ساتھ بھی محبت کرو کیونکہ؟ اسواسطے میں تمہارے رب کا پیارا محبوب ﷺ ہوں۔

اپنے رب کے ساتھ تمہیں محبت تب ہو سکے گی جب میرے ساتھ تمہاری محبت ہو گی ورنہ تمہاری محبت تمہارے منہ پہ ماری جائے گی۔

اللہ فرمائے گا تم میرے ساتھ محبت کرتے ہو۔ میرے محبوب کے ساتھ کوئی محبت نہیں ہے۔ اُن کے ساتھ محبت کرو گے تو پھر میرے ساتھ محبت ہو گی۔

اسواسطے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَحِبُّوْنِی لِحُبِّ اللّٰہِ

میرے ساتھ میرے رب کی محبت کی وجہ سے محبت کرو۔

دوم تقاضا: محبت رسول ﷺ محبت الٰہی کا ذریعہ

اختتام پر ایک بات بیان کرتا ہوں۔

اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ

جو ہماری محبت کا تقاضا ہے۔ اُس کے لحاظ سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ اور اُس نے آ کر کہا۔

Marfat.com

مَتَی السَّاعَةُ یَارَسُوْلَ اللہ ﷺ

محبوب قیامت کب آئے گی۔

تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا

تو نے اُس کیلئے تیاری کیا کی ہے۔

تو سائل کہنے لگا۔

مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَلٰوةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ

میں نے زیادہ نمازوں روزوں اور صدقوں سے تو قیامت کی تیار نہیں کی۔

کثیر کا لفظ بولا یہ نہیں کہ بالکل ہی نہیں پڑھیں۔

کچھ لوگ اس سے معاذ اللہ یہ معنی بھی نکال لیتے ہیں کہ جس نے نماز تو کوئی نہیں پڑھی روزہ کوئی نہیں رکھا یہ غلط ہے۔ اُس نے کہا کہ کثیر نمازیں تو نہیں پڑھیں۔

لٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللہ وَرَسُوْلَهٗ

میں اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

میں نے زیادہ نمازیں نہیں پڑھیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پنجگانہ پڑھتے ہیں۔ نفل بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں مگر وہ جانتے ہیں کہ جتنا اس کریم اور رحیم کیلئے عبادت کا حق ہے اتنا میں عبادت نہیں کر سکا میں نے کوئی اتنی بڑی تیاری نہیں کی ہوئی۔ لیکن یہ ہے کہ

اُحِبُّ اللہ وَرَسُوْلَهٗ

میں اللہ سے بھی محبت کرتا ہوں اور اللہ کے محبوب علیہ السلام سے بھی محبت کرتا ہوں

Marfat.com

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ بات ہے تو سن لو۔

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

(بخاری شریف کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۹۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جو کسی کیساتھ پیار کرے قیامت کے دن اُسی کے ساتھ ہی ہوگا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَارَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَالْاِسْلَامِ

اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو کسی موقع پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

فَرِحَھُمْ بِذَالِكَ (تفسیر کبیر زیر آیت والذین آمنوا اشد حبا للہ، جلد نمبر ۲ جز و نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۲۸)

جتنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملہ پہ خوش ہو گئے۔

کہ جس کی جس کے ساتھ محبت ہے وہ قیامت کے دن اُسی کے ساتھ ہوگا۔

اب یہاں سے یہ پتہ چلا کہ

محبت رسول اگر نہ ہوتی تو محبت الٰہی کا فائدہ کس کو ہوتا۔

جنت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اللہ ہے جنت دینے والا اور اللہ تعالیٰ نے جنت میں نبی علیہ السلام کو رکھنا ہے۔

اور فرمایا اب جو میرے محب ہونگے وہ میرے محبوب کیساتھ ہونگے۔

یہ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی وجہ بھی ہے اور اس محبت کا تقاضا بھی ہے۔ اُسی محبت کے تقاضہ کے پیش نظر آج ہم نے روزہ رکھا اور یہ ضروری ہے کہ نظام زندگی میں اور نظام بندگی میں جب فیشن سامنے آئے اُس کو چھوڑ کے کہیں میری میرے رب سے محبت ہے۔ جب معاشرہ کہے آجاؤ چند دنوں میں کروڑ پتی بن جاؤ گے سودی کاروبار کرو تو آگے سے یہ کہنا نہیں میری میرے رب سے محبت ہے۔ جو وہ کہے گا اُس کے مطابق میں چلوں

Marfat.com

گا۔ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی نہیں کرونگا۔

جس وقت زمانہ عریانی ،فحاشی سے بھر گیا ہے تو محبِ الٰہی نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔کانوں میں انگلیاں دے لی ہیں۔لوگ کہتے ہیں تم بھی مزے لے لو اور عیش و عشرت کرو یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مِنْ اَجْلِ ذٰالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ

اللہ کی غیرت یہ ہے کہ اُس کی مخلوق میں فحاشی نہ ہو۔

میں اللہ کی غیرت کے خلاف نہیں چل سکتا۔

کیوں کہ میرے رب سے میری محبت ہے۔

یہ آج اس دکھتے ہوئے ماحول کے اندر ہمیں اس محبت کا برملا اظہار کرنا چاہیے۔دوکان میں گھر میں معاشرے میں سوسائٹی میں کیونکہ ہر طرف شیطان کی محبت کو عام کیا جارہا ہے۔مسلمان شیطان کی محبت کا جھنڈہ لے کے نکل پڑے ہیں۔گلیوں بازاروں میں اس محبت کا سبق دیا جارہا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کے ان مقدس لمحات میں ہم نے یہ عہد کرنا ہے۔ہم خود بھی رحمان سے محبت کرتے ہیں اور اس محبت کو ہم نے ہر سو پھیلانا ہے۔میری دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ابلاغ و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
2

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفی ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُسکی توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے دوسرے سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اس پرنور پروگرام کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

اور اللہ تعالیٰ ہمیں حق کا پرچم ہر سو لہرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمہ جہت عظمتوں سے سرفراز فرمایا:۔

یہاں تک کہ آپ کے پیکر کو اپنی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی قرار دیا۔

اور قرآن مجید میں آپ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیکر اللہ کی توحید کی دلیل ہے۔ رب ذوالجلال نے آپ کو گواہ قرار دے کے اس بات کو واضح کیا کہ میں رحیم ہوں میری رحمت کے گواہ تم

Marfat.com

ہو۔ میں کریم ہوں میرے کرم کے گواہ تم ہو۔

میں خبیر ہوں میری خبر کے گواہ تم ہو۔ جس نے میرے علم کو دیکھنا ہو وہ تمہارے علم کو دیکھے۔ جس نے میرے اختیار کو دیکھنا ہو وہ تمہارے اختیار کو دیکھے اور جس نے میری ذات کا مشاہدہ کرنا ہو وہ تمہاری ذات کی طرف متوجہ ہو جائے۔

جس نے میرے جمال کو دیکھنا ہے وہ تمہارے جمال کو دیکھے۔

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیکر کو اتنا عظیم بنایا کہ جو شخص پیکر نبوی ﷺ کی طرف متوجہ ہو اُسے رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی اللہ کے دربار تک رسائی حاصل ہو جائے۔

اس بنیاد پر آپ کے پیکر کی نفاست بھی توحید کا بہت بڑا مضمون ہے۔ اور آپ کے پیکر کی جو نظافت ہے اس سے بھی لوگوں کے دلوں کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جسم کے لحاظ سے اتنی عمدگی عطا فرمائی کہ جس شخص نے بھی غیر جانب دار ہو کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ہٹ کے آپ کے پیکر کو دیکھا۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ کافر تھا لیکن غیر جانب دار ہو کر پیکر نبوی ﷺ کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے مالا مال فرما دیا۔

اسواسطے آج ہم اپنے محبوب علیہ السلام کے جسم پر نور اور پیکر انور کی نفاست کے چند حوالہ جات پیش کرنے والے ہیں تاکہ ماحول میں جو ایک روش لوگوں کی طرف سے چل نکلی ہے۔ کہ وہ ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برابری کی کوشش کرتے ہیں اور مثل ہونے کے دعوے دار بنتے ہیں۔ اس روش کا رد ہو جائے (آج) ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے ذریعے سے رسول اکرم ﷺ کی تجلیوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جنہوں نے براہ راست سرکار کا اپنی آنکھوں سے دیدار کیا اور سرکار کے نور سے جن کی

Marfat.com

آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ہمیشہ کی روشنی عطا فرمادی۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں۔

قَالَ: مَاشَمِمْتُ عَنبرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا

اَطْيَبَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم (البیہقی فی دلائل النبوۃ ۱/۱۸۹)

وہ فرماتے ہیں کہ کوئی خوشبو خواہ وہ عنبر کی ہو یا کستوری کی ہو مجھے ایسی نہیں ملی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کے ساتھ برابری کا وصف موجود ہو۔ دنیا کی جتنی خوشبوئیں ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آنے والی خوشبو سے کہیں نیچے ہیں۔

اگرچہ کائنات میں اُن خوشبوؤں کے مختلف تذکرے ہیں اور اُن خوشبوؤں کا بڑا وقار ہے۔ مگر کستوری اور عنبر اور دیگر خوشبوؤں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے کوئی برابری نہیں۔ آپ بغیر خوشبو لگائے اپنے پیکر سے خوشبوؤں کو فضاؤں اور ہواؤں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت انس آپ کے پیکر کی خوشبو کو دیگر تمام خوشبوؤں پر بلند و بالا قرار دیتے ہیں۔

ایسے ہی شفا شریف میں روایت موجود ہے۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اُس حدیث کے راوی ہیں۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اپنی محبت پر داد وصول کرتے ہیں۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَسَحَ خَدَّهٗ

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے رخسار پر رکھے تو حضرت جابر بن سمرۃ کہتے ہیں۔

Marfat.com

قَالَ وَجَدْتُ يَدَهُ بَرْدًا فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ

رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ جب چہرے پہ رخسار کو لگا تو مجھے ایک ٹھنڈک محسوس ہوئی وہ ٹھنڈک اولوں سے بھی زیادہ سرد تھی۔

وَرِيْحًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ

(البیہقی فی دلائل النبوۃ:۱/۱۹۰)(شفا نسیم الریاض:۲/۹)

اور ایک خوشبو میں نے پائی تھی۔

اور وہ خوشبو ایسی تھی لگتا تھا کہ آپ نے ابھی ابھی عطار کی صندوقچی میں ہاتھ ڈال کے باہر نکالا ہے۔

یعنی وہ صندوقچی جو خوشبوؤں سے بھری ہوئی ہو اس میں ہاتھ کو رکھیں تو ہاتھ خوشبو والا ہو جاتا ہے۔ بغیر صندوقچی کے ہاتھ ڈالنے کے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ایسی خوشبو موجود تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک تو مجھے سرکار کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور دوسرا ایسی خوشبو تھی کہ ابھی آپ نے اپنا ہاتھ خوشبو کے مرکز میں ڈبویا ہوا ہو۔ اور آپ نے اس کو باہر نکالا ہو اتنی خوشبو مسلسل آپ کے دست مبارک سے آ رہی تھی۔

بیہقی نے اس بات کو دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ

جس وقت کوئی شخص سرکار سے مصافحہ کرتا تھا۔

فَيَظَلُّ يَوْمَهُ يَجِدُ رِيْحَهَا

سارا دن گذر جاتا لیکن مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ سے مسلسل خوشبو آتی رہتی تھی۔ جس کو رسول اکرم ﷺ سے مصافحہ کا شرف ملتا تو آپ کے ہاتھوں سے مصافحہ کرنے والے شخص کو

Marfat.com

ایسا فیض مل جاتا کہ پورے دن کے اندر اُس کے ہاتھوں میں وہ خوشبو محسوس ہوتی رہتی۔

وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِ الصَّبِيِّ فَيُعْرَفُ مِنْ بَيْنِ الصِّبْيَانِ بِرِيْحِهَا

(نسیم الریاض:۲/۱۳)

رسول اکرم ﷺ بچوں سے بڑا پیار کرتے تھے۔تو آپ جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ تمام بچوں میں خوشبو کی وجہ سے دن بھر پہچانا جاتا۔سید عالم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے اتنی خوشبو اُس بچے کے سر میں داخل ہو جاتی۔جس کی وجہ سے یہ پہچان سب کیلئے آسان ہو جاتی اور واضح طور پر وہ بچہ دیگر بچوں سے نمایاں نظر آتا جس بچے کے سر پر سرکار نے ہاتھ رکھا ہے۔

ایسے ہی حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں حضرت جابر سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ فِيْ طَرِيْقٍ

رسول اکرم ﷺ چلتے ہوئے کوئی راستہ اختیار کرتے۔کسی رستے سے گذر جاتے۔

فَيَتْبَعُهٗ اَحَدٌ

پھر اُس رستے پر سرکار کے تشریف لے جانے کے بعد کوئی چلتا تو کیا ہوتا؟

اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ سَلَكَهٗ مِنْ طِيْبِهٖ (نسیم الریاض۲/۱۶)

پیچھے راستہ پر چلنے والے کو پتہ چل جاتا کہ یہاں سے سرکار دوعالم ﷺ کا گزرہوا ہے۔ سید عالم ﷺ کا جس طرف گذر ہو جاتا تو بعد میں پہچان کیلئے وہ خوشبوئیں بکھر جاتیں۔ جس کی وجہ سے آپ کے گذر جانے کے بعد راستے مہک رہے ہوتے تھے۔

Marfat.com

اور وہ خوشبوئیں ہمیں سرکار کی خبر دینے والی ہوتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

كُنَّا نَعْرِفُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا اَقْبَلَ بِطِيْبِ رِيْحِهٖ

رسول اکرم ﷺ جب کسی سفر سے واپس مدینہ شریف پہنچتے یا کسی مقام سے چل کر وہاں پہنچ رہے ہیں جہاں صحابہ موجود ہیں۔

تو صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہمیں سرکار کی آمد کا پتہ سرکار کی خوشبو سے چل جاتا تھا۔

رسول اکرم ﷺ ابھی دور ہوتے لیکن خوشبوؤں سے ماحول معطر ہو جاتا تھا۔

اور جوں جوں خوشبو میں تیزی ہوتی ہمیں یقین ہو جاتا کہ سرکار واپس تشریف لے آئے ہیں اور آپ ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔

یہ وہ عظیم گواہیاں ہیں جن کو سن کر پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر ایک نظافت اور نفاست عطا فرمائی ہے۔

وہ روحانی نور اور آپ کی تعلیمات کی جو خوشبو ہے وہ تو اپنی جگہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ لیکن یہ جسم کے لحاظ سے ایک عظمت ہے جس کو بیان کرنے کی آج ضرورت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ہدایت اور نور معنوی کے لحاظ سے ہی عظیم نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے جسمانی نور کے لحاظ سے بھی عظیم ہیں اور آپ کا پیکر اتنا عمدہ ہے کہ صحابہ کرام اس کی گواہی دے رہے ہیں۔

کہ وہ پیکر جدھر سے گذر جائے تو وہاں سے خوشبو آتی ہے۔

اور جہاں سے گذرنا ہو تو وہاں گذرنے سے پہلے خوشبو پہنچ جاتی ہے۔

خود پیکر نبوی ﷺ سے آنے والی خوشبو ایسی ہے جس سے لوگوں کے یقین محکم ہیں اور

Marfat.com

صحابہ کرام ہر لمحہ اُن عظمتوں پر ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔
ایسے ہی رسول اکرم ﷺ کی نفاست کے بارے میں وہ بیان ہیں جن کو ہم مختلف طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں۔
مثلاً پیکر نبوی جو نور ہے جس کو مصنف عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِعَيْنَيَّ هَاتَيْنِ

میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے اپنے نبی علیہ السلام کو دیکھا تو

كَانَ نُوْرًا كُلَّهٗ

تو سرکار مدینہ اپنے تمام بدن کے لحاظ سے نور تھے۔
اپنے قدم کے ناخن سے لیکر سر کی چوٹی تک نور تھے۔

بَلْ نُوْرًامِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ

آپ کوئی عام سا نور نہیں تھے۔ بلکہ اللہ کے نور سے نور تھے۔
رسول اکرم ﷺ کی جسمانی نفاست کو سمجھنے کیلئے اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے۔
ابھی آثار سے یہ واضح ہوگا کہ یہ جسم اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کو برھان کہہ دے۔ قرآن میں انکے جسم کو شاھد سے تعبیر کرے۔
اسواسطے کہ اللہ نے جس نور سے آپ کی تخلیق کی ہے وہ کائنات میں ایک منفرد نور ہے۔ جس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (نور من نور اللہ) سے تعبیر کرتے ہوئے واضح کیا۔ اگرچہ باقی بہت سی چیزوں پر لفظ نور کا اطلاق موجود ہے۔ مگر سرکار کو اللہ نے منفرد قسم کی نورانیت عطا فرمائی۔ جس کی وجہ سے ایسی نظافت اور نفاست اور ایسی لطافت بدن نبوی میں موجود تھی اور آج تک وہ چمک موجود ہے۔ جس کی وجہ سے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور دل میں نور کا چراغاں ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

''پسینہ مبارک''

عن اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَاتِیْ اُمَّ سُلَیْمٍ فَیَقِیْلُ عِنْدَھَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے اور وہاں اُن کے گھر میں قیلولہ فرماتے تھے۔

فَتَبْسُطُ لَہٗ نِطْعًا فَیَقِیْلُ عَلَیْھَا

حضرت اُمّ سلیم رسول اکرم ﷺ کیلئے چمڑے کی چٹائی بچھا دیتی تھی۔

وَکَانَ کَثِیْرَ الْعَرْقِ

رسول اکرم ﷺ کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔

فَکَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَہٗ وَتَجْعَلُہٗ فِی الطِّیْبِ وَالْقَوَارِیْرِ

تو حضرت ام سلیم لکڑی کے ساتھ پسینہ اکٹھا کر لیتی تھیں اور اُس کو اپنی خوشبو میں ڈالتیں پھر اُس کو شیشی میں بند کرتی تھیں۔

تو سرکار نے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسے کرتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا:

یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَاھٰذَا

اے اُمّ سلیم تم یہ کیا کر رہی ہو۔

سرکار نے جب پوچھا تو حضرت ام سلیم کہنے لگی۔

عَرَقُکَ اَدُوْفُ بِہٖ طِیْبِیْ

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب طیب عرق النبی ﷺ والتبرک بہ جلد نمبر: ۲ صفحہ نمبر ۲۵۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے اور اس پسینے کو میں اپنی خوشبو میں رکھتی ہوں۔

دوسری روایت میں یہ ہے۔

Marfat.com

نَرْجُوْا بَرْكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا

ہم اپنے بچوں کو برکت کے طور پر یہ پسینہ لگاتے ہیں۔

اس کی خوشبو اُن میں منتقل ہو جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت امّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل کو ملاحظہ کیا ہے۔

تو صحیح مسلم شریف میں تذکرہ موجود ہے کہ آپ اُس کے عمل سے ناراض نہیں ہوئے

بلکہ بدن کی نفاست سے تبرک حاصل کرنے کا جو عقیدہ صحابہ کرام کا تھا۔

ہمارے آقا ﷺ نے اُس کی تصدیق بھی فرمادی ہے اور اپنی طرف سے اُسکی تائید بھی فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ گیا۔

فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیك وسلم إِنِّىْ زَوَّجْتُ إِبْنَتِىْ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے اپنی بچی کی شادی کی ہے۔

وَاُحِبُّ اَنْ تُعِيْنَنِىْ قَالَ مَاعِنْدِىْ شَىْءٌ

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ کوئی تعاون کر دیں میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ جس وقت اُس شخص نے یہ درخواست کی تو آپ نے فرمایا: فی الحال میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

وَلٰكِنْ اِئْتِنِىْ بِقَارُوْرَةٍ وَاسِعَةِ الرَّاْسِ وَعُوْدِ شَجَرَةٍ

لیکن تم ایک شیشی لے آؤ جس کا سر کھلا ہو اور ساتھ ایک چھوٹی سی لکڑی بھی لے آؤ۔

فَاَتَاهُ بِهِمَا

تو وہ صحابی جس وقت شیشی اور لکڑی لیکر پہنچے۔

Marfat.com

فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم يَسْلُتُ الْعَرَقَ مِنْ ذِرَاعَيْهِ

سرکار نے اپنی کلائی سے لکڑی کے ساتھ پسینہ صاف کیا۔

حَتّٰى امْتَلَأَتِ الْقَارُوْرَةُ

یہاں تک کہ وہ شیشی پسینہ سے بھر گئی۔

قَالَ خُذْهَا

اسکے بعد آپ نے وہ شیشی اپنے صحابی کو دے دی اور آپ نے فرمایا:۔

تَطِيْبُ بِهٖ

آپ کی بیٹی یہ خوشبو استعمال کرے۔

یہ میری طرف سے شادی کے موقع پر تمہیں تحفہ دیا جارہا ہے۔

فَكَانَتْ اِذَا تَطَيَّبَتْ بِهٖ

تو جس وقت اُس صحابی کی بیٹی رسول اکرم ﷺ کے پسینے کی خوشبو لگاتی۔

يَشُمُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ رَائِحَةَ ذَالِكَ الطِّيْبِ

اُس خوشبو کی مہک پورے مدینہ شریف کے لوگوں کو محسوس ہوتی تھی۔

فَسَمُّوْا بَيْتَ الْمُطَيِّبِيْنَ (الخصائص الکبری ۱/۶۷)

تو جس گھر میں وہ خاتون رہتی تھی اُس گھر کا نام ہی خوشبو والا گھر پڑ گیا اور اُن لوگوں کو خوشبو والے لوگ کہا جانے لگا۔

یہ رسول اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک میں ایسی تجلی ہے ایسا نور ہے اور اُس میں ایسی چاندنی ہے کہ جس کی وجہ سے فیض آگے بڑھتا ہے عام ہوتا ہے۔ جس کو دیا گیا وہ اُس کے لیے ہمیشہ نور اور روشنی بن گیا۔

Marfat.com

اور اس عظیم سخاوت کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے اتنا نوازا ہے۔ کہ جو بھی اس طرح کا سوال کرتا رہا۔ آپ نے اس کو ہر جہت میں مالا مال فرما دیا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں گھر میں موجود تھی۔

رسول اکرم ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے اپنا جوتا صحیح فرما رہے تھے۔ اسی دوران آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا۔ تو وہ پسینہ کیسا تھا۔

كَانَ عَرَقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی پیکر پر پسینہ بھی نور کا تھا۔

آب در بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نور کا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ

ہمارے محبوب کے رخسار پر جو پسینہ ہوتا ہے۔ اُس پسینے کی عام حیثیت نہیں بلکہ ایک خاص حیثیت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسطرح قرآن مجید ہو اور اُس پر سونے کے پانی سے ملمع کاری کر دی گئی ہو۔ ایسے ہی سرکار کے رخ انور پر جس وقت پسینہ آتا ہے تو وہ پسینہ معمولی نہیں ہے۔ اتنا عظیم ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اُس کو نور کہہ کر پکارتی ہیں۔ اور سارے عشاق اُس کو نور کہہ کر پکارتے ہیں لہٰذا نفاست نبوی کا یہ ظہور ہے۔

باقی ابدان پر پسینہ آنے سے تعفن پھیلتا ہے اور اس سے ایک بُری مہک آنا شروع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ ہمارے محبوب کے بدن کی نفاست ہے کہ وہاں اگر پسینہ بھی آیا ہے تو پسینہ بھی مرکز کمالات بنا ہوا ہے۔ پسینہ بھی خوشبوؤں کی وجہ سے لوگوں کو معطر کر رہا ہے اور دنیا کو بتا رہا

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سرکار کے جسم کو ہر لحاظ سے عظمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے بغل مبارک کے پسینے کی حیثیت اور اُن کا مقام کتنا عظیم ہے دیگر لوگوں کے بغل کے پسینہ کی جو صورتحال ہوتی ہے۔ وہ سب کے سامنے ہے لیکن اگر رسول اکرم ﷺ کے بغل مبارک کا پسینہ اگر کسی کو میسر آیا ہے تو اُس کے ایمان نے یہ گواہی دی ہے۔ کہ دنیا میں کہیں ایسی خوشبو نہیں جو خوشبو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے بغل کے پسینہ کو عطا فرمائی ہے۔

ایک صحابی چھوٹی عمر میں تھے اور یہ کہتے ہیں۔

كُنْتُ مَعَ اَبِىْ

میں اپنے والد محترم کے ساتھ تھا۔

حِيْنَ رَجَمَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وآله وسلم مَاعِزَبْنَ مَالِكٍ

جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا۔

فَلَمَّا اَخَذَتْهُ الْحِجَارَةُ

جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتھر لگے تو۔

اُرْعِبْتُ

تو میں ڈر گیا جس وقت میں ڈرا تو۔

فَضَمَّنِىَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وآله وسلم اِلَيْهِ

رسول اکرم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا اور میں آپ کے ساتھ چمٹ گیا۔

فَسَالَ عَلَىَّ مِنْ عَرَقِ اِبْطِهٖ

رسول اکرم ﷺ کی بغل مبارک کا پسینہ اسی دوران مجھ پر گرا۔

Marfat.com

بِمِثْلِ رِیْحِ الْمِسْكِ (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۷)

اُس پسینہ سے بھی کستوری جیسی خوشبو آ رہی تھی۔

رسول اکرم ﷺ کے بدن مبارک کی نفاست اور نظافت کا یہ انداز پسینے کے لحاظ سے ہے۔ دیگر لوگوں میں یہ بات باعث نفرت ہے لیکن سرکار کی عظمت اس لحاظ سے دیگر تمام ذوات سے نرالی ہے۔

''لعاب دھن''

جس وقت آپ کا پیکر نوری ہے تو آپ کا لعاب دھن بھی ایک مثالی حیثیت کا ہے۔

حضرت عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس وقت حدیبیہ میں آئے تھے۔ اُس وقت مشرک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اپنے ہونٹوں سے لعاب دھن جدا کرتے تھے تو صحابہ زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔

اور وہ ہاتھوں پہ لگاتے تھے۔

یہ بات قریش مکہ نے سنی تو وہ بڑے متعجب ہوئے۔

اور عروہ بن مسعود خود اس بات پر متعجب ہو کر کہنے لگے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے دربار میں مجھے وہ چمک نظر نہیں آئی جو حدیبیہ میں نظر آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے جسم کی ایسی نظافت اور نفاست ہے کہ۔

اگر وہ گاڑھا بلغمی تھوک جو باعث نفرت ہوتا ہے۔ مگر رسول اکرم ﷺ کے بدن مبارک سے جدا ہو تو وہ باعث نفرت نہیں ہے۔ بلکہ اُس کیلئے رشک کیا جا رہا ہے۔ ہر کوئی اُس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

اُس لعاب میں اتنی تازگی ہے اتنا حسن و جمال ہے کہ جس صحابی کو جو لعاب ملتا ہے وہ اُس کو اپنے ماتھے پہ لگاتا ہے۔ اور دنیا والوں کو یہ بتا رہا ہے کہ جس جسم کے لعاب کی اتنی بڑی شان ہے اُس جسم کی اپنی کتنی بڑی شان ہوگی۔

ایسے ہی سرکار کے بدن سے جو پانی لگتا ہے وہ مستعمل پانی بھی صحابہ کرام استعمال کرتے ہیں اور صحابہ کرام وہ پانی خود ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ سرکار استعمال کرواتے بھی ہیں۔ اور صحابہ کرام کو سبق بھی دیتے ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ

رسول اکرم ﷺ کے جسم سے پانی لگ کے نیچے گرنا چاہتا تو صحابہ کرام نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ اُس کو اپنے چہرے پہ لگاتے ہیں۔

جسے کوئی قطرہ نہ ملے وہ اُس ہاتھ پہ ہاتھ ملتا ہے جہاں پر پانی کا قطرہ گرا تھا۔ تو یہ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے بدن کی نفاست ہے۔ کہ جہاں ایک مرتبہ عام سا پانی بھی لگ جاتا ہے۔ تو وہ پانی پھر عام نہیں رہتا بلکہ وہ اللہ کے فضل سے خاص الخاص بن جاتا ہے۔

لعاب کی نفاست کا عالم یہ تھا۔

سَاَلَتْهُ جَارِيَةٌ وَهُوَ يَاْكُلُ الطَّعَامَ

رسول اکرم ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک نوجوان لڑکی آگئی۔

وَكَانَتْ قَلِيْلَةَ الْحَيَاءِ

وہ حیا کی دولت سے محروم تھی اس میں حیا بہت کم تھا۔

Marfat.com

اُس لڑکی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

يَطْعَمُهَا مَنِ الَّذِىْ فِىْ فِيْهِ

جو لقمہ آپ کے منہ میں ہے۔ آپ یہ لقمہ مجھے عطا فرمادیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

آپ نے وہی لقمہ نکالا اور اُس لڑکی کو عطا فرمادیا۔

رسول اکرم ﷺ کا لعاب دھن اُس لقمہ میں شامل ہو چکا ہے اور وہ لقمہ ایک خاتون نے حاصل کرلیا ہے۔ اب وہ خاتون اُس لقمہ کو کھانے لگی۔

فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِىْ جَوْفِهَا

جب وہ لقمہ اُس خاتون کے پیٹ میں پہنچا۔

اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

تو اللہ نے اُس کو شرم وحیا کی دولت عطا فرمادی۔

آپ کے فرامین سے ثابت ہے کہ حیا ایمان ہے اور حیا کو نصف ایمان کہا گیا۔ یہ حیا اس خاتون میں کہاں سے بنا آپ کے لعاب دھن سے حیا بنا۔ اس حیا کو ایمان کہا جاتا ہے۔

سرکار کے بدن کی نفاست ہے کہ آپ کے بدن کا لعاب ہو تو وہ لوگوں میں نور ایمان پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

حَتّٰى لَمْ يَكُنْ بِالْمَدِيْنَةِ اَشَدَّ حَيَاءً مِنْهَا۔ (طبرانی سیرۃ نبی المختار، ۱۵۵)

یہاں تک اُس خاتون میں حیا اتنا کثیر ہو گیا کہ مدینہ شریف میں اُن سے زیادہ حیا والا کوئی بھی انسان نہ تھا۔

Marfat.com

یہ رسول اکرم ﷺ کے لعاب کی برکت ہے۔

ایسے ہی آپ کے لعاب میں وہ کمال ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجنا تھا اور اُنکی آنکھیں خراب تھیں تو سرکار نے اُنکی آنکھوں میں لعاب ڈالا تو آنکھیں درست ہو گئیں۔

اور آپ نے فرمایا تھا۔

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ رَجُلًا یَفْتَحُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

(صحیح بخاری، باب الجہاد والسیر باب فضل من اسلم علی یدیہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر ۴۲۲)

میں کل اُس کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ بھی پیار کرتا ہے اللہ کے نبی علیہ اسلام بھی پیار کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ سے اور اُسکے رسول علیہ السلام سے پیار کرتا ہے۔ جس کو میں جھنڈا دوں گا وہ فاتح خیبر بن جائے گا۔

صبح جس وقت اُن کو بلایا تو اُنکی آنکھیں خراب تھیں۔ آنکھوں کی خرابی اُن میں لعاب دھن ڈال کر دور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ایسے لگتا تھا کہ کبھی میری آنکھیں خراب ہوئی ہی نہیں ہیں۔

ایسے ہی حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا بازو ابوجہل کے خلاف لڑتے لڑتے کٹ گیا تو سید عالم ﷺ نے یہی لعاب دھن استعمال کرتے ہوئے بازو کے ساتھ لگایا تو وہ کٹا ہوا بازو بدن کیساتھ لگ گیا۔

یہ ربّ ذوالجلال نے ہمارے محبوب علیہ السلام کو نفاست دی ہے۔

باقی لوگوں کے لعاب جراثیم کا گڑھ ہوتے ہیں۔ اور بیماریاں پھیلانے والے ہیں۔

مگر میرے محبوب علیہ السلام کے لعاب میں ہر جہت سے کیسی نفاست ہے۔

Marfat.com

کہ جس وقت اُس کو استعمال کیا جاتا ہے تو کہیں آنکھیں صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور کہیں بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور کہیں کسی کا بازو صحیح ہو جاتا ہے۔

یہ سرکار علیہ السلام کی جسمانی نظافت کا فیض ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک انفرادی شان عطا فرمائی ہے۔

"بول و براز کے لحاظ سے جسمانی نفاست"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ میں نے سرکار سے ایک دن پوچھا۔

اِنَّكَ تَأْتِیْ الْخَلَاءَ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جس وقت قضاء حاجت کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ تو اُس مقام پر جس وقت ہم جائیں تو۔

فَلَا نَرَی مِنْكَ شَیْئًا مِنَ الْاَذٰی ۔ (نسیم الریاض ۲/۲۰)

ہمیں وہاں پر کوئی گندگی نظر نہیں آتی۔

اس کا سبب کیا ہے؟

فَقَالَ لَهَا یَا عَائِشَةُ

آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ:۔

اَوَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الْاَرْضَ تَبْتَلِعُ مَایَخْرُجُ مِنَ الانبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَلَا یُرٰی مِنْهُ شَیْءٌ (شفاء نسیم الریاض:۲/۲۰)

تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کیلئے ایک خاص اہتمام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء جس جگہ پر قضاء حاجت کریں تو زمین اُس کو نگل جاتی ہے۔ لوگوں کو

Marfat.com

کچھ بھی نظر نہیں آتا زمین کھا جاتی ہے۔

بہت سے آثار میں یہ بات موجود ہے کہ جہاں پر سرکار قضاء حاجت فرماتے تھے وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن وہاں سے خوشبو ضرور آتی تھی۔

سید عالم ﷺ کے وہاں جانے کی وجہ سے خوشبوئیں پھیل جاتی تھیں۔

اشعة اللمعات میں حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔

آپ نے ایک بار عذر کی وجہ سے بول کیلئے ایک پیالے کا استعمال کیا۔

ایک مرتبہ رات کو جب آپ نے پیالے میں بول فرمایا تو وہ ابھی چارپائی کے نیچے پڑا تھا کسی نے اٹھا کے اُس کو لے جانا تھا۔

ایک صحابی آگئے اُن کو علم نہیں تھا کہ یہ بول نبوی ہے۔ ویسے پانی سمجھ کر نوش کر گئے۔

رسول اکرم ﷺ کا بول جس وقت وہ صحابی پی گئے۔

آور وہ اند کہ شخصے از تشنگان نادانستہ بگمان آب بول آنحضرت ﷺ را ازاں قدح بخورد

ایک شخص نے بول کو پانی سمجھتے ہوئے نوش کرلیا۔

تا زندہ بود بوئے خوش از اندام وے یافتہ میشد۔

جب تک وہ بندہ زندہ رہا جدھر سے وہ گزرتا تھا تو اُس کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بول جس نے نہ جانتے ہوئے پی لیا تو آپ کے اُس بول کی وجہ سے جب تک وہ بندہ زندہ رہا اُس کے بدن سے مسلسل خوشبو آتی رہی تھی۔

یہ خوشبو اُس تک محدود نہیں رہی بلکہ۔

چند پشت در اولاد او نیز موجود بود ۔(اشعۃ اللمعات ۱/ ۲۰۷)

اُس کی اولاد میں یہ خوشبو نسل در نسل آتی رہی۔

Marfat.com

اب ذرا سوچیے جن کے فضلات میں اتنی خوشبو ہو اُنکے پیکر میں کتنی بڑی خوشبو ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ انداز زندگی میں اور وصال کے وقت بھی بدستور قائم رہا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عنه غَسَّلْتُ النَّبِيَّ ﷺ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب آپ کے وصال کے بعد آپ کو غسل دیا۔

فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ مَايَكُوْنُ مِنَ الْمَيِّتِ فَلَمْ اَجِدْ شَيْئاً

میں غسل دیتے ہوئے تھوڑی تھوڑی دیر دیکھتا رہا تو کسی طرح کی آلودگی بدن سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ اُس وقت بھی سرکار کے بدن سے خوشبو آ رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میری زبان سے الفاظ نکلے۔

قُلْتُ طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتاً

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت آپ حیات تھے اُس وقت بھی آپ خوشبو والے تھے اور جب دنیا میں ظاہری حیات ختم ہوگئی ہے۔ اور دنیا سے جا رہے ہو تو آج بھی آپ کے بدن سے خوشبو آ رہی ہے۔

یہی لفظ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی استعمال کیے تھے۔

آپ نے جس وقت سرکار کے چہرے کا بوسہ لیا تو یہ لفظ آپ نے بھی بولے تھے۔

طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتاً

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری ہر ادا نرالی ہے۔ پہلے بھی دنیا میں آپ کی خوشبوئیں موجود ہیں اور آج دنیا سے جا رہے ہو تو آج بھی بدن سے خوشبو آ رہی ہے۔ یہ سرکار علیہ السلام کی دائمی نفاست ہے۔ جس کے لحاظ سے آپ کا مقام و مرتبہ تمام سے منفرد رہا۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

وَسَطَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَهَا قَطُّ (نسیم الریاض ۲/۲۳-۲۴)

جس وقت ہم نے سرکار کو غسل دیا تو ایسی خوشبو آئی جیسے پہلے کبھی بھی نہیں آئی تھی یعنی پہلے ہم نے جو دنیاوی خوشبوئیں سونگھی ہوئی تھیں اُن میں سے کوئی خوشبو بھی اسکا مقابلہ کرنے والی نہیں تھی۔ جو بوقت غسل سرکار کے بدن سے باہر آرہی تھی۔ دوسرے لوگ خوشبو کے محتاج ہیں مگر سرکار دنیا کی فضا میں خوشبو کو بانٹتے ہوئے تشریف لے کے جارہے تھے۔

تاکہ لوگوں کو یہ یقین رہے کہ بدن کی نفاست ایمان کا حصہ ہے۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن کو نفاست اعلیٰ درجے کی عطا فرمائی ہے۔

"خون نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون مبارک میں علیحدہ ایک اپنی نفاست ہے۔

حضرت ابوطیبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجام تھے۔ سنگی لگاتے تھے۔

سرکار نے پچھنے لگوائے تو آپ کے بدن سے خون نکلا وہ پیالے میں موجود تھا۔ آپ نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ خون لے جاؤ اسکو کہیں زمین میں دفن کردو جس وقت یہ آپ کی بارگاہ سے پیالہ لے گئے دیوار کے پیچھے پہنچے تو دل نے تسلیم نہ کیا کہ وہ پیکر جو عرش سے بھی مقدس ہو اُس کا خون زمین پر پھینک دیا جائے۔

تو انھوں نے وہ خون پی لیا۔ پھر واپس آگئے۔

رسول اکرم ﷺ نے جب اُن سے پوچھا کہ تم نے خون کا کیا کیا؟

تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں برداشت نہیں کرسکا کہ میں اس خون

Marfat.com

کو نیچے گراتا۔ میں نے وہ خون پی لیا ہے۔

سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا:۔

اب اللہ نے تجھ پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے۔

ایسے ہی جس وقت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان احد میں زخمی ہوئے تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے سرکار کے جسم سے خون کو مرحم لگانے کیلئے چوس لیا پھر اُس کو نگل گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ پر انکار نہیں کیا۔ ناراض نہیں ہوئے۔

یہ ارشاد فرمادیا:۔

لَنْ تُصِیبَہُ النَّارُ (نسیم الریاض ۲/۲۹)

کبھی نار جہنم تمہارے قریب نہیں آئے گی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون مبارک کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی موجود ہے کہ انہوں نے بھی سرکار کا خون مبارک پیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان پر بھی انکار نہیں فرمایا:۔

ایسے ہی حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے سرکار علیہ السلام کا پیشاب پی لیا۔ تو اس پر انکار نہیں کیا گیا۔ یہ ارشاد فرمایا:۔

اِذَنْ لَاتَلِجُ النَّارُ بَطْنَكِ (نسیم الریاض ۲/۲۱)

اے ام ایمن اب تمہارے پیٹ میں جہنم کی آگ داخل نہیں ہو سکے گی۔

اب یہاں تک آثار کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ان فضلات کے لحاظ سے بھی محبت کا اظہار کیا جانے لگا تو وہ بھی اس سے محروم نہیں رہے۔

Marfat.com

فِیْ اِمْرَأَۃٍ شَرِبَتْ بَوْلَہٗ

ایک خاتون کے بارے میں روایت ہے جس کا نام برکت تھا اُس نے سرکار کا بول پی لیا تو

فَقَالَ لَنْ تَشْتَکِیَ وَجْعَ بَطْنِکِ (نسیم الریاض ۲/۳۱)

آپ نے اُس سے فرمادیا تجھے آج کے بعد کبھی بھی پیٹ کا درد نہیں ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک کے ہمہ جہت مناظر ہمارے سامنے موجود ہیں بالخصوص وہ گواہی کتنی بڑی گواہی ہے جو آپ کی والدہ ماجدہ کی ہے۔

وہ آپ کی نفاست کو بیان کرتی ہیں۔

عَنْ اُمِّہٖ آمِنَۃَ رضی اللّٰہ عنھا قَالَتْ وَلَدْتُہٗ نَظِیْفًا مَابِہٖ قَذْرٌ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وَلَدْتُہٗ نَظِیْفًا مَابِہٖ قَذْرٌ (نسیم الریاض ۲/۳۴)

جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کے بعد اُسکو غسل دیا جاتا ہے اور پھر اُس کا بدن صاف ہوتا ہے۔

لیکن سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ولادت کے وقت ہی جو نفاست اللہ کی طرف سے دی ہوئی ہے۔ اُس پر خود آپ کی والدہ گواہی دے رہی ہیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے جس وقت ان کو جنم دیا تو ان کا بدن اُس وقت ایسا دھلا ہوا تھا۔ کہ کسی قسم کی کوئی آلودگی بدن مبارک پر موجود نہیں تھی۔

کسی طرح کی کوئی عیب دار چیز کا نام ونشان بھی آپ کے بدن پر نہیں تھا۔

یہ ربّ ذوالجلال کو منظور نہ تھا کہ اسی حالت میں آپ پر نگاہ پڑے تو کوئی آنکھ دیکھ کے یہ نہ کہے کہ ابھی پاکیزگی کی ضرورت تھی یوں کر لیا جاتا تو بدن صاف ہو جاتا۔

Marfat.com

ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کسی کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ کہ میرے محبوب علیہ السلام کی والدہ آپ کو ایک گھنٹہ کے بعد غسل دیں اور اتنے میں کوئی یہ کہہ دے کہ ان کے بدن پر فلاں چیز لگی ہوئی ہے۔ یہ میرے محبوب کے بدن کی نظافت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جداگانہ اہتمام کیا۔ جداگانہ بندوبست کیا۔

ایسی ولادت کائنات میں کسی کی بھی نہیں ہوئی جیسی ولادت ہمارے محبوب علیہ السلام کی ہوئی ہے۔

ایسی نفاست اللہ نے ہمارے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جن کو ولادت کے لمحے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی شان دی ہے۔ اتنی نفاست دی ہے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (سورۃ الضحی آیت نمبر ۴)

وہ پھول بعد میں مزید مسکراتا چلا گیا۔

وہ چاند ہر لمحہ مزید چمکتا چلا گیا۔ مزید حسن و جمال انکو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا چلا گیا تو یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی نفاست کا ایک انداز ہے اور اسی کا ایک حصہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے پیکر کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر اتم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انسان کو احسن تقویم کہا ہے۔ سب سے خوبصورت چیز انسان ہے مگر تمام انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے جن کو سب سے زیادہ حسن دیا وہ ہمارے آقا ﷺ ہیں۔

یہ بھی نفاست کا ایک حصہ ہے کہ ایک سیرت نگار کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے موزوں اور خوبصورت اعضاء ہمارے نبی علیہ السلام کو دیئے ہیں وہ بھی آپ کے بدن کی عظمت کو اجاگر کرنے کیلئے ہے۔

Marfat.com

جیسی آپ کی آنکھیں ہیں ایسی کسی کی آنکھیں نہیں ہیں۔

جیسے آپ کے ابرو ہیں ایسے کسی کے ابرو نہیں۔ جیسے آپ کے ہونٹ گل قدس کی پتیاں ہیں۔ ایسے کسی کے ہونٹ نہیں۔ جیسے آپ کے رخسار ہیں ایسے کسی کے رخسار نہیں۔

جیسے آپ کی ناک مبارک ہے ایسی کسی کی ناک نہیں ہے۔

جیسی آپ کی گردن ہے ایسی کسی کی گردن نہیں ہے۔

اور آپ کے چہرہ پر پُر نور داڑھی ہے ایسے کسی کی داڑھی نہیں ہے۔ آپ کے سینے جیسا کسی کا سینہ نہیں ہے۔ آپ کے بازووں جیسے کسی کے بازو نہیں ہیں آپ کے قدموں جیسے کسی کے قدم نہیں ہیں۔ آپ کے پیکر جیسا کسی کا پیکر نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت اس تمام مضمون کو سامنے رکھ کے کہہ رہے تھے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست کا یہ مضمون آج اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام نے آنکھوں سے دیکھا ہم نہ دیکھ سکے مگر اُن کے بتائے ہوئے ضابطے تو ہمارے پاس ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لَمْ يَكُنْ لَهٗ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل جلد نمبر 1، صفحہ نمبر: 57)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کا بدن اتنا نفیس ہے کہ آپ کھلے چہرے کے ساتھ باہر آجائیں تو سورج کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی ہے۔

اتنا بدن سے نور نکلنے والا ہے۔ اس قدر اُجالے بٹتے ہیں کہ آپ کے چہرے کا نور سورج پر غالب آجاتا ہے۔

اور صحابہ کرام کہتے ہیں کہ سرکار کا بدن تو بدن رہا ہم نے کبھی سرکار کے لباس پر مکھی کو بیٹھا ہوا نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ گندگی پہ بیٹھتی ہے۔ وہ آپ کے بدن پہ آ کر بیٹھے یہ بدن کی نفاست کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُس کو روک رکھا ہے۔

سرکار کا بدن تو بدن رہا سرکار کے جسم سے جو کپڑا لگ جائے وہ کپڑا بھی اتنا محترم ہے۔ کہ مکھیوں کو بتا دیا گیا ہے۔ اے مکھیو اور جہاں تم چاہو جا کر بیٹھو مگر یہاں نہ بیٹھنا اسلیئے کہ یہ مقام ناز ہے۔ یہ نفاست کا مقام ہے۔ تو یہ دنیا میں نفاست کا اعلیٰ ترین منصب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
3

شان رسالت کی یکتائی

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورت الحجر آیت نمبر:۷۲)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

نہایت ہی معزز حضرات وخواتین!

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے تیسرے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے۔

''شان رسالت کی یکتائی''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ ماہ رمضان المبارک کے پرکیف لمحات میں صبح کی روشنی کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ فہم دین کی روشنیوں کا پھیلتا ہوا سلسلہ ہمارے سامنے ہے۔

اہل ایمان کے چمکتے ہوئے چہرے پورے ماحول کو وجد آفرین بنارہے ہیں۔ ایسے میں بڑے ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع میسر آرہا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عشرہ رحمت میں سب کی جھولیوں کو ابر کرم سے معمور فرمائے۔

اس سے قبل آپ نے منصب نبوت اور عقیدہ مومن کے نام سے گذشتہ سے پیوستہ سال گفتگو سماعت کی تھی اور پھر گذشتہ سال شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق پر گفتگو سنی تھی۔ لیکن آج شان رسالت کی یکتائی ہمارا موضوع ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ رسالت کا عقیدہ بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اور اسلام کی پہچان اسی عقیدہ میں ہے۔

Marfat.com

ہمیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور الوہیت پر یقین کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی کامل یقین ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

اس سے ہمارا یقین اور عقیدہ استوار ہوتا ہے۔

شان رسالت کے سلسلے میں نہایت ہی حساس اور محتاط رویّے کی ضرورت ہے۔ آج چونکہ ہمارے ماحول میں اس سلسلے میں کوتاہی برتی جا رہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ ہم کس ذات کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

اور آپ کے معاملات پر بحث کرتے ہوئے انسان کو پہلے محبتوں اور عظمتوں کے سارے حوالے ذہن میں رکھنے چاہئیں۔

آج ہمارے ماحول کو کچھ ایسی ناہمواریوں کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے سینوں میں دکھ اور درد جنم لیتا ہے۔

شان رسالت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کچھ لوگ اُن تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ جن کے بغیر شان رسالت کے بارے میں بات ہی نہیں ہو سکتی اسواسطے چند ایسے امور کو واضح کرنا بین الاقوامی فورم پر اور ہر جگہ ہمارے لئے ضروری ہے۔ تاکہ ہر شخص کا یقین محفوظ رہے اور اُس کی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکلیں جو دوسروں کیلئے باعث تکلیف ہوں۔

سید عالم ﷺ کی ذات کا معاملہ ہو یا آپکی صفات کا معاملہ ہو یا معمولات کا معاملہ ہو کسی جہت سے بھی آپ کے بارے میں گفتگو کرتے وقت عامیانہ انداز نہیں ہونا چاہیے۔

آپ کی ہر جہت اتنی عظیم ہے اور ہر پہلو اس قدر تابناک ہے۔ کہ جس وقت ایک مومن

Marfat.com

اسکا تذکرہ کرے گا تو ایمانی اور ایقانی انداز میں یوں تذکرہ ہوگا۔ کہ جس سے واقعی یہ محسوس ہوگا کہ ایک انسان گفتگو کرتے وقت اپنے ایمان کی مٹھاس کا ذکر کر رہا ہے اور اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت کا سندیسہ لوگوں تک پہنچا رہا ہے۔

ہر شئی سے زیادہ محبوب

شان رسالت کی یکتائی کے لحاظ سے سب سے پہلا مقام یہ ہے۔ کہ سید عالم ﷺ کی ذات دیگر تمام انسانی ذاتوں سے یکتا ہے آپکی ذات کو ایمان کا معیار بنایا گیا کوئی شخص اسوقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جس وقت تک کہ سید عالم ﷺ کی ذات گرامی پر اسے غیر مشروط یقین نہیں ہوتا اور محبوب علیہ السلام کی ذات کیساتھ ہر چیز سے بڑھ کے وہ پیار نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو اس کائنات میں سب پر مقدم سمجھتا ہے اور سب سے بڑا محبوب قرار دیتا ہے اسی کے ساتھ ہی اس شخص کے ایمان کو عروج ملتا ہے اور ایمان مکمل ہوتا ہے اور اگر کسی کو یہ صورتحال زندگی بھر میسر نہ ہو تو اس کا ایمان نامکمل اور ادھورا ہوتا ہے اور اسے کبھی بھی اپنے ایمان کی لذت اور حلاوت محسوس نہیں ہوتی۔

اس سلسلہ میں بخاری شریف کا یہ مقام پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ ایسے انداز میں قَالَ لَهٗ عُمَرُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ کہنے لگے۔

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِيْ

یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ﷺ ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جسکی محبت میرے دل میں تم سے زیادہ ہو۔ ہر چیز سے بڑھ کر آپ مجھے محبوب ہیں۔

اِلَّا نَفْسِيْ سوائے میری جان کے

میری جان کے سوا باقی ہر چیز کی محبت پر آپکی محبت میرے نزدیک غالب ہے۔ ہر چیز کے مقابلے میں آپکی محبت کو ترجیح ہے اور ہر چیز کے مقابلے میں آپ میرے بڑے محبوب ہیں۔ سوائے ایک جان کے۔ میری جان سے جو مجھے پیار ہے اس پیار کی ابھی تمہاری محبت پر ترجیح ہے باقی تمام محبتوں سے آگے یارسول اللہ ﷺ آپکی محبت گزر چکی ہے اور میرے نزدیک آپ ہر چیز سے بڑھ کے سوائے میری جان کے بڑے محبوب ہیں۔

جسوقت سید عالم ﷺ نے یہ بات سنی تو۔

قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے۔

لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ

خلاصہ یہ ہے کہ عمر! ایسا معاملہ درست نہیں ہے ایمان ابھی پورا نہیں خدا کی قسم ہے کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکے نزدیک ہر چیز سے میں محبوب نہ ہو جاؤں۔

خواہ دنیا کے انسان ہوں، دنیا کا مال ہو، اپنے بیٹے ہوں، اپنی اولاد ہو، اپنی جان ہو۔ ہر چیز سے مجھے مقدم مانا جائے گا تو پھر ایمان کی تکمیل ہوسکتی ہے، پھر ایمان کو عروج مل سکتا ہے اور پھر ایمان کو حلاوت اور مٹھاس میسر آسکتی ہے۔

جسوقت سید عالم ﷺ نے "لا" کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رویے کی تردید کی تو

Marfat.com

ساتھ قسم اٹھا کے یہ کہا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

مجھے اس رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایمان تب مکمل ہوتا ہے کہ جسوقت ہر چیز سے بڑھ کر مجھے محبوب بنایا جائے اور اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب رکھے۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ سنا۔

فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ فَاِنَّہُ الْاٰنَ وَاللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ برجستہ بولے اور عرض کی اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ابھی میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ آپ مجھے ہر چیز سے عزیز ہیں ہر انسان سے اور ہر محبوب چیز سے ہر مال سے اہل وعیال سے یہاں تک کہ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ الْاٰنَ یَا عُمَرُ

(صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کان یمین النبی ﷺ ج ۲/ص ۹۸۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

یہاں یہ بات بڑی قابل غور ہے۔

اگر رسول اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ عام لوگوں کی برابری ہوتی اور کوئی ذات انسانوں میں سے سرکار کی ہمسری کرنے والی ہوتی تو پھر اُس کی محبت بھی ایسی ہی ہوتی جسطرح کہ نبی علیہ السلام کی محبت ہے۔ پھر اُس ذات کی محبت کو بھی ایمان کا حوالہ قرار دیا جاتا۔ پھر اُس ذات کی محبت کو بھی ایمان کی تکمیل کیلئے ضروری قرار دیا جاتا۔

Marfat.com

لیکن یہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے یقین اور ایقان کو واضح کر دیا کہ کائنات کی ہر شی کے لحاظ سے آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب لگتے ہیں۔

تو اس سے شان رسالت کی یکتائی واضح ہوگئی۔

کہ اس ذات جیسی انسان میں کوئی ذات نہیں ہے۔ اس واسطے اس ذات کی محبت ہر ذات پر مقدم ہونی چاہیے۔ بلکہ یہ محبت فرض ہے۔ تب جا کہ ایمان مکمل ہوگا۔

تو سیدنا عمر کی گواہی کے مطابق اور خود سرکار کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ واضح ہوا کہ شان رسالت کی یکتائی جب تک انسان کے ذہن میں نہیں آتی اُس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا۔

یکتائی یہ ہے کہ اس شان جیسی کسی کی شان نہیں ہے۔ ان کی ذات جیسی کسی کی ذات نہیں ہے۔ ان کی ہم پلہ کوئی انسان نہیں ہے۔ ان کی مثل کوئی بن نہیں سکتا۔ اگر کسی کی مثلیت کا کوئی گمان ہوتا کوئی وہم ہوتا تو پھر محبت کے لحاظ سے اس آخری اعلان کی ضرورت نہ پڑتی: جب رسول اللہ ﷺ یہ اعلان فرمار ہے تھے۔ عمر اپنی ذات سے بھی مجھے عزیز سمجھو! مجھے محبوب سمجھو۔ جس طرح پوری کائنات سے بھی محبوب سمجھتے ہو! تب جا کے ایمان مکمل ہوگا۔

اسطرح یہ شان رسالت کی یکتائی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اتنا پیار اور اتنی محبت کی جائے، کہ آپ کو کائنات میں سب سے زیادہ محبوب تصور کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے کہ سرکار کی محبت میرے دل میں ہر چیز سے کہیں زیادہ ہے۔

(۲) یہاں اضافہ ہی اضافہ کا عقیدہ ہونا چاہیے:۔

رسول اکرم ﷺ کی شانِ رسالت کی یکتائی کے بارے میں امتی کا عقیدہ اضافہ کا ہونا چاہیے۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا کوئی عمل مبارک کسی کتاب میں ملا تو کبھی بھی کوئی امتی سید عالم ﷺ کے عمل کیساتھ اپنا عمل کے لحاظ سے مقابلہ نہ کرے۔

رسول اکرم ﷺ کے معمولات کے برابر اپنے معمولات کا وزن نہ کرے۔ شان رسالت کی یکتائی ماننے کیلئے ضروری ہے کہ اگر کسی موقع پر آپ کا عمل مبارک سامنے آتا ہے تو مومن کیلئے یہ لازم ہے وہ اپنے عمل کو معمولی جانے اور رسول اکرم ﷺ کے ایک عمل کو اپنے ہزار عمل سے کہیں زیادہ سمجھے پھر جا کر ایمان برقرار رہ سکے گا۔

اگر اس نے تولنا شروع کر دیا اپنی نیکی پر نبی علیہ السلام کی نیکی کی برابری شروع کر دی یا اپنی نیکی کو ترجیح دینا شروع کر دیا۔ یا یہ خیال آگیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام نے اس معاملے میں کوئی بڑا عمل نہیں کیا۔ یا اس طرح کی کوئی صورتحال میں کسی وقت کسی کے ذہن میں آجائے گی تو اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا۔

آج ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے منہ والے لوگ جس وقت بات کرتے ہیں اُس وقت اُن کو خیال نہیں رہتا کہ ہم کس ذات کی بات کر رہے ہیں اور کس شخصیت کی بات کر رہے ہیں۔

اس کا ایک پرنور حوالہ موجود ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر جہت کے لحاظ سے عظمت عطا فرمائی ہے۔ خواہ دیکھنے میں آپ کا عمل تھوڑا نظر آئے یا دیکھنے میں آپ کا عمل زیادہ نظر آئے ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ یکتائی دی ہے کہ آپ کا تھوڑا عمل بھی دنیا بھر کے کئی عاملوں سے زیادہ نظر آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اَتَيۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّيۡ جَالِسًا

میں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرکار بیٹھ کے نفل ادا کر

Marfat.com

رہے ہیں اور جس وقت سرکار نے سلام پھیرا تو میں نے یہ سوال کیا۔

حُدِّثْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکَ قُلْتَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰی نِصْفِ الصَّلٰوۃِ

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، ج ا/ص ۲۵۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

آپ کی طرف سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حدیث مجھے پہنچی ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نفل پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف ثواب ملے گا۔

یہ فرمان مجھ تک پہنچا۔

لیکن اس وقت میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بیٹھ کے نفل ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نوافل ادا کیے جائیں۔

کھڑے ہو کر نوافل ادا کرنے میں ثواب زیادہ ملے گا۔ بیٹھ کر نفل ادا کرے گا تو ثواب تھوڑا ہوگا۔

آپ کا ہر عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور آپ کے ہر عمل میں نور ہے۔ آپ کے ہر عمل میں روشنی ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت آپ کی عملاً صورتحال آپ کے قول کے برخلاف ہے۔ آپ خود بیٹھ کے نفل ادا فرما رہے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوبصورت جملہ سنیے جس وقت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

وَاَنْتَ تُصَلِّیْ قَاعِدًا

آپ اس وقت نفل بیٹھ کے ادا کر رہے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اجلْ ہاں میں بیٹھ کے نفل ادا کر رہا ہوں

Marfat.com

لِکِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنکُمْ (خصائص الرسول، ص ۲۸۲)

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب القصد فی العمل الفصل الثالث ص: ۱۱۱)

اس لیے کہ میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھ سے کوتاہی ہوگئی، یا مجھے یاد نہیں رہا، نہیں نہیں، بلکہ آپ کے فرمان کا مطلب یہ نکلا میرے صحابی یاد رکھو میں بیٹھ کے پڑھوں تو تمہارے کروڑ مرتبہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے افضل ہے۔

میرا پڑھنا اور ہے تمہارا پڑھنا اور ہے۔ میری حیثیت اللہ کے دربار میں اور ہے تمہاری حیثیت اللہ کے دربار میں اور ہے۔

صحابی پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نماز بیٹھ کے پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا (اَجل) ہاں میں بیٹھ کے پڑھ رہا ہوں لیکن کمی کا خیال نہ کرنا ثواب کے کم ہونے کا نہ سوچنا کیوں؟

لِکِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنکُمْ۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۸۲)

میں تم میں کسی کی طرح نہیں ہوں، تم میری طرح نہیں ہو۔

تم میرے ہم پلہ اور مثل نہیں ہو سکتے، تم اور ہو میں اور ہوں، تمہاری بندگی اور ہے میری بندگی اور ہے، میرا قیام کرنا اور ہے۔ تمہارا قیام کرنا اور ہے۔

تم گھنٹوں قیام کر کے اگر نفل پڑھو تو اُن کی وہ فضیلت نہیں ہوگی، جو میں بیٹھ کے منٹوں میں پڑھوں گا، مجھے وہ فضیلت مل جائے گی اس لیے کہ مجھے میرے خدا نے یکتا بنایا ہے۔ اگر قیام کر کے کھڑے ہو کر نفل ادا کرتا ہوں تو پھر بھی وارے نیارے ہوتے ہیں اور اگر بیٹھ کے رب کو سجدہ کرتا ہوں تو پھر بھی اللہ کی رحمت کے نظارے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ایسے ہی رسول اکرم ﷺ کے روزہ رکھنے کا معاملہ ہے کہ آپ نے صوم وصال رکھنا شروع کر دیے تو سرکار کے صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کر دیئے جس وقت صوم وصال کی وجہ سے صحابہ کمزور ہونے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہو۔

تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم روزہ رکھتے ہیں اور پھر اُس کو ملا دیتے ہیں، آپ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ کہنے لگے۔

تُوَاصِلُ

یا رسول اللہ ﷺ چونکہ آپ کرتے ہیں، تم ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور روزہ افطار کیے بغیر دوسرے کے ساتھ ملاتے ہو تو ہم نے بھی ملانا شروع کر دیا، تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اَيُّكُمْ مِثْلِي

کون ہے تم میں سے میری مثل

تم میں سے کوئی میری مثل نہیں ہے میرے انداز اور ہیں اور میرے تقاضے اور ہیں تمہیں اپنی حد تک سوچنا ہوگا اور اپنی حیثیت سے دیکھنا ہوگا۔

اس واسطے رسول اکرم ﷺ نے بارہا ایسے الفاظ بول کے اپنی فضیلت کو بیان کر دیا۔

اَيُّكُمْ مِثْلِي

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال، ج ۱/ص ۳۵۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

کون ہے جو میری مثل ہو۔

آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یکتا شان دی ہے اور یہ منفرد مقام ہے۔ لہٰذا

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے دربار میں جو حیثیت ہے اُس کے لحاظ سے سرکار کا بیٹھ کے نفل پڑھ لینا اُن کا بھی وہ مرتبہ ہے۔ جو ہم کروڑوں بار کھڑے ہو کر پڑھیں تو ہمیں میسر نہیں آسکتا۔

تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ جو یکتائی اس محبوب علیہ السلام کے مرتبہ کی ہے وہ دنیا میں اور کسی بھی شخصیت کو میسر نہیں ہے۔

اس مقام پر وضاحت کیلئے حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب پیش کرتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

مزارعان و قُلبہ رانان نیز خدمت پادشاهاں میکنندا ما خدمت مقرّبان دیگر است

مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کی خدمت کرتے ہیں لیکن بادشاہوں کے مقرّبین کی خدمت اور ہے۔

ایک بادشاہ کے کچھ مزارع ہوتے ہیں اور کچھ ہل چلانے والے ہوتے ہیں۔

بادشاہ کی خدمت مزارع بھی کرتا ہے اور ہل چلانے والا بھی کرتا ہے۔

ایک طرف اُس کا مقرب ہے جو اُس کے دربار میں بڑے منصب پر اُس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ وہ بھی بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے اور دوسری طرف مزارع بھی بادشاہ کے کھیت میں ہل چلا کے بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔

آنجا نام زراعت و قلبه رانی بُردن عین معصیت است

اس مقرب کیلئے ہل چلانے کا تصور بھی کرو گے تو گناہ ہوگا۔ وہ بہت اونچے مقام و مرتبہ والا ہے اُس کی ذمہ داری اور ہے چارہ کاٹنے والے خادم اور ہیں اور منصب وزارت پر ساتھ بیٹھنے والے بادشاہ کے مقرب اور ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ان دونوں چیزوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وَمُزد ہر کار باندازۂ آں کار است

ہر کام کی مزدوری اُس کے کام کی حیثیت سے ہوتی ہے۔

جتنا بڑا کام ہے اتنا بڑا انعام ہے۔اتنی بڑی تنخواہ ہے۔اتنا بڑا اسکا سٹیٹس ہے۔

قلبه رانان لمحنت تمام در روزے یك تنگه اجرت میگیرند

ہل چلانے والے دن بھر کی شدید محنت کے بعد ایک دن کی مزدوری ایک ٹکا پاتے ہیں

یہ مزدور اور ہل چلانے والا سارا دن کام کر کے تھک جائے تو ایک ٹکا اس کو اجر ملتا ہے

اس کو تھوڑی سی مزدوری ملتی ہے۔

مقرب درساعتی بخدمت خضور مستحق لکھا میگرد

بادشاہ کا مقرب ایک ساعت میں خدمت حضور کی وجہ سے کئی لاکھ کا مستحق بن جاتا ہے۔

مع ذلك اور ابایں لکھا هیچ تعلقی نیست گرفتارِ قرب شاہ است

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۱۲۷، حصہ سوم، ص ۷)

پھر بھی اُس مقرب کو جو بادشاہ کے دربار میں لاکھوں انعام پا رہا ہے۔اُس کو لاکھوں سے کوئی پیار نہیں ہوتا بادشاہ کے قرب سے پیار ہوتا ہے۔

اس مثال کو بیان کر کے مجدد الف ثانی واضح کرتے ہیں۔

فرمانے لگے ہمارا معاملہ جو اللہ کے دربار میں ہے وہ ایک مزارع کا سا ہے۔

ہماری حیثیت ایک مزدور کی سی ہے۔ہماری حیثیت ایک ہل چلانے والے کی سی ہے

اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دربار میں کرسی مقرب پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

عام کھیتی باڑی کرنے والے کا ٹائم زیادہ ہوتا ہے۔لیکن اجرت بہت کم ہوتی ہے۔مگر مقرب آدمی اگر تھوڑا سا ٹائم لگاتا ہے تو اس کی حیثیت بہت بڑی ہوتی ہے کبھی مزدور اور مزارع کو وہ مقام نہیں مل سکتا۔جو مقام ایک مقرب کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے یہ واضح کر دیا ہے۔ اگر ہم دن میں ہزار نفل بھی پڑھ لیں۔ ہمیں ہزار نفل پڑھنے میں وہ مرتبہ نہیں ملے گا جو نبی علیہ السلام کو دو رکعت پڑھنے میں مل جائے گا۔

چونکہ آپ ﷺ مقرب بارگاہ ایزدی ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کی سلطنت کے وزیر اعظم ہیں آپ ﷺ اللہ کے دربار میں کرسی مقرب پہ جلوہ گر ہیں۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقام عطا فرمایا ہے۔

لہٰذا آپ ﷺ کا معاملہ ایسا ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت اللہ کے دربار میں متوجہ رہتے ہیں کہ جس کی وجہ آپ ﷺ پر حالتِ نوافل کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوار و تجلیات برستے رہتے ہیں۔

لہٰذا حضرت مجدد الف ثانی نے اس حدیث کی وضاحت کامل طریقے سے فرما دی۔

جہاں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں بیٹھ کے نفل ادا کر رہا ہوں مگر اس لئے بیٹھ کے پڑھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسا دنیا میں کسی کو نہیں بنایا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ بڑے عجیب ہیں۔

مقرب در ساعتی بخدمت حضور مستحق لکھا میگرد و مع ذالك

مقرب آدمی کو بادشاہ کے دربار میں ایک ساعت کے کئی لاکھ ملتے ہیں۔

اس کے باوجود کہ اُسے ایک ساعت میں کئی لاکھ ملتے ہیں۔ اُس مقرب کی نگاہ لاکھ کی طرف نہیں ہوتی ہر وقت اُس بادشاہ کے دربار کی طرف ہوتی ہے۔

اس لیے رسول اکرم ﷺ کی شان رسالت کی یکتائی پیش نظر رکھتے ہوئے۔

ہمیں آپ کے مرتبہ کے مطابق گفتگو کرنا ہوگی کہ امتی عمل میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

کے برابر کبھی نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ یہ نہ کہے میں زیادہ نفل پڑھتا ہوں۔

یا میں زیادہ روزے رکھتا ہوں۔ یا میں نے حج زیادہ کر لئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک حج کیا تھا میں نے اتنے حج کر لئے ہیں لہٰذا میرے حج زیادہ ہو گئے ہیں۔ نہیں!

محبوب علیہ السلام کا ایک حج بھی کروڑوں حجوں پر بھاری ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد مقام بخشا ہے۔

(۳) وہ انداز جسکے جواب میں کمی کا احتمال ہو وہ جائز نہیں

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ

سرکار علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آ گیا۔

فَقَالَ کَیْفَ تَصُوْمُ

اُس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ رمضان کے علاوہ روزانہ رکھتے ہو یا ایک دن چھوڑ کے رکھتے ہو۔ کتنے مہینے میں رکھتے ہو۔ یہ سوال تھا کہ آپ کے روزے کی کیفیت کیا ہے۔

فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ قَوْلِہٖ

سرکار علیہ السلام کو اُس کے اس قول سے غصہ آ گیا۔ کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟ شانِ رسالت کی یکتائی کا معاملہ آپ سے صحابی پوچھ بیٹھے۔

کَیْفَ تَصُوْمُ

Marfat.com

آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں۔

تو آپ غصے میں آ گئے۔ کتنا غصہ سرکار کو آ گیا۔

فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ غَضَبَهُ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکار کا غصہ دیکھا تو کہنے لگے۔

رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب ثلاثہ ایام من کل شھر ج ۱/ص ۳۶۷۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے رہے کہ اے محبوب ہم اللہ کو رب مانتے ہیں۔

اسلام کو دین مانتے ہیں آپ کو نبی (غیب دان) مانتے ہیں۔ یہ غصہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور آپ کے غضب سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے غصے کے اسباب کیا ہیں۔

اب دیکھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائیں تو ہر وقت آپ کی طرف سے ابر کرم برستا رہے اور غلاموں کیلئے دامان رحمت کھول کے رکھیں۔

مگر اس موقع پر سائل نے صرف اتنا پوچھا ہے کہ

كَيْفَ تَصُومُ

اے محبوب آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں۔

تو محبوب علیہ السلام کو غصہ آ گیا اسکا سبب کیا تھا۔

شان رسالت کی یکتائی دیکھیے۔ سبب یہ تھا کہ تم نے سوال غلط کیا۔

تمہیں سوال کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو، كَيْفَ تَصُومُ ؟

Marfat.com

تم یہ پوچھو کَیْفَ اَصُوْمُ؟

مجھ سے نہ پوچھو کہ اے محبوب تم روزہ کیسے رکھتے ہو۔

اے پوچھنے والے یہ پوچھو کہ میں روزہ کیسے رکھوں۔

"کَیْفَ تَصُوْمُ" تم نے کیوں کہا میرا معاملہ اور ہے تمہارا معاملہ اور ہے میرا روزہ رکھنے کا جو انداز ہے اُس کے پیچھے اور اسباب ہیں۔ اُس کے پیچھے تقاضے اور ہیں۔ تم اپنی حیثیت کے مطابق پوچھو۔ تم اپنے بارے میں پوچھو۔

تم نے میرے بارے میں سوال کیوں کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کے بارے میں امام نووی لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ سَبَبُ غَضَبِهٖ ﷺ اَنَّهٗ كَرِهَ مَسْئَلَتَهٗ لِاَنَّهٗ يَحْتَاجُ اِلَى اَنْ يُّجِيْبَهٗ وَيَخْشٰى مِنْ جَوَابِهٖ مَفْسَدَةً وَهِيَ اَنَّهٗ رُبَّمَا اعْتَقَدَ السَّائِلُ وُجُوْبَهٗ اَوِ اسْتَقَلَّهٗ اَوِ اقْتَصَرَ عَلَيْهِ وَكَانَ يَقْتَضِيْ حَالُهٗ اَكْثَرَ مِنْهُ وَاِنَّمَا اقْتَصَرَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ لِشُغْلِهٖ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ وَحُقُوْقِهِمْ وَ حُقُوْقِ اَزْوَاجِهٖ وَاَضْيَافِهٖ وَالْوَافِدِيْنَ اِلَيْهِ وَلِئَلَّا يَقْتَدِيَ بِهٖ كُلُّ اَحَدٍ فَيُؤَدِّيْ اِلَى الضَّرَرِ فِيْ حَقِّ بَعْضِهِمْ وَكَانَ حَقُّ السَّائِلِ اَنْ يَّقُوْلَ كَمْ اَصُوْمُ اَوْ كَيْفَ اَصُوْمُ فَيَخُصُّ السُّؤَالَ بِنَفْسِهٖ لِيُجِيْبَهٗ بِمَا يَقْتَضِيْهِ حَالُهٗ كَمَا اَجَابَ غَيْرَهٗ بِمُقْتَضٰى اَحْوَالِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(مسلم شریف، ج۱/ص۳۶۷)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے ناراض ہوئے آپ ﷺ اس کے جواب میں جب بتائیں گے کہ میں روزہ ایسے رکھتا ہوں تو اس کے اندر ہو سکتا ہے پوچھنے والا ان روزوں کو تھوڑا سمجھے۔ ہو سکتا ہے پوچھنے والا اُن روزوں کو اپنے اوپر واجب سمجھ لے۔

Marfat.com

ہو سکتا ہے پوچھنے والے کا کہیں اور خیال چلا جائے اُس کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے رکھے تو کیوں تھوڑے رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ رکھے تو کیوں زیادہ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا کے رکھے تو کیوں؟

اس کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے معاملات ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے نرمی بھی پیدا کرنی ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے ابر کرم بھی بننا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ لوگوں کی مشکلیں حل بھی کرنی ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ لوگوں کی مدد بھی کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری چیزوں کو دیکھ کر گھر کا کام امت کی مشکل کشائی مہمانوں اور وفود کو ٹائم دینا اور پھر امت کیلئے احکام کی نرمی ان سب کو پیش نظر رکھ کے روزے رکھنا ہے۔ اُس کے پیچھے حکمت ہوتی ہے۔ عام سننے والا فوراً اُس تک نہیں پہنچ سکے گا۔ جس وقت امتی کمی کا سوچے گا تو گمراہ ہو جائے گا۔ جس وقت اُس کو یہ خیال آئے گا کہ آپ نے نفلی روزے تھوڑے رکھے ہیں۔ پھر اُس کا ایمان خطرے میں ہوگا۔ لہٰذا تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ تم کیسے روزہ رکھتے ہو بلکہ پوچھنے والا یہ پوچھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسے روزے رکھوں۔

آپ کی ذات کے بارے میں کوئی سوال نہ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا معاملہ اتنا حساس ہے کہ کوئی سیرت نگار اُس پر تبصرہ نہ کرے حکمت کے پیش نظر کوئی عمل تھوڑا کیا گیا تو کوئی یہ نہ کہے ہمارے نبی علیہ السلام نے یہ نیکی تھوڑی کی ہے۔ جس کی وجہ سے ایمان زائل ہو سکتا ہے۔

تو شان رسالت کی یکتائی کے لحاظ سے ہر مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ بولتے وقت ہمیشہ اس بات پر اپنا یقین رکھے کہ ہمارے نبی علیہ السلام میں کمال ہی کمال ہے۔

Marfat.com

عروج ہی عروج ہے۔ شان ہی شان ہے۔ عظمت ہی عظمت ہے۔
خواہ کوئی لفظ ایسا ہی سامنے آجائے کہ جس میں کمی کا وہم پڑتا ہو۔ مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کمی کا نہیں سوچے گا بلکہ جب بھی سوچے گا اپنے پیغمبر ﷺ کی برتری کا سوچے گا۔

(۴) رسول اکرم ﷺ کی غلامی کو سند نجات ماننا:۔

سرکار کی غلامی کو سند نجات مانتا ہو تو پھر شان رسالت کے بارے میں یقین محکم رہے گا اگر نبی علیہ السلام کی غلامی کو سند نجات نہیں مانتا تو شان رسالت کے بارے میں یقین ڈھیلا ہو جائے گا۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھیے۔
کہ یہ سند نجات عقیدے کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ عمل کے معاملے کی ضرور پوچھ ہو گی عمل میں جہاں کوتاہی ہو گی اُس کو سزا ضرور ہو گی بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔
لیکن کسی شخص کو اس سلسلے میں شک رہتا ہو۔ کہ نبی علیہ السلام کا کلمہ تو میں نے پڑھا ہے پتہ نہیں یہ کلمہ فائدہ دیتا ہے یا نہیں۔ پتہ نہیں سرکار کی غلامی فائدہ دیتی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا اُس کا یقین ہے۔ تو وہ کوئی یقین نہیں ہے۔ اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی نہ ہی اُس کا کوئی فائدہ ہو گا۔

یہ مومن کے ایمان کیلئے شرط اوّل ہے کہ اُس کو یہ پکا یقین ہونا چاہیے کہ جب سرکار کا کلمہ میں نے پڑھ لیا ہے تو عقیدے اور ایمان کے لحاظ سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی لیکن باقی رہا عمل کا معاملہ تو میں کوشش کرتا رہوں گا۔ تاکہ مکمل عمل ہو جائے اور ڈاریکٹ اُس کو جنت نصیب ہو جائے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ

رسول اکرم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اُس کا امیر ایک انصاری صحابی کو بنا دیا۔

وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْمَعُوْا لَهٗ وَيُطِيْعُوْا

آپ نے اُن کو حکم دیا کہ تم نے اپنے امیر کی بات ماننی ہے اور اُس پر عمل کرنا ہے۔

جس وقت لشکر پہنچ گیا۔

فَاَغْضَبُوْهُ فِيْ شَيْءٍ

اُس امیر کے سپاہیوں سے کوئی حرکت ایسی ہو گئی جس نے امیر کو غصہ دلا دیا۔

اُس نے کہا۔

اَجْمِعُوْا لِيْ حَطَبًا

تم سارے میرے لئے لکڑیاں اکٹھی کرو۔

تو جس وقت لکڑیاں اکٹھی ہو گئیں تو اس امیر نے کہا۔

اَوْقِدُوْا نَارًا

اب آگ جلا دو۔ لکڑیوں کو آگ لگا دو۔

فَاَوْقَدُوْا

انھوں نے آگ لگا دی۔

جس وقت بہت سی لکڑیوں میں آگ بھڑکنے لگی۔

اب امیر لشکر سارے صحابہ کرام کو جمع کر کے خطاب کرنے لگے۔

اَلَا يَامُرُكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَسْمَعُوْا لِيْ وَتُطِيْعُوْا؟

کیا تمہیں سرکار نے حکم نہیں دیا تھا کہ تم نے میری بات کو سن کر اس پر عمل کرنا ہے۔

Marfat.com

سب نے کہا ہمیں سرکار نے حکم دیا تھا۔ کہ تم نے امیر کے کہے پہ عمل کرنا ہے۔
پھر انصاری صحابی نے کہا:
فَادْ خلُوْهَا
میرا حکم ہے اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔
اب عجیب معاملہ تھا۔ سارے صحابہ سمجھ دار ہیں۔ آگ جل رہی ہے اور اطاعت امیر کا عجیب موقع آ گیا ہے۔ امیر کہنے لگے نبی علیہ السلام نے خود کہا تھا کہ تم نے میری بات ماننی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔
ایک طرف ظاہری حکم تھا اور دوسری طرف ایک باطنی عقیدہ تھا۔
جس وقت امتحان ہوا تو
فَنظَرَ بَعْضهُمْ اِلٰی بَعْضٍ
وہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔
کہ ہمارے امیر ہمیں کیسا حکم دے رہے ہیں۔ ہم خودکشی کریں آگ میں کود جائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
جس وقت انھوں نے بار بار اپنے امیر کا یہ حکم سنا (فاد خلو ھا) کہ آگ میں داخل ہو جاؤ تو صحابہ کرام نے ایک ہی جواب دیا۔ وہ کہنے لگے۔
اِنَّمَا فَرِرْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ النَّارِ
اس آگ سے بچنے کیلئے تو ہم نے نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھا تھا اور اگر سرکار کا کلمہ پڑھ کے ہم نے آگ میں ہی جانا ہے۔ تو ہمارے کلمہ کا فائدہ کیا ہوگا۔
اب یہ اُن کے دل نے گواہی دی۔ کہ ٹھیک ہے کہ آپ نے جو ہمیں حکم دیا تھا اُن کا

Marfat.com

مطلب اور ہے۔ یہ نہیں ہے کہ امیر کے کہنے پر ہم خودکشی کر جائیں۔

اب امیر کو سمجھانے کیلئے جو انہوں نے جملہ بولا۔

وہ شان رسالت کی یکتائی کا ایک باب ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے جو سرکار کا کلمہ پڑھا تو ہم کلمہ پڑھ کے آگ سے بچ گئے۔ اب ہم کیسے خود آگ میں داخل ہو جائیں اس واسطے تم جو کہتے رہو ہم آگ میں داخل نہیں ہونگے۔

ہمارے پاس ایک قانون ہے۔ ہمارا ایک عقیدہ ہے اور ایک نظریہ ہے۔

اِنَّمَا فَرِرْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنَ النَّارِ

ہم تو دوزخ سے بچنے کیلئے سرکار کے دامن کے نیچے چھپ گئے ہیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سرکار کا دامن دوزخ سے تو بچالے اور دنیا کی آگ میں جلا دے۔

نہیں نہیں!

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ تعلیمات نبوی کا حصہ نہیں ہے۔ اس واسطے جن کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے۔ وہ ذات ایسی ذات ہے جس نے ہمیں آگ سے بچالیا ہے۔

فَکَانُوْا کَذَالِکَ

امیر کہتے رہے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ صحابہ کہتے ہیں۔ ہم آگ میں داخل نہیں ہو سکتے اتنے میں کیا ہوا۔

فَسَکَنَ غَضَبُہٗ

اتنے میں امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔

اُطْفِئَتِ النَّارُ

آگ کو بجھا دیا گیا۔

Marfat.com

لَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا

جس وقت وہ لوٹ کے واپس آئے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا۔

کہ ہمارے امیر نے ہمیں یہ کہا تھا کہ لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلاؤ آگ جلادی تو انھوں نے ہمیں کہا کہ اس میں اب داخل ہو جاؤ۔ پھر ہم نے یہ جملہ بولا کہ ہم نے تو آگ سے بچنے کیلئے نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھا اور سرکار کے دامن رحمت میں آئے ہیں۔ ہم کبھی بھی آگ میں داخل نہیں ہونگے۔

یہ بات سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا:

فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام، ج ۲/ص ۱۰۵۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء ج ۲/ص ۱۲۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

آپ نے فرمایا میرے صحابہ تم نے بہت اچھا کیا اگر اس کے کہنے پر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکل سکتے۔

اور جس طاعت کا میں نے حکم دیا تھا اس کا مطلب معروف کے اندر طاعت ہے۔ گناہ کے اندر طاعت نہیں ہے۔ امیر کی اطاعت ضروری ہے لیکن وہ اطاعت نیکی میں ہے۔ بدی میں اطاعت نہیں ہے۔

یہاں جس چیز کو بیان کرنے کیلئے اس حدیث کو سامنے رکھا گیا وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں یکتائی کا عقیدہ اس قدر پکا ہونا چاہیے جیسے صحابہ کرام کے سامنے بار بار تقاضا ہو رہا تھا اور سرکار سے سنا بھی تھا کہ تم نے اپنے

Marfat.com

امیر کی اطاعت کرنی ہے۔لیکن اس جگہ سوئی بالکل رک چکی تھی اور پکا یقین تھا کہ آپ کو مان کر ہم آگ سے بچ گئے ہیں۔

جس محبوب نے ہمیں جہنم کی آگ سے بچالیا ہے۔اُس کی شریعت کا یہ تقاضا نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم جیتے جاگتے آگ میں داخل ہو جائیں۔

لہٰذا جس وقت اس طرح پختہ یقین بندے کو میسر آتا ہے تو پھر اُسے پتہ چلتا ہے۔کہ سرکار کا کلمہ پڑھنے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنی برکتیں عطا فرمائی ہیں۔

(۵) ہر ادا میں عظمت جاننا:۔

رسول اکرم ﷺ کی ہر ادا میں عظمت جاننا یہ شان رسالت کی یکتائی ہے۔اس سلسلہ میں قابل توجہ یہ ہے کہ آپ نے وضو فرمایا۔آپ نے تین، تین بار بھی وضو فرمایا اور ایک ایک بار بھی اعضا کو دھویا۔

ایک ہے تین بار اعضاء کو دھونا اور ایک ہے کہ صرف ایک ایک بار اعضاء کو دھونا ان دونوں کو سامنے رکھتے ہوئے جس وقت ہم دیکھیں گے۔تو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں امتی کا یقین کیا ہونا چاہیے۔

امام طحاوی نے اسکی بڑی اعلیٰ وضاحت کی ہے۔

اس پر کوئی نام نہاد تبصرہ کرے تو وہ اس طرح کرے گا کہ ایک بار تو کامل وضو کر لیا۔ دوسری بار ناقص وضو کر لیا۔

اس میں حکمت کوئی نہیں ویسے ایک بار دھو لیا ہے۔نہیں نہیں!

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں عظمت ہے۔

اور ہر انداز میں عظمت ہے۔ اگر اعضاء کو تین بار دھویا ہے تو اُس میں بھی عظمت ہے اگر ایک بار دھویا ہے تو اس میں بھی عظمت ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں۔

قَدْیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْفَعَلَ شَیْأً وَغَیْرُہٗ اَفْضَلُ مِنْہُ عَلَی التَّوْسِعَۃِ مِنْہُ عَلٰی اُمَّتِہٖ کَمَا تَوَضَّاءَ مَرَّۃً مَرَّۃً وَکَانَ وُضُوْءُہٗ ثَلٰثًا اَفْضَلَ مِنْ ذَالِکَ

(شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ھو، ج ۱/ص ۱۳۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فعل کریں حالانکہ افضل دوسرا فعل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو (بظاہر) غیر افضل کیا اسمیں کمال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اپنی طرف سے اپنی امت کو سہولت دینے کے لیے کیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ایک ایک مرتبہ اعضاء دھوئے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعضاء کو تین بار دھونا اس سے افضل تھا۔

جب تین بار اعضاء کو دھویا ہے تو کامل وضو کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ کہ فضیلت کس وضو میں ہے اور عظمت کس وضو کی ہے۔

اور فرمایا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک بار دھویا ہے۔ تو سرکار اس میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو یہ سبق دے رہے تھے کہ اگر جلدی میں یا پانی تھوڑا ہونے کی صورت میں ایک ایک بار بھی اعضاء دھو لو گے تو نماز پھر بھی ہو جائے گی۔

تو دونوں میں ایک نور ہے دونوں میں ایک روشنی ہے۔ اسکو کوئی معاذ اللہ یہ نہ کہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کبھی ایک بار دھو لیتے ہیں۔ کبھی تین بار دھو لیتے ہیں۔ پتہ نہیں

Marfat.com

چلتا کہ سنت ہمارے لئے کیا ہے۔ نہیں نہیں!

کوئی بندہ یہ نہ کہے کہ مشقت کی وجہ سے تین بار نہیں دھویا جاتا ایک بار دھولیتا ہوں۔

نہیں، امت پر شفقت کیلئے، کرم کرنے کیلئے، رحمت کیلئے اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تین بار دھوتے ہیں۔ پھر بھی کمال کرتے ہیں۔ ایک بار دھوتے ہیں پھر بھی کمال کرتے ہیں۔

''شان رسالت کی یکتائی غصہ میں بھی انصاف''

شان رسالت کی یکتائی میں یہ بات پیش نظر رہے کہ لوگوں کا غصہ غصہ ہوتا ہے۔ لیکن میرے محبوب علیہ السلام کے غصے کو عام لوگوں کے غصے کیساتھ تعبیر نہیں کرنا چاہیے اور عام لوگوں کے غصے کے ساتھ تمثیل بیان نہیں کرنی چاہیے۔

عام لوگ غصے میں آکر انصاف کے تقاضوں سے ہٹ بھی سکتے ہیں۔

مگر میرے محبوب علیہ السلام کی یکتائی یہ ہے۔ اگر غصہ نہیں تو پھر بھی انصاف ہے۔ اگر غصہ آگیا تو پھر بھی انصاف ہے۔

اگر کسی شخص نے تنقید کر ڈالی ہے تو نبی علیہ السلام نے اپنی طرف سے بے انصافی نہیں ہونے دی محبوب علیہ السلام نے پھر بھی انصاف کی بلندیوں کو پورا فرمایا ہے۔

تو یکتائی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا صبر دیا ہے مخالف جس طرح کا بھی آجائے جو بھی کہہ جائے۔ محبوب علیہ السلام اپنے موقف سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔

اپنے عدل اور انصاف میں کسی طرح کا فرق لانے والے نہیں۔

چشم فلک نے دیکھا جیسا بھی موقع آیا ہے۔ محبوب علیہ السلام کے غصے نے بھی انصاف کر کے دکھایا ہے۔

Marfat.com

خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو سرکار علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی ہے۔ اُن کا اور ایک منافق کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ حضرت زبیر کا رقبہ انصاری کے رقبہ سے پہلے تھا تو قانون کے مطابق حضرت زبیر سے فرمایا تم پہلے پانی لگاؤ اور پھر پانی چھوڑ دو تا کہ یہ انصاری منافق اپنی زمین کو پانی لگا سکے۔ اس شخص کا نام حدیث مذکور نہیں ہے وہ منافق تھا۔

امام نووی کہتے ہیں اس کو جو انصاری کہا گیا تو مطلب یہ ہے اس کا تعلق قبیلہ انصار سے تھا نہ کہ وہ انصارِ اسلام سے تھا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ

پہلے اپنی کھیتی کو سیراب کر لو اور پھر پڑوسی کی زمین کی طرف پانی کو چھوڑ دو۔

تو وہ منافق چپ نہ رہ سکا۔ کہنے لگا۔

اِنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ

یہ زبیر تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے۔ اس لئے آپ اس کی سائیڈ لے رہے ہو۔

رسول اکرم ﷺ سے جس وقت اُس منافق نے یہ کہا، کہ حضرت زبیر چونکہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ اسواسطے آپ نے ایسا فرمایا ہے۔

تو محبوب علیہ السلام نے جس وقت یہ بات سنی۔

فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ

آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

Marfat.com

ثُمَّ قَالَ اِسْقِ یَازُبَیْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ

پھر دوبارہ سرکار علیہ السلام نے حضرت زبیر کو حکم

دیا۔اے زبیر اپنی زمین کو سیراب کرو پھر پانی روک کے رکھو۔

حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَی الْجُدُرَ

یہاں تک زمین کے اردگرد رکھے پتھر تک پانی چلا جائے۔

ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءِ اِلٰی جَارِكَ

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب فلا وربک لا یؤمنون ج ۲/ص ۶۶۰،قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر پانی اپنے پڑوسی کیلئے چھوڑ دو۔

پہلے حکم یہ تھا کہ اے زبیر تمہاری زمین ایک بار پانی سے بھر جائے تو پھر پانی اس کو دے دو۔اس کے کھیت کو لگ جائے۔

وہ منافق سمجھ رہا تھا کہ معاذ اللہ سرکار نے اپنی پھوپھی کے بیٹے کی حمایت کی ہے۔

تو رسول پاک ﷺ غصے میں آئے مگر غصے کی حالت میں عدل پھر بھی برقرار رہا۔

اور آپ نے فرمایا اب اے زبیر جتنا تمہارا حق ہے وہ تم پورا کرو۔

پانی ایک مرتبہ زمین کو سیراب کرے پھر بھی پانی کو روک کے رکھو یہاں تک کہ پانی زمین میں بھر جائے اور کنارے تک چڑھ جائے۔اُس کے بعد پھر تم پانی اپنے پڑوسی کیلئے چھوڑ دو۔یہ شخص جس نے تنقید کی ہے ہم اس کا حق پھر بھی پورا دیں گے۔

مگر جو اضافہ اسے اپنی طرف سے دیا جا رہا تھا وہ ہم نہیں دیں گے تا کہ اس کو احساس ہو کہ میں وہ نہیں ہوں جو اپنوں کیلئے دین کے قانون تبدیل کر دوں۔

میں وہ نبی ہوں کہ آزمائش کیلئے اُن کا حصہ اوروں کو دلوا سکتا ہوں اور اُن سے پوچھے

Marfat.com

بغیر یہ کرم کرسکتا ہوں۔

اسواسطے سید عالم ﷺ نے یہ دوسرا فیصلہ کیا تو اللہ کی طرف سے آیت کا نزول ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

محبوب مجھے تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک وہ آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

یہاں پر جو شخص ایمان کا دعویدار تھا اُس کے ایمان کی اللہ نے نفی کردی۔

کیونکہ اس نے سرکار کے فیصلہ کو ماننے میں کوتاہی کی ہے۔

یہ رسول پاک ﷺ کے دربار کی یکتائی ہے کہ یہاں فرائض تو فرائض رہے واجبات تو واجبات رہے۔پانی کے معاملے میں بھی کوئی شخص ایسی بات کرے تو اُس کا ایمان بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

ایمان دار تب ہوگا جب سرکار کے فیصلہ کو من وعن پوری طرح تسلیم کرے گا۔

لہٰذا بخاری شریف کے اس مقام نے یہ واضح کردیا کہ سرکار علیہ السلام کا غصہ بھی نیکی کا اتنا بڑا معیار ہے کہ اللہ نے سرکار کے فیصلہ کو ڈی گریڈ نہیں کیا۔کہ سرکار سے اللہ ناراض ہوتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا کہ اب پانی کو روک کے رکھا جائے پھر چھوڑا جائے۔نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کے فیصلہ کی حمایت کرتے ہوئے فرمادیا کہ کوئی بندہ اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک نبی علیہ السلام کی حکومت کو تسلیم نہیں کرلیتا۔

Marfat.com

"آپ کی پسند ہو تو سجدہ عبادت ہے"

سید عالم ﷺ کی شان کی یکتائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ عبادت ہے۔ سجدہ ویسے عبادت نہیں بنتا۔ لیکن کس وقت عبادت بنتا ہے؟ جس وقت سجدے کو نبی علیہ السلام پسند فرماتے ہوں۔

اس سلسلے میں نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنے پر حضرت عمر لوگوں کو مارا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ یعنی سارے صحابہ اس بات پر متفق رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل صحیح مارتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا تھی۔

عَنْ طَاوُسٍ اَنَّہٗ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَنَھَاہُ

(شرح معانی الآثار کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ بعد العصر، ج ۱/ص ۲۱۴)

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں منع کیا۔

حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا معاملہ کیا ہے۔ طاؤس کا خیال تھا کہ اللہ کو سجدہ کرنا ہے اس میں اتنی سختی کیوں کی جا رہی ہے۔

سجدہ رب کو کرنا ہے۔ نماز رب کی ادا کرنی ہے۔ لیکن اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارتے بھی ہیں۔ کہ تم نے کیوں نفل پڑھے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے لوگو سنو عبادت اس طرح نہیں بنتی کہ سر ایک خاص ہیئت میں زمین پر رکھ دیا جائے۔ تو اس کو عبادت کہا جائے۔

Marfat.com

عبادت تب عبادت بنتی ہے جب اُس سر کے سجدے میں رکھنے کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پسند بھی فرمائیں اگر نبی علیہ السلام پسند کر لیں تو پھر عبادت ہے۔ اگر اُس کو رسول پاک ﷺ پسند نہ کریں تو وہ عبادت نہیں ہے۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت طاؤس کو یہ جواب دیا۔ فرمانے لگے۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

(شرح معانی الآثار ا/۲۱۴)

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو یہ اپنی طرف سے بھی اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رکھیں۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ اس وقت نفل پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ تو اب ایسی صورت بنانا جو سجدے کی ہے جو رکوع کی ہے۔ جو قیام کی ہے۔ اس کو رب بھی پسند نہیں فرمائے گا۔

اس لیے یہ عبادت جس کو ہم عبادت کہتے ہیں۔ سجدہ سجدہ تب بنتا ہے کہ اس پر مہر نبی علیہ السلام کی پسند کی ہے۔ سرکار نے سجدہ کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ یوں کرو گے تو رب راضی ہوگا۔

اور جب عصر کے بعد نبی علیہ السلام نے سجدہ کرنا ناپسند کیا تو پھر وہ سجدہ عبادت نہیں بنے گا۔ اُس کی حیثیت کوئی نہیں ہوگی۔ اس سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام نے اس معیار کو پیش نظر رکھا۔ نبی اکرم ﷺ کی جو چاہت ہے اُس چاہت کے مطابق اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔ اور اُس کی چاہت کے مطابق اللہ کی ریاضت پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔

یہ موضوع اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک اہم موضوع ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۲)

محبوب مجھے تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں گمراہ پھرتے ہیں۔

آپ کی مکمل عمر کی قسم اُٹھا کر آپ کی شان کی یکتائی کو واضح کر دیا۔

عمر صرف اعلان نبوت کے بعد کے حصے کو نہیں کہا جاتا۔ عمر مکمل ولادت سے لیکر وصال تک پیاری کی ساری عمر ہے اور ساری عمر کی قسم رب نے اُٹھائی ہے۔

اور قسم اُس چیز کی اُٹھائی جاتی ہے۔ جو اعلیٰ ہو، اشرف ہو، ارفع ہو اور انور ہو تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب علیہ السلام کی پوری عمر کی قسم اُٹھا کر واضح کیا کہ اس عمر کے ہر منٹ کے اندر اللہ نے ایسی عظمتیں رکھیں ہیں۔ لہٰذا یہ عمر اس لائق ہے کہ اس کی قسم اُٹھائی جائے اور اس عمر کی عظمتیں لوگوں کو بتائی جائیں۔

جس وقت کچھ ازواج مطہرات نے چند سہولتوں کا تقاضا کیا تھا۔ تو نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا

(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۲۸)

اے محبوب تم اپنی ازواج سے فرما دو کہ اے ازواج اگر تم دنیا کی زندگی کا اور اسکی زینت کا ارادہ کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اگر تم اللہ ورسول کا ارادہ کرتی ہو اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہو۔

Marfat.com

فَإِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ اَجْرًا عَظِيمًا

(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۲۹)

تو اللہ نے تم میں سے محسنات کیلئے اجر عظیم کو تیار کر رکھا ہے۔

اب دیکھو یہ معاملہ رسول اکرم ﷺ کی اپنی ذات کا ہے۔

کہ آپ کسی کو زوجہ رکھیں یا نہ رکھیں اور تقسیم کیسے کی آپ نے فرمایا اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ارادہ کرتی اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہنا ہے اور تمہیں اجر عظیم دیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ

سید عالم ﷺ کے شادی جیسے جو معاملات ہیں وہ کتنے پاکیزہ اور کتنے مقدس اور کتنے اعلیٰ ہیں کہ جس وقت آپکی ازواج آپ کی طرف میلان کرنے والی ہیں اور سرکار کو دنیا پر ترجیح دینے والی ہیں۔ تو قرآن کہتا ہے کہ تمہیں صرف سرکار ہی نہیں ملے بلکہ اس فیصلے سے تمہیں اللہ تعالیٰ بھی مل گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب تمہیں میسر ہو گیا ہے۔ جس کی ذات کا معاملہ اتنا عظیم اُن کی عبادات کے معاملات کتنے اونچے ہونگے۔ ایسے ہی کوئی شخص سرکار پہ تنقید کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی اذیت دے نہیں سکتا۔ چونکہ اللہ اس سے پاک ہے کہ اُسے کوئی نقصان دے سکے۔ اللہ اس سے پاک ہے کہ اللہ اُس کا اثر قبول کرے۔

اس کے باوجود بھی اللہ نے لفظ بول دیا کہ وہ لوگ جو اللہ کو اذیت دیتے ہیں۔

مطلب کیا بنا کہ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی اذیت دے نہیں سکتا۔ مگر نبی علیہ السلام کی اذیت کا معاملہ کوئی چھوٹا نہیں ہے۔ جس نے سرکار کو اذیت دی گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دے رہا ہے۔

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے محبوب کے معاملات کو اپنی طرف منسوب کر کے اس دربار کی یکتائی کو واضح کر دیا۔ اس دربار کے آداب کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر بات پیار سے، سکون سے، محبت سے اور عشق سے کی جائے۔ کیونکہ اگر تھوڑی سی یہاں پر بے احتیاطی ہو گئی۔ تو زندگی بھر کا کمایا ہوا رائیگاں ہو جائے گا۔

آج کے ماحول میں اور ہماری سوسائٹی میں توہین رسالت کے دھندے کیے جا رہے ہیں اور جرائم ایسے ہو رہے ہیں کہ روزانہ کوئی نہ کوئی فتنہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس لیے اس گفتگو کو اپنے سامنے رکھا جائے اور اس پیغام کو عام کیا جائے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارک کی عظمتوں کے پیش نظر اور رفعتوں کے پیش نظر اپنی زبان کو مکمل احتیاط کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے سرکار ﷺ کی شان کا بیان ہو۔

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
4

زکوٰۃ کے اسرار و رموز

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورت بقرہ آیت نمبر:۴۳)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکرودانش اصحاب مودّت ومحبت معزز ومحتشم حضرات وخواتین اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیراہتمام فہم دین کورس کے چوتھے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"زکوٰۃ کے اسرارورموز"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال کا بڑا فضل وکرم ہے کہ رمضان المبارک کے عشرہ رحمت میں ہم سب کو اس رحمت بھرے ماحول میں رحمت کی سوغات حاصل کرنے کا موقع میسر آرہا ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات تمام شرکاء کو ایک ایک لفظ سننے پر کروڑوں نیکیاں عطا فرمائے۔

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ زکوٰۃ سے متعلق ہمارا تفصیلی لیکچر ہمارے تیرھویں فہم دین کورس میں ہوچکا ہے اور کتابی شکل میں موجود ہے آج کی گفتگو زکوٰۃ کے اسرارورموز کے حوالے سے ہے۔ وہ کیا حکمتیں ہیں جنکے پیش نظر ہم پر زکوٰۃ دینا لازم کیا گیا اور وہ کونسے اسرار ہیں جنکی وجہ سے زکوٰۃ دینے کا عمل حکمتوں سے معمور اور اسرار سے لبریز ہے۔ ہماری آج کی گفتگو کا رخ اسی طرف ہی رہے گا کہ خالق کائنات کے اس حکم

Marfat.com

کے پیچھے کونسی خوبیاں موجود ہیں۔

جس وقت ایک انسان اپنے خون پسینے کی کمائی سے زکوٰۃ دیتا ہے اسے کیا میسر آتا ہے۔ چونکہ یہ بات قرب قیامت میں سے قرار دی گئی کہ جب زکوٰۃ کو ٹیکس محسوس کیا جائے گا تو یہ امر قرب قیامت میں سے شمار ہوگا اور جس وقت زکوٰۃ کو بوجھ سمجھا جائے اور زکوٰۃ کو معاذ اللہ اپنے مال کی کمی سمجھا جائے یا مال کا خسارہ سمجھا جائے تو اس وقت اسکے اندر جو ایک حلاوت اور مٹھاس ہے اسکا فقدان ہو جاتا ہے۔ آج کی گفتگو ان حکمتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ہے جس کی وجہ سے یہ عبادت مزید پرنور بن جاتی ہے اور واقعی انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ بار بار زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ کے اس حکم کی قرآن وسنت کے گہرے مطالعہ سے چند حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔

زکوٰۃ کے اسرار و رموز اور اُسکی حکمتیں

زکوٰۃ کی مختلف اور متعدد حکمتیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: زکوٰۃ اطاعت ایزدی

انسان نے بحیثیت مومن ربّ ذوالجلال کا کلمہ پڑھا اسکا مطلب یہ تھا کہ اے اللہ جو تیرا حکم ہوگا میں اس پر سر تسلیم خم کروں گا۔

میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی چلے گی اور تیری مرضی کے مطابق میں اپنی زندگی بسر کروں گا۔

سب سے پہلا سبب زکوٰۃ کے ادا کرنے کا یہ ہے کہ ایک انسان جس نے اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ تیرے حکم کے مطابق میں زندگی بسر کروں گا۔ تو زکوۃ دیتے ہوئے وہ اپنے رب کے حکم کی فرمانبرداری کر رہا ہے اطاعت کا ثبوت دے رہا ہے۔ نفس اور شیطان کے حملوں کو دور کرتے ہوئے عملاً اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ میں اپنی خواہش کا بندہ نہیں ہوں بلکہ اپنے رب کے فرمان کا بندہ ہوں۔ میرا رب جو مجھے حکم دیتا ہے۔ اُس کو مکمل کرنے میں اپنی عافیت محسوس کرتا ہوں۔

لہٰذا اطاعت ایزدی کے سبب کی بنیاد پر بندہ مومن اپنے پیارے مال میں سے زکوۃ دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے ربّ ذوالجلال اُس کے مال کو برکتوں سے لبریز کرتا ہے اور اُس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۃ الحج آیت نمبر ۴۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ لوگ جن کو ہم زمین میں کنٹرول دیں، زمین میں اُن کو اختیار دے دیں وہ کیا کرتے ہیں۔

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور وہ زکوۃ دیتے ہیں

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

اور وہ اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

اور ربّ ذوالجلال کیلئے امور کا اہتمام اور انجام ہے۔

اس آیت کریمہ میں اُن لوگوں کی (جن کو مال دیا اولاد دی رزق دیا، صحت دی ہے) شان بیان کرتے ہوئے اور اُن پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطاعت کا حکم عائد ہوتا ہے۔ اُس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حق پرستوں کا وطیرہ بیان کیا۔

حق پرستوں کی شان یہ ہے کہ وہ نماز پنجگانہ میں رب کو نہیں بھولتے۔

وہ اللہ کو سجدہ بھی ضرور کرتے ہیں اور اگر وہ مال کما لیں، تو یقیناً یہ لوگ مال کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔

تو زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرفہرست بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا مومن کا کام ہے اور مومن کا شعار ہے اور یہ وفا کا بھی تقاضا ہے اس واسطے وفا کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے ایک مومن اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بالادستی

زکوٰۃ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی بالادستی کا اعلان ہے۔

حقیقت میں انسان اپنے محبوب کے ساتھ جو محبت کرتا ہے۔ اُسی محبت کے لحاظ سے اُس کی آزمائش ہوتی ہیں۔ اُسی محبت کے لحاظ سے اُس کے امتحانات ہوتے ہیں۔

بندہ مومن نے روزِ ازل اللہ تعالیٰ سے محبت کا عہد کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

قَالُوْا بَلٰى

سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔

Marfat.com

اللہ کی محبت کا عہد روزِ ازل میں کیا۔ دنیا میں ہم جس وقت آ گئے تو اس دنیا کے مختلف تقاضے ہیں۔ محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے مقابلے میں باقی ہر محبت کو سرنگوں کر دیا جائے۔ محبوب کی محبت ہر محبت پہ غالب کر دی جائے اور محبوب کی محبت کا جھنڈا ہر جھنڈے سے اونچا کر دیا جائے۔

اب عملاً جس وقت ایک انسان مال کماتا ہے۔ مال سے بندے کا پیار ہوتا ہے۔ مال سے بندے کی محبت ہوتی ہے۔ تو اب دو محبتوں کا آپس میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک ربِّ ذوالجلال کی محبت ہے اور دوسری مال کی محبت ہے۔

بندہ مومن زکوٰۃ دیکر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ربِّ ذوالجلال کی محبت کے مقابلے میں کوئی محبت نہیں آسکتی۔ اللہ کی محبت کے مقابلے میں کسی محبت کی بات نہیں چلتی۔

اللہ کی محبت کے مقابلے میں مال کی محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

چنانچہ وہ مال جو اس نے محنت سے کمایا۔ مشقت سے اکٹھا کیا جب رب ذوالجلال کی محبت نے یہ چاہا کہ اللہ سے تمہاری محبت سچی تب ہے جب اُس کے مقابلے میں تم دوسری محبت کو ذبح کر دو اور ہر محبت کو قربان کر دو۔ اس نے اپنا پیارا مال اپنے ہاتھوں سے اُٹھا کر محض رب کیلئے جس وقت فقراء کو دے دیا ہے تو بندہ مومن نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ میرے نزدیک جو میرے خدا کی محبت کا مقام ہے وہ کسی اور چیز کی محبت کا مقام نہیں ہے۔

لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی عملاً اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے باقی ساری چیزوں کو قربان کرنے کا نام ہے۔ باقی پیاری چیزوں کو ترک کر دینے کا نام ہے اس بنیاد پر زکوٰۃ ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت مزید بلند و بالا ہوتی ہے اور دنیا کی

Marfat.com

چیزوں کی محبت کو خرچ کرنے سے انسان کو ایک حلاوت اور سرور میسر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورۃ آل عمران آیت ۹۲)

تم اُس وقت تک کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ چیز تم خرچ نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو تو وہ چیز کیا ہے؟ وہ اچھا مال اور اچھے مویشی ہیں۔ وہ سونا چاندی ہے۔ جس سے ایک طبعاً بندے کو پیار ہے۔ بندے کی رغبت ہے۔ لیکن جس وقت اللہ کے حکم پر انہیں چیزوں کو اپنے آپ سے دور کیا تو محبت کے امتحان میں یہ پاس ہو گیا۔ چونکہ کسی محبّ کی محبت کا امتحان اُس سے اُس چیز کو جدا کر کے لیا جاتا ہے۔ تو ایک انسان جس کی طبیعت میں میلان تھا مال کی طرف اور طبیعت میں مال کا پیار تھا۔ جس وقت اُس نے اپنے رب کی رضا کے حصول کیلئے اپنے مال کو اپنے آپ سے دور کرنا برداشت کیا ہے اور یہ اُس نے اپنی چاہت سے کیا ہے۔ تو کامل نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ زکوٰۃ میں انسانی فطرت کا بہت بڑا سبق ہے اور انسان کو قرب الٰہی دینے کیلئے اس مال کا بہت بڑا مقام ہے۔ لہٰذا اس سے بڑا انسان کیلئے مال کا فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے دنیا کا مال خرچ کیا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

(سورۃ توبہ: آیت نمبر 111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کے مال کو اور اُن کی جانوں کو جنت دیکر خرید لیا ہے۔

Marfat.com

اب جنت کتنی قیمتی چیز ہے۔ جو اللہ نے مومن کو دے دی ہے۔ مومن سے مومن کا مال بھی خرید لیا ہے اور مومن کی جان بھی خرید لی ہے۔ یہ مال کا اللہ کی راہ میں وقف کر دینا ہے۔ لہٰذا ہر مومن کو اپنی طرف سے یہ خوشی محسوس کرنی چاہیے کہ اگر اُس میں یہ صلاحیت ہے کہ اللہ کے راستے پر دیتے ہوئے اُسے دکھ نہیں ہوتا۔

اُسے کسی طرح کی کوئی الجھن نہیں ہوتی۔ اُسے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میں وہ ہوں کہ جس نے اپنا مال اللہ کے دربار میں بیچا ہوا ہے اور ربّ ذوالجلال میرے مال کو خریدنے والا ہے۔

کتنی عظیم بات ہے کہ وہ رب جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور پھر وہ اپنے بندے سے مال کو قبول کرے۔ حالانکہ جس وقت اُس نے بندے کو مال دیا تھا۔ تو بندے سے کوئی عوض نہیں لیا تھا۔ اُس نے مفت میں بندے کو مال دے دیا اور جب بندہ اللہ کو دے رہا ہے یعنی فقیر کو دیکر رب کی طرف پہنچا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ مفت نہیں لے رہا۔ بلکہ جنت کی قیمت دے کے مال کو قبول کر رہا ہے تو ایک مومن جو زکوۃ دیتا ہے اور کسی فقیر کے ہاتھ پہ یہ صدقہ و خیرات رکھ رہا ہے۔ اُسے پہلے تو یہ لذت محسوس ہوگی کہ میرا مال عام مال نہیں ہے۔ بڑا خاص مال ہے کیوں کہ جتنا بڑا دربار ہوتا ہے۔ اتنا ہی بڑا سودا ہوتا ہے۔

تو جس انداز میں اللہ کے دربار کی ویلیو ہے ایسے ہی وہاں بکنے والے مال کی بھی ویلیو ہے تو بندہ مومن عام نہیں ہے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مال کو بھی اتنا پسند کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے دربار کا سودا بنا دیا ہے۔ خود اپنی طرف اللہ تعالیٰ نے خریدنے کی نسبت کر دی ہے۔ حالانکہ خریدتا وہ ہے جو محتاج ہوتا ہے۔

Marfat.com

خریدتا وہ ہے جس کے پاس وہ چیز نہیں ہوتی۔ ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے۔
جو چیز جس کے پاس ہے سب اللہ کی ملک ہے اور ربّ ذوالجلال کو کوئی حاجت بھی نہیں ہے۔
لیکن اس کے باوجود اللہ نے خریدنے کا لفظ استعمال کر دیا کہ مومنو تمہارے مال کو میں نے خرید لیا ہے تا کہ پتہ چلے کہ جو زکوٰۃ میں مال دے رہا ہے اُس کا سر فخر سے بلند ہو کہ میں وہ نہیں ہوں کہ لٹ گیا ہوں۔ بلکہ میں تو وہ ہوں کہ جس کے مال کے اعلیٰ ہونے کی وجہ سے میرے مال کو میرے رَبّ نے اپنے دربار میں قبول فرما لیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی محبت کی بالادستی کا جو طریقہ زکوٰۃ میں کارفرما ہے۔
اس کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ نے کہا تھا۔ اے میرے صحابہ تم دین کیلئے مال پیش کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آج تو میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے نکل جاؤں گا۔ اپنے گھر کا آدھا مال اُٹھا کر لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ

عمر گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے۔

تو کہنے لگے

مِثْلَہٗ

جتنا لے کر آیا ہوں اتنا ہی گھر والوں کیلئے چھوڑ کے آیا ہوں۔

پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور گھر کا سارا مال اُٹھا کر لائے رسول اکرم ﷺ نے پوچھا۔

مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ

اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔

Marfat.com

تو کہنے لگے۔

اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

(سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ باب فی الرخصۃ، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر ۲۴۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اپنے گھر والوں کیلئے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے۔

اب یہ دو عمل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین کیلئے گھر کا نصف مال لے آئے اور یہ بہت بڑا کردار ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا مال اُٹھا کر لے آئے۔ جب آپ نے دونوں کا جواب سن لیا تو صحابہ کرام کو اس کا نتیجہ بتایا۔

بَيْنَكُمَا مَابَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا

تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تم دونوں کے جوابات میں فرق ہے۔

ایک کے دل میں اللہ کی محبت اس حد تک رچ بس چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیار میں ہر چیز کو پیش کر دیا ہے اور دوسرے میں بھی کچھ کمی نہیں لیکن پھر بھی فرق دونوں میں اتنا ہے جو دونوں کے جواب میں آ رہا ہے۔

تو اس سے پتہ چلا کہ یہ مال خرچ کرنا حقیقت میں امتحان محبت کو پاس کرنا ہے اور محبت ایزدی کے امتحان میں پہلا نمبر حاصل کرنا ہے۔ تو جس نے سارا مال خرچ کر دیا ہے اُن کو نمبر بھی پہلا ملا ہے۔

اقبال کہتا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بناء عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جسکا چشم جہاں میں ہوا اعتبار

Marfat.com

بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
ہے تجھ سے دیدۂ ماہ و انجم فروغ بھی
ہے ذات تیری باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

۳۔ زکوۃ بخل کا علاج:۔

انسان کے اندر اگر بخل نہ ہو تو اسکی حیثیت نورانی بنتی جاتی ہے اور اگر اُس میں بخل ہے تو پھر اُس کی قسمت میں اندھیرا آجاتا ہے اور دل کے اندر داغ لگتے جاتے ہیں زکوۃ فرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب بندہ ہاتھ سے کچھ نہ کچھ نکالے گا تو اس سے بخل کا علاج ہو جائے گا۔

بخل جسکو موت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے اُس کا علاج جس چیز سے ہو جائے اُس کا حسن تھوڑا نہیں ہے۔ لہٰذا سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ

تین چیزیں حلاک کرنیوالی ہیں۔

پہلی چیز: شُحٌّ مُطَاعٌ

وہ بخل جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ یعنی بخل کی بات مانتے ہوئے بندہ کسی کے ساتھ تعاون نہیں کرتا۔ بخل کی بات مانتے ہوئے زکوۃ ادا نہیں کرتا۔ بخل کی بات مانتے

Marfat.com

ہوئے اپنے پیسے گن گن کے رکھتا ہے اور اُسے نادار کیلئے ظاہر نہیں کرتا۔

دوسری چیز: هَوًى مُتَّبَعٌ

وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے وہ بھی بندے کو ھلاک کر دیتی ہے۔

تیسری چیز: اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ (احیاء علوم الدین ۱/۲۵۴)

(شعب الایمان الحادی عشر فی شعب الایمان باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ ج:۱،ص ۴۷۱، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت، کنز العمال الجزء السادس عشر حدیث نمبر ۴۳۸۶۷، موسسۃ الرسالۃ)

بندہ اگر خود پسند ہو تو یہ بھی ایسا کام ہے جس کی وجہ سے بندہ ھلاک ہو جاتا ہے تو تین مھلکات کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے آقا علیہ السلام نے پہلے نمبر پر جس خطرناک چیز کا بیان کیا وہ بخل ہے اور بخل کی جڑیں جس عمل سے کٹتی ہیں وہ عمل زکوٰۃ کا عمل ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں انسانی زندگی کی بقا زکوٰۃ کی ادائیگی میں ہے اور اللہ کے راستے کے اندر دینے میں ہے۔ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ نہیں ہے تھوڑا مال ہے۔ وہ تھوڑا صدقہ کر دے۔ اس سے بھی بخل کے کانٹے کٹیں گے اور صاحب نصاب انسان جوں جوں زکوٰۃ کی ادائیگی کرتا چلا جائے گا۔ بخل والا مرض دل سے ختم ہوتا چلا جائے گا۔ لہٰذا زکوٰۃ سے صرف نادار کا فائدہ نہیں ہو رہا۔ بلکہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ دینے والے کا کتنا فائدہ ہے کہ وہ بخل کہ جس کی وجہ سے دل کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں دل کا نور اور روحانیت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ وہ مقدس عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر سے یہ بخل والی بیماری مٹتی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کو روحانی صحت عطا فرما دیتا ہے اور زکوٰۃ کے عمل کی وجہ سے بخل کے خاتمہ کے ساتھ انسان کو شرح صدر حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے امور میں بندے کیلئے اور منزلیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ذہن میں رکھیں۔

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ اُن کیلئے اچھا ہے۔

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ

بلکہ یہ اُن کیلئے شر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں کی شکل میں دیا۔ اگر اس کا جی نہیں چاہتا ہے کہ مال کی زکوٰۃ دیکر مال کا حق ادا کیا جائے یا کسی نادار کیساتھ تعاون کیا جائے اس کے دائیں بائیں لوگ بھوک سے بلکتے رہتے ہیں۔ مگر اس کے خزانوں کا دروازہ نہیں کھلتا۔ کونسی چیز خزانے پر تالہ بن گئی ہے تو یہ دل کا بخل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ جس نے بخل کر کے اپنے خزانے کو بند کر کے رکھا ہوا ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے اچھا کیا کہ کرڑووں روپے تھے تو وہ کروڑوں بند رہے اب اُس میں کمی نہیں آئی لاکھوں روپے زکوٰۃ کا حصہ نہیں نکل گیا۔

ایسا کوئی تصور بھی نہ کرے "بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ" یہ اُس کے خزانے کا بند رہنا۔ اُس کے پیسوں کا اُس کے پاس برقرار رہنا۔ یہ اُس کیلئے خیر نہیں ہے۔ بلکہ اُس کیلئے شر ہے۔ یہ فتنہ ہے آزمائش ہے۔

اس سے کیا ہوگا؟

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۸۰)

قیامت کا دن ہوگا تو جس چیز کا انہوں نے بخل کیا ہے یہی گلے میں طوق بنا کے ڈال دیا جائے گا۔

سارا سونا، چاندی مال سب کچھ اُس کے گلے میں ہوگا۔ تو یہ بخل کا طوق ہوگا۔ قیامت کے دن لوہے کی ساری دھاتیں تاپ کے اُس کے سارے جسم پر لگائی جا رہی ہوں گی

Marfat.com

اور مال سانپ کی شکل میں بن چکا ہوگا اور انسان کو ڈس کر کہے گا۔

اَنَا کَنْزُکَ اَنَا مَالُکَ

(السنن الکبری کتاب الزکاۃ باب ماورد من الوعید فیمن کنز مال زکاۃ ج ۵ ص ۶۶ ہ دار الفکر بیروت)

میں تیرا خزانہ ہوں۔ میں تیرا مال ہوں۔

لہٰذا یہ مصیبتیں تب ہیں جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو پیش نظر رکھنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ میں بھلا ہی بھلا ہے۔ انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ بخل جیسے مرض سے انسان ٹھیک ہو جاتا ہے۔

۴۔ زکوٰۃ شکرِ نعمت ہے:۔

ہر نعمت کا ایک شکر ہوتا ہے۔

کچھ نعمتیں بدنی ہیں اور کچھ نعمتیں مالی ہیں۔

بدنی نعمت کا شکر بدن سے کیا جاتا ہے اور مالی نعمت کا شکر مال سے کیا جاتا ہے۔ اللہ نے صحت دی ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں تو یہ اللہ کا شکر ہے۔ روزہ رکھ کے رب کا شکر ادا کیا جا رہا ہے کہ اے اللہ تو نے میرے بدن میں اتنی نعمتیں رکھیں مجھے صحت دی اور تندرستی دی مجھے تو نے پیدا کیا پروان چڑھایا تو یہ بدن کی بندگی کر کے بدن کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

چونکہ مال بھی ایک نعمت ہے مال کی نعمت کا شکر کب ادا ہوتا ہے؟ جب زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔

لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی میں شکرِ خداوندی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ایک تو ضمیر اور وفا کا تقاضا ہے۔ کہ جو رب کھلاتا ہے پلاتا ہے اُس رب

Marfat.com

کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اور اگر بندہ یہ چاہتا ہے کہ جو نعمتیں مجھے میرے رب نے دی ہیں وہ میرے پاس رہیں مجھ سے چھنی نہ جائیں تو ان نعمتوں پر پہرہ کیسے لگ سکتا ہے اور نعمتوں کو محفوظ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (سورۃ ابراہیم آیت ۷)

اگر تم شکر کرو گے تو پھر تمہیں اور عطا فرما دوں گا۔

تو اس سے پتہ کیا چلا کہ شی میں اضافہ تب ہوگا۔ جب پہلی چیز برقرار رکھی جائے اگر پہلی چھین لی جائے تو اضافہ نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ کا قرآن واضح کر رہا ہے کہ اگر کسی کو مال سے پیار ہے تو وہ بھی یہ تقاضا کرے گا کہ اس مال کی زکوٰۃ دی جائے۔

ورنہ مال چھن جائے گا۔ یا اُس کی برکتیں ختم ہو جائیں گی۔ یا اُس میں نحوستیں آ جائیں گی۔

اگر تم شکر ادا کرو گے تو تمہیں اور عطا کر دوں گا۔ تو زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ مال برقرار ہی نہیں رکھتا بلکہ اپنی طرف سے اُس میں برکتوں کا اضافہ بھی فرما دیتا ہے۔

۵۔ غرباء کیساتھ تعاون:۔

جو نادار اور بے سہارا لوگ ہیں اُن کا سہارا بننا اسلام میں ایک بہت بڑا جہاد ہے بہت بڑی نیکی ہے اور اس کو اللہ کے دربار میں بڑا ہی پسند کیا گیا ہے۔ جس شخص نے زکوٰۃ ادا کی اُسکا اپنا فائدہ بھی ہوا اور جس فقیر کو دی اُس کے گھر چولہا جلا اُس کے بچوں کو کھانا ملا اور اُس کے بچوں کو کپڑا مل گیا۔ اُس کی ضرورتیں پوری ہو گئیں تو یہ کام کوئی معمولی کام تو نہیں اتنا بڑا کام ہے کہ

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الستر علی المسلمین جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۴۵۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

جوشخص کسی مومن کی ایک مصیبت کو دور کرے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ تکلیف دور کرنے والے کی قیامت کے دن کی تکلیفیں دور فرمادے گا۔ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے بارے میں آپ جانتے ہیں۔ اُس دن کی دہشت اور وحشت کو بھی آپ جانتے ہیں اور اس دن انسان کیلئے جو پریشانیاں ہیں وہ بھی آپ جانتے ہیں۔ اگر اس دن اپنے طور پر کوئی بندہ یہ چاہے کہ میں پوری دنیا خرچ کردوں میری سختیاں دور ہوجائیں تو قیامت کے دن ایسا اس کیلئے نہیں ہوسکے گا۔ لیکن دنیا کی زندگی میں اس کیلئے کتنے سنہری چانسز ہیں۔ تم نے دنیا میں ایک مفلس اور نادار کی پریشانی زکوٰۃ کی صورت میں مال دینے سے ختم کی تو اللہ اس کے بدلے میں حشر کے دن کی تمہاری پریشانیاں دور فرمادے گا۔

حشر کے دن ہولناکیوں کا دور ہوجانا انسان کیلئے بہت بڑا سہارا ہے۔

لہٰذا یہاں جس وقت غرباء کے ساتھ تعاون کیا جارہا ہے تو بندے کو اس کی وجہ سے اتنا بڑا مقام میسر آئے گا۔ اتنی اُس کیلئے سہولتیں پیدا ہوجائیں گی۔

وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(الترغیب والترھیب ۳/۲۶۲، المعجم الصغیر: ۱۰۲۴)

جوکسی انسان کی مشکل کو حل کرتا ہے اللہ اس کیلئے دنیا میں بھی آسانی پیدا فرمادے گا اور

Marfat.com

آخرت میں بھی آسانی پیدا فرمادے گا۔

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ

جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈال دیا اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اُس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔

ایک سفید پوش انسان کیلئے جب زندگی مشکل ہوگئی ہو تو اسکا بھرم رکھنا اور اسکا پردہ برقرار رکھنا اُس کے ساتھ تعاون کر کے اُس کیلئے زندگی کے اسباب پیدا کر دینا اور اپنے مال سے زکوۃ دیکر اپنے مال میں برکت کا سبب پیدا کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھا تعاون کر دینا تا کہ اُس کی زندگی کے دن اچھے گذرتے رہیں۔

یہ معمولی عمل نہیں ہے۔

ہمارے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں آج تم نے اُسے پیسے دیکر اُس کا بھرم رکھا ہے کل قیامت کے دن رب تمہارا بھرم رکھے گا۔ میدان محشر میں جب لوگوں کے پردے ہٹ رہے ہونگے اور انکی ذلتیں سامنے آرہی ہونگی جس شخص نے دنیا میں کسی شخص کو ذلیل ہونے سے بچالیا۔ ہمارے آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ایسے شخص کو اللہ میدان محشر میں ذلیل نہیں ہونے دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سب کے سامنے عزت کی چادر عطا فرمادے گا۔

وَاللّٰہُ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِی عَوْنِ اَخِیْہِ

اللہ بندے کی مدد میں ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔

یہ اُس کے ساتھ مدد کرنے میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا رخ اسکی طرف کر دیا۔ اس کے کام خود بخود ہوتے گئے۔ اس کے وارے نیارے ہو گئے اور ربّ ذوالجلال کی طرف سے اس کے وارے نیارے ہونگے۔

Marfat.com

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن ج۲،ص ۳۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ شخص جو کسی راستے پہ چل کے علم حاصل کرتا ہے اُس پر چلنے کی وجہ سے اللہ اُس کیلئے جنت کے راستے آسان کر دیتا ہے۔

آپ گھر سے یہاں چل کے آئے تو اس کے عوض میں اللہ نے آپ کیلئے جنت کے راستوں کو آسان کر دیا ہے۔

دنیا میں طلب علم کیلئے اور دین کی سمجھ کیلئے اگر اتنا سفر کیا ہے تو اللہ اس کے بدلے پل صراط کا سفر آسان فرمادے گا۔

اللہ تعالیٰ اُس بندے کیلئے حشر میں کتنی بڑی آسانی پیدا فرمادے گا۔

قرآن مجید میں ہے۔

كَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (سورۃ الحشر آیت نمبر ۷)

یہ اس لئے حکم دیا گیا کہ غنی مال کو خرچ کریں اور فقراء تک پہنچائیں۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت صرف اغنیاء تک محدود نہ رہ جائے۔ یہ آگے بھی بڑھے فقراء تک بھی جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ تو اس کے اندر فقراء کی خدمت بھی ہے اور فقراء کا بھلا بھی ہے، بے سہارے کا آسرا بھی ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اِعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ

Marfat.com

جو اپنے بھائی کی حاجت کیلئے چلتا ہے اُس کی حاجت کو پورا کرنے کیلئے متوجہ ہوتا ہے تو اُس کو دس سال کے اعتکاف سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

دس سالہ اعتکاف ایک طرف اور اپنے بھائی کیلئے ایک گھنٹہ نکالنا ایک طرف اُس کے دکھ درد میں شریک ہونے سے اس کو دس سال کے اعتکاف کا ثواب مل جائے گا۔

ایک طرف فرض کی ادائیگی کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ بخل ختم ہو رہا ہے اور انسان کے دل میں نور پیدا ہو رہا ہے۔ جس کے ساتھ اس نے تعاون کیا وہ بھی کوئی معمولی تعاون نہیں ہے اتنا بڑا تعاون ہے کہ گویا اُس نے دس سال کا اعتکاف کیا ہے۔

مَنِ اعْتَکَفَ یَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ

(الترغیب والترھیب باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین ج ۳، ص ۲۶۳ وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، شعب الایمان فصل الرابع والعشرون من شعب الایمان، ج:۳ ص ۴۲۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جو ایک دن کیلئے اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا ہے اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا فاصلہ یہاں زمین و آسمان کے درمیان ہے اس کی مقدار تین مرتبہ اللہ اُس بندے کو جہنم سے دور کر دیتا ہے جس نے اپنے مومن بھائی کیلئے تعاون کیا ہے۔ تو یہ وہ اسرار و رموز ہیں جن کی وجہ سے زکوۃ کو حسن ملا ہے۔ اور یہ باتیں جس وقت انسان سامنے رکھتا ہے تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ مجھ پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ بلکہ میں جو کچھ دے رہا ہوں وہ اللہ کی توفیق سے اور اپنی مرضی سے خوش ہو کر دے رہا ہوں۔ اس انداز میں جو زکوۃ دیتا ہے اس کا دل بھی ستھرا ہو جاتا ہے۔ اس کا مال بھی ستھرا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۶:۔ دل کی تطہیر:

دل اللہ تعالیٰ کے جمال کا مرکز ہے انسانی دل انسان کے پاس سب سے قیمتی چیز ہے۔ اگر یہ دل آلودہ ہو جائے تو انسان کو بہت بڑا خسارہ ہے اگر دل ہر آلودگی سے پاک ہے تو پھر انسان کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔

دل کی پاکی کس چیز میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

میرے محبوب ان کے مال سے صدقہ وصول کیجئے۔

تو جوں جوں آپ ان سے مال لیں گے توں توں ان کے دلوں کو ستھرا کریں گے۔ مال لیتے جاؤ گے دل ستھرے ہوتے جائیں گے۔

دلوں سے آلودگی نکلے گی دلوں سے گندے خیالات نکل جائیں گے۔

مال کی محبت نکل جائے گی جو معاذ اللہ اللہ کی محبت کی اپوزیشن بن سکتی ہے۔ جو انسان کو راہ حق سے بھٹکا سکتی ہے۔

اے محبوب جب تم ان سے مال حاصل کرو گے اس کے ساتھ تزکیہ ہو جائے گا۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

محبوب ان سے مال بھی لو اور ان کو دعا بھی دیا کرو۔

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳)

یقیناً آپ کی دعا ان کیلئے باعث سکون ہوتی ہے۔

Marfat.com

تو جن لوگوں سے آپ مال وصول کرتے تھے۔ وہ زکوٰۃ کا ہو یا صدقہ کا تو ان کیلئے بھی سرکار کی دعا ہوتی تھی اور قیامت تک آپ کی طرف سے نائب بن کر جو زکوٰۃ کو وصول کرتا ہے۔ تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ گنبدِ خضریٰ کے مکین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں یقیناً اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

لہٰذا اس کے اندر یہ روحانیت اور معنویت ہے کہ درمیان سے صدیوں کا فاصلہ مٹ جائے گا اور ایک انسان تھوڑا سا مال دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی قیمتی دعاؤں کا مستحق بن جائے گا۔

۷:۔ مال میں برکت

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں برکت آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ نے سود کو مٹا دیا۔

مٹانے کا مطلب کیا ہے کہ بظاہر تم جتنا بھی دیکھ لو کہ وہ لاکھ کا دس لاکھ ہو گیا یا دس کروڑ ہو گیا اللہ فرماتا ہے میں نے اس کو مٹا دیا۔ یہ لاکھ دس لاکھ نہیں ہوا بلکہ لاکھ لاکھ بھی نہیں رہا۔ سود کی نحوست آ گئی ہے۔ اس سود کی وجہ سے پیسے کی حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ یہ بے برکتا ہے۔ یہ بیماریوں میں چلا جائے گا۔ آفت بن جائے گا۔ فتنہ بن جائے گا اور بندے کیلئے مصیبت بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس چیز کو میں مٹاؤں اُسے بڑھا کون سکتا ہے۔

Marfat.com

سود کو میں نے مٹا دیا ہے۔

وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ

اور صدقوں کی خود تربیت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صدقوں میں نشو ونما کرتا ہوں اور صدقہ کو بڑھاتا ہوں۔

اُس میں کس انداز میں اضافہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

اُن لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں یوں سمجھو جیسے ایک دانہ ہوتا ہے۔

اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

تم نے ایک دانہ کاشت کیا اُس سے سات بالیاں نکل آئیں سات خوشے بن گئے۔

فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ

اور ہر خوشے کے اندر اللہ تعالیٰ نے سو دانہ پیدا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری آنکھوں کے سامنے ایک دانہ سات سو دانوں میں تبدیل ہو گیا ہے۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۱)

اللہ تعالیٰ جسے کیلئے چاہتا ہے اُس کو کئی گنا بنا دیتا ہے۔

لہٰذا یہ انداز ہے کہ جس وقت اللہ کے حکم پر مال کی زکوٰۃ دی جاتی ہے۔

تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔

جو مال جدا کر کے فقیر کو دیا وہ بھی پروان چڑھے گا جو پیچھے رہ گیا وہ بھی پروان چڑھے گا

Marfat.com

اور دینے والے کے حال میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق جوں جوں وہ مال کی زکوٰۃ ادا کرتا چلا جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ اُس کے مال کو مزید نشو و نما عطا فرمائے گا۔

اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

مَامِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ

روزانہ جب صبح کا وقت ہوتا ہے تو دو فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں۔

باقی ہر روز ہزاروں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مگر دو فرشتے بطور خاص ایک کام کیلئے روزانہ اترتے ہیں۔

فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا

ایک فرشتہ کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا

اللہ جو تیری راہ میں خرچ کرتا ہے جتنا اُس نے خرچ کیا اُس کی جگہ اس کو اور عطا فرمادے جتنی بوریاں اُس کی خالی ہوتی ہیں یا اللہ وہ بھر دے۔

جس جگہ سے اُس نے پیسے اُٹھا کر دیئے ہیں یا اللہ اُس کو اور پیسے عطا فرمادے یہ فرشتہ دعا مانگ رہا ہے۔ پوری روئے زمین پر جن لوگوں نے دینے کا کام شروع کر رکھا ہے تو اس جگہ جو جگہ دینے سے خالی ہوئی تھی اس کو بھرنے کا عمل فرشتے کروا رہے ہیں اللہ کے دربار میں مسلسل یہ دعا کر رہے ہیں اے اللہ جس کے ہاں دینے سے کمی ہوئی ہے۔ وہ کمی نہیں ہونی چاہیے۔ اُس کی وہ جگہ پیسوں سے بھر جانی چاہیے۔

يَقُوْلُ الْاٰخَرُ

Marfat.com

دوسرا فرشتہ کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا

(صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب فامامن اعطی واتقی ج:۱،ص۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے اللہ جس نے مال روکا ہوا ہے اور وہ فقیروں کو نہیں دیتا وہ حاجت مندوں کو نہیں دیتا یا اللہ اُس کے مال کو تلف کر دے۔ اب دونوں طرح کی طاقتیں موجود ہیں۔

اور دونوں طرح کے فرشتے دعا مانگ رہے ہیں۔ کتنا اچھا ہوگا کہ انسان فرشتوں کی دعائے نفع کا مستحق ہو جائے۔ نہ کہ دعائے نقصان کا مستحق بنے۔

لہٰذا برکت اسی میں ہوگی فائدہ اسی میں ہوگا کہ جس وقت انسان اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کیلئے خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس میں کمی نہیں آنے دے گا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں میں سے حظ وافر اُس کو عطا فرما دے گا۔

۸:۔ راہِ حق میں جان دینے کی تیاری

تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا عمل ایک ریہرسل ہے راہ حق میں شھادت کی تیاری ہے۔

جو رب کے نام پر مال نہ دے سکے وہ جان کیا دے سکے گا۔

تو یہ سالانہ زکوٰۃ ادا کرنے سے جان دینے کی طرف رہنمائی ہے۔

انسان کو مال بھی پیارا ہوتا ہے۔ جان بھی پیاری ہوتی ہے اور ادھر رب سے بھی پیار ہے اور محبتوں کا جب مقابلہ ہو جائے تو پھر رب کی محبت کو ترجیح دینی ہے اور پھر پکا محبّ ہوتا ہی وہ ہے۔ جو اپنے محبوب کی محبت کے سامنے اور کسی کی محبت جائز ہی نہ سمجھے۔

Marfat.com

جب محبت میری میرے رب سے ہے اب اس کے مقابلے میں محبت مال کی بھی ہے اس کے مقابلے میں محبت جان کی بھی ہے۔ جس وقت انسان نے مال اللہ کے رستے میں دیا تو ثابت کر دیا کہ اللہ کی محبت کے بدلے میں مال کی کوئی محبت نہیں ہے۔

یہ محبت جس وقت بار بار ذبح ہوگی تو اس سے بالآخر اس کے اندر یہ حوصلہ پیدا ہوگا کہ جس محبوب کیلئے مال قربان کیا جا سکتا ہے اُس کیلئے جان بھی قربان کی جا سکتی ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ انداز رکھا ہے کہ تدریجاً بندے کو تربیت دی جاتی ہے اور تدریجاً اس کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔

مشکل سبق پہلے نہیں دیا جاتا پہلے آسان سبق دیا جاتا ہے پھر وہ آسان سبق آہستہ آہستہ مشکل کے قابل بنا دیتا ہے۔

مال قربان کرنا آسان ہے جان قربان کرنا مشکل ہے تو اسلام نے زکوۃ رکھی تاکہ مال کی قربانی کا بندہ عادی بن جائے۔ جب مال کی قربانی کا بندہ عادی بن جائے گا۔ تو پھر اُس کو یہ باور کرانا آسان ہوگا کہ اللہ ہی وہ محبوب ہے اُس سے پیار اپنی جان سے بھی زیادہ کرنا چاہیے۔

تو پھر جب کبھی اسلام کو ضرورت پڑے گی تو یہ بندہ اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کے اللہ کے دربار میں نکلے گا اور یہ کہے گا۔

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
کہ تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

تو کتنا خوش نصیب ہے کہ تیری جان کو رب قبول کر رہا ہے۔

تو زکوۃ دینے کی وجہ سے بندے کے اندر جان دینے کا جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۹:۔رب سے تازہ رابطہ

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ سے تازہ رابطہ ہے۔

کچھ لوگ فقراء کو بوجھ بھی سمجھتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقیر کا ہاتھ ہمارے لئے بہت بڑا اسہارا ہے۔فقیر کے ہاتھ سے بہت بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

زکوٰۃ بندے کو ادا کرنی پڑتی اس نے آسمانوں پہ جا کر جمع کرانی ہوتی تو کتنا مشکل مسئلہ ہوتا کس قدر دور جانا پڑتا، آخر جس پر زکوٰۃ فرض ہے ادائیگی تو اس پر لازم ہوتی۔مگر وہ کہاں جا کر جمع کراتا تو پھر یہ ادائیگی ہوتی۔

تو یہ معاشرے کے اندر نادار انسان ہمارے لئے ابر کرم ہیں۔کہ ہاتھ اُس کا ہے مگر جس وقت پیسہ وہاں رکھیں تو وہ اللہ کے دربار میں پہنچ جاتا ہے۔

اُس بنا پر کبھی اس پر احسان ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔بلکہ اُس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ جس کو یہ صلاحیت حاصل ہے۔اُس غریب کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ کا نائب بنا ہوا ہے۔

ضرورت اور حاجت تو اس فقیر کو ہے دیتے اس فقیر کو ہیں لیکن خوش اللہ ہو جاتا ہے قبول اُس کے دربار میں ہو جاتا ہے۔

لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے دربار سے اور قدرت سے ایک فطری رابطہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ تَقَعُ بِيَدِ اللّٰهِ عزوجل قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ

(المعجم الکبیر باب العین عبداللہ بن مسعود الھذلی حدیث نمبر ۱۰۱۷۸ ج ۹ ص ۱۰۹ دار احیاء التراث بیروت)

زکوٰۃ اور صدقہ سائل کے ہاتھ میں بعد میں آتے ہیں لیکن اللہ کے ہاتھ میں پہلے پہنچ

Marfat.com

جاتے ہیں۔ یہ صدقہ کیا ہے؟

اللہ کے ہاتھ میں یہ صدقہ پہلے جاتا ہے۔

قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِیْ یَدِ السَّائِلِ

سائل کے ہاتھ میں بعد میں جاتا ہے۔

لہٰذا یہ سائل کا ہاتھ جس پر ہم صدقہ کا پیسہ رکھیں اُس پر احسان نہیں جتلانا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ معاشرے میں مجھے وہ بنک مل گیا جہاں اللہ کا حصہ جمع کروایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا یہ زکوٰۃ ہے کہ میں نے عملاً بندے کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اتنا قرب دے رکھا ہے کہ یہ جس وقت چاہتا ہے اللہ کے دربار میں اُس کا حصہ جمع کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ قبول فرما کے دینے والے کو اجر عظیم عطا فرما دیتا ہے۔

۱۰:۔ دل کا امتحان

زکوٰۃ کی حکمت دل کا امتحان ہے۔

زکوٰۃ ریا اور عدم ریا کے بارے میں اور اخلاص کی ایک بہت بڑی کسوٹی اور معیار ہے قرآن مجید میں دونوں موقف اللہ نے ہمارے سامنے رکھے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ

اگر صدقات تم ظاہر کرو تو بہت اچھا ہے۔ یعنی زکوٰۃ دیتے وقت کسی کو دکھا کے دی یا اعلانیہ دے دی تو یہ اچھا ہے۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور اگر تم چھپا کے فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔

Marfat.com

وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ (سورۃ البقرۃ آیت:۲۷۱)

اس سے تمہارے گناہ جھڑ جائیں گے۔

اللہ بعض گناہوں کو مٹادے گا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ دونوں

میں اجازتیں ہیں دونوں حکم واضح طور پر ہیں۔ ایک کے

بارے میں فرمادیا "فَنِعِمَّا هِيَ"

اگر تم ظاہر کر کے دو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور اگر چھپا کر فقیر کو دو "فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

مطلب کیا ہوا۔

دونوں صورتوں میں معاملہ دل کا ہے اگر اعلانیہ دیتے وقت مقصد ریا نہیں ہے تو پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر مقصد یہ ہے کہ میں دیتا ہوں تا کہ اوروں کو بھی تبلیغ ہو جائے۔ میرے بھائی کو بھی پتہ چلے وہ بھی زکوٰۃ دے میرے دینے پر اس کو بھی رغبت پیدا ہو۔ میں صدقہ کرتا ہوں تو دیکھنے والوں کو بھی رغبت پیدا ہو۔ اگر اس نکتہ نظر سے زکوٰۃ اگر کسی نے اعلانیہ دے دی ہے تو یہ بھی بہتر ہے کہ خود نیکی کر کے اوروں کو نیکی کی دعوت دے دی ہے۔

اگر ایسا ہو کہ دل میں وساوس آجائیں اور ریا کا خطرہ ہو اور یہ دل میں وہم پیدا ہو کہ میں دوں تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ میں بہت کچھ دیتا ہوں تو پھر اس سلسلہ میں اخلاص نہیں رہے گا۔ پھر زکوٰۃ کا ثواب ختم ہو جائے گا۔

اس واسطے انسان کا اپنا ضمیر ہے۔ اپنی صورتحال ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے زکوٰۃ کے عمل کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

Marfat.com

اور پھر یہ دل کا واضح طور پر امتحان ہے اگر اعلانیہ زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوتا اور سب پر یہ فرض ہوتا کہ زکوٰۃ تم نے چھپ کر ہی دینی ہے۔ تو پھر دل کا امتحان نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ہم نے تمہارے لئے جائز رکھا ہے۔ اعلانیہ بھی دے سکتے ہو چھپ کے بھی دے سکتے ہو لیکن ریا حرام ہے۔

جب اعلانیہ جائز ہے اور ادھر ریا حرام ہے ریاء کو شرک خفی کہا جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بندے کا بہت بڑا امتحان ہے کہ جس وقت اعلانیہ طور پر دے رہا ہو تو اسکے ساتھ دل کو کنٹرول کرے۔ ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے دل میں دوسرا خیال نہ آنے دے۔ اگر ایسی صورتحال میں انسان اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کر چکا تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو پہاڑوں سے بھی زیادہ طاقت عطا فرمادی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس وقت اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اللہ نے پہاڑوں کو زمین پہ رکھا تو اسکی کپکپاہٹ ختم ہوگئی تو فرشتوں کو تعجب ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ پہاڑوں سے بھی سخت چیز کوئی بنائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوہا بنایا ہے لوہا پہاڑوں کو کاٹتا ہے۔

فرشتوں نے کہا لوہے سے بھی زبردست کسی چیز کو بنایا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا میں نے آگ کو پیدا کیا ہے فرشتوں نے پوچھا آگ سے زبردست بھی ہے تو اللہ نے فرمایا میں پانی کو پیدا کیا ہے فرشتوں نے پوچھا پانی سے زبردست بھی کوئی چیز ہے تو اللہ نے فرمایا میں نے ہوا کو پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

فرشتوں نے ساری چیزوں پہ بڑا تعجب کیا۔ کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ زمین بہت بڑی ہے۔

لیکن فرشتوں نے پھر پوچھا کہ ہوا سے بھی کوئی زبردست چیز ہے۔ تو اللہ نے فرمایا ہاں۔

اِبْنُ آدَمُ

حضرت انسان ساری کائنات سے زبردست ہے۔ مگر ایک شرط ہے۔

تَصَدَّقَ بِصَدْقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ

(سنن الترمذی ابواب التفسیر عن رسول اللہ ﷺ سورۃ المعوذتین ج ۲ ص ۱۷۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

جب دائیں ہاتھ سے صدقہ کر رہا ہو بائیں کو پتہ نہ چلے۔ اتنے خلوص کیساتھ جس وقت ایک بندہ صدقہ کرتا ہے تو اس وقت وہ ساری کائنات سے پاورفل ہو چکا ہوتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 5

پردہ دختران اسلام کا وقار

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (سورت نور آیت نمبر:۳۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درودوسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکرودانش اصحاب مودّت ومحبت معززو محتشم حضرات وخواتین اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے پانچویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

پردہ دختران اسلام کا وقار

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ نزول قرآن کے مہینے میں ہمیں قرآن مجید کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کا موقع میسر آرہا ہے۔ حالت روزہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے انوار وتجلیات کا حصول یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت وعافیت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"پردہ دختران اسلام کا وقار" ایک اہم موضوع ہے۔

جس ماحول اور معاشرے سے امت مسلمہ کا کارواں گزر رہا ہے۔ ہر طرف ڈاکو اور لٹیرے امت کے عقیدہ اور عمل کو لوٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسے میں ہمارے

Marfat.com

پاس قرآن مجید اور سنت مطہرہ کی شکل میں ایک ڈھال موجود ہے۔ جس کو استعمال کرتے ہوئے ہم ہر قسم کے تیروں سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے ہیں اور اپنے ایمان اور عمل کو بچاتے ہوئے اس زندگی کے اندر کامیاب اور عمدہ سفر مکمل کر سکتے ہیں۔

حسن وقبح عندالشرع

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مرد وزن کیلئے علیحدہ علیحدہ احکام نازل فرمائے ہیں بحیثیت مومن اور مومنہ کے ہم میں سے ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ ہمارا رب ہم سے جس چیز کا تقاضا کرتا ہے جو ہمیں حکم فرماتا ہے ہم اسی کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے نزدیک حسن وقبح شریعت کے مطابق ہے۔ عقل کو شرع کے تابع کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے نزدیک حسن وقبح محض عقلی نہیں ہے۔

یعنی ہم وہ نہیں کہ کہیں ہمیں وہ چیز عقل کے لحاظ سے اچھی لگتی ہے لہٰذا میں اس پر عمل کروں گا اور ہماری عقل فلاں چیز کو اچھا نہیں سمجھتی تو میں اس پر عمل نہیں کروں گا۔

ہمارے نزدیک اصول شریعت ہے۔ ہم کہیں گے کہ شریعت مطہرہ فلاں چیز کو اچھا سمجھتی ہے تو پھر میں بھی اس کو اچھا سمجھتا ہوں اور شریعت مطہرہ میں فلاں چیز کو ناپسند کیا گیا ہے تو اس لئے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔

پردہ شرعی حسن

تو اس بنیاد پر جیسے دیگر احکام ہیں ویسے ہی پردہ کا بھی حکم ہے۔

تو پردہ کے حکم کے لحاظ سے بھی حسن وقبح شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔ جب شریعت نے پردہ کو حسن قرار دیا اور اس کی خوبی کو بیان کیا اس کے لازم ہونے کا آرڈر دیا تو

Marfat.com

جس نے کلمہ پڑھا ہے تو اسے یہ حکم ہر حال میں بہتر ماننا پڑے گا۔

اور اس حکم کے لحاظ سے اپنے ذہن کو مطمئن رکھنا پڑے گا۔ اگر کلمہ بھی پڑھے اور اللہ کے حکم کے بارے شک بھی ہو کہ پتہ نہیں یہ چیز اچھی بھی ہے یا نہیں۔

یا ذہن اور عقل میں کوئی ایسا مرض موجود رہے۔ جس کی وجہ سے اُسے پردے پر اعتراض ہے یا پردے سے احکام کے مطابق اُس کے دل میں تشویش اور شک موجود ہے۔

تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس کا ایمان صحیح نہیں ہے۔

ایمان کے صحیح ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جو رب کا فیصلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کا حکم ہوتا ہے۔ اُس حکم کے سامنے ایک مومن مرد اور عورت اپنا سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ سعادت اُن دخترانِ اسلام کی ہے جنہوں نے جب دین قبول کیا ہے تو دین کے قبول کرنے کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ جو حکم میرے رب کا ہے وہی میری چاہت ہے۔ جو اللہ کا فیصلہ ہے وہ مجھے پسند ہے۔

اور جہاں سے اللہ روکتا ہے وہ میرے لئے ناپسند ہے۔ وہ دختران اسلام اتنی عظیم ہیں کہ جنہیں کبھی بھی پردے کے بارے میں شک نہیں ہوا اور کبھی بھی دل میں پردے کی تنقید کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہے۔

چونکہ جو عورت اپنی زبان سے شریعت مطہرہ کی تعلیمات پر تنقید کر بیٹھے تو اس سے بھی ایمان چھلنی ہو جاتا ہے۔ یقین مر جھا جاتا ہے اور دولتِ ایمان کی لذت ختم ہو جاتی ہے اس لحاظ سے جہاں پردہ اختیار کرنا لازم ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے وہاں گفتگو کے اندر اس کے احترام کو بیان کرنا اور اسکی عظمت کو اجاگر کرنا بھی ضروری ہے۔

اگر محض کوئی مغرب کی روشنی میں حیا باختہ خواتین کے کہنے پر کوئی اسلام کی بیٹی پردہ کے خلاف بولتی ہے یا پردہ کی تضحیک کرتی ہے اور پردہ کا مذاق اڑاتی ہے یا پردہ کے بارے

Marfat.com

میں ایسے جملے بولتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

اُسے سوچنا چاہیے کہ اُس کے ایسے الفاظ اسلام سے بغاوت کے زمرے میں شمار ہونگے۔

اور دین سے غداری کے زمرے میں آئیں گے۔

جس وقت ایک خاتون اس بات کی دعوے دار ہے کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشن کی وارث ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر کی وارث ہے تو پھر اُسے اپنے دین کے لحاظ سے عمل بھی کرنا چاہیے۔

اور اس دین کی مبلغہ بھی ہونا چاہیے تا کہ اپنی بچیوں کو اپنی خواتین کو تبلیغ کر سکے تو اس سے بڑے اچھے اثرات مرتب ہونگے۔

آج قرآن وسنت کا یہ گلدستہ خواتین اسلام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور ایسے ہی مردوں کیلئے یہ سننا ضروری ہے کیونکہ اصل میں جو قوت حاکمہ مرد کو دی گئی ہے۔ خواتین کے بارے میں اگر یہ خود دین سمجھتے ہونگے تو اچھی طرح دین سمجھا سکیں گے اور جس وقت ایک مرد اپنے گھر میں پردے کی پابندی کرتا ہے تو اس کو چھوٹا نہیں بہت بڑا جہاد قرار دیا جاتا ہے۔

جس وقت ایک انسان اپنے گھر کی حدود تک اپنے دین کو نافذ کر لیتا ہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ ایک بہت بڑے انقلاب کا داعی ہو سکتا ہے اور اگر گھر میں ہی بے دینی ہو اور گھر میں بے پردگی ہو اور گھر میں شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو پھر کبھی بھی ایسا سوچنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس کی بنیاد پر معاشرے اور سوسائٹی تک دین کی برکتوں کو عام کیا جا سکے۔

دختران اسلام کیلئے قرآن کا پیغام

آیئے قرآن وسنت کے ان احکام کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایسے لحات میں کہ جب اللہ

Marfat.com

کی رحمتیں برس رہی ہیں۔ اگر ہم تھوڑی سی اس طرف توجہ کریں گے تو ہمارے ذہن کے عقدے کھلتے چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نور دے گا اور قبر میں بھی نور دے گا اور فردوس کے بالاخانوں میں بھی ان شاء اللہ چاندنی موجود رہے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ

اے نبی ﷺ آپ ان عورتوں سے کہہ دیں جو کہ مومنات ہیں۔

یہ مطلقاً عورتوں کو حکم نہیں بلکہ ایمان والی عورتوں کو حکم ہے جو عورتیں ابھی ایمان نہیں لائیں اُن کو پہلے ایمان لانے کا حکم دیا جائے گا اور جب ایمان لے آئیں گی تو پھر اُن کیلئے اسلام کے اندر جو نصاب ہے۔ وہ پڑھایا جائے گا۔

تو اس واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اے محبوب آپ مومنات کو کہہ دیں، جو شرک و بدعت کو چھوڑ کر دین حاصل کر چکی ہیں۔ آپ اُن خواتین سے فرمادیں۔

یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں۔

وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

عورت کا وقار اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپا کے رکھے اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دے زینت میں زیور بھی ہے۔ زینت میں سرمہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ آرائش

Marfat.com

زیبائش کی چیزیں ہیں۔ زینت میں ننگے بال ہیں۔ ننگا چہرہ ہے اور بدن کے اعضا جو ننگے ہوں یا جن پر ٹائٹ کپڑا ہو، یا پھر پتلا کپڑا ہو۔

ان ساری صورتوں کو ناجائز قرار دیتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں کہہ دو کہ یہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

لہٰذا جس سے زینت ظاہر ہوتی ہو، جس سے فتنہ پیدا ہوتا ہو جس سے عورت کے بارے میں معاشرے میں ایک اٹریکشن Attraction پیدا ہوتی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نبی آپ ان کو سمجھا دیں۔

کہ ایسا کرنا تم پہ حرام ہے۔ نہ ویسا پہن سکتی ہو اور نہ ہی ایسے انداز میں سوسائٹی کے اندر تم موجود رہ سکتی ہو۔ تمہارے لئے یہ فرض قرار دیا گیا ہے۔ کہ تم اپنی زینت کو چھپا کر رکھو۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا (سورہ النور آیت نمبر ۳۱)

مگر جو خود بخود ظاہر ہے۔

مگر اس کے سوا تمہیں زینت کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔

خود بخود ظاہر کیا ہے؟

خاتون نے چادر جو اوڑھی ہے وہ بھی ایک زینت ہے اور جو لباس پہنا ہوا ہے اس لباس کو پھر لباس میں چھپانا اور چادر کو چادر میں چھپانا اس کا پھر حکم نہیں دیا گیا کہ اگر عورت نے برقعہ پہن رکھا ہے تو اُس برقعہ کے اندر بھی ایک زینت ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا

مگر وہ جو خود ظاہر ہے اس کے سوا ہر قسم کی زینت کو چھپانا لازم ہے تو شریعت مطہرہ نے خاتون اسلام کو ایک نصاب دیا ہے ایک طرف رب کا فرمان ہے دوسری طرف معاشرہ ہے دوسری طرف فیشن ہے دوسری طرف سوسائٹی ہے دوسری طرف عورتوں کی باتیں

Marfat.com

ہیں وہ خاتون کتنی مجاہد ہے جو کسی کی بات کو نہیں سنتی جو فیشن کو نہیں دیکھتی جو صرف اپنے رب کے حکم کو دیکھتی ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان کو سنتے ہوئے ہر قسم کی زینت پر پہرہ لگا لیتی ہے اپنے آپ کو چھپا کے رکھتی ہے اپنے آپ کو شیطان کا تیر نہیں بننے دیتی اور اپنے آپ کو شیطان کا جال نہیں بننے دیتی۔

جوں جوں اپنے آپ کو چھپاتی جائے گی محفوظ ہوتی جائے گی اور جوں جوں زینت کو ظاہر کرے گی حدیث میں اس کے نام بدلتے جائیں گے۔

کبھی تو اس کو شیطانی تیر کہا گیا۔

کبھی اس کو شیطانی جال کہا گیا۔

تو جال وہ ہوتا ہے جس سے اوروں کو شکار کیا جاتا ہے تو اگر خاتون اسلامی نے اپنا منصب چھوڑ دیا اپنا وقار چھوڑ دیا تو پھر وہ خزانہ نہیں رہی پھر وہ مستورہ نہیں رہی پھر وہ امانت کی امین نہیں رہی۔ پھر اچھی فصل کیلئے کھیت نہیں رہی۔

اور اگر اُس نے اپنے آپ کو شریعت مطہرہ کی حدود میں رکھا ہے اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہے تو پھر وہ ایک خزانہ ہے اور ایسا خزانہ ہے ہوسکتا ہے اُسی کے آنگن میں ایک ایسی فصل تیار ہو جائے جو فصل زمانے کے صالحین کی فصل ہو۔ جو فصل زمانے کے مفلحین کی فصل ہو اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبان سے مسلمان خواتین کو یہ درس پہنچا دیا۔

کہ تم نے اپنی زینت کو چھپا کے رکھنا ہے۔

اور زینت کے معاملے میں چھپائے رہنا ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

اس فرمان خدا سے کچھ لوگ معاذ اللہ گمراہی کی طرف جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور کہتے ہیں کہ اس سے چہرے کا پردہ مراد نہیں ہے ہاتھوں کا پردہ مراد نہیں ہے اب جو پردے کی اصل حیثیت ہے اور اس کا سبب ہے وہ فتنہ کا آ جانا ہے۔

اب جس چیز میں زیادہ فتنہ ہے۔ اُس چیز کے لحاظ سے پھر پابندی بھی زیادہ ہے چہرہ کھلا ہوگا تو اس کی وجہ سے فتنہ زیادہ پیدا ہوگا۔

بال کھلے ہونگے تو فتنہ زیادہ پیدا ہوگا۔ اس واسطے جس زمانے میں بُرائی کا لاوا پھٹ چکا ہو اور ہر طرف بے حیائی کے شعلے دہک رہے ہوں اُس زمانے میں یہ قول کرنا کہ چہرے کا پردہ کوئی پردہ نہیں ہے۔ یہ شریعت مطہرہ کی حدود کو پھلانگنے کے مترادف ہے۔

جو پردے کی اصل حیثیت ہے اور جو اصل میں پردے کے اسباب ہیں۔ جن میں عورت کیلئے باقی ہر چیز کو ڈھانپنا اور چھپانا لازم کر دیا گیا ہے۔

چہرہ کو چھپانا بطریق اولی لازم ہوگا۔ کیونکہ اس سے سوسائٹی کے اندر فتنہ زیادہ بڑھ سکتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے جو شیطان کے جال ہونے کا منصب ہے وہ صورتحال زیادہ پیدا ہو سکتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود کے نزدیک الا ماظھر کا مطلب

اسواسطے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد کپڑا ہے۔ جو چہرہ چھپانے کیلئے خاتون نے استعمال کر رکھا ہے۔ اب اس کپڑے کو پھر چھپانا یہ کوئی ضروری نہیں ہے یہ ہے جو خود بخود ظاہر ہے۔ ورنہ پورے بدن کو ڈھانپ کے رکھنا اور بدن کے کسی حصے کو ننگا نہ ہونے دینا اور ہر لحاظ سے تنگ کپڑے سے بھی اجتناب کرنا کہ جس سے اعضاء کی شناخت ہو سکتی ہو۔ یا رنگ نظر آ سکتا ہو ایسی تمام صورتوں سے جس وقت ایک خاتون اپنے آپ کو بچائے گی

Marfat.com

تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے۔ اپنی زینت کو چھپایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر عظیم کی مستحق بن چکی ہے۔

جاھلیت کی بے پردگی سے بچنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (سورہ النور آیت نمبر ۳۱)

عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پہ ڈالے رکھیں اور کسی طرح کی اس سلسلے میں غفلت نہ کریں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

یہ حکم اصل میں ازواج مطہرات کیلئے ہے۔ لیکن خواتین کی قیادت اصل میں اُنکی ہے تو تمام ملت کی بیٹیاں ازواج مطہرات کے تابع ہیں اور اُن کے حکم کی پیروکار ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حکم دیا۔

کہ تم اپنے گھروں میں موجود رہو۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

جو جاہلیت کے زمانے کی بے پردگی ہے۔ اُس بے پردگی سے اپنے آپ کو بچا کے رکھو چہرہ ڈھانپا ہوا ہو اور پورا بدن ڈھانپا ہوا ہو اور پردے کے اندر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حکم دیکر اُن کے زیر سایہ تمام خواتین اسلام کو پابند کر دیا کہ اُن کیلئے بہترین جگہ گھر ہے نہایت ہی مجبوری میں باہر نکل سکتی ہیں۔ اُس وقت بھی پردے کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

Marfat.com

دختران اسلام گھر میں نماز پڑھنا افضل

یہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

صَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَصَلٰوتُھَا فِیْ مُخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ بَیْتِھَا

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذلک ج ۱ ص ۹۱ مکتبہ امدادیہ ملتان)

عورت کا اپنے گھر کے اندر میں نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

وَصَلٰوتُھَا فِیْ مُخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ بَیْتِھَا

اور عورتوں کا اپنے گھر کی بجائے اگلے اندر نماز پڑھنا مکان میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ یعنی ایک ہے صحن میں نماز پڑھنا اور ایک ہے کمرے میں نماز پڑھنا اور ایک ہے کمرے سے آگے والے کمرے میں نماز پڑھنا۔

تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلتیں بیان کی ہیں۔

عورت کیلئے حکم دیا کہ جوں جوں وہ چھپتی چلی جائے گی توں توں نماز کا ثواب بڑھتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ صحن کے مقابلے میں کمرے میں پڑھے گی تو زیادہ ثواب ہے کمرے کے مقابلے میں مزید چھپا ہوا جو اگلا اندر ہے اُس میں نماز پڑھے گی تو اس کو زیادہ ثواب مل جائے گا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" میں حکمتیں کتنی ہیں۔

کہ عورت کا اپنا ایک نصاب ہے اُس کا اپنا ایک شیڈول ہے۔

اُس کے مطابق جس وقت ایک عورت عمل کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا اجر دیتا ہے کہ ایک انسان اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

صحابیات میں نیکی کا جذبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جِئْنَ النِّسَآءُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

عورتوں کا ایک وفد سرکار علیہ السلام کے پاس آ گیا اور انہوں نے شکایت کی کہنے لگیں۔

ذَھَبَ الرِّجَالُ بِالْفَضْلِ بِالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

(شعب الایمان الستون من شعب الایمان حدیث نمبر ۸۷۴۲ ج ۶ ص ۴۲۰، دار الکتب العلمیۃ

مرد ہم سے نیکیوں میں آگے نکل گئے۔

اور کہنے لگیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نیکیاں ایسی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں ہم نہیں کر سکتیں، جب کہ دل ہمارا بھی چاہتا ہے کہ ہمارے نامہ اعمال میں بھی وہ نیکیاں ہوں۔

تاکہ کل ایسا نہ ہو کہ مرد آگے نکل جائیں اور ہم نیکیوں میں پیچھے رہ جائیں۔ تو ہمیں بھی ایسے مواقع ملنے چاہئیں جس کی وجہ سے وہ نیکیاں جو مرد کرتے ہیں وہ ہم بھی کر لیں۔

نماز روزے کی نیکیاں مشترکہ ہیں جو ہم دونوں کر لیتے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد جہاد پہ جاتے ہیں اور ہم عمومی طور پر جہاد پہ نہیں جاتیں۔ ہم گھروں میں رہتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں احساس پیدا ہوا کہ ہماری نیکیاں ادھوری رہ جائیں گی۔

جب قیامت کے دن میرٹ Marit بنے گا تو مرد پہلے نمبر پر ہونگے اور ہمارے نامہ اعمال میں جہاد کی نیکیاں نہیں ہوں گی اور وہ نیکیاں جو گھر سے باہر کی جاتی ہیں وہ سماجی خدمت کے معاملات میں ہم اُن میں پیچھے رہ جائیں گی۔

یہ ایک تشویش تھی جو بحیثیت مومنہ عورتوں کو ہونی چاہیے تھی۔

اُس وقت کی خواتین کا خیال ہر وقت تقوی و پرہیز گاری کے بارے میں ہوتا تھا۔

ہر وقت یہ سوچ ہوتی تھی۔ کہ کون سا کام کروں گی تو اللہ مزید راضی ہوگا۔ اللہ اپنا قرب عطا کرے گا۔

Marfat.com

اسی تحریک کی بنیاد پر انہوں نے جا کر اپنا مقدمہ پیش کر دیا، کہ ہم جہاد پہ نہیں جا سکتیں لہٰذا ہماری نیکیاں تھوڑی ہو جائیں گی۔

مرد ثواب میں خواتین سے آگے

وہ خواتین اسلام کہنے لگیں۔

اَفَمَا لَنَا عَمَلٌ نُدْرِكُ بِهٖ فَضْلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی ایسا عمل بتا دو ہمیں کوئی ایسا وظیفہ بتا دو جو ہم کریں تو ہمیں مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب مل جائے۔

آج عورتوں کے گھر سے نکلنے کے اور اسباب ہیں کوئی کسی میلے میں جانے کیلئے ضد کر رہی ہے کوئی کسی بازار میں گھومنے پھرنے کیلئے ضد کر رہی ہے۔

کوئی کسی رونق اور تازگی کو دیکھنے کیلئے ضد کر رہی ہے۔

مگر رسول اکرم ﷺ کے پاس جو عورتیں آئیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے حکم کی پابند ہیں۔ جہاں سے آپ نے روکا ہے ہم رکی رہیں گی۔

کبھی بھی باہر نہیں نکلیں گی۔ مگر ہم چاہتی ہیں ہمارے لئے ایسا دروازہ کھل جائے جس دروازے کی وجہ سے ہمیں بھی اتنی نیکیاں مل جائیں جتنی نیکیاں مردوں کو میسر آ رہی ہیں۔

خواتین اسلام کیلئے جہاد کا ثواب

میرے محبوب علیہ السلام نے صرف اُن خواتین کو ہی سبق نہیں دیا بلکہ قیامت تک کیلئے اپنی امت کی خواتین کو سبق پڑھا دیا ہے۔

تو جس وقت اُن خواتین نے پوچھا تو

رسول اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا۔

Marfat.com

آپ فرمانے لگے۔

مُحْصَنَةٌ اِحْدَا كُنَّ فِيْ بَيْتِهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(درمنثور ج ۶ ص ۵۱۸، سورۃ النساء زیر آیت نمبر ۳۴، دار الفکر بیروت)

جو عورت میرے کہنے پر بیٹھی رہے گی۔ بلاوجہ گھر سے باہر نہیں نکلے گی تو اُسے گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب عطا فرمائے گا۔

ایک عورت کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیے اسلام کا مشکور ہونا چاہیے جہاد بڑا مشکل ہے جہاد میں بدن کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ جہاد میں خون بہہ نکلتا ہے جہاد میں بھوک برداشت کرنی پڑتی ہے۔

لیکن یہ مردوں کیلئے ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (سورۃ النساء آیت نمبر ۳۴)

مَردوں کو قوت عورتوں سے زیادہ دی گئی ہے اُن پر بوجھ بھی زیادہ رکھا گیا ہے عورتوں پر جہاد فرض نہ کیا گیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کی خواتین کو ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی دختران اسلام کیلئے واضح فرمادیا۔

کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے یہ کبھی نہ سمجھنا کہ تمہارا ثواب کم ہو جائے گا اور تمہیں نیکیاں تھوڑی ملیں گی۔ مرد جہاد کر کے جتنی نیکیاں حاصل کریں گے تمہیں اسلام نے اتنا نواز دیا ہے۔ اتنا بلند و بالا کر دیا ہے کہ تم اپنے گھر میں رہو اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرو آرام کرو اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرو تو ربّ ذوالجلال تمہیں وہ ثواب عطا فرمائے گا جو مجاہد فی سبیل اللہ کو زخمی ہو جانے کے بعد ملتا ہے۔

پردہ ہی میں مومنہ کی شان

اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک خاتون خانہ کی یہ عظمت بیان کی وہاں باہر

Marfat.com

نکلنے کی مجبوری کے جو احکام ہیں اُن میں فیصلے بھی کیے اور احکام بھی بیان فرما دیئے ہیں۔

جو لوگ آج چہرے کے پردے کا انکار کر رہے ہیں، فتنہ پھیلاتے ہیں اور شیطان کے ایجنٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ یہ اپنی چادریں اپنے چہروں پہ ڈالے رکھیں۔

اپنی چادریں اپنے چہروں پر لٹکائے رکھیں تا کہ ان کے چہرے نظر نہ آئیں اور تم پہچانی نہ جاؤ۔ جس وقت تم پہچانی نہیں جاؤ گی تو فتنے سے محفوظ رہو گی۔

ایک مومنہ خاتون کی یہی شان ہے کہ وہ اپنی رائے اور چاہت کو نہیں دیکھتی بلکہ اللہ کے حکم کی پیروی کرتی ہے۔ اگر اپنی خواہش اور رائے کو لائے گی تو پیچھے شریعت نہیں بچتی۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ

(المومنون آیت نمبر: ۷۱)

اگر حق لوگوں کی خواہش کی پیروی شروع کر دے تو زمین و آسمان فاسد ہو جائیں گے سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔

اگر حق کو خواہش کے تابع کیا گیا تو زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ دستور نہیں کہ حق کو خواہش کے تابع کر دیا جائے بلکہ دستور یہ ہے کہ خواہش کو حق کے تابع کر دیا جائے۔ لہٰذا آج مردوں کو سمجھنا چاہیے تا کہ وہ اپنی خواہش کو سمجھا سکیں اور عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنا چاہیے کہ ہمارے لئے یہ آزمائش ہے کہ ہر جگہ ہر محلے میں، بستی میں، شہر میں ایسے نام نہاد لوگ پیدا ہو

Marfat.com

گئے ہیں اور ایسی سوچیں پیدا ہوتی جا رہی ہیں جو حق کو خواہش کے تابع کرنا چاہتی ہیں۔ دین کو موڑ کے خواہش کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔

اگر کوئی عورت معاشرے کی اس چال کو دیکھ کر اُس کے پیچھے چلنا شروع کر دے گی تو وہ گمراہ ہو جائے گی پھر دین نہیں بچ سکے گا۔

وہ قرآن کو سامنے رکھے زمانہ ناراض ہوتا ہے ہو جائے۔ یہ جب بھی دیکھتی ہے اللہ کے فرمان کی طرف دیکھتی ہے تو اللہ اُس کیلئے دونوں جہان کیلئے اجر عظیم کا اعلان فرما رہا ہے۔

انصار کی عورتوں کی خوبی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھے انصار کی عورتیں بڑی اچھی لگتی ہیں پوچھا گیا اس کا سبب کیا ہے تو کہنے لگی

وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَارَاَیْتُ اَفْضَلَ مِنْ نِسَآءِ الْاَنْصَارِ

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ النور آیت نمبر ۳۱، ج ۳ ص ۲۹۵ مکتبہ حقانیہ پشاور)

خدا کی قسم ہے میں نے انصار کی عورتوں سے کوئی عورت اچھی نہیں دیکھی۔

کیسے؟

حکم قرآن پر فوراً عمل

اَشَدَّ تَصْدِیْقًا لِکِتَابِ اللّٰهِ وَلَا اِیْمَانًا بِالتَّنْزِیْلِ

قرآن کو ماننے میں جتنی وہ جلدی کرتی ہیں اور قرآن مجید پر عمل کرنے میں جتنا کردار انصار کی عورتوں کا ہے اتنا اور کسی کا نہیں ہے۔

قرآن کو اترے ہوئے صدیاں گذر گئیں ہیں۔

بچی پیدا ہوتی ہے قرآن گھر میں تھا، بچی بالغ ہوگئی قرآن گھر میں بچی جوان ہوئی قرآن

Marfat.com

گھر میں ہے ابھی اس کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ پردہ ضروری ہے کہ پردہ کرنا چاہیے۔ ذہن کو مطمئن کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر وقت اُس کیلئے قرآنی تعلیمات پیش کرتے ہیں۔ پھر جاکر مان جاتی ہے تسلیم کرتی ہے۔

لیکن وہ وقت تو یاد کرو کہ جب رات کو قرآن کی آیت نازل ہوتی تھی فجر ہونے سے پہلے ساری صحابیات اُس پر عمل کر کے دکھادیتی تھیں۔

مردوں نے قرآن کو سن کے کسی نے اپنی ماں سے کہا کسی نے اپنی بیوی سے کہا کسی نے اپنی بہن سے کہا۔ کسی نے اپنی بیٹی سے کہا اور جونہی انھوں نے سنا ہے انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی نہیں کی کہ کل تک یہ جائز رہا ہے اب ناجائز کیوں ہو گیا ہے۔ اگر پہلے گذارہ ہوتا رہا تو اب بھی گذارہ ہوتا رہے گا۔ نہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انصار کی عورتیں اس بارے میں پہلا نمبر لے گئی ہیں کہ جس وقت اُن کے مرد نبی علیہ السلام کے دربار میں سنتے ہیں۔ پھر وہ گھر پہنچتے ہیں۔ صرف اُن کے بیان کرنے کی دیر ہوتی ہے۔ جونہی وہ بیان کرتے جاتے ہیں انصار کی عورتیں فوراً عمل کر کے دکھادیتی ہیں۔

آیت قرآن پر صحابیات کا عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔ لَقَدْ اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النُّوْرِ

"وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ"

اِنْقَلَبَ رِجَالُهُنَّ اِلَيْهِنَّ

جب یہ حکم نازل ہو گیا کہ عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر لیکر رکھیں انصار نے نبی علیہ السلام سے یہ بات سنی اور سن کر گھر چلے گئے۔

يَتْلُوْنَ عَلَيْهِنَّ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْهَا

جو اللہ نے نازل کیا تھا انھوں نے جاکر پڑھ کر سنا دیا۔

Marfat.com

وَيَتْلُوْا الرَّجُلُ عَلٰى اِمْرَأَتِهٖ وَابْنَتِهٖ وَاُخْتِهٖ

ایک آدمی اپنی بیوی کو پڑھ کر سناتا ہے اپنی بیٹی کو پڑھ کر سناتا ہے اور اپنی بہن کو پڑھ کر سناتا ہے۔

وَعَلٰى كُلِّ ذِىْ قَرَابَتِهٖ

اور ہر رشتہ دار عورت کو پڑھ کر سناتا ہے تو کیا ہوتا ہے

فَمَا مِنْهُنَّ اِمْرَأَةٌ اِلَّا قَامَتْ اِلٰى مِرْطِهَا الْمُرَحَّلِ فَاعْتَجَرَتْ بِهٖ تَصْدِيْقًا وَاِيْمَانًا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابِهٖ

جوں ہی وہ سنتی ہیں فوراً اُٹھ کے اپنی چادروں کا بندوبست کرتی ہیں۔ فوراً پردے کا اہتمام کرتی ہیں۔

فَاَصْبَحْنَ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَجِرَاتٍ كَاَنَّ عَلٰى رُؤُسِهِنَّ الْغِرْبَانَ

(رواہ، ابوداؤد، تفسیر ابن کثیر ۳/۲۹۵)

رات کو حکم نازل ہوا تھا ابھی فجر کی نماز آئی ہے کہ عورتیں اس طرح کالی چادریں لیکر آگئی ہیں اور سروں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ سروں پر یوں لگتا ہے جیسے سیاہ کوے بیٹھے ہوئے ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔

رات کو سیاہی کے اندر اندر انھوں نے اپنے پردے کا بندوبست کرلیا اور سید عالم ﷺ سے براہ راست نہیں سنا۔ اپنے خاوند اور اپنے بھائی سے سنا کہ رات آیت کا نزول ہوا تھا۔ جاتے ہی انھوں نے گھر بتایا ہے۔ اب گھر والوں نے یہ نہیں کہا کہ سال کے بعد عمل کرلیں گے مہینے کے بعد عمل کرلیں گے۔ نہیں نہیں۔

اسواسطے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کی عظمت کو سلام کر رہی ہیں۔ انصار کی خواتین نے سنتے ہی ابھی نماز فجر کا وقت نہیں آیا تھا کہ مکمل انقلاب آچکا تھا اور رسول اکرم ﷺ کا دین قبول کرنے والی خواتین نے اپنے عمل سے یہ ثابت کردیا کہ جو کچھ ہمیں آپ

Marfat.com

فرماتے ہیں اُس کو ہم دل سے ماننے والی ہیں۔

آج کے ہمارے اس ماحول میں جس وقت اس سوچ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو بہت سے سوال اُٹھتے ہیں۔ لیکن بحیثیت اسلام اور ایمان کے ہمارے لئے یہ لازم ہے کہ جو انداز ہمارے آقا علیہ السلام نے دیا۔ اُس میں عورت کا بے پردہ نکلنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ ننگے سر نکلنا اور ننگے منہ نکلنا بڑے دور کی بات ہے ہمارے دین نے تو اس انداز کو بھی حرام قرار دیا۔

خوشبو لگا کے باہر نکلنا فتنے کا سبب

اگر وہ مسجد میں جانا چاہتی ہے تو پھر بھی وہ خوشبو لگا کے نہیں جا سکتی خوشبو ایک خاموش سا فتنہ ہے اگر چہ وہ آواز نہیں پیدا کر رہی۔ مگر پھر بھی جس وقت وہ گذرے گی تو خوشبو آئے گی۔ تو اس سے فتنے کا دروازہ کھل سکتا ہے تو ہمارے نبی علیہ السلام کا کتنا حسین انداز ہے۔

آپ سے حضرت ابو هريرة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے آپ فرما رہے تھے۔

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ

(ابوداؤد کتاب الترجل باب فی طیب المرأۃ للخروج: ج ۲ ص ۲۲۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

وہ عورت جو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جا رہی ہے۔ مگر وہ خوشبو لگا کے جا رہی ہے اللہ تعالیٰ اُس کی نماز کو قبول نہیں کرے گا کب تک؟

آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ ایسا غسل نہ کرے جو جنابت کے بعد غسل کیا جاتا ہے یعنی فرض غسل جسطرح اچھی طرح مل کے کیا جاتا ہے اور اعضاء کو رگڑ کر کیا جاتا ہے۔ اس طرح اچھی طرح سارے بدن کو دھوئے یہاں تک کہ خوشبو اتر جائے اور خوشبو سے اُس کا جسم پاک ہو جائے تو پھر جا کر اللہ اُس کی نماز کو قبول کرے گا ورنہ اُس کی

Marfat.com

نماز قبول نہیں ہوگی۔

حالانکہ خوشبو کوئی پلیدی تو نہیں ہے خوشبو کوئی نجاست تو نہیں ہے۔ مگر اُس میں فتنہ ہے وہ گذرے گی تو گذرتے ہوئے کسی کو خوشبو آجائے گی دیکھنے کا سبب پیدا ہو جائے گا۔ وہ مرد اس کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔

تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اور تو اور رہا ہم اس کو مسجد میں بھی قبول نہیں کریں گے۔

تو جو دین حالتِ خوشبو میں قبول نہیں کرتا تو وہ اُس کا بازار میں جانا کیسے قبول کرے گا۔ اُس کا فنکشن میں جانا کیسے قبول کرے گا۔ اُس کا خوشبو لگا کر رشتہ داروں کے پاس جانا کیسے قبول کرے گا۔

اس کو اتنا بڑا جرم قرار دے دیا۔ کہ جب تک وہ غسل نہیں کر لیتی اپنے آپ سے اُس خوشبو کو دور نہیں کرتی اُس کا سجدہ سجدہ نہیں ہے۔ اُس کا قیام اور رکوع نہیں ہے۔

اب دیکھو کس قدر اس خاتون کا خسارہ ہو جائے گا۔ رب روٹھ جائے گا۔ اللہ سجدہ بھی قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اُس خاتون کی نیکی کو قبول کرتا ہے جو خاتون پردے کے دائرے میں ہے۔

غیر محرم کی طرف اُٹھنے والی آنکھ زانیہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ کُلُّ عَیْنٍ زَانِیَۃٌ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر آنکھ جو نظر بد سے غیر محرم کی طرف اٹھتی ہے وہ بدکار آنکھ ہے وہ زانیہ آنکھ ہے۔

ہر عضو کا ایک گناہ اور بدکاری ہوتی ہے۔ آنکھ کی بدکاری غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے۔

یہ رسول پاک ﷺ کا جملہ ہے جسکو اچھی طرح یاد بھی رکھنا ہے اور اس پر عمل بھی کرنا ہے۔

Marfat.com

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ۔

ہر وہ آنکھ جو غیر محرم کی طرف اُٹھی اُس نے بدکاری کی ہے خواہ خود عورت جارہی ہو یا اُس کی تصویر ہو فلم کی شکل میں ہو یا کسی اخبار پر ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَالْمَرْاَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً

(جامع الترمذی ابواب الاداب عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی کراھیۃ خروج المراۃ متعطرۃ، ج ۲ ص ۱۰۶ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مشکوٰۃ ص ۹۶)

ایک عورت خوشبو لگا کر غیر محرم مردوں کے پاس سے گذری تو وہ بھی بدکار عورت ہے وہ بھی نیک نہیں ہے اب یہ لفظ ہمارے نبی علیہ السلام کے ہیں۔

یہ خاتون مسجد جانے کیلئے گلی سے گذرے یا بازار جانے کیلئے گلی سے گذرے یہ جائز مجبوری کی بناء پر گلی سے گذرے اور مردوں کے پاس سے گذری لیکن اُس نے خوشبو لگا رکھی تھی۔ اگر چہ اُس نے پردہ مکمل کیا ہوا ہو۔ میرے آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اس نے میری امت کی خاتون والا کام نہیں کیا اس نے میری خادمہ والا کام نہیں کیا۔

اس نے میرے دین کی لاج کو سامنے نہیں رکھا۔ اگر اس انداز میں خوشبو لگا کر باہر نکلے گی تو یہ بھی برائی میں پیچھے نہیں رہی یہ بھی بدکار بن گئی ہے۔

یہ خوشبو لگانا فتنے کا ایک معمولی سبب ہے اسکو شاید کوئی آج گناہ نہ سمجھے۔

لیکن یہ دین پرانا دین نہیں ہے۔ یہ نیا دین ہے اور اسی دین سے برکتیں آسکتی ہیں آج جو امت مسلمہ پر نحوستیں آگئی ہیں اور آج جو بے حیائی پیدا ہوگئی ہے آج جو دن بدن مسلمان کے خون کی قدر و قیمت پامال ہوتی جارہی ہے اور دن بدن مسلمان زوال

Marfat.com

پذیر ہوتے جارہے ہیں اس کا سبب یہی ہے۔

بے پردگی لعنت کا سبب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا تھا۔ بنی اسرائیل پر اُس وقت تک لعنت نہیں ہوئی جب تک کہ اُن کی عورتیں بے پردہ نہیں ہوگئیں لیکن جب عورتیں بے پردہ ہوگئی تھیں تو اُن پہ لعنتوں کا نزول شروع ہوگیا تھا۔

لہٰذا اس امت کے اندر بھی تب برکتیں باقی رہ سکتی ہیں کہ جب عورت مستور رہے اور کسی طرح کا خاموش سبب بھی اُس کے اندر موجود نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (سورۃ النور آیت نمبر:۳۱)

عورتیں اپنے پاؤں زمین پہ زور سے نہ ماریں تاکہ زور سے مارنے کی وجہ سے اُن کی زینت ظاہر نہ ہو۔

یہ ہمارا قرآن ہے جس کو پڑھیں تو نماز ہوتی ہے جن کے ایک ایک حرف پہ نیکیاں ملتی ہیں یہ زندگی گذارنے کا طریقہ ہے۔

عورتوں کو چلنے کا طریقہ بھی بتایا کہ تمہارے چلنے میں قدموں سے کوئی آواز پیدا نہیں ہونی چاہیے لیکن مجبوری سے اُسے نکلنا پڑے تو چھپ کے نکلے۔ پھر واپس آنے تک رحمتوں کے نیچے ہوگی اگر اُس نے اپنے آپ کو اس طرح نکالا کہ جس سے زینت ظاہر ہورہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہوجائے گی۔

پردہ قرب خداوندی کی علامت

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ

عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔

Marfat.com

وَاَنَّھَا اِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ

جب بے پردہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔

وَاِنَّھَا اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ اِلَی اللّٰہِ وَھِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِھَا

(المعجم الکبیر باب العین عبداللہ بن مسعود الھذلی حدیث نمبر ۱۰۱۱۵، ج ۱۰ ص ۱۰۸ ادار احیاء التراث بیروت)

عورت سب سے زیادہ اللہ کے قریب کب ہوتی ہے؟

جس وقت وہ اپنے گھر کے اگلے اندر بیٹھی ہوئی ہو۔ جب زیادہ پردے میں رہے گی تو اتنا زیادہ اُس کو قرب نصیب ہوگا جوں جوں کپڑا اٹھتا جائے گا توں توں شیطان کے قریب ہوتی چلی جائے گی۔

ایک خاتون خانہ کو نبی علیہ السلام کے فرمان سے یہ معیار سامنے رکھنا چاہیے کہ کپڑا تنگ ہوگیا یا باریک ہوگیا یا چھوٹا ہوگیا تو پھر سمجھو کہ شیطان کا قرب آگیا ہے اور اگر کپڑا زیادہ ہے اور کپڑا موٹا ہے اور گھر کے اندر کا ماحول زیادہ پسند ہے۔ تو اُس کیلئے عافیت ہے۔ وہ سمجھے کہ مجھے میرے رب کا قرب نصیب ہوا ہے۔

لہٰذا ان فرامین کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے پھر اسی سے ہی ہم نئی صبح کے امیدوار ہو سکتے ہیں ورنہ جو صورتحال دن بدن بدلتی جارہی ہے۔ دشمن تو پہلے ہی ہمیں شکار کرنا چاہتے ہیں اور عورت کو انھوں نے نال بنا رکھا ہے۔ حواس باختہ عورتیں مغرب کا آلہ کار بن چکی ہیں اور مسلمان خواتین کے عمل کو لوٹنا چاہتی ہیں۔

یہ فرامین ہمارے لئے دارین کی سعادتوں کا سبب ہیں۔

اور آج یہ بھی سورتحال چل نکلی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنا اور بدن کے ساتھ بدن ملانا اس کو آج قبیح نہیں سمجھا جارہا۔ اور کچھ سورج مکھی مفکر ہمیں میسر آگئے جو ٹی وی پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ اگر ایک عورت صرف مرد سے ہاتھ ملا لیتی ہے تو اس میں کوئی

Marfat.com

قباحت نہیں ہے اس میں شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ اس کو کچھ لوگ اپنا کلچر قرار دیتے ہیں اور وہی ہمارے لئے مشکل راہ ہے۔ جو دین ہمیں سرکار نے دیا ہے۔ الزواجر کے اندر اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

غیر محرم عورتوں کیساتھ تنہائی زہر قاتل

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمْ وَالْخَلْوَۃَ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کیساتھ تنہائی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اگر تم اس کے ساتھ بیٹھ جاؤ گے تو تیسرا شیطان آجائے گا۔ وسوسے آجائیں گے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاخَلَا رَجُلٌ وَامْرَاَۃٌ اِلَّا دَخَلَ الشَّیْطَانُ بَیْنَھُمَا

مجھے اُس رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ علیحدہ بیٹھ جاتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان شیطان ضرور آجاتا ہے۔

غیر محرم عورت کو مس کرنے کی شدید مذمت

کوئی کتنا ہی پارسا ہو۔ اُس شخص کیلئے ان باتوں پر عمل کرنا لازم ہے۔

وَلَیَزْحَمُ رَجُلٌ خِنْزِیْرًا مُتَلَطِّخًا بِطِیْنٍ اَوْحَمْاَۃٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّزْحَمَ مَنْکِبُہٗ مَنْکِبَ اِمْرَاَۃٍ لَا تَحِلُّ لَہٗ

(المعجم الکبیر باب الصاد صدی بن العجلان ابوامامہ باھلی ج نمبر ۷۸۳۰، ج ۸ ص ۲۰۵ دار احیاء التراث بیروت)

سرکار فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کا کندھا خنزیر کو لگ جائے ایسا خنزیر جو کیچڑ کے اندر ڈوبا ہوا اور آلودہ ہو چکا ہو اس سے بہتر ہے کہ ایک انسان کا کندھا غیر محرم عورت

Marfat.com

کیساتھ لگ جائے۔

اس قدر ناجائز و حرام قرار دیا گیا۔

اور مرد کو سمجھایا گیا کہ اگر تمہارا بدن عورت کے ساتھ لگ جائے اور تم اس میں لذت محسوس کرو اور تم اس کو کوئی جرم نہ سمجھو تو یہ تمہارے ایمان کی کمزوری ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَاَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَاسِ اَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ

تم میں سے کسی کے سر میں سریا سے سوراخ کر دیا جائے یا کسی لوہے سے سوراخ کر دیا جائے

خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ اِمْرَاَةً لَاتَحِلُّ لَهٗ

(المعجم الکبیر باب المیم معقل بن یسار حدیث نمبر ۴۸۷ ج ۲۰ ص ۲۱۲ دار احیاء التراث)

یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی کا ہاتھ عورت کو لگ جائے۔

وہ عورت جس کا دیکھنا حرام تھا اُس کو ہاتھ لگنے سے یوں سمجھو کہ تمہارے سر میں سریا کو داخل کر کے سوراخ کر دیا گیا ہے بلکہ اس سے بھی بڑا حادثہ سمجھنا چاہیے۔

آج جس وقت دینی قدریں ختم ہوتی جا رہی ہیں اور ایسے کاموں کو فیشن Fashion بنایا جا رہا ہے آپس میں ملتے وقت رشتہ دار لڑکیاں جو کہ غیر محرم ہیں۔ جس کو برا نہیں سمجھا جا رہا اس کی مذمت نہیں کی جا رہی۔

آج کا کلچر جہنم کے شعلے

ایسے میں ان فرامین کو سامنے رکھنا ہے اور زمانے کو یہ بتانا ہے کہ جس کو تم کلچر Culture سمجھتے ہو یہ جہنم کے شعلے ہیں جس کو تم نئی کائنات سمجھتے ہو یہ جہنم کے اندھیرے ہیں آج ہمارے لئے وقت ہے کہ ان خرافات کو ماحول سے ختم کریں۔

جوں جوں اس میں ہمیں کامیابی حاصل ہوتی چلی جائے گی تو اللہ کی رحمتوں کا نزول

Marfat.com

ہونا شروع ہو جائے گا۔

آج لوگوں کے معیار بدلتے جارہے ہیں۔ وہ فلمی سٹار ہوں یا منحوس لوگوں کے طرز عمل کی باتیں ہوں ہم اُن سب چیزوں کو مسترد کرتے ہوئے دین متین کی وہ روشنی آباد کرنا چاہتے ہیں۔ جو روشنی ہمارے آقا نے مدینہ شریف میں آباد کی تھی۔

اتنے تقوی کا مسلمان تھا کہ فرشتے بھی جھک جھک کے اُن کی عظمتوں کو سلام کرتے تھے۔

نابینا آدمی کو دیکھنے پہ سرزش

سرکار مدینہ ﷺ کی طرف سے جو ہمیں دین دیا گیا اُس میں تو اتنی احتیاط ہے۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی ہیں کہ نبی علیہ السلام کے نابینا صحابی آ گئے۔

ابن ام مکتوم کو جس وقت دیکھا گیا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اِحْتَجِبَا مِنْهُ

ان سے پردہ کرو تو سیدہ میمونہ کہنے لگی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَعُمْيَا وَاَنْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ

(جامع الترمذی ابواب الآداب عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال ج ۲ ص ۱۰۶ مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یارسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں ہیں۔ نابینا سے پردے کی کیا ضرورت ہے تو سرکار فرمانے لگے کیا تم بھی نابینا ہو۔ تم تو دیکھ رہی ہو۔

لہٰذا تمہارے لئے علیحدہ حکم ہے اور اُن کیلئے علیحدہ حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

خاتون جنت کے ہاں مرد و عورت کا نصاب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے پوچھا مجھے یہ تو بتاؤ کہ تمہارے نزدیک مرد کیلئے بہتر کیا ہے اور عورت کیلئے بہتر کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اسکا کوئی جواب نہ تھا لیکن جس وقت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ کے آیا تو میں نے اس بارے اُن سے سوال کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو پوری کائنات میں پردے کی علمبردار ہیں وہ کہنے لگی۔

لَیْسَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ لَاتَرَیٰ رَجُلًا وَلَا یَرَاھَا رَجُلٌ

(کنز العمال حرف نون باب فی ترغیبات النساء، حدیث نمبر ۴۶۰۱۱، ج ۱۶ص ۶۰۱ موسسۃ الرسالۃ)

عورت کیلئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور اُسے کوئی مرد نہ دیکھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھنٹوں کی بحث کو ایک جملے میں بند کر دیا۔ کہ عورت کیلئے سب سے بہتر یہ ہے کہ عورت کسی مرد کو نہ دیکھے اور اس عورت کو کوئی مرد نہ دیکھے۔ یہ عورت کیلئے سب سے بہتر ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر بتایا۔

کہ میں نے وہ سوال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے اسکا یہ جواب دیا تو اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

جس طرح میں نے شرم وحیا کی تلقین کی ہے تو فاطمہ نے بھی حق ادا کر دیا ہے۔

بے پردہ خاتون پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گرفت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کسی کی گھر والی جا رہی تھی اور وہ پردے کے بغیر

Marfat.com

گذر گئی تو آپ نے فرمایا۔

اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ

لوگوں تمہیں حیا نہیں آتی، یہ تمہارے لئے کیسے جائز ہے کہ تمہاری بیوی گذر رہی ہو اور اُس کی طرف نگاہیں اُٹھ رہی ہوں۔ اسواسطے یہ غیرت کا معاملہ ہے۔ اپنی عزت کو پیش نظر رکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بے پردہ خاتون کے گزرنے پر اتنی گرفت کی اور اُس کو غیرت کے منافی قرار دیا۔ آج مردوں کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان بہت واضح حیثیت کا حامل ہے اور اس میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ایک ہماری غیرت ہے اور ایک اللہ کی بھی غیرت ہے۔ اللہ کی غیرت کیا ہے؟ کہ سوسائٹی Society میں فحاشی نہ ہو، عریانی نہ ہو، ایک شخص جو اپنے گھر والوں کو متوجہ نہیں کرتا۔ معاذ اللہ وہ اپنی غیرت کے بھی خلاف چل رہا ہے۔ اور اللہ کی غیرت کے بھی خلاف ہو رہا ہے۔

لہٰذا جہاں بھی پردے پہ عمل نہیں ہو رہا اللہ کی غیرت کے خلاف عمل ہو رہا ہے اور ابھی تک ہمیں یہ مہلت ملی ہوئی ہے ورنہ کب کے بندر بن چکے ہوتے قبل اس کے کہ ایسا وقت آ گئے ہمیں ربّ ذوالجلال کی غیرت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ماحول کو یوں پردے کا گہوارہ بنانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بندوں پہ برستی رہیں۔

اور سارے اللہ کے حکم مانتے ہوئے اس نہج پہ آجائیں کہ اللہ کی طرف سے برکتوں کا نزول شروع ہو جائے۔ دعائیں مانگی جائیں تو اللہ کی طرف سے ہماری دعائیں قبول ہوتی نظر آئیں۔ مردوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کیلئے اچھی تبلیغ کریں۔

کہ شرح متین کا فتویٰ ہے کہ

اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں کو ایسا حکم نہیں دے گا جتنے قدم چل کے اُس کی بیوی بے پردہ جائے گی۔ ہر قدم پر اُس کے شوہر کیلئے ایک جہنم کا طبقہ بنا دیا جائے گا کیونکہ وہ

Marfat.com

روکنے کا اختیار رکھتا تھا اُس نے روکا کیوں نہیں۔

اس واسطے اپنے آپ کو جھنم کے شعلوں سے بچانے کیلئے اپنے ذہن میں اس بات کو بٹھا کے اپنے گھر والوں کو پوری طرح اس کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

بے پردگی نفاق کی علامت

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْمُتَبَرِّجَات وَهُنَّ الْمُنَافِقَات

جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں وہ منافق عورتیں ہیں

یاد رہے کہ اس نفاق سے مراد عملی نفاق ہے۔

لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنهُنَّ اِلَّا مِثْلُ الْغُرَابِ الْاَعْصَمِ

(کنز العمال حرف النون الباب الثالث فی آداب النکاح حدیث نمبر:۴۴۵۶۹ جلد نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۲۹۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۔جامع الاحادیث حرف الخا حدیث نمبر:۱۱۸۳۳ جلد نمبر من حرف الباء الی حرف السین صفحہ نمبر ۳۱۲ دار الفکر بیروت۔

ان میں سے جنت میں داخل نہیں ہوں گی مگر سفید پنکھ والے کوے کی مثل ۔یعنی انہیں سے شاذ و نادر کوئی جنت میں جائے گی۔

مردوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ آنکھیں بچا کے رکھیں۔

آنکھوں کو جھکا کے رکھنا راستے کا حق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ہمیں راستے میں بیٹھنا پڑتا ہے۔

ہمیں دوکان پہ بیٹھنا پڑتا ہے۔

تو سرکار نے ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ

اے میرے صحابہ راستوں میں نہ بیٹھا کرو۔

پوچھا گیا کہ اگر کسی کی دوکان راستے پر ہے تو اب دوکان پہ بیٹھنا پڑے گا۔

تو آپ نے فرمایا۔

اِنْ اَبَيْتُمْ

اگر تم نے بیٹھنا ہے تو

فَاَعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ

تو پھر راستے کو حق دو۔

پھر پوچھا گیا کہ

مَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یا رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کونسا ہے۔

تو آپ نے فرمایا:۔

غَضُّ الْبَصَرِ (الدر المنثور ۶/۱۷۸)

اپنی آنکھ کو جھکا کے رکھنا راستے کا حق ہے۔ اگر مجبوراً دوکان پہ بیٹھنا پڑے گلی میں جانا پڑا ہے۔ تو تم پہ لازم ہے کہ اپنی نگاہ جھکا کے رکھو۔

خواتین پہ لازم کر دیا کہ وہ پردہ بھی کریں اور خوشبو بھی نہ لگائیں تا کہ جانبین سے ایک توازن پیدا ہو جائے اور معاشرہ ہر قسم کی کجی اور بدی سے محفوظ ہو جائے۔

میری دعا ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا اللہ رب العزت اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 6

عزت اور اس کے حصول کا ذریعہ

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ
بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
(سورت آل عمران آیت نمبر ۲۶)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ٥

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش اصحاب مودت ومحبت نہایت ہی معزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وکرم اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام ناویں سالانہ فہم دین کورس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

"عزت اور اس کے حصول کا ذریعہ"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے اعزاز اور توقیر کے اعلیٰ مرتبے عطا فرمائے۔

آج کا موضوع اپنی نوعیت کا ایک منفرد موضوع ہے۔

ہر شخص عزت کا متمنی ہے۔ ہر شخص عزت چاہتا ہے۔ مگر اس بات کی طرف بندے کی توجہ کم ہے کہ عزت کس کو کہا جاتا ہے۔ اور کونسی عزت کا حصول ایک مؤمن کے لیے ایک وقار ہے اور پھر عزت میسر کہاں سے آتی ہے۔ وہ کونسا دربار ہے۔ جہاں سے عزت ملتی ہے اور کہاں سے عزتوں کے تاج بندوں کو عنایت کیے جاتے ہیں۔ عمومی طور پر زمانے کی روش اور خیالات کی تبدیلی کی وجہ سے بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو ذلت کو عزت سمجھتے ہیں اور عزت کو معاذ اللہ ذلت سمجھتے ہیں۔ تو اس واسطے ابتدائی طور

Marfat.com

پر بندہ مؤمن کا جو یقین ہے اور عزت کے لحاظ سے جو اس کا نظریہ ہے وہ پہلے نمبر پر پختہ ہونا چاہیے اور اس کے بعد پھر عزت کے حصول کے لیے اسے کوشاں رہنا چاہیے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

وہ خود بندوں کو عزتیں عطا کرنے والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ذروں کو آفتاب بنا دیتا ہے۔ کانٹوں کو گلاب بنا دیتا ہے۔ اس کی ربوبیت کا اظہار ہے کہ جس وقت وہ ادنیٰ کو اعلیٰ بناتا ہے۔ اور غلاموں کو امانت کے تاج عطا فرما دیتا ہے۔ تو اس واسطے بندہ مؤمن کو عزت کے حصول کے لحاظ سے صحیح نظریہ رکھتے ہوئے اپنے رب سے عزت مانگنی چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ

اے نبی ﷺ آپ یہ کہہ دو۔ اے اللہ تو مالک ملک ہے۔

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ

جسے چاہتا ہے اسے تو ملک دیتا ہے۔

وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

اور جس سے چاہتا ہے تو ملک کو چھین لیتا ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

تو جسے چاہتا ہے اسے عزت دیتا ہے۔

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

اور جسے چاہتا ہے تو ذلت دیتا ہے۔

Marfat.com

بِيَدِكَ الْخَيْرُ

تیری قدرت میں ساری خیر ہے۔

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سورۃ آل عمران پارہ نمبر ۳' آیت نمبر ۲۶)

بے شک تو ہر چاہت کے اوپر قدرت رکھنے والا ہے۔

قرآن مجید میں بندے کی عزت کا مدار اللہ تعالیٰ کی عطا پر بیان کیا گیا۔ کوئی شخص اپنے طور پر اللہ کے چاہے بغیر نہ عزت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کو عزت مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں جب ساری عزت ہے تو پتہ چلا کہ عزت اسی دربار سے بندے کو ملتی ہے اور پھر اس کے حصول کے تقاضے بھی وہی ہوں گے۔

جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ جن کاموں کو اپنی طرف سے شریعت کی شکل دے کر اپنے بندوں کو دے رہا ہے۔

جس وقت ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک انسان اپنی زندگی میں عزت چاہے گا۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو عزتوں کے تاج عطا فرمائے گا۔

عزت کا معنیٰ:

عزت عربی زبان کا لفظ ہے۔

- جس کے بنیادی طور پر تین معانی ہیں:

نمبر 1: قوت۔ نمبر 2: شدت۔ نمبر 3: غلبہ

یہ تینوں معانی اور ان سے منسلک عزت کے چند امور اس عزت کے مفہوم میں

Marfat.com

موجود ہیں۔ جہاں بھی عزت پائی جائے گی اور جس کی عزت ہوگی اس میں قوت ہوگی اس کے اندر ایک شدت اور پاور ہوگی اور اس کا غلبہ مانا جائے گا۔

عزت کا اصطلاحی معنیٰ:

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ عزت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَلْعِزَّۃُ حَالَۃٌ مَانِعَۃٌ لِلْاِنْسَانِ مِنْ اَنْ یُّغْلَبَ

عزت اس حالت کو کہا جاتا ہے۔ جو حالت انسان کو مغلوب نہیں ہونے دیتی۔

(المفردات للراغب، کتاب العین ص:۳۳۲، المکتبۃ المرتضویہ)

(نضرۃ النعیم العزۃ، ج:۷، ص:۲۸۲۰، دار الوسیلۃ المکۃ العربیۃ السعودیہ)

عزت بمعنیٰ عظمت:

عرفی طور پر عزت کو عظمت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ عزت و عظمت دونوں قریب کے الفاظ ہیں۔ تو ہماری گفتگو کا محور عزت بمعنیٰ عظمت کے ہے۔ کس انداز میں انسان کی عظمت ہے اور انسان کا وقار ہے۔ وہ وقار انسان کو کہاں سے میسر آتا ہے۔ اگر وہ وقار میسر آجائے تو کس طرح اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ عزت کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔

لفظ عزت عظمت کے معنیٰ میں قرآن مجید میں موجود ہے۔

ان جادوگروں نے بھی اپنی رسیاں پھینکیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا پھینکا تو جس وقت وہ جادوگر رسیاں پھینک رہے تھے تو ان کی زبان پر کیا تھا۔

Marfat.com

قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ

(سورۃ الشعراء پارہ نمبر ۱۹' آیت نمبر ۴۴)

وہ کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم ہم ضرور غالب آجائیں گے۔

تو اس میں جو انہوں نے لفظ عزت استعمال کیا تھا تو یہ بمعنی عظمت استعمال کیا تھا۔ کہ فرعون کی عظمت کے صدقے ہم غالب آجائیں گے۔ یہ فرعون کے حواریوں کا وطیرہ تھا۔ مگر رب العزت نے نہ عزت فرعون کو دی اور نہ اس کے ماننے والوں کو دی۔ اللہ تعالیٰ نے عزت اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی اور ان کی پیروی کرنے والوں کو دی تو قرآن مجید کے اس مقام پر عزت بمعنی عظمت استعمال ہوا ہے۔

عزت بمعنی سہارا و آسرا بھی ہے:

قرآن مجید میں ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کی کہ منافقین مسلمانوں کو چھوڑ کے کافروں کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ان سے مشورے کرتے ہیں اور کافروں سے جا کر باتیں کرتے ہیں۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

(سورۃ النساء پارہ نمبر ۵' آیت نمبر ۱۳۹)

کیا لوگ کافروں سے جا کر آسرا ڈھونڈتے ہیں۔ بے شک عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی آسرا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سہارا عطا فرمانے والا ہے۔

عزت بمعنی حمیت:

حمیت غیرت کے مترادف لفظ ہے۔

Marfat.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

(سورۃ البقرۃ پارہ نمبر ۲' آیت نمبر ۲۰۶)

اور جب انہیں کہا جائے کہ تم اللہ سے ڈرو تو ان کی عزت ان کو گناہ پر مجبور کرتی ہے۔

یعنی انہوں نے جو ایک رکھ رکھاؤ بنا رکھا ہے۔ وہ چیز ان کو حق کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی اور اس کی وجہ سے وہ گناہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہماری ناک نہیں رہتی۔ ہمارا یہ برادری کا معاملہ ہے اگر ہم ایسا نہ کریں یہ ایک جعلی مصنوعی عزت ہے۔ جو ان کے سامنے ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نیکی کی طرف مائل نہیں ہوتے اور گناہوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔

تقویٰ مومن کا وقار:

آج ہماری گفتگو کا موضوع عزت بمعنٰی عظمت کے ہے۔ جس وقت اس کو بیان کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عظمت کس میں ہے۔ ایک مومن کا وقار کس میں ہے۔ اور کھویا ہوا وقار حاصل کیسے کیا جا سکتا ہے اور جو وقار موجود ہے اس کو برقرار کیسے رکھا جا سکتا ہے۔ ابتدائی طور پر یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو برابری کے مراحل میں رکھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

(سورۃ الحجرات پارہ نمبر ۲۶' آیت نمبر ۱۳)

Marfat.com

اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے شعبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم متعارف ہو جاؤ۔ بے شک تم میں سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے۔

آج ہمارے ہاں برادریوں کو باعث عزت سمجھا جاتا ہے۔ رنگ و نسل کو باعث عزت سمجھا جاتا ہے اور مختلف شعبہ جات کے ساتھ متعلق ہونے کو باعث عزت سمجھا جاتا ہے۔ یا پھر نام نہاد روشن خیالی کے لحاظ سے فیشن ایبل اور فیشن پرست ہونے کے لحاظ سے لوگ اپنی اپنی عزت محسوس کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا قرآن واضح کر رہا ہے کہ!

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت اس کی ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے۔

جس کو تقویٰ زیادہ حاصل ہے۔ جو اپنے نفس کی زیادہ خلاف ورزی کرتا ہے۔

جو شہوتوں کو چھوڑ کر رب کی چاہت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس بنیاد پر عزت کا بیان کر کے ہماری بہت سی بیماریوں کا علاج فرمایا ہے۔ سوسائٹی کے اندر جن وجوہات پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سوسائٹی کا امن تہہ و بالا ہوتا ہے۔ اور جن اسباب کی وجہ سے ایک معاشرتی کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے وہ فتنہ کی آگ بھڑکتی ہے کہ ان چیزوں کو باعث عزت سمجھا جاتا ہے اور پھر اس کے مطابق ہر انسان اپنی عزت کے حصول کے لیے سرگرداں ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآنی سوچ کو جس وقت سامنے رکھا جائے گا تو پھر عزت کا مدار پرہیزگاری ہے تو ہر بندہ اپنی پرہیزگاری کی طرف متوجہ ہوگا۔ نیکی کی طرف متوجہ ہوگا۔

Marfat.com

اب اس میں اس کی کسی کے ساتھ کوئی چپقلش نہیں ہوگی۔ کوئی الجھاؤ نہیں ہوگا۔ اپنے دل کی صفائی کی طرف انسان متوجہ رہے گا اور جس وقت وہ یہ سمجھتا ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے عزت کوئی چھین نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جسے چاہتا ہے عزت عطا فرماتا ہے اور یہ عزت اس وقت حاصل کی جاسکتی ہے جب اس کو راضی کیا جائے۔

تو اس بنیاد پر معاشرے کے فتنے اور معاشرے کے فساد خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ لڑائیوں کی وجوہات ختم ہو جاتی ہیں۔ اور جو جعلی عزتوں کے دھندے ہیں ان سے بندہ نکل جاتا ہے۔ ہر بندہ اپنی اصلاح پر توجہ دیتا ہے۔ ہر بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق مصروف کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف سے عزتیں بھی عطا فرما دیتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پہ تاریخی خطبہ:

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کا خطبہ بڑا تاریخی خطبہ ہے۔ جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ وَسْطِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جب خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاَلَا اِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ

اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ حضرت آدم

Marfat.com

السَّلَامُ ایک ہے۔ تم ایک رب کے بندے ہو اور ایک باپ کے بیٹے ہو۔

اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِي

کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ

کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ والے پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں۔

اِلَّا بِالتَّقْوٰى

(الدر المنثور، سورۃ الحجرات، الجزء السادس والعشرون، ج: ۷، ص: ۵۷۹، دار الفکر بیروت)

اگر فضیلت ہے تو تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

اگر سیاہ رنگ والا پرہیزگار ہے تو اللہ کے نزدیک وہ عزت والا ہے۔

اگر سرخ رنگ والا اپنے نفس کا پجاری بن چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف توجہ نہیں دیتا وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، اس کا کتنا ہی اچھا رنگ کیوں نہ ہو۔ ہمارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص کی کوئی عزت نہیں ہے۔

عزت کا مدار یہ ہے کہ!

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

اللہ کے نزدیک جو عزت ہے۔ وہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ تمہارے اندر پرہیزگاری کتنی ہے۔ دل کی نرمی کتنی ہے اور دل میں دین کا اثر کتنا ہے اسی میرٹ پر عزتوں کے تاج بٹتے ہیں۔

Marfat.com

آج اپنے آپ کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ جس وقت ہمارے معیار بدلتے گئے اور عزت کے لحاظ سے اطوار بدلتے گئے۔ تو ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنتی گئی۔ آج انسان جس وقت دیکھتا ہے کہ اس کے بچوں کا یہ تقاضا تھا کہ ہمارے پڑوسی کے پاس یہ خرافات ہیں تو ہماری بھی ایسی خرافات ہونی چاہییں۔

فلاں کی اولاد نام نہاد روشن خیالی کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔ تو ہمیں بھی ویسا ہی افرنگی دوکانوں کا کھلونا بننا چاہیے۔

یہ سوسائٹی میں ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اور یہ معاشرے میں دوڑ لگی ہوئی ہے اور ہر شخص عزت وہاں سے لینا چاہتا ہے۔ جہاں سوائے ذلت کے کچھ نہیں ہے۔ مغرب کی دوکانوں پر اور افرنگ کے سٹور پر عزت نہیں ملتی۔ بلکہ عزت گنبد خضریٰ کی ہریالیوں سے ملتی ہے اور عزت کعبہ کے نور سے ملتی ہے۔

آج جس وقت عزت کے حصول کے لیے لوگ حرم کا رستہ چھوڑ کر کسی صنم کدے کی طرف جاتے ہیں یا اسلام اور سنت کا رستہ چھوڑ کر کسی نام نہاد کلچر کی طرف جاتے ہیں۔ اگر عزت کے حصول کے لیے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر غیروں کے بتائے ہوئے طریقوں کی طرف قوم جاتی ہے تو ہمیں قرآن اور رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان سبق دے رہا ہے کہ عزت ان جگہوں سے نہیں ملتی۔ عزت رسول اکرم ﷺ کے طریقے کو اپنانے سے ملتی ہے اور یہ وہ طریقہ ہے۔ جہاں چشم فلک نے دیکھا اس زمین کے اوپر وہ لوگ جن کی حیثیت نہ تھی۔ جو بکتے بکاتے آئے تھے۔ غلام تھے مگر انہوں نے اسلام کا جھنڈا اٹھا لیا تو وہ عزت والے بن گئے۔

Marfat.com

دنیا میں بھی ان کی عزت کو محسوس کیا گیا۔ ان کے سامنے حکومتیں سرنگوں ہو گئیں اور ان کی عزت اتنی بڑھ گئی کہ دنیا کے بادشاہوں کے تخت اور تاج ان کے قدموں کے نیچے آ گئے۔

خشیت الٰہی عزت کا سبب:

اس واسطے کہ انہوں نے عزت کی بھیک کسی بندے سے نہیں مانگی اور عزت کی بھیک کسی حکومت سے نہیں مانگی اور عزت کی بھیک دنیاوی قانون سے نہیں مانگی۔ جس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عزت کے حصول کے لیے رسول اکرم ﷺ کے دروازے پہ آ کے بیٹھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا پسند کر لیا ہے کہ آپ نے ان کو وہ رعب دیا اور وہ طاقت دی اور وہ وقار دیا۔ جس کی وجہ سے سپر طاقتیں ان کے آگے سرنگوں ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان فقیروں کو دنیا کے اندر امیری کے تاج عطا فرما دیے۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہمارے ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهَا اَنْ يَّكُوْنَ اَكْرَمَ النَّاسِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ

(البحر المحیط، سورۃ الحجرات آیت (وجعلنا لکم شعوبا) ج:۹، ص:۵۲۳، دار الفکر بیروت)

بندے کو یہ اچھا لگتا ہے کہ میری عزت سب سے بڑھ جائے اور مجھے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں میں سے زیادہ عزت عطا فرما دے تو اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

جس وقت انسان کے اندر تکبر آتا ہے غرور آتا ہے تو پھر اس کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ جب عاجزی آتی ہے اور اس کے اندر خلوص پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی

Marfat.com

عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عمومی طور پر آج عزت چاہنے والا تکبر کی نیت سے چاہتا ہے۔

عزت چاہنے والا اپنی بڑائی کے لیے عزت چاہتا ہے اور یہی بنیادی غلطی ہے۔ شریعت مطہرہ میں عزت بڑائی کے لیے نہیں' عزت تکبر کے لیے نہیں۔ بلکہ جوں جوں کسی کی اللہ کی طرف سے عزت آتی ہے۔توں توں اس کا سر جھکتا چلا جاتا ہے۔اس کے اندر عاجزی آتی ہے اس کے اندر انکساری آتی ہے۔

لہذا دنیا کی عزت اور شرعی اصول کے مطابق عزت کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آج عزت کے حصول کے لیے کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس اقتدار ہو۔میرے پاس پیسہ زیادہ ہو۔میرے پاس کوٹھی ہو اور بنگلہ ہو' اور کار ہو' تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں کہ میرے پاس بھی کچھ ہے تاکہ میں عام نادار لوگوں پر اپنی بڑائی کو ثابت کر سکوں اپنی برتری کو ظاہر کر سکوں یہ وہ انداز ہے جو مردود انداز ہے۔

شریعت مطہرہ میں جس کو مسترد کر دیا گیا ہے۔شریعت مطہرہ میں عزت کا سبب تواضع کو قرار دیا گیا ہے کہ اسی کی عزت ہو گی جو تواضع والا ہو گا اور انکساری والا ہو گا اور عاجزی والا ہو گا۔

لہذا دنیاوی نکتہ نظر سے جو کوئی عزت چاہتا ہے۔وہ عزت تو اسلام میں مطلوب ہی نہیں ہے۔ہم جس عزت کی بات کر رہے ہیں۔یہ وہ عزت ہے کہ جوں جوں ایک بندے کو اللہ تعالیٰ بڑی کرسی دیتا ہے۔بڑا مقام اور بڑا منصب دیتا ہے۔تو وہ خود لوگوں پر اپنی بڑائی کا اظہار نہیں کرتا وہ لوگوں کے سامنے متکبر نہیں بنتا۔وہ عاجز مزاج بنتا چلا جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے اور وہ لوگوں سے خود

Marfat.com

اپنی عزت کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کسی نمرود یا فرعون کی طرف لوگوں کو متوجہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہے تو پھر اس شریعت مطہرہ کی روشنی میں عزت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دی ہوئی محبوبیت ہے۔ جو محبوبیت وہ اپنے بندے کو عطا فرما دیتا ہے۔

اب اس محبوبیت کے لیے دنیاوی تصنع کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی یہ عزت اللہ تعالیٰ کے دینے سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ صرف عزت والے نے اللہ تعالیٰ کا شکر برقرار رکھنا ہے۔ وہ شکر ادا کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دی ہوئی عزت باقی بھی رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر لحہ اس کی عزتوں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

عزت کا حقیقی معیار:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ

(صحیح مسلم شریف' کتاب البر والصلوۃ' باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ' ج:۲' ص:۳۱۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

عزت کے معیار کو سمجھنے کے لیے یہ حدیث سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر انسان اپنی برتری اپنے رنگ میں سمجھتا ہے اور اپنے مال میں سمجھتا ہے اور یہ

Marfat.com

کہتا ہے کہ چونکہ میرے پاس مال زیادہ ہے تو میں عزت والا ہوں۔

یا میرا رنگ اچھا ہے تو میں عزت والا ہوں۔

سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں عزت اس چیز میں ہوگی۔ جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے گا اور جو رب کی نگاہ کے نیچے ہوگی۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی نگاہ ہوگی وہ چیز قابل عزت ہوگی۔

تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رنگ کو نہیں دیکھتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے مال کو بھی نہیں دیکھتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہر چیز وہ دیکھ رہا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ شفقت کرنا اور پیار کرنا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے رنگ سے بھی کوئی پیار نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے مال سے بھی کوئی پیار نہیں ہے۔ تو جو چیز اللہ تعالیٰ کے پیار کی داعی نہیں بن سکتی۔ وہ عزت کیسے ہو سکتی ہے تو اس بنیاد پر فرمایا کہ!

جب اللہ تعالیٰ تمہارے مال کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا اور تمہارے رنگ کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا تو پھر یہ سمجھ لو کہ نہ مرکز عزت مال ہے اور نہ ہی مرکز عزت جان ہے اور نہ ہی مرکز عزت رنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ کس بنیاد پر اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔ تو وہ اپنے بندے کے دل کو دیکھتا ہے۔ جس کا دل نیکی سے بھرا ہوا ہے اور جس کا دل خواہشات سے خالی ہے اور جس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر چکا ہے۔

سید عالم ﷺ کے عشق سے معمور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان دلوں کی طرف دیکھنے والا

Marfat.com

ہے اور جس نے جتنا اپنے دل کو ستھرا کر لیا تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنی زیادہ عزت عطا فرمائے گا۔ تو پتہ چلا کہ یہاں عزت کے حصول کے لیے کسی اچھے سوٹ کی ضرورت نہیں ہے اور کسی اچھے بود و باش کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں تو عزت کے حصول کے لیے دل کی تعمیر کی ضرورت ہے۔ دل کی اچھی اصلاح کی ضرورت ہے اور حدود دل سے ہر بدی کے کانٹے کو کاٹنے کی ضرورت ہے۔ عمومی طور پر انسان نے عزت جن چیزوں میں سمجھ لی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس کو مسترد فرما رہے ہیں۔

اگر تم اپنی عزت یا کسی کی عزت کپڑوں کی وجہ سے کرتے ہو یا اس کی کرسی کی وجہ سے کرتے ہو یا اس کے مال اور پیسے کی وجہ سے کرتے ہو تو یہ جھوٹی اور جعلی عزت ہے۔ عزت کرنی ہے تو نیکی کی بنیاد پہ کرنی ہے۔ اگر وہ فقیر کٹیا میں بیٹھا ہوا ہے۔ مگر اس کا دل اللہ تعالیٰ کے جلوؤں سے بھرا ہوا ہے۔ کہ جس بادشاہ کا دل کھنڈر ہے دل ویران ہے اور دل کے اندر شیطانی خواہش ہے اور دل کے اندر وسوسے ہیں اور وہ بیٹھا بہت بڑے کاشانے میں ہے۔

ہمارے محبوب علیہ السلام نے قیامت تک کے لیے فقر غیور اور عزتوں کی تقسیم کرتے ہوئے فرما دیا کہ کبھی بھی ایسے معاملے میں بھٹکنے میں نہ چلے جانا اور غلطی نہ کھا جانا یہ حقیقت میں عزت ہے کہ انسان کا دل عزت والا ہو اور انسان کے دل میں نیکی کا میلان اور نیکی کی پاور موجود ہو۔ کیونکہ وہ چیز سر فہرست ہوگی۔ جو رب کو منظور ہو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر رنگ پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مال

Marfat.com

پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو دل پسند ہے اور عمل پسند ہے۔ تو پتہ چلا کہ معیار عزت عمل ہے اور معیار عزت بندے کے دل کی صلاحیت ہے اور دل کی کیفیت ہے۔

آج یہ ماحول جس میں رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ آج فکری آپریشن کی بھی ضرورت ہے۔ انسان کی سوچ اگر صحیح ہو جائے۔ تو پھر سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

پس نخستیں بایدت تطہیر فکر
بعد ازاں آساں شود تعمیر فکر

سب سے پہلے فکر کی تطہیر ضروری ہے اور پھر اس کی تعمیر کی جاتی ہے۔

اگر انسان کی سوچ عزت کے معاملے میں غلط ہو چکی ہے تو اس کو سجدہ سہو کرتے ہوئے اپنی سوچ کو صحیح کرنا چاہیے۔ جب عزت کے معاملے میں سوچ صحیح نہیں ہوگی۔ تب وہ بے عزتی کو عزت سمجھتا رہے گا اور عزت کو بے عزتی سمجھتا رہے گا۔ ذلت کو عزت اور عزت کو ذلت سمجھنا اس سے اور بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

اس واسطے میرے بھائیو! قرآن وسنت کے اس پیغام کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہوئے۔ جو حقیقی عزت ہے۔ جو رب ذوالجلال کے دربار سے ملتی ہے۔ جو گنبد خضریٰ کی ہریالیوں میں ملتی ہے۔ اس عزت کی طرف ہمیں متوجہ ہونا ہے۔ اس کو عزت سمجھنا ہے اور جو زمانے کی ذلت ہے اور جس کو آج جعلی طور پر عزت کہا جاتا ہے۔ اس کو وہ ذلت سمجھتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس نے عزتیں اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں اور اس لئے نہیں کہ وہ کسی کو

Marfat.com

دے گا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس عزتیں اس لئے ہیں اور اس نے خود واضح کر دیا ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

(سورۃ آل عمران' پارہ نمبر ۳' آیت نمبر ۲۶)

جسے چاہتا ہے ذلت بھی وہی دیتا ہے اور عزت بھی وہی دیتا ہے۔ تو جو اس کا جتنا مطیع بن جائے گا اور جتنا فرمانبردار بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے عزتوں کے تاج عطا فرمائے گا۔

تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ:

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی چند آیات میں تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

جس میں پہلے یہ ثابت ہو گا کہ عزت ساری رب ذوالجلال کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا

میرے نبی کافروں کی باتیں تمہیں غم میں نہ ڈالیں اس لیے کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اب جس وقت رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مشرکین مکہ آپ کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور آپ کی عزت اور حیثیت کے خلاف بولتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو اور بعض کہتے ہیں کہ تم کاہن ہو تم شاعر اور تم مجنوں ہو۔ اس طرح کی باتیں وہ جس وقت کرتے ہیں تو رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کیسے دلاسا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

Marfat.com

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ

میرے نبی ان کی باتیں تمہیں غم میں نہ ڈالیں اور یہ جو آپ کے منصب کی نفی کرتے ہیں ان کے کہنے سے کیا بنے گا۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

(سورہ یونس، پارہ نمبر ۱۱ آیت نمبر ۶۵)

بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

عزت رب دینے والا ہے جس نے آپ کو رسول بنایا ہے۔ اس رب نے تجھے خاتم النبیین بنایا ہے۔ اس رب نے تمہیں رحمۃ اللعالمین بنایا ہے۔ اس رب نے تجھے صاحب مقام محمود بنایا ہے۔ اس رب نے تمہارے ہاتھ میں جنت کی چابی دی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ یہ واضح کر رہا ہے کہ دنیا کے کہنے والوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جس کے ساتھ رب راضی ہے۔ سب کچھ اس کو میسر ہے۔ جس کے اوپر رب مہربان ہے۔ سب کچھ اس کو حاصل ہے۔ تو اب احکام پر امت مسلمہ کے لیے کیا سبق بنا۔

تمہارے دشمن ہندوں ہوں یا عیسائی ہوں یا یہودی ہو یا سکھ ہوں۔ جس وقت وہ تمہاری عظمتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔ جس وقت وہ تمہارے یقین کے خلاف بولتے ہیں۔ معاذ اللہ تمہیں وہ کمینہ کہیں یا ذلیل کہیں اور تمہارے خلاف باتیں کریں تمہاری عزت اچھالنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

جو میرا بندہ ہے اسے کافروں کی باتوں سے غم نہیں ہونا چاہیے۔ جو میرا بندہ ہے۔ اس کو انگریز کے حملوں سے تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور اس کو پریشان نہیں ہونا چاہیے

Marfat.com

کیوں؟

اس واسطے کہ ساری عزتیں تمہارے رب کے پاس ہیں۔عزتیں واشنگٹن میں تقسیم نہیں ہوتیں اور عزتیں برطانیہ میں تقسیم نہیں ہوتیں۔عزتیں وائٹ ہاؤس میں تقسیم نہیں ہوتی۔عزتیں دنیا کے درباروں میں تقسیم نہیں ہوتیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سن لو۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے یہ بتادیا کہ کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے رب تو ساری کائنات کا رب ہے۔مگر ولی کے لفظ میں پیار کی بات موجود ہے میں اپنے بندوں کا مولیٰ ہوں اور انہیں عزتیں دینے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بظاہر یہ جملے رسول اکرم ﷺ کو ارشاد فرمائے اور پھر آپ کے ذریعے ساری امت کو اس بات کی طرف متوجہ کر دیا کہ غیروں کے شکووں پر اور ان کے طعنوں پر کبھی بھی دین کے معاملے میں شک کے مریض نہ بن جانا تمہارا دین عزت والا دین ہے اور تمہارا دین وقار والا دین ہے۔

یہود ونصاریٰ کو یٰۤاَیُّهَا الْمَسَاکِیْنَ سے خطاب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے جب بھی عیسائیوں کو انجیل کے اندر خطاب کیا اور جب بھی یہودیوں کو تورات کے اندر خطاب کیا بالخصوص تورات کے اندر یہودیت کو جب بھی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آواز دی ہے تو ان کو (یایھا المساکین) کہہ کے پکارا ہے۔

امت محمدیہ کو یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مسکین کہہ کے نہیں پکارا۔ بلکہ قرآن مجید میں 88 مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنا نام عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو! اے مومنو

جبکہ مؤمن تو اللہ تعالیٰ کا اپنا نام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ

(سورۃ الحشر، پارہ نمبر ۲۸، آیت نمبر ۲۳)

وہ مومن ہے، وہ مہیمن ہے۔

تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کیا وقار دیا ہے اور اس امت کو کیا عزت دی ہے۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ پکارے تو انہیں مسکین کہہ کر پکارے کہ تم مسکین ہو مگر اس امت کو جس وقت پکارتا ہے تو اپنے نام سے پکارتا ہے۔ مومن کہہ کر پکارتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو رب دنیا میں ہمیں اپنا نام دے رہا ہے تو امید کی جاتی ہے کہ حشر میں بھی معاملہ اچھا فرمائے گا۔ اگر آج عزت سے پکارتا ہے اور دنیا میں

Marfat.com

عزت سے پکارتا ہے اور عزت والا نام دے کر اللہ تعالیٰ آواز دے رہا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے غلاموں کو حشر میں بھی عزتوں کے تاج عطا فرمائے گا۔

منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت:

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا

(سورۃ النساء پارہ نمبر ۵ آیت نمبر:۱۳۸)

میرے نبی ﷺ آپ منافقین کو بشارت دے دیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے منافقین کون لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

منافقین وہ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے اور مسلمانوں کو چھوڑ کے کافروں کے پاس چلے جاتے ہیں

اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

کیا یہ ان لوگوں کے پاس عزت لینے جاتے ہیں۔ تو سن لو۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا

(سورۃ النساء پارہ نمبر ۵ آیت نمبر :۱۳۸،۱۳۹)

بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اب دیکھنا قرآن مجید میں دو چیزوں کا انداز جدا جدا ہے۔

مثلاً جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ عبادت ساری اللہ کی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اللہ کے سوا کسی کی کوئی عبادت نہیں ہے۔ نہ عطائی اور نہ مجازی کسی لحاظ سے

Marfat.com

دوسرے کی کوئی عبادت نہیں ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ پر بند ہے۔ وہی معبود حقیقی ہے۔ اس کے سوا کسی کی کوئی عبادت نہیں ہے۔

مگر جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ عزت ساری اللہ کی ہے تو اس کا عبادت والا مفہوم نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عزت صرف اللہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اگر کسی کی ہوگی تو شرک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دی جائے گی تو معاذ اللہ کفر ہو جائے گا۔ نہیں نہیں عزت ساری اللہ تعالیٰ کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دیئے بغیر کسی کو نہیں ملتی۔ وہ دیتا ہے تو ملتی ہے ورنہ کسی کو عزت نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ کی عزت کا مطلب یہ بنا کہ وہ خود عزت والا ہے اور پھر عزت آگے بانٹتا بھی ہے۔ یہ عبادت کی طرح کا معاملہ نہیں ہے کہ وہ خود تو معبود ہے مگر اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ لیکن عزت کے لحاظ سے مسئلہ یہ ہے کہ وہ خود عزت والا ہے اور عزتیں بانٹتا بھی ہے اور جس وقت کہا جاتا ہے۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اگر کوئی عزت پانا چاہتا ہے۔ کبھی بھی نہیں پا سکے گا وہ ذلیل و رسوا تو ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ عزیز نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ساری عزتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزتیں دیتا ہے اور دلواتا بھی اپنوں سے ہیں اور ملتی بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے پاس سے ہے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ کو منافقین پر غصہ آ گیا اور فرمایا انہوں نے اگر عزت لینی ہے تو چلے جاتے ہیں ابو جہل کے پاس اور وہاں جا کر بیٹھتے ہیں۔ عتبہ اور شیبہ کے پاس جا کر

Marfat.com

بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی چودھراہٹ کی چمک سے ہمیں بھی چمک ملے گی اور ہمیں بھی عزت ملے گی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان منافقوں کی سوچ غلط ہے عزت ابوجہل کے ڈیرے سے نہیں ملتی۔عزت حضرت محمد ﷺ کے آستانے سے ملتی ہے۔عزت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھرانے سے ملتی ہے۔عزت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دہلیز سے ملتی ہے۔عزت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر سے ملتی ہے۔عزت حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی محفل سے ملتی ہے۔

تو اب اللہ تعالیٰ نے عزت کے حصول کے جو ذرائع تھے وہ واضح فرما دیے ہیں اور یہ فرمایا کہ وہ منافق ہیں جو کافر سے عزت چاہتا ہے۔جو کافر کے ساتھ لگ کے اپنی حیثیت بڑھانا چاہتا ہے۔جو کافر سے دوستی بنا کر اپنے آپ کو غالب کرنا چاہتا ہے۔تو کبھی بھی اس کو عزت نہیں ملے گی۔کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی ہے۔اور وہ رکھتا اپنے بندوں کے پاس ہے۔عزت تقسیم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے منتخب کیے ہوئے ہیں۔لہٰذا منافقین کو جھڑکی دی گئی کہ تم عزت چاہتے وقت ان کے پاس جاتے ہو جو اللہ کے دشمن ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو عزت نہیں دیتا۔تو ان کے پاس جانے والوں کو عزت کیسے ملے گی۔

اللہ تعالیٰ عزت اپنے محبوبوں کو دیتا ہے اور اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔تو عزت کے حصول کے لیے اگر تم نے جانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے پاس جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے پاس جو بندہ پہنچتا ہے۔جاتے وقت اس کی حیثیت

Marfat.com

نارمل ہوتی ہے۔لیکن جب قرب خاص میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لاکھوں کروڑوں سے بھاری عزتیں عطا فرمادیتا ہے۔

قرآن مجید نے اس اسلوب کو تفصیل کے ساتھ اس وقت بیان کیا کہ جب منافقین ایک جنگ سے واپس آرہے تھے اور کہنے لگے

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

اگر ہم مدینہ شریف واپس چلے گئے تو ہم عزت والے ذلیلوں کو مدینہ شریف سے باہر نکالیں گے۔(معاذاللہ)

منافقین نے اپنے آپ کو عزت والا قرار دیا اور ہمارے آقا ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی طرف نسبت کرتے ہوئے انہوں نے ذلیل کا لفظ بولا۔ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا۔

عزت اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ اور مؤمنین کے لیے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ المنافقون'پارہ نمبر ۲۸' آیت نمبر ۸)

عزت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے رسول ﷺ کی ہے اور عزت سارے مومنین کی ہے۔لیکن منافقوں کو پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزتیں کس کس کو عطا فرمائی ہیں۔اسی واسطے آج کے اس ماحول کے اندر انفرادی اور اجتماعی طور پر عزت اسے سمجھا جارہا ہے۔جو عزت نہیں ہے اور جو عزت ہے اس سے آج انسان بھاگتا جارہا ہے۔ اور اس کو چھوڑتا جارہا ہے۔

تو ہمیں پلٹ کر اپنی اصلاح کرتے وقت عزت کے حصول کے جو ذرائع ہیں ان

Marfat.com

کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر واضح کیا کہ

عزت کے حصول کا طریقہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے بغیر عزت نہیں مل سکتی۔ تو ہمیں اپنی عزت کے اندر وہ عوامل بروئے کار لانے ہیں کہ جن میں تقویٰ والی صورت موجود ہو اور تقویٰ کا رنگ موجود ہو۔

بہترین انسان کی علامات:

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ابن کثیر میں موجود ہے۔

رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ:

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ

لوگوں میں سے سب سے بہتر کون ہے۔

اس کا یہ مطلب ہوگا کہ عزت کس کی زیادہ ہے۔ سوسائٹی میں وقار کس کا زیادہ ہے۔

پہلی علامت: اچھے طریقے سے قرآن پڑھنا:

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

خَیْرُ النَّاسِ اَقْرَءُ ھُمْ وَاَتْقَاھُمْ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

تم میں سب سے بہترین وہ ہے جس کو قرآن زیادہ آتا ہے۔ جس کو قرآن مجید کا علم زیادہ ہے۔ جو بندہ قرآن مجید اچھے طریقے سے پڑھتا ہے۔

یہ تم میں بڑا عزت والا ہے۔

Marfat.com

دوسری علامت: اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

جو بندہ سب سے زیادہ رب سے ڈرتا ہو اس کی عزت زیادہ ہے۔

اب اس سے پتہ چلا جو عزت بندے کو مست بنائے اور جس کی وجہ سے بندہ گھمنڈ میں آجائے اور وہ تکبر کرے وہ تو اسلامی عزت نہیں ہے۔

چونکہ اسلامی عزت کا جو معیار ہے وہ یہ ہی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا رہے اور پھر ارشاد فرمایا:

تیسری علامت: نیکی کا حکم دینا

آمرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ اَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

جو بندہ سوسائٹی میں نیکی کا حکم زیادہ دیتا ہے اور نیکی زیادہ پھیلاتا ہے۔ نیکی کی طرف لوگوں کو زیادہ متوجہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بندہ زیادہ عزت والا ہے۔ آج ہر انسان یہ کہتا ہے کہ میں برائی سے کیوں منع کروں اگر میں کسی کو برا کہوں گا تو برا میرے خلاف ہو جائے گا۔ اگر میں کسی کو برائی سے روکوں گا۔ تو میرے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔ لیکن شریعت مطہرہ میں عزت اس بندے کی ہے کہ جو تمہیں اچھائی کا پیغام دے گا اور جو زیادہ نیکی کی دعوت دے گا۔ وہ زیادہ عزت والا ہوگا۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

چوتھی علامت: برائی سے روکنا:

اَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

جو شخص بدی سے زیادہ روکتا ہے اور بدی پر لوگوں کو متوجہ کرتا ہے اور متنبہ کرتا ہے

Marfat.com

کہ یہ دیکھو فلاں بدی سوسائٹی میں آ گئی ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ جس وقت اچھائی کا حکم زیادہ دے اور برائی سے زیادہ روکے تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت کا زیادہ کوٹہ عطا فرمایا ہے۔

پانچویں علامت: صلہ رحمی کرنا:

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ

(تفسیر ابن کثیر سورۃ الحجرات زیر آیت ''و جعلنا لکم شعوباً و قبائل'' ج:۴ ص:۲۳۳ مکتبہ حقانیہ پشاور)

جو بندہ صلہ رحمی زیادہ کرتا ہو۔ اپنے رشتہ داروں کے لحاظ سے قطع رحمی نہ کرے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔

دل کا تقویٰ عزت کی علامت:

سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو زیادہ عزت عطا فرماتا ہے۔

ایک شخص جو رنگ کالا تھا حبشی تھا اور غلام بھی تھا۔ مگر جس وقت اس نے کلمہ پڑھا ہے تو اس کو شان کیا ملی ہے۔ فتح مکہ کا دن ہے۔ اب بڑے بڑے چوہدری یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ایک ماحول کے اندر سٹیٹس ہے۔ آج کعبۃ اللہ میں اذان پڑھنے کا وقت آ رہا ہے۔ تو ہمیں یہ مرتبہ دیا جائے۔ چونکہ ہمارا خاندانی بیک گراؤنڈ بھی ہے۔ اور پس منظر بھی ہے۔ ہماری اس سلسلہ میں پرانی تاریخ بھی ہے۔ مگر جس وقت حرم کعبہ پر اذان پڑھنے کا وقت آتا ہے تو سید عالم ﷺ ایک غلام کو حکم دیتے ہیں۔ جو کعبہ کی چھت پہ چڑھ جاتا ہے۔

Marfat.com

وہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پہ چڑھ کے اذان پڑھتے ہیں اور قیامت تک کے لیے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اسلام کے اندر عزتوں کا مدار یہ ہے اور یہ عزتوں کا طریقہ ہے۔ اور یہ ہے اسلام میں عزتوں کی وہ پگڑی کہ جس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ رنگ گورا ہے یا کالا ہے بندہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے۔ وہ غلام ہے یا وہ امام ہے۔ اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ اس کے دل میں تقویٰ کتنا ہے۔ دل میں پرہیز گاری کتنی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پہ:

درمنثور میں تفصیل سے موجود ہے کہ

لِمَا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ رَقِى بِلَالٌ

جس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے دن کعبۃ اللہ پہ چڑھے۔

فَاَذَّنَ عَلَى الْكَعْبَةِ

پھر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر جب آپ نے آذان پڑھی۔

فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ هٰذَا الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ يُؤَذِّنُ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ

(تفسیر الدر المنثور سورۃ الحجرات "يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ" ج:۷، ص:۵۷۸، دار الفکر بیروت)

کچھ لوگوں کی زبان سے یہ نکل گیا کہ یہ کالے رنگ والا غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا ہے اور اذانیں پڑھ رہا ہے۔ یہ اعزاز اس کو کیوں دیا گیا جب کچھ لوگوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا

Marfat.com

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

(سورۃ الحجرات پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۱۳)

اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے شعبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا وہ ہے۔ جو زیادہ متقی ہو۔

اے لوگو تم اپنے قبیلہ کو افضلیت کا سبب نہ بناؤ اپنے رنگ کو افضلیت کا سبب نہ بناؤ۔ اور اپنی نسل کو کسی افضلیت کا سبب نہ بناؤ۔

یہ ساری چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ صرف پہچان اور تعارف کے لیے ہیں۔ ترجیح اور فضیلت کس بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت بندے کے دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے اور فضیلت پرہیزگاری کی وجہ سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت نازل کر کے ان لوگوں کا جواب دیا کہ تم میرے بلال کا کالا رنگ نہ دیکھو اور بلال غلامی والا ہے۔ اس کا پس منظر نہ دیکھو بلکہ ہم نے اپنے نبی علیہ السلام کو بھیج کر غلاموں کو امام بنا دیا ہے۔ لہٰذا آج کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھنے کا شرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیا جا رہا ہے۔ اس میں بنیادی کردار اس کے دل کے تقویٰ کا ہے۔ جو تقویٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا فرما دیا ہے۔

حضرات محترم! آج ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جس انداز میں امت مسلمہ کے افکار کو بدلا جا رہا ہے اور اسلامی شعائر کو مٹایا جا رہا ہے۔ اسی انداز میں ہمارے بھرپور ردعمل کی ضرورت ہے۔ جن چیزوں کو اسلام نے ذلت قرار دیا تھا۔ ان چیزوں کو آج ہمارے سامنے عزت بنا کے پیش کیا جا رہا ہے اور جن چیزوں کو اسلام نے

Marfat.com

عزت بنایا تھا۔ان چیزوں کے بارے میں ذلت کے لفظ گھڑے جارہے ہیں۔تو ایسے معاشرے میں اس معیار کی تبدیلی آجائے کہ کنوے کو مینار کہا جارہا ہو اور مینار کو کنواں کہا جارہا ہو اس معاشرے میں پھر حق پرستوں کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔اور ڈیوٹی پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ہم نے اس انداز میں نسل نو تک اور اپنے بچوں تک اپنے دین کو پہنچانا ہے۔ جس سے ان کو واقعی پتہ چلے کہ عزت وہ ہے جو مدینہ شریف سے بٹتی ہے۔عزت وہ ہے جو کلمہ شریف سے آتی ہے۔عزت وہ ہے جو تقویٰ کے اندر ہے۔تو پھر ہر شخص کے عمل کا معیار بھی بڑھے گا اور پھر معاشرے میں جو تناؤ اور کشمکش بنی ہوئی ہے۔وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

دربار مصطفیٰ ﷺ سے عزت کا حصول:

اس عزت کے سبق کے حصول کے لیے سید عالم ﷺ کے دربار کی حاضری نہایت ضروری ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک دن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے معاذ جمعہ کے دن تم نظر نہیں آتے۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں نے یہودی کا قرضہ دینا تھا۔تو میں وہ قرضہ نہیں دے سکا۔مجھے یہودی نے پکڑ لیا تھا۔جس کی وجہ سے اس نے مجھے روکے رکھا اور میں آپ کے ہاں حاضر نہ ہو سکا۔

اب دیکھنا کہ رسول اکرم ﷺ کے دربار سے عزتیں کیسے بٹتی ہیں۔ان کے

Marfat.com

باقاعدہ کورس بھی ہیں وظائف بھی اور دعائیں بھی ہیں۔

جس کی وجہ سے جو انسان معاشرتی طور پر گر چکا ہو۔ اسے عزت اور اٹھان جاتی ہے اور عروج ملتا ہے۔ آج جا بجا جس وقت معیشت کے مسائل بنے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے لوگ قرضے کے بوجھ کے نیچے پس چکے ہیں۔

اس لحاظ سے ان کی عزتیں خاک میں ملتی جارہی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک وظیفہ بتاتا ہوں۔ اگر پہاڑ جتنا بھی قرضہ ہوگا تو وہ سارے کا سارا ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیاوی لحاظ سے بھی بحال فرمادے گا۔

قرض سے نجات کا مجرب وظیفہ:

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَا اُعَلِّمُكَ دُعَاءً تَدْعُوْا بِهٖ فَلَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِنَ الدَّيْنِ مِثْلَ الثَّبِيْرِ اَدَّى اللّٰهُ عَنْكَ

(تفسیر الدر المنثور سورۃ آل عمران زیر آیت "قل اللھم ملک الملک" ج:۲، ص:۲۷، دار الفکر بیروت)

میں تمہیں ایسی دعا نہ بتاؤں جو دعا تم مانگو تو تمہارا قرضہ اتر جائے۔ اگرچہ وہ قرضہ ثبیر پہاڑ جتنا ہی کیوں نہ ہو۔

تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے وہ دعا سمجھا دیں۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ پڑھا کرو۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

Marfat.com

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِى اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

یہ الفاظ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سکھائے اور فرمایا کہ اس کے ساتھ تم نے یہ کہنا ہے۔

رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهَا تُؤْتِى مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا تَمْنَعُ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُمَا ارْحَمْنِى رَحْمَةً تُغْنِيْنِى بِهَا عَنْ رَحْمَةٍ مِّنْ سِوَاكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِى مِنَ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنِّى الدَّيْنَ وَتَوَفَّنِى فِى عِبَادَتِكَ وَجِهَادٍ فِى سَبِيْلِكَ

(تفسیر الدر المنثور سورۃ آل عمران زیر آیت "قل اللھم ملک الملک" ج:۲، ص:۱۸۲، دار الفکر بیروت)

یہ وہ پوری دعا ہے جو رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی اور فرمایا کہ اے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اگر تم یہ کلمات پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قرضے اتار دے گا۔ اگرچہ وہ قرضے پہاڑوں جتنے ہوں۔ پھر بھی سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتر جائیں گے۔

حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ اور سنت مطہرہ کی پابندی:

اس گفتگو کے آخر میں ایک بار پھر سنت مطہرہ کی پابندی کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ اگر سنت ہے تو عزت ہے۔ اگر سنت نہیں ہے تو عزت نہیں ہے۔

حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ جس وقت ہرقل کے دربار میں پہنچے تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ ہرقل نے ان کو سونے کی کرسی پہ بٹھالیا تو فرماتے ہیں۔

جَلَسْتُ وَلَمْ اَدْرِ مَا تَحْتِىْ

Marfat.com

میں بیٹھ تو گیا مگر مجھے پتہ نہیں تھا کہ کس چیز پہ بیٹھا ہوں۔

فَإِذَا تَحْتِيْ كُرْسِيٌّ مِنْ ذَهَبٍ

میں نے جب دیکھا تو وہ سونے کی کرسی پڑی تھی۔

نَزَلْتُ عَنْهُ

میں اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور سونے کی کرسی کو میں نے چھوڑ دیا۔

تو ہرقل نے مسکرا کے پوچھا کہ

لِمَ نَزَلْتَ عَنْ هٰذَا الَّذِيْ أَكْرَمْنَاكَ بِهِ؟

جو کرسی ہم نے تمہاری عزت کے لیے رکھی تھی تم نے وہ کرسی کیوں چھوڑ دی۔

ہم نے تمہارے اعزاز میں وہ کرسی رکھی تھی تو حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، صرف الجیم جثامۃ بن مساحق رضی اللہ عنہ ج: ۱۳، ص: ۳۶۸۸۲، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے سونے کی کرسی پہ بیٹھنے سے منع کیا تھا تو جس چیز سے سرکار منع کریں وہ عزت نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ وہ سونے کی کرسی ہو۔

اور دیکھیے حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ شریعت میں چونکہ سونے کی کرسی پہ بیٹھنا حرام ہے تو جو حرام ہو وہ عزت نہیں ہوتی۔ تو آپ اس سونے کی کرسی سے اٹھ کے کھڑے ہو گئے اور یہ واضح کیا کہ اس کو عزت نہیں کہتے جس کو زمانہ عزت کہتا ہو

Marfat.com

ہم اس کو عزت کہتے ہیں۔ جس کو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام عزت کہتے ہوں۔

سید عالم ﷺ کے نزدیک جو عزت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک بھی عزت ہے۔ خواہ وہ ٹوٹی ہوئی چٹائی ہو یا اینٹ کا سرہانہ ہو۔ خواہ وہ سفید زمین پر بیٹھ جاتا ہو۔ سرکار نے جس کو عزت قرار دیا وہ عزت ہے۔ اور جس کو سرکار نے عزت نہیں سمجھا اگر وہ سونے کی کرسی ہو وہ عزت نہیں ہے۔

معیار کے طور پر اس کو سامنے رکھیے اور اس ماحول میں بہادر انسان وہ ہے جو عزت کے وہ ضابطے سامنے رکھتا ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ نے دیئے اس کے مقابلہ میں لوگ خواہ طعنے بھی کریں۔ تشنیع بھی کریں۔ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ مگر اپنے نبی علیہ السلام کے دین سے غداری نہیں کرتا۔ یہ وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزتوں کے تاج عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان امور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 7

قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ
(سورت الروم آیت نمبر ۱۸۔۱۷)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

ارباب فکرودانش اصحاب مودت ومحبت

محتشم حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیراہتمام فہم دین کورس کے ساتویں پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے''

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کو وقت کی قدرو قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے اوقات کو ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ زرخیز بنائے۔ رمضان المبارک کے پرکیف لمحات میں اور ان زرخیز لمحات میں اس موضوع پر گفتگو سننے سنانے کا موقع مل رہا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہم سب کو فہم دین کا زیادہ سے زیادہ حصہ عطا فرمائے۔

ربّ ذوالجلال اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور ہر وقت اُسکی رحمتیں مخلوق پر برستی رہتی ہیں۔ مگر کچھ اوقات ایسے ہیں جن اوقات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زیادہ قرب عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

ہماری گفتگو کا مرکز و محور ایسے اوقات کی نشاندہی ہے تاکہ ہمیں پتہ ہو کہ وہ کونسا وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جھوم کے برستی ہیں تو اُن لمحات میں غفلت اور سُستی سے بچا جائے اور اُن میں بطور خاص اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوشش کی جائے تاکہ زندگی بامقصد طریقے اور کامیاب طریقے سے گذر جائے۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر انعام کی گھڑی ہو اور اُس وقت انعام لینے والا اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے تو یقیناً وہ محروم ہو جائے گا اور اگر اُسے پہلے پتہ ہو کہ یہ وقت خاص حاضری کا وقت ہے اور خاص نوازشات کا وقت ہے تو یقیناً اُسے اُس وقت کا انتظار ہوگا اور اُس ٹائم میں اپنے آپ کو وہ تیار کر کے رکھے گا۔

اس واسطے اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندوں پہ مہربان ہے لیکن کچھ اوقات اُس نے خاص کیے ہوئے ہیں اور اُن اوقات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خصوصی قرب عطا فرماتا ہے۔ اُن اوقات میں جو شخص معمولی سی بھی کوشش کر لے اُسے ضرور رحمت کا کچھ نہ کچھ حصہ میسر آجاتا ہے اور اُس وقت کوئی شخص کسی گناہ میں مصروف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا وہ انداز جو انعام والا ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے بندے کو مجرم پائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کی جگہ عذاب ہو سکتا ہے۔

اس واسطے ہمارے لئے یہ سعادت ہے کہ قرآن مجید میں ہمارے لیے بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کونسے خصوصی اوقات ہیں کہ جن میں خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ

پس اللہ تعالیٰ کی پاکی ہے شام کے وقت میں تم ہوتے ہو اور صبح جب تم کرتے ہو۔

Marfat.com

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اللہ کیلئے تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

عَشِيًّا

اور جس وقت دن کا کچھ حصہ باقی رہ جائے۔

وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (سورۃ الروم، آیت ۱۷۔۱۸)

اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اے میرے نبی ﷺ جو لوگ باتیں کر رہے ہیں آپ اُن پہ صبر کیجئے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

اور اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ تعریف کیجئے۔

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ

سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

اور رات کے وقت اپنے رب کی تسبیح بولو۔

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (سورۃ ق پارہ ۲۶ آیت نمبر ۴۰/۳۹)

اور سجدوں کے بعد، نمازوں کے بعد جو متصل اوقات ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اوقات کی بطور خاص تعیین کی اور اس سلسلہ میں کچھ اوقات ایسے ہیں جو ایک دن کے بعد پھر لوٹ کے ہمارے پاس آجاتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ہفتہ

Marfat.com

کے بعد لوٹ کے آتے ہیں اور کچھ اوقات ایسے ہیں جو سال کے بعد لوٹ کے پھر ہمارے پاس آتے ہیں۔ یعنی کچھ اوقات کی زرخیزی ایسی ہے کہ وہ دن رات کی کچھ گھڑیاں ہیں اور جس وقت اگلا دن آئے گا تو وہ گھڑیاں دوبارہ ہمارے پاس آجائیں گی کچھ لمحات ایسے ہیں کہ جب ہفتہ گذرے گا تو ہفتہ گذرنے کے بعد پھر ہمیں وہ وقت میسر آئے گا اور کچھ اوقات کیلئے ہمیں سال کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جب اگلا سال آئے گا تو پھر وہ وقت ہمیں میسر آئے گا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔

ہر رات اجابت کی ایک ساعت

رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لئے جن اوقات کی تعیین کی ہے اور اُن کو زرخیز بتایا ہے اس میں آپ کا فرمان ہمارے لئے اتنا روشن اور واضح ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَةً

ہر رات کے اندر ایک ایسی گھڑی ہے۔

کوئی رات اس بارے میں متعین نہیں ہے کہ وہ شب برات کے اندر ہو یا شب قدر کے اندر ہو بلکہ یہ ایک عمومی کوٹہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ رات کے اندر ایک گھڑی ہے۔

لَا یُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ یَسْاَلُ اللّٰهَ خَیْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَذَالِكَ كُلَّ لَیْلَةٍ (مشکوٰۃ شریف ص:۱۰۹)

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱، ص: ۲۵۸)

Marfat.com

قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے رات کے اندر ایک ایسی گھڑی رکھی ہے وہ گھڑی اگر کسی بندے کو مل جائے تو اُس گھڑی میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو وہی کچھ عطا فرما دیتا ہے۔

یعنی اس میں نہ سال کا انتظار ہے۔ نہ مہینے کا انتظار ہے اور نہ ہفتے کا انتظار ہے۔ ہر رات کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی ایسی رکھی ہے کہ اگر معین اُسی گھڑی کے اندر بندے کو موافقت میسر آجائے اور اُس گھڑی سے آگے پیچھے نہ ہو عین اُس وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے خواہ وہ دنیا کی بھلائی ہو یا آخرت کی بھلائی ہو اُس وقت جو انسان اپنے رب سے سوال کرے گا تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی ضمانت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس بندے کی دعا کو قبول فرمائے گا اور جس چیز کا وہ سوال کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی چاہت کو مکمل فرما دے گا۔ باقی اس میں تعیین نہیں کہ وہ رات کی گھڑی کونسی ہے۔

جس طرح لیلۃ القدر کو مبہم رکھا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ اور راتوں میں بھی عبادت کرتے رہیں اور وہ بھروسہ نہ کر جائیں تکیہ نہ کر جائیں ایسے ہر رات کے اندر جو یہ گھڑی ہے اس میں بھی ابہام رکھا گیا تا کہ اُس گھڑی کی تلاش میں بندہ اُس سے پہلے بھی جاگتا رہے اور بعد میں بھی جاگتا رہے اگر ایک گھڑی کو معین کر دیا جائے تو پھر کوتاہی اور سستی کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اسواسطے اُس کو مبہم رکھا گیا۔

آسمان دنیا پر رب کا نزول اور رحمتوں کی بارش

لیکن محدثین نے اپنے تجربات اور مشاہدے کی روشنی میں بیان کیا ہے اور زیادہ رائے یہ ہے کہ وہ نصف لیل کی گھڑی ہے۔

Marfat.com

جب رات آدھی ہو جاتی ہے اس وقت جو لمحہ ہوتا ہے وہ لمحہ خاص لمحہ ہے کہ جس لمحے اللہ تعالیٰ لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی بھی سوال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے منگتے کو ناکام نہیں لوٹاتا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ضرور اُس کی جھولی کو معمور فرماتا ہے۔

اور پھر خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صدا آتی ہے اور یہ وہی انداز ہے جو شب برات یا لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

ہمارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ (مشکوٰۃ شریف ص:۱۰۹)

ہر رات جس وقت رات کا تیسرا پہر ہوتا ہے تو اُس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے یہ ایک عمومی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات جس وقت اُس کا تیسرا حصہ باقی ہوتا ہے آسمان دنیا پر اپنی شان اور قدرت کے لحاظ سے نزول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے۔

دعا، عطا اور بخشش کا اعلان

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اعلان ہوتا ہے۔

مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ

کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اُس کی دعا کو قبول کروں یعنی جس نے دعا قبول کرانی ہے اُس کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

مَنْ یَسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ

کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اُسکو عطا کروں۔

وہ مانگتا جائے اور میں اُس کو دیتا جاؤں۔

مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ

(صحیح مسلم شریف کتاب صلوٰۃ مسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات ج:۱،ص:۲۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے تو میں اُس کے گناہوں کو معاف کردوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل یہ اعلان ہوتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے اسکی تعیین فرمادی کہ اگر بندہ سے ہو سکے تو یہ وقت بیدار رہ کر گزارے۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت آواز دے رہی ہے اور اُسکی رحمت بندوں کے دروازوں تک پہنچ چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل جب انعام کا اعلان ہو رہا ہے تو ایسے میں بندے کو متوجہ ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگنی چاہیے اور پھر اس میں تعیین بھی نہیں ہے بلکہ ہر رات کے اندر اللہ تعالیٰ ایسا کرم بندوں پہ فرماتا ہے اور اپنے بندوں کی جھولیوں کو اجر عظیم سے معمور فرماتا ہے۔

اسکے علاوہ کچھ خاص راتیں ہیں جیسے لیلۃ القدر ہے اور شب براٗت ہے شب برات کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خصوصی کوٹہ ہے۔

پندرہ شعبان اور قیمتی لمحے

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

جب شعبان کی پندرھویں رات ہوتی ہے (ابن ماجہ، المعجم ۵، کتاب السنۃ ص ۲۵۵۹)

Marfat.com

فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا نَھَارَھَا

جب یہ رات آجائے تو سو کے رات نہ گذارو بلکہ اس رات کو قیام کرو اور اسکے بعد دن کو روزہ رکھو۔

اس میں اتنی زیادہ بندگی کی ضرورت کیوں ہے؟ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ ینزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا

اس رات کے اندر جونہی سورج غروب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پہ جلوہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آواز دیتی ہیں اور آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور پھر اُسکی طرف سے مسلسل اعلان ہوتا ہے۔

اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ لِّیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ

کوئی ایسا ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اُس کو مغفرت دے دوں اللہ تعالیٰ کی ذات مغفرت عطا کرنے کیلئے آچکی ہے اور خود پوچھ رہا ہے حالانکہ یہ تو منگتے کو چاہیے کہ وہ مسلسل دستک دیتا رہے اور منگتا مسلسل اپنی طرف سے اپیل کرتا رہے مگر وہ رب ہو کر اپنے بندے سے اتنا پیار کرتے ہوئے۔ یہ اعلان کرتا ہے کہ کوئی ایسا بندہ ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔ تو میں اُسکے گناہوں کو معاف کردوں۔

اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ

ہے کوئی ایسا جو مجھ سے رزق مانگے تو میں اُسکو رزق دے دوں۔

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے دروازے کھل چکے ہیں اور اگر کوئی نہیں مانگتا تو پھر اُس کی اپنی غفلت ہے۔ اپنی سستی ہے اللہ تعالیٰ نے تو اس کی قدر بھی بیان کردی اور نبی علیہ السلام نے ٹائم کا معیار بھی بیان کردیا۔

Marfat.com

اور چاند کا طلوع ہونا اور سورج کا غروب ہونا اس میں ہمارے لئے تعیین بھی آگئی کہ یہ بالیقین پندرھویں شب ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ قدر کی رات کی طرح کوئی ابہام رکھا گیا ہو۔ اس میں تعیین کر دی گئی ہے کہ

شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اتنا راضی ہو چکا ہے۔

آج جو بھوکا ہو وہ مال دار بن جائے۔ اللہ تعالیٰ جس رات کے اندر یہ اعلان فرماتا ہے وہ سال کے بعد آتی ہے اور اس کو برأت کی رات کہا جاتا ہے۔ اس رات کے اندر لوگوں کو مالا مال کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے۔

اَلَا مُبْتَلٍی فَاُعَافِيَهٗ

ہے کوئی ایسا جو دکھ میں مبتلا ہو چکا ہو اور مصیبتوں میں تو میں اُس کو عافیت عطا فرما دوں جو غموں کی چکی کے نیچے پس رہا ہو تو میں اُسکو غموں سے نجات دینے کیلئے تیار ہوں۔ جو مصائب کے بھنور میں پھنس چکا ہو تو میں اُس کو مصائب سے چھٹکارہ دینے کیلئے تیار ہوں جو مختلف مشکلات میں پھنس چکا ہو میں اُس کو امید اور نجات کے ساحل تک پہنچانے کیلئے تیار ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اعلان ہوتا ہے۔ اگر ہمیں پتہ نہ چلتا تو کتنا خسارہ ہوتا یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ احسان ہے کہ معیّن طور پر اس رات کو یوں بیان کیا ہے کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسکو مبہم نہیں چھوڑا معین طور پر اسکو بیان کر دیا کہ شعبان کی پندرھویں رات کا یہ کوٹہ ہے۔ تو اُس رات کو بیدار رہ کر جاگ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔

Marfat.com

کتنی بد نصیبی ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اس رات کو متنازعہ رات بنادیا ہے۔ اس شب برات کے خلاف لکھتے ہیں اور اسکی حیثیت کو مبہم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ ابن ماجہ شریف میں پورا باب اس رات کے بارے میں ہے۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث موجود ہیں۔

اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ

(سنن ابن ماجہ ماجاء فی قیام شھر رمضان باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان ص: ۹۹۔ المعجم۔ کتاب السنۃ، ص ۲۵۵۹)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوتا رہتا ہے یہاں تک فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ یعنی غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک ساری رات یہ اعلان ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے یہ رحمت کا دروازہ کھول کے رکھتا ہے۔

اب یہ بندے پر ہے کہ وہ کتنا بیدار ہوتا ہے اور کس قدر اپنے آپ کو رحمت کے حصول کیلئے تیار کرتا ہے۔ چونکہ رحمت کا کوٹہ ہو اور کرم کی بارش کا موسم ہو اور بندہ گھڑا الٹا رکھ لے اُس میں پانی کا کوئی قطرہ داخل نہیں ہوگا اور جو برتن سیدھا رکھے گا اُس میں بارش کا پانی ضرور داخل ہو جائے گا۔ جو اُن لمحات کے اندر غافل ہو کر سو جائے یا گپیں لگانا شروع کر دے یقیناً وہ بندہ محروم رہے گا لیکن جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے اُن کی معافی کیلئے اپنے رب سے درخواست کرے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ضمانت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کی جھولی کو امید ہے ضرور معمور فرمائے گا۔

پندرہ شعبان اور جہنم سے آزادی کا پروانہ

اسی رات کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا کہ یہ رات کیسی رات ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے

Marfat.com

بالوں سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کر کے جنت عطا فرماتا ہے۔ تو بنی کلب کی بکریاں بہت زیادہ تھیں اور پھر اُن کے بال بہت زیادہ ہیں اور پھر ہر سال اتنے لوگوں کو جہنم سے بری کیا جاتا ہے تو یہ راتوں کے لحاظ سے خاص راتیں ہیں۔ جن کے اندر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ انھیں راتوں میں قدر کی رات ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (سورۃ القدر پارہ نمبر ۳۰ آیت نمبر ۳)

وہ رات ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اُس کو مبہم رکھا گیا ہے لیکن اتنی تعیین اکثر آثار میں آگئی ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے اور آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور پھر سب سے زیادہ قرائن ستائیسویں شب کے بارے میں ہیں اور یہ اس لئے بھی قدر والی رات ہے کہ جس طرح وہ برات والی رات تھی برات کا معنٰی ہے چھٹکارہ، اُس رات کو جہنمیوں کو جہنم سے چھٹکارہ دیا جاتا ہے اسواسطے شعبان کی پندرھویں کو شب برات کہا جاتا ہے مگر رمضان المبارک کی اس رات کو قدر کی رات کہا جاتا ہے مطلب کیا ہے کہ اس رات میں قدر والی کتاب قدر والے فرشتے کے ذریعے قدر والے نبی کے سینے پر اتری اور قدر والی امت کو وہ کتاب عطا کی گئی اور جو اُس رات کو عبادت کرتا ہے اُس کی قدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو عظمتیں عطا فرماتا ہے۔

اسواسطے اسکی قدر کو پہچاننا چاہیے اور اُسکی تلاش میں رسول اکرم ﷺ جس طرح کمر بستہ ہو جاتے تھے۔ ہمیں بھی کمر بستہ ہو کر اُس رات کا کھوج لگانا چاہیے تا کہ کسی نہ کسی بہانے اُس قدر والی رات کی گھڑیاں ہمیں کسی نہ کسی بہانے میسر آجائیں اور قدر والی رات کا خصوصی رحمتوں والا کوٹہ جس کی برکتیں سارے سال کو محیط ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہمیں بھی اپنے فضل سے وہ لمحات عطا فرمائے۔

بارہ ربیع الاوّل شریف اور پُر نور لمحے

ایسے ہی جن مقدس راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں برستی ہیں اُن میں وہ رات بڑی پیاری رات ہے جس رات کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ جسے لیلۃ المیلاد کہا جاتا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ شبِ قدر آج بھی برکت والی ہے اگرچہ اب تو اس میں قرآن نازل نہیں ہوگا۔ قرآن تو نازل ہو چکا جس کی وجہ سے اس رات کو قدر ملی۔ اس رات کو برکت ملی وہ ایک رات کا نزول قرآن ہے۔ ہر بار نیا قرآن نازل نہیں ہوتا۔ لیکن ایک بار جو نازل ہوا تھا اُس قرآن نے قیامت تک کیلئے اس رات کو برکت والا بنا دیا ہے اور اس رات کو ہزار مہینے سے برکت والا بنا دیا ہے۔

ایسے ہی وہ محبوب علیہ السلام جس رات میں جلوہ گر ہوئے وہ من وجہ قدر سے بھی افضل ہے اسواسطے کہ قدر میں نزول قرآن کی وجہ سے برکتیں ہیں اور فرشتوں کی آمد کی وجہ سے لیکن لیلۃ المیلاد میں وہ ذات آئی ہے جن کے سینے پہ قرآن نازل ہوا ہے۔ جن کی آمد کی وجہ سے قرآن ہمیں میسر آیا ہے۔ ایک وہ آقا پیدا ہوئے ہر سال پیدا نہیں ہوتے۔ جس طرح نزول قرآن ایک بار ہوا تھا تو ہمیشہ کیلئے یہ قدر کی رات برکتوں سے بھر گئی ہے ایسے ہی ایک رات جسمیں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تھے تو اُس نے ہمیشہ کیلئے اُس وقت کو برکتوں سے بھر دیا ہے۔

لہٰذا سال گذرنے کے بعد جب بھی وہ رات آتی ہے تو اُس رات کے اندر اتنی ہی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جتنا اُس میں ہوا تھا کہ جس میں واقعی طور پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوتی تھی۔ وہ لمحہ چونکہ کائنات میں سب سے بڑے انقلاب کا لمحہ ہے۔ سب

Marfat.com

سے بڑی خوشبو کا لمحہ ہے اور سب سے بڑی روشنی کا لمحہ ہے اس واسطے اُس رات کو بھی بیدار رہنا چاہیے۔ اُس کی خوشی کا بھی اہتمام ہونا چاہیے اور اُس رات میں بھی اللہ تعالیٰ سے رحمتوں کا سوال کرنا چاہیے۔

رمضان المبارک کی آخری رات امت کی بخشش

اس رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جھوم کر برستی ہیں۔

اور بندوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پانی سے سیراب کر دیا جاتا ہے۔

ایسے ہی رسول اکرم ﷺ نے جن راتوں کا تذکرہ کیا اُن میں رجب کی پہلی رات بھی ہے اور رجب کی ستائیسویں رات بھی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرماتا ہے اور بالخصوص حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

يُغْفَرُ لِأُمَّتِهٖ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ

جب رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے تو اُس رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے۔

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۷۴)

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر ہوتی ہے کہ جس میں ساری امت کو بخش دیا جاتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری رات شب قدر نہیں ہے۔ شب قدر اس سے پہلے گذر چکی آخری رات میں کیا ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ نے بڑا حسین جملہ ارشاد فرمایا:

لٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم ص ۱۷۴)

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مزدور جس وقت مزدوری پوری کرتا ہے تو اُس کی اجرت بھی پوری کردی جاتی ہے۔

رمضان المبارک کی آخری رات جو بخشش کی رات ہے وہ اس لئے نہیں کہ قدر کی رات ہے۔ قدر کی رات گذر چکی لیکن آخری رات میں اللہ تعالیٰ نے بخشش اس لئے دی ہے اور نوازا اس لئے ہے کہ کام اُس نے پورا کرلیا ہے۔

ایک بندہ رب کے کہنے پر ڈیوٹی دے رہا تھا روزانہ بھوکا رہ کے روزہ رکھ کے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مزدوری کرر ہا تھا۔ آخری رات اُس بندے پر اللہ تعالیٰ زیادہ خوش ہو گیا ہے اور اُس نے ساری امت کو معاف کردیا ہے اور مزدور نے اپنی طرف سے مزدوری پوری کردی ہے اور مالک نے اپنی طرف سے اجرت مکمل فرمادی ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ قیمتی راتیں

حضرات محترم کتنے رحمتوں کے میلے ہیں اور کس قدر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رحمتوں کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ صرف بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص دو عید کی راتیں ہیں خواہ عید الاضحیٰ کی رات ہو یعنی عید سے پہلے کی رات اور خواہ عید الفطر سے پہلے کی رات ہو یہ دونوں راتیں نہایت ہی قیمتی راتیں ہیں۔ ہمارے ہاں ان راتوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے ان راتوں کو گانے بجانے کی رات سمجھا جاتا ہے ان راتوں کو بے حیائی کی رات قرار دیا جاتا ہے۔ ان راتوں میں گپیں لگائی جاتی ہیں اور ان راتوں میں بہت سی خرافات کو داخل کردیا گیا ہے۔ جشن کا ایک سماں بنایا جاتا ہے اور اس کو میلہ قرار دیا جاتا ہے جبکہ ان راتوں کا معاملہ بڑا ہی حساس ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف خاص نظر رحمت فرماتا ہے۔ اب ذرا دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نظر رحمت کررہا ہو اور بندے بازاروں

Marfat.com

میں میوزک لگا کے بیٹھے ہوں، گانا بجانا ہو رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کو اُن پر غصہ آئے گا کہ میں نے تو ان کے بھلے کیلئے راتیں بنائی ہیں تا کہ ان کے گناہ بخش دیئے جائیں اور یہ لوگ کیسے ہیں کہ انھیں اپنا بھلا پسند ہی نہیں ہے اور اپنی بہتری کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اسواسطے یہ زرخیزی بیان کرنے کا ہم نے موضوع رکھا ہے تا کہ ان قیمتی لمحات کو بیان کر دیں تا کہ کوئی غلط فہمی میں نہ رہے اور کسی کو کوئی الجھن نہ رہے اور ایسا نہ ہو کہ نقصان ہو جائے۔

اور پھر ہاتھ ملتا پھرے کہ میرے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

سال کے بعد یہ دو راتیں آتی ہیں اور بہت کچھ دے جاتی ہیں اگر بندہ حفاظت کرے تو سال سے زیادہ دے جاتی ہیں پہلے سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگلے سال کیلئے برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری بھی ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا بندے پر غضب کتنا زیادہ ہوگا اگر ان راتوں کو شیطان کے نام لگا دیا جائے اور اُن راتوں کو شیطانی کاموں میں مصروف کر دیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت مواخذہ ہو سکتا ہے۔ گرفت سخت ہو سکتی ہے اور بندے کا کڑا حساب ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر انسان تھوڑی سی توجہ کرے گا تو تھوڑی سی ان راتوں میں بندگی کرنے سے اللہ تعالیٰ ہزار نیکیوں سے زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔

پانچ وقت کی حاضری اللہ کا انعام

ان راتوں کے علاوہ جو دن کے لمحات ہیں ان کی طرف بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ ہر دن انسان کیلئے قیمتی دن ہے اور پھر دن میں جو لمحات ہیں اُس میں سے سب سے مقدس وہ پانچ وقت ہیں جن پانچ وقتوں میں بندہ اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے۔

دن کے یہ پانچ لمحات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے اوقات ہیں اور یہ اوقات وہ ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ملاقات کا ٹائم دیا تھا۔ یہ پانچ

Marfat.com

اوقات نبیوں کی رب سے ملاقات کے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ خاص شخصیات کیلئے خاص وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو خصوصی قبولیت کا وقت دیا کہ فجر سے پہلے تم نے ملاقات کرنی ہے پھر تم نے ظہر کے وقت مجھ سے ملاقات کرنی ہے۔ پھر عصر کے وقت تم نے ملاقات کرنی ہے پھر مغرب کے وقت تم نے مجھ سے ملاقات کرنی ہے اور پھر عشاء کے وقت ملاقات کرنی ہے۔

بڑی ذات کے ساتھ ملنے کا شوق بھی زیادہ ہوتا ہے اور ذوق زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کرتے ہوئے اس امت پر ان کو دن میں پانچ مرتبہ ملاقات کا ٹائم دے دیا۔ کہ تم دن میں پانچ بار مجھ سے مل لیا کرو اور پھر وقت بھی وہ دیا جو انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا ہو یہ انبیاء علیہم السلام کا کوٹہ تھا۔ اُن کے بطور خاص یہ اوقات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام کیلئے ملاقات کا وقت متعین کیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی وہ اوقات ملاقات کے عطا فرما دیئے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رحمت کتنی ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی ہے

ایک چھوٹے سے دفتر میں ملاقات کا ٹائم لینا ہو تو بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ سب سے بڑا دربار اللہ تعالیٰ کا دربار ہے اور ٹائم بھی وہ ہے جو سب سے قیمتی ٹائم ہے۔ جو نبیوں کی رب سے ملاقات کا ٹائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ وقت اس امت کو عطا فرما دیا ہے۔

بندے کو تو رب کی ملاقات کا شوق ہونا چاہیے اُسے تو انتظار کرنا چاہیے کہ ایک وقت فجر کا گذر گیا رب سے ملاقات ہوگئی ہے اور پھر میں کب ملوں گا جب اللہ سے نبی بھی مل رہے

Marfat.com

ہونگے۔رب ذوالجلال سے پھر اُس وقت ملاقات ہوگی جوانبیاء کی ملاقات کا وقت ہے۔

توانسان اس طرح جس وقت اپنے ذہن کوروشن کرتا ہےاوراپنے کو باور کرادیتا ہے۔

اوراس میں شک کی گنجائش نہیں ہے چونکہ حدیث شریف میں ہے کہ یہ اوقات وہ ہیں جوانبیاء علیہم السلام کی ملاقات کے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ اوقات اس امت کوعطافرمائے ہیں۔

لہٰذا سب سے زیادہ قدر و قیمت ان اوقات کی ہونی چاہیے۔ان میں کوئی سویا رہتا ہے یا گپیں لگا تا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔تو وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے۔وہ سرکش ہے۔اپنی زبان سے جتنا بھی کہے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہوں وہ جھوٹ بولتا ہےاسواسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بلایا ہےاورایک بندے کی ڈیوٹی لگائی ہے محلے محلے میں وہ اذان پڑھ رہا ہےاوروہ دعوت دے رہا ہے مسجد کو جنت بنادیا گیا ہےاور پھر بھی جو ملنے نہیں جاتا اُس نے رب سے وفانہیں کی ہے۔

لہٰذا سب سے قیمتی اوقات یہ ہیں اوران کی قدر یہ ہے کہ ان اوقات میں رب کو سجدہ ضرور کیا جائے۔

آمد رمضان پہ فضل منّان

پھر مہینوں کے لحاظ سے رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔جس کا وقت بڑا ہی قیمتی ہےاور یہ اتنا قیمتی ہے کہ ان کی حدود کی شناخت انسان کر ہی نہیں سکتا۔ان اوقات کی قدرو قیمت کوانسان بیان ہی نہیں کرسکتا۔

سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ (مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثالث ص: ۱۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس مہینے میں جس نے نفلی کام کیا تو اللہ تعالیٰ فرض جتنا ثواب عطا فرمائے گا اور اس میں فرض کی ادائیگی پر ستر فرائض کی ادائیگی کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

یہ فضیلت کسی ایک رات کی نہیں ہے یہ فضیلت کسی ایک دن کی نہیں ہے اور یہ فضیلت کسی ایک معین گھنٹے کی نہیں ہے پورے رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسا قدر و قیمت والا بنایا ہے کہ اس کے لمحات میں زرخیزی رکھی ہے اس کے اوقات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشو و نما رکھی ہے کہ اس میں ہر طرح کا اضافہ موجود ہے۔

رمضان کے اوقات میں زرخیزی

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شان بھی اس وقت کو عطا فرمائی ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اگر آپ گندم کاشت کرتے ہیں تو فصل جو کی آ گئی ہے زرخیز زمین اچھا اگا دے گی اُس سے زیادہ پیداوار ہو جائے گی۔

مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو کی فصل کاشت کریں اور گندم کی فصل کاٹیں لیکن یہ برکتیں رمضان المبارک کی ہیں کہ جس میں کاشت تو نفل کرو گے مگر فصل فرضوں کی پک جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اتنا زرخیز بنایا ہے کہ جس وقت میں نفل ادا کرو گے تو فرض والا ثواب ملے گا اور فرائض کو انسان اپنی طرف سے زائد نہیں کر سکتا۔ فرائض شریعت میں معین ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں انسان کو لے جاتے ہیں۔ مگر اُن کو معین رکھا گیا ہے کہ اگر ناغہ ہو گیا تو عذاب بھی ہو گا۔ اس واسطے حساب سے فرض

Marfat.com

دیئے گئے ہیں مگر یہ رمضان کی رحمت ہے کہ جس میں نفل کو فرض بنا دیا جاتا ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے دربار کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

ایک فرض ستر فرائض کے برابر

وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْهِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاہ

جس نے رمضان میں ایک فرض پڑھا تو رمضان کے علاوہ ستر فرائض کے برابر کا ثواب اُس کو میسر آجائے گا۔

تو یہ وہ لمحے ہیں جن میں زرخیزی بھی ہے اور جن کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی برکتیں بھی ہیں۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت کی گھڑیاں رکھی ہیں۔ مثلاً دعا کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ٹائم دیئے ہیں وہ نصف شب کے بعد کا وقت ہے۔ یا وہ جمعہ والے دن کی ایک گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ بطور خاص دعا کو قبول فرماتا ہے۔

خطبہ جمعہ اور قبولیت کی گھڑی

اُس کے بارے میں بھی لوگوں کی مختلف آراء ہیں کہ وہ جمعۃ المبارک کی گھڑی کون سی گھڑی ہے کہ جس میں جو بھی بندہ چاہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرماتا ہے اور وہ جمعہ کے دن میں ہے۔ اُس میں محدثین کی جو زیادہ آراء ہیں وہ اس بارے میں ہیں کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان جو گھڑی ہے وہ دعا کی قبولیت کی گھڑی ہے۔ جس وقت جمعہ کے دن خطیب خطبہ دیکر بیٹھتا ہے اور دوسرے خطبے سے پہلے جو درمیان میں وقت ہے یہ خاص طور پر اجابت کا وقت ہے۔ قبولیت کا وقت ہے لیکن جس قبولیت کی گھڑی کی بات کر رہا ہوں یہ پورا رمضان ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اتنی رحمت رکھی ہے۔

Marfat.com

رمضان میں فرشتوں کی ڈیوٹی

کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

دُعَائُہٗ مُسْتَجَابٌ

اس رمضان میں روزے دار جو دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے اور بطور خاص اس مہینے کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہزاروں لاکھوں فرشتوں کو اپنی بندگی سے روک دیتا ہے انھیں کہتا ہے کہ فرشتو تمہارا ایک ہی کام ہے تمہاری ایک ڈیوٹی ہے تم وہ کرو گے تو تمہاری بندگی شمار ہو جائے گی۔

فرشتوں نے عرض کی مولا وہ کونسی بندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے فرشتو تمہاری ایک ہی ڈیوٹی ہے کہ جس نے میرا روزہ رکھا ہے وہ جو بھی مجھ سے دعا مانگے اُس کی دعا پر تم نے آمین کہنا ہے۔ تمہارا کام اُن کی دعا پر آمین کہے جانا ہے یہ تمہاری بندگی ہے یہ تمہاری بندگی ہے اور پھر یہ تمہاری عبادت شمار ہوگی۔

تو اس واسطے روزے دار جو دعا مانگتا ہے تنہا نہیں مانگ رہا اسکے ساتھ لاکھوں فرشتے ملکر اس کی دعا پر آمین کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ڈیوٹی لگادی ہے۔ تو اس واسطے اپنے وقت کی قدر کو پہچاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں فرشتوں کو ہمارے ساتھ کھڑا کر دیا ہے تو پھر ہمیں مانگتے وقت غفلت سے نہیں مانگنا چاہیے سوچ کے مانگنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتے ہوئے مانگنا چاہیے

روزے دار کیلئے دو خوشیاں

اور پھر ان میں سب سے قیمتی لمحہ دعا کی قبولیت کا وہ لمحہ ہے کہ جب سارا دن روزہ رکھ کے افطار کی گھڑی کو پہنچتا ہے یہ بندے کی دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے کہ بندے

Marfat.com

نے صرف رب کی رضا کیلئے اس نے سارا دن روزہ رکھ کر بھوک پیاس کو برداشت کر کے گذار دیا ہے۔ جب افطار کا وقت آ گیا پیاس بھی لگی ہوئی ہے۔ بھوک بھی لگی ہوئی ہے ایسے وقت کے اندر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ

مشکاۃ المصابیح کتاب الصوم صفحہ نمبر: ۱۷۳

(سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الصیام باب ماجاء فی فضل الصیام ص: ۱۱۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک فطر کے وقت ہے دوسری قیامت کے دن رب کی ملاقات کے وقت ہے۔

تو افطار کے وقت کی یہ خوشی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھی متوجہ کرتا ہے۔ فرشتو دیکھو اس نے بندہ ہو کر کمزور ہو کر مخلوق ہو کر سارے تقاضے پورے کیے ہیں میرا حکم سامنے رکھتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو روک کے رکھا ہے۔ فرشتو تم گواہ ہو جاؤ میں نے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ جو یہ مانگتا ہے میں اس کو عطا کر رہا ہوں۔

لہٰذا میرے بھائیو افطار کے وقت اپنے آپ کو حاضر دماغ کر کے روزہ افطار کرنا چاہیے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا وقت ہے اور اس میں جلدی کیساتھ یہ لمحہ نہیں گزرنا چاہیے۔ اطمینان اور سکون کے ساتھ یاد کر کے جو بندے کو چاہیے جو اُس کی حاجت ہے۔ اپنے رب سے وہ حاجت پیش کر کے اور اُس کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب سے مانگے چونکہ جب بندہ دعا زبان سے مانگ رہا ہو اور دل کی اُس طرف توجہ نہ ہو تو پھر مولا اُس میں توجہ کیا کرے گا وہ فضیلت والی دعا شمار نہیں ہوگی جب خود یہ حاجت مند توجہ کر کے شوق سے اپنے رب کے دربار میں دستک دے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جھولی کو ضرور معمور فرما دے گا۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے دنوں کے لحاظ سے جو ہمیں شیڈول دیا ہے اُن میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ کچھ اوقات تو اس لئے قیمتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں اور کچھ اوقات اس لئے بڑے حساس ہیں کہ اُن میں بندے کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے۔ ہفتے بھر کی یا دنوں کی حاضری لگ رہی ہوتی ہے۔ اس واسطے پھر بندے کو محتاط رہنا چاہیے کہ رجسٹر سارے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہیں۔ فرشتے ہر گھڑی کا بیان کر رہے ہیں۔ اب اگر بندہ مزید غافل ہوگا ادھر سے مزید مواخذہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ کون کون سے دن ہیں جن میں ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچتے ہیں۔

پیر اور جمعرات اللہ کے دربار میں حاضری

سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ

يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ

سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب فی صوم الاثنین والخمیس ج:۱، ص: ۳۳۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ایک تو وہ پیر کا دن ہے اور دوسرا جمعرات کا دن ہے۔

ہفتے میں پیر اور جمعرات کے دن بطور خاص بندے کا یہ دھیان ہونا چاہیے کہ میرا حساب مکمل ہو رہا ہے۔ میرے رجسٹر رب کے سامنے کھلے ہیں۔ ایک تو روزانہ کی کارروائی پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو کارروائی کا محتاج بھی نہیں وہ تو ویسے ہی جانتا ہے کہ بندے کیا کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اُس نے نظامِ عدل رکھا ہے فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ تم نے میرے بندے کے ساتھ رہنا ہے۔

فرشتوں کی ڈیوٹیاں عصر کی نماز میں اور فجر کی نماز میں تبدیل ہوتی ہیں۔ عصر کی نماز کے وقت جو دن میں تھے وہ چھٹی کر کے چلے جاتے ہیں رات کو ڈیوٹی دینے والے

Marfat.com

آجاتے ہیں اور دونوں عصر میں موجود ہوتے ہیں۔ پہلے ابھی وہاں ہوتے ہیں کہ نئے فرشتے ذمہ داری سنبھالنے کیلئے آجاتے ہیں اور پھر فجر کے وقت رات والے فرشتے ابھی موجود ہوتے ہیں کہ نئے دن والے فرشتے بھی آجاتے ہیں ان دو نمازوں میں فرشتوں کا زیادہ اجتماع ہوتا ہے اور یہ حساب اور ریکارڈ مکمل کر کے رب کے دربار میں پہنچاتے ہیں۔ رات کی بھی حاضری لگ رہی ہے اور دن کی بھی حاضری لگ رہی ہے مگر جو بطور خاص ہفتے کا امتحان ہے وہ دو دنوں کے اندر ہے ایک وہ پیر کا دن ہے اور دوسرا جمعرات کا دن ہے۔ تو پیر اور جمعرات کا تقدس اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ اگر ان دنوں میں جب بندے کا حساب ہو رہا ہو اور ادھر بندے کو تشویش ہو کہ کہیں میری شکائتیں زیادہ نہ ہو جائیں کہیں میرے گناہ زیادہ نہ ہو جائیں ڈر کے سہم کے بیٹھا ہے اور وہ دعائیں مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے

کہ فرشتو دیکھو میرے بندے سے کوتاہی ہو گئی ہے مگر اب تو وہ ڈر رہا ہے اب تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔ اب تو یہ کانپ رہا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دربار میں امید ہے کہ وہ ہفتے بھر کی جو غلطیاں تھیں وہ معاف ہو جائیں۔ اس لئے ان کی قدر پہچاننا لازم ہے۔

جمعہ کے دن کثرت درود کا فائدہ

اور پھر بالخصوص جمعۃ المبارک کا دن وہ ہے کہ جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے۔

أَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ الفصل الثالث ص: ۱۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ ص: ۱۱۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے۔ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ جاؤ فرشتو میرے بندوں کی ملاقات کر کے آؤ۔ میرے بندوں کی زیارت کر کے آؤ۔ یہ خصوصی معائنے والے فرشتے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھیجتا ہے کہ تم جا کر دیکھو وہ بندگی کیسے کر رہے ہیں ذکر میرا کیسے کر رہے ہیں میرے کلام کی تلاوت کیسے کر رہے ہیں۔ نیکی میں کیسے مصروف ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے اس لئے بھی جمعہ کو یوم مشہود کہا جاتا ہے۔

اور پھر جمعہ اس لئے بھی یوم مشہود ہے کہ ایک حساب جمعہ سے جمعہ تک کا ہوتا ہے۔

اور نماز جمعہ کا یہ کمال بیان کیا گیا کہ پہلے جمعہ سے لیکر اگلے جمعہ تک جتنے گناہ تھے وہ جمعہ کی نماز سے جھڑ جاتے ہیں معاف ہو جاتے ہیں۔

اور یہ یوم مشہود اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ جمعہ بھر کا حساب مکمل کر رہا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کہ تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا ادھر تمہارے رجسٹر کھلے ہونگے اور مختلف کرتوت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونگے ادھر تم مجھ پر درود پڑھ رہے ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے اوپر پڑھا جانے والا درود پہنچے گا اور تمہاری اس ادا کو اللہ تعالیٰ دیکھے گا تو پھر بھی یہ رحمت کا موقع ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہہ دے گا۔ کہ فرشتوں اس کے گناہوں کی طرف نہ دیکھو اس کی زبان کے درود و سلام کی طرف دیکھو۔ یعنی یہ علت با قاعدہ محدثین نے بیان کی ہے کہ

رسول اکرم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھو گے اسی دوران حساب کی گھڑی آجائے گی۔ تمہارے لب پہ درود و سلام ہوگا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

Marfat.com

نماز واذان کے بعد وقت میں زرخیزی

ان قیمتی لمحات اور زرخیز اوقات میں سے فرائض کے بعد والے لمحے بھی دعا کی قبولیت کے ہیں۔ اُن میں بھی دعا قبول ہوتی ہے اور پھر کسی وقت بھی اذان پڑھی جارہی ہو۔ ایک اذان کا جواب ساتھ ساتھ دیا جاتا ہے دوسرا اذان ہونے کے دوران ہی جو دعا مانگی جاتی ہے وہ دعا بھی قبول ہوجاتی ہے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار کی دعوت دی جارہی ہوتی ہے۔ انہیں کلمات کی برکت اتنی ہوتی ہے کہ اس دوران اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

فرض ظہر سے قبل چار سنتوں میں حکمت

رسول اکرم ﷺ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ہمیشہ آپ کو ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے پایا اس کا سبب کیا ہے۔ جس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ پوچھا تو رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

يَا اَبَا اَيُّوْبَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَلَنْ تُرْتَجَ حَتّٰى يُصَلَّى الظُّهْرُ (شرح معانی الآثار ۲۳۳/۱)

اے ابوایوب جس وقت سورج ڈھل جاتا ہے اور ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہ وہ آنکھ ہے جو دور سے بھی دیکھتی ہے اور قریب سے بھی دیکھتی ہے۔

سر عرش پر ہے تیری گزر اور دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شی نہیں میرے آقا جو تجھ پہ عیاں نہیں

Marfat.com

ادھر دروازے کھلے ادھر سرکار علیہ السلام کی آنکھ نے دیکھ لئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوایوب رضی اللہ عنہ آسمان کے دروازے بند تھے۔ سورج ڈھلتا گیا۔ تو دروازے کھل گئے اور یہ دروازے اُس وقت تک کھلے رہتے ہیں۔

حَتّٰی یُصَلَّی الظُّهْرُ

یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔

ظہر کے بعد جب ظہر ادا کر دی جاتی ہے۔ تو پھر دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

وَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَلِیْ فِیْهِنَّ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ اَنْ تُرْتَجَ

(شرح معانی الآثار باب التطوع باللیل والنھار کیف ھو۔ ج:ا،ص:۲۳۳ مکتبہ امدادیہ ملتان)

میں اسلئے چار رکعات پڑھنے کی پابندی کرتا ہوں کہ دروازے کھلے ہیں تو فرضوں سے پہلے بھی میرا عمل ان دروازوں میں چڑھ جانا چاہیے۔ میرا عمل ان دروازوں میں پہنچ جانا چاہیے تو رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لئے وقت کی قدر کو واضح کر دیا کہ ان لحات کو ضائع نہ ہونے دو آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی شناخت بڑی مشکل ہے۔ کون دیکھ سکتا تھا کہ اب دروازے کھل گئے ہیں یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا ہم پہ کرم ہے۔

ایک طرف آپ ﷺ نے فرمادیا کہ رمضان آتا ہے تو رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف روزانہ کا جو نصاب دیا تو وہ یہ ہے کہ جب بھی سورج کا زوال ہوتا ہے۔

سورج ڈھل جاتا ہے اس کے ساتھ ہی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

تو یہ اُن سب سنتوں کا پس منظر ہے جو روزانہ ہم پڑھتے ہیں۔

ایک خاص وجہ ہے جس کے تحت ہم یہ سنتیں پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

آج ہمارے معاشرے میں سنتوں کو چھوڑنے کا ایک فیشن بنتا جا رہا ہے۔ کہ چار فرض پڑھے یا دو فرض پڑھے چھلانگ لگائی اور مسجد سے باہر نکل گئے ایسا نہیں بلکہ یہ باقاعدہ نصاب کی باتیں ہیں اور یہ رسول اکرم ﷺ نے شناخت کر کے ہمیں بتایا ہے۔ کہ فلاں وقت بڑا قیمتی ہے اُس میں فوراً اپنا عمل بھیجو تاکہ وہ رب کے دربار میں پہنچ جائے۔ چونکہ پہلا ٹائم طلوع شمس سے لیکر زوال تک کا۔ اُس میں دروازے بند ہو چکے تھے۔ اب رسول اکرم ﷺ نے ان کی قدر و قیمت بیان کرنے کیلئے یہ واضح کر دیا۔ جونہی سورج ڈھل گیا ہے اب دروازے کھل گئے ہیں۔ جلدی کرلو ان دروازوں سے تمہارا عمل ضرور جانا چاہیے۔ اب جو شخص سنتوں کا پابند ہوگا یقیناً وہ سنتیں پڑھے گا اگر چہ اُسے پتہ نہیں بھی تھا کہ دروازے کھلے ہیں اور حاضری کا وقت بھی پھر بھی جس وقت وہ کام کرتا جائے گا رسول اکرم ﷺ کی سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کو اجر عظیم سے معمور فرما دے گا۔

رسول اکرم ﷺ کا ہم پہ کتنا کرم ہے ایک ایک دن کا حساب ایک ایک لمحے کا حساب اور ایک ایک رات کی زرخیزی کو بیان کرنا آپ کا کام تھا۔ اور اُن میں عمل کرنا ہمارا کام ہے۔ اگر آپ بیان کر کے نہ جاتے تو پھر ہم خائب و خاسر ہوتے لیکن رسول اکرم ﷺ نے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ سب کچھ بیان کر دیا ہے اور اسکا مقصد یہی تھا کہ میری امت کو اس کا پتہ چل جائے اور امت اپنے آپ کو پابند کرے اور زیادہ سے زیادہ امت کی بھلائی ہو جائے جہنم سے بچ کر جنت کے مہمان بن جائیں۔

عرفہ کا دن ایک زرخیز دن

ایسے مقدس دنوں میں ایک دن عرفہ کا دن ہے۔ یعنی 9 ذوالحج کا دن جس دن میدان عرفات میں حاجی اکٹھے ہوتے ہیں اور عرف عام میں کہا جاتا ہے کہ آج حج پڑھا جا رہا

Marfat.com

ہے۔ وہ خطبہ حج کا دن، عرفہ کا دن بھی ایک زرخیز دن ہے اُس کے لمحات کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ عَرَفَةَ

جب عرفہ کا دن آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا (مشکوٰۃ شریف ص:۲۲۹)

اللہ تعالیٰ دن کے وقت آسمان دنیا پہ جلوہ گر ہوتا ہے۔

اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی گناہوں کی بخشش چاہنے والا کہ میں اُس کے گناہوں کو معاف کر دوں لیکن یہ حدیث ایک دن کے بارے میں ہے اور یہ دن سارے دنوں میں خاص دن ہے۔ کہ جس دن میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

فَیُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلَآئِکَةَ

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پہ فخر فرماتا ہے۔

یعنی میدانِ عرفات میں جو اجتماع ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے فرشتو ان سب کو دیکھو۔

اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ فرشتو میرے بندوں کو دیکھو۔

اللہ تعالیٰ کو ان بندوں سے پیار کتنا ہے۔ کہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم میرے بندوں کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ بطور خاص ان پر فخر کرنا چاہتا ہے کہ فرشتو ان کے گھر کتنے دور ہیں ان کے کام گھروں میں کتنے تھے سب کچھ چھوڑ کر آئے ہیں۔ باقاعدہ اللہ تعالیٰ لفظ بولتا ہے۔

Marfat.com

أَتَوْنِيْ شُعْثًا غُبْرًا

یہ میرے پاس آئے ہیں میلے کچلے ہیں۔ان کو احرام باندھے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں اور پھر ان کے بال پراگندہ ہو گئے ہیں۔ کنگھی نہیں کی۔

ضَاجِّيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

یہ چیختے چلاتے آ گئے ہیں۔آوازیں بلند کر رہے ہیں۔

لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔فرشتو یہ بڑی دور دراز سے آئے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو متوجہ کر کے فرماتا ہے کہ

أُشْهِدُكُمْ

اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بنانا چاہتا ہوں۔

أَنِّيْ غَفَرْتُ لَهُمْ

(مشکوۃ المصابیح باب الوقوف بعرفۃ الفصل الثانی ص:۲۲۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں نے ان کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

تو یہ وہ خاص دن ہے جس میں اور بھی رحمت کا ریٹ بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی آزادی ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے کوئی دن ایسا نہیں جس دن عرفہ کے دن سے زیادہ جہنمیوں کو رہائی دی جاتی ہو۔

سارے دنوں میں 9 ذوالحج کا دن ریکارڈ والا دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اپنے عمل کی وجہ سے جہنمی بن چکے تھے جنتی قرار دے دیتا ہے۔

آخری بات عرض کر کے گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

Marfat.com

یہ درس عمل کے لحاظ سے ہے کہ یہ اوقات ہیں۔ یہ ہمارے اوپر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں بیان کر دیا۔ ہمیں پتہ چل گیا۔ میں اس وقت آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں اُس ڈیوٹی کے پیش نظر جو دین کے خادم کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم سب حضرات وخواتین ان اوقات کی قدر و قیمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان میں غفلت سے بچیں۔ نیکی کی طرف متوجہ رہیں۔

عید کا دن یوم تقسیمِ انعامات

بالخصوص جس وقت رمضان جا رہا ہوگا عید کا دن ہوگا تو اُس دن کو یوم الجوائز کہا جاتا ہے۔ یعنی تقسیم انعامات کا دن۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرشتو تم عید کہتے ہو عرش والے اسے یوم تقسیم انعامات کہتے ہیں یہ یوم جوائز ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ (مشکوٰۃ ص:۱۸۳)

جس وقت عید کا دن آجاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔ فرشتو تم میرے بندوں کو دیکھ لو۔

یَامَلَائِکَتِیْ مَاجَزَاءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَهٗ

اے میرے فرشتو مجھے یہ تو بتاؤ اُس مزدور کی مزدوری کیا ہونی چاہیے جس نے اپنی ڈیوٹی کو پورا کر لیا۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔

Marfat.com

رَبَّنَا جَزَاءُهٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُهٗ

اے اللہ جو ڈیوٹی پوری کر دے اُس کی اجرت بھی پوری کر دینی چاہیے۔
یہ فرشتوں کا مشورہ کتنا اچھا مشورہ ہے۔
جس وقت یہ کام پورا کر چکے ہیں تو پھر ان کی اجرت بھی پوری کر دینی چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے فرشتو سنو۔

مَلَائِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْهِمْ

اے میرے فرشتو میرے بندوں نے اور میری بندیوں نے وہ پورا کر دیا جو ان پر فرض تھا۔

ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَا

پھر کام کر کے بھی اکڑ کر نہیں آرہے کہ یہ کہیں کہ اے اللہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے ہماری مزدوری نکال اس طرح مجھ سے نہیں مانگتے، سارا مہینہ انہوں نے کام بھی کیا ہے اب بھی سر جھکا کے آرہے ہیں۔ روتے اور چیختے، چلاتے آرہے ہیں یہ کام کر کے مجھ پر احسان نہیں ظاہر کر رہے۔ میری بارگاہ میں کام مکمل کر کے عاجزی سے چل کے آرہے ہیں۔ فرشتو یہ مجھ سے دعا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس وقت پانچ قسمیں اُٹھاتا ہے۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ

مجھے میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میرے کرم کی قسم، میرے بلند مرتبے کی قسم اور مجھے میری عظمت کی قسم۔

لَاُجِیْبَنَّهُمْ

میں ان کی دعا کو ضرور قبول فرماؤں گا۔
اتنی قسمیں اُٹھا کہ فرشتوں کو گواہ بناتا ہے کہ میں ان کی دعا کو قبول کروں گا یہ کام کر کے بھی اکڑ کے نہیں آرہے ہیں۔ یہ ڈیوٹی کر کے کوئی احسان ظاہر نہیں کرتے اور اپنا حق

Marfat.com

مجھ پہ نہیں جتلاتے بلکہ پھر بھی عاجزی سے روتے ہوئے آرہے ہیں۔ فرشتو میں نے قسم اُٹھائی ہے۔ کہ میں ان کی دعا کو ضرور قبول کروں گا۔

فَيَقُوْلُ اِرْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

اللہ تعالیٰ اُن بندوں سے فرماتا ہے کہ اب تم گھروں کو چلے جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے اب تم چلے جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

صرف میں نے بخشا ہی نہیں بلکہ

بَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ (مشکوۃ المصابیح باب لیلۃ القدر الفصل الثالث ص:۱۸۲)

جتنی غلطیاں تھیں اتنی میں نے نیکیاں بھی عطا فرمادی ہے۔

میں نے تبادلہ کر دیا ہے کہ جب تم آئے تھے کسی کا لاکھ گناہ تھا کسی کا ہزار گناہ تھا تو ہم نے اُن کا تبادلہ کر لیا ہے۔ اب ہم نے تمہیں اتنی نیکیاں دے دی ہیں اور گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

یہ خاص دن ہے اب اس دن میں آزمائش بھی ہوتی ہے ادھر تو یوم جوائز ہے یوم تقسیم انعامات ہے اور ادھر گانا بجانا شروع ہو جائے اور میلے ٹھیلے شروع ہو جائیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو بندے پر غصہ آجائے گا۔ میں نے بہتری کیلئے دروازے کھولے اور انھوں نے کیا کرنا شروع کر دیا ہے اس واسطے ہمیں ان اوقات کی قدر محسوس کرنی چاہیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ

عید پڑھ کے گھروں کو واپس جارہے ہوتے ہیں بدن پہ گناہ کا کوئی داغ نہیں ہوتا۔ گناہوں کی ساری گٹھڑیاں گر چکی ہوتی ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوقات میں اپنی رضاء سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
8

میوزک خرمن ایمان کیلئے چنگاری

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ
(سورت لقمٰن آیت نمبر:٦)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع

یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

ارباب فکرودانش اصحاب مودت ومحبت

نہایت معزز ومحتشم حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین

کورس کے آٹھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

”میوزک خرمن ایمان کیلئے چنگاری“

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو موسیقی کی گندگی سے محفوظ فرمائے اور ہمارے ظاہر و باطن کو مزید طہارت عطا فرمائے۔

ہمارے اس دور کے جو سلگتے مسائل ہیں اُن میں سے ایک اہم مسئلہ میوزک کا مسئلہ ہے۔عربی زبان میں اسکو غنا کہا جاتا ہے پھر یہ ایک قسم کا گانا ہے جس کے ساتھ مختلف قسم کے آلات استعمال ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ آگ کئی روپ دھار لیتی ہے۔ایمان اور یقین کے گلشن ویران ہو جاتے ہیں کوئی بھی صاحب عقل اور صاحب بصیرت انسان میوزک کی تباہ کاریوں کا انکار نہیں کر سکتا۔

جس قدر ہمارا معاشرہ اس آگ کی لپیٹ میں آچکا ہے۔اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہے پوری کی پوری فضا گندگی سے بھر چکی ہے۔لوگ اتنے پریشان ہیں کہ انھیں اپنے گھروں

Marfat.com

میں بیٹھنا اور میوزک سے محفوظ رہنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔اس طرح گاڑیوں میں دوکانوں میں، دفتروں میں لوگوں نے میوزک کا اندھا دھند استعمال شروع کررکھا ہے۔ یہاں تک کہ گدھا گاڑیوں پر بھی اسکا اہتمام کردیا گیا اور شیطان کے اڈے بڑے بڑے بازاروں میں ہی نہیں چھوٹے چھوٹے محلوں میں بھی کھل گئے۔

سی ڈی سنٹر اور میوزک کے دوسرے سٹیشن شیطانی ہیڈ آفس کے طور پر ہر جگہ خود بخود قائم ہوچکے ہیں نسلِ نو کو بھونا جارہا ہے۔

ہر طرف سے کردار دھندلے ہوتے جارہے ہیں، معاشرے میں (Reap) ریپ اور اس طرح کی بدکاریاں دن بدن اُن میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال ہوتا جارہا ہے اور دن دیہاڑے مختلف جرائم جن کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا ناجائز تعلقات کی بنیاد پر ایسے دھندے ہورہے ہیں۔

ان سب کے پیچھے جو چیز محرک ہے وہ میوزک ہے۔میوزک کا جو استعمال ہے اس نے معاشرے کو آتش فشاں بنادیا ہے۔

آپ سب جانتے ہیں کہ جس وقت آتش فشاں پھٹتا ہے تو اُس کی تباہی دور دور تک محسوس ہوتی ہے۔ یہ گندگی کا سیلاب بھی جس کے اندر پوری قوم ڈوبتی جارہی ہے۔ سوائے چند گھرانوں اور چند انسانوں کے اجتماعی طور پر میوزک نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

حق پرستوں کی ذمہ داری

ایسے ماحول میں حق پرستوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ میوزک کے خلاف جہاد کیلئے قرآن وسنت کا اسلحہ استعمال کریں اور قرآن وسنت کے پیغام کو عام کرتے ہوئے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کریں۔ ورنہ جو تھوڑا بہت متاعِ دین کا تحفظ ہے یہ بھی ختم ہو

Marfat.com

جائے گا۔ جہاں شرم وحیا کی دولت ہے اُس کے لُٹ جانے کا خطرہ ہے۔ جہاں آنکھوں کے اندر طہارت ہے وہاں بھی گندگی آجانے کا خطرہ ہے اور جہاں کردار اُجلے ہیں وہاں بھی آلودگیوں کے حملہ آور ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایسے میں آج ہم اس موضوع کو چھیڑ بیٹھے ہیں بڑا روحانی ماحول ہے۔ اہل ایمان کے چہروں کا ایک گلشن نظر آرہا ہے اور مجھے اپنے رب کے فضل وکرم پہ یقین ہے کہ انشاءاللہ یہ کلمات دلوں کی اتھاہ گہرائیوں میں اثر کریں گے۔ اس پیغام کو جذب کیا جائے گا اور جذب کر کے اس پیغام کو پوری دنیا تک عام کر دیا جائے گا۔ اس اجتماع میں ہر طبقہ کے لوگ تشریف فرما ہیں۔ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، حضرات وخواتین کا یہ بھرپور اجتماع ہے اہل ایمان کا دین کے ساتھ دلچسپی کا مظہر بھی ہے اور حمیت دینی کا ترجمان بھی ہے۔

قرآن مجید نے چونکہ ہر مرض کا علاج کیا ہے اور یہ ایسا کلام نہیں ہے۔ کہ جو ایک سال یا دو سال کے امراض کے خلاف تو جہاد کرتا اور قیامت تک کی بیماریوں کو چھوڑ دیتا چونکہ یہ قرآن ہمیشہ کیلئے ہے تو اس نے ہمیشہ کی بیماریوں کا علاج کیا اور ہر دور کے اندر جو بدی سر اُٹھانے والی تھی اُس بدی کو قرآن مجید نے تہہ تیغ کیا ہے اور اپنے انداز سے اس کا اچھا علاج کیا ہے۔

انسان پوری کائنات کا خلاصہ

آپ جانتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح کا بنایا ہے کہ یہ پورے جہاں کا خلاصہ ہے۔ ساری کائنات انسان میں سمٹ کے آگئی ہے، کائنات کی ہر مخلوق کی کوئی نہ کوئی مثال اور اس کا انداز اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھا ہے۔ انسان میں پہاڑوں کی مثال بھی ہے۔ انسان میں صحراؤں کی مثال بھی ہے۔ انسان

Marfat.com

کے اندر زمین کی مثال ہے۔ انسان کے اندر آسمانوں کی مثال بھی ہے اور بارش برسنے کا بھی ایک انداز موجود ہے۔ انسان کے اندر آگ جیسی حرارت بھی ہے۔ انسان کے اندر وہ ٹھنڈک بھی ہے جس سے جگر لالہ کے اندر بے قراری پیدا ہو جائے یہ انسان پوری کائنات کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو معجون مرکب بنایا ہے اور اس کے اندر جو چیزیں رکھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہدایت نامہ دیا ہے اگر وہ توازن صحیح رہے تو انسان ایک پاور ہے اور ایک کردار ہے۔

انسان قدرت الٰہی کا شاہکار

اور انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اور انسان کی اندرونی قوتوں کا توازن بگڑ جائے تو پھر انسان ایک بیمار چیز کا نام ہے۔ پھر انسان جس وقت تنزل کی طرف جاتا ہے تو حیوان سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ اسواسطے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمیں جس خالق نے پیدا کیا اس خالق نے انسان کے اندر کی قوتوں کو مناسب انداز میں رکھنے کیلئے ایک نظام دیا ہے اور اس نظام کے مطابق انسان اگر زندگی بسر کرتا ہے۔ تو پھر اندر کی آگ نہیں بھڑکتی۔ پھر شہوت کو جوش نہیں آتا پھر انسان ایک مطمئن سمندر کی طرح ہے اور پھر انسان میں ایک وقار ہے اور ایک سنجیدگی ہے۔ ایک متانت ہے اور پھر اس کی نیکی بڑھتی ہے تو فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے۔ پھر انسان کے کردار اور عظمت کیلئے فرشتے بھی تڑپتے اور اسکو محسوس کرتے ہیں۔ اس انسان کے اندر عقل بھی ہے غضب بھی ہے شہوت بھی ہے، اگر ان چیزوں کو کنٹرول کر کے عقل کا جھنڈا لہرا دیا جائے تو یہ فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اگر حیوانیت کو کھلا چھوڑ دیا جائے اور عقل کو مغلوب کر دیا جائے تو پھر یہ انسان ڈنگر ہی نہیں بلکہ ڈنگروں سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے۔

Marfat.com

وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر کی قوت میں ایک کجی واقع ہوتی ہے اور انسان کے اندر آگ لگ جاتی ہے شہوت بھڑک اُٹھتی ہے شعلے اُٹھتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کا گھر ہی نہیں پورا محلہ تباہ و برباد ہوتا ہے تو میرے بھائیو اُس آگ کو جو چیز بھڑکاتی ہے اُسے میوزک کہا جاتا ہے۔

انسان کو وحشی بنانے کی سازش

انسان کے اندر جو ایک موزونیت تھی اُس موزونیت کو ختم کر کے معاذ اللہ انسان کو وحشی بنانا اور انسان کو ہوس پرست بنانا اور انسان کو ایک بھیڑیے کی شکل دینا۔ سارا میوزک کا کردار ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قوتیں جو آپس میں متوازن تھیں، جن کے اندر ایک سکون اور قرار تھا۔ ٹھنڈک اور اطمینان تھا اُن کے اندر کجی واقع ہوتی ہے۔

تو شیطانیت آجاتی ہے اور جس وقت انسان کے اندر شیطانیت واقع ہوتی ہے۔

پھر اُس کو محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کونسی حدود پھلانگ رہا ہے۔ کونسی چراگاہ میں چر رہا ہے اور وہ کہاں ڈاکہ ڈال رہا ہے اور کہاں عزتیں لوٹ رہا ہے اور کہاں عصمت کی چادروں کو تار تار کر رہا ہے جو چیز انسان کو اس طرح بدمست بناتی ہے اُسے میوزک کہا جاتا ہے۔

میوزک کی وجہ سے انسان کے اندر حیوانیت جلوہ گر ہوتی ہے حیوانیت متحرک ہو جاتی ہے۔ حیوانیت سرگرم عمل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ انسان جو قدسیوں سے بھی افضل تھا آہستہ آہستہ معاذ اللہ کتوں کی حرکتوں کی طرف اتر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ اُس کا اپنا وقار رہتا ہے۔ نہ سوسائٹی میں کوئی امن اور سکون باقی رہتا ہے۔

تو اب ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم وہ جراثیم ماردیں اور وہ کانٹے کاٹ دیں جن کی وجہ سے انسان کے اندر حیوانیت اپنے شر کی طرف جاتی ہے۔

بلکہ ایسا نصاب زندگی قرآن مجید کی شکل میں ہم اپنے سامنے رکھیں کہ اگر گردوپیش کے

Marfat.com

حالات میں کوئی بدی آ بھی جائے تو انسان کے اندر نیکی کی اتنی مضبوط پاور ہو کہ وہ سانس لے تو فضا درست ہو جائے اُس کی بات سے ماحول میں روشنی پیدا ہو جائے اور اُس کے کردار کی وجہ سے سارا زمانہ ہر قسم کی عریانی فحاشی سے محفوظ ہو جائے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کی ایک ظاہری صحت ہے ہر انسان کے اندر کچھ اخلاط ہیں بلغم وغیرہ ہیں یہ اخلاط اگر مناسب رہیں تو بندہ صحت مند ہے۔

اگر ان میں کجی واقع ہو جائے توازن ختم ہو جائے تو بندے کی صحت صحیح نہیں رہتی اندر ہی سے انقلاب آ جاتا ہے۔ اندر ہی سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔

اندر ہی ٹھنڈک ہے اور اندر ہی گرمی ہے۔ اندر ہی خشکی ہے اور اندر ہی تری ہے۔ جیسے ظاہری صحت کے لحاظ سے یہ ہے تو ایسے ہی باطنی صحت کے لحاظ سے بھی ہے۔

انسان کے اندر کچھ ایسی طاقتیں ہیں کہ وہ مناسب رہیں گی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ نہ آگ ہوگی نہ شعلے ہوں گے نہ لاوا پھٹے گا اور نہ ہی کوئی زلزلہ آئے گا اور اگر اُن قوتوں کو معاذ اللہ خراب کر دیا گیا اور اُن میں اگر افراط و تفریط کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تو پھر انسان کے اندر ہی برائی کا مرکز ہے۔ اندر سے ہی بدی نکلے گی اندر سے ہر طرح کا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔

یہ وہ میوزک کے شعلے ہیں جس کی وجہ سے انسان کی روحانیت بیمار ہو جاتی ہے وہ خود بھی بیمار ہوتا ہے۔ ماحول کو بھی بیمار کرتا ہے۔ ہمیں قرآن و سنت کا یہ پیغام اس انداز میں یہ سبق دے رہا ہے اگر ہم اُسے سامنے رکھ کر اس قرآن کو اور نبی علیہ السلام کے فرمان کو لے کر اپنے اندر کی اصلاح کریں تو پھر یہ ماحول آتش فشاں نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اہل ایمان کا گلشن بن جائے گا۔

گفتگو کی فحاشی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ لقمان میں یہ ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ

لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کھیل کی بات خرید تے ہیں۔

ہر چیز کا ایک لہو ہے۔ ہر چیز کے اندر ایک فحاشی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو بات اور گفتگو کی فحاشی کو اور لہو ولعب کو خرید تے ہیں۔

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دیں بے سمجھے

وَيَتَّخِذَ هَا هُزُوًا

اور اس کو وہ مذاق بنادیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ لقمان آیت:۶)

ان لوگوں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔

لہو حدیث کس چیز کو کہا جاتا ہے۔

لہو حدیث گانا بجانا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایسے ہی تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مجاہد حضرت امام مکحول اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب کے نزدیک لہو حدیث کیا ہے۔

الغناء وَاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ كَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ جَابِرٌ وَعِكْرَمَةُ وَسَعِيْدٌ وَمُجَاهِدٌ وَ مَكْحُوْلٌ وَ غَيْرُهٗ

(تفسیر ابن کثیر سورۃ لقمان زیر آیت ومن الناس من یشتری ج:۳ ص:۴۵۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

لہو حدیث گانا بجانا ہے۔ یہ صحابہ وتابعین اس کا معنی غناء سے کر رہے ہیں کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو گانے گاتے ہیں ساز بجاتے ہیں۔ مختلف قسم کے آلات موسیقی کو استعمال کرتے ہوئے میوزک کا دھندہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمارہا ہے۔

جس نے کسی طرح بھی آواز کا شر پھیلایا، آواز کا فتنہ پھیلایا اور آواز کا فتنہ پھیلا کر لوگوں کے ایمان کو لوٹا اور نیکی کو خراب کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں بھی عذاب کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہیں اس واسطے یہ ایک وبائی بیماری کا سبب بنتے ہیں خود بھی خراب ہوتے ہیں اور جہاں جہاں اُنکی آواز جاتی ہے وہاں وہاں کا شانہ یقین کو آگ لگ جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بھرپور مذمت فرمائی ہے۔

لہو حدیث سے مراد گوین عورتیں

اسکی دوسری تشریح اشتراء مُغنّیات ہے۔

اُس زمانہ میں اس طرح نہیں تھا جیسے آج میوزک اور سی، ڈی کیسٹ وغیرہ کا کاروبار ہے وہاں پر باقاعدہ کوئی انسان رکھنا پڑتا تھا بڑے بڑے مجرم گوین عورتیں خرید لیتے تھے اُن لونڈیوں کو رکھتے تھے اور اُن سے گانے سنتے تھے اور شباب و کباب کی محفلوں میں اُن سے گیت سنتے تھے۔ تو "یشتری لہو الحدیث" سے مراد کچھ مفسرین گوین عورتیں لیتے ہیں یا خود گانے بجانے کا دھندہ کرنے والے لوگ جو آلات کو بھی استعمال کرتے ہیں یا پھر وہ گوین عورتیں خرید لیتے تھے اور اُس کی وجہ سے آگے برائی کو پھیلاتے تھے۔

بہر حال جو معنٰی بھی لیا جائے اس میں میوزک کی مذمت کی جارہی گانے بجانے کی مذمت کی جارہی ہے اور قیامت تک کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پیغام کو رکھ کے اپنے بندوں کو اپنے دین کی سچی راہ دکھائی ہے۔

Marfat.com

نضر بن حارث کا گھناؤنا کردار

اس سلسلہ میں نضر بن حارث نامی ایک شخص کا کردار بڑا گھناؤنا تھا اُس کے پیچھے اُس کے طریقے پر آج ہمارے حکمران بھی چلتے ہیں اُس طریقے پر جتنے بھی فحاشی کا دھندہ کر رہے ہیں سارے نضر بن حارث کی پیروی میں جا رہے ہیں اور جتنی غیر مسلم حکومتیں آج مسلمانوں کو لوٹنے کیلئے فحاشی کو عام کر رہی ہیں اور اس گانے بجانے کو ترقی دینا چاہتے ہیں سارے نضر بن حارث کے پیروکار ہیں۔

نضر بن حارث نے جس وقت وہ دھندہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جس میں لہو حدیث کا ذکر اُس کا کام کیا تھا آج ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے نہ جانتے ہوئے آج ہم کسی کے ایجنٹ بن چکے ہیں اور نہ جانتے ہوئے کسی کی خواہش کو پورا کر رہے ہیں کلمہ تو ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑھا ہے ہم نے رب ذوالجلال کی توحید کا کلمہ پڑھا ہے لیکن ہم میں بعض لوگوں کا عمل معاذ اللہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو چھوڑ کے نضر بن حارث کی برائی اور اُس کے غلط پروپیگنڈے کو اُس کے غلط نظریے کو آگے بڑھا رہے اس واسطے آج یہ سوچو کہ اس کا کتنا گھناؤنا کردار تھا۔

نضر بن حارث جس وقت یہ دیکھتا تھا کہ لوگ کلمہ پڑھ رہے ہیں قرآن پڑھتے ہیں اور ساری برائیوں کو چھوڑ جاتے ہیں اُس نے ایک تحریک کا آغاز کیا۔

روح المعانی میں تفصیل کیساتھ اس کا شان نزول موجود ہے۔

نضر بن حارث کی مسلمانوں کے خلاف سازش

نضر بن حارث نے نوجوان لڑکیاں خریدنا شروع کر دیں، لونڈیاں خریدیں اور بہت سی تعداد میں اُس نے اپنے پاس ایک جماعت بنائی، جس وقت کوئی شخص کلمہ پڑھتا اور

Marfat.com

قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوتا تو یہ اپنی طرف سے ایک لڑکی کی پیشکش کرتا اور اُن لڑکیوں کو اس نے سکھلا رکھا تھا کہ میں جدھر تمہیں بھیجوں تمام اخرجات تمہارے میرے ذمہ ہیں اور تم نے ان لوگوں کو جا کر گانے سنانے ہیں ان کے سامنے رقص کرنا ہے اور ان کو تم نے خوب کھلانا اور پلانا ہے اور جس وقت مست ہو جائیں تو پھر تم نے ان سے پوچھنا ہے کہ بتاؤ وہ جو کچھ تمہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اُس میں لذت ہے یا اس میں لذت ہے جو نضر بن حارث تمہیں پیش کر رہا ہے کتنی بڑی اسلام کے خلاف سازش تھی۔ نضر بن حارث لونڈیوں کو پالتا رہا عورتوں کو منڈیوں سے خریدتا رہا اور مسلمانوں کے کردار کو لوٹنے کیلئے اس نے یہ سازش شروع کی اور عورتوں سے گانے گوا کر انہیں گوین بنا کر مسلمانوں کے کردار کو پاش پاش کرنا چاہا اور اس کے بعد وہ لونڈیاں پوچھتیں کہ بتاؤ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کا حکم دیتے ہیں، روزے کا حکم دیتے ہیں، جہاد کا حکم دیتے ہیں جس میں خون بہانا پڑتا ہے اور جس میں بھوک کاٹنی پڑتی ہے اور جس میں آرام چھوڑنا پڑتا ہے اس میں تو معاذ اللہ کوئی لذت نہیں ہے۔

لذت اس میں ہے جو ہم پیش کر رہی ہیں جس وقت ایسا

دھندہ نضر بن حارث نے شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

اور اس کو واضح فرمادیا کہ ہزار نضر بن حارث جیسے لوگ آجائیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام جنہوں نے سرکار علیہ السلام کا عشق اپنے سینے میں رکھا ہے وہ کسی لونڈی کے پیچھے نہیں جائیں گے، ہمیشہ اپنے کردار کو گنبد خضراء کی ہریالی میں روشن رکھیں گے۔

نضر بن حارث کا وارث کون؟

یہ کتنی گہری سازش اور کتنا عمیق منصوبہ تھا، نضر بن حارث تو مشرک تھا اُس کی جگہ آج ہماری سوسائٹی میں کون آگئے جنہوں نے اُسی کا طریقہ اپنا رکھا ہے نضر بن حارث کے

Marfat.com

پیرو کار کون بنے نضر بن حارث کے وارث کون بنے، نضر بن حارث کے اس وقت علمبردار کون بنے آج کی اس سوسائٹی کے اندر جو شخص میوزک کا دھندہ کر رہا ہے۔ میوزک پھیلا رہا ہے اور میوزک کا کاروبار کر رہا ہے وہ نضر بن حارث کا پیروکار ہے اور نضر بن حارث کا وارث ہے اور جو شخص آج سنت نبوی کا جھنڈہ لیکر گانے بجانے کو روک رہا ہے اور میوزک کے خلاف بند باندھ رہا ہے اور میوزک کی چنگاریوں کو بجھانے کیلئے قرآن و سنت کی بوندا باندی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسی کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی وراثت عطا فرمائی ہے۔

بات سوچنے کی ہے شاید کسی کو نضر بن حارث کا نام بھی نہ آتا ہو، مگر کام اُس کا زندہ کیا جائے کیا مسلمان کا ایمان باقی رہے گا کیا یہی عہد وفا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ آپ نے تو طائف کے بازار میں پتھر کھا کے خون بہا کے پھر بھی اس دین کا جھنڈا اونچا کیا تھا۔ ہم کلمہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑھیں اور ایجنٹ نضر بن حارث کے بن جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ہمارے خلاف مسلم دشمن قوتیں اس سے بڑے حملے کر رہی ہیں۔ نضر بن حارث کا ایجنڈہ بڑھانے کیلئے امریکہ ہر وقت مصروف ہے برطانیہ اور اسرائیل مصروف ہے۔ یہودی ہر وقت اس سوچ میں ہیں کہ مسلمانوں کو لوٹنا کیسے ہے۔۔

ان کو گانے بجانے میں مصروف کیسے کرنا ہے وہ ہمارے دشمن خود بخود ہر وقت ایسے حملے کر رہے ہیں اور اگر ہم بھی اُنھیں کا آلہ ءِ کار بن جائیں تو پھر بچ کیسے سکیں گے پھر بچے گا کون اور اس معاشرے میں کوئی انسان اس سے بچائے گا کیسے۔

اس واسطے میرے بھائیو!

آج تائب ہوتے ہوئے جو شخص آج تک میوزک سنتا رہا اور جس کے کانوں کے اندر ایسی آواز داخل ہوتی رہی پکی توبہ کرتے ہوئے ایک اشک ندامت اپنی آنکھ سے بہائے اور آج کے بعد کیلئے یہ پکا عہد کرے کہ اے اللہ تیرے دربار میں میں وعدہ کر رہا ہوں

Marfat.com

میری جان تو جاسکتی ہے مگر کبھی بھی میرے کانوں میں شیطان کی آواز داخل نہیں ہوسکتی۔

چھ لاکھ ڈالر میوزک کا کاروبار

غیر مسلم حکومتیں ہمیں لوٹنے کیلئے اس قدر کوشش کررہی ہیں گذشتہ سال انڈین حکومت نے چھ لاکھ ڈالر صرف افغانستان کیلئے مختص کیے تھے تاکہ وہاں پر میوزک کو عام کیا جائے۔ چھ لاکھ ڈالر کوئی تھوڑی سی رقم تو نہیں آخر انڈیا نے یہ چھ لاکھ ڈالر ہندوؤں میں تقسیم کیوں نہیں کیے۔

کہ اُن کو خوراک اور کپڑے دیئے جائیں اور یہ ڈالر افغانستان میں تقسیم کروانے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ معاذ اللہ جذبہ دین اگر ہم پست کرلیں تو یہ اُن کیلئے بہت بڑی کامیابی ہے۔ دشمن لاکھوں ڈالر خرچ کرکے ہمیں میوزک کا عادی بنانا چاہتے ہیں ہمیں گانے بجانے کی طرف لگانا چاہتے ہیں اُن کے پیروکار محلے محلے میں دوکانیں کھول کے اُنکی ہوس کو پورا کررہے ہیں۔

اس واسطے میرے بھائیو!

میوزک سے ماحول کو پاک رکھنا دین کا تقاضا

جو شخص نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے اور ساتھ ایسا دھندہ بھی کرتا ہے۔ اُسے سوچنا چاہیے کہ وہ لوگوں کے دین کو لوٹ رہا ہے اپنا دین بھی خراب کررہا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا ہے کہ جہاں تک تمہارے اثرات ہیں وہاں تک میوزک کے نشانات ختم کردیئے جائیں۔

اس داغ کو اپنے موبائل فون سے لیکر اپنے گھر کے ماحول تک اس کو مٹادیا جائے اور ہر طرف سے اس کو ختم کرو کوئی ایسی ٹیون جو موبائل میں سنتے وقت یا سناتے وقت آتی ہے وہ بھی شیطانی آواز ہے اُس سے بھی روحانیت ختم ہوتی ہے اس کیساتھ ساتھ پھر جتنے

Marfat.com

ریڈیو اور ٹی وی پر اس طرح کے انداز ہیں وہ سارے کے سارے شیطانی انداز ہیں اور پھر اپنے کاروبار کے مراکز کو اس سے پاک رکھو اپنے سفر کی گاڑیوں کو اس سے پاک رکھو اور اپنے گھر کی چار دیواری کو اس سے پاک رکھو اپنے ماحول کو پاک رکھو۔ خدا کی قسم میں اللہ کے فضل کی امید پر ضمانت دیتا ہوں اگر آج ہم اپنے ماحول کو میوزک سے پاک کر لیں جتنی دعائیں قبول نہیں ہوتیں ساری کی ساری قبول ہو جائیں گی۔

احسن حدیث قرآن کا نزول اور اسکے اثرات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ

اللہ تعالیٰ نے سب سے خوبصورت بات جو نازل کی ہے وہ کتاب ہے جس کے مضمون آپس میں ایک جیسے ہیں جو دہرے بیان والی ہے۔

تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ

اور جو رب سے ڈرتے ہیں قرآن سن کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہاں وہ قرآن کا انداز جس کو سنیں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَقُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ (سورۃ الزمر آیت: ۲۳)

پھر اُن کی کھالیں بھی نرم ہوتی ہیں اور اُن کے دل بھی نرم ہوتے ہیں۔

سارے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

کہاں وہ مسلمان گھرانے جہاں صبح قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تھی۔

اور سارا دن اُس کا اثر رہتا تھا آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں۔

رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کھال کانپ جاتی تھی دل لرز اُٹھتے تھے۔

Marfat.com

اور کہاں آج صبح سے شام تک رات سے صبح تک ایک شیطانی کھیل کھیلا جاتا ہے بے حیائی اور عریانی ہے فحاشی ہے اور پھر صرف گانا جو قبیح تھا وہ ہی نہیں رہا بلکہ اُس سے آگے کئی سلسلے شروع ہو چکے ہیں۔

شریعت مطہرہ میں تو اس آواز پہ پابندی لگائی گئی تھی جو آواز لوگوں کو گمراہ کر سکتی ہے۔ پھر اُس آواز کے اندر غلط محبتوں کے مضمون اور رومانس دوہری بُرائی ہے۔ پھر اُس کے ساتھ میوزک بجانا یہ اس میں تیسری برائی ہے اور پھر مرد کی گفتگو عورت کا سننا اور عورت کا گانا مرد کیلئے سننا یہ اس میں مزید کئی ہلاکتوں کا پیش خیمہ ہے صرف ایک بیماری نہیں بلکہ یہاں تو بیماریاں ہی بیماریاں ہیں۔

پردے کے پیچھے نرم گفتگو پہ پابندی

قرآن مجید نے تو آغاز سے منع کر دیا تھا یہاں تک کہ ازواج مطہرات اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اُن سے جس وقت کوئی شخص پردے کے پیچھے سے چیز مانگنے آتا ہے تو تقدس کتنا ہے صحابہ کرام کا یقین کتنا ہے، تقویٰ کتنا ہے۔

اپنی ماؤں سے وہ کوئی چیز مانگنے جاتے ہیں ازواج مطہرات نے اس کا جواب دینا ہے اُس جواب پر قرآن مجید نے کتنے پہرے لگائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اے میرے نبی علیہ السلام کی گھر والیو، تم اگر تقوی اختیار کرتی رہو تم جیسی کائنات میں کوئی عورت نہیں ہے

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (سورۃ الاحزاب آیت:۳۲)

بات کرتے وقت نرم لہجہ میں بات نہ کرو۔

Marfat.com

جس وقت تم سے کوئی مرد پوچھنے آجائے کہ فلاں چیز گھر میں ہے یا نہیں۔
تو تم نے جس وقت بات کرنی ہے تو وہ بات نرم نہیں ہونی چاہیے۔ بات ایسی نہیں ہونی چاہیے جو مرد کو میٹھی لگے۔ بات سخت لہجے میں ہونی چاہیے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ازواج مطہرات کو ہے اور بات کرنے والے صحابہ کرام ہیں جن کے تقویٰ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

ہوسکتا ہے کوئی منافق آیا ہوا ہو تو اس کے دل میں بیماری پیدا ہوسکتی ہے تم نے بولتے وقت سخت بولنا ہے تاکہ تمہاری آواز تم کو سخت لگے اور کسی طرح کا کوئی دوسرا خیال پیدا نہ ہوسکے۔
اس حکم پر ازواج مطہرات کو بات کا جواب دیتے وقت پابند کیا گیا کہ آپ نے نرم گفتگو نہیں کرنی اور اس انداز کا نہیں بولنا کہ جس میں اٹریکشن ہو اس انداز میں نہیں بولنا کہ جس سے رغبت پیدا ہوسکتی ہو۔ عام گھر کے کاموں کی گفتگو کے لحاظ سے اسلام نے پابند کر دیا تو اس اسلام میں یہ کیسے جائز ہوگا کہ ایک عورت بن ٹھن کے اپنی آواز ہی اس لئے نکالتی ہے کہ لوگ میری آواز کو سنیں اور پھر اُس آواز میں مضمون گندہ ہے تو اس سے مزید گندگی بڑھ جائے گی پھر اُس کے ساتھ میوزک بھی ہے تو مزید گندگی بڑھ جائے گی اور پھر وہ مردوں کے سامنے نمائش کرے گی تو مزید گندگی بڑھ جائے گی۔
بے وجہ تو آج پورا ماحول نہیں جل رہا۔

بلا وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

روزانہ ملک کے اندر ہزاروں واقعات ناجائز تعلقات کے ہو رہے ہیں اس کے پیچھے یہ بیماریاں ہیں اس دین نے تو اس حد تک عورت کی آواز کو بھی محفوظ کیا تھا چہ جائیکہ اس میں کوئی جھوٹا راز محبت بیان ہو رہا ہو اور اُسکے ساتھ آواز میں اٹریکشن پیدا کی جائے اور

Marfat.com

لوگوں کی شہوت کو ابھارنے والا انداز اختیار کیا جائے اور میوزک کے ساتھ مردوں کے سامنے ادائیگی کی جارہی ہو یہ تو بڑے دور کے معاملے ہیں۔

آج کی اس دین متین کی دھرتی کے اندر ہمیں اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری طرح مرد اپنی آواز کو بچائیں کہ اس کے اندر کسی عورت کیلئے فتنہ ہو اور عورت اپنی آواز کو بچائے مردوں کے لحاظ سے کہ مردوں کیلئے اُس میں کوئی فتنہ ہو، یہاں تک جس وقت ہم پابندی کرلیں گے (ان شاء اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وسکون کا نزول ہو جائے گا۔

ایک چھوٹا سا حوض ہو اُس میں بہت بڑا پتھر گر جائے اور پھر لہریں بھی پیدا نہ ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے خشک لکڑیاں ہوں اور اُنھیں آگ لگائیں لیکن شعلے نہ اُٹھیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر واقعی اس پر یقین ہے تو پھر دل میں یہ بات بٹھا لینی چاہیے ہمارا پانی کا مقدس حوض ہے ہمارے گھر کا ماحول اور ہمارے ملک کا ماحول اس میں فحاشی کے پتھر ڈالے جا رہے ہیں لہریں پیدا نہ ہونا ناگزیر ہے اُن لہروں کا درد تو محسوس ہوتا ہے۔ جب کسی کی عزت لٹ جاتی ہے پھر اُسے درد محسوس ہوتا ہے مگر اس سے پہلے ہی ایسا اہتمام ہونا چاہیے کہ حوض میں پتھر نہ گرایا جا سکے۔

پہلے ہی ایسا اہتمام ہونا چاہیے کہ جہاں پر خشک لکڑیوں کو آگ لگائی جارہی ہو اُس آگ سے لکڑیوں کو بچایا جائے تو اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کے چند فرامین آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک فلمی سٹار یا گویّے جو مسلمان ہو کر گانے گاتے ہیں تو اُن کا حال کیا ہوتا ہے۔

آج لوگ فرق کرتے ہیں کہ فلاں انڈین فلم کا گانا سنتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ لیکن مسلمان کیوں ایسا کرے جس شخص نے گانا گانا شروع کیا اُس کی حالت کیا ہوتی ہے۔

Marfat.com

گانے والے کو شیطان کی تھپکی

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَامِنْ رَجُلٍ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالْغِنَاءِ اِلَّا بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَيْطَانَيْنِ

(الجامع لاحکام القرآن تفسیر قرطبی سورۃ لقمان، ومن الناس من یشتری، ج:۷،ص:۵۰، المکتبہ التجاریہ)

جو آدمی گانا گانا چاہے اگر چہ ابھی میوزک ساتھ نہ بجا ہو صرف جس وقت بغیر باجے کے گانا گانا شروع کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے دونوں کندھوں پر ایک ایک شیطان بٹھا دیتا ہے۔

کتنا منحوس ہے وہ آدمی جس کے کندھے پر شیطان بیٹھا ہے اور وہ اُس کو حرکت دے رہا ہے تھپکی دے رہا ہے اور یہ گانا گا رہا ہے۔ جن کو قوم سٹار کہتی ہے وہ کیسے فی النار ہو چکے ہیں اُس کے کندھوں پر شیطان بیٹھے ہوتے ہیں جوں جوں وہ گاتا ہے شیطان اُس کو تھپکی دیتا ہے شیطان اُس کو داد دیتا ہے۔

اے بندہ مومن تجھے داد اللہ تعالیٰ کے دربار سے ملنی چاہیے۔ تجھے داد تو رسول اکرم ﷺ کے دربار سے ملنی چاہیے۔ وہ داد کس وقت ملے گی جب زبان پہ قرآن ہوگا۔ زبان پہ دین کی بات ہوگی، زبان پہ نعت شریف ہوگی، زبان پہ درود وسلام ہوگا۔

لہٰذا اپنے اس ماحول میں ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے کہ جنہوں نے خود بھی آگ کا دھندہ کر رکھا ہے اور لوگوں کو بھی آگ کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور جس وقت وہ یہ کام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو شیطان اُن کے کندھوں پہ بیٹھ کے خوشی کر رہے ہوتے ہیں مومن وہ ہے جو ایسے انداز کو اپنے لئے بھی ناپسند کرتا ہے اوروں کیلئے بھی اس کو ناپسند کرتا ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

بُعِثْتُ بِکَسْرِ الْمَزَامِیرِ

(تفسیر قرطبی سورۃ لقمان ج:۷،ص:۵۰،المکتبہ التجاریۃ)

مجھے بھیجا اس لئے گیا ہے کہ میں باجے توڑ دوں، سرنگیوں کو توڑ دوں۔

بُعِثْتُ بِھَدْمِ الْمَزَامِیرِ وَالطَّبْلِ (تفسیر قرطبی ۷/۵۰)

میں ڈھول توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

گوین کے پاس بیٹھنے والے کا انجام

پھر رسول اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا۔

مَنْ جَلَسَ اِلٰی قَیْنَۃٍ یَسْمَعُ مِنْھَا صُبَّ فِیْ اُذُنِہٖ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(بخاری شریف فی التفسیر)

جو شخص کسی گوین کے پاس بیٹھتا ہے اُس سے گانا سنتا ہے تو اُس کے ساتھ کیا ہوگا جب قیامت کا دن ہوگا اُس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کے ڈالا جائے گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

آج اس کی بڑی آسانی ہوگئی پہلے کوئی پیسے والا ہوتا کوئی گوین خریدتا اور پھر اُس کا گانا سنتا اور پھر جہنمی بنتا، آج گھر گھر ٹی وی ہے۔ گھر گھر وی سی آر ہے گھر گھر سی ڈی پلیئر ہے اور ٹیپ ریکارڈر ہے۔ ہر چیز میں عورتوں اور مردوں کا گانا موجود ہے اور پھر اس کو جرم نہیں سمجھا جارہا۔ اس کو ریفریشمنٹ کہا جاتا ہے اس کو تفریح کہا جاتا ہے حتیٰ کہ حالت روزہ میں اور نماز کے اوقات میں بھی لوگ گانے سننے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ جملہ قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ کہ اگر تم نے میرا کلمہ پڑھا ہے تو جس کو میں بہتر سمجھتا ہوں اُسے بہتر سمجھنا ہوگا اور جس کو میں تمہارے لئے خطرناک سمجھتا ہوں اُسے خطرناک سمجھنا ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے

Marfat.com

ہیں جو گانا سن رہا ہے اُس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کے ڈالا جائے گا، قیامت کے دن اتنا شدید عذاب بندے کے سامنے ہوگا اُس وقت اُس کی کیا حالت ہوگی۔

اس واسطے میرے بھائیو!

یہ چند دنوں کی زندگی گانے کے بغیر گذار دیں اُس کے بغیر بھی زندگی میں لذت ہے گانے کے بغیر بھی اس زندگی میں چاشنی موجود ہے، لہٰذا گانوں سے پابندی کرتے ہوئے میوزک سے اپنے کانوں کو بچاتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرمادے۔

گانا گانے والا شیطان

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ نَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْعَرْجِ اِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ یُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُذُوْا الشَّیْطَانَ اَوْ اَمْسِکُوْا الشَّیْطَانَ

(صحیح مسلم شریف کتاب الشعر ، ج:۲ص:۲۴۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اکرم ﷺ عرج مقام پر موجود تھے۔ایک گویا سامنے آ گیا جس وقت آپ نے اُسے دیکھا تو ارشاد فرمایا:۔

خُذُوْا الشَّیْطَانَ

میرے صحابہ شیطان کو پکڑو۔

یہ تمہارے سامنے چلتا پھرتا شیطان ہے۔جس کو رسول اکرم ﷺ نے شیطان کہا آج قوم کے بیٹے اُنکی تقلید کرتے ہیں اُن جیسے بال رکھتے ہیں اور اُن جیسا حُلیہ بناتے ہیں اُن لوگوں جیسے کپڑے پہنتے ہیں اور انھیں اپنا ہیرو سمجھتے ہیں اور انھیں عزتیں دیتے ہیں۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عزت والا نہیں یہ شیطان ہے کہ جس نے گانے کا دھندہ کیا جو گانے کا عادی بن گیا اور لوگوں کے سامنے لوگوں کے یقین کو لوٹنے لگا جب آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے اس کو پکڑ لو۔

پیٹ میں پیپ کا بھر جانا گانے سے بہتر

اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا

(صحیح مسلم کتاب الشعر ج:۲،ص:۲۴۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اگر انسان کا دل اور سینہ اور انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اُس کے دل میں کوئی گانا موجود ہو۔ اُس کے اندر کوئی گانا موجود ہو پیٹ کے اندر کوئی اتنی گندگی نہیں ہے جتنی گندگی گانے کی ہے۔

آج ہمارے بچے جس وقت گانے گاتے ہیں والدین خوشی سے بیٹھ کر سنتے ہیں اور پھر انھیں داد دیتے ہیں کہ میرا بچہ گانا گا رہا ہے اس کو اتنی فلموں کے گانے آتے ہیں اتنے گانے فلمی ایکٹروں کی طرح گا سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو میری امت کا ہو گا اُس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچائے رکھے اندر اگر گندگی ہے تو باہر بھی گندگی ہو گی اندر اندھیرا ہے تو باہر بھی اندھیرا ہو گا۔ دل میں گانے ہوں گے تو زبان بھی گندی ہو گی۔ ماحول گندہ ہو جائے گا ستھرا ایک ہی انداز ہے کہ تم اپنے سینوں کو قرآن مجید کی سورتوں سے بھر لو، سینہ بھی مدینہ بن جائے گا اور زندگی بھی مدینہ بن جائے گی۔

Marfat.com

گانے سے دل میں نفاق

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ

(شعب الایمان الباب الرابع والثلاثون من شعب الایمان فصل فی لفظ الملستان عن الغناء۔ ج:۴ص:۲۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جس طرح پانی لگانے سے کھیتی پیدا ہوتی ہے اور کئی جڑی بوٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں کئی بیج صرف پانی لگانے سے خود بخود اگ جاتے ہیں۔

ایسے ہی بندے کے دل کی دھرتی میں بھی کچھ بیج ہیں وہاں کا ایک پانی ہے وہ پانی جس وقت لگتا ہے تو دل کے گلشن اور دل کی کھیتی میں بھی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ظاہری زمین پر پانی لگا تو کئی قسم کی بوٹیاں پیدا ہو گئیں۔اچھی بھی اور کانٹے دار بھی پھولوں والی بھی۔

دل کی زمین میں منافقت کے بیج موجود ہیں اس وقت تک وہ نہیں اُگتے جب تک شیطانی پانی نہیں پہنچتا۔لیکن جس وقت شیطانی پانی پہنچتا ہے پھر دل میں منافقت کی بوٹیاں جنم لیتی ہیں۔اگر شیطانی پانی نہ ہو تو وہ پانی نہ بیج تک پہنچتا ہے اور نہ وہ بیج اگتا ہے اور نہ ہی منافقت پیدا ہوتی ہے وہ پانی کونسا ہے تو وہ گانا بجانا ہے اور اُس کا پانی ہے اس کی وجہ سے دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے دل میں برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔آج ہم اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو گانے سے تو محفوظ نہ رکھ سکیں اور پھر شکایت یہ کریں کہ بچہ میرا ہے، پتہ نہیں اتنی شرارتیں کیوں کرتا ہے۔بچہ میرا ہے کام شیطانوں والے کرتا ہے، مجھ پر کسی کام میں نہیں گیا، اور دن رات شیطان کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔

Marfat.com

میرے بھائیو!

بچہ رحمانی کام تب کرے گا جب دل شیطان کے پانی سے بچا ہوا ہوگا اگر خود بچے کو فلم دکھانے لے جاؤ اور خود بچے کو برائی کیلئے ساتھ لے جاؤ اُسے خود اس کام کی طرف لگا دو اور پھر تم شکایت کرو کہ بچہ نیکی نہیں کرتا وہ کیسے نیکی کر سکے گا۔ مرکز تو دل ہے وہاں نیکی ہوگی تو ہاتھ میں نیکی ہوگی دل میں نیکی ہوگی تو کان میں نیکی ہوگی، دل میں نیکی ہوگی تو آنکھ میں نیکی ہوگی دل میں نیکی ہوگی تو زبان پہ نیکی ہوگی۔

لیکن جس وقت دل ہی شیطان کا گڑھ بن جائے گا تو پھر نیکی کہاں سے آئے گی۔

اس واسطے میرے بھائیو۔

منافقت اور ہر قسم کے شر سے بچنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ میوزک سے فضا کو صاف کر لیا جائے اور کم از کم اپنا ماحول تو صاف کیا جائے۔ کانوں میں انگلی دیکر اپنے آپ کو بچایا جائے۔ ربّ کعبہ کے فضل کی امید ہے جب ہر طرح کی پابندی ہوگی اور میوزک سے ہی اپنے آپ کو جس وقت ہر انسان بچائے گا تو اُس کے دل میں نور کا درخت پورے گلشن کی شکل اختیار کر جائے گا۔

سرنگی کی آواز اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

فَسَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا

آپ کو سرنگی کی آواز آئی۔

فَوَضَعَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ

تو آپ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انگلیاں کانوں میں دے لیں اور راستہ چھوڑ دیا وہ راستہ تبدیل کر کے دوسرے راستہ پہ چلے گئے۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ کافی دور چلے گئے میں اُس وقت چھوٹا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا۔

هَلْ تَسْمَعُ شَيْئاً قَالَ فقلت لا قال فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ

کیا تمہیں کوئی آواز آرہی ہے۔ تو میں نے کہا کہ مجھے کوئی آواز نہیں آرہی۔ پھر آپ نے اپنے کانوں سے انگلیاں باہر نکالیں۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں کہاں یہ کہ اپنی گاڑی میں میوزک کی کیسٹ رکھی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دور سے سرنگی کی آواز آئی اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں راستہ چھوڑ دیا۔

اور پھر حضرت نافع سے پوچھ کر اپنے کانوں سے انگلیاں نکال لیں۔

قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا

(سنن ابی داؤد شریف کتاب الادب باب کراھیۃ الغناء والزمرج:۲ص:۳۲۶ مکتبہ امدادیہ ملتان)

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نافع سے کہا کہ اے نافع سنو میں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ ایک دن میں چھوٹا تھا میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا ایسے ہی آواز آپ کو آئی تھی تو آپ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں تھیں اور راستہ بدل لیا تھا میں نے آپ سے اُس دن کا سبق حاصل کیا ہے اور میں نے تمہارے سامنے ایسا عمل کیا ہے رسول اکرم ﷺ کی سنت پہ عمل کرتے ہوئے تا کہ قیامت تک اس دین کے بچے بچے کو پتہ چل جائے کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ جن کے کان شیطانوں کے گڑ بن جائیں اور جن کے کانوں میں شیطانوں کا پیشاب داخل ہو جائے۔ نہیں نہیں۔

ہم نے رسول اکرم ﷺ کی غلامی کا پٹا اپنے گلے میں ڈالا ہے۔ جنہوں نے ہمیں یہ سبق پڑھایا اور بتایا کہ تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ جس وقت ایسی آواز آرہی ہو

Marfat.com

تمہارے اختیار میں اُس کو بند کرنا نہ ہو تو اپنے کان تو بند کر سکتے ہو اپنے کانوں میں جب تم انگلیاں ڈال لو گے تو اللہ تعالیٰ پکا اور حقیقی ایمان عطا فرمادے گا۔

گانا سننا گمراہی ہے

رسول اکرم ﷺ کی حکمت بھری باتیں اور اپنی امت کو جو آپ ہے نے لائحہ عمل دیا ہے اُس کے لحاظ سے آپ کا کتنا پیارا فرمان ہے۔

اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِیْ مَعْصِیَۃٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَیْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا مِنَ الْکُفْرِ

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب صلوۃ العیدین الفصل الاوّل ۔ج:۳ ص:۲۹۰ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

جو شخص گانا بجانا غور سے سنتا ہے وہ معصیت کر رہا ہے۔

استماع کا مطلب یہ ہے کہ بندہ گذر رہا تھا راستے میں گانے کی طرف اس نے توجہ شروع کر دی اپنے طور پر لگائے تو پھر جیسے بھی ہو گنہگار ہے کسی نے گانا لگایا ہوا تھا۔ یہ گذر رہا تھا گذرتے گذرتے اسکے کانوں میں آواز پڑی تو اس نے کانوں میں انگلی نہیں دی اور اسکی طرف متوجہ ہو گیا رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ معصیت ہے۔

وَالْجُلُوْسُ عَلَیْهَا

اگر اس نے بیٹھ کر سننا شروع کر دیا وہ محفل ہی گانے کی ہو رہی ہے تو سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ بیٹھنا فسق ہے۔

وَالتَّلَذُّذُ بِهَا مِنَ الْکُفْرِ

پھر وہ گانا سن کر لذت حاصل کرنا کفر ہے۔

آج یہ سارے کام ہوتے ہیں۔ اس کو اپنا کلچر کہہ دیا جاتا ہے پھر کہتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے تھے اب ہم تفریح کر رہے ہیں اور اس سے ذہن تازہ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

بھائیو!

ذہن تازہ اس سے کرو جس سے ذہن تازہ ہوتا ہے اور جس سے ذہن آتش فشاں بنے اُس کی شریعت مطہرہ میں اجازت نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے تین لفظ بول دیئے ''فسق کا، معصیت کا اور کفر کا'' یہ تینوں کام ہماری روٹین میں داخل ہو گئے ٹی وی پہ ہر وقت گانا چل رہا ہے۔ اگر کوئی بندہ تصویر نہ بھی دیکھے لیکن آوازیں تو گھر میں ہر وقت گونج رہی ہیں وہ مسلمانوں کے گھر جہاں قرآن کی آواز گونجتی تھی جہاں رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی آواز گونجتی تھی اور جہاں رسول اکرم ﷺ کی نعت پڑھنے کی آواز گونجتی تھی اُن میں آج بے حیا اور بے شرم لوگوں کے گانے بجانے کی آوازیں گونج رہی ہیں اور پھر روکنے والا کوئی نہیں۔ ہر شخص کہتا ہے کہ میں کسی کو کیوں کچھ کہوں میں اپنی بات کا ذمہ دار ہوں میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔

اگر سارے لوگ ایسا کہنا شروع کر دیں پھر دین تو چپ ہو جائے۔

دین تو خاموش ہو جائے۔ دین تو پھر اپنے گھر بیٹھ جائے اور سارے ماحول کو کھلا چھوڑ دیا جائے نہیں نہیں یہ پالیسی ہمارے دین کی پالیسی نہیں ہے۔ ہمارے دین کی پالیسی یہ ہے کہ خود بھی بچنا ہے اور اوروں کو بھی ان برائیوں سے بچانا ہے۔

امت میں خسف مسخ اور قذف کا عذاب

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہم اپنے سامنے رکھیں ابھی بھی وقت ہے ابھی بھی پانی سر سے نہیں گذرا۔ ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں خسف بھی ہوگا۔ مسخ بھی ہوگا اور قذف بھی ہوگا۔

Marfat.com

ابھی تک مجموعی طور پر ایسا نہیں ہوا۔ خسف کا مطلب ہے کہ بستیاں دھنس جائیں گی لوگ رات کو سوئیں گے صبح کو بستیاں مٹ چکی ہوں گی۔

مسخ کا مطلب یہ ہے چہرے بدل چکے ہونگے سوئیں گے تو انسان ہونگے اٹھیں گے تو معاذ اللہ خنزیر بن چکے ہونگے۔ بندر بن چکے ہونگے۔

قذف کا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائیگی ہر طرف سے پتھر برسنا شروع ہو جائیں گے۔ لوگ زخمی ہو جائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے جس وقت یہ ہلاکتیں بیان کیں کہ ایسا وقت آجائے گا ایسا ہو سکتا ہے۔

معاشرے میں میوزک ہلاکت کا سبب

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يا رسول الله ﷺ مَتٰى ذَالِكَ

ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایسا کب ہوگا۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ

(جامع الترمذی ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی اشراط الساعۃ ج:۲، ص:۴۵ ' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

جس وقت معاشرے میں کنجریاں پیدا ہو جائیں گی اور معاشرے کی بڑی تعداد گوین عورتوں کی بن جائے گی اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے۔ ہر طرف اُن کا گانا بجانا عام ہو جائے گا۔ مزامیر، سرنگیاں، طبلے، باجے، ڈھول عام ہو جائیں گے۔

اور شرابیں پی جائیں گی کلب بن جائیں گے ہوٹلوں میں شراب عام ہو جائے گی۔ پھر اُس وقت ایسی ہلاکتیں آسکتی ہیں میری امت کو اُن ہلاکتوں کے آجانے سے پہلے اپنا احتساب کرنا چاہیے اگر انھوں نے خسف، مسخ اور قذف سے بچنا ہے تو ان لوگوں کو لگام

Marfat.com

دینی ہے۔ جو ماحول میں ایسا دھندہ کر رہے ہیں جو روزانہ فلم انڈسٹری کیلئے باقاعدہ بجٹ منظور کیے جاتے ہیں۔ نوجوان بچیوں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے کہ وہ گانا گائیں اور نوجوان بچوں کو ایکٹر بنایا جارہا ہے۔

آج اس بات کی حوصلہ شکنی کرنا ہوگی۔

پھر شرابیں عام ہو جائیں گی لوگ فیشن کے طور پر پینا شروع کر دیں گے، اگر ایسا ملت میں رائج رہا تو پھر معاذ اللہ ہمیں ایسا منظر دیکھنا پڑ جائے گا کہ رات کو سوئیں اور صبح کو خنزیر بن چکے ہوں اور بستیاں الٹ چکی ہوں پتھروں کی بارش ہو چکی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے وقت سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ اُس وقت کے آنے سے پہلے ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنا کردار ادا کریں اب اس کیلئے کسی تلوار کی ضرورت نہیں، کسی توپ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کیلئے سچے عقیدے اور سچے عمل کی ضرورت ہے اور بیداری کی ضرورت ہے اور زبان کے ستھرا ہونے کی ضرورت ہے۔ جہاں بیٹھو اگر وہاں ایسا ہو رہا ہے تو تم ان کو پیار سے کہو اور انھیں اپیل کرو کہ خدارا بند کر دو۔ اگر وہ بند نہیں کرتے تو پھر اپنا پیغام تو پہنچاؤ، اُن سے اس بات پر جھگڑا تو کرو کہ یہ ہمارے رسول علیہ السلام کے دین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے سرکار علیہ السلام کے ہم امتی ہیں۔ ہم سے برداشت نہیں ہوتا کہ سرکار کے دین کی مخالفت ہوتی رہے اور ہم چپ کر کے سنتے رہیں یا ہم برائی کا حصہ بن جائیں نہیں نہیں۔ ہم ان شاء اللہ برائی کا حصہ نہیں بنیں گے اور آخری سانس تک برائی کے خلاف جہاد کرتے رہیں گے اور یہ میرے رب کا فضل ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ ضرور فائدہ مرتب فرمائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث شریف روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنْ ضَرْبِ الدُّفُوْفِ وَصَوْتِ الزَّمَّارَۃِ

رسول اکرم ﷺ نے دفیں بجانے سے منع فرمایا اور بانسری کی آواز سے منع کیا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ مدینہ شریف کی گلی میں بیٹھے تھے ایک نوجوان گزرا۔

وَهُوَ يُغَنِّي

وہ گانے گا رہا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے جس وقت اُس کو گانا گاتے دیکھا تو ارشاد فرمایا:۔

وَيْلَكَ

تو تباہ ہو جائے۔

يَاشَابُّ هَلَّا بِالْقُرْآنِ تُغَنِّي

اے نوجوان کیا تجھے قرآن پڑھنا نہیں آتا، قرآن کیوں نہیں پڑھا آواز تو قرآن کی آنی چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ اس انداز میں اپنی پوری زندگی میں اس طرح تبلیغ فرماتے رہے۔ لوگوں کو جھنجھوڑتے رہے۔ لوگوں کی بہتری کیلئے اُن کی اصلاح کرتے رہے کہ پورا ماحول اُس وقت کا معطر تھا، منور تھا، نورانی تھا۔

آج میرے بھائیو!

یہ چنگاری جو ہمارے خرمن میں لگی ہوئی ہے ہمیں ابھی تک نقصان کا اندازہ نہیں ہو سکا، اگر ہمیں خدا کی قسم اندازہ ہو جاتا تو کوئی بندہ چپ کر کے نہ بیٹھتا ہر بندہ ہر گلی میں متحرک ہوتا، ہر محلے میں متحرک ہوتا، ہر شہر میں متحرک ہوتا، اصل میں فتنہ یہ ہے کہ ہمیں نقصان کا اندازہ نہیں ہو رہا، کہ گانا گانے سے سوسائٹی کا نقصان کتنا ہو گیا ہے اور پوری ملت میں یہ ایک نحوست ہے اور مسلمانوں میں ایک کمزوری آگئی ہے اور پھر اُس میں مین بیماری یہ ہے کہ ان کو فوج کے اندر بھی داخل کر دیا گیا ہے مسلمان ممالک کی افواج میں گانے بجانے کے دھندے عام ہو گئے ہیں تو فوجیوں کی ہیبت ختم ہو گئی ہے۔ فوجیوں کا رعب ختم ہو گیا ہے۔

Marfat.com

کانوں کو گانوں سے بچا کے رکھنے والوں کا انعام

اسواسطے میرے بھائیو!

ہم نے اپنے پورے ماحول کو یوں پاک کرنا ہے اور ستھرا کرنا ہے قیامت کا دن ہوگا اُس دن پتہ چلے گا اس جہاد کا فائدہ کتنا ہے۔ اگر آج کان گندے ہونگے قیامت کے دن سیسہ پگھلا کے ڈالا جائے گا اگر کان صاف ہونگے تو پھر کیا ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو آواز دے گا جنہوں اپنے کانوں کو گانا سننے سے بچائے رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اَیْنَ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُنَزِّھُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَسْمَاعَھُمْ عَنِ اللَّھْوِ وَعَنْ مَّزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ

میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنی جانوں کو اور اپنے کانوں کو لہو سے اور گانے بجانے سے بچا کے رکھا تھا۔

جنہوں نے اپنی جان کو محفوظ رکھا اور جنہوں نے شیطانوں کی آوازوں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھا ہے۔ فرشتے کہیں گے یا اللہ یہ سامنے موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

اَدْخِلُوْھُمْ رِیَاضَ الْمِسْكِ

ان سب کو کستوری کے باغات میں داخل کرو۔ کستوری کے باغات میں ان کو بٹھاؤ۔

وَاَخْبِرُوْھُمْ

اوران کو تم خبر دو۔

Marfat.com

قَدْ اَحْلَلْتُ عَلَيْهِمْ رِضْوَانِيْ

میں نے ان پر اپنے رضوان کو حلال کر دیا ہے۔

اَسْمِعُوْهُمْ تَسْبِيْحِيْ

(الجامع لاحکام القرآن سورۃ لقمان زیر آیت ومن الناس من یشتری لھوالحدیث ج:۷،ص:۵۰ جزوالثالث عشر المکتبہ التجاریہ)

اے میرے فرشتوں ان کو تم میری تسبیح سناؤ۔

انہوں نے دنیا میں اپنے کانوں کو بچا کے رکھا تھا مگر آج ان کا وقت آیا ہے ان کے کانوں کو ہم ثواب دیں گے۔ کتنا حسین منظر ہوگا کہ کستوری کا باغ اور نور کا منبر ہوگا امتی اُس پر بیٹھا ہوگا اور جنت کے قاری جن کو روحانی کہا جاتا ہے وہ ہر بندے کے کان میں وہ آواز پیدا کریں گے جو آواز اس نے دنیا میں کبھی بھی نہیں سنی ہوگی۔

یہ کب میسر آئے گی جس وقت ہمارے کان پاک اور صاف رہیں گے۔ اسواسطے میرے بھائیو۔

اس مختصر سے پیغام کو سمجھ کر آگے پہنچانے کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں جو ہلاکتیں ہیں اُس میں کچھ حصہ نام نہاد مفکرین کا بھی ہے جنہوں نے گانے بجانے کو دین کا حصہ قرار دے دیا اور وہ مزید ہلاکتوں میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس کو روح کی غذا کہتے ہیں۔ یہ نفس کی غذا تو ہو سکتی ہے مگر روح کی غذا نہیں ہو سکتی۔

دیکھنا ہے اگر اس میں کچھ بھی سچائی ہو تو زمانے کے ماحول کے اندر جو لوگ گانے بجانے والے ہیں محلے کے تھڑے پہ بیٹھے ہوئے آوارہ قسم کے لوگ جو روزانہ گانا سنتے ہیں اگر یہ روح کی غذا ہے تو کیا اُن کی روح مطمئن ہے۔ کیا وہ تقویٰ والے ہیں کیا وہ پرہیزگاری والے ہیں، اگر یہ روح کی غذا ہوتی تو پھر گانے سننے والے زمانے کے ولی

Marfat.com

ہوتے، وہ مصلح ہوتے اور قوم کا سرمایہ ہوتے، مگر وہ کیا ہیں چور ہیں، ڈاکو ہیں، بدمعاش ہیں اور وہ لوگوں کی عزتیں لوٹنے والے ہیں۔ تو گانا سننے سے وہ خراب ہوئے نہ کہ اُنکی اصلاح ہوئی ہے۔ لہٰذا بندے کو ایسی فکر سے توبہ کرنی چاہیے کہ اس ماحول میں جب بدی شعلے مار رہی ہے پھر کہا جائے کہ نہیں گانا روح کی غذا ہے یہ مومن کی روح کی غذا نہیں بلکہ یہ شیطانی غذا ہے۔

جس سے لوگوں میں مزید شیطانیت پیدا ہوتی ہے۔

رہا معاملہ کچھ خاص بندوں کا تو انہوں نے مخصوص ماحول میں جو سماع کا ایک انداز تھا اُسکو جائز سمجھا اور پھر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ فرمانے لگے کہ ہم نے معاشرہ دیکھ لیا ہم نے سوسائٹی دیکھ لی چونکہ لوگوں کے اندر اس سے بُرائی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کیلئے اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن خاص لوگوں کو عام لوگوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

فرق کیلئے مثال کافی ہے۔

ایک ہے خشک لکڑی اور ایک ہے سرسبز و شاداب لکڑی۔

اب سرسبز و شاداب لکڑی کو اگر آگ نہیں لگتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خشک لکڑیوں کو بھی آگ لگا دی جائے۔ سرسبز و شاداب لکڑی کا ایک اپنا مقام ہے اسکی اپنی صلاحیت ہے اُس کے اپنے حقوق ہیں، لہٰذا وہاں آگ کا نہ لگنا اجازت نہیں دیتا کہ خشک لکڑیوں میں بھی آگ لگائی جائے۔

لہٰذا کچھ خاص لوگوں کو سامنے رکھ کر سوسائٹی میں خشک لکڑیوں کو آگ لگانے کی کوشش مت کی جائے، ہر لحاظ سے اسکو چنگاری سمجھا جائے۔

ان شاء اللہ جس وقت اس میں پابندی ہوگی تو اس کے ثمرات معاشرے میں آنا شروع

Marfat.com

ہو جائیں گے۔

میں آپ کو اس بات کی گارنٹی دیتا ہوں اللہ کے فضل سے کہ جس شخص کو بھی گانا سننے کی عادت ہے وہ اس عادت کو بند کر کے دیکھے رزق میں اور اسکی زبان میں برکتیں ہونگی، اُس کے گھر میں برکتیں ہوں گی گھر کے جھگڑے ختم ہو جائیں گے ناچاقیاں اور بدسلوکیاں ختم ہو جائیں گی کاروبار کا مندا ختم ہو جائے گا جوں جوں پابندی کرے گا دل میں نور بھی پیدا ہو گا لذت بھی پیدا ہو گی پھر وہ وقت آئے گا۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم ﷺ نے پوچھا تھا حارثہ صبح کیسے ہوئی تو کہتے ہیں کہ عرش تک نگاہ پہنچ چکی تھی۔

یہ ساری صورتحال تب ملے گی جس وقت ہم اپنے آپ کو ستھرا بنائیں گے اور بالخصوص اس موضوع کے لحاظ سے ہر آدمی کیلئے پابندی نہایت ضروری ہے۔

جو گھر صاف رکھتے ہیں ان کو گلی میں اسکا سامنا ہے گاڑی میں سامنا ہے تو کانوں میں انگلی دینا مومن کا شعار ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کے سامنے اسکا اظہار بھی ہو اور لوگوں کو پتہ بھی ہو، بات سن لینا اور کہہ دینا کہ درست اچھا اور عمل نہ کرنا یہ ہمارے فہم دین کا حصہ نہیں ہے۔ جتنے حضرات ہیں اور جتنی خواتین ہیں سب سے یہ میری ایک دست بستہ اپیل ہے اسکو میں اپنے اوپر فرض اور قرض سمجھتا تھا اس قرض کو اتارنے کیلئے تمہیں بٹھایا ہے۔ اتنے قیمتی وقت میں تمہارے سامنے پیغام پہنچایا ہے میری دعا ہے کہ نہایت ہی قیمتی لمحات میں ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائے اور میرا مولا میوزک کے خلاف آہنی ہاتھوں سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
9

حق چار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ

الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(سورت فتح آیت نمبر:۲۹)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیشان میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق سے ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے 10 ویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

"حق چار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور ہمیں حقیقی سچے اور ستھرے نظریات پر قائم رہتے ہوئے ان کی تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ موضوع بڑا ہی اہم موضوع ہے۔ اس کی بہت زیادہ وضاحتیں ہیں اس کو آپ نے دل کے کانوں سے سن کر سمجھنا ہے اور اس کو آگے پہنچانا ہے۔

اہل حق ہر طرف سے فتنوں کی لپیٹ میں ہیں، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ خلافت راشدہ کے خلاف پروپیگنڈہ کا ہے اور خلفاء راشدین کی عظمت، فضیلت اور مقام و مرتبہ کے خلاف ہے۔

ہم اہل حق ہر فتنے اور ہر خطرے کو محسوس کرتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب چاہتے ہیں۔

Marfat.com

خلفاء راشدین کی عظمت دل سے ماننا بقاء ایمان

ہمارا یہ یقین ہے کہ

اسلام ما است طاعت خلفاء راشدین
ایمان ما محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مقام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام اور ان کی عظمت کو دل سے ماننا اور جاننا ہمارے ایمان کی بقاء ہے۔

تاجدار اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لئے کہا تھا کہ

اہل سنت کا ہے بیڑہ پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر جہت کی خوشبو اور اجالا عطا فرمایا ہے۔

قرآن سے عظمت صحابہ کا بیان

قرآن مجید کی سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ

اور انکے ساتھ والے

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

کافروں پر سخت ہیں۔

Marfat.com

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

آپس میں بڑے نرم دل ہیں۔

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

(سورۃ الفتح پارہ 26 آیت نمبر 29)

اُنکی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے بالخصوص خلفاء راشدین کی عظمت کو واضح کیا گیا اور رب ذوالجلال نے اپنے محبوب کی شان کو ذکر کرنے کے فوراً بعد اپنے محبوب علیہ السلام کے تربیت یافتہ عظیم خلفاء کا بڑے خوبصورت انداز میں تذکرہ فرمایا۔

ترتیب اسماء خلفاء راشدین

اس گفتگو میں ہم کوئی تفصیلی بحث نہیں چھیڑ رہے بلکہ صرف ایک ترتیب بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا تذکرہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش نظر رکھا اور جب بھی خلفاء راشدین کے نام لئے تو اسی ترتیب سے لئے جو ترتیب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھی۔

صحابہ کرام میں سے فضیلت کی بنیاد پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لئے تو ایک ترتیب سے نام لئے اور صحابہ کرام نے بھی ان کے نام ایک ترتیب سے لئے، تابعین نے بھی خلفاء

Marfat.com

اربعہ کے نام ایک ترتیب سے لئے اور ہماری ملت کے اولیاء نے بھی اسی ترتیب کو قائم رکھا جو ترتیب رسول اللہ ﷺ نے بیان کرتے ہوئے خلفاء اربعہ کی ترتیب رکھی تھی۔

آج ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ جس انداز میں آپ ﷺ نے اپنے یاروں کا تذکرہ کیا، ہم بھی اسی انداز میں کریں جس انداز میں خلفاء اربعہ کا تذکرہ صحابہ کرام نے کیا، تابعین نے کیا، پوری امت نے کیا اسی انداز کو برقرار رکھا جائے۔ کسی دوسرے گروہ کے نظریات سے متاثر ہو کر نبی علیہ السلام کے طریقے کو چھوڑ دینا، اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے کو چھوڑ دینا یہ ہرگز حق پرستوں کا شیوہ نہیں ہے۔

یہاں راستہ جب وحی سے ہمارے سامنے موجود ہے تو حق پرست جس وقت اپنا یقین اور ایقان اس بحث سے حاصل کر لیتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسکو اسکے نظریات سے آگے پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔

مقام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس سلسلہ میں عام لوگوں کے پاس تحقیق کا وقت تھوڑا ہے اور جیسی روش چل نکلتی ہے اسی کی لوگ پیروی شروع کر دیتے ہیں اور یہ سوچتے نہیں کہ عقیدے پر عمل کی بنیاد ہے اگر عقیدے میں کجی آ گئی تو سارا عمل رائیگاں چلا جائے گا۔

ہمارا با قاعدہ خلفاء راشدین کے عقیدے کے مطابق ایک سلیبس ہے اور ان کی ذوات کے مطابق ایک سلیبس ہے چونکہ انکی ذوات اتنی عمدہ ہیں کہ انھیں نبوت کے بعد ایک سٹیٹس دیا گیا ہے اور ہمارے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

Marfat.com

تم پر میری سنت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء کی سنت بھی لازم ہے۔

لہٰذا جن لوگوں کو دین میں اتنا بڑا مرتبہ دیا گیا تو ان کے بارے میں ہمارا ایک نظریہ ہونا چاہیے کہ جن کی سنت نبوت کے بعد اتنی اٹھنک اور حتمی ہے کہ اگر اس طریقے کو اپنائیں تو رب خوش ہوتا ہے اور اس طریقے پر چلیں تو اللہ کی رضا ملتی ہے تو یقیناً ان شخصیات کے بارے میں ایک ایمان اور یقین کا معیار بھی ہونا چاہیے اس سلسلہ میں اختصار سے مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ایک قول بحیثیت اپنے عقیدہ کے بیان کرتے ہوئے قرآن و سنت کے دلائل پیش کریں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اپنے مکتوبات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

افضلیتِ حضرات خلفائے اربعہ بترتیب خلافتِ ایشانست

(مکتوبات دفتر سوم ۲/۳۷)

چاروں خلفاء (حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمرِ فاروق، حضرت سیدنا عثمانِ غنی، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) کی افضلیت کی وہی ترتیب ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔

جس انداز میں ان کو خلافت ملی وہی انداز ان کی فضیلت کا ہے۔

اس لیے پہلے خلیفہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو افضلیت میں پہلا مقام بھی ان کا ہے، دوسرے خلیفہ حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں تو فضیلت میں دوسرا مقام ان کا ہے، تیسرے خلیفہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہیں تو امت میں فضیلت کا تیسرا درجہ ان کا ہے اور چوتھے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں تو امت میں فضیلت کا چوتھا درجہ ان کا ہے۔

Marfat.com

ترتیبِ افضلیتِ خلفاءِ اربعہ پر اہل حق کا اجماع

یہ پوری امت کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

آج تک پوری امت مسلمہ اس بات پر قائم ہے کہ ان خلفاء کے درمیان فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو رب ذوالجلال نے ان کے درمیان خلافت کی ترتیب عطا فرمائی اور جس جس نمبر پر وہ خلیفہ ہے اسی نمبر پر ان کو اللہ تعالیٰ نے عظمتیں عطا فرمائیں ہیں۔

اجماع کا مطلب

اجماع کا مطلب یہ ہے کہ نہ صحابہ میں سے کسی نے اختلاف کیا نہ تابعین میں سے کسی نے اختلاف کیا نہ تبع تابعین میں کسی نے اختلاف کیا نہ ائمہ میں سے نہ مفسرین میں سے، نہ محدثین میں سے، نہ اولیاء میں سے، نہ قطب واغیاث میں سے کسی نے اختلاف کیا۔

ہمیشہ اس بات کو دین کا، ایمان کا حصہ سمجھا گیا کہ چاروں خلفاء عظیم ہیں مگر ان میں فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو ترتیب ان کو خلافت کے لحاظ سے عطا کی گئی ہے۔

افضل البشر بعد از انبیاء علیہم السلام

افضل بشر بعد پیغامبران صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیما تہ، سبحانہٗ وتعالی علیہم اجمعین حضرت صدیق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ

(مکتوبات ربانی دفتر سوئم معرفۃ الحائق ۲/۳۷)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل بشر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اسکے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح کی ترتیب افضلیت کی ترتیب خلفاء راشدین کو عطا فرمائی جو ترتیب ان کی خلافت میں عطا فرمائی ہے۔

دربار رسالت اور ترتیب خلافت ومحبت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَجْتَمِعُ حُبُّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةِ اِلَّا فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ

رواہ احمد فی فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم (کتاب الورع ص:۹۳)

ان چاروں اصحاب کی محبت صرف مومن ہی کے دل میں جمع ہو سکتی ہے۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صرف مومن ہی کے دل میں ان چاروں اصحاب کی محبت ہو سکتی ہے ان میں سے کسی کا بغض مومن کے دل میں نہیں آسکتا۔ لہذا ان اصحاب کی محبت بقاء ایمان کا ذریعہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے ان اصحاب کے جس ترتیب سے نام لیے تو یہ ترتیب اس بات کی

Marfat.com

عکاسی کرتی ہے کہ ان خلفاء اربعہ کی فضیلت بھی اسی ترتیب سے ہے۔

دربارِ رسالت اور ترتیب خلافت وفضیلت

مزید اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ سے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں یہ حدیث شریف ترمذی شریف میں موجود ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهٗ صَدِيْقٌ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيْهِ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ

(حدیث:۳۷۱۴، سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص: ۲۱۳)

پہلا درجہ اور شان صدیق رضی اللہ عنہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ابوبکر پہ رحم کرے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا۔

اس حدیث شریف کے راوی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور سرکار علیہ السلام نے اپنے صحابہ میں سے افضل صحابہ کا تذکرہ کیا اور انکی فضیلتیں بیان کیں اور رسول اکرم ﷺ کے لفظوں میں افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو بعد میں خلافت کے اندر آنے والی تھی۔

یعنی رسول اکرم ﷺ نے اپنے علم کی روشنی میں نام بھی اس انداز میں لئے ہیں کہ جس انداز میں انہوں نے منصب خلافت پہ جلوہ گر ہونا تھا۔

Marfat.com

جس نے پہلا خلیفہ بننا تھا اس کا نام سرکار ﷺ نے پہلے لیا، جس نے دوسرے نمبر پر خلیفہ بننا تھا اس کا نام سرکار ﷺ نے دوسرے نمبر پر لیا۔ یعنی اس انداز میں آپ نے سب کے نام لئے تا کہ جو مجھ سے سنے اسے یہ اشارہ ملتا جائے کہ کس انداز میں ان کے اندر خلافت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنی عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

جس وقت سرکار ﷺ نے تقریر شروع کی تو سب سے پہلا نام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ

اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہ رحم کرے۔

زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَهٗ

انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دی۔

ان کی کیا خدمات ہیں؟ یہ میرے سُسر ہیں اور اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کی ہے۔

وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْهِجْرَةِ

اور مجھے کندھوں پہ بٹھا کے مدینہ شریف لے آئے۔

دار ہجرت کی طرف انہوں نے مجھے اٹھایا۔ یعنی جس وقت ساتھ قدم اٹھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا تو صرف میرے ساتھ چلے ہی نہیں بلکہ مجھے کندھوں پہ بھی بٹھایا ہے۔ مجھے کندھوں پہ بٹھا کے دار ہجرت کی طرف لے گئے۔

وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِّنْ مَالِهٖ

میرے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مال سے آزاد کرایا۔

Marfat.com

غلاموں کے اندر میرے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا مقام ہے اور جس نے اپنے پیسوں سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کیا وہ میرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلے تذکرہ کر کے تین صفتیں بیان کیں۔

دوسرا درجہ اور شان عمر رضی اللہ عنہ

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ

اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات میں صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں جو ترتیب بیان فرما رہے تھے ہر بندے کو اگر تھوڑی سی بھی عقل سلیم ہو تو پتہ چلے گا کہ جب نبی علیہ السلام ایک کو پہلے ذکر کرتے ہیں پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر چوتھے کو بیان کرتے ہیں تو ہم نے اپنے طرف سے کہاں سے پیمانے بنا لیے۔

نبی علیہ السلام جانتے ہیں کہ میں نے اپنے شاگردوں کو کیا کچھ دیا ہے، میں نے ان کو کتنی ولایت دی ہے، میں نے ان کو کتنا پرہیزگار بنایا ہے اور ان کے مقام مرتبہ کی تفصیل کیا ہے۔

پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ

اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔

Marfat.com

ان کی خدمات کیا ہیں اور انکی شان کیا ہے؟

یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا

ہمیشہ حق بولتے ہیں اگر چہ وہ کتنا ہی کڑوا کیوں نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہے کہ یہ ہمیشہ حق بولتے ہیں اگر چہ وہ کڑوا ہو اسکی بڑی قیمت دینی پڑے مگر میرے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے بغیر نہیں رہ سکتے۔

تَرَکَهُ الْحَقُّ وَمَالَهُ صِدِّیْقٌ

(حدیث: ۳۷۱۴، ترمذی شریف ۲/۲۱۳)

حق نے ان کو یہ مقام دے دیا ہے کہ ان کا اس میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا یہ شان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردی۔

تیسرا درجہ اور شان عثمان رضی اللہ عنہ

پھر سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ

اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔

ان کی شان کیا ہے؟

تَسْتَحْیِیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ

فرشتے بھی ان کو دیکھ کے حیا کرتے ہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ کے دل پر نظر ہے اور انکے باطن کو جانتے ہیں۔ سارے صحابہ کرام میں سے افضل ترین صحابہ خلفاء اربعہ کا تذکرہ ترتیب سے فرمارہے ہیں اور

Marfat.com

صحابہ کرام کو سنا رہے ہیں کہ تم نے میرے ان خلفاء کو وہی ترتیب دینی ہے جو میں نے ان کو عطا فرمائی ہے۔

چوتھا درجہ اور شان علی رضی اللہ عنہ

پھر سرکار نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا

اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔

ان کیلئے رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ

(حدیث: ۳۷۱۴، ترمذی شریف ۲/۲۱۳)

اے اللہ جہاں علی ہو حق کو بھی ادھر پھیر دے۔

اے اللہ حق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف پھیرے دے کہ جہاں علی ہو وہاں حق ہو۔ سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو چوتھی خلافت کا بھی اعلان کر دیا اور چوتھے نمبر پر جو فضلیت تھی اس کا بھی تذکرہ فرما دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے خلافت کی ترتیب بھی بیان کر دی اور ساتھ افضلیت کی ترتیب بھی بیان کر دی۔ پھر ان کی شانیں بھی بیان کر دی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس کو بیان کر کے اعتراضات کا دروازہ بند کر دیا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ پہلے خلیفہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بیان کر دیا فرمایا: میں خود ہی اس کو بیان کر رہا ہوں اور میں نے خود

Marfat.com

ہی اس کو سنا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام نے اسی ترتیب کے ساتھ ہمیں گریڈ عطا فرمائے ہیں۔

تعمیر مسجد نبوی اور خلافت

حضرت سفینہ رسول اکرم ﷺ کے غلام اس کو روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی شریف بنانے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے نبی علیہ السلام نے خود پتھر رکھا۔ (مستدرک کی روایت میں ہے) کہ

ثُمَّ جَاءَ صِدِّيْقٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحَجَرٍ

پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پتھر لیکر آ گئے۔

فَوَضَعَهٗ

نبی علیہ السلام کے پتھر کے ساتھ انہوں نے اپنا پتھر رکھ دیا۔

ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحَجَرٍ

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پتھر لیکر آ گئے۔

فَوَضَعَهٗ

انہوں نے بھی جا کر پتھر رکھ دیا۔

ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحَجَرٍ

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لیکر آ گئے۔

فَوَضَعَهٗ

مسجد نبوی کی بنیاد میں انہوں نے وہ پتھر رکھ دیا۔

Marfat.com

اس وقت شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے۔ بہر حال ان تینوں حضرات کا تذکرہ حدیث صحیح میں موجود ہے۔ جب پتھر رکھے جا چکے تو رسول اکرم ﷺ نے غیب کی خبر دی۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

هٰؤُلَآءِ وَلَاةُ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِیْ (مستدرك للحاكم)

یہی ترتیب میرے بعد خلافت کی ہوگی۔

حضرت صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہ کا جو پتھر رکھنا تھا اس پر سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

هٰؤُلَآءِ خُلَفَآءُ مِنْ بَعْدِیْ (الخصائص الكبرى)

یہ حضرات اس طرح میرے بعد خلیفے بنیں گے۔

مسجد نبوی بناتے وقت اسلام کے سٹیٹ کی بنیاد رکھتے وقت اور اسلام کی تاسیس میں پتھر اتفاقاً ایسے نہیں رکھے گئے تھے بلکہ یہ رب کی طے شدہ حکمت پر رکھے گئے۔ دین کا بانی میں ہوں میرے بعد میرے خلیفہ یہ ہیں اور ترتیب وہ ہوگی جو ان پتھروں کے رکھنے کی ترتیب ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خلافت کی ترتیب اور فضیلت کی ترتیب خود بیان کر دی اور ایک ایک دن کے اندر کئی بار ایسا ہوتا رہا کہ نبی علیہ السلام جب صحابہ کا نام لیتے تھے اپنے بعد ہمیشہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تھے۔

دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ

میں داخل ہوا پھر ابو بکر داخل ہوئے پھر عمر داخل ہوئے۔

Marfat.com

خَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

میں پہلے نکلا پھر ابو بکر نکلے اس کے بعد پھر عمر نکلے۔

یعنی یہ انداز ہمیشہ رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں پورے ذخیرۂ حدیث میں ایسی گواہیاں موجود ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی برداشت نہیں کیا کہ کبھی جملے میں میرے صدیق کا نام بعد میں آئے۔ اپنے بعد فوراً ان کا تذکرہ کیا پھر دیگر صحابہ کا تذکرہ ترتیب سے فرماتے رہے۔

جنت کا سرٹیفکیٹ اور ترتیب خلافت

اس طرح بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے جو خلفاء راشدین کی خلافت کی ترتیب پر دلالت کرتی ہے۔

قَالَ اَبُوْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فاذا هُوَ قَدْ جَالِسٌ عَلٰی بِئْرِ اَرِیْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ

رسول اکرم ﷺ نے بئر اریس کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے پاؤں کنویں میں لٹکائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے آکر سلام کہا۔

ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ

پھر میں دروازے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے۔

Marfat.com

فَدَفَعَ الْبَابَ

انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟

میں نے کہا کون ہے؟

فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

انہوں نے کہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں۔

فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ

میں نے کہا ٹھہرو

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابوبکر آئے ہیں۔

فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

آپ نے فرمایا انہیں آنے کی اجازت دو اور ساتھ انکو جنت کی خوشخبری بھی سنا دو۔

فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق اندر داخل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔

فَاِذَا اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ

پھر ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا

فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟

میں نے پوچھا کون ہے؟

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

تو اس نے کہا میں عمر ہوں۔

Marfat.com

فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ

میں نے کہا ٹھہرو

میں نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

هٰذَا عُمَرُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَسْتَاذِنُ

عمر اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔

فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

آپ نے ارشاد فرمایا انکو اجازت دو اور ساتھ جنت کی بشارت بھی دے دو۔

فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ یَسَارِهٖ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ

کے ساتھ بائیں جانب بیٹھ گئے۔

فَجَآءَ اِنْسَانٌ یُحَرِّكُ الْبَابَ

پھر کسی آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا

فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟

میں نے پوچھا کون ہے؟

فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

اس نے کہا میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہوں۔

فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ

میں نے کہا ٹھہرو

فَجِئْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ

میں سرکار ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی۔

Marfat.com

حضرت عثمان اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

آپ نے فرمایا انکو اندر آنے کی اجازت دو اور ساتھ جنت کی بشارت بھی دے دو۔

فَدَخَلَ فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ (بخاری شریف ع)

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۶۲۱۷ صفحہ نمبر ۱۲۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور آپ کے سامنے کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔

بخاری شریف کتاب فضائل صحابہ میں حدیث نمبر (۳۶۹۵، ۳۶۷۴) سے پتہ چلتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے اندر کھڑے تھے جب دروازے پر دستک ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تو آپ فرماتے اس کو اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری دے دو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دروازہ کھولتے تو پھر انھیں پتہ چلتا کہ باہر کون ہے لیکن رسول اللہ ﷺ انھیں پہلے بتا دیتے کہ باہر کون آیا ہے یعنی اس میں رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بھی اظہار ہے محدثین نے لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو علیحدہ بیٹھانے میں انکی قبر کی علیحدگی کی طرف اشارہ تھا۔

یہ حضرات جس وقت سرکار کی بارگاہ میں آرہے تھے تو سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر تشریف لائے اور انکو جنت کی بشارت دی گئی پھر عمر داخل ہوئے انکو بھی جنت کی بشارت دی گئی پھر حضرت عثمان داخل ہوئے تو ان کو بھی جنت کی بشارت دی گئی تو اس ضمن میں ان صحابہ کرام کی خلافت بھی ظاہر ہو رہی تھی کہ سب سے پہلے خلیفہ کون ہوں گے پھر کون ہونگے اس کے بعد پھر کونسی شخصیت خلیفہ ہوگی۔

Marfat.com

حق کی ادائیگی اور ترتیب خلافت

رسول اکرم ﷺ کے کس کس انداز کو بیان کیا جائے؟

حضرت عمرو بن لبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِشْتَرٰی بَکْرًا مِنْ اَعْرَابِیٍّ (الفتن ص:)

رسول اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی سے اونٹ کا بچہ خریدا

وہ سودا ادھار تھا پیسے بعد میں دینے تھے

فَاَدْبَرَ الْاَعْرَابِیُّ

جس وقت وہ اعرابی سودا کر کے باہر نکلا۔

اونٹ کا بچہ دے گیا اور پیسے ابھی بعد میں لینے تھے۔

فَلَقِیَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکی ملاقات ہوگئی۔

فَقَالَ عَلِیٌّ لِلْاَعْرَابِیِّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی سے پوچھا تم سودا تو کر کے جا رہے ہو۔

اِنْ قَبَضَ اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ حَقُّکَ اِلٰی مَنْ

اگر رسول اللہ ﷺ کا کل وصال ہو گیا تو تم نے پیسے کس سے لینے ہیں؟

پیسے تمہارے ادھار ہیں اور کوئی قید نہیں کہ کب سرکار کا وصال ہو جائے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو تم یہ پیسے کس سے وصول کرو گے۔

حضرت علی فیصلہ کروانا چاہتے تھے کہ یہ دیہاتی جا کر سرکار ﷺ سے پوچھ لے۔ اور

Marfat.com

سے تو یہ مسئلہ پیسوں کا ہوگا لیکن حقیقت میں اندر سے یہ خلافت کا فیصلہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سکھایا کہ جا کر تم نبی علیہ السلام سے پوچھو۔ لہٰذا وہ دیہاتی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر واپس نبی علیہ السلام کے پاس چلا گیا۔ جا کر اس نے سرکار سے پوچھ لیا۔

مَنْ لِیْ بِحَقِّیْ اِنْ اَتٰی عَلَیْکَ الْمَوْتُ؟

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کا تو کوئی پتہ نہیں لیکن اگر آپ کا وصال ہو گیا تو میرے پیسے کون دے گا اور میں کس سے وہ پیسے مانگوں۔

قَالَ اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ لَکَ بِحَقِّکَ

تو سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو پیسے تو نے مجھ سے لینے ہیں اگر میں کل تجھے نہ ملا تو یہ پیسے تجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادا کرے گا۔

یعنی میرے بعد سب کچھ ان کے سپرد ہے تم حوصلہ رکھو۔ اگر میں تجھے نہ ملا تو میرا صدیق تمہیں پیسے دے گا۔

فَاَدْبَرَ الْاَعْرَابِیُّ

پھر یہ دیہاتی باہر نکلا

فَلَقِیَہٗ عَلِیٌّ اَیْضًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ رستے میں بیٹھے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

مَاقَالَ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟

بتاؤ نبی علیہ السلام نے کیا جواب دیا وہ بدو کہنے لگا:

حَقِّیْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ

انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اگر میں دنیا سے چلا گیا تو میرا ذمہ دار حضرت صدیق اکبر ہوگا۔

Marfat.com

جو پیسے مجھ سے تم نے لینے تھے وہ پیسے ابوبکر صدیق تم کو ادا کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد نمبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے مگر پھر بھی وضاحت چاہی۔

فَإِنْ اَبَا بَكْرٍ يَمُوْتُ

ہو سکتا ہے تمہارے پیسے دینے سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی وصال ہو جائے تو پھر تمہارے پیسے کون دے گا۔

فَرَجَعَ الْاَعْرَابِيُّ

وہ دیہاتی واپس لوٹا اور کہا

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْ مَاتَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِلٰى مَنْ حَقِّي؟

یا رسول اللہ ﷺ اگر حضرت ابوبکر صدیق میرے پیسے دیئے بغیر فوت ہو جائیں۔

تو پھر میں اپنا حق کس سے مانگوں۔

جس وقت سائل نے یہ سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اِلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه

اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیسے دینے سے پہلے فوت ہو جائیں تو پھر دوسرے نمبر پر یہ پیسے میرے عمر سے مانگنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہیں وہ پیسے دیں گے۔

فَاَدْبَرَ الْاَعْرَابِيُّ

وہ دیہاتی دربار رسالت سے باہر نکلا

فَلَقِيَهُ عَلِيٌّ رضی الله عنه

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور کہا

Marfat.com

مَاقَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ؟

بتاؤ نبی علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔اس نے کہا

حَقِّى اِلٰى عُمَرَ

رسول اکرم ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ اگر میرے صدیق دنیا سے چلے جائیں تو تمہارے پیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فیصلے کا پتہ چل گیا کہ

دوسرا نمبر اس امت کے اندر خلافت کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

در پردہ سرکار نے سب کچھ حل فرما دیا۔پیسوں کا تو کوئی معاملہ نہیں تھا۔بتا سکتے تھے کہ ابوبکر تمہیں دے کے جائیں گے یہ سب کچھ ہو سکتا تھا مگر پیسوں کا معاملہ مبہم رکھ کے Between line خلافت کا فیصلہ سنا دیا۔

جس وقت اس اعرابی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

فَاِنْ عُمَرَ يَمُوْتُ

اگر حضرت عمر فوت ہو جائیں اور پیسے تمہارے پھر بھی باقی ہوں تو پھر وہ پیسے کون دے گا جاؤ یہ پوچھ کے آؤ۔

وہ سادہ دیہاتی تھا چلا گیا۔

قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاِنْ عمر يَمُوْتُ مِمَّنْ لِيْ بِهٖ؟

اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تو میں پیسے کس سے مانگو گا قربان جائیں نگاہ نبوت پہ سرکار نے ارشاد فرمایا۔

حَقُّكَ اِلٰى عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

Marfat.com

اگر تمہارا حق دینے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں وہ پیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادا کریں گے۔ بعد میں تیسرے نمبر پر میرا عثمان ذمہ دار ہے۔

فَاَدْبَرَ الْاَعْرَابِیُّ

بدو باہر نکلا

فَلَقِیَہٗ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ انتظار میں بیٹھے تھے اور کہا

مَاقَالَ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ؟

اے دیہاتی مجھے بتاؤ نبی علیہ السلام نے کس کا نام لیا ہے

اس دیہاتی نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے

حَقِّیْ اِلٰی عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اگر عمر فوت ہو گئے تو پھر تم نے پیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ نے کہا کہ پھر ایک بار جاؤ ہو سکتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوت ہو جائیں اور تمہارے پیسے ابھی تک ادا نہ ہوئے ہوں تو پھر کون ادا کرے گا۔

فَرَجَعَ الْاَعْرَابِیُّ

وہ دیہاتی نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں لوٹا اور جا کر کہا

فَاِنْ عُثْمَانَ یَمُوْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاِلٰی مَنْ حَقِّیْ؟

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی وصال ہو جائے تو یارسول اللہ ﷺ میرے پیسے کون دے گا۔

رسول اکرم ﷺ کا دریائے رحمت جوش پر ہے یہ نہیں فرمایا کہ ایک بار پوچھ لو جو کچھ تم نے پوچھنا ہے بار بار آ جاتے ہو۔ نہیں، نہیں!

Marfat.com

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

وہ مانگنے والا پیسوں کی بات کر رہا تھا لیکن سرکار ساتھ ساتھ خلافت بھی بتا رہے تھے اب جس وقت وہ آیا اور کہا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں تو پھر میں نے اپنا حق کس سے مانگنا ہے۔

اب دیکھنا ہمارے نبی علیہ السلام کا کتنا وسیع علم ہے۔

پہلے تینوں کے نام لئے اب کیا کہا

قَالَ فَاِلَى الَّذِىْ اَرْسَلَكَ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو جائیں تو پھر تم نے پیسے اس سے مانگنے ہیں جو تجھے بھیج رہا ہے۔

آپ نے فرمایا وہی جو تجھے بھیجتا ہے اسی سے اپنا حق وصول کر لینا۔ کیونکہ سرکار جانتے ہیں کہ دور بیٹھ کے اس اعرابی کو کون بھیج رہا ہے اور فیصلہ کون سننا چاہتا ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام نے کتنے پیارے لفظ بولے۔

فَاِلَى الَّذِىْ اَرْسَلَكَ (الفتن للامام نعیم بن حماد المروزی:۶۹)

اس سے تم نے مانگنے ہیں جس نے تمہیں بھیجا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خلافت کی ترتیب بیان کر دی اور ساتھ فضیلت بھی بیان کر دی۔

میرے محبوب علیہ السلام نے کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ اس واسطے سرکار ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے میرے صحابہ میں تمہیں وہ دین دے کے جا رہا ہوں، وہ ملت دے کے جا رہا ہوں جس کی رات بھی یوں روشن ہے جیسے دن روشن ہوتا ہے میں نے اسکی رات کو بھی

Marfat.com

روشن کر دیا ہے۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے اندر ایک ترتیب ہے۔

ہمارا بتقاضائے عشق رسالت جو عقیدہ ہونا چاہیے وہ یہ ہونا چاہیے کہ جو ترتیب ان خلفاء میں ہمارے محبوب علیہ السلام نے رکھی ہے ہم آخری دم تک کسی پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونگے اور اسی ترتیب پر یقین رکھیں گے جو ترتیب خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یاروں کو عطا فرمائی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں ترتیب خلافت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رضی اللہ عنہ

(حدیث: ۳۷۰۷، ترمذی ۲/۲۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ابھی ظاہری حیات میں تھے اس وقت کی بات ہے کہ ہم بولتے وقت کیا ترتیب رکھتے تھے، ہمارا عقیدہ کیا ہوتا تھا۔ صحابہ کرام کے نام ہم کیسے لیتے تھے۔

كُنَّا نَقُوْلُ

ہم کہا کرتے تھے۔

وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ

حالانکہ نبی علیہ السلام سامنے ہوتے تھے

سرکار کے سامنے ہم جس وقت ان عظیم لوگوں کا ذکر کیا کرتے تھے تو ہم کیا کہتے تھے

اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ

ہم یہ ترکیب رکھتے تھے

Marfat.com

جب بھی سرکار ﷺ نے انکا نام لینا ہوتا تھا، ان کا تذکرہ کرنا ہوتا تھا ہمارا یہ پکا یقین تھا کبھی بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی کا نام نہیں لیتے تھے۔ پہلے نمبر پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے پھر عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

اس انداز میں سرکار ﷺ نے محاورہ دیا ہوا تھا کہ یہ میرے خلفاء کی ترتیب ہے۔ تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے اذن سے اتنا غیب کا علم رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ہر خبر کے اندر واضح کر دیا تھا کہ پہلے کس نے فوت ہونا ہے، دوسرے نمبر پہ کس نے فوت ہونا ہے، تیسرے نمبر پہ کس نے فوت ہونا ہے اور چوتھے نمبر پہ کس نے فوت ہونا ہے۔

ایسا نہیں کیا کہ جس نے چوتھے نمبر پہ فوت ہونا ہو خلیفہ اس کو پہلے بنا دیا جائے جن کی وفات کا وقت پہلے تھا اور ازل سے انکی عظمت طے شدہ تھی تو سرکار ﷺ نے خلافت کا نمبر بھی ان کو پہلے عطا فرمایا ہے۔

میں یہ بار بار اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ آج کوئی کہتا ہے

کہ میرا عشق یہ ہے کہ میں فلاں کو پہلا نمبر دوں گا۔ اسکو چاہیے کہ وہ اپنا عشق اپنے پاس رکھے ہمیں وہ عشق چاہیے جو نبی علیہ السلام نے دیا ہے محبوب علیہ السلام سے زیادہ کسی کی صلاحیتوں کو کون جانتا ہے اور سب سے بڑا عہدہ سرکار ﷺ نے جو خود دیا وہ تو سرکار ﷺ کا اپنا مصلی تھا۔ اپنی ظاہری حیات میں مصلے پر کھڑا کس کو کیا؟ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں کو فرمایا:

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

جاؤ ابوبکر صدیق سے کہو میرے مصلی پہ کھڑے ہو کر لوگوں کو جماعت کرائیں میں حاضر

Marfat.com

بھی تھا۔ اگر میرا حق ہوتا تو سرکار ﷺ مجھے فرماتے مگر مجھے پیغام دیا کہ تم جا کر کہو تا کہ کل قیامت کے دن گواہی بھی تم ہی دو کہ میں خود ان کو پیغام دینے گیا تھا۔

بصرہ میں کچھ لوگوں نے جب اعتراض کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں چادر ڈال کے کھینچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منبر سے اتار سکتا تھا۔ میں مسند خلافت سے سب کو اتار سکتا تھا مجھ میں اتنی پاور تھی لیکن میں مطمئن ہوں کہ ان کا کارکن بن کے رہا۔

اس لیے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے جس کو ہمارے دین کا لیڈر بنایا ہم نے اسے اپنی دنیا کا لیڈر بھی مان لیا۔ مصلیٰ دین کا تھا وہ بڑا مسئلہ تھا جب نبی علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ دیا ہے تو ہم سمجھ گئے کہ خلافت بھی ان کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۲/۶۲۹)

اس بنیاد پر حضرت علی رضی اللہ عنہ وضاحتیں کرتے رہے اور صحابہ کرام کے ذکر کرنے میں بھی یہ ترتیب موجود تھی، جو ترتیب سرکارِ مدینہ ﷺ نے خود ان کا نام لیتے ہوئے اختیار فرماتے تھے۔

ترتیب خلافت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان مکالمہ ہوا نبی علیہ السلام کے چچازاد بھائی، حبر الامۃ اور ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بڑا نایاب حوالہ ہے معجم کبیر میں موجود ہے۔ حضرت سعید بن عاص کو

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ کہنے لگے کہ آج میں ابن عباس سے کچھ ایسے سوال کروں گا ہوسکتا وہ لاجواب ہو جائیں۔

چونکہ ابن عباس علم میں مشہور تھے اور عمر چھوٹی تھی مگر علم بڑا جوانی پر تھا اور کبار صحابہ یعنی جب عشرہ مبشرہ میں سے شوریٰ کی میٹنگ ہوتی تو انکو آگے بٹھایا جاتا تھا حالانکہ یہ چھوٹے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہہ بھی دی کہ اے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میٹنگ میں اس ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہم سے آگے بٹھاتے ہو حالانکہ ہمارے پوتے بھی اس سے بڑے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نبی علیہ السلام سے جو رشتہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جو اللہ نے عقل دی ہے اس بنیاد پر میں اسکو بڑوں سے بھی آگے بٹھاتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیے اور ترتیب دیکھنا اور پھر جواب دیکھنا۔

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

مَاتَقُوْلُ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ ؟ (المعجم الکبیر:۱۰/۲۴۰_۲۳۹_۲۳۸)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھتے ہو اس بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرو۔

مفسر بارگاہِ رسول سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

Marfat.com

مَاتَقُوْلُ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ؟
ابوبکر کون ہیں؟ ان کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے۔
قربان جائیں یہ کتنا خوبصورت خطبہ ہے، وہی انداز جو نبی علیہ السلام کا تھا وہی انداز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی۔
کہنے لگے:
رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا بَکْرٍ
اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔
کَانَ وَاللّٰہِ لِلْقُرْآنِ تَالِیًا
خدا کی قسم: جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو کمال کرتے تھے۔ یہ الفاظ سننا کہ صحابی خلفاءِ راشدین کو خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں، ہر ایک کے لیے جو بیان کریں گے اور تم اپنے دل کو دیکھو گے تو لگے گا کہ ہو بہو اللہ نے وہ چمک ہمارے دلوں کو عطا فرمائی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک معیار ہے وہ کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دیں گے، ڈنڈی نہیں ماریں گے۔ ہر ایک کی جو شان ہے اسکو وہ بیان کریں گے۔
چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلا نمبر ہے تو ان سے بات شروع کرلی۔
کہنے لگے۔
کَانَ وَاللّٰہِ لِلْقُرْآنِ تَالِیًا
خدا کی قسم قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔

Marfat.com

وَعَنِ الْمَیْلِ نَائِیًا

''اور راہِ حق سے بھٹک جانے سے بہت دور تھے۔''

کبھی بھی راہِ حق سے بھٹکتے نہیں تھے۔

وَعَنِ الْفَحْشَآءِ سَاھِیًا

اور ہر گندی خصلت سے دور تھے۔

انکے کردار میں کوئی بھی بری بات موجود نہیں تھی۔

وَعَنِ الْمُنْكَرِ نَاھِیًا

اور بری باتوں سے لوگوں کو بھی روکتے تھے۔

خود بھی بری باتوں سے دور تھے اور لوگوں کو بھی ان سے دور رکھتے تھے۔

وَبِدِیْنِہٖ عَارِفًا

اور اپنے دین کے بہت بڑے عارف تھے۔

ایک وہ عارف کہ جسے میں کہوں کہ یہ عارفِ کامل ہے، ایک وہ عارف کہ جسے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہیں کہ یہ عارف کامل ہے اور ایک وہ عارف کہ جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہیں کہ یہ عارفِ کامل ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کہا اور یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خطابت ہے کہ کس طرح مُسَجَّعْ بولتے جا رہے ہیں۔

وَبِدِیْنِہٖ عَارِفًا

دین کے بڑے عارف تھے۔

وَمِنَ اللّٰہِ خَائِفًا

اللہ سے بڑا ڈرتے تھے۔

Marfat.com

وَعَنِ الْمُهْلِكَاتِ جَائِفًا

اور ہر وہ گناہ جو ھلاکت میں ڈالنے والا ہو اس سے پہلو تہی کرنے والے تھے، دور رہنے والے تھے۔

وَبِاللَّيْلِ قَائِمًا

انکی راتیں قیام میں گزر جاتی تھیں۔

وَبِالنَّهَارِ صَائِمًا

اور دن روز میں گزر جاتا تھا۔

یہ امیر المؤمنین، خلیفۃ الرسول بلافصل کی شان سنیے۔

وَمِنْ دُنْيَاهُ سَالِمًا

اور آخری دم تک دنیا سے بچ کر رہے ہیں، دنیا کو قریب نہیں بھٹکنے دیا۔

وَمِنْ دُنْيَاهُ سَالِمًا

دنیا سے سالم رہے۔

وَعَلٰى عَدْلِ الْبَرِيَّةِ عَازِمًا

ساری زندگی عدالت کرتے رہے۔

وَبِالْمَعْرُوْفِ آمِرًا

ساری زندگی اچھائی کا حکم دیتے رہے۔

وَاِلَيْهِ صَابِرًا

اور ساری زندگی حق کہہ کر صبر کرتے رہے۔

یعنی یہ نہیں کہ صبح کچھ کہیں شام کو بدل جائیں، انہوں نے جو کہا ہے روح تو نکل گئی

Marfat.com

لیکن اس سے پیچھے نہیں ہٹے اور دین کے معاملہ میں سخت سے سخت وقت میں بھی صبر پر کار بند رہے اور صبر پہ قائم رہے۔

وَفِي الْأَحْوَالِ شَاكِرًا

اور ہر حال میں شکر کرتے رہے۔

اگر نبی علیہ السلام کے پہلو میں دائیں طرف بیٹھے ہوں تو پھر بھی صبر کیا ہے اور اگر بدر کے مقام پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے باہر تیروں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوں تو پھر بھی شکر کیا ہے۔

ہر حال میں شکر کیا ہے مکہ شریف کے اندر موجود ہوں پھر بھی، غار کے اندر موجود ہوں پھر بھی شکر کیا۔ مشکل سے مشکل وقت میں اللہ سے شکایت نہیں کی، کہ تیرا کلمہ پڑھا تھا تو نے کس مصیبت میں مجھے ڈال دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں، نہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا کھلا سینہ تھا کہ

وَفِي الْأَحْوَالِ شَاكِرًا

وہ ہر ہر حال میں رب کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

وَلِنَفْسِهِ بِالْمَصَالِحِ قَاهِرًا

جب حق کے لیے جان رگڑنے کی ضرورت ہوتی تھی تو صدیق اپنی جان رگڑ رگڑ کے حق کے لیے قربان کرتے تھے۔ یعنی اپنے اوپر جبر کرتے تھے، حق کی خاطر اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالتے تھے۔

فَاقَ وَرَاقَ أَصْحَابَهُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سارے صحابہ میں سے جن کو فوقیت ملی وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

فَاقَ وَرَاقَ

''فَاقَ'' کا مطلب فقویت ہے اور ''رَاقَ'' کا مطلب ترقی ہے

یعنی سارے صحابہ میں ان کے پائے کا کوئی نہیں سب

میں فوقیت اور مرتبہ کے لحاظ سے اونچا مقام ان کا ہے۔

وَرَعًا وَّكَفَافًا

پرہیز گاری میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔

اور نا جائز کاموں سے رک کے رہنے کو دیکھو تو پہلا نمبر ان کا ہے۔

وَزُهْدًا وَّعَفَافًا

اگر عبادت میں دیکھو تو پہلا نمبر انکا ہے

اگر پاک دامنی میں دیکھو تو پہلا نمبر ان کا ہے۔

وَبِرًّا

نیکی میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔

وَحِيَاطَةً

دین میں احتیاط کے لحاظ سے بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔

وَ زَهَادَةً

زھد میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔

وَكِفَايَةً

دین کے معاملات میں کفایت دیکھو تو پہلا نمبر انکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

بارے میں ختم کیا تو آخری جملہ کیا بولا۔

فرمانے لگے۔

فَاَعْقَبَ اللّٰہُ مَنْ ثَلَبَہُ اللَّعَائِنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غیبت کرے قیامت تک اس پر اللہ کی لعنتیں ہوں۔

جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عیب ڈھونڈھے یا تنقیص کرے یا تنقید کرے تو اس شخص پر لعنتیں ہوں۔ اس واسطے کہ یہ اتنا عظیم انسان ہے کسی مومن کی زبان کو زیب نہیں دیتا کہ ان کے خلاف بولے۔ ان کو اللہ نے اس امت میں ہر لحاظ سے پہلا نمبر عطا فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شان:

قَالَ مُعَاوِیَۃُ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا

فَمَا تَقُوْلُ فِیْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم کیا سمجھتے ہو۔

وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کو گھٹی نبی علیہ السلام نے دی اور جن کے سینے میں علم سرکار علیہ السلام نے رکھے اور پھر صحابہ کرام میں علم کے لحاظ سے اتنا مرتبہ ملا۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سارے دین کو سامنے رکھ کر اپنے نظریات کا اظہار کر رہے۔ لگے۔

رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا حَفْصٍ

Marfat.com

ابوحفص پہ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

ابوحفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

كَانَ وَاللّٰهِ حَلِيْفَ الْاِسْلَامِ

خدا کی قسم وہ تو اسلام کے حلیف تھے۔

(حلیف کا معنی معاہدہ کرنے والا) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے حلیف تھے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام کو ضرورت پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ اٹھے ہوں، اسلام کی عظمت کیلئے حلف اٹھا رکھا تھا، آخری وقت تک اسلام پر پہرہ دیا تھا۔

پھر فرمایا

مَاوَى الْاَيْتَامِ

یتیموں کا ملجاء و ماویٰ تھے۔

ساری رات جاگ کے رعایا کے گھروں کی خدمت کرتے تھے۔ اپنی پشت پہ بوریاں اٹھا کے لوگوں کو کھانا پکا کے دیتے تھے۔

آپ کے غلام اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات ایک گھر میں جب بچے رو رہے تھے تو امیر المومنین نے رات کو بوری میں سب کچھ ڈال کے جب بوری اٹھائی تو میں نے کہا میں خادم ہوں مجھے اٹھانے دو تو آپ نے فرمایا خلیفہ تم نہیں میں ہوں، کل قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا۔

حضرت اسلم آپ کے غلام کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چولہے میں پھونک مارتے تھے تو دھواں گھنی داڑھی سے باہر نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ کھانا پکا کر سامنے

Marfat.com

رکھ کر چھپ گئے۔ سامنے رہوں گا تو بچے مجھ سے ڈرتے رہیں گے۔ میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو اس وقت تک میں نہیں جاؤں گا، جب تک یہ ہنسیں گے نہیں۔

دیوار کے پیچھے چھپ کے دیکھتے رہے جب یتیموں نے کھانا کھا کے مسکراہٹ ظاہر کی تو امیر المؤمنین نے کہا میری خدمت پوری ہوگی ہے۔

پھر ابن عباس نے فرمایا:

وَمَحَلَّ الْاِیْمَانِ

جس نے ایمان کا کاشانہ دیکھنا ہو اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنی چاہیے۔

وَمَلَاذَ الضُّعَفَاءِ

وہ کمزور لوگوں کی جائے پناہ ہیں۔

مَعْقِلَ الْحُنَفَاءِ

حق پرستوں کا اڈہ ہیں۔

وَلِلْخَلْقِ حِصْنًا

اور مخلوق کیلئے قلعہ ہیں۔

وَلِلنَّاسِ عَوْنًا

لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد ہیں، ان کا نام ہی مدد ہے۔ اللہ کی طرف سے کتنے بڑے مددگار ہیں۔

قَامَ لِحَقِّ اللّٰهِ صَابِرًا وَّمُحْتَسِبًا

ساری زندگی حق پر طلب ثواب کے لیے پہرہ دیا ہے۔ اور صبر کرتے رہے۔

Marfat.com

حَتّٰى اَظْهَرَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ

ان کے صدقے اللہ تعالیٰ نے دین کو شان دی ہے۔

وَفَتَحَ الدِّيَارَ

اللہ نے ان کے صدقے شہروں کو فتح کیا ہے۔

ذُكِرَ اللّٰهُ فِى الْاَقْطَارِ وَالْمَنَاهِلِ

اور انہوں نے دنیا کے کونے کونے میں اللہ کی توحید کے جھنڈے گاڑھے ہیں۔

وَعَلَى التَّلَالِ

ٹیلوں پر چڑھ کے اللہ کا ذکر کیا ہے۔

وَفِى الضَّوَاحِىْ

بستیوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے۔

وَالْبِقَاعِ

اور مختلف جگہوں میں جا کر اللہ کا ذکر کیا۔

عِنْدَ الْخِنَاءِ وَقُوْرًا

مصیبتوں کے وقت مرجھانے والے نہیں ہیں۔ پھر بھی بارعب نظر آتے ہیں۔

وَفِى الرَّخَاءِ وَالشِّدَّةِ شَكُوْرًا

اللہ کی طرف نعمتوں کے برسنے کے وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔

انسان پر دو حالتیں ہیں ایک خوشی کی حالت اور ایک غمی کی حالت ہے۔

اگر مصیبتیں آجائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب اور وقار ختم نہیں ہوتا اور اگر اللہ کی طرف سے خوشحالی آجائے تو پھر بھی رب کو بھول نہیں جاتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ وَ آنَاءٍ ذَکُوْرًا

ہر وقت ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں۔

ان کیلئے آخری جملہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں۔

فَاَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ تَنَقَّصَهُ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الْحَسْرَةِ

جو بندہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نقص نکالے ان کے اندر کسی نقصان کی نشاندہی کرے ان کے عیب نکالنے کی کوشش کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو، جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان کھولی وہ بندہ بچ نہیں سکے گا قیامت تک اس پر اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان:

قَالَ مُعَاوِیَةُ

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا

مَاتَقُوْلُ فِیْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ؟

اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذرا یہ بتاؤ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان کیا ہے؟

قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَمْرٍو

اللہ تعالیٰ حضرت ابو عمر یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے۔

کَانَ وَاللّٰهِ اَکْرَمَ الْحَفَدَةِ

خدا کی قسم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان وہ ہے جو کسی کے بیٹے کی شان نہیں ہے۔

وَاَفْضَلَ الْبَرَرَةِ

Marfat.com

اور نیکوں میں سے نیک تھے اور پرہیزگاروں میں سے افضل تھے۔

وَاَصْبَرَ الْقُرَّاءِ هَجَادًا بِالْاَسْحَارِ

تہجد میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے ہیں۔

كَثِيْرَ الدُّمُوْعِ عِنْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ

اللہ کا ذکر کرتے وقت آنکھوں سے اتنے کثیر آنسو ٹپکتے ہیں کہ اتنے اور کسی کی آنکھوں سے نہیں ٹپکتے۔

دَائِمَ الْفِكْرِ فِيْمَا يَعْنِيْهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

دن اور رات کے ہر وقت میں فکر کے اندر رہنے والے ہیں۔

نَهَّاضًا اِلٰى كُلِّ مَكْرُمَةٍ

جب بھی کہیں نیکیوں کا مقابلہ کرایا جائے جو دوڑ کے ہر نیکی کی طرف چلے اسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔

''نَهَّاضًا'' کا معنی ہے بہت زیادہ اٹھنے والا۔

کیونکہ جس وقت اعلان ہوتا تھا کہ فنڈ اکٹھا کرو تو یہ فوراً اٹھتے تھے کہیں سو اونٹ پیش کر رہے ہیں، کہیں ہزاروں دینا پیش کر رہے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

بہت زیادہ اٹھنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

سَعَّاءً اِلٰى كُلِّ مُنْجِيَةٍ

نجات والے کام میں سب سے زیادہ دوڑ لگانے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

وَفَرَّارًا مِّنْ كُلِّ مُوْبِقَةٍ

ہر گناہ سے دور رہنے والے۔

Marfat.com

وَصَاحِبَ الْجَيْشِ وَالْبِئْرِ
لشکر اور کنوے کے مالک تھے۔

یہ اشارہ اس طرف ہے کہ مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا۔ یہودی پینے نہیں دیتا تھا جس نے اپنی جیب سے پیسے دیکر کنواں خرید کے مسلمانوں کو دیا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور جس وقت تبوک جانا تھا ہزاروں دیناروں کی ضرورت تھی اس وقت جس نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی ہزاروں دیناروں سے بھردی اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

وَخَتَنَ الْمُصْطَفٰى صلى الله عليه وسلم عَلٰى اِبْنَتَيْهِ

پوری کائنات میں ایک ریکارڈ کا آدمی، جو صفت کسی انسان کو دنیا میں نہیں ملی وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں، پوری تاریخ میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس ایک بندے کے عقد نکاح میں پیغمبر کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں اور پھر پیغمبر بھی وہ جو سارے پیغمبروں کے سردار ہیں
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آخری جملہ بولتے ہیں۔

فَاَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّهُ النَّدَامَةَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جو بندہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دے قیامت تک وہ بندہ شرمندہ رہے گا قیامت تک اس کو ندامت رہے گی، وہ خائب وخاسر ہو جائے گا۔

اس واسطے کہ جس کو نبی علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں کا رشتہ دیا ہو وہ معمولی انسان تو نہیں ہوتا۔ لہٰذا کون ہے جو آپ پر تنقید کرے۔

Marfat.com

حضرت ابن عثمان رضی اللہ عنہ آزمائش کے زمانہ کے گزر جانے کے بعد بتا رہے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور باغیوں کی طرف سے اعتراضات کے بچھاڑ ہو چکی تھی تو ایسی حالت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنا عقیدہ بیان کر رہے تھے کہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ایمان تب بچے گا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عیوب سے مبرا سمجھے گا اور سرکار علیہ السلام کی دی ہوئی فضیلتوں کا مالک سمجھے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان:

قَالَ مُعَاوِيَةُ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

مَاتَقُوْلُ فِیْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ؟

اے ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم کو کیا کہتے ہو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تقریر شروع ہوگئی۔

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْحَسَنِ

اللہ تعالیٰ حضرت ابوحسن پہ رحم کرے۔

كَانَ وَاللّٰهِ عَلَمَ الْهُدٰى

خدا کی قسم وہ تو حق کا جھنڈا تھے۔

ہر ایک صحابی کی شان کو ماننا اسلام کا وقار ہے اور کسی کے بارے میں بخل نہیں ہونا چاہیے، جو شانیں ان کو دی گئی ہیں اس درجہ کے لحاظ سے ان پر یقین ہونا چاہیے۔

وَكَهْفَ التُّقٰى

اور پرہیزگاری کی نماز تھے۔

Marfat.com

وَمَحَلَّ الْحِجَا

اور عقل کا محل تھے۔

وَطَوْدَ النُّهٰى

ذہانت کا پہاڑ تھے۔

وَنُوْرَ السُّرٰى فِيْ ظُلَمِ الدُّجٰى

وہ اندھیرے راستوں میں رات کے چلنے کی روشنی تھے۔

وَدَاعِيَةً اِلَى الْحُجَّةِ الْعُظْمٰى

اور سب سے سیدھے راستے کے علمبردار تھے۔

عَالِمًا بِمَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى

پہلی کتابوں میں جو کچھ اترا تھا وہ اس کے بھی عالم تھے۔

وَقَائِمًا بِالتَّاوِيْلِ وَالذِّكْرٰى

اور ہر وقت قرآن پاک کی تاویل وتفسیر پڑھتے رہتے تھے۔

مُتَعَلِّقًا بِاَسْبَابِ الْهُدٰى

ہر وقت انہوں نے ہدایت کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔

وَتَارِكًا لِلْجَوْرِ وَالْاَذٰى

ساری زندگی ظلم سے اپنے آپ کو روک کے رکھا۔

وَحَائِدًا عَنْ طُرُقَاتِ الرَّدٰى

کمینگی کی راہوں سے بچ کے رہے۔

وَخَيْرَ مَنْ اٰمَنَ وَاتَّقٰى

جتنے بھی ایمان لائے اور متقی ہوئے ان سب میں سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مرتبہ عطا فرمایا۔

Marfat.com

وَسَیِّدَ مَنْ تَقَمَّصَ وَارْتَدٰی

قمیص اور تہبند باندھنے والوں میں سے ان کو شان عطا فرمائی ہے۔ آپ سب لباس پہننے والوں میں سے افضل ہیں۔

وَاَفْضَلَ مَنْ حَجَّ وَسَعٰی

حج کرنے والے اور سعی کرنے والوں میں سے افضل ہیں۔

وَاَسْمَعَ مَنْ عَدَلَ وَسَوّٰی

عدل کرنے والوں میں سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔

وَاَخْطَبَ اَهْلَ الدُّنْيَا اِلَّا الْاَنْبِيَآءَ وَالنَّبِيَّ الْمُصْطَفٰی

انبیاء ورسل کے بعد پوری دنیا کے خطیب اعظم ہیں۔

وَصَاحِبَ الْقِبْلَتَيْنِ

دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے پرانے نمازی ہیں۔

فَهَلْ يُوَازِيْهِ مُوَحِّدٌ

تو کیا بعد والوں میں سے ان جیسا کوئی موحد ہو سکتا ہے۔

وَزَوْجَ خَيْرِ النِّسَاءِ

وہ سیدہ فاطمہ جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر النساء کہا ہے۔ اس خیر النساء کے یہ زوج ہیں۔

وَاَبُو السِّبْطَيْنِ

اور حسن اور حسین کے والد محترم ہیں۔

لَمْ تَرَعَيْنِيْ مِثْلَهٗ

میری آنکھ نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

وَلَا تَرَای حَتّٰی الْقِیَامَۃِ وَالِلّقَاءِ

قیامت تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں آئے گا۔

فَمَنْ لَّعَنَہٗ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْعِبَادِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

(المعجم الکبیر: ۱۰/ ۲۴۰-۲۳۹-۲۳۸)

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرے اور تنقید کرے سب و شتم کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے اس پر سارے بندوں کی بھی لعنت ہے اور قیامت کے دن تک یہ لعنت ہوتی رہے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاروں خلفاء کا تذکرہ ان کی جامع خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے کیا ہے اور پھر نہ ماننے والوں کے بارے میں ایک ایک جملہ بولا ہے۔ ترتیب اسمیں وہی ہے جو نبی علیہ السلام نے عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمیں شکرادا کرنا چاہیے چاروں مقامات پر جو سرزنش کی گئی کہ!

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بولے اس پر لعنت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بولے اس پر لعنت اور جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بولے اس پر بھی لعنت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بولے اس پر بھی لعنت ہو۔

یہ لعنت کا فتویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اللہ نے ہمیں ان سب لعنتیوں سے بچا رکھا ہے۔

ہم ہر ایک کا نام لیتے ہیں تو خوش ہو کر لیتے ہیں ہر ایک کی شان بیان کرتے ہیں تو خوش ہو کر بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو معیار دیا ہے جو بندہ آخری سانس تک اس معیار پر رہے اس کو سنی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان:

جس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تقریر کر کے فارغ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے داد دی۔

آپ نے فرمایا:

صَدَقْتَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تم نے بالکل سچ کہا۔

ان چاروں خلفاء کی شان کو یوں بیان کرنا مشکل بڑا تھا کہیں کمی کا خطرہ ہوسکتا تھا لیکن تم نے تو حق ادا کر دیا۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ لِسَانُ اَهْلِ بَيْتِكَ

امیر معاویہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اہل بیت کی زبان بنایا ہے۔

تم لسان اہل بیت ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر انداز میں یہ خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

فقاہت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

جس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہاں باہر چلے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَلَّمْتُهُ قَطُّ اِلَّا وَجَدْتُهُ مُسْتَعِدًّا

آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا ہو اور ان کی تیاری مجھے نظر نہ آئے۔ یہ اتنا علم اللہ نے ان کو دیا ہے کہ جس موضوع پہ چھیڑ و ان کی پہلے ہی تیاری موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com

اور اسی کا ایک انداز خطبہ خلافت راشدہ تھا کہ جس نے قیامت تک کیلئے ہمارے ایمانوں کو بہار عطا فرما دی۔

ترتیب خلافت اور وصال کے بعد صحابی کی شہادت

مرنے کے بعد اگر کوئی صحابی بولا ہے تو اس عقیدے کا اس نے بھی اظہار کیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ فوت شدہ کو بھی بلوا لیتا ہے۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی ہیں مدینہ شریف میں ان کا وصال ہو گیا۔ ظہر اور عصر کے درمیان وصال ہوا گھر والے اٹھا کر لے گئے اوپر کپڑا ڈال دیا مغرب کی نماز کے بعد خواتین اکٹھی تھیں اور رو رہی تھیں۔

چادر کے نیچے سے حضرت زید بن خارجہ بول بڑے جس وقت آپ بولنے لگے تو گھر والوں نے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا جس وقت آپ بولے تو کیا الفاظ تھے۔

فَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی ہیں کسی سے پڑھے ہوئے نہیں سب کچھ جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آخری نبی بنایا ہے۔

اس کے بعد فرمانے لگے۔

صَدَقَ صَدَقَ صَدَقَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَوِیُّ الْاَمِيْنُ

یہ سچ ہے یہ سچ ہے سچ ہے کہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں۔

زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ مرنے کے بعد نبی علیہ السلام کی نبوت پر گواہی دے رہے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت پر گواہی دے رہے ہیں۔

Marfat.com

دوسرے نمبر پر فرماتے لگے۔

عَبْدُاللّٰهِ عُمَرُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِىْ كَانَ لَا يَخَافُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

وہ عمر جو حق بات کرنے سے ڈرتے نہیں تھے اور کمزوروں کو بڑوں سے حق لے کر دیتے تھے وہ سچے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ سچے خلیفہ ہیں وہ سچے خلیفہ ہیں۔

تیسرے نمبر پر فرمانے لگے۔

صَدَقَ صَدَقَ صَدَقَ عُثْمَانُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمٌ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

(طبرانی/۱۵۹)

سچ ہے سچ ہے سچ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو مومنین پر رحیم ہیں امیر المؤمنین ہیں۔

اب حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ دنیا سے جا چکے تھے وصال ہو چکا تھا مگر پھر بھی ان کی شان ہے کہ جس وقت گھر والے رونے لگے تو آپ نے کہا ''اَنْصِتُوْ'' خاموش ہو جاؤ میری تقریر سنو میں دنیا سے جا چکا ہوں پھر بھی یہ پیغام دے کے جا رہا ہوں۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے وصال کے بعد بھی جو ترتیب بیان کی تھی یہ وہی ترتیب تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی اور یہ واضح کر دیا کہ یہ زندگی میں بھی عقیدہ ہے۔ یہ قبر میں بھی عقیدہ رہے گا۔

ابو علی مفلوج کا خواب اور ترتیب خلافت:

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خواب میں دیکھا تو خواب میں بھی یہ ترتیب سامنے آئی۔

Marfat.com

محمد بن سلیمان بن حارث کہتے ہیں میں نے ابو علی مفلوج کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

رَاَيْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ

میں نے خواب میں اپنے محبوب علیہ السلام کو دیکھا یار بھی ساتھ موجود تھے۔

کتنے رنگین تیری محفل کے نظارے ہونگے
جب تیرے پاس تیرے یار پیارے ہونگے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنٹر میں بیٹھتے تھے۔

وَاَبُوْبَكْرٍ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

ابوبکر رضی اللہ عنہ دائیں طرف بیٹھے تھے۔

وَعُمَرُ عَنْ يَّسَارِهٖ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بائیں طرف بیٹھے تھے۔

وَعُثْمَانُ اَمَامَهٗ

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے تھے۔

وَعَلِيٌّ خَلْفَهٗ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے بیٹھے تھے۔

اس انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلہ پر ان چاروں خلفاء کے درمیان بیٹھے تھے۔

اِذَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ صَبِيٌّ يَلْعَبُ

درمیان میں ایک بچہ کھیل رہا تھا۔

Marfat.com

میں نے پوچھا

مَنْ هٰذَا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بچہ کون ہے؟

تو صحابہ نے جواب دیا۔

هٰذَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

(تہذیب الکمال:۱۳/۳۲۳)

یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں۔

لہذا جس نے ظاہری حیات میں دیکھا تو یہی ترتیب دیکھی اور اگر بعد از وصال دیکھا تو پھر بھی ترتیب تھی جو نبی علیہ السلام نے ظاہری حیات میں عطا فرمائی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ اپنا انداز ہے۔

ترتیب خلافت تابعین کی نظر میں:

ہر دور میں یہی ترتیب مانی گئی اور یہ غیروں کا پروپیگنڈہ ہے جس کی وجہ سے آج تشیع کو اہلسنت میں داخل کیا جا رہا ہے۔

کچھ ان پڑھ نعت خواں اور کچھ جاہل گدی نشین اور کچھ باطل کی طرف مائل لیڈروں کی وجہ سے حق کو معاذ اللہ دھندلا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور پھر عوام تو کالانعام ہوتے ہیں جو روش چلتی ہے اس پہ چل نکلتے ہیں۔

جس وقت اپنی محفل میں نعرہ لگاتے ہو۔

تو نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کے بعد حق چار یار خلافت کا نعرہ لگاؤ تا کہ ہمیں پتہ

Marfat.com

چلے کہ تم اس عقیدے پر ہو جو نبی علیہ السلام نے دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بلندیاں بیان کرنا ایمان کا حصہ ہے مگر سرکار کے پہلے تین خلفاء راشدین کا ذکر بھی ضروری ہے۔ نعرۂ تحقیق میں ان چاروں کا ذکر ہے۔ اس واسطے منکرین کو یہ کہتے سنا گیا کہ عملاً تم نے نبی علیہ السلام کے بعد حضرت علی کا مقام مان لیا۔ کیونکہ تمہارے جلسوں میں ان کا نعرہ تیسرے نمبر پہ لگتا ہے۔ نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری

جب کہ تم خلافت بلافصل کے قائل ہو اور خلیفہ بلافصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہو اس واسطے اپنے جلسہ میں ہر جگہ یہ اعلان کرو کہ نعرۂ تحقیق جب لگاؤ گے تو اس میں چار یاروں کا تذکرہ آجائے گا اور ساتھ حق کا بیان بھی ہو جائے گا اور وہی ترتیب بیان ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور نبی علیہ السلام نے پڑھ کر سنا دی ہے۔

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ اور ترتیب خلافت ومحبت:

عَنْ حَمَّادِبْنِ سَلْمَةَ رضی الله عنه

حضرت حما بن سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قَالَ اَیُّوْبُ ابْنُ اَبِیْ تَمِیْمَةَ السَّخْتِیَانِیْ

حضرت ایوب بن ابی تمیمۃ السختیانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّ اَبَابَکْرٍ فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ

جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا۔

Marfat.com

وَمَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَوْضَحَ السَّبِيْلَ

اور جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے راستے کو واضح کر دیا۔

وَمَنْ اَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدْ اِسْتَضَاءَ بِنُوْرِ اللّٰهِ

اور جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ کے نور سے ضیاء کو حاصل کر لیا۔

وَمَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

اور جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا۔

وَمَنْ قَالَ فِيْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ بِالْحُسْنٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ

(کتاب الورع: ص۔۹۳)

اور جس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اچھی بات کہی تو وہ نفاق سے محفوظ ہو گیا۔

اس میں حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ نے محبت صحابہ کو بیان کرتے ہوئے جو ترتیب بیان کی ہے یہ وہی ترتیب ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان خلفاءِ اربعہ کو اسی اعتبار سے عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

ترتیب خلافت اور حضرت طارق کا اعزاز:

تابعین کا انداز خلفاءِ راشدین کی ترتیب کے بارے میں کیسا ہے۔

حضرت سعد بن طارق تابعی ہیں اور اپنے والد طارق سے پوچھتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے آج بھی فجر کی نماز میں قنوت کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ تو سعد کہتے ہیں میں نے قنوت کے بارے میں مسئلہ اپنے والد سے پوچھا

Marfat.com

قُلْتُ لِاَبِیْ یَابَتِ

میں نے اپنے ابا جی سے کہا اے میرے ابا

اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَخَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ وَخَلْفَ عُمَرَ وَخَلْفَ عُثْمَانَ وَخَلْفَ عَلِیٍّ ھُنَا بِالْکُوْفَۃِ قَرِیْبًا مِّنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْفَجْرِ۔ (طحاوی شریف: ۱/۱۷۷)

اے میرے ابا جان آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی پڑھی اور آپ نے کوفہ میں پانچ سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی میرے ابا جی بتاؤ کیا یہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے۔

جس وقت حضرت سعد نے طارق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہنے لگے۔

اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ

اے میرے بچے یہ قنوت فجر کی نماز میں کسی نے نہیں پڑھی، اب پڑھنے والوں نے خود گھڑ لی ہے۔

اگر ایک تابعی بولا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نے بھی وہی ترتیب بیان کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی۔

حضرت سعد کے والد کتنے بڑے چوٹی کے نمازی ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء اربعہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔

یہ بھی پتہ چلا کہ وہ ان اماموں کے مشترکہ عقیدت مند تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ کسی

Marfat.com

نے کہا ہو کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تو پڑھی ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہیں پڑھوں گا یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہیں پڑھوں گا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہیں پڑھوں گا۔

جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قائد مانا ہے اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی قائد مانا ہے جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قائد مانا ہے اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی قائد مانا ہے اور جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قائد مانا ہے اس نے کوفہ میں پانچ سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مریدی بھی اختیار کی ہے۔

لہٰذا میں امت کا ایک view آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ سب کے دلوں میں مشترکہ عقیدت تھی اور یہ وہی ترتیب تھی جو ترتیب اس وقت گونج رہی تھی اللہ کے فضل سے آج بھی ہمارے سینوں میں موجود ہے۔

گفتگو کو سمیٹتے ہوئے تمہیں اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں ترتیب خلفا

اپنے قرب و جوار میں اور برصغیر کی چوٹی پہ جو جھنڈا حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظر آتا ہے اس کا بھی تو تھوڑا سا تذکرہ کرنا چاہیے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا محب اہل بیت کون ہو سکتا ہے اور ان سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور مرتبے کو پہچاننے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ کشف المحجوب اٹھا کر دیکھیے۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر جاہل اور اجڈ قسم کے ملنگ بھنگ پی کے مختلف نعرے لگاتے پھر رہے ہیں اور دین کے خلاف باتیں کر رہے ہیں اوقاف کو ایسے لوگوں کو لگام دینی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے پنجاب میں توحید کے بیج بوئے تھے جس کی کھیتی آج بھی نظر آتی ہے وہ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

آج اس چیز کو کوئی بیان کرے گا تو اس پر الزام آئے گا کہ تم محب اہل بیت نہیں اگر یہ الزام ہم پہ آتا ہے تو یہ داتا صاحب پہ آجائے گا یہ پوری امت پہ آجائے گا۔ محبت اہل بیت وہ ہے جو نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو عطا فرمائی ہے اور اس سے آگے پیچھے وہ ہے کہ سرکار نے فرمایا تھا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے بارے میں دو طبقے جہنمی بن جائیں گے۔ جو تجھے حد سے بڑھ کر مانیں گے وہ بھی جہنمی ہیں اور جو تمہارا مرتبہ نہیں مانیں گے وہ بھی جہنمی ہیں۔ سیدھا جنت میں وہ جائے گا جو تمہاری وہ شان مانے گا جو ہم نے تجھے عطا فرمائی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے پورا ایک باب ائمہ صحابہ کے بارے میں بیان کیا۔

امام صحابہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

صحابہ کرام کے آئمہ کا تذکرہ کن الفاظ سے فرمایا

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

منهم شيخ الاسلام

ان میں سے شیخ الاسلام، اسلام کا پیر، اسلام کا لیڈر

واز بعد انبياء خير الانام

سارے انبیاء کے بعد ساری مخلوق سے بہتر انسان

Marfat.com

خلیفه پیغمبر وامام وسید اهل تجرید وشاہنشاه ارباب تفرید

سادہ ترجمہ یہ ہے کہ ولیوں کا تاجدار، تمام اہل تجرید کا بادشاہ

واز آفات انسانی بعید

وہ انسان جس میں انسانی عیب کوئی نہیں ہے، کون؟

امیر المؤمنین ابو بکر عبدالله بن عثمان الصدیق رضی الله عنه

(کشف المحجوب، ص:٦٧)

وہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر عبداللہ بن عثمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام کے ائمہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام میں جو پہلا امام ہے وہ شیخ الاسلام ہیں، ولیوں کے تاجدار ہیں، انبیاء کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہیں وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں یہ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے۔

اس عقیدہ سے آج بغاوت ہو رہی ہے۔ جاہل لوگ اپنی جاہلیت میں اور اپنے مفادات کے چکر میں شیعوں کے چرنوں میں جا کر چرتے ہیں ان سے داد لیتے ہیں یا امداد لیتے ہیں اس کا ہمیں پتہ نہیں ہے لیکن امت کے مسلک کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ولایت کون جانتا ہے۔

آپ نے پہلے نمبر پر صحابہ کے اماموں میں سے جس کا نام پہلے ذکر کیا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ان کی یہ ساری شانیں بیان کر کے سب سے بڑا مضمون ان کی شان میں لکھا۔

Marfat.com

امام صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

منهم سرهنگ اہل ایمان

ان میں سے دوسرا امام کون ہے؟ اہل ایمان کا سردار

صعلوك اہل احسان

دین میں روحانیت کا پیشوا

امام اہل تحقیق

اہل تحقیق کا امام

واندر بحرمحبت غریق

محبت کے سمندر میں ڈوبا ہوا انسان

ابو حفص عمر بن خطاب رضی الله عنه

(کشف المحجوب، ص:۲۹)

حضرت ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے

یہ صحابہ میں دوسری قیادت ہے۔

اگر کسی گدی نشین کو دیکھنا ہے تو داتا صاحب کو دیکھو، اگر کسی پیر کو دیکھنا ہے تو داتا صاحب کو دیکھو جو یہاں بیٹھ کر لاہور والو کو کعبہ دکھا سکتا ہے وہ دین بھی سچا بتاتا ہے۔

ہمیں چھوٹے چھوٹے خودساختہ مجدد کی ضرورت کیا ہے ہمارے سامنے داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات موجود ہیں۔

امام صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

منهم گنج حیا اعبد اہل صفا

Marfat.com

حیاء کا خزانہ، سارے صوفیوں میں بڑا صوفی

متعلق بہ درگاہ رضا

تسلیم و رضا کا پیکر

متحلی بطریق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

ہر وقت سرکار کی سنت کا زیور پہننے والا

ابو عمر و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(کشف المحجوب، ص:۷۱)

وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ صحابہ کرام کے تیسرے بڑے لیڈر ہیں۔ اب داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ ان کو اتنا عظیم جانے اور تم پوری محفل میں ان کا نام نہ لو خلافت راشدہ کے ضمن میں بھی ان کا تذکرہ نہ کرو تو پھر کیسے مسلک داتا پہنچایا اور پھیلایا جا سکے گا حضرت داتا رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت رکھنے والو! ان سے محبت بھی تو ہونی چاہیے۔

وہ "رائے راجو" کو جوتے مار کے نیچے نہ اتارتے تو شاید پنجاب کی مٹی آج شرک سے بھری ہوئی ہوتی۔ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے۔ لہٰذا ان کا دیا ہوا ایمان بھی معتبر ہے اور عقیدہ بھی معتبر ہے۔

امام صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ:

منہم برادر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام میں سے چوتھے امام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی

Marfat.com

وغریق بحر یلا

مصیبتوں کا مقابلہ کرنے والے

حریق نار ولا

اللہ کے عشق کی آگ میں جل کر پک جانے والے

مقتداء جملہ اولیاء واصفیاء

اولیاء اور اصفیاء کے تاجدار!

ابو الحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہه الکریم

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ شانیں دی ہیں۔

میرے بھائیو!

اس تذکرے سے دل کو کتنی ٹھنڈک پہنچی ہے اور کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کے نام سے جلتا ہے کوئی دو کے نام سے جلتا ہے کوئی تین کے نام سے جلتا ہے اور کوئی چار کے نام سے جلتا ہے۔

سنی وہ ہے جو ہر ایک کے نام سے خوش ہوتا ہے۔

اگر ان میں سے کسی کا تذکرہ زیادہ ہوا ہو تو اس کے تذکرہ کو روکنا ہرگز ہمارا مقصد نہیں مگر جن کو بھلایا جا رہا ہے ان کو کیوں اور کس وجہ سے بھلایا جا رہا ہے؟

اس وقت جو روش اہلسنت کے خلاف ملنگوں اور جاہل لوگوں کی طرف سے آ رہی ہے اس کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیڈروں کو نہ مانے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیسے مان سکے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا

Marfat.com

تقاضا ہے کہ جن تینوں کے ہاتھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ دیا ان تینوں کی محبت کا اظہار پہلے کیا جائے۔

خلافت راشدہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں:

مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک خط کا تذکرہ کیا۔

مجدد الف ثانی کون تھے؟

وہ مجدد کہ جس وقت اکبر نے دین الٰہی بنایا تھا جس شخصیت نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔

یعنی جنہوں نے مصلیٰ پر بیٹھ کر انگڑائی لی تو اکبر کے دربار پر قیامت طاری ہوگئی۔ وہ شیر اہل حق گوالیار کے قلعے میں بند رہ کر انہوں نے جہانگیر کو دین کی راہ میں جھکنے پر مجبور کردیا ان کو دربار شاہی میں جھکانے کی کوشش کی گئی کہ سارے یہاں آکر جھکتے ہیں تو تم بھی تھوڑا سا جھک جاؤ۔ جس وقت حضرت مجدد کے سر کو دبایا گیا تو ناک سے خون بہہ نکلا مگر پھر بھی سر نہیں جھکا اور یہ سینہ تان کر کہا۔

ایک ہے کعبہ میرا اور ایک ہی مسجود ہے
ہر جگہ موزوں نہیں ہے سر جھکانے کیلئے

اس مجدد کی تعلیمات پر پاکستان بنا تھا اور دو قومی نظریہ کے بانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں دو جلدوں میں ان کی تعلیمات کا بہت بڑا خزانہ ہے دنیا میں جتنی آپ کے مکتوبات کو شہرت ملی ہے وہ آپ کا حصہ ہیں۔

آپ خط لکھتے تھے صرف توجہ کیلئے نہیں بلکہ جب کسی علاقے میں بگاڑ پیدا ہوتا تھا

Marfat.com

تو خط یوں لکھتے تھے جیسے کمانڈر ان چیف کا آرڈر جا رہا ہے سیدھے ہو جاؤ یہ غلطی تم سے ہو گئی ہے شیخ احمد کا خط تمہارے پاس آ گیا ہے۔ اس وقت انڈیا کے شہر سامانہ میں ایک غلطی ہو گئی تھی اس میں ایک مسئلہ اٹھا حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل گیا۔ اور آپ نے ان کو خط لکھا۔

آپ کے اس خط میں درجنوں ظالموں کا جواب ہے۔

جو ہمارے مسلک کا روپ دھار کے مسلک کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سامانہ کو خط لکھا۔

سامانہ شہر کے سنی خطیب پر حضرت مجدد کی گرفت:

ذوی الا حترام سادا ت عظا م وقضا ۃ واہالی و موالی کرام بلدہ سا ما نہ آ نکہ شنید ہ شد کہ خطیب آ ن مقا م د ر خطبہ عید قربان ذکر خلفاء را شد ین را رضی اللہ عنہم ترک کردہ

(مکتوبات دفتر دوم: حصہ ششم ص:۴۱)

ذوی الاحترام سادات عظام سنا گیا ہی کہ وہاں کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین کا نام نہیں لیا

وا سامی متبرکہ ایشان رانخواندہ

خلفاء راشدین کے برکت والے نام نہیں لیے

و نیز شنیدہ شد کہ چون جمعے باوَ تعرض نمودند بسھو نسیان خود اعتزار نا کردہ

Marfat.com

مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے اس خطیب پر اعتراض کیا کہ تم نے خلفاء راشدین کے نام کیوں نہیں لیے؟ تو اس نے آگے سے معذرت بھی نہیں کی

بتمرد پیش آمده :

وہ آگے سے اکڑ کے پیش آیا

وگفته چه شد اگر اسامی خلفاء راشدین مذکور نشده

اور اس نے کہا کہ کیا ہوتا ہے اگر خلفاء راشدین کے نام نہ لیے جائیں

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس صورت مسئلہ کو بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ اے سامانہ شہر والو!

مجھے خطیب پر ہی افسوس نہیں، تم پر بھی افسوس ہے

نیز شنیده که اکابر واہالی آن مقام دریں باب مساهله ورزیدند

تم نے اس سلسلے میں غفلت وسستی کی۔

وبشدت وغلظت بآں خطیب بے انصاف پیش نیامدند

تم نے اس ظالم خطیب کو جوتے مار کر کیوں نہیں نکالا؟

اے سامانہ کے سیدو! مجھے تم پر بھی افسوس ہے۔

تمہارے خطیب نے غلطی کی ہے لیکن تم نے اس کو ڈانٹا تک نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمانے لگے۔

وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے

ایک بار افسوس نہیں سو بار افسوس ہے۔

Marfat.com

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آج کتنے لوگ ہیں خلفاء راشدین کا نام ترک کر رہے ہیں۔

اس دھرتی پر کچھ جاہل پیر، سجادہ نشین ایسے ہیں

جنہوں نے اپنے درباروں کی مسجدوں میں خلفاء راشدین کے نام خطبوں سے نکلوا دیئے۔ کیا ہم ایسے دین کے علمبردار ہو سکتے ہیں؟

اب کچھ خطیب کرایہ کے ایسے ہیں جو شیعوں کی مجالس میں ذاکروں کی جگہ پر کرنے کیلئے چلے جاتے ہیں۔ سامانہ کے علاقے میں ایک سنی خطیب نے خلفاء راشدین کے نام ترک کیے تو مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب کیسے کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اگرچہ از شرائط خطبہ نیست و لیکن از شعائر اہل سنت است

خلفاء راشدین کا نام خطبہ میں لینا اگرچہ خطبہ کی شرط نہیں مگر سنیوں کی پہچان ضرور ہے۔ وہ سنی تب ہوگا جب خلفاء راشدین کے نام لے گا۔ یہ ہمارے شعار میں سے ہے۔

خطبہ عید قربان میں خلفاء راشدین کا نام ترک کرنیوالے کا حکم:

وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے شرق و غرب میں علمبردار آج بھی موجود ہیں وہ فرمانے لگے اس خطیب کا میرے نزدیک حکم یہ ہے۔

ترک نکند آنرا بعمد و تمرد

جو خلفاء راشدین کا نام جان بوجھ کر چھوڑے

Marfat.com

مگر کسیکہ دلش مریض است

اس کا دل مریض ہے۔

وباطنش خبیث است

اور اس کا باطن خبیث ہے

وہ خطیب بننے کا حق دار نہیں ہے۔ اس نے خلفاء راشدین کے نام ترک کیوں کیے۔

یہ اگر کسی عالم مفتی کی بات ہوتی تو کہتے کہ یہ تنگ نظر لوگ ہوتے ہیں فتوے لگاتے رہتے ہیں۔

جس مجدد کے نظریے پر پاکستان میں رہ رہے ہو اس مجدد کا یہ فتویٰ ہے۔

خلفاء راشدین کے بارے میں اتنا بغض کہ ان کے نام چھوڑ دینا۔ اس بندے کا ہم کوئی علاج نہیں کریں گے وہ ہمارے مسلک کا نہیں ہے وہ برحق نہیں ہے وہ سچا نہیں ہے۔ وہ کون ہے؟ اس کا دل مریض ہے اس کا باطن خبیث ہے۔

آپ نے مسئلہ کی صورتحال کا احاطہ کیا۔ فرمانے لگے۔

اگر کوئی بندہ خطبہ میں خلفاء راشدین کے نام چھوڑتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

یا تو اس لئے چھوڑتا ہے اس کو پہلے دو کے ساتھ دشمنی ہے یا بعد والے دو حضرات کے ساتھ دشمنی ہے۔ اگر ذکر کروں گا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لینا پڑے گا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام دوسرے نمبر پر لینا پڑے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیسرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چوتھے نمبر پر لینا پڑے گا تو میں کیوں ذکر کرو۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں۔

خلفاء راشدین کا نام نہ لینے والا رافضی یا خارجی:

اگر فرض کنیم کہ بتعصب وعناد ترک نکرده باشد اگر در تقدیم

Marfat.com

وتفضیل حضرات شیخین متوقف است طریق اہلسنت را رافض است

اگر اس لئے چاروں کے نام نہیں لیتا کہ اس کو پہلے دو کی فضیلت میں شک ہے تو یہ بندہ سنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ رافضی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔

جس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے نمبر پر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے نمبر پر شک ہے۔

ان کی فضیلت کا قائل نہیں ہے اور وہ کس بنیاد پر نام ترک کر رہا ہے تو وہ رافضی ہے۔

اگر در محبت حضرات ختنین متر داست

اگر نبی علیہ السلام کے دونوں دامادوں سے پیار نہیں۔

نیز از اہل حق خارج است

جو پہلے دو کی برتری نہیں مانتا تو وہ رافضی ہے اور جو دوسرے دونوں سے پیار نہیں کرتا وہ اہل حق سے خارج ہے۔

اس خطیب نے اگر ان دونوں وجوہ میں سے کسی وجہ پر نام نہیں لئے تو یہ سنیوں کی مسجد کا امام نہیں ہو سکتا۔ اہلسنت کو جماعت وہ کرائے گا جو اہلسنت کا یہ عقیدہ رکھنے والا ہوگا۔

دوسری جانب یہ ہے۔

اگر فرض کنیم بتعصب وعناد ترک نہ کردہ باشد

فرض کریں اس نے تعصب کی وجہ سے نام نہیں لیا۔ کسی کے ساتھ تعصب کی وجہ سے دشمنی نہیں کی ویسے ہی نام چھوڑ دیا۔

تو حضرت مجدد فرماتے ہیں۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو جس قوم سے مشابہت بنائے تو وہ انہیں سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

تو پھر وہ سنی نہیں ہوگا رافضی ہوگا، اگر چہ اس کے دل میں عناد نہیں تھا۔ مگر اس نے قوم کے ساتھ تشبہ تو کر لیا جن کو خلفاء راشدین سے آگ لگتی ہے ان کے ساتھ مشابہت تو کر لی پھر بھی مجرم ضرور بن جائے گا۔ پھر فرمانے لگے۔

اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہمت کی جگہ سے اپنے آپ کو بچا کے رکھو۔

تو وہ کیوں اپنے اوپر تہمت لگوا رہا ہے۔ خلفاء کا نام لے۔ تاکہ اس کا پتہ چلے کہ اس کا ایمان کیسا ہے۔ لہٰذا خلفاء کا نام ترک کرنے میں دو حدیثوں کی خلاف ورزی پھر بھی لازم آئے گی۔

اگر وہ شخص ویسے بغیر عناد کے ترک کرتا ہے تو پھر بھی مجرم ہے۔

آج ہمارے مسلک پر فتنوں کی یلغار ہو چکی ہے۔

مسلک میں صدیوں سے پہلے جو عقیدہ آرہا ہے، اس عقیدے پر کلہاڑے مارنے والے لوگ بھی پیدا ہو چکے ہیں، ان کے اپنے اغراض و مقاصد ہیں۔

آپ میری بات نہ سنیں ان کی کیسٹیں سن لیں جو اس نے شیعوں کی مجلسوں میں جا کر تقریریں کی ہیں، کہ کس انداز میں اہلسنت کو ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کی ہے اور ان رافضیوں کے عقیدے کی ترجیح بیان کی ہے۔

اور ان کے عقیدے کی حامی روایات کو وہاں پر بیان کر کے معاذ اللہ اہلسنت کا وقار مجروح کیا ہے۔

اس واسطے آج ہمیں اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اپنے جلسہ میں اپنی محفل

Marfat.com

میں بالخصوص محفل نعت میں اور ہر خطیب اپنے خطبہ کے اندر اور تقریر کے اندر وہ انداز اپنائے جو حضرت داتا صاحب کا انداز ہے۔ حضرت مجدد صاحب کا انداز ہے۔ ساری امت کے صلحاء فقہاء اور صالحین کا ہے اور اس کا خیال ضرور کیا جائے کہ!

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک خطیب کو صرف اس بنیاد پر سنی مسجد کا خطیب نہیں مانتے کہ اس نے ظالموں سے مشابہت اختیار کی لہٰذا یہ ان جیسا ہو گیا۔

اپنی مسجد میں جو صحابہ کے مخالفوں سے مشابہت بنائے تو وہ سنی مسجد کا امام نہیں ہو سکتا اور جو ان کے گھر میں جا کے ان جیسا بن جائے اور ان کے عقیدے کی اور ان کے نظریے کی ترجمانی کرے وہ سنی کا لیڈر کیسے ہو سکتا ہے۔

اس واسطے میری اس بات کو سمجھ کے معمولی قرار نہ دینا، میں نے قرآن وسنت کا سارا نچوڑ اور امت کا عقیدہ تمہارے سامنے بیان کیا ہے۔

ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں اگر کسی درگاہ کا کوئی سجادہ نشین ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے اگر کسی پارٹی کا لیڈر ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے ہم نے کسی اور کا کلمہ نہیں پڑھا ہم نے گنبد خضریٰ کے والی کا کلمہ پڑھا ہے۔

ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت پر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پر انشاء اللہ پہرہ دیتے رہیں گے۔

اہل بیت کی عظمتوں کے بھی جھنڈے لہراتے جائیں گے اور صحابہ کرام کی عظمتوں کے بھی جھنڈے لہراتے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

10

جب سچائی خود بولے

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَهْلِبَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَاکَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَاکَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا
فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا
قَالَ اِنِّی عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا
(سورت مریم آیت نمبر: ۳۰_۲۹_۲۸)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا٥

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پر نور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درودوسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبرومحراب ارباب فکر ودانش اصحاب مودت ومحبت نہایت ہی معزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیراہتمام نویں سالانہ فہم دین کورس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

''جب سچائی خود بولے''

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿ آج کا موضوع اپنی نوعیت کا ایک منفرد موضوع ہے ﴾

جس میں اس بات کو واضح کیا جائے گا کہ رب ذوالجلال کی قدرت جب کسی کی تائید کرتی ہے تو اس صداقت وسچائی کو کوئی چیز شکست نہیں دے سکتی اور اللہ تعالیٰ کا فضل جب کسی کا حامی ہوتا ہے۔ تو پھر کوئی چیز اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتی اور ان صداقتوں کو لازوال عظمتیں میسر آتی ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ سورۃ مریم میں تفصیل سے موجود ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ ماحول میں تشریف لائیں تو

Marfat.com

اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگئی۔معاذ اللہ آپ کے کردار پر شک کیا جانے لگا۔

یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا

لوگ کہنے لگے اے ہارون کی بہن تیرا باپ بھی برا آدمی نہیں تھا۔اور تیری ماں بھی بری نہیں تھی۔تم کس طرح یہ بیٹا لے کے آ گئی ہو۔حالانکہ ابھی تک تمہاری شادی نہیں ہوئی۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ

حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔یعنی مجھ پہ اعتراض نہ کرو۔میرے بیٹے سے پوچھو!

جس وقت آپ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف قوم کو متوجہ کیا تو

قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا

لوگوں نے کہا کہ ہم اس سے کیسے بات کریں یہ تو ابھی پنگھوڑے میں بچہ ہے۔ یہ نہ ہماری بات سن سکتا ہے اور نہ ہمیں جواب دے سکتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاکیزہ کردار کی گواہی:

جس وقت لوگوں نے یہ کہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پنگھوڑے کے اندر بول پڑے۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا

(سورۃ مریم آیت ۲۸،۲۹،۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب دی ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح جو لوگ بڑی آسانی کیساتھ حضرت مریم علیہ السلام پر اعتراض کر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ان کے لیے اعتراض کا ایک بہت بڑا دروازہ تھا۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بولے اور آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ مجھے ایک کتاب دی ہے۔ تو اس سے بھرپور انداز میں حضرت مریم علیہا السلام کی صداقت سامنے آ گئی ۔ اور لوگوں کے منہ بند ہو گئے۔ آپ کے کردار میں کسی طرح کا کوئی شک باقی نہ رہا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اپنے بندوں کی صداقت کا اہتمام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پر جن کو اپنی تائید سے نوازتا ہے۔ یقیناً اس کی صداقت اور سچائی کو کائنات کی کوئی چیز چیلنج نہیں کر سکتی۔ اور وہ صداقتیں کائنات میں دیرپا ہوتی ہیں۔ اور اس کے اثرات سوسائٹی میں مدتوں تک محسوس کیے جاتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا عابد و زاہد:

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب (الزہد) کے اندر تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد و زاہد تھا۔ سوسائٹی کے اندر اس کی نیکی کا بڑا چرچا تھا۔ دن رات اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا تھا۔

بدنام کرنے کی سازش:

اس زمانے کے کچھ آوارہ گرد لوگوں نے اللہ کے اس ولی کو بدنام کرنے کی ترکیب بنائی۔ کیونکہ وہ اللہ کی یاد میں مستغرق رہنے کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کو بھی اللہ کی یاد کی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ اللہ کے وہ ولی برائی اور بروں کے خلاف جہاد میں بھی

Marfat.com

مصروف رہتے تھے۔انہوں نے پروگرام بنایا کہ انہیں بدنام کر دیا جائے تا کہ ان کا پیغام اسی جگہ جام ہو جائے۔

چنانچہ انہوں نے ایک عورت کو تیار کیا۔اوراس کے لیے وقت کا انتخاب کیا کہ تم نے رات کو عابد کی عبادت گاہ میں پہنچنا ہے۔اور وہاں جا کر تم نے اپنا کام مکمل کرنا ہے۔تا کہ اس شخص سے ہمیں نجات مل سکے۔

امام احمد بن حنبل نے سند کیساتھ اس کو لکھا ہے کہ اللہ کا وہ بندہ رات کو اپنی عبادت گاہ میں بندگی کر رہا تھا۔سردی کی رات تھی بارش کا موسم تھا۔ایک خاتون دروازہ پر پہنچ گئی اوراس خاتون نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا!

لیکن وہ پرہیز گار انسان چراغ جلائے اپنی بندگی میں مصروف رہے۔کبھی حالت قیام میں اور کبھی حالت رکوع میں اور کبھی حالت سجود میں رات کے لمحات گزر رہے تھے۔اس عورت نے آوازیں دینا شروع کر دیں!

وہ کہنے لگی!

يَاعَبْدَاللّٰهِ آوِنِيْ اِلَيْكَ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ وَمِصْبَاحُهُ فَاقِبْ

اے اللہ کے بندے میرا اس وقت کوئی سہارا نہیں۔آپ دروازہ کھولیں تا کہ میں سردی سے بچ سکوں۔رات کے اس وقت میں مجھے کوئی پناہ دینے والا نہیں اور نہ کہیں اس وقت جا سکتی ہوں۔تمہارا یہاں پہ گھر موجود ہے۔بارش بھی ہو رہی ہے سردی بھی ہے اور رات کا وقت ہے۔آپ میرے لئے دروازہ کھول دیں۔تا کہ میں بارش اور سردی سے بچ سکوں۔

اللہ کا یہ ولی اپنی عبادت میں مصروف ہے اوراس خاتون نے بارہا یہ اپیل کی اور منتیں سماجتیں کرتی رہی کہ آپ دروازہ کھولیں ورنہ میں دروازہ پر ہی مر جاؤں گی۔

Marfat.com

مجھے اتنی شدید سردی لگ چکی ہے۔ اور سر چھپانے کے لیے اور کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔

بالآخر اللہ کا ولی جس وقت نماز سے فارغ ہوا تو دروزاہ کھول دیا۔ وہ عورت جس وقت اندر کمرے میں داخل ہوئی تو اس ولی نے اپنی بندگی پھر شروع کر دی۔

چند لمحوں کے بعد اس عورت نے اپنی کاروائی شروع کر دی۔ اور وہ مصلے کے پاس لیٹ گئی اور وہ بار بار اللہ کے اس ولی کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی۔ جس وقت اس نے یہ سمجھا کہ یہ ولی اشارے کنایہ سے میری طرف متوجہ نہیں ہو رہے۔ تو اس نے اپنی زبان سے دعوت برائی دینا شروع کر دی۔ مگر اللہ کا وہ ولی مسلسل اپنی بندگی میں مصروف رہا۔ جس وقت عورت مزید برائی میں تیز ہونے لگی۔ اس اللہ کے ولی کو برائی میں ملوث کرنا شروع کیا۔

جلتے چراغ پہ انگلی رکھ دی:

تو اللہ کے اس عظیم بندے نے مصلے کے قریب جلتے چراغ پر اپنی انگلی کر دی۔ اور جس وقت چراغ کے اوپر انگلی کی تو وہ جلتے جلتے ساری انگلی جل گئی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نفل شروع کر دیئے۔ اس عورت نے پھر اپنی بری حرکتیں شروع کر دیں۔

ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْمِصْبَاحِ فَوَضَعَ اِصْبَعَهٗ اَيْضًا حَتّٰى اِحْتَرَقَتْ

پھر وہ دوبارہ چراغ کے پاس پہنچے اور دوسری انگلی کو جلانا شروع کر دیا۔ اسی طرح شعلوں کے ساتھ دوسری انگلی بھی جل گئی۔

ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ فَدَعَتْهُ بِنَفْسِهَا اَيْضًا فَلَمْ يَرَعْهُ

پھر وہ اپنی عبادت گاہ کی طرف لوٹے اور دوبارہ بندگی شروع کر دی۔

Marfat.com

عورت نے پھر جس وقت اپنی حرکتیں شروع کیں۔

وَهُوَ يَعُوْدُ اِلَى الْمِصْبَاحِ حَتّٰى اِحْتَرَقَتْ اَصَابِعُهُ

تو پھر اپنی بندگی کو چھوڑ کے چراغ کے پاس پہنچے اور اپنے آپ کو اس بات کی تلقین کر رہے تھے۔ کہ اگر یہ دنیا کی تھوڑی سی آگ برداشت کر سکتے ہو تو پھر نار جہنم کو برداشت کرنے کے لیے برائی کا ارتکاب کر لو۔ اپنے آپ کو مسلسل آگ پر تاپ کر اللہ کے اس ولی نے اپنے کردار کو محفوظ رکھا۔

جس وقت بھی اس عورت کے گندے خیالات اور اس کی گندی حرکات سامنے آئیں تو اللہ کا وہ ولی آگ کے پاس چلا جاتا۔ اسی انداز میں ساری رات اس کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر جب دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جل گئیں۔ تو اس عورت کو بھی خیال آیا کہ ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا معیار کتنا اونچا ہے۔ کتنی بار میں نے اس کو متوجہ کیا اس نے میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کیا اور اس انداز میں اللہ کی طرف متوجہ رہا۔ اپنے ہاتھ کی انگلیاں جلا دیں۔

حَتّٰى اِحْتَرَقَتْ اَصَابِعُهُ وَهِيَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ فَصَعِقَتْ فَمَاتَتْ

جس وقت اس عورت نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو جلتا دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور اس نے چیخ ماری تو اس کے ساتھ اس کی روح اس کے بدن سے پرواز کر گئی۔

اب وہ لوگ جنہوں نے اس عورت کو غلط نظریے پر بھیجا تھا۔ وہ انتظار میں تھے کہ کب صبح کا وقت ہوتا ہے۔ ہم جاتے ہیں اور اس عورت سے داستان سنتے ہیں۔ کہ کس طرح پرہیز گار اپنی راہ سے بھٹکتا ہے۔ اور کس طرح سچے راستے سے پھسلتا ہے۔

صبح کا وقت ہوا تو وہ لوگ عبادت گاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں پر عورت کی میت پڑی ہے۔ اب انہوں نے سمجھا کہ ہمارا منصوبہ کامیاب ہو گیا۔ بڑے تند و تیز لہجے سے اس ولی کے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اور اس پہ تنقید کا دروازہ کھولا۔

Marfat.com

وہ کہنے لگے۔

يَا عَدُوَّ اللّٰهِ يَا مُرَائِيْ وَقَعْتَ عَلَيْهَا ثُمَّ قَتَلْتَهَا

اے اللہ کے دشمن تو کتنا ریا کار ہے۔ لوگوں کو تم نے بندگی کا جھانسہ دے رکھا ہے۔ اور تیرا من بڑا پلید ہے۔ تیرا کردار بڑا گندہ ہے۔ تو نے ایک عورت کے ساتھ رات کو بدکاری کی ہے۔ اور اس کے بعد تو نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

اب تمہارے کردار کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ تمہارے کردار کا پردہ فاش ہو چکا ہے۔ لہذا انہوں نے احتجاج شروع کیا۔ جلوس نکالنا شروع کیا۔ اور حاکم وقت تک کیس لے گئے۔ کہ فلاں بندہ جو بڑا صوفی بنا ہوا تھا۔ عابد وزاہد بنا ہوا تھا۔ مگر کردار اس کا بڑا گندہ تھا۔ رات کو اس نے اپنے عبادت خانے میں ایک عورت کے ساتھ بدی کی ہے۔ اور برائی کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر اس کو قتل بھی کر دیا ہے۔ باقاعدہ کیس چلا۔ اور اس پرہیزگار بندے کا کردار لوگوں کی نگاہوں میں مخدوش بنا دیا گیا۔ چونکہ دوسری کوئی عورت موجود نہیں تھی۔ عورت خود فوت ہو چکی تھی اور کوئی گواہی دینے والا نہ تھا۔ جو اس کے کردار کے ستھرے پن کو بیان کرتا۔

الزام لگانے والے اپنے الزام کی تصدیق میں اس عورت کی میت پیش کر رہے تھے کہ رات کو یہ وہاں کیسے پہنچی اور وہاں یہ کیسے مرگئی۔ تو یقیناً اس شخص کا کردار ایسا تھا۔ کہ جس نے عبادت کے رنگ میں لوگوں کی عزتوں کو لوٹنے کا ایک کاروبار شروع کر رکھا تھا۔ اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عورت پہنچی ہے۔ اس کے ساتھ برائی کی گئی ہے۔ پھر اس عورت کو اس انسان نے قتل کر دیا۔

فَاَمَرَ بِقَتْلِهٖ

حاکم وقت نے اس کی سزا قتل تجویز کی کہ مجمع عام میں اس انسان کو قتل کیا جائے۔

Marfat.com

تا کہ نشان عبرت بن جائے۔ یہ عام لوگوں سے زیادہ برا ہے۔ معاذ اللہ جس نے بندگی کی آڑ میں لوگوں کی عزتیں لوٹنا شروع کر رکھی ہیں۔

جب مجمع لگ گیا تو اس شخص کو قتل کرنے کے لیے پیش کیا گیا۔ ابھی تلوار چلنے والی تھی۔ اللہ کا وہ بندہ کہتا ہے۔

دَعُوْنِیْ حَتّٰی اُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ

مجھے چھوڑ دو تا کہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں۔

لوگ اس کے بارے میں اپنی سوچ بدل چکے تھے۔ اور یہی سمجھتے تھے کہ اب بھی یہ معاذ اللہ کوئی فراڈ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ کے اس ولی نے وضو کیا اور وضو کرنے کے بعد اس نے نفل پڑھے۔

جس وقت نفل ادا کر لیے۔

ثُمَّ دَعَا

اس نے دعا مانگی۔

وہ کہنے لگا۔

اَیْ رَبِّ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ لَمْ تَكُنْ لِتُؤَاخِذَنِیْ بِمَا لَمْ اَكُنْ اَفْعَلُ

اے میرے رب مجھے یہ پتہ ہے کہ قیامت کے دن تو مجھ سے اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ جو میں نے کام نہیں کیا۔

وَلٰكِنْ اَسْاَلُكَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ عَارًا عَلَی الْقُرَّآءِ بَعْدِیْ

لیکن میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے بعد پرہیز گاروں کا کردار معیوب ہو جائے گا۔ اور لوگ میری وجہ سے بدنام ہو جائیں گے اور نیک لوگوں پر زمانے کے بدمعاش تنقید کریں گے اور میرا نام پیش کریں گے کہ فلاں بڑا پرہیز گار بنا ہوا تھا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے انہوں نے اس انداز میں سوال کیا۔

اَسْأَلُكَ أَنْ لَّا أَكُوْنَ عَارًا عَلَى الْقُرَّآءِ بَعْدِی

اے اللہ میں صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میرا نام شرم کی علامت نہ بن جائے۔ اور میں پرہیز گاروں کے لیے عار نہ بن جاؤں۔

میرے بعد نیک لوگوں کے لیے میرا نام گالی نہ بن جائے۔

میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجمع عام میں میرے کردار کی صفائی سامنے آجائے۔

پھر اگرچہ قتل بھی کر دیا جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے زمانے کے جو نیک لوگ ہیں۔ انہیں کوئی طعنہ نہ ملے۔ اور ان پر کوئی تنقید نہ کی جائے۔ مجمع عام لگا ہوا تھا۔ اور عورت کی میت بھی سامنے موجود تھی۔

عابد کے ستھرے کردار کی گواہی:

جونہی اللہ کے ولی نے یہ دعا مانگی تو

رَدَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهَا نَفْسَهَا

رب ذوالجلال نے اس عورت کو زندہ کر دیا۔

اور مجمع عام میں وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ جب وہ زندہ ہوئی تو

فَقَالَتْ

اس نے کہا لوگو!

اُنْظُرُوْا اِلٰى يَدِهٖ ثُمَّ عَادَتْ مَيِّتَةً

(الزھد لامام احمد بن حنبل الشیبانی بقیہ زہد عیسیٰ علیہ السلام ص ۱۲۶ دار الدیان للتراث القاہرہ)

اعتراض کرنے سے پہلے اس انسان کے ہاتھ دیکھو۔

میں نے ساری کوشش کی۔ اس کو پھنسانے کی لیکن جس وقت میرا مکر و فریب

Marfat.com

بڑھنے لگتا۔تو یہ اٹھ کے چراغ پہ اپنا ہاتھ کرتا۔اس نے ایک ایک کر کے اپنی انگلیاں جلائی ہیں۔اور اس کی ایک ایک انگلی کو جلتا دیکھتی رہی ہوں۔بالآخر اس کی دس کی دس انگلیاں جل گئیں اور میں اپنے منصوبہ میں ناکام ہوگئی۔مجھے رب کا خوف آیا اور مجھ پہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے رعشہ طاری ہوگیا۔اسی دوران میری روح نکل گئی۔لہذا اس پرہیزگار کی طرف کوئی انگلی نہ اٹھائے۔یہ وہ انسان ہے کہ جس کو ساری رات ایک عورت بدی کی دعوت دیتی رہی۔مگر یہ پھر بھی بدی تو کیا اس نے عورت کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کیا۔اور اللہ کے عذاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو آگ پہ جلاتا رہا۔

لہذا میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اس بزرگ کا کردار بالکل سچا اور ستھرا ہے۔اس انداز میں سچائی جب بولتی ہے۔اس کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے اور اس کی اپنی ایک تاثیر ہوتی ہے۔وہ زمانے کے برے لوگ جو حق پرست کا رستہ روکنا چاہتے تھے۔مجمع عام میں ایک فوت شدہ خاتون زندہ ہو کر اس کے کردار کی گواہی دے رہی تھی تو مجمع میں کتنے بگڑے ہوئے لوگ تھے۔جن کو ہدایت نصیب ہوئی اور اس انداز میں ایک بندے کا کردار بے غبار ثابت ہوا۔اور اس کردار کی سچائی نے سینکڑوں لوگوں کو راہ راست کا مسافر اور راہی بنا دیا۔

ایسے ہی بخاری شریف میں تذکرہ موجود ہے جس کو سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے تفصیل سے بیان کیا۔پہلی امتوں میں ایک جریج نامی انسان تھا۔اس کی عبادت کا بڑا چرچا تھا۔انہوں نے اپنا عبادت خانہ بنا رکھا تھا۔اس سے باہر نہیں نکلتے تھے۔دن رات اس عبادت خانے میں بندگی میں مصروف رہتے تھے۔

والدہ کی ناراضگی کا وبال:

ایک دن ان کی والدہ ان کے پاس آئیں تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔تو والدہ نے ان کو آواز دی۔اس پرہیزگار نے سوچا کہ ایک طرف رب کی بندگی ہے۔ایک طرف

Marfat.com

والدہ کی دعوت ہے۔ والدہ کوئی کام کہنا چاہتی ہے۔ لہذا اس نے فیصلہ کیا کہ اللہ کی بندگی نہیں چھوڑوں گا۔ والدہ کی بات نماز سے فارغ ہونے کے بعد سن لوں گا۔

والدہ کی بددعا:

موقف ان کا صحیح تھا کہ اللہ کی بندگی جاری ہے۔ اور اس وقت اس میں انقطاع نہیں آنا چاہیے۔ لیکن ماں کو غصہ آگیا اور ماں نے اپنے بیٹے کے خلاف دعا کر دی۔ ماں کہنے لگی۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰی تُرِیَهٗ وُجُوْهُ الْمُوْمِسَاتِ

اے اللہ میرا بیٹا اس وقت تک نہ مرے جب تک یہ بدکردار عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے۔

مومسات: زانیہ اور وحشہ عورت کو کہتے ہیں۔

اے اللہ مرنے سے پہلے یہ بدکردار عورتوں کا منہ دیکھے۔ یہ دعائے نقصان تھی جو غصے میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کے لیے کر دی۔

وہ الفاظ رب کی بارگاہ میں مقبول ہو گئے۔ یہ عابد و زاہد اپنے عبادت خانے میں عبادت کے اندر اسی طرح مصروف رہا۔ بہت سا وقت گزر گیا۔ مگر جو ماں کے جملے تھے ان کا اثر بھی باقی تھا۔

وَکَانَ جُرَیْجٌ فِیْ صَوْمَعَتِهٖ

اور وہ جریج نامی بزرگ اپنے عبادت خانہ میں موجود تھا۔

فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ اِمْرَاَةٌ

اس کے پڑوس میں ایک عورت رہتی تھی۔

سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ عورت اس کے عبادت خانے میں جانے لگی اور اس میں جا کر اس شخص کو اپنی طرف مائل کرنے لگی۔

Marfat.com

فابیٰ فَاَتَتْ رَاعِیًا فَاَمْکَنَتْہُ مِنْ نَفْسِھَا

مگر وہ بلا کا پرہیز گار انسان تھا۔ بہت بڑا صوفی تھا۔ اور دن رات اللہ کی بندگی میں مصروف رہنے والا تھا۔ اس نے عورت کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو عورت نے اپنے آپ کو ایک چرواہے کے آگے پیش کر دیا۔ تو وہ عورت حاملہ ہو گئی۔

فَوَلَدَتْ غُلَامًا

اور وقت معین پر اس کا بچہ پیدا ہو گیا۔

جریج پہ برائی کا الزام:

جب لوگوں نے پوچھا کہ تو نے اس بچے کو کیسے جنم دیا۔ تیرا تو کوئی خاوند نہیں ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ جو اس عبادت خانے میں رہتا ہے۔ میرے اس کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ بچہ پیدا ہوا۔

جس وقت اس عورت نے بول کے یہ الزام لگا دیا۔

آپ اس وقت معاشرے میں اس بات کو محسوس کرتے ہو کہ اگر کسی نیک آدمی سے کوئی برائی ہو جائے تو اس پر ردعمل شدید ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو ماحول میں برے ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے موقع پر وہ لوگ بڑھ چڑھ کر سامنے آتے ہیں۔ اپنے کردار کو چھپانے کے لیے دوسرے کے خلاف بڑے نازیبا الفاظ بولتے ہیں۔

لہذا اس عورت نے بول کے کہہ دیا کہ میرا بیٹا حرام زادہ ہے۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ میرے اس پرہیز گار انسان کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور اس کے نتیجے میں میرا یہ بیٹا پیدا ہوا ہے۔

لوگوں نے جب اس خاتون کی بات سنی تو انہوں نے کچھ نہ سوچا۔

Marfat.com

فَاَتَوْهُ فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ

وہ لوگ اس کے عبادت خانے میں آئے اور اس کے عبادت خانہ پہ حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور انہوں نے کہا کہ عبادت کو تو نے آڑ بنا رکھا ہے۔ اور تیرا کردار کتنا گندا ہے۔

لہذا سب سے پہلے اس کے عبادت خانہ کو گرایا اور اس کی اینٹیں پھیلا دیں۔ اس کے بعد اس انسان کو مارنا شروع کر دیا۔

جس وقت اس کو باہر لے کے آ گئے۔ تو جریج نے کہا مجھے چند منٹ دے دو میں وضو کر لوں۔

فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى

اب اس نے وضو کیا پھر نماز ادا کی۔

اس کے بعد اس پرہیزگار نے جو دن رات اپنے رب کو سجدہ کرتا تھا۔ اپنے رب سے رابطہ قائم کیا اور درخواست کی کہ یا اللہ میں نے جرم کیا نہیں۔ لیکن میری ذمہ لگ گیا ہے۔ اور عورت اپنا شیر خوار بچہ لیکر معاشرہ میں موجود ہے۔ لوگوں میں جو نیک تھے۔ وہ بھی خلاف اور جو برے تھے۔ وہ بھی پرہیزگار کے خلاف ہیں۔ سب کے سب اس کے خلاف تھے۔ کوئی بھی اس کا حامی نہیں تھا۔

شیر خوار بچے کی گواہی:

اس وقت وہ عدالت کے کٹہرے میں تھے۔ اس کو مارا پیٹا جا رہا ہے۔ اس کے کردار پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ جب اس نے نفل ادا کر لئے اس کے بعد اس نے عورت سے نہیں کہا۔ شیر خوار بچے سے کہا!

Marfat.com

مَنْ اَبُوْكَ يَا غُلَامُ

اے بچے یہ تو بتا تیرا باپ کون ہے۔

اس کی ماں بار بار کہتی تھی کہ یہ پرہیزگار صوفی جو فلاں جگہ عبادت کرتا ہے۔ یہ بیٹا اس کا ہے۔ اس نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ لیکن اس پرہیز کا کردار کتنا ستھرا ہے اسے اپنے کردار پر اطمینان تھا۔

اللہ تعالیٰ کو موجود سمجھتے ہوئے اس نے شیر خوار بچے سے کہا!

مَنْ اَبُوْكَ يَا غُلَامُ

اے بچے ذرا بتا تو سہی کہ تیرا باپ کون ہے۔

اب لوگ منتظر بھی تھے اور متعجب بھی تھے کہ چار دنوں کا بچہ نہیں بولتا۔ تو یہ بچہ بھی نہیں بولے گا۔ اور یہ جس طرح عدالت کے کٹہرے میں پھنس چکا ہے۔ ابھی اس کو رجم کیا جائے گا۔ اور سزا دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسے حمایت کرتی ہے۔

اور سچائی کیسے بولتی ہے

جریج کا بے داغ کردار:

سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ!

جس وقت اس پرہیزگار نے بچے سے پوچھا

مَنْ اَبُوْكَ يَا غُلَامُ

اے بچے بتا تیرا باپ کون ہے۔

فَقَالَ الرَّاعِیُ

(صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل 'واذکروا فی الکتاب مریم' ج:۱ص:۴۸۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

اس بچہ نے کہا کہ تمہارے عبادت خانے کے ساتھ جو چرواہا رہتا ہے۔ وہ چرواہا میرا باپ ہے۔ میری ماں نے اس سے بدکاری کروائی ہے اور میں اس کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوں تو سید عالم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ!

پنگھوڑے میں بولنے والے کئی انداز کے ہوتے ہیں اور صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پنگھوڑے میں بولے اور اپنی امی کی صداقت کو ظاہر کیا ہے۔ ان کا ایک اپنا کردار ہے۔ اور ان کا بولنا اپنے انداز کا ہے۔

ادھر یہ بچہ بھی بولا ہے اور اپنی ماں کے کردار کی گواہی ستھرے انداز میں نہیں دی۔ اس ولی کے پاک کردار کو بیان کر دیا ہے۔

اس کی ماں بار بار الزام لگا رہی تھی۔ مگر رب ذوالجلال نے اس نیک انسان کی نیکی کو محفوظ کر لیا۔ اور اس پہ جو الزام لگ رہا تھا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بچے کو توفیق دے دی وہ شیر خوار بچہ بول رہا تھا۔ اور اللہ کے ایک ولی کے کردار کی گواہی دے رہا تھا۔

ایک عورت کی کہانی ان کی زبانی:

ایسے ہی بخاری شریف کا ایک مقام بڑا منفرد ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کی ایک سہیلی آتی تھی۔ وہ کالے رنگ کی عورت تھی۔ ایک زمانہ پہلے وہ لونڈی تھی۔ پھر ان کو آزاد کر دیا گیا تھا۔ نبی پاک ﷺ نے اس خاتون کو یہ شرف بخشا کہ ان کو مسجد نبوی شریف کے احاطے میں ایک چھوٹا سا سرکنڈوں کا کمرہ بنا دیا گیا۔

آپ فرماتی ہیں

Marfat.com

كَانَ لَهَا حَفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ

اس خاتون کے لیے حفش تھا۔

حفش: وہ چھوٹا سا کمرہ جو کانٹوں کا بنا ہوا تھا۔ سرکنڈوں کے بنے کمرے میں عبادت کرتی رہتی تھی۔

فارغ وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتی تھیں۔ اور اپنے ماضی کے داستانیں بیان کرتی تھی۔ کہ جب میں کافرہ تھی اور زرخرید لونڈی تھی۔

فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيثِهَا

جس وقت اپنی باتیں کر کے فارغ ہوتی تو ایک بات آہ بھر کے کہتی تھی۔

قَالَتْ يَوْمُ الْوُشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا

وہ کہتی تھی کہ ہاروالا دن میرے رب کے عجیب دنوں میں سے ہے۔

إِلَّا أَنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ

مگر اسی دن نے مجھے کفر سے بچالیا۔ اور کفر والے شہر سے مجھے نجات دی ہے۔

فَلَمَّا أَكْثَرَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب کئی بار اس سے یہ جملہ سنا تو

قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کہ یوم وشاح کیا چیز ہے؟

اس دن کیا ہوا تھا؟

(وشاح) وہ ہار جو چمڑے کا بنا ہوا ہو اور اس پر ہیرے جواہرات لگے ہوں یہ بڑا قیمتی ہار عربوں کی عورتوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اسے کندھے اور پہلو کے درمیان

Marfat.com

پہنا جاتا تھا۔عورتوں کا خاص زیور تھا۔

قَالَتْ

وہ عورت کہنے لگی یوم وشاح کو میں اس لیے یاد رکھتی ہوں کہ جب میں لونڈی تھی اپنے مالک کے گھر میں رہتی تھی۔

ہار چوری کا الزام:

مالک کی صاحبزادی کا ایک ہار بڑا قیمتی تھا۔وہ ہار اس بچی نے کہیں پہ رکھا۔

فَانْحَطَتْ عَلَيْهِ الْحُدَيَا وَهِيَ تَحْسَبُهُ لَحْمًا

اس ہار کو ایک چیل گوشت سمجھ کر اٹھا کر لے گئی۔

حالانکہ وہ ایک قیمتی ہار تھا۔

لہذا چیل نے اس کو اٹھایا اور دور چلی گئی۔اس وقت گھر میں کوئی موجود نہیں تھا۔

اس بچی کو ہار کے بغیر والدین نے جس وقت دیکھا تو انہوں نے ہار تلاش کیا۔اس وقت میرے سوا کوئی گھر میں موجود نہیں تھا۔

لہذا مجھ پہ الزام آ گیا۔

فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهٖ

پہلے انہوں نے مجھ پر تہمت لگائی کہ وہ قیمتی ہار تمہارے پاس ہے۔

فَعَذَّبُوْنِيْ بِهٖ

پھر انہوں نے مجھے عذاب دیا مجھ کو خوب مارا پیٹا اور تشدد کیا۔

حَتّٰى بَلَغَ مِنْ اَمْرِيْ اَنَّهُمْ طَلَبُوْا فِيْ قُبُلِيْ

حتی کہ انہوں نے تلاشی لیتے وقت میرے عضو مخصوص کی بھی تلاشی لی کہ اس میں کہیں ہار نہ چھپایا ہوا ہو۔

Marfat.com

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ عورت اپنا درد بھرا واقعہ میرے سامنے بیان کر رہی تھی۔ مگر پھر بھی وہ یہ کہتی تھی کہ شکر ہے۔ میرے رب کا کہ ایسا واقعہ تو پیش آیا۔ مگر اس کی برکت سے رب نے مجھے اسلام عطا فرما دیا۔

ایسی صورت حال میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکی۔ ہار کا کوئی سراغ نہیں ہے اور مسلسل اس کو مارا جا رہا ہے۔

قدرت الٰہی کی حمایت:

اب دیکھنا اللہ کی قدرت اس کی حمایت کیسے کرتی ہے۔

وہ عورت کہنے لگی۔ اس وقت اس میرے مالک کے سارے رشتہ دار موجود تھے۔ ہزاروں لاکھوں کا وہ ہار تھا۔ مجھے مارا جا رہا تھا اور مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ ہار تمہارے پاس ہے تم نے کہیں چھپا دیا ہے۔

لہٰذا سو فیصد سب کا خیال میرے بارے میں تھا کہ ہار میں نے چوری کیا ہے۔ حالانکہ میں نے چوری نہیں کیا تھا۔ وہ تو چیل اٹھا کے لے گئی تھی۔

جب میں کہتی تھی کہ وہ ہار چیل لے گئی تو وہ مجھے مزید مارتے تھے۔ کہ چیل کا اس سے کیا تعلق ہے۔

وہ کہنے لگی

اَنَا فِیْ کُرْبِیْ

میں تکلیف میں تھی درد سے چیخ رہی تھی۔

اِذْ اَقْبَلَتِ الْحُدَیَا

اچانک وہ چیل فضا میں آ گئی۔ جو ہار اٹھا کے لے گئی تھی وہ گھر کے اوپر آئی اور آہستہ آہستہ نیچے آتی گئی۔

Marfat.com

حَتّٰى وَازَتْ بِرُءُ وْسِنَا

یہاں تک وہ ہمارے سروں کے قریب آ گئی۔ اس کے منہ میں وہ ہار موجود تھا۔

ثُمَّ اَلْقَتْهُ

اس چیل نے سب کے درمیان میں اس ہار کو پھینک دیا۔

فَاَخَذُوْهُ

تو میرے مالکوں نے ہار پکڑا۔

تو یہ وہ ہار تھا جس پر مجھے مارا جا رہا تھا۔

عورت کی صداقت کا اظہار:

فَقُلْتُ لَهُمْ هٰذَا الَّذِیْ اِتَّهَمْتُمُوْنِیْ بِهٖ

تو میں نے کہا کہ یہ وہی ہار ہے۔ جس کا تم نے مجھ پہ الزام لگایا تھا۔ تم نے مجھے کتنا مارا ہے۔ میری تم نے بے عزتی کی ہے۔ اور کہاں کہاں سے تم نے میری تلاشی لی ہے ۔ میں سچی تھی اور سچ بولتی تھی کہ میں نے ہار نہیں چرایا۔

دیکھو وہ سچائی میری ثابت ہو گئی ہے۔

اَنَا مِنْهُ بَرِیْئَةٌ

(صحیح بخاری شریف، کتاب بنیان الکعبۃ، باب ایام الجاھلیۃ، ج:۱، ص:۵۴۱، قدیمی کتب خانہ)

میں اس سے بری ہوں۔

اور مجھے یقین ہے جس رب نے مجھے سچا کر دکھایا ہے وہ رب سچا ہے۔ بت جھوٹے ہیں۔ میرا رب سچا رب ہے۔

Marfat.com

لہذا وہ کہنے لگی مجھے تکلیف تو پہنچی تھی۔ مگر میں رب کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے صدقے مجھے ایمان عطا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ اس انداز میں بندوں کی حمایت فرما دیتا ہے۔

ایسے ہی صداقت کا ایک اور انداز ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں

رسول اکرم ﷺ نے تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

اس سے ہمیں ہر قسم کے معاملات کی اصلاح کا پہلو ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر ایک شخص صداقت پر ہے تو زمانہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور حالات جیسے بھی ہو جائیں اسے اپنی صداقت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اسے اپنے موقف پہ ڈٹ جانا چاہیے۔

اگر اس کو اس سلسلہ میں سزا برداشت کرنی پڑتی ہے۔ تو وہ برداشت کرتا رہے۔

ایک دن اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کا اثر ضرور ظاہر فرما دے گا۔

ایک غریب شخص کا واقعہ:

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ نے پہلی امتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ایک شخص بڑا غریب تھا۔ اس کو قرضے کی ضرورت تھی۔

قرضہ لینے کے لیے وہ ایک انسان کے پاس پہنچا۔ اس نے اس سے ہزار دینار مانگا۔ دینار سونے کا ہوتا ہے درہم چاندی کا ہوتا ہے۔

ہزار دینار کی ویلیو اس زمانے میں بڑی زیادہ تھی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ گواہ وکفیل:

جس سے اس نے قرضہ مانگا تو اس نے کہا قرضہ دینے کو تو میں تیار ہوں۔

اِئْتِنِیْ بِالشُّهَدَاءِ

میرے سامنے کوئی گواہ لاؤ۔

جو کل گواہی دیں کہ میں نے تجھے ہزار دینار دیا تھا۔ اگر تم انکار کرو گے تو میرے پاس گواہ تو موجود ہوں گے۔ وہ گواہی دیں گے۔ لہذا تم اپنے گواہ کا بندوبست کرو۔

قرض لینے والا شخص ایک مخلص انسان تھا اور دل کا ستھرا تھا۔

اس نے اس سے کہا۔

فَقَالَ : كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

اس نے کہا! خدا کے بندے تجھے گواہوں کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ تم مجھے قرضہ دے دو اللہ گواہ ہے۔

پھر اس شخص نے کہا!

اِئْتِنِیْ بِالْكَفِيْلِ

پھر تم مجھے کوئی کفیل دو۔

اگر تم کل قرض ادا کرنے کے قابل نہ رہو تو وہ کفیل میرا قرضہ پورا کرے۔ تم بھوکے اور نادار ہو جاؤ تمہارے حالات مزید خراب ہو جائیں یا تم فوت ہو جاؤ اس سے میں اپنے پیسے پورے کرلوں۔ تو اس نے کہا!

قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

قرضہ لینے والے آدمی نے کہا کہ اللہ ہی وکیل کافی ہے۔

Marfat.com

جب اس شخص نے گواہ مانگا تو اس نے کہا تھا کہ اللہ گواہ کافی ہے اور پھر جس وقت اس نے کہا کہ کوئی وکیل لاؤ اور اس نے کہا اللہ وکیل کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ قرض پورا کرے گا۔

یہ دو باتیں جب اس نے پیش کر دیں تو اس مالدار انسان کو رحم آ گیا۔

اس نے اس شخص کو ہزار دینار دے دیا۔ وقت معین ہو گیا کہ فلاں دن تو نے یہ پیسے واپس کرنے ہیں۔

دو تین سال کے بعد جب وہ دن آیا۔

تو ہزار دینار اکٹھا کر کے گھر سے نکلا۔

وعدہ وفائی کا عظیم جذبہ:

اس شخص نے مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ وقت معین آ گیا۔ میرا گزارہ ہو گیا ہے۔ اب میرے پاس سب کچھ ہے۔ اب وعدہ کے مطابق وقت معین پر اس کا قرضہ واپس کر دوں۔ اور اس کا شکریہ ادا کروں۔

جس شہر میں اس نے جا کر قرضہ ادا کرنا تھا۔ اس کی طرف جانے کے لیے بحری راستہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا۔

جس وقت یہ انسان سمندر کے کنارے پہنچا۔

فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا

اس کو کشتی نہ ملی۔

سارا دن وہ انتظار کرتا رہا کہ آج میں نے قرضہ واپس کرنا ہے۔ اور سواری بھی موجود نہیں ہے۔ سواری کے بغیر سوائے ڈوبنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس کا دل

Marfat.com

گواہی دیتا ہے کہ وقت معین پر وعدہ کے مطابق پیسے لے کر آیا ہوں۔ مگر میرے لیے کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ میں جا کے یہ قرضہ واپس کروں۔ اب یہاں کوئی کشتی نہیں ہے۔

بالآخر:

فَاَخَذَ خَشْبَةً

اس نے ایک لکڑی پکڑی

فَنَقَرَهَا

اس لکڑی کو اندر سے خالی کیا۔

فَاَدْخَلَ فِيهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَصَحِيْفَةً مِنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ

لکڑی کو درمیان سے خالی کرنے کے بعد ہزار دینار اس میں بھر دیا۔

ہزار دینار اس میں رکھ کر ساتھ ایک خط بھی رکھا۔ کہ اے اللہ کے بندے آج قرض کی ادائیگی کا وعدہ تھا اور میں قرض لے کے آ گیا ہوں۔ لیکن سمندر طغیانی پر ہے۔ جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور کشتی کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا۔

اور میں لیٹ بھی نہیں ہونا چاہتا۔ لہٰذا میں تیرا قرضہ اس لکڑی میں ڈال رہا ہوں۔ اللہ کرے گا تیرا قرضہ تیرے پاس پہنچ جائے گا۔

ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا

پھر اس نے اس لکڑی کا منہ بند کر دیا

ثُمَّ اَتٰى اِلَى الْبَحْرِ

پھر وہ سمندر کے کنارے پہ آیا۔

اور وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔

پھر اس نے کہا!

Marfat.com

فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّیْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِیْنَارٍ

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرضہ لیا تھا۔

فَسَاَلَنِیْ كَفِیْلًا

اس نے مجھ سے کفیل مانگا تھا تو میں نے کہا تھا۔

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

اللہ ہی کافی ہے۔

فَرَضِیَ بِكَ

تو وہ تجھے وکیل ماننے پر راضی ہو گیا تھا۔

فَسَاَلَنِیْ شَهِیْدًا

پھر اس مالدار آدمی نے مجھ سے گواہ مانگا تھا۔

فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

تو میں نے کہا تھا کہ اللہ گواہ کافی ہے۔

فَرَضِیَ بِكَ

تو وہ آدمی تجھے گواہ ماننے پہ راضی ہو گیا۔

وَاِنِّیْ جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا

اور اب میں نے قرضہ واپس کرنے کے لیے سواری کو تلاش کیا ہے۔

اَبْعَثُ اِلَیْهِ الَّذِیْ لَهٗ

تاکہ میں اس کا قرضہ واپس کر آؤں۔

فَلَمْ اَقْدِرْ

لیکن مجھے سواری کشتی کی صورت میں نہ مل سکی تو

Marfat.com

اِنِّیْ اِسْتَوْدَعْتُکَهَا

اب اس کو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تو اس کو تو اس شخص تک پہنچا دینا۔

فَرَمٰی بِهَا فِی الْبَحْرِ

پھر اس نے اس لکڑی کو دریا میں پھینک دیا۔

حَتّٰی وَلَجَتْ فِیْهِ

یہاں تک وہ اس میں ڈوب گئی۔

ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِیْ ذَالِكَ یَلْتَمِسُ مَرْکَبًا

پھر وہ واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

اور وہ اس حال میں پلٹ رہا تھا کہ وہ سواری تلاش کرے گا تا کہ خود جا کر اس کا قرضہ واپس کرے۔

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَهٗ

اور وہ آدمی جس نے قرضہ وصول کرنا تھا۔

اور وہ سمندر کے کنارے کھڑا انتظار کر رہا تھا کہ ابھی میرا مقروض آئے گا اور ہزار دینار لے کے آئے گا۔

یَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْکَبًا جَآءَ بِمَالِهٖ

سارا دن وہ انتظار کرتا رہا مقروض پہنچا نہیں۔ شام کا وقت قریب ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک لکڑی تیرتی ہوئی قریب آ رہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ!

جب اس آدمی نے کہا کہ کشتی تو آئی نہیں مقروض آدمی جھوٹا نکلا۔ اس نے مجھے

Marfat.com

قرضہ واپس کرنا ہی نہیں تھا۔

اب اس نے سوچا کہ اس لکڑی کو پکڑ لیتا ہوں تا کہ میرے دن کی کاروائی تو بن جائے گی۔ لہذا اس نے آگے ہو کر کوشش سے تیرتی ہوئی لکڑی کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لکڑی اٹھا کے گھر لے گیا۔

اب تم دیکھنا کہ رب ذوالجلال سچوں کا سچ کیسے ثابت کرتا ہے۔

جو انسان مخلص ہو جاتا ہے۔ قدرت اس کی حمایت کیسے کرتی ہے۔

یہ دینار بندوں کے گھروں سے لٹ جاتے ہیں۔ گھروں سے چوری ہو جاتے ہیں۔ مگر اس انسان کو کتنا اطمینان تھا اور اللہ تعالیٰ پر اس کا بھروسہ کتنا تھا۔ جس نے قرض لیتے وقت یہ کہا تھا کہ میرا رب گواہ کافی ہے۔ میں ضرور واپس کروں گا اور کسی کفیل کی ضرورت نہیں۔ میرا رب ہی میرا کفیل ہے۔ وہ میرا قرض پورا کرے گا۔

جب دریا سے تیرتی ہوئی لکڑی پکڑی

فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا

اس نے لکڑی اپنے اہل کے لیے پکڑی تھی۔ اس کو ایندھن کے طور پر جلائیں گے۔ اس کو چیروں گا اور پھر اس سے کھانا پکالوں گا۔

جس وقت وہ گھر لکڑی لے گیا تو دل میں بار بار خیال آ رہا تھا۔

آج جو قرض واپس کرنے کی تاریخ تھی۔ وہ نہیں آیا پتہ نہیں کیا صورتحال بنی ہے۔ وہ قرض واپس کرنا بھی چاہتا ہے یا نہیں تھی۔

فَلَمَّا نَشَرَهَا

جب گھر جا کے اس نے لکڑی کو چیرا

Marfat.com

وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ

تو اس لکڑی کے اندر ہزار دینار نکل آئے۔ اور ساتھ ایک خط بھی نکلا۔

اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے تجھ سے قرضہ لیا تھا۔ اس کی ادائیگی کا جو وعدہ کیا تھا۔ تو میں اس وعدہ پہ پہنچا ضرور ہوں۔ مگر تیری طرف پہنچ نہیں سکا اور نہ کوئی انسان مجھے ملا جسے میں تیری رقم دے کے بھیجتا۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا نتیجہ:

میرا رب پہ یقین بڑا ہے۔ میں نے لکڑی میں تیرے پیسے ڈال دیے ہیں۔ اور ساتھ یہ خط لکھ دیا ہے۔ تو نے مجھ سے گواہ مانگا تھا تو میں نے کہا تھا کہ خدا گواہ ہے۔ تو نے کفیل مانگا ہے تو میں نے کہا تھا کہ خدا کفیل ہے۔

تو میں اللہ کے بھروسہ پر تیرا قرضہ بھیج رہا ہوں۔ اس شخص نے ہزار دینار لکڑی سے پایا اور خط پڑھ کر رب کا شکر ادا کیا کہ!

اے اللہ واقعی جو تجھ پہ یقین کرتا ہے۔ تو اس کے یقین کو پوری طرح عروج عطا فرماتا ہے۔

یہ رب ذوالجلال کا فرمان ہے کہ!

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ

(صحیح بخاری شریف الکتاب الرد علی الجہمیۃ، باب قول اللہ عزوجل ویحذرکم اللہ نفسہ، ج: ۴، ص: ۱۱۰، قدیمی کتب خانہ)

میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق ہوتا ہے

وہ مجھے جتنا قریب سمجھے میں اتنا زیادہ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ مجھے اپنا جتنا مددگار سمجھے میں اتنا مددگار رہوں۔

Marfat.com

ایک سادہ انسان نے بھروسہ کیا ہے۔ اور جانبین کا بھروسہ ہے۔ دونوں کا کوئی خسارہ نہیں ہے۔ کوئی نقصان نہیں ہے۔

عجیب اتفاق ہے اور کوئی شخص لکڑی پکڑنے نہیں آیا۔

وہی گھر سے نکلا ہے وہی انتظار کرتا رہا ہے۔ وہ لکڑی پکڑ کے لے گیا ہے۔ اور لکڑی اس کے گھر پہنچی ہے۔ لکڑی کے ذریعے اس کو پیسے مل گئے ہیں۔

پیسے قرض خواہ کے پاس پہنچ گئے۔

مگر جس نے بھیجے ہیں اس کو ابھی تک اس بات کی تڑپ ہے!

کاش میں خود جا کر اس کے ہاتھ میں پیسے رکھتا۔ آخر میں نے رب کا نام پیش کیا تھا۔ رب ذوالجلال کے نام کی عزت مجھے مجبور کرتی ہے۔

لہٰذا اس نے نئے سرے سے ہزار دینار کا اہتمام کیا۔

ہزار دینار جمع کر کے وہ انسان دوبارہ سمندر کے کنارے آ گیا۔

پہلے ایک دن آیا تھا مگر اس دن کوئی سواری نہیں ملی۔ میں جا نہیں سکا تھا لکڑی میں ڈال دیئے تھے۔ پتہ نہیں لکڑی کہاں غرق ہو گئی ہے۔

مقروض قرض خواہ کے دروازے پر:

میں تو ابھی تک مقروض ہوں۔

اس نے ہزار دینار لیا ہوا ہے سمندر کے کنارے آ گیا ہے۔ کشتی اس کو مل گئی ہے۔ اس پہ بیٹھ کے اس شہر میں پہنچ گیا۔ جہاں اس نے قرضہ لیا تھا۔ اور وہ انسان ابھی زندہ ہے۔

اس سے ملنے کے بعد اس کو خوشی محسوس ہوئی اور اپنی طرف سے اس نے معذرت

Marfat.com

کرنا شروع کر دی کہ کافی لیٹ ہو گیا ہوں۔ دن کافی گذر گئے ہیں۔

جو معین وقت تھا قرض واپس کرنے کا اس میں قرضہ واپس نہیں کر سکا۔ لیکن مجبوری تھی۔

مَازِلْتُ جَاهِدًا فِیْ طَلَبِ مَرْكَبٍ

میں ہمیشہ سواری ڈھونڈھتا رہا تاکہ میں تمہارے پاس آؤں مجھے سواری نہیں ملی۔

لیکن میں نے ایک دن تیری طرف مال بھیجا تھا۔

اس آدمی نے کہا!

هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَیَّ شَيْئًا

کیا تم نے واقعی میری طرف مال بھیجا تھا۔

قَالَ اُخْبِرُكَ اِنِّیْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قِبْلَ الَّذِیْ جِئْتُ بِهٖ

اس نے کہا ہاں جس وقت مجھے یہاں آنے کے لیے کوئی سواری نہ ملی تو میں نے ایک لکڑی میں پیسے ڈالے تھے اور ساتھ خط بھی لکھا۔

مگر میں آج پھر ہزار دینار لے کر تیرے پاس آیا ہوں۔

وہ تو میں نے سمندر کے حوالے کر دیا تھا۔

مگر آج میں خود دینے آیا ہوں۔

قرض خواہ کی خوشیاں

اب وہ قرض خواہ خوش ہو کے اس کو بتاتا ہے کہ!

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰی عَنْكَ الَّذِیْ بَعَثْتَ فِی الْخَشَبَةِ

اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے وہ مال ادا کر دیا ہے جو تو نے لکڑی میں ڈالا تھا۔

Marfat.com

آج تو ہزار لے کے کیوں آیا ہے۔ تو نے جس رب کو کفیل بنایا تھا۔ اس رب نے تیرا مال میرے پاس پہنچا دیا ہے۔

وہ میرے پاس پہنچا ہے اور میں نے اس کو وصول کیا ہے۔

فَانْصَرَفَ بِالْأَلْفِ دِيْنَارٍ رَاشِدًا

(صحیح بخاری شریف' کتاب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالاجدان وغیرھا' ج:۱' ص:۳۰۶' قدیمی کتب خانہ)

اب جو تو ہزار دینار لے کے آیا ہے۔ یہ میرا نہیں بلکہ تیرا ہے۔

تو نے میرے سامنے رب ذوالجلال کا نام پیش کیا تھا میں نے اعتماد کیا تھا۔ اور تو پھر جس انداز میں سمندر کے سپرد کر گیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں سمندر بھی اس کے ہیں کشتیاں بھی اس کی ہیں۔ نہریں بھی اس کی ہیں' لکڑیاں بھی اس کی ہیں۔

اس رب کا فضل ایسا ہوا کہ تیرا وہ پیسہ میرے پاس پہنچ چکا ہے۔

تو سامعین ذرا غور کریں جس وقت انسان اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو جھوٹا نہیں ہونے دیتا۔

اس کے وعدے پورے ہوتے ہیں۔ اس کے جو الفاظ ہیں ان میں پوری صداقت ہوتی ہے۔ یہ بظاہر ایک دنیا داری ہے۔

مگر اس میں دین کا کتنا بڑا سبق موجود ہے۔ ہمارے آج جو معاملات ہیں اس میں ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور پھر با قاعدہ ہر چیز میں خلوص ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اس واسطے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص کسی سے قرضہ لے اور قرضہ لیتے وقت اس کے دل میں ہو کہ میں نے واپس نہیں کرنا تو اس کو قرضہ واپس کرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی۔

اور جس کے دل میں ہو کہ میں نے قرضہ واپس ضرور کرنا ہے۔

اللہ اس کے لیے واپسی کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔

اس نے اپنے دل میں اس چیز کو جگہ دی ہے اور پھر اس معاملات میں جس طرح اس شخص کو بھروسہ اور یقین تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کی حمایت اس کے کام میں شامل حال ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس کا فضل:

لہذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پہ ضرور فضل فرماتا ہے۔

اس کے فضل کے سہارے جہاں بظاہر سو فیصد احتمالات ختم ہو چکے ہوں۔ اللہ کا فضل پھر بھی وہاں رستہ بتاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(سورۃ الطلاق پارہ نمبر ۲۸ آیت: ۳)

جو بندہ رب سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے رستہ بنا دیتا ہے۔ اور اللہ وہاں سے رزق دیتا ہے۔

جہاں سے کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔ وہاں سے دروازے کھل جاتے ہیں۔

آج کے ماحول میں ہمیں دنیاوی طاقتوں سے ہٹ کے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے

Marfat.com

مناظر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

آج کا انسان کبھی یورپ کو دیکھتا ہے کبھی واشنگٹن کو دیکھتا ہے۔ پھر اپنی زندگی کے رستے کو اختیار کرتا ہے۔

ہمیں یہ سبق دیا گیا کہ بندہ جس وقت ظاہری اسباب کو بند بھی دیکھے۔ مگر توجہ اس کی رب کی طرف ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے لیے دروازے کھول دیتا ہے۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کی تھی اور مدینہ شریف پہنچے تھے۔

عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام:

حضرت عبداللہ بن سلام بہت بڑے یہودی تھے اور یہودیوں کے سکالر تھے۔

وہ کہتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ

نبی علیہ السلام مدینہ شریف تشریف لائے۔

میں یہودی تھا۔ سرکار کا دشمن تھا ماننے والا نہیں تھا۔

جِئْتُ

میں آیا تا کہ دیکھوں کہ یہ بولتے کیسے ہیں انداز کیا ہے۔

لَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ

میں نے آ کے جب چہرہ دیکھا۔

عَرَفْتُ

چہرہ دیکھتے ہی مجھے یقین آ گیا۔

Marfat.com

چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صداقت کی دلیل:

اِنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

* (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب الطعام الطعام، ص: ۲۳۴، قدیمی کتب خانہ)

کہ اتنا خوبصورت چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔

یعنی صداقت بغیر زبان کے بولتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ابھی درس قرآن نہیں دیا۔

عبداللہ بن سلام کو آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم مجھے مانو میں اللہ کا نبی ہوں۔ ابھی دعوت نہیں دی اور عبداللہ بن سلام نے ابھی درختوں کو جھکتے نہیں دیکھا۔ پتھروں کو کلمہ پڑھتے نہیں دیکھا۔

لیکن صداقت خود بولتی ہے۔

کئی سالہ یہودیت دم توڑ گئی۔

اب کہنے لگے:

دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا۔

اِنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

اتنا نورانی چہرہ اتنا حسین چہرہ جس پر فریب کا داغ نہیں اور جس پر فراڈ کا غبار نہیں۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں دیکھتا گیا میرا دل گواہی دیتا گیا۔ کہ یہ حسین چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں۔ سچے نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔ تو یہ صداقت ہے جو خود بخود جلوہ گر ہو جاتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فہمِ دینؒ

(آٹھ جلدیں)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصفؒ جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول
- فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
- محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
- منصب نبوت اور عقیدہ مؤمن
- محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
- فہم زکوٰۃ
- رسول اللہ ﷺ کی نماز
- گھر کا اسلامی ماحول
- آداب زبان
- تعارف آئمہ اربعہ
- قادیانیت کا محاسبہ
- صراط مستقیم کی روشنی میں
- نظام مصطفےٰ ﷺ کی بالادستی
- حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ

جلد دوم
- اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
- سود اور اسکی اقسام
- ہم اور ہمارے عقائد
- اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی
- مسئلہ حیات النبی ﷺ
- ترک تقلید کی تباہ کاریاں
- مؤمن کا مقصد حیات
- جہاد اور دہشت گردی میں فرق
- تصوف اور اسلام
- حواس نبوی ﷺ
- اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن
- جنتی آنکھ
- اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم
- مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ
- مفاہیم اسم محمد ﷺ
- روزہ کے اسرار و رموز
- امتیازات نماز
- شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق
- زندگی اور اس کی اقسام
- خلفائے راشدین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت
- ماں کی شان اور امتحان
- بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم
- احادیث ختم نبوت
- سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
- ہاں ہم سُنی ہیں
- ورع و پرہیزگاری کے ماڈل
- طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
- نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
- دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
- عہد شباب کا اسلامی نصاب
- کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
- تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض

جلد پنجم
- تربیت اولاد
- تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
- اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
- اور دل نور ایمان سے جگمگا اُٹھا
- جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
- قرآن اور تفکر کائنات
- تصوف عقیدہ توحید کی معرفت
- رنج و الم سے نجات کا راستہ
- مسئلہ حاضر و ناظر
- اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم
- میرے رب سے مجھے محبت ہے
- رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست
- شان رسالت کی یکتائی
- زکوٰۃ کے اسرار و رموز
- پردہ دختران اسلام کا وقار
- عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
- قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے
- میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
- حق چار یار
- جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم
- پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
- مائیں جب فرمائیں
- یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
- باپ کی شان اور امتحان
- دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
- ختم نبوت اور قادیانی کفر
- شہداء زندہ ہیں
- اعتکاف یاد الٰہی میں انہماک
- ناموس رسالت کے پہرے دار و جاگتے رہو
- آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم
- خانقاہیں اور لذت اسرار
- میرے لئے اللہ کافی ہے
- آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
- رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید
- جب رسالت خود نعرہ زن ہو
- حرمت شراب
- انسانی حواس کا صحیح استعمال
- نظام مصطفےٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
- اسلام ہم تیرے ہیں

☆ نمایاں کی گئی کتابیں الگ کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ گنج بخش شریف لاہور

042-37115771, 0333-8173630, 0321/0315-9407699

فہم دین

جلد ہفتم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6-مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

042-37115771, 0321-9407699,0315-9407699

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (سورۃ التوبہ: ۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہم دین

جلد ہفتم

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6-مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور
042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : فہم دین (ہفتم)

افادات : ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب : مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

باہتمام : شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

پہلا ایڈیشن : جنوری 2012ء

تعداد : 1100

صفحات : 448

ہدیہ : 350روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور/مسلم کتابوی لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور/جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

کرمانوالہ بک شاپ لاہور/مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم گجرات

مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات

مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ/مکتبہ قادریہ لاہور

جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین

مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ

اویسی بُک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

Marfat.com

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر
تقریظ (حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی الازہری)	13
تقریظ (ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد بشیر احمد صدیقی)	15
باب نمبر 1	
ناموس رسالت کے پہرے دارو جاگتے رہو	21
عالمی سطح پر افسوسناک واقعات	22
محمد ثاقب شکیل جلالی مجاہد اسلام	23
ذات رسول اللہ ﷺ کے بارے میں (دشمنان اسلام کی شرانگیزیاں)	24
گستاخ رسول ﷺ لعنت کا مستحق	24
حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	26
دو ننھے مجاہدوں کا منفرد اعزاز	27
رسول اللہ ﷺ کی گستاخی رب کی گستاخی	37
ناموس رسالت پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا پہرہ	35
گستاخ رسول ﷺ کا قتل بھی رحمت ہے	38
حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفاداری	38
گستاخ کی حمایت کرنے والا بھی واجب القتل	42
بڑھاپے کی حالت میں بھی گستاخ کا تعاقب	42
حضرت عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواں عشق	47
نگاہِ مصطفےٰ ﷺ تیری کیا بات ہے	49
گستاخ رسول ﷺ کو قتل کرنے والا اللہ ورسول ﷺ کا مددگار	50
حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اطاعت خداوندی میں گم	55
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ	56
ذمیوں کے حقوق	57
رسول اللہ ﷺ پر تنقید سب سے بڑا جرم	58
یہود ونصاریٰ کی گستاخانہ شرارتیں	59
ذمیوں کی طرف سے مداخلت فی الدین کیا ہے؟	59
موجودہ صورتحال بڑی تشویشناک	63
باب نمبر 2	
آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد	68
زیارت قبور کے لحاظ سے آئمہ محدثین کے معمولات	69
استمداد اور اہلِ ہواء	70

Marfat.com

ادارہ صراط مستقیم کا بدعقیدگی کے خلاف جہاد	71
قبر کی حیثیت اور اس کی حقیقت	73
انسان کا خمیر اور قبر کی مٹی	74
مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ	75
اسلام میں قبر کا تقدس	77
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ	78
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا انبیاء کرام علیہم السلام کا قرب	81
حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم تابعی	81
حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت	82
حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا خوبصورت عقیدہ	83
قبر انور سے استعانت	86
آئمہ محدثین کا عمل بعد والوں کے لئے حجت	88
حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ	89
حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ المحدثین	90
صالحین کے قرب کا فائدہ	90
بُرے پڑوس کے نقصانات	91
امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بدن دو سال بعد بھی خوشبودار	92
امام ابوبکر بن خذیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ (امام علی رضا کے مزار پر حاضری)	94
محدثین کے لئے بہت بڑا مرکز علم	95
اہل حدیث سے مراد کون؟	96
امام ابوبکر بن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف	96
نیشاپور کے لوگوں کا عقیدہ	97
حضرت ابوبکر بن خذیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے مشکل کشائی	97
حضرت ابوعلی ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف	98
حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پہ محدثین کی حاضری	99
قبر کے لئے تواضع، تضرع اور اس کی تعظیم	100
روضہ رسول ﷺ پہ غلامان مصطفیٰ ﷺ سے ناروا سلوک	101
عظیم محدث ابن حبان کا عقیدہ	103
حضرت امام علی رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری اور مشکلات کا حل	103
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ	107
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ	109
امام المحدثین ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ	110

Marfat.com

استمداد کے طریقے 112
جبہ مبارک کے پانی سے مریضوں کو شفا 114
لاتشد الرحال کا حقیقی معنی و مفہوم اور اس کا مصداق 115
حدیث میں اِلَّا مستثنیٰ متصل ہے 116
حدیث میں اِلَّا مستثنیٰ منقطع نہیں 116
حدیث میں ہی لاتشد الرحال کے مصداق کا بیان 118

﴿باب نمبر3﴾

پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ 122
برصغیر کی تاریخی عظمت 123
برصغیر کی زمین میزبانِ اوّل 123
برصغیر میں توحید و رسالت کے نغمے 123
سری لنکا میں حضرت آدم علیہ السلام کا اِجلالی ورود 124
برصغیر کی خوشگوار آب و ہوا 124
برصغیر میں مذہبی رنگ خصوصی عطا 125
تمام روئے زمین پر مکہ و مدینہ کی فضیلت 126
برصغیر میں حق کی اذان دینے والے 126
برصغیر میں اہلسنت کی تاریخی خدمات 127
برصغیر میں شمع حق روشن کرنے والے 128
برصغیر میں اولیاء کا فیضان 129
سپہ سالارانِ اسلام کا مسلک 131
برصغیر میں امامِ اہلسنت مجدِ دِالفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کردار 131
اکابرینِ اہلسنت کا روشن کردار 133
دو قومی نظریہ اور اس کے وارث 133
اعلیٰحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہندوؤں کے خلاف جہاد 134
حضرت محمد ﷺ نے جب مکہ شریف میں کہا تھا کہ خدا ایک ہے اور میں اسکا رسول ہوں 135
گاندھی نواز علماء 136
دیوبند اقبال کی نظر میں 137
ہمارا اور پاکستان کا جسم و جان کا تعلق 140
پاکستان آبادی کے لحاظ سے ساتواں بڑا ملک 141
پاکستان سے محبت کی وجہ 141
تصورِ پاکستان اور اکابرینِ اہلسنت 142
حضرت عبد القدیر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصورِ پاکستان 142

Marfat.com

قیام پاکستان کے مخالفین	144
آل انڈیا سنی کانفرنس کا کردار	145
حضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالی سفیر اسلام	146
آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس میں مطالبہ پاکستان	147
قیام پاکستان کے بعد کا دور	148
مخالفین پاکستان کی ستم ظریفی کا تسلسل (خودکش دھماکے)	149
تحریک پاکستان میں سنی مسلمانوں کی قربانیاں	149
پاکستان قرآن وسنت کی لیبارٹری	150
حضرت امام شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالی کی خدمات	150

﴿باب نمبر4﴾

مائیں جب فرمائیں	156
ماؤں کی شفقت کا انداز	157
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی آخری لمحہ سرکار ﷺ سے گفتگو	157
ماں کی دعا سے فوت شدہ بیٹے کو زندگی ملی	159
ماں کے جملوں کی تاثیر	166
حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کی منفرد شان	167
حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کی سرکار ﷺ سے نسبت	168
حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کی پہلی غذا	169
بوڑھی ماں کا بلند حوصلہ	171
صابرہ ماں کی مجاہد بیٹے سے گفتگو	172
ماؤں کا نصاب	174
مشورے کا مقصد ثواب میں شریک کرنا	176
اللہ تعالی کی حدوں کی پاسداری کا جذبہ	177
حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کا ستھرا کردار	179
ایک بیٹے کی ماں سے دعاؤں کی درخواست	181
اسلام کے ساتھ وفاداری کا سبق	182
آج کے ماحول میں خاتون اسلام کی ذمہ داری	187

﴿باب نمبر5﴾

یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص	191
جداگانہ تشخص بیان کرنے کا مقصد	192
یہودیوں کا بگڑا ہوا عقیدہ	193
قرآن کا اعلان یہودیوں کے کفر میں دن بدن اضافہ	195

Marfat.com

قرآن کی سچی خبریں 195
اتنے موذی دشمن سے مشابہت آخر کیوں؟ 196
یہود و نصاریٰ کے بارے قرآن کا فیصلہ 197
مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ 199
بتوں سمیت ان کے پجاری جہنم کا ایندھن 200
محشر اور امت مسلمہ 205
مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے انجام میں فرق 208
مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی عادات میں فرق 209
غلامان مصطفیٰ ﷺ کا ہم پلہ کوئی نہیں 213
جمعہ کا دن اس امت کی سرداری کی علامت 214
سردار امت 216
ایک جداگانہ تشخص ہماری کتاب کی مثال نہیں 216
میت کو دفن کرنے میں ہمارا جداگانہ تشخص 219
روزہ افطار کرتے میں جداگانہ تشخص 222
قبر کے لحاظ سے ہمارا جداگانہ تشخص 223
میدان حشر میں یہود و نصاریٰ مسلمانوں کا کفارہ 225

﴿باب نمبر 6﴾

باپ کی شان اور امتحان 229
اللہ تعالیٰ اور والد کا شکر ایک ساتھ 230
عبادت کے بعد والدین سے حسن سلوک کا حکم 230
اللہ تعالیٰ اور والدین کے شکر میں فرق 231
جیسا کرو گے ویسا بھرو گے 233
پاک دامن رہنے کے ثمرات 233
والدین کے اہل محبت سے حسن سلوک 234
والد جنت کا مین دروازہ 235
ملت کی راتیں دنوں کی طرح روشن 236
اولاد کا کمایا ہوا مال بھی باپ کا ہے 237
والد کے خیال کی ضیافت کرنا بھی اس کا حق 239
والد کی رضا میں رب کی رضا 241
رب کی رضا والے باپ کا ہر لمحے امتحان 242
والد کے ادب و احترام کا اہتمام بھی ضروری 245
والد سے بے رخی آخر کیوں؟ 246

Marfat.com

والد کے احسانات کا بدلہ 247
ہر نگاہ کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب 248
تین بد بخت انسان 251
سب سے بڑی صلہ رحمی کون سی؟ 251
والدین کے وصال کے بعد ان کے حقوق 252
ختم قل شریف دعا کا ایک ذریعہ 253
ہر دور میں اجتماعی دعا کا بندوبست 254
دعاؤں کی وجہ سے بندے کا جنت میں درجہ بلند 255
والدین رحمت و نور کا سائبان 255
بوڑھے مسلمان کی عزت حقیقت میں رب کی عزت 256
والد ہر حال میں بندے کیلئے جنت 256
والد کے دوستوں کا اکرام اور ان سے حسن سلوک 258
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنے والد کے دوست سے حسن سلوک 260
والد کی ایک جھڑکی نے امام مالک رحمہ اللہ تعالی کو زمانے کا امام بنا دیا 262
حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت 263
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنے بیٹے کو خط 264

باب نمبر 7

دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش 271
انتخاب موضوع کی وجہ 271
رائے کیا ہے؟ 272
تقلید کیا ہے؟ 272
قرآن و حدیث میں سب کچھ ہونے کا مطلب 273
قرآن سے مسائل کے استخراج کا طریقہ 276
امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے خلاف پروپیگنڈا 277
مسائل کے استنباط میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کی پالیسی 277
قرآن و سنت کے زیر سایہ رائے کی اہمیت 279
قیاس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال 280
امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور رائے 281
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا طریق استدلال 282
حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قاضی شریح کے نام خط 286
حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاں قیاس کی اہمیت 287
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ 290

Marfat.com

مذموم رائے کون سی ہے؟	292
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قیاس	293
حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکالمہ	294
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نفیس قیاس	297
رائے کی حیثیت سے دین کی وضاحت	298
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے (دربار رسالت تک رسائی)	301
فقہ حنفی بالیقین قرآن کی تفسیر ہے	301
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز محبت	303
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پسند و ناپسند	304
رائے کی دو قسمیں	304
رائے کے بارے ابن قیم کا حتمی فیصلہ	305
مخالفین کے گھر کی گواہی	306
تعلیم دین کی اجرت کے بارے سوال	307
جواب فقہ حنفی سے دیا	308
تعلیم دین پہ اجرت لینے کا جواز	310
سورۃ فاتحہ سے دم کرنے کا جواز	310
تعلیم دین پہ اجرت کے منع والی حدیث	314
دو متعارض احادیث میں تطبیق	316
آج بھی فقہ حنفی پہ غیروں کا گزارہ ہے	316
غیر مقلدوں کو ہر دس سال بعد دین بدلنا پڑے گا	318
متقدمین احناف کے نزدیک عدم جواز کی وجہ	320
متاخرین احناف کے نزدیک جواز کی وجہ	320
حدیث کو سمجھنے کے لئے فقہ کی ضرورت	321
ننگے سر رہنا غیر مقلدین کا شعار	322
وہابی اپنے امام کے فتویٰ کی زد میں	323
غیر مقلدین کا تقلید کے بغیر گزارہ نہیں	325
ادارہ صراط مستقیم کا مشن	326

﴿باب نمبر 8﴾

ختم نبوت اور قادیانی کفر	329
ختم نبوت میں دین کی بقاء	330
آئین میں مسلمان کی تعریف	331
مسلمان کی تعریف اور حدیث رسول ﷺ	332

Marfat.com

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا انداز	334
کلمہ اسلام ہر شے سے زیادہ قیمتی	335
مومن کے لیے ایمان کا ماڈل	335
اکابرین اہلسنت کا روشن کردار (قادیانی غیر مسلم)	337
خاندان زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتیں	337
کفر قادیانیت	338
قادیانیوں کی شرارتوں سے پردہ اٹھتا ہے	339
قادیانی کے نزدیک ختم نبوت کا من گھڑت معنی	340
امت مسلمہ کا عقیدہ	341
رسول اللہ ﷺ کا متبع رب کا محبوب	341
قادیانی کا گمراہ کن عقیدہ	341
قادیانی کی دین سے غداری	342
قادیانی اور تحذیر الناس	343
آخری نبی ہونا کتنی بڑی شان	345
نبی آخر الزماں ﷺ کا ہر شے کو انتظار	347
اکابرین اہلسنت کے نزدیک ختم نبوت کا معنی	348
شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عشق اور ختم نبوت	349
قادیانی کی گمراہی میں تدریجاً ترقی	350
مجدد کا معنی و مفہوم	352
بڑا نبی ہونے کا دعویٰ	353
مسیح موعود کا لقب چھیننے کی کوشش	353
قادیانی کی کتابیں کفریات کا مجموعہ	354
دور حاضر میں ایمان کا تقاضا	355
مسیلمہ کذاب کی سرکوبی	357
رد قادنیت اور اہلسنت	358
حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)	358
حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ	358
مولانا عبد الستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ	358
علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ	358
۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا تاریخ ساز دن	360

باب نمبر 9

شہداء زندہ ہیں	363
شہداء کی زندگی شعور سے بالاتر	364

Marfat.com

شہداء کو مردہ گمان بھی نہ کرو 365
شہید کہنے کی وجوہات 366
شہداء کی روحوں کے رکوع و سجود 368
شہداء کی روحیں پرندوں کے جوف میں 368
شہداء زندہ ہیں چند حوالہ جات 369
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعد از وصال زندگی 369
حضرت عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کی زندگیاں) 372
چھیالیس سال بعد بھی جسم سلامت 373
قبر میں بھی جسمانی زندگی 374
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پُر بہار زندگی 375
حضرت جابر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگیاں 377
حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرالی زندگی 379
روضہ پاک میں تین عظیم شخصیات کی ترتیب 382
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ زندگی 383
دربار مصطفیٰ ﷺ ایک بہت بڑا سہارا 384
حاضری کے وقت چہرہ روضہ رسول ﷺ کی طرف 385
حضرت امام العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شیخین کا مرتبہ 386
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ادب رسالت ﷺ 386
ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تین بشارتیں 387
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی دین کے ساتھ وفا شعاری 389
علامہ محمد اقبال کا سنی عقیدہ 391
غلامان مصطفیٰ ﷺ ہر وقت نگاہ مصطفیٰ ﷺ میں 393
ایک شہید کی دنیا میں والدین سے ملاقات 396
شہیدوں کی شرکت جنازے میں 398
مزارات پہ غیر شرعی حرکات ایک سازش 400
نجدیوں کی ہرزہ سرائی 401
حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ 402
شہداء کی حیات کا معنیٰ و مفہوم 402
بعد از وصال مشکل کشائی 403
انبیاء کی برزخی زندگی سب سے قوی تر 404
انبیاء کی زندگی کے اقوی ہونے کی وجوہات 404
محمد شریف کوٹلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ساٹھ سال بعد بدن سلامت 405

Marfat.com

باب نمبر 10

اعتکاف یاد الٰہی میں انہماک 408

اعتکاف کا معنی و مفہوم 409
لغوی معنی کے لحاظ سے قرآن مجید میں اعتکاف کا استعمال 410
امام راغب اصفہانی کے نزدیک اعتکاف کا معنی 412
غنیۃ الطالبین اور اعتکاف کا مفہوم 413
ابن رجب حنبلی کے نزدیک اعتکاف کی تعریف 413
تنہائی بھی کبھی ہم نے تنہا نہ گذاری 415
اعتکاف کی حقیقی لذت اور چاشنی 417
آخری عشرہ کا اعتکاف سنت حبیب کبریا ﷺ 417
رسول اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے قرائن 418
رمضان میں اعتکاف کرنے پہ دو حج اور دو عمرے کا ثواب 419
اعتکاف کی متعدد صورتیں 421
ایک دن کے اعتکاف کا ثواب 422
مغرب سے عشاء تک اعتکاف کرنے کا ثواب 423
اعتکاف کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں 424
اعتکاف کی شرائط 425
مسجد پسندیدہ جگہ ہونے کے ساتھ ایک روحانی قلعہ بھی 425
اعتکاف اور تعمیر سیرت 428
امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے 430
مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار امت کا ترہب 431
کون سا اعتکاف بدعت؟ 434
معتکف کے لئے حالت اعتکاف میں شرطیں 435
مسجد جماعت اور روزے کے بغیر اعتکاف جائز نہیں 438
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں معتکف کا نصاب 439
اعتکاف یاد الٰہی میں مستغرق رہنے کا نام 440
اعتکاف کی حالت میں موبائل فون کا ناجائز استعمال 440
عالم دین اللہ تعالیٰ کے دین کا ترجمان 441
علماء کی ذمہ داریاں 442
اعتکاف کا حقیقی مقصد 443
عورتوں کے اعتکاف کا شرعی طریقہ 443
ازواج مطہرات کا مسجد میں اعتکاف ناراضگی کا سبب 444
سنت اعتکاف کا اجر و ثواب 446

Marfat.com

ممتاز مذہبی سکالر، شیخ الحدیث

حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی الازہری

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت کو جن قابل فخر شخصیات کا عطیہ مرحمت فرمایا ان میں سے ایک نہایت روشن اور تابناک علمی اور فکری شخصیت، عمدۃ المقررین، سند المدرسین، زبدۃ المصنفین، استاذ العلماء حضرت العلام علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ العالی کی ذات والاصفات ہے۔

رحمٰن ورحیم کی ذات نے حضرت علامہ موصوف پر اپنی رحمت وکرم کے فیضان کی وہ برسات برسائی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

آپ بیک وقت قدیم وجدید علوم کے زیور سے مرصع ہیں۔ اردو، عربی فارسی اور انگریزی میں گفتگو کے ملکہ تامہ کی دولت سے مالا مال ہیں۔ تقریر، تدریس اور تصنیف تینوں شعبہ ہائے ابلاغ دین کے شہ سوار ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبہ سے سرشار ہیں، مضبوط دلائل کے ساتھ فرق باطلہ کے رد اور غیر مسلم قوتوں کی سازشوں بالخصوص فتنہ قادیانیت کے قلع قمع کے لئے زریں رقم خدمات کا سہرا آپ کے ماتھے کا جھومر ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ نے میدان تقریر میں قدم رکھا تو دیکھتے ہی دیکھتے میدان مارلیا اور علم دوست سامعین کی مراد برآئی۔ آپ کا خطاب پرمغز، مدلل اور فکر انگیز ہوتا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔

گذشتہ دنوں راقم کی صدارت میں آپ کا خطاب ایک دینی ادارے کے افتتاح کے موقعہ پر ہوا آپ نے جس طرح علم، علماء، مدارس بالخصوص مدارس اہل سنت، دور حاضر کے چیلنجز، اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں کا ذکر کیا راقم نے بلا مبالغہ دل کی گہرائی سے اپنے صدارتی خطبہ میں یہ بات کہی کہ حضرت علامہ جلالی صاحب مدظلہ اہل سنت پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے۔

Marfat.com

عام طور پر مقررین اور خطباء کے مواعظ اور خطبات کتابی صورتوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کتب میں وہی انداز خطابت جھلکتا ہے جو مقرر کی تقریر میں ہوتا ہے اور وہ محض وعظ ہوتا ہے۔

حضرت علامہ جلالی صاحب کے دروس، خطابات اور مضامین جو فہم دین کے نام سے طباعت کی منزل سے گزر کر استفادہ ملت اسلامیہ کے لئے منظر عام پر آئے تو جن لوگوں نے آپ کا خطاب نہیں سنا ہوگا وہ بھی یہ بات سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا خطاب اور درس کس قدر علمی مدلل اور جامع ہوتا ہے۔

فہم دین کی چھ مجلدات راقم کے سامنے ہیں۔عقائد سے لے کر عصری مسائل تک کوئی موضوع ایسا نہیں جو اس عظیم برکت کتاب میں نہ ہو۔عقائد، عبادات، معاملات، معاشیات، سیاسیات، ابطال باطل اور دور جدید کے مسائل پر نہایت جامع کتاب فہم دین میں علامہ جلالی نے جلال و جمال دونوں کو اکٹھا کیا ہے۔

راقم صمیم قلب سے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی جیسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور فہم دین ایسی کتاب ہر گھر اور ہر لائبریری کے لئے نہایت مفید اور ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ جلالی صاحب زید مجدہ کو صحت کاملہ کے ساتھ دین اسلام کی اشاعت میں دن بدن ترقی عطا فرمائے اور اس کتاب کے افادہ اور استفادہ کو عام فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء لاہور

۲۳ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ

یکم نومبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد بشیر احمد صدیقی

سابق صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

اللہ جل شانہٗ خالق کائنات ہے۔ مالک کائنات ہے رب کائنات ہے۔ خالق کل شئی ہے اس نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرمایا۔ خلیفہ فی الارض بنایا۔ اس کو ہدایت ربانی سے سرفراز فرمانے کیلئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو خاتم النبیین، کافۃ للناس اور رفیع الذکر نبی ورسول بنا کر عالمی، آفاقی اور دائمی نمونہ عمل کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اپنی ہدایت ورحمت سے نوازا۔ ان پر قرآن حکیم نازل فرمایا جو جامع، کامل، روشن، محفوظ اور حکمت وبصیرت پر مبنی ہمہ پہلو مکمل ضابطۂ حیات ہے اسکی صراحت ووضاحت کیلئے اپنے محبوب، رسول کریم ﷺ کو انشراح صدر بخشا اور یوں قرآن حکیم کی تشریح علم حدیث اور عملی زندگی میں اُسے منطبق کرنے کیلئے علم فقہ معرض وجود میں آئے۔ قرآن حکیم مخزن علوم ہے اس سے ہزاروں علوم وفنون مستنبط ہوئے اس کے معارف کبھی ختم نہ ہونگے اور یہ نور پھیل کر رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔

علم فقہ پر اتنی کتب تحریر کی گئی جن کا شمار ممکن نہیں چونکہ مرُ ورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ نئے حالات و مسائل جنم لیتے ہیں لہٰذا تمدنی تغیرات کے ساتھ ہر دور میں کتب فقہ مرتب ہوتی رہیں۔ ان کی شروح اور حواشی ضبط تحریر میں آئیں جن میں سے مشہور ومعروف ''شرح وقایہ'' اور ''غایۃ الحواشی'' نے علمی حلقوں میں شرف قبول حاصل کیا اور یوں فاضل محقق، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے الحافظ الشاہ محمد عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شاہکار تصنیف ''غایۃ الحواشی'' پر تحقیق وتخریج وتعلیق کا اہم فریضہ بطریق احسن انجام دے کر علوم عربیہ میں ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا۔ ڈاکٹر جلالی اس اعتبار سے انتہائی خوش بخت ہیں کہ انہوں نے ابتدائی عمر میں فاضل اور متبحر علماء اور اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ بلاد عرب کی سیاحت کی اور عربی زبان وادب میں مہارت ودسترس پیدا کر کے اپنے علم کو صیقل کیا۔ خوش قسمتی سے انہیں ڈاکٹریٹ کے اعزاز کے حصول کیلئے مشہور ماہر تعلیم جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کی رہنمائی اور اشراف کی سعادت حاصل ہوئی جو عربی زبان وادب پر کامل دستگاہ رکھنے والے مشہور ومعروف اور ماہر ومتبحر استاذ ہیں اور یوں جذب وانجذاب کے اصول سے بہرہ ور ہو کر نہ صرف ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا بلکہ اس کے خوشگوار اثرات کا ثمرہ یہ ملا کہ لگن کے ساتھ سعی وکاوش سے کام لینا، تحقیقی وعلمی اسلوب، مواد کی فراہمی، اس کی ترتیب وپیشکش کا حسین ودلنشین انداز پیدا ہو گیا اور

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہوگی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہوگی

Marfat.com

کے مصداق وہ تشنگان علم کی علمی پیاس بجھانے کا طریق، منطق اور استدلالی قوت سے تحریر میں دلچسپی، شگفتگی اور دلنوازی پیدا کر کے قارئین کرام کی تفہیم کیلئے آسان بنانے کی صلاحیت سے بہرہ یاب ہو گئے اور یہی اثر اب ڈاکٹر جلالی کی تحریروں میں پوری آب و تاب سے جھلکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کثیر التصانیف قلمکار ہیں، ان کی چند مرتبہ کُتب کے تعارف سے قبل مناسب ہوگا کہ ''غایۃ الحواشی'' پر ان کے تحقیقی مقالے (جواب زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے) کی قابل تحسین خصوصیات کا مختصر ذکر کیا جائے۔

فاضل مؤلف کے تمہیدی تعارف کے بعد ڈاکٹر موصوف نے ان کی مؤلفات کا ذکر کیا ہے اور ہر تالیف کا سرسری لیکن جامع تعارف پیش کیا ہے مقصد تالیف کی نشاندہی کی ہے اختلافی مسائل میں فریقین کے دلائل و براہین بیان کیے ہیں اور شاہ محمد عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ذکر کیا ہے۔

اہلسنت و جماعت کے ساتھ مستحکم وابستگی کی بنا پر ڈاکٹر جلالی نے روز مرّہ کے اختلافی مسائل کے حوالے سے مسلک حق پر ہونے والے اعتراضات کے شافی جوابات پر مبنی کتابچے تحریر فرمائے ہیں اور اس ضمن میں چونکا دینے والے شگفتہ اور دلچسپ عنوانات کا انتخاب کیا ہے تاکہ عنوان پڑھ کر ایک تو مسئلہ سامنے آجائے دوسرے قارئین کرام میں کتابچے کے مطالعہ کا ذوقِ تجسس اُبھرے مثلاً عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاری اور غفلت میں مدہوش لوگوں کو ہوش میں لانے کیلئے ایک کتابچہ بعنوان: ''یہ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے ذرا ہوش سے بول'' تصنیف کیا۔ ایک رسالہ ''فقہ حنفی پر کیے گئے چند اعتراضات کے قرآن و حدیث کی روشنی میں جوابات'' تحریر کیا۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے والے اہل ذوق حضرات اور عُشاقِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہنی و قلبی طمانینت کیلئے کتاب و سنت کی روشنی اور امتِ مسلمہ کے معمولات کے ذاتی مشاہدات پر مبنی بالخصوص سرزمین عراق میں پوری دُھوم سے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے ذکر پر مشتمل ایک کتابچہ بعنوان ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُھوم'' ترتیب دیا۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں لہٰذا بخوف طوالت ان درج بالا تین تصانیف کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

المختصر روز مرّہ کے اختلافی مسائل جن سے مسلک حق پر عمل پیرا لوگوں کو اکثر واسطہ پڑتا ہے ڈاکٹر جلالی نے معترضین کے لغو اعتراضات کے دندان شکن اور شافی جوابات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے چونکہ ڈاکٹر موصوف ''کمشن'' کو نہیں ''مشن'' کو ملحوظ رکھنے والے مفکر، مفتی اور مناظر ہیں لہٰذا ان کتابچوں کا ہدیہ انتہائی ارزاں تجویز کیا ہے تاکہ مسلکِ حق کی بیش از بیش ترویج ہو۔

ڈاکٹر جلالی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ دینیہ کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ عصری اور عالمی مسائل پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں لہٰذا انہوں نے امتِ مسلمہ کی بالخصوص اور اہل مغرب کی بالعموم فکری تطہیر کیلئے عصری مسائل کی نشاندہی اور ان کا شافی اسلامی حل پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے مثلاً سُودی نظام میں بُری طرح غرق لوگوں کو سود کی اقسام اور اس کے مہلک اثرات، فیشن پرستی

Marfat.com

میں مبتلا لوگوں کو فیشن کی تباہ کاریاں، زندگی کے غلط تصور کو اپنانے والوں کو صحیح تصورِ حیات کا ذکر تربیت اولاد سے قطعاً غافل لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں کے احساس، ضبط تولید کے قائلین کو ''وَلُوْدْ'' اور ''وَدُوْدْ'' کی خوش گواری سے آگاہ کرنے کیلئے جو سعی و کاوش انجام دی ہے وہ قابل تحسین ہے اسی طرح سائنس کے نئے انکشافات سے مرعوب لوگوں کو ''قرآن اور تصور کائنات'' کے صحیح مفہوم سے باخبر کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔

فرزندانِ توحید کو عصرِ حاضر میں اپنی نئی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کیلئے اُن میں اسلام کے درپیش چیلنجز، ان کا ادراک اور اُن کا حل پیش کرنے کے جذبے کو اُبھارا ہے۔ کہیں یہود و نصاریٰ کی مادی ترقی سے حیران و ششدر مغرب زدہ لوگوں کو اسلام بمقابلہ یہودیت و نصرانیت سے آگہی بخش کر اسلام کی عظمت و فوقیت پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اُمت مسلمہ میں متنازعہ اور مختلف فیہ مسائل مثلاً طلاقِ ثلاثہ کے شرعی حکم کو کتاب و سنت سے واضح کیا ہے۔ کہیں فتنۂ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اُکھاڑنے کیلئے ذخیرہ احادیثِ رسول ﷺ سے بکثرت احادیث بیان کر کے ذہنی اور قلبی سکون مہیا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے (بخوف طوالت انہی چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے)۔

ڈاکٹر جلالی کی ایک سعادت، خوش بختی اور قابل صد تحسین انتخاب کا ذکر مناسب ہوگا کہ انہوں نے وسیع ذرائع ابلاغ کے اس دور میں سامعین کے ساتھ TV کے ناظرین کو بھی شامل کر کے مسلک حق کی ترویج و اشاعت کا دائرہ خاصا وسیع بنالیا ہے اور ''عَلَّم بالقلم'' کے قرآنی ارشاد کی روشنی میں قلم کی اہمیت کے اس دور میں ''فہم دین'' کی قلمی صورت اپنائی ہے اور خصوصی طور پر قابل ذکر اس ادارے کو ''صراطِ مستقیم'' سے موسوم کیا ہے جو بقول صلاح الدین سعیدی۔

علم اور تقویٰ کا ہے اس دور میں کوہِ گراں
فقر کی گودی کا پالا ہے صراطِ مستقیم

قرآنی ارشادات:

اِنَّ رَبِّی علی صراط مستقیم

اِنَّكَ لَمِنَ المرسلین علی صراط مستقیم

اِنَّكَ لَتَهدی اِلٰی صراط مستقیم

اور روزانہ پڑھی جانے والی پنجگانہ نماز میں بکثرت مانگی جانے والی خصوصی دُعا اِهدِنَا الصراط المستقیم سے باخبر اہل علم و فضل اور قرآن حکیم کے اسرار و غوامض پر نگاہ رکھنے والے حضرات سے ''صراط مستقیم'' کے معارف مخفی نہیں ورنہ اسکی صراحت کیلئے پوری کتاب درکار ہے۔

علم بہت بڑی نعمت ہے ''اِنَّمَا یَخشَی اللّٰہَ مِن عِبادہِ العلماء''
کے قرآنی ارشاد کے مطابق یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ

Marfat.com

بے علم نتواں خدا را شناخت

قرآنِ حکیم کی ادبی لطافتوں سے آگاہ اہل کمال اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ علم صحیح وہی ہے جو خشیت الٰہی کا موجب ہو۔

امام غزالی نے اپنے دور کے مروّج علوم وفنون میں بالخصوص فلسفہ میں کمال پیدا کیا لیکن روحانی فیوض سے بہرہ ور ہو کر "تہافۃ الفلاسفہ" سے "محض عقلیت" کا رد فرمایا اور "احیاء علوم الدین" اور "منہاج العابدین" جیسی کتب تصنیف فرمائیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ ڈاکٹر جلالی بھی امام غزالی کے نقشِ قدم پر اپنی منزل کی طرف رواں دواں بڑھ رہے ہیں علوم جدیدہ وقدیمہ کے حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ وہ روحانی فیوض وبرکات سے مستنیر و مستفیض ہیں اور سیّد ہجویر المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق زبان وادب کے ساتھ حُسنِ ادب سے بھی بہرہ مند ہیں۔ لہٰذا اپنی تحریروں اور نگارشات میں وہ "فخرِ فخور" ہونے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ

؎ صراحی سرنگوں ہو کر بھر دیتی ہے پیمانہ

کے مصداق بارگہ خداوندی جل شانہ میں ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتے اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں سراپا ادب اور نعمتِ تقویٰ سے بہرہ ور، حُبِ الٰہی اور حُبِ رسول ﷺ میں سرشار نظر آتے ہیں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب کہا ہے:۔

ما مست صد جیم از میخانہ توحید
حاجت بے و بادۂ خمار نداریم

اور بقول صلاح الدین سعیدی

حضرت آصف جلالی چاند ہیں اس دور کے
اور ان کے گرد ہالہ ہے صراطِ مستقیم

رب کریم جل شانہ انہیں ظلمت و فتن کے اس دور میں چاند بن کر "فہم دین" کی چاندنی پھیلانے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔

بارگاہِ صمدیت میں دُعا ہے کہ خدائے عظیم واعظم، کبیر واکبر جل شانہٗ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے اور قارئین کرام کو "فہم دین" کے انسائیکلوپیڈیا سے مستفید و مستفیض ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین

بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین

احقر العباد بشیر احمد صدیقی عفی عنہ

الرقوم یکم دسمبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 1

ناموس رسالت کے
پہرے دارو جاگتے رہو

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور اکرم ﷺ کے دربار گوہر میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر و محراب ارباب فکر و دانش

معزز و محتشم حضرات و خواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"ناموس رسالت کے پہرے دار و جاگتے رہو"

ہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ناموس رسالت پہ پہرہ دینے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے دین کی اساس اور اسلام کی روح ہمارے آقا ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔

مغز قرآن روح ایمان جان دیں
است حب رحمۃ للعالمین

رسول اکرم ﷺ کی محبت روح ایمان ہے اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر پہرہ دیا جائے اور ہر گھڑی رسول اکرم ﷺ کی عظمتوں کی پاسبانی کی جائے۔ اس سلسلہ میں متعدد موضوعات سماعت کر چکے ہیں بالخصوص "تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض" گذشتہ کورس میں سماعت کر چکے ہیں۔

ناموس رسالت کی نگہبانی ایک ایمانی تقاضہ

آج اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم اس موضوع کو بیان کرنے لگے ہیں۔

Marfat.com

چونکہ ناموس رسالت کے دشمن اور دین کے غدار ہر وقت اپنی سازشوں میں مصروف ہیں اور ناموس رسالت کے خلاف اپنی نازیبا حرکتوں میں لگے ہوئے ہیں تو ہمیں بھی اپنا ذوق سلامت رکھنے اور اعتقاد بچانے کیلئے اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی نگہبانی کیلئے اپنا سبق یاد رکھنا ہے۔

﴿عالمی سطح پر افسوسناک واقعات﴾

گذشتہ سال رمضان المبارک کے بعد اس رمضان المبارک تک عالمی سطح پر اور اندرون ملک مزید کچھ ایسے واقعات ہوئے جو نہایت افسوس ناک ہیں اور ناموس رسالت کے لحاظ سے غلامان رسول ﷺ کے کلیجے اُن واقعات سے چھلنی ہوئے۔ بین الاقوامی سطح پر شیطان رشدی کو جو برطانیہ کی طرف سے سر کا خطاب دیا گیا یہ امت مسلمہ کے زخموں پر نمک چھڑکنے سے بھی بڑا کام تھا

اور پھر ڈنمارک کے اخبارات میں خاکے چھپنے کے بعد سویڈن میں بھی جو خاکے چھپے

اور پھر بنگلہ دیش میں بنگالی اخبار کے اندر ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جو خاکے چھپے۔ پاکستان میں بڑے قبیح انداز میں نازیبا حرکت مختلف شہروں میں ہوئی۔

بالخصوص کراچی شاہراہ لیاقت نجمہ ہاؤس سے ایسا لٹریچر چھپا جس میں یورپ کے گستاخانہ خاکوں سے بھی بڑی گستاخیاں موجود تھیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے پیکر کی شبیہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا انداز اختیار کیا گیا۔

سید عالم ﷺ کی نبوت اور سرکار علیہ السلام کے جسم پاک کا مذاق اڑایا گیا تصویر سے کلمہ طیبہ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے ایک ڈھانچہ تیار کیا۔ یعنی

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

Marfat.com

لکھ کر اس کے دوسرے حصے کا معنیٰ کرتے ہوئے ایک ڈھانچہ بنایا گیا اور پھر اسکے ساتھ ایک ٹوٹے ہوئے قدم کی تصویر بنائی گئی جس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔

اور پھر ایک ایسا ہڈیوں کا ڈھانچہ (جس پہ گوشت نہ ہو) بنا کر اسکے نیچے یہ آیت لکھی گئی۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(پارہ ۱۶ سورۃ الکھف آیت ۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ کی بشریت جو کہ آپ کی حیثیت کے مطابق آپکی اعلیٰ ترین عظمتوں کا ایک حوالہ ہے اور عام لوگوں کی بشریت سے اُس بشریت کا مرتبہ کہیں زیادہ اونچا ہے اور ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(معاذ اللہ) یہاں پاکستان میں خاکے بنے، تصویر بنی اور پھر ایسا ڈھانچہ بنایا گیا جسکی تعین اسکے نیچے لکھی گئی آیت سے کی گئی یورپ سے بنائے ہوئے خاکوں سے کہیں زیادہ قبیح حرکت تھی۔ یہ کن لوگوں نے کی؟

اس آیت کو جس انداز سے لکھا آپ پڑھ سکتے ہیں میرے پاس وہ لٹریچر موجود ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو روزانہ رسول اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو سطحی اور نارمل ثابت کرنے کیلئے ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ مجمع میں پڑھتے ہیں اور پھر بار بار بشریت بشریت کی رٹ لگاتے ہیں۔

﴿محمد ثاقب شکیل جلالی مجاہد اسلام﴾

ایسے ہی شیطان رُشدی سے بڑی گستاخیوں والی کتاب گجرات کے قریب جلال پور جٹاں کے ایک نہایت نام نہاد انسان (جسکو اصغر چغتائی کہا جاتا ہے) نے لکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کھاریاں کے ایک نوجوان آستانہ عالیہ بھکھی شریف کے فیض

Marfat.com

یافتہ محمد ثاقب شکیل جلالی نے غازی علم الدین شہید کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کتاب کے کمپوزر کو تھانے میں واصل جہنم کر کے پاکستان پولیس کے اس سپاہی نے اپنا نام غازیوں میں لکھوایا ہے۔

اسی طرح کی حرکت گگو منڈی اور بورے والا میں بھی ایک نام نہاد معاصر تنظیم کے غنڈوں نے کی وہاں پر ابھی تک C-295 کا معاملہ چل رہا ہے۔

ذات رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

(دشمنان اسلام کی شرانگیزیاں)

یہ صورتحال بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پورے بین الاقوامی فورم پر عالمی سطح پر سب سے زیادہ جس شخصیت کو معاذ اللہ یہودی اور عیسائی ہدف بنا کے مختلف طریقوں سے زہر اگل رہے ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہے جنکی ذات کے گرد اسلام یوں گھومتا ہے جسے کعبے کے گرد حاجی گھومتا ہے وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے باطل پرست کچھ لوگوں کو ہمارے اندر سے خرید کے اور کچھ اپنی طرف سے مختلف طریقوں سے گستاخی کرنے میں مصروف ہیں۔

اسواسطے ہمارا فرض بنتا ہے کہ جاگتے رہیں اور مسئلے کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورے دینی اور ایمانی جذبے سے ناموس رسالت کے پہرے دار رہیں۔ جسطرح کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں پہ پہرہ دیا تھا۔

گستاخ رسول ﷺ لعنت کا مستحق

اللہ تعالیٰ قرآن میں ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم ہے کریم ہے، رحمان ہے مگر جس وقت کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے خلاف بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا مستحق نہیں رہتا بلکہ لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے اپنی لعنتوں کا اظہار کیا جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا (معاذ اللہ) ارتکاب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لعنت کا حکم سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ چونکہ اللہ کی طرف سے اس پر لعنت ہو گئی ہے تو اب ہمارے ذمہ اسکی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کرام نے اپنے زور بازو سے اپنی جانوں کا نذرانہ دیتے ہوئے بھی اس بات کو واضح کیا ہے کہ بحیثیت امتی ہم پر علیحدہ حق موجود ہے

یہ ٹھیک ہے کہ رب چاہے تو کسی گستاخ کو جلا دے جسطرح ڈنمارک کے خاکے بنانے والے بالخصوص اخبار کا کمپوزر اور اسکے پورے خاندان کے بارے خبر شائع ہوئی کہ وہ آگ میں جل گئے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً گرفت بھی ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس میں وہ مہلت بھی دیتا ہے اب کتنے اسکی ذات کے منکر ہیں جو جی رہے ہیں اور کتنے بتوں کے پجاری ہیں جن پر گرفت نہیں ہو رہی۔ تو ایسے ہی کچھ گستاخوں کو ڈھیل دی جاتی ہے۔

Marfat.com

یہ امت پر فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا احتساب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کے مستحق بن جائیں۔

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کا وہ انداز کہ جسمیں آپ نے صحابہ کرام کو خود اس عمل کی دعوت دی۔

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ناموس رسالت کے پہرے دار)

بنی عمرو بن عوف کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی

وَقَالَ شِعْراً هَجَافِيهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

(الاصابہ ج ۲ ص ۲۳۸، نضرۃ النعیم ج ا ص ۲۹۶)

اس نے ایک نظم لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چل گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ لِیْ بِهٰذَا الْخَبِیْثِ

میرا کون سا عاشق ہے جو اس خبیث سے بدلہ لے گا۔

رسول اکرم ﷺ رحمت ہی نہیں بلکہ جان رحمت ہیں اور رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی طرف سے غصے کا اظہار بھی ایک رحمت ہے، چونکہ ایسے منحوس لوگ اگر معاشرے میں ہوں تو زمین کے پھٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ آسمان سے آگ برسنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو واصل جہنم کرنا یہ زمین کو بچانے کیلئے ضروری ہوتا ہے اور سوسائٹی کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔

اسواسطے رسول اللہ ﷺ نے رحمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

مَنْ لِیْ بِھٰذَا الْخَبِیْثِ

کون ہے جو اس خبیث سے میرا بدلہ لے۔

اس نے میری شان میں گستاخی کی ہے۔رسول اکرم ﷺ کی طرف سے جب یہ اعلان ہوا۔

فَخَرَجَ اِلَیْهِ الصَّحَابِیُّ سَالِمْ بْنُ عُمَیْرٍ فَقَتَلَه‘

(الاصابہ ج ۴ ص ۲۳۸ ، نضرۃ النعیم ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور اس گستاخ کو جا کر قتل کر دیا۔

یہ باری باری، مرحلہ، مرحلہ، اپنی اپنی سعادتوں کا معاملہ ہے۔

''تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض'' میں آپ نے خالد بن ولید اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے جدا جدا ایمانی مظاہرے کا انداز دیکھا۔

ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون اٹھے گا جو فلاں گستاخ کو قتل کرے تو ایک مرتبہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور ایک مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے۔

لیکن اس موقع پر جب آپ نے فرمایا کہ اس خبیث سے کون بدلہ لے گا تو یہ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سعادت تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے گستاخ کا سر اتار کر عشاق رسول ﷺ میں سے اونچے مرتبہ پر اپنا مقام حاصل کر لیا۔

دو ننھے مجاہدوں کا منفرد اعزاز

رسول اکرم ﷺ کی ناموس پر پہرے کا انداز یہ بھی ہے۔

Marfat.com

جب مقام بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

لڑائی جاری تھی۔

اِنِّیْ لَوَاقِفٌ یَوْمَ بَدْرٍ فِی الصَّفِّ

محاذ جنگ میں صف کے اندر کھڑا تھا۔

فَنَظَرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَشِمَالِیْ فَاِذًا اَنَا بَیْنَ غُلَامَیْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ

میں نے جب اپنے دائیں اور بائیں دیکھا تو انصار کے دونوعمر بچے ہیں۔ جس وقت میں نے ان دو بچوں کو دائیں بائیں دیکھا تو مجھے تھوڑا سا ڈر محسوس ہوا کہ سائیڈیں تو محفوظ ہونی چاہیں۔ یہ اچھا تھا کہ میرے دائیں بائیں کڑیل جوان اور تجربہ کار کمانڈر ہوتے تو میری دائیں سائیڈ بھی محفوظ رہتی اور بائیں سائیڈ بھی محفوظ رہتی۔ جبکہ میرے دونوں جانب چھوٹے بچے آگئے ہیں۔ جب میں لڑوں گا تو دائیں جانب بھی غیر محفوظ ہوگی اور بائیں جانب بھی غیر محفوظ ہوگی اس سے نقصان کا خطرہ ہے اور میں صحیح کردار ادا نہیں کرسکوں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں میرے ذہن میں تشویش آئی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں سوچ رہا تھا۔

فَغَمَزَنِیْ اَحَدُهُمَا

اُن میں سے ایک نے مجھے ہاتھ لگایا۔

قَالَ یَا عَمِّ اَتَعْرِفُ اَبَاجَهْلٍ

اس لڑکے نے پوچھا کہ اے چچا ابوجہل کا تمہیں پتہ ہے۔

یہ جو ہمارے سامنے مشرکین مکہ کی فوج کھڑی ہے ان میں ابوجہل کون ہے ان دو

Marfat.com

چھوٹے بچوں میں سے ایک نے مجھ سے سوال کیا۔

تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اُن سے کہا۔

نَعَمْ

ہاں میں جانتا ہوں کہ ابو جہل کون ہے؟

مَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ

تمہارا اس سے کیا کام ہے۔

میں ابو جہل کو تو جانتا ہوں لیکن اس وقت جنگ میں ابو جہل کا ایڈریس پوچھنے کا مطلب کیا ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال اس طرف نہیں جا رہا تھا کہ یہ اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انکے نوعمر ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے پوچھا کہ اُن سے تمہارا کام کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا۔

اُخْبِرْتُ اَنَّهُ يَسُبُّ رسولَ اللّٰه ﷺ

میں اس لئے ایڈریس نہیں پوچھ رہا کہ میرا اُس کے ساتھ کوئی محبت کا رشتہ ہو یا میں دنیا کا اس سے کوئی کام کرواؤں۔ میں پتہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ ہم دونوں اسی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ باقی دوسرے مجاہد جو چاہیں کریں ہمارا ہدف یہ ہے اور ہم اسلئے پوچھ رہے ہیں۔

ایک ہے مطلقاً کافر ہونا اور ایک ہے کافر ہو کر شرارتی ہونا اور پھر کافر ہونیکے ساتھ ساتھ گستاخ بھی ہونا۔ یہ ظلم بالائے ظلم ہے اور یہ ایک شخص کا گھناؤنا کردار ہے۔ ایک دل کا کالا ہو اور کافر ہو اسکی زبان خاموش رہے یہ کافر تو پھر بھی ہے جہنمی ہے مگر

Marfat.com

اعلانیہ موذی نہیں ہے، ابو جہل کالا بھی تھا اور پھر ہر وقت شان رسالت ﷺ کے خلاف بھونکتا، بکواس کرتا رہتا تھا۔

ان دو نو عمر صحابہ کرام نے مکہ شریف کی سرزمین تو نہیں پائی تھی کیونکہ یہ انصاری تھے۔ مدینہ شریف میں ابھی نو خیزی کا زمانہ تھا۔

جب بدر کے میدان میں پہنچے تو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ابو جہل کو جانتے ہو تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کبھی گستاخوں کے پتے بھی پوچھنے پڑتے ہیں اور انکے ایڈریس بھی پوچھنے پڑتے ہیں ان سے بھی ایک کام ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَئِنْ رَاَیْتُہٗ لَایُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا

خدا کی قسم مجھے اُس رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

صرف میں اس کو ایک بار دیکھ لوں۔

لَئِنْ رَاَیْتُہٗ

اگر میں نے اسکو دیکھ لیا۔

لَایُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَہٗ

تو پھر میرا جسم اسکے جسم سے جدا نہیں ہوگا۔

حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا

یہاں تک کہ جس نے ہم میں سے جلدی مرنا ہے وہ مر جائے گا۔

ایک کام ضرور ہو کر رہے گا یا میں نہیں رہوں گا یا پھر وہ نہیں رہے گا۔

Marfat.com

یہ نہیں ہو سکتا کہ میں دیکھ لوں اور پھر بھی اسے چھوڑ دوں۔

آپ صرف دکھادیں ہم اڑ کر اس تک پہنچیں گے۔

لان رأیتہٗ

اگر میں نے اسکو دیکھ لیا تو دو باتوں میں ایک بات ضرور ہو کر رہے گی۔ یا ہم زندہ واپس نہیں لوٹیں گے یا وہ زندہ واپس نہیں لوٹے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

فَتَعَجَّبْتُ لِذَالِكَ

مجھے بڑا تعجب ہوا۔

کہ رسول اللہ ﷺ کے عشق میں کیا قوت ہے اور اس جذبہ میں کتنی پاور ہے۔ ایک طرف قریش کا وہ سردار ہے کہ جس کے اردگرد حصار ہے۔ سخت ترین سیکیورٹی کے پہرے میں وہ موجود ہے۔ دوسری طرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نوخیز عاشق ہیں جو اتنا تند و تیز جذبہ لیئے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ ہم صرف اسے ایک بار دیکھ لیں پھر ہم نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انکا یہ جذبہ دیکھا تو فرمانے لگے میں سمجھتا تھا کہ میری سائیڈیں کمزور ہیں۔ یہ مطلقاً کسی کافر کو نہیں مارنا چاہتے بلکہ یہ کافروں کے سردار کا سر اتارنا چاہتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات پر تعجب تھا ابھی میں سوچ رہا تھا کہ اس میں کتنا بڑا جذبہ ہے اتنے میں جو میری دوسری سائیڈ میں تھا اس نے مجھے ہاتھ لگایا اور کہا اے میرے چچا بتاؤ ابوجہل کدھر ہے۔

Marfat.com

دونوں پہلا نمبر لینا چاہتے تھے۔ایک کا خیال تھا کہ مجھے ابوجہل کے بارے میں پتہ چلے تو میں پہلے جاؤں اور دوسرے کا خیال تھا کہ مجھے پتہ چلے تو میں پہلے جاؤں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے تو اسکا جواب بھی یہی تھا کہ

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے وہ گالیاں دیتا ہے محبوب باری کو

پہلے وہ مکہ شریف میں تھا لیکن آج وہ باہر نکل کے آگیا ہے اور بدر میں پہنچ گیا ہے لہٰذا وہ بچ کے نہیں جاسکتا۔ہم رسول اکرم ﷺ کی ناموس کے پہرے دار ہیں لہٰذا سرکار علیہ السلام کی ناموس پہ پہرا دیتے ہوئے اپنی جانیں دے سکتے ہیں۔لیکن اس گستاخ کو زمین پہ زندہ رہنے کا حق نہیں دے سکتے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

فَابْتَدَرَاہُ بِسَیْفَیْھِمَا

دونوں اپنی تلواریں لہراتے ہوئے ابوجہل کی طرف دوڑے۔

صحابہ کرام کی جانب جو صفیں بنی ہوئی تھیں ان صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکلے اور باطل کی چٹانوں کے ساتھ ٹکرا گئے ابوجہل کے گرد جو حصار تھا وہ حصار توڑا یعنی اُس کا یہ خیال ہی نہیں تھا کہ کوئی یہاں آکر بھی حملہ کرسکتا ہے۔یہ رسول پاک ﷺ کے عشق کی چنگاری تھی اور یہ حریت کا منظر تھا اور یہ ایمان کی قوت تھی کہ دونوں کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔کہ بدن کے کتنے ٹکڑے ہوتے ہیں لیکن اُن کا جذبہ یہ تھا کہ اسکو واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔دونوں آگے بڑھے۔

Marfat.com

وَهُوَ يَجُوْلُ فِي النَّاسِ

وہ ابو جہل لوگوں میں ٹہل رہا تھا۔ اسے کوئی خطرہ نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ میرے ارد گرد اتنے گارڈ ہیں مجھ تک تو کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ

لیکن رسول اکرم ﷺ کے یہ دونوں عاشق کود پڑے اور اس انداز میں حملہ آور ہوئے کہ پل بھر میں ان دونوں مجاہدوں نے اس سب سے بڑے گستاخ کا خاتمہ کر دیا۔

ثُمَّ انْصَرَفَا اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

پھر اپنی چھوٹی چھوٹی تلواروں کے ساتھ بڑا کام کر کے فوراً رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس لوٹے۔

ان دونوں مجاہدوں کا کتنا خوبصورت انداز تھا جب اُس ابو جہل کا سر اتارا جس نے مکہ شریف کی سرزمین مسلمانوں کیلئے تنگ کر دی تھی۔ جسکی شرارتوں کی وجہ سے رات کے اندھیروں میں محبوب علیہ السلام کو مکہ شہر اللہ تعالیٰ کے حکم پہ چھوڑنا پڑا تھا۔ جسکی اتنی حماقتیں تھیں اور اسکے سینے میں اتنا بغض تھا۔ مکہ شریف میں صحابہ کرام کو اس کمینے کی طرف سے تشدد کا سامنا کرنا پڑا جس وقت یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایسا موقع فراہم کرے کہ سرکار علیہ السلام کے گستاخ کو مار کے سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہو۔

آج یہ اُس کا شرف ہے لیکن کل قیامت کے دن جب رسول پاک ﷺ مقام محمود پر تشریف فرما ہونگے اور ساری دنیا آپکی تعریف کر رہی ہوگی اُس وقت بھی یہ مجاہد جس نے رسول پاک ﷺ کے گستاخ سے بدلہ لیا ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ منفرد سیٹ عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جا کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم ابو جہل کو قتل کر آئے ہیں۔ جب دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ میں ابو جہل کو مار آیا ہوں دوسرے نے کہا کہ میں مار آیا ہوں تو سرکار علیہ السلام نے پوچھا۔

اَیُّکُمَا قَتَلَهٗ

تم میں سے کس نے ابو جہل کو مارا۔

قَالَ کُلٌّ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ

ہر ایک نے اُن میں سے کہا کہ میں نے قتل کیا۔

دونوں ابو جہل کو قتل کرنے میں شریک بھی تھے۔ اور اُن کا حق بھی بنتا تھا۔

تو رسول پاک ﷺ کا مقام عدل بھی ہے انھیں انعام سے نوازنا بھی ہے۔

جتنا کام ہوگا اسی لحاظ سے اس نے انعام وصول کرنا ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا:

هَلْ مَسَحْتُمَا سَیْفَیْکُمَا

رسول اکرم ﷺ اپنی نگاہ نبوت سے بھی بتا سکتے تھے کہ تم میں سے کس نے مارا ہے یا دونوں نے مارا ہے۔ مگر قیامت تک کیلئے عسکری فیصلے بھی تو امت کو دینے تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ مَسَحْتُمَا سَیْفَیْکُمَا

کیا تم تلواریں صاف کر کے لے آئے ہو یا ابھی اسی طرح ہیں جسطرح اُس موذی کو لگی تھیں تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ابھی ہم نے تلواریں صاف نہیں کیں ہم ابو جہل کو کاٹتے ہی دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ تو رسول اکرم ﷺ

Marfat.com

نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا۔ تو ان دونوں کی تلواروں پر اس گستاخ کا خون لگا ہوا تھا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فیصلہ کیا اور یہ اعلان ضروری تھا۔ کہ قیامت تک جب گستاخوں کی لسٹ بنے گی تو اس وقت یہ بڑا گستاخ پہلے نمبر پر ہوگا۔

جو اُن گستاخوں سے میری ناموس پہ پہرا دیتے ہوئے بدلہ لیں گے۔ جب اُنکی لسٹ بنے گی تو اس بڑے گستاخ کو مارنے والے بھی پہلے نمبر پر ہونگے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا۔

كِلَاهُمَا قَتَلَهُ

(البدایہ والنھایہ ج ۳۔۴ ص ۳۰۵ بیروت)

قتل تم دونوں نے کیا ہے لیکن پہل دونوں میں سے ایک نے کی ہے۔ اور وہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ انعام کا اعلان کر دیا مگر دونوں کو اس فعل میں شریک قرار دیکر قیامت تک کیلئے اپنے ان عظیم عاشقوں کا رتبہ کائنات میں دوبالا فرما دیا۔

رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ جملہ سنا یعنی عشق کے مسئلہ پر باقاعدہ جنت کی بولی لگتی رہی، ناموس رسالت کا مسئلہ تھا۔

ناموس رسالت پہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا پہرا

کعب بن اشرف یہودی تھا وہ بھی اسی طرح کا گستاخ تھا۔ حالانکہ پہلے ان سے معاہدہ ہوا تھا لیکن اسکی گستاخیوں کی وجہ سے معاہدہ ٹوٹ چکا تھا کعب بن اشرف کی گستاخیاں جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچیں۔ تو وہ جو رحمۃ للعالمین ہیں۔

Marfat.com

جنہوں نے یہاں تک حکم دیا کہ

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا وُجُوْہَ الدَّوَابِ فَإِنَّ کُلَّ شَیْءٍ یُّسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

(الدرالمنثور سورۃ الاسراء زیرآیت ۴۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جانوروں کے منہ پر نہ مارو کیونکہ ہر شیء اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

یعنی میری شریعت میں کسی جانور کے منہ پر بھی مارنا جائز نہیں ہے۔ اسواسطے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والی ہے۔

وہ جو اپنی زبان سے اُس عورت کیلئے جنت کا اعلان فرمارہے تھے جس نے اپنا موزہ دوپٹے سے باندھ کر کنویں میں لٹکا کر ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اور اسکی زندگی بچائی تھی۔ اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کعب بن اشرف کی گستاخیاں پہنچیں تو پھر جنت کا اعلان کیا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کا سر اتارے گا؟

رسول اکرم ﷺ نے اسکے ساتھ وجہ بیان کی

فَإِنَّہُ قَدْ آذَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ

اسکا جرم یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول علیہ السلام کو اذیت پہنچائی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف زبان سے لفظ نکلنا کتنا بڑا جرم ہے۔

Marfat.com

حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی اذیت دے سکے۔ کیونکہ رب ذوالجلال کی ذات کسی کا اثر قبول نہیں کرتی۔ اذیت آتی ہے جب کسی کو مارا جائے یا دکھ پہنچایا جائے اور اسے دکھ آئے تو جو غیر کا اثر یوں قبول کرے وہ الہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو تقاضے ہیں اسکی جو قدرتیں ہیں کسی کی قدرت اس سے زیادہ ہو تو اس پر اثر کر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کی طاقت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا حقیقت میں کوئی اللہ تعالیٰ کو اذیت دے سکے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

لیکن قرآن مجید میں وہ خود کہتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول علیہ السلام کو اذیت دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی گستاخی رب کی گستاخی

یہاں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ آذَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اس کعب بن اشرف نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول علیہ السلام کو اذیت دی ہے۔ تو اس سے پتہ یہ چلا کہ مقام نبوت حساس کتنا ہے، نازک کتنا ہے۔ کہ یہاں کی گستاخی رب کے دربار تک پہنچتی ہے۔

یعنی ادھر کے معاملات رب کے معاملات ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا۔ انکی زبان کو اپنی زبان کہا۔ انکی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا ان کی محبت کو اپنی محبت کہا۔ ان کے ساتھ بیعت کو اپنے ساتھ بیعت کہا تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ جب انکی محبت میری محبت اور انکی عزت میری عزت ہے تو پھر دنیا ہوش سے رہے۔

Marfat.com

اگر ان کے خلاف کوئی بولے گا تو وہ یہ نہ کہے کہ رب کی پارٹی والا ہوں نبی علیہ السلام کے خلاف بول لوں تو کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے خلاف بولنا میرے خلاف بولنا ہے، انکی اذیت میری اذیت ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کا قتل بھی رحمت ہے

اسواسطے رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کہ کعب بن اشرف نے میرے خلاف بھونک کر اذیت رب کو دی ہے اور پھر میری اذیت رب کی اذیت ہے۔ اسواسطے سرکار علیہ السلام نے یہ لفظ بول دیئے۔ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجرم ہے میں رحمت عالم اور میں رحمۃ للعالمین ہوں مگر اس کا باقی رہنا رحمت کے منافی ہے۔ اسکو زمین سے ہٹانا زمین کے فائدے میں ہے۔ کون ہے جو کعب بن اشرف کا سر اتارے گا۔

اس کا مدینہ شریف سے باہر ایک قلعہ تھا ابھی قریب زمانہ اسکے مکان کے کھنڈرات کو ختم کیا گیا۔ اُس قلعہ میں وہ رہتا تھا اور پھر ہر وقت پہرے میں رہتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو اسکا سر اتارے گا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفاداری

تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لبیک کہا

فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور پھر پوچھا

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ

یا رسول اللہ ﷺ آپکو یہ پسند ہے کہ میں اسکو قتل کر دوں؟

Marfat.com

قَالَ نَعَمْ

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔

تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے

قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف ج ۲ ص ۵۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر آپ مجھے اتنی اجازت فرمادیں کہ اگر اس سے بات کرتے ہوئے کوئی بات خلاف واقع کر جاؤں تو مجھے معاف کر دیا جائے اور مجھ پر کوئی گرفت نہ ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ اجازت بھی عطا فرمادی۔

ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے تم نے اسکا سر ضرور اتارنا ہے۔اس سے باتیں جو بھی کرلو۔

جس وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت لے لی تو اس نے کعب بن اشرف سے دن کے وقت ملاقات کی۔اس ملاقات میں یہ باتیں آگئیں کہ کلمہ تو ہم نے پڑھا تھا مگر ہم تو بھوکے مر گئے۔کبھی صدقہ ہے کبھی زکوٰۃ ہے۔کبھی کوئی حکم ہے کبھی جہاد ہے۔

روزانہ ہمارے اخراجات زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔اب تو گھر میں کھانے کیلئے بھی کچھ نہیں ہے مجھے کچھ گندم کی ضرورت ہے اور کچھ اناج کی ضرورت ہے اور پھر ہم ابھی دین چھوڑ بھی نہیں سکتے۔جب تک کہ فیصلہ نہ ہو جائے کہ کس کی فتح ہے اسواسطے ہماری یہ مجبوری ہے۔ہم ساتھ بھی نہیں چھوڑ سکتے۔

یہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (Coments) کومنٹس تھے کہ کعب بن اشرف کو یوں لگا کہ بندہ ہمارا ہے یعنی کوئی منافق ہے۔منافق یہودیوں سے ایسی

Marfat.com

باتیں جا کر کرتے تھے۔ جس وقت ایسا معاملہ سامنے آیا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں کچھ قرض لینا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے قرض دے دیں۔

اور کچھ اناج سے تعاون کریں پھر جلد اسے لوٹا دوں گا۔

بہر حال یہ طے ہو گیا کہ ٹھیک ہے میں تمہیں قرض دیتا ہوں لیکن تم اپنی کوئی چیز میرے پاس رہن رکھو اور میں تمہاری یہ حاجت پوری کر دیتا ہوں، جب تم یہ قرض واپس کرو گے تو اپنا رھن واپس لے جانا۔

وہ بڑا موذی قسم کا انسان تھا کہنے لگا اپنی عورت رہن رکھ جاؤ۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو وہ کہنے لگا اپنا بیٹا رھن رکھ جاؤ۔ تو آپ کہنے لگے نہیں کل لوگ میرے بیٹے کو طعنے دیں گے کہ تجھے رھن رکھ کے تیرا باپ گندم لے کر آیا تھا۔ تو کہنے لگا کہ کوئی اسلحہ رکھ جاؤ تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس پر معاملہ طے ہو گیا اور پھر یہ طے تھا کہ دن کے وقت نہیں آؤں گا۔ اس لئے کہ اگر دن کے وقت آیا تو پھر پردہ چاک ہو جائے گا کہ یہ کعب بن اشرف کا بندہ ہے مجھے پھر کوئی دربار رسالت میں بیٹھنے نہیں دے گا۔

اسواسطے میں رات کے وقت آؤں گا اور رات کے وقت اپنی حاجت پوری کر کے چلا جاؤں گا۔ رات کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آئے انکے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ ان میں کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ جو کہ مومن تھا۔ رات کو جس وقت آئے تو قلعے کے نیچے کھڑے ہو کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی۔ کعب بن اشرف نے جب آواز سنی تو اپنی چارپائی سے اٹھا، نیچے اتر رہا تھا۔ اسکی بیوی نے کہا کہ یہ وقت نیچے جانے کا نہیں ہے۔ تم اس وقت نیچے نہ جاؤ۔ اس نے

Marfat.com

خدشات کا اظہار کیا۔ اس وقت جو نیچے بلا رہے ہیں وہ غلط لوگ ہو سکتے ہیں۔

کعب بن اشرف نے کہا نہیں نیچے میرا دوست ہے۔ میں نے اسکو ٹائم دیا ہوا ہے۔ اسواسطے میں جانا چاہتا ہوں۔ بہر حال عورت نے کہا کہ جو آواز آئی ہے اس سے مجھے خون ٹپکتا ہوا محسوس ہوا ہے۔ کعب بن اشرف نیچے اترا جس وقت ملاقات ہوئی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم نے بڑی اچھی خوشبو لگائی ہوئی ہے۔ یہ فخر سے کہنے لگا اور اپنی بیوی کی خوشبو پر ناز کرنے لگا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو سمجھایا ہوا تھا کہ میں جب ملوں گا اور کہوں گا کہ تیرے سر کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں تو میں اچھی طرح اسکو اپنے بازو میں جکڑ لوں گا اور تم نے تلوار سے اسکا کام پورا کر دینا ہے۔

جس وقت حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب بن اشرف سے ملے تو فرمانے لگے کیا میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ سکتا ہوں۔ اس نے کہا تم سونگھ سکتے ہو۔ تو آپ نے اسکو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں نے تلواریں مار کے کام تمام کیا۔

رسول اکرم ﷺ کے دل کی جو تمنا تھی۔ کہ کعب بن اشرف کو زمین پہ زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ چونکہ اسکا معاملہ وہ نہیں تھا جو مکہ شریف کے مشرکین کے ساتھ تھا کہ اسکے ساتھ واضح جنگ کی جائے اور جنگ کے بدلے میں اسکا سر اترے۔ جیسے ابو جہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ کے اتر گئے۔ اصل میں یہ معاہدہ کر کے پھر غداری کر چکا تھا اور پھر اس نے مشرکین مکہ سے جا کر مذاکرات کیے کہ تم آؤ میں تمہیں مدینہ شریف میں شیلٹر دوں گا اور پھر تم حملہ کرنا وہ چونکہ خیانت کر چکا تھا غدر کر چکا تھا۔ اسکی سزا اس طرح ہی بنتی تھی۔

رسول اکرم ﷺ کے ان عاشقوں نے اس گستاخ کا سر اتار کے اپنے محبوب ﷺ

Marfat.com

کو جا کر پیغام دیا اور سرکار علیہ السلام کی طرف سے جنت کے سرٹیفکیٹ وصول کر لیے۔

یہاں پر یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ کعب بن اشرف کو جس انداز میں قتل کیا گیا اس انداز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس گستاخ نے واقعی گستاخی کی ہے اسکو مٹانے کیلئے جو حربہ بھی کسی کو استعمال کرنا پڑے وہ ضرور کرے۔ اس گستاخ کو زندہ نہ رہنے دے۔ یعنی اسکا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ زمین پہ سلامت رہے۔

گستاخ کی حمایت کرنے والا بھی واجب القتل

اگر کوئی شخص اس طریقے پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ حق نہیں بنتا تھا کہ ایسا اسکے ساتھ کیا جاتا اور اس طرح اسکو پکڑا جاتا اس طرح اسکو اپنے پھندے میں گرفتار کیا جاتا۔ تو صحابہ کرام کا یہ اٹل موقف تھا۔ اگر کسی نے کعب بن اشرف کے قتل کے خلاف اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ اس کو فراڈ سے مارا گیا۔ صحابہ کرام کہتے تھے وہ بندہ بھی واجب القتل ہے۔ جو کعب بن اشرف کی ایسی حمایت کرے کہ وہ لفظوں میں اتنا کہہ دے اس سے غدر ہوا اس سے خیانت ہوئی اور دھوکہ سے اسکو مارا گیا جس نے ایسا لفظ کسی صحابی کے سامنے بولا صحابی نے قسم اٹھائی کہ جیسے کعب کا سر اتارا تھا تیرا بھی سر اتارتے ہیں۔

بڑھاپے کی حالت میں بھی گستاخ کا تعاقب

ایسا واقعہ واقدی کی کتاب میں تفصیل کیساتھ موجود ہے۔

مدینہ شریف میں جب مروان بن حکم کا زمانہ تھا تو مروان بن حکم کے پاس گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے وہاں ایک شخص ابن یامین نضری بیٹھا ہوا۔ ابن یامین نضری نے وہاں بیٹھے ہوئے

Marfat.com

اپنی رائے کا اظہار کیا مروان نے پوچھا؟

كَيْفَ كَانَ قَتْلُ ابْنِ الْاَشْرَفِ

کعب بن اشرف کے بارے میں پوچھا کہ اسکا قتل کیسے ہوا۔

تو ابن یامین نضری نے کہا

كَانَ غَدْرًا

وہ قتل نہیں تھا بلکہ غدر تھا۔

جس طرح برصغیر میں ہماری جنگ آزادی ہے۔ تو اس جنگ آزادی کو ہندو بھی غدر کہتے ہیں اور پھر مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ ہے جو اسکو غدر کہتا ہے ہم کہتے ہیں 1857ء کی جنگ آزادی لیکن اُن کی کتابوں میں لکھا ہے۔ 1857ء کا غدر یعنی انگریزوں کے خلاف جو مسلمانوں کا جہاد تھا۔ جسمیں فضل حق خیر آبادی شہید ہو گئے اُن کے فتوے پر جہاد شروع ہوا۔ اس جہاد کو غدر کہا اسلام کا نام لینے والے کچھ لوگوں نے۔ کافر تو اس جہاد کو غدر کہتے ہی تھے۔

یہاں پر ابن یامین نضری نے غدر کا لفظ استعمال کر دیا کہ وہ قتل نہیں تھا بلکہ غدر تھا اور جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا وہ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ چپ نہ رہ سکے فرمایا

وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلِمَةَ جَالِسٌ شَيْخٌ كَبِيرٌ

حضرت محمد بن مسلمہ بوڑھاپے کی حالت میں مروان بن حکم کے پاس بیٹھے ہیں۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو وہ جس نے یہ بات کی تھی وہ تو اپنی جگہ رہ گیا۔ جس کی مجلس میں کی گئی وہ مروان بن حکم کی مجلس تھی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

Marfat.com

یَا مَرْوَانُ أَيُغَدَّرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَكَ

اے مروان کیا تمہارے دربار میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غدر کی نسبت کی جاتی ہے۔ تمہارے پاس بیٹھے ہوئے تمہارے دربار میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غدر کی نسبت کرنا کہ رسول اللہ ﷺ نے غدر کیا۔ یہ جائز ہے کہنے لگے

وَاللّٰهِ

خدا کی قسم آج کے بعد تیرے دربار میں نہیں بیٹھوں گا۔ ہر وہ جگہ سوائے مسجد کے جہاں تو ہوگا وہاں میں نہیں بیٹھوں گا۔ مسجد تو مسجد نبوی شریف ہے۔ اگر وہاں ایک چھت کے نیچے تم اور میں اکٹھے ہو جائیں تو علیحدہ بات ہے۔ آج کے بعد تیرے دربار کا بائیکاٹ ہوگا۔ تیرے دربار میں ایسی بات کیوں ہوئی اور فرمانے لگے

وَاللّٰهِ مَاقَتَلْنَاهُ إِلَّا بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه و آله و سلم

خدا کی قسم ہے میں نے کعب بن اشرف کو اپنے فیصلے سے قتل نہیں کیا بلکہ یہ تو ہمارے محبوب علیہ السلام کا حکم تھا۔ سرکار علیہ السلام نے قتل کا حکم دیا ہم نے قتل کیا تمہارے پاس ابن یامین نضری بیٹھ کر اسکو غدر کہہ رہا ہے۔ اگرچہ تم یہ نہیں بولے لیکن مجھے نفرت تم سے بھی ہے۔ آج سے ہمارا تم سے بائیکاٹ ہے۔

پھر فرمانے لگے

أَمَّا أَنْتَ يَا ابْنَ يَامِيْنَ

ابن یامین اب تم سیدھے ہو جاؤ اور میری بات بھی سن لو، اگرچہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا عشق پھر بھی جوان ہے۔ جن ہاتھوں سے کعب بن اشرف کو بھون سکتا ہوں تمہارا کلیجہ بھی نکال سکتا ہوں اور پھر نہ ابن یامین نضری کے کلیجے کا اعتبار، پھر نہ اس

Marfat.com

کے روزے کا اعتبار، نہ اس کی نماز کا اعتبار، نہ حج کا اعتبار، نہ جہاد کا اعتبار حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے

فَلِلّٰہِ عَلَیَّ

یہ میں نے نذر مان لی۔ اللہ تعالیٰ کیلئے مجھ پر لازم ہے

اِنْ اَفْلَتَ وَقَدَرْتُ عَلَيْكَ وَفِيْ يَدِيْ سَيْفٌ اِلَّا ضَرَبْتُ بِهٖ رَاْسَكَ

آج کے بعد جب بھی تو مجھے مل گیا اور میرے پاس تلوار ہوئی تو پھر میں تیرا سر اتار کے رہوں گا۔ تو کون ہوتا ہے۔ ایک گستاخ کی سائیڈ لے رہا ہے۔ جسکو ہم نے سرکار علیہ السلام کی اجازت سے مارا۔ تو نے اس مارنے کو غدر کہا۔ تمہارا ایمان تمہارا عقیدہ یہ سب کچھ خائب وخاسر ہو گیا۔ تمہاری ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہ رہی کہ جسکا کوئی ادب کیا جائے۔

خدا کی قسم جب بھی وہ لمحہ آئے گا کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوگی سامنے تم آجاؤ گے اس وقت تلوار چلنے سے رک نہیں سکے گی۔ تمہارا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ بوڑھے تھے مگر ان کے جملوں کا ڈر ابن یامین نضری کو بڑا تھا۔ ابن یامین نضری نے جب اپنے قبیلہ کے علاقہ سے باہر آنا ہوتا تو باقاعدہ پہلے لوگ بھیجتا تھا کہ کہیں گلی محلے میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو موجود نہیں ہیں۔

اگر یہ پتہ چلتا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علاقہ میں موجود ہیں تو پھر وہ باہر نہیں نکلتا۔ اگر یہ پتہ چلتا کہ اس علاقے میں نہیں ہیں تو پھر وہ باہر نکلتا اُس نے یہ بات یاد رکھی ہوئی تھی کہ اگر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہو گیا تو وہ مجھے

Marfat.com

چھوڑے گا نہیں میرا کام پورا کرے گا۔

ایک دن حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازہ پڑھنے گئے۔ ابن یامین بقیع کے قبرستان میں تھا۔ ابن یامین نے دیکھا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازے میں موجود ہیں۔ تو اس نے چھپنا چاہا ادھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پتہ چل گیا کہ ابن یامین نضری آیا ہوا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کافی چھڑیاں موجود تھیں تلوار پاس نہیں تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن یامین کو پالیا تو آپ نے چھڑیوں سے مارنا شروع کر دیا۔

فَلَمْ يَزَلْ يَضْرِبُهُ جَرِيْدَةً جَرِيْدَةً حَتّٰى كَسَرَتْ ذَالِكَ

آپ اُن چھڑیوں سے مسلسل مارتے رہے اسکے چہرے پر اور اسکے سر پہ مارا پھر بھی وہ مرا نہیں تھا۔ آپ فرمانے لگے اصل میں کام تلوار کا ہے۔

وَاللّٰهِ لَوْ قَدَرْتُ عَلَى السَّيْفِ لَضَرَبْتُكَ بِهٖ

(الصارم المسلول ص ۱۲۴)

آپ نے فرمایا کہ اس قسط میں یہی کافی ہے۔ اب جس وقت تلوار ملے گی تیرا سر بھی اتاروں گا۔

یہ صحابہ کرام کا عشق اور دین میں پختگی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے گستاخ کی سائیڈ لینے والا بھی اُن سے بچ نہ سکا۔ انہوں نے وہاں پر اپنی محبتوں کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا کہ امت جانے کہ نہ گستاخی کرنی ہے اور نہ گستاخ کا ساتھ دینا ہے اور خود بھی عاشق بننا ہے اور ہمیشہ عاشقوں کا ساتھ دینا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے پہرے داروں کا کیا انداز تھا۔

Marfat.com

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواں عشق

رسول اکرم ﷺ میدان بدر میں تھے۔آپ کے ایک صحابی حضرت عمیر بن عرص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا ہونے کی وجہ سے بدر میں نہ جاسکے انہیں پتہ چل گیا کہ ایک عورت عصما بنت مروان گانے گاتی ہے اس میں رسول پاک ﷺ کی توہین کرتی ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اٹھائی اور کہنے لگے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ نَذْرًا

اے اللہ تیرے لئے میں نے اپنے اوپر یہ نذر لازم کرلی ہے اگر میرے محبوب علیہ السلام کو صحیح سلامت مدینہ شریف میں تُو لے آئے تو میں خوشی کیا کروں گا؟ کہنے لگے میں اس گستاخ عورت کا سر اتاروں گا جس نے ہمارے آقا علیہ السلام کی توھین کی ہے۔یہ آپ نے نذر مان لی۔اس لیے کہ تشویش بھی بڑی تھی کہ باقی سارے جہاد پر ہیں میں نہیں جاسکا۔یہ بھی پتہ نہیں کہ رسول پاک ﷺ کس انداز میں واپس تشریف لاتے ہیں تو یہ نذر مانی کہ میرے رب میرے محبوب علیہ السلام کو صحیح واپس لے آئے تو میں اس نذر کو یوں پورا کروں گا کہ اس گستاخ عورت کا سر اتاروں گا۔

یہ کتنی خوبصورت نذر تھی۔سرور عالم ﷺ جب بدر سے واپس آئے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل گیا کہ محبوب علیہ السلام تشریف لے آئے بندہ نابینا ہو اور رات کا وقت ہو پھر کسی کا گھر ڈھونڈھنا ہو پھر تلاش کر کے کسی کو مارنا ہو ساری باتیں کتنی مشکل ہیں۔

نصف رات کا وقت تھا۔حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے چلتے اس خاتون کے گھر تک پہنچ گئے۔

Marfat.com

حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْهَا فِیْ بَیْتِهَا

حتی کہ آپ اس عورت کے گھر میں چلے گئے اندر جانے کے بعد آپ نے کیا کیا؟

فَحَسَّهَا بِیَدِهٖ

اُس عورت کو ہاتھ لگا کے محسوس بھی کیا کہ کہاں لیٹی ہوئی ہے۔

فَوَجَدَ الصَّبِیَّ تُرْضِعُهٗ

اُس وقت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اسکے دوسرے بچے سوئے ہوئے تھے رات کا وقت ہے۔

عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ ہمدردی اور نرمی سارے تقاضے ہو سکتے ہیں مگر جو اس کا جرم ہے اس نے ایسی آگ لگا رکھی ہے۔ کہ ایک نابینا معذور بندہ اسکا سر اتارنے نکلا ہے۔ یہ ساری مہربانی کی چیزیں دل سے واش ہو چکی ہیں۔ کہ نہ یہ لحاظ ہوگا کہ عورت ہے نہ یہ لحاظ ہوگا کہ بچوں کی ماں اور نہ یہ لحاظ ہوگا کہ شیر خوار بچے کی ماں ہے اور دودھ پلا رہی ہے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچے کو ایک طرف کیا پھر آپ نے یہ کیا کہ

وَضَعَ سَیْفَهٗ عَلٰی صَدْرِهَا

آپ نے تلوار اوپر سے ماری نہیں بلکہ تلوار سینے پر رکھ کے اوپر سے دبائی۔

حَتّٰی اَنْفَذَهٗ مِنْ ظَهْرِهَا

حتی کہ تلوار پیٹھ کے پیچھے سے نکال دی۔

رات کے اندھیرے میں حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روشنی کا یہ کام کیا۔ اس گستاخ کے بارے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ بھی نہیں لیا پہلے دونوں واقعات میں

Marfat.com

سرکار علیہ السلام کا حکم تھا کہ یہ کرو لیکن ادھر معاملہ اس سے جدا ہے رسول اکرم ﷺ بدر میں تھے ادھر یہ نذر مانے ہوئے تھے کہ میں نے اسکا سر اتارنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا ہی نہیں ہے کہ کس کو مارنا ہے بڑا سخت معاملہ ہے۔ پوچھنا چاہیے تھا کہ اس نے گستاخی کی ہے لہٰذا اسکا سر اتارنے کی اجازت ہے یا نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ بھی نہیں پوچھا اس کے بدن کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

نگاہِ مصطفےٰ ﷺ تیری کیا بات ہے

پھر بڑے حوصلے سے باہر نکلے اس نابینے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوصلہ کروڑ بیناؤں سے افضل ہے۔ چلتے چلتے نماز فجر کے وقت مسجد نبوی شریف میں پہنچ گئے

لَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نَظَرَ اِلٰی عُمَيْرٍ

رسول اکرم ﷺ نے جب سلام پھیرا تو عمیر نظر آئے۔

"قربان جائیں غیب دان محبوب علیہ السلام پہ، رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کا سلام پھیرتے ہی ارشاد فرمایا

اَقَتَلْتَ بِنْتَ مَرْوَانَ؟

عمیر! عصمٰی بنت مروان کو قتل کر آئے ہو؟

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

نَعَمْ بِاَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

میرا باپ تجھ پہ قربان ہو جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا میں کام تمام کر آیا ہوں۔

سید عالم ﷺ نے جب پوچھا اور انہوں نے بتایا تو انھیں کچھ سہارا ملا راوی کہتے ہیں

Marfat.com

خشیٔ عمیرؓ

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ڈر تھا کہ مجھ پر یہ الزام نہ آجائے کہ

اَفْتَاتَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بِقَتْلِهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہوتے ہوئے تو اپنا فتویٰ چلاتا ہے۔

پہلے تمہیں سرکار علیہ السلام سے پوچھنا چاہیے تھا پھر اُسے قتل کرنا چاہیے تھا۔ انھیں یہ ڈر تھا کہ کوئی مجھے یہ نہ کہے تو سرکار علیہ السلام کے ہوتے ہوئے اپنے فتوے چلا رہا ہے۔

جس وقت سرکارِ مدینہ ﷺ کی یہ بات سنی تو حوصلہ ہوا کہ سرکار علیہ السلام اسکو قبول فرما رہے ہیں اب کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ

هل عليّ في ذالك شيئٌ؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ عصمٰی بنت مروان کو قتل کرنے کی وجہ سے میں نے کوئی جرم کیا ہو؟ مجھ پر کچھ لازم آتا ہو کہ یہ کفارہ ہے تو نے یہ کیا۔ اے میرے محبوب علیہ السلام کچھ مجھ پہ لازم آتا ہے؟ کچھ میں نے حرج کیا یا کچھ میں نے غلطی کی؟

تو ہمارے آقا علیہ السلام نے یہ جملہ بولا:

لَا يَنْتَطِحُ فِيْهَا عَنْزَانِ

اسکا مفہوم یہ کہ اسمیں دو بھیڑیں نہیں لڑیں۔

یہ وہاں بولا جاتا ہے جہاں کوئی حرج نہ ہو۔

﴿ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کرنے والا اللہ و رسول ﷺ کا مددگار ﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ نہیں ہوا بالکل تم نے ٹھیک کیا۔ رسول

Marfat.com

اکرم ﷺ نے جس وقت یہ لفظ بولے تو حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کہتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام نے یوں نگاہ دوڑائی کہ دائیں سے بائیں طرف دیکھا۔ فجر کی جماعت تھی اسکے بعد کا درس تھا جو ہم بھی فجر کی نماز کے بعد دے رہے ہیں اور پھر مناسبت بھی ہے کہ جس رات کو حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدلا لیا تھا وہ (25) پچیس رمضان المبارک کی رات تھی۔ یہ ان کا عہد محبت تھا۔

فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اِلٰی مَنْ حَوْلَہٗ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے صدیق وعمر، سعد و سعید تمام صحابہ کرام کو دیکھ کر فرمایا:

اِذَا اَحْبَبْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلٰی رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ بِالْغَیْبِ فَانْظُرُوْا اِلٰی عُمَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ

جس بندے کو یہ شوق ہو کہ میں ایسے بندے کی زیارت کروں جس نے غائبانہ رب کی مدد کی اور رب کے رسول علیہ السلام کی بھی مدد کی ہے اس بندے کو میرے عمیر کی زیارت کرنی چاہیے۔

(الصارم المسلول ص ۹۵ مکتبہ نشر السنۃ ملتان)

سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں ان کا عمل پسند بھی ہو گیا اور شان بھی مل گئی۔

اس سلسلہ میں درجنوں شواھد ہیں کہ ناموس رسالت ﷺ کا معاملہ ہو اور کوئی گستاخی کر جائے تو رسول اکرم ﷺ سے پوچھنا صحابہ کرام ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب ایک یہودی اور منافق فیصلہ لیکر آئے تھے تو یہودی نے کہہ دیا کہ تمہارے نبی علیہ السلام اسکا فیصلہ میرے حق میں کر چکے

Marfat.com

ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے گئے تلوار نکالی اور اس گستاخ کا سر اتار دیا۔

اتنی بات پر اُس کا سر اتار دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے بعد عمر کے پاس فیصلے کیلئے کیوں آئے؟ انہوں نے سرکار علیہ السلام کا فیصلہ معمولی سمجھا۔ ان سے دوسری بات نہیں کی کہ اس سے کچھ پوچھے اور نہ ہی نبی علیہ السلام سے جا کر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی آپ سے فیصلہ کروا کے پھر کسی اور سے فیصلہ کروائے اسے کچھ کہنا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیے یہ تو پوچھ کے کرنا چاہیے تھا لیکن یہ ساری چیزیں پوچھے بغیر ایک کلمہ گو کو مار دینا اگرچہ وہ منافق تھا لیکن کلمہ تو پڑھتا تھا۔

اس منافق کے ورثاء رسول اکرم ﷺ کے پاس آ گئے اور کہنے لگے عمر سے بدلہ لو اس نے مومن کو قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدلہ کس چیز کا لوں رب کا حکم آ گیا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

(پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵)

اُس وقت تک کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا جب تک نبی ﷺ کی حکومت کو تسلیم نہیں کر لیتا۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومن کو نہیں کافر کو مارا ہے۔

بظاہر موقع ایسا تھا کہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گرفت کرنی چاہیے تھی کہ تم اپنے آپ ہی فیصلے کرتے پھرتے ہو۔ مجھ سے پوچھا تو کرو، کیا کرنا ہے، کسی کو مارنا کوئی معمولی سا کام ہے۔

Marfat.com

آپ پر گرفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی فہرست آ گئی کہ قیامت تک کیلئے یہ فیصلہ ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی جائے تو پھر کسی مفتی کی حیثیت کیا ہے؟

کسی قاضی اور جج کی حیثیت کیا ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈر تھا کہ کہیں مجھ پر گرفت نہ ہو جائے۔ تو محبوب علیہ السلام نے جملہ بولا کہ اس نے اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام کی غائبانہ مدد کر دی ہے۔

نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بِالْغَيْبِ

اس نے غائبانہ اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام کی مدد کی ہے۔

ایک یہ ہے میں خود کہوں کہ جاؤ فلاں کو مارو۔ اسکا عشق اتنا ایڈوانس ہے۔ میرے حکم کے بغیر غائبانہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور نذر مان لی ہے اور انہوں نے جا کر ایک گستاخ عورت کا سر اتار دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے سب کے سامنے اعلان کیا کہ جس کو یہ شوق ہو وہ ایسے بندے کی زیارت کرے جو اتنا مخلص ہے کہ غائبانہ بھی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول علیہ السلام کی مدد کرنے والا ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گستاخ عورت کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے لفظ یہ بولے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی اور اس نے اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کی مدد کی۔ عمومی طور پر جب یہ آتا ہے کہ فلاں نے نبی علیہ السلام کی مدد کی تو کچھ دل سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ تم تو کہتے ہو کہ وہ ہماری مدد کرتے ہیں وہ تو خود کسی کی مدد کے محتاج ہیں (معاذ اللہ)

اگر پہلا لفظ دیکھ لیا جائے تو سارے شک نکل جائیں گے اُس نے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

بھی مدد کی تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ تو سب کی مدد کرنے والا ہے تو مطلب کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد جسطرح کہ (نَصرَ اللّٰہَ) کہنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا انکار نہیں ہوتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا سے جو رسول اللہ ﷺ کی پاور چلے اسکا بھی انکار نہیں ہوتا، بلکہ شان کا اظہار ہوتا ہے۔

جسطرح قرآن مجید میں ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرضہ دے؟

اسکا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو کوئی کمی آگئی ہے دنیا کو کھلا کھلا کے اب قرض لے کے کھلانا چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی شان بڑھانا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے۔

ادھر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کی مدد کرے۔ تو یہ لفظ اس امتی کی شان بڑھانے کیلئے استعمال کیے گئے کہ محبوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو کے اپنے غلاموں کے اس عشق کو قبول فرمانے والے ہیں۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ نے یہ الفاظ بولے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے، آخر رشک تو آجاتا ہے

جسطرح علامہ اقبال نے کہا غازی علم الدین شہید کے بارے میں کہا تھا

"ترکھان دا پتر بازی لے گیا"

Marfat.com

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اطاعت خداوندی میں گم

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے

اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الْاَعْمٰی الَّذِیْ تَسَرّٰی فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ

دیکھو اس نابینے کو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیسے آگے گذر گیا۔

اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الْاَعْمٰی

اس نابینے کو دیکھو۔

تَسَرّٰی فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ

اطاعت خداوندی میں کیسے آگے نکل گیا!

اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ڈبو دیا ہے۔

قربان جاؤں محبوب علیہ السلام کو عاشق کتنا اچھا لگتا ہے۔ سرکار علیہ السلام کہنے لگے عمر سنو!

لَا تَقُلِ الْاَعْمٰی

ایسے بندے کو نابینا تو نہیں کہتے

جو رات کے وقت گستاخ عورت کو ڈھونڈھ کے مارے وہ نابینا نہیں ہوتا۔

لَا تَقُلِ الْاَعْمٰی لٰكِنَّهٗ الْبَصِیْرُ

(الاصابۃ ج ۴ ص ۹۰) (الصارم المسلول ص ۱۳۰)

اے عمر اسے نابینا نہ کہو اس سے بڑی آنکھیں کس کی ہو سکتی ہیں۔

اسکو اعمٰی نہ کہو اسکا عشق دیکھو اسکی آنکھ نہیں تو نہ سہی لیکن میرا عشق تو ہے۔ سرکار علیہ السلام نے اعمٰی کہنے سے روک دیا اور آپ نے اپنے صحابہ کرام کو یہ انداز دیا۔

Marfat.com

ہر ایک کی محبت کا منفرد انداز ہے اور منفرد طریقہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

أُتِيَ عُمَرُ بِرَجُلٍ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ فَقَتَلَهُ،

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ اس نے نبی علیہ السلام کو گالی دی ہے۔ آپ نے اسکو قتل کر دیا اور پھر آپ نے اپنے عہد حکومت میں اپنا آرڈیننس جاری کیا فرمانے لگے:

مَنْ سَبَّ اللّٰهَ اَوْ سَبَّ اَحَداً مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْهُ،

(الصارم المسلول ص ۲۲۷، ۲۲۶)

جو بندہ رب کو گالی دے یا کسی نبی کو گالی دے تو عمر کا فتویٰ یہ ہے کہ اسکو قتل کر دو اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ زمین پہ زندہ رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان جملوں سے یہ اعلان بھی ہے کہ آج کا یہودی اور عیسائی ہمارے آقا علیہ السلام کو بھونکتا ہے لیکن کیا ادھر سے یہ ہو سکتا ہے؟ کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف زباں کھولے کوئی مسلمان ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف زبان کھولے یہ نہیں ہو سکتا۔

یہ ہمارا اجماعی اتفاقی فیصلہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف زبان کھولے گا تو اسکا سر اتارا جائے گا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کوئی زبان کھولے گا تو اسکے اسلام کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اسکا سر اتارا جائے گا۔

تو ہم انٹرنیشنل فورم پر عیسائیوں اور یہودیوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ تم نے یہ اتنا کا

Marfat.com

مسئلہ بنالیا۔ گستاخیاں کرتے ہواور پھر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ انکے نبی ہیں۔

ہمارے نبی ﷺ تو وہ نبی ہیں جنہوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شان ماننا ہم پہ لازم کردیا ہے جنکو تم اپنا نبی سمجھتے ہو وہ بھی ہمارے ہیں یہ ہے اسلام کی خوبی اور یہ ہے اسلام کا وقار، ایسا نہیں ہے کہ وہ ہمارے نبی علیہ السلام کی گستاخی کریں اور مسلمان کہے کہ ہم بدلا لینے کیلیے ان کے نبیوں کو ایسا کہتے ہیں۔ ایسا کرنا حرام ہوگا ناجائز ہوگا کفر ہوگا اور پھر ایسا کوئی کرتا ہی نہیں۔ اسکی کوئی مثال نہیں ملتی تو آج بھی اسلام کی انٹرنیشنل فورم پر برتری ہے۔ کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ ادب سکھایا ہے کہ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں مل سکتا۔

دوسری طرف دن رات گماشتے باہر ہوں یا ہمارے ملک میں چھپے ہوئے ہوں ایسی شرارتیں کررہے ہیں۔ انھیں اس پس منظر کو دیکھ کر توبہ کرنی چاہیے کہ اسلام کتنا خوبصورت مذہب ہے جس نے ہر ہر نبی کا ادب اپنے ماننے والوں پر لازم کررکھا ہے۔

ذمیوں کے حقوق

ذمی کے بارے میں جو حقوق ہیں وہ بہت زیادہ ہیں مگر ذمی جب تک ذمی ہو اگر اس نے تھوڑی سی بھی گڑبڑ کی اسکو معاف نہیں کیا جائے گا ورنہ تو ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے معاہد کو مارا

اَنَا حَجِیْجُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

قیامت کے دن ذمی کا وکیل میں بنوں گا۔

جس نے میرے غلاموں کے دیس میں ایک یہودی ایک عیسائی کو جو امن معاہدہ کرکے ذمی بن چکا تھا اسکو ماردیا، اسکا مال چھینا تو رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں

Marfat.com

قیامت کے دن میں اپنے غلام کی سائیڈ نہیں لوں گا بلکہ میں ذمی کی طرف سے آؤں گا کہ اس پر ظلم کیوں کیا گیا۔

آپ ﷺ اتنے ذمی کو حقوق دیئے لیکن ذمی ذمی تو ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر تنقید سب سے بڑا جرم

اسکی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے

سب سے بڑا جرم جو ذمی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پہ تنقید کرے یا اسلام پر تنقید کرے۔ اس کی وجہ سے اس نے عہد خود توڑا اب وہ ذمی نہیں رہا بلکہ محارب ہو گیا اس نے اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ذمی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کی ہے وہ راھب اور پادری تھا آپ فرمانے لگے میں اگر سنتا تو اسکو قتل کر دیتا۔

اِنَّا لَمْ نُؤْتِهِمُ الذِّمَّةَ عَلٰى اَنْ يَّسُبُّوْا نَبِيَّنَا

ہم نے ان لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کی توہین کیلئے ذمی نہیں بنایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو جو ذمہ دیا وہ یہ ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ تو کیا انہیں ہم نے سرکار ﷺ کو گالیاں نکلوانے کیلئے ان ذمیوں کو پالا ہے؟ اور سرکار علیہ السلام کو گالیاں دینے کیلئے سنبھالے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اس ذمی کا سر اترواؤں گا جو محبوب علیہ السلام کے خلاف بولے گا۔ اس لئے کہ اس نے خود ذمہ توڑا یہ ذمہ نہیں کہ تم ہمارے ملک میں رہو اور اسلام پر تنقید کرتے رہو اور رسول پاک ﷺ کی گستاخیاں کرتے رہو۔ ہم نے یہ ذمہ نہیں اٹھایا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ انسان کے بچے بن کے رہو گے تو پھر تمہارے حقوق کا تحفظ ہوگا۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کی گستاخانہ شرارتیں

اسواسطے آج کے شرارتی وہ یہودی ہوں یا عیسائی ہوں انھیں ذمی کے احکام کے تقاضے پورے کرنا لازم ہیں اور انکی طرف سے جو شرارتیں ہو رہی ہیں لاہور میں تین چار مقام پر مجمع عام میں گانے بجاتے ہوئے رسول اکرم ﷺ پر تنقیدیں کی گئی ہیں چونگی امرسدھو کے علاقے میں اور انکے علاوہ دیگر علاقوں میں ایسا ہوا اور پھر انکو ہمارے ارباب اقتدار ذمی کہہ کے آزد دیتے ہیں وہ رحمت مسیح جیسے چوڑھے جس وقت محبوب علیہ السلام کی شان میں بھونکتے ہیں تو راتوں رات جرمن کے ویزے دیکر پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ کوئی ذمہ نہیں یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں۔ یہ اسلام کے ذمے کا فلسفہ نہیں۔ جس نے ذمہ خود توڑا اس کا فیصلہ عاشقوں کی تلواریں کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واضح کیا اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جملہ عرض کرتا ہوں۔

ذمیوں کی طرف سے مداخلت فی الدین کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام گئے ایک نبطی آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملکر معاہدہ کیا کہ اب قبضہ تمہارا ہے ملک تمہارا ہے ہم نے رہنا ہے۔ ہمارے کچھ حقوق ہیں ہمارے حقوق کی حفاظت ہونی چاہیے۔

معاہدہ طے ہو گیا جب مجمع میں وہ معاہدہ پڑھا جانے لگا۔

تو اب دیکھنا کس چیز کو مداخلت فی الدین سمجھا جائے گا ہم کہتے ہیں ذمی ذمی رہیں ہمارے دین کو نہ چھیڑیں۔ ہمارے دین میں مداخلت نہ کریں۔ ہمارے دین پر تنقید نہ کریں۔ یہ کس وقت مداخلت اور تنقید ہوتی ہے آج تو صورتحال یہ ہے پورے

Marfat.com

والا میں ایک سکول میں پادری کے استقبال کیلئے سارے مسلمان بچوں کو پادریوں والے کپڑے پہنائے گئے۔اس حد تک ان کی شرارتیں بڑھ چکی ہیں۔

شام میں جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجمع میں عہد نامہ پڑھنے لگے، خطبہ پڑھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِیْنُهٗ

ساری تعریفیں اللہ کی ہیں میں اسکی حمد کرتا ہوں اور میں اس سے مدد چاہتا ہوں۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ

جس کو اللہ تعالیٰ ھدایت دے اسکو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ

اور جسے رب گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع عام میں جب یہ پڑھا تو ایک نبطی نے جو آپ کے ساتھ ہی کھڑا تھا اس نے لقمہ دیا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِلُّ اَحَداً

اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں گمراہ کرتا۔

تم یہ خطبہ غلط پڑھ رہے ہو۔ خطبہ میں تھا کہ جسے رب گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت نہیں دیتا۔رب کی طرف گمراہ کرنے کی نسبت قرآن مجید میں ہے:

یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْراً وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْراً (آیت ۲۶ سورۃ البقرۃ)

اس قرآن سے کئی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اور کئی لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جسے رب گمراہ کر دے اسے کوئی

Marfat.com

ہدایت نہیں دے سکتا۔ تو وہ ذمی بولا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ بظاہر تو وہ توحید بیان کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت نہ کرو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ دور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا

مَاتَقُوْلُ؟

کیا کہہ رہے ہو مجھے کچھ سبق پڑھانا چاہتے ہو؟

قَالَ لَاشَیْءَ

اس نے کہا کچھ نہیں کہہ رہا خاموش ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پڑھا اس سے پھر کہا آپ نے فرمایا سننے والو یہ بتاؤ کہ یہ کہتا کیا ہے؟

اَخْبِرُوْنِیْ مَایَقُوْلُ

مجھے بتاؤ یہ کیا کہتا ہے؟ میں پوچھتا ہوں یہ بولتا نہیں میں پڑھتا ہوں لیکن پھر یہ بولتا ہے، یہ کیا کہتا ہے؟

قَالُوْا یَزْعُمُ اَنَّہٗ لَا یُضِلُّ اَحَدًا

لوگوں نے کہا کہ یہ کہتا ہے اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، تو یہ نہ کہو جسے رب گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس سے لازم آتا ہے رب ہی بندوں کو گمراہ کرتا ہے جبکہ رب کسی کو گمراہ نہیں کرتا، اسواسطے یہ جملہ خطبہ میں سے کاٹ دو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی بات سن کے عہد نامہ پڑھنا بند کر دیا فرمانے لگے:

اِنَّا لَمْ نُؤْتِكَ الَّذِیْ اَعْطَیْنَاكَ لِتَدْخُلَ عَلَیْنَا فِیْ دِیْنِنَا

Marfat.com

یہ ہمارا دین ہے، ہم نے تجھے جو ذمہ دیا اس لئے نہیں دیا کہ تم ہمارے دین میں مداخلت کرو، تمہیں رب کی شانوں کا پتہ نہیں ہے ہم قرآن سے بول رہے ہیں اور کوئی پاور نہیں ہے ہدایت جس پاور کی طرف سے آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور اگر کوئی کفر کرتا ہے تو کوئی اور خدا نہیں جو کافر کو طاقت دے کافر کی اپنی مرضی ہے۔ پکڑا یہ جائے گا مگر جو طاقت کفر میں استعمال ہوئی وہ طاقت پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ تو اس کی نسبت رب کی طرف اس لحاظ سے ہے۔ وہ جو گمراہ ہے وہ اپنے عمل کی وجہ سے جہنمی بن جائے گا۔ قدرت رب کی ہے طاقت رب نے پیدا کی۔ لیکن اسکو استعمال اس نے اپنی مرضی سے کیا۔ لہٰذا اس لحاظ سے جو نسبت رب کی طرف ہو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی وضاحت کو ضروری نہیں سمجھا۔ دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا۔ اس وقت سمجھانا بھی ضروری نہیں سمجھا کہ ہم یہ کیوں کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عہد نامہ ختم ہے اور ہم تمہیں عہد اس لئے نہیں دے رہے تھے کہ تم ہمارے دین میں مداخلت کرو۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَئِنْ عُدْتَّ لَاَضْرِبَنَّ الَّذِیْ فِیْهِ عَیْنَاكَ

(الصارم المسلول ص ۲۲۷، ۲۲۶)

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اب اگر تو نے یہ جملہ دوبارہ بولا تو تیرا سر بدن کے ساتھ نہیں رہے۔

وہ جو میں نے خود لکھا سیاہی خشک ہو گئی۔ ابھی وہ خشک نہیں ہوئی تھی تو بول پڑا پھر تو اس پر کیا عمل کرے گا اب میں بھی اس پر عمل نہیں کروں گا جو ذمہ تھا وہ ختم

Marfat.com

ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں اس جگہ کو ماروں گا جس میں تیری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ تیرا سر اتاروں گا۔

یہ جملہ بولنے سے عہد ٹوٹ گیا۔ صرف اتنے جملے سے عہد ختم ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کا دین پڑھے ہوئے ہوں انھیں تجھ جیسے پادری کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہمیں مشورے دینے آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیرے ساتھ کوئی عہد نہیں ہے۔ اگر تو نے اب دوبارہ یہ جملہ بولا تو تیرا سر میں اتاروں گا۔

ادھر تو یہ صورتحال ہے کہ اس سے ہزار درجہ وہ بھگوڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں پھر بھی یہ ذمی ہونگے تو کیسے ہونگے؟ اس لیے ذمہ اور اسکے جو تقاضے ہیں ہم خود اس کے علمبردار ہیں مگر ذمیوں کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ وہ کہاں سے بولتے ہیں کیسے بولتے ہیں اور انھیں اپنے آپ کو لگام دیکر رکھنا چاہیے کہ روزانہ کی شرارتیں اور رسول اللہ ﷺ کی شان کے خلاف پروپیگنڈے جو انکے معمول کا حصہ بن چکے ہیں اسکی اجازت غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ہرگز نہیں دے سکتے۔

موجودہ صورتحال بڑی تشویشناک

اس اختصار کے ساتھ موجودہ صورتحال میں جو ہمارے سامنے مسائل پیش ہوئے انکے لحاظ سے سب سے بڑا مسئلہ برطانیہ کی طرف سے رشدی کو سر کا خطاب دینے کا تھا۔ یعنی جس میں قانونی طور پر ایک حکومت نے گستاخوں کو شیلٹر دیا کہ جس نے ہمارا ویزہ لینا ہو، ہمارے پاس ہماری سیکیورٹی میں رہنا ہو، ہمارے کروڑوں ڈالر لینے ہوں وہ مسلمانوں کے نبی علیہ السلام کی توہین کرے (معاذ اللہ) اور ہمارے پاس آجائے

Marfat.com

ہم اسکو سر کا خطاب بھی دیں گے اور سنبھال کے بھی رکھیں گے۔

ملکہ برطانیہ نے یہ انعام دیکر مسلم امہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ آج اگر کوئی یہ موضوع پیش کرتا ہے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جاذبیت پھیلا رہے ہیں ادھر دیکھو انکی وہ بوڑھی ملکہ جسکی ٹانگیں قبر میں ہیں اسکے دل میں نبی علیہ السلام کا بغض کتنا ہے ایک کتے کو سر کا خطاب دینے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

یعنی وہاں پر رسول اللہ ﷺ کا بغض بوڑھوں میں بھی نوجوان ہے ادھر جوانوں میں عشق بوڑھا ہو جائے تو پھر بچنے کی صورت کیا ہے؟ اسواسطے اگر اس بوڑھی جہنمی خاتون ملکہ برطانیہ میں اتنا بغض ہے تو پاکستان کی سو سالہ بوڑھی کے اندر اس سے زیادہ سرکار علیہ السلام کا عشق ہونا چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کے دشمن کو وہ نوازتے ہیں۔ سب سے بڑا سر کا خطاب دینے والے ہیں۔

میں نے اس موقع پر کہا تھا کہ

ایک کتے کو اگر ملکہ کہے عالی جناب
دیکھ لو پھر کتنا سستہ ہو گیا سر کا خطاب

سر کے خطاب کی اُنکے نزدیک بڑی ویلیو ہے تو ہم نے کہا کہ پتہ چل گیا کہ سر کا خطاب "قیمتی" کتنا ہے۔ ہمارے عرف میں جو بھونکنا شروع کرے اسکو ان کے لحاظ سے سر کا خطاب دیا جاتا ہے ہمارے ماحول کا جو کتا ہو اسکو بھی بوٹیاں ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔

کس لئے شیطان رشدی کو لیا ہے گود میں
خود کیا ملکہ برطانیہ نے امن عالم کو خراب

Marfat.com

جس کی اک اک گھونٹ میں ہے نفرتوں کی گندگی
اھل مغرب پی رہے ہیں رات دن ایسی شراب

نہ حیا اپنے نبی کا نہ خیال مصطفیٰ ﷺ
کس قدر مردار ٹھہرے آج یہ اھل کتاب

سر کا دینا سر کا لینا اپنا اپنا ہے عمل
انکا دینا ہے خطا اور اپنا لینا ہے ثواب

بالیقیں وہ پوری امت کا بنے گا تاجِ سر
کاٹ کے سر اس کمینے کا بنے جو کامیاب

آج یہ لہجے کی شدت سنتِ حسان ہے
اس لئے آصف یقیناً پائے گا اجر و ثواب

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
2

آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل اور اسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام ۱۴ ویں سالانہ فہم دین کورس کے پندرھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد''

میری دعا ہے خالق کائنات ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اسکے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو قبور کے لحاظ سے جو رہنمائی فرمائی ہے

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن بریدۃ رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ ج ا ص ۳۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تمہیں میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

آغاز میں تو منع کیا گیا لیکن اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور خود شہداء احد کی قبور پر تشریف لے جاتے رہے۔ آپ کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ

Marfat.com

کرام کا بھی یہ عمل رہا، تابعین، تبع تابعین اور آج تک امت مسلمہ کا یہ عمل موجود ہے۔

ہمارا موضوع صرف آئمہ محدثین کے لحاظ سے ہے اور اس وقت یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ صرف زیارت قبور کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ قبور کا احترام اور انکی تعظیم بھی کرتے تھے۔ وہاں جانے کو اپنے لئے مفید بھی سمجھتے تھے۔

اور مزارات کی حاضری کو اپنے لئے متبرک سمجھتے تھے۔ وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی مشکلات پیش کرتے تھے اور اہل قبور سے سفارش کی استمداد کے نتیجہ میں انکی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔

استمداد کا لغوی معنیٰ ہے مدد کو طلب کرنا ہے۔

﴿زیارت قبور کے لحاظ سے آئمہ محدثین کے معمولات﴾

جو عمل ہم آئمہ محدثین کا پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک طبقہ کے تقاضا کے مطابق ہے کہ کسی فقیہ، صوفی، زاہد و سالک کا جس وقت عمل انکے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ محدث کی ترجیح کو بیان کرتے ہیں اور محدثین کی ولیو اور اہمیت کا احساس دلاتے ہیں کہ محدثین کی سنت پر پابندی (ان لوگوں کے بقول) زیادہ ہے۔

اس لیے آج ہم محدثین میں سے جو آئمہ محدثین ہیں ان کا عمل پیش کریں گے کہ وہ اپنی زندگی میں قبور کی کس قدر حاضری دیتے تھے اور اگر ان سے یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر انھیں انکا عمل ضرور قبول کرنا چاہیے اور پھر ہم جس مسلک پر ہیں وہ صدی یا ڈیڑھ صدی کی پیداوار نہیں ہے۔ امت کی پوری عمر کے اندر ہر دن میں موجود ہے۔ تو پھر دوسرے لوگ حدیث اور محدثین کا نام لیتے ہیں۔ انھیں حدیث کی سند نبی علیہ السلام تک پہنچانے

Marfat.com

کیلئے اور محدث ڈھونڈنے چاہیں کہ جنکا عقیدہ ان لوگوں کے عقیدے کی طرح کا ہو۔

چونکہ جو محدث میدان عمل میں ہیں، خواہ وہ بخاری کے اساتذہ ہوں یا بخاری کے تلامذہ ہوں یا خود امام بخاری ہوں وہ آئمہ محدثین جنکی کتابیں متداول ہیں۔ اس امت میں تدوین حدیث کے لحاظ سے ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب وہ ہمارے عقیدے پر ہیں اپنا عقیدہ ان لوگوں کے نزدیک معاذ اللہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

استمداد اور اہلِ ھواء

کسی قبر کی تعظیم کرنا وہاں جا کر آنسو بہانا، وہاں جا کے استمداد کرنا، زیارت کیلئے جانا ان لوگوں کے نزدیک محض بدعت نہیں بلکہ شرک ہے (معاذ اللہ اور شرک بھی وہ جو ابوجہل کے شرک سے بڑا شرک ہو۔

اس پر باقاعدہ ان لوگوں نے فتوی لگایا کہ جو شخص بھی مزار کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے یعنی صرف جانے سے ان کے بقول شرک ہو جائے گا، استمداد تو بڑی دور کی بات ہے۔ جو اس مقام کی تعظیم کے پیش نظر گھر سے جائے تو اسکا یہ شرک ابوجہل کے شرک سے بڑا شرک ہے۔

یہاں تک لکھ دیا کہ پہلی قوموں میں یغوث اور لات ومنات تھے اس امت میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ و اس طرح کے لوگ ہیں (معاذ اللہ) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو پہلی امتوں کے بتوں کے ساتھ ملا کر ان اولیاء کے معتقدین کو مشرکین کے ساتھ ملایا اور پھر (معاذ اللہ) انتہائی شرک کا الزام دیا۔

Marfat.com

ادارہ صراط مستقیم کا بدعقیدگی کے خلاف جہاد

اس لیے میں پورے وثوق اور ذمہ داری سے یہ موضوع پیش کر رہا ہوں اس ظلم کے جواب میں جو صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ پوری امت پہ کیا گیا، یعنی صحابہ کے مذہب کو اگر شرک کہا جائے تو اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا۔ تابعین کے مذہب کو شرک کہا جائے تو اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا۔ تبع تابعین کا جو مذہب ہے اسکو شرک کہا جائے تو اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا۔

اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ حج کے موقع پر جب کعبہ میں پوری دنیا سے فرزندان توحید پہنچے ہوئے ہوں تو وہاں بھی کچھ لوگوں کی طرف سے یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ

"اکثر بلاد اسلامیہ اس وقت مشرک ہو چکے ہیں" میں نے اپنے کانوں سے وہ تقریر سنی اور پھر وہ تقریر (المدینہ) اخبار میں بھی چھپی۔

لَقَدِ اسْتَحْكَمَتْ هٰذِهِ الرَّزِيَّةُ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْبِلَادِ الِاسْلَامِيَّةِ

اکثر مسلمان ممالک مشرک ہو چکے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ یہ قبروں کی زیارت کیلئے گھروں سے جاتے ہیں۔ تو یہ شرک ہے پھر اسکے بارے میں کہا کہ

مِنْ اَعْظَمِ اَنْوَاعِ الشِّرْكِ

(اخبار "المدینہ" ۱۳ جنوری ۲۰۰۷)

یہ شرک کی بڑی اقسام میں سے ایک بڑی قسم ہے۔

یعنی گھر سے ارادہ کر کے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کی زیارت کیلئے جانا اسکو شرک

Marfat.com

کی بڑی انواع میں سے شمار کیا۔

کیا اس سے زیادہ کسی مہمان کی بے قدری اور توہین ہو سکتی ہے؟ رب کے بندے رب کے گھر میں حج کرنے گئے ہوں اور انکو وہاں سے مشرک ہونے کی گالی دی جارہی ہو اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ اکثر بلاد اسلامیہ میں پہلے نمبر پر انکے نزدیک پاکستان ہے پھر افغانستان، بنگلہ دیش اور انڈیا ہے اور پھر عرب ممالک عراق، شام، مصر وغیرہ جہاں انکی اپنی حکومت نہیں وہاں پر تمام لوگوں پر شرک کا الزام لگایا گیا۔

هم آه بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بد نام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کے ساتھ اتنا ستم اور اتنا ظلم کرنا۔

حالانکہ انکے بارے میں ہے:

عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ

حضرت ایوب حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الْحَاجُّ وَفْدُ اللهِ (مصنف ابن ابی شیبۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاجی تو اللہ تعالیٰ کا ڈیلیگیشن (delegation) یعنی وفد ہیں۔

کیا یہ گھر چھوڑ کے وہاں شرک کا فتویٰ لینے گئے تھے؟ انھیں برملا کعبے میں بیٹھ کر یہ کہا جارہا ہے کہ تم حج کرنے آئے ہو لیکن ہو تم مشرک کیونکہ اکثر بلاد اسلامیہ کے

Marfat.com

لوگ وہاں پر موجود ہیں۔ اکثر اسلامی ممالک کے لوگ مشرک ہیں تو اسی تناسب سے حاجیوں میں ان کی تعداد بھی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھ کر فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں اور اوپر سے کہتے ہیں کہ ہم وحدت اور اتحاد کے داعی ہیں۔

اسنے اس آواز کو ہر افق پر بلند کرنا لازمی ہے کہ یہ دین جو شروع سے چلا آرہا ہے۔ اسکو کسی حکومت کے ریالوں سے مٹایا نہیں جا سکتا اور اس حقیقت کی آواز کو دبایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے شروع سے لیکر آج تک صراط مستقیم کا جو نور ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قیامت تک باقی رہے گا۔

قبر کی حیثیت اور اس کی حقیقت

سب سے پہلے قبر کی حیثیت کو دیکھنا چاہیے کہ قبر ہے کیا؟ عمومی طور پر قبر کو ایک گڑھا سمجھا جاتا ہے بندے کو اس گڑھے میں ڈال دیا گیا وہاں جانے سے فائدہ کیا ہو سکتا ہے اور اس جگہ کا مقام کیا ہو سکتا ہے۔ اگر قبر کو گڑھا سمجھا جائے تو پھر جانے کی ضرورت بھی کوئی نہیں ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ

(الجامع الترمذی ابواب صفة القیامة ج ۲ ص ۷۳ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوتی ہے۔

Marfat.com

اہل ایمان اور پھر کامل مومنین کی قبر گڑھا نہیں ہوتی انکی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے اور جنت کی زیارت کو شرک کون کہے اور جنت سے فائدہ اٹھانے کو شرک کون کہے اور جنت میں جا کے محروم کون رہے۔ جب ہمارے آقا علیہ السلام نے اسکو ریاض الجنۃ کہہ دیا کہ وہ قبر ہے اور حق پرست وہاں دفن ہے۔ جسکا سینہ اللہ تعالیٰ کے نور کا مدینہ بنا رہا ایمان جس میں جلوہ گر رہا۔ اب وہ جس جگہ پر آرام کر رہا ہے اسے عام جگہ جیسا نہ سمجھا جائے۔ اگر وہ مومن ہے اور کامل مومن ہے تو یقیناً اسکی قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

انسان کا خمیر اور قبر کی مٹی

وہ جگہ جہاں کوئی دفن ہے اس جگہ کی ویلیو اسکے مہمان کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا وَقَدْ ذُرَّ عَلَیْہِ مِنْ تُرَابِ حُفْرَتِہٖ

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب ما جاء فی قبر النبی وابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۶۵۳۲)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو جس وقت ماں کے رحم میں اس میں جان ڈالی جاتی ہے اس سے پہلے اسکے خمیر میں اسکی قبر کی مٹی کو شامل کیا جاتا ہے۔

جہاں اس نے فوت ہونا ہوتا ہے وہاں کوئی حاجت ہوتی ہے، اور جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے وہاں کھنچ جاتا ہے۔ تو قبر کی زمین کا تقدس سمجھنا ہے تو پھر اس شخص کا مرتبہ دیکھو جو وہاں پر دفن ہے۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ پر دفن ہیں تو وہ جگہ کیوں مقدس ہے؟ کہ وہ جگہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خمیر میں داخل کی گئی تھی۔ اللہ کا ولی جہاں دفن ہے اللہ تعالیٰ کے صدیق اور اللہ تعالیٰ کے شہید اور اللہ تعالیٰ کے صالحین جس جگہ پر دفن ہیں اس جگہ کی ویلیو کیوں بڑھ گئی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جسکو یہ تقدس ملا اس صوفی، اس سالک، اس قطب، اس غوث اور اس عظیم انسان کے خمیر میں اس مٹی کو شامل کیا گیا تھا لہٰذا یہ مٹی عام نہیں بلکہ یہ مٹی ساری زندگی رب کو سجدہ کرنے والی مٹی ہے۔

﴿مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ﴾

تو یہ اصل وجہ ہے قبر کی جگہ اور عام جگہ میں فرق ہے قبر میں جو لیٹا ہے اس زمین کو ایک نسبت پہلے حاصل تھی اور اس کو عظمت مل گئی ایک وہ نسبت ہے کہ اس میں پہنچنے والا پہنچ جاتا ہے تو اس وقت نسبت مل جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔

جس وقت میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اسکا امتحان ہوتا ہے۔ امتحان میں جب وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے۔

فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ

آسمان سے یہ آواز آتی ہے۔

وہ دوسرا جہان ہے اس جہان کی نہ ہمیں آواز آتی ہے نہ ہم اس بندے کو دیکھ سکتے جو قبر میں ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ یہ غیب دان نبی علیہ السلام کا

Marfat.com

احسان ہے کہ جس نے غیب کی باتیں ہمیں بتائی ہیں۔

آسمان سے آواز آتی ہے۔

أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ

میرے بندے نے سچے جواب دیئے ہیں لھذا اس کے لیے فرش جنت کا بچھا دو

یعنی جس نے مجھے رب کہا اور دین کو اسلام کہا اور میرے محبوب کو نبی علیہ السلام کہا اب اسکو پہلے کی طرح نہیں رہنے دینا جو چند لمحے حساب سے قبل قبر میں گذرے تھے۔ اب وہ ویسے نہیں رہے گا۔

فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ

اس کے لیے فرش جنت کا بچھا دو

قبر تو اس میرے بندے کی ہوگی لیکن اس قبر میں فرش جنت کا ہوگا اس میں بستر جنت کا لگے گا۔ نیچے گدا اور تکیہ جنت کا لگے گا۔

وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ

اور اس کو لباس جنت کا پہنا دو اور اس کے لیے دروازہ جنت کا کھول دو

اور اسکا لباس بھی جنت کا ہوگا۔

وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز ص ۱۴۲ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اس کے لیے دروازہ جنت کا کھول دو

اسکی قبر میں دروازہ جنت کا کھلے گا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان برزخ کے معاملہ کا ہے۔ ہمیں دیکھ کر بھی اتنا یقین نہیں ہو سکتا جتنا سرکار علیہ السلام کے فرمانے پہ

Marfat.com

ہو گیا ہے۔ کہ واقعی ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی قبر ملے گی۔ دروازہ جنت کا لباس جنت کا، نیچے بچھونا جنت کا ہے۔

اسلام میں قبر کا تقدس

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واضح کیا کہ ایک طرف شعلے ہوں اور دوسری طرف قبر ہو تو انگاروں پہ قدم رکھنا ہلکا امر ہے قبر پر قدم رکھنے کے مقابلے میں کیونکہ قبر کا ایک تقدس ہے وہ قبر دنیا میں جنت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے۔ جس جگہ ہوائیں جنت کی ہوں اور وہ جنت کا باغ کہلائے۔ اسکو دیکھنے میں پھر حرج کیا ہے؟ اسکی نیت سے جانے میں پھر اعتراض کیوں ہے؟ وہاں جانے والے کو محروم کہنے کی ضرورت کیا ہے۔ جب رب نے اسکو جنت بنایا اور وہاں جنت کی ہوائیں چلیں۔ قبر کے بارے میں فرمایا کہ قبر میں بستر جنت کا اور قبر میں اسکا لباس جنت کا اور قبر میں ہوائیں جنت کی۔

یہ نظام رب ذوالجلال کا ہے کہ جنت آسمانوں کے اوپر اور قبر زمین کے اندر مگر دروازہ جنت کا قبر میں کھل جاتا ہے۔ جو قبر کی شرعی حیثیت ہے۔ اگر کوئی شخص اسکا مطالعہ کرے مجھے امید ہے کہ وہ کبھی بھی قبر کو بت نہیں کہے گا۔ اور کبھی بھی قبر کی اس حیثیت کا انکار نہیں کرے گا جو قبر میں آنے والے کی وجہ سے قبر کو ملی ہے۔

لیکن قبر پہ جانے والے کو جو آداب اختیار کرنے چاہیں اور جو تقاضا ہے۔ وہ ایک مستقل سبق ہے۔ جہاں کجی ہے اس کجی اور بگاڑ کو صحیح کرنا یہ ہمارا اپنا جہاد ہے۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

Marfat.com

کسی آنے والے طوفان کا ڈر اوا دیکر

نا خدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

قبر کی جو حیثیت ہے جو زیارت قبور کا مقام ہے اور جو استمداد کی حیثیت ہے۔ اس پر یقین رکھنا پڑے گا۔ اسکے بعد اگر کوئی نازیبا حرکت کرتا ہے۔ اگر کوئی اسلام کی حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسکو لگام دینا ہمارا کام ہے نہ یہ کہ حقیقت کا انکار کر دیا جائے اور اُس حقیقت کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ

بخاری و مسلم میں یہ حدیث شریف موجود ہے:

حضرت سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جب یہ روح قبض کرنے کی بات کرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے سے تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت ملک الموت کو جب تھپڑ مارا۔

فَفَقَأَ عَيْنَهُ

اسکی آنکھ نکال دی۔

آپ کا اتنا زبردست تھپڑ تھا۔

فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ قَالَ

حضرت عزرائیل علیہ السلام رب کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ

Marfat.com

میرے رب تو نے مجھے اس بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔

اب پتہ چلتا ہے کہ اوروں کے پاس ملکوت الموت اور طرح جاتے ہیں اور خواص کے پاس اور طرح جاتے ہیں ورنہ کسی کی کیا مجال ہے کہ کچھ کہہ سکے اسکو جا کر دبوچ لیں اور جان نکال لیں تھپڑ کھانے کی ضرورت کیا تھی۔

باقاعدہ عزرائیل علیہ السلام حضرت موسٰی علیہ السلام سے مشورہ کرنے لگے کہ مجھے رب نے بھیجا ہے آپکی جان نکالنی ہے۔ تو انہوں نے آگے سے تھپڑ مار دیا۔

اسکی وجہ سے اللہ تعالٰی کو حضرت موسٰی علیہ السلام پہ غصہ نہیں آیا، کون ہوتا ہے میرے فرشتے کی آنکھ نکالنے والا میں اسکا محاسبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالٰی نے یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا کہ آنکھ میں صحیح کر دیتا ہوں تو پھر اُن کے پاس چلا جا۔

بخاری و مسلم کے جو ظاہری لفظ ہیں ان سے پتہ چلا کہ لوگوں نے نکمی سوچوں سے یہ سوال بنا رکھے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نور ہوتے تو پھر زخمی کیوں ہوتے۔ نور کا تو خون نہیں بہتا۔ جبکہ فرشتے تو نور ہیں لیکن یہاں پر اسکی آنکھ نکل گئی۔ اس سے پتہ چلا کہ یوں زخمی ہو جانا نور ہونے کے منافی نہیں ہے، ایسا ہو سکتا ہے۔

جس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے حکم دیا کہ جاؤ میرے کلیم کے پاس ہم انھیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تمہاری آنکھ ٹھیک کرتے ہیں۔

قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ

تم دوبارہ واپس چلے جاؤ اور انھیں جا کر کہو۔

اب اُن سے پہلے کی طرح بات نہ کرنا۔ بلکہ تم انھیں یہ کہو۔

Marfat.com

يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ

وہ بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھیں تو جتنے بال انکے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھادی جائے گی۔

اس سے بہت زیادہ عمر بڑھ سکتی تھی۔ حضرت ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہیں انعام دے دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مارا تھپڑ تھا لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اور کوئی بندہ ملک الموت کے سامنے اونچی آواز تو کرے۔ آپ نے جب تھپڑ مارا تو ملک الموت نے یہ نہیں کہا کہ آنکھ تو نکل گئی ہے لیکن اب میں جان نکال کے جاؤں گا۔ انھیں پتہ ہے کہ آخر رب کے کلیم ہیں۔ رب نے جو کہنا ہے وہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی مواخذہ نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ میرے فرشتے تم اُن سے کہو بیل کی جلد پہ ہاتھ رکھیں جتنے بال انکے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال عمر بڑھادی جائے گی۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ پیشکش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ سال گذر جائیں گے۔

أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَهْ

اے میرے رب پھر کیا ہوگا۔ اتنے سال جب مزید گذر گئے تو پھر کیا ہوگا۔

قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ

فرمایا کلیم پھر موت ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔

قَالَ فَالْآنَ

Marfat.com

پھر مجھے ان سالوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی میری جان نکالو۔

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجازت دے دی کہ میری جان نکال لی جائے۔ (ایسے انبیاء کرام کا اپنا سٹیٹس ہے فرشتے اجازت مانگتے ہیں پوچھتے ہیں۔ اجازت ملتی ہے تو پھر وہ روح نکالتے ہیں۔ عام لوگوں کی طرح آکر دبوچ نہیں لیتے)

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا انبیاء کرام کا قرب﴾

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا۔

فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ

اے میرے رب میں مرنے کو تیار ہوں میری روح نکل جائے۔ لیکن میری ایک حاجت ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس جگہ پہ موت نہ آئے۔

أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ

مجھے بیت المقدس کے قریب کیا جائے۔

رَمْيَةً بِحَجَرٍ

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب مِنْ فَضَائِلِ مُوسَىٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ج۲ ص۲۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بیت المقدس کے اتنا قریب ہو جاؤں کہ درمیان میں صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو خود نبی ہیں۔ وہ بھی قبر وہ ڈھونڈنا چاہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات موجود ہیں۔

﴿حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم تابعی﴾

ان کا زمانہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے کے بالکل قریب ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی پڑھا حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پڑھا۔

پھر محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی وہ استاد ہیں جنکے شاگرد حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالی محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی وہ استاد ہیں جنکے شاگرد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی، محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی وہ استاد ہیں جنکے شاگرد حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی جیسے ہوں اتنے عظیم فقہا اور محدثین جنکے شاگرد ہوں وہ خود کتنا بڑا امام ہوگا۔

حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی کی ولادت

حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالی کی ولادت ۳۱ ھ کو ہوئی۔ یعنی ان کا زمانہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ کے قریب ہے۔ انہوں نے متعدد صحابہ کرام سے ملاقات کی اور ان سے شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر آگے پڑھاتے رہے۔

محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ کیا تھا؟ یہ خود جڑ ہیں اور اصل ہیں اس سے پھر ہزاروں اور لاکھوں شاخیں نکلیں یعنی جب امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے استاد ہوں وہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کہ امام بخاری کے اکثر استاد حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

ان سے اوپر ایک مکمل نیٹ ورک ہے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا اور حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی کا، اور پھر یہ نیٹ ورک جہاں سے چلا ہے وہ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں پھر صحاح ستہ والے تمام محدثین انکے شاگرد ہیں۔

Marfat.com

اگر سارا حوض گدلا ہو گیا تو پھر پیچھے بچ کون سکے گا اور پھر آگے وہ پانی پی کون سکے گا۔ حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عقیدہ جسکو آج کوئی شرک کا الزام دے اسکو اپنی سوچ کا آپریشن کرانا چاہیے۔ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ اگر شرکیہ ہے تو پھر وہ ساری حدیثیں جو انکے ذریعے سے پہنچی ہیں غیر معتبر ہو جائیں گی۔

﴿حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا خوبصورت عقیدہ﴾

انکے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھا کہ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر در رسول ﷺ پہ بیٹھے رہتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب وہ تمہارے پاس آجائیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جآءُوْكَ ہے گواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول پاک ﷺ انکے لئے سفارش کر دیں۔

لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

تو وہ اللہ کو تواب و رحیم پالیں گے۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی ظاہری حیات کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ امت نے اسکو ہر زمانے کیلئے عام سمجھا۔ جو وہاں جا سکتا ہے وہ وہاں ضرور جائے جو نہیں جا سکتا سرکار ﷺ کیلئے تو کوئی دوری نہیں ہے۔

Marfat.com

اس لیے کہ بخاری شریف میں ہے کہ

رسول پاک ﷺ اپنا ہاتھ لمبا کریں تو جنت میں ہاتھ پہنچ جائے اور وہاں ہاتھ سے گچھا بھی پکڑ لیں تو پھر اس ہاتھ کو پاکستان آنے میں دیر کیا لگے گی۔

رسول اکرم ﷺ کے روضہ پاک کے قریب حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے۔

وَكَانَ يَأْتِيْ مَوْضِعًا مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَمَرَّغُ فِيْهِ

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی شریف کی ایک جگہ پہ آ کے لیٹتے تھے اور لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔

وَيَضْطَجِعُ

اور وہاں لیٹ جاتے تھے۔

فَقِيْلَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ

تو ان سے کہا گیا کہ اسکا سبب کیا ہے؟

فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ

تو وہ کہنے لگے کہ اگرچہ میں پیدا بعد میں ہوا ہوں مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ دیکھا ہے۔

تو ان کا عقیدہ کیا تھا؟ اسماعیل بن یعقوب کہتے ہیں۔

كَانَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ يَجْلِسُ مَعَ اَصْحَابِهٖ

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ارد گرد مجمع لگا ہوتا تھا۔

Marfat.com

فَكَانَ يُصِيبُهُ صُمَاتٌ

انھیں ایسا مرض تھا یا کوئی وجہ کی کیفیت تھی کہ زباں چپ کر جاتی تھی۔

خاموشی چھا جاتی تھی۔ ان کیلئے بولنا مشکل ہو جاتا تھا۔

فَكَانَ يَقُومُ كَمَا هُوَ

تو حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنا رخسار رسول اللہ ﷺ کی قبر پر رکھ دیتے تھے۔

وہ کتنا اچھا زمانہ تھا۔ وہاں کوئی ایسا دھتورا نہیں کھڑا تھا جو محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کو مارتا کہ سجدہ کر رہے ہو۔ اس وقت قبر مبارک ابھی ننگی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کے آرام کی وہ جگہ جو عرش سے بھی افضل ہے اس مقام پر بیٹھے ہوئے جب یہ حالت پیش آتی تو پھر وہ اٹھتے اور اپنا رخسار نبی اکرم ﷺ کی قبر انور پہ رکھ دیتے اور پھر یہ ایک بار نہیں ہوا بلکہ بار بار ایسا ہوا۔ اس لیے کہ اس میں کان ماضی استمراری ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بار بار ایسا عمل کرتے تھے۔

يَضَعُ خَدَّهُ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ اپنا رخسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پہ رکھتے

ثُمَّ يَرْجِعُ

پھر واپس لوٹ آتے۔

اب تو وہاں پر روضہ رسول ﷺ کے پاس اگر کوئی ہاتھ باندھے تو اس کیلئے قید خانہ ہے ہاتھ کھلائے جا رہے ہیں۔ جو نہیں کھولے گا اسکو اٹھا کے لے جائیں گے۔

Marfat.com

ہاتھ باندھنے کی کیا صورت ہے اور قبر پہ رخسار رکھنے کی کیا صورت ہے۔ یعنی جو سجدے کے قریب ہے خدشہ تھا دیکھنے والا اسے سجدہ نہ سمجھ لے جبکہ آج ہاتھ باندھنے سے ہاتھ کھلائے جاتے ہیں۔

وہی دھتورے جو اپنے بادشاہوں کے قدم چومتے ہیں۔ اپنے اوپر مسلط حکمرانوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ہزار بار تم ان کا ٹی وی پر مشاہدہ کر سکتے ہو انھیں بتوں کی طرح چومتے نظر آتے ہیں۔

لیکن ادھر رسول اللہ ﷺ کے روضہ کے پاس: جس نے ہاتھ باندھے ہوں تو وہ شرک شرک کی آواز لگاتے ہیں اور ہاتھ کھلاتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے سے بھی شرک ہو جائے گا۔ ادھر ہاتھ نہ باندھو۔

قبر انور سے استعانت

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ جھک کر جب رخسار قبر رسول ﷺ پہ رکھتے تھے۔ تو کسی نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اب سنو استادوں کے استاذ کا عقیدہ اور سنو ولیوں کے سرتاج کا عقیدہ اور سنو ایک بہت بڑے تابعی کا عقیدہ۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کے یہ لفظ ہیں۔

فَقَالَ إِنْ يُصِيبُنِي خَطَرٌ فَإِذَا وَجَدْتُ ذَٰلِكَ

اگر مجھے خطرہ ہو جب میں یہ محسوس کروں تو

إِسْتَعَنْتُ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم

میں رسول اکرم ﷺ کی قبر سے مدد چاہتا ہوں

Marfat.com

وہی لفظ استعمال کیے جو سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں (اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ)

آپ نے فرمایا کہ

اِسْتَعَنْتُ بِقَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

میں نے رخسار عبادت کرنے کیلئے نہیں رکھا۔ میں نے رخسار رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے مدد چاہنے کیلئے رکھا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ امام ہیں ان کو احتیاط کا پتہ ہے۔

اور پھر یہ رسول پاک ﷺ کے روضہ پاک کی خصوصیت ہے۔

عام قبروں پر جاتے وقت کسی زائر کیلئے یوں جھکنا جائز نہیں ہے۔ اسلیے کہ عوام کو پتہ نہیں کہ حالت سجدہ کس طرح بن جاتی ہے۔ پھر اتہام کا خطرہ ہے۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان ساری چیزوں کا پتہ ہے اور رسول پاک ﷺ کی قبر مبارک چونکہ تنگی ہے۔ سرکار علیہ السلام کی قبر کی مٹی کے ساتھ چہرہ لگانے کا موقع میسر ہے اور وہاں لگایا ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ

اِسْتَعَنْتُ بِقَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

(سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ١٥٩)

میں نے نبی علیہ السلام کی قبر سے مدد چاہی ہے۔

کیا انھیں یاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (سورۃ الفاتحہ آیت ٤)

ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں

کیا محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھتے تھے ؟ کیا محمد بن منکدر

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالی کو یہ آیت نہیں آتی تھی ؟ انھیں یہ سورۃ آتی تھی اور یقیناً آتی تھی لیکن پھر بھی وہ مشکل آنے پہ رسول اللہ ﷺ کی قبر سے استعانت کرتے تھے اور پھر ایسے شخص کو جب امام مالک رحمہ اللہ تعالی اپنا استاد بنا رہے ہیں تو انھیں یہ خیال نہ آیا کہ میں کہیں معاذ اللہ مشرک سے تو نہیں پڑھ رہا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کو خیال نہ آیا وہ آپکے سینکڑوں شاگرد جنکے آگے پھر ہزاروں شاگرد ہیں۔ انہوں نے اس امام سے پڑھا اور اس امام کا عقیدہ اتنا واضح عقیدہ ہے اور اللہ تعالی کا فضل ہے ہمیں اپنے عقیدے کی تاریخ بیان کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ یہ رستہ سیدھا مدینہ شریف جانے والا ہے۔

آئمہ محدثین کا عمل بعد والوں کے لئے حجت

رسول اکرم ﷺ کی امت میں سے محدثین کے عمل کا دوسرے لوگ تقاضا کر رہے تھے۔ اسواسطے محدثین کا عمل تمہارے سامنے پیش کرنے لگا ہوں اور پھر وہ محدثین جن کی سندوں پر پوری حدیثوں کا مدار ہے۔ یہ نہیں کہ دسویں صدی کا کوئی محدث، نویں صدی یا چھٹی صدی کا کوئی محدث،

سب سے پہلے ان استادوں کا عقیدہ بیان کرنے لگا ہوں جہاں سارے شاگرد جا کر اکٹھے ہوتے ہیں اور جنکے شاگرد ہر ہر مسند پر پہنچے اور جنکی روایت کردہ حدیثیں بخاری میں ہیں انکی روایتیں اُن کا احترام کرتے ہوئے قبول کی جاتی ہیں۔ چونکہ فلاں نے یہ حدیث روایت کی ہے لہٰذا یہ حدیث سچی ہے۔ یعنی علم حدیث کی جو بنیاد ہے اور جہاں جا کر سارے کنکشن جڑتے ہیں ہم ان لوگوں کا عقیدہ بیان کریں گے۔

Marfat.com

تو جنہیں ان کا عقیدہ پسند ہے وہی انکی روایت کردہ حدیث مان سکتا ہے ورنہ بدعتی کی حدیث معتبر نہیں ہوتی۔ اور جو شخص مشرک ہو اگر وہ حدیث پڑھائے تو اسکے بارے میں سارے اصول حدیث میں لکھا ہے کہ اسکی حدیث معتبر نہیں اسکو مانا نہیں جاسکتا، اسکو پڑھا نہیں جاسکتا اور اس کو پڑھایا بھی نہیں جاسکتا۔

لہذا راوی کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ اسکا عقیدہ درست ہو۔

جن راویوں کے عقیدے بدعتیوں والے ہوں انکی حدیث غیر معتبر ہوتی ہے۔

اگر آج حدیث کو معتبر مانا گیا اور یقیناً معتبر ہے تو پھر اس عقیدے پر جو عقیدہ اللہ تعالیٰ نے ان محدثین کو خود عطا فرمایا ہے۔

حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

یہ وہ امام ہیں جنہوں نے علم حدیث کی بہت زیادہ خدمت کی ساری زندگی حدیث پڑھتے پڑھاتے گذر گئی۔ بخاری و مسلم کے بعد جو حدیث پڑھانے والے لوگ ہیں ان میں ان کا بڑا منفرد مقام ہے۔

۴۸۸ھ ان کا وصال ہے۔ انہوں نے بخاری و مسلم کو جمع کر کے "جمع بین الصحیحین" ترتیب دیا۔ اسکے علاوہ بہت زیادہ انکی علمی خدمات ہیں۔

جب ان کا وصال ہو گیا تو انہیں بغداد شریف کے مقبرہ باب ابرز میں دفن کیا گیا مگر حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کے حکمران مظفر ابن رئیس کو وصیت کی تھی کہ جب میرا وصال ہوا تو تم نے میری قبر حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے پاس بنانی ہے۔ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ولی ہیں۔ بغداد

Marfat.com

شریف میں دریائے دجلہ کے قریب باب الاعظمیہ میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے پڑوس میں ان کا مزار ہے۔

امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی نے وصیت کی کہ مجھے تم نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالی کے قرب میں دفن کرنا ہے زندہ ہوتے ہوئے اگر کسی قبر والے کے پاس جانے سے کوئی فائدہ نہ ملتا ہو۔تو پھر مر کے وہاں جانے کی ضرورت کیا تھی۔

حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی شیخ المحدثین

حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی کا امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں تذکرہ کرتے ہوئے شیخ المحدثین کا لفظ بولا۔یعنی محدثین کے پیر اور محدثین کے استاذ اور پھر انھیں امام القدوہ کہا کہ جنکی اقتداء کی جاتی ہے۔

اور ابن حزم انکے شاگرد ہیں۔اندلس کی سرزمین میں علم وحکمت کا ستارہ ہیں وصال سے قبل انہوں نے وصیت کی اور انھوں نے اپنا نظریہ ظاہر کر دیا جس پر وہ پہلے موجود تھے کہ مجھے کسی عام جگہ پر دفن نہ کرنا بلکہ مجھے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالی جو ولیوں کے ولی ہیں اور صوفیوں کے صوفی ہیں جنکی ولایت کے ہر طرف چرچے رہے اسکے پڑوس میں دفن کرنا ہے۔

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالی کے ولی کا پڑوس مل جائے گا تو بعد از وصال بھی قبر ٹھنڈی رہے گی۔اس سلسلہ میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ یہ حدیث کا حصہ ہے۔

صالحین کے قرب کا فائدہ

ان حدیث بخاری و مسلم سے پتہ چلتا ہے کہ قبر کیلئے یہ وصیت کرنا کہ فلاں ولی

Marfat.com

کے پاس ہو اسکا پیچھے اصل موجود ہے اور اسکا سبب موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی واضح کر رہے تھے۔ کہ بیت المقدس میں جو انبیاء کرام کے مزارات ہیں۔ انکی وجہ سے جو بیت المقدس کو تقدس حاصل ہے۔ یہ چاہتے تھے کہ میرا ڈیرہ بھی وہاں لگے جہاں رحمتوں نے پہلے ہی ڈیرہ لگا رکھا ہے۔

﴿ بُرے پڑوس کے نقصانات ﴾

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

اُدْفِنُوْا مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ (التذکرہ) قرطبی

اپنے فوت شدگان کو نیکوں کے درمیان دفن کیا کرو۔

اسکا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَتَاَذّٰی بِجَارِ السُّوْءِ کَمَا یَتَاَذّٰی الْحَیُّ بِجَارِ السُّوْءِ

بے شک بُرے پڑوس کی وجہ سے میت کو تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندہ کو برے پڑوس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔

جہاں روزانہ مردے کی تفتیش ہوتی ہو۔ عذاب اتر رہا ہو، جسکی دیواریں ساتھ ہوں اسکو بھی تکلیف ہوگی۔ جہاں قبر جنت کا باغ بنی ہوئی ہو تو جسکی قبر اسکے ساتھ ہو اسے بھی خوشبو آسکتی ہے۔ لہذا اپنے مردے کو بُرے پڑوس سے بچاؤ۔

لوگ تو کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ کسی کی قبر بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اسکا پیچھے ایک سبب ہے۔ کہ بُرے پڑوس سے نقصان ہوتا ہے اور اچھے پڑوس سے فائدہ ہوتا ہے۔ جنکی قبریں فوت شدگان کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ انکی قبروں کا زندوں کیلئے کتنا فائدہ ہوگا۔

Marfat.com

یہ کسی جاہل کی بات نہیں کسی متوھم کی بات نہیں۔ بلکہ میں شیخ المحدثین کی بات پیش کر رہا ہوں۔ جنکے سینے سے ہزاروں تک حدیث پہنچی اور وہ حدیث کے امام ہیں۔

حضرت امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی وصیت کر کے گئے کہ مجھے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالی کے پاس دفن کرنا میں دنیا سے چلا جاؤں گا لیکن پھر بھی مجھے ان کا فیض ضرور ملے گا۔

جب امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی فوت ہو گئے ورثاء نے کوئی دھیان نہ کیا۔ انکو باب ابرز میں دفن کر دیا گیا۔ پھر انھیں وہاں دو سال گذر گئے۔ اسکے بعد اس حکمران کو خواب میں ملے۔

ان کا عقیدہ دیکھو جو ۴۸۸ھ کے اندلس کے علم کا ستارہ جو بغداد شریف میں آ کر استاد قرار پایا۔ وہ امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی وصیت کر گئے تھے کہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالی کے پاس دفن کیا جائے لیکن جب وصیت پہ عمل نہ ہوا تو دو سال صبر کر لیا۔ پھر اسی کے خواب میں آئے جسکو وصیت کی تھی اسے کہا کہ تم نے میری وصیت پوری نہیں کی۔

فَرَاٰهُ بَعْدَ مَرَّةٍ فِي النَّوْمِ يُعَاتِبُهُ

جب بادشاہ مظفر کے خواب میں آئے تو غصے میں تھے ان پر عتاب کیا کہ تجھے میں بشر حافی رحمہ اللہ تعالی کے پاس دفن کرنے کا کہا تھا لیکن تم نے مجھے ان سے کہیں دور دفن کیا مجھے یہاں سے نکالو اور بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں دفن کرو۔

﴿امام حمیدی رحمہ اللہ تعالی کا بدن دو سال بعد بھی خوشبو دار﴾

ثُمَّ اِنَّهُمْ نَقَلُوْهُ بَعْدَ سَنَتَيْنِ اِلٰى مَقْبَرَةِ بَابِ حَرْبٍ

Marfat.com

باب ابرز کے قبرستان سے نکال کر باب حرب کے قبرستان میں لے گئے۔

فَدُفِنَ عِنْدَ بِشْرِ الْحَافِيْ رحمه الله تعالى

(سیر اعلام للنبلاء ج ا ص ۱۸۵)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالی کے پاس دو سال بعد انکو دفن کیا گیا انہوں نے یہ اپنے زور بازو سے کروایا۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ۴۹۱ھ کو جس وقت ان کا بدن نکالا گیا تو عینی گواہ کہتے ہیں۔

وَكَانَ كَفْنُهُ جَدِيْدًا وَبَدَنُهُ طَرِيًّا يَفُوْحُ مِنْهُ رَائِحَةُ الطِّيْبِ

(سیر اعلام للنبلاء ج ٦ ص ۱۵۵)

کفن نیا تھا بدن تازہ اور اس سے خوشبو آ رہی تھی۔

اس سے پتہ چلا کہ ایسے عقیدے والوں کی ایسی ہی شان ہوتی ہے۔ یہ نیت تھی کہ بشر حافی رحمۃ اللہ تعالی کے قدموں میں برکت ملے گی اور مشکل حل ہو جائے گی اور پھر خود بھی کوئی معمولی درجے کا انسان نہیں جنکے بدن نے یہ بتایا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ تعالی کے قدموں سے دور رہ کر بھی اتنی ویلیو تو ہے کہ کفن نیا ہے، بدن تازہ ہے اور انکے بدن سے خوشبو آ رہی ہے۔ یہ اس عقیدے کی صداقت ہے کہ برصغیر اور ہند میں گھڑا نہیں گیا بلکہ یہ عقیدہ پوری امت کا ہر دور میں رہا ہے۔ کہ اللہ تعالی کے ولی جس جگہ پہ دفن ہوتے ہیں وہاں پہنچنے کیلئے مر کے بھی ترستے رہتے ہیں۔

Marfat.com

امام ابوبکر بن خذیمہ رحمہ اللہ تعالی کا عقیدہ

(امام علی رضا کے مزار پر حاضری)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْحَاكِمُ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عِيْسٰي يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ اِمَامِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ خُزَيْمَةَ وَعَدِيْلِهٖ اَبِيْ عَلِيِ الثَّقَفِيْ مَعَ جَمَاعَةٍ مِّنْ مَشَائِخِنَا

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۸۶)

حضرت حاکم نے کہا کہ میں نے محمد بن مومل سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اہل حدیث (محدثین) کے امام حضرت ابوبکر بن خزیمہ اور ان کے ہم پلہ ابو علی ثقفی کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہمارے مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت بھی ساتھ تھی۔

رسول اکرم ﷺ کا در تو آپ ﷺ کا در ہے سرکار علیہ السلام کی نسلِ پاک کا ایک شہزادہ جو ایران کی سرزمین طوس میں لیٹا ہوا ہے۔ اُس شہزادے کی قبر پر محدثین کے امام باجماعت حاضری دینے گئے۔

وہ شہزادے کون ہیں؟ وہ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ ہیں وہ بیٹے ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے ہیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بیٹے ہیں امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے ہیں حضرت امام حسین

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور یہ ابن رسول علیہ السلام ہیں یہ ان کا سلسلہ نسب ہے۔

علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ یہ اہلبیت کے عظیم فرزند ہیں جنکا مزار اقدس طوس میں ہے۔ انکے مزار پہ حاضری دینے کیلئے کون گئے۔ تھذیب التھذیب اسماء الرجال کی کتاب ہے۔ جو وفد آپ کے مزار پہ حاضری کیلئے گیا اُس وفد میں کون کون تھے ان کا نام سنیں گے تو سینہ ٹھنڈا ہو جائیگا۔

﴿محدثین کے لئے بہت بڑا مرکز علم﴾

اس وفد میں سے محمد بن مومّل اسکو روایت کرتے ہیں۔ یہ نیشاپور کے تھے۔

۳۸۹ھ انکا یوم وصال ہے۔ ان کا علم حدیث میں اتنا بڑا کردار ہے۔

بَنٰی دَارًا لِّلْمُحَدِّثِیْن

انہوں نے باقاعدہ بہت بڑا مرکز بنایا جہاں محدثین کو بلا کے رکھا اور اپنی طرف سے انکے وظیفے بھی مقرر کیے کہ حدیث پڑھو اور پھر حدیث شریف پڑھاتے رہو۔

جبکہ خود ایک بہت بڑے محدث تھے۔

محمد بن مومّل کہتے ہیں۔

خَرَجْنَا مَعَ اِمَامِ اَھْلِ الْحَدِیْثِ

ہم اہل حدیث کے امام کے ساتھ نکلے۔

Marfat.com

اہل حدیث سے مراد کون؟

اس اہل حدیث سے مراد داڑھی لگانے والا نہیں ہے۔ بلکہ ماہرینِ حدیث مراد ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم سارے ماہرین حدیث ہیں ایک ہمارا بھی امام ہے۔ اہل حدیث کے امام سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے استاد اپنے امام کی اقتداء میں نکلے۔ وہ امام کون تھے؟ وہ حضرت امام ابو بکر بن خزیمہ تھے۔ ہم انکے ساتھ نکلے۔

امام ابو بکر بن خزیمہ رحمہ اللہ تعالی کا تعارف

حضرت امام ابو بکر بن خذیمہ رحمہ اللہ تعالی کا تعارف بھی ہو جائے تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ قبروں کی حاضری دینے والے کون لوگ تھے؟ اگر قبر کی پرستش کا طعنہ دینا ہے تو امام اہل حدیث حضرت ابن خزیمہ رحمہ اللہ تعالی کو بھی ملے گا۔ ان کا نام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیہے انہوں نے ۱۴۰ کتابیں حدیث کی لکھیں اور پھر انکو حافظ الحدیث بھی کہا جتا ہے۔ اور انکو حدیث میں حجت بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو امام الائمہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سارے اوصاف اس وقت کے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھے۔

یہ وہ استاد ہیں کہ ڈائریکٹ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی انکے شاگرد ہیں یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کے استاذ کا عقیدہ کیا تھا۔ ہم صرف محدثین کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ صوفیوں کا جو عقیدہ ہے انھیں نہیں چھیڑا۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ صوفی ہیں ہمیں کوئی شیخ الحدیث دو، محدث دو۔

اس لیے ہم چن چن کے محدثین کے عقیدے بیان کر رہے ہیں، تا کہ واضح ہو جائے کہ محدثین بھی صوفی ہیں۔

Marfat.com

ابن خزیمہ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور پھر ۳۱۱ھ میں ان کا وصال ہوا۔

﴿نیشاپور کے لوگوں کا عقیدہ﴾

قال ابو عثمان اِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ الْبَلَاءَ عَنْ اَهْلِ هٰذِهِ الْمَدِیْنَةِ لِمَكَانِ اَبِیْ بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۵۸)

ابوعثمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کی ساری مصیبتیں جس نام کی وجہ سے ٹالی ہیں وہ حضرت ابن خزیمہ کا نام ہے۔

یعنی اتنے پائے کا ولی ہے۔ اہل حدیث انکے شعبے کا نام ہے لیکن عقیدہ سنی۔ اور پھر شعبہ حدیث پڑھانا ہے۔ ورنہ جو آج یہ لفظ اہل حدیث استعمال کرتے ہیں انکے ہاں یہ عقیدہ نہیں پایا جا سکتا۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی بھی (معاذ اللہ) کچھ نہیں دے سکتے ابن خزیمہ کیا دے سکے گا۔

﴿حضرت ابوبکر بن خذیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے مشکل کشائی﴾

جبکہ یہاں لوگ یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ الْبَلَاءَ عَنْ اَهْلِ هٰذِهِ الْمَدِیْنَةِ لِمَكَانِ اَبِیْ بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ۔ (سیر اعلام للنبلاء ج ۱۱ ص ۳۵۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اس شہر والوں سے حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق کے مقام اور مرتبے کی وجہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے۔

یعنی حضرت محمد بن اسحاق کے چہرے اور انکے منہ کی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو مصیبتوں سے بچا رکھا ہے۔

Marfat.com

یہ حضرت ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنکی قیادت میں دوسرے محدثین چلے ہیں کس کی طرف؟ کعبے کی طرف نہیں، مسجد اقصیٰ کی طرف بھی نہیں وہ چلے کدھر ہیں؟ وہ چلے ہیں رسول اکرم ﷺ کے گلشن کے پھول کی قبر کی زیارت کیلئے۔

ان کو وہ حدیث یاد نہ تھی۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ج ۱ ص ۱۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

کجاوے نہ باندھنا سوائے تین مساجد کے۔

ادھر امام اہل حدیث ہو اور انھیں یہ حدیث نہ آتی ہو۔

جو آج کے گمراہ لوگ مزارات پہ جانے کے خلاف پیش کرتے ہیں کہ صرف تین جگہ جاسکتے ہو باقی کہیں کا سفر حرام ہے۔ ان سارے محدثین کو یہ حدیث یاد تھی۔ مگر انھیں اس کے مفہوم کا پتہ تھا وہ اسکے مفہوم پہ واردات کرنے والے نہیں تھے۔

حضرت ابو علی ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف

محمد بن مومل کہتے ہیں۔

وَعَدِيلِهِ أَبِي عَلِيٍّ الثَّقَفِيِّ

حضرت ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲۴۴ھ کی ہے۔ وفات ۳۲۸ھ کی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

مَعَ جَمَاعَةٍ مِنْ مَشَائِخِنَا

Marfat.com

اور پھر ہمارے ساتھ ایک مشائخ کی پوری جماعت تھی۔ جاہلوں کی جماعت نہیں تھی اور پھر آج کے عرف کے بعض مشائخ نہیں جن پر مشائخ کی تعریف سچی نہیں آتی بلکہ مشائخ سے مراد وہ ہیں کہ جن کے علمی قد کی پیمائش بہت مشکل تھی۔ وہ سارے فقہ حدیث، تصوف کے سمندر تھے وہ تمام امام اہل حدیث حضرت ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں چلے ہیں۔ ایک اللہ کے ولی کے در کی زیارت کیلئے۔

میں پوچھتا ہوں کعبے کی فضاء میں بیٹھ کرامت پر شرک کا فتویٰ لگانے والے خطیب سے اگر یہ گالی آج کے بلاد اسلامیہ کی اکثریت کو دو گے تو اس پوری امت کا کیا بنے گا۔ جو بالجماعت ایک قبر کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔

انکے نزدیک نیت زیارت سے جانا شرک ہے اور وہ بھی ابوجہل کے شرک سے بڑا شرک ہے اور جہاں جائیں اسکو یغوث کہیں اور بت کہیں۔ یہ ان کا گھڑا ہوا عقیدہ ہے دوسری طرف پوری امت کے محدثین ہیں۔

مبارک ہو اہل حق تمہیں اس لئے کہ ہمیں اپنا نسب بدلنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اگر انہوں نے حدیث لینی ہے تو کوئی نئے لوگ تلاش کریں پہلے ستون سارے ہمارے عقیدے پر ہیں۔ ان تمام محدثین کا عقیدہ وہی تھا جس عقیدے کو بعد میں امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی شریف میں پڑھایا ہے۔

حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پہ محدثین کی حاضری

محمد بن مومل کہتے ہیں۔

وَهُمْ إِذْ ذَاكَ مُتَوَافِرُوْنَ

Marfat.com

اس وقت قافلے میں بہت زیادہ مشائخ شریک تھے۔

یہ انحطاط تو اب بعد میں آ گیا ہے۔ لیکن اس وقت مشائخ کی کثیر تعداد تھی اور ہم سب چل پڑے۔ کدھر؟

اِلٰی زِیَارَةِ قَبْرِ عَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی الرِّضَا بِطُوْس

یہ سفر حرم کا نہیں تھا بلکہ یہ سفر طوس کا تھا۔

حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کیلئے طوس گئے۔ تمام محدثین حضرت ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رحمہما اللہ تعالیٰ کی قبر کی زیارت کیلئے وہاں گئے کیا وہ سارے بھول گئے تھے کسی ایک کو بھی یہ مسئلہ یاد نہ رہا۔ نہیں نہیں وہ بھول نہیں گئے تھے بلکہ وہ اصول پر جا رہے تھے۔ یہ انکی بھول نہیں بلکہ اصول تھا۔

﴿قبر کے لئے تواضع، تضرع اور اس کی تعظیم﴾

جس وقت تمام مشائخ ابن خزیمہ کی قیادت میں وہاں پہنچے تو محمد بن مومل کہتے ہیں۔

فَرَاَیْتُ مِنْ تَعْظِیْمِهٖ یَعْنِیْ ابْنَ خُزَیْمَةَ لِتِلْكَ الْبُقْعَةِ وَتَوَاضُعِهٖ لَهَا وَتَضَرُّعِهٖ عِنْدَهَا مَا تَحَیَّرْنَا

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۸۸)

میں نے ابن خزیمہ کو دیکھا کہ انہوں نے قبر کی تعظیم کیا اور اس کے لئے تواضع کی اور قبر کے پاس تضرع کیا تو اس نے ہمیں حیرت میں گم کر دیا۔

حضرت امام علی رضا اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر ابن خزیمہ کے جو تین کام میں نے دیکھے تو میں حیرت میں گم ہو گیا۔

Marfat.com

پہلا کام کیا تھا۔

مِنْ تَعْظِيمِه

انہوں نے قبر کی تعظیم کی۔

تعظیم سے مراد یہ نہیں کہ انہوں نے سجدہ کیا۔

تعظیم سے مراد یہ ہے کہ ادب سے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔

روضہ رسول ﷺ پہ غلامان مصطفیٰ ﷺ سے ناروا سلوک

یہاں پر تعظیم کا لفظ ہے۔ وہ جو در رسول ﷺ پہ ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں ان سے لڑتے جھگڑتے ہیں کہ یہ تعظیم کا انداز ہے لہذا ہاتھ کھول دو۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہاں اکڑنے کا مقام ہے (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی دہلیز پہ ہاتھ اس لیے کھلوائیں کہ شرک ہو جائے یعنی ہاتھ کھولو ورنہ شرک ہو جائے گا۔

حضرت امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کی نسلِ پاک کے ایک بیٹے کے مزار پر تعظیم کر کے بتا رہے تھے کہ ان قبروں کی تعظیم سے شرک نہیں ہوتا بلکہ تعظیم سے شرک کی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔

وَتَوَاضُعِهِ لَهَا وَتَضَرُّعِهِ عِنْدَهَا

دوسرے نمبر پہ ہے تواضع اور تیسرے نمبر پر تضرع ہے

محمد بن مؤمل رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ اُس قبر پر اتنے عاجز بنے ہوئے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بڑی عاجزی سے وہاں پر حاضری دے رہے تھے۔ جس تضرع کو آج عبادت کہا گیا۔ جس تضرع

Marfat.com

اور انکسار کو آج ریاضت کہا گیا اور جس تعظیم کو آج عبادت کا نام دیکر شرک کا فتویٰ لگایا گیا۔ وہ تینوں لفظ سارے محدثین کے امام کی سیرت میں موجود ہیں کہ انہوں نے امام علی رضا رحمہ اللہ تعالی کی قبر پر تعظیم بھی کی ہے اور تضرع بھی کیا اور تواضع بھی کی ہے۔ اس قبر کا سجدہ نہیں کیا طواف نہیں کیا۔ تواضع کی ہے تعظیم کی ہے۔ تضرع کیا ہے، مگر قبر کی پوجا نہیں کی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ سالہا سال کے بعد جب بخت یاوری کرتا ہے تو ایک بندہ مدینہ شریف کا مہمان بنتا ہے۔ جب وہ چلتا ہے تو آنکھوں میں آنسو ہیں اور جب جہاز سے اترتا ہے کیفیت بدل جاتی ہے۔ رستے میں بھی درود وسلام آنکھوں میں رم جھم ہے۔ مگر ان ظالموں کا فتویٰ ہے کہ مدینہ شریف جاتے وقت آنسو بھی نہ بہاؤ۔ اتنی پابندیاں لگانا چاہتے ہیں کہ یہ عاجزی بن جائیگی اللہ کے سوا کسی کیلئے عاجزی نہیں ہونی چاہیے۔ مدینہ شریف جاتے وقت ہاتھ باندھ کر نہ چلو۔ یہ ساری پابندیاں انہوں نے اپنے پیٹ سے بنائی ہیں۔

جبکہ امت کا یہ عقیدہ ہے تمام محدثین کی جو جماعت حضرت علی رضا بن موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالی کی قبر پر پہنچی تو جب انہیں دیکھا گیا تو وہاں تعظیم بھی ہے، تواضع بھی ہے، تضرع بھی ہے لیکن شرک پھر بھی نہیں ہے۔ تو یہ محدثین جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں تو جسکی جڑ کا عقیدہ یہ ہے اسکے پھلوں کا آج بھی عقیدہ یہ ہے۔

یہ کسی کی بھول ہے کہ وہ ہمارے تسلسل کو خراب کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیگا۔ ہم جانتے ہیں کہ ریالوں کے پیسے کافی ملتے ہیں اور ان سے کافی چھوٹے چھوٹے پلندے تیار کر لیے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت اصل میں حقیقت ہے اسکو کبھی بھی دبایا نہیں جا سکے گا۔

Marfat.com

اُن محدثین سے لیکر یہاں تک یہ نور کا سلسلہ موجود ہے

عظیم محدث ابن حبان کا عقیدہ

اب میں تمہارے سامنے ابن حبان کا عقیدہ پیش کرتا ہوں انکی وفات ۳۵۴ھ کو ہوئی۔ انہوں نے اپنی کتاب "کتاب الثقات" میں اسکو واضح کیا یہ وہ محدث ہیں کہ انکے کہنے پہ راویوں کی ثقاہت کو تسلیم کیا جاتا ہے اس میں انہوں نے ثقہ راویوں کو بیان کیا۔

جس بندے کے کہنے پر گواہی معتبر ہوگی وہ کہہ دے تو راوی سچا ہے۔ وہ کہہ دے تو راوی جھوٹا ہے۔ وہ انسان کتنا بڑا معیار ہوگا۔ آؤ اُس ابن حبان سے پوچھتے ہیں تمہیں قبر پر جانے سے کیا ملتا ہے۔

ابن حبان نے اپنی کتاب (کتاب الثقات) میں حضرت علی رضا رحمہ اللہ تعالی کے حالات لکھے جو کہ ایک بہت بڑے محدث تھے ان کا تذکرہ جب انہوں نے اپنی کتاب میں کیا تو اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا رحمہ اللہ تعالی کے مزار پر حاضری اور مشکلات کا حل

ابن حبان کہنے لگے:

مَا حَلَّتْ بِیْ شِدَّۃٌ فِیْ وَقْتِ مَقَامِیْ بِطُوْسَ وَزُرْتُ قَبْرَ عَلِیِّ رَضَا بْنِ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلٰی جَدِّہٖ وَعَلَیْہِ وَدَعَوْتُ اللّٰہَ اِزَالَتَھَا عَنِّیْ اِلَّا اُسْتُجِیْبَ لِیْ وَزَالَتْ عَنِّیْ تِلْکَ الشِّدَّۃُ

(کتاب الثقات)

Marfat.com

طوس میں رہتے ہوئے مجھے جب بھی مشکل پیش آئی تو میں نے حضرت علی رضا بن موسی کاظم رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر کی زیارت کی (اللہ تعالی آپ کے جد امجد پر اور آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) وہاں جا کر میں نے رب سے اس کے ازالے کی دعا کی تو میری دعا قبول ہوئی اور مجھ سے وہ مشکل دور ہو گئی۔

یعنی جب میں طوس میں رہا کرتا تھا۔ تو کوئی ایسی مشکل نہیں جو مجھ پہ آئی ہو اور میں علی رضا رحمہ اللہ تعالی کی قبر کے پاس پہنچا ہوں اور وہ مشکل حل نہ ہوئی ہو۔

تو یہ ایک محدث کا عقیدہ ہے۔ کتاب الثقات کا نام لیکر راویوں کو تولنے والو! اس بندے کا عقیدہ بھی تو دیکھو اسکا اپنا عقیدہ کیا ہے۔ بدعتی غیر معتبر ہوتا ہے۔ مشرک غیر معتبر ہوتا ہے۔ اسکو امام نہیں کہا جاتا یہ امام ابن حبان اپنی کتاب میں علی رضا رحمہ اللہ تعالی کے بارے اپنا پرسنل عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

مَاحَلَّتْ بِیْ شِدَّۃٌ فِیْ وَقْتِ مَقَامِیْ بِطُوْسَ

کوئی مشکل مجھ پہ نہیں آئی جب میں طوس میں ہوتا تھا۔

وَزُرْتُ قَبْرَ عَلِیْ رَضَا بِنْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ

تو میں نے حضرت علی رضا رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر کی زیارت کی

ایسا نہیں کہ کبھی مشکل حل نہ ہوئی ہو۔ بلکہ یہاں "کلمات حصر" ہیں فرمایا جب بھی مشکل آئی ہے تو امام کے دربار پہ جا کر دعا مانگنے سے حل ضرور ہوئی ہے۔

یہ ابن حبان کا اس وقت کا عقیدہ ہے۔ ہمیں کوئی بریلویت کی طرف یوں منسوب نہ کرے کہ ہمارا عقیدہ وہاں گھڑا گیا۔ نہیں بلکہ بریلویت اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ جو شروع سے آرہی تھی۔

Marfat.com

ابن حبان کو حضرت امام علی رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پہ اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پکڑ کر تو نہیں لے گئے بلکہ وہ خود گئے اور پھر وہ کہتے ہیں:

هٰذَا شَیْءٌ جَرَّبْتُهٗ مِرَارًا۔

یہ وہ تجربہ ہے جو میں نے کئی بار کر کے دیکھا ہے۔

جو بھی مجھے مشکل آتی ہے میں آپکے دربار پہ چلا جاتا ہوں۔ میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔ اور پھر ابن حبان امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کا نام کتنے ادب سے لیتے ہیں فرماتے ہیں۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلٰی جَدِّهٖ وَعَلَیْهِ

اللہ تعالیٰ کے درود ہوں انکے نانا جی پر اور ان پر

وَدَعَوْتُ اللّٰهَ اِزَالَتَهَا عَنِّیْ

یہ ان کا عقیدہ ہے ورنہ دعا گھر بھی تو ہو سکتی تھی لیکن وہ کہتے ہیں کہ جب مجھے مشکل آتی تو میں حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پہ جا کر دعا کرتا کس چیز کی۔

اِزَالَتَهَا عَنِّیْ

کہ یہ مشکل مجھ سے زائل کر دے۔

اِلَّا اسْتُجِیْبَ لِیْ وَزَالَتْ عَنِّیْ تِلْكَ الشِّدَّةُ

امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی برکت سے میری دعا قبول ہو جاتی اور مجھ سے ہر شدت کو دور کر دیا جاتا۔

یہ انداز ہمیں محدثین میں نظر آتا ہے۔

آج ان ظلمتوں کو دور کرنے کیلئے کچھ سویروں کا بندوبست ضرور کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

ہمارے مخالفین کا انداز کچھ یوں ہے

پنجابی میں کہتے ہیں "جھوٹا ہوواں تے لے دے جاواں"

اور پھر کہاوت ہے کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"

جنکے پلے کچھ نہیں تھا وہ ہماری پیائش کرنا شروع ہو گئے ہم تاریخ والے اور ہم اسلاف والے اور ہم صحابہ کرام کے عقیدے والے اور ہم تابعین کے عقیدے والے اور پھر یہ نہیں کہ۔

"جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا"

اس حقیقت کو بین الاقوامی فورم پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر وقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ داتا کے دربار پہ جانے والے گھڑا ہوا عقیدہ نہیں بلکہ صحابہ کرام سے بالواسطہ پڑھا ہوا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ابن حبان کی استمداد حضرت امام علی رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر سے ہوئی یا نہ ہوئی کس نے مدد چاہی تھی اور پھر کیوں ایسا کیا ویسے تو وہ جہاں تھے وہیں سے دعا مانگتے انھیں امام علی رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار پہ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ وہاں گئے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

جَرَّبْتُهُ مِرَارًا

بار بار یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ جنت والے جو جنت میں بیٹھے ہیں انکے پاس جائیں تو رب ذوالجلال اچھی سن لیتا ہے۔

امام موفق بن احمد مکی کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو سید امام ہیں فقہ کے اور سید امام ہیں حدیث کے یہ امام فقیہ ہونے کیساتھ کیساتھ محدث بھی ہیں۔ ان کا عقیدہ یوں بیان کیا گیا۔

علی بن میمون اسکے راوی ہیں وہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ الشَّافِعِیَّ رَحِمَہُ اللّٰہ تَعَالیٰ یَقُوْلُ

میں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا

اِنِّیْ اَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہ تَعَالیٰ

میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تبرک لیتا ہوں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ تو فوت ہو گئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تبرک کہاں سے لیتے ہیں؟

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ فوت ہو گئے لیکن انکی قبر تو موجود ہے۔ سوچیں وہ زبانیں جو ہمیں قبر پرست کہیں کہ اس مشروط طریقے سے قبر پر جانے سے اعتراض ہے تو پھر تم اپنی تاریخ کہیں اور سے ڈھونڈو جو تمہیں ڈھونڈھنی چاہیے۔ یہ ساری تاریخ ہم حق پرستوں کی تاریخ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ یَعْنِیْ زَائِرًا

Marfat.com

میں زیارت کرنے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پہ جاتا ہوں۔ کیوں جاتے ہیں؟

فرماتے ہیں:

اِذَا عُرِضَتْ لِیْ حَاجَةٌ

قبر پہ جانے کے مختلف مقاصد ہیں۔ قبر والے کیلئے فاتحہ پڑھنا۔ یا عبرت حاصل کرنا

اے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تم اکثر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پہ کیوں جاتے ہو؟

تو فرماتے ہیں۔

اِذَا عُرِضَتْ لِیْ حَاجَةٌ

جب کوئی مشکل پیش آتی ہیں، تو میں کیا کرتا ہوں۔

وَجِئْتُ اِلٰی قَبْرِہٖ

اور میں انکی قبر کے پاس آتا ہوں۔

وَسَاَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی حَاجَةً عِنْدَہٗ

پھر انکے پاس بیٹھ کے رب سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں۔

فَمَا تَبْعُدُ عَنِّیْ حَتّٰی تُقْضٰی

(مناقب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ)

ابھی ہاتھ نیچے نہیں ہوتے کہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے تبرک لیتے ہیں۔ یہ عدالت ہے۔ وہ خود مستقل فقہ والے ہیں لیکن چونکہ عقیدہ سنیوں والا ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گستاخ نہیں۔ کہ میری اپنی فقہ ہے اور انکی اپنی فقہ ہے۔ فقہ کا معاملہ اگر چہ جدا ہے لیکن عقیدہ ان سب کا ایک ہے۔

Marfat.com

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے تبرک لیتے ہیں پھر جو کسی سے تبرک لیتا ہے وہ خود بھی متبرک بن جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی قمیص دھو کر پیا کرتے تھے۔ ابن حنبل مسجدوں کے نام رکھنا آسان ہے۔ مگر ابن حنبل رحمہ اللہ تعالی کے عقیدے رکھنا مشکل ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قمیص کو کیوں دھویا اور پھر اسکا پانی کیوں پیا۔ یہ کام کر کے وہ بتا رہے تھے کہ جس شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے برکت پائی ہے اسکی قمیص میں بھی برکت آئی ہے۔ جو علم کا سمندر ہے حدیث انکے سینے میں ہے۔ اسکے پاس یہ برکت آئی ہے۔

اسی طرح برکتوں کا عقیدہ امت میں ہمیشہ موجود رہا۔

﴿حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ﴾

وہ محدث جو برصغیر کی ساری حدیث کا سرچشمہ ہیں وہ محدث کہ جنکو محقق علی الاطلاق کیا جاتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔

پس زیارت برائے امداد مزموتی راو استمداد از ایشان ہر دو باشد بر تفاوت حال زائر و مزور (اشعۃ اللمعات ۴۰۲/۳)

زائر کی حالت کے مطابق اور مزُور (جسکی زیارت کی جارہی ہے) کی حالت کے مطابق دونوں کام ہوسکتے ہیں کہ قبر والے کی مدد کی بھی جاسکتی ہے اور اس سے مدد

Marfat.com

لی بھی جاسکتی ہے۔ان مقاصد کی لیے زیارتِ قبور جائز ہے۔

یعنی کچھ ایسے ہوتے ہیں جو قبر والے کو مدد دینے جاتے ہیں۔اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو قبر والے سے مدد لینے جاتے ہیں۔تو ہم پوچھتے ہیں اے امام یہ دونوں طریقے جائز ہیں یا دونوں ناجائز ہیں یا ایک جائز ہے اور دوسرا طریقہ ناجائز ہے۔

تو شیخ محقق فرمانے لگے کہ دونوں مرتبے کے مطابق جائز ہیں۔

امام المحدثین ابن عبدالبرؒ کا عقیدہ

ابن عبدالبرؒ جنکا وصال ۴۶۳ھ ہے۔اور وہ بہت بڑے محدث ہیں۔اور موطا امام مالک کی ساری سندوں پر اس کا تبصرہ موجود ہے۔

انہوں نے کتاب ''الاستیعاب'' میں صحابہ کرام کا تعارف لکھا۔

صحابہ کرام کا تعارف لکھتے لکھتے جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف کیا جو کہ میزبان رسول ﷺ تھے اور کہا کرتے تھے کہ سرکار ﷺ کی طرف کھانا جاتا تھا۔ جب پلیٹ واپس آتی تو وہاں سے کھاتے تھے جہاں سرکار مدینہ ﷺ کی انگلی لگی ہوتی تھی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو فرماتے اس لیے کہ ہم سرکار کے ہاتھوں کا تبرک لینے کیلئے ایسا کرتے تھے۔

ان کا وصال استنبول میں ہوا۔فصیل شہر کے قریب ان کا مزار شریف موجود ہے۔

ابن عبدالبرؒ جو امام المحدثین ہیں حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا اب یہاں سے اندازہ لگائیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے لیکر ۴۶۳ھ تک کون سا عقیدہ رائج تھا۔

Marfat.com

قبر ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارشوں کا نزول

ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں:

قَبْرُ اَبِیْ اَیُّوْب قرب سورها مَعْلُوْمٌ اِلَی الْیَوْمِ

(کتاب الاستیعاب ج ا ص ۱۵۶)

آج تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اپنی جگہ قائم ہے۔ حالانکہ حالات بدلے تھے۔ غیر مسلموں کا انقلاب آیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اتنے زہریلے نہیں تھے۔ جتنے جنت البقیع کو گرانے والے ثابت ہوئے ہیں۔

قبر ابی ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترک کے استنبول میں برقرار رکھا گیا۔ اُس وقت مسلمانوں کا کیا عقیدہ تھا۔ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔

مُعَظَّمٌ

انکی قبر کی تعظیم کی جاتی ہے۔

یَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ

جب بارشیں نہیں ہوتیں تو قبر کے پاس آکر بارشوں کی دعا مانگتے ہیں۔

اور اس قبر کے وسیلے سے اہل ترک بارش کی دعا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ہوتا ہے؟ کہتے ہیں۔

فَیُسْقَوْنَ

(کتاب الاستیعاب ج ا ص ۱۵۶)

جب انکی قبر کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو پھر بارش ہو جاتی ہے۔

یہ ابن عبدالبرؒ ہیں مالکی فقہ کے فقیہ ہیں اور پھر بہت بڑے محدث ہیں اور یہ قبر

Marfat.com

صحابی رسول ﷺ کی ہے تو اس سے پتہ چلا جسکے صحابی کے دربار سے خالی کوئی نہ جائے تو خود ان کے آقا ﷺ کے دربار سے خالی کون جائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر بھی لوگ جاتے ہیں اور مدد بھی مانگتے ہیں۔

﴿استمداد کے طریقے﴾

قبر پر جا کر استمداد کے تین طریقے ہیں۔

﴿پہلا طریقہ﴾

ایک یہ ہے کہ وہاں جا کر سلام کیا اور پھر فاتحہ شریف پڑھی اور دعا رب سے کی اور کہا کہ یہ مقبول بندے ہیں، جنکے پاس میں آیا ہوں تو انکے صدقے سے میری مشکل آسان کر دے۔

﴿دوسرا طریقہ﴾

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سلام کرنے کے بعد فاتحہ خوانی کی اور کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہو تم اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کر دو۔

انھیں معبود بنائے بغیر سفارشی بنانا جائز ہے۔

لیکن جو آیت میں ہے تو وہ کافر و مشرک بتوں کو سفارشی بناتے تھے۔ انھیں معبود بنا کے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص کسی ولی، کسی قطب کو معبود سمجھ کے اللہ کے دربار کا سفارشی بنائے گا تو مشرک قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی ان پڑھ سنی سے پوچھ لو وہ داتا صاحب کو معبود نہیں مانتا۔ بلکہ وہ معبود کا عابد اور بندہ مانتا ہے۔

Marfat.com

تیسرا طریقہ

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے ولی میں تیرے پاس آیا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں آتا مجھے اللہ تعالیٰ سے لیکر دے۔

' یہ بھی امت کے اندر رائج رہا۔ اس کا مطلب یہ بنے گا کہ ان سے مانگنا کہ مجھے تو دے یہ مجاز اجائز ہے۔ '

جسطرح کہ سولہویں پارے میں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آگئے کہنے لگے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا

(پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۱۹)

بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں

بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف کی۔ حالانکہ بیٹے تو رب دیتا ہے۔

یہ مجازاً ایسا جائز ہے۔ اسی طرح یہ بھی مجازاً اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے بندے ہی کو کہہ دیا کہ بندے اللہ تعالیٰ سے لیکر دے سکتے ہیں تو اس پر ساری امت کا اتفاق ہے شرک نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ عین اسلام ہے۔

کہا جاتا ہے۔

شَفَى الطَّبِيْبُ الْمَرِيْضَ

فلاں سے دوائی لی تھی میرا مرض ٹھیک ہو گیا۔

طبیب نے مریض کو شفا دے دی۔

حالانکہ قرآن تو کہتا ہے۔

Marfat.com

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۸۰

اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے

تو پھر کیوں ڈاکٹر کا نام لیتے ہیں کہ مجھے فلاں ڈاکٹر نے شفا دی۔ اگر مومن ہے تو اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں جسکا عقیدہ ہے کہ سب کچھ رب کرتا ہے ڈاکٹر کچھ نہیں کرسکتا تو مجازاً ڈاکٹر کا کہہ دیا اس کی وجہ سے اسکو مومن سمجھا جائے گا۔

اسی طرح اس میں یہ تیسرا طریقہ بھی ہے جو آج تک امت میں اسی طرح رائج ہے۔ جو ڈائریکٹ ان سے مانگتے ہیں وہ جانتے ہیں اپنے طور پر کچھ نہیں کرسکتے، رب کہے تو بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ لیکن ان میں محتاط طریقہ سب سے پہلا طریقہ ہے۔ اسکے مطابق حاضری کا اہتمام ہونا چاہیے۔

ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے سے بارش مانگی آج لوگ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ لفظ کہاں سے آیا۔ وسیلہ کہاں سے آیا۔ ہم نے کہا یہ صدقہ اور یہ وسیلہ نہ اجمیر شریف میں گھڑا گیا نہ بریلی شریف میں گھڑا گیا نہ سرھند شریف میں گھڑا گیا نہ سیال شریف میں گھڑا گیا نہ شرقپور شریف میں گھڑا گیا نہ بھکھی شریف میں گھڑا گیا نہ علی پور شریف میں گھڑا گیا یہ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس سے پڑھا گیا ہے۔

جبہ مبارک کے پانی سے مریضوں کو شفا

مسلم شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک دھو کے کیوں پیتے ہیں؟

Marfat.com

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى لِنَسْتَشْفِي بِهَا

(صحیح مسلم کتاب اللباس و الزینۃ باب تحریم استعمال اناء الذھب و الفضۃ ج ۲ ص ۱۹۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی کریم ﷺ یہ جبہ مبارک پہنا کرتے تھے ہم وہ جبہ مبارک دھو کر اس کا پانی مریض کو پلاتے تو اسے شفا مل جاتی تھی۔

پانی کے جبے مبارک سے لگنے کی وجہ سے مریض کو شفا مل جائے گی۔ تو وہ جس کے دل میں سرکار علیہ السلام کا سچا عشق موجود ہو اور سرکار علیہ السلام جسکے سینے میں رہتے ہوں یہ اسکی قبر کے انوار ہو سکتے ہیں۔

اس لیے سب سے بڑی گواہی ابن عبدالبرؒ کے حوالے سے پیش کر رہا ہوں۔ یہ زمانہ ۴۶۳ھ کا ہے۔ اُس وقت کے لوگوں کو بریلوی کس نے بنایا تھا؟ اس وقت یہ عقیدہ کیوں تھا؟ میں پوچھتا ہوں اس عقیدے کا اور کوئی سبب نہیں۔ یہ کوئی آوٹ سائیڈر نہیں۔ یہ باہر سے نہیں آیا۔ یہ عقیدہ منگوایا نہیں گیا بلکہ یہ شروع سے چل کے آیا ہے۔

اسواسطے ہم نے جتنے حوالے ان ابتدائی سالوں کے پیش کر دیے ہیں۔ اب کچھ تو حیاء کرو۔ ہمیں جو کہتے ہو کہتے رہو لیکن ان کا تو حیا کرو۔ جنکی تاریخ پر پورا اسلام روشن ہے۔

لاتشد الرحال کا حقیقی معنی و مفہوم اور اس کا مصداق

جہاں تک اس حدیث شریف کا تعلق ہے جو بخاری شریف میں ہے۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ

نہ کجاوے باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف

Marfat.com

اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى

(صحیح البخاری کتاب التهجد باب فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِی مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ ج۱ ص۱۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسجد حرام اور مسجد نبوی شریف اور مسجد اقصیٰ۔

حدیث میں اِلاّ مستثنیٰ متصل ہے

تمام محدثین کے نزدیک سوائے ابن تیمیہ کے یہ استثناء متصل ہے۔

استثناء متصل کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسجدوں کے لحاظ سے بات ہو رہی ہے۔ مطلقاً بات نہیں ہو رہی۔ کہ طلب ثواب کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ریٹ بڑھ جائے گا اگر زیادہ نیکی اور ثواب لینا ہو تو جن مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیے۔ ساری مسجدوں میں سے وہ تین مسجدیں یہ ہیں۔

حدیث میں اِلاّ مستثنیٰ منقطع نہیں

یہ مستثنیٰ منقطع نہیں ہے کہ یہاں یہ کہا جائے کوئی سفر بھی جائز نہیں سوائے ان مسجدوں کے سفر کے اگر اس کو مستثنیٰ منقطع بناؤ گے تو پھر جیو گے کیسے زندگی میں بیٹی کے پاس جانے کا سفر بھی ہوگا۔ بیوی کے پاس جانے کا بھی سفر ہوگا پڑھنے والا، تجارت والا سفر بھی ہوگا پھر ان کو کیسے جائز بناؤ گے مطلقاً سفر سے استثناء نہیں ہے۔ بلکہ مسجدوں کے سفر کے لحاظ سے استثناء کیا ہمارے آقا علیہ السلام نے کہ مسجدوں میں سے جن مسجدوں کی طرف تمہیں سفر کرنا چاہیے زیادہ ثواب لینے کیلئے وہ یہ تین مسجدیں ہیں۔

اسکی مثال یوں سمجھو

کہ آپ اپنے بیٹے کو دروازے پر کھڑا کر دیں کہ فیکٹری کے مزدور آنے والے

Marfat.com

ہیں ان میں سے کسی کو نہ داخل ہونے دو مگر زید، عمرو اور بکر کو صرف اسے یہ کہہ دیا۔
اب وہ دروازے پہ کھڑا ہے نام والے مزدور آتے رہے۔ اتنے میں اسکا ماموں بھی آ گیا اسکو داخل کر دیا۔ اسکا باپ ناراض نہیں ہوگا۔ اسکی کلام کا یہ پس منظر تھا کہ یہ جو اجازت والے تین نام ہیں یہ مزدوروں کے لحاظ سے ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ کوئی رشتہ دار بھی داخل نہیں ہونے دینا۔ مزدوروں سے اجازت صرف تین کو ہے نہ کہ مطلقاً انسانوں میں سے اجازت صرف تین کو ہے۔ اگر اُس کا دادا آجائے تو اسکو بھی اندر جانے دو۔ اسکا ماموں آجائے تو اسے بھی اندر جانے دو۔ استثناء متصل کا یہ قانون ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى

(صحیح البخاری کتاب التهجد باب فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ج ۱ ص ۱۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نہ کجاوے باندھو مگر تین مسجدوں کی طرف یعنی مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی شریف کی طرف۔

مسجدوں میں سے جس مسجد کا قصد کر کے سفر کرنا ہے طلب ثواب کے لحاظ سے وہ یہ تین مسجدیں ہیں۔ باقی مزارات پہ حاضری اور باقی تجارتی سفر اور دیگر معاملات کیلئے سفر اس سے جدا ہیں۔

یہ ظالم اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کے دربار کی حاضری کے خلاف پڑھتے ہیں اگر گھر سے جانا ہے تو مسجد کی نیت سے جائیں۔ میں پوچھتا ہوں مسجد نبوی نبوی بنی کیسے؟ مسجد تو سرکار علیہ السلام کے بغیر نبوی بن ہی نہیں سکتی۔ پھر مسجد کا یا تو نام بدلہ

Marfat.com

جائے۔ اگر تمہیں سرکار علیہ السلام سے اتنی نفرت ہے۔ (معاذ اللہ) اسواسطے جنکے صدقے ریاض الجنۃ اور جنکے صدقے سے مسجد نبوی شریف، اگر ان کو منفی کر کے جاتا ہے تو پھر ادھر جانا کیوں ہے ؟

اسواسطے امام اعلیحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالی فرمانے لگے:

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

حدیث میں ہی لاتشد الرحال کے مصداق کا بیان

امام عینی نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا اور بالخصوص مسجدوں کے لحاظ سے حصر دوسری حدیث میں بھی ہے۔ جو اصل سند سے ثابت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ اسکے راوی ہیں کہتے ہیں:

قال رسول اللّٰه ﷺ لاینبغی للمطیّ ان یَشُدَّ رِحَالُہٗ اِلٰی مَسْجِدٍ یَبْتَغِیْ فِیْہِ الصَّلٰوۃَ غَیْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِ ھٰذَا

(عمدۃ القاری ج۵ص۵۶۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجدوں میں سے کسی مسجد کی طرف سوائے ان تین مسجدوں کے سفر نہ کیا جائے۔

یہاں پر خود مسجد مستثنیٰ منہ میں موجود ہے۔ کہ مطلقاً سفر کی بات نہیں کی جارہی بلکہ مسجدوں کے سفر کے لحاظ سے بات کی جارہی ہے۔ بخاری کی حدیث کا جو ہم نے معنیٰ بیان کیا وہی اس حدیث شریف میں حصر کے ساتھ موجود ہے۔

یہ بھی بڑے لیول کا انداز ہے۔ ورنہ قبا میں نفل پڑھیں تو عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ تو کیا جو قبا میں نفل پڑھنے کی غرض سے جائے گا وہ مجرم ہوگا۔ نہیں بلکہ مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ بہت زیادہ جہاں ثواب ملتا ہے۔وہ یہ ہیں ان کیلئے جانا چاہیے۔اسکو جو حدیث میں آ گیا اسکو کوئی خارج نہیں کر سکے گا۔

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ

اس لیے امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا:

اَمَّا قَصْدُ غَیْرِ الْمَسَاجِدِ مِنَ الرِّحْلَةِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَفِی التِّجَارَةِ وَالتَّنَزُّہِ وَزِیَارَةِ الصَّالِحِیْنَ وَالْمَشَاهِدِ وَ زِیَارَةِ الْاِخْوَانِ وَنَحْوِ ذَالِكَ فَلَیْسَ دَاخِلاً فِی النَّهْیِ

(مسند امام احمد، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۶٦)

لیکن مساجد کے علاوہ سفر کا ارادہ کرنا، طلبِ علم کا سفر کرنا، تفریح کے لیے سفر کرنا، تجارت کا سفر کرنا، صالحین کی زیارت کے لیے سفر کرنا، مزارات کی زیارت کا سفر کرنا، بھائیوں کی ملاقات کا سفر کرنا اس نہی (منع) میں داخل نہیں ہے۔

اس حدیث سے طلب علم کا سفر حرام نہیں ہوتا، تجارت کا سفر بھی حرام نہیں ہوتا، سیر و تفریح کا سفر بھی حرام نہیں ہوتا، صالحین کی زیارت کا سفر بھی حرام نہیں ہوتا اور انکے مزارات کی حاضری کا سفر بھی حرام نہیں ہوتا، بھائیوں کی ملاقات کا سفر بھی اس حدیث سے حرام نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں صرف مسجدوں کی بات ہو رہی ہے۔

مسجدوں کے لحاظ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ حدیث بتا دی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان ہے جسکو حضرت ابو سعید ری رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں پہلے آپ نے مسجد کا ذکر کیا کہ مسجدوں میں سے جن کی طرف طلب ثواب کیلئے سفر کرنا چاہیے وہ یہ تین مسجدیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس حق کو آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
3

پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب اربابِ فکر ودانش

نہایت ہی معزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام 11ویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے:

"پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقائق سمجھنے اور حقائق پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر آباد کیا اور اللہ تعالیٰ نے وطن کی محبت انسان کے دل میں ڈالی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ ۔

بے شک ہم نے تمہیں زمین میں رہائش دی۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ

اور تمہارے لئے زمین میں زندگی بسر کرنے کے اسباب فراہم کیے۔

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

پارہ نمبر ۸ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۰

Marfat.com

بہت تھوڑا تم شکر ادا کرتے ہو۔

برصغیر کی تاریخی عظمت

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جس خطہ کو چنا یہ زمین عہد قدیم سے ارض ہند کہلاتی تھی۔ رب ذوالجلال نے اس سرزمین کو تاریخی عظمتوں سے سرفراز فرمایا:

یہاں تک کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ مَااَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ اِلَى الْاَرْضِ الْهِنْدُ

هذا حديث صحيح الاسناد (المستدرك للحاكم كتاب تواريخ المتقدمين من الانبياء و المرسلين باب ذكر آدم عليه السلام حديث نمبر ۴۰۴۷ جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۲۰۸)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے جس زمین پر نازل کیا وہ یہی ہندوستان کی زمین تھی۔ آپ جنت سے جس وقت دنیا پر تشریف لائے تو جس زمین پر آپ کا نزول ہوا اور جس زمین نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کو چوما وہ یہ برصغیر پاک و ہند کی زمین ہے۔

برصغیر کی زمین میزبانِ اول

اس لحاظ سے پوری انسانیت کی میزبان اول جس زمین کو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہماری سرزمین ہے۔ کہ پہلے انسان جب اس دنیا پر جلوہ گر ہو رہے تھے تو انکی میزبانی کا شرف اس خطہءِ پاک کو حاصل ہو رہا تھا۔

برصغیر میں توحید و رسالت کے نغمے

اور پھر روئے زمین پر سب سے پہلے جہاں ربّ ذوالجلال کی توحید کا نغمہ گونجا اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تذکرہ ہوا وہ زمین بھی برصغیر پاک و ہند کی زمین ہے۔

Marfat.com

﴿سری لنکا میں حضرت آدم علیہ السلام کا اِجلالِ ورود﴾

چونکہ روایات میں موجود ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام زمین پہ نازل ہوئے اور یہاں جلوہ گر ہوئے تو ان کو زمین پر وحشت محسوس ہوئی۔ چونکہ نیا ماحول تھا نئی جگہ تھی۔ سری لنکا میں جس وقت آپ کا اجلال ورود ہوا تو پھر آپ کو ایک وحشت محسوس ہوئی تو اس وحشت کو دور کرنے کے لیے ایک آواز بلند کی گئی۔ وہ آواز وہ ہے جو آج ہماری مساجد سے اذان کی شکل میں گونجتی ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یہ کلمات اس برصغیر کی زمین پر اس وقت گونج رہے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا اس زمین پر ظہور ہو رہا تھا۔

ابھی تک ان کا سفر حجاز یا میدان عرفات کی طرف نہیں ہوا تھا۔ سب سے پہلے روئے زمین پر ہماری اس زمین کو شرف حاصل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ورود اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے نغمے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہیاں کائنات میں جس جگہ پہلے گونجیں اور فضاؤں کو معطر کیا گیا۔ وہ زمین یقیناً برصغیر پاک و ہند کی زمین ہے۔

﴿برصغیر کی خوشگوار آب و ہوا﴾

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَطْيَبُ رِيْحٍ فِى الْاَرْضِ الْهِنْدُ

(المستدرك للحاكم كتاب تواريخ المتقدمين من الانبياء و المرسلين باب اطيب ريح فى الارض الهند حديث نمبر ۴۰۴۸ جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۰۸)

Marfat.com

ساری روئے زمین پر جہاں کی آب وہوا بہت ہی خوش گوار ہے وہ برصغیر پاک وہند کی سرزمین ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہوا کی خوشگواری کے لحاظ سے تاریخ کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔

﴿برصغیر میں مذہبی رنگ خصوصی عطا﴾

اللہ تعالیٰ کی اس زمین کے لیے یہ ایک خصوصی عطا ہے اور آج بھی پوری کائنات میں برصغیر پاک وہند میں جو مذہبی رنگ ہے اس کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

میں خود عربوں میں موجود رہا ہوں عرب جس وقت اپنی محافل میں بیٹھتے ہیں اور شریعت مطہرہ اور دین کے رنگ کا تذکرہ چھڑتا ہے۔تو آج بھی اس خطے کے لوگوں کو خراج تحسین اس لحاظ سے پیش کرتے ہیں کہ جتنی دین کی پختگی ان لوگوں میں ہے اتنی اور کہیں نظر نہیں آتی۔

جتنے دستار والے لوگ پاکستان ہندوستان بنگلہ دیش میں نظر آتے ہیں اور داڑھی والے اور دین کے ساتھ پختہ تعلق والے حضرات اس سرزمین پر اس وقت بھی موجود ہیں اتنے اس لیول کے حضرات دوسرے مقام پر موجود نہیں ہیں۔

اقبال کہا کرتے تھے۔

میر عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

سید عالم ﷺ حجاز مقدس میں بیٹھ کے یہاں کے عاشق جو آنے والے تھے ان کے دلوں کی محبت کی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کر رہے تھے۔

Marfat.com

تمام روئے زمین پر مکہ و مدینہ کی فضیلت

ہم اس تمام تر تناظر میں جو فضیلت مانتے ہیں تو وہ خاک عرب کی مانتے ہیں اور تمام روئے زمین پر مکہ شریف اور مدینہ شریف کی عظمتوں کو جس طرح رسول اکرم ﷺ کی نسبت سے اجاگر کیا گیا وہ ہمارا ایمان ہے اور پھر بحیثیت مؤمن ہمارے لیے کوئی جغرافیائی حدود پر جغرافیے کی وجہ سے فخر کرنا ہمارے ایمان سے خارج ہے۔ ہم جغرافیائی حدود پر یقین نہیں رکھتے ہم اپنے معبود پر یقین رکھتے ہیں جو بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو۔ کسی زمین پر ہو اور کسی جگہ پہ ہو وہ ہمارا بھائی ہے اور اللہ نے اس کو ایک ہی لڑی کا موتی بنا دیا ہے۔

برصغیر میں حق کی اذان دینے والے

اس تاریخی پس منظر کو بیان کرنے کے ساتھ یہاں اسلام جس وقت پہنچا۔ اس وقت سے کلمہ پڑھنے والوں کی ایک جستجو تھی کہ اس زمین کے اندر ہمارے رب کا نظام رائج ہو ہمارا دین غالب آجائے۔ بعض اسلامی حکمرانوں کے زمانے میں دین نافذ بھی ہوا۔

جب سے پہلے بندے نے کلمہ پڑھا تھا اس وقت سے لے کر 1947 تک اور قیام پاکستان کی تحریک کی کامیابی تک مسلسل کسی نہ کسی شکل میں یہ تحریک موجود رہی اور یہ تڑپ اور جستجو موجود رہی اور آج تک اس منزل کے حقیقی حصول کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ تو اوّل سے لے کر آخر تک اہلسنت و جماعت کی کوشش سے عبارت ہے۔

اگر چہ آج کے حالات میں ہم اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے لیکن پوری روشن اور تابناک تاریخ کو دیکھا جائے تو اس روئے زمین کا جو مقدر جاگا اور یہاں ہند

Marfat.com

کی رات میں جو فجر کے جلوے طلوع ہوئے اور ہند کے خارزاروں میں توحید کے گلاب کھلے اور سجدوں کی بہار آئی تو اس کے پیچھے جتنی جدوجہد ہے۔ وہ اہلسنت کے اولیاء ومشائخ اور علماء کرام کی ہے۔

ہم اپنی گفتگو کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پاکستان اور اہلسنت کا جو باہمی رشتہ ہے۔

1) ایک حصہ اس جدوجہد کا وہ ہے جو حصول پاکستان کی حسی تحریک سے پہلے جاری رہا۔

2) دوسرا وہ حصہ ہے جب پاکستان کے حصول کی تحریک زوروں پر تھی۔

3) تیسرا حصہ پاکستان کی آزادی کے بعد کے معاملات پر مشتمل ہے۔

﴿پہلا دور﴾

﴿برصغیر میں اہلسنت کی تاریخی خدمات﴾

اس میں اگر آپ اہلسنت کی خدمات کو دیکھنا چاہتے ہیں تو برصغیر کی صدیوں پر مشتمل تاریخ ہے۔ اس پوری تاریخ کے اندر جتنے اولیاء' صوفیاء اور فاتحین ہیں سب کے سب مسلک اہل سنت سے وابستہ تھے۔

تاریخ میں ان کے معمولات اور ان کے عقائد اور تاریخ کے اندر ان کے نظریات کا تفصیلاً تذکرہ موجود ہے۔

اگر آپ اولیاء کی لسٹ دیکھیں تو پھر بھی پورا نکہت ونور کا سلسلہ ہمارے مقدس نفوس سے آباد ہے۔ اگر فاتحین اور عادل حکمرانوں کی لسٹ دیکھیں تو وہ سارے کے سارے ہماری فقہ اور ہمارے مسلک پر موجود ہیں۔

Marfat.com

برصغیر میں شمع حق روشن کرنے والے

آپ دیکھتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کی زمین میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالی حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالی اور اس طرح کے ہزاروں اولیاء کرام جو مختلف زمانوں میں یہاں شمع حق کو روشن کرتے رہے اور انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک دین پر پہرہ دیا۔

وہ سارے کے سارے ہی اسی مسلک کے تھے اور وہ سارے ہمارے عقیدے کے ترجمان تھے۔ انہوں نے ہندومت' بدھ مت' سکھوں اور ہر باطل طاقت کا مقابلہ اپنے اخلاق سے بھی کیا اور اپنی تعلیمات سے بھی کیا۔ جس کے نتیجے میں یہاں پر دین محفوظ رہا۔ جس کے نتیجے میں یہاں پر ایمان کی شمع روشن رہی اور وہی نتیجہ آج ہمارے سامنے ایمان کی شکل میں موجود ہے۔

لہذا ہم بہ بانگ دہل کہتے ہیں:

داتا ہجویری بھی حنفی، خواجہءِ اجمیر بھی
یہ ملک تو حنفیوں کی اس لیے جاگیر ہے
حنفیو اٹھو! بناؤ ملک کو حنفی سٹیٹ
وقت کا یہ فیصلہ ہے قوم کی تقدیر ہے

جن لوگوں نے یہاں اسلام پہنچایا ان کا اسلام معتبر ہے تو پھر ان کا اسلام کے اندر جو تعارف ہے وہ بھی معتبر ہے اور پھر ان لوگوں کے نظریات بھی معتبر ہیں۔

Marfat.com

برصغیر میں اولیاء کا فیضان

برصغیر کی مٹی اولیاء کرام رحمہم اللہ کے فیضان کی مرہونِ منت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پوری تاریخ میں ہمارے ان قد آور بزرگوں کے مقابلے میں کسی دوسرے مسلک کا کوئی قد آور تو کیا کوئی بونا سا انسان بھی نظر نہیں آتا کہ جس نے ان اندھیروں کے اندر دین کی شمع روشن کی ہو۔

جس وقت برصغیر کے اندر داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ حق کا جھنڈا لے کر نکلے تھے دوسرے مسلک والے بتائیں ان کا کوئی نام ملتا ہو؟ جس نے اس وقت حق کی حمایت میں کوئی کردار ادا کیا ہو۔

☆ جس وقت حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ لاکھوں کو کلمہ پڑھا رہے تھے اس وقت دوسرے لوگ اپنی تاریخ پیش کریں ان کی تاریخ کا اس وقت عالم کیا تھا؟

☆ جس وقت حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ اس زمین پر حق کے جھنڈے لہرا رہے تھے اس وقت ان لوگوں کی تاریخ کا کونسا حوالہ ہے؟

☆ جس وقت حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ جبر کے دانت توڑ کر دین پر پہرہ دے رہے تھے اس وقت دوسرے لوگ اپنا کوئی لیڈر کوئی قائد پیش کریں۔

☆ جس وقت امام فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے برطانوی سامراج کے جبڑے چیرتے ہوئے اس دین متین پر پہرہ دیا تھا، اس وقت دوسرے مسلک والوں کا کونسا لیڈر تھا جس نے انگریزوں کے دانت کھٹے کیے ہوں اور اس سرزمین کو استعمار کے اثرات سے بچایا ہو؟

Marfat.com

لہذا اس پوری تاریخ میں ان کا کردار بہت زیادہ ہے

جن کی گفتار میں اثر تھا اور جن کی تبلیغ میں سوز تھا۔

اور جن کے افکار نے راتوں کو دنوں میں تبدیل کیا۔

وہ جتنے حضرات تھے اللہ کا فضل ہے

ہم ان لوگوں کے وارث ہیں،

ہم ان لوگوں کے عقیدہ پر ہیں،

ہم ان لوگوں کے نظریے پر ہیں

اور اس سرزمین کا چپہ چپہ ان لوگوں کی تاریخ کو آج بھی محفوظ کیے ہوئے ہے۔

اس برصغیر پاک وہند کا نام دیکھ لو! اس کے دیہاتوں اور شہروں کے نام جو ولیوں کے ناموں پر آج بھی موجود ہیں۔ وہ اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہاں حق کا پیغام پہنچایا ہے، حق کی تخم ریزی کی ہے اور اسکے بیج بوتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں فصل پکی ہے اور آج اس کھیتی کا ثمرہ ہمارے سامنے پاکستان کی شکل میں موجود ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں وہ تھوڑا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے کسی پگڈنڈی کا راہی نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں شاہراہ پہ رکھا ہے یعنی

وہ مین روڈ جس پر داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چلتے نظر آتے ہیں

اور جس پر خواجہ غریب نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چلتے نظر آتے ہیں

جس پہ حضرت شیر ربانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چلتے ہوئے نظر آتے ہیں

Marfat.com

جس پہ حضرت حافظ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ چلتے ہوئے نظر آتے ہیں

اور حضرت پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگ چلتے نظر آتے ہیں

اس شاہراہ پر ہم بھی پیچھے چلتے جارہے ہیں۔

لہذا ہمارے افکار کی اساس اور بنیاد مکہ شریف کے اس پیغام سے ہے جو سید عالم ﷺ نے پیش فرمایا تھا اور عظیم اکابر نے اسے ہم تک پہنچایا ہے۔ ہم اور کسی چیز کی طرف توجہ نہ بھی کریں یہ حقانیت کائنات میں ہماری طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر حق کی سربلندی اور حق کا علمبردار ہونے کا جو سہرا ہے وہ ہمارے مسلک کے لوگوں کو عطا فرمایا ہے۔

سپہ سالارانِ اسلام کا مسلک

تاریخ میں جو مشکل مقامات تھے وہاں پر جو حق پرستوں نے پہرہ دیا تو اس وقت بھی عقیدہ ہمارا تھا۔ وہ فاتحین خواہ وہ احمد شاہ ابدالی ہوں یا سلطان محمود غزنوی ہوں یا ٹیپو سلطان ہوں، ان تمام لوگوں میں ہمارا مسلک اور عقیدہ جلوہ گر تھا۔ وہ فاتحانہ حملوں میں تبرک کے حصول کے لیے اپنے پیرانِ طریقت کے پاس جا کے بھیک مانگتے تھے اور مفتوحہ علاقوں میں اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے تھے یہ سارے کا سارا ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔

برصغیر میں امامِ اہلسنت مجددِ الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کردار

پھر جس وقت برصغیر پہ کربلا کا وقت آیا حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکبر کے دینِ الٰہی کا اس انداز میں مقابلہ کیا۔

Marfat.com

اقبال کہنے لگے!

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

اقبال کہنے لگے وہ ہے تو مٹی لیکن اس مٹی میں ستاروں سے بڑھ کر چمک ہے کیوں کہ اس قبر میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ لیٹے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس وقت کی روشن خیالی کا مقابلہ کیا اکبر کے فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بڑی سخت سزائیں برداشت کیں۔ مگر بالآخر آپ کی تحریک کامیاب ہوگئی۔ کردار اتنا واضح ہو گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جہانگیر قدموں میں حاضر ہوا اور کانگڑہ کا قلعہ جو کبھی بھی فتح نہیں ہوا تھا جب وہ قلعہ فتح ہوا اور سولہواں جلوس شاہی تھا تو جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ اس قلعے کا افتتاح کریں۔ اسلام کا آج بڑا تاریخی موقع ہے کسی فاتح سے بھی یہ قلعہ فتح نہیں ہوا تھا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس شرط پر قلعہ پر قدم رکھوں گا کہ جب میں قدم رکھوں گا تو فوراً گائے کو ذبح کیا جائے گا اور پھر آذان کی آواز گونجے گی اور قلعے میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔

Marfat.com

جہاں انکی یورشیں ہیں وہیں آشیاں بنے گا
کوئی بجلیوں کو جا کے یہ فیصلہ سنا دے

اکابرینِ اہلسنت کا روشن کردار

ہمارے اسلاف نے انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے اس کا مقابلہ کیا ،اور پھر جس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں انگریز اپنے قدم جما چکا تھا اور مسلسل اس کی خرافات یہاں پر آ چکی تھیں ،تو ایک مردِ حُر جن کو امام فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے جنہوں نے کالے پانی کی سزا ہنس کے قبول کی ،مگر اپنے فتوے سے دست بردار نہیں ہوئے جن کے فتووں سے برطانوی سامراج کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ جزیرہ انڈیمان کے اندر روح نکل گئی آج بھی خلیج بنگال کے مشرق میں ان کی قبر حریت کی اذانیں پڑھ رہی ہے۔وہ امام فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کس کے عقیدے کے تھے؟ وہ ہمارے امام تھے وہ مفتی کفایت احمد کافی رحمہ اللہ تعالیٰ جو نعت شریف پڑھتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے اور مفتی عنایت احمد کاکوروی کا جہاد ،ان لوگوں نے ہر دور کے اندر ہمارا سر اونچا رکھا اور تاریخ کے ہر موڑ کے اوپر یہ لوگ ہیں جو ہمارے بزرگ اور اسلاف ہیں اور انہوں نے برصغیر کو بچانے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

دوسرا دور

دو قومی نظریہ اور اس کے وارث

وہ دو قومی نظریہ جو اصل میں مکی اور مدنی نظریہ ہے۔اس کو ہمارے اولیاء نے

Marfat.com

یہاں پر پروان چڑھایا اور اس کی پرورش کی اس کے ثمرات جس وقت قریب آنے لگے تو ہندوستان میں ایک فتنہ اٹھا جو متحدہ قومیت کا فتنہ تھا۔

متحدہ قومیت کا نعرہ لگایا گیا اور پھر اس نعرہ کے لیے کچھ اصحاب جبہ ودستار کو خریدا گیا۔ جس وقت ہندوؤں نے یہ سمجھا کہ اب یہاں پر انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی تحریک کامیاب ہو جائے گی تو پھر یہ اس زمین کے وارث ہونگے۔

تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو اتحاد کی پیشکش کی کہ ہم اور تم مل کے انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ ان کا مطلب تھا کہ ہماری اکثریت ہے اگر ہم انگریز کو بھگانے میں کامیاب ہو گئے تو کل ہند ہمارا ہوگا، مسلمان ہمارے غلام ہونگے۔

اعلیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہندوؤں کے خلاف جہاد

ہندوؤں نے جس وقت یہ جال پھینکا تو کئی مسلمان لیڈر اس سازش میں پھنس گئے۔ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا اور اس کی بنیاد جغرافیہ کو بنایا جا رہا تھا چونکہ ہماری زمین ایک ہے، ہماری بولی ایک ہے ہماری معاشرت ایک ہے، اس واسطے ہم ایک ہیں۔ اگر چہ ہم ہندو ہیں تم مسلمان ہو، ہمارا کوئی فرق نہیں۔

یہ آواز اس وقت کے ہندوؤں نے بلند کی، بدقسمتی سے ان کو کچھ داڑھیوں والے ایسے میسر آ گئے اور کچھ جبوں اور پگڑیوں والے ایسے لوگ مل گئے کہ جنہوں نے اس نظریے کی دین سے بنیاد تلاش کرنا شروع کر دی اور منبروں پر بیٹھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہندو اور مسلمان کی قومیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ دلائل دے رہے تھے چونکہ ہمارا گھر ایک ہے، ہماری جگہ ایک ہے، ہمارا علاقہ

Marfat.com

ایک ہے، ہمارا ملک ایک ہے اس واسطے ہم ایک ہیں۔ یہ فتنہ جس وقت مسجد اور منبر اور مدرسہ سے اٹھا تو اس کے مقابلے میں جنہوں نے دو قومی نظریہ پر پہرہ دیا وہ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ غلط سوچ ہے کہ انگریز کے ساتھ جہاد کرنا ہو تو ہندوؤں کو ساتھ ملا لیں یہ تو یونہی ہے:

فَرَّمِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ

بارش ہو رہی ہو اور بندہ بارش سے بچنے کے لیے دوڑتا ہوا آجائے اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا پھر اسے بارش سے بچ کے دوڑنے کا فائدہ کیا ہے۔ اگر اس نے کھڑا ہی پرنالے کے نیچے ہونا تھا۔

تو حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا جہاد جیسے انگریز کے خلاف ہوگا ایسے ہی ہندوؤں کے خلاف بھی ہوگا یہ ہمارے ہم قوم نہیں ہیں ہماری قومیت کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ نے جب مکہ شریف میں کہا تھا:

خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔

تو اس سے کس چیز کو واضح کیا تھا کہ جس نے میرا کلمہ پڑھا وہ جہاں بھی ہے میرا ہم قوم ہے اور اگر یہ کلمہ ابولہب نہیں پڑھتا تو یہ ہماری قوم کا نہیں ہے۔ جس بنیاد پر رسول اکرم ﷺ نے قومیت کی بنیاد رکھی تھی برصغیر میں اس نظریے کو اگر محفوظ کیا ہے تو ہمارے بزرگوں نے محفوظ کیا ہے۔

Marfat.com

گاندھی نواز علماء

جب برصغیر میں اہلسنت دو قومی نظریے کی اذان دے رہے تھے اس وقت دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف اکھنڈ بھارت اور وحدت ھند کا راگ الاپا جا رہا تھا۔ حسین احمد مدنی اور عطاء اللہ بخاری جیسے لوگ متحدہ قومیت کے مبلغ تھے

اور گاندھی کو منبروں پہ ''رسول السلام'' کہا جا رہا تھا، اس وقت بھی حق والوں نے گاندھی کی آندھی کا مقابلہ کیا۔

جب دوسری طرف سے گاندھی کے فضائل بیان ہو رہے تھے اس دور کے اندر بھی اگر منبر کی لاج رکھی ہے اور مسجد کا وقار برقرار رکھا ہے اور دین کی شان کو اجاگر کیا ہے تو وہ اہلسنت کا کردار ہے۔

اس وقت اس قدر حالات خراب ہو گئے تھے کہ ابو الکلام آزاد کی ہر تقریر ہندو قومیت کے بارے میں اور اکھنڈ بھارت کے بارے میں ہوتی تھی۔ اور تقسیم کو اسلام کے خلاف قرار دیا جا رہا تھا کہ برصغیر تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ دو ملک نہیں بننے چاہییں۔ پاکستان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

چلتے چلتے اس نے اپنی کتاب ''India wins freedom'' میں اسلامی قومیت پر (معاذ اللہ) اعتراضات کر دیئے اور سید عالم ﷺ کی دی ہوئی قومیت جو کلمہ کی قومیت ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا:

"Aftar the first century of islam was not able to unite all the muslim countries into one state."

Marfat.com

پہلی صدی گزرنے کے بعد اسلام اس قابل ہی نہیں تھا کہ تمام ملکوں کو محض دین کی وجہ سے متحد کرسکے (معاذ اللہ)۔

ایک صدی کے گزر جانے کے بعد ابوالکلام آزاد کی طرف سے اسلام کو اپنی حیثیت کھودینے کے مترادف قرار دیا جارہا تھا۔ اور انڈیا کو اپنی شناخت قرار دیا جارہا تھا۔

جس وقت یہ زہر گھولا گیا تو یہ بریلی شریف اور سواد اعظم اہلسنت کی آواز تھی۔ جس نے کہا ہم انڈیا کے ہیں مگر دین ہمارا مدینہ شریف کا ہے۔ اگرچہ ہم اس جگہ کے ہیں مگر ہمارے اندر سوز مکہ شریف کا ہے یہ بنیاد سامنے رکھی گئی تو اس کے نتیجے میں اللہ نے ہمیں علیحدہ ملک پاکستان عطا فرمایا۔

دیوبند اقبال کی نظر میں

ایسے خطبوں کے جواب میں علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا:

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ عربی است
بمصطفی ﷺ برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

عجم کو ابھی تک دین کی رمز کا پتہ ہی نہیں چلا یہ عجم کے لوگ کیسے ہیں۔

زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

Marfat.com

دیو بند کے حسین احمد سے یہ کیا حماقت سرزد ہوئی ہے۔

یہ شعر کلیات اقبال میں آج بھی موجود ہے اور بڑی کوشش کی گئی کہ یہ شعر کلیاتِ اقبال سے نکال دیا جائے اس میں ہماری سبکی ہوئی ہے۔ مگر اقبال کے وارثوں نے کہا کہ اقبال کا یہ پیغام باقی رہے گا جس نے غلطی کی تھی اس کو غلطی کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

سرود بر منبر که ملت از وطن است

یہ منبر پہ بیٹھ کے تقریر کرتا ہے کہ ہماری ملت وطن سے ہے۔

یہ وطن کا پجاری بن گیا اس نے وطن کو اسلام پر مقدم کر دیا۔

چه بے خبر زمقام مصطفی ﷺ عربی است

جس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام کی خبر ہو وہ ایسی غلط باتیں نہیں کر سکتا۔

چونکہ یہاں ملت وطن سے نہیں بنتی، ملت کلمہ اسلام سے بنتی ہے۔

بمصطفی ﷺ برساں خویش راکه دین همه اوست

سب کچھ چھوڑ دو، وطن چھوڑو، ثقافت چھوڑو، کلچر چھوڑو، جغرافیہ چھوڑو اور حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں پہنچ جاؤ کیونکہ دین تو اس ذات کا نام ہے۔

گر به او نرسیدی تمام بولهبی است

اگر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت مقدم نہیں ہے تو پھر تمام بولہبی ہے پھر کوئی مسلمانی نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے ان کو جھنجوڑا اور پھر ایک مقام پر یہ لفظ بھی کہنے پڑے۔

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی

وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

Marfat.com

کہ جن نمازوں سے توحید کو وقار ملا برصغیر میں کچھ نمازی ایسے ہیں کہ انہوں نے برہمنوں کی نذر کر دیں۔ مطلب تھا گاندھی کو مسجد میں بٹھا کر اس کے نعرے لگوانا اور ایک قومیت کی بات کرنا، دو قومیتوں کی نفی کرنا۔

لیکن اس دو قومی نظریے کو پروان چڑھایا تو ہمارے بزرگوں نے چڑھایا تھا۔

عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے لوگ اور حسین احمد جیسے لوگ شور و غوغا کر رہے تھے کہ ہم ایک قوم ہیں مگر سنی بچہ بچہ کہہ رہا تھا ہم دو قومیں ہیں ہندو اور ہیں مسلمان اور ہیں۔ اقبال کہنے لگے!

کسے کہ پنجہ زد ملک ونسب را
نہ داند نکتہ دین عرب را
اگر قوم از وطن بودے محمد
ندادے دعوت دیں بولہب را

جو ملت کی بنیاد ملک و نسب کو بنا رہا ہے وہ دین عرب کے نکتہ کو نہیں سمجھتا اگر قوم وطن سے بنتی ہوتی تو حضرت محمد ﷺ ابولھب کو دین کی دعوت نہ دیتے۔

عرب کے دین کا فلسفہ کیا ہے اگر قوم وطن سے بنتی ہوتی ہے۔

جس طرح قومیت پرست لیڈر اعلان کر رہے تھے کہ ہمارا چونکہ وطن ایک ہے۔

ندادے دعوت دیں بولہب را

اگر وطن سے قوم بنتی ہوتی تو نبی علیہ السلام ابولہب کو کلمہ کی دعوت کبھی نہ دیتے۔ چونکہ ابولہب کا وطن تو وہی تھا، ابوجہل کا وطن تو وہی تھا پھر ان کو دعوت دینے کی ضرورت کیا تھی؟ پھر بدر اور حنین کے معرکوں کی ضرورت کیا تھی؟

Marfat.com

اگر نبی اکرم ﷺ تلوار لیکر نکلے ہیں اور اپنے جغرافیے کے لوگوں کے خلاف جہاد کیا ہے اور پھر بدر میں کیا فرق تھا۔ کیا دو رنگوں والے، دو نسلوں والے تھے؟ دو زبانوں والے تھے؟

نہیں نہیں انکی زبان ایک تھی رنگ ایک تھا علاقہ ایک تھا مگر لڑے کیوں ہیں؟ ایک طرف خدا والے تھے دوسری طرف بتوں والے تھے تو اس بنیاد پر اقبال کہنے لگے۔ سارا دین ان لوگوں نے بیچ دیا اور ہندوؤں کی محبت میں دین کو ملیا میٹ کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ لیکن یہ علماء اہلسنت ہیں کہ جنہوں نے اس وقت حق کا علم بلند کیا۔

اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو پاکستان بنانے کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔

اسکا کوئی سبب ہی نہیں تھا۔ یہ بنیاد تھی کہ ہندوؤں کے ساتھ ہمارا گزارا نہیں ہوتا۔ ہمارا مذہب اور، ہمارا کلچر اور، ہمارے شعائر اور ہیں ہم ان سے جدا، وہ ہم سے جدا ،اس کیس (Case) کو جناب محمد علی جناح نے اس بیس (Base) پر علماء کرام کی وکالت کرتے ہوئے سامنے رکھا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان جیسا ملک عطا فرمایا۔

﴿ہمارا اور پاکستان کا جسم وجان کا تعلق﴾

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا عظیم ملک عطا فرمایا ہے کہ اس ملک پاکستان کے ساتھ ہمارا تعلق ایسا ہے جیسا جسم وجان کا تعلق آپس میں ہوتا ہے۔

اس لئے کہ پاکستان بننے سے پہلے کی صدیوں کی جو تاریخ ہے وہ بھی ہماری ہے اور پھر انگریز کو بھگا کر ہند کو آزاد کرنے میں کردار بھی ہمارا ہے اور جس بنیاد پر پوری دنیا

Marfat.com

میں منفرد ملک پاکستان بنا۔اس بنیاد پر پہرہ دینے کا تاج بھی ہمارے علماء و مشائخ کے سر ہے۔ پاکستان کی بقا کا سلسلہ بھی ہمارے علماء و مشائخ کے زندہ کردار کی وجہ سے ہے

پاکستان آبادی کے لحاظ سے ساتواں بڑا ملک

پاکستان پوری دنیا میں آبادی کے لحاظ سے ساتواں بڑا ملک ہے اور اسلامی ممالک میں صرف انڈونیشیا کے علاوہ باقی سب سے بڑی سٹیٹ (State) ہے

پاکستان سے محبت کی وجہ

جس نظریے پر یہ ملک بنا ہے اس نظریے پر پوری روئے زمین پر مدینہ شریف کی سٹیٹ کے بعد کوئی ملک نہیں ہے، باقی ملکوں کے پیچھے جغرافیہ ہے۔ برادری، رنگ ہے، نسل ہے۔ لیکن پاکستان ایک رنگ کی وجہ سے نہیں، ایک نسل کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نظریے کی وجہ سے بنا ہے۔ ہمیں پاکستان سے صرف اس لئے پیار نہیں کہ یہ ہمارا ملک ہے۔

خدا کی قسم ہے ہمیں پاکستان سے پہلے نمبر پر اس لئے پیار ہے کہ جو نظریہ دے کر ہمارے آقا علیہ السلام نے مدینہ شریف میں سٹیٹ (State) بنائی تھی اس نظریے پر پوری دنیا میں اگر کوئی ملک بنا ہے تو وہ پاکستان بنا ہے کہ مدینہ شریف میں سٹیٹ (State) کی بنیاد بھی یہی نظریہ تھا۔

آج کے ملکوں میں جغرافیے ہیں اور برادریوں کی بنیاد پر ملک کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا۔عربوں کی چھوٹی چھوٹی سٹیٹس (States) بن گئیں۔لیکن نظریے پر کوئی نہیں بنا۔

اگر غلط نظریے پر بنا ہے تو وہ اسرائیل بنا ہے اور صحیح اسلامی نظریے پر بنا ہے تو

Marfat.com

وہ اس پوری دنیا میں پاکستان بنا ہے۔ کسی نے کہا تھا:

نقش ہیں جو دل پہ وہ تصویر پاکستان ہے
جذبہ الفت کی ایک تعبیر پاکستان ہے
کون اب تسخیر کر سکتا ہے ارض عشق کو
مصطفےٰ ﷺ کے نام کی جاگیر پاکستان ہے

ہم پاکستان کا نام عبادت سمجھ کے لیتے ہیں اور ہمارا پاکستان سے تعلق ایمان والا تعلق ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس زمین پر بیٹھتے ہیں اور یہاں کی زمین کا اناج کھاتے ہیں۔ ہم پاکستان سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ یہ اس نظریے کا عملی نمونہ ہے جو نظریہ ہمارے محبوب علیہ السلام نے طائف کے بازار میں پتھر کھا کے بھی پیش فرمایا تھا۔

تصور پاکستان اور اکابرین اہلسنت

اس بارے میں یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ تصور پاکستان اور ہمارے ملی شعائر جن کے معتقدات ہمارے ساتھ مطابقت کرتے ہیں اور جو باقاعدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی سے فتویٰ لے کر اپنی رائے بتاتے تھے۔

1920ء میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں واضح طور پر تصور پاکستان پیش کیا۔

حضرت عبد القدیر بدایونی رحمہ اللہ تعالی کا تصور پاکستان

حضرت عبد القدیر بدایونی رحمہ اللہ تعالی نے اس ہند کی تحریک کا احاطہ کرتے ہوئے تصور پاکستان پیش کیا تھا تو ان کی خدمات کو سامنے لانا بہت ضروری ہے۔

Marfat.com

بہت بڑے مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جو کہ سابق وزیر تعلیم بھی ہیں۔
اور کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے ہیں۔

انہوں نے کتاب "The struggle for pakistan" میں اس حقیقت کو لکھا ہے۔

In march and april 1920 the Dhul.Qurnain of Badaun pablished an open letter from one Muhammad Abdul Qadir Bilgrami to gandhi advocating partition of the sub.Continent,in which he gave even a list of muslim districts which is generally speaking,not too different from the present boundaries of East and West pakistan.

ڈاکٹر اشتیاق حسین نے کہا کہ مارچ اور اپریل 1920ء میں بدایون کے اخبار ذوالقرنین نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بلگرامی رحمہ اللہ تعالی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا۔ جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی اس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔

کہاں 1947ء اور کہاں 1920ء اور کہاں علامہ اقبال کا تصور پاکستان، علامہ محمد اقبال کی طرف سے تصور پاکستان پیش کیے جانے سے کتنے سال پہلے 1920ء میں ایک بہت بڑے عالم دین عبدالقدیر بلگرامی رحمہ اللہ تعالی تصور

Marfat.com

پاکستان پیش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین اس خط کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعد میں جب پاکستان بنا تھا تو اس کے سارے وہی اضلاع تھے۔ جو 1920 میں عبدالقدیر بلگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش کیے تھے۔ جن جن ضلعوں کا نام انہوں نے پیش کیا تھا۔ اسی نقشے کے مطابق بعد میں پاکستان بنا ہے۔ اس واسطے پاکستان کے بنانے میں تصور دینے کا جو اصل کام ہے وہ ہمارے ان بزرگوں کا ہے۔ جنہوں نے تصور بھی دیا اور عملی کوششیں بھی کیں اور پھر اپنا خون دے کر ہمارے لیے علیحدہ ملک کا بندو بست بھی فرما دیا۔

قیام پاکستان کے مخالفین

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا کردار ہر شخص کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

جس وقت احراری کمپنی گاندھی کے چرنوں میں چر رہی تھی۔ مجلس احرار بھی ادھر تھی اور جمعیت علماء ہند گاندھی کے نعرے لگا رہے تھے۔

جماعت اسلامی کا ترجمان القرآن فروری 1946ء میں یہ کہتا تھا کہ پاکستان کا نام لینے والے اور بتانے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

جس وقت عطاء اللہ شاہ بخاری مجمع عام میں یہ کہہ رہا تھا کہ

''اگر پاکستان کی پ بھی بن جائے تو میری داڑھی گدھے کے موت اور پیشاب سے مونڈ ڈالنا''

(ماہنامہ عرفات لاہور مارچ ۱۹۷۹ء، ص ۴، ۵، بحوالہ ماہنامہ کنزالایمان لاہور اگست ۱۹۹۵ء)

جس وقت یہ لوگ ہندوؤں کی محبت میں اسلام کے خلاف بھڑاس نکال رہے تھے اللہ کا فضل ہے کہ ایسے کڑے وقت میں سنی سچے بچے نے پوری تحریک کو منظم کر کے ان

Marfat.com

ہندوؤں کو شکست دیتے ہوئے پاکستان کا وہ منظر حاصل کر لیا۔ جس کی روشنی آج بھی تمہارے سامنے موجود ہے۔

آج بھی نوائے وقت کے اداریے اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے اس کو ''پلیدستان'' کہا اور قائداعظم کو ''کافراعظم'' کہا۔ جنہوں نے ''مسلم لیگ کو اس وقت ووٹ دینا سور کھانے کے مترادف قرار دیا'' یہ ان لوگوں کا کردار تھا۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص: ۲۷۵

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا کردار

لیکن اس وقت ہمارے علی پور سیداں شریف کے پیر جماعت علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے تھے

''جو مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کرنے دیا جائے گا''

یہ حمایت کر رہے تھے اور بتا رہے تھے لوگو! یہ دین کا مسئلہ ہے لہذا ہمیں اس پر فخر ہے کہ کبھی بھی ہم تاریخ کے اندھیروں میں نہیں رہے۔ بلکہ سُنّی ہر وقت تاریخ کے سویروں میں موجود رہے ہیں جس وقت تحریک چل نکلی اور ہندو مسلم اتحاد والے سارے خواب چکنا چور ہو گئے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو سن کر لوگوں نے اپنے قبلے سیدھے کیے۔

تو آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس منظر ہی کچھ اور پیش کر رہی تھی جس کے نتیجے میں پاکستان کا قیام یقینی بنا۔ مگر اندرونی حالات کو دیکھ کر اور ہمارے علماء کی فکر کو سن کر تائب

Marfat.com

ہو گئے اور پھر جا کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کوشش شروع کر دی۔

اب یہ مقابلہ تھا ایک طرف کانگرسی ملاں تھے جو کہتے تھے کانگریس میں شامل ہونا فرض ہے اور وہ کہتے تھے کہ ہم کانگرسی ہیں۔

دوسری طرف ہم حق پرست تھے ہمارے مشائخ نے کہا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کی بیعت ٹوٹ گئی ہے۔ جس نے پاکستان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا پاکستان بنانے کے لیے جو ووٹ دے گا وہ ہمارا مرید ہو سکتا ہے لہذا پوری پاور کے ساتھ جنہوں نے پاکستان کو بنایا وہ اہلسنت ہیں۔

اس واسطے ہم اور پاکستان آپس میں یوں ہیں جیسے جسم اور جان کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔

ہمارے وہ عظیم مشائخ جنہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی 1925ء میں بنیاد رکھی۔ پھر ہر شہر میں سنی کانفرنسیں کیں اور رائے عامہ کو استوار کیا۔

حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالی سفیر اسلام

پھر جس وقت منزل بالکل قریب آنے کو تھی تو قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالی کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالی جو اعلیٰ حضرت کے بڑے خلیفہ تھے۔ ان کو قائد اعظم محمد علی جناح نے کہا کہ تم میرے نزدیک سفیر اسلام ہو سارے ملکوں کی زبانیں بھی جانتے ہو۔ جاؤ پوری دنیا میں پاکستان کا مقدمہ پیش کرو۔ عربوں کو بھی بتاؤ، عجم کو بتاؤ، برٹش کو بھی بتاؤ کہ ہماری مجبوری کیا ہے؟ ہم پاکستان کیوں چاہتے ہیں؟

Marfat.com

پھر انہوں نے پوری دنیا میں دورے کر کے لوگوں کو اس بات پر قائل کیا اور بیدار کیا کہ ہم کوئی ایسا ٹکڑا نہیں چاہتے کہ جہاں جاگیردارانہ نظام ہو ہم ایسا ٹکڑا چاہتے ہیں جہاں قرآن وسنت کے قانون کو نافذ کر کے دکھا دیا جائے۔

﴿آل انڈیا بنارس سنّی کانفرنس میں مطالبہ پاکستان﴾

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے موقع پر جب کوشش آخری مراحل تک پہنچی تو انڈیا کے شہر بنارس میں پانچ ہزار علماء مشائخ اکٹھے ہو گئے اور بنارس سنی کانفرنس میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ اگر محمد علی جناح مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم پھر بھی پاکستان بنا کے چھوڑیں گے۔

اس لیے کہ وہ ہمارے وکیل ہیں اگر وہ وکالت کریں گے تو ہم ان کے ساتھ ہیں اور اگر کسی طرح ان کو راستے سے ہٹا دیا گیا تو ہم پھر بھی اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ تو یہ کون لوگ تھے۔ یہ ہمارے سُنّی علماء ومشائخ تھے۔

☆.........حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........مولانا مفتی محمد مصطفٰی رضا خان رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........پیر عبد الرحمان بھر چونڈی شریف رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........پیر سید مغفور القادری رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری رحمہ اللہ تعالٰی

☆.........مولانا عبد الحامد بدایونی رحمہ اللہ تعالٰی

Marfat.com

☆ .... مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا عبدالعلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا غلام قادری اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مولانا محمد احمد مجددی ابن حضرت مفتی مظہر اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... دیوان سید آل رسول علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ .... مفتی محمد برھان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

اور انکے علاوہ ہزاروں مشائخ اور آستانوں کے گدی نشین تھے۔ جنہوں نے یک زبان ہوکر آواز بلند کی تھی تو رب ذوالجلال نے ہند کی اس مخلوق کو آزادی عطا فرمائی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد کا دور

آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس قیام پاکستان کے بعد سمجھنے لگی کہ جن کو ملک بنا کے دے رہے ہیں وہ خود ہی ملک میں نظام مصطفےٰ کو نافذ کر کے قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی گذار سکیں گے لیکن بدقسمتی سے مسلم لیگ اپنی راہ سے ہٹ گئی تو پھر ہمارے علماء ومشائخ نے جمیعت علماء پاکستان کے نام سے اس کوشش کو شروع کیا اور وہ کوشش آج تک جاری ہے۔ مگر جو کمی ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور پھر بالخصوص ہمیں اس

Marfat.com

بات پر زیادہ افسوس ہے۔

تلقین اعتماد وہ بھی کر رہے ہیں آج
راہ طلب میں جو کبھی معتبر نہ تھے
نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

مخالفین پاکستان کی ستم ظریفی کا تسلسل

(خودکش دھماکے)

جنہوں نے کہا تھا کہ "یہ احمق لوگ ہیں جو پاکستان کی بات کررہے ہیں"
اور کہتے تھے "کون ہے مائی کا لعل جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے"
آج وہ پاکستان کے مامے بنے پھرتے ہیں وہ ڈیزل قسم کے لوگ اب پاکستان کو اپنی جائیداد سمجھ چکے ہیں۔

اور پاکستان کو کھوکھلا کرنے کے لیے آج کتنے غلط لوگ متحرک ہو چکے ہیں۔ روزانہ کے دھماکے اور خودکش حملے یہ کس کی کارستانیاں ہیں۔ ہمیں پلٹ کر پھر وہ منظر یاد آتا ہے کہ جنہوں نے دل سے پاکستان کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ اور کہتے تھے کہ یہ ایک احمقوں کی بات ہے۔ پھر اس باڈر کو جو (۲۰) بیس لاکھ شہیدوں کو خون سے بنایا تھا۔ اسے آج معاذ اللہ مٹانے کی کوشش ہورہی ہیں۔

تحریک پاکستان میں سنی مسلمانوں کی قربانیاں

اس واسطے اہلسنت علماء ومشائخ اور عوام اہلسنت نے اگر آج بیداری کا مظاہرہ نہ

Marfat.com

کیا اور اپنے ملک کو بچا کر اس میں نظام مصطفےٰ ﷺ کو لانے کے لیے کوشش نہ کی تو تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

میرے بھائیو! جو کرائے کا رہائشی ہو اسے مکان سے دلچسپی کوئی نہیں ہوتی اور جس نے خود بنایا ہو مٹی کی اینٹوں سے نہیں۔ جگر کے لہو سے بنایا ہو تو اس کو اپنے گھر کی خبر ہوتی ہے۔ ہم نے پاکستان اس انداز میں حاصل کیا۔

بیس (۲۰) لاکھ مسلمانوں نے خون دیا، دو کروڑ مسلمانوں نے گھر چھوڑا، 90 ہزار عورتوں کی عزتیں لوٹیں گئیں۔ پھر یہ پاکستان بنا۔

آج وہ پاکستان ہم سے مطالبہ کر رہا ہے ہم اس کے تقدس کو برقرار رکھیں۔ پاکستان بنانے کا مقصد کسی کی چودھراہٹ کو عروج دینا نہیں تھا۔ پاکستان بنانے کا مقصد تو یہ تھا کہ مدینہ شریف کا رنگ نظر آئے۔ مکہ شریف کا رنگ نظر آئے۔ شریعت مطہرہ کا ماحول ہو سنت نبوی کا چرچا ہو۔ یہی پشاور کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح نے کہا تھا۔

﴿پاکستان قرآن وسنت کی لیبارٹری﴾

ہم زمین کا ٹکڑا نہیں چاہتے تھے۔ ہم تو قرآن وسنت کی لیبارٹری چاہتے تھے۔ ہم قرآن وسنت کے لیے پاکستان لینے والے ہیں۔

یہ کمیونسٹ خیال کے لوگوں کی تردید ہے کہ بانی پاکستان نے باقاعدہ طور پر قران وسنت کے لاء کی بات کی ہے۔ اور پھر یہ سعادت ہمیں حاصل ہے۔

﴿حضرت امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمات﴾

جب دستور پاکستان کا نام رکھنے کی بات آئی تھی تو اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان

Marfat.com

امام شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھوایا تھا۔ پہلے محض پاکستان تھا جب یہ کہا گیا کہ اس کا سرکاری مذہب کیا ہوگا اور یہ بات دستور میں طے ہو رہی تھی تو وہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جنہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔

اور جس وقت یہ طے کیا جا رہا تھا کہ پاکستان کی جو مین (Main) پوسٹیں ہیں۔ ان پر کوئی قادیانی نہیں آسکتا تو یہ کوششیں امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھیں۔ اور جس وقت پاکستان میں نظام اسلام کی جدوجہد کو عروج دیا جا رہا تھا تو اس وقت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے

مگر این جی اوز (NGO,S) اور مختلف قسم کی ایجنسیوں نے اس کاروان حق کو ہر دور میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور لوٹنے کی کوشش کی۔ لیکن آج بھی وہ حرارت باقی ہے اور آج بھی وہ جذبہ باقی ہے۔ یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصر نو راد ہے دھندلا سا ستارہ تو ہے

ہر طرف اندھیرے چھا گئے ہیں۔ روشنی کی کرن اہلسنت و جماعت ہیں۔ ان شاء اللہ یہی آگے بڑھیں گے اور اس گھر کی حفاظت کریں گے۔ اس کے ساتھ گفتگو کو ختم کر رہا ہوں۔

پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے
تن من دھن سب وار کے ہم نے یہ جھنڈا لہرانا ہے
یاد ہے تم کو ہندوستان پہ جب انگریز کا سایہ تھا
گنگا جمنا کی دھرتی پہ کفر کا بادل چھایا تھا

Marfat.com

مسلم لیگ نے گھر گھر جا کے قوم کو پکڑ جگایا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے پاکستان بنایا تھا
اب اس دیس کے والی ہم ہیں ہم نے اسے سجانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

شیخ مجدد نے جو تخم عرض ہند میں ڈالا تھا
خیرآبادی نے لہو دے کر اس گلشن کو پالا تھا
فکر رضا نے اس گلبن میں ہر سو کیا اجالا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس کا ثمر سنبھالا تھا
اس نظریے کو اب ہم نے پھر جگ میں پھیلانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

امن سکون سے بیٹھے والو آج اونچے ایوانوں میں
ان کی بھی تو یاد کرو جو کٹ گئے تھے میدانوں میں
کتنی غیرت تھی ان میں اور قوت تھی ایمانوں میں
آج وہ ہم سے کہتے ہیں فردوس کے بالا خانوں میں
ہم نے جس کو خون دیا تھا تم نے اسے چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

کچھ ایسے ہیں جو لہو مل کر آبیٹھے ہیں شہیدوں میں
ان کی ملت بنی وطن سے خود کہتے تھے جریدوں میں
وحدت ہند تھی لیلیٰ ان کی ہر جا غزل قصیدوں میں
بڑی خوشی سے بیٹھتے تھے یہ گاندھی جی کے مریدوں میں

Marfat.com

ہم نے ایسے ستم گروں کو بھی شیشہ دکھلانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

کب سے اس گلشن پہ دیکھو حملے کیے بجزاؤں نے
اس کے غنچوں کا رس چوسا ہے سوتیلی ماؤں نے
اس کے صحن میں ڈیرے ڈالے ہیں بے رحم بلاؤں نے
اس کا مالی سویا ہوا ہے استعمار کی چھاؤں میں
اس گلشن سے ہر غاصب کو ہم نے مار بھگانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

میرے دیس کے ہر چپے پہ یارب امن کے پھول کھلیں
شام سحر کے ہر لمحے میں عدل واحسان کے دیپ جلیں
اس کے ہر باسی کو یارب علم حلم کے جام ملیں
اس کے دشمن جل جل کے خود اپنی موت میں آپ مریں
آصف ہم نے اپنے دیس میں اپنا دین چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا پاکستان بچانا ہے

﴿وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين﴾

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 4

مائیں جب فرمائیں

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش

نہایت ہی معزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام 12 ویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

"مائیں جب فرمائیں"

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اس کے ابلاغ وتبلیغ کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ اور جن کی ماؤں کا وصال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ماؤں کو فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ

اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

وہ رب جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

Marfat.com

اسی میں سے اُس کا جوڑا بنایا

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً

(پارہ ۴ سورۃ النساء آیت ۱)

اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

ماؤں کی شفقت کا انداز

آج کی گفتگو ان چند عظیم ماؤں کے اقوال کی روشنی میں ہے۔ جو ان کی زبان سے اپنے فرزندان کے حق میں صادر ہوئے۔

مشکل وقت میں کڑی آزمائش کی گھڑیوں میں جب اپنی ماؤں سے عظیم بیٹوں نے مشورے کیے یا مشکل اور کڑے وقت میں ماؤں نے اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کیا تو اس سلسلے میں بھی ایک روشنی ہے پہلے اس کو پیش کریں گے۔

بالخصوص ماں کا دل جو سمندروں سے بھی زیادہ گہرائی رکھتا ہے۔ جب اس کے جذبات سے کوئی آواز نکلتی ہے تو عرش عظیم تک وہ ایک دستک کی طرح پہنچتی ہے اور رب ذوالجلال کسی کی ماں کے جملوں کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اور ایسی دعاؤں اور ایسے الفاظ کو قبولیت تامہ عطا کی جاتی ہے۔ کائنات میں سب سے بڑی ماں اور سب سے عظیم خاتون کے مقدس الفاظ سے اپنی گفتگو کو شروع کرتے ہیں۔

وہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے فرزند ارجمند پوری کائنات میں بڑے سے بڑے ہر شخص سے بڑے ہیں اور ہر اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں اور مخلوق میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر جہت سے عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آخری لمحہ سرکار ﷺ سے گفتگو

Marfat.com

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور ہمارے آقا علیہ السلام کا سفر مدینہ شریف سے واپسی کا تھا۔ جب محبوب علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً چھ سال تھی اور شریک سفر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ مدینہ شریف میں اپنے ننھیال سے ہو کر واپس آتے ہوئے سید عالم ﷺ جب اپنی عظیم ماں کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے کہ ابواء کا علاقہ آ گیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا علیل ہو گئیں۔ ابواء کی ایک پہاڑی پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا لیٹ گئیں۔ آخری لمحات میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عظیم فرزند کے چہرے کی طرف دیکھا اور اپنے ان جذبات کا اظہار کیا۔

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ

جو خواب میں نے دیکھے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو یقیناً آپ اللہ کے رسول علیہ السلام ہو۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آخری نگاہ اپنے عظیم فرزند کے چہرے کی طرف اٹھاتے ہوئے۔ یہ کلمات بولے!

کُلُّ حَیٍّ مَیِّتٌ

ہر زندہ فوت ہو جانے والا ہے۔ جو بھی مخلوق میں زندہ ہے اسے فوت ہونا ہے۔

وَکُلُّ جَدِیْدٍ بَالٍ

ہر نئی چیز نے پرانا ہو جانا ہے۔

وَکُلُّ کَبِیْرٍ یَفْنٰی

اور ہر بڑی عمر والا فنا ہو جائے گا۔

اَنَا مَیِّتَۃٌ وَذِکْرِیْ بَاقٍ

Marfat.com

میں دنیا سے جا رہی ہوں مگر میرے بیٹے میرا ذکر باقی رہے گا۔

وَقَدْ تَرَکْتُ خَیْرًا وَّوَلَدْتُ طُھْرًا

(مواہب الدنیہ باب ذکر رضاعہ ﷺ ج ا ص ۱۶۹)

اس واسطے کہ میں نے دنیا کو خیر دی ہے اور میں نے طہارت کو جنم دیا ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ گفتگو جو آخری لمحے ہمارے آقا علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ جس پر حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا گواہ ہیں۔

یہ ہر لحاظ سے ایک جامع اور اصولی گفتگو کا ایک باب ہے۔ جس میں انہوں نے ایک مفکرانہ انداز میں پوری کائنات کی تاریخ اور حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اشعار ارشاد فرمائے۔ اور دنیا سے جاتے وقت ان کے دل کو ایک اطمینان اور سکون تھا کہ اگرچہ میری زندگی ختم ہو رہی ہے۔ مگر میں نے کائنات میں زندگی بانٹی ہے اور میرے فرزند ایسے ہیں ہر بہار کے اندر اسی پھول کی خوشبو موجود رہے گی اور ہر ایوان کے اندر اسی آفتاب کا نور جلوہ گر رہے گا اور کائنات میں ہدایت انہیں کے صدقے تقسیم ہوتی رہے گی۔ اور جدھر بھی چمک پڑے گی اس چمک کے تذکرہ کے ضمن میں میرا بھی تذکرہ ضرور کیا جائے گا۔

ماں کی دعا سے فوت شدہ بیٹے کو زندگی ملی

سید عالم ﷺ کے عظیم صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ہم ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لیے گئے۔ وہ بالکل نوعمر صحابی تھے اور شدید بیمار تھے۔ ہم جس وقت ان کی عیادت کر کے اٹھے ہی تھے کہ ان کی روح نکل گئی۔ ان

Marfat.com

کے اوپر چادر ڈال دی گئی۔ جس وقت ہم نے اس کی والدہ کو خبر دی کہ تمہارے نوجوان بیٹے کا وصال ہو گیا ہے اور تم اس پر صبر کرو۔

تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ہم سے سوالیہ انداز میں پوچھا!

وَقَدْمَاتَ؟

کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔

تو ہم نے کہا ''نَعَمْ'' ہاں تمہارا بیٹا فوت ہو چکا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں اس ماں نے اپنے ہاتھ برجستہ آسمان کی طرف اٹھا لیے اور اپنے سادے انداز میں یہ دعا مانگی اور کہا!

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ آمَنْتُ بِكَ

اے اللہ میں تجھ پہ ایمان لائی۔

میں کافرہ تھی۔ بتوں کو چھوڑا اور تیرا کلمہ پڑھا۔

وَهَاجَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِكَ

اور میں نے سب کچھ چھوڑ کے تیرے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی۔

فَاِذَا نَزَلَتْ بِیْ شِدَّةٌ دَعَوْتُكَ فَفَرَّجْتَهَا

آج تک جب بھی کوئی مشکل مجھ پہ آئی ہے۔ اے میرے رب میں نے تجھے آواز دی تو تو نے میری مشکل کو حل کیا۔ اور تو نے میری مدد کی ہے۔

اتنی بات کہنے کے بعد کہنے لگی۔

Marfat.com

أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ لَا تَحْمِلْ عَلَيَّ هٰذِهِ الْمُصِيبَةَ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں۔ مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ نہ ڈال۔ میں جیتے جی اپنے بیٹے کا صدمہ برداشت نہیں کر سکتی۔ اور تو نے میرا بیٹا فوت کر دیا ہے اور میری یہ دعا ہے کہ میرے بیٹے کی روح واپس کر دے تاکہ جب تک میں زندہ رہوں تو میں اپنے بیٹے کو دیکھتی رہوں اور جب تو میری پہلی دعائیں قبول کرتا رہا ہے تو میرے رب میری اس دعا کو بھی قبول فرما لے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم اسی طرح اس کے پاس موجود تھے۔ اس کے بیٹے کے اوپر جو ہم نے چادر ڈالی ہوئی تھی تو اندر سے اس کے ہاتھ نے حرکت کی

فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ

اس نے خود اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا۔ اور اللہ کے اذن سے وہ باتیں کرنے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

حَتّٰى أَكَلْنَا وَأَكَلَ مَعَنَا

(البدایہ و النہایہ حدیث کرامۃ الولی السنۃ الحادیہ عشر للھجرۃ جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۵۳۶)

وہ اٹھ کے بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے بھی کھانا کھایا اور اس نے بھی کھانا کھایا۔

تو یہ ایک والدہ کا درد ہے اور والدہ کی تڑپ ہے۔ اور ایک والدہ کا اپنے رب پر اعتماد اور یقین ہے۔ رب ذوالجلال نے دربار میں کسی کی والدہ کی تڑپ اور آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ تم اگرچہ روح قبض کر کے لے آئے ہو اور قانون یہ نہیں ہے کہ دوبارہ روحوں کو لوٹایا جائے۔ اس خاتون نے اس انداز سے

Marfat.com

میرے ساتھ گفتگو کی ہے اور اپنے بیٹے کے لحاظ سے اس نے جو میرے ساتھ باتیں کی ہیں۔ میرا دریا رحمت جوش میں آ گیا ہے۔

لہذا ہم اس کی زندگی میں اس کے بیٹے کو نہیں ماریں گے۔ تو رب ذوالجلال نے اس خاتون کے الفاظ پر اس بیٹے کی ماں کی گزارش پر اس کے بیٹے کی روح کو واپس لوٹا دیا۔

اسے صحابہ کرام تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي الصُّفَّةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

کہ ہم صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سید عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔

فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ مُّهَاجِرَةٌ وَّمَعَهَا اِبْنٌ لَّهَا

ایک مہاجرہ خاتون کسی علاقے سے آ گئی۔ بتوں کا دین اس نے چھوڑا۔ اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پہنچی۔

فَاَضَافَ الْمَرْاَةَ اِلَى النِّسَآءِ

رسول اکرم ﷺ نے ان کو خواتین کے ساتھ ملا دیا۔

وَاَضَافَ اِبْنَهَا اِلَيْنَا

اور اس کے بیٹے کو ہمارے ساتھ بٹھا دیا۔

اس طرح ماں بیٹا مدینہ شریف میں رہنے لگے۔

سید عالم ﷺ نے ان کی تربیت کی اور روزانہ اپنے فیض سے آنکھوں کو حصہ دیا۔

وَلَمْ يَلْبَثْ اِنْ اَصَابَهُ وَبَاءُ الْمَدِيْنَةِ

کچھ دن گزرے تھے کہ ایک وباء آئی۔ اور وہ بیماری مدینہ شریف میں پھیل گئی۔

فَمَرِضَ اَيَّامًا

Marfat.com

تو وہ بیٹا بیمار ہو گیا اور کئی دنوں تک بیمار رہا۔

ثُمَّ قُبِضَ

کئی دنوں کی بیماری کے بعد وہ بیٹا فوت ہو گیا۔

ماں بیٹے کی رہائش جدا جدا تھی۔ ان دونوں کی ملاقات کبھی کبھی ہوتی تھی۔

اس کی ماں خواتین کے ساتھ رہتی تھی اور اس کا بیٹا صُفّہ میں رہتا تھا۔ جس وقت اس کے بیٹے کا وصال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو غسل دیا جائے تا کہ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کو دفن کر دیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَّغْسِلَهٗ

جب ہم نے اس کو غسل دینا چاہا تو رسول اکرم ﷺ کو اس وقت خیال آیا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا:

يَا اَنَسُ اِئْتِ اُمَّهٗ فَاَعْلِمْهَا

اے انس اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور اس کو خبر دو کہ تمہارا بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اب اس کا جنازہ تیار ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَاَعْلَمْتُهَا

میں نے جا کر اس کی والدہ کو اطلاع دی۔

فَجَاءَتْ حَتّٰى جَلَسَتْ عِنْدَ قَدَمَيْهِ

Marfat.com

وہ آ گئی اور اپنے بیٹے کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔

فَاَخَذَتْ بِهِمَا

پھر اس کے دونوں قدموں کو پکڑ لیا اور دعا مانگنا شروع کر دی۔

یہ بات ہر سچے انسان کے دل میں القاء ہوتی ہے کہ بات کیسے کرنی ہے۔ گفتگو کیسے کرنی چاہیے کہنے لگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَکَ طَوْعًا

اے اللہ میں نے جو تجھے مانا تو مجبوراً نہیں دل کی خوشی سے مانا۔

وَخَالَفْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا

میں نے اپنے دل کی پرہیز گاری کی وجہ سے بتوں کی مخالفت کی۔

میں نے بتوں کو چھوڑ کر تیرا کلمہ پڑھا اور میں نے یہ سب کچھ اپنی خوشی سے کیا۔

وَهَاجَرْتُ لَکَ رَغْبَةً

اور میں نے صرف تیرے لئے ہجرت کی اپنا ماحول چھوڑا، خاندان چھوڑا، اپنا گھر چھوڑا، اپنے اس بیٹے کو لے کر میں تیرے محبوب ﷺ کے دربار میں حاضر ہوگئی۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ

اے اللہ میرے وجہ سے بتوں کے پجاریوں کو خوش نہ کرنا

اے اللہ! آج بتوں کے پجاری مجھے کیا کہیں گے۔ کہ تو اچھا کلمہ پڑھ کے گئی تھی۔ ہجرت کر کے گئی تھی۔ جس رب کا تو نے کلمہ پڑھا اس رب نے تیرا بیٹا فوت کر دیا۔ اللہ! بتوں کے پجاریوں کو بات کرنے کا موقع نہ دے اور ان کو مجھ پر خوش

Marfat.com

ہونے کی گھڑی نہ دے۔ اب یہ خبر جس وقت ان کو پہنچے گی تو وہ خوش ہونگے۔ حالانکہ یہ ایک نظام ہے۔ اس کی حکمتیں ہیں۔

جس وقت اس تمہید کے بعد اس خاتون نے اللہ کے دربار میں ایک مقدمہ پیش کیا پہلے ساری گفتگو کرتی آئی۔ پھر کہنے لگی۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت مسلم کا خدا کوئی نہیں

وہ کہنے لگی

لَا تُشْمِتْ بِي عَبْدَةَ الْاَوْثَانِ

بتوں کے پجاریوں کو میری وجہ سے تنقید کا موقع نہ دے۔ وہ خوش نہ ہوں۔ لہذا اے اللہ تیرے دربار میں دعا کرتی ہوں۔

لَا تُحَمِّلْنِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ

اس مصیبت کا بوجھ مجھ پہ نہ ڈال جو تو نے بوجھ مجھ پہ ڈال دیا ہے۔

مَالَا طَاقَةَ لِيْ بِحَمْلِهَا

میں اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی۔

صحابہ کرام موجود ہیں غسل کی تیاری کا وقت ہے۔

نبی ﷺ تشریف فرما ہیں۔ میرے محبوب ﷺ کے زیر سایہ بیٹھ کر۔ اس عظیم ماں نے اپنے اس فوت شدہ بیٹے کے قدموں کو پکڑ کر رب ذوالجلال کے دربار میں اپنی درخواست پیش کر دی۔

صحابہ کرام کہتے ہیں

Marfat.com

فَوَاللّٰہِ مَا انْقَضٰی کَلَامُھَا حَتّٰی حَرَّکَ قَدَمَیْہِ

خدا کی قسم ہے۔ ابھی وہ ماں بات کر کے چپ نہیں ہوئی تھی کہ اس کے بیٹے کے دونوں قدموں میں جان آ گئی۔

یعنی جن دونوں قدموں کو پکڑ کر رب سے بول رہی تھی۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ کوئی دیر نہیں لگی۔ ابھی آخری جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بیٹے نے قدموں کو حرکت دی۔

سب سے پہلے قدموں میں جان آئی۔

ثُمَّ اَلْقَی الثَّوْبَ عَنْ وَجْھِہٖ

اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے سے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔

وَعَاشَ

اور پھر وہ بیٹا زندہ رہا کب تک؟

صحابہ کرام کہتے ہیں

حَتّٰی قَبَضَ اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ

ہمارے محبوب ﷺ کی پوری ظاہری حیات کے اندر وہ بیٹا زندہ رہا۔

حَتّٰی ھَلَکَتْ اُمُّہٗ

(البدایہ و النہایہ حدیث کرامۃ الولی السنۃ الحادیۃ عشر للھجرۃ جلد نمبر ۶،۵ صفحہ نمبر ۵۴۶)

یہاں تک اس کی والدہ کا وصال ہوا۔ تو پھر اس کے بیٹے کا وصال ہوا۔

﴿ماں کے جملوں کی تاثیر﴾

کتنی پاور ہے ایک سچی ماں کی دعائیں اور اس کے جملوں کی تاثیر کیسی ہے۔ یہ ایک نظام قدرت ہے اللہ جس کی روح کھینچتا ہے واپس نہیں دیتا۔ لیکن ایک ماں جھگڑ

Marfat.com

پڑی ہے اور اس کا انداز بڑا نرالا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کی محبت کو قبول کیا ہے۔

یعنی یہ نہیں کہا کہ اگر تو نے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنی ہے تو مانگ ورنہ دوسری دعا نہ کر۔ آپ اس کی محبت بھری گفتگو کو سنتے رہے ہیں۔ سرکار کے سامنے وہ بولتی رہی ہے۔ اور اس نے اپنی درخواست اپنے رب کے دربار میں پیش کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مہربانی کا ابر کرم برسا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے بیٹے کی روح کو واپس کر کے دنیا والوں کو بتایا کہ ماں کے دل کی جو حرارت ہوتی ہے۔

اور ماں کے دل کے اندر جو ایک ارمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اس کا بڑا دھیان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ماؤں کے جملوں کو قبول فرماتا ہے اور نہ ہونے والے کاموں کو بھی ان کی دعاؤں سے مکمل فرما دیتا ہے۔

اب ہم ایک ایسی ماں کا تذکرہ کرنے والے ہیں۔ وہ بھی صحابیہ ہیں اور تاریخ میں انکا ایک بہت بڑا کردار ہے انکو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہما کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منفرد شان

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ ابھی صرف سترہ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی کلمہ پڑھ لیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی صحابیہ ہیں۔ ان کے ابا جی بھی صحابی ہیں۔ ان کے دادا جان بھی صحابی ہیں۔ ان

Marfat.com

کے شوہر نامدار بھی صحابی ہیں۔ ان کے بھائی بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں

حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا اتنی بڑی محدثہ اور مفسرہ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے انکے شاگرد ہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا ہمارے آقا علیہ السلام کی پھوپھی جان ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی ہوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حواری کا لقب دیا تھا۔ اور وہ حواری لفظ آج بدنام ہو چکا ہے۔ کسی کے جو چیلے ہوتے ہیں ان پر حواری کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مگر شریعت مطہرہ میں اصل لفظ حواری بڑا پاک لفظ ہے۔

ہمارے آقا علیہ السلام نے اس کو مخلص ترین صحابی کے بارے میں استعمال کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے۔ لیکن میرا حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

وہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی ہوئی۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو **"ذات النطاقین"** کہا جاتا ہے۔ **"نطاق"** کمر بند کو کہتے ہیں۔

تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو ذات النطاقین اس لئے کہا گیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا نے کھانا اپنے ابا جی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں باندھا تو انہوں نے اس کمر بند کے دو حصے کیے۔ اس واسطے ان کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیدائش پہ اللہ اکبر کے نعرے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ صحابیہ ہیں کہ مدینہ شریف میں جانے کے بعد سب سے پہلے مہاجرین میں سے جس خاتون کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں اور وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مہاجرین کی پوری جماعت کا پہلا شہزادہ ہے جو مدینہ شریف میں پیدا ہوئے اور صحابہ نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔

چونکہ یہودی کہتے تھے کہ مہاجرین پر جادو ہو چکا ہے کہ ان کے گھر بیٹا پیدا نہیں ہوگا تو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا پہلے ہی بیٹے کی امید سے تھی۔ مدینہ شریف پہنچیں تو قبا کے مقام پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پیدا ہوئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کپڑے میں لپیٹ کر مدینہ شریف کی گلیوں کا چکر لگایا پھر فرمایا یہودیو! سن لو قریش پر کوئی جادو نہیں۔ مہاجرین پر کوئی جادو نہیں ہوا۔ دیکھو للہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بیٹا عطا فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی غذا

اور پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے بعد کا پہلا شہزادہ ہے جس کو نبی علیہ السلام نے اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی۔ آپ نے کھجور منہ میں چبائی اور اس کے بعد ان کے منہ میں ڈالی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں سب سے پہلی جو چیز پہنچی تو وہ نبی علیہ السلام کا لعاب دہن تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ساری زندگی راہ حق میں مجاہد کی طرح کردار ادا کرتے رہے اور بالخصوص جب مکے میں آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور مکہ شریف میں امیر المومنین کی حیثیت سے دور دراز تک ان کے احکامات کو مانا جانے لگا۔ بنو امیہ کے فرمانروا عبدالملک کو یہ بات پسند نہ تھی اس نے حجاج بن یوسف کو بھیجا کہ تم وہاں چلے جاؤ اور ان سے میری بیعت لو۔ اگر وہ میری بیعت کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ان کا سر اتارو

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے نتیجے میں چالیس ہزار کا لشکر حجاج بن یوسف کی قیادت میں مکہ شریف حملہ کیلئے آ گیا۔ مکہ شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی حیثیت سے تھے۔ حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے حق میں بیعت لینے کیلئے مکہ شریف کا محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ پانچ مہینے اور سترہ دن تک جاری رہا۔ اہل مکہ کا پوری طرح محاصرہ کر لیا گیا۔

چالیس ہزار کے لشکر نے آ کر منجنیقیں نصب کر دیں اور کعبہ شریف کے قریب والے پہاڑوں سے منجنیقوں کے ذریعے پتھراؤ کیا گیا۔

جس سے کعبہ شریف کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھی شہید ہوتے رہے۔

اس دوران بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ ابن زبیر کے ساتھیوں نے یہ بھی پیش کش کی کہ تم مذاکرات کر لو اور دست بردار ہو جاؤ اور اپنی جان بچا لو۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے موقف اور مشن پر ثابت قدم رہے۔

Marfat.com

اور ادھر پانچ مہینے کا محاصرہ اور مسلسل چالیس ہزار فوج کا حملہ تھا جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی شہید ہو گئے اور کچھ مجبوراً حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ جن کو کھانا نہیں ملتا تھا پانی نہیں ملتا تھا اور کوئی صورت حال بچنے کی نہیں تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے بھی جان بچانے کے لیے حجاج کی امان میں چلے گئے۔ حضرت خبیب اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ امن کے لیے حجاج کے پاس چلے گئے۔ صرف چند ساتھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں۔ اپنی ماں کے پاس مشورہ کرنے کے لیے چلے گئے۔

یہ بات (۷۳ھ) تہتر ہجری کی ہے۔ (۷۲ھ) بہتر ہجری میں یہ محاصرہ شروع ہوا اور (۷۳ھ) تہتر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ہجرت کے موقع پر مدینہ شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ اسطرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ خود (۷۳) تہتر سال کے تھے۔

﴿بوڑھی ماں کا بلند حوصلہ﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تہتر (۷۳) سال کا بوڑھا انسان پانچ مہینے محاصرہ کے باوجود آپ نے جہاد کو جاری رکھا اس وقت آپ کی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نوے (۹۰) سال سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اتنی بوڑھی ماں اور اتنے سخت حالات اور پھر آپ کا بلند حوصلہ تو ایسے میں قیامت تک کے لیے ماؤں کو ایک نصاب دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا مکہ شریف میں اپنے گھر میں موجود تھیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مشورہ کرنے کے لیے حاضر خدمت ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے جس وقت جا کر یہ کہا کہ صورتحال یہ ہے کہ میرے ساتھ صرف چند ساتھی رہ گئے ہیں باقی شہید ہو گئے ہیں۔اور کچھ حجاج کیساتھ مل چکے ہیں۔

فَمَارَأْيُكَ ؟

اب آپ کی اس بارے میں رائے کیا ہے ؟

میرے سامنے تین چیزیں پیش کی جا رہی ہیں۔

نمبر 1: مجھے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ابن زبیر اگر حفاظت سے باہر نکلنا ہے تو نکل جاؤ۔

نمبر 2: مجھے گرفتاری کی پیش کش بھی ہو رہی ہے۔

نمبر 3: اور مجھے سر اتارنے کی دھمکی بھی دی جا رہی ہے۔

اب ساری بات واضح ہے کہ میری فوج بھی ختم ہو چکی ہے۔میں اس وقت اکیلا ہوں۔اگر میں پہلے دو کام اختیار نہیں کرتا تو تیسرا کام میرے سر کے اترنے کا ہے۔

تو میری ماں تجھ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔مجھے اس وقت کیا کرنا چاہیے۔

صابرہ ماں کی مجاہد بیٹے سے گفتگو

جس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی بوڑھی ماں حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا تو اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کے اندر کتنا حوصلہ تھا۔وہ کتنی صابرہ تھیں اور دین میں کس قدر بصیرت رکھنے والی تھیں

Marfat.com

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں۔

يَابُنَيَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِنَفْسِكَ

اے میرے بچے (بُنَيَّ تصغیر کا لفظ بولا) تجھے تمھارے بارے میں زیادہ پتہ ہے

پہلے یہ جملہ بولا پھر کہنے لگیں۔ اب میری بات سنو!

اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ عَلٰى حَقٍّ وَتَدْعُوْا اِلٰى حَقٍّ وَاصْبِرْ عَلَيْهِ

اگر تم جانتے ہو کہ تم حق پر ہو اور حق کی طرف دعوت دیتے ہو تو پھر اس حق پر صبر کرو

فَقَدْ قُتِلَ عَلَيْهِ اَصْحَابُكَ

اور پھر تمہارے دوست اس حق پر شہید ہو چکے ہیں۔

وَلَا تُمَكِّنْ مِنْ رَقَبَتِكَ يَلْعَبُ بِهَا غِلْمَانُ بَنِىْ اُمَيَّةَ

اپنی گردن کو گرفتاری میں نہ دیں کہ بنو امیہ کے بچے اس کے ساتھ مذاق کرتے رہیں۔ پھر فرمانے لگیں

يَا بُنَيَّ عِشْ كَرِيْمًا

اے میرے بیٹے زندہ رہنا ہے تو شان سے رہو۔

مُتْ كَرِيْمًا

مرنا ہے تو شان سے مرو

لَا يَأْخُذُكَ الْقَوْمُ اَسِيْرًا

نہ پکڑے تجھے قوم قیدی بنا کر

یعنی کبھی بھی مجھے تیری گرفتاری کی خبر نہ ملے۔ بلکہ مجھے تیری شہادت کی خبر ملے۔

اس وقت گرفتاری بھی کوئی کام ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کو مروا کے کہو کہ میں گرفتاری

Marfat.com

پیش کرتا ہوں۔ کبھی بھی اپنے آپ کو مذاق نہ بنانا۔ اور پھر اتنا خوبصورت جملہ بولا!

اِنْ كُنْتَ عَلٰى حَقٍّ مَا وَهَنَ الدِّيْنُ

اگر تم حق پر ہو یعنی تم نے جس وقت جہاد شروع کیا تھا تو اپنے زور کی وجہ سے یا حق کی حمایت کی وجہ سے کیا تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے میں نے تو حق کی وجہ سے شروع کیا تھا ۔تو فرمایا تیرا کوئی ساتھی بھی زندہ نہ رہے۔ حق تو اب بھی زندہ ہے۔ حق تو اب بھی تیرے پاس ہے۔

جس وقت تو نے لڑنا شروع کیا تو وہ حق تجھے چھوڑ کے نہیں گیا۔ وہ حق اب بھی تیرے پاس ہے ۔اس واسطے اے ابن زبیر جو تو نے میرا دودھ پیا ہے۔ میں تمہیں کہہ رہی ہوں اور یہی میرا حکم بھی ہے۔ مشورہ بھی ہے، رائے بھی ہے کہ حق تو تمہارے ساتھ ہے اور کوئی بھی تیرے ساتھ نہ ہو تو کوئی بات نہیں لیکن جب روح نکلے گی تو حق کی حمایت میں نکلے گی۔

بوڑھی ماں تو یہ چاہتی ہے کہ میرے بیٹے کو گرم ہوا بھی نہ لگے اور جہاں معمولی سا بھی خدشہ ہو کہ وہاں جانے سے نقصان ہوگا۔ وہاں جانے سے روکتی رہتی ہیں۔

یہ بوڑھی ماں کہہ رہی ہے اے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن لو! میرا یہ حکم ہے کہ تم نے گرفتاری پیش نہیں کرنی۔ تمہیں شہید کیا جائے یہ مجھے پسند ہے اور میں جس وقت مروں تو یہ فیصلہ سن کے مروں۔ یا تم کامیاب ہو جاؤ غازی بن کے یا کامیاب ہو جاؤ شہید بن کے۔

﴿ماؤں کا نصاب﴾

Marfat.com

اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے کو جو پیغام دیا۔ وہ آج کی ماؤں کے لیے بھی ایک سبق ہے کہ!

ان کے پاس جب بیٹے آجائیں اور پوچھیں کہ ماں ایک طرف دین ہے دوسری طرف دنیا ہے۔ دنیا کی طرف جاؤں تو فائدہ بڑا ہے اور دین کی طرف جاؤں تو نقصان بڑا ہے۔ تو ماں کو یہ کہنا چاہیے کہ اے میرے بیٹے جدھر دین ہو ادھر نقصان نہیں ہوتا دین خود فائدہ ہے اور دنیا تو عارضی چیز ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولنے لگی کہ

اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ اَنَّمَا اَرَدْتَ الدُّنْيَا فَلَبِئْسَ الْعَبْدُ اَنْتَ

اگر تو نے دنیا کے لیے تلوار اٹھائی تھی تو پھر تم برے انسان ہو

اَهْلَكْتَ نَفْسَكَ وَاَهْلَكْتَ مَنْ قُتِلَ مَعَكَ

پھر تو خود بھی ہلاک ہے اور تیرے ساتھی بھی ہلاک ہیں۔ وہ دین کی کوئی خدمت کر کے نہیں گئے۔

وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى حَقٍّ فَمَا وَهَنَ الدِّيْنُ وَكَمْ خُلُوْدُكَ فِي الدُّنْيَا

اور اگر تم حق پر ہو تو دین کمزور نہیں ہوا تو دنیا میں آج نہیں مرو گے تو چار دن بعد مر جاؤ گے۔ کون ہمیشہ اس دنیا میں رہتا ہے۔

تو جب دنیا سے جانا ہی ہے۔ تو اس میں حق کے لیے جو جاتا ہے اس کے لیے حق کی طرف سے رحمتوں کا نزول بھی ہوتا ہے۔

جس وقت حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے اپنی گفتگو ختم کی۔

تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اپنی امی کے قریب ہوئے۔

Marfat.com

فَدَنَا مِنْهَا فَقَبَّلَ رَأْسَهَا

اپنی امی جان کے قریب ہو کر اپنی بوڑھی ماں کا سر چوما۔ اور کہا

هٰذَا وَاللّٰهِ رَأْيِ

امی خدا کی قسم ہے میری رائے بھی یہی ہے۔ میں ڈرا نہیں ہوں میں بھاگا بھی نہیں ہوں۔ صرف میں تم سے مشورہ چاہتا تھا۔

مشورے کا مقصد ثواب میں شریک کرنا

اور میرا یہ ذوق کہتا ہے کہ انہوں نے یہ پوچھا تھا تو اس نقطہ نظر میں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اشارہ ملا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو۔ تو بیٹے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ اللہ کے نبی کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے تو جس وقت اللہ حکم دے دے پھر مشوروں کی ضرورت نہیں ہوتی مشورہ تو دو چیزوں میں سے بہتر کے انتخاب کیلئے ہوتا ہے۔ لیکن رب جس وقت حکم دے رہا ہو تو وہی بہتر ہوتا ہے۔ تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بغیر پوچھے ذبح کر دینا چاہیے تھا۔ مگر مشورہ کیوں کیا تاکہ بیٹے کو بھی پورا ثواب مل جائے۔

ایک یہ ہے کہ بغیر پوچھے لٹا دیں تو اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ثواب ملے گا۔ لیکن بیٹے کو ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اس میں بیٹے کا تو کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

لیکن جس وقت پوچھا تو انہوں نے کہا!

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

(پارہ ۲۳ سورۃ الصافات آیت ۱۰۲)

Marfat.com

اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے

ابا جان جو کچھ کرنا ہے رب کے لئے کرلو میں اسی پر صبر کروں گا۔

تو پھر جتنا ثواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مل رہا تھا۔ اتنا رب کے حکم پر پیش ہوتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی مل رہا تھا۔

حضرت عبداللہابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چاہتے تو خود شہید ہو جاتے آپ کو تو اس کا ثواب مل جاتا۔ لیکن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوصلہ کا اظہار نہ ہوتا۔ اوران کا جو دین سے پیار ہے اس کا اظہار نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امی سے اس لئے پوچھا کہ میری شہادت میں ثواب میری امی کو بھی مل جائے۔ اوران کی رائے سامنے آجائے اور قیامت تک کافروں کی ماؤں اور مشرکوں کی ماؤں اور یہودیوں عیسائیوں کی ماؤں کو پتہ چلے کہ جنہوں نے نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھا ہے۔ وہ جان کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ بھی دینا پڑے تو دے دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے کہا امی جان میں نے آپ سے مشورہ اس لئے کیا ہے تا کہ آپ کو بھی اس کا ثواب مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی حدوں کی پاسداری کا جذبہ

پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

وَاللّٰهِ مَارَكَنْتُ اِلَى الدُّنْيَا

Marfat.com

خدا کی قسم دنیا کا ایک فیصد بھی میرا خیال نہیں تھا۔ جس وقت میں نے تلوار پکڑی تھی۔

وَلَا اَحْبَبْتُ الْحَیَاۃَ فِیْھَا

اور دنیا میں رہنے کی میری کوئی دلچسپی نہیں۔

وَمَا دَعَانِیْ اِلَی الْخُرُوْجِ اِلَّا الْغَضَبُ لِلّٰہِ اَنْ تُسْتَحَلَّ حُرُمَتُہٗ

میرے تلوار اٹھانے کا صرف ایک ہی باعث تھا کہ جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگا جائے اور اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے اور پھر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چپ کر کے گھر میں بیٹھے رہے۔

صرف ایک بات نے مجھے اس رستے پہ لگایا۔ جو آج میں شہادتوں کے گلشن میں شہید ہونے کے لیے تیار کھڑا ہوں تو اس لئے کہ جب جابر حکمرانوں نے اللہ کی حدود کو کراس کیا ہے۔ حدود اللہ کو پامال کیا ہے: یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔

ان سے پہلے جو یزید کے مظالم تھے وہ سب میرے سامنے تھے۔ میں ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دین کی حمایت میں نکلا ہوں۔ مجھے اپنی امارت کا کوئی شوق نہیں اور مجھے خلافت کی بھی کوئی غرض نہیں۔ میں نے اس لئے جھنڈا اٹھایا ہے کہ اگر آج ہم پاور بن کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان لوگوں کے خلاف ڈٹ کے مقابلہ نہیں کریں گے تو دین پھر بدلتا چلا جائے گا۔

اس واسطے میری امی نہ مجھے دنیا کی محبت ہے نہ دنیا میں جینا چاہتا ہوں۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا تھا کہ رب کا دین ہو رب کا قرآن ہمارے پاس ہو، اس کی مخالفت ہوتی رہے یہ برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔ اس واسطے میں نے اپنا لشکر تیار کر لیا اور مکہ شریف کے اندر میں نے ڈیرے لگا لئے۔

Marfat.com

پھر کہنے لگے

فَانْظُرِیْ یَا اُمَّاہُ فَاِنِّیْ مَقْتُوْلٌ فِیْ یَوْمِ ھٰذَا

اے میری امی تم دیکھ لینا آج میں شہید ہو جاؤں گا۔

یہ میرا فیصلہ ہے آج میری شہادت ہو گی۔

فَلَا یَشْتَدُّ حُزْنُكِ

میں نے پوچھا اس لئے ہے تاکہ تمہیں غم زیادہ نہ ہو۔

اگر میں ویسے شہید ہو جاتا تمہیں خبر پہنچتی تو وہ اور معاملہ تھا۔ جب تم خود شہادت کے لیے رخصت کر رہی ہو اب اگر میری شہادت کی خبر پہنچے گی تو معاملہ اور ہو گا اور میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ

وَسَلِّمِیْ لِاَمْرِ اللّٰہِ

میری امی جب میری شہادت ہو جائے اور تمہیں میری شہادت کی خبر ملے تو تم نے میرا معاملہ رب کے سپرد کر دینا ۔

تم نے کہنا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ستھرا کردار

فَاِنَّ اِبْنَكِ لَمْ یَتَعَمَّدْ اِتْیَانَ مُنْکَرٍ

تو اس بیٹے کی ماں ہے جس نے آج تک عمداً ایک بھی گناہ نہیں کیا۔ وہ بیٹا آج تجھ سے وقت شہادت اجازت مانگ رہا ہے۔

وَلَا عَمِلَ بِفَاحِشَةٍ

Marfat.com

آج تک تیرے بیٹے نے کوئی برائی نہیں کی۔

وَلَمْ يَجُرْفِيْ حُكْمِ اللّٰهِ

آج تک اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تیرے بیٹے نے جرأت نہیں کی۔

اللہ کے حکم کے مقابلے میں کبھی جسارت نہیں کی۔

وَلَمْ يَغْدَرْ فِيْ اَمَانٍ

آج تک امانت کے اندر غداری نہیں کی۔

وَلَمْ يَتَعَمَّدْ ظُلْمَ مُسْلِمٍ وَلَا مُعَاهِدٍ

آج تک میں نے کسی مسلم پر بھی ظلم نہیں کیا اور کسی ذمی پر بھی ظلم نہیں کیا۔

وَلَمْ يَبْلُغْنِيْ ظُلْمٌ عَنْ عَامِلٍ فَرَضِيْتُهٗ بَلْ اَنْكَرْتُهٗ

اگر میری حکومت میں میرے گورنر نے کسی پر ظلم کیا ہے تو میں نے اس کا بھی بدلہ لیا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ عِنْدِيْ آثَرَ مِنْ رِضٰى رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ

اور اس عامل کے ظلم کو میرے نزدیک اللہ تعالی کی رضا پر ترجیح نہیں ہے

اب اپنی پالیسی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا تَزْكِيَةً لِّنَفْسِيْ

اے میرے رب یہ باتیں میں نے اپنی بڑائی کے لیے نہیں کیں کہ میں آخری وقت اپنی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جو کچھ یہ باتیں کی ہیں

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِيْ مِنِّيْ وَمِنْ غَيْرِيْ

اے اللہ تو میرے بارے میں اور میرے علاوہ دوسروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی پالیسی اپنی ماں کے سامنے بیان کر کے شہادت کی اجازت لے کے نکلتے وقت رب ذوالجلال سے گفتگو کر رہے ہیں۔

اے اللہ جو باتیں مجھ سے ہو گئیں کہ میں نے ظلم نہیں کیا فحاشی نہیں کی میں نے ہمیشہ حق کی حمایت کی ہے۔ میں نے عمداً کبھی گناہ نہیں کیا۔ اے اللہ یہ میری اپنی تعریف نہیں تھی۔ میں اپنی ماں کو حوصلہ دینا چاہتا تھا کہ میری ماں کو شہادت کی خبر ملے تو اسے خوشی ہو کہ میرا کوئی اجڈ بیٹا دنیا سے نہیں گیا۔ میرا ایک کامل کردار والا بیٹا دنیا سے جا رہا ہے۔

ایک بیٹے کی ماں سے دعاؤں کی درخواست

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی امی سے کہا کہ اے میری امی اب میں جانا چاہتا ہوں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اُخْرُجْ یَا بُنَیَّ

اے میرے بچے تم چلے جاؤ

حَتّٰی اَنْظُرَ مَا یَصِیْرُ اِلَیْکَ اَمْرُکَ

تاکہ مجھے پتہ چلے کہ فیصلہ کیا ہوتا ہے۔

فَقَالَ جَزَاكِ اللّٰهُ یَا اُمَّهْ خَیْرًا

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے میری ماں خدا تجھے جزا دے۔

فَلَا تَدَعِی الدُّعَا قَبْلُ وَبَعْدُ

کبھی دعا میں مجھے ترک نہ کرنا۔ میرے لئے دعائیں مانگتے رہنا۔

جس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے تو آپ کی والدہ نے دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ قَدْ سَلَّمْتُهٗ لِاَمْرِكَ فِیْهِ وَرَضِیْتُ بِمَا قَضَیْتَ فَقَابِلْنِیْ فِیْ

Marfat.com

عَبْدَاللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ بِثَوَابِ الصَّابِرِيْنَ الشَّاكِرِيْنَ

اے اللہ میں اپنا بیٹا تیرے سپرد کر رہی ہوں تو میرے بیٹے کو صابرین کا ثواب عطا فرما۔ میرے بیٹے کو شاکرین کا ثواب عطا فرما۔

اس کے ساتھ کہتی ہیں ۔ اے میرے بیٹے اب رخصت ہو جاؤ۔ میں تمہیں اجازت دے رہی ہوں۔ بوڑھی ماں ہے نظر ختم ہو چکی ہے۔ بیٹے کو رخصت کرنے لگی ہے۔73 سالہ بیٹے کو 90 سالہ ماں نے اپنی گود میں لے لیا۔

فَاحْتَضَنَتْهُ لِتُوَدِّعَهُ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا نے بیٹے کو رخصت کرنے کے لیے اپنی آغوش میں بٹھایا اور ہاتھ پھیرا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بدن پر زرہ تھی۔ جس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی ہے تو حضرت اسماء کہنے لگی۔

يَا بُنَيَّ :مَا هٰذَا لِبَاسُ مَنْ يُرِيْدُ مَا نُرِيْدُ مِنَ الشَّهَادَةِ

(البدایۃ والنہایۃ باب قتل عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۳۵۷ دار المعرفۃ بیروت)

اے میرے بیٹے جس نے شہادت لینی ہو اس کو زرہ کی ضرورت کیا ہے۔ ایک طرف تم مجھ سے شہادت کی اجازت لیتے ہو اور پھر تم نے زرہ پہنی ہوئی ہے۔

اسماء رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا بیٹے زرہ اتار دو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار دی اور اپنے اضافی کپڑے اتار دیئے۔ شہادت میں ایسا نہ ہو کہ کہیں کوئی ستر میں فرق آجائے۔

اسلام کے ساتھ وفاداری کا سبق

Marfat.com

جس وقت وہ اپنے باقی کپڑے سمیٹ رہے تھے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کو اپنے خاندان کی عظمت اور اسلام کے ساتھ وفا کا سبق بھی دے رہی تھیں۔ فرمانے لگیں!

اے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تیرے ابا جی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کو نبی علیہ السلام نے اپنا حواری کہا تھا، اور تیرے نانا کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے، اور تیری دادی نبی علیہ السلام کی پھوپھی ہیں۔ اور تیری خالہ نبی علیہ السلام کی زوجہ ہیں۔ یہ سارے معاملات اپنے ذہن میں رکھو اور تم نے آج جس وقت شہادت گاہ میں قدم رکھنا ہے یہ سارے حوالے تمہارے سامنے ہونے چاہییں۔

کوئی شکوہ اور کوئی شکایت اور کوئی بے صبری نہیں ہونی چاہیے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی عظیم ماں کا سبق لے کر باہر نکلے ہیں تو یہ پیشکش پھر ہو گئی ہے کہ اگر چاہو تو جان بچا کر باہر چلے جاؤ۔ چاہو تو گرفتاری دے لو۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا نہ گرفتاری منظور ہے نہ اس سے نکل کر جان کی حفاظت منظور ہے۔ میں جس دین کے لیے تلوار اٹھا کے نکلا تھا۔ اس کے لیے آخری سانس تک لڑوں گا۔ لڑتے لڑتے جس وقت چھلنی ہو گئے۔ اس وقت ایک موذی نے بڑھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر اتار لیا۔ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو مدینہ شریف میں اس وقت اللہ اکبر کی آواز گونجی تھی۔ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہ جب شہید ہوئے ہیں۔ تو پھر کچھ موذی اللہ اکبر کی آواز بلند کر رہے تھے۔

اس موقع پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت سنا تو فرمایا:

Marfat.com

ظالمو! تم سے وہ لوگ اچھے تھے جنہوں نے اس ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت پر اللہ اکبر کہا تھا۔ آج تم ان کی شہادت پر اللہ اکبر کہتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دین کی سربلندی کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے یوں نظر آئے ہیں۔ جیسے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے کردار ادا کیا تھا۔ اور پھر ان کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفا کا حصہ ہے۔

ادھر حجاج کی طرف سے اتنا ظلم وستم ہو رہا تھا کہ آپ کا سر کاٹ کے عبدالملک کی طرف بھیجا گیا۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) حجون کی پہاڑی پر الٹا لٹکا دیا گیا۔ حجون ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ شریف میں ہے۔ اس پہاڑی پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا جسد اقدس کئی دنوں تک لٹکتا رہا۔ اتنا ظلم حجاج کی طرف سے تھا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو خبر پہنچی کہ آپ کا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔

اس کے بعد پھر حجاج کی طرف سے مذاکرات کی کوشش کی گئی۔ ہر ظالم ظلم کے داغ دھونا چاہتا ہے۔ مظلوم خاندان کے ساتھ اپنی حمایت اور محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ معاملہ یزید کا تھا۔ ایسے ہی حجاج نے پیغام بھیجا کہ اے اسماء رضی اللہ تعالی عنہا تم آؤ میں تمہیں اعزاز دینا چاہتا ہوں۔

یہ پیغام جس وقت حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس پہنچا تو فرمانے لگیں کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی میں حجاج کے پاس جاؤں گی۔

حجاج نے پھر پیغام بھیجا۔ کہ یا تو تم خود آؤ گی یا پھر تمہیں بالوں سے کھینچ کر یہاں

Marfat.com

لایا جائے گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں کہتی ہیں میں بیٹھی ہوں اس کو بھیجو جو مجھے بالوں سے پکڑ کر لے جائے۔ کون مجھے بالوں سے پکڑ کر لے جائے گا ؟

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب یہ پیغام حجاج کے پاس پہنچا۔

حجاج غصے میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا پہنچا۔ تو وہ دوسری طرح نرمی سے پیش آیا۔

کہنے لگا۔ یَا اُمَّہ

اے ماں تجھے امیر المومنین کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔ عبدالملک بن مروان نے مجھے باقاعدہ کہا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کا ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اسماء کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

جس وقت حجاج نے ﴿یَا اُمَّہ﴾ کہا تو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگی۔

لَسْتُ لَكَ بِاُمٍّ

تیرے جیسے بدبخت کی میں ماں نہیں ہوں۔

میں کس کی ماں ہوں؟

لِکِنِّیْ اُمُّ الْمَصْلُوْبِ عَلٰی رَأْسِ الثَّنِيَّةِ

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۳۰)

حجون کی پہاڑی کے اوپر پھندے پر جو سواری کر رہا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ہوں۔

Marfat.com

حجاج سے کہا میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ حجاج نے کہا کوئی ہمارے ذمہ کام ہو تو بتاؤ۔

تو حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگیں۔ سن لو! تم اس وقت مجھ سے کسی نرمی کا تقاضا کرتے ہو۔ سنو! تیرے کرتوتوں کو میں شروع سے جانتی ہوں۔

میں نے خود نبی علیہ السلام کی زبان سے سنا تھا

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت کے اندر ثقیف خاندان سے دو آدمی نکلیں گے۔ ایک کذاب ہوگا دوسرا مبیح ہوگا۔

کذاب مختار ثقفی تھا۔ جو اہل بیت کی جھوٹی محبت کے ضمن میں لڑتا رہا اور پھر اس کا سر اتارا گیا۔ اس کذاب کی خبر بھی نبی علیہ السلام نے دی تھی۔ اور دوسرے مبیح کی خبر دی تھی۔

''مبیح'' اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کو قتل کرنے والا ہو۔ میں نے نبی علیہ السلام کی زبان سے تمہاری مذمت سنی تھی۔ اگر چہ تم بعد میں پیدا ہوئے ہو۔ مگر ہمارے محبوب علیہ السلام نے اپنی زبان سے خبر پہلے دے دی تھی۔ لہٰذا میں تجھے بتانا چاہتی ہوں کہ میرے پاس تیرے لئے کوئی نرمی نہیں ہے۔

میرے پاس تیری مذمت حدیث سے ثابت ہے کہ تو وہ بدبخت انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے بھی بد بخت قرار دیا ہے۔

پھر حجاج کہنے لگا دیکھو میں نے اللہ کے دشمن کو مارا ہے حضرت اسماء فرمانے لگیں۔

میرا بیٹا اللہ کا دشمن نہیں تھا۔ وہ صوام تھا قوام تھا۔

روزانہ روزہ رکھا کرتا تھا اور روزانہ رات بھر قیام کرتا تھا۔

Marfat.com

حجاج نے کہا دیکھو میں نے تیرے بیٹے کی کس طرح دنیا خراب کی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

ٹھیک ہے تم نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی ہے۔ مگر میرے بیٹے کی شہادت نے تیری آخرت برباد کر دی ہے۔ نقصان تجھے ہوا ہے مجھے تو نہیں ہوا۔ دنیا عارضی ہے آخرت دائمی ہے۔ تم نے ہمیں دنیا کا نقصان دیا یہ کوئی بات نہیں ہے لیکن تو اپنی آخرت کا نقصان کر بیٹھا ہے۔ میرا بیٹا اور میں جس راہ پر قائم ہیں ہم نے اپنی آخرت کو سنوار لیا ہے۔

﴿آج کے ماحول میں خاتون اسلام کی ذمہ داری﴾

عظیم ماں کے ان جملوں کو اس موضوع کے لحاظ سے پیشنظر رکھنا آج کے حالات میں ہمارے لئے ضروری ہے۔ بالخصوص آج کی خواتین کے لیے اس میں سبق ہے۔ جس وقت ماں سے بیٹا آ کے پوچھتا ہے امی ایک طرف یہ سنت ہے اور دوسری طرف یہ فیشن ہے۔ فیشن سارے کر رہے ہیں۔ سنت سارے چھوڑ رہے ہیں۔ تو امی میں کیا کروں؟ اسلام کی بیٹی کا حق بنتا ہے۔ وہ کہے میرے بیٹے فیشن کو لات مارو۔ قدم سے ٹھکرا دو۔ اور اپنے نبی کی سنت کا جھنڈا اٹھا لو۔ اگر چہ کوئی بھی تجھے پسند نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ تو پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام تو پسند کریں گے۔

اس واسطے آج کی ماؤں کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کردار سامنے رکھنا ضروری ہے۔ جب اسلام پہ کربلا کا وقت آجائے۔ جب حدود اللہ کو پامال کیا جا رہا ہو۔

Marfat.com

ایسے میں ماؤں پر ضروری ہے اپنے بیٹوں کو دودھ کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اپنے دودھ کا تذکرہ کرتے ہوئے۔ انہیں یہ بتائیں کہ ہمارے اندر دین ہے ایمان ہے۔ ہمارے اندر یقین ہے۔ ہر چیز پہ کمپرومائز ہو سکتا ہے۔ اسلام پر کوئی کمپرومائز نہیں ہو سکتا کہ ہم اسلام بیچ کر زندگی کی بھیک مانگتے رہیں۔

ایسی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔

اسلام کی بیٹی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی آغوش میں آنے والی نسل کی اس انداز میں تربیت کرے جس سے پتہ چلتا رہے کہ!

شراب عشق احمد میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
جان دیکر بھی اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

﴿وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر

5

یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِ الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور اکرم، نورِ مجسم شفیع معظم، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان کے زیرِ اہتمام فہم دین کورس کے 13 ویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''یہود ونصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص،،

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کو سمجھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آج امتِ مسلمہ جن خطرات میں گھری ہوئی ہے ان میں ایک بہت بڑا خطرہ یہود ونصاریٰ کیساتھ مشابہت کا ہے اور یہود ونصاریٰ کی پیروی کا ہے۔

☆ آج امتِ مسلمہ کے بعض افراد کو دھوکہ دے کر، ورغلا کر اغوا کیا جا رہا ہے۔

☆ انہیں طیبہ کی حسین وادیوں سے نکالنے کیلئے مغرب کی چمک دکھائی جا رہی ہے۔

☆ انھیں زمزم اور کوثر وتسنیم سے ہٹا کر یورپ کے میخانوں کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔

☆ زندگی گذارنے کا لائف کوڈ اور نظام حیات جو ہمارے خالق ومالک نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں شہوت پرستوں اور خواہش کے پجاریوں کے

Marfat.com

بنائے دساتیرِ حیات کی طرف آج امت مسلمہ کو متوجہ کیا جارہا ہے۔

ایسے خطرات میں امت کے پاس بچاؤ کیلئے جو قلعہ ہے وہ قرآن مجید ہے۔

آج کا مومن اپنے رب کی قدرتوں پر یقین رکھتے ہوئے اور اپنے آقا تمام رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبتوں کا دیپ جلائے ہوئے اس کائنات میں سب کو یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ ہمارے دل میں اور ہمارے کردار میں جہاں کہیں بھی جلوہ گری ہوگی وہ رب ذوالجلال کے پسندیدہ دین اسلام کی جلوہ گری ہوگی۔

ہمارے انفرادی واجتماعی زندگی کے معاملات ہوں یا امور ہوں ان کے اندر اسلام کا جلوہ گر ہونا اور اِن کے اندر دین متین کی چمک کا موجود ہونا آج کے مومن کا سب سے بڑا کردار ہونا چاہیے۔

جداگانہ تشخص بیان کرنے کا مقصد

اس مقصد کے پیش نظر آج کے موضوع کو اس فورم (form) پر بیان کیا جارہا ہے۔ کہ ہمارے دکھوں کا علاج واشنگٹن میں نہیں ہے۔ ہمارے مرض کی دوا برطانیہ کے پاس نہیں ہے۔ ہمارے مسائل کا حل اسرائیل کے پاس نہیں ہے۔ ہماری الجھنوں کا مداوا انڈیا کے پاس نہیں ہے۔ ہمارے ہر مسئلہ کا حل قرآن وسنت میں موجود ہے۔

اس واسطے آج کچھ لوگ غیروں کے آلہ کار بن کے اُن کا پیغام مسلمانوں میں پھیلانے لگے اور کچھ بے چارے نادانستہ اُس جال کا شکار ہونے لگے۔

تو یہ ہماری ڈیوٹی بنتی ہے کہ ہم اپنے جداگانہ تشخص کی صورت واہمیت کو واضح کریں۔

☆ جس کا کوئی سہارا نہ ہو وہ اگر مارا مارا پھرتا ہے تو کوئی بات نہیں۔

Marfat.com

☆ جس کے پلے کچھ نہ ہو وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے تو کوئی بات نہیں۔

☆ جس کے پاس ضابطہ حیات نہ ہو وہ غیروں کی گداگری کرتا پھرے تو کوئی بات نہیں

☆ لیکن جس امت کو ساری امتوں کا سردار بنایا گیا ہو۔

☆ جس کے قانون کو ہر قانون کا سردار بنایا گیا ہو۔

☆ جن کی کتاب کو ہر کتاب پر امامت دی گئی ہو۔

☆ جن کے رسول ﷺ کو سارے رسولوں کا قائد اور سردار بنایا گیا ہو۔

اُس امت کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ للچائی نظروں سے غیروں کی طرف دیکھے اور وہ کسی غیر کے دروازے کے در کی بھیک کا محتاج رہے۔ اُسے ہر وقت اپنے رب کے کرم کی طرف اور اپنے محبوب کی عنایت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

یہودیوں کا بگڑا ہوا عقیدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ

اور یہودی بولے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے

اُن یہودیوں کے اللہ کے ماننے کا انداز یہ ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ موجودہ یہودی قرآن کے نزول کے وقت کے یہودیوں سے کئی درجے بگڑ گئے ہیں۔ اُس وقت کے یہودیوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اتنے کمینے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ معاذ اللہ بندھے جا چکے ہیں لہٰذا وہ کچھ دے نہیں سکتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں کہا۔

Marfat.com

غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ

انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں

جو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ ان کے کہنے والوں کے ہاتھ جکڑے جائیں۔

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا

اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ

بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں

اللہ کے ہاتھوں کو کون باندھ سکتا ہے۔ دن رات اُس کی طرف سے لوگوں پر بخشش ہو رہی ہے۔ لوگوں کو کھلایا جا رہا ہے خیرات بانٹی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں۔

اور یہ متشابہات میں سے ہے کہ اللہ نے دو ہاتھوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔

یہ رب کی ذات کا کمال ہے جو عقل کے ترازو پہ تولا نہیں جا سکتا۔ ہاتھ کے ہونے پر ہمارا یقین ہے لیکن ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں تو وہ کیسے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور ہمارے لئے اس پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ہمیں اپنے ہاتھوں کا دیدار کرا دے گا۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ

عطا فرماتا ہے جیسے چاہے

Marfat.com

وہ جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو عطا کرتا ہے اُس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ نہ اُسے کوئی مجبور کرسکتا ہے۔

قرآن کا اعلان یہودیوں کے کفر میں دن بدن اضافہ

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا

(پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶۴)

اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی۔

اس قرآن کو بنایا تو رحمت گیا تھا لیکن چونکہ اُن کے مزاج بگڑ چکے ہیں اس واسطے انھیں یہ رحمت راس نہین آئے گی وہ اس کو ازروئے شرارت کے پڑھیں گے اور ازروئے کفر کے پڑھیں گے۔ جوں جوں قرآن پڑھا جائے گا یہودیوں کی شرارتیں زیادہ ہونگی اور اُن کا کفر زیادہ ہوگا اس کی صداقتوں کا اس سے بڑا بیان کیا ہوسکتا ہے چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گذر چکا ہے اس کی کوئی خبر بھی جھوٹی نہیں ہے۔

قرآن کی سچی خبریں

اُن اخبار میں سے ایک خبر یہ ہے کہ قرآن پڑھیں گے یا سنیں گے تو ان کا کفر تیز ہو جائے گا اور پھر اے مسلمانو! تم کبھی بھی یہ نہ سمجھنا کہ یہ تمہارے وفادار ہو جائیں گے۔ اور تمہارے معاون بنیں گے۔

تم مومن تب ہو جب تمہارے پاس قرآن ہے اور جب تک تمہارے پاس قرآن ہے اُن کی شرارتیں ختم نہیں ہونگی تم قرآن کے بغیر نہیں رہو گے اگر مومن رہنا

Marfat.com

ہے تو قرآن ساتھ رکھنا ہے اور جب تک تمہارے ساتھ قرآن ہوگا اُس وقت تک یہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، یہ تمہارے دشمن ہونگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان وجوہ کو اس لئے بیان کیا کہ قیامت تک کے حالات اُس کے سامنے تھے۔ بڑے نشیب وفراز آئیں گے یہود و نصاریٰ تمہیں ورغلانے کی کوشش کریں گے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ یہود و نصاری رہ کے تمہارے حامی بن جائیں اگر تائب ہو کر مومن بن جائیں تو علیحدہ بات ہے۔ جب تک یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ قیامت تو آسکتی ہے لیکن یہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

اتنے موذی دشمن سے مشابہت آخر کیوں؟

تو مطلب کیا تھا کہ جو اتنے موذی دشمن ہیں اور اتنے مہلک ہیں تو پھر مسلمانو! ان سے بچ کے رہنا اور وہ کون ہے جو دشمن کے ساتھ مشابہت اختیار کرے۔ مشابہت تو پیار کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہے۔ کسی کو کسی انسان کا بولنا پسند آیا تو اس نے ویسا بولنا شروع کر دیا، کسی کا لباس پسند آیا تو ویسا لباس پہننا شروع کر دیا، کسی کا کوئی طریقہ پسند آیا تو وہی طریقہ شروع کر دیا تو یہ مشابہت محبت کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لائق محبت نہیں ہیں۔

یہ جو کچھ بھی کہیں تمہارے دشمن ہیں یہ کبھی بھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ شہد بھی پیش کریں تو وہ ضرور زہر ہوگا۔ اگر یہ پھول بھی دکھائیں تو وہ کانٹا ہوگا یہ بہار بھی لیکر آئیں تو ضرور خزاں ہوگی۔ ان پر کبھی تم نے اعتماد نہیں کرنا۔

Marfat.com

یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ہم ان سے دور ہیں وہ ہم سے دور ہیں۔ کبھی ان کے طریقوں کی پیروی نہیں کرنی ان کے راہ و رسم کو تم نے تھوکنا ہے۔ اور اُن سے کسی طرح کی کوئی مشابہت نہیں ہونی چاہیے تاکہ بغیر کوئی اشتہار چھاپنے کے اور بغیر کوئی ثبوت دینے کے صرف دنیا تمہارا چہرہ دیکھے تو کہے کہ یہ وہ ہیں جو یہود و نصاریٰ کے مخالف ہیں۔

تمہارے اجسام اور تمہاری عادتیں اور تمہارے چہرے اور تمہارے خصائل اور تمہارے طور زندگی کو دیکھ کر اُن کو پتہ چلتا رہے کہ یہ وہ ہیں جو حق والے ہیں اور جن کا یہود و نصاریٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہود و نصاری کے بارے قرآن کا فیصلہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں اور وہ بخیل ہیں، وہ لعنتی ہیں، وہ شرارتی ہیں اور وہ کافر ہیں۔ یہ باتیں یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کلام کرنے کا سلیقہ کس کو آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کے حکمت والی گفتگو کون کر سکتا ہے۔

تو آج ایک یہ بھی روشن خیالی ہے کہ یہود کو کچھ نہ کہو نصاری کو کچھ نہ کہو، نرم لہجہ رکھو، تو ہم کہتے ہیں ہم نرم لہجہ کہاں سے رکھیں جب قرآن کا لہجہ اتنا گرم ہے۔ ان آیات کو قرآن سے نہیں نکالا جا سکتا اور جو اس بارے میں سوچے وہ بھی کافر ہو جائے گا یہ ایک حقیقت ہے جس کی قرآن نے مذمت کی ہے ہمیں اُس کی مذمت کرنا پڑے گی اور ایسے ہی اُس کو کہنا پڑے گا جیسا رب کہہ رہا ہے وہ خالق ہو کر کیوں فرماتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ رب کے وفادار نہیں بنے۔ رب کے بارے میں جو کہیں کہ اللہ کے (معاذ اللہ) ہاتھ

Marfat.com

جکڑے جاچکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ ہاتھ توان کے جکڑے گئے اوران پرلعنت ہے اور قرآن کی وجہ سے ان میں طغیانی بڑھے گی اور کفر میں اضافہ ہوگا۔

ہمارے کچھ ایسے بھولے دوست بھی ہیں جن کو آج ان کا ایمان یاد آتا ہے۔ اوران کو Beleaver کہتے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ کافر ہیں۔ ہر بعد والے دن ان کی شرارت بھی بڑھے گی اوران کا کفر بھی بڑھے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور ہم نے اُن کے اندر آپس میں قیامت تک کیلئے عداوت اور بَیر ڈال دیا ہے۔

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ

جب بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو بجھا دیتا ہے۔

وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا

اور وہ زمین میں فساد کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے یہودیوں کی متعدد صفتیں بیان کی ہیں۔

یہودیوں کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں، لعنتی ہیں، بخیل ہیں، کافر وسرکش ہیں آپس میں دشمنی اور بغض رکھتے ہیں۔ جنگ کیلئے آگ گرم کرتے ہیں اُن کا مشن جنگ ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

(پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۴)

Marfat.com

اور اللہ فساد کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا۔

مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ

یہ کہنے کا مطلب کیا تھا کہ اے مسلمانو! تم میرے بندے ہو جس سے میرا پیار ہونا چاہیے اُس سے تمہارا پیار ہونا چاہیے تو یہود ونصاریٰ فساد پھیلانے والے ہیں۔ لہٰذا جو فسادی ہیں وہ میرے پسندیدہ نہیں ہیں۔ جب وہ میرے پسندیدہ نہیں ہیں اور تم میرے ہو تو پھر تمہیں بھی چاہیے کہ یہود ونصاریٰ کو پسند نہ کرو تم اُن سے دور رہو۔

آج کا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ہم نے کبھی یہود ونصاریٰ کو پسند نہیں کیا ہم نے تو ہمیشہ اُن سے نفرت کی ہے تو پھر آج کا کردار چغلی کھاتا ہے

☆ اگر یہود ونصاریٰ کے ساتھ پیار نہیں تو پھر چہرہ اُن جیسا کیوں بنایا ہوا ہے؟

☆ اگر یہود ونصاریٰ سے پیار نہیں ہے تو پھر دوکان کا نظام اُن جیسا کیوں رکھا ہوا ہے؟

☆ اگر یہود ونصاریٰ سے پیار نہیں تو پھر کپڑے اُن جیسے کیوں پہنے ہوئے ہیں؟

☆ اگر یہود ونصاریٰ سے پیار نہیں تو پھر نظام حیات کا انداز اُن جیسا کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہارا رب ہوں تم نے میرے ساتھ پیار کرنا ہے لیکن تم میرے دشمنوں کے ساتھ پیار کرتے ہو۔ میں نے تمہیں پیار کرنے کا ایک جامع پیکر حضرت محمد ﷺ کی صورت میں دیا ہے چہرہ اُن کا دیکھو گے اُن میں جمال میرا نظر آئے گا۔ یہ تمہارے لئے ہم نے سنت بنادی ہے۔ اُن کو بہت بڑا معیار قرار دیا ہے اب جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ مجھے پسند ہے۔ میں نے تمہیں جداگانہ تشخص کیلئے محبوب علیہ السلام کی شکل عطا فرمائی ہے کہ جن کا ہر کردار جداگانہ ہے، ہر انداز جداگانہ ہے۔

Marfat.com

اے لوگو! تم ڈھونڈ رہے تھے کہ ہم یہود و نصاریٰ سے فرق تو چاہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

(پارہ ۶ سورۃ النساء آیت ۱۷۴)

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔

برھان کو دیکھتے جاؤ اور رب کی پسند کو پہچانتے جاؤ۔

قرآن مجید کی اس آیت کی شرح کے طور پر بخاری شریف کی ایک حدیث سامنے رکھیے ہم یقیناً ان لوگوں کو اہل کتاب کہتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ مگر ہم ان لوگوں کو مومن نہیں سمجھتے۔

یہاں پر مومن سے مراد لغوی معنی نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہے تو شرعی معنی کے لحاظ سے یہود و نصاریٰ مومن نہیں ہیں اُن کے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ آج کے بگڑے ہوئے انسان ہیں۔

جس وقت اسلام آیا تھا اُس وقت کے ان کے حالات کو سامنے رکھ لیں تو پھر کوئی غلطی نہیں ہوگی سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مژدہ اپنے صحابہ کرام کو سنا رہے تھے کہ قیامت کے دن رب کا دیدار ہوگا۔

بتوں سمیت ان کے پجاری جہنم کا ایندھن

اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ

جب قیامت کا دن ہوگا۔

أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ

(بخاری شریف کتاب التفسیر باب قولہ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ج ۲ ص ۶۵۹ قدیمی کتب خانہ کراچی حدیث نمبر ۴۵۸۱)

قیامت کے دن اعلان ہوگا ہر امت جس کی عبادت کرتی تھی اُس کے پیچھے چلے۔ جس کی دنیا میں انہوں نے عبادت کی وہ اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے تو جس نے پتھر کی عبادت کی یا بت کی عبادت کی یا درخت کی عبادت کی وہ اسی کے ساتھ ہو جائے گا۔

فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ

پس جو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتا تھا وہ جہنم میں گر جائے گا۔ سارے جھوٹے معبودوں کے پجاری اپنے معبودوں کے ساتھ ہو جائیں گے (کوئی بچھڑے کے پیچھے ہے کوئی گائے کے پیچھے ہے کوئی پتھر کے پیچھے تو کوئی درخت کے پیچھے ہے) انھیں مجموعی طور پر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ

حتیٰ کہ اللہ کے ماننے والے باقی رہ جائیں گے، خواہ وہ نیک ہوں یا برے ہوں یعنی کچھ وہ ہیں جو مانتے بھی ہیں اور اطاعت بھی کرتے ہیں کچھ وہ ہیں جنہیں یقین وایمان تو ہے مگر وہ فاسق وفاجر ہیں۔ یہ دونوں طرح کے لوگ باقی رہ جائے گے۔ ان کیساتھ کون ہیں۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ

اور اہل کتاب کے بقایا۔

یعنی اہل کتاب میں سے جنہوں نے بتوں کی پوجا کی وہ تو جہنم میں چلے گئے اور باقی مومن رہ گئے اور کچھ اہل کتاب میں سے رہ گئے جن کا دعویٰ تھا کہ ہم اہل توحید میں سے ہیں ان کو ابھی جہنم میں نہیں پھینکا گیا۔

اب یہ ہے کہ اُن کے اہل کتاب ہونے میں اور دیگر مشرکین میں فرق کتنا سا ہے۔ باقی سارے مشرک جہنم میں داخل ہو گئے اور وہ ''غبرات اہل کتاب'' ابھی باقی ہیں کیونکہ انہوں نے جن کی عبادت کی وہ جہنم میں جانے والے نہیں وہ اللہ کے نبی ہیں انہوں نے اُن کی جھوٹی عبادت کی۔ جب ثابت ہوا کہ یہ بقایا اہل کتاب بھی مشرک ہیں ان کو بھی جھنم میں پھینک دیا جائے گا۔

فَتُدْعَى الْيَهُودُ

یہودیوں کو رب کی بارگاہ میں بلایا جائے گا۔

فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟

اُن سے کہا جائے گا یہودیو تم کس کی عبادت کرتے تھے۔

قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللَّهِ

وہ کہیں گے کہ ہم حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے جو کہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ

Marfat.com

اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا۔

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں تھے تم نے اُن کو جھوٹا معبود بنایا وہ تو تمہیں توحید کا سبق دیتے رہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ

نہیں پکڑا اللہ تعالیٰ نے بیوی کو اور نہ ہی بچہ

جب اُس کی کوئی بیوی نہیں تو بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔

پھر اُن سے کہا جائے گا۔

فَمَاذَا تَبْغُوْنَ

تمہیں کس چیز کی تلاش ہے حشر کا میدان ہے۔ گرمی بہت زیادہ ہے تو وہ کہیں گے۔

فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا

اے ہمارے رب ہمیں پیاس بڑے لگ گئی ہے تو ہمیں پانی پلا دے۔

فَيُشَارُ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِى النَّارِ

پس اشارہ کہا جائے گا کیا تم داخل نہیں ہوتے؟ پس وہ آگ کی طرف اکٹھے کر دیے جائیں گے گویا وہ آگ سراب ہے حالانکہ اسکی آگ کا بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہوگا پس وہ آگ میں گر جائیں گے۔

انھیں اشارہ کیا جائے گا اور وہ ایسے لگے گا کہ سامنے ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے مگر وہ جہنم ہوگا۔ جب اُن کو اشارہ ہوگا تو جب وہ اس میں وارد ہونگے تو وہ جہنم شعلوں سے بھرا ہوگا یہ اُن کا خاتمہ ہوگا۔

Marfat.com

ان کے اہل کتاب ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ اولی طور پر جہنم میں نہیں گئے کچھ دیر روک کے رکھا گیا۔

اوران سے پوچھا گیا کہ تم نے کس کی عبادت کی۔ تو انہوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ عزیر علیہ السلام نے تو تمہیں توحید بتائی تھی۔ تم نے اُن کو کیوں معبود بنایا۔ پھر اُن کو جہنم میں ایک طریقے سے داخل کیا گیا۔

اُن سے پوچھا جائے گا تمہیں کس چیز کی تلاش ہے تو وہ کہیں پیاس بڑی لگی ہے پانی چاہیے تو اُن کو اشارہ کیا جائے گا کہ وہاں پانی ہے۔ جب وہاں جائیں گے تو وہ پانی نہیں ہوگا بلکہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہونگے اُن کو ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔

اگر اُن کا ایمان کچھ بھی معتبر ہوتا تو وہ ہمیشہ کیلئے جہنمی قرار نہ پاتے۔ تو صرف یہ فرق ہے کہ باقی مشرکین پہلے جہنم میں جائیں گے لیکن ان کو کچھ دیر روک کے پھر جہنم میں ہمیشہ داخل کردیا جائے گا۔

پتہ چلا کہ وہ اہل کتاب جو اصل اہل کتاب تھے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیھم السلام سے جو دین پایا اس پر پختگی سے قائم رہے اور شرک نہیں کیا اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی دنیا سے چلے گئے وہ جنتی ہیں۔ جنہوں نے بت پرستی کی وہ جہنمی ہیں اپنے معبودوں کے ہمراہ پہلے ہی جہنم میں چلے جائیں گے جن کا دعویٰ توحید تھا مگر مشرک ثابت ہوئے وہ دوسرے نمبر پر جہنم میں جائیں گے۔

ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا۔

Marfat.com

فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ

اُن سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔

قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ

وہ کہیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔

فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ

اللہ فرمائے گا تم جھوٹ بولتے ہوئے اللہ کا کون بیٹا ہوسکتا ہے اُس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور نہ کوئی اولاد ہے تم نے کس کو معبود بنایا اور پھر تم نے ان کو ابن اللہ سمجھے رکھا۔

فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُونَ

اُن سے کہا جائے گا کہ اب تمہیں کیا چاہیے۔

وہ کہنے لگے پیاس بہت زیادہ ہے پانی کی ضرورت ہے۔

تو اُن کو اشارہ کیا جائے گا جو کہ سراب ہے وہ سمجھیں گے کہ پانی کا سمندر بھرا ہوا ہے۔ حالانکہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ ادھر جہاں اشارہ ہوا جہنم کے شعلے تھے۔ تو اُن کو جہنم میں داخل کر دیا گیا۔

محشر اور امت مسلمہ

حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ

یہاں تک کہ اللہ کو معبود ماننے والے نیک اور فاجر ہی باقی رہ جائیں گے۔

اسکے بعد رسول اکرم ﷺ کا علم دیکھیے حشر کا دن ہوتا، ہم وہاں ہوتے تو پھر جا کر ہمیں اس کا پتہ چلتا لیکن یہ رسول اکرم ﷺ کا ہم پہ کرم ہے کہ آپ نے صفحہ پہ

Marfat.com

بیٹھ کے صدیوں بعد کی باتیں بتائی ہیں۔ حشر بپا ہے باقی سارے فارغ ہو چکے ہیں اور جہنم میں جا چکے۔

اللہ تعالیٰ کو ماننے والے اور رسول اللہ ﷺ کو ماننے والے اور ہر دور کے مومن باقی رہ جائیں گے۔ اُن میں کچھ نیک ہونگے اور کچھ بُرے ہونگے۔

اب کوئی جتنا بھی گنہگار ہو وہ کبھی تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ یعنی دل میں یقین ہر وقت ہے اور کبھی ورد بھی کر لیتا ہے۔ بہت بڑا مجرم اور ڈاکو اُس مومنین کی لسٹ میں ہے باقی رہنے کا معیار شرک نہ کرنا ہے اللہ کی عبادت کرنے والے باقی کھڑے ہیں۔

أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا

اللہ تعالیٰ کو جس صفت کے ساتھ وہ جانتے تھے اللہ تعالیٰ اسی صفت میں تجلی فرمائے گا۔

فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ

اُن سے کہا جائے گا تم کس کے انتظار میں کھڑے ہو۔ وہ سارے چلے گئے تم پیچھے کھڑے ہو بتاؤ کس کا انتظار ہے۔ ہر امت جس کی عبادت کرتی تھی اس کے ساتھ چلی گئی۔ تم کس کے انتظار میں ہو۔

قَالُوا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ

وہ کہیں گے ہم دنیا میں بھی ان کے ساتھ نہیں گئے حالانکہ ہم ان کے بہت زیادہ محتاج بھی تھے۔

یہ جہاں چلے گئے ہم ان کے سنگی نہیں ہیں۔ دنیا میں بھی ہم ان کے ساتھی نہیں تھے۔ یہ ہم سے جدا ہوتے۔ ہم نے تو ان کے ساتھ جانا ہی نہیں تھا۔

Marfat.com

یہ حشر میں کہیں گے۔ یااللہ ان کا اور ہمارا دنیا میں کھانا پینا جدا جدا تھا۔ ہم ان سے جدا رہے ان کیساتھ کبھی بھی نہیں رہے۔ تو آج بھی ان سے جدا ہیں وہ سارے چلے گئے۔

وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ

ہم نے ان کی سنگت اختیار نہیں کی

اور ہم اُن کے ساتھ نہ دنیا میں گئے نہ آج اُنکے ساتھ گئے ہیں۔

وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ

ہم تو اپنے رب کے انتظار میں ہیں جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔

ہمارا پیارا رب آئے گا ہم اُس کے ساتھ جائیں گے۔ اپنے رب کے انتظار میں ہم یہاں کھڑے ہیں۔

فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ

اللہ فرمائے گا کہ میں ہی تمہارا رب ہوں جس کی تم عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی لذت کے بارے میں عدم نامی شاعر نے کہا تھا

محشر کا خیر کچھ بھی نتیجہ ہو عدم
کچھ گفتگو تو کرلیں گے کھل کے خدا کیساتھ

کتنا حسین منظر ہوگا جب سارے بندے دیکھ رہے ہونگے اور معبود کہے گا۔

أَنَا رَبُّكُمْ

مجھے ڈھونڈنے والو میں تمہارا رب ہوں۔

تم مجھے رات کی تنہائیوں میں سجدے کر کر کے ڈھونڈتے رہے۔ تم نے رات تراویح کے

Marfat.com

اندر قرآن سنتے وقت مجھے تلاش کیا۔ تم نے چھپ کے مجھے ڈھونڈا تم نے سجدے کر کے مجھے ڈھونڈا۔ تم میری تلاش میں بھوکے رہے۔ تم نے مجھے تہجد میں آوازیں دیں۔ تم آنکھوں کی برسات سے مجھے ڈھونڈتے رہے۔ ساری زندگی تمہاری میری دید کی خاطر گذر گئی۔

أَنَا رَبُّكُمْ

اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئی ہیں میں تمہارا رب ہوں۔

وہ کتنا اچھا منظر ہوگا اور کتنا اچھا موسم ہوگا، کیسے پر کیف نظارے ہونگے، کیسا وجد ہوگا، کیسا سرور ہوگا، اللہ اپنی طرف سے آواز دے گا اللہ ان بندوں کو ساتھ لے گا۔ کیا وارے نیارے ہیں

فَيَقُولُونَ لَا نُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا

(بخاری شریف کتاب التفسیر باب قولہ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ج ۲ ص ۶۵۹ قدیمی کتب خانہ کراچی حدیث نمبر ۴۵۸۱)

تو بندے کہیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرائیں گے کہ ہم نے کبھی شرک نہیں کیا تھا اس رب کے ساتھ کسی کو معبود نہیں بنایا۔ اس رب کو وحدہٗ لاشریک سمجھا ہے تو رب نے بھی ہماری محبت کو رسپانس دیا ہے۔

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے انجام میں فرق

جھوٹے معبودوں کے پجاری اپنے بتوں اور معبودوں کے ساتھ جہنم میں ہیں اور یہ سچے مومن ہیں جن کو اُس وقت جب کوئی سہارا نہیں ملے گا اور تنہائی محسوس ہوگی اللہ ان کو تنہائی محسوس نہیں ہونے دے گا۔ وہ کیسے تنہا ہو جسے خود رب کہہ رہا ہو میں تیرا رب آگیا ہوں۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ محبت کے جو اسباب بتائے جاتے ہیں یہاں اُن کی

Marfat.com

کوئی ڈاکو ہوگا، کوئی بدمعاش ہوگا آج ہمیں اس قرآن کو سامنے رکھ کے اپنی نسل کو استوار کرنے کی ضرورت ہے بچہ گھر سے باہر نکلے تو سوسائٹی کہے کہ اللہ کا ولی جا رہا ہے۔

یہود ونصاریٰ کسی طرح بھی محبت اور چاہت کے لائق نہیں ہیں۔ ہم اپنے دل میں اس انداز کو رکھتے ہیں جو انداز ہمیں سرکار ﷺ نے عطا فرمایا۔ اور اسی کو آگے پہچانے کی کوشش کرر ہے ہیں۔

﴿میدان حشر میں یہود ونصاری مسلمانوں کا کفارہ﴾

آخری حدیث اس موضوع کی بیان کرتا ہوں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ

جب قیامت کا دن ہوگا

دَفَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّ

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی پکڑائے گا یا ہر مسلمان کو ایک ایک عیسائی پکڑائے گا۔

یہودی اور عیسائی سے مراد وہ ہیں جو مشرک ہو گئے یا اپنے عقیدے کو بدل دیا، یا اسلام آنے کے بعد اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔

تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ

(مسلم شریف کتاب التوبۃ باب قَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَإِنْ كَثُرَ قَتْلُهُ ج ۲ ص ۳۶۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

اپنی جگہ جہنم میں اسے پھینک دے اور خود جنت چلا جا۔

اور یہ تیرا کفارہ ہے اے مسلمان یہ تیرا کفارہ ہے تیری سیٹ پر اس کو جہنم میں بٹھانا ہے۔

هَذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ

فکاک کہتے ہیں جسے دیکر جان چھڑائی جائے یعنی وہ مسلمان جن کی شفاعت ہو جائے گی بخشش ہو جائے گی ان کی سیٹیں کیسے پر ہوں گی۔

اللہ فرمائے گا یہ رسی پکڑ واسے جہنم میں پھینکو یہ تمہاری جگہ باندھا جائے گا۔

اس واسطے ان کے دلوں کبھی بھی تمہارا بغض ختم نہیں ہوگا۔

اگر وہ حق پرست ہونگے تو قیامت تک مان کر ادھر آتے جائیں گے۔اس دین کو قبول کرتے جائیں گے۔

جو اتنے ذلیل ورسوا ہوں

☆ کون ہے جو ان کے پیچھے چلے

☆ کون ہے جو انکو اپنا پیشوا مان لے

☆ کون ہے جو ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے

☆ کون ہے جو ان کی تقلید کرتا پھرے۔

مومن کی یہ شان نہیں ہوسکتی، مومن دنیا میں بھی افضل ہے اور آخرت میں بھی افضل ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
6

باپ کی شان اور امتحان

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پر نور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

ارباب فکر ودانش اصحاب مودت ومحبت

نہایت معزز ومحتشم حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"باپ کی شان اور امتحان"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو جو بہترین انعامات دیئے اور انسان کیلئے جن امور کو ابر کرم، رحمتوں کی برسات اور بہت بڑے سہارے کے طور پر جو چیزیں عطا کیں اُن میں سے ایک باپ کا سہارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک بچے کے باپ کیلئے اُس کے دل میں جو شفقت اور پیار رکھا ہے۔ اُس کی وسعتوں کی پیمائش بہت مشکل ہے۔ انسان کے والد کی شکل انسان کیلئے جو سایہ رحمت ہوتا ہے اور کرم کا سائبان ہوتا ہے۔ اُس کے والد کی شکل میں زندگی میں جو سہارا ہوتا ہے۔ اُن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایک بہت بڑا شجر سایہ دار کسی کو وہ سایہ فراہم نہیں کر سکتا۔ جو ایک والد اپنی اولاد کو

Marfat.com

سایہ فراہم کرتا ہے۔ کسی بہت بڑے شیلٹر کے اندر پہنچ کر انسان غموں اور دکھوں سے اس قدر محفوظ نہیں ہو سکتا۔ جس قدر وہ اپنے والد کے سایہ رحمت میں بہت سے مصائب اور بہت سی مشکلات سے محفوظ رہتا ہے۔

والد کی الفت، شفقت اور اُسکی ہیبت یہ ساری چیزیں اولاد کیلئے ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہیں والد کا پیار تو پیار ہے ہی اُس کی جھڑکیوں میں بھی بیٹوں کیلئے ایک بہت بڑی بھلائی کا خزانہ محفوظ ہوتا ہے۔ اس مفہوم کو قرآن وسنت میں بارہا مقام پر بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور والد کا شکر ایک ساتھ

اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں ارشاد فرماتا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ

(پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۴)

تم میرا بھی شکر ادا کرو اور والدین کا بھی شکر ادا کرو۔

عبادت کے بعد والدین سے حسن سلوک کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا مقام والدین کو بخشا ہے۔ جہاں عبادت کا ذکر تھا وہاں اپنی عبادت کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(پارہ ۱۵ سورۃ الاسراء آیت ۲۳)

تمہارے رب کا حکم ہے کہ تم عبادت صرف میری کرو اور والدین کے ساتھ حسن

Marfat.com

سلوک کرو۔ یعنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے حسن سلوک کا تذکرہ فرمایا۔

دوسری طرف اس مقام پر جب شکر کا ذکر ہوا تو فرمایا۔

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ

میرا بھی شکرادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکرادا کرو۔

﴿اللہ تعالیٰ اور والدین کے شکر میں فرق﴾

تو قرآن مجید کے اس مقام پر جو عظمت والدین ہے اُس کو جہاں اجاگر کیا گیا وہاں ہمارے لئے عقائد کے لحاظ سے اس بات کی بھی وضاحت کی گئی کہ ایک ہی چیز کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اُسکا معنٰی اور ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف ہو تو اسکا معنٰی اور ہوگا۔

اس مقام پر شکر کی نسبت دو ذوات کی طرف کی گئی کہا گیا کہ تم میرا شکرادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکرادا کرو۔ اگر یہی نظریہ توحید مدنظر رکھا جائے کہ جو چیز رب کیلئے ہو وہ کسی بھی معنی کے لحاظ سے اور کیلئے ہوگی تو (معاذ اللہ) شرک بن جائے گا۔ پھر تو والدین کے شکر کو شرک ہونا چاہیے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے۔

تو پتہ چلا کہ لفظ ایک ہی ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرو۔ مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کا اور مفہوم ہے اور والدین کے شکر کا اور مفہوم ہے۔

چونکہ شکر نعمت کے جواب میں ہوتا ہے تو والدین جو کچھ اولاد کو دیتے ہیں اپنے پاس سے نہیں رب کا دیا ہوا دیتے ہیں تو اُن کا شکر اس لحاظ سے ایک مجازی حیثیت میں

Marfat.com

ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ کسی کو دیتا ہے اپنا دیتا ہے۔ کسی سے مانگ کر اور کسی سے لیکر نہیں دیتا اور کسی کی طاقت سے نہیں دیتا تو اس لئے اللہ تعالیٰ کا بندے پر جو انعام ہے وہ حقیقی طور پر ہے۔ تو اُس کے جواب میں تعریف ہے وہ شکر حقیقی ہے۔ لیکن قرآن مجید نے لفظ شکر ہی دونوں کیلیے استعمال کیا۔ تا کہ کسی طرح کا کوئی شرک کا وھم پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو مقامات دیئے ہیں اُن مقامات کا اعزاز بھی کرواتا ہے جب والدین کو شان دی کہ وہ بیٹوں کیلیے ابر کرم بن جائیں تو جس وقت اُن کی شفقتوں کا اظہار ہوتا تو اُن کی اولاد پر لازم کیا کہ تم نے میرے یہ بندے جن کو میں نے اس شان کا مالک بنایا ہے۔ اس شان کی جب تم تعریف کرو گے اور اسکے مشکور رہو گے تو تمہیں میری طرف سے اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں ان امور کی طرف متوجہ کیا اور سید عالم ﷺ کے متعدد فرامین والد کی عظمت اور اُسکے مقام کے بارے میں موجود ہیں۔

مستدرک للحاکم میں یہ حدیث شریف ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

بِرُّوْا اٰبَاءَ کُمْ تَبَرَّکُمْ اَبْنَاءُ کُمْ

(نضرۃ النعیم الاحادیث الواردۃ فی بر الوالدین ج ۳ ص ۷۷۴ دار الوسیلۃ المکۃ المکرمۃ)

تم اپنے آباء کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تمہارے بیٹے بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ تم اپنے آباء کو اگر بھول گئے تو تمہارے بیٹے تمہیں بھول جائیں

Marfat.com

گے۔ اگر تم نے اپنے آباء کی بات کا غصہ کیا تو تمہارے بیٹے تمہاری بات کا غصہ کریں گے اور اگر تم نے اپنے آباء کی اطاعت کی اور اُنکے ساتھ حسن سلوک کیا تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کو تمہارے لئے مطیع اور فرمانبردار بنا دے گا۔

اس میں جتنی فائدہ جو دنیا میں انسان کیلئے اپنے والدین کی تعظیم کا ہے وہ بھی سامنے آگیا اگر کوئی شخص اس حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ نے حکم دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ آباء کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اسے بے رخی کا سامنا نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کے لئے مطیع اور فرمانبردار بنائے گا۔

پاک دامن رہنے کے ثمرات

اسی حدیث کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

عِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاءُكُمْ

(مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۵۴)(نضرۃ النعیم ج ۳ ص ۷۷۴)

تم خود پاک دامن رہو تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن ہونگی اگر تمہارا اپنا کردار صحیح ہوا تو تمہاری گھر کی خواتین کا کردار بھی ستھرا رہے گا۔ لہذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا گھر محفوظ رہے۔ میری عزت محفوظ رہے اُس کو اوروں کی عزت کا خیال کرنا چاہیے اور اُسکی آنکھ پاک ہونی چاہیے۔ اُس کے جذبات شستہ ہونے چاہیں۔ اُس کے خیالات پاکیزہ ہونے چاہییں۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے گھر کی عزت برقرار

Marfat.com

رہے اور معاملہ عفیف رہے تو وہ اوروں کے لحاظ سے ہمیشہ پاک سوچے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پاک دامنی اور عفت کا حصار عطا فرمائے گا۔

والدین کے اھل محبت سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِحْفَظْ وُدَّ اَبِیْكَ

اے عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے اھل محبت کا خیال رکھو۔

یعنی باپ کے جو دوست ہیں، رشتہ دار ہیں، باپ کے جو لوگوں کے ساتھ محبت والے روابط ہیں، اُن کا تم خیال رکھو۔

بیٹوں کو اپنے باپ کے اھل محبت کے ساتھ تعلقات صحیح رکھنے چاہیں اس سے فائدہ کیا ہوگا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے چہرے کا نور برقرار رہے گا۔ تمہیں روشنی میسر آئے گی۔

لَا تَقْطَعْهُ

ان تعلقات کو تم خراب نہ ہونے دینا۔

جو والد کے دوست ہیں اُن کی عزت برقرار رکھنا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک ہمیشہ رکھنا۔ اسکو کبھی تم قطع نہ ہونے دینا۔

فَیُطْفِئَ اللّٰهُ نُوْرَكَ

اگر ایسا ہو گیا کہ تم نے قطع تعلق کر لیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دے گا۔

Marfat.com

اگر والدین کے اہل محبت کے ساتھ تعلقات منقطع ہو گئے یا اُن کے ساتھ جو خوشگوار تعلق تھا وہ ناخوش گوار ہو گیا تو اس سے بندے کے ایمان کا نقصان ہو جائے گا اور روحانی نقصان ہو جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَيُطْفِئُ اللّٰهُ نُوْرَكَ

(الہیثمی فی المجمع ج ۷ ص ۱۴۴)(نضرۃ النعیم ج ۳ ص ۷۷۵)

پھر اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دے گا چہرے کی تازگی ختم ہو جائے گی۔

چہرے کا نکھار ختم ہو جائے گا اور زندگی کی رونق ختم ہو جائے گی اگر تم چاہتے ہو کہ زندگی پُر نور رہے اور چہرے کا نکھار باقی رہے اور زندگی کا رنگ اچھے طریقے سے برقرار رہے تو رسول اکرم ﷺ نے اس کا نسخہ بتایا کہ اپنے والدین کے اہل محبت حضرات کے ساتھ اپنے تعلقات بدستور قائم رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی کی بہاروں کو قائم رکھے گا۔

والد جنت کا مین دروازہ

رسول اکرم ﷺ نے ایک مختصر جملے میں والد کی شان کو ایک خوبصورت انداز میں یوں بیان کر دیا۔

اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

والد جنت کا سنٹرل گیٹ ہے۔

سب سے بڑا مین دروازہ جو جنت کا ہے وہ والد ہے۔

اِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِاحْفَظْهُ

(جامع ترمذی ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء من الفضل فی رضی الوالدین ج ۲ ص ۱۲ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

Marfat.com

اگر تو چاہے تو اس دروازے کو خراب کردے یا اس کی حفاظت کر

یعنی اب تمہاری مرضی ہے کہ وہ دروازہ کھلا رہنے دو یا بند کردو۔

والد تمہارے لئے اوسط ابواب جنت ہے۔ جنت کے دروازوں میں سے جو رکزی گیٹ ہے۔ جس میں سے ایک انسان کو داخل ہونے کی تمنا ہوگی کہ جنت ماؤں تو بڑی شاہراہ سے جاؤں اور بڑے دروازے سے جاؤں تو ہمارے آقا ﷺ شاد فرماتے ہیں۔

جس بندے نے جنت کا بڑا دروازہ ڈھونڈنا ہے وہ اپنے والد کی خدمت کرے س نے جنت کے بڑے دروازے سے داخل ہونا ہے وہ اپنے والد کا مطیع اور رمانبردار رہے والد کی عزت کرتا رہے۔

والد کی خدمت اس چیز کا باعث بنتی ہے کہ جنت کے بڑے گیٹ سے داخل ہو سکے والد کی عزت اور اُسکی قدر اور اُن کا احترام بندے کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ اُس کا استقبال جنت کے مرکزی گیٹ پر کیا جائے گا۔

والد کے ساتھ حسن سلوک پر بندے کو حشر میں بھی یہ امتیاز ملے گا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ بندے کو جنت عطا کرے گا تو مرکزی گیٹ سے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہاں سے سلام سلام کی آوازیں آرہی ہوگی۔ وہاں زیادہ سلامتی کے نعرے گونج رہے ہونگے۔

﴿ملت کی راتیں دنوں کی طرح روشن﴾

رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لئے جنت کی راہوں کو روشن کیا ہے تو جنت کے گیٹ بھی بتائے ہیں۔ ظاہری زندگی میں آخری سانس تک جنت کی راہیں روشن کیں اور پھر فرما کر گئے ہیں۔

Marfat.com

قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا

(سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین ص ۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تحقیق میں نے تمھیں روشن ملت پہ چھوڑا جس کی راتیں دنوں کی طرح ہیں۔

میں نے دین تمہیں وہ دیا ہے کہ جس کی راتیں بھی یوں روشن ہیں جیسے دن روشن ہوتے ہیں تو آپ ہمیں یہ روشنی دیکر گئے ہیں۔ جس میں جنت کے دروازوں کی شناخت اور اُن کا تعارف اور اُن میں داخل ہونے کے ذرائع کو بیان کیا اور یہ بندہ مومن کا کتنا بڑا مرتبہ ہے اور کتنی آسانیاں ہیں۔

کہیں تو یہ کہا گیا کہ محلے کی مسجد تمہارے لئے جنت ہے۔ وہاں سے گذرو تو پھل کھالیا کرو مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جانے کیلئے جو قدم اُٹھیں گے حقیقت میں یہ جنت جانے والے قدم ہیں۔

اور پھر گھر میں موجود اپنی والدہ اور اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کرو گے والدہ کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور والد خود جنت کا مین گیٹ ہے۔ اس طرح جنت اللہ نے مومن کے ساتھ آباد کر دی ہے۔

اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہمارا احساس کتنا بیدار ہوتا ہے اور اس سنہری چانس کو کتنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اپنی امت کیلئے ہمہ جہت عظمتوں کا بندوبست فرمایا ہے۔

اولاد کا کمایا ہوا مال بھی باپ کا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

ایک صحابی رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئے اور اپنا ایک گھریلو مسئلہ پیش کیا یہ ہمارے رسول اکرم ﷺ کا دربار رحمت تھا خواہ کسی کا انفرادی معاملہ ہو یا اجتماعی معاملہ ہو کوئی چار دیواری کے اندر کی بات ہو، جو بھی آپ سے دنیا و آخرت کے لحاظ سے پوچھتا تھا رسول اکرم ﷺ اُسکی رہنمائی فرماتے تھے۔

ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ

اِنَّ لِیْ مَالًا وَّوَلَدًا

میرے پاس مال بھی ہے اولاد بھی ہے۔

وَاِنَّ اَبِیْ یُرِیْدُ اَنْ یَّحْتَاجَ مَالِیْ

اور میرے والد محترم میرا مال لینا چاہتے۔

ساتھ اُس نے یہ بھی کہا مجھے اسکی ضرورت ہے کہ میں بال بچوں والا ہوں۔

میرا مال بھی ہے، میرا عیال بھی ہے مگر میرے والد محترم میرا مال مجھ سے لینا چاہتے ہیں تو اُس سلسلہ میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے چھوٹا سا جملہ بولا اور رحمتوں کو لپیٹ کے اپنے امتی کے سپرد کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِیْكَ

تم بھی اپنے باپ کے ہو اور تمہارا مال بھی تمہارے باپ کا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ مال کی بات کرتے ہیں تم خود بھی اپنے باپ کے ہو۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِیْكَ

(ابوداود۔ الحدیث ۳۵۳۰۔ ابن ماجہ کتاب التجارات باب ماللرجل من مال والدہ ص ۱۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی الحدیث ۲۲۹۱)

Marfat.com

تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

تم نے یہ کیوں سوچا کہ مال میرا ہے اور باپ لینا چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ مال تیرا نہیں بلکہ وہ اپنا مال لینا چاہتا ہے۔ تم اُسکی جزو ہو اور تم اُسکا حصہ ہو وہ تمہارے والد ہیں اُن کو اپنا بھی مالک سمجھو اور اپنے مال کا بھی مالک سمجھو۔ اُن سے تم نے امتیاز کیوں برتا، یہ کیوں سمجھتے ہو کہ یہ میرا مال ہے اور میرے والد صاحب وہ لینا چاہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ جملہ "اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ" اسکا مطلب یہ تھا کہ تم نے غلط سوچا کہ وہ تمہارا مال لینا چاہتے ہیں نہیں وہ اپنا ہی مال لینا چاہتے ہیں۔ اسواسطے کہ تم بھی اپنے باپ کے ہو، تمہارا مال بھی تمہارے باپ کا ہے۔

والد کے خیال کی ضیافت کرنا بھی اس کا حق

یہ اللہ تعالیٰ نے ایک والد کو اعزاز بخشا ہے۔ یہ شان بخشی ہے۔ یہ خود والد کو سوچنا چاہیے کہ اگر اُس کے پوتے ہیں، پوتیاں ہیں اُسکے بیٹے کی بھی اولاد ہے۔ وہ اُن کا بھی خیال رکھے۔

جو حق شریعت نے والد کو دیا ہے بالخصوص جب والد کے پاس کھانے کیلئے کچھ نہ رہ جائے اور وہ محتاج ہو جائے۔ اب ضرورت ہے کہ ایک بیٹا اپنے والد کیلئے نرم رویہ رکھے۔ جب بیٹا چھوٹا تھا باپ سے لیکر کھاتا تھا۔ اُس وقت جی جی کرتا تھا تو کوئی کمال نہیں۔ اُس وقت چھوٹا بھی تھا اور محتاج بھی تھا اور باپ سے لیتا تھا اور کھاتا تھا۔

اب اصل کمال ہے کہ باپ کما نہیں سکتا اور بستر پر خود چل کر آ نہیں سکتا۔

Marfat.com

تو بیٹا اپنے باپ کو بوجھ نہ سمجھے، صرف اُن کے بدن کی ہی ضیافت نہ کرے بلکہ اُن کے خیال کی بھی ضیافت کرے۔ خیال کو بھی ٹھیس نہ پہنچنے دے۔ اُن کو یہ محسوس نہ ہونے دے۔ یہ شریعت نے لازم کر دیا۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ

کبھی تمہارے والد کو دل میں یہ خیال بھی نہیں آنا چاہیے کہ میرا بیٹا مجھے بوجھ سمجھ رہا ہے اتنا تم نے اپنے آپ کو نرم رکھنا ہے اور کبھی بھی کسی معاملے میں کوئی بات ایسی نہیں آنے دینی جس کی وجہ سے وہ یہ سوچنے پہ مجبور ہو جائے کہ اب میں کما نہیں سکتا اور میں کسی پہ بوجھ بن گیا ہوں۔ تو اس لئے لازم کیا کہ اُن کے بدن کی ضیافت بھی ضروری ہے اور اُن کے خیالات کی ضیافت بھی ضروری ہے کہ کبھی بھی اُن کے خیال کو کوئی ٹھیس نہ پہنچنے پائے۔

رسول اکرم ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے فرامین جوامع کلم میں سے ہیں ان پر گھنٹوں بحث ہو سکتی ہے لیکن صرف ایک سمری کے طور پر آپ کے سامنے ان کو پیش کر رہا ہے۔

آج ماں کی شان کو تو بیان کرتے ہیں اور پھر ماں اور باپ میں کمپیریزن کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کو اگر شان دی ہے تو باپ کو بھی شان سے نوازا ہے اور پھر اصل میں کمانڈ پاور (power) باپ کے پاس ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کے لحاظ سے اور یہ جو والد کا اعزاز ہے اس میں اصل بندے کی تربیت ہوتی ہے اور سیرت کی تعمیر ہوتی ہے۔ باپ میں شفقت بھی ہے اور رعب بھی ہے۔ تو باپ کا رعب

Marfat.com

جڑیں کاٹنا مقصود تھا۔ کہ وہ اس لائق ہی نہیں کہ اُن سے پیار کیا جائے۔ اُن کے اہل کتاب ہونے کا اعتبار صرف اتنا ہے جو آپ نے دیکھ لیا ہے اس کے علاوہ محشر میں اہل کتاب اور دیگر کفار میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا یہ کہنا کہ ان کیساتھ اتحاد بھی کریں گے، ان کو ہم اپنا سمجھیں گے اور ان کیلئے ہم مسجدوں کے دروازے کھولیں گے سب جھوٹ ہے۔ اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اس واسطے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو سکہ بند جہنمی ہیں اُن کے ساتھ نرمی کیا ہوسکتی ہے۔ اتنا فرق تھا کہ دوسرے پہلے نمبر پر جہنم میں داخل ہو گئے اور ان کو دوسرے نمبر پہ جہنم میں داخل کر دیا گیا۔ اور جب آواز آئی کہ سارے چلے گئے تم پیچھے کیوں رہ گئے تو اللہ کے ماننے والوں نے کہا۔

فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا

ہم دُنیا میں بھی اُن کے ساتھ نہیں چلے تھے۔ آج اُن کیساتھ کیوں ملتے۔

فَارَقْنَا

ہم نے فرق کیا۔

یہ ہمارا جداگانہ تشخص کا موضوع ہے۔

مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کی عادات میں فرق

ہم نے دنیا میں فرق کیا اور ہم نے اپنی عادت کا فرق سمجھایا جیسے یہ بیٹھتے تھے ہم ویسے نہیں بیٹھتے تھے۔ ہمارا اور ان کا ماکولات، مشروبات اور ملبوسات میں فرق رہا رہن سہن میں فرق رہا۔

Marfat.com

اے اللہ انہوں نے دنیا میں مزے لوٹے۔ ہم نے دنیا میں تقویٰ کمایا۔

یہ کلبوں میں ڈانس کرتے رہے۔ یہ فائیو سٹار ہوٹلوں کے اندر شراب کی محفلیں سجاتے رہے۔ یہ رات بھر بدی کی لذتیں لیکر راتیں گذارتے رہے۔

اے مولا: ہم نے آنکھیں بھی پاک رکھی تھیں ہم نے کان بھی پاک رکھے تھے ہم نے فرق کیا تھا۔ ان کا کلچر ہمارا نہیں، ان کے طریقے ہم نہیں اپنا سکتے، ان کی سوچ کو ہم قبول نہیں کر سکتے یا اللہ یہ آج کا ہی فرق نہیں ہے ہم نے تو دنیا میں بھی فرق کر کے دکھایا تھا۔

اس واسطے آج اس درس میں بیٹھنے والے حضرات وخواتین سے گذارش کرتا ہوں ہزار لطف آئے یہود ونصاریٰ کے طریقے میں پھر بھی اُس کو تھوکو اس واسطے اگر آج اُس طریقے پہ چلو گے تو جہنم میں انھیں کے ساتھ جانا پڑ جائے گا۔ آج اگر جداگانہ تشخص مکی مدنی تشخص، حرائی اور بدری تشخص اور عرش اور لوح محفوظ کا دیا ہوا تشخص ہے جو وہ اپنا تشخص ہم برقرار رکھیں گے۔

حشر کے دن ہم اُن کے ساتھ نہیں دھکیلے جائیں گے۔ اللہ کے فضل سے اُس دن فردوس کے وارث بن جائیں گے۔

آج ہم جس وقت روزانہ کے حالات کو دیکھتے ہیں تو اقبال کا یہ شعر سامنے آتا ہے۔

وضع میں تم نصاریٰ تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

روزانہ کے بالوں کے فیشن، اور سٹائل اور کپڑے اور عادات میں اُن کی پیروی اتنا افسوس ہوتا ہے کہ آج اس ماحول کے اندر گلی محلے میں چلتے ہوئے ہم اپنے نوجوان دیکھتے ہیں۔

اُن کی پینٹیں اور شرٹیں اور اُن کے انداز اور ان کے بال اور ڈیزائن اور فیشن

Marfat.com

اتنے بھوکے لگتے ہیں یہودیوں کے طریقے کے۔ کہ وہاں کل نکلا یہاں آج پہنچا ہمارا دین ایسا نہیں کہ جس میں بالوں کا کوئی طریقہ بیان نہ کیا گیا ہو۔

ہمارا دین ایسا نہیں کہ جس میں کپڑوں کی اور بود و باش کی کوئی تفصیل موجود نہ ہو۔ جب ہمارے دین میں سب کچھ ہے اور یہی علامتیں ہیں جن کی وجہ سے ہم نے کہنا ہے کہ ہم اُن سے جدا ہیں۔

اور ہم نے اپنے آپ کو اُن سے عملاً جدا ثابت کرنا ہے۔ ہم نے یہ بتانا ہے۔

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ہم تو رسول ہاشمی ﷺ کی قوم ہیں۔ ہم نے اپنے کردار سے یہ ثابت کرنا ہے۔ چونکہ ہر گلی، ہر محلے، ہر ائر پورٹ پر کسی کا انٹرویو تو نہیں ہوگا بتاؤ تم کون ہو، تمہارا عقیدہ کیا ہے، ہر وقت چلتے پھرتے ہزاروں لوگوں سے انٹرویو تو نہیں ہوگا فرق پھر بھی ضروری ہے۔ فرق کیسے ہوگا؟

تمہارے چہرے کو دیکھنے سے فرق کا پتہ چلنا چاہیے۔ کہ یہ مصطفوی ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے۔ تمہارے کپڑے کے انداز سے پتہ چل جانا چاہیے ایک علاقائی لباس ہے اگر شریعت سے متصادم نہ ہو۔ وہ علاقے کی وجہ سے آگیا اُس میں قباحت نہیں ہے لیکن غیروں کا لانے میں سبب کیا ہے۔

انگریز کی بود و باش کو اپنے اندر پکا کرنا اس کا سبب محبت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جس نے کسی قوم کا لباس پہنا اُس نے پہلے سمجھا کہ میرا اُس سے پیار ہے۔

Marfat.com

اُس نے ظاہر کیا کہ میرا اُن کے بغیر گذارہ نہیں ہو رہا۔ اُس نے یہ ثابت کیا کہ وہ مجھے اچھے لگے ہیں۔ جنہیں آج وہ اچھے لگیں گے انھیں قیامت کے دن اُن کے ساتھ باندھ دیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس الفصل الثانی ص:۳۷۵ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

آج جو کسی قوم سے مشابہت بنائے گا وہ انہیں میں شمار ہو گا۔

آج تو کچھ معاذ اللہ سائن کر دیتے ہیں اور صرف ویزے لینے کیلئے اپنا دین بیچ ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں (معاذ اللہ) میں یہودی ہوں یا عیسائی ہوں۔

میرے بھائیو! اگر یہ نہ بھی کیا جائے صرف عادات کو بھی اللہ تعالیٰ شمار کر رہا ہے۔ کون کون ہے جس نے یہودیوں کے ساتھ اپنی مشابہت بنائی اور انکے ساتھ اپنے آپ کو ملایا اور کون کون ہے جس نے ہندوں کیساتھ اپنے آپ کو ملایا۔

یہ کسی کی غلط فہمی ہے کہ جو کہے کہ میں کلمہ اپنا پڑھوں گا کہ میں بھی مسلمان ہوں ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' پڑھتا ہوں مگر میرا پیار یہودیوں سے ہے وہ میرے دوست ہیں میں اس واسطے مجبور ہوں اس لئے میں ویسے کرتا ہوں۔

تو یہ اسلام کسی کے ایسے ایمان کا محتاج نہیں ہے اسلام کامل دین ہے کامل ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ مکمل طور پر دل میں اسلام ہونا چاہیے ظاہر پر بھی اسلام ہونا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی فرق کیا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ہے اور یہ بیگانہ ہے۔

Marfat.com

آج ہم بڑی بڑی باتیں چھوڑ جائیں پھر یہ بھی کہتے رہیں کہ ہمارا دین و ایمان بالکل ٹھیک ہے یہ کیسے ہوگا۔ ان باتوں کو اس نورانی ماحول میں مغفرت کے عشرے میں سن کے ان عمل کرو جب کہ دل نرم ہو چکے ہیں۔

رب کعبہ کی قسم ہے دلوں کے بٹن کھول دو اور ایک مرتبہ ابر کرم کو برس جانے دو امید ہے بنجر کھیتیاں بھی آباد ہو جائیں گی۔

غلامان مصطفیٰ ﷺ کا ہم پلہ کوئی نہیں

سرکار ﷺ کا فرمان کتنا خوبصورت ہے۔

آپ فرمانے لگے۔

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ (مشکوۃ شریف ص:۱۱۹)

میرے غلامو! ہم بعد میں آ کے آگے گذرنے والے ہیں۔

اَلسَّابِقُوْنَ

لیکن دوڑ میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

ہم جنت میں پہلے جائیں گے دنیا میں بعد میں آئیں ہیں۔ ہم آخر بھی ہیں سابق بھی ہیں آخر ہیں دنیا میں آنے کے لحاظ سے اور سابق ہیں جنت میں جانے کے لحاظ سے۔

یہاں پر انسانوں کی تین قسمیں بیان کی گئیں۔

ایک جہنمی ہیں دوسرے جنتی ہیں ان کی پھر دو قسمیں ہیں ایک ہیں پہلے نمبر پر جنت میں داخل ہونے والے اور دوسرے ہیں بعد میں داخل ہونے والے۔

جنہوں نے رب کو نہیں مانا تو جہنمی ہو گئے اور جنہوں نے رب کو بھی مانا اور اپنے اپنے رسول ﷺ کو بھی مانا وہ سچے مومن بنے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا میرے غلاموں تمہارے ہم پلہ وہ بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ ابھی سارے جنت سے باہر ہونگے۔ جب تم سارے جنت میں داخل ہو چکے ہو گے۔

نَحۡنُ الۡاٰخِرُوۡنَ السَّابِقُوۡنَ

ہم آئے بعد میں ہیں جنت میں ہم پہلے جائیں گے۔

یہ کہنے کے بعد آپ نے فرمایا

بَیۡدَ اَنَّھُمۡ اُوۡتُوا الۡکِتَابَ مِنۡ قَبۡلِنَا

ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔ تورات پہلے آ گئی زبور پہلے آ گئی انجیل پہلے سارے صحائف پہلے آ گئے۔

وَاُوۡتِیۡنَاہُ مِنۡ بَعۡدِھِمۡ

اور ہمیں کتاب بعد میں دی گئی۔

کتاب بعد میں لیکر ہم نے عمل ایسا کیا کہ گھنٹوں میں صدیوں کا سفر طے کر گئے۔

یہ آپ کی تقریر جمعہ کے خطبہ کی ہے۔

آپ کے صحابہ کرام کی ہم پر شفقت کتنی ہے کہ آپ کی ہر ایک تقریر کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔

جمعہ کا دن اس امت کی سرداری کی علامت

محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ:

ثُمَّ ھٰذَا یَوۡمُھُمُ الَّذِیۡ فُرِضَ عَلَیۡھِمۡ یَعۡنِیۡ یَوۡمَ الۡجُمُعَۃِ فَاخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الجمعہ الفصل الاول ص ۱۱۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

پھر یہ وہ دن ہے جو ان کو دیا گیا تھا یعنی جمعہ کا دن، مگر وہ اس دن کو پہچان نہ سکے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے باری باری کہا کہ تم ایک دن منتخب کر لو جس میں میری بندگی زیادہ کرنی ہے اپنے اجتہاد سے وہ جو دن منتخب کرتے رہے وہ جمعہ کے علاوہ رہا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ

جو دن کسی اُمت کو چننے کی توفیق نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے وہ دن ہمیں چننے کی توفیق دے دی ہے۔

جمعہ کے دن کو پسند کرنے کی ہمیں اللہ نے طاقت دی۔ باقی لوگ اور دن ڈھونڈ بیٹھے اور ان کی دلیلیں تھیں۔

جس وقت یہودیوں سے کہا گیا کہ تم کسی دن کا انتخاب کرو جس دن تم نے میری بندگی زیادہ کرنی ہے۔ تو انہوں نے سوچ کر کہا کہ ہفتہ کے دن زیادہ عبادت کریں گے۔

دلیل کیا ہے کہ یہ دن فراغت کا دن ہے یعنی اس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو مکمل فرمایا تھا۔ اسی دن پھر اللہ کی بندگی کرنی چاہیے یہ ان کا اجتہاد تھا لہٰذا ہفتہ کے دن کو انہوں نے پسند کرلیا۔

نصاریٰ کو جس وقت اللہ نے کہا کہ تم کوئی دن تلاش کرو جس دن تم میری بندگی کیا کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے دن اللہ کی بندگی کریں گے۔

اسکی دلیل کیا ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق اس دن شروع کی تھی یہ افتتاح کا دن ہے۔ اس واسطے ہم اس دن اللہ کی زیادہ بندگی کریں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

سارے ہی جمعہ کو نہ پا سکے لیکن ادھر اس امت نے کیا کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(پارہ ۲۷ سورۃ الذاریات آیت ۵۶)

اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں

اور انسان کو پیدا کس دن کیا؟ تو انسان کو پیدا جمعہ کے دن کیا تو اس امت نے کہا

Marfat.com

کہ جس دن رب نے انسان کو بندگی کیلئے پیدا کیا پھر وہ دن ہی بندگی والا بڑا دن ہے۔
جس دن انسان کو پیدا ہی بندگی کیلئے کیا تو یہ اشارہ ہے کہ زیادہ بندگی پھر اس دن ہونی چاہیے۔

سردار امت

سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دن دیا کہ جس دن سے ہماری لیڈر شپ برقرار کر دی۔
آپ فرمانے لگے۔
وَالنَّاسُ لَنَافِيْهِ تَبَعٌ
(مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الجمعہ الفصل الاول ص ۱۱۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

ساری دنیا کی انسانیت اس میں ہمارے تابع ہے۔
اس امت کی پاور اور شان دیکھو یہ آئے بعد میں ہیں لیکن ہیں یہ متبوع کیوں کہ سارے لوگ ہمارے تابع ہیں ہم آگے ہیں وہ ہمارے پیچھے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ جمعہ کے ایک دن بعد ہفتہ ہے اور دو دن بعد اتوار ہے۔ کوئی ایک دن بعد ہے تو کوئی دو دن بعد ہے۔ اس لئے اگر دن دیکھنے ہیں تو دنوں کے لحاظ سے بھی کسی اور کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے تمہیں یہ دن دے کے بتا دیا ہے کہ تم کائنات میں اصل ہو جس نے چلنا ہے تمہارے پیچھے چلنا ہے۔

ایک جداگانہ تشخص ہماری کتاب کی مثال نہیں

پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت فرمانے لگے۔
يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ
اے مسلمانوں کی جماعت

Marfat.com

جب صحابہ کرام کا دور گزرتا جا رہا تھا تو مادہ پرستی آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

تو اب خطرہ تھا کہ مسلمانوں کو سنبھالا دیا جائے۔ انہیں بتایا جائے کہ تم ہو کیا۔

کائنات میں تمہاری حقیقت کیا ہے کسی کی طرف تم نے للچائی آنکھ سے نہیں دیکھنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے۔

كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ

کیسے تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتے ہو؟

اس بندے کو شرم نہیں آئی جو یہودیوں سے جا کر اپنا مسئلہ پوچھتا ہے۔

اہل کتاب سے اپنے مسئلے کا جا کر حل پوچھتا ہے۔ تم نے کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو یہودیوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔

وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللَّهِ

حالانکہ تمہاری وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کی اللہ کا تازہ کلام ہے۔

حالانکہ کلام اللہ کی صفت قدم ہے احدث کا مطلب یہ ہے جو آخر میں اب نازل ہوا اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہوتا تو پھر تم تورات والوں سے پوچھتے ہو جس کے گھر قرآن ہو وہ کسی کی دوکان پہ نہیں جائے گا۔ جس کے گھر قرآن ہو وہ کسی کی فکر کی خوشہ چینی نہیں کرے گا۔ جس کے گھر قرآن ہو وہ کسی کے گھاٹ پہ پینے نہیں جائے گا۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ

قیامت تک آنے والے مسلمانو! جب تک قرآن تمہارے پاس رہے گا تو تمہیں

Marfat.com

غیروں سے جا کر بھیک نہیں مانگی تم نے قرآن پڑھ کر دنیا بھی حاصل کرنی ہے، دین بھی حاصل کرنا ہے یعنی دنیا کے ذرائع کی رہنمائی حاصل کرنی ہے۔

اللہ تمہارے لیے رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

آج مسلمان حکمران دیکھیں ورلڈ بینک کی طرف اور آج ہر پالیسی ان کی طرف دیکھ کے بنائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ تو بڑا ہے اور ان لوگوں سے خطاب تھا۔

کہ اے مسلمانو! یاد رکھو جو دین منسوخ ہو گئے ان سے بھیک جا کر مانگتے ہو۔ ان کی تو مدت ہی ختم ہو چکی ہے۔ تمہارے پاس وہ ہے جس کی کبھی مدت ختم نہیں ہو گی۔ ساری کتابیں منسوخ ہو گئیں لیکن تمہارے قرآن کو کوئی چیز منسوخ نہیں کر سکے گی یہ قرآن تمہارے پاس ہے اور اس میں سب کچھ ہے۔

اگر سائنس کی بھیک تورات سے مانگنا پڑتی۔ ٹیکنالوجی کی بھیک انجیل سے مانگنا پڑتی تو قرآن کبھی جامع اور آخری کتاب قرار نہ دیا جاتا۔

اسی واسطے کہا گیا جو چیز تمہیں چاہیے ہر چیز قرآن کے اندر موجود ہے۔

وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ

حالانکہ رب نے تمہیں بتا بھی دیا ہے کہ

أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَغَيَّرُوا فَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكُتُبَ

ان کو اللہ نے جو کتاب دی تھی وہ بدل بھی دی ہے اور پھر وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے

قَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

(صحیح بخاری کتاب الشہادات باب لا یسال اہل الکتاب عن الشہادۃ ج ا ص ۳۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

پھر وہ کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

ایک تو انکی کتاب بدلی جا چکی ہے۔ تمہارا قرآن بدلا نہیں جا سکے گا۔

دوسری یہ ہے کہ وہ پرانی ہے تمہارا قرآن نیا ہے۔ تو یہ قیامت تک نیا رہے گا۔

اس واسطے فرمایا کہ تم جداگانہ تشخص والے ہو تمہارے پاس جو گائیڈ بک ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں اور تمہارے پاس جو دن ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں اور تمہارے پاس جو مہینہ رمضان ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں اور سب سے بڑھ کر تمہارے دکھ بانٹنے والے اور تمہارے درد مٹانے والے اور تمہاری آہوں پر ابر کرم بن کے برس جانے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا کسی کے پاس آقا بھی کوئی نہیں آیا ہے۔

جس وقت یہ صورتحال ہے تو پھر کسی اور کے در پر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تم اپنی جگہ قائم ہو کر رہو تمہارا تشخص جداگانہ تشخص ہے۔ اس سے تم اپنی پہچان رکھو کیونکہ حشر میں بھی اس تشخص سے پہچانے جاؤ گے۔

میت کو دفن کرنے میں ہمارا جداگانہ تشخص

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّبَعَ الْجَنَازَةَ لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ

رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی جنازہ پڑھ لیا جاتا تھا تو اس وقت تک نبی علیہ السلام نیچے نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اس کو دفن نہ کر دیا جائے۔

ایسا ایک جنازہ تھا سرکار مدینہ ﷺ کھڑے تھے۔

Marfat.com

فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ

جیسے لوگوں کی مشابہت بنانے کی ایک عادت ہوتی ہے کہ اچھا کام دیکھا تو کہا یہ ہمارا بھی ہے اپنی یگانگت خواہ مخواہ ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

اس پادری نے کہا

هَكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

جب تک میت لحد میں نہ رکھ دی جائے تو ہم بھی نیچے نہیں بیٹھتے۔

اب یہ بظاہر تو بڑی پیار کی بات تھی۔ آپ فرماتے کہ پھر تو تم بڑے اچھے ہو ہم اور تم ایک ہیں فرمایا نہیں۔

قربان جاؤں میں اپنے آقا علیہ السلام پہ آپ نے کیا کیا۔

قَالَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوهُمْ

(سنن الترمذی کتاب الجنائز عن رسول الله صلى الله عليه وسلم باب ما جاء في الجلوس قبل أن توضع)

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ الفصل الثالث ص ۱۴۷ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت اس پادری نے کہا کہ ہم میت کو لحد میں جب تک نہ اتاریں اس وقت تک ہم نہیں بیٹھتے تو سرکار مدینہ ﷺ اسی وقت فوراً بیٹھ گئے۔ ابھی میت لحد میں رکھنی تھی اور پہلے طریقہ بھی یہ تھا کہ جب تک میت لحد میں نہ رکھی جاتی۔ محبوب نیچے نہیں بیٹھتے تھے۔ مگر جس وقت یہودی نے کہا۔ ہمارا بھی یہی طریقہ ہے تو سرکار ﷺ نے فرمایا اگر یہ تمہارا طریقہ ہے تو پھر یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ فوراً بیٹھ گئے اور اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔

Marfat.com

خَالِفُوهُمْ

اے میرے صحابہ تم نے ہر کام میں انکی مخالفت کرنی ہے۔

یہ ہے دین اور یہ ہے ایمان، ہم مستقل ہیں اور ہماری اپنی ایک حیثیت ہے اور آقا علیہ السلام ہمیں یہ انداز دے کے گئے ہیں چونکہ آپ بیٹھے ہیں اب یہ نہیں کہ اللہ نے فرمایا ہو آپ بیٹھے کیوں ہیں آپ نے بھی کھڑا رہنا تھا چونکہ یہ جس وقت بیٹھیں گے تو عرش جھوم اٹھے گا۔

اب اللہ فرمائے گا محبوب ﷺ مجھے بھی یہی پسند ہے جو تم نے کیا ہے چونکہ تم نے مخالفت کی ہے یہود کی تو اس وقت وہ پہلا دین تھا۔ اس وقت جنازے سے پہلے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔ لیکن اے محبوب تم فرق کرنے کیلئے بیٹھے ہو تو مجھے اب بیٹھنا پسند ہے۔

ایسی باتوں پر کوئی آ کر کہے کہ یہ بھی کوئی دین ہے یہ بھی کوئی ضروری ہے۔ بیٹھنے اٹھنے میں فرق کیا پڑتا ہے۔ ایسے بھی مفکرین کا ہمیں سامنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں میں کوئی دین چھپا ہوا ہے۔ تو محبوب ﷺ نے فرمایا کہ ان باتوں میں دین چھپا ہوا ہے۔

حالانکہ وہ مسئلہ تو صرف بیٹھنے کا تھا کوئی بہت بڑا جہاد تو نہیں تھا۔

جب سنا کہ یہودی کہتا ہے کہ یہ بھی ہمارا طریقہ ہے اور مماثلت پیدا کرنے کی کوشش کی تا کہ صحابہ کے اندر کوئی نرمی پیدا ہو جائے کہ یہود اور اسلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پادری کہنے لگا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں تو سرکار ﷺ فوراً بیٹھ گئے اگر تم ایسا کرتے ہو تو پھر ہم ایسا نہیں کرتے اور اور اگر تم کھڑے رہو گے تو ہم بیٹھ جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے (خَالِفُوهُمْ) مطلقاً فرما دیا کہ جو میرا ماننے والا ہے اس نے اپنی پہچان میرے اوپر بنائی ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کر کے اس نے بتانا ہے کہ

Marfat.com

کسی کے پیروکار بن کے نہیں آئے ہم تو قوموں کے لیڈر بن کے آئے ہیں۔

روزہ افطار کرنے میں جداگانہ تشخص

سید عالم ﷺ سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاہِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ

میرا دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ دیر سے افطار نہیں کریں گے وقت آنے پر روزہ کھول دیں گے۔

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ وقت آنے سے پہلے کھول دے۔ یہ جلدی مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے ٹائم ہو جانے کے بعد روزہ کھولنے میں تاخیر نہ کی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرا دین اس وقت تک غالب رہے گا۔ جب تک میری امت کے لوگ ٹائم ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی کریں گے۔

جلدی روزہ کھولنے کے ساتھ غلبہ اسلام کا تعلق کیا ہے۔ اگر روزہ دس پندرہ منٹ بعد کھولیں تو اس سے اسلام کے مغلوب ہونے کا کیوں خطرہ ہے۔

سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

لِاَنَّ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ

(سنن ابی داود کتاب الصوم باب مَا یُسْتَحَبُّ مِنْ تَعْجِیْلِ الْفِطْرِ)

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم باب الفصل الثالث ص ۱۷۵ اسعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اے میرے غلامو! چونکہ یہود ونصاریٰ دیر سے کھولتے ہیں لیکن تم نے جلدی کھولنا ہے۔ یہ سبب ہے کہ جس سے دین کو اٹھان ملے گی۔ ان باتوں سے بھی غلبہ ملے گا۔ ان باتوں سے بھی تمہارا رعب بنے گا۔

Marfat.com

جب تم میرے کہنے پر وقت کے آجانے کے بعد روزہ افطار کرنے میں جلدی کرو گے تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ یہ کوئی بھیڑ بکری امت نہیں بلکہ یہ اپنے نبی کے حکم کی پابند امت ہے۔

اس واسطے آپ نے فرمایا یہود و نصاریٰ چونکہ موخر کرتے ہیں اور تم نے ان کی مخالفت کرنی ہے اور جیسے وہ کریں ویسے تم نے نہیں کرنا۔ تم نے فرق ظاہر کرنا ہے کہ ہم اپنے گھر آپ ہیں ہم کسی کے پیچھے کیوں چلیں۔ یہود و نصاریٰ موخر کرتے ہیں تم نے اس کو جلدی افطار کر کے ان کی مخالفت کرنی ہے۔

قبر کے لحاظ سے ہمارا جداگانہ تشخص

اسی طرح ایک دن رسول اکرم ﷺ قبر کے کنارے بیٹھے تھے۔

قبر کھودی جا رہی تھیں۔

قبر کی دو قسمیں ہیں ایک قبر کو شق کہتے ہیں اور دوسری کو لحد کہتے ہیں

شق: سیدھی قبر کو کہتے ہیں۔

لحد: جس کو قبلہ کی طرف کھود کے بنایا جائے اس کو لحد کہتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم باب دفن المیت الفصل الثانی ص ۱۴۸، سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اور تو اور رہا ہم قبروں کا بھی فرق کریں گے۔

میرے امت کیلئے لحد ہے اور یہود و نصاریٰ کیلئے شق ہے۔

جب بندے کی روح نکل گئی تو

Marfat.com

خاک ہو کے عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

کہ قبر میں لیٹا ہوا مردہ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ میں محبوب کے طریقے پہ جا رہا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک واضح فرق اپنی امت کو عطا فرمایا ہے۔

اس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

آج ہمارے اندر جو تبدیلیاں آ رہی ہیں یعنی تصور کر لو کہ آج ایک صدی پہلے مسلمانوں کا مجمع یوں بیٹھا ہوتا تو کتنے لوگ تمہیں ننگے سر نظر آتے کتنے لوگ تمہیں داڑھی کے بغیر نظر آتے، بہت تھوڑے

آج سے پانچ صدی پہلے کا اجتماع ہوتا تو پھر روحانیت کا کیسا رنگ ہوتا اور کیسا دین کا رنگ ہوتا اور اب کتنی تبدیلی آ گئی اور افسوس یہ ہے کہ دنیا کی روشن خیالی تو آئی تھی اب معاذ اللہ دین میں کچھ روشن خیال پیدا ہو گئے جن کے نزدیک ننگے سر رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور نماز بھی ننگے سر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جنکے نزدیک اس آوارہ گردی پر کوئی گرفت نہیں ہے دن بدن مسلمانوں کی گرفت دین کے لحاظ سے ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے اس واسطے اپنے جداگانہ تشخص کو بحال کرنے کی ضرورت ہے۔

بالخصوص خواتین سے میری گذارش ہے کہ تمہاری گود کے آنگن کے اندر جو پیدا ہوتے ہیں وہی مجاہد، وہی نمازی، وہی محدث، وہی مفسر، وہی مفتی، وہی ولی، وہی سالک، وہی صوفی، وہی شہید اور وہی صدیق بنتے ہیں۔

اگر تم اپنی فصل کی دیکھ بھال اچھی طرح کرو گی تو پھر اسکا نتیجہ بھی بہت اچھا نکلے گا۔

اگر تم ان کی رکھوالی نہیں کرو گی تو کوئی ایکٹر ہو گا اور کوئی ڈانسر ہو گا، کوئی کنجر ہو گا،

Marfat.com

اور باپ کی ہیبت اسطرح ضروری ہے جسطرح کسی کیلئے کبھی نرمی کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی گرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کبھی ضرب لگانے کی ضرورت ہوتی ہے کبھی تھامنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو یہ ساری چیزیں ملتی ہیں تو پھر جا کر کوئی چیز تیار ہوتی ہے اسواسطے باپ والی ایک سائیڈ جس میں اللہ تعالیٰ نے کئی حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں۔

ماں اور باپ دونوں کا پیار جس وقت انسان کو میسر آتا ہے۔ دونوں کی طرف سے رہنمائی ہوتی جاتی ہے اور پھر بالخصوص کچھ لمحے جس میں ماں بالخصوص سختی نہیں کرسکتی یا مواخذہ نہیں کرسکتی لیکن باپ پھر بھی کر لیتا ہے تو وہ بھی بیٹے کیلئے ضروری ہے اس لئے کہ اس میں بھی اسکی بھلائی ہے کیونکہ جب قحط پڑا ہو تو بارش سے جسطرح فائدہ ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ باپ کی جھڑکیوں سے حاصل ہوتا ہے۔

والد کی رضا میں رب کی رضا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ باپ کی شان کیا ہے۔

تو رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے۔

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ

(جامع ترمذی الحدیث نمبر ۱۸۹۹ ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین ج ۲ ص ۱۲ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

جو والد اپنے بچوں کو صحیح راستہ پہ چلاتا ہے ایسے باپ کو شان دی گئی میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں چھپی ہوتی ہے۔

اے والدین کے بیٹو! باپ کو معمولی نہ سمجھنا اللہ تعالیٰ کی رضا تمہارے باپ کی رضا میں

Marfat.com

ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تمہارے باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اتنا بڑا معیار ایک باپ کو بنا دیا گیا اتنا بڑا مرتبہ باپ کو دے دیا گیا۔

کہاں رب کی رضا اور کہاں ایک باپ ہے۔ باپ ایک غریب نادار ہو سکتا ہے۔ کوئی مزدور ہو سکتا ہے لیکن اُس کو شان کیا دی گئی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

مطلب کیا بنا کہ رب کو راضی کرنا ہو تو باپ کو راضی کر لو اور اگر رب کو ناراض کرنا ہے تو باپ کو ناراض کر لو۔

جبکہ ہر بندہ چاہتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی رہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں پھر باپ کو بھی راضی رکھو۔

رب کی رضا والے باپ کا ہر لمحے امتحان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقدس فرمان میں کتنی آگہی ہے۔

اور آپ نے انسان کے باپ کو کتنا بڑا مقام دے دیا اور یہاں سے امتحان کی بھی نشان دہی ہو رہی ہے۔ کہ جس کی رضا میں رب کی رضا ہو وہ رضا پھر کیسی ہونی چاہیے اُس بندے کی پسند پھر کیسی ہونی چاہیے۔ جس کی پسند میں رب کی پسند آجائے اُس کو پھر خواہش کا مریض نہیں ہونا چاہیے۔ اُسے پھر بدی کا پلندہ نہیں ہونا چاہیے اور اپنی شہوتوں کا مریض نہیں ہونا چاہیے، اُس کا کردار شستہ ہونا چاہیے۔ اُسکی گفتار شستہ ہونی چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک عہدہ جو رب کی طرف سے بندے کو مل سکتا ہے اُس کا اعلان کر دیا اب باپ بن جانے کے بعد اُس پر یہ ضروری ہے کہ اللہ نے جب سیٹ

Marfat.com

باپ کیلئے رکھی ہے تو یہ ملنی اُس کو ہے جو شریعت کا پابند ہو جائے گا۔

چونکہ ایسا بندہ جو اپنی اولاد کو بُرائی کے مشورے سے اور اپنی اولاد کی تربیت صحیح نہ کرے اور اپنی اولاد کو گناہوں کی طرف مائل کرے۔ اُس کی رضا میں رب کی رضا کیسے ہو سکتی ہے۔

تو رسول اکرم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ سیٹ تمہیں مل جائے گی مگر کوشش تمہیں کرنا پڑے گی کہ جو بھی کسی بیٹے یا بیٹی کا باپ بن گیا ہے وہ اس لائق ہو گیا ہے کہ اب اسکی رضا میں رب کی رضا آ جائے۔ مگر اس کو اب سوچنا ہے کہ میں کیا بنوں کہ اللہ کی رضا میری رضا میں ہو۔ یعنی میری رضا میں رب کی رضا شامل ہو۔

اسے احساس لاحق ہو جانا چاہیے اور باپ کو ہر وقت احتیاط کرنی چاہیے کہ میں عام نہیں رہا۔ رب نے مجھے بڑا خاص بنا دیا ہے۔

اب دیکھو کہ ایک چھوٹا سا منصب ہو اور یہ کہا جائے کہ اس بندے کی رضا میں دس بندوں کی رضا ہے تو یہ بہت بڑا مقام ہے کہ فلاں نے اپنی رضا میری رضا میں ڈال دی ہے۔ ایک عام انسان کا معاملہ جس سے بڑھ جاتا ہے اور کہاں یہ بندہ اور کہاں سارے بندوں کا خالق ربّ ذوالجلال۔

رسول اکرم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ بندہ باپ بن کے بہت کچھ بن سکتا ہے باپ بن کے بہت بڑی شان والا ہو سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھے اس کی چاہت اللہ تعالیٰ کی چاہت کے مطابق ہونی چاہیے۔

اور پھر اس میں بیٹا چاہتا ہے کہ میرا رب بھی ساتھ خوش ہوتا رہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ کو خوش رکھو میں خوش ہو جاؤں گا تو جس رب نے باپ کو اتنی بڑی شان

Marfat.com

دی ہے۔ تو اُس باپ کو بھی سوچنا چاہیے کہ میں اپنے رب کو ناراض نہ ہونے دوں۔
میں رب کو راضی رکھوں اور اُسکی رضا کو تلاش کروں اور میں رب کی جستجو میں رہوں، اُس رب نے رب ہو کر تجھے آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے والدین کے بیٹے اپنے باپ کو خوش کریں۔ اپنے باپ سے پوچھ کے کام کریں اور اُسکی مرضی کے مطابق کام کریں یعنی جہاں پر شریعت مطہرہ کا کوئی حکم نہ تھا اور بظاہر کوئی نص موجود نہ تھی اُس کا کرنا بھی جائز ہو سکتا ہے اور نہ کرنا بھی جائز ہو سکتا ہے کہ اس وقت فلاں جگہ جاؤ یہ شریعت میں جائز ہے کہ کوئی چلا جائے یا نہ جائے لیکن جب باپ کی رضا اُس میں شامل ہو جائے گی کہ باپ یہ کہے میرے بیٹے اس وقت فلاں جگہ پہ تم چلے جاؤ۔ تو اب جانے کا انداز بدل جائے گا اب اس کے نمبر بڑھ جائیں گے اب جس وقت وہ جائے گا تو باپ بھی راضی ہو جائے گا اور رب بھی راضی ہو جائے گا۔

اسواسطے باپ کا جو مقام ہے۔ اس مقام کے لحاظ سے باپ کا امتحان بھی ہے۔ جس وقت ایک شخص کسی عام آدمی کا وکیل ہو اور اُس سے کہا جائے کہ چلے جاؤ بازار میں جو تمہیں چاہیے وہ خرید کے لے آؤ ایک عام انسان بھی کہتا ہے کہ مجھ پر فلاں نے اعتماد کیا ہے میں اُس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اُس کو ملحوظ نظر رکھ کے کام کروں گا۔ یہ نہیں کہ میں جو چاہوں کروں اُس نے کہہ دیا ہے اور میں اُس کا خیال نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے باپ کو یہ حیثیت دے دی ہے اور اُسے اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو جو اچھائی ذہن میں آتی ہے کہدے اور اللہ تعالیٰ نے ایک باپ سے کہہ دیا اب تیری پسند میری پسند ہوگی تو اس باپ کو سوچنا چاہیے کہ میرے رب نے مجھ پہ کرم کر دیا ہے۔ میری پسند کو اتنی ترجیح دی تو میری پسند وہ ہونی

Marfat.com

چاہیے جو رب کی پسند سے ٹکرانے والی نہ ہو۔ بلکہ وہ رب کی پسند کا جھنڈا لہرانے والی ہو۔

والد کے ادب واحترام کا اہتمام بھی ضروری

اس لحاظ سے والد کا سوسائٹی میں مقام ومرتبہ کتنا بڑا ہے۔

عمومی طور پر ہم اپنے اساتذہ کا ادب کرتے ہیں اور اپنے پیر ومرشد کا ادب کرتے ہیں، مرشد کا ادب، استاذ کا ادب یہ سارے آداب ضروری ہیں۔ استاذ کا بھی ادب ہو اور مرشد کا بھی ادب ہو مگر یہ کوتاہی دیکھی جاتی ہے کہ جن کا حق بعض وجوہ سے فائق ہے وہ والد گرامی ہیں ان کے احترام کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

اتنی احادیث مبارکہ جن کے بارے میں موجود ہیں تو اُس باپ کا کوئی خیال نہ کرنا، گھر کے اندر ادب واحترام نہ کرنا، اُس والد کی طرف پیٹھ کر لینا اور اُنکی باتوں کو پس پشت ڈالنا شریعت مطہرہ میں یہ عمل ہرگز پسندیدہ نہیں ہے۔

شرعی معاملات میں اگر استاذ نے اسکا حکم دیا اور والد اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو شریعت کی وجہ سے شرعی حکم کی ترجیح ہوگی۔ ایک مرشد نے حکم دیا وہ شریعت کے مطابق ہے جبکہ والد اُس سے روکتے ہیں تو پھر شریعت کی وجہ سے شرعی حکم کو ترجیح ہوگی۔

لیکن ایسے معاملات جہاں شریعت کا کوئی مطالبہ نہیں ہے عمومی باتیں ہیں تو وہاں پر اپنے والد کی سوچ کا احترام ہونا چاہیے۔ والد کے آرڈر کو آرڈر سمجھنا چاہیے اور والد کے مرتبے کو ایک پیر کے مرتبے کی طرح تو ضرور سمجھنا چاہیے۔

اگر والد اپنے بیٹے کو شریعت کی حدود میں اور اُسکے خطوط پر چلاتا ہے تو وہ ایک والد بھی ہے اور ایک لحاظ سے مرشد بھی ہے، وہ بندے کا شیخ بھی ہے اور وہ استاذ بھی ہے۔

Marfat.com

اس لحاظ سے ان ساری چیزوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بعض جگہ والد محض والد ہے اور بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ مربی ہے اور ساتھ رہنمائی کرنے والا بھی ہے لیکن ہمارے اسلاف کہتے رہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ استاذ کا مرتبہ اس لحاظ سے بڑا ہے۔

کہنے لگے باپ وہ ہے جو تجھے آسمان سے زمین پہ لایا اور استاذ وہ ہے کہ جس نے زمین سے آسمان تک پہنچایا ان حیثیات کا ضرور اعتبار ہے لیکن بعض مقامات پر جو والد کے ساتھ بالکل بے رخی دیکھی جاتی ہے اور اُن کو کوئی حیثیت ہی نہیں دی جاتی۔ کوئی بات کرنے میں اور کوئی فیصلہ کرنے میں اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی تو ان باتوں کو ان کے لحاظ سے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ والد کی رضا میں رب کی رضا ہے والد کو رسول اکرم ﷺ نے جب سنٹرل گیٹ قرار دیا اور والد کے بارے میں یہ فرما دیا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

والد سے بے رخی آخر کیوں؟

یہ جملہ والد کے لحاظ سے ہے اسواسطے کسی کا والد خواہ پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہو خواہ وہ چھوٹے خاندان کا ہو یا بڑے خاندان کا ہو خواہ اُس کے پاس روپے تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں تو وہ اولاد کیلئے عزت ہی عزت کا مستحق ہے۔

وہ رحمت کا سائبان ہے اور آدمی نسب تبدیل کر سکتا ہے اور نہ ہی ولدیت کینسل کر سکتا ہے جب ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جسطرح بھی والد کی حیثیت ہے اُس میں ادب ضرور ہونا چاہیے اگر کوئی پڑھ گیا ہے تو اپنے والد کو ان پڑھ سمجھ کے پس پشت

Marfat.com

نہ کرے اگر کسی کے پاس روپیہ پیسہ زیادہ آگیا ہے تو اپنے والد کو نادار سمجھ کے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اگر کسی کی عزت معاشرے میں بن گئی ہے تو وہ کسی لحاظ سے اپنے والد کو ثانوی حثیت کی طرف مائل نہ کرے۔

کوئی جتنا بھی بڑا ہو گا وہ اُس وقت بڑا ہو گا جب وہ اپنے والدین کی عزت کرتا جائے گا۔ اپنے والدین کا احترام کرتا جائے گا۔ انسان بڑی سے بڑی کرسی پر بیٹھ کر بھی چھوٹے سے چھوٹا ہے جب تک وہ والدین کی خدمت نہیں کرتا اور اپنے والد کے قدموں میں بیٹھ کر زمین پر بھی اُسے بڑی کرسی کا اعزاز حاصل ہے اس واسطے کہ وہ وہاں بیٹھا ہے جہاں بیٹھنے سے رب بندے کو عزتیں عطا فرماتا ہے۔

والد کے احسانات کا بدلہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَا يَجْزِى وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ

(الصحیح المسلم الحدیث ۱۵۱۰ کتاب العتق باب حق الولد ج ۱ ص ۴۹۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

کوئی بیٹا اپنے باپ کو جزاء نہیں دے سکتا مگر یہ کہ وہ اپنے والد کو غلام پائے اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے۔

بندہ اپنے والد کو کیا جزاء دے سکتا ہے ہاں یہ ہے کہ کسی بندے کا والد کسی کا غلام ہو تو حق تب ادا ہو گا جب وہ اپنے باپ کو خرید کے آزاد کر دے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے حسن سلوک کا ایک انداز بیان فرمایا ہے کتنی سعادت اُن

Marfat.com

لوگوں کیلئے ہے جن کے والدین زندہ ہیں یا والدین میں سے ایک زندہ ہے تو اس سے ایک نیکیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

﴿ہر نگاہ کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا نَظَرَ الْوَالِدُ اِلٰی وَلَدِہٖ فَسَرَّہٗ کَانَ لِلْوَلَدِ عِتْقُ نَسَمَۃٍ

(المعجم الکبیر الحدیث ۱۱۶۰۸ ج ۱۱ ص ۱۹۱ دار الاحیاء بیروت)

جس وقت باپ اپنے بچے کو دیکھے اور بچہ اُسکو خوش کرے تو ہر نگاہ کے بدلے میں بیٹے کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

یعنی باپ کا بچے کو دیکھ کر خوش ہونے کی بھی کچھ وجوہات ہوتی ہیں۔

بچپن میں باپ بچے کو دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا، لیکن یہ معاملہ بالغ ہونے کے بعد کا ہے جب باپ بچے کو پھر بھی دیکھے اور بچے کے کرتوت ایسے نہ ہوں کہ باپ کو دیکھتے ہی آگ لگ جائے۔ بچے نے باپ کی ایسی نافرمانیاں نہ کی ہوں اور اپنے باپ کے فیصلوں کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور اپنے باپ کے بنائے ہوئے خطوط مٹائے نہ ہوں اور بچے نے اپنے باپ کے ساتھ عداوتیں نہ کی ہوں۔ بالغ ہونے کے بعد جوں جوں بچہ بڑا ہوتا ہے اُس کا امتحان شروع ہوتا ہے کہ بچے کو باپ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ نہیں۔

جس وقت بچہ پنگھوڑے میں تھا تو اُس وقت باپ خوش ہو ہی رہا تھا پھر بچے کا کمال کیا تھا۔ جب بچہ بڑا ہو گیا عملی زندگی میں آ گیا اب باپ کو مدد کی ضرورت تھی کہ

Marfat.com

جاؤ فلاں کام کرو لیکن اس کو کھیلنے کی ضرورت ہے یہ کھیلنے چلا جاتا ہے۔ اب باپ جس وقت شام کو دیکھے گا تو کہے گا کہ میں نے کہا تھا کہ تم نے فلاں کام کرنا ہے اور تم کھیلنے چلے گئے ہو تو کیا اُس وقت باپ خوش ہوگا نہیں تو باپ کو خوش کرنے کیلئے کہ وہ جس وقت دیکھے تو خوش ہو سکے لئے بھی بندے کو کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے اور بندوبست کرنا پڑتا ہے کتنا خوش قسمت ہے وہ بیٹا جو بالغ ہو کے بھی ایسا رہا کہ جب بھی باپ نے دیکھا تو باپ کا دل باغ باغ ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ باپ کی رضا میں رب کی رضا تھی اور اسے دیکھ کے باپ خوش ہوا ہے تو اس ایک نگاہ کے بدلے میں ہم نے اسکے بیٹے کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب دے دیا ہے۔ اسلام میں کتنے وارے نیارے ہیں کہ گھر میں بیٹھے سارے نظارے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بندہ اپنے والد کی طرف دیکھے تو بچے کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ اُدھر سے بھی نگاہ ہے ادھر سے بھی نگاہ ہے اور یہ بھلا ہی بھلا ہے کس انداز میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اور پھر دونوں صورتوں میں بھلا بچے کا ہو رہا ہے۔ اگر بچے نے باپ کی طرف پیار سے دیکھا اور والدہ کی طرف پیار سے دیکھا تو حج مبرور یعنی مقبول حج کا ثواب مل گیا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ سو بار دیکھے تو آپ نے فرمایا اُسکو سو حج کا ثواب ملے گا اللہ کے ہاں کمی کیا ہے گھر بیٹھے بغیر احرام باندھے بغیر طواف کیے اور بغیر سعی کیے اسکو حج کا ثواب مل جائے گا۔ یہ عظمت اسلام ہے کہ جو

Marfat.com

بندہ اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے اُسی کو گھر بیٹھے سب کچھ مل جاتا ہے۔

اب کافر بھی باپ بیٹا ہو سکتے ہیں دونوں گھر میں بیٹھے ہیں تو نحوست کے مارے ہیں نہ باپ کو کچھ مل رہا ہے اور نہ بیٹے کو کچھ مل رہا ہے۔ اے امت مسلمہ کے فرزند! تیرے کتنے بخت اللہ تعالیٰ نے جگا دیئے ہیں۔ گھر کا دروازہ کھلا اور باپ نے تجھے نگاہ شفقت سے دیکھا پھر بھی جنت کا دروازہ کھلا۔ حالانکہ ایک انسانی رشتہ بھی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ میں اپنے باپ کو دیکھوں، میں اپنی امی جی کو دیکھوں، والد محترم کو دیکھوں، باپ کا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو دیکھوں یہ ایک انسانی خواہش بھی ہو سکتی ہے لیکن اس خواہش کو اللہ نے پاکیزہ کتنا بنا دیا ہے جس وقت انسان کا پاک رشتہ بن گیا تو نیکیوں کی ایک کمپنی بن گئی ہے ایک نیکیوں کا سلسلہ بن گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کہ جس وقت ایک باپ نے بیٹے کو دیکھا اور بیٹا اُسے اچھا لگا اور دیکھ کر باپ کا دل مسرور ہوا کہ میرا بیٹا اچھا بڑا ہے اور مطیع بڑا ہے، فرمانبردار ہے، کردار اسکا ستھرا ہے جو کہتا ہوں وہ کرتا ہے تو اس سے باپ کا جب دل کھلا تو جنت کا دروازہ بھی کھل گیا۔ باپ کے دل کی کلی کھلی تو جنت کا دروازہ کھل گیا اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا مرتبہ دیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ جب یہ بیان کر رہے تھے تو ایک صحابی بڑا عجیب سوال کرنے لگے۔

وَإِنْ نَظَرَ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَسِتِّينَ نَظْرَةً

(المعجم الکبیر الحدیث ۱۱۶۰۸ ج ۱۱ ص ۱۹۱ دار الاحیاء بیروت)

یارسول اللہ ﷺ، اگر وہ ایک دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھے تو پھر کیا ہوگا۔

قَالَ اللّٰهُ أَكْثَرُ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس سے بھی کہیں زیادہ دینے والا ہے۔

Marfat.com

ایک بار دیکھنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور دو بار دیکھنے پر دو غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے تو جس وقت تین سو ساٹھ مرتبہ والد اپنے بیٹے کو دیکھ کر خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب بھی اُس بیٹے کو عطا فرما دے گا۔

یہ عظمت ہے اور اتنا بڑا مرتبہ ایک والد کا ہے اور پھر تعلق خوش گوار ہو تو پھر کتنا فائدہ حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بندے کے تعلقات کو خوشگوار رکھے چونکہ اگر اس رشتے میں کمی آ گئی

تین بدبخت انسان

تو رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ وہ بندہ ذلیل ورسوا ہو، وہ ذلیل ورسوا ہو، وہ ذلیل ورسوا ہو پوچھا گیا کہ کون تو آپ نے فرمایا کہ ایک تو وہ آدمی جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے دوسرا وہ جو اپنے والدین کو پالے اُن کی خدمت کر کے جنت نہ لے سکے۔ تیسرا وہ آدمی کہ رمضان آئے لیکن بخشش نہ کروا سکے

تو پتہ چلا کہ والدین کا گھر میں ہونا دائمی رمضان کا ہونا ہے والدین کا گھر میں ہونا یوں ہے کہ جیسے رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ ہو رہا ہے تو اس انداز میں رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ انسان اپنے والدین کی طرف دیکھتا ہے اور والدین اپنے بچے کی طرف دیکھتے ہیں دونوں کا آپس میں خونی رشتہ ہے ایک دنیا کے لحاظ سے بھی تعلق ہے مگر یہ وہ دین ہے کہ جس نے ہماری دنیا کو بھی دین کا رنگ عطا فرما دیا ہے۔

سب سے بڑی صلہ رحمی کون سی؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ

(جامع ترمذی ابواب البر و الصلة عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی اکرام الوالد ج ۲ ص ۱۲ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)
(صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب فَضْلِ صِلَةِ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَنَحْوِهِمَا ج ۲ ص ۳۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سب سے بڑی صلہ رحمی یہ ہے کہ جس وقت کسی کا باپ دنیا سے چلا جائے اُن کے جانے کے بعد بھی باپ کے رشتہ دار اور دوستوں کے ساتھ اچھا تعلق رکھے یہ شریعت میں سب سے بڑی صلہ رحمی ہے کہ اُس تعلق کو برقرار رکھا جائے۔

﴿والدین کے وصال کے بعد ان کے حقوق﴾

رسول اکرم ﷺ سے حضرت اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے ایک بنی سلمہ کا آدمی آگیا اُس نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ

هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب البر و الصلة الفصل الثانی ص: ۴۲۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

کیا والدین کے ساتھ حسن سلوک میں سے کوئی شئی باقی رہ گئی ہے جو میں ان کے وصال کے بعد ان کے ساتھ کرتا رہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں

یعنی کیا والد کے ساتھ حسن سلوک اُن کے چلے جانے کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے جب تک والدین زندہ ہوں اُس وقت تک اُن کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے یا بعد از وصال بھی والدین کے کچھ حق ہوتے ہیں۔ اگر وہ حقوق ادا کریں تو پھر بھی والدین کے ساتھ بچے کا حسن سلوک شمار ہوتا ہے اور بچے کو نیکیاں ملتی ہیں۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد

Marfat.com

بھی کچھ حق باقی رہتے ہیں بچہ وہ کام کرے جس سے باپ کو فائدہ ہوتا ہو تو اس کی وجہ سے بچے کو نیکیاں ملتی رہتی ہیں۔

﴿پہلا حق﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو بیان فرما دیا۔

اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهَا

پہلا حق والدین کا اُن کے وصال کے بعد یہ ہے کہ تم اُن کا جنازہ پڑھو۔

﴿دوسرا حق﴾

وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا

دوسرا حق یہ ہے کہ تم اُن کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگو۔

جنازہ پڑھ لینے کے بعد بائیکاٹ نہ کرو کہ جنازہ پڑھ لیا ہے۔ اب فاتحہ کی ضرورت کیا ہے، دعاؤں کی ضرورت کیا ہے ؟ دونوں کا سرکار مدینہ ﷺ نے جدا جدا ذکر کیا۔

اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا

اُن کا جنازہ پڑھنا اور پھر اُن کیلئے مغفرت مانگتے رہنا۔

خواہ وہ ختم قل شریف ہے، خواہ وہ نماز کے اندر کی دعا ہے یا نماز کے بعد کی دعا ہے والدین کے چلے جانے کے بعد استغفار کرتے رہنا والدین کا حق ہے۔ اولاد کو کبھی بھی اس حق سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

﴿ختم قل شریف دعا کا ایک ذریعہ﴾

یہی وجہ ہے کہ ہم اہلسنت و جماعت اپنے خویش و اقارب کیلئے ایصال ثواب کا

Marfat.com

اہتمام کرتے ہیں کہ یہ دعا کا ایک ذریعہ ہے اور اجتماعی دعا کے فوائد زیادہ ہوتے ہیں اس واسطے دوستوں رشتہ داروں کو اکٹھا کرلیا جاتا ہے پھر اجتماعی دعا کی جاتی ہے اور پھر یہ بھی خیال رکھا کریں کہ اسے کوئی رسم قل نہ کہے، رسم چہلم نہ کہے کیونکہ رسم وہ ہوتی ہے جو اپنی بنائی ہوئی ہو بلکہ یہ تو ختم قل شریف ہے جس پر امت مسلمہ کا ہر دور میں اجماع رہا ہے۔

﴿ہر دور میں اجتماعی دعا کا بندوبست﴾

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے لحاظ سے اسکو لکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک امت میں ہے کہ خویش اقرباء جو دنیا سے چلے جائیں اجتماعی دعا کا بندوبست کیا جائے اور اُن کے گناہوں کی معافی کی بھیک اللہ کے دربار سے مانگی جائے۔

﴿تیسرا حق﴾

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تیسرا حق یہ ہے

اِنْفَاذُ عَهْدِ هِمَا

والدین نے کسی سے جو عہد کیا ہو اُسے پورا کرنا یہ اُن کے بعد بھی اولاد پہ ضروری ہے۔

﴿چوتھا حق﴾

صِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا

وہ صلہ رحمی جو والدین کی وجہ سے ہے اُس کو برقرار رکھنا اور پھر والد اور والدہ کے رشتہ داروں کو ناراض نہ کرنا، اُن سے تعلقات برقرار رکھنا۔

Marfat.com

﴿پانچواں حق﴾

وَاِكْرَامُ صِدِيْقِهِمَا

(مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب البر والصلۃ الفصل الثانی ص:۴۲۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

والد کے دوست اور والدہ کی جو سہیلیاں ہیں اُن کی عزت کرتے رہنا یہ وہ حقوق ہیں جو بعد میں بھی برقرار رہتے ہیں۔

﴿دعاؤں کی وجہ سے بندے کا جنت میں درجہ بلند﴾

بالخصوص دعا کا جو سلسلہ ہے اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ

قیامت کے دن جب ایک انسان کا مرتبہ بلند ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا۔

يَا رَبِّ أَنّٰى لِي هٰذِهٖ

یا اللہ اتنا اونچا درجہ مجھے کیسے مل گیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب البر الوالدین ص ۲۶۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ اونچا درجہ تیرے کام کی وجہ سے نہیں، تیری اولاد کی دعاؤں کی وجہ سے مل گیا ہے

﴿والدین رحمت و نور کا سائبان﴾

یہ رحمت و نور کا سلسلہ ہے جو ایک انسان کو اللہ تعالیٰ نے والدین کی شکل میں عطا کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

مَامِنْ مُسْلِمٍ لَهٗ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ يُصْبِحُ اِلَيْهِمَا مُحْتَسِبًا اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ بَابَيْنِ

(الادب المفرد للبخاری باب بر والدیہ وان ظلما ص:۴)

Marfat.com

جس مسلم کے والدین مسلمان ہوں وہ ان کے پاس طلب ثواب کے لئے صبح کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

جس بندے کے گھر میں اُس کے والدین ہوں اُس کے گھر میں کیا ہوتا ہے۔

آج بعض لوگ والدین کو بوجھ سمجھتے ہیں اور پھر یورپ والوں کا طریقہ یہ ہے کہ بوڑھوں کو اولڈ ہاؤس میں داخل کروا دیا جائے حالانکہ وہ بوڑھا ہے اب اُسے اپنے بچوں کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔اب تو وہ ثواب ہی ثواب بن گئے ہیں۔

بوڑھے مسلمان کی عزت حقیقت میں رب کی عزت

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِم

(سنن ابوداود کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم ج ۲ ص ۳۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بے شک اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے بوڑھے مسلمان کا اکرام کرنا ہے

اگر کوئی انسان مل جائے وہ والد نہ بھی ہو اُس کی عزت کرنا اللہ تعالیٰ کی عزت کرنا ہے اتنا بڑا مرتبہ دے دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی بندے کے والدین مسلمان ہوں اور اُس کے گھر میں ہوں اور صبح طلوع ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

والد ہر حال میں بندے کیلئے جنت

جس کو گھر میں والدین میسر ہیں یہ زندگی وہ سہانی گھڑی ہے اور روحانی لمحے ہیں

Marfat.com

کہ والدین ابھی زندہ ہیں تو یہ دن اُس کے کتنے گولڈن دن ہیں کہ صبح کے طلوع ہوتے وقت ہی اسکے لئے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔

اور پھر فرمایا

وَاِنْ كَانَ وَاحِدٌ فَوَاحِدٌ

اور اگر ایک زندہ ہو تو پھر ایک دروازہ کھل جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا۔

وَاِنْ اَغْضَبَ اَحَدَهُمَا

اگر بچے نے والدین میں کسی ایک کو ناراض کیا تو ایک دروازہ بند ہو جائے گا دونوں کو ناراض کیا تو دونوں دروازے بند ہو جائیں گے۔

یعنی یہ والدین گھر میں جنت کا دروازہ ہیں اگر والدین کو ناراض کیا تو جنت کے دو دروازے بند ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے عمل مقبول ہی نہیں ہونگے بندہ جنت کیسے جاسکے۔

قِيلَ وَاِنْ ظَلَمَا

اے ابن عباس اگر چہ والدین ظالم بھی ہوں تو پھر بھی وہ جنت کا دروازہ ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وَاِنْ ظَلَمَا

(الادب المفرد للبخاری باب بر والدیہ وان ظلماص:۴)(نظرۃ النعیم باب فی بر الوالدین ج ۳ ص ۸۷۷ دار الوسیلۃ بیروت)

اگر چہ وہ ظالم بھی ہوں تب بھی وہ بندے کی جنت ہیں۔

اگر گھر میں والدین ہیں تو وہ جنت ضروری ہیں، جنت کا وہ دروازہ ہیں، تو آج کے ماحول میں جس وقت اولادیں جوان ہو جاتی ہیں اور پھر والدین سے نگاہیں پھیرنا

Marfat.com

شروع کر دیتے ہیں اور پھر طرح طرح کے بہانے، شکوے اور شکائتیں شروع کر دیتے ہیں یہ دروازے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے بند کر دیے ہیں کہ وہ والدین جو بھی کریں تمہارا حق نہیں بنتا کہ تم آگے سے اکڑ جاؤ اور تم ہاتھ اٹھاؤ اور تم باتیں کرو اور تم اُن کی غیبت کرو اور تم اُنکی گستاخیاں کرو۔ اگر تم نے جنت لینی ہے تو تم چپ کر کے رہو اگر چہ وہ تمہیں جوتے بھی مارتے رہیں تم خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پھر بھی تمہارے لئے جنت بنایا ہے۔

والد کے دوستوں کا اکرام اور ان سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ مکہ شریف کے راستے میں چل رہے تھے کہ ایک دیہاتی مل گیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے پہلے تو انھیں سلام کیا پھر اُن کو اپنے ساتھ بٹھالیا پھر اپنی پگڑی اتار کے اُن کے سر پر رکھی۔

چونکہ سر ڈھانپ کے رہنا مومن کا شعار ہے ٹوپی بھی جائز ہے لیکن زیادہ فضیلت عمامے میں ہے۔ مگر ننگے سر رہنا انگریزوں کا طریقہ ہے اور اُنکی ایجاد ہے مومن خوا نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو وہ سر ڈھانپنے کا اہتمام کرتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی مکہ کے راستے میں انھیں ملا

فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے انھیں سلام کیا اور ان کو گدھے پر سوار کیا

وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ

Marfat.com

تو آپ نے اپنا عمامہ شریف اتار کر اُس بندے کے سر پر رکھا۔

فَقَالَ ابْنُ دِينَارٍ فَقُلْنَا لَهُ أَصْلَحَكَ اللّٰهُ إِنَّهُمُ الْأَعْرَابُ وَإِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ

حضرت ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اصلاح کرے یہ تو دیہاتی ہیں

إِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ

اور یہ تھوڑی سی چیز سے خوش ہو جاتے ہیں تم نے تو آج حد ہی کر دی ہے اسکو سلام ہی کافی تھا لیکن اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے اسے سلام بھی کہا اور اُٹھا کر سواری پر بھی بٹھایا اور پھر اپنا عمامہ بھی اس کے سر پر رکھا اتنے اعزاز کی ضرورت کیا تھی۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کے ابا جی میرے ابا جی کے دوست تھے۔

جس کو میں نے سواری پہ بٹھایا ہے اس کے ابا جی کی وجہ سے میں نے انکی عزت کی ہے کہ ان کے ابا جی میرے ابا جی کے دوست تھے۔ میرے والد اور ان کے والد کے ساتھ تعلقات اچھے تھے میں نے اُس دوستی کے سر پہ پگڑ ا رکھا ہے۔ میں نے اُس دوستی کی عزت کی ہے۔ میں نے والد کے اس تعلق کی بنا پر اس کو یہ اعزاز دیا ہے۔

وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

اسواسطے کہ میں نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فَضْلِ صِلَةِ أَصْدِقَاءِ الْأَبِ وَالْأُمِّ وَنَحْوِهِمَا ج ۲ ص ۳۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

بے شک تمام نیکیوں میں سے بڑی نیکی اپنے باپ کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا ہے۔

سب سے بڑی نیکی اور صلہ رحمی یہ ہے کہ بندہ اپنے والد کے دوستوں کا ادب کرے اور اُن کا احترام کرے چونکہ ان کے ابا جی میرے ابا جی کے دوست تھے۔ اسواسطے میں نے اسکو سواری پہ بھی بٹھایا ہے اور اپنا پگڑا بھی اس کے سر پہ رکھا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے والد کے دوست سے حسن سلوک

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ شریف آیا۔

اَتَانِیْ عَبْدُ اللہِ بْنُ عُمَرَ

مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملنے آ گئے۔

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِیْ لِمَا اَتَیْتُكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں تمہیں ملنے کیوں آیا ہوں۔

قُلْتُ لَا

میں نے کہا نہیں میں نہیں جانتا۔

قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ

کہنے لگے میں اس لئے ملنے آیا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ بات سنی تھی۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّصِلَ اَبَاهُ فِیْ قَبْرِہٖ فَلْیَصِلْ اِخْوَانَ اَبِیْهِ بَعْدَهٗ۔

جو بندہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ قبر میں بھی اچھا سلوک کرے اُسے چاہیے کہ اپنے باپ کے وصال کے بعد باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

Marfat.com

چونکہ میں نے یہ حدیث سنی ہوئی تھی۔

كَانَ بَيْنَ ابْنِ عُمَرَ وَبَيْنَ اَبِيْكَ اِخَاءٌ

میرے اباجی اور تمہارے اباجی کے درمیان بھائی چارہ بڑا تھا۔

میرے والد اور تمہارے والد کے درمیان آپس میں دوستی تھی اُسکی وجہ سے میں آج تمہیں ملنے آیا۔

اَحْبَبْتُ اَنْ اَصِلَ ذَالِكَ

(مکاشفۃ القلوب الباب الرابع والعشرون فی برالوالدین ص:۱۱۴ مکتبہ وطنیہ بغداد)

دل نے چاہا ہے کہ اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر میں تحفہ بھیجوں تو انھیں تحفہ بھیجنے کیلئے تمہیں ملنے آ گیا ہوں چونکہ رسول اکرم ﷺ سے میں نے سنا ہوا تھا۔اُس کی وجہ سے آج میں تجھے ملنے آیا ہوں۔

باپ کے امتحان میں یہ ہے کہ جب باپ کو اتنا مقام دیا گیا تو انھیں اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیے اگر اولاد معاشرے میں ڈاکو بن جائے۔تو کل باپ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیسا کھیت تیار کیا اور تم نے کانٹے بنائے۔

اگر بندے کے بیٹے ماحول کیلئے ابر کرم اور ٹھنڈی ہوا بن جائیں اور امن کا پیغام بن جائیں اور امن کا اجالہ بن جائیں تو یقیناً جس وقت اُسکی روح نکلے گی تو فرشتے چومیں گے کہ یہ وہ باپ ہے کہ جس کا بیٹا محدث ہے،جس کا بیٹا مفسر ہے ،جس کا بیٹا مجاہد اور ولی ہے،جس کے بیٹے کا بہت اچھا کردار ہے۔اسواسطے ایک باپ کو اپنی اولاد کی خوب تربیّت کرنی چاہیے اس سلسلہ میں یقیناً سختی بھی کرنی پڑتی ہے اور سختی معیوب نہیں ہے۔

Marfat.com

بلا تمثیل

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

اگر کانٹا ریشم ہو جائے تو پھول کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کچھ سختی بھی کرنی پڑتی ہے اور وہ سختی والدین کو ضرور کرنی چاہیے۔

والد کی ایک جھڑکی نے امام مالک ...... کو زمانے کا امام بنا دیا

جہاں دیکھیں کہ نرمی کی وجہ سے کام بگڑتا جا رہا ہے جھڑکی سے قسمت سنور جاتی ہے اس سلسلہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا کردار اتنا اونچا ہے کہ ان کو باپ کی ایک جھڑکی نے پڑھنے لگایا تھا اور وہ زمانے کے امام بن گئے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی جو ابن شہاب زہری کی عمر کے تھے۔ میرا اور میرے بڑے بھائی کا میرے والد صاحب نے امتحان لیا دونوں سے ایک سوال پوچھا۔ میرے بھائی صاحب کو وہ آ گیا لیکن مجھے نہ آیا تو میرے والد نے مجھے جھڑکی دی اور کہا۔ اے نکمے کبوتروں کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے اور کبھی تو نے پڑھا ہی نہیں ہے۔ جس وقت میرے والد نے مجھے جھڑکی دی اتنے ہی لفظ بولے کہ تجھے کبوتروں نے جاہل بنا دیا ہے۔

تو مجھے اُس وقت غصہ بڑا آیا اس بات پر کہ میں کتنا نکمہ ہوں کہ والد صاحب مجھ پر ناراض ہو گئے کہنے لگے کہ اب میں واپس تب آؤں گا جب میں پڑھ لوں گا امام مالک رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں میں گھر چھوڑ کے نکل گیا اور ابن ھرمز کے پاس چلا

Marfat.com

گیا۔ اکثر امام مالک رحمہ اللہ تعالی ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

سات سال تک میں نے علم پڑھا اور مجھے کوئی چیز سوجھی ہی نہیں نہ کھیلنا، نہ رشتہ داروں کے پاس جانا اور نہ دوستوں کے ساتھ گپیں لگانا۔ باپ کے ایک جملے نے مجھے علم کا قیدی بنا دیا آٹھ سال تک میں اساتذہ کے پاس پڑھتا رہا یہاں تک میرے پڑھنے کا انداز یہ تھا کہ میں روزانہ اپنے استاد ابن ھرمز کی اولاد کو کھجوریں دیتا تھا کہ جو دروازے پر آکر ابن ھرمز کا پوچھے تو انھیں کہو کہ ابن ھرمز اس وقت مشغول ہیں۔ اگر لوگ ملیں گے تو میرے سبق میں فرق آئے گا۔

میں نے پڑھ کے گھر جانا ہے اور میں نے اپنے ابا جی کو بتانا ہے کہ میں کبوتر باز نہیں ہوں میں طالب علم بن چکا ہوں اس انداز میں آپ نے طلب علم کا آغاز کیا کہ انکے والد کی ایک کڑوی بات کا کتنا میٹھا اثر ہوا کہ آج پوری دنیا میں امام مالک رحمہ اللہ تعالی کی عظمتوں کے ڈنکے بج رہے ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے۔

يَا بُنَيَّ زَاحِمِ الْعُلَمَاءَ بِرُكْبَتَيْكَ

اے میرے بیٹے علماء کو کبھی نہ چھوڑنا، علماء کی مجلس میں ضرور بیٹھنا۔

اُن کے سامنے گھٹنے بچھانا۔

وَأَنْصِتْ إِلَيْهِمْ بِأُذُنَيْكَ

(العقد الفرید مواعظ الاباء للابناء ج ۳ ص ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور اپنے کان اُن کی باتوں کی طرف لگانا اور اپنے دونوں کان اُنکی طرف متوجہ رکھنا۔

إِنَّ الْقَلْبَ يَحْيٰى بِنُوْرِ الْعُلَمَاءِ كَمَا تَحْيَى الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ بِمَطَرِ السَّمَاءِ

Marfat.com

بے شک علماء کے نور سے دل اس طرح زندہ ہوتا ہے جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہوتی ہے۔

جس طرح بنجر زمین پر بارش ہو تو وہ ہری بھری ہو جاتی ہے ایسے ہی مردہ دل علماء کے پاس بیٹھنے سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے۔ آج اس میں کمی آتی جا رہی ہے۔ وہ مشائخ جو عالم ہیں اُن کے پاس جانا کتنی بڑی سعادت ہے۔

علم اور حکمت و دانائی ہو تو وہ ایک مرشد ہے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اپنے بیٹے کو کہ اگر تم نے اپنا دل زندہ کرنا ہے تو پھر ان لوگوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے ادب سے بیٹھو اور کان اُنکی طرف متوجہ کرو۔

جس وقت اُنکی گفتگو ہو رہی ہو اُس کو یوں سمجھو جیسے بارش برس رہی ہے ہم اُن علماء کے علمبردار ہیں اور اس لحاظ سے دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ یہ فہم دین اور ادارہ صراط مستقیم انہی علماء کا ورثہ ہے اور یہ ایک سوغات ہے اور ہماری حیثیت ایک چھوٹے سے وکیل کی ہے۔ اُس پس منظر کو پیش رکھنا چاہیے کہ اس فہم دین میں قرآن وسنت کی وہ بارش ہے کہ جس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے۔

حضرت لقمان حکیم کہتے ہیں جسطرح انسان زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ بنجر ہوتی ہے جب بارش برستی ہے تو وہ ہری بھری ہو جاتی ہے، اُس میں ہریالی آجاتی ہے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی کامل شخص ہے تو اُس کی بات سننے سے اللہ تعالیٰ دلوں کی زمین آباد فرماتا ہے اور دلوں کو سرور عطا فرماتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے بیٹے کو خط

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اپنے

Marfat.com

بیٹے کو خط لکھا۔ آج باپ کا یہ سلیبس ہے کہ اُس نے بیٹے کو کہنا کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد۔

اِنَّ مَنِ اتَّقَی اللّٰہ وَقَاہُ

جو رب سے ڈرے اللہ اُس کو بچاتا ہے۔

وَمَنْ اتَّکَلَ عَلَیْہِ کَفَاہُ

جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اللہ اُس کی پشت ننگی نہیں ہونے دیتا۔

اللہ تعالیٰ اُس کے معاملات پورے کرتا ہے، کافی ہوتا۔

وَمَنْ شَکَرَلَہٗ زَادَہٗ

جو بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ اُس سے نعمت چھینتا نہیں بلکہ اور نعمت عطا فرماتا ہے۔

وَمَنِ اقْتَرَضَہٗ جَزَاہٗ

اور جو اللہ تعالیٰ کو قرضہ دے اللہ اُس کو بہترین اجر عطا فرماتا ہے۔

فَاجْعَلِ التَّقْوٰی عِمَارَۃَ قَلْبِکَ

اے میرے بیٹے تقوی کو اپنے دل کی دستار بنالے۔

تقوی کو دل کا عمامہ بنا اور تقویٰ سے دل کو تعمیر کر۔ اگر تقویٰ نہیں تو دل ویران ہے، بنجر ہے، اپنے دل کو تقوی سے تعمیر کر۔

وَجَلَاءَ بَصَرِکَ

اور تقویٰ کو اپنی آنکھوں کا نور بنالے۔

تقوی کے بغیر بندہ اندھا ہے تقوی ہے تو اُس کو حقیقت میں نظر آتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے بیٹے تقویٰ کو دل کی تعمیر بنا اور تقویٰ کو آنکھوں کا نور بنا۔

Marfat.com

فَاِنَّہٗ لَا عَمَلَ لِمَنْ لَا نِیَّۃَ لَہٗ

جس کی نیت کوئی نہیں اُس کا عمل کوئی نہیں ہے۔

وَلَا خَیْرَ لِمَنْ لَا خَشِیَّۃَ لَہٗ

جسے رب کا ڈر نہیں اُس کے پاس خیر نہیں۔

لَا جَدِیْدَ لِمَنْ لَا خَلَقَ لَہٗ

جس کے پاس پرانی چیز نہیں نئی چیز کہاں سے آسکتی ہے۔

یہ بڑا روشن جملہ ہے۔ آج لوگ جدت کی طرف مائل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پہلے اصل ہے تو پھر جدت کا فائدہ ہے۔ حق کو چھوڑ کے اصل کو چھوڑ کے ماڈرن بننا یہ دین سے دوری ہے۔

لَا جَدِیْدَ لِمَنْ لَا خَلَقَ لَہٗ

(العقد الفرید مواعظ الاباء للابناء من عمر الی ابن عبداللہ ج ۳ ص ۱۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جس کے لئے پرانا نہ ہو اس کے لئے جدید نہیں ہے

اصل جو کچھ اندر ہے اُس پر اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔ اصل نہ ہو اور پُرانے اسلاف کا جو ذخیرہ ہے وہ نہ آتا ہو، وہ علم نہ پڑھا ہوا ہو، اُس کو چھوڑ کے اور پڑھا جائے تو یہ جدید نہیں ہے اگر قدیم نہیں ہے۔

اقبال نے کہا تھا۔

نئی بجلیاں کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں
پُرانی بجلیوں سے ہے جن کی آستین خالی

جس کی آستین میں پُرانی بجلی نہیں ہوگی نئی کہاں سے آئے گی تو نئی تب آسکتی ہے جب پُرانی سے سینہ معمور ہوگا۔

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو خط لکھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

وَوَجَدْتُكَ يَابُنَيَّ بَعْضِيْ بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّيْ

اے میرے حسن رضی اللہ تعالی عنہ میں تمہیں اپنا ٹکڑا سمجھتا ہوں ٹکڑا ہی نہیں بلکہ میں اپنا کل سمجھتا ہوں۔

لَوْ اَصَابَكَ شَيْءٌ لَاَصَابَنِيْ

اگر تجھے کچھ ہوگا تو مجھے ہوگا۔

حَتّٰى كَاَنَّ الْمَوْتَ لَوْ اَتَاكَ اَتَانِيْ

حتیٰ کہ اگر تجھ پر موت آئے گی تو سمجھو کہ میں مر گیا ہوں۔

اتنا مضبوط تعلق بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ لکھا۔

اِلَيْكَ كِتَابِيْ هٰذَا يَا بُنَيَّ

میرے بچے حسن رضی اللہ تعالی عنہ یہ میرا خط تمہاری طرف ہے۔

میں اس سے یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

اِنْ اَنَا بَقَيْتُ لَكَ اَوْ فَنَيْتُ

خواہ میں زندہ رہوں یا فوت ہو جاؤں میرا تجھ سے ایک ہی مطالبہ ہے۔

اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ

میں تجھے تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔

وہ کہاں کا فقر اور کہاں کی درویشی ہے جس میں لوگوں کو عمل سے بے بہرہ کیا جائے اور لوگوں کو بے لگام بنایا جائے۔ وہاں پر نہ فقر، نہ درویشی، نہ تصوف ہوتا ہے اور نہ ہی معرفت وہاں ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کہنے لگے حسن رضی اللہ تعالی عنہ میں تجھے تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔

عَمَارَةِ قَلْبِكَ

گھر نہ بھی بنے دل ضرور بنا چاہیے۔ دل بنجر نہ ہونے دینا، دل کو تعمیر کرو، دل بنا کے رکھنا۔

بِذِكْرِهٖ

اللہ کی یاد کرکے۔

وَالْاِعْتِصَامِ بِحَبْلِهٖ

(العقد الفرید مواعظ الآباء للابناء من علی الی ابنہ حسن ج ۳ ص ۱۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمیشہ اللہ کی رسی کو تھامے رکھنا۔

یہ خطوط عظیم والدین کے ہیں۔ میں نے ان کو اس لئے بیان کیا کہ جب ایک باپ کی شان ہے تو پھر اُس کا امتحان یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کو تقوی کی طرف متوجہ کرے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کے والدین کو صحت و عافیت کے ساتھ طویل زندگی عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
7

دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے اکیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اسکے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فقیر کے اندازِ تفہیم کو تاثیر عطا فرمائے محض اظہار حق کی خاطر روحانی، ایمانی ماحول میں چند باتیں، چند حقائق پیش کرنے جا رہا ہوں۔ رب ذوالجلال دونوں جہاں میں اسے ہماری کامیابیوں کا سبب بنائے۔

فہم دین کورس کا کارواں چلتے چلتے اپنی منزل کا نصف سفر طے کر چکا ہے۔ میں تمام حضرات و خواتین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ کہ آپ نے جس جذبے سے اس میں شرکت کی اللہ تعالیٰ آپکے جذبوں کو اور آپکے ایمان کو سلامت رکھے۔

انتخاب موضوع کی وجہ

''دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش'' موضوع کا انتخاب کیا تا کہ یہ واضح کریں کہ کیا دین میں رائے کی کوئی حیثیت ہے؟ اور رائے کا کوئی اعتبار ہے یا نہیں ہے اور اگر رائے کا اعتبار ہے تو پھر کیا اسے ماننا اوروں کیلئے لازم ہے یہ ہماری گفتگو کا مرکزی کردار ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

Marfat.com

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

تو عبرت لو اب نگاہ والو!

ہمارے اس موضوع میں دو لفظ بنیادی طور پر سمجھنے چاہیے۔

ایک لفظ ہے ''رائے'' اور دوسرا لفظ ہے ''تقلید''

رائے کیا ہے

یہ (رَای یَرَای رَاْیاً) سے ماخوذ ہے جسکا لغوی معنیٰ دیکھنا ہے۔ جسطرح رؤیت کا لفظ آپ استعمال کرتے ہیں ''رؤیت ہلال'' چاند دیکھنا پھر رؤیا خواب کے بارے میں استعمال ہوتا ہے پھر آپ لفظ رائے مشورہ کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔

رائے کا لغوی معنیٰ دیکھنا ہے لیکن پھر اسکا اطلاق مرئی پر کیا گیا۔

یعنی جس چیز کو دیکھا جا رہا ہو اسکو رائے کہہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مسئلہ میں مشورہ ہو رہا تھا۔ ایک آپ کا موقف تھا اور ایک دوسرے کا موقف تھا۔ تو آپ نے اپنے موقف کے متعلق کہا کہ یہ میری رائے ہے۔

حالانکہ رائے تو تھا دیکھنا اور پھر جس کو دیکھا اسکو رائے کہا گیا کہ میں یہ چاہتا ہوں یہ کام یوں ہو یعنی اس کام پر رائے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اصل میں اسکا معنیٰ دیکھنا ہے۔ پھر جس چیز کو دیکھا جا رہا ہو اس پر رائے کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔

تقلید کیا ہے

لغوی معنیٰ: اسکا لغوی معنیٰ ہے ہار ڈالنا۔

Marfat.com

شرعی معنی: اخذ قول الامام بلا مطالبة الدليل

دلیل کے مطالبہ کے بغیر امام کے قول کو مان لینا اسے تقلید کہا جاتا ہے۔

یعنی امام کا قول جو کہ دلیل پر مبنی ہے۔ اس سے دلیل پوچھے بغیر اسکو تسلیم کر لینا، چونکہ عمل کرنے والے کو حکم کا پتہ ہونا چاہیے۔ کہ یہ کام کرنا کیسے ہے اُس کیلئے اس کی دلیل کی کوئی ضرورت نہیں۔ دلیل جاننا امام کا اور پھر علماء کا کام ہے۔

مقلد جس وقت تقلید کرتا ہے تو عمل کرتے وقت اسکی دلیل نہیں ڈھونڈتا بلکہ امام کا قول دیکھتا ہے اور عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے متعدد موضوعات ہو چکے ہیں۔ گذشتہ سال ''تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ'' میں غیر مقلدین کے سؤالات کے جواب دیئے آج تک ہمارے ان جوابات کے جوابات نہیں دیئے جا سکے۔

آج اسی سلسلہ کا ایک موضوع ہے ''دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش'' یعنی رائے کی کونسی قسم جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے نیز تقلید کیا ہے کن امور میں جائز اور کن میں ناجائز ہے؟

قرآن وحدیث میں سب کچھ ہونے کا مطلب

آپ نے یہ ذہن میں رکھ کر سننا ہے کہ سب کچھ قرآن مجید میں موجود ہے مگر سب کچھ کو قرآن مجید سے سمجھ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

حدیث شریف میں سب کچھ ہے۔ مگر پھر بھی حدیث کو سمجھنے کیلئے اور امور کی ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بڑا خوبصورت قول ہے۔

ذُکِرَ أَنَّ الشَّافِعِیَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ کَانَ جَالِساً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا دریائے علم جوش پر تھا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا تَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ إِلَّا أَجَبْتُکُمْ فِیْهِ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی

آج جو تم مجھ سے پوچھو اسکا میں قرآن مجید سے جواب دوں گا۔

آپ نے جس وقت یہ دعویٰ کیا تو مجمع میں سے ایک شخص نے پوچھ لیا۔ اس نے کہا۔

مَا تَقُوْلُ فِی الْمُحْرِمِ إِذَا قَتَلَ الزَّنْبُوْرَ؟

حالت احرام میں اگر کوئی بندہ بھڑ کو مار دے تو پھر اسکا حکم کیا ہے؟ اس محرم پر کچھ لازم آئے گا یا کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اس نے کہا کہ آپ نے قرآن سے اسکا جواب دینا ہے۔

اتنے بڑے امام اپنی بات سے پھر تو نہیں سکتے تھے آپ نے فرمایا ہاں میں قرآن سے اسکا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے جواب دینا شروع کیا فرمانے لگے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(پارہ ۲۸ سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو میرے رسول علیہ السلام تمہیں دیں وہ پکڑ لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

Marfat.com

یہ قرآن مجید میں ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ دیں وہ قرآن نے دلوایا ہے اسکو ہم لیں گے تو قرآن نے ہمیں دیا کہ تم وہ لے لو اور وہ قرآن ہی کا حصہ ہوگا۔ یہ آیت پڑھنے کے بعد فرمانے لگے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کیا دیا ہے۔ جس کے بارے میں قرآن نے کہا تھا کہ جو یہ دیں وہ پکڑ لو۔ تو کہتے ہیں کہ ہمارے آقا ﷺ کا فرمان ہے میرے بعد تم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اقتداء کرنی ہے اور میرے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اقتداء کرنی ہے۔

آیت پڑھی آیت کے تقاضے کے مطابق پھر حدیث پڑھ دی۔ حدیث شریف پڑھنے کے بعد فرمانے لگے۔

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ اَمَرَ بِقَتْلِ الْمُحْرِمِ الزَّنْبُوْرَ

(تفسیر کبیر ج۶ ص ۲۲۷ بیروت)

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے کہتے ہوئے سنا انہوں نے محرم کو بھڑ مارنے کا حکم دیا تھا۔

کہ حالت احرام میں ایسا نہیں ہے کہ وہ تمہیں کاٹتے رہیں اور تم احرام کا خیال رکھو اور انھیں نہ روکو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محرم کو سمجھایا کہ یہ چیز تمہیں کاٹنے آجائے تو اسکو مار دینا۔

Marfat.com

قرآن سے مسائل کے استخراج کا طریقہ

تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے لو میں نے تمہارا مسئلہ قرآن سے دکھا دیا ہے۔

یہ دین کو سمجھنے کا انداز ہے۔ اب قیامت تک کس آیت سے کوئی یہ مسئلہ دکھائے گا وہ نہیں دکھا سکے گا۔ مگر یہ طریقہ ہے کہ آیت نے حدیث کیطرف متوجہ کیا اور حدیث نے صحابی کا قول دکھا دیا۔

یعنی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شارع نہیں کیونکہ شارع تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہمارے آقا ﷺ کی ذات ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر نبی ہیں مگر قرآن نے بتا دیا کہ اُن کی بات تک پہنچو گے تو یہ قرآن کا حصہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں نے وعدہ کیا تھا۔ وہ میں نے پورا کیا۔ میں نے کہا تھا قرآن سے بتاؤں گا تو میں نے قرآن مجید سے یہ مسئلہ بتایا ہے۔

تو جس طریقے سے قرآن مجید سے ایسے مسائل نکالے جائیں اسکو قیاس اور رائے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رائے سے مراد کسی اُجڈ کی رائے نہیں ، رائے سے مراد کسی خواہش پرست کی رائے نہیں، رائے سے مراد کسی ضدی جاہل اور ہٹ دھرم کی رائے نہیں، رائے سے مراد اُس شخص کی رائے ہے جسکی رگوں میں اتنی تیزی سے خون کا دوران نہیں ہوتا جتنی تیزی سے ذہن میں کسی مسئلہ کے متعلق قرآن وسنت کی نصوص آتی جاتی ہیں۔ جسکو پورے دین پر مہارت حاصل ہے اُسکی رائے کو عام لوگوں جیسا نہیں سمجھا جائے گا۔

اور پھر بالخصوص جس وقت شرائط کی روشنی میں وہ اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ جہاں

Marfat.com

پر واضح آیت بھی نہیں ، واضح حدیث بھی نہیں۔ اُس وقت جب وہ رائے پیش کرتا ہے تو رائے دین کے مخالف نہیں ہوتی بلکہ دین کی شارح بن جاتی ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف پروپیگنڈا

اس بات کو سمجھنے کیلئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تاریخی جملہ اور تاریخی اقتباس پیش کرتا ہوں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اُس وقت کچھ شدید لوگوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ اپنی رائے سے دین بدلنا چاہتے ہیں۔

وقت کے حکمران ابو جعفر منصور نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلایا اور کہا کہ سنا ہے تم رائے سے دین بدلنا چاہتے ہو تو فرمایا کسی نے تمہارے سامنے جھوٹ بولا ہے سنو! میں قرآن وسنت سے مسائل لوگوں کیلئے نکال رہا ہوں اور امت کیلئے ایک سوغات پکا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے امام نے جو سوغات تیار کی تھی قیامت تک لوگ وہ کھاتے رہیں گے۔ اس کے بغیر کسی کا بھی گذارہ نہیں خواہ کوئی مانے خواہ کوئی نہ مانے۔

آگے چل کے میں حوالے پیش کروں گا کہ نہ ماننے والے بھی چھپ چھپ کر آپکی پکی ہوئی روٹی پر گذارہ کرتے ہیں۔

مسائل کے استنباط میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی پالیسی

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بن لو میری پالیسی کیا ہے ؟ میں دین بدلنے والا نہیں بلکہ دین کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ ایسے ہی حضرت امام باقر رحمہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے پاس کسی نے شکایت کی اور وہ امام صاحب کے پاس آئے تھے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تشریح کی کہ میں کیسے مسائل بیان کر رہا ہوں۔

اتنے زبردست قیاس والے تھے۔ تین مسائل پیش کر کے فرمایا آج تک میں نے اس قیاس کی بات نہیں کی چونکہ تمہارے نانا جی ﷺ کا فرمان میرے سامنے ہے اور قرآن میرے سامنے ہے۔ اسواسطے قیاس کو میں نے دبا کے رکھا ہوا ہے۔ اسے وہاں اجازت دیتا ہوں اس جہاں ضرورت ہوتی ہے۔ تو حضرت امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ماتھا چوم کے کہا تم دین بدل نہیں رہے ہو بلکہ تم تو دین کی حفاظت کر رہے ہو۔

ابو جعفر منصور کو فرمانے لگے

اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلاً بِكِتَابِ اللّٰهِ

میری پالیسی یہ ہے کہ جب بھی میں کوئی مسئلہ حل کرنا چاہتا ہوں تو میں سب سے پہلے کتاب اللہ پہ عمل کرتا ہوں۔

ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه و آله وسلم

پھر اگر کتاب اللہ میں سے واضح مسئلہ کا حل نہ پا سکوں تو میں سنت رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ ڈھونڈتا ہوں۔

ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِىٍّ رضی الله عنهم

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵)

پھر اگر سنت سے بھی اس مسئلہ کا حل نہ ملے تو پھر بھی میں اپنی رائے کو نہیں آنے دیتا اتنا میں نے رائے کو روکا ہوا ہے۔ پھر کیا کرتا ہوں؟

رسول اکرم ﷺ کے چاروں صحابہ کرام یعنی خلفاء اربعہ کے فیصلے پڑھتا ہوں ان

Marfat.com

کے ہاں اگر یہ مسئلہ پیش ہوا تو جو انہوں نے جواب دیا ہو میں اس جواب کو لے لوں اپنی رائے کو میں پھر بھی اجازت نہیں دیتا۔

امام صاحب نے جو یہاں لفظ بولے ہیں یہ وہی ترتیب ہے جو حق چار یار میں ہم نے بیان کی تھی۔ فرمایا:

بِاَقْضِيَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِيٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

انکی اسی ترتیب کے مطابق میں انکے فتاویٰ پڑھتا ہوں۔ اور اُن سے مسئلہ کا حل پیش کرتا ہوں۔

پھر فرمانے لگے کہ اگر مجھے ان کے فتاویٰ سے بھی مسئلہ کا حل نہ مل سکے تو پھر کیا کرتا ہوں؟

ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ بَقِيَّةِ الصَّحَابَةِ

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵)

پھر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد جو باقی صحابہ کرام ہیں انکے فیصلے ڈھونڈتا ہوں۔

پھر فرماتے ہیں جب ان کے فتاویٰ سے بھی مجھے مسئلہ کا حل نہ ملے تو

ثُمَّ اَقِيْسُ

پھر پانچویں مرحلے میں جا کے جب ان تمام مقامات سے مسئلہ حل نہ ہو تو پھر قرآن وسنت کے سائبان کے نیچے بیٹھ کر اپنی رائے سے مسئلہ بیان کر دیتا ہوں۔

قرآن وسنت کے زیر سایہ رائے کی اہمیت

آپ نے رائے کو استعمال کرنے کے کتنے پہرے لگائے۔ اب رائے رائے میں فرق ہے ایک وہ خواہش پرست جو اپنی رائے دین میں مسلط کرنا چاہتا ہو۔ صبح اٹھے اور کہنا

Marfat.com

شروع کر دے کہ نہیں جانتا میں قرآن کیا ہوتا ہے سنت کیا ہوتی ہے میں یہ کہتا ہوں۔

تو یہ بندہ موذی ہے اور گمراہ ہے اسکی رائے مذموم رائے ہے۔ اسکو دیوار پہ مارا جائے گا۔ اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مگر تقوے کے گلشن میں جو رائے کا پھول نکلے جہاں پر خشیت ایزدی بھی ہو۔ جہاں پر خوف خدا بھی ہو، جہاں پر عشق رسول ﷺ بھی ہو، جہاں نور ولایت بھی ہو اور جہاں پر عدالت بھی ہو اور جہاں پر خواہشات کا نام و نشان نظر نہ آتا ہو۔ جس وقت وہ شخص ان مراحل کو سامنے رکھ کر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے تو شریعت مطہرہ میں وہ رائے محض رائے نہیں ہوتی دین کا حصہ بن جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کے مقابلے میں رائے نہیں۔ سنت کے مقابلے میں رائے نہیں، خلفاء راشدین کے مقابلے میں بھی رائے نہیں اور دیگر صحابہ کرام کے مقابلے میں بھی رائے نہیں۔ وہاں انھیں تقدیم دی جائے گی۔ اگر ان تمام مراحل سے گذرتے ہوئے بھی مسئلہ کا حل نہ ملے گا تو پھر ہم قیاس کریں گے اور پھر اسکی شرطیں ہیں۔ اسکے مطابق لوگوں کو مسئلہ حل کر کے دکھا دیں گے۔

قیاس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال

اسکی مثال آسان سی سمجھ لو مہینوں اور گھنٹوں کی بحث ایک جملے میں بیان کرتا ہوں۔ کہ قیاس سے کیسے ہزاروں مسائل بیان ہوتے ہیں۔ مثلاً گیارہ کمرے ہیں۔ گیارہویں کمرے میں بلب جل رہا ہے۔ اور دس میں اندھیرا ہے۔ برقی رو کی تار دس کمروں سے گذر کے آرہی ہے۔

ایک شخص جو الیکٹریشن تھا اُسکو پتہ تھا کہ یہ وہی بجلی ہے جو دس سے گذر کے آرہی

Marfat.com

ہے صرف ہولڈر اور بلب نہیں لگا ہوا۔ اگر ہولڈر لگ جائے اور پھر اُس میں بلب لگ جائے تو جتنی روشنی گیارہویں کمرے میں ہے اتنی روشنی دس کمروں میں بھی ہو سکتی ہے۔

وہ آگے بڑھا اُس نے ہولڈر لگایا پھر بلب لگا دیئے۔ تو جس طرح اُس بجلی سے گیارہواں کمرا روشن تھا۔ ایسے ہی پہلے دس کمرے بھی روشن ہو جائیں گے۔

آیات قرآن نے حکم واضح کیئے۔ ان احکام کی کچھ نہ کچھ علتیں ہیں یہ مجتھد کو پتہ ہے کہ یہ حکم کیوں لگایا گیا ہے اسکی علت کیا ہے مجتہد اور مقامات پر بھی وہ علت تلاش کرتا ہے جہاں علت ملتی جاتی ہے وہاں وہ حکم لگا تا جاتا ہے آیت کا نزول ایک مسئلہ میں ہوتا ہے مگر اس سے ثابت کئی مسائل ہو سکتے ہیں یہ مجتہد کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے ہولڈر لگا کر بلب لگاتا ہے۔ جیسے اُس سے ایک مسئلہ حل ہو رہا تھا ایسے ہی ہزاروں مسائل اُسی سے حل ہو جاتے ہیں۔

اسکو پھر فقہ کہا جاتا ہے۔ اس مجموعہ کو کہ جہاں جہاں وہ ہولڈر لگا کے بلب لگالیں اوروں کو کوئی محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اُن کا کام اُس روشنی کو حاصل کرنا ہے۔ لیکن یہ اُن کا کمال ہے۔ جسے پتہ تھا کہ یہاں پر بجلی ہے اور ہولڈر لگانے کا پتہ تھا۔ ہر ایک تو ہولڈر نہیں لگا سکتا۔ کوئی اناڑی لگائے گا تو پھر لٹک جائے گا اور پھر جو اُس کو پکڑے گا وہ بھی لٹک جائے گا یہ غیر مقلدیت ہے۔ اس طرح لٹکتے جانا اور عملی طور پر مرتے جانا اور علمی طور پر اجڑ جانا۔ لیکن ادھر وہ تقلید ہے کہ لگانے والے نے لگایا ہے دوسرے قیامت تک روشنی پاتے رہیں گے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ اور رائے

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک فیصلہ کن جواب تھا۔ جسے ابو جعفر منصور بھی

Marfat.com

سن کے بڑا مطمئن ہوا۔ حضرت امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑے مطمئن ہوئے۔ میں نے اس جواب کا پس منظر ڈھونڈا تا کہ معلوم ہو سکے امام صاحب کے اس جواب کے پیچھے طاقت کیا ہے۔ کیا صحابہ کرام میں سے کسی اور نے ایسے جواب دیا یا تابعین میں کسی نے ایسا جواب دیا ہو۔

تو ڈھونڈتے ڈھونڈتے متعدد ایسی گواہیاں مل گئی۔ کہ جو کچھ میرے امام نے اپنے دور میں کہا تھا۔ وہی بات صحابہ کرام نے اپنے دور میں کی ہے۔ چند گواہیاں حاضر ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق استدلال

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَیْءٍ كَانَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ بِهٖ

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جاتا کسی شی کے بارے میں اگر وہ شی قرآن میں ہوتی تو اسکا قول کر دیتے

میرے بھائیو! توجہ کرو یہ کہہ دینا آسان ہے کہ ہم کسی کی رائے کو نہیں جانتے۔ ہم کسی کو نہیں مانتے۔ مگر دین سمجھنا بڑا مشکل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا جو صحابہ کرام کے مفتی تھے۔ یعنی جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ فتویٰ لیتے تھے۔ اُن کا فتویٰ دینے کا طریقہ کیا تھا۔ وہ مسئلہ کیسے حل کرتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا کسی شی کے بارے میں فَكَانَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ بِهٖ

Marfat.com

اگر وہ شی قرآن میں ہوتی تو اسکا قول کر دیتے، یعنی جو مسئلہ تم نے پوچھا اس کا حکم قرآن مجید میں یہ ہے بات ختم ہو جاتی۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ

اور اگر قرآن مجید میں واضح نہ ہو۔ ایسے تو ہر چیز قرآن میں ہے۔ لیکن اگر قرآن میں اسکے بارے میں کوئی واضح آیت نہیں ہے۔

وَكَانَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ بِهٖ

اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اسکا حل موجود ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا وہ حدیث پڑھ کے مسئلہ بتا دیتے۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مِنْهُ شَيْءٌ

اگر مسئلہ اتنا نیا ہو کہ نہ اُس کا واضح حل قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے اور وہ مسئلہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا تو پھر کیا کرتے؟

ایک ہے آج کا نعرہ کہ قرآن وسنت کے بعد کچھ نہیں تو یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ کو بھی آنی چاہیے تھی۔ کہ جب قرآن میں نہ ملا سنت میں نہ ملا. پوچھنے والے کو کہتے کہ اب تو بھی معذور ہے میں بھی معذور ہوں آگے تو ہے ہی کچھ نہیں میں ایسا کیوں کروں؟ وہ ایسا نہ کرتے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بولتے تھے

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مِنْهُ شَيْءٌ

اگر سنت میں بھی اس مسئلہ کا واضح حل نہ ہوتا تو پھر فرماتے تھے

قَالَ بِمَا قَالَ بِهٖ أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فِيْهِ

Marfat.com

شَیْءٌ قَالَ بِرَأْیِهٖ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ

(مستدرک للحاکم ۱/۳۴۴)

اگر قرآن میں نہ ملے اور سنت میں نہ ملے تو پھر اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوے پر عمل کرتے، اگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسئلہ کا حل نہ ملتا تو اپنی رائے سے مسئلہ بیان کرتے۔

جو انہوں نے کہا وہ بھی ہمارا دین ہے۔ جسکو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا اگر یہ ہوتا کہ کتاب وسنت کے بعد کچھ بھی نہیں ہر لحاظ سے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہتے لیکن آپ بولے ہیں اور پھر کیوں بولے ہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلوایا ہے۔

لَمَّا أَرَادَ أَنْ یَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِی

(سنن ابی داود کتاب الاقضیۃ باب اجْتِهَادِ الرَّأْیِ فِی الْقَضَاءِ)

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تھا تو اُن سے پوچھا کہ فیصلے کیسے کرو گے تو انہوں نے دو مقام بیان کرنے کے بعد کہا یا رسول اللہ ﷺ

اَجْتَهِدُ بِرَأْیِیْ

اگر قرآن وسنت میں نہ ملا تو میں خود اجتہاد کرلوں گا۔

تو اس سے انھیں معلوم تھا کہ اس سے آگے بھی کچھ ہے۔ فرمانے لگے۔

اگر قرآن میں نہ ہو اور سنت میں بھی نہ ہو تو پھر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پڑھوں گا۔

اب دیکھنا جو ترتیب بعد میں میرے امام نے بیان کی یہ آپ نے گھڑی نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چل کے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کا ایک درجہ سٹیٹس زیادہ ہے اسواسطے درمیان میں باقی صحابہ کرام والی بات نہیں آئے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کہنے لگے۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِرَأْيِهِ

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

اگر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہیں مسئلہ کا حل نہ ملتا تو پھر اپنی رائے سے مسئلہ بیان کرتے۔

قَالَ بِرَأْيِهِ

آپ نے لفظ رائے بولا۔

لوگ پوچھتے ہیں دین کا مسئلہ میں بتاتا ہوں اپنی رائے سے جب وہ قرآن میں نہ تھا سنت میں نہ تھا جس وقت مجھے اپنے مفتیوں سے نہ ملا یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتداء ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اگر ان سے نہ ملا تو فرمایا۔

قَالَ بِرَأْيِهِ

تو انہوں نے اپنی رائے سے مسئلہ بیان کیا۔

اگر رائے مطلق مذموم ہوتی۔ اگر رائے باعث نفرت ہوتی تو ابن عباس اپنی رائے کا تذکرہ نہ کرتے اور فتویٰ پوچھنے والے کہتے اے ابن عباس رضی اللہ عنہ ہم نے خدا اور رسول ﷺ کی بات پوچھی ہے۔ تیری بات تو نہیں پوچھی لیکن سارے مانتے

Marfat.com

ہیں۔ جس وقت مجتہد اور فقیہ عدالت کے ساتھ دین کا مسئلہ بیان کرتا ہے۔ تو وہ شریعت مطہرہ کا حصہ بن جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریق دیکھیں تو وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پالیسی بیان کرتے ہوئے یوں ہی نظر آئے۔ اگر کوئی شخص میرے امام پر رائے کا الزام لگاتا ہے۔ تو اُسے پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے سوچنا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایسا قول کر کے یہ واضح کر رہے تھے۔ ایسی باتیں ضرور آئیں گی جو واضح قرآن میں بھی نہیں ہونگی اور واضح سنت میں بھی نہیں ہونگی اور واضح صحابہ کرام کے پاس بھی نہیں ہونگی اُن میں رائے سے کام ضرور لینا پڑے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاضی شریح کے نام خط

اعلام الموقعین میں ایک خط کا ذکر ہے،

قاضی شریح بڑے مشہور قاضی ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح کو ایک خط لکھا کہ تم نے فیصلے کیسے کرنے ہیں۔

فرمانے لگے:

اَنِ اقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَکَ مِنْ قَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ فیصلہ کرو جو تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں سے ظاہر ہو۔

فیصلہ کرتے وقت سب سے پہلے ویسے کرنا ہے جیسے نبی علیہ السلام نے کیا ہے۔

فَاِنْ لَمْ تَعْلَمْ کُلَّ اَقْضِیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم

اگر تجھے رسول پاک ﷺ کے سارے فیصلے نہ آتے ہوں یعنی نہ پاسکو کبھی کوئی

Marfat.com

فیصلہ ہوا تھا تمہیں وہ روایت نہیں پہنچی۔ پھر تم نے کیا کرنا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

فَاقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ

اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ تجھے نہ ملے تو پھر آئمہ مجتہدین کا فیصلہ تم نے لینا ہے۔

آئمہ مجتہدین کے فیصلوں کو سامنے رکھیں اور ائمہ مجتہدین جنکو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں اور وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں یعنی اس پائے کے جو لوگ ہیں انکے فیصلوں کو سامنے رکھنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیاس کی اہمیت

آپ نے فرمایا کہ اے شریح تم نے پہلے قرآن کا فیصلہ پھر سنت کا فیصلہ لینا اس کے بعد تم نے مجتہدین کے فیصلے کو لینا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمْ كُلَّ مَا قَضَتْ بِهٖ آئِمَّةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ

اگر سارے ائمہ مجتہدین کے فیصلے بھی تمہیں معلوم نہ ہوں اور وہاں سے بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو

فَاجْتَهِدْ بِرَأْيِكَ

پھر تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو

وہی لفظ رائے آپ نے استعمال فرمائے۔

وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عادل ہیں اور امیر المومنین ہیں۔ اپنے قاضی کو اس بات کا پابند کر رہے ہیں کہ جس وقت صحابہ کرام جو مجتہد ائمہ ہیں ان سے بھی مسئلہ کا حل نہ مل سکے تو۔

Marfat.com

فَاجْتَهِدْ بِرَأْيِكَ

پھر تم نے اپنی رائے سے اجتہاد کرنا ہے۔

عدالت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور پھر مسئلہ رائے سے بیان کیا جا رہا ہے۔ اسی سے پتہ چلا کہ دین میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رائے کو جائز قرار دے رہے ہیں تو پھر اس کو کون ناجائز قرار دے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ رائے محمود ہو رائے مذموم نہ ہو۔ رائے خواہش پر نہ ہو رائے دنیا کے لالچ کی نہ ہو۔ رائے پاک معطر اور منور ہو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ میرے قاضی پھر تم نے رائے سے مسئلہ بتانا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

وَاسْتَشِرْ اَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ

(اعلام الموقعین ۱/۹۰)

پھر تم اہل علم اور صوفیوں سے مشورہ کرو

رائے کیساتھ ساتھ تم نے مشورہ بھی کرنا ہے اور وہ مشورہ کس سے کرنا ہے۔ تو فرمانے لگے وہ مشورہ تم نے عالموں سے بھی کرنا ہے اور صوفیوں سے بھی کرنا ہے۔

مطلقاً کہہ دینا کہ کتاب وسنت کے بعد کچھ نہیں تو پھر یہ سارے حضرات کہاں ہیں۔ جنہوں نے واضح کیا کہ یہ مقام آئے گا، جہاں واضح طور پر کتاب کی آیت بھی نہیں ہوگی۔ سنت کی حدیث بھی نہیں ہوگی اور قاضی کو مسئلہ بیان کرنا پڑے گا۔ مفتی خاموش نہیں بیٹھے گا اسکو بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اسواسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح کو فرمایا کہ اپنی رائے بھی ساتھ رکھو کسی مجتہد کی تقلید بھی کرتے رہو۔

وَاسْتَشِرْ اَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ

Marfat.com

اھل علم سے بھی مشورہ کرو اور صوفیوں سے بھی مشورہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ صوفی بھی ہمارے پاس ہے۔ عالم بھی یعنی فقیہ بھی ہمارے پاس ہے۔ فقیہ کے پاس جانا ہے۔ صوفی کے پاس جا کر تم نے مشورہ بھی کرنا ہے۔

یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ جتنے رائے سے بیان کر رہے ہیں۔ اگر ان کے بیان کیے ہوئے کو کسی نے ماننا نہیں تھا تو پھر یہ بے فائدہ بات تھی۔ اسکا مطلب کیا تھا کہ یہ رائے سے بیان کریں گے۔ امت مانے گی اور تقلید کرتی چلی جائے گی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی پالیسی دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہاں سے یہ پالیسی چل کے آئی ہے۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ امام صاحب کی پالیسی انہوں نے اختیار کی یہ کہہ سکتے ہیں جو ان کی پالیسی تھی یعنی خلفاء راشدین کی، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہی پالیسی ہمارے امام صاحب نے پسند فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ عظیم صحابی ہیں جنکے بارے میں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک چھوٹا سا انسان نہ سمجھو بلکہ فرمایا:۔

كُنَيْفٌ مُلِءَ عِلْمًا.

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۶۱۹)

یہ علم سے بھرا ہوا گھر ہے۔

اُن کی رائے مسئلہ حل کرنے کے بارے میں کیا ہے۔ کیا صرف کتاب وسنت یا کتاب و سنت کے بعد بھی کچھ ہے اور جو بعد میں ہے وہ حقیقت میں کتاب وسنت کا ہی ہے۔

ہم بھی کہتے ہیں کتاب وسنت، کتاب وسنت مطلب ہمارا یہ ہے کہ کتاب وسنت

Marfat.com

سے ہی سب کچھ نکلا ہے۔ جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نکال کے دکھایا تھا۔

تو کتاب وسنت کا یوں نام لیکر یوں ماننا جیسے امام اعظم اور امام شافعی علیہما الرحمۃ مان رہے ہیں۔ تو پھر یہ نعرہ ٹھیک ہے۔ اگر بعد والے درجات کا کوئی انکار کر رہا ہے۔ تو پھر یہ نعرہ غلط ہے۔ اسواسطے صحابہ کرام سے بڑھ کر قرآن وسنت کا علمبردار کون ہوسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اگر کوئی مسئلہ آجاتا تو فیصلہ میں اُن کا طریقہ یہ تھا۔

راوی کہتے ہیں۔

فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ

اگر کوئی ایسا مسئلہ آجاتا جو کتاب اللہ میں نہیں۔

وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

نہ وہ مسئلہ قرآن میں ہے نہ ہی سنت میں ہے۔

فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ

(سنن النسائی کتاب آداب القضاۃ باب الْحُكْمُ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ ج ۲ ص ۳۰۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی مفتی کے پاس کوئی مسئلہ آجائے قرآن وسنت سے اُس کا حل نہ ملے تو زمانے کے پرہیزگاروں کی جو رائے ہو وہ بتادی جائے۔

Marfat.com

ہم اس رائے کے علمبردار ہیں۔آپ نے فرمایا۔

فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ

جو علماء حق، مجتہد اور صوفی جو عالم بھی ہیں اور ولی بھی ہیں جوانہوں نے فیصلہ کیا ہے۔ اسکا فیصلہ مفتی کو کرنا چاہیے۔قرآن سے نہ ملا سنت سے نہ ملا تو صالحین میں صحابہ کرام بھی ہیں اور بعد والے بھی ہیں۔تو سارے کے سارے شامل ہو گئے اور کہنے لگے۔

فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ

اگر مسئلہ ایسا آ گیا نہ کتاب میں تھا نہ سنت میں تھا اور نہ ہی صحابہ وتابعین میں سے کسی نے وہ مسئلہ بیان کیا۔تو اب پھر کیسے گذارہ ہوگا فرماتے لگے۔اگر صلاحیت ہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کر کے مسئلہ بیان کر دے۔

یہ کون فرما رہے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ہم نے ان کے لفظ رائے کو بیان کرنا ہے۔کہ یہ رائے محمود ہو شیطانی رائے نہ ہو اسکا پرچار صحابہ کرام نے کیا۔وہ دین کے غدار نہیں تھے۔(معاذ اللہ) بلکہ وہ دین کے شارح ہیں اور دین کے علمبردار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بول رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں خدا کی قسم جو پالیسی میرے امام نے دی تھی۔(المیزان الکبری) میں اور (تاریخ بغداد) میں اور دیگر مقامات میں ہم نے دیکھا کہ امام صاحب نے وہ گھڑی نہیں تھی بلکہ صحابہ کرام سے پڑھی ہوئی تھی۔

Marfat.com

آج لوگ جس کو اندر بیٹھ کے کھاتے ہیں۔ باہر بیٹھ کے غرّاتے ہیں یہ دیکھو رائے والے ہیں یہ قیاس والے ہیں۔ ہم کتاب وسنت والے ہیں تو میں سینہ تان کے کہہ رہا ہوں ہم ہی کتاب وسنت والے ہیں۔ اسواسطے قرآن وسنت کا جو مزاج صحابہ کرام نے سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ مزاج ہمیں عطا فرمادیا ہے۔

جب رائے محمود جائز ہے تو رائے محمود پر عمل بھی جائز ہے۔

مذموم رائے کون سی ہے؟

آج ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو میڈیا میڈ لوگ ٹی وی پر بیٹھ کر اوٹ پٹانگ اور بونگی رائے پیش کرنے والے ہیں قرآن وسنت کے مقابلے میں اسطرح کے ناہنجار لوگ بک بک کرتے ہیں۔ میں نے ان میں سے بعض کے سامنے منہ پر کہہ دیا تھا

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد

وہ فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

لہٰذا ایسی آزادی افکار کے ہم قائل نہیں۔ ہم تو اسکی جڑیں کاٹنے والے ہیں۔ جو ابلیسی اور شیطانی رائے ہے۔ وہ کونسی ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں پیش کرے۔ اُس ابلیس نے یہ نہ دیکھا کہ رب حکم دے رہا ہے اسکو مان جاؤں وہ قیاس پیش کرنے لگا۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۷۶)

مجھے تو نے آگ سے بنایا اُسے تو نے مٹی سے بنایا۔

Marfat.com

میں سجدہ کیوں کروں۔ افضل غیر افضل کو سجدہ نہیں کرتا۔ آگ افضل ہے مٹی ادنی ہے۔ آگ اوپر جاتی ہے مٹی نیچے جاتی ہے۔ تو یہ قیاس بھی تو ایک رائے تھی۔ اسکے ہم مخالف ہیں۔ اسکی ہم جڑیں کاٹنے والے ہیں۔ ہم اس رائے کے علمبردار ہیں۔ جو رائے نبی ﷺ نے خود اپنی امت کو عطا فرمائی ہے۔

رائے اور پھر اس رائے کے مطابق عمل کرنے کی کتنی خوبصورت تشریحات ہیں۔ جو صحابہ کرام کے پاس موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قیاس

صحابہ کرام کا زمانہ ہے ایک مسئلہ پیش آیا کہ اگر کوئی شخص وتروں کے بعد دو نفل پڑھ لے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ وتر باطل ہو جاتے ہیں۔ تین وتروں کے بعد اگر کوئی دو نفل پڑھ لے تو وتر باطل ہو جاتے ہیں۔

با قاعدہ ان لوگوں نے حدیث سے استدلال بھی کیا۔ وتر وتر تب رہیں گے جب بعد میں جفت نہ ہو۔ تین وتر پڑھنے کے بعد جب دو پڑھو گے تو وتر نہیں رہیں گے۔

قربان جاؤں جب حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حدیث میں ایک انچ بھی کسی کو آگے پیچھے نہیں جانے دیتے۔ جب آپ کے سامنے مسئلہ آیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک رائے پیش کر دی۔

حالانکہ ہمیشہ رائے سے دور رہے۔ حدیث ہی کی طرف متوجہ رہے۔ مگر رائے ایک یاور ہے۔ بالآخر رائے سینے میں جوش مار گئی۔ مسئلہ پیش کرنے والا حدیث پیش کر

Marfat.com

رہا تھا تو حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے سنو میری بات کیسی باتیں کرتا ہے۔ کوئی عقل بھی سیکھ۔ حدیث سمجھنے کا کوئی سلیقہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مثال بیان کر کے کمال کر دیا۔

آپ نے فرمایا:

لَوْ جِئْتُ بِثَلَاثَةِ اَبْعِرَةٍ فَاَنَخْتُهَا ثُمَّ جِئْتُ بِبَعِيْرَيْنِ فَاَنَخْتُهَا اَلَيْسَ كَانَ يَكُوْنَ ذَالِكَ وِتْرًا؟

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۸)

یہ بتاؤ اگر میں تین اونٹ لے آؤں اور وہ تین بٹھاؤں ان کو بٹھانے کے بعد دو اور لے آؤں اور وہ بھی ساتھ بٹھاؤں تو مجھے بتاؤ یہ مجموعی تعداد وتر ہے یا جفت ہے۔

یعنی تین اونٹ پہلے بٹھاؤں اور دو اونٹ اور لا کر بٹھاؤں تو مجھے بتاؤ یہ سارے جفت ہیں یا وتر ہیں۔ تو کہنے لگا وتر ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اسی طرح اگر تین پہلے پڑھے دو بعد میں پڑھے تو یہ وتر کیسے غائب ہو جائیں گے۔

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مجتہد صحابہ کرام میں نہیں ہے پھر بھی انہوں نے رائے کا استعمال کیا کیونکہ رائے ایک پاور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث اگر سمجھنی ہے تو مجھ سے سمجھو۔

جبکہ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کے معاملے میں اتنے سخت تھے کہ اگر کسی کی رائے تھوڑی سی کمزور سمجھتے تھے تو برس پڑتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکالمہ

Marfat.com

ایک دن حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کر دی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَوَضَّأُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو چیز آگ پہ پکی ہوئی ہو اگر وہ کھاؤ تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ وضو کرو۔

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حدیث سمجھنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں کہ ترجمہ آجائے تو حدیث آجائے۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث پیش کر رہے ہیں

تَوَضَّأُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

اُس سے وضو کرو اس چیز کے کھانے کی وجہ سے جس کو آگ نے چھوا ہے اس حدیث کو سننے والی کوئی عام سی شخصیت نہیں تھی بلکہ وہ عظیم شخصیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔

رسول اکرم ﷺ کے کزن ہیں۔ حدیث کا ادب بھی بہت زیادہ ہے۔ مگر وہ حدیث میں گہرائی میں جاتے ہیں۔ وہ صرف لفظوں تک نہیں بلکہ معنوں تک پہنچتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو فرمانے لگے۔

یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاِنَّا نَدَّھِنُ بِالدُّھْنِ وَقَدْ سُخِّنَ بِالنَّارِ وَنَتَوَضَّأُ بِالْمَاءِ وَقَدْ سُخِّنَ بِالنَّارِ

اے ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ایک مسئلہ تو بتاؤ ہم کئی مرتبہ وضو کر کے تیل لگاتے ہیں۔ اُس زمانے کا تیل چربی کا ہوا کرتا تھا۔ وہ گرم کر کے لگایا جاتا تھا۔ آپ

Marfat.com

نے پوچھا کہ اگر وضو کر کے گرم تیل جسم پر لگائیں تو پھر وضو کا کیا بنے گا۔

اور پھر کہا کہ اگر موسم سردی کا ہو تو جس پانی سے وضو کریں وہ ہی گرم ہو تو پھر وضو کا کیا بنے گا۔ اُس وقت بھی پانی سردیوں میں بعض دفعہ گرم کر لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر گرم چیز سے جو وضو ہو چکا ہو وہ ٹوٹ جاتا ہے تو گرم چیز سے پھر ہونا ہی نہیں چاہیے۔ تو پانی جب گرم ہو اور وہ منہ کو لگ جائے تو وضو ٹوٹ جائے تو پھر اُس گرم پانی سے وضو سرے سے ہونا ہی نہیں چاہیے۔

اے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ مجھے بتاؤ اگر گرم پانی سے وضو کریں تو اُس پانی سے وضو ہو گا یا نہیں ہو گا۔ یہاں پر دونوں صحابی ہیں۔ مگر ایک ہیں حِبرُ الامۃ اور ترجمان ملّت جنکو گھٹی میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دی اور دوسرے وہ ہیں جنکو حافظے کی گٹھری پکڑا دی تھی لیکن دونوں میں فرق تو ہے۔ ایک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ ہزاروں حدیثیں سینوں میں ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو حدیث کے سمندر میں غوطے بھی لگاتے ہیں۔

شرح معانی الآثار میں درجنوں حدیثیں پیش کی گئیں کہ فلاں موقع پر رسول اللہ ﷺ نے پکا ہوا گوشت کھایا۔ اُسکے بعد وضو کیے بغیر صرف کلی کر کے آپ نے نماز پڑھی۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قیاس کے پیچھے پاور ہے۔ لیکن جو سٹینڈ لیا تو قیاس اور رائے سے لیا۔ آپ نے کہا ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اسکا جواب دو۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ جواب نہ دے سکے۔ اُس دن ایک جملہ بولا تھا بعد میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا انداز اسکے خلاف جا نکلا۔ جس وقت پوری طرح

Marfat.com

دین کی تشریحات راسخ ہو گئیں۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہنے لگے۔

یَا ابْنَ اَخِیْ

اے میرے بھتیجے ذرا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ٹھنڈا کیا اور کہا

اِذَا سَمِعْتَ الْحَدِیْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فَلَا تَضْرِبْ لَہٗ الْاَمْثَالَ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۱)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سن لو تو پھر مثالیں نہ دیا کرو میں نے حدیث بیان کر دی ہے۔ تم آگے مجھے مثالیں سناتے ہو میں کچھ نہیں کہتا۔ یہ اس لئے کہا کہ آپ مجتہد نہیں تھے یعنی صحابہ کرام کے لحاظ سے اگرچہ بعد والوں کے لحاظ سے انکا کروڑ درجہ اونچا مقام ہے۔ لیکن سامنے ابن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں۔ کوئی ایرہ غیرہ تو نہیں بیٹھا۔ جواب دیکر کہیں اور نکل جائیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نفیس قیاس

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بس یہی ہے جو میں نے کہہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں حدیث بیان کر دوں تو پھر کوئی مثالیں بیان نہ کیا کرو مطلب یہ تھا کہ تم رائے پیش کر رہے ہو میں حدیث پیش کر رہا ہوں وہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تو یہ کہہ رہے تھے کہ میں

Marfat.com

حدیث پیش کر رہا ہوں تم رائے پیش کر رہے ہو لیکن یہ بھی اس درجہ پر پہنچ گئے تو وتروں کے بعد نفل پڑھنے والے نے جب حدیث پیش کی تو آپ نے فرمایا میں تجھ سے پوچھتا ہوں تین اونٹ بیٹھے ہوں ان کے ساتھ دو اور بٹھا دیئے جائیں تو پھر وتر رہتے ہیں یا نہیں رہتے تو اس نے کہا رہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر حدیث سمجھنے کیلئے مجھ سے اپریشن کرواؤ، حدیث تب سمجھ آئے گی جب ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ساتھ ہوگی۔

اس کے بارے میں ذخیرہ احادیث سے گواہیاں موجود ہیں۔

ہم آج صرف رمضان کی برکت کی وجہ سے بیج بو رہے ہیں کہ برکت والے وقت میں تھوڑے بیج کی پیداوار زیادہ ہو جاتی ہے۔

رائے کی حیثیت سے دین کی وضاحت

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہم درخواست کریں گے ایک مسئلہ خود بتاؤ تاکہ پتہ چلے کہ کس انداز میں جو آپ کے پاس ہزارہا احادیث ہیں انکے ہوتے ہوئے بھی تم نے ایک رائے کی حیثیت سے دین کو واضح کیا تو کیسے کیا ؟

اَبُوْ مُرَّةَ مَوْلٰی عَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّہٗ سَاَلَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام ابومرہ نے پوچھا

کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُوْتِرُ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۸)

Marfat.com

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام ابومرہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر کیسے پڑھتے تھے؟

مجھے اس کا طریقہ بتاؤ۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

فَقَالَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ كَيْفَ اَصْنَعُ اَنَا

تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ میں کیسے وتر پڑھتا ہوں۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کو جرأت کیسے ہوئی کہ پوچھنے والا یہ پوچھے کہ بتاؤ ہمارے نبی علیہ السلام وتر کیسے پڑھتے ہیں۔ لیکن حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ میں وتر کیسے پڑھتا ہوں۔

تو وہ کون ہو سکتا ہے کہ جس سے پوچھا جائے نبی علیہ السلام کا طریقہ لیکن وہ یہ کہے کہ میں اپنا بتاتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کی جگہ یہ اپنے آپ کو کون رکھ سکتا ہے۔ حدیث کا اتنا ادب کرنے والے حضرت سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ اس سائل کو کہتے ہیں تجھے میں یہ نہ بتاؤں کہ میں وتر کیسے پڑھتا ہوں۔

اس جواب کا مطلب کیا تھا کہ محض حدیث دیکھو گے تو منزل تک نہیں پہنچ سکو گے۔ کہیں کچھ مل جائے گا کہیں کچھ مل جائے گا۔ اُن کے متعدد اسباب ہیں کسی نے دور سے دیکھا کسی نے نزدیک سے دیکھا کسی نے پہلا عمل دیکھا کسی نے پچھلا عمل دیکھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حتمی، آخری اور پکی بات ملے اور اگر سرکار کی سنت دیکھنی ہو تو ابوھریرۃ کی سنت کو دیکھ لیا کرو۔

ورنہ کون ہو سکتا ہے جس سے پوچھا جائے کہ سرکار علیہ السلام کی بات کرو وہ کہے کہ

Marfat.com

میں اپنی بات کرتا ہوں۔ صحابی بھی ہوں مخلص بھی ہوں اور محب بھی ہوں۔ سنت کے علمبردار بھی ہوں اور رسول پاک ﷺ کی شریعت کے شارح بھی ہوں۔ پھر جب اُن سے پوچھا کہ محبوب علیہ السلام کے وتر کیسے ہیں وہ کہے میں تمہیں اپنے وتروں کے بارے میں بتاتا ہوں۔

تو آپ نے کہا قیامت تک کیلئے دین اگر سیکھنا ہے تو اس طرح نہیں آتا کہ لفظ پڑھو بخاری کے اور اسی وقت منزل تک پہنچ جاؤ۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہوگی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہوگی

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ واضح کر رہے تھے۔ میرے طالب علم تو آج آیا ہے ہماری زندگی گذر گئی ہے۔ ہم نے ایک حدیث سامنے رکھ کے پھر جا کر فیصلہ کیا۔ اگر ساری بتاؤں گا تو بات لمبی ہو جائے گی اور تو پوچھ رہا ہے مختصر بات تو پھر جو رسول پاک ﷺ کے طریقہ کا آئینہ ہے میں تمہیں وہ دکھا دیتا ہوں تا کہ تمہیں میرے طریقے میں وہ طریقہ نظر آجائے۔ جو نبی علیہ السلام کا کامل اور سچا طریقہ ہے۔

لہٰذا ایک منٹ رک کے ان لوگوں کے جھوٹے پروپیگنڈا کا تعاقب کیجئے جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نبی علیہ السلام کے طریقے سے ہٹا کر اپنے پیچھے لگا لیا اور پھر لوگ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو چھوڑ کے امام کے پیچھے چلتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو چھوڑ کے ایک عام بندے امتی کے پیچھے چل پڑے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے

(دربار رسالت تک رسائی)

تو میں پوچھتا ہوں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے انکو اپنے پیچھے کیوں چلایا تھا۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ طریقہ نبوی بیان کرو تو وہ کہتے ہیں یہ میرا طریقہ ہے اسکو اپناؤ۔ وہ شرع کے خلاف تونہیں ہے وہ لوگوں کو نبی علیہ السلام کے دربار میں لانے والے ہیں، ہٹانے والے نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے طریقے کی طرف متوجہ کر کے یہ واضح کیا کہ نبی علیہ السلام کے دربار کی طرف جانا ہی مقصود ہے۔ مگر درمیان میں کوئی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ بھی ہونا چاہیے۔ تب جا کر وہاں پہنچو گے ورنہ بھٹک جاؤ گے، گمراہ ہو جاؤ گے۔

فقہ حنفی بالیقین قرآن کی تفسیر ہے

ایسے ہی بلا شبہ آج کا سنی حنفی یہ دربار رسالت میں جا رہا ہے۔ مگر وہاں اتنے قریب ہوتے ہوئے اگر ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرورت پڑ گئی ہے تو صدیوں کے گذر جانے کے بعد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ضرورت ضرور پڑ جائے گی۔

ان لوگوں کے کتنے غلط پروپیگنڈے ہیں لوگوں کے ذہنوں میں زہر بھرا جا رہا ہے اور بظاہر کتنا فریفتہ کرنے والا نعرہ ہے۔ کہ دیکھو یہ نبی علیہ السلام کی بات کو چھوڑ کر امام کی بات مانتے ہیں۔ ایک امام کے پیچھے چل پڑے ایک امام والے ہیں، یہ کوفے والے ہیں۔

تو میں بتاتا ہوں کہ کوفے والے ہی اصل میں مدینے والے ہیں۔

Marfat.com

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو فقہ کی سوغات کھلا کے لوگوں کو وہ (taste) ٹیسٹ دیا ہے جو صفہ والوں کو نبی علیہ السلام نے عطا فرمایا تھا اور وہاں سے امام صاحب کو ملا تھا۔

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے اس ایک جملے نے کتنی مشکلیں حل کر دیں جب پوچھا گیا کہ سرکار علیہ السلام کے وتروں کا طریقہ کیا ہے تو فرمانے لگے میں اپنا طریقہ بیان کرتا ہوں یہ سمجھنا تمہارے لئے آسان ہے۔

وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ مخاطب کا بھی دھیان اور لحاظ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک حدیث بیان کروں گا تو ساری بیان کرنا پڑیں گی موافق بھی مخالف بھی پھر جا کر حق نکلے گا جبکہ ٹائم تھوڑا ہے میں تمہیں جلدی منزل پہ پہنچا دیتا ہوں۔

اسواسطے ہزاروں حدیث مبارکہ ہیں کوئی متروک ہے کوئی مجروح ہے کوئی پہلے کی ہے اور کوئی بعد کی ہے، کوئی لوگوں کیلئے اور کوئی نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اُس میں جا کر اپنے مقصد کو ڈھونڈنا بڑا مشکل ہے۔

فقہ پکی پکائی روٹی ہے۔ فوراً آؤ، فوراً پاؤ اور فوراً منزل پہ پہنچ جاؤ۔

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر طریقہ کون سا بیان کیا فرمانے لگے

إِذَا صَلَّيْتُ الْعِشَاءَ

جب میں عشا کے فرض پڑھ لیتا ہوں۔ تو پھر اسکے بعد کیا کرتا ہوں؟ رب کا شکر ہے جو طریقہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ہے آج ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے وہی طریقہ عطا فرمایا ہے۔

إِذَا صَلَّيْتُ الْعِشَاءَ صَلَّيْتُ بَعْدَهَا خَمْسَ رَكْعَاتٍ

جب میں عشاء کی نماز پڑھ لیتا ہوں تو عشاء کے بعد (نوافل کے سوا) پانچ

Marfat.com

رکعتیں پڑھتا ہوں۔ وہ کیا ہیں؟ یعنی تین وتر اور دو سنتیں پھر فرمایا

ثُمَّ اَنَامُ

پھر اسکے بعد میں سو جاتا ہوں۔

فَاِنْ قُمْتُ بِاللَّيْلِ فَصَلَّيْتُ مَثْنٰى مَثْنٰى

اگر مجھے رات کو جاگ آجائے تو پھر دو دو رکعتیں پڑھ لیتا ہوں۔ یعنی تہجد کی سی حالت اختیار کر جاتے ہیں۔

فَاِنْ اَصْبَحْتُ اَصْبَحْتُ عَلٰى وِتْرٍ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۸)

اور اگر جاگ نہ آئے اور فجر طلوع ہو جائے تو پھر بھی نماز قضا تو نہیں ہوتی وتر تو میں پہلے پڑھ چکا ہوتا ہوں۔ یہ اپنا طریقہ بیان کر دیا اور تین وتروں کا انداز بھی بیان کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز محبت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز کیا تھا

يَضْرِبُ الرَّجُلَ اِذَا رَاٰهُ يُصَلِّىْ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۲)

جب کسی کو عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھتا دیکھتے تھے تو اُسے مارتے یہاں تک کہ وہ نماز سے باہر نہ آجاتا۔

اسواسطے وہ کہتے کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ نے نفل نہیں پڑھے تو میں نہیں پڑھنے دوں گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے روکتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پسند و ناپسند

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا انداز بھی دیکھئے فرمانے لگے

اَکْرَہُ مَاکَرِہَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ

جو چیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کریں وہ میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ جو عمر رضی اللہ عنہ پسند کریں وہ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ جو آپ ناپسند کریں وہ میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی شارع تو نہیں نہ رب ہیں نہ رسول علیہ السلام ہیں۔ وہ تو بعد کی ہستی ہیں مگر پھر بھی جاننے والوں میں ایسا جذبہ آجاتا ہے۔ کہ جس میں کہا جاتا ہے کہ جن سے ہم نے دین سیکھا اور جس سے ہم نے دین لیا۔ تو جو ان کی پسند ہے وہ ہماری پسند ہے اور جو انکی ناپسند ہے وہ ہماری ناپسند ہے۔ اُن پہ الزام نہیں دیا جاسکتا کہ تم رسول علیہ السلام کو چھوڑ کے غیر رسول کے پیچھے لگ گئے ہو۔

نہیں نہیں ایسے مستند مقامات جو ہوتے ہیں۔ انکی رضا کے اندر سے ہی رضا الوہیت اور رضاء رسالت میسر آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بڑی لازمی اور ضروری ہے۔

رائے کی دو قسمیں

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں رائے کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہنے لگے کہ رائے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے رائے محمود اور دوسری ہوتی ہے رائے مذموم۔ جو رائے شیطان نے پیش کی تھی وہ مذموم تھی اور ایک رائے محمود ہے جسکی میں نے قرآن مجید سے لیکر اب تک دلیلیں پیش کی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ (پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۲)

اس میں رائے محمود کا ذکر ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک حکم تمہیں مل جائے تو اس سے دوسرا حکم سیکھ لیا کرو۔ خود اخذ کرلیا کرو۔ اگر صلاحیت موجود ہو۔ صلاحیت کی بات اسلئے کررہا ہوں کہ آج یہ بھی ایک مرض ہے۔ ہرایرہ غیرہ مجتہد بننے کے چکر میں بھی ہے۔ جو میں کہہ دوں اسکو مان لیا جائے۔ مجتہد کی جو شرائط ہیں ان کے مطابق جو شخص پورا اترے گا اجتہادی مسائل میں اسکی رائے کا احترام ہوگا۔ اُس کی رائے کی وجہ سے پھر دین کے مسائل حل ہونگے ورنہ وہ رائے بگاڑ کا سبب بن جائے گی اور اس سے دین کے مسائل حل نہیں ہونگے۔

رائے کے بارے ابن قیم کا حتمی فیصلہ

اس سلسلہ میں حتمی فیصلہ ابن قیم کا تمہارے سامنے پیش کرتا ہوا اپنی گفتگو کو سمیٹتا ہوں۔ ابن قیم کہنے لگا

وَالْمَقْصُوْدُ اَنَّ السَّلَفَ جَمِيْعَهُمْ عَلٰى ذَمِّ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ الْمُخَالِفِ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

(اعلام الموقعین ج ا ص ۸۵)

خلاصہ گفتگو یہ کہ تمام اسلاف اس رائے اور قیاس کی مذمت بیان کرتے ہیں جو قرآن وسنت کے مخالف ہو

یعنی جہاں بھی تمہیں تابعی کا یا تبع تابعی یا کسی اور کا قول ملے کہ رائے درست نہیں ہے۔ تو یہ اس رائے کی بات ہوتی ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو اور جو کتاب وسنت کے خلاف رائے نہ ہو وہ دیوار پر مارنے والی نہیں ہوتی وہ دل میں رکھنے والی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم اس رائے کے حامی ہیں۔

Marfat.com

مخالفین کے گھر کی گواہی

ابھی میں اسکی گواہیاں پیش کرتا ہوں جو دن رات سر پہ ہاتھ رکھ کے واویلا کر رہے ہیں۔ کہ رائے نہیں قیاس نہیں، فقہ نہیں۔ خدا کی قسم انکے فتاویٰ میں دیکھو گے تو ہر طرف سے امام صاحب کی رائے سر نکالتی نظر آئے گی۔

جو اچھی رائے ہے اُسکے بغیر گذارہ کسی کا نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سعادت ہے ہم جس چیز کو مانتے ہیں۔ اس کا اظہار بھی کرتے ہیں اور جس پر عمل کرتے ہیں اسکو واضح بھی کرتے ہیں۔ کچھ اندر بیٹھ کے کھا جاتے ہیں۔ باہر آ کر اسی کے بارے میں پروپیگنڈا بھی کرتے ہیں۔

اس موضوع کو سمجھنے کیلئے ایک مسئلہ پیش کرتا ہوں۔

فتاویٰ نذیریہ میں ایک مسئلہ ہے جو ساری گفتگو کو سمجھنے کیلئے کافی ہے۔

یہ اُن لوگوں کا فتاویٰ ہے جو قرآن وسنت کے دعوے دار ہیں۔ کہ صرف کتاب و سنت اور کچھ نہیں۔ پھر پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ رائے والے ہیں۔ ان کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ہم کتاب وسنت والے ہیں۔ یہ انکے کسی عام بندے کا یہ فتاویٰ نہیں بلکہ انکا سب سے بڑا ستون ہے۔ جسکا لقب یہ لکھا ہے۔ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلوی یہ ان کا مصدقہ فتاویٰ ہے۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں پچاس فیصد انکے فتاویٰ سے وہ مسئلے دکھا سکتا ہوں جو فقہ سے لیے گئے ہیں۔ یعنی کتاب وسنت کا نام لینا آسان ہے لیکن جب کوئی مسئلہ پوچھنے آجائے کہ اس کا کتاب وسنت سے جواب دو تو پھر کہتے ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی

Marfat.com

پھر امام صاحب کا نام اور آپکے شاگردوں کا نام، پھر قاضی خاں کا نام، پھر ہدایہ کا نام، پھر عالمگیری کا نام، اسکے سوا ان کا گزارہ نہیں ہوتا اس لیے کہ اگر ان کا اسکے بغیر گزارہ ہوتو پھر یہ کہیں کہ بخاری میں یہ لکھا ہے اور قرآن میں یہ آیا ہے۔ تو جنکے بغیر گزارہ نہ ہو انکو لیڈر بھی ضرور ماننا چاہیے۔

تعلیم دین کی اجرت کے بارے سوال

فتاویٰ نذیریہ میں ایک مسئلہ پوچھا گیا وہ کیا مسئلہ ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں؟ علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ پڑھائی قرآن شریف یا حدیث شریف یا فقہ یا نکاح یا کسی اور نیک کام کی جو کہ عبادات میں داخل ہیں۔ جیسے امامت، موذنی، وعظ، نصیحت یا شروع کرائی قرآن شریف کی یا سپارہ یا رکوع یا سورت یا کسی اور دین کی کتاب جیسے تفسیر یا حدیث یا فقہ آیا ان کی اجرت مقرر کرے یا بے مقرر کے لینے دینے کا حکم قرآن وسنت میں ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اسکی وضاحت کردیجیے۔

یعنی اس میں یہ پوچھا گیا کہ ایک بندہ جو مدرسہ میں قرآن پڑھاتا ہے۔ کیا وہ تنخواہ لے سکتا ہے؟ کہیں خطابت کرتا ہے تو کیا وہ تنخواہ لے سکتا ہے۔؟ کہیں درس دیتا ہے تو کیا وہ تنخواہ لے سکتا ہے؟ یہ شیخ الکل سے مسئلہ پوچھا گیا اور کہا قرآن وسنت کی روشنی میں اسکی وضاحت کردو تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ تو ہر شخص کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جو بھی اس فیلڈ میں ہے یا نہیں کوئی دینے میں ہے تو کوئی لینے میں ہے۔ بڑا ضروری مسئلہ تھا۔ جس وقت یہ مسئلہ پوچھا گیا تو شیخ الکل نے جواب دیا۔

Marfat.com

جواب فقہ حنفی سے دیا

آپ کو انتظار ہوگا شاید کوئی آیت پڑھیں گے آپ کو انتظار ہوگا شاید بخاری کی حدیث پڑھیں گے۔ لیکن اُن کا جواب یہ ہے۔

''لینا اجرت کا اوپر عبادات کے مثل اذان و اقامت و تعلیم قرآن جائز نہیں نزدیک امام اعظم کے''۔ (فتاویٰ نذیریہ ۲/۳۱۰)

یہ جن کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں سترہ حدیثیں بھی نہیں آتی تھیں لیکن جس وقت مسئلہ پوچھا گیا کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اسکا حل کیا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے یہ کہا۔

ویسے ان کا نعرہ یہ ہے کہ امام اعظم، امام دین، رحمۃ العالمین لیکن وہ نعرہ یہاں اس مسئلہ میں کیوں بھول گیا اور امام اعظم ابوحنیفہ کو امام اعظم کیوں کہا؟ اس لیے کہ اب ان سے خیرات لینی ہے۔ تو پھر ذکر بھی ادب سے ہو رہا ہے۔ پھر یہ جواب دیا کہ

''نزدیک متاخرین حنفیہ کے جائز ہے اور یہی مذہب ہے''

یعنی امام صاحب کا مذہب یہ تھا کہ اجرت لینا ناجائز ہے۔ لیکن متاخرین حنفیہ نے اسکو جائز قرار دیا۔ جو امام صاحب کے پیروکار مقلد متاخرین نے کہا ہے وہ ہمیں بھی منظور ہے۔ چونکہ بات ہے تنخواہ کی اور بات ہے وظیفہ کی اسلیئے اب یہ نہیں دیکھنا کہ امام صاحب بڑے ہیں یا بعد والے بڑے ہیں۔ لیکن اس وقت کہا گیا کہ

''نزدیک متاخرین حنفیہ کے جائز ہے اور یہی مذہب ہے اور اماموں کا'' یعنی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

نزدیک بھی جائز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

''اس پر فتویٰ ہے''

اور پھر اس کا کتب دینیہ میں تذکرہ ہے۔

''قال في الهداية''

یعنی ہدایہ کے مصنف نے کہا۔

مجھے انتظار تھا کہ چار لائنیں گذر گئی ہیں شاید اب کوئی آیت پڑھیں گے۔ یا پھر بخاری کا نام لیں گے۔ لیکن جب زباں پہ نام آیا تو ہدایہ کا نام آیا۔

وہ صاحب ہدایہ جس کے بارے میں چھوٹے چھوٹے ہینڈ بل انہوں نے بنائے ہوئے ہیں کہ یہ دیکھو ہدایہ میں یہ لکھا ہے۔ یہ اس میں غلطی ہے میں کہتا ہوں شرم کرو جہاں کھاتے ہو وہاں پیشاب کرنے کی کوشش بھی کرتے ہو۔ ھدایہ کے بغیر جب تمہارے دین کا پہلا مسئلہ حل نہ ہوا۔

تمہاری مسجد کا امام اور تمہاری مسجد کا خطیب اور تمہارے مدرسہ کا مدرس اور تمہاری لائبریریوں کے منشی اور تمہارے سارے فنڈ اور چندے انکے پیچھے بنیاد تو ہدایہ نے فراہم کی ہے کہ ہدایہ میں یہ لکھا ہے۔

اسی ایک سوال کا تمہارے سامنے سرسری اور تنقیدی جائزہ پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ ہزاروں مسائل کی روشنی سامنے آجائے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ جب آیا تھا تو اسکا ذکر حدیث میں ہے۔ تو حدیث پہلے نمبر پر پیش کرنی چاہیے تھی۔ جواز کا ذکر حدیث میں ہے اور وہ حدیث بھی بخاری میں ہے۔

Marfat.com

تعلیم دین پہ اجرت لینے کا جواز

یعنی خطابت پہ تنخواہ، امامت پہ تنخواہ، موذنی پہ تنخواہ اس طرح کے نیک کاموں پہ تنخواہ لینا اسکا جواز حدیث میں ہے اور پھر وہ صحیح بخاری میں ہے۔

بندہ علمبردار بھی صحیح بخاری کا ہو وقت آنے پر بھول جائے اور اُسکو امام صاحب یاد آجائیں تو ماننا پڑے گا کہ امام صاحب کا کمال ضرور ہے۔ اسکی حدیث بخاری میں ہے۔ وہ حدیث شریف کیا ہے۔

سورۃ فاتحہ سے دم کرنے کا جواز

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ایک چشمے کے پاس سے گزرے۔

فِيهِمْ لَدِيْغٌ

اور چشمے کے قریب جو قبیلہ آباد تھا اسکے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ نیک چہرے آگئے ہیں تو ان کا ایک اپنا آئیڈیا تھا چشمے والے مسلمان نہیں تھے انہوں نے پوچھا کہ

هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ

تم میں کوئی دم کرنے والا ہے۔

صحابہ کرام کا وفد جب چشمے کے قریب پہنچے تو وہاں چند لوگ آگئے جو وہاں آباد

Marfat.com

تھے۔وہ کہنے لگے کیا تم میں کوئی دم کر سکتا ہے۔صحابہ کرام نے کہا کہ ہمیں اچھا سمجھ کے آئے ہیں۔اگرچہ آج تک نبی علیہ السلام سے دم والا سبق پڑھا تو نہیں ہے لیکن آخر دم کر کے دیکھتے ہیں۔یہ بھی ایک دین ہے کہ نبی علیہ السلام کی دی ہوئی روشنی ہے پوچھے بغیر مجبوراً انہوں نے ایک فیصلہ کرلیا۔چلو جا کر دم کر لیتے ہیں پھر پوچھ لیں گے۔مگر یہاں کچھ کرتے ضرور ہیں۔

صحابہ کرام سے جب یہ کہا گیا تو

فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ

ایک بندے نے کہا کہ میں دم کرتا ہوں۔حالانکہ انہوں نے کبھی دم کیا ہی نہیں تھا۔وہ چلے گئے۔

فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وہاں جا کر انہوں نے فاتحہ شریف پڑھی۔

اور ساتھ یہ بھی کہا کہ فاتحہ تو پڑھوں گا لیکن بکریاں ضرور لوں گا۔

عَلَى شَاءٍ

یعنی فاتحہ پڑھنے پر بکریاں لوں گا۔انہوں نے دم کر دیا۔

فَبَرَأَ

تو وہ سردار فوراً ٹھیک ہو گیا۔

فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ

وہ اپنے اصحاب کے پاس بکریاں لے کر آگئے

صحابہ کرام جو وہاں چشمے کے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کہ اس قبیلے کے سردار کو دم کر

Marfat.com

آیا ہوں اور میں ان سے بکریاں لے آیا ہوں۔ انہوں نے نہ یہ دم کرنے کی اجازت لی تھی اور نہ ہی بکریاں لینے کی اجازت لی تھی۔ بکریاں لیکر آ گئے۔

فَكَرِهُوا ذَٰلِكَ

باقی صحابہ کرام نے اسکو ناپسند کیا کہ تم نے یہ کیا کیا کہ قرآن پر اجرت لے آئے ہو۔ تم نے فاتحہ پڑھی پھر اس پہ بکریاں لے آئے ہو۔ یہ تم نے درست نہیں کیا۔ انہوں نے کہا

أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا

تم نے قرآن پر اجرت لی یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔

لیکن ادھر یہ بولتے رہے کہ میں نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ دوسرے کہتے تھے کہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔

حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ

چلتے چلتے مدینہ شریف آ گئے۔

رسول اکرم ﷺ کے دربار میں مسئلہ پیش ہو گیا۔

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو کتاب اللہ پر اجرت لے آیا ہے۔

اس نے فلاں سردار کو دم کیا پھر ان سے بکریاں لے آیا۔

ایک روایت میں اُس ایک دم پر تیس بکریوں کا ذکر بھی ہے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ

(صحیح بخاری کتاب الطب باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم ج ۲ ص ۸۵۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے قرآن پر اجرت نہیں لینی تو کس چیز پہ لینی ہے۔ سب سے زیادہ جس پہ اجرت لینے کا حق بنتا ہے وہ تو قرآن ہے۔ لہٰذا اس صحابی پہ تنقید نہ کرو اس نے بالکل صحیح کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ جب ایک بار فاتحہ پڑھنے پر بکریاں لینا جائز ہو گیا جو روزانہ پنجگانہ نماز میں کئی بار پڑھے اگر وہ تنخواہ لے گا تو کیوں ناجائز ہو گا۔ ایک بار فاتحہ پر بکری لینے کا جواز بخاری میں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ

سب سے زیادہ جس کام میں حق بنتا ہے وہ کتاب اللہ ہے۔

ہاتھ کے کام میں اتنا حق نہیں بنتا، دوسری مزدوری میں اتنا حق نہیں بنتا، آپ نے فر، سب سے افضل چیز پہ افضل اجر ہوتا ہے۔ تو سب سے زیادہ حق اس میں بنتا ہے لہٰ اس نے بالکل صحیح کیا ہے۔

اس صحابی نے دم کیا ہے اور بکریاں لی ہیں یہ کام انہوں نے بالکل صحیح کیا ہے دوسرے مقام پر ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے صحابہ تم بھی اس سے کھاؤ ور میرا حصہ بھی اس سے رکھو یہ اس لیے کہا کہ رسول اکرم ﷺ اسکے طیب ہونے کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ جب میں استعمال کروں گا تب جا کر ان کا شک نکلے گا ورنہ آپ کی اس میں کوئی خواہش نہ تھی۔ سرکار علیہ السلام کا یہ بھی احسان تھا۔ سرکار ﷺ فرمایا کہ جب میرے ہاتھ میں دیکھیں گے تو اس سے انکے سارے شک نکل ئیں گے۔

Marfat.com

حدیث کے ہوتے ہوئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی ضرورت کیوں؟

ایسی واضح حدیث کے ہوتے ہوئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ یاد کیوں آئے یہ میرا موضوع ہے۔ بخاری بھی ہو اس میں یہ حدیث بھی ہو۔ لیکن سب سے پہلے اسکولانے کی جرأت نہ ہو جبکہ انھیں چاہیے تھا کہ وہ بتاتے کہ یہ ہے وہ حدیث جس میں اجرت لینا جائز ہے۔ تو وہ یہ حدیث کیوں نہ پیش کر سکے۔ اس لیے کہ اس کے بارے میں ایک اور حدیث بھی ہے اسی میں جو بالکل اسکے خلاف ہے۔ جس میں اجرت کو ناجائز اور حرام قرار دے دیا گیا، ابوداؤد شریف میں ہے۔

اب تم دیکھنا کہ دین کی سمجھ کس کو کہتے ہیں۔ صرف بغل میں بخاری لیکر کہنا کہ بخاری ہے بخاری ہے۔ اسمیں ہو سکتا ہے۔ بخاری کی بجائے بیماری آجائے۔ یہ بخاری تب جا کر پھولوں کی کیاری بنے گی جب دل پر عشق کی پھوار پڑے گی۔

تعلیم دین پہ اجرت کے منع والی حدیث

دوسری حدیث شریف جو ابوداؤد شریف میں ہے جو اسکے بالکل خلاف ہے۔ دو حدیثیں آپس میں متعارض آگئیں۔ اب یہ ایک قانون دینا چاہتے ہیں۔ کہ لوگو! امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے۔ جہاں حدیثیں آپس میں متعارض آجائیں تو وہاں رستہ امام اعظم علیہ الرحمۃ بتاتے ہیں۔ یا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگرد بتاتے ہیں۔ یا فقہ حنفی بتاتی ہے۔ یا ھدایہ بتاتا ہے یہ بیان کرنا مقصود ہے۔ ورنہ حدیث کا دعویٰ بھی ہو اور حدیث موجود بھی ہو لیکن وہ حدیث کوئی پیش نہ کر سکے۔ اس سے جواب کوئی نہ دے سکے۔ اسکا مطلب کیا تھا؟

Marfat.com

ابوداؤد شریف میں ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جنہیں میں قرآن پڑھایا کرتا تھا ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان کا تحفہ دیا ہے۔ میں اپنے ایک شاگرد کو قرآن پڑھاتا تھا۔ تو میرے اُس قرآن پڑھانے کے عوض میں اس نے مجھے ایک کمان کا تحفہ دیا۔

یعنی جس شاگرد کو میں قرآن پڑھاتا تھا اس نے مجھے کمان کا تحفہ دیا کوئی پیسے نہیں دیئے۔ وہ کہنے لگے

وَلَيْسَتْ بِمَالٍ

یارسول اللہ ﷺ یہ کوئی مال تو نہیں ہے، بلکہ یہ کمان ہے۔

میں اسکو بیچ کے پیسے بھی نہیں لوں گا۔

وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اس کمان سے تیر ماروں گا۔

تو کیا میرے لئے یہ لینا جائز ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا

(سنن ابو داؤد کتاب الاجارۃ باب فی کسب المعلم ج ۲ ص ۱۲۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن تیرے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو پھر قبول کرلے اور اگر یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن تیرے گلے میں آگ کا طوق نہ

Marfat.com

ڈالا جائے تو پھر اپنے شاگرد سے یہ کمان قبول نہ کر۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے، لیکن وہاں فاتحہ پڑھنے پہ کئی بکریاں اور یہاں کمان کے بارے میں اتنا سخت جملہ بول دیا کہ اگر تجھے پسند ہے کہ قیامت کے دن آگ کا طوق تیرے گلے میں ہو تو پھر ٹھیک ہے لے لے۔ اگر تو آگ سے بچنا چاہتا ہے تو میں تمہیں اجازت نہیں دیتا۔ یعنی جسکو تم نے پڑھایا ہے اُس سے اتنا عوض بھی نہیں لے سکتے۔

﴿دو متعارض احادیث میں تطبیق﴾

یہ دونوں حدیثیں ہیں اور یہ دونوں آپس میں متعارض آ گئیں۔ جو یہ بتائے کہ مقابل نہیں بات ایک ہے۔ وہ فقیہ ہوتا ہے۔

دونوں حدیثیں موجود ہیں ہم جواز کا قول کرنا چاہیں یا عدم جواز کا تو وہ حدیث سے کریں۔ جائز ہونا بھی حدیث میں ہے ناجائز ہونا بھی حدیث میں ہے۔ تو پھر وہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے دروازے پر کیوں گئے؟

انہوں نے اپنے گھر بیٹھ کر یہ ثابت کیا کہ جس وقت حدیثیں آ جاتی ہیں۔ تو ہر حدیث کی تہہ تک پہنچنا ہر مفتی کا کام نہیں ہے۔ جو تہہ تک جا کے مسئلہ بتا چکے ہوں اور فتویٰ دے چکے ہوں اور فقہ کی روٹی پکا چکے ہوں۔ بعد والوں کا یہ کام ہے کہ چپ کر کے وہ کھاتے جائیں اور گذارہ کرتے جائیں۔

﴿آج بھی فقہ حنفی پہ غیروں کا گزارہ ہے﴾

اسکے سوا اور کیا ہے۔ اگر یہ فتویٰ نہ ہوتا تو پھر بخاری بھی پاس ہے۔ ابوداؤد بھی

Marfat.com

پاس ہے۔ پھر ہدایہ کی ضرورت کیا تھی اور پھر ہدایہ تو ہدایہ رہ گیا انہوں نے ''مالا بدمنہ'' کا ذکر کیا۔ یہ فقہ حنفی کی چھوٹی سی کتاب ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے

در ''مالا بدمنه'' نوشته اجرت گرفتن براذان وامامت و تعلیم قرآن و فقه وغیره جائز نیست نزد امام اعظم رحمة الله علیه و نزد دیگر آئمه جائز است و دریں زمانه فتوی برآن ست کر بر تعلیم قرآن و مانندآن اجرت گرفتن جائز است (فتاویٰ نذیریہ ۲/۲۱۰)

مالا بدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ اذان واقامت اور تعلیم قرآن وفقہ پر اجرت پکڑنا جائز نہیں ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے ہمارے اس زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور اسکی مثل پر اجرت پکڑنا جائز ہے۔

آپ دیکھیں اور انصاف کریں کہ اس وقت انھیں نہ بخاری یاد، نہ مسلم یاد، نہ ابن ماجہ، نہ ابوداؤد، نہ نسائی یاد رہی لیکن اگر یاد رہی تو کہیں عالمگیری، کہیں مالابد، کہیں ہدایہ تو اُس امام کی شان کو سلام کرو جس نے ایسے پھول تیار کیے۔ جنکی خوشبو پہ آج بھی گزارا ہو رہا ہے۔

ان لوگوں سے پوچھنا تو چاہیے کہ اگر فقہ ماننا جرم ہے تو پھر اس پر عمل کرنا کیوں جائز ہے؟ فقہ کا عقیدہ رکھنا ناجائز ہے تو پھر کتابوں میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھنا کیوں جائز ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی امامت طے شدہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اتنی قبولیت دی ہے کہ دشمنوں کے گھر بھی داخل ہوگئی ہے وہاں بھی یہ فقہ بولتی ہے۔

Marfat.com

انکے پاس حدیثیں دونوں تھیں مگر جواب کس سے دیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسکو ناجائز کہتے تھے بعد والے حنفی جائز کہتے ہیں بعد والے حنفیوں اور دیگر اماموں کی روشنی میں ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ان چیزوں پر اجرت لیتا ہے تو اجرت لینا جائز ہے اسکی دلیل ہدایہ ہے۔

اس ایک فتوے کا انداز غیر جانب دار ہو کر سامنے رکھیں گے تو انھیں ماننا پڑے گا کہ جو حنفی کا طریقہ دین ہے۔ غیر مقلد بھی چھپ کے وہی کام کر رہا ہے۔

غیر مقلدوں کو ہر دس سال بعد دین بدلنا پڑے گا

یہ میرا دعویٰ ہے کہ ہر دس سال بعد انکو اپنا دین بدلنا پڑے گا۔ اب وہ اسکا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے اور قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔ یہ کہیں گے کہ عالم کی بات تھی اُس نے لکھ دیا ہم کیا کریں۔ تو میں کہتا ہوں ہر دس سال بعد والے پہلوں کو کہیں گے کہ وہ ایک عالم کی بات تھی اُس نے غلط لکھا تو پھر تم صحیح دین پہ کب عمل کرو گے۔ ہر دس سال بعد دین بدلتا رہا بعد والے کہتے رہے کہ پہلے غلط لکھ گئے ہیں۔ وہ عالم تھا لکھ کر کہتا ہے حالانکہ یہ انکے گھر میں شیخ الکل فی الکل ہے۔ جب پکڑے جائیں تو کہتے ہیں کہ وہ ایک عالم ہیں ہم کیا کہیں۔ تو اگر یوں ہی بدلتے رہو گے ہر دس سال بعد پہلوں کو بعد والے بدلیں گے تو وہ دس سال کب آئیں گے۔ جب دین تمہارا صحیح ہوگا اور پھر عمل کر سکو گے۔

لہٰذا غیر مقلدیت ناقابل عمل ہے اور اگر عمل ہو سکتا ہے تو اُس رستے پہ جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر فقہاء نے عطا فرمایا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے رستہ کیسے نکلا۔

Marfat.com

وہ بھی ہمارے اسلاف نے بتایا۔ اسکا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اصل میں مسئلہ یوں ہے کہ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ والا معاملہ مختلف ہے۔

وَفِیْ حَاشِیَۃِ الْمِشْکٰوۃِ اَوَّلُوْا ھٰذَا الْحَدِیْثُ بِاَنَّ عُبَادَۃَ کَانَ مُتَبَرِّعاً بِالتَّعْلِیْمِ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الاجارۃ الفصل الثالث ص ۲۵۸ حاشیہ نمبر ۱۱ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

(مشکوۃ کے حاشیہ میں ہے) فقہاء نے اس حدیث کی تاویل یہ بیان کی کہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے پہلے طے کیا تھا کہ میں فی سبیل اللہ پڑھاؤں گا۔ اب جس وقت وہ تحفہ لیتے تو انکی اپنی بات میں فرق آتا جو کہا تھا اس میں فرق آتا۔ اس واسطے انکے لئے تو ناجائز کا لفظ سرکار علیہ السلام نے بول دیا ورنہ گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو روایت پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا تو انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں فی سبیل اللہ کروں گا۔ اسواسطے وہاں یہ اجرت جائز ہوگی۔

لہٰذا حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث کو اس پس منظر کے اندر دیکھنا چاہیے۔ اس وجہ سے اُن کا حکم امت سے جدا ہو گیا اور اگر دوسرے انداز میں ایک طے شدہ بات ہے۔ یا جانبین کے ذہن میں بات ہے تو اُن میں اگر اجرت دی جائے گی یا لی جائے گی تو بخاری کی روایت اسکی بنیاد اور بیس ہے۔

امام صاحب کے اقوال اور اُنکے شاگردوں کے اقوال اور فقہ حنفی کے علاوہ تینوں فقہیں جو کہ اہلسنت وجماعت کی ہیں۔ کسی غیر مقلد کی کوئی فقہ نہیں ہے۔ تو ان سے یہ پتہ چلا کہ حدیث پڑھنا اور بات ہے۔ حدیث سمجھنا اور بات ہے دین کا فتویٰ پڑھنے

Marfat.com

سے نہیں سمجھنے سے دیا جاسکتا ہے۔

متقدمین احناف کے نزدیک عدم جواز کی وجہ

اس طرح حضرت ابوبکر بن محمد بن فضل کی طرف سے یہ تاویل کی گئی کہ متقدمین احناف نے جو کہا کہ وہ اجرت جائز نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ

كَانَ لِلْمُعَلِّمِينَ عَطِيَّاتٌ فِي بَيْتِ الْمَالِ

اُس وقت مدرسین کو بیت المال سے تنخواہیں ملتی تھیں۔

اب ایسا بندہ کون ہوسکتا ہے جو دن رات دین کا کام بھی کرے اور ساتھ اپنی دنیا بھی کمائے۔ اُس وقت بیت المال سے تنخواہیں ملتی تھیں۔

وَكَانَ لَهُمْ زِيَادَةُ رَغْبَةٍ فِي الدِّيْنِ

اور پھر اس لحاظ سے انکی دین میں رغبت زیادہ تھی۔

ان کو دیکھنے والے دین کی طرف آتے تھے۔ کہ دین والے کوئی مرے ہوئے نہیں ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ ہم بھی دین پڑھیں۔ اُس وقت اُن میں رغبت تھی۔

متاخرین احناف کے نزدیک جواز کی وجہ

فِي زَمَانِنَا اِنْقَطَعَ عَطِيَّاتُهُمْ

متاخرین نے کہا ہمارے زمانے میں ان کے عطیات منقطع ہوگئے ہیں۔

متاخرین کا زمانہ آیا تو لوگوں نے دین کو سیاست سے جدا کردیا۔

یعنی حکومت اور لوگوں کی، مُصَلّٰی اور لوگوں کا۔ جس وقت بیت المال سے تنخواہیں بند ہوگئیں تو اہل دین کے معیار کو دیکھ کر لوگوں کو دین سے ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ یہ خود

Marfat.com

بھو کے ہیں ہمیں کیا ملے گا۔ تو پھر متاخرین نے کہا۔ اگر ایسا سلسلہ رہا تو قرآن کون پڑھے گا قرآن کون پڑھائے گا۔ دین کا کام کون کرے گا۔ لہذا جائز کا قول کرنا چاہیے۔ کہ ایسے کاموں پہ تنخواہ لینا جائز ہے ورنہ باقی سارے شعبے آباد ہو جائیں گے اور دین کا شعبہ ویران ہو جائے گا۔

لہذا یہ اس میں حکمت تھی جس سے پتہ چلا کہ مرور زمانہ کے ساتھ ایسی گنجائش پیدا ہوسکتی ہیں لیکن وہ بھی شرائط کے مطابق لہذا یہ فقاہت ہے جس نے دونوں حدیثوں کو صحیح مان کے امت کو بیچ سے صحیح رستہ عطا فرمایا ہے۔

یہ بطور مثال صرف ایک مسئلہ بیان کیا ہے ورنہ ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جہاں ایک ہی مسئلہ میں دو حدیثیں متعارض آگئیں۔ اب محض اردو ترجمہ سے ہدایت کیسے ملے گی۔ جب رسول پاک ﷺ کے فرمان آپس میں متعارض ہوں اسکی پیچھے وجوہات ہیں لیکن حقیقت میں انکے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

حدیث کو سمجھنے کے لئے فقہ کی ضرورت

پیچھے اسباب جدا جدا ہوتے ہیں۔ پھر بعد والوں کو پتہ نہیں چلتا۔ فقیہ و مجتہد کا کمال ہے کہ پیچھے جا کر حکمتیں دیکھتا ہے اور پھر اسکی عظمتیں بیان کر دیتا ہے۔

جیسے بخاری شریف میں ہے کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا

صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب قِبْلَۃِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَاَھْلِ الشَّامِ

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کرنے لگو تو اپنا منہ اور پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کرو بلکہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو

یعنی جب تم پیشاب کرنے لگو تو نہ تمہارا منہ شمال کی طرف ہو نہ جنوب کی طرف نہ ہو بلکہ اپنا منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو۔

اور پھر رسول پاک ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ تعظیم قبلہ کرو۔ اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ پیٹھ کرو اور نہ اسکی طرف منہ کرو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو۔ جبکہ مغرب میں تو قبلہ ہے۔ تو یہاں بظاہر دونوں حکم متضاد آگئے۔ لیکن مجتہد فقیہ کہے گا یہ اپوزٹ نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ بھی تو دیکھو کہ (شرقوا او غرّبوا) سرکار ﷺ نے کہا کن کو تھا؟

رسول اکرم ﷺ اُس وقت مدینہ شریف میں بیٹھے تھے۔ سائل اسکے بارے میں پوچھ رہا تھا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا نہ شمال کی طرف کرو نہ جنوب کی طرف کرو بلکہ اپنا منہ یا تو مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو کیوں؟ اس لیے کہ نہ مشرق میں قبلہ ہے۔ نہ مغرب میں قبلہ ہے اسکی عظمت مجتہد بتائے گا کہ لفظ نہ دیکھو بلکہ اصل میں علت دیکھو اس میں علت ہے تعظیم قبلہ تو وہ مدینہ شریف میں تب ہوگی جب مغرب میں منہ کرو گے۔ اور پاکستان میں تب ہوگی جب تم مغرب میں منہ نہیں کرو گے۔

تو اس سے پتہ چلا کہ اس انداز میں احادیث کو سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر جا کر دین کی صبح کی روشنی نصیب ہوتی ہے۔

﴿ننگے سر رہنا غیر مقلدین کا شعار﴾

آج آپ دیکھتے ہیں کہ یہ نام نہاد روشن خیالی ہے۔ کہ ننگے سر رہنا اور پھر اسکی

Marfat.com

عادتیں ان لوگوں نے ڈالی ہیں۔ ہمارے اسلاف تو پگڑیوں کا اور ٹوپیوں کا اہتمام کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے نماز کے اندر بھی اتروا دیں۔ تو لوگوں نے کہا کہ جب نماز میں ضروری نہیں تو باہر کیسے ضروری ہوگا۔ آسانی کا کوئی بندہ بھی چہرہ دکھا دے تو دوسرے بندے اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ آسانی تو خود ایک مذہب ہے۔ اسمیں کسی کا کوئی کمال نہیں ہے وہ یہ کہے کہ میں نے فتویٰ دیا تھا کہ داڑھیاں منڈا دو تو لوگوں نے منڈا دی ہیں۔ وہ تو پہلے ہی منڈاتے ہیں۔ کوئی کہے کہ یہ میری کیسٹ ہے کہ داڑھی ایک مشت نہیں اتنی ہونی چاہیے تو لوگوں نے رکھ لی ہے۔ وہ تو لوگ پہلے ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ آسانی تلاش کرتے ہیں۔

وہابی اپنے امام کے فتوی کی زد میں

فتاویٰ ثنائیہ میں ان کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے۔ یہ بعض کا جو شیوہ ہے۔ کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کے ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اسکو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ۵۲۲/۱)

یعنی سر سے کپڑا اتار کے رکھنا اور اٹنشن ہو کر اکڑ کے نماز ادا کرنا بالکل غلط ہے۔ پھر آگے یہ کہا۔ "ایسے ہی برہنہ سر کو بلاوجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے" تو خلاف سنت بے وقوفی ہی ہوتی ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ میں یہ فتوی ثابت کر رہا ہے جو عام گلیوں بازاروں میں ننگے سر پھرنا بھی صحیح نہیں۔ نماز میں تو بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہیے۔

عوام بیچارے تو مجبور ہیں پس انہیں چاہیے تھا کہ ان کو مزید پابند کیا جاتا غیر

Marfat.com

مقلدیت نے اتنی فکری آوارہ گردی پیدا کر دی۔ آج لوگ نہ نماز کی پابندی سمجھتے ہیں۔ چھلانگ لگا کر یہاں اور چھلانگ لگا کر وہاں کبھی دائیں جمپ اور کبھی بائیں جمپ۔ کبھی نیچے خارش اور کبھی اوپر خارش۔

وہ نماز جس میں نماز پڑھتے ہوئے لگتا تھا کہ کوئی ستون کھڑا ہے۔ اب ستون نہیں بلکہ ہر وقت حرکت کرنے والا لگتا ہے کہ کبھی ادھر جا رہا ہے اور کبھی ادھر جا رہا ہے۔ یہ دین میں سوچیں کس نے پیدا کی ہیں۔ یہ غیر مقلدیت کا فتنہ ہے۔ انکے گھر میں بھی کل تک یہ بات تھی۔ اب اگر نہیں مانیں گے تو اسکو بھی نہیں مانیں گے۔ وہ کہیں گے کہ یہ ایک مولوی نے کہا ہے یہ کوئی حدیث تو نہیں ہے۔ حالانکہ وہ حدیث کی بات کر رہا ہے۔ اسواسطے کہ ان کا دین دس سال کے بعد بدل جاتا ہے نئے آجاتے ہیں پہلوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مبارک ہو حق پرستو! تمہیں آج بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کا نام آجائے سر تسلیم خم کر لیتے ہو یہ ہے حق اور حقانیت۔ اسواسطے تجھے عافیت ہے اور سلامتی ہے روز روز دین بدلنا نہیں پڑے گا۔ روز روز نئے ڈیڑھ اینٹ امام کے پیچھے چلنا نہیں پڑے گا۔ اُس امام کے پیچھے چلے ہو حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جس کے پیچھے چلتے ہیں۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جسکے پیچھے چلتے ہیں جنکی دربار رسالت سے قبولیت ہے۔ کبھی بھی اس ریل کو اپنے کانٹے بدلنے نہیں پڑیں گے۔

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

Marfat.com

غیر مقلدین کا تقلید کے بغیر گزارہ نہیں

آخری بات یہ ہے کہ تقلید اور رائے کے بغیر ان لوگوں کا گذارہ نہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ میں ثناء اللہ امرتسری سے ایک سوال پوچھا گیا

السوال: جو لوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

اسکا جواب وہی لکھا گیا جو ہمارا مذہب ہے۔ آج کے غیر مقلدین اس کو تسلیم نہیں کرتے وہ تو لکھنے کو شرک اور حرام کہتے ہیں۔ مگر یہ بدلنے والے لوگوں کی باتیں ہیں۔ ہماری باتیں بدلتی نہیں ہیں۔ شریعت کے تقاضوں کے مطابق جو صورتحال ہو وہی رہتی ہے۔

الجواب: ''تعویذ کا مضمون اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہو یعنی مشرکیہ نہ ہو تو بعض صلحاء بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۲/۶۸)

میرے موضوع کی بات یہ ہے۔ کہ یہ تعویذ گلے میں ڈالنا کیوں جائز ہے اس فتویٰ کے مفتی نے کیوں جائز کہا۔ اس پر کوئی آیت لکھی یا کوئی حدیث پیش کی اس پر کیا دلیل دی؟ دلیل یہ ہے جو ہمارے گھر کی ہے۔ جو ہماری فقہ کی ہے جو ہمارے عقیدے کی ہے۔

وہ جو میں نے صالحین کے اقوال پیش کیے دلیل وہ ہے۔ پوچھا کیوں جائز ہے؟ تو جواب دیا کہ بعض صلحاء نے جائز کہا ہے۔ آیت پڑھو صلحاء کا نام کیوں لیتے ہو۔ حدیث پیش کرو فقہاء کا نام کیون لیتے ہو۔ تمہارا تو دعویٰ ہے کہ کتاب وسنت، اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ اس سے پتہ چلا اس فکر کے بغیر گزارہ کسی کا بھی نہیں۔

مبارک ہو تم کو تم جو مانتے ہو اندر رکھتے ہو وہی ظاہر کرتے ہو وہی بتاتے ہو۔ کسی کے اندر کچھ باہر کچھ، ظاہر کچھ، باطن کچھ، فتویٰ کچھ عمل کچھ، لیکن اہل حق تم سب کچھ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہ شان اہلسنت وجماعت کو دی ہے۔

ادارہ صراط مستقیم کا مشن

ہمارا مقصد اندھیروں میں روشنی کرنا ہے۔ ہمارا کسی سے مربع پلاٹ کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ کوئی ذہن سے بات نکال دے ہمارے سینے میں صرف یہ ہے کہ چاند کی طرف منہ کر کے لوگ تھوکتے کیوں ہیں۔ ہمارے سینے میں یہ ہے کہ اندھیروں والے اس اندھیرے میں رہتے کیوں ہیں۔ اُن کے پاس روشنی ہونی چاہیے۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جہاں جہاں خزائیں ہیں وہاں خزائیں کیوں ہیں وہاں پر بھی بہار آنی چاہیے اسی تحریک کو ادارہ صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 8

ختم نبوت اور قادیانی کفر

Marfat.com

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ
هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار عالیشان میں ھدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے سولہویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''ختم نبوت اور قادیانی کفر''

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کے اساسی عقائد اور بنیادی معتقدات میں یہ بات شامل ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا ہے اور کسی لحاظ سے نبی کی کوئی قسم روا نہیں ہے۔ نہ ظلی، نہ بروزی، نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی کسی معنی میں بھی نبی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کو زمانے کے لحاظ سے آخری نبی بنایا ہے اور آپ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ آپ کے بعد جو شخص اعلان نبوت کرے گا وہ کذاب ہوگا اور جو اس کو مانے گا وہ بھی کذاب ہوگا، وہ مرتدین ہونگے ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

ختم نبوت کا بیان قرآن سے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی وصف کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ختم نبوت میں دین کی بقا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت آپ ﷺ کی منفرد شان وعظمت ہے اور ختم نبوت پر ہی ہمارے دین کی بقا کا مدار ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو پھر روزانہ یہ احتمال ہوتا کہ اگر کوئی نبی آجائے تو ہمارا دین منسوخ ہو جائے۔ ہماری کتاب منسوخ ہو جائے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں یہ کالعدم ہو جائے اور جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے شاید اس کو تبدیل کر دیا جائے لیکن ختم نبوت نے ہمارے لئے اس بات کو ہمیشہ کیلئے پکا کر دیا کہ جو کچھ مل چکا ہے اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کیلئے یقین ہمیشہ کیلئے پختہ ہو گیا۔ اور دین ہمیشہ کیلئے مستحکم ہو گیا اور انسانیت پر بہت بڑا احسان قرار پایا۔ کہ اب انسانوں کا وہ امتحان نہیں ہو گا جو پہلے ہوتا رہا۔ یعنی ایک نبی کے چلے جانے اور دوسرے کے آ

Marfat.com

جانے سے لوگوں کا امتحان ہوتا کہ اب ان کو اپنا نبی تسلیم کرو۔ تو جو انکو اپنا نبی مان لیتا تھا وہ کامیاب ہو جاتا اور جو انکار کر دیتا تھا اور پہلے ہی دین پر رہنے کی کوشش کرتا تھا تو وہ ناکام ہو جاتا تھا اور اس کو کذاب قرار دے دیا جاتا تھا۔

مگر یہ ہمارے آقا علیہ السلام کی ختم نبوت کا ہم پر کرم ہے کہ جب سے سرکار ﷺ تشریف لائے ہیں۔ نہ کوئی اور کلمہ آ سکتا ہے نہ ہی کسی اور کلمے کا کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہمیشہ کیلئے آ گیا ہے۔ لہٰذا انسانیت کو ایک بڑے امتحان سے نجات مل گئی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت ایک مہربانی ہے۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے انسانیت کو عطا فرما دی ہے۔ اسی واسطے ہم الوہیت و رسالت کا اقرار کلمے کی صورت میں کرتے ہیں۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

آئین میں مسلمان کی تعریف

مسلمان کی تعریف آئین میں یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آئین پاکستان میں قادیانیت کی نفی کرنے کیلئے اس قید کا اضافہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ یقین کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا جائے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محض نبی یا رسول نہیں سمجھتے بلکہ آپ کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں۔ آپ کو آخری رسول مانتے ہے۔

Marfat.com

آئین پاکستان میں جو مسلمان کی تعریف لکھی گئی تھی یہ سب کچھ قائد اہلسنت کی کوششوں سے ہوا ہے اس میں قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالی کا بھرپور کردار تھا۔

اس قادیانیت کے فتنے کے برپا ہو جانے کے بعد اس حقیقت کا اظہار ضروری تھا۔
اور پھر آئین میں یہ بھی لکھا گیا کہ پاکستان کے نہایت اہم مناصب پر ایسے عقیدہ والا انسان نہیں آسکے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتا ہو اور ختم نبوت پر اسکا یقین نہ ہو۔ اس سلسلے میں ختم نبوت کا کسی سے حلف لیا جائے یا ایمان کا اظہار کروایا جائے تو اس میں ختم نبوت کا تذکرہ موجود ہو اسی کا ذکر حدیث شریف میں بھی موجود ہے۔ مسلمان کی تعریف حقیقت میں حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔

مسلمان کی تعریف اور حدیث رسول ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کے والد حارثہ اور انکے خاندان کے کچھ لوگ مکہ شریف میں کعبۃ اللہ کے پاس آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی موجود تھے۔ تو حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے والد اور اپنے خاندان کے لوگوں کو پہچان لیا۔ لیکن ان کو اٹھ کر نہ ملے

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ

رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا۔

Marfat.com

مَنْ هٰؤُلَآءِ يَا زَيْدُ

اے زید یہ کون لوگ ہیں۔

فَقَالَ زَيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا اَبِيْ وَ هٰذَا عَمِّيْ وَ هٰذَا اَخِيْ وَهٰؤُلَآءِ عَشِيْرَتِيْ

تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک میرے ابا جی ہیں اور ایک میرے چچا جی ہیں اور ایک میرا بھائی ہے اور باقی میرے خاندان کے لوگ ہیں۔

اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ چکے تھے اور آپکے خاندان والے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ رہے تھے جو کہ انہیں مل گئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو اٹھ کر نہیں ملے۔

اِجْلَالًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال کی وجہ سے

کہ سرکار ﷺ کے پاس جب میں بیٹھا ہوں تو پھر باقی لوگوں کو ملنے کی ضرورت کیا تھی۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

قُمْ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ يَا زَيْدُ

اے زید اٹھو اور انہیں سلام کہو۔

یہ احکام ابتدائی زمانے کے تھے لیکن بعد میں غیر مسلم کو سلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے اجازت دی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ اٹھ کر چلے گئے اور وہ اپنے باپ چچا، بھائی اور رشتہ داروں سے ملے۔ جس وقت ملاقات ہو گئی تو

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ اے زید ہم تمہیں ڈھونڈ رہے تھے اور ہم تمہیں واپس لے جانے کیلئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

اِمْضِ مَعَنَا یَا زَیْدُ

اے زید اب ہمارے ساتھ چلو۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا انداز

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔

مَا اُرِیْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بَدَلاً وَ لَا غَیْرَہٗ

میں اپنے آقا علیہ السلام کو چھوڑ کے تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔

مَا اُرِیْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بَدَلاً

مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کسی اور کی شفقت کی ضرورت نہیں ہے۔

جو پیار میرے ساتھ میرے محبوب علیہ السلام کرتے ہیں ایسا پیار میرے ساتھ کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اس کے بدلے میں اور کوئی پیار لینا بھی نہیں چاہتا اور مجھے محبوب علیہ السلام کا فراق، جدائی اور دوری برداشت نہیں ہے۔ گھر جا کر مجھے وہ چین و سکون میسر نہیں ہو سکتا جو چین وسکون مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں حاصل ہے۔ اس لئے کہ

تم مل گئے تو دولت کونین مل گئی
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دہلیز پر نہایت ہی امن وسکون کے ساتھ

Marfat.com

زندگی بسر کر رہے تھے۔ لہٰذا اپنے والد، چچا، بھائی سے کہہ دیا کہ میں کبھی بھی سرکار علیہ السلام کو چھوڑ کے واپس نہیں جاؤں گا۔ اب وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

کہنے لگے۔

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ مُعْطُوكَ بِهٰذَا الْغُلَامِ دِيَّاتٌ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کے بدلے میں جتنے پیسے مانگو ہم سے مانگو ہم تمہیں دیں گے آپ اس کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔

کلمہ اسلام ہر شیء سے زیادہ قیمتی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم زید رضی اللہ عنہ کے پیسے نہیں لیں گے۔ ہم صرف ایک تقاضا کرتے ہیں۔

اَنْ تَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ خَاتَمُ اَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ

(المستدرک للحاکم باب ذکر مناقب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۲۵)

تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کے انبیاء و رسل کا خاتم ہوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پیسے نہیں لینا چاہتا میں صرف تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا آخری نبی ہوں۔

مومن کے لیے ایمان کا ماڈل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں پیدا ہونے والے حالات کے مطابق اپنی طرف سے جو ایمان کا ماڈل دیا کہ تم کب مومن بنو گے۔ جب تم اللہ کو

Marfat.com

وحدہ لاشریک مانو اور مجھے اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانو۔ اور بعد میں جو جھوٹے مدعیانِ نبوت آنے والے تھے اس کے لحاظ سے جو ضرورت تھی اس کے لحاظ سے یہ وضاحت کردی کہ میں اللہ کا آخری نبی ہوں۔

جس وقت کوئی فتنہ نہ ہو تو پھر بندہ کلمہ شریف پڑھتا ہے لیکن جس وقت فتنہ پیدا ہو چکا ہو تو پھر اس کے اظہار کی ضرورت پڑتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول اور آخری نبی ماننے والے ہیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نگاہ نبوت سے جو فتنے دیکھے تھے اس کے پیش نظر خود اپنی طرف سے اس موقع پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ورثاء سے بات کرتے ہوئے فرمایا۔

کہ تم گواہی دو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور میں اسکا آخری نبی ہوں۔

وَاِنِّیْ خَاتَمُ اَنْبِیَاءِہٖ وَرُسُلِہٖ

اور میں اللہ کے نبیوں کا بھی خاتم ہوں اور اس کے رسولوں کا بھی خاتم ہوں۔

یعنی (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کی مکمل وضاحت کردی کیونکہ رسول تب بنتا ہے جب پہلے نبی ہو تو آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب ہے کہ جس وقت آخری نبی میں ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو پھر رسول کیسے آ سکتا ہے۔ اس واسطے آپ نے فرمایا کہ تم گواہی دو کہ میں اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور آخری رسول ہوں میرے بعد نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی رسول آ سکتا ہے۔

Marfat.com

اکابرین اہلسنت کا روشن کردار

(قادیانی غیر مسلم)

ہمارے اکابر نے پاکستان میں تحریک چلائی تو 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں قادیانیت کے خلاف قرارداد پیش ہوئی اور دنیا کی یہ واحد پارلیمنٹ تھی کہ جس نے ختم نبوت کے مسئلہ پر اتنا بڑا اقدام کیا۔ اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے پاکستان کی پارلیمنٹ کو تاریخ میں وہ اعزاز ملا جو صرف ایک پارلیمنٹ کا حصہ ہے۔

اس کی اصل یہ حدیث شریف ہے اور مسلمان کی تعریف میں جو اضافہ کیا گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور آخری نبی ماننے والا ہوں۔

خاندان زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتیں

جس وقت رسول اکرم ﷺ نے زید کے والد کو دعوت اسلام دی تو زید رضی اللہ عنہ کے ابا جی حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ لیا۔

وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لینے آئے تھے خود بھی در رسول ﷺ کے اسیر بن گئے اور پھر یہ وہ خاندان ہے کہ بعد میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ سے اتنا پیار تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے کپڑے سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ صاف کرتے دیکھا۔ یعنی لوگ

Marfat.com

غلاموں کے بیٹوں سے پیار نہیں کرتے وہ زید رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم ﷺ کی غلامی میں آگئے ہیں ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھوٹی عمر میں لشکر کا قائد بھی بنادیا اور پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا ذکر جس وقت صحابہ کرام کرتے تھے تو کہتے تھے۔

اُسَامَةُ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(صحیح مسلم کتاب الحدود باب قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِیفِ وَغَیْرِہِ وَالنَّھْیِ عَنْ الشَّفَاعَةِ فِی الْحُدُودِ ج ۲ ص ۶۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اسامہ رضی اللہ عنہ

تو یہ عظمتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے ان کو ملی ہیں۔

کفر قادیانیت

قادیانیت کے کفر وارتداد پر قرآن مجید واحادیث سینکڑوں نصوص ودلیل ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک جھوٹے انسان کی تصدیق کی اور اس کو بحیثیت نبی تسلیم کیا۔ جس کی وجہ سے اگر وہ پہلے ایماندار تھے تو پھر وہ مرتدین میں شمار ہو گئے اور اگر وہ مومن نہیں تھے یہودی یا عیسائی سے قادیانی بنے تو پھر بھی وہ کفر میں رہے۔

قرآن مجید کی اتنی آیات کا حکم بالکل اٹل حقیقت ہے لہٰذا آج کوئی شخص قادیانیوں کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ جس کو شک ہو کہ ہوسکتا ہے وہ بھی مومن ہوں تو وہ خود اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ایک مومن تب مومن رہ سکتا ہے کہ کافروں کو کافر سمجھے اور مومنوں کو مومن مانے اور قادیانیوں کو اسلام سے خارج ماننا اسلام کی شرط ہے۔ یہ شرط جہاں پائی جائے گی وہاں پر دین موجود رہے گا۔

Marfat.com

اس مقام پر کچھ لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ قادیانی نے تو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، کوئی کہتے ہیں اس نے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا تھا، کوئی کہتے ہیں اس نے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا تھا، کوئی کہتے ہیں کہ اس نے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، یہ سارے خرافات ہیں ان کی وضاحت کرنا مقصود ہے۔

قادیانی نے بتدریج دعویٰ کیا۔

یعنی بتدریج اس نے اپنے آپ کو مصلح، ملہم، مجدد کا دعویٰ کیا اور پھر آخر میں اس نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ لہٰذا اس کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس کیلئے اس نے ایک پوری ٹیم رکھی ہوئی تھی اور دین میں تحریف کر کے پلاننگ اور سازش سے نبوت کا جھوٹا راستہ گھڑنے کی کوشش کی اور ختم نبوت کے معنی میں تبدیلی کی کوشش کرتا رہا اور اسے کچھ حواریوں کی حمایت حاصل تھی۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنے اوپر برطانیہ کی وحی نازل کراونے کی کوشش کی اور ایک جھوٹے نبی کے انداز میں سامنے آیا۔

﴿قادیانیوں کی شرارتوں سے پردہ اٹھتا ہے﴾

اس کی کتب سے چند حوالہ جات پیش کرتے ہوئے قادیانیت کی شرارتوں کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

(حقیقت الوحی) یہ مرزا قادیانی کی کتاب ہے۔

اس کی صفحہ نمبر ۲۷، ۲۸ پر اور ۹۶، ۹۷ پر لکھا ہے۔

اور احمدی کتاب جس کا نام ازالہ اوہام ہے اس کے علاوہ اخبار الفضل اور دیگر کتب میں لکھا ہے۔

Marfat.com

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ ''وہ خاتم الانبیاء ہے''

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ ہم بھی مانتے ہیں کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر اس کا معنی کیا ہے۔

قادیانی کے نزدیک ختم نبوت کا من گھڑت معنی

قادیانی کہتا ہے کہ ''وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کیلئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الھیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے''

(حقیقۃ الوحی ص ۲۷، ۲۸ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

یعنی اللہ سے کلام اور اللہ سے گفتگو کا دروازہ قیامت تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بند نہیں ہوگا اور خاتم النبیین کا مطلب قادیانی کے نزدیک یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں فیض کی مہر ہے۔ آپ کی طرف سے قیامت تک لوگوں کو فیض ملے گا اور فیض سے مراد کیا ہے؟ نبوت کا فیض،

قادیانی کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مہر نبوت ہے جس کو لگادیں وہ ہی نبی بن جاتا ہے۔ یہ سرکار علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کا معنی ہے۔

قادیانی کہنے لگا بجز اس کے کوئی نبی صاحب ختم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوات مل سکتی ہے۔

Marfat.com

امت مسلمہ کا عقیدہ

ہمارا مذہب یہ ہے کہ سرکار ﷺ کی مہربانی ہو جائے تو سرکار ﷺ کی غلامی بہت بڑا منصب ہے۔ سرکار ﷺ کی غلامی کی سند مل جائے اور سرکار ﷺ غلامی پر مہر لگا دیں کہ تم میرے غلام ہو تو یہ ایک امتی کی شان ہے۔

قادیانی کہتا ہے کہ وہ مہر والے نبی ہیں اور جس کو لگا دیں تو اس کو بھی نبی بنا دیتے ہیں۔

اس کے بعد لکھتا ہے۔

"ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کیلئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی سے ملے"

رسول اللہ ﷺ کا متبع رب کا محبوب

ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا پیروکار بنتا ہے آپ کا پکا امتی ہوتا ہے اور اللہ کا سچا بندہ ہوتا ہے یعنی آپ کی پیروی سے بڑا مرتبہ ملتا ہے کون سا؟

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

اے محبوب آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تم میری پیروی کرو رب تمہیں محبوب بنا لے گا۔

یہ قرآن میں پیروی کرنے کا صلہ ہے کہ جس وقت پیروی کریں گے تو پھر ملے گا کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنا محبوب بنا لے گا۔

قادیانی کا گمراہ کن عقیدہ

جبکہ یہ قادیانی کہتا تھا کہ جو ان کی پیروی کرے گا تو وہ ان کی پیروی کی وجہ سے

Marfat.com

نبی بن جائیگا۔ یعنی اس نے آپ کی پیروی کو نبوت کا ذریعہ بنالیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ایک شخص کیلئے ممکن ہے کہ وہ نبی بن جائے۔

پھر قادیانی کہتا ہے کہ

جو امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ یعنی جو سرکار علیہ السلام کا امتی نہیں ہے اس پر تو وحی نہیں آئے گی اور جو امتی ہے اس پر معاذ اللہ وحی آئے گی تو اس نے ہر امتی ہونے کو نبی ہونا قرار دیا۔ ہر امتی جو پیروکار ہوگا اس پر وحی کا دروازہ کھلے گا۔ تو معاذ اللہ اس نے اپنے نبی ہونے کا ہی اعلان نہیں کیا بلکہ اس نے تو کروڑوں لوگوں کے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔

یعنی خاتم الانبیاء کا معنی آخری نبی ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے مہر والا نبی۔ تو جس وقت آپکی مہر لگتی ہے تو پھر بندے پہ وحی آجاتی ہے اور نبوت مل جاتی ہے۔

یہ جھوٹا انسان قرآن مجید سے اپنا جھوٹ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے خاتم الانبیاء کا مطلب بیان کیا۔

قادیانی کہتا ہے ''لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپکی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پاسکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہوسکتا ہے''

تو یہ بگڑا ہوا عقیدہ تھا جو اس نے بیان کیا۔

﴿قادیانی کی دین سے غداری﴾

تو یہ اس شخص کی مکاری اور دین کے ساتھ غداری تھی۔ اس نے یہ ظاہر کر کے میں ختم نبوت کا خود حامی ہوں یہ کہہ کر اس نے (معاذ اللہ) ختم نبوت کے کارواں کو لوٹنا چاہا۔

Marfat.com

قادیانی کہتا ہے کہ
نبوت آنحضرت پر ختم ہوگئی مگر ظلی نبوت (جس کے معنی ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا ہے) قیامت تک باقی ہے۔ معاذ اللہ
قادیانی کہتا ہے
قرآن مجید میں جو خاتم النبیین آیا ہے یہ مستقل نبوت کا اختتام تھا۔ مستقل نبوت ختم ہوگئی مگر ظلی نبوت باقی ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہارے نبی بنانا یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔ یعنی قادیانی جھوٹا اپنے لئے تو جھوٹی نبوت ثابت کر ہی رہا تھا اور ساتھ قیامت تک کیلئے نبوت کا دروازہ بھی کھول رہا تھا۔
تو قادیانی نے نبوت کی دو قسمیں بنا دیں ایک مستقل نبوت اور دوسری ظلی نبوت اس کے بقول قرآن میں جس نبوت کا ذکر ہے وہ مستقل نبوت کا ذکر ہے۔ مگر ظل یعنی آپ کا سایہ آپ کے ذریعے سے وحی پانے والا اور فیض محمدی سے وحی پانا قیامت تک باقی رہے گا۔

قادیانی اور تحذیر الناس

میں نے قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی سے ایک اقتباس پیش کیا کہ اس نے کس طرح خاتم النبیین کے معنی میں خیانت کی۔
مگر سوچنے کی بات ہے کہ اس خیانت کا دروازہ کس نے کھولا؟
قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس میں ہے۔
سو (۲) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا

Marfat.com

زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر (۳) اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس ص ۳ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سہارنپور)

حاشیہ میں کہتا ہے کہ

(۲) یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری ہیں یعنی یہ عوام کا خیال ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کما حقہ کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔

(۳) عوام کے اس خیال کے مطابق یعنی محض تقدم وتاخر زمانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بالذات کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے حالانکہ منطوق قرآن بیان فضیلت کامل کے لیے ہے۔ لہذا خاتم النبیین کے ایسے معنی لینے چاہییں کہ جس سے پوری طور پر کامل ومکمل فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو۔

(حاشیہ تحذیر الناس ص ۳ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سہارنپور)

پھر کہتا ہے کہ

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۲۵ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سہارنپور)

یعنی اگر کوئی شخص آج یہ اعلان کردے کہ میں نبی ہوں مگر میں اصلی نبی نہیں ہوں تو پھر خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اور کہا خاتم بمعنی آخری نبی نہیں ہے بلکہ خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت ہے۔

یہ بات کرکے اور قسمیں بنا کے قادیانیت کیلئے دروازہ کھولا گیا۔

Marfat.com

تو پھر قادیانی نے یہی کیا اور اس نے ختم نبوت کی یہی قسمیں بتائیں کہ جو مستقل نبوت تھی وہ ختم ہوگئی اور میری نبوت ذاتی نہیں ہے بلکہ ظلی ہے۔

میری نبوت ان کے تابع ہے

میری نبوت ان کے سہارے ہے

میری نبوت انکی پیروی سے ہے

اور ان کے فیض سے مجھ پر وحی آتی ہے

لہٰذا نبوت کا دروازہ کھولنے والے بھی مجرم ہیں اور جو اس دروازے کے اندر آ گیا وہ بھی مجرم ہے اور پھر ان دونوں عبارتوں کو ملا کے دیکھنا چاہیے کہ تحذیر الناس اور حقیقت الوحی کی آپس میں مطابقت کتنی ہے۔

تو سب سے پہلے جس نے بگاڑ پیدا کیا وہ قاسم نانوتوی ہے۔ جس خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہا۔

حالانکہ اس امت کا اتفاق ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر آج کے مومن تک کہ رسول اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور جو یہ کہے کہ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہونا کوئی فضیلت نہیں اسے اپنی عقل کا علاج کرانا چاہیے۔ آخری نبی ہونا ہی تو بہت بڑی فضیلت ہے۔

آخری نبی ہونا کتنی بڑی شان

اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام آتے رہے مگر نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے حصے کا پڑھایا اور وہ چلے گئے پھر نئے آ گئے۔ انہوں نے اپنے حصے کا پڑھایا

Marfat.com

وہ چلے گئے جو بھی نبی آیا وہ یہ اعلان نہ کر سکا کہ انسانیت کو جو چاہیے میں دے کے جا رہا ہوں۔ بلکہ وہ تو اعلان کرتے رہے۔

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

(پارہ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۶)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے

تو اس انداز میں پہلے جتنے بھی آئے عظیم تھے اپنا کام انہوں نے پورا کیا۔ مگر یہ اعلان نہ کر سکے کہ جو کچھ قیامت تک چاہیے میں وہ دے کے جا رہا ہوں۔ یہ فضیلت آخری نبی کے حصے میں آئی۔ ختم نبوت اتنی بڑی شان ہے کہ جس پھول کے بعد اور کسی پھول کی گنجائش ہی باقی نہ رہے جس آفتاب کے بعد کسی آفتاب کی گنجائش ہی باقی نہ رہے جس چاند کے چمک جانے کے بعد پھر کسی دیئے کی ضرورت ہی نہ پڑے اس واسطے بریلی کے تاجدار امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا۔

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

پہلے صحن چمن میں پھول کھلنے کی جگہ بچی ہوئی تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا پھول نہیں تھا جس نے سارا صحن بھر دیا ہو۔ اپنی اپنی جگہ کھلتے رہے خوشبو دیتے رہے۔ مگر صحن چمن میں جگہ بچی رہی اور بارہ ربیع الاول کی فجر کو آخری پھول کھلا تو ہمیشہ کیلئے جگہ پر ہو گئی۔ کسی کے کھلنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ اب اگر کوئی آئے گا تو وہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کا کانٹا تو ہو سکتا ہے لیکن گلشن نبوت کا گلاب نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

نبی آخر الزماں ﷺ کا ہر شیء کو انتظار

تو یہ شان آخری نبی ہونے کی ہے، آخری نبی وہ ہیں
کہ جن کے بعد نہ کسی کی ضرورت ہے نہ کسی کی حاجت ہے
نہ کسی کو کوئی تکتا ہے نہ کسی کا کوئی انتظار کرتا ہے
یہ وہ ذات تھی
جس کا انتظار رات نے بھی کیا، دن نے بھی کیا،
جس کا انتظار زمین نے بھی کیا، آسمان نے بھی کیا،
جس کا انتظار حور نے بھی کیا، غلمان نے بھی کیا،
جس کا انتظار شمس و قمر نے بھی کیا، شام و سحر نے بھی کیا،
جس کا انتظار برگ و شجر نے بھی کیا، فضا کے جگنو نے بھی کیا،
سمندر کی مچھلی نے بھی کیا، صحرا کے مور نے بھی کیا،
عرش کے میناروں نے بھی کیا، دنیا کی بہاروں نے بھی کیا،

لہٰذا یہ ذات تھی جن کا انتظار ہو رہا تھا۔ بارہویں کی شب نے اس ذات کے سارے انتظار ختم کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنایا۔ آخری کا معنی زمانے کے لحاظ سے آخری ہے یعنی جب آپ آ گئے تو اب نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

کسی کو اب نبی نہیں بنایا جا سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر آپ ﷺ کے ہی دین کو آگے بڑھائیں گے۔ وہ

Marfat.com

بحثیت نبی نہیں آئیں گے، تو ہمیشہ کیلئے رب ذوالجلال نے رسول اکرم ﷺ کو بھیج کر نبوت کا دروازہ بند فرمادیا۔

ہمارے اسلاف نے ختم نبوت کا کتنا خوبصورت معنی کیا۔

لیکن قادیانی کہتا تھا کہ ختم نبوت کا معنی ہے (مہر والے نبی) یعنی جس پہ نبوت کی مہر لگائیں وہ نبی بن جائے یہ دین کے اندر غلو ہے۔

لیکن حق پرستو تمہیں مبارک ہو۔ ہم نے غلو کا مقابلہ کیا اور ہم نے تنقیص کا بھی مقابلہ کیا۔ جس نے نقص اور عیب کی بات کی اس کا بھی منہ بند کیا اور جس نے غلو کیا اس کا بھی منہ بند کیا

ہم نے کہا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ بہت افضل ہیں، بہت اعلیٰ ہیں، بہت بڑی شان کے مالک ہیں۔ ہم قیامت تک سوچیں پھر بھی طائر فکر ان کی بلندی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ قیامت تک لکھیں پھر بھی شان کا حق ادا نہیں ہوگا۔ قیامت تک لکھتے جائیں سمندروں کی سیاہیاں ختم ہو جائیں۔ ان کی فضیلتوں کے باب ختم نہیں ہوں گے مگر وہ ایسے نہیں ہیں کہ مہر لگائیں اور نبی بنا دیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کی خلاف ورزی کرنیوالے نہیں ہیں وہ ایسے محبوب ﷺ ہیں جن کو رب نے آخری نبی بنادیا ہے۔

اکابرین اہلسنت کے نزدیک ختم نبوت کا معنی

ہمارے اسلاف نے اس کا معنی کتنا خوبصورت کیا۔

خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے یہ اتفاقی معنی ہے، اجماعی معنی ہے اور ساری امت کے نزدیک یہی معنی ہے اس معنی کے اندر آخری دور میں یہاں تحذیر الناس

Marfat.com

میں تبدیلی کی گئی اور پھر یہ حقیقت الوحی اور اس کی عبارات کے اندر یہ تبدیلی کی گئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کا عشق اور ختم نبوت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی (اشعة اللمعات) میں ارشاد فرماتے ہیں۔

خاتم کا معنی ہے (مَا يُخْتَمُ بِهِ) جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے۔اس کا معنی کیا بنے گا۔

گفته اند و معنی خاتم النبین آنست که رب العزت نبوت همه انبیاء را جمع کرد در دل مصطفی صلی الله علیه و آله وسلم را معدن او کرد تا هیچ دشمن بموضع نبوت رانیافت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت میرے نبی علیہ السلام کے سینے میں رکھ کر اوپر سے مہر لگا دی۔

رب العزت نبوت همه انبیاء را جمع کرد در دل مصطفی صلی الله علیه و آله وسلم را معدن او کرد

سب کی نبوت کیلئے سرکار ﷺ کے دل کو معدن بنایا۔تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت تو سرکار ﷺ کے سینے میں رکھ کر اوپر سے مہر لگا دی۔

مہر کا ایک معنی سیل بند کرنا۔تو یہ وہ مہر ہے جو سیل بند کرنے والی ہے۔جس وقت سرکار ﷺ کی مہر لگ گئی تو نبوت سیل بند ہو گئی۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرمارہے ہیں اور یہ سب کا اجماعی عقیدہ ہے۔کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو سرکار علیہ السلام کے دل میں رکھ کر اوپر سے رب نے سیل کر دیا ہے۔

Marfat.com

اس کی وجہ کیا تھی۔

تاہیچ دشمن بموضع نبوت را نیافت

تا کہ نبوت کے خزانے کو کوئی لوٹ نہ سکے۔کوئی چوری نہ کر سکے۔

نبوت کو کوئی لوٹ نہ سکے "نہ ہوائے نفس اور نہ وسوسہ شیطان" نہ تو وہاں پر نفس کی خواہش پہنچے اور نہ وہاں تک شیطان کا وسوسہ پہنچے۔

نبوت وہاں رکھو جہاں شیطان کا بس نہیں چلتا۔نبوت وہاں رکھو جہاں وسوسہ نہیں چلتا۔تو وہ میرے محبوب علیہ السلام کا دل ہے۔ جو سب سے محفوظ مقام ہے۔نہ شیطان کی رسائی ہے۔ نہ وسوسہ کی رسائی ہے۔تو رب ذوالجلال نے ساری نبوتیں وہاں اکٹھی کر کے اوپر سے مہر لگا کے سیل بند کر دیا

اور فرمایا کہ ہم نے نبوت کو محبوب کے سینے میں محفوظ کر دیا ہے

قادیانی کے شر کا جو سلسلہ ہے اس کا دوسرا بیان اسی کتاب اور اس کے حاشیہ میں اس طرح لکھا ہے۔

خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہربانی نے کتنا بڑا کام کیا۔اس کا معنی یہ ہے کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آ گیا کہ جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے۔اور خدا کی مُہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا۔کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی ہے۔معاذ اللہ

(حقیقۃ الوحی ص ۹۶ طبع احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

قادیانی کی گمراہی میں تدریجاً ترقی

یہ ہے وہ ترقی کہ مجدد کا لفظ بھی اپنے بارے میں استعمال کیا ملہم کا لفظ بھی استعمال کیا پھر ظلی کا لفظ بھی استعمال کیا اب چلتے چلتے نبی کا لفظ بھی استعمال کر دیا۔

Marfat.com

حقیقت الوحی میں لکھتا ہے کہ

آپ کے امتی میں دو شانیں ہیں۔ معاذ اللہ وہ ایک لحاظ سے امتی ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ نبی ہے۔

اس طرح کا مخنث جس کو قادیانی نے خود نامزد کر دیا کہتا ہے کہ ایک لحاظ سے امتی ہوں اور ایک لحاظ سے نبی ہوں۔

یہ راہیں اس قادیانی نے اختراع کیں کہ لوگ کچھ برداشت کرتے جائیں کبھی کہوں گا مجدد ہوں تو برداشت کر لیں گے اور مصلح کہوں گا تو برداشت کر لیں گے۔ پھر جا کر کہہ دوں گا کہ میں نبی ہوں۔ پھر اس نے بالآخر اپنے آپ کو نبی کہہ بھی دیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی نسبت اس انداز میں اٹیچ کر رہا ہے اور جواز یہ پیش کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فیلنگ ہے۔ اب اس وقت زمانہ بڑا فاسد ہو چکا ہے تو ایک مصلح کی ضرورت ہے تو وہ مصلح میں ہوں۔

من وجہ امتی ہوں اور من وجہ ''معاذ اللہ'' نبی بن کے آ گیا ہوں۔

لہٰذا کوئی شخص اس پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہو۔ اگر قادیانی کہیں کہ ہمارے نے تو نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا وہ تو مجدد اور مصلح تھا۔ تم نے نبوت کا دعویٰ خواہ مخواہ اس کے گلے میں ڈال دیا۔ تو یہ حقیقت الوحی اس کی کتاب ہے جس سے یہ عبارت میں پیش کر رہا ہوں۔

اس نے باقاعدہ نبوت کا لفظ نبی بول کر یہ اعلان کر دیا کہ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا تو میں امتی ہوں۔ مگر بعد والوں کیلئے مجھے نبی بنا دیا گیا ہے۔ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ ''معاذ اللہ''

Marfat.com

''احمد کتاب'' جس کا مرتب میاں محمد سعید ہے۔ اس نے اس کتاب میں یہ لکھا کہ مجدد دین صرف تجدید دین کا کام کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے علاوہ تجدید دین کے تکمیل دین بھی کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام سے بھی بڑھا کے نبی بنا دیا۔ کہ پہلے تو مجدد بنایا اور پھر یہ کہا کہ ہمارا مرزا صرف مجدد نہیں ہے۔

مجدد کا معنی و مفہوم

مجدد کا معنی یہ ہے کہ جو دین کی تجدید کرے۔ تجدید کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نیا دین بنائیں جبکہ تجدید کا معنی یہ ہے کہ دین سے وہ باتیں جنکی ملاوٹ کی گئی ہے ان کو دور کر کے اصلی دین پیش کیا جائے یہ مجدد ہوتا ہے۔

لیکن قادیانی کا حواری کہتا ہے کہ ہم نے قادیانی کو محض مجدد نہیں مانا۔ مرزا قادیانی نے صرف تجدید دین نہیں کی بلکہ تکمیل دین بھی کی ہے۔ استغفر اللہ۔

میرے محبوب علیہ السلام تو دین مکمل کر کے گئے تھے یہ پیچھے سے کون مکمل کرنے آیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (پارہ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا

یہ ہمارے آقا علیہ السلام کا امتیاز ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی پر یہ آیت نہیں اتری اور انہیں یہ نہیں کہا گیا کہ تم کہہ دو کہ آج ہم نے دین کو مکمل کردیا۔ اور آج ہم نے نعمت کی انتہا کر دی۔

بڑا نبی ہونے کا دعویٰ

سرکار ﷺ کہیں اور قرآن کہے کہ ہم نے دین کو مکمل کر دیا۔

یہ کہیں کہ قادیانی مکمل کرنے آیا ہے۔ تو معاذ اللہ اس قادیانی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس کا اقرار کرلیا۔

جبکہ مطلقاً نبوت کا اعلان جس کیلئے پہلے جواز ثابت کیا پھر آہستہ آہستہ الہام، ظل، تجدید، اصلاح اور پھر من وجہ نبی بننے کا دعویٰ کر دیا اور پھر معاذ اللہ نبیوں کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا مرتبہ لینے کی کوشش کی گئی۔ تو یہ سارا سلسلہ گمراہی کا سلسلہ ہے، کفر کا سلسلہ ہے۔

یہ تمام کا تمام A تو Z قادیانیت کا انداز ہے۔ سب کا سب ناری اور جہنمی انداز ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی تشریعی نبی ہے، نہ غیر تشریعی ہے، نہ کوئی ظلی ہے، نہ کوئی اصلی ہے، نہ کوئی حقیقی ہے اور نہ کوئی غیر حقیقی ہے۔ کسی لحاظ سے کوئی نبی نبوت کا اعلان نہیں کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخری نبوت رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمادی۔ جس کے ساتھ ہی ہمیشہ کیلئے نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

مسیح موعود کا لقب چھیننے کی کوشش

اخبار فضل قادیان جلد نمبر ۲۹، ص: ۱۲۲، (۳۰) تیس مئی ۱۹۴۱ء میں جو

Marfat.com

خرافات ہیں وہ یہ ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قادیان کے مقام کو جو عزت و رفعت بخشی ہے۔ وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ یعنی مسیح موعود کی وجہ سے قادیان کی زمین کو عزت بخشی ہے (معاذ اللہ)

اس لعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب ''مسیح موعود'' کو چھیننے کی کوشش کی اور اس نے باقاعدہ اپنی نظموں میں یہ شعر لکھے اپنی کتاب ''درثمین'' میں وہ لکھتا ہے۔

باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا ہے

میرا بستان کلام احمد ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(درثمین ص:۵۲)

﴿قادیانی کی کتابیں کفریات کا مجموعہ﴾

اس نے جو اپنی کتابوں میں کفریات ذکر کی ہیں ان سب کا ذکر مقصود نہیں ہے جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں اور انبیاء و رسل کو گالیاں دیں۔

صدیق و شہید کو گالیاں دیں، ہر امت کو گالیاں دیں ہیں۔ اس کی ساری کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

ہماری بحث اس میں ختم نبوت کے لحاظ سے ہے۔ اس کی تحقیق کے لحاظ سے ہے جو اس نے خرابیاں کی ہیں۔ وہ تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ان اشعار میں اس نے واضح کر دیا کہ

مسیح موعود کا لفظ ہر جگہ پر اپنے بارے میں بولتا ہے۔ تو پھر اس واسطے قادیانی

Marfat.com

اخبار نے لکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قادیان کے مقام کو جو عزت و رفعت بخشی ہے۔ وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ وہ مبارک اور مقدس بستی ہے۔ خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے اور اسے اس زمانے کے رسول کا تخت گاہ قرار دیا ہے۔

قادیانی کے بارے میں (الفضل) نے یہ لکھا ہے۔

"اس زمانے کی نبوت کا تخت قادیان میں ہے" (معاذ اللہ)

یہ وہ لفظ ہیں جس سے رسول اکرم ﷺ کے امتی کا سینہ چھلنی ہوتا ہے۔ مدینہ شریف کے ہوتے ہوئے اور کہاں نبوت کا تخت ہو سکتا ہے۔

سید عالم ﷺ جو مدینہ شریف میں جلوہ گر ہیں اور جس جگہ پر موجود ہیں اور جو آپ کی قبر مبارک کی خاک ہے۔ جس کے بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ وہ مٹی جو بدن پاک کو لگی عرش سے بھی افضل ہو گئی۔ اس مدینہ کی عظمت کے ہوتے ہوئے کسی قادیان کا یوں ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ اب وہ نبوت کے تخت کی جگہ ہے یہ ساری رسول اکرم ﷺ کی گستاخیاں ہیں۔ اور ایک امتی کیسے یہ برداشت کر سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے آپ کی حیثیت کے خلاف باتیں کی جائیں۔

دور حاضر میں ایمان کا تقاضا

یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ ایسے گستاخوں اور ایسے خنزیروں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھیں۔ نہ ان کیساتھ مشترکہ کاروبار ہو اور نہ ان کے ساتھ لین دین ہو نہ ان کے ساتھ کوئی دعا و سلام ہو اور نہ رشتہ داری ہو۔ نہ ان کے ساتھ کھانا پینا ہو۔ اس واسطے کہ جس وقت تم قادیانی سے ملو گے تو رسول اکرم ﷺ کو روضہ پاک میں تکلیف ہو گی۔

Marfat.com

کہ میری نبوت کے خلاف سازشیں کرنے والے اور میری نبوت کے خلاف جن لوگوں نے محاذ آرائی کی ہے اور جھوٹے دعوے کیے ہیں۔ میرا امتی ان سے جا کر ملتا ہے۔ میرا امتی ان سے باتیں کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو ایک بار بھی جس نے دکھ پہنچایا تو اس پر عرش والے کا غضب آ سکتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اذیت قرار دیا ہے۔ حالانکہ رب کو تو کوئی تکلیف دے ہی نہیں سکتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

تو اذیت کے یہ طریقے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو مومن سمجھنا یا ان کے بارے میں نرم رویہ رکھنا۔ یا وہ جو ختم نبوت کے منکرین ہیں۔ ان کے ساتھ مل بیٹھ کر محبتوں کا اظہار کرنا یا کسی ملک کا ویزہ لینے کیلئے اپنے آپ کو قادیانی شو کرنا یہ ساری چیزیں بندے کو سرکار ﷺ کی امت سے خارج کر دیتی ہیں اس واسطے بڑی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

یہ قادیانی اور ختم نبوت کے منکر ہیں، دین کے بھی دشمن ہیں اور پاکستان کے بھی دشمن ہیں اور جنہوں نے باقاعدہ نقشے منظور کروا رکھے ہیں کہ یہ شکر گڑھ اور انڈیا کا علاقہ ملا کر اسرائیل جیسی ریاست بنائیں گے۔

Marfat.com

یہ نہ تو ملک کے مخلص، نہ ملت کے مخلص ہیں، نہ دین کے مخلص اور نہ دنیا کے مخلص ہیں یہ قادیانی ناسور ایک ایسا فتنہ ہے کہ جس کیلئے ہمیں ہر وقت بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

ان دھماکوں کے پیچھے ان کا ہاتھ ہونا بعید نہیں اور یہ مختلف طریقوں سے امت میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو لڑانے کے کئی ضوابط ان لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

اس واسطے ہمیں اپنا فرض ادا کرتے وقت قادیانیت کے خلاف ہر محاذ پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

﴿مسیلمہ کذاب کی سرکوبی﴾

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کی تو وہ جنگ ختم نبوت کا پہلا محاذ تھا۔ اور اسی جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب کے خلاف ہوئی اس کے شہداء اگر جمع کیے جائیں تو رسول اکرم ﷺ کے غزوات کی مجموعی تعداد سے زیادہ تعداد بنتی ہے۔ بدر، احد، خندق، حنین سارے غزوات کے شہداء اکٹھے کر لو سب میں اتنے صحابہ کرام شہید نہیں ہوئے جتنے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ہیں۔

تو جنگ یمامہ ختم نبوت والی جنگ تھی۔ چالیس ہزار مسیلمہ کذاب کے حواری تھے۔ اور ادھر رسول اکرم ﷺ کے غلام تھے اور انہوں نے جنگ لڑی ہے اور اس انداز میں کہ بالآخر اس جھوٹے کا سر اتارا ہے اور اس کے حواریوں کے سر اتارے ہیں۔ اور پھر یہ بتایا ہے کہ کل ہی نہیں آج بھی سینوں میں عشق مصطفی ﷺ موجود ہے۔

Marfat.com

ردقادنیت اور اہلسنت

اس کے بعد کچھ لوگوں نے ختم نبوت کے دو معنی کر کے اصل اور غیر اصلی سے دروازے کھولے اور دوسری طرف ہمارے اسلاف تھے۔

حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی

ان میں سب سے پہلے نمبر پر حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی جنہوں نے متعدد کتابیں اس وقت مرزا کے رد میں لکھیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالی

اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالی گولڑہ شریف والے جنہوں نے مسلسل تصانیف لکھیں اور مرزے کا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا اور اس کو میدان مناظرہ اور اس کے علاوہ ہر لحاظ سے شکست فاش سے دوچار کیا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالی

اور پھر جس وقت تحریک ختم نبوت کا سلسلہ چلتا رہا تو جس شخص نے موت کے پھندے کو چوما اور اپنا کردار پھر بھی ادا کیا وہ مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالی ہیں جو تحریک ختم نبوت میں ان کو سزائے موت ہوئی اور پھر اللہ تعالی نے ان کو بچالیا۔

علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالی

اور پھر اس پوری تحریک میں ایک نمایاں کردار علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالی کا بھی ہے۔ جنہوں نے ہزار ہا میل کا پارلیمنٹ کے باہر سفر کیا اور پھر پارلیمنٹ کے اندر ان لوگوں سے یہ کام کروایا جن کا بظاہر دین سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ایک لبرل سوچ رکھنے والے وزیر اعظم سے کام وہ کروایا جو مفتیوں کی شوریٰ کا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ پارلیمنٹ سے فتویٰ والا کام لے لیا۔

جس وقت بھٹو صاحب نے کہا تھا کہ ''نورانی'' کسی کو کافر کہنا یا مومن کہنا یہ مدرسے کی بات ہے مسجد کی بات ہے جبکہ یہ تو پارلیمنٹ ہے یہ بین الاقوامی ادارہ ہے۔ اس پر پھر بحث ہوگی کہ ایک ملک کی پارلیمنٹ دین کے بارے میں ایسا کام کر رہی ہے۔

تو امام شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھٹو یہ ٹھیک ہے اور یہ تم سمجھتے ہو کہ کام دین کا ہے اور تم عیسائیوں کے ووٹ لے کر بھی وزیراعظم بنے ہو اور تم مرزائیوں کے ووٹ لے کر بھی آئے ہو مگر تم مجھے ایک بات کا جواب دو۔

اگر آج کوئی شخص یہ کہے کہ اس ملک کا وزیراعظم میں ہوں تو تم اس کو کیا کہو گے۔ میں تم سے حدیث یا آیت کے متعلق نہیں پوچھتا مجھے تم اس بات کا جواب دو۔

اگر کوئی شخص تمہاری کرسی وزارت پہ بیٹھے ہوئے یہ کہتا ہو کہ پاکستان کا وزیراعظم میں ہوں تو تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہوگی تو ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ میری رائے صرف یہ ہوگی کہ میں کہوں گا دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ بندہ پاگل ہے یا وہ میرا غدار ہے اور باغی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

میری وزارت کے ہوتے ہوئے اپنی وزارت عظمیٰ کا اعلان کرے یا تو وہ پاگل ہے یا وہ باغی ہے تو مولانا نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بھٹو تیری کرسی چھوٹی سی ہے اور میرے محبوب کی کرسی مقام محمود والی ہے۔

اگر تیری چھوٹی سی کرسی کے مقابلے میں کوئی کرسی رکھ لے اور کہے کہ میں وزیراعظم ہوں تو اس وقت تو یہ فتویٰ دیتا ہے کہ وہ پاگل ہے یا باغی ہے۔

تو میرے رب نے جو کرسی میرے نبی علیہ السلام کو دی ہے اس کے مقابلے میں قادیانی کرسی رکھے تو میں کہوں گا بھٹو بول یہ باغی ہے یا پاگل ہے۔

Marfat.com

اس طرح عقلی طور پر ایسے شخص کو قائل کر لیا اور اس کو مجبوراً کہنا پڑا کہ ٹھیک ہے جب میں اپنے بارے میں یہ کہتا ہوں تو میں اس قادیانی کے بارے میں کہوں گا کہ وہ یا تو پاگل ہے یا باغی ہے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا تاریخ ساز دن

تو حضرت امام شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی تو ہم نے تم سے کہلوانا تھا اور یہی فتویٰ ہے۔ اس پر دستخط کرتے ہیں۔ اور پھر وہ سردار بلوچ جو کہتے تھے کہ دین ہم نے سونگھا ہوا ہے ویسے ہمیں پتہ کوئی نہیں۔

حضرت امام شاہ احمد نورانی علیہ الرحمتہ نے ان سے بھی فتویٰ لیا انہیں بھی قائل کیا۔

ساری رات یحییٰ بختیار جیسے لوگوں کو قائل کر کے بالآخر سات ستمبر 1974ء کا وہ دن آیا جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے تاریخی فیصلہ صادر کر کے پوری دنیا پر پاکستان کا نام روشن کر دیا۔

لیکن اس کے باوجود بھی ان لوگوں کی سازشیں بدستور جاری ہیں ہر جگہ گھس کر شرارتیں کر رہے ہیں اس واسطے ہمیں حساس رہنے کی ضرورت ہے ایک یہ دین ہمارا ہے، شعبہ ہمارا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے ہم پر قرض ہے۔ اور پھر ہمارے اسلاف کی اتنی کاوشیں ہیں تو اس میں ہمیں بھرپور کردار ادا کرتے رہنے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی غدار یا باغی ہمارے محبوب علیہ السلام کی گستاخی نہ کر پائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا جھنڈا گھر گھر میں ہر طرف لہرا دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ختم نبوت کا مبلغ بنائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
9

شہداء زندہ ہیں

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عَلٰی اَفۡضَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ

وَ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ

بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَ صَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّہِمِ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور اس کی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے

"شہداء زندہ ہیں"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے قرب کے جو مقامات عطا کیے ہیں۔ ان مقامات میں سے ایک بہت بڑا مقام (مقام شہادت) ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مقام اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اس سے بڑا مقام شہادت کا مرتبہ کیا ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے

لَوَدِدْتُ اَنِّی اُقْتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ

مجھے یہ بات بڑی پسند ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جاؤں۔

ثُمَّ اُحْیَا

Marfat.com

پھر مجھے دنیاوی زندگی دے دی جائے۔

ثُمَّ أُقْتَل

پھر مجھے شہید کردیا جائے۔

ثُمَّ أُحْيَا

پھر مجھے زندہ کیا جائے۔

ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ

(صحيح بخاری كتاب الجهاد و السير باب تمنی الشهادة)

پھر مجھے شہید کردیا جائے پھر مجھے دنیاوی زندگی دی جائے اور پھر راہ حق میں مجھے شہید کردیا جائے۔

چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے راہ حق میں شہادت کی تمنا فرما کے قیامت تک کیلئے اپنے عاشقوں کو شہادت کا گرویدہ بنادیا۔

شہداء کی زندگی شعور سے بالاتر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ

جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کئے جائیں انکو تم مردہ نہ کہو۔

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴)

بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔

Marfat.com

یعنی ان کی زندگی تمہارے شعور میں نہیں آسکتی ہے۔ تمہارے شعور سے بلند و بالا ہے۔ ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتا ہے شعور۔ علم انسان میں ہوتا ہے اور شعور حیوانوں میں بھی ہوتا ہے یعنی شعور کا مطلب ہے محسوس کرنا۔ بھینس میں علم تو نہیں آتا لیکن شعور اس میں بھی آتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ شہداء کی زندگی کا علم آنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ تمہیں اس کا شعور تک بھی نہیں ہوسکتا۔ اور تمہارے شعور کے ترازو پہ اس کو تولا نہیں جا سکتا۔ لیکن جس کی سمجھ تمہیں نہ آئے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

بلکہ اسے ماننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام پر مرنے والوں کو ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائی ہے۔ یہاں پر تو شہداء کے مردہ ہونے کے بارے میں قول کرنے سے منع کیا گیا۔

شہداء کو مردہ گمان بھی نہ کرو

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

وہ لوگ جن کو اللہ کے راستے میں شہید کیا گیا ان کو مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات میں شہداء کی عظمت کو اجاگر کیا گیا اور بعد از شہادت ان کی زندگی کا تذکرہ فرمایا۔ ایک انسان جس کے پاس جان کی دولت تھی راہ حق میں دین کی سربلندی کیلئے اس نے وہ تحفہ رب کے دربار میں پیش کیا اور کوئی احسان کرتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ

Marfat.com

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
کہ تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

کہ رب نے میری جان کو قبول کیا ہے۔ مجھے پسند کر لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو نواز تا ہے۔

شہید کہنے کی وجوہات

ویسے تو قرآن مجید میں (قُتِلُوْا) کے الفاظ ہیں کہ جن کو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جس کو شہید کیا جائے۔ اس واسطے کہ جس کو اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے۔ اسے گواہی کا منصب ملتا ہے۔ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو۔ ایک ہے کہ ہم صبح وشام کہتے ہیں

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

یہ ہماری گواہی ہے اور اس میں بڑا اجر وثواب ہے۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ ہے کہ شہید کی گردن پر جب دشمن کا وار ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں میں رب کا دیدار ہوتا ہے۔ تو وہ رب کو دیکھ کر کہہ رہا ہوتا ہے وہ گواہ بن چکا ہے۔ اس کی اس گواہی کی وجہ سے پھر اس کو شہید کہا جاتا ہے کہ وہ گواہی دینے والا ہے۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ شہید ہوتا ہے تو اسے اپنا ثواب نظر آ رہا ہوتا ہے اور وہ اس کا بھی گواہ ہوتا ہے اس واسطے اس کو شہید کہا جاتا ہے

Marfat.com

﴿تیسری وجہ﴾

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ شہید ہوتا ہے تو جو جنت میں اسے مقام ملنا ہوتا ہے وہ اس کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کا بھی گواہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو شہید کہتے ہیں

﴿چوتھی وجہ﴾

چوتھی وجہ یہ ہے کہ شہید ہوتے وقت اس کے بدن پر جو خون ہوتا ہے، وہ اس پر گواہ ہوتا ہے کہ اس کو رب ذوالجلال کے دربار میں قبول کر لیا گیا ہے۔ اس واسطے اس کو شہید کہتے ہیں۔

ان وجوہات کی وجہ سے اللہ کے راستے میں قتل کیے جانے والے افراد کو شہید کہا جاتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے منصب شہادت عطا فرمایا ہے۔

ہمارا آج کا موضوع صرف شہداء کی زندگی کے لحاظ سے ہے ان کے فضائل کا صرف ایک پہلو موضوع سخن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو حیات دے دیتا ہے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

بَلْ اَحْيَاءٌ

بلکہ وہ زندہ ہیں

اس سے مراد روحانی زندگی نہیں ہے۔ اگر محض روحانی زندگی ہوتی تو وہ ہر بندے کی روح زندہ ہے۔ یہاں تک کہ کفار کی روح کا بھی بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تبھی تو عذاب کا انہیں احساس ہوتا ہے۔ ورنہ قبر میں عذاب کس چیز کو دیا جاتا ہے۔ تو اس واسطے بعد از وصال روح تو سب کی زندہ ہے۔

Marfat.com

شہداء کو (بَلْ اَحْيَاءٌ) کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی کا اعلان کیا کہ جس روح کا تعلق بدن سے برقرار ہوتا ہے اور پھر کیسے کہ روح اللہ کے دربار میں بھی ہو اور قبر میں بدن کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

یہ ہے کہ جس کا تمہیں شعور نہیں ہے۔ تم عقل کے ترازو پہ اس کو تول نہیں سکتے۔

چونکہ ارواح شہداء کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

شہداء کی روحوں کے رکوع وسجدے

بعض یہ کہتے ہیں

لِاَنَّ اَرْوَاحَهُمْ تَرْكَعُ وَ تَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ

شہدوں کی روحیں عرش کے نیچے رکوع اور سجدے کرتی ہیں

شہداء کی روحیں پرندوں کے جوف میں

بعض نے کہا ہے کہ

اِنَّ اَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ

شہیدوں کی ارواح کو سبز پرندوں کے جوف میں ڈال دیا جاتا ہے۔

وہ جنت میں پرندے اڑتے پھرتے ہیں۔ یا عرش کے نیچے ان کو لٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ روح کو ایسی حیثیت دے دیتا ہے۔ روح ادھر اللہ کے دربار میں حاضر بھی ہے اور ادھر شہید کے بدن کے ساتھ بعد از وصال قبر میں ایک تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے اپنے اپنے درجے کے مطابق اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ان کے اجسام کو قوتیں عطا فرماتا ہے اور اجساد بھی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں۔ جسم تو جسم رہے ان کے کفن بھی میلے نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کو حیات کی ایسی تابندگی دیتا ہے کہ جس کو عقل کی ترازو پہ تولا نہیں جاسکتا۔

شہداء زندہ ہیں چند حوالہ جات

لہٰذا اس کے بارے میں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ شہداء کی وہ زندگی جس کا تعلق ان کے بدن کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگوں سے امتیاز کرتے ہوئے ان لوگوں کو مزید برزخی شانیں عطا فرمائی ہیں

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعد از وصال زندگی

اس سلسلہ میں بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔

جنگ احد سے ایک رات قبل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے ابا جان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اُحد والی رات مجھے اپنے پاس بلا لیا۔

لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ

میدان احد میں صبح لڑائی ہونی تھی تو رات کو میرے ابا جی نے مجھے بلا لیا۔

فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھے یہ یقین ہو چکا ہے کہ کل میں نے شہید ہو جانا ہے اور وہ شہادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے پہلے مجھے ملے گی۔

لوگ ہمارے محبوب علیہ السلام کے علم کے بارے میں شک کرتے رہے اور اب بھی شک کرتے ہیں کہ کل کا پتہ کسی کو نہیں چلتا۔

Marfat.com

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کل کی خبر دے رہے ہیں اور ڈبل خبر دے رہے ہیں کہ کل مجھے شہادت ملے گی اور وہ بھی دوسرے یا چوتھے نمبر پر نہیں بلکہ سب سے پہلے مجھے شہادت ملے گی۔ کل جس وقت احد میں شہادتوں کا گلشن سجے گا تو پہلی شہادت میری ہوگی۔

یہ رات کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے سے بات کر رہے ہیں۔ کہنے لگے میرے بیٹے سن لو

وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میرے نزدیک میرے بعد محبوب علیہ السلام کے علاوہ سب سے پیارے اور سب سے زیادہ عزیز تم ہو۔

یعنی اس اہم وقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم رکھا کہ اے میرے بیٹے تم مجھے بڑے پیارے ہو مگر تجھ سے زیادہ پیار مجھے میرے محبوب علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ جن کیلئے کل جان دوں گا۔ تو میں تجھے پیچھے چھوڑ کے جا رہا ہوں۔

فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ

مجھ پر قرض ہے وہ تم نے اتارنا ہے

وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا

اور میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا

یہ صحابہ کرام کی سنت ہے کہ آخری وقت بالخصوص بیٹوں کو بیٹیوں کے بارے میں وصیت کی جائے۔ چونکہ ان کی کافی بہنیں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے

Marfat.com

کو یہ وصیت کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت جنگ شروع ہوئی۔

فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ

پھر جس وقت ہم نے صبح کی تو سب سے پہلے جس نے شہادت کا پیالہ پیا وہ میرے ابا جی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پڑھنے والوں کا علم دیکھو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو روایت کر رہے ہیں کہ جس وقت جنگ شروع ہوئی تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے ابا جی کو مقام شہادت عطا فرما دیا۔

یہ چیز بھی سچی ثابت ہوئی کہ مجھے شہادت ملے گی اور دوسری یہ کہ مجھے شہادت سب سے پہلے ملے گی۔ بات کسی شعر یا دیوان کی نہیں ہے۔ بات کتاب اللہ کے بعد سب سے اہم کتاب بخاری شریف کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ

میرے ابا جی کے ساتھ ایک اور صحابی کو بھی دفن کر دیا گیا

ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي

روزانہ مجھے خیال آتا تھا کہ میرے ابا جی کی قبر جدا ہونی چاہیے۔ لہذا میرا دل خوش نہیں تھا

أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ

کہ میں قبر میں اپنے والد صاحب کو کسی اور کے ساتھ چھوڑوں۔

میں چاہتا تھا کہ ان کو جدا دفن کیا جائے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پہلے مجھے خیال آتا رہا اور میں اپنے خیال کو روکتا رہا بالآخر جب چھ مہینے گزر گئے تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ابا جی کی قبر کھودوں گا اور انہیں باہر نکال کے علیحدہ دفن کروں گا۔

فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ

چھ مہینے کے بعد میں نے جس وقت قبر کھولی اور اپنے ابا جی کو نکالا

فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً

بالکل ویسے ہی تھے جیسے میں نے دفن کیا تھا۔

جس دن میں نے ان کو سپرد خاک کیا تھا اسی دن کی طرح مجھے وہ نظر آئے۔

غَيْرَ أُذُنِهِ

بس ان کے کان میں ایک چھوٹا سا نشان موجود تھا۔

باقی یوں تھے کہ ابھی دفن کیا ہے۔ یہ صحابی کی صحابی کے بارے میں گواہی ہے۔ ایک بیٹے کی باپ کے بارے میں گواہی ہے۔ جب انہوں نے چھ مہینے کے بعد اپنے والد کی قبر کو کھولا۔ تو ایسے لگتا تھا جیسے ابھی دفن کیا تھا اور ابھی قبر کھول لی ہے۔ تو یہ وہ تازگی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نام پہ شہید ہونے والوں کو بعد از شہادت بھی عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کی زندگیاں)

ایسے ہی حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (موطا امام مالک) کے کتاب الجہاد میں ذکر کرتے ہیں کہ۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما یہ دونوں انصاری صحابہ تھے یہ دونوں ہی احد کے شہدا میں سے تھے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

وَكَانَ قَبْرُهُمَا مِمَّا يَلِي السَّيْلَ

جہاں ان کی قبر تھی سیلاب کا پانی وہاں سے گزرتا تھا۔

یعنی جب بارشیں ہوتیں تو وہ پانی کی گزرگاہ تھی۔ ان دونوں حضرات کی مشترکہ قبر کے پاس سے پانی گزرتا تھا۔ تو سیلاب کی وجہ سے ان حضرات کی قبریں خراب ہو گئیں۔ تو ان کی قبر کو کھودا گیا۔ تاکہ ان کی جگہ تبدیل کی جائے۔

چھیالیس سال بعد بھی جسم سلامت

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَكَانَ بَيْنَ أُحُدٍ وَبَيْنَ يَوْمَ حُفِرَ عَنْهُمَا سِتٌّ وَأَرْبَعُونَ سَنَةً

قبر میں دفن ہوئے ان کو چھیالیس سال گزر چکے تھے۔

یعنی چھیالیس سال کے بعد ان دونوں صحابہ کرام کی قبر کو کھولا گیا تو

فَوُجِدَا لَمْ يَتَغَيَّرَا

اس وقت دونوں کے بدن صحیح سلامت تھے

كَأَنَّهُمَا مَاتَا بِالْأَمْسِ

ایسے لگا کہ یہ حضرات کل فوت ہوئے ہیں۔

وَكَانَ أَحَدُهُمَا قَدْ جُرِحَ

ان میں سے ایک کو جنگ میں جو زخم لگے تھے۔

Marfat.com

فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى جُرْحِهِ

تو انہوں نے اپنا ہاتھ زخم پہ رکھا تھا تو اسی طریقے سے ان کو دفن کر دیا گیا۔

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جہاں ان کا زخم تھا وہاں ان کا ہاتھ بھی رکھا ہوا تھا۔

فَدُفِنَ وَهُوَ كَذٰلِكَ فَأُمِيطَتْ يَدُهُ عَنْ جُرْحِهِ

دفن کے وقت ہاتھ زخم پر تھا چھیالیس سال کے بعد جب نکالا تو ہاتھ وہیں تھا

فَأُمِيطَتْ يَدُهُ عَنْ جُرْحِهِ

پھر اس کے ہاتھ کو اس کے زخم سے ہٹایا گیا

ثُمَّ أُرْسِلَتْ فَرَجَعَتْ كَمَا كَانَتْ

(موطا امام مالک کتاب الجهاد بابباب الدَّفْنِ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ مِنْ ضَرُورَةٍ)

پھر جب چھوڑا گیا تو ہاتھ اس زخم پر لوٹ گیا جس طرح کہ پہلے تھا

یعنی جیسے پہلے رکھا ہوا تھا چھیالیس سال کے بعد قبریں تبدیل کرنے کی خاطر ان کو نکالا گیا اور ایک صحابی زخم نے ہاتھ پیچھے ہٹا کر چھوڑا تو انہوں نے پھر اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھ لیا۔

تو یہ وہ شہداء ہیں جن کی شہادت کا تعلق ابدان کے ساتھ بھی ہے۔

بدن ویسے تو ایک ہفتہ بھی نہیں نکالتے بلکہ اس سے پہلے اس تبدیلی آجاتی ہے۔

لیکن یہ ان پاک لوگوں کی پاک قبریں ہیں کہ جن کے اندر اس انداز کا احساس ہے۔

ہاتھ اگر پیچھے ہٹایا گیا تو پھر ہاتھ اس جگہ پر پہنچ گیا۔

قبر میں بھی جسمانی زندگی

پھر اسی کو ابن مبارک نے اپنی کتاب (کتاب الجہاد) میں اور امام عبدالرزاق نے (مصنف عبدالرزاق) میں بھی ذکر کیا۔

Marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ ان کو جب قبر سے نکالا جا رہا تھا۔

فَأَصَابَتِ الْمَسْحَاةُ رِجْلَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

تو اتفاقاً ان دونوں میں سے ایک کے قدم کو بیلچہ لگ گیا۔

فَانْفَطَرَتْ دَمًا

(مصنف عبد الرزاق کتاب الجهاد باب الصلوة على الشهيد ج ۵ ص ۲۷۷)

تو وہاں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔

یعنی خون شہید کے قدم سے بہنا شروع ہو گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمین بند ہے اور کئی سال گزر گئے ہیں لیکن پھر بھی حیات موجود ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کے بارے ارشاد فرماتا ہے

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے

یعنی تمہیں ایسی حیات کا کیسے شعور ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نام پہ شہید ہونے والوں کو عطا فرماتا ہے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پُر بہار زندگی

حضرت عبد الصمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

اَتَيْتُ قَبْرَ عَمِّيْ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

میں اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ آیا

وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو سید الشہداء ہیں، احد کے شہداء میں سے ہیں ان کا بہت بڑا مقام ہے شہادت کے وقت انہیں کے تہبند کا کفن دیا گیا۔ وہ تہبند اتنا چھوٹا

Marfat.com

تھا کہ سر پہ ڈالتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور قدموں پر ڈالتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا کا سر ڈھانپ دو، قدموں پہ اِذْخر گھاس ڈال دو۔ اب بھی وہ اِذْخر گھاس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس فروخت ہوتی ہے اس سے دل کی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ حضرت عبد الصمد کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پہ پہنچا

وَقَدْ كَادَ السَّيْلُ يَكْشِفُهُ

کئی سال گزر چکے تھے قریب تھا کہ سیلاب آپ کی قبر کو ننگا کر دے۔

یعنی آپ کا بدن ظاہر ہو جائے۔ جب میں نے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ اگر یہیں قبر تیار کروں گا تو پھر دوبارہ سیلاب آجائے گا۔

جس وقت میرے سامنے یہ صورتحال آئی تو میں نے کیا کیا۔

فَاسْتَخْرَجْتُهُ مِنْ قَبْرِهِ

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے قبر سے باہر نکالا

وَعَلَيْهِ النَّمِرَةُ الَّتِي كَفَّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا

آپ پر وہ چادر موجود تھی جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کفن دیا تھا

یعنی چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدن تو بدن رہا وہ چادر بھی سلامت تھی جو انہوں نے وقت شہادت باندھی تھی۔

وَالْإِذْخِرَ عَلَى قَدَمَيْهِ

اور ابھی قدموں پر رکھی گئی گھاس بھی بالکل سلامت تھی۔

وہ چیزیں جو تباہ اور فنا ہو جاتی ہیں۔ شہیدوں کی قدموں کی برکت سے انہیں بھی

Marfat.com

بقاملتی ہے۔ گھاس بھی سلامت ہے اور چادر بھی سلامت ہے،

راوی کہتے ہیں کہ جس وقت چچا جی کو میں نے اٹھایا

فَوَضَعْتُ رَأْسَهٗ فِیْ حُجْرِیْ

میں نے اپنی گود میں ان کا سر رکھا

فَأَمَرْتُ بِالْقَبْرِ

میں نے قبر کے بارے میں حکم دیا اس کا فیصلہ یہ کیا کہ پہلے وہ قبر اتنی گہری نہیں تھی اسی کو زیادہ گہرا کیا جائے تا کہ بعد میں سیلاب والی کوئی صورتحال ہو تو قبر مضبوط رہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس قبر کو گہرا کیا گیا۔ پھر میں نے اور کفن بھی ساتھ پہنا دیئے اور قبر کھودنے کے بعد دوبارہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔

جب میں نے اپنے چچا کا سر اپنی گود میں رکھا تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی زندہ انسان کا سر ہے یعنی جو ایک طبعی حرارات بندے میں موجود ہوتی ہے۔ وہ مجھے گود میں محسوس ہونے لگی۔

یہ اللہ تعالیٰ کے نام پہ شہید ہونے والے لوگ ہیں۔ اور یہ ان کی زندگی کا ایک انداز ہے سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی ان کو اس طرح کی صفات عطا فرماتا ہے۔

حضرت جابر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگیاں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے عہد میں شہید ہوئے تو ان کو اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکٹھا دفن کیا گیا۔

اس وقت مدائن میں ان کے مزارات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار

Marfat.com

کے ساتھ ہیں اور وہاں پر قریب ہی جامع مسجد ہے اور بہت بڑا جامعہ موجود ہے۔

مجھے بھی ان کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

عراق میں پچھلی صدی میں جب فیصل ثانی کا دور گزر رہا تھا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ حاکم وقت کو خواب میں ملے اور کہا کہ ہماری قبروں تک دریا کا پانی پہنچ گیا ہے لہذا ہماری قبروں کو وہاں سے منتقل کیا جائے۔ حاکم وقت نے سمجھا کہ یہ خواب ہے اور خیال ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہذا وہ دوسرے دن خواب میں ملے اور پھر تیسرے دن بھی خواب میں ملے تو بالآخر بادشاہ نے سوچا کہ دیکھنا تو چاہیے اس کا سبب کیا ہے ؟

اس وقت چونکہ جدید زمانہ تھا۔ زمین کے تحقیقاتی آلے موجود تھے جس سے پانی چیک کیا جاتا ہے کہ نمی کہاں تک ہے۔ تو جس وقت وہ آلات نصب کر کے چیک کیا گیا تو واقعی کفن تک پانی پہنچ چکا تھا لہذا انہیں پتہ چل گیا کہ خواب میں جو روزانہ آکر ملتے ہیں تو صحیح ملتے ہیں۔

اس حاکم وقت کے حکم پر ان دونوں کی قبروں کو کھولا گیا اور بڑی بڑی سکرینیں نصب کی گئیں۔

پھر سکرینوں سے وہ منظر دکھایا گیا۔ جب ان دو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہما کی قبریں کھولیں گئیں تو اس وقت ان کے بدن بالکل صحیح سلامت تھے۔

یعنی عراق میں وہ لوگ جو اس وقت موجود تھے وہ آج بھی گواہی دینے کو تیار ہیں۔ کہ اسی انداز میں ان دو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہما کے چہرے روشن تھے، جب ان کو قبروں سے نکالا گیا تو ان کے اجساد بالکل صحیح سلامت تھے۔ کہا جاتا ہے پھر ان کی باقاعدہ فلم بندی بھی کی گئی پھر اس کے بعد ان کے مزارات کو منتقل کیا گیا۔

Marfat.com

اب عراق سے سو کلومیٹر کے فاصلہ پر مدائن شہر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان صحابہ کرام کے مزارات ہیں۔ ان کے اجساد کا اتنی صدیوں کے بعد چمکنا قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو زندگی عطا فرمائی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرالی زندگی

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں نے خواب دیکھا اور خواب میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور کہا۔

اَنَّکُمْ قَدْ دَفَنْتُمُوْنِیْ فِیْ مَکَانٍ قَدْ آذَانِیْ فِیْهِ الْمَآءُ

تم نے مجھے وہاں دفن کیا ہے جہاں پانی مجھے اذیت اور تکلیف دے رہا ہے۔

یعنی حضرت طلحہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو ملے اور کہا کہ تم نے مجھے وہاں دفن کیا ہے جہاں پانی آ کر تنگ کرتا ہے۔

حَوِّلُوْنِیْ مِنْهُ

مجھے کسی اور جگہ پہ دفن کرو۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ سارے حوالہ جات جتنے میں نے پیش کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں صرف زندگی ہی نہیں بلکہ ان کو ادراک بھی ہوتا ہے اور احساس بھی ہوتا ہے اور ان کو پتہ بھی ہوتا ہے کہ ہم نے بات کرنی کس سے ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے قبر کو جا کر کھول لیا۔

حَوَّلُوْهُ

جب انہوں نے قبر منتقل کرنے کیلئے قبر کو کھولا۔

Marfat.com

فَاَخْرَجُوْهُ

تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو انہوں نے باہر نکالا تو کیا تھا۔

كَاَنَّهٗ سُلْفَةٌ لَمْ يَتَغَيَّرْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَعَرَاتٌ مِنْ لِحْيَتِهٖ

ان کا جسم بالکل تروتازہ تھا جسم میں کوئی تبدیلی نہیں تھی بس داڑھی کے چند بالوں پر کوئی چیز لگی ہوئی تھی باقی پورا بدن تروتازہ تھا۔

تو یہ ہیں وہ شہید جن کو اللہ تعالیٰ قبر میں بھی زندگی عطا فرماتا ہے۔

شہداء کی برزخی زندگی کے بارے میں صحابہ کرام کی گواہیاں اور صحابہ کے فیصلے موجود ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس دین میں جان دینے والوں کیلئے جو انعامات ہیں ان کی وضاحت سالہا سال گزر جانے کے باوجود ان کی روشن قبروں سے ہو رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعد از وصال بھی تابندگی عطا فرمائی گئی تھی۔

اسد الغابہ میں ہے کہ

ایک شخص نے حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ مجھے قبر سے منتقل کرو اس موقع پر گھر والوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ خواب میں آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری جگہ بدلو تو کیا اب قبر اکھاڑی جا سکتی ہے، ان کو باہر نکالا جا سکتا ہے۔

تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ذات اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا مقام، اُس کے لحاظ سے اس جواب کو خاص سمجھنا چاہیے۔ یعنی آج کسی کے لئے مناسب نہیں کہ کوئی بندہ کسی کو خواب میں ملے اور کہے کہ میں قبر میں زندہ ہوں آؤ میری قبر اکھاڑو اور دوسری جگہ منتقل کر دو۔ لہذا آج کسی کے خواب میں ملنے کے بعد قبر کو اکھاڑنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ خاص لوگوں کے خاص احوال کے پیش نظر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے اجازت دے دی کہ ٹھیک ہے تم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو اکھاڑو اور انہیں دوسری جگہ منتقل کر دو۔

تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو اکھاڑا گیا۔

وَنَظَرُوْا فَاِذَا شِقُّهُ الَّذِیْ یَلِی الْاَرْضَ قَدِ اخْضَرَّ مِنْ نَزِّ الْمَاءِ

جس وقت لوگوں نے دیکھا تو وہ حصہ جو زمین کے ساتھ لگا ہوا تھا اس تک پانی کا اثر پہنچ چکا تھا اور پانی کے اثرات بدن کے اس حصے پر نظر آ رہے تھے۔

لہٰذا وہاں سے جس وقت آپ کو باہر نکالا۔

فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْکَافُوْرِ فِیْ عَیْنَیْهِ

آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا نظر آ رہا تھا، آنکھوں میں کافور گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

لَمْ یَتَغَیَّرْ عَقِیْصَتُهُ فَاِنَّهَا مَالَتْ عَنْ مَوْضِعِهَا

صرف سر کی چوٹی کے چند بال پراگندہ تھے۔ باقی پورا بدن صحیح سلامت تھا۔

ان کیلئے باقاعدہ ایک حویلی خریدی گئی اور پھر نئے سرے سے ان کی قبر وہاں بنائی گئی۔ یہ شہداء کی عظیم زندگی ہے کہ بعد از وصال ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی حیثیت دی جاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر قبر میں تابندگی ہے، قبر میں زندگی ہے۔

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا

میں قربان انھاں تھیں باہو
قبر جنھاں دی جیوے ہو

یہ قبروں کی زندگی کا عالم ہے۔ یہ کوئی قصہ نہیں، کہانی نہیں صحیح اسناد کے ساتھ پہنچنے والا وہ مضمون ہے جس میں اسلام کی شان و شوکت کو دوبالا کیا جا رہا تھا۔

Marfat.com

جس وقت حضرت ولید بن عبد الملک کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے گورنر تھے۔ اور ولید بن عبد الملک اس وقت کا حاکم تھا۔

ایسے زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی دیوار گر گئی۔

اَخَذُوْا فِیْ بِنَاءِہٖ

تو اس دیوار کو دوبارہ بنانا شروع کیا گیا۔

دیوار کی بنیاد مضبوط کرنے کیلئے اس دیوار کو کھودا گیا تاکہ نیچے سے دیوار کو مضبوط بنا کر اوپر اٹھایا جائے۔ جس وقت دیوار کھودی گئی۔

بَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ

تو ایک قدم ننگا ہو گیا۔

روضہ پاک میں تین عظیم شخصیات کی ترتیب

حجرہ مبارک میں تین عظیم شخصیات موجود ہیں، ان کی ترتیب اس طرح ہے کہ قبلہ والی جانب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے جلوہ گر ہیں پھر جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک ہے وہاں آپکی پشت کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک ہے۔ پھر جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک ہے وہاں تیسرے نمبر پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے۔ یعنی اس طرح حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں یہ شخصیات موجود ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب آیا تھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں یار یہ تین چاند وہاں پر موجود ہیں۔

Marfat.com

جس وقت روضہ شریف کی دیوار گری اور پھر جس وقت اس کی تعمیر کرنے کیلئے کچھ مٹی ہٹائی گئی۔ تو ایک قدم صحیح سلامت ظاہر ہو گیا۔

فَفَزِعُوْا

لوگ گھبرا گئے۔

وَظَنُّوْا قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

سب نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک ہوگا۔

اور لوگ گھبرا گئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل آ گیا ایسی صورتحال میں صحابہ کرام کو گھبراہٹ تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ زندگی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیٹے حضرت سالم رضی اللہ عنہ آئے اور قدم کی زیارت کی اور کہا کہ

اِنَّهَا قَدَمُ جَدِّهٖ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم نہیں ہے یہ میرے دادا جان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قدم کی شناخت ان کے پوتے حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کی اور کہا کہ یہ تو میرے دادا جی کا قدم ہے۔

حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ

یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور انہوں نے آ کر دیکھا تو کہنے لگے

Marfat.com

لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۸۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نہیں خدا کی قسم یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم کی گواہی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھی دی گئی۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ یار ہیں جن کے قدم اور بدن آپکی برکت سے سلامت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تو شہید ہوئے تھے اور ان کا قدم بھی بالکل سلامت تھا۔

دربار مصطفیٰ ﷺ ایک بہت بڑا سہارا

اصل میں بخاری کے اس مقام کو سامنے رکھ کر آج اس فیصلے کی ضرورت ہے کہ ہم جس وقت در رسول علیہ السلام پر حاضری کیلئے جاتے ہیں تو وہ لوگ کتنے عجیب ہیں جو کہتے ہیں کہ ادھر کیوں دیکھتے ہو اس میں کیا ہے ؟ کیوں روتے ہو ؟ کیوں چیختے ہو ؟ یہ تو خالی جگہ ہے۔ وہاں پر مبلغ کھڑے ہوتے ہیں جو یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں یہاں کچھ نہیں معاذ اللہ حالانکہ جس جگہ میں سالہا سال کے بعد محبوب ﷺ کے غلاموں کا بدن سلامت ہو تو خود سید المرسلین ﷺ کے بدن مبارک کی کیا شان ہوگی۔

بخاری شریف کی اس حدیث کے مطابق کسی مومن کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہاں پر درود و سلام پڑھنے والوں کو منع کرے اور دعا مانگنے والوں کے ہاتھ پیچھے ہٹائے۔ انہیں پتہ نہیں کہ کعبہ کا کعبہ تو یہی ہے۔

Marfat.com

حاضری کے وقت چہرہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

اس واسطے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے ابو جعفر منصور کی طرف سے پوچھا گیا کہ۔ اے امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ میں نبی علیہ السلام کے دربار پہ حاضری دوں تو چہرہ قبلہ شریف کی طرف کروں یا نبی علیہ السلام کی طرف کروں تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ان کی طرف منہ کرو جو تمہارے ابا جی حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قبلہ ہیں۔

سامعین جن سے سفارش کروانی ہو ان کی طرف پیٹھ نہیں کرنی اس واسطے کہ یہ ہمارے شفیع ہیں ان کی طرف منہ کرو۔ اگرچہ قبلہ حسّی تو وہ ہے لیکن کعبہ کا کعبہ تو یہ ہیں۔

ادھر تم نے منہ کرنا ہے اور اس کی طرف منہ کر کے دعا مانگنی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں پہ مسلط طبقے کو ہدایت دے جو عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدتوں کو چھلنی کر رہے ہیں۔ اور ایسے جملے بولتے ہیں اور پھر جان بوجھ کے اس طرف پشت کر کے کھڑے ہوتے ہیں جدھر کائنات کی ہر چیز چہرہ کرنے والی ہے۔

تو وہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ننگا ہوا تو وہ معاذ اللہ کپڑوں سے کھایا ہوا نہیں تھا بلکہ وہ زندہ انسان کا قدم نظر آ رہا تھا۔ اور اس لائق تھا کہ پوتا پہچان سکے کہ وہ دادے کا قدم ہے۔ جو جل جائے، راکھ ہو جائے، مٹی بن جائے، اس کی شناخت کیسے ہوگی تو اس سے پتہ چلا کہ میرے محبوب کا دربار خاص نور کی کہکشاں ہے۔

محبوب رب پاک ہیں اس قبہ میں
پہلو میں جلوہ گر جگہ عتیق و عمر کی ہے

Marfat.com

وہ دونوں اصحاب حضرت صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپکے پہلو میں موجود ہیں اور قیامت تک اعلان ہو رہا ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں جن کو امت میں سب سے بڑا مقام دیا گیا ہے۔

حضرت امام العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شیخین کا مرتبہ

حضرت امام العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مرتبہ تمہارے نزدیک کیا ہے؟ تو فرمانے لگے مجھ سے کیا پوچھتے ہو ان کی قبریں جا کر دیکھ لو وہ قبریں بتا رہی ہیں کہ مرتبہ کیا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو جس انداز میں دین کی عظمتیں عطا فرمائیں اور جس انداز میں آگے وہ دین پھیلا اور وہ نور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جلوہ گر ہوا وہاں سے لے کر آج کے شہیدوں تک یہ سلسلہ نکہت و نور کا جاری ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ادب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

جس وقت جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تھے یہ وہ صحابی ہیں جن کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔

جب یہ آیت اتری

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۲)

Marfat.com

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو

تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر بیٹھ گئے اور رونا شروع کر دیا۔ کئی دن تک دربار رسالت میں حاضری نہ ہو سکی۔ آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا ثابت بن قیس نظر نہیں آ رہا تو پڑوسی نے کہا کہ جب سے یہ آیت اتری ہے تو وہ گھر میں بیٹھ کر روتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آواز بلند ہو گئی تو زندگی ساری خراب ہو جائے گی اس سے اچھا ہے کہ گھر میں بیٹھا رہوں لیکن ادھر گھر رہ کر فراق برداشت نہیں ہوتا وہ رو رہے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ثابت کو بلا کے لے آؤ۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ تو انہوں نے عرض کر دیا کہ مجھے خطرہ ہے میں اونچا بول بیٹھوں گا کیونکہ فطری طور پر میری آواز بلند ہے لہٰذا بلند آواز ہونے کی وجہ میرے عمل رائیگاں ہو جائیں گے۔

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تین بشارتیں

میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

أَمَا تَرْضَى أَنْ تَعِيشَ حَمِيدًا، وَتُقْتَلَ شَهِيدًا، وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۲۲ مکتبہ حقانیہ پشاور)

Marfat.com

کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تم جب تک زندہ رہو گے تو خوش رہو گے اور وقت آئے گا موت کا تو شہادت پاؤ گے اور پھر سیدھے جنت میں چلے جاؤ گے۔

تمہیں کیا خطرہ ہے میں جو تمہیں بتا رہا ہوں۔ تجھ پر وہ لمحہ نہیں آئے گا کہ عمل رائیگاں ہو جائیں، وہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ تم خوش رہو، آزاد رہو، تم آیا کرو اور میرے پاس بیٹھا کرو۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم حمید زندہ رہو یعنی کوئی لمحہ ایسا نہیں ہو گا کہ تم اللہ کے دربار کے مغضوب ہو جاؤ، نہیں تمہیں میں گارنٹی دیتا ہوں کہ تم حمید رہو گے تمہیں خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔

وَتُقْتَلَ شَهِيدًا

مرنا تو سب نے ہے لیکن تمہیں شہادت کی موت ملے گی۔

وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ

اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

کیا علم ہے ہمارے رسول علیہ السلام کا کہ آپ نے ساری خبریں دے دیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ کل کا پتہ نہیں تھا، پرسوں کا نہیں تھا لیکن میرے محبوب علیہ السلام نے پوری زندگی کی ان کو گارنٹی دی کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ لہٰذا تم آیا کرو تمہارا ایک اپنا انداز ہے اگر آواز اونچی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت نہیں کرے گا۔

میں نے کہہ جو دیا ہے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں شہادت بھی ملے گی یہ بھی غیب کی خبر تھی اور پھر فرمایا کہ تم جنت میں بھی جاؤ گے۔

ان لوگوں کو اپنی فکر کا علاج کروانا چاہیے جو یہ کہیں کہ (معاذ اللہ) ہمارے نبی

Marfat.com

علیہ السلام کو پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ وہ تو صبح وشام جنتیں بانٹ رہے تھے۔

فرمایا اے ثابت تم خوش رہو تم ایسی زندگی بسر کرو گے کہ تمہاری تعریف کی جائے گی لیکن جس وقت موت آئے گی تو شہادت کی صورت میں چلے جاؤ گے۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ جنگ یمامہ یعنی ختم نبوت کی جنگ جو مسیلمہ کذاب کے خلاف شروع ہوئی تھی۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر 40 ہزار پر مشتمل تھا اور پھر یہ جنگ بڑی سخت تھی جو کئی ہفتوں تک جاری رہی۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی دین کے ساتھ وفا شعاری

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود ہیں اور دونوں ہی اپنی بہادری کے ساتھ جنگ میں حاضری لگوا رہے ہیں۔ ایسے میں جب ایک دو مرتبہ غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیسی کے تحت پیچھے ہٹنا پڑا اور پھر حملہ کیا۔

تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

مَا هٰكَذَا كُنَّا نُقَاتِلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدارت میں ایسی جنگیں تو نہیں لڑتے تھے۔ اب جو کچھ ہو جائے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام چند ہزار تھے۔ بالآخر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے زمین میں گڑھا کھود لیا اور فرمایا کہ یہاں اپنے آپ کو گاڑھیں گے اور تیر ماریں گے جو کچھ ہو جائے گا قدم تو پیچھے نہیں ہٹے گا۔

Marfat.com

یہ اسلام میں وفا شعاری کا تصور ہے، خودکشی کا نہیں ہے کہ اس انداز میں اپنے آپ کو لڑنے کیلئے پیش کر دینا کہ بھاگنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

مگر لڑنا ہے اور پھر لڑ کے ہم نے شہادت بھی پانی ہے لہذا اپنے آپ کو گاڑھا ہوا ہے کہ ہم بھاگیں گے نہیں یہ دونوں اس انداز میں لڑ رہے ہیں اور ساتھ یہ دونوں ہم جماعت بھی ہیں۔ یہ دونوں حضرات لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اسی جگہ یہ شہادت عطا فرما دی۔

جب ان کو شہادت مل گئی تو حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ ایک شخص کو خواب میں ملے اور کہنے لگے۔

فَقَالَ لَهٗ اُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ

میں تمہیں ایک وصیت کرنے آیا ہوں

فَإِيَّاكَ اَنْ تَقُوْلَ هٰذَا حُلْمٌ فَتُضِيْعَهٗ

اس کو خواب سمجھ کے ضائع نہ کر دینا۔ یعنی انہیں معلوم ہے کہ میں خواب میں مل رہا ہوں اور لوگ خواب کو خواب کہہ دیتے ہیں۔ فرمانے لگے میں تمہیں ملنے آیا ہوں اور ایک وصیت کر رہا ہوں اس کو تم خواب نہ سمجھنا میرا پیغام آگے جا کر ضرور دینا فرمانے لگے۔

اِنِّیْ لَمَّا قُتِلْتُ اَمْسِ

کل جس وقت مجھے شہید کیا گیا

مَرَّ بِیْ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا

اب شہید کو پتہ ہے کہ گزرنے والے کے دل میں کفر ہے یا ایمان ہے۔

Marfat.com

میرے پاس سے ایک مسلمان جب گزرا

فَأَخَذَ دِرْعِيْ

اس نے میری زرہ اتار لی ہے

میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتا ہے

وَمَنْزِلُهٗ فِيْ أَقْصَى النَّاسِ

یمامہ کی چھاؤنی میں اس کا گھر سب سے آخر میں ہے۔

وَعِنْدَ خِبَاءِهٖ فَرَسٌ

خیمے کے پاس گھوڑا باندھا ہوا ہے۔

خیمے کے اندر ایک کونے میں میری زرہ رکھی ہے

وَقَدْ كَفَأَ عَلَى الدِّرْعِ بُرْمَةً وَفَوْقَ الْبُرْمَةِ رَحْلٌ

(المعجم الکبیر ج ۲ ص ۷۰ دار الاحیاء والتراث)

اور اس نے زرہ کے اوپر دیگچہ رکھا ہے اور پھر اس دیگچہ کے اوپر کجاوا رکھا ہوا ہے۔

سب سے نیچے زرہ ہے اس کے اوپر دیگچا ہے پھر اس کے اوپر اونٹ کا کجاوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کسی کو پتہ نہیں ہوتا ہاں انہیں پتہ نہیں ہوتا جو دنیا میں ہی مرا ہوا ہو۔ لیکن جو دنیا میں جیتے ہیں ان کی زندگی قبر میں بھی موجود رہتی ہے۔

﴿علامہ محمد اقبال کا سُنی عقیدہ﴾

اقبال کہا کرتے تھے۔

تخم گل کی آنکھ زیر خاک بھی بے خواب ہے

کس قدر نشو و نما کے واسطے بے تاب ہے

Marfat.com

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
پھول بن کے اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قباء زندگی پاتا ہے یہ
ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں یہ اپنی کمتر
موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

یہ برصغیر کے شاعر کا مزاج ہے کیونکہ برصغیر کا مزاج ہی سنی ہے۔ اس لئے جو بڑے سے بڑا شاعر ہوتا ہے اس نے حقیقت میں سُنّی ہی ہونا ہے۔

علامہ اقبال نے اسی کی وضاحت کر دی جو قرآن وسنت میں آیا ہے۔

پھر اس ماحول میں ایک پورا طبقہ ہے جو قبروں کی دشمنی میں مشہور ہے۔ زندہ جو کچھ کرتے رہیں کچھ نہیں بولیں گے۔ لیکن قبروں کے ساتھ دشمنی پوری کریں گے۔

لیکن ادھر دیکھیں کہ ایک صحابی شہید ہو گئے ہیں۔

ان کو اپنی قبر میں پتہ ہے کہ ایک مسلمان میرے پاس آیا تھا اس کے دل میں کیا تھا جب وہ گزرا ہے تو کیا کر کے گزرا ہے اور وہ گیا ہے تو کہاں گیا ہے۔ اور پھر میری زرہ رکھی ہے تو کہاں رکھی ہے، فاصلہ بھی ہے، پھر ڈبے کا پردہ بھی ہے، پھر کجاوے کا پردہ ہے اور پھر دیگچے کا پردہ ہے پھر اس کے نیچے زرہ ہے۔ مگر وہ سب کچھ قبر والے کی آنکھ کے سامنے ہے۔

Marfat.com

غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

تو جس محبوب کے غلام کی نگاہ بعد از وصال اتنی تیز ہو تو اس کے آقا علیہ السلام کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں جو روضہ پہ آیا ہے اس کے دل میں کیا ہے۔ سلام کہہ کے گیا ہے تو کدھر گیا ہے اور پھر رہتا کہاں ہے، کرتا کیا ہے۔

ادھر یہ انداز حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جیسے جن محبوب علیہ السلام کے غلام ہوں۔ ان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے علم کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا سروے کر کے بتا دیا کہ یہ میرا خواب ہے یہ نشانیاں ہیں لیکن اب تم نے کیا کرنا ہے۔

اِئْتِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ

اس وقت ہمارے کمانڈر حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہٰذا تم صبح اُٹھ کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے جانا۔

فَمُرْهُ

اور انہیں حکم دو

أَنْ يَّبْعَثَ إِلَى دِرْعِيْ

کوئی بندہ بھیج کر میری زرہ منگوالیں۔

فَيَأْخُذَهَا

اور پھر اس کو پکڑ لیں۔

زرہ کیوں لینا ضروری ہے۔ فرمانے لگے اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے

Marfat.com

لوگوں کا قرضہ دینا ہے۔ اور یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ زرہ چور لے جائے اور قرض خواہ دیکھتے رہیں پھر میرا دوسرا پیغام یہ ہے۔

وَإِذَا قَدِمْتَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَلِيْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

اور جب تم مدینہ شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے پاس جاؤ

فَقُلْ لَهٗ إِنَّ عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ كَذَا وَكَذَا

تو پھر تم ان سے کہو کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے۔

دوسرے مقام پر ہے کہ میں نے فلاں سے اتنے لینے ہیں،

تو امیر المومنین سے جا کر کہو جن سے میں نے قرضہ لینا ہے ان سے جا کر قرضہ لیں اور جن کو میں قرض دینا ہے میری زرہ بیچ کر میرا قرضہ اتار دیں۔

صبح کے وقت جب وہ صحابی اٹھے اور انہیں یقین تھا کہ میں نے خواب کو خواب نہیں سمجھنا بلکہ ڈر سمجھنا ہے۔

فَأَتَى الرَّجُلُ خَالِدًا فَأَخْبَرَهٗ

وہ صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور انہیں جا کر اس کی خبر دی

فَبَعَثَ إِلَى الدِّرْعِ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک صحابی کو زرہ لینے کے لئے بھیجا تو وہ صحابی نشانیوں کے مطابق چلتے گئے تو چھاؤنی کے آخر میں ایک خیمہ دیکھا اس کے باہر گھوڑا بندھا ہوا تھا اس خیمے کے اندر گئے تو دیکھا ایک کونے میں کجاوا پڑا ہے۔ جب وہ کجاوا اٹھایا تو اس کے نیچے دیگچہ تھا پھر اس کے نیچے دیکھا تو زرہ موجود تھی۔

Marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک آنکھ ہے۔ شہید کا ادراک اتنا تیز ہے۔

وَأَتَى بِهَا

لہٰذا وہ صحابی زرہ لے کر آ گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ لے لی۔

پھر جب وہ قافلہ فتح کے بعد مدینہ شریف پہنچا تو اس صحابی نے جسے خواب میں حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے تھے

وَحَدَّثَ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِرُؤْيَاهُ

انھوں نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا کر سارا خواب کا واقعہ سنا دیا کہ انھوں نے فلاں فلاں سے قرض لینا ہے اور فلاں فلاں کو دینا ہے۔

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو یہ نہیں کہا کہ وصیتیں تو مرنے سے پہلے ہوتی ہیں۔ مرنے کے بعد کی وصیت اسلام میں نافذ نہیں ہوتی وصیت وہ موثر ہے جو مرنے سے پہلے کوئی کر کے گیا ہو۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کہتے ہیں۔ ہم قربان جائیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر کہ دوسرے لوگوں کی وصیتیں بعد از وصال غیر نافذ ہوتی ہیں مگر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کو نافذ کر دیا، جن سے قرض لینا تھا ان سے قرض لیا اور جن کو قرض دینا تھا ان کو قرض واپس کر دیا تو بحیثیت امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ نے صرف وصیت ہی نافذ نہیں کی بلکہ سنی عقیدہ بھی نافذ کر دیا۔

اس فیصلے میں تصدیق اس انداز کی بھی آ گئی کہ قبر والے کی حیات کا اعتبار کرنا یہ کوئی پندرھویں صدی میں جا کر عقیدہ نہیں بنا بلکہ یہ تو صُفّہ والوں کا بنایا ہوا ہے۔ وہاں

Marfat.com

سے چل کے آیا ہے انداز ہر ایک کا اپنا ہے کہ اس کا درجہ اور گریڈ کیا ہوگا۔

اس میں جو سنٹرل روح ہے وہ یہ ہے کہ قبر میں جانے کے بعد اگر کوئی جان لے تو شرک نہیں ہے، بدعت نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسا نور عطا فرما دیتا ہے۔

ایک شہید کی دنیا میں والدین سے ملاقات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا اس زمانہ پاک میں ایک شخص شام میں کھیتی باڑی کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ اپنے خرمن میں موجود تھا۔

وَكَانَ لَهُ ابْنٌ اُسْتُشْهِدَ قَبْلَ ذَالِكَ

کئی سال قبل اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا

اِذْ رَاٰی الرَّجُلَ

انہوں نے دور سے ایک انسان کو ڈیرے کی طرف آتے ہوئے دیکھا جو گھوڑے پہ سوار ہو کر آ رہا تھا۔

قَدْ اَقْبَلَ يَا فُلَانَةَ اِبْنِیْ وَابْنُكِ

(مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ص ۷۰۸ دار البشائر الاسلامیہ)

وہ قریب آ گیا اور کہا کہ خدا کی بندی تیرا اور میرا بیٹا آ گیا ہے جو کئی سال پہلے شہید ہو چکا تھا۔

قَالَتْ لَهُ

اس کی زوجہ نے کہا کہ نہیں تجھے شیطانی خیال ہے۔

اِبْنُكَ قَدِ اسْتُشْهِدَ

کئی سال پہلے تو تیرا بیٹا شہید ہو گیا تھا اب وہ کیسے آ سکتا ہے۔

Marfat.com

وَاَنْتَ مَفْتُوْنٌ

تو فتنے میں پڑ گیا ہے وہ ہمارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔

اتنے میں وہ سوار مزید قریب آ گیا جب وہ مزید قریب آیا اور باپ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو کہنے لگا۔

اِبْنُكِ وَابْنِیْ

یہ تو واقعی تیرا اور میرا بیٹا ہے

وَاللّٰہِ یَا فُلَانَۃَ

خدا کی قسم یہ تو ہمارا بیٹا ہے جو سوار بن کے آ گیا ہے

وَنَظَرَتْ فَقَالَتْ

اس کی زوجہ نے بھی دیکھا اور کہنے لگی۔

ھُوَ وَاللّٰہِ

خدا کی قسم وہی ہے وہی ہے۔

یہ تو ہمارا بیٹا آ گیا اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا۔

اتنے میں وہ قریب آ گیا۔

فَوَقَفَ عَلَیْھَا

وہ آ کر کھڑا ہو گیا

اس کے ابا جی نے کہا۔

اَلَیْسَ قَدِ اسْتُشْھِدْتَ یَا بُنَیَّ

اے میرے پیارے بیٹے تم تو شہید ہو گئے تھے۔ تو پھر آج کیسے یہ سواریاں کرتے پھر رہے ہو؟

Marfat.com

قَالَ بَلٰی

تو اس نے کہا ہاں اس میں کوئی شک نہیں میں شہید ہوا تھا۔

شہیدوں کی شرکت جنازے میں

لیکن آج ایک خصوصی دن ہے۔

لٰکِنْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ رضی اللہ تعالی عنہ تُوُفِّیَ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ مِنْ ھٰذَا الْیَوْمِ

آج اس گھڑی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ فوت ہوئے ہیں، جن کو عدل کی وجہ سے پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے۔ نیک سیرت انسان کا وصال ہو گیا ہے۔

اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے گورنر تھے۔ لیکن یہ بات شام کی ہے ادھر وہ مدینہ شریف میں فوت ہوئے ہیں اور ابھی تک شام کے لوگوں کو کوئی خبر نہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ابھی زندہ ہیں۔ مگر ایک منٹ میں ان کی وفات کے فوراً بعد یہ نوجوان اپنے والدین کے پاس پہنچا ہے تو اس نے یہ خبر دی۔

کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ آج اس وقت فوت ہوئے ہیں۔

جس وقت ان کا وصال ہوا ہے تو

وَاسْتَاْذَنَ الشُّھَدَاءُ رَبَّھُمْ فِیْ شُھُوْدِہٖ

شہیدوں نے رب کے سامنے اپنی عرضی پیش کی ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنا ہے۔ شہیدوں نے اللہ تعالی سے اذن مانگا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کا جنازہ پڑھنا ہے

Marfat.com

فَكُنْتُ فِيهِمْ

میں اذن مانگنے والوں میں تھا کہ میں نے بھی جانا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ لہٰذا ہم نے اصل تو جنازہ میں جانا ہے لیکن میں نے رب سے ایک اور بھی اجازت مانگ لی تھی۔

فَاسْتَاذَنْتُ

میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ میں نے آج اپنے ابو اور امی کو سلام بھی کرنا ہے۔ میں نے کہا یا اللہ مجھے کئی سال شہید ہوئے گذر گئے۔ میرے ابا جی اور امی جی میرے فراق میں ہر وقت روتے رہے اور پھر تیرا شکر کیا کہ تو نے مجھے شہادت دی ہے۔

کئی سال گزر گئے ہیں میں انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔

اب سلام کرنے والے کو پتہ ہے کہ اب میرے والدین ڈیرے پہ آئے ہوئے ہیں اور اس وقت وہ اپنے خرمن میں ہیں لہذا سلام کرنے کیلئے پہنچے ہیں تو اپنے ابا جی سے کہنے لگے ٹھیک ہے مجھے یاد ہے کہ میں شہید ہوں اور میری امی مجھے پتہ ہے کہ میں شہید ہوں۔ مگر میرا رب تو لکڑیوں میں بھی جان ڈال دیتا ہے میں اس کی اجازت سے یہاں آیا ہوں تا کہ جا کر سلام کہہ آؤں۔

ثُمَّ دَعَا لَهُمَا فَانْصَرَفَ

پھر اپنے والدین کیلئے دعا مانگی اور واپس چلے گئے۔

یہ مقام شہید ہے اور ان کی زندگی کہ اللہ تعالیٰ جن سے اپنے بندوں کو سرفراز فرماتا ہے۔

وہ شہدا جو تلوار سے شہید نہ بھی ہوئے مگر انہوں نے نفس کشی کی اور شیطان کے

Marfat.com

خلاف جہاد کیا اور پھر جہاد اکبر میں مصروف رہے یہ اللہ کے ولی، اگر کوئی واقعی ولی ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے قبر میں اس کی حیثیت کے مطابق زندگی عطا فرما دیتا ہے۔

تو پھر کیا بعید ہے اگر حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کو پتہ ہو کہ زرہ کون اتار رہا ہے تو کیا بعید ہے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چل جائے کہ فاتحہ کون پڑھ رہا ہے یہ کمال تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہے اور یہ عطا تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔

پہرہ اور پابندی کون لگا سکتا ہے اگر یہ شرک ہے تو پھر حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے بھی ہونا چاہیے اگر وہاں توحید ہے تو پھر یہاں بھی توحید ہے۔

مزارات پہ غیر شرعی حرکات ایک سازش

ہاں مزارات پہ کوئی خرافات نہیں ہونی چاہیں جو ملنگوں، بدھوؤں اور جاہلوں نے بنالی ہیں ہم اپنے مسلک سے اپنے لوگوں کی اصلاح کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

جو کہ اصل میں کہیں اور سے آ کر جڑی بوٹیاں بن گئے ہیں۔

ہمارے ماحول میں اصل جن کا چہرہ کوئی اور ہے تشیع کی گود میں پل کے وہ ملنگ ہمارے مزارات پر آ کر بھنگیں پینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے خلاف بھی جہاد کی ضرورت ہے۔ مگر ایسے لوگوں کو تو سمجھانے کی ضرورت ہے جو چڑھے چاند کا انکار کریں۔ یا چمکنے والے چاند کی طرف تھوکنے کی کوشش کریں یا نصف النہار کے وقت آنکھیں بند کر کے روشنی سے مکر جائیں۔

جبکہ ولایت ایسی چیز نہیں کہ جس کیلئے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جیسے آج کچھ نام نہاد مبلغین نے گھڑ لیے۔

Marfat.com

کہتے ہیں جو تمہارے سامنے اکڑ گیا، سکڑ گیا، آنکھیں پتھرا گئیں، زمین پر گر گیا وہ قبر میں جا کر زندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسے بے لگام مبلغ حجاز میں مسلط کر دیئے گئے ہیں جبکہ ادھر یہ صحابہ کے وقائع ہیں جو بخاری سے پیش کر رہا ہوں۔

کیا ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان نہیں نکلی تھی، تلواریں نہیں چلیں تھیں۔ ان کا خون بہہ گیا تھا مگر قبروں میں جا کر جو کچھ ہے وہ بتا رہے تھے اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ مرنے والے اور ہوتے ہیں، مر کے جینے والے اور ہوتے ہیں۔

نجدیوں کی ہرزہ سرائی

گذشتہ حج کے موقع پر جب مدینہ شریف حاضری دینے کیلئے گئے تو دو تین "شُطرِ ے" کھڑے تھے اور لوگوں کو درس دے رہے تھے۔ ارے تم تو اردو بولتے ہو یہ تو عربی والے ہیں تو تمہاری اردو کا ان کو پتہ کیسے چلے گا۔ ان کا بہانہ دیکھو۔ اردو کا انہیں پتہ کیسے چلے گا تو پھر تمہارے مذہب کے مطابق عربی والے کو تو اپنی حاجت پیش کر لینی چاہیے عربی تو کم از کم وہ جانتے ہی ہیں۔

افسوس ہے ایسی فکر اور ایسی سوچ پر کہ شہید تو ہزاروں بولیاں جانتا ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی کے علاوہ ایک بولی بھی نہ جانتے ہوں حالانکہ وہاں عربی، اردو، انگلش کی حیثیت کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جن میں جان رکھتا ہے کیا ان میں زمان کا علم نہیں رکھتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ کوئی بعید نہیں ہے۔

اور پھر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خیرات کے صدقے یہ ساری چیزیں ان کے سامنے ہوتی ہیں اور وہ ان کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر مظہری کا ایک حوالہ بطور خاص پیش اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بزرگ تو ہمارے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی ہیں جنہوں نے عربی میں بہت بڑی تفسیر لکھی ہے لیکن ان پر کچھ لوگوں نے قبضہ کرنے کیلئے اپنے علماء میں ان کا نام لکھا۔

تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں اپنی علمی شان بڑھانے کیلئے جن کو تم اپنا کہتے ہو ان کا عقیدہ بھی مان لو۔

''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' کے نام کی ایک کتاب میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو اپنا عالم شمار کیا اور کہا کہ یہ ہمارا عالم تھا جنہوں نے اتنی بڑی تفسیر لکھی۔ چلو اپنا کہہ کے پھر مزہ بھی چکھو۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی کا نظریہ

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر لکھی۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں

شہداء کی حیات کا معنی و مفہوم

اس کے تحت لکھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِىْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَآؤُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَآئَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَآءَهُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ اَجَلِ ذٰلِكَ الْحَيٰوةِ لَا تَاْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمْ وَلَا اَكْفَانَهُمْ

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

Marfat.com

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا (بل احیاء) اس کا مطلب کیا ہے۔ فرماتے ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسموں والی طاقت دے دیتا ہے۔ پھر ان کی روحیں ساری زمین پر جاتی ہیں اور آسمانوں پر اور جنت میں بھی کس کس جگہ۔

حَيْثُ يَشَاؤُوْنَ

جہاں جانا چاہیں وہاں چلی جاتی ہیں۔

زمین و آسمان اور جنت میں جہاں جائیں وہاں روح جسم بن کے چلی جاتی ہے

﴿بعد از وصال مشکل کشائی﴾

پھر وہ کرتے کیا ہیں۔

وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَائَهُمْ

اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔

وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَائَهُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع رہ کے کرتے ہیں۔

اگر رب چاہے تو یہ شہید دشمنوں کیلئے ایٹم بم ہیں۔

ان شہداء کو یہ شان حاصل ہے۔

وَمِنْ اَجَلِ ذٰلِكَ الْحَيٰوةِ

اس زندگی کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہے کیا ہوتا ہے

Marfat.com

لَا تَاكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمْ

زمین ان کے جسم نہیں کھاتی

وَلَا اَكْفَانَهُمْ

اوران کے کفن بھی نہیں کھاتی۔

یعنی جسم تو جسم رہا کفن بھی نہیں کھاتی۔

انبیاء کی برزخی زندگی سب سے قوی تر

اس مقام پر پہنچ کر قاضی صاحب کا قلم تڑپا اور فرمانے لگے۔

بَلْ حَيَاةُ الْاَنْبِيَاءِ اَقْوٰى مِنْهُمْ

بلکہ انبیاء کی زندگی شہداء کی زندگی سے کہیں زیادہ قوی ہے

یہ تو شہیدوں کی حیاۃ تھی جن کا کلمہ پڑھ کر شہید ہوئے ان کی اپنی زندگی کیسی ہو گی اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی زندگی انوکھی ہے شہیدوں کی زندگی سے اور پھر ان انبیاء کی زندگی شہداء کی زندگی سے کہیں زیادہ قوی ہے کیونکہ شہید جب دنیا سے چلا جائے تو اس کا ترکہ بٹ جاتا ہے۔اور اس کی بیوہ سے شادی جائز ہے۔

انبیاء کی زندگی کے اقوی ہونے کی وجوہات

اللہ تعالیٰ کے انبیاء جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کا ترکہ نہیں بٹتا کیونکہ جو زندہ ہو اس کا ترکہ بٹے کیسے ؟ ان کا ترکہ اور ورثہ تو ان کا علم ہوتا ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوہ کیساتھ کسی کی شادی جائز نہیں تھی۔ کیوں کہ جن کے شوہر زندہ ہوں ان سے شادی کیسے جائز ہو؟ مگر شہید کے زندہ ہونے کے باوجود شہید کا ترکہ بھی بٹ گیا شہید کی بیوی سے آگے شادی بھی ہوگئی۔

Marfat.com

تو اس سے پتہ یہ چلا کہ اللہ کے پیغمبروں کی زندگی ان کی زندگی سے کتنی زیادہ اونچی ہے۔

اس واسطے یہ دین متین کا مزاج اور اس کا درس ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو اس امت میں ایسی گواہیاں ملیں گیں۔

محمد شریف کوٹلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ساٹھ سال بعد بدن سلامت

جس وقت ہمارے مرشد گرامی پیر جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بریلی شریف میں پڑھنے گئے تھے۔ دورہ حدیث شریف پڑھ رہے تھے ان دنوں میں بطور مقرر مولانا بشیر احمد کوٹلی رحمہ اللہ تعالیٰ بریلی شریف میں خطاب کرنے گئے تھے۔ حضرت بشیر احمد کوٹلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زندگی بھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیا۔ ان کی تدفین کے وقت جو مناظر تھے، نور کی برسات تھی وہ بھی لوگوں نے دیکھی۔ لیکن جس وقت ان کو اپنے اباجی حضرت مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن کرنے کیلئے جب قبر کھودی گئی تو ساٹھ سال کے بعد بھی ان کا بدن بالکل صحیح سلامت نظر آیا۔

یہ مسلک اہلسنت وجماعت کی حقانیت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی آیات کو ظاہر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلک کی خوشبو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
10

اعتکاف یادِ الٰہی میں انہماک

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس کے چودھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''اعتکاف یادِ الٰہی میں انہماک''

میری دعا ہے رب ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اسکے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو مختلف انواع کی عبادات کا سرور عطا فرمایا ہے۔ ان عبادات میں سے ایک نہایت ہی منفرد اور لذیذ عبادت رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔

☆ اعتکاف مخلوق سے رابطہ منقطع کر کے خالق کی طرف بھرپور انداز میں متوجہ ہونے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف خلوت میں رب ذوالجلال کی یاد سے مانوس ہونے کا نام ہے

☆ اعتکاف اپنے عادی اور مالوف ماحول سے نکل کر اور وہ چیزیں جو عادی طور پر انسان کا دل معاشرے میں لگاتی ہیں ان سے قطع تعلق ہو کر محض رب کی محبت میں مسرور ہونے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف ماحول کی آلودگی سے یکسر محفوظ ہو کر رحمت حق کے شبنم کے حصول کا نام ہے۔

☆ اعتکاف اپنے معاشرے اور سوسائٹی میں موجود کجروی اور اپنے ماحول کی گندگی سے بچ کر رب ذوالجلال کی اطاعت اور اسکی بندگی کے گلشن میں ڈیرہ لگانے کا نام ہے۔

Marfat.com

☆ اعتکاف دل کے تمام محلوں کو ذکر الٰہی سے آباد کرنے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف اپنی سوچ کو بحر ریاضت میں غسل دینے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف اپنے کردار کو سنت نبوی کے سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ کر آخرت کی چاشنی محسوس کرنے کا نام ہے۔

☆ اعتکاف لذت ہے۔

☆ اعتکاف چاہت ہے

☆ اعتکاف الفت ہے۔

☆ اعتکاف زندگی ہے بلکہ اعتکاف بندگی اور تابندگی ہے۔

☆ اعتکاف سے ظاہر بھی منور ہوتا ہے باطن بھی منور ہوتا ہے۔

☆ اعتکاف سے دربار رسالت کے ذریعے سے دربار الٰہی میں انسان کو رسائی کا شرف ملتا ہے۔

آیئے اس عظیم عبادت کے خدوخال کو سمجھنے کیلئے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اسکی چاشنی اسکی عظمت اسکی فضیلت اور اسکے احکام کو سمجھیں۔

قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷)

اور تم اپنی بیویوں کو ہاتھ نہ لگاؤ اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو۔

اعتکاف کا معنی ومفہوم

اعتکاف کا لفظ عکوف سے مشتق ہے۔ عکوف کہتے ہیں۔

Marfat.com

اَلْاِقْبَالُ عَلَی الشَّیْءِ

کسی کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ منسلک کر کے پابند کر دینا اور روک لینا یہ لفظِ اعتکاف کا لغوی معنٰی ہے۔

ع، ک، ف جہاں اکٹھے اس ترتیب سے آئیں گے وہاں حبس، منع اور روکنے والا معنٰی ضرور پایا جائے گا۔

لغوی معنٰی کے لحاظ سے قرآن مجید میں اعتکاف کا استعمال

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لفظ عکوف کو استعمال کیا گیا ہے۔

پہلا مقام

اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۲۵)

بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے

مسجد حرام کونسی مسجد ہے؟

اَلَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ

جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے

Marfat.com

رہنے والے اور پردیسی کا۔ یعنی جتنا حق وہاں کے مقیم لوگوں کا ہے۔ اتنا ہی حق باہر سے دوسرے ممالک سے جانے والے لوگوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کو ان لوگوں کیلئے معین نہیں کیا بلکہ عاکف یعنی مقیم اور باد یعنی باہر سے آنے والے (Out Sider) دونوں برابر ہیں تو اس میں عکوف والا معنی موجود ہے کہ جو مسجد حرام کے قرب و جوار میں رہنے والے ہیں۔ مکہ شریف کے لوگ اور باہر سے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول میں اور بندگی میں برابر ہیں۔

دوسرا مقام

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۵)

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا تم کو مسجد حرام سے اور ھدی کو

یعنی قربانی کے جانور کو اور جس وقت صحابہ کرام کو روکا گیا تو ساتھ ہی جانوروں کو بھی وہاں روک دیا گیا اسکی حالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ

وہ ھدی جس کو روک لیا گیا کہ وہ اپنی جگہ کو پہنچے۔

عکوف والا لفظ یہاں پر بھی موجود ہے۔ یعنی روکنے والا اور منع والا معنی موجود ہے۔

تیسرا مقام

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور آزر سے یہ کہا تھا جو بتوں کی

Marfat.com

پرستش میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ

(پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۵۲)

یہ کیا مورتیاں ہیں کہ جنکے اردگرد تم نے اپنے آپ کو روک کے بٹھایا ہوا ہے۔

تو وہ بتوں کے پجاری، بتوں کی پرستش کرنے والے بتوں کے پاس اپنے آپ کو بٹھائے رکھتے تھے۔

تو یہاں پر بھی عکوف والا معنیٰ موجود ہے۔ اگرچہ شرعی طور پر اُن کا عمل ناپسندیدہ تھا اور شرک تھا۔

ان آیات کے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ اعتکاف قرآن مجید میں اپنے اصل لغوی معنیٰ کے لحاظ سے متعدد مقامات پر موجود ہے جسکا معنیٰ ہے روکنا، بند کرنا، پابند کرنا کسی کو کسی جگہ کے ساتھ لازم کر دینا۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک اعتکاف کا معنیٰ

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب (مفردات الفاظ القرآن) میں اعتکاف کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہیں۔

لغوی معنیٰ:

اَلْاِقْبَالُ عَلَى الشَّيْءِ وَمُلَازَمَتُهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعْظِيْمِ

عکوف یہ ہے کہ تعظیم کے طریقہ پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور کسی چیز کے ساتھ ہیشگی اختیار کرنا۔

Marfat.com

﴿شرعی معنٰی﴾

هُوَالْاِحْتِبَاسُ فِی الْمَسْجِدِ عَلٰی سَبِیْلِ الْقُرْبَةِ

(مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن ص ۳۴۳)

اعتکاف یہ ہے کہ اپنے آپ کو مسجد میں بندگی کی خاطر روک لینا

مطلب یہ بنا کہ مطلقاً کسی جگہ پہ اپنے آپ کو روک لینا شریعت میں اسکو اعتکاف نہیں کہا جائے گا۔ شریعت میں مشروط طریقے سے اور مکمل ارکان کی روشنی میں اپنے آپ کو مسجد میں وقت معین سے لیکر وقت معین تک روکے رکھنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

﴿غنیۃ الطالبین اور اعتکاف کا مفہوم﴾

غنیۃ الطالبین جو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس میں اعتکاف کی تعریف یوں کی گئی۔

اَلْاِعْتِکَافُ هُوَحَبْسُ النَّفْسِ فِیْ مَکَانٍ مَّخْصُوْصٍ وَلُزُوْمُ الشَّیْءِ وَالْمُدَاوَمَةُ عَلَیْهِ

(غنیۃ الطالبین ص ۲۷)

اعتکاف یہ ہے کہ مخصوص جگہ میں اپنے آپ کو روک کے رکھنا۔

(مخصوص جگہ سے مراد مسجد ہے) اور کسی شی کے ساتھ لازم ہو جانا (یعنی مسجد میں اپنے آپ کو رکھنے کا پابند کرنا) اور اس پر دس دنوں تک مداومت اور ہمیشگی اختیار کرنا۔

﴿ابن رجب حنبلی کے نزدیک اعتکاف کی تعریف﴾

ابن رجب حنبلی نے اعتکاف کی بڑی جامع اور منفرد تعریف یوں کی۔

Marfat.com

قَطعُ العَلاَئِقِ عَنِ الخَلاَئِقِ

اعتکاف یہ ہے کہ مخلوقات سے اپنے تعلقات منقطع کر لینا۔

علائق کا معنیٰ ہے تعلقات اور خلائق کا معنی ہے مخلوقات

لِلاِتِّصَالِ بِخِدمَۃِ الخَالِقِ

خدمتِ خالق کیساتھ ملنے کیلئے

یعنی مخلوق سے اپنے نظریں پھیر لینا اور اپنے رابطے منقطع کر لینا، مخلوق سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر کے جدا کر کے توجہ الی الخالق کا پابند بنا کے بٹھا دینا۔

کہ اب تم نے نہ کہیں اور جانا ہے اور نہ کچھ اور سوچنا ہے۔

وَكُلَّمَا قَوِيَتِ الْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ وَالْمُحَبَّةُ لَه' وَالْاُنْسُ بِهٖ اَوْرَثَتْ صَاحِبَهَا الْاِنْقِطَاعَ اِلَى اللّٰهِ

”جوں جوں بندے کی معرفت قوی ہوتی ہے اور اسکی اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی جاتی ہے اس سے انس زیادہ ہو جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے“

جس وقت وہ بندہ اعتکاف سے باہر تھا تو اس کا دل تب لگتا تھا۔ جب لوگوں کی باتیں سنے یا اپنے اہل وعیال سے ملاقات کرے۔ یا جب دوستوں سے گپیں لگائے۔

لیکن اعتکاف میں ایسے بندے کو چین تب ملتا ہے جب وہ زیادہ سے زیادہ بندگی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ متوجہ ہو جائے اور جو فطرت میں عادی انس کی چیزیں تھیں یعنی دوستوں رشتہ داروں سے ملاقات جس سے انس محسوس ہوتا تھا ملاقات نہ ہونے کی صورت میں وحشت محسوس ہوتی تھی۔

اب تنہا اس خیمہ میں رہنے کے ساتھ اعتکاف نے اس میں یہ انقلاب برپا

Marfat.com

کردیا۔ کہ اب عادت کی مصروف چیزیں طبیعت سے نکل گئی ہیں اس وقت اسکو انس تب محسوس ہوتا ہے۔ جب رب کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ تو یہ اعتکاف میں بندے کو حیثیت ملتی ہے اور پھر جب وہ متعدد بار اعتکاف کے مرحلے سے گذرتا ہے۔ تو پھر گھر میں بیٹھے ہوئے بھی آگے پیچھے اس کی ظاہری دل لگانے کی چیزوں کی بانسبت اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل زیادہ متلذذ ہوتا ہے۔ اسکا دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی وجہ سے وحشت سے نکل کر انس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

﴿تنہائی بھی کبھی ہم نے تنہا نہ گذاری﴾

کسی نے اللہ تعالیٰ کے ایک ولی سے پوچھا تھا کہ تم گھر میں تنہا بیٹھتے ہو۔ نہ دوستوں کی مجلس میں آتے ہو اور نہ ہی تم اتنی زیادہ انجمن آرائی کرتے ہو، نماز پڑھتے ہی گھر میں تنہائی کے ساتھ بیٹھے رہتے ہو، تمہارا دل علیحدہ کمرے میں کیسے لگتا ہے۔ جبکہ انسان کو تمدن پسند ہے۔ ماحول، رونق کی وجہ سے دل کو سرور ملتا ہے اور تم تنہائی پسند ہو تمہارا دل کیسے لگتا ہے۔

اَمَا تَسْتَوْحِشُ

کیا تمہیں وحشت محسوس نہیں ہوتی تو وہ کہنے لگے۔

کَیْفَ اَسْتَوْحِشُ

مجھے وحشت تنہائی میں کیسے محسوس ہو۔

وَھُوَ یَقُوْلُ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

(لطائف المعارف ص ۱۹۱)

Marfat.com

حالانکہ میرا رب فرماتا ہے جو مجھے یاد کرے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔

جلیس کا لغوی معنی ہے (بیٹھنے والا) مطلب یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرے وہ تنہا نہیں ہوتا میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ کسی نے سچ کہا کہ،

تنہائی بھی کبھی ہم نے تنہا نہ گزاری

اس انداز سے ان لوگوں کا مقام اعتکاف کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اتنا متوجہ ہوتے ہیں۔ پہلے کی عادتیں ہی بدل جاتی ہیں پہلے جن ذریعوں سے انس ملتا تھا اب اس کا انداز بدل گیا ہے اب تنہائی میں بھی اسکو اللہ تعالیٰ کی یاد سے لذت آتی ہے۔

تو وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے تنہائی میں وحشت کس طرح ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

جو میرا ذکر کرے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ

صحیح بخاری کتاب التوحید باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی (وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ حدیث نمبر ۷۴۰۵)

میں اپنے بارے میں بندے کے گمان کے مطابق ہوں

میرا بندہ مجھے اپنے جتنا قریب سمجھے میں اتنا ہی قریب ہوں تو جس وقت ایک انسان کا تصور پختہ ہو جاتا ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر رچ بس جاتا ہے اسکے بعد دل میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے یہ انقلاب برپا کرنا بھی اعتکاف کا حقیقی مقصد ہے۔

Marfat.com

اعتکاف کی حقیقی لذت اور چاشنی

اعتکاف میں بندہ کو اس نیت سے زیادہ لطف میسر آتا ہے کہ جب وہ یہ نیت کرتا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام فرضیت رمضان سے لیکر ظاہری حیات کے انقطاع ہونے تک ہر سال رمضان میں اعتکاف کا عمل دھراتے رہے۔ ایک سال رمضان میں چند وجوہات کی بنا پر اعتکاف نہ ہوسکا تو پھر آپ نے اسکی قضا کی یعنی یہ اتنی بڑی سنت موکدہ ہے۔ جسکو رسول اللہ ﷺ نے اتنا موکد بنادیا۔

تو امت کیلئے چاشنی کا منبع یہ ہے کہ میں وہ کام کررہا ہو جو میں نے ریا کیلئے نہیں، کسی ساتھی کے ساتھ رفاقت کیلئے نہیں کررہا، میں اعتکاف صرف اس لیے کررہا ہوں کہ یہ کام ہمارے محبوب علیہ السلام نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو بڑا پسند فرمایا اور محبوب علیہ السلام کی سنت سے ہمارے لئے ثابت ہوگیا۔

اس نیت سے جو بندہ اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی عظمتوں کو دوبالا فرمادیتا ہے۔

آخری عشرہ کا اعتکاف سنت حبیب کبریا ﷺ

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔

حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہ

یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے ہاں بلالیا۔

ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ

(صحیح بخاری کتاب الاعتکاف باب الِاعْتِکَافِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالِاعْتِکَافِ فِی الْمَسَاجِدِ کُلِّھَا حدیث نمبر ۲۰۲۶)

Marfat.com

پھر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپکی ازواج بھی اعتکاف فرماتی رہیں۔

رمضان میں قرآن کا دور

ایسے ہی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً

(صحیح بخاری کتاب فضائل قرآن باب كَانَ جِبْرِيلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ج ۲ ص ۷۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر سال ایک بار قرآن پیش کیا جاتا تھا یعنی حضرت جبریل علیہ السلام آتے تھے قرآن مجید کا دور کرنے کیلئے آتے تھے، یہ دور ہر رمضان میں رات کے وقت ہوتا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال با کمال کے قرائن

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں

فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ

جس سال آپ ﷺ کا وصال ہونا تھا اس سال رمضان میں دو مرتبہ آپ پر قرآن پیش کیا گیا۔

وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا

رسول اکرم ﷺ ہر سال رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔

فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ

(صحیح بخاری کتاب فضائل قرآن باب كَانَ جِبْرِيلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ج ۲ ص ۷۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سال آپ علیہ السلام کا وصال ہونا تھا اس سال رمضان میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

Marfat.com

یہ دنیا سے تشریف لے جانے کے قرائن تھے۔ اسکے لحاظ سے عمل میں اضافہ تھا۔ اس سے مزید اپنی امت کو بندگی کی طرف مائل کرنا اور انکو اخلاص اور تقوی کے میدان میں آگے بڑھانے کیلئے ایک جذبہ پیدا کرنا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ

(سنن الترمذی کتاب الصوم بَاب مَا جَاءَ فِي الِاعْتِكَافِ إِذَا خَرَجَ منه ج ا ص ۲۸۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

رسول اکرم ﷺ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے ایک سال آپ نے اعتکاف نہ کیا تو اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

اس طرح ان احادیث کو بیان کرنے کا مقصد اس بنیاد کو واضح کرنا ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی نہایت ہی موکد سنت ہے۔ پھر محلے والوں کیلئے سنت موکدہ علی الکفایۃ ہے۔ اگر محلے کی مسجد میں کوئی شخص بھی اعتکاف کیلئے نہیں بیٹھے گا تو تمام محلے والوں کا سنت موکدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرے گا تو محلے والوں کی طرف سنت علی الکفایہ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ وہ شخص جس نے اعتکاف کیا اسکو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے مالا مال فرمائے گا۔

رمضان میں اعتکاف کرنے پہ دو حج اور دو عمرے کا ثواب

اعتکاف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اس کے راوی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

ہمارے آقا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِيْ رَمْضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۲۳۹)

جس شخص نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمرے ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

یعنی اسلام میں انسان کو بندگی کے لحاظ سے آگے پہنچانے کیلئے جو سہارا دیا گیا کہیں نادار یہ نہ سمجھیں کہ امراء تو جا کر حج بھی کر آتے ہیں، عمرہ بھی کر آتے ہیں ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں ہم اس لحاظ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ تو اسلام نے بتایا جو محلے کے اندر مسجد میں دس دنوں کا اعتکاف کرنے بیٹھ جاتا ہے اسکو دو حج اور دو عمرے کا ثواب مل جائے گا۔

اگر اس نے تقاضے پورے کیے، آداب پورے کیے۔ اعتکاف کو شریعت کے مطابق پورا کیا۔ اسکو اتنا بڑا ثواب ملتا ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ مفت میں دو حج اور مفت میں دو عمرے کا ثواب نہ سفر نہ خرچ اور نہ ہی تھکاوٹ اپنے ماحول میں اپنے محلے میں رہ کر اپنے گھر کے پاس اپنی مسجد میں جب یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو دو حجوں اور دو عمروں کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ کچھ پابندیاں ایسی ہیں جن سے آج صرف نظر کیا جا رہا ہے (معاذ اللہ) اعتکاف کو ایک رواج اور فارمیلٹی کے طور پر اپنایا جانے لگا ہے جو عبادت بیک وقت دس دنوں میں دو حج اور دو عمرے ادا کرنیکا ثواب دے آخر اسکے کچھ تقاضے

Marfat.com

بھی ہونگے، اسکی کچھ شرائط بھی ہونگی اور اس کو مکمل کرنے کیلئے شریعت نے کچھ ضابطے بھی رکھے ہونگے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے نانا جی سے سنا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے تھے کہ جس نے رمضان المبارک کے آخری دنوں کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اسکو دو حج اور دو عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

پھر ایک مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنِ اعْتَكَفَ مَابَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ اِلَّا بِصَلٰوةٍ وَقُرْآنٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّبْنِيَ لَهٗ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۳۸)

جس نے مغرب سے عشاء کے درمیان مسجد جماعت میں اعتکاف کیا سوائے نماز اور قرآن کے اس نے کوئی گفتگو نہیں کی اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں محل بنائے۔

اعتکاف کی متعدد صورتیں

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعتکاف کی کئی صورتیں ہیں ایک ہے اعتکاف دس دن کا اور ایک ہے اعتکاف ایک دن کا اور ایک ہے اعتکاف گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا لیکن اصل موکد اعتکاف دس دنوں کا ہے۔ اسکے علاوہ نفلی اعتکاف شمار ہوگا۔ مگر کوئی جتنا بھی اعتکاف کرے گا اسکو محرومی نہیں ہوگی کچھ نہ کچھ اسکو اجر مل جائے گا۔ بلکہ بہت کچھ اسکو مل جائے گا۔

Marfat.com

ایک دن کے اعتکاف کا ثواب

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اعْتَكَفَ يَوْماً

جس نے ایک دن اعتکاف کیا

اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے

جَعَلَ بَيْنَه، وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنْدَقٍ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنَ

(المعجم الكبير ج٣ ص ١٣٨)

تو اللہ تعالیٰ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ بنادے گا۔

ایک خندق اتنی چوڑی ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

تو جس نے ایک دن اعتکاف کیا وہ جہنم سے تین بار اتنا دور ہو جائے گا۔ جتنا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔

مطلب یہ بنا کہ وہ جنتی بن جائے گا جہنم اور اسکی حرارت سے محفوظ ہو جائیگا اس عمل کی وجہ سے اسکو جہنم سے اتنا دور کر دیا گیا لیکن اس میں روح یہ ہے۔

اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ

وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے اور اس رضا کے حصول کیلئے اس نے اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکو اتنا عظیم اجر دینے کا وعدہ کیا۔ جسکا اعلان ہمارے آقا ﷺ نے خود فرما دیا ہے۔

Marfat.com

اسکے علاوہ مختصر وقت کا اعتکاف بھی ہے۔

مغرب سے عشاء تک اعتکاف کرنے کا ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اعْتَكَفَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

جس نے صرف مغرب اور عشاء کے درمیان اعتکاف کیا

فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ

جماعت والی مسجد میں

یعنی اس چھوٹے سے اعتکاف میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ مسجدِ جماعت میں بیٹھے مغرب بھی جماعت کے ساتھ ہو اور عشاء بھی جماعت کے ساتھ ہو۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مسجد میں بیٹھا رہا

لَمْ يَتَكَلَّمْ اِلَّا بِصَلٰوةٍ وَقُرْآنٍ

مغرب اور عشاء کے درمیان اس نے کوئی کلام نہیں کیا اس نے نفل ادا کیے اور قرآن پڑھتا رہا اسکا یہ معمول رہا

كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّبْنِيَ لَهٗ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۳۸)

یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں محل تعمیر کروائے گا۔

اتنے چھوٹے اور مختصر سے اعتکاف پر اسکو اجر ملے گا۔ وہ محروم نہیں رہے گا۔
یہ ہمارے محبوب علیہ السلام نے بار بار امت کو بتایا کہ ایک شخص جس وقت ایک نماز پڑھ لیتا ہے۔

Marfat.com

اِنۡتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعۡدَ الصَّلٰوۃِ

ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار مسجد کے باہر دوکان میں جا کر بھی کیا اور دل مسجد کی طرف متوجہ رہا تو وہ وقت بھی بندگی میں شمار ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

اگر مسجد میں بیٹھ کر وہ انتظار صلوۃ کر رہا ہے ظہر کے بعد عصر کی نماز کے انتظار میں عصر کے بعد مغرب کے انتظار میں بیٹھ گیا تو اس انتظار کو بھی اعتکاف کا رنگ دے دیا جائیگا۔

رسول اکرم ﷺ نے اعتکاف کی جن عظمتوں کو بیان کیا اس اعتکاف کی اصل روح کو پہچاننے کیلئے ہمیں چند باتیں پیش نظر رکھنی چاہیں۔

☆ اعتکاف کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں ☆

(۱) ﴿واجب اعتکاف﴾

کسی نے نذر مانی جب نذر پوری ہوگئی تو وہ اعتکاف اس پر واجب ہوگیا۔

(۲) ﴿سنت اعتکاف﴾

یہ وہ ہے جو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں کیا جاتا ہے۔

(۳) ﴿نفلی اعتکاف﴾

یہ وہ ہے جو دس دن کے علاوہ کیا جائے۔

﴿اعتکاف کا حکم﴾

اسکا حکم یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے وہ سنت مؤکدہ کہ جس پر رسول اکرم ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں مکمل ہمیشگی اور مداومت فرمائی

Marfat.com

☆اعتکاف کی شرائط☆

اعتکاف کی چار شرطیں ہیں

﴿پہلی شرط﴾ اسکی پہلی شرط اسلام ہے۔ اعتکاف کرنے والا مسلمان ہو، اگر مسلمان نہیں تو اُسکا اعتکاف نہیں۔

﴿دوسری شرط﴾ تمیز وہ اعتکاف کرنے والا بالغ ہو یا قریب البلوغ ہو۔ وہ چھوٹا بچہ جسکو کوئی امتیاز حاصل نہیں، احکام شریعت کو نہیں جانتا وہ بیٹھ جائے تو اسکو اعتکاف نہیں کہا جائے گا۔

﴿تیسری شرط﴾ اسکے لئے تیسری شرط حدث اکبر سے طہارت ہے۔ یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے انسان کو طہارت حاصل ہوگی تو پھر وہ مرد وزن اعتکاف کر سکتے ہیں۔ ورنہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

اگر عورت حالت حیض میں یا حالت نفاس میں ہوگی تو اعتکاف نہیں ہوگا۔

ایسے ہی مرد وزن پر جنابت کی حالت ہو تو پھر بھی اعتکاف نہیں ہو سکتا۔ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے حدث اکبر سے نکلنا ضروری ہے۔

﴿چوتھی شرط﴾ اسکی چوتھی شرط مسجد کا ہونا ہے۔

اگر مسجد نہیں تو پھر اعتکاف نہیں، یعنی اعتکاف کی جو سب سے اہم شرط ہے وہ مسجد ہے۔ پھر مسجد کے انتخاب میں کئی حکمتیں ہیں۔

﴿مسجد پسندیدہ جگہ ہونے کے ساتھ ایک روحانی قلعہ بھی﴾

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا فرمان صحیح مسلم شریف میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا

(صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوة بَاب فَضْلِ الْجُلُوسِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ ج ۱ ص ۲۳۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں میں سے جو جگہ زیادہ پسند ہے وہ مسجد ہے۔ اور رب کی ناپسندیدہ جگہ شہر کے بازار ہیں۔

یعنی ہر شہر کی مسجد پسندیدہ جگہ ہے اور پھر معتکف چاہتا ہے کہ رب مجھے پسند کرے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر وہاں جا کر بیٹھ جا جو جگہ رب کو پسند آتی ہے۔

یہ مسجد میں اعتکاف کرنے کی حکمت ہے کہ مسجد ایک روحانی قلعہ ہے۔ اگر کہیں بیٹھ جائے تو اسے وہ قلعہ میسر نہیں آئے گا۔ مسجد اسکے گرد شیطان کو روکنے کا ایک حصار ہے۔ شیطان کی ایک پوری فوج مسجد مین داخل ہونے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتی ہے۔ انھیں گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ تو ایسے شیطانوں سے بچنے کا ایک بہت بڑا سہارا ہے۔ اگرچہ جو زیادہ باغی سرکش ہیں وہ مسجد کے اندر بھی وسوسے ڈالتے ہیں مگر ایسے شیطانوں سے جو اس سے نچلے درجے کے ہیں۔ اس سے انسان کو بچاؤ ملتا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی وہ پسندیدہ جگہ ہے اسواسطے اعتکاف نبوی ﷺ میں مسجد کو شرط قرار دیا گیا۔ لہٰذا مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے مسجد سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص مسجد کے باہر صرف دس نہیں پورا مہینہ ٹھہرا رہے اسکو شرعی اعتکاف نہیں کہا جائے

Marfat.com

گا۔ اعتکاف کی بنیادی شرط مسجد ہے اور اتنی پکی شرط ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام خلفاء راشدین، تابعین تبع تابعین اور پوری امت آج تک متفق رہی ہے کہ اعتکاف مسجد کے سوا نہیں ہے۔

مسجد کے گرد جو باغیچہ ہو، لان ہو، باغات ہوں جو مسجد کے دروازے کے ساتھ متصل جگہ ہے وہ مسجد نہیں، مسجد وہ ہے جہاں پر سے جوتے اتار کر داخل ہوتے ہوں اسکو فقہی مسجد کہا جاتا ہے اور جس مسجد پہ شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں وہ مسجد اس میں شرط ہے۔ اس میں انسان دس دن مسلسل موجود رہے۔

اگر چند لمحے کے لیے بھی بغیر شرعی اجازت کے نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اتنی پکی شرط ہے کہ پورے دس دنوں میں کسی وقت اگر وہ مسجد سے نکل گیا اذن شریعت کے بغیر تو سارا اعتکاف ختم ہو جائیگا۔

مسجد میں اعتکاف لازم ہے لیکن جو آدمی بیٹھا ہی مسجد کے باہر رہے پھر اسے اعتکاف بھی کہے تو یہ اسکی خود فریبی ہو گی لیکن اعتکاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔

پھر اس مسجد کی بھی شرائط ہیں کہ وہ کونسی مسجد ہو وہ ایسی مسجد نہ ہو کہ جس میں جماعت ہی نہ ہوتی ہو، وہ ایسی مسجد ہو جس میں امام ہو جو جماعت کراتا ہو اور موذن ہو جو اذان پڑھنے والا ہو، تو پھر اس جگہ پر اعتکاف کی اجازت ہو گی۔ اعتکاف والی مسجد میں جمعہ شرط نہیں ہے۔

اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو معتکف کا یہ شرعی عذر ہے کہ وہ دوسری جگہ جا کر جمعہ پڑھے لیکن وہ اپنی مسجد میں سنتیں پڑھ کر جائے خطبہ کے وقت پہنچے خطبہ سن کر فرض نماز ادا

Marfat.com

کر کے بقیہ نماز اپنی مسجد میں آ کر پڑھے پھر راستے میں کسی سے باتیں نہ کرے۔ کسی کے پاس کھڑا نہ ہو۔ ان شرائط کے ساتھ اسکے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ دوسری جگہ میں جا کر جمعہ ادا کر سکتا ہے۔ مگر اس اعتکاف والی مسجد میں جماعت ضروری ہے۔

پھر مسجد کے لحاظ جو حکمتیں تھیں وہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کیلئے بیان فرما دی ہیں۔

اعتکاف اور تعمیر سیرت

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ

اِئْذَنْ لَنَا فِیْ الاخْتِصَاءِ

صحابہ کرام جس وقت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوتے تو تقویٰ، پرہیزگاری، خوف خدا اور دنیا کے سارے خیالات نکل جاتے تھے۔ دنیا کی کوئی لذت نہ رہتی تھی۔ انوار نبوت کا اتنا اثر دماغوں پر پڑتا تھا کہ ہر چیز ڈھل جاتی تھی۔

اسی شوق میں آ کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِئْذَنْ لَنَا فِیْ الاخْتِصَاءِ

آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ ہم اپنی مردانہ قوت ختم کر دیں۔

اختصاء یعنی خصی ہونیکی اجازت دے دو۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پوچھا تو میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا

لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰی وَلَا اخْتَصٰی

(مشکوۃ المصابیح ص ۶۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جس نے اس طرح اپنی مردانہ قوت کو ختم کر دیا وہ میرا نہیں ہے۔

Marfat.com

میں کیسے تم کو اجازت دوں۔ مزہ تو تب ہے کہ مردانہ قوت انسان میں ہو اور پھر وہ فرشتہ بن جائے۔ میں اپنی امت کو یوں نہیں کرنے دوں گا۔ میری امت اس طرح اپنے آپ کو خصّی بنا لے اور پھر وہ پرہیز گار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرشتے پر انسان کو شان دی ہے تو اس لئے دی ہے کہ اسے عقل بھی دی ہے اور شہوت بھی دی ہے۔ جو عقل کو شہوت پر غالب کرے وہ فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔

یہ تو انسان کے اندر ایک پاور ہے اصل مقصد اسکو کنٹرول کرنے کا ہے اور اسکو یوں خصّی ہو کر ختم کرنا یہ اسلام کو پسند نہیں ہے پھر تو کوئی مقابلہ نہیں رہے گا پھر کامیابی کیسے ملے گی۔ مقابلے میں اپوزیشن ہو اور پھر کامیابی مل جائے تو اسکو کامیابی کہا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک کیلئے شیطان کو تمہاری اپوزیشن بنایا گیا اور تم نے اسکا مقابلہ کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا میرے فرشتو دیکھو تمہارے اندر ایسی قوت نہیں تھی۔ میرے بندے کے اندر ایسی قوت تھی۔ مگر پھر بھی اس نے اس شہوت پہ کنٹرول کر کے زندگی تمہارے جیسی گذاری ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب سنا تو سرکار علیہ السلام کے الفاظ یہ تھے کہ۔

لَیْسَ مِنَّا

وہ ہمارا نہیں وہ میرا امتی نہیں جو یہ کام کرے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان اس کام کی ضرورت کیا ہے جو تم

Marfat.com

نے سوچا ہے۔ میری شریعت میں اسکا علاج ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ خِصَاءَ اُمَّتِیْ الصِّیَامُ

روزہ میری امت کی شہوت کو توڑنے والا ہے۔

اور اگر فرضی روزے مکمل ہو گئے تو سارا سال نفلی روزوں کیلئے پڑا ہے۔

وہ روزے رکھتے جاؤ، نور پاتے جاؤ، شہوت ختم ہوتی جائے گی خصّی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں روزہ کس لئے ہے۔ روزہ تمہارے پاس موجود ہے۔ جس سے شہوتیں ختم ہونگی اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا چلا جائے گا۔

امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے

حضرت عثمان کا ذہن ادھر سے بدل گیا دوسرا سوال کر دیا۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِئْذَنْ لَنَافِیْ السِّیَاحَةِ

پھر آپ ہمیں سیاحت کی اجازت دے دیں۔

اپنے ماحول سے نکلنا چاہتے ہیں، یعنی اپنے دوستوں کے ماحول کے لحاظ سے ہمیں سیاحت کی اجازت دے دو۔

تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے۔

اوروں کی سیاحتیں اور ہیں اوروں کی تفریحات اور ہیں اوروں کے فنکشن اور ہیں اور اوروں کے ٹوور اور ہے۔ آپ نے فرمایا۔

میری امت کو بھی اللہ نے ایک سیاحت دی ہے۔

Marfat.com

اَلسِّیَاحَۃُ اُمَّتِیْ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

جب تم راہ حق میں نکلتے ہو تو یہی سیاحت ہے۔

اور جس وقت تم تبوک کی راہوں میں نکلتے ہو اور بدر کی راہوں میں نکلتے ہو اور نکلتے ہو حنین کی راہوں میں تو یہ تمہاری سیاحت ہے۔

اسکے سوا کوئی سیاحت نہیں ہے۔ لہٰذا سیاحت کرنی ہے تو یہ پہلے ہی موجود ہے اور کسی سیاحت کی میں اجازت نہیں دوں گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کی بات سن کر مطمئن ہوئے جا رہے تھے۔

مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار امت کا ترھب

پھر تیسرا سوال کر دیا یا رسول اللہ ﷺ

- اِئْذَنْ لَنَا فِی التَّرَھُّبِ

اگر ہمیں ماحول سے نکل کر سیاحت کرنے کی اجازت نہیں ہے تو پھر ہمیں چلے میں پڑ جانے دو، ہمیں رہبان بن جانے دو، ہمیں رہبانیت کی اجازت دے دو۔

اپنی بیوی بچوں سے اپنے ماحول سے جدا ہو جائیں اور پھر ترھب کی وجہ سے رہبان بن جائیں۔ معاشرے اور سوسائٹی سے کٹ جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی میری امت کے مزاج کا حصہ نہیں ہے۔ تم مجھ سے اور کیا چلہ چاہتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ تَرَھُّبَ اُمَّتِیْ اَلْجُلُوْسُ فِی الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلٰوۃِ

(مشکوۃ المصابیح ص ۶۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

Marfat.com

میری امت کا چلّہ یہ ہے کہ ایک نماز پڑھ کے دوسرے نماز کا انتظار کرنے کیلئے مسجد میں بیٹھ جائے۔

یہ چلّہ ہے، یہ درویشی ہے، یہ میری امت کا ترہب ہے۔ نہ جنگل میں جانا پڑے گا، نہ کسی ندی کے کنارے ڈیرہ لگانا پڑے گا، نہ کسی میلے میں جانا پڑے گا، نہ کسی پہاڑ میں بیٹھنا پڑے گا۔

یہ میری امت کا ترہب ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امت سوسائٹی میں کتنی مضبوط جڑیں رکھتی ہے اور اسکا سوسائٹی کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے اور سویلائزیشن (Civilization) اسکا مین (Main) ہدف ہے اور کمیونٹی (Community) کے مسائل سے واقف رہنا اور انھیں حل کرنا اسکے بنیادی فرائض میں سے ہے۔

مطلب یہ تھا اگر میں تمہیں چلّوں کی اجازت دے دوں تو پھر (State) سٹیٹ کا کام کون کرے گا۔ اور یہ دین اس کائنات میں دنیا کو دین کا رنگ دینے آیا ہے اور دنیا کو بتانے آیا ہے کہ دنیا دین کیسے بنتی ہے اگر تم چلّوں میں چلے جاؤ گے تو قاضی کون ہونگے، جج کون ہونگے، سماجی کارکن کون ہونگے۔ لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک کون ہونگے۔

مراد یہ تھی ہم نے سارا اہتمام کر دیا ہے محلے میں مسجد بھی ہوگی۔ اس میں بیٹھ جاؤ گے تو تمہیں ترہب مل جائے گا۔ باہر نکلو گے بیمار کا حال پوچھ لوگے۔ ہم نے اس انداز میں معاشرے کو خدوخال دیئے ہیں۔ ہم سوسائٹی میں تمہیں رکھ کر سوسائٹی کا نور بنانا چاہتے ہیں تمہارے اندر اتنا حوصلہ ہو بدی کا مقابلہ کرنے کیلئے کہ انسان چھپ کے کہیں بیٹھ جائے اسکے مقابلے میں وہ دلیر ہے۔ جو گندگی کے ماحول میں گندگی دور کرنے میں لگا ہوا ہے۔

Marfat.com

مفہوم یہ ہے اگر آج میرے عثمان میں نے تمہیں اجازت دے دی تو کل میرے دین کے وفا شعاروں پر کیا بیتے گی اور کل اصلاح کا کام سوسائٹی میں کون کرے گا، جسکے دل میں نیکی ہوگی وہ یقیناً بدی سے متنفر ہوگا۔ اگر بدی سے نفرت یوں کرے کہ گھر چھوڑ کے نکل جائے محلّہ، چھوڑ کے نکل جائے، شہر چھوڑ کے نکل جائے اور ملک چھوڑ کے نکل جائے۔ وہ چھپ جائے جنگلوں میں اور چھپ جائے دریاؤں کے کناروں میں، پھر میری امت کی اصلاح کا کام کون کرے گا۔ اگر انسان کو تنہائی چاہیے تو مسجد میں بیٹھنے کی صورت میں تمہیں ترھب دے دیا ہے تاکہ محلے کی مسجد میں ترھب والا رنگ بھی پورا ہو جائے گا۔ باہر نکلو گے تو معاشرے کی اصلاح کا کام بھی پورا ہو جائے گا۔

اعتکاف میں مسجد کی شرط کیوں لگائی گئی کہ اعتکاف مسجد میں ہو۔ مسجد کی ایک خاص عظمت ہے۔ ایک مسجد کا اپنا سرور ہے اور پھر رمضان کا سرور اور پھر نیت اعتکاف کا سرور اور اسکے ساتھ تنہائی یہ ساری اسی سے میسر آتی ہے اس کو اعتکاف میں بنیادی طور پر پیش نظر رکھا گیا کہ کوئی کسی گراؤنڈ میں نہ بیٹھے کوئی کسی پلاٹ میں نہ بیٹھے کوئی کسی گلی میں نہ بیٹھے کوئی اپنے گھر میں نہ بیٹھے۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے جس وقت اس بات کو بیان کیا اسکی وضاحت فرمائی کہ جو شخص مسجد کے سوا اعتکاف کرے گا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو بدعت قرار دیا اور فرمایا کہ اسکا اعتکاف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

کون سا اعتکاف بدعت؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے

مِنَ الْبِدَعِ الاِعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ الَّتِي فِي الدُّوَرِ

گھریلو مساجد میں اعتکاف بدعت ہے۔

(کشف الغمۃ: ج ۱ ص ۲۵۶)

جو لوگوں نے پرسنل چھوٹی چھوٹی مسجدیں گھروں میں بنائی ہوتی ہیں۔ ڈیروں پر بنائی ہوتی ہیں اور عام لوگوں کو جہاں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص ان مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے گا تو یہ بدعت ہے۔

اس نے سنت ادا نہیں کی اس نے بدعت کا ارتکاب کیا اس حدیث میں جس اعتکاف کو بدعت کہا گیا وہ اعتکاف والی جگہ پلاٹ نہیں، گراونڈ نہیں بلکہ یہ مسجد ہے۔ مگر یہ گھر کی مسجد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اگر اس مقام پر کسی نے اعتکاف کیا تو وہ اعتکاف نہیں ہے۔

یہ جو وجود کے اعتبار سے اعتکاف کیلئے ابتدائی شرط ہے کہ مسجد ہوگی تو پھر خیمہ ہوگا پھر تنہائی اور باتوں سے اجتناب اور پھر مسجد میں رہنے کی پابندیاں اور اگر مسجد ہی نہیں تو پھر اعتکاف کا آغاز ہی نہیں ہوگا اور پھر نہ اس پر ثمرہ مرتب ہوگا۔ اسکو صرف ٹریننگ سنٹر ہی کہا جا سکتا ہے اسے اعتکاف نہیں کہا جائیگا۔

اسکو تبلیغی کورس کہا جائے اور تربیتی کیمپ کہا جائے۔

لفظ اعتکاف کا جو تقدس ہے اور اسکی شرائط آج تک امت میں بالاجماع موجود رہیں۔ اُن کو پورا کرنا معتکف کیلئے ضروری ہے۔

Marfat.com

معتکف کے لئے حالت اعتکاف میں شرطیں

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں۔

اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا

معتکف پر سنت یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے۔

وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً

جامع اور جنازہ پڑھنے بھی نہ جائے۔

وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً

اور وہ عورت کو بھی نہ چھوئے۔

وَلَا يُبَاشِرَهَا

اور اُس سے مباشرت بھی نہ کرے۔

وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ

کسی حاجت کیلئے باہر نہ نکلے سوائے ایسی حاجت کے جس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاعتکاف الفصل الثانی ص ۱۸۳ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

صرف اُس کام کیلئے مسجد سے باہر نکل سکتا جو مسجد میں نہیں کرسکتا۔

جیسے قضائے حاجت اور بول و براز۔

وہ حاجت طبعی ہو جیسے پیشاب یا خانہ کرنا۔ یا وہ حاجت شرعی ہو جیسے جنبی ہو جائے تو غسل کرنا۔ معتکف صرف اسکے لئے نکل سکتا ہے۔ اگر اس مسجد میں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تو دوسری مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنا ہے تو یہ ایک شرعی حاجت ہے۔

Marfat.com

صرف تازگی کے حصول کیلئے غسل کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسے غسل کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ایسے ہی گرمی کو دور کرنے کیلئے غسل کرنا نہ حاجت طبعی ہے اور نہ ہی حاجت شرعی ہے۔

حاجت طبعی وہ ہے کہ جس کے بغیر اسکا گذارہ نہیں ہوسکتا۔ جیسے پیشاب پاخانہ کے بغیر اسکا گذارہ نہیں ہے۔

حاجت شرعی یہ ہے کہ جمعہ پڑھنے کیلئے دوسری مسجد میں جانا ہوتو پھراس مسجد سے نکل سکتا ہے اور غسل فرض ہوجائے تو پھر وہ غسل کرسکتا ہے۔

لہٰذا اب سوچنے کی باتیں ہیں کہ اس پر دو حج اور دو عمرے کا ثواب ایسے تو نہیں ملے گا۔ جس میں نہ احرام نہ سعی اور نہ طواف نہ سفر نہ تھکن لیکن جو یہاں کی حالت ہے اُسے تو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہر چیز میں تبدیلی آگئی اور ہر چیز میں روشن خیالی آگئی اور ہر چیز میں انقلاب آتا جارہا ہے۔ پہلے پورے اسلامی لٹریچر میں دیکھو تو تمہیں لفظ ملیں گے مسجدِ اعتکاف لیکن اب ہے شہرِ اعتکاف۔

اعتکاف کیلئے مسجد شرط ہے اسکے علاوہ اعتکاف نہیں ہوگا ہاں کورس ہوسکتا ہے۔

اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ وہ معتکف مسجد سے نہیں نکل سکتا کوئی مرجائے تو جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ بیمار کی عیادت نہیں کرسکتا کیونکہ اعتکاف مسجد میں ہے۔ گرمی زائل کرنے کیلئے غسل نہیں کرسکتا کیونکہ اعتکاف مسجد میں ہے۔

بخاری شریف میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سر دھلوانا تھا۔ خود مسجد میں بیٹھے اپنا سر مبارک مسجد کی کھڑکی سے گھر کی طرف کیا تو میں نے گھر میں بیٹھ کے سر دھویا کیونکہ سر دھونے کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہ تھا۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنکی ایک ایک سانس سے شریعت بنتی ہے۔ آپکا اختصاص بھی ہو سکتا تھا کہ محبوب تم جہاں چلے جاؤ اعتکاف اعتکاف رہے گا۔ اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ مگر امت کیلئے سنت نہ بنتی۔

محبوب علیہ السلام نے مسجد میں بیٹھ کر اپنا سر انور باہر جھکایا ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کنگھی کی ایک روایت یہ ہے میں نے سر پہ پانی ڈالا۔ میرے محبوب علیہ السلام اتنی مشکل برداشت کی کہ بندہ بیٹھا اندر ہو سر باہر نکالے اور کافی دیر جھکا رہے۔ آخر اس میں مشکل تو ہے۔ لیکن آقا علیہ السلام نے شریعت واضح کرنا تھی کہ اعتکاف کو کوئی مذاق نہ سمجھے کہ وہ جب چاہے باہر نکل جائے اور کوئی سگریٹ پی رہا ہو کوئی کچھ کر رہا ہو۔ یہ ساری چیزیں اعتکاف کو توڑ دیتی ہیں۔ مسجد میں سگریٹ پینا ویسے ناجائز ہے۔ کوئی مسجد سے باہر سگریٹ نوشی کیلئے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

ٹوٹیوں والی جگہ اور جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں انکے بارے میں وہ یہ نہ سمجھے کہ مسجد کی دیوار کے اندر جو کچھ ہے وہ ساری مسجد ہی ہے۔ لیٹرینوں کی جگہ ٹوٹیوں کی جگہ اور جوتوں کی جگہ فقہی مسجد سے خارج ہے۔ اگر کسی نے وہاں بیٹھ کر بھی سگریٹ نوشی کی تو اسکا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

Marfat.com

مسجدِ جماعت اور روزے کے بغیر اعتکاف جائز نہیں

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ

روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔

وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ

مسجد جامع کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف جائز نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب اَلْمُعْتَكِفِ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ ج ۱ ص ۳۵۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

جامع میں جماعت کے معنیٰ ہے۔

یعنی مسجد بھی ہو اور پھر مسجد میں جماعت بھی ہو پھر اس میں اعتکاف جائز ہے۔

یہ فتویٰ حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے اعتکاف کا ڈھانچہ یعنی ایک ہے اعتکاف کی بلڈنگ کو رنگ و روغن کرنا، بناؤ سنگھار آرائش و زیبائش وہ تب ہوگی جب کوئی دیوار ہوگی۔ جسکا گھر کوئی نہ ہو وہ چونا کیا کرے۔ اور جسکا کاشانہ کوئی نہ ہو تو وہ رنگ کس چیز کو کرے۔

تو ڈھانچہ اعتکاف کا تب ہوگا۔ جب مسجد میں بیٹھے گا اور پھر اس میں رنگ بھرے گا اور پھر اسکو خوبصورت بنائے گا اور پھر اسکے سارے فوائد میسر آئیں گے جب تک مسجد میں نیت اعتکاف کے ساتھ بیسویں روزے کو عصر کے بعد مغرب سے پہلے داخل نہ ہو جائے اس وقت تک اعتکاف شروع نہیں ہوگا اور پھر اس وقت سے لیکر عید الفطر کا چاند طلوع ہونے تک مسلسل مسجد میں رہنا ضروری ہے۔ ایسا عمل اگر ہوگا تو وہ سنت موکدہ بھی ہوگا اور اسکو مسنون اعتکاف بھی کہا جائے گا۔

Marfat.com

یہ وہ حقائق ہیں جنکو واضح کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

ہمارا مقصد حق کا اظہار ہے اسکی رنج میں کوئی اپنا آئے یا کوئی غیر آئے۔ جب ہر وقت پوری امت کا اس پر اتفاق رہا۔ کہ اعتکاف کیلئے مسجد ضروری ہے اور مسجد بھی وہ جوتوں کی جگہ کے علاوہ ہے اُس جگہ پر بیٹھے گا تو رحمت کا حصار ملے گا۔ تو پھر اس کی خلاف ورزی کیوں ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ

سات قسم کے انسان وہ ہیں جنکو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اُن میں ایک آدمی یہ ہے۔

وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد ج ا ص ۹۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ بندہ جسکا دل مساجد میں لٹکا رہتا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ وہ دنیا کے کام کاج کرتا ہے، دکان پہ جاتا ہے، کھیت میں جاتا ہے، گھر میں جاتا ہے، لیکن دل مسجد میں رہتا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اعتکاف کی اصل روح یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معتکف کا نصاب

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول اتنا سخت ہے آپ فرمانے لگے کہ میرے نزدیک سوائے ذکر خداوندی اور تلاوت قرآن مجید کے اگر کوئی شخص کسی کو قرآن پڑھانا چاہے وہ بھی جائز نہیں جبکہ دیگر اسلاف کے ہاں پڑھانے کی اجازت ہے۔

Marfat.com

اعتکاف یادالٰہی میں مستغرق رہنے کا نام

اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں بند کرنا ہے۔ دنیا سے رابطے توڑنے ہیں مخلوق سے اپنے آپ کو جدا کرنا ہے۔ خیمہ میں بیٹھنا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنا خیمہ بنایا ہے اور خیمہ میں بیٹھے ہیں۔

اسکا سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کیوں؟ اس لیے کہ جب تم اس خیمہ والے گھر میں آکر بیٹھو گے تو پھر اگلے گھر کی یاد آئے گی۔

ماحول سے کٹ کے، جدا ہو کے جس وقت دن رات کی پہلی باتیں چھوڑو گے تنہائی آئے گی تو پھر تمہیں سوچ آئے گی پھر اندر سے تقوی ابھرے گا اور پھر جا کر تم پہ ابر کرم برسے گا لہٰذا یہ بھی اہتمام کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

آج نوجوان مسجدوں میں اعتکاف کیلئے آتو جاتے ہیں انھیں روکنا نہیں چاہیے لیکن انھیں خیال کرنا چاہیے کہ اعتکاف کوئی میلہ نہیں۔ اعتکاف کوئی گپ شپ لگانے کا ماحول نہیں۔ اعتکاف کوئی دس دن مسجد میں بیٹھ کر انجمن آرائی کرنے والا منظر نہیں۔ اعتکاف تو سب کچھ بھول کر رب کو یاد کرنے کا نام ہے۔

اعتکاف کی حالت میں موبائل فون کا ناجائز استعمال

پھر مسجد میں بیٹھنا موبائل جیب میں رکھنا اور پھر کچھ حضرات اتنا تکلف کرتے ہیں کہ وہ خبریں وغیرہ بھی سن لیتے ہیں۔ ریڈیو مسجد میں اور پھر گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اونٹ میرے کارواں سے نکل جائے جس کے گلے میں گھنٹی باندھی ہوئی ہے۔ میرے قافلے میں وہ چلے جو گھنٹی اتار

Marfat.com

کے چلے لیکن ادھر صورتحال یہ ہے کہ مسجد میں ٹیون اور پھر مسجد میں گانے جیسی ٹیون، جبکہ اعتکاف تو تھا دنیا سے رابطے ختم کرنے کیلئے کہ کسی سے رابطہ نہیں۔ اب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے اللہ کی طرف رابطہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

اسواسطے ایسی صورتحال دیکھ کر رونا آتا ہے۔

دن بدن دین میں یہ چیزیں داخل ہوتی جارہی ہیں۔ یہ وہ نام نہاد روشن خیالی ہے جو دین میں آرہی ہے ایک تو دنیا میں ہے اُس نام نہاد روشن خیالی کے کچھ لوگ علمبر دار ہیں۔ لیکن یہ روشن خیالی ہے دین میں سہولت والی کہ دین میں آسانی ڈھونڈو اور کچھ علماء چاہتے ہیں کہ لوگ آسانی پسند ہیں تو ہم آسانی کا رستہ دکھائیں۔ تاکہ ہماری (Popularity) پاپولیریٹی میں اضافہ ہوجائے۔

جبکہ یہ شریعت ہے کسی کے گھر کا گھڑا ہوا کھلونا نہیں ہے۔

عالم دین اللہ تعالیٰ کے دین کا ترجمان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بندہ مسئلہ پوچھنے آگیا۔ ابن عباس رستہ نکالو رستہ نکالو میں تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواب دیا گیا ابن عباس نے رستے گھر میں رکھے ہوئے ہیں۔ ابن عباس اللہ تعالیٰ کے دین کا وکیل ہے۔ جو رب کے نبی علیہ السلام اجازت دیں گے وہ ابن عباس بول سکتا ہے۔ اپنی طرف سے راہیں نہیں نکال سکتا۔ تو جس وقت تین طلاقیں دے رہا تھا اس وقت تو نے نہیں سوچا کہ تو رب کی

Marfat.com

حدوں کو پھلانگ رہا ہے۔ اب پوچھتا ہے تیرے لئے ابن عباس کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسواسطے تیرے رب نے تیرے راستے بند کردیئے ہیں۔

علماء کی ذمہ داریاں

یہ عالم دین کی صورتحال ہونی چاہیے کہ وہ مسئلہ بتاتے وقت یہ نہ دیکھے کہ اس مسئلہ سے راضی کون کون ہوگا، فلاں بندہ بھی راضی ہو جائے گا، فلاں بھی راضی ہوگا، وہ بولتے وقت یہ نہ دیکھے بلکہ وہ یہ دیکھے کہ میرا رب راضی ہونا چاہیے۔ ماحول ناراض ہو جائے تو کیا بات ہے یہ ناراضگی معمولی ناراضگی ہے۔ رب کی ناراضگی بڑی ناراضگی ہے اگر بندوں کی چاہت، بندوں کی پسند اور بندوں کے دل کی باتیں اور بے عملی کی باتیں کر کے لوگوں سے داد وصول کی جائے اس سے بڑا اور کوئی جرم کیا ہوسکتا ہے۔ اسواسطے یہ خطرناک مقام ہے۔ یہ دنیا میں پل صراط ہے۔ تلوار سے تیز اور بال سے باریک منبر پہ بیٹھنا، فتوی دینا، اور اسلام کی ترجمانی کرنا بال سے باریک ہے اور تلوار سے تیز ہے۔ اگر تھوڑی سی بے احتیاطی ہو جائیگی تو مفتی کٹ جائے گا مٹ جائے گا۔ لٹ جائے گا۔

اسواسطے ایک شخص جو حلال وحرام بیان کرنے والا ہو، اسکے لئے احتیاط ہے کہ وہ اپنا میٹر لوگوں کی چاہت نہ بنائے وہ یہ کہے۔

اثر ہو نہ ہو سن لو میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد

کوئی واہ واہ کہے یا ہائے ہائے کہے اسکے نزدیک برابر ہو، اسکی سوچ کی سوئی اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے۔

Marfat.com

اس مقصد کے پیش نظر تمہارے سامنے اعتکاف کے ان چند مسائل کو رکھا ہے۔

اور پھر اس میں جو میلے کا انداز ہے وہ بھی افسوسناک ہے حالانکہ اعتکاف کی وضع تھی تنہائی کیلئے، اعتکاف کی وضع تھی خوف خدا کے حصول کیلئے، بندہ مجلس میں بیٹھا ہو تو ایسا ماحول نہیں بنتا بلکہ خیال دوسروں کی طرف رہتا ہے۔

سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد میں پردہ لگا لو تاکہ مسجد میں رہتے ہوئے بھی نظر نہ آؤ اس پردے میں، خیمے میں بیٹھ جاؤ تاکہ وہاں دل بیدار ہو اور اسکی ساری توجہ رب کی طرف ہو اور رب سے باتیں ہوں۔

اعتکاف کا حقیقی مقصد

یہ اعتکاف کا اصل مقصد تھا کہ انسان چلتے چلتے عادی بن جائے۔ خاص طور پر آخری راتوں میں اسلیئے تھا کہ قدر کی رات تلاش کرنی ہے۔ باہر انسان کو اسکی تلاش مشکل ہے لہٰذا اعتکاف بیٹھ جاؤ تاکہ وہ قدر کی رات کو تلاش کرتا رہے۔ اس قدر کی تلاش میں ہر رات بندگی میں گذر جائے۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی کا اہتمام کرے۔

عورتوں کے اعتکاف کا شرعی طریقہ

ایک خصوصی مسئلہ عورتوں کیلئے بھی ہے

عورتوں کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے عورتوں کیلئے اعتکاف گھر کی مسجد میں ہے۔ یعنی گھر میں جو جگہ معین کر لی جائے۔ مسجد میں عورتوں کے اعتکاف کا رواج نکلا ہے اور اب اس رواج کو بڑھایا جا رہا ہے۔

جس اسلام کو دس منٹ کیلئے عورت کا مسجد میں آنا اتنا پسند نہیں جتنا گھر کے اگلے

Marfat.com

اندر نماز پڑھنا پسند ہے۔وہ اسلام دس دن جوان عورت کومسجد میں کیسے بیٹھنے دے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ

عورت کی افضل نماز حجرے میں پھر اگلے اندر ہے۔

رسول اکرمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہو اور اس وقت کی بات جب خیر القرون کا زمانہ ہو، نبی علیہ السلام خود مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوں اس سے بھی کوئی زیادہ اچھا موسم ہوسکتا ہے۔لیکن رسول اکرمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قیامت کے حالات تھے۔

ازواج مطہرات کا مسجد میں اعتکاف ناراضگی کا سبب

اسواسطے عورت کیلئے جو اعتکاف ہے اسکی فضیلت ہے مگر اس کیلئے مسجد نہیں بلکہ گھر کا مقام ہے۔گھر کے ایک کونے کو معین کرلے اس میں بیٹھ کر اعتکاف کرے۔

اَللُّبَابُ فِيْ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّنَّةِ وَالْكِتَابِ

یہ علی بن محمد زکریا کی کتاب ہے۔ ۶۸۶ھ میں انکا وصال ہوا صفحہ ۱/۴۳۴

اس میں عورت کے اعتکاف کے بارے ایک مفصل باب باندھا۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَعْتَكِفُ فِيْ بَيْتِهَا

عورت کے بارے میں باب کہ عورت اعتکاف اپنے گھر میں کرے۔

بخاری و مسلم کی حدیث نقل کی کہنے لگے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا۔

Marfat.com

فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس جگہ پہ آئے جہاں اعتکاف کرنا تھا۔

یعنی خیمہ پہلے لگ چکا تھا اب اعتکاف کی نیت سے وہاں آئے

إِذَا أَخْبِيَةٌ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور بھی وہاں خیمے لگے ہوئے ہیں۔

تو وہ سرکار علیہ السلام کے خیمہ کے ساتھ کونسے خیمے تھے۔

خِبَاءُ عَائِشَةَ

ایک خیمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

وَخِبَاءُ حَفْصَةَ

دوسرا خیمہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔

وَخِبَاءُ زَيْنَبَ

تیسرا خیمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خیمہ کیساتھ مسجد میں اپنی ہی ازواج کے خیمے دیکھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا۔

آلْبِرَّ تَقُولُونَ بِهِنَّ؟

یہ کوئی تم نے نیکی کا ارادہ کیا؟ یہ کوئی نیکی ہے؟

اس سے خود اندازہ کریں کہ مسجد نبوی شریف ہے۔ میرے آقا علیہ السلام کی اپنی ازواج ہیں مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتی ہیں جب انکے خیمے دیکھے تو غصے میں آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا غصہ کیا۔

Marfat.com

ثُمَّ انْصَرَفَ

پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔

فَلَمْ یَعْتَکِفْ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اعتکاف نہ کیا۔

اس غصے میں کہ تم نے خیمے کیوں لگا لیے۔

حَتّٰی اعْتَکَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ

(صحیح بخاری کتاب الصوم بَاب الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ ج اص ۲۷۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال میں جا کر دس دنوں کا اعتکاف کیا۔

یہ حدیث پیش کرتے ہوئے اس امام نے یہ واضح کیا کہ بخاری کی حدیث کا یہ مطلب ہے اور سارا سیاق وسباق اسکو واضح کر رہا ہے۔

اسواسطے خواتین اسلام کو مسجد بیت یعنی گھر میں جگہ معین کر کے اعتکاف کرنا چاہیے۔ بالخصوص ایسے نازیبا واقعات ہر سال مساجد میں ہو جاتے ہیں جو جوان عورتوں کو اتنے دنوں کیلیے مسجد میں لے آتے ہیں۔ فتنہ وفساد اور موجودہ بھڑکتا ہوا شہوتوں کا ماحول ہے اس سے عقلاً بھی کوئی جواز محسوس نہیں ہوتا۔

سنت اعتکاف کا اجر وثواب

میں اپنی بات اعتکاف کے اجر پر ختم کرتا ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کے راوی ہیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي

Marfat.com

اَلْمُعْتَكِفُ هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا (ابن ماجہ شریف کتاب الصوم باب فی ثواب الاعتکاف ص ۱۲۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معتکف کے کتنے وارے نیارے ہیں شرائط بھی بیان کیں اور شان بھی بیان کی معتکف سوچے اسے ملے گا کیا اور اس ملنے کیلئے وہ رہے گا کیسے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ

مسجد میں اپنے آپ کو بند کر کے مسجد کے باہر کے سارے گناہوں سے بچ گیا ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ وہ مسجد میں رہے گا باہر نہیں نکلے گا اور باہر جو عریانی فحاشی ہے اور باہر کے جو گناہ ہیں اُن سب سے بچ جائے گا۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ باہر نیکی بھی تو کر سکتا ہے۔ باہر عبادت کرے۔ جنازہ پڑھے سماجی خدمت کرے۔ غریبوں میں کپڑے بانٹے، باہر سارے اچھے کام کرے۔ مظلوم کی مدد کرے یہ سارے کام مسجد میں بند رہنے کی وجہ سے نہیں کر سکے گا۔

محبوب علیہ السلام یہ مسجد کی شرط لگا دی کہ مسجد کے اندر رہے اب باہر والے گناہوں سے تو بچ گیا مگر جو نیکیاں کرتا تھا اسکی تو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ باہر نکل کے کرلے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ رہے گا مسجد میں۔

وَيُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

جتنی نیکیاں پہلے کرتا تھا اسے کیے بغیر ان کا ثواب مل جائے گا۔

ہمیں یہ پسند نہیں کہ اعتکاف مسجد میں کرے اور پھر مسجد سے باہر پھرے اور تو اور

Marfat.com

رہا وہ نیکی کرنے کیلئے بھی باہر نہ نکلے اس نیکی سے مراد جو نفلی نیکی ہے جمعہ والی فرضیت کی بات نہیں۔ اس صورتحال میں وہ باہر نہیں نکلے گا لیکن اعتکاف سے قبل جو اس کا معمول تھا جتنی نیکیاں کرتا تھا خواہ وہ معاشرے کے فرائض میں داخل تھیں یا جس طرح کی بھی صورتحال تھی میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہر ہر نیکی کیے بغیر دس دن اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔

اسواسطے میرے بھائیو!

وہ محبوب علیہ السلام ہمارے لئے ضامن ہیں اور مسجد میں اعتکاف کرنے کی حکمت اس طرح بیان کی کہ باہر والے گناہوں سے بچے گا پہلے والی نیکیاں پھر بھی مل جائیں گی۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عظمتیں حاصل کرنی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

Marfat.com

فہم دین

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اوّل

1 فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
2 محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
3 منصب نبوت اور عقیدہ مومن
4 محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
5 فہم زکوٰۃ
6 رسول اللہ ﷺ کی نماز
7 گھر کا اسلامی ماحول
8 آداب زبان
9 تعارف آئمہ اربعہ
10 قادیانیت کا محاسبہ
11 صراط مستقیم کی روشنی
12 نظام مصطفیٰ ﷺ کی بالادستی
13 حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم

جلد دوم

1 اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
2 سود اور اسکی اقسام
3 ہم اور ہمارے عقائد
4 اسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی
5 مسئلہ حیات النبی ﷺ
6 ترک تقلید کی تباہ کاریاں
7 مومن کا مقصد حیات
8 جہاد اور دہشت گردی میں فرق
9 تصوف اور اسلام
10 حواس نبوی ﷺ
11 اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن
12 جنتی آنکھ
13 اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

1 مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ
2 مفاہیم اسم محمد ﷺ
3 روزہ کے اسرار و رموز
4 امتیازات نماز
5 شان رسالت ﷺ سمجھنے کا ایمانی طریق
6 زندگی اور اس کی اقسام
7 خلفائے راشدین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت
8 ماں کی شان اور امتحان
9 بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم

1 احادیث ختم نبوت ﷺ
2 سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
3 ہاں ہم سنی ہیں
4 ورع و پرہیزگاری کے ماڈل
5 طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
6 نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
7 دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
8 عہد شباب کا اسلامی نصاب
9 کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
10 تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

1 تربیت اولاد
2 تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
3 اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
4 اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
5 جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
6 قرآن اور تفکر کائنات
7 تصوف عقیدۂ توحید کی معرفت
8 رنج و الم سے نجات کا راستہ
9 مسئلہ حاضر و ناظر
10 اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

1 میرے رب سے مجھے محبت ہے
2 رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست
3 شان رسالت ﷺ کی یکتائی
4 زکوٰۃ کے اسرار و رموز
5 پردہ دختران اسلام کا وقار
6 عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
7 قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے
8 میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
9 حق چار یار
10 جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

1 پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
2 مائیں جب فرمائیں
3 یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
4 باپ کی شان اور امتحان
5 دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
6 ختم نبوت اور قادیانی کفر
7 شہداء زندہ ہیں
8 اعتکاف یاد الٰہی میں انہماک
9 ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار و جاگتے رہو
10 آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

1 خانقاہیں اور لذت اسرار
2 میرے لئے اللہ کافی ہے
3 آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
4 رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید
5 جب رسالت خود نغمہ زن ہو
6 حرمت شراب
7 انسانی حواس کا صحیح استعمال
8 نظام مصطفیٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
9 اسلام ہم تیرے ہیں

جلد نہم

1 وصیت کے شرعی احکام
2 والدین ہستی کی دنیا میں جنت
3 ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان والے
4 رسول اللہ ﷺ کی شجاعت
5 اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو
6 رہن گروی کے مسائل
7 ایک عدوتی زندگی
8 حج کے اسرار و رموز
9 معرفت الٰہی اسباب و علامات
10 قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان!
11 تبلیغ دین کے فوائد
12 یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول!

جلد دہم

1 تحفظ ختم نبوت ﷺ میں علماء اہلسنت کا کردار
2 یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے
3 دو قومی نظریہ ملکی سالمیت کا راز
4 جادو کی مذمت
5 روح کی طہارت
6 عظمت اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم
7 ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفسیر
8 تصوف ایک خاموش ایمانی تحریک
9 وسیلہ قرآن وسنت کی روشنی میں

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6۔ مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-37115771-2, 0321/0315-9407699

فہم دین

جلد نہم

مفتی مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-37115771, 0321-9407699,0315-9407699

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد نہم

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
6-5 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771 0321-9407699

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــ فہم دین (جلد نہم)

ازقلم ـــــ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب ـــــ مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
مولانا سید عاصم علی شاہ صاحب (راولپنڈی)

باہتمام ـــــ شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

تعداد ـــــ 1100

صفحات ـــــ 416

ہدیہ ـــــ 350

ملنے کے پتے

- صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
- کرمانوالہ بک شاپ ○ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
- مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
- نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
- مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- مکتبہ غوثیہ کراچی ○ مکتبہ برکات المدینہ (کراچی)
- مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
- مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان
- جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ (بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین)
- جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور ○ زاویہ پبلی کیشنز، لاہور
- جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
- اسلامک بک کارپوریشن کمال چوک ○ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- اویسی بک سٹال [illegible] 0333-6173630

Marfat.com

فہرست

مضمون | صفحہ نمبر

انتساب 13

تقریظ (حضرت علامہ حافظ محمد نذیر احمد گوندل) 14

(باب نمبر1)

وصیت کے شرعی احکام 18

وصیت کا معنی 19

قرآن مجید میں وصیت کا بیان 19

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت 20

وصیت کی اہمیت 24

وصیت کی اقسام 26

وصیت مستحبہ 27

وصیت مباح 27

وصیت مکروہ تحریمی 28

مثال 28

وصیت محرّمہ 28

میت کا ترکہ 29

تجہیز و تکفین 29

قرض 29

قرض، ایک رکاوٹ 30

وصیت تیسرے نمبر پر اور تیسرے حصے میں 31

مُوصی کے لیے شرائط 32

مُوصیٰ لہ میں شرائط 33

Marfat.com

مثال 34

مُوصٰی بہ میں شرائط 36

وصیت کے ختم ہو جانے کے اسباب 38

خلاصہ 40

وصیت مطلقہ 40

وصیت مقیدہ 41

(باب نمبر2)

والدین، بندے کی دنیا میں جنت 44

جنت کا مطلب 45

والدین: بندے کی جنت بھی اور جہنم بھی 48

جنتی دروازہ 53

ماں کے قدموں تلے جنت 53

جنت کے دروازے 56

حج مبرور کا ثواب 61

مسکراہٹ نے کام بنا دیا 65

بدبخت شخص 66

دیکھنے میں عبادت 69

خدمت کا ایک انداز 70

یمنی عورت 73

والدین کے لیے ایصال ثواب 76

(باب نمبر3)

ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان ولولے 80

شاتم رسول کریم ﷺ کا انجام 83

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی دلیری 87

Marfat.com

چھپکلی کو سزا 90
ایک سوال، اور اس کا جواب 92
حسنِ نیت پہ ثواب 95
جذبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ 97
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انوکھا فیصلہ 97
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جذبہ وفا 98
منافق کی سزا 99
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ عشق 101
رسول کریم ﷺ کے گستاخ کا انجام 105
گستاخ پر قہر خداوندی 108

(باب نمبر4)

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت 112
نبوت ﷺ اور شجاعت 113
حضرت ہود علیہ السلام اور شجاعت 115
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شجاعت 116
استقلالِ رسول اکرم ﷺ 119
صفتِ مصطفیٰ کریم ﷺ 121
عظیم گواہ 122
پہلی گواہی: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی 123
دوسری گواہی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی 124
تیسری گواہی: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی 126
چوتھی گواہی: خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی 127
پانچویں گواہی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی 131
حسنِ مصطفیٰ کریم ﷺ 133

Marfat.com

چھٹی گواہی: مجتہدِ امت رضی اللہ عنہا کی 134
ساتویں گواہی: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی 136
آٹھویں گواہی: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی 139
ثابت قدمی 139
قریشِ کی وارننگ اور شجاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم 141
ابوجہل کی بزدلی 144

(باب نمبر5)

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو 152
دخترانِ اسلام کی تڑپ 153
دخترانِ اسلام کا نصاب زندگی 155
''معروف'' میں شامل امور 156
عورت اچھائی یا برائی کے پیمانے میں 158
جنتی محل 160
درسِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم 161
بلند حوصلہ خاتون 163
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک 167
خاتون جنت سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال 169
ایک سوال، ایک تڑپ 170
عورت اور لباس: 179
جذبہ جہاد 184
اولاد کا پہلا سبق 186
عجیب حق مہر 187

Marfat.com

بین کی ممانعت	188
شادی کی تقریب اور دختران اسلام	189

(باب نمبر 6)

رھن کے مسائل	**192**
رہن کی وضاحت	195
شرعی معنی:	195
مثال	196
قرآن مجید اور حکم رہن	196
حدیث نمبر: 1	198
حدیث نمبر: 2	201
حدیث نمبر: 3	201
رہن کے ارکان وعناصر	204
مثال:	205
رہن کی شرائط	205
اول: شروط عاقدین	205
پہلی شرط: اہلیت:	205
مرہون کی شرائط:	206
شرط اول:	206
شرط ثانی:	207
شرط ثالث:	211
شرط رابع:	211
شرط خامس:	212
شرط سادس:	212

Marfat.com

شرط سابع: 213

شرط ثامن: 214

مرہونہ چیز کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ 215

مرہونہ چیز سے انتفاع 217

اتباع حکم رسول اکرم ﷺ 219

(باب نمبر7)

ایک عدد نئی زندگی 223

اسلام ایک نئی زندگی 225

ہجرت ایک نئی زندگی 226

حج ایک نئی زندگی 226

طواف ایک نئی زندگی 229

بیت المقدس میں نماز ایک نئی زندگی 230

روزہ ایک نئی زندگی 232

کفارات میں ایک نئی زندگی 234

دو رکعت نوافل میں نئی زندگی 236

جسمانی بیماری نئی زندگی کا سبب 238

فوت شدہ مسلمان کے اعزاز سے نئی زندگی 242

(باب نمبر8)

حج کے اسرار و رموز 247

فرضیت حج کی حکمت 248

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پہ وعید 250

مسلمانوں کی خصوصیت 252

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت	253
حاجی کون کون ہے	254
اللہ تعالیٰ کا مہمان اور اس کی عظمتیں	255
اللہ تعالیٰ کی رحمتیں	257
ابن جُبیر کے تاثرات	258
حاجی کا مقام	260
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم	263
عبادات میں معقولیت	265
حج، زہد کا کورس ایک تبدیلی کا نام	267
بندے کا علیحدہ علیحدہ امتحان ہونا	269
حج حضوری کی تربیت	270
حج، تسکین محبت	271
حج، شیطان کی رسوائی کا سبب	273
حاجی کی عظمت، ایک مثال	275
حاجی پوری کائنات کا ہمنوا	277

(باب نمبر9)

معرفت الٰھی: اسباب و علامات	281
معرفت کا معنی	281
علم اور معرفت میں فرق	282
معرفت الٰہی کے طریقے	285
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ	285

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ 293
عارفین کی اقسام 296
اقویا عارفین 296
ضعفاء عارفین 297
معرفت، خوف کی علامت 297
معرفت، ہیبت کی علامت 300
معرفت، حب خدا اور اطاعت الٰہی کی علامت 300
معرفت، حجابات کے اٹھ جانے کا نام 302
معرفت اور چشم تر 303
معرفت اور ثنائے الٰہی 304
معرفت اور عاجزی 304
دیدار باری تعالیٰ 306

(باب نمبر 10)

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان! 310
تفکر کی اہمیت 313
فتنوں کا علاج 313
قرآن مجید اللہ کی مضبوط رسی 320
قرآن مجید کی انوکھی خصوصیات 324
حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور تفسیر سورہ فاتحہ 329
ماضی، حال اور مستقبل کا علم کہاں؟ 330
عجیب کتاب 330

Marfat.com

مؤمن وکافر کی مثال 332
قرآن مجید کا شاندار استقبال 335

(باب نمبر11)

تبلیغ دین کے فوائد 341
تبلیغ سے پہلے ایک بنیادی کام 342
اجتماعِ فہمِ دین کی برکت 344
ایک نصیحت 348
چودہ سال کی تلاش 349
قرآن مجید کی اہمیت 354
اندازِ تبلیغ 354
تبلیغ کے مختلف انداز 357
عملی تبلیغ 358
قولی تبلیغ 360
برائی کو دیکھنے پہ خاموشی کا نقصان 362

(باب نمبر12)

یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول! 368
شان رسالت ﷺ کا تقدس 369
شان نزول: پہلی تفسیر 370
دوسری تفسیر 371
تیسری تفسیر 372
چوتھی تفسیر 373

Marfat.com

پانچویں تفسیر	373
بڑے تو حضور ﷺ ہی ہیں	375
مبارک انگلیاں	378
ادب کی انوکھی صورت	382
انداز محبت اور ادب	386
عبادت اور ادب	391
کفار کی نازیبا حرکت	392
انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا ادب	395
الفاظ کی آڑ میں گستاخیاں	399
پہلی مثال	399
دوسری مثال	404
داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق	406
توبہ کی پہلی قسم	407
مثال	407
توبہ کی دوسری قسم	407
مثال	407
توبہ کی تیسری قسم	419
گفتگو میں بے ادبی کا وبال	411
گستاخی کا انجام	413
چیونٹی کی خوش قسمتی	414
خوش قسمت جادوگر	415

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

انتساب

جنید زمان، حافظ الحدیث، امام العصر

حضرت پیر محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی فضاء معارف میں

قلب ونظر کو بالیدگی

اور عقل وخِرد کو آسودگی

ملی

محمد اشرف آصف جلالی

Marfat.com

تقریظ

تلمیذ حافظ الحدیث، شیخ الحدیث

حضرت علامہ حافظ محمد نذیر احمد گوندل

سابق شیخ الجامعہ مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

فہم دین اور قرآن وسنت کی تعلیمات رضاء الٰہی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہیں ان پر عمل پیرا ہونے سے بندے کو رب ذوالجلال کا قرب اور دربار رسالت ﷺ میں مقبولیت میسر تی ہے۔

آج جب کہ نت نئی الحادی تحریکیں اٹھ رہی ہیں جگہ جگہ عریانی فحاشی کے اڈے قائم ہیں ۔نام نہاد روشن خیالی کا سیلاب طغیانیوں ہے، فسق وفجور کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے بد عقیدگی اور بدعملی کے مداری کھلے عام لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں منافقت کے سودے سر عام ہو رہے ہیں، حقیقت شناس لوگ کم ہو رہے ہیں کیونکہ رہزنوں نے رہبروں کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ سادہ لوح مسلمان دین کے معاملات مین دھوکا کھا رہے ہیں ایسے حالات مین اہل حق کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں یہ ذمہ داریاں وہ علماء ہی ادا کر سکتے ہیں جو ایک طرف قرآن وسنت، فقہ وعقائد کا گہرا شعور اور ادراک رکھتے ہوں دوسری جانب عصری تعلیمات سے بھی آراستہ ہوں جو کسی بھی پلیٹ فارم پر جدت پسندوں کی آنکھوں کی میں آنکھیں ڈال کر پورے اعتماد کے ساتھ بات کریں۔

Marfat.com

الحمدللہ "مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ" اس معیار پر پورا اترتے ہیں انہوں نے علوم دینیہ اپنے دور کے عظیم علماء "حضرت علامہ قبلہ پیر سید جلال الملۃ والدین محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی اور مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمہ اللہ تعالی سے حاصل کئے اور چند اسباق خادم سے بھی پڑھے ہیں عالم باعمل ہیں، ماشاء اللہ تعالی مدرس بھی ہیں، بے مثل خطیب بھی ہیں، ادیب اور شیخ الحدیث بھی ہیں ،مناظر بھی ہیں، علمی اعتبار سے قد آور شخصیت ہیں اللہ تعالی ان جیسے علماء اہل سنت میں کثرت پیدا فرمائے ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب ماسٹر صوفی غلام سرور صاحب سے بندہ کی قدیم زمانہ سے دوستی ہے۔لہذا میں ڈاکٹر صاحب کو بچپن سے جانتا ہوں جب یہ درس نظامی پڑھتے تھے تو طلباء کی خدمت کرتے تھے، عام طلباء ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اس وقت سے جناب کے چہرے سے آثار تواضع نظر آتے تھے جو ماشاء اللہ اب تک زیادہ سے زیادہ ہی ہو رہے ہیں جتنی علمی ترقی زیادہ ہے اتنی ہی انکساری آج بھی زیادہ ہے جو علماء کی زینت ہے۔

فہم دین کورس پورا پورا مجھے عنایت کرتے ہیں اور میں تمام کا آہستہ آہستہ مطالعہ کرتا ہوں تو ماشاء اللہ دلائل مضبوط ہوتے ہیں عام فہم عبارت سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ قدوس ان کی عمر دراز فرمائے اور اپنی حفاظت خصوصی میں رکھے اور تندرستی سے رکھے اور ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ملت وامت کیلئے نافع ہو۔

15-02-2014

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
1

وصیت کے شرعی احکام

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ
(پارہ نمبر:2،سورۃ البقرۃ،سورہ نمبر:2،آیت نمبر:180)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم پاکستان'' کے زیر اہتمام بھٹی میرج ہال میں ہم سب کو پندرہویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

وصیت کے شرعی احکام

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں انسان کی زندگی کے تمام احوال سے متعلق احکامات موجود ہیں، اور اتنی جامعیت کے ساتھ ان احکامات کو بیان کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے ضابطے اور لائف کوڈ میں ہمیں ایسی مثال نہیں ملتی، جو جامعیت ہمیں قرآن وسنت کے احکام اور دین متین کی تشریحات میں ملتی ہے۔ وصیت کا انسانی زندگی کے احوال میں سے ایک نہایت حالی کے ساتھ تعلق ہے، اس بنیاد پر شریعت مطہرہ نے اس کی تفصیلات امت تک پہنچائیں، اور قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں

Marfat.com

اس کی جابجا وضاحتیں موجود ہیں۔

وصیت کا معنی

''وصیت'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے:

☆...... کسی بندے کو کسی کام کے لحاظ سے عہد منتقل کرنا۔

☆...... اپنے مال کا مخصوص حصہ کسی کی طرف منتقل کرنا۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج10، ص159)

شریعت مطہرہ میں، قرآن مجید کے اندر متعدد آیات میں وصیت کا ذکر اور اس کے احکام موجود ہیں۔

قرآن مجید میں وصیت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کیلئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر

لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ...... اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کرو،

بِالْمَعْرُوْفِ ...... معروف طریقے سے، پہچانے ہوئے دستور کے مطابق،

Marfat.com

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ...... یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

(القرآن الكريم، سورة البقرة، رقم السورة:2، رقم الآية:180)

اس آیت میں وصیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب موت کا وقت آجائے اور تمہارا مال موجود ہو، تو اس کے بارے میں تم وصیت کرو اور یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

ایسے ہی دوسرے مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ نے احکام میراث کو بیان کیا:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ...... جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر یعنی تقسیم کو وصیت کے بعد نافذ کرو، جو کی گئی ہے۔

(القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية:11)

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ...... جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر وصیت جو تم کرنے والے ہو، اس وصیت کے پورا کر دینے کے بعد باقی ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ (القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية 12)

تو اس طرح ان آیات قرآنیہ کے اندر وصیت کا ذکر موجود ہے، اور وصیت کے احکام کو بیان کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فرامین وصیت کے بارے میں موجود ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "حجة الوداع" کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، "جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور وہاں شدید بیمار ہو گئے تھے، یہاں تک

Marfat.com

کہ انہوں نے محسوس کر لیا کہ میں اب واپس مدینے شریف نہیں جا سکتا، یہیں مکہ شریف میں میرا وصال ہوگا"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے گئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ: میں اس لیے روتا ہوں کہ مکہ شریف میں میری موت آجائے گی، جب کہ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ شریف کو ہم نے اختیار کیا تھا، تو مدینہ شریف میں فوت ہونے کا جو ثواب ہے ،وہ ضائع ہو جائے گا، اس واسطے میں موت کے آنے پر نہیں روتا بلکہ مدینہ شریف میں موت نہ آنے پر رو رہا ہوں کہ میری موت مکہ شریف میں آجائے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا کہ:

اس بیماری سے تمہیں موت نہیں آئے گی، اللہ تمہیں زندہ رکھے گا، اور تمہاری وجہ سے کئی قوموں کو فائدہ پہنچے گا، اور اسلام دشمن متعدد قوموں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچے گا۔

اس موقع پر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے ذہن میں یہ بات پکی کر چکے تھے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں، تو انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کا ایک مسئلہ پوچھا، اس وقت ان کی ایک بیٹی تھی، لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی تو پھر وہ چوّن (54) ہجری تک زندہ رہے، اور ان کی نرینہ اولاد بھی ہوئی، اس وقت ایک بیٹی تھی، اس لحاظ سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ کیا میں اپنی بیٹی کے لیے سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ یا دو تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟

Marfat.com

اس طرح نے انہوں نے بتدریج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کے بارے میں سوال کیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی وصیت سے منع فرمایا، لیکن جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ثلث مال کی وصیت کے بارے میں پوچھا کہ اپنے پورے مال میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہوں؟

تو چونکہ احکام شرعیہ کا اظہار کرنا ان کا مقصد تھا اگرچہ ان کا وصال اس وقت نہیں ہونا تھا، لیکن اس بات کا اظہار دوسروں کے لیے ضروری تھا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلث پر جا کر فرمایا کہ:

اَلثُّلُثُ وَ الثُّلُثُ كَثِيْرٌ ...... کہ مجموعی مال کا تیسرا حصہ اپنی بیٹی کے لیے تم وصیت کرنا چاہتے ہو، تو پھر تم کر سکتے ہو۔

اس میں ایک تو وصیت کا ذکر آ گیا اور دوسرا یہ ضابطہ بیان کر دیا کہ کوئی بندہ اپنے مال سے وصیت کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے شریعت میں یہ اجازت نہیں کہ سارے مال کی وصیت کر جائے، کہ میرا یہ مال اتنا فلاں کو دے دیا جائے اور اتنا فلاں کو دے دیا جائے۔

وصیت کا دائرہ کار یہ ہے کہ وصیت وارث کے علاوہ کے لیے کی جا سکتی ہے، وارث کے لیے جائز نہیں ہے، جس کو شریعت نے وارث بنا دیا ہے تو پھر شریعت نے ان کو حق بھی دے دیا ہے، ان کے بارے میں وصیت نہیں کی جا سکتی، اگر کسی نے وارث کے لیے وصیت کی تو دوسرے وارث اس کے لیے اجازت دیں گے تو پھر وصیت نافذ ہو گی ورنہ وصیت نافذ نہیں ہو گی۔

وصیت جو غیر وارث کے لیے ہے، اس میں یہ ہے کہ کوئی شخص جاتے وقت وصیت کر رہا ہے، تو اس کی وصیت پورے مال کے تیسرے حصے میں نافذ ہو گی، اگر اس کا پورا

Marfat.com

مال مثال کے طور تیس ہزار (30,000) ہے، تو دس ہزار (10,000) تک وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر وہ بیس ہزار (20,000) یا تیس ہزار (30,000) کی وصیت کر گیا، تو شریعت مطہرہ نے دس سے زائد وصیت کو لغو قرار دیا ہے، وہ وصیت نافذ نہیں ہو گی، ثلث سے زائد مال کا حق دار ہی نہیں رہا وہ مال ورثاء کا ہے، اس میں اس کی وصیت نافذ نہیں ہو گی، لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کیا کہ وصیت ثلث مال کی ٹھیک ہے اور یہ مال خیر ہے اور اچھا ہے اور بہت بڑا مال ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک ایسا جملہ بولا جو کہ امت کے لیے مینارہ نور ہے، بہت سے لوگ دنیا سے جاتے وقت اپنی موت خراب کر لیتے ہیں کہ کچھ رشتہ داروں سے بغض پیدا ہو جاتا ہے اور کچھ لوگوں سے حسد پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنا مال خود ہی کسی طرف کر کے جاؤں، میرے بعد میرے ورثاء کو نہ ملے، یا وہ ورثاء کو محروم کرنا چاہتے ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيهِمْ

اگر تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ کے جاؤ کہ تمہارا ترکہ ان کو مل جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

(صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس، ج:3، ص:1006، رقم الحديث:2591)

اپنے ورثاء کو اس حالت میں نہ چھوڑو کہ وہ تمہارے پیچھے بھوکے ہوں اور تم اپنا سارا

Marfat.com

مال آگے پیچھے دے کے چلے جاؤ، اور اپنے ورثاء کو محروم کر کے چلے جاؤ، اگر تم اپنے ورثاء کو اس حال میں چھوڑو گے کہ وہ تمہارے بعد مال دار ہوں، غنی ہوں، تو یہ تمہاری نیک نامی ہے، اس میں تمہارا فائدہ ہے، اس میں تمہیں صدقے کا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کے احکام کو بیان کرتے ہوئے، تفصیل سے اس کو ذکر بھی فرمایا اور اس کی مختلف صورتوں کو اجاگر بھی کیا۔

وصیت کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيْدُ أَنْ يُّوْصِيَ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ

جس مسلمان کے پاس کچھ بھی مال ہے اور وہ اس کی وصیت کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی سو جائے۔

(صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب: حدثنا أبو خيثمة، ج:5، ص:70، رقم الحديث: 4291)

یعنی اسے فوراً ہی اپنی وصیت لکھ لینی چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ وہ بیمار ہو تو پھر لکھے، بلکہ ضروری یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے مال کی وصیت کسی کے لیے کرنا چاہتا ہے تو اس کی دو راتیں یوں نہ گزریں مگر یہ کہ وصیت اس کے سرہانے کے نیچے پڑی ہو، جس چیز کی وہ وصیت لکھنا چاہتا ہے وہ جلد لکھ لے اور وہ وصیت اس کے پاس موجود ہو، تاکہ اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو جو ارادہ اس کا پہلے تھا، اس کو پہلے ہی لکھ چکا ہو۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو بندہ وصیت کر کے فوت ہوا:

مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَّ سُنَّۃٍ ...... وہ بندہ سنت طریقے پر فوت ہوا اور اس کا دنیا سے جانا سنت طریقے پر ہوگا،

وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی ...... اور اس کا جانا پرہیز گاری پر ہوگا،

وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا ...... وہ اس حالت میں دنیا سے جائے گا کہ اس کی بخشش ہو چکی ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب: الحث علی الوصیۃ، ج 2، ص: 901، رقم الحدیث: 2701)

ان احادیث کے اندر وصیت کا تذکرہ موجود ہے، آیت قرآنی میں "کتب" کے الفاظ موجود ہیں اور حدیث شریف میں وصیت کی فضیلت موجود ہے، اور پھر یہ کہ دو راتیں بھی ایسی نہ گذریں کہ جن میں وصیت لکھی ہوئی نہ ہو اور بندہ دنیا سے چلا جائے۔

"کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ" میں وصیت کا اولین حکم تھا، بعد میں جب میراث والی آیت نازل ہوئی تو "کُتِبَ عَلَیْکُمْ" منسوخ ہو گئی۔

(الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، ص: 19)

آیت میراث میں ہر حقدار کا حصہ بیان کر دیا گیا کہ فلاں رشتہ دار کا اتنا حصہ ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف حصے بیان کر دیے تو اب بندے کے پاس اختیار ہی نہیں رہا کہ وہ اپنی طرف سے حصے بنائے، اور اس کی ضرورت نہیں رہی، اس واسطے کہ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ "کُتِبَ عَلَیْکُمْ" والی آیت "لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ" والی آیت سے منسوخ ہو گئی، لہذا وصیت کی فرضیت کا حکم باقی نہ رہا، اب شریعت میں وصیت کی حیثیت استحباب والی باقی رہ گئی ہے، ایک شخص کے لیے مستحب ہے کہ اگر وہ وصیت لکھنا چاہے تو وہ وصیت لکھے۔

Marfat.com

اب ہم جس وقت وصیت پر بحث کریں گے تو نسخ کے بعد والے حکم کو دین متین کا حصہ سمجھا جائے گا۔

وصیت کی اقسام:

☆...... وصیت واجب:

اگر کسی شخص پر کسی کا قرض تھا اور اس نے وہ قرض دینا ہے تو جس وقت موت کی علامات ظاہر ہو گئیں تو اس پر واجب ہے کہ یہ ورثاء کو بتائے کہ میں نے فلاں بندے کا اتنا قرض دینا ہے، اب یہ "وصیت واجب" ہے، جو اس پر کسی کا حق ہے، اس حق کو یہ واضح کرے اور اس کے بارے میں مطلع کرے۔

ایسے ہی اسے پتہ ہے کہ میں نے دو سال کی زکوۃ نہیں دی یا کئی سالوں کی زکوۃ رہتی ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وصیت لکھ کر اپنے ورثاء کے سپرد کر دے، کہ یہ میرے اوپر حق لازم ہے اور میں نے ابھی تک یہ حق ادا نہیں کیا، یہ حق تم نے میری طرف سے ادا کرنا ہے۔

یا اس پر حج فرض ہو چکا تھا مگر حج اس نے نہیں کیا تو اب اس پر وصیت کرنا واجب ہے کہ وہ ورثاء کو وصیت کرے کہ تم نے میری طرف سے حج ادا کرنا ہے تا کہ میرا واجب ادا ہو جائے۔

یا اس کے ذمہ کوئی کفارہ تھا کہ معاذ اللہ اس نے کوئی جھوٹی قسم اٹھالی تھی تو اب ورثاء کو وصیت کرنا لازم ہے کہ وہ انہیں بتائے کہ میرے ذمہ اتنے کفارے باقی ہیں۔

یا روزے کا فدیہ باقی تھا تو اب یہ ورثاء کو مطلع کرے کہ میرے ذمہ روزہ کا فدیہ لازم ہے، اس قسم کی وصیت واجب ہے لیکن جو اپنے ورثاء کو مال دینا تھا، وہ وصیت واجب

Marfat.com

نہیں رہی، وہ مسئلہ آیت میراث نے پورا کر دیا ہے، اس میں ہر ایک حصہ کو کھول کر بیان کر دیا ہے، ہر ایک کے حصے کی تفصیل قرآن مجید نے مکمل بیان فرما دی ہے، لہذا وصیت کا وجوب ختم ہو گیا لیکن اس طرح کی وصیت واجب ہے کہ بندہ دیکھ لے کہ اس پر کون سا حق باقی ہے، اور کون سا کفارہ اس پر لازم ہے، اس کفارہ کے لحاظ سے انسان پر وصیت کرنا لازم ہے، تا کہ بعد از وصال آسانیاں پیدا ہوں، اس کی طرف سے اس کے ورثاء اس کو پورا کر دیں۔

☆...... وصیت مستحبہ:

یہ وہ وصیت ہے جو ایسے رشتہ داروں کے لیے کی جاتی ہے جن کو شریعت نے ترکہ کا حق دار نہیں بتایا، چونکہ بہت سے رشتہ دار ایسے ہیں جن کا دور کا تعلق بنتا ہے تو ان کا شریعت نے حق نہیں رکھا، تو ان رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا جو شرعی طور پر بندے کے ترکہ میں وارث قرار نہیں پاتے، اس وصیت کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

☆...... وصیت مباح:

وصیت مباح و مستحب میں فرق یہ ہے کہ مستحب ان رشتہ داروں کے لیے جو شریعت کی طرف سے وراثت کے حقدار نہیں، مگر وہ رشتہ دار ہیں، اور پھر وہ فقیر و محتاج ہیں۔

مباح ان رشتہ داروں کے لیے جو شریعت کی طرف سے وارث نہیں ہیں لیکن وہ غنی ہیں، ان کے لیے اپنے مال سے وصیت کرنا مباح ہے، کوئی اتنا کار ثواب نہیں ہے یعنی محض جائز ہے۔

ان رشتہ داروں کے لیے جو غنی ہیں لیکن ورثاء میں شامل نہیں، ان کے لیے وصیت مباح و جائز ہے۔

Marfat.com

☆...... **وصیت مکروہ تحریمی:**

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ یہ وہ وصیت ہے، جو نہ واجب ہے، نہ مستحب ہے، اور نہ مباح ہے، لیکن یہ ایسی وصیت ہے کہ جو شریعت میں مکروہ تحریمی ہے، یعنی حرام کے قریب ہے۔

مثال

کوئی بندہ مر رہا تھا تو اس نے کسی ڈاکو کے لیے وصیت کر دی، یا کسی چور، یا بدمعاش کے لیے وصیت کر دی کہ میری دکان کا اتنا حصہ فلاں کو دے دیا جائے، میرے مال کا اتنا حصہ فلاں کو دے دیا جائے، تو جس نے اہل معصیت یا اہل فسق میں سے کسی کے لیے وصیت کر دی، جو کہ گناہوں کے دھندے کرتا ہے، تو اس بنیاد پر اس کی وصیت مکروہ تحریمی ہوگی یعنی حرام کے قریب ہوگی، اس وصیت کو وصیت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

☆...... **وصیت مُحَرَّمہ:**

ایک شخص دنیا سے جا رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ میرا ایک پلاٹ سینما کے لیے دے دو تا کہ اس میں سینما بنایا دیا جائے، دوسرا پلاٹ شراب خانے کے لیے دے دو تا کہ اس میں شراب خانہ بنایا دیا جائے (معاذ اللہ)، تو یہ وصیت جو حرام کام کے لیے کر رہا ہے، گناہ کے لیے کر رہا ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور یہ وصیت شریعت میں غیر نافذ ہوگی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہمارا باپ، دادا جاتے ہوئے یہ کہہ گیا تھا تو اب ہم پر کرنا لازم ہو گیا ہے، شریعت مطہرہ نے ایسی وصیت کو حرام قرار دے دیا ہے، اور اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہونا چاہیے۔

(الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الباب الرابع: الوصایا، الفصل الأول: الوصیة، المبحث الأول: معنی الوصیة، ج10، ص164)

Marfat.com

میت کا ترکہ

بندے کے ترکہ میں ایک خاص ترکیب ہے اس کو ذہن میں رکھنا لازم ہے، انسان کا ترکہ ہر وہ مال ہے جو دنیا میں چھوڑ کے جا رہا ہے، یا تو وہ مال ہو، یا مال کی منفعت ہو، یعنی کسی چیز کی پروڈکشن یا اس کا جو فائدہ ہے، وہ بھی ورثہ میں منتقل ہو جاتا ہے، تو جو چیز ورثہ میں منتقل ہوتی ہے، اس چیز میں وصیت کا اثر تیسرے حصے میں ہوتا ہے، اور اس کو نافذ کیا جاتا ہے۔

(الفقه الأسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج10، ص 160)

تجہیز و تکفین

جس وقت ایک انسان فوت ہو گیا، تو فوت ہونے کے بعد مال میں سے جو پہلا حق ہے وہ اس کی تجہیز و تکفین کا ہے، اس کے لیے کفن خریدنے کے لیے، اس کی قبر کی تیاری کے لیے جو خرچہ ہو گا، وہ اس کے متروکہ مال میں سے پہلا خرچہ ہے۔

قرض

دوسرے نمبر پر اس کا جو قرض ہے وہ ادا کیا جائے گا، قرض سے پہلے وصیت نافذ نہیں ہو گی، اگر کسی شخص نے چالیس ہزار (40,000) قرض دینا ہے اور کل مال بھی چالیس ہزار ہے اور وہ وصیت کر گیا ہے کہ اس میں سے دس ہزار مسجد کو دے دو تو شریعت میں پہلا حق قرض خواہ کا ہے، وہ چالیس کا چالیس ہزار قرض خواہ کو دیا جائے گا، اور وصیت اس میں نافذ نہیں ہو گی کیونکہ قرض کا حق وصیت پر مقدم ہے، پہلے قرض ادا کیا جائے گا، اگر اتنا ہی مال تھا جو قرض خواہ کو دے دیا گیا تو نہ وارث کو ملے گا اور نہ ہی کوئی وصیت اس میں

Marfat.com

نافذ ہو گی، اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی تو وارث گناہ گار ہوں گے۔

قرض، ایک رکاوٹ

ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کی چھوٹی چھوٹی اولاد باقی رہ گئی، اس کا بھائی اس کی اولاد کا نگران بن گیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگا کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بھائی نے ترکہ تو چھوڑا ہے، اس کے قرض خواہ بھی ہیں، مگر اس کی اولاد چھوٹی چھوٹی ہے، تو اگر میں یہ پیسے اس کے قرض خواہوں کو دے دوں گا تو اولاد کا کیا بنے گا؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اس کو قرض کی وجہ سے جنت سے روک دیا گیا ہے، اور تم اس کی اولاد کا سوچتے پھرتے ہو؟، پہلے اس کا وہ حق دو جس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم ہو رہا ہے، اس کے بعد قرضے پورے کرو اور اس کے بعد اس کی اولاد کے سہارے بھی بن جائیں گے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب: أداء الدين عن الميت،

ج 2، ص 813، رقم الحديث 2433)

یعنی اس حد تک کہ اولاد کے ہوتے ہوئے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم وہ قرض ادا کرو، جو قرض اس پر لازم ہے اور وہ قرض اس نے ادا نہیں کیا، تاکہ جو چیز جنت میں جانے کے لیے رکاوٹ بن گئی ہے، وہ ختم ہو جائے۔

تو ایسی صورتحال میں ورثاء کو سوچنا چاہیے کہ جس وقت ان کا کوئی عزیز جس کے وہ وارث بن گئے ہیں، وہ مقروض دنیا سے گیا ہے، تو شریعت نے جو پہلا حق لازم کیا ہے

Marfat.com

وہ تو تجہیز و تکفین ہے، پھر اس کے باقی ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اگر اسی قرض میں سب کچھ ختم ہو گیا تو اس میں وصیت ہے اور نہ وارث کو کچھ ملے گا۔

وصیت تیسرے نمبر پر اور تیسرے حصے میں

وصیت تیسرے نمبر پر ہے، تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ مال کے تیسرے حصے سے وصیت کو پورا کیا جائے گا، اور پھر باقی ماندہ مال ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

ہمارے دین میں کتنی حسین تفصیلات ہیں، بتاؤ! دنیا کا ایسا کون سا ضابطہ ہے، جس میں ایک ایک چیز کو کھول کے بیان کر دیا گیا ہو، بڑے بڑے آئینوں کے دعوے داروں کے پاس ایک بات کے بعد دوسری بات نہیں ملتی، اور آگے مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، یہ شریعت مطہرہ اور دین متین کی شان ہے کہ بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اس وقت سے لے کر قبر تک جانے کے اور اس کے بعد کے مراحل کو کھول کے بیان کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ترتیب پر بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، جس وقت "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ......" پڑھی گئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ: سنو! میں تمہیں اس کی ترتیب بتاتا ہوں:

لٰكِنَّ الدَّيْنَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْوَصِيَّةِ ...... قرض وصیت پر مقدم ہے،

کیونکہ قرآن مجید میں جو آیت موجود ہے: "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ"، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ:

قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّ الدَّيْنَ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ ......

Marfat.com

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر کے گئے ہیں کہ دین (قرض) وصیت سے پہلے ادا کیا جائے گا۔

(المعجم الأوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ج5، ص226، رقم الحديث: 5156)

چونکہ آیت میں دونوں کا اکھٹا ذکر ہے، آیت میں وصیت کے پہلے آ جانے سے مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا مقام بھی پہلے ہے، فرمانے لگے کہ:

ایسا نہیں ہے، اس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ پہلے قرض اتارا جائے گا، اس کے بعد وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔

تو اس واسطے یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اسی ترتیب کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔

مُوصِی کے لیے شرائط

1...... اہل تبرع.

موصی اہل تبرع ہو، وہ اس حیثیت کا مالک ہو کہ کسی کے ساتھ نیکی کر سکتا ہو، اگر وہ اہل تبرع سے نہیں ہے تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والا عاقل، بالغ ہو، اگر چھوٹے سے بچے کو کسی نے ورغلا کر کہا کہ تم وصیت کرو کہ میرے فلاں رشتہ دار کو اتنا مال دیا جائے، تو اب وہ اہل وصیت میں سے ہی نہیں، اس کے اندر وصیت کی شرط ہی نہیں ہے، وہ موصی بن ہی نہیں سکتا، اس میں اہلیت مفقود ہے، کیونکہ وصیت کرنے والا کے لیے ضروری ہے کہ شرعی طور پر مکلف ہو اور عاقل، بالغ ہو۔

ایسے ہی وہ بالغ تو ہے لیکن وہ پاگل ہے، یعنی مجنون ہے، اس کو اپنے نفع و نقصان کا کوئی

Marfat.com

پتہ ہی نہیں ہے، اب اس کی وصیت کو وصیت ہی نہیں کہا جائے گا، وصیت تب معتبر ہے کہ جب وصیت کرنے والا عاقل بھی ہو، اور بالغ بھی ہو۔

2...... رضاء واختیار:

وصیت کرنے والا وصیت کرتے وقت راضی بھی ہو، اور مختار بھی ہو، اگر گن پوائنٹ پر کسی سے وصیت کروائی جائے، تو شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس کی وصیت کو باطل قرار دیا جائے گا، موصی خود راضی ہو اور اپنے اختیار سے وصیت کر رہا ہو، تو پھر اس وصیت کو "وصیت" کہا جائے گا۔

3...... مقروض نہ ہو:

وصیت کرنے والا اتنا مقروض نہ ہو کہ پورا مال اس کے قرضے میں چلا جائے، یا اگر اس کا سب کچھ بیچا جائے تو پھر بھی اس کا قرضہ پورا نہ ہوتا ہو، تو شریعت مطہرہ میں اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی، یہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی وصیت نافذ کی جا سکے۔

(الفقه الأسلامی و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الثانی: شروط الوصية، المطلب الأول: شروط الموصی، ج 10، ص: 178 - 176)

مُوصٰی لہ میں شرائط

یعنی جس کے لیے وصیت کی جا رہی ہے، اس میں اگر شرائط پائی جائیں تو وصیت نافذ ہوگی، ورنہ نافذ نہیں ہوگی۔

1...... مُوصٰی لہ موجود ہو:

مُوصٰی لہ دنیا میں موجود ہو، فوت نہ ہو گیا ہو، یہ ضروری نہیں کہ موصی جس کے لیے وصیت کر رہا ہے اس مجلس میں بیٹھا ہو، اگر چہ وہ غائب ہو لیکن وہ زندہ ہو، تو پھر اس

Marfat.com

کے لیے وصیت جائز ہوگی۔

وصیت کے وقت جس کا انتقال ہو چکا تھا، دنیا سے جا چکا تھا اور ادھر اس کے حق میں وصیت کی جا رہی ہے، اگر چہ وصیت کرنے والا مُصر ہے کہ میں اس کے نام وصیت کرنا چاہتا ہوں تو شریعت روک دے گی، کیونکہ وصیت کسی کو مالک بنانا ہے، مالک بننا زندہ کا کام ہے، مردہ کا کام نہیں ہے، تو جو دنیا سے جا چکا ہے اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی، اس واسطے اس کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

2...... مُوصٰی لہ معلوم ہو، مجہول نہ ہو:

مُوصِی یہ کہے کہ میں ایک بندے کے لیے وصیت کرنا چاہتا ہوں، تو اب بندہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، یہ مجہول ہے، جبکہ مُوصِی کو متعین کرنا پڑے گا کہ وہ فلاں بندے کے لیے وصیت کرنا چاہتا ہے، تو اب ایسے الفاظ بولنے سے کہ جن سے تعیین نہ ہو، وصیت ختم ہو جائے گی کیونکہ مُوصٰی لہ کو متعین نہیں کیا گیا ہے۔

3...... مُوصٰی لہ اہل تملک ہو:

جو بندہ مال کا مالک نہیں بن سکتا، اس کے لیے وصیت نہیں کی جا سکتی، اس بنیاد پر کہ جب وہ تملک کی اہلیت نہ رکھتا ہے تو پھر اس کے لیے وصیت جائز نہیں۔

حمل کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔

مثال

کسی شخص نے کہا کہ فلاں عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا، اس کے لیے میں اپنی اتنی جائیداد دے رہا ہوں، چھ مہینے میں اگر اس بچہ کی ولادت ہوگئی تو یہ وصیت نافذ ہوگی

Marfat.com

اوراس بچے کو یہ حصہ ملے گا، کیونکہ حمل کے لیے وراثت جائز ہے۔

مثلاً ایک شخص فوت ہوگیا ہے، اس کے دو بیٹے ہیں لیکن تیسرے بیٹے کی امید ہے، چھ مہینے بعداس کے گھر میں بچے یا بچی کی ولادت ہوگئی تو چھ مہینے تک ورثہ تقسیم نہیں ہوگا، انتظار کیا جائے گا کہ اس کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے، یا بچی پیدا ہوتی ہے، جس وقت ولادت ہوگی تو اس وقت ورثہ تقسیم ہوگا۔

یہ اسلام کی عدالت ہے کہ اس بچے کا بھی حق رکھا گیا جو ابھی تک دنیا میں آیا ہی نہیں، ابھی تک وہ حالتِ حمل میں ہے۔

وہ لوگ بتائیں جو انسانی حقوق کی آواز اسلام کے علاوہ بلند کرنے کے دعوے کرتے ہیں، کسی کو اس حق کی خبر نہ تھی، یعنی پچھلی دہائی تک تصور بھی نہ تھا، لیکن چودہ صدیاں پہلے اسلام نے اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ جو شکمِ مادر میں ہے، اس کا بھی پورا حق ہے، اور جب تک وہ دنیا میں نہیں آئے گا، باقی کو روک کے رکھا جائے گا، کیونکہ اگر ورثہ بٹ گیا تو پھر اس کو کوئی بھی واپس نہیں کرے گا، جب یہ پیدا ہو جائے گا تو دیکھا جائے گا کہ بچہ ہے، یا بچی ہے، پھر اس کا کتنا حق بنتا ہے، پھر اس کے بعد اس کے حق کے لحاظ سے ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

تو جہاں وراثت نافذ ہو جاتی ہے، وہاں حمل کے لیے وصیت بھی نافذ ہوتی ہے، تو جس بندے نے اس کے لیے وصیت کر دی جو شرعی وارث نہیں بن سکتا، تو شریعت نے گنجائش رکھی ہے کہ جب ولادت ہو جائے گی تو یہ وصیت نافذ کر دی جائے گی۔

(الفقه الأسلامي وادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الثاني: شروط الوصية، المطلب الثاني: شروط الموصى له، ج10، ص: 180-179)

Marfat.com

مُوصٰی بہ میں شرائط

1...... مال:

جس چیز کی وصیت کی جارہی ہے، وہ مال ہو، کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مومن کا مال ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مومن کا مال نہیں ہیں، جیسے شراب، مومن کا مال نہیں ہے، خنزیر، مومن کا مال نہیں ہے، مردار، مومن کا مال نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے مال کو عزت بخشی ہے، جبکہ ان چیزوں کو شریعت نے ذلیل قرار دیا ہے، تو اگر خنزیر کو مومن کا مال کہہ دیا جائے تو خنزیر کو عزت مل جائے گی تو مومن کا مال کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

(القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ، رقم السورۃ 9، رقم الآیۃ: 111)

مومن کا مال تو وہ ہوتا ہے، جو مومن رب کو دیتا ہو اور سودا کرتا ہے کہ مال دے دیتا ہے اور جنت خرید لیتا ہے۔

یہ مال کی تعریف ہے کہ مومن کا مال کتنا اہم ہوتا ہے، اس کی شان کیا ہوتی ہے، ہر چیز مومن کا مال نہیں بن سکتی، اس واسطے نہ شراب مومن کا مال، نہ خنزیر مومن کا مال، نہ مردار مومن کا مال اور نہ گندی یعنی حرام چیزیں مومن کا مال ہو سکتی ہیں، تو پھر وصیت اس کی کی جائے جس کو شرعی طور پر مال کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

2...... مال متقوم:

جس کی وصیت کی جا رہی ہے، وہ مال متقوم ہو، اس مال کی قیمت ہو، اور وہ قابل تملیک ہو، اور وہ معصیت کے لحاظ سے وصیت نہ کی جا رہی ہو۔

(الفقه الأسلامي و ادلته، الباب الرابع :الوصايا، الفصل الأول :الوصية، المبحث الثاني: شروط الوصية، المطلب الثالث :شروط الموصى به، ج:10، ص :196-195)

اگر کوئی پیسوں کی وصیت کرتا ہے لیکن وصیت اس لیے کرتا ہے کہ اس سے سینما بنا دیا جائے، تو اب یہ وصیت نافذ نہیں ہو گی، شریعت کے لحاظ سے وہ چیز وصیت میں آ ہی نہیں سکتی، تو اس بنیاد پر اس کو وصیت نہیں کہا جائے گا۔

اب آپ کہیں گے کہ وصیت ایک لفظ ہے، لیکن اس میں مسائل کتنے زیادہ ہیں، یہ ہمارے آئمہ کا کمال ہے کہ انہوں نے اس کی ہر لحاظ سے وضاحت کی ہے، اب ہمارے لیے وہ پکی پکائی کھیر کھانا بھی مشکل ہو گیا ہے، ایسے موضوع پہ کچھ لوگوں نے فہم دین کورس میں نشانی لگائی ہوئی ہو گی کہ یہ خشک موضوع ہے، اس میں نہیں جانا ہے کیونکہ اس میں بھی کیا کوئی ایسی چیز ہے جو سننے والی ہے؟

جب کہ قرآن مجید کی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں، یہ تو بندہ مومن کا نصاب ہیں، اسی وجہ سے مؤمنوں اور کافروں کے درمیان فرق ہے کہ کافر کے لیے یہ نصاب نہیں ہے، اللہ نے بندہ مومن کو یہ نصاب عطا فرمایا ہے، دینی احکام اور فقہی احکام کے لحاظ سے ہر بندہ مومن میں کشش ہونی چاہیے کہ یہ ہمارا دین ہے، اور دین کا مطلب یہ ہے کہ جس کے مطابق زندگی بسر کی جائے، اور اگر پتہ نہیں ہو گا تو زندگی کیسے بسر کی جائے گی؟، ہر بندے کا ایک نصاب وصیت ہے، یا کوئی بندہ وصیت

Marfat.com

کرنا چاہتا ہے، یا اس کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے، تو حق لینے کے لیے کل عدالت میں جلد جائے گا، لیکن اس کو پتہ ہی نہیں کہ وہ اس وصیت کا اہل ہوا یا نہیں، تو یہ المیہ ہے کہ اب بندہ انگریز کی عدالت پہ جا کے دستک دیتا پھرتا ہے، جن کے پاس کچھ ہے ہی نہیں، جبکہ شریعت نے ہر مسئلہ کھول کے بیان کر دیا ہے۔

وصیت کے ختم ہو جانے کے اسباب

وصیت ثابت ہو جانے کے بعد کینسل (Cancel) بھی ہو سکتی ہے، اس کے مختلف طریقے اور اسباب ہیں:

1...... موصی کی اہلیت ختم ہو جائے تو وصیت بھی ختم ہو جاتی ہے، وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو یہ مال فلاں کو دے دینا۔

اور یہ بھی سن لو کہ وصیت مرنے سے پہلے نافذ نہیں ہوگی، یہ بھی لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ میرے لیے فلاں نے وصیت کر دی ہے، مجھے ابھی یہ چیز دے دو، جو مرنے سے پہلے ہو اس کو تحفہ کہا جا سکتا ہے، اس کو عطیہ کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کو وصیت نہیں کہا جا سکتا۔

اس سلسلے میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب ایک باپ نے اپنے ایک بیٹے کے لیے مال کا اعلان کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سب بیٹوں کو اتنا اتنا دے رہے ہو، تو کہنے لگا کہ نہیں، میں سب کو تو نہیں دے رہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی عاقبت خراب مت کرو، یا تو سب کو دو یا پھر اس کو بھی نہ دو۔

یعنی دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے جو کچھ دیا جا رہا ہے، اس کی اور حیثیت ہے، اور فوت

Marfat.com

ہونے کے بعد جو کچھ دیا جاتا ہے، اس کی اور حیثیت ہے، لیکن وہ وصیت موت سے پہلے کی ہو، وہ وصیت بیس سال پہلے کردی گئی ہو، یا دس سال پہلے کردی گئی ہو، یا پانچ منٹ پہلے کردی گئی ہو، تو وہ نافذ مرنے کے بعد ہوگی۔

جب ایک شخص نے وصیت کردی، بیس سال بعد اس کا وصال ہوا، اس وصیت کے بعد اگر وہ شخص مجنون ہوگیا، پاگل ہوگیا، تو اب وصیت ختم ہوجائے گی، وصیت کے لیے ضروری ہے کہ جو اس کی شرائط ہیں، وہ آخر تک باقی رہیں۔

یہ ضروری ہے کہ وصیت کرنے والا وصیت کرنے کے بعد مرنے تک اپنی اسی حالت میں موجود رہے کہ اس کی عقل سلامت رہے، تو پھر اس کی وصیت برقرار رہے گی، ورنہ اس کی وصیت ختم ہوجائے گی۔

اگر جنوں عارضی تھا، کچھ وقت کے لیے آیا پھر صحیح ہوگیا، تو وصیت بھی برقرار رہے گی۔ لیکن جس جنون کا وصیت کے بطلان میں اعتبار کیا جاتا ہے وہ اس جنوں کی بات ہے کہ جو جنوں آیا ہے لیکن مرنے تک پھر وہ گیا نہیں ہے، وہ ہمیشہ مجنوں ہی رہا، تو اس کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

2...... وصیت کرنے والا مرتد ہوجائے تو پھر بھی اس کی وصیت ختم ہوجاتی ہے، اب وہ وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

3...... جس نے مشروط وصیت کی تھی، لیکن وہ شرط نہیں پائی گئی تو پھر بھی وصیت ختم ہوجائے گی۔

مثلاً: اگر مجھے فلاں دکان مل گئی تو میں وصیت کرتا ہو کہ فلاں بندے کو ایک لاکھ روپیہ دے دیا جائے، لیکن اس کو وہ دکان نہیں ملی، تو اب اس کے ترکہ میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

Marfat.com

4...... اگر کوئی بندہ وصیت کر کے رجوع کرنا چاہتا ہو تو اس کو اختیار ہے، وہ رجوع کر سکتا ہے۔

ایسی بات نہیں کہ جب وصیت کر دی تو ''نقش فی الحجر'' ہو گیا، کہ تم نے خود کہا تھا کہ میرا اتنا حصہ دے دینا، اب تم یہ لفظ واپس نہیں لے سکتے، شریعت مطہرہ میں گنجائش موجود ہے، اگر کوئی بندہ وصیت کر کے رجوع کرنا چاہتا ہے تو وہ رجوع کر سکتا ہے، اس سلسلے میں رجوع صریح ہونا ضروری ہے، جس طرح وصیت کے اثبات کے لیے گواہوں کی ضرورت ہے، تو رجوع کے لیے بھی گواہوں کی ضرورت ہے۔

خلاصہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق وصیت کی جو اقسام ہیں، ان میں اگر غور کریں تو ہمارے لیے یہ بات واضح ہو گی کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی دو قسمیں بنائی ہیں:

1...... وصیت مطلقہ

2...... وصیت مقیدہ

احادیث کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وصیت کی دو قسمیں ہیں، ورنہ حدیث میں ان کے نام نہیں لکھے گئے، یہ صرف احادیث کا خلاصہ بنتا ہے۔

1...... وصیت مطلقہ:

أَوْصَيْتُ لِفُلَانٍ بِكَذَا ...... فلاں بندے کے لیے میں نے ایک لاکھ کی وصیت کر دی۔

Marfat.com

2...... وصیت مقیدہ:

اِنْ مِتُّ مِنْ مَرَضِی ھٰذَا فَلِفُلَانٍ کَذَا ...... اگر اس مرض سے میں مرجاؤں تو فلاں بندے کو ایک لاکھ روپے دے دیا جائے، اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو فلاں بندے کو لاکھ روپے دے دینا، یہ وصیت مقیدہ ہے۔

اگر وہ صحیح ہو گیا تو اس کے یہ لفظ ختم ہو گئے، اس کے لیے دوبارہ وصیت کرے گا تو وصیت مانی جائے گی، پہلی وصیت اس بیماری کے ساتھ مقید تھی، تو صحت کے بعد وہ ختم ہو گئی۔

(الفقه الاسلامي و ادلته، الباب الرابع: الوصايا، الفصل الأول: الوصية، المبحث الأول: معنى الوصية، ج:10، ص:160)

یہ مختصر سا خلاصہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، ورنہ اس پر کئی دنوں تک بحث کی جاسکتی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے دائرے میں رہ کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
2

والدین، بندے کی دنیا میں جنت

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ

(القرآن الكريم، سورة لقمان، رقم السورة:31، رقم الآية:14)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

والدین، بندے کی دنیا میں جنت

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن حقوق العباد کی رہنمائی فرمائی ہے، ان اہم حقوق میں سے چند حقوق اس پر والدین کے ہیں۔

شریعت مطہرہ کا انسان پہ کرم ہے کہ وہ تقاضے جو ایک سلیم العقل انسان کے تقاضے ہیں، کہ وہ جن کا فرزند ہے، اور جن کا لخت جگر ہے، ان کی عزت اور ان کا احترام کرے، یہ طبیعت سلیمہ کا تقاضا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے حکم دیکر اس کو شریعت کے احکام اور مامور بھا میں شامل کر دیا تا کہ بندہ مومن کو صرف مقتضائے طبیعت ہونے کے لحاظ سے محض ایک حیثیت میں اس کا بدل نہ ملے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

حکم ہونے کی بنیاد پر اور شریعت کا تقاضا ہونے کی وجہ سے انسان کو آخرت میں اس کا بہترین اجر بھی عطا کیا جائے۔

والدین انسان کے لیے دنیا میں ہی جنت کا مقام رکھتے ہیں۔ بندے کو والدین کا اپنی حیات میں میسر رہنا اور اپنے والدین کی زندگی میں اپنے شب و روز گزارنا، اگر انسان اس کی حلاوتوں کو پوری طرح محسوس کرے تو یہ ایک جنت کا منظر ہوتا ہے، اور اتنے قیمتی لمحات ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ایک مومن ہونے کی بنیاد پر اسے اپنے گھر میں ہی دنیا کے اندر ہی ایک طرح کی جنت عطا فرما دی ہے۔

جنت کا مطلب

اس سلسلہ میں شاید کسی کو تعجب بھی ہو کہ دنیا میں جنت کا مطلب کیا ہے؟ اور والدین کو جنت کہنا اس میں کوئی مبالغہ تو نہیں؟ تو میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ شریعت مطہرہ میں مختلف چیزوں کو دنیا میں ہی جنت قرار دے دیا گیا ہے۔

مثلاً: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا ...... جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو،

تو پوچھا گیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟...... جنت کے باغات کونسی چیزیں ہیں؟

یعنی جو ظاہر ہے وہ تو یہ ہے کہ جنت آسمانوں پہ ہے، اور ہم زمین پہ ہیں اور جو زمین والا ہے اس کا گزر اتنی بلند جنت کے پاس سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جب گزر نہیں ہو

Marfat.com

سکتا تو پھر وہ آسودگی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَسَاجِدُ ...... مسجدیں جنت کے باغات ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب:ما جاءَ فی عقد التسبیح بالید،

ج:5، ص:532، رقم الحدیث:3509)

مسجد میں سجدہ کرنا جنت کا پھل کھانا ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ مسجد بندے کے جنت میں جانے کا سبب بن جاتی ہے، اور مسجد میں جانے کی وجہ سے جنت کی راہیں کھل جاتی ہیں، اور مسجد کے ساتھ اس کا جو ربط و تعلق ہے، وہ اس کے جنتی ہونے کی ضمانت بن جاتا ہے۔

تو اس بنیاد پر کسی چیز کا جو سبب ہوتا ہے، اس سبب کو اس چیز کا نام دے دیا جاتا ہے، تو چونکہ مسجد جنت میں جانے کا سبب تھی تو اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو جنت کا نام دے دیا۔

محلے کی مسجد تمہاری جنت ہے، تمہاری جنت بالکل تمہارے قریب واقع ہے، تمہارے گھر کے ساتھ تمہاری جنت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(المستدرك علی الصحيحين، كتاب الصوم، ج:1، ص:582، رقم الحديث:1532)

تو اب ایک انسان جو زمین پر ہے، اور جنت آسمانوں پہ ہے، تو وہاں دروازے کھل

Marfat.com

جائیں اس انسان کے لیے، ان کا فائدہ کیا ہے؟، جو زمین پر ہے اور جنت سے بہت دور ہے، جب کہ جنت کے دروازے کھلنے کا فائدہ تو اس کو ہوگا، جو دروازے تک پہنچ سکتا ہے، پھر کھلے ہوئے دروازے کا فائدہ ہوگا کہ وہ اندر داخل ہو جائے گا، جب کہ جنت ہم سے اتنی دور ہے۔

رمضان المبارک کی مہربانیوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں، تمہارے لیے بڑا سنہری موقع ہے۔ تو یہ سنہری موقع کس لحاظ سے بنے گا؟

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ایسا موسم آ گیا ہے کہ جس میں جنت جانے کے اسباب بہت سے ہیں اور ان میں سے کچھ بھی کرو گے تو جنت تک چلے جاؤ گے یعنی تم جنت کے مستحق بن جاؤ گے۔

رمضان المبارک جو نیکیوں کا سیزن (season) ہے، یہ بندے کے جنت میں جانے کا سبب بن سکتا ہے اور واضح راستہ بن سکتا ہے، اس بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، یعنی وہ کام کرنے آسان ہو جاتے ہیں، جو کام بندے کے لیے جنت جانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

تو اسی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت پوچھا گیا کہ والدین کے اولاد پر حقوق کیا ہیں اور والدین کی خدمت کے تقاضے کیا ہیں؟ تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جامع اور مختصر سا جملہ ارشاد فرمایا، جس پہ گھنٹوں نہیں، مہینوں بحث ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

والدین: بندے کی جنت بھی اور جہنم بھی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے بارے میں پوچھتے ہو

هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ

اے پوچھنے والے! تیرے والدین تیری جنت بھی ہیں اور تیری دوزخ بھی ہیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب: بر الوالدين، ج2، ص:1208، رقم الحديث:3662)

هُمَا جَنَّتُكَ ...... وہ دونوں تیری جنت ہیں یعنی والدین پر جنت کا لفظ بول دیا۔

وہ دونوں تیری جنت ہیں اگر تو ان کی خدمت کرے گا، گستاخی نہیں کرے گا، ان کا تمہاری زندگی میں میسر آنا اور ان کی خدمت کا چانس (chance) مل جانا، یہ بہت بڑی سعادت ہے اور تو اپنی زندگی میں اپنے والدین کو زندہ پالے تو اس وقت کی قدر و قیمت کتنی ہے، فرمایا:

هُمَا جَنَّتُكَ ...... وہ دونوں تیری جنت ہیں۔

مطلب کیا ہے کہ جنت میں جانے کا سبب ہیں، اور جنت کی طرف جانے کا دروازہ ہیں، جنت کی طرف جانے کا وہ راستہ ہیں، اور جنت کی طرف جانے کا وہ ذریعہ ہیں۔

اس بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ "جنت" والدین پر بولا، تو اسی کے پیش نظر ہم کہہ رہے ہیں کہ والدین بندے کی دنیا میں جنت ہیں، اگر وہ انہیں جنت سمجھتا ہے، اور اگر اس نے ان کے حقوق پورے نہیں کیے، تو پھر وہی اس کے جہنم میں جانے کا سبب بن جائیں گے۔

بندے کو سوچنا چاہیے کہ اس کو جس جنت کی تلاش ہے اس کے بارے میں رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جنت کو ڈھونڈنے کے لیے تمہیں دور نہیں جانا پڑے گا، وہ جنت تو بالکل تمہارے قریب آباد ہے، ایک طرف تو وہ محلے کی مسجد ہے، وہ تو پھر بھی دور ہے، لیکن گھر کے اندر والدین، یہ بندے کی جنت ہیں، اگر تم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور ان کی خدمت کرتے ہو اور ان کی خدمت کے تقاضے پورے کرتے ہو، تو اللہ جل جلالہ نے بہت قریب تمہارے لیے جنت کو آباد کر رکھا ہے، اس بارے میں اللہ جل جلالہ نے احکام دیے ہیں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ...... یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(القرآن الكريم، سورة لقمان، رقم السورة:31، رقم الآية:14)

یعنی اللہ جل جلالہ نے کتنی اہمیت دی ہے والدین کو، میرا شکر ادا کرنے کے بعد والدین کا شکر ادا کرو۔

دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(القرآن الكريم، سورة الاسراء، رقم السورة:17، رقم الآية:23)

یہاں اللہ جل جلالہ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو، جب اس مقام پہ ارشاد فرمایا کہ:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ...... یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

اللہ جل جلالہ کے بندے پر کتنے احسانات ہیں، اس کے کرم کی کتنی برکات ہم پہ برستی ہیں،

Marfat.com

اور ہر وقت اس کے فضل کی برسات بندے کو سیراب کرتی ہے، اس کے بعد شریعت نے بندے کے والدین کو کتنا بڑا مقام دیا ہے، اگرچہ والدین کسی کے بالکل نادار ہوں، اور ان کے پاس سرمایہ نہ ہو، لیکن پھر بھی اولاد پر ان کے احسانات کتنے زیادہ ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے مالدار والدین کے بیٹے کو یہ نہیں کہا کہ تیرے والدین چونکہ بڑے پیسے والے ہیں، تو میرا شکر ادا کر اور ان کا شکر ادا کر، بلکہ اللہ جل جلالہ نے بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے والدین کا شکر ادا کرو، اگرچہ ان کے پاس پیسے نہ ہوں، وہ تمہیں اچھے کپڑے نہ پہنا سکتے ہوں، ان کے پاس تمہیں اچھا کھانا کھلانے کی گنجائش نہ ہو، اس کے باوجود ان کے والد اور والدہ ہونے کا جو مقام ہے، اور والدین ہونے کا جو اعزاز ہے، اس کی بنیاد پر اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

اِلَیَّ الْمَصِیْرُ...... آخر مجھی تک آنا ہے۔

اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ جہاں میرا شکر تم پہ لازم ہے، وہاں والدین کا شکر بھی تم پہ لازم ہے، اگر تم خلاف ورزی کرو گے تو کل تم سے مواخذہ ہوگا، کل تم سے پوچھا جائے گا، تمہارا احساب ہوگا، ایک ایک سیکنڈ تجھ پر اتنے کرم کیے تھے، اور تم سے شکر بھی میرا ادا نہ ہو سکا، ایسے ہی اس بات پر بھی مواخذہ ہوگا کہ تمہارے والدین تمہارے لیے کس قدر رحمت کا سائبان تھے اور کتنی ان کی شفقتیں تھیں، اور کتنا ان کا پیار تھا، اور تم نے ان کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس واسطے اللہ جل جلالہ نے آگے فرمایا:

میری طرف تمہارا ٹھکانہ ہے، تم نے دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا، تم نے لوٹ کے میری

Marfat.com

طرف آنا ہے، میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے میرا شکر کتنا ادا کیا اور اپنے والدین کا تم نے کتنا شکر ادا کیا۔

اللہ جل جلالہ نے بندہ مومن کو یہ باور کرا دیا کہ تمہاری طبیعت کے جو تقاضے ہیں ان کے ساتھ شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، جس وقت تم اپنے والدین کو پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھو گے، ان کی اطاعت کرو گے اور ان کے آرام کا خیال رکھو گے اور ان کے احکام بجا لاؤ گے، تو تمہارا سینہ بھی ٹھنڈا رہے گا اور روح بھی چین میں رہے گی اور اللہ کے ہاں ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

اللہ جل جلالہ نے دوسرے مقام پہ سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ...... اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

(القرآن الكريم، سورة لقمان، رقم السورة: 31، رقم الآية: 15)

ان کے ساتھ جو تمہاری زندگی کا وقت گزر رہا ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آنی چاہیے، اور کوئی سخت رویہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

یعنی اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک تمہارے ہوتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اف بھی مت کہو، نہ تم اف کہو، اور نہ تم جھڑکی دو، اور ان سے بات کرم

Marfat.com

والی ہو، ان سے پورا جملہ عزت والا ہو، اور تمہارے انداز سے عزت چھلک رہی ہو، اور ادب کی جھلک اس میں موجود ہو۔

(القرآن الكريم، سورة بنی اسرائیل، رقم السورة: 17، رقم الآية: 23)

اللہ ﷻ نے قرآن مجید میں یہ بتا دیا کہ تیرا نصاب یہ بھی ہے کہ جہاں میں نے نماز لازم کردی، روزہ فرض کر دیا، استطاعت پر حج کو لازم کیا، اور زکوۃ کو لازم کر دیا، یہ میری طرف سے تمہارا نصاب ہے، اور میری طرف سے تمہارے لیے والدین کا نصاب بھی ہے، تم نے ان کا خیال رکھنا ہے۔

ایک بندے کے لیے اللہ ﷻ نے والدین کی موجودگی والے لمحات اتنے قیمتی بنائے ہیں کہ بہار کے موسم میں یا خشک سالی کے موسم میں بارش فصل کے لیے اتنی مفید نہیں ہوتی جتنا والدین کا سایہ انسانی کھیتی کے لیے مفید ہوتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا سرمایہ انسان کو وہ چین نہیں دے سکتا جو والد کا سایہ اور والدہ کا دست شفقت انسان کو فراہم کر سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کی اس حیثیت کو جنت سے تعبیر کیا ہے، اور بار بار بندے کو بتایا کہ تم جس جنت کے لیے تڑپتے ہو، جس کی طلب کرتے ہو، جستجو کرتے ہو، اور ڈھونڈنے کی کوششیں کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ جنت پاس رہے اور تم جنت کو دھکے دیتے رہو، اور تم جنت سے سرکشی کرتے رہو، اور تم جنت کو پیچھے ہٹا کر جہنم کی طرف بڑھتے رہو۔

میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اپنے والدین کی زندگی کا موسم میسر آ گیا ہے، اسے جنت سے کم مت سمجھو، اور اس کی قدر کرو، ہر لمحہ جس وقت تم ان کی عزت افزائی کے لیے بے چین ہو جاؤ گے، ان کی خدمت میں لگے رہو گے، ہر کام پہ تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھلتا رہے گا۔

Marfat.com

جنتی دروازہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں میں سے سنٹرل دروازہ والد ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب: من الفضل فی رضا الوالدین، ج 4، ص: 311، رقم الحدیث: 1900)

والد جنت کے دروازوں میں سے مرکزی دروازہ ہے یعنی باپ کی خدمت کرو گے اور باپ کا ادب واحترام کرو گے اور اس کے آرام کا خیال رکھو گے تو پھر ادھر جنت کے دروازوں میں فاصلہ بہت زیادہ ہے، ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک کا فاصلہ ہزاروں میل کا ہے، تو مین (main) اور مرکزی دروازے کی طرف تمہاری رہنمائی ہوگی کہ تمہارا راستہ آگے پیچھے نہیں ہوگا اور ڈائریکٹ اسی جہت پہ تمہاری زندگی گزرے گی، جو والد کی بہت زیادہ خدمت کرنے والا ہوگا، اس کو اللہ جل جلالہ جنت کے مرکزی دروازے سے داخل فرمائے گا، شریعت نے باپ کو جنت بھی کہا اور جنت کا مرکزی دروازہ بھی قرار دے دیا۔

ماں کے قدموں تلے جنت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف ماں کی حیثیت کو بھی بیان فرمایا۔

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کی:

اَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فَجِئْتُكَ أَسْتَشِيرُكَ...... میں جہاد پہ جانا چاہتا ہوں اور میں آپ

Marfat.com

ﷺ سے مشورہ کرنے آیا ہوں،

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ ...... کیا تمہاری امی زندہ ہے؟

تو حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری امی زندہ ہیں۔

تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَالْزَمْهَا ...... پھر تم اپنی والدہ کی خدمت کرو،

إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا

بے شک تمہاری جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان و ھو باب فی بر الوالدین، ج 6، ص: 178، رقم الحدیث: 7833)

کتنا بڑا موقع تھا جہاد کا، سید عالم ﷺ نے ہر بندے کا نصاب دیکھا ہوا ہے، اس کے مطابق اس کو دیکھتے ہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے، اس میں کمی کیا ہے، اس کے لیے جہاد سے زیادہ لازمی کیا چیز ہے؟

تو سرکار ﷺ ادھر جانتے ہیں کہ اس کا نصاب کیا ہے، اس کی بوڑھی والدہ ہے، اگر یہ جہاد پہ چلا گیا تو اس کی والدہ کی خدمت کون کرے گا؟

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی خدمت کرو، تمہاری جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

تو اس طرح انسان کی کیفیتیں جدا ہوتی ہیں۔

کہیں تو یہ فرمایا تھا کہ:

Marfat.com

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ...... جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، ج 3، ص: 1082، رقم الحدیث: 2804)

کہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی والدہ کی خدمت کرتے رہو، اللہ جل جلالہ نے تمہاری جنت تمہاری والدہ کے پاس رکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اب تم اس حدیث کو سننا، اور جس کے والدین زندہ ہیں وہ ابھی سے سوچے، اور جو وقت ضائع ہو چکا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور توبہ کرے، اس کے بعد جو وقت اسے میسر ہے کہ اس کے والدین گھر میں موجود ہیں، اور اسے والدین کی زیارت کرنے کا موقع ملا ہوا ہے، تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وقت جنت جیسا قیمتی وقت ہے۔

آج اگر کسی کو جنت دے دی جائے تو ایک ایک منٹ کتنا قیمتی ہوگا، جب جنت میں ان شاء اللہ جائیں گے، تو جنت سے کوئی نکلنا نہیں چاہے گا، اور نہ ہی کسی کو نکالا جائے گا، کیونکہ جنت کا لمحہ جب مل جائے تو اس سے اور زیادہ کوئی چیز قیمتی ہے ہی نہیں۔

اتنا قیمتی ٹائم جو جنت کا ہے اس کا اندازہ کوئی دنیا میں نہیں کر سکتا، تو یہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے کہ جو چیزیں ہمیں آنکھوں سے نظر نہیں آسکتی تھیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھ کے قیامت تک کی امت کو وہ ساری چیزیں بتا دی ہیں۔

ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کے کان دور سے بھی سنتے ہیں اور قریب سے بھی سنتے ہیں، یہ بھی امت پہ کرم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے ہر چیز کو دیکھا ہے تو یہ بھی امت پہ احسان ہے۔

یہ ایسے حقائق ہیں کہ ہم قیامت تک لیبارٹریوں میں ایسی چیزیں نہیں دیکھ سکتے تھے جو

Marfat.com

نگاہ نبوت نے ایک لمحہ سے پہلے دیکھ لی ہیں، اور بیان بھی فرمادی ہیں۔

جنت کے دروازے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ يُصْبِحُ اِلَيْهِمَا مُحْتَسِبًا اِلَّا فَتَحَ لَهُ اللّٰهُ بَابَيْنِ يَعْنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ۔

جس بندے کے والدین زندہ ہوں اور انہیں اس کی خدمت کی ضرورت ہو، بالخصوص جب وہ بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں، قرآن مجید میں بطور خاص اس بات کا ذکر ہے کہ:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرُ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا...... اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔

(القرآن الكريم، سورة الاسراء، رقم السورة: 17، رقم الآية: 23)

لیکن جس اجر کا حدیث میں ذکر ہے اس میں بڑھاپا کی بھی شرط نہیں ہے، خواہ والدین ابھی بالکل نوجوان ہوں، اچھے صحت مند ہوں یا بوڑھے ہو چکے ہوں، اگر اس انسان نے یہ تمام شرائط پوری کردی ہیں تو اس کو اجر پورا ملے گا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ...... جو مسلمان بھی ہے،

اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہو، وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، وہ عربی ہو یا عجمی ہو، جو بھی مسلمان ہے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ...... اس کے مسلمان والدین ہوں، کافر والدین نہ ہوں، اس کے والدین مسلمان ہوں،

Marfat.com

یُصْبِحُ اِلَیْھِمَا ...... صبح ہوئی، صبح کو نور پھیلا تو وہ والدین کے پاس چلا گیا، اور یہ خوش قسمت ہے کہ اس کے والدین زندہ ہیں اور اس کو اپنے والدین کی زیارت کا موقع بھی میسر ہے۔

مُحْتَسِبًا ...... جب صبح ان کے پاس جاتا ہے تو انہیں طلبِ ثواب کے لیے دیکھتا ہے، جو بچہ یا بچی اپنے والدین کو طلبِ ثواب کے لیے دیکھے:

اِلَّا فَتَحَ لَهُ اللّٰهُ بَابَيْنِ ...... تو اللہ تعالیٰ ایک نگاہ پر اس بچے کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔

اب تم غور کرو کہ والدین کا مقام کیا ہے، اور باہمی فائدہ اسلام میں کتنا ہے، یہ اسلام کی برکتیں ہیں، مطلقاً والد ہونے کا شرف نہیں بلکہ ساتھ ایمان کا شرف بھی ہے، اگر یہی والدین کافر ہوتے تو یہ ہزار بار دیکھتا رہتا اور ان کی خدمت کرتا رہتا لیکن یہ مقام نہ ملتا۔

جبکہ یہ وارے نیارے ہیں مسلمانوں کے، باپ اپنے بچے کو دیکھ رہا ہے، بچہ اپنے باپ کو دیکھ رہا ہے، دونوں کا دل ٹھنڈا ہو رہا ہے، دونوں کی جنت فائنل ہو رہی ہے، اپنے گھر میں موجود ہیں، اپنی جنت کا سفر بھی موجود ہے، جنت کا سامان ہے، اپنی والدہ کا رخ پر نور ہے، اس کی طرف بچہ دیکھ رہا ہے، جنت پکی ہو رہی ہے، اپنے باپ کا چہرہ پر نور ہے، اس کی طرف بچہ دیکھ رہا ہے، اس کی جنت فائنل ہو رہی ہے۔

والدین اتنے بڑے عابد و زاہد نہیں بلکہ سادہ سے ہیں، نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں، اور اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں، بیٹا اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہے، صبح کو آنکھ کھلی تو بیٹے نے باپ کا چہرہ دیکھ لیا، اپنی والدہ کا چہرہ دیکھ لیا، صرف طلبِ ثواب کے لیے، پتہ چلا کہ یہ وہ چہرے ہیں جنہیں دیکھنے میں رب نے ثواب رکھا ہے، اس لیے ثواب کی نیت کا حکم دیا جا رہا ہے، فرمایا: ویسے نہیں دیکھنا، بلکہ پیار سے دیکھنا ہے اور

Marfat.com

طلبِ ثواب کی نیت سے دیکھنا ہے، جس نے دونوں کو دیکھا تو اللہ نے جنت کے دروازے کھول دیے ہیں۔

یہ دنیا میں بندے کی جنت ہیں کہ ان کو دیکھنے سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں!، گھر میں والدین کے ساتھ ایک طبعی پیار بھی ہے، ایک طبیعت کا تعلق بھی ہے، اس کی بنیاد پر بھی کوئی دیکھتا ہے، لیکن ہم جس اجر کی بات کر رہے ہیں یہ طبعی پیار نہیں بلکہ یہ شرعی پیار ہے، چونکہ تقاضا تو طبیعت کا بھی ہے، اگر طبیعت کے تقاضے پہ اجر ملتا ہوتا تو ایک کافر کو بھی اپنے والدین کی زیارت پہ اجر مل جاتا، کافر اپنے والدین کو ہزار بار دیکھے اسے کچھ نہیں ملتا اور مومن ایک بار دیکھے تو جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس واسطے وہ تقاضا طبیعت کا تھا کہ والدین کو دیکھوں، لیکن شریعت نے چونکہ حکم دے رکھا ہے، اور دل میں ایمان موجود ہے، اس ایمان نے کافر اور مومن میں کتنا فرق بتا دیا، مومن نے والدین کو دیکھا تو جنت کے دروازے کھل گئے۔

تو یہ حدیث کا مضمون واضح کر رہا ہے کہ مومن وہ ہے جس کو اللہ نے گھر میں جنت عطا فرما رکھی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ ...... اگر دو میں سے ایک زندہ ہے، والد یا والدہ زندہ ہے، اس بچے نے ان میں سے ایک کو دیکھا اور طلبِ ثواب کے لیے دیکھا، تو کیا ہوگا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ کے فضل سے ایک دروازہ کھل جائے گا۔

ایک کو دیکھا تو ایک دروازہ کھلا، دو کو دیکھا تو دو دروازے کھلے، اب روزانہ اٹھتا ہے اور

Marfat.com

روزانہ دیکھتا ہے تو روزانہ دروازے کھلتے ہیں۔

اب تم خود سوچو کہ والدین نیکی کمانے کا کتنا بڑا سہارا ہیں اور کتنا بڑا وسیلہ ہیں کہ بندے کے والدین زندہ ہوں تو مفت میں اور چند لمحوں میں اتنی بڑی نیکیاں، اتنا بڑا فائدہ مل جائے گا۔

ارے رمضان میں جنت کا دروازہ کھلتا ہے، لیکن رمضان تو سال کے بعد آتا ہے، پھر حکم ہوتا ہے کہ بندے غنیمت کا وقت آگیا، نیکیاں کرلو، بڑا اچھا موسم آگیا، اللہ نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے، جہنم کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔

تصور کرو کہ والدین کی زندگی میں، یہ بندے کے لیے کتنا بڑا قیمتی موقع ہے، کہ ادھر رمضان جیسا موقع آئے تو پھر یہ کہا جائے کہ اب تمھارے لیے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں، ادھر روزانہ صبح دیکھتا ہے تو دروازے کھل جاتے ہیں، لہذا والدین کی لمبی زندگی اور والدین کا سایہ ایک بندے کے لیے دنیا تو دنیا رہی، آخرت کے لحاظ سے کتنا مفید ہے کہ وہ مواقع جو کبھی کبھی بنتے ہیں، والدین کی وجہ سے بندے کے لیے یہ چانس ہے بلکہ اس کے لیے رب نے رُت ہی ایسی بنا رکھی ہے کہ اس نے ان کو نگاہ رحمت اور پیار سے دیکھا ہے، اللہ جل جلالہ نے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے ہیں۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَإِنْ أَغْضَبَ أَحَدَهُمَا...... اگر اس نے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کر دیا، پہلے جب راضی تھے اور یہ ان کو دیکھ رہا تھا تو جنت کے دروازے کھل رہے تھے، اگر اس نے ان میں سے کسی کو ناراض کیا تو کیا حکم ہے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَمْ يَرْضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهُ..... جب تک باپ بچے پہ راضی نہیں ہوگا تو رب بھی اس بچے سے راضی نہیں ہوگا، اور جب تک والدہ بچے پہ راضی نہیں ہوگی تو اس

Marfat.com

وقت تک رب بھی بچے سے راضی نہیں ہوگا، ان دونوں میں سے ایک کے ناراض ہونے پر اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے بند کردے گا، ان دونوں میں سے اس کو راضی کرو جس کو ناراض کردیا ہے، تو پھر تمہارے لیے جنت کے دروازے کھولوں گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ:

وَاِنْ ظَلَمَاهُ ...... یارسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ وہ والدین بچے پہ ظلم کرتے ہوں، تو پھر بھی وہ اپنے والدین کو ناراض نہ ہونے دے۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَاِنْ ظَلَمَاهُ ...... اگرچہ بطور فرض وہ اس پر ظلم کر رہے ہوں تو پھر بھی اس کا فرض ہے کہ ان کے سامنے اف نہ کہے، ان کے ساتھ نرم بات کرے، ان کی طبیعت کے مطابق ان کے تقاضوں کو سمجھے۔

(الأدب المفرد، باب: بر والديه و ان ظلما، ص:12، رقم الحديث:7)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنا سنہری موقع عطا فرمادیا ہے، اس موقع سے اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

وہ کتنا سست ہوگا کہ جس کے گھر میں جنت ہو اور پھر بھی وہ جنت کا مستحق نہ بن سکے، دور ہوتی تو پھر رستے میں رہ جاتا، رستے میں بھٹک جاتا تو پھر اور بات تھی، گھر میں جنت ہے اور پھر بھی جنت کا مستحق نہ بن سکے، اس پر کتنا افسوس ہوگا، اس واسطے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

- وہ شخص خائب وخاسر ہے جس نے رمضان تو پایا مگر گناہوں کو بخشوا نہ سکا اور وہ بھی خائب وخاسر ہے کہ جس نے والدین کو اپنی زندگی میں پالیا اور ان کی خدمت کرکے

Marfat.com

جنت حاصل نہ کر سکا، اور وہ بندہ کامیاب ہے کہ جس کو یہ موقع ملا کہ اس کے والدین زندہ ہیں، وہ ان کی بھرپور خدمت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لیے جنت کے دروازوں کا اہتمام کرواتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر و الصلة، ج:4، ص:170، رقم الحديث:7256)

نیز فرمایا کہ وہ خائب و خاسر ہے جس کے پاس میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

حج مبرور کا ثواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں کے کھلنے کے مختلف مناظر پیش کیے، بطور خاص حدیث صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَ رَحْمَةٍ

جو بھی فرمانبردار بیٹا اپنے والدین کو نظر رحمت سے دیکھے، تو کیا ہوتا ہے؟

اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً

اللہ جل جلالہ ہر نگاہ پر مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

اب تم خود ہی اندازہ لگا لینا کہ کیسے دروازے کھلتے ہوں گے، حج کے بارے میں تم سن چکے اور پڑھ چکے کہ:

رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ...... جو حج کر کے واپس آیا تو وہ اس طرح واپس آیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے، اس طرح اس کی نیکیاں ثابت ہوئیں اور اس کے گناہ مٹ گئے۔

(صحيح البخاري، كتاب الحج، باب: فضل الحج المبرور، ج 2، ص: 553، رقم الحديث: 1449)

Marfat.com

یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کی کہ پہلے تو جنت کا ماحول میسر آیا، والدین کو صبح کے وقت دیکھا تو جنت کے دو دروازے کھل گئے، لیکن اگر صبح نہ دیکھ سکا تو یہ نہ سمجھے کہ اب دروازے نہیں کھلیں گے، دیکھنے میں آج کچھ نہیں ملے گا، یا یہ ہے کہ روزانہ ایک بار دیکھوں گا تو دروازے کھلیں گے یا نہیں؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نگاہ دیکھو گے اور جب بھی دیکھو گے، دن میں دیکھو گے یا رات میں دیکھو گے، تو اللہ جل جلالہ تمہیں کتنا زیادہ ثواب دے گا، کتنا بڑا اجر عطا فرمائے گا، اللہ جل جلالہ ہر بار دیکھنے پر حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے گا۔

لیکن ایک شرط ہے کہ وہ والدین کا فرمانبردار ہو، ان کا کہا مانتا ہو تو پھر دیکھنے میں ثواب ہے، لیکن جو ضدی، ہٹ دھرم، نافرمان ہے، والدین کا باغی ہے، اور پھر کہے کہ میں باغی تو ہوں مگر پیار سے دیکھ لیتا ہوں، میرے لیے بھی کچھ ہو جائے گا، تو اس نے خود اپنے لیے سب کچھ ضائع کر دیا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب ہے کہ والدین اسے ضرور نوازیں گے، والدین کی نگاہ اسے ضرور نوازے گی، لیکن شرط تو پوری کرے کہ وہ والدین کا خدمت گار ہو، اور ان سے شفقت اور محبت سے پیش آئے، جب وہ فرمانبردار ہو گا تو اس وقت اس کی ایک نگاہ والدین کے چہرے پر پڑے گی، تو اس نگاہ سے حج مبرور کا ثواب ملے گا۔

یہاں سے ہر مکتبہ فکر کا بندہ سمجھے گا کہ اس میں اچھا مضمون بیان کر دیا گیا ہے، اور یہ یقیناً سچا فرمان ہے، اگر ایک عام سے انسان اور عام سے والدین کو دیکھنے کا اتنا بڑا مقام ہے کہ ہر نگاہ پر حج مبرور کا ثواب ملتا ہے، تو جن کو رب ذوالجلال نے صبح صادق کا مطلع حق بنایا ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کسی مومن کی نگاہ پڑتی تھی تو اس کو کتنا

Marfat.com

بڑا اجر و ثواب ملے گا، اور کیا کچھ ملے گا، جب کہ یہ کہنا کہ کوئی کسی کو دے نہیں سکتا اور اللہ کے نبی کچھ کر نہیں سکتے اور اللہ کے ولیوں کی حیثیت نہیں ہے، یہ ہمارے دین کے ساتھ مذاق ہے۔

دین کی مجموعی تعلیمات کو جو انسان سامنے رکھتا ہے، اسے سوچنا ہوگا کہ جن کی اتنی حیثیت پر اتنے بڑے اجر و ثواب کا اعلان ہو رہا ہے، ایک ایک نگاہ پر حج مبرور کا ثواب ملتا ہے، تو جس کو رب ذوالجلال نے وہ انداز دیا ہے کہ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، یقیناً ان کے جلووں کا عالم بھی نرالا ہوگا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہماری بہت سے مشکلیں حل کروائیں، اگر آج ہم اس کو بیان کریں، تو آپ کے ذہن میں سوال آئے گا اگر کوئی شخص سو مرتبہ دیکھے یا ہزار مرتبہ دیکھے تو پھر کیا ہوگا، ویسے تو سال میں ایک حج آتا ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دن میں اتنے حجوں کا ثواب مل جائے، آج تم پوچھتے تو یہ بات قیاس سے ہم بیان نہ کر سکتے لیکن ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے اور آپ کے صدقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کرم ہے کہ انہوں نے پوچھا:

وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی بچہ دن میں سو مرتبہ اپنے والدین کو دیکھے تو پھر کتنا ثواب ملے گا، تو کیا کوئی سو بار دیکھے تو اسے سو حج کا ثواب ملے گا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب سے پوچھا تو کیا ہوا؟

قَالَ نَعَمْ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں، اگر کوئی اپنے والدین کو ایک دن میں سو بار پیار کی نظر سے دیکھتا ہے، ساتھ ہی وہ فرمانبردار بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے، وہ سو نگاہ پر سو حج مبرور کا ثواب عطا فرما دے گا، اس کے ہاں

Marfat.com

تو کوئی کمی نہیں ہے، کوئی ہزار بار دیکھے تو ہزار حج کا ثواب، اور کوئی لاکھ بار دیکھے تو لاکھ حج کا ثواب۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ اَطْیَبُ ...... اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاک ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ تم پڑھتے نہیں ہو کہ ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' تو جو اکبر ہے، اس کے ہاں تو کوئی کمی نہیں ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ سو کا ثواب دے گا تو اس کے خزانہ میں کمی آ جائے گی، میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان، ج 6، ص: 186، رقم الحدیث: 7856)

جو فرمانبردار بیٹا شفقت و پیار سے والدین کو ہزار بار دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا۔

انسان اگر اپنے ساتھ وفادار ہو جائے تو اس کو ترقی کتنی ملتی ہے، ویسے تو زندگی میں مشکل سے کوئی ایک حج کر سکے یا دو کر سکے، لیکن یہ روزانہ میں کوئی تین سو حج کر لے، اپنے گھر میں بیٹھا ہوا سفر کیے بغیر حج کرتا رہے، گھر بیٹھے مومن کو سب کچھ میسر ہے، گھر میں حج کا ثواب مل رہا ہے، گھر میں جنت ہے، اور گھر میں حج ہے، کیوں؟

اس لیے کہ گھر میں والدین ہیں، گھر میں والدین کا سایہ ہے اور ان کی صحبت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس قدر ان کو عظمت دی ہے کہ ایک ایک نگاہ پر اللہ تعالیٰ ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ شان ایک مومن کو دی ہے، لیکن جو کافر ہے اس کو اس کا کفر پیچھے ہٹا رہا ہے، اس کی رفتار کو سست کر دیتا ہے، اُس انسان کو دھکے دے کر ذلت کے گڑھوں میں

Marfat.com

لے جاتا ہے، اور ایمان میں بندہ ایڈوانس کتنا ہو جاتا ہے، زندگی تھوڑی سی ہوتی ہے، ہوسکتا ہے چودہ، پندرہ سال میں فوت ہو جائے مگر زندگی میں پانچ سو حج اس کے اکھٹے ہو چکے ہیں، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ موقع رکھا ہے، وہاں شریعت نے یہ بات بھی بیان کردی ہے کہ کیونکہ رب کے حکم پر کر رہا ہے، اور نبی ﷺ کے فرمان پر کر رہا ہے، تو اب صرف طبیعت ہی نہیں بلکہ ساتھ شریعت بھی ہے، تو گھر میں تمہاری اپنی چاہت تھی تو دیکھو اللہ تعالیٰ ہر نگاہ پر حج مبرور کا ثواب عطا فرما رہا ہے۔

مسکراہٹ نے کام بنا دیا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا نَظَرَ الْوَالِدُ اِلٰی وَلَدِهٖ فَسَرَّهٗ ...... جب والد اپنے ولد کو دیکھے پس خوش ہو۔

یعنی جس وقت والد اپنے بیٹے کو پیار سے دیکھے، اس میں بچے کی فرمانبرداری کا دخل ہے کہ باپ اپنے بچے سے بہت خوش ہے، اور اس بچے کو شوق سے دیکھ رہا ہے، تو اس کے لیے کیا ہوگا، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَ لِلْوَلَدِ عِدْلُ عِتْقِ نَسَمَةٍ ...... جب ایک بار باپ خوش ہو کر اپنے بچے کو دیکھے گا تو اس بچے کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

باپ نے جب خوش ہو کر بچے کو دیکھا اور ماں نے خوش ہو کر جب بچے کو دیکھا تو اس بنیاد پر بچے کے لیے یہ ثواب ہے، یہاں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھ لیا کہ:

یارسول صلی اللہ علیہ وسلم!

وَاِنْ نَظَرَ سِتِّيْنَ وَثَلَاثَ مِائَةِ نَظْرَةٍ ...... اگر باپ اپنے بیٹے کو تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھے،

Marfat.com

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے:
اَللّٰهُ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ ...... اللہ تعالیٰ کی شان تو اس بھی وراء ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان، ج6، ص:186، رقم الحدیث:7857)

تم تین سو ساٹھ پوچھتے ہو، تین ہزار ساٹھ پوچھو تو پھر بھی اللہ کے خزانے کھلے ہیں، جس وقت ایک والد اپنے بچے پہ خوش ہے ایک نیکی کی وجہ سے اور اس کو دیکھ رہا ہے، اس باپ کی نگاہ پر تین سو ساٹھ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

اس واسطے کہا گیا ہے کہ والدین دنیا میں بندے کی جنت ہیں، ان کے ساتھ اگر اچھا تعلق ہوگا تو جنت پکی ہو جائے گی۔

بد بخت شخص

اگر کوئی شخص اپنے والدین کو دکھ دیتا ہے، اپنے والدین کا دل زخمی کرتا ہے، اپنے والدین کی روح کو مجروح کرتا ہے، ان کے منہ پہ گالیاں دیتا ہے، اور ان کی نافرمانی کرتا ہے، یا ان کے منہ پہ برا بولتا ہے، یا سخت رویہ اختیار کرتا ہے، اپنے والدین کو ہر وقت غصے میں رکھتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے؟

حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جگہ ٹھہرا تو وہاں ساتھ ہی ایک قبرستان موجود تھا، نماز عصر کے بعد میں نے دیکھا کہ:

اِنْشَقَّ مِنْهَا الْقَبْرُ ...... ایک قبر پھٹی،

فَخَرَجَ رَجُلٌ ...... اس قبر سے ایک بندہ باہر نکلا،

رَأْسُهُ رَأْسُ حِمَارٍ وَ جَسَدُهُ جَسَدُ اِنْسَانٍ ...... اس کا سارا جسم انسانوں جیسا

Marfat.com

تھا مگر اس کا سر گدھے جیسا تھا،

فَنَهَقَ ثَلَاثَ نَهَقَاتٍ ...... تین مرتبہ گدھے کی طرح ہنہنایا،

ثُمَّ انْطَبَقَ عَلَيْهِ الْقَبْرُ ...... اس کے بعد اس پر قبر بند ہوگئی اور وہ قبر میں چھپ گیا،

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی، تو وہاں کے زندہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ بوڑھی عورت کون ہے اور یہ گدھا کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے تو اس کا علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے، اس کا پورا بدن انسانی ہے، سر گدھے جیسا ہے۔

تو کہا گیا کہ اس شخص نے دنیا میں اپنی والدہ کو ناراض کیا تھا اور بڑے گندے لفظ بولتا تھا، اور یہ شرابی تھا،

كَانَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ ...... وہ شراب پیتا تھا،

جس وقت وہ شراب پیتا تھا تو اس کی ماں کہتی تھی کہ:

يَا بُنَيَّ اتَّقِ اللّٰهَ ...... اے میرے بیٹے! خدا سے ڈر،

ماں بڑے پیار سے کہتی تھی، میرے بچے خدا سے ڈر، شراب چھوڑ دے اور یہ بدی کا رستہ چھوڑ دے، جو کچھ تیرے کرتوت ہیں یہ ٹھیک نہیں ہیں، توبہ کر اور نیک بن جا، آگے سے وہ کہتا تھا کہ:

إِنَّمَا أَنْتِ تَنْهَقِيْنَ كَمَا يَنْهَقُ الْحِمَارُ

میری ماں! کیوں گدھے کی طرح ہنہنا رہی ہے،

اس کی ماں اس کو سمجھاتی تھی کہ بچے خدا سے ڈر، شراب چھوڑ دے، اپنا کردار صحیح کر، یہ کہتا تھا: امی ہنہناتی کیوں ہے؟ گدھے کی طرح تو ہنہنا رہی ہے، ہمیشہ یہ طریقہ رہا،

Marfat.com

ماں سمجھاتی رہی کہ تو نیک بن جا، آگے سے وہ نہ بات مانتا تھا اور نہ ہی ادب کرتا تھا بلکہ وہ ''گدھی'' کا لفظ بولتا تھا۔

تو آج دیکھو قبر میں اس کا چہرہ گدھے جیسا بن چکا ہے اور دنیا کو عبرت کا سبق دینے کے لیے اس کی قبر روزانہ عصر کے بعد پھٹتی ہے، اور روزانہ یہ قبر سے باہر نکلتا ہے اور روزانہ تین بار ہنہناتا ہے، اس کے بعد اس کی قبر بند ہو جاتی ہے۔

اس کو بتایا گیا کہ تو عصر کے بعد اپنی ماں کو گدھی کے ہنہنانے جیسے الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتا تھا، تجھے اس کی سزا قیامت تک بھگتنی پڑے گی۔

(الترغیب و الترھیب، کتاب البر و الصلۃ و غیرھا، ج3، ص: 226، رقم الحدیث: 3789)

ایک وہ انداز ہے کہ بیٹے نے پیار سے دیکھا تو مقبول حج کا ثواب مل گیا، ایک غلام آزاد ہو گیا اور جنت کے دروازے کھل گئے، دوسری طرف یہ بچہ ہے جس نے گستاخی کی ہے اور صورتحال یہ ہے کہ وہ گدھا بن گیا ہے۔

تو آج لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اپنے والدین کے لحاظ سے رویہ میں کجی ہے، کوئی کمی ہے، یا کوئی گستاخی ہے، کوئی بے ادبی ہے، کوئی اکڑ اور تکبر ہے، اس کے لیے حق ہے کہ وہ اپنے والدین سے معافی مانگے، اور پھر اللہ تعالیٰ کا اس توفیق پہ شکر ادا کرے کہ والدین کی زندگی کے ایام میسر ہیں اور بہار کا سایہ اس کو حاصل ہے، اور جنت کی تسنیم کی ہوائیں چل رہی ہیں۔

جس کے گھر والدہ بیٹھی ہے، جس کے گھر اس کا باپ موجود ہے، وہ گھر جاتا ہے تو جنت کی چاندنی ہوتی ہے، وہ گھر جاتا ہے تو خوشبو جنت کی ہوتی ہے، اس گھر میں چراغاں جنت کا ہوتا ہے، اس گھر کے اندر جو بہار ہے وہ جنت کی ہوتی ہے، اس واسطے کہ ایک

Marfat.com

بوڑھا انسان جس گھر میں ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر رسول اکرم ﷺ نے ایک طرف تو والدین کو جنت کہا اور پھر یہ بتایا کہ جنت قریب کتنی ہے، دروازے کیسے کھلتے ہیں، یہ نہ سمجھو کہ جنت بڑی دور ہے، مریں گے تو پھر جا کر کچھ ہوگا، ہم تمہیں آسان سا طریقہ بتاتے ہیں، اس پہ چلتے جاؤ گے تو زندگی بھی گزرتی جائے گی اور جنت کے دروازے بھی کھلتے جائیں گے۔

دیکھنے میں عبادت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ نگاہیں عبادت ہیں، ویسے تو یہ ہے کہ دیکھنا تیر ہے، لیکن کچھ مقامات ایسے ہیں کہ وہاں دیکھنا عبادت ہے، اس لیے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ راضی ہوتا ہے، وہ کونسے مقامات ہیں؟

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَلنَّظْرُ اِلَی الْوَالِدِ عِبَادَۃٌ ...... والد کو دیکھنا عبادت ہے، یہ نہیں کہ جس کا والد محدث ہو اور پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، جس کا والد عالم ہو تو پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، جس کا والد ولی ہو تو پھر اس کو دیکھنا عبادت ہے، بلکہ فرمایا: نہیں،

اَلنَّظْرُ اِلَی الْوَالِدِ عِبَادَۃٌ ...... عام سادہ سا انسان ہے، لیکن وہ ہے تمہارا والد، اس کو دیکھنا شریعت نے عبادت قرار دیا ہے، والد کو دیکھنا عبادت ہے، جس کو دیکھنا شریعت نے عبادت بنایا ہے اسے پھر خود شرم آئے گی کہ میرا کام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے میرے بچے پہ برے اثرات پڑیں، مجھے شریعت نے یہ مقام دیا ہے کہ میری زیارت عبادت بن گئی ہے۔

Marfat.com

وَ النَّظْرُ اِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ...... کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے،

وَ النَّظْرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ...... قرآن مجید کو کھول کے دیکھنا عبادت ہے،

وَ النَّظْرُ اِلَى أَخِيكَ حُبًّا لَهُ فِي اللّٰهِ عِبَادَةٌ ...... کسی مسلمان کو پیار سے اللہ کی رضا کے لیے دیکھنا، یہ بھی عبادت ہے۔

(شعب الایمان، الخامس و الخمسون من شعب الایمان و ھو باب فی بر الوالدین، ج 6، ص: 187، رقم الحدیث: 7860)

اس طرح ان چار نگاہوں کو شریعت مطہرہ نے اتنا بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ جس وقت یہ دروازے انسان کے لیے کھلے ہیں تو شریعت مطہرہ نے ان کے لیے پہرے لگائے، تا کہ انسان کا نقصان نہ ہو، انسان اپنے فائدے کی طرف متوجہ رہے، اور فائدے میں کبھی بھی اس کی کوتاہی نہ ہو۔

خدمت کا ایک انداز

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے انسان کو جو حیثیات دی ہیں، والدین کی زندگی سے لے کر ان کے وصال تک، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملنے آگئے، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملنے آئے تو کہنے لگے: أَتَـدْرِىْ لِـمَ أَتَيْتُكَ ...... تم جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میرے آنے کی وجہ کیا ہے؟

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے تو اس کا پتہ نہیں ہے کہ آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ:

Marfat.com

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے اپنے آقا ﷺ سے یہ سنا ہے کہ

مَنْ أَحَبَّ أَنْ یَّصِلَ أَبَاہُ فِیْ قَبْرِہٖ فَلْیَصِلْ اِخْوَانَ أَبِیْہِ بَعْدَہٗ

جو انسان یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے والدین کی ان کے چلے جانے کے بعد خدمت کروں تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اس بندے کو چاہیے کہ اپنے باپ کے دوستوں کا ادب کرتا رہے، اپنے باپ کے دوستوں کی خدمت کرتا رہے، اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھے، اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(مسند أبی یعلی، تابع مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ،
ج 10، ص 37، رقم الحدیث: 5669)

تو کہنے لگے: ابو بردہ تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے ابا جی میرے ابا جی کے دوست تھے، میں تمہیں اس لیے ملنے آتا ہوں کہ میں تمہیں ملوں گا تو میرے ابا جی قبر میں خوش ہو جائیں گے کہ میرے دوست کے بیٹے سے ملنے میرا بیٹا چلا گیا ہے، یہ آداب اور تقاضے شریعت نے بیان کر دیے کہ ظاہری حیات میں اس طرح فائدہ ہے کہ جنت کے دروازے کھلتے ہیں، لیکن والدین والا مقام بہت زیادہ حساس ہے، ایک ہی چیز کو کہا گیا کہ یہ جنت بھی ہے اور دوزخ بھی ہے:

ھُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ ...... تیرے والدین تیری جنت بھی ہیں اور تیرے والدین تیری دوزخ بھی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب: بر الوالدین، ج 2، ص: 1208، رقم الحدیث: 3662)

Marfat.com

چاہے تو جنت بنالے، چاہے تو دوزخ بنالے، اگر ان کی فرمانبرداری کرے گا تو تیرے لیے جنت ہے، ان کی نافرمانی کرے گا تو یہی تیرے جہنم میں جانے کا سبب بن جائیں گے، چونکہ اب ان کی نافرمانی ہو گی ہے تو یہ ناراض ہوں گے، اور یہ ناراض ہوں گے تو رب ناراض ہوگا، پھر تو جہنمی بن جائے گا، اس واسطے کہ سادہ جنت ہوتی تو اس کا اور معاملہ تھا، جبکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ تھوڑا سا فرق آنے سے زمین و آسمان کا فرق آجائے گا، وہی مقام جو جنت ہے، وہی دوزخ جانے کا سبب بن جائے گا۔

اس واسطے فرمایا کہ ان کے آداب کو ہر وقت پیش نظر رکھو، کوئی کوتاہی نہ ہونے دو تا کہ جنت والا معاملہ جنت ہی کی طرح رہے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت میں یہ فرمانے لگے کہ ان کی ہر ضرورت کو پورا کرو جیسے چھوٹے بچوں سے پیار کیا جاتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

تَسْتَغْفِرُ لَهُمَا عَقِيْبَ صَلَوَاتِكَ ...... جب بھی نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگو تو والدین کے لیے ضرور مانگو، یہ ان کا تم پر حق ہے۔

اب سالانہ دعا پر بھی لوگوں کا اعتراض ہے کہ یہ ختم کہاں سے، یہ درود کہاں سے، حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر نماز کے بعد والدین کے لیے استغفار کا اہتمام کرو۔

مِنْ أَصْوَاتِهِمَا ...... جب تک وہ زندہ ہیں، ان کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا مت کرو، اپنی آواز کو اپنے والدین کے سامنے پست رکھو، اور جب تک کہ وہ خلاف شرع حکم نہ دیں، ان کی کسی کام میں مخالفت نہ کرو، ان کا کہا مانو اس لیے کہ وہ نرم و نازک شیشہ ہیں، کہیں ٹوٹ نہ جائے، جو تھوڑی سی بھی بے احتیاطی کرے گا تو وہ ذلت میں گر جائے گا،

Marfat.com

اور جو ہر لمحہ محتاط ہے اس کے لیے ہر لمحہ نئی تجلی ہے، اس کے والدین اس کی ترقی کا اتنا بڑا کردار ہیں، والدہ کی دعائیں، والد کی دعائیں، وہ چند دن کی دعائیں بندے کو کئی صدیاں آگے لے جاتی ہیں، اور اتنا بڑا مقام انسان کو میسر آجاتا ہے۔

یمنی عورت

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہما یمن سے اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فلاں ایک عورت یمن میں تھی، بتاؤ: اس کا کیا بنا؟

انہوں نے عرض کی کہ:

تَرَكْنَاهَا فِيْ أَهْلِهَا ...... جس وقت ہم آئے تو وہ اپنے اہل میں زندہ تھی، اتنا ہم جانتے ہیں کہ ابھی وہ زندہ ہے، اپنے گھر میں موجود ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَهَا ...... وہ عورت جو یمن میں ہے، رب نے اسے بخشش دیا ہے،

یعنی اتنا گہرا مطالعہ ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ خاتون یمن سے چل کر مدینے شریف پہنچی نہیں ہے، یمن والوں سے کہا کہ تم اسے عام سمجھتے ہو، اس کا ایک عمل اتنا قیمتی قرار پایا کہ اللہ نے اس کو اس کی وجہ سے بخش دیا ہے،

قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ ...... ان یمنی صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو اس کا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کی بنیاد پر اس عورت کو بخش دیا گیا ہو، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

Marfat.com

بِرُّھَا وَالِدَتَھَا...... اس عورت نے جتنی خدمت کی ہے اپنی والدہ کی، اس خدمت کی بنیاد پر رب نے اس کے سارے گناہ بخش دیے ہیں،

اس سے لگتا ہے کہ وہ اپنے ماحول کی کوئی بوڑھی خاتون تھی، اور مشہور تھی اور ان کے بارے میں یمن والے کہہ رہے تھے کہ وہ زندہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ بخشی بھی جا چکی ہے،

پوچھا: کیسے بخشی جا چکی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے،

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا خدمت کی تھی؟

تو سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَتْ لَهَا أُمٌّ عَجُوْزٌ كَبِيْرَةٌ ...... اس عورت کی والدہ اتنی بوڑھی تھی کہ چل نہیں سکتی تھی،

فَجَاءَهُمُ النَّذِيْرُ ...... جس بستی میں یہ رہتے تھے، رات کے وقت ایک قاصد آ گیا، اس نے آ کر بتایا کہ آج رات اس بستی پہ حملہ ہو جائے گا اور رات کو لوٹ مار ہو گی اور اس بستی میں جو بھی ہو گا اس کو پکڑ کر لے جائیں گے، میں تمہیں پہلے آ کر بتا رہا ہوں، لہذا پہلے ہی اس بستی سے بھاگ جاؤ۔ یہ کسی نے بستی والوں پہ احسان کرتے ہوئے سچی خبر بتا دی تھی۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَلَمْ يَكُنْ مَعَهَا مَا تَحْتَمِلُ عَلَيْهِ ...... اس کے پاس اپنی والدہ کو لے جانے کیلئے کوئی سواری نہیں تھی۔

سارے صحت مند لوگ بستی سے بھاگ کر نکل گئے، پیچھے یہ عورت اور اس کی ماں رہ

Marfat.com

گئی، ساری بستی خالی ہو گئی، سارے نکل گئے، یہ تنہا اپنی والدہ کے ساتھ تھی، اس نے اپنی والدہ کی کیسے خدمت کی؟

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فَعَمَدَتْ اِلٰی اُمِّهَا فَجَعَلَتْ تَحْمِلُهَا عَلٰی ظَهْرِهَا ...... اس عورت نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنی پیٹھ پہ بٹھا لیا، رات کے اندھیرے میں اپنی ماں کو بچانے کی خاطر اپنے کندھے پہ بٹھا لیا، اس کے علاوہ اور کوئی مرد نہ تھا اور کوئی سہارا نہ تھا جو اس بوڑھی کو اٹھا کے لے جاتا، اس عورت نے اتنا بڑا کردار ادا کیا، اس نے یہ نہیں کیا کہ اپنی جان بچاؤ، ماں مرتی ہے تو مر جائے، بلکہ اپنی بوڑھی ماں کو کندھے پر بٹھایا، اپنی پشت پہ بیٹھا کر رینگتی ہوئی نکل گئی، بڑی مشکل سے اپنی ماں کو اٹھایا ہوا تھا، آگے چل رہی تھی، جس وقت کافی مشقت سے اپنی ماں کو بستی سے نکال لیا، ابھی آگے جانا مزید مشکل تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اس عورت نے اپنی ماں کے لیے اپنے بدن کو ڈھال بنا لیا، اپنا پورا بدن اپنی ماں کے ساتھ یوں لگایا کہ جو چیز لگے تو میرے بدن کو لگے، اور جو چیز کاٹے تو میرے بدن کو کاٹے، اور جو دکھ پہنچے تو میرے بدن کو پہنچے، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: میرے رب نے عرش پہ اس کے عمل کو بڑا پسند کر لیا، اگرچہ اپنی ماں کی خدمت کر رہی تھی، اللہ نے پہلے سارے گناہوں کو بخش دیا اور پھر اس عورت کو جنتی خاتون قرار دے دیا۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب: بر الوالدین،

ج:11، ص:133، رقم الحدیث:20124)

Marfat.com

والدین کے لیے ایصال ثواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں ہر ایک چیز کو واضح بیان فرما دیا ہے، یہ مواقع روشن اور واضح کیے ہیں تا کہ کوئی شخص محروم نہ رہے، جس وقت اس کو یہ نعمت میسر ہے کہ اس کے والدین زندہ ہیں، ان والدین کی زندگی کی قدر و قیمت کرے اور ان کی فرمانبرداری کرے، جس وقت وہ دنیا سے چلے جائیں تو یہ ان کو بھول نہ جائے، یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا أَرَادَ اَن یَّتَصَدَّقَ ...... جس وقت کوئی صدقہ کا ارادہ کرے تو وہ کہے کہ والدین کے ایصال ثواب کے لیے، اس کا اجر والدین کو دینا چاہتا ہوں، جو کر رہا ہوں اس کا اجر والدین کو پہنچے فرمایا:

أَن یَّجْعَلَهَا لِوَالِدَیْهِ ...... تمہیں کیا ہے کہ جب تم صدقہ کرنے لگتے ہو تو نیت والدین کی کر لیا کرو۔

اے میرے صحابہ! جب تم صدقہ کرنے لگتے ہو تو اس میں کیا حرج ہے کہ تم اس وقت نیت والدین کی کرو، تو کیا ہوگا؟

والدین کو پورا ملے گا اور تمہیں بھی پورا ملے گا، اے میرے صحابہ! ایسا کیا کرو کہ:

یَکُوْنُ لَهٗ مِثْلُ أُجُوْرِهِمَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمَا شَیْءٌ ...... اگر اس صدقہ کا اجر ایک ہزار تھا تو ان دونوں کو ایک ہزار پورا ملے گا، اس کو بھی ایک ہزار پورا مل جائے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، پورے کا پورا اسے بھی مل جائے گا۔

(جامع الاحادیث، حرف المیم، ج 19، ص: 55، رقم الحدیث: 20169)

Marfat.com

یہ مزاج اہلسنت کا ہے، آج تک جو بات ہمارے دماغوں میں رچی بسی ہوئی ہے، صدقہ وخیرات کرتے وقت ایصال ثواب کا جو انداز اہلسنت میں رائج ہے، لوگ کہتے ہیں کہ عجیب انہوں نے بنایا ہوا ہے، ان کے پاس ایک ہی چیز ہے، اسے ہی سب میں بانٹ رہے ہیں کہ یہ فلاں کی روح کو بھی پہنچ جائے اور فلاں کی روح کو بھی پہنچ جائے، تو ہم کہتے ہیں جس رب سے ہم نے کہا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، وہ پڑھنے والے کو بھی پورا دیتا ہے، جس کا نام آجائے اس کو بھی پورا دیتا ہے، اور نبی ﷺ نے اعلان کر دیا کہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تھوڑے کام بڑے فوائد حاصل کرلو، خود نیکی چاہتے ہو تو اپنے والدین کی نیکی کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو، تم نام والدین کا لو، ان کے نام کرو کہ ان کو یہ دے رہے ہیں، اے اللہ! اس کو ثواب میرے والدین کو پہنچ جائے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ضامن ہوں، والدین کو بھی پورا دلواؤں گا اور تمہیں بھی پورا دلواؤں گا۔

یہ والدین بندے کی دنیا میں جنت ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال اس جنت کی نگہبانی کا ہمیں اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر

3

نا موس رسالت کے نگہباں ولولے

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ

(القرآن الکریم، سورۃ الحجر، رقم السورۃ 15، رقم الآیۃ 95-94)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ
اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں سالانہ ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ناموسِ رسالت کے نگہباں ولولے

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناموس رسالت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ناموس رسالت سے متعلق چند موضوعات آپ سماعت فرما چکے ہیں، بالخصوص ایسے حالات میں کہ جب باطل قوتوں کی طرف سے ناموس رسالت پر مختلف حملے کیے جا رہے ہیں، وہ خاکے جو پہلے ڈنمارک میں بنے اور پھر اس مذموم عمل کو دھرایا گیا اور اس کے بعد انڈیا میں بھی وہ خاکے شائع کیے گئے، اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مختلف مواقع اور مقامات پر ناموس رسالت کے خلاف زہر اگلا گیا، ایسے حالات میں ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ ہم اپنا یہ سبق قرآن وسنت سے حاصل کرتے رہیں، اور جس انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ناموس رسالت پہ پہرہ دیا تھا اور امت کے مختلف ادوار

Marfat.com

میں یہ کام ہوتا رہا، ہم اپنے اسلاف کا وہ سبق یاد رکھیں اور بھرپور طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ

جو بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ الحجر، رقم السورۃ: 15، رقم الآیتین: 95-94)

اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور رسول ﷺ سے یہ فرمادیا کہ میری طرف سے جو احکام پہنچ رہے ہیں، آپ ان کو آگے پہنچاتے جائیں، خواہ وہ کسی کو سخت لگیں یا نرم، خواہ کسی کے مزاج کے موافق ہوں یا غیر موافق، آپ کو میری طرف سے جو احکام موصول ہو رہے ہیں ان احکامات کو انسانیت تک پہنچاتے جائیں اور اس سلسلہ میں جو لوگ آپ کا مذاق اڑائیں گے میرے محبوب آپ اپنی طبیعت پر کوئی بوجھ محسوس نہ کریں، ان کا محاسبہ کرنا مجھ پر ہے، میں آپ کے لیے کافی ہوں اور ان لوگوں سے حساب مکمل لیا جائے گا۔

خالق کائنات نے جس طرح یہ فرمایا ہے کہ:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

بے شک ہم نے یہ اتارا ہے قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ الحجر، رقم السورۃ: 15، رقم الآیۃ: 9)

Marfat.com

اگر ایک شخص بھی حافظ قرآن نہ بنے تو پھر بھی قرآن محفوظ رہے گا، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے، لیکن اس نے اِس کا طریقہ یہ بنایا ہے کہ لوگ قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت اپنے بندوں سے کروا کر دنیا والوں کو بتاتا ہے کہ میرے بندے اتنے جلیل القدر بن جاتے ہیں کہ ان میں نیابت آجاتی ہے، اور میری قدرتوں کا مظہر بن کر میری طرف سے دی ہوئی ڈیوٹیوں کو اچھے طریقے سے نبھاتے ہیں۔

تو جیسے وہاں قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لی مگر اپنے بندوں سے حفاظت کرواتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحب قرآن ہیں، ان کی عزت کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ ...... بے شک ہم اے محبوب تجھے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ یہ حفاظت بھی اپنے بندوں سے کرواتا ہے، اور اگر ایک بھی انسان اس راستے میں نہ نکلتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس عزت کی نگہبانی کرتا، اس ناموس پہ پہرہ دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ توفیق دی کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کام اپنے ذمے لے کر اس کی ڈیوٹی اپنے بندوں کے سپرد کر دی، اور آج تک اللہ تعالیٰ کے بندے اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں، اور اس بات کو ایک اعزاز سمجھتے ہوئے ہر دور کے مسلمانوں نے اپنی جان ناموس رسالت کے لیے پیش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ خاص جانوں کو اس دربار میں قبول کرتا ہے:

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
کہ تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

Marfat.com

ہر جان اتنی عظیم نہیں ہے کہ اسے اس راستے میں قبول کیا جائے، وہ خاص جانیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس خاص راستے میں قبول کرتا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کی جان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، اور اس حفاظت کے لیے کسی کو اپنی نیابت عطا فرمادی ہے، اللہ تعالیٰ کا کسی کی طرف اپنی ذمہ داری کو منتقل کرنا اور اسے توفیق دے کر اس سے وہ کام کروانا، جو اپنے ذمہ لیا ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کا بڑا پسندیدہ انسان ہے، اور بڑا برگزیدہ انسان ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عظیم ذمہ داری کے لیے خود منتخب کیا اور اس کو ایسا عظیم کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا ولولہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کردہ انسانوں کے لیے وہ قیمتی تحفہ ہے، جس کو قدرت الٰہی کا ایک منظر اور ایک جھلک کہا جاسکتا ہے، کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم اس کام کو لیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ولولوں کی حمایت ہوئی اور ان ولولوں کو عظمت عطا کی گئی۔

شاتم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے اس فرض کو کس انداز میں نبھایا اور کتنا اس کو مکمل کیا ہے، ابو اسحاق فزاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ بھی اس میں موجود تھے، جس وقت ان

Marfat.com

مجاہدین کا کافروں سے آمنا سامنا ہوا، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، کفار کی فوج سے ایک انسان نکل کے آیا اور دونوں فوجوں کے درمیان اکڑ کر چلتے ہوئے معاذ اللہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

جنگ کا مرحلہ ابھی اس کے بعد شروع ہونے والا تھا اور اعلان جنگ کا دونوں طرف سے انتظار کیا جا رہا تھا، لیکن یہ بد بخت انسان جس وقت درمیان میں آ گیا اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف اس طرح کی زبان کھولنے لگا تو مسلم امہ کی طرف سے ایک صحابی اس کے مقابلے میں نکلے، انہوں نے نکل کے یہ کہا:

أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَ أَبِيْ فُلَانٌ

میرا نام یہ ہے اور میرے ابا جی کا نام یہ ہے،

یہ نام بتا کر صحابی کہنے لگے:

فَسُبَّنِيْ وَ سُبَّ أَبِيْ وَ سُبَّ أُمِّيْ

گالی دینی ہے تو مجھے دو، گالی دینی ہے تو میرے باپ کو دو اور گالی دینی ہے تو میری ماں کو دو،

وَ كُفَّ عَنْ سَبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه سلم

ہمارے آقا ﷺ کو گالی مت دو،

تم بد بخت ہو اور تم نے اتنا مذموم عمل شروع کر دیا ہے، ہم اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کرتے ہیں، ہمیں گالیاں دو لیکن ہمارے آقا ﷺ کو گالی مت دے۔ جس وقت صحابی نے یہ کہا تو اس کی بری حرکت میں مزید اضافہ ہوا اور اس نے دوبارہ رسول کریم ﷺ کو گالی دی، تو صحابی کہنے لگے:

Marfat.com

وَ كُفَّ عَنْ سَبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ سلم

ہمارے آقا ﷺ کی توہین سے باز آجا،

لَأُرَجِّلَنَّكَ بِسَيْفِي

اگر تو نے یہ کام نہ چھوڑا تو میں اپنی تلوار لے کر تجھ پہ چڑھ جاؤں گا۔

اس نے تیسری بار جس وقت گالی دی تو اب دو لشکروں میں سے ایک طرف گستاخ ہے جو توہین رسالت کر رہا ہے اور ادھر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا بیدار ولولہ ہے، اور سید عالم ﷺ کا عشق اور محبت سینے میں موجزن ہے، لہذا تلوار لے کر حملہ آور ہو گئے، جس وقت یہ اپنی فوج سے آگے نکلے تو اس بزدل نے اپنا چہرہ پھیرا اور دوڑ کے کافر فوج میں داخل ہو گیا۔

ادھر یہ صحابی رضی اللہ عنہ جو اپنی فوج سے جدا ہوئے ہیں اور اس گستاخ کو گستاخی کا مزہ چکھانا چاہتے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ پوری فوج اعلان کی منتظر ہے، پتہ نہیں اس کا نتیجہ کیا بنتا ہے، جنگ شروع ہوتی ہے یا اس سے پہلے اس کا کوئی حل نکل آتا ہے۔

لیکن اس شخص نے جو گستاخی کی اور دوبارہ فوج میں داخل ہو گیا، تو صحابی واپس نہیں مڑے، اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے، مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے اندر گھس گئے اور اپنی تلوار سے اس پہ حملہ کر دیا، ایسے میں ان ہزاروں کے اندر رسول اکرم ﷺ کا ایک عاشق، جو اس گستاخ کو مارنے کے لیے گیا، ہر طرف سے اس پہ حملہ ہو گیا، وہ صحابی اپنے بدن پر زخم برداشت کرتے رہے، تیروں کے، تلواروں کے اور نیزوں کے زخم اپنے بدن پہ برداشت کرتے رہے، اور مسلسل انہوں نے اپنا جہاد جاری رکھا، یہاں تک کہ وہ مقام شہادت پہ فائز ہو گئے۔

Marfat.com

اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت اس عظیم کرادر کا پتا چلا، فوج واپس پہنچی، جنگ کا اختتام ہو گیا اور جو بھی اس کے نتائج تھے، سامنے آ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس پورے منظر کو رکھا، اور حضرت خالد بن زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما، جو اس وقت جنگ کی قیادت کرنے میں موجود تھے، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے افتتاح کا یہ منظر پیش کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ لفظ بولے تھے:

أَعَجِبْتُمْ مِنْ رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کیا تم اس بندے پر تعجب کرتے ہو کہ جس بندے نے معمولی کردار ادا نہیں کیا، بلکہ اس نے اللہ کی بھی مدد کی ہے اور اللہ کے رسول کی بھی مدد کی ہے۔

(السير لأبي اسحاق الفزاري، ما جاء في البيعة ج:1، ص:214، رقم الحديث: 331)

یہ پہلے دن سے اسلام کے شیدائیوں کا ولولہ ہے کہ جس وقت ناموس رسالت کا معاملہ ہے تو اس وقت اپنے بدن کی پرواہ نہیں ہے، اور اس انداز میں اپنی جان کو جھونک دیتے ہیں اور وہ عشق کا پیغام رقم کرتے ہیں کہ لوگ حیران ہیں، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ بول کر اس عظمت کو اجاگر کیا کہ:

نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ...... اس بندے نے اللہ کی بھی مدد کی ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مدد کی ہے، حالانکہ اللہ تو سب کی مدد کرنے والا ہے، اس کی مدد کون کر سکتا ہے، تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میری عزت پر پہرہ اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور جو شخص یہ پہرہ دینے نکلتا ہے اس کو رب اپنی نیابت عطا فرما دیتا ہے۔

لہذا اس نے میری عزت پر پہرہ دے کر گویا اللہ تعالیٰ کی مدد کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے جو اعلان کر رکھا ہے کہ:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ

بے شک اِن ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

میرے نبی جو تمہیں گالیاں دے گا اس سے بدلہ میں لوں گا۔

اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو "کن" کہہ کر سب کو راکھ کر دے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو طاقت دے کر گستاخوں سے انتقام لیتا ہے، تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ جس رب کے بندوں کی اتنی طاقت ہے تو اس رب کی قدرتوں کا عالم کیا ہوگا۔

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی دلیری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعزازات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کیے ہیں، ان کو مختلف طرق سے حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نابینا تھے، ان کی ایک لونڈی ام ولد تھی، یعنی وہ زرخرید لونڈی جس کے ہاں بچہ پیدا ہو چکا تھا، اس کی عظمت آزاد جیسی ہو جاتی ہے۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس خاتون سے میرے دو بیٹے ہیں:

لُؤْلُؤَتَيْنِ ...... دونوں بیٹے بڑے خوبصورت ہیں،

لیکن اس بدبخت خاتون نے ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، تو یہ شخص، جس کی وہ ام ولد تھی، یہ کہنے لگا کہ تو اس حرکت سے باز آجا، ایسا لفظ اگر تیری زبان سے نکلا تو یہ میری برداشت سے باہر ہوگا، لیکن اس نے جس وقت دوبارہ یہ لفظ بولے، تو رات

Marfat.com

کا وقت تھا صحابی نے تلوار پکڑی اور اپنی ام ولد کے سینے پر وہ تلوار رکھی اور اوپر سے اس کو دبایا اور اس عورت کے دو ٹکڑے کر دیئے، جب صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ تک یہ بات پہنچی اور اب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر لیا کہ ایک عورت کو رات قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ صحابی، جس کی وہ ام ولد تھی، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ!

أَنَا صَاحِبُهَا ...... وہ جو رات قتل ہوئی وہ کسی اور کی نہیں، وہ میری بیوی تھی، میں اس کا صاحب ہوں،

كَانَتْ تَشْتُمُكَ ...... اس کو میں نے قتل اس لیے کیا کہ اس نے آپ کو گالیاں دیں،

وَتَقَعُ فِيكَ ...... اس نے آپ کی عزت کے خلاف گندے لفظ بولے ہیں،

تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، میں نے اس کو روکا لیکن وہ رکی نہیں، اس کے بعد میں نے یہ نہیں دیکھا کہ بچوں کا کیا بنے گا، اور میرا کون آسرا ہوگا،

وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ ...... میرے اس سے دو بیٹے ہیں،

مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ ...... جیسے ہیرے ہوتے ہیں،

وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً ...... اور میرے ساتھ اس کا تعلق بڑا اچھا تھا اور وہ میری رفیقہ تھی اور وہ میری بڑی معاونہ تھی، میرے ساتھ اس کا رویہ بڑا اچھا تھا، مگر اس نے جس وقت آپ کو گالیاں دی ہیں تو میں برداشت نہ کر سکا۔

یا رسول ﷺ آج رات کا یہ واقعہ ہے:

فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ ...... میں نے چھوٹی سے تلوار پکڑی،

فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا ...... میں نے وہ تلوار اس کے پیٹ پہ رکھی،

Marfat.com

وَ اتَّکَأْتُ عَلَیْھَا ...... اور میں اس کے اوپر بیٹھ گیا،

حَتّٰی قَتَلْتُھَا ...... یہاں تک کہ میں نے اس کو قتل کر دیا،

ایسا ہی ہے جو میں نے کیا، میں نے یہ سب کچھ اپنے لحاظ سے نہیں کیا، اگر اپنے آپ کو دیکھتا تو وہ میرا اسہارا تھی، اور میرے بچوں کی ماں تھی، میری وہ رفیقہ تھی، میرا وہ قدم قدم پہ سہارا تھی، مگر جس وقت اس نے آپ کی گستاخی کی ہے، تو ہم نے چونکہ آپ کا کلمہ پڑھا ہے، اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ:

محمد ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارے

پدر، مادر، برادر، جان و مال، آل اولاد سے پیارے

تو اس بنیاد پر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، اور میں نے خود اس کو قتل کر دیا، رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا:

اَلَا اشْھَدُوْا اَنَّ دَمَھَا ھَدَرٌ ...... اس شخص نے کوئی ظلم نہیں کیا، اس نے کوئی جرم نہیں کیا، اس نے بے گناہ کو نہیں مارا، اس نے ایک گستاخ کو مارا ہے، اور میں اعلان کر رہا ہوں کہ اس کا خون ضائع ہو گیا، اس عورت کے قتل کی وجہ سے اِس (صحابی) سے کوئی مواخذہ ہوگا، اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا، نہ دیت لی جائے گی، اور نہ اس کو کوڑے مارے جائیں گے، اس واسطے کہ جب اس نے میری گستاخی کی تو اس نے خود اپنے قتل کی اجازت دے دی، اس نے اپنے آپ کو خود غیر محفوظ بنا لیا، لہٰذا اس صحابیؓ نے جو کچھ کیا ہے، یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا، اس نے مجھ سے پوچھ کے نہیں کیا مگر میں تمہیں گواہ بنا رہا ہوں کہ میرے صحابی نے جو کردار ادا کیا ہے، وہ سچا کردار ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب: الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم،
ج:4 ص:226، رقم الحدیث: 4363)

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ولولے اس انداز میں نظر آتے ہیں کہ بھرپور طریقے سے وہاں پر اس چیز کا اعلان کیا گیا اور ہر ہر صحابی و صحابیہ کی طرف سے ایسی صورتحال ہمیں سامنے نظر آتی ہے کہ انہوں نے توہین رسالت کے لحاظ سے کوئی نرم رویہ کسی کے ساتھ اختیار نہیں کیا، اور ان کے ذہنوں میں کوئی نرم گوشہ موجود نہیں تھا، بلکہ ہر جذبہ اور نظریہ بے غبار اور ستھرا نظر آتا ہے، اور وہی ولولہ نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی قدرت کا منظر بتا کر اس امت کو عطا فرمایا ہے۔

چھپکلی کو سزا

اس بارے میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل، امت مسلمہ کے بیٹوں کے لیے درس ناموس رسالت ہے۔

حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ...... میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس نیزا پڑا ہے، جب میں نے وہ نیزا دیکھا تو میں نے کہا کہ:

یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا تَصْنَعِیْنَ بِهٰذَا؟

اے ام المؤمنین! نیزے سے آپ کا کیا کام ہے؟

آپ گھر میں رہتی ہو اور خاتون خانہ ہو اور نیزا پاس کس لیے رکھا ہے، اس کی حکمت کیا ہے؟

تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

قَالَتْ: نَقْتُلُ بِهٖ هٰذِهِ الْاَوْزَاغَ ...... یہ نیزا میں نے اس لیے رکھا ہے کہ اس سے

Marfat.com

چھپکلیاں مارتی ہوں،

حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

اے ام المؤمنین! آپ کا چھپکلیوں سے کیا بَیر ہے اور کیا دشمنی ہے؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک حدیث بیان کی، فرمانے لگیں کہ:

اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَنَا ...... ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی کہ

أَنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَمَّا اُلْقِیَ فِی النَّارِ ...... جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا کو جواب دے رہی ہیں

کہ میں نے نیزا کیوں رکھا، نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا:

لَمْ تَکُنْ فِی الْاَرْضِ دَابَّۃٌ اِلَّا اَطْفَأَتِ النَّارَ ...... زمین کے ہر چوپائے نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی،

غَیْرُ الْوَزَغِ ...... سوائے چھپکلی کے،

اِنَّھَا کَانَتْ تَنْفُخُ عَلَیْہِ ...... یہ آگ میں پھونکیں مار رہی تھی، باقی ہر جانور آگ بجھانے کے درپے تھا اور یہ پھونکیں مار رہی تھی،

اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِقَتْلِہٖ ...... اس امت کو نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ یہ چھپکلی گستاخ ہے اور اس نے اللہ کے نبی علیہ السلام کی توہین کی ہے، عداوت ظاہر کی ہے، اس نے اپنی دشمنی ظاہر کی ہے، یہ آگ جلانے کے لیے متحرک تھی، لہذا یہ جہاں تمہیں نظر آ جائے اس کو تم نے چھوڑنا نہیں، اس کو قتل کر دینا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصید، باب: قتل الوزغ، ج:2، ص:1076، رقم الحدیث: 3231)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ چونکہ ہم نبی ﷺ کے ہر فرمان کو ماننے والے ہیں اور ہر فرمان پہ عمل کرنے والے ہیں، اس واسطے میں نے یہ نیزا اپنے پاس رکھا ہے، یہ نیزا تحریک ناموس رسالت کی علامت ہے کہ اللہ کے ایک نبی کی پاسبانی کے پیش نظر ہم نے اپنے نبی ﷺ کا فرمان سن رکھا ہے۔

لہذا جب بھی وہ گستاخ چیز ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم اس نیزے سے اس پہ حملہ کر کے اس چیز کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم اس صف میں شامل ہیں جن کو تحفظ ناموس رسالت کا علمبردار بنایا گیا ہے۔

ایک سوال، اور اس کا جواب

یہاں چند قابل ذکر باتیں ہیں جو ناموس رسالت کے ولولے کی ہر ہر اکائی کو بیان کرتی ہیں، حدیث شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

لَمْ تَكُنْ فِي الْاَرْضِ دَابَّةٌ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو زمین کے ہر جانور و چوپائے نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی، تو کیا ہر جانور وہاں پہنچا تھا جہاں آگ جل رہی تھی؟

وہ زمین عراق میں "حلہ" کے قریب ہے جہاں آگ کو جلایا گیا تھا، میں نے چخہ والی جگہ دیکھی ہے، ابھی بھی وہاں سبزہ نہیں اگتا۔ اس جگہ پر زمین کا ہر جانور نہیں پہنچا تھا مگر جو اللہ جل جلالہ کا عادی نظام ہے۔ ہر زمین کے جانور اپنی اپنی جگہ تھے اور سارے ہوتے تو اتنی جگہ بھی نہیں تھی کہ وہاں سب اکھٹے ہو سکتے اور پھر جا کر وہ بجھاتے، ایسا نہیں ہوا، نہ سارے جانور وہاں پہنچے ہیں اور نہ ہی سب نے آگ بجھائی ہے، مگر حدیث میں یہ آگیا ہے کہ:

Marfat.com

لَمْ تَكُنْ فِى الْاَرْضِ دَابَّةٌ اِلَّا اَطْفَأَتِ النَّارَ

زمین کا کوئی چوپایہ بھی ایسا نہیں تھا جو آگ نہ بجھا رہا ہو۔

یہ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بولے ہیں، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب ناموس رسالت کا معاملہ آجائے تو جو شخص اپنی نیت صاف کرے اور اپنا کردار ادا کرنے کا ارادہ کرے، اگرچہ اس جگہ پہ نہ بھی پہنچ سکے اللہ جل جلالہ نیت پر بھی اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

وہاں سب جانور پہنچے نہیں ہیں مگر ہر جانور کو اللہ کی طرف پتہ چل گیا تھا کہ رب کے خلیل کے خلاف آگ جلائی جارہی ہے، ہر جانور کو افسوس ہوا کہ رب جل جلالہ کے خلیل کے لائق آگ تو نہیں، وہ تو اللہ کے خلیل ہیں ان کے لیے تو پھول ہونے چاہیں، اور یہ آگ تیار کی گئی ہے، ہر جانور تڑپ اٹھا، ہر جانور کو افسوس ہوا اور ہر چراگاہ میں موجود ہر جانور کو اس پر اضطراب ہوا، اس درد میں کراہنے لگا، ہر طرف جہاں جہاں بھی جانور موجود تھے، تڑپ میں تھے کہ کاش آج ہی ہم وہاں پہنچ جائیں اور وہاں جا کر اس آگ کو بجھا دیں۔

انہوں نے جس وقت اپنا جذبہ ظاہر کیا تو ان کے اس ولولے کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اس ولولے کو قبول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروا دیا ہے کہ اگرچہ نہ کوئی جانور وہاں پہنچا ہے اور نہ ہی آگ بجھانے کا کردار ادا کیا ہے مگر وہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے مخلص ہیں، اور وفادار ہیں، اور ان کی ناموس و عزت کا پہرہ دار بننا چاہتے ہیں تو اللہ نے ان کو ان کی نیت پر عمل کا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

دوسری طرف چھپکلی کے جلانے سے آگ جلنی بھی نہیں تھی، اس کی پھونک سے کتنا

Marfat.com

آگ نے بھڑکنا تھا، لیکن اس سے اس کا برا ارادہ ظاہر ہو گیا، اس کے اندر کی گندگی ظاہر ہو گئی، اس کا ناموس رسالت کے خلاف بغض ظاہر ہو گیا، تو اس بغض کو شمار کر لیا گیا کہ اس نے آگ جلانے کی کوشش کی ہے تو اس واسطے یہ مبغوض مخلوق ہے۔

پھر مدینہ شریف کی چھپکلیاں تو عراق سے آئی ہی نہیں تھیں، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چھپکلیاں ہیں یہ تو حجاز کی چھپکلیاں ہیں، اور درمیان میں کتنی صدیاں ہیں، اس زمانے میں جو پھونکیں مار رہی تھی، جو بالفعل وہاں پر موجود بھی تھی اگرچہ زمین کے ہر ہر چپے کی چھپکلی تو وہاں پر پہنچ نہیں سکی، جو موجود تھی وہ تو مر چکی ہو گی، لیکن اب جو موجود ہیں ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ان کو نہیں چھوڑنا، ان کو بھی مارنا ہے، تو میرے محبوب ﷺ کا فرمان اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عمل اور امت کے ولولوں کا یہ درس اس بات کی وضاحت ہے کہ ایک قوم جس وقت گستاخ بن جاتی ہے، اس وقت ان کی نسلوں تک اس برائی کا اثر پہنچ جاتا ہے، جب تک وہ اس راستے سے ہٹ نہ جائیں وہ بڑوں کی گستاخیاں ان کے چھوٹوں میں شمار کی جاتی ہیں اور اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جس وقت درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہے مگر اس نسل کے اندر ہر ہر فرد جو پیدا ہونا والا ہے، اس کو اسی گستاخی کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث شریف پیش کر کے اور اپنا عمل پیش کر کے اس بات کو واضح کیا کہ اگر ناموس رسالت کے خلاف کوئی بولتا ہے اور بکواس کرتا ہے، اس کی زبان سے توہین نکلتی ہے تو اتنا مذموم نشان اور زہریلا اس کا نسب ہے، اتنی زہریلی پشت ہے کہ اس حد تک اس کے زہریلے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

دوسری طرف ایک عاشق صادق ہے، اس کے اندر یہ جذبہ ہے کہ جان جاتی ہے تو چلی جائے مگر میں محبوب کی عزت پر پہرا دیتا رہوں، لیکن وہ یہ بات سوچتا ہے کہ وہ گستاخ مجھ سے دور ہے، وہ میری دسترس میں نہیں ہے اور میں جاؤں تو کیسے جاؤں تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نے واضح کر دیا کہ اگر گھر بیٹھے کوشش میں رہے، نیت پختہ ہو، اگر زندگی میں اس کا ہاتھ اس گستاخ تک نہیں پہنچ سکا، اپنے گھر میں وہ اپنی موت مر گیا ہے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس بندے کو غازیوں والا ثواب عطا فرمائے گا۔

حسنِ نیت پہ ثواب

دوسرے مقام پر ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے لوٹے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا ...... مدینہ شریف میں کچھ قومیں ایسی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ نہ سفر کیا، نہ بھوک برداشت کی، نہ زخم کھائے اور نہ کافروں کو مارا، لیکن اللہ تعالیٰ نے گھر بیٹھے اُن کو پورا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ

ان کو گھر بیٹھے کیسے ثواب مل گیا، حالانکہ وہ تو مدینے میں ہیں،

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ ...... ان کو عذر نے روک لیا ہے،

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب: نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر، ج4 ص:1610، رقم الحديث: 4161)

Marfat.com

شَرِكُونَا بِحُسْنِ النِّيَّةِ

(احیاء العلوم کتاب النیة والاخلاص الباب الاول فی بیان فضل النیة)

حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کے سینوں کو جانتا ہوں، ایسا نہیں کہ کچھ نہ آنے کا ارادہ تھا اور کچھ عذر بن گیا، نہیں وہ سو فیصد آنے کو تیار تھے مگر وقت آیا تو وہ بیمار تھے، وہ معذور ہو گئے، آنہ سکے تو میرا رب نیت کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ ہمارے ساتھ تلواریں مارنے میں شریک نہیں ہوئے لیکن نیت سو فیصد کافروں کو مارنے کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کو کاؤنٹ کر کے انہیں ہمارے جیسا ثواب عطا فرما دیا ہے۔

اس واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ اُس حدیث میں جس ولولے کی ایک حیثیت موجود ہے اور امت کے لیے جو ایک سبق موجود ہے، وہ آج بھی ضروری ہے، انسان کے لیے یہ جینے کا آخری سہارا ہے، ورنہ گستاخوں کی گستاخیوں کے باوجود امت کا زندگی میں موجود ہونا، اور کل اس کا جواب دینا بڑا مشکل ہو گا۔

اور وہ سبق یہ ہے کہ بندہ سو فیصد پکی نیت کر لے کہ میں گستاخ تک پہنچوں گا اور گستاخ کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا، اگر گستاخ کو مارنے میں میرے ہزار ٹکڑے ہوتے ہیں تو میں اپنے ہزار ٹکڑے کروالوں گا مگر اس کو زندہ نہیں رہنے دوں گا۔

جس نے ایسی نیت کے ساتھ زندگی گزاری ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اگرچہ وہ گستاخ تک نہیں پہنچ سکا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حدیث کے مطابق غازیوں جتنا ثواب عطا کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

جذبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

یہاں پر ایک اور بات بڑی قابلِ غور ہے کہ ہر صحابی کا ولولہ بڑا عظیم ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ ایسا انداز ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی کوئی معمولی سی بات بھی ہوگئی تو کہا کہ:

دَعْنِی أَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دو میں اس منافق کا سر اتار دوں۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: سورة المنافقون، ج:4 ص:1861، رقم الحدیث: 4622)

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود ہیں تو اجازت طلب کی، اور اگر وہاں موجود نہیں ہیں، دور ہیں تو پھر اجازت تک کی نوبت نہیں پہنچی، پھر تو پہلے گردن اتاری، تب جا کر بتایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انوکھا فیصلہ

وہ جو ایک یہودی اور منافق کا قصہ تھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروا کے، پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو (معاذ اللہ) مسترد کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا کہ یہ فیصلہ کریں۔

یہودی نے کہا: اے عمر! یہ سوچنا کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اب جا کر یہ نہیں پوچھا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مسئلہ تو بتا دو کہ اگر کوئی شخص آپ سے فیصلہ کروائے اور پھر عمر سے جا کر فیصلہ کروائے، اس کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے، اسے چھوڑ دینا چاہیے یا مار دینا چاہیے؟

Marfat.com

اب نہیں پوچھا، بلکہ فرمایا: تم ٹھہرو میں اندر سے ہو کر آتا ہوں پھر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں، تلوار اندر سے لی اور اس منافق کا سر اتار دیا اور فرمایا کہ جس کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ پسند نہیں ہے اس کا فیصلہ پھر عمر کی تلوار ہی کر سکتی ہے۔

(الدر المنثور، سورة النساء رقم الآیة: 66 ج:2، ص:585)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جذبہ وفا

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ دین کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہیں تو کسی کا سر قلم کرنے کی اجازت مانگتے تھے مگر یہاں نہیں مانگی۔

ویسے حاطب بن ابی بلتعہ بدری صحابی تھے، ایک عورت ان کی طرف سے رقعہ لے کر جا رہی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ ''روضہ خاخ'' میں عورت اونٹنی پہ پہنچ چکی ہے، اس سے وہ رقعہ لے کر واپس آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس عورت سے وہ رقعہ برآمد ہو گیا، جس میں چند باتیں لکھی ہوئی تھیں اور قریش مکہ کی طرف وہ خط تھا، اب جس وقت وہ خط پڑھا گیا تو وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا، دوسرے لفظوں میں جس کو جاسوسی کہا جا سکتا ہے، مسلمانوں کے راز کی باتیں لے کر جا رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت سنا تو کہا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دو میں اس منافق کا سر اتار دوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نہیں، حاطب بن ابی بلتعہ کو تم نہیں جانتے، یہ بدری صحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

اے بدری صحابہ! تم جو کچھ بھی کرو تم سے مؤاخذہ نہیں ہو گا۔

پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ خط کیوں لکھا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے اسلام سے غداری کرتے ہوئے خط نہیں لکھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہاں پر مکہ سے جو مہاجر آئے ہوئے ہیں، ان سب کی برادری مکہ شریف میں ہے، اور میں آؤٹ سائڈر تھا، مکہ شریف میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ پھر کلمہ پڑھ کے ادھر آ گیا ہوں، اور مکہ شریف میں میرے اہل وعیال میرے پیچھے رہنے والوں کا کوئی سہارا نہیں ہے، تو میں نے ان سے تعاون کی غرض سے دوستی کا خط لکھا اور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے ساتھ مخلص ہوں۔

(اسد الغابۃ باب الحاء حاطب بن ابی بلتعۃ ج:1، ص:528)

یہ میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غائبانہ مطالعہ ہے کہ سرکار کی نگاہ کے نیچے حضرت حاطب کا دل تھا، اگرچہ خط موصول ہو گیا، خط پکڑا گیا، مگر پھر بھی کہا کہ اے عمر: اسے کچھ نہ کہو، اللہ نے بدری صحابہ سے مؤاخذہ نہ کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

ایسی متعدد احادیث موجود ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے ہیں تو پوچھا ہے، اگر سامنے نہیں ہیں تو اگرچہ کوئی قرآن پڑھ رہا تھا، جب تھوڑی سی بھی گستاخی کی بدبو آ گئی ہے تو اس کا سر اتار دیا۔

منافق کی سزا

ایک شخص اس زمانے میں جماعت کراتا تھا، تو وہ نماز میں ''عبس و تولی'' کی تلاوت کرتا تھا، چونکہ اس میں لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوا

Marfat.com

ہے، غصے کی بات کی ہے، اور وہ قاری منافق تھا، اسے اس میں لذت آتی تھی کہ میں وہ سورت نماز میں روزانہ پڑھوں گا جس سے یہ ظاہر کروں کہ اللہ اپنے نبی کو بڑی جھڑکیاں دیتا ہے، روزانہ وہ سورت پڑھنے کا اس نے معمول بنالیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت پہنچی کہ فلاں نابینا امام ہے، اور جب بھی سورت پڑھتا ہے تو ''عبس و تولی'' ہی پڑھتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پتہ کروایا تو واقعی وہ ایسا ہی تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ بات اخذ کرلی کہ:

یہ اگرچہ قرآن پڑھتا ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے پیش نظر پڑھتا ہے، اس کا یہ نظریہ بنا ہوا ہے کہ لوگوں نے نبی کو بہت بڑا بنا رکھا ہے، اور نبی کو تو خدا نے بڑی جھڑکیاں دی ہیں، یہ بات بیان کرنے کے لیے جب پڑھتا ہے تو ''عبس و تولی'' پڑھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا سر اتار دیا، اور واضح فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم جہاں مجھے گستاخی کی بدبو آئے گی، اگرچہ وہ مصلی کا امام ہوگا، اگرچہ وہ قرآن کا قاری ہوگا، عمر اس کو نہیں چھوڑے گا، اس واسطے کہ جس نے قرآن مجید توہین کے جذبے سے پڑھا اور قرآن اس ہدف کو سامنے رکھ کے پڑھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا ظاہر کرنا چاہتا ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو نارمل سا ظاہر کر کے بیان کرنا چاہتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ولولہ یہ تھا کہ آپ نے اسے جماعت نہیں کرانے دی، فرمایا: اگر تمہیں یہ سورت ملتی ہے تو عمر کے نزدیک تمہاری یہی سزا ہے کہ تمہارا سر تن سے جدا کر دیا جائے تاکہ قیامت تک لوگوں کو پتہ چلے کہ جس نے بھی قرآن مجید پڑھنا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھیان میں پڑھنا ہے۔

(قوت القلوب، کتاب: ذکر مشاهدة اهل المراقبة ج:1 ص:166)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ عشق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ولولے تاریخ میں درخشاں طور پر موجود ہیں، بالخصوص وہ منظر بڑا عجیب منظر ہے جب عمرہ قضاء کے موقع پر نبی کریم ﷺ مکہ شریف میں داخل ہورہے تھے، چونکہ جب حدیبیہ کی صلح ہوگئی تو وہاں یہ احرام کھول دیے گئے، اور یہ طے پایا تھا کہ اگلے سال آؤ اور عمرہ کرو، اور تلواریں نیاموں میں ہوں، یہ بظاہر ایک مشکل مسئلہ تھا مگر ان سے صلح کی گئی اور اسے فتح مبین کہا گیا، اب جس وقت عمرہ قضاء کے لیے مکہ شریف میں داخل ہونے لگے، یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے اس شہر میں پھر داخل ہو رہے تھے کہ جس سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے۔

آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، قریش مکہ کا کوئی بس نہیں چل رہا، کیونکہ معاہدہ کر چکے ہیں ورنہ کبھی ان کو داخل نہ ہونے دیتے، ابھی فتح مکہ کا سال اس سے اگلا ہے، اس سے پہلے جب عمرہ قضاء کے لیے رسول اکرم ﷺ کی جلوہ گری ہوئی ہے، اس وقت منظر یہ ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، جو قادر الکلام شاعر ہیں، اس سے اگلے سال 8 ہجری کو موتہ کے مقام پر شہید بھی ہو گئے تھے، وہ سواری کے آگے آگے جا رہے ہیں۔

یوں انداز ہے کہ شہنشاہ عالم کی سواری آ رہی ہے، آگے سے تمام رستے صاف کر دو، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے آگے آگے چل رہے ہیں اور یوں شعر پڑھ رہے ہیں گویا کہ وہ بجلی کی طرح کڑک رہے تھے، وہ سینوں میں اتر جانے والے تیر تھے۔

Marfat.com

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بڑی شان سے مکہ میں داخل ہو رہی ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے ہیں، کچھ صحابہ کرام دائیں ہیں، اور کچھ صحابہ کرام بائیں ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے ہیں اور بڑا عجیب نعرہ لگا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ نعرہ اس موقع پر سنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس وقت اس مقام پر نہ پہنچ سکے جہاں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پہنچ چکے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

خَلُّوا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ
اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ
ضَرْبًا یُزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِیْلِهٖ
وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهٖ

یہ اشعار زور زور سے پڑھتے جا رہے تھے، کہ:

خَلُّوا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ...... اے کفار کے بیٹو! آج سامنے مت آنا، آج میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے پیچھے ہٹ جاؤ، کوئی سامنے نہ آئے، حرم پاک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے کے آ رہے ہیں، داخل ہو رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے پورے مستانہ انداز میں یہ بآواز بلند کہہ رہے ہیں، کفار دائیں، بائیں کھڑے ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

خَلُّوا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ...... اے کفار کے بیٹو! سارے پیچھے ہٹ جاؤ، کوئی بھی میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کھڑا نہ ہو،

اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ...... آج نزول قرآن کے فیصلہ کے مطابق ہم تمہیں

Marfat.com

ماریں گے۔ دوسرا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر ہم تمہیں ماریں گے۔

اگر تم آج سامنے آؤ گے تو ہم تلواریں پیچھے نہیں ہٹائیں گے، ہم تمہیں ماریں گے لہذا کوئی بھی راستے میں سامنے کھڑا نہ ہو،

ضَرْبًا یُزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ...... وہ مار ماریں گے کہ جو مار کھوپڑی گردن کے ساتھ نہیں رہنے دے گی، آج ہم ایسی تلواریں چلائیں گے جو کھوپڑی اور گردن کا فاصلہ بنا دے گی،

وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ ...... آج کی تلوار ایسی چلے گی جو پیاروں کا پیار بھلا دے گی۔ تجھے ایسی ضرب لگائیں گے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑ جائے گی۔ گہرا دوست گہرے دوست کو بھول جائے گا۔

اس واسطے اے کافرو! ہم آ گئے ہیں اور یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آ رہی ہے، یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہو رہے ہیں، مت کوئی سامنے آئے، مت کوئی راستہ روکے، اور مت کوئی اکڑ کر چلے، آج وہ پہلے والا مسئلہ نہیں رہا، اس وقت ہم حدیبیہ سے لوٹ کے چلے گئے تھے، مگر آج ہم جس انداز میں آ گئے ہیں، اگر کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو ہم نہیں چھوڑیں گے، آج وہ تلوار چلے گی جو سر کو گردن سے جدا کر دے گی اور جو پیاروں کا پیار بھلا دے گی، اس واسطے اے قریش مکہ! جو تم میں اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے، اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے، وہ تو سواری کے سامنے آئے، کھڑا ہو کے راستہ روکنے کی کوشش کرے، اور وہ تو آگے اکڑ کے چلے اور جو بچنا چاہتا ہے وہ سائیڈ پہ ہو جائے، اس واسطے کہ عبد اللہ بن رواحہ سے آج برداشت نہیں ہو گا، ہم حدیبیہ سے واپس چلے گئے تھے، مگر آج ہم اس انداز میں آگئے ہیں اور وہ تلواریں

Marfat.com

چلائیں گے جو تلواریں چلانے کا رب نے ہمیں حکم دیا ہے۔

اب دیکھو کہ صلح یہ تھی کہ تلوار نیام میں رکھنی ہے مگر نعرہ بڑا گرم تھا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے آگے یہ ترانہ پڑھتے جارہے تھے کہ ہٹ جاؤ، کافرو ہٹ جاؤ، رستہ بنادو، سارے ایک طرف ہو جاؤ،

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ...... اے کفار کے بیٹو! پیچھے ہٹ جاؤ، میرے محبوب کے رستے کھلے کردو،

بار بار جس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:

یَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ فِیْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ ...... اے ابن رواحہ! کچھ ہوش بھی کر، کیا تو بول رہا ہے،

بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کے،

وَ فِیْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ...... اور اللہ کے حرم میں تو شعر پڑھ رہا ہے۔

یہ نہ پڑھو، یہ پڑھنے کا موقع نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روکنے لگے، ان کا خیال تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی کیفیت میں ہیں، ادھر آپ کی توجہ نہیں کہ عبداللہ بن رواحہ کیا کہہ رہے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تجلیات میں مستغرق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال بھی اپنے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی میں تھا کہ کہیں عبداللہ بن رواحہ کے عمل سے نقصان نہ ہو۔ عبداللہ بن رواحہ سامنے آگ بھی بھڑکا رہے ہیں، کافروں کو چیلنج بھی کر رہے ہیں، اور پھر نعرے بھی لگا رہے ہیں، اور پھر آگے آگے بھی ہیں اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہیں، کہنے

Marfat.com

لگے: عبداللہ بن رواحہ کچھ ہوش کرو، کیا کر رہے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ رہے تھے کہ سرکار ﷺ اس طرف توجہ نہیں فرما رہے ہیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے تو میرے آقا ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کی حمایت کردی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ:

خَلِّ عَنْهُ ...... عمر تو پیچھے ہٹ جا، عبداللہ بن رواحہ کو نہ روک، تو پیچھے ہٹ جا، وقت وقت کی بات ہوتی ہے، جو عبداللہ بن رواحہ کرتا ہے اسے کرنے دو، اس کو کہنے دو اور اس کو بولنے دو۔

فَهُوَ اَسْرَعُ مِنْ نَضْحِ النَّبَلِ

یقیناً یہ اشعار کفار کے سینوں میں تیروں سے تیز لگ رہے ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الأدب باب: انشاد الشعر، ج:5، ص: 139، رقم الحدیث: 2847)

رسول کریم ﷺ کے گستاخ کا انجام

مسیلمہ کذاب کے دو حواری ہمارے محبوب ﷺ کے پاس آگئے، ایک کا نام ابن نواحہ اور دوسرے کا نام ابن اثال تھا، یہ دونوں آگئے، رسول اکرم ﷺ کی طبیعت میں جو نرمی تھی اس کی وجہ سے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ جو بندہ بھی آئے وہ خالی نہ جائے، لہٰذا آپ ﷺ نے چاہا کہ ان لوگوں کو بھی میرا فیض پہنچ جائے، تو میرے محبوب ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَتَشْهَدَانِ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حالانکہ جن کی گواہی اللہ تعالیٰ دے رہا ہے، وہ ان کی گواہی کے محتاج نہیں ہیں، لیکن

Marfat.com

معاملہ یہ تھا کہ یہ جہنمی مسیلمہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے، جب آپ نے ان سے پوچھا تو وہ دونوں بولے کہ:

نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے، (معاذ اللہ)

جس وقت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جملہ سنا تو فرمانے لگے کہ:

لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا ...... اگر میرا یہ دستور ہوتا کہ کسی کے قاصد کو مار دیا جائے، اگر میری شریعت میں کسی قاصد کو مارنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا لیکن میری شریعت یہ ہے کہ اسلام کا کتنا بڑا ہی دشمن کیوں نہ ہو، سفیر بن کے آئے اسے قتل نہیں کرنا، لہٰذا اس واسطے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔

ادھر مسیلمہ نے صحابی کا ایک ایک انچ کاٹ کے اپنے سامنے سزا دلوائی، لیکن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قاصدوں کو معاف کیا، فرمایا:

اس وقت تمہاری حیثیت قاصد کی ہے، تم سفیر بن کے آئے ہو تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں ضرور قتل کر دیتا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج:1، ص: 390، رقم الحدیث: 3708)

یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سن لی، انہوں نے دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ چلو اب تو یہ سفیر ہے، مگر کبھی تو یہ قابو آجائے گا پھر پوچھوں گا کہ مسیلمہ کیسا رسول ہے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں جارہا تھا تو مجھے وہ شخص (ابن نواحہ) مل گیا، تو میں نے کہا کہ تجھے وہ دن یاد ہے جب تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے سامنے گستاخی کی تھی اور تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا تھا کہ مسیلمہ رسول ہے۔

آج قادیانیوں کے بارے میں لوگ نرم رویہ رکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ شاید انہوں نے کوئی گستاخی نہیں کی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے رسول، مسیلمہ کو کہنے والا گستاخ قرار پاتا ہے، اور واجب القتل ہوتا ہے، تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ہوتے ہوئے۔

جس نے مرزا کے نبی ہونے کا قول کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا دل دکھایا۔

اب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلے یاد دلایا کہ تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں گئے تھے، اور تم نے یہ لفظ بولا تھا، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا، کہنے لگے: یاد رکھ

اَلْیَوْمَ لَسْتَ بِرَسُوْلٍ ...... آج تو قاصد نہیں ہے، اس دن تو قاصد تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چھوڑ دیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرظہ بن کعب تلوار پکڑو اور اس کا سر اتارو۔

اس بازار کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سر اتار کے بازار میں منادی کروائی کہ وہ گستاخ جس نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تھی اور اس وقت قاصد ہونے کی بنیاد پر چھوڑ دیا گیا تھا، آج جس نے اسے دیکھنا ہو تو وہ سر بازار مردار پڑا ہے۔

(سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب: في الرسل، ج:3، ص:38، رقم الحديث: 2764)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کا یہ انداز اور اس میں شریعت کے تقاضے بھی پورے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اپنے عشق کا ولولہ ناموس رسالت اور نگہبانی کا جذبہ بھی موجود ہے، یہ آج ہماری ذمہ داری ہے لیکن اگر امت کسی موقع پہ غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور انتقام لینے والا ہے۔

Marfat.com

گستاخ پر قہرِ خداوندی

اس سلسلہ میں عمدۃ القاری کے اندر حدیث شریف موجود ہے کہ ایک شخص مدینہ شریف میں اتنا بدبخت تھا کہ جب اذان ہوتی تھی، مؤذن کہتا کہ:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عاشق سن کے گواہی دیتے ہیں کہ مؤذن تو گواہی دیتا ہے تو ہم بھی گواہی دیتے ہیں، انگوٹھے چوم کے آنکھوں پہ لگا کے "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم" کی آواز دیتے ہیں، یہ اظہارِ محبت ہے۔

لیکن وہ شخص جب یہ سنتا تھا تو کہتا تھا کہ:

حُرِّقَ الْكَاذِبُ ...... جھوٹے کو جلا دیا جائے۔

یہ لفظ بولتا تھا کہ مؤذن (معاذ اللہ) جھوٹ بول رہا ہے، اس کو جلا دیا جائے۔

ایسا جب اس نے متعدد بار اپنی زبان سے کہا تو اللہ کی قدرت نے گرفت کی، ایک دن اپنے گھر میں سو رہا تھا، اس کی خادمہ داخل ہوئی، اس کے ہاتھ میں آگ تھی، آگ کی ایک چنگاری اس کے بستر پہ گر گئی، وہ سو رہا تھا اور اس کے اہل بھی سو رہے تھے، سارا گھر جل گیا اور وہ جو مؤذن کو سن کر کہتا تھا کہ اس کو جلا دیا جائے جو یہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، جب وہ مؤذن کے خلاف یہ بولتا تھا تو اللہ کی قدرت نے فیصلہ کر دیا، اس کے گھر والے اس کے ساتھ متفق تھے، سارا گھر جل گیا، اور وہ بھی جل گئے، اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے غلاموں سے بھی محبوب کی عزت پہ پہرے دلواتا ہے اور اپنی قدرت کو ایسے بھی متحرک فرما دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الأذان باب بدء الأذان ج: 5، ص: 150)

Marfat.com

یہ ناموس رسالت کے نگہبان ولوے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انداز میں میں نے بیان کیے، ہر دور اس امت کا منفرد دور ہے، پہلی امتوں میں ایسا منظر نظر نہیں آتا۔

خدا کی قسم! درجنوں دلائل کی روشنی میں کہتا ہوں کہ ہر امت جو اپنے نبی کو مانے گی، وہ عظیم امت ہے، مگر کسی امت نے اپنے پیغمبر سے وہ عشق نہیں کیا جو اس امت نے اپنے محبوب ﷺ سے کر کے دکھایا ہے، اسی لیے تو اعلیحضرت بیان کرتے ہیں کہ:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

(حدائق بخشش، حصہ: اول، صفحہ نمبر: 30)

ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن سامنے تھا تو کسی نے سر نہیں کٹوایا، ایک بار ایسا ہوا کہ حسن یوسف پہ انگلیاں کٹیں اور وہ بھی دیکھ کے، لیکن محبوب تجھے دیکھنا تو بڑی معراج ہے، نام سن کے لوگ بار بار سر کٹانے کو تیار ہیں۔

"سر کٹاتے ہیں" یہ مضارع ہے، صحابہ بھی سر کٹاتے ہیں، تابعین بھی، تبع تابعین بھی، غازی علم الدین بھی، غازی عامر بن عبدالرحمٰن بھی، کہاں تک وہ سلسلہ جاری ہے:

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

ادھر تحفہ انگلیوں کا تھا اور ادھر جب بھی کوئی نذرانہ پیش کرتا تو تحفہ اور نذرانہ سر کا پیش کرتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے اس امتیاز کو ہمیں برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
4

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(القرآن الكريم، سورة الفتح، رقم السورة 48، رقم الآية 29)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے "ادارہ صراط مستقیم" پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں سالانہ "فہم دین کورس" میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر باب بڑا روشن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائل اور کمالات کو جس جہت سے دیکھا جائے تو ایک نئی تجلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں نظر آتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کے کہکشاں نظر آتے ہیں۔ سیرت کے موضوعات میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت ایک بڑا اچھوتا اور اہم موضوع ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت کے اس سبق کا صدقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا دیدار کرائے اور سب کی روح کی تشنگی کو دور فرمائے۔

Marfat.com

نبوت اور شجاعت

شجاعت کا وصف انبیاء کرام علیہم السلام کے اوصاف میں سے اہم ترین وصف گردانا گیا، جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں جلوہ گر ہوئے وہ سارے کے سارے اشجع تھے، کیونکہ ہر دور میں، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جن کو رسول اکرم ﷺ سے پہلے دنیا میں نبوت سے سرفراز کیا، انہیں بھی وصف شجاعت انتہائی درجہ کا عطا فرمایا، چونکہ نبی کا براہ راست رابطہ اور ان کا سامنا مخلوق سے ہوتا ہے، نبی کا کام یہ ہے کہ وہ مخلوق کو خالق کی طرف بلائے، خالق کا پیغام مکمل طور پر مخلوق کے سامنے پیش کرے، ماحول جیسا بھی ہو، حالات جیسے بھی ہوں، قوم جتنی بھی بگڑی ہوئی ہو، پیغمبر کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کا دیا ہوا پیغام ہو بہو بندوں کو سنائے، خواہ وہ بندے رب کا پیغام سن کا ناراض ہو جائیں، کتنے سیخ پا ہو جائیں، کتنی عداوت کی آگ بھڑک اٹھے، اللہ کا نبی اللہ کے پیغام کی طرف دیکھتا ہے، لوگوں کی مخالفت کی طرف نہیں دیکھتا، اور جن حالات کا بھی سامنا کرنا پڑے اللہ کا نبی ان حالات کا سامنا کر کے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے، یہی نبوت کا طریقہ کار ہر دور میں رہا ہے یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ کی جلوہ گری اس دنیا میں ہوئی۔

دوسرے لفظوں میں شجاعت کا وصف انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا محافظ وصف اور شجاعت کا وصف نبوت کا پاسبان ہے۔ اگر کسی میں حوصلہ نہیں تو وہ اللہ کا پیغام دینے میں صحیح ذمہ داری ادا نہیں کرے گا کہ وہ لوگوں سے ڈر کر کچھ حصہ چھوڑ دے گا تو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

لوگوں کے سامنے ایک بات کرے تو لوگ ناراض ہو کر مقابلہ میں آ جائیں، تو پھر وہ کہے کہ نہیں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، میں نے ایسا نہیں کہنا تھا، اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شان نہیں ہوتی، ہر دور میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں وہ اپنے اپنے دور کے بہادر ترین انسان تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس انداز میں پہنچایا ہے کہ انہوں نے کسی کی مخالفت اور سرکشی کو پیش نظر نہیں رکھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیغام دیا ہے، اور پھر اپنی بات پہ ڈٹ گئے ہیں، خواہ پورے جہاں نے ان کی مخالفت کی ہو، انہوں نے کسی کی دشمنی اور عداوت کی طرف دھیان نہیں کیا، جو کہنا تھا وہ کہہ دیا ہے، اس اپنے دیے ہوئے پیغام پر پوری زندگی پہرہ دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شجاعت نبوت کا لازمی وصف ہے، نبی کے لیے شجاع ہونا لازمی ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہر ہر نبی کو شجاعت عطا فرمائی، اور ہر نبی اپنے دور کا ''اشجع الناس'' قرار پایا، اپنے دور کے لوگوں میں سے وہ نبی شجاع ترین ہوتے تھے۔

یہ ہمارے محبوب ﷺ کی شان ہے کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام تو ''اشجع الناس'' ہیں، ہمارے آقا ﷺ صرف اشجع الناس ہی نہیں بلکہ ''اشجع الانبیاء'' بھی ہیں، باقی انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں میں سے سب سے زیادہ شجاع ہیں، ہمارے نبی ﷺ نبیوں میں سے بھی سب سے زیادہ شجاع ہیں۔ ہر نبی اپنے دور کا شجاع ترین انسان ہوتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبیوں میں شجاعت کے لحاظ سے جس کو پہلا مقام عطا ہوا، وہ ہمارے آقا ﷺ ہیں۔ غیر انبیاء میں سے انبیاء علیہم السلام شجاع ترین انسان ہیں، ان انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے زیادہ شجاع رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شجاعتوں کا ذکر ہے کہ کس طرح جانفشانی کے ساتھ، بلند حوصلوں کے ساتھ رب کا پیغام دیا، پوری پوری اقوام مقابلے میں آتی رہیں، بڑی سختیوں کا مقابلہ کرنا پڑا، مگر اللہ کے رُسل نے اپنے اجسام پر تشدد تک کو برداشت کر لیا لیکن انہوں نے جو کلمہ حق بلند کیا، اس سے وہ کبھی، پیچھے نہیں ہٹے، آخری سانس تک حق کی حمایت میں انہوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور شجاعت

قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے، انہوں نے اپنی قوم کو حق کی تبلیغ کی حق کا پیغام دیا، وہ قوم بڑی بگڑی ہوئی تھی، اور شرک عام تھا، تو ساری قوم دھمکیاں دینے لگی، ایسے میں حضرت ہود علیہ السلام نے جو کہا تھا کہ:

اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ ...... میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں،

وَاشْهَدُوْا ...... اور تم سب گواہ ہو جاؤ

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ...... میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے ہو۔

میں اس شرک کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں، میں شرک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا ہوں، اللہ کو چھوڑ کر جو تم نے "الٰہ" بنا رکھے ہیں، میں ان سے روکنے آیا ہوں،

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

(القرآن الکریم، سورۃ ھود، رقم السورۃ: 11، رقم الآیتین: 55-54)

یہ وہ جملہ ہے جو شجاعت کے اعلیٰ تقاضے پورے کرتا ہے، حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا

Marfat.com

کہ تم ایک نہیں سارے میرے مقابلے میں آجاؤ، اور جو کچھ تم نے کرنا ہے وہ کرلو۔

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ...... تم سب مل کر میرا برا چاہو۔

میرے ساتھ تم نے لڑائی کرنی ہے یا مجھے تم شہید کرنا چاہتے ہو، جو کرنا چاہتے ہو کرو،

ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ ...... پھر مجھے مہلت نہ دو۔

- مجھے تم ایک منٹ کی بھی مہلت نہ دو، تم نے جو کچھ کرنا ہے وہ جلدی کرلو، میں اپنی کی ہوئی بات نہیں چھوڑوں گا، اور اپنا پیغام تم تک پہنچاتا رہوں گا، یہ بھرپور گرجدار لہجہ تھا، یعنی تبلیغ میں کوئی معذرت خواہانہ رویہ نہیں تھا، کوئی اپیل کی صورتحال نہیں تھی کہ جب نرمی کے سارے تقاضے پورے کر دیئے، اور قوم پھر بھی شرک کی طرف جا رہی ہے، تو

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ...... تم سب مل کر میرا برا چاہو۔

تم سارے میرے مقابلے میں آجاؤ، اور جو کچھ تم نے کرنا ہے، اور جتنے ستم تم نے آزمانے ہیں، میرا بدن تمہارے سامنے تیار ہے،

ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ ...... پھر مجھے مہلت نہ دو۔

میں تم سے کوئی نرمی کا تقاضا نہیں کرتا، میں تم سے مہلت نہیں مانگتا، اور تم نے جو میرے ساتھ کرنا ہے وہ میرے ساتھ کرو، میں اپنی بات کو پیش کرتا رہوں گا کہ خدا ایک ہے، میں اس کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شجاعت

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلوا کے لے جا

Marfat.com

رہے تھے، اور فرعون نے پیچھے اپنی فوج چھوڑ دی، اور جس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا تو دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا، آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کی فوج تھی، درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ تھے جن کو آپ علیہ السلام رہا کروا کے لے جا رہے تھے۔

جس وقت ایسی صورتحال ہوئی تو لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ڈر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ...... بے شک ہم تو پکڑے گئے، ہم مارے جائیں گے، بچ نہیں سکیں گے، کیونکہ آگے سمندر ہے، اور پیچھے سے فرعون کی فوج آ گئی ہے، وہ ہمیں گرفتار کر لے گی، اور پھر ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دے گی، اب ہم بچ نہیں سکتے، جس وقت سو فیصد چانسز ختم ہو چکے تھے اور پوری قوم نڈھال ہو چکی تھی، پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھبراہٹ کی بات نہیں کی بلکہ شجاعت کی بات کی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:

كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ

یوں نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

کوئی بات نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور اس کا رستہ نکالے گا، ہم نکل جائیں گے اور ہم بچ جائیں گے، اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ان کے لیے سمندر میں رستہ بن گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرما دی۔

(القرآن الكريم، سورة الشعراء رقم السورة: 36، رقم الآيتين: 62-61)

تو یہ وہ انداز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام شجاعت کے اعلیٰ مرتبے پہ فائز ہوتے ہیں، اور ان میں سے جو سب سے بڑی

Marfat.com

شجاعت ہے وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا دائرہ محدود تھا، انہیں مخصوص علاقے میں پیغام دینے کے لیے بھیجا جاتا تھا، انہیں مخصوص وقت کے لیے دعوت دینے کے لیے بھیجا جاتا تھا، ان کی ممکنہ عداوت کا علاقہ بھی محدود ہوتا تھا، جن کو بھیجا ہی ایک گاؤں کے لیے گیا تو ان کی مخالفت بھی ایک گاؤں میں ہوگی، جن کو بھیجا ہی ایک علاقے کے لیے گیا ہے، ان کی مخالفت بھی ایک علاقے میں ہوگی، اور وہ مقابلہ بھی ایک علاقے والوں کا کریں گے، اور ان کی طاقت ایک علاقے کے سرکشوں پہ حاوی و غالب ہوگی، اور جن کو اللہ تعالیٰ نے پورے روئے زمین کے لیے بھیجا ہے، پھر ان کو طاقت بھی پورے روئے زمین کے سرکشوں کے مقابلے میں زیادہ عطا فرمائی ہے۔

اس واسطے یہ ماننا پڑے گا کہ تمام پیغمبر اپنی امت کے شجاع ترین انسان ہیں مگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی اگر شجاعت کے لحاظ سے پہلا نمبر دیکھنا ہے تو وہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، چونکہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام آئے تو صرف ایک ایک قوم کے لیے آئے لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کروڑوں قوموں کا رسول بنایا گیا ہے، تو جن کو ایک قوم کے لیے بھیجا ان کی شجاعت ایک قوم کے لحاظ سے ہے، اور جن کو کروڑوں اقوام کے لیے بھیجا ہے ان کو شجاعت بھی کروڑوں اقوام کے مقابلے کی عطا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر رسول کو اس کی اپنی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا، یہ نہیں کہا کہ ہم نے رسل کو ان کی قوموں کی زبانیں دے کر بھیجا چونکہ ایک رسول ایک قوم کا رسول ہوتا تھا، اور وہ بولی اس کو دے دی جاتی تھی۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، سورۃ ابراھیم، رقم السورۃ:14، رقم الآیۃ:4، ج:1، ص:210)

Marfat.com

لیکن جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی ہے تو قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ......اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(القرآن الكريم، سورة سبأ، رقم السورة: 34، رقم الآية: 28)

اس میں وہ لوگ بھی ہیں جو اس وقت پیدا ہو چکے تھے اور وہ جنہوں نے دوسری صدی میں پیدا ہونا تھا اور جنہوں نے قیامت تک پیدا ہونا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہانگیر رسالت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حوصلہ بھی اتنا ہی دیا اور قوت برداشت اور شجاعت بھی عطا فرمائی۔

استقلالِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے سخت لوگوں اور ابو جہل جیسے لوگوں کہ جن کی پتھریلی طبیعتیں تھیں، ان کے سامنے جس وقت حق کی بات کی ہے، تو اتنے رعب سے بات کی ہے کہ وہ اپنی قوموں کے سردار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کانپتے نظر آتے تھے۔

اس وقت پوری روئے زمین کے لحاظ سے آپ کو حوصلہ و جرأت عطا کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بولتے وقت کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی کہ میں بول رہا ہوں، یہ جملہ عراقی سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اگر اس جملے کو یمنی سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اگر اس جملے کو شام کا کوئی بندہ سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، اس جملے کو اگر ہندوستان کا انسان سنے گا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا، آخر جن کو یہ شوق ہے کہ میری بات دوسروں تک ضرور پہنچے اور پھر لوگ اس کو قبول بھی کریں، اور پھر میری بات کا انکار نہ ہو، اس سے سرکشی نہ

Marfat.com

کی جائے، اب حکمت اور ساری صورتحال سامنے ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے جملے ہواؤں کی نظر ہو جائیں، اور کل ان کو کوئی قبول کرنے والا نہ ہو، اور سخت طبیعتیں ان جملوں کو مسترد کرتی رہیں، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ کتنا عالی اور کتنا بلند تھا کہ ایک ایک خطبے میں پوری روئے زمین کو سامنے رکھا ہے، اور قیامت تک کے انسانوں کو سامنے رکھ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی جھجک کے، بغیر کسی خطرے کے، بغیر کسی خوف کے، اور بغیر کسی مخالفت کا لحاظ کیے ہوئے اس انداز میں دین کو پیش کیا کہ حجاز سے لے کر دنیا کے آخری کونے تک، اور اس وقت سے لے کر قیامت تک کے سارے انسانوں کو سامنے رکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گفتگو کی ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ان لوگوں کے اثر سے آزاد ہے۔ جیسے بچوں کو سمجھاتے وقت انسان پہ بچوں کا کوئی رعب نہیں ہوتا کہ میں سمجھا رہا ہوں تو یہ آگے سے تبصرہ کیا کریں گے، کہیں یہ کوئی سخت اعتراض نہ کر دیں، ان کا میرے اوپر ردِ عمل کیا ہوگا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت کو، پوری روئے زمین کو، اور قیامت تک کے لوگوں کو ان کی نرم اور سخت طبیعتوں کو سامنے رکھ کر اس حوصلے سے گفتگو کی ہے کہ کہیں کوئی خوف کلام میں محسوس نہیں ہوتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کسی علاقے کے سرکشوں سے ڈر کر کوئی جملہ دب کے بول رہے ہوں کہ اس علاقے کے لوگ میرے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اس انداز میں پیغام توحید دیا ہے، اور اس انداز میں حق کا اعلان کیا ہے، اور اس انداز میں عرش کے فیصلوں کو زمین تک پہنچایا ہے، ساری کائنات کے لوگوں کو سامنے رکھ کر

Marfat.com

محبوب ﷺ نے پیغام دیتے وقت حق یہ ادا کیا ہے کہ ان کروڑوں، اربوں انسانوں میں سے کسی ایک کی سختی کو طبیعت میں ملحوظ خاطر یوں نہیں رکھا کہ اس سختی کی وجہ سے کوئی جملہ دب کے بول رہے ہوں، ان سب کو اپنی نگاہ کے نیچے رکھ کے اگر پھر بھی ہمارے آقا ﷺ نے دھیان رکھا ہے تو رب ذوالجلال کے دیئے ہوئے پیغام کا دھیان رکھا ہے۔

قوم جس وقت ٹکراتی ہے اور نظریات کا جب تصادم ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے لوگوں کے جگر پگھل جاتے ہیں رسول اکرم ﷺ فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر دعوت حق دیتے ہیں تو مخالفت کا بازار گرم ہو جاتا ہے، راستے میں کانٹے بھی بچھائے جاتے ہیں، گلے میں کپڑا ڈال کے (معاذ اللہ) کھینچا بھی جاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باندھ باندھ کر دشمنوں کی طرف سے تشدد بھی کیا جاتا ہے، پھر اللہ کے حکم پر اور حکمت کے پیش نظر وطن بھی چھوڑنا پڑتا ہے، پھر بدر کی دہلیز پر دستک بھی ہوتی ہے، پھر خندق کے معاملات بھی ہیں، حنین اور احد کے ہمہمے بھی ہیں، پھر غزوات سے مکمل بھری ہوئی سیرت بھی ہے، اول سے کے کر آخر تک ہمارے محبوب ﷺ کی سیرت کو اگر کوئی دیکھے گا تو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جس میں جرأت و استقامت کے لحاظ سے کوئی کمی آتی ہو۔ ہمارے محبوب ﷺ کی پوری سیرت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کو ساری انسانیت سے شجاع ترین بنایا ہے۔

صفتِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سید عالم ﷺ کی جو جہانگیر بعثت ہے، اس وقت جو دعوت حجاز کے لیے تھی، وہی دعوت ہند کے لوگوں کے لیے بھی تھی، اور ساری انسانیت کے لیے وہ ہی دعوت تھی،

Marfat.com

مزاج بڑے اکھڑ، طبیعتیں بڑی بڑی سخت تھیں، سب کچھ سامنے رکھا اور پھر جس وقت گفتگو کرتے تھے تو انداز کیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری کچھ صفتیں ایسی ہیں جو میرے سوا کسی کو نہیں دی گئیں، ایک صفت یہ ہے کہ:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ ...... مجھے میرے رب نے ایسی جرأت دی اور ایسا رعب دیا ہے کہ ایک مہینے کی مسافت سے دور بیٹھا ہوا شخص یوں سمجھتا ہے جیسے وہ میری تلوار کے نیچے ہو اور میرا رعب اس پہ طاری ہو چکا ہوتا ہے۔

(صحيح البخاري، أبواب المساجد، باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا، ج:1، ص: 168، رقم الحديث: 427)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب، شجاعت، دلیری، قوت اور بہادری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اوصاف میں سے ہے۔

عظیم گواہ

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیاں بڑی عظیم گواہیاں ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے، وہ موجود تھے مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے پرامن ماحول میں اور وہ موجود تھے برستے تیروں کے سائے میں وہ موجود تھے حضر میں، وہ موجود تھے سفر میں، اپنوں کے جھرمٹ میں سرکار کے ساتھ رہتے تھے، اور دشمنوں کے حملوں میں بھی سرکار کے ساتھ رہتے تھے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ جن کی گواہیاں بڑی عظیم گواہیاں ہیں۔

انسان کی سیرت کے امتحانات میں ان چیزوں کا بڑا دخل ہے اور یہ کمال ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صحت مند ہوں تو اچھے لگتے ہیں، بیمار

Marfat.com

ہو جائیں تو اچھے نہیں لگتے، گھر میں ہوں تو اچھے لگتے ہیں، سفر میں صورت حال بدل جاتی ہے کچھ وہ لوگ ہیں جو دوستوں کی بزم میں ہوں تو اس میں بڑے جچے ہوئے لگتے ہیں اور جب دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہوں تو پھر اچھے نہیں لگتے، یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ اگر بدن مبارک صحت مند ہے تو پھر بھی حسن کا کوئی جواب نہیں، اگر بیماری کا حملہ ہے تو پھر بھی چہرے کی تابانی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اگر گھر میں ہیں تو پھر بھی ابرِ کرم ہیں، اگر سفر میں ہیں تو پھر بھی رحمت ہی رحمت ہے، اگر امن کا ماحول ہے، دوستوں کی انجمن ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ارد گرد ہالہ بنا ہوا ہے تو پھر بھی چہرے پہ اطمینان ہے، اور اگر تیر برس رہے ہیں، گھوڑے ڈور رہے ہیں، تلواریں چل رہی ہیں، دشمن ہزاروں کی تعداد میں سامنے آگئے ہیں یا پھر محاصرہ ہو گیا ہے، پھر بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ زرد نہیں ہوا، اطمینان پھر بھی باقی ہے، اس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ، ہمت اور استقامت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو شجاع لوگ تھے، جب جنگ میں ہمیں پناہ لینا پڑ جاتی تھی کہ ہم کسی جگہ پناہ لے کر اپنا بچاؤ کریں، تو ہم سرکار کے پیچھے ہو کہ اپنے آپ کو بچاتے تھے، یعنی اس انداز کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت تھی۔

پہلی گواہ: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجاعت میں اتنا بڑا کردار ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے شیر خدا، خود اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ جب جنگوں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے، تو کچھ مقام ایسے بھی آجاتے تھے کہ جب ہم سے بات بڑھ رہی ہوتی تھی، اگر ہمیں

Marfat.com

سہارا ملتا تھا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سہارا ملتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِنَّا كُنَّا اِذَا اشْتَدَّ الْبَأْسُ وَ احْمَرَّتِ الْحَدَقُ ...... جس وقت جنگ تیز ہو جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں، اور دشمنوں کے حملے بڑے تیز ہو جاتے، تو کیا ہوتا؟

اِتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہو جاتے جب ہم دیکھتے کہ معاملہ بڑا سخت ہو گیا ہے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاتے تو ہمیں پتہ چلتا کہ سامنے دشمن ہے، اور جہاں ہم لڑ رہے ہیں ہم سمجھتے تھے کہ ہم فرنٹ پہ ہیں، اور ہم شدید مقابلہ کر رہے ہیں، لیکن جب ہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو سرکار ہم سے کہیں زیادہ آگے دشمن کے مقابلے میں نظر آتے، ہم اپنے آپ کو پیچھے پاتے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے پاتے، ہم جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو سرکار دشمن کے سر تک پہنچ چکے ہوتے تھے۔

(نور اليقين في سيرة سيد المرسلين، شمائله عليه السلام، ص:215)

اتنے اتنے شیر دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گواہیاں دے رہے ہیں کہ جن کی بہادری کے ترانے دنیا گاتی ہے، ہم جن کی بہادری کو عظیم بہادری کہہ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہم سمجھتے تھے کہ صورتحال بڑی گھمبیر ہو گئی ہے، اس وقت ہمیں اپنے آگے جو ذات حملہ کرتی دکھائی دیتی تھی وہ ذات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوتی تھی۔

دوسری گواہی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا وَاللّٰهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِيْ بِهٖ ...... جس وقت جنگ تیز ہو جاتی تھی تو ہم سرکار

Marfat.com

کے ذریعے سے بچتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد و السیر، باب: فی غزوۃ حنین، ج:5، ص:168، رقم الحدیث: 4716)

لڑتے لڑتے جس وقت ہم سمجھتے کہ مسئلہ خطرناک ہو گیا ہے، ہم اپنی تلواروں کے بل بوتے پہ نہیں بچ سکتے ہیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے سے حملہ ہو رہا ہے، جنگ میں چھوٹے چھوٹے سہارے کی بھی تلاش ہوتی ہے، آدمی لڑتے وقت یہ سوچتا ہے کہ میرا دایاں بازو بھی مضبوط ہو، اور بایاں بازو بھی مضبوط ہو، آگے اچھے اور مضبوط لوگ ہوں، اور پیچھے بھی مضبوط لوگ ہوں تاکہ میری حفاظت رہے، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں کہ وفا شعاری تو ہمارے اندر کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے، مگر اسلام کی سر بلندی کے لیے اپنی حفاظت بھی ضروری ہے، اور پھر حملہ کرنا بھی ضروری ہے، جب حالات اتنے گھمبیر اور سخت ہو جاتے کہ ہمیں لگتا کہ ہم بچ نہیں سکتے، اس وقت ہم نبی اکرم ﷺ کے قریب چلے جاتے، سرکار ﷺ خود بھی بچتے اور ہمیں بھی تلواریں چلا کے بچا لیتے۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی قیادت کا انداز نہیں کہ دوسروں کو بھیج دیں اور خود پیچھے بیٹھ جائیں، اور لوگ اپنا کردار ادا کریں، یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارہا نبی اکرم ﷺ کا یہ انداز نظر آیا کہ سرکار ﷺ خود تلواروں کے ساتھ اپنا دفاع ہی نہیں کر رہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی دفاع کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک انسان بہادری کا ایک حوالہ قرار پایا ہے، ہم لڑتے ہیں تو دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں، ہم میں سے ایک ایک نے دس، دس کا، بیس، بیس کا بلکہ بعض حضرات نے سینکڑوں کا مقابلہ کیا مگر ہمیں ہماری

Marfat.com

شجاعت سے کہیں زیادہ جو شجاعت نظر آئی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت نظر آئی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر شجاعت عطا فرمائی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی شجاعت کا اندازہ نہیں کر پا رہے ہیں۔

تیسری گواہی: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی

جس وقت حنین کی جنگ تھی، یہ جنگ ہوازن سے تھی، جو کہ بڑے تیر انداز تھے، شدید ترین ان کی فورس تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے ان مقابلہ کیا تو چند لمحوں میں اتنے تیر ہمیں لگے کہ بہت سے صحابی زخمی ہو گئے، بیس، بیس، تیس، تیس زخم لگ گئے، ایسے میں جب شدت سے ہوازن کی طرف تیر اندازی ہو رہی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگی پوزیشن متاثر ہو گی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں کھڑے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو کر کوئی دائیں گر رہے ہیں، کوئی بائیں گر رہے ہیں، ادھر سے مسلسل تیر اندازی ہو رہی ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پہ تشریف فرما ہیں، اپنے خچر کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ میدان جہاد میں خادم کی حیثیت سے ساتھ کھڑے ہیں، سامنے سے تیر آرہے ہیں، شدید ترین تیر اندازی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو چکے ہیں، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کا رخ نہیں پھیرا کہ اب مقابلہ مشکل ہو گیا ہے، ساتھی نڈھال ہو گئے ہیں، ذرا پیچھے ہٹ جاؤں، دوبارہ پھر آجائیں گے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو ایڑی لگائی، اور دشمن کی طرف بڑھایا، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام کو پکڑا، کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑا سا

Marfat.com

ٹھہر جاؤ تاکہ ساتھی اکھٹے ہو جائیں، سامنے فوج کتنی ہے، آپ اکیلے کس طرح ان کی طرف سواری کو بڑھا رہے ہیں، خطرات بہت زیادہ ہیں، تیر کتنی تیزی سے آرہے ہیں، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت کا جواب کیا تھا، فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ،

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ...... میں نبی ہوں، کوئی جھوٹا نہیں ہوں، اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، یعنی میں اکیلا جاؤں گا اور ان کافروں کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد و السیر، باب: فی غزوۃ حنین، ج:5، ص:168، رقم الحدیث: 4716)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پریکٹیکلی شجاعت ہے کہ جنگوں میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز میں آگے بڑھتے ہیں کہ دشمن سرنگوں ہونے پہ مجبور ہو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار شجاعت کا حوالہ ہے۔

چوتھی گواہی: خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

حضرت انس رضی اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَ أَشْجَعَ النَّاسِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حسن دیکھنا ہے تو ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی حسین نہیں۔

أَحْسَنَ النَّاس

سارے لوگوں میں جو سب سے زیادہ حسین ہیں تو وہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر فرمانے لگے: اگر دیکھنا ہے کہ سب سے زیادہ کرم کس کا ہے، سب سے زیادہ لوگوں کی جھولیوں کو کون بھرتا ہے، سب سے زیادہ جود کس کا ہے، فیضان کس کا ہے، سب سے زیادہ عطا کون کرتا ہے، تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ دنیا کے حاتم لوگوں کی ان کے

Marfat.com

سامنے کوئی حیثیت نہیں، ہمارے محبوب ﷺ وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر جواد سے بڑا جواد بنایا ہے ہر عطا کرنے والے سے بڑا عطا کرنے والا بنایا ہے، پوری تاریخ انسانیت میں کوئی انسان اتنا بڑا سخی نہیں تھا جتنا بڑا سخاوت کا مقام اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ:

أَشْجَعَ النَّاسِ ...... رسول اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ شجاع تھے۔

اتنا شجاع میں نے کسی کو نہیں دیکھا جتنی شجاعت اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کا وقت تھا کہ مدینہ شریف میں گھبراہٹ طاری ہوگئی، کچھ آوازیں ایسی آئیں جیسے دشمنوں نے حملہ کر دیا ہے، اب رات کا وقت تھا، سناٹا تھا، اندھیرا تھا، جب یہ محسوس ہو رہا تھا کہ دشمن کی فوج آگئی ہے، تو ہم اکٹھے ہوئے کہ کوئی دستہ تشکیل دیں جو جا کے پتہ کرے کہ معاملہ کیا ہے، وہ بڑا خطرناک مسئلہ تھا، رات کا وقت ہے، پہاڑوں کے پیچھے کتنی فوج قریش کی آگئی ہے، اور کون سے دشمن اکٹھے ہو گئے ہیں، ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ جائیں اور جا کے پتہ کریں، کہتے ہیں کہ جب تیار ہو کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستہ نکلا، تو ہمیں رات کے اندھیرے میں آگے سے کوئی سوار آتا ہوا نظر آیا، ہم نے کہا کہ یہ کون آ رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ رہے تھے کہ ہمارے نبی ﷺ کاشانہ نبوت میں آرام فرما رہے ہیں، اور ہم سرکار ﷺ کو تکلیف نہیں ہونے دیں گے، خود جا کر پتہ کر کے آئیں گے کہ کون سی فوج آگئی ہے، جس نے رات کو چڑھائی کر دی ہے۔

Marfat.com

تو کہنے لگے کہ: جس وقت ہم آگے بڑھے تو وہ عرش کے مہمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس خطرے کی طرف سے پتہ کر کے واپس آرہے تھے، سواری پہ زین بھی نہیں ڈالی ہوئی تھی، اور تلوار گلے میں لٹکی ہوئی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ میرے صحابہ میں سارا کچھ دیکھ کے آ گیا ہوں، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، تم سب آرام سے گھر میں جا کے سو جاؤ، کوئی خطرہ نہیں ہے، بالکل امن ہے۔

(الأدب المفرد، كتاب حسن الخلق، باب: طيب النفس، رقم الحديث:303)

جس وقت رات کے سناٹے میں اتنی کثیر فوج کے آنے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے محتاط طریقے سے پتہ کرنا چاہتے ہیں، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوچ سے اگلا مقام ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ابھی مدینہ شریف سے نکلنا چاہتا ہے، سرکار ﷺ کی شجاعت ادھر سے پتہ کر کے آرہی ہے۔ یہ جانا کہ امت کو جنگی حکمتیں سکھانے کے لیے تھا اور حوصلے بانٹنے کے لیے تھا ورنہ ہمارے آقا ﷺ تو اللہ کی عطا سے ایک مکان میں بیٹھ کر جہاں کی خبر رکھنے والے ہیں۔

ایک انسان کا اندھیرے میں نکلنا، ہزاروں کے مقابلے کے لیے اکیلے جانا، اس سے پتہ چلا کہ اگر سرکار ﷺ کو کچھ بھی خوف ہوتا یا ڈر ہوتا تو کم از کم حضرت صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے لیتے، حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو بلا لیتے، عشرہ مبشرہ میں سے کسی کو بلا لیتے، جو جرنیل صحابہ کرام ہیں ان میں سے نو، دس کو اکھٹا کر لیتے کہ مسئلہ ایسا ہو گیا تو میں بھی چلتا ہوں، تم بھی چلو، جا کے پتہ کرتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے، مگر میرے محبوب ﷺ خود تنہا جا کر اور خطرات سے گزر کر قیامت تک کے لیے یہ پیغام دے رہے تھے کہ میری امت تم نے ڈرنا نہیں ہے، جن کے نبی اس انداز میں ننگے گھوڑے

Marfat.com

پر، بغیر زین کے، تلوار گلے میں لٹکائے مدینہ شریف کے باہر میدانوں میں جا رہے ہیں، وہ امت کو جذبہ عشق اور شہادت کا شوق دے رہے ہیں کہ اللہ نے تمہیں وہ نبی عطا فرمائے ہیں کہ جنہوں نے تمہیں شہادت کے بھی کورس کروائے ہیں۔

حالانکہ اس میں کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ محبوب ﷺ فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبریں دے سکتے ہیں تو کیا اگلے حالات کی خبریں نہیں دے سکتے کہ مدینہ شریف میں پانچ یا دس کلو میٹر پر یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے، اور آوازیں کیسی آ رہی ہیں، لیکن اس مقام پہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ سرکار خبر دے دیتے، کوئی قباحت اور بُعد نہیں تھا، کوئی کمی نہیں تھی، لیکن سنت بھی تو بتانی تھی کہ کل قیامت تک میری امت میں قائدین بھی آئیں گے، امت کے لیڈر بھی ہوں گے، اور امت کے کارکن بھی ہوں گے، اور امت پہ ایسے حالات بھی آئیں گے، تو جو آج میں سنت بتاؤں گا وہ کل امت کا طریقہ بن جائے گی۔

امت کو میرے اسباق میں سے ایک سبق جب یہ ملے گا کہ اندھیرے میں گھر سے اٹھنا ہے، مصلے پہ جا کے تہجد پڑھنی ہے، وہاں میری امت کو یہ سنت بھی نظر آئے گی کہ اندھیری رات میں تلوار لے کر نکلنا ہے اور اسلام کی سلطنت پہ پہرہ دینا ہے، اور مسلم امہ کے وقار کے لیے جا کے کھڑے ہو جانا ہے، نبی کریم ﷺ نے سنت دینے کے لیے ایسا کام کیا۔

اس کی وضاحت میں اس لیے کر رہا ہوں کہ کمینی سوچ والے بھی ہمارے ماحول میں موجود ہیں، جو فوراً کہہ سکتے ہیں کہ تم تو کہتے ہو کہ انہیں ساری باتوں کا علم ہوتا ہے، تو پھر جا کر پتہ کرنے کی ضرورت کیا تھی، پتہ کرنے کا سبب سیرت نگار بیان کر رہے ہیں کہ امت کو سنت مل جائے کہ ہمارے محبوب ﷺ کی نورِ ختان

Marfat.com

سیرت میں یہ سنت بھی موجود ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی شجاعت کے لحاظ سے یہ بات بڑی اہم بات ہے کہ سید عالم ﷺ نے احد کے میدان میں جس انداز میں دشمن کا مقابلہ کیا اور جس انداز میں سرکار ﷺ کے قدم ثابت رہے، یہ تمام آپ ﷺ کی سیرت کا روشن باب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بے پناہ جرأت عطا فرمائی ہے، جس وقت بدر کے لیے میٹنگ ہو رہی تھی اور محبوب ﷺ کو بطور فرض اگر وہ جواب ملتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا کہ قوم نے کہا تھا کہ:

فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ

تو آپ جائیے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ رقم السورۃ: 5 رقم الآیۃ: 24)

بطور فرض اگر یہ جواب ملتا تو میرے محبوب ﷺ کا اکیلا بازو کفار کے لیے کافی تھا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے یہ عشق پیش کر رہے تھے کہ محبوب تم حکم دو ہم گھوڑوں سمیت سمندروں میں چھلانگیں لگا جائیں گے۔

پانچویں گواہی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہی

رسول اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت اس انداز کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ:

كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ ...... ہم جس وقت رسول اکرم ﷺ کے معاملات کو دیکھ کر باتیں کرتے تھے کہ ہم سب یہ کرتے ہیں اور سرکار اکیلے یہ کرتے ہیں، ہم اتنے مل کر یہ کام کرتے ہیں لیکن سرکار تنہا یہ کام کرتے ہیں، ہم آپس میں گفتگو

Marfat.com

کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تیس (30) مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد و من دار نسائه فی غسل واحد، ج:1، ص: 104، رقم الحدیث: 265)

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک تبصرہ ہے۔

پھر دوسرے مقام پہ یہ بات موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے:

كُلّ رَجُلٍ مِّن رِّجَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ...... دنیا کے تیس مرد نہیں بلکہ جنت کے تیس مردوں کی طاقت نبی اکرم ﷺ میں موجود ہے۔

دوسرے مقام پہ ہے کہ:

يُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ ...... جنت کا ایک مرد اتنی طاقت رکھتا ہے کہ جتنی دنیا کے سو (100) مردوں میں طاقت موجود ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد و من دار نسائه فی غسل واحد، ج:5، ص:253)

ارشاد الساری میں ہے کہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

قُوَّةَ اَرْبَعِیْنَ ...... چالیس مردوں کی قوت

اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِهَا فِي الْاَرْبَعِیْنَ اَرْبَعَةَ آلَافٍ

پھر چالیس (40) کو سو (100) میں ضرب دیں تو چار ہزار

[ارشاد الساری شرح صحیح بخاری: ج 1 ص 324 دار الفکر بیروت]

تو اس بنیاد پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی نعت پڑھ رہے ہیں اور

Marfat.com

فضائل بیان کر رہے ہیں تو وہ بتا رہے ہیں کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو دنیاوی چار ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے، رسول اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت اس انداز کی ہے، اور اس لحاظ سے بھی کوئی تک نہیں بنتا کہ کوئی کہتا پھرے کہ وہ ہم جیسے ہیں، اور ہم ان جیسے ہیں، ایک، ایک ہوتا ہے، چار ہزار، چار ہزار ہوتے ہیں، تو میرے محبوب ﷺ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر ہے، اور اس جسم میں جو نبوت کا زور ہے اور جو نبوت کی پاور ہے اس لحاظ سے کروڑ بھی مقابلے میں ہوں پھر بھی ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حسن مصطفیٰ کریم ﷺ

یہ محبوب ﷺ کی شخصیت ہے کہ کبھی کسی صفت کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی کوئی صفت پردے میں محجوب ہوتی ہے، اگر محبوب ﷺ اپنا جلوہ ہی ظاہر کر دیں، تو پھر امام قرطبی کہتے ہیں کہ:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ صلى الله عليه وسلم لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ لَمَا طَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ صلى الله عليه وسلم

نبی اکرم ﷺ نے اپنا تمام حسن ظاہر نہیں فرمایا، اگر نبی اکرم ﷺ تمام حسن ظاہر فرما دیتے تو کوئی بندہ دیکھ بھی نہ سکتا یعنی جو دیکھنے آتا جل کے راکھ ہو جاتا۔

(سبل الهدى و الرشاد، جماع أبواب صفة جسده الشريف صلى الله عليه وسلم، الباب الأول: في حسنه صلى الله عليه وسلم، ج:2، ص:8)

سرکار ﷺ کے نور کی حرارت اور اس کی تجلی اتنی تھی کہ کوئی سامنے آ کر پل بھر بھی دیکھنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا تھا، کھڑا کیسے ہو سکتا تھا، یہ تو حسن محجوب تھا، ایک پردہ اٹھا تھا جس میں

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تڑپتے ہیں، رومی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تڑپتے ہیں، جامی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تڑپتے ہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا بے حجاب ہو جائے، ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، چہرے کے جلوے کا مقابلہ بھی دنیا نہیں کر سکتی۔

چھٹی گواہی: مجتہدۂ امت رضی اللہ عنہا کی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ:

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ؟

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام میں سے بعض ایام کو عبادات کے لیے خاص کرتے تھے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انیسہ جان ہیں، رفیقہ حیات ہیں اور مجتہدۂ امت ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو امت تک پہنچانے والی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ وظیفے ہیں، ان میں کچھ عبادتیں ہیں، اور کچھ ریاضتیں ہیں، ہم باہر ہوتے ہیں، ہمیں ان کا پتہ نہیں تو ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک ہی طرح کا معمول رکھتے ہیں یا کچھ دنوں کا فرق ہوتا ہے۔

مثلاً روزانہ کے نوافل ایک طرح کے ہوتے ہیں یا جمعرات کو نوافل زیادہ پڑھتے ہیں، یا بدھ کو نوافل زیادہ پڑھتے ہیں، روزانہ تہجد کا ایک انداز ہوتا ہے یا کسی دن نوافل زیادہ ہوتے ہیں، تلاوت قرآن مجید زیادہ ہوتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ:

لَا كَانَ عَمَلُهٗ دِيْمَةً ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا وہ ہمیشہ کیا ہے، یہ نہیں ہے کہ ایک

Marfat.com

دن تو سو رکعت پڑھ دیں اور دوسرے دن چھٹی کر لیں، بلکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے معمولات کو دوام دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملہ بول کر قیامت تک کے غلاموں کو پیغام دیا ہے کہ تم وہ نہیں کر سکتے جو سرکار ﷺ کرتے ہیں:

وَ أَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُطِيقُ

جو طاقت ہمارے نبی اکرم ﷺ کی ہے وہ طاقت تم میں سے کسی کی بھی نہیں ہے۔

سرکار ﷺ نبھا سکتے ہیں، سرکار ﷺ شروع کریں تو اس کو دوام دے سکتے ہیں، تم نہ پوچھو کیونکہ تم وہ نہ کر سکو گے جو نبی اکرم ﷺ کرتے ہیں، چونکہ ایک دن کی بات نہیں ہے، اس میں سردی ہے، گرمی ہے، سفر ہے، حضر ہے، بیماری ہے، صحت ہے، مختلف حالات ہیں، تم پورے نہیں اتر سکو گے، کیوں؟ اس لیے کہ تمہیں رب نے وہ طاقت نہیں عطا کی جو رب نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب: هل يخص شيئا من الأيام،

ج: 2، ص: 701، رقم الحدیث: 1886)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گواہی اور نبی اکرم ﷺ کے معمولات، عبادات اور ریاضات کے لحاظ سے دوسری احادیث کو سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

جہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی عبادات کے بارے پوچھا گیا تھا تو وہاں دوسری بات یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی آغاز کرنا چاہتے تھے، سرکار ﷺ نے وہ کام اپنے معمول میں جاری رکھے ہوئے تھے، لیکن جس نے ابھی شروع کرنے تھے اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ان کو نبھانا کتنا مشکل ہے، ان کو مکمل کرنا کتنا

Marfat.com

مشکل ہے، تو یہاں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ میرے محبوب ﷺ برابر کا عمل کرتے ہیں، اور دوام سے کرتے ہیں، اور تم اس لیول کا عمل نہیں کر سکتے جو سرکار ﷺ کرتے ہیں، اس لیے کہ جو طاقت رب تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے، وہ کسی اور کو عطا نہیں کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں کہ کبھی بھی میرے محبوب ﷺ کے ساتھ برابری نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو طاقت میں بے مثال پیدا فرمایا ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ کو ہر وصف میں کمال عطا فرمایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اتنا درد تھا کہ کوئی بندہ جہنم میں نہ جائے، کوئی کہتا کہ سرکار آپ یہ کریں ، ہم کلمہ پڑھ لیتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے، ایسا کر لیتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ جو درخت کھڑا ہے، وہ اگر گواہی دے تو میں مان جاؤں گا، فرمایا: ٹھیک ہے، ہم اس کو بلا لیتے ہیں، وہ گواہی دے دے گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل: في كلام الشجرة و شهادتها له بالنبوة و اجابتها دعوته ج:1، ص: 185)

کوئی کہتا ہے کہ میں نے گوہ کا شکار کیا ہے، اسے کہو کہ یہ آپ کی رسالت کی گواہی دے، فرمایا: ٹھیک ہے، ایسا کر لیتے ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل: في الآيات فی ضروب الحیوانات ج:1، ص:191)

ساتویں گواہی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی

اسی طرح ایک بہت بڑا پہلوان تھا، جس کا نام رکانہ تھا

كَانَ رُكَانَةُ اَشَدَّ اَهْلِ وَقْتِهِ ...... رکانہ اپنے زمانہ میں رستم سے بڑا پہلوان تھا، بہت

Marfat.com

زیادہ اس کی پاور مانی جاتی تھی، اور وہ کشتی کا بڑا ماہر تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت اسلام دی:

كَانَ دَعَاهُ اِلَى الاِسْلَامِ ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی کہ رکانہ تم بھی کلمہ پڑھ لو، اتنا اچھا بدن جہنم میں نہیں جانا چاہیے، جنتی بن جاؤ۔

اب رکانہ اپنی دولت کے نشے میں ہے، اور اس کو اپنے ہنر پر بڑا فخر اور گھمنڈ ہے، کہنے لگا کہ اگر تم مجھے کلمہ پڑھانا چاہتے ہو تو میری شرط پوری کرو میں کلمہ پڑھ لوں گا، تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا شرط ہے؟، اس نے کہا کہ میرے ساتھ کشتی کرو اگر مجھے کشتی میں گرادو تو میں کلمہ پڑھ لوں گا، چونکہ نبی تو ہر وصف میں اعلیٰ ہوتا ہے، تو اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ ہونا چاہیے، اس نے کہا کہ مجھے کشتی کا فن آتا ہے، میرے پاس طاقت تسلیم شدہ ہے، تو تم میرے سے کشتی کرو، اگر تم نے مجھے گرادیا تو میں تمہارا کلمہ پڑھ لوں گا۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی رحمت کا اظہار کیا کہ میرے کشتی لڑنے سے یہ جنتی بن جاتا ہے تو مجھے ضرور اسے جنتی بنانا چاہیے، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے کس چیز کا تقاضا کر رہے ہو، کہاں کشتیاں اور کہاں نبوت کے کام، یہ بات مجھ سے نہ کرو۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے، اگر تم چاہتے ہو تو میں تیار ہوں، آجاؤ کشتی کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پل بھر میں نیچے گرادیا، جس کو طاقت پہ ناز تھا کہ میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلوان کو فوراً شکست دے دی۔

جب شکست ہوئی تو اس نے کہا کہ نہیں نہیں، میں پوری طرح سنبھلا نہیں تھا، آپ

Marfat.com

نے جلدی حملہ کر دیا، میں اپنے فن کا اظہار نہیں کر سکا، آپ دوبار کشتی کریں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے دوبارہ کرتا ہوں، رسول اکرم ﷺ نے دوبارہ پل بھر میں اسے چت کر دیا، الٹا کر دیا، اور شکست دے دی۔

اس نے کہا کہ میں ابھی بھی اپنی طاقت نہیں آزما سکا، پھر بھی میری طاقت پیچھے رہ گئی ہے، تیسری بار بھی میرے ساتھ کشتی کرو۔

رسول اکرم ﷺ نے تیسری بار جب کشتی فرمائی تو پھر بھی اس کو چت کر دیا۔

عرب کا بہت بڑا پہلوان "رکانہ" نبی اکرم ﷺ کی جسمانی طاقت کو آزمانا چاہتا تھا، میرے محبوب ﷺ نے تین بار اس کو پچھاڑ دیا، اور سید عالم ﷺ نے اس کو شکست دے دی۔

رسول اکرم ﷺ کے اس عمل کی وجہ سے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ والے دن ان کو دولت اسلام سے مالا مال فرما دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شان دی کہ وہ بھی جہنم سے نکل کے جنت میں داخل ہو گئے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني: في تكميل الله تعالى له المحاسن خلقا و خلقا و قرانه جميع الفضائل الدينية و الدنيوية فيه نسقه فصل: و أما وفور عقله ج:1، ص:51)

یہ رسول اکرم ﷺ کی جسمانی پاور ہے کہ جس انداز سے بھی اس کو دیکھا جائے، اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو عظمتیں عطا فرمائی ہیں، یہ وہ صورتحال ہیں کہ جس میں ہم کہتے ہیں کہ سرکار کی مثل کوئی نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اگر چل رہے ہوتے ہیں تو دوسروں سے آپ کا قد مبارک اونچا نظر آتا ہے، اگر دس، دس فٹ کے لوگوں کے درمیان چل رہے ہیں تو پھر بھی آپ کا قد ان سے اونچا نظر آتا ہے، ویسے درمیانی

Marfat.com

قامت تھی، لیکن جس طرح کی صورتحال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ یہ سر دوسرے سروں سے اونچا نظر آئے تو وہ خود بخود اونچا ہوتا ہے۔

آٹھویں گواہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ مَشْيِهٖ ...... میں نے چلنے میں بڑے بڑے تیز انسان دیکھے ہیں، مگر خدا کی قسم! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی بندہ نہیں دیکھا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم چلنے میں اتنی جسمانی طاقت رکھتے تھے کہ: كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ ...... ایسے لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے سمیٹ دی جاتی ہے اللہ نیچے سے زمین کو سمیٹ دیتا ہے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني: في تكميل الله تعالى له المحاسن خلقا و خلقا و قرانه جميع الفضائل الدينية و الدنيوية فيه نبسقه فصل: و أما وفور عقله ج:1، ص:51)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم رکھ کے دوسرا رکھنا چاہتے ہیں تو زمین سمٹ جاتی ہے، تو ساری دنیا پیچھے رہ جاتی ہے اور وہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انداز ہے، ورنہ نبوت کی جو طاقت ہے کہ:

تیرے لیے دو چار قدم عرش بریں ہے

ثابت قدمی

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف قسم کی عظمتیں عطا فرمائی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں، کیسا ماحول تھا اور کتنی دشمنی تھی،

Marfat.com

عرب دشمنوں سے بھرا تھا، مکہ شریف میں آتش فشاں موجود تھے، جب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمارہے تھے کہ لوگو! خدا ایک ہے، میں اس کا رسول ہوں۔ اس بستی میں ہر گھر شرک سے بھرا ہوا تھا، وہاں پہ یہ بات کرنا اور پھر ڈٹ جانا اور پھر برقرار رہنا اور تیرہ (13) سال وہاں گزارنا اعلان نبوت کر کے بھی، کوئی معمولی سی بات نہیں ہے، اس ماحول میں آپ کی جرأت اور شجاعت کو سمجھنا ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَقَدْ أُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَ مَا یُؤْذٰی أَحَدٌ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی مجھے اللہ کے راستے میں اذیت دی گئی ہے، اتنی دنیا میں کسی کو اذیت نہیں دی گئی۔

اب یہ دیکھو کہ یہ پیکر عرش سے بھی پیارا ہے، بتا اس لیے رہے ہیں کہ امت کل پھولوں کی سیج پہ سونے کی عادی نہ بن جائے، فرمایا: میں عرش سے مقدس جسم رکھنے والا ہوں، لیکن:

لَقَدْ أُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ ...... مجھے اللہ کے راستے میں اتنا ستایا گیا ہے، اتنی تکلیفیں دی گئی ہیں، اتنی اذیتیں دی گئی ہیں کہ پوری تاریخ انسانیت میں کسی کو اتنی اذیتیں نہیں دی گئی ہیں۔

لَقَدْ أُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَ مَا یَخَافُ أَحَدٌ ...... مجھے راہِ حق میں اتنا ڈرانے کی کوشش کی گئی ہے اور اتنا دبانے کی کوشش کی گئی ہے، اتنا کسی انسان کو ڈرانے کی کوشش نہیں کی گئی، ادھر سے کوششیں انتہائی درجے کی ہوتی رہیں کہ میں رک جاؤں اور میں تبلیغ چھوڑ دوں۔

سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے رب نے یہ کردار دیا ہے، سب سے سخت مقابلہ میرا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی کامیابی بھی مجھے عطا فرمائی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: صفة القیامة و الرقائق و الورع، ج:4، ص:645، رقم الحدیث: 2472)

Marfat.com

قریشِ کی وارننگ اور شجاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ انداز کتنا عجیب انداز تھا کہ جس وقت جناب ابو طالب کے پاس قریش مکہ کا دوسرا وفد آ گیا، پہلے وفد آیا، کہنے لگے: ابو طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے بتوں کی بڑی بے عزتی کی ہے، اور ہمیں وہ گالیاں دیتے ہیں۔

اِنَّ ابْنَ اَخِیْكَ قَدْ سَبَّ اٰلِهَتَنَا ...... آپ کے بھتیجے ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں،

وَ عَابَ دِیْنَنَا ...... اور ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہیں،

وَ سَفَّهَ اَحْلَامَنَا ...... ہم عقلمند ہیں، وہ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں،

وَ ضَلَّلَ آبَائَنَا ...... اور ہمارے باپ، دادا کو گمراہ کہتے ہیں،

تو ابو طالب تم اپنے بھتیجے کو کچھ سمجھاؤ، ہم نہیں برداشت کریں گے، آخر ہمارے بھی خدا ہیں جبکہ یہ ان کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمیں بے وقوف کہتے ہیں، ہمارے دین کو جھوٹا دین کہتے ہیں، کون ایسی باتوں کو برداشت کرے گا، ابو طالب! آپ کی وجہ سے ہم نے کوئی ایکشن نہیں لیا، لیکن اب یہ وارننگ ہے کہ ان کو روک لو یا درمیان سے ہٹ جاؤ، ہم خود روک کے دکھائیں گے، ہم ان کی تقریروں کو اور ان کی تبلیغوں کو بند کر دیں گے۔ معاذ اللہ!

ابو طالب نے ان کو واپس بھیج دیا اور کہا کہ میں دیکھوں گا، کوشش کروں گا، اس طرح کی باتوں سے ٹال کر بھیج دیا، رسول اکرم ﷺ اپنا مورل (morel) بلند رکھے ہوئے تھے، وہی جوشِ خطابت، وہی انداز بیان توحید اور بتوں کے انکار کی تقریریں، اور مذمت کی تقریریں جاری ہیں، کچھ دن گزرے تو قریش مکہ نے کہا کہ ہمارے

Marfat.com

جانے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہوا، ہم تو دھمکی دے کر آئے تھے، وارننگ دے کر آئے تھے، ابو طالب نے کچھ بھی نہیں کیا، اور ان کا بھتیجا ہمارے خلاف تقریریں کر رہا ہے۔

اب سارے قبیلوں کے نمائندے اکٹھے ہو کے ابو طالب کے پاس چلے گئے۔

کہنے لگے: ابو طالب! یہ آخری بار ہے، اس کے بعد ہم نہیں آئیں گے، تمہارے بھتیجے نے اس حد تک ہمیں مجبور کر دیا ہے، اب یا وہ رہیں گے یا ہم رہیں گے، اگر چاہتے ہیں کہ وہ اس زمین پر رہیں تو پھر وہ چپ کر جائیں، آج کے بعد توحید کی تقریریں مت کریں، اور ہمارے بتوں کے خلاف مت بولیں، اور ہمارے دین کو مت جھٹلائیں، ورنہ اس زمین میں وہ نہیں رہ سکیں گے۔

جب تند و تیز جملے ابو طالب کے دوستوں نے آ کر کہہ دیئے کہ اس کے بعد ہم نہیں آئیں گے، پھر ہم خود انہیں روکیں گے، اس وقت ابو طالب نے بالآخر سوچا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا:

یَا ابْنَ أَخِیْ ...... اے میرے بھتیجے!

إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَاؤُوْنِیْ ...... آپ کی قوم میرے پاس آئی تھی،

فَقَالُوْا كَذَا وَ كَذَا ...... انہوں نے یہ یہ کہا،

أَبْقِ عَلَیَّ وَ عَلٰی نَفْسِكَ ...... بھتیجے خود بھی زندہ رہو اور مجھے بھی زندہ رہنے دو، بھتیجے کوئی گزارہ کرو، ہم اب کیسے رہ سکیں گے، ہر قوم کا سردار دروازے پہ آ کے مجھے دھمکی دے کے چلا گیا ہے،

وَ لَا تُحَمِّلْنِیْ مِنَ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِیْقُ ...... میرے بھتیجے مجھ پہ وہ بوجھ نہ ڈالو جو میں اٹھا نہیں سکتا، مطلب یہ تھا تمہارے ابا جی تمہاری ولادت سے قبل چلے گئے اور میں تمہاری

Marfat.com

خدمت میں لگا رہا، اب مجھ پہ جو تم بوجھ ڈال رہے ہو یہ مجھ سے اٹھایا نہیں جا سکتا، سارے اکٹھے ہو کر آ گئے تھے، اب تم نہیں رکو گے تو وہ چھوڑیں گے نہیں، اس زمین پہ زندہ نہیں رہنے دیں گے، کچھ تو نرمی کرو اور یہ باتیں چھوڑ دو، خود بھی زندہ رہو، مجھے بھی زندہ رہنے دو، تمہارا بوڑھا چچا ہوں، مجھ پہ وہ بوجھ مت ڈالو جو مجھ سے اٹھایا نہیں جا سکتا۔

جب رسول اکرم ﷺ کو بلا کر معذوری ظاہر کر دی کہ آج تک میں نے بڑا مقابلہ کیا اور میں نے قریب نہیں آنے دیا، مگر اب پانی سر سے گزرتا جا رہا ہے، اور میں آپ کو کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اب میرے بس میں نہیں رہا، میں اب کچھ نہیں کر سکوں گا، اس واسطے آپ اپنا طرز عمل تبدیل کر لیں۔

جس وقت یہ بات ابو طالب نے کی تو رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک دن سوچتا ہوں، پھر بتاؤں گا، مجھے ایک گھنٹہ دے دو میں سوچ کے بتاتا ہوں کہ میں نے کیا کرنا ہے، ان کو چھوڑ دیں۔ میرے محبوب ﷺ کی شجاعت دیکھیں، کتنے پرعزم لہجے میں یہ جملہ بولا تھا کہ:

يَا عَمّ! وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

اے میرے چچا! اگر یہ لوگ جو تمہارے پاس آئے تھے، اتنی طاقت رکھیں کہ سورج کو اتار کے میرے دائیں ہاتھ پہ رکھیں اور چاند کو اتار کے میرے بائیں ہاتھ پہ رکھیں، اور کہیں کہ چپ کر دو ورنہ یہ بوجھ تمہیں اٹھانا پڑے گا، میرے چچا یاد رکھو کہ میں پھر بھی توحید کی بات کروں گا، میں پھر بھی دین پھیلاؤں گا، یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ دین کو غالب کر دے گا، یا پھر مجھے میرا رب

Marfat.com

شہادت عطا فرمادے گا۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله و الثلاثة الخلفاء ذکر المبعث، ج:1، ص:162)

یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت، استقامت اور ہمت ہے کہ پورا ماحول آتش فشاں تھا، اس ماحول میں تیرہ (13) سال تک اور مدنی زندگی میں دس (10) سال تک حق بات کا اعلان کرتے رہے، اور ہر طرف یہ فیضان چھوڑ رہے تھے کہ:

برہم ہوں بجلیاں، یا ہوائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستاں کریں گے ہم

ابوجہل کی بزدلی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت بڑا تفصیلی مضمون ہے، اپنی بات سیرت ابن ہشام کی اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ابوجہل کی دشمنی طے شدہ تھی اور اس کی چودھراہٹ اور اس کا رعب بھی طے شدہ تھا۔

ایک اراشی آدمی مکہ شریف میں آیا، اس نے ابوجہل کے ہاتھ اونٹ بیچے، ابوجہل نے اونٹ تو خرید لیے مگر پیسے نہ دیے، اور وعدہ کیا کہ میں دوں گا، وہ پھر پیسے لینے آیا تو ابو جہل اکڑ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں کعبہ شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ اراشی خانہ کعبہ کے پاس چلا گیا، وہاں قریش کی بیٹھکیں تھیں، کہنے لگا کہ میں اجنبی بندہ ہوں، میرے ساتھ تعاون کرو، ابوجہل نے میرے پیسے دینے ہیں، اب وہ پیسے نہیں دے رہا۔

وہاں جتنے بھی چودھری تھے وہ سارے ابوجہل کے چیلے تھے، کوئی طاقت نہیں رکھتا تھا

Marfat.com

کہ وہ ابوجہل سے کہے کہ فلاں بندے کے پیسے دو، تو انہوں نے مذاق سے کہا کہ وہ جو سامنے بیٹھا ہے اسے جا کے کہو، وہ تمہیں ابوجہل سے پیسے لے کر دے سکتا ہے۔

سامنے وہ بیٹھے تھے جو سارے رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اراشی ایک اجنبی بندہ تھا، اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ کون ہیں، اس نے سمجھا کہ جس پہ سارے متفق ہیں یہ واقعی مجھے پیسے دلوا دے گا۔

اراشی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا، جا کر کہتا ہے کہ:

قَدْ سَأَلْتُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ ...... میں نے ان لوگوں سے کہا کہ ایک بندہ مجھے تکلیف دیتا ہے، پیسے نہیں دیتا، اس سے پیسے لیکر دو،

فَأَشَارُوْا إِلَيْكَ ...... ان سب نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ ان کے پاس جاؤ، یہ تمہیں پیسے دلوا سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت بھی دیکھو اور حمایت خلق کا جذبہ بھی دیکھو، حق کی پاور جہاں استعمال ہونی چاہیے اس کا طریقہ بھی دیکھو، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرما سکتے تھے کہ میں تو کلمہ پڑھانے آیا ہوں، میں ابوجہل جیسے لوگوں سے قرض واپس کروانے تو نہیں آیا، یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے اور یہ تم نے خود بیچی ہے، یہ اس کی برادری بیٹھی ہے، جا کر لے لو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تجھے دشمنوں نے بھیجا ہے، مگر:

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

(حدائق بخشش، حصہ: اول، صفحہ نمبر: 135)

Marfat.com

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں
(حدائق بخشش، حصہ: اول، صفحہ نمبر: 59)

میرے محبوب ﷺ سے اراشی کہنے لگا کہ:

اِنْطَلِقْ اِلَیْہِ ...... آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں، ابوجہل سے کہیں تو سہی،

وَقَامَ مَعَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں سوچا کہ وہ اکھڑ مزاج ہے، بڑی بکواس کرتا ہے، میں کیوں خواہ مخواہ اس سے جا کر جھگڑوں، وہ آگے پتہ نہیں کیا بولے گا، لیکن ایک اجنبی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں تو میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، چلتے ہیں، ابوجہل سے پیسے مانگتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ جس وقت چل پڑے تو حرم کے پاس بیٹھے ہوئے قریشیوں نے اپنا نمائندہ پیچھے بھیجا کہ جا کر دیکھو، بنتا کیا ہے؟ یہ جا کر ابوجہل کے سامنے بولیں گے یا نہیں؟ بولیں گے تو بڑا دھیما دھیما بولیں گے، آگے پتہ نہیں وہ کیا کہے گا؟ ان کا مذاق اڑائے گا۔ اپنا نمائندہ ساتھ بھیج دیا کہ جا کر دیکھو منظر کیا بنتا ہے۔

ایک اراشی ہے کہ جس نے اپنے پیسے لینے ہیں، اور دوسرے عرشوں کے مہمان اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، اور تیسرا ان کا نمائندہ جو پیچھے جا رہا ہے اس لیے کہ وہ دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔ چلتے چلتے ابوجہل کا گھر آ گیا، جب ابوجہل کا گھر آیا تو نبی اکرم ﷺ نے آواز نہیں دی، بلکہ:

ضَرَبَ عَلَیْہِ بَابَہٗ ...... اس کے دروازے پہ زور سے دستک دی،

اب ایک تو نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ مبارک ہے، اور دوسرا ابوجہل کے دروازے پر کسی نے

Marfat.com

ایسی دستک دی ہی نہیں، وہاں تو لوگ بڑے ادب سے درخواست کرتے ہیں، لوگ تو اسے "سید الوادی" کہتے ہیں کہ یہ پوری وادی کا سردار ہے، بڑے ادب سے بولتے تھے، اور بڑی پابندیاں لگائی ہوئی تھیں کہ ابوجہل کے سامنے اونچی آواز سے بات نہیں کرنی، آہستہ بولنا ہے، ابوجہل کو یہ یقین تھا کہ جو دروازے پر آتا ہے سہما سہما آتا ہے۔

اب جس وقت رسول اکرم ﷺ نے زور سے دستک دی تو اس پہ گھبراہٹ طاری ہوگئی کہ پتہ نہیں کون آج میرے دروازے پہ دستک دے رہا ہے، جب آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے پوچھا کہ دروازے پہ کون ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مُحَمَّدٌ فَاخْرُجْ إِلَيَّ ...... میں محمد ہوں، جلدی میرے پاس آؤ، باہر آؤ،

آپ ﷺ نے اپنا نام بولا اور فرمایا کہ نکل، میرے پاس جلدی پہنچ،

فَخَرَجَ إِلَيْهِ ...... ابوجہل فوراً باہر آیا،

اور چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، اور چہرے میں خون نام کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی، رنگ فق ہو چکا تھا، اور سمجھ رہا تھا کہ آج پتہ نہیں میری کیا گرفت ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ نے جب ابوجہل کی طرف دیکھا تو اس پر سرکار ﷺ کا رعب طاری ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

أَعْطِ هٰذَا حَقَّهُ ...... اس بندے کے پیسے نکال، اس سے تو نے اونٹ خریدے، یہ بار بار چکر لگا رہا ہے، اس کے پیسے کیوں نہیں دیتا؟

أَعْطِ هٰذَا حَقَّهُ ...... اس کو اس کا حق دے دے،

ابوجہل کا تکبر والا انداز بالکل موم کی طرح بن چکا تھا اور کوئی بہانہ اس کو یاد نہ آیا کہ وہ کہتا

Marfat.com

کہ میں کل دے دوں گا، پرسوں دے دوں گا، میں اقرار کرتا ہوں، مگر کہنے لگا کہ ایک منٹ ٹھہرو میں لا کر دیتا ہوں۔ ابوجہل فوراً گیا اور پیسے اٹھا کر لایا، اور اس حقدار کو دیئے۔

دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابوجہل جیسے لوگ سوسائٹی میں پیدا کیے ہیں تو جن کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ان کو شجاعت بھی سب سے زیادہ عطا فرمائی ہے۔

جس وقت واپسی ہوئی تو وہ اراشی پیسے لے کر حرم کے پاس چلا گیا، اب قریش مکہ منتظر ہیں کہ بنتا کیا ہے؟ انہوں نے اراشی سے کہا کہ بتاؤ کیا ہوا؟ تو اراشی نے کہا کہ میں یہ پیسے لے آیا ہوں۔

وہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے، ابوجہل نے نہیں دیئے ہونگے، کہیں اور سے لائے ہو، تمہیں انہوں نے اپنی طرف سے دے دیئے ہیں۔

اراشی نے کہا کہ نہیں ابوجہل سے سرکار نے لے کر دیئے ہیں، وہ تو ان کے سامنے کانپ رہا تھا، ان کے سامنے آنکھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

عرب چودھریوں کو تشویش ہوئی کہ ہمارا لیڈر اتنا ڈرپوک نکلا کہ ان کے سامنے وہ کھڑا نہیں ہوسکا۔

کہنے لگے کہ اراشی تم جھوٹ بولتے ہو، ہم اپنے نمائندہ کا انتظار کرتے ہیں، وہ آئے تو پھر اس سے پوچھتے ہیں۔ اتنے میں وہ صحابی بھی آگیا۔ انہوں نے پوچھا کہ بتا کیا ہوا؟ یہ پیسے کس نے دیئے؟ اس نے کہا کہ پیسے ابوجہل نے دیئے ہیں۔ قریش کہنے لگے کہ انہوں نے جا کر کیا کہا۔ اس نے کہا کہ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے اس نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں محمد ہوں، جلدی باہر نکل۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابوجہل کی سانس بھی اکھڑ چکی تھی۔ اے عرب لیڈرو! تم نے

Marfat.com

جس کو اپنا قائد بنایا ہوا ہے وہ تو بزدل ہے، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نڈر، بہادر اور شجاع ہیں کہ ابو جہل کا تو ان کے سامنے رنگ ہی اڑ گیا تھا۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله و الثلاثة الخلفاء ذکر الحدیث عن اسلام عمر بن الخطاب رضی الله عنه ج:1، ص:213)

یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شجاعت میں پہلا نمبر عطا فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
5

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(پارہ نمبر 28، سورۃ الممتحنۃ، سورت نمبر 60، آیت نمبر 12)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم پاکستان'' کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا فہم عطا فرمائے، اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آج کی ہماری حاضری کو ہمارے لاکھوں دکھوں کا مداوا بنائے اور ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور ہمارے جنت میں جانے کا سبب بنائے۔

اسلام نے پہلے دن سے ہی مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی ہے، رسول اکرم ﷺ کے پاس خواتینِ اسلام مختلف مسائل کے استفسار کے لیے پہنچتیں، اور نبی اکرم ﷺ اپنے ابر کرم سے ان کی تشنگی کو بجھاتے اور ان کے قلب ونظر کو سیراب فرمادیتے تھے۔

Marfat.com

دختران اسلام کی تڑپ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم ...... ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں،

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ ...... انہوں نے آ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مرد حضرات کو یہ سنہری موقع میسر ہے کہ آپ کی باتیں سنتے ہیں، اور ان کو یاد کرتے ہیں، جبکہ ہمیں اتنا وقت نہیں ملتا، ان کو زیادہ وقت مل رہا ہے، اور وہ آپ کے فرامین کو زیادہ یاد کر رہے ہیں، تو میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کے آئی ہوں، ہمارا بھی حق ہے اور ہمارا ایک تقاضا ہے کہ:

فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا ...... ایک دن ہمیں عطا فرما دیں، یعنی سات دنوں میں سے ایک دن ہمیں دے دیں،

نَأْتِیْكَ فِیْهِ ...... اس دن ہم آپ کے پاس حاضر رہیں،

تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ ...... جو رب نے آپ کو سکھایا ہے، آپ اس میں سے ہمیں بھی عنایت فرمائیں،

اس خاتون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی ایک تڑپ کا اظہار کیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دختران اسلام میں کس قدر دین کی تڑپ تھی۔

آج مغرب زدہ عورتیں جو حقوق مانگتی ہیں کہ مردوں کو یہ ملا ہے تو ہمیں بھی یہ ملے، اس میں وہ باتیں عجیب وغریب ہوتی ہیں جن کا وہ تقاضا کر رہی ہوتی ہیں، ان کے لیے

Marfat.com

تھیٹر کھل گئے ہیں ہمارے لیے بھی ہونے چاہئیں، ان کے لیے یہ چیز بن گئی ہے ہمارے لیے بھی ہونے چاہیے، مگر اس وقت دختران اسلام سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں موجود ہیں اور کہتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کو یہ وقت میسر ہے کہ ان کی آنکھوں کے کٹورے تمہارے حسن کے سمندر سے لبریز ہیں، اور مردوں کے کان تمہارے قیمتی الفاظ کے پھولوں کو چننے میں مصروف رہتے ہیں، اور ان کے قلب ونظر پر تمہارے چہرے کی تجلی پڑتی ہے، اور تمہارے الفاظ یاد کر کے وہ اپنے سینوں کو منور کرتے ہیں، تو ایک دن ہمیں بھی عطا فرمادیں کہ جو صرف ہمارا دن ہو، اس دن ہماری کلاس لگے، آپ ارشاد فرمائیں اور ہم سنیں، ہم یاد کریں اور ہم آگے پہنچائیں۔

یہ ایک خاتونِ اسلام کی تڑپ تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست پر توجہ کرتے ہوئے فوراً فیصلہ فرمادیا کہ:

اِجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَ کَذَا فِیْ مَکَانٍ کَذَا وَ کَذَا ...... تم فلاں دن اور فلاں جگہ جمع ہو جاؤ، مجھے میرے رب نے جو علم عطا فرمایا ہے اس سے تمہیں بھی حصہ عطا فرماؤں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب: الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب: تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمتہ من الرجال و النساء مما علمہ اللہ لیس برای و لا تمثیل، ج6، ص: 2666، رقم الحدیث: 6880)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باقاعدہ وقت دیا، باقاعدہ انہوں نے اپنا حصہ مانگا، اور پھر ان کو سکھایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بھی ان پہ نگاہِ عنایت فرمارہے تھے، اب بطور خاص ان کے لیے دن معین ہو گیا، وقت کو معین کر دیا گیا کہ یہ دن تمہاری کلاس کا دن ہے، اس میں تم نے آنا ہے، اس میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم سے میں بیان

Marfat.com

کروں گا، تم اسے یاد کر کے اپنی نسل تک اس چیز کو منتقل کرنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ کے مختلف خطابات ہیں، جو سینکڑوں ہیں، جن میں دخترانِ اسلام کو براہ راست خطاب کرتے ہوئے ان کو مختلف احکام پر مطلع کیا، اوران کی علمی حیثیت کی تعمیر کی، وہ خواتین جو پہلے ایک عام سا مبلغِ علم رکھتی تھیں، ان میں سے کوئی مفسرہ بن گئی، کوئی محدثہ بن گئی اور کوئی فقیہہ بن گئی۔

یہ انداز ان خواتینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل جن کا نام سوائے جہالت وحقارت کے کچھ نہ تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقام بھی دیا اور اپنی طرف سے ان کو علوم کا ایک نصاب بھی عطا فرمایا۔

دخترانِ اسلام کا نصاب زندگی

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی سورہ ممتحنہ میں ایک خاص عہد کا ذکر ہے، جو عورتوں سے لیا گیا کہ وہ اس پر بیعت کرلیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کریں کہ ساری زندگی اس پر عمل کرتی رہیں گی، اوراس کو اپنی زندگی کا مکمل نصاب بنائیں گی۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں

يُبَايِعْنَكَ...... اس پر بیعت کرنے کو

عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا...... وہ اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی

وَلَا يَسْرِقْنَ...... اور نہ چوری کریں گی،

Marfat.com

وَ لَا یَزْنِیْنَ ...... اور نہ بدکاری،

وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ...... اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی،

یہ مومنات عہد کریں کہ وہ نہ شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی،

وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ ...... اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کوئی بانجھ عورت کسی کا بچہ اٹھا کر لے جاتی اور اپنے خاوند سے کہتی کہ یہ میرے ہاں پیدا ہوا ہے، یعنی جب خاوند سفر سے لوٹ کے آتا تو وہ کسی کے بچے کو یہ شو (show) کرواتی کہ میں نے اس کو جنم دیا ہے اور یہ تیرا بچہ ہے، اس طرح کی وارداتیں ہوتی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے بیعت لو کہ ایسا فعل اسلام کی کوئی بیٹی نہ کرے،

وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ ...... اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔

اس میں ہر چیز داخل ہوگی کہ جو بھی اچھائی کا کام ہے یہ عورتیں جو شوق سے کلمہ پڑھ رہی ہیں ان سے کہو کہ تم معروف میں میری مخالفت نہیں کرو گی۔

''معروف'' میں شامل امور

اس سلسلہ میں محدثین کا قول ہے کہ معروف میں جو بیعت ہو رہی تھی تو وہ یہ تھی کہ:

هُوَ اَنْ لَّا یَخْمِشْنَ وَجْهًا ...... مرگ کے وقت چہرہ نہیں نوچیں گی، ماتم نہیں کریں گی، بین اور ہائے ہائے نہیں کریں گی،

Marfat.com

وَ لَا يَشُقُّقْنَ جَيْبًا ...... اور گریبان نہیں پھاڑیں گی،

وَ لَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا ...... اور وہ بین نہیں کریں گی، اور نہ ہی وہ چلائیں گی،

وَ لَا يَنْشُرْنَ شَعْرًا ...... ساری زندگی اپنے بالوں کو ننگا نہیں ہونے دیں گی، اور اپنے بال بکھرنے نہیں دیں گی، اور ان کے بال کسی کو نظر نہیں آئیں گے، اس پہ وہ بیعت کریں کہ ہمارے بال کسی کو نظر نہیں آئیں گے، اور کسی کی نظر ہمارے بالوں پہ نہیں پڑے گی،

وَ لَا يُحَدِّثْنَ الرِّجَالَ اِلَّا ذَا مَحْرَمٍ ...... اور وہ ساری زندگی کسی غیر محرم سے گفتگو نہیں کریں گی یعنی اس بات پر بیعت کریں کہ وہ کسی نامحرم سے نہیں بولیں گی۔

(تفسير القرطبي، تحت آية سورة الممتحنة، رقم السورة 60، رقم الآية: 12، ج 18، ص 72)

اگر یہ ایسی بات کرنے آجائیں،

فَبَايِعْهُنَّ ...... تو پھر ان کی بیعت وصول کرلو،

اگر یہ بیعت اس پر کرنا چاہتی ہیں ایمان کی خاطر تو پھر آپ ان کی بیعت وصول کرلو،

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ...... اور پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی درخواست بھی کردو، جو خواتین اس پر بیعت کر رہی ہیں، اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اے محبوب ﷺ! تم مجھ سے کہو تو میں ان کو معاف کردوں گا یعنی جس نے معاف کرنا ہے وہ کہتا ہے کہ محبوب تم مجھ سے کہو

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ...... اے محبوب! آپ ان کے لیے استغفار کی دعا اللہ تعالیٰ سے کریں، اور آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں، تو پھر کیا ہوگا؟

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ...... بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الممتحنة، رقم السورة 60، رقم الآية 12)

Marfat.com

عورت اچھائی یا برائی کے پیمانے میں

قرآن مجید ہمارے گھروں میں موجود ہے، جس وقت کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتا ہے تو وہ قرآن مجید کے سائے میں رخصت کرتا ہے، قرآن مجید جہیز میں دیا جاتا ہے، یہ ایک رسم ہے جو ادا کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن مجید کہتا ہے اس کو سمجھا جائے، اس کے مطابق عمل کیا جائے، اس ایک آیت کا جو تقاضا ہے اس کو اگر کوئی اسلام کی بیٹی سامنے رکھے تو پوری زندگی اس کی نور سے بھر جائے گی، تھوڑی سی اس کو پابندی کرنا پڑے گی، تھوڑا سا اپنے آپ کو سنبھالنا پڑے گا، یعنی عورت اگر بگڑ گئی تو معاشرے کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اور شیطان کا جال ہے، اور اس کو شیطان کا زہریلا کانٹا قرار دیا گیا، اور اس کو فتنوں کی ماں کہہ دیا گیا۔

یہی خاتون مؤمنہ بنی اور پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور قرآن مجید کے سائے میں رہی اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعلیمات کا زیور پہنا، اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر کے سائے میں رہی، تو پھر اس کو صادقہ کہا گیا، اس کو قانتہ کہا گیا، اس کو صابرہ کہا گیا، اس کو صائمہ کہا گیا، اس کو ساجدہ کہا گیا، اس کو راکعہ کہا گیا، یہی نسلِ نو کا بہت بڑا مظہر قرار پائی، یہی انسانی نسل کے نکھار کا بہت بڑا منبع اور کھیت قرار پائی، اسی سے تقویٰ کے پھول کھلے، اسی سے پرہیز گاری کی بہار آئی، یہی صالحین کی ماں کہلائی، اسی کی گود کو جنت کے مناظر میں سے ایک منظر کہا گیا، اسی کی تربیت کو انسان کی بہت بڑی درسگاہ قرار دیا گیا، اور اس ایک عورت کے شستہ کردار کو ستر صدیقوں سے بڑا کردار قرار دیا گیا، کیونکہ اس نے قرآن مجید سیکھا ہے،

Marfat.com

اور قرآن مجید کو سنا ہے، نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو سن کے پوری زندگی اس کے زیر سایہ بسر کر ڈالی ہے۔

ایک طرف آج کا ماحول: موبائل کا استعمال، اس میں پیکجز اور گھنٹوں غیر محرموں سے باتیں، ادھر قرآن مجید کا فرمان ہے کہ:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ...... میرے محبوب جس نے تیرا کلمہ پڑھنا ہے وہ زندگی بھر غیر محرم سے نہیں بولے گی، اس کی کسی نامحرم سے بات نہیں ہوگی، ان سے یہ بیعت وصول کرو اور یہ بیعت لازم ہے۔

ادھر ایک جملہ بھی غیر محرم سے بولنا حرام ہے، سوائے اس مریضہ کے جو اپنا مرض بتانا چاہتی ہے، یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دینا چاہتی ہے، صرف ان چند صورتوں میں رخصت ہے۔

آج (معاذ اللہ) غیر محرم سے باتیں کرنے کو گناہ نہیں سمجھا جا رہا، اور پھر ٹائم کے ساتھ ساتھ اپنا ایمان ضائع کیا جا رہا ہے، ادھر کسی غیر محرم سے بولنا حرام کر دیا گیا، اور اپنی دلی رغبت کی بنیاد پر بولنا اور باتیں کرنا، اس کو ناجائز قرار دیا گیا اور سید عالم ﷺ نے ایک دخترِ اسلام کو بتایا کہ گھر میں کیسے رہنا ہے، اور باہر کیسے نکلنا ہے، اگر مرگ کا وقت ہو تو اس وقت کیسے رہنا ہے، اگر شادی کا موقع ہو تو پھر کیسے رہنا ہے۔

آج (معاذ اللہ) یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو شادی کا موقع ہوتا ہے تو اس موقع پہ گویا ایک مؤمنہ مؤمنہ نہیں رہتی یعنی اس کو اس وقت چھٹی دے دی گئی ہے، پتہ نہیں چلتا ہے کہ عیسائن یا ڈائن ہے، یا کوئی مسلمان خاتون ہے، کوئی یہودیہ ہے، یا کوئی مؤمنہ ہے۔

شادی کی تقریبات کو اپنی زندگی سے یوں خارج قرار دیا جاتا ہے گویا کہ جو اسلام کے تقاضے تھے وہ باقی زندگی میں تھے، آج کا دن اس سے بری ہے، اس میں چھوٹے

Marfat.com

بڑے سارے شریک ہوتے ہیں۔ شریعت کی خلاف ورزی کی لہر میں اکثر حاجی اور نمازی بھی بہہ جاتے ہیں اللہ بچائے۔

اور پھر جس وقت کوئی مرگ، افسوس وغیرہ کا موقع ہوتا ہے تو اس وقت جو بے صبری اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، وہ ایک مستقل المیہ ہے، آج اس وقت رمضان المبارک کے پرنور ماحول میں قرآن مجید ہمارے سامنے ہے، اور دھیان ہمارا اس کی طرف ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی بارش برس رہی ہے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ ناز گنبد خضراء سے اپنی امت کو دیکھ رہی ہے، ایسے میں دخترانِ اسلام نے عہد بھی کرنا ہے، اور ہم سب نے ان احکام کو سمجھنا بھی ہے لیکن صرف کانوں کی لذت کے لیے نہیں، بلکہ ایمان کے وقار کے لیے اور ایمان کی بہار کے لیے، کہ چلو جب تک پتہ نہ تھا کوئی اور معاملہ تھا، حالانکہ یہ لازم ہے کہ جس وقت کوئی بالغ ہو جائے، مرد ہو یا عورت، تو جیسے نماز فرض ہے، ایسے ہی زندگی گزارنے کا رستہ جاننا بھی فرض ہے، جو نہیں پوچھتی اور نہیں جانتی وہ مجرمہ ہوگی، اور جو مرد نہیں پوچھتا وہ بھی مجرم ہوگا۔

اب قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور جن ہستیوں کو آپ نے سکھایا ان کا کردار مختصر وقت میں پیش کر رہا ہوں تا کہ میرے لیے بھی ذریعہ نجات بن جائے، اور آپ سب کے لیے بھی ذریعہ نجات بن جائے۔

جنتی محل

سب سے مشکل وقت وہ ہوتا ہے جب کسی کا باپ فوت ہو گیا ہو، کسی کی ماں فوت ہو گئی ہو، کسی کا بیٹا فوت ہو گیا ہو، اس وقت کچھ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ کہو جو کچھ ہم سے ہوتا ہے وہ ہم کرتے ہیں، جو کچھ زبان پہ آتا ہے وہ کہتے ہیں، شکوے اور گلے

Marfat.com

رب سے کرتے ہیں، جس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے رب کو مانا بھی ہے یا کہ نہیں مانا، اس نے جب بچہ دیا تھا تو اس نے کوئی قیمت وصول نہیں کی تھی، اب اگر اس کے دنیا سے چلے جانے پر اپنے رب سے جھگڑے اور شکوے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا، اور جہاں صبر کا منظر ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ:

اِبْنُوْا لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ سَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ ...... جنہوں نے بچے کی میت پہ کھڑے ہو کر صبر کیا، فرشتو! ان کے لیے نیا محل جنت میں تیار کرو، اور اس کا نام بیت حمد رکھو اور کہو کہ یہ وہ گھر ہے جو باپ کو صبر کرنے پر مل جاتا ہے۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان و هو باب فی الصبر علی المصائب، ج:7، ص:119، رقم الحدیث:9700)

درسِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا آ گئیں، وہ آپ کا یہ درس سن چکی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

وہ عورت میری امت میں نہیں ہے، وہ ہماری نہیں، وہ ہم میں سے نہیں، وہ ہمارے طریقے پر نہیں، کون؟

مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ ...... جس نے مشکل گھڑی میں اپنے چہرے کو پیٹنا شروع کر دیا، اور اپنے رخساروں پہ مارنا شروع کر دیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایسا کیا وہ امت سے خود نکل گئی۔

لَيْسَ مِنَّا ...... وہ ہم میں سے نہیں، وہ ہمارے طریقے سے خود نکل گئی،

Marfat.com

شَقَّ الْجُیُوْبَ ...... اور جس نے گریبان پھاڑا،

یہ خواتین میں عادتیں ہیں کہ وہ بے صبری میں کپڑے پھاڑ دیتی ہیں، جس نے ایسے وقت میں بے صبری سے کام لے کر گریبان پھاڑا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

یہ کتنا بڑا جملہ اور جھڑکی ہے، اور کتنا جھنجھوڑ رہے ہیں، جو محبوب ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کے آئے ہیں، اور جو ذرے ذرے پہ ابر کرم بن کے برسے ہیں اور جنہوں نے دیکھا کہ انسانیت جہنم میں جا رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پتنگوں کی طرح چھلانگیں لگا کر جہنم میں جا رہے تھے تو:

وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ ...... میں نے تمہیں کمر سے پکڑ لیا ہے اور تمہیں جہنم میں نہیں جانے دوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب :الانتھاء عن المعاصی، ج 5، ص 2379، رقم الحدیث: 6118)

جس عورت نے کلمہ پڑھ لیا، اب وہ اس موقع پہ اپنا گریبان نہ پھاڑے، یہ دونوں کا نصاب ہے یعنی مرد اور عورت کا، مرد یہ نہ سمجھے کہ ہمارے لیے کھلی چھٹی ہے، لیکن چونکہ ایسے زیادہ واقعات عورتوں سے سرزد ہوتے ہیں اس لیے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

شَقَّ الْجُیُوْب ...... جس نے گریبان کو پھاڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے،

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس نے قمیص کے سامنے گریبان بنوا لیا، جو بٹن کھلے رہنے کی صورت میں بے پردگی کا باعث ہے وہ اسلام کی بیٹی نہیں ہے،

شَقَّ الْجُیُوْب ...... جس نے قمیص میں سر ڈالنے کے لیے گریبان سامنے بنایا، وہ اسلام کی بیٹی نہیں ہے،

Marfat.com

دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِيَّةِ ...... اپنے بھائی یا بیٹے کی وفات پر بین کرنا، اور کہنا کہ تو کتنا بڑا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا سے اٹھا کر کتنا نقصان کیا، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ تیری کتنی ضرورت تھی، اس طرح فوت شدہ کی تعریف کرنا جو اس میں موجود نہیں ہے، جو عورت اس انداز میں کسی کے مرجانے پر آہ و بکا، یا اس قسم کے الفاظ استعمال کرے گی اور اس عمل کو سرکار ﷺ نے ''دَعْوَی الْجَاهِلِيَّة'' کہا کہ یہ جاہلیت کی باتیں ہیں، جس نے ایسا کیا تو رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق میری امت سے نہیں ہے، میری امت میں تو وہ صابرہ، شاکرہ ہے کہ جس پر ایسا وقت آ گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: لیس منا من شق الجیوب،
ج:1، ص:435، رقم الحدیث: 1232)

آنکھوں میں آنسو آنے پر شریعت میں پابندی نہیں ہے، حالت اضطراب میں جو آواز نکل جائے اس پر بھی پابندی نہیں ہے، لیکن بین، دیگر الفاظ اور جملے اور زور زور سے آوازیں بلند کرنا اس سے منع کیا جا رہا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو جو طعنے دیے جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے شکوے کیے جاتے ہیں، اس سے بطور خاص نبی اکرم ﷺ نے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے ایسا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس نے ہمارے طریقے کو چھوڑ کر جاہلیت کے طریقے کو اپنا لیا۔

بلند حوصلہ خاتون

رسول اکرم ﷺ کی اس تقریر کا اثر کتنا ہوا، مدینہ شریف میں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون آ گئی، اس کا نام ''ام خلاد'' تھا، وہ اس موقع پر آئیں کہ ان کا بیٹا

Marfat.com

جنگ میں شہید ہو گیا، نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے تو یہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گئیں، جس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس وہ صحابیہ آئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا تعجب ہوا، ماں ہو اور پھر اس کا بیٹا فوت ہو چکا ہو، نہ ہی اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا ہو، جس وقت حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے دربار میں پہنچی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ:

وَ هِيَ مُتَنَقِّبَةٌ ...... اس نے چہرے کا نقاب کیا ہوا تھا، چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔

تَسْأَلُ عَنِ ابْنٍ لَهَا وَ هُوَ مَقْتُوْلٌ

وہ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی تھی، جو شہید ہو چکا تھا،

فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جِئْتِ تَسْأَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَ أَنْتِ مُتَنَقِّبَةٌ

بعض اصحاب نبی ﷺ کہنے لگے کہ اے ام خلاد! تم اپنے شہید بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو، اور تم نے اتنا نقاب کیا ہوا ہے،

صنف نازک کو جب ایسا تیر لگتا ہے تو ہوش اڑ جاتے ہیں، یہ صدمے کا آغاز تازہ صدمہ ہے، اس وقت تمہیں خبر پہنچی ہے کہ بیٹا شہیدؓ ہو گیا ہے اور تم نقاب کر کے اتنے صبر سے آئی ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعجب سے دیکھ رہے تھے، اسلام کی ایک بیٹی صبر کا کتنا بڑا کوہِ ہمالیہ ہوتی ہے، اور جس نے نبی اکرم ﷺ سے سیرت کے سبق پڑھے ہیں اس کا کردار کتنا ستھرا کردار ہوتا ہے، اور اس حد تک ان کو رب ذوالجلال عظمتیں عطا فرماتا ہے کہ اس وقت انہوں نے ایسا جملہ بولا کہ قیامت تک کی بیٹیوں کو ایک نصاب عطا فرما دیا۔

Marfat.com

حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا سے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوچھ رہے تھے کہ تیرا بیٹا شہید ہو گیا، اور چہرے کا اتنا پردہ اس وقت بھی کیا ہوا ہے، اور تم اتنے وقار کے ساتھ پردے کی حالت میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی ہو، تو حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ:

اِنْ اُرْزَأْ اِبْنِیْ فَلَنْ اُرْزَأَ حَیَائِیْ ...... میرے محبوب کے غلامو! میرا بیٹا شہید ہوا ہے، میری حیا تو شہید نہیں ہوئی، شہادت میرے بیٹے کی ہوئی ہے،

فَلَنْ اُرْزَأَ حَیَائِیْ ...... شہادت میری حیا کی تو نہیں ہوئی۔

(السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی فضل قتال الروم و قتال الیهود، ج 9، ص: 295، رقم الحدیث: 18591)

میرے بیٹے کا جنازہ اُٹھا، میری حیا کا جنازہ تو نہیں نکلا، یہ ٹھیک ہے کہ میرے دل کا ٹکڑا مجھ سے جدا ہو گیا اور بیٹے کی شہادت کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہی ہوں، مگر ان کا جو دیا ہوا سبق ہے مجھے اس سے پتہ چل رہا ہے، محبوب کا کھلا چہرہ سامنے ہو تو بچے کی شہادت پہ میں بے صبری کیوں کروں۔

تمہارے دم سے ہے آباد میرا گلشن ہستی
جو تم ہو تو خزاؤں کا کوئی خطرہ نہیں مجھ کو

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے صدقے مجھے سب کچھ ملا، آپ کے زیر سایہ اس نے جامِ شہادت نوش کر لیا"، صحابیہ ہیں، صنف نازک ہیں اور جواب دے رہی ہیں، "ایسا موقع ہے تو میں اپنی حیا پر پانی نہیں پھیروں گی، اپنی حیا کو برقرار رکھوں گی، اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق رہوں گی"۔

Marfat.com

جاہلیت کا زمانہ کیسا تھا، انقلاب کیسے آیا ہے، یہ بیعت کرنے والی عورتیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی لاج کیسے رکھی ہے، ایسے گھمبیر حالات میں جہاں کلیجہ منہ کو آتا ہے اور انسان کا جگر پگھل جاتا ہے، یہ صنف نازک پھر بھی صبر کر کے قیامت تک کی بیٹیوں کو بتا رہی تھی کہ بعد میں آنے والیو! تم نے دیکھنا ہے کہ جنہوں نے براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا ان کا کردار کیا ہے، ہمارے کردار کو دیکھ کر تم نے اپنا کردار استوار کرنا ہے کہ جب مصیبت آجائے تو وہ مصیبت کسی اور چیز پر ہو، تمہاری حیا پر مصیبت نہ ہو، تمہارے شرم پر مصیبت نہ ہو، تمہارے پردے کا جنازہ نہ نکل جائے، بلکہ اس وقت بھی پردے میں رہ کر یہ ثابت کرو کہ ہم نے کسی اور کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ہم نے گنبد خضراء کے مکین کا کلمہ پڑھا ہے۔

آج ہمیں ایسے نام نہاد مفکرین کا سامنا ہے جو کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ ہوتا ہی نہیں، باقی پردہ ہے، چہرے کا کوئی پردہ نہیں۔ این۔جی۔اوز میں موجود مغرب زدہ خواتین کہ جنہوں نے مختلف دفاتر بنا رکھے ہیں، اسلام کی بیٹیوں کو بے راہ روی کی طرف لگانا چاہتی ہیں، اور غیروں کی پالتو ایجنٹ عورتیں پاکستان میں ان کے مشن پر کام کر رہی ہیں۔

دوسری طرف ایسے نام نہاد مفکرین ہیں کہ معاشرہ پہلے ہی آتش فشاں ہے، پھر کہتے ہیں کہ چہرے کا کوئی پردہ ہی نہیں ہے، ان کے مذہبی جلسوں میں عورتیں بے حجاب ٹانگوں پہ ٹانگیں چڑھا کے بیٹھی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ قرآن و سنت کی کتنی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں اور ادھر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نورنگر مدینہ شریف ہے کہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کا بیٹا بھی شہید ہو چکا ہے مگر پھر بھی چہرہ ڈھانپا ہوا ہے اور بتانا چاہتی ہیں کہ ہم نے جن سے پردے کے سبق سیکھے ہیں، انہوں نے ہمیں چہرے کا پردہ بھی بتایا ہے۔

Marfat.com

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، جو رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، جب ان کو پیغام پہنچا کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہا فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد تیسرا دن جب گزر رہا تھا تو آپ نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور خوشبو اپنے چہرے پہ لگائی اور اپنی ہتھیلیوں پہ لگائی۔ جو عورتیں آپ کے پاس آئی ہوئیں تھیں، ان سے کہا کہ تم نے مجھے یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے:
كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةً ...... مجھے اس چیز کی کوئی ضرورت نہ تھی، میں ان خوشبوؤں کو پسند نہیں کرتی تھی، مگر اس وقت میں نے یہ خوشبو کیوں لگائی، فرمانے لگیں کہ:

لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا

اگر میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پہ ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دنوں سے زائد کسی پر سوگ منائے، سوائے زوج کے، اگر اس کا زوج فوت ہو جائے تو پھر وہ چار مہینے دس دن حالت سوگ میں رہے گی۔ تو کبھی خوشبو نہ لگاتی۔

(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب: حد المرأة على غير زوجها، ج:1، ص 430، رقم الحديث: 1221)

اس کے سوا خواہ والد فوت ہو جائے، خواہ بیٹا فوت ہو جائے، خواہ بھائی فوت ہو جائے

Marfat.com

اس عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ سوگ کی حالت میں رہے، کہنے لگیں کہ میرے ابا جی فوت ہوئے تھے، تین دن مکمل ہو گئے ہیں میں خوشبو لگا کے بتانا چاہتی ہوں کہ میرا آخرت پر بھی یقین ہے اور میرا اللہ تعالیٰ پر بھی یقین ہے، میرا رسول اکرم ﷺ پر بھی یقین ہے۔ میں نے صرف اس لیے خوشبو لگائی ہے تاکہ میری دختران اسلام کو پتہ چلے کہ ہماری امی ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے ابا جی جب فوت ہوئے تھے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو پس پشت نہیں ڈالا بلکہ سرکار ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھا، اور فرمایا کہ مجھے خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن خوشبو اس طرح لگانا سوگ کے ختم کرنے کا اعلان ہے، تو میں زرد رنگ کی خوشبو لگا کر بتا رہی ہوں کہ جو نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے اس پر عمل کر کے ہم یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ ہم نے جاہلیت کی ساری رسمیں مسترد کر دی ہیں اور ہم نے نبی اکرم ﷺ کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایسا نصاب عورتوں کو عطا کیا جو کہ پوری زندگی کے لیے کافی ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی فرمائی اور صحابیات نے عمل کر کے دکھایا، ان کے محبت کے نعرے کھوکھلے نہیں تھے، نبی اکرم ﷺ نے جہاں کھڑا کر دیا ہے اسلام کی بیٹی نے ساری زندگی وہیں گزار دی ہے، چونکہ یہاں سے آگے جانے کو سرکار ﷺ حرام کہتے ہیں تو میں سرکار ﷺ سے پیار کر کے آگے چلی جاؤں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ سنت مطہرہ کا جذبہ تھا کہ جس پر پوری ملت اسلامیہ میں اگر ہم نظر دوڑائیں تو ہمیں ایسی مائیں نظر آئیں گی کہ جنہوں نے اپنے صالح کردار کے ساتھ آج تک متاع گراں مایہ پر پہرہ دے کے دکھایا ہے۔

Marfat.com

خاتون جنت سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، جو شہزادی سرکار کونین کی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہیں، حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ، طاہرہ، صالحہ، عابدہ رضی اللہ عنہا کا وقت وصال قریب تھا تو انہوں نے کیا کیا؟

اِسْتَقْبَلَتِ الْقِبْلَةَ ...... اپنا منہ قبلہ شریف کی طرف پھیر لیا،

ثُمَّ تَوَسَّدَتْ يَمِينَهَا ...... پھر دایاں بازو نیچے رکھا، اس کے اوپر اپنا چہرہ رکھ کر قبلہ کی طرف کر دیا۔

قبلہ کی طرف اس لیے کیا کہ قیامت تک جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ہوگی، یا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیار کرنے والی ہوگی اس کو سبق مل جائے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے جا رہی تھیں، روح نکل رہی تھی تو پھر بھی آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا

(تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، کتاب الجنائز، ج 2، ص 239)

وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی محبت کا دعوی نہ کرے کہ جس کا سر سجدے میں جھکتا ہی نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح نکل رہی ہے اور چہرہ قبلہ شریف کی طرف ہے، اور یہ اثر ہے کہ روح نکلتے وقت سر قبلہ کی طرف ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر سجدے میں ہے، ادھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کیا، اپنے چہرے کو دائیں ہاتھ پہ رکھا اور بتا دیا کہ جو ملت اسلامیہ کی بیٹیاں ہیں، اور مجھ سے جو پیار کرنے والی ہیں، اور جو قیامت تک میرا نام لیں گی میں ان کو اپنا پیغام دینا چاہتی ہوں کہ جب تک بدن میں جان ہو تو پھر قبلہ کی طرف حاضری ہو،

Marfat.com

رب کے دربار میں سجدہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کو بھول کر نماز کے وقت کو چھوڑ نہ دیا جائے، اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری برقرار رکھی جائے تاکہ روح جب نکل رہی ہو تو سر قبلہ کی طرف جھک رہا ہو۔

ایک سوال، ایک تڑپ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال اور ایک تڑپ، جس میں اسلام کی بیٹی کے لیے ہزاروں سبق موجود ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کو یہ حدیث سنایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّیْ وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم

میں تمہیں اپنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں، کا واقعہ نہ سناؤں، میں تمہیں اپنی آپ بیتی نہ سناؤں، ہمارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آنے جانے کا معاملہ، اس کے بارے میں تمہیں نہ بتاؤں؟ اب لوگ شوق سے کہتے تھے کہ بتاؤ، وہ کون سی بات ہے کہ جس کو تم اس انداز میں بیان کرنا چاہتے ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سنایا کرتے تھے کہ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اتنی بڑی شخصیت اور ان کا اتنا بڑا مقام کہ جن کے گھر میں کبھی چکی فرشتے بھی آکر چلاتے تھے اور آٹا پیستے تھے، لیکن ان کا خاتونِ خانہ ہونے کے لحاظ سے کردار کتنا تھا، اور وہ اپنے گھر کو کیسے چلاتی تھیں، اور گھر کے چلانے میں ان کا طریقہ کیا تھا؟۔ فرمانے لگے کہ:

Marfat.com

إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى أَثَّرَ فِي يَدِهَا ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں آٹا پیسنے کے لیے اتنی چکی چلاتی تھیں کہ اس چکی کی دستی کے نشان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں پڑ چکے تھے۔

آج یہ حدیث سنتے وقت دخترانِ اسلام کو سوچنا ہے کہ وہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جو جنتی عورتوں کی سردار ہیں، امورِ خانہ میں اگر ان کا تقاضا رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو سونے کا گھر بنا دیا جاتا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی چلائی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے،

وَ اسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا ...... انہوں نے کنوئیں سے مشکیزے اتنے بھرے کہ جب کندھے پہ رسا رکھ کر کھینچتی تھی تو چھاتی پہ نشان بن چکا تھا، اپنے بچوں کے لیے اور اپنے گھر کے لیے روزانہ پانی کے ڈول کنوئیں سے کھینچتی ہیں، ایک طرف ہاتھوں پہ نشان ہیں، اور دوسری طرف چھاتی پہ نشان ہیں، سینے کے اوپر والے حصے میں نشان پڑ چکے ہیں،

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:

وَ كَنَسَتِ الْبَيْتَ ...... اور گھر میں جھاڑو دیا،

حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا ...... یہاں تک کہ آپ کے کپڑے گرد آلود ہو گئے،

آج کے دور میں گھر کی صفائی ایک عورت کے لیے عار اور شرم ہے، اور کہتی ہے کہ دس خادمائیں ہوں، وہ کام کریں، میں گھر کا کام کیوں کروں گی، میں تو اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہوں۔ تو کون ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑے باپ کی بیٹی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امورِ خانہ میں کیسا کردار ادا کرتی ہیں،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں جھاڑو دیتی تھیں:

Marfat.com

حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا ...... یہاں تک کہ کپڑے گرد آلود ہو جاتے تھے،

جب اتنی مشقت کرتی تھیں تو اسی دوران ہمیں پتہ چلا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آگئی ہیں، آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انہیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ لَوْ اَتَيْتِ اَبَاكَ ...... میں نے کہا کہ فاطمہ وقت اچھا ہے، چلو اپنے ابا جی کے پاس،

فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا ...... تم نبی اکرم ﷺ کے پاس چلو اور ایک لونڈی مانگ کے لے آؤ، اور وہ تمہارے ساتھ گھر میں کام کرے، تمہارا کیا حال ہو گیا ہے گھر میں کام کرتے کرتے۔

لفظ ''خادم'' عربی زبان میں ''عورت اور مرد'' دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، تم اپنے ابا جی کے پاس جا کر کوئی خادمہ لے آؤ، لونڈیاں آگئی ہیں، آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کریں گے تو ہمیں بھی ایک خادمہ مل جائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار کی بات مان لی:

فَاَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا ...... جب سرکار ﷺ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تو پروانوں کے جھرمٹ میں ہیں، دائیں بائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں، لوگ اپنی حاجات پیش کر رہے ہیں، رسول اکرم ﷺ سے سوال پوچھ رہے ہیں اور آپ ﷺ جواب دے رہے ہیں۔ اب دیکھو کہ سرکار ﷺ نے دین کو کتنا تام دیا، وہ بیٹی جو جگر کا ٹکڑا ہے، ان کو یہ حوصلہ نہ ہو سکا کہ ابا جی میں آگئی ہوں، میں بات کرنا چاہتی ہوں، ان خادموں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں، یہ کہیں بیٹھ جائیں، انتظار کریں، پہلے میں ملاقات کر لوں۔ اس دین کو اتنا پیار دیا ہے محبوب ﷺ نے کہ پیاری فاطمہ یہ نہ کہہ سکیں کہ جو پاس بیٹھے ہیں ان کو اٹھا دو اور میں اپنی بات کر لوں۔

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ جب میں نے لوگوں کو مسائل پوچھتے دیکھا تو میں خود سمجھ گئی اور میں واپس آ گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے درِ پاک میں پہنچ گئیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہاں پہنچیں تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ! تم بتاؤ تو کیا حاجت ہے، کس کام کو آئی ہو:

مَا کَانَ حَاجَتُكِ ...... اے فاطمہ! تمہاری حاجت کیا تھی، کس کام کے لیے آئی ہو،

فَسَكَتَتْ ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں،

فَقُلْتُ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

أَنَا أُحَدِّثُكَ ...... یا رسول اللہ ﷺ! یہ چپ کر گئی ہیں، میں بتاتا ہوں کہ یہ کیوں آئی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ!

جَرَّتْ بِالرَّحٰی ...... اے محبوب ﷺ! صاحبزادی آپ کی ہے اور چکی اتنا چلاتی ہیں کہ حَتّٰی أَثَّرَتْ فِیْ یَدِهَا ...... ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں،

وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰی أَثَّرَتْ فِیْ نَحْرِهَا ...... انہوں نے مشکیزے اتنے اٹھائے ہیں کہ چھاتی پر بھی نشان بن گئے ہیں،

فَلَمَّا جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِیَكَ ...... جب آپ کے پاس اتنے خادم آ گئے ہیں تو میں نے ان کو کہا کہ چلو ہم بھی چل کے مانگتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ خادمہ دے دیں تو کچھ کام گھر میں وہ کرے اور کچھ آپ کریں،

جس مشقت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پڑی ہوئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ بڑی مشقت سے بچ جائیں۔

Marfat.com

اب اس میں کئی پہلو قابل غور ہیں:

آج داماد کے بارے میں کوئی سسر ایسی باتیں سن لے تو وہ کہتا ہے کہ اس نے میری بیٹی کو تو کوئی سہولت ہی نہیں دے رکھی، میری بیٹی خود آٹا پیستی ہے، خود مشکیزے اٹھا رہی ہے، اور خود جھاڑو دے رہی ہے۔ اپنے داماد کو سسر جھڑکیاں دینا شروع کر دے کہ تم نے کیا کیا؟

مگر میرے محبوب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی ایسا ذکر نہیں کیا، اور ان چیزوں پہ سکوت بتاتا ہے کہ یہ خاتونِ خانہ کے کام ہیں، اگر اس کو یہ کرنے پڑ گئے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، یہ کام اس کو کرنے چاہیں، ہاں! اگر کسی خاوند کے پاس سہولت کے مواقع ہیں تو وہ فراہم کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ چیزیں دیکھ لیں اور سرکار ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی، طبعی طور پر بھی ایسا تقاضا ہو سکتا تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ اتنی مشقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کر رہی ہیں، آج کے بعد فاطمہ ایسا مت کرنا، میں ابھی سے بندوبست کرتا ہوں۔ وہ چاہیں تو جنت کی ہزاروں حوریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دہلیز پر آ کر کھڑی ہو جائیں، مگر میرے محبوب ﷺ کا جملہ کیا تھا۔ سمجھتے تھے کہ آج میں اپنی بیٹی فاطمہ کے لیے ہزاروں حوریں تو کھڑی کر سکتا ہوں مگر کل امت کی بیٹیاں بھی تو ہوں گی، ایسا نصاب دوں کہ ان کو بھی نصاب مل جائے، ایسی چیزیں دوں کہ وہ صرف میرے جگر کے ٹکڑے کو ہی نہیں بلکہ میرے امتی کے جگر پاروں کو بھی نصاب مل جائے۔ میرے محبوب ﷺ کے ہاں کمی تو کوئی نہ تھی، جو فرماتے فوراً میسر ہو جاتا اور ہمیشہ کے لیے ایسا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے لفظ کیا

Marfat.com

ہیں، یہ سبق ہے اس باپ کے لیے جو اپنی بیٹی کو بیاہ کے بھیجتا ہے، جب وہ اپنے باپ کو کچھ آ کر کہے تو وہ آگے اس کو کیا کہے، باپ کیسے دلاسا دے اور باپ کیسے تربیت کرے، باپ کیسے اس خاندان کو آباد رکھنے کے لیے کردار ادا کرے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ ...... اے فاطمہ! خدا سے ڈرو، وہ جو پہلے ہی ڈرنے والی فاطمہ ہیں، رات مصلّے پہ گزر جاتی ہے اور دن روزے میں گزر جاتا ہے، مشقت بھی کرتی ہیں،

اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ ...... اے فاطمہ! خدا سے ڈرو،

وَ أَدِّيْ فَرِيْضَةَ رَبِّكِ ...... اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو،

وَ اعْمَلِيْ عَمَلَ أَهْلِكَ ...... اور گھر کا کام بدستور جاری رکھو، جو تمہارے اہل کا کام ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں کر رہی ہو، یہ کام کرتی رہو، اور ترتیب بیان کر دی کہ تقویٰ، پھر اپنے رب کا فریضہ اور پھر اپنے شوہر کی خدمت۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نصاب دے رہے ہیں، اگر آپ اپنی بیٹی کے لیے جو چاہتے وہ ایک منٹ سے بھی پہلے میسر ہو جاتا، لیکن فرمایا کہ قیامت تک فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خادمائیں بھی آئیں گی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیار کرنی والی بیبیاں پیدا ہوں گی تو سب کے لیے جامع نصاب ہو۔

اے فاطمہ! تم اپنے رب سے ڈرتی رہو، اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو، اور پھر اپنے اہل کا جو کام کرتی ہو وہ مسلسل کرتی رہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ والدین کے لیے درسِ حیات ہے کہ اپنی بیٹیوں کو ایسے معاملات میں جس وقت بریف کریں اور انہیں سمجھائیں تو یہ باتیں بتائیں کہ ایک ہے

Marfat.com

رب کا فرض، پھر ہے اس گھر والے کا فرض اور اس کی خدمت۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! تم آئی ہو تو تمہیں اس وقت خالی نہیں بھیجیں گے، تمہیں دوں گا تو ساتھ قیامت تک کی بیٹیوں کو بھی دوں گا، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ ...... جب کام کاج سے فارغ ہو کر، نماز پڑھ کر لیٹنے لگو تو ایک کام کرنا،

فَسَبِّحِیْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ ...... تم نے تینتیس (33) مرتبہ "سبحان اللہ" کہنا ہے،

وَاحْمَدِیْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ ...... اور تم نے تینتیس (33) مرتبہ "الحمد للہ" کہنا ہے،

وَ كَبِّرِیْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ ...... اور چونتیس (34) مرتبہ "اللہ اکبر" کہنا ہے،

فَتِلْكَ مِائَةٌ ...... میری بیٹی اس طرح یہ سو (100) بن جائے گا، تینتیس (33) بار "سبحان اللہ"، تینتیس (33) بار "الحمد للہ" اور چونتیس (34) بار "اللہ اکبر" کہو گی تو یہ سو (100) بن جائے گا، فَهِیَ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ ...... یہ وظیفہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے وہ لونڈی تمہارے ساتھ اتنا تعاون نہیں کرے گی جتنا یہ تسبیح تمہارے ساتھ تعاون کرے گی۔

سرکار ﷺ کی بارگاہ میں اس لیے گئی تھیں تا کہ بوجھ ختم ہو جائے، لیکن بظاہر تو بوجھ اور بڑھ گیا، حقیقت میں نہیں۔ آج جیسے لوگوں کا دماغ ہو تو وہ کہیں کہ گئے تھے نمازیں بخشوانے، روزے گلے پڑ گئے، ہم چھٹی لینے گئے تھے مفتی صاحب نے اور لازم کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تم مجھ سے خادمہ مانگنے آئی ہو، خادمہ سے بڑی چیز دے رہا ہوں اور یہ تسبیح فاطمہ ہے، سوتے وقت یہ تسبیح پڑھ لیا کرو،

Marfat.com

فَهِيَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ ...... یہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے،

یعنی خادمہ تمہارے ساتھ کام کر کے اتنا تعاون نہیں کرے گی، خادمہ کے کام کرنے سے اتنی ریلیف نہیں ملے گی، اتنا سکون نہیں ملے گا جتنا سو (100) بار کے اس ذکر سے تمہیں سکون ملے گا۔

عظیم باپ کی عظیم بیٹی کے لفظ سنو:

یہ نہیں کہا کہ ابا جی میں کام کر کر کے تھک جاتی ہوں، خادمہ لینے آئی تھی، آپ نے اور لازم کر دیا، کیا شان ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی، کہنے لگیں

قَالَتْ رَضِيْتُ عَنِ اللّٰهِ عز و جل و عَنْ رَسُوْلِه صلى الله عليه وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ محبوب تمہاری فاطمہ رب سے بھی راضی ہے اور رب کے نبی سے بھی راضی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ ہے میرے ابا جی! یہ ذہن میں خیال نہ لانا کہ بچی آئی تھی، اس نے مانگا تھا اور جو اس نے مانگا تھا میں نے وہ نہیں دیا، میرے ابا جی میں اپنی طرف سے اظہار کرتی ہوں کہ:

رَضِيْتُ عَنِ اللّٰهِ عز و جل و عَنْ رَسُوْلِه صلى الله عليه وسلم ...... میں رب پہ بھی راضی ہوں اور رب کے نبی پہ بھی راضی ہوں، دونوں باتوں کا بطور خاص ذکر کر کے اس بات کو قیامت تک آنے والی بیٹیوں کو بتایا کہ اے دخترانِ اسلام! جہاں رب کا نام زبان پہ آنا چاہیے وہاں رب کے محبوب کا نام بھی زبان پہ ہونا چاہیے اور یہ کہو کہ میں رب سے بھی راضی ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی راضی ہوں۔

(كنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال، حرف الميم، كتاب المعيشة من قسم الأفعال، باب: أدب النوم و أذكارها، ج 15، ص 508، رقم الحديث: 41985)

Marfat.com

ایسے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ اعزاز عطا فرماتا ہے کہ جس وقت ایک انسان اا ایسے فیصلوں پہ راضی ہوتا ہے اور یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے، آج اتنا وبال آ چکا ہے، اور اتنی نام نہاد روشن خیالی نے مرد وزن کے منہ کھول دیئے ہیں کہ جب کہا جائے کہ یہ شریعت ہے، اور یہ قرآن وسنت ہے، تو آگے سے جواب کئی قسم کے ملتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ: نہیں، ہمارا بھی حق ہے، انسانیت کا بھی کوئی حق ہے، آخر عقل کی بھی کوئی مانگ ہے، آخر زندگی بھی کچھ گزارنی ہے، آخر دنیا بھی کچھ کہتی ہے، اس طرح کی باتیں سامنے آتی ہیں، مگر ادھر قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

جب اللہ فیصلہ کردے اور اللہ کے رسول فیصلہ کردیں تو کسی مؤمن اور مؤمنہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آگے اپنی زبان کھولے، بلکہ چپ ہو جائے، سر تسلیم خم کردے کہ جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شریعت میں آ گیا، جو قرآن مجید نے کہہ دیا میں اس کی پابند ہوں، میں کسی فیشن پرست عورت کی بات نہیں سنوں گی، میں کسی مغرب زدہ خاتون کے جال میں نہیں آؤں گی، میں کسی دنیا کی لیڈی کے فیشن کی طرف نہیں دیکھوں گی، میرے سامنے میرے رب کا قرآن ہے، اور میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الأحزاب، رقم السورة: 33، رقم الآية: 36)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف اسباق دیئے ہیں ان میں سے ایک گھر کے اندر رہنا اور

Marfat.com

زندگی کا سفر طے کرنا ہے، آج اللہ تعالیٰ ہر بندے کے گھر کو شریعت کا رنگ عطا فرمائے۔ لوگ آ کر ایسی ایسی داستانیں بیان کرتے ہیں کہ انسان سن کے حیران رہ جاتا ہے کہ کلمے کا اثر کتنا باقی ہے۔ ایسی ایسی خرافات عورتوں میں آ گئیں، ایسے ایسے فیشن، ایسی ایسی حماقتیں عورتوں میں آ گئیں کہ عقل سلیم بھی ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتی، چہ جائیکہ شریعت ان میں سے کسی چیز کی حمایت کرتی ہو اور سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی وہ بیٹی یہ بھول چکی ہے کہ میں نے کلمہ کس کا پڑھا تھا، کلمہ پڑھتے وقت کہا کہ اب مرضی اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی، میری کوئی مرضی نہیں ہے، جو تم کہو وہ ہی میرا دین، جو تم کہو وہ ہی میری شریعت، اور جو تمہارا فیصلہ وہ ہی میرا لائف کوڈ اور میری زندگی کا نصاب مگر راہِ زندگی میں چلتے چلتے بھول گئی، کبھی کسی صنم خانے میں اور کبھی کسی فیشن کدے میں اور کبھی کسی بیوٹی پارلر میں اور کبھی کسی فیشن شو میں اور کبھی کسی میلے ٹھیلے میں، اسے یاد نہ رہا کہ میں نے کیا عہد کیا تھا اور کلمہ کیا پڑھا تھا؟

اور پھر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ مذہبی لوگوں نے میلاد کے نام پر میلے، فیشن شو اور ثقافتی انداز میں شروع کر دیئے ہیں، بے پردہ، کھلے سر عورتیں وہاں جا کر سمجھتی ہیں کہ ہم دین کا کام کر رہی ہیں، جبکہ پہلی اکائی بھی دین کی پوری نہیں ہو رہی ہے۔

عورت اور لباس:

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تھے، ایک رات بیدار ہوئے،

Marfat.com

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ ...... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ''،

میرے نبی اکرم ﷺ کی نگاہ ہے، بیٹھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے مگر اٹھتے ہی فرمایا: ''سبحان اللہ''،

''سبحان اللہ'' کہنے کا مطلب کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَ مَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ ...... آج کی رات کتنے خزانے کھل گئے، نبی اکرم ﷺ رات کو بیدار ہوکر ''سبحان اللہ'' خزانوں کے کھلنے پر کہہ رہے ہیں، فرمایا: کتنے خزانے میری امت کے لیے کھل گئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ ...... کتنے فتنوں کے دروازے کھل گئے،

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ ...... حجروں والیوں کو جگا دو،

اس کے بعد سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا اور قیامت تک کی دخترانِ اسلام کو سبق دیا کہ:

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ ...... بہت سی عورتیں دنیا میں جو لباس پہننے والی ہیں، حشر میں ننگی ہوں گی۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: العلم و العظة باللیل، ج:1، ص:54، رقم الحدیث:115)

''کسوۃ'' کپڑے کو کہتے ہیں، یعنی کپڑے پہننے والی، ''رب'' متعدد،

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا ...... بہت سی عورتیں جو دنیا میں کپڑے پہنے ہوئی ہیں وہ حشر میں ننگی ہوں گی۔

رسول اللہ اکرم ﷺ کے اس جملے کے تین مطلب ہیں:

1......: بہت سی عورتیں دنیا کے اندر محلوں میں رہ رہی ہیں، ان کے بیس، بیس،

Marfat.com

چالیس، چالیس سوٹ ہیں، ہر فنکشن میں جانے کا علیحدہ سوٹ ہے، بڑے ناز اور بڑے نخرے ہیں، یہی عورتیں آج جن کو دوسرے فنکشن میں پہلا والا کپڑا پہن کر جانا پسند نہیں، قیامت کے دن بدن پر ایک انچ کپڑا بھی نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کا کردار ایسا ہے کہ انہوں نے میری شریعت کو چھوڑ دیا، فیشن کو اپنا امام بنالیا، کلمہ رواج کا پڑھ لیا۔

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا ...... بڑے بڑے نوابوں کی بیویاں، بڑے بڑے جاگیرداروں کی بیویاں، بڑے بڑے مالداروں کی بیویاں جن کے دنیا میں کپڑے سنبھالے نہیں جاتے، اتنے کثیر سوٹ ہیں مگر عمل سے اتنی کوری ہیں کہ کپڑا تو تقوی کا کپڑا ہے، کپڑا ہے تو پرہیزگاری کا، کپڑا ہے تو سنت نبوی کا، جو آج وہ کپڑا پہنے گی کل قیامت کے دن بھی پردے میں ہوگی اور آج جس نے وہ کپڑے چھوڑ دیئے، آج جس نے شریعت کی طرف پیٹھ کرلی، اور آج جس نے شریعت کی نماز کو چھوڑ کر اپنے فیشن کو پیش نظر رکھا، اور سمجھتی ہے کہ ہفتے میں دوسرا سوٹ نہیں ہوگا تو میری عزت نہیں ہوگی، یہ عزت کے بارے میں سوچتی ہے جبکہ حشر میں یہ ننگی ہوچکی ہوگی۔

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ ...... دنیا میں بہت سے سوٹ پہننے والی آخرت میں ننگی ہوچکی ہوگی میری شریعت سے غداری کرنے کی وجہ سے، میری شریعت کو چھوڑنے کی وجہ سے انہیں یہ انجام دیکھنا پڑے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کپڑے زیادہ پہننا جائز نہیں، اللہ کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرنا جائز ہے اور نعمت کا اظہار بھی جائز ہے مگر اس نعمت میں رب کو بھول جانا، اس نعمت کے نشے میں شریعت کی توہین کرنا اور شریعت کو پس پشت ڈال کر شیطان کا کھلونا

Marfat.com

بن جانا، اس کی حدیث میں مذمت ہو رہی ہے اور اسراف کی مذمت ہو رہی ہے۔
بہت سی دنیا میں عورتیں ایسی ہیں جن کے سوٹ گنے نہیں جا سکتے مگر قیامت کے دن ایک انچ کپڑا میسر نہیں ہوگا، اور بالکل ننگی ہو چکی ہوں گی، ان کو سوچنا چاہیے کہ ایسی شرمندگی کا ان کو سامنا کیوں کرنا پڑ رہا ہے، لہذا آج کردار صحیح کریں تا کہ دنیا میں بھی پردے میں رہیں اور عقبیٰ میں بھی پردے میں رہیں۔

2......: دوسرا معنی ہے کہ دنیا میں کپڑا لپیٹنے والی آخرت میں ننگی ہوگی، اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں کپڑے پہنتی ہے مگر بہت تنگ پہنتی ہے جن سے اعضاء پہچانے جاتے ہیں، اور جسم کے اعضاء کی شناخت ہو سکتی ہے، وہ یہ نہیں دیکھتیں کہ شریعت نے پردہ لازم کیا ہے، اور شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے، وہ یہ کہتی ہیں کہ اب نیا فیشن آیا ہے۔ کپڑا سمٹ سمٹ کے، کم ہو ہو کے، انسانی بدن پر تنگ ہوتے ہوتے، بازو پیچھے ہٹتے ہٹتے، دامن سمٹتے سمٹتے یہ صورتحال بن گئی ہے کہ وہ کپڑے پہنے ہوئے بھی یوں ہی ہوں گی جیسے ننگی ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن بتا دیا جائے گا کہ انہوں نے کچھ نہیں پہنا، یہ بازاروں میں ننگیاں چلتی تھیں، یہ رشتہ داروں کے پاس دنیا میں ننگیاں آتی تھیں، کیونکہ ان کے لباس ٹائٹ تھے، کپڑے تنگ تھے، جن سے بدن کے مختلف اعضاء پہ کپڑا نہیں ہوتا تھا، وہ اعضاء ننگے ہوتے تھے، ان کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کو ننگی عورتوں میں شمار کرے گا کہ یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں ہمارے حکم کی پابندی نہیں کی اور ان کا انجام ان عورتوں کے ساتھ ہوگا جو مغرب کے صحراؤں میں موجود کلبوں میں ہوتی ہیں، جہاں کوئی لباس نہیں پہنتا ان کے ساتھ ان کا حشر ہوگا، اس بنیاد پر کہ کپڑے نہ کھلے تھے، نہ پورے تھے بلکہ ادھورے اور ٹائٹ تھے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ہم اس کو کپڑا شمار نہیں کریں گے، ہمارے نزدیک وہ عورت ننگی ہے، اگر وہ چاہتی ہے کہ کل اس کو وقار ملے تو پھر اس کو اپنے کپڑے کھلے رکھنے چاہیں اور پورے بدن کو ڈھانپنے والے کپڑے موجود ہونے چاہیں۔

3......: تیسرا معنی: محدثین کہتے ہیں کہ ''کاسیۃ'' کا معنی ''کپڑے پہننے والی'' اور ''عاریۃ'' کا معنی ''ننگا ہونا''، دوسری حدیث میں ہے کہ کچھ عورتیں کاسیہ عاریہ ہیں، آخرت سے پہلے ہی وہ عورتیں کپڑے پہن کے بھی ننگی ہیں۔

مطلب کیا ہے؟..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اتنے باریک کپڑے پہنتی ہیں کہ جس سے بدن کا رنگ نظر آتا ہے۔

اب کون سا گھر بچا ہوگا؟، کہاں پابندی ہو رہی ہوگی؟ میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے پہ کون پہرہ دے رہا ہوگا؟، کہاں اس بات کا اہتمام کیا جا رہا ہوگا؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے پتلا کپڑا پہنا کہ جس سے بدن کا رنگ نظر آرہا ہو، میں اس کو کپڑے والی نہیں کہتا، میں اس کو ننگی کہتا ہوں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ ننگی ہے، اس نے کپڑا نہیں پہنا، پتلا کپڑا خاتون کا لباس نہیں ہے، پتلا کپڑا شریعت میں لباس شمار نہیں ہو رہا۔

اس سلسلہ میں ایک تجویز بھی ہے ٹیکسٹائل والوں کو کہ وہ جو روزانہ ایسی ورائٹی لا رہے ہیں جو باریک اور ہلکی ہے، ان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی کپڑا خریدے یا نہ خریدے، وہ ایسی چیزیں نہ بنائیں۔

پھر لینے والی دختران اسلام کو سوچنا چاہیے کہ جس رب نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہے، اس رب نے کپڑے کا بھی حکم دیا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے نماز کی رکعتیں بیان

Marfat.com

فرمائی ہیں، ایسی ہی کپڑے کی قسمیں بھی بیان فرمائی ہیں، اور میرے محبوب ﷺ سے پیار کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلام کی بیٹی وہ کپڑے پہنے جو شریعت چاہتی ہے، یعنی جس سے بدن کی نمائش نہ ہو اور نہ ہی بدن کی شناخت ہو سکے اور نہ ہی پتلا کپڑا ہو۔ صحیح کپڑا پہن کر یہ ثابت کرے کہ میں شریعت مطہرہ کی پابند ہوں اور پورے پردے کے ساتھ جس وقت وہ اہتمام کرنے والی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ستر صدیقوں سے بڑے ثواب کا اعلان فرمایا ہے۔

اس سوسائٹی میں میں آپ کے ساتھ ہوں، یعنی کوئی اس بنیاد پر آپ سے نہیں بات کر رہا کہ میرا عمل تم سے کہیں آگے ہے اور اچھائی میں کہیں میں تم سے آگے ہوں، نہیں، میں بھی آپ ہی کی طرح ان احادیث کا طالب علم ہوں، مجھ سے مؤاخذہ ہوگا، اور میری کوشش ہے کہ مکمل طور پر اس پر عمل ہونا چاہیے، اور یہ ہی درد بانٹنا "ادارہ صراطِ مستقیم" کا منشور ہے کہ امت جس وقت بھولتی جا رہی ہے، حق کے راستے سے بکھرتی جا رہی ہے، اور بالخصوص وہ جو پاک مقامات ہیں، جہاں سے نسلیں آباد ہوتی ہیں اور جہاں سے تقوی کے پھولوں کی امید ہوتی ہے اگر وہاں پرہیزگاری نہیں ہوگی تو تقوی کی فصل کیسے پک سکے گی، اور اس پرہیزگاری کے ضابطے وہ ہیں جو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

جذبہ جہاد

اسلام کی بیٹی کے اندر جذبہ اس قدر کامل ہونا چاہیے کہ اس کے اندر جوشِ جہاد بھی ہو یعنی جس وقت نفس سے جہاد کر سکتی ہے تو پھر وہ دشمن سے بھی جہاد کر سکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جنگ حنین میں تھے اور بڑی سخت تیر اندازی ہو رہی تھی، اور اس وقت مسلمانوں کو بڑی شہادتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس جنگ میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ''مالک'' کے ساتھ، ''مالک'' کی وفات کے بعد حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جنگ حنین میں بیس (20) کافروں کو مارا تھا اور جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تعارف کروانے لگے کہ:

هٰذِهِ اُمُّ سُلَيْمٍ رضی الله عنها ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ام سلیم بھی آئی ہوئی ہیں، مَعَهَا خَنْجَرٌ ...... انہوں نے خنجر پکڑا ہوا ہے،

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں ایک اور روایت کے مطابق، ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی خالہ ہیں، اس واسطے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی حرمت والا رشتہ موجود ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا خود بول پڑیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے جذبات بھی بڑے ہیں، خنجر لیکر میں بھی آئی ہوں، اس لیے کہ:

اِنْ دَنَا مِنِّیْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بَقَرْتُ بِهٖ بَطْنَهٗ ...... میں اس لیے خنجر لیکر آئی ہوں کہ کوئی مشرک ملے گا تو اس کا پیٹ چیر دوں گی، میں مشرک کا پیٹ چیرنے کے لیے خنجر لیکر آئی ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب: الجهاد و السیر، باب: غزوة النساء مع الرجال، ج 5، ص: 196، رقم الحدیث: 4783)

Marfat.com

ایک طرف مصلے پہ بیٹھی ہیں تو ان کے تقوی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، دوسری طرف اس طرح نکلتی ہیں، ایسی شیر دل ہیں کہ کافروں کا پیٹ چیرنے کے لیے اپنا اسلوب رکھتی ہیں۔

اولاد کا پہلا سبق

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بایو گرافی کو بیان کیا جائے تو آج کی دختر اسلام حیران رہ جائے گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نکاح ''مالک'' کے ساتھ ہوا تھا جو کہ ایک مشرک تھا، جب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا تو اس وقت ''مالک'' سفر پر تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہو چکی تھی، ''مالک'' جب واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ میری بیوی نے کلمہ پڑھ لیا ہے، ''مالک'' نے اپنی بیوی سے کہا کہ:

اَصَبَوْتِ ...... کیا تو دین چھوڑ گئی ہے،

اس وقت یہ لفظ بولا جاتا تھا کہ تم نے دین چھوڑ دیا ہے، تم صابیہ بن گئی ہو یعنی پرانا باپ، دادا والا دین چھوڑ دیا، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں صابیہ نہیں بنی بلکہ:

لٰکِنِّیْ آمَنْتُ ...... میں تو ایمان لائی ہوں،

حضرت انس رضی اللہ عنہ جس وقت بڑے ہوئے اور بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو کلمہ پڑھایا ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ''، جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بولنے لگے تو:

تُلَقِّنُ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تلقین کرتی ہیں،

قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ قُلْ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ...... کہہ تو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

اب تصور کرو کہ گھرانہ مشرک کا، گھر والی کلمہ پڑھ گئی ہے، اور بیٹا دونوں کا مشترک ہے، مگر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کہو: "لا اله الله محمد رسول الله"۔

حضرت انس کے والد مشرک تھے، اس نے آخر تنگ آ کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ:

لَا تُفْسِدِیْ عَلَیَّ اِبْنِیْ ...... خود خراب ہوگئی ہو تو میرا بیٹا خراب مت کرو، میرے بیٹے کا ستیاناس کرنا چاہتی ہو، بتوں کا مذہب چھوڑ کر اس کو نئے دین میں داخل کرنا چاہتی ہو، خود تو کلمہ پڑھ گئی ہو لیکن اس سے ایسی باتیں مت کرو، اس سے وظیفہ کرواتی ہو کہ انس کہہ "لا اله الله محمد رسول الله"۔

مالک نے جس وقت جھگڑا کیا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جسے تو فساد سمجھتا ہے یہ فساد نہیں ہے، یہ تو وہ دین ہے جو پوری دنیا پہ چھانے والا ہے، پھر مالک حالت شرک میں مر گیا۔

عجیب حق مہر

اب اس کے بعد حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا، وہ بھی ابھی مومن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینہ شریف میں بہت بڑے زمیندار تھے، مسجد نبوی شریف کے ساتھ جو پہلا باغ تھا وہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ہی تھا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیج دیا، اور وہ ابھی حالت کفر میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری ایک شرط ہے اور میرا وہی حق مہر ہے، اس کے سوا نہ کوئی مانگوں گی اور نہ کوئی اور حق مہر ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کیا حق مہر چاہتی ہو، کتنے باغات، کتنا سونا

Marfat.com

چاہیے؟ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ'' یہ میرا حق مہر ہے، تم کلمہ پڑھ جاؤ تو میں تم سے شادی کرلوں گی۔

یعنی یہ معیار تھے ان خواتین کے، اور یہ انداز تھا اور اس انداز میں وہ آگے بڑھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پہ ان کو عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ سنا تو ایک منٹ بھی نہیں لگنے دیا، کہنے لگا جو تیرا رب ہے وہ ہی میرا رب ہے، جو تیرے نبی ہیں وہ ہی میرے نبی ہیں، میں کہتا ہوں:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(الطبقات الکبری، و من نساء بنی عدی بن النجار، ج 8، ص: 425)

بین کی ممانعت

یہ مختصر سا انٹروڈیکشن (introduction) تھا، اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو حالت مرگ میں ہو یا حالت خوشی میں، جیسے بھی حالات ہوں اس میں اسلام کے خاص نصاب ہیں، اگر اس پر دختر اسلام قائم نہیں رہتی تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا

جو عورت بین کرتی ہو اور مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے،

عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَ دِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ

اس کو تارکول کا لباس پہنا دیا جائے گا، اور خارش کی ذرع پہنا دی جائے گی۔

اس نے وقت مرگ شریعت مطہرہ کا خیال کیوں نہیں رکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: التشدید فی النیاحۃ، ج 2، ص 45، رقم الحدیث: 2203)

Marfat.com

شادی کی تقریب اور دختران اسلام

شادی کی تقریب میں کسی خاتون کا پردے میں جا کر شریعت مطہرہ کے مطابق واپس آنا، اتنا بڑا عمل ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اور بچے شادی میں شرکت کر کے واپس آرہے ہیں:

فَقَامَ مُمْتَنًّا ...... تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کھڑے ہو گئے کہ یہ عورتیں اور بچے شادی سے شرکت کر کے واپس آرہے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ...... پوری روئے زمین پر اس وقت جتنا مجھے تم سے پیار ہے اتنا مجھے اور کسی سے پیار نہیں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: ذهاب النساء و الصبیان الی العرس، ج5، ص 1985، رقم الحدیث: 4885)

آخر وہ کتنا بڑا عمل ہے کہ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ بول دیئے ہیں کہ تم میرے نزدیک پسندیدہ ترین لوگوں میں سے ہو کہ تم شادی میں شرکت کر کے واپس آرہی ہو اور تمہارے بچے بھی وہاں شرکت کر کے واپس آرہے ہیں۔ اگر وہاں بھنگڑے ہوں، یا ڈانس ہو اور وہاں خرافات ہوں اور وہاں بے حیائی ہو، وہاں میوزک ہو اور اس طرح کے تماشے ہوں تو یہ سارے جہنم کے کام ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ:

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ......

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ ایک اسلام کی بیٹی کو شادی میں جاتے وقت سوچنا چاہیے کہ وہ ثواب کمانے جا رہی ہے، گناہ لینے نہیں جا رہی ہے، پھر اس کو پتہ چلے گا کہ میں نے شادی کے فنکشن میں کیسے شرکت کرنی ہے اور شادی کے مراحل کو کس انداز میں طے کرنا ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریعت مطہرہ پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاه سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 6

رہن کے مسائل

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ

(پارہ نمبر 3، سورۃ البقرۃ، سورت نمبر 2، آیت نمبر 283)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم پاکستان"** کے زیر اہتمام **"فہم دین کورس"** میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

رہن کے مسائل

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا فہم عطا فرمائے، اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آج کی ہماری حاضری کو ہمارے لاکھوں دکھوں کا مداوا بنائے، ہمارے گناہوں کا کفارہ بنائے اور ہمارے جنت میں جانے کا سبب بنائے۔

رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں انسان کے تمام معاملات میں انسان کی راہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کو جہاں یہ پسند ہے کہ میرا بندہ مجھے سجدہ کرے اور میری عبادت میں مصروف رہے، وہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند ہے کہ میرے بندے کے جو دیگر بندوں کے ساتھ معاملات ہیں وہ بھی میری رضا کے مطابق ہوں، اس واسطے قرآن مجید نے انسانی معاملات کو اپنا موضوع بنایا ہے اور جا بجا انسان کے معاملات پر بحث

Marfat.com

کرتے ہوئے انسان کی راہنمائی کی ہے۔

آج جس ماحول میں ہم زندہ ہیں، ایک پوری لابی سازش کے تحت اس پروگرام میں سرگرم عمل ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے نماز پڑھ لیتا ہے، روزہ رکھ لیتا ہے، استطاعت پر حج کر لیتا ہے اور نصاب پر زکوۃ دے لیتا ہے تو یہ اس نے حق بندگی ادا کر دیا، اب اس کے آگے انسان کی اپنی مرضی ہے، وہ سودا کرنا چاہتا ہے تو جس طرح چاہے کرے اور کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے تو جس طرح مرضی ہے اسے خریدے، کسی کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا چاہتا ہے، کسی سے کوئی قرض لینا چاہتا ہے تو اپنی مرضی کے مطابق لے، ان معاملات زندگی کو اس لحاظ سے اسلامی تعلیمات کا موضوع ہی نہیں سمجھا جاتا اور یہ فکر، سوچ لوگوں میں عام کی جا رہی ہے جبکہ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات براہِ راست معاملات کے لحاظ سے ہیں، اللہ تعالیٰ کو جہاں یہ پسند ہے کہ میرے بندے میرے دربار میں جھکیں، سجدہ کریں، وہاں اسے یہ بھی پسند ہے کہ میرے بندے دوکان پر بیٹھ کر میری مرضی کے مطابق سودا بیچیں اور میری مرضی کے مطابق سودا خریدیں اور میری مرضی کے مطابق ان کے آپس میں بیع وشراء کے معاملات ہوں، لین دین کے معاملات ہوں، قرض لینے اور قرض واپس کرنے کے معاملات ہوں، گارنٹی اور ضمانت کے لحاظ سے معاملات ہوں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے ہر معاملے میں میرے قرآن مجید سے پوچھیں اور اس سے پوچھ کر معاملہ کریں تا کہ ان کی دنیا جب قرآن مجید کے زیر سایہ گزرے تو دنیاوی معاملات پر بھی ان کو ثواب واجر عطا کر دیا جائے۔

اس لیے ہم فہم دین کورس میں اسلام کے کچھ معاملاتی موضوعات بھی رکھتے ہیں تا کہ وہ

Marfat.com

سبق ملت کو یاد کرایا جائے کہ ہمارا اور کفار کا جو فرق ہے، ان میں سے ایک فرق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں آزاد ہیں، ان کی جیسے مرضی ہو کرتے پھریں وہ کلمہ پڑھیں گے پھر ان کو نصاب زندگی ملے گا کہ وہ اس پر چل کر جنت پہنچیں جب وہ کلمہ نہ پڑھیں تو اسی بنیاد پر دائمی جہنمی انہیں جنتی نصاب عمل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبکہ بحیثیت مؤمن ایک مسلمان کے لیے اس سلسلہ میں بھی شریعت نے پابندیاں لگا رکھی ہیں اور دائرہ کار وضع کیا ہے، اگر اس کو پیش نظر رکھ کے اپنے معاملات کو طے کرے گا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے اور اگر چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوگی اور مؤاخذہ ہوگا اور قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ میں نے تم کو نظام دیا تھا، تم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے معاملات کو طے کرنے کا اپنا طریقہ کیوں وضع کیا؟

آج ہم رہن کے مسائل کو بیان کریں گے، عرف عام میں زندگی گزارتے وقت آپ حضرات کو روزانہ ایسی صورتوں کو سامنا ہے اور ہمارے عرف میں یہ معاملات پائے جاتے ہیں مگر شریعت مطہرہ کی روشنی میں طے نہیں کیے جاتے، غیروں کے بنائے ہوئے ضابطے اور قانون کے مطابق طے کیے جاتے ہیں اور ایک مؤمن جو کلمہ رب کا پڑھتا ہے مگر گروی کے مسائل کی جب باری آتی ہے تو ان دستاویزات کو سامنے رکھ لیتا ہے جو بندوں کے بنائے ہوئے ہیں، مارکیٹوں میں رائج ہیں اور لوگوں نے نافذ العمل کر رکھے ہیں، تو ایسے میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن وسنت کا یہ پیغام بھی سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس سلسلہ میں رضا کیا ہے، اور انسان کس طرح دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو بھی راضی رکھ سکتا ہے، اور معاملات ادا کرتے ہوئے بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق

Marfat.com

اپنے معاملات پر نوافل اور تہجد جیسے ثواب کا مستحق بن سکتا ہے۔

رہن کی وضاحت

لغوی معنی: ٹھہرا ہوا ہونا، یا ثابت ہونا،

يُقَالُ: مَاءٌ رَاهِنٌ ...... جو پانی چل نہ رہا ہو، اس کو راہن کہتے ہیں کہ پانی رکا ہوا ہے،

اس طرح اس کا معنی ہوا: بند کر دینا اور روک دینا،

(الفقه الاسلامی و أدلته، الفصل الثانی عشر: الرهن، المبحث الأول: تعريف الرهن، ج6، ص 60)

قرآن مجید میں ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ...... ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔

(القرآن الكريم، سورة المدثر، رقم السورة: 74، رقم الآية: 38)

ہر بندہ اپنے کام کا مرہون ہے، اس کو اپنے کام کے عوض میں گروی رکھ دیا گیا ہے، کام کے بدلے میں اس کو روک دیا گیا ہے، عمل اگر اچھا ہو گا تو بندہ جنت میں چلا جائے گا، اگر عمل اچھا نہیں ہو گا تو بندہ جہنم میں چلا جائے گا، تو ہر انسان کو اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھ دیا گیا ہے۔

شرعی معنی:

حَبْسُ شَيْءٍ بِحَقٍّ يُمْكِنُ اِسْتِيْفَاءُهُ مِنْهُ ...... انسان کا کسی پر کوئی حق ہو، اس حق کی گارنٹی کے طور پر، جس پر حق ہے اس کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ لے تا کہ کل اگر اس نے اپنا حق ادا نہ کیا تو اس چیز کو بیچ کے اپنے پیسے پورے کر لے، اس کو رہن کہتے ہیں۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر: الرهن، المبحث الأول:
تعريف الرهن، ج6، ص: 61)

Marfat.com

مثال

ایک شخص نے دوسرے سے قرض مانگا تو جو قرض دے رہا ہے، قرض لینے والے کو کہتا ہے کہ تم میرے پاس اپنی کوئی چیز رکھو کہ کل اگر تم قرض نہ دے پائے تو تمہاری چیز میرے پاس موجود ہوگی، میں اس کو بیچ کے اپنا قرض پورا کرلوں گا، کل قرض یا بعض قرض اس سے ادا ہو سکے تو اس کو گروی کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے قرض لیا اور اپنا مکان قرض دینے والے کو دے دیا کہ یہ تمہارے پاس گروی ہے جب میں قرض واپس کروں گا تو مکان لے لوں گا۔ قرض لیا اور کہا کہ یہ میری بھینس اپنے پاس رکھو، جب میں قرض واپس کروں گا تو واپس لے جاؤں گا۔ اب یہ بھینس اور مکان جو قرض کے عوض دی جاتی ہے اس کو شریعت میں ''رہن'' کہا جاتا ہے کہ اس کو روک دیا گیا ہے جب تک پیسے واپس نہیں آئیں گے اس وقت تک لینے والا مقروض کی چیز واپس نہیں کرے گا تو شریعت مطہرہ میں رہن رکھنا جائز ہے، رہن وصول کرنا بھی جائز ہے۔

قرآن مجید اور حکمِ رہن

قرآن مجید میں بھی اس کا حکم موجود ہے، رسول اکرم ﷺ نے بیسیوں فرامین میں اس رہن کے مسائل کو بیان کیا ہے، لہٰذا کسی چیز کو کسی کے پاس گروی رکھنا جائز ہے، اس کے احکام ہیں ان کی روشنی میں اگر گروی رکھا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ان کو چھوڑ کر کوئی اپنا گروی رکھنے کا بنایا ہوا طریقہ اخذ کیا جائے گا تو اس میں مؤمن گنہگار ہوگا، چونکہ مؤمن نے کلمہ پڑھ کے یہ عہد کیا ہے کہ میں اپنا ہر کام ویسے کروں گا،

Marfat.com

جیسے اس کام کے بارے میں میرے رب نے حکم فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ...... اور اگر تم سفر میں ہو۔

صورتحال یہ ہے کہ تم کسی سے قرض لینا چاہتے ہو، حالت سفر میں مجبوری بن گئی ہے، قرض لینا پڑ گیا ہے،

وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا ...... اور لکھنے والا نہ پاؤ۔

اور وہاں کوئی ایسا کاتب نہیں ہے کہ جو لکھے کہ میں فلاں سے اتنا قرض وصول کر رہا ہوں تا کہ کل وہ دستاویز پیش کر سکے، جس نے قرض دینا ہے اس کے پاس کوئی ثبوت ہو کہ کل تم نے مجھ سے قرض لیا تھا اور یہ تم نے لکھ کے دیا تھا یا فلاں کاتب نے یہ لکھ کر دیا تھا۔ اگر ایسی صورتحال نہ ہو تو پھر ضمانت کا ایک اور طریقہ بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ...... تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا۔

تو ایسی صورتحال میں جو قرض لے رہا ہے وہ اپنی کوئی چیز قرض دینے والے کو دے دے اور قرض دینے والا اس پر قبضہ کر لے تو یہ رہن کا معاملہ ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اس سے بات میں پختگی آجائے گی اور کل جھگڑا نہیں ہوگا اور اس سلسلہ میں قرض دینے والے کو اطمینان آجائے گا۔ اگر کوئی لکھنے والا نہیں تو رہن کی صورت اختیار کر لو، جو قرض وصول کر رہا ہے وہ قرض دینے والے کو اپنی طرف سے کوئی چیز دے دے اور اس میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم صرف سفر کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگرچہ لفظ یہ ہیں کہ:

Marfat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ...... اگر تم سفر پر ہو، تو رہن کا حکم برابر ہے خواہ سفر میں کوئی رکھنا چاہے تب بھی رکھ سکتا ہے، حضر میں رہن رکھنا چاہے تب بھی رکھ سکتا ہے۔

(الفقه الاسلامي و أدلته، الفصل الثاني عشر: الرهن، المبحث الأول:
تعريف الرهن، ج6، ص 62)

رھن رکھ کر جو پیسے وصول کیے جاتے ہیں وہ آج بھی ہمارے زمانے میں رائج ہیں، تو یہ اسی آیت کریمہ کا حصہ ہے، لیکن اس کے کچھ احکام ہیں جن کو ابھی تفصیل سے بیان کریں گے۔ پھر اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے معاملات طے کرنے ہیں تا کہ فرق واضح رہے کہ کافر دین سے آزاد ہے اور وہ شریعت کا بھگوڑا ہے، وہ جس وقت دنیا میں مصروف ہوتا ہے تو وہ دنیا میں ہی مصروف ہوتا ہے مگر مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس نے کلمہ پڑھ کے اپنے آپ کو اپنے رب کے یوں سپرد کیا ہے کہ اللہ کی رضا کے مطابق دنیا کے کام بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیا پر بھی اس کو اجر دینے کا اعلان فرما رکھا ہے۔

حدیث نمبر: 1

قرآن مجید کے بعد حدیث مبارکہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ رہن رکھنا با قاعدہ سنت نبوی ﷺ ہے، اس سلسلہ میں بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى أَجَلٍ وَ رَهَنَهٗ دِرْعًا لَهٗ مِنْ حَدِيْدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت تک طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن میں رکھی۔

(صحيح البخاري، كتاب السلم، باب: الرهن في السلم، ج 2، ص 784، رقم الحديث 2134)

Marfat.com

یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اے محبوب! اگر تم چاہتے ہو تو احد پہاڑ کو سونے کا بناتا ہوں اور یہ تمہارے ساتھ موبائل رہے گا، جہاں تم جاؤ گے وہاں چل کے احد بھی جائے گا، اس کی موبائل سروس ہوگی، جہاں جتنی ضرورت ہوگی وہاں اتنا سونا اٹھا کے دے دینا، تو ہمارے آقا ﷺ نے کہا کہ اے اللہ! مجھے احد پہاڑ کے سونے کی ضرورت نہیں ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں تو شکر کروں اور دوسرے دن نہ کھاؤں تو صبر کروں۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی :فی تکمیل اللہ تعالی لہ المحاسن خلقا و خلقا ......، فصل :و أما زھدہ ......، ج:1، ص:93)

رسول اکرم ﷺ نے خود اس چیز کا انتخاب اپنے لیے کرلیا، جب ایسی صورتحال تھی تو کوئی بعید نہ تھا کہ جب یہودی سے جو خریدنے پڑے ہیں اور ذرعہ رہن میں رکھی ہے تو یہاں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے تو اگر براہِ راست بنی اسرائیل کے لیے من و سلوی کا نزول ہوسکتا ہے تو سید عالم ﷺ کی ہلکی سی تمنا ہوتی تو سارا گھر غلہ سے بھر جاتا لیکن مطلب یہ تھا کہ امت کو سنت بھی عطا کرنی ہے اور امت کو طریقہ بھی عطا کرنا ہے، یہی سبب ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت بشر میں دنیا میں جلوہ گر ہوئے، یہ جو بشری حاجات ہیں ان کے لحاظ سے لوگوں کی راہنمائی کرنی ہے اور رسول اکرم ﷺ اگر لباس بشر میں نہ ہوتے تو بشری حاجات سامنے نہ آتیں پھر لوگوں کی عملی طور پر رہنمائی نہ ہوسکتی تو یہ حکمتیں تھیں جن کے پیشِ نظر رسول اکرم ﷺ کو حالتِ بشر میں دنیا میں بھیجا گیا۔

Marfat.com

ادھر رسول اکرم ﷺ کو جو کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما سکتا ہے لیکن اس میں مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے پاس زرہ رکھ کے جو لیں گے تو کل قیامت تک کا کوئی محقق، کوئی عالم، کوئی مفتی، کوئی قاضی سوچنے لگے گا کہ رہن کا جواز ہے تو کیا اس کا ثبوت نبی اکرم ﷺ سے ملتا ہے یا نہیں؟، تو اس کے سامنے یہ حدیث شریف آجائے گی تو اس وقت امت کا مسئلہ حل ہو جائے گا کہ یہ وہ عمل ہے جو خود سیرت سے ثابت ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی قباحت موجود نہیں ہے۔

اگر کوئی بندہ ان شرائط کے مطابق کرتا ہے جو رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمائی ہیں، تو یہ سیرت نبوی ﷺ کا حصہ ہے، تو اس بنیاد پر اگرچہ دوسرے طریقوں سے سب کچھ پورا ہو سکتا تھا مگر نبی اکرم ﷺ کا پیکر یہ ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

تحقیق تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

(القرآن الکریم، سورة الأحزاب، رقم السورة: 33، رقم الآية: 21)

رسول اکرم ﷺ ذرعہ رکھ کے غلہ لے رہے ہیں، اس سے صرف ضرورت کو پورا کرنا مقصد نہیں تھا، براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے نزول سے اس کا اہتمام ہو سکتا تھا مگر امت کو تشریع احکام اور تسنین اور سنت بنانے کے لیے ایسی چیزیں سامنے رکھی گئی ہیں، یہ میرے محبوب ﷺ کا پیکر ہے، اور اس پیکر کی ہر ہر حالت ہے، جس انداز میں گزر رہے ہیں، چل رہے ہیں، بیٹھے ہیں، یا کھڑے ہیں، کوئی دن گزر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہی رسول اللہ ﷺ کی امت کے لیے مینارہ نور بنا دیا ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر:2

رسول اکرم ﷺ دوسرے مقام پر رہن کے احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا ...... کوئی کسی سے قرض لیتے ہوئے اپنی گھوڑی رہن میں دے دیتا ہے، یا گدھا رہن میں دے دیتا ہے، یا اونٹنی رہن میں دے دیتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس پر سواری کرے، اگر مقروض نے قرض دینے والے کو اجازت دی رکھی ہے تو پھر قرض دینے والے کے لیے اس مرہونہ چیز پر سواری کرنا جائز ہے، لیکن قرض دینے والے کو سواری کا خرچہ برداشت کرنا پڑے گا، جتنا چارہ ہے اس کا ذمہ دار وہ ہوگا جس کے پاس اب سواری ہے، گھوڑے یا گدھے یا اونٹ کے چارے کا اہتمام قرض دینے والا کرے اور ان کی حفاظت بھی کرے، وقت آنے پر ضرورت کے تحت اس پر سواری کر سکتا ہے،

پھر فرمایا:

لَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا ...... کسی نے قرض دینے والے کو رہن میں بھینس دی ہوئی تھی یا دودھ دینے والا کوئی جانور تو بھینس کا چارہ قرض دینے والے کے ذمے ہے، چارہ وہ ڈالے گا اور دودھ بھی وہ ہی استعمال کرے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرھن، باب :الرھن مرکوب و محلوب،
ج :2، ص :888، رقم الحدیث: 2377)

حدیث نمبر:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِيْ رَهَنَهُ لَهُ غُنْمُهُ وَ عَلَيْهِ غُرْمُهُ ...... قرض لینے والے نے رہن کی چیز قرض دینے والے کے پاس رکھی تو قرض دینے والا مرہونہ چیز کو ہمیشہ کے لیے نہیں روک سکتا۔

(السنن الکبری، کتاب الرھن، باب: ما جاء فی زیادات الرھن، ج 6، ص 65، رقم الحدیث: 11210)

یا ایسا ہو کہ قرض لینے والے نے کہا تھا کہ ایک مہینے میں پیسے واپس کر دوں گا، ایک مہینے میں وہ واپس نہیں کر سکا تو قرض خواہ کہے کہ یہ چیز میری ہے، تو ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ یہ چیز اسی مالک کی ہے جس کی وہ چیز تھی اگرچہ وقت معین میں وہ چیز واپس نہیں کر سکا، اسے پھر بھی مہلت دی جائے گی، جب تک قرض واپس نہیں دے گا اس وقت تک بھینس قرض دینے والے کے پاس رہے گی، لیکن یہ اس کی اپنی نہیں ہوگی، مقروض ہی اس کا مالک ہے، جب بھی وہ پیسے ادا کرے گا تو یہ بھینس اس کو واپس کر دی جائے گی۔

اور رسول اکرم ﷺ نے جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ:

لَهُ غُنْمُهُ وَ عَلَيْهِ غُرْمُهُ

یہ اسلام بڑا جامع دین ہے، اس نے صرف تسبیح پڑھنے کا نہیں، صرف سجدہ کرنے کا طریقہ نہیں، بلکہ اس نے تو نظام زندگی کو بھی واضح کر دیا، اور اس نے ہر شعبے میں انسان کی راہنمائی کی ہے، میرے محبوب ﷺ ضابطہ دے رہے ہیں کہ:

لَهُ غُنْمُهُ وَ عَلَيْهِ غُرْمُهُ ...... مقروض نے بکری قرض خواہ کو رہن میں دی تھی، ابھی تک قرض واپس نہیں کیا، کئی سال گزر گئے اور بکری کے بچے پیدا ہوتے رہے، تو وہ بچے کس کے ہیں؟ اس طرح اونٹنی یا اونٹ جو رہن میں رکھا گیا تھا، قرض خواہ کے گھر

Marfat.com

سے کھل گیا اس نے کسی کی بکری ماردی تو اب یہ تاوان کس کو دینا پڑے گا؟ یہ ساری صورتیں رسول اکرم ﷺ کے پیش نظر تھیں، اسی طرح زرخرید غلام بھی رہن میں رکھے جاسکتے ہیں، اگر کسی نے غلام رہن میں رکھا، قرض خواہ کے ہاں غلام نے کسی بندے کو جا کر قتل کر دیا، اب قتل خطا ہو گیا، اس کا تاوان کس پر پڑے گا؟ ان ساری چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَهُ غُنْمُهُ وَ عَلَيْهِ غُرْمُهُ ...... مقروض، جس نے قرض خواہ کے ہاں رہن رکھا تھا تو رہن کا سارا فائدہ اسی کے لیے ہے جو اصل میں بکری، یا اونٹ، یا بھینس کا مالک ہے، مرہونہ چیز میں جتنا اضافہ ہو وہ سارا اضافہ مالک کا ہوگا، وہ قرض دینے والے کا نہیں ہوگا، جس بکری نے کئی بچے دیئے وہ سارے کے سارے مالک کے ہوں گے، قرض خواہ پہ لازم ہے کہ وہ سارے مقروض کو واپس کرے، اگر مرہونہ چیز نے کسی کا نقصان کر دیا تو قرض خواہ سے تاوان نہیں لیا جائے گا، تاوان اس کے مالک مقروض سے لیا جائے گا۔

حقیقت میں یہ ساری چیزیں جس کی ہیں، وہ پیسے دے گا اور یہ چیزیں واپس لے لے گا یعنی شریعت نے کتنی باریکیاں بھی بیان کردی ہیں۔

کوئی ایسا ضابطہ دنیا میں نہیں ملتا کہ جس نے ہر ہر جہت پر اتنی بحثیں کی ہوں اور اتنے قوانین وضع کیے ہوں اور اتنی ہدایات کی ہوں، یہ ساری چیزیں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دیں تو فرمایا کہ میں تمہیں ایسا دین دے کے جا رہا ہوں کہ:

لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ...... اس کی رات بھی اتنی روشن کردی ہے جتنا کہ دن روشن ہوتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، ج:1، ص:175، رقم الحديث:331)

Marfat.com

یعنی یہ نہیں کہ میرے ماننے والے یہ کہیں کہ ہمارے محبوب ﷺ حج کا طریقہ تو بتا گئے مگر یہ نہیں بتایا کہ رہن لینا کس طرح ہے اور رہن دینا کس طرح ہے، اس کی صورتیں کیا ہیں، ہمارے آقا ﷺ کی لاکھوں احادیث کا ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے اور ہر ہر جہت کو بیان کرنے کا مطلب یہ تھا کہ جو میرے امتی ہیں، انہوں نے کسی اور سے بات نہیں پوچھنی، انہوں نے میرا فیصلہ پوچھنا ہے، میری سنت کو سامنے رکھنا ہے، دنیا کے معاملات میں سنت پہ چلیں گے تو اللہ تعالیٰ ڈھیروں اجر وثواب عطا فرمائے گا۔
اس امت کو نظام زندگی میں وہ طریقہ دیا گیا جو طریقہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا ہے تا کہ ان معاملات میں جب کوئی بندہ آگے بڑھ رہا ہو تو اس پر رسول اکرم ﷺ کی محبوبیت کا عکس پڑتا رہے۔

رہن کے ارکان وعناصر

ہر چیز کے ارکان ہوتے ہیں، جس طرح کہ نماز کے ارکان: قیام ایک رکن ہے، رکوع ایک رکن ہے، سجدہ ایک رکن ہے، ایسے ہی رہن کے بھی کچھ ارکان ہیں اور اس کے بھی کچھ عناصر ہیں۔
رہن کے چار (4) عناصر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... راہن:
قرض لینے والا کوئی چیز اس (قرض) کے عوض میں رہن رکھے تو اس کو "راہن" کہتے ہیں۔

☆...... مرتہن:
جس کے پاس قرض کے بدلے میں کوئی چیز رہن رکھی گئی ہو تو اس کو "مرتہن" کہتے ہیں۔

☆...... مرہون:
وہ چیز جس کو مقروض نے قرض خواہ کے پاس رکھا ہو، اس کو "مرہون" کہتے ہیں۔

Marfat.com

☆...... مرہون بہ:

وہ پیسے جن کے بدلے میں رہن رکھا جائے، ان کو "مرہون بہ" کہتے ہیں۔

رہن رکھنے والا راہن ہے اور رہن وصول کرنے والا مرتہن ہے اور جو چیز رہن رکھی جا رہی ہے وہ مرہون ہے اور جن پیسوں کے بدلے میں رکھی جا رہی ہے وہ مرہون بہ ہیں۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الأول: أحوال الرهن، ج6، ص:64)

مثال:

زید نے عمرو سے دس ہزار روپے لیے اور اپنی ایک بکری اس کے پاس رہن رکھ دی، زید راہن ہے، عمرو مرتہن ہے، بکری مرہون ہے، اور دس ہزار روپے مرہون بہ ہیں۔ تو یہ رہن کے عناصر اربعہ ہیں، اس کی کوئی بھی صورتحال ہو سکتی ہے، پیسوں کا عوض کوئی چیز ہو سکتی ہے، کبھی کوئی مکان، دوکان، کپڑا اور کبھی کوئی دوسری چیز اس کے بدلے میں رہن رکھی جا سکتی ہے، لیکن ہر چیز کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا اس کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کو شریعت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

رہن کی شرائط

رہن کی متعدد شرائط ہیں، جن کو اب ہم وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں،

اول: شروط عاقدین

پھلی شرط: اھلیت:

عاقدین میں رہن کے لیے شرط اہلیت ہے یعنی راہن و مرتہن دونوں اس کے اہل ہوں، یعنی دونوں عاقل و سمجھ دار ہو، جو پاگل ہے وہ عقد نہیں کر سکتا، ایک نابالغ بچہ ہے تو اس

Marfat.com

کے لیے بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس کے لیے رہن کا عقد کرنا بھی جائز نہیں ہے، رہن کا عقد اس کے لیے جائز ہوگا جو قریب البلوغ ہے یا پھر بالغ ہے، جس کو امور کی سمجھ آ چکی ہے، تو اہلیت شرعی جب اس میں موجود ہوگی تو پھر اس کو اجازت دی جائے گی کہ کسی کے ساتھ بھی عقد رہن کر سکتا ہے، ایسا معاملہ کرنا اس کے لیے جائز ہے۔

مرہون کی شرائط:

جس چیز کو رہن رکھنا ہے اس کی کڑی شرائط ہیں:

شرط اول:

☆ ...... أَنْ يَكُوْنَ الْمَرْهُوْنُ قَابِلًا لِلْبَيْعِ ...... مرہون ایسی چیز ہو جو بیع کے قابل ہو یعنی وہ بیچی جا سکے۔

(الفقه الاسلامي و ادلته، الفصل الثاني عشر، المبحث الثاني: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج:6، ص:83)

اگر کوئی ایسی چیز ہے جو بیچی نہیں جا سکتی تو اس کو کسی کے پاس رکھ کے قرض وصول نہیں کیا جا سکتا، اس کو مرہون نہیں بنایا جا سکتا۔

قابل بیع ہونے میں چند شرائط ہیں:

قابل بیع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وقت عقد وہ چیز بک سکتی ہو، جب معاملہ ہو رہا ہو اس وقت اگر وہ چیز فروخت ہو سکتی ہے تو پھر اس کو رہن رکھا جا سکتا ہے، ورنہ رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

مثال:

قرض لینے والا یہ کہے کہ اس سال مالٹے کے باغ میں جو مالٹے لگیں گے وہ تیرے پاس

Marfat.com

رہن رکھ رہا ہوں تو آپ مجھے ایک لاکھ روپے دے دیں تو اب شرعی طور پر یہ رہن رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا جا رہا ہے وہ چیز بیچی نہیں جا سکتی کیونکہ وہ ابھی معدوم ہے، ابھی وہ موجود نہیں ہے، وہ موجود ہو تو پھر اس کی بیع ہو سکے گی، جو چیز موجود نہ ہو اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ خرافات رائج ہیں اور حرام بیوع کی جاتی ہیں، جو چیز ابھی معرض وجود میں نہیں آئی اس کو شرعاً بیچنا ناجائز اور حرام ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ اس سال میری بکری جو بچہ دے گی وہ میں دو ہزار میں بیچ دیتا ہوں تو یہ بیع کرنا حرام ہے کیونکہ جس چیز کو ابھی وجود نہیں ملا اس کو بیچا نہیں جا سکتا۔

ایسے ہی ایک پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ پرندہ جو ہوا میں اڑ رہا ہے یہ میں تمہیں پکڑ دوں گا اور اس کے عوض تم مجھے دو ہزار روپے دے دو، یا سمندر میں مچھلیاں ہیں، میں سو (100) مچھلیاں تیرے پاس اتنے کی بیچ رہا ہوں، ابھی پکڑی نہیں ہیں تو یہ ساری بیوع حرام ہیں، اس واسطے کہ جس چیز کو بیچا جا رہا ہے وہ چیز اس وقت اگلے کے قبضے میں نہیں دی جا سکتی، یہ اس میں احتمالی صورتحال ہے، ابھی بعد میں پتہ چلے گا کہ وہ پکڑی بھی جاتی ہیں یا نہیں، وہ معرض وجود میں آتی ہے یا نہیں، فصل پکتی ہے یا نہیں، پھل لگتا ہے یا نہیں، وہ بکری صحیح بچہ جنم دیتی ہے یا نہیں، اس واسطے یہ ساری صورتیں جن میں بیع ناجائز ہے، ان چیزوں کو رہن میں رکھنا بھی ناجائز ہے۔

شرط ثانی:

☆......: أَنْ يَكُوْنَ مَالًا ...... وہ چیز مال بھی ہو۔

(الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرھن، المطلب الرابع: شروط المال المرھون، ج 6، ص 84)

Marfat.com

اب سوچ رہے ہوں گی کہ ایسے بھی دین کے موضوعات ہیں، نصف حصہ دین کا معاملات سے تعلق رکھتا ہے، آج مسلمانوں میں جو انحطاط ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ وہ معاملات والا دین سردخانے میں پڑا ہے، نماز اور روزے والا دین کچھ چل رہا ہے، باقی آدھا دین (معاذ اللہ) معطل کر کے رکھ دیا گیا ہے، نہ کوئی اس کے بارے میں پوچھتا ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی بتاتا ہے، وہ دین جو طائف کے بازار میں پتھر کھا کر سرکار ﷺ نے پیش کیا تھا، اگر ابوجہل جیسے لوگوں کو یہ سوجھی کہ وہ مکہ شریف سے چل کر بدر میں لڑے تو اس معاملاتی دین کی وجہ سے، نماز، روزے والا دین تو مکہ شریف میں مسلمانوں کا تھا اس وقت ان کو اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا لیکن جب مدینہ شریف میں سٹیٹ بن گئی اور معاملات والا دین بھی درمیان میں آگیا، اور سلطنت کے احکام بنے تو اب ان کو پتہ چلا کہ جو فیصلے ہم کرتے تھے وہ فیصلے اسلام کر رہا ہے، ہماری چودھراہٹ داؤ پہ لگ گئی ہے، لہذا اس دین کو روکنا چاہیے، ورنہ کل یہ سارے معاملات اپنے کنٹرول میں کر لے گا۔

یعنی جس وقت سجدے خدا کو ہوتے تھے تو اس پر ابوجہل کو اتنا غصہ نہ آیا کہ ہمارے بتوں کو سجدے کیوں نہیں ہو رہے، ہم ان کو روکیں، مسلمان اُن کے گھروں کے پاس موجود تھے، اس وقت حملہ نہیں کیا لیکن وہاں بدر میں جب سفر کر کے پہنچا ہے تو ڈر و یہ ہو رہا تھا کہ یہ مسجد تک نہیں، یہ تو پوری دنیا میں اپنا نظام دینے والے لوگ آگئے ہیں، مدینہ شریف میں سلطنت بنا دی ہے اور ہر چیز میں ان کے اپنے ضابطے ہیں، اب ہماری چودھراہٹ کو کون پوچھے گا؟ اب پنچایت ان کی ہوگی، فیصلے ان کے ہوں گے، نظام ان کا ہوگا، یہ اندرونی معاملہ ہے جو باطل قوتوں کو سب سے زیادہ چبھتا ہے یعنی آج

Marfat.com

امریکہ جیسی جو سلطنتیں ہیں ان کو مسلمانوں کی نماز اور سجدے پہ اتنا افسوس نہیں ہے یا ان (نماز وسجدہ) کو دیکھ کرانہیں اتنا غصہ نہیں آتا جتنا وہ اسلام کے نظام سے الرجک ہیں۔

وہ نیو ورلڈ آرڈر پیش کرنے کی جسارت اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ اسلام ایک آرڈر ہے، یہ محض ایک عقیدہ، یا مسجد کا دین نہیں ہے یہ دیگر معاملات کے نظام کو رائج کرنے والا دین ہے۔

اس واسطے آرڈر اور معاملہ دین کا بڑا اہم پہلو ہے، اور اس کو طاقِ نسیاں بنا کے رکھ دیا گیا ہے، جیسے (معاذ اللہ) کافر اپنا معاملہ کرتے ہیں، مؤمن کہتا ہے کہ میں بھی ویسا ہی کروں گا، اس کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ میں نے کلمہ پڑھ کے یہ عہد کرلیا ہے کہ جیسے اے اللہ! سجدے کر کے تجھے راضی کرنا ہے، ایسے ہی دوکان بھی تیری مرضی کے مطابق چلا کر تجھے راضی کرنا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واضح کر دیا ہے، یہ فقہاء کرام کا اس امت پہ احسان ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کی تفصیل کتنی کی ہے، ادھر شریعت میں اتنا آگیا کہ تم کوئی چیز رہن میں رکھو اور پیسے لے لو، اب فقہاء کرام نے ایک حدیث سے شرطیں بیان کر دیں، سارے قرآن وسنت کے ضابطے سامنے رکھ کے امت کے لیے آسانی پیدا کر دی، اگر ہر بندہ جس نے کوئی چیز بطور رہن رکھنی تھی، وہ پڑھنے نکلتا، غور کرتا، مجتہد بنتا، بوڑھا ہو کے مر جاتا اور جو پڑھنا چاہتا تھا وہ معاملہ اس کو سمجھ نہ آتا، تو پھر معاملات کیسے چلتے؟، یہ ان فقہاء کرام کا احسان ہے، انہوں نے کتنی محنت کی، جگر پگھلایا:

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

Marfat.com

قرآن وسنت میں انہوں نے غوطے لگا کر دین کی تدوین کر کے ہر ہر مسئلہ ابواب کی شکل میں پیش کر دیا اور ساری دنیا اور وہ جو منکرینِ فقہ ہیں وہ بھی اس پکائی ہوئی کھیر کو کھاتے ہیں، اور گزارہ کرتے ہیں۔ ورنہ براہ راست ان سے پوچھا جائے کہ جو رہن جائز ہے، اس کی شرائط براہ راست بخاری سے دکھاؤ تو وہ شرائط دکھانے کی جسارت ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہ حدیث کا ٹیکسٹ پیش کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث کا متن ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خود ایک چیز رہن میں رکھی ہے، آگے ان کی شرائط کیا ہوں گی؟ تو یہ ہزاروں احادیث کو سینے میں محفوظ کرنے والے فقہاء کا کام ہے، جنہوں نے قرآن وسنت کے زیر سایہ بیٹھ کر ہر ہر جزئی کو روشن کر کے بیان کر دیا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مرہون چیز اگر مال نہ ہو تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ جو چیز بھی ہوتی ہے، وہ مال تو ہوتی ہی ہے، تو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مال ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مال نہیں ہوتی ہیں۔

مثال: مردار، یہ مؤمن کا مال نہیں ہے، وہ حرام ہے۔ وہی مردار جس پہ چمڑا بھی ہے، استعمال ہو سکتا ہے لیکن جب تک وہ زندہ تھا، اس کو ذبح نہیں کیا گیا تھا تو وہ ویسے ہی مر گیا ہے اب اس چمڑے کو ایسی حالت میں بیچنا حرام ہے کیونکہ وہ مال نہیں ہے، اس مرادر کو بیچنا اور اس کی ہڈیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مال نہیں ہیں۔

اسی طرح شراب مؤمن کے لیے مال نہیں ہے، مؤمن نہ شراب رکھ سکتا ہے، نہ بیچ سکتا ہے، اور نہ ہی خرید سکتا ہے، شراب مؤمن کا مال ہی نہیں ہو سکتا، کافر کا مال ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی حالت احرام میں حرم کا شکار کرنا نا جائز ہے تو وہ بھی کا مؤمن کا مال نہیں ہے، تو جو چیز رہن میں رکھی جائے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال ہو، اگر وہ مال نہیں ہے تو

Marfat.com

اس کو رہن میں رکھ کر قرض نہیں لیا جا سکتا ہے۔

شرط ثالث:

أَنْ يَكُوْنَ مُتَقَوَّمًا ...... وہ چیز مال متقوم ہے یعنی اس کی قیمت لگائی جا سکتی ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص 85)

مثال: خنزیر، یہ مسلمانوں کے لیے مال متقوم نہیں ہے، اس کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا اور کوئی حلال چیز ہو تو اس کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے۔

شرط رابع:

أَنْ يَكُوْنَ مَعْلُوْمًا ...... وہ چیز جس کو رہن میں رکھنا ہے، معلوم ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص 85)

اگر وہ چیز معلوم نہیں ہے تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا۔

مثال:

قرض لینے والا کہے کہ میں تیرے پاس سونا رہن رکھتا ہوں تو مجھے دس ہزار روپے دے دے تو اب یہ معلوم نہیں ہے، مجہول ہے کیونکہ سونا رتی بھی ہو سکتا ہے، سونا تولہ بھی ہو سکتا ہے، سونا دس تولے بھی ہو سکتا ہے، تو کوئی چیز رہن رکھتے وقت بولنا لازم ہے کہ وہ کتنی چیز رہن رکھ رہا ہے، اگر پہلی والی جمیع شرائط اس میں موجود ہوں مگر مال معلوم نہ ہو تو پھر اسے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی معاملہ ایسا نہ ہو کہ جس میں کل جھگڑا بن سکتا ہو، تو ساری

Marfat.com

چیزیں پہلے طے ہونی چاہیں کہ کتنا سونا میں تیرے پاس رہن رکھوں گا اور کتنا قرض لوں گا، لہذا اگر وہ مرہونہ چیز معلوم نہیں ہے تو پھر بھی اس کو رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

شرطِ خامس:

أَنْ يَكُوْنَ مَمْلُوْكًا لِلرَّاهِنِ ...... وہ چیز، جو راہن رہن کے طور رکھنا چاہتا ہے، وہ چیز راہن کے ملک میں ہو۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص86)

ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ چیز بھائی کی ہو اور وہ اٹھا کر دے آئے کہ یہ رہن میں رکھ لو، یہ چیز اس کے اپنے ملک میں نہیں تو اس کو رہن نہیں رکھا جا سکتا، باپ کی کوئی چیز اٹھا کے رہن رکھ آئے کہ تم یہ پاس رکھو اور اتنے پیسے مجھے دے دو، جب میں پیسے واپس کروں گا تو یہ چیز لے لوں گا تو شریعت کہتی ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے کیونکہ رہن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی چیز ہو۔

اگر کسی کی چیز ادھاری لی ہوئی تھی وہ رہن میں رکھ آئے اور پیسے قرض میں لے لے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، اس میں پانچویں شرط یہ ہے کہ جس چیز کو رہن میں رکھنا ہے وہ اس کے اپنے ملک میں ہو۔

شرط سادس:

أَنْ يَكُوْنَ مُفَرَّغًا ...... چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ چیز فارغ بھی ہو تو اس چیز کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص:87)

Marfat.com

مثال:

کھجور کا درخت کسی کے پاس رہن رکھنا چاہتا ہے اور اس پر کھجوریں اُس کی ہیں، کہتا یہ ہے کہ صرف درخت تمہارا ہے اور کھجوریں میری ہیں، اب چونکہ دونوں چیزیں آپس میں متصل ہیں۔

کھجوریں اور کھجور کا تنا آپس میں ملے ہوئے ہیں، کھجوریں کھجور سے چونکہ جدا نہیں تو اس درخت کو جدا کر کے رہن میں نہیں دے سکتا، اس واسطے فارغ چیز کو رہن میں رکھا جا سکتا ہے ورنہ ایسی چیز کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

گندم خود کاشت کی ہوئی ہے، قرض لینے والا کہتا ہے کہ گندم میری ہے لیکن زمین تمہیں رہن میں دے رہا ہوں تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ زمین فارغ نہیں ہے، گندم کاٹ لے یا گندم سمیت رہن میں رکھ لے تو اس صورت میں رہن رکھا جا سکے گا۔

شرط سابع:

أَنْ يَّكُوْنَ مُتَمَيِّزًا ...... ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ چیز جس کو رہن رکھا جا رہا ہے وہ متمیز ہو اور اس میں امتیاز موجود ہو۔

(الفقه الاسلامي و ادلته، الفصل الثاني عشر، المبحث الثاني: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص:87)

اب آپ دیکھیں صرف ایک چھوٹا سا کام ہے، آج بندہ کہتا ہے کہ میں نے رہن چیز رکھنی ہے، میری مرضی ہے اور دوسرے بندے کی مرضی ہے، ادھر شریعت کی مرضی پوچھتے ہی نہیں کہ جس نے اتنے ضابطے معین کر رکھے ہیں، تو مرہونہ چیز متمیز ہو، اگر وہ متمیز نہ ہو تو اس کو رہن میں نہیں رکھا جا سکتا۔

Marfat.com

مثال:

وہ کہے کہ میں آدھا گھر تجھے رہن میں دیتا ہوں لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتا کہ کونسا حصہ رہن میں دے رہا ہے، تو وہ رہن میں نہیں رکھا جا سکتا، رہن تب ہو سکے گا کہ جس وقت آدھے کو ممتاز کر دے گا۔

شرط ثامن:

قَبْضُ الْمَرْهُوْنِ ...... جب کوئی رہن رکھنا چاہے تو یہ مکمل کیسے ہوگا، اس کی تکمیل ایجاب وقبول کے ساتھ اور قبضے کے ساتھ ہوگی۔

(الفقه الاسلامی و ادلته، الفصل الثانی عشر، المبحث الثانی: شروط الرهن، المطلب الرابع: شروط المال المرهون، ج6، ص 88)

جس طرح کہ عقدِ نکاح ہوتا ہے، اس میں ایجاب وقبول ہوتا ہے، اسی طرح بیع وشراء میں ایجاب وقبول ہوتا ہے۔

جس وقت راہن کہے کہ مجھے اتنے پیسے دو، میں تمہارے ہاں فلاں چیز رہن رکھتا ہوں اور مرتہن کہے کہ ٹھیک ہے میں اس کو قبول کرتا ہوں، تو یہاں تک پہنچنے میں عقد پورا نہیں ہوا بلکہ ایک شرط اور بھی ہے اور وہ ہے قبضہ، وہ چیز جس کو رہن رکھ کے قرض لینا چاہتا ہے جب تک وہ قبضے میں نہیں آئے گی تو اس وقت تک رہن کا حکم لاگو نہیں ہوگا، جب وہ چیز مرتہن کے قبضے میں آجائے گی تو اب کہا جائے گا کہ رہن کا عمل شریعت کی روشنی میں مکمل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے لیے دنیا کی زندگی رکھی ہے اور اس کو آخرت کی کھیتی قرار دیا تو یہ بندے کا سارا امتحان ہے، ایک وہ بگھوڑا ہے جو کافر ہے، جس کا اسلام کے ساتھ

Marfat.com

کوئی تعلق نہیں ہے، وہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہی نہیں ہے، وہ جدھر بھاگتا ہے بھاگتا پھرے، اس سے تقاضا یہ ہے کہ وہ پہلے کلمہ پڑھے، جب کلمہ ہی نہیں تو وہ جہنمی ہے۔ مؤمن نے کلمہ پڑھ کر اس کلاس میں داخلہ لیا ہے، یہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہے، یہ اپنے آپ کو اس بھگوڑے کی طرح نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں کرتے پھرتے ہیں، انہیں جب کوئی پکڑ نہیں تو ہمیں کیوں پکڑ ہے؟، وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں، اور تمہارے لیے رب نے جنت بنائی ہے، اس واسطے تمہیں یہ ضابطہ دیا ہے کہ جو کام کرنا ہے تم نے اپنی مرضی سے نہیں کرنا بلکہ اپنے خالق کی مرضی سے کرنا ہے، شریعت سے پوچھ کے جب دنیا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو دین کا رنگ عطا فرما دے گا۔

مرہونہ چیز کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟

مثال:

وہ بھینس جو دودھ نہیں دیتی، اگر دودھ دیتی ہوتی تو دودھ اور خرچے کا آپس میں موازنہ ہو جاتا، یا کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے اور اس پر اخراجات بھی ہوتے ہیں، تو اس سلسلہ میں شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ اس چیز کے اخراجات دو طرح کے ہوں گے:

☆ ......اس کی دائمی بقا کے لیے،

☆ ......اس کی عارضی بقاء کے لیے،

عارضی بقاء یہ ہے کہ اس کو محفوظ جگہ پہ رکھنا، اس کو چور اٹھا کے نہ لے جائیں، اس کی رکھوالی کے لیے کوئی چیز رکھنا، کوئی نوکر رکھنا، تاکہ اس چیز کی حفاظت ہو سکے۔

دوسرا ہے اس کی دائمی بقاء کا بندوبست کرنا، مثلاً: جانور رہن رکھا گیا تو اس کے چارے کا

Marfat.com

بندوبست کرنا، اس کے زندگی گزارنے کے جو اخراجات ہیں وہ سارے پورے کرنا۔

تو شریعت میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ وہ چیز اصل میں مالک کی ہے جس نے قرض لیا ہوا ہے تو اس کی حیات بچانے کے لیے جتنے بھی اخراجات ہیں وہ سارے مالک پر ہوں گے، وہ چیز مرتہن کے پاس رہے گی، اس کا حق ہے کہ یہ چیز واپس نہیں کرے گا جب تک کہ وہ قرض واپس نہیں کرتا، مقروض مرتہن کی منت کرتا رہے کہ میں نے جو ٹریکٹر تیرے پاس رکھا ہے ایک دن مجھے دیدے، میں اپنی زمین میں ہل چلا لوں تو شریعت میں مرتہن کے لیے مالک کو ٹریکٹر دینا لازم نہیں ہے، مرضی ہے دے، مرضی ہے تو نہ دے، چونکہ رہن کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک اس (مرتہن) کو حق نہیں ملے گا وہ اس وقت تک چیز کو روک سکتا ہے، وہ مالک قرض دیئے بغیر اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔

مرتہن کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر اس کو استعمال کرے، اسی طرح راہن کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہونہ چیز لے جائے۔

مرہونہ چیز مرتہن کے پاس رہے گی، اپنے طور پر اس چیز کو استعمال نہیں کرسکتا، اس کا حق صرف اس چیز کو روکنے کا ہے کہ وہ اس کو مالک کی طرف نہ جانے دے، جب تک کہ اپنا قرض واپس نہیں لے لیتا۔

ادھر مالک جو دستبردار ہوا ہے تو وہ اپنی چیز کے اس حق سے کہ میں یہ چیز تمہارے پاس رکھتا ہوں تم جب چھوڑو گے تو پھر میں لوں گا، ورنہ وہ ملک سے دستبردار نہیں ہوا، وہ چیز اس مالک کی ہے جس نے وہ چیز دے کے قرض لیا ہوا ہے، اگر وہ چیز زکوۃ کے زمرے میں آرہی ہے تو مالک کو زکوۃ کو دینا پڑے گی۔

دائمی حفاظت کے اخراجات مالک برداشت کرے گا اور جو عارضی حفاظت کے اخراجات ہیں وہ مرتہن برداشت کرے گا۔

Marfat.com

مرہونہ چیز سے انتفاع

راہن نے جس چیز کو بطور رہن رکھا ہے اس سے انتفاع کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے، ہمارے عرف میں ایسے بہت سے دوکانوں اور مکانوں کے مسئلے ہیں جو شریعت مطہرہ سے سراسر سرکشی پہ مبنی ہیں۔

مثال:

عقد یہ ہوا تھا کہ میرا یہ مکان رہن میں لے لو اور اپنے پاس رکھو، سال کے بعد میں تمہیں پیسے دے دوں گا، مرتہن راہن سے پوچھے بغیر اس مکان میں رہائش نہیں رکھ سکتا اور نہ وہ کرایہ پہ دے سکتا ہے، شریعت نے اس کو حرام کر دیا ہے، صرف مرتہن اس کو روک کے رکھ سکتا ہے، اس کو تالہ لگا کے رکھ سکتا ہے تا کہ اس کو کوئی دوسرا استعمال نہ کرے، خود اس کو استعمال کرنا یا اس سے نفع اٹھانا مقروض کی مرضی کے مطابق ہوگا، یعنی اگر وہ اجازت دے دے تو پھر مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے، اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے، اور اگر راہن مرتہن کو اجازت نہ دے تو پھر اس بندے کے لیے جائز نہیں ہے کہ جس نے قرض دیا تھا، کیونکہ اس نے وہ قرض تو پورا واپس لینا ہے اور اگر اس کے ساتھ اس مکان کو بھی استعمال کر رہا ہے تو یہ ربا بن جائے گا، سودی کاروبار بن جائے گا اور یہ حرام کے زمرے میں آئے گا۔

ایسی بیسیوں صورتیں ہمارے ماحول میں دوکان، مکان کے لحاظ سے رائج ہو چکی ہیں۔

اس سلسلہ میں افسوس تو یہ ہے کہ کسی کو یہ سوچ نہیں ہے الا ماشاء اللہ کسی سے پوچھ لیں کہ ہم یہ حلال کر رہے ہیں یا حرام کر رہے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو شریعت نے ہماری مرضی پر چھوڑ دیا ہے کہ جیسے ہم آپس میں طے کر لیں، وہی ہوگا، حالانکہ شریعت

Marfat.com

نے ہماری مرضی پہ نہیں چھوڑا، شریعت نے اپنی مرضی بتائی ہے کہ یہ یہ شرائط ہیں، ان شرائط کو پیش نظر رکھ کے جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا تو اس میں انسان کی بہتری ہوگی اور انسان کو اس سے منافع ملیں گے۔

مرتہن راہن سے پوچھے بغیر مرہونہ چیز کو استعمال نہیں کرسکتا۔

مثال:

قیمتی چادر رہن میں رکھی گئی تھی، اوپر نہیں لے سکتا، کوئی اور چیز تھی اس کو بھی استعمال نہیں کرسکتا۔

ایسے ہی راہن اپنی چیز مرتہن کی اجازت کے بغیر اپنے پاس نہیں لے جاسکتا، اگر چہ مالک وہ ہی ہے لیکن مرتہن کی جب اجازت ہوگی تو پھر وہ اس کو لے جاسکتا ہے، شریعت میں یہ لازم نہیں کہ مرتہن راہن کو وہ چیز دے بلکہ اگر مرتہن اس کو روکنا چاہے تو روک لے، جب تک قرض واپس نہیں دیتا اس وقت تک یہ چیز اپنے پاس روک کے رکھے۔

اس سلسلہ میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ راہن نے مرتہن کے پاس کوئی چیز رکھی ہوئی تھی، اگر اس کی حفاظت میں مرتہن نے کوئی سستی کی اور وہ چیز چوری ہوگئی تو اب تاوان مرتہن پر ہوگا، اس قرض سے اس چیز کی قیمت منفی کردی جائے گی، اگر بھینس 20 ہزار کی تھی اور 20 ہزار قرض تھا، اس نے بھینس ایسی جگہ باندھی جہاں کوئی حفاظت نہ تھی، چور اس کو لے گئے، قرض دینے والا مقروض سے قرض نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس نے اپنے عمل سے اس کی چیز کو ضائع کیا ہے۔

تو یہ ان مسائل کے مختلف پہلو ہیں اور بطور خاص رہن سے انتفاع کے لحاظ سے اور دیگر شرائط کے لحاظ سے ہیں، اپنے معمول کا ہر وقت جائزہ لیتے رہنا ہمارے لیے لازم ہے تاکہ ہمارا فرق برقرار رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عام کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں

Marfat.com

دولت ایمان دی ہے، اس فرق کو عملی زندگی میں واضح کر دیں کہ ہمارے معاملات اور ہیں اور کافروں کے معمولات بھی اور ہیں۔

اتباعِ حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ المیہ ہے کہ معاملات والا حصہ سرد خانے میں پڑا ہوا ہے، ادھر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف ایک مسئلہ کہا گیا تھا کہ ایک ہفتہ کے لیے لشکر اسامہ کو مؤخر کر دو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چند دن مجھے رہنے دو، ہو سکتا ہے کہ نئے قبیلے مرتد ہو جائیں اور مدینہ شریف پہ حملہ کر دیں تو ہم سارے شام میں ہوں گے تو مدینہ شریف غیروں کے قبضے میں چلا جائے گا، تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ:

میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے کر جائیں اور میں حکم کو چند دنوں کے لیے ملتوی کروں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا،

وَاللّٰهِ أَنْ تَخْطِفَنِيَ الطَّيْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَبْدَأَ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... اگر میں تنہا مدینہ شریف میں رہ جاؤں، اور مدینہ پر حملہ ہو جائے اور میں شہید ہو جاؤں، میرا بدن دفن کرنے کے لیے کوئی انسان باقی نہ بچے، میری ہڈیوں سے گوشت پرندے نوچ کے لے جائیں، مجھے یہ منظور ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے فرمان کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔

(الطبقات الكبرى، الطبقة الثانية من المهاجرين و الأنصار، ج:4، ص:67)

ایک فرمان معطل کرنا تو دور کی بات ہے، ملتوی کرنا صرف چند دنوں کے لیے بھی برداشت نہیں ہے، فرمایا: جان دے سکتا ہوں مگر یہ ملتوی نہیں ہو سکتا۔

اب آدھا دین جو ملتوی ہو گیا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ نظام مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو

Marfat.com

صدیوں سے رائج ہے، قانون شریعت، نظام الٰہی صدیوں سے رائج نہیں اور مسلمان زندگی گزار رہے ہیں، آخر کل مؤاخذہ ہوگا کہ تم نے اس تھوڑے سے دین کو اپنا دین سمجھا اور دین کا بہت سا حصہ معطل کر دیا، انگریز کے نظام کو تم نے اپنی زندگی کا نظام بنائے رکھا، اس کے مطابق معاہدے اور فیصلے کیے، تھانے، کچہری کے معاملات ہوتے رہے، تو یہ ایک شدید مؤاخذہ ہے اس سے بچنے کے لیے ہمیں سوچنا چاہیے، جہاں تک انفرادی طور ان معاملات پر عمل ہو سکتا ہے وہ ضرور کریں اور اجتماعی عمل کی خاطر منصوبہ بندی کریں تا کہ ایسا طعنہ تاریخ امم میں نہ ہو اور کل ایسا مؤاخذہ نہ ہو کہ تمہارے کروڑوں کے ہوتے ہوئے میرا دین اجنبی بن گیا تھا، تم نے اس کے لیے کردار ادا کیوں نہ کیا، اس بات کا جواب بہت مشکل ہو جائے گا۔

اس واسطے ان معاملات کی سمجھ بھی ضروری ہے اور پھر ان پر عمل بھی لازمی ہے، وہ دوسری سکیمیں اور دوسرے منصوبوں سے ظاہری فائدہ ہو سکتا ہے مگر وہ فائدہ حقیقت میں نقصان ہے، نیکیوں کا بنک بیلنس اس سے ختم ہو جاتا ہے، کبھی کبھی بندے کا ایمان بھی لٹ جاتا ہے۔

اس واسطے ہمیں وہ سکیمیں عمل میں لانی چاہیں جو صاحب گنبد خضراء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان کی ہیں، اور ان کو اپنی امت کا نصاب زندگی قرار دیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس درس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں اپنے معاملات اچھے طریقے سے سمجھ کر ان کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
7

ایک عدد نئی زندگی

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا

(سورۃ الروم، سورت نمبر 30، آیت نمبر 50)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ

آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر،

Marfat.com

مالک کوثر، محبوب و دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم پاکستان'' کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

ایک عدد نئی زندگی

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے نئی زندگی عطا فرمائے اور ہمیں دونوں جہاں کی سعادتیں عطا فرمائے۔

آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ انسان کو ایک زندگی ملتی ہے اور جب سلسلہ تنفس ختم ہو جاتا ہے تو زندگی کا اختتام ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک زندگی ہے جو ''بعث بعد الموت'' ہے، اور اس کے درمیان ''برزخ'' کا ایک سلسلہ ہے، تو دنیا میں ہوتے ہوئے کوئی نئی زندگی انسان کو کیسے میسر آسکتی ہے؟ آج یہی ہمارا موضوع ہے۔

قرآن مجید، برہان رشید کی متعدد نصوص اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجنوں فرامین اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

جس وقت ایک انسان کفر سے اسلام کی طرف آتا ہے تو اس کی زندگی کو نئی زندگی قرار

Marfat.com

دیا جاتا ہے اور پھر اسلام میں اس کی ترقی ہوتی ہے، اس میں عصیاں چھوڑتا ہے، یا گناہوں کی وجہ سے اس کی زندگی جو میلی کچیلی ہو چکی تھی، ان گناہوں کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نئی زندگی عطا کر دیتا ہے۔ تو تب بہت سے ایسے مراحل ہیں جہاں پر یہ لفظ استعمال کیا گیا کہ:

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج باب: فضل الحج المبرور، ج:2، ص:553، رقم الحدیث: 1449)

اس لیے گناہوں سے چھٹکارا اور معصیت کے دھوئیں سے نجات اور غلطیوں کے غبار سے بچاؤ، یہ ایک نئی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بندہ مؤمن کو مختلف مراحل عطا فرمائے ہیں، اور رسول اکرم ﷺ نے ان کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَانْظُرْ اِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا...... تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکر زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے (القرآن الکریم، سورۃ الروم، رقم السورۃ: 30، رقم الآیۃ: 50)

تمہارے سامنے ایک زمین ویران اور کھنڈر کی شکل اختیار کر چکی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابر کرم برسا اور پھر وہ زمین ہری بھری ہو گئی، اس میں نکھار آ گیا، اس میں بہار کے جلوے آ گئے، اللہ تعالیٰ ایسی ظاہری مثالیں دے کر باطن کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ جیسے تم اس زمین کی زندگی، جو اس کی موت کے بعد ہے، اس کا مشاہدہ کر رہے ہو کہ اس کے ویران ہونے کے بعد پھر بہاروں کا سلسلہ آ گیا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ دلوں کی زمینوں کو بھی زندگی عطا فرماتا ہے اور اس زندگی کے مختلف مراحل ہیں، کبھی کفر کے

Marfat.com

بعد اسلام سے زندگی دیتا ہے، اور کبھی فسق و فجور سے رہائی کے بعد تقوی و پرہیز گاری کے ساتھ اس انسان کو ایک نئی زندگی سے سرفراز فرماتا ہے۔

اسلام ایک نئی زندگی

اس سلسلہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے، جب وہ وقتِ وصال رو رہے تھے تو بیٹوں نے پوچھا کہ آپ کو اللہ کی دی ہوئی سعادتیں میسر ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بہت سی بشارتیں عطا فرمائی ہیں تو اس وقت کیوں رو رہے ہیں؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچا اور میں نے اپنی طرف سے رغبت کا اظہار کیا کہ میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہاتھ آگے کیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرو! تم نے خود کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں، جب میں نے ہاتھ آگے کیا ہے تو تم نے ہاتھ پیچھے کیوں کر لیا ہے؟

تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا کہ:

اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ ...... میں مشروط طریقے سے اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

تَشْتَرِطُ بِمَا ذَا ...... تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں تب اسلام قبول کروں گا جب میرے پہلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا کہ:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... تمہیں پتہ نہیں کہ اسلام کہتے کسے ہیں؟ جب اسلام آتا ہے تو پہلے سارے داغ دھل جاتے ہیں، سارے دھبے صاف ہو جاتے ہیں، اور گناہوں کی ساری میل اور ساری سیاہی اتر جاتی ہے، اسلام سے بندے کو نئی زندگی مل جاتی ہے، لہذا اگر تم شرط نہ بھی لگاؤ تو یہ اسلام کا اپنا مقام ہے اور اس کی عظمت ہے کہ جس وقت بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سارے ماضی کے گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرما دیتا ہے۔

ہجرت ایک نئی زندگی

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ...... ہجرت ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں،

اس نے راہِ حق میں خدا کے لیے ہجرت کی تو اس سے پہلے جتنے گناہ تھے وہ سارے کے سارے ختم ہو گئے ہیں۔

حج ایک نئی زندگی

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... اور حج بھی ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذا الھجرۃ و الحج، ج:1، ص:78، رقم الحدیث: 336)

Marfat.com

اس حدیث شریف میں جو پہلے نمبر پہ نئی زندگی بیان کی گئی، اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم شروع سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ماننے والے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ یقین رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان ہماری ماؤں کے دودھ میں ہی عطا فرما دیا، اس لحاظ سے کوئی ایسا وقت ہم پہ نہیں گزرا جو حالت کفر میں ہو کہ کفر کو چھوڑ کر، اسلام لا کر نئی زندگی حاصل کی جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شروع سے ہی ایمان والی زندگی عطا فرمائی ہے۔

اس کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے بندے سے گناہ ہو جاتے ہیں، فسق وفجور ہو جاتا ہے، غفلت ہو جاتی ہے، نمازیں رہ جاتی ہیں، مختلف قسم کی آلودگیوں سے انسان کا آئینہ دل دھندلا ہو جاتا ہے تو جس وقت بندہ ان گناہوں کو چھوڑتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو انسان کا آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔

پھر اس کے بعد ہجرت ہے، اس کا بھی موقع میسر نہ ہو، جس طرح کہ اب ہم جہاں رہتے ہیں، یہ دار الاسلام ہے، یہاں سے ہجرت کر کے کہیں جانے کا جواز ہی نہیں ہے کہ جس کو ہجرت فی سبیل اللہ کہا جائے۔

اس کے بعد وہ مرحلہ جس سے نئی زندگی ملتی ہے، وہ حج کا مرحلہ بیان کیا گیا ہے، حج ایسی مقدس ادا ہے اور اتنی بڑی عبادت ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا کہ:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... تمہیں پتہ نہیں کہ اسلام کہتے کسے ہیں؟ جب اسلام آتا ہے تو پہلے سارے داغ دھل جاتے ہیں، سارے دھبے صاف ہو جاتے ہیں، اور گناہوں کی ساری میل اور ساری سیاہی اتر جاتی ہے، اسلام سے بندے کو نئی زندگی مل جاتی ہے، لہٰذا اگر تم شرط نہ بھی لگاؤ تو یہ اسلام کا اپنا مقام ہے اور اس کی عظمت ہے کہ جس وقت بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو سارے ماضی کے گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرما دیتا ہے۔

ہجرت ایک نئی زندگی

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ...... ہجرت ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں،

اس نے راہِ حق میں خدا کے لیے ہجرت کی تو اس سے پہلے جتنے گناہ تھے وہ سارے کے سارے ختم ہو گئے ہیں۔

حج ایک نئی زندگی

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ...... اور حج بھی ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کے پہلے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذا الھجرۃ و الحج، ج:1، ص:78، رقم الحدیث: 336)

Marfat.com

اس حدیث شریف میں جو پہلے نمبر پہ نئی زندگی بیان کی گئی، اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم شروع سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ماننے والے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ یقین رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان ہماری ماؤں کے دودھ میں ہی عطا فرما دیا، اس لحاظ سے کوئی ایسا وقت ہم پہ نہیں گزرا جو حالت کفر میں ہو کہ کفر کو چھوڑ کر، اسلام لا کر نئی زندگی حاصل کی جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شروع سے ہی ایمان والی زندگی عطا فرمائی ہے۔

اس کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے بندے سے گناہ ہو جاتے ہیں، فسق وفجور ہو جاتا ہے، غفلت ہو جاتی ہے، نمازیں رہ جاتیں ہیں، مختلف قسم کی آلودگیوں سے انسان کا آئینہ دل دھندلا ہو جاتا ہے تو جس وقت بندہ ان گناہوں کو چھوڑتا ہے اور، توبہ کرتا ہے تو انسان کا آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔

پھر اس کے بعد ہجرت ہے، اس کا بھی موقع میسر نہ ہو، جس طرح کہ اب ہم جہاں رہتے ہیں، یہ دارالاسلام ہے، یہاں سے ہجرت کر کے کہیں جانے کا جواز ہی نہیں ہے کہ جس کو ہجرت فی سبیل اللہ کہا جائے۔

اس کے بعد وہ مرحلہ جس سے نئی زندگی ملتی ہے، وہ حج کا مرحلہ بیان کیا گیا ہے، حج ایسی مقدس ادا ہے اور اتنی بڑی عبادت ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج

Marfat.com

کرنے گیا، حج کے دوران اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، کوئی فسق نہیں کیا تو اس حال میں لوٹا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب: فضل الحج المبرور،

ج:2، ص:553، رقم الحدیث: 1449)

کیونکہ بندے کا جو یوم ولادت ہوتا ہے وہ اس کی اس دنیا پر حسی زندگی کا آغاز ہے، جیسے اس دن سے اس کی عمر شمار ہوتی ہے کہ یہ ایک دن کا ہو گیا ہے، ایک ہفتے کا ہو گیا، یا ایک مہینے کا ہو گیا یا ایک سال کا ہو گیا ہے، اس لحاظ سے تمہاری زندگی کب سے شروع تھی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے کہ تم جس وقت حج بیت اللہ کر کے واپس آ رہے ہو تو یوں لوٹ رہے ہو جیسے آج ہی تمہیں تمہاری ماں نے جنم دیا ہے یعنی جس طرح اس دن تمہارے کندھوں پر کوئی عصیاں کا بوجھ نہیں تھا اور تمہارے نامہ اعمال میں کوئی سیاہی نہیں تھی اور تمہارے کردار پر کوئی داغ نہیں تھا، جس دن تمہاری ولادت ہوئی اس دن تمہارا کردار پھولوں کی طرح معطر تھا، اس وقت تمہارا نامہ اعمال بالکل ستھرا تھا، اس پر کسی طرح کا کوئی دھبہ موجود نہیں تھا، اب اسلام نے تمہیں گولڈن چانس دیا ہے کہ جس وقت تم حج کر کے واپس لوٹ رہے ہو تو یہ ایک نئی زندگی ہے۔

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاں پورے حج کا اس طرح نئی زندگی کی شکل میں اجر و ثواب بیان کیا، وہاں رسول اکرم ﷺ نے طواف کی مقدار پر بھی نئی زندگی کے ملنے کا اعلان کیا ہے۔

یہ اس شریعت مطہرہ کے دروازوں کی بہار ہے کہ جا بجا رسول اکرم ﷺ نے ایسے

Marfat.com

مواقع کا ذکر کیا تا کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو رغبت پیدا ہو اور وہ اپنی پرانی زندگی کو چھوڑے، غفلت، کوتاہی، گناہوں کی آلودگی کو چھوڑ کر نیکی والی نئی زندگی حاصل کرے، اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذرائع کو بھی بیان کیا۔

طواف ایک نئی زندگی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ خَمْسِينَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... جس نے خانہ کعبہ کا پچاس (50) مرتبہ طواف کیا یعنی حج کے سوا بھی اس نے بیت اللہ کا پچاس مرتبہ طواف کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ ...... اس کے گناہ جھڑ گئے اور وہ گناہوں سے باہر نکل آیا، اس کے گناہ بالکل صاف ہو گئے،

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(جامع الترمذي، كتاب الصوم، باب: فضل الطواف ج:3، ص:219، رقم الحديث: 866)

یعنی ایک انسان نے بیت اللہ شریف کے گرد پچاس مرتبہ چکر لگائے ہیں تو اس کو بھی نئی زندگی کا پراسس قرار دیا گیا ہے کہ اس کو نئی زندگی مل گئی ہے، پورا حج تو اپنی جگہ رہا، عمرہ اپنی جگہ رہا، اس بیت اللہ کا اتنا مقام ہے کہ جس نے پچاس مرتبہ اس کے گرد چکر لگائے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔

Marfat.com

بیت المقدس میں نماز ایک نئی زندگی

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا بَنٰی بَیْتَ الْمُقَدَّسِ ...... جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو تعمیر کیا،

سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل خِلَالًا ثَلَاثًا ...... اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا کہ اے اللہ! میں نے مقدس مقام تعمیر کر دیا ہے، اور اب میں تجھ سے تین دعائیں مانگ رہا ہوں، مجھے وہ تین چیزیں عطا فرما دے،

سَأَلَ اللّٰہَ عزوجل حُکْمًا یُصَادِفُ حُکْمَہٗ فَأُوْتِیَہٗ ...... پہلی دعا یہ ہے کہ مجھے قوت فیصلہ عطا فرما، جو بھی میں فیصلہ کروں وہ تیری رضا کے مطابق ہو اور ایسا فیصلہ نہ کروں جس سے تو ناراض ہو جائے۔

یعنی مجھے اس انداز سے فیصلہ کرنے والا بنا کہ میری قوت فیصلہ بڑی منفرد قوت ہو، مجھے فیصلہ کرتے وقت کوئی غلطی نہ لگے اور میں ہو بہو وہی فیصلہ کروں جو تیرے نزدیک طے شدہ ہو، مجھے اس انداز کی قوت فیصلہ عطا کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انداز کی قوت فیصلہ عطا کر دی،

وَسَأَلَ اللّٰہَ عزوجل مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ فَأُوْتِیَہٗ ...... دوسری دعا یہ ہے کہ میری ایسی حکومت ہو کہ میرے بعد ایسی حکومت کسی کی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی حکومت بھی عطا فرما دی،

وَسَأَلَ اللّٰہَ عزوجل حِیْنَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ ...... تیسری دعا اس وقت کی جب

Marfat.com

بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تھے تو بطور خاص مسجد کے لیے بھی ایک دعا مانگی۔

وہ مسجد اقصیٰ جو آج یہودیوں کے تسلط میں ہے اور مسلم امہ اس کو دیکھنے اور اس کی زیارت کے لیے ترستی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ وہ دن لائے کہ یہ مسجد مسلمانوں کے لیے کھول دی جائے اور امت کے بیٹے اس میں نماز بھی ادا کریں اور اس کی زیارت بھی کر سکیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی، وہ یہ تھی کہ:

أَنْ لَّا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَّا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ أَنْ يُّخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... جو بندہ بھی اس مسجد میں صرف ایک نماز پڑھنے کی غرض سے آئے، خواہ وہ دنیا کے کسی دور کے مقام سے آیا ہو یا قریب کی جگہ سے آیا ہو، کسی دور ملک سے چل کے آیا ہے یا کسی قریب والے ملک سے چل کے آیا ہے تو اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جس وقت وہ اس مسجد سے نماز پڑھ کے باہر نکلے تو اس کی صورتحال یہ ہو: كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا

(سنن النسائی، کتاب المساجد، باب: فضل المسجد الأقصى و الصلاة فيه ج:2، ص:34، رقم الحدیث: 693)

یہ مسجد اقصیٰ کی فضیلت ہے جو اس کو عطا کر دی گئی اور یہ بھی نئی زندگی پانے کا ایک طریقہ ہے، حیات نو یہاں بھی موجود ہے کہ جس وقت ایک انسان مسجد اقصیٰ کے سفر میں گیا، نماز پڑھنے کی خاطر وہاں پہنچا، نماز پڑھ کے نکلا ہے تو اس مسجد کے اعزاز کے پیش نظر اس کو یہ مقام دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پہلے سارے گناہوں کو یوں معاف کیا کہ:

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

Marfat.com

روزہ ایک نئی زندگی

رسول اکرم ﷺ انسان کو گھر بیٹھے ہی نئی زندگی پانے کے طریقے بتارہے ہیں، ان میں سے ایک طریقے سے امت گزررہی ہے (چونکہ فہم دین کورس رمضان المبارک کی پرکیف ساعتوں میں ہوتا ہے اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ ''ان میں سے ایک طریقے سے امت گزری رہی ہے یعنی وہ طریقہ رمضان المبارک کا ہے)، وہ کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ...... ایمان کی حالت میں طلب ثواب کے لیے جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ہیں اس کے پہلے سارے گناہوں کو بخش دیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: صوم رمضان احتسابا من الایمان، ج:1، ص:22، رقم الحدیث: 38)

اگر یہ لفظ ڈھونڈنے ہوں کہ:

کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا، تو اس میں مزید تھوڑی سی کوشش کی ضرورت ہوگی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... جس بندے نے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کے بعد شوال کے بھی چھ روزے رکھے وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(المعجم الأوسط، من اسمه مسعود، ج:8، ص:275، رقم الحدیث: 8622)

Marfat.com

یعنی نئی زندگی پانے کے کتنے چانسز ہیں، انسان روتا ہے کہ ایک ہی زندگی ہے اور وہ پرانی ہو چکی ہے اور وہ گناہوں میں دب چکی ہے لیکن اللہ کا فضل کتنا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو وہ زندگی عطا فرماتا ہے جو پہلے دن تھی، جب تم ماں کی گود میں آنکھ کھول رہے تھے اور اس وقت تمہاری چادر گناہوں سے صاف تھی اور شفاف تھی، اب رمضان کے روزے رکھ کے شوال کے مہینے میں کوئی چھ روزے رکھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ مرتبہ عطا فرمائے گا کہ وہ گناہوں سے اس قدر پاک اور ستھرا ہو جائے گا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید اس کے آگے بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ابر کرم ہے جو برستا ہے تو برستا ہی چلا جاتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ پہلے کافر تھا، اب میں کلمہ پڑھتا ہوں، یہ رب کا فضل ہے کہ کفر پر وقت ہی نہیں گزرا، شروع سے ہی ایمان پہ گزرا ہے۔

کوئی سوچ رہا تھا کہ اب ہجرت کا تو زمانہ نہیں، ہجرت کر کے جاؤں تو کہاں سے، یہ تو دارالاسلام ہے، نئی زندگی مجھے کیسے ملے گی؟

کوئی سوچ رہا تھا کہ حج کے لیے تو پیسے نہیں ہیں، جاتا تو کرتا اور نئی زندگی مل جاتی، اب میرے پاس حج کے لیے زادراہ ہی نہیں ہے؟

کوئی کہتا میں پچاس طواف تو کر لیتا مگر جاؤں کیسے کہ جا کر میں طواف کروں اور گناہوں سے بری جاؤں اور نئی زندگی مل جائے؟

کوئی کہہ رہا تھا کہ بیت المقدس پر تو یہودیوں کا تسلط ہے وہاں پر کیسے جا سکتا ہوں، ہماری حکومت نے تو اسرائیلی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کیا تو میں جاؤں تو وہاں کیسے جاؤں؟

Marfat.com

میرے محبوب ﷺ نے گھر بیٹھے بندے کو رمضان کے روزے بتائے اور چھ روزے شوال کے بتائے، پھر فرمایا تمہیں اس کے سوا بھی گھر بیٹھے نئی زندگی مل سکتی ہے۔

کفارات میں ایک نئی زندگی

جب رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ:

فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى ...... اے محبوب ﷺ! تم یہ بتاؤ کہ ملاء اعلیٰ اس وقت کیا کر رہے ہیں،

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا ...... اے اللہ! میں نہیں جانتا،

تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کی تو:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ...... جو کچھ زمین میں تھا اور جو کچھ آسمانوں میں تھا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم مجھے عطا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ اے محبوب ﷺ! وہ فرشتے اس وقت کیا کر رہے ہیں، اب سرکار ﷺ نے جواب دیا کہ

فِي الْكَفَّارَاتِ ...... وہ ان اعمال کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جن سے بندے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

یعنی گناہگار ہو چکا تھا اور گناہوں سے جھک رہا تھا، گٹھریاں بڑی بھاری تھیں، کندھے تھک چکے تھے، وہ کون سا عمل ہے جس سے بندہ ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے اور سبکدوش ہو

Marfat.com

جاتا ہے اور گناہوں کی گٹھریاں نیچے گر جاتی ہیں، اس کا نامہ اعمال بالکل گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے، فرشتے اس بارے میں سوچ و بچار کر رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اجمالی جواب دیا، پھر وضاحت کے ساتھ جواب دیا اور ان کو بیان کیا کہ وہ کیا کیا چیزیں ہیں جن سے گناہ مٹ جاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمُکْثُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ ...... نماز پڑھ کے مسجد میں بیٹھے رہنا، یہ ایسا عمل ہے جس سے بندے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

وَالْمَشْیُ عَلَی الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ ...... قدموں پہ چل کے جماعت میں جا کر شریک ہو جانا، یہ ایسا عمل کہ جن سے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِی الْمَکَارِہِ ...... اچھی طرح پانی بہا کر وضو کرنا، ایسا عمل ہے کہ جس سے بندے کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

پھر فرمایا کہ:

وَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ ...... جو بندہ یہ کام کرے،

یعنی نماز پڑھے، اور پھر مسجد میں بیٹھا رہے، اور جو قدموں پہ چل کے جماعت میں شریک ہو جائے اور جو شدید ٹھنڈے موسم میں بھی اچھی طرح وضو کرے اور اس کام پہ جو بندہ دوام اختیار کرے، ہمیشہ ایسا کرتا رہے، تو پھر کیا ہوگا؟

عَاشَ بِخَیْرٍ ...... زندہ رہے گا تو خیر سے زندہ رہے گا،

وَمَاتَ بِخَیْرٍ ...... فوت ہوگا تو خیر سے فوت ہوگا،

یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ روح بدبودار ہو چکی ہو، جس طرح بعض لوگوں کی روحیں ایسی ہو

Marfat.com

جاتی ہیں کہ فرشتے قبض کرتے ہوئے بھی نفرت کرتے ہیں،

عَاشَ بِخَيْرٍ وَ مَاتَ بِخَيْرٍ ...... جس نے یہ کام کیے تو وہ خیر سے زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ فوت ہوگا۔

ان کے لیے بیت اللہ شریف میں جانا ضروری نہیں ہے اور ان کے لیے مسجد اقصی میں جانا ضروری نہیں ہے، اپنے محلے کی مسجد میں انسان گھر سے چلا ہے اور جا کر صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز ادا کی ہے، پھر اس کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتا ہے، اور وضو اچھے طریقے سے کرتا ہے تو یہ بندہ زندہ رہے گا تو خیر کے ساتھ زندہ رہے گا، فوت ہوگا تو خیر کے ساتھ فوت ہو جائے گا،

وَ كَانَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... اور اپنے گناہوں سے یوں باہر نکل آئے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(جامع الترمذي، كتاب: تفسير القرآن، باب: سورة ص، ج:5، ص:366، رقم الحديث: 3233)

اس میں مکمل وظیفہ بتا دیا کہ جو قدموں پہ چل کے نماز میں شریک ہو، جو نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جائے، اور پھر وضو اچھے طریقے سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

دو رکعت نوافل میں نئی زندگی

ہمارے آقا ﷺ نے اس سے آگے مزید آسان نصاب بیان کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضو کا طریقہ سکھایا تو ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ...... جو وضو کرے اس وضو کی طرح،

Marfat.com

یعنی میرے طریقے کے مطابق جس نے وضو کیا کیونکہ عام امتی کا وضو نبی اکرم ﷺ کے وضو کے برابر نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ کے وضو کا مقام اور ہے، ہمارے وضو کا مقام اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو وضو کے اندر میں ترتیب دے رہا ہوں، جن اعضاء کو میں دھونے کا حکم دے رہا ہوں اور جن کے مسح کا حکم میں دے رہا ہوں، اس طرح میرے طریقے کے مطابق جو وضو کرے،

ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ...... پھر دو رکعتیں ادا کرے، مگر شرط یہ ہے کہ:

لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَهٗ ...... ان دو رکعتوں میں اپنے دل میں باتیں نہ کرے، یعنی دوران نماز اس کو کوئی خیال نہ آئے تو:

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ...... اس سے پہلے اس کے جتنے گناہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا ہے، بخش دیا ہے اور اس کے گناہوں کو مٹا دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: الوضوء ثلاثا ثلاثا، ج:1، ص:71، رقم الحدیث: 158)

تو یہ ایک انداز ہے نئی زندگی کے معمول کا، ان اعمال سے بندے کو نئی زندگی ملتی ہے، بندے کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ کافر لوگ کفر میں ہی رہیں گے اور ان کی ایک ہی زندگی ہے، دوسری کوئی زندگی نہیں ہے، اسی میں رہیں گے اور اسی ایک ہی زندگی میں ہی چلے جائیں گے اور ان کو کسی نئی زندگی کا مزہ میسر نہیں آئے گا، لیکن یہ مؤمن کی شان ہے کہ جب وہ ایک کوشش کرے گا تو پہلے سارے گناہ مٹ جائیں گے اور نامہ اعمال دھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ایک مقام پہ گفتگو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی گفتگو کو سن

Marfat.com

رہے تھے، ایسے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ قَامَ إِذَا اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ ...... جس وقت سورج باہر نکل آئے اور چمکنا شروع کردے، مکروہ وقت ختم ہوجائے تو ایسے میں جو بندہ وضو کرے،

فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ...... اور اس نے اچھے طریقے سے وضو کیا،

ثُمَّ قَامَ ...... پھر وہ کھڑا ہو گیا،

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ...... اس نے دو رکعتیں ادا کیں،

غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ فَكَانَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... اس کے گناہوں کو بخش دیا گیا اور وہ یوں ہے کہ جیسے ابھی اس کو اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔

(مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عمر بن خطاب رضي الله عنه ج:1، ص:213، رقم الحديث: 249)

نئی زندگی ملنے کے کتنے چانسز ہیں، روزانہ نئی زندگی مل سکتی ہے، ادھر نیا سورج طلوع ہوا ہے تو ادھر شریعت نے نئی زندگی کا طریقہ بھی عطا کر دیا ہے، ادھر سورج چمک رہا ہے تو ادھر بندہ مؤمن اٹھا اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان نوافل کی اس کو وہ برکت عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہ معاف کر کے ایسا بنا دیا ہے کہ گویا اس کو اس کی ماں نے ابھی جنم دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نئی زندگی پانے کا نسخہ کیمیا دیا، اس میں کچھ صورتیں ایسی ہیں جس میں صرف بندے کی نیت کا دخل ہے، اگر وہ نیت قائم رکھے تو اس کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔

جسمانی بیماری نئی زندگی کا سبب

حضرت شداد رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عزوجل يَقُوْلُ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ ...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

Marfat.com

ہے کہ میں جب کسی بندے کو کسی بیماری میں مبتلا کرتا ہوں،

مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا ...... اپنے بندوں میں سے کسی مؤمن کو بیمار کروں تو وہ بیمار ہو کے ہائے ہائے نہ کرے، شکایت نہ کرے، شکوے نہ کر،

فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهُ ...... میں نے بندے کو بیمار کیا تو اس نے میری حمد بیان کی کہ اللہ کی مرضی ہے، میں اس کی رضا پہ راضی ہوں،

فَإِنَّهُ يَقُوْمُ مِنْ مَّضْجَعِهِ ...... جب وہ صحت مند ہو کے اپنی چارپائی سے اٹھتا ہے،

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(المعجم الكبير، باب الشين، شداد بن أوس الأنصاري، ج:7، ص:279، رقم الحديث: 7152)

یہ بیماری اس کے لیے کتنی بڑی رحمت بن گئی، اس مؤمن نے بیمار ہونے کے بعد صبر کیا، رب سے شکوے اور شکایتیں نہیں کی ہیں بلکہ اللہ کی حمد بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس کے ہر دن کو، ہر رات کو، ہر گھنٹے کو، ہر منٹ کو اور ہر سیکنڈ کو کہ میں نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے، یہ میرا بندہ میرے شکوے اور شکایتیں نہیں کرتا، صبر کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی زندگی دی؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو اللہ نے حسی زندگی دی ہے لیکن جب وہ بستر سے اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسری زندگی بھی عطا فرما دیتا ہے:

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی بوجھ نہیں ہے، زندگی کے پہلے سارے گناہ بیماری نے جھاڑ دیے ہیں اور ہم نے اس کو ایک نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

یہ ابتلاء و آزمائش ہو سکتا ہے کہ زیادہ لمبی ہو، بندے کو آزمائش اور بیماری مانگنی نہیں چاہیے، کیوں! اس لیے کہ ہماری وسعتیں تھوڑی ہیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہمیں آزمائش میں نہ ڈالے، جس کو آزمائش میں ڈالا اور اس نے صبر کیا، ہفتے، مہینے لگ گئے لیکن شکایت نہیں کی، اٹھا ہے تو گناہوں سے بالکل صاف ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ...... جو بندہ صرف تین (3) دن بیمار ہوا، تین دنوں میں اس نے اللہ تعالیٰ سے شکایتیں نہیں کیں اور لوگوں سے جھگڑے نہیں کرتا رہا، اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہتا رہا کہ تجھے کوئی اور بیمار کرنے کے لیے نہیں ملا، مجھے تو نے بیمار کر دیا (معاذ اللہ)، ایسے لغویات اس کی زبان سے نہیں نکلے بلکہ اس نے پھر بھی "الحمد للہ" کہا، تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین دنوں کے بعد جب وہ صحت مند ہو رہا تھا تو وہ یوں اٹھ رہا تھا گویا کہ:

خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ...... گناہوں سے ایسے نکلا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے،

اس کے گناہ مٹ چکے ہیں، گناہ جھڑ چکے ہیں، ساری بدی مٹ چکی ہے، سارے داغ مٹ چکے ہیں۔

(المعجم الصغیر، حرف العین، باب العین من اسمه عمر، ج:1، ص:314، رقم الحدیث: 519)

یہ اس لیے ہے کہ مؤمن جس حال میں بھی ہو اس حال میں نوازا جاتا ہے، اگر مرض آ گیا تو اس کو کتنا نوازا جا رہا ہے، اگر وہ مرض کے دنوں میں صبر کرتا ہے، صحت والے دنوں کی نیکیاں بدستور لکھی جاتی ہیں اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ:

كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ...... تو وہ یوں ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

Marfat.com

پھر معاملہ اس سے آگے کا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ وَعَكَ لَيْلَةً ...... جس کو ایک دن بخار ہوا،

فَصَبَرَ ...... پھر اس نے صبر کیا،

وَرَضِيَ بِهَا عَنِ اللهِ عزوجل ...... وہ بندہ بخار میں بھی رب سے راضی رہا،

صرف ایک رات بخار ہوا اور وہ اس حالت میں بھی رب سے راضی رہا،

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ...... اب بھی وہ گناہوں سے یوں نکل گیا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں سے اس کو جنم دیا ہے۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان و هو باب فی الصبر علی المصائب فصل فی ذکر ما فی الأوجاع و الأمراض و المصیبات من الكفارات، ج:7، ص:150، رقم الحدیث: 9868)

نئی زندگی پانے کے کتنے مراحل احادیث مبارکہ میں موجود ہیں اور کیا شان ہے رسول اکرم ﷺ کے اقوال زریں کی اور کیا مقام ہے ان احادیث طیبہ کا اور یہ مرتبہ ہے ہمارے دین کا اور کتنے وارے نیارے ہیں اس امت کے، ایک رات کا بخار اتنا سوزمند ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر کے ایسے بنا دیا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہے اور ایک رات کے بخار کے عوض میں نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

ان تمام احادیث کا تعلق انسان کی اپنی زندگی کے ساتھ تھا، کچھ زندگیاں اوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے بھی مل جاتی ہیں، اسلام میں دوسرے کے ساتھ تعاون کی حیثیت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے، بالخصوص جو انسان فوت ہو گیا ہے، اس دنیا سے چلا گیا ہے، اس کے ساتھ جو اچھا سلوک ہے اس پر کتنا بڑا اجر ملتا ہے۔ آج ایسا بھی

Marfat.com

لوگوں میں تاثر پیدا کیا جاتا ہے کہ ساری دشمنی کرنی ہے تو قبر والوں کے ساتھ کرنی ہے، زندہ لوگوں کو چھوڑ کر اپنی دشمنی کا رخ قبر والوں کی طرف کیا جاتا ہے۔

فوت شدہ مسلمان کے اعزاز سے نئی زندگی

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ایک مؤمن انسان کے جسم سے روح نکل گئی تو اب اس ڈیڈ باڈی (Dead Body) کی عزت کتنی ہے؟

آج میت کے غسل کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، بیٹا باپ کے جسد کو غسل دینے کے لیے تیار نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ایک خاص قسم کا بندہ ہو جس کو نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے، وہ آ کر غسل دے، یہ اس کا کام ہے، لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل دینے والے کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا وَ کَفَّنَہٗ ...... جس نے میت کو غسل دیا اور اسے کفن پہنایا،

وَ حَنَّطَہٗ ...... اور اس کو خوشبو لگائی،

وَحَمَلَہٗ ...... اور پھر اس کے جنازہ کو کندھا دیا،

وَ صَلّٰی عَلَیْہِ ...... اور پھر اس نے نماز جنازہ جا کے پڑھی،

سارے مراحل پورے ہو گئے، غسل بھی دیا، کفن بھی دیا، خوشبو بھی لگائی اور کندھا بھی دیا، پھر جا کر نماز جنازہ بھی پڑھی، پھر چھٹا کام کیا کیا؟

وَ لَمْ یُفْشِ عَلَیْہِ مَا رَاٰی مِنْہُ ...... غسل دیتے وقت اگر بدن میں کوئی چیز دیکھی جو عیب والی ہے، اس نے اس پر پردہ ڈال دیا، لوگوں میں اس نے تشہیر نہیں کی بلکہ اس نے پردہ ڈال دیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ مِنْ خَطِیْئَتِہٖ مِثْلَ یَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ...... وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکلا جیسے

Marfat.com

اس دن تھا جب ماں نے اس کو جنم دیا تھا وہ ایسا ہو گیا ہے جیسے آج ہی اِس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

(سنن ابن ماجه كتاب الجنائز، باب: ما جاء في غسل الميت، ج:1، ص:469، رقم الحديث: 1462)

اپنے گناہوں سے باہر نکل آیا ہے، اس کی غلطیاں معاف ہو گئی ہیں، فوت شدہ کے بدن کی عزت اتنی ہے کہ اس کی عزت کرتے کرتے اس (امور ستہ میں شرکت کرنے والے) کا کام ہو گیا، اس کو غسل دیا، شریعت نے انسان کو حکم دیا ہے کہ تم فوت شدہ انسان کے بدن کو پھینک نہ دو، یہ حضرت انسان کا اعزاز ہے، اس کا دنیا میں آنا بھی منفرد انداز کا ہے اور اس کا جانا بھی منفرد انداز کا ہے۔

غسل دے رہا ہے، کفن دے رہا ہے، خوشبو لگا رہا ہے، کندھا دے رہا ہے، اور پھر اس پر پردہ بھی ڈال رہا ہے، اس کو اس انداز میں دنیا سے رخصت کر رہا ہے تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کو نئی زندگی عطا فرما دی ہے۔

اب سوچ لو، ایک عدد نئی زندگی بظاہر کتنی مشکل ہے اور شریعت میں آسان کتنی ہے، نئی زندگی کا حصول عموماً محالات میں ہو گا کہ نئی زندگی دنیا میں ہوتے ہوئے کیسے مل جائے، جس وقت ایک انسان اس راستے میں چلتا ہے تو اِس شریعت نے تو آسانیاں پیدا کر رکھی ہیں اور اس انداز میں بندے کو نوازنے کے لیے چانسز رکھے ہوئے ہیں۔

ایک انسان فوت ہو گیا، دنیا سے جانے کا سفر جاری ہے، دوسرا اس کے ساتھ حسن سلوک کر رہا ہے، یہ صرف اس دنیا سے جانے والے کے ساتھ تعاون نہ بنا بلکہ اس کے ساتھ تعاون بھی ہے، اس کا اعزاز بھی ہے، اس کی تکریم بھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ جو تعاون کرنے والا ہے وہ بھی محروم نہیں رہا، اس کو دفن کر

Marfat.com

کے واپس آرہا تھا تو ایسے، جیسے ابھی گناہ معاف کروا کے آرہا ہے۔

اس شریعت میں وہ بھی نسخہ موجود ہے جس سے ایک سیکنڈ میں بھی نئی زندگی مل سکتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ:

جس شخص کی نظر بہکی اور کسی غیر محرم پہ جا پڑی، ابھی دیکھنا چاہتا ہی تھا کہ فوراً یاد آ گیا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اور اس نے یہ دیکھنا مجھ پر حرام کیا ہے،

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جس نے فوراً نگاہ پھیر لی، اللہ نے اس کو نیا ایمان عطا فرما دیا، اس کو نئی زندگی ملی، نئی تازگی ملی۔ (صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب: نظر الفجاۃ، ج:6، ص:181، رقم الحدیث:5770)

اب دیکھو، کہاں سے لے کر کہاں تک نصاب شریعت میں موجود ہے بلکہ ایک سیکنڈ تک کا بھی نصاب موجود ہے۔ یہ ہزار ہا احادیث کے کھلے دفتر اور جہان کے اندر سفر تھا۔ جس کی ایک جھلک ہم نے دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں یہ رحمتیں رکھی ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت پر کتنا فضل ہے، کتنا کرم ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ میرے کسی امتی کی زندگی گناہوں والی نہ ہو، ہر ایک کی چمک والی زندگی ہو، درخشاں زندگی ہو، روشن زندگی ہو تاکہ اس کو اس کی زندگی میں لذت محسوس ہو، نکھار محسوس ہو اور ایسی تازہ زندگی ہو کہ جب روح نکلے تو فرشتے چومتے ہوئے اس کو اللہ کے دربار میں پہنچائیں اور روح رب کے عرش کے سامنے جا کے سجدہ ریز ہو جائے۔

"ایک عدد نئی زندگی" بڑا دلچسپ اور وسیع مضمون ہے،

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نئی روشن اور درخشاں زندگی عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
8

حج کے اسرار و رموز

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ

وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

(سورۃ الحج، سورت نمبر 22، آیت نمبر 28-27)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب و دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر و دانش، اصحاب محبت و مودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم پاکستان"** کے زیر اہتمام **"فہم دین کورس"** میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

حج کے اسرار و رموز

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب حضرات و خواتین کو بار بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسان کو اپنا قرب عطا کرنے کے لیے جن عبادات کا حکم دیا ہے، حج ان عبادات میں سے ایک نہایت اہم اور منفرد عبادت ہے اور وہ ایسی عبادت ہے جو مخصوص اوقات میں، مخصوص مقامات پر، مخصوص افعال کی ادائیگی سے مکمل ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرامین میں جہاں حج

Marfat.com

کے لزوم اور فرضیت کا بیان ہے، وہاں حج کی مختلف حکمتوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن کے پیش نظر اسلام میں یہ لازم رکھا گیا ہے کہ جو بندہ صاحبِ استطاعت ہو، وہ ضرور یہاں پہنچے اور خالق کائنات کے حکم کے مطابق مناسک حج ادا کرے۔

فرضیت حج کی حکمت

سب سے پہلی حکمت اسلام کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہے۔

رب ذوالجلال کو یہ ازل سے علم تھا کہ سب سے آخری دین "دین اسلام" ہوگا، جو کہ جامع دین ہوگا، اور پھر جس کے بعد کسی اور دین کی گنجائش نہیں رہے گی اور وہ پوری کائنات کا دین ہوگا، اس کے ماننے والے شرق و غرب، شمال و جنوب میں ہر طرف موجود ہوں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد بھی قیامت تک اسلام کے حاملین اور علمبردار موجود رہیں گے، اس لیے خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین لینے والوں سے لے کر قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے یہ لازم کر دیا کہ ہر شخص اپنے عہد میں اپنے اسلام کے اظہار کا یہ طریقہ اختیار کرے کہ اگر اس کے پاس استطاعت ہے تو وہ ضرور وہاں پہنچے جہاں سے یہ اسلام کا سورج طلوع ہوا اور جہاں سے اس آفتاب نے دنیا کو تابناک کرنا شروع کیا۔

ہر شخص جس وقت اپنے دل کے ایمان اور یقین کو محسوس کرتا ہے تو اسے ہر لحہ یہ لذت محسوس ہوتی ہے کہ آج سے صدیوں پہلے جو چاند طلوع ہوا تھا، اس کی چاندنی آج بھی میرے دل میں موجود ہے، تو میں جا کر ان آفاق کی زیارت کروں جن آفاق سے یہ

Marfat.com

چاند طلوع ہوا، میں اس خاک کی زیارت کروں جہاں سے کاروانِ اسلام نے اپنا نہایت ہی عظمتوں والا سفر شروع کیا تھا۔

اسلام کے ساتھ وابستگی کے اظہار کے لیے حج کا یہ عظیم سفر رکھا گیا ہے کیونکہ انسان جس گھاٹ سے پیتا ہے اس کی ہر ہر بوند کو سلام کرتا ہے، جو پانی کسی ندی سے ہوتا ہوا اس انسان کے کھیت کو سیراب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک تجسس اور جستجو ہوتی ہے کہ یہ آتا کہاں سے ہے، اس کا منبع کیا ہے، اس کا Origin کہاں ہے، یہ کہاں سے پھوٹ رہا ہے اور میرے کھیت کو سیراب کر رہا ہے، وہ منبع دیکھنے کے لیے انسان کے دل میں ایک تڑپ ہوتی ہے، تو خالق کائنات جل جلالہ نے ہمیشہ کے لیے اسلام سے اور اسلام کے معارف سے اپنے دل کی کھیتیاں سیراب کرنے والوں کو ان مقامات کی زیارت کا حکم دیا ہے۔

اسلام کے ساتھ وابستگی اور اس وابستگی کی لذت کے حصول کے لیے شریعت کی طرف سے ایک چانس (chance) رکھا گیا ہے کہ اگر انسان کے پاس استطاعت ہے تو وہ ضرور حج کرے تا کہ اس کو نئی زندگی بھی مل جائے اور اسلام کی نئی تابندگی بھی مل جائے، اس کا ذوق بھی بالکل بے غبار ہو جائے اور اس کو ایک نئی توانائی بھی حاصل ہو جائے، اس لیے خالق کائنات جل جلالہ نے اس امت کے لیے حج کو لازم فرما دیا، اس لحاظ سے یہ حکمت بہت بڑی حکمت ہے کہ کعبۃ اللہ کے ساتھ اس امت کا تعلق رہے اور یہ تعلق انفرادی ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ کا اس کعبۃ اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، یہ رشتہ صرف اور صرف ہمارا ہے، ہمارے خیالات کے کارواں اسی جانب جاتے ہیں اور ہمارے جذبوں کو حرارت بھی اسی گھر سے میسر آتی ہے۔

Marfat.com

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پہ وعید

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

مَن مَّلَكَ زَادًا وَّ رَاحِلَةً ...... جو شخص زادِ راہ رکھتا ہے، سواری پاس موجود ہے کہ جس کی وجہ سے وہ وہاں پہنچ سکتا ہے، اور اس کے باوجود وہ نہیں جاتا،

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَا عَلَيْهِ أَن يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا

پھر کوئی نہیں اس پر خواہ وہ یہودی ہو کے مرجائے یا نصرانی ہو کے مرجائے۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب: التغليظ في ترك الحج
ج:3، ص: 176، رقم الحديث: 812)

دوسرے مقام پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلْيَمُتْ عَلٰى أَيِّ حَالٍ شَاءَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا

وہ مرجائے خواہ یہودیت کی حالت میں مرے یا پھر نصرانیت کی حالت میں مرے۔

(مصنف ابن أبي شيبة كتاب الحج باب: في الرجل يموت و لم يحج و هو موسر،
ج: 3ص: 305، رقم الحديث: 14450)

تو بطورِ خاص یہودیت اور نصرانیت کی طرف اس کو منسوب کر دیا کہ جسکو استطاعت ملی ہے، جانے کے اخراجات بھی موجود ہیں، اس کے باوجود وہ نہیں جاتا تو پھر اس نے اپنے مرکز سے اپنی نسبت اور اپنی رغبت کو خود کمزور کیا اور اس نے اپنے آپ کو یہودیت کی طرف منسوب کرلیا اور عیسائیت کی طرف منسوب کرلیا۔

تو اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کا جو رشتہ کعبۃ اللہ کے ساتھ ہے، یہ

Marfat.com

رشتہ ہرگز یہودیت کو نہیں دیا گیا اور نہ ہی عیسائیت کو یہ تعلق دیا گیا۔

کعبۃ اللہ کے ساتھ اور حرم پاک کے ساتھ جو تعلق ہے وہ مضبوط ترین اور امتیازی تعلق صرف اسلام کا ہے، وہاں اس مقدس دیار کی حاضری اور وہاں جانا اور وہاں جا کر ان مناسک کو ادا کرنا، یہ اپنی طرف سے اِس خاص رشتے کا اظہار ہے کہ میں اس سرزمین پر کعبے کا وارث ہوں، کعبے کا حامی ہوں، کعبے کا نگہبان ہوں اور حرم سے میرا تعلق ہے، میرا رشتہ ہے اور پھر جس وقت کعبہ کے کعبہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز پہ جاتا ہے تو اپنے اِس خاص اعزاز کا اظہار کرتا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے مجھے ان مقامات کے ساتھ جو تعلق دیا ہے وہ کسی اور کو دنیا میں میسر نہیں ہے، کسی دوسرے دین کے حامی کو وہ رشتہ خالق کائنات جل جلالہ نے عطا نہیں کیا۔

لہٰذا حج کے اسرار و رموز میں یہ بات سرفہرست ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر نبوت کا دروازہ بند کر دیا اور قیامت تک کے لیے یہی دین، جو ہمیشہ کا دین قرار دیا، تو اس کے متوالوں کو جذبہ دینے کے لیے، ان کو ہر لمحہ نئی تابندگی عطا کرنے کے لیے اور ان کے دین اور ایمان کو ایک ثبات عطا کرنے کے لیے خالق کائنات جل جلالہ نے جہاں قرآن مجید کی شکل میں ایک بہت بڑا سہارا عطا فرمایا ہے، وہاں کعبۃ اللہ کی شکل میں اور وہاں کی حاضری کے ساتھ ربّ ذوالجلال نے ایک بہت بڑا مسلم امہ پر احسان کیا ہے۔

لہٰذا رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے بظاہر چلے جانے کے بعد بھی ابھی تک اور ہمیشہ کے لیے یہ جذبوں کا گلستان ہمارے سامنے موجود رہے گا۔

ایک انسان جس کے پاس استطاعت موجود نہیں وہ تڑپ رہا ہے اس بات کے لیے کہ

Marfat.com

مجھے استطاعت مل جائے تو میں حاضر ہو جاؤں اور جس کے پاس استطاعت ہے اس کے لیے یوں ایمان کا معیار بنا دیا گیا کہ فرمایا:

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ

اور جو منکر ہو تو اللہ تعالیٰ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

جو بندہ استطاعت کے باوجود نہیں جاتا تو وہ منکر ہے خالق کائنات جل جلالہ اس سے بے نیاز ہے۔ (القرآن الكريم، سورة آل عمران، رقم السورة: 3، رقم الآية: 97)

لہٰذا ایمان کی حلاوت کو محسوس کرنے کے لیے اور اپنے ایمان کی عظمت کے اظہار کے لیے لازم کر دیا گیا کہ جس کے پاس استطاعت ہے وہ ضرور وہاں پہنچے تاکہ اس کی بیٹری بھی چارج ہو جائے، مناسک بھی ادا ہو جائیں اور دنیا کو یہ پتا چلتا رہے کہ مسلم امہ اپنے مرکز سے وابستہ ہے اور اس کا تعلق کمزور نہیں ہوا۔

یہ کعبے سے تعلق، رسول اکرم ﷺ سے تعلق اور قرآن مجید سے تعلق یہ وہ سہارے ہیں جو مسلم امہ کو ہر لحہ کامرانی کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں اور جس وقت زوال اس امت کی طرف آنے لگتا ہے تو جو چیزیں اس امت کو عروج عطا کرتی ہیں وہ یہی سہارے ہیں جو رب ذوالجلال نے اس امت کو بطور خاص عطا فرمائے ہیں۔

مسلمانوں کی خصوصیت

رب ذوالجلال تمام مخلوق کا خالق ہے اور سب کا رب ہے، لیکن ان میں مولا صرف مسلمانوں کا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ

یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولا اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں۔

(القرآن الكريم، سورة محمد، رقم السورة: 47، رقم الآية: 11)

Marfat.com

وہ رب تو پورے جہان کا ہے، کھلاتا تو سب کو ہے، پلاتا تو سب کو ہے، دیتا تو سب کو ہے، پیدا بھی سب کو کرتا ہے اور سب کو پروان بھی چڑھاتا ہے، ہر لحہ اسی کا کھا کر کافر بھی گزارہ کر رہے ہیں مگر اس نے اپنے آپ کو مولا کہا ہے تو صرف مومن کا کہا ہے، کافر کا مولا اپنے آپ کو نہیں کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت

خالق کائنات جل جلالہ نے جہاں مشرکین کو نجس قرار دیا ہے اور انہیں اپنے گھر سے دور رکھا ہے، وہاں ایمان والوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی ہے اور اپنے گھر کی طرف بلایا ہے اور ان کو یہ اعزاز دیا ہے کہ میں تمہارا مولا ہوں، میں تمہیں اپنے گھر کی دعوت دے رہا ہوں، میرے گھر میں آجاؤ۔

لہٰذا حج کا یہ دوسرا پہلو ہے کہ یہ خالق کائنات جل جلالہ کی طرف سے ضیافت ہے اور خالق کائنات جل جلالہ نے لوگوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے، لہٰذا جو حج کی ادائیگی کے لیے کعبہ کی طرف جائے تو وہ یہ محسوس کرے کہ اس کو خالق کائنات نے اپنے گھر کی ضیافت کے لیے چن لیا ہے۔

ایک عام انسان نے جب کسی کی دعوت کی ہو تو وہ مہمان کے لیے پورا پورا اہتمام کرتا ہے، اس کی حاجات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو خوش رکھتا ہے، تو خالق کائنات جل جلالہ جب لوگوں کو اپنے گھر کی دعوت دیتا ہے اور لوگ وہاں جاتے ہیں تو خالق کائنات جل جلالہ کی ضیافت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس ضیافت کی وجہ سے ان کے حسی معاملات میں بھی عظمتیں آجاتی ہیں اور معنوی طور بھی اللہ تعالیٰ ان کو مالا مال فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

حاجی کون کون ہے

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گھر کو پاک کر چکے تو خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ...... اورلوگوں میں حج کی عام ندا کردے،

یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ ...... وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر،

یَاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ...... کہ ہر دور کے راہ سے آتیں ہیں ،

لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ...... تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں، اپنے منافع پاسکیں، اپنے منافع حاصل کرسکیں۔(القرآن الکریم، سورۃ الحج، رقم السورۃ:22، رقم الآیۃ:28-27)

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو جاؤ اور یہ اعلان کردو، جب انہوں نے اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَلَیْكَ الْاَذَانُ وَ عَلَیَّ الْبَلٰغُ ...... آواز دینا تمہارا کام ہے اور آواز پہنچانا میرا کام ہے۔(التفسیر الکبیر، سورۃ الحج، رقم السورۃ: 22، رقم الآیۃ: 26، ج:23، ص: 219)

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی اور ارواح نے سن لی، جنہوں نے لبیک کہا ہے وہ اس گھر کی حاضری کے لیے پہنچتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اعلان کروانے کے بعد ارشاد فرمایا: مقصد یہ ہے کہ تمہیں تمہارے منافع مل جائیں اور حج میں منافع دینی بھی ہیں، دنیاوی بھی ہیں، حسی بھی ہیں اور باطنی بھی ہیں۔

Marfat.com

ایک چھوٹی سی ذات کسی کو بلائے تو اس کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ جو آیا ہے وہ اس کو خالی ہاتھ نہ بھیجے، اس کو کچھ نہ کچھ دیا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے گھر بلا رہا ہوں اور اس لیے بلا رہا ہوں تا کہ تمہیں تمہارے منافع میسر آ جائیں، میں تمہیں فائدے دینا چاہتا ہوں، تمہیں منافع سے مالا مال کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا مہمان اور اس کی عظمتیں

خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے بندے کو اپنے گھر بلایا ہے، اپنے گھر کا مہمان بنا کر اس کی عظمت کو یوں بلند کر دیا جیسے کہ ذرے کو آفتاب کر دیا جائے۔

وہ شخص کہ جس کو شاید محلے میں کوئی مہمان بنانے کے لیے تیار نہ ہو، جب اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا مہمان بنایا تو اس کے لیے خاص الفاظ استعمال فرمائے:

اَلْحَاجُّ وَفْدُ اللّٰہِ ...... حاجی اللہ کا وفد ہے، یہ اللہ کا مہمان ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة كتاب الحج باب: ما قالوا في ثواب الحج ج: 3 ص: 122، رقم الحديث: 12659)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے گھر کی طرف دعوت دے کر حج کے اس پہلو کو اجاگر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حج کو لوگوں کے لیے ایک وسیلہ بنایا ہے، ایک ربط کا ذریعہ بنایا ہے تا کہ مختلف مقامات کے انسان یکجا ہو جائیں۔

جس وقت ایک انسان چلتا ہے اور چلتے چلتے اس مقدس دیار میں پہنچتا ہے جہاں پہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کے لیے عظمتیں رکھی ہیں، جب اس انسان کو بیت اللہ کا قرب میسر آ جاتا ہے، تو اس وقت اس کی حیثیت کیا ہوتی ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

اَلْحُجَّاجُ وَ الْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰہِ ...... حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب المناسك باب: فضل دعاء الحاج، ج:2، ص: 966، رقم الحديث: 2892)

اگر کوئی بندہ یہاں بیٹھ کے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما رکھا ہے کہ:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ...... اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (القرآن الكريم، سورة غافر، رقم السورة: 40، رقم الآية: 60)

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان بن جائیں تو:

اِنْ سَاَلُوْهُ اَعْطَاهُمْ ...... اگر وہ رب سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے،

وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ ...... اور اگر اس معافی مانگیں تو وہ انہیں معاف کرتا ہے،

وَاِنْ دَعَوْا اُسْتُجِيْبَ لَهُمْ ...... اور اگر اللہ سے دعا کریں تو وہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے،

خود تو ان کے وارے نیارے ہو گئے اور خود تو عظمتوں کی معراج کو پہنچ گئے، مگر:

وَاِنْ شَفَعُوْا شُفِّعُوْا ...... اگر وہ کسی کی سفارش کریں تو رب ان کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔

(احياء علوم الدين، كتاب: أسرار الحج، الفصل الأول: في فضائل الحج و فضيلة البيت و مكة و المدينة حرسهما الله ج: 1، ص: 240)

رب کا وفد ہونے کی وجہ سے، رب کے گھر کا مہمان ہونے کی وجہ سے اب ان کی حیثیت جدا ہے، ان کا ہر انداز جدا ہے، وہ جو دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے، اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے ان کو اس انداز کا شفیع بنا دیا ہے کہ اگر وہ کسی ... حق میں سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو مسترد نہیں کرتا۔

صرف وہاں ہی نہیں، یہاں تک کہ جب حاجی صاحب واپس آتے ہیں، گھر نہیں پہنچتے، راستے میں کوئی ان سے دعا کرواتا ہے تو اس حاجی کی دعا اس کے حق میں قبول ہو جاتی ہے۔ (الترغیب و الترھیب، کتاب الحج، ج: 2، ص: 108، رقم الحدیث: 1700)

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا ہے، اس کی شان خاص ہو گئی ہے، اس کی نسبت بدل گئی ہے، اس کو خاص اعزاز مل گیا ہے۔

لہذا یہ دوسرا پہلو ہے حج کے اسرار و رموز میں کہ خالق کائنات جل جلالہ نے ایک انسان کو جو کہ اپنے آپ کو اپنے حواس کے لحاظ سے دور سمجھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں اس کے حواس کو ایسا سیراب کیا کہ اب اسے محسوس ہونے لگا ہے کہ میں دور نہیں ہوں، کیونکہ رب تو پہلے ہی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، لیکن اب بندے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ میں دور نہیں ہوں بلکہ میں بھی اپنے رب کے قریب ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ عِشْرِیْنَ وَ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ تَنْزِلُ عَلٰی ھٰذَا الْبَیْتِ ......

اللہ تعالیٰ کعبۃ اللہ پر ایک سو بیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ان کی تقسیم کیا ہے؟

سِتُّوْنَ لِلطَّائِفِیْنَ ...... ان میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہیں، جو اس گھر کے گرد چکر لگا رہے ہیں مخصوص انداز میں، ساٹھ رحمتیں ان کو دے دی جاتی ہیں۔

Marfat.com

أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ ...... اور وہاں جو پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں چالیس (40) ان کو دے دی جاتی ہیں۔

عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ ...... اور وہ جو وہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں بیس (20) ان کو بھی عطا کر دی جاتی ہیں۔(الدر المنثور، سورة البقرة تحت الآية رقمها: 128، ج: 1، ص: 328)

یہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ جانے کے بعد اس گھر کا اعزاز ہے اور گھر والوں کے لیے اتنا بڑا حصہ ہے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اللہ تعالیٰ کا وفد ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمتوں سے نواز دیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جو چکر لگا رہا ہے اس کے لیے اپنا کوٹہ ہے، جو صرف نماز پڑھ رہا ہے اس کے لیے اپنا کوٹہ ہے، اور جو نہ چکر لگا رہا ہے اور نہ ہی نماز پڑھ رہا ہے صرف بیٹھا ہوا رحمت خداوندی کا منظر دیکھ رہا ہے، دائیں، بائیں کعبہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کی نگاہیں کعبہ پہ لگی ہوئی ہیں، وہ دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کو بھی اپنی طرف بیس رحمتیں عطا فرماتا ہے۔

تو یہ پورا منظر وہاں پر خالق کائنات کے گھر کا ہے اور یہ خاص طور پر وہ عظیم پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (حج اور عمرہ کرنے والے) بندوں کو چن لیا ہے، اپنے گھر کا دیدار بھی کرا دیا ہے اور دوسروں سے ان کی شان کو بڑھا دیا ہے اور اپنی رحمت کے خاص کوٹے بھی ان کو عطا فرما دیے ہیں۔

ابن جُبیر کے تاثرات

ابن جبیر جو ایک بہت بڑے سیاح تھے اور انہوں نے اس دنیا کے بہت سے شہروں کو دیکھا ہے، ملکوں کو دیکھا ہے، جب شرق و غرب کو دیکھنے کے بعد اس نے

Marfat.com

Analysis مرتب کیا اور "رحلة لابن جبیر" کے اندر اپنے comments لکھے تو مکہ شریف کے بارے میں کہنے لگے کہ:

اِنَّهَا تَتَّسِعُ لِوُفُوْدِهَا اِتِّسَاعَ الرَّحْمِ لِمَوْلُوْدِهَا.

ابن جبیر کا ایک جملہ درجنوں داستانوں سے بھاری ہے، کہنے لگے کہ سارے شہر اپنے مکینوں سے بڑا پیار کرتے ہیں مگر مکہ شریف کا ایک خاص انداز ہے، وہاں حج وعمرہ کے لیے جو لوگ جاتے ہیں ان کا مکہ اہتمام کیسے کرتا ہے، ان سے مکہ پیار کیسے کرتا ہے اور ان کو مکہ اپنی آغوش میں کیسے لیتا ہے؟

ہمارے عرف عام میں جب سب سے بڑا جملہ بولنا ہو تو یہ بولا جاتا ہے کہ یوں جیسے ماں بچے کو آغوش میں لے لے، اتنا پیار جتنا ماں بچے کو آغوش میں لے کے کرتی ہے تو وہ پیار کا منظر وہاں ہوتا ہے، یہ ہمارے پاس آخری جملہ ہے۔

ابن جبیر کا اس سے اگلا جملہ ہے، ابن جبیر کہنے لگے کہ:

اِنَّهَا تَتَّسِعُ لِوُفُوْدِهَا اِتِّسَاعَ الرَّحْمِ لِمَوْلُوْدِهَا ...... مکہ شریف حجاج اور معتمرین کے لیے یوں وسعت رکھتا ہے جیسے رحم اپنے بچے کے لیے اور حاجی کو ہر لحاظ سے اس قدر محفوظ کرتا ہے جیسے ماں کا رحم اپنے بچے کو محفوظ کرتا ہے۔

وہ خاص وقت جس میں بچہ ماں کے شکم میں ہوتا ہے اور وہ رحم اس کو غذا بھی دے رہا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت بھی کر رہا ہوتا ہے اور وہ رحم اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور اس نے اس کو ایک خاص ماحول میں رکھا ہوا ہوتا ہے، ایسے ہی مکہ شریف بھی حاجی کو رکھتا ہے۔

ابن جبیر اپنے سارے تاثرات کو اپنے اس جملے میں بند کر گئے کہ:

Marfat.com

مکہ شریف اپنے حاجی کو یوں رکھتا ہے جیسے ماں کے رحم میں بچہ ہوتا ہے اور وہ رحم اس کے لیے حفاظت کا کردار بھی ادا کرتا ہے، غذائیت کا کردار بھی ادا کرتا ہے، ایسے ہی مکہ شریف اپنے حاجی کا خیال رکھنے والا ہے۔ (رحلة ابن جبير، شهر ذى الحجة رقم الصفحة: 148)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمتیں بیان کی ہیں ان کے لحاظ سے امت میں ہمیشہ یہ تاثر ابھرا اور قافلے مکہ شریف کی طرف چلے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے شوق میں لوگ بڑھتے رہے اور ایسا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

حاجی کا مقام

حضرت علی بن موفق نے ساٹھ حج کیے، جب ساٹھ مکمل کر چکے، حطیم میں کھڑے تھے، وہاں یہ خیال آیا کہ حج گنتی میں تو ساٹھ کیے، پتہ نہیں کہ میرا کوئی قبول ہوا ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے پتہ نہیں ان میں سے کوئی ایک بھی قبول فرمایا ہے یا نہیں، بڑے مضطرب ہو گئے، بے چین ہو گئے، ایسے عالم میں کھڑے تھے کہ ان کو آواز آئی اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ملا کہ:

يَا ابْنَ الْمُوَفَّقِ! هَلْ تَدْعُوْا إِلَى بَيْتِكَ إِلَّا مَنْ تُحِبُّ ...... ابن موفق اب بھی سوچتے ہو کہ کون سا قبول ہوا اور کون سا قبول نہیں ہوا اور یہ کہ کیا حج کر کے مجھے کچھ ملا یا کہ نہیں ملا، اے ابن موفق! کیا جو انسان تمہیں ناپسند ہو اسے تم اپنے گھر میں بلاتے ہو، نہیں، بلکہ تم اس کو ہی بلاتے ہو جو تمہیں پسند ہوتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ساٹھ بار اس لیے بلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دلاسہ دیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آواز دی کہ تم اپنی حیثیت کو دیکھو کہ تم اپنے گھر میں من پسند کو بلاتے ہو اور اسے دعوت دیتے ہو، تو تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ساتھ بار اپنے گھر میں بلایا ہے تو تم خوش رہو، اس کی رحمت پہ یقین رکھو اور اس کی رحمت پہ بھروسہ رکھو کہ اس نے تمہارے ساتھ پیار کیا ہے تو اسی واسطے تمہیں اپنی طرف بلایا ہے۔ (تفسیر حقی، سورۃ آل عمران، جز: 2، ص: 55)

ایسے ہی حج کے اسرار و رموز کے لحاظ سے جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو یہ حج ایک لذت توحید کا نصاب ہے، اس میں بیانِ توحید ہے، جس وقت ایک انسان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحدت کا پرچار اپنے پیغمبروں سے کروایا اور لوگوں کو پتھروں سے پیچھے ہٹا دیا، بتوں سے پیچھے ہٹا دیا، ہر چیز سے پیچھے ہٹا کر اپنے دربار میں جھکایا، اب پھر جس وقت اسلام اور احکام اسلام نافذ ہیں، حج کی فرضیت آ گئی ہے، تو پھر پتھر کے گرد چکر شروع ہو گئے ہیں، وہ بھی تو پتھر ہیں جو خانہ کعبہ کی تعمیر میں لگے ہوئے ہیں اور پھر وہ حجر اسود بھی تو ایک پتھر ہے کہ جس کو چوما جا رہا ہے، کچھ لوگ طعنے دے رہے تھے بلکہ مستشرقین نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حج بھی ایک قسم کی بت پرستی ہے، معاذ اللہ پتھروں کے چکر کاٹے جا رہے ہیں، پتھروں کے گرد چکر لگانے سے کیا ملے گا، پتھروں کو چومنے سے کیا ملے گا، وہ مستشرق، وہ مغربی دماغ والے یہ سوچ رہے ہیں اور ادھر سے حج کی جو اسرار کی کھیتی ہے، اس میں یہ پھول خوشبو عطا کر رہے تھے کہ یہ بت پرستی نہیں ہے بلکہ یہ تو زورِ توحید ہے کہ یہ انسان یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں رب کو مانتا ہوں، جب اس نے روکا تو میں پتھروں سے پیچھے ہٹ گیا اور ہمیشہ کے لیے میں نے توبہ کر لی یعنی اس وقت جب اسلام آیا اور لوگ بت پرستی چھوڑ کر ایمان کی طرف آ گئے اور اب ایمان اتنا مضبوط ہو گیا ہے، اب پتھر کے گرد چکر لگاتا ہوں تو مجھے بت پرستی کا کوئی وہم نہیں پڑتا، اس واسطے کہ رب نے اس قدر زورِ توحید دے دیا ہے کہ میں نے اپنے دل

Marfat.com

کو پوری طرح مطمئن کر لیا ہے کہ ایمان اللہ کی مرضی کا نام ہے، اگر خالق کائنات نے پھر پتھروں کے گرد چکے لگانے کا حکم دے دیا ہے تو میں چکر لگا کر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایمان میری اپنی مرضی کا نام نہیں بلکہ ایمان میرے رب کی رضا کا نام ہے اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس کا عبد ہوں، اس کا رقیق ہوں، اور "تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا" کے نعرے لگا کر کعبے کے گرد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ اور ہیں جو پتھروں کی طرف دیکھتے ہیں تو پتھروں میں گم ہو جاتے ہیں، میں نے اس کام کو مسترد کر کے پھر رب کے کہنے پر پتھروں کے گرد چکر لگا کے دنیا کو بتایا ہے کہ رب کی رضا کے حصول کے لیے جب کسی راستے میں چلتا ہوں، تو اب کچا نہیں ہوں کہ یہ معمولی چیزیں میری توجہ کو پیچھے ہٹا لیں، ان پتھروں کے گرد چکر لگا کر پھر بھی میرا ذہن سو فیصد صاف ہے کہ ان پتھروں کا اپنا کچھ بھی نہیں ہے، جو کچھ دیا ہوا ہے وہ میرے ہی رب کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

یہ ایک خاص لذت توحید اور خاص انداز ہے کہ توحید میں پختگی آ گئی ہے، اب درمیان میں پتھر ہوں تو تب بھی ان کی طرف توجہ نہیں، نہ ان کی طرف تعبد اور عبادت کی کوئی نسبت ہے، چکر لگاتا ہوا کہتا ہوں:

"لَبَّيْكَ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا"...... میں چونکہ اس کا بندہ ہوں تو مولا جیسے کہے گا میں نے ویسا ہی کرنا ہے، میں غلام ہوں، میں رقیق ہوں، مرضی میرے مولا کی ہے، مرضی میری نہیں ہے، اس نے مجھے پتھروں کی بندگی سے پیچھے ہٹا دیا اور میں ہٹ گیا اور ہمیشہ کے دور ہو گیا، اب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو نے ان کی بندگی سے جو ہٹایا تھا تو اب ان کی طرف دیکھنے کا بھی حکم نہ دے، ان کی طرف متوجہ نہ کر، ان کی طرف مجھے جانے ہی نہ دے، بلکہ میں نے اپنا آپ اور اپنی چاہت رب کے سپرد کر دی ہے، اس نے کہا

Marfat.com

کہ ان پتھروں کے گرد چکر لگاؤ، میں نے چکر لگانے شروع کر دیے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول کریم ﷺ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَ لَا تَضُرُّ ...... تو ایک پتھر ہے، نہ فائدہ دے سکتا ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے،

لَوْ لَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ...... اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ وہ تجھے چوم رہے ہیں تو میں تجھے کبھی بھی نہ چومتا، میں اس لیے چوم رہا ہوں کہ تجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما ہے۔

(سنن أبي داؤد، کتاب المناسك، باب: في تقبيل الحجر، ج:2، ص: 114، رقم الحديث: 1875)

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا

بَلٰی یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّهٗ یَضُرُّ وَیَنْفَعُ

کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر نقصان اور نفع دیتا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قرآن مجید میں ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی“

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ ۱۷۲)

Marfat.com

"اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اس پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بتایا کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ سارے اللہ کے بندے ہیں۔ اور ان سے وعدے اور میثاق لئے اور عہد و اقرار کو ایک ورق میں لکھ دیا۔ اس حجر اسود کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ اپنا منہ کھول تو اس نے اپنا منہ کھولا اور پھر اس نے وہ ورق نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اشْهَدْ لِمَنْ وَافَاكَ بِالْمُوَافَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم :يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْحَجَرِ الأَسْوَدِ ، وَلَهُ لِسَانٌ ذَلْقٌ ، يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهُ بِالتَّوْحِيدِ فَهُوَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ

کل قیامت کے دن اس کی گواہی دینا جو تجھ سے وعدہ پورا کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے لئے تیز اور فصیح و بلیغ زبان ہوگی وہ اس شخص کی گواہی دے گا جو توحید کے ساتھ اس کا استیلام کرے گا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ یوں نقصان بھی دے گا اور فائدہ بھی

[شعب الایمان الخامس و العشرون من شعب الإیمان وهو باب المناسك يؤتى يوم القيامة بالحجر الأسود وله لسان ذلق يشهد لمن يستلمه بالتوحيد، ج 3 ص: 451]

Marfat.com

تو یہ ایک ایسا انداز ہے جس میں ایک مؤمن اپنے دین کا خلوص ظاہر کر رہا ہے کہ ہم نے اپنی عقل کو درمیان سے نکال دیا ہے، مالک کی مرضی ہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے انہوں نے جس راستے پہ لگایا ہے ہم اسی پہ لگے رہے گے۔

اب یہی پتھر جن کو تعبد سے نکال دیا گیا مگر نسبت اللہ تعالیٰ کی میسر آ گئی، اب وہ کعبہ پتھر ہی ہے جہاں بیٹھ کر دیکھنے والوں کو بھی بیس رحمتیں میسر آتی ہیں، چونکہ ادھر رب نے لگایا ہے۔ محض پتھروں کی عبادت سے ذہن واش کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو متوجہ کر دیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے جلوے پتھروں پر آجاتے ہیں، ان پتھروں پہ نظر پڑتی ہے تو بھی بندے کو ثواب ملتا ہے، پتھروں کے ساتھ تعلق اس لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی نسبت جن جن ذوات کو میسر آتی ہے ان کا احترام کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔

عبادات میں معقولیت

حج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جتنی عبادات ہیں ان میں ایک معقولیت ہے یعنی عقل میں سمجھ آتی ہیں کہ واقعی یہ عبادت کرنی چاہیے، مثلاً: جب ہم نماز پڑھتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں، تو سجدے میں تو ایک عاجزی کا انداز ہے، عقل اس کو تسلیم کرتی ہے کہ معبود سامنے ہے جھک جاؤ، سجدہ کرو، یہ عاجزی عقل کو سمجھ آتی ہے، واقعی نماز کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ پہلے ہاتھ باندھ کر ادب کیا جائے، پھر جھک کر ادب کیا جائے اور پھر سجدے میں زمین پر سر رکھ کر ادب کیا جائے۔

روزے کی معقولیت بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ بندہ اگر سیر ہو تو اسے رب یاد نہیں آتا،

Marfat.com

بندہ بھوکا ہو تو رب پھر یاد آتا ہے تو کسر شہوت کے لیے اور شہوت کو توڑنے کے لیے، اپنی مستی کو دور کرنے کے لیے اور اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ بھوک، پیاس کا فلسفہ سمجھ آتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا دروازہ بھوک سے کھٹکھٹاؤ، بندہ جب بھوکا ہوتا ہے تو رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو روزے کی معقولیت بالکل واضح ہے۔

زکوۃ میں معقولیت یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی، ایک فقیر کو زکوۃ دے رہے ہیں تو عقل سمجھ رہی ہے کہ اس کی ضرورتیں ہیں، اس کی حاجات ہیں، اس کے بھی بچے ہیں، میں مال دوں گا تو میرا مال ستھرا ہو جائے گا اور اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

ہر جگہ پر حکمتیں موجود ہیں لیکن حج میں ستونوں کو کنکریاں مارنے سے کیا ہوتا ہے، ایک بے جان چیز کو بے جان چیز مارنا اس میں معقولیت کیا ہے، حکمت کیا ہے، اس کا فلسفہ کیا ہے، یا تو کسی کو درد ہوتا ہے کہ دشمن ہے اس کو ماریں تو تکلیف پہنچے، لیکن وہ تو ایک پتھر کا ستون ہے، اس کو کنکریاں ماری جا رہی ہیں، ان کے اندر فلسفہ کیا ہے۔

وہ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا تک چکر، مختلف مقامات میں وقوف اس کے اندر کیا چیز ہے، اس میں کیا چھپا ہوا ہے اور پھر رمی میں فقہاء و محدثین کی طرف سے باقاعدہ وضاحت ہے کہ کوئی نہ سمجھے کہ واقعی شیطان سامنے کھڑا ہے، وہ واقعی شیطان نہیں ہے، وہ تو پتھر ہے اور ایک علامت ہے، وہاں مارنے والا مار رہا ہے، تو پھر اس کے اندر حسن کیا ہے؟

اس میں حسن یہ ہے کہ:

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جب کسی چیز کی سمجھ عقل کو آ رہی ہے تو پھر عقل نے رغبت پیدا کی کہ اسے مانو یہ اچھا کام ہے، دوسرا مقام اس سے بھی آگے ہے کہ جب عقل کو سمجھ نہ بھی آ رہی ہو تو کہا جائے کہ رب کا حکم ہے، ضرور کرنا ہے۔

اگرچہ اس میں معقولیت سمجھ آتی ہے یا نہیں آتی، اس کا کوئی فلسفہ ملتا ہے یا نہیں ملتا، تو حج کرتے وقت ہر موقع پر بندہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ میں نام نہاد روشن خیالی کا داعی نہیں ہوں، اگر عقل کوتاہ رہ جائے تو حکم شرعی کا انکار کر دوں گا۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ رب کے حکم کی حکمت سمجھ آئے پھر بھی کرتا ہوں، حکمت سمجھ نہ آئے تو پھر بھی کرتا ہوں، حکمت سمجھ آ جائے تو ٹھیک لیکن جب حکمت سمجھ نہ آ رہی ہو تو پھر بھی دین کو دین سمجھوں گا، عقل کو شریعت کے تابع کروں گا، شریعت کو عقل کے تابع نہیں کروں گا۔ یہی عقل سلیم کا فیصلہ ہے۔

تو حج کے موقع پہ اظہار ہو رہا ہے کہ ہم نے محض عقل کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، لہٰذا اس طرح اپنی عقل کو شرع کے تابع کر کے اس زور ایمان اور توحید کا اظہار کیا جاتا ہے تو یہ وہ حج کا خاص موسم ہے جس کے اندر بار بار اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کروائے ہیں۔

حج، زہد کا کورس ایک تبدیلی کا نام

زہد یہ ہے کہ اپنی رغبت کو دوسری چیزوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لینا، تو حج اس کا عملاً ایک بہت بڑا Sallaybas ہے، انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ جس ماحول کے ساتھ مانوس ہے اس میں رہے، اپنا گھر سے زیادہ پیار ہے محلے کے مقابلے میں،

Marfat.com

اس کا گھر بدل جائے تو پہلے گھر کی محبت اسے آ کر ڈستی ہے، جس میں اس نے کئی سال گزارے ہیں، پھر اس محلے سے ہے پیار شہر کے مقابلے میں، اس کا محلہ بدل جائے تو پھر اس کو اپنا محلہ یاد آتا ہے، پھر اس کو اپنے شہر سے پیار ہے ملک کے مقابلے میں، اسی ملک کے دوسرے شہر میں چلا جائے تو اسے پہلا شہر یاد آتا ہے، پھر اس کا تعلق ایک ملک کے ساتھ ہے، اس کو اپنے ملک سے پیار ہوتا ہے دوسرے ملکوں کی نسبت، تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو اس انداز کا کورس کرایا ہے کہ انسان دنیا میں رہ کے بھی اپنی حقیقی محبت کا قبلہ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف کرے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے، باقی ساری محبتوں کو ان کے سامنے قربان کرنے، دوسری محبتوں کو چھوڑ دے، ان سے بے رغبتی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو جامع کورس کروایا ہے وہ حج کے اندر ہے۔

اس کے اندر حکم ہوا کہ چونکہ مکہ شریف کی طرف جتنے بھی آنے والے ہیں ان کے لیے سب سے جامع کام یہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑیں جس گھر میں مانوس ہیں، اس گھر کو چھوڑ دیں، باہر نکلیں، پھر محلہ بھی چھوڑیں جس محلے سے انہیں پیار ہے، پھر جس جگہ میں بچپن گزارا ہے اس کو جگہ کو بھی چھوڑ دیں کیونکہ وہ جگہ حجاب بنی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے، پھر شہر بھی چھوڑ دیں، پھر ملک بھی چھوڑ دیں اور پھر اپنی عادت کا لباس بھی چھوڑ دیں۔

ہر وقت انسان ایک عادی لباس میں ہے، اس کی وجہ سے بھی اس کی ایک رغبت ہے تو اس کا عادی لباس بھی اتار دیا گیا۔

اب دیکھو فطرت کیسی ہے، فطرت یہ ہے کہ جو پہلے مالوف ہے اس کو چھوڑ دو، اب تمالاذف کیا ہے؟

Marfat.com

سر کا ڈھانپا ہوا ہونا اور بدن کا سلے ہوئے کپڑے میں ملبوس ہوا اور فرمایا کہ اب تم سر ننگا کرو اور سلے ہوئے کپڑے اتار دو تاکہ جو پہلے مالوف ہے اور جو پہلے عادت ہے وہ عادی نظام بدل جائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ مؤمن کی شان ہے کہ عمومی حالت میں اس کا سر ڈھانپا ہوا ہونا چاہیے۔

اب حاجی کو یہ انداز دیا جا رہا ہے کہ اپنی مالوف چیزیں چھوڑنی ہیں، جن کی پہلے الفت تھی ان کی الفت چھوڑنی ہیں۔

بندے کا علیحدہ علیحدہ امتحان ہونا

علماء کرام کا امتحان یہ ہے کہ متشابہات میں توجہ نہ کریں، متشابہات میں سوچنے کا جی کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آگے اس میں سوچنے سے منع فرما دیا ہے۔

یہ امتحان عوام کا نہیں کیونکہ ان کو تو اس میں توجہ کرنے کی صلاحیت میسر ہی نہیں ہے، ان کا امتحان کیسے ہوگا؟، تو جن کی صلاحیت ہے اور جی کرتا ہے کہ آگے بڑھیں، اللہ تعالیٰ نے روک دیا کہ تمہارا امتحان ہے اس کے آگے مت جاؤ، تو جو کسی کی صلاحیت ہو اور جس سے امتحان ہو سکتا ہو، اسی سے آزمایا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے بندے سے ساری مالوف چیزیں چھڑوا دی ہیں کہ تم سر ننگا کر لو اور تم خاص لباس پہن لو، ان سلی احرام کی چادریں پہن لو، خاص چادروں کو زیب تن کرو اور پھر یہ ہی نہیں، بلکہ جو بھی مالوف عادتیں ہیں ان کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب تم نے ناخن بھی نہیں اتارنے، اب بال بھی نہیں کاٹنے، اب تم حالت احرام میں ہو تو کتنا بڑا انقلاب آگیا، گھر سے لیکر احرام تک ہر ہر قدم پر اس نے محلہ چھوڑ دیا، گھر چھوڑ دیا، شہر

Marfat.com

چھوڑ دیا، ملک چھوڑ دیا، پہلے والا لباس چھوڑ دیا اور پہلے والی عادات بھی رب نے چھڑوا دی ہیں کہ اب تم نے اس طرح رہنا ہے کہ سر کا دھیان رکھنا ہے، اس پر کپڑا نہ آجائے، خوشبو نہیں لگائی جو تم پہلے لگاتے تھے، اب تم نے ناخن بھی نہیں کاٹنے۔

اللہ تعالیٰ نے حج کے تمام طریقے میں ایک تبدیلی لا کر اس کو زہد کی طرف متوجہ کر کے یہ خلاصہ بتایا کہ اے بندے! جیسے ہم نے تیرے ظاہر کو بدل دیا ہے، اب اپنے اندر کو بھی بدل ڈال، تو یہ بندے کے لیے ہمہ جہت سلیبس ہے، جو لوگ اس مرحلہ حج سے گزر چکے ہیں، ان کو اس کا مکمل احساس ہوگا جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔

حج حضوری کی تربیت

ایک یہ احساس ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے بیٹھا ہوں اور رب کے سامنے موجود ہوں یہ احساس ہمہ وقت برقرار رکھنے کے لیے ایک بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے تو اس کو خاص لباس پہنا دیا گیا، چلو جب بھی تو سفید چادر دیکھے گا تو تجھے خیال آئے گا کہ میں رب کے راستے میں نکلا ہوں، میں رب کا مہمان ہوں، جب اچانک سوچے گا کہ ننگے سر بیٹھا ہوں، میں تو کبھی ننگے سر بیٹھا نہیں تھا، تو خیال آئے گا کہ اب تیرے رب کو تیرا ننگا سر ہی پسند ہے، جس وقت وہ دیکھے گا کہ بدن پر میل کچیل ہے، ناخن بڑھ گئے ہیں، میں نے تو انہیں کاٹنا تھا، تو فوراً خیال آئے گا کہ تیرا یہ کورس ہو رہا ہے، یہ زہد کا کورس ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا جامع بنایا ہے، ہر ساعت اور ہر سیکنڈ میں اتنا نور بھر دیا ہے کہ انسان جدھر بھی دیکھے اور جہاں بھی سوچے اسے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جلوے نظر آئیں گے۔ اس سے حضوری کی تربیت دی جا رہی ہے۔

Marfat.com

پھر ایک تو ماحول ایسا ہے کہ سفر ہے اور وہاں پہنچ گیا ہے، وہاں مقدس دیار، وہاں کعبہ کی زیارت اور لبیک لبیک کی لوگوں کی صدائیں تو وہ سب کچھ بھی موجود ہے اور ساتھ بدن میں بھی ایک جہان موجود ہے، اس کی تبدیلی اور انقلاب کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو جو دنیا میں رچ بسا چکا تھا وہاں سے باہر نکال کر زہد کا تاج پہنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو حج کا رستہ دکھایا ہے۔

حج، تسکین محبت

انسان کا جس سے پیار ہوتا ہے اس کی چیزیں دیکھنے کو جی کرتا ہے، جس طرح کا پیار ہوتا ہے تو اسی طرح کی چاہت بھی ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، تو ان کی چاہت کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ ...... عرض کی اے رب میرے اپنا دیدار دیکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ (القرآن الكريم، سورة الأعراف، رقم السورة: 7، رقم الآية: 143)

چونکہ ان کا پیار رب کے ساتھ بڑے درجے کا ہے، تو انہوں نے خود اس کی دید کا تقاضا کر لیا کہ اے اللہ! اپنا آپ دکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، ہم جیسے لوگوں کا پیار اس درجے کا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلیم کا ہوتا ہے، آخر ہم نے کلمہ جس کا پڑھا ہے تو ہر بندے کا دل کرتا ہے میں اس کو دیکھوں حالانکہ وہ گھر سے پاک ہے، وہ مکان سے پاک ہے لیکن بندوں کو سہارا دینے کے لیے ایک مکان اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کو ایسا شرف دے دیا کہ تم جب یہاں آؤ گے تو میرے گھر میں آجاؤ گے۔

Marfat.com

تو یہ وہ خاص نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مکان سے ہی پاک ہے وہ تو ہر جگہ موجود ہے، تو وہ ایک گھر کے بارے میں کیوں کہتا ہے کہ یہ بیت اللہ ہے، یہ میرا گھر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف بندوں کو دلاسہ دینے کے لیے کہ تم رب کو ڈھونڈو گے، رب رب کرتے ہوئے زندگی گزرو گے تو اس رب کے گھر آجاؤ، فرمایا کہ میں گھر میں رہنے سے پاک ہوں مگر تمہیں دلاسہ دینے کے لیے میں نے گھر بنا دیا ہے کہ اس پر میرے جلوے برستے ہیں، تم اس کے پاس آ کر بیٹھو گے، اس کے پاس آؤ گے، اپنی عبادت کرو گے تو تمہیں محسوس ہوگا کہ ہم اب رب کو سجدہ کرتے ہیں تو پہلے کے مقابلے میں زیادہ اس کے قریب ہو گئے ہیں، اگرچہ وہ تو پہلے بھی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم لوگوں کی محبت کو سیراب کرنے کے لیے اور تسکین بخشنے کے لیے دیا ہے۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ ...... تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے۔ (القرآن الکریم، سورۃ ابراھیم، رقم السورۃ: 14، رقم الآیۃ: 37)

تو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اس کا اثر موجود ہے اور انسان میں ایک تڑپ موجود ہے کہ وہ جا کر اس گھر کی زیارت کرے اور اس گھر کا دیدار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی طرف سے حکم دے دیا اور شریعت بھی چاہتی تھی اور طبیعت بھی چاہتی تھی تو یہاں شریعت و طبیعت کی یکجائی ہے، ویسے بھی اگر حکم نہ آتا تو اس انسان کا اپنا تقاضا ہوتا کہ کاش میں جا کر دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ کا گھر کیسا ہے اور وہ مقامات کیسے ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے رہے اور بالخصوص اس لحاظ سے کہ

Marfat.com

یہاں میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے، یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہے، جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مولد ہے، پھر زیارت حرمین شریفین کا شوق اس انداز میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبیعتوں کے اندر اس چیز کو رکھا ہے اور پھر حج کا حکم دیکر اپنے بندوں کو نوازنے کا ایک بہترین موقع عطا فرمایا ہے۔

حج، شیطان کی رسوائی کا سبب

شیطان بندے کو ہر وقت شکار کرنا چاہتا ہے اور جب بندہ بھٹکتا ہے تو شیطان ہنستا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ بھی شیطان سے بدلہ لے، میرا بندہ ہنس رہا ہو اور شیطان رو رہا ہو تو اس کے لیے حج خاص مقام ہے بالخصوص یوم عرفہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح باقی ساری کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کو دیکھتے ہیں، کب روتا ہے، کب اپنے آپ کو مایوس سمجھتا ہے اور شیطان کی کیا کیا کیفیات ہیں، وہ شیطان جو دنیا پر اپنا ایک تسلط جمانا چاہتا ہے، میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کے سامنے وہ ہیچ ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح اس کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کو کیسے مسترد کیا جا سکتا ہے اور دھتکارا جا سکتا ہے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا رُؤِیَ الشَّیْطَانُ یَوْمًا هُوَ فِیْهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْیَظُ مِنْهُ فِیْ یَوْمِ عَرَفَةَ ...... کسی دن میں شیطان اتنا چھوٹا، ذلیل دھتکارا ہوا اور غصے میں نہیں دیکھا جاتا جتنا عرفہ کے دن دیکھا جاتا ہے۔ 9 ذوالحج کو شیطان جتنا روتا ہے اتنا اور کسی دن میں نہیں روتا اور شیطان کا ایک سائز ہے، اس میں گھٹنے اور بڑھنے کا سلسلہ ہوتا

Marfat.com

ہے، کبھی چڑیا جتنا بن جاتا ہے، کبھی احد پہاڑ سے بھی بڑا بن جاتا ہے۔

یہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے بڑھتا اور گھٹتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ لوگ تو میرا فٹ بال (Foot Ball) بھی بن گئے ہیں تو پھر خوشی سے پھولتا ہے اور وہ احد پہاڑ سے بھی بڑھ جاتا ہے، جب یہ سمجھے کہ لوگوں نے میری مخالفت شروع کر دی ہے اور انہوں نے میرے کیے پہ پانی پھیر دیا ہے، اتنے سجدے کرنا شروع ہو گئے ہیں، اتنا رو رہے ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں، توبہ و استغفار کر رہے ہیں تو اب شیطان کی ہوا نکل جاتی ہے، چڑیا سے بھی چھوٹا ہو جاتا ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان کو رسوا کرنے کا سب سے سنہری چانس اور شیطان پر حملہ کرنے کا سب سے بڑا موقع، حج کا موقع ہے۔

پھر شیطان اتنا چھوٹا کسی دن میں دکھائی نہیں دیتا جتنا 9 ذوالحج کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور اتنا کسی دن بھی افسردہ نظر نہیں آتا جتنا 9 ذوالحج کو افسردہ نظر آتا ہے، جب حاجی میدان عرفات میں پہنچ چکے ہوتے ہیں، اتنا کسی دن بھی شیطان غصے میں نظر نہیں آتا جتنا اس دن غصے میں نظر آتا ہے۔

شیطان دھتکارا ہوا ہے، غصے میں مارا ہوا ہے اور پریشان و افسردہ ہے اس لیے کہ:

اِلَّا لِمَا رَاٰی مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَ تَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ ...... یہ اس کی حالت اس لیے ہوتی ہے، کہ وہ رحمت کا برسنا دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دینا دیکھتا ہے۔ اس نے سارا سال لگایا تھا اور بندوں کو گناہوں میں پھنسایا تھا، اتنے بڑے بڑے گناہوں کے پہاڑ بن گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اتنی ہیں کہ وہ ساری پہاڑیاں رحمت کے پانی میں ڈوب گئی ہیں اور ہر

Marfat.com

طرف رحمت ہی رحمت ہوگئی ہے، عرفات کے میدان میں جس وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو وہ شیطان روتا ہے کہ میری ساری کاروائیاں پانی میں مل گئی ہیں، تو یہ خاص دن ہے، اس دن کی حاضری میں خاص حکمت ہے کیونکہ شیطان ہمارا عدو مبین ہے، اس کو ذلیل ورسوا کرنا یہ شریعت کا اہم سے بہت بڑا اقتضا ہے۔

(الموطأ لامام مالك، كتاب الحج باب: جامع الحج رقم الصفحة: 457، رقم الحديث: 1597)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ یہ بہت عمدہ چانس ہے، یہاں جس وقت رحمتوں کے میلے ہوتے اور ہر طرف رحمتوں کی آوازیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کے نظارے ہوتے ہیں تو شیطان کی چیخیں نکل جاتی ہیں، حج کی حکمتوں میں یہ مقصد بھی ہے کہ بندے وہاں پہنچیں اور شیطان سے بدلہ لیں، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول سے اپنے آپ کو مالا مال کرلیں۔

حاجی کی عظمت، ایک مثال

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جس وقت میدان عرفات میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ رو رہے ہیں، آنکھیں اشکبار ہیں، دلوں میں نرمی ہے اور لوگ قیام کر رہے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں، ہر چھوٹا بڑا اپنی اپنی فکر میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے، دور دور تک لوگوں کی چیخوں کی آواز آرہی ہے، لوگ مغفرت کی بھیک مانگنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دروازے پہ دستک دے رہے ہیں۔

ایسے میں جب حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اتنے لوگ عرفات میں موجود ہیں اور پورے عرفات میں آنسوؤں کی رم جھم ہے، لوگ بخشش کے متلاشی

Marfat.com

ہیں، آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ هٰؤُلَاءِ سَارُوْا إِلٰى رَجُلٍ فَسَأَلُوْا دَانِقًا أَ كَانَ يَرُدُّهُمْ؟ ...... ایک بندے سے حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ جتنا یہ بندے رو رہے ہیں، یہ ہزاروں لاکھوں انسان جو یہاں موجود ہیں اگر یہ سارے انسان کسی دنیا والے کے دروازے پہ چلے جائیں اور اس سے جا کر دانق کا سوال کریں یعنی درہم کے چھٹے حصے کا سوال کریں، تو وہ دنیادار ان کو خالی ہاتھ لوٹا دے گا۔

اس نے کہا کہ اگر اتنے مل کر کسی کے دروازے پر چلے جائیں تو وہ کہے گا کہ اتنے آ گئے ہیں اور مجھ سے ایک دانے کا سوال کر رہے ہیں تو اُس کے لیے ان کی حاجت کو پورا کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا تو حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ: یہاں جیسے اس بندے کے لیے ان کو دانق دینا کوئی مسئلہ نہیں، وہ دنیادار کہے گا کہ اس سے کوئی کمی نہیں آئے گی، درہم کا چھٹا حصہ ہے، اگر دے دوں تو اس سے ہوتا کیا ہے اور وہ بلا جھجک دانق دے دے گا۔

تو حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

وَاللّٰهِ لَلْمَغْفِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ أَهْوَنُ مِنْ إِجَابَةِ رَجُلٍ لَهُمْ بِدَانِقٍ ...... خدا کی قسم ان لاکھوں لوگوں کو بخش دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دینادار کے دانق مانگنے والوں کو دانق دینے کے مقابلہ میں معمولی بات ہے میرے رب کے سامنے اتنے لاکھوں ہزاروں کو بخشنا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے، لہذا جیسے یہ سارے مل کے کسی دنیادار کے دروازے پہ جا بیٹھیں اور دانق مانگیں تو اس کے لیے دانق دینا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا وہ کہے گا کہ دانق تو کوئی چیز نہیں ہے، فرمانے لگے کہ جیسے اس کے لیے دانق دینا کوئی

Marfat.com

مسئلہ نہیں تو میرے رب کے لیے اتنے لوگوں کو معاف کرنا بھی کوئی مسئلہ نہیں، لہذا جب یہ مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشش عطا فرما دیتا ہے اور اپنی طرف سے خاص مغفرت کے تاج بھی عطا فرماتا ہے۔

(لطائف المعارف وظائف شہر ذی الحجۃ المجلس الثانی: فی یوم عرفۃ مع عید النحر، ص: 287)

حاجی پوری کائنات کا ہمنوا

ویسے تو حج میں بے شمار حکمتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حج کی وجہ سے حاجی کو پوری کائنات کا ہمنوا بنا دیا اور کائنات کو اس کا ہمنوا بنا دیا، کائنات کو اس کی رفاقت دے دی اور اس کو کائنات کی رفاقت عطا کر دی، کیونکہ جس وقت یہ تلبیہ پڑھتا ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

جس وقت یہ کلمات بندے کی زبان پر ہوتے ہیں اور یہ کلمات بندہ پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس وقت پوری کائنات اس کی ہم زبان ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُلَبِّیْ ...... جس وقت کوئی بندہ ''لبیك اللھم لبیك'' کی صدائیں دیتا ہے کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں، جس وقت یہ آواز نکالتا ہے۔

اب دیکھو وہ بندہ گھر سے چلتا ہے، احرام باندھتا ہے، پھر تلبیہ شروع ہو جاتا ہے تو وہ راستے میں پڑھتا جاتا ہے، وہاں مختلف مقامات پہ پڑھتا جاتا ہے، اس کی اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ

Marfat.com

اِلَّا لَبّٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ...... اس کے دائیں جانب سے لیکر زمین کے آخری کونے تک درمیان میں جو کچھ آرہا ہے،

مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ ...... جتنے پتھر اور جتنے درخت اور جتنے مٹی کے ڈھیلے الغرض جو جو چیزیں درمیان میں آرہی ہیں، وہ ساری چیزیں اس سے مل کر لبیک کہتی ہیں، ایسے ہی بائیں جانب سے لیکر زمین کے آخری کنارے تک۔

حَتّٰی تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا ...... یہاں تک کہ دائیں طرف بھی زمین ختم ہو جاتی ہے اور بائیں طرف بھی زمین ختم ہو جاتی ہے، پوری کائنات اس کے ساتھ شریک ہو جاتی ہے، اس کی ہمنوا بن جاتی ہے، اس نے جب لبیک کہنا شروع کر دیا تو اس کو اتنی مخلوق کے دائرے میں شامل کر دیا گیا اور اس کو کائنات کی ایسی رفاقت عطا کر دی گئی کہ ساری چیزیں اس کے ساتھ تلبیہ کہنے میں شریک ہو گئی ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب: فضل التلبیة و النحر، ج: 3، ص: 189، رقم الحدیث: 828)

تو یہ حج کا خاص انداز ہے جس میں خالق کائنات نے اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے مختلف قسم کے گولڈن چانسز رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار اس موقع کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج کے اسرار و رموز سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
9

معرفت الٰہی: اسباب و علامات

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

(القرآن الکریم، سورۃ العنکبوت، رقم السورۃ:29، رقم الآیۃ:69)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد و ثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب و دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر و محراب، ارباب فکر و دانش، اصحاب محبت و مودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم و معزز حضرات و خواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام بھٹی میرج ہال میں ہم سب کو ''فہم دین کورس'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

معرفت الٰہی: اسباب و علامات

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کو جانے اور اس کی معرفت حاصل کرے۔ اس بنیاد آج کی گفتگو انسان کی زندگی کے سب سے بڑے مقصد کے متعلق ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات کا عرفان عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی معرفت کا انعام عطا فرمائے۔

معرفت کا معنیٰ

''معرفت'' عربی زبان کا لفظ ہے، حضرت امام جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّیْءِ عَلٰی مَا هُوَ عَلَیْهِ

کوئی شئی جس حالت میں ہے، اس چیز کی پہچان بھی اس کی معرفت کہلاتی ہے۔

(التعریفات، باب المیم، رقم الصفحة:283)

امام راغب نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ:

اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّیْءِ بِتَفَكُّرٍ وَّ تَدَبُّرٍ لِّاَثَرِهٖ

کسی چیز کی علامات کو اور اس کے آثار کو سامنے رکھتے ہوئے اس چیز کا ادارک تفکر و تدبر سے کرنے کو معرفت کہا جاتا ہے۔

(مفردات ألفاظ القرآن، کتاب العین، ج2، ص:86)

ہماری گفتگو کسی عام چیز کی معرفت کے لحاظ سے نہیں بلکہ ہماری گفتگو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لحاظ سے ہے، جب ہماری گفتگو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بارے میں ہے تو یہ کتنا زیادہ لذیذ مقام ہے، اس واسطے کہ جس چیز کے بارے میں انسان کو ادارک ہو وہ جتنی اشرف اور اعلیٰ ہوگی، اتنا ہی اس کے متعلق جو علم ہے وہ بھی اشرف و اعلیٰ ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے اعلیٰ ذات ہے، تو پھر اس ذات کے متعلق انسان کو جو آگہی حاصل ہوگی، پہچان میسر آئے گی، اور اس ذات سے متعلق جو انسان کو تعارف ہوگا، وہ تعارف باقی ہر قسم کے ادراک سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔

علم اور معرفت میں فرق

عمومی طور پر علم اور معرفت کا لفظ آپس میں مترادف استعمال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں ان دونوں لفظوں میں بڑا فرق ہے۔

علم اور معرفت کے لحاظ سے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی بات کرتے ہیں تو اس سے پتہ

Marfat.com

چلتا ہے کہ کسی انسان کو یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ عارف باللہ ہے، مگر یہ نہیں کہا سکتا ہے کہ یہ عالم باللہ ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، مگر یہ کہنا کہ یہ عالم باللہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم ہے تو یہ بالعموم مناسب نہیں ہوگا، اس واسطے کہ علم کا تعلق کسی چیز کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، اور انسان کی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں پہچان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور صفات میں تدبر کے لحاظ سے ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک تو انسان کے لیے بہت مشکل ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی آیات اور صفات میں جب تدبر و تفکر کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں آگہی میسر آتی ہے۔ مگر حضرت محمد ﷺ کا معاملہ اس بارے میں جدا ہے آپ کا فرمان صحیح بخاری میں اَنَا وَاَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں

علم کسی کی ذات کے متعلق ہوتا ہے اور معرفت اس کی صفات کے متعلق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم کی بجائے معرفت کا اطلاق کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ عارف باللہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات میں تدبر کر کے اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہے، اور اس کو پہچاننے والا ہے۔

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کرتے ہوئے لفظ معرفت استعمال نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں لفظ علم استعمال ہوتا ہے یعنی جب ہم یہ بیان کرنا چاہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں چیز کو جانتا ہے تو یہ نہیں کہیں گے کہ اَللّٰهُ يَعْرِفُ كَذَا بلکہ یہ کہیں گے اَللّٰهُ يَعْلَمُ كَذَا۔ یعنی نہیں کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی معرفت ہے بلکہ کہیں گے اللہ کو اس کا علم ہے۔

(مفردات الفاظ القرآن، کتاب العین، ج:2، ص:86)

Marfat.com

ایک تو یہ فرق ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانے تو اس وقت کہیں گے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اگرچہ علم اور معرفت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے کہیں گے کہ انسان کو معرفت الٰہی حاصل ہے، یہ نہیں کہیں گے یہ انسان اللہ تعالیٰ کا عالم ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے گفتگو ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کو جانتا ہے تو اس وقت لفظ علم استعمال ہوگا، لفظ معرفت استعمال نہیں ہوگا، یعنی یہ نہیں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں چیز کی معرفت ہے، بلکہ یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں چیز کا علم ہے۔

کیونکہ معرفت علم سے کم درجے کو کہا جاتا ہے۔ معرفت یہ ہے کہ کسی چیز کو وسائل سے پہچاننا، کسی چیز کو نشانیوں میں تدبر کر کے، غور و فکر کر کے جاننا معرفت کہلاتا ہے، اس کے جاننے والے کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایسے مرحلے سے نہیں گزرنا پڑتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو تدبر سے جانے، اللہ تعالیٰ تو براہ راست ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس واسطے جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو ''یَعْلَمُ'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، ''یَعْرِفُ'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ عرفان یہ ہے کہ وسائل سے آہستہ آہستہ کسی چیز کو پہچاننا، جبکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو جاننے میں کسی کا محتاج نہیں، وہ کسی کے سہارے سے اور سوچ کے کسی چیز کو جانے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

یہاں پر معرفت اور علم کے اس فرق کے ساتھ ساتھ اس کی اقسام اور اس کے اسباب

Marfat.com

کی طرف متوجہ ہوں گے اور آج گفتگو اس بارے میں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کون سے اسباب ہیں جن کے ذریعے سے معرفت حاصل ہوگی، اور عارفین کی اس لحاظ سے کتنی اقسام ہیں۔

معرفت الٰہی کے طریقے

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کرنا:۔

اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کر کے اس کی معرفت حاصل کرنا کہ وہ عزت دیتا ہے، وہ ذلت دیتا ہے، وہ لوگوں کا رزاق اور خالق ہے، تو ان افعال کے ذریعے ان کے فاعل کو جان لینا، معرفت کا ایک طریقہ ہے۔

دوسرا طریقہ: اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کرنا:۔

اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کر کے اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی ذات تک پہنچنا، یہ معرفت کا دوسرا طریقہ ہے۔

پہلا طریقہ: اللہ تعالیٰ کے افعال میں توجہ کرنا:۔

معرفت کا جو پہلا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں آگہی حاصل کرنا اور واقفیت پانا، قرآن مجید کے متعدد مقامات اسی لحاظ سے بندوں کو عرفانِ حق عطا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے جام پلاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو

Marfat.com

سمجھاؤ، اسے میرے رب ہونے سے متعارف کرواؤ، وہ بھٹکا ہوا ہے، اور خود خدا ہونے کے دعوے کر رہا ہے، تم اس سے جا کر کہو کہ:

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ...... ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہی سارے جہان کا، اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا ...... اس امید کہ وہ دھیان کرے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اگر اس سے نرم گفتگو کی جائے، سختی سے نہ کی جائے، تب بھی وہ نہیں مانے گا، مگر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کرنا چاہتا ہے کہ کل اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے کہ مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اور نہ کوئی سمجھانے آیا تھا، اگر آیا تو اس کا لہجہ بڑا سخت تھا، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو نرم گفتگو کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آپس میں گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت کروائی جاتی ہے، اور کیسے معرفت بانٹی جاتی ہے، اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا تعارف ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے جا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور کہا کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں، تو فرعون نے کہا کہ:

وَ مَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ...... وہ رب العالمین کون ہے؟

وہ رب جس کی توحید کی تم مجھے دعوت دیتے ہو اور جس کے تم رسول ہو اس کا مجھے تعارف تو کرواؤ،

Marfat.com

وَ مَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ...... وہ رب العالمین کون ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟

جب اس نے یہ سوال کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ہی منفرد انداز میں تعارف کروایا:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں، اگر تمہیں یقین ہو۔

اب یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت دی جارہی ہے، اور معرفت دینے والے کا مطالعہ بہت زیادہ ہے، اور انداز بہت اچھا ہے، اور اپنے عروج علم کے ساتھ فرعون کو سمجھانا چاہتے ہیں۔

جب اس نے پوچھا کہ رب العالمین کون ہے، اس کا تعارف کرواؤ، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا تو وہ پوری گفتگو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمادی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں۔

اس سے پتہ چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام افعال سے تعارف کروا رہے تھے کہ میں اسی کا بندہ و رسول ہوں جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمینوں کا بھی رب ہے، اور ان دونوں کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب کا رب ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ...... اگر تمہیں یقین ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اندر سوز یقین پیدا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا تعارف یہ ہے کہ اس نے آسمانوں کو بھی بنایا ہے، اور زمینوں کو بھی بنایا ہے،

Marfat.com

اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے ان کو بھی بنایا ہے، اور پھر زمین کو بھی باقی رکھا ہے اور آسمان کو بھی باقی رکھا ہے، یہ ایک نظام ہے، جس کے مطابق ساری کائنات چل رہی ہے، جو ان افعال کا کرنے والا ہے اس ذات کو رب العالمین کہا جاتا ہے۔

جس وقت آپ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا تو آگے سے فرعون کا انداز کیا تھا، اس نے کہا کہ:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ...... اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور سے سنتے نہیں۔

یہ کلام کسی کو مبہوت کرنے کے لیے ہوتا ہے یعنی جب کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرے کہیں کہ سنو یہ کیا بول رہا ہے، تو اس سے بولنے والے پر اثر پڑتا ہے اور بولنے والا سمجھتا ہے کہ میں نے کتنی غلط بات کہہ دی ہے کہ اگلا دوسروں کو بھی میری طرف متوجہ کر رہا ہے کہ تم غور سے اس کی بات کو سنو۔

فرعون اپنے درباریوں کو متوجہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انڈر پریشر کرنا چاہتا تھا:

اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ...... تم سنتے نہیں ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں حالانکہ اللہ کے بارے میں معرفت ہی نہیں دے سکے، اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی نہیں کروا سکے "معاذ اللہ"۔

وہ "وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن انہوں نے اس کی حقیقت بیان نہیں کی بلکہ اس کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، فرعون نے کہا کہ یہ جواب میرے سوال کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے

Marfat.com

ہوئے کہ تمہیں معاذ اللہ میرے سوال کی سمجھ نہیں آئی، میں سوال اور کر رہا ہوں تم جواب اور دے رہے ہو، تو اس لیے اس نے ''أَلَا تَسْتَمِعُوْنَ'' کے الفاظ بولے کہ میرے درباروالو! تم سنتے نہیں ہو کہ میں نے ان سے کیا پوچھا ہے اور یہ مجھے کیا جواب دے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کی بات کو سنا تو اگلا جواب دیا کہ:

قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ...... موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا۔

پہلی دلیل بھی صحیح تھی لیکن اب واضح دلیل دینا چاہتے ہیں کہ جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ جب پیدا ہوئے تو آسمان ایسے ہی تھا، زمین ایسے ہی تھی، اگر عقل سلیم ہو تو جانیں کہ رب نے آسمان کو بنایا اور رب نے زمین کو بنایا اور اگر وہ جھگڑالو بنیں کہ نہیں نہیں، یہ آسمان وزمین تو پہلے ہی موجود تھے اور تو پھر تم اپنے آپ کو دیکھ لو کہ تم تو ہمیشہ سے موجود نہیں ہو، تم جب پیدا ہوئے اس سے پہلے نہیں تھے، پھر تم وجود میں آئے، میرا رب وہ ہے جس نے تمہیں وجود عطا فرمایا ہے، لہٰذا پہلی دلیل سے ترقی کی اور مزید ان کو جھنجھوڑا، اور اللہ تعالیٰ کی اور صفت کو ذکر کر کے ان کو مبہوت کیا۔

پہلی دلیل ایک لحاظ سے وسیع مفہوم والی ہے، آسمانوں اور زمینوں کو جس نے پیدا کیا وہ رب ہے، لیکن دوسری دلیل میں انہیں بتانا چاہا کہ تم ازلی، ابدی نہیں ہو، ایک وقت تھا تم نہیں تھے پھر تمہارا وجود ہوا، ایک وقت تھا کہ تمہارے باپ، دادا بھی نہیں تھے پھر ان کو پیدا کیا گیا، تو پھر رب اس ذات کو کہا جائے گا جس ذات نے تمہیں بھی وجود عطا فرمایا ہے اور تمہارے باپ، دادا کو بھی پیدا فرمایا ہے۔

Marfat.com

یہ معرفت الٰہی کے سورسز ہیں اور ایک منکر کو قائل کیا جا رہا ہے کہ تم پہچانو: تمہارا رب کون ہے؟

جس وقت آپ نے اس کو جواب دیا اور آپ کو نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر آگے سے فرعون سخت لہجہ اپنا رہا تھا، اب اس نے آگے سے اس کا جواب دیا:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ...... بولا تمھارے یہ رسول جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔

ان کو تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے، پوچھتا کچھ ہوں اور یہ جواب کچھ دیتے ہیں۔
میں نے رب کی حقیقت پوچھی لیکن یہ اس کی صفتیں بیان کر رہے ہیں کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور تمہیں اور تمہارے آباء کو پیدا کیا تو معاذ اللہ جن کا دعوی ہے کہ میں رسول ہوں یہ تو مجنون ہیں، مجنون کیسے رسول ہو سکتا ہے؟ لہذا اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے "معاذ اللہ"۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سب سے سچا دعوی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہے، مگر اس کو ثابت کرنے کے درجات ہیں اور ایک ترتیب ہے، اگر کوئی نہ جاننے پہ آئے تو انکار کر جاتا ہے، اور اس کی اپنی مرضی ہے اور دعوی میں کوئی کمزوری نہیں، دعوی سچا ہے اور دلیلیں بھی سچی ہیں، مگر سامنے ایک بگڑا ہوا انسان ہے، اس کے حیلے بہانے ہیں، یہ حیلے بہانے ضدی لوگوں کے شروع سے موجود ہیں، دلیل اللہ کا نبی دے رہا ہے، بات رب کی ہے، مگر منکر مناظرہ (مجادلہ) کر کے انکار کرنا چاہتا ہے کہ میں یہ ثابت کروں کہ ان کی دلیلیں کمزور ہیں، تا کہ دعوی کمزور ثابت ہو جائے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے اس جواب پر پھر بولے اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب پورب اور پچھم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

آپ علیہ السلام پہلے سے زیادہ دلیل کو قریب لے آئے، یعنی جو مجمع لگا ہوا تھا، کوئی چالیس سال کا ہوگا، یا کوئی پچاس سال کا ہوگا، کوئی ساٹھ، یا اسی کا ہوگا، ان کی سوچ اپنی ولادت کی طرف نہیں جا رہی اور ان کا خیال اس طرف نہیں جا رہا کہ جب ان کو پیدا کیا گیا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آج جو سورج طلوع ہوا اس کو میرے رب نے طلوع کیا اور کل جو غروب ہوا تھا وہ میرے رب نے غروب کیا تھا، اب دلیل کو بالکل قریب لے آئے کہ وہ ہی سورج کو طلوع کرتا ہے اور وہ ہی سورج کو غروب کرتا ہے۔ ۱

یہ واضح ترین دلائل ہیں ان کو دیکھو اور میرے رب کا کلمہ پڑھو۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رویہ تھوڑا سخت کیا اور ارشاد فرمایا:

إِنْ كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ...... اگر تمہیں عقل ہو، سمجھو اور ہوش سے کام لو تو سلیم العقل انسان ضرور جانے گا کہ یہ کائنات خود بخود نہیں چل رہی، وہ رب ہے جو روزانہ سورج کو طلوع بھی کرتا ہے اور سورج کو غروب بھی کرتا ہے۔

(القرآن الكريم، سورة الشعراء، رقم السورة: 26، رقم الآيات: 28-23)

جس وقت کوئی بندہ دلیل سے شکست کھا جائے تو وہ تشدد کی طرف آ جاتا ہے، پھر وہ بندوق اٹھاتا ہے اور اپنی طرف سے سختیاں کرتا ہے، فرعون کے پاس اس سے آگے کوئی بات نہ تھی، اس نے وہ کچھ کہہ دیا جو کچھ اس نے کہنا تھا، اس نے مجنون بھی کہہ دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو میرے سوال کی سمجھ نہیں آتی، میں کچھ کہتا ہوں یہ کچھ جواب دیتے

Marfat.com

ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر عقل ہو تو بات کرو، تمہیں تو رب کے بارے میں سوال کرنے کا طریقہ نہیں آتا، خود رب بننے کے دعوے کر رہے ہو:

''اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ'' اس کا معنی یہ تھا کہ رب کی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی معیار الوہیت بیان ہو سکتا ہے، اگر بیان کیا جاتا ہے تو اس کی صفتوں کو بیان کیا جاتا ہے، رب کے افعال کو بیان کیا جاتا ہے، رب ہوتا ہی وہ ہے جس کو عقل کے ترازو میں تولا نہیں جا سکتا، تم عجیب انسان ہو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں اور تم بار بار تقاضا کرتے ہو کہ میں رب کی حقیقت کو بیان کروں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو بیان کیا نہیں جا سکتا اگرچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل پتہ ہے مگر فرعون کی یہ اہلیت ہے کہ اسے صفتوں سے ہی سمجھایا جا سکتا ہے، جو بھی بیان کرے گا وہ اس رب کی صفتون کو بیان کرے گا، اس رب کی شانوں کو بیان کرے گا، اس واسطے ''اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ'' سے صحیح اس کو جھنجھوڑا کہ تمہیں سوال کرنے کا طریقہ نہیں آتا، میرے جواب کی خامیاں نکال رہے ہو، تم جو رب کی حقیقت کے بارے میں سوال کرتے ہو یہ درست ہی نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی حقیقت لفظوں میں بیان ہو جائے تو پھر الٰہ ہی نہ ہوا کہ جس کو انسان اپنی عقل پہ تولتا پھرے، صرف اس کا تعارف صفتوں سے ہوتا ہے اور اس کے شانوں اور افعال سے ہوتا ہے، اور میں ان افعال سے اس کا تعارف کروا چکا ہوں۔

عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ الٰہی صفتاں نال سنجھاپے

یعنی یہ قرآن وسنت کا فیصلہ تھا کہ ''وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ'' کو اگر پہچاننا ہے تو اُس کو صفات سے پہچانا جائے اور یہ شروع سے انبیاء کرام علیہم السلام کا اسلوب ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے جو لوگوں کو تبلیغ کی ہے اور اللہ کا عرفان دیا ہے تو اسی انداز میں دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کا مقابلہ کر رہے تھے، اس کو سمجھانا چاہتے تھے کہ تو خدا نہیں ہے، بلکہ خدا وہ ہے جو تمہارا خالق ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم نے نا دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں۔

اس مقام پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب کا تعارف کروایا کہ میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، تو نمرود نے ایک سزائے موت کے مجرم کو رہا کر دیا اور ایک بے گناہ کو سولی پہ چڑھا دیا کہنے لگا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں، تو آپ علیہ السلام اس پہ اڑ سکتے تھے کہ تم غلط مطلب لے رہے ہو، بلکہ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ..... اور اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے تو اس کو پچھم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دیکھاتا ظالموں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، اگر تو رب ہے تو مغرب سے

Marfat.com

طلوع کر کے دیکھادے، اس سے اس کو مبہوت کر دیا اور آپ علیہ السلام نے پہلے سے بھی کہیں زیادہ واضح دلیل ارشاد فرمادی۔

(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ:2، رقم الآیۃ:258)

مشرق و مغرب، طلوع و غروب کے لحاظ سے یہ دلیل بہت واضح دلیل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال سے اس کا عرفان کروایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت لوگوں کو اس انداز سے کروائی جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ: اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر و تفکر کرنا بھی معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے بہترین انسان کون ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ ...... جب ان کا چہرہ دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔

(مسند امام أحمد بن حنبل، مسند القبائل، من حدیث اسماء ابنۃ یزید رضی اللہ عنہا، ج:6، ص:459، رقم الحدیث:27640)

اب یہ معرفت حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں، ان کے چہرے ایسے ہیں اور ان کی گفتگو ایسی ہے، ان کی سیرت ایسی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کی خبر ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت میسر آجاتی ہے، جیسے پھول کو دیکھنے سے خالق کا پتہ چلتا ہے، جیسے پتے پتے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی آواز آرہی ہے، جیسے کائنات کے سارے مناظر کو دیکھیں تو ان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے، تو یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے

Marfat.com

ایک انسان کو عرفان حق میسر آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا تعارف کروا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...... اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دیکھا دیں گے، ہم ان کو اپنے تعارف کروا دیتے ہیں، انہیں اپنی قدرتیں دیکھا دیتے ہیں اور انہیں تدبر کی توفیق دیتے ہیں، اپنی آیات دکھاتے ہیں، وہ تدبر کرتے کرتے ہی ہماری ذات تک پہنچ جاتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ...... اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ ہے۔

(القرآن الكريم، سورة العنكبوت، رقم السورة:29، رقم الآية:69)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے محسنین کا لفظ ارشاد فرمایا، یہ سارا تصوف کا شعبہ ہے کہ جس وقت ایک انسان اپنے آپ کو فکری آلودگی سے پاک کرتا ہے، بدعملی سے محفوظ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر موجود حجابات کو ہٹا دیتا ہے اور اپنے بندے کو اپنی ذات سے متعلق معرفت عطا فرما دیتا ہے۔

جس وقت یہ اسباب ایک انسان کو میسر آتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت پا لیتا ہے تو پھر اس کی علامت کیا ہوتی ہیں؟

جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اگر اس کو پہچاننا ہے کہ یہ معرفت رکھتا ہے تو اس کی چند علامات ہیں، اس واسطے کہ اگر بندہ اپنے طور پر خود رب تک جاننا چاہے گا تو ہوسکتا ہے کہ کافی دیر لگ جائے، اور جب عارف باللہ تک پہنچ جائے گا تو عارف باللہ سالوں کا سفر گھنٹوں میں طے کروا سکتا ہے، منٹوں میں طے کروا سکتا ہے، اور ایک عام انسان کو بھی خاص بنا کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حامل بنا سکتا ہے۔

Marfat.com

عارفین کی اقسام

اس سلسلے میں پہلے عارفین کی اقسام کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

عارفین دو قسم کے ہیں:

الأقویا: یہ عارفین کی پہلی قسم ہے یعنی پاورفل عارف۔

الضعفآء: یہ عارفین کی دوسری قسم ہے یعنی کمزور قسم کے عارف۔

کمزور قسم کے عارف ہم سے کروڑ درجہ زیادہ پاورفل ہیں، لیکن اقویا کے مقابلے میں وہ ضعیف ہیں، اتنے ان کے سورسز تیز نہیں ہیں جتنے اقویا کے سورسز تیز اور پاورفل ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر ''احیاء العلوم'' میں فرمایا ہے۔

اقویا عارفین

وَ یَکُوْنُ اَوَّلُ مَعْرِفَتِهِمْ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ بِهٖ یَعْرِفُوْنَ غَیْرَهٗ ...... اقویا عارفین وہ ہیں جو رب کو پہلے جانتے ہیں اور رب کو جان کے پھر رب کی صفات اور اس کی آیات کو جانتے ہیں، ان کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی طرف بھی متوجہ بعد میں ہوتے ہیں، سب سے پہلے اپنے رب کی طرف توجہ ہوتے ہیں۔

ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ ...... میں جو چیز بھی دیکھتا ہوں مجھے اس چیز کے نظر آنے سے پہلے میرا رب نظر آتا ہے۔

ان کو اس انداز کی مضبوط معرفت اور قوی عرفان حاصل ہوتا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق معرفت پہلے ہوتی ہے پھر تب وہ دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ضعفاء عارفین

وَ یَکُوْنُ اَوَّلُ مَعْرِفَتِهِمْ بِالْاَفْعَالِ ثُمَّ یَتَرَقَّوْنَ مِنْهَا اِلَی الْفَاعِلِ ...... ضعفاء عارفین وہ ہیں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے افعال میں تدبر کرتے ہیں اور اس کی صفات میں تدبر کرتے ہیں، اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین، بیان الأسباب المقویة لحب الله تعالی، ج: 4، ص: 317)

یہ انداز اولیاء کرام میں اپنے درجے کا ہوتا ہے اور انبیاء کرام میں اپنے درجے کا ہوتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے معرفت ایک سوغات ہے، وہ جس درجے میں بھی انسان کو میسر آجائے وہ انسان کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے اور جس وقت وہ معرفت انسان میں جلوہ گر ہوجاتی ہے تو پھر اس کی صورتحال کیا ہوتی ہے؟

معرفت، خوف کی علامت

جس انسان میں جتنی زیادہ معرفت ہوگی یا علم وہ انسان اتنا زیادہ رب سے ڈرنے والا ہوگا، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَ اَعْلَمَکُمْ بِاللّٰهِ اَنَا ...... میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم (أنا أعلمکم بالله) و أن المعرفة فعل القلب، ج: 1، ص: 16، رقم الحدیث: 20)

قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ...... اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (القرآن الکریم، سورة فاطر، رقم السورة: 35، رقم الآیة: 28)

Marfat.com

تو جس قدر انسان کو ادراک حاصل ہوگا، عرفان حاصل ہوگا، صفات کا پتہ ہوگا اسی قدر انسان کے اندر خوف زیادہ طاری ہوگا۔ عارف باللہ کی یہ پہچان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے بعد اس بندے میں عام لوگوں کی بنسبت خوف زیادہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت بادل اور آندھی چلتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر خوف کے آثار طاری ہو جاتے تھے، جب کہ ہوسکتا ہے ایک عام انسان کو بادل کے آنے پر کوئی خوف محسوس نہ ہو اور آندھی کے آنے کی صورت میں بھی کوئی ڈر نہ لگے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام انسان معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر ہے، نہیں، نہیں، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوف طاری ہوا وہ اس علم کی بنیاد پر تھا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حاصل ہے، اور ایک عام آدمی کی کھلی آنکھیں بھی یوں ہیں کہ جیسے بند آنکھیں، اس کو یہ پتہ نہیں کہ آفات سماوی میں کیا ہل چل مچی ہوئی ہے، کہاں سے ہوا چلی ہے، اور یہ ہوا کتنی زبردست ہے اور کہاں تک جانا چاہتی ہے اور بادل کے آنے کا انداز کیا ہے، وہ صرف بادل کا رنگ دیکھتا ہے، اس بادل کے پیچھے جو تحریک ہے اس کی اس انسان کو خبر نہیں ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسعت مطالعہ ہے کیونکہ کائنات آپ کی آنکھ کے نیچے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ کتنی تیز ہوا چل رہی ہے اور کتنی تیزی سے آگے بڑھنے والی ہے اور کہاں کہاں سے بادل گزرے گا اور کہاں کہاں اس کے آثار مرتب ہوں گے، تو اس بنیاد پر جتنا علم زیادہ ہوگا تو اتنا ہی خوف زیادہ ہوگا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، باقی مسند الأنصار، حدیث السیدة عائشة رضی اللہ عنہا، ج: 6، ص: 167، رقم الحدیث: 25381)

Marfat.com

بلاتشبیہ وتمثیل یوں سمجھو کہ ایک بچہ انگارا دیکھتا ہے تو اس کو پکڑ لیتا ہے، اس کو پتہ نہیں کہ یہ آگ ہے اور یہ جلا دے گی، اور بڑا انسان انگارا نہیں پکڑتا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بچہ بڑا بہادر ہے اور نوجوان انسان بڑا ڈرپوک ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اس بچے کو آگ کا علم نہیں کہ آگ کرتی کیا ہے، وہ صرف اس کو چمکنے والی چیز سمجھتا ہے اس کو یہ علم نہیں کہ یہ ہاتھ پہ لگے تو ہاتھ جل جاتا ہے، اس بچے کو جہالت کی وجہ سے آگ کے انگاروں کا خوف نہیں ہے لیکن بڑے آدمی کو علم کی وجہ سے خوف ہے کہ آگ جلا دیتی ہے، یہ صورت حال اس بارے میں بھی ہے کہ جس وقت ایک انسان عارف باللہ بن جاتا ہے تو وہ عوام کے مقابلے میں رب سے زیادہ ڈرتا ہے، اس واسطے کہ عوام کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں کس کس انداز کی ہیں۔

جتنا اللہ تعالیٰ کے قہار وجبار ہونے کا اس عارف کو پتہ ہے، اتنا عوام کو پتہ نہیں ہے۔ اس واسطے سوسائٹی میں جو انسان معرفت کے جام پی چکا ہے اور عارف باللہ بن چکا ہے اس کی اولین علامت یہ نظر آئے گی کہ جتنا وہ رب سے ڈرتا ہے اتنا اور کوئی رب سے ڈرنے والا نہیں ہوگا۔

اب معاذ اللہ لوگ معرفت کے دعوے بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نظام سے بغاوت بھی کرتے ہیں، نمازیں چھوڑ دیتے ہیں، روزے نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم عارف لوگ ہیں، تو ایسے عارف شریعت کی روشنی میں مسترد کیے گئے ہیں، حقیقی عارف وہ ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف بہت زیادہ ہو۔ دنیا میں یہی انداز ہوگا محشر میں نہ خوف ہوگا اور نہ حزن

Marfat.com

معرفت، ہیبت کی علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے انسان کی ہیبت زیادہ ہوتی ہے، ایک تو اس کی اپنی ہیبت اور دوسری اللہ تعالیٰ کی ہیبت اس پر طاری ہوتی ہے اور اس سے عیاں ہوتی ہے۔

اس واسطے کہ اس میں معرفت ہے اور اس کا رعب اور جلال ہے، اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے ضمن میں رعب وجلال عطا فرماتا ہے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ ...... میرے رب نے مجھے اتنا رعب دیا ہے کہ ایک مہینہ دور سفر کر کے گھوڑ

اجہاں تک جاسکتا ہے اتنی دور میرے دشمن مجھ سے کانپتے رہتے ہیں، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ رعب عطا فرمایا ہے، یعنی جس قدر زیادہ معرفت عطا فرمائی ہے اسی قدر رعب بھی زیادہ عطا فرمایا ہے۔

(صحيح البخاری، أبواب المساجد، باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا و طهورا، ج:1، ص:168، رقم الحديث: 427)

معرفت، حب خدا اور اطاعت الٰہی کی علامت

اَلْمُؤْمِنُ اِذَا عَرَفَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ أَحَبَّهٗ وَ اِذَا أَحَبَّهٗ أَقْبَلَ اِلَيْهِ ...... جس وقت ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر وہ اس معرفت سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبّ بن جاتا ہے۔ اور جب وہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

عام ذوات کے لحاظ سے یہ ہے کہ جب کسی کا تعارف نہیں ہوتا تو خاص محبت پیدا نہیں ہوتی، جب تعارف ہو جائے اور وہ تعارف متاثر کرے تو پھر محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ محبت جس وقت ایک انسان میں پیدا ہو گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں زیادہ مصروف رہے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گا، لہٰذا معرفت کی تیسری علامت یہ ہے کہ جس وقت ایک انسان عارف باللہ ہوتا ہے تو وہ محب الٰہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کا عملاً ثبوت دیتا ہے، اس محبت کے ثبوت کی وجہ سے چند حالتیں اس انداز کی اس کے اندر پیدا ہوتی ہیں کہ وہ نوافل سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، یعنی فرائض تو فرائض رہے وہ نوافل سے بھی تقرب پاتا رہتا ہے۔

ایک ہے بندے کی اپنی پسند اور دوسری اس کے رب کی پسند، تو جس وقت وہ بندہ معرفت کی وجہ سے محب خدا بن گیا ہے تو اب وہ اپنی پسند پر اپنے رب کی پسند کو ترجیح دیتا ہے، جو اس کا دل پسند کرے اس کو چھوڑ دیتا ہے، جو رب پسند کرے اس کو اپنی پسند پر فوقیت دیتا ہے، لہٰذا یہ وہ معرفت ہے جو حب الٰہی کا سبب بنتی ہے، یہ عارف اللہ تعالیٰ کا تقرب نوافل سے پائے گا اور صالحین کے پاس جائے گا اور ان کے پاس پہنچ کر وہ اس بات کی دلیل فراہم کرے گا کہ جن کو رب پسند کرتا ہے ان کو میں بھی پسند کرتا ہوں، چونکہ مجھے رب کی معرفت آ گئی ہے، اور رب کی معرفت محبت پیدا کرتی ہے، محبت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو محبوب کے محبوب ہوں وہ بھی محبوب ہوتے ہیں، لہٰذا جس وقت یہ انسان اللہ تعالیٰ سے پیار کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے پیار کرنا معرفت کی علامت بن گیا ہے، لہٰذا اس عارف کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ولیوں سے ملے، ان سے ملاقات کرے، ان کی زیارت کے لیے نکلے کیونکہ یہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں، ان کی محبت سے رب راضی ہو جاتا ہے۔

معرفت، حجابات کے اٹھ جانے کا نام

اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وجہ سے عارف میں یہ علامت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر وہ چیز جو بندے اور رب کے درمیان حجاب بنے اس کو یہ عارف دور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تو کوئی حجاب نہیں ہے، حجاب بندے کے لحاظ سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجاب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو محجوب نہیں ہو سکتی، اس واسطے کہ حجاب تو چیز پہ غالب آتا ہے، پھر اس پر پردہ کرتا ہے، اور رب پر کسی چیز کے غالب ہونے کی گنجائش نہیں ہے اور کسی چیز کی مجال ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پہ غالب آ جائے۔

اصل پردے انسان کے دل پہ اور اس کی آنکھ پہ ہوتے ہیں تو جس وقت وہ عارف بنتا ہے اور پردے اٹھتے ہیں تو اس کے بعد اس کا یہ نصاب بن جاتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے کوئی پردہ بنتا ہو اور درمیان میں دوری اور بُعد پیدا ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے مقام پہ فائز کر کے اس کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ ان حجابات سے بچتے رہنا تیرا کام ہے، کبھی بھی غفلت اور خواہش پرستی نہیں ہونی چاہیے، شہوت پرستی نہیں ہونی چاہیے جو بندہ عارف بننے کے بعد شہوت پرست اور خواہش پرست ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے ایک پردہ بن جائے گا، پھر وہ حجابات میں واپس آنا شروع ہو جائے گا۔

معرفت کی علامت یہ ہے کہ جس وقت انسان میں معرفت آ جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تڑپتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہے۔

Marfat.com

معرفت اور چشم تر

اس واسطے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عارف کے کام کیا ہوتے ہیں؟

تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:

يَخْرُجُ الْعَارِفُ مِنَ الدُّنْيَا وَ لَمْ يَقْضِ وَطْرَهُ مِنْ شَيْئَيْنِ ...... عارف دنیا سے چل بستا ہے مگر پھر بھی اس کو دو کاموں کی تڑپ باقی رہتی ہے، یعنی وہ دونوں کام ساری زندگی کرتا ہے، مگر پھر بھی وہ سیر نہیں ہوتا اور وہ جب دنیا سے جا رہا ہوتا ہے اس کا نفس مزید چاہتا ہے کہ وہ یہ دونوں کام کرے۔

پہلا کام کیا ہے؟ حضرت یحیی بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بُكَاءُهُ عَلٰى نَفْسِهٖ ...... عارف اپنے اوپر روتا ہے کہ میرے اندر یہ بھی کمی ہے اور میرے اندر یہ بھی نقص ہے، میں اس لحاظ سے بھی ناقص ہوں، میں نے فلاں جگہ بھی سستی کی اور میں نے فلاں جگہ بھی غفلت کی، عارف اپنے بارے میں روتے نہیں تھکتا، دنیا سے جا رہا ہوتا ہے پھر بھی اپنے بارے میں رو رہا ہوتا ہے اور اس کو مزید حرص ہے کہ میں اپنی کوئی کمی دور کر لوں۔

یہ ایسا کام ہے کہ جس سے عارف زندگی بھر سیر نہیں ہوتا، کام کرتے کرتے زندگی ختم ہو جاتی ہے پھر بھی تقاضا ہوتا ہے کہ میں اپنے بارے میں مزید کچھ رو لوں اور مزید کچھ اپنی کمی کو دور کر لوں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ:

Marfat.com

معرفت اور ثنائے الٰہی

ثَنَاءُهٗ عَلٰی رَبِّہٖ ...... جیسے یہ روتے ہوئے نہیں تھکتا اسی طرح یہ رب کی تعریف کرتے ہوئے بھی نہیں تھکتا، اگرچہ ساری زندگی تعریف وتوصیف کرنے میں گزاری لیکن جب موت آئی تو موت آنے پر بھی حرص اس کو اس چیز کی ہے کہ میں نے اپنے رب کی ثناء کرنی ہے، اگرچہ زندگی کے کئی سال ثناء کرتے ہوئے گزر گئے ہیں مگر مزید ثناء کرنے کا شوق اب بھی ہے۔

(مدارج السالکین، فصل و الفرق بین العلم و المعرفۃ، ج:3، ص:340)

لہٰذا حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ایک بہت بڑے عارف ہیں، وہ کہنے لگے کہ عارف کے یہ دو کام ہیں جن کے بارے میں اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں مزید یہ کام کروں، اپنے بارے میں روتا رہتا ہے اور اپنے رب کی تعریف کرتا رہتا ہے، جس وقت ایک عارف اس مقام پر روتا ہے تو وہ شریعت کی ہر لحاظ سے پابندی کرنے والا ہوتا ہے، صرف خود ہی پابندی نہیں کرتا بلکہ اوروں کو بھی اس پابندی کی طرف راغب کرتا ہے۔

معرفت اور عاجزی

معرفت جو انسان کے لیے سرمایہ ہے، اس کا خلاصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے، امام ابراہیم مکی نے "قوت القلوب" میں اس کی وضاحت کی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلِ السَّبِیْلَ اِلٰی مَعْرِفَتِہٖ اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ دَرْکِ مَعْرِفَتِہٖ

ساری تعریفیں اس رب کی ہیں کہ جس نے اپنی معرفت کا طریقہ صرف ایک بنایا ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ تسلیم کرلے کہ میں اپنے رب کو پہچاننے سے عاجز ہوں۔

(قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون، ذكر فضائل شهادة التوحيد و وصف توحيد الموقنين، ج:2، ص:143)

یہ معرفت کا طریقہ ہے کہ ساری تعریفیں اس رب کی ہیں جس رب نے بندے کو یہ شان دی ہے کہ اس کو جتنی بھی معرفت حاصل ہو تو پھر بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے جتنا جانا ہے میرا رب تو اس سے بھی بڑی شان والا ہے، میرا رب اس سے بڑے مقام والا ہے، جو شخص اس عجز کو تسلیم کرتا ہے اور اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اگرچہ میں نے زندگی اس کی معرفت میں گزاری ہے مگر اس کی ذات تو اس سے کئی زیادہ وراء الوراء ہے، مجھے تو اس کا پتہ ہی نہیں کہ کتنے بڑے مراتب اس رب کی ذات کے موجود ہیں۔

جس وقت کوئی شخص اس عجز کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی معرفت اور زیادہ عطا فرما دیتا ہے، لیکن جو معرفت کے آنے پر تکبر کرے اور یہ سمجھے کہ جو میں نے جانا یہ ہی معرفت ہے، اس کے علاوہ اُس کی کوئی شان نہیں ہے، اور اُس کا کوئی مقام نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ پہلا اجالا بھی چھین لیتا ہے اور اس کو اندھیروں میں داخل کر دیتا ہے۔

لہذا معرفت کے حصول کے بعد معرفت کی بقاء کے لیے تاکہ اس عارف کو اس معرفت کا فائدہ پہنچتا رہے، اس بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت ایک انسان اپنے عجز کا اعتراف کر لیتا ہے:

Marfat.com

اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ مَعْرِفَتِهٖ ...... یعنی جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے اپنے آپ کو عاجز اور کمزور سمجھے تو یہ خود ایک معرفت ہے اور ایک ادراک ہے۔

دیدار باری تعالیٰ

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت اہل جنت جنت میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟

اہل جنت اس وقت کروڑوں نعمتیں لے چکے ہوں گے، وہ کہیں گے یا اللہ! اتنا زیادہ مل چکا ہے کہ اتنا تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ...... بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد،

فرمایا: ابھی تک جو کچھ بھی تمہیں ملا ہے جنت کی شکل میں، یہ سارا حسنیٰ ہے، اور اب زیادہ باقی ہے وہ زیادہ کیا ہوگا؟

تو وہ یہ ہے کہ جب درمیان سے حجاب اٹھے گا تو بندے کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو جائے گا، جب وہ پردہ اٹھے گا جو کہ بندے کے لحاظ سے ہوگا، مولیٰ کے لحاظ سے نہیں کیونکہ رب تو پہلے ہی بندے کو دیکھ رہا ہے، جب پردہ اٹھے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت سب سجدے میں پڑ جائیں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب :رؤية الرب تبارك و تعالى، ج :4، ص :687، رقم الحديث :2552)

تو حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جیسے لوگ، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جیسے لوگ، حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ جیسے لوگ اور بڑے بڑے صوفیا الاتقیاء کہ جنہوں نے زندگیاں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے معمور رکھی ہیں، وہ کہیں

Marfat.com

گے : یا اللہ! آج تیری ذات کا پتا چلا، ہم نے زندگی بھر جتنی معرفت پائی تیری ذات تو اس سے کئی زیادہ وراء ذات ہے، آج تیری ذات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہم جو تیری عبادت کرتے رہے ہیں تو ہم نے اس سے کوئی حق ادا نہیں کیا، ہم تو زندگی میں کچھ کر ہی نہیں سکے، جنہوں نے ساری زندگی مجاہدہ میں گزاری ہے وہ بھی کہیں گے کہ یا اللہ! تیری ذات کہ جس کا آج ہمیں پتہ چل رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہماری ولادت ہوئی اس وقت سے ہم سر سجدے میں رکھتے اور وقت وفات ہم سر سجدے سے اٹھاتے، پھر بھی اس ذات کی عبادت ومعرفت کا حق ہم سے پورا نہ ہوتا۔

یہ ''اللہ کی معرفت، اسباب وعلامات کے لحاظ سے'' مختصر سی گفتگو تھی، اس کا مقصد معرفت الٰہی کا حصول ہے کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، مگر ولایت کا دروازہ ابھی کھلا ہے، اور جو بندہ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ..... اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دیکھا دیں گے۔

(القرآن الكريم، سورة العنكبوت، رقم السورة:29، رقم الآية:69)

اس واسطے تمام حضرات وخواتین سے یہ گزارش ہے کہ رمضان المبارک کے پرنور مہینے میں معرفت الٰہی کے اسباب وعلامت کے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کوشش کریں کہ معرفت حاصل ہو جائے، عرفان میسر ہوتا چلا جائے اور بندے کا سب سے بڑا مقصد پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
10

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان!

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(القرآن الکریم، سورۃ ص، رقم السورۃ 38، رقم الآیۃ 29)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے "**ادارہ صراط مستقیم**" پاکستان کے زیر اہتمام "**فہم دین کورس**" میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان!

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں راہِ زندگی میں ہر موڑ پر قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لیے وحی کا سلسلہ شروع فرمایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیج کر ان پر وحی کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے انسان کو منزل کا پتہ بتایا۔

وحی کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سب سے آخر میں تمام رسولوں کے قائد اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں آپ کے سینہ پرنور پر سب سے جامع وحی کو نازل فرمایا۔ یہ

Marfat.com

ہماری خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ایسی کتاب عطا کی ہے کہ جس میں پہلی تمام کتب کا خلاصہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ان تمام کتب کے مقابلے میں اس کتاب کو جامعیت عطا فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں جو اسرار و رموز ہیں اور اس میں جو ہدایت کا نور ہے اس کو حاصل کرنا بندہ مؤمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہے کہ وہ اس کتاب کو طاق نسیاں میں نہ رکھے بلکہ اس کو پڑھے، اس میں تدبر کرے اور اس کے الفاظ کو سمجھے اور اس کے الفاظ کے مفاہیم کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرتا رہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کا جہاں حکم ہے تو وہاں قرآن مجید میں تدبر کا بھی حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید کے مفاہیم میں غور کرنا اور اسرار و رموز تک پہنچنا ایک سوغات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن کے لیے تیار فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس مطلب کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے اور قرآن مجید کا تعارف کرواتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ ...... یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی۔

یعنی برکتوں والی کتاب ہے کہ جس کو ہر لحاظ سے برکت دی گئی ہے، اس کو دیکھیں تب بھی برکت میسر آتی ہے، پڑھیں تو تب بھی برکت میسر آتی ہے، اس میں تدبر کریں پھر بھی برکت ملتی ہے اور تدبر کے بعد اس پر عمل کریں تو پھر بھی دنیا اور عقبیٰ میں ہر مقام پہ برکت ملتی ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ ...... تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں،

وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ...... اور عقل مند نصیحت مانیں۔

یعنی پہلے اس قرآن مجید کی آیات میں تدبر ہوگا، پھر اس کے مطابق اس پر عمل ہوگا کیونکہ صرف تدبر مقصود نہیں بلکہ تدبر کے بعد جو تدبر کا تقاضا ہے "عمل بالقرآن" اس کو بھی اپنانا ہوگا۔ (القرآن الکریم، سورۃ ص، رقم السورۃ 38، رقم الآیۃ 29)

اسی طرح دوسرے مقام پہ اس بات کا ذکر فرمایا کہ:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ ...... اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ...... کہ تم لوگوں سے بیان کرد و جوان کی طرف اترا،

وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ......اور کہیں وہ دھیان کریں۔

(القرآن الکریم، سورۃ النحل، رقم السورۃ: 16، رقم الآیۃ: 44)

تدبر و تفکر قرآن مجید کے نزول کا مقصد ہے اور پھر تدبر و تفکر کے بعد اس پر عمل کرنا یہ قرآن مجید کا انسانیت سے تقاضا ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ...... تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر قفل لگے ہیں۔

(القرآن الکریم، سورۃ محمد، رقم السورۃ: 47، رقم الآیۃ: 24)

تو اللہ تعالیٰ نے تدبر و تفکر کے لیے اس قرآن مجید کو نازل کیا، تدبر و تفکر انسان کی روح کی کاوش ہے، انسان کے دماغ کا نصاب ہے اور انسان کی عقل کے لیے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

یہ سوغات تیار کی ہے، جیسے قرآن مجید کے الفاظ سے زبان کو عظمت ملی کہ وہ اس کی تلاوت کر سکے، کانوں کو عظمت ملی کہ وہ قرآن مجید کی سماعت کر سکیں اور آنکھوں کو عظمت ملی کہ وہ قرآن مجید کے لکھے ہوئے الفاظ کی زیارت کر سکیں، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کے لیے اپنی طرف سے انعام رکھا کہ وہ قرآن مجید میں تدبر کرے اور بحرِ قرآن میں غوطہ زن ہو جائے تا کہ انسان کی عقل پُر نور ہو جائے، اور عقل جس وقت قرآن مجید میں غوطہ زن ہوتی ہے تو اس کی آلودگی ختم ہو جاتی ہے، اور اس کا زنگ دور ہو جاتا ہے، عقل کی آنکھ کو سرمہ مل جاتا ہے، اور اس کو اپنے نفع ونقصان کی خبر ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس عقل کو حقیقی منزل کا سراغ عطا فرما دیتا ہے۔

تفکر کی اہمیت

تدبر و تفکر کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ ...... جو شخص ایک ساعت کے لیے تفکر کرتا ہے تو اس کو ایک سال کی بندگی سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(احياء علوم الدين، كتاب التفكر، بيان حقيقة الفكر و ثمرته، ج:4، ص:426)

اس قدر اس تدبر و تفکر کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام حاصل ہے۔

فتنوں کا علاج

رسول اکرم ﷺ نے جب اس قرآن مجید کا تعارف کروایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام حقائق کھول کے بیان کیے کہ جن کی ایک انسان کو اشد ضرورت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

Marfat.com

ارشاد فرماتے سنا ہے کہ:

اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ ...... کچھ وقت کے بعد فتنہ پیدا ہو جائے گا،

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی کہ مستقبل میں فتنے پیدا ہو جائیں گے۔

قُلْتُ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم! ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جن فتنوں کا ذکر آپ نے فرمایا کہ مستقبل میں وہ پیدا ہونے والے ہیں، ان کا علاج بھی بیان فرمادیں کہ جب وہ مرض معاشرے میں پھیل جائے گا تو ایک انسان اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کرسکتا ہے، اس سے بچنے کے لیے علاج کیا ہے، جب اس بھنور میں امت کی کشتی پھنس جائے گی تو پھر کنارہ کیسے ملے گا، اس فتنے سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکلنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ:

كِتَابُ اللّٰهِ ...... وہ اللہ کی کتاب ہے جو تمہیں فتنوں سے بچائے گی،

اللہ کا قرآن ہے جو تمہارے پاس موجود رہے گا اور جس دور میں بھی کوئی فتنہ پیدا ہوگا اس فتنے کا حل قرآن مجید میں موجود ہوگا، اس فتنے سے بیزار لوگ اور اس کے ستائے ہوئے لوگ اس سے بچنا چاہیں گے تو قرآن مجید کی تعلیمات اس فتنے سے بچنے کے لیے کافی ہوں گی۔

یہ لفظ ارشاد فرمانے کے بعد کہ کتاب اللہ تمہیں بچائے گی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اوصاف کا تذکرہ فرمایا، ان اوصاف کو سامنے رکھ کر ایک مومن کو شوق پیدا ہوگا اور اسے رغبت ہوگی کہ وہ دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اس قرآن مجید کو پڑھے، اور

Marfat.com

قرآن مجید کی طرف راغب ہو جائے اور شوق سے قرآن مجید کو پڑھے، قرآن مجید میں اتنی کشش موجود ہے کہ اگر تھوڑا سا مادی خیالات سے ہٹ کر انسان اس میں سوچنا شروع کر دے اور پھر دیکھنا اور پڑھنا شروع کر دے تو یقیناً باقی ہر چیز چھوٹ جائے گی اور ہر جہت سے اپنی سیرابی کا کام قرآن مجید سے کراتا رہے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فتنوں سے بچانے والی کتاب قرآن مجید ہے اور یہ کونسی کتاب ہے؟

فِيْهِ نَبَاءُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ ...... ''اس میں جو تجھ سے پہلے ہے اس کی خبر موجود ہے''یعنی اس میں جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کی خبریں موجود ہیں،

ان کے واقعات موجود ہیں، ان کو جو عظمتیں دی گئی ہیں ان کا بھی ذکر ہے، اور انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا تو ان پر جو وعیدیں اتری ہیں ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے، لہذا تم سے پہلے کا جہاں کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا اور پھر وہ لوگ ان نعمتوں کے لحاظ سے ناشکرے بنے اور اللہ تعالیٰ کی سرکشی اختیار کر لی تو اس صورت میں ان کا جو حشر ہوا اس کا بھی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ ...... قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان سب کی خبر موجود ہے جو قیامت تک آئیں گے کہ وہ کیسے ہوں گے اور ان کے حالات کیا ہوں گے، ان کے واقعات کیا ہوں گے، ان کے زمانوں کے فتنے کیا ہوں گے، ان کی بیماریاں کیا ہوں گی اور ان کو ان بیماریوں سے چھٹکارا کیسے ملے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس قرآن مجید میں جو کچھ قیامت تک

Marfat.com

ہونے والا ہے اور قیامت کے بعد ہونے والا ہے، سب کچھ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے۔

تو یہاں سے یہ بھی پتہ چلا کہ جب قرآن مجید جامع کتاب ہے اور ما کان و ما یکون کا علم اس میں موجود ہے اور یہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پہ نازل ہوئی، اس کو پڑھانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور پڑھنے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب ایسی ہے کہ جو کچھ ماضی میں ہوا اس کا بھی ذکر ہے اور جو کچھ مستقبل میں ہونے والا ہے وہ بھی مذکور ہے، تو اس کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی وساطت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان کے علوم بھی عطا فرما دیے ہیں اور ما یکون کے علوم بھی عطا فرما دیے ہیں۔

یہ دو صفتیں بیان کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ...... "اور جو تمھارے درمیان ہے اس کا فیصلہ موجود ہے" اس میں میری امت کے مسائل کے فیصلے بھی موجود ہیں۔

مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس دور میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے اس دور سے پہلے کا ماضی بھی قرآن مجید کا ماضی ہے اور اس دور سے بعد کا مستقبل بھی قرآن مجید کی نگاہ میں ہے اور اس دور کے جو مسائل ہیں وہ بھی قرآن مجید کی بساط علم میں موجود ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو راغب کرنے کے لیے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ماضی، مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے لحاظ سے اس میں اخبار موجود ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب بنا کہ قیامت تک میری امت کو کسی

Marfat.com

اور گھاٹ سے پینے کی ضرورت نہیں ہے اور قیامت تک میری اس امت کو کسی اور دہلیز سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، قیامت تک میری امت کو کہیں اور جا کر اپنے دکھوں کا علاج کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تین ہی زمانے ہیں: ماضی، حال اور مستقبل۔ اگر ماضی کی بات ہو گی تو تمہیں قرآن مجید مسئلہ بتائے گا اور جس صدی میں جو گھڑی مسلمانوں پر موجود ہو گی تو قرآن مجید اپنی تعلیمات اس صدی کے اندر بھی عطا کرے گا اور جو بھی انسان پوچھیں گے یہ قرآن مجید بتائے گا اور اس حال کے بعد جو بھی مستقبل ہے جب بھی وہ آئے گا تو یہ قرآن مجید اس سے خاموش نہیں ہو گا بلکہ یہ قرآن مجید ہر ہر مسئلے کی وضاحت کرے گا اور بندہ مؤمن کو خطرات سے نکال کر ساحل مراد پر پہنچاتا رہے گا۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ...... یہ قرآن مجید کتاب فیصل ہے، یہ کوئی مذاق نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی ہر بات دوٹوک ہوتی ہے، اس کا ہر قول ''قول فیصل'' ہوتا ہے، اس کی ہر بات حرف آخر ہوتی ہے، اس کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اس انداز کا اللہ نے اس کو ''قول فیصل'' بنایا ہے۔

پھر جو بندہ اس کو چھوڑتا ہے اس کا انجام کیا ہو گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... ''جس جبار نے بھی اسے ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کی گردن توڑے گا''۔ جو سرکش اس کو ترک کرتا ہے اور چھوڑتا ہے یعنی وہ قرآن مجید پڑھتا نہیں اور پھر جس وقت بیان کیا جائے کہ قرآن مجید کا یہ حکم ہے تو آگے سرکش بنتا

Marfat.com

ہے، کہتا ہے کہ نہیں، میری اپنی مرضی ہے، قرآن مجید جو کہتا ہے یہ کہتا رہے، میں اپنی مرضی کروں گا۔

ایک سرکشی یہ ہے کہ جب حکمرانوں سے کہا جائے کہ تم اپنے بنائے ہوئے ضابطے چھوڑ دو اور اللہ کا بنایا ہوا جو قانون ہے اس کو تم نافذ کرو، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ماضی کا قصہ ہے، یہ ایک گزری ہوئی تاریخ ہے اور ایک بیتا ہوا زمانہ ہے۔

یہ جو بھی بہانہ کریں اس کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کی ہے کہ:

مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ ...... جو شخص بھی سرکش بن کر اس کو چھوڑ کر کہیں اور جائے گا،

قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... وہ بچ نہیں سکے گا، اللہ تعالیٰ اس کی گردن ضرور توڑے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کو سرنگوں کرے گا، جو بھی قرآن مجید سے بغاوت کر کے آگے جائے گا کہ مجھے اس قرآن مجید کی ضرورت نہیں تو اس کو برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جو اس کو ایکسپائر کہہ کر یا اس کی سزاؤں کو وحشیانہ کہہ کر قرآن مجید کی تعلیمات کو مسترد کرتے رہے اور پشت پیچھے پھینکتے رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرت ناک انجام سے دوچار کیا ہے اور آئندہ بھی جو اس قرآن مجید کے فیصلوں سے اپنے آپ کو دور کرے گا، اس کو پس پشت ڈالے گا اور تکبر کرے گا، اس کے احکام کے سامنے اپنی شیطانی باتوں کو نافذ کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ کوئی انفرادی طور پر کرے یا اجتماعی طور پر کرے، کوئی حاکم کرے یا محکوم کرے، جو انسان بھی قرآن مجید کو ترک کرتا ہے اور اپنی خواہش کو آگے لے آتا ہے، خواہش کا کلمہ پڑھ لیتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قَصَمَهُ اللّٰهُ ...... اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑے گا نہیں، ایسے سرکش کی گردن کو ضرور توڑے گا،

Marfat.com

وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ أَضَلَّهُ اللّٰهُ ...... جو بندہ قرآن مجید کو چھوڑ کر ہدایت کسی اور چیز سے تلاش کرے اور یہ کہے کہ میں ہدایت کہیں اور سے لیتا ہوں، میں کہیں اور سے راہ زندگی کا پتہ لیتا ہوں، کوئی ناول پڑھتا ہوں یا کسی نام نہاد مفکر کی کتاب پڑھتا ہوں یا کسی مستشرق، یا عیسائی، یا ہندو کا بنایا ہوا ضابطہ دیکھ لیتا ہوں یا ان کے پنڈتوں کے بنائے نصاب پڑھتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کو چھوڑا اور قرآن مجید کو چھوڑ کر غیر سے ہدایت لینا چاہی تو:

أَضَلَّهُ اللّٰهُ ...... اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر کے مارے گا،

وہ بندہ کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکے گا، وہ کبھی بھی راہِ راست پہ نہیں چل سکے گا جس نے قرآن مجید کے چشمہ صافی کو چھوڑ کر اور مقامات سے جا کر پینا شروع کر دیا، اس کو کبھی بھی ہدایت نہیں ملے گی اور وہ ضرور گمراہی میں پھنسا رہے گا۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے، جو کمزور نہیں بلکہ مضبوط رسی ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن،

ج:5، ص:172، رقم الحدیث:2906)

اب اس میں اگر انسان تدبر کرے کہ یہ طاقت ور کتنی ہے، یہ پختہ کتنی ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں، ہم اپنے طور پر سوچیں تو اپنا تدبر ہوگا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت سب سے اعلیٰ وضاحت ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اللہ کی مضبوط رسی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

اب یہ فہم دین کی برکات ہیں کہ آج ہمیں وہ مجالس کہ جن کو ہم دیکھ نہ سکے مگر ہمارا پیار ان مجالس سے ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دائیں بائیں بیٹھے ہوتے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور آپس میں گفتگو ہوتی، ہر انسان کا شوق تڑپتا ہے کہ کاش میں بھی شریک محفل ہوتا اور مجھے بھی پتہ چلتا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے تھے، اگرچہ ہم اس محفل میں شریک نہ ہو سکے، اپنی آنکھیں کے کٹورے ان کے حسن کے سمندر سے نہ بھر سکے، مگر پھر اس امت پر ان کا یہ بھی کرم ہے کہ امت کو سند کی برکت عطا فرمائی ہے کہ جو کچھ وہاں بیان ہوتا رہا وہ ہر ہر لفظ امت تک اس طریقے سے پہنچا ہے۔

حضرت ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ...... ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کر دیا کہ:

اَلَيْسَ تَشْهَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں؟

یہ اپنے غلاموں سے سوال کیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ اللہ کو معبود مانتے ہیں اور مجھے اس کا رسول مانتے ہیں، لیکن اس کو باوجود بتانا یہ چاہتے تھے کہ نعرہ

Marfat.com

تکبیر و رسالت کو دہراتے رہنا ہے کیونکہ وہ سب کلمہ پڑھتے تھے لیکن پھر بھی ان سے ارشاد فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں؟

قُلْنَا: نَعَمْ ...... تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: ہاں، یا رسول اللہ علیہ وسلم! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

جب یہ گواہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ ...... یہ قرآن مجید ایک سبب ہے،

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن مجید ایک رسی ہے، کتنی بڑی؟

طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ ...... اس کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،

وَ طَرَفُهٗ بِأَيْدِيكُمْ ...... اور اس رسی کا دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے،

یعنی قرآن مجید نے کیسے بندے کو رب سے ملایا ہے، قرآن نے کیسے مخلوق کو رب تک پہنچایا ہے اور قرآن مجید کتنا بہترین سہارا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے صحابہ! غیب پہ ایمان لانا یہ تمہاری شان ہے، تم نے جنت کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، تم نے جہنم کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، تم نے رب کو دیکھا نہیں میں نے کہا تم مان گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے ہی سمجھو کہ تمہیں رسی نظر نہیں آتی لیکن میں نے پھر بھی قرآن مجید کی شکل میں قیامت تک اپنی امت کو رسی عطا فرما دی ہے۔

وہ کس کے ہاتھ میں ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایک طرف تم کو پکڑا دی ہے اور دوسری

Marfat.com

طرف وہ رب کے ہاتھ میں ہے۔

اب اُس رسی کے ساتھ جس کا تعلق ہے کہ جس رسی کو رب نے پکڑا ہوا ہے تو وہ بندہ پھر بھٹک کیسے سکے گا اور وہ بندہ پھر ڈوب کیسے سکے گا، وہ بندہ کسی طغیانی کی نظر کیسے ہو سکے گا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واضح فرمانا چاہتے تھے کہ قرآن مجید ایک رسی ہے اور یہ ہدایت ہے اور یہ نسخہ کیمیا ہے، یہ نصاب انقلاب ہے، اور یہ زندگی گزارنے کا سہارا ہے، ایک طرف اس کی رب کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف اللہ نے مجھے دیکر بھیجا تھا، اب میں نے رسی کا دوسرا کنارہ تمہیں پکڑا دیا ہے، قیامت تک کے لیے میں نے امت کو وہ رسی کا سرا دے دیا ہے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر احسان ہے، ورنہ اپنے طور پر کوئی چاہتا تو اسے پکڑنا نصیب نہ ہوتا، یہ قرآن مجید لوح محفوظ پہ رہتا، نہ کوئی حافظ ہوتا، نہ کوئی قاری ہوتا، نہ کوئی صوفی ہوتا، نہ کوئی سالک ہوتا، نہ کوئی مجاہد ہوتا، نہ کوئی انقلابی ہوتا، نہ کوئی مصلح ہوتا اور نہ ہی کوئی حاکم ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے نے قرآن مجید کے جلال کو برداشت کیا اور کمال تو یہ ہے کہ پھر وہ رسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے کو پکڑا دی اور بڑے کو بھی پکڑا دی، وہ رسی عورت کو بھی دے دی اور مرد کو بھی دے دی، حاکم کو بھی دی اور محکوم کو بھی دے دی، امیر کو بھی دی اور غریب کو بھی دے دی اور یہ رسی ہمہ وقت ہے دن میں بھی ہے اور رات میں بھی ہے، جوانی میں بھی ہے اور شباب میں بھی ہے، یہ اس وقت بھی تھی اور آج پندرہویں صدی کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ رسی تمہارے ہاتھ میں دے دی

Marfat.com

ہے اور ادھر یہ رسی رب نے پکڑی ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو رسی ہے اس رسی کو کوئی نہیں کھینچ سکتا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رہے گی لیکن جو بگڑے گا، گمراہ ہوگا وہ خود اس رسی کو چھوڑ کے چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رسی ہے ادھر سے تو کوئی چھوٹنے کا اندیشہ نہیں ہے، کوئی احتمال نہیں ہے، اس باری تعالیٰ نے جو رسی پکڑی ہوئی ہے وہاں سے تو کوئی چھڑا ہی نہیں سکتا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے میری امت! اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ تم رسی کو کتنا مضبوطی سے پکڑے رکھتے ہو، اگر تم نے خود چھوڑا اور ڈوب گئے تو کل شکوہ نہ کرنا کیونکہ ہم نے تمہیں رسی پکڑا دی ہے، اب تمہارا کام ہے کہ تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اب جو بندہ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھے گا وہ کبھی بھی نہیں ڈوبے گا اس واسطے کہ دوسری طرف سے چھوٹنے کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رسی کی بات کر لی تو آگے ارشاد فرمایا کہ:

فَتَمَسَّكُوْا ...... اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا،

فَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا ...... اگر تم یہ رسی پکڑے رہو گے تو میں گارنٹی دیتا ہوں کہ تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے،

لَنْ تَضِلُّوْا ...... یہ تاکیدِ نفی ہے کہ تم مستقبل میں کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے،

وَلَنْ تَهْلِكُوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا ...... اور اس کے بعد کبھی بھی تم ہلاک نہیں ہو گے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان و هو باب فی تعظیم القرآن، فصل: فی ادمان تلاوۃ القرآن، ج:2، ص:352، رقم الحدیث:2013)

تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گارنٹی دے دی اور تعارف کروا دیا اور ارشاد فرما دیا

Marfat.com

کہ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، میرا کام تھا کہ رسی کو تم تک پہنچانا تو وہ یقیناً میں نے تم تک پہنچا دی ہے اور وہ رسی مضبوط رسی ہے اور بڑے مضبوط ہاتھ میں ہے۔

جتنے بھی فتنے آ جائیں اور جتنی بھی مصائب آ جائیں اور جتنی بھی ہل چل مچ جائے، جتنے فتنوں کے زلزلے اُٹھیں، جو کچھ بھی ہو جائے یہ رسی ٹوٹنے والی نہیں ہے اور نہ ہی رب کے ہاتھ سے چھوٹنے والی ہے، اب کام تمہارا ہے کہ تم نے اس رسی کے ساتھ رہنا ہے، اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے اور میرے قرآن اور میرے اہل بیت کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہو گے تو:

حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ...... جس وقت قرآن مجید اور اہل بیت میرے پاس حوض کوثر پر پاس پہنچیں گے تو ان سے تعلق رکھنے والے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، و من مناقب أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ج:3، ص:118، رقم الحديث:4576)

قرآن مجید کی انوکھی خصوصیات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دینا چاہتے ہیں کہ بندے کا اس قرآن مجید کے ساتھ تعلق تازہ رہے، برقرار رہے، ہمہ وقت رہے اور انسان اس سے پوچھ کر اپنی زندگی بسر کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ ...... قرآن مجید ذکر حکیم ہے۔

یعنی قرآن مجید خود ذکر ہے اور یہ خود حکیم ہے، یہ ذکر بھی ہے اور حکیم بھی ہے، حکمتوں

Marfat.com

سے بھرا ہوا ہے۔

وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ...... یہ قرآن مجید صراط مستقیم ہے۔

یعنی یہ اس کا کمال ہے کہ یہ صراط مستقیم کے لیے ہدایت نامہ بھی ہے اور خود صراط مستقیم بھی ہے، خود کتاب بھی ہے، ذکر بھی ہے، حکیم بھی ہے اور صراط مستقیم بھی ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ لَا تَزِیْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ ...... یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر انسان کی خواہش بھٹکتی نہیں ہے، انسان کی خواہش قرآن مجید کے مطابق رہے تو یہ اس کو بھٹکنے نہیں دیتا اور اس کو ٹیڑھا نہیں ہونے دیتا، یہ وہ صراط مستقیم ہے کہ جہاں ہر انسان کا خیال سیدھا رہتا ہے اور سوچ ہمیشہ مستقیم رہتی ہے اور انسان کا خیال ہمیشہ مستوی رہتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اس انداز کا صراط مستقیم بنایا ہے۔

وَ لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ ...... کبھی زبانوں کو قرآن مجید کے بارے میں اشتباہ نہیں پڑتا، اس کے دو معانی ہیں: ایک معنی یہ ہے کہ جو بندہ سلیم الفطرت ہے، جس وقت وہ قرآن مجید پڑھے گا تو اس کی زبان مانے گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، پڑھتے ہوئے زبان کو قرآن مجید اور غیر قرآن کے فرق کا پتہ چلے گا یعنی اور عربی جملہ کسی اور انداز کا ہوگا جبکہ قرآن مجید کا جملہ اور انداز کا ہوگا، یہ بات زبان پر مخفی نہیں رہے گی، زبان بولے گی تو پتہ چلے گا کہ یہ جو میں نے پڑھا یہ قرآن ہے اور یہ جو میں نے پڑھا ہے یہ قرآن مجید نہیں ہے، قیامت تک کے لیے اس قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ زبانوں کو اس کی بھول نہیں ہوگی اور التباس نہیں ہوگا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ زبانیں اس کو پڑھنے میں سختی محسوس نہیں کریں گی، زبانیں اس کو آسانی سے پڑھیں گی، اس کی تلاوت کرتے وقت روانی سے تلاوت کریں گی، جو

Marfat.com

تھوڑی سی بھی کوشش کرے گا وہ قرآن مجید بڑی روانی سے پڑھنا شروع کر دے گا۔

اور یہ بھی اعجاز ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس کو یاد کرنے والے اتنے ہوں جتنے قرآن مجید کو یاد کرنے والے ہیں، کوئی کلام اور کتاب ایسی نہیں جن کو یاد کرنے والوں کی تعداد قرآن مجید کے حفاظ کے نصف تک بھی پہنچ جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ میں تمہیں وہ کتاب دے رہا ہوں کہ جس جہت کو بھی دیکھو گے تو دل کہے گا کہ اس سے تعلق ضرور ہونا چاہیے۔

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِن مُّدَّکِرٍ ...... اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(القرآن الکریم، سورۃ القمر، رقم السورۃ: 54، رقم الآیۃ: 17)

حفظ کرتے اور پڑھتے وقت جتنا یہ آسان ہے اتنی دنیا میں کوئی کتاب بھی آسان نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَ لَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ ...... اس قرآن مجید کو پڑھ کے کبھی بھی علماء سیر نہیں ہوں گے کہ وہ کہیں اب کافی پڑھ لیا ہے۔

''شبع'' کا مطلب ہوتا ہے کہ کھانا کھا کر سیر ہو جانا، اس قرآن مجید سے کبھی بھی علماء سیر نہیں ہوں گے یعنی جو بھی اس کو پڑھے گا عالم بنتا جائے گا اور پھر جتنا پڑھے گا اتنی بھوک زیادہ لگ جائے گی، وہ اور کوشش، توجہ اور تدبر کرے گا۔

ایک انسان جس نے بچپن سے شروع کیا، تین، چار سال کا تھا کہ ناظرہ پڑھا، حفظ کیا اور پھر صرف ونحو کو پڑھا، پھو سولہ علوم پڑھ کے عالم دین بن گیا، اس کی زندگی بسر ہوتی گئی، وہ اسی (80) سال کا ہو گیا، وہ نوے سال یا ایک صدی کا ہو گیا مگر پھر بھی اس کے دل

Marfat.com

میں ایک کشش ہے کہ میں مزید قرآن مجید کو پڑھوں، میں مزید اس کو سمجھوں اور میں مزید اس کے نکات کی طرف جاؤں، میں مزید اس کے اسرار اور رموز کو سمجھوں۔

تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کتاب کا تعارف بھی ہے اور دعوت بھی ہے کہ جس سمندر میں غوطہ زن ہونا ہے وہ ایسا نہیں کہ جہاں پہ تمہیں غوطہ زن ہونے کے لیے پانی ہی میسر نہ ہو، یا اس کی گہرائی ہی نہ ہو، اتنی اِس قرآن مجید کی گہرائی ہے کہ بندے کی زندگی ختم ہو سکتی ہے لیکن غوطہ زن ہوتے ہوئے قرآن مجید کی تہہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

وَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ...... علماء کرام اس کو بار بار پڑھیں گے لیکن سیر نہیں ہوں گے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس میں لذت اتنی ہے جو جتنا بھی آگے بڑھے گا اس کو اتنا اور زیادہ شوق پیدا ہوگا۔

جس وقت کوئی بندہ کھانے سے سیر نہیں ہوتا تو مطلب کیا ہوتا ہے کہ اس کی طلب باقی ہوتی ہے، اس کی مزید خواہش ہوتی ہے کہ مزید مجھے کچھ ملے۔ یہ اس کلام کا کمال ہے کہ جن لوگوں نے اپنی زندگیاں اس میں بسر کر لی ہیں، ایک ایک صدی اس کے اندر سیر کرتے گزار دی اور اس کو پڑھتے پڑھتے وہ آخری لمحات تک پہنچ گئے پھر بھی کہنے لگے کہ ابھی تو ہم بالکل آغاز میں تھے، ابھی قرآن مجید کے اختتام کی حسرتیں باقی رہ گئی ہیں، اس قرآن مجید کو اتنا جامع اور گہرا سمندر بنا دیا گیا کہ آج جو بھی اس میں غوطہ زن ہوگا اس کو اس کی مزید گہرائیوں کی راہنمائی ہوتی چلی جائے گی اور اسے نایاب گوہر ملیں گے اور پھر اس کو شوق پیدا ہوگا، جوں جوں شوق بڑھتا جائے گا توں توں قرآن مجید اپنا فیضان زیادہ کرتا جائے گا۔

Marfat.com

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... یہ قرآن مجید زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوگا۔

ایسے ہوتا ہے کہ کوئی کلام ایک بار پڑھا، دو بار پڑھا، تین بار پڑھا، چار بار پڑھا تو پانچویں بار جی نہیں کرتا کہ اس کو پڑھوں، کوئی کتاب دو بار یا پانچ بار پڑھ لی، دس بار پڑھ لی پھر بندہ اکتا جاتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... قرآن مجید زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوگا یعنی اس کے پڑھنے سے بندے کا دل اکتا نہیں جائے گا کہ اب میں دس قرآن مجید ختم کر چکا ہوں، اب میرا قرآن مجید پڑھنے کو دل نہیں کرتا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کو جتنی بار پڑھے گا، جب بھی پڑھے گا قرآن مجید اس کو تازہ محسوس ہوگا، اگر اس نے سو بار پڑھا تو پھر بھی تازہ ہے، اگر اس نے ہزار بار پڑھا تو پھر بھی تازہ ہے، اگر اس نے لاکھ بار پڑھا ہے تو پھر بھی تازہ ہے۔

یہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبریں ہیں اور یہ قرآن مجید وہ سمندر ہے کہ:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

قرآن مجید ایسا سمندر ہے کہ جس کے اندر اتنی گہرائی ہے اور جس میں اتنی چاشنی اور لذت ہے اور اتنی آشنائی ہے کہ جو اس کی شناوری کرتا ہے، تیراک بنتا ہے اور غوطہ زن ہوتا ہے تو اسے نئے نئے آفاق نظر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو مزید دلچسپی عطا فرماتا ہے۔

وَ لَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ ...... یہ زیادہ پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوتا بلکہ جو جتنا زیادہ پڑھتا ہے اتنی اس کو زیادہ تازگی محسوس ہوتی ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ ...... اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن،
ج:5، ص:172، رقم الحدیث:2906)

قرآن مجید کے اسرار و رموز اور اس کی حکمتیں، اس کی برکتیں، اس کے معانی کی جہتیں، قرآن مجید کے معانی کے پہلو اور قرآن مجید کی تفسیر کے زاویے ختم نہیں ہوں گے۔

جو بھی پڑھے، لاکھوں بار پڑھے، کروڑوں بار پڑھے ہر ایک کو ہشت پہلو ہیرے سے بھی کہیں زیادہ روشنی نظر آئے گی، دائیں طرف سے ہیرے کو دیکھیں تو اور ویو (view) نظر آتا ہے، بائیں ہو کر دیکھیں تو اور ویو (view) نظر آئے گا، یہ قرآن مجید تو کروڑوں پہلو ہیرہ ہے، جس جہت سے جو اس کی طرف توجہ کرے گا اس جہت سے نور اور نئے رنگ کی روشنی آنا شروع ہو جائے گی۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم
اور تفسیر سورہ فاتحہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگو! پورا قرآن مجید تو پورا قرآن رہا:

لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِیْنَ بَعِیْرًا مِنْ تَفْسِیْرِ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ ...... اگر میں چاہوں کہ صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو وہ ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے گی، ستر اونٹوں پر وہ کاغذ رکھے جائیں گے، ستر اونٹوں پر اس کو لادا جا سکے گا۔

(احیاء العلوم، کتاب: آدابِ تلاوۃ القرآن، الباب الثالث: فی أعمال الباطن
فی التلاوۃ، ج:1، ص:283)

Marfat.com

ماضی، حال اور مستقبل کا علم کہاں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ فَلْيَتَدَبَّرِ الْقُرْآنَ ...... جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مجھے اولین کا بھی علم آجائے، آخرین کا بھی علم آجائے یعنی ہر دور میں انسان کو جو شعور ملا اور جو کچھ اس نے مانا اور پڑھا، جتنا بھی انسان کو علم حاصل ہوا، جو انسان پہلی صدی کا ہے، یا دوسری صدی کا ہے، جتنا بھی ماضی ہے جو بندہ ان سارے علوم کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے قرآن مجید میں تدبر کرنا چاہیے اور جو آخرین کا علم، قیامت کا علم، ٹیکنالوجی کا علم الغرض جو بندہ قیامت تک معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے اسے قرآن مجید میں تدبر کرنا چاہیے، اگر وہ قرآن مجید میں غوطہ زن ہوگا تو اس کو اولین کے بھی سارے علوم مل جائیں گے اور آخرین کے بھی سارے علوم میسر آجائیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب: آداب تلاوۃ القرآن، الباب الرابع: فی فهم القرآن و تفسیرہ بالرای من غیر نقل، ج:1، ص:289)

عجیب کتاب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا: إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا

یہ قرآن وہ کتاب ہے کہ جب جنات نے سنا تھا تو وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکے تھے، جس وقت انہوں نے قرآن مجید سنا تو وہ جا کر اپنی قوم سے کہنے لگے کہ آج ہم نے عجیب کلام سنا ہے، عجیب اس کے الفاظ ہیں،

Marfat.com

يَهْدِئ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ...... اے جنات! وہ قرآن مجید ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور ہم اس قرآن مجید پر ایمان لے آئے ہیں۔

یہ صرف انسان کو متاثر کرنے والا نہیں بلکہ اس کو جب جنات نے سنا تو وہ بھی متحیر ہوئے اور متعجب ہوئے اور اس پر ایمان لانے کو اپنی عظمت سمجھا اور اپنے عروج کی دلیل سمجھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ ...... جو قرآن مجید سے بات کرے وہ سچا ہے، جس نے اس کی بات بتائی وہ سچا قرار پائے گا،

مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ ...... اور جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر ضرور ملے گا،

جس نے اس کی بات کی تو اس کو سچا کہا جائے گا، جو قرآن مجید سے بولے گا وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے گا اس کو اجر دیا جائے گا۔

مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ ...... جو اس کو سامنے رکھ کر فیصلے کرے گا وہ عادل کہلائے گا،

وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ ...... اور جو اس کی طرف دعوت دے گا،

هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ...... وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا، اس نے صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے، قرآن مجید کا پیغام لوگوں میں عام کیا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن،

ج: 5، ص: 172، رقم الحدیث: 2906)

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے کہ تم قرآن مجید کی طرف توجہ کرو کیونکہ اس کے بہت سے کمالات ہیں اور جو بھی اس کی طرف توجہ کرے گا وہ محروم نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ ہر دور کے مؤمن کو،

Marfat.com

انسان کو اس قرآن مجید سے عظمتیں عطا فرمائے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

یہ آج کا ہمارا موضوع ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ایک انسان اپنے بارے میں سوچے کہ وہ بنجر زمین رکھتا ہے یا کہ زرخیز زمین رکھتا ہے، تو ہر انسان کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے ساتھ اپنا تعلق چیک کرے کہ اس کو کتنا قرآن مجید آتا ہے، وہ قرآن مجید کی طرف کتنا متوجہ ہے اور قرآن مجید اس کو کتنا فیض عطا کر رہا ہے۔

مؤمن و کافر کی مثال

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ...... اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے۔

بلد طیب کا سبزہ، اس کی جڑی بوٹیاں اور اس کی زمین پر نکھار رب کے اذن سے آتا ہے۔

وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ...... اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل،

جو خبث اور شور زمین ہو اور سیم زدہ زمین ہو تو وہاں دور دور جا کر کوئی تنکا نظر آتا ہے، کوئی گھاس کا پتہ نظر آتا ہے، وہاں زمین ہری بھری نہیں ہوتی ہے۔

(القرآن الکریم، سورۃ الأعراف، رقم السورۃ: 7، رقم الآیۃ: 58)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ: اَلْمُؤْمِنُ ..... بلد طیب سے ''مؤمن'' مراد ہے، وہ مؤمن:

سَمِعَ كِتَابَ اللّٰهِ فَوَعَاهُ وَ أَخَذَ بِهٖ وَ انْتَفَعَ بِهٖ ...... جس نے قرآن مجید سنا اور اس کو محفوظ کرلیا اور پھر تدبر کر کے اس پر عمل کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ سرسبز و شاداب زمین ہے اور یہ بہار والی زمین ہے، یہ زمین وہ مؤمن ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے، سنتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے، تو پھر یہ گلشن آباد ہوتا ہے۔

اور دوسری طرف کیا ہے؟

وَ الَّذِیْ خَبُثَ ...... جو خبیث ہے اس کی زمین کیسی ہے؟، وہ شور اور بنجر زمین ہے، یہ کون ہے؟: یہ کافر کی زمین ہے، کونسا کافر؟

قَدْ سَمِعَ الْقُرْاٰنَ فَلَمْ يَعْقِلْهُ وَ لَمْ يَأْخُذْ بِهٖ وَ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهٖ ...... جو قرآن مجید کو سنتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کو سمجھتا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کی زمین کو خبیث زمین کہا اور مؤمن کے دل کی زمین کو طیب زمین کہا ہے۔

(أخلاق جملة القرآن، باب: آداب القراء عند تلاوتهم القرآن مما لا ينبغي لهم جهله، ص: 85، رقم الرواية: 80)

اس واسطے آج اس موضوع پر گفتگو سنتے ہوئے، نزول قرآن مجید کے مہینے (رمضان المبارک) میں جبکہ رحمتیں برس رہی ہیں تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہمارا دل بلد طیب ہے تو اس کو قرآن مجید سے پیار ہونا چاہیے کہ اس کا لفظ بھی آئے، اس کا معنی بھی آئے اور پھر یہ طیب تب بنے گا جب اس زمین کا رابطہ اس بادل کے ساتھ ہوگا جس کی وجہ سے زمین میں پانی جذب ہوتا ہے۔

Marfat.com

زمین کتنی ہی زرخیز ہو اگر بارش نہ برسے تو اس پر سبزہ نہیں آتا یا کسی اور ذریعے سے اس کو پانی نہ دیا جائے تو سبزہ اس پر نہیں ہوتا، پتہ چلا کہ زمین کی آبادی کا سبب اس کا بارش اور بادل کے ساتھ تعلق ہے اور اگر زمین بارش کی عظمتوں کا انکار کر دے تو زمین سیراب نہیں ہو سکتی۔

یہ جو بارش ہے کہ جس سے دل سیراب ہوتے ہیں اور جس بادل کی وہ بارش ہے اس کو ''ابر مدینہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں کا بادل ہے، اس سے پانی برستا ہے تو پھر زمین سیراب ہوتی ہے، ان زمینوں کو جو اس بادل سے سیراب ہو جائیں ''زرخیز زمینیں'' کہا جاتا ہے۔

اور جو زمین دن رات یہ شور مچاتی رہی ہو کہ جس بادل سے مجھ پہ بارش برستا تھی (معاذ اللہ) وہ بادل رہا ہی نہیں، بادل میں بارش دینے کی صلاحیت ہی نہیں رہی، اس کے برسنے کا وہ طریقہ ہی نہیں رہا، وہ بادل خشک ہو چکا ہے تو وہ زمین کبھی سیراب نہیں ہو گی۔

یہ اہل سنت و جماعت ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ نمبر:92)

اس واسطے آج سمجھتے وقت بالخصوص یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ آج اگر اس قرآن مجید کے ساتھ تعلق قائم کریں گے تو کل یہ قرآن مجید ضرور سہارا بنے گا، یہ قرآن مجید ''حبل اللہ'' یعنی اللہ کی رسی ہے اور یہ قرآن مجید چھوڑے گا نہیں بلکہ جنت میں اپنے ساتھ لے جائے گا اور قبر سے انسان کا استقبال کرے گا۔

Marfat.com

قرآن مجید کا شاندار استقبال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَنَّ الْقُرْآنَ يَلْقٰى صَاحِبَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ ...... یہ قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں سے ملے گا جس وقت قبر پھٹے گی اور انسان باہر نکلے گا تو سامنے یہ قرآن مجید موجود ہوگا، ہر ہر مؤمن کی قبر کے باہر یہ قرآن مجید انتظار کر رہا ہوگا کہ یہ میرا قاری، میرا پڑھنے والا اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والا آ رہا ہے تو میں آگے بڑھ کر اس کا استقبال کروں۔

وہ دن استقبال کا دن ہوگا کہ جس دن کوئی پروٹوکول نہیں ہوگا، یہ قرآن مجید والوں کا پروٹوکول ہے، قرآن مجید کے ساتھ آج جنہوں نے تعلق قائم کر لیا، جس وقت قبر پھٹے گی اور قبر والا باہر نکلے گا تو آگے قرآن مجید کھڑا ہوگا۔

كَالرَّجُلِ ...... یہ قرآن آدمی کی شکل میں ہوگا،

فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ ...... قرآن مجید کہے گا: اے قبر سے نکلنے والے! تو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں، بتا مجھے جانتا ہے؟

ابھی قبر والے نے جواب نہیں دیا ہوگا کہ قرآن مجید خود ہی بول پڑے گا کہ:

أَنَا صَاحِبُكَ ...... میں تیرا صاحب ہوں، میں تیرا ساتھ دینے والا ہوں،

الَّذِيْ أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ ...... میں نے تمہیں گرمیوں میں روزے رکھوائے تھے، تو نے جب مجھے پڑھا تو روزہ رکھا، میں وہ قرآن مجید ہوں کہ جس نے گرمیوں کے دنوں میں تجھے پیاس لگوائی تھی،

Marfat.com

وَ اَسْهَرْتُ لَيْلَكَ ...... اور میں نے تجھے رات کو جگائے رکھا تھا، جب تو مصلے پہ کھڑا ہو کر مجھے سنتا تھا یا پڑھتا تھا تو میں وہ ہوں جس نے تجھے رات کو سونے نہ دیا اور جس نے تجھے دن کو پیاسا رکھا، آج حشر بپا ہو گیا ہے میں تجھے وصول کرنے آ گیا ہوں تو نے پوری زندگی میرا ساتھ دیا تھا میں آج تیرا ساتھ دینے کے لیے آیا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کہے گا:

وَ اِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَّرَآءِ تِجَارَتِهٖ ...... تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اس سے مراد وہ بندہ ہے جو قرآن مجید سے غافل ہے، قرآن مجید نہیں پڑھتا۔

جبکہ قرآن مجید اپنے قاری سے کہے گا کہ میں نے تجھے اس وقت پیاسا رکھا جب کچھ بد بخت دن کو پانی پی رہے تھے اور اس وقت میں نے تجھے جگائے رکھا جب کچھ اپنی چارپائیوں پہ سو رہے تھے تو آج میں تمہارے ساتھ ہوں۔

فَيُعْطِي الْمُلْكَ بِيَمِيْنِهٖ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهٖ ...... وہ کہے گا کہ ذرا دایاں ہاتھ کھول آج میں تمہیں ملک دینا چاہتا ہوں اور بایاں ہاتھ کھول آج میں تمہیں خلد دینا چاہتا ہوں، یہ چیزیں اپنے پڑھنے والے کے ہاتھ میں دے کر قرآن مجید کیا کرے گا:

وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجَ الْوَقَارِ ...... اس کے سر پر وقار کا تاج رکھے گا۔

دائیں ہاتھ میں ملک اور بائیں ہاتھ میں خلد اور سر پر تاج وقار رکھے گا، یہ ابھی قبر سے نکل رہا ہے اور یہ کسی بہت بڑے ایوان کا مسافر بن رہا ہے۔

ادھر دیکھیں کہ حشر بپا ہو چکا ہو گا، بڑی گرمی ہو گی، لوگ پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے، بڑے بڑے تاجوروں کے تاج اتر چکے ہوں گے مگر قرآن مجید سے پیار کرنے والا حشر میں تاج پہن کر ٹہل رہا ہو گا۔

Marfat.com

دائیں ہاتھ میں ملک اور بائیں ہاتھ میں خلد اور سر پہ تاج وقار ہوگا اور پھر قرآن مجید اس سے کہے گا:

اِقْرَأْ وَ اصْعَدْ فِیْ دَرَجِ الْجَنَّۃِ ...... تو پڑھتا جا اور چڑھتا جا جنت کی سیڑھیوں پہ اور جنت کے کمروں میں آگے بڑھتا چلا جا، یہ قرآن مجید کی ایک آیت پڑھے گا ایک درجہ بلند ہو جائے گا، جتنی قرآن مجید کی آیات ہیں اتنے جنت کے درجات ہیں، جب آخری آیت پڑھے گا تو سب سے اونچے مقام پر پہنچ چکا ہوگا۔

(سنن الدارمی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فی فضل سورۃ البقرۃ و آل عمران، ج:2، ص:543، رقم الحدیث: 3391)

اس قرآن مجید کی طرف توجہ کی بڑی ضرورت ہے، دشمن کی کوشش یہ ہے کہ اس مسلمان سے یہ قرآن مجید چھوٹ جائے، دشمن کو یہ پتہ ہے کہ اگر یہ قرآن مجید پڑھے گا تو پھر یہ قابو میں نہیں آئے گا، اگر یہ قرآن مجید کے ساتھ وابستہ رہے گا تو یہ مغلوب نہیں ہو سکے گا تو پھر یہ غالب ہی رہے گا یعنی اُس کو قرآن مجید کے بارے میں پورا یقین ہے کہ اس میں پاور بڑی ہے اور اس میں عروج بڑا ہے۔

اور جن کا قرآن مجید ہے وہ (معاذ اللہ) بھولتے جا رہے ہیں، وہ بیماری کا علاج قرآن مجید سے نہیں پوچھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ واشنگٹن میں ہمارا حل ہے، جبکہ واشنگٹن والوں کو پتہ ہے کہ مسلمانوں کا قرآن سب کچھ رکھتا ہے اور کسی بھی طریقے سے قرآن مجید چھین لینا چاہیے، ان سے قرآن مجید کو دور کر لینا چاہیے، ان مسلمانوں کے اور قرآن مجید کے درمیان دیواریں بنا دینی چاہییں، مسلمان اور قرآن مجید کے درمیان کوئی خلیج حائل کر دینی چاہیے۔

Marfat.com

کافر کو پتہ ہے کہ قرآن مجید میں پاور بڑی ہے لیکن مؤمن بھولتا جا رہا ہے۔

فہم دین کورس میں ہم اس بات کا عہد کر رہے ہیں اور بذریعہ انٹرنیٹ اس کو پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں کہ آج بھی ہم ہر دکھ کا مداوا قرآن مجید سے چاہتے ہیں اور آج قرآن مجید دکھوں کے لیے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں شفا دینے والا ہے، آج بھی قرآن میں وقار ہے، آج بھی قرآن مجید میں عزت ہے اور آج بھی قرآن مجید میں غلبہ ہے، آج بھی قرآن مجید میں عروج ہے، لہٰذا یہ عہد خود بھی کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر
11

تبلیغ دین کے فوائد

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، رقم السورۃ 3، رقم الآیۃ 110)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جلِ جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے ''ادارہ صراط مستقیم'' پاکستان کے زیر اہتمام ''فہم دین کورس'' میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

تبلیغ دین کے فوائد

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تبلیغ دین کے تقاضے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئی،

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ...... بھلائی کا حکم دیتے ہو،

وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... اور برائی سے منع کرتے ہو،

وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ...... اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو

(القرآن الكريم، سورة آل عمران، رقم السورة 3، رقم الآية 110)

اس امت کی سب سے بڑی شان کہ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں کا

Marfat.com

سردار بنایا گیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امت اچھائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے۔

تبلیغ سے پہلے ایک بنیادی کام

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ تبلیغ دین کا فریضہ ہے اور کوئی شخص اس وقت تک امر بالمعروف نہیں کر سکے گا جب تک اس کو معروف کا پتہ نہیں ہو گا کہ معروف کیا ہے؟، اور کوئی شخص اس وقت تک کسی کو برے کام سے روک نہیں سکے گا جب تک اس کو برے کام اور منکر کام کے بارے میں آگہی نہیں ہو گی کہ کون سا کام ہے جس کو شریعت میں منکر کہا گیا ہے اور جس سے اجتناب لازم ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے انسان کے لیے معروف اور منکر کے بارے میں جاننا لازم ہے، تو اس واسطے اس امت کی سیادت اور اس امت کا تمام امتوں کے لیے سردار ہونے کی جو بنیاد ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' ہے، اس سے پہلے ایک اور چیز ضروری ہے، وہ معروف و منکر کی پہچان ہے۔

فہم دین کورس کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ فرزندان اسلام کو معروف و منکر کے بارے میں مطلع کیا جائے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کو شریعت معروف کہتی ہے اور وہ کونسی چیز ہے جس کو شریعت منکر کہتی ہے، یعنی وہ کونسے کام ہیں جو شریعت مطہرہ کی روشنی میں اچھے کام ہیں اور وہ کون سے کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ کام ہیں، اس واسطے تبلیغ دین سے پہلے اُس چیز کا جاننا ضروری ہے کہ جس چیز کی تبلیغ کرنی ہے۔

Marfat.com

یہ علم اس امت کی شان ہے اور اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وراثت قرار دیا ہے، لہذا روزانہ دمِ سحر نماز فجر کے بعد یہاں آنے سے پہلے یہ نیت کر لیں کہ ہم بھٹی میرج ہال (اس ہال میں فہمِ دین کورس کا اہتمام کیا جاتا ہے) میں اس لیے جا رہے ہیں تا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے کچھ حصہ مل جائے اور جتنا بڑا مورث ہوتا ہے اتنی بڑی وراثت ہوتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے سردار ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سب سے بڑی وراثت ہے، لہذا اس وراثت کا حاصل کرنے والا اس کائنات کا منتخب انسان ہیں اور وہ نہایت خوش بخت ہے کہ اُس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وراثت کے لیے پسند فرمالیا ہے۔

کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کا ورثہ غیروں کو مل جائے، اس کی یہ پسند ہے کہ اس کا ورثہ اس کے اپنوں کو ملے، یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا قرار دیا ہے اپنی وراثت پوری امت کے لیے عام فرمادی ہے، لہذا اس حسنِ نیت کے ساتھ بھٹی میرج ہال کی طرف روزانہ قافلے بڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے وافر حصہ پاتے ہیں۔

تبلیغ دین سے پہلے "تحمل دین" کا مرحلہ ہے یعنی اس دین کو سیکھنا اور پھر سیکھ کر اس کو آگے بیان کرتے رہنا، یہ جو تبلیغ سے پہلے کا مرحلہ ہے وہ تعلیم کا مرحلہ ہے اور اس کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

Marfat.com

اجتماعِ فہمِ دین کی برکت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ ...... جس وقت امت مسلمہ کے کچھ احباب اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں،

تو پھر وہاں کیا کرتے ہیں؟

یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ ...... وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھتے ہیں،

وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ ...... اور آپس میں درس کا سلسلہ جاری کرتے ہیں،

تدارس باب تفاعل سے ہے، جس میں دو کا ہونا ضروری ہے۔

''یَتَدَارَسُوْنَ'' کا معنی ہے کہ کوئی پڑھانے والا ہے اور کوئی پڑھنے والا ہے، دو جانب موجود ہیں، جس طرح اب ہم ان لمحات میں بھٹی میرج ہال میں موجود ہیں تو یہ تدارس علم ہو رہا ہے، جانبین اس میں شریک ہیں کہ کوئی بیان کر رہا ہے اور کوئی سن رہا ہے، کسی کی زبان پر قرآن مجید کا مفہوم ہے اور کسی کے کان اس کے مفہوم کو اپنے لیے سعادت سمجھ رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس جگہ کے لیے چار اہتمام فرماتا ہے:

نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ ...... ان لوگوں کے دلوں پر سکون کی بارش برستی ہے، سکون کی برسات ہوتی ہے جس سے ان لوگوں کے دل سیراب ہو جاتے ہیں۔

یہ پہلا اہتمام ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ کا فرمان ہے، جو سو فیصد سچائی پر مبنی ہے اور واقع

Marfat.com

کے مطابق ہے، آج وہ شخص ''جو صحیح العقیدہ انسان ہے'' صدق دل سے ایسے اجتماع کی طرف آتا ہے اور جب قرآن مجید کا بیان ہوتا ہے تو اس کے دل کو اطمینان محسوس ہوتا ہے، کرب، اضطراب اور بے چینی جو پہلے محسوس ہو رہی ہوتی ہے وہ سب دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سکون جیسی دولت سے ایسے لوگوں کے سینوں کو سیراب کر دیتا ہے۔

وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ...... اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے،

رحمت کے ڈھانپ لینے کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف رحمت ہی رحمت ہوتی ہے۔

آج انسان مارا مارا پھرتا ہے کیونکہ آج کل سکون مشکل سے ملتا ہے اور رحمت کا حصول بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے، سکون کے حصول کے لیے لوگ بڑی کوشش کر رہے ہیں اور انسان کے اپنے افعال کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت تک سکون کے چشمے بند نہیں ہوں گے اور قیامت تک رحمت کے دروازے بند نہیں ہوں گے، تم اپنے اندر استعداد تو پیدا کرو کہ جس کی وجہ سے تم سکون کے مستحق بن سکو اور جس کی وجہ سے تم رحمتوں کے مستحق بن سکو، جب بھی تم خلوص سے ایسے اجتماع اور کلاس میں آ کر بیٹھو گے کہ جہاں قرآن مجید کے مفاہیم کو بیان کیا جا رہا ہوگا، الفاظ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ ان کے مضامین کو سمجھایا جا رہا ہوگا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے اجتماعات کے لیے قیامت تک سکون کے چشمے جاری رہیں گے، سکون کی برسات ہوتی رہے گی، سکون سے دل سیراب ہوتے رہیں گے، اصل سکون ان بولیوں میں نہیں ہے کہ جن میں آج انسان سکون تلاش کر رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ سکون ہماری بولیوں میں ہے، قرآن

Marfat.com

کے پڑھنے پڑھانے میں ہے۔ جو اس طرف متوجہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسے سکون عطا فرمائے گا اور پھر روح سیراب ہوگی، اضطراب اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی، رحمت کا حصول ہوگا اور سب کے لیے رحمت کی چھتری بن جائے گی۔

وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... جس وقت ایسا پروگرام ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو آسمانوں سے بھیجتا ہے کہ چلو میرے فرشتو! جہاں میرے بندے مجھے بیٹھ کر یاد کر رہے ہیں، میرا دین سمجھ رہے ہیں، جہاں دین کا فہم بانٹا جا رہا ہے، جہاں تدارس علم ہو رہا ہے تم اس مکان کے گرد چکر لگاتے رہو، طواف کرتے رہو تا کہ خاکیوں کو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نوریوں سے ان کا طواف کروا رہا ہے، اس بنیاد پر کہ وہ خاکی عام گفتگو سننے کے لیے نہیں بلکہ رب کا کلام سننے اور نور دین کی چمک لینے آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی عزت بخشی ہے کہ نوریوں سے ان کو پروٹوکول دلوا رہا ہے۔

وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... ان کے گرد فرشتے چکر لگاتے ہیں تو فرشتوں کو بندگی کا ثواب ملتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی عظمت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔

وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ...... اللہ تعالیٰ ان بندوں کا نام اپنے فرشتوں کے سامنے لیتا ہے جو اس کے دربار میں وہاں پر حاضر ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة، باب: فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر، ج:8، ص:71، رقم الحدیث:7028)

اس میں ''ذَكَرَ'' کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، بندے کو کتنا اللہ تعالیٰ کے کرم کا سہارا ہے، یہ فرش زمین پہ اس کا ذکر کرتے ہیں اور وہ عرش بریں پہ ان کا ذکر کرتا ہے۔

Marfat.com

وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ ...... فرشتوں کے سامنے سب کا ذکر کرتا ہے، فرشتوں کو بتاتا ہے کہ میرے فرشتو! صورتحال کو دیکھو کہ یہ وقت تو نیند کا تھا اور یہ وقت آرام کا تھا، وقت کام کا تھا، میرے بندوں کی حاجات سامنے تھیں، فرشتو! یہ تمہاری طرح نہیں کہ ان کا پیٹ نہیں ہے، ان کی اولاد نہیں ہے، ان کی بیویاں نہیں ہیں، ان کے بچے نہیں ہیں، ان کا روزگار نہیں ہے، میرے فرشتو! ان کو ساری حاجتیں ہیں، ان کے لیے بڑے مسائل ہیں لیکن یہ سب کچھ چھوڑ کر میرے دین کی خاطر آگئے ہیں۔

بطور فخر اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نام لیتا ہے کہ فلاں بھی آیا ہے اور فلاں کا بیٹا بھی آیا ہے اور فلاں کا بھائی بھی آیا ہے۔ اتنا پیارا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا ذکر رہا ہے کہ اسلام کی فلاں بیٹی بھی پہنچی ہے، اس نے بھی فہم دین سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کے لیے سفر کیا ہے، یہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرم ہے کہ اجتماع فرش زمین پہ ہوتا ہے مگر حاضری عرش بریں پہ لگائی جاتی ہے، اس واسطے یہ ذہن میں رکھیے کہ نیت یہ ہو کہ میں رحمت کے حصول کے لیے جا رہا ہوں اور سکون پانے کے لیے جا رہا ہوں۔

جو بندہ سکون کا طالب ہو تو اس بندے کو سکون کی طرف دھکیل کے نہیں لانا پڑتا بلکہ وہ خود اس طرف مائل ہوتا ہے، خود اس کا دل کھنچا چلا آتا ہے اور خود انسان کے اندر ایسا رجحان پیدا ہوتا ہے کہ مجھے سکون کی ضرورت ہے اور میں سکون کے حصول کے لیے جا رہا ہوں۔

اگر یہ شخص ایسا ہو کہ جس کو بتانا پڑے کہ یہ سکون ہے اور تم اس کو حاصل کرو تو گویا کہ اس کو اپنا خیال ہی نہیں ہے اور اپنی فکر ہی نہیں ہے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں کوئی شک نہیں ہے تو بالیقین آج بھی سکون کے وعدے سچے ہیں اور واقعی سکون میسر آتا ہے تو فہم دین کا سفر کرتے وقت یہ

Marfat.com

ذہن میں رکھو کہ ہم سکون کا سفر کرنے کے لیے چلے ہیں اور پھر رحمت کے حصول کے لیے چلے ہیں اور پھر وہاں بیٹھیں گے کہ جہاں فرشتے آ کے طواف کرتے ہیں اور جہاں بیٹھنے والوں کا اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ذکر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ان میں شمار ہو جائیں گے کہ جن کے تدارس کو اللہ تعالیٰ یوں قبول فرمالیتا ہے یعنی اس کے وعدوں کی سچائی میں کوئی کمی نہیں ہے، کمی اگر ہوسکتی ہے تو ہمارے جذبے میں ہوسکتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ انداز اور اسلوب عطا فرمائے کہ جس کی وجہ سے ہم مستحقِ ذکر بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چاروں اہتمام روزانہ ایسے ہی اجتماع کے لیے ہوتے ہیں۔

جس وقت یہ انسان تبلیغ دین کے لیے اپنی بیٹری چارج کرنے کی خاطر ایسے پروگرام میں آتا ہے تو اسے اس بات کی بھی تڑپ ہوتی ہے کہ جتنی کوشش کر کے میں آیا ہوں، یہ کوشش تھوڑی سی کوشش ہے کیونکہ ہمارے اسلاف کی کوشش، جدوجہد ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کے لیے مہینوں کے سفر پہ محیط ہوتی تھی۔

ایک نصیحت

حضرت ابو حاتم رازی کا جب وقت وصال آیا تو وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے کہ:

اے میرے بیٹے! میں دنیا سے جا رہا ہوں مگر یہ یاد رکھنا کہ تمہارے ابا جی کے جہاں دیگر بہت سے کام تھے، وہاں ایک کام یہ بھی تھا کہ میں نے اپنے قدموں پہ چل کر طلب حدیث میں آٹھ ہزار کلومیٹر کا سفر طے کیا ہے، اس طرح میں نے احادیث کو جمع

Marfat.com

کیا ہے اور ایک سوغات کی شکل میں ان کو پیش کر دیا ہے۔

(الرحلة في طلب الحديث، طرائف من رحلات المحدثين،

الرقم المسلسل:115، رقم الصفحة:213)

چودہ سال کی تلاش

ہمارے سامنے اسلاف کی محنتوں کا رجحان بھی ہے کہ جس وقت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ طلب تفسیر میں نکلتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ...... اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا، اس پر اس کے رشتہ داروں کو کوئی یہ افسوس نہیں چاہیے کہ ہمارا بندہ ضائع ہو گیا ہے کیونکہ اگر وہ پہنچتا تو پھر اس کو اس کا اجر ملتا، نہیں، بلکہ جب اس نے گھر سے نکلتے وقت نیت کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہجرت کا مکمل ثواب عطا فرما دیا ہے۔

(القرآن الكريم، سورة النساء، رقم السورة:4، رقم الآية:100)

مفسرین کے امام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو مجھے شوق تھا کہ میں معلوم کروں کہ وہ کون سا انسان تھا جو گھر سے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

تو کہتے ہیں کہ:

طَلَبْتُ اِسْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً..... میں چودہ سال تک تلاش کرتا رہا کہ مجھے پتہ چلے کہ وہ کون سا

Marfat.com

انسان تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ کون سا صحابی تھا جو گھر سے نکلا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (تفسير القرطبي، مقدمة، ج:1، ص:26)

اب دیکھو کہ چودہ سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہے، ایک گھنٹہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے لیکن انہوں نے چودہ سال بسر کیے اور وہ جس وقت رات کو سوتے تھے تو تڑپ باقی ہوتی تھی کہ جو ڈھونڈ رہا ہوں وہ ملا نہیں، صبح اٹھتے تھے تو نیا شوق ہوتا تھا کہ شاید آج کے دن مجھے میرا مقصد مل جائے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ چودہ سال تک میں تلاش کرتا رہا، اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ صحابی حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک روایت میں حضرت جندع رضی اللہ عنہ تھے، جو جندع مکہ شریف میں تھے، ہجرت نہ کر سکے، ادھر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ جس نے کلمہ شریف پڑھا اور پھر مدینہ شریف کی طرف ہجرت نہیں کی تو ہم اس سے بیزار ہیں، جس وقت یہ اعلان ہو گیا تو یہ صحابی کہنے لگے کہ اب میں ایک رات بھی مکہ شریف میں نہیں رہوں گا، اگرچہ میں کمزور ہوں، سفر نہیں کر سکتا، اونٹ پہ بیٹھ نہیں سکتا لیکن مجھے اونٹنی پہ باندھ دو اور اونٹنی کو اسی راستے پہ لگا دو، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کا شوق تھا کہ اب میں نے ہجرت ضرور کرنی ہے، اگرچہ صحت اجازت نہیں دیتی۔

اللہ کے دین کی خاطر اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے جس وقت وہ اپنے گھر سے نکلے تھے تو وہ تنعیم کے مقام پر پہنچے تھے، حدودِ حرم ختم ہو گئی تھیں، چہرہ مدینہ شریف کی طرف تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی، موت کا وقت آ گیا، روح پرواز کرنے لگی، اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھا اور کہنے لگے:

Marfat.com

اے اللہ! میں تیرے دین کی خاطر نکل پڑا، اب تیرے محبوب کے ہاتھ کو سمجھ کے ان کے ہاتھ پر یوں بیعت کر رہا ہوں، میری زندگی نے مجھے اجازت نہیں بخشی اور میں یہیں سے رخصت ہو رہا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ان کا وصال ہو گیا۔ یہ خبر مدینہ شریف پہنچ گئی کہ وہ آ رہے تھے لیکن راستے میں موت کا وقت آ گیا، زندگی نے وفا نہ کی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: کاش کہ وہ مدینہ شریف پہنچ جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہجرت کا ثواب عطا فرماتا یعنی ابھی تو آغاز سفر تھا کہ ان کا وصال ہو گیا۔

جس وقت یہ گفتگو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو بھیج دیا کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا آؤ کہ:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

اسے یوں نہ سمجھو کہ وہ رائیگاں چلا گیا، اللہ نے اس کو ہجرت کا مکمل ثواب عطا فرما دیا ہے۔

(تفسير البغوي، سورة النساء، رقم الآية: 100، ج 2، ص: 274)

اب دیکھو کہ مکہ شریف سے ایک انسان نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ...... جو بندہ گھر سے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا ہے حالانکہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا گھر تو مکہ شریف میں ہے، اور جو اس وقت مکہ شریف سے نکل رہا ہے، کیا وہ اللہ کی طرف ہجرت کر رہا ہے؟

وَ رَسُوْلِهٖ ...... اور وہ تو اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر رہا ہے۔

تو یہ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ معیار کعبہ نہیں، بلکہ معیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ مدینہ شریف میں ہیں تو ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف یوں ہوگی کہ وہ مدینہ شریف کی طرف پہنچے۔

ویسے رب تو ہر جگہ موجود ہے لیکن جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رب کی ذات کے ساتھ تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو انوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برستے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ظاہر ہو رہی ہیں ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کعبہ سے افضل ہے کہ کعبہ تو مکہ شریف میں موجود ہے مگر وہاں سے نکلنے والے کو کہا جا رہا ہے کہ وہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف کر رہا ہے کیونکہ وہ کعبہ کے کعبہ کی طرف چلتا جا رہا ہے۔

اب یہ آیت کریمہ حضرت عکرمہ پڑھی تو شوق پیدا ہوا کہ ''وَمَنْ یَّخْرُجْ'' سے کوئی انسان بھی ہو سکتا ہے، مجھے پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کون سا انسان ہے۔

انسان اور کئی چیزوں میں کھوج لگاتا ہے، کئی چیزوں کے پس منظر تلاش کر رہا ہے اور کئی چیزوں کی تلاش میں لگا ہوا ہے، مجھے پتہ چلے کہ فلاں سٹوری سے پہلے کیا تھا، کوئی کہتا ہے کہ مجھے پتہ چلے کہ فلاں فلم کا پس منظر کیا تھا، اس میں جو بول رہا تھا اس سے پہلے کا واقعہ کیا تھا مگر یہ مؤمن کی شان ہے کہ وہ ڈھونڈتا ہے تو گم گشتہ میراث ڈھونڈھتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت میں تقسیم کی گئی ہے۔

Marfat.com

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ڈھونڈھا، یہ ان کا احسان ہے کہ انہوں نے چودہ سال لگائے، ہمارے چودہ منٹ بھی نہیں لگے کہ ہمیں اس بات کا پتہ چل گیا جو ان کو چودہ سال بعد معلوم ہوئی تھی، یہ ان کا کمال ہے اگر وہ اس راستے میں نہ نکلتے تو شاید اس بات کی وضاحت ہم تک نہ پہنچتی، اگرچہ جاننے والے تو وہ بات جانتے تھے لیکن علم فوت ہونے والوں کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے اور اگر وہ دنیا سے چلے جاتے اور ان سے کوئی روایت نہ کرتا تو آج یہ بات ہم تک نہ پہنچتی۔

لہٰذا یہ ان اسلاف کا ہم پر کرم ہے کہ انہوں نے یہ سوغات تیار کی ہے اور اس کو ہماری طرف ارسال فرمادیا ہے۔

لہٰذا فہم دین کورس میں آتے وقت یہ بھی ذہن میں رہے کہ ایک تو اسلاف کے لیے دعائیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو سیراب فرمائے، انہیں فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے کہ جن کے قدم اس راہ میں اُٹھے اور جنہوں نے اپنے جگر پگھلائے، جنہوں نے دنیا کی پیمائش اور سفر کرتے ہوئے یہ تمام سوغات اکٹھی کی اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کتنی آسانیاں پیدا کردی ہیں کہ تھوڑا سا وقت لگائیں گے، چند قدم اٹھائیں گے تو اسلاف کی محنتوں کا وہ جہاں کہ جس میں کئی سال کا سفر موجود ہے اور کئی سال کی ریاضتیں، مشقتیں اور مجاہدے ہیں، وہ سارا فیضان سوغات کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مختصر وقت میں بہت کچھ حاصل کرنے کا یہ لمحہ عطا فرمایا ہے۔

قرآن مجید منبع تبلیغ ہے، اس کے بعد سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر کتاب و سنت کے شعبہ جات ہیں، خواہ اس شعبہ کو فقہ سے تعبیر کیا جائے یا اس کو تصوف سے تعبیر

Marfat.com

کیا جائے، وہ اسی قرآن مجید اور سنت کی خوشبو اور اس کی تشریح کا نام ہیں۔

قرآن مجید کا جو علم ہے، وہ اتنا زیادہ ہے کہ قیامت تک لوگ اس کو پڑھتے رہیں گے، اس میں تدبر کرتے رہیں گے، اس میں ریسرچ کرتے رہیں گے کیونکہ یہ کتاب بڑی لازوال ہے۔

قرآن مجید کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا تھا کہ:

إِنَّمَا مَثَلُ كِتَابِ أَحْمَدَ فِي الْكُتُبِ بِمَنْزِلَةِ وِعَاءٍ فِيْهِ لَبَنٌ ...... اے میرے کلیم! میں اپنے محبوب کو وہ قرآن مجید دینے والا ہوں جو ایسے برتن کی طرح ہے جو دودھ سے بھرا ہو۔ (الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس و الستون: فی العلوم المستنبطة من القرآن، ج 2، ص: 249)

وہ کیسا دودھ ہے؟ جو کبھی بھی لسی میں تبدیل نہیں ہوتا، اس سے جتنا بھی مکھن نکالا جائے پھر بھی دودھ کا دودھ ہی رہتا ہے، جو بھی اس سے مکھن نکالے گا وہ سیر ہو جائے گا، اسے روحانی طاقت ملے گی، اسے ایمانی طاقت ملے گی مگر یہ نہیں کہ اس مکھن میں کوئی کمی آجائے اور پھر بعد والوں کے لیے اس کی حیثیت کمزور ہو جائے، فرمایا: رہتی دنیا تک جو بھی اس کی طرف متوجہ ہوگا یہ قرآن مجید اس کو اس کے حصے کا مکھن ضرور عطا فرمائے گا۔

انداز تبلیغ

جس وقت حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ لوگ آئے، انہیں آپ سے ملاقات کی اجازت نہ ملی تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کام ہے، تو حضرت

Marfat.com

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمانے لگے کہ:

لَوْ طَلَبْتُمْ كِتَابَ اللّٰهِ لَوَجَدْتُّمْ فِيْهِ شِفَاءً لِّمَا تُرِيْدُوْنَ ...... مجھے سے کیا کام ہے، سارے کام تو قرآن مجید نے حل کر دیئے ہیں، اگر تم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہوتے اور اس میں تدبر کرتے ہوتے اور اس کو سمجھتے ہوتے تو تمہیں اللہ تعالیٰ وہیں پہ شفا عطا فرما دیتا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ:

قَدْ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ ...... اے فضیل! ہم قرآن مجید سے جاہل نہیں ہیں، ہم سارے عالم ہیں، ہم نے قرآن مجید پڑھا ہے اور ہمیں قرآن مجید آتا ہے اور اس کا معنی بھی جانتے ہیں اور اس کی تفسیر بھی جانتے ہیں۔

جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے قرآن مجید سیکھ لیا ہے۔

اب غور کرنا کہ آج جس شخص کو ترجمہ قرآن آجائے تو وہ پھولے نہیں سماتا اور سمجھتا ہے کہ میں نے آخری آسمان کو ہاتھ لگا لیا ہے، اس سے آگے کچھ باقی نہیں رہا۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے جب ان کا یہ جواب سنا تو کہنے لگے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ اب بھی باقی ہے:

اِنَّ فِیْ تَعَلُّمِكُمُ الْقُرْآنَ شُغْلًا لِّأَعْمَارِكُمْ وَأَعْمَارِ أَوْلَادِكُمْ ...... تمہاری پوری عمر کے لیے قرآن مجید میں ابھی غذا باقی ہے، تم کہتے ہو کہ ہم پڑھ کے آگئے ہیں،

شُغْلًا لِّأَعْمَارِكُمْ ...... یہ قرآن مجید ایسا نہیں کہ ایک گھنٹے یا دو گھنٹے میں تم اس کو مکمل کر جاؤ اور کہو کہ اب میری عمر فارغ ہے، میں کچھ اور کام کروں، تمہاری مکمل عمر کے لیے اس قرآن مجید میں مصروفیت موجود ہے، اس میں اتنا کچھ ہے کہ تمہاری عمر ختم ہو جائے

Marfat.com

گی مگر اس کی غذائیت ختم نہیں ہوگی، قرآن مجید کے مفاہیم ختم نہیں ہوں گے اور اس کے مضامین ختم نہیں ہوں گے، قرآن مجید میں جو کچھ موجود ہے وہ ختم نہیں ہوگا، یہاں تک فرمانے لگے کہ:

وَأَعْمَارِ أَوْلَادِكُمْ ...... تمہاری اولاد کی عمر بھی گزر جائے گی، تمہاری اولاد کی جو اولاد ہے اس کی بھی عمر گزر جائے گی، پھر ان کی اولادوں کی بھی عمر گزر جائے گی، وہ بھی یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ:

تم کہتے ہو کہ ہم نے چند سال قرآن مجید پڑھا تو ہم قرآن مجید سمجھ گئے ہیں، فرمایا: نہیں، تمہاری عمر اور تمہاری اولاد کی عمر اور ان کی اولاد کی عمر اور پھر ساری اولادوں کی عمریں، سب کو اکٹھا کر لیا جائے تو پھر بھی عمریں ختم ہو جائیں گی مگر قرآن مجید کی سوغات ختم نہیں ہوگی۔ (تفسير القرطبي، مقدمة، ج:1، ص:22)

اس فہم دین کورس میں ہم اس سمت بڑھنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے کتنا سوز رکھا ہے، اس کے اندر کتنی غذائیت ہے اور کتنی سوغات ہے، دعا ہے کہ اسی وظیفے میں زندگی پوری ہو جائے اور یہی وظیفہ زندگی کا وظیفہ قرار پائے کہ نغمہ جبرائیل کو پڑھ رہے ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک کا جو فیضان ہے اس کی برکت حاصل کر رہے ہوں، اس سے کانوں کو معطر بھی کر رہے ہوں اور اس سے دماغ کو منور بھی کر رہے ہوں، تو اس سے بڑی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟

لہٰذا فہم دین کورس کے لحات زندگی کے حسین ترین لحات ہیں اور یہ لحات اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

اس واسطے آج تبلیغ دین کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کا ابلاغ

Marfat.com

کرنا ہے اس کا ہمارے پاس مواد موجود ہو، بیٹری چارج ہو کہ جس سے آگے چراغاں کیا جا سکے، اگر پاس ہی کچھ نہ ہو تو وہ فریضہ کیسے سرانجام دے سکیں گے اور پھر امت کی فضیلت کا جو لقب ہے، وہ امت میں ان افراد کے لیے جو امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور پھر وہ ایمان کی اعلیٰ عظمتوں کے ساتھ سرفراز ہیں، یہ بڑی عظمت اور سعادت پانے کے لیے ہی یہ تعلیم ہے۔

تبلیغ کے مختلف انداز

اس تبلیغ کے مختلف انداز ہیں:

ایک انداز یہ ہے کہ اب میں بول رہا ہوں اور تم سن رہے ہو، اور ایک انداز خاموش تبلیغ کا ہے، وہ کیا انداز ہے؟ وہ ایک چلتی پھرتی تبلیغ ہے، صبح و شام کی تبلیغ ہے، ہر وقت کی تبلیغ ہے اور وہ تبلیغ اِس تبلیغ سے بھی زیادہ مفید ہے، ایک ہے کہ جب وہ بولتا ہے تو پھر حق بات کا پتہ چلتا ہے، دوسرا یہ ہے کہ اس کی سیرت اتنی پاک ہے اور اس کا کردار اتنا عمدہ ہے اور اس کے رہن سہن کا انداز اتنا شریعت کے مطابق ہے کہ وہ جس جگہ بیٹھ جائے تو لوگ اس کے بیٹھنے سے بھی سبق حاصل کرتے ہیں، اگر وہ گلی میں جا رہا ہو تو لوگ گلی میں اس کے چلنے سے بھی اپنے لیے روشنی حاصل کرتے ہیں، وہ حضر میں ہے یا سفر میں ہے، وہ خاموش ہے یا بول رہا ہے، وہ کسی بھی موڑ پر ہے اس کو دیکھ کر بھی لوگوں کو پیغام پہنچتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اچھا تاثر ابھرتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں کو ایک طہارت ملتی ہے، اس کی سیرت اور اس کے کردار سے لوگوں کو ایک روشنی ملتی ہے۔

لہٰذا ہم اس تبلیغ کے قائل ہیں جو زبان سے بھی ہو اور اس کے علاوہ نورِ ایمان سے بھی

Marfat.com

ہو کہ انسان خاموش ہے لیکن مؤمن تو پھر بھی ہے، وہ متکلم نہیں مگر جو ایمان اس کے سینے میں ہے وہ ایمان اتنا پاورفل ہو کہ وہ چہرے سے نظر آرہا ہو، اس ایمان کی روشنی اس کے ہاتھوں کے کردار سے نظر آئے، وہ آنکھوں کے ستھرے پن سے ظاہر ہو، انسان کی زبان کی صداقت سے پتہ چلے، انسان کے معاملات سے پتہ چلے کہ یہ کتنا بڑا انسان ہے۔

لہٰذا ایک انسان جس وقت تبلیغ دین کے رستے پہ چل رہا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر مؤمن کا نصاب ہے کہ وہ بول رہا ہو پھر بھی تبلیغ ہو رہی ہو اور اگر وہ چپ بھی ہو جائے تو پھر بھی تبلیغ ہو رہی ہو۔

عملی تبلیغ

جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام حدیبیہ میں بیٹھے تھے، قریش کے سفیر عروہ بن مسعود آئے، وہ اس وقت کٹر مشرک تھے پھر تو کلمہ پڑھ لیا ان کو تبلیغ کیسے ہوئی، اور وہ کیسے متاثر ہوئے اور نور ایمان کے جلوے ان کو کیسے میسر آئے؟

انہوں نے اپنے ایمان کا پس منظر یہ بیان کیا کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، ان کے وہ کام میرے سینے پہ اثر کر گئے ہیں، اگرچہ میں نے ان سے کوئی لیکچر نہیں سنے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار اتنا واضح تھا کہ وہ کہنے لگے:

وَ اللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَ وَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَ كِسْرٰى وَ النَّجَاشِيِّ وَ اللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مُحَمَّدًا

Marfat.com

میں بادشاہوں کے پاس گیا، قیصر و کسری کے پاس گیا، نجاشی کے پاس گیا مگر خدا کی قسم ہے میں نے کسی بادشاہ کے غلام کو اس بادشاہ کا لعاب دہن چہرے پہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا، میں نے کسی بادشاہ کے خادم کو اس کا اتنا ادب کرتے نہیں دیکھا جتنا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے۔

اب دیکھو کہ لعاب دہن ماتھے پہ لگانا یہ کوئی خطبہ نہیں، یہ کوئی درس یا تقریر کرنا نہیں، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک عمل ہے، یہ عشق ہے اور سرکار کی ذات میں گم ہو جانا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت ہے اس کا اثر کیا ہوا کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے بھی اتنا پیار ہے کہ وہ ان کا لعاب دہن ماتھے پہ لگاتے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو پانی نیچے نہیں گرنے دیتے، ہاتھوں پہ لیکر ماتھوں پہ لگاتے ہیں، اگر وہ ان کو حکم دیتے دیں تو سارے تیار ہو جاتے ہیں، حکم ایک ہوتا ہے مگر ان میں سے ہر ایک کا دل کرتا ہے کہ میں وہ کام کروں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہیں تو وہ سارے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو پوری آنکھیں پھاڑ کے نہیں دیکھتے، نگاہیں جھکا جھکا کے تھوڑا تھوڑا دیکھتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب: الشروط فی الجهاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، ج:2، ص:974، رقم الحديث: 2581)

اب عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے کلمہ پڑھنے کا جو پس منظر بیان کیا تو یہ پانچ

Marfat.com

چیزیں تھیں، ان میں قول تو کوئی بھی نہ تھا، سارے فعل تھے اور سارے معمولات تھے، تو پتہ چلا کہ تبلیغ کا ایک طریقہ اور غیر مسلموں کو متاثر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مؤمن اپنے طور پر اتنا مخلص ہو، اتنا امین ہو، اتنا صادق ہو اور اتنا عریانی، فحاشی سے پاک ہو اور اس قدر وہ سنت نبوی کا پیکر ہو کہ اس کو جو بھی دیکھے، اگر چہ وہ مؤمن خاموش بیٹھا ہو لیکن اس کو دیکھنے سے ہی دلوں کو خطبہ میسر آجاتا ہو، دلوں تک پیغام پہنچ جاتا ہو، دل موم ہو جاتے ہوں، دلوں کا زنگ اتر جاتا ہو، بدعملی کا زنگ تو کیا شرک کا زنگ تک بھی اتر جاتا ہو۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس انداز تبلیغ کو دیکھ کر متاثر ہوئے۔

قولی تبلیغ

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زبان سے بھی تبلیغ کرتے رہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب حالتِ نماز میں حملہ کیا گیا تو زخم بڑے گہرے تھے، چند گھڑیاں وفات میں باقی رہ گئی تھیں، اب ظاہر ہے کہ وہ جا رہے ہیں، چند گھڑیوں کے مہمان ہیں، تو اس حال میں ایک نوجوان آگیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی، جس وقت وہ واپس گیا تو اس کا تہبند نیچے تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سانس اکھڑ چکی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ ...... اس لڑکے کو میری طرف لاؤ،

جب وہ قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِبْنَ أَخِيْ ...... اے میرے بھتیجے!

Marfat.com

اِرْفَعْ ثَوْبَكَ ...... اپنا کپڑا اونچا کرلو،

فَاِنَّهٗ اَنْقٰى لِثَوْبِكَ وَ اَتْقٰى لِرَبِّكَ ...... اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک یہ کہ تمہارا کپڑا بھی ستھرا رہے گا اور دوسرا یہ کہ رب بھی راضی رہے گا۔

(صحيح البخاری، کتاب: فضائل الصحابة، باب: قصة البيعة و الاتفاق على عثمان بن عفان رضی الله عنه، ج:3، ص:1353، رقم الحديث: 3497)

تو یہ قول کی تبلیغ بھی ہے اور فعل کی تبلیغ بھی ہے۔

''تبلیغ'' دین کی سب سے بڑی ڈیوٹی ہے، یہ ہمارے اوپر لازم ہے۔

اس میں پہلے ''تحمل دین''، تعلیم دین سے ہے، کیونکہ بغیر پڑھے کے جو تعلیم ہوگی اس سے مزید گمراہی پھیلے گی، جس چیز کا علم نہ ہو اس کو آگے پھیلا دینے سے ایک فتنہ بن جائے گا، اگر علم ہے اگرچہ ایک آیت سیکھ لی ہے مگر اس کا معنی صحیح آتا ہے، اس کو سمجھا صحیح ہے، اب جس وقت ایک انسان اس کی تبلیغ کرتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

کسی مسلمان کے لیے اتنا بڑا کوئی تحفہ نہیں جتنا بڑا تحفہ اس بندے کے لیے کلمہ خیر ہے، کوئی ایک آیت، کوئی ایک حدیث، کوئی ایک مسئلہ جو دوسرا بھائی نہیں جانتا تھا آپ نے اس کو سنا دیا اور اس تک پہنچا دیا، یہ سب سے بڑا تحفہ ہے، جو تم نے اپنے بھائی کو عطا کر دیا ہے اور یہ سب سے بڑا صدقہ ہے جو کسی نے اپنی زبان سے کر دیا ہے کیونکہ صدقہ صرف مال کا نہیں ہوتا، تبلیغ دین وہ صدقہ ہے کہ جس کی برابری دوسرے صدقے نہیں کر سکتے، آپ کے سمجھانے سے ایک شخص کا نمازی بن جانا، جھوٹ چھوڑ دینا اور آنکھ پاک کر لینا یہ ایک طرف ہے اور پہاڑوں جتنی چاندی صدقہ کرنا ایک طرف ہے۔

(احياء علوم الدين، الباب الأول: في فضل العلم و التعليم، كتاب العلم، ج:1، ص 10)

Marfat.com

اس واسطے تبلیغ ہم پہ لازم ہے، اس کے لیے ہم نے فہم دین کا یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے تا کہ اس دین کو سمجھ کر آگے پہنچایا جائے، دونوں طرح اپنی تعمیر و تطہیر کی جائے، اپنی اصلاح کی جائے تا کہ دیکھنے والا دیکھ کر خود بخود پیغام وصول کر لے اور زبان سے بھی سمجھایا جائے اس پر خاموشی اختیار نہ کی جائے کیونکہ بیان کی ضرورت کے وقت چپ کر جانے پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے۔

برائی کو دیکھنے پہ خاموشی کا نقصان

وہ حدیث شریف بھی ہمارے سامنے ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اے جبرائیل! جاؤ، فلاں بستی کو الٹا کر دو، تو وہ کہنے لگے کہ:

اِنَّ فِيهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ ...... اے اللہ! اس بستی کو الٹا کر دوں مگر اس میں ایک پرہیز گار انسان بھی ہے، جس نے زندگی میں کبھی نافرمانی نہیں کی، نہ کوئی سال نافرمانی میں گزارا اور نہ کوئی مہینہ تیری نافرمانی میں گزارا، نہ کوئی ہفتہ، نہ کوئی دن، نہ کوئی گھنٹہ، نہ کوئی منٹ یہاں تک کہ ایک سیکنڈ بھی اس نے نافرمانی نہیں کی، تو کیا اس کو نکال کے باقی ساری بستی کو الٹا کر دوں؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نہیں، اے جبرائیل! اس سمیت ساری بستی کو الٹا کر دو۔

حضرت جبرائیل امین کو تعجب تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ...... اے جبرائیل! میں اس کے سجدوں کو کیا کروں، کہ جب قوم بگڑ گئی تھی تو وہ خاموش کیوں بیٹھا تھا، جب لوگ شرابیں پی رہے

Marfat.com

تھے، لوگ میوزک کی دھن پہ ناچ رہے تھے، معاشرہ عریانی، فحاشی کی آگ میں جل رہا تھا، اگر یہ بول نہیں سکتا تھا تو کم از کم اس کے چہرے کا رنگ تو بدلتا، اے جبرائیل! اس کے چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلا، بدی کو دیکھ کر اس کو دکھ نہیں ہوا، اس کے چہرے پہ اثر ظاہر نہیں ہوا، ان برے کاموں کی وجہ سے یہ پریشان نہیں ہوا، اگر اس کے چہرے کا رنگ برے لوگوں کو دیکھ کر بدلا ہوتا تو میں اس کو بچا لیتا لیکن اب میں اس کو نہیں بچاؤں گا، میں تو اُس کو قبول کرتا ہوں جو خود بھی نور بنتا ہے اور دوسروں کو بھی نور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

(شعب الایمان، الثانی و الخمسون من شعب الایمان و هو باب فی الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر، أحادیث فی وجوب الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر ......، ج:6، ص:97، رقم الحدیث:7595)

اس طرح تبلیغ دین کی دو قسمیں واضح ہو گئی ہیں:

ایک یہ کہ وہ ان کے سامنے بولتا کہ تم یہ ناجائز کام کر رہے ہو، جہنم میں جا رہے ہو، واپس آ جاؤ، راستہ بدل لو اور حرم کی طرف آ جاؤ۔

دوسری یہ کہ اگر یہ بول نہیں سکتا تھا تو اس کے چہرے سے غصے تو ظاہر ہوتا۔

اب یہ غصہ بھی تبلیغ قرار پایا، یہ بھی بچنے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

اِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ...... اس کے چہرے کی رنگت نہیں بدلی۔

تو معلوم ہوا کہ ایسے قرائن اور انداز جس سے برے لوگوں کی برائی سے برأت اور اس سے ناراضگی کا اظہار ہو، اگرچہ وہ کوئی تقریر نہ ہو، کوئی خطبہ نہ ہو، اس کے بھی کچھ نمبر بندے کو مل سکتے ہیں، اس سے بھی نجات ہو سکتی ہے لیکن اس موقع پر کہ جب بدی عام

Marfat.com

ہو جائے تو اس وقت زبان سے بولنا بہت بڑا کام ہے، اس میں بہت عظمت ہے۔

تو ہم فہم دین کے اس پلیٹ فارم سے تبلیغ کا وہ فریضہ ادا کر رہے ہیں جو اس امت کی سرفرازی کی علامت ہے۔

اس عظمت کے حصول کے لیے روزانہ قافلے رواں دواں رہیں گے اور یہ ہی اس امت کی علامت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئی، بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ اس امت کی شان ہے کہ جتنی تبلیغ اس امت نے کی ہے، اتنی کسی امت نے نہیں کی ہے، جتنا اس امت کی تبلیغ کے اثرات مرتب ہوئے ہیں اتنا کسی اور امت کی تبلیغ کے اثرات مرتب نہیں ہوئے، ان امتوں میں سے کوئی امت ایسی نہیں ہے کہ جس کو گزرے ہوئے چودہ صدیاں بیت چکی ہوں اور دین پھر بھی اُس امت میں باقی ہو، یہ دین امت محمدیہ میں باقی ہے اور آج تک سنت نبوی کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں، آج تک مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں اور لوگ اللہ کے حکم پر روزے رکھ رہے ہیں تو پتہ چلا کہ یہ دین باقی ہے اور جس بنیاد پر یہ باقی ہے وہ بنیاد ''تبلیغ دین'' ہے۔

اگر تبلیغ دین کا فریضہ ہم سے پہلے لوگ نہ کرتے تو آج ہم اندھیرے میں ہوتے، ہماری آنکھیں اندھی ہوتیں اور ہمیں کچھ نظر نہ آتا، ہمیں دین کے لحاظ سے کوئی راستہ معلوم نہ ہوتا، یہ ان لوگوں کا کمال ہے جن کی عمریں ہم سے پہلے گزر گئی ہیں، جو رشد و ہدایت کے

Marfat.com

منصب پر فائز تھے اور اپنی ڈیوٹی کو انہوں نے پورا کیا، ان سے یہ دولت ہم تک پہنچ گئی، تو اب اگر یہ تبلیغ ہم نہیں کریں گے تو آنے والوں کے لیے یہ کمی باقی رہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ تو اپنا وعدہ پورا کرے گا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے دین کو ضرور باقی رکھے گا۔ مگر اس میں ہمارا حصہ بھی ہونا چاہیے، کیونکہ "تبلیغ دین" کا طریقہ اس امت کا ایک منفرد طریقہ ہے، جو تبلیغ کا انداز اس امت کا ہے وہ پہلی امتوں میں نہیں تھا، اس وجہ سے تامرون بالمعروف کا ذکر پہلے اور تومنون باللہ کا ذکر بعد میں ہے، مقصد اس صفت کا بیان کرنا تھا جو صفت اس امت میں ہے، باقی میں نہیں ہے، باقی امتوں میں امر بالمعروف اس درجے کا نہیں جس درجے کا اس امت میں ہے اور نہی عن المنکر اس امت میں اس درجے کا نہیں جس درجے کا اس امت میں ہے۔

پہلی امتوں میں شہروں کے شہر اجڑ گئے تھے، سارے برے لوگ رہ گئے تھے، کوئی اذان پڑھنے والا باقی نہ بچا تھا، کوئی ان کو دعوت دینے والا باقی نہیں بچا تھا، لیکن یہ امت ایسی نہیں ہوگی کیونکہ اس میں ہر دور میں حق کی اذانیں دینے والے موجود رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسی اذان کی خاطر زندہ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اسی دین کی خاطر متحرک رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر
12

یہ شانِ رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا

وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ 2، رقم الآیۃ 104)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ

آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب ودلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے **"ادارہ صراط مستقیم"** پاکستان کے زیر اہتمام **"فہم دین کورس"** میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

ایمان بالرسالت عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے، اس سلسلہ میں ہمارے متعدد موضوعات پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہو کر دور دور تک پہنچ چکے ہیں، جن میں بطور خاص **"منصب نبوت اور عقیدہ مؤمن" "شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق"** اور **"شان رسالت کی یکتائی"** ہیں، آج اس سلسلہ کا یہ چوتھا موضوع ہے کہ "یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!"۔

ایمان بالرسالت کی اہمیت کے پیش نظر جن حالات سے امت مسلمہ گزر رہی ہے اور باطل پرستوں کی طرف سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں کا سلسلہ خاکوں کی شکل میں معاذ اللہ جاری رکھا جا رہا ہے، یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے، اس

Marfat.com

تناظر میں بالخصوص اسلام کے اندرونی محاذ پر شان رسالت سے متعلق کچھ لوگوں کے گرے ہوئے انداز کی وجہ سے آج امت مسلمہ کو شرمساری بھی ہے اور پریشانی بھی، تحذیرالناس، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہم جیسی کتابوں میں جو جسارتیں کی گئی تھیں وہ ایک بہت بڑا المیہ ہے، اس پر مستزاد کچھ موجودہ لٹریچر ہیں، گذشتہ سال گجرات میں ایسی حرکت کی گئی، ابھی جہلم میں ایک شخص نے ایسی کتاب لکھی، شیخوپورہ میں ایسا واقعہ پیش آیا، گوجرہ، فیصل آباد کے اندر بھی ایک المناک واقعہ ناموس رسالت کے سلسلہ میں رونما ہوا، تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ماحول میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو یوں اجاگر کیا جائے کہ اس مسئلے کی جو نزاکت ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان جب گفتگو کر رہا ہو تو سوچ کے، سمجھ کے اور شان رسالت کا جو تقدس اور اس کی جو رفعت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کرے، گفتگو کا انداز ایسا نہ ہو کہ جیسے بڑے بھائی کے بارے میں بات کی جارہی ہے یا گاؤں کے چودھری کے بارے میں بات کی جا رہی ہے۔ بلکہ گفتگو سے پہلے انسان کے حواس پوری طرح بیدار ہوں اور اس پر رعب طاری ہو کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔

شان رسالت کا تقدس

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... اے ایمان والو!

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... راعنا نہ کہو،

وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا ...... اور یوں عرض کریں کہ ہم پر نظر کرم رکھیں،

Marfat.com

وَ اسْمَعُوْا ...... اور پہلے ہی غور سے سنو،

وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ...... اور کفار کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، رقم السورۃ 2، رقم الآیۃ 104)

قرآن مجید کا یہ مقام بالخصوص قیامت تک کے لوگوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ "یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!"۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا...... تم راعنا نہ کہو اور تم انظرنا کہو کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پر نظر کرم فرماؤ۔

شان نزول: پہلی تفسیر

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راہنمائی حاصل کرتے تھے، تو وہ کہتے کہ:

رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری رعایت رکھیں۔

یعنی آپ قرآن مجید کی آیات پڑھ رہے ہیں، تو ہمیں بھی آپ ساتھ لے کے چلیں، ہم سن لیں، یاد کرلیں اور لکھ لیں۔ یہ ان کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست ہوتی تھی۔

مگر دوسری طرف عبرانی زبان میں اسی لفظ کو نازیبا الفاظ کے زمرے میں شمار کیا جاتا اور گالی کے طور پر اس کا استعمال ہوتا تھا، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے لحاظ سے اس کا استعمال کرتے تھے اور صحیح معنیٰ میں کرتے تھے، لیکن یہود کو موقع مل گیا، انہوں نے اپنا بغض اسی لفظ کی آڑ میں ظاہر کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام

Marfat.com

رضی اللہ عنہم پر بھی اس لفظ کا بولنا حرام کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... تم ''راعنا'' نہ کہو۔

اگرچہ تم تو اچھی نیت سے کہتے ہو لیکن دوسرے لوگ اسی لفظ سے بری سوچ کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں، تو جب انہیں اس سے گنجائش ملتی ہے تو تمہارے لیے بھی جائز نہیں کہ تم یہ لفظ بولو، بلکہ تم یہ لفظ بولنا بند کر دو۔

چونکہ ناموس رسالت کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر کسی لفظ کے دو معنی ہوں، ایک معنی درست ہو اور دوسرا معنی شان رسالت کے لائق نہ ہو تو شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال متروک ہو جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اس لفظ کی آڑ میں کوئی گستاخ مذموم ارادوں کو پورا نہ کر سکے۔

دوسری تفسیر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رعایت کے لحاظ سے راعنا کہتے تھے لیکن یہود نے اس کو کھینچ کے پڑھنا شروع کر دیا کہ:

راعینا یعنی راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! راعنا، آپ ہمارا لحاظ رکھیے، ہماری رعایت فرمایئے۔ وہ یہ درخواست کرتے تھے لیکن یہود (معاذ اللہ) راعینا کہہ کے اپنی طرف سے بغض اور گندی سوچ کا اظہار کرتے تھے۔

رَاعِیْ غَنَمِنَا: ہماری بکریوں کو چرانے والا۔

تو معاذ اللہ جب یہود نے راعینا کہنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو اور قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اس لفظ کو بری سوچ والے لوگ استعمال کر رہے ہیں تو تم اس کا استعمال ہی ترک کر دو تا کہ کسی طرح اس کو بول کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔

تیسری تفسیر

راعنا کو اگر باب مفاعلہ سے مشتق بنائیں تو پھر اس میں جانبین ہوتے ہیں، مثال کے طور پر لفظ مصافحہ ہے تو مصافحہ تب بنتا ہے جب دو بندے آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں، ایک آدمی کے ہاتھ کو مصافحہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

تو جہاں بھی باب مفاعلہ ہوتا ہے وہاں جانبین کا ہونا ضروری ہے، اگر وہاں جانبین نہیں ہوں گے تو باب مفاعلہ نہیں بنے گا۔

تو راعنا میں باب مفاعلہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جانبین ہیں اور پھر ان کی آپس میں مساوات سمجھی جا رہی تھی، مطلب کیا بنا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارا لحاظ کرو اور ہم آپ کا لحاظ کرتے ہیں یعنی اس لفظ سے یہ معنیٰ نکل سکتا تھا، اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی نیت نہیں تھی لیکن اس میں یہ گنجائش بن رہی تھی اور راعنا باب مفاعلہ سے ہونے کی وجہ سے مساوات کا پہلو نکل رہا تھا کہ آقا اور غلام دونوں برابر ہو رہے ہیں، مرتبے اور شان کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس مساوات کی نفی کے لیے جو ایک نبی اور امتی کے درمیان بن رہی تھی، راعنا کہنا ناجائز قرار دے دیا تا کہ کہیں

Marfat.com

ایسا تصور بھی پیدا نہ ہو کہ امتی یہ کہے کہ میں نبی جیسا ہوں اور نبی میرے جیسے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو بند کرنے کے لیے راعنا کا استعمال بھی ناجائز فرمادیا۔

چوتھی تفسیر

جس وقت ایک شخص کسی سے کوئی بات کرنا چاہے تو اس کے لحاظ سے ایک آرڈر ہے اور ایک التماس ہے، جبکہ آرڈر میں اور التماس میں فرق ہے، اگرچہ لفظ ایک جیسے ہیں۔
ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں، یہ کسی بڑے سے وہ اپنی اپیل کر رہا ہوتا ہے، دوسرا وہ کہ جو اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ تم یہ کام کر دو تو وہ بطور آرڈر کہہ رہا ہے، ان دونوں میں فرق ہے، اپیل اور ہوتی ہے اور آرڈر اور ہوتا ہے۔
تو راعنا میں ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے آرڈر والا معنی نکل رہا تھا کہ راعنا ایک امتی بولے اور اس سے اخذ یہ ہو کہ وہ چھوٹا ہو کر بڑی ذات کو حکم دے رہا ہے، اس صیغہ کے لحاظ سے وہم پیدا ہو رہا تھا اگرچہ پوچھنے والے صحابہ کرام کی یہ نیت نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا ادب سکھانے کے لیے اور شان رسالت کے متعلق گفتگو کے آداب بتانے کے لیے ان پر راعنا کا لفظ ناجائز قرار دے دیا کہ اس لفظ کو ہزار بار اچھی نیت سے بھی بولو مگر چونکہ اس میں وہم پیدا ہو رہا ہے، اس واسطے قیامت تک کے مسلمانوں پر اس کا بولنا حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

پانچویں تفسیر

راعنا کا معنی ہے: قولا راعنا کہ رعونت والی بات نہ کرو یعنی جس بات میں تکبر ہو۔ اللہ کے پیغمبر سے کوئی اکڑ کر نہ بولے، کوئی رعونت سے نہ بولے، اس انداز سے نہ

Marfat.com

بولے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عاجزی کے سوا بول رہا ہے۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے وقت نرم نرم اور عاجزی کے انداز میں گفتگو کرو اور کوئی شخص تکبر کے انداز میں گفتگو نہ کرے۔

(التفسير الكبير، سورة البقرة، رقم السورة:2، رقم الآية:104، ج:3، ص:634)

یہ قرآن مجید کی تعلیمات کا اثر ہے کہ جس وقت حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے سفیر بن کے آئے تھے اور حدیبیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کو بیٹھے دیکھا تھا تو جن پانچ باتوں سے وہ زیادہ متاثر ہوئے تھے تو ان میں سے ایک بات یہ بیان کی تھی کہ:

اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ ...... جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرتے ہیں تو یہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے وقت یہ پابندی ضرور کرتے ہیں کہ ہماری آواز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے برابر نہ ہونے پائے، ہماری آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الشروط، باب: الشروط في الجهاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، ج:2، ص:974، رقم الحديث: 2581)

تو یہ قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھائے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ نصاب صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نہیں تھا، یہ تابعین کا بھی نصاب تھا، یہ تبع تابعین کا بھی نصاب تھا، یہ بعد کے لوگوں کا بھی تھا، یہ آج کے مسلمانوں کا بھی نصاب ہے اور قیامت تک کے ایمان والوں کا یہ ہی نصاب رہے گا۔

Marfat.com

اس واسطے اسی آیت کو ہم موضوع بناتے ہوئے آج اپنی گفتگو کو آگے بڑھا رہے ہیں کہ آج ایک انسان جہاں بیٹھ کر کوئی شان رسالت کے متعلق وضاحت کر رہا ہے، کوئی بات اور تبصرہ کر رہا ہے، کسی طرح وہ کوئی کلام کر رہا ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

میں جس دربار کے بارے میں بات کر رہا ہوں وہ عرش سے نازک تر دربار ہے اور وہاں پر لوگ اپنی سانس پر بھی پابندی لگاتے ہیں کہ کہیں سانس بھی بلند طریقے سے نہ چلنے پائے۔

یہ قرآن مجید کی اس آیت کی دعوت ہے کہ: یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

بڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

اس سلسلہ میں تفصیل سے پہلے اس اجمال کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ:

أَنْتَ أَكْبَرُ أَوِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم! ...... اے حضرت عباس رضی اللہ عنہ! آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں؟

پوچھنے والے کا مطلب یہ تھا کہ عمر کے لحاظ سے کون بڑا ہے، یہ عمومی روٹین میں جملہ بولا جاتا ہے، کوئی بندہ اپنے والد کے دوست سے پوچھ لیتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے ابا جی بڑے ہیں؟ اور چچا کے ہم عصر سے گفتگو کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے چچا بڑے ہیں۔

Marfat.com

تو اسی انداز سے کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھ لیا کہ:

أَنتَ أَكْبَرُ أَوِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم! ...... آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں۔

اب غور کرنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب کیا دیا، فرمانے لگے کہ یہ شان رسالت سے ذرا ہوش سے بول!

هُوَ أَكْبَرُ وَ أَنَا وُلِدتُ قَبْلَهُ ...... بڑے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن ولادت میری پہلے ہوئی ہے۔

(سير أعلام النبلاء، العباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج:3، ص:66)

یعنی وہ لفظ جو عمومی طور پر بولا جاتا ہے، کہا جا سکتا تھا کہ میں آپ سے دو سال بڑا ہوں، یا میں اتنے سال بڑا ہوں، یہ لفظ بولا جا سکتا تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ کہنے لگے کہ:

بڑے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن میں صرف پیدا پہلے ہو گیا تھا، میری ولادت پہلے ہوئی ہے، میری عمر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے مگر اقوی کا لفظ جب بولنا ہے تو اس میں یا کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے محبوب ہر حال میں اکبر ہیں، وہ مجھ سے بڑے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے، یہ سوچنا پڑے گا، آج تھڑے پہ بیٹھے ہوئے مسلمان کو بھی تو دیکھنا پڑے گا، جو مسلمان اور امتی ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کے لحاظ سے یوں باتیں کرتا ہے کہ جیسے

Marfat.com

بڑے بھائی اور عام انسان کے بارے میں بول رہا ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ذات ہے کہ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ یہ تو میرے باپ کی مثل ہیں:

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ ...... بندے کا چچا اس کا باپ ہی ہوتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، ج:5، ص:652، رقم الحدیث:3758)

وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہ جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو باپ کہہ کے بلائیں:

رُدُّوْا اِلَیَّ أَبِیْ عَبَّاسٍ ...... تم میرے ابا جی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کے لے آؤ۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو باپ کہہ کے بلائیں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنا باپ کہیں، اس کے باوجود کہ مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم باپ کہہ رہے ہیں مگر میں منصب نبوت کا ادب تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں عمر میں بڑا بھی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو بڑا نہیں کہوں گا، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ:

وَ أَنَا وُلِدْتُ قَبْلَهٗ ...... میں پیدا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گیا ہوں، لیکن

هُوَ أَكْبَرُ ...... جہاں تک بڑے ہونے کا معاملہ ہے تو وہ میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہ جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین حاصل کیا، قرآن مجید کے مخاطب بنے اور جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

فیض پایا اور ان کی اتنی عظیم شان ہے۔

ایک طرف اونچے قد والے عظیم المرتبت انسان اور دوسری طرف ہماری طرح کے بالکل عام قسم کے لوگ ان کی گفتگو میں یہ ڈیفرنس (Difference) کیوں آ گیا ہے، ادھر وہ اتنی عظمت سے بات کرتے ہیں، ادھر لوگ بالکل سطحی سا انسان بنا کے پیش کرتے ہیں۔

یہ درمیان میں فرق عقیدے کی عظمت کا فرق پڑ گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اذہان میں جو شان رسالت کا تقدس تھا اس سے لوگوں کی سوچ کا مقام بالکل دور ہو گیا ہے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج بھی ہم اہل سنت و جماعت کو مقام نبوت کے متعلق بولنے میں وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا ادب عطا فرمایا ہے۔

مبارک انگلیاں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے؟

تو انہوں نے حدیث مبارک بیان کرنی تھی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ انداز تھا کہ حدیث کو بیان کرتے وقت مسلسل بنانے کے لیے جیسے سرکار نے اشارہ فرمایا ہوتا ویسے ہی اشارہ کرتے تھے، جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے ہوتے ویسے ہی مسکراتے کہ ہم نے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا ہے لیکن بعد والے ہم سے لفظ بھی پڑھتے رہیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

کیفیت کو بھی معلوم کرتے رہیں کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت کیا انداز تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو فرما رہے تھے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کو بیان کیا تھا کہ جن کی قربانی جائز نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا تھا کہ چار جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب ان جانوروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کن کی قربانی جائز نہیں ہے تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مجمع عام میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ:

قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ ان چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں سے اشارہ کیا، جب آپ رضی اللہ عنہ یوں کر چکے تو دل میں خیال آیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنا ہاتھ قرار دے دیا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا تھا اور میں بھی یوں ہی کر رہا ہوں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہاتھ کیا تھا، کہاں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اور کہاں میرا ہاتھ۔

آج چھوٹے چھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے بھی دو ہاتھ ہیں اور ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، ہاتھوں کی مشابہت خود زبان سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ہاتھ کی طرح ہے، بات کرتے وقت جب ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں یوں کھولیں جیسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کو بیان کرنے کے لیے کھولیں تھیں، تو فوراً اپنی گفتگو کو بدل دیا اور وضاحت کر دی۔

کیا عشق ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور کیا منصب نبوت کی پہچان ہے، یوں ہاتھ کر کے ارشاد فرمانے لگے کہ:

أَصَابِعِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهٖ ...... اے دیکھنے والو! ان انگلیوں کو دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں ایسی ہیں، نہیں، میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

أَصَابِعِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهٖ ...... میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ:

أَنَامِلِيْ أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهٖ ...... میری انگلیوں کے پورے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں۔

(سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب: ما يكره من الضحايا،
ج:3، ص:54، رقم الحديث: 2804)

یہ کہنا کیوں ضروری سمجھا کہ میں سمجھانے کے لیے مثال دے رہا ہوں، حدیث کو مسلسل بیان کرنے کے لیے اپنا ہاتھ دکھا کر ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا تصور دینا چاہتا ہوں، کہیں کوئی یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میرا ہاتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی طرح ہے یا میں اپنی انگلیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی طرح بیان کرنا چاہتا ہوں، فرمایا:

Marfat.com

نہیں نہیں، کہاں میری مجال اور کہاں میرے ہاتھ کی مجال، صرف میں نے تمہارے سامنے یوں کر دیا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ یوں کیا تھا۔

جہاں تک ہاتھوں کا تقابل ہے تو نہ میرے ہاتھ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں جیسے ہیں اور نہ میری انگلیاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں جیسی ہیں اور نہ میرے پورے ان کے پوروں جیسے ہیں۔

آج لوگ اپنے منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے اور ہمارے ہاتھ ان کے ہاتھوں جیسے، ان میں کوئی فرق ہی نہیں ہے لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ فرق ان میں بہت زیادہ ہے یعنی میرے ہاتھوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تشبیہ نہ دینا اور نہ ہی ان جیسا سمجھنا۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے کہ یہ سب کچھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ادب کے پیش نظر کیا اور بولتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے جب اشارہ کیا تو فوراً وضاحت ضروری سمجھی کہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو تشبیہ دے رہا ہوں، نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بہت بڑا مظہر ہے، اس ہاتھ کے ساتھ کسی ہاتھ کی کوئی برابری نہیں ہے۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب: ما یکرہ من الضحایا، ج: 7، ص: 357)

اس مقام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منصب نبوت کے لحاظ سے جو عقیدہ ہے اور شان رسالت کے بارے میں گفتگو کا جو انداز ہے اس کو سمجھنا بڑا آسان ہو گیا۔

چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ جس سے پتہ چلے گا کہ اب ادب کا گریڈ

Marfat.com

کتنا نیچے چلا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو انداز تھا اس انداز کو آج امت اپنائے گی تو پھر غیروں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔

اگر امت کے اندر سے ہی یہ دھواں اٹھتا رہے کہ جس طرح کا دھواں حفظ الایمان کتاب میں ہے یا تحذیر الناس میں ہے اور جس طرح گستاخیوں کا دھواں تقویۃ الایمان میں ہے، ایسی کتابوں میں جو گستاخانہ لہجے استعمال کیے گئے ہیں اور پھر گستاخانہ تقریروں کا انداز استعمال کیا گیا ہے کہ لوگوں کو جری بنا دیا گیا ہے کہ وہ بولتے وقت سوچتے ہی نہیں کہ ہم کس کے بارے میں بول رہے ہیں، لوگ تو اپنے اساتذہ کے بارے میں بولنے سے پہلے محتاط ہو جاتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کو شان رسالت کے متعلق بولتے ہوئے ہوش نہیں ہوتا کہ ہم کس ذات کے بارے میں بول رہے ہیں۔

آج کے اس موضوع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیاں اور قرآن مجید کی آیت بیان کر کے ہم اس ماحول کے گستاخانہ دھوئیں پر ابر کرم کا فیضان لانا چاہتے ہیں تا کہ گستاخیوں کا دھواں ختم ہو جائے اور پھر امت مسلمہ کو برکات میسر آ جائیں۔

ادب کی انوکھی صورت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال کیا، وہ سوال ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا جواب آتا تھا۔

آج کے لوگوں کا انداز کیا ہے، وہ برابری تو کیا آگے بھی بڑھنا چاہتے ہیں کہ ان باتوں کا انہیں علم نہیں تھا، ہمیں ان باتوں کا علم آ گیا ہے، لیکن وہاں صورتحال یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال کیا، اس سوال کا جواب

Marfat.com

انہیں آتا تھا مگر ان میں سے کسی نے یہ نہیں سوچا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں، معاذ اللہ، اور نہ ہی ان میں سے کوئی بولا کہ اس کا یہ جواب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ادب ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے جواب یہ تھا کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

یہاں تو ایک فتور پیدا ہو گیا ہے کہ ایک امتی اُٹھ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ ہونا چاہتا ہے، کوئی موقع ایسا بنے تو سہی، فوراً کہتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے بھی ایسا کیا، ہم بھی ایسا کر رہے ہیں، بات برابر کی ہے۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز اس بارے میں کتنا عجیب اور نرالا ہے، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں کہ:

خَطَبَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (10) ذوالحج کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے یہ سوال کیا کہ:

أَتَدْرُوْنَ أَيَّ يَوْمٍ هٰذَا ...... تمہیں اے میرے صحابہ! یہ پتہ ہے کہ آج کون سا دن ہے؟

یہ بھی آج کچھ کہتے ہیں کہ سوال کرنے والا سوال تب کرتا ہے کہ جب اسے کوئی پتہ نہ ہو، تو معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گیا تھا کہ آج کون سا دن ہے۔

لیکن وہاں پر کیا ہے؟ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی:

أَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

Marfat.com

یعنی اس صورتحال میں بھی بڑی کشش ہے کیونکہ جس بندے کو کچھ بھی جواب آتا ہو وہ اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے بولتا ہے کہ اللہ کے نبی سوال کر رہے ہیں اور میں جواب دے رہا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں پہ لذت محسوس کر رہے ہیں کہ اگرچہ ہمیں جواب آتا ہے مگر ہمارے علم کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلے میں، ہر ایک کو اس کا جواب آتا ہے کہ یہ یوم النحر ہے، قربانی کا دن ہے لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ یوم النحر ہے، بلکہ سارے یہی کہتے ہیں کہ:

اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ:

اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا ...... یہ مہینہ کونسا ہے؟

اب سب کو پتہ ہے کہ حج ہمیشہ ذوالحج میں ہوتا ہے، اگر کوئی بے صبرہ امتی ہوتا تو پتہ نہیں کہ وہ کیا کہہ جاتا لیکن یہ وہ ہیں جن میں ادب کوٹ کوٹ کے بھرا گیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے میں حکمت کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔

جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا تو ہم نے کہا کہ:

اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا سوال کیا کہ:

اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا ...... تم جانتے ہو کہ یہ شہر کون سا ہے؟

اب سب کو پتہ ہے کہ یہ مکہ شریف ہے، اگر ان میں ہمسری کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ

Marfat.com

بولتے کہ یہ فلاں شہر ہے اور اگر معاذ اللہ سوچ کچی ہوتی تو یہ بھی خیال آجاتا کہ شاید مجمع زیادہ دیکھ کر بھول گئے کہ شہر کون سا ہے؟

اب تو اس طرح کے نکلے امتی بھی آگئے ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ شہر کون سا ہے؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ:

أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

(صحيح البخاري، كتاب الحج، باب: الخطبة أيام منى،

ج:2، ص:620، رقم الحديث:1654)

تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز ہے کہ جس مقام پر انہیں پتہ بھی ہے، جانتے بھی ہیں مگر پھر بھی عظمت ظاہر کرنے کے لیے جواب ایسا دیتے ہیں کہ جس سے شان نکھر کے سامنے آجاتی ہے۔

اب یہاں دو پہلو ہیں کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کرتے تو یوں کہتے کہ اے محبوب! تم بھی جانتے ہو اور ہم بھی جانتے ہیں، اس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نیچے لانے کی کوشش کرتے کہ اس کا ہمیں بھی پتہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کو پتہ ہے، ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اللہ بھی جانتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں، یعنی وہ شان رسالت کو کھینچ کے نیچے نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ شان رسالت کا مقام بلند بیان کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

یہ ہو سکتا تھا کہ جب جواب آتا ہے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ مجھے بھی اس کا پتہ ہے، آپ کو بھی پتہ ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کو بھی پتہ ہے اور آپ کو بھی پتہ ہے، اللہ تعالیٰ بھی زیادہ جانتا ہے اور آپ بھی زیادہ جانتے ہیں۔ تو یہ انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گفتگو کا تھا کہ وہ منصب نبوت کو بولتے وقت یوں بیان کرتے ہیں کہ:

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!

اس کو بیان کرتے وقت اپنے ساتھ نہ ملاؤ، رب تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔

اس کے بعد اس طرح کی صورتحال بھی پیش ہوتی رہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

آج کا ایک انداز جو معاذ اللہ کچھ لوگوں نے پیدا کر لیا، وہ باقاعدہ تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ تم جس پیغمبر کے علم کے ترانے پڑھتے ہو ان سے جب پوچھا گیا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے، یہ سوچ کمینی سوچ ہے اور یہ سوچ منصب نبوت کے بارے میں بے ادبی والی سوچ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز کیا ہے، وہاں جو انداز ہے اللہ تعالیٰ نے وہی انداز آج بھی اہل حق کو عطا فرمایا ہے۔

انداز محبت اور ادب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَ زِينَتِهَا

...... مجھے اپنی امت پر جن باتوں کا خطرہ ہے وہ دنیا اور اس کی زینت ہے، اس کے

Marfat.com

دروازے کھل جائیں گے، مجھے امت پر یہ خطرہ ہے، شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ...... مجھے تم پر شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے، مجھے دنیا کے دروازے کھل جانے کا خطرہ ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا آجائے گی، کہیں اس کی چمک میں امت ڈوب نہ جائے تو ایک آدمی نے عرض کی کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم! أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ ...... کیا خیر سے بھی شر برآمد ہو سکتا ہے؟

دنیا میں رزق حلال اگر زیادہ آجائے گا تو اس کا پھر کیا خطرہ ہو سکتا ہے، چونکہ حرام کی تو بات ہی نہیں کی جا رہی ہے، چوری، ڈاکہ سے آنے والے مال کی بات نہیں کی جا رہی ہے، کسب حلال سے رزق میں فراوانی ہو جائے گی، آج صفہ پہ جن کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا کل انہی لوگوں کے پاس لاکھوں ہزاروں دینار آجائیں گے اور پھر آگے امت میں جو مال آنے والا تھا اس کا بیان کیا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال تو خیر ہے، کیا خیر سے بھی شر برآمد ہو سکتا ہے؟

جب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تو:

فَسَكَتَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

خاموش ہونے پر ایک ہے آج کے کند ذہن امتی کا تبصرہ اور ایک ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تبصرہ، ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رسالت کے جو ایسے مقامات ہیں ان کے بارے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!، یہاں بولتے وقت اپنے تبصرے مت جھاڑو، جو سامنے بیٹھے تھے ان سے پوچھو، جنہوں نے نبوت کا

Marfat.com

چمکتا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جن کے ذہن کے آنگن میں اس چاند کی چاندنی براہ راست اترتی رہی ہے، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو کہ وہ ایسے موقع کو سمجھتے تھے تو کیا سمجھتے تھے؟

آج جس وقت کچھ لوگ ایسی باتیں سنتے ہیں تو دانت کھٹے ہوتے جاتے ہیں اور انہیں باتیں یاد آتی جاتی ہیں کہ فلاں کہتے ہیں کہ ان کا اتنا علم ہے، لیکن ان سے سوال ہوا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے، اِن لوگوں کو بولتے وقت شرم نہیں آتی ہے۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز دیکھو کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی تھوڑا ہے، صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چپ کر گئے ہیں، صحابی رضی اللہ عنہ کو خیال تک نہیں آیا، جس وقت بولتے ہیں تو عظمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کر کے بولتے ہیں، چپ ہونے کو انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے میں کوئی مشکل واقع ہو رہی ہے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سائل کو جھاڑا:

قِيْلَ لَهٗ مَا شَأْنُكَ تَكَلَّمَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَا يُكَلِّمُكَ ...... صحابہ کرام نے اس آدمی سے جھگڑنا شروع کر دیا کہ تم کیسے ہو، تم سے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بولنا پسند ہی کر رہے ہیں، لہذا تمہارے سوال میں کوئی کمی ہے، تمہارے انداز میں کوئی کمی ہے، تم بولتے ہو لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بولنا پسند نہیں کر رہے ہیں۔

اب اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عظمت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کیا اور یقیناً

Marfat.com

وہ عظمت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انداز بتا رہے تھے کہ امتی کا حق نہیں ہے کہ ایسے موقع پر اپنی زبان کھول لے اور منصب نبوت پر تنقید کرنا شروع کردے،

بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے ہیں، تو اے سائل! تیرا انداز ٹھیک نہیں ہے، تیرا سوال درست نہیں ہے، تجھ میں کوئی کمی ہے، تم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے ہو لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے بولنا پسند نہیں کر رہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سوال کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اس کا جواب دیا جائے۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز تھا اور وہ اپنے طور پر یہ بات واضح کر رہے تھے کہ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چپ ہو جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سائل کو جھڑکا کہ تمہارا سوال ٹھیک نہیں تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سائل کے دل سے واقف ہوتے ہیں اور سائل کی کیفیت سے واقف ہوتے ہیں، سائل کے پس منظر سے واقف ہوتے ہیں اور ہر چیز کو سامنے رکھ کر پھر جواب دیتے ہیں اور کبھی چپ کر جاتے ہیں تو اس میں بھی بھلا سائل کا ہی ہوتا ہے اگر بولا تو سب کچھ اس کا ظاہر ہو جائے گا، کبھی چپ کر جاتے ہیں تو قرآن کہتا ہے کہ:

وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ...... اور بہت کچھ معاف فرما دے۔

(القرآن الكريم، سورة الشورىٰ، رقم السورة:42، رقم الآية:34)

یہ نہیں کہ جواب نہیں آتا معاف کر دیتے ہیں، یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شان نبوت کو بالکل بے غبار سمجھا ہے اور عظمت بیان کر رہے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہہ

Marfat.com

رہے تھے کہ سائل کا سوال اچھا نہیں ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ:

أَيْنَ السَّائِلُ ...... وہ سائل کہاں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اس سے ہمیں پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کو پسند فرمایا ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو پیار سے آواز دی ہے، جو سر جھکایا تھا وہ اس لیے جھکایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے وحی کے ذریعے پیغام نازل فرما رہا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب: الصدقۃ علی الیتامی، ج:2، ص:532، رقم الحدیث:1396)

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عشق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سائل کے سوال میں کوئی کمی باقی رہ گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دینا پسند نہیں کر رہے، تو یہ ایک امتی پہ لازم ہے کہ ایسے مقامات جس وقت آئیں تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یقیناً اُن میں کوئی عظمت ہی موجود ہوتی ہے۔

یہ کوئی معمولی بات تو نہیں کہ عرش سے اتنا ڈائریکٹ رابطہ ہو، ادھر سائل سوال کر رہا ہے ادھر جبرائیل سدرہ سے نیچے آرہے ہیں، یہ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ طریقہ سکھا رہے ہیں کہ منصب نبوت اور سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بولتے وقت انداز وہ ہونا چاہیے جو انداز اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

عبادت اور ادب

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی عبادت کرتے ہیں یعنی یہ ان کو شوق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کی عبادت کیا ہے؟، اس کا بھی ہمیں پتہ ہو چاہیے تا کہ ہم مزید عبادت کریں۔

جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو بیان کیا تو حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ:

كَاَنَّهُمْ تَقَالُوْهَا ...... کوئی ایسی عبادت نہ تھی جس کو بہت زیادہ عبادت سمجھا جاتا یعنی گھر میں نماز تہجد، نوافل پڑھتے ہیں تو پاؤں مبارک پہ ورم آجاتا ہے، لیکن جتنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ اتنی عبادت گھر کی ہو گی، وہ جواب نہیں ملا۔

اس کے بعد امتحان شروع ہو گیا لیکن اگر آج کا خشک امتی ہوتا تو جس وقت بولتا تو تنقید کے انداز میں بولتا کہ یہ کیسے نبی ہیں، رات کو اتنی عبادت ہی نہیں کرتے، یہ کیسے ہیں ہم سمجھتے تھے کہ رات کو بڑی عبادت کرتے ہوں گے اور یہ تو کوئی زیادہ عبادت نہیں ہے، لیکن جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت کا پتہ چلا تو ایسا لفظ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں بولا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت بھی بہت بڑی عبادت ہے چونکہ پاؤں پہ ورم آجاتے ہیں، سوجھ جاتے ہیں۔

مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کا اثر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے طور پر اور بھی سوچے ہوئے تھے لیکن جب اپنی سوچ کے

Marfat.com

مطابق انہیں جواب نہیں ملا تو ان کے ذہنوں میں اس کا کیا نتیجہ نکلا، وہ آپس میں بیٹھ کے کہنے لگے کہ:

بھائیو! وہ تو اللہ کے محبوب ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوڑی عبادت کریں تو بھی وہ بہت زیادہ ہے، ہمیں کچھ سوچنا چاہیے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ج 5، ص: 1949، رقم الحدیث: 4776)

ایک آدمی بارہ گھنٹے کام کرتا ہے، کسی کا نوکر ہے اور دوسرا آدمی وزیر ہے، بادشاہ کے ساتھ کرسی پہ بیٹھتا ہے، گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھتا ہے، اس وزیر کا گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھ جانا اس کے بارہ گھنٹے سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔

اللہ کے وزیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے عمل کی ویلیو اور ہے اور عام بندے کے عمل کی ویلیو اور ہے، اب بتانے سے مقصد یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے مشکل مقام آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں یہ تبصرہ کیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ہے، اتنی بھی بہت زیادہ ہے اور ہمیں مزید بندگی کرنی چاہیے کیونکہ ہمارا درجہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں وہ نہیں ہے جو رب نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو عطا فرمایا ہے۔

کفار کی نازیبا حرکت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں اتنی مٹھاس تھی کہ کسی آدمی کی تقریر پر اتنے لوگوں نے کلمہ نہیں پڑھا جتنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریروں پر لوگوں نے کلمہ پڑھا ہے، اور جو توحید کا نور پھیلا اور قیامت تک پھیل رہا ہے یہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے اس انداز کی وجہ سے ہے، یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ آپ بتوں کی مذمت کرنے والے ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ اس بت پرستی کے ماحول میں آپ نے تقریریں کیں اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے لہرائے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، بتوں کی مذمت کرتے ہیں، یہ بات کفار نے اپنے لہجے میں کی، لہجہ کیا تھا؟، ان کا لہجہ استفہامیہ تھا، یوں سمجھو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی گلی سے گزر رہے تھے اور قریش کہیں اپنے ڈیرے پہ بیٹھے تھے، جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور یہ شہرہ ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے زبردست خلاف ہیں، کچھ لوگوں کو قریش میں سے پتہ تھا اور کچھ لوگوں کو ابھی پتہ نہیں تھا۔

جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ایک ان میں سے بولا:

أَهٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِهَتَکُمْ ...... یہ ہیں وہ جو بتوں کو گالیاں دیتے ہے؟ یہ ہیں وہ جو ہمارے خداؤں کے خلاف بولتے ہے، یہ ہیں وہ جو ہمارے خداؤں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہے۔

اب یہ بات تو سچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور بتوں کی مذمت کرتے ہیں مگر ان کا انداز توہین والا ہے کہ:

أَهٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِهَتَکُمْ ...... کیا یہ ہیں وہ جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں؟

وہ سمجھتے تھے کہ کہاں ہمارے بتوں کی شانیں اور کہاں یہ خلاف ورزی کرنے والا، کہاں ہمارے بتوں کا مقام اور کہاں یہ انسان جو ہمارے بتوں کی مخالفت کر رہا ہے،

Marfat.com

یہ کب ان بتوں کا راستہ روک سکے گا، یہ انداز ان کا توہین والا تھا۔

ہمزہ استفہام کے بعد والا کلام ''هَذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ'' سو فیصد سچا ہے مگر جب انداز ایسا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو کیا کہا کہ قریش کیا کر رہے ہیں، مشرک کیا بولتے ہیں:

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ...... اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھہ۔

جب اے محبوب! کافروں نے تجھے دیکھا تو:

اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ...... تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھہ۔

(القرآن الكريم، سورة الأنبياء، رقم السورة: 21، رقم الآية: 36)

جس چیز کو مذاق کہا گیا اگرچہ وہ سچی بات ہے لیکن وہ استفہامیہ انداز کی گئی تھی، وہ سچی بات جس کا انداز صحیح نہیں تھا، وہ سچی بات جو بیان کرنے والے نے غلط انداز میں بیان کی ہے تو قرآن مجید اس کو ثابت کر رہا ہے کہ اگر سچی بات کو گستاخانہ لہجہ میں بیان کیا جائے تو قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ اس بندے نے شان رسالت کو بیان نہیں کیا بلکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق کر رہا تھا۔

جس چیز کو ''هزوا'' کہا گیا ہے یہ ''أَهَذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ'' کا بیان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جس وقت کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں جو بتوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ چھوٹا ثابت کرنا چاہا اور اپنے بتوں کو بڑا ثابت کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمہارا مذاق کر رہے ہیں لیکن

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ...... بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

(القرآن الكريم، سورة الحجر، رقم السورة: 15، رقم الآية: 95)

Marfat.com

پتہ چلا کہ شان رسالت اتنا نرم مقام ہے اور اتنا نازک مسئلہ ہے کہ سچی بات کو بیان کرتے ہوئے بھی انداز گستاخانہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس کو خطبہ نہ کہو، اس کو تقریر نہ کہو، اس کو شریعت کا بیان نہ کہو، یہ مذاق ہے جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں کیا جا رہا ہے۔

یہ تو رہی انداز میں کجی لیکن اگر دل میں بھی یہ خیال آ جائے گا تو بندہ تباہ و برباد ہو جائے گا یعنی اس کے ایمان کی حیثیت جاتی رہے گی، کوئی حیثیت اس کی باقی نہ رہے گی۔

شان رسالت کے متعلق حوالہ جات پیش کر رہا ہوں، یہ اس امت کے لیے ایک سوغات ثابت ہو گی کہ دور دور تک اس کے ثمرات مرتب ہوں گے۔

انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا ادب

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، مسجد میں آئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف فرما رہے تھے، رات کا وقت تھا یعنی اندھیرا چھا چکا تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھانا دینے یا کسی اور کام کے لیے آئیں، جس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رخصت ہونے لگیں تو مسجد کی حد کے اندر ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ محترمہ کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور مسجد کے صحن میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے تھے کہ:

مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ ...... دو انصاری صحابہ کا گزر ہوا،

جب وہ وہاں سے گزرے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا کہ ان دونوں نے مجھے دیکھا ہے کہ میں ایک عورت کے پاس کھڑا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ:

عَلٰی رِسْلِکُمَا ...... تم دونوں یہیں ٹھہر جاؤ،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّمَا هِیَ صَفِیَّۃٌ ...... یہ تماری امی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں، خود اس کی وضاحت کرنا چاہی کہ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

تو ان دونوں انصاری صحابہ نے کہا کہ:

فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰہِ ...... کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اس وضاحت کی ضرورت کیا تھی، ہم کب کچھ آپ کی ذات کے بارے میں سوچ سکتے ہیں، کیسے ہمارا ضمیر گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کا کلمہ بھی پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا بھی سوچیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ ...... اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

یہ ہے شان رسالت جہاں سن کے سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔

اِنَّمَا هِیَ صَفِیَّۃٌ ...... یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں تو ان دونوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ کہ حضرت ہمارے لیے اس وضاحت کی ضرورت نہ تھی، ہم تو آپ کو ماننے والے ہیں، ہم تو سوچ نہیں سکتے تھے کہ کوئی اور عورت تھی اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوں، ہم یہ خیال ہی نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دیکھنے والی تھی بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ:

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی

Marfat.com

میرے ذہن کے فلک پہ سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی تھی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ٹھیک ہو مگر مجھے قیامت تک منبروں پر بیٹھے ہوئے کچھ ملاں نظر آ رہے ہیں، اور مجھے قیامت تک گلیوں کے تھڑوں پر بیٹھے ہوئے مسٹنڈے نظر آ رہے ہیں جن کو شان رسالت کے بارے میں بولتے وقت حیا نہیں آئے گی، میں اس کی وضاحت اس لیے کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سے وہ سبق سیکھیں۔

اس لیے کہ میرے صحابہ کرام مجھے تم سے خطرہ نہیں ہے، خطرہ ان سے ہے جو مجھے نہیں دیکھ سکیں گے اور پھر باتیں ایسی کریں گے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے کہ:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ ...... شیطان بڑا خبیث ہے، یہ وہاں جاتا ہے جہاں خون جاتا ہے یعنی اس قدر انسان کے اندر شیطان سرایت کر جاتا ہے۔

مَجْرَى الدَّمِ ...... خون کی رگ میں اور پورے بدن میں چکر لگاتا ہے اور انسان کے اندر بڑی گندگی ڈال دیتا ہے، تم سچے ہو مگر قیامت تک کے خطرے بھی میرے سامنے ہیں، وہاں جو بے حیاء سوچ ہوگی اس کو بھی تو سمجھانا مقصود ہے۔

میرے صحابہ میں اس لیے بول رہا ہوں کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے:

إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا فَتَهْلِكَا ...... مجھے خطرہ ہے کہ یہ شیطان جو خون میں شامل ہو جاتا ہے کہیں تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے، زبان پر نہیں۔

Marfat.com

فِیْ قُلُوْبِکُمَا ...... تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

اگر تم میرے بارے میں دل میں سوچو گے، یا قیامت تک کوئی امتی، کوئی بندہ میرے بارے میں نازیبا سوچے گا تو پھر کیا ہوگا:

فَتَهْلِكَا ...... پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے اس لیے وضاحت کی کہ یہ صفیہ ہے کہ شیطان خون میں داخل ہو جاتا ہے اور بندے میں کئی خیال لا سکتا ہے، اگر میرے بارے میں تمہیں کوئی نازیبا خیال آ گیا تو تم دونوں ہلاک ہو جاؤ گے، تمہارا ایمان سلامت نہیں رہے گا۔

(صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب: التكبير و التسبيح عند التعجب، ج:5، ص:2269، رقم الحديث:5865، و الشفاء، القسم الثالث، الباب الأول: فيما يختص بالامور الدينية ....، فصل: قد استبان لك ......، ج:2، ص:108)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سہارا ہیں اور وہ پل کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے شریعت گزر کر ہمارے طرف آ رہی ہے، اس واسطے خطاب ان کو کیا، ان کے دماغ بڑے پاک ہیں ان سے ہو کر بات ہم تک پہنچنے والی تھی اس واسطے فرما دیا کہ:

اگر شیطان کی وجہ سے ایسا خیال آ گیا تو پھر اس کا انتظار نہیں ہوگا کہ تم زبان سے بولتے ہو یا کہ نہیں بولتے، جونہی دل میں خیال آتا جائے گا ہلاکت آتی جائے گی، ایمان لٹ جائے گا، عقیدہ مٹ جائے گا، عظمت ختم ہو جائے گی۔

یہاں تصور کرتے وقت بھی اپنے دماغ کو وضو کرانا پڑے گا، اپنے خیال کو اعتکاف کرانا پڑے گا، اپنے تصور کو احرام بندھوانا پڑے گا اور اپنی سوچ کو تقدس کا غسل دے کر اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی طرف لے جانا پڑے گا کیونکہ اگر یہاں پر کچھ

Marfat.com

بھی نازیبا خیال آ گیا تو اسی سے تم ہلاک ہو جاؤ گے یعنی ہلاکت ایمانی ہو جائے گی۔

اس سے پتہ چلا کہ شان رسالت کا معاملہ بڑا ہی نرم ہے، بڑا ہی نازک ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سوچ پر بھی پابندی لگانے کے لیے صحابہ کرام کے سامنے وضاحت فرما دی کہ یہ موقع ایسا بن گیا ہے کہ سوچ انسان کو آسکتی ہے، میں فوراً اس لیے بولا ہوں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ میں چپ رہوں ادھر سوچ آجائے اور پھر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہو جائے، نہیں، میں فوراً بولتا ہوں تاکہ ایسی نوعیت نہ آنے پائے کیونکہ میرے بارے میں اتنا سا نازک خیال کہیں آجائے گا تو پھر وہاں ایمان نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

''شان رسالت'' یہ بڑا اہم اور بڑا عظیم مسئلہ ہے اور یہ ایک سوغات ہے اور جس وقت آج ماحول میں بے ادبی کے دھوئیں اٹھ رہے ہیں، اپنے ماحول کی صفائی ضروری ہے تاکہ غیروں کو پتہ چلے کہ کتنا خوبصورت تصور ہوتا ہے جب یہ مسلمان سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔

الفاظ کی آڑ میں گستاخیاں

آج کچھ لوگوں نے کچھ الفاظ کو آڑ بنالیا اور اس آڑ میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

پہلی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا' اس کو کچھ لوگوں نے آڑ بنالیا کہ جس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کرتے ہیں تو پہلے معاذ اللہ ان سے کوئی گناہ سرزرد ہوتا ہے تو تب ہی وہ استغفار کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑ رہے تھے، ابوجہم صحابی نے نقش ونگار والی نئی چادر پیش کی تھی، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر اپنے اوپر اوڑھی اور نماز ادا کی، لیکن جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ:

اِذْهَبُوْا بِهٰذِهِ الْخَمِيْصَةِ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَ ائْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةٖ ...... یہ چادر ابوجہم کو واپس کر دو اور میرے چادر جو انجانبیہ کی بنی ہوئی ہے یعنی سادہ چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے نہیں ہے وہ لے آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ آنِفًا فِيْ صَلَاتِيْ ...... جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس نقش ونگار نے میری توجہ ہٹا دی، اس واسطے میں یہ چادر نہیں اُوڑھوں گا، یہ چادر ابوجہم کو واپس دے دو اور ان سے میری سادہ چادر لے آؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: کراهة الصلاة فی ثوب له أعلام،
ج :2، ص :77، رقم الحدیث: 1267)

یہ چادر ان کی ہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ چادر ان کو ہی واپس کر دو جس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ریشم کا جبہ دیا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ریشم تو پہننا حرام ہے، آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا پہننا حرام ہے لیکن اس کا بیچنا تو حرام نہیں ہے، تم یہ کپڑا آگے بیچ سکتے ہو تو ایسی ہی صورتحال یہاں بھی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین و التجمل فیهما،
ج :1، ص :323، رقم الحدیث: 906)

Marfat.com

یعنی اس سے مقصد یہ نہیں تھا کہ ابو جہم یہی چادر پہن کر نماز پڑھیں، یا تو انہی کی طرف سے تحفہ تھا تو ان کو واپس کر دی یا پھر ویسے ہی دے دی ہے کہ وہ بیچ سکتے ہیں۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں تو اپنی سادہ چادر پہنوں گا، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے نماز میں خلل پیدا کیا ہے۔

یہاں پر ایک عام سی سوچ یہ بھی ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے چادر کے نقش و نگار کی وجہ سے درمیان میں رکاوٹ آ گئی، ہم تو ایسی چادروں میں پڑھ لیتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا، اب تو مسجد میں بھی نقش و نگار ہوتا ہے اور مصلے پر بھی نقش و نگار ہوتا ہے، ایک سوچ کا یہ انداز ہے کہ اس سے پتہ چلا کہ معاذ اللہ ہماری روحانیت تیز ہے، ہم تو نقش و نگار والی ایسی چیزوں میں پڑھ لیتے ہیں، ہمیں تو کچھ نہیں ہوتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش و نگار والی چادر اتار دی:

اِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ آنِفًا فِیْ صَلَاتِیْ ...... اس نے میری نماز میں خلل ڈالا ہے۔

ان الفاظ کو آڑ بنا کر کچھ لوگ اپنی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہیں اور ہم ان جیسے ہیں، وہ بھی بھول جاتے ہیں اور ہم بھی بھول جاتے ہیں، ان کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے، ہماری بھی توجہ ہٹ جاتی ہے، ہم میں اور اُن میں فرق کیا ہے؟، بس اتنا فرق ہے کہ ان پر وحی آئی ہے ہم پر وحی نہیں اتری۔

" اِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ آنِفًا فِیْ صَلَاتِیْ " والا انداز سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ایک ہے طے شدہ حقیقتیں اور ایک ہے درمیان میں وضاحت کی چیزیں۔

اس کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

و آنکه حال آنسرور صلی الله علیه وسلم عالی تر آنست که چیزے او را حضوری که در نماز داشته باشد ...... ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ کا مقام اس سے کروڑ درجے اوپر ہے کہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے پیچھے ہٹا سکے، چادر تو کیا اگر ہزار بندہ آ کر درمیان میں حجاب بننا چاہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ کے دربار میں حضوری حاصل ہے، ہزار بندہ خلل نہیں ڈال سکتا تو چادر خلل کہاں ڈال سکتی ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ ہے اس کے لحاظ سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس حضوری میں خلل ڈال سکے، پھر کہنے لگے کہ اس حدیث کی شرح یوں کی جاسکتی ہے:

که حضوری حق را مراتب و درجات غیر متناهی است ...... اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کے درجات اور مراتب غیر متناہی ہیں۔

یہ نہیں کہ وہ ایک ہزار ہیں، یا ایک لاکھ ہیں، یا ایک کروڑ ہیں، حضوری کے درجات غیر متناہی ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضوری کے درجات غیر متناہی ہیں:

و آں مرتبه که خاصه آں حضرت بود ...... اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا جو درجہ ہے،

اگر از آں جا تنزل نماید ...... اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس درجے سے نیچے بھی کچھ آ جائیں یعنی حقیقی درجے سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نیچے آ جائیں،

ہنوز در جای خواهد بود که مقربان دیگر بصد جهد و فناء عمر

Marfat.com

ہای دراز آنجا نمی رسیده باشند ...... رسول اکرم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے قرب میں درجات ہیں، وہ غیر متناہی ہیں، اگر اس چادر کی وجہ سے سرکار ﷺ کا تنزل ہوا ہو تو پھر بھی اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہیں کہ بڑے بڑے صالحین ساری عمر صرف کر کے حضوری کے اس درجے تک نہیں پہنچ سکتے جس درجے پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نقش ونگار والی چادر پہن کر موجود ہیں۔

مثال کے طور ایک ارب درجے ہوں تو ہم جیسوں کو ان میں سے ایک درجہ حاصل ہے اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اربوں درجے حاصل ہیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ رب کے دربار میں ان اربوں درجوں میں سے اگر کسی وجہ سے ایک درجہ بھی کم ہو تو یہ مجھے منظور نہیں ہے، اگرچہ کم ہو جانے کے بعد بھی حالت ایسی ہے کہ ساری دنیا کے درجات اکٹھے کر لیے جائیں پھر بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری والے درجے تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

یہ اس حدیث شریف کی حقیقت ہے جس کو حضرت امام عبدالحق محدث دہلوی نے اور دیگر صالحین نے بیان کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو سمجھنے ہے تو اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ:

ایک ہے عینک کا شیشہ اور ایک ہے دروازے کا شیشہ، دروازے کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے، عینک کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے، یہاں چھوٹا بھی بڑا لگتا ہے، وہاں بڑے نشان پر بھی گزارہ ہو جاتا ہے، ہم جیسے وہ شیشہ رکھتے ہیں جو شیشہ کسی شوکیس کا ہے، جو شیشہ کسی دروازے کا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کا وہ شیشہ ہے جو آنکھ کے شیشے سے بھی کروڑ درجے لطیف ہے، لہٰذا وہاں پر معمولی سے

Marfat.com

نقش و نگار کو بھی اپنے شایان شان نہیں سمجھتے اس کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف ہم ہیں ہمارا رب کے دربار میں حضوری کا کوئی مقام ہی نہیں ہے، اس کے باوجود نقش و نگار میں لگے پھرتے ہیں، ہماری حیثیت اور طرح کی ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور طرح کا ہے۔

اب جس وقت سوچا، غور اور تدبر کیا تو ''اَلْهَتْنِیْ'' سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا پتہ چلا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ چلا۔

اب لفظ یہی ہے لیکن اس کو دوسرا طبقہ معاذ اللہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو عام سا انسان سمجھنے کے لیے واضح کر رہا تھا، لیکن حق والوں نے پڑھا تو پتہ چلا کہ یہاں تو خاص الخاص مقام کی بات ہو رہی ہے۔

دوسری مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توبہ و استغفار کی اہمیت کو بیان کر رہے تھے کہ توبہ و استغفار کرنی چاہیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ یہ ارشاد فرمائے ہیں کہ:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ ...... میرے دل پہ پردے پڑ جاتے ہیں،

وَ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ...... میں دن سو بار استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة، باب: استحباب الاستغفار و الاستكثار منه، ج:8، ص:72، رقم الحدیث: 7033)

ایک انداز اس کو ظاہری طور پر سمجھنے کا ہے، جنہوں نے بخاری کا ترجمہ بغل میں رکھا ہوا ہے اور دین کی نمائندگی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں سے کہیں گے کہ لوگو! دیکھو اس نبی کو (معاذ اللہ) سو بار استغفار کی ضرورت پڑ جاتی ہے، کوئی گناہ تھا تو مغفرت طلب کر

Marfat.com

رہے ہیں (معاذ اللہ) ورنہ استغفار کیسے کرتے؟

یہ سوچ گستاخانہ سوچ ہے، جو اس طرح سہارا بنا کر اپنے مطلب اور دھندے کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو گے، تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھو گے، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھو گے، نہیں تو پنجاب کے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو گے تو پتہ چلے گا یہاں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔

آج کل کالجز و یونیورسٹیوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ آنے کے پروفیسر ایسی باتیں اٹھاتے پھرتے ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں کہ منصب نبوت ہے کیا اور ہم بول کس کے بارے میں رہے ہیں، یہ تقریریں اور لیکچرز ہو رہے ہیں کہ دیکھو سو بار دن میں توبہ کرتے تھے، توبہ سے پہلے گناہ کا ہونا ضروری ہے، تو (معاذ اللہ) دن میں کئی گناہ ہو جاتے تھے تو تب توبہ کرتے تھے، یہ تقریریں سکولز اور کالجز میں کی جا رہی ہیں، کچھ ہوس پرست پروفیسر و استاد جو مختلف باطل پرستوں کے ایجنٹ ہیں، ہماری ملت کے بیٹوں کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔

سنو! اگر تم نے حدیث شریف سمجھنی ہے تو تمہیں داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی دہلیز پہ جانا پڑے گا، داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کریں گے کہ: یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول!۔

تھڑے پہ بیٹھے ہوئے، فیکٹری میں بیٹھے ہوئے، دوکان میں بیٹھے ہوئے ایک عام انسان کو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ شان رسالت ہے، کسی چھوٹے بندے کی بات نہیں ہے، یہاں پر جس جہت سے دیکھو گے تو عظمت کا ایک نیا جہان نظر آئے گا۔

Marfat.com

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

توبہ بر سہ گونہ باشد ...... توبہ کی تین قسمیں ہیں،

یکی از خطا بہ صواب ...... ایک تو یہ ہے کہ غلطی سے توبہ کر کے صحیح کام کرنا یعنی خطا کو چھوڑنے کی توبہ کرنا،

و از صواب بہ اصوب ...... دوسری یہ ہے کہ درست کو چھوڑ کے درست کرنا یعنی ایک درست کو چھوڑا ہے تو دوسرا درست شروع کر دیا ہے۔

پہلی قسم یہ تھی کہ غلطی چھوڑ کر درست کام شروع کیا، دوسری قسم یہ ہے کہ درست کو ہی چھوڑ کر درست کام شروع کیا اور تیسری قسم ہے:

از خود بہ حق ...... اپنے خیال سے توبہ کر کے رب کے خیال میں ڈوب جانا یعنی اپنی خودی سے توبہ کر کے، اپنے آپ سے توبہ کر کے، اپنے خیال سے توبہ کر کے، اپنی ذات کی فکر سے توبہ کر کے اپنے رب کے جلووں میں مست ہو جانا۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے ان تین قسموں پر قرآن مجید اور حدیث سے دلیل دی ہے۔

یہ صوفی ہوتا ہے جو کہ اتنے بڑے علم کا خزانہ ہوتا ہے، اتنا بڑا قرآن وسنت کا ماہر ہوتا ہے، اتنا بڑا مفکر و محدث ہوتا ہے کہ وہ الفاظ جو زمانے میں حجاب اکبر بن رہے ہوں ان الفاظ سے حجاب کو دور کر کے علم کا صحیح چہرہ دکھاتا ہے۔

اب جو کہہ رہے تھے کہ کوئی گناہ ہے تو پھر توبہ کی ہے، وہاں علم پردہ اور حجاب بن گیا۔ یہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت ہے کہ آپ حجاب کو دور کر کے حقیقی علم کا چراغاں

Marfat.com

کرنے والے ہیں۔

توبہ کی پہلی قسم

یکی از خطا به صواب ...... خطا سے توبہ کر کے صواب کی طرف آنا۔

مثال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

وہ اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

(القرآن الكريم، سورة آل عمران، رقم السورة:3، رقم الآية:135)

اب یہاں پر توبہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ غلطی کو چھوڑ کر درست کام کرنا۔

توبہ کی دوسری قسم

و از صواب به اصوب ...... صواب سے اصوب کی طرف توبہ کرنا۔

مثال

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے، جب "اَرِنِیْ" کہا تو جواب "لَنْ تَرَانِیْ" کی صورت میں ملا، لیکن جب ایک جلوہ اللہ تعالیٰ نے طور پر گرایا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کر زمین پر گر پڑے تھے، قرآن مجید کہتا ہے کہ جس

Marfat.com

وقت انہیں ہوش آیا تو کیا بولے:

تُبْتُ ...... میں نے توبہ کیا۔

(القرآن الكريم، سورة الأعراف، رقم السورة: 7، رقم الآية: 143)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کا جو لفظ بولا تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و از صواب به اصوب ...... یہ وہ غلطی سے توبہ نہیں تھی، یہ ایک درست کام سے توبہ تھی، درست سے درست کی طرف توبہ تھی۔

اس کا مطلب حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

همه عالم اندر حسرت رؤیت خدای عزوجل می سوختند ...... ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے جلووں کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے،

و موسی علیه السلام از آن توبه کرد؟ ...... اور موسیٰ علیہ السلام توبہ کرتے ہیں کہ میں اب "أَرِنِیْ" نہیں کہوں گا، "اے اللہ! مجھے دیدار کرا" اب میں یہ نہیں کہوں گا۔

جس کو سارا جہاں ڈھونڈتا ہے وہ اس سے توبہ کر رہے ہیں، وہ غلطی نہیں تھی لیکن اس کو چھوڑا اس لیے ہے کہ دوستی میں اپنا اختیار برتنا جائز نہیں ہے، جب تو نے مجھے اپنا بنایا ہے تو مجھے چاہیے تھا کہ جب باقی ہر کام تیری مرضی پہ چھوڑتا ہوں تو دیدار والا کام بھی تیری مرضی پہ چھوڑ دیتا یعنی تیری مرضی کہ تو دیدار کراتا یا نہ کراتا۔

تو جو پہلی حالت تھی میں نے دیدار مانگا تھا میں اس سے تائب ہو گیا ہوں، اب کبھی بھی دیدار نہیں مانگوں گا، یہ تیری مرضی ہے کہ تو کب اپنا دیدار کرائے گا۔

Marfat.com

قرآن مجید میں "تُبْتُ" کا لفظ تو آ گیا مگر وہ غلطی سے توبہ نہیں بلکہ درست سے توبہ ہے، ایک درست کام سے دوسرے درست کام کی طرف جانے کا نام توبہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو گناہ کوئی نہیں لیکن توبہ کا لفظ موجود ہے۔

توبہ کی تیسری قسم

از خود به حق...... اپنے آپ سے توبہ کر کے رب تعالیٰ کے دیدار میں ڈوب جانا۔

یہ توبہ کی تیسری قسم ہے، اس کا مرتبہ دوسری قسم سے بھی بڑا ہے، تو مطلب یہ بنے گا کہ:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ ...... میرے رب! میں امت کی بھی سوچتا ہوں، اس وقت تیری طرف خیال نہیں ہوتا، امت کی سوچ تیرے حکم سے ہے مگر ہے تو مخلوق کی ہی سوچ، امت کے سوالات کو سنتا ہوں اور ان کا جواب دیتا ہوں، امت کے مستقبل کے لیے پلاننگ کرتا ہوں، امت کی قیامت تک کی مشکلات کو آسان کرنے کے لیے سوچتا ہوں تو یہ وہ پردہ ہے جس سے خیال امت کی طرف چلا جاتا ہے۔

وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ...... تو میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں کہ جب اپنے خیال میں اور امت کے خیال میں ہوتا ہوں پھر اس کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے خیال میں چلا جاتا ہوں۔

پہلے نہ کوئی صغیرہ گناہ ہے، نہ کوئی کبیرہ، نہ کوئی بھول ہے، نہ کوئی چھوٹی موٹی خطا، پہلے بھی بڑا مرتبہ تھا، جو رب نے امت کی فکر عطا فرمائی ہے اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں داخل ہو جاتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و محال باشد که خواص از معصیت توبه کنند ...... یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے گناہ سے توبہ کر رہے ہوں، وہاں گناہ نہیں ہے، وہاں ایک صواب سے دوسرے صواب کی طرف یا اپنی خودی سے حق کی طرف لوٹنا ہی توبہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ قابل غور ہے کہ:

چنانکه مقامات مصطفی علیه السلام ہر دم بترقی بود۔

بلا وجہ نہیں دنیا داتا داتا کے نعرے لگاتی، وہ جنہوں نے خاک پنجاب میں سجدوں کے بیج بوئے تھے اور آج یہ گلشن میں بہا آئی ہے، اس داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن وسنت کے سمجھنے کے لیے کتنی ضروری ہیں۔

یہ جو حدیث شریف میں سو یا ستر بار توبہ کا لفظ آ گیا ہے کہ میں استغفار کرتا ہوں، تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمانے لگے کہ:

یہ نہ سمجھنا کہ کوئی کبیرہ یا کوئی صغیرہ گناہ تھا، توبہ گناہوں سے نہیں کی جارہی ہے، توبہ امت کے خیال سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف متوجہ ہونے کو کہا جارہا ہے۔

چنانکه مقامات علیه السلام ہر دم بترقی بود ...... ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات ہر وقت ترقی کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو اس وقت ارب مقامات مل چکے تھے، اگلے منٹ میں اللہ نے ایک اور مقام دیا، اس سے اگلے منٹ میں اللہ تعالیٰ نے اور مقام دیا۔

یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ ہر منٹ میں مقام بڑھایا جارہا ہے۔

Marfat.com

چوں بر مقام برتر می رسید...... جب مزید اونچے مقام پر چلے جاتے ہیں،
از مقام فرو تر استغفار می کرد...... جب اونچے درجے پر پہنچتے ہیں تو پہلے درجے سے استغفار کرنے لگتے ہیں،

یہ توبہ کا انداز ہے، کوئی بندہ اس حدیث کو آڑ بنا کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے گناہ نہ تھونپتا پھرے اور ان کی طرف گناہوں کو منسوب نہ کرے، وہاں گناہ نام کی کوئی چیز نہیں، جہاں کلیم کا مقام ہے تو گناہ وہاں ہی ختم ہو گئے تھے، وہاں بھی صواب سے صواب کی طرف توبہ ہے، ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو اس سے بھی اگلا مقام ہے کیونکہ جس وقت اللہ تعالیٰ بلند مقام دیتا ہے اور مزید بلند درجے پہ پہنچاتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھوٹے درجے سے توبہ کرتے ہوئے بڑے درجے کا سفر شروع کر دیتے ہیں۔

(كشف المحجوب، باب التوبة و ما يتعلق بها، رقم الصفحة:178)

جس وقت ایک انسان شانِ رسالت کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے تو اسے کیا ملتا ہے اور اگر نہیں رکھتا تو اس کا بگڑتا کیا ہے، اسے کیا ہوتا ہے؟

گفتگو میں بے ادبی کا وبال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز یہ تھا کہ آپ جس بیمار کے پاس بھی جاتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ:

لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ..... کوئی حرج نہیں اس سے تو گناہ جھڑ جائیں گے۔

Marfat.com

طہور کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری تمہارے گناہ جھاڑنے آئی ہے، اس سے بیمار کو حوصلہ مل جاتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظوں میں تاثیر اتنی تھی کہ وہ بندہ صحیح ہو جاتا تھا۔

لَا بَأْسَ ...... کوئی حرج نہیں، کوئی پرابلم نہیں، کوئی مسئلہ نہیں،

طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ...... اس سے سارے گناہ جھڑ جائیں گے۔

ایک اعرابی کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو وہ عجیب آدمی تھا، اسے پتہ نہیں تھا کہ شانِ رسالت کے بارے میں کیسے بولنا ہے، آگے سے وہ بول پڑا کہ:

هِيَ حَمَّى تَفُوْرُ ...... یہ تو بخار ہے جو جوش مار رہا ہے۔

میں مر رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب وہ یوں بولا تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَنَعَمْ اِذًا ...... ٹھیک ہے اگر ایسا ہے تو پھر ایسا ہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرما دیا تھا اگر وہ قبول کر لیتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نے کہا ہے کہ:

لَا بَأْسَ ...... کوئی بات نہیں،

تو ٹھیک ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا وہ ہی ہوگا۔

لیکن وہ بخار سے تنگ تھا، کہنے لگا کہ بوڑھے کو قبر نظر آ رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَنَعَمْ اِذًا ...... اگر تو ایسے کہتا ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔

شانِ رسالت کا جو تقاضا تھا وہ ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا تو اس کی فوراً گرفت ہو گئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب: عیادۃ الأعراب، ج:5، ص:2141، رقم الحدیث:5332)

Marfat.com

گستاخی کا انجام

دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ایک نصرانی نے کلمہ پڑھا، جس وقت اس نے کلمہ پڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً نوازا اور کاتب وحی بنا دیا، اس نے سورہ آل عمران بھی لکھی اور سورہ بقرہ بھی لکھی، مگر کچھ لوگوں کو ہیضہ ہو جاتا ہے، وہ کہنے لگا کہ:

مَا یَدْرِیْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا کَتَبْتُ لَہٗ ...... جو میں لکھتا ہوں اس نبی کو وہ ہی آتا ہے۔

اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے لکھنے کا مقام کس نے دیا ہے اور لکھواتا کون ہے، کہتا ہے کہ جو میں لکھتا ہوں وہ ہی یہ نبی جنتا ہے، وہ عیسائی ہو کر مر گیا، عیسائیوں نے اس کو دفن کیا تو:

لَفَظَتْہُ الْاَرْضُ ...... زمین نے اگل کر باہر پھینک دیا۔

صبح جب عیسائیوں نے دیکھا تو باہر پڑا تھا، تو کہنے لگے کہ:

ھٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِہٖ ...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے باہر نکالا ہے کیونکہ یہ ان کو چھوڑ کر آیا ہے، لہٰذا انھوں نے اس کو قبر سے باہر نکال دیا ہے۔

حالانکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا تھا۔

انہوں نے قبر کو مزید گہرا کیا، شام کو دفن کر کے چلے گئے، صبح آئے تو پھر باہر پڑا تھا، پھر انہوں نے کہا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام ہیں جو یہ حرکت کر رہے ہیں۔

تیسری بار بہت گہری قبر کھودی اور اس کو دفن کر کے چلے گئے، صبح کے وقت آئے تو دیکھا تو باہر پڑا تھا، اب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ مردود گندا اتنا ہے کہ زمین اس کو پسند نہیں کرتی، وہ بڑے بڑے مجرموں کو قبول کر لیتی ہے مگر اس نے جو بکواس کی تھی کہ جو میں لکھتا ہوں وہ

Marfat.com

ہی نبی کو آتا ہے، ان کو اپنے طور پر کچھ نہیں آتا، اس گستاخ کے اس جملے کی وجہ سے اور تو اور زمین نے بھی اس کو جگہ نہ دی، زمین بھی اس کو پھینکتی رہی کہ اس کو بولتے وقت یہ ہوش نہیں تھا کہ یہ شان رسالت ہے، میں کس کے بارے میں بول رہا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب :علامات النبوة فی الاسلام،
ج :3، ص :1325، رقم الحدیث :3421)

آج بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا جا رہا ہے کہ جو مقام میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے، ان کے بارے میں بولنا ہو تو ہزار بار سوچ کو غسل دو پھر ان کے بارے میں بات کرو۔

اگر ادب سے بولیں گے تو کیا ملے گا۔

چیونٹی کی خوش قسمتی

ایک چیونٹی کو چیونٹیوں کی امامت ملی، اس کا کام کیا تھا، اس کو یہ شان کیسے ملی؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آیا تو ایک چیونٹی دوسری چونٹیوں سے کہنے لگی کہ:

يَآيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ

اے چونٹیو! اپنے گھروں میں چلے جاؤ،

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں۔

(القرآن الکریم، سورۃ النمل، رقم السورۃ: 27، رقم الآیۃ: 18)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس چیونٹی کو دیگر چونٹیوں کی ملکہ بنا دیا، اس کو یہ مقام کیسے ملا؟، کہتے ہیں کہ اس چیونٹی نے ادب نبوت ظاہر کیا تھا،

Marfat.com

کیوں؟ اس نے عصمت پیغمبر کا عقیدہ بیان کیا۔

کہنے لگی کہ:

وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ...... چونٹیو! ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے ہوئے تم پر قدم رکھیں، ایسا نہیں ہوگا، ہاں بے خبری میں قافلہ اور لشکر ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ کی اس طرف توجہ نہ ہو تو تم ان کے قدموں کے نیچے آجاؤ۔

اپنی سوچ کا اس چیونٹی نے اظہار کیا کہ اللہ کا نبی گنہگار نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا نبی ظالم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اس چیونٹی کو ستھری سوچ دیکر باقی چونٹیوں کا سردار بنا دیا۔

(التفسير الكبير، سورة النمل، رقم الآية: 18، ج: 24، ص: 549)

خوش قسمت جادوگر

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا آپس میں مقابلہ ہو رہا تھا، اسی مقابلے میں جادوگروں نے کلمہ پڑھ لیا، اس کلمہ پڑھنے کا سبب کیا تھا؟

یہاں پر امام رازی نے اپنی تفسیر میں صوفیاء کا قول لکھا کہ اس کا سبب یہ بنا تھا:

جس وقت آپس میں آمنے سامنے آئے تو جادوگروں سے ایک نیکی ہوگئی، نبی کا ادب ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے نبی کا تھوڑا سا ادب کر بیٹھے تو اس ادب نے ان کا بیڑا پار کر دیا، حالانکہ وہ بڑے مجرم تھے، اللہ تعالیٰ کے دشمن فرعون کے مہمان تھے، اس کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے مگر بولتے وقت شان نبوت کا تھوڑا سا لحاظ کیا، کچھ ادب کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی، انہوں نے کہا تھا کہ:

يَا مُوْسٰى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ...... اے کلیم! مرضی

Marfat.com

آپ کی ہے یا تو آپ پھینکیں یا ہم پھینکتے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا ذکر پہلے کیا، اے کلیم! آپ اپنا عصا پہلے پھینکیں یا ہم رسیاں پھینکتے ہیں۔

ان سے اللہ تعالیٰ کے نبی کا ادب ہو گیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا نام جو انہوں نے پہلے ذکر کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ پہلے باری آپ لو یا ہمیں دے دو، چونکہ انہوں نے پیشکش کر دی تھی، اللہ تعالیٰ کے نبی کو مقدم کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کفر کو نکال کر انہیں ایمان عطا فرما دیا تھا۔

(التفسير الكبير، سورة الأعراف، رقم الآية: 115، ج: 14، ص: 335)

یہ منصبِ نبوت کے لحاظ سے آداب ہیں، جو شخص ان راستوں پہ چلتا ہے اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں، جو اکڑتا ہے تو اس کے لیے ہر لحہ نامرادیاں ہوتی ہیں۔

اس گفتگو کے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے ہر بندہ اس کا مبلّغ ہونا چاہیے، یہ پیغام ہے جس کو تم نے آگے پہنچانا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شانِ رسالت ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و ازواجه و سلم

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

Marfat.com

فہم دین

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے
موضوعات پر لٹریچر

جلد اوّل

1. فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
2. محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
3. منصب نبوت اور عقیدہ مومن
4. محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
5. فہم زکوۃ
6. رسول اللہ ﷺ کی نماز
7. گھر کا اسلامی ماحول
8. آداب زبان
9. تعارف آئمہ اربعہ
10. قادیانیت کا محاسبہ
11. صراط مستقیم کی روشنی
12. نظام مصطفےٰ ﷺ کی بالادستی
13. حل مشکلات اور عقیدہ صحابہؓ

جلد دوم

1. اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
2. سود اور اسکی اقسام
3. ہم اور ہمارے عقائد
4. اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی
5. مسئلہ حیات النبی ﷺ
6. ترک تقلید کی تباہ کاریاں
7. مومن کا مقصد حیات
8. جہاد اور دہشت گردی میں فرق
9. تصوف اور اسلام
10. حواس نبوی ﷺ
11. اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن
12. جنتی آنکھ
13. اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

1. مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ جل جلالہ
2. مفاہیم اسم محمد ﷺ
3. روزہ کے اسرار و رموز
4. امتیازات نماز
5. شان رسالت ﷺ سمجھنے کا ایمانی طریق
6. زندگی اور اس کی اقسام
7. خلفائے راشدین سے حضرت علیؓ کی عقیدت
8. ماں کی شان اور امتحان
9. بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم

1. احادیث ختم نبوت ﷺ
2. سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
3. ہاں ہم سنی ہیں
4. ورع و پرہیزگاری کے مثال
5. طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
6. نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
7. دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
8. عہد شباب کا اسلامی نصاب
9. کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
10. تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

1. تربیت اولاد
2. تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
3. اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
4. اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
5. جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
6. قرآن اور تفکر کائنات
7. تصوف عقیدہ توحید کی معرفت
8. رنج والم سے نجات کا راستہ
9. مسئلہ حاضر و ناظر
10. اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

1. میرے رب سے مجھے محبت ہے
2. رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست
3. شان رسالت ﷺ کی یکتائی
4. زکوٰۃ کے اسرار و رموز
5. پردہ دختران اسلام کا وقار
6. عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
7. قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے
8. میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
9. حق چار یار
10. جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

1. پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
2. مائیں جب فرمائیں
3. یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
4. باپ کی شان اور امتحان
5. دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
6. ختم نبوت اور قادیانی کفر
7. شہداء زندہ ہیں
8. اعتکاف یاد الٰہی میں انہماک
9. ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار و جاگتے رہو
10. آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

1. خانقاہیں اور لذت اسرار
2. میرے لئے اللہ کافی ہے
3. آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
4. رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید
5. جب رسالت خود خروزن ہو
6. حرمت شراب
7. انسانی حواس کا صحیح استعمال
8. نظام مصطفےٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
9. اسلام ہم تیرے ہیں

جلد نہم

1. وصیت کے شرعی احکام
2. والدین ہند سے کی ورثیش ہت
3. ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان دلوے
4. رسول اللہ ﷺ کی شجاعت
5. اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو
6. رہن گروی کے مسائل
7. ایک مدنی زندگی
8. حج کے اسرار و رموز
9. معرفت الٰہی، اسباب علامات
10. قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان!
11. تبلیغ دین کے فوائد
12. یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول!

جلد دہم

1. تحفظ ختم نبوت ﷺ میں علماء اہلسنت کا کردار
2. یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے
3. دو قومی نظریہ ملکی سالمیت کا راز
4. جادو کی مذمت
5. روح کی طہارت
6. عظمت اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم
7. ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر
8. تصوف ایک خاموش ایمانی تحریک
9. وسیلہ قرآن و سنت کی روشنی میں

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاولیس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-37115771-2, 0321/0315-9407699